جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲ جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۲۷ء | نمبر ۱

اخبار احمدیہ

لاہور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر مقامی بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت ہیں۔

سالانہ جلسہ۔ خدا کے فضل سے سالانہ جلسہ امسال نہایت ہی کامیاب رہا ہے۔

ووکنگ مشن ووکنگ مشن و رسالہ اسلامک ریویو کی مالی نگرانی، حساب کتاب، اور انتظام میں نے ۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کیا تھا۔ سال گزشتہ کچھ عرصہ کے لئے اس میں ایک روک پیدا ہوگئی تھی۔ اب خدا کے فضل سے دور ہوگئی ہے اور مشن اور رسالہ پھر باہمی چند شرائط پر انجمن کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ (خواجہ کمال الدین)

سالانہ رپورٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی رپورٹ بابت ۱۹۲۶ء چھپ گئی ہے۔ جن دوستوں کو ضرورت ہو وہ دفتر سکرٹری سے طلب فرمائیں۔

شکریہ انجمن نے گورنمنٹ سے درخواست کی تھی کہ چودھری محمد اقبال صاحب کو جو آج کل اٹلی میں مقیم ہیں ہندوستان واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ مقام شکر ہے کہ گورنمنٹ نے اس درخواست کو منظور کر کے چودھری صاحب موصوف کو ہندوستان واپس آنے کی اجازت دے دی ہے۔

اعلان نکاح حبیب اللہ خان ولد میاں محمد خان عمر ۱۹ سال افغان لودھی خان خیل سکنہ خواص پور ضلع امرتسر کا نکاح بعوض مہر عند الطلب مبلغ دس ہزار روپیہ ساتھ محمودہ بیگم بنت خان صاحب شاہ محمد خان انجنیئر قوم خان خیل افغان سکنہ مذکور عمر ۱۶ سال کے ہوا۔

بیعت سالانہ جلسہ کے موقع پر حسب ذیل احباب سلسلہ میں داخل ہوئے منشی محمد ارشاد میرٹھ۔ برکت اللہ سیالکوٹ۔ ارشاد الدین ساہٹرا۔ عبداللہ موضع گیمی تحصیل ایبٹ آباد۔ خان قلندر خان، صنوبر خان، میر اکبر خان ضلع پشاور۔ چودھری سردار خان بھگتپور بابو محمد عبداللہ سگنیلر لاہور۔ عبداللہ عبدالبدیع۔ آفندی (عرب)

استدعائے دعا مندرجہ ذیل احباب کی صحت کے لئے دعا کی جائے
(۱) شیخ مولا بخش صاحب سوداگر بوٹ سیالکوٹ
(۲) ماسٹر ڈیم بخش صاحب سیالکوٹ۔
(۳) جناب عبدالرشید خان صاحب دیو۔ پی،
(۴) حاجی امیر بخش صاحب لدھیانہ
(۵) اہلیہ صاحبہ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم۔
(۶) والدہ ماجدہ حافظ محمد حسن صاحب بگا سادہ کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

ہر مسلمان غور سے پڑھے!

میں اپنی انتہائی بدقسمتی اور بے حد سخت اور ناقابل اظہار مجبوریوں کی بنا پر اپنی ایک لڑکی بعمر ڈھائی سالہ اور ایک لڑکا بعمر ایک سال کو فوراً علیحدہ کرنے پر مجبور ہوں۔ خواہش یہ ہے کہ یہ دونوں بدنصیب بچے ایک جگہ رہ سکیں۔ اور پرورش اور تعلیم و تربیت ہو سکے۔ میرا حق واپس لینے کا نہیں ہوگا۔ البتہ میں مل اور دیکھ سکونگا۔ اگر کوئی صاحب کی پرورش اور تعلیم تربیت کی ذمہ داری پر لینا چاہیں تو فوراً تحریر فرمائیں جس میں وجہ لینے کی۔ اپنا مقام پتہ۔ حالات کاروبار سے مفصلاً اطلاع دیں تاکہ میں حالات مندرجہ پر اطمینان کے ساتھ فیصلہ کر سکوں اور بکر رسہ کر دریافت کرنا نہ پڑے۔ ورنہ بمجبوری عیسائی مشنریوں کی نذر کرنے پر مجبور ہونگا پتہ حسب ذیل ہے۔

عنایت الرحمن ناظر۔ سوائی مادھو پور ڈاکخانہ گدہ متھرا ریلوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ — ۳۰ رجمادی الآخر ۱۳۴۵ھ — نمبر ۱

بڑے دن کا بڑا کام

تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا آئندہ پروگرام

مجاہدینِ اسلام کی صلائے عام

وہ ایام یعنی بڑے دن کی تعطیلات جن کا ایک مدت سے انتظار تھا آئے اور گزر گئے۔ لیکن اسلام کے وہ شیدائی جن کے پہلو میں ایک حساس دل اور دل میں اسلام کا درد ہے۔ ان کو جلدی نہ بھول سکیں گے۔ ممکن ہے کہ ایک طویل مدت ان کی یاد ان کے دلوں میں تازہ رہے۔ لاہور کے اس حصہ میں جس کو احمدیہ بلڈنگس کہتے ہیں۔ کیا دلکش منظر تھا کہ اس میں ہر عمر اور ہر حصہ ملک کے لوگوں کی چہل پہل تھی آپس میں محبت و مودت کا وہ عالم تھا کہ سب ایک ہی کنبہ اور ایک ہی گھرانے کے آدمی معلوم ہوتے تھے اسلام کے لئے مالی قربانیوں اور جوش و خروش کا یہ نقشہ تھا کہ اس میں اسلام کے زمانہ اولے کی جھلک نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ کس لئے تھا؟ یہ اتنا بڑا عظیم الشان اجتماع جس میں ہندوستان کے ہر گوشے سے عورتیں، بچے، نوجوان اور بڈھے شامل ہوئے آخر کس غرض کے لئے تھا؟ کیا کسی ذاتی مفاد کے لئے تھا؟ نہیں۔ کیا کسی کھیل تماشہ کے لئے تھا؟ نہیں۔ کیا کسی پیر یا گدی نشین کو خوش کرنے کے لئے تھا؟ نہیں۔ کیا کسی قبر پرستی کے لئے تھا؟ ہرگز نہیں۔ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں تو پھر اس سے کیا مقصود تھا؟ ہاں ہم بتاتے ہیں کہ اس سے اصل مقصود کیا تھا۔ اس وقت اسلام پر جو کچھ مصائب طاری ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ مسلمان فریضہ تبلیغ و اشاعت اسلام سے غافل ہیں اس اجتماع کی ایسی ہی غرض تھی کہ حفاظت و اشاعت اسلام کی تجاویز سوچی جائیں۔ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کی جائے۔ اور اسلام کے ہر فدائی کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ مسیحی قوم جو مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے بڑے دن کی تعطیلات میں خوشی مناتی ہے۔ کہ ان دنوں ان کا "نجات دہندہ" "اسرائیلی مسیح" اور "خدا کا بیٹا" پیدا ہوا جس نے صلیب پر جان دے کر تمام دنیا کے گناہ اپنے سر پر اٹھائے اور اس بات کی دعوے دار ہے کہ اب صرف وہی شخص نجات پا سکے گا جو مسیح کی اس لعنتی موت پر ایمان لائے۔ لیکن انہی دنوں میں محمدی مسیح کی قوم جسے جماعت احمدیہ کہتے ہیں۔ ایک جگہ جمع ہوتی ہے۔ اور اسرائیلی مسیح کے اصلی مشن کے اسکی قوم کے ہاتھوں محرف و مبدل ہو جانے پر حزن و ملال کا اظہار کرتی ہے۔ اور ان نام نہاد مسیحیوں کو پکار پکار کہتی ہے۔ اے مشرق و مغرب کے رہنے والو جو اپنے آپکو مسیحی کہتے ہو۔ تم حضرت مسیح کے یوم ولادت پر تو خوش ہوتے ہو لیکن افسوس ان کی ولادت کی جو اصل غرض تھی اس کو تم بھلا چکے ہو۔ وہ اس لئے دنیا میں نہ آئے تھے کہ توحید کی جگہ تثلیث دنیا میں قائم کریں۔ یا تخت الوہیت پر خود بیٹھ جائیں۔ بلکہ ان کا حقیقی مشن یہ تھا کہ وہ دنیا کو توحید کا پیغام سنائیں تمام معبودان باطل سے اسے نجات دلائیں۔ اور اپنی عبودیت کا اظہار فرمائیں۔ لیکن سوچو کہ آج تم کیا کر رہے۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے مسیح کے مشن کو کھو دیا ہے۔ اب جس مذہب کی تم دنیا میں اشاعت کر رہے ہو وہ مسیح کا مذہب نہیں بلکہ پولوس کی گھڑنت ہے۔ اس زمانہ میں کہ تم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہو۔ خدا نے تم پر رحم کیا اور مسیح محمدی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے مسیحی کہلانے والے لوگو! تم اندھیرے میں کیوں پڑے ہو جس نور کی تمہیں ضرورت ہے وہ اسلام میں اس شعر میں کیا ہے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند

مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

یہ آخری مسیح تمہیں تمام عمر یہ پیغام پہنچاتا رہا اب ہم بھی تمہیں یہی پیغام پہنچاتے ہیں کہ ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے

لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اسلام سے نہ بھاگو کہ نور خدا یہی ہے۔ اپنی کثرت اور ہماری قلت پر بھی نگاہ نہ ڈالو۔ کیونکہ فتح و شکست کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ حق و باطل پر مبنی ہوتی ہے۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اس اصول کی صداقت بھی تم پر عیاں ہو گئی۔ گو ہم کم اور بے سر و سامان ہیں لیکن پھر بھی تم ہمارے مقابل نہیں صداقت کے مقابل سرنگوں ہوتے چلے جا رہے ہو۔ پھر کس انتظار میں ہو۔ بڑھو اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ ہم اس وقت تک تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے جب تک کہ سرزمین یورپ میں لیظہرہ علی الدین کلہ کا نقشہ نظر نہ آ جائے۔

مسیحیت تو خیر ایک عرصہ دراز سے اسلام کی حریف ہے اور رہے گی جب تک کہ اس کی پیٹھ پر مسیحی حکومتوں کا دست شفقت موجود ہے۔ گو مغرب میں مشرق کی اس چھوٹی سی جماعت نے اس مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا ہے اور کر رہی ہے کہ مسیحیت کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ خود ہندوستان میں اسلام کا ایک نیا حریف آریہ سماج پیدا ہو گیا ہے۔ جس کی پشت پر بائیس کروڑ ہندوؤں کی امداد ہے شدھی اور سنگٹھن اس کے ہتھیار ہیں۔ جو وہ اسلام کے مقابل استعمال کر رہا ہے۔ اس کے سر پر یہ خبط سوار ہے کہ۔

"ویدک دھرم تمام مذاہب کو مغلوب کرنے گا اور

اس کا جھنڈا ہر مسجد پر لہرائے گا"

اس جنون میں اس نے اپنی تمام قوتوں کو اس طرح مجتمع کر لیا ہے جس کی ہرگز توقع نہ تھی۔ وہ مدافعت نہیں بلکہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ شدھی کیا ہے یہ حملہ ہی تو ہے۔ جو قلب اسلام پر ہو رہا ہے۔ اب مسلمان سوچ لیں کہ اگر وہ ہندوستان میں زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو اس کی کیا صورت ہو گی کیا محض مدافعت پر اکتفا کرنا چاہیئے یا آگے بڑھ کر دشمن کے اس حصہ فوج پر حملہ کرنا چاہیئے جو کہ اس وقت اس کی تقویت کا باعث ہے لیکن ایک خفیف حملے سے مطیع و منقاد ہو سکتا ہے۔ یعنی کیا محض شدھی سے مسلمانوں کی حفاظت کی جائے یا اس کے علاوہ اچھوت اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کیا جائے۔ ہمارے خیال میں محض مدافعانہ سرگرمیاں چنداں مفید ثابت نہ ہوں گی۔ جب تک جارحانہ قدم نہ اٹھایا جائے۔ الحمد للہ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے حالات حاضرہ اور اس کامیابی سے متاثر ہو کر جو اس کے مبلغین کو تھوڑے سے عرصہ میں ہوئی ہے۔ ہندوستان کی اچھوت اقوام میں نہایت وسیع پیمانہ پر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام شروع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

سوامی شردھانند جی کے قتل سے متاثر ہو کر ہندوؤں نے تو یہ فیصلہ کیا ہے کہ

"۵ کروڑ روپیہ جمع کر کے ۵ صد شدھی پرچار ملک میں پھیلائے جائیں"

اور ایک جلسہ کے اختتام پر

"بہت سے اصحاب نے حلف اٹھائے کہ باقی ماندہ زندگی سوامی جی کے مشن کو ترقی دینے میں ہمہ تن کوشاں رہیں گے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے خون سے اپنے دستخط حلف نامہ پر کئے۔ دو مسلمانوں کی شدھی بھی کی گئی"

لیکن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پانچ کروڑ کا نہیں بلکہ صرف پانچ لاکھ روپے کا مطالبہ کرتی ہے اگر مسلمان اس قدر روپیہ جمع کر دیں تو اس سے انجمن نہ صرف شدھی کا خاتمہ کر دے گی بلکہ اچھوت اقوام کے بہت بڑے حصہ کو اسلام کے جھنڈے تلے لے آئے گی۔ ہندوستان کے سات کروڑ غیور مسلمانو! کیا تم میں پانچ لاکھ بھی ایسے آدمی نہیں ہیں جو خدا کے نام پر ایک ایک روپیہ قربان کر سکیں۔

خدا کے فضل سے اس سال سالانہ جلسہ گزشتہ تمام سالوں کی نسبت زیادہ کامیاب اور پر رونق رہا ہے۔ بیرونجات سے مہمان بھی اس کثرت سے شامل ہوئے کہ اس سے پیشتر اس قدر تعداد میں کبھی نہیں آئے اس سال [illegible] ہندوستان کی اچھوت

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپیل کی کہ [illegible] نہ رہ جائے جو اس فنڈ میں حسب استطاعت [illegible] بھی اس صدا پر اسی طرح لبیک کہا۔ جس طرح کہنے کا حق [illegible] ہے کہ حاضرین جلسہ میں سے کوئی احمدی ایسا نہ [illegible] کچھ نہ کچھ حصہ نہ لیا ہو۔ اب ان بھائیوں کی [illegible] تشریف نہیں لا سکے۔

بنگال میں تبلیغ اسلام

ہم گزشتہ اشاعت میں ہم یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ بنگال [illegible] کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے [illegible] چند آزمودہ کار مبلغین کو مولانا محمد یعقوب خاں صاحب [illegible] کی قیادت میں علاقہ بنگال میں تبلیغ اسلام کی غرض سے بھیجا۔ خدا کا شکر ہے کہ [illegible] مسلمانوں کی مساعی جمیلہ سے اس تبلیغی وفد کو توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی [illegible] موصوف کے کلکتہ اور اس کے مضافات میں کئی لکچر ہو چکے ہیں۔ جن میں [illegible] ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ کلکتہ میں ایک لکچر سر عبد الرحیم کی [illegible] میں ہوا۔ اور دوسرا سر پی سی۔ رائے کی صدارت میں [illegible] ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ لکچروں میں شامل ہوتے ہیں۔ لوگوں کا اشتیاق [illegible] مختلف مقامات سے دعوتیں رقعے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی [illegible] کوٹا ٹانگر سے جو خط روانہ کیا ہے اس میں لکھا ہے۔

"کل رات کو لکچر ہوا۔ غلطی منتظمین سے یہ ہوئی کہ کرسیاں [illegible] نے روک لیں انگریز جو آئے وہ جھانک جھانک کر چلے گئے جو پہلے آئے تھے وہ بیٹھے رہے۔ لکچر کے بعد وویکا نند سوسائٹی کے پریذیڈنٹ کی طرف سے دعوت ملی کہ نبی کریم کی زندگی پر ان کی سوسائٹی میں لکچر دوں۔ انشاء اللہ کل جمعہ کو یہ لکچر ہو گا۔ اتوار کے روز یہاں ایک ینگ مین سوسائٹی ہے اس نے دعوت دی ہے۔ سوموار کے لئے کلکتہ سے درخواست آئی ہے۔ کہ وہاں کی برہمو سماج ایک اور لکچر کرانا چاہتی ہے۔ اس لئے وہاں چلا جاؤں گا۔ مولوی مجیب الرحمٰن ایڈیٹر مسلمان نے لکھا ہے کہ مضافات میں سے ضلع بنگرا سے دعوت آئی ہے وہاں بھی جانا ہو گا"

ہم ان تمام بنگالی بھائیوں کا خصوصاً جناب مولوی مجیب الرحمٰن صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کے لئے سہولتیں بہم پہنچا رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش خدمات اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔

دہلی میں سوامی شردھانند کا قتل

آریہ اخبارات کا بیان ہے کہ ایک شخص سید عبد الرشید نے جو ضلع بلند شہر کا [illegible] ہے۔ اور آج کل دہلی میں سکونت رکھتا ہے ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو عصر کے [illegible] شدھی کے مشہور لیڈر سوامی شردھانند کو ریوالور کے فائر سے ہلاک کر دیا۔ ملزم گرفتار ہو چکا ہے۔ اور پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملزم نے پولیس کے سامنے یہ بیان کیا ہے کہ سوامی جی نے شدھی اور سنگٹھن کی جو تحریکات مسلمانوں کے خلاف جاری کر رکھی تھیں ان سے اس کے اندر سوامی جی کے خلاف دشمنی اور انتقام کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اور وہ تحریک شدھی کا خاتمہ کرنے کے لئے ان کی جان لینے کے درپے ہو گیا۔ اور آخر اس پستول سے جو وہ افغانستان سے لایا تھا ان کا کام تمام کر دیا۔ عبد الرشید کے اہل محلہ اور دیگر لوگ جنہیں اس کے ساتھ واسطہ پڑا ہے بیان کرتے ہیں کہ وہ فاتر العقل آدمی ہے۔ اور اکثر خبط کی باتیں کیا کرتا تھا۔ [illegible] جب کبھی اس پر جنون سوار ہوتا تھا تو وہ اپنے لڑکے بی بی اور پڑوسیوں سے لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتا تھا۔ اگر یہ فعل واقعی ملزم نے کیا ہے تب بھی اس سے اس کا احمق پن اور خبط ہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ سوامی جی ایسے عمر رسیدہ اور مریض آدمی پر قاتلانہ حملہ کرنا اور پھر یہ امید رکھنا کہ ان کے قتل سے ان کی چلائی ہوئی تحریک کا خاتمہ ہو جائے گا دیوانگی کی باتیں ہیں۔ جو کسی عقلمند آدمی کے دماغ میں نہیں آ سکتیں۔ ہندو آج سوامی جی کے قتل سے ہندو قوم کے اندر شدھی کے متعلق جو جوش و خروش پیدا ہوا ہے سوامی جی اگر سو سال بھی اور زندہ رہتے اور شب و روز شدھی کی تلقین کرتے رہتے تب بھی ہندوؤں کے اندر اس قدر جوش پیدا نہ ہوتا۔ پھر ایک عقلمند آدمی اس قسم کا مجنونانہ فعل کس طرح کر سکتا تھا۔

ابھی نہ ملزم کا عدالت میں بیان ہوا ہے۔ نہ استغاثہ کی شہادتیں پیش ہوئی ہیں نہ کوئی سرکاری اعلان شائع ہوا ہے۔ محض ہندو ذرائع سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں انہی کی بنا پر ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمانوں نے قاتل کے اس فعل پر نفرت کا اور سوامی جی کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

ہندوؤں کا افسوسناک طرز عمل

باوجود اس کے کہ مسلمان ملزم کے فعل پر اظہار نفرت کر چکے ہیں اور صاف طور پر اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ اسلام اس قسم کے سفاکانہ فعل سے بری ہے ہندو لیڈر اور اخبارات اب تک برابر یہی شور مچائے چلے جا رہے ہیں کہ اس قتل کی ذمہ وار اسلام کی وہ تعلیم ہے جو کافروں کو مارنے کا حکم دیتی ہے حالانکہ اسلام میں کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے کہ محض اختلاف عقائد کی بنا پر جبر یا قتل کیا جائے۔ البتہ سوامی دیانند جی نے آریوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وید وں کی مذمت کرنے والوں کو ذات برادری اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ بعض چالاک ہندو اپنے مطلب براری کے لیے اس واقعہ قتل کو ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کے لیے ایک آلہ کار بنا رہے ہیں۔ ذمہ داری اور متانت و بردباری کو بالائے طاق رکھ کر ایسے اشتعال انگیز طریق پر پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے فتنہ و فساد کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ قتل مسلمانوں کی کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے حالانکہ خود ان کے قول کے مطابق ملزم اس بات کا اقراری ہے کہ وہ خود ہی اس قتل کا ذمہ دار ہے کسی اور شخص کا اس میں ہاتھ نہیں۔ کہیں یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طریق سے خواجہ حسن نظامی کو اس مقدمہ میں پھانسا جائے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ سوامی شردھانند کے ہر قطرہ خون سے ایک شردھانند پیدا ہوگا جو شدھی کو جاری رکھے گا۔ گورو کل کانگڑی کے گورنر پروفیسر رام دیو نے تو کمال ہی کر دیا۔ ۲۶ دسمبر کو دہلی کے جلسہ میں آپ نے جوش شجاعت میں یہاں تک اعلان کر ڈالا کہ

"ہم ایک ایک مسجد پر اوم کا جھنڈا لہرائیں گے"

ان الفاظ کا مسلمانوں پر جو کچھ اثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ عوام تو عوام خواص بھی ایسے الفاظ کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتے چنانچہ ان الفاظ اور اسی قسم کی دیگر اشتعال انگیز تقریروں کی بنا پر جو اس جلسہ میں ہندوؤں نے کیں مشہور کانگرسی لیڈر مسٹر آصف علی بیرسٹر نے کانگرس کو ایک احتجاجی تحریر روانہ کر دی ہے جو استعفے کے مترادف ہے۔ یہ مسلمانوں کی شرافت اور انصاف پسندی تھی کہ انہوں نے محض ہندو ذرائع سے حاصل شدہ اطلاعات کی بنا پر متفقہ طور پر ملزم کے سفاکانہ فعل پر نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے مقابل ہندوؤں کی شرافت کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ صرف اسلام اور سب مسلمانوں کو بدنام کر رہے ہیں بلکہ ان کے بعض رہنماؤں کو بھی اس مقدمہ میں گھسیٹنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کی دردناک بے حسی

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہندو سوامی شردھانند کے قتل پر تو اس قدر واویلا مچا رہے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ لیکن کسی ہندو نے اس مظلوم بوڑھے مفتی محبوب علی کی شہادت پر اظہار افسوس تک نہیں کیا۔ جسے اسی روز بلا وجہ بعض ہندو غنڈوں نے سرکل کر اس قدر شدید زخمی کر دیا تھا کہ وہ شفا خانہ میں پہنچ کر شہید ہو گیا۔ سنتے ہیں کہ اس شہید کی ایک ضعیف بیوہ جس کے کوئی بیٹا نہیں آج وہ اپنے افلاس اور شہید شوہر کی موت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ مگر کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ ہندوؤں کو تو اس کے ساتھ کیا اظہار ہمدردی کرنا تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے بھی عام طور پر اس ضعیفہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہیں کیا کیا سوامی شردھانند کا خون اس بے گناہ مسلمان کے خون سے زیادہ قیمتی تھا کہ سوامی جی کے قتل پر تو اظہار نفرت بھی کیا گیا اور ان کے لواحقین سے اظہار ہمدردی بھی لیکن اس مسلمان کی شہادت پر کچھ بھی نہیں۔ کیا ایک مسلمان کی شہادت مسلمانوں کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی اور کیا ایک بے گناہ مسلمان کا خون ایسا ہی سستا ہے۔ مسلمانوں کی اسی بے حسی نے تو ہندوؤں کو دلیر کر دیا ہے۔

مقدمہ ورتمان ... ورتمان چترجیون

مقدمہ وچتر جیون میں بھی آریہ وہی چال چلے ہیں جو مقدمہ رنگیلا رسول میں چل چکے ہیں۔ یعنی مقدمہ کو ناحق طول دینے اور التوا میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب سے وچتر جیون ضبط ہوئی ہے مقدمہ برابر ملتوی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور خدا جانے یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آریوں کی طرف سے یہ کوشش بھی ہو رہی ہے کہ مقدمہ واپس لے لیا جاوے۔ کیونکہ "کتاب کی ضبطی ایک سزا ہے جو مل گئی۔"

لیکن مقدمہ کا التوا اور اس قسم کی افواہیں مسلمانوں کے اندر تشویش پیدا کر رہی ہیں۔ اور ان کے جذبات مشتعل ہو رہے ہیں۔ حکومت صوبہ متحدہ کو چاہیئے کہ وہ اس امر کا لحاظ رکھے اور مقدمہ کو التوا میں نہ پڑنے دے۔

نئی وچتر جیون

وچتر جیون مصنفہ کالی چرن تو ضبط ہو گئی۔ لیکن کسی شخص پریم سرن نے اسی نام کی ایک اور کتاب اپنی تصنیف بتا کر شائع کر دی جس میں تقریباً وہ تمام دل آزار، اشتعال انگیز اور منافرت خیز مضامین موجود ہیں جو وچتر جیون مصنفہ کالی چرن میں تھے۔ اس سے مسلمانوں کے اندر سخت اشتعال اور منافرت کے جذبات پیدا ہو رہے تھے۔ جس کی طرف ہم نے حکومت صوبہ متحدہ کو دو بار توجہ دلائی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت صوبہ متحدہ نے اس نئی وچتر جیون کا نسخہ طلب کیا ہے۔ اور اس کے متعلق تحقیقات شروع ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ حکومت صوبہ متحدہ اس کتاب کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گی جس کی وہ مستحق ہے۔

صحیح معیاری اور جوہری تبلیغ کرنیوالی انجمن

جناب ڈاکٹر کچلو کا اخبار "تنظیم" امرتسر اپنی ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں مختلف تبلیغی انجمنوں کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے متعلق رقمطراز ہے۔

"وقت نہیں ہے کہ ہم موجودہ تبلیغی جماعتوں کے محاسن و معائب پر تبصرہ کریں۔ لیکن احساس ذمہ داری جس کی بنا پر ہم نے نہایت صفائی کے ساتھ قادیانی جماعت سے عام مسلمانوں کے "تبلیغی تعاون" کو ممکن قرار نہیں دیا۔ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم پورے وثوق، پورے اطمینان اور پوری تسلی کے ساتھ اپنی معزز ملت کو لاہوری جماعت کے ساتھ تبلیغی تعاون کی دعوت دیں۔

انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نہایت صحیح بنیاد پر اشاعت اسلام کا کام سرانجام دے رہی ہے۔ اس انجمن کی تبلیغ "نمائش اور پروپیگنڈے" کی تبلیغ نہیں۔ بلکہ صحیح معیاری اور جوہری تبلیغ ہے۔ اور ایک ایسی تبلیغ ہے جس کے لیے بنیاد، راستہ، اور منزل مقصود موجود ہے۔ اگر آپ کبھی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے "تبلیغی کالج" میں تشریف لے جائیں تو آپ وہاں قرآن، انجیل، گرنتھ، وید، پران، اور بدھ مت کے طالب علم پائیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے پلیٹ فارم پر چین، جاپان، افریقہ، امریکہ اور سیلون کے اصلی باشندے مختلف مذاہب کے اصولوں اور تعلیمات پر اپنے عجیب غریب انداز بیان میں نہایت اہم تقریریں کر رہے ہیں۔ یہ ایک وہ بنیاد ہے جس پر افریقہ امریکہ اور جاپان میں اشاعت اسلام کا قصر تعمیر کیا جائے گا اور یہ وہ سرچشمہ ہے جہاں سے ہر ایک ملک کی تشنہ لب روحیں سیراب ہو کر اپنے وطنوں اور اپنی قوموں کے پاس لوٹیں گی۔ اور انہیں اسلام کا حلقہ بگوش بنائیں گی۔

انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کا جلسہ ۲۵، ۲۶، ۲۷، دسمبر ۱۹۲۶ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہو رہا ہے۔ ہمارے نزدیک عوام و خواص کے لیے بڑے دنوں کی تعطیلات کا بہترین مصرف یہ ہے کہ وہ ان ایام میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے کام اور نظام کا معائنہ فرمائیں اس کے بعد غالباً اس رسمی استدعا کی ضرورت نہ رہے گی کہ عامۃ المسلمین انجمن کی مالی امداد کریں۔"

جہاں ہم ان ہمدردانہ خیالات کے لیے اپنے معزز معاصر تنظیم کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں وہاں اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی پرزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ انجمن کے کام کو ملاحظہ فرمائیں اور اگر انہیں یہ معلوم ہو کہ واقعی یہ انجمن اسلام کی خدمت کر رہی ہے تو اس کی مالی امداد کرنا اپنا فرض تصور فرمائیں۔

آریہ اخبارات کی اشتعال انگیزیاں

یوں تو آج کل سب ہی ہندو اخبارات مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر رہے ہیں۔ لیکن آریہ اخبارات کی روش تو حد سے زیادہ اشتعال انگیز ہے حال ہی میں لاہور کے آریہ ... نے اپنی ... اشاعت میں

مسلمان انہیں دیکھ کر مشتعل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک کارٹون میں یہ سرخی دی گئی کہ:-

"ہندو دھرم کی سچائی اور فضیلت کے مقابلہ میں مذہب اسلام کے پاس کیا ہے"

نیچے پستول اور خنجر کی تصویریں دی گئی ہیں۔ پستول کے اوپر لکھا ہے کہ "شدھی کے مقابل" اور خنجر کے اوپر لکھا ہے "تحریک کے مقابل" کارٹون کے نیچے کچھ اور الفاظ بھی ہیں جنہیں ہم بخوف طوالت چھوڑتے ہیں۔ دوسرے کارٹون میں تین مسلمانوں کو ریچھوں کی شکل میں ظاہر کر کے ایک کے ہاتھ میں کاسہ گدائی دیا گیا ہے اور کارٹون کے اوپر یہ الفاظ درج کیے گئے ہیں:-

"میرے مولا بلا لے مدینے مجھے
اللہ دے ناں دا پیسہ دوا"

ہم ذمہ دار حکام کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس اشتعال انگیز پروپیگنڈے کا جو مسلمانوں کے خلاف جاری ہے جلد سے جلد انسداد کریں ورنہ یہ شر انگیز پروپیگنڈا ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائے گا۔

سوامی شردھانند اور تناسخ

آریہ اخبارات کا بیان ہے کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو دہلی میں سوامی شردھانند کی روح بلائی گئی جس نے یہ پیغام دیا کہ ہندو متحد ہو کر شدھی اور سنگٹھن کا کام انجام دیں۔ یہ پیغام صحیح ہو یا غلط اس سے ہمیں بحث نہیں سردست ہم آریوں سے صرف یہ دریافت کرتے ہیں کہ تمہارا تناسخ کہاں گیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بقول سوامی دیانند جی اب تک وہ روح کسی اور جسم میں منتقل ہو چکی ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور وہ اب تک آریوں کو پیغام دینے کے لیے آزاد ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تناسخ بالکل باطل ہے۔ اور سوامی جی کی روح یہ پیغام دے کر اس کی بطالت پر مہر لگا گئی ہے۔

انتقاد

مہاپرش میں صفحے کا ایک ہندی ٹریکٹ ہے۔ جس میں آنحضرت کے وہ حالات زندگی درج کیے گئے ہیں جو بعض حق پسند ہندوؤں نے لکھے ہیں۔ غیر مسلموں میں تقسیم کرنے کی غرض سے شائع کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ار - سید ظہور حسن ہاشمی صدر انجمن معین الاسلام کہلگاؤں ضلع بھاگلپور سے طلب فرمایئے۔

لنجھو پنجھوں یہ ہفتہ وار ظریفانہ اخبار ہے۔ جو "المست شاہ پوری" کے زیر ادارت الہ آباد سے شائع ہوتا ہے دلچسپ ظریفانہ مضامین کے علاوہ ایک دو کارٹون بھی ہر پرچے میں ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ چار روپے (للعہ) ششماہی ڈھائی روپے ملنے کا پتہ:- منیجر لنجھو پنجھوں۔ الہ آباد۔

سن رائز یہ پندرہ روزہ انگریزی اخبار ہے جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے لاہور کے انگریزی اخبار لائٹ کے طرز پر ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء سے جاری کیا گیا ہے سالانہ چندہ عار (دو روپے) طلبا سے عہ (ایک روپیہ) اور ممالک خارجہ سے ۵ شلنگ۔ ملنے کا پتہ:- منیجر دی سن رائز۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور پنجاب

چشمہ ہدایت یہ کتاب ڈاکٹر نور محمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کی تصنیف ہے۔ تناسخ و قدامت روح و مادہ کی تردید براہین قاطعہ سے کی گئی ہے۔ کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ قیمت صرف ۵ر۔ ملنے کا پتہ:- حافظ محمد عبد اللہ احمدی اندرون موچی دروازہ۔ لال کنواں لاہور۔

غالب امرتسر سے ایک نیا ماہوار رسالہ مرزا شجاع مروی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ دلچسپ علمی و ادبی مضامین اور نامور شعراء کے تازہ کلام کے علاوہ مرزا غالب کی شاعری پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ شروع میں غالب کا ایک نفیس فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ کتابت طباعت اور کاغذ عمدہ ہے۔ سالانہ چندہ چار روپیہ ششماہی ۲ (دو روپے) ملنے کا پتہ یہ ہے منیجر رسالہ غالب۔ امرتسر

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے تیرھویں سالانہ جلسہ کی روئداد

۲۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء

مذہبی کانفرنس

۲۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے زیر صدارت ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مختلف مذاہب کے نمائندگان نے "ذات باری تعالیٰ کے تصور" پر اپنے اپنے مضامین پڑھ کر سنائے۔ چونکہ علامہ موصوف ٹھیک وقت پر نہیں پہنچ سکے تھے اور ان کی طرف سے اطلاع موصول ہو گئی تھی کہ وہ تشریف لا رہے ہیں۔ اس لئے ان کی تشریف آوری تک جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری انگلستان فرائض صدارت انجام دیتے رہے۔ جناب خواجہ صاحب نے اپنے خطبہ میں سب سے پہلے سوامی شردھانند صاحب کے قتل پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ جس مسلمان نے یہ فعل کیا ہے اس نے بہت برا کیا۔ اسلام اختلاف رائے کی بنا پر ایسے سنگین افعال کی اجازت نہیں دیتا۔ بعد میں فرمایا کہ یوں تو فاضل مقررین جو جاہیں اللہ تعالےٰ کے متعلق اپنے اپنے نکتہ خیال سے یہاں آکر بیان کریں۔ لیکن میری اپنی پسند یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی وہ اعلیٰ صفات بتائی جائیں جن سے متاثر ہو کر ہمارے اندر محبت کے جذبات پیدا ہوں اور ہم آپس میں صلح و آشتی سے رہیں۔ سب سے پہلے آریہ سماج کے نمائندے پنڈت چمیوپتی ایم۔ اے کا مضمون پڑھا گیا۔ اس کے بعد مسٹر ٹی۔ این بال ایم۔ اے۔ براہمو سماجی نے اپنا مضمون پڑھا۔ جس میں براہمو سماج کا یہ اصول بیان کرنے کے بعد کہ تمام مذاہب کے بزرگوں اور کتابوں کی تعظیم کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی اعلےٰ صفات کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد سردار ہرنام سنگھ صاحب ایم اے نے سکھ مذہب کے نمائندہ کی حیثیت سے اپنا مضمون سنایا۔ جس میں سب سے زیادہ زور اس امر پر تھا کہ سکھ مذہب کا اصل الاصول توحید الٰہی ہے۔ اور خدا ہر چیز کا یہاں تک کہ مادہ اور روح کا بھی خالق ہے۔ پھر عیسائیوں کے نمائندے پادری علی بخش صاحب نے اپنا مضمون سنایا۔ آخر میں اسلام کے نمائندے مولانا صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ نے اپنا مضمون پڑھا جس میں بتایا کہ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی صفات صحیحہ کا علم دے کر ان تمام تنگ خیالیوں کا خاتمہ کر دیا جو خدا تعالیٰ کی صفات کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے اہل مذاہب میں پائی جاتی تھیں۔ علامہ اقبال نے آخر میں ایک مختصر سی تقریر کی جس میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ یہ انجمن جو خدمت اسلام کے لئے بنائی گئی ہے نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ اس کا یہ کام بھی جو اس نے مختلف الخیال لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی ہے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس قسم کے جلسے کثرت سے ہونے چاہئیں۔ ان سے ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔

(مندرجہ بالا سطور کو مذہبی کانفرنس کی اجمالی روئداد تصور کیا جائے مفصل روئداد جس میں تمام وہ مضامین شائع ہوں گے جو مختلف مذاہب کے نمائندوں نے کانفرنس میں پڑھ کر سنائے۔ ۱۹ر جنوری ۱۹۲۷ء کو پیغام صلح کے ایک خاص نمبر کی صورت میں شائع ہوگی۔ اس خاص نمبر کی قیمت ۳ آنے فی پرچہ ہوگی۔ (ایڈیٹر)

۲۵ر دسمبر ۱۹۲۶ء

اجلاس بصدارت جناب مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری

جلسہ کے شروع ہونے سے پہلے جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ جس میں جناب صدر کی خدمات سلسلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے لئے یہ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے جلسہ کا افتتاح ایک ایسے بزرگ کی صدارت میں ہو رہا ہے جنھوں نے اختلاف ہوا اور اس طرح ایک ابتلا کا زمانہ آیا تو آپ نے جرأت ایمانی سے کام لے کر ہمارا ساتھ دیا۔ یہ سال جیسا کہ آپ اب سنیں گے نہایت کامیابی کا سال رہا ہے۔ چونکہ جلسہ کا وقت ہو گیا ہے اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ جلسہ شروع کیا جائے۔

سب سے پہلے غلام حیدر مسلم ہائی سکول بدوملہی (سیالکوٹ) کے طلباء نے تقریریں کیں۔ پہلے لڑکے نے ایک دلچسپ نظم پڑھی دوسرے نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کرنے کے بعد اس بات کے لئے اپیل کی کہ ہر ایک احمدی بچہ اپنے پورے جوش سے خدمت دین کے لئے کمربستہ ہو جائے۔ تیسرے نے "ضرورت مذہب" پر انگریزی زبان میں تقریر کی۔ چوتھے نے اپنی تمام تقریر میں اسی بات کا شکوہ کیا ہے کہ انجمن نے مسلم ہائی سکول لاہور پر بہت روپیہ خرچ کیا ہے اور اس کے لئے ایک شاندار عمارت تعمیر کی ہے لیکن بدوملہی ہائی سکول کی عمارت کے متعلق اس فیاضی سے کام نہیں لیا

اسلام کی خوبیاں

اس کے بعد حکیم محمد یار صاحب فوق نے "مذاہب عالم کے مقابلہ میں اسلامی تعلیم کی خوبیوں" پر تقریر کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا:۔

حضرات! ہر ایک قوم کا یہی دعوےٰ ہے کہ اس کا مذہب سچا اور من جانب اللہ ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی کمزوریاں کیوں نہ ہوں۔ اس بات کا فیصلہ کہ کونسا مذہب سچا اور اعلےٰ ہے ہم صرف اس طرح کر سکتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے پیش کردہ اصول کا مقابلہ و موازنہ کریں جس کے اصول اعلےٰ ہوں بس وہی اور صرف اعلےٰ کہلانے کا مستحق ہوگا۔ جب ہم ایسا مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب اس قابل نظر نہیں آتا۔ کہ اس کے حق میں ہم افضلیت کا فیصلہ دے سکیں اسلام کے اصول سب مذاہب پر فوقیت لے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر میں چند امور پیش کرتا ہوں۔

اول توحید کو لیجیئے۔ اسلام کی کتاب قرآن مجید نے توحید الٰہی کو اس طرح بیان کیا ہے "قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اس مختصر سی صورت میں توحید کو جس جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کی نظیر دنیا کی اور کسی مذہبی کتاب میں نہیں مل سکتی۔ دوسرے مذاہب بھی اسلام کی دیکھا دیکھی توحید کا راگ گانے لگے ہیں۔ لیکن ان کے عقائد اب تک بھی مشرکانہ ہی ہیں۔ مثلاً عیسائیت میں اقنوم ثلاثہ کا گورکھ دھندا پیش کر کے توحید میں شرک ملا دیا ہے۔ آریہ سماج نے روح اور مادہ کو قائم بالذات مان کر ایک دوسری تثلیث پیدا کر دی ہے اسلام نے ان دونوں عقائد کی تردید کی۔ عیسائیت کے عقیدے کی تردید تو "الٰھکم الٰہ واحد" کہہ کر اور آریہ سماج کے عقیدہ کی تردید خالق کل شیئ کہہ کر۔ غرض پہلی خوبی اسلام کی یہ ہے کہ اس نے توحید الٰہی کو نہایت جامعیت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

دوسری خوبی اسلام میں یہ ہے کہ نہ صرف تعلیم ہی میں توحید پر زور دیا ہے بلکہ عمل میں بھی اس کو قائم رکھا ہے۔ چنانچہ عبادات اسلامی میں توحید کا کامل رنگ نظر آتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اس پر شاہد ناطق ہے۔ یعنی اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

تیسری خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس نے اس بات پر بھی بہت زور دیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے جس میں ہمیں اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنا پڑے گی۔ اس مسئلہ پر جس قدر زور اسلام نے دیا ہے اور کسی مذہب نے نہیں دیا۔ اور کیوں نہ دیتا جبکہ گناہوں سے بچانے کے لئے یہ خیال ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس سے اپنے [illegible] نے کفارہ کے رنگ میں جو تعلیم دی ہے۔ وہ اعمال کی ذمہ داری کے احساس کو مٹانے والی اور گناہوں کو بڑھانے والی ہے۔ اسلام عیسائیت کی طرح محض عقیدے کو کافی قرار نہیں دیتا بلکہ اس کے ساتھ عمل کو بھی ضروری ٹھیراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہ جہاں کوئی اجر ملنے کا ذکر ہے ایمان کے ساتھ عمل پر بھی زور دیا گیا ہے۔

سکھ مذہب میں اسلامی توحید

یہاں میں ایک بات یہ بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کل کانفرنس مذاہب میں جو مضامین پڑھے گئے ہیں۔ ان میں سکھ صاحب کا جو مضمون تھا اس سے بعض لوگ بہت متاثر ہوئے اور ضرور تھا کہ متاثر ہوتے کیونکہ اس میں جو تعلیم پیش کی گئی وہ نہایت اچھی تھی۔ لیکن میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ تمام تعلیم قرآن مجید ہی کی تھی۔ اس میں کوئی ایسی نئی بات نہ تھی جسے اسلام نے پیش نہ کیا ہو۔ حضرت بابا نانک صاحب چونکہ مسلمان تھے اس لئے انہوں نے یہ تعلیم دی۔

چوتھی خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس کے احکام نہایت سادہ ہیں اور ان پر عمل کرنا نہایت آسان ہے۔ برخلاف اس کے دوسرے مذاہب کے بعض احکام نہایت سخت اور ناقابل عمل ہیں۔

پانچویں خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس میں ایسی مساوات انسانی کی تعلیم دی گئی ہے جس کی نظیر دوسرے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔

جناب صدر کے پاکیزہ خیالات

اس تقریر کے ختم ہونے پر جناب صدر نے فرمایا کہ اگر ہم اسٹیج پر آکر اپنے عقائد کی تعریف کریں اور دوسرے مذاہب کے عقائد پر حملہ کریں۔ تو یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔ فخر کرنے کی اصل چیز عقائد نہیں بلکہ ہمارے نیک اعمال و اخلاق ہیں۔ جب تک ہم میں نیک اعمال اور اعلےٰ درجہ کے اخلاق پیدا نہ ہوں۔ اس وقت تک محض عقائد کی عمدگی پر فخر کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اگر ہمارے عقائد نے ہمارے اعمال پر کچھ اثر نہیں کیا تو پھر ہمارے عقائد کے اعلےٰ ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اس لئے احمدی جماعت جب تک فاستبقوا الخیرات کے ماتحت اپنی فضیلت ثابت نہ کرے اس وقت تک یہ کہنا کہ ہمارے عقائد بہت اچھے ہیں اور دوسروں کے برے۔ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پس میں یہ چاہتا ہوں کہ آئندہ لیکچروں کا ٹون (لب ولہجہ) بدل دیا جائے۔ اور ان میں حسن اخلاق کو مدنظر رکھا جائے اسی کو فخر کا معیار بنانا چاہیئے۔ ہم زبان سے کہتے ہیں کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ لیکن ہم شرمندہ ہوتے ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ غیروں کے اندر تو اتحاد ہے لیکن ہم میں نہیں۔ ہم اپنی مساوات پر کیا فخر کریں جبکہ علاوہ ہمارے اندر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ دوسری قوموں کے اندر پائی جاتی ہے اصل بات نیکی اور خوش اخلاقی ہے پس آپ فاستبقوا الخیرات پر عمل کر کے اپنے اندر نیکی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

سنہ ۱۹۰۱ء اور دعوےٰ نبوت

اس کے بعد حکیم ظہیر الدین صاحب اردبلی کی تقریر اس موضوع پر شروع ہوئی کہ "کیا حضرت مسیح موعود نے کبھی دعوی نبوت کیا ہے اور کیا سنہ ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے؟" اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے:۔

آج سے سولہ برس پہلے میں نے کتاب نبی اللہ کا ظہور لکھی تھی۔ اس میں کمی علم کی وجہ سے اور بزرگان دین حضرت امام غزالی، حضرت مولانا روم، حضرت محی الدین عربی وغیرہ کی تصنیفات پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے میں نے حضرت صاحب کو دنیا کے روبرو بطور ایک نبی اللہ کے پیش کیا تھا اور بتلایا تھا کہ حضرت مسیح موعود ایسے نبی ہیں جن کی بیعت تمام انسانوں کے لئے مدار نجات ہے۔ میں اس زمانہ میں حضرت صاحب کو نبی اللہ مانتا تھا اور ان کی وحی کو وحی نبوت اور شریعت سمجھتا تھا۔ جس طرح اوائل زمانہ میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب در پردہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں [illegible] نبوت مرزا اسی طرح میں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ فی الواقعہ حضرت صاحب

مدعی نبوت ہیں۔ لیکن بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ جس طرح مخالف مولویوں نے حضرت صاحب کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنے میں غلطی کھائی اسی طرح میں نے بھی غلطی کھائی۔ حضرت صاحب کا دعوی نبوت کا نہ تھا۔ ورنہ وہ آنحضرت صلعم کے حق میں یہ کبھی نہ کہتے کہ ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

ہر نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی وہ خاتم الانبیاء پر ختم ہے۔

آئینہ کمالات اسلام میں حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر مجدد نبی ہوجانے کی استعداد رکھتا تھا۔ جناب مرزا محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوت میں صفحہ ۹۴ پر آئینہ کمالات اسلام کے اس حوالہ کو نقل بھی کیا ہے لیکن اپنی تمام کتاب میں اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ بلکہ صفحہ ۱۰۴ پر لکھ دیا ہے کہ ختم نبوت کی بحث حقیقۃ النبوت کے حصہ دوم میں کی جائیگی۔ باب نبوت کے مسدود ہونے کا مسئلہ ہی تو اصل مسئلہ ہے جس پر مسئلہ نبوت کا دارومدار ہے۔ اور اسی کے متعلق حضرت میاں صاحب اپنی کتاب میں خاموش ہیں۔

امت محمدیہ کو قرآن کریم میں خیر امت کہا گیا ہے اگر کوئی صحیح معنوں میں غلام احمد ہو تو وہ یقیناً سابقہ امتوں کے افراد سے خیر اور بہتر اور افضل ہوتا ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ایک صحیح عقیدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود ابتداء سے لے کر آخر تک اسی حدیث سے اپنے دعوی کی صداقت کا استنباط کرتے رہے۔ جب کوئی امتی غلام احمد یا غلام محمد کی حقیقت اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو گو وہ بلحاظ خاتم النبیین کا غلام اور امتی ہونے کے غیر نبی ہی سمجھا جائے گا۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ نبیوں کا مثیل بھی ضرور ہوگا اس میں برکات نبوت محمدیہ جلوہ افگن ہونگی۔ لیکن باوجود اس کے وہ غیر نبی ہوگا۔ نہ نبی اللہ۔ کیونکہ نبوت کا دروازہ مسدود ہے حقیقی طور پر نبوت کا جو مدعی ہو وہ کافر کاذب ہے۔ ہاں مجاز اور استعارہ کے طور پر آنحضرت صلعم کے کامل متبعین پر نبی اور رسول کے الفاظ بولے جا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ ان کے الہامات میں بھی ایسے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے ہم کو بار بار سمجھایا کہ یہ الفاظ مجاز اور استعارہ کے طور پر خدا نے استعمال کئے ہیں۔ اور خدا نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ حقیقی طور پر نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور محض کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے باعث مجازی رنگ میں ان پر نبی اور رسول کے الفاظ بولے گئے ہیں۔ ان کی شان نبوت، مقام نبوت، منصب نبوت بروز کے رنگ میں ہے۔ جس میں دوئی نہیں۔ جس میں ختم نبوت نہ مشتبہ ہوتی ہے نہ ٹوٹتی ہے۔ بلکہ صفائی سے قایم رہتی ہے۔ یہ وہ راز ہے یہ وہ سر ہے جس کو جناب میاں صاحب نے نہیں سمجھا۔

حضرت مسیح موعود کا بار بار اس امر پر زور دینا کہ ان کو خدا نے نبی کہہ کر جو پکارا ہے وہ بطور مجاز ہے اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے اور حضرت صاحب کو نبی اللہ بنانے کے لیے مجازی نبی کے معنی غیر تشریعی نبی کے لیے جائیں جیسے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود لفظ نبی کو استعمال کرتے وقت جو لفظ مجاز استعمال کرتے تھے تو اس سے ان کی مراد غیر تشریعی امتی نبی ہی ہوتی تھی۔ تو پھر میاں صاحب کا سنہ ۱۹۰۱ء کی تبدیلی پر تین سو صفحات کی کتاب لکھنا بالکل بے معنی بات ہے مجاز کا لفظ تو شروع سے لے کر وفات تک حضرت مسیح موعود استعمال کرتے رہے۔ جب حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو حضرت مسیح سے جزوی طور پر افضل قرار دیا تب بھی وہ غیر تشریعی نبی تھے۔ اور جب انہوں نے تمام شان میں بڑھ کر ہونے کا دعوی کیا تب بھی وہ غیر تشریعی نبی ہی تھے پھر جناب میاں صاحب نے نبوت کے متعلق تبدیلی کیا نکالی مجازی کا لفظ پہلے بھی تھا۔ آخر میں بھی ہے۔ جیسے وہ حقیقۃ الوحی کے آخر میں لکھتے ہیں۔

سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقت

پس جناب میاں صاحب کا مجازی کے معنے غیر تشریعی کرنا دراصل اپنی کتاب حقیقۃ النبوت کو آپ باطل کرنا ہے۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء والی تبدیلی عقیدہ نبوت کو آپ غلط قرار دینا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ایک امتی کو نبی بطور مجاز کہا اس سے وہ ختم نبوت کی وجہ سے غیر نبی ہی رہتا ہے نہ کہ نبی۔ حضرت صاحب بھی غیر نبی ہی تھے۔

پھر حقیقۃ النبوۃ میں کتاب شہادت القرآن کا حوالہ دے کر جناب میاں صاحب یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ ایسے نبی تھے جو شریعت والے نہ تھے پہلی شریعت ہی کو پھیلاتے تھے۔ اور یہ کتاب شہادت القرآن سنہ ۱۸۹۳ء کی ہے لیکن دوسری طرف جناب میاں صاحب اپنی کتاب میں تبدیلی عقیدہ نبی اللہ سمجھتے ہی اس کو تھے جو شریعت لانے والا ہو۔ گویا شہادت القرآن کا حوالہ دے کر جناب میاں صاحب نے خود ہی اپنی کتاب کو تناقضات کا مجموعہ بنا دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود تو صاف طور پر اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں لکھتے ہیں کہ نہ وہ مستقل شریعت لانے والے ہیں اور نہ وہ مستقل نبی ہیں مستقل کا لفظ جیسے شریعت پر ہے ویسے ہی نبی پر۔ لیکن جناب میاں صاحب کہتے ہیں کہ نبی کا لفظ بطور مجاز نہیں بلکہ نفس نبوت میں مستقل نبیوں کی طرح ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ہے۔

(بقیہ کارروائی مورخہ ۲۵ دسمبر آئندہ پرچہ میں دی جائیگی)

حضرت امیر کا خاص ارشاد

امسال سالانہ جلسہ میں حضرت امیر نے اپنی اختتامی تقریر میں جماعت کو جو قابل قدر نصائح ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے خاص قابل توجہ نصیحت یہ ہے کہ آئندہ کوئی احمدی کسی فنڈ کا چندہ بھی اپنے ذمہ بقایا نہ رہنے دے۔ پس "پیغام صلح" کے ہر احمدی خریدار کو جو اپنے امیر کے ارشادات کی عزت کرتا ہے۔ اسی مہینہ کے اندر اپنا بقایا چندہ ادا کرنا چاہیئے۔ (مدیر)

اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام

سالانہ جلسہ پر حضرت امیر نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جو اچھوت اقوام فنڈ میں حصہ نہ لے۔ چنانچہ سالانہ جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی نے حسب استطاعت اس میں چندہ دیا۔ اب یہ پیغام ان بھائیوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ جو سالانہ جلسہ پر نہیں آئے۔ ان میں سے ہر ایک پر اس ارشاد کی تعمیل لازم ہے۔ (مدیر)

جلسہ فنڈ اور جلسہ میں شامل نہ ہونیوالے

امسال مہمانوں کی کثرت کے باعث سالانہ جلسہ کے اخراجات بہت ہوئے ہیں۔ جو احباب جلسہ پر تشریف لائے انہوں نے ہر طرح سے اپنا حق ادا کر دیا۔ اب ان بھائیوں کی باری ہے جو جلسہ میں شامل نہیں ہوئے کہ وہ جلسہ فنڈ میں چندہ دیں کیونکہ اس میں حصہ لینا ہر احمدی کا فرض ہے۔ خواہ وہ جلسہ میں شامل ہو یا نہ ہو۔ تمام رقوم محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتے پر آنی چاہئیں۔ (افسر انچارج جلسہ سالانہ)

مذہبی کانفرنس کی مکمل روئداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ۲۴ دسمبر سنہ ۲۶ء کو ایک عظیم الشان مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے "ذات باری تعالیٰ کے تصور" پر اپنے اپنے مضامین پڑھے۔ یہ تمام مضامین بہ تمام کمال اخبار "پیغام صلح" کے ایک خاص نمبر میں ۱۹ جنوری سنہ ۲۷ء کو شائع ہوں گے۔ اس نمبر کی قیمت ۲ ہوگی۔ جن دوستوں کو اپنے لئے یا اپنے احباب کے لئے ضرورت ہو وہ ٹکٹ ڈاک بھیجکر طلب فرمائیں۔

منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

مصیبت میں کام آنیوالا
احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ
ہر بالغ احمدی ممبر بنے

جیسا کہ اس فنڈ کے قواعد سے جو پیغام صلح میں شایع ہوچکے ہیں۔ احباب کو معلوم ہوچکا ہوگا کہ انجمن نے یہ نہایت ہی عمدہ تجویز قوم کے ہر فرد کے ذاتی مفاد کے لئے نکالی ہے۔ جس کو ان کے معتمدین نے منظور کیا ہے۔ اور جس کا انتظام انجمن نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اس کے متعلق "درخواست و اگریمنٹ فارم" چھپ کر تیار ہوگئے ہیں۔ جماعت کے ہر بالغ فرد کو اس میں شامل ہوکر اپنی اور اپنے بھائیوں کی قوت و امداد کا باعث بننا چاہیئے۔ انشاء اللہ العزیز اس سے قوم کو بہت تقویت حاصل ہوگی جہاں جماعتیں ہیں وہاں سب مل کر اپنے لیے، اکٹھے فارم مطلوبہ تعداد میں منگوالیں۔ اور باقی فرداً فرداً حتی الوسع ڈاک وغیرہ کے خرچ سے بچانے کی کوشش کریں۔

سید محمد حسین افسر صیغہ احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ
(دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

فضل الباری
ترجمہ صحیح بخاری

صحیح بخاری کا دوسرا پارہ چھپ چکا ہے۔ جن صاحبوں کے نام درج رجسٹر نہیں ہوئے ان کی خدمت میں دوبارہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

(محمد حسین منیجر دار الکتب اسلامیہ برانڈرتھ روڈ لاہور)

اعتذار

افسوس ہے کہ بعض ناگزیر حالات کے باعث سالانہ جلسے کی تمام روئداد اس پرچہ میں شائع نہیں ہوسکی۔ کچھ روئداد اس پرچہ میں درج کی گئی ہے اور باقی آئندہ پرچہ میں دیجائے گی۔ (مدیر)

دہلی میں شردھانندجی کا قتل

حال ہی میں اس عنوان کا ایک ٹریکٹ ایڈیٹر اخبار "پیغام صلح" کی طرف سے شایع ہوا ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قتل کی خبر آج سے کئی سال پہلے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ایک کشفی نظارہ کے ذریعہ دیدی تھی۔ جو مسلمان بھائی اس اشتہار کا مطالعہ کرنا چاہیں یا مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہیں وہ مندرجہ ذیل پتہ سے مفت طلب فرماسکتے ہیں۔

اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۶ر دسمبر ۱۹۲۶ء

(بصدارت جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب لائل پوری)

(شیخ صاحب موصوف چونکہ ٹھیک وقت پر جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے اس لئے ان کی تشریف آوری تک جلسہ جناب ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ ماسٹر کی صدارت میں ہوتا رہا)

تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد تبلیغی کلاس کے تین طلبہ کی تقریریں ہوئیں پہلے طالب علم نے "الہامی کتب میں تحریف" پر اور دوسرے نے "ضرورت مذہب" پر اور تیسرے نے "اخلاق محمدی" پر تقریر کی۔

اس کے بعد مرزا خلیل الرحمن صاحب نے اپنا مضمون سنایا جو من وعن ذیل میں درج کیا جاتا ہے

بانگ درا

جناب صدر و معزز حاضرین!!

ارادہ تھا کہ اسلامی تاریخ پر ایک نظر ڈالتا اور آپ حضرات کو بتلاتا کہ وہ اسلام جس کا ڈنکا چار اطراف عالم میں تھا وہ کس طرح پھیلا پھولا اور پھر اس پر ادبار کے بادل کیوں محیط ہوئے۔ لیکن وقت کی قلت کو محسوس کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا مضمون پیش کرتا ہوں جس کا عنوان بانگ درا ہے۔

اے اسلام کا کلمہ پڑھنے والو! اور اے اسلام کے علمبردارو!! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ تم کیا تھے، تمہارا مرتبہ کیا تھا اور اب تم کیا رہ گئے ہو۔ تم کس بلند مقام پر تھے اور کہاں گر چکے ہو۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں سے تاج سر دارا
تمدن آفریں، اخلاق آئین جہانداری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں الفقر فخری کا رہا شان امارت میں
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاندار و جہانبان و جہاں آرا

وہ تمہارا تمدن، وہ جوش و خروش، وہ عزم و حزم، وہ دولت و حشمت وہ دبدبہ و شوکت کیا ہوئے۔ علوم و فنون، صنعت و حرفت جن کا بیڑا اٹھائے تھے کدھر لٹ گئے۔ وہ گوہر، وہ نایاب گوہر، وہ سینا وہ فارابی، وہ حالی و غزالی وسعدی و حافظ شیرازی، مولانا روم و فخر الدین رازی کس کے اپنے نہ تھے۔

وہ یورپ جو اس وقت تہذیب و تمدن اور علم و حکمت پر نازاں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ تھوڑا ہی عرصہ پہلے اس کی کیا حالت تھی۔ اہل یورپ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں تھے۔ ان پر ظلمت و تاریکی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے یورپ کے علاقوں کو فتح کیا تو ان کو تعلیم دی جس سے انہوں نے ہوش سنبھالا۔

دوستو وہ وقت میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے جب تم دنیا کے مالک تھے۔ تمہاری قوم ممتاز ترین قوم تھی۔ کوئی ملت اور کوئی مذہب تمہارا لگا نہ کھاتا تھا۔ تم یکتائے زمانہ تھے۔ تمہارا ستارہ اوج کمال پر تھا۔ غرضیکہ

تمہاری عزتیں تھیں اوج تھا رتبہ تھا شانیں تھیں
تمہاری بات تھی احکام تھا کہنا تھا آئیں تھیں
تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تھیں
تمہیں تم تھے زمانہ میں تمہاری داستانیں تھیں
غرور و ناز کم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو
سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو

لیکن آہ یہ جو کچھ بھی تھا نہ رہا۔ سماں کا سماں ہی بدل گیا۔ وہ کیفیت بدل گئی، وہ نقشہ بدل گیا۔ چرخ کہن کو تمہاری سستی و کاہلی پسند نہ آئی تمہیں اوج رفعت سے گرا کر کس کس مپرسی کی حالت میں نہایت زار و ناتوان لا بٹھایا۔

لیکن اے دوستو! کبھی اپنے زوال کے اسباب بھی غور کیا کہ تمہاری یہ حالت زار کیوں ہوئی اور تمہیں کیوں نیچا دیکھنا پڑا۔ وہ درخت جو ہزاروں من میتی اور گرانقدر جانوں کی زکوٰۃ دے کر لگایا گیا تھا اور جس

وہ باغ اسلامی جو سدا ہرا بھرا رہتا تھا۔ جس کی ڈالیاں ہر آن اور ہر گھڑی لہراتی تھیں۔ اور تر و تازہ اثمار سے لدی رہتی تھیں۔ ان پر خزاں کیوں آئی؟ اور باد صرصر کیوں چلی؟ وہ ناؤ جو آندھیوں اور طوفانوں سے جنبش تک نہ کھاتی تھی اور تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ تھی آج کیوں تلاطم کا شکار ہو چکی ہے۔

ذرا تاریخ کو الٹو، اور نظر عمیق دوڑاؤ۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ وہ نور جو تمہارے دلوں کو منور کرتا تھا نیست و نابود ہو چکا ہے۔ وہ چنگاری جو تمہارے دلوں میں مشتعل تھی بجھ چکی ہے۔ تمہارے دلوں میں جو تپش اور آگ تھی ٹھنڈی ہو چکی ہے۔

ذرا اپنے آباء و اجداد کے کارہائے نمایاں پر غور کرو کہ وہ صحرا نشین قوم جس کو کھانا اور پینا بھی مشکل سے میسر ہوتا تھا جن کے گھروں میں مہینوں آگ جلتی دکھائی نہ دیتی تھی۔ جن کے بچے بھوک اور پیاس سے بلبلاتے تھے۔ جن کے پاس نہ کوئی پوشاک تھی نہ سامان جنگ لیکن یہی قوم چند سال کے عرصہ میں قیصر و کسریٰ کے محلات پر قابض ہوتی ہے اور دنیا کی زبردست سے زبردست سلطنتیں ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتی ہیں۔ اگر ایک طرف ایشیا ان کے سامنے جھکتا ہے تو دوسری طرف یورپ اور افریقہ ان کا سکہ مانتا ہے۔ اور ان کے رعب اور دبدبہ سے کانپتا ہے۔ یہی وہ گلہ بان تھے جن کا جوا تمام یورپ نے اپنی گردن پر رکھا۔ یہی وہ گلہ بان تھے جنھوں نے یورپ کے وحشی لوگوں کو تعلیم دی۔ علوم و فنون سکھائے۔ تہذیب و تمدن سکھایا اور یہی وہ بدو تھے جنھوں نے یورپ کو حیوانیت کے درجے سے نکال کر انسانیت کے درجہ تک پہنچایا۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں۔

کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و دو میں
کوئی واں میں حکیما تھا تو تم ممتاز تھے سب میں
تمہیں نے زرق بتلایا تھا سب کو گندم و جو میں
تمہیں سے سیکھ کر تہذیب تھیں عالم مغربی قومیں
شرف پایا تھا تم نے امتیاز حق و باطل سے
مخالف بھی تمہاری قدر دانی کرتے تھے دل سے

لیکن وہ کیا بات تھی جس سے ان کو یہ کامیابی حاصل ہوئی اور دنیا کی کل طاقتیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ اور ان کا بال بیکا نہ کر سکیں۔ جاؤ دنیا کی تاریخ کو چھان ڈالو تمہیں سوائے اس کے اور کوئی بات نظر نہ آئے گی کہ ان میں صرف ایک ہی طاقت تھی۔ جس کے سامنے دنیا کی کل طاقتیں ہیچ تھیں۔ اور وہ وہی ایمانی قوت تھی جو آج تم میں نہیں۔

وہ عمر جس نے قیصر و کسریٰ کے تخت کو پاش پاش کیا۔ وہ عمر جو درحقیقت دنیا کا مالک ہوا۔ وہ عمر جس کی سیاست دانی کو تمام دنیا تسلیم کرتی ہے۔ جس وقت وہ یروشلم کو فتح کرنے کے لئے جاتا ہے تو خود پاپیادہ ہوتا ہے اور اس کا غلام اونٹ پر سوار ہوتا ہے۔ کپڑوں کی یہ حالت ہے کہ کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ باینہمہ اس کا رعب و دبدبہ اس قدر ہے کہ الاماں۔

قیصر روم کا ایلچی اپنے بادشاہ کی طرف سے تحفے تحائف لیکر مدینہ میں آتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو خلیفہ کے سامنے پیش کرے لیکن وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ عمر جس کے نام سے روم و ایران کانپتے ہیں۔ ننگے بدن چٹائی پر مسجد کے ایک گوشہ میں قیلولہ کر رہا ہے۔ اور پسینہ جسم مبارک سے بہہ بہہ کر زمین کو تر کر رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس ایلچی کی آنکھ میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ اور وہ وہیں مسلمان ہو جاتا ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جو اس خالق ایزدی پر توکل رکھتے تھے۔ نہ تو انہیں اپنے دست و بازو پر گھمنڈ تھا۔ نہ سامان جنگ پر ناز۔ نہ انہیں مال و متاع کا کچھ لالچ تھا۔ نہ دولت و حشمت کا خیال بلکہ ایسی باتوں سے نفرت کرتے تھے۔ دیکھئے مدائن اور جلولا کی فتوحات کے بعد جواہرات اور گرانقدر اشیاء کے انبار کے انبار لگے سجاتے ہیں۔ فوج آنکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتی۔ اور جوں کی توں خلیفہ وقت کے پاس بھیج دیتی ہے۔ اور عمر جس وقت ان کو دیکھتا ہے تو آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔ اور فرماتا ہے کہ ان اشیاء میں آئندہ اسلام کی تباہی کے نشانات دیکھتا ہوں۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ چیزیں مسلمانوں کو اپنے مقصد سے روگرداں کر دیں گی۔

حضرات یہ وہ لوگ تھے جن کا ایمان محکم تھا۔ ایمان کی جھلک ان کے سینوں کو منور کئے ہوئے تھی۔ ان کا دل اسلام کی محبت سے لبریز ہو چکا تھا۔ وہ جو کام کرتے تھے اس میں سچائی اور نیک نیتی ہوتی تھی۔ ریاکاری اور بناوٹ [illegible] ان کا ہر کام

کا شوق تھا نہ اسباب دین کا خیال۔ وہ دنیا کے عارضی عیش کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ ہاں اگر کسی بات کا خیال تھا کسی امر کے لئے بےچینی تھی تو اس لئے کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ، ان کی زندگی کی ہر ساعت حق کے لئے نثار ہو۔ وہ ہر قسم کی اذیت کو گوارا کرتے تھے لیکن ایمان پر دھبہ نہ آنے دیتے تھے۔ حضرت بلال کو ریگ تپاں پر لٹایا گیا۔ حضرت خبیب کو سولی پر لٹکایا گیا۔ امام حسین کو کس دردناک طریقے سے قتل کیا گیا۔ ایسی موت جس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور آنکھوں سے خون کے آنسو اترتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک مدتوں قید کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔ ماریں پڑیں۔ کوڑے کھائے لیکن حق کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

مجھے اس وقت وہ واقعہ یاد آتا ہے جب عبداللہ بن زبیر حجاج کی افواج سے چاروں طرف گھر گیا۔ اور کوئی صورت بچنے کی نہ رہی سوائے اس کے کہ ہتھیار ڈال دے۔ اور طوق غلامی اپنی گردن میں ڈال لے اس نازک حالت میں وہ اپنی والدہ ماجدہ محترمہ رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں جاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے کہ اے اماں میں اس وقت دشمنوں کے نرغہ میں گھر چکا ہوں۔ تمام ساتھی علیحدہ ہو چکے ہیں کوئی صورت بچنے کی نہیں۔ ہاں اگر ان کی بادشاہت کو قبول کر لوں تو جان بچ سکتی ہے۔ لیکن وہ عورت جس کا دل سراپا نور تھا اور حق اس کے دل و جگر میں جاگزیں تھا۔ اس طرح بیٹے کو مخاطب کرتی ہے کہ اے بیٹا اگر تو سمجھتا ہے کہ تو حق پر ہے تو حق کے لئے اپنی جان قربان کر دے۔ ایسی موت حیات سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے۔ بیٹا جواب دیتا ہے کہ میری موت کے بعد میری نعش کو دشمن مسلا کریں گے۔ والدہ نے جواب دیا کہ جب روح اس جسم خاکی سے پرواز کر کے خدا کے دربار میں چلی جائے گی تو پھر نعش کی کیا پروا۔

اپنی والدہ کا یہ کلام سن کر بیٹا تلوار کھینچے ہوئے نکلتا ہے لڑتا ہے اور مردانہ وار شہید ہو جاتا ہے۔

یہ وہ نوجوان تھے جو خدا کی راہ میں ہر وقت سینہ سپر رہتے تھے اور کسی بات کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

اب ذرا اپنی حالت دیکھو وہ کونسی بری بات ہے جو تم میں نہیں۔ اسلام کے تمام احکام طاق نسیاں میں رکھ چکے ہو۔ قرآن کریم کو بالائے طاق نسیاں رکھ دیا ہے۔ نماز پڑھنا آپ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں جھوٹ ریاکاری، دھوکے بازی، شراب خواری اور بدکاری یہی سب آپ کے کارہائے نمایاں ہیں

پینے دو پینے دو مجھ ٭ جینے دو جینے دو مجھے
جب حشر کا دن آئے گا ٭ اسوقت دیکھا جائیگا

آپ کا موجودہ قومی گیت ہے۔ غرضیکہ وہ کونسا برا عمل ہے جو تم میں نہیں دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشے میں چلے جاؤ تم کیا دیکھو گے کہ کسی جگہ قیس و لیلےٰ کے نغمے۔ کسی جگہ عشقیہ غزلیں۔ کہیں گالی گلوچ۔ کہیں شور و شر پاکیزہ الفاظ کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ وہ کلمات سنو گے جس کو شاید شیطان بھی اپنے منہ سے کہنا برا سمجھے۔

اب ذرا اپنے علماء کا حال سنو۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی ٭ برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی ٭ فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

حضرات یہ لوگ جو اپنے آپ کو قوم کے رہنما سمجھتے ہیں۔ یہ علماء ریش و پشمینہ پوش جو جلسے ملے جیسے پہن کر دھواں دار تقریریں کرتے ہیں۔ دراصل یہی اسلام کی تباہی کا موجب ہیں۔ چند پیسے ان کی نذر کر دو۔ جو دل چاہے ان سے کروالو۔ اسلام کے خلاف جو چاہو منوالو۔ ان علماء کی نازک حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس دین کی بنا رکھنے والا وہ شخص تھا جس کو ہر قسم کے سبز باغ دکھانے کی کوشش کی گئی۔ سلطنت کا لالچ دیا گیا۔ خزانے پیش کئے گئے۔ حسین جمیل عورتیں نکاح کے لئے پیش کی گئیں لیکن اس نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور کوئی پرواہ نہ کی۔

صحابہ کی زندگی کے حالات پڑھو دین کی خاطر اپنی جان اپنا مال حاضر کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر اپنا تمام مال خدا کی راہ میں پیش کرتے ہیں یہاں تک کہ کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں چھوڑتے۔

عمر بن عبدالعزیز خاندان عتبہ کا وہ درخشاں ستارا ہے کہ باوجودیکہ ایک بڑی بھاری سلطنت کا مالک تھا۔ لیکن ایک بڑی بھاری سلطنت کے ہوتے ہوئے اپنی بیوی کو نصیحت کرتا ہے کہ تمام جواہرات خزانے میں غریبوں کے لئے دیدو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ عمر کے مرنے کے بعد یزید ثانی نے چاہا کہ یہ جواہرات اور دیگر اشیاء عمر کی بیوی کو لوٹا دے

کی زندگی میں کوئی وقعت نہ دیتی تھی تو اب مرنے کے بعد اس کی کیا پروا کر سکتی ہوں - ان اشیاء کے لینے سے انکار کر دیا۔

یہ وہ اشخاص تھے کہ دنیاوی جاہ و جلال کو ذرا بھی وقعت نہ دیتے تھے لیکن تمہارے علماء کی یہ حالت ہے کہ دین کو چند پیسوں کے لئے بازار میں بیچ دیتے ہیں - اسے مسلمانو! تم تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے آئے تھے لیکن تم خود ہی دین کی بیخ کنی کر رہے ہو - اگر کوئی اسلام کو زندہ کرنا بھی چاہتا ہو تو تم اس کے درپے ہو جاتے ہو۔ اور اس کو کافر و فاسق بناتے ہو۔

اس صدی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے چاہا کہ اسلامی احکام کو اصلی حالت میں دنیا کے سامنے پیش کرے لیکن اے بدبخت لوگو! اور اے نااہل مولویو! تم نے اس کو کافر کہا، فاسق کہا، جھوٹا اور کاذب کہا کاش اسی بات پر غور کرتے کہ جس کام کے لئے اس نے کمر ہمت باندھی اور جو جماعت اس نے پیدا کی اس کا کام کیا ہے، اور کیا کر رہی ہے اگر اسی بات پر غور کرتے تو کافی تھا -

اے اسلام کے نام کو بٹہ لگانے والو! اور دین کو بدنام کرنے والو!! ذرا ہوش سنبھالو - تم اپنے دوستوں کو دھوکا دے سکتے ہو - عزیز و اقربا کو دھوکا دے سکتے ہو - لیکن تم خدا کو دھوکا نہیں دے سکتے - وہ دن قریب ہے کہ تم دنیا کے عیش و آرام، مال و متاع، حکومت و حشم، حسب نسب کو چھوڑ جاؤ گے - نہ اس وقت یہ محلات ہوں گے نہ عیش و آرام کا سامان - اگر ہوگا تو کیا ایک تنگ و تاریک غار ہوگا جس کے اندر نہ تو فانوس ہوں گے نہ بجلی نہ گیس بلکہ تم کس مپرسی کی حالت میں تن تنہا ہوگے نہ کوئی عزیز وہاں ہوگا نہ دوست نہ کوئی یار رہوگا نہ غمگسار - یاد رکھو دنیا میں جو کچھ بھی ہے عارضی ہے - جو کچھ ہے ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے یہ پھول جن کو تم خوشنما سمجھتے ہو دراصل کانٹے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے کیونکہ تم اندھے ہو چکے ہو - تم کھرے اور کھوٹے کی تمیز نہیں کر سکتے - کیونکہ تمہارے ذہن ناکارہ ہو چکے ہیں - اے مسلمانو! اس غفلت شعاری کو چھوڑ دو - اٹھو اور اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ - اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی دنیا آپ پیدا کرو - اپنے آبا کے کارناموں پر کب تک اترائے رہوگے -

کیفیت باقی پرانے کوہ و صحرا میں نہیں ؛
ہے جنوں تیرا نیا پیدا نیا ویرانہ کر ؛
خاک میں تجھ کو مقدر نے ملایا ہے اگر ؛
تو عصا افتاد سے پیدا مثال دانہ کر ؛
ہاں اسی شاخ کہن پر پھر بنا لے آشیاں ؛
اہل گلشن کو شہید نغمۂ مستانہ کر ؛
اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر ؛

اے دوستو! اس وقت تک کچھ نہیں ہوسکتا جب تک تم خود اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہ کرو گے - کیا کوئی آسمان سے فرشتے اتریں گے جو تم کو راہ راست بتلائیں گے - تمہارے پاس مکمل دین موجود ہے - صرف تمہاری سستی و کاہلی ہے جو تمہاری ترقی میں سد راہ ہے -

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار ،
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
زندگی کی قوت پنہاں کو کر دے آشکار
تا یہ چنگاری فروغ جاوداں پیدا کرے
خاک مشرق پر چمک جائے مثال آفتاب
تا بدخشاں پھر وہی لعل گراں پیدا کرے
سوئے گردوں نالۂ شبگیر کو بھیجے سفیر
رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے
یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

اس تقریر کے بعد خواجہ غلام نبی صاحب مہجور ایڈیٹر نے اپنا مندرجہ ذیل تازہ کلام سنایا :-

عشق کی نیرنگیاں

چو قصر جان ما تعمیر کردند ،	اساسش ز آتش در یخ نهادند
بحمد الله خدا دادان قسمت	مرا جز عشق سامانے ندادند

ندانستم ز برق شعلۂ غم	دوان در ہر رگم مانند خون است
گہے بر طارم اعلیٰ بر آید	گہے بر نوک مژگان سرنگون است

پر شبنم صبح گاہے بلبلے گفت	کہ ما را قسمتے کردند یکساں
من از خاموشی گل سینہ کاوم	تو بر تار شعاع مہر رقصاں

خانہ جنگی ہی میں حضرت مردہیں

چڑھا جب عن غذاؤں کا زنگ	تو لگے کرنے آپس میں جنگ
نہ تھے چونکہ تیغ و تیر ان کے پاس	چلے فتوے بازی کے تیر و تفنگ
ہی کفر کی دھاریوں بے دریغ	کہ جاری ہو جیسے ہمالہ سے گنگ
تفاخر میں بدمست ہیں سب کے سب	ملی ہے یہاں گو یا کنوئیں میں بھنگ
ہے ظاہر کہ سب ہیں کلش الحمار	نہیں آدمیت کا کچھ ان میں ڈھنگ
مسلماں پہ اب کھل گیا ہے یہ راز	کہ اسلام کیوں اس لئے ہیں یہ ننگ
ہے لازم یہ افراد ملت کو اب	کریں مل کے اتلاف ان کا تنگ
الا ملا پر صید حرص و ہوا !!	کہ بچنے کو ہے موت کا جبلتر تنگ

ز تخریب اسلام کن احتراز
حرص از گرفت شد بے نیاز

میں نمونہ ہوں مری ہستی نمایاں چاہیئے

پھر مرے پہلو میں اک سوفار پیکاں چاہیئے -
درد کو میرے فزوں تر درد درماں چاہیئے -
میری بربادی میں مضمر ہے مرا راز حیات
جس سے پیدا ہو قیامت ایسا ساماں چاہیئے -
در خور مسلم نہیں اے باغباں تیرا چمن !
ہمت عالی کو میری صد گلستاں چاہیئے -
نوک مژگاں زلف و ابرو سے نہیں نکلے گا کام
چاہیئے دار و رسن یا تیغ براں چاہیئے -
وید اور انجیل ہیں انساں کی فطرت کے خلاف
میں اکمل ہوں مجھے تعلیم قرآں چاہیئے -
موجزن بحر اخوت چاہیئے اپنے یہاں
اختلاف قوم بہہ جائے وہ طوفاں چاہیئے -
اٹھ رہی ہیں اک زمانہ کی نگاہیں اس طرف
میں نمونہ ہوں مری ہستی نمایاں چاہیئے -
ہوں مسلماں وسعت قلبی مجھے درکار ہے
سارے عالم پر جو چھا جائے وہ داماں چاہیئے
فاش گویم من بتو ہوشیار شو اے یار من
وائے حسرت اسوۂ حسنہ نہ شد کردار من

تبلیغ اسلام کا ولولہ

دیں کو دنیا پر مقدم کر کے جو دکھلائیں ہم
دونوں عالم کی مرادیں پھر نہ کیوں پا جائیں ہم
نام دان دین احمد ہیں ہمارا ہے شمار
چاہیئے تعلیم قرآں ہر جگہ پہنچائیں ہم
جا رہے ہیں جو بھٹک کر خار زاروں کی طرف
راہ پر لا کر انہیں پھر گلستاں دکھلائیں ہم -
واقف اسرار لاہوتی ہے اپنا پیشوا
پھر بھلا اشرار طاغوتی سے کیا دب جائیں ہم -
چاہیئے بن کر مجاہد جائیں با صد اشتیاق
فتنہ و حال کو زور دار [illegible]

اہل قبلہ داخل اسلام ہیں باندھیں اصول
قصۂ تفریق ملت اس طرح مٹائیں ہم ،
یہ تو سب ہو حضرت ملا کا لیکن کیا علاج
سب سمجھائے ہوئے کو کس طرح سمجھائیں ہم
چوں قلم در دست پیراں رشتۂ تقدیر ما
خواب خوش بود و دلے برعکس شد تعبیر ما ،

تجھ سے اے میری نگاہ خوں فشاں اتنا تو ہو
عالم اسلام پھر ہو گلستاں اتنا تو ہو ،
مسلم درماندہ یارب ہو کہیں سرگرم کار
مرد میداں پھر سے بنے یہ ناتواں اتنا تو ہو ،
دلنگر بنکر ہوا پنے نوجوانوں کا شعار
مسلمستان پھر سے بنے ہندوستان اتنا تو ہو
اب تو سحر خاموشی ہوتا نہیں ہے کارگر
عرش لرزائے مرا شور و فغاں اتنا تو ہو
نقد نعمت پائیں زیر چرخ رحمت سے تری
ہم غریبوں پر الٰہی مہرباں اتنا تو ہو
آتش سوز دروں کچھ اپنا دکھلائے اثر
جل کے رہ جائے یہ ظالم آسماں اتنا تو ہو
اک صدا سے مرکزی پر مال و جاں حاضر کریں
دل میں سب کے درد اسلامی نہاں اتنا تو ہو
جب سنیں مہجور محفل میں ترا لطف کلام
بارک اللہ کہہ اٹھیں سب نکتہ داں اتنا تو ہو
" درد دل را می کنم با صبر پیوندے دگر "
" ہر طبیب خود تغافل میں نیم خندے دگر "

ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا میدان

اس کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے مندرجہ بالا موضوع پر تقریر کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا :-

حضرات میرا مضمون ہے " ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا میدان " یعنی ہندوستان میں کونسا ایسا میدان ہے جہاں اسلام کی تبلیغ کی جا سکتی ہے اس سے دو مفہوم لئے جا سکتے ہیں ایک وہ علاقہ جس میں اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے - دوسرے وہ اقوام جن میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کیا جا سکے - اس دوسرے مفہوم میں پہلا مفہوم بھی داخل ہے - اس لئے میں اسی کو لے کر یہ بتاتا ہوں کہ اس غرض کے لئے کونسی قوم منتخب کرنی چاہیئے میری رائے یہ ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے بہترین میدان اچھوت اقوام کا میدان ہے - کیونکہ یہ میدان ایسا ہے کہ اسلامی جرنیلوں کے سامنے سر ہونے کے لئے بالکل تیار ہو چکا ہے - یہ قومیں ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آ چکی ہیں - ع

داستان رنج و غم اپنی قیامت خیز ہے
جو کہانی ہم سناتے ہیں وہ درد انگیز ہے

اچھوت اقوام ایسے درد انگیز الفاظ ہیں جو ایک دردمند دل کو تڑپائے بغیر نہیں چھوڑ سکتے - اچھوت گو کہنے کو انسان ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ انسانوں کے ایک گروہ نے انہیں انسان نہ سمجھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے خدا نے اپنی رحمتوں کو کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں کیا اس کا ابر، اس کا سورج، اس کا چاند سب کے سب بنی نوع انسان کی یکساں خدمت کرتے ہیں - پھر کیا وجہ کہ اس خدا کو ماننے والے اچھوتوں کے ساتھ مساوات کا سلوک نہیں کرتے - وہ بیچارے کہاں چلے جائیں آخر دنیا میں ان کے لئے کوئی جگہ بھی ہے - اس وقت ہندوستان میں تین ہی بڑے مذہب ہیں عیسائیت ہندو مذہب اور اسلام ، کیا عیسائیت انہیں قبول کرتی ہے ہرگز نہیں - اس کی نظر میں تو سوائے بنی اسرائیل کے اور کوئی قوم اس قابل نہیں کہ اسے " بچوں کی روٹی " دی جائے - کیا ہندو مذہب انہیں اپنے اندر جذب کر سکتا ہے ہرگز نہیں - بلکہ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اچھوت اور چنڈال ہندو مذہب ہی کے بنائے ہوئے ہیں جنوبی ہند میں اچھوتوں کی جو درگت بن رہی ہے - وہ صاف بتا رہی ہے کہ ہندو مذہب ان کا سدھار نہیں کر سکتا - اس کا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ شہر سے باہر رہیں - ٹھیکروں میں کھائیں - مردوں کے چیتھڑے پہنیں - لوہے کے [illegible]

کے لئے آئیں لیکن پہلے مہاراجہ کو درخواست دے کر اجازت حاصل کریں۔ اور جب شہر میں داخل ہوں تو اپنا نشان ساتھ رکھیں تاکہ دوسرے ہندو ان کے سایہ سے بچ سکیں۔ یہ تو تمدنی حالت ہے۔ مذہبی حالت اس سے بدتر ہے۔ گویا عیسائیت کی طرح ہندو مذہب کا دروازہ بھی ان کے لئے بند ہے۔ اب صرف اسلام ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اس کا دروازہ ان کے لئے یقیناً ہر وقت کھلا ہے اس میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ اس کا اصول ہی یہ ہے کہ شرافت کا معیار پرہیزگاری ہے نہ کہ ذات پات اگر اچھوت قوم کا ایک مسلمان پرہیزگار ہے تو وہ ایک فاسق فاجر مغل یا شیخ یا پٹھان سے اچھا ہے میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اچھوتوں کی نظریں سب مذاہب سے ہٹ کر اسلام کی طرف لگی ہوئی ہیں یقین جانو کہ میدان بالکل صاف ہے صرف کوشش کی ضرورت ہے۔ اسلام کے ساتھ لگاؤ اور پیار پیدا ہو چکا ہے جس سے فائدہ اٹھانا اب ہمارا کام ہے۔ (یہاں سے تقریر کا ایک حصہ جسے ہم شائع کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں حذف کیا گیا ہے۔ پیغام صلح) میں پھر عرض کرتا ہوں کہ تبلیغ اسلام کے لئے سب سے اعلیٰ میدان اچھوت اقوام کا ہے۔ وہ پیاسی ریت ہے۔ جو سلسبیل اسلام سے سیراب ہونا چاہتی ہے۔ اب یہ آپ کا فرض ہے۔ کہ اس کی پیاس کو بجھائیں۔

مراد مانصیحت بود گفتیم ؛
حوالت باخدا کردیم ورفتیم ؛

احمدیت کی صداقت پر واقعات کی شہادت

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار... الخ

(البقرہ ۲ : ۱۶۴)

اس آیت کی تلاوت کے بعد حافظ محمد حسن صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ وکیل گجرات نے فرمایا۔

حضرات! غالباً دو سال ہوئے ہیں کہ اسی اسٹیج پر کھڑے ہو کر حضرت امیر نے اسلام کے متعلق فرمایا تھا کہ نہ صرف اپنے فلسفہ اور علم ہی کی رو سے اسلام نے دنیا میں غلبہ پایا ہے بلکہ واقعات بھی اسی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں اور یہ اسلام کی سچائی کا ایک ایسا ثبوت ہے جس کی کوئی تردید نہیں ہو سکتی۔ واقعی یہ معیار نہایت اعلیٰ ہے۔ اگر واقعات اسلام کی تائید کرتے ہیں تو بلا شبہ اسلام سچ ہے۔ ابھی جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں بھی یہی مضمون ہے۔ کہ دن اور رات گزرتے چلے جا رہے ہیں اور ایسے واقعات رونما ہوتے چلے جا رہے ہیں جن سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ کس بات کی شہادت دے رہے ہیں۔

حضرت امیر نے فرمایا تھا کہ اسلام نے یہ دعویٰ کیا کہ آنحضرت خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ اور زمانہ نے بھی اسی کی شہادت دی ورنہ کیا وجہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے دعویٰ نبوت کیا ہو اور لوگ اس کے پیچھے اسی طرح ہو لئے ہوں جس طرح پہلے نبیوں کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ تیرہ سو سال گزر گئے ہیں لیکن آج تک کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔ یہ ایک واقعہ ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اسی رنگ میں میں آج کچھ احمدیت کے متعلق عرض کرونگا۔ گویا میرا مضمون ہے "احمدیت کی صداقت پر واقعات کی شہادت"۔

پہلی شہادت اسلام کے متعلق حضرت امیر کے پیش کردہ واقعات میں سے ایک واقعہ میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اسی طرح حضرت صاحب نے دعوےٰ کیا کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں اور دعویٰ بھی اس وقت کیا جبکہ ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے تمام دنیا ایک شہر کی حیثیت رکھتی تھی اور پھر اس دعوے کو ہر ذریعہ سے لوگوں تک پہنچا بھی دیتے ہیں لیکن چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے خدا کسی کو بھی یہ توفیق نہیں دیتا کہ وہ یہ کہے کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں۔ اگر معاذ اللہ مرزا صاحب نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا تو خدا نے بھی ان کے ساتھ سازش کرلی تھی؟ بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ مجدد کے لئے دعویٰ کرنا ضروری نہیں لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ جب ایک کاذب کذب کا اعلان کرے تو اللہ تعالیٰ پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ صادق کے ذریعہ صداقت کا اعلان کرے۔

دوسری شہادت ۔ دوسری بات جو حضرت امیر نے پیش کی تھی وہ یہ ہے کہ اسلام گو عمر میں سب مذاہب سے چھوٹا ہے لیکن ہر ملک میں ہر مذہب کو کھاتا چلا گیا۔ جس میدان میں جس قوم میں جس خطہ میں گیا سب میں ترقی کرتا چلا گیا۔ جہاں وہ افریقہ کے وحشیوں میں پھیلا ہے وہاں یورپ مشرق و مغرب میں برابر منوایا ہے۔ اسی طرح احمدیت میں بھی یہ طاقت ہے کہ مسلمانوں میں جس قدر فرقے ہیں ان سب میں سے اس نے حصہ لیا ہے

تیسری شہادت ۔ تیسری بات حضرت امیر نے یہ فرمائی تھی کہ دنیا بھر کی الہامی کتابیں محرف و مبدل ہو گئیں صرف قرآن مجید ہی ایک کتاب ایسی ہے جو مکمل اور محفوظ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ دوسری الہامی کتابوں کی زبانیں بھی مردہ ہو گئیں۔ لیکن قرآن کی زبان بھی زندہ ہے۔ یہ بھی اسلام اور قرآن کی صداقت پر واقعات کی شہادت ہے۔ اس کے بالمقابل حضرت صاحب سے پہلے جس قدر مجددین گزرے ہیں ان کی تصنیفات اول تو دنیا میں موجود نہیں ہیں اور اگر ہیں تو بہت ہی کم۔ میں مخالف علما کو چیلنج دیتا ہوں کہ امام اعظم جو سب سے بڑے امام سمجھے جاتے ہیں ان کی کوئی تصنیف پیش کریں برخلاف اس کے مجدد اعظم حضرت مرزا صاحب کی تمام تحریریں موجود ہیں۔ اس صدی کے قابل اگر کوئی مجدد ہو سکتا تھا تو وہی ہو سکتا تھا جو کتب اور اشتہارات کے ذریعہ اپنا دعویٰ دنیا میں پہنچاتا۔ اور اپنی صداقت کا لوہا منواتا۔

چوتھی شہادت ۔ چوتھی بات حضرت امیر نے فرمائی تھی کہ دنیا میں جس قدر انبیا ہوئے ہیں ان کی زندگیاں محفوظ نہیں رہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زندگی کے تمام واقعات صفحات تاریخ پر موجود ہیں۔ کہیں وہ واعظ کی حیثیت میں وعظ کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں بادشاہ کی حیثیت میں حکومت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے انبیاء میں سے بعض کے متعلق تو یہاں تک بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ نبی بھی تھے یا نہیں اور ان کا کوئی باپ بھی تھا یا نہیں اس زمانہ میں بھی جو جماعت دین حق کی اشاعت کے لئے پیدا ہوئی اس کے مرشد کے تمام حالات زندگی محفوظ ہیں۔ حالانکہ گزشتہ مجددین اسلام کے حالات زندگی ہمیں بہت کم پہنچے ہیں۔ یہ بھی واقعات کی شہادت ہے جس سے احمدیت کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔

پانچویں شہادت ۔ پانچویں بات حضرت امیر نے یہ فرمائی تھی کہ اسلام کے جو اصول آنحضرت کے زمانہ میں پھیلائے گئے تھے ان کی ترویج کے لئے اب پھر وقت آ رہا ہے ضروریات مجبور کر دیتی ہیں صداقت کی طرف آنے کے لئے۔ اسی طرح احمدیت کی تعلیم کا حال ہے مجدد وقت نے بتایا کہ مسلمانوں کی ترقی کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اشاعت اسلام میں لگ جائیں۔ اس نے سمجھایا کہ مغرب کے جن لوگوں کے فلسفہ اور ترقی سے تم ڈرتے ہو ان کو تم قرآن کے ذریعے فتح کر سکتے ہو۔ لیکن اس وقت مسلمانوں نے اس صدا پر توجہ نہ کی آج زمانہ کے زبردست ہاتھ انہیں دھکیل دھکیل کر اس طرف لا رہے ہیں۔ تبلیغی انجمنیں بن رہی ہیں۔ یہاں تک کہ اب اسلامی سلطنتوں میں بھی اشاعت اسلام کا ذکر آنے لگا ہے۔

چھٹی شہادت ۔ جب حضرت صاحب نے دعویٰ کیا اس وقت بڑی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ مسیح پرستی جس طرح عیسائیوں میں موجود تھی اسی طرح مسلمانوں کے اندر بھی۔ اس زمانہ میں یہ کہنا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام مر گئے ہیں فتنہ کو مول لینا تھا۔ لیکن آج کسی مناظرہ میں چلے جاؤ مسلمان مولوی بلاتامل کہہ دیتے ہیں کہ اگر مسیح مر گئے تو کیا اور اگر زندہ ہیں تو کیا۔ یہ کچھ ہم پر احسان نہیں ہے۔ بلکہ جب مذاہب کا مقابلہ ہوا تو سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ رہا کہ مرزا صاحب کے اصول کو قبول کریں۔ یہ سب کچھ زمانہ کی ضروریات ہیں۔

ساتویں شہادت ۔ ابتدا میں ملاؤں اور پیروں کا عوام پر جو کچھ اثر تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک پیر اور ملا کا فتویٰ ہزاروں لاکھوں گردنوں کو جھکا دیتا تھا۔ لیکن اب علانیہ ملاؤں اور پیروں کے برخلاف ریزولیوشن پاس ہوتے ہیں۔ یہ دراصل دو بیماریاں تھیں۔ جن کا اپریشن کرنا ازحد ضروری تھا۔ احمدیت کی تعلیم نے مسلمانوں میں سے کورانہ تقلید کا خاتمہ کر کے ملاؤں اور پیروں کا بھی ساتھ ہی خاتمہ کر دیا۔

آٹھویں شہادت ۔ حضرت صاحب کے وقت مسلمانوں میں تکفیر بازی کی خوب گرم بازاری تھی۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ اگر کسی مسلمان میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو بھی اسے مسلمان ہی کہنا چاہیئے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں نے اس زریں تعلیم کو قبول نہ کیا لیکن آج جبکہ تنگ خیال ملاؤں کا زور نہیں رہا ندوۃ العلماء تک نے یہ ریزولیوشن پاس کر دیا ہے کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہ کی جائے۔

یہ تمام واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کی دلکش تعلیم صرف وہی ہے جو احمدی جماعت دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے وہی اور صرف وہی دنیا میں مقبولیت حاصل کرنے کے قابل ہے اور وہ دن دور نہیں [illegible] میں شامل ہوں گے

مہاراجا جموں کی رعایا پروری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو حسب ذیل قرارداد صاحب صدر جلسہ خواجہ کمال الدین کی طرف سے پیش ہوئی اور باتفاق رائے منظور کی گئی۔

"ہم ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (پنجاب) مہاراجہ سر ہری سنگھ والی جموں و کشمیر کی ان کوششوں کو نہایت استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو وہ اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے کر رہے ہیں اور ان میں سے ایک وہ جدید قانون بھی ہے جس کے ذریعے سے انہوں نے اپنی رعایا کو سود خوری کے عذاب سے بچایا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے زیر سایہ ان کی رعایا کشمیر اور بھی فلاح و ترقی کو دیکھے گی۔"

سوامی شردھانند کا قتل

اور

اسلامی تعلیم

ہندو اہل وطن سے اپیل

از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

دہلی میں سوامی شردھانند مشہور آریہ سماجی لیڈر ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ایک مسلمان عبدالرشید نام کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس بات کا افسوس ہے کہ اس خون کی ذمہ داری ان کے ایک ہمقوم پر عائد ہوتی ہے اور ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں نے اس فعل پر اظہار بیزاری کیا ہے۔ مگر با ایں ہمہ آریہ سماجی اخبارات اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس قتل کی ذمہ داری تعلیم اسلام پر ہے چنانچہ بعض اخبارات نے بڑے زور سے یہ لکھا ہے کہ جب تک تعلیم اسلام کو دنیا سے نیست و نابود نہ کیا جائے گا اس وقت تک ایسے افعال کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ اور خود مسلمانوں نے جو اس فعل کے خلاف کہا ہے اور ریزولیوشن پاس کئے ہیں ان سب کو بناوٹی اور دکھاوے کی باتیں قرار دیا ہے۔ جب تک کہ مسلمان آریہ سماج کے ساتھ مل کر تعلیم اسلام کو نیست و نابود کرنے میں ساعی نہ ہوں چنانچہ اخبار پرکاش اپنے ۱۹ دسمبر کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

> "لیکن ہم سازشیوں کو بھی ذمہ دار نہیں ٹھیراتے۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔ پھر ذمہ دار کون ہے؟ ذمہ دار وہ تعلیم ہے جو اسلام مسلمانوں کو دیتا ہے۔ اور وہ تعلیم کیا ہے؟ یہ کہ کافروں کے قتل سے بہشت کا دروازہ قاتلوں پر کھل جاتا ہے۔ آریہ سماج کا کام اس قسم کے افعال کو روکنے کے لئے کیا ہے؟ یہ کہ اس تعلیم کو نشٹ کیا جائے۔ وہ مسلمان لیڈر جو اس سانحہ ہوش ربا پر اپنی ہمدردی کر رہے ہیں۔ اگر ان کی ہمدردی بناوٹی نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ پھر نہ ہو تو وہ اس پاک مقصد کے حصول کے لئے ایک ہی کام جو کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام کی اس تعلیم کو مٹانے کے لئے آریہ سماج کے ساتھ شامل ہو جائیں؟"

اسلام کی تلوار

جوشیلے آریہ سماجی اخبارات کی تحریروں کی ہمیں پروا نہ ہوتی لیکن مہاتما گاندھی جیسی شخصیت کا انسان بھی اسلام کی تلوار سے سہما ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

> "اس میں ذرا شک نہیں کہ ان (مسلمانوں) میں خنجر اور پستول کے استعمال میں حد سے زیادہ آمادگی پائی جاتی ہے۔ تلوار اسلام کا نشان نہیں لیکن اسلام ایسے ماحول میں پیدا ہوا تھا جس کی فیصلہ کن طاقت پہلے بھی تلوار تھی اور آج بھی تلوار ہے۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمانوں کی نیام سے آج تلوار تڑپ کر جھٹ باہر نکل آتی ہے"

پس ایک طرف اگر جوشیلے آریہ سماجی اخبارات اس واقعہ کی وجہ سے اسلام کی تعلیم کو دنیا سے نیست و نابود کرنے پر سارا زور صرف کرنا چاہتے ہیں اور تعلیم اسلامی کو اس واقعہ کا ذمہ دار ٹھیراتے ہیں تو دوسری طرف مسٹر گاندھی جیسے مسلمانوں کے دوست کہلانے والے بھی اس خیال سے کچھ متاثر نظر آتے ہیں اور ساری مسلمان قوم پر یہ الزام قایم کر کے کہ وہ تلوار کے استعمال پر ہر وقت آمادہ رہتی ہے ایک رنگ میں اسلامی تعلیم کو ہی اس بات کا ذمہ دار ٹھیراتے ہیں کہ اس نے مسلمانوں میں ایسی ذہنیت پیدا کر دی ہے۔ کہ وہ خنجر اور پستول ہاتھ میں لئے اپنے ہمسایوں کے خون کے پیاسے بیٹھے ہیں۔ جہاں ایک طرف مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ علی الاعلان اس فعل سے بیزاری کا اظہار کرتے اور انہوں نے بالاتفاق ایسا کیا۔ دوسری

اسلام کی تعلیم پر یا مسلمانوں کی قوم پر یہ الزام نہ لگاتے بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کرتے کہ کیا اسلام کی تعلیم یا مسلمانوں کو بدنام کرنے سے موجودہ حالات میں

کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ ایسے افعال کس قوم کے افراد سے سرزد نہیں ہوتے کیا ہندوؤں میں انارکسٹ تحریک گورنمنٹ کے خلاف پیدا نہیں ہوئی اور کیا بہت سے بے گناہوں کے خون نہیں بہائے گئے؟ مگر کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ ہندو مذہب کی تعلیم ہی نیست و نابود کر دینی چاہیئے۔ یا یہ کہ ہندو قوم میں پستول اور بم کے استعمال پر بہت آمادگی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ابھی تین چار سال نہیں گزرے کہ ایک معزز عہدہ دار کے قاتل سے اظہار بیزاری کرنے سے مسٹر سی آر داس جیسی شخصیت کے انسان نے انکار کیا اور بہت سے ہندو لیڈر ان کے ہمخیال تھے خونریزی پولیٹیکل رنگ میں ہو یا مذہبی رنگ میں کسی طرح بھی جائز نہیں لیکن ایک ایسے واقعہ پر ایک مذہب کی تعلیم کو یا ایک قوم کو بدنام کرنے کے لئے چن لینا بھی کوئی دانشمندی کا فعل نہیں۔ اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ فساد کی آگ اور زیادہ تیز ہو۔

مذہب کے نام پر بھی مسلمانوں کی تلوار ہی نیام سے باہر نہیں نکلتی ہندوؤں کی بھی نکل آتی ہے۔ ایک آریہ سماج ہی کی تاریخ کو لے لو۔ خود بانی سماج سوامی دیانند کی زندگی کو لینے کی کتنی کوششیں کی گئیں۔ اور یہ کوششیں کرنے والے سب ہندو تھے۔ جو اپنشدوں کی تعلیم پر عامل تھے۔ لالہ لاجپت رائے نے اپنی کتاب "آریہ سماج" میں اس بات کا صاف صاف اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

> "ہندو مذہب کے پیروؤں نے بہت سی کوششیں اس کی (سوامی دیانند کی) زندگی لینے کی کیں۔ اور اس کے مارنے کے لئے قاتلوں کو اجرت پر لیا گیا"

بلکہ خود بانی آریہ سماج کی موت ہندوؤں ہی کے ہاتھ سے ہوئی جیسا کہ اخبار گورو گھنٹال ۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء میں صراحت سے مذکور ہے:۔

> "مہرشی دیانند بانی آریہ سماج کو دودھ میں زہر دینے والا ایک پاجی ہندو برہمن تھا"

"چار شہیدوں" کے قاتل

ہمارے ہندو اہل وطن غور کریں کہ ایک "پاجی برہمن" کے فعل سے ساری ہندو قوم کو یا ہندو مذہب کی تعلیم کو بدنام کرنا کہاں تک جائز ہے۔ پھر آریہ سماج جن "چار شہیدوں" کو دیانند جی کے علاوہ پیش کر رہا ہے وہ پنڈت لیکھرام، سوامی شردھانند، لالہ راجپندر اور پنڈت تلسی رام ہیں۔ ان میں سے پنڈت لیکھرام کے قتل کا شبہ ایک مسلمان پر ہے مگر آج تک یقینی طور پر معلوم نہ ہوا کہ اس کا قاتل کون تھا۔ لالہ رام چندر اور پنڈت تلسی رام کے قاتل یقیناً ہندو تھے۔ اور صرف ایک یعنی سوامی شردھانند کا قاتل مسلمان ہے۔ تو اب دیانند جی سمیت کل پانچ آریہ سماجی لیڈر مقتول ہوئے جن میں سے تین کے قاتل بالیقین ہندو ہیں۔ اور ان تین مقتولین میں ایک بانی سماج ہے۔ ایک کا مسلمان اور ایک کے متعلق یقینی علم نہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ سوامی دیانند کے قتل پر یا لالہ راجپندر کے قتل پر یا پنڈت تلسی رام کے قتل پر کس قدر ہندوؤں نے اظہار نفرت کیا تھا۔ کم از کم جو شور لیکھرام کے قتل پر یا سوامی شردھانند کے [illegible]

سماج میں نہ پنڈت لیکھرام کو حاصل ہے نہ شردھانند جی کو تو کیا وجہ ہے کہ ہندو قاتل ہو تو آریہ سماج بھی شور نہیں ڈالتی اور دوسرے ہندو بھی نسبتاً خاموش رہتے ہیں۔ لیکن اگر اتفاق سے قاتل مسلمان ہے یا اس کے مسلمان ہونے کا شبہ ہے تو اس قدر جوش اور اشتعال پیدا ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا اور نرم دل سے نرم دل ہندو بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کا دوست ظاہر کرتے ہوئے اگر فعل قتل سے مسلمان قوم کو بری الذمہ ٹھیراتا ہے تو کم سے کم ان کے بدنام کرنے میں اسی طرح حصہ لیتا ہے جس طرح ایک جوشیلا اخبار نویس۔ ہمیں گاندھی جی سے ایسی توقع نہ تھی خصوصاً اس صورت میں جب وہ دو سال ہوئے آریہ سماج کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار بھی کر چکے ہیں کہ دوسروں کو برا کہنے میں وہ حد اعتدال کے اندر نہیں رہی۔ اور فی الحقیقت یہی بات ہے جو بعض وقت جوشیلی طبائع میں ہندو ہوں یا مسلمان جنون کا رنگ پیدا کر کے ان سے ایسے افعال سرزد کرا دیتی ہے جن سے ہر ایک عقلمند اظہار بیزاری کرتا ہے اور اس کی وجہ نہ مسلمانوں میں تلوار کے استعمال پر آمادگی ہے نہ ہندوؤں میں بلکہ اس کی وجہ وہی بدگوئی ہے جو آریہ سماج نے دوسرے مذاہب کے متعلق اختیار کی ہے۔ جس کی شکایت دو تین سال پیشتر خود گاندھی جی کر چکے ہیں کہ "آریہ سماجی اپدیشک کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرتے وقت ہوتی ہے"۔ خود شردھانند جی اتنی بڑی شخصیت کے باوجود آریہ سماج کی اس کمزوری کا شکار رہتے۔ جیسا کہ گاندھی جی اس وقت جب ان کی طبیعت میں نسبتاً زیادہ سکون تھا رائے دے چکے ہیں۔ کہ "ان کی تقریریں اکثر ناراضگی پیدا کرنے والی ہوتی ہیں" اور "انہوں نے آریہ سماج کی روایات ورثہ میں حاصل کی ہیں"۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اگر غور کیا جائے تو اسی موقعہ پر جس جوش جنون کا اظہار ہندوؤں نے کیا ہے اس کے سامنے مسلمانوں کا جوش جنون شرمندہ ہے۔ سوامی شردھانند کے قاتل کا جوش اس لئے حد جنون تک تجاوز کر جاتا ہے کہ اس کے نزدیک سوامی نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور ان کی دل آزاری کی ہے۔ لیکن ہندوؤں کا مذہبی جوش جنون تک ترقی کرنے کے لئے کسی ایسے عذر کا بھی محتاج نہیں بلکہ ادھر شردھانند جی کے قتل کی خبر ملتی ہے ادھر نہتے بے گناہ راہ چلتے مسلمانوں پر لاٹھیاں چلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور کئی مسلمان زخمی ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک جان بھی دیدیتا ہے۔ اب انسان ہونے کے لحاظ سے شردھانند جی ہوں یا محبوب علی دونوں کا خون ایک قیمت رکھتا ہے۔ پھر اس بے گناہ کا مارا جانا اسی طرح قابل ملامت فعل تھا جس طرح شردھانند جی کا قتل ہونا لیکن کیا گاندھی جی سے لے کر ایک ادنے ہندو تک نے بھی ہندوؤں کے اس فعل سے اظہار بیزاری کیا؟ مسلمان تو لگاتار اظہار بیزاری کر رہے ہیں۔ پھر بھی جوشیلے اخبار نویسوں کو چھوڑ کر جو جو کچھ منہ میں آئے لکھتے چلے جاتے ہیں گاندھی جی جیسے مسلمانوں کے دوست بھی یوں رقمطراز ہیں کہ "خطرہ ہے کہ مسلمان خفیہ طور پر اس مجنونانہ فعل کے حامی ہوں"۔ مسلمانوں نے آج تک اپنے کسی مقتول کے قتل پر اس قدر اظہار نفرت نہیں کیا جس قدر شردھانند جی کے قتل پر مگر وہ اب تک ہندوؤں میں گاندھی جی کو بھی خوش نہیں کر سکے جو مسلمانوں کی دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ جوشیلے آریہ سماجیوں اور ہندو اخبار نویسوں کو خوش کرنا تو ناممکن ہی ہے۔ سوائے اس کے کہ جیسا پرکاش نے لکھا ہے کہ

فعل قتل کے حامی ہیں۔ اور ہندوؤں کے باوجود توجہ دلانے کے ایک بےگناہ مسلمان کے قتل پر ایک آواز بھی نہ اٹھانے کے مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہندو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے حامی نہیں! ایک ہی وقت میں دو ناحق خون ہوتے ہیں۔ ایک بڑا آدمی ہے اور ہندو ہے۔ دوسرا ایک غریب آدمی ہے اور مسلمان ہے۔ اول کے متعلق ہندو اخبارات کے صفحوں کے صفحے اور مسلمانوں کی طرف سے اظہار نفرت کے بیانات اور ریزولیوشن پر ریزولیوشن۔ اور غریب مسلمان کے متعلق ہندوؤں کی زبانوں پر مہر ہے۔ اور ہندو اخبارات میں ایک حرف کی گنجائش نہیں۔ تو مسلمان اخبارات میں بھی کہیں برائے نام اس کا ذکر آجاتا ہے اور بڑے بڑے مسلمان لیڈر بھی اس کا نام لیتے ڈرتے ہیں۔ کہ مبادا ہندو دوست ناراض ہو جائیں۔

گاندھی جی نے ریشم میں لپیٹ کر مسلمانوں کے سروں پر خوب جوت لگایا ہے اور مسلمانوں کی دوستی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کا دوست ہوں ان کا غم میرا غم ہے اور ان کی خوشی میری خوشی ہے۔ کہتے ہیں کہ تلوار اسلام کا نشان نہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک فرد کے جرم کی ذمہ داری قوم پر نہیں آسکتی۔ لیکن ساتھ ہی دوستی کا حق یوں ادا کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کا اشتعال میں آکر تلوار اٹھانا کونسی بات ہے یہ ساری قوم ہی ایسی ہے کہ تلوار ہاتھ میں لئے ہر وقت تیار بیٹھی ہے کہ کس کا سر اڑائیں۔ افسوس کہ گاندھی جی کی شخصیت کے انسان کے منہ سے ایسی بے بنیاد بات نکلے جس سے ایک فرد کو نہیں ایک قوم کو بدنام کیا جاتا اور گردن زدنی ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی غور نہیں کیا جاتا کہ اگر مسلمان ایسے ہی بے گناہ ہندوؤں پر تلوار چلانے کے لئے آمادہ رہتے ہیں تو افغانستان میں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے اور وہاں کے لوگ بھی تعلیم یافتہ نہیں یہ تلوار کس طرح نیام میں پڑی زنگ آلود ہو گئی ہے اور آج تک ایک ہندو کا خون ناحق گرانے کی آواز وہاں سے کیوں نہیں اٹھی اشتعال میں آکر اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرے تو مسلمانوں میں تلوار کے استعمال کے لئے آمادگی کے مترادف نہیں۔ گاندھی جی نے مسلمانوں پر ایسے موقعہ پر یہ الزام دینے میں اپنے آپ کو سخت کمزور ثابت کیا ہے۔

آریہ سماج اور ہندو لیڈر

اب میں آریہ سماجی اخبارات کے عام خیالات کو لیتا ہوں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ایسے واقعات کی ذمہ دار تعلیم اسلام ہے میں اپنے ہندو دوستوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کے بے سوچے سمجھے اظہار خیالات سے نہ ہندوؤں کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ وہ اتفاق کی فضا پیدا ہو سکتی ہے جس سے ہندو اور مسلمان دونوں کی بہبودی وابستہ ہے۔ اس سے اگر کوئی فائدہ ہو گا تو یہی کہ وہ طبائع جو پہلے ہی اشتعال میں ہیں اور زیادہ غیظ و غضب میں آئیں گی۔ بدقسمتی سے آریہ سماج نے اس طرز کو ہندو دھرم یا ہندو قوم کی ترقی کے لئے مفید سمجھا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت ستیارتھ پرکاش سے لے کر آج تک جو کچھ اس طرز عمل کا نتیجہ ہوا ہے اس سے خود اہل الرائے ہندو اصحاب نے اظہار بیزاری کیا ہے۔ خود گاندھی جی نے یرودا جیل میں ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ سوامی دیانند نے "اپنے دھرم کو تنگ بنا دیا ہے" اور "جانتے ہوئے جین دھرم، اسلام، عیسائیت اور خود ہندو دھرم کو غلط طور پر ظاہر کیا ہے" اور کہیں نے ستیارتھ پرکاش "سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی"

اور آریہ سماجیوں کے متعلق لکھا ہے۔

"تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں"

"آریہ سماجی اپدیشک کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرنے کے وقت ہوتی ہے"

مسٹر شاستری کی رائے پر کسی طرح تعصب اور تنگدلی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ انہوں نے آریہ سماج کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار اپنی ایک تقریر میں چند ہی ماہ ہوئے کیا ہے۔

"جملہ ہندوستان میں آریہ سماج کی کیا فتوحات ہیں؟ بیس تیس سال میں انہوں نے یوپی اور پنجاب کے خرمن امن کو تباہ کر رکھا ہے۔ . . . . شمالی ہند میں ان کی مذہبی زندگی کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے مختلف فرقوں میں اختلافات پیدا کر کے سوسائٹی کے امن کو تباہ کر دیا ہے"

آریہ سماج کی سرگرمیاں ہی اس کے لئے ذمہ دار ہیں"

تین ایسے مشہور لیڈروں کی متفقہ رائے کے بعد کہ آریہ سماج نے ملک میں فساد پیدا کیا اور مذہبی جھگڑوں میں بدگوئی کا ناگوار طریق اختیار کیا ہے کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں کہ اس وقت جو آواز آریہ سماج پریس کی طرف سے یا ان کے ہمنواؤں کی طرف سے تعلیم اسلام کے خلاف اٹھائی جا رہی ہے وہ صرف ایک موقعہ دیکھ کر ہندوؤں کے جذبات کو ابھارنے کے لئے ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہوگا کہ ملک کا امن اور بھی زیادہ تباہ ہو۔ اس لئے ہم اپنے ہندو اہل وطن سے یہ التجا کرتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا فی الواقع اسلام کی تعلیم ایسی ہی خطرناک ہے جیسی آریہ سماجی اخبارات ظاہر کر رہے ہیں۔ اور کیا بجائے اس کے کہ اس تعلیم پر غور کر کے مسلمانوں سے محبت اور اتفاق کی بنیاد رکھی جائے اس کی طرف سے بغض اور کینہ دل میں رکھ کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے؟ وہ اس بات کو بھی اچھی طرح سوچ لیں کہ آخر یہی اسلام کی تعلیم آریہ سماج کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ہندوستان میں موجود تھی۔ پھر کیوں اس قدر فساد نہ ہوتا تھا۔ یہی تعلیم آج افغانستان میں موجود ہے۔ وہاں کیوں ہندوؤں کو قتل نہیں کیا جاتا؟

اسلام کی تعلیم

اخبار پرکاش لکھتا ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ:-

"کافروں کے قتل سے بہشت کا دروازہ قاتلوں پر کھل جاتا ہے"

کیا ہمارے ہندو دوست اتنا بھی غور نہیں کر سکتے کہ اگر اسلام کی یہ تعلیم ہوتی تو جہاں جہاں مسلمان حکومتیں قائم ہوئی تھیں وہاں غیر مسلموں کا وجود کس طرح باقی رہ سکتا تھا۔ حالانکہ کوئی اسلامی ملک نہ پاؤ گے جہاں باوجود مسلمانوں کی صدیوں کی حکومت کے دوسرے مذاہب کے لوگ موجود نہ ہوں۔ خود ہندوستان کے پایہ تخت دہلی کو لو جس کے ارد گرد اس وقت بھی آٹھ حصہ ہندو آبادی ہے اور ایک حصہ مسلمان۔ اگر تعلیم اسلام وہی ہوتی جو پرکاش لکھتا ہے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس قدر کثیر حصہ آبادی کا عین پایہ تخت کے نواح میں ہندو رہتا۔ میں اپنے ہندو دوستوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ محض جھوٹ ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ غیر مسلم کے قتل سے انسان بہشت پا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ اسلام نے جس طرح مسلم کا خون ناحق گرانے سے روکا ہے اسی طرح غیر مسلم کا خون ناحق گرانے سے روکا ہے۔ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا میں قتل مسلم کا ذکر نہیں بلکہ قتل انسان کا ذکر ہے یعنی کسی انسان کا بھی قتل کرنا گویا ایسا ہے کہ سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ کاش کوئی آیت قرآنی پیش کی جاتی یا کوئی حدیث صحیح پیش کی جاتی کہ کافر کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ بلا سند ایسی بات کہہ دینا جس سے طبائع میں اشتعال پیدا ہو ملک کے امن میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کب تک آریہ سماجی اخبارات اس خطرناک طرز عمل کو اس طرح دلیری سے اختیار کرتے چلے جائیں گے۔ جب مسلمان بلند آواز سے کہہ رہے ہیں کہ اس شخص کا قتل بھی ان کے نزدیک جائز نہ تھا جو مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیرنے کا کام کر رہا تھا۔ جو دین اسلام کی تعلیم کو مٹانا چاہتا تھا۔ تو پھر بھی یہی راگ گاتے جانا کہ اسلام ہر غیر مسلم کے قتل کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسے موجب ثواب ٹھہراتا ہے۔ ملک اور قوم کے ساتھ دشمنی کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ اس مذہب پر جبر کا الزام دیا جاتا ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے آخر یہ اصول قائم کیا کہ مذہب میں جبر کوئی نہیں۔ قرآن شریف با آواز بلند کہتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ مذہب میں جبر کوئی نہیں۔ اور صاف فرماتا ہے من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ جو چاہتا ہے ایمان لائے جو چاہتا ہے انکار کرے۔ اس قدر صراحت کے بعد یہ کہنا کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ غیر مسلم کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے سچائی کا خون کرنا ہے رہا یہ کہ قرآن شریف میں جنگ کے احکام پائے جاتے ہیں تو یہ درست ہے مگر لڑائی کی ابتدا مسلمانوں نے نہیں کی اور اس پر قرآن شریف اور تاریخ اسلام دونوں کھلے گواہ ہیں۔ حالات یہ تھے کہ مسلمانوں کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں جان سے مارا جاتا تھا۔ پہلے کچھ لوگ بھاگ کر حبش میں چلے گئے۔ پھر کچھ مدت بعد جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے . . . . . میں چلے گئے۔ مگر

ان الفاظ میں ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق۔ ان لوگوں کو جنگ کرنے کی، اجازت دی جاتی ہے جن کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو مدد دینے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ پس مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت اس وقت دی گئی جب دشمنوں نے پہلے ان کو گھروں سے نکالا اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ پھر اس پر بھی نہ چھوڑا بلکہ ان پر چڑھائی کی۔ اور جنگ کر کے ان کے وجود کو مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تب مسلمانوں کو اجازت ہوئی کہ اپنی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ اور قرآن شریف نے جنگ کے حکم کو بھی صاف الفاظ میں محدود کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور اس حد سے آگے نہ بڑھو۔ اور تاریخ کی کھلی کھلی شہادت موجود ہے کہ پہلی تینوں لڑائیاں جو مسلمانوں کو کرنی پڑیں وہ تینوں مدینہ پر تھیں یعنی دشمن پورے تین سو میل سے چڑھ کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تب مسلمان اپنی حفاظت کے لئے باہر نکلے۔ اور قرآن شریف میں کافروں کو قتل کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ ہاں دین، ملک، اور قوم کی حفاظت کا حکم ہے۔ کہ جب دوسرے تمہیں تباہ کرنا چاہیں اور اس غرض کے لئے تلوار لے کر نکلیں تو تم بھی تلوار لے کر ان کا مقابلہ کرو۔ بلا شبہ ایک وقت آتا ہے کہ تلوار چلانا ہر ایک انسان کا فرض ہو جاتا ہے لیکن وہ وہی وقت ہوتا ہے جب اپنی حفاظت اس کے سوا وہ نہ کر سکتا ہو۔ یہی صورت اسلام کے لئے پیدا ہو گئی تھی اور مسلمانوں نے بلا شبہ تلوار کو بڑے زور سے چلایا اور کبھی بزدلی نہیں دکھائی۔ نہ جان دینے وقت کانپے۔ مگر صرف ان دشمنوں کے مقابل جو تلوار سے انہیں تباہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے سے دگنے تگنے دس گنے تک زبردست دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ گو چونکہ دشمن ناحق پر لڑتے تھے اور یہ حق پر لڑتے تھے۔ اس لئے ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے۔ کیونکہ حق کی طاقت خدا کی نصرت کے رنگ میں ان کے ساتھ تھی۔ اگر اس وقت مسلمان نہ لڑتے تو ان کا وجود دنیا سے مٹا دیا جاتا اور وہ اسی قابل ہوتے کہ مٹا دیئے جاتے۔ اگر وہ اپنی جانوں کو مذہب اور قوم اور ملک کی حفاظت کے لئے قربان نہ کرتے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں کسی کافر کو قتل کرنے کی اجازت یا حکم نہیں، صرف لڑائی کی حالت میں اور لڑائی بھی وہ جس کی ابتدا دشمن کی طرف سے ہو، خون گرانے کی اجازت ہے مگر اس کے ساتھ یہ حکم ہے کہ دشمن اگر صلح کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو صلح کر لو۔

محبت کا مذہب

اگر تلوار دین اسلام کو پھیلانے کے لئے ہوتی تو کافروں اور مشرکوں سے صلح کا حکم کیوں ہوتا۔ افسوس ہے کہ اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی تدبر سے کام نہیں لیتے۔ اور واقعات کو پس پشت پھینک کر محض اسلام کو بدنام کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی شخص ایک بھی واقعہ پیش نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کو جبر مسلمان کیا گیا ہو۔ اور ہو کس طرح سکتا تھا جب صاف اعلان کیا جا چکا تھا کہ مذہب میں جبر کوئی نہ ہوگا۔ اور اسلام کی تو تعلیم ہی ایسی ہے جو دنیا میں صلح اور محبت کو پھیلاتی ہے۔ اور تمام مذاہب کو محبت کے ساتھ رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس سے بڑھ کر صلح کی بنیاد کیا رکھی جا سکتی تھی کہ قرآن شریف نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ مسلمان وہ ہے جو دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اتارا گیا اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور پھر فرمایا ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی نہیں آئے۔ ولکل قوم ھاد ہر قوم میں ہادی گزرا ہے لکل امۃ رسول ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے۔ ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ہر قوم کو ہم نے ایک شریعت اور ایک طریقہ دیا۔ کیا اس سے بہتر کوئی اصول دنیا میں آشتی اور محبت کا پیدا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو تو چارو ناچار یہ ماننے کہ جس طرح عرب میں اور شام میں نبی ہوئے اسی طرح ایران ہندوستان چین میں بھی نبی ہوئے۔ کیونکہ اس کی الہامی کتاب کہتی ہے کہ کوئی قوم نہیں جس میں نبی نہ آیا ہو کاش ہمارے ہندو دوست بھی پیغام قرآنی پر قدم آگے بڑھاتے۔ اور جب انہیں یہ محبت کا پیغام دیا گیا تھا کہ ہم تمہاری قوم میں بھی نبیوں کا آنا مانتے ہیں اور تمہارے

ہے ہم بھی اسی طرح اس کے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ اور اس انسان کو جو نسل انسانی پر اتنا بڑا احسان کرتا ہے کہ سب میں محبت اور صلح کی بنیاد رکھتا ہے خدا کا پیغمبر ماننے میں ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ تعجب آتا ہے جب ہمارے ہندو اہل وطن اس بات پر چڑھ جاتے ہیں کہ ہمیں اسلام قبول کرنے کی کیوں دعوت دی جاتی ہے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اسلام قبول کرنے سے ان کا بگڑتا کیا ہے۔ اگر وہ پہلے رامچندر جی اور کرشن جی کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں تو اسلام انہیں یہ نہیں کہتا کہ تم انہیں چھوڑ دو بلکہ صرف ان کے اندر یہ وسعت قلبی پیدا کرتا ہے کہ جس طرح اپنے بزرگوں کو مانتے ہو اسی طرح یہودیوں عیسائیوں زردشتیوں بدھ مذہب والوں کے بزرگوں کو سب سے آخر اس پاک پیغمبر کو مانو جس نے اتنی بڑی سچائی کو دنیا پر ظاہر کیا۔ اور افسوس ہوتا ہے جب بجائے اس کے کہ اس احسان کے سامنے ان کے سر جھکتے ایک فریق نے آج اٹھ کر اسی بات کو فخر سمجھ رکھا ہے کہ اس پاک انسان کو برا کہا جائے اور گالیاں دی جائیں اور اسلام کی محبت بھری تعلیم کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالی جائے میں اپنے ہندو اہل وطن سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ان غلط خیالات کو دل سے نکال کر اسلام کی اصل تعلیم پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ اس سے کس قدر دنیا میں محبت و آشتی پیدا ہوتی ہے۔ اور لفظ اسلام کے تو معنے ہی صلح و آشتی کے ہیں۔ کاش کوئی غور کرنے والا ہوتا۔

پیشگوئی

بعض اخبارات نے اس بات سے بھی لوگوں کو اکسانا چاہا ہے کہ احمدی جماعت کے لوگ شردھانند جی کے قتل پر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔ اور انہیں ہندوؤں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ یہ بھی محض انہی جوشیلے اخبار نویسوں کی مہربانی ہے۔ جن کی غرض سوائے اشتعال پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ احمدی یہ کہتے ہیں کہ ان کے پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پیشگوئی جو آج سے تینتیس سال پیشتر کی گئی تھی پوری ہوئی۔ اور اس لئے اسے وہ اسلام کی سچائی اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان قرار دیتے ہیں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ خوشی کے شادیانے بجاتے اور مسلمانوں کو اکساتے ہیں محض شرارت ہے۔ پیشگوئی کے معنے تو صرف اس قدر ہیں کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش از وقت خبر دے دی جاتی ہے کہ فلاں واقعہ یوں ہوگا۔ اور جب وہ بعینہٖ اسی طرح ظہور پذیر ہو جاتا ہے تو اس شخص کی صداقت پر اور ان اصول کی سچائی پر جن کی حمایت کے لئے وہ کھڑا ہوتا ہے وہ ایک گواہ ہو جاتا ہے جسے نشان کہا جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں خدا پر ایمان بڑھتا ہے کیونکہ انسان کی طاقت میں نہیں ہوتا کہ اس طرح پیش از وقت خبریں دیدے۔ اور پھر وہ واقعات اسی طرح ظہور پذیر ہوں اس سے نہ خوشی کو کوئی تعلق ہے نہ غم کو۔ ہاں اگر وہ واقعہ ایسا ہے جس سے خوشی یا غم ہو تو وہ علیحدہ امر ہے۔ واقعات تو صرف اس قدر ہیں کہ آج سے ۳۴ سال پیشتر حضرت مرزا صاحب نے اپنا ایک کشف اپنی کتاب کرامات الصادقین میں ۱۸۹۳ء میں شائع کیا۔ کہ پنڈت لیکھرام اور ایک اور آریہ سماجی لیڈر کی (جس کا نام آپ کو نہیں بتایا گیا) بذریعہ قتل واقع ہوگی اور پنڈت لیکھرام کے متعلق مزید یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ وہ چھ سال کے اندر مارا جائیگا۔ چنانچہ ٹھیک اس پیشگوئی کے مطابق مارچ ۱۸۹۷ء میں پنڈت لیکھرام مارا گیا اور حضرت مرزا صاحب نے اس وقت اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو اپنی صداقت اور اسلام کی سچائی پر ایک نشان کے طور پر بیان کیا اور بعد میں پھر ہمیشہ اسے اس بات کی تائید میں پیش کرتے رہے کہ اللہ تعالےٰ آپ سے کلام کرتا ہے۔ اور جس طرح گزشتہ زمانہ میں سب اہل مذاہب اس کا کلام کرنا مانتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی کلام کرتا ہے اور غیب کی خبریں اپنے برگزیدہ بندوں پر ظاہر کرتا ہے۔ اور کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا ثبوت اب صرف اسلام میں رہ گیا ہے۔ اور دیگر مذاہب اس سے خالی ہیں۔ اس واقعہ کے کوئی دس سال بعد آپ نے ایک کتاب حقیقۃ الوحی لکھی جس میں اسی قسم کے اپنے بہت سے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے لیکھرام والی پیشگوئی کا پھر ذکر کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس دوسرے آدمی کا نام جس کی موت بذریعہ قتل واقع ہونے کی ۱۸۹۳ء میں خبر دی گئی تھی اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پنڈت لیکھرام کا ہمرنگ ہی ہوگا یعنی آریہ سماج نے جو غلط راستہ دوسرے مذاہب سے اور بالخصوص اسلام سے نفرت پیدا کرنے کا اختیار کیا ہے۔ اور جس میں لیکھرام نے خاص امتیاز حاصل کیا تھا۔ دوسرا آریہ سماجی لیڈر بھی اس غلط رستہ پر چلنے میں اسی طرح ممتاز ہوگا۔

ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ یا آپ کی سچائی کا نشان ظاہر ہوا۔ یا اس سے اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس میں نہ کسی خوشی کا اظہار ہے نہ کسی کو اکسانے کی طرف اسے کچھ نسبت دی جاسکتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہی ایک پیشگوئی نہ تھی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں تھیں۔ یہی جنگ عظیم جو ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی۔ اس کی پیشگوئی کھلے اور واضح الفاظ میں حضرت مرزا صاحب نے کئی سال پیشتر کی تھی۔ ؎

"نالیاں خون کی چلیں گی جیسے آب رود بار"

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار"

اور اس جنگ عظیم کے وقوع پر احمدیوں نے یہ کہا کہ ان کے پیشوا کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی تو کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے دنیا میں خون ہوتے دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجائے؟ یا وہ بھی جرمنوں اور روسیوں اور انگریزوں کو اکسانے والے تھے کہ خوب باہم جنگ کرو؟ پھر مشہور تقسیم بنگال کے وقت آپ نے ذیل کی پیشگوئی فروری ۱۹۰۶ء میں شایع کی "پہلے بنگالہ کے متعلق جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی" اور یہ وہ وقت تھا جب بنگالیوں کی شورش پر گورنمنٹ اپنے پہلے حکم تقسیم میں ترمیم کرنے سے انکار کر چکی تھی۔ مگر پانچ چھ سال بعد یہ الفاظ اسی طرح پورے ہوئے اور اہل بنگال کی دلجوئی کرتے ہوئے حکم تقسیم منسوخ ہوا اور احمدیوں نے کہا کہ ان کے پیشوا کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ تقسیم بنگال کے منسوخ ہونے سے احمدی خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں حالانکہ اس منسوخی سے تو مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچا۔ اور اس میں احمدی بھی شریک ہیں۔ دور کیوں جائیں حضرت مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی کو اٹھا کر دیکھو جس میں اسی قسم کے نشانوں اور پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ اس میں کیا دیکھو گے کہ کہیں اپنے والد مرحوم کی وفات کو ایک نشان لکھا ہے۔ کہیں اپنے بھائی کی وفات کو ایک نشان لکھا ہے کہیں اپنے بیٹے کی وفات کو ایک نشان لکھا ہے۔ کہیں اپنے عزیز ترین دوست مولوی عبد الکریم مرحوم کی وفات کو ایک نشان لکھا ہے۔ کیونکہ ان کے متعلق آپ کو بتایا گیا تھا کہ ۴۷ سال کی عمر میں کفن میں پیٹے گئے۔ کہیں کابل میں اپنے دو مریدوں کے سنگسار کئے جانے کو ایک نشان لکھا ہے "شاتان تذبحان" احمدیوں کے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کی اپنی وفات بھی ان کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ اس کے متعلق بھی آپ نے پیش از وقت خبر دی تھی۔ تو کیا ان اپنے ہی عزیزوں اور دوستوں کی وفات کو نشان قرار دے کر حضرت مرزا صاحب نے کسی خوشی کا اظہار کیا تھا؟ کسی کو اکسایا تھا؟ ایسی ہی یہاں حالت ہے۔ اصل مقصود صرف ایک امر واقع کا اظہار ہے۔ کہ آپ نے جو خبر ۳۴ سال پیشتر دی تھی وہ آج پوری ہوئی۔ اور کہ اس طرح اس خبر کے پورا ہونے سے اسلام کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے پیروؤں سے آج بھی ہم کلام ہوتا ہے۔

صدر جمعیۃ العلما کا فتوےٰ

اس بات کے متعلق کہ اسلام کی تعلیم یہ ہرگز نہیں کہ جو شخص غیر مسلم کو قتل کرے وہ سیدھا بہشت میں چلا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث سے ہم اور ثبوت دے چکے ہیں۔ اگر کسی مسلمان نے اس کے خلاف کیا ہو یا کہا ہو تو وہ خلاف تعلیم اسلام ہے۔ یہاں ہم مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلما کی وہ تحریر نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھی ہے۔ آریہ سماجی یہ کہا کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم میں جبر کا نہ ہونا صرف احمدیوں کا خیال ہے پرانے علما اس کے قائل نہیں۔ مگر ذیل کی تحریر جو مولوی کفایت اللہ صاحب کے قلم سے نکلی ہے اس کی تردید کرتی ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ ضرور ہے کہ اسلامی عقائد پر یقین نہ کرنے کی وجہ سے اسلام کی اصطلاح اور تعبیر کے بموجب سوامی جی کافر تھے۔ مگر میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان قوم کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ کوئی مسلمان سوامی جی کو محض اس بنا پر قتل کر دینے کا ارادہ رکھتا ہو کہ سوامی جی کافر ہیں اور اس کا یہ عقیدہ ہو کہ کسی کافر کو قتل کر دینے سے قاتل سیدھا بہشت میں چلا جاتا ہے مجھے افسوس ہے کہ بعض ہندو اخبارات اس واقعہ کے سلسلے میں غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مسلمانوں [illegible]

ہندوستان

— بہت سے سیاسی ہندو لیڈروں کے دستخطوں سے ایک اپیل شایع کی گئی ہے۔ جس میں سوامی شردھانند کی یادگار قایم کرنے کے لئے دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کی درخواست کی گئی ہے اس میں سے نصف رقم اچھوت ادھار پر اور باقی نصف شدھی اور سنگٹھن پر صرف ہوگی۔ پچاس ہزار روپیہ صرف ایک ہی روز میں کلکتہ میں جمع ہو گیا۔

— ملک فیروز خاں نون۔ سردار جگندر سنگھ اور منوہر لال بیرسٹر ایٹ لا صوبہ پنجاب کے وزرا مقرر کئے گئے۔ ان کے شعبوں کا اعلان ابھی نہیں کیا گیا۔

— کلکتہ سے دہلی۔ بمبئی اور لاہور تک ٹیلیفون کا جدید سلسلہ مکمل ہو گیا ہے۔

— زراعتی کمیشن اپریل کے شروع میں شہادتیں لینے کی غرض سے، اور رپورٹ تیار کرنے کے لئے انگلستان جائیگا۔

— آئندہ کنبھ کے میلہ پر ہندو مہا سبھا شدھی اور سنگٹھن کے لئے سنیاسیوں اور سادھوؤں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

— ہندو مہا سبھا نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام ہندو ۹ر جنوری کو سوامی شردھانند کی یادگار منائیں۔

— بڑے دن کی تعطیلات میں دہلی میں مسلم تعلیمی کانفرنس، مسلم لیگ، تبلیغ کانفرنس اور سندھ سندھ کانفرنس کے اجلاس منعقد ہوئے اور بہت سی تجاویز منظور ہوئیں۔

— دہلی کے ہندوؤں نے پولیس کو دس ہزار روپیہ اس لئے پیش کیا ہے کہ یہ رقم اس شخص کو دی جائے جو اس سازش کا پتہ لگائے جو سوامی شردھانند کے قتل کا باعث ہوئی ہے۔

— ملک معظم نے اس تجویز کو منظور فرما لیا ہے کہ ہندوستان کے جدید پایہ تخت کا نام "نئی دہلی" رکھا جائے۔

— علامہ اقبال کے پیام مشرق کا ترجمہ جرمنی کے ایک نابغ نظر شاعر ہانس مائنکے نے جرمنی زبان میں شروع کر دیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس وقت تک پندرہ متفرق نظموں کا ترجمہ ہو چکا ہے جس کا ایک نسخہ فاضل مترجم نے اپنے ہاتھ سے چمڑے کے کاغذ پر لکھ کر نذرًا و تحفۃً علامہ اقبال کی خدمت میں بھیجا ہے۔

— مقدمہ رنگیلا رسول ۳ر اور ۴ر جنوری کو مسٹر فیلپس کی عدالت میں پیش ہوا۔ وکلا کی بحث ختم ہو گئی ہے۔ ۱۸ر جنوری کو فیصلہ سنایا جائے گا۔

ممالک خارجہ

— اخبار "اوریان" سے معلوم ہوا ہے کہ ایک فرانسیسی افسر نے جو سلطان پاشا الاطرش کے پاس قید ہے اپنے ایک دوست کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ پاشائے موصوف ہمارے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کر رہے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ فرانسیسی اس افسر کو ایک دروزی قیدی کے تبادلہ میں رہا کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

— فرانسیسیوں نے ایک ترکی اخبار "جونک سوزی" کا داخلہ علاقہ شام میں بند کر دیا ہے۔

— شام سے تین وفد مرتب ہوئے ہیں۔ جو ساری دنیا کا دورہ کر کے مصیبت زدگان شام کی امداد کے لئے جمع کریں گے۔ ان میں ایک وفد عراق، سواحل خلیج فارس، اور حضرموت کا دورہ کرے گا۔ دوسرا ہندوستان ایران اور افغانستان پہنچے گا۔ اور تیسرا امریکہ جائے گا۔

مصر سے مصیبت زدگان شام کی امداد کی دوسری قسط روانہ ہوئی ہے جس کی مقدار ۷۰۰ پاؤنڈ اور ۴۹ قرش تھی۔

— معلوم ہوا ہے کہ حکومت برطانیہ نے ان عثمانی شہروں کی رعایا کی امداد کے لئے جو جنگ عظیم میں تباہ ہوئے دس لاکھ پاؤنڈ کی رقم کی منظوری دی ہے۔

— ترکی میں تیس ولایتیں ہیں ان ولایتوں سے چندہ جمع کر کے تیس ہوائی جہاز خریدے گئے ہیں۔ اور ہر جہاز اس ولایت کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جس کے چندہ سے وہ خریدا گیا۔

— ترک اہل قلم اس کوشش میں ہیں کہ ترکی کی بہترین تصنیفات کا [illegible]

پشاور سے راس کماری تک

ملک کے ہر حصہ میں ہزاروں آدمی یہ معلوم کرنے کے لئے بیقرار ہیں امریکن میڈیسن کمپنی نے طاقت مردی کے لئے جو عجیب الاثر دوائی گولڈین کے نام سے ایجاد کی ہے اور جس کے حیرت انگیز فوائد نے ساری دنیا کو محو حیرت کر دیا ہے وہ کہاں سے مل سکتی ہے لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم نے پبلک کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کو دیکھ کر ہندوستان بھر کے لئے سول ایجنسی لے لی ہے اور اب یہ عجیب و غریب دوا ہمارے کارخانہ سے مل سکتی ہے۔

جن لوگوں کو اب تک اس جادو اثر دوائی کے حالات معلوم نہیں ہیں اور وہ ہندوستان کے دیسی اشتہار بازوں کی خطرناک زہریلی دواؤں میں استعمال کر کے اپنی دولت اور زندگی برباد کر رہے ہیں ان کی واقفیت کے لئے اس کے مختصر حالات درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱) گولڈین اس زمانہ کی ایک قابل فخر ایجاد ہے اور دنیا بھر میں قوت کی لاثانی دوا ثابت ہوئی ہے۔

(۲) اس کو زمانہ حال کے شہرہ آفاق ڈاکٹروں، سائنسدانوں اور طبی ماہرین نے قریباً سو سال کی تحقیقات اور مسلسل تجربات کے بعد شائع کیا ہے۔

(۳) امریکن میڈیسن کمپنی نے اس نسخہ کی تجویز و تحقیق پر کثیر التعداد روپیہ خرچ کیا ہے اور مارکیٹ میں لانے سے پیشتر مختلف قسم کے تین ہزار مریضوں پر تجربہ کیا ہے۔

(۴) اس دوائی میں ڈامیانہ، نکس وامیکا، یوہمین، اکسٹرکٹ کوکا، فاسفورس، جوہر فولاد، اکثر دیگر کشتہ سونا، انگریزی خوف، مروارید، عنبر، جدوار، کستوری جیسی اکسیر چیزوں کے علاوہ بعض نہایت ہی زبردست طاقتور والے نباتاتی اجزا شامل ہیں جن کا اظہار اصول تجارت کے خلاف ہے۔

(۵) اس کے استعمال سے تمام مردانہ بیماریاں جڑ سے دور ہو جاتی ہیں بچپن کی بے اعتدالیوں اور بڑھاپے کی کمزوریوں کی وجہ سے ضائع شدہ قوت نہایت حیرت انگیز تیزی سے واپس آجاتی ہے معدہ قوی جسم مضبوط، چہرہ خوش رنگ اور دماغ روشن ہو کر طبیعت میں ایک عجیب قسم کی فرحت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۶) اس عجیب و غریب چیز کی پہلی خوراک ہی اپنا اثر دکھاتی ہے جسم میں نئی زندگی پیدا کر دیتی ہے اور تیس دن کے بعد حالت بالکل بدل جاتی ہے۔

(۷) ایک شیشی کی قیمت صرف چار روپے ہے۔ لیکن چونکہ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی بہت تھوڑی شیشیاں آئی ہیں اور جو لوگ گزشتہ سال سٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے محروم رہ گئے تھے ان کے آرڈر بکثرت آ رہے ہیں اس لئے جلد منگا لیجئے۔ ورنہ مال ختم ہو جانے پر ایک شیشی پچاس روپے میں بھی نہ مل سکے گی۔

سول ایجنٹ

جنرل منیجر سٹار ڈپیری ۱۹ چیمبرلین روڈ لاہور

پیغام اتحاد حصہ اول

ایک نہایت عجیب و غریب اور حیرت انگیز علمی اخلاقی سوشیل اور صوفیانہ کتاب ہے، ابھی چھپی ہے

قوموں کا اتحاد و اتفاق زبان کے ایک ہونے پر قائم ہے، نیک کاموں کے لئے کتاب وقف ہے نہایت عجیب لسانی تحقیقات جن باتوں کے معلوم کرنے میں یورپ کے ماہرین محققین علم الالسنہ قاصر تھے اس کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ دنیا بھر کے علماء و فضلا کو دعوت چیلنج، قدیم زبان سنسکرت کو نہ صرف انڈو یورپین زبانوں کا منبع بلکہ تمام عبرانی وغیرہ زبانوں کا بھی ماخذ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف علمی و اخلاقی اسرار کا خزینہ ہے بلکہ سوشیل امور و روحانی رموز کا گنجینہ ہے۔ ایک غیر مسلم کے قلم سے لکھی ہوئی کتاب، اگر ایک لفظ بھی پاک رسول کی شان کے خلاف نکال کر دکھا دیں تو فوراً ایک ہزار کتاب آگ کی نذر کر دی جائے گی۔ یہ کتاب حقیقت میں جناب تقدس مآب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم (قربان ہو جاؤں میں ان کے پاک قدموں پر) کے پیغام صلح کی جزوی تکمیل ضرور ہے اگرچہ صداقت و حقیقت کا بے باکانہ اظہار کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی عالم میری لسانی تحقیقات کو غلط ثابت کر دے تو کتاب کی اشاعت قطعاً بند سنہری جلد قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ ایک ہندوستانی بھائی کی حوصلہ افزائی مناسب ہے۔ دوسرا حصہ اور زیادہ دلچسپ ہوگا۔ ایک کلمہ بھی پاک شخصیتوں کی شان کے خلاف نہیں۔ منگانے کے پتے:۔

(۱) شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ (۲) مسیرز عطر چند کپور انارکلی لاہور (۳) منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

المشتہر بنی نوع انسان کا خادم چمن دت بی اے ممبر انڈین سٹاف چیفس کالج لاہور

اخبار نصرت فیروز پور شہر

یہ قومی، اخلاقی، سیاسی اور وقتی مجموعہ ضرورتوں کے مضامین کا ذخیرہ قوم اور ملک کا سچا خادم، گورنمنٹ کا سچا مشیر، راستی، آزادی اور حب وطن کا میگزین لطائف ظرائف کا موجد۔ نہایت آب و تاب کے ساتھ صاف اور خوشخط شہر فیروز پور پنجاب سے شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ للعہ۔ نمونہ کا پرچہ مفت خریداری منظور ہو تو معہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں یا بذریعہ وی پی للعہ وصول کرنے کی اجازت دیجئے۔ **منیجر اخبار نصرت فیروز پور شہر**

ہندوستان بھر میں سب سے سستا دلچسپ اور مفید

رسالہ "راز و نیاز"

ترقی کی علمی تدابیر بتانے والا بیش بہا دینی، دنیوی، علمی، ادبی، اخلاقی مضامین پیش کرنے والا ماہوار رسالہ چندہ سالانہ صرف

منیجر رسالہ راز و نیاز دہلی

ملک کا خیر خواہ اسلام کا سچا خادم اور کشمیری قوم کا حقیقی ترجمان

اخبار کشمیری امرتسر

جو ہر انگریزی مہینہ کی ۷۔ ۱۴۔ ۲۱۔ ۲۸ تاریخ کو پنجاب کے مشہور شہر امرتسر سے دیدہ زیب طباعت اور دل آویز مضامین کی قابل قدر دلچسپی کے ساتھ بکمال آب و تاب شائع ہوتا ہے۔ جس میں کشمیری حالات اور کشمیری قوم کی اصلاح و فلاح کے مسائل پر گفتگو کرنے کے علاوہ اسلامی ہندوستان و دنیائے اسلام کے معاملات موجودہ الوقت پر نقد و نظر اور سیاسیات ہند پر نہایت آزادانہ بحث و تمحیص کی جاتی ہے۔

کشمیری کو ہر درجہ و طبقہ اور ہر مذاق کے لوگوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ معاصرین نے اس کی نسبت قابل قدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کشمیری اپنی عدیم النظیر خوبیوں کی بدولت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی بکثرت جاتا ہے۔ اگر آپ کو کسی بہترین وسیع النظر اور صائب الرائے اخبار کی ضرورت ہو تو اسے ضرور منگوائیے۔ کشمیری میں تجارت پیشہ اصحاب کے لئے اشتہار دینا از حد مفید ہے کیونکہ کشمیری ملک کے ہر حصہ اور کونہ کونہ میں جاتا ہے۔

قیمت سالانہ للعہ ششماہی ؏ (ڈھائی روپے)

منیجر اخبار کشمیری، امرتسر

ایک نظر ادھر بھی

کشمیر کی مشہور پیداوار ہم سے منگائیے اور دیکھئے کہ آپکو کتنا فائدہ ہوگا۔ خالص اونی کشمیری آرٹش اور بسکلج لوٹے کے طرز کا بہت عمدہ نو روپے فی سو پیس دو روپے گز

زعفران درجہ اول تین روپے فی تولہ خالص

بنفشہ فی سیر تین روپے بارہ آنے علاوہ محصول وغیرہ

منور جو اینڈ سنز امیرا کدل سرینگر کشمیر

حکیم تلسی پرشاد اگروال کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ

بال جیون گھٹی

بچوں کی ہر ایک بیماری کی مشہور و معروف دوا ہے ... جو بچے اسکے پیتے ہیں موٹے تازے طاقتور ہو جاتے ہیں میٹھا ہونے سے سب بچے اسکو خوش ہو کر پی لیتے ہیں بازار میں سوداگروں سے خرید و اگر نہ ملے تو ... قیمت فی شیشی ... محصول ... حکیم تلسی پرشاد اگروال ...

ہر بیماری کا علاج خود کرلو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب ... کریں گے وہ اپنی و دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج ... کرنے کے قابل بن جائیں گے اور اگر وہ چاہیں گے تو اسکے ذریعہ ... کمانے لگیں گے ... ہر بیماری کے ... نایاب ... ہوتے اور ... فائدے دکھلاتے ہیں قیمت ...

ہر چہارشنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور، یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۰ رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۲۷ء | نمبر ۲

کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

(از علامہ اقبال)

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں — امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں!

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں — تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

بادہ آشام نئے بادہ نیا، خم بھی نئے

حرم کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے — ہم سے کب پیار ہے؛ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے

طبع آزاد پہ قید رمضاں بھاری ہے — تمہیں کہدو یہی آئین وفاداری ہے

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں

جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں،

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

کیا نہ بیچوگے جو مل جائیں صنم پتھر کے

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؛

کون ہے تارک آئین رسول مختار؛ — مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار — ہو گئی کس کی نظر طرز سلف سے بیزار

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

بزم احباب

(مرتبہ خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب - لاہور)

تین جرمنوں کا قبول اسلام

جرمنی کے مبلغ مولانا فضل کریم خاں صاحب درانی برلن دارالخلافہ جرمنی سے لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ایک اور سعید روح نے راستی کو پہچانا اور بالآخر قبول اسلام کا اعلان کر دیا - بردلو فرانتسؔ ان کا نام ہے - نوجوان ہیں - گزشتہ مارچ میں ان سے خط و کتابت شروع ہوئی تھی - ان کو اپنا لٹریچر بھی بھیجا گیا - ان کا ارادہ تو فوراً اسلام قبول کر لینے کا تھا - مگر میں نے مناسب سمجھا کہ بغیر پوری واقفیت کے وہ قبول اسلام کا اعلان کر دیں - چنانچہ وہ اس وقت تک غور کرتے رہے ہیں - اور ہماری کتب کا مطالعہ بھی انہوں نے کیا - اور ان کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ تعلیمات اسلام سے وہ واقفیت حاصل کر چکے ہیں - پرسوں وہ میری دعوت پر تشریف لائے - خط و کتابت سے تو وہ معمر معلوم ہوتے تھے - مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ ایک بیست سالہ نوجوان شخص کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا - وہ حقائق اسلام سے متاثر ہو چکے تھے - زیادہ گفتگو کی بھی ضرورت معلوم نہیں ہوئی - میرے دریافت کرنے پر انہوں نے جواب دیا کہ میں اسلام کو تنہا دین حق سمجھتا ہوں - اس پر کلمہ توحید کا اقرار بہت آسان تھا -

جرمن قوم میں تبلیغ اسلام کے راستے میں جو مشکلات ہیں وہ دنیا بھر میں کسی جگہ نہ ہوں گی یہ قوم مادہ پرستی میں ڈوبی ہوئی ہے - جب تک کوئی اس قوم کو نہ دیکھ لے مادہ پرستی کے معنے سمجھ میں آ ہی نہیں سکتے - امریکہ کی مادہ پرستی تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں - پس جب کبھی ایسی سعید روح پہنچ جاتی ہے جو حق و راستی کی متلاشی ہو تو اس کا آنا ایسا ہوتا ہے جیسے اندھیری رات کی ظلمت میں ماہتاب کا نور - اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو استقامت عنایت فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ اس کی توحید کے پیام کو دور دور پہنچاویں آمین - والسلام -

دوسرے مکتوب کا اقتباس

حال میں دو اور نومسلم ہوئے ہیں (۱) ولیم منیر ہمبیر ہمبرگ (۲) فرانس میری ماں بلوٹس اول الذکر سوداگر پیشہ ہیں . . . . دوسری خاتون ہنگری کی رہنے والی ہیں - ہمارے نزدیک ہی رہتی ہیں -

اٹلی

ڈاکٹر ولیری صاحبہ لکھتی ہیں کہ میری طرف سے اپنی انجمن کے صدر کا شکریہ ادا کیجئے - اس خوبصورت تحفہ کا جو انہوں نے مجھے قرآن شریف انگریزی کی صورت میں روانہ فرمایا ہے - مجھے اس کی تفسیر بیحد پسند ہے - پھر اس کی خوبصورت جلد نے اس پر اور چار چاند لگا دیئے - عربی متن کو ترجمہ کے ساتھ رکھنے میں جس قدر محنت اور کوشش کی گئی ہے وہ قابل داد ہے - کتب خانہ وزارت نے اسے بیحد پسند فرمایا - اور مجھے ایک کاپی منگوا دینے کا ارشاد کیا - ان کا پتہ ارسال ہے - اس پتہ پر قرآن مجید جلد روانہ فرما دیجئے - نہایت حفاظت سے اسے بند کیجئے - تاکہ جلد خراب نہ ہو جائے - مجھے آپ کا خط دوبارہ پڑھنے پر معلوم کر کے دلی ۔۔۔ کہ آپ ایسے لوگوں کے پتے نہ بھیج سکی جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں - سو اب ان کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح
لاہور

جلد ۱۵ ، رجب المرجب ۱۳۴۵ھ نمبر ۲

مسلمانوں سے ایک تلخ سوال

زندہ رہنا چاہتے ہو یا نہیں ؟

شدھی کا خوفناک حملہ

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمھیں پاس نہیں

سوامی شردھانند جی کے قتل سے ہندوؤں کے اندر جو ہیجان رونما ہوا ہے وہ نہایت خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ بعض چالاک آریہ اس افسوسناک واقعہ کو آلہ کار بنا کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں ہی کو بدنام کر رہے ہیں بلکہ اس سے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کو ترقی دینے کا بھی سامان پیدا کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کے اندر جو لہر پیدا ہوئی ہے اس کی قوت کا اندازہ اگر لگانا ہو تو ان اقوال کو پڑھو جو اس وقت ہندوؤں کے قلم و زبان سے نکل رہے ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالوی فرماتے ہیں کہ :-

(۱) " میں یقین رکھتا ہوں کہ اس شہادت سے ہندو جاتی سوامی جی کے کام کو زیادہ زور سے انجام دے گی " (پرتاپ)

مسٹر برلا کہتے ہیں :-

(۲) " اب یہ ہندوؤں کا فرض ہے کہ سوامی جی کے غیر مکمل کام کو ختم کریں "

ڈاکٹر ستدلال بیرسٹر کا خیال ہے :-

(۳) " آپ کی شہادت آپ کے مشن پورا کرنے کو ہزاروں آدمی پیدا کر دے گی "

مسٹر جیکر کانگرسی لیڈر کا ارشاد ہے :-

(۴) " میں بزور کہونگا کہ وہ (ہندو) اپنے اس کام (شدھی) کو باقاعدہ شروع رکھیں "

سوامی گنیش دت (سناتنی لیڈر) کی تلقین ہے :-

(۵) " سوامی جی کے مقصد زندگی یعنی اچھوت ادھار اور سنگٹھن پر ڈٹے رہیں "

راجہ نریندر ناتھ صاحب کا وثوق :-

(۶) " جس اعلےٰ کام کے لئے سوامی جی کی شہادت ہوئی ہے وہ اب اور بھی چمکے گا "

مہاتما ہنسراج کا دعویٰ :-

(۷) " قاتل نے یہ غلط خیال کیا کہ شری سوامی جی کی زندگی کے خاتمہ پر شری سوامی کا مشن بند ہو جائے گا ان کی شہادت سے ان کا مشن پہلے سے بھی پھلے پھولے گا "

پنڈت ٹھاکر دت کا حکم :-

(۸) " ان کے چلائے ہوئے کام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دو "

پروفیسر گلشن رائے کی گل فشانی :-

(۹) ان کے قتل سے ان کے چلائے ہوئے کام بند نہ ہوں گے بلکہ شدھی کا کام ہندو سنگٹھن کا کام خوب ترقی سے ہوتا رہیگا "

لالہ رگھوناتھ سہائے کی حوصلہ افزائی :-

(۱۰) پرماتما نے ان کو شہادت کا موقع دیا جس سے سینکڑوں " شردھانند اس مشن (شدھی) کو پورا کرنے کے لئے پیدا ہوں گے "

(۱۱) " جس کام کے لئے سوامی جی شہید ہوئے آپ اس کام کو جاری رکھو "

لالہ لاجپت رائے کا جوش و خروش :-

(۱۲) " جب تک اس دیش میں ایک بھی آریہ موجود ہے اور جب تک اس کے اندر پراچین آریوں کا خون موجود ہے تب تک جتنے قطرے سوامی جی کے خون کے گرے ہیں اتنے ہی سوامی شردھانند کے بعد دیگرے پیدا ہوں گے "

سوامی ستیہ دیو کا یقین :-

(۱۳) " ایک شردھانند کے خون سے ہزاروں شردھانند ہندو سنگٹھن اور شدھی کے کارکے لئے پیدا ہو جائیں گے "

بھائی پرمانند کا پیغام :-

(۱۴) " جو کام سوامی جی کی زندگی کا مقصد اس پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہو "

این سی کیلکر کی پیشگوئی :-

(۱۵) " شدھی کی تحریک اس وقت تک بند نہ ہو گی جب تک مسلمان دوسروں کو مسلمان بنانا ترک نہ کریں "

آریہ سماج متری نے ہندوؤں سے یہ اپیل کی ہے کہ :-

" ۵ کروڑ روپیہ جمع کر کے ۵ صد شدھی پرچارک ملک میں پھیلائے جائیں "

آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے ۲½ لاکھ روپیہ کا مطالبہ کیا ہے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا ہے :-

" ان شہادتوں سے آریہ سماج دیگر مذاہب کے پیرؤوں کو ویدک دھرم کے دائرہ میں لانے کے کام میں بیش از پیش جوش کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ اور مذکورہ بالا جانکاہ سانحہ کے بواعث مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں میں دھرم پرچار کا خاص انتظام کرے گا "

ہندو مہاسبھا نے شدھی کے لئے دس لاکھ روپیہ فراہم کرنے کی اپیل کی ہے جس پر صرف ایک مارواڑی سیٹھ نے ۲۵ ہزار روپیہ دیا ہے یہ محض باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ عملی کام بھی شروع ہو گیا ہے چنانچہ بھارتیہ ہندو شدھی سبھا آگرہ کا ۳ رجنوری کا حسب ذیل پیغام مورخہ اس دعوے کا بین ثبوت ہے :-

" سوامی شردھانند جی کی شہادت سے ملکانوں کے ہر دل میں بڑا جوش پیدا ہو گیا ہے اور وہ شدھی کے لئے دھڑا دھڑ تیار ہو رہے ہیں۔ مسلمان مبلغین نے موضع ساندھن (ضلع آگرہ) کو اپنا گڑھ (قلعہ) بنا رکھا تھا۔ اسی مقام نے سب سے پہلے ہتھیار ڈالے اور یہاں ۵۲۰ ملکانے شدھ کیے گئے۔ مسلمان مبلغین کی تمام مساعی رائیگاں گئیں شدھی کا کام دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ ملکانے راجپوت ہزاروں کی تعداد میں دن بدن اپنے آپ کو شدھی کے لئے تیار کر رہے ہیں "

مسلمانو! پڑھو اور اپنی غفلت پر ماتم کرو۔ موضع ساندھن وہ قلعہ تھا جو شدھی کے انتہائی خوفناک حملے کے وقت بھی ہر طرح سے محفوظ رہا اور اس میں رہنے والوں نے نہ صرف اپنی ہی حفاظت کی بلکہ گرد و نواح کے بہت سے ملکانہ دیہات کو آریوں کی یورش اور شدھی کی دستبرد سے بچایا۔ لیکن آج وہ تمھاری باہمی خانہ جنگی سے سر ہو گیا۔

یہ سچ ہے کہ آریہ سماج پرچار اور شدھی کا کام پہلے بھی کرتا تھا لیکن اب تو مسلمانوں میں دھرم پرچار کا خاص انتظام " ہو گا۔ جس کے آثار ابھی سے نظر آنے لگے ہیں۔ ساری کی ساری ہندو قوم بیدار ہو گئی ہے۔ بلکہ سرگرم عمل اور مصروف پیکار ہو گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمان سوامی شردھانند کے قتل پر ہمدردی کے ریزولیوشن پاس کر کے ہی بیٹھ رہیں گے یا شدھی کے اس طوفان عظیم سے اپنے بھائیوں کو بچانے کے لئے بھی کچھ کریں گے۔ جو گنگا اور جمنا کے کناروں پر اٹھ چکا ہے۔ اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں عنقریب اٹھنے والا ہے۔ اب سوال تبلیغ اسلام اور شدھی کا نہیں رہا بلکہ موت اور زندگی کا بن گیا ہے۔ تبلیغ زندگی ہے اور شدھی موت۔ اب ہر مسلمان فیصلہ کر لے کہ وہ زندہ رہنا چاہتا ہے یا اپنے آپ کو اپنے بھائیوں کو موت کے منہ میں چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ شدھی ایک خطرناک وبا ہے جو نہایت سرعت سے پھیلتی جا رہی ہے اور کمزور مسلمانوں کو دھڑا دھڑ موت کے گھاٹ اتار رہی ہے مسلمانو! [illegible]

اس کا ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تن من دھن سے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ اس سے تمھارے کمزور بھائیوں کو وہ تقویت حاصل ہوگی کہ شدھی کی وبا ہرگز ان پر قابو نہ پا سکے گی۔

تاریخی سرٹیفکیٹ

آریہ سماج کے کارنامے نمایاں کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے تو اس میں اس کا سب سے بڑا کام یہ نظر آئے گا کہ اس نے ہندوستان کی دو بڑی قوموں کے درمیان اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل کر دی۔ آریہ سماج سے پہلے ملک کی کیا حالت تھی اور اس کی پیدائش کے بعد کیا انقلاب پیدا ہوا۔ اس کے متعلق ایک ہندو معاصر رقمطراز ہے کہ :-

" آریہ سماج کے وجود سے پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑا پریم تھا دونوں شادی وغمی کے موقعوں پر شامل ہوتے تھے . . . . . . مگر آریہ سماج کے بعد سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں عجیب قسم کا جنگ جاری ہے اور نہ معلوم یہ کب ختم ہوگا " (سناتن دھرم پرچارک)

موجودہ بدامنی کا سبب

آگے چل کر یہی معاصر ملک کی موجودہ فضا پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-
" ملک کی موجودہ حالت کا کارن اگرچہ کچھ اور بھی ہوگا مگر زیادہ تر سوامی دیانند جی کی تحریرات اور کئی آریہ سماجیوں کی بدزبانی ہے۔ ہمارا خیال ہے جو شخص ایک دفعہ بھی تعصبات سے الگ ہو کر سوامی دیانند جی کی پستک (ستیارتھ پرکاش) کا مطالعہ کرتا ہے وہ اپنی آزادانہ رائے دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس شخص نے جہاں دیگر اقوام کے بزرگوں کو بری طرح یاد کیا ہے وہ بڑا افسوسناک ہے "

آریہ سماجیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے مہارشی کی ہدایت کے موجب سچ کو گرہن کریں جو کڑوا ہے۔ اور سچ ہمیشہ ہی کڑوا ہوتا ہے۔ گرہن کریں اور ہندو اور مسلمان دونوں قوموں پر رحم کر کے اپنی اس روش سے باز آجائیں۔

" کرم کا مسئلہ "

ہندو مذہب میں جو تناسخ کا مسئلہ پایا جاتا ہے اس کی مضرت رسانیاں اب اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ ہندوؤں کو بھی اس کے خلاف خامہ فرسائی کرنی ہی پڑی۔ چنانچہ ہندو معاصر سوراجیہ اپنی ۱۳ دسمبر کی اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت لکھتا ہے :-

" کئی ایک سنجیدہ اور بیدار مغز ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ کرم کا مسئلہ ہندوستان کے تنزل کا باعث ہوا ہے۔ کیونکہ جہاں اس نے ایک طرف ہندوستانیوں کو گری سے گری ہوئی حالت میں پرانے کرموں کے پھل کی بناء پر مطمئن کر رکھا ہے۔ وہاں اس نے ان کے دلوں میں موجودہ زندگی سے ناجائز محبت پیدا کر دی ہے۔ اور بقول ڈاکٹر برانجپے احمد آباد میں دیوانہ کتوں کی ہلاکت کی بحث نے تو اس مسئلہ کی بیہودگی کو بدرجہ اتم ثابت کر دیا ہے۔ اگر درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے تو ہماری بھی یہی رائے ہے کہ اس مسئلے نے برادران وطن کی ذہنیت کو یہاں تک خراب کر دیا ہے کہ وہ ہر قسم کی رسوائی کو شربت انگور سمجھ کر پی جاتے ہیں اور پی چکنے کے بعد اپنے گزشتہ کرموں کو یاد کر لیتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ ہم اس دو روزہ زندگی کو برقرار رکھنے کی خاطر دھرم، کرم، روحانیت، غیرت، حریت غرضیکہ تمام آن و آبرو کو خاک میں ملانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مہاتما گاندھی نے بھی ابھی سچائی کا ایک پہلو ہی دیکھا ہے۔ ورنہ اگر وہ پورے گیانی ہوتے تو اصول کی خاطر جان لینے اور جان دینے دونوں کو برابر کا درجہ دیتے۔ اور ہمیں ذاتی طور پر پوری دشواری ہے کہ جب تک ہندوستانی انصاف اور اصول کی خاطر جان لینا نہ سیکھیں گے تب تک وہ جان دینے کو بھی تیار نہ ہوں گے۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے خواہ آج مانو خواہ کچھ عرصے کے بعد مگر اسے تسلیم کئے بغیر ترقی نہ ہوگی "

تناسخ کے لغو مسئلہ سے ہندوؤں کے سنجیدہ اور آزاد خیال طبقہ میں جو بیزاری پیدا ہو رہی ہے اگر وہ ترقی کرے اور ہمارا خیال ہے کہ ضرور ایسا ہی ہوگا تو مسلمانوں کو یہ توقع رکھنی چاہیئے کہ ہندو ایک نہ ایک روز اس تناسخ کے چکر سے آزاد ہو کر ضرور یوم آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور اس طرح ہر معقول پسند ہندو اسلام سے نزدیک تر ہوتا جائے گا۔ اور [illegible] اسلام [illegible]

گوشت خوری اچھی یا سبزی خوری

ماہ حال کے اول ہفتہ میں انڈین سائنس کانگرس کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس کے صدر بنگال کے مشہور سائنس داں سر جگدیش چندر بوس تھے۔ آپ نے صدارتی خطبہ میں اپنی تحقیقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "پودوں کی زندگی کی مشینری بالکل حیوانات کی زندگی کے مشابہ ہے" اور جس طرح حیوانات کو ضربات و صدمات کا احساس ہوتا ہے اسی طرح نباتات کو ہوتا ہے۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

"مجھے کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ درختوں کی نبض کی رفتار بذریعہ ایک نو ایجاد آلہ کے ضبط تحریر میں لا سکوں ایک ایسا آلہ ایجاد کیا گیا ہے کہ پودوں کی نبض کو ۰۰۰۰۵ لاکھ گنا کر کے دکھاتا ہے۔"

(بندے ماترم ۵ رجنوری ۱۹۲۷ء)

اب اس جدید تحقیقات کی روشنی میں سبزی کھانے کے بجائے گوشت کھانا بہتر نظر آتا ہے۔ کیونکہ گوشت خوری کے لئے ایک حیوان کو تکلیف دی جاتی ہے۔ یعنی اسے ذبح کیا جاتا ہے۔ اور بہت سے انسانوں کا پیٹ پل جاتا ہے۔ لیکن سبزی خوری کی حالت میں بہت سی جانوں کو تکلیف دیکر بھی صرف ایک آدمی اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔ جو لوگ گوشت خوری کے مخالف ہیں وہ اسی لئے مخالف ہیں کہ اس سے دوسرے جیوں کو دکھ پہنچتا ہے۔ جو اہنسا پرمو دھرما کے اصول کے خلاف ہے۔ لیکن اس نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہو گیا کہ گوشت خوری کے بجائے سبزی خوری زیادہ پاپ ہے۔ اب ہمیں آریہ دوست بتائیں کہ وہ چھوٹے پاپ کو پسند کرتے ہیں یا بڑے پاپ کو، ایک پاپ کو اچھا خیال کرتے ہیں یا ایک سے زیادہ پاپوں کو جائز قرار دیتے ہیں یعنی گوشت خوری اچھی ہے یا سبزی خوری؟

بنگال کا میدان

یہ اطلاع پہلے دی جا چکی ہے کہ آج کل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایک تبلیغی وفد علاقہ بنگال میں دورہ کر رہا ہے۔ اس وفد کے رئیس مولانا یعقوب خاں صاحب کے تازہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وفد کو اپنے مقاصد میں بہت بڑی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ مولانا موصوف نے مختلف مقامات پر اسلام سے متعلق جو تقریریں کی ہیں ان سے نہ صرف تعلیم یافتہ طبقہ ہی مسحور ہوا ہے۔ بلکہ پرانے خیال کے مولوی بھی مسحور ہو گئے ہیں۔ گو مولانا موصوف ملا ازم کے سخت مخالف ہیں اور ملایانہ طبقہ میں ان کے اخبار لائٹ نے سخت تہلکہ ڈال رکھا ہے لیکن ان کی زبان میں خدا نے وہ اثر رکھا ہے کہ جب ٹانگائل میں ان کے تین لیکچر ہو چکے تو سنتے ہیں کہ کئی ایک مولویوں نے نہ صرف آپ سے بصد اشتیاق مصافحہ کیا.... بلکہ آپ کے دست مبارک پر بوسے بھی دیئے۔ اس ایک واقعہ سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ہمارے دراصل طاہر مولانا اور ان کے مشن کو بنگال میں کس قدر قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس دورہ میں مولانا نہ صرف مختلف سوسائٹیوں کی دعوتیں قبول کر کے اسلام پر تقریریں ہی کر رہے ہیں بلکہ اہم مقامات پر تبلیغی مشن قایم کرنے کی غرض سے حالات کا بھی مطالعہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک اہم مقام پر تبلیغی مرکز قایم کر دیا گیا ہے۔

اسلامی اخوت

اسلام نے اپنے پیروؤں کے اندر جو شاندار اخوت و مودت قائم کی ہے اس سے غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے چنانچہ ایک ہندو معاصر سناتن دھرم پرچارک امرتسر اپنے "سناتن دھرم کانفرنس نمبر" میں لکھتا ہے:۔

مسلمانی مذہب دنیا میں ایک زبردست مذہب ہے اس کے پیرووں نے اپنی سرگرمیوں اور محبت سے ایک ایسی طاقت بنائی ہے۔ کہ جو نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ ہندوستان تک میں اپنا تسلط جما چکی ہے اور اس کے مریدوں نے اپنے اتفاق کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ ہندوؤں کی کچھ پیش نہیں جاتی۔

کاش ہندوستان کے موجودہ مسلمان بھی اپنی محبت و اخوت باہمی ...

ایک اہم قرارداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ پر جو بڑے دن کی تعطیلات میں منعقد ہوا تھا۔ حسب ذیل قرارداد منظور کی تھی۔

"ہم ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور جناب مہاراجہ سر ہری سنگھ والی جموں و کشمیر کی ان کوششوں کو نہایت استحسان کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو وہ اپنی رعایا کی بہبودی کے لئے کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے ایک وہ جابر قانون بھی ہے جس کے ذریعہ سے انہوں نے اپنی رعایا کو سود خوری کے عذاب سے بچایا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے زیر سایہ ان کی رعایا کشمیر اور بھی فلاح و ترقی کو دیکھے گی۔"

جواب

یہ قرارداد جناب مہاراجہ صاحب جموں کی خدمت میں ارسال کی گئی تھی جس کے جواب میں ریاست جموں و کشمیر کے پرائیویٹ سکرٹری کی طرف سے ایک مکتوب موصول ہوا ہے جس کا ترجمہ نیچے درج کیا جاتا ہے۔

بخدمت جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

"جناب عالی! آپ کا مکتوب مورخہ ۲۴ دسمبر مع اس قرارداد کی نقل کے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے منظور کی ہے۔ ہز ہائینس کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں ان جذبات کے لئے جن کا تذکرہ بالا قرارداد میں اظہار کیا گیا ہے ان کا بہترین شکریہ آپ کو پہنچا دوں"

(دستخط) پرائیویٹ سکرٹری۔

تعدد ازدواج کی کیوں ضرورت ہے؟

مسٹر لے ایاکولو کا ایک مضمون اخبار "ملاپ" کی ۱۰ رجنوری کی اشاعت میں شایع ہوا جس میں لکھا ہے کہ:۔

"ہمارے وقت کی ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ آج مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ روس اور دیگر جمہوری ریاستوں میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد ۴۰ لاکھ زیادہ ہے............. عصمت دری ان لوگوں دُردمیوں کے نزدیک اب کوئی بڑی بات نہیں۔ عورت کے لئے ان کے دل میں اب کوئی عزت باقی نہیں رہ گئی۔ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس بڑھتی ہوئی برائی کا انسداد ہو سکے۔"

ایسی حالت میں سوائے تعدد ازدواج کے اور کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے ایسے ہی ناگزیر حالات کے لئے اس کی اجازت دی تھی۔ اگر روس اس تعلیم پر عمل کرے تو اس تمام بد چلنی کا جو اس وقت وہاں رائج ہے خاتمہ ہو سکتا ہے۔

بھائی پرمانند کا تیسرا اسپیچ

بھائی پرمانند کے دو اسپیچ بیان ہو چکے ہیں۔ تیسرا اسپیچ وہ ہے جو انہوں نے تحریک سنگٹھن کے اغراض و مقاصد کے متعلق بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"سنگٹھن کی تحریک کی پہلی منزل صرف اتنی ہی ہو گی کہ ہر ایک ہندو مرد، عورت اور بچے کی ذہنیت کو بدل دیا جائے ذہنیت کو بدل دینا ہی سنگٹھن کا بنیادی اصول ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ ذہنیت دن بدن بدل رہی ہے مجھے اس پہلو میں ہندو جاتی کے اندر سچ مچ ایک انقلاب ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ جو لوگ آنکھیں رکھتے ہیں وہ دیکھیں گے تو انہیں بھی اس [illegible] طور پر دکھائی

... دیر کے اندر اپنی مخالف طاقتوں کو مٹا دے گی"۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندو سنگٹھن کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ "اپنی مخالف طاقتوں" کو مٹا دے۔ کیا بھائی پرمانند یا کوئی اور سنگٹھنی بتا سکتا ہے کہ یہ مخالف طاقتیں کونسی ہیں؟ مسلمانوں اور عیسائیوں کو بھی اس سوال پر غور کرنا چاہیے۔

شریعت اور رواج

ندوۃ العلماء نے اپنے اکیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ کانپور میں ایک تجویز منظور کی ہے:۔

چونکہ صوبہ پنجاب اور ہندوستان کے بعض دیگر صوبوں میں معاملات وراثت اور بعض دیگر تنازعات کا فیصلہ عدالتہائے حکومت وقت میں شریعت حقہ اسلامیہ کی بجائے رواج ہائے مخالف شریعت کی رو سے صادر کیا جاتا ہے لہذا ندوۃ العلماء کا یہ اجلاس تمام مسلمانوں کو نہایت زور کے ساتھ متوجہ کرتا ہے کہ اس طریق انفصال خصومات کو بدلوانے اور شریعت اسلامیہ کو ان معاملات میں نافذ العمل کرنے کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائیں

کیا مسلمان ممبران اسمبلی و کونسل اس ضروری امر کی طرف کوئی خاص توجہ فرمائیں گے؟

انتقاد

انا البشر ۳۲ صفحہ کا چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں عقلی و نقلی دلائل سے ان گدی نشینوں کے مزخرفات کی تردید کی گئی ہے جو اپنے مریدوں کے دلوں میں رسول عربی صلعم کو انسان سے بالاتر سمجھنے کا عقیدہ پیدا کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ یہ رسالہ کثرت سے مفت تقسیم کیا جائے۔ قیمت فی رسالہ ایک آنہ۔ بیس رسالوں کے خریدار کے لئے علاوہ محصولڈاک عہ۔

سرور عالم آنحضرت کی سوانح عمری ہے جسے سید عبد المجید صاحب کپورتھلہ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے تالیف کیا ہے واقعات کی ترتیب و اختصار میں اس قابلیت سے کام لیا ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ بلاد عرب کا نقشہ اور کوہ حرا کا نہایت نفیس فوٹو بھی دیا گیا ہے۔ مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت دیدہ زیب ہے قیمت بارہ آنے (۱۲ر) علاوہ محصولڈاک۔ یہ دونوں کتابیں ناظم "دار التصنیف" کپورتھلہ سے طلب فرمایئے۔

اناجیل "کیا اناجیل خدا کا کلام ہیں؟" یہ ایک آٹھ صفحہ کا انگریزی ٹریکٹ ہے جس میں خاں صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ موجودہ اناجیل خدا کا کلام کہلانے کی مستحق نہیں ہیں قیمت ایک پیسہ منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب فرمایئے۔

سپاہی یہ ایک پندرہ روزہ اخبار ہے۔ ہر قمری مہینہ کی یکم و ۱۵ تاریخ کو بدایوں سے شایع ہوتا ہے خبریں اور مضامین زیادہ تر تبلیغی ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ چار روپے۔ ملنے کا پتہ:۔ دفتر اخبار سپاہی بدایوں۔ (یو۔ پی)

سالانہ رپورٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سالانہ رپورٹ بابت ۲۶-۱۹۲۵ء شایع ہو چکی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن نے سال زیر بحث میں جہاں یورپ میں گرانقدر تبلیغی خدمات سرانجام دی ہیں وہاں ہندوستان میں بھی شاندار کام کیا ہے۔ اچھوت اقوام میں اس انجمن کو تھوڑے سے عرصہ میں جس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اتنے عرصہ میں اتنی شاندار کامیابی کبھی کسی دوسری اسلامی انجمن کو نصیب ہوئی ہو۔ اس کام کو انجمن بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کرنا چاہتی ہے۔ اور ہر بہی خواہ اسلام سے مستدعی ہے کہ وہ حتی المقدور اس کی امداد کرے۔ ہمیں ہر خیال اور ہر طبقے کے نیکدل مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ اس کار خیر میں اس کی مزید مالی امداد کریں گے خصوصاً اس وقت کہ شدھی کا طوفان نہایت زور شور سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

اخبار احمدیہ

ایک غلطی کی اصلاح گزشتہ اخبار کے عنوان اخبار احمدیہ کے ماتحت بعیت برموقعہ سالانہ جلسہ صرف دس نام ۳۰ ردسمبر کے دیئے گئے ہیں جبکہ جلسہ ختم ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے اور بعد کے نام نہیں دیئے گئے۔ دراصل جلسہ سالانہ کے موقع پر انتی مردوں ۳۵ بیبیوں نے بعیت کی تھی۔ یہ دس نام بلا میری اطلاع اخبار میں شایع ہو گئے۔

(اسسٹنٹ سکرٹری)

جنازہ غائب۔ ہمارے معزز دوست عبدالرحمٰن (سٹوارٹ کیمبل) جو نو مسلم اور کانو علاقہ شمالی نائیجیریا۔ (مغربی افریقہ) میں ہمارے نمائندہ تھے اور گزشتہ سال معہ عیال حج کے لئے براستہ سوڈان وصحرائے اعظم تشریف لے گئے تھے۔ اطلاع ملی ہے کہ بعد فراغت حج جدہ میں معہ اپنے چند ماہ کے بچے کے فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی بیوہ اب اکیلی براستہ سوڈان و صحرائے اعظم واپس نائیجیریا جا رہی ہے۔

مرحوم نے اپنے چندروزہ قیام سوڈان کے دوران میں سلسلہ کی بڑی خدمت کی اور کئی نوجوانوں کو سلسلہ کے ساتھ مانوس کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ بعد فراغت حج سوڈان میں مرکز قایم کر کے تبلیغ اسلام کا کام پوری سرگرمی سے کرے جملہ احباب اپنے مرحوم بھائی کے لیے نماز جنازہ ادا کریں۔

جنازہ غائب ہمارے مکرم چودھری محمد اقبال صاحب (دہلی) کے والد ماجد ماسٹر غلام علی صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مشن سکول سیالکوٹ جنہوں نے سب سے پہلے حضرت امیر کی بیعت کی تھی گزشتہ ماہ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب ان کی نماز جنازہ بھی ادا کریں۔ جملہ احباب کو مرحوم ماسٹر صاحب کے متعلقین سے اس صدمہ و رنج وغم میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے۔

درخواست دعا اخویم محمد یعقوب صاحب علاقہ گوجرانوالہ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قرض کی مصیبت سے خلاصی نصیب کرے۔ آمد قلیل اور قرض حد سے زیادہ ہے۔

برادر عبدالواحد صاحب نیاسا لینڈ (وسطی افریقہ) سے دعا کے طالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دنیاوی برکات نصیب کرے۔

امداد مسجد برلن چینی بھائیوں نے پیر شمس الدین صاحب کی معرفت ۱۵ پونڈ روپیہ برائے مسجد برلن بھیجکر لکھا ہے کہ ان کا ارادہ تھا کہ اس نیک کام میں زیادہ مدد دی جاتی لیکن ملک کی بدامنی کے باعث وہ زیادہ روپیہ جمع نہ کر سکے۔

رخصت میں نے چند ماہ کی رخصت لی ہے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر کے متعلق ہر قسم کی خط وکتابت سکرٹری صاحب انجمن سے جاری رکھیں اور میرے نام پر کوئی خط وکتابت نہ ہو۔ (ظہور احمد)

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

بنگال میری درخواست پر جناب مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ۱۱ دسمبر کو کلکتہ سے جمشید پور تشریف لاے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے کہ یہاں اسلام کا نام ہی رہا ہے۔ یہاں کے مسلمان نہایت پستی کی حالت میں ہیں۔ ہندوؤں عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کا ان پر تسلط ہے۔

پہلا لیکچر۔ یہاں ایک یورپین ناچ گھر ہے جہاں مسلمانوں کی رسائی بھی مشکل ہے۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے یورپین ناچ گھر میں بصدارت جناب الف سی ٹیمپل ایم آئی سی ای۔ ایم آئی۔ ایم۔ ای۔ الف۔ آر۔ ایس سی آئی "پیغام اسلام" پر انگریزی زبان میں لیکچر ہوا۔ جس میں سب مذاہب کے لوگ شریک تھے۔ لیکچر کے ختم ہونے پر ودیکانند اسوسائٹی کی طرف سے جناب مسٹر ایس گپتا صاحب ایم اے ہیڈ آفیسر نے درخواست کی کہ ہمارے ہال میں لائف آف محمدؐ پر کچھ ارشاد فرما کر مشکور فرمائیں خانصاحب نے منظور کر لیا۔

دوسرا لیکچر بصدارت جناب ایس نیڈالی صاحب (اسسٹنٹ الف سی ٹیمپل صاحب موصوف الصدر) لائف آف محمدؐ پر انگریزی زبان میں ۱۴ دسمبر کو لیکچر ہوا۔ ہال بھر گیا دروازوں پر لوگ کھڑے تھے۔ ہر مذہب کے پیرو شریک تھے۔ لیکچر کے بعد نیڈالی صاحب نے بہت ہی اعلےٰ پیرائے...

تیسرا لیکچر دوسرے دن بنگالی ایسوسی ایشن کی طرف دعوت دی گئی تو ۲۶ دسمبر کو بصدارت جناب ایس گپتا صاحب ایم اے "اسلام اور اس کی خوبیوں پر" اردو میں لیکچر ہوا۔ لیکچر کے بعد جناب گپتا صاحب نے یہ یادگار ریمارک دیئے کہ "جو اسلام خانصاحب نے اپنے لیکچروں میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے ہم مجبور ہیں کہ اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ انکار ہو ہی نہیں سکتا۔"

عیسائی مشنری اور اسلام

(ممتاز احمد صاحب فاروقی بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ ای۔ اے۔ آئی۔ الیکٹرکل انجنیر امریکہ)

ایک لمبے عرصہ کے بعد پھر قارئین کرام پیغام صلح کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں کالج کی پڑھائی اور انجنیرنگ کی تعلیم بہت محنت اور وقت چاہتی ہے اور دوسرے کاموں کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ بفضلہ میں نے ماہ جون ۱۹۲۵ء میں الیکٹریکل انجنیرنگ کی ڈگری لے لی تھی اور ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو میں امریکہ کی ایک بڑی مشہور کمپنی ویسٹنگ ہوس الیکٹرک اینڈ مینو فیکچرنگ کمپنی۔ ایسٹ پٹس برگ پنسلو مینیا۔ امریکہ۔ میں آن کر بجلی کا کام کرنا شروع کر دیا۔ ایسٹ پٹس برگ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ ولکنس برگ نامی ہے جہاں اکثر اچھے طبقے کے لوگ اور طالب علم وغیرہ رہتے ہیں وہاں میں نے بھی سکونت اختیار کر لی کام پر الیکٹرک ٹرام کار پر سوار ہو کر جاتے ہیں۔ ولکنس برگ کے قصبے میں کم از کم دس بارہ گرجے ہیں جو عیسائیوں کے مختلف فرقوں سے متعلق ہیں کبھی کبھی یہاں کے پادری مختلف مذاہب پر لیکچر وغیرہ بھی دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہندوستان، چین، جاپان سے واپس شدہ عیسائی مشنری بہت کچھ جھوٹ سچ بھی ہانکتے ہیں جب کبھی اس قسم کے لیکچر یہاں ہوتے ہیں۔ یا یہ مشنری آکر اپنی خرافات بکتے ہیں۔ میں موقع ملنے پر فوراً وہاں پہنچتا ہوں اور اکثر اوقات بہت مزیدار جھڑپیں وہاں ہوتی ہیں مگر ہمیشہ جاء الحق وزھق الباطل والا معاملہ ہوتا ہے کبھی تو پادری صاحب کو کوئی ضروری کام یاد آجاتا ہے کبھی کہیں دعوت پر جانا ہوتا ہے کبھی ریل گاڑی پر سوار ہونا ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حال ہی میں ہمارے واپس شدہ ایک امریکن عیسائی مشنری کے لیکچر یہاں کے فرسٹ بپٹسٹ چرچ میں ہوئے یہ لیکچر اسلام ہند ومذہب اور ہندوستان کی پولٹیکل حالت پر ہیں۔ پہلا لیکچر ایک تمہید کے طور پر تھا کہ کیا کیا لیکچر ہوں گے اور کیوں ہوں گے وغیرہ۔ دوسرا لیکچر "عظیم الشان عرب" یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ لیکچر کے دو حصے تھے ایک مکی زندگی اور دوسرا مدنی زندگی حسب معمول پادری صاحب نے آنحضرت کی زندگی کے صرف ان حصوں کو لیا جن میں اسے اعتراض کا موقع مل سکے۔ شروع سے لیکر آخر تک آنحضرت کی ذات مبارک پر حملے تھے۔ جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) آنحضرت کو بچپن سے مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اور اسی حالت میں وہ قرآن کریم کی آیات لکھوا لیتے تھے۔

(۲) آنکھوں میں سُرخ ڈورے تھے اور آنکھیں سُرخی مائل تھیں جو شہوانی آدمی ہونے کی علامت ہے۔

(۳) تجارت کی غرض سے آپ ملک شام و فلسطین کو جایا کرتے تھے اور وہاں عیسائی راہبوں اور یہودیوں سے مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کرتے تھے اور انہی باتوں کی بنا پر مذہب اسلام کی بنیاد رکھی۔

(۴) حضرت خدیجہؓ سے جب آپ نے شادی کا ارادہ کیا تو حضرت خدیجہ نے اپنے باپ کو شراب پلا کر شادی کی اجازت لی۔

(۵) مکہ سے ہجرت اور بعد میں مدینہ میں اپنے دشمنوں سے جنگ کی تیاریاں۔

(۶) حضرت زینب کو زید سے طلاق دلا کر خود شادی کرنا وغیرہ

(۷) بہت سی بیویاں کرنا اور اپنے پیروؤں کو اجازت دینی کہ جتنی چاہے اور جب دل چاہے بیویاں کر لو۔

(۸) تلوار کے ذریعے اسلام کو پھیلانے کا حکم دینا۔

(۹) ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر دے دیا۔ جس سے آپ جاں بحق تسلیم ہوئے۔

(۱۰) مرتے وقت آپ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ اور اپنی پہلی رفیق زندگی غالباً حضرت خدیجہؓ کو یاد کرتے تھے اور مرنے کے بعد ان سے ملنے کے آرزومند تھے۔

یہ اعتراض کوئی نئے نہیں ہیں۔ دجال کے چیلے چانٹے مدتوں سے ان اعتراضوں کو دہرا رہے ہیں۔ اگرچہ سینکڑوں بار ان حملوں کا دنداں شکن جواب دیا جا چکا ہے۔ مگر چونکہ ان عیسائی پادریوں کے ہاتھ میں اور کوئی حربہ نہیں اس لئے پیانے ہوئے لقموں کو پھر چباتے ہیں [illegible]

چیلے دنیا کے ہر کونہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس قسم کے دجل سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ آپس میں شیعہ سنی، سنی اور اہل حدیث وغیرہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں۔ اور دشمن سے کہ ان کا گھر ڈھا رہا ہے۔ لے دے کر بچارے احمدی ہی رہ گئے ہیں جو اشاعت اسلام کا کام کر رہے۔ اور دشمنوں کے حملے کا جواب دے رہے ہیں۔ میرا دل یہ سوچ کر مسرت اور شکر خدا سے بھر جاتا ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا کیا اور دین پر استقامت بخشی۔ پھر ہمیں حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی۔ یہی نہیں بلکہ ہمیں افراط اور تفریط دونوں پہلوؤں سے بچایا۔ اور جماعت احمدیہ لاہور اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہماری زندگیوں کو وابستہ کر دیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔ اب میں پادری صاحب کے لیکچر کی طرف پھر رجوع کرتا ہوں۔ میں نے پادری صاحب کے اعتراضات اور بہتانوں کو لکھ لیا۔ اور جب وہ لیکچر ختم کر چکے تو میں اجازت لے کر کھڑا ہوا۔ تمام مجمع کی نگاہیں میرے اوپر لگی ہوئی تھیں مگر میرے دل میں کامل اطمینان تھا۔ کہ پندرہ منٹ کے اندر پادری صاحب کے دجالانہ دام کے تار و پود بکھیر دوں گا۔ خدا کے فضل سے ایک احمدی دس پادریوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو آخر کسر صلیب ہمارے ہی ذمہ تو ہے۔ میں نے اپنی تقریر شروع کی واضح ہو کہ مجھے انگریزی زبان میں بولنا پڑتا تھا۔ جو میری مادری زبان نہیں مگر پھر بھی انگریزی زبان میں مجھے کافی مہارت حاصل ہے۔ اور اکثر امریکن حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ اس قسم کی انگریزی تقریر تو ہم بھی نہیں کر سکتے تم کس طرح کرتے ہو۔ خیر یہ فضل ربی ہے۔ مگر اس موقع پر میری تقریر معمول سے زیادہ فصیح اور پر جوش تھی۔ جوابات تو میرے لوگ ذبان تھے۔ مگر ساتھ ساتھ میں پادری صاحب پر بھی اور عیسائیت پر بھی چوٹ مارتا جاتا تھا۔ ایسے رنگ میں کہ پادری صاحب کا شرم و غصہ کے مارے منہ لال ہو جاتا تھا۔ اور حاضرین جلسہ خوب ہنستے تھے جوابات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱) کیوں پادری صاحب کیا آپ کو علم ہے کہ آنحضرت نے نبوت کا دعویٰ اپنی عمر کے چالیسویں سال کے بعد کیا اور اسی وقت قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا۔ مگر آپ کے کہنے کے مطابق بچپن ہی سے مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اور اسی حالت میں قرآن کریم لکھوا لیتے تھے۔ کیوں کیا خیال ہے آپ کا؟

پادری۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے کہ چالیس سال کے بعد آنحضرت نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر یہ مرض بچپن سے موجود تھا۔ اور ادھیڑ عمر میں وہ بہت ترقی پکڑ گیا۔

میں۔ تو خیر آپ یہ تو مان گئے کہ قرآن کریم چالیس سال کی عمر میں نازل ہونا شروع ہوا۔ کیا آپ کسی مستند کتاب سے ثابت کر سکتے ہیں کہ نزول وحی کے وقت کی جسمانی حالت یعنی جسم میں رعشہ وغیرہ جس کو آپ لوگ "مرگی" کے غلط نام سے موسوم کرتے ہیں آنحضرت کو چالیس سال سے پہلے کبھی واقع ہوئی ہو۔ اور دوم یہ کہ آپ ڈاکٹری کے ذریعہ ثابت کریں کہ ایک شخص مرگی کے دورے کی حالت میں عقل اور سمجھ کی بات کر سکتا ہے اور مذہبی قوانین اور تاریخی باتیں بتا سکتا ہے اگر نہیں تو آپ کو یہ بہتان واپس لینا پڑے گا۔

پادری صاحب شرمندہ اور کھسیانے ہو کر بولے کہ میں کچھ اس کے متعلق نہیں کہہ سکتا۔ کئی ایک مشنریوں کی مصنفہ کتابوں میں ایسا لکھا ہے میں نے کہا کہ مشنری جو چاہیں اناپ شناپ بکے جائیں۔ اگر کوئی تاریخی اور مستند دلیل اور ثبوت ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو کوئی عقلمند اور انصاف پسند شخص ان کی باتوں کو مان نہیں سکتا۔

(۲) پھر میں نے پوچھا کہ پادری صاحب یہ آنکھوں میں سُرخ ڈورے ہونا اور آنکھیں ہر وقت سرخ رہنا کیا یہ آدمی کے شہوانی ہونے کی دلیل ہے؟ اس کی تاریخی اور مستند دلیل دیں۔ اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کریں۔ اس کا پادری صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

(۳) میں نے کہا کہ واقعی نبی کریم صلعم تجارت کی غرض سے ملک شام و فلسطین کو جایا کرتے تھے۔ اور ممکن ہے بعض عیسائی راہبوں اور یہودیوں سے ملنا ہوا ہو مگر یہ کہ ان کی سنی سنائی باتوں پر آپ نے مذہب اسلام کی بنیاد رکھی بالکل غلط ہے۔ عیسائی مذہب کی بنیاد الوہیت مسیح اور کفارہ پر مبنی ہے لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم میں ان دونوں باتوں کی اللہ تعالیٰ نے خوب بیخ کنی کی ہے۔ یہ عیسائی یا یہودی [illegible]

(۳) پر پادری صاحب بولے کہ قرآن کریم میں بہت سی باتیں تاریخی اور دیگر احکام انجیل سے ملتے جلتے ہیں ۔ اور حضرت عیسیٰ نبی کریم صلعم سے چھ سو برس پہلے ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ محمد صلعم نے یہ باتیں انجیل سے حاصل کیں ۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ پادری صاحب آپ جانتے ہیں کہ آپ کی انجیل الہامی کتاب ہے ۔ ہم مسلمانوں کا بھی یہ ایمان ہے کہ اس موجودہ انجیل کا کچھ حصہ ضرور الہامی ہے اور حضرت عیسےٰ اور حضرت موسیٰ پر انجیل اور توریت نازل ہوئی ۔ اگرچہ وہ اپنی اصلی حالت میں آج کل موجود نہیں ہیں ۔ ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو چکا ہے ۔ اسی طرح ہم قرآن کریم کو الہامی کتاب مانتے ہیں ۔ چونکہ دونوں کتابوں کا ماخذ خدا تعالیٰ ہے اس لئے بہت سی باتوں کا یکساں ہونا ضروری ہے دوسری اخلاقی اور مذہبی احکام بہت حد تک تمام بنی نوع انسان کے لئے اور تمام زمانوں کے لئے قریباً یکساں ہوتے ہیں ۔ اچھی بات ہمیشہ اور ہر زمانے میں اچھی ہے اور بُری بات ہمیشہ اور ہر زمانے میں بُری ہے یہ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن کریم الہامی کتاب ہے ۔ دوسرے بہت سے ایسے تاریخی قصے اور دیگر باتیں قرآن کریم میں ایسی ہیں جو کہ انجیل کے بیان سے مختلف ہیں ۔ اور یاد رکھیئے کہ نبی کریم صلعم نہ خود پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے ۔ تیسرے مثال کے طور پر قرآن کریم میں فرعون و موسیٰ کے بیان میں اس بات کا ذکر آتا ہے کہ جب فرعون سمندر میں غرق ہونے لگا تو اس نے پکار کر کہا کہ میں موسےٰ کے خدا پر ایمان لایا گر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اب موقع ہاتھ سے نکل گیا ۔ البتہ میں تیرے بدن کو تباہ ہونے سے بچا لونگا ۔ تاکہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے موجب عبرت ہو ۔ میں نے پوچھا کیوں پادری صاحب کیا انجیل میں اس واقعہ کا کہیں ذکر ہے ؟ جواب ملا نہیں ۔ پھر میں نے پوچھا کیا نبی کریم صلعم کے زمانہ میں کسی کو علم تھا کہ فرعون مصر کی لاش تباہ ہونے سے بچ گئی ؟ جواب ملا نہیں ۔ تب میں نے کہا کہ اسی فرعون مصر کی لاش کی ممی ملک مصر کے ایک پرانے اہرام مصری میں سے کئی سال ہوئے برآمد نہیں ہوئی ؟ اور اب قاہرہ کے عجائب گھر میں ہے ۔ جواب ملا ہاں ۔ میں نے کہا کہ یہ اسلام کے سچا ہونے اور قرآن کریم کے الہامی کتاب ہونے کی کئی دلیلوں میں سے ایک دلیل نہیں ؟ پادری صاحب شرمندہ ہوکر رہ گئے ۔

(۴) میں نے کہا پادری صاحب یہ واقعہ کہ حضرت خدیجہ نے اپنے باپ کو شراب پلاکر حضرت نبی کریم سے شادی کرنے کی اجازت لیلی کسی مستند تاریخ اسلام میں موجود نہیں ہے ۔ اور بالکل بہتان ہے دوسرے حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی ۔ خود تاجر تھیں عقلمند اور بالغ تھیں ۔ اپنا بُرا بھلا سوچ سکتی تھیں ۔ خود مختار تھیں ۔ ان کو کسی اور سے شادی کی اجازت لینے کی کیا ضرورت ؟ تیسرے اگر ان کو ضرورت بھی ہوتی تو نبی کریم جیسے دیانتدار ، راستباز ، نوجوان اور خوبصورت شوہر سے شادی کے لئے ہر کوئی ان کو بخوشی اجازت دے دیتا ۔ شراب پلاکر اجازت لینے کی کیا پڑی تھی ۔ چوتھے جہاں تک مجھے علم ہے حضرت خدیجہ کے والد اس وقت زندہ نہ تھے ۔ اب بتایئے ؟ چپ کے سوا ان کے پاس کیا جواب تھا ۔

(۵) میں نے کہا کہ نبی کریم صلعم اپنے دشمنوں سے تنگ آکر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر گئے تھے ۔ آپ کوئی جنگ کی تیاری کرنے کی غرض سے وہاں نہیں گئے تھے بلکہ غزوہ بدر ، غزوہ احد ، غزوہ خندق میں سبقت اور زیادتی ہمیشہ دشمنوں کی طرف سے ہوئی ۔ ہاں فتح مکہ کے لئے آپ نے ضرور پیش قدمی اور وہ اس لئے کہ خانہ کعبہ جو کہ خدا کا گھر تھا اُسے بتوں سے اور مشرکوں سے پاک و صاف کیا جائے اور مشرکوں کو ان کی شرارتوں کی سزا دی جاسکے ۔ اس وقت بھی آپ نے ناجائز خونریزی سے کام نہیں لیا ۔ بلکہ جب وقت آپ کے جانی دشمن آپ کے سامنے لائے گئے ۔ تو آپ نے نہایت فیاضی اور دریا دلی سے ان کو معاف کر دیا ۔ کیا ایسا شخص صرف خون بہانے کی خاطر جنگ کرسکتا ہے اور کیا تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کو روا رکھ سکتا ہے ۔ جبکہ وہ اپنے دشمنوں کو نہایت فیاضی سے معاف کر دیتا ہے اور اس طرح ان کے دل کو موہ لیتا ہے ۔ جواب ندارد

(۶) حضرت زینب کا واقعہ قریباً ہر پادری کے نوک زبان ہے ۔ ہزاروں دفعہ اس کا جواب دیا جاچکا ہے مگر جن کے دل میں کجی ہے وہ بھلا کب باز آسکتے ہیں ۔ چنانچہ میں نے پادری صاحب کو کہا اور حاضرین کو مخاطب کرکے کہا کہ حضرت زینب نبی کریم صلعم کی پھوپھی زاد [illegible]

ان سے شادی کی خواہش ہوتی تو ان سے شادی کرسکتے تھے مگر آپ کے اصرار سے حضرت زینب نے حضرت زید سے شادی کرلی لیکن میاں بیوی کی آپس میں نہ بنی ۔ جس پر حضرت زید نے طلاق کی خواہش ظاہر کی ۔ آنحضرت نے روکا ۔ جب کسی طرح موافقت کی صورت نظر نہ آئی تو مجبوراً زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اب چونکہ حضرت زینب نے آنحضرت کے کہنے پر زید سے شادی کی تھی اور اب مطلقہ ہوگئیں اس لئے ان کی دلجوئی کی خاطر نبی کریم صلعم نے آپ سے خود شادی کرلی ۔ دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ زیدؓ آنحضرت کے متبنےٰ بیٹے ہیں ۔ اس افواہ کی تردید بھی اس شادی کے ذریعہ ہوگئی ۔ پادر صاحب سے میں نے کہا کہ اگر آپ میں کچھ شرم باقی رہ گئی ہے تو آئندہ اس قسم کا بہتان لگانے کی جرأت نہ کرنا اس پر حاضرین پادری صاحب پر خوب ہنسے ۔

(۷) تعدد ازدواج کے متعلق میں نے کہا کہ نبی کریم صلعم نے ۲۵ برس کی عمر میں چالیس برس کی ایک بیوہ سے شادی کی ۔ اور ۱۵ برس آپ کے ساتھ گزارے ۔ چالیس برس کی عمر کے بعد جبکہ نفسانی خواہشات کم ہوجاتی ہیں اس وقت آپ نے متعدد شادیاں کیں اور وہ بھی سوائے حضرت عائشہ کے سب کی سب بیوہ اور معمر تھیں ۔ اگر آپ خدانخواستہ شہوانی آدمی ہوتے تو جوانی کی عمر میں کئی ایک کنواری لڑکیوں سے شادیاں کرسکتے تھے ۔ مگر آپ نے نہیں کیں ۔ آپ کی آخری عمر کی شادیاں اپنے اندر پولیٹیکل رنگ رکھتی ہیں ۔ کیونکہ اس وقت اسلام کی حالت کمزور تھی ۔ اور آنحضرت کو عرب کے طاقتور قبیلوں کی مدد کی ضرورت تھی ۔ اس وجہ سے آپ نے یہ شادیاں کیں ۔ تاکہ ان قبیلوں سے رشتہ پیدا ہوجائے آپ نے اپنے پیروؤں کو خاص حالات میں اور خاص قانون کے ماتحت ایک سے زیادہ اور حد چار بیویاں کرنے کی اجازت دی وہ بھی اس حالت میں کہ ان سب سے انصاف اور محبت یکساں برتی جائے ۔ ورنہ نہیں ۔ دوسرے یہ حکم جنگ کے بعد نازل ہوا تھا ۔ جبکہ نوجوان مردوں کی تعداد بہت کم ہوگئی تھی ۔ اور نوجوان یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں اور ان کے بچوں کا کوئی رکھوالا نہ تھا اس لئے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت ملی ۔ پھر میں نے پوچھا کہ پادری صاحب آج کل یورپ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے چوگنی ہے ۔ صرف انگلستان میں بیس لاکھ لڑکیاں ۱۷ سے لیکر ۲۰ برس کی عمر کی ایسی ہیں جو مردوں کے نہ ہونے کی وجہ سے شادیاں نہیں کرسکتیں ۔ اب سوائے اس کے کہ وہ یا تو اپنے جگر پر پتھر کی سل رکھ کر تمام عمر کنواری رہیں یا جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے شادی شدہ مردوں سے ناجائز تعلق پیدا کریں ۔ یا ایک کنوارا آدمی کئی لڑکیوں سے ناجائز تعلق پیدا کرے ۔ اور اس طرح نرسنگ کی فوج کے لئے سپاہی مہیا کریں ۔ کیا اس حالت میں یہ بہتر نہیں ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کریں ۔ اور اس طرح اس مشکل کو بطریق احسن حل کریں ۔ اس کا جواب بھی پادری صاحب نہ دے سکے اور کئی ایک اور شخص ملے اور ادھر ادھر کی لایعنی باتیں کرکے بیٹھ گئے اس مشکل کو کوئی بھی نہ حل کرسکا ۔ اور نہ کرسکیں گے ۔

(۸) تلوار کے ذریعے اسلام پھیلانے کا اعتراض تو بہت پرانا ہے ۔ اس کا کچھ جواب میں نے نمبر (۵) میں دیا تھا ۔ میں نے پادری صاحب سے اتنا پوچھا کہ ملک سپین میں عربوں نے آٹھ سو سال حکومت کی ۔ ہر قسم کے ہنر اور فن ، علم ، سائنس کو ترقی دی عیسائی رعایا خوشحالی اور امن سے زندگی بسر کرتی تھی مگر جب دوبارہ عیسائیوں کا راج آیا تو تھوڑے ہی عرصہ میں سپین سے مسلمانوں کا تخم تک اٹھ گیا ۔ اور صرف پرانے قصر و مسجدیں اور دیگر عمارات باقی رہ گئیں ۔ اب بتایئے کونسا مذہب تلوار کے ذریعے پھیلا ؟ جواب کچھ نہیں ۔

(۹) پادری صاحب یا تو آپ نے تاریخ اسلام کا بالکل مطالعہ نہیں کیا ۔ یا اگر کیا ہے تو جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہو ۔ یہودی عورت نے غزوہ خیبر کے بعد آنحضرت اور آپ کے ساتھیوں کو کھانے کے ساتھ زہر ملا دیا تھا ۔ مگر آپ کو وقت پر خبر ہوگئی اور آپ نے اس سے اجتناب کیا ۔ اس سے آپ کی صحت پر قدرے اثر پڑا ۔ مگر آپ کی وفات اس وجہ سے واقع نہیں ہوئی ۔ آپ قدرتی موت سے فوت ہوئے ۔

(۱۰) میں نے کہا پادری صاحب گناہ کی معافی مانگنا ہر انسان [illegible]

اور کمزوریوں سے پاک ہے ۔ چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہو ۔ اگرچہ انبیا گناہ کبیرہ سے ہمیشہ مبرا ہوتے ہیں ۔ جب ایک مسلمان استغفار پڑھتا ہے تو اس کا منشا ہوتا ہے کہ اس سے اگر کوئی لغزش یا قصور سرزد ہوگیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے چشم پوشی فرمائے اور معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے بچائے ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے گناہ ضرور سرزد ہوچکا ہے ۔ پھر میں نے ہنسکر کہا کہ پادری صاحب آپکو عربی زبان سے بالکل مس نہیں ہے ۔ ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ وفات سے پہلے جو الفاظ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک پر جاری تھے وہ بالرفیق الاعلےٰ ۔ بالرفیق الاعلےٰ تھے گویا آپ خوش تھے کہ اس سب سے بڑے دوست اور سب سے اعلےٰ رفیق یعنی خداوند کریم سے ملاقات کا وقت قریب آرہا ہے ۔ اس سے مراد حضرت خدیجہ نہیں تھیں اگرچہ آپ سے آنحضرت کو بہت محبت تھی ۔ پھر میں نے کہا کہ پادری صاحب ! ہم مسلمان حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں ۔ مگر تم لوگ باوجود حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے کہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرو اور اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی سامنے کردو ۔ تم جان بوجھ کر دوسرے مذاہب کے بانیوں پر نہایت کمینے حملے کرتے ہو اور ان کے چال چلن پر دھبہ لگانا چاہتے ہو ۔ اس طرح تم عیسائیت کو اندھوں میں کانا راجا ، کے مطابق بہتر دکھانا چاہتے ہو ۔ مگر یاد رکھو کہ سچ کی ہمیشہ فتح ہوگی ۔ تم فرقہ دجال حشرات الارض کی طرح تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہو ۔ ہر زبان میں تمہاری انجیل کا ترجمہ ہوچکا ہے ۔ کروڑوں روپیہ تم لوگ عیسائی مشنریوں وغیرہ پر خرچ کرتے ہو ۔ اور روپے کے لالچ اور جھوٹی سچی باتوں سے جاہل اور کمتر درجے کے بعض لوگوں کو عیسائی بنانے میں بھی کامیاب ہوجاتے ہو ۔ مگر یاد رکھو ؎

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اسلام میں بہت کم لوگ ہیں جو اس وقت اشاعت اسلام کا کام کررہے ہیں ۔ ان کے پاس روپیہ بھی کم ہے ۔ مگر ان کے ہاتھ میں سچ ہے ۔ اور دلوں میں ایمان اور ہمت ہے ۔ اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ ہے ۔ جہاں جائیں گے اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے ہمراہ ہوگی ۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم کو جماعت احمدیہ کا علم ہے ؟ پادری صاحب نے دبی زبان سے اقرار کیا ۔ میں نے کہا کہ اس جماعت نے ووکنگ انگلینڈ ، برلن ، جرمنی ، جاوا ، ٹرینیڈاڈ ، امریکہ اور کئی ایک مقامات پر اپنے مشن قائم کر رکھے ہیں ۔ اور خدا کے فضل سے کامیابی بھی حاصل ہورہی ہے ۔ پھر میں نے مولوی محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن کریم دکھلایا اور بتایا کہ خدا کے فضل سے یہ کس قدر مقبول عام ہورہا ہے اور میں نے دعوے سے کہا کہ ہم احمدیوں کا کام کسر صلیب کرنا ہے ۔ جہاں ہم جائیں گے وہاں بفضلہ کوئی عیسائی مشنری یا پادری ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتا ۔ آپ بندوقوں اور توپوں اور زہریلی گیسوں سے قوموں اور ملکوں کو مسخر کریں ۔ اور ہم خدا کے پیغام سے دنیا کے دلوں کو مسخر کریں گے ۔ اور اس طرح دنیا خود بخود ہمارے ہاتھ میں آجائیگی اور مغرب کی وادیوں میں ہماری اذانیں پھر گونجیں گی ۔ انشا اللہ تعالیٰ ۔ پادر صاحب پر گھڑوں پانی پڑ چکا تھا ۔ لیکچر کے بعد آکر مجھ سے ہاتھ ملایا ۔ اور پھر آنے کو کہا ۔ دوسرے لوگوں نے بھی ہاتھ ملائے اور میری تقریر کی بہت تعریف اور خدا کے فضل سے ان کے اکثر غلط خیالات کی تردید ہوگئی ۔ اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے عموماً اور احمدی بھائیوں سے خصوصاً التجا کرتا ہوں کہ امریکہ اس وقت دنیا کا سب سے طاقتور اور دولتمند ملک ہے ۔ یہاں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جو کروڑ پتی ہیں اور لکھ پتیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں ۔ گیارہ کروڑ کی آبادی ہے اور یہ ملک ہمارے ہندوستان سے ایک تہائی زیادہ بڑا ہے ۔ یعنی ہندوستان اضلاع متحدہ امریکہ کا دو تہائی رقبہ میں ہے ۔ لوگ یہاں کے سب کے سب لکھ پڑھ سکتے ہیں ۔ اس ملک سے سب سے زیادہ عیسائی مشنری اور کروڑوں روپیہ مشنوں کے لئے جاتا ہے ۔ یہ دجال کا گھر ہے اس کا فتح کرنا لازمی ہے ۔ مگر اس کے لئے نہایت سوچ بچار کرکے اور گزشتہ تجربہ کی بنا پر کارروائی کرنی چاہیئے ۔ جو وقت چاہتی ہے مگر ایک کام ہم فوراً کرسکتے ہیں ۔ اور وہ اسلامی لٹریچر کا اس ملک میں پھیلانا ہے ۔ یہاں کی مشہور لائبریریوں اور یونیورسٹیوں میں قرآن کریم انگریزی اسلامی کتابیں بھیجی چاہییں ۔ اخبار ”لائٹ“ یہاں

یہاں اسلام کے متعلق ان پادریوں وغیرہ نے سخت تعصب اور غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں۔ ان کو دور کرنا لازمی ہے۔ بعد میں حالات درست ہونے پر مسلم مشنری کافی تعداد میں یہاں بھیجنے چاہئیں۔ مگر یہ امر بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ طے ہو سکتا ہے۔ فی الحال اسلامی لٹریچر پھیلانے کی کوشش کریں۔ پہلے پہل یہ ہمیں مفت بھیجنا پڑے گا ہماری انجمن اپنے خرچ پر یہ تمام بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ کیا کوئی ایسے اہل دل اور اسلامی جوش رکھنے والے احباب ہیں جو اس صدا پر لبیک کہیں۔ اور "والسابقون" میں سے کہلائیں۔ اور اولئک ہم المقربون میں سے بن جائیں۔

بہ منت ایں اجر نصرت را دہند ت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانست ایں بہرحالت شود پیدا

ہندی تلوار کی کہانی

لکڑی پتھر اور تانبے کے دنوں میں میری زندگی جو کچھ بھی تھی، اچھی یا بری جیسی بھی گزر گئی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر میں نے لوہے کے گھر میں جنم لیا تو پہلی بار آریوں کے ہاتھ پڑی اور دسیوؤں کے سر پر برسی۔ کون دسیو؟ سنلوم دسیو، ابکس دسیو جو آریہ نسل کے تھے۔ برہمنی طریقہ عبادت پر آمل نہ تھے برہمنوں کی کہانت کے قائل نہ تھے۔ دیوی دیوتاؤں کی پرستش کے منکر تھے آریوں کی زبان سے نابلد مگر تھے ان کے رسم و رواج اور آداب عبادت اور رنگ دیکھو تو کالا اور ڈھنگ دیکھو تو نرالا۔ ناک چپٹی تھی اور قد ٹھگنا تھا۔ آریوں سے پہلے ہندوستان ان کی بستی تھی۔ دنیا ان کو دراوڑی کہتی تھی۔

آریہ آئے اور چار ورن (برہمن۔ چھتری۔ ویش اور شودر) ساتھ لائے غریب دراوڑی کو مجبور کیا کہ دسیو کہلائے۔ رنگ کا غرور، مذہب کا گھمنڈ، دیوتاؤں کی حمایت اور میری نوک کے بل پر والی ہندوستان بننے کے منصوبے باندھنے لگے۔ کیا کہوں، کس سے کہوں اور کس زبان میں کہوں میری دردکی کہانی رگوید کی زبانی۔ دنیا میں محرم نہ رہے۔ زمانہ میں سخن فہم نہ رہے روؤں تو کس کے آگے، چیخوں تو کون سمجھے۔ زبان بدل کر کہتی ہوں شاید کسی کا دل پسیجے۔ اور میری آہ و زاری پر کان دھرے۔

میری کہانی جگر خراش اور میری داستان زہرہ گداز ہے سب سے پہلے آریوں کے ایشور جناب اندر مجھے زیب تن کر کے آگے بڑھے۔ بیکس دسیو کے سر اس قدر قلم کئے کہ دسیو ہن (دسیوؤں کا قاتل) نام پایا۔ مثل مشہور ہے کہ اگر بادشاہ خود آدھے بیضہ کو اپنے لئے جائز رکھے تو لشکری ہزار مرغ کو سیخ پر کباب کرتے ہیں۔

آہ وہ بھی کیا دن تھے کہ مرغ کباب کی طرح زندہ انسان الٹے لٹکا کر آگ میں بھونے جاتے تھے۔ شیر اور درندوں سے نچوائے جاتے تھے۔ آرام اور اطمینان کی موت نہ کسی کو ہوئی تھی نہ ہونے دیتے تھے۔ جس طرح چوہے کو بلی تڑپا تڑپا کر مارتی ہے۔ آدم کے فرزند اسی ہیبتناک موت سے مارے جاتے تھے۔

ہاں اتنا مجھے بھی مسلم ہے کہ شدھی کی بدعت اس وقت قائم نہ تھی کالی قوموں سے رشتہ ناطہ قطعی ممنوع تھا۔ وید کا اپدیش صرف گوری رنگت سے خاص تھا۔ دسیو اور کالی قومیں جناب ایشور کے بائیں ہاتھ بنائی گئی تھیں۔

آریہ مجھ سے آنکھ ملا کر بات کریں کیا میں غلط کہتی ہوں۔ یہ بڑھ چڑھ کر بولنے والے میرے سامنے آئیں۔ اور بتائیں کہ غریب دراوڑی کے ساتھ جس کا تمدن ہندوستان میں نصف النہار تک پہنچا ہوا تھا۔ انہوں نے میری شان ضرب سے کیا کیا۔ ان کو کیونکر موت کے گھاٹ اتارا۔ رگوید کو پڑھو تو تمہیں بتائے۔ لالہ لاجپت رائے سے پوچھو تو تمہیں سنائے۔ (تاریخ ہند مولفہ لالہ صاحب صفحہ) مجھ سے کہو تو میں بتاؤں اس لئے کہ میں تمہاری شریک کار تھی۔ لیکن میرا کلیجہ چھلنی اور میرا دل ناسور ہے کہ "اندر دیوتا کی پرستش نہ کرنے والوں کو جو آرین دیوتاؤں کو نذریں نہیں چڑھاتے تھے ان کو اندر نے زمین پر دے پٹکا" ان کو اپنی رتھ کے پہیوں کے نیچے کچلا۔ اور فخر سے کہا (رگ وید ۱۰) میں تنہا ہی اس ایک دشمن کو تباہ کرتا ہوں۔ میں دو کو بھی۔ تین میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ میں بے شمار دشمنوں کو اناج کے کھلیان کی طرح زمین پر تباہ کرتا ہوں وہ دشمن کہ جو اندر کے پرستار نہیں، میری کیوں ہتک کرتے ہیں" (رگ وید ۱۰) "اگنی نے دسیوؤں کے ۹۰ شہر جلائے۔ اندر نے ۹۹ بستیاں برباد کیں" (رگ وید ۳ و ۴ و ۴) "اس خوفناک تباہی کی وجہ سے کالی قومیں بھاگ گئیں۔ اپنے مقبوضات کو چھوڑ چھاڑ کر تتر بتر ہو گئیں

غریب دراوڑی ان وحشیانہ سزاؤں سے خوف کھا کر بھاگ گئے شریف عورتوں اور معصوم بچوں کی آہ و زاری سے سنسان جنگل گونج اٹھے پہاڑوں کے خوفناک غاران کی پناہ بنے۔ کولی سنتھال، بالی پاسی، بھیل، گونڈ وغیرہ جنوبی ہند اور بنگال کی نیم وحشی قومیں اس عظیم الشان مگر بدبخت قوم کا بقیۃ السیف ہیں۔ جب کی داد اور آہ کی فریاد رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ مظلوموں کا خون آریہ ورت کی زمین سے دادخواہی کے لئے نکل آیا۔ میں جو کبھی چاروں ورنوں کے ہاتھ میں دسیوؤں پر برستی تھی اب چاروں کی چار یاری کو کاٹنے کے لئے نیام سے تڑپ کر باہر آئی۔ شری پرشورام کا اوتار دھار کر برہمنوں کے ہاتھ پڑی اور چھتریوں کے گلے پر چلی۔ چھتری جو براہمنوں کی حمایت میں دسیوؤں کو قتل کرتے تھے اب خود براہمنوں کا شکار ہوئے۔ شری پرشورام نے ۲۱ بار چھتریوں پر حملہ کیا۔ اور ہندوستان کی سرزمین سے چھتریوں کا بیج ناش کر دیا۔ (عبدالحق)

ہندوستان

—— شریف حسین کی افواج کا سابق کمانڈر محمد عبداللہ صدیق بیگ آج کل ہندوستان میں سیر و سیاحت کر رہا ہے۔

—— سوامی شردھانند کے قتل کے سلسلہ میں خواجہ حسن نظامی کی خانہ تلاشی ہوئی لیکن کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ (بعد میں خبر غلط نکلی)

—— ہندوستان کے مختلف شہروں میں دورہ کرنے کے بعد شاہی زراعتی کمیشن ۱۲ فروری کو دہلی واپس پہنچ جائے گا۔

—— چودھری شہاب الدین صاحب پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔

—— ریاست جموں و کشمیر نے حال ہی میں ایک گشتی حکمنامہ جاری کیا ہے کہ آئندہ کوئی ملازم ریاست ڈوگرہ سبھا کی کارروائیوں اور سیاسیات میں حصہ نہ لے۔

—— سردار نرائن سنگھ پنجاب کونسل کے آئندہ اجلاس میں اکالی قیدیوں کی فوری رہائی کے متعلق ایک قرارداد پیش کریں گے۔

—— انجمن اشتراکیین ہند کا دوسرا سالانہ جلسہ ۱۷ مارچ سے ۲۰ مارچ تک لاہور میں منعقد ہوگا۔

—— لالہ لاجپت رائے مغربی پنجاب کی نشست اسمبلی سے مستعفی ہو گئے تھے۔ اب حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ آپ کا استعفیٰ منظور ہو گیا ہے۔ اور اس نشست کا مکرر انتخاب ۲۰ فروری کو عمل میں آئے گا

—— ہندو مسلم تعلقات پر غور و خوض کرنے کے لئے مرکزی مجلس آئین ساز کے ارکان کا ایک اجلاس بمقام دہلی فروری میں منعقد ہوگا۔

—— کلکتہ میں گورو گوبند سنگھ کی یادگار منانے کے موقع پر مسجد کے سامنے باجا بجانے کی وجہ سے مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ اور طرفین سے کچھ آدمی زخمی ہوئے۔

—— حکومت میسور نے بے روزگاروں کی اعانت کے لئے ایک کمیٹی بنادی ہے [illegible]

—— سردار محمود بیگ طرزی وزیر خارجہ افغانستان براستہ ہندوستان سوئٹزرلینڈ جا رہے ہیں۔

—— پنجاب کے تین وزیروں کے شعبہ جات کی تقسیم اس طرح پر کی گئی ہے۔ سر جوگندر شعبہ ہا زراعت و آبکاری۔ امور عامہ و عمارات و شاہراہیں۔ مسٹر منوہر لال شعبہ تعلیم و صنعت و حرفت ملک فیروز خاں نون۔ شعبہ ہائے حکومت خود اختیاری مقامی طبابت حفظان صحت عامہ و انتظام طب۔ (اس میں شہری اور دیہاتی صنعتی لوڈ بھی شامل ہیں) اور اوقاف مذہبی و خیراتی۔

—— پنڈت کالی چرن مصنف وچتر جیون نے جو درخواست دی تھی کہ ان کا مقدمہ آگرہ سے منتقل ہو جائے وہ نامنظور ہو گئی ہے۔ مقدمہ ۱۴ جنوری کو آگرہ ہی میں شروع ہو جائے گا۔

—— اخبار "تیج" نے سوامی شردھانند کے قتل کی مفروضہ سازش میں دہلی کے مولانا محمد زاہد القادری کا نام بھی لیا تھا۔ جس پر مولانا موصوف نے اخبار مذکور کے ایڈیٹر کو تحریری معافی مانگنے اور اس خبر کی تردید کرنے کے لئے نوٹس دیدیا ہے۔

ممالک خارجہ

—— حکومت ترکیہ کے مہتمم امور مذہبی نے اعلان کیا ہے کہ جو جماعت قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اس نے کام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے (۱) ترجمہ (۲) تفسیر۔ اس وقت تک قرآن کریم کا ایک ثلث سے زیادہ ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور پانچویں حصہ کی تفسیر مرتب ہو چکی ہے۔ یہ جماعت ترکی زبان میں جمعہ کے خطبے بھی تیار کر رہی ہے۔

—— روس کی علمی اکاڈمی آج کل فارسی زبان کا ایک لغت تیار کرنے میں مصروف ہے۔

—— جاپان کے نئے شہنشاہ کی تاجپوشی کی رسم کے بعد پچاس ہزار قیدی رہا کئے گئے۔

—— ترکی حکومت میں ضابطہ جدیدہ کے رو سے طلاق کا تصفیہ عدالت کیا کرے گی۔ ایک انگریزی اخبار کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ کثرت ازدواج بھی جرم قرار دے دی گئی ہے۔ اور اس کا مرتکب پانچ سال کی قید کا مستوجب ہوگا۔ (اس خبر کو محتاج تصدیق ہی سمجھنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ یہ محض دشمن کا پروپیگنڈا ہی ہو۔ پیغام صلح)

—— محکمہ آثار قدیمہ کی ایک جماعت کو عراق عرب میں سطح زمین سے بیس فٹ نیچے حضرت ابراہیم کے زمانہ کی عمارتیں ملی ہیں۔

—— لندن۔ ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ راوی ہے کہ وہاں کی پولیس نوجوان مردوں اور لڑکیوں کی اخلاقی حالت کے تحفظ کے خیال سے ان ناچ گھروں کو بند کر رہی ہے جو انگورہ سے لائیسنس حاصل کرنے کے بعد کھولے گئے تھے۔ پولیس کے پاس اس امر کی سخت شکایات موصول ہوئی ہیں کہ معزز گھرانوں کی لڑکیاں ان ناچ گھروں کی بدولت گمراہ ہو رہی ہیں معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بعض لڑکیوں نے بے حیائی کی زندگی اختیار کر لی ہے۔ پولیس نے ناچ کی درس گاہوں پر پابندیاں عائد کر دی ہیں آئندہ جو لڑکیاں ان درس گاہوں میں ناچنا سیکھنے کے لئے جایا کریں گی ان کو اپنے والدین کی رضامندی کی تحریری سند پیش کرنی پڑے گی۔

—— رگبی ۵ جنوری۔ جمعہ کے روز سے لنڈن اور نیویارک کے درمیان ٹیلیفون کے سلسلہ کا افتتاح کر دیا جائے۔ اس سلسلہ کو مزید توسیع بھی دی جائے گی اور اہل یورپ اہل امریکہ سے لنڈن اور نیویارک کی وساطت سے ٹیلیفون پر گفتگو کر سکیں گے۔

—— بیروت ۴ جنوری۔ فرانسیسی سواروں کے ایک دستہ نے قبائل شام کے ایک گروہ کو جو رئیس قبیلہ الاطرمش کے زیر سرکردگی تھا زبردست شکست دی۔ بیس دروزی اور ان کے سو گھوڑے اس مقابلہ میں مارے گئے۔ اور بہت سا سامان فرانسیسیوں کے ہاتھ لگا۔

—— برلن میں ترکی کا ایک وفد موسیقی آیا ہے جس نے جرمنوں کو اپنے کمالات سے مسخر کر دیا۔

—— جرمنی اور افغانستان نے طے کیا ہے کہ برلن، قسطنطنیہ، طہران اور کابل کے درمیان براہ راست ہوائی جہاز [illegible]

—— امریکہ کی کمیٹی تعیزات سرکاری نے اعلان کیا ہے کہ ترکی حکومت اس بوجھ [illegible] کی ہو کہ از روئے [illegible] کا حق اس کو نے مرست پرسیں قدر [illegible]

¹ رگوید منڈل ۲ سوکت ۷ منتر ۱۱۔ ² رگوید منڈل ۱ سوکت ۲۲ منتر ۸۔ ³ منڈل ۴ سوکت ۲۱ منتر ۹ ⁴ منڈل ۱ سوکت ۶ منتر ۳ ⁵ منڈل ۵ سوکت ۲۹ منتر ۱۰۔ ⁶ ۱۰ ⁷ منڈل ۱ سوکت ۱۴۱ منتر ۸۔ ⁸ منڈل ۵ سوکت ۲۹ منتر ۱۰۔ دراوڑی قوم کا یہ حلیہ انڈین امپائر جلد اول صفحہ ۲۹ پر مرقوم ہے۔ ⁹ تاریخ ہند مولفہ لالہ لاجپت رائے صفحہ ۱۳ ¹⁰ رگوید منڈل سوکت ۱۰ منتر ۱۲۔ منڈل ۲ سوکت ۵۴ منتر ۲۳۔ منڈل ۸ سوکت ۷۷ منتر ۱۱۔ منڈل ۸ سوکت ۷۷ منتر ۳۔ منڈل ۱ سوکت ۷۴ منتر ۴۔ ¹¹ یجروید ادھیائے ۳۰ منتر ۲۱ ¹² یجروید ادھیائے ۱۵ منتر ۱۷۔ یجروید ادھیائے ۱۵ منتر ۱۹۔ ¹³ یجروید ادھیائے ۱۶ منتر ۲۷ و ۵۷ ¹⁴ سوکت ادھیائے ۱۲۔

سوامی شردھانند کا قتل

اس عنوان کا ایک بڑا اشتہار دیواروں اور عام گزرگاہوں پر چسپاں کرنے کے لئے کافی تعداد میں بیرونی جماعتوں کو بھیجا گیا تھا۔ امید ہے کہ سب جماعتوں نے اپنے اپنے شہروں اور قصبوں میں چسپاں کیا ہوگا اب وہ مفصل ٹریکٹ بھی جس کا ذکر اس اشتہار میں ہے چھپ گیا ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے بیرونی جماعتوں کو بذریعہ ڈاک بھیجا جا رہا ہے۔ ٹریکٹ کا عنوان بھی وہی "سوامی شردھانند کا قتل" ہے جو مسلمان بھائی ہندوؤں اور مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا وعدہ کریں انہیں یہ ٹریکٹ مفت ارسال کیا جائے گا۔ ملنے کا پتہ:-

اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت امیر کا خاص ارشاد

امسال سالانہ جلسہ پر حضرت امیر نے اپنی اختتامی تقریر میں جماعت کو جو قابل قدر نصائح ارشاد فرمائیں ان میں سے خاص قابل توجہ نصیحت یہ ہے کہ آئندہ کوئی احمدی کسی فنڈ کا چندہ بھی اپنے ذمہ بقایا نہ رہنے دے۔ پس "پیغام صلح" کے ہر احمدی خریدار کو جو اپنے امیر کے ارشاد کی عزت کرتا ہے۔ اسی مہینہ کے اندر اپنا بقایا چندہ ادا کرنا چاہیئے۔ (مدیر)

مصیبت کا کام آنیوالا
احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ
ہر بالغ احمدی ممبر بنے

اس فنڈ کے قواعد سے جو پیغام صلح میں شایع ہو چکے ہیں احباب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ انجمن نے یہ نہایت ہی عمدہ تجویز قوم کے ہر فرد کے ذاتی مفاد کے لئے نکالی ہے جس کو ان کے معتمدین نے منظور کیا ہے۔ اور جس کا انتظام انجمن نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے اس کے متعلق درخواست داگریمنٹ فارم" چھپ کر تیار رکھے گئے ہیں۔ جماعت کے ہر بالغ فرد کو اس میں شامل ہو کر اپنی اور اپنے بھائیوں کی قوت و امداد کا باعث بننا چاہیئے۔ انشاء اللہ العزیز اس سے قوم کو بہت تقویت حاصل ہوگی۔ جہاں جماعتیں ہیں وہاں سب مل کر اپنے لئے اکھٹے فارم مطلوبہ تعداد میں منگوالیں۔ اور باقی فرداً فرداً۔ حتی الوسع ڈاک وغیرہ کے خرچ سے بچانے کی کوشش کریں۔

سید محمد حسین
افسر صیغہ احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح کا خاص نمبر

۱۹ر جنوری ۱۹۲۷ء کو شایع ہوگا اشتہارات

۱۷ر جنوری سے پہلے پہنچ جانے چاہئیں

اجرت پیشگی لیجائیگی نرخنامہ خاص نمبر یہ ہے:-

پورا صفحہ	½ صفحہ	پورا کالم	½ کالم
للعہ	لِلعہ	ملعہ	صہ

منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام

سالانہ جلسہ پر حضرت امیر نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جو اچھوت اقوام فنڈ میں حصہ نہ لے چنانچہ سالانہ جلسہ میں شامل ہونے والے ہر احمدی نے حسب استطاعت اس میں چندہ دیا اب یہ پیغام ان بھائیوں تک پہنچایا جاتا ہے جو سالانہ جلسہ پر نہیں آئے ان میں سے ہر ایک پر اس ارشاد کی تعمیل لازم ہے۔ (مدیر)

جلسہ فنڈ اور جلسہ میں شامل نہ ہونے والے

امسال مہمانوں کی کثرت کے باعث سالانہ جلسہ کے اخراجات بہت ہوئے ہیں۔ جو احباب جلسہ پر تشریف لائے انہوں نے ہر طرح اپنا حق ادا کر دیا اب ان بھائیوں کی باری ہے جو جلسہ میں شامل نہیں ہوئے۔ کہ وہ جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ کیونکہ اس میں حصہ لینا ہر احمدی کا فرض ہے۔ خواہ وہ جلسہ میں شامل ہو یا نہ ہو۔ تمام رقوم محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں۔ (افسر انچارج جلسہ سالانہ)

مذہبی کانفرنس کی مکمل روئداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو ایک عظیم الشان مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے "ذات باری تعالیٰ کے تصور" پر اپنے اپنے مضامین پڑھے۔ یہ تمام مضامین "پیغام صلح" کے ایک خاص نمبر میں ۱۹ر جنوری ۱۹۲۷ء کو شایع ہوں گے۔ اس نمبر کی قیمت ۳ر ہوگی۔ جن دوستوں کو اپنے لئے یا اپنے احباب کے لئے ضرورت ہو وہ ٹکٹ ڈاک بھیجکر طلب فرمائیں۔

منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

اعتذار

افسوس ہے کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے سالانہ جلسہ کی بقیہ روئداد اس پرچہ میں شایع نہیں ہو سکی۔ آئندہ پرچہ میں مذہبی کانفرنس کی مکمل روئداد ہوگی اور اس کے بعد بقیہ روئداد وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہے گی۔ (مدیر)

پشاور سے راس کماری تک

ملک کے ہر حصہ میں ہزاروں آدمی یہ معلوم کرنے کیلئے بیقرار ہیں کہ **امریکن میڈیسن کمپنی** نے طاقت مردمی کیلئے **گولڈین** کے نام سے جو عجیب لااثر دوائی ایجاد کی ہے اور جس کے حیرت انگیز فوائد نے ساری دنیا کو محو حیرت کردیا ہے؟ وہ کہاں سے مل سکتی ہے لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم نے پبلک کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کو دیکھ کر ہندوستان بھر کے لئے اس دوائی کی سول ایجنسی لے لی ہے اور اب یہ عجیب غریب چیز ہمارے کارخانہ سے مل سکتی ہے۔

جن لوگوں کو اب تک اس جادو اثر دوائی کے حالات معلوم نہیں ہیں اور وہ ہندوستان کے دیسی اشتہار بازوں کی خطرناک اور زہریلی دوائیں استعمال کر کے اپنی دولت اور زندگی برباد کر رہے ہیں ان کی واقفیت کیلئے اس کے مختصر حالات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) **گولڈین** اس زمانہ کی ایک قابل فخر ایجاد ہے اور دنیا بھر میں قوت کی لاثانی دوا ثابت ہوئی ہے۔

(۲) اس کو زمانہ حال کے شہرہ آفاق ڈاکٹروں، سائنس دانوں اور طبی ماہرین نے قریبا سو سال کی چھان بین اور مسلسل تجربات کے بعد تیار کیا ہے۔

(۳) **امریکن میڈیسن کمپنی** نے اس نسخہ کی تجویز و تحقیق پر کثیر التعداد روپیہ پانی کی طرح خرچ کیا ہے اور مارکیٹ میں لانے سے پہلے مختلف قسم کے تین ہزار مریضوں پر تجربہ کیا ہے۔

(۴) اس دوائی میں ڈامیانہ، انکسوامیکا، یوہمین، ایکسٹرکٹ کوکا، فاسفورس، جوہر فولاد، انگریزی کشتہ سونا، انگریزی سفوف مروارید، انگریزی جوہر کستوری جیسی اکسیر چیزوں کے علاوہ بعض نہایت ہی زبردست طاقت والے نباتاتی اجزا شامل ہیں جن کا اظہار اصول تجارت کے خلاف ہے۔

(۵) اس کے استعمال سے تمام مردانہ بیماریاں جڑ سے دور ہو جاتی ہیں، بچپن کی بے اعتدالیوں اور بڑھاپے کی کمزوریوں کی وجہ سے ضائع شدہ قوت حیرت انگیز تیزی کے ساتھ واپس آجاتی ہے معدہ قوی جسم مضبوط چہرہ خوش رنگ اور دماغ روشن ہو کر طبیعت میں ایک عجیب قسم کی فرحت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۶) اس عجیب و غریب چیز کی پہلی خوراک ہی جسم میں نئی زندگی پیدا کر دیتی ہے۔ اور تین دن کے بعد حالت بالکل بدل جاتی ہے۔

(۷) ایک شیشی کی قیمت صرف چار روپے لیکن چونکہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی بہت تھوڑی شیشیاں آئی ہیں اور جو لوگ گذشتہ سال **گولڈین** کا اسٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے محروم رہ گئے تھے ان کے آرڈر بکثرت آرہے ہیں اس لئے جلد منگا لیجئے ورنہ مال ختم ہو جانے پر ایک شیشی پچاس روپے میں بھی نہ ملے گی۔

سول ایجنٹ: جنرل منیجر سٹار فارمیسی ۱۹ چمبرلین روڈ لاہور

ملک کا خیر خواہ اسلام کا سچا خادم اور کشمیری قوم کا حقیقی ترجمان

ہفتہ وار "کشمیر" امرتسر

جو ہر انگریزی مہینہ کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸ تاریخ کو پنجاب کے مشہور شہر امرتسر سے دیدہ زیب طباعت اور دل آویز مضامین کی قابل قدر دلچسپیوں کے ساتھ بکمال آب و تاب شایع ہوتا ہے جس میں کشمیر کے حالات اور کشمیری قوم کی اصلاح و فلاح کے مسائل پر گفتگو کرنے کے علاوہ اسلامی ہند، دنیائے اسلام کے معاملات موجود الوقت پر نقد و نظر اور سیاسیات ہند پر نہایت آزادانہ بحث و تحقیق کی جاتی ہے۔

کشمیر کو ہر درجہ، ہر طبقہ اور ہر مذاق کے لوگوں نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ معاصرین نے اس کی نسبت قابل قدر خیالات کا اظہار کیا ہے۔

کشمیر اپنی عدیم النظیر خوبیوں کی بدولت نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ملک میں بھی بکثرت جاتا ہے۔ اگر آپ کو کسی بہترین، وسیع النظر اور صائب الرائے اخبار کی ضرورت ہو تو اسے ضرور منگوائیے۔ "کشمیر" میں تجارت پیشہ اصحاب کے لئے اشتہار دینا ازحد مفید ہے۔ کیونکہ "کشمیر" ملک کے ہر حصہ اور کونہ کونہ میں جاتا ہے قیمت سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپے آٹھ آنہ

منیجر اخبار "کشمیر" امرتسر

شیطان کس سے ڈرتا ہے

شیطان علیہ اللعنۃ نہ توپ سے ڈرتا ہے نہ گولے اور تلوار سے بلکہ **"لاحول"** اخبار سے ڈرتا ہے جو ہفتہ وار باتصویر عجیب شان اور آن بان سے دندناتا ہوا گجرات سے شایع ہوتا ہے، عمدہ مضامین، مذاقیہ نظمیں، دل خوش کن چٹکلے، نتیجہ خیز کہانیاں، پرلطف ہنسانے والے معنی خیز کارٹون۔ چندہ سالانہ للعہ ششماہی ۲ نمونہ ۲ آنہ

جو صاحب اسی مہینہ میں خریدار بنیں گے ان کو مندرجہ ذیل ذیل سات عدد معنی خیز ناول مفت دیے جائیں گے۔ انور پاشا، ایڈن کی تباہی، شیطان کی ٹوپی، شیطان کا باپ، قید جرمانہ، فیاض ڈاکو، میڈیکل بت پرستی۔

ششماہی خریداروں کو چار ناول دیے جائیں گے۔

نوٹ:- اشتہاری نرخ ارزاں ہیں مشتہرین جلد اشتہار بھیج کر فائدہ اٹھائیں

[illegible]

سہل ترین اور بہترین طریقہ پر عربی سکھانے میں

مرقاۃ العربیہ

کا کوئی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کتاب کی خوبی کی سب سے اعلیٰ شہادت یہ ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ، مسودہ سٹریکٹ کمیٹی، الہ آباد ٹیکسٹ بک کمیٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے اپنے سکولوں کے نصاب کے لیے تجویز کیا ہے۔ قیمت ہر حصہ ۸

محمد عبد الہادی خاں کوچہ چیلاں دہلی

ہندوستان بھر میں سب سے سستا دلچسپ اور مفید

رسالہ راز و نیاز

ترقی کی عمدہ تدبیر بتانے والا بیش بہا دینی و دنیوی علمی، ادبی، اخلاقی، بیحد دلچسپ اور مفید مضامین پیش کرنے والا ماہوار رسالہ چندہ سالانہ صرف لو آنہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر۔ پتہ

منیجر رسالہ راز و نیاز دہلی

عید معراج کی خوشی میں

مشتہرین سپاہی کو خوشخبری

سپاہی اسلام کا سپاہی اور سید احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا فدائی اس ماہ مبارک کی خوشی و مسرت کو صرف الفاظ میں نہیں ظاہر کرتا بلکہ مشتہرین کے جو اشتہار اس ماہ مبارک (رجب) میں درج اخبار سپاہی ہونگے ان سے بشرح نصف اجرت لیگا۔ خوشخبری ہو ان مسلمانوں کو جو اپنے اشتہارات سپاہی میں درج کرانا چاہتے ہیں۔ لہذا جلد اشتہار روانہ فرمایئے۔ اور عید معراج کی خوشی سے فائدہ اٹھایئے۔

منیجر اخبار سپاہی بدایوں مولوی گنج

تمام روزانہ انگریزی اور اردو اخباروں کا ہفتہ وار نچوڑ

"فرشتہ"

میں ہوتا ہے جو دار السلطنت اکبر آباد سے شائع ہوتا ہے جس کے لیڈنگ آرٹیکل طبقہ میں قابل تسلیم مانے جاتے ہیں جسکو اینگلو بنٹلے کی تاریخ میں اور عمال سلطنت

[illegible]

پیغام اتحاد (حصہ اول)

ایک نہایت عجیب و غریب اور حیرت انگیز علمی اخلاقی بیشبہل اور مضبوط ... کتاب ہے

قوموں کا اتحاد و اتفاق زبان کے ایک ہونے پر قائم ہے نیک کاموں کیلئے کتاب وقف نہایت عجیب لسانی تحقیقات جس بات کے معلوم کرنے میں یورپ کے ماہرین السنہ قاصر تھے اس کو ثابت کر دیا گیا ہے دنیا بھر کے علما فضلا کو دعوت و چیلنج قدیم زبان سنسکرت کو نہ صرف انڈو یورپین زبانوں کا منبع بلکہ تمام عبرانی وغیرہ زبانوں کا بھی ماخذ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف علمی و اخلاقی اسرار کا خزینہ ہے بلکہ سول امور روحانی رموز کا بھی گنجینہ ہے ایک غیر مسلم کے قلم سے لکھی ہوئی کتاب اگر ایک لفظ بھی پاک رسول کی شان کے خلاف نکال کر دکھا دیں تو فوراً ایک ہزار کتاب آگ کی نذر کر دی جائے گی حقیقت میں جناب تقدس مآب حضرت مرزا غلام احمد صاحب پر قربان ہو جاؤں میں ان کے پاک قدموں پر، کے پیغام صلح کی خدمت بھی کی ضرور ہے اگرچہ صداقت و حقیقت کا بے باکانہ اظہار کر دیا گیا ہے اگر کوئی عالم میری لسانی تحقیقات کو غلط ثابت کر دے تو کتاب کی اشاعت قطعی بند۔ سنہری جلد قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے ایک ہندوستانی بھائی کی حوصلہ افزائی مناسب ہے۔ دوسرا حصہ اس سے زیادہ دلچسپ ہوگا۔ ایک کلمہ بھی پاک شخصیتوں کے خلاف نہیں۔ منگانے کے پتے:-

(۱) شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری گیٹ لاہور

(۲) میسرز عطر چند کپور انارکلی لاہور

(۳) منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

المشتہر

بنی نوع انسان کا خادم چتین دبی۔ اے ممبر اڈیٹر سٹاف ... کالج لاہور

ایک نظر ادھر بھی

کشمیر کی مشہور پیداوار ہم سے منگائیے اور دیکھئے کہ آپکو کتنا فائدہ ہوگا خالص اونی کشمیرہ آبرشن اور سکاچ ٹوئیڈ کے طرز کا بہت عمدہ لوز روپے فی سوٹ پیسہ ۴/۱ ۷ گز زعفران درجہ اول تین روپے تولہ خالص بنفشہ ہو روپے فی سیر علاوہ محصولڈاک وغیرہ

منور جو اینڈ سنز امیرا کدل سرینگر کشمیر

قطور چشم

ہمارا قطور چشم کمزور سے کمزور نظر کو نہایت تیز کر دیتا ہے آنکھ کیسی ہی دکھتی ہو پانی بہتا ہو، سرخی ہو غرض آنکھ کی کوئی بیماری ہو اس کے استعمال سے چند روز میں جاتی رہے گی یہ زود اثر ہے اور آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے قیمت علاوہ محصول ۱ر مشک اور عنبر ہمارے ہاں خالص ملتا ہے

ایس محمود اینڈ کمپنی شاہ علی اسٹریٹ امروہہ ڈسٹرکٹ مراد آباد

گولڈن رسٹ واچ خوبصورتی کا زیور

دیکھنے میں نازنین برتنے میں سخت جان وقت کی سچائی میں بے نظیر گھڑیاں گارنٹی اسسال ... پسند ہو نمبر لکھئے قیمت معہ تسمہ و بکس صرف ...

[illegible]

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۴ رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۲۷ء | نمبر ۳

بارگاہ رسالت میں ایک خاتون کا ہدیۂ نیاز

(جنابہ آمنہ بنت خان بہادر میاں غلام رسول صاحب اقیم ملکھیانہ)

اے رسول ہاشمی امی لقب خیر الانام

عالم روحانیت کے مہر انور لا کلام

پرتو روئے نکوات تابش مہر منیر

تیری پیدائش پہ دنیا ہو گئی روشن تمام

امتیاز بندہ و صاحب جہاں سے مٹ گیا

کیا مساوات و اخوۃ کا دیا تو نے پیام

فیض تیری صحبت قدسی کا یہ ظاہر ہوا

دست اشترباں میں آئی ساری دنیا کی زمام

آج تاریخ عرب کو کھول کر دیکھیں اگر

جاہلیت میں بہت بدنام ہیں عربوں کا نام

چھا رہی تھی ہر طرف گھنگھور ظلمت کی گھٹا

وادی فاراں سے چمکا تھا وہ جب ماہ تمام

ختم ہے سب حسن و خوبی تجھ پہ اے ختم رسل

کیوں نہ ہو پھر اولین و آخرین کا تو امام

پڑھ رہے ہیں فرش سے تا عرش سب تجھ پر درود

آمنہ نے نعت کیا لکھی ہے باصد اہتمام!

بزم احباب

(مراسلہ صاحبزادہ چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

فرانس

چودھری محمد اقبال صاحب مارسیلز سے لکھتے ہیں کہ آج تین ہفتے کے بعد پیغام صلح ملا۔ کئی بار پڑھا پھر بھی تسکین نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور تمام مضامین لکھنے والوں کو جزائے خیر دے۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ کے مضامین خاص توجہ اور دلچسپی سے پڑھتا ہوں اور جیسے مزے لیتا ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا کاش چند ایک اور ایسے بزرگ ہوں تو دنیا کا رنگ بدل دیں۔ میرے لئے تو ان کے اکثر مضامین شمع ہدایت ہوتے ہیں۔ وہ محض جسمانی ڈاکٹر نہیں بلکہ روحانی ڈاکٹر بھی ہیں اگر میرے جیسے گنہگار کی دعا مستجاب ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو مسیح ناصری سے بھی بلند درجہ عطا کرے گا۔ میں یہ فقرہ محض مذاقیہ نہیں لکھ رہا بلکہ حضور قلب سے لکھتا ہوں

امت مرحومہ کا ہر سچا خادم جیسا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ ہیں بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔

کل اتوار کا دن تھا۔ شومئی قسمت سے میں ایک پارک میں جانکلا، جہاں مصنوعات فرانس کی نمائش تھی۔ فرانسیسی لوگوں کے لئے تو نمائش خوشی و خرمی کا سامان اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ لیکن میرے ساتھ جو کیفیت ہوئی وہ ایسی دردانگیز ہے۔ قلم میں طاقت نہیں کہ دل کا صحیح نقشہ کھینچ سکے۔ پارک میں جو داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک عالی شان مکان میں جو عربی وضع کا ہے لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں میں بھی انکی دیکھا دیکھی اندر گھسا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کی دیواروں پر عکسی تصاویر لٹک رہی ہیں۔ جن میں مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے دلکش پہاڑوں اور وادیوں کے دلکش نظارے دکھائے گئے ہیں۔ ایک دوسرے کمرے میں تیونس، مراکش، ٹیونس اور دیگر اسلامی شہروں کے قدیم مدارس اور مساجد کے نوٹو جابجا دیواروں پر آویزاں ہیں۔ لوگ ان عجیب و غریب تصاویر کو حیرت و استعجاب سے چند لمحہ دیکھ کر گزر جاتے ہیں۔ مگر میرے دل کی جو کیفیت ہوئی وہ عجیب تھی۔ اسلامی تاریخ کا شاندار نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا۔ اور جوں جوں اس اسلامی نقش و نگار پر گہری نگاہ کرتا اور آیات قرآن کو پرانی دیواروں پر سے مٹا ہوا دیکھتا تو میرا دل خون خون ہو جاتا۔ اگر میں شاعر ہوتا تو ان شکستہ مگر شاندار مدارس و مساجد پر فوراً ایک دردانگیز مرثیہ لکھ دیتا اور اسی طرح اپنے رنج و ملال میں دوسروں کو بھی شریک کر لیتا اور خون کے آنسو رلاتا۔ آدھ گھنٹہ ان تصاویر کو کھڑا دیکھتا رہا اور ٹھنڈی سانسیں بھرتا رہا۔ آخر باہر نکل آیا۔ نمائش گاہ کے جس حصہ میں مشینیں وغیرہ تھیں چلا گیا کہ اس غم کو دور کروں۔ ایک گھنٹہ تک ادھر ادھر پھرتا رہا اور مختلف اشیاء کو دیکھتا رہا نمائش گاہ کے ایک کونہ میں جھونپڑی کا ایک احاطہ بنا ہوا تھا جہاں کچھ ڈھول ڈھمکے کی آواز سنائی دیتی تھی ادھر ہو گیا تو دیکھا کہ تماشبین اس میں بھی داخل ہو رہے تھے۔ دروازہ پر چند ایک حبشی ترکی ٹوپی پہنے کھڑے تھے۔ میں نے سمجھا کہ اس حصہ میں افریقہ کی اشیاء کی نمائش ہوگی۔ ٹکٹ لیا اور اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا کہ جھونپڑی کا ایک بڑا احاطہ تھا جس میں جابجا گھاس پھوس کے مکانات بنے ہوئے تھے۔ اور وسط احاطہ میں ایک پھوس کا کلاہ فرنگی بنا ہوا تھا۔ وہاں چند سیاہ فام عورتیں ہنا دلہن کا لباس پہنے کھڑی تھیں اور ڈھول کی آواز کے ساتھ ساتھ کچھ نہایت عجیب انداز سے ناچ رہی تھیں انہیں دیکھ دیکھ کر لوگ ہنستے تھے۔ میں ہنستا بھی افسوس بھی کرتا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ مسلمان معلوم ہوتے تھے۔ آخر تمام احاطہ میں گھوم کر جھونپڑیوں کو دیکھتا رہا۔ ایک طرف دیکھا کہ چند چھوٹے چھوٹے بچے زمین پر بیٹھے تھے اور ان کے درمیان ایک بوڑھا آدمی جس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان موجود تھا۔ ایک کتاب ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا اور بڑی توجہ سے اس کتاب پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ وہاں بھی لوگ کھڑے تھے اور بچے ان سے پیسے مانگتے تھے۔ میں بھی آگے بڑھا دیکھا تو اس بڈھے کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا جسے وہ پڑھ رہا تھا۔ اور نہایت غلط۔ اللہ جانے دل کی کیفیت نہ پوچھیے دل میں آتا تھا کہ اس بڈھے خبیث کو تبدیل ماڈرن کر ڈھیر کر دوں قرآن کریم کی یہ بے حرمتی۔ مگر جب یہ خیال آیا کہ خود ہمارے ملک میں بھی تو ملاں لوگ یہی مذاق کلام پاک کے ساتھ کرتے ہیں۔ چلو یہ بھی انہی آخر یہ تو اسی زمرہ میں سے ہے اصل بات یہ ہے کہ فرانس والوں نے یہ نقل ایک اسلامی مدرسہ کی بنائی تھی۔ تاکہ ان کے ہموطنوں کو معلوم ہو جائے کہ ممالک اسلامیہ میں ایسے مکتب ہوتے ہیں۔ ملاں درمیان میں بیٹھتا ہے۔ اور لڑکے اس کے ارد گرد دوزانو بیٹھتے ہیں۔ کوئی تختی پر لکھتا ہے کوئی سیپارہ ہاتھ میں لئے پڑھ رہا ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ یہ مردود ملاں قرآن کریم کو پڑھ کر لوگوں سے پیسے مانگتے ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں دیکھا گیا ہے کہ حافظ او رواعظ ملاں لوگ گلی کوچوں میں گریں چلا چلا کر آیات قرآنی خوش الحانی سے پڑھتے اور ایک ہاتھ خیرات کے لئے باہر نکالا ہوتا ہے کہ رہگذار اس پر پیسہ رکھتا جائے۔ یہ نظارہ عجیب دردانگیز تھا۔ آخر بصد حسرت و افسوس وہاں سے باہر نکلا اور اسی رنج و غم میں دیوانہ وار آوارہ پھرتا رہا۔ حضرات اب اسلام سوائے جہالت و افلاس کے اپنے اندر کوئی خوبی نہیں رکھتا۔ ان تمام حالات کو دیکھ کر یا کسی مسلمان یا یہ خیالات دل کا نہ جائے تو دو کیا کرے بعض دفعہ خیال آتا تھا کہ میں نے ہندوستان سے باہر نکلنے کی حماقت کیوں کی لیکن اب ہو گئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۴؍ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ نمبر ۳

خدائی انکم ٹیکس

احکام زکوٰۃ

ہر مسلمان پڑھے اور عمل کرے!

(مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ" نماز قایم کرو اور زکوٰۃ دو اور سچے مومنوں کی علامات میں فرماتا ہے یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ" وہ نماز کو قایم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز کے سوا کوئی عمل ایسا نہیں جس پر قرآن شریف میں اس قدر زور دیا گیا ہو۔ جس قدر زکوٰۃ پر دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ کے نہ دینے والوں کو عذاب الیم کی خبر سنائی گئی ہے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے اور جس کی زکوٰۃ دیدی جائے خواہ وہ کتنا مال ہو وہ اس آیت کے تحت میں نہیں آتا۔

زکوٰۃ کا نہ دینا مشرکوں اور منکروں کا شیوہ قرار دیا گیا ہے۔ وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاخرۃ ھم کافرون اور مشرکوں پر ذلت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرۃ کے منکر ہیں۔ کوئی شخص اخوت اسلامی میں داخل ہونے کا اہل نہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتا۔ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین سو اگر وہ توبہ کریں اور نماز قایم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

آنحضرت صلعم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج جو ان پانچ باتوں میں سے ایک کو چھوڑتا ہے۔ وہ اسلام کی بنیاد پر قایم نہیں رہتا۔

زکوٰۃ بیت المال میں دو

قرآن کریم میں اگر ایک طرف مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ وہ زکوٰۃ وصول کریں۔ خذ من اموالھم صدقۃ اور آپ کے بعد ائمۃ المسلمین کو یہی حکم ہے اور جو خیرات کی جائے اس کے متعلق یہ حکم نہیں۔ زکوٰۃ فرض ہے [illegible] اور دوسرے صدقات بطور نفل ہیں۔ جہاں زکوٰۃ کے خرچ کرنے کی مختلف مدات کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے کہ والعاملین علیھا۔ یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو بھی تنخواہیں دی جائیں گی جو اس کے وصول کرنے کے لئے مقرر ہوں۔ جس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا باقاعدہ وصول ہو کر قومی بیت المال میں جمع ہونا ضروری ہے۔

احادیث میں آنحضرت صلعم کے عاملین زکوٰۃ مقرر کرنے کا ذکر ہے اور وہ سب زکوٰۃ جمع کر کے بیت المال میں داخل کرتے تھے۔ اور آپ ہی نے وہ حساب بھی بتایا جس حساب سے زکوٰۃ ان میں سے لینی چاہیے اور کسی شخص کے اختیار پر اس بات کو نہیں چھوڑا کہ کس قدر زکوٰۃ دے اور یہ بھی حکم تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کی رائے کے آگے سر جھکایا جائے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کے بیت المال میں داخل کرنے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر نے ان کے ساتھ جنگ کا حکم دیا۔ اور صحابہ نے اس کی صحت کو تسلیم کیا۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ ہر شخص اپنی جگہ پر فقرا و مساکین کو دیکر ادائیگی زکوٰۃ کے حکم سے [illegible]

مناسب مدات پر خرچ ہونا ضروری ہے۔ چندے جو ہمارے احباب ادا کرتے ہیں وہ بھی انہی دیگر صدقات میں آتے ہیں جو بطور نفل ہیں اصل فرض زکوٰۃ ہے۔ اور اس کا حساب کر کے بیت المال میں داخل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد چندہ جس قدر کوئی چاہے ادا کرے زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات میں ہر انسان مجاز ہے جس طرح چاہے انہیں خرچ کرے مگر زکوٰۃ کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک حدیث میں رسول اللہ کا یہ حکم پایا جاتا ہے اذا خرصتم فخذوا ودعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فالربع۔ یعنی جب تم غلہ وغیرہ کا اندازہ زکوٰۃ کے لئے کرو تو اسے لے لو اور ایک چوتھائی چھوڑ دو امام شافعی کہتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی زکوٰۃ کے چھوڑ دینے کا حکم اس لئے ہے تاکہ وہ شخص خود اسے اپنے ہمسایوں اور قریبیوں پر خرچ کرے یعنی ایسے قریبیوں پر جو مستحق زکوٰۃ ہیں۔

قرآن کریم اور ان احادیث کے احکام کے مطابق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے بیت المال قایم کر رکھا ہے جس میں سب ممبران کی زکوٰۃ کا داخل ہونا ضروری ہے۔ اور آخری حدیث کی منشا کے مطابق ہر زکوٰۃ دہندہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر چاہے تو ایک تہائی زکوٰۃ اپنے طور پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لے

زکوٰۃ کا حساب

(۱) **نقدی وزیورات**:- نقدی خواہ سونا ہو یا چاندی یا نوٹوں کی صورت میں اپنے پاس جمع ہو یا کسی جگہ امانت کے طور پر جمع ہو۔ زیورات خواہ روپے کو جمع رکھنے کی غرض سے بنوائے گئے ہوں خواہ استعمال کے لئے۔ خواہ شب و روز پہنے جاتے ہوں خواہ رکھے رہتے ہوں ان پر بھی نقدی کی طرح زکوٰۃ ہے۔ اگر وہ جڑاؤ ہیں تو جڑاؤ پر زکوٰۃ نہیں اور نہ جواہرات پر زکوٰۃ ہے صرف سونے یا چاندی کی قیمت پر زکوٰۃ ہے جو اس میں لگا ہے۔

زیور کی زکوٰۃ پر احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت آنحضرت کی خدمت میں آئی۔ اس کی لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ آپ نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا نہیں تو فرمایا کیا چاہتی ہو کہ قیامت کے دن یہ آگ کے کڑے ہوں؟

حضرت ام سلمہ نے کچھ سونے کا زیور پہنا تھا۔ اور آپ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یہ ایسا مال تو نہیں جس پر عذاب کی خبر قرآن شریف میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو چیز زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور ایسی ہی ایک حدیث حضرت عائشہ کے متعلق ہے۔ یہ تینوں حدیثیں ابوداؤد میں ہیں۔

جب نقدی یا زیور پر پورا سال گزر گیا ہو۔ اگر وہ چاندی یا نوٹوں کی صورت میں ہے تو باون روپے سے زیادہ مالیت ہونے کی صورت میں اگر سونا ہے تو ساڑھے سات تولہ سونے سے زیادہ ہونے کی صورت میں اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔

(۲) **مال تجارت پر زکوٰۃ**:- مال تجارت پر زکوٰۃ حدیث نبوی سے اور امت کے تعامل سے ثابت ہے۔ اور مجاہد کے نزدیک وانفقوا من طیبات ما کسبتم تجارت کی زکوٰۃ کے بارہ میں ہے۔ لیکن چونکہ تجارت کا مال بعض وقت ایک مدت تک بغیر نفع دینے کے بھی پڑا رہ سکتا ہے اس لئے ایسے مال تجارت پر جو سال کے اندر فروخت نہیں ہوا۔ کوئی زکوٰۃ نہیں۔ جب وہ فروخت ہوگا اسی وقت اس پر زکوٰۃ بھی واجب الادا ہوگی اور اس وقت صرف ایک ہی سال کی زکوٰۃ واجب الادا ہوگی حضرت امام مالک کا یہی مذہب ہے وانہ لم یبع ذالک العرض سنین لم یجب علیہ فی شیء من ذالک العرض زکوٰۃ وطال زمانہ فاذا باعہ فلیس علیہ الا زکوٰۃ واحدۃ اور اصول جو شارع علیہ السلام نے مقرر کیا ہے اس کی رو سے بھی یہی بات حق معلوم ہوتی ہے کہ اس لئے زکوٰۃ کا اصول مویشی میں سے مویشی اور غلہ میں سے غلہ اور نقدی میں سے نقدی، لیکن چونکہ جو مال تجارت ان چیزوں کے علاوہ ہے اس میں سے ہر چیز کا چالیسواں حصہ لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک ایک دکاندار کے پاس سینکڑوں قسم کی اشیا ہوتی ہیں۔ پس مال تجارت پر سے زکوٰۃ بصورت نقدی لیجا سکتی ہے۔ اور یہی عمل رسول اللہ صلعم اور صحابہ کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نقدی کی صورت میں اس حصہ مال پر زکوٰۃ وصول ہو سکتی ہے جو نقدی کی صورت میں تبدیل ہو چکا ہو مثلاً ایک شخص کی دکان میں پچاس ہزار روپیہ کا مال ہے [illegible]

کا مال بصورت نقدی تبدیل ہو گیا۔ اور اس پر زکوٰۃ واجب الادا ہو گئی۔ لیکن باقی پر نہیں۔ اور یوں بھی جو مال بند پڑا رہا اور فروخت نہیں ہوا [illegible] کہلا سکتا۔ پس تجارت کے مال کی تین صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ سارا سرمایہ جو تجارت پر لگایا گیا ہے وہ سال بھر میں واپس نہیں ہوا یعنی کل مال فروخت نہیں ہوا۔ تو زکوٰۃ صرف اس حصہ پر ہے جو فروخت ہوا۔ یعنی سال بھر میں جس قدر مال فروخت ہوا اس پر ۲½ فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔

دوم یہ کہ سارا سرمایہ بار بار وصول ہوتا اور تجارت پر لگتا رہا۔ مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار سرمایہ ہے اور اس نے اس کا کچھ سامان خریدا اور وہ ایک دو ماہ میں فروخت ہوا۔ پھر اس سے اور سامان خریدا اور وہ بھی فروخت ہو گیا۔ اور یوں سال میں کئی دفعہ ہوا۔ تو صرف اصل سرمایہ پر سال میں ایک دفعہ زکوٰۃ بحساب ۲½ فیصد واجب الوصول ہوگی۔

سوم۔ یہ کہ سرمایہ بصورت کسی انڈسٹری کے ہے جیسے مشین وغیرہ لگا کر کام کا چلانا تو اس صورت میں بھی سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی۔

ان تینوں صورتوں میں حساب سادہ نہ ہوگا۔ اور ہر سال کی اصل فروخت یا اصل سرمایہ پر زکوٰۃ ہوگی لیکن اگر سرمایہ میں کچھ حصہ قرضہ کا ہے تو قرضہ واجب الادا زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔ جس قدر سرمایہ یا فروخت گھٹے یا بڑھے اسی قدر زکوٰۃ بھی کم یا زیادہ ہوگی۔ اور تینوں صورتوں میں یہ جائز ہوگا کہ کل فروخت یا کل سرمایہ میں سے ان اخراجات کو منہا کیا جائے جو اس تجارت یا انڈسٹری کے لئے خاص ہیں۔ مثلاً بصورت تجارت کرایہ دوکان یا تنخواہ ملازمین دکان، اور بصورت انڈسٹری اس کے علاوہ خرچ مرمت مشین وغیرہ۔

(۳) **غلہ اور زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ**۔ زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ انگور، کھجور، زیتون، انار اور مختلف قسم کے کھیتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلوا من ثمرہ اذا اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ اس کے پھل سے کھاؤ۔ جب وہ پھل لائے اور اس کے کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔ یہ حق زکوٰۃ ہے۔ اور زمین پر خراج جو ہندوستان میں گورنمنٹ وصول کرتی ہے [illegible] زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کرتا۔ کیونکہ حقہ کے اندر نہیں آتا۔ بلکہ وہ گورنمنٹ اپنے آپ کو ایک گونہ مالک زمین قرار دے کر وصول کرتی ہے۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے خاص مصارف قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں جن میں زیادہ تر فقرا و مساکین مؤلفۃ القلوب اور جہاد فی سبیل اللہ کا حصہ ہے۔ اور زمین کے خراج کا روپیہ جو گورنمنٹ وصول کرتی ہے۔ ان مصارف پر نہیں لگتا۔ پھر یہ خراج ہر ایک زمین سے وصول ہوتا ہے امیر ہو یا غریب بفضل ہو یا نہ ہو۔ زکوٰۃ فرض اغنیا پر ہے۔ اور جس قدر کسی فصل میں پیداوار ہو اسی کا معین حصہ ہے البتہ یہ خراج چونکہ مجبوراً دینا پڑتا ہے اس لئے لازمی اخراجات زمین میں شمار ہوگا۔ گویا پیداوار زمین کی اس قدر کم سمجھی جائے گی۔ مثلاً ایک شخص کے پاس بیس گھماؤں زمین ہے جس میں پچاس من گیہوں پیدا ہوتا ہے جس کی قیمت اندازاً ڈیڑھ سو روپیہ سمجھ لو مگر اس زمین پر اسے پچاس روپے خراج سرکار کو بھی دینا پڑتا ہے تو اس کی پیداوار ایک سو روپیہ سمجھی جائے گی۔ اور اسی پر زکوٰۃ محسوب ہوگی۔ ایسا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے سے اجارہ لے کر زمین کو کاشت کیا ہے۔ تو جس قدر رقم بطور اجارہ دینی پڑی ہے۔ وہ خرچ لازم میں محسوب ہوگی اور نصاب کا اندازہ بھی اس کی منہائی کے بعد ہوگا۔ لیکن اس صورت اجارہ پر دینے والے نے بھی فی الحقیقت زمین کی پیداوار کا ہی ایک حصہ لیا ہے۔ اس لئے جو رقم وہ بطور اجارہ لے وہ غلہ کے قایم مقام سمجھی جا کر اس پر زکوٰۃ غلہ کی طرح ہی واجب الادا ہوگی۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس زمین کی پیداوار میں دو شریک ہو گئے ایک اصل مالک زمین اور ایک کاشتکار اور ہر ایک پر اس کے حصہ کے مطابق زکوٰۃ ہے بشرطیکہ وہ نصاب سے زیادہ ہو۔

غلہ کا نصاب حدیث میں کھجور کا نصاب پانچ وسق ہے۔ وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اور ایک صاع چار مد کے برابر اور مد ڈیڑھ رطل اور ایک رطل آدھ سیر تو اس حساب سے بیس من پختہ کھجور کا نصاب ہوا پس یہی نصاب غلوں کا ہے۔ خواہ گیہوں ہو یا جو یا باجرہ یا چنا یا کو اور جن کا نرخ قریباً برابر ہے۔ لیکن ایسی پیداوار جو قیمتی ہو بلحاظ زیادہ گراں ہے جیسے کپاس۔ اس کا نصاب بھی کم ہونا چاہیئے چنانچہ احادیث میں نہ صرف سونے اور چاندی کے نصاب میں فرق رکھا ہے بلکہ اونٹ، گائے، بکری سب کے نصاب میں فرق ہے اور چونکہ ہر چیز کے لئے علیحدہ نصاب مشکل ہے۔ اس لئے ایسی پیداوار یعنی کا جو عام غلوں سے زیادہ گراں ہے سب کا نصاب باون روپے رہے گا جو نقدی کا نصاب ہے۔ اور نصاب کا حساب یوں کیا جائے کہ اول پیداوار [illegible]

کی دیکھی جائے گی پھر اس میں سے اسی قدر کمی کی جائے گی جس قدر خراج زمین پر سرکار کو یا مالک زمین کو دینا پڑا ہے۔ باقی ماندہ پیداوار اگر بیس من پختہ سے زیادہ ہے تو یا باون روپے سے زیادہ قیمت کی ہے تو اس پر زکوٰۃ لی جائے گی۔

زمین کی ہر قسم کی پیداوار پر اگر زمین بارانی ہے یا قدرتی نہروں سے سیراب ہوتی ہے تو زکوٰۃ دسواں حصہ ہوگی اگر چاہی یا نہری ہے۔ جس پر آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہے تو بیسواں حصہ ہو۔

ایسی فصلیں جو زمیندار صرف مویشیوں کے لئے بوتے ہیں ان پر کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی اور ایسا ہی ان ترکاریوں سبزیوں اور پھلوں پر بھی کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی جو اپنے گزارہ کے لئے کاشت کی جاتی ہیں۔ لیکن جو سبزیاں اور پھل وغیرہ فروخت کے لئے کاشت ہوتے ہیں اور ایسا ہی جو فصلیں ایسی ہیں کہ وہ فروخت کے لئے کاشت کی جاتی ہیں یا فروخت کر دی جاتی ہیں جیسے خربوزہ نیل وغیرہ ان سب میں زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا ہے لیکن نصاب سہولت کے لئے باون روپے رہے گا۔ یعنی باون روپے سے زیادہ کی اگر کسی فصل کی فروخت ہے تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا۔

جو لوگ زمین کو خود کاشت نہیں کرتے۔ بلکہ اجارہ یا حصہ پر دیگر دوسروں سے کاشت کراتے ہیں ان کی پیداوار اراضی وہی روپیہ یا غلہ سمجھا جائے گا جو وہ وصول کرتے ہیں۔ اور اگر خراج سرکاری وہ خود ادا کرتے ہیں تو اس سے منہا کرنے کے بعد اگر نصاب غلہ سے زیادہ ہو یا بصورت روپیہ باون روپے سے زیادہ انہیں آمد ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہوگی جو اوپر ذکر ہوا۔

(۴) کرایہ مکانات پر زکوٰۃ مکانات کے کرایہ پر اگر ایک سال کی آمدنی کرایہ باون روپے سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ بحساب اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ ہوگی۔ اپنے رہائشی مکانات پر یا جن مکانات سے کوئی کرایہ وصول نہیں ہوتا ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

(۵) مویشی پر زکوٰۃ جو مویشی زمیندار اپنی اغراض کے لئے رکھتے ہیں ان پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ لیکن جہاں گزارہ بھی مویشیوں پر ہو یا تجارت کے لئے مویشی رکھے جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ ہے۔

مویشیوں میں اونٹ کا نصاب پانچ اونٹ ہے۔ یعنی چار اونٹ پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ پانچ اونٹ پر ایک سال کی بکری اور آگے اسی حساب سے پچیس اونٹ پر ایک سال سے اوپر کا اونٹ کا بچہ اس سے زیادہ کی تفصیل چھوڑ دی گئی ہے۔ جو صاحب ضروری سمجھیں دریافت کر سکتے ہیں۔ بھیڑ بکری کا نصاب چالیس ہے۔ یعنی انتالیس بکریوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ چالیس سے لیکر ایک سو بیس تک ایک بکری ۱۲۱ سے لیکر ۲۰۰ تک دو بکریاں۔ ۲۰۱ سے ۳۹۹ تک تین بکریاں۔ چار سو پر ۴ اس کے بعد ہر سو میں ایک۔ ہر حال میں اس تعداد پر ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے۔

گائے بھینس کا نصاب تیس ہے۔ یعنی تیس سے کم گائے بھینس میں زکوٰۃ نہیں۔ تیس ہوں اور سال گزر جائے تو ایک بچہ ہے۔ جو دوسرے سال میں لگا ہو۔ چالیس میں ایسا بچہ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔ اس سے زیادہ میں اسی حساب سے ہے۔

گھوڑوں پر جو تجارت کے لئے ہوں زکوٰۃ ہے۔ چاہے ہر گھوڑے پر ایک دینار دیدے اور چاہے قیمت لگا کر چالیسواں حصہ دیدے۔

"کافر لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا"

مقامی معاصر "پرتاپ" نے اس امر پر بہت کچھ غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے کہ "مسلم اخبارات نے اس وقت تک سوامی شردھانند کے لئے شہید کا لفظ استعمال نہیں کیا" اور پھر مسلم اخبارات سے سوال کیا ہے کہ "کیا ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ کیوں؟" ہم اپنے معاصر کو بتلاتے ہیں کہ "شہید" کا لفظ اسلام کی اصطلاح ہے۔ جو اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو اسلام پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ سوامی شردھانند تو اسلام کے ایسے خیرخواہ نہ تھے۔ ان کی تو تمام عمر اسلام کی مخالفت میں گزری پھر ان پر مسلمان "شہید" کا لفظ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں ہاں اگر آپ کی "ایشور بانی" سنسکرت میں کوئی لفظ اس کے مرادف موجود ہو تو پیش کیجئے۔ پھر اگر مسلمان اخبارات سوامی شردھانند کے نام کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نہ کریں تو آپ کا اعتراض بجا ہوگا۔ لیکن یاد رکھئے کہ آپ کے ہاں اس کے لئے ہم نے کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔

اگر اعتبار نہ ہو تو اسنے [illegible]

"ہماری بھاشا میں شہید کے لئے کوئی لفظ نہیں ملتا۔ کیونکہ پراچین زمانہ میں اس دیش میں شہید ہونے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی" (ملاپ ۷ جنوری)

بھائی پرمانند کا اس قدر بیان تو صحیح ہے کہ "ہماری بھاشا میں شہید کے لئے کوئی لفظ نہیں ملتا" لیکن اس فقرہ کی جو وجہ بیان کی ہے وہ درست نہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ پراچین زمانہ میں شہید ہونے کی ضرورت تو بہت دفعہ پڑی لیکن افسوس کہ شہید ہونے کے لئے کوئی نہ نکلا۔ اور اگر نکلا بھی تو شہادت کے حقیقی مرتبہ کو نہ پہنچا بلکہ اسی کا مصداق نکلا ع

کافر لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

بھائی پرمانند اپنے اصل روپ میں

۷ جنوری کی شام کو زیر اہتمام ہندو ودیارتھی سبھا لاہور کے کالجوں اور اسکولوں کے ہندو طلبا کا ایک عظیم الشان جلسہ سوامی شردھانند کے قتل پر اظہار افسوس کرنے کے لئے گورودت بھون لاہور میں منعقد ہوا۔ "دیوتا سروپ" بھائی پرمانند جلسہ کے صدر تھے۔ آپ نے اپنی جبلت سے مجبور ہو کر اسلام کے خلاف یہ زہر افشانی کی:-

"اسلام میں بردباری کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اسلام میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ یا تو دنیا کے لوگ مسلمان ہو جائیں یا غلام بن کر رہیں ورنہ ان کا جان و مال بیوی بچے سب خطرہ میں ہوں گے۔ اس قسم کا مذہب دنیا میں ایک بحران ہے اگر اسلام کی شکشا یہی رہے گی تو دنیا میں بردباری قائم کرنا نہایت مشکل ہے۔"

سوامی شردھانند قتل کیا ہوئے۔ آریوں کو اسلام کے خلاف اپنی دیرینہ یاوہ گوئی کو اور تیز کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ جسے چھوٹے بڑے کو دیکھو وہ جوش جنون میں جو منہ آ رہا ہے کہہ رہا ہے۔ اسلام کا اصول تو یہ ہے کہ "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ "ویکون الدین للہ" دین صرف اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔ اس میں کسی جبر طمع یا لالچ کا دخل نہ ہو۔ یہی نہیں بلکہ اسلام نے یہاں تک تعلیم دی ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو دوسرے مذاہب کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے جنگ بھی کرو۔ لیکن افسوس کہ بھائی پرمانند ہندو طلباء میں یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ "اسلام میں بردباری کو کوئی جگہ نہیں دی گئی" اگر وہ واقعی غیر رواداری کو "ایک برائی" سمجھتے ہیں تو انہیں اسلام کی تعلیمات کا تذکرہ چھیڑنے کے بجائے (جن سے وہ نابلد معلوم ہوتے ہیں) ہندو طلباء کو ہندو مذہب کی اس تعلیم کی طرف توجہ دلانی چاہئے تھی:-

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی (جو وید کے مطابق ہوں) تحقیر کرتا ہے۔ اس وید کی نندا کرنے والے منکر کو ذات، جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہئے۔" (ستیارتھ پرکاش)

"اے راج پرش آپ دھرم کے مخالفوں کو آگ میں جلا ڈالیں" (یجروید ۱۳/۱۲)

تا وہ اس تعلیم کی جس کی موجودگی میں "دنیا میں بردباری قائم کرنا نہایت مشکل ہے" یا تو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کریں یا اس کی اصلاح کے لئے کوشش کریں۔

مولویت کی ہمہ گیر یک رنگی

معاصر نجات نے کسی مصری اخبار سے یہ خبر نقل کی ہے کہ بعض لوگ دوسرے ممالک سے مصر میں مترجم قرآن مجید لے آیا کرتے تھے حال ہی میں حکومت نے اس معاملہ میں جامعہ ازہر کے شیخ اعظم سے فتوےٰ طلب کیا کہ کیا مترجم قرآن مجید کا مصر میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں مفتی اعظم نے جواب میں لکھا ہے کہ ملک مصر کے اندر مترجم قرآن مجید کا رواج درست نہیں۔ اور آئندہ اگر اس قسم کے کلام مجید مصر میں آئیں تو ان کو ملک کے اندر داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور واپس کر دیا جائے آج کل مصری حکومت مال اس موضوع پر غور و بحث کر رہی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم اس عجیب [illegible]

آریہ اخبارات کا اشتعال انگیز پروپیگنڈا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ممبران کا ایک عام جلسہ میں جو بعد نماز جمعہ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء کو ہوا۔ مفصلہ ذیل قرار دادیں باتفاق رائے پاس کیں:-

(۱) یہ جلسہ اس منافرت خیز اور شر انگیز پروپیگنڈا کے خلاف جو بعض آریہ اخبارات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کر رہے ہیں پر زور صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور حکومت کی توجہ ان کارٹونوں اور تحریرات کی طرف مبذول کراتا ہے جو لاہور کے اخبارات "ملاپ"، "پرکاش" اور "پرتاپ" میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور "ملاپ" کے سنڈے نمبر مورخہ ۹ جنوری ۱۹۲۷ء اور "پرتاپ" کے سنڈے نمبر مورخہ ۹ جنوری ۱۹۲۷ء کے اشتعال انگیز اور امن شکن کارٹونوں اور تحریرات کو خصوصیت سے اس امر کے لئے پیش کرتا ہے۔ کہ حکومت ان پر نوٹس لے۔

(۲) یہ جلسہ عام باتفاق رائے گورنمنٹ کو اخبار "پرتاپ" مورخہ ۹ جنوری کی اس اشتعال انگیز تحریر کی طرف توجہ دلاتا ہے جس کا عنوان "دنیا کا سب سے بڑا شہید" ہے اس میں حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت سید الشہداء امام حسین رضی کی قربانیوں کو جو انہوں نے محض خدا اور مخلوق خدا کے لئے کیں حقارت سے پیش کیا گیا ہے اور محض مسلمانوں اور عیسائیوں کا دل دکھانے کے لئے شردھانند کے قتل کو ان سے بڑھکر بتایا گیا ہے۔ ہم گورنمنٹ کی خدمت میں التجا کرتے ہیں کہ وہ اس نقض امن پیدا کرنے والی تحریر پر نوٹس لے۔

یہ شدھی ہے یا زبردستی؟

چند روز ہوئے بعض آریہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ رودرپور (ضلع گورکھپور) میں آٹھ مسلمانوں کو شدھ کیا گیا۔ ہمارا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ یہ شدھی ضرور کسی ایسے ہی ذریعے سے کی گئی ہوگی جیسا کہ آج سے چار سال پیشتر آگرہ کے گرد و نواح میں کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ ہمارا وہ خیال صحیح نکلا۔ رودرپور کے بہت سے غریب مسلمانوں کے دستخطوں سے یہ اپیل شائع ہوئی ہے کہ "والی ریاست رودرپور (جو ہندو ہیں) ضلع گورکھپور تقریباً تین سال سے ہم مسلمانوں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح ہم مسلمانوں کے وجود سے رودرپور پاک ہو جائے۔ علانیہ ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ شدھی ہو جاؤ . . . . . اگر یہ نہ کرو گے تو تم لوگوں کو تباہ و برباد کر دیں گے"

اس اپیل میں اور بھی بہت سے حیرت انگیز واقعات روشنی میں لائے گئے ہیں۔ آئندہ اشاعت میں ہم یہ تمام کی تمام تحریر شائع کریں گے فی الحال ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ آریہ اخبارات کی مندرجہ بالا شدھی کی خبر صحیح ہے تو بہت ممکن ہے کہ اس میں جبر سے کام لیا گیا ہو۔ ہمارے خیال میں بہتر ہو گا اگر کوئی تبلیغی انجمن اس امر کی تحقیقات کرے۔ اور رودرپور کے غریب مسلمانوں کو اس جبری اشدھی سے بچانے کی کوشش کرے۔

بنگال اور آسام میں تبلیغ اسلام

یہ اطلاع پہلے دی جا چکی ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے بنگال ہندو مشن کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر ایک تبلیغی وفد بنگال کی جانب روانہ کیا تھا۔ اب اس وفد کے رئیس مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بنگال سے فارغ ہو کر آسام میں پہنچ گئے ہیں۔ شیلانگ میں آپ کے چار لیکچر ہوں گے۔ ایک جناب سعد اللہ صاحب منسٹر ایجوکیشنل آسام گورنمنٹ کے زیر صدارت اور دوسرا خان بہادر قطب الدین جوڈیشل ممبر آسام گورنمنٹ کی صدارت میں ایک انگریزی لیکچر تو آسام کونسل کے سیکرٹری مسٹر رائو کی صدارت میں ۸ جنوری کو ہو چکا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی نسبت سربرآوردہ ہندو اور عیسائی زیادہ شامل ہوئے اور لیکچر سن کر دنگ رہ گئے ہندو تو خصوصیت سے بہت متاثر ہوئے۔ اسلام کی ایسی دلکش تصویر پیش کی گئی کہ ہر شخص عش عش کر اٹھا۔ اب ہندوؤں سے انگریزی میں بات چیت کرنے کی غرض سے ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ اور جہاں وہ ٹھیرے ہیں وہاں دن بھر ایک جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر مولانا جلپائیگوڑی کے راستے سے سلہٹ تشریف لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار رہے۔

مذہبی کانفرنس

منعقدہ ۲۴ ردسمبر ۱۹۲۶ء

بتقریب جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(زیر صدارت علامہ سر محمد اقبال - پی - ایچ ڈی - ممبر کونسل پنجاب)

پرماتما کا سوروپ

(پنڈت چمپوپتی ایم - اے - نمائندہ آریہ سماج)

پرماتما کا سوروپ مذہب کی جان ہے جس جماعت نے اس مضمون پر سب مذاہب کے قایم مقاموں کو اپنے مذہبی نقطہ نظر سے اظہار خیالات کی دعوت دی ہے اس نے گویا تمام مذاہب کے مرکزی تصور کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے معرض ظہور میں آنے کا موقعہ عطا کیا ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں میں دیگر موضوعوں پر سر پھٹول ہوتے دیکھی ہے لیکن پرماتما کے متعلق کسی قوم کے ادنےٰ طبقات میں بھی اس قدر گرمی پیدا ہوتے نہیں دیکھی کہ لڑائی جھگڑے تک نوبت آجائے۔ دہریئے پرماتما کی شان میں کیا کچھ نہیں کہتے لیکن اہل مذاہب ان کے مقابلہ میں خاموش رہتے ہیں۔ درحقیقت پرماتما کی ذات میں امن ہے۔ ان کے تصور میں امن مضمر ہوتا ہے جہاں پرماتما کا نام آیا وہیں سچے خدا پرست کے دل میں تمام تنازعوں سے، جھگڑوں سے، قضیوں کنارہ کشی کا جذبہ جاگزیں ہوا۔ قطع نظر اس سے کہ کسی مذہب کے پرماتما کا موضوع کیا ہے۔ ہر اہل مذہب اس سے سکون پاتا ہے طمانیت قلبی حاصل کرتا ہے۔ اس لئے مجھے تو آئے دن کے مذہبی تنازعات کا علاج ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب کے پیرو پرماتما کی طرف رجوع کریں۔ پرماتما کی ذات پر، صفات پر، عادات پر، اعمال پر زور دیں۔ جہاں مذہب کے نام پر جھگڑا ہوتا ہے مجھے معاً خیال آتا ہے کہ یہاں مذہب کے نیچے سے اس کا مرکزی محور خارج ہوگیا۔ یہاں خدا کی جگہ غیر خدا نے لے لی۔ مذہب کے نام پر جھگڑا میرے نزدیک غیر خدا کی پرستش ہے۔ ورنہ جہاں تک ماتما کا خیال ہے اس پر لاکھ اختلاف ہوتے لڑائی نہیں ہوتی۔ یہ پرماتما کے نام کی خاص برکت ہے۔ میں انجمن احمدیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے نہایت موزوں مضمون آج کی کانفرنس کے لئے تجویز کیا ہے۔ پرماتما رحمٰن ہے اس کے تصور سے رحمانیت آتی ہے۔

آدھے گھنٹہ میں پرماتما کا سوروپ بتانا ہے۔ اس لئے میں یہ مان ہی لونگا کہ یہاں ایشور کے وجود کو ثابت کرنا مقصود نہیں۔ وجود تو پہلے ہی سے مسلمہ ہے یہاں اس کے سوروپ یعنی صفات کا اذکار کرنا ہے پرماتما کا سوروپ کیا ہے؟ اس بارہ میں سارا وید رطب اللسان ہے۔ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں رشی دیانند فرماتے ہیں:-

"ایک بھی منتر میں پرماتما کو قطعاً ترک نہیں کیا گیا۔ کیونکہ پرماتما جو علت فاعلی ہے اس عالم کائنات پر محیط ہے اور معلوم کو الشعور لازم ہے"

وید میں ذکر ہے خفیف سے خفیف ذرہ سے لے کر بسیط سے بسیط پرماتما تک کا جہاں ذرہ کا ذکر آیا ہے پرماتما کا ذکر خواہ مخواہ آگیا۔ اور پرماتما تو اپنا سوروپ آپ ٹھیرے ہی۔ ایک نظر ان کا دیدار کر لینا لاکھ توصیفوں کی ایک توصیف ہے۔ پربھو کیسے ہیں؟ اور کوئی کیا کہے؟ وہ اپنا پورا سوروپ آپ ہی جانتے ہیں۔ وید فرماتا ہے:-

سارے موجودات اور ان کی تجلیات و مقامات کو اپنے علم کے احاطہ میں لاکر تمام اطراف اور اطراف کے بیچ کے گوشوں میں چکر لگا کر صداقت کے پہلے ظہور یعنی وید کی ذہنی قربت حاصل کرکے اپنی آتما کی وساطت سے پرماتما تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ (یجر ۳۲/۱۱)

پرماتما کا سوروپ کہاں ہے؟ بھولوں یعنی موجودات میں۔ لوکوں یعنی ان کے مقامات و تجلیات میں قدیم وید کے پاکیزہ ترین کلام میں۔ ان تمام کو وسیلہ بنا۔ ان سب سے زیادہ اپنے آپ کو اپنی آتما کو وسیلہ بنا، پرماتما وہاں ہے۔ پرماتما کے اور تیرے درمیان میں اور کوئی نہیں۔ وہاں رسائی براہ راست ہے۔ سارے وید کو پڑھ اس کی تعلیمات کو تجلیات کو اپنے میں جگہ دے۔ تب تو پرماتما کو پائے گا۔ اس کے سوروپ کو جانے گا۔

وید کی قرأت کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کے ہر منتر کے شروع میں اوم پڑھا جائے اور اس کے اختتام یعنی آخری اکشر ( ) کو بھی اوم پڑھا جائے۔ کیا مطلب؟ یہی کہ کسی منتر کا دیوتا یعنی مضمون کچھ ہو۔ اس دیوتا کا دیوتا یعنی مضمون کا بھی مضمون اوم ہے۔ ہر مضمون کی ابتدا اوم سے ہے اور انتہا اوم میں۔ دوسرے لفظوں میں سارا وید اوم کے سوروپ کو کہتا ہے تو کیا میں سارا وید پاکیزہ و قدیم وید آپ کی خدمت میں پڑھ کر سناؤں اس کی تو قرأت کو بھی وقت چاہیئے۔ اور تشریح کی تو نہ استطاعت ہے نہ موقع۔ وید کے ہر منتر کا شروع اوم میں ہے اور ہر رچا کی تار ٹوٹتی ہے اوم میں۔ جب ہی تو رشی فرماتے ہیں کہ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے۔ اسی اوم کے ذکر کی وجہ سے۔

میں اوم کا سروپ کیا بیان کروں؟ خود پرماتما اپنے سوروپ کے بارہ میں چپ ہیں۔ اور ان کی خموشی ہی ان کے سوروپ کا سب سے اچھا بیان ہے۔ وید فرماتا ہے۔

"ہے سرو شکتیمان پربھو! آپ خاموش بیٹھے ہوئے (یعنی بے حرکت) اپدیش کرتے ہیں۔ آپ ہمارے نیک ارادے پر نظر رکھ کر ہمارے مفاد کی بات بتاسیئے۔ آپ کا علو بڑھتا ہی بڑھتا معلوم ہوتا ہے۔ آپ عمل سے نصیحت کرتے ہیں۔ ہم بھی اصلی شجاع ہو کر ادائے فرائض سے اعلےٰ اپدیش کریں۔ (رگوید ۲/۱۴)"

پرماتما اپنا سروپ بتاتے ہیں۔ اپنی خاموشی سے اپنے مسلسل گر بے حرکت عمل سے۔ عارف جتنا پرماتما [illegible]

ماندوکیہ اپنشد میں اوم کو چتش پاد یعنی چار حرفوں سے مرکب کہا ہے۔ ایک حرف ہے "ا"۔ دوسرا ہے "و" تیسرا ہے "م" اب چوتھا؟ اس کا نام رکھا ہے اماتر یعنی اس لئے کوئی حرف نہیں۔ وہ حرف کی قید سے بعید ہے۔ عارف م پر پہنچتے ہی مست ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد لب کشائی فقط ان لوگوں کے لئے ہے جو چوتھی منزل یعنی اس منزل کے سرور میں جب کے نزدیک میں کوئی حرف ہی نہیں مست نہیں ہو سکتے۔ جو مست ہو گئے ان کے لئے پھر اوم کی قرأت بھی نہیں ہے۔

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

الف میں موجودات کے ذریعہ پرماتما کا دھیان ہوتا ہے۔ جیسے عام بیداری کی حالت میں "و" میں آتما اور من کے ذریعہ پرماتما کا دھیان ہوتا ہے۔ جیسے سپنے کی حالت میں۔ میم میں اس کیفیت کو پہنچتا ہے جو نیند میں حاصل ہوتی ہے۔ اس میں سب دکھ درد کا خاتمہ ہوتا ہے چوتھی کیفیت سمادھی یا مراقبہ کی آخری حالت وہ الفاظ میں نہیں آسکتی۔ اور اس لئے اسے اماتر کہا ہے۔

اب میں پرماتما کا کونسا سوروپ، کونسی صفات آپ کے سامنے رکھوں؟ خود وید فرماتا ہے "پرماتما کے سوروپ کا فقط ایک درجہ یعنی ابتدائی منزل کائنات کی تجلیات میں ہے۔ باقی تینوں منازل لایدرک میں یعنی عالم علم میں نہیں (یجر ۳۱/۳)۔" آؤ آج تو پہلی ہی منزل طے کریں اس منزل کا مختصر گر ہم معمولی انسانوں کے لئے جامع خاکہ رشی دیانند نے آریہ سماج کے دوسرے اصول میں کھینچا ہے پہلے اصول میں اس بات پر زور دے کر تمام علوم برحق اور تمام معلوم اشیا یعنی معلول کائنات کی علت اولین یا دوسرے لفظوں میں علت فاعلی پرماتما ہے۔ جو لفظی ترجمہ ہے ( ) کا دوسرے اصول میں پرماتما کا سروپ بیان فرمایا ہے۔ رشی لکھتے ہیں پرماتما، سچدانند سروپ، نراکار، سرو شکتیمان، نیاکاری، دیالو، اجنما، اننت، نروکار، انادی، انوپم، سرو ادھار، سرویشور، سرو ویاپک، سرو انتریامی، اجر، امر، ابھے، نتیہ، پوتر اور سرشٹی کرتا ہے۔ اس کی اپاسنا کرنا یوگیہ ہے۔

وید میں آیا ہے اوم ہست یعنی جوہر ہے۔ مدرک ہے اور سرور کا مخزن ہے۔ (یجر ۴۰/۱۷) یہ گویا پرماتما کی تعریف ہے یعنی لفظ اوم کی مختصر تشریح میں نے اوپر عرض کی ہے کہ حرف ا کا مفہوم پرماتما کا وہ جلوہ ہے۔ جو بیداری کی حالت میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تر مادی اشیا یا مادی اجسام میں عمل پیرا اجرام کے نظام میں پرماتما کی تجلی ہے۔ آ کے معنے ہیں ہست۔ قایم بالذات۔ اب قایم بالذات ارواح بھی ہیں۔ مادہ بھی۔ ان سب کی صفت ہے بھو۔ یعنی موجود ہونا۔ ان کے منتظم تو دم میں پرماتما کے سروپ کا جلوہ ہے۔ اگر وجود فقط پرماتما ہی کا ہوتا تو اسے بھو یاست کہنا کافی تھا تعریف کے لئے ایک سے زیادہ صفت بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی جب کسی اور وجود سے تمیز ہی نہ کرنی تھی تو یہی کہنا کافی تھا کہ ہے۔ مگر یہاں تو وجود آتما اور پرکرتی کا بھی ہے۔ موجودات کی گتھی ان کے بغیر بھی نہیں سلجھتی۔ فلسفے میں ان تمام موجودوں کو واجب الوجود کہتے ہیں۔ جن کے بغیر وجود کا معاملہ نہ ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ موجود تو غیر خدا ہے مگر وہ واجب الوجود نہیں۔ ممکن الوجود ہے۔ ممکن الوجود فلسفے میں اسے کہتے ہیں جس کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم۔ یعنی کسی معاملے کے حل کے لئے اس کی ہستی یا نیستی تسلیم کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن رفتہ رفتہ مذہب اور فلسفہ کا رجوع غیر خدا کو بھی واجب الوجود تسلیم کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ فی الواقع اگر پرماتما کا وجود تسلیم کر لیا گیا تو پرماتما کی صفات کے عمل پیرا ہونے کے لئے ایسے دیگر موجود بھی ماننے ہوں گے جن پر ان صفات کا عمل ہو۔ مثلاً پرماتما مالک ہے تو کیا وہ مالک بغیر ملک کے ہے؟ پرماتما قیوم ہے تو کیا اس کا قوام بغیر کسی دیگر قایم موجود کے ممکن ہے؟ بعض مذاہب اس پہیلی کو سلجھانے کے لئے دنیا کی نوع کو ازلی ماننے لگے ہیں۔ یہ بھی تو آخر اسی لئے ناکہ پرماتما کی قدیم صفات میں تعطل کا نقص نہ آنے پائے۔ سوال یہ ہے کہ یہ نوع دنیا کیا غیر خدا؟ جب غیر خدا کا وجود خود خدا کی صفات قایم رکھنے کے لئے لازم ہے۔ تو غیر خدا کو بھی واجب الوجود ہی ماننا ہوگا۔ اور ممکن الوجود کے لئے جو وجود اور عدم کے درمیان کی کوئی موہوم صورت ہے کوئی مثال ہی باقی نہ رہے گی۔ آخر جائے غور ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ بھی ایسا ہو سکتا ہے جس کی فلسفیانہ ضرورت نہ ہو! یعنی اسے فلسفہ کی رو سے فضول قرار دیا جا سکے۔ مذہب میں تمام موجود لازم ہیں۔ ان سے کوئی ضرورت پوری ہوتی ہے کوئی ہستی نکمی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں سب واجب الوجود ہیں۔

پس جب غیر خدا بھی واجب الوجود ہے تو خدا کو فقط ست یا موجود کہنے سے پرماتما کی تعریف نہ ہوئی۔ اس پر ایک اور وصف کا اضافہ کیا یعنی وہ بھوہ یعنی چت ہے۔ بھوہ کے معنے ہیں زندہ اور مدرک۔ اس طرح پرماتما کی پرکرتی سے تو تمیز ہوگئی۔ کہ وہ مدرک نہیں اور پرماتما مدرک ہے۔ مگر اب ایک اور ذات آموجود ہوتی ہے جسے ہم روح کہتے ہیں تمام جاندار مدرک ہیں۔ وہ زندہ ہیں اور احساس کی طاقت رکھتے ہیں۔ پس پرماتما کی تعریف بھو بھوہ یعنی ست چت یا ہست اور مدرک کہنے سے بھی نہ ہوئی۔ وید نے کہا ہے ست۔ چت آنند (یجر ۴۰/۸) مطلب یہ کہ آتما تو ہست اور مدرک ہے مگر آتما کے ادراک میں نقص ہے اور یہ ادراک محدود ہے آتما علیم کل نہیں۔ اس کے علم میں وہم کا بھی شائبہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے دکھ ہے۔ اس کی طاقتیں محدود ہیں۔ ان ہی طاقتوں میں سے ایک ادراک ہے۔ اس طاقت کی طبعی کمی ہی تو تکلیف کا باعث ہے۔ پرماتما کو بھو بھوہ سوہ کہا یعنی وہ ہست ہے مدرک ہے۔ اور کامل ہے اور کمال کا دوسرا نام سرور یا آنند ہے۔ وید فرماتا ہے۔ "ہے پرماتمن آپ محیط علیم ہیں۔" (یجر ۴۰/۸) پرماتما کی اس طرح تعریف کرکے رشی دیانند کہتے ہیں وہ نراکار ہے۔ یعنی غیر متشکل پرمان یعنی کمیت کی تین اقسام ہیں۔ ایک انو یعنی اصغر دوسری وبھو یعنی بسیط اور تیسری مدہیم یعنی ان دونوں کے درمیان کی صورت۔ اصغر اور بسیط دونوں غیر متشکل (نراکار) ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی نہ لمبائی ہوتی ہے نہ چوڑائی۔ اور نہ اونچائی۔ اصغر کی مثال جیومیٹری کا نقطہ ہے یا زمانہ حال کی سائنس کا دریافت کردہ الکٹرون۔ اس نقطہ کی مقدار نہیں ہوتی۔ لیکن بہت نقطے مل کر ایک لکیر بناتے ہیں جس کی لمبائی ہوتی ہے بہت لکیریں مل کر ایک سطح بناتی ہیں۔ جن کی لمبائی بھی ہوتی ہے اور چوڑائی بھی۔ اور بہت سطحیں ملکر ایک چیز بناتی ہیں جس کی لمبائی چوڑائی اور بلندی ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے الکٹرون مل کر مختلف اشیا کی ذات بناتے ہیں جن کی مقدار اور شکل ہوتی ہے۔ یہی حالت پرکرتی کے پرمانوں اور جیو آتما کی ہے۔ کہ ان کی اپنی مقدار یا شکل نہیں مگر جب پرمانو ترکیب پا لیتے ہیں۔ تو ان سے مرکب اشیا متشکل (ساکار) ہوتی ہیں۔ اور آتما کی اپنی شکل نہیں مگر متشکل جسم سے اس کا علاقہ ہوتا ہے۔ اور وہ اس سے کئی صورتوں میں محدود ہوتا ہے۔ بخلاف پرماتما [illegible]

ہیں اور تمام متحرکوں کے متحرک ہیں۔ (یجر ۴۰/۴) پرماتما کا علاقہ جسم سے نہیں ہوتا۔ اس لئے اس پر چھید یا پھوڑے پھنسی کا بھی اثر نہیں۔ (یجر ۴۰/۸)

رشی دیانند فرماتے ہیں کہ پرماتما سرو شکتیمان ہے اور سرو شکتیمان وبھو یعنی بسیط ہی ہو سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ وبھو کے معنے دیکھو والا یعنے قدرت والا قدیر ہے۔ تبھی تو وہ محرک ہے۔ وید میں وبھو کے بعد پرواہن اور اصول میں نراکار کے بعد سرو شکتیمان نہایت موزوں واقع ہوا ہے۔ وید میں اسی موضوع کے لئے

وغیرہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ بعض سرو شکتیمان کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ سب اچھی اور بری طاقتیں بھی جو رحمانی صفات کے متضاد ہیں۔ پرماتما سے منسوب کر دی جائیں اس پر کئی حکیموں نے اعتراض اٹھایا کہ دیکھو خدا مثلثی دائرہ نہیں بنا سکتا۔ اس پر اہل مذاہب نے جواب دیا کہ بھائی مثلث اور دائرہ تو ایک دوسرے کے متضاد ہیں ان کا عدم باہمی ہے یعنی جو دائرہ ہے وہ مثلث نہیں۔ جو مثلث ہے وہ دائرہ نہیں۔ مثلثی دائرہ محال مطلق ہے۔ محال مطلق کو پرماتما کی طرف منسوب نہ کرو۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کا وجود بھی محال مطلق ہے۔ پرماتما وہی کر سکتا ہے جو اس کی صفات کے مطابق ہے رشی دیانند نے لکھا ہے "کیا پرمیشور اپنے آپ کو مار.... پاپ کر.... اور دکھی ہو سکتا ہے؟ یہ کام ایشور کی صفات، اعمال اور سیرت کے خلاف ہیں" آج رشی کا استدلال مقبول عام ہوا ہے مگر یہ استدلال رشی کا اپنا نہیں۔ وید خود کہتا ہے "پرماتما کے قانون نہیں بدلتے (رگ ۳/۲۹/۱)

آریہ سماج کے دوسرے اصول میں سرو شکتیمان کے بعد نیاکاری یعنی عدل اور دیالو یعنی رحیم کا ذکر ہوا ہے۔ وید فرماتا ہے مترا یعنی دیالو ورن یعنی عظیم اور اریما یعنی عدل پرماتما ہمیں سکھ دے۔

بظاہر دیالو اور نیاکاری رحیم و عدل ایک دوسرے کے متضاد وصف معلوم ہوتے ہیں۔ عدل اپنی بخشش کے لئے اعمال کا بدلہ چاہتا ہے۔ اور رحیم بعض کے خیال میں بغیر اعمال کے عطیات بخشتا ہے۔ رشی دیانند نے اس تضاد کا ازالہ یوں فرمایا ہے کہ ایشور کا کامل رحم تو یہ ہے کہ اس نے سب جیوؤں کے مقاصد کی تکمیل کے لئے عالم میں تمام اشیا پیدا کر کے سب انہیں عطا کی ہیں۔ اس سے بڑی دیا کیا ہوگی؟ اور عدل کا یہی ظاہر ہے کہ وہ سکھ دکھ کی تقسیم دان اشیا کی) کمی بیشی سے اعمال کا پھل ظاہر کر رہی ہے۔ ان دو میں فرق یہ ہے کہ جو من میں سب کو سکھ ہونے اور دکھ سے چھوٹنے کی خواہش اور (اس مقصد سے) عمل ہے وہ رحم ہے اور اس خواہش کا عملی اظہار یعنی بندش اور نجات اور سزا و جزا کا انضباط عدل کہلاتا ہے۔
(ستیارتھ پرکاش)

پرماتما کا عدل ہی رحم ہے۔ رحم ارادے میں ہے عدل عمل میں۔ عدل اس لئے ہے کہ روحوں کا بھلا ہو۔ اگر رحم پر عدل کی قید نہیں یعنی بغیر اعمال کی قید کے سب پر رحم برستا جائے تو اعمال کی اصلاح کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بغیر اعمال کے رحم کرتے جانا جہاں سزا و جزا کے نظام کو درہم و برہم کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ وہاں بیچارے کی حالت قابل رحم ہو جاتی ہے کہ وہ محض نکما اور نالائق ہو جائے۔ رحم عمل سے درحقیقت مقدار میں بڑا ہے۔ جزا میں پرماتما کا انعام شامل ہے۔ لیکن انعام کی تقسیم میں پھر اعمال کی کمی بیشی کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر بالفرض یہ لحاظ نہ ہو تو ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا کی مثل عائد ہو۔ بہرحال افراد کے نیک اعمال میں بھی کمی بیشی ہے۔ لوگ مساوی طور پر نیک اعمال نہیں ہوتے۔ اب اگر تھوڑی اور زیادہ نیکی دونوں کی جزا ایک ہونے لگے تو نیکی میں اضافہ کرتے جانے کا محرک کوئی قاعدہ نہ ہو سکے۔ اس لئے یہ سنہری اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ پرماتما کا عدل رحم کو اور رحم عدل کو باطل نہیں کرتا۔ وید فرماتا ہے کہ اے محبت کرنے والے جان سے زیادہ پیارے پربھو! آپ کا یہ اصول برحق ہے کہ اعمال کی بھینٹ لانے والے کو فائز المرام کرنا (رگ ۱/۱/۶) پرماتما اجنما ہے۔ یعنی اس کا جسم سے تعلق نہیں ہوتا۔ ازلی ہونے کو تو پرکرتی بھی ہے۔ آتما بھی ہے۔ مگر پرکرتی ترکیب پا کر متشکل ہو جاتی ہے۔ اور آتما متشکل جسم سے متعلق ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ پرماتما اس پیدائش کے امکان سے بھی بعید ہے۔ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ وید نے پرماتما کو وبھو اور اکائے یعنی بسیط اور جسم سے غیر متعلق بتایا ہے۔ پرماتما اننت ہے یعنی اس پر کوئی حد نہیں۔ حد یا تو مکان کی ہوتی ہے۔ یا زمان کی۔ قوے کی

اور ازلی اور ابدی پر زمان کی حد نہیں یہ غیر محدودیت آتما پرماتما اور پرکرتی تینوں میں مشترک ہے۔ پرماتما کی خاص غیر محدودیت اس کی قدرت میں ہے۔ وید فرماتا ہے جس بسیط پرماتما کی

طاقت کا اننت نہ آکاش (لطیف ترین عنصر) سے پرتھوی (کثیف ترین عنصر) سے ملتا ہے اور نہ سمندر (وسطی عنصر) سے (رگ وید ۱/۵۲/۱۴)

یعنی مکان محدود و غیر محدود (بسیط غیر محدود) کا سہارا لیتے ہیں۔ (رگ ۱۰/۲۲/۱)

یہاں پرکرتی اور آتما دونوں کو علت کی حالت میں غیر محدود (یعنی اصغر) اور کائنات کی صورت میں محدود یعنی (جسیم) بیان والا بتایا ہے اور پرماتما کو غیر محدود کہکر ( ) بسیط بھی کہا ہے۔ رشی فرماتے ہیں پرماتما نروکار یعنی غیر متغیر ہے۔ سارے تغیرات پرماتما کی قدرت سے ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا تغیر علت سے معلول اور معلول سے علت ہوتا ہے۔ پرماتما علت فاعلی تو ہے لیکن معلول نہیں ہوتا وید فرماتا ہے۔ وہ ایک مبدء ہے جس کا ناش نہیں ہوتا (یجر ۲۲/۱۲) یعنی وہ ایسی علت ہے جو معلول نہیں ہوتی۔ پھر فرماتا ہے۔ واحد بسیط پرماتما اپنے سے مختلف کو معلول کرتا ہے۔ (رگ ۱/۵۲/۱۴) رشی کہتے ہیں وہ انادی ہے۔ یعنی اس کی ابتدا نہیں۔ ابتدا ہمیشہ معلول کی ہوتی ہے۔ پرماتما ابتداؤں کی ابتدا ہے۔ وید فرماتا ہے اسے قدیم کہتے ہیں وہ ابتدا ہے اور ہر بار نیا ہے (یعنی پرانا ہو کر بھی پرانا نہیں ہوتا) رات اور دن یعنی سرشٹی اور پرلے یہ صورتیں ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں (رگ ۱۰/۴۲) مطلب یہ کہ معلول اور علت اگرچہ ایک ہی موجود کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ مگر ان میں تو سرشٹی میں معلوم علت کو پرانا کر دیتا ہے۔ اور خود نیا ہوتا ہے۔ اور پرلے میں علت معلول کو پرانا کر دیتی ہے۔ اور خود نئی ہوتی ہے۔ پرماتما قدیم ہونے سے پرانا ہے مگر اس کی کوئی معلول صورت اس کی قدیم غیر متغیر ہستی کو پرانا نہیں کرتی۔

رشی فرماتے ہیں کہ وہ انوپم ہے یعنی بے مثل"۔ وید فرماتا ہے جس کا نام ورد زبان خلائق ہے۔ اس کی مثال نہیں۔ (یجر ۳۲/۳) وید کا لفظ ذو معنی ہے۔ پرتما کی معنے مثال تصویر اور مورت کے ہیں۔ تصویر ہمیشہ اس کی ہوتی ہے جس کا مثل ہو۔ کم سے کم کوئی صفت ایسی ہو جسے صفحۂ قرطاس پر لایا جا سکے۔ پرماتما کی کسی صفت کا اپنی کامل صورت میں کسی اور میں تصور بھی تو نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا ہے وہ سرو آدھار ہے یعنی سب کا قیوم ہے۔ وید فرماتا ہے کہ قیوم پرماتما کے سہارے سے لطیف ترین عنصر (دیوہ) اور کثیف ترین عنصر (پرتھوی) یعنی تمام عناصر قائم ہیں (رگ ۱/۱۲۱/۱۰) مطلب یہ کہ وجود تو آتما اور پرکرتی دونوں کا اپنا ہے مگر حالت ترکیب میں ان کا نظام اور صورت انفصال میں ان کا سکوت پرماتما ہی کے سہارے سے ہوتا ہے جن کی ازلی عادت تغیر ہے وہ کسی غیر متغیر ہی کے انضباط سے منضبط طور پر متغیر ہو سکتے ہیں۔ ورنہ مطلق تغیر تو انضباط کا بھی تغیر کر دے گا۔ آتما کیوں اپنی مرضی سے سزا پائے گا؟ غیر مدرک مادہ کیوں اپنے عدم ادراک کے ذریعے منتظم طور پر اشکال بدلنے لگا؟ وہ قیوم یعنی سب کو ضابطہ میں قائم رکھنے والا کون ہے؟ سرویشور یعنی سب کا مالک۔ وید فرماتا ہے۔ یہ پراتن آپ قدیم، علیم، قدرت کے باعث مالک ہیں (رگ ۱/۴۲/۸) یہاں یہ بھی واضح کر دیا کہ پرماتما کی ملکیت کس وجہ سے ہے؟ فرمایا۔ قدرت سے اور قدیم علیم ہونے سے عالم کائنات کے ناکمل قبضے ناکمل علم کے باعث سے ہیں۔ غیر ذی روح پر ذی روح کا قبضہ ہے بے جان پر جاندار کا، اور جانداروں پر انسان کا جو سب میں علم کے اعتبار سے فائق ہے۔ پھر انسانوں میں بھی علم و دانش میں کمی بیشی انہیں باہم مقبوض اور قابض بنائی ہے۔ قبضے کا منشا ہے بجا استعمال۔ پرماتما بجا استعمال فرماتا ہے۔ کیونکہ اس کے علم اور دونوں میں کمال ہے دنیاوی قبضوں میں نقص ہے اس وجہ سے کہ یہاں علم میں کہیں وہم کا شائبہ ہے اور کہیں محدودیت کا۔

اصول کی عبارت میں سرویشور کے بعد سرو دیاپک کہا ہے وید فرماتا ہے "وہ محیط ہے اور مالک ہے" (یجر ۴۰/۱) کامل مالک محیط کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مکمل ملک احاطہ چاہتا ہے اور وہ آتما کی صفت نہیں۔ آتما ... ملک بھی ...

میں فرمایا وہ انتریامی ہے یعنی سب موجود کے اندر بھی موجود ہے۔ وید فرماتا ہے۔ جہاں کائنات ہے وہاں بھی خدا ہے ( )

وہ غیر متغیر سب کے اندر بسا ہے ( ) پرماتما کو غیر متغیر کہہ چکے اور سب سے بڑا تغیر علت معلول کے تغیر کے چکر کو بتایا ہے۔ اسی چکر کے اندر اندر معلول پر اور تغیرات بھی اثر انداز ہوتے ہیں مثلاً ہر معلول بوسیدہ اور بوڑھا ہو جاتا ہے۔ رشی کہتے ہیں کہ جب پرماتما معلول ہی نہیں تو بوڑھا کیوں ہوگا۔ اور اس کی موت کیوں آئیگی فرمایا ہے وہ اجر اور امر ہے۔ وید ہی کا فرمان ہے "وہ بے خواہش ذی علم، لایموت، قائم بالذات، سرور سے مطمئن، ہر طرح بے نقص ہے اس علیم بوڑھا نہ ہونے والے (لازوال) جوان (یعنی ہر دم تازہ) پرماتما کو جان کر (عارف) موت سے نہیں ڈرتا۔ (رگ ۱/۴۴/۱۰) رشی کہتے ہیں وہ ابھے یعنی بے خوف ہے۔ بھلا جس کا علم حاصل کرنے پر عارف بے خوف ہو جاتے ہیں اسے ڈر کس کا؟ وید فرماتا ہے سکون بخشنے والا، عالمیان کا مالک۔ پاپوں کو مٹانے والا۔ موذیوں کو قابو میں رکھنے والا، قوی اور قادر، موجودات کا محافظ بخوف کرنے والے پرماتما کی ہمیں حضوری ہو۔ (رگ ۱/۲/۱۲) رشی آگے فرماتے ہیں وہ نتیہ ہے یعنی قدیم۔ ازلی اور ابدی۔ اس پر زمان کی قید نہیں۔ وید فرماتا ہے پرماتما ہی ہے جو (حال میں) وہی ہے جو تھا اور ہوگا۔ اس پر زمان کی قید نہیں، زمان کی تعریف ہے حال، ماضی اور مستقبل جو ان تینوں پر جامع ہو وہ زمان ہے۔ (یجر ۳۱/۲) زمان سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور زمان میں غروب ہو جاتا ہے۔ جس زمان کی قید میں ہم رہتے ہیں۔ اس کا وجود سورج کے بغیر نہیں۔ اور وید میں اس زمان کا ذکر ہے جس سے سورج طلوع ہو۔ وہ زمان کیا ہے؟ زمان مطلق ہے یعنی زمانہ کی قید سے باہر زمانہ۔ دوسرے لفظوں میں وہ زمانہ جو اب بھی ہے جب بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ اس زمان کو ( ) یا قدامت کہتے ہیں۔ ماضی حال اور مستقبل اس قدامت کے راستہ کی منزلیں ہیں۔ وید فرماتا ہے۔ زمان مطلق ماضی و مستقبل کو پیدا کرتا رہا ہے زمان مطلق سے رگوید یعنی علم اور یجروید یعنی عمل کا الہام ہوتا رہا ہے (اتھروید ۱۹/۵۴/۳) زمانہ حال کا فیلسوف این سٹائن زمان مطلق سے کائنات کی پیدائش مانتا ہے اگر اس فلسفہ پر جاؤں تو وقت چاہیئے اور پھر بھی سمجھا جاؤں یا نہ۔ اس لفظ کال کے معنے پرماتما بھی کئے ہیں۔ یعنی اسے زمان مطلق میں جا ملایا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ نتیہ ہے قدیم ہے لازوال ہے۔ رشی فرماتے ہیں کہ وہ پوتر ہے وید فرماتا ہے کہ وہ غیر متغیر ذات پاکیزہ کرتی ہے۔ اور حفاظت کرتی ہے۔ اور یہ کہا ہے (رگ ۱/۹۴/۶) وہ پاکیزہ ہے اس میں گناہ کا شائبہ نہیں۔ (یجر ۴۰/۸) میں نے اس بسیط ذرہ ذرہ میں موجود تاریکی سے دور، نور علی نور ذات کو پہچانا ہے۔ اسی کو پہچان کر موت کے پار ہوتے ہیں۔ پار جانے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں۔ ( ) رشی آخر میں فرماتے ہیں کہ وہ سرشٹی کرتا یعنی خالق ہے۔ وید فرماتا ہے وہ ظرف کون سا تھا۔ وہ علت کونسی اور کیسی تھی؟ جس سے خالق موجودات نے خاک (کثیف ترین عنصر) کو پیدا کیا جس سے مدرک کل نے اپنی عظیم قدرت سے (آتماؤں کے) ادراک پر اوڑھنا چڑھایا (یجر ۱۷/۱۸) وید میں جہاں سوال کیا جائے اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں حواس کی رسائی نہیں۔ قیاس سے کام لینا چاہئے۔ موجودات کا ظرف یعنی آکاش یا خلا قیاس ہی کا مضمون ہے۔ حواس کا نہیں۔ اسی طرح علت مادی بھی علت فاعلی دشوکرما یعنی خالق موجودات پرماتما ہے

میں اوپر گزارش کر چکا ہوں کہ ہمارے نزدیک خلقت کے معنی نیستی سے ہستی میں لانا نہیں۔ بلکہ علت موجود کو معلول کرنا ہے۔ یہی بات وید کا یہ منتر کہہ رہا ہے کہ علت اور ظرف معدوم نہیں۔ موجود ہیں مگر ان کا قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ احساس نہیں۔ پرماتما کی یہ مختصر توصیف فرما کر رشی فرماتے ہیں کہ اسی کی اپاسنا کرنی ہوگی ہے۔ یعنی وہی ایک معبود ہے وید فرماتا ہے۔ ہے پربھو آپ نور و سرور۔ علوم و موجودات کو قائم رکھنے والے عالمین کے مالک، واحد معبود، واحد سزاوار ستائش عالمیان ہیں۔ میں اپنی آپ کے وید کے طفیل داخل ہوتا ہوں اے نور اے سرور آپ کو میرا نمسکار ہو۔ آپ کا آشیانہ نورانیا ہے۔ (یعنی عارف کے نورانی دل ہیں) (اتھروید ۱/۲)

حضرات! میں نے وید کے چند منتر آپ کے گوش گزار کئے اور ابتدا میں یہ کہا کہ وید کے سارے منتر پرماتما کی توصیف میں رطب اللسان ہیں آخر آپکو کیا؟ اے شمع بھی تو نہیں اور شمع بھی کس کا ادم کے ابتدائی حرف الف کا۔ آپ بھی بیدار رہے امید ہیں بھی سدا... عارف فرماتے ہیں کہ ... خواب ... حالت ... کہنے والا

تصور باری تعالیٰ
براہمو سماج کے نقطۂ خیال سے

(مسٹر بو۔ این۔ بال۔ ایم۔ اے کے قلم سے)

اصل مضمون انگریزی میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

براہمو سماج کا ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے میں بھی ایک ایسی مذہبی کانفرنس کے انعقاد سے خوش ہوں جس میں تصور ذات باری تعالیٰ پر تبادلہ خیالات ہوگا۔ شہنشاہ اعظم اکبر کے زمانہ میں مختلف مذاہب کے لوگ عبادت خانہ واقع فتح پور سیکری میں مذہبی امور پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ مباحثے مناقشے کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ اور اکبر کو صلح کرانی پڑتی تھی۔ اب دنیا بہت ترقی کر چکی ہے۔ بہت تجربے کے بعد ہم نے یہ بات سیکھی ہے کہ مذہب کسی واحد قوم کی ملکیت نہیں۔ اور انسانی ترقی مستقل تبادلہ خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔ ہر ایک نئی دریافت جو دنیا کے کسی حصہ میں معلوم ہوتی ہے ہمارے علم میں ترقی کا موجب ہوتی ہے۔ سائنس کی نئی ایجادات نے بہت سی پرانی خلیجوں کو قابل گزر بنا دیا ہے۔ انسان قدرت کی بہت سی طاقتوں کو مسخر کر چکا ہے اور انسانی زندگی کی بہت سی ضروریات کو ہم پہنچانے کے قابل ہو گیا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اس عالم کے ساتھ وابستہ رہنے پر مجبور ہے ہوا، پانی، خلا، زمین وغیرہ اس طرح اس کی ملکیت ہیں جس طرح اس کا اپنا جسم، دل اور روح۔ یہ دنیا اس کی خدمت کے لئے ہے اور اسے اس بات کا یقین ہوتا چلا جا رہا ہے کہ ضروریات زندگی کے معاملہ میں سب انسان برابر ہیں۔ اور ایک لامحدود ہستی کے ماتحت یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ گو یہ ہستی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ دنیا میں مباحثات نے سخت اندھیر مچا رکھا ہے یہاں تک کہ آج خود ہندوستان میں ہم اک زمانہ سابقہ کی تاریکی میں بسر کر رہے ہیں اور لوگ یہاں فرقہ داری کی دیواریں کھڑی کر رہے ہیں۔ اسی لاہور شہر میں حال میں کئی مذہبی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے دعوت دی گئی تھی۔ یہ ایک مبارک فال ہے کیونکہ اس طرح ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے۔ ہم کچھ استعدادیں رکھتے ہیں جو جد و جہد سے ترقی کرتی ہیں۔ دوسروں کے تجربات ہماری ترقی میں مدد دیتے ہیں۔ یہ اصول جسمانی اور روحانی دونوں امور میں صحیح ہے۔ وہ جو صرف اپنے تجربات پر قانع رہتے ہیں ان کی نگاہ بہت محدود ہوتی ہے۔ ان کا علم لازمی طور پر محدود اور فرقہ وارانہ ہوتا ہے لیکن وہ لوگ جو ہر جگہ سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور سب کی تعظیم کرتے ہیں اپنی ترقی کے ہمیشہ نگران رہتے ہیں اور ہر موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اس امر کو ایک کہانی سے واضح کرتا ہوں (اس کے بعد ایک کہانی بیان کی گئی جسے بخوف طوالت حذف کیا جاتا ہے۔ مدیر)

براہمو سماج کی تعلیم

براہمو سماج کا اصول یہی ہے کہ ہر جگہ سے استفادہ کیا جائے صداقت ہماری مقدس کتاب ہے ہم ہر پیغمبر اور نبی کی تعلیمات کی عزت کرتے ہیں۔ اور تمام مذاہب کی کتب مقدسہ کا تعظیم و تکریم سے مطالعہ کرتے ہیں۔ وید ہمارے نزدیک ایسے ہی قابل عزت ہیں جیسے بائبل اور قرآن۔ ژند اوستا یا گرنتھ صاحب ہماری کتاب ہے جس میں ہمیں امور زندگی کا حل ملتا ہے۔ براہمو سماج کی طرف سے تمام ممالک کے مقدس کتب کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ راجہ رام موہن رائے (بانی براہمو سماج) نے اپنے بچپن کے زمانہ میں عربی اور فارسی پڑھی اس نے سنسکرت پڑھنے میں بھی بنارس میں چند سال صرف کئے بعد ازاں اس نے اصل یونانی میں بائیبل کا مطالعہ کیا۔ آخر رام موہن رائے کی عقل نے عالمگیر مذہب کو سمجھ لیا۔ اس کے مذہب کا اصول یہ تھا کہ دنیا کے مختلف مذاہب میں اتفاق پیدا کرنے والا تعلق دریافت کیا جائے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے۔ ہر جگہ لوگ اپنے معبود کو اس عالم کا حکمران مانتے ہیں۔ یہ اعتقاد عالمگیر ہے اور اس پر راجہ رام موہن رائے نے زور دیا کہ تمام مذاہب کے لئے توحید کو سمجھنا ضروری ہے۔ انہوں نے مذہب محمدؐ کے چشمے سے بہت کچھ لیا تعلق پیدا کرنے کے لئے دیگر رشتوں کی تلاش کی اور اپنے ایام زندگی انسانی برادری کے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے بسر کرنے کی کوشش کی ان کے بعد مہارشی دو نیدر ناتھ ٹیگور آئے جنھوں نے اسی مذہب کی فلسفیانہ تفسیر کی۔ ان کے نزدیک کوئی الہامی کتاب فیصلہ کن سند نہیں تھی۔ مسٹر کیشب چندر سین نے جو اس نئے مذہب کا زبردست پرچارک تھا۔ اس دنیا کے تمام بزرگوں کی زیارت کی۔ انہوں نے اس امر کی اشاعت کی کہ تمام مذاہب کی مقدس کتابیں جہاں تک ان میں صداقت ہے قابل عزت ہیں۔ ایک مقدس کتاب کوئی معنے نہیں رکھتی۔ اگر اس میں ہمیں کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جس کی ہمیں پیروی کرنی چاہیئے۔ اس لحاظ سے ہر ایک اچھی کتاب ہماری مقدس کتاب ہے عالم خدا کی محبت اور عظمت سے بھرپور ہے۔ مصر کی مقدس کتب میں لکھا ہے "وحدہ لاشریک کا ہر سرزمین میں ظہور ہے آسمان کی بلندیاں اور سمندر کی گہرائیاں تیرا ہی گیت گا رہی ہیں۔ اور تیری جستجو کرنا عقل کی ابتدا ہے"۔ اسی طرح ہندوستان کی پرانی کتابوں میں لکھا ہے "اس کی دریافت کرو وہ خدا ہے" . . . . اس کو رنگا رنگ عالم کے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وہ خدا وحدہ لاشریک ہے ابدی اور آنکھوں سے اوجھل ہے۔ وہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ سائنس اور فلسفہ سب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک اعلیٰ و برتر ہستی موجود ہے جو اس دنیا کی نگہبان ہے۔ وہ محض خیالی ہستی نہیں بلکہ وہ زندہ خدا ہے جس کا تعلق ہماری زندگی کے ہر شعبہ سے ہے۔ انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ یہ بات ایک زمانہ پہلے ارسطو نے بتا لی تھی وہ اس عظیم الشان کرہ کا ایک حصہ ہے۔ وہ خود بخود ترقی نہیں کر سکتا اس کی زندگی اپنے ہمسایوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ سوسائٹی ایک حقیقت ہے یہ ایک زندگی اور دل رکھتی ہے۔ اس کی بہت بڑی طاقتیں ہیں۔

یہ تمام حقیقتیں اس خدا کی توحید کی تصدیق کرتی ہیں جو اس جہان کا حاکم ہے۔ ہم اپنے دماغی، اخلاقی اور تمدنی تجربات سے خدا کے نزدیک ہو رہے ہیں۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جس کے جاننے سے ہم تمام دوسری چیزوں کو جان سکتے ہیں۔ اس حقیقت کے علم سے ہماری استعدادیں سرگرم عمل ہو جاتی ہیں۔ دل وسیع اور سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور روح رفعت حاصل کرتی ہے خاندان، گھر، دنیا تب ہی حقیقی بنتے ہیں جب ہم انہیں رضائے مولا کا ظہور تصور کریں۔ ورنہ وہ ہمارے سامنے تیرتے ہیں۔ اور غائب ہو جاتے ہیں۔ انسانی تاریخ قوموں اور سلطنتوں کی تباہی کی داستانوں سے پر ہے خوبصورت شہر نہایت کاریگری سے تیار کئے گئے۔ محلات اور باغات نے مدتوں لوگوں کو مسحور بنائے رکھا۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز زمانہ کے حملہ کی تاب نہ لا سکی۔ اب وہ قدیم شہر کہاں ہیں جن کی ایک زمانہ میں نسل انسانی توصیف و تعریف کر رہی تھی۔ نہ صرف پرانے شہر، عالیشان محلات اور صنعت کے کام ہی زمانہ کے ہاتھوں تباہ ہوئے بلکہ تمام انسانی نظم و نسق غارت ہو گئے۔ ان تمام انقلابات سے ایک ہی چیز بچی ہے اور وہ خدا کا خیال ہے جو اپنی پوری شان و شوکت میں قائم ہے۔ زمانہ قدیم سے لیکر آج تک لاکھوں نسلیں گزر گئیں۔ لیکن خدا کی روح ہمیں اب تک اسی طرح پکار رہی ہے جس طرح گزشتہ زمانہ میں پکارتی تھی۔ صداقت اپنے آپ کو مختلف صورتوں میں ظاہر کرتی اور انسان کے دل کو گرویدہ بناتی ہے۔ سچائی کاروبار کی زندگی میں نور کی طرح ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ہم جب صبح اٹھ کر آنکھیں کھولتے ہیں تو آسمان کے مشرق سے روشنی نکلتی ہے۔ اور اس میں ہم اس ابدی نور کی شعاعیں دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے الله نور السموات والارض۔ الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور۔

جو علم ہم رکھتے ہیں وہ اسی ابدی نور کی بخشش سے ہے ہم اسی روشنی کے ذریعے اپنے آپ کو جان سکتے ہیں اور اسی کے ذریعے ہم دوسروں کے ساتھ مناسب تعلقات قائم رکھ سکتے ہیں انسان تاریکی کے تنگ گڑھے سے اسی وقت نکلتا ہے۔ جب وہ الٰہی نور کی شعاعوں سے منور ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو زمین، پانی اور خلا میں محیط پاتا ہے۔ اسے اپنے اندر بھی سچائی نظر آتی ہے اور باہر بھی۔ خدا اس کے لئے [illegible] اور اپنے کا اعلان کرتی ہیں۔ بلکہ وہ جسم کے ہر ذرہ اور اپنی زندگی کے ہر تجربہ سے اس پر ایمان لاتا ہے۔ زمانہ قدیم کے ہندوستانی رشیوں نے خدا کو بحیثیت حق کے پیش کیا۔ برہمو سماج نے اس قول کو پورے طور پر اخذ کر لیا۔ خدا حق اور نور ہے۔ اس کے رحم کا کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ اس کے الہام کی کوئی حد نہیں۔ ہم چاہے کسی حالت میں ہوں وہ ہمارے پاس آتا ہے۔ وہ ہماری مشکلات، افلاس، بیماری، موت اور مصائب میں ہم پر ظاہر ہوتا ہے۔ جب انسان مصائب میں گھر جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو بے یار و مددگار پاتا ہے تو وہ سوائے اس کے اور کس کے پاس مدد کے لئے جائے۔ ایسی حالت میں خدائی روشنی ہی ہمیں مشکلات سے رہائی بخشتی ہے اس تاریکی میں خدا ہی ہمارا رہبر ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی میں ہم اپنی تمام کمزوریوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور اس کے حسن و محبت سے مالا مال ہو جاتے ہیں اس دنیا میں کسی چیز کو قیام نہیں ہے۔ والدین مر جاتے ہیں بچے گزر جاتے ہیں۔ ہم خود بھی ایک روز کوچ کر جائیں گے۔ موت ہماری زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ تاہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ موت ہی اس زندگی کی انتہا ہے۔ خدا زندگیوں کی زندگی ہے۔ اس کو جان کر ہم موت پر بھی فتحیاب ہو سکتے ہیں۔ خدائی زندگی کے بحر بے کراں میں نہ موت ہے اور نہ افلاس۔ عام انسانی نظر سے پرے ایک روحانی دنیا آباد ہے۔ جس طرح ایک بے علم آدمی حساب کے سوالات نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ایک ایسا شخص جو موت اور زندگی کی گہرائیوں سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔ خدا کی لامحدود حسن و خوبی کو نہیں سمجھ سکتا دروازہ کھلتا ہے جب تم کھٹکھٹاتے ہو۔ ہم اس سے بڑھ کر یقین رکھتے ہیں کہ خدا ان سے بھی بے اعتنا نہیں ہے جو اس کی تلاش نہیں کرتے۔ وہ داخلہ کے لئے ہمارے دروازہ پر دستک دے رہا ہے۔ اور ہماری ملاقات کے لئے موقع کی تلاش میں ہے۔ ہم چاہے اسے باہر نکالیں اپنے دلوں کے اندر نہ گھسنے دیں لیکن وہ ہمارے انکار کو قبول نہیں کرتا۔ وہ ہم سے بچوں کی طرح محبت کرتا ہے مصائب میں ہمیں آرام پہنچاتا ہے۔ بیقرار کو تسلی دیتا ہے۔ اور تمام مشکلات میں ہماری دستگیری کرتا ہے۔ جب ہم اس کو جان لیتے ہیں [illegible] اور اپنے اندر اس کی موجودگی محسوس کرتے ہیں۔ تو ہم [illegible] ہو جاتے ہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ لوگوں نے بعض اوقات ایک سے زیادہ خداؤں کا بھی خیال کیا ہے۔ لیکن جب انہوں نے علم روحانی میں ترقی کی تو اس نتیجے پر پہنچے کہ خدا ایک ہے۔ بندگی [illegible] ایک ہی کے لائق ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ اس نے نیک لوگوں پر اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اور وہ گنہگاروں پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ پاک ہے اور کوئی پلیدی اسے نہیں چھو سکتی۔ مقدس آسمانی باپ کی یہ روشن تصویر ہمارے دلوں سے گناہ کی تمام خواہشیں دور کر دیتی ہے اس کے عشق کی آگ تمام گناہوں کو جلا دیتی ہے۔ تاریکی کے بعد روشنی ہے جب ہم گناہ کرتے ہیں۔ وہ سزا دیتا ہے۔ اور ہمیں جہالت سے [illegible] اور جب ہم اخلاقی تعلیمات کی پیروی کرتے ہیں۔ تو ہمیں زندگی بخشتا ہے جو ضمیر ہمارے اندر ہے وہ خدا کی آواز ہے۔ ہماری اخلاقی استعدادیں اس سے الہام حاصل کرتی ہیں۔ وہ ایک نیک اور منصف جج ہے وہ اس دنیا میں اپنے اخلاقی قوانین کے ذریعہ حکومت کرتا ہے کوئی خرابی اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ہم تمام اس کے حکم کے ماتحت ہیں۔ جب ہم اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ تو زندگی پرلطف ہو جاتی ہے۔ وہ اس دنیا کا خالق و حاکم ہے۔ وہ اس دنیا کی بھلائی کرنے میں مصروف ہے۔ وہ کسی سے غافل نہیں ہے اس کی رحمت سب پر حاوی ہے۔ خدا ہماری موت، ہمارا گھر اور آخری مقصد ہے جس کی طرف ہر ایک چیز بڑھ رہی ہے۔ یہ عالم اس کی خوشگوار خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اس کو اپنی خوش طبعی کے لئے اس عالم کی ضرورت تھی۔ اسے اپنی مسرت کے لئے تیسری اور ایک کی ضرورت تھی۔ اس کی تمام مخلوقات اس کی عاشقانہ شفقت پر دلالت کر رہی ہے۔ ہماری کتابوں میں خدا کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ حق ہے وہ مسرت ہے۔ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے والی ہستی ہے۔ وہ امن، نیکی اور وحدہ لاشریک ہے۔ وہ پاک ہے اور گناہ اسے چھو بھی نہیں سکتا۔

ہم نہ تو اسے الفاظ میں ظاہر کر سکتے ہیں اور نہ ہمارے دل اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ تاہم وہ ہمارے علم اور تجربہ میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے خدا ایک زندہ ہستی ہے جو ہمیشہ ہمارے چال چلن کی حفاظت کرتی ہے ہم اس کے آگے دعا کرتے ہیں تاکہ ہم اسکے پاک جلال سے اپنے آپ کی [illegible]

ذات باری کا تصور

سکھ مذہب کے نکتہ خیال سے

(سردار ہرنام سنگھ صاحب ایم اے کے قلم سے)

حضرات اس بزرگ تر ہستی کے متعلق جس کا علم فہم و ادراک سے بالا ہے۔ اور جو معمولی گیان اندریوں اور کرم اندریوں سے نہ تو سمجھ میں آ سکتی ہے اور نہ محسوس کی جا سکتی ہے کچھ کہنا چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مصداق ہے۔ میں تو کیا دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا فلاسفر یا سائنسدان بھی اسے بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں گیان کے اس سمندر سے جو ذات باری تعالےٰ کی طرف سے ان مہا گوروؤں کو عطا ہوا جن کا میں ایک ادنےٰ ترین سکھ ہوں کچھ قطرات بطور نمونہ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

اپنے مضمون کو شروع کرنے سے پہلے میں اس بات کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری زبان اتنی مکمل نہیں جو ذات باری کے کسی بھی پہلو کو مکمل طور پر بیان کر سکے۔ میرے آقا و مولا ستگورو پنجم بادشاہ راگ گوڑی میں فرماتے ہیں " کا ہو بول نہ پوجت پراتی - اگم اگوچر پربھ زبانی " یعنی کسی بولی میں بھی انسان اسے بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ لامحدود، فہم و ادراک سے باہر ہے یہاں ستگوروؤں کو اس کا گیان معمولی انسانی گیان اندریوں کے ذریعہ نہیں بلکہ ایک اور الہیٰ "اندریہ" کے ذریعے پراپت ہوا جس سے عام لوگ اب تک ناآشنا ہیں۔ شری گورو امر داس راگ رام کلی میں فرماتے ہیں " ہر جیو گنا اندر رکھ کے واجا پون وجایا - وجایا واجا پون - نو دوارے پرگٹ کئے دسواں گپت رکھایا - گورو دوارے لائے بھاونی اکنا ن دسواں دوار دکھایا - تہ انیک روپ ناؤ نو ندھ نا یا تس دا انت نہ جائی پایا "

اس دسویں دوار کی آنکھوں سے ہمارے پوجنیک ستگوروؤں نے ذات باری کا جس طرح مشاہدہ کیا اور وہ جہاں تک ہماری زبان سے ادا ہو سکتا ہے وہ شری گورو گرنتھ صاحب کے آدمیں یہاں منتر کی صورت میں درج ہے میں جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں خود اپنے اندر ذات باری کے سمجھنے کی حقیقتاً کوئی سمجھ نہیں رکھتا۔ لہذا ذات باری کے مسئلہ پر میں اسی گیان کی تشریح پر اکتفا کرونگا جو شری ستگورو نے نانک دیو کے ذریعہ بنی نوع انسان کی ہدایت و رہبائی کے لئے یہاں منتر کی صورت میں بیان کیا۔ فرماتے ہیں۔ . . . .

. . . . (یہاں اصل منتر درج ہے) . . . . . .

جب زبان میں اونکار سے پہلے ایک کا ہندسہ دینے میں منشائے الٰہی یہ تھی کہ اونکار کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے شارحین شرک سے بچے رہیں۔ اونکار کو ہندو شارحین نے مظہر صفات ثلاثہ بیان کیا۔ اونکار کو انہوں نے اکار۔ اُکار اور مکار بتلایا۔ اور اکار کو برہما پیدا کرنے والی طاقت، اُکار کو بشن پرورش کرنے والی طاقت اور مکار کو مہیش فنا کرنے والی طاقت یا بالفاظ دیگر تین دیوتاؤں کا مظہر قرار دیا۔ انہوں نے تین لکیروں کو جن سے اس حرف کی شکل بنتی ہے آکار، اُکار، اور مکار فرض کر کے سارے لفظ کو مظہر تثلیث تسلیم کیا۔ حالانکہ اونکار کا مطلب و مفہوم محافظ خدا کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک کے ہندسے کے اونکار کے پہلے آجانے سے شارحین کے شرک میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔ کیونکہ اس سے اونکار کا مفہوم سوائے ایک پرماتما کے اور کچھ نہیں۔ مثلاً کوئی شخص ایک اونکار سے برہما، بشن و مہیش مطلب و مفہوم نہیں لے سکتا۔ اس سے اونکار کی شکل کے نہیں بلکہ اونکار ہی کے معنے مترجم یا شارح کو کرنے پڑیں گے اور اس کے لیے "ایک اونکار" کا مطلب ایک پرماتما تسلیم کرنے کے سوا چارہ کار نہ رہیگا۔ اگر ہندسہ کے بجائے ایک حرف میں لکھا ہوتا تو لفظ "ایک" کی شرح کرنے میں بھی شارح غلطی کر سکتا تھا۔ لیکن ایک کے ہندسہ کو کوئی بھی نہ تو ایک سے زیادہ پڑھ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ ایک کے ہندسہ کا مفہوم ہر حالت میں ایک ہی ہے۔ لہذا سکھ دھرم کا پہلا اور بنیادی اصول ایک کا ہندسہ ہے۔ سکھ مذہب کی بنیاد اسی ایک کے ہندسہ سے ہے۔ اسی ایک کی بھگتی و عبادت کی گورو مت میں تعلیم دی گئی ہے۔

ایکو سمرنا نکا جل رہیا سمائے
او دو دوکیو سیوئے جمے بنتے مرجائے

یعنی ایک خدا کی عبادت کرو جو ستگ ... [illegible]

سکھ مذہب میں توحید کی تعلیم

" ایکو جپ ایکو سالاہ - ایک سمر ایکو من رہ - ایکس کے گن گاؤ اننت - من تن جاپ ایک بھگونت - ایکو ایک ایک ہر آپ - پورن پورا ہو رہیو پربھ بیاپ - انک بستھا ر ایک تے بھئے - ایک ارادھ پراچھت گئے -

من تن انتر ایک پربھ راتا ۔ گور پرشاد نانک ایک جاتا۔

(گوڑی سکھمنی محلہ ۵)

ایک ہی کی عبادت کرو، ایک ہی کی تعریف کرو۔ ایک ہی کو یاد کرو۔ ایک ہی کو دل میں جا رکھو۔ ایک ہی کے بے شمار گن گاؤ۔ دل و جان سے ایک ہی خدا کی بھگتی کرو۔ وہ خدا خود ایک ہی ایک ہے پربھو محیط کل ہے اور ہر جگہ طاری ہے۔ اسی ایک کی لاکھوں قدرتیں ہیں اور اسی ایک کی عبادت سے پاپ کٹ جاتے ہیں۔ تن من میں وہ ایک خدا بس رہا ہے۔ اور اسی ابدی گورو کی عنایت سے نانک نے اس کی توحید کو جانا۔ گورمت میں خدا کی بزرگی ہی توحید سے مانی گئی ہے۔ " گن وہیو ہوا نا ہیں ہوئے - نا کو ہوا نا کو ہوئے " (آسا محلہ ۴) یعنی اس پروردگار کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ ہے کہ اس سا کوئی اور نہیں۔ نہ پیدا ہوا نہ ہوگا " جل تھل مہیل پوریا سوامی سرجنہار - انک بھانت ہوئے پسریا نانک ایک اونکار " یعنی جل تھل اور آسمان میں وہ ایک کردگار طاری ہے۔ بے شمار طور پر ایک اونکار سماری ہے " اونکار سب سرشٹ او پائی " یعنی اونکار ہی سے کل کائنات پیدا ہوئی۔ الغرض گورمت توحید پر مبنی ہے توحید پر ایمان لائے بغیر پرماتما پر ایمان لانے کے کوئی معنے نہیں توحید صفت ہے اس موصوف کی جو اس صفت سے منکر ہو وہ گویا موصوف سے بھی انکار کرتا ہے۔ خواہ وہ زبانی سو بار اس کا اقرار کیوں نہ کرے۔ یہاں منتر میں جس قدر بھی صفات پرماتما کی بیان کی گئی ہیں وہ سب اس توحید کی تائید کرتی ہیں۔ آگے چل کر ستگورو نانک دیو فرماتے ہیں کہ " ست نام " وہ ازلی و ابدی مکان و زمان کی قید سے باہر ہے۔ ست نام ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ ایک خدا ہی کی ذات ایسی ہے کہ اس میں زمانہ کے اثرات سے تبدیلی نہیں ہو سکتی جیسا کہ وہ ماضی میں تھا ویسا ہی حال میں ہے اور ویسا ہی مستقبل میں ہوگا۔ نہ وہ بچہ تھا نہ جوان ہوا نہ بوڑھا ہوگا۔ نہ وہ پیدا ہوا نہ فنا ہوگا۔ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہے گا۔ اس لامثال بزرگ ہستی کے لئے یہ کہنا کہ وہ ماضی میں ایسا تھا۔ حال میں ایسا ہے اور مستقبل میں ایسا ہوگا۔ غلطی ہے۔ کیونکہ وہ کال (زمانہ) کی قید میں نہیں ہے ستگورو فرماتے ہیں۔ کرتم نام کتھے تیرے جہوا - ست نام تیرا پرا پورلا۔ یعنی گن کرم کے اعتبار سے تیرے نام بہت سے لئے جاتے ہیں۔ لیکن ست تیرا ازلی نام ہے۔ جو ست نہیں اس کا نام ست نہیں۔ ست سوائے اس بزرگ ہستی کے جو فہم و ادراک سے بالاتر ہے اور جس کا مظہر ایک اونکار ہے۔ اور کوئی نہیں۔ ست ثبوت ہے توحید کا پرماتما کی یہ صفت بجائے خود لاثانی ہے۔ چونکہ وہ ست ہے اس لئے اس کا نام بھی ست ہی اسم موسوم کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی اگر موسوم فانی ہے۔ تو اسم بھی فنا ہو جائے گا۔ چونکہ پرماتما ست سدا ایک رس رہنے والا ہے اس لئے اس کا نام بھی ست ہے۔ ست نام کو گورمت میں افضل الذکر مانا جاتا ہے۔ ہر زمانہ میں عارف اس کا ورد کرتے رہے ہیں اور ہر جگ میں بھگت اسی نام کی بھگتی کرتے رہے ہیں۔ یہ گورو منتر ہے اور کلجگ کے پیغمبر سری گورو نانک دیو جی مہاراج نے دنیا کے لوگوں کے لیے چاروں انگ عالم میں اس کی منادی کر دی۔ اسی نام کو ست گوروؤں نے جپا۔

صفات خداوندی

سری ست نام کرتا پورکھ گورو را مداس جپتے ہیں - وہ نہ صرف لاشریک اور ازلی ہے بلکہ کرتا پورکھ فاعل کل۔ خالق کل ہے یہ خدا کا صفاتی نام ہے۔ اور سچا ہے خود مظہر توحید ہے۔ یعنی دنیا میں ایک پرماتما ہی کی ہستی ایسی ہے جو فاعل کل ہے۔ فاعل کا فاعل نہیں ہو سکتا۔ مخلوق خالق نہیں ہو سکتی۔ جو مفعول ہے فاعل نہیں اور جو مخلوق ہے خالق نہیں۔ چونکہ پرماتما فاعل کل ہے اور کل مخلوقات کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی فاعل کل نہیں۔ اور نہ خالق کل ہے اس لئے معبود و خدا وہی ایک ہے - فاعل کل پرکرتی کا بھی محتاج نہیں۔ کیونکہ پرکرتی کا فاعل بھی وہی ہے اور اگر پرکرتی کے [illegible]

کا اپنا وجود اس کے فعل سے آزاد ہوتا۔ مگر وہ فاعل کل ہے اس کا فعل حکم ہے۔ جو اس کی طرح فہم و ادراک میں نہیں آتا۔ اس کے سوا باقی کل مخلوق ہے۔ برہما بشن مہیش کا بھی وہی خالق و فاعل ہے ست گورو گوبند سنگھ جی مہاراج پہلے بادشاہ وار سلار میں فرماتے ہیں -

" برہما بشن مہیش دیو او پایا "

یعنی اس خدا نے برہما بشن مہیش وغیرہ دیوتا پیدا کئے۔ واہگورو لاشریک ازلی، فاعل کل ہے۔ وہ بے خوف اور نڈر ہے۔ پرماتما کے سوا اور کوئی دوسری ہستی موجود نہیں۔ وہ ایک خالق ہے باقی سب مخلوق ہیں۔ خوف دوسرے سے ہوتا ہے اور چونکہ اس کے سوا اور دوسرا ہے ہی نہیں۔ اس لئے اس کو خوف کس کا ہو۔ وہ بے خوف ہے۔ ہر مخلوق کے لئے خوف شرط ہے۔ لیکن خالق کے لئے نہیں۔ کوئی اور خالق یا اس کا شریک ہے نہیں اور کوئی مخلوق اس کے احاطہ حکم و اختیار سے باہر نہیں۔ راگ مالا میں پنجم بادشاہ فرماتے ہیں " ڈر پے دھرت اکاس نکھترا سراد پر امر کرا ما پون پانی بیسنتر ڈر پے - ڈر پے اندر بچارا - ایکا نربھو بات سنی سو سکھیا سو پیدا ہو میلا جو گورمل گائے گنی - " جپ جی صاحب بابا نانک ارشاد فرماتے ہیں۔ " حکمے اندر سب کو باہر حکم نہ کوئے - یعنی زمین اور آسمان سب امر الٰہی سے جو بہت سخت ہے ڈرتے ہیں۔ ہوا، پانی اور آگ معہ اندر دیوتا کے ڈرتے ہیں۔ ایک خدا ہی بے خوف ہے۔ سو وہی سکھی اور آسودہ ہوگا۔ جو گورو سے مل کر اس کے گن گائیگا جیسا کہ مندرجہ بالا مہا واکوں سے ثابت ہے۔ گورمت میں تمام مخلوق کو خوف کی قید میں مانا گیا ہے۔ بے خوف ذات صرف ایک خالق کی مانی گئی ہے۔ دیوتاؤں اور اوتاروں کو بھی جو مخلوق ہیں خوف کی قید سے آزاد نہیں مانا گیا۔ " گاؤں گوپیاں گاؤں کان - گاوہن سیتا راجے رام - نربھو نرنکار سچ نام - جا کا کیا سگل جہان " یعنی گوپیاں اور کرشن گاتے ہیں سیتا اور رام سے راجے اسے گاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ بے خوف ذات نرنکار۔ شکل و شمائل سے منزہ خدا کی ہی جس کا نام سچ ہے اور جس نے تمام جگت کو بنایا ہے۔ وہ بے خوف ہی نہیں نرویر ہے۔ بغیر دشمنی ہے۔ یعنی اسے کسی سے دشمنی نہیں پرماتما کی یہ صفت ہی بجائے خود مظہر توحید ہے۔ کیونکہ جب اس کے بغیر اس سا یا اس سے بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ تو دشمنی کس سے ہو۔ قادر وہ ایک۔ باقی جو ہے اس کی قدرت ہے۔ قدرت سے قادر کو کبھی دشمنی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں دشمنی غرض سے ہوتی ہے پرماتما کی کوئی غرض نہیں۔ یعنی جو ہے اسی کی قدرت ہے اور اسے اس پر پورا اختیار ہے۔ مایا دشمنی کا کارن مانی گئی ہے۔ لیکن مایا بھی پرماتما کی ہے۔ اور وہ اس سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ نہ صرف پرماتما کو کسی سے دشمنی نہیں بلکہ وہ اپنی مخلوق کا رازق ہے غفار رحیم ہے۔ کریم ہے۔ گورمت میں پرماتما کو رات تپا مانا گیا ہے۔ . . .

. . . . (یہاں اصل منتر)

سکھمنی صاحب میں گورو ارجن دیو فرماتے ہیں . . . .

. . . . (یہاں اصل منتر درج ہے)

یعنی اے پروردگار، تو ہمارا ماں باپ ہے۔ ہم تیرے بچے ہیں تیری عنایت میں بہت راحتیں ہیں۔ حقیقی باپ جس نے ہم کو پیدا کیا۔ وہی پروردگار ہے۔ جب مخلوق بچے ہیں تو باپ کو بچوں سے کبھی دشمنی ہو سکتی ہے۔ آگے چل کر صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قادر مطلق اکال مورت ہے۔ لافانی ہستی والا ہے۔ اکال مورت کا مفہوم یہ ہے کہ پرماتما کی ہستی لافانی اور ابدی ہے۔ وقت کی قید اور اثر سے آزاد ہے۔ جو چیز پیدا ہوتی ہے۔ مرتی بھی وہی ہے۔ جو ہستی پیدا نہیں ہوئی یعنی ست ہے۔ وہ مر ہی نہیں سکتی یعنی اکال ہے۔ جس طرح ازلی کے لیے ابدی ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح ست نام کے لئے اکال مورت ہونا لازمی ہے۔ سوائے پرماتما کی ذات پاک کے اور کوئی ہستی لافانی نہیں۔ سری راگ میں ست گورو گرنتھ صاحب گورو نانک دیو فرماتے ہیں " دن رو چلے نس سس چلے تار کا لکھ پلوے - مقام اوہی ایک ہے نانک سچ بگوے " دن رات سورج اور چاند اور لاکھوں تارے سب فنا ہو جائیں گے۔ سچی بات یہ ہے کہ لافانی وہی ایک ہے ایک پرماتما ہی کی مورت ایسی ہے جو لافانی ہے۔ جسے موت نہیں آ سکتی۔ جو زمانہ کے اثر سے ٹوٹ یا مر نہیں سکتی۔ جو مورت فنا ہو جائے، تباہ ہو جائے، مر جائے وہ پرماتما کی مورت نہیں ہو سکتی۔ [illegible]

نہ کسی کا خوف لوگ یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ اس کی کوئی ہستی ہی نہ ہوگی ۔ اس کی مورت اکال بتا کر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ باوجودیکہ وہ اجول ہے اکال ہے ۔ آشکار ہے ۔ بایں ہمہ اس کی ہستی ہے اور اسی کی بھگتی لازمی ہے ۔ جو پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں وہ خدا نہیں ہو سکتے ۔ آسا دی وار میں ست گورو فرماتے ہیں " جو مرجے سو کچن کچ " یعنی جو مرتے اور پیدا ہوتے ہیں وہ خام یعنی باطل ہیں ۔ راگ آسا میں ست گورو نانک دیو جی مہاراج فرماتے ہیں :۔ " نہ اوہ مرے نہ ہووے سوگ " یعنی نہ وہ مرتا ہے نہ اس کا ماتم ہوتا ہے ۔ سو خدا کی ہستی ہے لیکن وہ خود لاشریک ہستی ہے ۔ سروپ اس کا وہی ہے جو اس گورو منتر میں بتایا گیا ہے اس کے سوا اس کی کوئی مورت نہیں ۔ کیونکہ وہ نرنکار ہے ۔ ستگورو فرماتے ہیں ۔ " روپ نہ ریکھ نہ رنگ کچھ تہہ گن تے پربھ بھن

رستے تجھا لے نانکا جس ہووے سو پرسن " (راگ گوڑی)

یعنی نہ اس کا روپ ہے ۔ نہ اس کا جسم ہے ۔ نہ اس کا کوئی رنگ ہے ۔ تینوں گنوں سے وہ آزاد ہے ۔ کیونکہ جس کا روپ ، ریکھ ، رنگ ہو ، وہ قید زمان سے آزاد یعنی ست نہیں ہو سکتا ۔ چونکہ پرماتما ست اور اکال ہے ۔ اس لئے اس کا نام ست ہے ۔ اور مورتی اکال ہے ۔ وہ لاشریک ہستی جون سے رہت پیدا نہ ہونے والا ہے یعنی وہ پیدا نہیں ہوا ۔ اس کو کوئی علت غائی نہیں ۔ اس کا کوئی ماں باپ نہیں اگر اس کو علت ہوتی تو وہ ست کرتا پورکھ اور اکال نہ ہوتا ۔ اس کے ماں باپ ہوتے تو وہ ایک نہ ہوتا ۔ اور فاعل کل نہ ہوتا ۔ گورو منتر میں جس قدر اسما اور صفات الٰہی بیان کئے گئے ہیں وہ کمال عمدگی سے ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں ۔ اور تمام صفات اس میں لازم و ملزوم ہیں ۔ یہ گورو منتر ایک کسوٹی ہے ۔ ہر معبود کی اس کسوٹی پر پرکھ کرو ۔ سوائے پرماتما کے کوئی پورا نہ اترے گا ۔ دویت وادی لوگ پرکرتی کو بھی انادی و ابناشی مانتے ہیں وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ پرماتما ماتا کے گربھ میں آتا ہے ۔ اور منشوں کی طرح جنم لیتا ہے ۔ یا وہ کسی خاص جگہ یا ملک میں مقیم ہے ۔

مسئلہ اوتار کی تردید

ان سب باتوں کا گورو منتر میں جواب دے دیا گیا ہے ۔ جو ست ہو فاعل کل ہو ، نربھو ہو ، نرویر ہو ، اکال مورت ہو ۔ اور اجونی ہو وہی ہمارا پروردگار ہے ۔ پرماتما جو ست یعنی ازلی ہے ۔ وہ پیدا کیونکر ہو سکتا ہے ۔ بعض لوگ اوتاروں کے عقیدہ کے معتقد ہیں ۔ ان کے عقیدہ کے مطابق پرماتما نشیہ وغیرہ جونیوں میں جنم لیتا ہے گورمت میں اس عقیدہ کو مشرکانہ اور گمراہ کن قرار دیا گیا ہے ۔ کیونکہ تمام اوتار پیدا ہوئے جوان ہوئے اور بوڑھے ہوئے آخر مر گئے ۔ نہ تو وہ اجونی کہلا سکتے ہیں اور نہ ان کی مورتی اکال ہو سکتی ہے ۔ گورمت میں یہ اعتقاد کہ پرماتما جنم لیتا ہے کفر ہے ۔ " سو مکھ جل جت کہو ٹھاکر جونی" وہ منہ جل جائے جو کہے پرماتما جنم لیتا ہے ۔ ستگوروں نے شدو مد سے اس عقیدہ کے خلاف آواز بلند کی ۔ گورمت میں ہر جگہ اس امر کی خاص طور پر احتیاط کی گئی ہے کہ سوائے اس ست چت آنند پرماتما کے جس کی تعریف گورو منتر میں کی گئی ہے ۔ اور کسی ہستی کو پرماتما نہ مانا جائے اس کے متعلق راگ سورٹھ میں ستگورو فرماتے ہیں ۔

نا تس مات پتا ست بندھپ نا تس کام نہ ناری

اکل نرنجن اپر پرمپر سگل جوت تمہاری

یعنی نہ اس کا باپ ہے نہ ماں ہے نہ بیٹے ہیں ۔ نہ بھائی بند نہ اس میں شہوت ہے ۔ اور نہ اس کی کوئی عورت ہے ۔ اے لامحدود پرماتما ساری روشنی تم سے ہے ۔ اس شبد میں جو گورو منتر کی تائید کرتا ہے ۔ اوتاروں کے عقیدہ کا رد کیا گیا ہے ۔ رام اور کرشن ہندو اوتاروں کے ماں باپ تھے ۔ بیویاں تھیں بیٹے تھے ۔ بھائی بند تھے ست گورو فرماتے ہیں کہ وہ پرماتما نہیں تھے ۔ کیونکہ پرماتما کی ماں باپ بیٹے بھائی اور عورتیں نہیں ہو سکتیں منشوں کو خدا جانکر ان کی بھگتی کرنا مشرکانہ عقیدہ و فعل ہے ۔ انکی بھگتی بے سود یعنی اپھل ہے ۔ دسمیش شری گورو گوبند سنگھ مہاراج نے اوتاروں کے متعلق نہایت وضاحت سے فرمایا ۔

جو کہو رام اجون اجے رت کاہے کو کوشل کھ جیو جو

کال ہوں کال کہے جیہ کو کہیہ کال کال تے دیں بھیو جو

ست سروپ بیبیر کہا دے سو کیوں پتھ کو رتھ ہانک بھیو جو

تاہی کو مان پربھو کر کے جیہ کو کو بھید نہ لیو جو

اگر کہو کہ رام پیدا نہیں ہوتا تو وہ کیوں کوشلیا کے بطن سے پیدا ہوا جاں کال ہو کر وہ کس لئے کال کے تابع ہوا ۔ ست سروپ اور

کو اپنا پرکھ مانو جسکے راز کو اب تک کوئی نہ پا سکا ۔ بعض اصحاب نے اکالیوں کو اپنے عقیدہ کا معتقد بنانے کے لئے اس مشرکانہ خیال کی ان میں اشاعت کرنے کی کوشش کی کہ دسوں گورو صاحبان ہی پرماتما کے اوتار تھے ۔ لیکن شری ستگوروں نے بیانگ دہل اس مشرکانہ عقیدہ کی تردید کی ہے ۔ ست گورو دسم بادشاہ کی بانی ہے ۔

تدھ آگے ار داس ہماری جیو پنڈ سب تیرا

کہو نانک سب تیری وڈیائی کوئی ناؤں نہ جانے میرا

میری دعا تیرے ہی حضور ہے میرا جسم میری روح سب تیرا ہی مال ہے نانک کہتا ہے کہ یہ سب تیری ہی بڑائی ہے ورنہ میرا تو کوئی نام بھی نہیں جانتا ۔ یہ ہے تمام ستگوروں کا دعویٰ ۔ ست گوروؤں کا اوتار رہا ہی اس لئے تھا کہ وہ توحید کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیں ۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اپنے مشن کی خود تردید کرتے دسم بادشاہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے اس خیال سے کہ مشرکوں کی صحبت میں سکھ کبھی ان کو بھی پرمیشر ماننا شروع نہ کر دیں مندرجہ ذیل زوردار الفاظ میں اس عقیدہ کی جڑ ہی اکھیڑ پھینکی ہے " جے ہم کو پرمیشر ادچر ہیں تے سبھ نرک کنڈ میں پڑھ ہیں ۔ سو کو داس تون کا جانو ۔ یا نے بھید نہ رنچ پچھانو ۔ موں ہوں پرم پرکھ کا داسا ۔ دیکھن آیو جگت تماشا ۔ جو پربھ جگت کہا سو کہہ ہوں مرت لوگ تے مون نہ رہے ہوں " جو مجھ کو پرمیشر کہیں گے وہ سب جہنم کے آتشکدہ میں پڑیں گے ۔ مجھ کو خدا کا غلام سمجھو اس میں ذرا بھی شک نہ کرنا ۔ جو مجھے خداوند پاک نے کہا وہی کہوں گا میں عالم فنا کی طرف سے زبان بند نہیں کر سکتا ۔ وحید وعینہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج ہیں ۔ خدا کی راہ پر آپ نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا ۔ اگر لاکھوں شیران خدا کو اپنے چرنوں میں جکتیو لاکھوں سورماؤں کو اپنے پوترسیں پر نثار ہوتے اپنے تئیں اکال پورکھ کے افضال و اکرام سے ہر وقت مستفیض ہوتے اور دین دنیا کی تمام دولتوں کو اپنے خزانوں میں دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے تکبر کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا ۔ تو وہ انبیا کے سردار ۔ بھگتوں کے پیشوا اور خالصہ کا گورو شری گوبند سنگھ جی مہاراج تھے ۔

" سے بھن " قایم بالذات ۔ اپنے آپ سے پرکاشمان ۔ وہ پرماتما جو اجونی ہے ۔ اکال ہے ۔ جسکو کوئی علت غائی نہیں ۔ وہ ست کہن ہے ۔ یعنی قایم بالذات ہے ۔ اپنے آپ سے پرکاشمان ہے ۔ سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ چاند سورج کے سبب ضیا کرتا ہے بذات خود روشن نہیں ۔ لیکن سورج کسی سے روشنی نہیں لیتا ۔ اپنے آپ سے پرکاشمان ہے ۔ اسی طرح سرشٹی پرماتما نے پیدا کی لیکن پرماتما کو کسی نے پیدا نہیں کیا ۔ وہ قایم بالذات ہے ۔ اس سوال کو کہ سرشٹی کو اگر پرماتما نے پیدا کیا تو پرماتما کو کس نے پیدا کیا ۔ سے بھن حل کر دیتا ہے ۔ فاعل کا فاعل نہیں ہو سکتا یعنی جس طرح سورج چاند کو تو روشنی دیتا ہے ۔ لیکن خود کسی سے روشنی نہیں لیتا ۔ اسی طرح پرماتما نے رشٹی کو تو پیدا کیا لیکن اسے کسی نے پیدا نہیں کیا ۔ وہ سے بھنگ ہے ۔ راگ دھن سری میں ستگورو نانک دیو فرماتے ہیں " سبھ مے جوت جوت ہے سوئے تس دے چانن سبھ مہ چانن ہوئے " سب میں روشنی ہے روشنی وہی ہے ۔ اسی کی روشنی سے سب میں روشنی ہوتی ہے ۔

گور پرشاد ۔ گور سے مراد ہدایت کرنے والا ۔ پرشاد مہربانی مجسم اصل تو یہ ہے کہ جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر کام چلنے مشکل ہیں ۔ اسی طرح ہدایت ربی کے بغیر تمام کاروبار ناممکن ہے ۔ اور ہدایت ربی ایک نامعلوم طریقہ سے مخلوق تک پہنچتی ہے ۔ شہد کی مکھیوں کو معلوم نہیں کہ انواع و اقسام کے پھولوں سے رس لے کر شہد کے چھتے بنانا کس نے سکھا دیا ۔ مچھلیوں اور مرغابیوں کو تیرنا کس نے سکھایا ۔ پورے چوبیس گھنٹے میں دن رات کو پورا کرنے کا سورج اور زمین کو پابند کس نے بنایا ۔ ستاروں میں رفتار مقررہ پر تبدیلیوں کے ۔ چھپنے اور ظاہر ہونے کے قاعدے کس نے بنائے ۔ زمین کو ہر فصل کو وقت پر پیدا کرنے کا راز کس نے بتایا ۔ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب تسلی بخش دینے سے عقل انسانی عاجز ہے ۔ درحقیقت کسی نہ کسی طریقہ سے اس کی ہدایت مخلوقات تک پہنچتی ہے چونکہ وہ نرنکار ہے اور ہم پانچ گیان اندریوں سے اسے محسوس نہیں کر سکتے ۔ [illegible] حاصل ہوتا ہے

پیغمبروں کے ضمیر اس کی ہدایت کی روشنی سے منور ہوتے ہیں ۔ اور رو منشوں میں پرماتما کی پیغامبری کرتے ہیں ۔ لیکن پرماتما کی زبان نہیں ۔ پھر کس طرح وہ ہدایت کرتا ہے ۔ ست گورو گوبند پنجم بادشاہ راگ گوڑی سکھمنی میں فرماتے ہیں ۔

نرل نرل نرل تیری بانی ۔ گھٹ گھٹ سنی سرون بکھانی

نہ امیل تیرا کلام ہے ۔ جو باطن کے کانوں سے سن کر بیان کیا جاتا ہے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ سری ستگوروؤں نے کسی مدرسہ یا پاٹھ شالہ میں تعلیم حاصل کئے بغیر علم الٰہی باطن کے کانوں کے ذریعہ اکال پورکھ سے حاصل کیا ۔ اور وہ گورو بن ہو گئے ۔ شری مکھ واک دشم شری گورو گوبند سنگھ جی کا ہے ۔ " ادانت ایکے اوتارا ۔ سوئی گورو سمجھیو ہمارا ۔ یعنی جس میں جگت کا ادھے اور جس میں جگت کا انت ہے وہی ہمارا گورو سمجھو ۔ جگت میں گورو اس مہان گورو کے طفیل ہیں ۔ انہوں نے محض اپنی زبان سے پیغامبری کی ۔ ورنہ ہدایت و تعلیم کا سرچشمہ وہی ہادی برحق ہے ۔ سری گورو ارجن دیو مہاراج میں یوں فرماتے ہیں " ہو آپے بول نہ جانندا ہے کہیا سبھ حکما جیو میں خود تو بول بھی نہیں سکتا ۔ جو میں نے کہا ارشاد الٰہی ہے ۔ راگ تلنگ میں ست گورو پہلے بادشاہ سری گورو نانک دیو کا واکیہ ہے " جیسی مے آوے کھسم کی بانی ۔ تیسڑا کری گیان وے لالو " اے لالو ۔ مجھے میرا آقا و مولا جیسا کلام کرتا ہے میں اسی علم کی اشاعت کرتا ہوں ۔ شری گورو رامداس مہاراج کا ودار گوڑی میں بچن ہے ۔ " ست گور کی بانی ست ست کر جانو سکھو ہر کرتا آپ مہو کڈھائے " اے ست گور کا کلام سچ سچ سمجھو ۔ خالق خدا اسے ہمارے منہ سے نکلواتا ہے ۔ ستگورو گوبند سنگھ مہاراج فرماتے ہیں ۔ جو پربھ موسو کہا سو کہہ ہوں جگ ماہیں " یعنی جو میرے خداوند نے مجھے کہا میں جگت میں وہی کہونگا ۔

یہ ہے ذات باری کا تصور ۔ توحید اس کی کہتے ہیں ۔ اسی ایک پروردگار کی سکھ مذہب میں پرستش جائز ہے ۔ کل دنیا اس کے حکم کے تابع ہے ۔ اس کے حکم کے بغیر کل کائنات میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ۔ " حکمی ہوون آکار حکم نہ کہیا جائی حکمی ہوون جی ۔ حکم ملے وڈیائی ۔ حکم اوتم نیچ حکم لکھ دکھ سکھ پائی اکنا حکمی بخشش ۔ اک حکمی سدا بھوائیے ۔ حکمے اندر سبھ کو باہر حکم نہ کوئے ۔ نانک حکمے جے بجھے تاں ہومے کہے نہ کوئے " حکم ہی سے شکلیں پیدا ہوئیں ۔ حکم بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ حکم ہی سے جاندار بنے ۔ حکم ہی سے انہیں شرف حاصل ہوتا ہے ۔ حکم ہی سے وہ اعلیٰ و ادنیٰ بنے ۔ حکم ہی سے دکھ سکھ ان کو قسمت کیا گیا ایک تو حکم سے بخشے گئے اور ایک حکم سے ہمیشہ تناسخ میں گھومتے ہیں ۔ سب کچھ حکم کے تابع ہے ۔ حکم سے باہر کوئی نہیں ۔ بس اس کے حکم کے تابع رہنا ہی سب بیماریوں کی دوا ہے اور اسی کو سکھ اپنی آخری منزل سمجھتا ہے ۔

حضرات ! آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ذات باری کا تصور ہمارا بلفظ تصور تک محدود نہیں ۔ بلکہ سکھوں میں ذات باری میں درڑھ وشواش کی شرط لازمی ہے ۔ سب سے پہلے گیان سکھ دھرم میں ذات باری پر درڑھ وشواش ہی ہے ۔ میرے خداوند ستگورو ارجن دیو راگ گوڑی میں فرماتے ہیں ۔ " جا کے اوپے بسواس پربھو آیا تت گیان تس من پرگٹایا " یعنی جس نے ذات باری پر درڑھ وشواش کیا ۔ اسے گیان کا سار یعنی تت پراپت ہو گیا سکھ پرماتما کی ذات پر اسی طرح وشواش رکھتا ہے جس طرح سکھ کو اپنے ماں باپ بھائی دوست بال بچوں اور مال و متاع کے متعلق حقیقی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے ۔ کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا اسی طرح پرماتما کی ہستی کے متعلق بھی اس کا من شک کرنے سے آزاد ہے سکھ اپنی آخری منزل میں اپنے آپ کو ذات باری میں فنا کر دیتا ہے وہ تسلیم و رضا میں اس طرح مر جاتا ہے ۔ جس طرح برف پانی میں بھگتی کے بل سے فنا فی اللہ ہو کر ۔ سو صداقت کے متلاشیو آؤ کہ صداقت کا سرچشمہ گورمت ہی ہے ۔ شرک کے جنگلوں میں بھٹکنے والو آؤ کہ توحید کا اپدیش اور ہر در و دیوار میں اکال پورکھ کے جلوے ہی مارگ پر چل کر دیکھنے نصیب ہوں گے ۔ اے اکال پورکھ تیری ہی کرپا سے تمام عالم میں توحید ، محبت ، مساوات اور اتفاق کا پرچار ہو ۔" ہر کے سنت سنو جن بھائی ہر ستگورو کی اک ساکھی جس دھر بھاگ ہووے مکھ مستک تن جن سے ہردے ہر راکھی [illegible]

جیوں سورج رین گراسی - دو شٹ اگوچرا لکھ نرنجن سو دیکھیا گور لکھ لکھی سے اے الیشور کے پیارو! ست گورو کی ایک شہادت سنو جسکے نصیب اچھے اور جس پر خدا کا فضل ہو وہ اسے دل میں رکھ لے - جب الیشور کی امرت روپی درشٹ رکھتا کا اس ست گورو کے بچنوں کے ذریعے رفتہ رفتہ چکھا تو اجالا ہوگیا - اور اندھیرا اس طرح مٹ گیا جس طرح سورج کے آنے سے رات مٹ جاتی ہے - وہ جو دیکھنے میں نہیں آتا وہ اتھاہ ہے جو جانا نہیں جاتا - اور جو پاک ہے - گورکھ پرنشور کے پیارے نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا -

واسری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح - وہ پرماتما کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کانوں سے سنتا ہے - اور بالآخر اس منزل کو پہنچ جاتا ہے جہاں دوئی باقی نہیں رہتی - اور آنند کے سوا اور کوئی احساس نہیں رہتا -

---

تصور باری تعالیٰ

عیسائیت کے نقطہ نظر سے

(جناب پادری علی بخش صاحب کے قلم سے)

بائیبل شریف میں خدا تعالیٰ کی ذات کا جو مکاشفہ مندرج ہے وہ بعض علماء دین نے یوں بیان کیا ہے :-

"اللہ واحد ذو الحیات اور برحق ہے - وہ ازلی و ابدی ہے وہ غیر متجسد و غیر منقسم ہے - اور غیر متاثر ہے اس کی قدرت اور حکمت اور خوبی بے حد ہے وہ سب مرئی اور غیر مرئی چیزوں کا خالق اور حافظ ہے"

کتاب مقدس نے خدا کی ہستی کو ہر جگہ مانا ہے اور ایسا ایمان مذہب کی بنیاد ہے - بغیر اس ایمان کے مذہب مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا - چنانچہ عبرانی ۱۱ - ۶ میں یوں مرقوم ہے - "خدا کے پاس آنے والے کو ایمان لانا چاہئے کہ وہ موجود ہے اور اپنے طالبوں کو بدلا دیتا ہے" خدا کا یہ مکاشفہ دو طرح کا بیان ہوا ہے - ایک کو ہم جلالی کہہ سکتے ہیں - اور دوسرے کو جمالی - جلالی مکاشفہ میں خدا بھسم کرنے والی آگ، ہولناک اور ڈراؤنا دکھایا گیا ہے - انسان نے خدا کی شریعت کو توڑ کر غضب الٰہی کو خرید لیا - اس نے خطا کار انسان کے لئے وہ اس جلالی صورت میں منکشف ہوا - جیسا کہ کوہ سینا پر حضرت موسیٰ نے مشاہدہ کیا - اس کی نسبت یہ لکھا ہے کہ تم اس پہاڑ کے پاس نہیں آئے جس کا چھونا ممکن تھا - اور وہ آگ سے جلتا تھا اور اس پر کالی گھٹا اور تاریکی اور طوفان اور نرسنگے کا شور - اور کلام کرنے والے کی ایسی آواز تھی جس کے سننے والوں نے درخواست کی کہ ہم سے اور کلام نہ کیا جائے - . . . . وہ نظارہ ایسا ڈراونا تھا کہ موسیٰ نے کہا میں نہایت ڈرتا اور کانپتا ہوں -

(عبرانی ۱۲ - ۸ تا ۲۲)

جمالی مکاشفہ کا بیان یوں ہوا ہے کہ خدا نے حضرت ایلیاہ سے گویا ہو کر یوں فرمایا "باہر نکل اور پہاڑ پر خداوند کے آگے کھڑا ہو اور دیکھ کہ خداوند گزر گیا اور بڑی شدید آندھی نے پہاڑوں کو پھاڑ ڈالا ہے - اور خداوند کے آگے پہاڑوں کو توڑ تاڑ کیا ہے - پر خداوند آندھی میں نہیں اور آندھی کے بعد زلزلہ آیا - پر خداوند زلزلہ میں نہیں زلزلہ کے بعد آگ آئی - پر خداوند آگ میں نہیں - اور آگ کے بعد ایک دبی ہوئی ہلکی آواز آئی - اور ایسا ہوا کہ ایلیاہ نے سن کے اپنے چہرہ کے گرد اپنی چادر کو لپیٹا - . . . . اور دیکھو اسے یہ آواز آئی کہ اے ایلیاہ تو یہاں کیا کرتا ہے" (۱ سلاطین ۱۹ - ۱۱ سے ۱۴)

باری تعالیٰ کے اس دہرے اور ظاہرا متضاد مکاشفے سے ظاہر ہوا کہ اس ذات باری تعالیٰ کی تعریف حیطہ الفاظ سے باہر اور ادراک و قیاس انسانی سے پرے ہے - یوں تو ذات کی تعریف کرنا ہی ناممکن ہے - مادہ روح، نور، زندگی بلکہ کسی شے کی ذات بھی ہم کو کلیہ طور پر معلوم نہیں ہو سکتی - پھر ذات باری تعالیٰ کی تعریف کب ہو سکتی ہے - صرف جزوی طور پر کسیقدر اس مکاشفہ کو سمجھنا انسان کے لئے ممکن ہے اگر خدا تعالیٰ ہم کو اپنا مکاشفہ عطا نہ فرماتا - تو ہم اب تک تاریکی میں ٹٹولتے اور اپنا سر پھوڑتے - لیکن شکر ہے اس کردگار کا جس نے اپنی ذات کا مکاشفہ اپنے مختلف ناموں کے ذریعہ ظاہر کیا - خدا تعالیٰ [illegible]

نے ذات کو مجموعہ صفات یا جامع صفات قرار دیا ہے - یعنی انہوں نے اقرار کیا کہ بجز صفات ہم کسی دوسری شے کا یقینی علم نہیں رکھ سکتے قدرے قیاس دوڑا سکتے ہیں - حضرت موسیٰ سے پہلے خدا کا نام اکثر الوہیم آیا - جو ایل یا اللہ کی جمع ہے - جس کے لغوی معنے قدرت ہیں - حضرت ابراہیم کے زمانہ میں وہ خدا تعالیٰ کے نام سے ظاہر ہوا - جس سے انہوں نے ظاہر کیا کہ دنیا میں جو قدرتیں پائی جاتی ہیں - ان سب سے خدا زیادہ قادر و قوی تھا - حضرت موسیٰ کے زمانہ میں وہ یاہواہ کے نام سے ظاہر ہوا - جس کے معنے خود خدا نے یہ بتائے کہ میں ہوں جو ہوں - یا جو عربی زبان میں الحی صاحب حیات کہلایا اس یاہواہ کے نام کا مکاشفہ موسیٰ کو ملا "خداوند خداوند خدا رحیم و مہربان قہر میں دھیما رب الفیض و وفا - ہزار پشتوں کے لئے فضل رکھنے والا گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا" (خروج - ۳۴ - ۶)

جس کے بغیر ہر شے مردہ اور عدم کا درجہ رکھتی ہے - وہی حق اور زندگی ہے - اس لئے ہر ناحق کے خلاف اور ضد ہے - رفتہ رفتہ اس انکشاف میں ترقی ہوتی گئی - اور اس کی ذات کا مکاشفہ زیادہ زیادہ واضح و روشن ہوتا گیا - چنانچہ ایک جگہ مرقوم ہوا - اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادوں سے حصہ بحصہ اور طرح بطرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کیا - (عبرانی) اس آخری زمانہ کے مکاشفہ میں الٰہی ذات کے بارے میں دو باتوں کا ذکر آتا ہے - اول تو یہ کہ وہ نور ہے - "جو پیغام ہم تمہیں دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا نور ہے - اور اس میں ذرا بھی تاریکی نہیں - (۱ یوحنا ۱ - ۵)

دوم یہ کہ خدا محبت ہے "آؤ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے - اور جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے - اور خدا کو جانتا ہے - جو محبت نہیں رکھتا وہ خدا کو نہیں جانتا - کیونکہ خدا محبت ہے . . . . . . محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی - بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا . . . . اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو خدا ہم میں رہتا ہے اور اس کی محبت ہمارے دل میں قائم ہو گئی ہے - . . . . . خدا محبت ہے اور جو محبت میں قائم رہتا ہے وہ خدا میں قائم رہتا ہے - اور خدا اس میں قائم رہتا ہے (۱ یوحنا ۴ - ۷ سے ۱۶ تک)

اس اعلیٰ مکاشفہ کی روشنی میں پہلے مکاشفے ماند پڑ گئے اور ذات الٰہی کا زیادہ اعلیٰ علم انسان کو حاصل ہوا - اسی نور کے لحاظ سے جو اس آخری زمانہ میں چمکا - خداوند مسیح نے فرمایا - "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا - اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا"

(۱ یوحنا - ۱ - ۱۸)

خدا کی ذات واحد ہے

یہ ذات باری تعالیٰ واحد ذات ہے - پرانے اور نئے دونوں عہدناموں نے اس وحدت پر زور دیا - "سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا واحد خداوند ہے" (استثنا ۶ - ۴) "خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں" (استثنا - ۴ - ۳۵) "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" "تب دنیا میں کچھ چیز نہیں اور سوائے ایک کے اور کوئی خدا نہیں" (۱ کرنتھی ۸ - ۴) اس بیان سے بخوبی واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات واحد ہے - البتہ ذات واحد کی نسبت علما کی یہ بحث تو یاد آجاتی ہے کہ وہ یا تو جامع صفات ہوگی یا مجموعہ صفات - ہر دو صورتوں میں ذات واحد میں کثرت کا ہونا لازمی ہے - اور یہ کثرت مسیحی مکاشفہ میں تین طرح سے بیان ہوئی ہے - یعنی محبت، حق، قدوسیت، باقی ساری صفات الٰہی خواہ وہ ثبوتی صفات ہوں یا غیر ثبوتی ان تین صفتوں کے ماتحت اور ان میں شامل ہیں - ان تین صفات ثبوتی کو تین اقنوم کے طور پر مسیحی یا کلیسیائی اصطلاح میں ظاہر کیا - باپ محبت ہے - بیٹا حق روح القدس پاک روح ہے - کتاب مقدس میں لفظ اقنوم تو نہیں آیا لیکن ذات الٰہی کا یہ تہرا مکاشفہ مندرج ہے - جس پر علما نے اپنی عقل کو دوڑایا - اور طرح طرح کے حاشیے چڑھائے - لیکن ان کی پابندی لازمی نہیں - پابندی صرف کتاب مقدس کے مکاشفہ کی ہے -

علاوہ ازیں اس ذات واحد کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ وہ کل عالم کو محیط ہے - اور عالم العالمین ہے حاضر و ناظر ہے اور اے خدا تو [illegible]

خوب جانتا ہے - بلکہ تو میری ساری روشوں سے واقف ہے - کہ دیکھ میری زبان پر کوئی ایسی بات نہیں جس سے تو اے خداوند بالکل آگاہ نہیں - تو آگے پیچھے میرا گھیرنے والا ہے . . . . تیری روح سے میں کدھر جاؤں اور تیری حضوری سے میں کہاں بھاگوں - اگر میں آسمان کے اوپر چڑھ جاؤں تو تو وہاں ہے - اگر میں پاتال میں اپنا بستر بچھاؤں تو دیکھ تو وہاں بھی ہے" (زبور - ۱۳۹ - ۱ سے ۸) کبھی کبھی دلیل تجویز کر اس پاک ذات کی صفات ظاہر کرنے میں استعمال کیا مثلاً "وہ جس نے کان لگایا کیا وہ نہیں سنتا - وہ جس نے آنکھ بنائی کیا وہ نہیں دیکھتا . . . . . . وہ جو انسان کو دانش سکھاتا ہے کیا وہ واقفیت نہیں رکھتا" (زبور ۹۴ - ۸ سے ۱۰) یعنی خدا سمیع و بصیر اور بدی کی سزا دینے والا ہے -

اس خدا کی دوسری صفات کا بھی ذکر بائیبل شریف میں پایا جاتا ہے - مثلاً ازلی - (زبور ۹۰ - ۲) وہ غیر مادی یا روح ہے (یوحنا ۴ - ۲۴) وہ درست اور غیر متبدل ہے (گنتی ۲۳ - ۱۹ - ۱ - ملاکی ۳ - ۶ یعقوب ۱ - ۱۷ -) وہ قادر مطلق ہے - یعنی لا انتہا قدرت رکھنے والا (ایوب ۴۲ - ۲ - دانیال ۴ - ۳۵) وہ حکیم مطلق ہے (دوسیرن ۱۶ - ۲۷ + زبور ۱۰۴ - ۵) وہ خالق و مالک ہے (زبور ۹۰ - ۵ - یرمیاہ ۳۲ - ۱۷ مکاشفہ ۴ - ۱۱) وہ ہر شے کا حافظ ہے - (عبرانی ۱ - ۳) یسعیاہ کی کتاب کے ۴۰ - ۴۸ بابوں میں بار بار اس بات کا دعویٰ خدا نے کیا کہ آئندہ کی خبریں دینے والا میں ہی ہوں کوئی دوسرا معبود آئندہ کی خبریں نہیں دے سکتا - "میں نے قدیم سے ہونے والی باتوں کی خبر دی ہے - . . . . ان کے واقع ہونے سے پیشتر تجھ پر ظاہر کی ہیں - تا نہ ہو کہ تو کہے میرے بت نے یہ کام کیا (یسعیاہ ۴۸ - ۵)

بخوف طوالت و قلت وقت زیادہ لکھنا مشکل تھا - اتنے ہی پر کفایت کی جاتی ہے - خدا تعالیٰ کا یہ مکاشفہ بتدریج ہدایت انسانی کے لئے ملتا گیا - طلوع آفتاب کی طرح بتدریج روشن ہو گیا حتی کہ یسوع مسیح کے ذریعے آخری زمانہ میں یہ سمت الراس پر پہنچ گیا - اور نور و محبت کے مکاشفے نے ظاہر کر دیا کہ یہ خدا نور ہے اور محبت ہے جس نے اپنی محبت کا ثبوت مسیح کی صلیب پر دیا - اب محبت کی اس قربانی کا اظہار ہر ایک کی زندگی میں درکار ہے - اور اسی اظہار کے ذریعہ ذات باری کا علم زیادہ زیادہ ہم کو حاصل ہو سکتا ہے اور بقول پولس رسول یہ علم مسیح کی آمد ثانی تک ترقی کرتا جائے گا جب تک کہ ہمیں اسی ذات باری کا دیدار روبرو حاصل نہ ہو اور جس کے پرتو سے ہم سب منور ہو کر اس کی مانند نہ بن جائیں - چنانچہ یوحنا رسول نے اسی امید کا ذکر یوں کیا - "ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے - اتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو ہم بھی اسی کی مانند ہوں گے - کیونکہ اس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے - (۱ یوحنا ۳ - ۲)

ذات و صفات باریتعالیٰ

اسلام اور عرفان الٰہی

(جناب مولانا صدرالدین صاحب مسلم مشنری برلن کے قلم سے)

دو قسم کی چیزیں انسان کے علم میں ہیں۔ ایک وہ جن کو اس کے کان آنکھ ہاتھ محسوس کر سکتے ہیں۔ دوسری وہ لطیف اشیا ہیں جن کو انسان کے حواس محسوس نہیں کر سکتے۔ مثلاً ہوا یا ایتھر جو ہوا سے بڑھ کر لطیف ہے۔ اسی طرح بجلی بہت ہی لطیف ہے لیکن اس کی صفات اور زبردست قوتوں سے ہم کو اس کا پورا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ ان سے بڑھ کر قلب یا روح انسانی ہے جس کو نہ تو ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ محسوس کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق اخباروں کے اخبار کتابوں کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہ جتنا بھی علم ہے قلب یا روح کی صفات ہیں اور ان صفات کے مجموعہ کا نام قلب ہے۔ اور کسی چیز کی ذات اس کے صفات کے مجموعہ ہی کا نام ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ کی ذات لطیف سے لطیف ہے۔ اور ایسی لطیف ہے کہ اس کی کوئی مثال اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کی ذات کی معرفت اس کی صفات کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر یعنی خدا کی مثال کوئی نہیں تاہم اس کی ذات کا علم اس کی صفات حسنہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مثلاً اس کا سمیع و بصیر ہونا۔ اسلام نے خداتعالیٰ کی صفات کا مکمل علم ہمیں بخشا ہے اور اس معرفت کی غرض یہ ہے کہ انسان کی تعلیم و تربیت کمال کو پہنچ جائے۔

اسلام سے پہلے دنیا کی حالت

جب اسلام آیا اس وقت کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ تمام دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جس طرح وہ لوگ شرک میں مبتلا تھے جن کے پاس کوئی آسمانی صحیفہ نہ تھا۔ اسی طرح وہ قومیں بھی گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھیں جو اہل کتاب کہلاتی تھیں۔ خود قرآن شریف نے اس کا ذکر کیا ہے ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس یعنی اہل کتاب و غیر اہل کتاب دونوں کے اعتقادی اور عملی کرتوتوں کی وجہ سے ایک فساد برپا تھا۔ اسلام نے آ کر اس فساد کی اصل وجہ یہ قرار دی کہ ان لوگوں کو معبود حقیقی کا علم نہیں۔ اور جن کو علم ہے وہ اس کی صفات صحیحہ کی پوری معرفت نہیں رکھتے۔ ہر ایک نے خدا کو صرف اپنی قوم کا خدا مان رکھا تھا۔ اور اس کے نزدیک دوسری قوم خدا کی برکات سے محروم تھی۔ یہود کے نزدیک یہوداہ صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ اور صرف بنی اسرائیل ہی اس کی پیاری اور منتخب قوم تھی۔ ان کا دعوے تھا۔ نحن ابناء اللہ واحباءہ یعنی ہم خدا کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ اور اسی قسم کا دعویٰ عیسائیوں کا تھا۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ۔ یعنی یہود کہتے تھے کہ یہودی کے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ اور نصرانی کہتے تھے کہ عیسائی کے سوا کوئی دوسرا جنت میں نہ جائے گا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے۔ فرمایا میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں انہوں نے ایک کنعانی عورت کو کتی سے مشابہت دی تھی۔ محض اس لئے کہ وہ یہودن نہ تھی۔ جب اس نے حضرت عیسیٰؑ سے خیر و برکت مانگی تو انہوں نے فرمایا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں پھینک سکتا۔ اور دوسری جگہ انہوں نے غیر بنی اسرائیل کو سؤروں سے تشبیہ دی۔ جبکہ اپنے مریدین کو تلقین کی کہ اپنے موتی سؤروں کے آگے مت پھینکو۔

اسی طرح ہمارے ہندو بھائیوں نے اللہ کو برہاورت میں محدود کر رکھا تھا۔ اور اس کی روحانی بارش جو وید کی شکل میں اتری وہ صرف ہند کے لئے خاص تھی۔ اور ان کا یقین تھا کہ کسی دوسری قوم کو اللہ نے ایسی روحانی بارش سے مستفیض نہیں فرمایا۔ اور جس طرح یہودیوں نے غیر بنی اسرائیل کو توراۃ کی تعلیم دینا کفر سمجھا اسی طرح ہندوؤں نے ان قوموں کو جو ہند سے باہر تھیں ملیچھ سمجھا۔ اور ان کو وید کی تعلیم دینا ممنوع یقین کیا۔ وہ تو غیر قومیں تھیں۔ انہوں نے اپنے وطن کی ایک مخلوق کو شودر قرار دے کر وید کی تعلیمات سے محروم کر دیا۔ شودر اگر اتفاق سے وید مقدس کی کوئی شرتی سن لیتا تو سیسہ پگھلا کر اس کے کان میں ڈالنے کی سزا اس کے لئے تھی۔ اور اگر وہ بدقسمتی سے تیز فہم واقع ہوتا اور کسی برہمن سے سن کر کوئی شرتی حفظ کر لیتا تو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دینے کا حکم تھا۔ غرض یہ ہے کہ ہر قوم نے اور جس کو خدا سے محروم کیا اس سے جنگ و جدال کر کے اس کی جان کو تباہ کرنا اور اس کے مال کو اڑا لینا رضائے مولا کے حصول کا بڑا بھاری ذریعہ یقین کر رکھا تھا۔ اسی کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ میں اشارہ کیا۔ قالوا لیس علینا فی الامیین سبیل۔ یعنی ان کا اعتقاد ہے کہ کافروں کے جان و مال کے لینے کے عوض ہم کو کوئی سزا نہ ہوگی۔ اسی طرح سے مشرق و مغرب کے سوال نے مغرب کو ایشیا پر سوار کر رکھا ہے اور مغرب مشرق کو ابدی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے۔ ان کا جان و مال یورپ کے قبضے میں ہے اور وہ ان کے جان و مال کو بے دریغ اپنے نفع کے لئے خرچ کرتا ہے۔

مرض کا علاج

غرض اسلام نے جب اس فساد عظیم کا نظارہ کیا تو اس مرض عالمگیر کا باعث اصلی یوں بیان کیا۔ کہ لوگوں کو معبود حقیقی کی صحیح اور پوری معرفت حاصل نہیں۔ اور اس مرض کا یہی علاج ہے کہ ان کو ذات و صفات باریتعالیٰ کا صحیح عرفان اور گیان دیا جائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ذات و صفات باریتعالیٰ پر مفصل بحث کی ہے۔ اور اس کثرت اور تکرار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے کہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں شروع سے لے کر آخر تک خدا کی صفات کا ذکر ہے۔ اس کا کوئی صفحہ ذکر الٰہی سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر صفحات تو ایسے آتے ہیں۔ کہ ہر ایک جملہ یعنی ہر ایک آیت خداتعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے۔ ہر امر کی تعلیم میں اور ہر بات کی تلقین کے ساتھ خداتعالیٰ کا ذکر لازم ملزوم کی طرح آتا ہے اگر نماز روزے کے احکام میں خدا کا ذکر ہے تو ویسا ہی تمدن اور معاشرت کے معاملات میں بھی خدا کا ذکر ہے۔ اگر سیاست اور امور سلطنت میں خداتعالیٰ کا ذکر ہے تو خرید و فروخت میں بھی خدا کا ذکر ہے غرضیکہ انسان کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے مرنے تک جس قدر مراحل و منازل ممکن طور پر انسان کو طے کرنے ہوں ان سب کا ذکر ہے اور ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر لازم و ملزوم کی طرح آتا ہے تاکہ انسان کے رگ و پے میں ذکر الٰہی اثر کر جائے اور اس کی بیماری کو بیخ و بن سے اکھاڑ دے اور اس کو شفائے کلی نصیب ہو۔ اسی لئے قرآن شریف کو شفاء لما فی الصدور کہا۔ اس کا گیان و عرفان قلب کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ اور اس ذکر الٰہی کو ٹانک بھی بیان کیا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور اسی عرفان کو مردہ قویٰ کے لئے موجب حیات بھی بیان کیا ہے۔ اذا دعاکم لما یحییکم

عرفان الٰہی کا ذکر

اب میں اس شفا دینے والے، قوت بخشنے والے، حیاۃ جاودانی بخشنے والے نسخے یعنی عرفان الٰہی کا ذکر کرتا ہوں۔ جو قرآن کریم ذیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین تمام ستائش و عبادت کے لئے صرف وہ ذات مستحق ہے جس کے حسنوں اور کمالات کا اظہار لفظ اللہ سے ہوتا ہے۔ اور جس کے لاتعداد احسانات لفظ رب العالمین ظاہر کرتا ہے۔ لفظ اللہ کی تشریح قرآن کریم نے بے شمار مقامات پر کی ہے۔ جن میں چند یہ ہیں:-

اللہ خالق السموات والارض۔ اللہ خلق السموات والارض یعنی اللہ خالق ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو۔ اور اللہ خالق السموات والارض وما بینھما۔ اللہ نے پیدا کیا ہے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ بھی ان دونوں کے درمیان ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑے سے بڑے سیارے بھی ہیں۔ اور چھوٹے سے چھوٹے پودے اور حیوانات بھی ہیں۔ اور زمین آسمان کے درمیان وہ واقعات اور تغیرات بھی ہیں جو سیاروں کے اثرات کا نتیجہ ہیں یا ان کی حرکات سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کا یوں ذکر کیا ہے اللہ خالق الحب والنوی اللہ کے انتظامات کا نتیجہ ہے کہ دانہ اور گٹھلی سے مزار درخت اور سایہ دار درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ والانعام خلقھا لکم حیوانات کو تمہاری خدمات کے لئے بنایا ہے ومن آیاتہ اللیل والنھار والشمس والقمر یعنی ایسے دن رات کے تغیرات اس کے حکم سے ہیں۔ اور خود سورج و قمر کا نظام بھی اسی کا ہے الم تر ان اللہ یولج اللیل فی النھار ویولج النھار فی اللیل وسخر الشمس والقمر۔ تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن کے اندر داخل کر کے موسم گرما اور [illegible]

پھر فرمایا ھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ اللہ ہی ذات ہے جس نے رات دن کو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا جعل لکم اللیل والنھار لتسکنوا فیہا ولتبتغوا من فضل اللہ اور یہ اسی کا انتظام ہے کہ اس نے رات اور دن بنائے تاکہ رات میں تم کو سکون حاصل ہو اور دن میں تم روزی کماؤ۔ اور پھر فرمایا۔ ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔ یعنی اللہ وہ ہے جس نے سورج کو روشن بنایا اور قمر کو اس سے مستعار نور حاصل کرنے والا۔ پھر اس کے لئے منازل کا اندازہ مقرر کیا تاکہ تم کو سالوں کی تعداد کا علم ہو اور حساب کا۔ الغرض اللہ اس ساری کی ساری کائنات کے مجموعہ کا خالق ہے اور اس کی تفصیلات اور ذرات کا بھی خالق ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی مخلوق نہ ہو کوئی ملک ایسا نہیں جس کا وہ خالق نہ ہو اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کا وہ خالق نہ ہو۔

وسعت قلبی پیدا کرنے والی تعلیم

اسی طرح وہ رب العالمین ہے یعنی تمام اقوام عالم کا وہ تربیت کرنے والا بھی ہے۔ اس کو صرف ہند کا خدا سمجھنا قلت معرفت ہے اس کے برکات و افضال کو صرف بنی اسرائیل کے گھرانے سے مختص کر دینا اس کی جناب میں سوء ادبی ہے۔ وہ کسی قوم کے ساتھ اپنے فیضان مختص نہیں کرتا۔ اور نہ کسی ایک قوم کو اپنی برکات سے محروم کرتا ہے۔ بلکہ اس کی برکات اور اس کے انعامات سب قوموں کے لئے یکساں ہیں۔ اس کا سورج اس کا چاند، اس کی ہوا، اس کا پانی اس کے دن رات اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں سب قوموں کے لئے ہیں۔ ہندوستان، شام، چین، عرب، یورپ، افریقہ اور امریکہ سب کے سب ان عام فیضانوں سے پورے طور پر حصہ پاتے ہیں۔ جسمانیات میں جب اس کے برکات عملی طور پر سب کے لئے نظر آتے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ روحانیات میں ہم اس کی طرف بے جا رعایت یا بخل منسوب کریں۔ وہ فرماتا ہے وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ولکل قوم ھاد۔ ولکل امۃ رسول ایک بھی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ گزرا ہو۔ ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوا ہے۔ اور ہر ایک قوم کے لئے خدائی پیغام لانے والا ہوا ہے۔

پس خدا کو اور اس کے انعامات کو کسی خاص ملک اور کسی خاص قوم کے لئے محدود خیال کر لینا بڑی غلطی ہے۔ خدا کے اس تنگ تصور سے انسان کا دل تنگ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے جذبات ہمدردی صرف محدود ہی نہیں رہتے۔ بلکہ دوسروں کے لئے اس کے سینے میں دشمنی اور عداوت کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ اس آگ کو بجھانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان خدا کو خالق السموات والارض وما بینھما یقین کرے اور اس کو رب العالمین مانے اس صحیح عرفان اور گیان سے اس کا سینہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اور اتنا وسیع ہو جاتا ہے جتنے زمین اور آسمان وسیع ہیں۔ اور اس کے ہمدردی کے جذبات ایک قوم کے تنگ دائرے سے نکل کر عالمگیر ہو جاتے ہیں۔ اس سے مشرق و مغرب کا سوال حل ہو جاتا ہے اور موجودہ پولیٹکل مشکلات کا حل اس سے ہوگا کہ یورپ رب المشرق و رب المغرب پر ایمان لائے یا مسلمان یورپ میں اس پیغام کو پہنچائیں اور یورپ کو اس کی تعلیم دیں۔ ایک مسلمان کو اس روئے زمین پر ایک قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جس کو اس کے خدا نے پیدا نہ کیا ہو۔ اور اس کو ایک قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جس کی جسمانی و روحانی تربیت اس کے خدا نے نہ کی ہو۔ جس طرح سے اس کی جسمانی بارش ہر قوم کے لئے ہے اسی طرح سے اس کی روحانی بارش کبھی وید کی شکل میں اور کبھی توراۃ و انجیل کی شکل میں اور کبھی قرآن کریم کی شکل میں نازل ہوئی۔ اور ہر قوم کے لئے روحانی معلم آئے۔ وہ ابراہیمؑ ہو موسیٰؑ ہو عیسیٰؑ ہو۔ رامچندر جی ہو یا کرشن جی ہوں یا کوئی اور رسول ہوں۔ غرض ایک مسلمان تمام قوموں کی آسمانی کتابوں کا وارث ہے۔ اور تمام روحانی ہادیوں کی دل سے تعظیم کرتا ہے۔ وہ ہندی کہلانے کے بجائے مسلمان اس لئے کہلاتا ہے کہ لفظ مسلمان کے اندر ہندی اور یہودی اور عیسائی اور سب دوسرے نام موجود ہیں۔ اتنے جامع لفظ کو چھوڑ کر ایک ایسے نام کو اختیار کرنا جو ایک حصہ انسانیت کا نمائندہ ہو اور جس سے بجائے عالمگیر ہمدردی کے کسی خاص قوم کے ساتھ ہمدردی رکھنے کا خیال پایا جاتا ہو

نجات اور اسلام

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا رب العالمین کی طرف سے نجات کے اصول ہی قایم ہیں یا یہ کسی خاص قوم کے لئے ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام لفظ نجات استعمال نہیں کرتا۔ کیونکہ اس لفظ کا استعمال بھی کی موعنت کی وجہ سے ہے۔ نجات کے معنے چھڑانا۔ کس سے چھڑانا؟ خود لڑائے، یا خدا کی سزا سے یا اس کے غضب سے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی جناب میں بڑی گستاخی ہے۔ خدا ہمارے ان وہ ہے جو رب العالمین ہے۔ یعنی اقوام عالم کی تربیت کرنے والا۔ لفظ رب کے معنی امام راغب نے اپنی لغات میں جو قرآن کریم کی بے نظیر لغت ہے یوں لکھے ہیں رب وہ ہے جو ایک چیز کی تربیت کے لئے مناسب اور ضروری سامان بہم پہنچائے اور اس کو ایک مقام سے درجہ بدرجہ دوسرے مقام ترقی تک پہنچانے کے لئے سامان مہیا کرے۔ حتیٰ کہ اس کو آخری نقطہ ترقی تک پہنچا دے۔ یعنی انسان کی تمام قویٰ کی کامل تربیت کرنے والا اور ہر ایک قوت کو اس کے انتہائی مقام ترقی تک پہنچانے والا جب انسان کے قویٰ کامل ترقی پا جائیں تو انسان نے اس غرض کو پا لیا جس کے لئے وہ پیدا ہوا تھا۔ اور اسی میں اس کے لئے کامل راحت ہے۔ گویا انسان کے قویٰ کی صحیح تربیت کا نام ہے جنت۔ یعنی حقیقی مقام راحت ہے اور ان قویٰ کی ناقص حالت یا خراب حالت سے تکلیف یا دوزخ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ہم نے انسان کی ترکیب جسمانی اور روحانی نہایت خوبصورت اور احسن ہیئت میں بنائی ہے۔ جو ان قویٰ کے غلط استعمال کے باعث اخلاق فاضلہ سے عاری ہو جاتا ہے وہ اپنے لئے دوزخ پیدا کرتا ہے۔ ثم رددناہ اسفل سافلین اور جو ان قویٰ کے صحیح استعمال سے اخلاق فاضلہ حاصل کر لیتا ہے وہ اپنے لئے جنت پیدا کر لیتا ہے الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون یہاں یہ فرمایا کہ اس کے اعمال کا نتیجہ ترقی غیر محدود ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چھوٹ جانا یا نجات حاصل کرنا تو انسان کی بناوٹ جسمانی و روحانی کے لئے موزوں نہیں۔ اس میں تو نہ صرف کمی معرفت الٰہی کی دلیل ہے بلکہ خود انسان کو بھی نہیں سمجھا گیا۔ اسلام اس کے برخلاف کہتا ہے۔ کہ انسان کے قویٰ غیر محدود ترقی کے لئے بنائے ہیں۔ موت پر اس کی ترقیات کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی ترقیات کا میدان اور بھی وسیع ہو جاتا ہے۔ اسی کی گواہی صفت الرحیم بھی دیتی ہے۔ جو انسان کو اپنے دیئے ہوئے سامانوں کے استعمال پر کئی گنا اجر عطا کرتی ہے۔ اس نے ہم کو بغیر ہمارے کرموں کے اور بغیر دوسرے استحقاق کے ساری زمین اور آسمان کی چیزوں پر تسلط بخشا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض زمین اور آسمان کی تمام چیزوں کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ اور اس کے استعمال کے لئے قویٰ عطا کئے۔ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ تمھیں کان آنکھیں اور دل دے رکھے ہیں۔ ان دونوں کے استعمال سے جس طرح ہم غیر متناہی ترقی کر سکتے ہیں اسیطرح ہماری روحانی ترقی بھی غیر متناہی ہے۔ جس کا دروازہ موت کھولتی ہے۔

نجات کا اصول

نجات کی دوسری شق یہ ہے کہ وہ کسی ایک قوم کے لئے نہیں جیسا یہود یا عیسائیوں یا ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ کہ نجات ان کی زرخرید لونڈی ہے۔ اور دوسری کوئی قوم جنت کی وارث نہیں۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ۔ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہود کے سوا کوئی دوسرا جنت میں نہ جائے گا۔ یا عیسائیوں کے سوا کوئی دوسرا جنت میں نہ جائے گا۔ قل تلک امانیھم کہو یہ تو تمہاری آرزوئیں ہیں جو بے علمی پر مبنی ہیں۔ نجات کسی قوم یا کسی نام سے وابستہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ نجات جو ساری اقوام کے لئے ہے وہ کسی اصول سے وابستہ ہونی چاہیئے۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام قوے کو خدا کے احکام کے ماتحت کرے اور اس کی مخلوق سے ساتھ نرمی شفقت اور احسان کا سلوک کرے حتیٰ فی زیادہ کسی نے ان دونوں مقاموں میں ترقی کی اتنی ہی زیادہ بلند پایہ جنت اس کو نصیب ہوئی

سزا کا مقصد

من عمل صالحا فلنفسہ جو اچھا کام کرے وہ اس کے لئے مفید ہوگا ومن اساء فعلیھا اور جو برا کام کرے اس کا بد نتیجہ اس کے لئے ہے۔ وان اللہ لیس بظلام للعبید اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کرتا۔ جس طرح ہمارے مشاہدہ میں بدی کا نتیجہ ہر قوم کے فرد کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اور بدی کی سزا کسی خاص قوم کو نہیں دی جاتی اور نہ کسی خاص قوم کو تمام بدیوں کے نتائج سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ اصول بھی عام ہے۔ انسان اپنی بداعمالیوں سے دوزخ پیدا کرتا ہے۔ جس طرح وہ اپنے نیک اعمال سے اپنی جنت پیدا کرتا ہے۔ ہاں ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہمارے بے شمار قصوروں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ اور یہی انسانی فطرت کی خواہش ہے۔ اسی کے مطابق اسلام کا خدا ستار، غفار، غفور رحیم ہے اس کی شان ہے یعفو عن کثیر کہ اکثر درگزر کرتا ہے التواب الرحیم۔ جو شخص بدی کو چھوڑ کر حالت سنوارے اس پر وہ رحم کرتا ہے۔ اور رحمت کی شان سے اس کو ڈھانپ لیتا ہے۔ وہ مالک ہے اور مالک اپنی مملوکہ شے کی بہتری کے لئے تڑپ رکھتا ہے۔ اس کی سرزنش ایک جج کی طرح نہیں ہوتی۔ جو مجرم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کا تعلق ایک بادشاہ کی طرح رعیت سے محض سیاسی ہے بلکہ وہ ہمارا حقیقی خالق اور حقیقی مالک ہے۔ للہ ما فی السموات وما فی الارض تمام زمین اور آسمان کی چیزوں کی ملکیت اللہ کی ہے۔ تمام اقوام عالم اور تمام افراد کا وہ مالک حقیقی ہے۔ ان کی بہتری کے پورے سامان کرتا ہے اور ان کی بہتری کے لئے اگر ایک سامان سزا ہے تو وہ بھی جاری کرتا ہے۔ وہ آدم کے ایک گناہ سے ساری مخلوق کو جہنمی نہیں بناتا۔ اور نہ ان کو کروڑہا جون کے چکر میں ڈالے رکھتا ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی مالک ہونا یا اس کا حقیقی خیر خواہ ہونا متقاضی اس امر کا ہے کہ ہم میں سے کسی ایک کو وہ نہ بھولے اور سرزنش کرے تو ہماری اصلاح کے لئے ہو وہ اس کا نشتر دکھ دینے کے لئے نہ ہو بلکہ ایک رحیم کریم قابل ڈاکٹر کا سا ہو جس کے چلانے سے ہم کو آرام پہنچتا ہے اس کا دوزخ بمنزلہ ایک ہسپتال کے ہے جس میں مریض اس لئے رکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کو صحت حاصل ہو جائے۔ اسی لئے اسلام کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دوزخ پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ تمام مجرم اس سے نکال کر جنت میں بھیجے جائیں گے اور ایک متنفس بھی اس میں نہ رہے گا۔ کیونکہ خدا شودر کا بھی ایسا ہی مالک ہے جیسا برہمن کا ہے۔ وہ عیسائی کا بھی ایسا ہی مالک ہے جیسا کہ یہود کا۔ اس کی نگاہ میں ہندو مسلمان کا سوال نہیں۔ اور نہ اس کے سامنے کسی انتقام کا سوال ہے۔ اس کی محبت اور رحمت اس کی ستاری اور غفاری ہمارے شامل حال رہتی ہے۔ وسعت رحمتی کل شیء ہماری رحمت انسانوں کا تو کیا ذکر تمام اشیا کے شامل حال ہے۔ سبقت رحمتی غضبی میری رحمت میرے غضب پر بھی غالب ہے کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ ہم نے اپنے اوپر رحمت کا سلوک لازم کر رکھا ہے۔

عرفان اسلامی ایک سائنس ہے

اس مختصر سے بیان سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ عرفان الٰہی ایک سائنس ہے۔ سائنس کس کو کہتے ہیں۔ سائنس یہ ہے کہ ہم مشاہدات عالم کے مطالعہ سے ایسے اصول تک پہنچ جائیں۔ جو ساری کی ساری مخلوقات میں کام کرتے نظر آئیں۔ اور ان اصول کی روشنی میں ہم ایک واقعہ کو معقول رنگ میں بیان کر سکیں۔ سائنس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ تمام کائنات کی مجموعی تصویر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔ عرفان اسلامی اسی لئے سائنس ہے کہ وہ اس کائنات کی مجموعی ہیئت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس ساری کائنات اور اسکی تفصیلات اور اس کے ذرات کا اور تمام اقوام کا خالق و مالک اور ربوبیت کرنے والا ایک ہے زمین و آسمان کے بڑے بڑے سیاروں میں بھی اس کا حکم نافذ ہے اور زمین کی چھوٹی سے چھوٹی روئیدگی میں بھی اسی کے قوانین کام کر رہے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ ہر طبقہ مخلوقات میں اسی ایک خدا کا حکم جاری ہے بلکہ ہر ایک طبقہ مخلوقات دوسرے طبقہ سے رابطہ رکھتا ہے۔ کہاں کروڑوں میلوں پر سورج اور کہاں قمر اور کہاں زمین کی چھوٹی سے چھوٹی روئیدگی۔ لیکن ان دونوں کو ایک دوسرے سے بڑا گہرا تعلق اور اتحاد ہے والشمس والقمر بحسبان۔ والنجم والشجر یسجدان سورج اور قمر جو زمین سے بہت دور واقع ہیں ان کا تعلق زمین کی چھوٹی سے چھوٹی بوٹیوں کے ساتھ [illegible]

ایک ہی قانون نافذ ہے جو ایک ہی مرکزی حکومت پر دلالت کرتا ہے اور اگر وہ قانون ایک ہی مرکزی حکومت کی طرف سے نافذ نہ ہوتا تو ایک طبقہ کو دوسرے سے کوئی رابطہ نہ ہوتا۔ اور مختلف طبقات اور مختلف عالم مخلوقات میں رابطہ نہ ہوتا تو اس کائنات کی موجودہ خوبصورت ہیئت قایم نہ رہ سکتی تھی۔ لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین اور آسمان میں مختلف معبودوں کے احکام جاری ہوتے تو ان دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس زمین اور آسمان پر صرف ایک واحد خدا کا راج ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسرے شرکا نہیں ہیں

خدا ہر چیز کا خالق ہے

ہاں اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ہستی تمام طاقتوں کی مالک ہے بڑے علم والی بڑی حکمت والی ہے۔ بدیع السموات والارض وہ آسمانوں اور زمینوں کی موجد حقیقی ہے۔ اور اگر وہ موجد حقیقی نہ ہو تو اس صورت میں اس کو پورا علم حاصل نہ ہوگا اور نہ اس کو پوری قدرت اور حکمت نصیب ہوگی بمصالحہ کو ترکیب دینے والے اور مختلف شکلیں دینے والے کو کامل علم نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو پوری قدرت اور پورا تصرف حاصل ہوگا۔ بلکہ وہ محتاج ہوتا ہے اس بات کا کہ اشیا کے خواص کے ماتحت چلے اور اگر ان کے ماتحت نہ چلے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جو وہ چاہتا ہے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہوتا جو اشیا کے خواص کا تقاضا ہو۔ اور اگر وہ ذرات عالم اور ان کے خواص کا حقیقی موجد اور حقیقی خالق ہو تو یقیناً اس کا علم محیط اور کامل ہوگا۔ اسی علم سے اس کی قدرت کاملہ پیدا ہوگی۔ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے خلق کل شیء وھو بکل خلق علیم کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا۔ چونکہ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اس لئے وہ ہر ایک چیز کا کامل علم رکھتا ہے۔ اور فرمایا ھو الخلاق العلیم۔ چونکہ وہ خالق ہے اس لئے وہ علیم ہے۔ ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا اس لئے ہم ان خیالات کا بھی علم رکھتے ہیں جو اس کے دل میں گزرتے ہیں۔ اور فرمایا الا یعلم من خلق۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا۔ اور اسی سے قدرت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا ربنا الذی اعطیٰ کل شیء خلقہ ثم ھدیٰ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی۔ اور اسی وجہ سے ہر مخلوق کی غرض و غایت کو کامیابی سے پورا کیا۔ اور مخلوقات کے انتظام کو خوبیوں اور کمالات سے معمور کیا اسی لئے اسلام خدا کو اللہ الصمد بیان کرتا ہے کہ خدا مطلقاً کسی چیز کا محتاج نہیں۔ بلکہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور اسی لئے فرمایا بدیع السموات والارض یعنی اس نے بغیر کسی سامان کے اور بغیر کسی اسباب و مصالحہ کے اور بغیر کسی نقشے کے سامنے رکھنے کے زمین و آسمان کو ایجاد کیا۔ الغرض زمین اور آسمان کا ایک ہی خدا ہے جس کا حکم دونوں جگہ کام کرتا ہے ھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ۔ اسی خدا کے احکام آسمان میں کام کرتے ہیں اور اسی خدا کے زمین میں۔ رب المشرق ورب المغرب وہی اہل شرق کی تربیت کرتا ہے اور وہی اہل مغرب کی۔ ربکم ورب آبائکم الاولین زمانہ ماضی کے باشندگان کا بھی وہی رب تھا۔ اور ہمارا بھی وہی رب ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ اس ایک خدا نے انسانوں کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ ایک زمین قرارگاہ بنائی وجعل لکم الارض فراشا اور ایک آسمان کا خیمہ سب پر لگایا۔ والسماء بناء۔ اس آسمان سے اس زمین پر سب کے لئے ایک بارش نازل کی وانزل لکم من السماء ماء اور اس سے سب کے لئے ہر قسم کی خوراک پیدا کی فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم ہم نے سب کے لئے ایک سورج اور ایک قمر پیدا کیا۔ وجعل لکم الشمس ضیاء والقمر نورا۔ اور تمام انسانوں کے لئے آدم سے لے کر اس وقت تک مشرق سے لے کر مغرب تک ایک ہی فطرت عطا کی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم۔ تمام انسانوں کو ایک فطرۃ دی جو کسی جگہ اور کسی زمانہ میں تبدیل ہوئی اور اسی کے مطابق آدم سے لیکر اس وقت تک سب دیا۔ کہ اس عرفان الٰہی نے انسانوں میں پوری مساوات اور کامل حریت پیدا کی ان کے لئے احکام ایک اور ان کے حقوق ایک کر دیئے۔ نہ کوئی شاہ رہا نہ کوئی گدا نہ کوئی برہمن رہا نہ کوئی شودر نہ کوئی آقا رہا نہ کوئی غلام، ہم سب کے سب انسان برابر اور ہم سب کے حقوق برابر ہو گئے کیونکہ سب کی فطرت رکھا گیا۔ اسی کا پرچار ہر ایک ہادی نے کیا اور اسی کی یاددہانی کے لئے محمد رسول اللہ تشریف لائے وہ سارے جہان کیلئے ایک رسول اور ان کا پیغام وانہ لتنزیل رب العالمین سارے جہان کے رب کی طرف سے۔ سارے جہان کا خدا ایک سارے جہان کے لئے پیغام ایک اور سارے جہان کیلئے پیغام لانے والا ایک تاکہ سارا جہان ایک ہو جائے۔ غرضیکہ اسلام ایک سائنس ہے جس نے تمام کائنات کو ایک مجموعی صورت میں پیش کیا ہے۔

پیغام صلح

اس عرفان کا نام توحید الٰہی ہے جس سے تمام کائنات میں وحدت پائی جاتی ہے اور وحدت کے ربط کی وجہ سے بیشمار علوم اور بیشمار برکات پیدا ہوئی ہیں۔ اور اسی توحید کے عرفان سے بنی نوع انسان میں بھی وحدت پیدا ہو سکتی ہے جو ایک بھاری غرض توحید کی تعلیم کی ہے اور اسی کی طرف آخری دعوت حضرت محمد رسول اللہ نے دی جیسا کہ فرمایا یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ اے اہل کتاب آؤ ہم ایک بات پر جمع ہو جائیں

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۱ رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۲۷ء | نمبر ۴

بولشویکوں کے وحشیانہ مظالم

شعائر اسلام کی بیحرمتی

موجودہ روس کے چشم دید حالات

برادر ابو سعید صاحب ۲۰ دسمبر ۱۹۲۶ء کو استنبول سے لکھتے ہیں تحیۃ وسلاماً۔ میں پانچ ماہ اور پانچ دن وحشی روسی کمیونسٹوں اور نام نہاد سوشلسٹوں کے جیل خانوں میں ایسا دردناک عذاب جسکی مثال سوائے قرون مظلمہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ برداشت کرنے کے بعد رہا ہوا۔ فالحمد للہ علی نعمۃ الاسلام والحریۃ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ روسیوں کی اصل دیو بجی، واساس پروپیگنڈا ہے۔ تمام دنیا میں وہ پروپیگنڈا کر کے جھوٹ کو سچ، باطل کو حق، ظلم کو عدالت، استبداد کو حریت بتانا اور عالم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تمام دنیا کی حکومتیں اور قومیں برے رستے پر چل رہی ہیں اور سیدھا راستہ ہمارا ہے۔ حالانکہ ان کا استبداد سب سے بڑھا ہوا ہے۔ روس تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ بیکاری بڑھ رہی ہے۔ کارخانے بند ہو رہے ہیں۔ غریبوں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں۔ تاجروں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ روٹی کمانا نہایت مشکل ہو گیا ہے۔ حکومت کی طرف سے سخت پابندیاں اور دشواریاں ہیں۔ روسی نوٹوں کی قیمت دن بدن گرتی جاتی ہے۔ فواحش اور فسق و فجور عام ہو گئے ہیں۔ اخلاق کی جگہ کمیونزم نے لے لی ہے۔ کیونکہ اخلاق فاضلہ اور کمیونزم دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ ادب اور دیانت کی حالت نہایت قابل رحم ہے۔

شعائر اسلام کی بیحرمتی

مسجدوں اور ان کے اماموں پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ مسجدیں اب خانہ خدا نہیں رہیں بلکہ بولشویکوں کی ملکیت ہو گئی ہیں۔ اس لئے مسلمان اب کرایہ یا ٹیکس ادا کر کے ان کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ بخارا جس کو بخارا شریف بلکہ قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا۔ اس کے تمام دینی مدارس بند کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن حفظ کرنے کی اجازت نہیں رہی۔ جناب سرور کائنات کی ناٹکوں میں توہین کی جاتی ہے۔ فاحشہ عورتوں کو اسٹیج پر لایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ ہیں امہات المومنین۔ [illegible]

...... ترکستان میں دس مسجدیں گرا کر ایک پارک بنائی گئی ہے جس میں ننگی تصویریں ہیں۔ وہ سمرقند جہاں امام بخاری و قثم بن العباس بن عبد المطلب مدفون ہیں۔ وہاں اسلام کے خلاف نہایت گندا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ تاشقند جہاں علامہ و میر ابو بکر شاشی مدفون ہیں۔ وہاں تمام انبیا اور خدا کی تصاویر ناٹکوں میں دکھائی جاتی ہیں۔ خاتم المرسلین سے پوچھا جاتا ہے کہ خدا کے ہونے کی دلیل کیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں مجھے تو معلوم نہیں صرف جبرائیل سے سنا تھا۔ جبرائیل آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یونہی تم سے کہہ دیا تھا کہ خدا ہے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نہیں ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک گولہ پھٹتا ہے۔ نہ خدا رہتا ہے نہ جبرائیل نہ انبیا۔ کا فرلینن آ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے ——— (یہاں ایک نام پڑھا نہیں گیا۔ پیغام صلح) اور مینو رنغ کے اسلامی کتب خانوں کو برباد کر دیا۔ قرآن پھاڑ کر پاخانوں میں استعمال کرنے کا حکم دیا گیا۔

علمائے اسلام کیساتھ بدسلوکی

ہزاروں علمائے اسلام کو قتل کر ڈالا۔ مولوی موسیٰ جار اللہ۔ دام علیہما یہ وہی موسیٰ جار اللہ ہیں جو مسلمانان روس کی طرف سے بطور نمائندہ موتمر مکہ میں شامل ہوئے تھے (پیغام صلح)۔ نے "یہودی بچی کارل مارکس" کے رد میں ایک کتاب لکھی اور برلن میں چھپوائی۔ بولشویکوں سے اس کا جواب تو بن نہ پڑا۔ ہاں موسیٰ جاری کو قید کر دیا۔ بعد میں تین برس تک ماسکو میں رہنے اور ہر ہفتہ حاضری دینے کی شرط پر رہا کر دیا۔ جو شخص روسیوں کے ملک میں دیر تک رہے اور ان کے تمام مظالم سے آگاہ ہو جائے اس کو پھر ملک سے باہر نہیں نکلنے دیتے۔ بیچارے مولوی برکت اللہ کو جنہوں نے روسیوں کی خدمات بھی کی تھیں آٹھ ماہ تک ملک سے باہر نہ جانے دیا۔ مولوی عبد الرب اور اس کے ساتھیوں کو ڈیڑھ برس تک روکے رکھا اور لطف یہ کہ راشن وغیرہ بھی بند کر دی۔ یہ لوگ ہجرت کی تحریک میں آئے تھے۔ اگر امریکہ کا محفظ فنڈ ان کو اپنے ہاں جگہ نہ دیتا تو نہ معلوم ان غریبوں کو کیا مشکلات پیش آتیں۔ ڈاکٹر منصور کو ویزہ تو دے دیا لیکن جب وہ سرحد پر ... جرمن تک پہنچا تو اس کو اور اس کی بیوی کو قید کر لیا اور ماسکو میں لے گئے جہاں چار ماہ قید میں رکھا۔ اور پھر چھوڑ دیا۔

آپ بیتی

میرے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ زیادہ تھے۔ میں نے ۲۵ ... [illegible]

... پاسپورٹ دیا۔ روسیوں نے ویزہ دینے میں اتنی لیت و لعل کی کہ حج کا وقت بھی گزر گیا۔ میں نے آخر تنگ آکر ان سے کہا کہ میں اب تم سے ازروئے قانون معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم باقاعدہ ہاں سے ایک صاف کہو۔ پروانہ راہداری دیتے ہو یا نہیں۔ انہوں نے کہا تین دن کے بعد دے دیں گے۔ یہ سرکاری وعدہ ہے لیکن ہوا یہ کہ تیسرے دن ۲۲ نومبر ... [illegible] بیماری کی حالت میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور کوئی چیز ... [illegible]۔ میں نے قرآن جو میرے سرہانے تھا لے لیا۔ مگر جیل خانہ میں وہ بھی مجھ سے چھین لیا گیا اور سیاہ روٹی جس کو ہندوستان کا گدھا بھی نہ کھائے اور گاہ بگاہ ترکاری جس کو کتا بھی قبول نہ کرے مجھے دی جاتی تھی۔ جگہ خراب اور مرطوب تھی۔ مجھے چھاتی سے خون آنا شروع ہو گیا۔ اور چکر کھا کر گر جاتا تھا۔ ڈاکٹر مجبوری کا اظہار کرتا تھا۔ صرف پڑیا دے دیتا تھا۔ آخر گیارہ دن کے بعد بڑکا نام سیاسی جیل خانہ میں مجھے بھیج دیا گیا وہ جگہ اور بھی خراب تھی۔ چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ مجھے رکھا روسی قوم کی زندگی کا تاریک پہلو دیکھا جاتا تھا۔ روسی نہایت ہی بد اخلاق پائے گئے۔ ستر ... [illegible] کا مذہب پوچھا میرے دو فولڈر تھے۔ ... [illegible] ان میں لکھا تھا کہ تم کو ترکی حدود تک زیر حراست پہنچایا جائے گا۔ ... [illegible] کو جیلخانہ کے قیدی مجھے مبارکباد دینے لگے۔ اور کہتے تھے کہ اے کاش ہم تمام کو ایسی سزا دی جاتی کہ ہم اس ملک سے نکل جاتے۔

مجھ سے ایک دفعہ جیل خانہ میں پوچھا کہ تم نے احمدیوں کے ساتھ خط و کتابت کی تھی میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کیا انہوں نے تمکو کتابوں کا ایک بنڈل بھی بھیجا تھا۔ میں نے کہا ہاں بلا طلب انہوں نے اشتہارات بھیج دیئے تھے۔ پھر مجبور کیا ایک برج میں نہایت تنگ کوٹھڑی میں پانچ چوروں کے ساتھ رکھا۔ اس برج کی دوسری منزل پر ایک افغانی ظہور حسین بخشی کو میں نے دیکھا یہ غریب دو سال سے قید ہے۔ ایک دفعہ دونوں ہاتھ جوڑ کر جیسا کہ ہندوستانیوں کی عادت ہے ایک افسر سے کہا کہ دو برس ہو گئے ہیں مجھکو چھوڑ دو۔ میں اس دردناک نظارہ کو کبھی نہ بھولونگا۔ ایک میرا ہموطن سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور میں اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں وہی کرتا جو ... [illegible] کیا تھا۔ ایک اور ہندوستانی سعید قریشی جس کی ... [illegible] تھی۔ روس میں تجارت ... [illegible]

جزیرہ سلانیکی میں جہاں سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی خراب جگہ نہیں رکھا۔ تین برس گزر جانے کے بعد اس کو ماسکو میں لے آئے۔ معلوم نہیں کہ اس کو کب چھوڑینگے۔

روسی جیل خانوں کی حالت

روسی قانون کی رو سے جسکے پاس پیسہ ہو وہ جیل خانہ کی دکان سے ہر ایک خوراکی چیز خرید سکتا ہے جسکے خویش و اقارب ہوں اس کے لئے کھانا وغیرہ لے آتے ہیں۔ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ تین ہفتہ تک میں پیاز کھانے کو ترستا رہا۔ روسی قیدی عام طور پر ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ کمیونزم کے گندے پروگرام نے اور بھی ان کے اخلاق کو برباد کر دیا ہے۔ جیل خانوں میں ظالم زار کے وقت جہاں ہزار قیدی رہا کرتے تھے۔ اب کمیونزموں کے زمانہ میں تین تین چار چار ہزار رکھے جاتے ہیں جیلخانے نہایت گندے ہیں۔ جیلخانوں میں جھاڑو تک نہیں۔ غسل کے لئے قیدیوں کو صابن بھی نہیں دیا جاتا۔ اگر امریکن راگ فیلو سے میری ملاقات ہوئی تو میں اس سے ضرور کہتا کہ کئی لاکھ جھاڑو اور کئی ٹن صابن غریب روسی قیدیوں کے لئے بھیج دے۔ ۱۹۱۳ء سے جیل خانوں میں سفیدی بھی نہیں ہوئی جس کمرے میں میں تھا زار کے زمانہ میں اس میں ۲۵ قیدی رکھے جاتے تھے۔ لیکن لینن سوشلسٹ کے زمانہ میں وہاں ساٹھ آدمی ٹھونسے جاتے ہیں۔ کھٹمل اور جوئیں بے حساب تھیں۔

سیاسی ادارہ کے لامحدود اختیارات

روس میں ایک سیاسی ادارہ ہے جسے چیکا کہا جاتا ہے اس موذی چیکا کو اتنے وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں کہ جس کو جب چاہے بلا وارنٹ پکڑلے۔ قتل کرڈالے۔ یا جب تک اس کے جی میں آئے قید رکھے کوئی اپیل کوئی فریاد اس کے احکام کے خلاف کارگر نہیں ہوسکتی۔ ساڑھے تین تین سال تک کے لوگ دیکھے گئے جو گرفتار ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ تین تین سال تک قید میں رہنے کے بعد بعض کو یہ حکم ملا ہے کہ تم کو تین سال اور قیدخانہ میں رہنا ہوگا۔ اور یہ تین سال جو وہ گزار رہے ہیں کسی حساب میں نہیں ہیں۔ ایک دفعہ ایک نوّے سالہ پادری کو پکڑ لائے۔ اس کا جرم صرف یہ تھا کہ اس نے وعظ میں کہا تھا کہ خدا ہے بالشویکوں نے اسے یہ کہہ کر قید کر دیا کہ ہم تجھکو قید کرتے ہیں اپنے خدا کو کہو کہ وہ تجھے چھڑا دے۔

ہندو رواداری کا نمونہ

ایک ہندو راجہ کی معدلت گستری

آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

دہلی کے اخبار مبلغ میں رودرپور ضلع گورکھپور کے متعدد مسلمانوں کے دستخطوں سے حسب ذیل اپیل شایع ہوئی ہے :۔

جناب من۔ السلام علیکم۔

صوبہ متحدہ میں گورکھپور سے جانب مشرق ایک قصبہ رودرپور ہے۔ جہاں راجہ ستاسی کی قدیم راجدھانی تھی۔ راجہ اودت پرتاپ نرائن سنگھ نے ۱۸۵۷ء میں بغاوت کی اور ریاست ضبط ہوگئی۔ موجودہ مالک ریاست صاحبزادہ ربی پرتاپ نرائن سنگھ ان کے پوتے ہیں۔ بچی کھچی ریاست آپ کے قبضہ میں ہے۔ اور آنریری مجسٹریٹ کے معزز عہدہ پر فائز ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین اور کونسل کے ممبر بھی ہو رہے تھے۔ لیکن آپ اس دفعہ کامیاب نہیں ہوئے اور چیرمینی اور کونسل کی ممبری سے سبکدوش ہوگئے تو اب شدھی اور سنگھٹن میں اپنی سرگرمی اور جوش کو صرف فرما رہے ہیں۔

رودرپور میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے۔ تقریباً دو سو گھر مسلمان ہیں اور نہایت مفلس اور نادار ہیں۔ چھوٹی چھوٹی تجارت کرتے ہیں اور سال میں زیادہ تر باہر رہتے ہیں۔ ان کے بال بچے موضع میں رہتے ہیں۔

قدیم زمانہ سے وہاں ایک مسجد ہے۔ جو قلعہ سے بہت قریب ہے۔ کبھی اس مسجد میں اذان دینے یا نماز پڑھنے پر کسی راجہ یا رئیس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مگر موجودہ راجہ صاحب سکنڈ لفٹنٹ راے بہادر صاحبزادہ ربی پرتاپ نرائن سنگھ صاحب والی ریاست رودرپور ضلع گورکھپور تقریباً تین سال سے ہم مسلمانوں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کے وجود سے رودرپور پاک ہو جائے۔ علانیہ ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ شدھی ہو جاؤ۔ مذہب اسلام کو ترک کرکے ہندو ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ ہر قسم کی مراعات روا رکھیں گے ہم مسلمان مسجد میں اذان دیتے ہیں تو راجہ صاحب بلا گالیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رانی صاحبہ کی نیند میں خلل پڑتا ہے۔ اذان دینا بند کر دو مسجد کا ایک حصہ پیشاب خانہ گروا دیا اور کھڑکی کا دروازہ اور راستہ جو مسجد میں جانے کا جو قریب تر تھا اس کو بند کرا دیا۔ تقریباً دو ہزار گھر ہندوؤں کے ہیں۔ اور سب زیر اثر راجہ صاحب کے ہیں۔ ان سے راجہ صاحب نے خواہش کی کہ وہ ہم لوگوں کو تنگ کریں۔ مگر سنجیدہ ہندوؤں نے اس کو گوارا نہیں کیا۔ تب اپنے خاص خاص آدمیوں سے جھوٹے جھوٹے مقدمات اپنے اجلاس میں دائر کرا کے ہم لوگوں کو زیر بار اور پریشان کرتے ہیں۔ اور دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر تم لوگ اپنی ضد پر قایم رہے تو ایک دن تم لوگوں کو رودرپور سے بوریا بدھنا لپیٹ کر کسی اور جگہ جانا پڑیگا۔ پس ہم مسلمانوں کے لئے اب دو ہی چارہ کار ہیں۔ یا تو رودرپور سے اٹھ جائیں یا شدھی ہوکر ترک اسلام کریں اور یہ دونوں امور ناممکن ہیں

صاحب کلکٹر ضلع گورکھپور کے یہاں ان واقعات کی درخواست دی گئی ہے جس کی تحقیقات مسٹر شیو دا ثنی صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ دیوریا کے سپرد ہوئی ہے۔ مگر جب تک کوئی منصف مزاج انگریز افسر ان کی تحقیقات نہ کرے تب تک ان کا انسداد دشوار ہے ہم غریب اور مظلوم مسلمان مقدمات کی پیروی میں اپنا کام دھندا چھوڑ کر پریشان و آوارہ پھر رہے ہیں۔ اور ہم لوگ قریب تباہی کے پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے آپ جملہ برادران اسلام کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ آپ اسلام کی خاطر دامے، درمے، قدمے، سخنے ہم مسلمانان رودرپور کی مدد کریں۔ اور وہ تمام وزرائع عمل میں لائیں جن سے یہ بلائے عظیم ہم لوگوں کے سر سے ٹلے۔

ہندوسبھا رودرپور کا پروپگنڈا

ایک طرف تو مسلمانان رودرپور کی یہ درگت بن رہی ہے۔ اور دوسری طرف ہندوسبھا ان کے خلاف گمراہ کن نشرواشاعت میں مصروف ہے چنانچہ سکرٹری ہندوسبھا رودرپور کا حسب ذیل تار اخبار بندے ماترم مورخہ ۱۸ جنوری میں شایع ہوا ہے۔

" رودرپور ضلع گورکھپور کے مسلمان نہایت اشتعال انگیز پروپگنڈا ہندوؤں کے خلاف کر رہے ہیں۔ جس روز سوامی شردھانند کے قتل کی خبر آئی تو مقامی مسجد میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ باہر سے اکثر واعظ آکر اشتعال انگیز وعظ کر رہے ہیں۔ بہت سے پرجوش مسلمانوں کے جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے یہاں آکر زیر دفعہ ۱۴۴ دو ماہ کے لئے جلسوں کے انعقاد کی ممانعت کا حکم نافذ کیا۔ ایک مقامی اخبار بے علم طبقوں میں بہت جوش پھیلا رہا ہے "

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ بھی ہندوؤں کے بیجا شور شر ہی کا نتیجہ ہے۔ ایک طرف غریب مسلمانوں کو دھمکیاں دے کر اور جھوٹے مقدمات میں پھانس کر شدھ ہونے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف ان کے خلاف حکام کے کان بھرے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح ان کے لئے فریاد کا دروازہ بھی بند کیا جا رہا ہے۔ ؎

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے ::
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے ::

ہمیں حکومت صوبہ متحدہ کی رعایا پروری اور معدلت گستری سے پوری توقع ہے کہ راجہ صاحب رودرپور کے متعلق وہاں کے مسلمانوں نے جو شکایات کی ہیں ان کی تحقیقات کے لئے وہ کسی یورپین افسر کو متعین کرے گی اور شکایات کے صحیح ثابت ہونے کی صورت میں تمام مجرموں کو قرار واقعی سزا دے گی۔

بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

بعض اخبارات میں یہ خبر شایع ہوئی ہے کہ مرکزی جمعیت تنظیم کا دفتر دہلی میں جا رہا ہے۔ نئے سال کے انتخابات میں ڈاکٹر کچلو صاحب مجلس مرکزیہ کے صدر مقرر ہوئے ہیں۔ یہ دونوں خبریں غلط ہیں۔ مرکزی جمعیت تنظیم کا دفتر بدستور سابق امرتسر میں ہے البتہ مسلم لیگ کا دفتر لکھنؤ سے دہلی میں منتقل ہوا ہے ابھی مجلس مرکزیہ کے عہدہ انتخابات کا کوئی ذکر نہیں۔ البتہ پچھلے دنوں امرتسر کی مقامی تنظیم کمیٹی کے عہدے داروں کا انتخاب ہوا تھا جس میں مقامی کمیٹی نے ڈاکٹر کچلو صاحب کو اپنا صدر تجویز کیا ہے۔

(قریشی، مدیر معاون تنظیم امرتسر)

جواہر ریزے

ق

(۱) اے پیغمبر تم سے دریافت کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کتنا خرچ کریں۔ تو ان کو سمجھا دو کہ جتنا (تمہاری حاجت سے) زیادہ ہو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں غور کرو (البقرہ ۲: ۲۱۹)

(۲) اور (اے پیغمبر!) تم سے یتیموں کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں۔ تو ان کو سمجھا دو کہ ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے۔ اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں (کوئی غیر نہیں) اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے الگ پہچانتا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۲۰)

(۳) اپنے لئے آئندہ (یعنی عاقبت) کا بھی بندوبست رکھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور جانتے رہو کہ تم کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۲۳)

(۴) (اے مسلمانو!) اپنی (بیہودہ) قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اس کے نام کو لوگوں کے ساتھ) سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع (و مزاحم) نہ ٹھیراؤ۔ اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ تمہاری قسموں میں جو لایعنی قسمیں ہیں ان پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن ان قسموں پر تم سے ضرور مواخذہ کرے گا جو تمہارے دل ارادہ سے ہوں اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۲۴-۲۲۵)

(۵) اور اللہ کے احکام سے ہنسی نہ کرو۔ اور اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو اور اس کو بھی جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری جس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جانے رہو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۳۱)

(۶) تم اپنی نمازوں اور بالخصوص وسطی نماز کی محافظت کرو اور اللہ کے فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ (البقرہ ۲: ۲۳۸)

ح

(۱) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خیرات کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے صحابہ نے عرض کی کہ اگر کسی شخص کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہو تو وہ اپنے ہاتھ سے کام کرکے کمائے اور اپنی کمائی سے کچھ خود فائدہ اٹھائے اور باقی میں سے خیرات کر دے۔ صحابہ نے پھر عرض کی کہ اگر وہ کوئی کام کرنے کے قابل نہ ہو؟ ارشاد ہوا کہ وہ مظلوموں اور حاجتمندوں کی اعانت کرے صحابہ نے کہا اگر وہ یہ بھی نہ کرسکے؟ فرمایا تب وہ لوگوں کو نیکی کرنے کی نصیحت کرے۔ پھر سوال ہوا کہ اگر وہ یہ بھی نہ کرسکے۔ جواب ملا کہ تب اسے چاہئے کہ لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچے یقیناً یہ بھی اسکی خیرات ہے۔ (شیخان)

(۲) کوئی مسلم ایسا نہیں ہے جو ایک درخت لگائے یا ایک کھیت بوئے اور چرند پرند انسان ان سے مستفید ہوں اور اس کے لئے یہ امر خیرات نہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

(۳) اپنے خادم کو دن میں ستر مرتبہ معاف کرو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

(۴) تمہارے نوکر تمہارے بھائی اور خادم ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے۔ پس جس شخص کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو اسے چاہیے کہ وہ جو کچھ خود کھائے اور پہنے وہی خادم کو دے نیز ان کو اتنا کام نہ دو کہ وہ اس کے نیچے دب جائیں۔ پس اگر تم ان کو کوئی مشکل کام دیتے ہو تو اس میں تمہیں خود بھی ان کی مدد کرنی چاہیئے (بخاری)

(۵) حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے آخری الفاظ یہ تھے۔ نماز۔ نماز۔ اپنے غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو (ابوداؤد)

(۶) جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(۷) ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا میں ایسے شخص کو جس کے ہاں میں گیا اور اس نے میری خاطر مدارات نہ کی اپنے ہاں ٹھیراؤں اور اس کی خاطر مدارات کروں۔ یا اس کے ساتھ وہی سلوک کروں جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ فرمایا اس کی خاطر مدارات کرو۔

اعلان چودھری ... صاحب ... اس لئے تمام

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء

ان الذین یلحدون فی آیٰتنا لا یخفون علینا ......
اولٰئک ینادون من مکان بعید (سورہ حٰم السجدہ ۴۱: ۴۰-۴۴)

ان آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:-

قرآن کریم کے بہت سے اسماء میں سے ایک نام شفا ہے جیسا کہ اس آیت میں بھی آیا ہے۔ یعنی یہ بیماریوں کا علاج ہے وہ بیماریاں خواہ ایک انسان کے سینے میں ہوں یا ایک قوم کے سینے میں۔ ایک جگہ نہیں کئی جگہ قرآن کریم میں یہ نام آیا ہے۔ بار بار کہا ہے کہ اس کتاب کو بطور ایک علاج کے بھیجا جاتا ہے

قرآن اور دیگر کتب مقدسہ

دنیا کی دوسری مذہبی کتابیں اس زمانہ میں آ کر جبکہ علوم نے ترقی کی ان ضروریات کا جواب دینے سے قاصر ہو گئیں۔ جو دنیا کو پیش آتی ہیں۔ اس لئے لوگوں کا اعتقاد ان سے اٹھ گیا ہے۔ مذہب کا اب صرف نام رہ گیا ہے۔ کہا جائیگا کہ یہی حالت مسلمانوں کی قرآن کریم کے متعلق ہے۔ ان کا بھی ایمان اس پر سے اٹھ گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کی نری تلاوت کو ثواب کا کام سمجھ کر کیا جاتا تھا تو ممکن ہے کہ آئندہ دنیا اس کے متعلق بھی وہی رائے قایم کرے جو اور کتابوں کے متعلق قایم کی ہے۔ لیکن اگر اس کے اندر انسانوں کے دکھوں کا علاج موجود ہے اور یقیناً موجود ہے۔ تو اس کی حکومت دلوں سے ہرگز نہیں اٹھ سکتی۔ اور سچ یہ ہے کہ اب بھی نہیں اٹھی۔ گو ان نسخوں پر جو یہ کتاب لائی تھی مسلمانوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا ہو۔ نسخے سے حقیقی فائدہ بھی اسی وقت ہوتا ہے جب اس پر عمل کیا جائے۔ محض پاس رکھ چھوڑنے سے کام نہیں بنتا۔ جب کسی مریض کو نسخہ دیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ محض اپنے پاس رکھ چھوڑے۔ اور اس کی ہدایات پر عمل نہ کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے اور پھر فائدہ کی اُمید رکھتا ہے تو وہ ایک خام خیال میں مبتلا ہے۔

مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

جب قرآن کریم اپنا نام شفا رکھتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر روحانی امراض کے دفعیہ کے لئے نسخے موجود ہیں ہاں ان کو لکھ کر رکھ لینے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ فائدہ تب ہی ہوگا جب ان پر عمل کیا جائیگا۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی و نکبت کا سب سے بڑا باعث یہی ہے کہ انہوں نے ان نسخوں کو پس پشت پھینک دیا اور ان پر عمل نہ کیا۔ پھر ابھرنے کی خواہش ہے لیکن مرض کے علاج کی طرف توجہ نہیں کی۔ علاج وہی ہے جس کو خدا نے شفا کے نام سے پیش کیا ہے اب فی الحقیقت ان نسخوں پر عمل کرنے کا زمانہ ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو بہت سی قومیں ہیں جو قرآن پر ایمان تو نہیں رکھتیں لیکن اس کے نسخوں پر عمل کر رہی ہیں خصوصاً بعض یورپین قومیں تو قرآنی احکام پر اتنا عمل کر رہی ہیں کہ مسلمانوں کے اندر اس کا دسواں حصہ بھی موجود نہیں ہے۔

ابھی ایک دوست نے قرآن کریم کی وہ آیات پیش کر کے جن میں یہود کا ذکر ہے مثلاً وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ مجھ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے مسلمان جو مذہب کے لحاظ سے بڑی راستی پر ہیں آج ان کی حالت وہ ہو رہی ہے جو قرآن میں اعدائے اسلام کی بیان کی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے مذہب کا ایک غلط مفہوم سمجھ رکھا ہے۔ کسی مسلمان نے نماز پڑھ لی یا روزہ رکھ لیا۔ تو بس بڑا مذہبی آدمی تصور کیا جانے لگا۔ اس قسم کی باتوں پر مذہب کا خاتمہ سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ مذہب اصل میں طریق عمل کا نام ہے۔ افسوس ہے کہ اکثر مسلمان مذہب کے اس مفہوم سے ناواقف ہیں۔

"کلید در دوزخ"

مسلمانوں میں اکثر لوگ تو ایسے ہیں جنہیں اسلام کی تعلیمات سے کچھ واقفیت ہی نہیں ہے۔ اور وہ جو مذہبی آدمی کہلاتے ہیں ان کا اسلام بھی محض چند باتوں پر آ رہا ہے۔ ڈاڑھی کے چند بالوں پر، لباس کے خاص طرز پر اور چند نمازوں پر جو بسا اوقات ھم فی صلوٰتھم ساھون کی بجائے ویل للمصلین کی مصداق ہوتی ہیں۔ نماز تو پڑھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے بیخبر ہیں۔ ان کی نمازیں ریاکاری کی ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ جو لوگ باوجود نماز پڑھنے کے اپنے بھائیوں کی امداد اور مخلوق کی خدمت نہیں کرتے۔ ان کی نمازوں پر افسوس ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس نماز نے مسلمانوں کے اندر وہ لوگ پیدا کر دیئے ہیں جن کے مال لوگوں کی بھلائی اور خدمت کے لئے وقف ہوں۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوں گے۔ اکثر لوگ تو نماز سے متکبر ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور دوسرے لوگ ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کیا نماز ہے کہ بجائے اس کے کہ ان کے اندر فروتنی اور ہمدردی بنی نوع انسان پیدا ہو ان کے اندر رعونت پیدا ہو جاتی ہے۔

بالشوزم اور اسلام

میں نے ابھی کہا تھا کہ قرآن نے اپنا نام شفا رکھا ہے اور وہ یقیناً دنیا میں کامیاب ہوگا۔ کیونکہ اس میں دنیا کو اپنی بیماریوں کا علاج ملے گا۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دنیا جہان کے لوگوں کو بتائیں کہ اس کتاب کے اندر انسانوں اور قوموں کے تمام امراض کا علاج موجود ہے مثال کے طور پر دیکھئے کہ آج ہر طرف دنیا میں سرمایہ اور محنت کا جھگڑا مل رہا ہے۔ وہ کیا ہے کہ چند افراد کے ہاتھ میں روپیہ آ جاتا ہے اور بہت سے لوگ خالی ہاتھ رہتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سرمایہ دار دوسری جماعت کے بہت سے حقوق غصب کر لیتے ہیں۔ ایک گروہ تو عیش و عشرت میں بسر کرتا ہے اور دوسرے کو پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہیں ملتا۔ لوگوں کو اس مشکل کا حل نظر نہیں آتا۔ مغرب میں اس کے طرح طرح کے علاج تجویز کئے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک بالشوزم ہے۔ وہ یہ کہ جو شخص بھی کچھ کمائے اُسے قوم کا مال سمجھا جائے۔ اور ضرورت کے مطابق ہر شخص کو اس مشترکہ مال میں سے دیا جائے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے روس میں انقلاب پیدا کیا۔ لیکن یاد رکھئے کہ یہ اصول دنیا میں کبھی مقبول اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے افراد کے اندر عمل کی تحریص مفقود ہو جاتی ہے۔ جو قومیں اس پر عمل کریں گی۔ وہ محنت سے عاری ہو جائیں گی۔ قرآن نے اس کا بھی ایک علاج رکھا ہے۔ وہ ہے زکوٰۃ کا اصول۔ ہر سال اغنیا سے ان کے مالوں کا چالیسواں حصہ لیا جاتا ہے اور فقرا کو دیا جاتا ہے خوب یاد رکھو کہ ایک دن آنے والا ہے جب دنیا مجبور ہو کر اصول زکوٰۃ ہی کو اپنی مشکلات کا علاج سمجھے گی۔

زکوٰۃ اور مسلمان

قرآن نے یہ تعلیم نہیں دی کہ محنت کوئی کرے اور مال کوئی لے جائے بلکہ یہ تلقین کی کہ محنت کا پھل لوگوں کو دو۔ ہاں سال کے بعد جمع شدہ مال میں سے چالیسواں حصہ غربا کو دو۔ کیا اچھا نظام ہے۔ جس طرح قلب میں خون آتا ہے اور پھر ہر شاخ جسم میں لوٹ جاتا ہے اسی طرح اسلام نے مال و دولت کی تقسیم کی ہے۔ مال ہمیشہ جمع ہو کر پھر لوٹ کر فقرا کی طرف جائے۔ اسلام کی تعلیم وراثت بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ کہ ہر شخص حصہ پا کر خود کمانے کی طرف متوجہ ہو۔ زکوٰۃ ایک نہایت مفید اصول ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خود مسلمان اس پر کس قدر عمل کرتے ہیں۔ اس ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ لیکن ان میں کتنے ہیں جو اس زریں اصول پر عمل پیرا ہیں۔ اسی فیصدی ایسے ہیں جو زکوٰۃ دینے کے قابل ہیں۔ لیکن دیتے نہیں اور وہ جو دیتے ہیں وہ اپنی مرضی سے جسکو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ قومی بیت المال میں جمع ہونی چاہیئے۔ رجب کا مہینہ آتا ہے اور بہت سے مولوی دورہ شروع کر دیتے ہیں۔ تاکہ خود اپنے لئے زکوٰۃ جمع کریں۔

جب قرآن یہ فرماتا ہے کہ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ اور مومنوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بتاتا ہے ویؤتون الزکوٰۃ لیکن چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے چند لاکھ بھی ایسے نہ نکلیں جو ان احکام پر عمل کرتے ہوں۔ تو پھر مسلمان کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم کیوں تباہ ہو رہے ہیں۔ ان کے لچھن ہی ایسے ہیں جو تباہی کی طرف لیجانے والے ہیں۔ محض منہ سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور عمل کے وقت علیحدگی اختیار کرنا ہلاکت کی راہ ہے

مسلمانوں کی افسوسناک حالت

میں نے اسی دوست سے کہا کہ ہندو قوم کو حریص سمجھا جاتا ہے۔ اب اس نے شدھی اور سنگھٹن کے لئے دس لاکھ روپے کی اپیل کی ہے۔ آپ دیکھئے گے کہ بہت جلد یہ رقم جمع ہو جائیگی۔ مسلمانوں سے زیادہ نہیں اگر ایک لاکھ کے لئے اپیل کی جائے تو وہ فراہم نہ ہو سکے گا۔ یہ ہے جسی اور بےحسی کی امیدیں!۔ بعض لوگ جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ مسلمان غریب قوم ہے اس لئے وہ قومی کاموں کے لئے روپیہ جمع نہیں کر سکتی۔ یہ بھی غلط ہے۔ مسلمان خانقاہوں کے مجاوروں اور پیروں پر کس سیدروی سے روپیہ خرچ کرتے ہیں ایک ایک قبر پر لاکھوں روپے چڑھتے ہیں۔ چند نکمے اور بسا اوقات فاسق و فاجر لوگوں کا پیٹ پالنے پر خرچ ہوتے ہیں مسلمانوں کی خیرات کا بیشتر حصہ [illegible] ہیں فربہ کرنے پر صرف ہوتا ہے۔ مگر یہ قوم کی بدبختی ہے۔ کہ جہاں قرآن نے حکم دیا تھا کہ چالیسواں حصہ یتیموں، بیکسوں ناداروں پر خرچ کرتے رہو۔ اس کے لئے مفلس بن جاتے ہیں اور قرآن کے حکم کی ایک تنکے کی برابر پروا نہیں کرتے ایک ایک قبر اور ایک ایک گدی پر لاکھوں روپیہ دیتے ہیں۔ شرک، قبر کی پوجا، پیر کی خوشنودی کے لئے دیں گے لیکن اگر نہیں دیں گے تو اسلام کے لئے نہیں دیں گے۔ ان مزخرفات کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن اڑھائی روپیہ فی سینکڑہ زکوٰۃ دینا موت نظر آتا ہے۔ قرآن میں بے شک بیماریوں کا علاج ہے۔ لیکن جس قوم کا شیوہ یہ ہے کہ علاج کے نسخہ کو گھر میں بند کر کے رکھ چھوڑے اس کو اس سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

زکوٰۃ قومی بیت المال میں دیجائے

مجھے تو اپنی جماعت سے یہ کہنا ہے اور بار بار کہنا ہے کہ ہم بھی زبانی دعووں میں بہت کچھ ہیں لیکن ہمارے اندر بھی کما حقہ یہ بات پیدا نہیں ہوئی۔ کہ خدا اور اس کے رسول کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ ہمارے گھروں میں بہت سی مستورات ہیں جن کے زیوروں پر زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ لیکن ادا نہیں ہوتی۔ اور اگر ہوتی ہے تو خدا جانے کہاں جاتی ہے۔ بیت المال میں تو زکوٰۃ کا بہت کم روپیہ آتا ہے۔ میں اپنے آپ کو دھوکا دینا نہیں چاہتا ہماری جماعت میں بھی ابھی وہ مرض باقی ہے جو دوسرے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ آنحضرت کے زمانہ میں ایک شخص کے پاس بہت مال جمع ہو گیا۔ تو اس سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا گیا۔ اس نے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اس شخص نے زکوٰۃ دینی چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر کے زمانہ میں اسی قسم کی درخواست کی لیکن انہوں نے بھی قبول نہ کی۔ کیونکہ ایسے منافق قرار دیا گیا۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری قوم ترقی کرے تو اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ تمہاری زکوٰۃ قومی بیت المال میں جمع ہو۔ جو انجمن نے قایم کر رکھا ہے۔ تم میں سے وہ لوگ جو زکوٰۃ دینے کے قابل ہیں خود بھی زکوٰۃ دیں اور اپنے گھروں میں مستورات کو بھی تحریک کریں۔ آج اس اصول پر نہایت پابندی سے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں اسلام کے لئے ایک سخت خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ برادران وطن نے شدھی کی تحریک جاری کی ہے اس کا مقصد وحید یہی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو شدھ کر کے ہندو بنا لیا جائے ملک کے ہر حصہ سے خبریں چلی آ رہی ہیں کہ فلاں جگہ اتنے آدمی شدھ ہو گئے ہیں۔ پس اس مصیبت کے زمانہ میں جو شخص مال سے محبت کر کے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اور اس طرح اسلام کی حفاظت میں حصہ نہیں لیتا۔ کل کو خدا کے ہاں اسے جواب دینا ہوگا۔

ایک غلطی کا ازالہ

بعض لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ چلو ماہوار چندہ جو دیدیتے ہیں اس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی۔ یہ صحیح نہیں۔ زکوٰۃ اس مال پر ہے جو سال بھر انسان کے پاس جمع رہے۔ چندہ اس آمدنی پر ہے جو آدمی حاصل کرتا ہے اور اس میں سے اپنے اخراجات چلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں اپنی دوسری ضروریات پر خرچ کرتا ہے کچھ دین اسلام کی تبلیغ میں صرف کرے۔ چندہ اور چیز ہے اور زکوٰۃ اور چیز ہے۔ زکوٰۃ "واٰتوا الزکوٰۃ" کے ماتحت فرض ہے اور ہمارا چندہ وجاھدوا باموالکم کے ماتحت مالی جہاد ہے۔ پس زکوٰۃ دینے سے چندہ اور چندہ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

ہندوستان کے جملہ پادری صاحبان کے نام

کھلی چٹھی

جناب مکرم تسلیم

آریوں کا مشہور و معروف اخبار پرتاپ اپنے شہید نمبر مورخہ ۲۳/۱۲ میں لکھتا ہے کہ "دنیا کا سب سے بڑا شہید حضرت مسیح اور حضرت حسینؑ کی شہادت خالص مذہبی شہادت نہیں ہو سکتی صرف سوامی شردھانند کی شہادت خالص مذہبی شہادت ہے" اس کے علاوہ آریوں کا مشہور تارک الدنیا پرچارک پرمانند بیراگی بیرنام اپنے ایک چھوٹے نام نہاد تاریخی رسالہ میں تحریر کرتا ہے "مسیح کی قربانی اسکی (بیراگی کی) شہادت کے سامنے سر جھکا لیتی ہے" (بیراگی بیر صفحہ) میں آپکی توجہ ان دونوں عبارتوں کی طرف مبذول کرا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے نزدیک بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی قربانی ایسی ہی ہے جیسا کہ ان سماجی لیڈروں کا خیال ہے؟ اگر نہیں تو ان دل آزار اور اشتعال انگیز فقروں کے متعلق آپ نے کیا نوٹس لیا ہے؟ اخبارات کے ذریعہ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں مسلمان چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سچا پیغمبر مانتے ہیں ان کی تو ان فقرات سے سخت دل آزاری ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ - ۲۱ رجب ۱۳۴۵ھ - نمبر ۴

ایک دل آزار اور اشتعال انگیز کتاب

بھائی پرمانند کی زہر افشانیاں

حکومت توجہ کرے

(۱)

ہندوستان میں جب کبھی فساد ہوتا ہے تو آریہ سماجی اخبارات جھٹ شور مچا دیتے ہیں کہ یہ سب اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کا قصور ہے۔ مسلمان شورہ پشت ہیں۔ ملیچھ ہیں، ظالم ہیں، خونخوار ہیں، سنگدل ہیں، جنگلی ہیں، وحشی ہیں ان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے۔ غرض غیظ و غضب میں اندھے ہو کر جو جی میں آتا ہے کہے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ اسلام کی تعلیم فتنہ و فساد کی ذمہ دار ہے نہ مسلمان ایسے مغلوب الغضب ہیں کہ وہ جلد مشتعل ہو کر جنگ و جدل پر اتر آئیں بلکہ اس قسم کے افسوسناک واقعات کی ذمہ داری تمام تر ان آریوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو اپنے اشتعال انگیز اور دل آزار پروپیگنڈا سے جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عرصہ سے شروع کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو ہندوؤں کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منافرت کے جذبات پیدا کرتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آریہ سماج کے وجود سے پہلے اسی ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دونوں نہایت امن و چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور ان دونوں قوموں کے اندر کوئی کشیدگی اور عداوت نہ تھی۔ لیکن جب سے یہ نیا مذہب پیدا ہوا ہے اور اس کے بعض سرگرم کارکنوں نے امن شکن تبلیغ و اشاعت شروع کی ہے ملک میں فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا خود ہندوؤں کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک ہندو معاصر نے لکھا ہے کہ:۔

" آریہ سماج کے وجود سے پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بڑا پریم تھا۔ دونوں شادی غمی کے موقعوں پر شامل ہوتے تھے۔ .... مگر آریہ سماج کے بعد سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں عجیب قسم کا جنگ جاری ہے اور نہ معلوم یہ کب ختم ہوگا ....

.. ملک کی موجودہ حالت کا کارن اگرچہ کچھ اور بھی ہوگا مگر زیادہ تر سوامی دیانند جی کی تحریرات اور کئی آریہ سماجیوں کی بدزبانی ہے۔" (سناتن دھرم پرچارک)

آریہ سماج کے اس خطرناک پرچار سے بعض ہندو لیڈر تک نالاں ہیں۔ آج سے تقریباً تین سال پیشتر آریہ سماجیوں کے متعلق مہاتما گاندھی ایسے شخص کو یہ لکھنا پڑا کہ:۔

" تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے وہ یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں سے لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔"

" آریہ سماجی اپدیشک کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرنے کے وقت ہوتی ہے۔"

چند ماہ پیشتر مسٹر شاستری نے مدراس کے ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے مندرجۂ ذیل خیالات کا اظہار کیا:۔

" جملہ ہندوستان میں آریہ سماج کی کیا فتوحات ہیں؟ بیس تیس سال میں انہوں نے یوپی اور پنجاب کے خرمن امن کو تباہ کر رکھا ہے .... شمالی ہند میں ان کی مذہبی اختلافات پیدا کر کے سوسائٹی کے امن کو تباہ کر دیا ہے۔"

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ویدک دھرم کے اس شیدائی گروہ کو مسٹر بپن چندر پال بنگال کے مشہور لیڈر نے یہ سرٹیفکیٹ دیا:۔

" ہندو مسلم فسادات کی جو فضا ملک میں پیدا ہو رہی ہے آریہ سماج کی سرگرمیاں ہی اس کے لئے ذمہ دار ہیں۔"

(پرکاش ۱۵ ستمبر ۱۹۲۶ء)

حقیقت میں ہندو مسلم فسادات کا اصل باعث یہی اشتعال انگیز پروپیگنڈا ہے وہ ہنگامی واقعات جو فسادات سے چند منٹ پہلے رونما ہوتے ہیں فسادات کے لئے فوری محرک ضرور ہوتے ہیں لیکن اصل محرک وہ ذہنیت ہوتی ہے جو اس قسم کے پروپیگنڈا سے آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہے۔

آریہ سماج میں اس قسم کے شر انگیز اور دل آزار پروپیگنڈا کا جن لوگوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے ان میں سے ایک بھائی پرمانند ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن آپ کچھ نہ کچھ زہر پاشی کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ کی ایک جدید کتاب "قوم کا نیا جنم" حال ہی میں شائع ہوئی ہے کتاب کیا ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد الزامات کا ایک طومار ہے۔ گزشتہ چند سال میں جس قدر ہندو مسلم فسادات رونما ہوئے ہیں ان کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالکر اور ان کے فرضی مظالم کے طول طویل قصے بیان کر کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے اور ان میں منافرت کے جذبات پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں شروع سے لے کر آخر تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو دل آزار اور نہایت اشتعال انگیز حملے کئے گئے ہیں ان کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہندو اسلام اور مسلمانوں کو نہایت سفاک اور خوفناک سمجھ کر ان سے نفرت کریں اور مسلمانوں کے اندر اشتعال پیدا ہو۔ اور ان دونوں قوموں کے تعلقات پہلے سے بھی کہیں زیادہ کشیدہ ہو جائیں۔ یہ کتاب رہے سہے خرمن صبر و امن پر بھی چنگاری کا کام کرے گی۔ اگر حکومت پنجاب رعایا کے اندر قیام امن کی خواہاں ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی اشاعت بند کر دے۔

ذمہ دار حکام پر اس امر کو واضح کرنے کے لئے کہ اس کتاب کے مضامین اور اس کا طرز تحریر اشتعال انگیز اور منافرت خیز ہے۔ ہم اس کے بعض اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

بنگال میں جو سودیشی کی تحریک جاری ہوئی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

(۱) " بنگال کے مسلمانوں نے اس وقت جو جو ظلم ہندوؤں پر کئے وہ بنگال کے ہندو ابھی بھولے نہیں۔ صـ۲ "

آگے چل کر ہندو مسلم فسادات کو مسلمانوں کی مذہبی دیوانگی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے شاہان اسلام کو بھی ظالم کہا گیا ہے:۔

(۲) " خلافت کے پرچار سے وہ مذہبی دیوانگی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ ملک میں ہندو مسلم فسادوں کی آگ بھڑک اٹھی ....

ان فسادات میں اور ہندوؤں پر مسلمانوں کے پرانے ظلم میں بڑا فرق ہے۔ پہلے ظلم مسلمان حملہ آوروں یا حاکموں کی طرف سے ہوتے تھے۔ ان میں مسلمان پرجا کا ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مگر موجودہ لڑائی میں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لڑنے والے عام لوگ ہیں۔" صـ۳

اس میں ہندوؤں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان ہمیشہ ہی سے ظالم اور ہندو کش رہے ہیں۔ جب وہ ہندوستان میں حکومت کرتے تھے تب بھی اور اب جبکہ وہ حاکم نہیں رہے تب بھی۔ فرق صرف اتنا پیدا ہوا ہے کہ پہلے صرف مسلمان بادشاہ ہی ظلم کرتے تھے۔ اب عام مسلمانوں نے یہ بیڑا اٹھایا ہے۔ ان الفاظ کا عوام ہندوؤں پر جتنا برا اثر پڑ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ خلافت کے پرچار سے مسلمانوں کے اندر مذہبی دیوانگی پیدا ہوئی اور وہی فسادات کی اصل محرک ہے۔ اگر واقعی خلافت کے پرچار سے ایسی خطرناک مذہبی دیوانگی پیدا ہوئی تھی تو چاہیئے تو یہ تھا کہ تحریک خلافت کے عروج کے زمانہ میں جبکہ بقول بھائی پرمانند یہ دیوانگی اوج کمال پر ہونی چاہیئے تھی۔ اس دیوانگی کے کوئی آثار نظر آتے۔ لیکن اس وقت کوئی فساد نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے اس دیوانگی کا یہ اثر ہوا کہ سوامی شردھانند ایسے کٹر آریہ کو جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھا دیا گیا اصل بات یہ ہے کہ ان فسادات کے لئے مسلمانوں کی مذہبی دیوانگی ذمہ دار نہیں ہے۔ بلکہ آریہ مقررین و مصنفین ہیں جو کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ ہر مسجد پر اوم کا جھنڈا لہرائے گا۔ اور کبھی جوش جنون میں یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم .... لے ۔

یعنی کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے بھی عدل کے مقام سے نہ ہٹنا چاہیئے۔ یہ عدل کا مشکل سے مشکل مقام ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں الگ رہو۔ ایسی منصفانہ تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی بھائی پرمانند ہندوؤں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے یہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں ہر جائز و ناجائز امر میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ اور یہی تعلیم فسادات کی جڑ ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(۳) " فسادات کی اصلی بنا اور ان کا آغاز اس بات میں پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کا ایک خاصہ حصہ ایسے مذہبی دیوانوں کا ہے جن پر اسلام کی تعلیم کا بہت زیادہ غلبہ ہے۔ ان کو ذرا سی بات کہہ کر مذہب کے نام پر اکسایا جا سکتا ہے۔ اور اسلام مذہب کی عام روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرفداری کرنی چاہیئے چاہے وہ مذہب کے نام پر کسی فعل کے ہی مرتکب ہوئے ہوں" صـ۸

یہاں اسلام کی تعلیم کو بدنام کرنے کے لئے جس فریب کاری اور عیاری سے کام لیا گیا ہے وہ عیاں ہے۔ اور عیاں را چہ بیاں۔ غرض یہ کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ناقابل اصلاح سفاک، اور خونخوار ظاہر کر کے ہندوؤں کو ان کے خلاف مشتعل کیا جائے۔

پھر آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ ہندوؤں کے اندر قومیت کی جو نئی لہر پیدا ہوئی ہے مسلمان اسے نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

(۴) " ان تازہ مصائب نے ہندو عوام میں بیداری پیدا کر دی۔ اس سے پہلے ہندو مارا جاتا تھا۔ بے عزت کیا جاتا تھا کسی ہندو کی رگ حمیت نہ پھڑکتی تھی۔ ان مصائب نے اس رگ کو حرکت میں کر دیا۔ جس سے نئی قومی تحریک پیدا ہوئی۔ جسے اپنے سانس یا قوم کا نیا جنم کہنا چاہیئے۔ مسلمانوں نے اس نئی قومیت کو کچلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔" صـ۹

سوامی شردھانند شہید ہیں یا نہیں؟

روزنامہ "سیاست" مورخہ ۱۰ جنوری میں رائے بہادر سردار سنت سنگھ امرتسر کی ایک چٹھی شائع ہوئی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

" سوامی شردھانند کی حیات کا اختتام جس طرح ہوا ہے وہ ایک نہایت ہی افسوسناک واقعہ ہے۔ ایک بیمار اور کمزور کو اس طرح بیرحمی سے قتل کر ڈالنا ایک نہایت وحشیانہ حرکت ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے عوام الناس کو انصاف کا خیال رکھنا واجب ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ سوامی جی شہید ہوئے ہیں یہ ایک صریحاً غلط اظہار ہے۔ افسوس کہ لوگ شہادت کے مسئلہ کو نہیں سمجھتے۔ شہادت تو وہ ہوتی ہے جب کوئی خدا کی راہ میں کافر کے واسطے لڑتا ہوا پیٹھ نہ دکھائے بلکہ لڑتا ہوا قتل ہو جائے۔ لیکن یہاں معاملہ دگرگوں ہے۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اہل اسلام وحدہ لاشریک کو مانتے ہیں۔ جو بالکل صحیح ہے۔ اور اہل ہنود میں بت پرستی ایک لازمی امر ہے اور ان کے بتوں کی تعداد کروڑوں تک ہے۔ تو ایک ایسے شخص کو جو کہ خداوند کریم کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اس کو ایک مبارک عقیدہ؟) سے گرا کر ایک ایسے عمیق سمندر میں دھکا دینا جس کا کوئی حد کنارہ نہیں ہے۔ یعنی ہندو بنا دینا کس طرح کار ثواب ہو سکتا ہے خود قطع خیال خدا سے بھی یہ کام قابل حقارت ہے ....

ہاں شہادت کا لفظ اگر عبدالرشید کے واسطے کہا جائے تو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی موت اپنے ہاتھ سے بموجب خیالات کے براہ خدا پیدا کی ہے بشرطیکہ اس کو سزائے موت مل جائے۔ اگر کسی وجہ سے اس کو سزائے موت نہ ملی تو یہ بیوقوف شہادت کے مرتبہ سے رہ جائے گا۔" (ایک خالصہ)

جو لوگ سوامی شردھانند کو "شہید" کہنے اور لکھنے پر مصر ہیں انہیں بھی سردار صاحب موصوف نے ان الفاظ میں چیلنج کیا ہے:۔

" کوئی شخص جو اس بارہ میں بحث کرنا چاہے وہ میرے ساتھ کر سکتا ہے۔"

دیکھیئے آریہ سماجیوں میں سے کون مرد میدان بنتا ہے۔ ہمیں تو یقین نہیں کہ سردار صاحب کے مقابلہ میں کوئی آریہ سماجی پیش لے جا سکے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ بعض منصف مزاج ہندو بھی اس حقیقت نفس الامری سے ناواقف نہ ہوں گے جو سردار صاحب نے سطور بالا میں وضاحت سے بیان کر دی ہے۔

سوامی ستیہ دیو کی "آندھی"

۱۰؍ جنوری کو لاہور میں ہندوؤں کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں سوامی ستیہ دیو نے ایک ولولہ خیز تقریر کی آپ نے جہاں ہندوؤں کو یہ نصیحت کی کہ "برہم پتر سندھ اور راس کماری تک کے ہندو ایک ہو جائیں"۔ وہاں انہیں ایک خطرہ سے بھی ان الفاظ میں آگاہ کیا۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آنے والے دس بارہ سال کے اندر ایک آندھی آئے گی جس کا سامنا کرنے کے لئے ہم سب کو متحد ہونا چاہیے۔ آج مسلمان جو کانٹے بو رہے ہیں کچھ عرصہ کے بعد ان کو کاٹنے پڑیں گے۔" (پرتاپ ۱۰ جنوری)

وہ آندھی کیا ہے جس کے مقابلہ کے لئے ہندوؤں کو متحد ہونے کی تلقین کی جا رہی ہے وہ اس اقتباس کے آخری فقرے سے ظاہر ہے۔ جوش میں آکر سوامی جی نے یہ بھی کہہ دیا کہ:۔

"مجھے اس وقت خوشی ہوگی جب ہر ایک نوجوان لڑتے لڑتے مر جائیگا"
اس پر بھی جب دل ٹھنڈا نہ ہوا تو ہندوؤں سے یہ "پرارتھنا" کی کہ:۔
"آپ عرب کی اردو زبان کو پنجاب سے نکال کر اس کی جگہ ہندی رائج کریں"

ہندو اور مسلم رواداری کا مقابلہ

اخبار پرتاپ نے اپنی ۱۵ جنوری کی اشاعت میں لکھا ہے:۔
"اختلاف مذہبی کی بنا پر دوسرے پر حملہ کرنا ہندو کی سرشت ہی میں داخل نہیں ہے بخلاف اس کے مسلم سرشت کا یہ ایک نمایاں پہلو ہے یہ غیر بردباری کی تعلیم قرآن شریف میں موجود ہے"

پرتاپ کی اس دیدہ دلیری پر چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اختلاف مذہبی کی بنا پر دوسرے پر حملہ کرنا ہندو کی سرشت ہی میں داخل نہیں تو پھر بتایئے

(۱) آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کو "ایک پاجی ہندو برہمن" نے کیوں زہر دیا؟ (گورو گھنٹال ۳ جنوری)

پنڈت لیکھ رام میرٹھی کو ہندوؤں نے نہایت بیدردی سے کیوں ہلاک کر دیا!

(۲) پنڈت راجندر کو ہندوؤں نے موت کے گھاٹ کیوں اتارا؟

کیا آریہ سماج کے یہ تینوں "شہید" محض "اختلاف مذہبی کی بنا پر" ہندوؤں کے ہاتھوں سے قتل نہیں کئے گئے۔

(۴) آئے دن ہندو گائے کی حفاظت کے لئے جو ان کے مذہب کا اصول ہے مسلمانوں پر کیوں حملہ کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس حملہ کا نتیجہ کشت و خون تک پہنچ جاتا ہے؟

(۵) آرہ اور کٹار پور میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر کیسے ناروا اور وحشیانہ ظلم کئے تھے۔

ہندوؤں کی اگر گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بھی اس قسم کی غیر رواداری کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم صرف ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔ آریہ سماجی پروفیسر بالکرشن صاحب لکھتے ہیں:۔

"پرانکوں (ویدک دھرمی ہندوؤں) نے بودھوں اور جینیوں کو ملک بدر کرنے، ان کو مختلف قسم کی تکالیف پہنچانے، اور ان کے مقدس مقامات اور بتوں کو توڑنے کے ساتھ ان کی ہزار ہا کتابیں بھی ضرور برباد کی ہونگی جن میں تواریخی کتب بھی ضرور ہونگی۔"

(مختصر تاریخ ہند۔ ہندی۔ جلد اول صفحہ ۱)

ویدوں اور ویدوں کے مطابق کتب کی توہین کرنے والوں کے متعلق سوامی دیانند نے بھی ستیارتھ پرکاش میں یہی تعلیم دی ہے کہ ایسے شخص کو ملک بدر کر دیا جائے۔

اسلام کی تعلیم

آریہ سماج کی تعلیم یہ ہے کہ صرف وید ہی خدا کا کلام ہیں اور صرف انہی کے رشی منی خدا کے برگزیدہ تھے۔ باقی دنیا جہان کی مذہبی کتابیں غیر الہامی اور ان کے لانے والے مفتری تھے۔ یہ ہے وہ رواداری کی تعلیم جس پر آریہ سماج کو ناز ہے اس کے بالمقابل قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے:۔

(۱) دنیا کی ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نبی آیا۔ اس لئے سب مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرو۔

(۲) تمام قوموں کی مذہبی کتب کی تعظیم کرو۔

(۳) دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرو۔

(۴) تبلیغ مذہب اچھے رنگ میں کرو۔ اور کسی کے بزرگ پر طعن و تشنیع نہ کرو۔

[illegible]

(۵) دین کے مقابلہ میں کسی قسم کے جبر یا لالچ سے کام نہ لو

(۶) غیر مسلموں کے ساتھ ہر حالت میں عدل ملحوظ رکھا جائے۔

ایسی اعلیٰ تعلیم کی موجودگی میں یہ کہنا کہ قرآن غیر رواداری یا عدم بردباری کی تعلیم دیتا ہے آفتاب پر دھول ڈالنے کے برابر ہے۔

ویدک مت اور اچھوت

اسلام نے تو غیروں کے ساتھ بھی رواداری اور بردباری کا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے جس کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ لیکن ہندو مذہب نے غیروں کو چھوڑ کر خود ان لوگوں کے ساتھ جنہیں اب ہندو بتایا جاتا ہے جو سلوک کیا ہے۔ وہ بدبخت اچھوتوں کی حالت سے ظاہر ہے۔ ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ ایک ہندو ہی کے الفاظ میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔ لالہ شنکر لال نے شردھانند ڈے کے موقعہ پر دہلی میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا

"اس ہندوستان میں سات کروڑ سے زائد ایسے لوگ ہیں جو کہ بھارت کی جیوتی ہوتے ہوئے بھی کتے بلی کے برابر نہیں سمجھے جاتے۔ ہندو جاتی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگا ہوا ہے کہ اگر ۲۰ قدم کے فاصلہ پر بھی یہ لوگ آ جائیں یا ان پر براہمن کی نظر یا سایہ پڑ جائے تو وہ بھرشٹ ہو جاتا ہے"

(ملاپ ۱۳ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۹)

لطف یہ ہے کہ ایک طرف تو اچھوتوں کے ساتھ یہ قابل نفرت سلوک کیا جاتا اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اچھوت ہندو ہیں۔ اور صرف ہندوؤں ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کی اصلاح کریں۔ مسلمان اور عیسائی اس میں دخل نہ دیں۔

اچھوت ہندو نہیں ہیں

دہلی کی اچھوت ادھار کانفرنس میں صدر جلسہ مسٹر کیلکر نے فرمایا کہ "مسلمانوں اور عیسائیوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اچھوت ادھار سے ہمارا مقصد ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ ہم تو وہ کرتے ہیں جو ہمارا جائز حق ہے۔ **اچھوت ہندو ہیں اور صرف ہندوؤں کا حق ہے کہ وہ ان کے سدھار کے کام کو ہاتھ میں لیں**"

(ملاپ ۲۲ جنوری)

ہمارے خیال میں اچھوتوں کو ہندو بتانا محض اپنا الو سیدھا کرنے کی باتیں ہیں۔ اچھوت ہرگز ہندو نہیں ہیں۔ یہ ہندوستان کی ان قدیم قوموں کی اولاد ہیں جنہیں آریہ حملہ آوروں نے تباہ و برباد کر کے اپنا غلام بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو زمانہ قدیم سے ان سے نفرت کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر وہ ہندو ہوتے تو بعد و نفرت کا یہ عالم نہ ہوتا۔ تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ اچھوت قومیں ہندوستان کے اصلی باشندوں کی اولاد ہیں۔

خود غرضی

آج جو اچھوت اقوام کو ہندو بتایا جا رہا ہے اور شب و روز اچھوت ادھار کا راگ الاپا جا رہا ہے تو اس کی تہ میں ہمدردی نہیں بلکہ خود غرضی کام کر رہی ہے۔ جو مسٹر کیلکر کانگرسی لیڈر کی زبان سے اس طرح فاش ہوئی ہے۔

"خود غرضی کے خیال سے بھی یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھوت ادھار کے کام کو ہاتھ میں لے کر اچھوتوں کو جلد از جلد اپنے اندر ملا لیں چونکہ (کیونکہ) موجودہ دور حکومت میں تعداد ہی ایسی چیز ہے جس پر حکومت میں نمائندگی کا دارومدار ہے"

(ملاپ ۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء)

مسٹر کرم چند ودیارتھی نے بھی بنیوں کی طرح اسی گنتی کا رونا رویا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہندوؤں کے لئے اچھوت ادھار کا مسئلہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔ مردم شماری میں ہندوؤں کی تعداد کم ہو رہی ہے جبکہ مسلمان اور دیگر اقوام ترقی کر رہی ہیں۔ آج ہر ایک ہندو کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے وقت اور دھن کا کچھ حصہ اچھوت ادھار کے لئے صرف کرے۔"

(ملاپ ۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء)

آپ جانتے ہیں کہ "لائٹ" اخبار کو ... [illegible]

ہندو بنو اور رامائن پڑھو!

ہندو چاہتے تو ہیں کہ اچھوت ہندو بن جائیں لیکن جب حقوق دینے کا سوال آتا ہے تو ٹکا سا جواب دے دیتے ہیں۔ پھر بھلا کامیابی ہو تو کیونکر۔ دہلی کی اچھوت کانفرنس میں پنڈت مالوی جی نے جو کٹر سناتن دھرمی ہیں جوش میں آکر کہہ تو دیا کہ اچھوتوں کو ہندو بنا لیا جائے لیکن جب حقوق کا مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اچھوت وید پڑھیں یا انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے، بلکہ دبی زبان سے یہ کہہ دیا کہ:۔

"اچھوت فرقے صفائی سے رہیں ہندی زبان سیکھیں اور دن بھر کا کام ختم کر کے رامائن پڑھیں" (پرتاپ ۱۱ جنوری ۱۹۳۸ء)

یہ بھی خیر گزری کہ رامائن پڑھنے کی اجازت دیدی ورنہ وہ اس کی بھی ممانعت کر دیتے تو کوئی ان کا کیا بگاڑ لیتا۔

ہندو کی تعریف

مزہ یہ ہے کہ لوگوں کو ہندو بننے کی دعوت تو دی جاتی ہے لیکن آج تک کوئی ہندو ہندو مذہب کی تعریف نہیں کر سکا۔ اور کرے بھی کیسے جبکہ چوں چوں کا مربہ بنا ہوا ہو۔ جو خدا کا قائل ہو وہ بھی ہندو۔ جو منکر ہو وہ بھی ہندو۔ جو ویدوں کو الہامی مانے وہ بھی ہندو اور جو ان سے دور جہالت کی یادگار بتائے وہ بھی ہندو۔ جو خدا کو ایک جانے وہ بھی ہندو اور جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مانے وہ بھی ہندو۔ جو تناسخ کا قائل ہو وہ بھی ہندو اور جو اس سے انکار کرے وہ بھی ہندو۔ غرض کہ ہندو مذہب کچھ ایسا معجون مرکب ہے کہ اس کی ترکیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تعریف کرنے کی کسی ہندو کو جرات ہی نہیں ہوتی۔ البتہ آج سے کچھ عرصہ پیشتر پنڈت لیکھرام صاحب نے کلیات آریہ مسافر میں لفظ "ہندو" کے کچھ معنے لکھے تھے اب مدت کے بعد ہندو قوم کے مشہور ڈنڈے باز جرنیل ڈاکٹر مونجے نے "ہندو" کی یہ تعریف کی ہے کہ:۔

"جو شخص دریائے سندھ سے لے کر خلیج بنگال تک کی زمین میں پیدا ہوا ہے وہ ہندو ہے چاہے وہ سکھ ہے جینی ہے۔ یا کوئی اور ہے" (پرتاپ ۱۱ جنوری)

سنگٹھنیے تو خیر تمام اہل ہند کو ہندو بنانے ہی بناتے بنائیں گے۔ ڈاکٹر مونجے نے تو اس جامع تعریف سے سب کو ایکدم ہی ہندو بنا ڈالا۔ اگر واقعی یہ تعریف درست ہے تو پھر اچھوتوں، مسلمانوں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کو جو اس ملک میں بستی ہیں ہندو بننے کی دعوت دینا کیا معنے رکھتا ہے۔

ہندو مذہب میں غیروں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے

سنگٹھنیے اپنی تعداد بڑھانے کے شوق یا جنون میں چاہے تمام دنیا کو ہندو بننے کی دعوت دیتے رہیں لیکن اس امر واقعہ سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ہندو مذہب کا ہاضمہ درست نہیں ہے اور ذات پات کی لعنت کچھ اس درجہ مسلط ہو چکی ہے کہ اس نے نو وارد کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس کا دروازہ ہر نو وارد کے لئے کھلا ہے اور صرف کھلا ہی نہیں ہے بلکہ پر جوش استقبال بھی ہوتا ہے یہ وہ بات ہے جس کا اسلام کے حریفوں تک کو اعتراف ہے۔ لالہ شام لال ایڈووکیٹ لاہور ملاپ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"ہندو سوسائٹی میں شدھ ہوئے لوگوں کو کوئی درجہ نہیں ملتا اور ان کو بہت دقتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ سوسائٹی پورے طور پر ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی ان کو اپنے بال بچوں کی شادیوں کے متعلق خاص دقتیں پیش آتی ہیں اور بہت دفعہ اسی وجہ بات سے ان کو مجبوراً دوسرے مذہب کی شرن لینی پڑتی ہے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں میں دیکھئے اگر کوئی ہندو مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ شیخ کہلاتا ہے اور اگر چوہڑہ مسلمان ہو جائے تو وہ نو مسلم کہلاتا ہے سوسائٹی فوراً ہر دو کو قبول کر لیتی ہے۔ اور ان کو اپنی ذات خاص یا اپنے بال بچوں کی شادی بیاہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔" (ملاپ ۲۲ جنوری ۱۹۳۸ء)

بھائی پرمانند کا چوتھا سچ

بھائی پرمانند بھی وقتاً فوقتاً یہی رونا روتے رہتے ہیں۔ چند روز ہوئے آپ نے لاہور میں شردھانند میموریل فنڈ کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا:۔

"صرف فنڈ سے ہی کام چلنا مشکل ہے اس کے لئے ہندوؤں میں جذب کرنے کا مادہ بھی پیدا ہونا چاہیے اس وقت ہندوؤں میں بہت تھوڑے ایسے گھرانے ہیں جو ایک شدھ شدہ عورت یا مرد کو تباہ دے سکیں برعکس اس کے مسلمان کوئی بھی ہو ہر غیر مسلم کو جو اسلام میں داخل ہونا چاہے خوش آمدید کہنے کو تیار رہیں۔ یہی دقت ملکانوں کی شدھی کے وقت بھی پیدا ہوئی تھی کہ باوجود روپیہ خرچ کرنے کے بھی اس قدر کامیابی نہ ہوئی۔" (بندے ماترم ۱۹ جنوری)

یہ ہے اس قوم کی اندرونی حالت جو دن رات شدھی کے ڈھول پیٹ رہی ہے

ویدک تلوار کی کہانی

خود ویدوں کی زبانی.

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

آج کل ہندو لیڈروں کی زبان پر اسلامی تلوار کی کہانی ہے جو مظلوموں پر نہیں بلکہ ظالموں پر، یتیموں اور بیواؤں پر نہیں بلکہ ان ستم ڈھانے والوں پر، مال و دولت اور ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ مدافعت کے لئے مذہب کو جبراً منوانے کے لئے نہیں بلکہ مذہبی آزادی قایم کرنے کے لئے۔ گرجوں، مندروں اور مسجدوں کو گرانے کے لئے نہیں بلکہ ان کو بچانے کے لئے۔ بچوں، عورتوں، ضعیفوں اور سول آبادی کو تہ تیغ کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی جان بچانے کے لئے میان سے باہر نکلی۔ تاہم ظالم اسلام کو مطعون کرتے ہیں اور اس افترا پردازی اور بہتان طرازی میں ان کی زبانوں کی تلوار آج کل شمشیر آہنی سے بھی زیادہ تیز ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کو اس ظلم عظیم سے باز رکھے۔ رہا یہ امر کہ جبر کی تعلیم کس مذہب میں ہے اس کے متعلق ہزار ہا حوالجات میں سے چند بطور نمونہ ہم پیش کرتے ہیں۔

انہوں نے بد زبانوں کو ابھی شاید نہیں دیکھا
وہ آئینہ کو دیکھیں گے تو ہم ان کو دکھا دینگے

دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو

(۱) "مجھ کو چاہیے کہ میں بہادری کے ساتھ راکشسوں کو جلا دوں۔ دان (برہمنوں کا ٹیکس) نہ دینے والوں کو جلا دوں۔ مخالفوں کو بھسم اور دان نہ دینے والوں کو آگ میں جلا دوں" (یجروید ۱/۲)

(۲) "سچی طاقت سے طاقتور گھر گھر کی آگ سے ان سب کو جلا دے۔ جو ہمیں کچھ تکلیف دے۔ اور جو ہم سے دان (برہمنوں کا ٹیکس) نہ دینے والوں کا سا سلوک کرے" (اتھروید کانڈ ۴ $\frac{۳۶}{۱و۲}$)

(۳) "جو ہم نہ ستانے والوں کو ستانا چاہیے۔ اور جو ہم ستانے والوں کو ستانا چاہے اس کو سب گھروں کی جمع کردہ آگ کے دونوں دانتوں کے بیچ میں میں رکھتا ہوں"

(۴) "یا تو دھانوں: غیر آریہ لوگوں کو فنا کرنے والی آگ کو آتشکدہ کے اندر گھی سے خوب جلاؤ۔ اے آگ تو راکشسوں کو دور لیجا کر جلا دے تاکہ ہمارے گھروں کا کچھ بھی نہ جلے" (اتھرو کانڈ ۶ سوکت ۳۲۔ منتر ۲و۱)

(۵) "اے سخت سزا دینے والے دھرم کے مخالف دشمنوں کو ہمیشہ جلایئے اور اے جاہ و جلال والے جو شخص ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کیطرح جلایئے" (یجروید $\frac{۳۱}{۱۲}$)

وید کے خلاف کرنے والوں کے ٹکڑے کر دو

(۶) "تو کاٹ، کاٹ ڈال، کاٹ ڈال، فنا کر، ملیامیٹ کر۔ وید کے چھیننے والے کو اور برہمن کو جیتنے والے پر چڑھائی کر" (اتھرو وید کانڈ ۱۲ سوکت منتر ۵۲)

"ویدوں کی مذمت کرنے والوں کے لئے چھری کی مانند موت کی شکل اختیار کرکے ادھر ادھر حملہ کر" (حوالہ مذکور منتر ۵۵)

(۷) "برہمن کو جیتنے والے، برا کرنے والے، دیوتاؤں کو دکھ دینے والے (برہمنوں کو ٹیکس) نہ دینے والے شخص کے سر کو توڑ ڈال" (ایضاً۔ ۶۰)

منتر نمبر ۱۶ کا مطلب آریہ مفسر کھیم کرن نے یہ بیان کیا ہے کہ "وید کے خلاف برے کام کرنے والے کو انصاف کی رو سے جلا کر راکھ کر ڈالے"

(۸) "برہمن کو جیتنے والے بدکردار کو، دیوتاؤں کو دکھ دینے والے (برہمنوں کو) خیرات نہ دینے والے شخص کے سینکڑوں جوڑ والے تیز چھرے کی سی دھار والے ہتھیار سے کندھوں اور سر کو توڑ دے" (ایضاً منتر ۶۷)

اس منتر کا مطلب آریہ مفسر نے یہ بیان کیا ہے کہ وید کا معتقد دھرما راجہ وید کے مخالف بدکرداروں کو ایسی سخت سزا دیوے۔ اسی طرح آریہ مصنف نے منتر ۴۶ کا مطلب بھی بیان کیا ہے کہ "راجا کو مناسب ہے کہ وید کی تعلیم کے مطابق مخالف مذہب وید کے مخالفین کو در کالے پانی میں رکھے"

(۹) "اس کے بالوں کو اکھاڑ ڈال۔ اس کی کھال اتار لے۔ اس کے گوشت کے ٹکڑوں کو بوٹی بوٹی کر دے۔ اس کے پٹھوں کو اینٹھ دے اس کی ہڈیاں پیس دے۔ اس کا مغز نکال ڈال۔ اس کے سب اعضاء اور جوڑوں کو الگ الگ کر دے" (ایضاً منتر ۶۷)

اس منتر کا مطلب از آریہ مفسر "دھرم پر چلنے والا راجا وید کے اصول پر چل کر وید سے پھرے ہوئے ظالم لوگوں کو طرح طرح کے عذاب دے کر دکھ دیں۔

شدھی اور تبلیغ

ہندو لیڈر کیا کہتے ہیں؟

(۱) مہاتما گاندھی: "ہندو مہاسبھا نے دس لاکھ چندہ کی جو اپیل کی ہے وہ موقع اور محل کے عین مطابق ہے۔ میں مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے سوامی جی کے مشن (شدھی سنگٹھن) کی تکمیل کے لئے روپیہ اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا"

(۲) ٹیگور: "ہم آپس میں متحد ہو جائیں اور ہر قسم کے حملہ کا متحدہ مقابلہ کریں"

(۳) کنور سکھ لال: "اگر روپے کے عوض سوامی جی کے نام پر دس ہزار آدمیوں کے سر مانگے جاتے تو بھی ہم کو اب تک پیش کر دینے چاہیے تھے"

(۴) آر۔ ڈی۔ نیر اڑی۔ "اس وقت تک دم سانس نہ لیں گے جب تک کہ آپ کی شدھی اور سنگٹھن کی تحریکیں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائیں"

(۵) لاجپت رائے: "جتنے قطرے سوامی جی کے خون کے گرے ہیں اتنے ہی سوامی شردھانند یکے بعد دیگرے پیدا ہوں گے"

(۶) بھائی پرمانند۔ "نوجوان اپنی جانیں اور دولتمند اپنا روپیہ ہاتھ میں لیکر سوامی شردھانند جی کے قتل کا جواب دیں"

(۷) رگھوناتھ سہائے: "سینکڑوں شردھانند اس مشن (شدھی) کو پورا کرنے کے لئے پیدا ہوں گے"

(۸) ستیہ دیو: "ہزاروں شردھانند ہندو سنگٹھن و شدھی کے لئے پیدا ہو جائیں گے۔

(۹) این سی کیلکر: "شدھی کی تحریک اس وقت تک بند نہ ہوگی جب تک مسلمان دوسروں کو مسلمان بنانا ترک نہ کر دیں"

(۱۰) اس کے عملی نتایج: "پانسو بیس ملکانے شدھ ہوئے سندھ میں سنجوگیوں پر حملہ ہے۔ مہاراشٹر میں گیارہ خاندان شدھ ہوئے ہندوستان کے ہر گوشہ سے شدھی کی آواز آرہی ہے۔ دہلی میں اکیلے ان میں پچاس ہزار روپیہ جمع ہوا مہاراجہ الور نے ساتن دھرم سبھا کو چالیس ہزار دیا ہے۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

(۱) اس مسلمان لیڈر پر افسوس ہے جو اب بھی شدھی کے خطرناک طوفان کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

(۲) ایک دوسرے کی تکفیر کرنا چھوڑ دیں اور اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں ان کے دفعیہ کے لئے اسلام کی خدمت میں ایک دوسرے کے معاون ہوں

(۳) آریہ سماج کے غلط عقائد اور اسلام کی سچی تعلیم کو ہندو پبلک پر ہزاروں کی تعداد میں رسالوں اور لاکھوں کی تعداد میں ٹریکٹوں کے ذریعہ واضح کریں

(۴) سوراج اور دیگر تمام تحریکات کے کام پر تبلیغ اسلام کے کام کو مقدم کریں۔

(۵) ایک مسلمان کی اشدھی کے مقابل پر جب تک ایک سو غیر مسلم کو حلقہ بگوش اسلام نہ کرلیں آرام نہ کریں۔

(۶) اپنی خیرات کے روپے کو منظم طریق پر تبلیغ اسلام پر صرف کریں۔

(۷) موجودہ دینی درسگاہیں تبلیغ اسلام کے لئے موزوں آدمی پیدا نہیں کرتیں۔ مبلغ پیدا کرنے کی فکر کریں۔

(۸) ہر ایک تعلیم یافتہ مسلمان اتحاد اسلام اور تبلیغ اسلام کو اپنے ہر کام میں مدنظر رکھیں۔

(۹) ہندو لیڈروں کے چیلنج کے جواب میں تبلیغ اسلام کا زبردست پروگرام تیار کریں۔

(۱۰) مسلمان اخبارات اپنے کالموں کو باہمی جنگ و جدل سے خالی کرکے اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت کے لئے وقف کریں اور سب مسلمان اپنے مالوں کا کچھ نہ کچھ حصہ حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے دیں۔

نوٹ

(۱) ان امور کے متعلق تفصیل کے لئے سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ٹریکٹ طلب کرو جو مفت بھیجا جائے گا۔

(۲) آریہ سماج کے حملوں کے لئے اخبار "پیغام صلح" لاہور وقف ہے۔ اور انجمن ہر قسم کے ٹریکٹ تیار کروا رہی ہے۔ مسلمان اصحاب ان ٹریکٹوں کی اشاعت میں معاون ہوں۔

المعلن جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

(پیغام صلح) انجمن نے یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں چسپاں کرایا ہے۔

احمدیہ خواتین کا سالانہ جلسہ

جلسہ سالانہ آیا اور گزر گیا۔ جن خوش نصیب ہستیوں نے ان روح پرور نظاروں کو دیکھا ان کے دلوں میں ایک عرصہ تک ان کی یاد باقی رہے گی مبارک ہیں وہ جنھوں نے ان ایام سے فائدہ اٹھایا۔ اور اپنے دامنوں کو علم و نصائح کے قیمتی موتیوں سے بھر لیا۔ جلسہ خدا کے فضل سے ہر پہلو سے کامیاب رہا اور ہماری بہنیں بھی بہ نسبت سابق اس دفعہ زیادہ تعداد میں تشریف لائیں۔ چونکہ مہمان خواتین کا انتظام انجمن خواتین کے سپرد تھا۔ اور مسلم ہائی سکول کی بالائی منزل جو وسیع اور باپردہ ہے خواتین کی رہائش کے لئے مخصوص تھی۔ اس لئے سب بہنوں کو باہم میل جول اور تبادلۂ خیالات کا خوب موقع ملا۔ ۲۳ دسمبر سے مہمان بیبیاں آنی شروع ہو گئیں۔ ۲۴ دسمبر نماز جمعہ میں ایک معقول تعداد بیرونی و مقامی بیبیوں کی موجود تھی۔ اور ۲۵ تک مہمانخانے کے تمام کمرے مہمانوں سے پُر تھے۔ مردانہ جلسہ گاہ میں بھی مستورات کے لئے ایک معقول پردہ دار جگہ بنائی گئی تھی۔ اور احمدیہ انجمن خواتین کے اجلاس کے لئے جو انہی دنوں میں ہونے والے تھے سکول کا بالائی وسیع ہال مقرر کیا گیا تھا۔ نمازیں مسجد میں باجماعت ہوتی تھیں۔ اور ہال میں سب ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی تھیں۔

۲۵ دسمبر پروگرام کے مطابق صبح دس بجے سے جلسہ خواتین کی کارروائی بصدارت اہلیہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب شروع ہوئی۔ مہمان بہنوں کے علاوہ لاہور سے کثیر تعداد میں بہنیں شریک تھیں۔ سب سے پہلے محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ نے کلام پاک کا ایک رکوع پڑھ کر سنایا اور عزیزہ رضیہ بیگم نے نظم پڑھی پھر محترمہ صدر نے اپنی افتتاحی تقریر کے ساتھ جلسہ شروع کیا۔ پہلے محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ نے اپنا مضمون سنایا جس میں قرون اولے کی بیبیوں کی مثال پیش کرتے ہوئے بہنوں کو خدمت اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ اور موجودہ جہالت اور غفلت کو مانع اشاعت اسلام بتایا۔ ان کے بعد محترمہ رضیہ بیگم از جہلم نے اپنا مفید مضمون نہایت پرجوش اور بلند آواز سے پڑھا۔ یہ مضمون انشاء اللہ اخبار میں درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد شہزادہ بیگم صاحبہ نے ایک نعت پڑھی اور پھر تاج بیگم صاحبہ نے اپنا مضمون سنایا یہ بھی درج اخبار ہوگا۔ پھر محترمہ بدر النساء نے تعلیم نسواں پر مضمون پڑھا اور اس کی اہمیت کو جتاتے ہوئے مسلمانوں میں جو اس طرف سے عام غفلت ہے اس کو بیان کیا۔ اس کے بعد مولوی عصمت اللہ صاحب نے تقریر کی اور دیگر قوموں کی عورتوں کی مثال پیش کرتے ہوئے بہنوں کو تبلیغ دین کی طرف متوجہ کیا اور امید ظاہر کی کہ مردوں کی طرف سے جو تبلیغ اسلام میں کمی کی جا رہی ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لئے مسلمان بیبیاں کھڑی ہو جائیں گی اور اس ضروری فرض کو ہمت اور استقلال سے ادا کریں گی۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اور سب بہنیں دوسری تقریریں سننے کے لئے مردانہ جلسہ گاہ میں اپنی مقررہ جگہ پر تشریف لے گئیں۔

۲۶ دسمبر ۱۰ بجے بصدارت اہلیہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جلسہ تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا۔ صالحہ بیگم صاحبہ و حمیدہ بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی اور خاکسار نے اپنا مضمون سنایا جس میں مسلمانوں کی غفلت کو بتا کر حضرت مسیح موعود کی آمد سے جو بیداری ہوئی اور احمدیہ جماعت کی تبلیغی جدوجہد کو بیان کرکے بہنوں کو اس میں حصہ لینے کی تحریک کی اور بتایا کہ ہم پردہ میں رہ کر، گھروں میں بیٹھ کر بھی اشاعت اسلام میں مدد دے سکتی ہیں [illegible] دینی تعلیم دینے کی ضرورت کو بیان کیا اور احمدیہ انجمن خواتین لاہور کی ایک سال کی کارروائی سنائی۔ اور

...نے مضمون پڑھا۔ جس عورتوں کی قبل از اسلام حالت زار کو بتاتے ہوئے اسلام نے جو احسان عورت پر کیا ہے۔ وہ بیان کیا۔ اور اس کے شکریہ میں اشاعت اسلام میں حصہ لینے کو ضروری قرار دیا۔ اس کے بعد مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے مسلمان عورت کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے تربیت اولاد اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی ضرورت اور اہمیت کو بتایا اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے تقریر فرمائی۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا اس لئے آپ نے ایک مختصر تقریر میں ظاہری و باطنی پاکیزگی پر زور دیا۔ اور عام طور پر جو اس طرف سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اس کو بیان کیا۔ تقریر کے بعد بہت سی بہنوں نے بیعت کی اور ہماری محترمہ بہن صاحب خاتون صاحبہ نے اپنی چار سالہ بچی آفتاب جبیں کی بسم اللہ شروع کرائی۔ اور سب بہنوں میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ جلسہ برخاست ہوا۔ بہنیں حسب معمول مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئیں۔ اسی دن شام کو حضرت امیر کی اپیل پر آٹھ سو روپیہ پیش کیا گیا۔

۲۷ دسمبر حسب پروگرام آج کانفرنس تھی مگر وقت کی کمی کی وجہ سے کئی بہنوں کے مضمون رہ گئے تھے۔ اس لئے پہلے ان کو وقت دیا گیا چنانچہ محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن مجید کی ضرورت پر مضمون سنایا اور بنت چودھری روشن دین صاحب نے عزم اپنا دلچسپ مضمون پڑھا۔ اس کے بعد کانفرنس شروع ہوئی۔ خاکسار نے شادی وغمی کی فضول رسومات کی خرابیوں کو بیان کیا اور ان رسموں کو ترک کرنے اور اسراف سے بچنے اور اسلامی سادگی کو قائم رکھنے کا وعدہ کرنے کی تحریک کی اور سب بہنوں کو اس پر اظہار رائے کی دعوت دی کئی ایک بہنوں نے اس کی تائید کی اور سب نے اس امر سے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے جوش کے ساتھ وعدہ کیا کہ آئندہ وہ برادری وغیرہ کی پرواہ نہ کرینگی اور خلاف شرع رسومات کو ترک کرینگی۔ اللہ تعالیٰ استقامت اور ہمت عطا فرمائے۔ اس کے بعد محترمہ صالحہ بیگم نے تعلیم نسواں پر اپنی رائے پیش کی کہ چونکہ لڑکیوں کی تعلیم کی طرف سے عموماً لاپروائی اختیار کی جاتی ہے۔ اس لئے ماؤں کو لازم ہے کہ وہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی دینی و دنیاوی تعلیم دلوائیں کیونکہ اس کے بغیر دینی و دنیوی سب کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ اس پر ایک بہن صاحبہ نے کھڑے ہو کر تعلیم کی خرابیاں بیان کیں۔ اور کہا کہ تعلیم دینے سے لڑکیاں آزاد اور مغرور ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صرف قرآن مجید پڑھانا ہی کافی ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار نے کہا کہ یہ خرابیاں غلط تربیت اور دینی تعلیم نہ دینے کی وجہ سے ہیں۔ اور ایک جاہل ماں اپنے بچے کی تعلیم و تربیت صحیح طور پر نہیں کر سکتی۔ تعلیم بذات خود نہایت مفید اور ضروری ہے مگر تربیت ٹھیک نہ ہونے یا مذہب سے لاعلمی کی وجہ سے جو نقص پیدا ہوں ان کو تعلیم کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیئے۔ خصوصاً دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر عورتیں شرک و کفر کی مرتکب ہو جاتی ہیں۔ اس کا علاج تعلیم ہی ہے۔ اس پر بہت سی بہنوں نے اتفاق ظاہر کیا۔ مگر ایک لمبی بحث چھڑ گئی۔ اس لئے محترمہ صدر نے فرمایا کہ وقت تھوڑا ہے بہتر ہوگا کہ اس مسئلہ کو اخبار میں پیش کر کے فیصلہ کیا جائے۔ اس کے بعد خاکسار نے تحریک کی کہ احمدیہ انجمن خواتین کی ممبروں کو بڑھانے کی کوشش کی جائے اس کا اہوا چندہ ۴ ہر رہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس قدر آمد ہو جائے کہ ایک مبلغ اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کے لئے ہم اپنی انجمن کی طرف سے بھیج سکیں۔ اور دیگر ممالک کی لائبریریوں میں انگریزی ترجمۃ القرآن کو بھیجنے کی تحریک پیش کی اس پر کئی بہنوں نے ممبری میں نام لکھوائے اور ترجمۃ القرآن کے لئے چندہ شروع ہو گیا۔ کئی ایک بہنوں نے آٹا فنڈ قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ چونکہ وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے شکریہ کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور سب بیبیاں مولانا صدرالدین صاحب کا لیکچر اور حضرت امیر کی الوداعی تقریر سننے کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئیں۔

میری رپورٹ نامکمل رہے گی اگر میں آخر میں ان بہنوں کا ذکر نہ کروں۔ جنہوں نے مہمان خواتین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو بطور رضا کار پیش کیا۔ اور محنت سے اس فرض کو انجام دیا۔ محترمہ اہلیہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، اہلیہ بابو منظور الٰہی صاحب۔ اہلیہ سید ممتاز حسین صاحب اہلیہ بابو عبدالحق صاحب مستحق شکریہ ہیں۔ کہ انہوں نے اپنا زیادہ وقت مہمانخانے میں مہمانوں کی خاطر تواضع میں صرف کیا۔ اور اسی طرح ہماری بہنیں محترمہ اقبال بیگم صاحبہ، صالحہ بیگم صاحبہ سعیدہ بیگم صاحبہ، اہلیہ بابو محمد رمضان صاحب شہزادہ بیگم صاحبہ، محمودہ بیگم صاحبہ، صفیہ بیگم صاحبہ اور دیگر بہنیں بھی تتا فوقتاً تشریف لا کر کاموں میں حصہ لیتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء خیر دے اور بیش از بیش خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار مہر النساء

(سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین لاہور)

جلسہ لاہور ۲۲ر جنوری کو مسلمانان لاہور نے ایک عام جلسہ کر کے آریہ اخبارات کے استعال انگیز اور دل آزار [illegible]

ہندوستان

—— پونہ میں آل انڈیا زنانہ کانفرنس نے ۔ ر جنوری کے اجلاس میں صغر سنی کی شادی کے خلاف یہ قرارداد منظور کی ہے کہ شادی اشاعت تعلیم کی راہ میں حارج ہے۔ اور گورنمنٹ سے درخواست کی ہے کہ ۱۶ سال سے کم عمر میں شادی کرنے کے خلاف قانون بنایا جائے۔

—— سکھ گوردوارہ سنٹرل بورڈ امرتسر نے مشنری کام کے لئے ۱۵ ہزار روپے کی اپیل کی ہے۔

—— کالی چرن شرما نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کیا ہے کہ دہتر جیون کے متعلق لوکل گورنمنٹ کا حکم منسوخ کیا جائے۔ قائم مقام چیف جسٹس نے درخواست کی سماعت کے لئے ایک بنچ مقرر کیا ہے۔

—— مہاراجہ صاحب کولہاپور کے زیر اہتمام گاما اور گونگا پہلوان کی کشتی ۲۷ر جنوری کو کولہاپور میں ہوگی۔

—— سوامی شردھانند کے قتل کے دن دہلی میں جو فساد ہوا تھا اور جس میں کچھ مسلمان زخمی ہوئے تھے۔ اس کے سلسلہ میں پولیس نے تین ہندوؤں کو گرفتار کیا ہے۔

—— مارچ کے پہلے ہفتہ میں آل انڈیا جرنلسٹ کانفرنس دہلی میں منعقد ہوگی۔

—— گورنر مدراس نے ایک اپیل شایع کی ہے کہ اس صوبہ میں ساڑھے چار لاکھ اندھے ہیں ان کی حفاظت اور پرورش کے لئے لوگ مدد دیں۔

—— ضلع لکھنؤ موضع ہری میں ایک ہندو عورت اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ جل کر ستی ہوگئی۔

—— کلکتہ میں ایک بہت بڑا دودھ گھر تیار ہو رہا ہے۔ جس کی عمارت جدید سائنٹیفک آلات سے تیار کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں دو گھنٹوں کے اندر پانچسو من دودھ تیار کرنے کی طاقت ہوگی۔

—— ہندوستان میں رہنے والے افغانوں کی ایک آل انڈیا کانفرنس احمد آباد میں منعقد ہونے والی ہے۔

—— پتوا کھالی میں ہندوؤں نے جو ستیہ گرہ شروع کر رکھی ہے اس کے لئے ہندو مہا سبھا پنجاب کی طرف سے رضا کاروں کی ایک جماعت ۲۷ر جنوری کو لاہور سے روانہ ہوگی۔

—— دہلی میں شردھانند میموریل ٹرسٹ قائم ہو گیا ہے جس نے شدھی اور سنگٹھن کے لئے روپیہ فراہم کرنا شروع کر دیا ہے۔

—— حکومت بلوچستان نے غلامی کی رسم کا انسداد کر دیا ہے۔

—— بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کچلو از سر نو وکالت شروع کرنے والے ہیں۔

—— سوامی شردھانند کے قتل کے سلسلہ میں مسٹر ایچ۔ ڈی بھناٹ آئی سی۔ ایس اڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اجلاس میں مقدمہ شروع ہے۔ شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے۔ وکیل ملزم نے عبدالرشید کے فاتر العقل ہونے کا سوال اٹھایا۔ لیکن عدالت نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ فرد جرم لگا دی گئی اور مقدمہ سشن سپرد کیا گیا۔ عدالت سشن میں مقدمہ ۲۴-۲۵- اور ۲۶ جنوری کو پیش ہوگا۔

—— کانپور میں ایک پارک کا نام شردھانند پارک رکھا گیا ہے۔

—— کلکتہ کارپوریشن میں ایک ہندو نے اس امر کی تحریک پیش کی ہے کہ مرزاپور پارک کا نام شردھانند پارک رکھا جائے۔ سنتے ہیں کہ مسلمان ممبروں نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ معاملہ ایک کمیٹی کے سپرد ہوا ہے۔

—— لاہور ۱۸ر جنوری۔ مہاشہ راجپال کے خلاف جو مقدمہ کتاب رنگیلا رسول کے متعلق چل رہا تھا اس کا فیصلہ آج ہو گیا۔ ملزم کو ڈیڑھ سال قید سخت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ فیصلہ سنانے کے بعد ملزم کو حوالات میں بھیج دیا گیا۔ لیکن اسی روز اپیل کرنے پر عدالت سیشن نے ضمانت پر رہا کر دیا۔

—— نئی دہلی میں گرجا کے لئے جناب والسرائے نے چندہ کے لئے جو اپیل کی ہے اس کے جواب میں لارڈ انچکیپ نے اپنی طرف سے اس سرمایہ میں ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔

—— خواجہ حسن نظامی نے اپنے منادی اخبار میں مسلمانوں کے نام اعلان جاری کیا ہے کہ سوامی شردھانند کے قتل کے بعد فساد دہلی میں جو مسلمان ہلاک ہو گیا تھا اس کے متعلق انصاف کرانے کے لئے سارے ہندوستان کے مسلمان چیف کمشنر دہلی کو ایک کارڈ لکھیں اور کم از کم ایک کروڑ کارڈ لکھے جائیں۔

—— جمعیت العلمائے ہند کا آئندہ سالانہ اجلاس اپریل کے آخر میں بمقام پشاور منعقد ہوگا۔ تاریخوں کا تقرر [illegible]

ممالک خارجہ

—— آرچ بشپ آف کنٹربری کو افسوس ہے کہ یورپ میں بیس سال کے اندر تین لاکھ سے زائد طلاق کے مقدمے دائر ہو چکے ہیں۔ اضلاع متحدہ امریکہ کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ باشندوں کی کل تعداد ۹ کروڑ ہے لیکن طلاق کے چھ لاکھ واقعات پیش آ چکے ہیں۔

—— ایک شخص امیر حسن نے جو مراکو سے آیا ہے۔ یہ بیان کیا ہے کہ غازی عبدالکریم کی جوانگی کا حقیقی راز یہ ہے کہ وہ قبائل جو اس کے ماتحت تھے اس کے دشمن ہو گئے تھے۔ کیونکہ عبدالکریم اصول جنگ کے مطابق مخالفت کی صورت میں بڑے بڑے آدمیوں کو گولی سے مار دیا کرتا تھا۔

—— خلیج فارس اور مصر کے درمیان ہوائی ڈاک کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

—— ولیعہد سویڈن اور شہزادی بیگم ہندوستان کی سیاحت کر کے واپس چلے گئے ہیں۔

—— شام میں ابھی تک فرانسیسیوں اور شامیوں کے مابین جنگ جاری ہے۔

—— چین میں خانہ جنگی ابھی تک جاری۔ اس جنگ کو مسیحیت کے خلاف جہاد کہنا چاہیئے۔ گرجے جلائے جا رہے ہیں۔ پادری قید اور ان کے مکان برباد ہو رہے ہیں۔

—— کیپ ٹاؤن ۱۳ر جنوری۔ مسٹر شاستری نے گول میز کانفرنس کی کامیابی کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے اخبارات بھی عام طور پر ان پر خوشگوار تبصرے کر رہے ہیں "کیپ ٹاؤن ٹائمز" نے اس امر پر زور دیا ہے کہ جنوبی افریقہ میں ہندوستان کا ایک مستقل نمائندہ مقرر کیا جائے معاصر مذکور نے سر محمد حبیب اللہ کو ہندوستانی وفد کی شاندار کامیابی پر مبارکباد کہی ہے اور مسٹر شاستری کو ہندوستانی ماہرین سیاست کی بہترین مثال قرار دیا ہے۔

—— اس وقت یورپ کے ایک بڑے حصے میں انفلوئنزا پھیلا ہوا ہے۔ برطانیہ اس وقت بچا ہوا ہے۔ ہسپانیہ اور ڈنمارک میں شدت ہے۔

—— مشہور سائنس دان مسٹر تھامس ایڈیسن لکھتے ہیں کہ میں تحقیق علمی کے بعد میں بیان کر سکتا ہوں کہ موت کے بعد زندگی کی حقیقت ہے اور میں ان لوگوں کے دعوے کی حمایت بھی کر سکتا ہوں کہ اس دنیا اور دوسری دنیا کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے۔

جتنا زیادہ میں سائنس بجلی اور بے تار برقی کا مطالعہ کرتا ہوں میرا وہی خیال ہوتا جاتا ہے کہ جو زمانہ قدیم کے لوگوں کا تھا۔ جن کی روح امر ہے۔ کہ زندہ آدمی مردوں سے بات چیت کر سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ سائنسدان اپنی پوری طاقت لوراپنے خیالات کو مردوں تک پہنچانے میں لگا دیں گے۔

—— آکسفورڈ یونیورسٹی سے عنقریب ایک پارٹی عراق عرب کو اس غرض سے روانہ ہونے والی ہے کہ وہ باغ عدن کی تلاش کرے علاقہ ماورائے یردن میں ایک وادی ہے جہاں ایک نیا شہر دریافت ہوا ہے۔

—— حکومت مصر کے محکمہ تعلیمات نے اعلان کیا ہے کہ وہ امسال ساٹھ طلباء کو ممالک غیر میں بغرض تعلیم بھیجیگی۔ چنانچہ اس غرض کے لیے اس نے ایک کروڑ ۹۹ پونڈ مصری منظور کئے ہیں۔ (الاہرام)

—— حکومت ترکیہ نے عفو عام کا اعلان کیا ہے۔ اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ البتہ وہ قیدی رہا نہیں کئے جائیں گے جنہوں نے سلطنت کے خلاف کوئی سازش کی تھی۔

—— بنی عدر کے لوگوں نے کمین گاہوں میں چھپ کر ہسپانیوں سے جو جنگ کی تھی اس میں بیس ہسپانی سپاہی مارے گئے۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۸ رجب ۱۳۴۵ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۲۷ء | نمبر ۵

بزم احباب

(مرتبہ خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

جرمنی

(خواجہ مولوی فضل کریم خان صاحب لکھتے ہیں - میں رسالہ کی اشاعت میں بہت مصروف ... ! - اس سے ابھی فرصت نہ ہوئی تھی کہ میری صحت خراب ہوگئی اور نہ صرف میری بلکہ گھر بھر میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو صاحب فراش وصہ بتکلیف انفلوئنزا جو جنگ کی یادگار ابھی باقی ہے - میری حالت ابھی تک خراب ہے - میری بیگم کی صحت بھی کچھ عرصہ سے خراب رہی ہے - اس لئے بہت سے کام التوا میں پڑگئے -

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ بغیر اشد ضرورت کے میں کچھ خرچ نہیں کرتا بلکہ اخراجات کا بل بناتے وقت بہت ہی تکلیف ہوتی ہے - اور سچی بات یہ ہے کہ اپنی جیب سے خرچ کرونیا دل کو اس قدر تکلیف نہیں دیتا - جس قدر انجمن کے روپیہ کو خرچ کرنا تکلیف دیتا ہے کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے ہمیشہ وہ لوگ رہتے ہیں جو اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر اس کام کے لئے چندہ دیتے ہیں - میں گو یورپ اور امریکہ میں رہا ہوں لیکن میں ہندوستان کے غربا کی حالت کو نہیں بھولا - اس میں کوئی شک نہیں کہ خواہ انسان کو کفایت کا کتنا ہی خیال ہو لیکن خرچ میں ذاتی مذاق کو بھی دخل ہوتا ہے - سو خدا کے فضل سے ظاہری شان و شوکت کا شوق مجھ میں نہیں - میں تو طالب علمانہ زندگی بسر کرتا ہوں اور میرا تمام کا تمام شوق اس طرف ہے - اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا کافی طور پر شکریہ ادا نہیں کرسکتا - جس نے میرا سینہ کھول دیا ہے - اور سابقہ سال میں تو اس کی اس قدر عنایات مجھ پر ہوئی ہیں کہ جو اندازہ سے باہر ہیں اور اس نے اپنے فضل سے مجھے بڑی بھاری قوت عطا کر دی ہے - جسے میں اس کی راہ میں خرچ کرنا سعادت سمجھتا ہوں -

مسجد کی تکمیل ہو جانے پر انشاء اللہ جمعہ کی نماز بھی باقاعدہ ادا ہوا کرے گی فرش کی تکمیل ضروری ہے - ادھر ادھر کوشش جاری ہے - اسلام پر بڑی مصیبت کا وقت ہے - اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے - کہ جو لوگ مال رکھتے ہیں وہ اپنے ذاتی عیش و آرام پر بڑی بڑی رقوم خرچ کر ڈالتے ہیں - لیکن کار خیر میں مدد دینے کا وقت ہو تو ہزاروں عذر تراشتے ہیں - ہمارے ماہواری اجلاس باقاعدہ ہوتے ہیں - مسجد کی تکمیل ہو جانے پر لیکچروں کا سلسلہ زیادہ وسیع ہو جائے گا - اور اس وقت تک مجھے زبان پر پوری پوری قدرت حاصل ہو جائے گی - ہمارا ریویو تو ایک اچھا ذریعہ ہے - لیکن ہمارے پاس مستقل لٹریچر کی صورت میں کوئی چیز نہیں - اس لئے دو چیزوں کی بیان انشاء اللہ ...

اول ترجمہ قرآن ، دوم سیرت نبوی - قرآن کریم کا ترجمہ میں نے شروع کیا تھا لیکن بوجہ مصروفیت اسے جاری نہ رکھ سکا - اب اسے پھر شروع کرنے والا ہوں سیرت نبوی کا سوال بھی زیر غور ہے - دو قسم کے لوگ پڑھنے والے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو سادہ کلام پسند کرتے ہیں - اس قسم کے لوگ اس ملک میں اس کثرت سے نہیں - دوسرے وہ لوگ جو خیالات کی گہرائیوں کو پسند کرتے ہیں - ایسے لوگ یہاں بہت ہیں - میں نے حضرت نبی کریم کے جمال کی کچھ جھلک دیکھی ہے - اس لئے چاہتا ہوں کہ اس کا نظارہ دوسروں کو بھی دکھا دوں لیکن سیرۃ نبوی سے پہلے دو کام اور بھی کرنا چاہتا ہوں ایک مضمون "مسیح اسلام میں" نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے اور یہ کوئی لمبا کام نہیں - اس پر میں خود بھی کچھ کام کر چکا ہوں - پھر احمدی لٹریچر اس سے بھرا پڑا ہے - توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں بعض مسائل پر سیر کن بحث ہے - لیکن ایک اور کام ہے جو بہت ہی ضروری ہے وہ براہین احمدیہ کا اختصار بزبان انگریزی ہے - یہ وہ کام ہے جس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا - براہین احمدیہ بڑی کتاب ہے - اور بہت مشکل ہے پھر حاشیہ در حاشیہ نے اسے اور بھی مشکل بنا دیا ہے - میں نے اس کام کو شروع کر دیا ہوتا مگر اول تو علالت طبع کے باعث دوم اتفاقاً ایک اور کتاب میرے ہاتھ آگئی - جس کا مطالعہ کل ہی ختم کیا ہے - اس پر ایک مضمون اس ہفتہ میں لکھونگا - جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کیا چیز ہے - ان کاموں کے علاوہ دو تین اور کتابیں ہیں - جن کی تصنیف میرے ذہن میں ہے ایک مقابلہ بھگوت گیتا پر، ایک اسلامی اصول سیاست پر پھر ایک اسلام پر کتاب اس آخری کتاب کا مضمون اپنی قسم کا نرالا ہوگا - یہ وہ کتابیں ہیں جن کا لکھا جانا بہت ضروری ہے - اور جس قدر جلد ہوسکے ان کی تصنیف اور اشاعت ہو جانی چاہیئے - اس کے بعد علمی تحقیق میں لگ جاؤنگا - میری ذاتی رائے یہی ہے کہ جہاں تک ہوسکے ہم اپنی توجہ لٹریچر کی طرف زیادہ لگائیں قلم برداشتہ لکھے ہوئے مضامین یا کتب بالکل بے فائدہ ہیں - غور و تفکر اور محنت سے جو کام کیا جائے اس کا فائدہ بھی بہت ہوتا ہے -

بوجہ احمدیہ موومنٹ پر پہلے مضمون کے رسالہ دو ہزار چھپوایا گیا ہے ایک صد کاپی آپ کو بھیجی گئی ہے - یہ صرف رسالہ نہ سمجھئے بلکہ سلسلہ کی تبلیغ سلسلہ کے لئے ایک کتاب ہے جو ہر پہلو سے مکمل ہے -

ٹرینیڈاڈ

برادر سید تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ اٹھارہ ڈالر پچاس سنٹ کتابوں اور اخبارات کی قیمت کے لئے روانہ کئے ہیں - آپ جلد کتب بھیج دیں یہ انجمن کے روپے ہیں میرا اپنا ذاتی - اب کتاب انشاء اللہ عنقریب صاف کر دونگا - جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں یہاں کے دوستوں کا ارادہ ہے کہ وقتاً فوقتاً آپ سے اسلامی کتب منگوا کر اس جزیرہ اور ملحقہ جزائر میں خوب اسلام و احمدیت پھیلایا جائے - ...

ترقی پر ہے - اور یقین ہے کہ کسی دن اس جزیرہ میں بڑے زور سے اسلام کا چرچا پھیل جائے گا - جو ٹرکیٹ آپ نے بھیجے تھے وہ تقسیم کر دیئے گئے ہیں براہ مہربانی حضرت امیر و جملہ احباب کرام کا فوٹو ضرور بھیجدیں - تاکہ جملہ احباب ان کی زیارت سے مشرف ہوسکیں - ہماری انجمن کے سب ممبر اور پریذیڈنٹ صاحب بڑی تندہی اور محنت سے خدمت اسلام میں مصروف ہیں - آپ ہماری کامیابی کے لیے دعا کرتے رہیں -

نیاسالینڈ (وسطی افریقہ)

(خواجہ عبدالواحد صاحب لکھتے ہیں - اخبار مجھے بھیجتے رہیں - کیونکہ میں اسے پڑھ کر دیسی باشندوں کو دیدیا کرتا ہوں جو بعد مطالعہ اپنے دوستوں کو دکھایا کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اس ملک میں کسی دیسی پر اگر کر دے تو پھر اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کا راستہ کھل جاتا ہے - کیونکہ یہاں کے سب دیسی باشندے عیسائی ہیں - اور جو مسلمان ہیں وہ بہت دور رہتے ہیں - لیکن وہ تبلیغ اسلام نہیں کرسکتے - اور نہ کوئی شخص یہاں زبانی تبلیغ کرنے کا مجاز ہے - دیسی عیسائی انگریزی جانتے ہیں - اور ہمارے اخبار کو اچھی طرح پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں - اس لئے یقین ہے کہ ان کو اس کے مطالعہ سے ضرور فائدہ ہوگا -

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اعلیٰ عہدہ ٹریفک انسپکٹری کا دیا ہے - تنخواہ ۱۸ پونڈ ماہوار ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک انشاء اللہ اس سے زیادہ بھی ترقی کی عنقریب امید ہے - حضرت صاحب سے دعا کے لئے التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ بخیریت وطن واپس پہنچا کر ان کی زیارت نصیب کرے بال بچے خدا کے فضل سے خوش و خرم ہیں - ایک سال ختم ہو گیا ہے معاہدہ میں سے دو سال باقی ... انشاء اللہ وہ بھی گزر جائیں گے - آپکی دعاؤں سے افسروں کی نگاہ میں میری بڑی عزت ہے - یہاں ہر شخص کو ایک پونڈ سالانہ ترقی ملتی ہے لیکن اللہ کے اس عاجز پر کتنے احسان ہیں کہ چھ ماہ کے اندر چھ پونڈ ترقی دے دی اس کے بے حد افضال دیکھ کر حیران ہوں - جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم -

بیس شلنگ اخبارات و چندہ انجمن کے لئے ارسال ہیں -

(رقم مرسلہ پہنچ گئی ہے جزاکم اللہ احسن الجزا - ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معہ عیال کے صحت و تندرستی اور دینی و دنیاوی برکات کے ساتھ واپس وطن میں پہنچائے - آمین)

انگلینڈ

الفاروق لارڈ ہیڈلے صاحب لکھتے ہیں کہ میں مشکور ہوں گا اگر آپ میرا منسلکہ مضمون اخبار لائٹ کی آئندہ اشاعت میں درج کر دیں - اگر یہ بہت لمبا ہو تو دو حصے کرکے دو اشاعتوں میں دیدیجئے - یہاں بھی اب اختلاف خیالات کا جھگڑا شروع ہوتا معلوم ہوتا ہے - جس کے لئے مجھے افسوس ہے - کیونکہ ہمارے دوست (لیعنی دیگر مذاہب کے پیرو - پ - ص) ہمارے مخالفین کے ہر سوراخ سے فائدہ حاصل کرنے کی تاک میں رہتے ہیں ...

خطبہ جمعہ

(فرمودہ حضرت امیرایدہ اللہ)

۱۲ر دسمبر ۱۹۲۶ء

وماتکون فی شان وماتتلو امنہ من قرآن ......

ان العزۃ للہ جمیعاً ہو السمیع العلیم (سورہ یونس ۱۱: ۶۱-۶۵)

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر زور دیا ہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوستی کا تعلق رکھتے ہیں ان پر کچھ خوف نہیں۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے پھر فرماتا ہے کہ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بشارتیں ہیں۔ اور اللہ کی باتیں یعنی پیشگوئیاں اٹل ہوتی ہیں۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ ان لوگوں کی باتیں جو مخالف ہیں غم میں نہ ڈالیں غلبہ اور عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اسلام کا دائمی معجزہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر مکی سورتوں میں بہت ہی زور دیا ہے۔ اور بڑی بڑی پیشگوئیاں بھی انہی سورتوں کے اندر موجود ہیں جو کچھ تو آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہی پوری ہوگئیں۔ بہت سی بعد میں پوری ہوئیں اور کچھ آئندہ پوری ہوں گی پیشگوئی کو اسلام کا دائمی معجزہ قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد دراصل اس حقیقت پر ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے آگاہ ہے۔ اور انبیاء کے ذریعہ لوگوں کو اپنی خوا کی راہوں سے آگاہ کرتا ہے۔ ان کو بتاتا ہے کہ میرا یہ راستہ ہے۔ جس پر چل کر لوگ میرے ساتھ تعلق پیدا کر سکتے اور اپنے مقصد زندگی کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہی ہر مذہب کی غرض ہے۔ اور اسی پر مذہب کی بنیاد ہے یہی انسانیت کا حقیقی مقصد ہے۔ اور یہی انسانی ترقی کا اعلےٰ سے اعلےٰ معراج ہے۔ جب مذہب کی بنیاد یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو غیب کی باتوں پر آگاہ فرماتا ہے۔ تو اس کو عام کرنے کے لئے مذہب میں ایک حصہ ایسا رکھا جس میں کچھ آئندہ کے واقعات ظاہر کر دیئے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا واقعی عالم الغیب ہے۔

اصل دین اور پیشگوئیاں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو وہ راہیں بتائی ہیں جن پر گامزن ہو کر انسان خدا کی رضا حاصل کر سکتا اور دوسری زندگی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکتا ہے اور مذہب میں یہی اصل چیز ہے۔ لیکن اس بات کو بتانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے ایک دوسرا حصہ بھی منکشف فرماتا ہے۔ وہ حصہ اسی عالم کے آئندہ واقعات سے متعلق ہے۔ اس میں وہ بشارتیں ہیں جو نبی کریم کی آئندہ کامیابی کے متعلق قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں۔ یہ حصہ اصل دین نہیں بلکہ دین کی تائید کے لئے ہے جس طرح معجزہ تائید دین کا کام دیتا ہے۔ اسی طرح پیشگوئی بھی نبی کی صداقت کے لئے ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے بھی بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ اور ان میں سے بعض اب تک پوری ہو رہی ہیں قرآن کریم بھی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔

حدیث میں مبشرات کا ذکر

پیشگوئیوں کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قرآن کریم میں اولیاء اللہ کے متعلق جو لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرۃ فرمایا گیا ہے اس حدیث میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔ فرمایا نبوت میں سے کچھ باقی نہیں ہے مگر مبشرات یا پیشگوئیاں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی جو دین لاتا ہے تو وہ نبوت کا اصل کام ہے۔ اور پیشگوئی ایک مزید چیز ہے۔ گو نبی بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں لیکن ان کا اصلی کام دین کا لانا ہوتا ہے۔ جب الیوم اکملت لکم دینکم کہکر دین کو مکمل کر دیا تو تائید دین کے لئے پیشگوئی کو باقی رکھ لیا۔ آپ تاریخ کو مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے۔ صرف ایک مسلمان قوم ہی ہے جس میں ایسے صلحا پیدا ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ علم غیب عطا فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی زندگیاں بے نفسی کی زندگیاں تھیں۔ اور وہ علم غیب پانے کے مدعی تھے۔ ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج خود مسلمان دین سے اس قدر بے بہرہ ہو گئے ہیں کہ انہیں یہ بات بالکل عجیب معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت کے متبعین بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں۔

سوامی شردھانند کے قتل کی پیشگوئی

اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا صاحب نے بھی بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ انہی میں سے ایک پنڈت لیکھرام والی پیشگوئی ہے جس میں ضمناً سوامی شردھانند کے قتل کی بھی پیشگوئی موجود ہے۔ یہ پیشگوئی سب سے پہلے ۱۸۹۳ء میں ہوئی تھی جب پنڈت لیکھرام کی بد زبانی حد سے گزر گئی۔ اور اس نے بار بار حضرت صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمہارے دعویٰ میں کوئی صداقت ہے تو کوئی کرامت دکھاؤ

الا اے منکر از شان محمدؐ
بترس از تیغ بران محمدؐ

اس شعر کے نیچے ہاتھ کا نشان بنا کر اس کا اشارہ اس عبارت کی طرف تھا جو اس کے نیچے درج تھی۔ یعنی "لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر" اس کے بعد ایک کشف کا ذکر کیا ہے جس میں آپ کو ایک ہیبت ناک شخص نظر آتا ہے۔ جو پوچھ رہا ہے کہ لیکھرام اور ایک دوسرا شخص (جس کا نام آپ کو یاد نہ رہا) کہاں ہیں آپ نے اس کشف کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ شخص جو ملائکہ غلاظ سے معلوم ہوتا ہے لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے چنانچہ لیکھرام مطابق پیشگوئی ۱۸۹۷ء میں قتل ہو گیا۔ لیکن حضرت صاحب نے اس دوسرے شخص کا خیال پھر بھی ترک نہیں کیا۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء کی کتاب حقیقۃ الوحی میں اسی دوسرے شخص کی بابت لکھتے ہیں کہ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ بھی کوئی لیکھرام کا ہمرنگ ہی ہوگا۔ اب اگر سوامی شردھانند اور پنڈت لیکھرام کی زندگیوں پر نگاہ ڈالی جائے تو اس میں ادنے شبہ کی بھی گنجائش نہیں رہتی کہ دونوں کا مقصد یہی تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو شدھ کر لیا جائے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ پنڈت لیکھرام نے اس کی بنیاد رکھی تو سوامی شردھانند نے اس پر عمارت بنانی شروع کی۔ گویا سوامی جی پورے طور پر پنڈت لیکھرام کے ہمرنگ تھے

آریہ اخبارات کی کج فہمی

اس پیشگوئی کے متعلق ہماری طرف سے جو اشتہار نکلا ہے اس پر بعض آریہ اخبارات نے لکھا ہے کہ اس قتل پر ہم لوگ خوشیاں منا رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ کسی انسان کی موت پر خوشی منانا نہایت مکروہ فعل ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے حضرت صاحب نے لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کر رکھی تھی۔ لیکن جیسا کہ وہ قتل ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی جوانی میں مرنے پر افسوس ہوتا ہے اگر وہ میرے نزدیک ہوتا تو میں ہر طرح سے اس کا علاج معالجہ کرتا۔ پیشگوئی کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ایک آئندہ ہونے والے امر کے متعلق خبر دیدی جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد کی وفات کی پیشگوئی کی۔ اپنے بھائی کی وفات کی پیشگوئی کی۔ اپنے نہایت ہی مکرم دوست مولوی عبدالکریم کے متعلق پیشگوئی کی کہ کفن میں لپیٹا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کابل میں اپنے مریدین عبداللطیف اور عبدالرحمٰن کی شہادت کی پیشگوئی کی شاتان تذبحان خوشی اور غمی سے یہ چیزیں تعلق نہیں رکھتیں۔ اصل بات صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے دین کی صداقت کے اظہار کے لئے امت محمدیہ سے نیک بندوں کو بعض واقعات کی پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے۔ تا دنیا کو معلوم ہو جائے کہ آج دنیا میں دین حق صرف اسلام ہی ہے۔

ہندوؤں کی افسوسناک روش

جن لوگوں کو سوامی شردھانند کے قتل سے صدمہ پہنچا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس فعل کا ذمہ دار شردھانند نہیں بلکہ اسلام کی وہ تعلیم ذمہ دار ہے جو یہ کہتی ہے کہ کافروں کے قتل سے بہشت ملتا ہے۔ اور دیگر لیڈروں کو چھوڑ کر خود ہمارے نرم دل لیڈر مہاتما گاندھی تک نے یہ کہدیا کہ گو اسلام کی تعلیم تو یہ نہیں ہے لیکن مسلمان قوم ہی ایسی ہے کہ وہ جھٹ تلوار نیام سے نکال لیتی ہے۔ دیکھئے کیا انصاف ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا رام رام کہنے والے تلوار نہیں اٹھاتے۔ سوامی شردھانند تو خیر اب قتل ہوئے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو مطعون کیا جاتا ہے لیکن اس سے پیشتر آریہ سماج کے چار لیڈر قتل ہو چکے ہیں۔ سوامی دیانند، پنڈت لیکھرام پنڈت تلسی رام اور پنڈت رامچندر۔ ان میں سے لیکھرام کے قاتل کا آج تک پتہ نہیں لگا باقی تین لیڈروں کے قاتل تو یقیناً ہندو تھے لیکن ان کے قتل پر نہ تو اس قدر شور ہوا اور نہ ملامت کے اس قدر ووٹ پاس کئے گئے جس قدر اب ہو رہے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ آریہ لوگ اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پھر وہ اس موقع پر کیونکر چوک سکتے تھے۔ انہوں نے جھٹ ایک فرد واحد کے فعل کو اسلام کی تعلیم ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ امر اب تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا کہ آیا سوامی جی کا قاتل ہے کون۔ بہرحال ہم یہ اعلان کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ محض مذہبی اختلاف کی بنا پر دوسرے لوگوں کو قتل کرتے پھرو۔ جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس غلطی کا ازالہ کریں وہاں ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ خدا کے اس نشان پر بھی جو ظاہر ہوا ہے زور دیں اور دنیا کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور جس طرح اپنے نیک بندوں سے پہلے کلام کرتا تھا۔ اسی طرح اب بھی کرتا ہے۔

بعض غلطیوں کا ازالہ

۲۲ر جنوری کو مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی صدارت میں اس غرض کے لئے منعقد ہوا کہ اس اشتعال انگیز پروپیگنڈا کے خلاف اظہار نفرت کیا جائے جو سوامی شردھانند کے قتل کے بعد سے آریہ اخبارات نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شروع کر رکھا ہے اس جلسہ میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان جمع تھے۔ اور متعدد سربرآوردہ حضرات نے تقریریں کیں۔ جن میں سے ایک مولانا صدرالدین صاحب مسلم مشنری برلن بھی۔ اس جلسہ میں جس قدر تقریریں ہوئیں انہیں آریہ اخبارات نے اپنی مطلب برآری کے لئے مسخ کر کے شائع کیا۔ اور اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ یہی سلوک مولانا موصوف کی تقریر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس قسم کی غلط فہمیوں یا غلط بیانیوں کی اصلاح کے لئے مولانا نے اخبار "پرتاب" کو بغرض اشاعت حسب ذیل چٹھی روانہ کی ہے (ایڈیٹر)

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "پرتاب" لاہور

۲۲ر جنوری ۱۹۲۷ء کی شب کو مسلمانان لاہور کا جو جلسہ عام منعقد ہوا تھا اس میں میری بھی ایک تقریر تھی۔ اس تقریر کے متعلق آپ کے اخبار میں جو رپورٹ اور نکتہ چینی شائع ہوئی ہے اس میں بعض غلطیاں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی مہربانی سے ان غلطیوں کو دور کر دوں۔

میری تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ آریہ سماج کی تعلیم میں تنگ نظری اور بدگمانی بہت پائی جاتی ہے۔ اور اس سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں جو سوامی دیانند جی کی کتاب ہے۔ اس ہتھیار کو بہت استعمال کیا گیا ہے۔ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو بُرا بھلا نہیں کہا گیا۔ بلکہ حضرت مسیحؑ اور حضرت بابا نانک لارڈ کرشنا اور رام چندر جی مہاراج گوتم بدھ وغیرہم کے متعلق بھی بڑی سخت زباندرازی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اس نے صرف مسلمانوں اور عیسائیوں ہی کو تکلیف نہیں پہنچائی بلکہ خود ساتن دھرمی ہندوؤں کے دلوں کو بھی حد درجہ کی ایذا دی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوامی دیانند جی ایک برہمن کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لالہ لاجپت نے خود اعتراف کیا ہے کہ "ایک پاجی ہندو برہمن" نے ان کو زہر دے کر مارا۔ اسی طرح سے لالہ رامچندر جی کو بھی ایک ہندو نے مارا۔ اسی طرح پنڈت تلسی رام کو بھی ہندو ہی نے مارا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ پنڈت لیکھرام بھی کسی ہندو کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اس سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ آریہ سماج کی تعلیم ان قتل کے افعال کی ذمہ دار ہے۔ اسی نتیجہ پر مہاتما گاندھی پہنچے ہیں اور وہ لکھتے ہیں کہ آریہ سماج کی تعلیم میں تنگ نظری بہت ہے اور آریہ اپدیشک کو کسی کی بدگوئی کرنے سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اس کو کسی اور طرح حاصل نہیں ہوتی۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ستیارتھ پرکاش سے بڑھ کر مایوس کن کتاب اور کوئی نہیں۔ مسٹر شاستری کی بھی ایسی ہی رائے ہے اور بپن چندر پال نے لکھا ہے کہ اضلاع متحدہ اور پنجاب میں جس قدر شورش اور فساد ہندوؤں میں برپا ہے اس کی اصل جڑ آریہ سماج کی تعلیم اور ان کا رویہ ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف مسلمان اور عیسائی ہی آریہ سماج کی تعلیم کے ہاتھوں نالاں نہیں بلکہ خود ہندو قوم کے لیڈر بھی اس تعلیم کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور ہندو قوم کے افراد آریہ سماج کے اپدیشکوں کو قتل کرتے ہیں۔ سوامی شردھانند کے قتل پر مسلمانوں کو گالیاں دینا اور مسلمانوں کی تعلیم کو بدنام کرنا متذکرہ بالا واقعات کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔ اس کے مقابل میں میں نے دکھایا تھا کہ اسلام ہر ایک مسلمان پر واجب کرتا ہے کہ وہ تمام قوموں کی آسمانی کتابوں کی تعظیم کرے اور تمام قوموں کے ہادیوں کو خدا کا فرستادہ سمجھ کر ان کی دل سے عظمت اور توقیر کرے چنانچہ اس تعلیم کی برکت سے ہم مسلمان عیسائیوں کے پیغمبر حضرت عیسیٰ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہودیوں کے پیغمبر حضرت موسیٰ کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے جب ایران کو فتح کیا تو اہل ایران کو اہل کتاب قرار دیا۔ افریقہ میں حضرت لقمان کو حبشیوں کا ہادی مانا۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کان فی الہند نبی اسود اللون تو ہم لارڈ کرشنا اور رامچندر جی مہاراج کی دل سے تعظیم کرتے ہیں۔ اور اسیطرح وید مقدس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ اسلام کی یہ تعلیم قوموں کے اندر محبت اور آشتی پیدا کرتی ہے اسلام کسی کو جبراً مسلمان کرنا یا کسی غیر مسلم کو قتل کرنا گناہ عظیم قرار دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان فرمایا تھا لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب کے معاملہ میں کسی پر جبر نہ ہونا چاہیے۔ اور حضور نے عملی زندگی میں اپنی بت پرست رعایا کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا۔ جو مسلمان رعایا کے ساتھ۔ ان کے ماتحت ان کی رعایا میں نہ صرف بت پرست ہی رہتے تھے بلکہ عیسائی اور یہودی بھی رہتے تھے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور اس کے لئے ان کو ایک چارٹر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۲۸ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ نمبر ۵

ایک دلآزار اور اشتعال انگیز کتاب

بھائی پرمانند کی زہر افشانیاں

حکومت توجہ کرے

(۲)

لالہ لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور نے حال میں بھائی پرمانند کی جو کتاب "قوم کا نیا جنم" شایع کی ہے اس میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی جو ناپاک کوشش کی گئی ہے اس کا کچھ اندازہ تو ان اقتباسات ہی سے لگ سکتا ہے جو گزشتہ اشاعت میں ہم درج کرچکے ہیں۔ لیکن اس امر کو واضح کرنے کے لئے کہ کتاب کا اصل مقصد ہی یہ ہے اور شروع سے لیکر آخر تک جابجا اس میں اسی قسم کے دل آزار اور اشتعال انگیز فقرات موجود ہیں۔ ہم اس کے بعض اور حصے نقل کرتے ہیں۔

فسادات مالابار کا تذکرہ کرتے ہوئے شروع ہی میں ہندوؤں کو مسلمانوں سے متنفر کرنے کے لئے لکھا ہے:-

"موجودہ زمانہ میں ٹیپو سلطان نے مالابار میں ہندوؤں پر نہایت وحشیانہ ظلم کئے۔ مندروں کو گرایا۔ مردوں کو قتل کیا۔ اور عورتوں کی مسلمانوں کے ساتھ شادیاں کرائیں" (صفحہ ۱)

بھائی جی جو ہندوؤں میں بڑے مورخ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جو جی میں آتا ہے لکھے چلے جاتے ہیں۔ اور کوئی تاریخی حوالہ نہیں دیتے یہاں بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مسلمان بادشاہ پر بے سرو پا الزامات تھوپ دیئے ہیں۔ لیکن حوالہ کوئی بھی نہیں دیا۔ اس ایک بات ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ بھائی جی کی اصل غرض تاریخ لکھنا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو بدنام کرنا ہے۔ ورنہ ایسے اہم امور میں ایک مورخ کا یہ فرض ہے کہ وہ تاریخی اسناد پیش کرے۔

انہی فسادات کے ذکر میں مسلمانان مالابار کے متعلق لکھتے ہیں:-

"مسلمان شروع سے ہی قانون شکن کارروائیوں کے لئے مشہور ہیں فسادی اور مذہبی دیوانہ ہونے کے باعث مشتعل ہو جاتے ہیں مذہبی دیوانوں اور ایسے لیڈروں کا ان پر بڑا اثر ہے .... یہ مذہبی دیوانے کافروں سے لڑکر بہشت میں جانے کے خواہشمند ہیں .... جو لوگ شہید ہونا چاہتے ہیں وہ پہلے سے ہی عورتوں کو طلاق دے کر مذہبی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ اور پھر ہندو مندروں اور گھروں کو جلانا شروع کردیتے ہیں۔ اور ہندوؤں کو قتل کرنا شروع کردیتے ہیں" (صفحہ ۱۲)

شاید بھائی جی نے ہندوؤں کو مشتعل کرنے کے لئے ان سطور کو ناکافی سمجھا کہ آگے چل کر ایک نامعلوم الاسم مولانا لیڈر کی مندرجہ ذیل مفروضہ تقریر نقل کی ہے:-

"ہمارے راستہ میں ایک ہی رکاوٹ ہندوؤں کا رویہ ہے جو ہمارے ساتھ ملکر کام نہیں کرتے۔ اس کا علاج ہمارے ہاتھ میں ہے۔ کہ ہم ہندوؤں کو اسلام یا موت دونوں میں سے ایک کو قبول کرنے کا موقع دیں گے۔ ہمارے سامنے پیغمبر کی مثال موجود ہے جن کو عرب میں اسلام قایم ہونے سے پیشتر کافروں سے جنگ کرنے پڑے۔ اور جنہوں نے فرمایا کہ خدا کے احکام کے لئے قتل کرنا نیک کام ہے ہم ہندوؤں کو بھاگنے نہیں دینگے۔ ہمارے راج میں صرف ایک قوم مسلمان ہی رہنے چاہئیں۔ اسلام کے بعد دنیا میں کسی اور مذہب کے لئے جگہ نہیں رہی" (صفحہ ۱۲)

اس باب کے آخر میں لکھا ہے:-

"الغرض مولویوں نے ...... ان (ہندوؤں) کے سامنے تلوار یا اسلام کے بغیر ان کی شادیاں مسلمانوں کے ساتھ کیں۔ معصوم ننھے ننھے بچوں کو ان کے والدین کے سامنے قتل کیا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرکے تماشا دیکھا۔ اور ایسے ہی مظالم کئے جن کا خیال تک کرنے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں" صفحہ ۲۵

ان تمام خوفناک فرضی داستانوں کے بیان کرنے سے بھائی جی کا مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے اندر زیادہ حرارت پیدا کی جائے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارا جائے۔ چنانچہ آگے چل کر کھلے کھلے الفاظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:-

"مولیوں کی بغاوت ایک اور سبق سکھاتی ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنی حفاظت خود کرنے کا فن سکھایا جانا چاہیئے ...... ہمیں اپنے کمزور سے کمزور آدمیوں کو بھی خطرات کا سامنا کرنے اور بہادری کا ثبوت دینے کے لئے تعلیم دینی چاہیئے" صفحہ ۲۲

اس رام کہانی کے بعد فسادات ملتان کا تذکرہ چھیڑا ہے۔ سرخی دی ہے - "ملتان میں ہندوؤں پر حملہ" تمہید ہی میں ارشاد ہوتا ہے:-

"اسے ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد نہیں کہا جاسکتا۔ اگر اس کا کوئی نام ہوسکتا ہے تو ملتان کے ضلع کے مسلمانوں کا ملتان کے ہندوؤں پر حملہ ہے"

پھر مسلمانوں کی عام ذہنیت کو اس طرح بیان کیا ہے:-

"عام ذہنیت کا پتہ تو اس سے لگتا ہے کہ ملتان کے حادثہ کے بعد جب کبھی امرتسر یا لاہور میں کوئی ہندو مسلمان کے ساتھ زور سے بولتا ہے تو اس کا جواب یہی ہوتا ہے کہ گھبراؤ مت ہم یہاں بھی ملتان بنادیں گے" (صفحہ ۳۶)

ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:-

"خلافت کے سوال کو لیکر جابجا ہندوستان کے مسلمانوں میں ان کے مذہبی جوش کو اپیل کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مذہبی جوش آج اتنا بڑھ گیا ہے کہ اپنے سے غیر مذہب والوں کی تباہی پر تل گیا ہے" (صفحہ ۱۱۲)

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے حوالجات اس کتاب میں سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جس سے مصنف کا اصل عندیہ واضح ہوجاتا ہے اس کی اصل غرض تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندو قوم کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے۔ لیکن اس تیاری کے لئے جو طریق اس نے اختیار کیا ہے وہ نہایت قابل نفرت ہے۔ جابجا مسلمانوں کو سفاک، خونخوار اور ہندو آزار بتاکر ہندوؤں کو ان سے متنفر اور مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر ایسی خطرناک کتاب کی اشاعت بند نہ کی گئی تو ہندو اور مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ ہوکر مزید کشیدگی کا موجب بنیں گے۔ اور حالات بد سے بدتر ہوجائیں گے۔ کیونکہ اس کے اندر ایسا آتش گیر مادہ ہے۔ جو خرمن امن کو بھسم کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔ ہمیں حکومت کی دوراندیشی سے توقع ہے کہ وہ اس فساد انگیز کتاب کے ساتھ وہی سلوک کرے گی۔ جس کی وہ مستحق ہے۔

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان اجتماع

علمائے اسلام کی بصیرت افروز تقریریں

حالات حاضرہ اور ہندو مسلم تعلقات

۲۹ جنوری کی شام کو لاہور میں موچی دروازہ کے باہر مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں تقریباً پندرہ ہزار آدمی جمع تھا۔ صدر جلسہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ممبر پنجاب کونسل تھے۔ چونکہ آپ جلسہ گاہ میں ذرا دیر سے پہنچے تھے اس لئے آپ کی تشریف آوری تک خلیفہ شجاع الدین صاحب صدر منتخب کئے گئے۔ خلیفہ صاحب نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:-

حضرات! اس جلسہ کی جو کچھ غرض و غایت ہے وہ آپکو معلوم ہے۔ سوامی شردھانند کے قتل سے جو فتنہ و فساد ملک میں پیدا ہوگیا ہے اور اس کے متعلق جو خوفناک پروپیگنڈا ہورہا ہے (اس) پر گزشتہ جلسہ میں ہم اپنی رائے کا اظہار کرچکے ہیں۔ ہم نے اپنے ابنائے وطن پر واضح کردیا ہے کہ ہم اس فتنہ انگیز نشر و اشاعت کو سخت نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ باوجود اس امر کے اس بات کی ابھی ضرورت باقی تھی کہ ہم اپنے مقتدر علما اور مذہبی رہنماؤں کی زبان سے سنیں کہ حالات حاضرہ میں ہمارا فرض کیا ہے۔ سوامی شردھانند کا قتل واقعی افسوسناک ہے۔ اور مسلمان انفرادی اور اجتماعی دونوں طریق پر اس کا اظہار کرچکے ہیں لیکن ایک خاص طبقہ کی طرف سے ابھی تک یہی کہا جارہا ہے کہ [illegible]

کہ ہم تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو ہم سازش ثابت کرکے رہیں گے۔ اس خطرناک پروپیگنڈا سے جو مضر نتائج اور مکدر فضا پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کرنا ہمارا فرض ہے۔ آج کے جلسہ کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ کہ ہم ان حالات کا موازنہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ہم کیا کرسکتے ہیں۔

حضرت امیر کی تقریر

اس کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تقریر شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ زمانہ کے انقلاب ہیں کہ کسی وقت ہندو مسلم اتحاد کا غلغلہ بلند تھا۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ مرنے مارنے پر اتر آئے ہیں۔ ہمیں جوش میں نہیں آنا چاہیئے۔ بلکہ ٹھنڈے دل سے واقعات پر غور کرنا چاہیئے باوجود شدھی اور تبلیغ کی کوششوں کے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں قوموں کو اسی ملک میں رہنا ہے۔ یہ دعویٰ کہ ہم سب مسلمانوں کو شدھ کرکے ہندو بنائیں گے واقعات کی روشنی میں نہیں ٹھیر سکتا۔ آج سے تقریباً تیس سال پیشتر جب پنڈت لیکھرام نے شدھی کا بیڑا اٹھایا تھا تو یہ کہا جاتا تھا کہ ہم پانچ کروڑ مسلمانوں کو شدھ کرکے رہیں گے۔ لیکن آج وہ پانچ کروڑ سے سات کروڑ بن گئے ہیں، یہ دو کروڑ اور کہاں سے آگئے؟ کس تلوار نے انہیں مسلمان بنایا ہے؟ ۱۸۹۱ء میں مسلمان ہندوستان کی آبادی کا پانچواں حصہ تھے۔ اور باوجود شدھی کی تحریک جاری ہونے کے اب چوتھا حصہ ہیں۔ اور کیا عجب ہے کہ تیس سال یا پچاس سال میں چوتھے سے تیسرے حصہ تک پہنچ جائیں۔ بہر حال میں شدھی اور تبلیغ دونوں کے شیدائیوں کو بتادینا چاہتا ہوں کہ تم دونوں کا ایک ساتھ رہنا اٹل ہے۔ شدھی کو ترقی ہو یا تبلیغ کو اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دونوں قوموں کا کلیۃً ایک دوسرے میں جذب ہوجانا سو پچاس بلکہ ہزار سال تک تو ناممکن ہے۔ پس جب ہمیں ایک جگہ رہنا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس طرح باہم صلح و آشتی سے بسر کرسکتے ہیں۔ جھگڑے تو ہمیشہ پیدا ہوتے ہی رہیں گے خواہ یہاں صرف مسلمان بستے ہوں یا ہندو۔ ہمارا فرض یہی کہ جب کوئی جھگڑا پیدا ہو تو اسے بڑھائیں نہیں بلکہ گھٹائیں اور ختم کریں۔ اس وقت میں تین باتیں پیش کرونگا جن سے جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں۔ اور ہندو مسلمان آپس میں آرام سے رہ سکتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دونوں قوموں میں سے جب کوئی فرد یا جماعت غلطی کرے تو دونوں قومیں متفقہ طور پر اس فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور اس معاملہ میں اپنے مذہب یا قوم کا ہرگز پاس نہ کریں۔ غلطی کو غلطی ہی کہا جانا چاہیے وہ مسلمان کرے یا ہندو۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان تو اس قسم کی جرات کرلیتے ہیں لیکن ہندو لیڈر خاموش ہوجاتے ہیں۔ دیکھ لیجئے سب مسلمان لیڈروں نے متفقہ طور پر سوامی شردھانند کے قاتل پر اظہار نفرت کیا۔ لیکن ایک بھی ہندو لیڈر نے مفتی محبوب علی کے قاتلوں پر ملامت نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی جھگڑا پیدا ہو اپنے سروں کو ٹھنڈا رکھا جائے اور اشتعال انگیز پروپیگنڈا سے لوگوں کو اکسانے کی کوشش نہ کی جائے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اخبار نویسوں کے ایک حصہ نے جوش دلانے اور اکسانے میں کوشش کی ہے یہ کہہ کر لوگوں کو متنفر کرنا کہ اسلام کی تعلیم ہی یہ ہے کہ کافر کو قتل کرو اور بہشت میں داخل ہوجاؤ۔ نہایت قبیح حرکت ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہرگز نہیں، علمائے اسلام نے اس سے براءت کا اظہار کردیا ہے اگر اب کوئی مسلمان ایسا سمجھے تو اس کے ذمہ دار ہم نہیں جنھوں نے اس سے براءت کی ہے بلکہ وہ اخبارات ہیں جو یہ لکھ رہے ہیں۔ افسوس کہ ایک فرد کے فعل کو ایک قوم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ سوامی شردھانند کا قتل ہندو قوم کا امتحان تھا جس میں وہ فیل ہوگئی۔ اس نے ان اخلاق اور بردباری کا ثبوت نہیں دیا جو اس کے شایان شان ہوتے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ تحمل و بردباری سے کام لیا جاتا۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اسی دوران چند بے گناہ مسلمانوں پر حملہ کردیا جاتا ہے۔ ہندوؤں ہی کو نہیں بلکہ سکھوں کو بھی طرح طرح کے مغالطے دے کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہماری انجمن ایسے ٹریکٹ شائع کرارہی ہے جن میں خود ہندوؤں اور سکھوں کی تواریخ سے ان بے بنیاد قصوں کی تردید کی جائے گی۔ جو مسلمانوں کے فرضی مظالم کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایسے واقعات کو ناممکن بنانے کے لئے ان اسباب پر غور کیا جائے جو ان واقعات کو پیدا کرنے والے ہیں۔ اور ان کے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر یہ واقعہ قتل اپنی نوعیت کا پہلا ہی واقعہ ہوتا تو شاید اس کے اسباب تلاش کرنے میں مشکل ہوتی۔ لیکن یہ پہلا واقعہ نہیں۔ اس سے پیشتر آریہ سماج کے چار لیڈر مارے جاچکے ہیں جن میں سے تین تو یقینی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ایک کے قاتل کا پتہ نہیں اب سوال یہ ہے کہ ہندوؤں نے ان لیڈروں کو کیوں قتل کیا؟ میرے خیال میں ان افسوسناک واقعات کے ذمہ دار نہ مسلمان ہیں نہ

سردار ہرنام سنگھ صاحب کے نام کھلی چٹھی

مکرم و محترم جناب سردار صاحب ! تسلیم -

گزارش ہے کہ جناب کا مضمون مندرجہ اخبار پیغام صلح جلد ۱۵ - ۳۲ بعنوان "ذات باری کا تصور" میں نے حرف بحرف پڑھا - دل کو میں راحت اور لذت حاصل ہوئی - جناب کا تمام مضمون عین اسلام ہے - صرف چند ایک مقامات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں -

(۱) جتنے نام ذات باری کے ہر دو سے گرنتھ صاحب جناب نے بیان فرمائے وہ سب صفاتی ہیں " ست " نام " بھی صفاتی ہے جیسا کہ جناب نے خود تسلیم کر لیا ہے البتہ اس نام کو ازلی ہونے کی تخصیص لگا دی ہے - حالانکہ صفات سب ہی ازلی ہیں - پرکھ یعنی محیط اور اکال مورت یعنی غیر فانی وجود - اجونی یعنی لاجسم اور سوئیم بھو یعنی خود ہست وغیرہ جس قدر صفات ہیں سب ازلی ہیں اور محض صفات کا ذکر بغیر ذات کے نامکمل بیان کہلاتا ہے - کیا گرنتھ صاحب میں اللہ کا ذاتی نام ہے اگر نہیں تو قرآن افضل ہے جس میں سب سے اول ذاتی نام موجود ہے -

(۲) سری گورو گوبند سنگھ صاحب کو جناب نے انبیاء کا سردار لکھا ہے یہ محض خوش اعتقادی ہے - کیونکہ نبی عربی بھاشا کا لفظ ہے - جس کے دو طرح معنے بیان کئے گئے ہیں - لغوی اور اصطلاحی - لغوی معنوں کی رو سے ہر ایک خبر دہندہ نبی ہے - اور اصطلاحی معنوں کی رو سے صرف وہ شخص نبی ہوتا ہے جس پر وحی نبوت بذریعہ جبرائیل نازل ہو - گورو گوبند سنگھ صاحب نے اس کا دعویٰ نہیں کیا - بلکہ گورو گرنتھ صاحب میں بھی گورو گوبند سنگھ صاحب کا کلام موجود نہیں - دسم گرنتھ مصنفہ گورو گوبند سنگھ صاحب کو سکھ مستند بھی نہیں مانتے چہ جائیکہ الہامی مانیں - (ملاحظہ ہو کتب دسم گرنتھ نرنہ از خالصہ پارلیمنٹ گجرانوالہ ...) اور لغوی معنوں کے رو سے بھی بہت سے انسان خبر رسانی میں گورو صاحب سے بڑھ جاتے ہیں - میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ بقول آپ کے اگر بعض اصحاب نے اوتار پرستی کا مشرکانہ عقیدہ سکھوں میں رائج کر دیا - تو معاف فرمایئے جناب نے بھی ان کی شان کے بیان کرنے میں غلطی کھائی ہے محض خوش اعتقادی سے ایک ایسی بات ان کی طرف منسوب کی ہے جو ان کی شان کو بجائے بڑھانے کے گھٹاتی ہے -

(۳) جناب نے گورو گرنتھ صاحب کو الہامی کلام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - میں اتنا تو تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ بعض پیشگوئیاں جو وحی ولایت کے ذیل میں آسکتی ہیں گرنتھ صاحب میں موجود ہیں - مثلاً " جیسی میں آوے خصم کی بانی تیسرا کریں گیان وے لالو " وغیرہ - مگر کثیر حصہ غیر الہامی ہے اس کے متعلق اجمالاً چند باتیں عرض کرتا ہوں :-

اول - گرنتھ صاحب کا کلام اشعار میں ہے - ہر نظم کے شروع میں راگ فلاں محلہ فلاں لکھا ہے - یعنی فلاں گورو صاحب کی نظم فلاں راگ میں - اور پھر مکتہ میں بھی نانک نام بطور تخلص موجود ہے - بھگتوں کے کلام میں بھی اسی طرح ہر نظم کے شروع میں فلاں بھگت کا کلام فلاں راگ میں اور مکتہ میں اسی بھگت کا نام جیسا کہ ہندی شاعروں کا قاعدہ ہے - لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ گورو صاحبان یا بھگتوں کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے -

دوم - اکثر مقامات پر نانک بنچ کہے وچار - نانک گو بد جن ترا - نانک آکھے ربے منان داس کہے جن نانک - کہہ نانک سن رے منان - نانک شاعر ایو کہت ہے - کہت کبیر سنو بھائی - کہت کبیر سلوری سوئی - کہہ روداس چمار وغیرہ وغیرہ فقرات موجود ہیں - جن سے صاف ثابت ہے کہ یہ کلام گورو صاحبان یا بھگتوں کا اپنا بنایا ہوا ہے -

سوم - گرنتھ صاحب میں کہیں کہیں " شدھ کیجے " وغیرہ لفظ بھی نظر پڑتے ہیں اور " بانی بیورا " کتاب میں پنتھ نے یوں تشریح کی ہے کہ جس کلام کے آخر میں اس قسم کے الفاظ ہیں ان کا یہ مطلب ہے کہ کلام مذکورہ ناقص کو شدھ کر لیں - یعنی املا یا عروض کے لحاظ سے کہیں غلطی رہ گئی ہو تو تصحیح کر لیں اس قسم کے الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کلام الہامی نہیں -

چہارم - جتنے قلمی گرنتھ صاحب ہندوستان کے مختلف مقامات پر موجود ہیں سب میں باہم اختلاف ہے - تمام پنتھ کی متفقہ مستند کاپی دمدمے صاحب والی جلد میں " کہہ کبیر ہم بھئے خلاصے " کی جگہ " کہہ کبیر ہم بھئے خالصے " کر دیا گیا ہے - مزید دیکھنا ہو تو راگ مالا کھنڈن از خالصہ پارلیمنٹ گجرانوالہ ملاحظہ فرمائیں -

(۴) ہندوؤں میں اوتار پرستی کا عقیدہ دو طریق پر مانا جاتا ہے ایک تو یہ کہ خدا کسی مؤنث کے بطن سے پیدا ہو - دوسرے یہ کہ کسی مکان یا جگہ میں فوراً ہی کوئی شکل اختیار کرے - جیسے نرسنگھ اوتار جو پرلاد کو بچانے آیا - شق اول کی تردید کے لئے لفظ اجونا کافی تھا - مگر گورو نانک صاحب نے لفظ اجونی اسی بھی معقول ہے کیونکہ اگر وہ یوں ہی جب چاہے شکل اختیار کر سکتا ہے تو کسی مادہ کے پیٹ میں ہو کر تولد ہونا اس کے لئے کیا مشکل ہے -

مگر مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گرنتھ صاحب میں اس قسم کی تعلیم موجود ہے جہاں شق دوم کا جواز لازم آتا ہے - مثلاً خدا کا بڑھئی کی شکل اختیار کر کے بھگت نام دیو کی جھونپڑی بنانا - نام دیو کی کرامات دکھانے کے لئے خدا کا گرڑ پرند پر سوار ہو کر پروں کا باجا بجاتے ہوئے آسمان کی طرف سے آنا - اور مردہ گائے کو زندہ کرنا - بھگت کبیر کے پاس خدا کا کتے کی شکل میں آنا وغیرہ - ملاحظہ ہو بھگتان کی بانی اور ان کے ٹیکے یعنی تفسیریں -

میں امید کرتا ہوں کہ آپ آزاد خیالی اور بے تعصبی سے ٹھنڈے دل کے ساتھ ان معاملات پر غور کریں گے - اجمالاً اور اشارۃً جو مناسب سمجھا نیک نیتی اور خیر خواہی سے آپکی خدمت میں عرض کر دیا - اگر فی الواقعی کوئی روحانی لگن ہو تو قرآن کا انگریزی ترجمہ مرتبہ مولانا محمد علی صاحب ضرور پڑھ لیجئے گا -

خاکسار
(محمد یوسف کرنتھی)

فیصلہ مکہ

انی مھین من اراد اھانتک

مندرجہ بالا عنوان سے میاں عبدالعزیز صاحب سکرٹری جمعیتہ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور نے چالیس صفحہ کا ایک رسالہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کی تفسیر القرآن کے متعلق آخری فیصلہ" کے بارہ میں لکھا ہے - جس کے پڑھنے کے بعد حدیث علماءھم شر من تحت ادیم السماء یرفع اللہ العلم کی تصدیق ہو جاتی ہے - اور کہ آخری زمانہ میں علماء ہی سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں دب جائیں گے - منھم ترتفع الفتنة وفیھم یعود -

مولوی ثناء اللہ صاحب جنہیں حضرت مسیح موعود سے للہی بغض ہے اپنی لیاقت کے اظہار کے لئے ایک عربی تفسیر بنام تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن لکھی - اس پر بقول مؤلف فیصلہ کہ سب سے پہلے جس نے فتنہ اٹھایا وہ سیالکوٹ کے مولوی ابراہیم صاحب تھے - جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کے یار غار ہیں - خود تو انہیں ظاہراً مخالفت کی جرات نہ ہو سکی نیشی کی آڑ میں شکار کھیلنا شروع کیا - اور علماء خاندان غزنوی کو بھڑکا دیا - چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ اربعین شائع کیا - جس میں ۷۰ - ۸۰ علماء اہل حدیث کے فتوے درج کئے گئے - کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر معتزلہ جہمیہ فرق ضالہ کی تعلیم پر مبنی ہے - بانی فساد نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے - لیکن بقول مؤلف فیصلہ کہ " کچھ دنوں بعد مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا وہ سارا جوش و خروش اور وہ غیرت و حمیت رخصت ہو گئی - اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سانچے ڈھلے جاتے رہے - کجا آں شور اشوری کجا ایں بے نمکی - کہاں یہ کہ مسجد غزنویہ کی صفیں گھسا دیں اور آئے دن یہ تقاضا کہ اس فتنہ کی روک تھام کیجئے اور کہاں یہ کہ کچھ دن بعد انہی ثناء اللہ صاحب کے مدد معاون اور ایڈووکیٹ بن گئے - اور ان کی حمایت میں مختلف مقامات پر تقریریں کرتے ہوئے دکھائی دینے لگے - ؎

وھل افسد الدین الا الملوک
واحبار سوء و رھبانھا " (صفحہ ۲)

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اہل حدیث صاحبان مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی ذرا ذرا سی کمزوریوں پر چیل کی طرح نظر رکھتے ہیں اور اپنے سے مخالف خیال مسلمان کی کوئی بات ہاتھ آئی تو جھٹ اپنے اخبارات میں لے دوڑتے ہیں - لیکن اپنے گھر کی حالت بھول جاتے ہیں - جس کے بارہ میں مؤلف فیصلہ مکہ لکھتا ہے :-

" آج جماعت اہل حدیث ایک جسم بلا روح رہ گئی ہے - بلکہ جسم کہتے ہوئے بھی قلم رکتا ہے - آج ان کے تفرق و تشتت کی یہ حالت ہے کہ شاید ہی کسی جماعت میں اس قدر اختلاف و افتراق ہو - مذہبی احساسات و عقائد کی پختگی کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا " (صفحہ ۳)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی گندہ دہنی کی دوسرے مسلمانوں کو شکایت نہ کرنی چاہئے کیونکہ خود ان کے اپنے اہل حدیث بھائی ان کی اس عادت سے نالاں ہیں - مؤلف فیصلہ مکہ لکھتا ہے :-

" انہی جرائم (یعنی محدثین کرام کے مسلک و مشرب کو زندہ و محفوظ رکھنے کا جرم - پ - س) کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے النظام المبین اور رسالہ فیصلہ آرہ میں خاندان غزنویہ اور بالخصوص حضرت امام مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مرحوم کے متعلق حد درجہ مبتذل اور سوقیانہ بازاری حملہ کر کے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ...

مصلحت شناس ایمان " پر روشنی ڈالی ہے - کہ کس طرح وہ علماء اہل حدیث کو دام تزویر میں لاتا رہا اور مصلحت وقت کے مطابق مختلف قسم کی تحریریں دیتا رہا - اور آخر کار خود ہی اس جھگڑے کو ہندوستان سے حجاز میں لے اڑا وہاں کے علماء نے جو فتوے اس کی تفسیر پر دیئے وہ قابل ملاحظہ ہیں - اور مختصراً حسب ذیل ہیں -

(۱) الشیخ العلامہ عبداللہ بن سلیمان آل بلیہد :-

" مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر قرآن مجید کو میں نے دیکھا - اس میں کئی ایک آیات کی تفسیر میں مولوی صاحب متکلمین کے نقش قدم پر چلے ہیں ...... اور علاوہ ازیں دوسرے مسائل جو طریقہ اہل سنت اور طریقہ اہل سنت اور طریق اہل حدیث کے خلاف ہیں - اور میں جانتا ہوں کہ ارباب علم و فضل کا یہ فرض ہے کہ ایسے شخص کو تنبیہ کریں تاکہ عوام جہال اس کے دھوکے میں نہ آجائیں .... اور میں نے مولوی صاحب مذکور کی خیر خواہی کر کے اور ان کے اغلاط کو قطعی دلائل کے ساتھ بیان کر کے اس فریضہ کو ادا کر دیا - میں نے ان کو اہل حدیث اور اہل سنت کے مذہب و مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی - مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا - اور معاندانہ روش اختیار کی ....

(۲) شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب الریاض (دارالخلافہ مملکت نجد)

میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر دیکھی - اس کو میں نے پڑھا .... عبدالحق غزنوی نے اس کی تفسیر میں سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کو بھی میں نے دیکھا - صفات الٰہی کے متعلق اس کی تفسیر کو دیکھنے کے بعد میں اس رائے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کا کام ہے - اور مذہب اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث کے خلاف ہے اور مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ ، اتحادیہ ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے - اور اپنی تائید میں ان لوگوں کے اقوال نقل کئے ہیں - جو نہ تو حجت کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں - اور نہ ان لوگوں کے متعلق (محدثین کی) اچھی رائے ہے - پس نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا چاہیئے - اور نہ اس کی اقتدا جائز ہے - اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے - اور نہ اس کی امامت صحیح ہے - میں نے اس پر حجت قائم کر دی مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا - پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں - پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے - اور جو شخص مولوی ثناء اللہ کی حمایت میں کسی سے جھگڑے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنی واجب ہے

ہم نے مولوی ثناء اللہ سے امام عبدالعزیز بن سعود کی مجلس میں گفتگو کی اور اس سے مطالبہ کیا - کہ اپنی غلطیوں سے رجوع کرے مگر اس نے ایک نہ سنی اور وہ اسی طرح یہاں سے چلا گیا - اور ابھی تک وہ اپنی بدعت اور گمراہی پر قائم ہے - ....

(۳) حضرت الشیخ حسن بن یوسف الدمشقی مدرس حرم :-

" استاذ عبدالحق غزنوی کا رسالہ اربعین جو مولوی ثناء اللہ کے رد میں لکھا ہے میں نے دیکھا - مولوی ثناء اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن لکھنے پر بھی جماعت اہل حدیث میں داخل ہے ..... مولوی ثناء اللہ کی طرف منسوب ہے - اور وہ ایک برا آدمی ہے - اپنی خواہشات کا غلام ہے - اور اپنے نفس کا قیدی اور بدعتی ہے .... اور استاذ عبدالحق غزنوی نے اربعین میں جو کچھ لکھا ہے - وہی صحیح ہے - اور یہی مسلک سلف الصالحین اور قرون ثلاثہ کے اجماع کے خلاف ہے -

(۴) سلیمان بن محمد جمہور النجدی :-

میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر " تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن " دیکھی - میں نے اس کو سلف الصالحین اور ائمہ خلف کے مسلک کے خلاف پایا ہے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں جن آیات کی تفسیر میں نے دیکھی ہے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے - اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہمی ہے اس کی تمام کوششیں اس تصنیف میں ضائع ہو گئیں - اور الٹا ان سب لوگوں کا گناہ سمیٹ لیا جنہوں نے اس کی مبتدعات کی اتباع کی - پس مولوی ثناء اللہ شرعاً ہر طرح پایہ عدالت سے ساقط ہے - پس مسلمانوں پر تو یہ واجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے مقاطعہ کریں - اور حکام کا یہ فرض ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کریں اگر بایں ہمہ وہ توبہ نہ کرے تو نہ تو اس کو سلام کہا جاوے اور نہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کی جائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے - نہ اس کی قبر پر دعا کے لئے کھڑا ہو

(باقی آئندہ)

ویدک تلوار کی کہانی
خود ویدوں کی زبانی

(۲)

(مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت کے قلم سے)

اپنے مخالفوں کو درندوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دو

(سوامی دیانند کا فتویٰ)

"جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اس کو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں "ڈال دیں" (یجر 15/15)

"ہم لوگ جس بُرے سے دشمنی کریں اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈال دیں" (یجروید 15/16)

"جن سے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں یا جن کو ہم لوگ ناراض کرتے ہیں یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں ان کو ہم ہوا کے منہ میں ڈال کر اس طرح دکھ دیں جس طرح بلی کے منہ میں چوہا" (یجر 16/65-66)

ان منتروں سے صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ویدوں کے آریہ ناپسند کریں یا جن سے وہ ناراض ہو جائیں ان کو وہ ہوا میں معلق لٹکا کر تڑپا تڑپا کر اس طرح ماریں جس طرح بلی چوہے کو مارا کرتی ہے۔ یہ انتہا درجہ کی سختی کی وحشیانہ سزا ہے۔

غیر قوم کی عورتوں کو ان کے بچے کھلا دو

"وہ عورت کہ جس نے ہمیں بد دعا سے کوسا ہے۔ اور دکھ کی جڑ کو لگایا ہے اور جس نے کھان پان چرانے کے لئے ہمیں ہاتھ لگایا ہے وہ اپنے بچے کھا لے۔"

"یاتودھان (غیر آریہ) عورت اپنے بیٹے بہن اور اپنی بیٹی کے بچے کو کھا لیوے" (اتھروید کانڈ ا سوکت ۲۸۔ منتر ۳ و ۴)

خاندانوں کو اچھی طرح کچلنے والا بے رحم بہادر

"اندر (الشور) خاندانوں کو اچھی طرح سے طاقت کے ساتھ کچلتا ہے وہ بے رحم بہادر سینکڑوں طرح کے قبضے والا ہے" (یجروید ادھیائے ۱۷ منتر ۳۹)

"اندر دیوتا کی پرستش نہ کرنے والوں کو اندر نے زمین پر دے پٹکا۔ ان کو اپنی رتھ کے پہیوں کے نیچے کچلا" (رگوید 2/27 ۱۰)

"اندر راکشسوں کو مٹی کے برتنوں کی طرح پھوڑتا ہے" (رگوید ...)

"اندر کی پوجا نہ کرنے والوں کو کب تو پاؤں سے کھمب کی طرح اکھاڑیگا"

(رگ وید 8/64 ا)

گائے کو مارنے والوں کے ٹکڑے اڑا دو

(سوامی دیانند کا فتویٰ)

"اے سلطنت کے لوگو! جیسے سورج بادل کو مار کر زمین پر گرا کر سب کو خوش کرتا ہے ویسے ہی تم بھی گائے وغیرہ مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو" (سوامی دیانند رگوید بھاشیہ منڈل ۱ سوکت ۱۲۱۔ منتر ۱۰)

ویدوں کے ذخیرہ لا متناہی میں سے یہ چند حوالجات ہم نے مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے ہیں۔ ہندو لیڈر حضوصاً مہاتما گاندھی۔ لالہ لاجپت رائے بھائی پرمانند، ایڈیٹر "پرکاش" کنور سکھ لال، پنڈت چموپتی ایم۔ اے ایڈیٹر "پرتاب" اور "ملاپ" ان منتروں پر غور کریں۔ اور اگر وہ اس کو بے انتہا سنگدلی، ظلم، اور وحشیانہ پن کی تعلیم سمجھیں تو اس کو ہندوستان سے نہیں بلکہ دنیا سے نسشٹ کرنے کی بھی کوشش کریں۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اور جو شخص ان منتروں میں سے ایک منتر کا حوالہ بھی غلط ثابت کردے تو وہ فی منتر پانچ روپے ہم سے وصول کرلے۔

شودروں کے متعلق سخت وحشیانہ احکام

"شودر اگر برہمن سے سخت کلامی کرے تو اس کو قتل کر دو" منو 8/246

"چھتری اور ویش اگر برہمن سے سخت کلامی کریں تو زبان کاٹ دو" منو ...

"شودر اگر برہمن کا اور اس کی ذات کا نام لے کر بدگوئی کرے تو اس کے منہ میں دس انگل جلتی لوہے کی سیخ دیدینی چاہیئے" (منو ادھیاء ۸ شلوک ۲۷۱)

"شودر اگر برہمن کو نصیحت کرے۔ تو اس کے منہ میں جلتا ہوا تیل ڈال دینا چاہیئے" (ایضاً شلوک ۲۷۲)

"برہمن زنا کرے تو صرف اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ شودر کرے تو قتل کر دیا جائے" (ایضاً شلوک ۳۷۴ و ۳۷۹)

"شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اس کا کاٹ دیا جائے اگر برابر بیٹھ جائے تو اس کے چوتڑ کاٹ دیئے جائیں"

مدیر پرتاب کی الٹی منطق

(جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء کو نماز مغرب کے بعد جلسہ مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی رپورٹ پرتاپ مورخہ ۲۵ جنوری میں شایع ہوئی۔ اگرچہ اس رپورٹ میں بھی مولانا مولوی ظفر علی خاں صاحب مدیر زمیندار اور مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بانی مسلم مشنری کے برخلاف بہت کچھ زہر اگلا گیا تھا۔ مگر ۲۶ جنوری کے پرتاپ میں تو خصوصیت کے ساتھ اس ناپاک غرض کو پورا کرنے کے لئے بہت کچھ بے پرکی اڑائی گئی ہے۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب کی مدلل اور دلچسپ تقریر میں کوئی بات خلاف واقعہ نہ تھی۔ اور نہ مولانا صدرالدین صاحب کی پرمعنی تقریر میں کوئی بات ایسی تھی جس پر گرفت کی جاسکے۔ مگر ان دونوں بزرگوں کی سچی اور ولولہ انگیز تقریروں کی کامیابی سے متعصب مدیر پرتاب کے سینہ پر کینہ میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور اس نے ایک نہایت ہی شر انگیز مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کر دیا۔ اور یہ بھی نہ سوچا کہ جو بات حق و صداقت سے دور ہوتی ہے وہ کبھی مفید اور بہتر نتائج پیدا نہیں کرسکتی۔ انصاف سے دیکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ تبلیغ ہر اہل مذہب کا جائز حق ہے گو ویدوں میں اور ہندو شاستروں میں تبلیغ مذہب کرنے کا کوئی حکم موجود نہیں۔ آریہ سماج نے مسلمانوں اور عیسائیوں کی تقلید سے اس مسلک کو اختیار کرلیا ہے۔ مگر ہم سردست اس بحث کو چھوڑ کر منصفانہ انصاف کے آگے سر جھکاتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آریہ سماج کو بھی اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کا پورا حق حاصل ہے اگرچہ اس نعمت سے متمتع ہونے میں انہیں اپنا اصل مذہب ترمیم کرنا پڑے گا۔ اور اس ترمیم سے اور اس ترمیم سے ویدوں کی اکملیت بھی داغدار ہو جائے گی۔ مگر ہمیں اس سے کیا۔ جن کی چیز ہے وہ جانیں۔ داغدار نظر آئی۔ داغ مٹا دیا۔ میلی دیکھی دھو ڈالی۔ ہماری طرف سے ان کے جائز حق پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ تبلیغ تو کوئی فساد انگیز چیز نہیں۔ سرتا سر نیکی اور فلاح و امن پر مبنی ہے مسلمان ہمیشہ سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے۔ عیسائی بھی جہاں گئے اپنے مذہب کو پھیلانے سے نہیں رکے۔ ہزاروں آدمی ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ہوگئے مگر کہیں فتنہ و فساد پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ باہمی اتحاد و یگانگت میں کوئی فرق آیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آریہ مہاشاؤں کی جدید تحریک شدھی نے چاروں طرف ملک کے خرمن امن و امان میں آگ سی لگا دی، فتنہ و فساد برپا ہوگئے۔ ہندو مسلم اتحاد ٹوٹ گیا۔ کانگرس تک کو جان کے لالے پڑ گئے۔ مہاتما گاندھی کو بھی دبک کر کونے میں بیٹھنا پڑا۔ کیا امن کی تحریک بھی ایسے جراثیم پیدا کرسکتی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے اور دنیا کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ الٹیمیٹم دیکر اجتماعی رنگ میں آج تک کہیں بھی تبلیغ نہیں ہوئی۔ اس نئے طریق تبلیغ کی ایجاد کا سہرا سوامی شردھانند جی کے سر پر ہے۔ جب سے وہ اس انوکھی بدعت کے علمبردار ہوئے ملک کا امن و امان خطرے میں پڑ گیا۔ جا بجا فتنہ و فساد رونما ہونے لگے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس سے انکار کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ پھر اگر مولانا مولوی صدرالدین صاحب یا مولانا مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اپنی تقریروں میں اس حقیقت کو آشکارا کر دیا تو اتنا غیظ و غضب کیوں۔ وہی بات تو نہیں کہ حق ہمیشہ کڑوا ہی لگتا ہے۔ مگر ہم بجواب یہ عرض کرتے ہیں ؎

شکایت ناروا ہے شکوہ ہائے دل کی او ظالم
نہ ہوتا گر ستم تجھ سے تو کیوں دل سے گلا ہوتا

مدیر "پرتاب" کا فرض تھا کہ یا تو سوامی شردھانند جی کو اس نئے طریق تبلیغ کی ایجاد سے برائت کرتا اور یا کوئی تاریخی دلائل دے کر ثابت کرتا کہ فلاں قوم نے فلاں زمانہ میں الٹیمیٹم دیکر اجتماعی رنگ میں تبلیغ کی ہے۔ اس لئے شردھانند جی کا اس طریق تبلیغ کو اختیار کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ مگر ہم برملا کہتے ہیں کہ مدیر "پرتاب" تو کیا اگر دنیا کے تمام آریہ سماجی لیڈر مل کر بھی کوئی تاریخی مثال نکالنا چاہیں گے تو نہیں نکال سکیں گے۔ اور آخر ماننا پڑے گا کہ اس نئے طریق تبلیغ کے موجد صرف سوامی شردھانند جی مہاراج ہیں اور اسی بنا پر مسلمانوں کا ان سے ناراض ہونا بالکل حق بجانب ہے ہندو مسلم اتحاد کی بربادی، امن و امان کی تباہی اور باہمی فسادات کی ذمہ داری انہی کے اوپر ہے۔

مولانا صدرالدین ... صاحب نے

اس کو نہیں دیکھ سکتی۔

مدیر "پرتاب" کی تیز نگہ دوربین بھی بہت ہے۔ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا دیکھ لیتی ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ انہیں دوسروں کی آنکھوں کا تنکا دیکھنے سے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھ لینا چاہیئے تھا۔ وید بھگوان ارشاد فرماتا ہے۔

"اے راج پرش آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اسکو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلائیں۔" (یجروید 13/12)

"اے تیج دھاری و دوان پرش آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اجاڑیں۔ اور ان کو اپنی تمام طاقت سے ماریں" (یجروید 13/13)

"جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اس کو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈال دیں" (یجروید 15/15)

"اے انسان .... جس طرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جاسکے اسی قسم کے کاموں کو کر کے سدا ہی راحت سے زندگی بسر کر" (یجروید ...)

تعجب کا مقام ہے کہ جن لوگوں کی مذہبی اور الہامی کتاب انسانی قتل و غارت کے ایسے احکام نافذ کرتی ہے وہ لوگ اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کے بجائے قرآن مجید کے اس پاک اور سچے حکم پر اعتراض کرتے ہیں

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی عین انصاف کے مطابق انہی لوگوں کو قتل کرو جو تم کو قتل کرنے کے لیے پہلے پہل تلوار اٹھاتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا اس میں بھی حد سے تجاوز نہ کرنا بلکہ انصاف کو قایم رکھنا۔

کیا جنگ کی حالت میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی منصفانہ حکم ہوسکتا ہے اس حکم کا تبلیغ مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ تبلیغ مذہب کے متعلق جو حکم ہے وہ یہ ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۔

لوگوں کو راہ خدا یعنی اسلام کی طرف حکمت اور وعظ و پند اور مجادلہ احسن کے ساتھ دعوت دے۔

اس میں کہیں تلوار اٹھانے کا ذکر نہیں۔ بلکہ ایک جگہ یہ کہہ کر کہ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا صاف بتلا دیا کہ اشاعت اسلام تلوار، جبر و زور کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ ان کھلے احکام کے ہوتے ہوئے کس قدر جرأت اور دلیری کی بات ہے کہ قتل و غارت کا ذمہ دار اسلام کو قرار دیا جائے اور اپنے کھلے ویدک احکام سے چشم پوشی ہی کرلی جائے جن سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ویدوں کا نہ ماننے والا آگ میں جلانے کے قابل ہے۔ اور جس کی آریہ مخالفت کریں وہ شیر کے منہ میں ڈال دیا جائے۔ اس کے کھانے پینے کے مقامات تک کو اجاڑ دیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مدیر پرتاب اگر غور کرے اور ویدک تعلیم کی عینک کو آنکھوں سے اتار کر دیکھے تو اسلام قتل و غارت کا ذمہ دار نہیں۔ شدھی کی جدید تحریک اور ویدک احکام ذمہ دار ہیں۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے۔ قتل و غارت کا نہیں۔

(بقیہ کالم اول)

"براہمن کے سامنے پیشاب کرنے سے شودر کا ..... کاٹ دیا جائے تھوکنے سے ہونٹ ترشوالئے جائیں۔ پاد مارنے سے .... کاٹ دی جائے"۔ منو ادھیاء ۸ شلوک ۲۸۲

"جس شودر کے کان میں وید منتر پڑ جائے اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالدو۔ زبان پر جاری ہو جائے تو زبان کاٹ دو۔ دل میں حفظ ہو جائے تو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دو۔"

دیکھو ویدانت درشن 1/3/38 شنکر۔ مادھوا چاریہ کا بھاشیہ اور گوتم منی کی سمرتی 12/1۔

اور بالمیکی رامائن اتر کانڈ سرگ ۷۶۔ شلوک ۴-۱۔ کہ جہاں شمبوک شودر کو خدا کی عبادت کرنے کی سزا میں قتل کیا جانا مذکور ہے۔

تصحیح ضروری

ویدک تلوار کی کہانی کے گزشتہ نمبر میں آخری وید منتر کا حوالہ ۷۶ کی بجائے ۱۷ ہے۔ ناظرین کرام صحت فرمالیں۔

(ایڈیٹر)

(بقیہ صفحہ چار)

مایہ ذمہ دار آریہ سماج - آریہ سماج کی تعلیم اور ان کے پرچارک ہیں - جو غلط راستہ پر چلتے ہیں - مہاتما گاندھی، مسٹر شاستری اور مسٹر بپن چندر، پال وغیرہ سمجھ دار ہندو لیڈر سب کے سب آریہ سماج کی بدزبانی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔

آخر میں مولانا موصوف نے بعض ان اعتراضات کا جو آریہ سماجیوں کی طرف سے بانی اسلام پر کئے جاتے ہیں جواب دیتے ہوئے آپ کی پاکیزہ زندگی کے چند دلچسپ واقعات بیان کئے۔ اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ان غلط فہمیوں کے دور کرنے کی کوشش کریں جو آریہ سماج کی طرف سے ہندو قوم میں پھیلائی جا رہی ہیں - ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حق بات کو دوسروں تک پہنچائے اور جو خود ایسا نہیں کر سکتا اس کے مال کا ایک حصہ اس پر خرچ ہونا چاہئے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے تہیہ کیا ہے کہ اس قسم کی غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لئے ٹریکٹ تیار کرائے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کرے۔ اگر کسی کو توفیق ہو تو اس کارِ خیر میں حصہ لے تقریر دعا اور اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ ختم ہوئی۔

اس کے بعد جناب مولانا غلام مرشد صاحب نے تقریر شروع کی۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت کے چند اشعار پڑھ کر فرمایا کہ ہم برادران وطن کی ہر سختی برداشت کر سکتے ہیں لیکن اپنے رسول کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے اس کے بعد آپ نے آنحضرت کے واقعات زندگی بیان کر کے دکھایا کہ حضورؐ حقیقی معنوں میں رحمۃ للعالمین تھے۔ اور آپ کا رحم، شفقت علی خلق اللہ۔ دشمنوں سے حسن سلوک، عفو و درگزر سب تاریخ عالم میں بے نظیر ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے یہ بھی بیان کیا اسلام میں گو نبوت ختم ہو چکی ہے لیکن الہام کا دروازہ کھلا ہے اور خدا تعالیٰ کامل مومنوں کو بذریعہ الہام بعض امور کی اطلاع دیتا ہے۔ آپ نے تکفیر بازی کی بھی مذمت کی۔

اس کے بعد شیخ عظیم اللہ صاحب نے حاضرین، مقررین اور دونوں صدروں کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں سر اقبال نے فرمایا کہ مولانا محمد علی صاحب اور مولانا غلام مرشد صاحب نے ہمیں نہایت مفید اور کارآمد مشورے دیئے ہیں - ہمیں ان پر کاربند ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ فروعی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر نہ کریں - صداقت ایک ترشے ہوئے ہیرے سے مشابہ ہے - جو مختلف پہلو رکھتا ہے - اور ہر شخص اس پہلو کو جسے دیکھتا ہے پیش کرتا ہے اس لئے کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے کو کہے وہ باطل پر ہے - غرض فطری طور پر انسانوں میں صداقت کے متعلق اختلافات پیدا ہوتے ہیں - لیکن اس کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہئے کہ آپس میں سرپھٹول ہو قرآن نے بھی یہی صلح و آشتی کا پیغام دیا ہے - اگر فروعی امور میں اختلاف ہو تو ہو - مشترک بات میں اتحاد کر لو - ہندوستان کے پرانے رشیوں نے بھی اسی قسم کی تعلیم دی ہے - پس میں دونوں قوموں کو ان صداقتوں کی طرف جن پر انہیں ناز ہے - توجہ دلاتا ہوں - اور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اختلافات کو مٹائیں اور ایک دوسرے کے خلاف اشتعال دلانے سے باز آئیں - اور متحدہ قومیت کے بنانے میں کوشش کریں - آپس میں رواداری اور برداشت کو ملحوظ رکھا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۳)

جب مدینہ میں حضرت کے دربار میں حاضر ہوا تو ان کی تعلیم کرنے کے لئے ان کو خانہ خدا یعنی مسجد میں اتارا گیا - اور اس میں ان کو گرجا کرنے کی اجازت دی گئی۔

الغرض اسلام کی تعلیم کے اصول اور ان کے بانی کا عمل ظاہر کرتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے محبت و آشتی کا پیغام ہے - یہ تو میری تقریر کا لب لباب تھا - میں نے اپنی تقریر میں اسی امن کے پیغام کو پہنچایا ہے اور میں نے امن کا پیغام دیتے ہوئے کسی سخت لفظ کا استعمال نہیں کیا اور نہ سخت الفاظ اس تقریر کے ساتھ موزونیت رکھتے ہیں - رہا یہ لفظ کہ میں نے یہ مثال بیان کی تھی کہ کتا جب پاگل ہو جاتا ہے تو اس کا مالک جو اس سے شکار اور پاسبانی وغیرہ کا کام لیتا ہے خود اس کو ہلاک کر دیتا ہے - اس مثال میں کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا گیا تھا - بلکہ یہ مثال تو اس ضمن میں بیان کی گئی تھی کہ اس دنیا کی بنیاد نیکی پر ہے - شر اور شرارت بدی کی دشمن ہیں - غیر مفید چیزیں اٹھالی جاتی ہیں - جس طرح سے کہ پاگل کتے کو خود اس کا مالک مار ڈالتا ہے - اس مثال کو کسی خاص شخص کے نام کے ساتھ بیان کرنا جائز نہیں - کیونکہ اس سے فساد پیدا ہوتا ہے -

قبول اسلام

۱۸ رجنوری کو بعد از نماز جمعہ ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا اسلامی نام نور الدین رکھا گیا - اللہ تعالیٰ استقامت بخشے -

۲۹ رجنوری کو ایک اور شخص سندر سنگھ نے اسلام قبول کیا اسلامی نام نواب الدین رکھا گیا - خدا استقامت دے -

عجیب و غریب چیزیں

کون نہیں جانتا کہ دیدبھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما وید کی طبی واقفیت کا سارے ہندوستان میں شہرہ ہے۔ آپکی ایجاد امرت دھارا نے دنیا کو حیرت میں ڈالدیا ہے۔ آپ تین طبی اخباروں کے ایڈیٹر اور تقریباً تین درجن طبی کتب کے مصنف ہیں۔ امرت دھارا کے علاوہ باقی ہر قسم کی ادویات بھی تیار رہتی ہیں۔ نیچے ہم پنڈت جی کی چند عجیب ایجادوں کا ذکر کرتے ہیں سب دنیا کو حیرت میں ڈالنے والی ہیں مگر سب لفظ بہ لفظ ٹھیک ہیں!

نعمت عظمیٰ میٹھا پھل حیرت انگیز ایجاد

یہ ایک عجیب و غریب دنیا کو حیرت میں ڈالنے والی دوائی ہے جب حمل ہوجائے ۲ ماہ کے بعد تیسرے مہینے جبکہ اعضاء بنتے ہیں صرف ایک دن ان گولیوں کو دودھ سے کھلایا جاتا ہے۔ ناقابل بیان طاقت سے یہ گولیاں ایسا کرتی ہیں کہ لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے چاہے حمل کے اندر لڑکی ہو یا لڑکا جن کے لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں ان کے واسطے خاص طور پر نعمت خداداد ہے۔ اقرار اسکے ساتھ یہ ہے کہ اگر لڑکی پیدا ہو تو قیمت واپس کردیجاویگی۔ یہ اقرار اس واسطے ہے کہ نئی بات ہونے سے لوگ یقین نہیں کرتے یا دس روپے خرچنے سے جھجکتے ہیں۔ قیمت دس روپے (عنہ ۱)

پھولو پھلو

یہ سوکھیا مسان کی عجیب دوائی ہے اس کو صرف کمر پر ملا جاتا ہے اور وہاں سے باریک باریک کرم نکلتے ہیں۔ جو مرض کا باعث ہوتے ہیں۔ اور تین دن کے اندر کرم نکل آتے ہیں اور وہ بچہ جو دن بدن سوکھ رہا تھا اور ہڈیاں نظر آتی تھیں اب تر و تازہ ہونا شروع ہوتا ہے۔ قیمت امرا سے ایک روپیہ عوام سے عہ غربا سے عمر

بل پوروٹی

ان گولیوں سے آتشک سوزاک۔ بواسیر خنازیر۔ گنٹھیا۔ درد کمر۔ کمزوری ضعف جریان۔ کمی ہاضمہ۔ سانپ بچھو وغیرہ کا ڈنگ باؤلے کتے کا زہر۔ درد سر۔ آدھا سیسی۔ لقوہ۔ فالج۔ مرگی۔ اختناق الرحم۔ مالیخولیا۔ سیلان و رطوبت زنان۔ پرانا بخار خاصکر جو بھیہ بخار۔ دمہ۔ کھانسی۔ داد۔ خارش چنبل وغیرہ کو فایدہ ہوتا ہے۔ قیمت اسکی بہت تھوڑی ۲۴ گولی ایک روپیہ (للعہ)

درد شکن

اس کی ایک ہی پڑیہ کے استعمال سے خواہ کسی قسم کا عضلاتی درد ہو جاتا رہتا ہے۔ سر درد۔ جوڑوں کا درد۔ پاکمر و گھٹنہ و ران وغیرہ کسی بھی جگہ کا درد ہو ۵ منٹ میں آرام آجاتا ہے۔ درد مزمن ہو تو چند دن استعمال کرنی پڑتی ہے ورنہ پہلی پڑیہ سے ہی آرام آجاتا ہے جنکو درد سر کا عارضہ ہو وہ ضرور اسکو پاس رکھا کریں۔ ایک پڑیہ ۵ منٹ میں درد بند کریگی اسکے علاوہ نصف گھنٹہ میں بخار پسینہ آکر اتر جاتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ (للعہ) نمونہ ۴ر

سکھ جنائی

یہ ہر گھر کیواسطے ضروری چیز ہے بچہ پیدا ہونیکے وقت عورت کو زیادہ تکلیف ہو تو اسکے منکر پر باندھنے سے بچہ باآسانی پیدا ہوتا ہے قیمت عمر ۱۲ ماہ تک مدت جتنی دفعہ چاہو برت لو۔ دوسروں کا بھی بھلا کرو۔

طلسم تپ بخار

اس دوائی کو بخار آنے سے ایک گھنٹہ قبل انگلی پر باندھ دینے سے تپ بخار نہیں آتا۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

سنگ توڑ

عام لوگوں کا خیال ہے کہ پتھری بدون اپریشن نہیں نکلتی۔ اس عجیب دوائی سے بلا تکلیف بر تیہ پیشاب پتھری ٹوٹکر سب نکل آتے ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عسہ)

امرت کی گولیاں

دمہ۔ کھانسی۔ تلی۔ پیٹ درد۔ تپ لرزہ۔ پانڈو روگ درد چشم۔ امراض چشم نا خونہ ہر قسم بخار ہڈی کی بادی سنبات وات۔ اجمود قبض شکم۔ بواسیر۔ بانجھ پن۔ سانپ کا ڈنگ ڈنگ بچھو۔ ڈھلکہ۔ درد گردہ۔ کرم شکم۔ بدہضمی۔ تنگی بول کمزوری معدہ۔ سنگرہنی۔ سوزاک۔ گنٹھیا۔ آتشک۔ پرمیہہ۔ ذیابیطس۔ بدبوئے دہن۔ درد سر۔ یرقان۔ جلودھر۔ داغ سفید۔ ضعف باہ۔ مرگی۔ ناسور۔ گنج۔ سر اسہال۔ ہیضہ۔ دلدوش درد دندان۔ شبکوری۔ بندش حیض۔ بھڑ وغیرہ کا ڈنگ۔ سستی وجود۔ درد مقعد۔ زکام۔ سردی۔ تنگی نفس۔ سنگ مثانہ۔ چھیپ۔ پیشاب کا بار بار آنا۔ اطفال شدت پیاس وغیرہ امراض دور ہوتی ہیں اور ۵۔ ۷ گولیاں کھٹی دینے سے نہایت اعلےٰ جلاب کا کام بھی دیتی ہیں۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ (للعہ) نمونہ ۲ر

نوٹ:۔ ادویات کی سریع التاثیری کے بھروسہ پر ہر ایک دوائی کا نمونہ بھی دیا جاتا ہے۔

المشتہر مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاک خانہ لاہور

خط و کتابت و تار کے لئے پتہ امرت دھارا (53) لاہور

مشہور عالم زود اثر تازہ طبی ایجاد

اپریشن یا نشتر کی زحمت ہرگز درکار نہیں

فوتہ بڑھ جانے اور آنت اتر آنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بے ضرر اور بلا تکلیف ہے نہ نشتر کی ضرورت نہ زخم دھجالہ پڑے بلکہ کسی قسم کا فوتہ ہو خواہ آبی ہو یا لحمی ہو۔ بادی ہو یا ریاح والا سب کو اس دوا کے چار پانچ مرتبہ فوتہ یا آنت پر لیپ کرنے سے ہی چلتے پھرتے بالکل آرام ہوگا تمام زائد رطوبت نا قص پانی پسیج پسیج کر نکل جائے گا۔ بادی پن رفع ہوگا۔ ریاح تمام تحلیل ہو جائینگے زائد گوشت سب خشک ہو جائے گا۔ اور فوتہ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔ کیسا ہی پرانا اور ازلی فوتہ بڑھ کر کسی قدر بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اس دوا کے استعمال سے بالکل آرام ہوگا آنت کیسی ہی کیوں نہ اتر آئی ہو۔ درد ہوتا ہو ریاح بھرتے ہوں۔ جگہ پھول جاتی ہو۔ مروڑ ہوتی ہو فوتہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو۔ غرضیکہ کسی قسم کی شکایت ہو انشاء اللہ بالکل آرام ہوگا آنت اپنی جگہ پر آن کر جم جائے گی۔ کتنا ہی زور کیجئے پھر کبھی نہ اترے گی۔ پھر لطف یہ کہ ترکیب استعمال و پرہیز بالکل آسان ہو باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت فی شیشی جو ایک مریض کو بخوبی کافی ہوگی معہ محصول ڈاک صرف تین روپے (سے ر)

نوٹ علاوہ اس کے ہمارے یہاں ہر قسم کی یونانی معزو مرکب ادویات مل سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ

یونانی ہمدرد دواخانہ۔ ڈوری بازار متصل اوبچا...

شدھی کا خوفناک حملہ ٹکٹ اا

بلا محصول بھیجکر مفت منگائیے پتہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حکیم تلسی پرشاد اگروال کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری کی ہوئی

بال جیون گھٹی! رجسٹرڈ

بچوں کی ہر ایک بیماری کی مشہور معروف دوا ہے لاغر اور کمزور بچے اسکے پینے سے موٹے تازے طاقتور ہو جاتے ہیں میٹھا ہونے سے چھوٹے بڑے سب بچے اسکو خوش ہو کر پی لیتے ہیں بازار دنیں سوداگروں سے خرید و اگر کہیں نہ ملے تو بال جیون کاریالیہ سے منگاؤ قیمت فی شیشی ۸ محصول بہارشی تک سوداگروں کو نسخہ ایک درجن کی قیمت ۱۲ باره درجن ... معہ محصول

ہر بیماری کا علاج خود کرلو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب مجربات تلسی کا بغور مطالعہ کرینگے وہ اپنی و نیز دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کیساتھ کرنے قابل بن جاوینگے اور اگر وہ چاہینگے تو اسکے ذریعہ دوا و علاج میں ہزاروں روپیہ کمانے لگینگے اس میں ہر بیماری کے وہ نایاب نسخے مندرج ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اشرفیوں کے فائدے دکھلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول۔ مفت لو دیں اور بڑے معزز لوگ نکام ہو پورے پتے بھیجے تو رسالہ راز صحت مفت بھیجینگے۔

المشتہر مینیجر بال جیون گھٹی کاریالیہ علیگڑھ شہر (یو۔ پی)

ہزاروں آدمی یہ معلوم کرنے کے لیئے بے قرار ہیں۔ کہ امریکن میڈیسن کمپنی نے طاقت مردمی کے لئے جو نہایت طاقتور دوائی گولڈین کے نام سے ایجاد کی ہے۔ اور جو ساری دنیا میں سونے والی دوائی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے پبلک کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کو دیکھکر ہندوستان بھر کے لئے اس دوائی کی سول ایجنسی لے لی ہے۔ اور اب یہ عجیب و غریب چیز ہمارے کارخانہ سے مل سکتی ہے۔ جن لوگوں کو ابتک اس سنہری ایجاد کی خبر نہیں ہے۔ اور وہ ابتک ہندوستانی اشتہار بازوں کی خطرناک اور زہریلی دوائیں استعمال کرکے اپنی دولت اور زندگی برباد کر رہے ہیں۔ ان کی واقفیت کے لئے اس کے مختصر حالات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ گولڈین۔ اس زمانہ کی ایک ایسی قابل فخر ایجاد ہے جو کبھی خطا نہیں کرتی اور جس میں سونا بڑی مقدار میں شامل کیا جاتا ہے۔

۲۔ اس سنہری دوائی کو زمانہ حال کے نہایت ہی قابل ڈاکٹروں اور سائینسدانوں نے قریباً سو سال کی چھان بین اور تحقیقات کے بعد تیار کیا ہے اور امریکن میڈیسن کمپنی نے اس تحقیقات پر بیشمار روپیہ پانی کی طرح خرچ کیا ہے۔

۳۔ کمپنی نے اس دوائی کو تیار کرنے سے پہلے تین ہزار مریضوں پر تجربہ کرلیا ہے اور ہر طرح مفید ثابت ہونے کے بعد پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

۴۔ اس دوائی میں گولڈ کلورائیڈ یعنی سونے کا انگریزی کشتہ بڑی مقدار میں شامل کیا گیا ہے۔ جو دل۔ دماغ۔ جگر اور اعضائے مردانہ میں نئی زندگی پیدا کر دینے کے لئے اکسیر مانا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ فری ایٹ کونین (یعنی فولاد اور کونین کا مرکب) اور فیرم ریڈکٹم (یعنی انگریزی جوہر فولاد) شامل کئے گئے ہیں۔ جو جگر، معدہ اور پٹھوں کو مضبوط کرکے بے حد خون پیدا کرتے اور بدن کو فولاد کی طرح بنا دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ فاسفورس شامل کیا گیا ہے۔ جو سالہا سال کی مردہ رگوں میں بجلی کی سی لہر پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یوہمبین شامل کی گئی ہے۔ جو جرمنی کی ایک جادو اثر دوائی ہے۔ اور سونے سے بھی زیادہ قیمتی اور زیادہ پر تاثیر ہے اسکے علاوہ مشک (یعنی انگریزی کستوری) اور دامیانہ اور نکس وامیکا شامل کئے گئے ہیں۔ جن کو دنیا کے تمام ڈاکٹر طاقت مردمی کے نامی مریضوں پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اس دوائی میں بعض نہایت ہی موثر اور طاقتور چیزیں اور بھی شامل ہیں۔ جو سوائے مینیجر کمپنی کے کسی اور دوسرے کو معلوم نہیں ہیں۔

۵۔ اس دوا کے استعمال سے ضائع شدہ قوت تیزی سے واپس آجاتی ہے اور تمام پوشیدہ مردانہ بیماریاں جڑھ سے دور ہو جاتی ہیں۔ بچپن کی غلطیوں اور بڑھاپے کی کمزوریوں کی وجہ سے ضائع شدہ قوت حیرت انگیز تیزی کے ساتھ واپس آجاتی ہے۔ معدہ قوی جسم مضبوط۔ چہرہ تر و تازہ۔ اور دماغ روشن ہوکر طبیعت میں غضب کا جوش۔ ولولہ اور ایک پر لطف گدگدی پیدا ہو جاتی ہے۔

۶۔ ناممکن اور بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو استعمال کرکے اپنی طاقتوں پر فخر کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کی پہلی خوراک ہی جسم میں وہ طاقت اور نئی زندگی پیدا کر دیتی ہے کہ انسان محو حیرت بنجاتا ہے۔ اور تین دن کے بعد حالت بالکل بدل جاتی ہے۔

۷۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے ایک شیشی کی قیمت صرف چار روپیہ للعہ ہے۔ لیکن چونکہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی مال کم آیا ہے۔ اور جو لوگ گذشتہ سال سٹاک ختم ہو جانے کی وجہ سے محروم رہ گئے تھے۔ ان کے آرڈر بکثرت آرہے ہیں۔ اسلئے جلد منگا لیجئے ورنہ شیشیاں ختم ہو جانے پر ایک شیشی پچاس روپے (ضصہ) میں بھی نہ مل سکے گی۔ نوٹ۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمائیں۔

سول ایجنٹ۔ جنرل مینیجر سٹار فارمیسی (چیمبرلین روڈ۔ لاہور)

ریلوے حکام توجہ کریں

لاہور سٹیشن سے ایک سواری گاڑی نمبر ۔۔ ہو ڈاؤن شام کے ساڑھے چار بجے پٹھان کوٹ کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ اس کا وقت مسافران پٹھانکوٹ لائین کے لئے نہایت ہی ناموزوں ہے کیونکہ مسافر گاڑی سے اتر کر وقت پر اپنے گھروں میں نہیں پہنچ سکتے۔ اور رات میں اسباب وغیرہ کے لٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے لہذا اس گاڑی کا وقت ... کے درمیان ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ جنگ عظیم ... پہنچ سکتے ہیں۔ علی ہذا القیاس سواری گاڑی ۔۔ اپ پٹھانکوٹ سے قریباً پونے چار بجے صبح لاہور کی طرف روانہ ہوتی ہے اس پر بھی غیر موزوں وقت کے باعث مسافر سوار نہیں ہو سکتے۔ ریلوے کے ذمہ دار حکام آئندہ پروگرام مرتب کرتے وقت اس کا خیال رکھیں ...

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۶ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۲۷ء | نمبر ۶

سراپا کرم تھے رسول کریمؐ

(از جناب مولانا باسط علی صاحب)

عجب ذات تھی ذات خیر البشر — اسے جانتے ہیں سب اہل نظر
کبھی کوئی پیمان توڑا نہیں، — کسی کا کبھی ساتھ چھوڑا نہیں
کسی روز مکہ میں شاہ زمن — ضرورت سے اک سمت تھے گامزن
کہ اک شخص نے روک کر یہ کہا — "دل و جاں مرے آپ پر ہوں فدا
حضور آپ سے ہے مجھے ایک کام — ٹھہر جائیں دم بھر کو خیر الانام
پلٹ کر ابھی اے شہ انس و جاں — سناؤنگا جو ہے مری داستاں"
رسول مکرم نے وعدہ کیا — تو خوش ہو کے اس نے لیا راستا
مگر یاد اس کو نہ پھر یہ رہا، — کہ ہیں منتظر اس کے خیر الوریٰ
نہ چھوڑا مگر آپ نے وہ مقام — رہے منتظر سید ذوالکرام
یہاں تک کہ دن گزرا شب آگئی — اسی حال میں پھر وہ شب بھی کٹی
ہوئی بات یہ دوسرے دن مگر — کہ پھر اتفاقاً وہ گزرا ادھر
جو راہ رسالت کو دیکھا وہاں — تو یاد آئی بھولی ہوئی داستاں
ہوا اپنے دل میں بہت منفعل — کہا پھر کہ "اے مالک جان و دل
خطا میری ظاہر ہے نادانستہ صاف — خدا کے لئے آپ کر دیں معاف"
کہا آپ نے "کوئی پروا نہیں — تم انسان ہو کچھ فرشتہ نہیں
مرکب ہے انسان نسیان سے — خطا ہو ہی جاتی ہے انسان سے"
یہ اس شخص سے کہہ کے شاہ زماں — چلے آئے اس جا سے سوئے مکاں
یہ پاس مروت یہ پاس وفا — شہ دوسرا سا نہیں دوسرا
یہ اخلاق دلکش یہ لطف عمیم — سراپا کرم تھے رسول کریمؐ

پڑھوں کیوں نہ باسط میں صل علیٰ
زبان ملائک پہ ہے مرحبا

بزم احباب

مارسیلز (فرانس)

اخویم چودھری محمد اقبال صاحب جو ابھی فرانس سے واپس اٹلی تشریف لے گئے ہیں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر کی خدمت بابرکت میں مودبانہ سلام عرض کرتا ہوں۔ اللہ اللہ کس قدر بلند مرتبہ مسلمان ہے۔ خدا گواہ ہے۔ کہ ایسا آدمی آج تک تمام اسلامی دنیا میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے مولانا موسیٰ جار اللہ (روسی عالم) سے بھی ملاقات کی ہے۔ نہایت اعلیٰ اخلاق کا بزرگ ہے۔ اور حلم و انکسار کا پتلا ہے۔ خیالات میں بلندی اور جدت رکھتا ہے۔ مگر جو بات ہمارے امیر میں ہے۔ واللہ اس میں وہ ہرگز نہیں۔ میں یہ خوشامد سے نہیں کہتا اور نہ کوئی خوشامد کی وجہ دیکھتا ہوں۔ البتہ جوں جوں دنیا دیکھتا ہوں اور مقابلہ کرتا ہوں تو میری محبت اور عقیدت بڑھتی جاتی ہے۔ میں اندھا دھند تقلید بھی نہیں کرتا۔ ہندوستان میں رہتا تو شاید میری حالت اور ہوتی۔ مگر میں مادہ پرست دنیا کے سمندر کے عین وسط میں ہوں جہاں روحانیات پر مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور اخلاق کی یہ تعریف ہوتی ہے کہ چند خود غرض اور غربا کا خون چوسنے والے ظالموں نے ایک لفظ اپنی بلندی اور برتری ثابت کرنے کے لئے تراش لیا ہے جس سے غربا کو دھوکا دینا مقصود ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ تو پھر جو شخص ان لوگوں کے درمیان شب و روز رہتا ہو۔ وہ کسی کی نیکی یا اخلاق حسنہ کا جلد قائل نہیں ہو سکتا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ بناوٹ اور تصنع نہیں بلکہ حقیقت ہے اور حضور قلب سے یہ باتیں تحریر کر رہا ہوں۔ آپ احباب پر جو اس برگزیدہ بزرگ کے حاشیہ نشین ہیں رشک کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ زندگی بھر میں ایک دفعہ پھر مجھے بھی ان کی زیارت سے مشرف فرمائے۔

گزشتہ پرچہ میں حضرت امیر اور میاں محمود احمد صاحب کی ملاقات اور دعوتوں کے متعلق پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ یہ نہایت ہی نیک فال ہے۔ اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کے دل کی حالت میں تغیر پیدا کر دے۔ کہ مسلمانان عالم پر سے کفر کا فتویٰ اٹھا دیا۔ اور حضرت مجدد اعظم کو نبی اللہ کے خطاب سے معاف فرما کر جماعت احمدیہ کو ایک کرنے میں سعی کریں۔ یقین ہے کہ اسلام کی تڑپ ایک نہ ایک دن ان کو اپنی غلطی کا احساس کرا دے گی۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ کیسے ہیں۔ وہ تو مجھے فراموش کر چکے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں [illegible]

ان کی تلاش کرونگا۔ کیونکہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وہاں صرف ایک ہوں گے اور بقول کسے ع

انگلیاں سر و اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کی دھوم ہوگی۔ ان سے کہئے گا کہ ؎

تم سے بعید تھا کہ بھلا دو اگرچہ ہم
اک عمر ہو گئی کہ ہوئے انجمن سے دور

واللہ۔ اللہ میاں نے کیسے پیارے بزرگ احمدیہ بلڈنگس میں جمع کر دیئے ہیں۔ خدا آپ سب کو سلامت باکرامت رکھے میرے لئے بھی دعا فرمایا کریں۔ اور سب مجھے یقین ہے کہ میں اس سے کبھی بھی محروم نہیں ہوا ہونگا۔

حضرت صدر الدین صاحب قبلہ تو ہندوستان میں جا کر بالکل ہندوستانی ہو گئے۔ اور اپنے ایک مخلص کو فراموش کر بیٹھے۔ کب واپس تشریف لائیں گے اور زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔

حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب قبلہ کو میری طرف سے بھی مبارکباد دیجئے گا کہ وہ سٹیٹ میڈیکل سنیٹ کے ممبر ہو گئے ہیں۔ پیغام صلح نے یہ مژدہ سنایا تھا۔ جس سے طبیعت بہت مسرور ہوئی۔

برادرم خان صاحب مولوی محمد یعقوب خان صاحب۔ چودھری ظہور احمد صاحب۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔ استاذی مولانا مولوی احمد صاحب و دیگر برادران و بزرگان کی خدمت میں السلام علیکم عرض کرتا ہوں اور درخواست دعا۔

مبلغین

جناب مولوی صدر الدین صاحب۔ مولوی عصمت اللہ صاحب شیخ محمد نصیب صاحب دورہ پر گئے ہیں۔ ذیل کے مقامات پر جائیں گے احباب ان کی ہر طرح سے امداد کریں۔

شیخوپورہ، لائل پور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، سیالکوٹ جموں گجرات جہلم، کامل پور، راولپنڈی، جڑانوالہ، وغیرہ۔

قبول اسلام

۵ فروری کو مسجد احمدیہ لاہور میں دو غیر مسلموں نے مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور شدھی کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

خطبہ جمعہ

فرمودہ ۲۴ دسمبر سنہ ۲۶ء

بر موقعہ جلسہ سالانہ

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ....
لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون ۔ (التوبہ ۱۱۹ تا ۱۲۲)

سورہ توبہ کی یہ آیات جو ابھی میں نے پڑھی ہیں۔ اس موقع پر نازل ہوئیں جب تبوک کے مقام پر جو ملک شام کی سرحد پر واقعہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ پیش آئی۔ اس جنگ میں بہت سی مشکلات کی وجہ سے مثلاً موسم کی گرمی فصل کا کاٹنا ایک عظیم الشان طاقت کے ساتھ جو ہر طرح سے مسلح اور اعلےٰ درجہ کا فوجی نظام رکھتی تھی مقابلہ۔ ان مشکلات کی وجہ سے جہاں تیس ہزار مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا، وہاں منافقانہ زندگی بسر کرنے والوں نے طرح طرح کے عذرات اور حیلوں سے اس سے احتراز کیا۔ لیکن ان کے علاوہ مومنوں میں سے بھی تین آدمی ایسے تھے جو شامل نہیں ہوئے۔ انہوں نے بجائے کوئی عذر پیش کرنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر صحیح حالات پیش کر دیئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک وقت تک کے لئے مسلمانوں سے منقطع کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ کوئی ان سے بات چیت نہ کرے۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادق تو سچے کو کہتے ہیں لیکن قرآن نے یہاں صادق کا لفظ کن کے لئے استعمال کیا۔ اس کو یہاں بھی اور دوسری جگہ بھی بتا دیا کہ انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون ۔ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر ان کے دلوں میں کچھ شک نہیں ہوتا وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے رستہ میں جہاد کرتے ہیں یہی صادق ہیں۔ اور یہاں فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ کن کے ساتھ ہو جاؤ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کے رستے میں جانوں اور مالوں سے جہاد کرتے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ساتھ ہونے سے کیا مطلب ہے یہی کہ تم بھی ان کے ساتھی بنو۔ ان کی محبت اختیار کرو۔ یہ نہیں کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں تم بھی ان کے پاس بیٹھ جاؤ۔ بلکہ جس کام میں وہ لگے ہوئے ہیں اس کام میں تم بھی لگ جاؤ۔ قرآن کریم بڑی عجیب کتاب ہے اپنی وضاحت کئے بغیر نہیں رہتا۔ چنانچہ فرماتا ہے ماکان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ یہ شایاں نہ تھا اہل مدینہ کو یعنی شہر والوں کو اور نہ دیہاتی لوگوں کو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے دین کی حفاظت کے لئے تلوار لے کر باہر نکلیں اور یہ گھروں کے اندر بیٹھے رہیں۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں اصل میں اپنے نفس کی آسائش اور بال بچوں کے آرام کی فکر انسان کے حوصلے کو کمزور کر دیتی ہے مگر ان کو شایاں نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پر اپنے نفسوں کو ترجیح دیتے۔ اور ان کا زیادہ پاس کرتے۔ ذالک بانھم لا یصیبھم ظما ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ دیکھو جو اللہ کے رستہ میں نکلتا ہے اس کو طرح طرح کی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ پیاس، تکان، بھوک کی تکالیف ان کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور پھر ایسے ایسے موقعوں پر پہنچتے ہیں جہاں پر جانا کفار کو غصہ میں لاتا ہے۔ ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح اور دشمن سے کچھ نہ کچھ حاصل بھی کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے لئے انسان کا عمل صالح لکھا جاتا ہے۔

حقیقی نیکی کیا ہے

ایک تو اپنے اپنے خیالات کے مطابق انسان نیکی کا کام کرتا ہے بعض کہتے ہیں کہ کسی غار میں گھس جانا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھنا یا کسی حجرے میں جا بیٹھنا اور وہاں عبادت میں لگے رہنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے مگر خدا فرماتا ہے کہ جو خدا کے رستے میں باہر نکلتے ہیں، بھوک اور پیاس اس کی خاطر برداشت کرتے ہیں۔ تکلیف اور دکھ خدا کے ... لئے اٹھاتے ہیں ان کا یہ فعل عمل صالح ہے۔ یہ چیز ان ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ وہ تھوڑا خرچ کریں یا بہت اپنی ہمت کے مطابق جو کچھ وہ خرچ کریں وہ لکھا جاتا ہے۔ تھوڑے اور بہت کی پروا نہیں۔ جیسے ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا

رانظر براندکہ ... بسیار نیست

خدا کی نگاہ ہمیشہ دل پر ہوتی ہے وہ دل کو دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کہاں تک اخلاص ہے نہ یہ کہ کتنا دیا ہے۔ ولا یقطعون وادیا الا کتب لھم لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون کسی وادی میں وہ نہیں جاتے مگر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کی بہترین جزا اللہ تعالیٰ انہیں دے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کی پرکھ خدا کے رستے میں دکھ اور تکلیف اٹھانا ہے۔ دیکھ لو۔ پھر پڑھ لو۔ غور کر لو کیا منشا ہے ان آیات کا۔ خدا کے رستہ میں دکھ اور تکلیف اٹھانا، بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرنا یہ اعمال صالحہ کی پرکھ ہے۔ اور جو لوگ اس حالت میں کہ خدا کے دین پر حملے ہو رہے ہوں ان کے دفاع کے لئے نہیں اٹھتے۔ وہ مومن کہلانے کے مستحق نہیں۔ لوگوں نے تو اپنی اپنی جگہ کہیں علم کو نیکی کا رستہ سمجھ رکھا ہے۔ کہیں پیری کو فلاح کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ لیکن یہ وہ باتیں نہیں کہ ان سے اعمال صالحہ کا پتہ لگ سکے۔ پتہ اس سے لگتا ہے کہ کس حد تک دین خدا کی حفاظت اور اشاعت کے لئے دکھ اٹھایا ہے

رسول اللہ کا عاشق

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک شخص دین خدا کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور لوگ اس کو اس قدر برا کہتے ہیں۔ کہ اس کی انتہا نہیں۔ دجال، بے ایمان، کافر اس کے نام رکھتے ہیں۔ یہ تو لوگوں کے تیار کردہ اعمال نامے ہیں۔ خدا کا تیار کردہ اعمال نامہ اور ہے۔ میں سمجھتا ہوں جس قدر محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے حضرت مرزا صاحب کے دل میں تھی اس کا ایک شمہ بھی ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوئی ہوگی جنہوں نے حضرت مرزا صاحب پر قلم چلایا۔ اگر ذرا غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بڑی ہی محبت حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم سے تھی۔ جو لوگ ان کے پاس بیٹھے ہیں انہوں نے دیکھا اور میں اس کی چشم دید شہادت دے سکتا ہوں۔ ایک میں ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگ جو آپ کی صحبت میں بیٹھے ہیں وہ اس کی گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ وہ مرزا جو گالیاں سن کر کبھی پروا نہ کرتا تھا بلکہ ہنس دیتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ ان خطوط کو جو ہمیں گالیوں سے بھرے ہوئے آتے ہیں ہم ایک بوری میں ڈالتے جاتے ہیں آخر جب وہ بوری بھر گئی تو فرمایا کہ دن ان کو جمع کرتا رہے ان کو جلا دیا۔ غرض جب تک گالیاں اس کی ذات تک محدود ہوتی تھیں اس کو پروا بھی نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی شہادت مرزا صاحب کا دیکھنے والا دے گا کہ کبھی کوئی پادری یا اور کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی ناشائستہ الفاظ استعمال کرتا تو آپ اس کو ہرگز برداشت نہ کر سکتے اور اس کا پورے طور پر جواب دیئے بغیر آپ کو چین نہ آتا۔

محبت کا عملی ثبوت

یہ تو ہماری چشم دید شہادت ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر محبت اور عظمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دل میں تھی لیکن یہ شہادت تو ایک وقت تک چلتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی واقعات ہیں جن سے اس محبت اور عظمت کا ثبوت ملتا ہے۔ کون مسلمان ہے جو کہتا ہے کہ مرزا صاحب کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں مسلمانوں نے عام طور پر شعر و شاعری میں عاشقانہ رنگ میں محبت کا اظہار کیا ہے لیکن اس کے بالمقابل ایک بڑا عظیم نقص موجود تھا وہ نقص یہ تھا مسلمانوں کے عقائد میں بعض ایسی خرابیاں پیدا ہو گئیں جو اس محبت کے منافی تھیں۔ حضرت عیسےٰ خدا کے رسول تھے ہم بھی ان کو رسول مانتے ہیں بدقسمتی سے مسلمانوں کے عقیدے میں ان کے متعلق اس قدر غلو داخل ہو گیا۔ کہ فی الحقیقت وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے منافی ہو گیا۔ ایک نبی کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ چونکہ وہ دوسروں کو پاک کرنے آتا ہے اس لئے خود بھی پاک ہوتا ہے۔ لیکن مسلمان عام طور پر پاک کس کو مانتے ہیں حضرت عیسیٰ کو مس شیطان سے بچا ہوا کس کو سمجھتے ہیں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو اگر یہ کہتے کہ تمام انبیاء مس شیطان سے پاک ہوتے ہیں۔ تو یہ الگ بات تھی۔ لیکن محض حضرت عیسیٰ کو پاک قرار دے کر دوسروں پر مس شیطان کا الزام دے دیا اور آنحضرت صلعم کو بھی اس سے بری ... ہے۔ ان کے کام مٹانا باطل کا نیست و نابود کرنا۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ سب سے بڑے شرک کو حضرت عیسیٰ لوگوں میں سے مٹائیں گے سب سے بڑے باطل کا وہی قلع قمع کریں گے۔ سب سے بڑا باطل اور سب سے بڑا فتنہ وہ کس کو مانتے ہیں وہ دجال کا فتنہ ہے۔ عیسائیوں نے آج مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تم سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ مانتے ہو اور تمہارا اعتقاد ہے کہ محمد رسول اللہ اس فتنۂ عظیمہ کی اصلاح نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ حضرت عیسےٰ آ کر کریں گے۔ بتاؤ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہوئے یا حضرت عیسےٰ؟ کیا اس کا کوئی جواب مسلمانوں کے پاس ہے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا نبوت کا کوئی کام باقی ہے تو کہتے ہیں۔ نہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم الخ ہو چکا پھر کیوں حضرت عیسےٰ کو زندہ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ اس لئے زندہ ہیں۔ کہ عیسائیت پر اتمام حجت ہو، کیا قرآن نے عیسائیت پر اتمام حجت نہیں کیا؟ کیا محمد رسول اللہ صلعم نے اتمام حجت نہیں کی؟

اب دیکھو کام کے متعلق اتنی عظمت حضرت عیسیٰ کو دی ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہو جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ... دلوں سے تحقیر کرتے ہیں لیکن عقیدے ایسے بنائے ہیں کہ جن سے آپ کی تحقیر ہوتی ہے۔

مسیح کے متعلق غلو کی تردید

اسی طرح پر وہ مرتبہ حضرت عیسےٰ کو دیا جو خدا کی صفات میں داخل ہے۔ چار صفات خدا تعالیٰ کی حضرت عیسےٰ میں مانی ہیں۔ اول یہ کہ وہ آسمان پر بغیر کھانے پینے کے زندہ بیٹھے ہیں۔ فرمایئے یہ کس کی شان ہے آیا انسان کی صفات میں سے ہے جن کے متعلق فرمایا بلکہ رسولوں کے متعلق فرمایا وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ ایک حالت پر رہ سکتے ہیں۔ جاؤ جا کر عیسائیوں سے پوچھو وہ کہتے ہیں کہ جب تم حضرت عیسےٰ کو زندہ آسمان پر بغیر کھانے پینے کے مانتے ہو تو قرآن کی اس آیت کی رو سے وہ محض انسان اور رسول نہیں ہو سکتے۔ پھر ایک اور صفت اللہ تعالیٰ کی انہیں دی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ کو علم غیب تھا۔ ہمارے ان مسلمانوں میں سے اہل حدیث نے اس خیال کو دور کرنے کی بڑی کوشش کی کہ رسول اللہ صلعم کو علم غیب نہ تھا۔ لیکن حضرت عیسےٰ کے متعلق وہ بھی مانتے ہیں کہ علم غیب رکھتے تھے۔ کیا یہ محمد رسول اللہ کی ہتک نہیں؟ کہ ان کو تو علم غیب حاصل نہ تھا۔ اور حضرت عیسےٰ کو حاصل تھا۔ پھر ایک اور صفت احیائے موتیٰ کی ہے جو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ مردے زندہ کئے۔ میں کہتا ہوں کہ جب تم نے مان لیا کہ خدا کی صفت کامل طور پر ان کے اندر آ گئی تو اس سے بڑھ کر شرک اور کیا ہوگا۔ پھر کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نے بھی خدا کی مخلوق کی طرح جانور بنائے جو دوسرے جانوروں میں مل جل گئے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے خلقوا کخلقہ فتشابہ الخلق علیھم حضرت عیسےٰ نے اس کو پورا کر دیا تو ان کے شریک فی الالوہیت میں کیا شبہ رہا۔

یہ چار صفات خدا تعالیٰ کی تھیں جو حضرت عیسےٰ کو دیدیں اور ان کو خدا کا شریک بنا دیا۔ اس شرک کو کس نے دور کیا حضرت مسیح موعود نے ان تمام باتوں کو صاف کر کے اسلام کی حقیقی عظمت کو قائم کر دیا۔ یہی ایک چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کرنے والی ہے جب تک عقیدے صاف نہ ہوں گے۔ اس وقت تک آپ نے محمد رسول اللہ کی عظمت کو نہیں پہچانا۔ اگر کوئی شخص ہوا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو پہچانا تو وہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ میں کہتا ہوں تاریخ اس بات کی شہادت دے گی اور دنیا کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو قائم کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں کیا۔

ختم نبوت

پھر ایک اور بات دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا اس کو تمام مسلمانوں نے مان لیا۔ باوجودیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بھی ہیں۔ تاہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آپ کے بعد آئیں گے۔ یہ شرک فی النبوت ہے۔ اس کو کس نے نکالا؟ یہ حضرت مسیح موعود ہی کا حصہ تھا۔ کہ شرک فی النبوت کو دور کرتے۔ فرمایا اب نہ کوئی پرانا نبی آ سکتا ہے نہ نیا۔ کیا عجیب لفظ ہیں۔ جو ان لوگوں کے لئے بھی تازیانہ کا کام دیتے ہیں جو پرانے نبی کا آنا مانتے ہیں۔ اور ان کے لئے بھی جو نئے نبی کے قائل ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلعم نے خدا کی توحید کو قائم کیا ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحب نے محمد رسول اللہ کی عظمت کو قائم کیا ہے فی الحقیقت عام مسلمان ایک شرک فی النبوت کے قائل ہیں اور اس

کہا جائے گا کہ یہ خوب دور کیا کہ قادیان میں پھر وہی شرک فی النبوت قائم ہوگیا اور خود ان کے فرزند نے انہیں نبی بنایا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ وسوسہ دلوں میں ہے لیکن تم جو اتنے آدمی یہاں پر بیٹھے ہو کیا تم مرزا کے فرزند نہیں۔ اگر تم مرزا کے فرزند ہو تو یہ شرک بھی واقعی قائم نہیں رہے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ شرک فی النبوت کا عقیدہ ترقی کر رہا ہے۔ یا رو بہ تنزل ہے۔ اور تو اور جن لوگوں نے اس کو قبول کیا ہے ان کے دلوں میں بھی کمزوری پیدا ہو رہی ہے۔ مرزا صاحب نے جس نبوت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے وہ ولایت سے بڑھ کر نہیں۔ اور اسی کو ظلی نبوت کہتے ہیں۔ جس طرح شیشے کو سورج کے سامنے رکھدیں تو اس میں ہو بہو سورج دکھائی دیتا ہے اسی طرح ظلی نبوت ہے۔ ورنہ فی الحقیقت یہ کوئی چیز نہیں۔ لیکن جن لوگوں نے شرک فی النبوت کیا انہوں نے اس کے انکار کو موجب کفر قرار دیا۔ اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کو زیادہ تر زور دینا چاہئے تکفیر کے دور کرنے پر جب یہ دور ہو گئی تو نبوت خود اڑ گئی۔ آپ دیکھتے ہیں واقعات کی رو کو اعتقاد تو یہ ہے کہ جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں نہیں وہ کافر ہے لیکن لندن میں مسجد کا افتتاح اس سے کرایا جاتا ہے جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں نہیں۔ اس سے اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو یہی ہے۔ کہ یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعود کی بیعت نہ کرنے والے کلمہ گو کافر ہیں قائم نہیں رہ سکتا۔ بعض لوگ مخفی طور پر اپنے عقیدے قائم رکھتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم ان کو کھول کر رکھو۔ تمہارا فرض ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت کو قائم کرو۔ دیکھو تمہارے مرشد نے کیا کیا۔ کس طرح سے محمد رسول اللہ کی عظمت کو قائم کیا۔ اگر خود مدعی نبوت ہوتے تو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ خود اپنے آپ پر کوئی شخص لعنت نہیں بھیج سکتا۔

رسول اللہ کی عظمت کا تحفظ و قیام

دوسرا کام جو حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے وہ یہ ہے شرک فی النبوت کو دور کرنا تیسری بات ایک اور ہے وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ صلعم کی عظمت حضرت مرزا صاحب نے واقعات کے رنگ میں قائم کی ہے۔ یہ سب سے زبردست بات ہے۔ واقعات کی شہادت دلوں کو موہ لیتی ہے مرزا صاحب نے الفاظ ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں کی۔ بلکہ واقعات کے رنگ میں بھی آپ کی عظمت کو بیان کیا۔ اور بتایا کہ یہ یہ کام ہیں جن کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلعم ایک عظیم الشان انسان ہیں۔ وہ کام آپ کے گنوائے جو آپ کی عظمت کو قائم کرنے والے ہیں۔ اور فی الحقیقت کاموں ہی کی وجہ سے رسولوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہوتی ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ پہلی بات جو میں نے بتائی جس میں حضرت مسیح موعود نے رسول اللہ کی عظمت کو قائم کیا وہ تھا عقیدوں میں عظمت کو قائم کرنا اور جو عقیدے آپ کی عظمت کا ابطال کرنے والے ہیں ان کو دور کرنا۔ دوسری بات شرک فی النبوت کو دور کرنا ہے۔ اور تیسری واقعات کے رنگ میں آنحضرت صلعم کی عظمت کو قائم کرنا چوتھی عظیم الشان بات جو حضرت مرزا صاحب نے کی وہ تھا رسول اللہ کی محبت و عظمت کو دنیا میں پھیلانا۔ اور پھیلایا بھی کیسا۔ جدھر جاؤ رسول اللہ صلعم پر حملے ہو رہے ہیں دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت نے خطرناک حملے آنحضرتؐ پر کئے۔ ادھر آریہ سماج اٹھی اس نے محمد رسول اللہ صلعم پر ایسے ایسے ناپاک الزام لگائے کہ دنیا کا بدترین انسان ان کو ثابت کیا تم تو گھر میں بیٹھ کر کہہ لیتے ہو گے۔

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ ؎

تم اس کو پڑھ کر خوش ہو جاتے ہو گے لیکن محمد رسول اللہ کی بدترین تصویر دنیا کے سامنے کھینچی جاتی تھی، لٹیرا، ڈاکو، شہوت راں اور کیا کیا کچھ آپ کو کہا گیا۔ اس وقت یہ شخص اٹھا اور کہا کہ یہ شخص جس کو دنیا کا بدترین انسان کہا جاتا ہے وہی دنیا کا افضل ترین انسان ہے ایسی حالت میں کہ تمام دنیا مخالف ہو ایسا کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ میں ایسے انسان دکھا سکتا ہوں جو مخالفت کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ شخص اٹھتا ہے اور بڑی ہمت سے اٹھتا ہے اور رسول اللہ صلعم کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے اٹھتا ہے پہلے مخالف کس کو پاتا ہے خود ان کو جو اس کے ہم مذہب اور ہم قوم ہیں۔ خود دیکھ لیجئے اگر آپ کام کرنا شروع کریں اور آپ کا ایک دوست اس کو برا کہے تو کہاں تک آپ کی ہمت پڑتی ہے۔ ایک طرف دنیا میں وہ تصویر محمد رسول اللہ کی دکھائی جاتی ہے۔ جو بدترین تصویر ہے وہ اس کو درست کرنے کے لئے اٹھتا ہے اور مسلمان اس کو دجال اور کافر قرار دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں کس کا حوصلہ پڑتا ہے [illegible]

کہیں عیسائیت کہیں آریہ مذہب ہے جن سے مقابلہ درپیش ہے۔ جا کر دیکھو دنیا کا کوئی مذہب کوئی قوم نہیں جس کے مقابل وہ سینہ سپر نہیں ہوتا۔ کس قدر جرأت کا کام ہے یہ اس کو معلوم ہوتا ہے جس کو کام کرنا پڑتا ہے

دعاوی میں تحدی

پھر دعوے بھی اس قسم کے ہیں کہ جن سے لوگوں کو بڑی مصیبت ہوتی ہے کہیں مہدی، کہیں مسیح کہیں کرشن ہونے کا دعوے ہے کہتے ہیں اتنے دعووں والے انسان کو کس طرح سے مانیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے کام کرنے کے ذرائع ہیں۔ دعوے نہیں۔ اس کی حالت کو دیکھو ان دعووں سے اس نے اپنا کیا بنا لیا ہے۔ کپڑے اس کے سادے ہیں۔ مکان اس کا سادہ ہے۔ خوراک اس کی سادی ہے بس ایک اعتراض ہے کہ مرزا مشک کھاتا تھا۔ بس اس پر تو طرہ ہے اتنا نہیں سوچتے کہ مشک تو آخر بیماری کے علاج کے طور پر کھایا جاتا ہے دیکھنا چاہئے کہ جس شخص کے ایسے مرید ہوں کہ ساری دنیا کا مقابلہ کر کے مرید بنے ہوں وہ ان سے کیا کچھ نہیں لے سکتا۔ لیکن وہ ایک انجمن بنا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے روپیہ مجھ کو نہ بھیجنا۔ یہ ہے ما اسئلکم علیہ اجراً۔ خود ایک کام ساری دنیا کی مخالفت سے کرتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انجمن کے سپرد اسے کر دیتا ہے یہ اس نے وہ کام کیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ دنیا کے ممتاز مسلمان جب سمجھتے کہ شوریٰ کوئی چیز نہیں اس وقت اس نے کہا کہ جو کام ہوگا شوریٰ سے ہوگا رہے مہدی مسیح۔ اور کرشن کے دعوے میں نے بتایا ہے کہ یہ دراصل کام کے ذرائع ہیں۔ اور کچھ بھی نہیں۔ مہدی سے مطلب یہ ہے کہ میں مسلمان قوم کی اصلاح کے لئے بھی آیا ہوں۔ مسیح ہے۔ خود فرماتے ہیں ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

تو مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مہدی نام رکھدیا، عیسائیوں کی اصلاح کے لئے مسیح نام رکھدیا۔ یہی نہیں کرشن بھی ہے۔ یہی نہیں کہ یورپ کی طرف متوجہ ہو تو گھر بھول جاؤ۔ ہندوؤں کی اصلاح بھی تمہارا فرض ہے غرض یہ ہے کہ وہ تمام قوموں کی اصلاح کے لئے مامور ہے۔ اور اسی مناسبت سے اس کے مختلف نام ہیں۔ میں کہتا ہوں ان باتوں کو دیکھ کر اگر یہ کہدیں کہ مرزا مجدد اعظم تھا تو کیا اندھیر آ جائے گا۔ پہلے مجدد دین ایک ایک قوم کے لئے آتے تھے وہ کل قوموں کی اصلاح کے لئے آیا۔ اور اصلاح کے تمام ہتھیار ہمیں دے گیا۔ بھلا مرزا جیسا مجدد جس نے کبھی یورپ نہیں دیکھا اور خواجہ کمال الدین جیسا فلسفی دماغ کیا مناسبت ہو سکتی ہے۔ لیکن خواجہ صاحب جیسے دماغ کے لئے وہ مسالہ دے گیا۔ کہ یورپ میں بیٹھ کر کوئی سوال ایسا نہیں جس کے جواب وہ مرزا کی کتابوں میں نہیں پاتا۔

مجدد وقت کے مشن کی کامیابی

میں کہتا ہوں ہر چیز جھوٹی ہو سکتی ہے لیکن واقعات جھوٹے نہیں ہو سکتے آج عیسائیوں کی کتابوں میں دیکھ لو انہیں یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ محمد رسول اللہ ہی دنیا کی سب سے بڑی شخصیت ہے۔ یہ واقعات کی شہادت ہے جس نے آنحضرت صلعم کو ان کی نظروں میں عظیم الشان انسان ثابت کیا آپ کے کارناموں کی کوئی نظیر دنیا کے کسی انسان کی زندگی میں نظر نہیں آتی اسی طرح سے تو تم مرزا صاحب کو برا کہو لیکن واقعات مرزا صاحب کو مہدی مسیح اور مجدد سب کچھ ثابت کریں گے۔ آج ہی دیکھ لو مرزا کو وہ جماعت ملی ہے کہ اسلام کے متعلق اگر لٹریچر دیکھنا ہو تو وہ اس جماعت سے ملیگا مذہبی لٹریچر اگر آج دنیا میں کہیں دستیاب ہو سکتا ہے تو احمدیہ جماعت سے آج چینی زبان میں تمہاری کتابوں کا ترجمہ ہو رہا ہے۔ جاوی زبان میں تمہاری کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ ترکی میں بھی سیرت کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے تامل میں تلنگی میں اور ملیالم زبانوں میں ترجمے ہو رہے ہیں ایک اطالوی لیڈی اطالوی زبان میں ایک کتاب کا ترجمہ کر رہی ہے۔ غرض ہر طرف تمہارا ہی لٹریچر شائع ہو رہا ہے اور اس وقت تم مسلمانوں کے دماغوں پر حکومت کر رہے ہو۔ یہ ہے وہ نتیجہ تھا کام جو مرزا نے کیا میں نے چار عظیم الشان کام بتائے ہیں۔ جو مرزا نے کئے ان پر غور کر لو

(۱) محمد رسول اللہ کی عظمت کو تمام اس کے منافی عقیدے دور کر کے قائم کیا۔

(۲) شرک فی النبوت کو دور کر کے آپ کی عظمت کو قائم کیا۔

(۳) واقعات کے رنگ میں آنحضرت صلعم کی عظمت کو قائم کیا

[illegible]

آریہ، مسلمان، اور عیسائی

اخویم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ایڈیٹر صاحب اخبار نور افشاں نے ۲۰ فروری کی اشاعت میں ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو اتحاد کا پیغام دیا ہے۔ میرے خیال میں ان کا پیغام اتحاد لبیک کہنے کے قابل ہے۔ میں نے ان کو اسی مقالہ کے جواب میں ایک خط لکھا ہے۔ چونکہ وہ خط پرائیویٹ حیثیت نہیں رکھتا اس لئے اس کو بجنسہ ارسال خدمت کرتا ہوں درج اخبار کر کے مشکور فرمائیے۔

یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ عیسائی دوستوں کے دلوں میں آریہ سماجی پروپیگنڈا کا ابطال کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔

(بندہ محمد عصمت اللہ)

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نور افشاں۔ تسلیم!

آپ کا مضمون "ہمارے ہندو آریہ دوستوں کا افسوسناک رویہ" مطبوعہ نور افشاں ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء میرے مطالعہ میں آیا۔ آپ نے اس میں اسلام اور مسلمانوں کی نسبت جو گرانمایہ خیالات ارقام فرمائے ہیں ان کے لئے میں اپنی اور مسلمانوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اسلام اور مسیحیت دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ دونوں کے انبیا ایک ہیں۔ دونوں کا خدا ایک ہے۔ اس لئے اگر آریہ سماجی دوست حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اپنے اخبارات میں کوئی گستاخانہ کلمہ لکھتے ہیں یا کسی معمولی انسان کو ان پر فضیلت دیتے ہیں تو یقینی طور پر مسلمانان دنیا کا دل دکھتا ہے اور اس سے ان کی سخت دل آزاری ہوتی ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام بھی مسلمانوں کے نزدیک سچے نبی ہیں۔ ان کی عزت اور ان کا احترام ان کے ایمان کا جزو ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی توہین آمیز تحریر آریہ سماجیوں کی طرف سے آنحضرت صلعم کی نسبت تحریر ہو تو اس سے عیسائی بھائیوں کا دل بھی دکھنا چاہئے۔ آنحضرت صلعم کی ذات والا صفات تو وہ ہے جس نے یہودی قوم کے بعض خود تراشیدہ عقائد کے برخلاف آواز اٹھا کر اعلان فرما دیا کہ مسیح علیہ السلام بالیقین خدا کے نبی تھے۔ اور حضرت مریم علیہا السلام صدیقہ تھیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایسے نبی کے برخلاف ناجائز آوازہ اٹھتے دیکھ کر عیسائیوں کا دل مجروح نہ ہو۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ آج کل آریہ سماجی دوست کیوں اس غیر معقول اور نا پسندیدہ شیوہ پر اتر آئے ہیں۔ اور دل آزار اور اشتعال انگیز باتیں لکھ کر اخبارات کے کالم سیاہ کر رہے ہیں عقائد میں اختلاف کا ہونا اور اس کا اظہار کرنا اور بات ہے اور لعنت ملامت کرنا، دل دکھانا اور سب و شتم پر اتر آنا اور چیز ہے۔ اگر آریہ سماجی دوست مسلمانوں یا عیسائیوں کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں تو ان کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے عقائد کی صداقت کو دلائل و براہین سے ثابت کریں اور فریق ثانی کے عقیدوں کی غلطی پر دلیلیں دیں۔ مگر آج تک آریہ سماج نے اپنے اس جائز حق سے کوئی جائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ آریہ دھرم کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ جن کا چہرہ کسی نامعلوم زمانے کی مردہ زبان کے برقعہ میں پوشیدہ ہے۔ آج تک اسی کی نقاب کشائی نہیں کی گئی۔ دوسری قوموں کا تو کیا کہنا ہے۔ خود آریوں کا یہ حال ہے کہ ان کے گھر بھی ویدوں سے خالی پڑے ہیں۔ واقفیت کا یہ عالم ہے کہ گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کوئی ویدوں کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔ اور یہ نہیں جانتا کہ ویدوں میں کیا لکھا ہے۔ ایسی حالت میں وید وید پکارنا اور لوگوں کو ان کی طرف دعوت دینا ایک بے معنی سی بات ہے۔ دعوت کا لطف جب ہوتا کہ ویدوں کی نقاب کشائی کر کے پبلک کے سامنے رکھ دیا جاتا۔ پبلک خود اندازہ لگا لیتی کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔ جب میں آریہ اخبارات میں پڑھتا ہوں کہ ہندوستان کی اچھوت قومیں ویدوں کے جھنڈے تلے آنے کو ترس رہی ہیں ملکانہ راجپوت آریہ ہونے کے لئے تلملا رہے ہیں۔ تو مجھ کو اپنے دوستوں کے اس بے سر و پا دعوے پر بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔ کیونکہ جب مدعی خود ہی ویدوں سے ناواقف ہیں اور خود ہی نہیں جانتے کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ تو ملکانہ راجپوتوں اور اچھوت قوموں کے دلوں میں ان کا کیا شوق پیدا ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے آریہ لیڈر ناواقف نہیں ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ ویدوں کو پبلک میں لانا ان کا ترجمہ کرنا موت کے منہ میں جانا ہے۔ ترجمہ ہو جانے سے ویدوں کی عریانی ہو جائے گی۔ اور بچہ بچہ سمجھ جائے گا کہ اس ڈھول میں پول کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ورنہ اس قوم میں روپیہ یا سامان کی کیا کمی ہے۔ اگر ویدوں میں کوئی خوبی ہوتی کوئی عمدگی ہوتی تو آج ایک نہیں ان کے ہزاروں ترجمے کر دیئے جاتے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں اشاعت ہوتی۔ اسی قسم کی کمزوریوں نے آریہ سماج کو اپنے جائز حق سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ آریوں کی یہ خاموشی اور ویدوں کے ترجموں سے روگردانی بہت ہی معنی خیز ہے۔ وہ اپنی ان کمزوریوں کو دوسری قوموں کی دل آزاری اور ان کے مقدس بزرگوں کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۷ رشعبان المعظم ۱۳۴۵ھ نمبر ۷

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک چلائی اور خوب چلائی۔ تقریر سے تحریر سے جس طرح بن پڑا اپنے اس شوق کو پورا کیا غرض جب تک زندہ رہے شب و روز یہی شغل تھا۔ ملک کی اس خوشگوار سیاسی فضا کو جو کانگرس کی کوششوں سے پیدا ہوئی تھی جی بھر کر مکدر کیا۔ لوگ ہندو مسلم اتحاد کا گیت گا رہے تھے کہ آپ نے یکایک شدھی کا راگ الاپا اور اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں میں نااتفاقی ڈالکر ایک پرفتن دور کا آغاز کیا۔ اس کھیتی کو جسے کانگرس نے بویا اور پرورش کیا تھا۔ اجاڑنا شروع کیا۔ سیاسی لیڈروں نے اپنی مدت کی سرگرمیوں پر پانی پھرتے دیکھ کر صدائے احتجاج بلند کی۔ مہاتما گاندھی نے اس کے خلاف قلم اٹھایا۔ سوامی جی کو سمجھایا کہ اس سے باز آؤ۔ لیکن سنتا کون تھا۔ وہاں تو اور ہی خفیہ مشورے ہو چکے تھے۔ جب سوامی جی نے سیاسی لیڈروں کی نہ سنی تو سمجھدار لوگوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا کہ سوامی جی حکومت سے مل کر کانگرس کو شکست دینا چاہتے ہیں کسی کا خیال یہ تھا کہ سوامی جی کو رہائی ہی اس شرط پر ملی ہے۔ خیر ہمیں سردست اس سے بحث نہیں کہ اس پردہ زنگاری میں کونسا معشوق تھا۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نئی تحریک نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک وسیع خلیج اختلافات کی حائل کر دی اور ہندو مسلم اتحاد اور سوراج کے سب خیال خواب پریشاں ثابت ہوئے۔

یہ ہے سوامی جی کی آخری زندگی کا مختصر سا مرقع۔ ان واقعات کی روشنی میں کوئی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ سوامی جی وطن پرست تھے کیونکہ انہوں نے ایک نہایت ہی نازک موقع پر شدھی کی تحریک جاری کرکے وطن پرستی کی جڑ پر کلہاڑا رکھا۔ اور اسے ایسا کاٹ کر رکھدیا کہ اس کے پنپنے کی اب بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ آج وہی ہندو لیڈر جنہوں نے سوامی شردھانند کے اس فعل پر اس وقت بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ سوامی جی کو بڑا دیش بھگت ظاہر کر رہے ہیں۔ اور کھلم کھلا شدھی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی نے بھی ہندو مہاسبھا کو شدھی کے لئے دس لاکھ روپیہ فراہم کرنے کے خیال پر مبارکباد دی ہے۔ اور ہندوؤں سے اپیل کی ہے کہ وہ زور شور سے اس فنڈ میں حصہ لیں۔

ہندو لیڈروں کی موجودہ ذہنیت کیا ہے اس کا کچھ نقشہ تو ہم کسی گزشتہ اشاعت میں پیش کر چکے ہیں۔ اور کچھ آج پیش کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے۔ تو ہم ہندو لیڈروں کے اقوال کی بنا پر بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ وہ ملک میں سوراج نہیں بلکہ ہندو راج قایم کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی کے حصول کے لئے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات جاری کی گئی ہیں۔ اول الذکر کا مقصد یہ ہے کہ تمام غیر ہندوؤں کو ہندو بنا لیا جائے اور موخر الذکر کا یہ مقصد ہے کہ ہندوؤں کے اندر ایسا اتحاد پیدا کیا جائے کہ وہ سب دوسری قوموں کو ہضم کر جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہندو ہندو رہ کر مسلمانوں کے ساتھ ہرگز اتحاد نہیں کر سکتے۔ اور اتحاد کے بغیر سوراج نہیں مل سکتا۔ پس تمام مسلمانوں کو ہندو بنا لینا ہی سوراج کا بہلا زینہ ہے جیسا کہ بھائی پرمانند اپنی تازہ تصنیف "ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج" کے صفحہ ۱۶۸ پر لکھتے ہیں:۔

"بنگال کے مشہور شاعر رابندرا ناتھ ٹیگور نے اس مشکل کا حل بڑے سخت الفاظ میں کیا ہے۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ یا تو ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے اندر ملالیں یا خود سب مسلمان ہو جائیں ان کی رائے میں اتحاد کی یہی ایک صورت ہے۔"

معلوم ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خیال صرف ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کا [illegible] وجہ نہیں کہ سب کے سب ہندو یہ تو تھونککر شدھی کے لئے میدان میں اتر آئیں۔ ڈاکٹر مونجے نے جنہیں سوراجی ہونے کا دعویٰ ہے ۱۵ فروری کو ڈھاکہ ڈسٹرکٹ ہندو کانفرنس میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا

"سوامی شردھانند کے قتل سے ہندوؤں کو نوفزدہ نہ ہونا چاہئے اور نہ ان کو اپنی توجہ شدھی اور سنگٹھن کے کام سے منحرف کرنی چاہئے۔ سنگٹھن ایک ایسی تحریک ہے جس سے ہندوستان کو دیر سویر سوراجیہ حاصل ہوگا...... ہندوؤں کو اپنے دھرم کے لئے مرجانا چاہیئے۔ **لیکن مرتے وقت ان کو اپنے دشمن کو مار ڈالنا چاہیئے**" (پرتاپ ۱۵ر فروری صفحہ ۳)

انہی سوراجی لیڈر صاحب نے لاہور ریلوے سٹیشن پر ہندو عمائد سے ملاقات کے دوران میں فرمایا:۔

"شردھانند میموریل کے لئے دس لاکھ روپیہ کی اپیل کی گئی ہے ہم تو فقیر بن کر ایک ایک ہندو کے پاس جائیں گے اور اس میموریل کو کامیاب بنانے کے لئے پیسہ جمع کریں گے" (ملاپ یکم فروری ۱۹۲۷ء)

ناسک میں ہندو سبھا کے زیر اہتمام ہندوؤں کا ایک جلسہ ہوا جس میں جگت گورو شنکرا چاریہ (سناتنی لیڈر) نے ہندوؤں کو یہ تاکید کی:۔

"کمر کس لو۔ شرانگیز اور خطرناک اسلامی تعلیمات کے نقصان دہ اثر کو مٹا دو۔ اپنے اوپر بھروسہ کرو اور شدھی سنگٹھن کا کام بڑی بے خوفی سے جاری رکھو ہندوستان کی نجات کا یہی راستہ ہے" (پرتاپ ۲۲ر جنوری صفحہ ۱)

"دیش بھگت" بھائی پرمانند نے اپنی دیش بھگتی کا ثبوت ان الفاظ میں دیا ہے:۔

"جو لوگ عمر کے بڑے ہیں وہ سوامی جی کی مثال سامنے رکھکر میدان میں نکل آئیں اور جو جوان ہیں وہ اپنے جوش کو اس قربان (شدھی) کے راستہ میں بہا دیں۔ ہمیں ان سب طاقتوں کا مقابلہ کرکے ہندو جاتی کو بچانا ہے جو اسے کھانے اور تباہ کرنے کے درپے ہیں" (تیج کا شہید نمبر ۱۳ر جنوری)

ڈاکٹر سر ہری سنگھ گوڑ ممبر اسمبلی کا پیغام:۔

"سوامی جی کی شہادت سے ہندوؤں کے حوصلے پست نہیں ہونے چاہئیں بخلاف اس کے اس بلیدان سے یہ سرگرم اعتقاد پیدا ہونا چاہیئے کہ اس کام کو پورن کیا جائے جسے وہ ادھورا چھوڑ کر گئے ہیں" (تیج کا شہید نمبر ۱۳ر جنوری ۱۹۲۷ء)

پنڈت ہردے ناتھ کنزرو ایم۔ اے۔ ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کا جذبہ انتقام:

"اگر ہمیں ان کے مرنے کا واقعی افسوس ہے اور ہم ان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ جس کام (شدھی) کو انہوں نے ادھورا چھوڑا۔ اسے اختتام تک پہنچانے کی کوشش کریں" (تیج کا شہید نمبر صفحہ ۲۶)

اس جوش و خروش کی موجودگی میں جو ہندو قوم کے اندر پیدا ہو گیا ہے یا اس کے لیڈروں کی طرف سے پیدا کرنے کی سعی کی جا رہی ہے مسلمانوں کے لئے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا کچھ بھی مشکل نہیں رہا۔ اب صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو مسلمان سوراج کے پرفریب خواب سے مسحور ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں اور نادان فرزندان اسلام کو شدھی کا شکار ہوتے دیکھ کر برادران وطن کی ناراضگی کے خوف سے خاموش ہو رہیں اور جب شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں اور یہاں ہندو راج قایم ہو جائے تو اس کے زیر سایہ بھیلوں اور گونڈوں کی طرح زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ ہوں یا دوسری صورت یہ ہے کہ ہاتھ پیر ہلائیں اور برادران وطن کو دکھلائیں کہ ہم مردہ نہیں زندہ ہیں اور زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تم شدھی کی تحریک جاری کرو اور ہم تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام شروع کرتے ہیں۔ تم ایک جاہل مسلمان کو ہندو بناؤ گے تو ہم اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک ایک سو ہندو کو اسلام میں داخل نہ کر لیں گے۔

بے شک مسلمانوں کے پاس حق ہے اور وہ کامیاب ہونے ہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حق باطل کے مقابلہ میں خود بخود بغیر ہماری کوشش اور جدوجہد کے کامیاب ہو جائے گا۔ یہ سخت دھوکہ ہے۔ صداقت بلاشبہ ایک زبردست طاقت ہے اور باطل ہرگز اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکتا۔ لیکن کس وقت؟ اس وقت جبکہ صداقت کے اظہار کے لئے نہ صرف زبان بلکہ کام کرنے والے ہاتھ ہوں بے شک قرآن نے یہ فرمایا ہے وجاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی سچ آگیا اور باطل بھاگ نکلا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا۔ لیکن اس نے یہ بھی تو بتایا ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ انسان کو کچھ نہیں مل سکتا جب تک وہ کوشش نہ کرے۔ اسلام حق ہے اور [illegible] باطل [illegible] تبلیغ میں سرگرم عمل ہوں۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے۔ باوجود اس کے کہ آپؐ کے پاس حق تھا۔ اور آپؐ کو یہ بشارت بھی مل چکی تھی کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ لیکن پھر بھی آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ باطل کو دبانے اور اسلام کو پھیلانے میں صرف ہوتا تھا۔ اسی نقش قدم پر چل کر مسلمان مظفر و منصور ہو سکتے ہیں۔ یہی ترقی کی شاہراہ ہے۔ اس پر گامزن ہوئے بغیر یہ امید باندھنا کہ شدھی کی تحریک فنا ہو جائیگی اور اسلام ہندوستان یا دنیا کے دوسرے حصوں میں خود بخود پھیل جائے گا۔ "داغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست" کا مصداق ہے۔ کون ہے جو اس آواز کو سنے اور اس غربت کے زمانہ میں اسلام کی دستگیری کے لئے اٹھے؟

سوامی شردھانند کیوں قتل کیے گئے؟

سوامی شردھانند کے قتل پر آریہ اخبارات نے اودھم مچا رکھی ہے لیکن اس بات پر کوئی غور نہیں کرتا کہ اس سانحہ ہوش ربا کی اصل وجہ کیا ہے۔ حالانکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم ان وجوہ کی تحقیق کریں جو اس قتل کا باعث ہیں۔ اور پھر ان کے دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ افسوس ہے کہ آریہ اخبارات نے یہ دانشمندانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس عمل کیا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہایت اشتعال انگیز اور شورش خیز تحریرات شائع کیں اور اس طرح ایسے واقعات کے انسداد کی بجائے ازدیاد کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ لالہ لاجپت رائے تک کو نصیحت کرنی پڑی کہ ہندو اخبارات برداشت سے کام لیں۔ اور شرانگیز روش سے باز آجائیں۔ اب ایک اور پنڈت دھرم ویر کرم چند ایم اے سوہنی آسام کو بھی یہ کہنا پڑا ہے کہ "ان مضامین کا لب ولہجہ نہایت سخت اور قوم کو مشتعل کرنے والا ہے"۔ انہی پنڈت صاحب نے سوامی شردھانند کے قتل کی اصل وجہ ہندوؤں کے موجودہ افسوسناک رویہ اور مہاتما گاندھی کے اس مضمون پر بھی جس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کی تلوار جھٹ میان سے باہر نکل آتی ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"میں جہاں تک غور کرکے سوامی جی کے قتل کے اسباب کو سمجھ سکا ہوں میرا یقین ہے کہ سوامی جی کا قتل شدھی یا دلت ادھار کی وجہ سے نہیں ہے اس کا سبب صرف سوامی جی کے وہ لیکچر ہیں جو اکثر پبلک جلسوں میں سوامی جی نے محمد صاحب کی لائف پر دیئے ہیں۔ اور اس میں محمد صاحب پر ایسی نکتہ چینی کی گئی ہے جسے ہر مسلمان سنکر متاسف اور آزردہ خاطر ہوتا رہا ہے مجھے اکثر اپنے ایجوکیٹڈ مسلمان دوستوں سے اس معاملہ میں گفتگو کا موقع ملا ہے سوامی جی کی بیباکی کی اکثر ان لوگوں نے شکایت کی ہے۔ سوامی جی عرصہ سے نہایت بے باکانہ اسلام اور بانی اسلام کے متعلق سخت الفاظ استعمال کر رہے تھے۔ اور ان کے گروکل کے نکلے ہوئے اپدیشک تو بالکل بے لگام ہی ہوتے ہیں۔ جب ہمارا روزمرہ کا مطالعہ ہے کہ سینکڑوں انسان حیثیت کے دعوے معمولی معمولی باتوں پر دائر ہوا کرتے ہیں تو جب ہم اپنے یا اپنے باپ دادا کے متعلق کوئی سخت لفظ سننا گوارا نہیں کرتے تو کوئی شخص اپنے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کی شان میں ایسے گندے الفاظ کب سن سکتا ہے چنانچہ سوامی جی کے مقدمہ میں ایک گواہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے مذہب کا دشمن تھا اس کی یہی سزا تھی۔ عام سمجھدار مسلمان رواداری اور ضبط و تحمل سے کام لیتے رہے۔ مگر یہ مذہبی دیوانہ برداشت نہ کر سکا۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ اگر محض کافر ہونا ہی مذہبی دشمنی کا باعث ہوتا تو صرف سوامی جی کے لئے اس نے خصوصیت کیوں کی صرف یہ داس لئے، کہ لو جیہ مدن موہن مالویہ جی، لالہ لاجپت رائے جی اور گاندھی جی اس طرح کے سخت الفاظ زبان سے نہیں نکالتے سوامی جی نربھے اور بہت کڑے دل کے آدمی تھے۔ بہادر تھے اسی وجہ سے جو چاہتے تھے کہتے تھے۔ کسی سے دبتے نہ تھے مگر میرا خیال یہ ہے کہ بہادری کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اسٹیج پر کھڑے ہو کر کسی کو گالیاں دینا شروع کر دے میں سوامی جی پر اس وقت الزام نہیں رکھ رہا میں ان کے قتل کا جو سبب سمجھا ہوں عرض کر رہا ہوں اور وہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم شدھی اور سنگٹھن کو ضرور چلائیں مگر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنا رویہ بدل لیں ہم دوسروں پر جھوٹے الزامات یا گالیوں کی بوچھاڑ کرکے، رواداری کو چھوڑ کر انصاف کو روند کر مذہبی ترقی ہرگز نہیں کر سکتے۔ ہندو قوم کے سب سے بڑے مہان پرش مہاتما گاندھی جی مہاراج نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر جو مضمون لکھا کہ اور اس میں اسلام کو تلوار کا حامی ثابت کر دیا۔ اور لکھدیا کہ اب مسلمانوں کا خنجر اور پستول میان میں ہو جانا چاہیئے۔ کیا ایک ایسے بزرگ سے ایسی لغزش [illegible] آکر کہہ رہا اگر غور کرتے

قانون کو اپنے ہاتھ میں لو !

سنگھٹنی فوج کے ڈنڈے باز جرنیل ڈاکٹر مونجے اپنی اشتعال انگیزیوں کے لئے شہرہ آفاق ہو چکے ہیں۔ اب وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جنوری کے آخر میں گوجرانوالہ میں سیوا سمتی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہونے والا تھا جس کا صدر آپ کو منتخب کیا گیا۔ چنانچہ آپ تاریخ مقررہ پر فرائض صدارت سرانجام دینے کے لئے وہاں پہنچے۔ اور ہندوؤں کو وہی ڈنڈے بازی کی تلقین کی۔ صرف ڈنڈے بازی ہی کی نہیں۔ بلکہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی بھی۔ مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ ہرزہ سرائی کرنے کے بعد آپ نے ہندوؤں کو حکم دیا:-

"جو شخص کسی کی بیوی یا بیٹی کو اغوا کرتا ہے اسے ظالم سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کے خلاف آپ کو اپنا ہاتھ بخوبی سے اٹھانا چاہیئے۔" (پرتاب ۳ فروری)

پھر فرمایا:-

"جو ڈاکٹر (ممبر؟) لاٹھی کا استعمال نہیں چاہتا وہ ممبر سیوا سمتی ہونے کے قابل نہیں ہے"

ڈاکٹر مونجے اور اسی قماش کے دیگر سنگھٹنی لیڈر ملک کے طول و عرض میں جو آگ لگا رہے ہیں وہ ضرور ایک نہ ایک دن شعلہ زن ہو کر رہیگی اس قسم کی خطرناک تلقین ممکن ہے کہ دوسرے صوبوں میں امن شکن ثابت ہو لیکن صوبہ پنجاب کے جوشیلے لوگوں کو ایسی خطرناک تعلیم دینا یقیناً امن شکنی کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حکومت پنجاب اس قانون شکن تبلیغ کو برداشت کرتی ہے یا اس کے کرنے والے کے خلاف قانون کو حرکت میں لاتی ہے۔

سنگھٹنی فوج میں نئی بھرتی

ڈاکٹر مونجے کو مسلمانوں کو شکست دینے کا اس قدر فکر دامنگیر ہے کہ اب انہوں نے ہندو استریوں کو بھی سنگھٹنی فوج میں بھرتی ہونے اور لاٹھی و کٹار سے مسلح ہونے کی دعوت دی ہے فرماتے ہیں:-

"ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کو جسمانی تربیت دینی چاہیئے .... گو ہندو کم طاقت ہیں لیکن اگر وہ استریوں کو لاٹھی و کٹار کی تربیت دیں تو ان کی تعداد حفاظت کے لئے دگنی ہو سکتی ہے"

ڈاکٹر مونجے کی ذہانت کی داد دینی چاہیئے۔ مسلمانوں کو پچھاڑنے کی کیا عمدہ ترکیب نکالی ہے۔ اگر اس لاٹھی کٹار سے مسلح تازہ دم فوج کے میدان میں اتر آنے کے باوجود مسلمان کم بخت نہ پچھڑے تو ان کی سخت جانی اور پختہ ایمانی میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

ہندو قصاب

ڈاکٹر مونجے نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ:-

"کرسچن مت (عیسائی مذہب) بدھ دھرم اور گاندھی کا عقیدہ یہ اہنسا اور پریم کے پرچارک ہیں جس کا ہندوؤں پر اتنا اثر پڑا ہے کہ ہندوؤں میں کوئی ذات قصاب کی نہیں"

اس دیدہ دلیری کے کیا کہنے پنجاب کے ہندو تو ڈاکٹر صاحب کی اس نکتہ سنجی پر پھڑک اٹھے ہوں گے۔ کہ اہنسا اور پریم کا ہندوؤں پر اتنا اثر پڑا ہے کہ ان میں کوئی ذات قصاب کی نہیں کیونکہ پنجاب میں ہندو قصاب نہیں ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ان لوگوں کو کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں۔ جو یقینی طور پر اس بات کو جانتے ہیں کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بہت سے ہندو قصاب موجود ہیں۔ ریاست حیدرآباد دکن اور کرناٹک میں ہندوؤں کی ایک قوم کھٹیک پائی جاتی ہے۔ جو یہی قصاب کا پیشہ کرتی ہے۔ اور سنیئے منشی کشوری لال صاحب نے اپنی کتاب "اقوام الہند" میں صفحہ ۵۰ پر ایک ہندو قوم چکوا کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ قصابی کا پیشہ کرتی ہے۔

اصلی گئو رکھشک مسلمان ہیں

گئو رکھشک کے معنے ہیں گائے کی حفاظت کرنے والا۔ حفاظت وہی کرے گا جو اسے پالتا ہے۔ جو پالتا ہی نہیں وہ حفاظت کا ہے کی خاک کریگا۔ اس لحاظ سے حقیقی گئو رکھشک مسلمان ہیں۔ نہ کہ ہندو۔ کیونکہ گائے اور بیل زیادہ تر مسلمان ہی پالتے ہیں۔ ہندو محض گئو رکھشا کا شور مچانے والے ہیں۔ اگر کسی ہندو کو ہماری اس بات کا اعتبار نہ ہو تو وہ دیوتا سروپ بھائی پرمانند کی شہادت سنے۔ وہ اپنی تازہ تصنیف "ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج" کے صفحہ ۲۱۳ پر لکھتے ہیں:-

"اصلی گئو رکھشا اس میں ہے کہ ہندو لوگ گئوں کو رکھنا اور پالنا اپنے ذمہ لیں اس وقت گئو اور بیل کو پالنے والے زیادہ تر مسلمان ہیں۔ صرف رکھشا کی پکار کرنے والے ہندو ہیں۔"

اس سے معلوم ہو کہ عملاً گئو رکھشک مسلمان ہیں۔ ہندو محض زبانی جمع خرچ کرنے والے ہیں پس آج کے بعد ہر ایک ہندو کو چاہیئے کہ وہ آئندہ مسلمانوں کو گئو بھکشک نہ کہے بلکہ انہیں گئو رکھشک سمجھے۔

سناتن دھرم کی فتح

ہندو مذہب کی بہت سی شاخیں ہیں۔ انہی شاخوں میں سے ایک شاخ سناتن دھرم ہے جسے شاخ نہیں بلکہ اصل یا تنہ کہنا چاہیئے ہندوؤں کے اندر بہتیرے مذہب اور فرقے پیدا ہوئے لیکن سناتن دھرم کے مقابل میں ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ چند روز بڑھے۔ پھلے اور پھولے لیکن آخر سناتن دھرم میں جذب ہو کر رہ گئے۔ یہی حال سوامی دیانند جی کی قائم کردہ آریہ سماج کا ہوا ہے۔ سوامی جی نے زندگی بھر سناتن دھرم کے خلاف جنگ جاری رکھی ان کے بعد بھی آریہ سماجیوں میں کچھ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ان کے کام کو جاری رکھا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد مقابلہ کی تاب نہ لا کر انہوں نے سناتن دھرم کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیئے۔ اب آریہ سماج وہ آریہ سماج نہیں رہا جو سوامی دیانند نے قائم کیا تھا۔ وہ آریہ سماج چل بسا۔ گو آریہ سماجی اس راز کو چھپانا چاہتے تھے۔ لیکن ملکانوں کی شدھی نے اس کو طشت از بام کر دیا آریہ سماجی پرچارک جاتے ہیں اور ملکانوں کو اشدھ کرتے ہیں۔ لیکن اشدھ کرکے آریہ نہیں بناتے بلکہ سناتن دھرمی بناتے ہیں۔ بھائی پرمانند اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ:-

"ملکانوں کی شدھی کے معاملہ نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ آریہ سماج بہ حیثیت آریہ سماج کے شدھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ شدھ ہونا چاہتے ہیں۔ وہ آریہ سماج میں داخل نہیں ہونا چاہتے اور جب انہیں معلوم ہو جائے کہ ہمارے شدھی کرنے والے آریہ سماجی ہیں تو وہ نہ شدھ ہونے کو ترجیح دیتے ہیں"

(ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج صفحہ ۲۱۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماجی پرچارک نہ صرف ملکانوں ہی کو اشدھ کرکے سناتن دھرم میں داخل کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو بھی سناتن دھرمی ہی ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو آریہ بتاتے تو بقول بھائی پرمانند جی ملکانے کبھی اشدھ نہ ہوتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اشدھ ہوئے جس سے صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ آریہ سماجی پرچارک اپنے آپ کو سناتن دھرمی جتا کر ملکانوں کو دھوکا دیتے رہے ہیں۔ کیا ان واقعات کی موجودگی میں آریہ سماجی ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ آریہ سماج زندہ ہے

ہندو دھرم میں عورت کا درجہ

ایک زمانہ تھا کہ آریہ سماجی لفظ ہندو سے چڑتے تھے۔ اور اسے نہایت حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن آج ہر آریہ ہندو اور ہندو دھرم کی صدا لگا رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس ہندو دھرم پر یہ لوگ ریجھ کر آریہ سماج کو خیرباد کہہ چکے ہیں اور جس میں شامل ہونے کی غیر لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ وہ کیا کچھ ہے۔ بھائی پرمانند نے عورتوں کے متعلق اس کی جو تعلیم پیش کی ہے وہ تو سخت مایوس کن ہے۔ لکھتے ہیں:-

"ہندو شاستروں کے مطابق عورت کی کوئی ذات نہیں ہے جو اس کے پتی کا دھرم [illegible] میں اعتراض نہ ہونا چاہیئے"

(ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج صفحہ ۲۱۳)

گویا ہندو مذہب کے نزدیک عورت کی نہ کوئی ذات ہے نہ کوئی مذہب۔ جدھر خاوند چلے ادھر آنکھ موندھ کر چلی جائے۔ سبحان اللہ کیا اعلیٰ اور فلسفیانہ تعلیم ہے۔ پھر ستم ظریفی تو دیکھیے کہ اس تعلیم کی موجودگی میں یہ امید بھی لگائے بیٹھے ہیں کہ دوسرے مذاہب کی استریاں اشدھ ہو کر اس مذہب کو قبول کریں گی۔ جہاں پہنچ کر ان کی ذات اور مذہب دونوں فنا ہو جاتے ہیں۔ بھائی "یہ منہ اور مسور کی دال!"

انڈیمان کی موپلا بستی!

کچھ عرصہ ہوا حکومت ہند نے یہ سکیم تیار کی تھی کہ جزیرہ انڈیمان کو جو کالے پانی کے نام سے مشہور ہے اور جہاں عمر بھر کے قیدی رکھے جاتے تھے۔ موپلا بستی بنایا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ان موپلا قیدیوں کو جنھیں فسادات مالابار کے سلسلہ میں سزا ہوئی تھی۔ ترغیب دی گئی کہ وہ ہندوستان واپس جاکر اپنے بال بچوں کو انڈیمان لانے کی کوشش کریں مرتا کیا نہ کرتا بہت سے قیدی آئے اور بیوی بچوں کو وہاں لے گئے۔ سنتے ہیں کہ جزیرہ کی آب و ہوا بہت خراب ہے۔ اور وہ جزیرہ ہرگز اس قابل نہیں کہ وہاں بے گناہ لوگوں کو آباد کرکے ان کی نسل کو تباہ کیا جائے بعض مسلمانوں نے اس سکیم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اب ایک ہندو ممبر نے مدراس کی اسمبلی میں اس سکیم کے خلاف ریزولیوشن پیش کیا۔ جو کثرت رائے سے منظور ہو گیا ہے۔ اس ریزولیوشن میں حکومت سے سفارش کی گئی ہے کہ موپلا بستی کی سکیم کو منسوخ کرنے کے لئے فوری کارروائی کی جائے۔ اور ان تمام آزاد مردوں، عورتوں اور بچوں کو واپس لایا جائے جنھیں انڈیمان میں اس سکیم کی منشا کے مطابق بھیجا گیا اور مالابار کی بغاوت کے تمام قیدیوں کو اس جزیرہ سے ہندوستانی جیلوں میں منتقل کیا جائے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ تقریر و تحریر کے ذریعہ حکومت پر یہ امر واضح کر دیں کہ انہیں اس قرارداد سے پورا پورا اتفاق ہے۔

مسلمانو! بنگال کی خبر لو!

کیسا عبرت کا مقام ہے کہ تقریباً چار سال سے ہندو چیلنج دے کر مسلمانوں کو مرتد کرنے میں مشغول ہیں۔ اور مسلمان بے فکر و بے حس خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ سے شدھی کے فتنہ کی وحشتناک خبریں چلی آرہی ہیں۔ اور مسلمان ہیں کہ ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایسی گہری نیند میں سو رہے ہیں کہ ہزار جھنجوڑو بیدار ہوتے ہی نہیں۔ اور اگر ہوتے بھی ہیں تو اس شخص کی مانند جس پر نیند کا انتہائی غلبہ ہو اور بار بار جگانے سے مجبوراً آنکھیں کھولدے لیکن جگانے والے سے چھٹکارا پاتے ہی پھر خراٹے لینے لگے۔ یہی حال اس ناعاقبت اندیش قوم کا ہے۔ بڑی ہمت کرتے ہیں تو یہ کہ ایک دو جلسے کرکے گرما گرم تقریریں کر دیتے ہیں۔ جلوس نکال لیا۔ تو اسے عمل میں کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ اسی سہل انگاری اور غفلت شعاری کا نتیجہ ہے کہ وہ فتنہ جو چند سال پیشتر آگرہ اور اس کے گرد و نواح میں اٹھا تھا اب بنگال میں بھی قیامت ڈھا رہا ہے۔ تازہ خبر یہ ہے کہ:-

"کمڑا (بنگال) ۲۴ جنوری۔ مسلمانوں کی ایک جماعت جو پوٹو اور جیترا کر کہلاتی ہے۔ اور جو نو مسلم جماعت ہے۔ کل ان میں سے ساٹھ آدمیوں کو سوامی ست دیو نے مقام دھرم سالہ میں ہندو بنایا ہے معلوم ہوا ہے کہ اس جماعت کے ہزاروں آدمی بنگال میں آباد ہیں"

آہ کیا دردناک منظر ہے۔ جو باغ ہمارے بزرگوں نے اپنے خون سے سینچا تھا اور جس کے لئے انہیں ہر قسم کے مصائب برداشت کرنا پڑے تھے۔ آج ہم بدبختوں کی آنکھوں کے سامنے لٹ رہا ہے۔ اور ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے کیا یہ زندہ رہنے کے چلن ہیں؟

آریہ سماج کو ایک سرٹیفکیٹ

پنڈت دھرم ویر کرم چند جی مہاراج ایم اے اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

"مسلمان مدتوں سے اس ملک میں رہتے ہیں کبھی اس قدر فساد ہندو مسلمانوں میں نہیں ہوا جتنا ان آریہ پرچارکوں کی تحریر و تقریر نے آگ لگائی افسوس کہ سوامی شردھانند اپنی سخت کلامی کی وجہ سے اپنے حوصلے دل کے دل ہی میں لیکر چلے گئے"

(بقیہ صفحہ ۳)

کے آریہ دوستوں نے اس نامرغوب طریقہ کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں کبھی حضرت مسیح علیہ السلام کو برا بھلا کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بائیبل شریف کو گالیاں دیتے ہیں اور کبھی قرآن مجید کو ۔ چونکہ ان کی اس اشتعال انگیز روش سے دونوں قوموں کی دل آزاری ہوتی ہے ۔ اس لئے ضرورت ہے اور میں بھی آپ کا ہمنوا ہوں کہ دونوں قوموں کو مل کر اس فتنہ کا سدباب کر دینا چاہیے ۔

سدباب کا یہ مطلب نہیں کہ عیسائی اپنے مذہبی اصول کے خلاف حکام کا دروازہ کھٹکھٹائیں ۔ بلکہ یہ مدعا ہے کہ دونوں قومیں مل کر آریوں کی دل آزارانہ روش سے اظہار نفرت کرتے ہوئے تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے آریہ ڈھول کا پول کھول دیں ۔ اپنے اپنے قلعہ کو اس قدر مستحکم بنائیں کہ کوئی حملہ اس پر کارگر نہ ہو سکے ۔ اور آریوں میں اپنے اپنے عقیدے کی تبلیغ کا آغاز کر دیں ۔ (بندہ محمد عصمت اللہ)

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند

نورافشاں مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۷ء میں " موجودہ کشمکش اور کرسچن کانفرنس " کے عنوان سے موجودہ آریہ مسلم کشمکش کے متعلق مسیحی پالیسی کا اظہار کر دیا گیا ہے کہ مسیحیوں کو اس کشمکش میں بالکل غیر جانبدار رہنا چاہیے ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ پادری رلیا رام اور ٹھاکر داس وغیرہ کا شدھی سبھاؤں کے جلسوں میں شامل ہونا اور تائیدی تقریریں کرنا کیا معنی رکھتا ہے کیا یہ لوگ عیسائی نہیں ہیں ۔ یا صرف دکھانے ہی کو بپتسمہ لیا ہے اور درحقیقت میں ہندو ہیں ؟ عیسائیوں کا مسلمانوں سے ملنا ۔ ان کے جلسوں میں جانا اور وہاں جا کر تقریریں کرنا تو کوئی معنے بھی رکھتا ہے ۔ کیونکہ دونوں کے عقائد میں قدر مشترک بھی موجود ہے ۔ مگر آریہ دھرم اور عیسائی مذہب میں کس امر کا اشتراک ہے ؟ ہو نہ ہو کچھ دال میں کالا ضرور موجود ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کا یہ دورخہ پن عیسائیوں کے لئے کسی وقت خطرے کا باعث بن جائے ۔

ممتاز بنک

(مولوی دوست محمد صاحب کے قلم سے)

اس نام سے ایک اسلامی بنک ہمارے محترم دوست چشتی عبدالرحمن صاحب نے قایم کرنے کا بندوبست کیا ہے ۔ چشتی صاحب موصوف کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی کا ایک گہرا جذبہ پایا جاتا ہے ۔ اور وہ مسلمانوں کی موجودہ نکبت کا ایک بڑا سبب انکی اقتصادی کمزوری قرار دیتے ہیں جس کو دور کرنے کے لیے انہوں نے بنک کی تجویز کی ہے ۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اس کی رجسٹری بھی گذشتہ دسمبر میں انہوں نے کرالی ہے ۔

چشتی صاحب نے جو اعلانات ہمارے پاس بنک کے متعلق بھیجے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے امرا رؤسا نے اس کے سرپرست یا ڈائرکٹر اور فلوٹر ز ہونا منظور کر لیا ہے ۔ تاہم ضرورت ہے کہ ذی استطاعت اصحاب اس کے بہت سے حصے خریدیں اور اس عظیم الشان کام کو جس کا بیڑا چشتی صاحب نے اٹھایا ہے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں ۔ اس وقت مسلمانوں کا صرف ایک بنک سارے ہندوستان میں ہے جو اپنے کاروبار کی وسعت کے لحاظ سے ہندوؤں کے چھوٹے سے چھوٹے بنک کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند قوم کی اس اہم ضرورت کی طرف بہت جلد متوجہ ہوں اور بنکوں کے ذریعہ سے اپنے کاروبار اور تجارت کو فروغ دینے کی پوری کوشش کریں ۔ تاکہ موجودہ اقتصادی کمزوری رفع ہو کر برادران وطن کے قدم بہ قدم چل سکیں ۔

امید ہے کہ چشتی صاحب کی یہ تحریک کامیاب اور بابرکت ثابت ہوگی ۔ اور جس اہم کام کا بیڑا انہوں نے اٹھایا ہے اس میں قوم کا ہر فرد ان کی امداد فرما کر اسے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرے گا ۔

درخواست دعا

برادر محمد عزیز اللہ صاحب مدراس سے لکھتے ہیں کہ ان کے خسر صاحب علیل ہیں احباب دعا فرمائیں کہ شافی مطلق انہیں صحت کامل عطا فرمائے ۔

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی ہمشیرہ کا دہلی میں انتقال ہو گیا ہے ۔ احباب غائبانہ جنازہ پڑھیں ۔

ویدک تلوار کی کہانی

خود ویدوں کی زبانی

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل ودیارتھی کے قلم سے)

(۳)

وید کے مخالفوں کے ٹکڑے کر کے ایک ایک عضو جلاؤ

" اے بہادر وجو آگے بڑھ کر ہم پر غدر کرے یا جو ہماری کی ہوئی دعا کی ہتک کرے یہ برے کام اس کے لئے آگ کے عذاب ہوں آسمان بھی اس وید کے مخالف کو سب طرف سے جلا دے " ۔

" تیرے ان سات حواس اور آٹھ اعضاء کو میں وید کی بنا پر توڑتا ہوں " مطلب از آریہ مفسر ۔ جو شخص ویدوں کے احکام پر عمل نہ کرے اسے بہادر لوگ سزا دیویں ۔ یعنی سات حواس (دو کان ۔ دو نتھنے ۔ دو آنکھیں اور ایک منہ) اور آٹھ اعضاء سر ، ہاتھ اور دو ٹانگوں وغیرہ کو سزا کے طور پر کاٹ کر بے شمار رکھوں کے ساتھ جلا دینا چاہیے ۔

جلاتے ہوئے زبان سے یہ منتر پڑھے ۔

" تیرے پاؤں کو جلتی ہوئی عذاب دینے والی آگ میں میں ڈال دیتا ہوں آگ تیرے جسم میں داخل ہو اور تیری آواز ہوا میں چلی جائے " ۔

(اتھروید کانڈ ۲ ۔ سوکت ۱۲ ۔ منتر ۷ ، ۸)

غیر آریوں کی اولاد کو مار دو اور ان کی آنکھیں نکلوا دو

" اے سوم رس پینے والے راجا تو دکھ دینے والوں (غیر آریہ) کی اولاد کو مار اور اے آ ... اور مذمت کرنے والے کی دائیں اور بائیں آنکھ کو نکال دے "

(اتھروید کانڈ ۱ سوکت ۸ ۔ منتر ۳)

" جو دوست نہیں ان کو بیل کی کھال میں سی دو تاکہ وہ مرعوب ہو جائیں "

" ان کو بیل کی کھال پہنا دو ۔ ہرن کی طرح ڈرپوک بنا دو ۔ الٹے منہ غیر دوست بھاگ جائیں اور ان کے چوپائے ہماری طرف آ جائیں " ۔

(اتھروید کانڈ ۶ ۔ سوکت ۶۷ ۔ منتر ۳)

لوہے کے کانٹے دار شکنجے سے گوشت خوروں کو کچلنا

اے عالم ! لوہے کے جلتے ہوئے شعلہ زن دانتوں سے یاتودھانوں (غیر آریہ لوگوں) کو کچل ڈال ۔ اپنے زور سے بیوقوف دلوتاؤں کے پجاریوں (غیر مذاہب) کو پکڑ لے اور کچل کر گوشت کھانے والوں کو منہ میں رکھ لے ۔ (کانڈ ۸ ۔ سوکت ۳ ۔ منتر ۲)

" دکھ دینے والے جلتے ہوئے نیچے اور اوپر کے دونوں دانتوں کو کام میں لا ۔ اور اے اگنی ہو ہمارے اردگرد پھر ۔ غیر آریوں پر دانتوں والے تیز ہتھیاروں سے حملہ کر " (ایضاً منتر ۳)

" اے آگ کی مانند راجا غیر آریوں کی کھال اتار دے ۔ مارنے والا ہتھیار زور سے اس کو مار دے ۔ اے راجا اس کے جوڑوں کو کچل ڈال ۔ گوشت خور گوشت تلاش کرنے والا اس کو پھاڑ ڈالے " منتر ۵

" اے آگ کی مانند عالم جہاں کہیں تو غیر آریہ کو کھڑے ہوئے پھرتے ہوئے خواہ ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھے تیز تیر سے اس کو بیندھ دے " منتر ۶

" اے آگ کی مانند راجا .... غیر آریوں کے دلوں کو تیر سے بیندھ اور ان کے بازوؤں کو الٹا کر کے توڑ دے " منتر ۷

" اے عالم .... غیر آریوں کو دو دھاری تلوار سے مار ڈال گوشت کھانے والے جھپٹنے والے بری آواز نکالنے والے گدھ اس کو کھا دیں ۔ (ایضاً منتر ۹)

" اے راجا تو غیر آریوں کو لوگوں میں سے اچھی طرح تاڑ ۔ اس کے تین اوپر کے اعضاء (سر اور دونوں کندھوں) کو توڑ ڈال ۔ اے آگ کی مانند راجا اس کی پسلیاں کچل ڈال ۔ غیر آریہ کو نیچے سے تین ٹکڑے کر دے ۔ (یعنی ٹانگوں کو چیر کر جوڑ جدا کر دے) (ایضاً منتر ۱۰)

" اے آگ کی مانند راجا جو آج دو دکھ دینے والے گالی دیتے ہیں جو بولنے والے سخت کلامی کرتے ہیں ۔ غضبناک دل سے ان کے لئے تیروں کی بارش برسا ۔ غیر آریوں کا دل ان تیروں سے چھید ڈال ۔

(ایضاً ۔ منتر ۱۳)

" غیر آریہ جوگائیوں کا پانی بگاڑتے ہیں ۔ تو دے بدکار ناقابل ترمیم قانون کی بنا پر بالکل کاٹ دیئے جائیں " (ایضاً منتر ۱۶)

" گائے کا گئوشالا میں جو دودھ ہے ۔ اے راجہ غیر آریہ اس کو نہ پییں ۔ اے آتش مثال راجا جو کوئی اس دودھ سے اپنا پیٹ بھرنا چاہے اس مخالف قریب آنے والے کو اپنے شعلہ سے پھونک ڈال

ہندوؤں کا مرکز اتحاد !

(مولانا عصمت اللہ صاحب کے قلم سے)

آج کل آریہ سماج کی چیخ پکار کی بدولت ہندو قوم میں باہمی اتحاد کی زبردست لہر پیدا ہو گئی ہے ۔ قومی لیڈر آئے دن اتحاد پر لیکچر دیتے ہیں سنگٹھن کی تحریک بھی اتحاد کے انڈے بچوں میں سے ہے ۔ جس قوم میں اپنے آپ کو زندہ رکھنے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے ۔ وہ قوم اسی قسم کی تحریکوں کی طرف ضرور متوجہ ہو جایا کرتی ہے ۔ ہندو وطنی بھائی ہیں ۔ ان کا باہمی اتحاد کی طرف توجہ کرنا قابل صد مبارکباد ہے ۔ مگر اس تحریک کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ امر قابل غور باقی رہ جاتا ہے کہ ہندو قوم کس امر پر باہمی اتحاد قایم کر سکتی ہے ۔

(۱) کیا ویدوں کے الہامی ہونے پر ؟ نہیں اس لئے کہ ہندوؤں میں ایسے بہت سے فرقے ہیں جو ویدوں کو الہامی نہیں مانتے جیسے جینی ، دیو سماجی وغیرہ

(۲) کیا مسئلہ تناسخ پر متحد ہو سکتی ہے ؟ نہیں اس لئے کہ ہندوؤں میں ایسے فرقے بھی موجود ہیں جو آواگون کو لغو سمجھتے ہیں اور اس کی تردید میں کتابیں شایع کرتے ہیں جیسے دیو سماجی اور برہمو سماجی وغیرہ

(۳) کیا ایشور کے وجود پر اتحاد ہو سکتا ہے ؟ نہیں اس لئے کہ ہندوؤں میں ایسے بھی فرقے ہیں جو سرے سے ایشور پرماتما ہی کو جواب دیتے ہیں جیسے جینی ۔ دیو سماجی وغیرہ ۔

(۴) کیا جنیو پر اتفاق ہو سکتا ہے ؟ افسوس کہ یہ زنجیر بھی ہندوؤں کو اتحاد کی لڑی میں نہیں پرو سکتی اس لئے کہ ایسے ہندو فرقے بھی موجود ہیں جو جنیو کو برا سمجھتے ہیں ۔ جیسے برہمو ، دیو سماجی وغیرہ اور غریب شودروں کو تو جنیو پہننے کا حکم ہی نہیں ۔ سنیاسیوں کو توڑ دینا پڑتا ہے ۔ شودروں اور سنیاسیوں کی ہندوستان میں لاکھوں کروڑوں کی تعداد ہے وہ اتحاد کی لڑی میں نہیں آ سکتی ۔

(۵) کیا ورن آشرم پر اتحاد ہو سکتا ہے ؟ ورنوں کا جھگڑا ہی تو باعث افتراق بنا ہوا ہے ۔ سبب اتفاق کیونکر ہو ۔ ہر ورن کے فرائض الگ احکام الگ ، مدارج الگ ، مراتب الگ ۔ زمین الگ ۔ آسمان الگ ۔ ؎

سب نے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے ، بات الٹی ، یار الٹا

اتنی بڑی اہم چیزوں پر تو اتفاق ہو نہیں سکتا ۔ پھر آخر اس کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں ۔ انسانوں کی جماعت میں تلاش کی جائے ۔ تو کوئی ایسی چیز دستیاب نہیں ہو سکتی جو مرکز اتحاد بن سکے ۔ البتہ اس سے نچلے طبقہ حیوانات میں ایک چوپایہ نظر آتا ہے ۔ جس پر ہندو دنیا متفق ہو سکتی ہے ۔ مگر انسانوں کا چوپایوں پر آ کر متحد ہونا انسانی اتحاد نہیں کہلا سکتا ۔ چوپایہ اتحاد کہلائے گا ۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انسان بھی حیوان ہی ہے ۔ مگر فصل نطق نے اسے حیوانات سے ممتاز کر دیا ہے ۔ چوپایہ اتحاد کی صورت میں رجعت قہقری کرنی پڑے گی اور نطق یعنی ادراک معقولات کی قوت کو ہاتھ سے کھونا پڑیگا ۔ ڈارون کی تھیوری اور ارتقا کا قانون دور سے پکار رہے گا کہ یہ امر قانون قدرت کے خلاف ہے ۔ آدمی حیوان نہیں بن سکتے ۔

ہمارے خیال میں بھائی پرمانند کی پالیسی پر قایم ہو جانا زیادہ مفید ہوگا ۔ ہندو لفظ ہی کی کوئی نئی تعریف کر لینی چاہیے تاکہ سب ایرا غیرہ نتھو خیرا اس میں آ کر جمع ہو سکیں ۔ پولیٹیکل قوت کی خاطر اگر ویدوں اور دوسرے عقیدوں کو قربان کر دینا پڑے تو پروا نہیں کرنی چاہیے ۔ نئے ہندو دھرم کا جنم ہو جائیگا اور شانتی کی لہریں چل پڑیں گی ۔ مسلمان بھی آسانی سے دبائے جا سکیں گے ۔ نہ وید باقی رہیں گے نہ مسلمانوں کو ان پر اعتراض کرنے کی جرأت رہے گی ۔ نیا مذہب ہوگا ۔ نئے اصول ہوں گے نیا جوش ہوگا ۔ نئی امنگ ہوگی ۔

اوم شانتی شانتی شانتی

کیا قومی بہبودی اسی کا نام ہے ؟

گذشتہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں انجمن نے محض قوم کے افراد کے فائدہ اور ان کی بہبودی کو مدنظر رکھ کر احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ کا اجرا اپنے ماتحت منظور کیا تھا جس کے قواعد کی اطلاع سب احباب کو کر دی گئی ۔ اور اسی اخبار کے ذریعے کئی دفعہ اور جلسہ سالانہ پر خصوصاً سب احباب کو اس میں فرداً شامل ہونے کی درخواست کی گئی لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ممبران کی تعداد اس قدر تھوڑی ہے کہ جس سے پس ماندگان کو کوئی بڑا فائدہ پہنچنے کا سامان نظر نہیں آتا ۔ چاہیے تھا کہ ہماری جماعت کے سب دوست غریب اور امیر دونوں یکساں طور پر شامل ہو جاتے ۔ کیونکہ سب کی شمولیت کے بغیر دوسروں کو بھی اور خود کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ۔ اس لئے سب احباب کی خدمت میں بزور التماس ہے کہ وہ اس میں ضرور شامل ہوں اور جلد ہی اپنی اپنی درخواستیں مطبوعہ فارموں پر معہ رقم کے حسب

انتقاد

اقبالی کیلنڈر

یہ کیلنڈر جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم اے - پی ایچ ڈی ممبر پنجاب کونسل کے اسم گرامی سے معنون کیا گیا ہے شیخ غلام مصطفےٰ صاحب مالک مصطفائی بک ڈپو نے حال ہی میں شایع کیا ہے - کیلنڈر کی لوح پر علامہ ڈاکٹر سر اقبال کی تصویر ہے - اور اس کے نیچے اصل کیلنڈر - جو علیحدہ کاغذ پر کتابی شکل میں چھاپا گیا ہے ہر صفحہ پر ایک ایک مہینہ کی تاریخ ہے - اور اوپر ڈاکٹر اقبال کا ایک ایک شعر - خوبصورتی اور خوش نمائی کے لحاظ سے کیلنڈر اس قابل ہے کہ کمروں کی زینت کا کام دے - قیمت فی کیلنڈر ۲ر
شیخ غلام مصطفےٰ صاحب مالک مصطفائی بک ڈپو رنگ محل لاہور سے طلب کیجئے۔

"شفاء الملک"

یہ ایک ماہوار طبی رسالہ ہے - جو جنوری ۱۹۲۸ء سے جناب حکیم محمد ایوب کے زیر ادارت دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے - پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے اس میں مختلف امراض کے بہت سے مفید نسخے درج ہیں - مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی کے بھی دو تین مجربات بیان کئے گئے ہیں - بقراط کے مختصر سوانح حیات بیان کئے گئے ہیں - اور رسالہ تبرید میں سے اس کے بعض اقوال و تجارب بھی پیش کئے گئے ہیں - ہمارا یہ نوخیز معاصر بہت ہونہار معلوم ہوتا ہے علم طب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ضرور اس کی سرپرستی فرمائیں - سالانہ چندہ صرف ۱۲ر - ناظم رسالہ شفاء الملک سی ایم - دہلی سے طلب فرمائیے -

احسن جنتری ۱۹۲۸ء

یہ جنتری بہت سی مفید معلومات سے پُر ہے - کہیں امراض کے نسخے ہیں - اور کہیں بزرگان دین کے اقوال - کہیں دلچسپ اسلامی مضامین ہیں اور کہیں علم الرویا کے نکات - قیمت ۳ر ملنے کا پتہ
جنرل منیجر اسلامیہ بکڈپو فیروزپور شہر (پنجاب)

"تفریح"

یہ ایک جدید رسالہ ہے جسکی اخبارات میں ایک عرصہ سے دھوم مچ رہی تھی - آغا رفیق بلند شہری اور محمد رفیق اس کے اڈیٹر ہیں - ہمیں اس کا پہلا نمبر لغرض ریویو موصول ہوا ہے - اس میں ہر قسم کے علمی ادبی، تاریخی، سیاسی، تفریحی اور زرعی مضامین موجود ہیں - باوجود ان تمام خوبیوں کے چندہ صرف دو روپے سالانہ - نمونہ غالباً مفت مل سکتا ہے - منگانے کا پتہ
منیجر رسالہ تفریح بجنور (یو - پی)

خاص نمبر پیغام صلح

۲ مارچ کو شایع ہوگا

ہندوستان میں اسلام کی سب سے پہلی فتح ۲۸ شعبان ۹۳ھ کو ہوئی جبکہ غازی محمد بن قاسم نے سندھ کے ہندو راجہ داہر کو مغلوب کرکے سندھ میں اسلامی حکومت کا جھنڈا گاڑا - اس یادگار میں ۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو **پیغام صلح کا غازی نمبر** شایع ہوگا جس میں ملک کے نامور اہل قلم حضرات کے مضامین ہوں گے قیمت فی پرچہ ۲ر ہوگی - تاجروں کے لئے اشتہار دینے کا نادر موقع ہے - نرخنامہ اجرت حسب ذیل ہے

پورا صفحہ	نصف صفحہ	پورا کالم	نصف کالم	چوتھائی کالم
عـه ر	لـه ر	ـہ ر	عہ ر	ـے ر

(منیجر اخبار پیغام صلح)

ہندوستان

— مہاراجہ سر کشن پرشاد صدر اعظم اب حکومت حیدرآباد دکن نے انجمن ترقی اردو کو پانچ ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم عطا فرمائی ہے -

— چین کے خلفشار کی وجہ سے حکومت ہند نے ہندوستان سے جو فوج چین روانہ کی ہے اس کے خلاف مختلف مقامات پر جلسے ہو رہے ہیں

— افواج ہند کا کمانڈر انچیف عنقریب صوبجات متحدہ کی چھاونیوں کا دورہ کرکے سرحدی چوکیوں کا معائنہ کریں گے -

— کلکتہ میں بولشویکوں کا ایک انگریز ایجنٹ گرفتار ہوا ہے جو کئی ماہ سے ہندوستان میں پروپیگنڈا کر رہا تھا -

— مسجد خانم دہلی کو نقصان پہنچانے کے سلسلہ میں عدالت ماتحت نے دو ہندو ملزموں کو سزا دی تھی - اب سشن جج نے دونوں کو بری کر دیا ہے

— بڑودہ کونسل میں ایک ممبر نے یہ تحریک پیش کرنے کا نوٹس دیا کہ ریاست میں شراب کی قطعی ممانعت کر دی جائے - لیکن انہیں تحریک پیش کرنے کی اجازت نہیں دی گئی -

— ملتان شہر میں طاعون پھیل گیا ہے - لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں -

— صوبہ سندھ خلافت کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کے صدر سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون منتخب کئے جائیں -

— مفتی محبوب علی دہلی کے قتل کا مقدمہ ۸ فروری کو عدالت میں پیش ہوگا -

— مہاراجہ میسور کی حکومت نے احکام نافذ کئے ہیں - کہ آئندہ دسہرہ کے موقع پر تمام ہندوستان کی صنعت و زراعت کی نمائش بھی کی جائے -

— حیدرآباد سندھ میں پولیس کی تحقیقات کی بنا پر ایسے متعدد اشخاص گرفتار کئے گئے ہیں جو شمالی و وسطی ہند دہلی - اجمیر، کچھ، مارواڑ اور گجرات سے لڑکیاں اغوا کرکے ان کی باقاعدہ تجارت کیا کرتے تھے

— ہندوستان کے مختلف مقامات سے شدھی کی خبریں آ رہی ہیں - مسلمانوں کو متحد ہو کر تبلیغ کے کام میں مصروف ہو جانا چاہیئے -

— مالابار میں ہندو سبھائیں قائم کی جا رہی ہیں -

— اسمبلی میں مسٹر رگھو نندن تجویز پیش کریں گے کہ ہندوستان میں سزائے موت کا طریقہ اڑا دیا جائے -

— دہلی میں گردھاری لال کتب فروش کو سوامی شردھانند کی موت کے سلسلہ میں ایک اشتعال انگیز پمفلٹ "خونی پستول" شایع کرنے پر گرفتار کر لیا گیا ہے -

— ڈاکٹر مونجے نے اسمبلی میں اس تجویز کا نوٹس دیا ہے کہ ۱۶ سے ۲۵ سال کی عمر تک سکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کو لازمی فوجی تعلیم دی جایا کرے -

— رستم دوراں گاما پہلوان عنقریب تمام دنیا کا سفر کرنے کے ارادہ سے ہندوستان سے روانہ ہونے والا ہے اور دنیا کا جو پہلوان اس کے مقابلہ میں آئے گا اس سے کشتی لڑے گا

— یو پی کونسل میں عورتوں کو انتخاب کونسل میں کھڑا ہونے کے متعلق پابندیوں سے آزاد کرنے کے لئے ایک سوراجسٹ ممبر نے ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے -

— انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ ۱۵ - تا ۱۷ - اپریل کو اسلامیہ کالج لاہور کے میدان میں ہوگا -

ممالک خارجہ

— مشہور عربی اخبار "الاہرام" کا نامہ نگار متعینہ لندن رقمطراز ہے کہ برطانوی قونصل متعینہ جدہ ابن سعود سے ملاقات کے لئے بیر درویش گیا تھا یہ مقام مدینہ منورہ کے قریب ہے - برطانوی قونصل اور ابن سعود سابقہ نجدی و برطانوی معاہدہ کی دفعات میں ترمیم و تبدیلی کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے رہے - بیان کیا جاتا ہے کہ جدید معاہدہ سابقہ معاہدہ کی دفعہ ۸ کے مطابق جائز اور قابل عمل خیال کیا جائے - ابن رشید کے علاقہ جات اور حجاز کے لیے اس معاہدہ کا نفاذ ہوگا - اس جدید معاہدہ کے بعد حجاز اور ابن رشید کے علاقہ جات برطانوی نگرانی اور انتداب میں رہیں گے -

معاہدہ کی بعض نہایت اہم اور سخت دفعات ذیل میں درج کی جاتی ہیں

(الف) ابن سعود کی سلطنت میں کسی حالت میں بھی کوئی ایسا افسر مقرر نہیں کیا جائے گا - جو حکومت برطانیہ کے مفاد کے لئے ضرر رساں ثابت ہو -

(ب) اگر ابن سعود اور اس کے اتحادیوں کے علاقوں پر کوئی غیر ملکی سلطنت حملہ آور ہوگی تو برطانوی حکومت ابن سعود کی امداد کرے گی - اور اس امداد کے معاوضہ میں بشرط ضرورت وہ مزید معاونت کے متعلق عہد نامہ کریں گے

(ج) ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ کسی غیر ملکی سلطنت سے نہ کوئی معاہدہ کرے گا نہ اتحاد کرے گا - اور دوسری سلطنتوں سے خط و کتابت کے ذریعے سے بھی کوئی سلسلہ نہ رکھے گا - اگر ابن سعود کو کسی غیر ملکی سلطنت کے ارادہ کے متعلق اطلاع ملے گی کہ یہ سلطنت اس کے علاقوں میں کوئی مداخلت کرنی چاہتی ہے تو وہ برطانوی حکومت کو مطلع کرے گا -

(د) ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ برطانوی حکومت کی منظوری کے بغیر مذکورہ بالا علاقہ جات کے کسی حصہ کو نہ فروخت کرے گا - نہ رہن رکھیگا نہ اجارہ دے گا - نہ اور کسی طریقہ سے جو منظور شدہ نہ ہو اس میں تصرف کرے گا -

ابن سعود دوسری حکومتوں اور ان کی رعایا کو (مذکورہ علاقہ جات میں) نہ مراعات دے گا نہ کوئی ٹھیکہ دیگا - اور نہ ان سے کسی قسم کی شرائط طے کرے گا - ابن سعود اس بات پر رضامند ہے کہ وہ غیر مشروط طور پر برطانوی حکومت کی ہر ہدایت پر عمل کرے گا - یہ ہدایت خواہ اس کے مفاد کے لئے خواہ مفید ہو یا نہ ہو -

— "الاہرام" معاہدہ کی مذکورہ دفعات شایع کرنے کے بعد دریافت کرتا ہے کہ " روئے زمین پر اس سے بڑھ کر بھی کسی احمقانہ معاہدہ کی مثال مل سکتی ہے - جب مسلمانان عالم کو اس معاہدہ کی دفعات و شرائط کا علم ہوگا تو وہ بیحد غضبناک ہوں گے - کیونکہ دفعات مذکورہ کا علم ہونے کے بعد ان پر حقیقت ظاہر ہوگی اور وہ سمجھ سکیں گے کہ حجاز برطانوی نگرانی میں جا رہا ہے - ابن سعود خوب جانتا ہے کہ وہ صرف عالم اسلام کی تائید سے حجاز کا حکمران بن سکا ہے - اگر اس نے مسلمانان عالم کے جذبات کو مجروح کیا - تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے خام خیالات غلط ثابت ہوں گے - اور اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو اس کے پیشرو کا ہوا ہے برطانیہ ابن سعود کو فروخت کرکے ہندوستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی رضامندی خریدنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے گی - (انڈین ڈیلی ہیرلڈ)

— ترکی میں مقام عشاق پر شکر کا ایک کارخانہ قایم کیا گیا ہے -

— ترکی میں اس وقت تک صحیح طور پر کوئی مردم شماری نہیں ہوئی تھی اب جمہوریہ ترکیہ نے ایک خاص محکمہ بلجیم کے ایک ماہر فن کی نگرانی میں مردم شماری کے لئے قایم کیا ہے -

— مراکش میں ابھی تک بعض قبائل ہسپانیہ سے برسر پیکار رہیں -

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۳ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۲۷ء | نمبر ۷

بزم احباب

(مرتبہ خاں صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

ایران

مکرم اخویم محمد ابراہیم صاحب اصفہانی نے طہران سے ذیل کی خط و کتابت کی نقل برائے اشاعت روانہ کی ہے:-

(۱) خط منجانب اے آر درد صاحب لندن۔ بخدمت مکرم ایم اے اصفہانی صاحب۔ پیارے بھائی آپ کے ۲۶ ستمبر کے خط کا شکریہ ادا کرتا ہوں حسب الطلب وحسب وعدہ مسجد کا فوٹو ارسال خدمت ہے نیز مسجد کے افتتاح کی رپورٹ۔ میں نے آپ کے خط سے معلوم کر لیا تھا کہ آپ کی لاہور سے خط و کتابت ہے اور قادیان سے بھی آپ کچھ اخبارات منگواتے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں ہم اپنی جماعت کے بانی کو مسیح موعود یقین کرتے ہیں اور مسیح موعود کو حضرت رسول کریم نے نبی کا خطاب دیا ہے اور وہ ان پیشگوئیوں کی تکمیل کے لئے آیا ہے۔ ہم کسی شخص کو کافر نہیں کہتے۔ اگرچہ ہم اس حقیقت سے دل درد کے ساتھ آگاہ ہیں کہ دوسرے تمام فرقے ایک دوسرے کو اس نام سے یاد کرتے ہیں اور افسوس اس بات کا ہے کہ اس کی وجوہ بالکل حقیر سی ہوتی ہیں۔ اس لئے میں آپ سے ملتجی ہوں کہ ہمارا لٹریچر ہمدردانہ نگاہ سے مطالعہ فرمائیں۔ میرا یقین ہے کہ سب معاملہ کو معلوم کر کے آپ ہمارے ساتھ متفق ہو جائیں گے۔ قرآن شریف کے رو سے پیغمبروں کی دو اقسام ہیں۔ ایک صاحب الشریعت اور دوسرے جو شریعت کے خادم ہوتے ہیں حضرت موسےٰ اور اس کا بھائی اس کی مثال ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ کو آخری صاحب الشریعت پیغمبر بنی نوع انسان کے لئے اور قرآن مجید کو بالکل کمل اور خدا کا آخری قانون یقین کرتے ہیں۔ یہ سب اسلام کے اصول ہیں اور فی الحقیقت سب سے بڑی برکت جسے نبوت کہا جاتا ہے اسلام پر ہی عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے بانی نے اپنی تمام زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ کا شاگرد اور تابعدار فرمایا۔ لیکن اس کی ان تمام بے غرضانہ کوششوں پر اس کے ہم مذہب لوگوں نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ اس لئے ہمیں شکایت کرنے کا حق حاصل ہے نہ آپکو۔

[illegible]

سلسلہ کو صرف مجدد مانتی ہے، کیونکہ وہ بھی اسے مسیح موعود مانتی ہے اور یقین کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یقینی طور پر مکالمہ و مخاطبہ کیا۔ تاہم مزید پھر کبھی۔

مجھے افسوس ہے کہ ریویو آپ کو باقاعدہ نہیں پہنچتا۔ میں اس معاملہ میں تحقیق کر کے آپ کو باقاعدہ بھجوا دیا کرونگا۔ کیا آپ مہربانی کر کے مجھے ایرانی اخبارات جن میں ہماری مسجد کے بارہ میں مضامین نکلے ہوں بھیجکر مشکور فرمائیں گے۔

(۲) مکرم اصفہانی صاحب نے جو اس خط کا جواب دیا وہ حسب ذیل ہے:-

بخدمت مولوی اے آر درد صاحب ایم اے لنڈن!
پیارے جناب آپ کے خط مورخہ ۲۲ اکتوبر کے لئے مشکور رہو۔ مجھے مسجد کا فوٹو اور ۸ اکتوبر کے پورونیوز کی دو کاپیاں جس میں آپکی مسجد کی افتتاحی تقریب کے حالات شائع ہوئے ہیں پہنچ گئے ہیں یہاں کے اخبارات میں آپ کی مسجد کے بارہ میں بجز ریوٹر کے تاروں کے اور کچھ نہ تھا۔ فیصل ابن سعود کے مسجد کا افتتاح کرنے سے انکار کر دینے نے ایرانیوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ گزشتہ ہفتہ میں نے آپ کو اخبار اقدام کا ایک پرچہ بھیجا تھا جس میں امریکہ اور یورپ کی مساجد کا ذکر تھا۔ آپ نے غالبًا دیکھ لیا ہوگا کہ اس میں آپ کی مساجد لندن اور شکاگو کا بھی ذکر تھا۔ میں آپ کے زیر جواب خط کے بعض خیالات سے اختلاف رکھتا ہوں اور شاید بعض دفعہ مجھے مجبورًا ان کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ آپ کے یہاں کے مبلغ کے ساتھ ذاتی ملاقات کی وجہ سے اور آپ کے انگریزی و اردو لٹریچر کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کا موجودہ لیڈر جو قادیان میں ہے دوسرے مسلمانوں کو کافر بنانے میں بہت صاف ہے۔ اور وہ صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کی یا خود اس کی پیروی نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔ برادر موصوف پر واضح ہو کہ قادیانی لیڈر حضرت مرزا صاحب کے منکر کو کافر اور اپنے منکر کو فاسق قرار دیتا ہے۔ پ۔ص) اور وہ یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اختلاف آراء کو بھی رد کرتا ہے۔ اس لئے میں آپ کی اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ دوسرے مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے۔ کم از کم آپ کا مبلغ طہران عبدالمجید اور آپکے موجودہ لیڈر مرزا محمود قادیانی ایسا کہتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں جماعت لاہور اس معاملہ میں اور حضرت محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کے بارہ میں صاف ہے۔ دوسرے مسلمان جو چاہیں اسے کہیں۔ لیکن ہر قسم کے دوسرے مسلمان ان سے ہمدردی رکھتے ہیں اور ان سے کم خیالات

سے اتنا اختلاف نہیں رکھتے۔ لندن کے قیام کے زمانہ میں میں ہر دو جماعتوں سے ملتا رہتا تھا۔ اس لئے میری رائے اپنے ذاتی تبادلہ خیالات کی بنا پر ہے۔ آپ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ کریں کہ میں متعصب یا تنگدل ہوں کیونکہ ایک شیعہ مسلمان کے لئے بعد حضرت محمدؐ اور حضرات بارہ اماموں کے آپ کسی شخص کی پیروی کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں پڑتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ اپنے لکچروں اور لٹریچر میں اسلام کے بجائے احمدیت کی زیادہ تبلیغ کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم خدمت اسلام ہی کا مقصد رکھتے تھے۔ نہ اپنی ذات کا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ قادیانیت کی تبلیغ نے یعنی دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینے اور حضرت محمدؐ کو آخری نبی نہ ماننے نے وحدت اسلام کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ان اصول کی تبلیغ کر کے آپ نے بانی سلسلہ کو نہایت حقیر بنا دیا ہے۔ مجھے معاف فرمایئے اگر میں نے صاف گوئی سے کام لیا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے موجودہ لیڈر کے سامنے جو قادیان میں ہے یہ تجویز پیش کرونگا کہ اسے ان ہر دو معاملات میں کوئی دوسرا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔

گزشتہ ستمبر سے مجھے آپ کا ریویو نہیں پہنچا۔ گو میں آپ کے خیالات سے اختلاف رکھتا ہوں تاہم میں آپ کے لٹریچر کو دلچسپی سے مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ امید ہے آپ مجھے معاف کریں گے اگر میں نے اس خط میں زیادہ صاف گوئی سے کام لیا ہو۔

دیوتا سروپ کی تاریخ دانی بیراگی بیر تاریخ کی روشنی میں

(مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

(۲)

بھائی پرمانند جی کے تاریخی رسالوں میں سے ہم سردست بیراگی بیر کو لیتے ہیں اور اپنے معزز ناظرین کو دکھا دیتے ہیں کہ اس نام نہاد مورخ نے اس چھوٹے سے رسالہ میں کہاں تک فن تاریخ کی مٹی پلید کی ہے۔

بیراگی بیر کے عام نقائص

(۱) سارا رسالہ پڑھ جاؤ کہیں کسی واقعہ کا حوالہ نظر نہیں آئے گا۔

(۲) عموماً اس رسالہ میں ایسے واقعات لکھ مارے ہیں جو فن تاریخ کی مسلمہ کتابوں کے بالکل برخلاف ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جاسکے۔

(۳) اس چھوٹے رسالہ کی تحریر کا صرف یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے پوری پوری نفرت پیدا کی جائے اور ہندو مسلم اتحاد کی جڑ پر کلہاڑا چلا کر دونوں قوموں کے درمیان مخالفت کی خلیج حائل کر دی جائے۔

(۴) فرضی مظالم کی بناوٹی داستانیں لکھ کر ہندوؤں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے پر آمادہ کر دیا جائے۔

(۵) تعصب اور ہٹ دھرمی کی شان اس رسالہ کی ایک ایک سطر سے نمایاں ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیب بھائی جی کی طبیعت کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔

(۶) تاریخ کی کتابوں میں بیراگی کے متعلق جس قدر واقعات مسلمانوں کے حق میں تھے انہیں بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

(۷) جن واقعات سے بیراگی کی اخلاقی کمزوری اور اپنے گورو کی نافرمانی پر روشنی پڑتی تھی۔ انہیں بے ڈکارے ہی ہضم کر لیا ہے۔

(۸) بیراگی کی لایعنی تعریفوں کا اتنا بے سر و پا طومار کھڑا کر دیا ہے۔ کہ اگر خود بیراگی بھی موجود ہوتا اور انہیں دیکھ پاتا تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا۔

(۹) کئی ایک مقامات پر دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی دل آزاری اور توہین کی ہے۔

مذکورہ بالا امور کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ حد سے زیادہ بدبودار اور ناپاک ہے۔ اور اس قابل نہیں کہ اس کے مطالعہ سے مفید معلومات کا اضافہ ہو۔

دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی توہین

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بیراگی بیر میں کئی ایک مقامات پر بزرگوں کی توہین بھی کی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی چند ایک مثالیں بھی ہدیہ ناظرین کر دی جائیں۔

(۱) "مجھے اس کی زندگی میں وہ کمال دکھائی دیتا ہے جو نہ صرف ہندوستان کے بلکہ دنیا کے دوسرے مہاپرشوں میں نظر نہیں آتا۔" صـ۳

اس لایعنی فقرے میں بیراگی کو دنیا بھر کے مہاپرشوں پر فضیلت دی ہے۔ حالانکہ بیراگی کو آج تک یہ نعمت ہی نہیں ملی اور کسی مذہب والے نے اسے اپنا پیشوا نہیں مانا۔ دنیا میں اس کا کوئی پنتھ بھی جاری نہیں ہوا۔ سکھوں کی امداد سے چند روز کے لئے اسے تھوڑا سا عروج ملا تھا۔ پھر اپنے تکبر اور غرور اور گورو صاحب کی نافرمانی کی بدولت پستی کے گہرے گڑھے میں گر گیا۔ اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ کیا ایسا شخص دنیا کے مہاپرشوں کی قطار میں آسکتا ہے۔ کبھی ممکن نہیں۔ پھر ایسے شخص کو دنیا کے مہاپرشوں کے بالمقابل لا کر فضیلت دینا دنیا کے مہاپرشوں کی توہین نہیں تو اور کیا ہے۔

دنیا کے مہاپرشوں کے لفظ میں ہندوؤں، مسلمانوں، انگریزوں وغیرہ کے تمام مہاپرش آگئے۔ دور کیوں جاؤ ہندوستان ہی کو لو۔ کیا ویدک رشی مہاپرش نہ تھے۔ کیا شاستر کار مہاپرش نہ تھے۔ کیا درشن کار مہاپرش نہ تھے سری رام چندر جی مہاراج مہاپرش نہ تھے۔ کرشن جی مہاراج مہاپرش نہ تھے ان بزرگوں سے بیراگی کا کیا مقابلہ۔ حقیقت میں ناپاک فقرہ ان بزرگوں کی سخت توہین ہے۔ بھائی جی کو شرم نہیں آئی کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ اور تو اور گورو گوبند سنگھ جی مہاراج بھی مہاپرش ہی تھے۔ جن کا حلقہ ارادت کانوں میں ڈال کر بیراگی نکلا تھا۔ اور جن کے صدقے تھوڑا بہت عروج حاصل کیا تھا۔ پھر ان سے بھی نافرمان ہوگیا۔ بھلا ایسے مقدس گورو سے ایسے [illegible]

اس کتاب کے صفحہ ۱ پر بھیشم پتامہ جی کو بھی مہاپرش لکھتے ہیں۔ کیا بیراگی ان سے بھی بڑھ کر تھا۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔

(۲) مسیح کی قربانی اس کی شہادت کے سامنے ہیچ کا لیتی ہے۔

مسیح علیہ السلام عیسائی اور مسلمان دونوں کے بزرگ ہیں۔ دونوں گروہ ان کو اللہ تعالیٰ کا پاک پیغمبر مانتے ہیں۔ اور دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ وہ بے گناہ انسان تھے۔ ساری عمر لوگوں کو نیکی کی راہ دکھاتے رہے۔ اور برائی کے نزدیک تک نہیں گئے۔ آج ان کی چوکھٹ پر کروڑوں عیسائیوں اور مسلمانوں کا سر جھکتا ہے۔ کیا ایسے مقدس انسان کے بالمقابل بیراگی جیسے کس مپرس اور لوٹ مار کرنے والے آدمی کو فضیلت دینی عیسائیوں اور مسلمانوں کے دلوں کو دکھانے والی بات نہیں۔ اور اس بے سر و پا مقابلہ سے ان بزرگوں کی توہین نہیں ہوتی۔ مسیح کی قدر کرنے والے تو اربوں عیسائی اور مسلمان موجود ہیں۔ مگر بیراگی کا یہ حال ہے کہ اس کو ہوائی پردوں پر اڑانے والا پرمانند خود لکھتا ہے۔ "ہندوؤں کو ہوش سنبھالنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اور نہ ان کو اپنے اس سچے مربی کی قدر کرنے کا خیال" ایسے گمنام انسان سے مسیحؑ کا مقابلہ شرم کی بات ہے۔

حضرت بابا نانک پر جھوٹ

(۳) "کہا جاتا ہے کہ گورو نانک دیو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے اس لئے نہ ہندو تھے نہ مسلمان۔ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ مسلمانی راج اور غلبہ کے وقت ہندو ریفارمر کی پوزیشن اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی" صـ۱۲

کس قدر فریب وہ فقرہ ہے جس میں گورو نانک صاحب پر خطرناک حملہ کر دیا گیا ہے۔ گورو نانک صاحب نہایت راست گو انسان تھے۔ دکھ آئے یا مصیبت کسی حالت میں بھی وہ راست روی سے نہیں ہٹتے تھے اپنی گرانمایہ عمر کا اکثر حصہ سیاحی میں صرف فرما دیا۔ ملک در ملک پھرے مگر کہیں راستی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ پرمانند جی ان پر یہ ناپاک الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانی راج اور غلبہ کی وجہ سے وہ ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے۔ گویا ان کا ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھنا مسلمانی راج کے غلبہ کی وجہ سے اور اس غلبہ سے ڈر کر ہندو مسلمانوں کو ایک کہہ دیتے تھے۔ ورنہ ان کی دلی رائے یہ تھی کہ ہندو مسلمانوں سے بڑھ کر ہیں کیا یہ امر صریحاً نفاق نہیں۔ کیا گورو نانک دیو جی ایسے مقدس انسان کی نسبت ایسا خیال کرنا بہت بڑا گناہ نہیں۔ اور کیا اس سے ان کی توہین نہیں ہوئی۔ گورو نانک دیو تو وہ مقدس انسان تھے۔ جن کے دل میں کبھی کسی سے دشمنی کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔ ان کی نگاہ میں خویش و بیگانہ سب یکساں تھے۔ جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر لاتے تھے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ دل میں کچھ اور ہو اور زبان سے اس کے خلاف کہہ دیں۔ انہوں نے اپنے مشاہدے اور تجربے سے معلوم کر لیا تھا کہ ہندو مذہب قابل ترک ہے۔ اور اس کے وید مکتی اور نجات کا راستہ نہیں دکھا سکتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے مذہبی نشان جنیو کو اختیار نہیں فرمایا اور نہ اپنے سکھوں ہی کو تعلیم دی کہ جنیو پہنیں۔ اگر گورو نانک دیو ہندو ہوتے اور سکھوں کو بھی ہندو ہی رکھنا چاہتے تو سب سے پہلے آپ یگیوپویت سنسکار کی رسم خود ادا کرتے اور پھر اس کے ادا کرنے کا سکھوں کو حکم دیتے مگر ایسا نہیں کیا۔ کیا ان کا یہ طریق عمل صرف نفاق پر مبنی تھا یا درحقیقت وہ ہندو مذہب ہی کو چھوڑ چکے تھے۔ ہندو مذہب کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ ویدوں کے متعلق سوامی دیانند جی کی تحریر کے بموجب گورو نانک صاحب کا یہ فتویٰ موجود ہے۔

"وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی۔ سنت کی
مہما وید نہ جانی۔ نانک برہم گیانی۔ آپ پرمیشور"

ستیارتھ پرکاش صـ۲۲۴

گورو صاحب کے اس ارشاد پر سوامی جی کی رائے حسب ذیل ہے۔

"کیا وید پڑھنے والے مر گئے۔ اور نانک جی وغیرہ اپنے کو غیر فانی سمجھتے تھے۔ کیا وے نہیں مر گئے۔ وید تو سب علوم کا مخزن ہے۔ لیکن جو چاروں وید کو کہانی کہے اس کی سب باتیں کہانی ہیں۔ اگر جاہلوں کا نام سنت ہوتا ہے تو وے بیچارے ویدوں کی عظمت کبھی نہیں جان سکتے۔ اگر نانک جی ویدوں ہی کی تعظیم کرتے تو ان کا فرقہ نہ چلتا۔ نہ وے گورو بن سکتے تھے۔ کیونکہ علم سنسکرت تو پڑھے ہی نہیں تھے۔ پھر دوسرے کو پڑھا کر شاگرد کیسے بنا سکتے تھے" (ستیارتھ پرکاش صـ۲۲۴)

گورو مہاراج اور سوامی جی کی غیر معقول تشریح سے یہ امر ضرور ثابت ہو گیا کہ گورو مہاراج کے نزدیک چاروں وید صرف ایک کہانی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور بس۔ اسی طرح یہ بات کہ ان کے متعلق سوامی جی کی رائے کا درجہ رکھتے ہیں [illegible]

کے مطابق نہیں۔ بلکہ اسے بالکل غلط اور بے سر و پا کہتی ہے۔ کیونکہ ان کی رائے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گورو نانک صاحب نے اپنا فرقہ چلانے کے لئے ویدوں کو چھوڑ دیا تھا اور پرمانند صاحب کی رائے کا یہ مفہوم ہے کہ مسلمانی راج کے غلبہ کی وجہ سے نمائش کے طور پر ہندو مسلمانوں کو ایک سمجھتے تھے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور بھی سنئے۔ سورٹھ محلا پہلا۔

ساست بید بکھیڑ و بھائی۔ کرم کرو سنسار ی
پاکھنڈ میل نہ چوکئی۔ انتر میل دکار ی

شاستر اور ویدوں کی تعلیم سے دل دنیاوی کدورتوں سے پاک نہیں ہوتا خواہ تم ویدوں پر کتنا ہی عمل کیوں نہ کرو۔

سورٹھ محلا ۳۔ پنڈت میل نہ چوکئی جے وید پڑھے جگ چار۔

اگر چاروں جگ یعنی آغاز دنیا سے آخر تک ویدوں کا سمرن کرتے رہو تو بھی نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ وید ایسی ہی بیکار چیز ہے۔

مارو محلا ۳ ۵ وید پڑھے ہرنام نہ بوجھے
مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

وید پڑھنے سے اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا جتنا چاہو ویدوں کو پڑھتے رہو خدا کے نام کا پتہ نہیں لگے گا۔ کیونکہ ویدوں کی تعلیم دنیوی کدورتوں میں پڑنے کی ترغیب دیتی ہے۔

گورو مہاراج کا یہ کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ویدوں کو نہایت غور سے پڑھا تھا۔ تب ہی تو فرمایا کہ وید پڑھے ہرنام نہ بوجھے وید کے پڑھنے سے ہر کے نام کا جو باعث اطمینان قلب ہے پتہ نہیں لگتا۔ کیونکہ وید میں پرماتما کا ذاتی نام کہیں بھی موجود نہیں موجود ہو تو پتہ بھی چلے۔ رگوید اس سے بکلی خالی ہے۔ سام وید میں اس کا پتہ نہیں یجر وید میں دو جگہ یہ لفظ آیا ہے مگر وہاں خدا کے ذاتی نام کے طور پر نہیں کلاھی جیوانند ودیا ساگر جی مہاراج اپنی کتاب شبد میں لکھتے ہیں اوم ایک دیوتا کا خفیہ نام ہے۔ اُ وشنو کا نام ہے اُو شو کا نام ہے۔ اور م برہما کا نام ہے۔ اس لئے ہندوؤں کی تثلیث کو ظاہر کرتا ہے اور تثلیث فی التوحید کو ظاہر کرتا ہے۔ سویکار نا (قبول کرنا) اور آمین کے معنے دیتا ہے شبد ساگر مولفہ کلاھی جیوانند ودیا ساگر سنسکرت کالج کلکتہ کی مذکورہ بالا تشریح صاف بتلا رہی ہے کہ اوم پرماتما کا ذاتی نام نہیں بلکہ ہندوؤں کی تثلیث کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے گورو مہاراج کا یہ فرمان کہ وید پڑھے ہرنام نہ بوجھے۔ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور جہاں ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ گورو مہاراج ویدوں کو بکلی چھوڑ چکے تھے۔ وہاں اس امر پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ ان کے علم کے متعلق دیانند جی کی رائے بالکل بے سر و پا ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ وہ سنسکرت اور وید نہیں جانتے تھے بالکل غلط ہے۔

ویدوں کے متعلق سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا ارشاد اس طرح پر ہے۔

برہے چار ہی وید بنائے ✤ سرب لوگ تیں کرم چلائے
جن کی لو ہرچرنن لاگی ✤ تے بیدن تے بھئے تیاگی
جن من ہو چرنن ٹھہراؤ ✤ سو سمرتن کے راہ نہ آؤ

کہا جاتا ہے کہ برہما نے چار ویدوں کو بنایا۔ اور تمام دنیا کو ان کی دعوت دی مگر جن کی لگن خدا سے لگی ہوئی تھی انہیں ویدوں کو جواب دینا پڑا۔ جو اس وحدہ لاشریک کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے انہیں ویدوں کو دور ہی سے سلام کہنا پڑا۔

قرآن مجید اور گورو نانک صاحب

اب قرآن مجید کے متعلق بھی گورو نانک دیو کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ جنم ساکھی ولایت والی صـ۱۴۷ پر لکھا ہے۔

"توریت زبور انجیل ترے پڑھ سن ڈٹھے وید۔ رہی
قرآن کتاب کل جگ میں پروان"

بابا صاحب فرماتے ہیں ہم نے توریت، زبور، انجیل کے علاوہ ویدوں کا بھی مطالعہ کیا۔ مگر اس کل جگ میں اگر کوئی کتاب ہماری رہنمائی کا ذریعہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بابا صاحب قرآن مجید کو توریت انجیل، زبور اور ویدوں کے بالمقابل ذریعہ نجات تسلیم کرتے تھے اور یہ ان کا دلی عقیدہ تھا۔ ایسے نیک سرشت اور پاک انسان کے متعلق یہ کہنا کس قدر خطرناک الزام ہے کہ مسلمانی راج اور غلبہ کے وقت ہندو [illegible]

سچا مان کر زبان سے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ اور قرآن پاک کو دل میں غیر الہامی سمجھ کر دکھاوے کے لئے اسے سچا اور ذریعہ نجات کہہ دیتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا خیال کرنا بابا صاحب کی صریح توہین ہے۔ بابا صاحب جیسے پاکیزہ انسان کے متعلق ایسا ناپاک خیال قایم کرنا اپنی ہی نفسانی ناپاکی اور دکھاوے کی سنیاسی کا نتیجہ ہے۔ مگر دیوتا سروپ جی کیا کریں۔ بمصداق

انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

اسی پگڈنڈی پر چل رہے ہیں جس پر بانی آریہ سماج نے چلایا۔

مامریداں روبسوئے صلح چوں آریم چوں
روبسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

بانی آریہ سماج نے سب سے پہلے اس خطرناک کوچہ میں قدم رکھا اور بابا گورو نانک صاحب کی توہین کی۔ سوامی جی لکھتے ہیں۔

"نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا لیکن علمیت کچھ بھی نہیں تھی ہاں زبان اس ملک کی جو کہ گاؤں کی ہے۔ اس کو جانتے تھے۔ وید ادی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اگر جانتے ہوتے تو نربھے لفظ کو نربھو کیوں لکھتے۔ اور اس کی مثال ان کا بنایا سنسکرتی ستوتر ہے۔ چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیسے آسکتی ہے ان ان گنواروں کے سامنے جنھوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی سنسکرتی بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہوں گے۔ یہ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے۔ ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی۔ نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا۔ جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت و شہرت کے لئے کچھ دمبھ بھی کیا ہوگا" (ستیارتھ پرکاش صد ۳۶۲)

(۴) گورو گوبند سنگھ صاحب کی بیویوں کے متعلق لکھا ہے کہ مان لیا کہ خط لکھنے والی گورو گوبند جی کی بیویاں تھیں۔ کیا سکھوں کو یہ مناسب تھا کہ ملکی معاملات میں ان کا حکم گورو کے قایم مقام کی حیثیت سے مانیں کیا ان کی بدھی، ان کی دانشمندی اور ان کی سمجھ ایسی برتر اور فرمانبرداری کے لائق تھی۔ جیسے گورو کی۔ (صد ۱۱۲)

بیراگی کی طرف منسوب کرکے انہی بیویوں کے متعلق ایک فقرہ لکھا ہے عورت کی مت اس کی کھری میں ہوتی ہے۔ (صد ۱۰۹)

ہم ان فقروں کی لمبی چوڑی تشریح کرنی مناسب نہیں سمجھتے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کی بیویوں کی جو عزت سکھ بھائیوں کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ اس کے لحاظ سے ان کے متعلق ایسے فقرات کا استعمال کرنا جیسے عورت کی مت اس کی کھری میں ہوتی ہے یا ان کی دانشمندی اور سمجھ پر حرف لانا ان کی صریحی توہین ہے بیراگی کے بے سرے خیالات کو گورو صاحب کی بیویوں کے ارشادات پر فوقیت دینا۔ سکھ بھائیوں کے نزدیک کبھی پسندیدہ نہیں ہوسکتا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کہاں گورو صاحب کی با احترام بیویاں اور کہاں ایک گمنام سا دست بردردہ نافرمان بیراگی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بیراگی بیر میں دیوتا سروپ کے جھوٹ

(۱) "بادشاہ نے کہا گورو ارجن دیو سے، اگر آپ کی نظر میں سب مذاہب برابر ہیں تو آپ گرنتھ میں اسلام کے پیغمبر کی تعریف میں بھی کچھ گیت لکھدیں"

بادشاہ نے گورو ارجن دیو کو ایسا ہرگز نہیں کہا یہ دیوتا سروپ کا مسلمان بادشاہ پر صریحی افترا ہے۔ یہ ایک ہندو کا فعل تھا جسے مسلمان بادشاہ کی طرف شرارت سے منسوب کر دیا گیا ہے تاکہ سکھ بھائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے نفرت پیدا ہوجائے اور وہ بھی دیوتا سروپ کے ہمنوا ہوکر مسلمانوں کی مخالفت میں حصہ لینا شروع کردیں۔

تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ گیانی اور تاریخ گورو خالصہ بھائی سورج سنگھ میں باختلاف قلیل متفقہ طور پر یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے

"چندو لال ہندو کی ترغیب سے ناظم لاہور نے کہا آپ پیغمبر اسلام کی تعریف گرنتھ صاحب میں لکھ دیں" (تاریخ گورو خالصہ بھائی سورج سنگھ صد ۵۰)

اسی کتاب میں آگے چل کر چندو لال ہندو کا ذاتی فعل اس طرح پر لکھا ہے کہ وہ حفاظت اور مہمانی کے بہانے سے گورو ارجن دیو کو اپنے گھر لے گیا اور آپ کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور آپ کو خلوت میں لے جا کر کہنے لگا کہ میری لڑکی کا رشتہ منظور کرلو۔ اور پیغمبر اسلام کی تعریف گرنتھ صاحب میں لکھدو" (صد ۵۸)

اسی واقعہ کو بھائی گیان سنگھ جی گیانی اس طرح پر لکھتے ہیں کہ بات بنائی ہے اگر اس میں حضرت صاحب کی تعریف بھی لکھدیں تو بادشاہ سلامت آپ پر اور بھی مہربان ہوجاویں گے"۔ چند سطریں چھوڑ کر پھر لکھا ہے کہ وہ چندو لال ہندو گورو جی کو اپنے گھر لے آیا۔ اور آپ کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور گورو صاحب کو اندر حویلی لے گیا۔ اور کہنے لگا کہ میری لڑکی کا رشتہ منظور کرلو اور گرنتھ صاحب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھدو"

(تاریخ گورو خالصہ بھائی گیان سنگھ گیانی حصہ اول نمبر ۲ صد ۵۵)

پہلی عبارت میں عہدے کے لحاظ سے صرف ناظم لاہور لکھا ہے نام نہیں تحریر کیا۔ مگر آگے چل کر چندو لال ہندو نام بھی لکھدیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناظم لاہور سے بھی یہی ذات شریف مراد ہیں اور ان کے نام کے ساتھ دیوان کا ہونا اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ دیوتا سروپ جی نے جھوٹ بول کر بیچارے مسلمان بادشاہ کو ناحق بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ ان کے اپنے ہی بھائی بند کا ساختہ پرداختہ ہے۔ افسوس تعصب اور ہٹ دھرمی کے بس میں آکر انسان سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ ورنہ اس واقعہ سے جو صریحی نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان بادشاہ یعنی جہانگیر گورو ارجن دیو کی نہایت عزت کرتا تھا۔ اور اس قدر بے تعصب تھا کہ چندو لعل جیسے ہندو کو بھی لقامت و دیوانگی کے ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر کر رکھا تھا۔ اور اس نے گورو صاحب کو کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ گرنتھ صاحب میں آنحضرت صلعم کی تعریف لکھی جائے۔ جبکہ اس میں آنحضرت صلعم کے ایک ادنےٰ غلام یعنی حضرت بابا فرید شکر گنج کی تعریف اور ان کے اشعار موجود ہیں۔ اور کسی ہندو پنڈت کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی۔ کہ اس کا کلام بھی گرنتھ صاحب میں جگہ پاسکے۔ جن گورو صاحبوں نے آنحضرت صلعم کے غلاموں تک کی باتوں کو گرنتھ صاحب میں جگہ دی ہے کیسے ممکن تھا کہ وہ ان کے آقا کی باتوں کو جگہ نہ دیتے۔ حقیقت یہی ہے کہ بادشاہ نے ایسا کہا ہی نہیں یہ ساری شرارت ہندو چندو لال کی تھی جسکی بدنیتی اور بدسرشتی سے گورو صاحب بخوبی واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ یہ دیوتا سروپ حقیقت میں دیو سیرت ہے اس کی کوئی بات بھی قابل قبول نہیں۔

یہ ہے اصلی واقعہ جسے دیوتا سروپ جیسے نام نہاد مورخ نے چندو لال ہندو کا لفظ کاٹ کر اپنے ہم قوم کے گناہ کو مسلمان بادشاہ کی طرف منسوب کرکے اپنی تاریخ نویسی کی مٹی پلید کی ہے۔

(۲) جیسا کہ تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی اور تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی سورج سنگھ جی گیانی اور جنم ساکھی بھائی بالا میں تحریر ہے کہ گورو ارجن دیو کا قاتل چندو لال ہندو تھا۔ وہ گورو ارجن دیو جی مہاراج کو حفاظت اور مہمانی کے بہانے سے اپنے گھر لے آیا۔ اور ان کے پانچ ساتھیوں کو ڈیوڑھی میں قید کر دیا۔ اور گورو مہاراج کو انواع و اقسام کی تکلیفیں پہنچائیں۔ جلتے ہوئے توے پر بٹھایا۔ گرم گرم ریت آپ کے جسم پر ڈالی۔ انتہا یہ کہ گائے کا خام چمڑا بھی لے آیا اور اس میں گورو مہاراج کو سینا چاہا ایسے ایسے مظالم کا حال سن کر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اپنے زمانہ کے مسلمان ولی تھے۔ اور جہانگیر بادشاہ کے پیر تھے۔ تشریف لائے اور گورو مہاراج کو جلتے ہوئے توے پر بیٹھا دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اور فرمایا کہ مجھ سے تو یہ دکھ نہیں دیکھا جا سکتا آپ اجازت دیں تو میں اس نالایق ہندو کو بادشاہ سے کہہ کر سزا دلاؤں جس نے بادشاہ کی مرضی اور حکم کے بغیر مہمانی اور حفاظت کے بہانے سے آپ کو گھر لا کر اس طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ گورو مہاراج نے جواب دیا کہ ہمیں کوئی دکھ نہیں لگ سکتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے ولی ہیں۔ میرے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخر تک استقامت سے ان دکھوں کے سہنے کی ہمت دے اور ہمارا قدم استقامت اور رضا کے راستے سے ڈگمگا نہ جائے۔ یہ ہے گورو مہاراج کی قربانی کا صحیح احوال جسے ہم نے مذکورہ بالا تاریخوں سے خلاصۃً لکھدیا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر بادشاہ نے گورو مہاراج کے ساتھ اس قسم کی بدسلوکی کرنے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ تینوں تاریخوں سے اشارۃً بھی یہ بات نہیں نکلتی۔ لغرض محال اگر جہانگیر نے ایسا حکم دیا ہوتا تو حضرت میاں میر چندو لال ہندو کے متعلق گورو صاحب سے یہ کیوں کہتے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بادشاہ سے کہہ کر اس نالایق ہندو کو اس کے افعال بد کی سزا دلاؤں شاہی حکم ہوتا تو ہندو کو سزا دلانے کے کوئی معنے نہ تھے۔ کیونکہ اس حالت میں تو وہ شاہی حکم کا تعمیل کنندہ ہوتا اور بس۔ حضرت میاں میر کا یہ ارشاد بھی اس امر پر صاف روشنی ڈالتا ہے کہ بادشاہ [illegible]

مظالم کئے رجائے حیرت ہے کہ بیراگی بیر کے مصنف نے اس صحیح واقعہ کو بھی افترا پردازی کرتے ہوئے دیوتا سروپ پرمانند نے مسلمان بادشاہ کی طرف منسوب کردیا ہے۔ اور چندو لال مہاتما کو دبی زبان سے یہ کہکر کہ اس نے بادشاہ کو بہکا دیا تھا الزام سے بالکل بری کردیا ہے۔ اور سارا الزام مسلمان بادشاہ کے سر پر تھوپ دیا ہے۔ کیا یہ امر ایک تاریخ نویس کے لئے باعث شرم نہیں۔ اور اس کا یہ ناجائز طرز عمل اس فن کو داغدار نہیں بناتا مگر افسوس آریہ سماجی دنیا میں ایسے ہی لوگ قابل قدر خیال کئے جاتے ہیں جن کا سب سے اعلےٰ یہ مقصد ہو کہ جھوٹ سے ہو یا فریب و افترا سے مسلمانوں کو ضرور بدنام کردیا جائے تب ہی تو پرمانند دیوتا سروپ بن گئے۔ ورنہ پرمانند کے پرمانند ہی رہتے۔ اور کوئی بھی نہ پوچھتا۔

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

(۳) دیوتا سروپ جی در فشانی فرماتے ہیں کہ جہانگیر بادشاہ گورو (گورو ہرگوبند صاحب) کے ساتھ حسد بھی رکھتا تھا۔ مگر ساتھ ہی ان کو خوش بھی رکھنا چاہتا تھا ایک سال انہیں اپنے ساتھ کشمیر لے گیا۔ راستے میں ان کے طریقے سے ناراض ہوگیا۔ اور ان کو گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا" (صد ۲۲)

واقعات ببانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر گرفتار رسواد حسد نام کے تارک دنیا حاسد نے شہنشاہ جہانگیر کی گزشتہ شان و شوکت پر خار رکھا کر سفید جھوٹ بولا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ اس پر فریب ملمع سازی کا نتیجہ کیا نکل آئے گا۔ یہی نہ کہ جب تاڑ دیا جائے گا ہوجائے گا منفق۔ گورو صاحب کے ساتھ شہنشاہ جہانگیر کے جو مراسم و روابط اتحاد قایم تھے۔ سکھ بھائیوں کی تاریخی کتابوں میں روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہیں۔ شہنشاہ کی طرف سے پانچسو روپیہ روزانہ گورو صاحب کو ملا کرتا تھا۔ اور وہ انہیں بالعموم اپنی مصاحبت میں رکھا کرتا تھا۔ گورو صاحب بھی ہر روز دربار میں جاتے اور اپنی لیاقت و حسن اخلاق سے بادشاہ کے دل پر قبضہ پاتے بادشاہ شکار کو جاتے تو گورو صاحب بھی ہمراہ ہوتے۔ شکار کے موقع پر ایک دفعہ بادشاہ پر شیر حملہ آور ہوا۔ تو گورو صاحب نے تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کردیا۔ اور بادشاہ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ (چھٹی بادشاہی کی جنم ساکھی مطبوعہ آریہ سٹیم پریس لاہور صد ۱۴)

کیا یہ باتیں باہمی محبت و اتحاد کے بغیر بھی ہوسکتی ہیں۔ یا انہیں دیکھ کر کوئی باور کرسکتا ہے کہ بادشاہ گورو صاحب سے حسد رکھتا تھا۔ یا گورو صاحب اس کی سلطنت کو مٹانا چاہتے تھے۔ ہرگز نہیں ایسے تعلقات کو دیکھتے ہوئے ایسی نامعقول رائے تو کسی مورکھ سے مورکھ انسان کی نہیں ہوسکتی۔ مگر افسوس کہ جس طرح پر آج شہنشاہ جہانگیر اور گورو ہرگوبند صاحب کے یہ خوشگوار دوستانہ تعلقات بھائی پرمانند صاحب کو پسند نہیں آتے اور ان تمام تعلقات پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں ایک ناعاقبت اندیش ہندو کو یہ روابط اتحاد پسند نہ آئے اور انہیں دیکھ کر حسد کی آگ سے کوئلہ ہوگیا یہ کون ہندو تھا وہی چندو لال جس سے ناظرین تعارف حاصل کرچکے ہیں۔ چنانچہ جنم ساکھی مذکور میں لکھا ہے

جب دیوان چندو لال نے دیکھا کہ ان کا وار خالی گیا بلکہ الٹا گورو صاحب کی عظمت و شوکت کا سکہ بادشاہ کے دل میں بیٹھ گیا تو وہ سخت گھبرایا۔ اور اس نے سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بادشاہ کی خدمت میں اپنے والد کے واقعہ کا اظہار کرکے مجھے نقصان پہنچائیں۔ اس لئے وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ایک اور چال چلا۔

دیوان چندو لال نے منجمان بادشاہی کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں کہلایا کہ آج کل آپ پر ساڑھ ستی آنے والی ہے جس سے بچنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ گورو ہرگوبند صاحب گوالیار کے قلعہ میں تشریف لے جاکر وہاں چلے میں بیٹھیں اور اسم اعظم کا جاپ جپیں۔ ایسا کرنے سے جو مصیبت و بلا آنے والی ہے سر پر سے ٹل جائے گی۔ گو بادشاہ کو گورو صاحب کی جدائی منظور نہ تھی۔ مگر جب اپنی مصیبت کا دفعیہ اس میں نظر آیا تو بڑے ادب کے ساتھ گورو صاحب کی خدمت میں گوالیار جاکر چلہ کشی کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے منظور کرلی۔ اس طرح سے گورو صاحب اپنے پانچ مقرب سکھوں کو ہمراہ لے کر بھادوں سمت ۱۶۷۲ بکرمی میں دہلی سے آگرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اور اپنے ہمراہیوں کو مجنوں کے ٹیلے میں چھوڑ گئے۔ (چھٹی بادشاہی کی جنم ساکھی۔ صد ۱۰) (باقی آئندہ)

تازہ ٹریکٹ

قتل الشان۔ اہل قرآن و دید عنقریب شائع ہونیوالا ہے ایک نہ معلوم اک ہمیکر احباب [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۳ شعبان ۱۳۴۵ھ نمبر ۷

ہندوستان میں اسلام کی سب سے پہلی فتح

اسلام کے سترہ سالہ جرنیل

فاتح سندھ کی یادگار

کسی گری ہوئی قوم کو اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے سامنے اس کے اسلاف کے کارنامے پیش کئے جائیں۔ تاکہ اس کے مردہ دل میں حرارت پیدا ہو۔ قومی روایات میں قوموں کو زندہ کرنے کے لئے ایک حیرت انگیز برقی طاقت پنہاں ہوتی ہے۔ آج مسلمان ہندوستان میں جس پستی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کے لئے باعث ننگ ہے۔ غیر اس پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور اپنے اس حالت پر آنسو بہاتے ہیں۔ آہ! ہم اس ملک میں جہاں ہم نے صدیوں تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی ہے ایسے بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں کہ ہمارے نام سے تھرا جانے والے، لرزہ براندام ہو جانے والے بھی ہم پر شیر کی طرح غرا رہے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ سندھ کا ایک ہندو راجہ داہر کچھ مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے تو عرب کے مسلمان تلملا اٹھتے ہیں اور اس راجہ کی سرکوبی کرنے کے لئے لشکر اسلام ایک سترہ سالہ نوجوان غازی محمد بن قاسم کی قیادت میں فوراً سندھ پہنچ جاتا ہے۔ اور جب تک اس شریر کو اس کے کیفر کردار تک نہیں پہنچا لیتا تب تک اسے چین نہیں آتا۔ اور آج ہماری دوہمتی کی یہ نوبت ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے بیسیوں بلکہ سینکڑوں مسلمان کفار کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارے اندر ان کی اعانت و دستگیری کے لئے کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی وہ زندہ قوم کا نشان تھا اور یہ مردہ ہو جانے کا ثبوت۔

مسلمان قوم میں جو خود غرضی کا جو مرض پیدا ہو گیا ہے اور دن بدن بڑھ رہا ہے جب تک دور نہ ہوگا اس وقت تک قوم قوم نہیں بن سکتی۔ اور اس کے دور کرنے کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ اسلاف کی ایثار نفسی جوش ملی اور شجاعانہ عزم کی یاد تازہ کی جائے۔ غازی محمد بن قاسم اسلام کا وہ بہادر جرنیل ہے جس نے سترہ سال کی عمر میں ۲۸ رشعبان ۹۳ھ کو ایک ظالم ہندو راجہ کو قتل کر کے سندھ میں اسلامی حکومت کا سب سے پہلا جھنڈا گاڑا۔ آپ کا ہندوستان میں آنا اسلامی اخوت اور مظلوموں کی حمایت کے خیال سے تھا۔

۲۸ رشعبان قریب آ گئی ہے۔ ہر جگہ کے مسلمانوں کو اس موقع پر جلسے منعقد کر کے ہندوستان میں اسلام کی اس پہلی فتح کی یادگار منانی چاہیئے جناب خواجہ حسن نظامی کی تجویز یہ ہے کہ اس فتح کی یادگار میں مسجدوں میں روشنی کی جائے۔ فاتحہ خوانی کر کے غازی محمد بن قاسم کی فاتح روح کو ایصال ثواب کیا جائے۔ اور ان کی فتوحات کے حالات بالتفصیل بیان کئے جائیں۔ ہمارے خیال میں یہ تحریک نہایت مفید نتائج پیدا کرے گی بشرطیکہ مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ ہم اپنے اسلامی معاصرین کو بھی اس ضروری اور مفید تجویز کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور توقع کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے جرائد و رسائل میں اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کر کے مسلمانوں کو ہندوستان میں سب سے پہلی فتح اسلام کی یادگار منانے کا مشورہ دیں گے۔

اس فتح کی یادگار میں پیغام صلح کا غازی نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا جس سے ناظرین کرام کو بہت ہی مفید اور صحیح تاریخی معلومات حاصل ہونگی۔ بلند پایہ اہل قلم نے اپنی نظم و نثر سے اس نمبر کو شاندار امداد دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ قیمت فی پرچہ عوام

عہد عالمگیر اور شدھی

بعض آریہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلانے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا جاتا تھا۔ اور انہیں کوئی مذہبی آزادی حاصل نہ تھی۔ اسی ذیل میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا نام بھی خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ اور انہیں بدنام کرنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہر روز سوا من جنیو اتروا کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ لیکن پنڈت رام گوپال شاستری ریسرچ سکالر صدر آریہ سوراجیہ سبھا لاہور نے اخبار "تیج" دہلی کے شہید نمبر مورخہ ۱۴ رجنوری میں جو مضمون شدھی پر لکھا ہے اس سے تمام اتہامات غلط ثابت ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ وید اور دھرم شاستر میں شدھی کا حکم موجود ہے۔ اور "شاستروں کا حکم ماننے والے آریہ لوگ وقتاً فوقتاً دوسرے مذاہب والوں کو شدھی کرتے رہے ہیں"، جو تاریخی نظائر پیش کی ہیں انہیں اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں ہندوؤں کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ "لاکھوں مسلمانوں کو شدھ کر کے" ہندو بھی بنا سکتے تھے۔ انہی نظائر میں سے ایک نظیر پنڈت صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ:۔

"اورنگ زیب کے زمانہ میں مرزا عبد القادر ساٹھ سال کا بوڑھا مسلمان بھگت ڈھل داس کے اپدیش سے مدھو پوری شہر میں شدھ ہوا۔ اس نے اپنا نام حیدر سین رکھا۔ یہ بڑا بھاری شاعر تھا۔ اس نے فارسی میں رامائن لکھی" (تیج کا شہید نمبر ۲۵ صفحہ)

یہ واقعہ ان تمام بے بنیاد افسانوں کی قطعی طور پر تردید کر رہا ہے جو اورنگ زیب کے نام نہاد تعصب کے متعلق بعض مطلب پرست لوگوں کی طرف سے مشہور کئے جا رہے ہیں۔ اگر اورنگ زیب ایسا ہی ظالم اور متعصب ہوتا جیسا کہ ہمارے آریہ دوست ظاہر کرتے ہیں تو وہ ایک ایسے پختہ مغز شاعر کو کیونکر ہندو بننے کی اجازت دیتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے ورنہ اورنگ زیب جیسا مسلمان بادشاہ کبھی مرزا عبد القادر کو زندہ نہ چھوڑتا۔ پس آئندہ کسی آریہ کو یہ کہنے کا حق نہ ہوگا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ جب وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ایک عظیم کا معزز مسلمان شدھ کیا گیا۔ اور اورنگ زیب جیسے "کٹر مسلمان شہنشاہ" نے نہ اسے روکا اور نہ اسے کسی قسم کی سزا دی۔ تو پھر ان کو کیا حق ہے کہ وہ یہ کہیں کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ یا شاہان اسلام کے زیر سایہ ہندوؤں کو مذہبی آزادی حاصل نہ تھی۔

شاہان اسلام کی رواداری

بعض مطلب پرست آریوں نے شاہان اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ان کے تعصب اور غیر رواداری کے بے بنیاد قصے وضع کر رکھے ہیں۔ اور آئے دن تقریر و تحریر میں اسی کا اعادہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ سب جھوٹ ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان میں نہایت بے تعصبی اور خوش اخلاقی سے حکومت کی ہے۔ سب قوموں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ نہ کسی پر ظلم تھا نہ رو رعایت۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں اودے پور کے حکمراں رانا راج سنگھ تھے۔ انہوں نے ایک چٹھی اورنگ زیب کو لکھی تھی جس میں لکھا ہے:۔

"آپ کے بزرگوں اکبر۔ جہانگیر۔ . . . . . شاہجہان نے بڑی شہرت اور عزت کے ساتھ اس ملک پر حکومت کی ہے وہ عیسائیوں، مسلمانوں، براہمنوں اور دہریوں کو ایک ہی سا سمجھتے رہے ہیں۔"

(صفحہ ۴۲ ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج مصنفہ بھائی پرمانند)

ہندو امرا کی نمک حرامی

مسلمان شہنشاہوں نے حکومت کے معاملہ میں بے تعصبی اور غیر جانبداری سے کام لیا۔ اور بہت سے ہندو راجاؤں اور امرا کو دربار کے عہدوں پر سرفراز کیا۔ ان کی رواداری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت

برتاؤ کیا۔ کون نہیں جانتا کہ شہزادہ سلیم جہانگیر سے اکبر کے خلاف بغاوت کرانے والے راجپوت امرا ہی تھے۔ جن کا مقصد صرف یہ ہی تھا کہ مسلمانوں کو خانہ جنگی سے کمزور کر کے پایہ تخت دہلی پر خود قبضہ کر لیا جائے یہ سلوک اس اکبر کے ساتھ کیا جس سے بڑھ کر ہندو دوست کوئی ہندو راجہ بھی شاید ہی ہوگا۔ جب اس کے ساتھ وفاداری کا یہ حال ہے تو دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

فتح چتوڑ کے بعد جب رانا پرتاب نے شب و روز کی بادیہ پیمائی و صحرا نوردی سے تنگ آ کر اکبر کی پناہ میں آنا چاہا تو اس کو اکبر کے خلاف اکسا کر اس کو اطاعت سے باز رکھنے والا بیکانیر کا شہزادہ پرتھی راج تھا جو اکبر کے دربار میں رہتا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے راجہ جے سنگھ کو اپنی فوج کی کمان دے کر سیواجی کی سرکوبی کے لئے بھیجا لیکن اس نمک حرام نے سیواجی کو یہ کہلا بھیجا کہ

"ہم سب ہندو ہیں۔ ہم دل سے تمہارے ساتھ ہیں کیونکہ تم ہندو دھرم کو اونچا کر رہے ہو"

(ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج صفحہ ۴۹)

مرہٹہ سرداروں نے اسلامی بادشاہوں کے نمک خوار ہو کر جنگوں میں جو عام طور پر نمک حرامی کی اس کا ذکر بھائی پرمانند نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مرہٹہ جنگوں میں یہ معمولی بات تھی کہ جو مرہٹہ سردار مسلمانوں کی فوج میں ہوتے ان کو ہندو دھرم کے نام پر اپیل کی جاتی۔ اور وہ اپنی جگہوں کو چھوڑ کر مرہٹہ فوج کے ساتھ آ ملتے"

(ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج صفحہ ۵۰)

طرفہ یہ ہے کہ بھائی پرمانند نے مرہٹہ سرداروں کی اس نمک حرامی کو مقام ذم میں بیان نہیں کیا بلکہ مقام مدح میں بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگٹھن کا جنون ہندوؤں کو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ یہ بہت پرانا ہے بھائی پرمانند کو شکایت ہے کہ حکومت انگریزی نے پولیس اور فوج میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کو بھرتی کر رکھا ہے اور ہندوؤں کو زیادہ اسامیاں نہیں دی جاتیں۔ یہ شکایت گو کسی حد تک درست ہو لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ حکومت ان تاریخی واقعات کی موجودگی میں کیونکر ایسی فاش غلطی کر سکتی ہے۔ کہ فوج اور پولیس ایسے ذمہ دار محکمے ایک ایسی قوم کے ہاتھ میں دے دے جس کے سر پر ہمیشہ ہندو راج قائم کرنے کا بھوت سوار رہتا ہو۔ کیا اب شدھی اور ہندو سنگٹھن کا یہی مقصد نہیں ہے کہ سب غیر ہندوؤں کو ہندو بنا کر یا جس طرح بھی ہو ہندوستان میں ہندو راج قائم کیا جائے۔

ایک عجیب و غریب گپ

آریہ اخبارات نے آج کل یہ نئی گپ اڑائی ہے کہ سناتن دھرم کے مشہور اپدیشک سوامی اکھلا نند اور پنڈت کالو رام شاستری خفیہ طور پر خواجہ حسن نظامی کے تنخواہ دار ملازم ہیں اس گپ کو صرف وہی شخص باور کر سکتا ہے جو سناتن دھرم کے ان دونوں بزرگوں کے کارناموں سے واقف نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ سناتن دھرم کے ان دونوں شیدائیوں نے آریہ سماج کے خلاف نہایت زبردست تقریری و تحریری جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اور آریہ سماج کی تردید اور سناتن دھرم کی تائید میں ایسی فیصلہ کن کتابیں لکھی ہیں کہ آج تک کسی آریہ سے ان کا جواب نہیں بن پڑا۔ اپنی اس بے بسی اور عاجزی کو چھپانے کے لئے آریہ سماجیوں نے اپنے ان دونوں حریفوں کو بدنام کرنے اور سناتن دھرمیوں میں ان کے اثر و رسوخ کو مٹا کر اپنی نمبرداری قائم کرنے کے لئے یہ ناپاک طریق اختیار کیا ہے۔ کہ انہیں خواجہ حسن نظامی کے کارندے قرار دیا ہے۔ سمجھدار سناتن دھرمی آریوں کی اس چال کو خوب سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے آریوں کی اس روش پر نفرت کا اظہار کیا ہے۔

شب برات فنڈ اور جماعت احمدیہ

جناب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنی انجمن کی تمام بیرونی شاخوں کے سکرٹریوں کے نام حسب ذیل مکتوب روانہ کیا ہے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شب برات کے موقع پر بعض اخراجات خلاف سنت مثلاً آتش بازی حلوا وغیرہ کرنے کی مسلمانوں میں عام عادت ہے اس سے نہ صرف روپیہ ہی ضائع ہوتا ہے۔ بلکہ جانی نقصان

اور اس کی بجائے انہی اخراجات کو اشاعت اسلام کے کام میں لگا کر مفید نتیجہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے سب احمدی احباب کا فرض ہے کہ ایک شب برات فنڈ قائم کریں۔ اور جو اخراجات اس موقع پر کئے جاتے ہیں وہ جمع کرکے ٹریکٹوں کے چھپوانے وغیرہ کے لئے خزانہ انجمن میں بھجوا دیں۔ اور اس طرح ایک عملی نمونہ قائم کرکے باقی مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کی تحریک فرمائیں۔

حضرت امیر کے اشتہار بھجوائے جاتے ہیں مناسب موقعوں پر چسپاں اور تقسیم کرا دیں۔ والسلام

شب برات کے موقعہ پر جو اسراف ہوتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو بچانے اور اس طرح بچے ہوئے روپے کو ایک دینی کام میں لگانے کے لئے یہ ایک نہایت مبارک تجویز ہے۔ امید ہے کہ تمام احمدی احباب اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خوب جد و جہد کریں گے۔

آریہ سماجی اپدیشکوں کی بدزبانی

آریہ سماجی اپدیشک پنڈت کالی چرن مصنف ودیتر جیون کی کانپور میں ایک ماہ کے لئے زباں بندی کی گئی ہے۔ ٹھاکر امید سنگھ جو اندور کی ریاست میں چندہ جمع کرنے کے بہانے سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدکلامی اور دریدہ دہنی سے کام لے رہے تھے۔ دو قوموں کے درمیان منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ آریہ اخبارات اس زباں بندی اور گرفتاری پر بہت چراغ پا ہو رہے ہیں۔ لیکن ان کا یہ شکوہ بالکل بے جا ہے

گل وگلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

حضور نظام کے خلاف سنگھٹنی پروپیگنڈا

چند روز قبل بعض سنگھٹنی اخبارات نے حضور نظام کی حکومت کو بدنام کرنے کے لئے یہ لکھا تھا کہ حضور نظام نے مسٹر جسٹس کیشو راؤ کو ہائیکورٹ کی ججی سے محض اس بنا پر علیحدہ کر دیا ہے کہ وہ ہندوؤں کے ایک ایسے جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ جو سوامی شردھانند کی موت پر اظہار افسوس کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ ان اخبارات نے اس بے بنیاد افواہ کی خوب اشاعت کی اور پیٹ بھر کر بدزبانی اور بدگوئی کی۔ لیکن اب خود مسٹر کیشو راؤ نے لکھا ہے کہ ہندو اخبارات کی اطلاعات غلط ہیں۔ میری توسیع ملازمت کی میعاد ۸ر جولائی ۱۹۲۷ء تک ہے۔ اور میرے بعد ایک ہندو مسٹر گیری راؤ مشہور وکیل کو جج ہائیکورٹ بنایا جائے گا۔

آریہ سماج اور انگریزی راج

ولایت کے ایک ہفتہ وار اخبار "ریفری" میں کسی شخص سید علی اکبر خاں کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ:۔

"دھرم کے نام پر آریہ سماج کی تحریک جاری ہے۔ لیکن اس کا اصلی مقصد برٹش حکومت پر حملہ اور مسلمانوں کی ہر ایک بات کو اڑا کر ان کو نیست و نابود کرنا ہے۔ .... آریہ سماج انگریزوں اور مسلمانوں دونوں کے لئے دو دھاری تلوار ہے" (پرتاب یکم فروری)

اس پر آریہ سماجی اخبارات بہت لے دے کر رہے ہیں۔ اور اسے "آریہ سماج کو دنیا کی نظر میں بدنام کرنے کا مکروہ پروپیگنڈا" قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آریہ سماج نے جو مکروہ پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے اس سے ایک عقلمند سوائے اس کے اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ آریہ سماج برٹش راج کی کہاں تک نمک وفادار ہے وہ بھائی پرمانند کی حسب ذیل تحریر سے عیاں ہے۔ بھائی جی جو آریہ سماج کے ایک ممتاز لیڈر ہیں اپنی کتاب "ہندو سنگٹھن اور آریہ سماج" میں ہندوؤں کو اپنا راج قائم کرنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"راجا کے ساتھ وفادار رہنا اور اپنی جان و مال کو راج کے لئے قربان کرنا اعلیٰ فرض ہے لیکن جب راج غیروں کے ہاتھ میں ہو اس وقت یہ وفاداری دھرم نہیں رہتا ٹوڈرمل اپنے زمانہ میں غیر معمولی ذہانت رکھتا تھا۔ اس نے مالگذاری کا طریقہ نکالا کہ اکبر کے راج کی جڑیں مضبوط کردیں۔ مگر یہ کیسا بڑا مشکل ہے کہ اس نے غیر ملکی حکومت قائم کرکے اپنے ملک کے لئے کوئی دھرم کا کام کیا،، (صفحہ ۱۳۵)

یہ ہے آریہ سماج کے ایک بہت بڑے لیڈر مشہور مورخ اور دیوتا سروپ مہاتما کے دلی خیالات کا آئینہ۔ کیا دیگر آریہ سماجیوں کے بھی یہی خیالات نہیں ہیں اگر کے وفادار رہیں۔ اور سید علی اکبر خاں نے غلط لکھا ہے جس قوم کے دیوتا سروپ مہاتما بدیشی راج سے وفاداری کو ادھرم سمجھتے ہوں اس قوم سے بوقت ضرورت وفاداری کی امید کیونکر رکھی جا سکے۔

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان جلسہ

امیر جماعت احمدیہ لاہور کی باطل شکن تقریر

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

۱۲ر فروری کی شام کو لاہور میں موچی دروازہ کے باہر مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ شیخ عبد القادر بیرسٹرایٹ لاء ممبر لیجسلیٹو کونسل کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ ہزاروں آدمی جمع تھے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے حسب ذیل موضوع پر ایک مدلل و پرمغز تقریر فرمائی

"کیا اسلام میں جبر ہے اور کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا"

صاحب صدر نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جس موضوع پر آج لیکچر ہونے والا ہے اس سوال کو آج سے بیس پچیس سال پہلے بھی ہندوستان میں اٹھایا گیا تھا۔ اور اس کا جواب شافی طور پر دیا گیا تھا۔ یورپ نے بھی کسی زمانہ میں یہ سوال اٹھایا تھا۔ جس کا جواب ان کے مورخوں نے نفی میں دیا۔ اس کے بعد ہمارے علماء نے کئی رسالے اور کتابیں لکھیں لیکن افسوس ہے کہ آج پھر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ ایک ایسے عالم سے درخواست کریں کہ وہ اس بارہ میں اپنی معلومات سے مستفید فرمائیں۔ مولوی محمد علی صاحب جنہوں نے طالب علمی کا زمانہ ختم کرنے کے بعد دینی علوم حاصل کئے اور قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر کرنے میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ صرف کیا۔ اس سوال کا سب سے بہتر جواب دے سکتے ہیں۔

حضرت امیر کی بصیرت افروز تقریر

تلاوت قرآن مجید کے بعد آپ نے ایک امریکن مصنف کا حوالہ پیش کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کی ترقی شاید تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ ہے ایک ایسی سرزمین سے اٹھکر اور ایک ایسی قوم سے نکل کر جسے اس سے پیشتر کوئی جانتا بھی نہ تھا اسلام ایک صدی کے اندر نصف دنیا میں پھیل گیا۔ اس نے بڑی بڑی سلطنتوں کو گراتے ہوئے اور قوموں کی روحوں کو از سر نو بناتے ہوئے ایک نئی دنیا پیدا کر دی جسے دنیائے اسلام کہا جاتا ہے۔ اسلام کی اسی حیرت انگیز ترقی سے بعض مخالف طبائع کو یہ ٹھوکر لگی کہ ہو نہ ہو اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ میں اسلام کی ترقی کے متعلق اس وقت تین باتیں پیش کرونگا۔

اسلام کی پہلی خصوصیت۔ پہلی بات یہ ہے کہ دنیا میں کسی مذہب نے مختلف مذہبی فرقوں کو اس کثرت کے ساتھ اپنی طرف نہیں کھینچا جس کثرت کے ساتھ اسلام نے کھینچا۔ یہودیت عیسائیت۔ ویدک مذہب۔ بدھ مذہب، کنفیوشس مذہب زرتشتی مذہب غرض دنیا میں جس قدر عظیم الشان مذہب ہو گزرے ہیں ان میں سے کسی مذہب نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اس طرح اپنے اندر جذب نہیں کیا جس طرح اسلام نے کیا۔ اسلام نے ہر ملک و قوم میں سے ایک معتد بہ حصہ اپنی طرف کھینچا ہے۔ یہ پہلی بات ہے جو آپ کو اسلام کی ترقی میں نظر آئے گی۔ کہ اسلام تمام قوموں کے لئے اپنے اندر جذب و کشش کا سامان رکھتا ہے۔

دوسری خصوصیت۔ دوسری بات جو تاریخ اسلامی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ اسلام کا تیزی کے ساتھ بڑھنا ہے۔ جہاں تک سرعت رفتار کا تعلق ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اس تیز رفتاری سے دنیا میں نہیں پھیلا جس طرح اسلام پھیلا۔ ایک صدی کے اندر معلومہ دنیا کے گوشوں تک پہنچ گیا۔

تیسری خصوصیت۔ تیسری بات جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام نے دنیا میں صرف اپنی روحانی طاقت سے ترقی کی حالانکہ دوسرے مذاہب کی ترقی زیادہ تر مادی طاقتوں کی رہین منت ہے۔ مخالفین کی طرف سے کہا تو یہ جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو مادی طاقت کے بغیر دنیا میں پھیلا۔ وہی امریکن مورخ جس کا حوالہ میں اوپر دے چکا ہوں لکھتا ہے کہ "مذہب کی اشاعت و نصرت کے لئے اس کی پشت پر کوئی نہ کوئی بادشاہ [illegible] حاصل ہے کہ وہ اپنی

کی گردنیں اس کے احسانات کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ اس نے عرب کے اونٹ چرانے والوں کو جنہیں دنیا میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ دنیا کا شہنشاہ بنا دیا۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اس وقت جزائر جاوا و سماٹرا میں جو پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں ان پر کونسی تلوار چلی تھی۔ وہاں تو کسی وقت بھی اسلام کی حکومت نہیں ہوئی۔ پھر چین میں کونسی تلوار چلی تھی۔ وہاں بھی اس وقت اسلام کے کروڑوں نام لیوا موجود ہیں ہاں اسلام کے پاس ایک تلوار ہے لیکن وہ تلوار لوہے کی نہیں بلکہ وہ کتاب ہے جو دلوں کو مسخر کر لیتی ہے آج افریقہ کے اندر کونسی تلوار چل رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ عیسائی مشنری پورے ساز و سامان کے ساتھ وہاں تبلیغ مذہب میں مصروف ہیں۔ لیکن پھر بھی اسلام کی فتوحات زیادہ ہیں اسلام کی یہ تلوار دلوں کو مسخر کر رہی ہے صرف مشرق ہی میں نہیں بلکہ مغرب میں بھی فتوحات حاصل کر رہی ہے۔ لارڈ ہیڈلے اور سر آرچبالڈ جنہیں گذشتہ دنوں البانیہ کا تخت پیش کیا گیا تھا اسی تلوار کے شکار ہیں۔

کافر کا قتل اور بہشت کا دروازہ۔ اسلام نہ جبر کا حامی ہے نہ اس کی یہ تعلیم ہے کہ کافر کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھلتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض لوگ اسلام کے سر یہ الزام تھوپ رہے ہیں مسلمان متفقہ طور پر اس سے انکار کر رہے ہیں لیکن مخالف یہی کہے جاتے ہیں کہ قرآن کا یہی حکم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ہم اپنی کتاب کو اچھا سمجھتے ہیں یا تم۔ قرآن کا تو یہ ارشاد ہے کہ "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر نہیں ہے کیا کسی دوسری آسمانی کتاب میں مذہبی آزادی کے متعلق ایسی صاف و صریح تعلیم ہے؟

اس کے بعد قابل مقرر نے پرکاش مورخہ ۲ر فروری میں پنڈت جگدیش کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی تردید کی اور بتایا کہ پنڈت صاحب آیات جنگ کے غلط سلط معنے کرکے قتل کافر کا حکم ثابت کرنا چاہتے ہیں اسلام نے جنگ کی اجازت بھی صرف دفاع کے لئے دی ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں صرف انہی کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ قرآن سے بڑھ کر اسلام کی اور کونسی تاریخ ہو سکتی ہے اس کا فیصلہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے تلوار اسلام کے پھیلانے کے لئے نہیں اٹھائی بلکہ ان کی جنگیں دنیا میں مذہبی آزادی قائم کرنے اور ہر مذہب و ملت کی عبادتگاہوں کی حفاظت کے لئے تھیں رسول اللہ صلعم نے نجران کے عیسائیوں کو آزادی کا جو فرمان لکھ کر دیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ "کوئی بت یا صلیب برباد نہیں کی جائیگی" اسی طرح زرتشتیوں کو مذہبی آزادی مرحمت کی گئی تھی۔

اسلامی جنگیں۔ مسلمانوں نے ایرانیوں وغیرہ کے ساتھ جو جنگیں کیں وہ بھی دفاعی رنگ کی تھیں۔ رسول اللہ کے زمانہ کی تین لڑائیاں جنگ بدر۔ جنگ احد اور جنگ احزاب بہت مشہور ہیں یہ تینوں لڑائیاں مدینہ کے اندر یا مدینہ کے قریب ہوئیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ان لڑائیوں میں مسلمانوں کو جن کا مرکز مدینہ تھا محض دفاع کے لئے شامل ہونا پڑا۔ ہندوستان میں محمد بن قاسم نے جو حملہ کیا تھا وہ بھی اپنے اندر دفاعی رنگ رکھتا تھا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے ہندو راجہ داہر نے مسلمانوں کے چند جہاز لوٹ لئے تھے۔ اور بہت سے مسلمانوں کو لونڈی غلام بنا لیا تھا۔ شاہان اسلام کے زمانہ میں ہندوؤں کو کامل مذہبی آزادی تھی۔ چنانچہ اخبار تیج نے شہید نمبر میں لکھا ہے۔ کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شدھ ہوتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب کے زمانہ میں بھی شدھی جاری رہی۔ اسلام پر جبر کا جو الزام لگایا جاتا ہے مسلمان اس کی عملی تردید اس طرح کر سکتے ہیں کہ وہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کمر ہمت باندھ کر دنیا میں نکلیں۔ اور اس طرح گروہ در گروہ لوگوں کو اسلام میں داخل کرکے ثابت کر دیں کہ اسلام اپنے اندر جذب و کشش رکھتا ہے۔ اسے اپنی اشاعت کے لئے کسی جبر لالچ یا تلوار کی ضرورت نہیں ہے۔ آریہ سماجی ہم احمدیوں کو کہتے ہیں کہ تم اسلام کے خواہ مخواہ وکیل بنتے ہو۔ تمہیں تو مسلمان کافر کہتے ہیں اس پر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ نہیں نہیں۔ ہم آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں لیکن ہم انہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ آپ کو بھی تو ہندو ناستک کہتے ہیں۔ آخر میں فاضل مقرر نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ شب برات کے موقعہ پر آتشبازی سے مجتنب رہ کر وہی روپیہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں صرف کریں۔

اس کے بعد جناب صدر نے مسلمانوں کو تبلیغ کے لئے روپیہ جمع کرنے اور قابل مبلغ پیدا کرنے کی ہدایت کی

ممتاز بنک گزشتہ پرچہ میں ممتاز بنک کے متعلق مولوی دوست محمد صاحب کی

انتقاد

"انا البشر" اور "سرور عالم"

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح زندگی اس قابل تھے کہ امت کے ہمیشہ پیش نظر رہتے۔ کیونکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں آپ کے اخلاق فاضلہ بہترین نمونہ ہیں جن پر خود اللہ تعالیٰ کی گواہی اسوہ حسنہ کی قرآن کریم میں موجود ہے مگر افسوس کہ شامت اعمال نے مسلمانوں کو اس طرف سے اس قدر غافل کر دیا کہ انہیں کچھ پتہ نہیں رہا کہ ایک مسلمان بلکہ ایک انسان کے لئے کیا نمونہ زندگی ہونا چاہیئے۔ دشمنان اسلام طرح طرح کے بہتان اس مقدس ذات نبوی پر تراشتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ منہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اور پتہ نہیں لگتا کہ کہنے والا سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ

اردو میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانحعمری جو مختصر اور جامع بھی ہو۔ اور واقعات صحیحہ کے پھولوں کا گلدستہ ہو اور ہر ایک قسم کے زوائد و حواشی کے کانٹوں سے پاک ہو سب سے پہلے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے سیرت خیر البشر کے نام سے مرتب کر کے شائع کی اور مسلمانوں کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا۔ اس کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے۔ علاوہ ازیں حال میں جناب سید عبدالمجید صاحب جج کپورتھلہ نے بھی دو رسالے "انا البشر" اور "محسن عالم" شائع فرمائے ہیں جو بجائے خود نہایت عمدہ ہیں۔ یوں سمجھو کہ اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ" میں جو آپ کے دو پہلو عبد اور رسول کے بیان ہوئے ہیں ان میں سے عبد ہونے کے پہلو کی تو "انا البشر" میں تشریح ہے۔ اور رسول ہونے کی تشریح "سرور عالم" میں موجود ہے۔ سید صاحب کا منشا ہے کہ مسلمان جو محفل میلاد کیا کرتے ہیں اور اس میں آنحضرت صلعم کی محض ولادت کے واقعات ایسی کتابوں سے پڑھتے ہیں کہ جن میں ہر قسم کی رطب و یابس روایات ہوتی ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ خوش عقیدہ لوگوں کو وہ کچھ لطف دیں معقول طبقہ کے انقباض قلب کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ان کے بجائے اگر یہ رسالے پڑھے جائیں تو ہر ایک عالم و جاہل کے سامنے آنحضرت کی زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ایک ہی مجلس میں سامنے آکر اس کی زندگی پر ایک پاک اثر ڈالنے کا موجب ہو جائے گا۔ جو محفل میلاد کا اصل مقصد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ درحقیقت جو بات معلوم کرنے کے قابل ہے۔ وہ نہ صرف آپ کی ولادت کے حالات ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر وہ حالات ہیں جو آپ کی ولادت سے حبابِ الٰہی کو مد نظر تھے۔ اور جو ہر ایک انسان کے لئے نمونہ کے طور پر موجب فلاح و برکات ہیں۔ سید صاحب کی یہ محنت قابل شکریہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ ان رسالوں کو پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں۔ حسب ذیل پتے سے طلب کیجئے۔

(ناظم دار التصنیف کپورتھلہ اسٹیٹ)

تصحیح ضروری

پیغام صلح مورخہ ۲ فروری میں سید عبدالمجید صاحب کپورتھلوی کی کتاب بشارت عظمیٰ پر جو تنقید ہوئی ہے اس میں غلطی سے کتاب کی قیمت ۴ر لکھی گئی۔ اصل قیمت ۶ر ہے۔ (ملاپیر)

مفت! مفت!! مفت!!!

سوامی شردھانند کے قتل کے بعد جو واقعات ہمارے ملک میں پیش آرہے ہیں وہ ایسے نہیں کہ بہی خواہان اسلام انہیں خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ آریہ سماج کی برانگیخت سے ہندو صاحبان ہر حصہ ملک میں مسلمانوں کی دل آزاری پر تل رہے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ اس قسم کی شرارتوں کا سدباب کیا جائے۔ انجمن تعلیم اسلام اور رد مخالفین اسلام پر بہت سے رسائل چھپوا رہی ہے۔ جو سال بھر اس دوست کے نام مفت بھیجے جایا کریں گے جو ایک روپیہ پیشگی محصول ڈاک کے لئے انجمن میں جمع کرادے ایسے دوست کو ہر رسالہ کی دو جلدیں مفت بھیجی جائیں گی۔ زائد جلدوں کے لئے ہر دو جلد پر ۔ ر کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک پیشگی بھیجا جائے اس وقت ذیل کے رسائل تیار ہیں۔ جو محصول ڈاک آنے پر مفت روانہ ہوں گے۔ ۔ ر کے ٹکٹ میں دو رسالے بھیجے جا سکیں گے۔

[illegible]

(۳) مسلمانوں سے ایک تلخ سوال۔
(۴) اپیل بخدمت برادران اسلام
(۵) مسیح موعود و ختم نبوت
(۶) رد تکفیر اہل قبلہ۔
(۷) کفر دون کفر اور حقیقۃ الوحی
(۸) دعوت عمل انگریزی۔
(۹) احمدیت کیا ہے؟ عمل بالقرآن (انگریزی)
(۱۰) حقیقت احمدیت جواب اعتراضات (" ")
(۱۱) نصائح
(۱۲) ہدایات برائے جماعت احمدیہ۔
(۱۳) شرک کا بھنڈار

درخواستیں بنام اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور (پنجاب)

ہندوستان تبلیغ اسلام

اپیل درباره حصول چندہ برائے اشاعت اسلام در ہند۔ کل سکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے۔ امید ہے کہ سب احمدی بھائیوں میں اس کو تقسیم کر دیا گیا ہوگا۔ اگر نہیں کیا تو اب کر دیں۔ اور صرف تقسیم ہی نہ کریں بلکہ سکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک بھائی سے اس کے متعلق تحریری وعدہ لیں کہ وہ اس کے لئے کیا امداد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کوئی رقم وصول ہو تو وہ محاسب انجمن کو بھجوا دیں اور فہرست اسماء چندہ دہندگان دفتر تحصیل میں بھیج دیں۔ چونکہ کام بہت سرعت سے جاری ہونے والا ہے اس لئے سب احباب اس کی طرف متوجہ ہوں۔

جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ماہ رمضان میں قرآن کریم کا درس

احباب کو معلوم ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں حضرت امیر ایدہ اللہ قرآن کریم کا درس دیا کرتے ہیں۔ جو لوگ گزشتہ سالوں میں اس درس میں شامل ہوتے رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ باوجودیکہ تیس دن میں سارا قرآن ختم کرنا ہوتا ہے۔ تاہم اس تھوڑے سے وقت میں جو ہر دور اس پر صرف ہوتا ہے قرآن کریم کے مطالب نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہوتے اور سامعین کی مشکلات پورے طور پر حل کر دی جاتی ہیں۔ جس سے قرآن کریم کا علم نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے آج کل چونکہ شدھی اور ارتداد کا اس قدر زور ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک فتنہ قیامت برپا ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ ہمارے احباب اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ اور قرآن کریم کا علم حاصل کریں۔ اس لئے جو احباب رمضان کے مہینے میں فراغت حاصل کر سکتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس موقع پر لاہور تشریف لے آئیں اور ایک ماہ کے مجاہدہ سے قرآن کریم کی بیش بہا نعمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ وہ اسے دوسروں تک پہنچانے کے قابل ہوں جو احباب اس موقع پر شمولیت درس کا ارادہ رکھتے ہوں وہ براہ مہربانی اس کی اطلاع حضرت امیر ایدہ اللہ کو پیشتر سے دے دیں۔ والسلام

(خاکسار دوست محمد)

بگوئید احوانات ابدیت شود پیدا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ تبلیغ ہنود اور اچھوت اقوام میں جس زور سے کام کی ضرورت ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر ایک شہر کے احمدی احباب اپنی اپنی جگہ ایک مرکز قائم کریں اور اس کے لئے وہ خود جہاں پہلے سے زیادہ ترقی دکھائیں۔ تو وہاں دوسرے مسلمانوں سے بھی امداد لیں۔ وہ لفظ نصرت کے لئے تیار رہیں۔ اور بجائے بار بار چندہ مانگنے کے وہ ان سے ماہوار چندہ لکھا دیں۔ جو ۲ روپے سکے وہ ۲ر دے لیکن باقاعدہ دے۔ اس کے لئے آپ اور دیگر احباب مل کر شہر کو خاص حصوں میں تقسیم کر لیں۔ اور فہرستیں تیار کریں اور جو وعدہ وہ کریں اس کی ایک نقل خود رکھیں اور ایک ہمارے پاس بھیج دیں۔ اور ہر مہینہ چندہ وصول کر کے یہاں بھجواتے رہیں۔ چنانچہ اسی غرض کو عملاً [illegible] جو کہ سامنے مہربانی فرما کر اس کام کو اپنے شہر میں شروع کریں۔ جس طرح ہم نے یہاں لاہور میں کام شروع کیا ہے اس کا مفصل حال ارسال خدمت ہے۔ ہم نے مقامی طور پر لاہور میں یہ کام شروع کیا ہے کہ شہر کے وارڈ حصوں میں تقسیم کر کے چند چیدہ اور ذی اثر اصحاب متعین کر دیئے ہیں اور چندہ کی وصولی کا باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔ اور ہر وارڈ کا ممبر اپنے حلقہ میں نہایت دلچسپی اور جانفشانی سے وصولی کا کام کرتا ہے۔ اور حسب وعدہ چندہ کی وصولی میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس طرح کام شروع کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

(سید محمد حسین آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

ہندوستان

— کلکتہ کے ایک مارواڑی ساہوکار نے اسلامیہ کالج کلکتہ میں ایک وظیفہ کے لئے پندرہ ہزار روپیہ دیا ہے۔

— خلافت کانفرنس کا آئندہ اجلاس ۲۶-۲۷-۲۸ فروری کو لکھنؤ میں ہوگا صدر سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون ممبر اسمبلی ہوں گے۔

— ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کا ایک نوٹس مظہر ہے کہ صوبہ دہلی اور صوبہ پنجاب کے اضلاع میں ۱۶ر جنوری ۱۹۲۷ء سے ہرن کے شکار کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

— مولانا ابوالکلام آزاد ایک روزنامہ "پیغام" کے نام سے جاری کرنے والے ہیں اور "الہلال" ہفتہ وار بھی جاری کریں گے۔

— مہاراجہ صاحب کپورتھلہ نے ریلوے سٹیشن کے قریب ایک مسجد تعمیر کرنے کے لئے ۵ لاکھ روپیہ منظور فرمایا ہے۔ لیکن سب ٹھیکہ دار ہندو ہیں۔ اور مسجد کی عمارت میں ناقص مصالحہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ مہاراجہ صاحب ٹھیکہ داروں کو عمدہ مصالحہ استعمال کرنے کی ہدایت فرمائیں گے۔

— خواجہ حسن نظامی نے ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کا ترجمہ اور اس کا جواب فارسی میں تیار کرایا ہے۔ تاکہ افغانستان، ایران، اور عراق عرب میں تقسیم کیا جائے۔

— بنگال ہندو مشن نے علاقہ بنگال میں نہایت زور شور سے شدھی کا کام شروع کر رکھا ہے۔ موضع دوگو میں ساٹھ مسلمان اور دیناج پور میں پانچ ہزار عیسائی سنتھال اشدھ کئے گئے۔ اور چٹاگانگ میں چند نومسلم مرتد کئے گئے۔

— سوامی شردھانند کے قتل کا ملزم عبدالرشید ابھی تک لاہور کے منٹل ہسپتال میں ہے۔

— ایڈیٹر اخبار "تیج" دہلی کے خلاف ملزم عبدالرشید کو سوامی شردھانند کا قاتل لکھنے پر توہین عدالت کا جو مقدمہ چل رہا تھا وہ خارج ہو گیا۔

— حکومت پنجاب نے اخبار ملاپ مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۲۷ء کے پرچے ضبط کر لئے ہیں۔ اس پرچے میں ایسے مضامین شائع ہوئے تھے جو زیر دفعہ ۱۵۳ (الف) قابل سزا ہیں۔ ایک اشتہار جس کا عنوان "ایک صورت باقی رہ گئی اور تمہاری آنکھیں اب بھی نہیں کھلیں" تھا وہ بھی مذکورہ وجہ سے ضبط کر لیا گیا ہے۔

ممالک خارجہ

— جاپان نے افغانستان میں ایک وفد روانہ کیا ہے جو دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی معاملات کے متعلق بحث کرے گا۔

— ٹرکی نے ابتدائی تعلیم کو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے مفت، اور لازمی قرار دیا ہے۔

— ہسپانوی فوجوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اور سارے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا ہے۔

— روس میں جنگی بھرتی زور شور سے جاری ہے۔

— ایرانی حکومت نے امسال ادائے حج کی اجازت دے دی ہے امید کی جاتی ہے کہ امسال ایرانی حجاج کی تعداد بہت کثیر ہوگی۔

— چین میں امریکہ اور اٹلی بھی فوجیں بھیج رہے ہیں۔

— شام میں فرانس اور قوم پرستوں کے مابین ابھی تک جنگ جاری ہے۔

— ڈنمارک کے بعض ماہرین بعض نباتاتی اشیاء سے مصنوعی دودھ تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ جس میں گائے کے دودھ کے تمام خواص و فوائد موجود ہوں گے۔

قطرہ چشم

ہمارا قطرہ چشم کمزور سے کمزور نظر کو تیز کر دیتا ہے

انکھ دکھتی ہو پانی بہتا ہو، سرخی ہو غرض آنکھ کی کوئی بیماری ہو اس کے استعمال سے چند روز میں جاتی رہے گی یہ دوا زود اثر ہے اور آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے قیمت عہ۔ شک و عنبر خالص اور ارزاں ہم سے طلب کیجئے۔

ایس محمود اینڈ کمپنی شاہ علی سٹریٹ امروہہ دیو۔ پی،

آریہ گزٹ کا رشی بودھ نمبر

شیو راتری کے موقعہ پر آریہ گزٹ کا رشی بودھ نمبر ہر سال شائع ہوتا ہے۔ اس سال بھی بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔ رشی نمبر میں ایک سہ رنگی تصویر ہوگی۔ اور دو سری بھی بلاک کی تصویریں ہونگی ویدک دھرم کے سدھانتوں پر بڑے دوانوں کے اعلیٰ لیکھ ہوں گے۔ کہانیاں ہونگی، دلچسپ نظمیں ہونگی مہرشی دیانند سرسوتی جی کی یادگار میں یہ نمبر شائع کیا جا رہا ہے۔ رشی دیانند کے بھگتوں کو اپنی بھگتی دکھانی چاہیئے۔ کیتھ کا میلا آ رہا ہے۔ کیتھ کے میلے پر مفت بانٹا جا سکتا ہے۔ اس لئے والی مہاشہ سہنری فنڈ میں روپیہ بھیجدیں۔ تاکہ ان کے نام پر پرچہ بانٹا جاوے آرڈر دینے والوں کو جلدی کرنی چاہیے کہ پیچھے سے شکایت کا موقع نہ رہے قیمت فی پرچہ ۴ر۔ ساڑھے چار آنے کے ٹکٹ آنے پر کاپی بھیجی جائے گی۔ سائز ۲۲×۲۰/۸ ہے۔

منیجر آریہ گزٹ لاہور

بہترین و سہل ترین طریقہ پر عربی سکھانے میں

مرقاۃ العربیہ

کا کوئی کتاب مقابلہ نہیں کر سکتی کتاب کی خوبی کی سب سے اعلیٰ شہادت یہ ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، میسور ٹیکسٹ بک کمیٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے اپنے سکولوں کے نصاب کیلئے تجویز کیا ہے قیمت ہر حصص ڈیڑھ روپیہ (عہ)

عبد الہادی خاں کوچہ چیلاں دہلی

پیغام اتحاد (حصہ اول)

ایک نہایت حیرت انگیز اور عجیب و غریب علمی اخلاقی سوشیل و رضویہ فنا کی کتاب ابھی چھپی ہے

قوموں کا اتحاد زبان کے ایک ہونے پر قائم۔ نیک کاموں کے لئے کتاب وقف نہایت عجیب و غریب لسانی تحقیقات جس بات کے معلوم کرنے کے لئے یورپ کے ماہرین و محققین السنہ قاصر تھے اس کو ثابت کر دیا گیا ہے دنیا بھر کے علماء و فضلاء کو دعوت و چیلنج۔ قدیم زبان سنسکرت کو نہ صرف انڈو یورپین زبانوں کا منبع بلکہ تمام عبرانی وغیرہ زبانوں کا بھی ماخذ ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف علمی و اخلاقی اسرار کا خزینہ ہے بلکہ سوشیل امور و روحانی رموز کا گنجینہ ہے۔ ایک غیر مسلم کے قلم سے لکھی ہوئی کتاب اگر ایک نقطہ بھی پاک رسول کی شان کے خلاف نکال کر دکھا دیں تو فوراً ایک ہزار کتاب آگ کی نذر۔ یہ کتاب درحقیقت جناب تقدس مآب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر قربان ہو جاؤں میں ان کے پاک قدموں پر، کے پیغام صلح کی جزوی تکمیل ضرور ہے۔ اگرچہ صداقت و حقیقت کا بے باکانہ اظہار کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی عالم میری لسانی تحقیقات کو غلط ثابت کر دے تو کتاب کی اشاعت قطعاً بند۔ سنہری جلد قیمت صرف سوا روپیہ ایک ہندوستانی بھائی کی حوصلہ افزائی انما سب ہے۔ دوسرا حصہ اور زیادہ دلچسپ ہوگا۔ ایک کلمہ بھی پاک شخصیتوں کی شان کے خلاف نہیں

منگانے کے پتے

(۱) شیخ مبارک علی تاجر کتب۔ اندرون لوہاری گیٹ لاہور
(۲) مسرز عطر چند کپور۔ انارکلی لاہور۔
(۳) منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

المشتہر

بنی نوع انسان کا خادم پنڈت جیتن دت بی اے ممبر انڈین سٹاف چیفس کالج لاہور

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجیئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی کے ساتھ خود گھر میں کر سکتے ہیں جس میں ۳ سے ۲۰ روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ بن جائے، سب سے یقینی تر بہترین طریق آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایماندارانہ محنت سے کام کرنا ہے۔ بجز بہ غیر ضروری و فاصلہ ہے شو ہے۔ خریداروں کو مفت پوری تعلیم دی جاتی ہے مرد عورتیں لڑکے اور لڑکیاں ان پر کام کر سکتے ہیں اس کی سفارش خاص کر عورتوں کے لئے کی جاتی ہے ہزاروں ہمارے ۳۲۵ روپے میٹر اور ۳۶۰ روپے کے بنیائن کے کل پر کام کر رہے ہیں۔ اور ۳ سے ۲۰ روزانہ نیار ہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے۔ ہم آپکی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ اور ہم سوت فراہم کر کے ملک کے ہر حصہ میں پہنچاتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو

دی ایشیاٹک کٹنگ کمرشل کارپوریشن لمیٹیڈ بمبئی

THE RIYASAT DELHI

ٹیلیفون نمبر ۵۲۰ — تار کا پتہ "ریاست" دہلی

ہندوستان کا بہترین باتصویر ہفتہ وار اخبار

ریاست دہلی

ایڈیٹر دیوان سنگھ مفتوں

دنیائے صحافت میں تہلکہ

روزنامہ سیف اللہ کا پہلا نمبر

نہایت شاندار پیمانہ پر اس کے سرپرستوں کی حسب خواہش بتاریخ

۱۵ فروری ۱۹۲۷ء ۲۵ ہزار کی تعداد میں شائع ہوگا

یہ اخبار اپنے طرز کا دکن بھر میں واحد کہلائے گا۔ کیونکہ دنیا بھر کی خبریں براہ راست حاصل کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ اور ملک کے سحر طراز نامہ نگاروں کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں۔

مشتہرین کے لیے

یہ بہترین موقع ہے جلد اشتہار بھیجکر فائدہ اٹھائیں۔ نرخنامہ اشتہارات بالکل واجبی ہے۔

قیمت	سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ
	۱۵/-	۸/-	۴/-	۱/۸

فی پرچہ ۱ر علاوہ محصول۔

نوٹ ایجنٹوں کی ہر شہر اور ہر قریہ میں ضرورت ہے شرائط ایجنسی خط و کتابت سے طے کریں۔

منیجر روزنامہ اخبار سیف اللہ معسکر بنگلور

مشہور عالم زود اثر تازہ طبی ایجاد، اپریشن یا نشتر کی زحمت ہرگز نہ اٹھایئے

فوطہ بڑھ جانے اور آنت اتر آنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بے ضرر اور بلا تکلیف ہے۔ نہ نشتر کی ضرورت ہو نہ زخم دیکھنا پڑے۔ کسی قسم کا فوطہ ہو خواہ آبی ہو یا لحمی بادی ہو یا ریاح والا سب کو اس دوا کے چار مرتبہ لیپ کرنے سے فوطہ ہو یا آنت چلتے پھرتے ہی آرام ہوگا۔ تمام زائد رطوبت اور ناقص بالی پسیج پسیج کر نکل جائے گا۔ بادی پن رفع ہوگا۔ ریاح تمام تحلیل ہو جائیں گے۔ زائد گوشت سب خشک ہو جائیگا اور فوطہ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا کیسا ہی پرانا ہو اور وزنی فوطہ بڑھ کر کیسا ہی بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو اس دوا کے استعمال سے آرام ہو جائیگا۔ آنت کیسی ہی اتری ہوئی ہو درد ہوتا ہو ریاح بھرتے ہوں جگہ پھول جاتی ہو آنت غوں غوں بولتی ہو فوطہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو غرضیکہ کسی قسم کی شکایت ہو۔ انشاء اللہ بالکل آرام ہوگا۔ آنت اپنی جگہ پر آکر جم جائیگی۔ جتنا چاہو زور کرلو آنت نہ اترے گی ترکیب استعمال دو پرہیز بالکل آسان قیمت فی شیشی [illegible]

[illegible]

حکیم تلسی پرشاد اگروال کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری کی ہوئی

بال جیون گھٹی! (رجسٹرڈ)

چونکہ ہر ایک بیماری کی مشہور و معروف دوائی لانوا و کرندبچے اسکے پینے سے موٹے تازے طاقتور ہو جانے میں میٹھا ہونے سے چھوٹے بڑے سب بچے اسکو خوشی سے پی لیتے ہیں بازاروں میں سوداگروں سے خرید اگر کمیشن ہے تو بال جیون کاریالیہ سے منگائیے قیمت فی شیشی ۸ر اصل [illegible]

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب "مجربات تلسی" کا بغور مطالعہ کرینگے وہ اپنی اور دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جاوینگے اور اگر وہ چاہینگے تو اسکے ذریعہ دوا و علاج میں سیکڑوں روپیہ کمانے لگینگے اسمیں ہر بیماری کے وہ نایاب نسخے درج ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اشرفیوں کے فائدے دکھلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول مفت [illegible] معزز لوگوں کے نام و پتے بھیجئے تو رسالہ مفت بھیجینگے

المشتہر منیجر بال جیون گھٹی کاریالیہ علیگڑھ شہر (یوپی)

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۰ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۲۷ء | نمبر ۸

بزم احباب

(مرتبہ جناب خانصاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

جرمنی

اخویم مولوی فضل کریم خاں صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ایک اور سعید روح نے راستی کو پا لیا - اور بالآخر قبول اسلام کا اعلان کر دیا برونو فرائنڈ ان کا نام ہے نوجوان ہیں - گزشتہ مارچ میں ان سے خط و کتابت شروع ہوئی تھی اور سارا لٹریچر بھیجا گیا تھا - ان کا ارادہ تو فوراً اسلام قبول کر لینے کا تھا - لیکن میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بغیر پوری واقفیت کے وہ اعلان اسلام کریں - چنانچہ اتنا عرصہ وہ ہماری کتب کا مطالعہ کرتے رہے - اور امر معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غور کر لی - ان کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تعلیم اسلام سے پورے طور پر آگاہ ہو چکے ہیں - پرسوں اتوار کے دن میری دعوت پر تشریف لائے - خط و کتابت سے تو نہ معلوم ہوتے تھے - لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ میرے اپنے سامنے ایک بیس سالہ نوجوان کو کھڑا دیکھا - حقائق اسلام ان پر پورے اثر کر چکے ہیں - زیادہ گفتگو کی ضرورت بھی معلوم نہ ہوئی - میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بلا توقف جواب دیا کہ وہ تنہا اسلام کو دین حق تسلیم کرتے ہیں - اس کے ساتھ کلمہ توحید کا اقرار بہت آسان تھا -

جرمن قوم میں تبلیغ اسلام کے راستے میں جو مشکلات ہیں وہ غالباً دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہوں گی - یہ قوم مادہ پرستی میں از سر تا پا ڈوبی ہوئی ہے - جب تک کوئی شخص اس قوم کو دیکھ نہ لے تب تک اسے مادہ پرستی کے معنے ہی سمجھ میں نہیں آسکتے - امریکہ کی مادہ پرستی تو اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی - پس جب کبھی کوئی ایسی سعید روح اسلام قبول کر لیتی ہے - جو حق و راستی کی متلاشی ہو تو اس کا آنا ایسا ہوتا ہے جیسے اندھیری رات کی ظلمت میں ماہتاب کا نور - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو استقامت عطا فرمائے - اور ہمیں اپنی توحید کا پیغام دور دور تک پہنچانے کی توفیق بخشے - آمین -

دوسرے خط میں خاں صاحب لکھتے ہیں کہ سنٹرل یورپ میں ہمارے رسالہ نے واقعی ایک دھوم مچا دی ہے - اب کچھ ضرورت مستقل لٹریچر کی ہے احمدیت کا معاملہ تو صاف ہو گیا اب ضرورت ہے کہ کسر صلیب کے لئے ایک مشرح اور مبسوط مضمون "مسیح اسلام میں" پر نکلنا چاہئے انشاء اللہ

اپریل اور جولائی کے رسالوں کو اکٹھا کر کے اس مضمون پر بھی سیر کن بحث کروں گا اس کے بعد تین اور کتابوں کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے - براہین احمدیہ کو انگریزی کا لباس پہنانا ضروری ہے - اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھ میں یہ قوت بھی آگئی ہے - پہلے تو اس کا اختصار کیا جائے گا اور پھر اسے انگریزی میں کر دیا جائے گا - اس کے بعد میرا ارادہ سیرت نبوی پر ایک کتاب لکھنے کا ہے حضرت امیر کی کتاب محمدی پرافٹ ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور میرا ارادہ ایک اور رنگ میں لکھنے کا ہے - دونوں اپنی اپنی جگہ خاص کام دیں گی - پھر تعلیمات اسلام پر ایک سیر کن بحث لکھنے کا ارادہ ہے اور خدا پر توکل کر کے ارادہ تو یہی ہے کہ یہ سب کام اکتوبر آئندہ تک ختم ہو جائیں آگے جو اسے منظور ہو وہی ہوگا - کیونکہ سب توفیق اسی کے ہاتھ میں ہے -

رسالہ کی یکصد کاپیاں آپکو بھیجدی گئی ہیں - دو صد اور بھیجدونگا - یہ مدت تک کام آئیں گی - آپ کا یہ لکھنا بالکل درست ہے کہ باہر کے مسلمان ہماری ہی طرف دیکھ رہے ہیں - ابھی تو ہم نے کام شروع کیا ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا - اے کاش دوسرے مسلمانوں کو بھی خدا توفیق دیدے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی کتب کو پڑھیں - اور معارف کے ان دریاؤں کو جو ان کتابوں میں موجود ہیں معلوم کر سکیں - ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے - اور مجھ میں خدا نے حقیقت کو سمجھنے کی قوت پیدا کر دی - اللہ تعالیٰ کا بیحد احسان ہے - حضرت اقدس کے علو شان کو میں اب اچھی طرح سے سمجھنے لگا ہوں اور راز توحید کا انکشاف مجھ پر ہو گیا ہے - ہماری جماعت خدا کے فضل سے زندہ ہے - صرف ثابت قدمی درکار ہے - میں سچ کہتا ہوں ہمارے پاس حق ہے - اور انشاء اللہ اسی حق کی قوت سے ہم دنیا کو زیر کریں گے - ملاؤں کے جھگڑوں کی پروا نہ کیجئے - بیس سال کی بات ہے کہ باہر کے لوگ جماعت احمدیہ کو جانتے بھی نہ تھے آج اس جماعت کا نام قریباً ہر ملک کے ایک ایک فرد کی زبان پر ہے - پس میں کیا کہوں - آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس برگزیدہ جماعت کی ہمتوں کو اور بھی زیادہ کرے -

البانیا

حافظ علی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا دلربا خط معہ کتب و رسائل پہنچا اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی - ہم سب لوگ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتب اور آپ کے اسلام پر عاشقانہ کلام کے مطالعہ سے بیحد خوش ہوئے - میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت صاحب کی ان کتب کا البانوی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کروں - دو سال ہوئے میں نے ایک رسالہ البانوی زبان میں چھپوایا تھا - اب اس کا ترجمہ کر رہا ہوں جسے چند ہفتوں کے اندر اندر چھپوا کر آپ کو بھیجدونگا - یہاں کے مدارس کے طلباء کے فائدہ کے لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کچھ رسائل بھیجدیں - یہاں کے لوگ جناب آپ کی جماعت کے پر معارف کلام کے بہت مشتاق ہیں اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو ان کے لئے کچھ مفید کتابیں بھیجدیں - میرا خیال ہے کہ آپ کی اردو زبان عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبان سے مرکب ہے - اس لئے مجھے اس کا ایک قاعدہ اور لغات بھیجدیں - تاکہ حضرت صاحب کی باقی کتابیں بھی پڑھ اور سمجھ سکوں - جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون -

اخبار احمدیہ

درخواستہائے دعا

(۱) احباب کی خدمت میں التجا ہے کہ میرے لئے استغفار فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے جسم اور قلب کو ہر رنگ میں شفا بخشے میں کچھ عرصہ سے علیل ہوں - اگر کوئی صاحب میرے لئے درد رکھتے ہوں تو دعا فرمائیں ورنہ خیر - والسلام - خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

(۲) اخویم لال خاں صاحب کوئٹہ اپنی بعض مشکلات سے کلی آسانی کے لئے طالب دعا ہیں -

(۳) ڈاکٹر مہدی حسن صاحب سیالکوٹ کے مستقل روزگار کے لئے دعا کیجئے -

(۴) مولوی محمد قایم الدین صاحب تبلیغ سلسلہ کی رکاوٹوں کے دور ہونے کے لئے دعا چاہتے ہیں -

(۵) مفتی فضل احمد صاحب مدرس جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند عطا فرمایا ہے - حضرت امیر نے اس کا نام بشیر احمد تجویز فرمایا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے -

حج - اخویم سعادت علی خاں صاحب رامپور امسال حج کے لئے تشریف لے جانا چاہتے ہیں - جن احباب کا ارادہ حج بیت اللہ کے لئے جانے کا ہو بہتر ہو کہ وہ اکٹھے تشریف لیجائیں - تاکہ راستہ کی تکالیف وغیرہ میں ایک دوسرے کی امداد کر سکیں -

زکوٰۃ - بھائیو! السلام علیکم و رحمۃ اللہ - زکوٰۃ کے متعلق خطوط ہر ایک بھائی کی خدمت میں علیحدہ بھیجے جا چکے ہیں عملی رنگ میں خط کا جواب دینا ہر ایک بھائی کا فرض ہے پریذیڈنٹ سکرٹری صاحبان انجمن کی خدمت میں دوبارہ عرض ہے کہ احباب کو میرے اس خط کی طرف متوجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور اگر مجھے اطلاع بخشیں کہ کس قدر رقم ہر ایک جماعت سے زکوٰۃ کی داخل خزانہ ہو چکی ہے تو مشکور ہونگا - خاکسار سید محمد حسین جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دیوتا سروپ کی تاریخ دانی
بیراگی بیر تاریخ کی روشنی میں

(مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

(۳)

تواریخ گورو خالصہ بھائی سورج سنگھ جی گیانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ کیا کوئی عقلمند اس واقعہ کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ بادشاہ نے گورو صاحب کو قید کر دیا تھا۔ یہ دیوتا سروپ ہی کی خوش فہمی ہے۔ جو اس واقعہ کو قید سے تعبیر کرتا ہے ورنہ صاف ظاہر ہے کہ بادشاہ کی درخواست پر چلہ کشی کے لئے گورو صاحب کا گوالیار تشریف لے جانا قید نہیں کہا جا سکتا۔ قید کرنے کے لئے درخواست نہیں کی جاتی بلکہ حکم دیا جاتا ہے اور بادل ناخواستہ جبراً بھیجا جاتا ہے۔ شاید دیوتا سروپ جی کو کالے پانی بھیجنے کے وقت درخواست کی گئی ہوگی۔ ورنہ دیوتا سروپ جیسے مورخ کہلا کر اتنی بڑی غلط بیانی سے کام لینا اور واقعہ کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دینا شرم کی بات ہے۔ پھر اس واقعہ میں کشمیر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ دیوتا سروپ جی اپنے پاس ہی سے لے اڑے۔ دہلی کے واقعہ کو سفر کشمیر کا واقعہ بنا دیا۔ اور جہانگیر کی ناراضگی کا دم چھلا اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ اصلی واقعہ کہیں لکھا ہی نہیں کہ حقیقت میں گورو صاحب کا گوالیار بھیجا جانا چندو لعل ہندو دیوان کی جعل سازی کا نتیجہ تھا۔ محبت کے متوالے بھولے بادشاہ کو تو معلوم بھی نہ تھا کہ

کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسی زمانہ میں گوالیار پولیٹیکل اور شاہی گنہگاروں کے لئے ایک قید خانہ تھا۔ مگر آخر اسی قلعہ میں قلعہ دار سپاہی اور دیگر لوگ بھی تو رہتے ہی تھے۔ وہ وہیں رہنے کے باوجود قیدی نہیں کہلا سکتے تھے۔ پھر گورو صاحب کے لئے اس لفظ کا استعمال کرنا بالکل بیجا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں نے اسے قید سمجھ لیا ہو مگر حقیقت میں یہ سمجھنا صحیح نہ تھا۔ چندو لال اس حقیقت سے آگاہ تھا۔ کہ گورو صاحب قید نہیں ہوئے۔ بادشاہ کی درخواست پر چلہ کشی کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے گورو صاحب کو دکھ دینے کی غرض سے ایک اور چال چلی۔ اس زمانہ میں ہرداس مل کھتری قلعہ دار تھا چندو لال نے قلعہ دار مذکور کو انعام اکرام کا لالچ دے کر کہلا بھیجا کہ زہر کھلائے مختلف اقسام کی تکلیف پہنچائے۔ اور کسی نہ کسی حیلے بہانے سے گورو صاحب کا کام تمام کر دے۔ (جنم ساکھی مذکور صفحہ ۱۶۷)

دیوتا سروپ جی کو چندو لال کی کہانی لکھنی چاہیئے تھی۔ مگر کیا کرتے اس سے ایک ہندو مہاتما پر داغ لگتا تھا۔ اور ساری قوم بدنام ہوتی تھی۔ اس لئے اپنی ہندو نواز اور مسلم آزار طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر چندو لال جی مہاراج کا نام حذف کر کے اس کے تمام افعال بیچارے بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ تاریخ کے اوراق دھوئے نہیں جا سکتے۔ جب تحقیق کی جائے گی حقیقت روشن ہو جائے گی۔ اور ندامت سے منہ چھپانے کے لئے کہیں جگہ نہ مل سکے گی اور یہ ریت کا قلعہ دھڑام سے نیچے آ گرے گا۔

(۴) "پھر تیغ بہادر نے تلک اور جنیو کی حفاظت کے لئے آپ کو قربان کیا"۔ صفحہ ۲۰

کس قدر پر فریب جھوٹ ہے دیوتا سروپ جی کا اور کس قدر جرات اور دلیری ہے۔ کہ گورو مہاراج کی طرف وہ بات منسوب کر دی جس کا کھنڈن کرنا ہی ان کا مشن تھا۔ اگر گورو مہاراج کے دل میں تلک اور جنیو کی اتنی ہی عزت تھی۔ کہ اس کی حفاظت کے لئے جان تک کی پروا نہیں کرتے تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ خود اسے اختیار ہی نہیں فرمایا۔ پہلی بادشاہی سے لے کر دسویں بادشاہی تک یعنی گورو نانک دیو سے لے کر گورو گوبند سنگھ صاحب تک کسی گورو صاحب نے بھی جنیو نہیں پہنا اور نہ تلک لگایا۔ بلکہ اسے ایک فضول اور لایعنی رسم سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور نہ صرف خود ہی چھوڑ دیا بلکہ اپنے سکھوں کو بھی حکم دیا کہ اس بد رسم سے علیحدہ رہیں۔ گورو گرنتھ صاحب میں اس قسم کی بیہودہ رسومات کا سخت ترین کھنڈن موجود ہے چنانچہ سکھ بھائیوں نے بھی آج تک اس رسم کو اختیار نہیں کیا کیسے خیال میں آ سکتا ہے کہ جس رسم کے انسداد کے لئے گورو صاحبان کی کوششیں صرف ہوں اسی رسم کی حفاظت کے لئے گورو تیغ بہادر صاحب اپنے آپ کو قربان کر دیں۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں

[illegible]

کے لئے جنیو کی ضرورت نہیں۔ اس لئے گورو صاحبان نے اسے نہیں پہنا چنانچہ ایک موقعہ پر پنڈت رامچند دہلوی آریہ مناظر نے دالٹیہ کے مناظرہ میں مجھ سے کہہ دیا تھا کہ گورو نانک دیو تو سنیاسی تھے انہیں جنیو پہننے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بے تکے شبہے کا بھی ساتھ ہی ساتھ ازالہ کر دیا جائے اور وہی جواب لکھ دیا جائے جس سے پنڈت جی مذکور کا منہ بند ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ گورو صاحبان سنیاسی نہیں تھے سب کے سب گرہست آشرم میں داخل تھے۔ سب کے گھروں میں بیبیاں تھیں اور صاحب اولاد تھے ان کا مشن یہ تھا کہ دنیا میں رہ کر زندگی کی مشین کو خوش اسلوبی سے چلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہو۔ ترازو کے دونوں پلڑے برابر رہیں۔ اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے کہ دین و دنیا بہم آمیز کہ اکسیر بود اور پھر سنیاسی کے لئے چار ابرو کا صفایا بھی لازمی ہے۔ اور گورو صاحبان کے حق میں ایسا خیال کرنا بھی گستاخی ہے۔ وہ سب کیس دھاری تھے گورو صاحبان کا یہ طریق اس امر کی دلیل ہے کہ سنیاس آشرم کوئی مفید چیز نہیں۔ سنیاس کی تعلیم ہی خلاف قانون قدرت ہے۔ بیوی بچوں کے حقوق کا خیال اور ان کی حفاظت لازمہ انسانیت ہے۔ سنیاسی ہو کر اس فرض ہی کو دھکا دینا پڑتا ہے۔ خدا کی تو یہ مرضی ہے کہ دنیا کا باغ پھلا پھولا رہے۔ اور سنیاسی کا عمل اس کو اجاڑنے کی فکر میں ہے۔ ایسی چیز کو جو صریحاً قانون قدرت کے خلاف ہے گورو صاحبان اختیار نہیں کر سکتے تھے اور انہوں نے اختیار نہیں کی۔ پھر تو ہندو ہونے کی شرط پر ان کو جنیو ضرور پہننا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں پہنا کیونکہ وہ ہندو نہیں تھے۔ نہ ہندو دین سے کوئی سروکار ہی رکھتے تھے۔ پھر یہ کہنا کس قدر جھوٹ ہے کہ گورو تیغ بہادر صاحب نے تلک اور جنیو کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ گورو صاحب کی قربانی اور ہندوؤں کی مہربانی کا حال۔ سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلق اور آریوں کی بے روشی نامی کریکٹ میں ہم تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) "اسلامی حملوں کے نیچے ہندو قوم کے جب اور سارے قلعے ٹوٹ گئے۔ تو انہوں نے اپنے بچانے کے لئے اپنے گرد ذات پات کا ایک قلعہ تیار کر لیا۔ اس قلعہ کے اندر رہنے کے لئے ایسی پابندیاں اور قواعد بنائے کہ اس کے اندر رہنے والوں کو اس کی دیواروں کے باہر قدم رکھنے کی جرات نہ ہو سکے"۔ صفحہ ۳۱

مہاراج کو پتہ نہیں کہ ذات پات کا قلعہ اسلامی حملے سے مرعوب ہو کر نہیں تیار کیا گیا تھا۔ بلکہ جب سے وید بھگوان کا ظہور ہوا ہے تب ہی سے یہ قلعہ موجود ہے۔ شاید دیوتا سروپ جی نے وید دل کر نہیں دیکھا ورنہ ایسی بے اصل اور جھوٹی رائے تحریر نہ فرماتے۔ یجروید میں لکھا ہے "برہمن اس کا منہ تھا۔ بھجائیں کشتری۔ رانیں ویش اور شودر پاؤں سے اتپن ہوا"۔ (ویدا پدیش پنڈت راجارام صفحہ ۲۶)

ذات پات کے قلعہ کا سنگ بنیاد یہی منتر ہے۔ اور یہیں سے باہمی تفرقہ وامتیاز کا آغاز ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور تفریق کیا ہو سکتی ہے۔ کہ انسانوں کے ایک گروہ کو باوجود اصل فطرت میں مساوات رکھنے کے پرماتما کا منہ کہہ دیا جائے۔ اور ایک کو اس کی بھجائیں اور ایک کو اس کی رانیں۔ بیچارے شودروں کو اور کہیں جگہ نہ ملے تو پاؤں سے پیدا کر دیا جائے کہ جس طرح پاؤں منہ نہیں بن سکتے اس طرح شودر کبھی برہمن نہیں ہو سکتا نہ ویش کشتری بن سکتا ہے نہ کشتری برہمن۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفریق اصول مساوات کے بالکل خلاف ہے۔ اور بھائی پرمانند کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ اس ذات پات نے قومی مساوات کو توڑ کر بے شمار منزلیں کر دیں۔ جن سے قومی زندگی بالکل تباہ ہو گئی۔ لیکن گستاخی معاف اس تمام تباہی اور تفریق کا موجب ویدوں کی مذکورہ بالا تعلیم ہے۔ نہ کہ اسلامی حملہ کا رعب۔ اسلامی حملہ تو ویدوں سے بہت مدت بعد ہوا اور ویدک تعلیم اس سے مدتوں سے پیشتر موجود تھی۔ اور اسی زمانہ میں یہ قلعہ بھی تعمیر ہوا تھا ورنہ یہ نتیجہ نکالنا پڑے گا کہ وید بھی اسلامی حملے کے بعد بنائے گئے اور اسلامی حملے سے بچاؤ کی خاطر ان میں مذکورہ بالا منتر ڈال کر ذات پات کا قلعہ تیار کر دیا گیا۔ یہیں تو دیوتا سروپ جی کی حالت واقعی قابل رحم معلوم ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات کے خلاف لکھتے لکھتے ویدوں کے بھی برخلاف لکھنے لگ گئے۔

(۶) گورو گوبند سنگھ جیسے بیراگی نے ان کے اوشیر کا چارج لے لیا۔ گورو نے بیراگی کی شہرت اور قابلیت

[illegible]

دیوتا سروپ نے چالبازی سے اصل واقعہ کو چھپا کر کچھ کا کچھ بنا دیا ہے ہم تواریخ گورو خالصہ سے اصل واقعہ تحریر کر کے حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

بیراگی بندہ گورو صاحب کا سکھ بن گیا تھا۔ دیوتا سروپ نے جھوٹ بول کر اس کی سکھی کو چھپایا۔ تاکہ ہندو کسی طرح اس کا یہ داغ مٹایا جا سکے۔ کیونکہ آگے چل کر بیراگی بندہ سکھی سے منکر ہو گیا تھا۔ اور گورو صاحب کی بیویوں کو ان کے خط کے جواب میں لکھ بھیجا تھا۔

"آپ کا مجھے ایسا خط لکھنا فضول ہے۔ میرے پر آپ کو کیا دعویٰ ہے۔ آپ سکھ ہو۔ میں بیراگی سادھو ہوں۔ میں کبھی گورو کا سکھ نہیں ہوا"۔ (بیراگی بیر صفحہ ۱۰۱)

قطع نظر اس بات کے کہ یہ خط بالکل بے سروپا اور بے اصل ہے نہایت ہی گستاخانہ طریق پر لکھا گیا ہے۔ کہاں بیراگی کے وہ لفظ کہ میں آپ کا بندہ ہوں اور کہاں یہ دیدہ دلیری کہ میرے پر آپ کو کیا دعویٰ ہے۔ گورو صاحب کی بیویاں ایسی کم حیثیت نہ تھیں کہ بیراگی سا بے حقیقت آدمی انہیں ایسے الفاظ سے مخاطب کرتا۔

بیراگی کے سکھ ہونے کے متعلق تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ گیانی۔ حصہ اول ع۳ صفحہ ۲۱۳۸ میں صاف لکھا ہے:-

"گورو جی نے اس کو گورو گھر کا سکھ بنا کر اس کا نام بندا سنگھ رکھ دیا"۔

دیوتا سروپ کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ گورو نے کہا کہ آپ بندہ ہو تو اپنی آتما کی بندگی کرو۔ تاریخ گورو خالصہ میں یہ واقعہ اس طرح پر لکھا ہے۔

"بیراگی بندہ ہاتھ باندھ کر گورو صاحب کے آگے کھڑا ہوا۔ گورو صاحب نے پوچھا تم کون ہو۔ بیراگی نے جواب دیا آپ کا بندہ ہوں۔ گورو صاحب نے فرمایا۔ سچا بندہ وہ ہوتا ہے جو مالک کی بندگی پوری کر دکھائے"۔ (تاریخ گورو خالصہ بھائی گیان سنگھ صفحہ ۲۱۳۹)

گورو صاحب کے ان لفظوں کو کہ سچا بندہ وہ ہوتا ہے جو مالک کی بندگی پوری کر دکھائے دیوتا سروپ نے یوں بنا دیا۔ بندہ ہو تو اپنی آتما کی بندگی کرو گورو صاحب کے لفظوں میں ایک مدعا سے اعلیٰ عرفانی خیال کی جھلک موجود ہے اور دیوتا سروپ کے لفظوں میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مفکر کا نہ خیال کی ظلمت۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ گورو گوبند سنگھ جیسا خدا پرست انسان ایسے رذیل خیال کی طرف توجہ بھی دے سکے۔ زمین کی بندگی کرنا خدا پرستوں کا کام نہیں۔ پراگندہ خیال کبھی ان کے نزدیک تک نہیں آ سکتا۔ ان کے نزدیک خدا کے سوا زمین آسمان سورج چاند ستارے اور عناصر سب انسان کے خدمتگار اور غلام ہیں مالک نہیں۔ پھر ان کی بندگی کیا۔ ان سے تو بندگی کرانی چاہیئے۔ سعدی نے سچ کہا ہے

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

(۷) اس قصہ پر تھر کی خاص وجہ یہ تھی کہ علی حسین جس نے گورو گوبند سنگھ جی کے ساتھ دھوکا کر کے انند پور چھڑایا تھا۔ یہاں کا تھا۔ اسی نے گورو کے بچوں کے بارے میں صوبہ سرہند سے کہا تھا کہ سانپوں کے بچے سانپ ہوتے ہیں۔ صفحہ ۶۳

دیوتا سروپ یہاں بھی اپنی مسلم آزار طبیعت سے مجبور ہو کر جھوٹ بولنے پر اتر آیا ہے۔ اپنے دینی بھائی دیوان سچا نند کے فعل کو بیچارے علی حسین مسلمان کی طرف منسوب کر کے اس کمینہ گناہ سے اس کے دامن کو پاک کرنا چاہا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ جیسا سچا نند نے کمینہ پن کیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کمینگی ہے۔ کہ ایک ہندو کے فعل کو بے گناہ مسلمان کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

سوانح عمری گورو گوبند سنگھ صاحب مصنفہ ایس۔ ایم جوہر میں صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے

"شیر محمد خاں نواب مالیر کوٹلہ کے سمجھانے سے صوبہ ان کا خون بہانا نہ چاہتا تھا مگر اس کے دیوان سچا نند کھتری نے جو گورو کا دیرینہ دشمن تھا یہ صلاح دی کہ سانپ کے بچے سانپ ہیں۔ ان کا صحیح و سلامت رکھنا خلاف مصلحت اور (خلاف) عقل و دوراندیشی ہے"۔

تواریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی سورج سنگھ گیانی میں اس واقعہ کو اس طرح پر لکھا ہے۔

"وزیر خاں کا نپ اٹھا اور اس کا دل بھی نرم ہو گیا۔ مگر سچا نند ہندو کھتری نے کہا کہ خان صاحب آپ سچ جانیں اگر یہ بچے زندہ رہ گئے تو آپ کا گھر کھوج مٹا دیں گے۔ سانپ کو مارنا اور اس کے بچوں پر ترس کھانا کہاں کی عقلمندی ہے"۔ (تاریخ مذکور صفحہ ۱۰۴۲)

(باقی دارد)

خطبہ جمعہ

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ)

۴ر فروری ۲۷ء

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وان الذین لا یومنون بالاخرۃ اعتدنا لھم عذابا الیما ۔ (بنی اسرائیل ۱۷- ۱ - ۱۰)

ان آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

یہ سورت بنی اسرائیل یا اسریٰ کے نام سے مشہور ہے - اور اس کی ابتدا اس آیت سے ہوئی ہے جس میں معراج نبوی کا ذکر ہے - نبی کریمؐ کی معراج ایک مشہور واقعہ ہے جس کو کم وبیش ہر ایک مسلمان جانتا ہے - عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ معراج ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ کو ہوئی - حالانکہ تاریخی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے - کہ یہ اسی تاریخ کا واقعہ ہے - بلکہ اس کے سال کے متعلق بڑا اختلاف ہے - عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے - لیکن بعض لوگ ہجرت سے سولہ یا سترہ مہینہ پہلے کا واقعہ بتاتے ہیں - سیرت النبی میں بھی جسے سید سلیمان ندوی نے شایع کیا ہے - یہی لکھا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے سولہ یا سترہ مہینے پیشتر کا ہے - قرآن کریم میں اس واقعہ کا بیان تین مقامات پر ہے - ایک اسی آیت میں جو میں نے پڑھی ہے دوسرے اسی سورت میں آگے چل کر یہاں فرمایا و ما جعلنا الرءیا التی اریناک الا فتنۃ للناس - تیسرے سورہ نجم میں جہاں فرمایا "ثم دنا فتدلیٰ" یہ دونوں سورتیں ہجرت سے آٹھ سال پیشتر کی نازل شدہ ہیں پس ان میں اس واقعہ کا ذکر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ واقعہ بہت پہلے کا ہے - بات دراصل یہ ہے کہ لوگ تاریخ پر غور کرنے سے پہلے قرآن پر غور نہیں کرتے - اور یہی وجہ ہے کہ بعض امور میں غلطی کھاتے ہیں -

معراج کیا ہے ؟

سوال یہ ہے کہ معراج کیا چیز ہے - اور اسے کیوں اس قدر رفعت دی ہے کہ قرآن میں اس پر زور دیا ہے - اور روایات میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے - بلاشبہ حدیثوں کی کثرت شہادت اور قرآن کی صراحت اس واقعہ کو صحیح ٹھیراتی ہے - سورہ نجم کی جو آیت میں نے ابھی پیش کی تھی اس میں اس قرب کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ کو بارگاہ الٰہی میں حاصل تھا - قرآن میں تو صرف اسی قدر ذکر ہے جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں - البتہ حدیثوں میں اس کی تفصیل یوں مرقوم ہے کہ ایک رات نبی کریم خانہ کعبہ کے اندر سوئے ہوئے تھے - کہ حضرت جبرائیل آئے - حضور کا بیان ہے کہ میرے گھر کی چھت پھٹی اور اس میں سے حضرت جبرائیل نازل ہوئے - میرے سینے کو کھولا اور ایک طشت جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا اس میں انڈیل دیا - پھر مجھے اپنے ساتھ لے لیا - بیت المقدس گئے پھر آسمانوں پر یہاں تک کہ ہم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے - اس اثنا میں مختلف آسمانوں پر مختلف انبیا سے آپ کی ملاقات ہوئی - پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو بیت المقدس میں نماز پڑھائی - اور تمام انبیا نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی -

معراج نبوی روحانی تھی یا جسمانی ؟

اس مسئلہ پر کہ یہ معراج روحانی تھی یا جسمانی - پہلے کوئی بڑی بھاری بحث نہیں ہوئی - اب اس زمانہ میں ضرور ہوئی ہے - عام طور پر اس بارہ میں دو مذہب پائے جاتے ہیں - حضرت عائشہؓ، امیر معاویہ، اور حسن بصری یہ لوگ قائل تھے کہ آنحضرتؐ اس عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں گئے - بلکہ آپ کی روح کو سیر کرائی گئی تھی - اور ایک بڑا حصہ یہ بھی مانتا چلا آیا ہے کہ آپؐ اس جسد کے ساتھ گئے - ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے جہاں دین اسلام کے دیگر بعض حقائق پر کچھ روشنی ڈالی وہاں اس امر کو بھی واضح کر دیا - کہ معراج اس جسم کے ساتھ نہ تھی بلکہ ایک دوسرے لطیف جسم کے ساتھ تھی - جو اہل اللہ کو عالم کشف میں ملتا ہے - انسان کی تین ہی حالتیں ہیں - جاگنا اور سونا دو حالتیں تو سب جانتے ہیں - سونے کی حالت میں بعض وقت خواب بھی آتے ہیں جو کبھی تو خواب پریشاں ہی ہوتے ہیں - اور کبھی سچ بھی ہوتے ہیں - ان دو حالتوں کے علاوہ ایک تیسری حالت جو اہل اللہ کو میسر آتی ہے اسے حالت کشفی کہتے ہیں - اس میں انسان سوتا نہیں بلکہ اسے اور قسم کے حواس عطا کئے جاتے ہیں - گویا وہ بیداری ہی میں ایک دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتا ہے - جس میں وہ بہت سی ایسی باتیں بھی دیکھ لیتا ہے جو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتیں -

یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ معمولی خوابوں کی طرح ایک خواب تھا - بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حالت کشفی تھی - یہ ایک امر واقعہ ہے جس پر تمام دنیا کے صلحا کی گواہی موجود ہے - بعض لوگ جنھیں صفائی قلب میسر آجاتی ہے ایسی حقیقتوں کو دیکھ لیتے ہیں - جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتیں -

محمد رسول اللہ کا بلند مقام

غرض محمد رسول اللہ کو یہ نظارہ دکھایا گیا کہ آپ نے عروج کیا اور ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے کہ تمام انبیا آپ کے پیچھے رہ گئے - اس میں دراصل آپ کو وہ مقام دکھایا گیا جہاں آپ کو پہنچنا تھا - یہ مرتبہ کہاں تک - گویا یہ اس انتہائی مقام تک جہاں تک انسان پہنچ سکتا ہے - اب رہی یہ بات کہ یہ معراج کشفی تھی یا جسمانی - قرآن نے اسے رویا کہا ہے - حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معراج اس وقت ہوئی کہ آپ سوئے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھے - ایک راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ سوتے تھے لیکن آپ کا قلب نہیں سوتا تھا - ایک حدیث میں معراج کے بیان کے بعد یہ لفظ آتے ہیں ثم استیقظ پھر آپ جاگ اٹھے - ان تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی نہ تھی بلکہ کشفی رنگ کی تھی - یہی معراج کی حقیقت ہے - اور اسی حقیقت کی طرف حضرت مرزا صاحب نے توجہ دلائی جب آپ نے یہ اعلان کیا کہ معراج ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھی - تو لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آپ منکر معراج ہیں - حالانکہ پہلے بھی کئی ایسے بزرگ ہیں جن کا یہی مذہب تھا - اس وقت تو بے شک لوگوں نے ہٹ دھرمی سے اس معاملہ میں مخالفت کی - لیکن آج یہ حالت ہے کہ تمام روشن خیال علما کہہ رہے ہیں کہ معراج عالم کشف میں تھی ہمیشہ سے دنیا کا یہی قاعدہ ہے کہ پہلے جب کوئی بزرگ ایک حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے تو فوراً اس پر کفر کا فتویٰ لگ جاتا ہے - سید عبدالقادر جیلانیؒ اہل اللہ میں سے تھے - اس زمانہ کے لوگوں نے جب ان کی ایسی باتیں سنیں تو دو سو علما نے ان پر کفر کا فتوے لگایا - خود نبی کریم کے زمانہ میں بھی جب یہ امر پیش آیا تو کفار بگڑے اسی لئے تو قرآن نے فرمایا وما جعلنا الرءیا التی اریناک الا فتنۃ للناس - حضرت ابوبکر نے عجیب فیصلہ کن جواب دیا ہے - جب آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کے پیغمبر تو یہ بعید از عقل دعوے کرتے ہیں - کہ انہوں نے آسمان اور جنت وغیرہ کی سیر کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ کونسی عجیب اور محیر العقول بات ہے انہوں نے ضرور ایسا کیا ہوگا - میں تو اس سے بھی بعید از عقل بات کو مانتا ہوں کہ آپ پر صبح و شام وحی آتی ہے -

معراج کا مقصد

معراج کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ اس کو محض ایک عجوبہ سمجھا جائے یا اس میں صرف آنحضرت کا بلند مقام بتایا گیا ہے - بلکہ اس سے یہ سبق سکھایا ہے کہ جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں - ان کے لئے بڑے بڑے اجر ہیں - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی عمل نے اس رتبہ تک پہنچایا - اور جو لوگ محمد رسول اللہ کے رستے پر چلیں گے انہیں بھی اللہ تعالیٰ بلند مقام عطا کرے گا - اس میں دکھایا ہے کہ کیوں اور کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو بلند مقام دیتا ہے - اللہ تعالیٰ اعمال کے مطابق ہی اجر دیتا ہے - اگر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کی غمخواری محمد رسول اللہ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی - احادیث ایسے واقعات سے پر ہیں - حضرت خدیجہ کا جس قدر مال تھا وہ سب کا سب آپ کے ہاتھوں خدا کی راہ میں خرچ ہوا - آپ کا دل خدا کی مخلوق کی ہمدردی و محبت سے لبریز تھا - کوئی شخص بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکتا - جب تک اس کے اندر مخلوق خدا کی ہمدردی کا جذبہ نہ ہو الحمد للہ رب العالمین میں بھی یہی اشارہ ہے - کہ سب سے بڑھ کر قابل حمد و ستائش وہی شخص ہے جو مخلوق کی ربوبیت کرتا ہے - محمد رسول اللہ نہ صرف خود اس رنگ میں رنگین تھے - بلکہ آپ نے اپنے متبعین کو بھی اسی رنگ میں رنگا - آپ کے جانشین گو ایران و روم اور ہندوستان تک کے بادشاہ تھے - لیکن درویشوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور انہیں مخلوق خدا کی ہمدردی اس قدر تھی کہ جب ایک دفعہ حضرت عمر نے ایک غریب غیر مسلم کو بھیک مانگتے دیکھا تو حکم دیا کہ آئندہ کسی نادار اور معذور ذمی پر قطعاً کوئی جزیہ نہ لگایا جائے بلکہ بیت المال سے انہیں وظیفے دیئے جائیں - اسی ہمدردی کا اثر تھا کہ اسلام حیرت انگیز سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیلا - آج ہم مسلمان کیوں ذلیل ہو گئے ہیں اسی لئے کہ ہم نے ان کاموں کو چھوڑ دیا جن کی وجہ سے محمد رسول اللہ اور ان کے جانشینوں کو بلند درجات عطا ہوئے - اگر ہم میں بھی یہی ہمدردی مخلوق کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہم بھی بلند مقام تک پہنچ سکتے ہیں -

انتقاد

بلاغ

امت مسلمہ کا ماہوار رسالہ ہے - جو پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی مہینے کی پندرھویں تاریخ کو حکیم شہاب الدین امرتسری کے زیر ادارت امرتسر سے شایع ہوتا ہے - نظمیں نہایت معنی خیز ہوتی ہیں - مضامین زیادہ تر مذہبی ہوتے ہیں جن میں نہایت تحقیق و تدقیق سے کام لیا جاتا ہے - کچھ عرصہ سے جناب مولوی احمد الدین صاحب کی طرف سے ولادت مسیح کے متعلق مضامین کا ایک نہایت دلچسپ سلسلہ جاری ہے - کاغذ اور لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہوتی ہے -

سالانہ چندہ تین روپے - فی پرچہ ۵ر نمونہ پانچ آنے کے ٹکٹ بھیجکر منیجر رسالہ بلاغ امرتسر سے طلب کیجئے -

جام جہاں نما

اس نام سے ایم - اے بوٹ شاپ لاہور نے اپنے سامان کی فہرست شایع کی ہے - جس میں جنتری ۱۹۲۷ء اور کلنڈر ۱۹۲۸ء بھی شامل ہے - غالباً منیجر ایم - اے بوٹ شاپ سوہا بازار لاہور سے مفت مل سکتی ہے -

---

تبلیغ ہند کا چندہ

منشی امیر عالم صاحب نے کوٹلی ضلع میرپور سے تبلیغ ہند کے لئے مندرجہ ذیل احباب سے چندہ جمع کر کے روانہ کیا ہے -

سید محمد صاحب عہ منشی فضل الٰہی صاحب عہ بدرالدین صاحب عہ فضل الدین صاحب عہ علمدین صاحب عہ میران بخش صاحب عہ نادر صاحب ۴ر امام الدین صاحب ۴ر اللہ دیا صاحب عہ امیر عالم صاحب عہ کل میزان لعہ

(جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ماہ رمضان میں قرآن کریم کا درس

احباب کو معلوم ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں حضرت امیر ایدہ اللہ قرآن کریم کا درس دیا کرتے ہیں - جو لوگ گزشتہ سالوں میں اس درس میں شامل ہوتے رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ باوجودیکہ ۳۰ دن میں سارا قرآن ختم کرنا ہوتا ہے تاہم اس تھوڑے سے وقت میں جو ہر روز اس پر صرف ہوتا ہے قرآن کریم کے مطالب نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہوتے اور سامعین کی مشکلات پورے طور پر حل کر دی جاتی ہیں جس سے قرآن کریم کا علم نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے - آج کل جبکہ شدھی اور ارتداد کا اس قدر زور ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک فتنہ قیامت برپا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ ہمارے احباب اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں اور قرآن کریم کا علم حاصل کریں - اس لئے جو احباب رمضان کے مہینے میں فراغت حاصل کر سکتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس موقع پر لاہور تشریف لے آئیں - اور ایک ماہ کے مجاہدہ سے قرآن کریم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں - تاکہ وہ اسے دوسروں تک پہنچانے کے قابل ہوں - جو احباب اس موقع پر شمولیت درس کا ارادہ رکھتے ہوں وہ براہ مہربانی اس کی اطلاع حضرت امیر ایدہ اللہ کو پیشتر سے دیدیں -

(خاکسار دوست محمد)

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

اپیل دربارہ حصول چندہ برائے اشاعت اسلام در ہند - کل سکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے امید ہے کہ سب احمدی بھائیوں میں اس کو تقسیم کر دیا گیا ہوگا - اگر نہیں کیا تو اب کر دیں اور صرف تقسیم ہی نہ کریں بلکہ سکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک بھائی سے اس کے متعلق تحریری وعدہ لیں - کہ وہ اس کے لیے کیا امداد کرنا چاہتے ہیں - اور اگر کوئی رقم وصول ہو تو وہ محاسب انجمن کو بھجوا دیں اور فہرست اسماء چندہ دہندگان دفتر تحصیل میں بھیجدیں - چونکہ کام بہت سرعت سے جاری ہونے والا ہے - اسلئے سب احباب ان کی طرف متوجہ ہوں -

جنرل سکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ نمبر ۹

آریہ سماج کی "مذہبی" کتاب

سوامی دیانند کی "مہذب" نکتہ چینی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی بات جس سے اس نے شکایت ضرور کی

(۱)

کہنے کو تو آریہ سماجی ویدوں کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ اور سوامی دیانند نے بھی انہیں یہی ہدایت کی تھی۔ کہ ویدوں کا پڑھنا پڑھانا آریوں کا پرم دھرم ہے لیکن شومیٔ قسمت سے وہ ایک ایسی مردہ زبان کے پردہ میں مستور ہیں۔ کہ اس کے بولنے والے تو صفحہ ہستی ہی سے مٹ گئے ہیں البتہ اس کے جاننے والے کہیں کہیں نظر آتے ہیں جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں بیچارے آریہ وید پڑھیں تو کیونکر۔ لے دے کے ان کے پاس ایک ہی کتاب ستیارتھ پرکاش ہے جس کا شب و روز ورد کرتے رہتے ہیں مطالعہ ہوتا ہے تو ستیارتھ پرکاش کا۔ ترجمہ ہوتا ہے تو ستیارتھ پرکاش کا۔ اور اشاعت ہوتی ہے تو ستیارتھ پرکاش کی۔ غرض یہ ہے کہ جو عظمت تو قیر وید کا حصہ تھی وہ ستیارتھ پرکاش کے حصہ میں آگئی۔ اسی ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ کا اثر ہے کہ سوامی دیانند نے اس کتاب میں دوسرے مذاہب کے متعلق جس سخت کلامی و بدزبانی سے کام لیا تھا وہ آریہ سماجیوں کی رگ رگ میں رچ گئی ہے۔ اور یہ حقیقت اب ایسی واضح ہو چکی ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں رہی۔ خود آریہ سماج کے بہت سے مداح ہندو اور آریہ رہنما اس دردناک حقیقت کا علی الاعلان اظہار کر چکے ہیں۔ مہاتما گاندھی لالہ لاجپت رائے مسٹر شاستری۔ بابو بپن چندر پال وغیرہ سیاسی لیڈروں کی آراء کئی دفعہ ہم نقل کر چکے ہیں۔ آج ہم بعض آریہ لیڈروں اور سرکاری حکام کا فیصلہ شائع کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا صوبہ متحدہ کے مشہور آریہ سماجی لیڈر لالہ گھاسی رام ایم اے نے لکھا تھا۔

"دشمن تو درکنار ہمارے اپنے بہت سے دوست بھی ہم کو اندھا دھند تقلید بیجا۔ جوش زیادتی کا ملزم ٹھیرا رہے ہیں۔ غیر آریہ لوگوں اور ان کے مذاہب کی نسبت جو الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں وہ کسی صورت سے قابل ستائش نہیں کہلا سکتے ہم ہر شخص کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا ۱۴-۱۵ سال کا بچہ بھی جس کو ابھی دنیا و افیہا کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا شنکر اچاریہ۔ گوتم بدھ۔ اور یسوع مسیح جیسے دودان لوگوں پر اعتراض اور ان کی عیب جوئی کرنے سے نہیں چوکتا ہمارے اخبارات کی توجہ صرف ان لوگوں تک ہی محدود نہیں جو مذہباً ہمارے مخالف ہیں۔ بلکہ ان کی نظر عنایت اپنے آریہ بھائیوں اور دوستوں پر بھی پوری ہے۔ دوسروں کی معمولی کمزوریوں کو بڑے بڑے اخلاقی جرائم بنا کر دکھلا دینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کرتب ہو رہا ہے۔ ہماری اعلیٰ درجہ کی صنعت اس میں رہ گئی ہے کہ ہم اپنے مخالفین کی سیاہ تصویر کھینچیں۔ اور ان کے ادنیٰ نقائص کو قابل نفرت گناہ بنا کر دکھائیں۔ ہمارے اپدیشکوں کو جس بات سے زیادہ انس ہے وہ یہ ہے کہ مخالف مذاہب کے معتقدات کو قابل اعتراض اور غیر مہذبانہ عبارت میں پیش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں وہی لیکچرار کامیاب سمجھا جاتا ہے جو **دوسرے مذاہب کے مسلمہ اور مقدس اصولوں کو توڑ توڑ کر پیش کرکے حاضرین کو ہنسا دے**" ہماری خوش طبعی اور مذاق اگر ہے تو یہ کہ دوسرے مذاہب کی ہنسی اڑائیں۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ ہم ان حرکات پر خوش ہوتے [illegible]

عام مذاق کی پیروی کر کے تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔ اس لئے جو نقص ہماری تحریروں میں ہے وہی تقریروں میں موجود ہے۔ آپ آریہ سماج کا کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھیں تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایڈیٹر اور نامہ نگار سب کے سب دوسرے لوگوں کی عیب شماری اور نقص گیری کے معیوب کام میں مصروف ہیں۔ ہم اپنے بھجنوں کو دیکھیں تو ان میں گالیوں کا لمبا سلسلہ ہوتا ہے۔ یا ہندو، مسلمان اور عیسائیوں کے معتقدات پر بیجا اور بیہودہ حملے ہوتے ہیں"۔

(ماخوذ از مہاتما گاندھی اور آریہ سماج مولفہ پنڈت رلیا رام شرما)

پروفیسر رام دیو شکایت کرتے ہیں کہ:-

"ہمارا طریقہ تحریر و تقریر اس قدر ناموزوں ہے کہ اس میں تبدیلی کرنے کی سخت ضرورت ہے" (ایضاً)

آریہ تیر بریلی نے جولائی ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں ان الفاظ میں صدائے احتجاج بلند کی:-

"ہمارے اپدیشک و لیکچرار جو ہیں بعض ان میں سے اس بدعادت (فحش اور بدزبانی) کی زنجیر میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ ان کو دوران لکچر میں خیال ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زبان مبارک سے کیسے الفاظ بے ساختہ نکال دیتے ہیں۔ جہاں مہذب اور شائستہ آدمیوں کی جماعت موجود ہو وہاں ایسے فحش الفاظ کا زبان سے نکلنا کیسی شرم کی بات ہے۔ کیا اس پر ہم تہذیب اور شائستگی کا دعوےٰ کر سکتے ہیں" (ایضاً)

جناب کشن نرائن لپنا ور نے ایک فرقہ وارانہ مقدمہ کے فیصلے میں لکھا ہے:-

"دیانند کے اصول اس قسم کے اصول ہیں کہ وہ اہل ہنود و دیگر مذاہب کے حسن اخلاق کی سخت اہانت کرتے ہیں۔ اور اس کتاب ستیارتھ پرکاش کے چند حصے خود بھی نہایت فحش ہیں" (ایضاً)

حکومت متحدہ کی شہادت:-

ایڈمنسٹریشن رپورٹ صوبجات متحدہ میں تحریر ہے کہ "ان (آریوں) کی کتب مناظرہ میں درشت کلامی کرنے میں کوئی نمایاں کمی نہیں ہوئی جس میں کہ مثل سابق سچائی اور معقولیت کا مطلق لحاظ نہیں رکھا جاتا"

باوجود ان تمام آراء کے آریہ سماجیوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ نہ ان کا طرز امن شکن ہے۔ اور نہ ان کی نکتہ چینی تہذیب سے گری ہوئی ہے۔ اس سے گزر کر اب بعض آریہ سماجی اخبارات نے یہاں تک لکھنا شروع کر دیا ہے کہ ان کے "مہارشی" سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں دوسرے مذاہب کے متعلق جو بیہودہ گوئی اور درشت کلامی کی ہے وہ جائز نکتہ چینی کی حدود سے آگے نہیں بڑھتی۔ چنانچہ اخبار "ملاپ" مورخہ ۸ فروری میں لکھا ہے کہ:-

"احمدی واعظین نے ستیارتھ پرکاش جیسی مذہبی کتاب پر جو اعتراضات جانے شروع کر دیئے ہیں وہ تلخی کو بڑھانے والے ہیں۔ ... کو جنم دینے والے ہیں۔ ایک سچے ویدک دھرمی کا یہ خیال ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس میں اسلام کے متعلق جو کچھ درج ہے وہ بہت نرم اور ملائم ہے"

اسی تاریخ کو "پرتاب" نے لکھا ہے کہ مسلمان جو ستیارتھ پرکاش کے خلاف اظہار خیالات کر رہے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ حکومت کتاب کو ضبط کر لے۔ پھر آگے چل کر لکھتا ہے:-

"ستیارتھ پرکاش ضبط کی جائے۔ لیکن کس اصول پر؟ اس پر کہ اس میں دیگر مذاہب پر نکتہ چینی ہے۔ اگر یہ اصول صحیح تسلیم کیا جائے تو کیا قرآن محفوظ رہے گا۔ قرآن میں سے ایسی آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن کی موجودگی میں کوئی بھی غیر مسلم محفوظ نہیں۔ اگر موجودہ قانون کی نظر سے دیکھا جائے تو نہ معلوم قرآن پر کتنی دفعات عائد ہو جائیں"

پرتاپ نے اس تحریر میں آریہ جبلت کا ثبوت دیا ہے جس کا رونا لالہ گھاسی رام ایم اے نے رویا ہے۔ کس قدر سچ کو غلط ملط کیا ہے۔ مسلمان ستیارتھ پرکاش پر اس لئے معترض نہیں ہیں کہ سوامی دیانند نے اس میں اسلام پر نکتہ چینی کی ہے۔ بلکہ ان کا اعتراض نکتہ چینی کے اس مکروہ طریق پر ہے جس سے اس کتاب میں کام لیا گیا ہے۔ سوامی جی نے نکتہ چینی میں نہ صرف تمسخر و استہزا سے کام لیا ہے۔ بلکہ تمام مذاہب کے بزرگوں کے متعلق پیٹ بھر کے بدزبانی کی ہے۔ اور بدزبانی بھی ایسی جسے کوئی مہذب انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم نے عقائد باطلہ کی تردید کرتے ہوئے کہیں بھی یہ ناپاک طریق اختیار نہیں کیا پھر پرتاپ کا قرآن کریم کو ستیارتھ پرکاش کے مقابلہ میں لانا اسی آریہ سپرٹ کا جس کی شکایت لالہ گھاسی رام نے کی ہے۔ اظہار نہیں تو اور کیا ہے قرآن کریم نے دوسرے ادیان کے بزرگوں کی عزت و تکریم کرنے کی تعلیم دی ہے اور بدزبانی سے یہاں تک روکا ہے کہ ... کے بتوں کو بھی گالی نہ دو

میں نہیں کی گئی۔ اسلام اور عیسائیت کو چھوڑ کر خود ہندو مذہب کے بزرگوں کے متعلق جو درشت کلامی کی گئی ہے۔ وہ ناقابل برداشت اور آریہ سماج کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اگر آریہ سماجیوں نے اپنے مذہب کے بانی کی اس مقدس کتاب کے ایسے حصوں کو نہ پڑھا ہو تو ان کی اطلاع کے لئے بعض حصے ہم یہاں نقل کرتے ہیں اور ان سے استدعا کرتے ہیں کہ خدا کے لئے وہ ان تحریرات پر غور کریں۔ اور پھر انصاف سے فیصلہ دیں کہ آیا ان کے مہارشی کی نکتہ چینی مہذب ہے یا اس درجہ گری ہوئی ہے کہ ہر مہذب شخص کو اس کی مذمت کرنی چاہیئے۔

سنیئے! ان مفسرین وید کے متعلق جنھیں بائیس کروڑ سناتن دھرمی نہایت عزت و تکریم کی نظر سے دیکھتے ہیں آپ کے مہارشی کیا فرماتے ہیں:-

"مہیدھر وغیرہ ٹیکاکار (مفسرین وید) بھانڈ، دھورت اور نشاچر تھے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۰)

مورتی پوجا سناتن دھرم کا اصول ہے۔ لیکن "مہارشی" جی نے جس تمسخر آمیز لہجہ میں اس کی تردید کی ہے وہ ملاحظہ کے قابل ہے:-

"اس لئے پتھر وغیرہ کے بت بنا کر اس کے آگے نذرانہ دھر گھنٹہ کی آواز ٹن ٹن پوں پوں اور شنکھ بجا شور مچا ان کو انگوٹھا دکھلانے لگے جیسے کوئی کسی کو چھلے یا چڑاوے کر تو گھنٹہ لے اور انگوٹھا دکھلاوے۔ اس کے آگے سے سب چیزیں لیکر آپ بھوگتے۔ ویسے ہی لیلا ان بچاریوں یعنی پوجا یعنے نیک اعمال کے دشمنوں کی ہے۔ یہ لوگ چٹک مٹک۔ چلک۔ چھلک بتوں کو بنا ٹھنا آپ ٹھگوں کی مانند بن ٹھن کے بیچارے بیوقوف غریبوں کا مال اڑا کر موج کرتے ہیں" (صفحہ ۴۱۴)

ہندوؤں کی متبرک کتابیں یعنی پرانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"دیو پرانگ پران کے گپوڑوں کی لیلا ہے" (صفحہ ۴۲۴)

شیو پران کی ایک کتھا پر تنقید کرتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں:-

"بھلا کوئی ان پرانوں کے بنانے والوں سے پوچھے کہ جب ذرات اور پانچ مہابھوت (عناصر) بھی نہیں تھے۔ تو برہما، وشنو مہادیو کے جسم پانی۔ کمل۔ لنگ۔ گائے۔ اور کیتکی کا درخت اور راکھ کا گولا کیا تمہارے باپ کے گھر سے آگرے" (صفحہ ۴۲۲)

تردید کا کیا مہذب طریق ہے۔ اور سنیئے۔ بھاگوت پران کی ایک کتھا پر بگڑ کر در افشانی کرتے ہیں:-

"بھلا ان پرلے درجہ کی جھوٹی باتوں کو وے اندھے پوپ (برہمن) اور باہر اندر کی پھوٹی ہوئی آنکھوں والے ان کے چیلے سنتے اور مانتے ہیں۔ بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ یہ انسان ہیں یا اور کوئی!!! **ان بھاگوت وغیرہ پرانوں کے بنانے والے پیدا ہوتے ہی کیوں نہ رحم میں ہی ضائع؟ یا پیدا ہونے کے وقت مر کیوں نہ گئے**" (صفحہ ۴۲۳ و ۴۲۴)

کیا پھول جھڑ رہے ہیں۔ آریو! پڑھو!!

واہ! کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
خوب رو ہو کے یہ کلام خراب!

پرتاپ کے رپورٹر کی غلط بیانی

۱۴ فروری کی شام کو باغ بیرونی موچی دروازہ لاہور میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ خان بہادر شیخ عبدالقادر بیرسٹر و ممبر لیجسلیٹو کونسل کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے "کیا اسلام میں جبر ہے اور کیا اسلام تلوار سے پھیلا؟" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ تقریر سننے اور نوٹ کرنے کے لئے آریہ اخبارات کے رپورٹر بھی حسب دستور آئے۔ نوٹ لئے اور اخبارات میں شائع کرائے۔ لیکن تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ رپورٹر مسلمان مقررین کی تقاریر کو قابل اعتراض بنانے کے لئے یا تو ان میں بعض باتیں اپنی طرف سے شامل کر لیتے ہیں۔ یا انہیں مسخ کر کے شائع کرتے ہیں۔ چونکہ اس تقریر میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو ہندوؤں کو بری معلوم ہو اس لئے اخبار پرتاپ کے رپورٹر نے اس کمی کو اس طرح پورا کیا ہے کہ رپورٹ کے آخر میں اپنی طرف سے یہ الفاظ ایزاد کر دیئے ہیں:-

"مولانا کی تقریر کی غرض صرف آریہ سماج کے خلاف بدگمانی غلط فہمی اور جوش پیدا کرنا تھی" (رپورٹر)

حالانکہ اصل تقریر میں کوئی ایسے الفاظ نقل نہیں کئے جن سے یہ ثابت ہو

پیدا کرنا" تھی - البتہ مولانا نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ ستیارتھ پرکاش میں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی توہین کی گئی ہے اور ان کے متعلق سخت کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش کا ایک ایسا حوالہ پڑھ کر سنایا تھا جس میں آنحضرت صلعم کی شان میں نہایت گستاخانہ اور دل آزار الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اگر "پرتاپ" کے رپورٹر صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش کی تحریریں پڑھنے سے "آریہ سماج کے خلاف بدگمانی، غلط فہمی اور جوش" پھیلتا ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آریہ بھائیوں سے التماس کریں کہ وہ ستیارتھ پرکاش کی ترمیم کر کے اس میں سے وہ حصے نکال دیں جن سے یہ امور پیدا ہوتے ہیں - یہ کہنا کہ مسلمان آریہ سماج کے خلاف غلط فہمی پھیلاتے ہیں یا پھیلانا چاہتے ہیں سراسر دروغ بے فروغ ہے - بلکہ وہ تو ان غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کر رہے ہیں جو اسلام کے خلاف آریہ سماجی اخبارات پھیلا رہے ہیں -

پرتاپ کے ایڈیٹر کی دروغ بافی

یک نہ شد دو شد - چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ پرتاپ کے رپورٹر نے جو کذابی کی سو کی - جناب ایڈیٹر صاحب اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے - وہ بات جو رپورٹر صاحب تقریر میں ایزاد نہ کر سکے اسے ایڈیٹر صاحب نے بدیں الفاظ پورا کر لیا -

"انہوں (حضرت مولانا) نے ہزارہا مسلمانوں کو جو وہاں بیٹھے تھے مخاطب کر کے کہا کہ جب تک ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب موجود ہے جس میں سوامی دیانند نے حضرت محمد (صلعم) اور اسلام پر نکتہ چینی کی ہے تب تک تمہارے لئے شانتی سے بیٹھنا حرام ہے"

اس کذب بیانی کی کون داد نہ دے گا - معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف غلط بیانی سے کام لینا بھی شاید آریہ سماج کے نیم میں داخل ہے اگر ایک بات رپورٹر صاحب بناتے ہیں تو دوسری بات ایڈیٹر صاحب وضع کر لیتے ہیں - غرض لنکا میں سارے باون ہی گز کے بستے ہیں - جلسہ میں ہم خود موجود تھے - مولانا نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا - اس قسم کی دروغ بافیوں کا مقصد محض یہ ہے کہ حکام کو مغالطہ دے کر مسلمانوں کو اس جھوٹے پروپگینڈا کی تردید کرنے سے محروم رکھا جائے جو آریہ سماجی اخبارات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلا رہے ہیں -

مہاتما گاندھی کا برجستہ جواب

گو سوامی شردھانند کے قتل پر مہاتما گاندھی نے یہ کہا تھا کہ مسلمانوں کی تلوار جھٹ نیام سے باہر نکل آتی ہے - لیکن انہوں نے ساتھ ہی یہ امر بھی واضح کر دیا تھا کہ اسلام کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے - اور قرآن کریم میں غیر رواداری اور محض مذہبی اختلاف کی بنا پر قتل کا فر کا کوئی حکم موجود نہیں متعصب آریوں کو بھلا یہ بات کب پسند آ سکتی تھی ان میں سے ایک شخص نے قرآن پاک کے غلط اقتباسات پیش کر کے مہاتما گاندھی سے یہ کہلوانا چاہا کہ قرآن میں مذہبی اختلافات کی بنا پر قتل کرنے کا حکم موجود ہے - مگر مہاتما جی نے جو برجستہ جواب دیا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے - آپ فرماتے ہیں :-

"مجھے ان اقتباسات کا علم ہے جو اس کے خلاف قرآن سے بتائے جا سکتے ہیں مگر ویدوں میں بھی ایسے منتر پڑھے جا سکتے ہیں - اناریوں کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے اس کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے - اگرچہ آج اس کے معنے اور کچھ لئے جاتے ہیں - مگر کوئی وقت تھا جب اس کے معنے ڈراونے تھے - اچھوتوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا ہے اس کا اور کیا مطلب ہے" (پرتاپ لاہور ۲۵ جنوری)

امر واقعہ یہ ہے کہ بعض متعصب آریہ قرآن کریم سے جو ایسے اقتباسات پیش کرتے ہیں وہ ایسے کافروں سے متعلق ہیں جو مسلمانوں سے برسرپیکار رہتے محض اختلاف مذہب کی بنا پر قرآن کریم نے کہیں کافروں سے لڑنے جھگڑنے یا ان پر کسی قسم کی زیادتی کرنے کی تعلیم نہیں دی - اس کا اصول صاف و صریح الفاظ میں یہ ہے "لا اکراہ فی الدین" دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہ ہونا چاہیئے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے - البتہ ویدوں اور سمرتیوں میں شودروں اور غیر آریوں کے متعلق ایسے احکام پائے جاتے ہیں جن میں جبر و تعدی کی تعلیم دی گئی ہے - اور اسی کی طرف مہاتما گاندھی نے اشارہ کیا ہے اگر مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو پیغام صلح اس کے لئے حاضر ہے -

سندھ پر شدھی کا حملہ

سندھ میں ۴۰ ہزار کے قریب ایک نومسلم قوم بستی ہے جسے سنجوگی کہتے ہیں - ان لوگوں میں بھی مسلمان علما کی غفلت کے باعث ابھی تک بہت سے ہندوانہ رسم و رواج موجود ہیں - آریوں نے انہیں شدھ کرنے کے لئے جدوجہد شروع کر رکھی ہے - معلوم ہوا ہے کہ کئی ایک جگہ پر کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے - مسلمانوں کو چاہیئے کہ جلد اپنے ان بھائیوں کی خبر لیں ورنہ اتنی بڑی قوم دائرہ اسلام سے نکل کر کفر کے گڑھے میں گر جائے گی - افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ابھی تک اس خطرناک تحریک کی اہمیت کو نہیں سمجھا اس کی غرض و غایت ایک ہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے - ضرورت ہے کہ مسلمان اس وقت آپس میں متحد ہو جائیں - اور اس تحریک کے مقابلہ کے لئے پوری پوری جدوجہد کریں - جب تک مسلمان شیعہ سنی اور مقلد غیر مقلد کے جھگڑوں سے علیحدہ ہو کر پورے طور پر متحد و متفق نہیں ہونگے اس وقت تک وہ شدھی کے طوفان کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے

آریہ سماج کا طریق تبلیغ

آریہ سماجیوں نے تبلیغ مذہب کا جو مذموم طریق اختیار کر رکھا ہے اس سے صرف مسلمان اور سناتنی ہندو ہی بیزار نہیں ہیں بلکہ سکھ بھی اس سے نالاں ہیں چنانچہ سکھ معاصر "شیر پنجاب" اپنی ۲۳ جنوری کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

"ضرورت ہے اس امر کی کہ سکھ مشنری پرچار کے اس طریق کو بالکل ترک کر دیں جو آریہ سماج نے اس ملک میں پیش کیا ہے - یعنی دوسرے مذاہب پر حملے اور نکتہ چینی"

شاید معاصر "شیر پنجاب" کو معلوم نہیں کہ آریہ اپدیشکوں کو ابتدا سے یہی راستہ بتایا گیا ہے جس پر وہ اندھا دھند چلے جا رہے ہیں - چاہے ملک میں فساد ہو، خونریزی ہو، امن و امان تباہ ہو جائے مگر وہ اپنا طریقہ نہیں بدلیں گے - بدلیں تو جب کہ انہیں اس ملک میں دوسری قوموں کے ساتھ مل کر رہنا ہو - ان کا تو مقصد ہی کچھ اور ہے - وہ اپنے سوا کسی کو ہندوستان میں دیکھنا ہی نہیں چاہتے - پھر صلح، آشتی اور کسی ہمسایہ قوم کے مذہبی جذبات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے - لیکن ہم اپنے آریہ دوستوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ آخر آپ کو ہندوستان کی دوسری قوموں سے مل کر رہنا ہوگا اور ضرور کسی وقت آپ اپنی غلطی کو محسوس کرینگے اور یہ احساس آپکو اپنے موجودہ طریق تبلیغ کو بدلنے پر مجبور کرے گا - بہتر ہو کہ آپ عمارت بنانے سے پہلے اس کی بنیاد کو درست کر لیں ورنہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

توحید اسلام اور فصاحت قرآن کا اعتراف

اسلام کی توحید اور قرآن کی فصاحت و بلاغت ایسی چیزیں ہیں - جو کٹر سے کٹر مخالف اسلام سے بھی خراج تحسین وصول کرتی ہیں ۱۵ فروری کو گورو کل کانگڑی کے پرنسپل رام دیو ایم - اے نے وچھو والی آریہ سماج لاہور میں "آریہ سماج اور مسلمان" کے موضوع پر تقریر کی اور اسلام کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا - لیکن اسلامی توحید اور قرآن کی اعلے زبان کے متعلق آپ کو یہ اقرار کرنا ہی پڑا -

"قرآن کی بھاشا (زبان) بہت سندر ہے - اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہے - اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتیں ہیں - قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں - صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے - عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا - محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے" (پرکاش ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء صفحہ ۳)

پنجاب میں ہندی اور اردو کی جنگ

اردو زبان کو ہندی پر فوقیت حاصل ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس کی صداقت پر ذوق سلیم شہ[illegible] کی تائید کرتے ہیں

ہے کہ ہندی کو اس لحاظ سے اردو کے ساتھ نسبت ہی کچھ نہیں - ملک کے ہر حصے میں یہ زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے - لیکن سنگٹھنیوں کو اس کی یہ مقبولیت اور حیرت انگیز ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی - وہ اس کے مقابلہ میں ہندی کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں - اور سوامی ستیہ دیو جی جیسے سنگٹھنی ہندو جاتی کو یہ کہکر اردو سے متنفر کرنا چاہتے ہیں کہ اردو ملک عرب کی زبان ہے - کیا ایسی بے معنی کوشش سے اردو کی مقبولیت اور ترقی رک سکتی ہے - ہرگز نہیں ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

کم از کم پنجاب میں تو ہندی کبھی بھی اردو کا مقابلہ نہیں کر سکتی - پنڈت چندر شام شرما ایم - اے پروفیسر جالندھر کالج کا ایک مضمون "پنجاب اور ہندی" کے عنوان سے ۱۱ فروری کے ملاپ میں شایع ہوا ہے جس میں دونوں زبانوں کے اعداد و شمار دیئے ہیں - ان کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو یقیناً ہندی سے بازی لے جائے گی - اس مضمون میں لکھا ہے :-

"۱۹۱۱ء میں پنجاب میں اردو بولنے والوں کی تعداد ۴۹۴۲۹۰ تھی لیکن ۱۹۲۱ء میں ۱۶۱۰۰۷۰ ہو گئی - ضلع کرنال میں جہاں کی مادری زبان ہندی بھاشا ہے وہاں ۴۳ فیصدی اردو بولنے والوں کی ترقی ہوئی ہے"

تصانیف و اخبارات کا تناسب اس سے بھی زیادہ مزیدار ہے ۱۹۲۱ء میں ۱۷۶ اردو کتب شایع ہوئیں - اور ہندی کتب صرف ۴۳ - اس سال میں اردو اخبارات کی تعداد ۱۸۱ تھی حالانکہ ہندی اخبارات کی تعداد صرف ۱۳ تھی - ان حالات کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ کبھی ہندی شاہجہانی بیچہ کا مقابلہ کر سکیگی -

ہندو سنگٹھن کی آڑ میں آریہ سماج کا پرچار

آجکل سوامی شردھانند کی موت سے فائدہ اٹھا کر آریہ سماجی سناتن دھرمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہندو سنگٹھن اور شدھی کی تحریک میں حصہ لینے کی دعوت دے رہے ہیں - لیکن اس چال سے سناتن دھرم کو اندر ہی اندر جو نقصان پہنچایا جا رہا ہے اور ہندو سنگٹھن کی آڑ میں آریہ سماجی اصول کا جو پرچار سناتن دھرمیوں کے اندر کیا جا رہا ہے - اس کو سناتن دھرم پرچارک امرتسر نے خوب بھانپا ہے - معاصر مذکور ۱۶ فروری کی اشاعت میں لکھتا ہے -

"ضرورت تھی کہ آریہ سماجی بھائی اپنی غرض کو درمیان میں نہ لاتے اور ہندو سنگٹھن کا کوئی نیا پروگرام بنایا جاتا مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ہندو قوم کی بہتری کے خیال کی کچھ پرواہ نہ کر کے سماجی دل نے سوامی شردھانند جی کے ان سدھانتوں کو ہندو سنگٹھن میں شامل کرنے کی کوشش کی - کہ جو سناتن دھرمی سدھانتوں کے قطعی خلاف تھے - اور اب حالت یہ ہو رہی ہے کہ ہر جگہ ہمارے آریہ سماجی بھائی ہندو سبھاؤں اور بعض اوقات سناتن دھرم سبھاؤں میں بھی شدھی اور اچھوت ادھار کے سلسلہ میں انہی خیالات کا پرچار کرنے لگے کہ جن کا کھنڈن سناتن دھرمی زور شور سے کیا کرتے تھے - اور یہ عجیب زمانہ آ رہا ہے کہ سناتن دھرمیوں کے امتحان کا موقعہ ہے ضرورت ہے کہ سچے سناتن دھرمی میدان میں نکلیں اور ہندو سنگٹھن کی آڑ میں سناتن دھرم پر جو حملہ ہو رہا ہے اس سے سناتن دھرمی سبھاؤں کو بچائیں اور شری پت مالویہ جی سے کہہ دیں کہ آپ کی موجودگی میں ہندو سبھاؤں میں جو کچھ سناتن دھرم کے برخلاف ہو رہا ہے - اس کا جواب اسی دھرم کے دربار میں آپکو دینا ہوگی"

اندور میں آریہ سماجی سرگرمیوں کا نتیجہ

کچھ زیادہ دن نہیں گزرے کہ اندور میں آریہ سماج کا ایک پرچارک ٹھاکر امید سنگھ مذہبی منافرت پھیلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا - ہمارا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ یہ سرگرمیاں اندور میں ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائینگی چنانچہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا - ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک خوفناک فساد ہو گیا - جس میں اب تک ۹ آدمی ہلاک اور پچاس کے قریب زخمی ہوئے ہیں - مجروحین اور مقتولین دونوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے - جذبات ابھی تک برافروختہ ہیں - شہر میں پولیس اور فوج کا پہرہ ہے - مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد کو پہنچیں - اور آریہ پرچارکوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اس فتنہ انگیزی اور فساد پردازی سے کبھی دنیا میں عزت اور نیک نامی کی زندگی

ویدک تلوار کی کہانی

خود ویدوں کی زبانی !

(جناب مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

غیر آریوں کا گوشت چھیل چھیل کر مار ڈالو

(۱) اے راجا اور وزیر تم دونوں راکششوں (غیر آریوں) کو جلاؤ۔ تباہ کرو۔ اسے دونوں طاقتور دو ان گمراہی پھیلانے والوں کو نیچے گرا دو۔ بیوقوفوں کو کچل ڈالو۔ جلا دو۔ بیٹیدوں کو مار دو۔ دھکیل دو اور چھیل ڈالو۔

(اتھروید کانڈ ۸۔ سوکت ۴ منتر ۱)

(۲) اے راجہ اور وزیر! بدبختوں کو جلانے والا آزار جلاتا رہے جیسے آگ والا برتن (جلتا رہتا ہے) وید کے مخالف گوشت کھانے والے لتر کتر کرنے والے کے لئے ہمیشہ دشمنی کرتے رہو۔ (ایضاً منتر ۲)

اتھاہ گڑھے میں گرا کر اوپر سے ڈھکنا بند کردو

(۳) اے راجا اور وزیر تم دونوں بدبختوں کو ڈھکنے والے گڑھے کے بیچ اتھاہ تاریکی میں چھید ڈالو۔ جس سے ان میں سے پھر کوئی بھی اوپر نہ آئے۔ سو تمہارے غضب کی قوت ان کو توڑ دینے کے لئے ہو

(اتھروید کانڈ ۸۔ سوکت ۴۔ منتر ۳)

اوپر سے وزنی پتھر گرا کر ان کو کچل دو

(۴) اے راجا اور وزیر تم دونوں اوپر بلندی سے اور زمین سے مارنے والا پتھر بدبخت پر لڑھکاؤ جس سے اس کی موت ہو۔ دھڑاکے والا پتھر پہاڑوں سے اس پر لڑھکاؤ جس سے ترقی کرتے ہوئے غیر آریہ کو مار گراؤ۔ (ایضاً منتر ۴)

آریوں کے سوا ہر مدعی تقدس کو قتل کردو

(۵) جو مجھ دکھ نہ دینے والے کو کہے کہ تو دکھ دینے والا ہے یا جو راکشس ہو کر کہے کہ میں پاک ہوں طاقتور راجا اس کو بہت بڑے ہتھیار سے مارے اور وہ ہر ایک کے نیچے ہو کر چلے (ایضاً منتر ۱۶)

اے بہادرو! لوگوں میں پھیل جاؤ۔ غیر آریوں کو ڈھونڈو۔ پکڑو اور پیس ڈالو۔ (ایضاً منتر ۱۸)

غیر آریہ عورت اور مرد کو دھوکے سے مارو

(۶) اے راجا یاتودھان (غیر آریہ شخص) اور تیز طبیعت عورت کو دھوکے سے مار دے۔ بیوقوف دیوتا گردن زدہ ہو کر تباہ ہو جائیں وے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو نہ دیکھیں۔ (ایضاً ۲۴)

(۷) وید کے مخالفوں کو جڑ سے اڑا دو (رگوید منڈل ۳ سوکت ۳۰ منتر ۱۷)

جلتے ہوئے ہتھیاروں سے مارو

(۸) اے بہادر نیچ مخالفوں کو کہ جن کی آواز میں سنتا ہوں مارو اور ان پر جلتے ہوئے ہتھیار پھینکو۔ ان کو نیچے گرا کر کچل ڈالو۔ اور خوب دکھ دو۔ غیر آریوں کو مار کر کچل ڈالو۔

(۹) اے راجا غیر آریوں کی جڑ کاٹ دو ان پر جلتے ہوئے ہتھیار پھینکو آگے سے گرا دو اور درمیان میں کچل ڈالو...... وید کے مخالف پر جلتا ہوا ہتھیار پھینک۔

(رگ وید منڈل ۳ سوکت ۳۰۔ منتر ۱۷-۱۶)

مسلمانان ڈلہوزی کا اجتماع

امیر جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات دینیہ کا اعتراف

انجمن اسلامیہ ڈلہوزی و انجمن معین الاسلام بھلون بازار ڈلہوزی کا مشترکہ جلسہ مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۷ء کو جامع مسجد ڈلہوزی میں زیر صدارت ماسٹر خیر الدین صاحب اسسٹر کٹر و منیجر سوسائٹی ہوم منعقد ہوا جس کی غرض یہ تھی کہ علامہ سید علی الحائری کو شمس العلما کا خطاب عطا ہونے پر مبارکباد دی جاسکے۔

اختتام جلسہ پر شیخ فضل الدین صاحب نے یہ تحریک کی کہ جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جو اسلام کی خدمت بعد واقعہ قتل سوامی شردھانند آنجہانی کے بذریعہ اشتہارات وغیرہ کی ہے اس کا بھی شکریہ ادا کیا جائے۔ اور بذریعہ ایک خط کے مولانا صاحب ممدوح کی خدمت میں خلوص دل سے آپ کی اسلامی خدمات کا اعتراف کیا جائے اور یہ جلسہ آپکی جمیع خدمات دینیہ کا نہایت مسرت سے اور خلوص دل سے شکریہ ادا کرتا ہے دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کی ان اسلامی خدمات کو قبول فرمائے آمین اور جمیع برادران اسلام کو اسلامی خدمت کی طرف متوجہ کرے ثم آمین۔ یہ تحریک بھی باتفاق جمیع حاضرین پاس ہوئی۔

ہندوستان

— کونسل آف سٹیٹ میں سر ابراہیم جعفر نے یہ تحریک پیش کی کہ ڈاکخانہ کے سیونگس بنک میں مسلمانوں کا جو سرمایہ جمع ہے اس کا سود ان صوبوں میں مسلمانوں کی تعلیم پر صرف کیا جائے جہاں کے مسلمانوں کی رائے اس امر کی حامی ہو یہ تحریک ہندو ارکان کی تائید سے منظور ہوگئی حکومت نے اس تحریک کی مخالفت کی اور کہا کہ مرکزی سرمایہ منتقل شدہ صیغہ پر صرف نہیں کیا جاسکتا۔ تحریک منظور ہوگئی۔

— بیگم صاحبہ بھوپال نے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے لئے پچیس ہزار روپے کا گرانقدر عطیہ منظور فرمایا ہے۔

— کلکتہ میں اسلامیہ کالج کے ساتھ ایک زنانہ اسلامیہ کالج بھی قائم کیا گیا ہے۔ جس کی سرپرستی جناب بیگم صاحبہ بھوپال نے منظور فرمائی ہے۔

— علی گنج ضلع ایٹہ میں تبلیغ کانفرنس کا اجلاس بصدارت شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر نومسلم ۲۶-۲۷-اور ۲۸ فروری کو منعقد ہوگا۔

— اخبار زمیندار۔ کھبشیم۔ تنظیم اور نوروز کے اڈیٹروں کو حکومت پنجاب کی طرف سے تنبیہ ہوئی ہے کہ آئندہ وہ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے والے مضامین شائع نہ کریں۔

— ضلع کرنال کے تمام سکولوں کے ہندو طلبا کو کرنال آریہ سماج میں جمع کرکے ہندو سنگٹھن کے نام سے خطرناک پروپیگنڈا کرکے مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ حکام کرنال کو ایسے خطرناک پروپیگنڈا کا انسداد کرنا چاہیئے۔

— سوامی شردھانند کے قتل کا ملزم قاضی عبدالرشید دہلی واپس بھیجدیا گیا ہے۔ مقدمہ ۳ر مارچ کو سشن کورٹ دہلی میں پیش ہوگا جہاں لاہور کے ڈاکٹر جنہوں نے ملزم کی دماغی حالت کا معائنہ کیا ہے بطور گواہ پیش ہونگے۔

— مسماۃ شانتی دیوی سابق اصغری بیگم کے شوہر عبدالحلیم نے اپنے دو کمسن بچوں کے لئے جو مقدمہ دائر کر رکھا تھا اس کا فیصلہ یہ ہوا ہے کہ دونوں بچے عبدالحلیم کو فوراً واپس دیدیئے جائیں۔

ممالک خارجہ

— انگورہ کے محکمہ ٹیلیگراف اور ایسٹرن کمپنی کے درمیان معاہدہ ہوگیا ہے۔ انگورہ کی مجلس وطنی جب اس معاہدہ کو منظور کرلے گی تو اس کا نفاذ ہوجائے گا۔ اور اس وقت ٹرکی اور مصر کے درمیان براہ راست ٹیلیگراف کے ذریعہ پیغام رسانی شروع ہوجائے گی۔

— ٹرکی میں ایک مسودہ قانون اس مضمون کا زیر تجویز ہے کہ کمزور اشخاص کی اعانت کے لئے صحیح و تندرست اشخاص پر ٹیکس لگایا جائے تجویز کیا گیا ہے کہ تندرست آدمی اپنی آمدنی کا بیسواں حصہ بیماروں اور معذوروں کی امداد کے لئے بطریق ٹیکس دیں۔

— مصیبت زدگان شام کے لئے عراق میں جو اپیل کی گئی تھی اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا ہے۔ حال میں عراق کے ایک شہر سے ۵ ہزار کی رقم جمع ہوئی ہے۔ اور کربلا سے اس سے زیادہ رقم کے وصول ہونے کی امید ہے۔ بغداد میں ایک انجمن عورتوں کی بھی چندہ جمع کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ جو عراق کی خواتین سے چندہ وصول کرے گی۔

— ترکی سفیر مقیم روما (دار السلطنت اٹلی) نے بیان کیا ہے کہ اس وقت ٹرکی اور اٹلی کے تعلقات نہایت اچھے ہیں۔ اتنے اچھے کہ اب سے پہلے کبھی نہ تھے۔ میرا فرض ہے کہ میں ان تعلقات کو جو کہ مدتوں کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ مضبوط رکھنے کی کوشش کروں اطالوی سفیر کا بھی یہی خیال ہے۔

— جریدہ اہرام کا بیان ہے کہ شام کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد بدستور شدت کے ساتھ جاری ہے۔ صلح وسلام کی گفت وشنید اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اسے ختم ہی سمجھنا چاہیئے۔ مجاہدین جنگ جاری رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حجازی حدود کے قریب بعض مقامات پر زبردست معرکے ہوئے اور جبل دروز میں بھی جنگ جاری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمشیر حرب ابھی نیام سے باہر ہے۔

— شمال جاپان میں ... طوفان کی شدت

عرض حال اور شکوہ

آج ہم اپنی پریشانی خاطران سے

کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیئے کیا کہتے ہیں

فتنہ ارتداد کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جو میری حد امکان میں تھی مبلغ کے ذریعہ اور ذاتی طور پر قوم کی خدمت انجام دیتا رہا ہزارہا روپے کے نقصانات اٹھائے تکلیفیں سہیں۔ مگر کبھی قوم کے آگے دست سوال دراز نہیں کیا۔ آج پہلا دن ہے کہ میں اپنی دکھ بھری کہانی قوم کے سامنے پیش کررہا ہوں جس کے لئے مجھ کو مجبور کیا گیا ہے سنیئے۔

پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

میں نے مبلغ کا اجرا حصول دنیا کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس کی واحد غرض یہ تھی کہ باہمی فرقہ بندی کے جھگڑوں سے الگ تھلگ رہ کر معاندین اسلام کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے جو مضر اثرات پیدا ہو رہے ہیں ان کو زائل کرکے غلط فہمی کو دور کیا جاسکے۔ اور یہی مبلغ کا مطمع نظر رہا ہے۔ آج تک مبلغ نے جو ناچیز خدمت انجام دی ہے۔ وہ قوم کے سامنے ہے۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ مبلغ کو جس خوبی سے یہ خدمت انجام دینی چاہئے تھی وہ انجام نہ دے سکا۔ مگر پھر میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی وجہ میری غفلت یا لاپروائی نہ تھی۔ بلکہ حتی الامکان میں نے پوری کوشش کی۔ اس کوشش میں مبلغ کے ذریعہ سات ہزار کا نقصان پہنچا جسے میں نے برداشت کیا۔ اور کبھی قوم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ گزشتہ جنوری میں کارکنان مبلغ نے صدائے مبلغ کے عنوان سے صرف توسیع اشاعت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جس پر جناب شیخ مہر الٰہی صاحب سوداگر پٹنہ والے اور شیخ محمد یوسف صاحب سوداگر گھی نے قدرے توجہ فرمائی۔ جس میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اب متعدد حضرات کے خطوط موصول ہو رہے ہیں کہ مبلغ کو روزانہ کیا جائے۔ کاغذ عمدہ لگایا جائے جن کو دیکھ کر مجھے دلی صدمہ ہوتا ہے۔ کہ افسوس میں تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں۔ اور یہ عرض کرنے پر مجبور ہوا ہوں کہ اس ضرورت کا میں نے ابتدا ہی میں احساس کیا تھا۔ اور کامل ڈیڑھ سال تک مبلغ کو روزانہ رکھا۔ جس میں پانچ ہزار کے قریب نقصان ہوا۔ تب مجبوراً سہ روزہ کیا گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کاغذ بھی بدل دوں اور روزانہ بھی کردوں مگر میری مالی حالت مجھے اجازت نہیں دیتی۔ کہ مزید سرمایہ لگاؤں گزشتہ سال میں مقامی مسلمانوں کی خدمت کے لئے جو نہایت ضروری تھی انجمن اسلامیہ اور مسلم بورڈ میں کام کرتا رہا اور اخبار کو وقت نہ دے سکا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مبلغ کی مالی حالت خراب ہوگئی جس سے میرا حوصلہ پست ہوگیا تھا۔ مگر پھر ضرورت نے مجبور کیا تو اب میں اس کو کامیاب بنانے کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ اس دکھ بھری داستان سنانے کے بعد آج میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مبلغ کو کامیاب بنانے میں کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ جلد شکایات دور ہوسکیں۔ اور مبلغ روزانہ بھی ہوجائے۔ میں کسی بڑے سرمایہ کے لئے اپیل نہیں کر رہا۔ بلکہ میری عرض صرف یہ ہے کہ جن حضرات کے چندے ختم ہوچکے ہیں وہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں اور آخر شعبان تک مبلغ کا ہر معاون پانچ پانچ خریدار بنا کر زر چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کردے۔ تاکہ یہ نقائص بھی دور ہوسکیں اور مبلغ ایک کامیاب اخبار بن سکے۔ مجھے امید ہے کہ میری درخواست پر توجہ کی جائے گی۔

دل ہمارا کا سنبھلنا کیا ؛ دیکھ لو یار کی نگاہوں سے

خادم قوم محمد اسحاق عفا اللہ عنہ مالک اخبار مبلغ دہلی

عاشقان رسول کو مژدہ

النبوۃ فی الاسلام کا نیا ایڈیشن چھپ کر تیار ہوگیا ہے

بعض احباب بہت مدت سے اس کتاب کا انتظار کر رہے تھے اب ان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ النبوۃ فی الاسلام چھپ گئی ہے۔ جس میں نبوت رسالت۔ محدثیت۔ مجددیت۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر بحث کی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کی ان تمام تحریروں کو یکجا جمع کیا گیا ہے جن سے آپ کا

نہایت ضروری اعلان

جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام کی جماعت منتظمہ کا ضروری جلسہ بتاریخ ۱۰ر مارچ ۱۹۲۷ء بروز جمعرات بمقام مسلم ہال انبالہ شہر بوقت ۷ بجے شام منعقد ہوگا۔ اور عام ارکان جمعیۃ مذکور کا جلسہ بھی مذکورہ بالا تاریخ کو مسلم ہال میں ۸ بجے شب کے وقت منعقد ہوگا۔ سالانہ انتخابات اور رپورٹ حسابات آمد و خرچ پیش ہونے کے علاوہ دیگر ضروری اور نہایت اہم معاملات پر غور کیا جائے گا۔ ہر دو قسم کے ارکان سے گزارش ہے کہ تاریخ اور وقت مقررہ پر شریک جلسہ ہو کر ممنون فرمائیں۔

خاکسار۔ سید غلام بھیک نیرنگ معتمد عمومی جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر

غازی نمبر پیغام صلح

دھوم دھام سے تیاریاں ہو رہی ہیں غازی نمبر ۲ر مارچ کو چھپیگا

ملک کے نامور انشا پردازوں کے مضامین درج ہوں گے۔ مسلمانوں کے لئے ان کی تاریخی روایات حیات تازہ کا باعث ہونگی۔ یہ نمبر جہاں مسلمانوں کے لئے نہایت عمدہ چیز ہوگا وہاں ہندو دوستوں کے لئے بھی قابل مطالعہ ہوگا۔ قیمت صرف ۲ر فی پرچہ مشتہرین اس خاص نمبر سے خاص فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو مشتہر صرف غازی نمبر میں اشتہار دیں وہ ماہ فروری کے اندر اندر اشتہار اور اجرت بھیجدیں۔

(منیجر)

محافظ اٹھرا گولیاں (رجسٹرڈ)

اٹھرا کیا ہے؟

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوں یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپکی مجرب مقبول اور مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن کر پیارے بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا تھے۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ نہایت خوبصورت۔ اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا۔ طبعی عمر پانے والا۔ والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی راحت ہوگا۔ قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے آخر وضع حمل تک ۱۰ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر ۱۰ تولہ عہ دیا جائیگا

عبد الرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور

اخبار شیعہ کا نوروز نمبر

۲۱ر مارچ کو شائع ہوگا۔ جس میں تمام ہندوستان کے انشا پردازوں کے مفید علمی مضامین درج ہونگے۔ حجم تقریباً پچاس صفحے ہوگا۔ قیمت فی پرچہ ۴ر ٹکٹ کے ساتھ آرڈر بھیجے۔ پانچ ہزار شائع ہوگا مشتہرین رعایتی نرخ طلب فرمائیں

مینیجر اخبار شیعہ اندرون موچی دروازہ لاہور

اعلان ضروری

مظہر نے اپنی اراضی مزروعہ واقعہ چک نمبر ۲۸۲ جھنگ برانچ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور کے انتظام اور تبدیلی مزارعان وصولی ٹھیکہ وغیرہ اور پیروی مقدمات دیوانی یا مال منجانب مظہر اور پیروی مقدمات دیوانی یا مال بنام مظہر کی بابت ایک شخص مسمی مرزا ملا شرف قوم جنجوعہ راجپوت ساکن چک نمبر ۲۸۲ جھنگ برانچ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور کو اپنی جانب سے مختار عام بر دستاویز رجسٹری شدہ مورخہ ۳ر نومبر ۱۹۲۳ء مقرر کیا تھا اب مظہر نے مرزا مذکور کو اپنا مختار عام منسوخ کر کے اس کو کام سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اس واسطے اخبار میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے بعد وہ میرا مختار نہیں ہے۔ کوئی شخص مرزا مذکور کے ساتھ میرے نام پر کسی قسم کا لین دین نہ کرے۔ اگر کوئی شخص لین دین کرے گا تو مظہر کسی حالت میں ذمہ دار نہ ہوگا نیز مرزا مختار عام مذکور بھی اس اعلان پر رضامند ہے اور اس نے بھی انگوٹھا خود ثبت کر دیا ہے۔

المرقوم ۱۴ر فروری ۱۹۲۷ء

مہر محمد مذکور

قطور چشم

ہمارا قطور چشم کمزور سے کمزور نظر کو تیز کر دیتا ہے آنکھ دکھتی ہو پانی بہتا ہو، سرخی ہو۔ ککرے ہوں غرض آنکھ کی کوئی بیماری ہو اس کے استعمال سے چند روز میں جاتی رہے گی یہ دوا زود اثر ہے اور آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے قیمت عہ مشک و عنبر خالص اور ارزاں ہم سے طلب فرمائیے۔

ایس محمد اینڈ کمپنی شاہ علی اسٹریٹ امروہہ (یوپی)

شواس کاس (دمہ و کھانسی خشک و تر)

یہ موذی امراض جو برسوں انسان کو گھن کی طرح کھاتی رہتی ہیں۔ اور اگرچہ جب جاویں مگر جڑھ نہیں چھوڑتیں۔ ان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے واسطے کوی ونود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت شرما نے بہت تجربوں کے بعد مندرجہ ذیل ادویات کو تیار کیا ہے۔ جو ہزاروں کو صحت یاب کر چکی ہیں!

اکسیر بدن — یہ متعدل والے ٹی بی یا دمہ کو بیخ و بن سے آرام آہستہ آہستہ ہوتا ہے مگر مستقل اور طاقت جسم کیساتھ ساتھ بڑھتی ہے تپ دق تک اس سے دفع ہو جاتا ہے ایک صحت یافتہ مریض نے لکھا ہے کہ آپ گناہ کرتے ہیں جو زیادہ تر اشتہارات اس دوا کا نہیں دیتے۔ بچوں سے لیکر بوڑھوں تک کو دیجاتی ہے۔ ہر مزاج اور ہر موسم میں موافق آجاتی ہے قیمت ایک روپیہ (للعہ) الضعف ۱۲ر

جیا گٹکا — یہ دوائی بلغمی دمہ یا پرانی کھانسی کے واسطے خاصکر جبکہ قبض ساتھ ہو۔ ۴۰ سال کی عمر کے بعد تو اکسیر ہے مریض اول ہی دن آرام معلوم کرتا ہے یہ گولیاں گولا۔ اجیرن۔ سنگرہنی۔ اروچی۔ درد مقعد دردشکم وغیرہ کو بھی نافع ہیں قیمت ۶۰ گولی عہ نمونہ ۴ر

گولی کھانسی — نئی کھانسی کے واسطے جبکہ خشک ہو گلے میں خراش ہو اکسیر ہے قیمت ۶۰ گولی عہ نمونہ ۴ر

گولی کھانسی روشنی — نئی کھانسی کے واسطے جبکہ یہ تر ہو قیمت ایکروپیہ عہ نمونہ ۴ر

راحت — کھانسی و دمہ بلغمی و تر دونوں کیواسطے یہ دوائی بڑے تجربوں کے بعد تیار ہوئی ہے اکثر دنوں میں آرام آ جاتا ہے خوراک ایک رتی صبح و شام۔ قیمت فی شیشی دو روپے (للعہ)

مستعو — یہ ایک نئی دوائی ہے جو سفوف کی شکل ہے کھانسی خشک و تر خاصکر دق کی کھانسی یا دبلا کرنیوالی کسی بھی کھانسی کو بہت مفید ہے سل و دق کو بہت فائدہ بخشتی ہے۔ انجہ باؤں

کٹ کیتوریس — نزلہ و زکام نیا ہو یا ناک سے وغیرہ سے خون جانا زیادتی گرمی ہو یا نزلہ دق کے بن کو دور کرتی ہے قیمت فی شیشی بچہ پیپا یافتہ (عہ)

چون پرش اولیہہ — کھانسی ہی کے واسطے بے نظیر ہے قیمت ایک روپیہ عہ نمونہ ۴ر ویدک کا مشہور نسخہ ہے تپ دق کی کھانسی

امرت دھارا — یہ تو ہر مرض کے واسطے اکسیر ہے ہر شخص پاس رکھنی چاہئے کیونکہ یہ ہر قسم دمہ و کھانسی کو دور کرتی ہے۔ اگر کسی دوائی کے ساتھ کھا جاوے ... میں پہنچ جاتا ہے جسم کو تیز کرتا ہے طاقت بڑھاتا ہے۔ گرم مزاجوں کے موافق ہے قیمت فی پاؤ (للعہ)

المشتہر منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور — خط و کتابت کا پتہ: امرت دھارا (۱۴) لاہور

خفیہ صنعتی بیاض آپکو چند روز میں لکھپتی بنا دیگی اسمیں صنعتی مجرب نسخے درج ہیں قیمت عہ پتہ ہندوستانی کتب خانہ چمبرلین روڈ لاہور

کپڑے کے مشہور سوداگر

اس دکان پر ہر قسم کا کپڑا ہر قسم کے صلانے سلکی ہر رنگ ہر قسم کی دریاں لنگی کفایت سے مل سکتی ہیں تولیہ بستر پورے پلنگ کی رنگدار خانہ دار ۳ر ۴ر اگر فی عدد چار روپے چادر رنگ دار خالص ۲ر اگر قیمت فی چادر پانچ روپے

چادر ریشمی زنانہ ... دوپٹہ ریشمی زنانہ ۲½ گز x ۱¼ گز سنہری ... ہر رنگ ... قسم فی گز بارہ آنے ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ گز تیار ... رنگ بلاتی جوڑہ ... رنگدار فی جوڑا ...

چاندی دیجئے اور سونا لیجئے

ہزاروں آدمی یہ معلوم کرنے کے لئے بے قرار تھے کہ امریکن میڈیسن کمپنی نے طاقت مردمی کے لئے جو نہایت ہی مفید دوائی گولڈین کے نام سے ایجاد کی ہے۔ اور جو ساری دنیا میں سونے والی دوائی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ کہاں سے مل سکتی ہے۔ لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم نے پبلک کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کو دیکھ کر ہندوستان بھر کے لئے اس دوائی کی سول ایجنسی لے لی ہے۔ اور اب یہ عجیب و غریب چیز ہمارے کارخانہ سے مل سکتی ہے +

جن لوگوں کو اب تک اس سنہری ایجاد کی خبر نہیں ہے۔ اور وہ اب تک ہندوستانی اشتہار بازوں کی خطرناک اور زہریلی دوائیں استعمال کر کے اپنی دولت اور زندگی برباد کر رہے ہیں۔ ان کی واقفیت کے لئے اس کے مختصر حالات درج ذیل کئے جاتے ہیں +

۱۔ گولڈین۔ اس زمانہ کی ایک ایسی قابل فخر ایجاد ہے جو کبھی خطا نہیں کرتی اور جس میں سونا بڑی مقدار میں شامل کیا جاتا ہے +

۲۔ اس سنہری دوائی کو زمانہ حال کے نہایت ہی قابل ڈاکٹروں اور سائینسدانوں نے قریباً سو سال کی چھان بین اور تحقیقات کے بعد تیار کیا ہے اور امریکن میڈیسن کمپنی نے اس تحقیقات پر بیشمار روپیہ پانی کی طرح خرچ کیا ہے۔

۳۔ کمپنی نے اس دوائی کو تیار کرنے سے پہلے تین ہزار مریضوں پر تجربہ کر لیا ہے۔ اور ہر طرح مفید ثابت ہونے کے بعد پبلک کے سامنے پیش کیا ہے +

۴۔ اس دوائی میں گولڈ کلورائیڈ یعنی سونے کا انگریزی کشتہ بڑی مقدار میں شامل کیا گیا ہے۔ جو دل۔ دماغ۔ جگر اور اعضائے مردانہ میں نئی زندگی پیدا کر دینے کے لئے اکسیر مانا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ فرس ایٹ کونین (یعنے فولاد اور کونین کا مرکب) اور فیرم ریڈکٹم (یعنے انگریزی جوہر فولاد) شامل کئے گئے ہیں۔ جو جگر معدہ اور پٹھوں کو مضبوط کر کے بے حد حیلا پیدا کرتے اور بدن کو فولاد کی طرح بنا دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ فاسفورس شامل کیا گیا ہے۔ جو سالہا سال کی مردہ رگوں میں بجلی کی سی لہر پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ... شامل کی گئی ہے۔ جو جرمنی کی ایک جادو اثر دوائی ہے۔ اور سونے سے بھی زیادہ قیمتی اور زیادہ پُر تاثیر ہے اسکے علاوہ مسک (یعنے انگریزی کستوری) اور ... شامل کئے گئے ہیں۔ جن کو دنیا کے تمام ڈاکٹر طاقت مردی کی ناامیدی ... پر استعمال کرتے ہیں اور اسکے علاوہ اس دوائی میں ...

(۵) گولڈین کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا فائدہ عارضی نہیں مستقل ہے اور تمام پوشیدہ قسم کی تمام مردانہ بیماریاں جڑھ سے دور ہو جاتی ہیں۔ بچپن کی غلطیوں اور بڑھاپے کی کمزوریوں کی وجہ سے ... حیرت انگیز تیزی کے ساتھ واپس آجاتی ہے۔ معدہ قوی جسم مضبوط چہرہ خوشرنگ اور دماغ روشن ہو کر طبیعت میں غضب کا جوش۔ ولولہ اور ایک پُر لطف گدگدی پیدا ہو جاتی ہے +

۶۔ ناممکن اور بالکل ناممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو استعمال کر کے اپنی طاقت پر فخر کرنے کے قابل نہ ہو جائے کیونکہ اس کی پہلی خوراک ہی جسم میں وہ طاقت اور نئی زندگی پیدا کر دیتی ہے کہ انسان محو حیرت بنجاتا ہے۔ اور تین دن کے بعد حالت بالکل بدل جاتی ہے +

۷۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے ایک شیشی کی قیمت صرف چار روپیہ للعہ ہے۔ لیکن چونکہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی مال کم آیا ہے۔ اور چونکہ گذشتہ سال ... ختم ہو جانے کی وجہ سے ... محروم رہ گئے تھے۔ ان کے اور ... ختم ہو جانے ... (محصول) ... نوٹ۔ اپنا پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایا +

سول ایجنٹ ...

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۷ شعبان ۱۳۴۵ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۲۷ء | نمبر ۹

اسلام کا جانباز سپہ سالار

محمد بن قاسم فاتح سندھ

مرحبا اے قاسم جانباز اے شمشیر حق
آیا اس ظلمت کدہ میں بن کے تو تنویر حق
سندھ کے ہر ذرہ میں کندہ ترا افسانہ ہے
تیرے دم سے غیرت فردوس یہ ویرانہ ہے
بادہ توحید سے پر تیرے دل کا جام تھا
تیرا ساقی مصطفےٰ تھا میکدہ اسلام تھا
ہو گئیں خم تیرے آگے گردنیں اصنام کی
بن گئی پیک قضا جنبش تری صمصام کی
بحر و قلزم عزم راسخ میں ترے حائل نہ تھے
دیدہ خوددار حسن و جاہ پر مائل نہ تھے
جادہ حق کی ترا ہر نقش پا تصویر تھی
تیری آمد زہق باطل کی مگر تفسیر تھی
ہے یہاں جو ناک تیرے لشکر جرار کی
اس سے ہو گی پھر سرشت اک مسلم دیندار کی

(محمود اسرائیلی)

غازی محمد بن قاسم

اصلی گاندھی

(مصور فطرت خواجہ حسن نظامی کے قلم سے)

گاندھی جی کی خصوصیت عدم تشدد اور صداقت پسندی اور رحمدلی کہی جاتی ہے مگر عمل کے مشاہدہ میں گاندھی جی بعض اوقات اس کے خلاف ثابت ہوتے ہیں لہذا ان کے مقابلہ میں اصلی گاندھی محمد بن قاسم کو سمجھنا چاہیئے

ان کی عمر سترہ سال تھی۔ ان کا علم ہند و فلسفہ سے ناواقف تھا وہ ایک جنگ کے اعلیٰ سردار تھے اور وہ ایک حریف ملک میں وارد ہوئے تھے اور یہ سب سخت مشکلات تھیں۔

ان سب باتوں کے باوجود ان کے اس طرز عمل سے جو سندھ کے حملے اور اس کی فتح کے بعد انہوں نے ظاہر کیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصلی گاندھی یعنی عدم تشدد پر پوری طرح عمل کرتے تھے اور صداقت کو ہر بات میں ملحوظ رکھتے تھے اور رحمدلی کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔

ان کے حالات زندگی میں کوئی حریف ایک واقعہ عدم تشدد اور راست بازی اور رحمدلی کے خلاف پیش نہیں کر سکتا۔

اس گاندھی جی سے کہو کہ مسلمان ایسے ہوتے تھے اور مسلمان ایسے ہوتے ہیں۔ اور اگر گاندھی کو اصل گاندھی بننا ہے تو وہ مسلمانوں کی خصلت سے سبق لیں۔

حسن نظامی

مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۲۷ء

عربی نوجوان اور سندھی پہلوان

(از ایڈیٹر)

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو ورزش سے عام طور پر نفرت [illegible] جو متمول اور صاحب اقتدار ہیں۔ وہ اس کو اپنے لئے باعث [illegible] تقدس رکھتے ہیں وہ اپنی شان تقدس کے خلاف تصور کرتے ہیں [illegible] اولیٰ کے مسلمان ایسے نہ تھے۔ وہ ورزش کو ایسا ہی ضروری سمجھتے [illegible] فرائض کو چنانچہ محمد بن قاسم فاتح سندھ کے متعلق جو ایران کے [illegible] کے مشہور سپہ سالار تھے لکھا ہے کہ انہیں ورزش کا بہت شوق تھا [illegible] صبح کے وقت نماز اور تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہو کر ورزش کیا کرتے تھے اپنے دوستوں اور ماتحتوں کو بھی یہی مشورہ دیتے تھے اکثر کہا کرتے تھے کہ جہاد ایک شرعی فریضہ ہے اور اس کے لئے جسمانی مضبوطی کی ضرورت ہے [illegible] مسلمان کو چاہیے کہ اپنے جسم کو مضبوط و توانا بنانے کے لئے ورزش کرے

ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غازی موصوف کشتی کے فن میں [illegible] تھے بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ سپہ سالار کی حیثیت سے [illegible] داخل ہوئے۔ تو آپ نے چند پہلوانوں کی نسبت سنا کہ وہ [illegible] اپنی طاقت و قوت پر نازاں ہیں۔ آپ نے انہیں بلا بھیجا لیکن [illegible] آنے سے انکار کر دیا آخر آپ خود ان کے مکان پر پہنچے۔ اور انہیں [illegible] دعوت دی۔ غازی موصوف چونکہ ایک سبلے ویلے اور درمیانہ [illegible] تھے اور وہ پہلوان نہایت تنومند، قوی ہیکل اور قد آور جوان [illegible] اس دعوت پر مسکرائے اور کہا کہ ہم آپ جیسے کمزور اور نحیف آدمی سے کیا مقابلہ کریں آخر غازی موصوف کے اصرار سے انہوں نے کشتی لڑنے [illegible] ظاہر کی۔ یہ دس پہلوان تھے جن میں ایک استاد اور نو شاگرد تھے۔ استاد نے [illegible] شاگرد کو لڑنے کا اشارہ کیا۔ محمد بن قاسم نے اسے ہاتھ ملاتے ہی دبوچ لیا [illegible] چاروں شانے چت کر دیا۔ غرض یکے بعد دیگرے سب شاگردوں کو پچھاڑ دیا۔ آخر میں استاد [illegible] جو سندھ کا سب سے زبردست پہلوان سمجھا جاتا تھا میدان میں نکلا۔ لیکن عرب کے نوجوان [illegible] نے اسے بھی چند منٹ میں چت کر دیا۔ اسلامی لشکر کے سردار جو اپنے نوجوان سپہ سالار کے [illegible] اس دنگل کو امید و بیم کی صورت میں دیکھ رہے تھے خوشی سے مرحبا مرحبا پکار اٹھے اور [illegible] انہیں گردنوں پر اٹھا لیا۔ دنگل کے خاتمہ پر محمد بن قاسم نے ان شکست خوردہ پہلوانوں سے کہا [illegible] طاقت و قوت کی قدر کرتا ہوں تم کل میرے پاس آنا میں تمہیں انعام دوں گا۔ [illegible] ان پہلوانوں نے حاضر خدمت ہو کر انعام حاصل کیا۔

[illegible] غازی محمد بن قاسم کی عمر سترہ سال تھی لیکن انہوں نے تجربہ کار پہلوانوں [illegible] ورزش کا نتیجہ تھا۔ اس زمانہ کا ہر مسلمان ایسا ہی توانا اور مضبوط ہوتا تھا آج کل [illegible]

نوجوان غازی

(جناب میر غلام بھیک صاحب نیرنگ کے قلم سے)

سرزمین ہند میں نور اسلام کی پہلی شعاع تو درحقیقت خود حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں چمک چکی تھی۔ ملیبار کے راجہ زمورن نے معجزہ شق القمر اپنی آنکھ سے دیکھا اور جب اس کو دریافت سے معلوم ہوا کہ عرب میں آفتاب نبوت طلوع ہوا ہے۔ اور اس آفتاب کی انگشت اعجاز نے ماہتاب کے دو ٹکڑے کئے ہیں تو اس کا دل نور اسلام سے منور ہو گیا اس کے بعد علاقہ ملیبار اور جزیرہ سرندیپ میں مبلغین اسلام پہنچتے رہے اور ان علاقوں کے لوگ کثرت کے ساتھ دولت اسلام سے مالامال ہوتے رہے لیکن جس ہستی کو تقدیر الٰہی نے ہندوستان میں سب سے پہلے فوجی جاہ و جلال کے ساتھ فاتحانہ داخل ہونے کے لئے چن رکھا تھا اس کا نام نامی محمد ابن قاسم ہے۔ اس زندہ جاوید فاتح و مبلغ کی شخصیت اس قدر عجیب و غریب ہے کہ ایک مختصر تحریر میں اس کے تمام پہلو پیش کرنا ممکن نہیں۔ تاہم چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

راجہ داہر کی شرارت

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۳۲ھ میں سندھ کی حکومت میں ایک انقلاب آیا۔ سندھ کے بدھ مذہب اور غیر متعصب راجہ کو اس کے نمک حرام میر منشی نے جس کا نام چچ تھا اسی راجہ کی رانی کے ساتھ سازباز کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد چچ نے متوفی راجہ کی رانی بھی سنبھال لی۔ اور راج اور راجدھانی بھی۔ یہ چچ ایک متعصب برہمن تھا۔ جس نے اسلامی سلطنت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ سندھ کا علاقہ اسلامی علاقہ مکران سے ملا ہوا تھا۔ راجہ چچ کی مفسدہ پروری سے آئے دن مکران میں بغاوت برپا رہتی تھی۔ چچ کے بعد راجہ چندر تخت نشین ہوا۔ مگر وہ ایک صلح جو اور امن پسند راجہ تھا۔ چندر کے بعد راجہ داہر ۷۵ھ میں حکمران ہوا۔ یہ راجہ مفسدہ انگیزی میں چچ کا بھی چچا تھا۔ چنانچہ اس نے مکران میں فساد برپا کرانا شروع کیا۔ اور سلطنت اسلامیہ کے باغیوں کو اپنے علاقہ میں پناہ دی۔ اس کے بعد سرندیپ کے مسلمانوں کا ایک جہاز جو خلیفہ وقت کے لئے بہت سے تحفے اور حاجیوں کو لئے جا رہا تھا۔ اسی راجہ داہر کے حکم سے لوٹا گیا اور مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ اور جب اس سے اس لوٹ کی واپسی اور بیگناہ قیدیوں کی رہائی کا منصفانہ مطالبہ کیا تو اس نے جھوٹا جواب لکھ بھیجا کہ اس معاملہ میں مجھے کوئی اثر و اقتدار حاصل نہیں۔ ان حالات میں سلطنت اسلامیہ کو سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ راجہ داہر کی سرزنش کے واسطے فوج کشی کرے۔

عساکر اسلامیہ کی قیادت

غازی محمد بن قاسم اس وقت سترہ سال کی عمر میں تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں وہ فارس کا گورنر بن چکا تھا اور عہدہ گورنری کے فرائض کو نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہا تھا۔ راجہ داہر کی سرکوبی کے لئے اوّل اوّل یکے بعد دیگرے دو فوجیں آئیں مگر وہ ناکام رہیں۔ اس کے بعد سلطنت اسلامیہ نے عزم مصمم کر لیا کہ پوری طاقت کے ساتھ حملہ کیا جائے۔ چنانچہ اس حملہ کے لئے اس نوجوان غازی محمد بن قاسم کو سالار لشکر مقرر کیا گیا۔

ادھر نوجوان غازی بارہ ہزار سپاہی لے کر روانہ ہوا۔ تین ہزار اونٹ باربرداری کے لئے تھے۔ تین ہزار سپاہی مکران سے ہمراہ ہوئے۔ یعنی کل پندرہ ہزار کی فوج تھی۔ اجنبی ملک میں اپنے علاقہ سے سینکڑوں کوس دور جنگ کرنے کے لئے آ رہا تھا۔ جہاں راعی اور رعایا سب مخالف تھے۔ ادھر سندھ کے راج کی تمام فوجی طاقت۔ تمام دولت۔ تمام ساز و سامان۔ بڑے بڑے کوہ پیکر ہاتھی۔ مستحکم قلعے۔ دریائے اٹک کی قدرتی سد سکندری اپنا دیکھا بھالا ملک۔ اس کے تمام راستے تمام گھاٹیں نظر میں اور سب طرف اپنے ہم مذہب اور اپنے ہمخیال لوگ ایسے حالات میں بڑے بڑے کارآزمودہ اہران فنون ملک گیری بھی قدم اٹھاتے ہوئے تامل کرتے۔ مگر نوجوان غازی کی شجاعت کا، اس کے عزم کا اس کی بے خوفی کا، اس کے تدبر کا، اس کی تدبیر کا، اس کے تہور و فراست کا اس کی استقامت کا سکہ عین شباب ہی میں اس قدر بیٹھ چکا تھا کہ اعیان سلطنت اسلامیہ نے اسی کو اس کام کے لئے منتخب کیا اور اس کے پاس وہ ساز و سامان موجود تھا جس کے بعد کسی کا خوف کوئی ہراس کوئی تذبذب کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ اس نے قرآن کریم میں دیدہ بصیرت سے دیکھا تھا۔ اور گوش یقین سے سنا تھا ان الذین قالوا

اس کو خوب یاد تھا۔ واذا عزمت فتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا۔ لہٰذا وہ چل پڑا۔ اس نے کسی سامان حرب پر بھروسہ نہیں کیا۔ کسی قوت اور شجاعت پر گھمنڈ نہیں کیا۔ تعداد فوج کی کمی و بیشی کا خیال نہیں کیا اس کا بھروسہ صرف اللہ پر تھا۔ اور تنہا اللہ پر تھا۔ پھر کیا ہوا؟

عربی شجاعت

عرب کے اس لڑکے نے چودہ ایسے ایسے مقامات فتح کئے جن میں سے اگر وہ ایک بھی فتح کر لیتا تو اس کی تاریخی ناموری کے واسطے کافی تھا سب سے پہلے ابن بندیں خود راجہ داہر کو شکست دے کر بھگایا۔ دیول میں داہر کے بیٹے کشیب کو مار بھگایا۔ نیرون کا حاکم تاب مقابلہ نہ لایا اور اطاعت قبول کی بھروچ پر پرہلاد برادرزادہ داہر سے سخت گھمسان ہوا۔ نوجوان غازی نے فتح پائی۔ سیوستان میں داہر کے چھوٹے بیٹے دجے رائے نے سخت مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ بدھیا پر حملہ کیا تو راؤ کاکا نے دوراندیشی سے صلح کر لی۔ اس کے بعد دریائے سندھ پر داہر کے ساتھ وہ مقابلہ ہوا اور اس میں وہ فتح مبین حاصل ہوئی کہ جس کے آگے سکندر اعظم کا عبور دریائے سندھ بھی پانی بھرتا ہے۔ داہر کی تمام فوجی طاقت نے دریائے سندھ کے ناکے روک رکھے ہیں نوجوان غازی اور اس کے جانباز رفیقوں نے دریا میں گھوڑے ڈال دیئے ہیں۔ سامنے سے دشمن تیروں کی بارش کر رہا ہے۔ دریا کی لہریں اپنا پورا زور لگا رہی ہیں۔ مگر نوجوان غازی ہے کہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا اپنی فوج کو لے کر دریائے سندھ کے پار نکل جاتا ہے۔ نہایت سخت لڑائی ہوتی ہے۔ مگر میدان نوجوان غازی کے ہاتھ رہتا ہے۔ اور راجہ داہر نوجوان غازی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے۔ غرض اسی قسم کے چودہ معرکے پیش آتے ہیں۔ بڑے بڑے مستحکم قلعے سر ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے سرکش سورما زیر ہوتے ہیں۔ ان چودہ میں سے دسواں مقام الور تھا جس کو فتح کر کے ان مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا جن کی اسیری بنائے جنگ تھی۔ مفتوحہ مقامات میں سکھر اور ملتان بھی شامل تھے جن کے سر کرنے میں بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں۔

اسلام کی پر امن تبلیغ و اشاعت

ان لڑائیوں کے حالات دیکھنے سے نوجوان غازی کے خصائل کے عجیب و غریب پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ لڑائی کے وقت وہ ایک جفاکش سپاہی ایک کارآزمودہ سپہ سالار، ایک شجاعت کا پتلا ہوتا تھا۔ کامیابی کے بعد وہ مجسم امن و انصاف بن جاتا تھا۔ نہ رعایا کو لوٹتا تھا۔ نہ ان کی جائدادیں ضبط کرتا تھا۔ نہ ان کو کوئی نقصان پہنچاتا تھا۔ وعظ کہتا تھا۔ تبلیغ اسلام کرتا تھا۔ مگر "لا اکراہ فی الدین" کے ماتحت۔ "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن" کے مطابق۔ اسلام پھیلتا تھا مگر بلا جبر و تشدد اس کے دلکش اخلاق، اس کی جوانمردی۔ اس کا حسن معاملہ اس کی تالیف قلوب، ایک زبردست تبلیغ تھی۔ اس نے جنگ کی۔ فتح پائی۔ صلح کی امان دی۔ ملک گیری کی۔ ملک داری کی۔ انتظام کیا۔ انصاف کیا منصب دیئے۔ عہدے بخشے۔ مگر سب کچھ بہترین اصول کے مطابق۔ اس نے صرف سندھ کے شہروں اور قلعوں اور جنگلوں اور زمینوں کو فتح نہیں کیا اس نے صرف اہل سندھ کے جسموں کو فتح نہیں کیا۔ بلکہ ان کے دلوں کو مسخر کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بدترین دشمن راجہ داہر کی رانی پریم دیوی اس نوجوان غازی کی صورت و سیرت کی فریفتہ بن کر خود بخود مشرف باسلام ہوئی۔ اور خدیجہ بن کر اس نوجوان غازی سے نکاح کیا۔

نوجوان غازی کی شہادت

دل چاہتا ہے کہ اس نوجوان غازی کے اوصاف تفصیل سے بیان کروں مگر مضمون طویل ہو جائے گا۔ اور غازی نمبر میں اوروں کا بھی حق ہے۔ پھر بھی ایک بات خصوصیت سے عرض کروں گا۔ غازی محمد بن قاسم ۷۵ھ میں پیدا ہوا۔ عین ابتدائے شباب میں ۹۱ھ میں اس نے سندھ پر لشکر کشی کی ۹۶ھ میں فتح و ظفر کے پھریرے اڑاتے ہوئے سندھ سے واپس ہوا۔ اسی سال سیاسی وجوہ سے اپنوں کے ظلم کا شکار ہو کر شہید ہوا۔ گو ۲۲ سال کی عمر سے پہلے پہلے وہ آسمان شہرت کا آفتاب لازوال بن چکا تھا۔ اس کی جوانمرگی پر افسوس نہ کیجئے۔ مشیت ایزدی کو یہ منظور ہی نہ تھا کہ وہ کسی قسم کا بھی بڑھاپا دیکھے۔ جس طرح اس کی شہرت ہمیشہ جوان ہے۔ اسی طرح اس کی یاد بھی۔ اس کا تصور بھی ہمیشہ جوان ہی رہے اب جو کوئی غازی محمد بن قاسم کا نام لیتا ہے۔ تو ایک حسین و جمیل نوجوان کی تصویر ذہن کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ گویا محمد بن قاسم نوجوان غازی، نوجوان شہید نوجوان مبلغ اسلام ہمیشہ ہمیشہ جوان ہی رہے گا۔ اس کی روح پر فتوح پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں!

مہاتما محمد بن قاسم کا پریم اوتار جیون!

(از خواجہ حسن نظامی)

بھارت کے نر ناری ہندو ہوں یا مسلمان، عیسائی ہوں یا سکھ، پارسی ہوں یا کوئی اور سب ہی کو اپنی ماتر بھومی مادر وطن سے پریم ہے۔ محبت ہے۔ سب ہی اپنے ملک ہندوستان کی ترقی اور خوبی چاہتے ہیں۔

یہ جو ہندو مسلمانوں میں آج کل بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اور اس بگاڑ سے جو صدمہ بھارت ماتا کے فرزندوں کو پیش آ رہا ہے وہ بھی چند دن کی بات ہے جب ہندو مسلمان ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ اور ایک دوسرے کے مہابلی مہاپرشوں اور آتمک بلوانوں کو جانیں گے۔ تو یہ بگاڑ دور ہو جائے گا مسلمانوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہندو قوم میں کیسے کیسے اچھے راجہ اور کیسے اچھے اچھے سیناپتی (سپہ سالار) اور کیسے اچھے اچھے (شاعر) اور مصور اور کیسے اچھے اچھے سادھو اور سنت اور رشی اور منی پیدا ہو چکے ہیں اور اب بھی اس قوم میں اچھے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔

ایسے ہی ہندوؤں کو بھی خبر نہیں ہے کہ مسلمانوں میں کیسے بڑے بڑے پیغمبر اور کیسے بڑے بڑے بادشاہ اور کیسے بڑے بڑے شعراء و حکیم اور سپہ سالار و عالم و فاضل اور اولیاء اللہ گزر چکے ہیں۔ اور اب بھی ان میں ہر قسم کے اچھے آدمی موجود ہیں۔

بگاڑ تو برے آدمیوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اچھے برے دونوں قوموں میں ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ست جگ کے زمانہ میں بھی برے آدمی ہوتے تھے یا نہیں۔ لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ اچھے آدمیوں اور اچھی باتوں اور اچھے کرموں اور اعمال کی قدر جب ہی ہوتی ہے۔ کہ برے آدمی اور بری باتیں اور برے کرم اور برے اعمال بھی موجود ہوں۔ جب تک سردی کا دکھ نہ ہو آگ تاپنے اور لحاف اوڑھنے اور دھوپ میں بیٹھنے کا کسی کو بھی سکھ نہیں معلوم ہوتا۔ اور ٹھنڈے پانی ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈی جگہ جب ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور اسی وقت اس کا مزہ آتا ہے جب خوب گرمی کا دکھ موجود ہو۔ لو چل رہی ہو پسینہ بہہ رہا ہو۔ پیاس لگ رہی ہو۔

آج کل کے زمانہ میں ہندو مسلمانوں کا بگاڑ ایک نئی چیز معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بگاڑ نئی چیز نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں اور ہر دور میں یہ آدمی گورے ہوں یا کالے۔ لال ہوں یا زرد۔ اونچے ہوں یا نیچے ہمیشہ لڑتے آئے ہیں۔ گیتا جی میں سری کرشن جی مہاراج نے اس کو خوب بیان کیا ہے۔

جس سمے اور جس وقت رامچندر جی جیسے اوتار موجود تھے اسی سمے اور اسی وقت راون جیسے چنڈال راکشش بھی موجود تھے۔ نیکی اور بدی پاپ اور پن اس وقت بھی لڑ رہے تھے۔

جس سمے اور جس وقت سری کرشن جی نے اوتار دھارن کیا اس سمے اور اس وقت بھی کنس جیسے پاپی اور دریودھن جیسے انتہائی، ظالم اور جفاکار بھی موجود تھے۔ اور مہابھارت کی لڑائی تو خود سری کرشن جی کے ہاتھوں رچی اور وہ خود اس بڑے بگاڑ میں جو بھائی بھائی کا بگاڑ تھا شریک ہو کر لڑے بھڑے۔

پھر بھی نیک اور اچھے آدمیوں کا کرم یہی ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے بھائی بہنوں کو اور اپنی جاتی اور اپنی قوم کو برائیوں سے بچائیں۔ اور نیکیوں کی طرف بلائیں۔

نیکی کہنے سے بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس کا اصلی ظہور عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ یعنی جو نیک بات زبان سے کہی جائے۔ یا قلم سے لکھی جائے اس کو کر کے دکھانا چاہیے۔

قرآن شریف میں سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ شروع سے آخر تک جگہ جگہ سب آدمیوں کو چاہے وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں ایسی نیکیوں کا راستہ بتاتا ہے جو ہر ایک کے عمل میں آ سکتی ہوں۔ اور جگہ جگہ قرآن شریف کی ہدایت یہی ہوتی ہے کہ عملی اور کامی بنو باتونی نہ بنو۔ اور جو لوگ محض باتونی ہیں۔ عملی اور کامی نہیں ہیں۔ ان کو وہ یہ کہہ کر نصیحت کرتا ہے۔ لما تقولون ما لا تفعلون۔ تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

لفظ مہاتما

میں نے آج کل کے زمانہ میں جبکہ ہندو مسلمانوں میں بگاڑ ہو رہا ہے محمد بن قاسم کو مہاتما اور پریم اوتار کے الفاظ سے یاد کیا ہے [illegible]

جو یہ الفاظ بہت ہی بڑے آدمیوں کے لئے بولا کرتے ہیں۔ ملکہ میں ان الفاظ کے معنے اور مطلب کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور سمجھنے کے بعد محمد بن قاسم کو ان الفاظ کا مستحق خیال کر کے استعمال کرتا ہوں۔

"مہاتما" سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک "مہا" دوسرا "آتما"۔ "مہا" کا لفظ بڑی سے بڑی، بہت بڑی چیز پر بولا جاتا ہے۔ بلی طاقت دار کو کہتے ہیں۔ بل طاقت کا نام ہے لیکن جب مہا بلی کہا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ بہت ہی زیادہ طاقتدار آدمی۔

"آتما" کے معنے روح کے ہیں۔ جس چیز کو ہم جان کہتے ہیں اس کو سنسکرت زبان میں جیو کہا جاتا ہے۔ اور جس چیز کو ہم روح کہتے ہیں۔ اس کو سنسکرت میں آتما کہا جاتا ہے۔ اسی واسطے خدا کا نام سنسکرت زبان میں "پرم آتما" بھی ہے۔ یعنی "مکمل روح" پس مہاتما کے معنے بڑی روح کے ہوئے۔ یعنی جس کی روحانیت پوری طرح مکمل ہو اس کو مہاتما کہا جائے گا۔

ایسا ہی پریم اوتار کا مطلب یہ ہے کہ پریم محبت و خلوص کو کہتے ہیں۔ اور اوتار کا مطلب عربی زبان میں لفظ مظہر سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جس میں محبت و خلوص کا پوری طرح ظہور ہو اس کو پریم اوتار بولیں گے میں نے محمد بن قاسم کو مہاتما اور پریم اوتار جس وجہ سے کہا تھا مجھے یقین ہے کہ وہ وجہ بالکل ٹھیک اور سچی ہے۔ اگرچہ میں محمد بن قاسم کو سری کرشن جی اور سری رامچندر جی کی طرح اوتار نہیں سمجھتا اور نہ میں نے اوتار کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ البتہ میں یہ ضرور مانتا ہوں کہ محمد بن قاسم محبت اور پریم اور اخلاص اور صداقت کا پورا پتلا تھا۔ اور اس کے دل میں اور اس کی آنکھوں میں اور اس کے دماغ میں اور اس کے خیالات میں اور اس کے کرموں اور اعمال میں پریم کے سوا کوئی دوسری چیز پریم اور محبت کے خلاف موجود نہ تھی۔ میرے اس دعوے کی دلیل اس کا وہ جیون ہے اور اس کی وہ زندگی ہے۔ اور اس کی وہ لائف ہے جو چند روز تک سندھ کے ملک میں ہندوستان کے اور سندھ کے باشندوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور اپنے کانوں سے سنی۔

محمد بن قاسم ایک دشمن کی طرح ہندوستان میں آیا۔ مگر جب یہاں سے چلا تو وہ اپنے دشمنوں کا سب سے پیارا مطلوب و محبوب تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ ان ہندوؤں نے جن کے ملک پر محمد بن قاسم چڑھ کر آیا تھا۔ محمد بن قاسم کے بت بنا کر رکھے۔ اور مدتوں محمد بن قاسم کے بتوں کی ملتان اور سندھ کے شہروں میں پوجا ہوتی رہی۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد بن قاسم ہندوستان سے جا چکا تھا اور اپنے گھر کے دشمنوں کے ہاتھوں اس کی زندگی بھی ختم ہو چکی تھی۔ اور سندھ کے ہندوؤں کو محمد بن قاسم کی خوشامد کرنے کی کوئی ضرورت بھی باقی نہ رہی تھی۔ مگر محمد بن قاسم کی مکمل روحانیت اور اعلیٰ شخصیت اور سچے خلوص اور پریم کا یہ اثر تھا کہ اس کے ہندوستان سے چلے جانے اور اپنے ملک میں مارے جانے کے بعد بھی سندھ کے مندروں میں اس کے بتوں کی پوجا ہوتی رہی۔

ہم سب ہندو ہوں یا مسلمان گاندھی جی کو مہاتما کہتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ حالانکہ مہاتما کا لفظ پوری طرح گاندھی جی پر صادق نہیں آتا کیونکہ ان میں ستیہ (صداقت)، اہنسا (عدم تشدد)، اور رحمدلی تو سمپورن اور مکمل موجود ہے لیکن وہ ایک اجنبی قوم کے محکوم ہیں۔ اور ان کے دل و دماغ اور جسم و جیو کو حاکمانہ آزادی حاصل نہیں ہے اس واسطے مہاتما کا لفظ گاندھی جی پر ٹھیک طرح چسپاں نہیں ہوتا۔ اور محمد بن قاسم کو اور اس کے کاموں کو اور اس کی عمر کو جب انصاف سے اور غور سے دیکھا جاتا ہے تو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ وہ پورا مہاتما تھا اور اس کا جیون پریم اوتار تھا۔ اور وہ سر سے پاؤں تک "پریم مورتی" تھا۔ وہ پرجا پتی تھا۔ وہ منش دھنی تھا۔ اور اس میں پرماتما کی اور نرنکار جیوتی سروپ کی جوت اور نورانیت ہر لحاظ سے نمایاں اور درخشاں تھی اس کی صورت میں نور تھا۔ اور اس کے سب کرم اور سب عمل نورانی تھے۔

میں محمد بن قاسم کو مہابلی کہتا ہوں اور ٹھیک کہتا ہوں کیونکہ اس نے سولہ برس کی عمر میں ایران جیسے بڑے ملک کا بہت عمدہ انتظام کیا اور اپنے بل اور اپنی بدھی کی سمپورن شکتیوں سے اپنے زور اور اپنی عقل کی اعلیٰ قوتوں سے ایران جیسے طولانی دیش کو قابو میں رکھا۔ اور سترہ برس کی عمر میں تھوڑی سی فوج کے ساتھ اس ہندوستان پر چڑھائی کی اور سندھ جیسے ملک کو جو اس زمانہ میں سارے سندھ اور مالوہ کی حد تک اور کاٹھیاواڑ گجرات سمیت پھیلا ہوا تھا اور پنجاب کا مشہور شہر ملتان بھی اسی کے زیر نگیں تھا۔ گویا سندھ چھوٹا سا ملک نہیں تھا۔ اس کو بہت ہی تھوڑے عرصہ کے اندر اپنے بل اور اپنی بدھی اور اپنی عقل سے جیت لیا۔

جب محمد بن قاسم سندھ میں گھسا تو سرحدی لڑائیوں میں اس کی بہت سی فوج کٹ گئی۔ اور صرف پانچ چھ ہزار سپاہی باقی رہ گئے۔ مگر محمد بن قاسم کی پریم آتما کے بل اور روحانیت نے بڑے بڑے راجاؤں کو جو سندھ کے علاقہ میں تھے مسلمان بنا دیا اور محمد بن قاسم نے ان کی نومسلم فوجوں کے ذریعہ سندھ کو فتح کر لیا۔

دنیا کے مشہور فاتح

دنیا میں بہت سے فاتح مشہور ہیں جن میں سب سے بڑا نام سکندر کا ہے اس کے بعد نادر، تیمور، نپولین شہرہ آفاق ہیں۔ سکندر کی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے بہت چھوٹی عمر میں بڑے بڑے ملکوں کو مغلوب کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ ہندوستان بھی آیا اور یہاں بھی اپنی فتحیابی کے جھنڈے گاڑ گیا۔

نپولین کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ جسم اور حیثیت کے لحاظ سے بہت معمولی آدمی تھا۔ مگر یورپ کے اکثر ملکوں اور مصر وغیرہ کو اس نے فتح کر لیا تھا۔ نادر اور تیمور بھی اسی لحاظ سے زیادہ مشہور ہیں کہ انہوں نے معمولی حالت سے ترقی کرتے کرتے دنیا کی بڑی بڑی اقلیموں کو مغلوب کر لیا تھا۔ اور ایسا ہی چنگیز اور ہلاکو خاں تھا۔

محمد بن قاسم ان سب سے بڑا تھا

مگر جو شخص سکندر اور تیمور اور نادر اور نپولین کی ہسٹری اور تاریخ سے واقف ہے وہ جانتا ہے اور کہہ سکتا ہے۔ کہ محمد بن قاسم ان سب سے بڑا تھا اور ان سب سے اچھا تھا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ محمد بن قاسم سکندر اعظم سے بھی بڑی شخصیت رکھتا تھا۔ سکندر نے دارا کو مار ڈالا اور ایران لیا۔ مگر ایران پر قابو نہ رکھ سکا۔ سکندر نے ہندوستان لیا مگر یہاں بھی قابض نہ رہ سکا۔ سکندر کے پاس بے شمار فوجیں تھیں اور دنیا کے سب سے زیادہ تجربہ کار اور فنون جنگ سے واقف افسران فوج تھے۔ اور سکندر کے پاس ارسطو جیسے حکیم تھے۔ جن کی دھاک اس وقت سے آج تک دنیا مانتی آئی ہے۔ اور سکندر کی عمر بھی تیس برس کے قریب تھی۔

مگر محمد بن قاسم نے ۱۶ سال کی عمر میں ایران پر بلا کسی خرخشہ کے حکومت کی اور کسی آدمی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی۔ محمد بن قاسم ایک برس تمام ایران پر حکومت کرتا رہا اور نہایت عمدہ حکومت کرتا رہا۔ اور محمد بن قاسم جب ہندوستان میں آیا تو اس کی عمر سکندر اعظم سے بہت چھوٹی تھی یعنی صرف سترہ برس کا تھا۔ محمد بن قاسم کے پاس سکندر اعظم کی طرح بے شمار فوج نہ تھی گنتی کے پانچ چھ ہزار آدمی تھے۔ جن کے پاس نہ سکندر جیسے آلات حرب تھے۔ نہ سکندر جیسے ہتھیار تھے۔ نہ سکندر جیسا سامان تھا۔ نہ سکندر جیسے بڑے بڑے افسر تھے۔ نہ سکندر جیسے حکیم و فلاسفر تھے۔ مگر آفرین ہے محمد بن قاسم کو کہ اس نے ہندوستان میں آکر سکندر سے بڑھ کر کام کر کے دکھا دیا۔ اور ۱۷ برس کی عمر میں اپنی آتما کے بل پر اور اپنی روحانیت کی قوت سے اس عظیم الشان ملک کا فاتح اور قابض ہو گیا۔

وہ یقیناً سکندر سے بڑا تھا

ان کاموں کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم یقیناً سکندر اعظم سے کئی حصے زیادہ بڑا تھا۔ اور اگر تاریخ اس کے ساتھ انصاف کرتی اور ۱۳۰۰ برس تک اس کو گمنامی میں نہ ڈالے رکھتی۔ اور کوئی فردوسی اس کے لئے بھی کوئی شاہنامہ لکھتا۔ اور کوئی نظامی اس کے لئے بھی سکندر نامہ لکھ دیتے تو آج محمد بن قاسم تمام دنیا میں نپولین اور نادر اور تیمور نہیں بلکہ سکندر اعظم سے کئی حصہ زیادہ نامور فاتح مانا جاتا۔

سکندر خونریز تھا۔ اس نے دنیا کو بے چین کر دیا۔ اس نے شہروں کو تباہ و مسمار کر ڈالا۔ اس کی تلوار نے اور ہتھیاروں نے لاکھوں انسان اور حیوان کے سر کاٹ ڈالے۔ ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا دیا خوبصورت باغ خاک سیاہ کر ڈالے۔ عالیشان محلوں کو زمین کا پیوند بنا دیا۔

مگر دیکھو من موہن سندر روپ محمد بن قاسم کو دیکھو اس کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی اس کے ہاتھ میں بھی برچھا تھا۔ اس کے بازوؤں میں بھی بل تھا زور تھا طاقت تھی۔ اس کے جسم میں بھی جوانی کا خون تھا۔ اس کے دماغ میں بھی کم عمری کا غرور تھا گھمنڈ تھا۔ اس کی ران کے نیچے بھی گھوڑا تھا۔ وہ بھی حکمران تھا وہ بھی سپہ سالار تھا۔ مگر اس نے خونریزی نہیں کی۔ اس نے کسی کا دل نہیں دکھایا۔ اس نے شہروں میں آگ نہیں لگائی۔ اس نے غیر مسلموں کے بتخانوں کو نہیں توڑا۔ اس نے گھر نہیں لوٹے۔ اس نے عورتوں اور بچوں کو نہیں ستایا۔ اس نے ہرے بھرے درختوں کو نہیں کاٹا۔ اور اس نے لوگوں کے امن و اطمینان اور راحت و بےفکری کے خلاف کوئی کام بھی نہیں کیا۔ ذرا سوچو وہ لڑنے آیا تھا۔ ذرا خیال کرو وہ سندھ پر کیوں چڑھا تھا۔ ہم کو اور تم کو اور سب کو معلوم ہے کہ وہ بے گناہ عورتوں اور بے گناہ بچوں کو سندھ کے حکمران داہر کی سفاکانہ قید سے [illegible] کے

راجہ داہر کو خطوط کے ذریعہ اور سفارتوں کے ذریعہ بہت کچھ سمجھایا اور ہر طرح سے نصیحت کی کہ بے گناہ عورتوں کو اور بے گناہ بچوں کو رہا کر دے مگر جس طرح راجہ کنس غرور اور ابھمان کے سبب اپنی بہن کے بے گناہ اور معصوم لڑکوں کو ہلاک کر ڈالتا تھا۔ اور اس کو رحم نہ آتا تھا۔ اسی طرح راجہ داہر کو مسلمان عورتوں اور مسلمان بچوں پر رحم نہ آیا۔ اور اس نے ان مظلوموں کو قید سے رہائی نہ دی۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایسی سفاکی کسی مذہب اور کسی قوم نے بھی جائز نہیں رکھی۔ مگر راجہ داہر نے مسلمان عورتوں اور مسلمان بچوں کو ٹھٹھہ جیل میں مدتوں ہتکڑیاں بیڑیاں پہنا کر قیدی بنائے رکھا۔ اور اس کو ذرا ترس نہ آیا

آخر راجہ داہر کے لئے بھی ایک کرشن روپ انسان عرب سے چڑھ کر آیا۔ جو عمر کے لحاظ سے بھی سری کرشن سے مشابہ تھا۔ یعنی جیسے سری کرشن نے بارہ سال کی عمر میں اپنے ماموں اور جفا کار ماموں راجہ کنس کو ہلاک کیا تھا اسی طرح محمد بن قاسم نے سترہ برس کی عمر میں سندھ کے کنس راجہ داہر کو میدان جنگ میں ہلاک کر ڈالا۔ اور عورتوں اور بچوں کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلوائی۔

خلاصہ

ان سب باتوں سے پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ محمد بن قاسم مہاتما تھا۔ اور پریم اوتار تھا۔ کیونکہ اس نے سترہ برس کی عمر میں سندھ کو فتح کیا۔ مگر سوائے ان دشمنوں کے جو میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اور کسی مغلوب دشمن پر محمد بن قاسم نے اور اس کی فوج نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور اپنی مفتوح قوم کی عورتوں کو اور بچوں کو اور ان کی ملکیت اور مالیت کو اور ان کے بت خانوں اور عبادت خانوں کو اور ان کی آزادی کو ہر طرح سے محفوظ اور مامون رکھا۔

اور دیکھو پریم نے پریم کو پہچانا

یہاں تک کہ راجہ داہر کی بیوی پریم دیوی نے بھی محمد بن قاسم پریم مورتی کو پریم کی آنکھ سے پہچانا اور خوشی سے مسلمان ہو کر اور خدیجہ نام اختیار کر کے محمد بن قاسم کے نکاح میں گئی۔ اور راجہ داہر کے وزیر اعظم کشن ساگر نے بھی پریم کی نظر سے اس پری پیکر کو شناخت کیا۔ اور مسلمان ہو کر اس کی زلفوں کا اسیر ہو گیا۔ اسی طرح راجہ راؤ کاکا وغیرہ بھی مسلمان ہوئے اور محمد بن قاسم کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

لہذا سب ہندو مسلمانوں کو ماننا پڑتا ہے کہ محمد بن قاسم یقیناً مہاتما تھا۔ اور یقیناً پریم اوتار تھا۔ اور میں نے جو اس کی یادگار کے لئے تمام ہندوستان میں تحریک قایم کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں مہاتما محمد بن قاسم کی بے تعصبی اور رحم دلی اور محبت شعاری سب ہندو مسلمانوں کو سکھانا چاہتا ہوں۔ اور خاص کر انگریز گورنمنٹ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ دیکھو مفتوح اقوام کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیئے۔ جیسا سترہ برس کے ایک مسلمان لڑکے مہاتما محمد بن قاسم نے سندھ کی رعایا کے ساتھ کیا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اچھی حکومت اور اچھی ہر دلعزیزی کا عمل نمونہ دکھا کر اپنا اپنے دین اور اپنی قوم کا نام روشن کر گیا۔ جو قیامت تک درخشاں اور روشن رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

غور کرو اے ہندو مسلمان انسانو! کہ مہاتما محمد بن قاسم کا جیون اور زندگی کا عمل کیسا عمدہ تھا اور اس نے اتنی چھوٹی عمر میں ہندو قوم کے ساتھ کیسی ہمدردی و رحمدلی کا برتاؤ کیا۔

تم بھی آپس میں ایک دوسرے پر اعتبار کرو۔ جیسا محمد بن قاسم نے اپنی ملک کے مفتوح ہندوؤں پر بھروسہ اور اعتبار کر لیا۔

تم بھی دوسری قوموں کی عبادتگاہوں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھو جیسا کہ محمد بن قاسم مہاتما نے بادجود قدرت حاصل ہونے کے اپنے محکوم ہندوؤں کے مندروں کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور سندھ کے نومسلم ہندوؤں نے جو مسجدیں بنائی تھیں۔ ان کو اپنے دھرم پر قایم ہندوؤں نے آزار نہ پہنچایا۔

اگر تم مہاتما محمد بن قاسم کے اس اعلیٰ طرز عمل سے سبق لے کر آپس میں پریم و محبت سے رہنے لگو تو محمد بن قاسم کی سب سے اچھی یادگار رہے گی کہ اس کا اور اسلام کا یہی اصلی مقصد تھا اور ہے۔ (منادی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵، ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ نمبر ۹

پرجوش مبلغ اور خوش بیان واعظ

غازی محمد بن قاسم فاتح سندھ

سندھ میں اسلام کی پرامن تبلیغ و اشاعت

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

اسلام دنیا میں جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلا۔ اس نے آج تک ایک دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ بعض مخالف یہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ تیز رفتاری تلوار کی رہین منت تھی۔ اس خیال کے لوگ ہندوستان میں بھی موجود ہیں جو اکثر آریہ سماج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آج کل یہ لوگ خصوصیت سے اس خیال کی اشاعت کر رہے ہیں کہ اسلام ہندوستان میں تلوار کے زور سے پھیلا اور اسلام کے اول اسلامی فاتح محمد بن قاسم نے اسلام کی اشاعت میں جبر و استبداد سے کام لیا۔ تاریخ اس بے بنیاد الزام کی ببانگ دہل تردید کر رہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ نہایت پرامن طریق پر ہوئی۔ اور چونکہ یہ نیا مذہب تمام خوبیوں کا مجموعہ اور ہندو مذہب سے افضل و برتر تھا اس لیے لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوئے۔ وہ غازی محمد بن قاسم یا کسی دوسرے شخص کی تلوار کا محتاج نہ تھا۔ بلکہ وہ اس غازی کی آمد سے پیشتر ہی ہزار ہا قلوب کو مسخر کر چکا تھا۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ سندھ کے حملہ سے بہت پہلے اسلام عرب تاجروں کے ذریعہ ملیبار اور سرندیپ میں نہ صرف عوام الناس کے اندر بلکہ شاہی خاندانوں میں فروغ حاصل کر چکا تھا۔ ملیبار کا راجہ زمورن شق القمر کا معجزہ دیکھ کر ایمان لایا اور سرندیپ کا راجہ عرب تاجروں اور عجمی درویشوں کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ:۔

"چوں حاکم سراندیپ بر حقیقت اسلام مطلع شد برضا و رغبت اسلام قبول کرد و در عہد صحابہ کرامؓ مقلد قلادہ شریعت مصطفویؐ گردیدہ بود"

(فرشتہ جلد دوم صفحہ ۳۶۸)

اسلام کا پرجوش مبلغ

ان راجاؤں پر کسی مسلمان نے تلوار نہیں چلائی۔ صرف اسلام کی سادگی مساوات اور حقانیت نے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ سندھ میں بھی اسلام کو جو ترقی ہوئی اس میں کسی جبر و اکراہ کو دخل نہیں تھا۔ بلکہ یہ سب اسلام کی صداقت اور غازی محمد بن قاسم کی پرامن تبلیغی کوششوں اور منصفانہ طرز عمل کا نتیجہ تھی۔ غازی موصوف صرف فوج کا کمانڈر ہی نہ تھا۔ بلکہ اسلام کا پرجوش مبلغ خوش بیان واعظ اور متین و سنجیدہ مناظر بھی تھا۔ فصاحت و بلاغت اس کے گھر کی لونڈیاں تھیں۔ زبان و قلم میں وہ تاثیر تھی کہ دوست تو دوست دشمن بھی رام ہو جاتے تھے۔ اس کی زندگی اسلام کی عملی تصویر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا وعظ ایسا پر تاثیر ہوتا تھا کہ لوگ اس سے متاثر نہیں بلکہ مسحور ہو جاتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی وعظ نہیں ہوا جس میں دو چار اشخاص نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ بہت سے مخالفین اسلام ان کے پر تاثیر وعظ سے متاثر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔ اسے تبلیغ و اشاعت اسلام کا شوق نہیں بلکہ عشق تھا۔ ہر نئے مقام پر جہاں وہ پہنچتا جلسہ منعقد کر کے اسلام پر پر مغز تقریر کرتا۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا۔ اور اگر ضرورت ہوتی تو مناظرہ بھی کرتا۔ وہ نہ صرف زبان سے اسلام کی صداقت بیان کرتا تھا بلکہ اپنے نیک عمل سے بھی اسلام کی سچائی کا یقین دلا دیتا تھا۔ اس امر کے ثبوت میں اس کی زندگی کے چند واقعات ہم بیان کرتے ہیں۔ جس سے ناظرین اندازہ کر سکیں گے

غازی محمد بن قاسم کی بصیرت افروز تقریر

جب دیول فتح ہو گیا اور اسلامی لشکر نہایت امن سے شہر میں داخل ہوا تو غازی محمد بن قاسم سپہ سالار نے سب انتظامات درست کر کے اہل شہر کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اے میرے بھائیو! میں کوئی ظالم اور سنگدل فاتح نہیں ہوں بلکہ حق اور انصاف کے ساتھ مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کی سرکوبی کے لیے اس سرزمین میں آیا ہوں۔ میرا مذہب اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام مخلوقات کا خالق و مالک اور پالنے والا اور رزق دینے والا ایک ہے۔ پس وہی قابل عبادت اور لائق پرستش ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں وہ معبود برحق بے نیاز ہے۔ ساری دنیا کے آدمی اس کے بندے ہیں۔ اور اچھا وہ ہے جو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ کسی پر ظلم کرنا اسلام کی تعلیم نہیں۔ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ ہاں جو حق و انصاف کے دشمن ہیں ہم ان کے دشمن ہیں۔ اور ان سے لڑنا اور ان کے ظلم کو مٹانا ہمارا فرض ہے۔ راجہ داہر نے ہم پر اور ہمارے بھائیوں پر ظلم کیا ہے۔ وہ فتنہ و فساد کا حامی ہے۔ ہم اس کو مغلوب کرنے اور امن و امان قائم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہم غریب الوطن ہیں لیکن اللہ کی اعانت ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہم اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

بھائیو! میں تم پر جبر و تشدد نہیں کرونگا۔ تم مجھ سے یا میرے لشکر سے خوف نہ کرو۔ میں نے تم سے ابھی کہا ہے کہ میرا مذہب مجھ کو ظلم نہیں سکھاتا۔ بلکہ انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ میں تمہاری جائدادوں، تمہاری ریاستوں اور تمہارے مال و زر کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤنگا۔ تم آزاد ہو۔ تمہاری جائدادیں اور تمہارا مال و زر آزاد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرو اور تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ میں نے تمہارے ایک ہموطن کو تمہارا محافظ اور حاکم مقرر کیا ہے۔ وہ تمہاری حفاظت اور خدمت کرے گا۔ اور ہمارا تمہارا سب کا حقیقی محافظ خدا ہے"

گو اس تقریر میں اسلام قبول کرنے کے لیے کوئی خاص تحریک نہیں تھی۔ لیکن اس سحر بیان خطیب کی خوش بیانی، خوش اخلاقی اور حسن سلوک کا یہ اثر ہوا کہ شام تک سینکڑوں سندھی برضا و رغبت اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کے قول سے کہیں زیادہ اس کے عمل کا جادو زیادہ موثر تھا۔

رحمدلی اور بردباری کی فتح

جب راجہ داہر کا بھتیجا پرہا دو سات دن مقابلہ کرنے کے بعد بھروج سے بھاگ نکلا۔ اور شہر پر اسلامی لشکر نے قبضہ کر لیا۔ تو ایک روز صحرائی جاٹوں نے دفعتہ اسلامی فوج پر ہلا بول دیا۔ اور انہیں بھروج سے نکال لینے کی کوشش کی لیکن وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ مغلوب ہو کر گرفتار ہوئے۔ اسلامی لشکر کے بعض جوشیلے افسروں نے غازی محمد بن قاسم کو مشورہ دیا کہ ان جاٹوں کو بے دریغ قتل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے سرکش اور باغی لوگوں کو عبرت ہو۔ اور آئندہ کوئی اس قسم کی حرکت نہ کرے۔ غازی موصوف نے ان کے اس مشورے کو قبول نہ کیا۔ بلکہ ان جانی دشمنوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس کے آقا و مولا حضرت محمدؐ نے فتح مکہ کے وقت اپنے دشمنوں سے کیا تھا یعنی انہیں معاف کر دیا۔ ان سے مشفقانہ سلوک کیا اور یہ کہکر رہا کر دیا کہ ہم نہ قتل و خونریزی کے حامی ہیں۔ نہ ہمارا مقصد تمہیں نقصان پہنچانا ہے۔ ہمارے آنے کی غرض صرف راجہ داہر کی سرکوبی اور اس کے ظلم و ستم کا انسداد ہے۔ جاٹوں پر اس حسن اخلاق اور رحمدلی کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے نہ صرف خود برضا و رغبت اسلام قبول کیا بلکہ غازی موصوف سے اسلام کی تعلیمات حاصل کر کے اپنے قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی اور بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا۔

راؤ کاکا حاکم بدھیا کی شہادت

اسلامی لشکر اور اس کے سپہ سالار کی بہادری شجاعت اور اخلاق فاضلہ کے سامنے سندھ کے بڑے بڑے سرکش اور دلاور سرنگوں ہو گئے۔ جب فتح سیوستان کے بعد اسلامی لشکر بدھیا کی طرف بڑھا تو وہاں کے نامور بہادر حاکم "راؤ کاکا" نے جس کے پاس جاٹوں کی زبردست فوج تھی۔ اپنے سرداران لشکر سے مخاطب ہو کر کہا "مسلم قوم ایک بہادر قوم ہے۔ اور میں ان کی بہادری اور شجاعت کی قدر کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ مسلمان ایک دن ہندوستان کو ضرور فتح کر لیں گے"، اس تقریر کو سنکر سب سرداروں نے کہا کہ "بے شک مسلم قوم بڑی بہادر اور رحمدل کی سچی ہے۔ ان سے جنگ کرنا فضول ہے"۔ چنانچہ صلاح و مشورہ کے بعد راؤ کاکا نے محمد بن قاسم کے پاس صلح و امن کا پیغام بھیجا۔ جسے محمد بن قاسم نے بڑی خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ بعد میں اس "کاکا" نے جنگ کے متعلق محمد بن قاسم کو بہت سے مفید مشورے دیئے۔

حاکم دیول کا قبول اسلام

دیول کے حاکم اسلئے نے بھی خود بخود اسلام قبول کیا۔ اور اپنے ذاتی سعی سے دیول اور [illegible] نے محمد بن قاسم کی

جسے غازی موصوف نے منظور فرمایا۔ اس نیک دل حاکم کو غازی ممدوح نے "معین الملت" کا خطاب عطا کیا۔

داہر کی رانی پریم دیوی اور وزیر کا قبول حق

راجہ داہر اور اس کے بیٹے کشیپ کے ساتھ غازی محمد بن قاسم کی جو لڑائیاں ہوئیں ان تمام میں روح رواں داہر کا وزیر کشن ساگر تھا۔ جب راجہ داہر کے قتل ہونے کے بعد برہمن آباد بھی فتح ہو گیا۔ اور اسلامی لشکر نے وہاں قبضہ کر لیا تو یہ وزیر ایک مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے شریفانہ طرز عمل کی خبریں سنیں تو اپنی خطاؤں کی معافی کے لئے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا محمد بن قاسم نے جو بہادر تھا اور بہادری کی قدر کرتا تھا۔ اسے گلے سے لگا لیا اور کہا "میں تمہیں مجرم نہیں سمجھتا۔ تم نے جو کچھ کیا وہ اپنا فرض سمجھ کر کیا اور میں تمہارے وفادارانہ طرز عمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں"۔ اس کے بعد وزیر کشن ساگر کو برہمن آباد کا والی مقرر کیا۔ راجہ داہر کی ایک رانی پریم دیوی برہمن آباد میں موجود تھی۔ غازی محمد بن قاسم نے اس کی نہایت عزت و تکریم اور خاطر داری کی رانی نے غازی موصوف کا شکریہ ادا کیا اور کہا میں نے بعض مسلمان عورتوں سے جو قیام الور میں میرے پاس رہتی تھیں اسلام اور پیغمبر اسلام کا حال سنا ہے اور میں سچائی کے ساتھ کہتی ہوں کہ میں اسلام کی فریفتہ ہوں۔ آپ مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے اور مسلمان کیجئے۔ یہ الفاظ سن کر محمد بن قاسم کو بہت خوشی ہوئی اور اس نے فوراً رانی کو کلمہ شہادت پڑھایا اور ایک خوبصورت قرآن مجید دیا اور ضروری مسئلے بتائے۔ رات کو محمد بن قاسم نے براہمن آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ اور اسلام کی صداقت پر وعظ کہا جس سے متاثر ہو کر سب سے پہلے وزیر کشن ساگر نے اسلام قبول کیا۔ پھر دوسرے امراء عوام الناس نے برضا و رغبت اسلام کا اعلان کیا۔ دوسرے دن رانی پریم دیوی نے جو اب مسلمان ہو کر "خدیجہ" بن چکی تھی وزیر کشن ساگر کی تحریک سے غازی محمد بن قاسم کے ساتھ نکاح کیا۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

ان تمام تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی محمد بن قاسم کے زمانہ میں بھی اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔ بلکہ اس کا عدل و انصاف حسن سلوک اور پرامن تبلیغ و اشاعت اور وعظ و نصیحت سندھیوں کو اسلام کا شیدا بنا رہی تھی۔ غازی موصوف اور اس کے ہمراہیوں نے کسی مقام پر بھی جبر و تعدی سے کام نہیں لیا ہر نئے شہر میں جو ان کے زیر تسلط آتا تھا۔ وہ اعلان کر دیتے تھے کہ جو شخص پرامن رہنے کا یقین دلائے گا اور اطاعت قبول کرے گا۔ اس کی تمام خطائیں معاف کر دی جائینگی۔ اور جو شخص اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہنا چاہے گا۔ اس کے ساتھ مطلق کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔ اور غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ جب کسی مقام پر غازی محمد بن قاسم اسلام کے محاسن پر تقریر کر کے لوگوں کو اسلام میں آنے کی دعوت دیتے تھے تب بھی صاف طور پر اعلان کر دیتے تھے کہ "جس خدا کے بندے کا جی چاہے وہ اسلام قبول کرے اور جو اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہے وہ آزاد اور خود مختار ہے۔ ہماری طرف سے کوئی جبر و اکراہ نہیں۔ میں جبراً کسی کو مسلمان بنانا ناپسند کرتا ہوں۔ قرآن مجید جو ہماری مذہبی کتاب ہے۔ اس کا یہ فیصلہ ہے کہ "لا اکراہ فی الدین" دین میں کچھ جبر و اکراہ نہیں"۔

اس صاف و صریح اعلان کی موجودگی میں بھی اگر باشندگان سندھ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے ہندو مذہب کے مقابلہ میں اسلام کو سچا سمجھا۔ پھر آج آریوں کا یہ کہنا کہ غازی محمد بن قاسم نے تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا تھا اس رحمدل اور منصف سپہ سالار پر بے بنیاد بہتان نہیں تو اور کیا ہے۔ اس بہادر کا دامن اس قسم کی روباہ بازیوں سے جو آریوں ہی کے حصہ میں آئی ہیں قطعاً پاک ہے۔ بلاشبہ وہ اسلام کو حق سمجھتا تھا اور اس نے ہر مقام پر اسے پیش کیا۔ لیکن تلوار سے نہیں بلکہ شیریں زبانی اور خوش بیانی سے اس کا حسن سلوک اور حسن اخلاق اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت تھا۔ جس کا کاٹ تلوار سے ہمیشہ بڑھ کر ثابت ہوا ہے۔

خوش اخلاقی اور خوش انتظامی

غازی محمد بن قاسم نہ صرف سندھیوں کے جسموں پر حکومت کرتا تھا بلکہ اپنے حسن اخلاق اور حسن انتظام سے ان کے دلوں پر بھی حکمران تھا۔ اس کے عدل و انصاف کا وہ شہرہ تھا کہ سندھ کے پایہ تخت الور اور ملتان میں جب وہ فاتحانہ داخل ہوا تو رعایا نے جوش عقیدت سے اس پر پھول برسائے۔ دنیا میں کون ایسا فاتح ہوا ہے جسے یہ فخر نصیب ہوا ہو۔ کہ رعایا باوجود اختلاف قوم و مذہب کے اس پر گل افشانی کرے۔ ان کا خلق و انکسار ہر شخص کو موہ لیتا تھا۔ چاہے وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو۔ قریباً تمام مورخین نے غازی محمد بن قاسم کی بے تعصبی اور وسیع القلبی کی تعریف کی ہے۔ وہ نو مسلموں اور ہندوؤں پر کامل بھروسہ اور اعتماد کرتا تھا۔ اور ذمہ دار عہدے دیتے وقت مسلم اور غیر مسلم کا لحاظ نہیں رکھتا تھا

دل سے اس کی عزت و تکریم کرتا تھا۔ جب دربار خلافت کی طلبی پر وہ ہندوستان سے واپس جانے لگا تو سندھ کے اطراف و جوانب سے تمام ہندو اور مسلمان حکام و امرا ملتان میں اظہار محبت و خلوص کے لئے جمع ہوئے۔ ہندو رئیسوں نے اس کی مفارقت پر آنسو بہائے۔ اور صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ "آپ ہمارے سردار تمہارے عدل و انصاف، تمہارے محامد و محاسن اور تمہاری محبت کو ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے اور تمہاری مفارقت میں غم کریں گے۔ خبر نہیں کتنے فاتح اور کتنے حاکم اس ملک میں آئیں گے لیکن شاید تم جیسا انصاف پسند عدل پرور حق شناس بے تعصب رحمدل اور مخلص سردار ہمیں نصیب نہیں ہوگا"، اس کے بعد تمام ہندوؤں نے اس کی یاد قائم رکھنے کے لئے ملتان میں ایک عظیم الشان دھرم شالہ بنائی۔ اور اس کا نام محمد بن قاسم کی دھرم شالہ رکھا۔

پرامن فتوحات

غازی محمد بن قاسم کی فتوحات بھی دنیا جہان سے نرالی تھیں۔ سندھ میں اس نے نہ کسی گاؤں کو لوٹا اور نہ اسے جلایا۔ اس کی فتوحات کی یہ ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ رعایا کے جان و مال محفوظ رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بہت سے مقامات پر خود رعایا نے اسے صلح و امن کا پیغام بھیجا۔ اور شہر اس کے حوالے کر دیا۔ جب باشندگان ملتان نے امان چاہی تو اس نے جواب میں کہا،۔

" تم اپنا مال و زر اور اپنی عزت و آبرو اور اپنی ریاستیں اور جائدادیں بالکل محفوظ سمجھو۔ . . . . ہمارے تمام مصارف دارالخلافہ سے حجاج کی وساطت سے آتے ہیں۔ اور ہم انہی پر قناعت کرتے ہیں"۔

خلاصۃ التواریخ اور دیگر معتبر تاریخوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کی جنگوں میں غازی محمد بن قاسم نے جس قدر روپیہ خرچ کیا تھا وہ دارالخلافہ سے منگوایا تھا۔ رعایا پر کوئی فوجی ٹیکس نہیں لگایا۔ لوٹ مار بھی کسی جگہ نہیں کی۔ غرض یہ کہ اس کی فتوحات میں ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا نام تک نہیں تھا۔ اسی لئے حقیقی معنوں میں انہیں "پرامن فتوحات" کہا جا سکتا ہے۔

اخلاق و عادات

غازی محمد بن قاسم گو ایک فوجی افسر تھے۔ لیکن شیریں زبانی، فروتنی، انکسار اور تحمل و بردباری میں ممتاز شہرت رکھتے تھے۔ ان کی متانت و سنجیدگی ہر شخص کو ان کا گرویدہ بنا دیتی تھی۔ اگر کسی وقت کوئی ماتحت بھی سرزنش کرتا تو تحمل سے سنتے اور اس کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ جرأت و شجاعت کا مجسمہ اور عزم و استقلال کی تصویر تھے۔ نازک سے نازک موقعہ پر بھی ان کے پائے ثبات کو کبھی لغزش نہیں ہوئی۔ سندھ کی معرکہ آرائیوں میں کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دشمن کی کثرت و شدت دیکھ کر اہل فوج کا پائے استقلال ڈگمگا گیا لیکن غازی موصوف کی ثابت قدمی۔ اولوالعزمی اور پرجوش خطیبانہ تقریر نے اپنی بھاگتی ہوئی فوج کو پلٹا دیا اور میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ موت جو سب کو ڈرا دیتی ہے اسے کبھی نہیں ڈرا سکی۔ موت کی نسبت اس کا عقیدہ تھا کہ وہ ایک قابل قدر نعمت ہے۔ دنیوی زندگی ایک حجاب ہے جو خالق و مخلوق، طالب و مطلوب کے درمیان حائل ہے۔ موت اس حجاب کو دور کر کے بندے کو مولا سے ملا دیتی ہے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں موت کو جاگتے میں اپنی آنکھوں کے سامنے اور سوتے وقت اپنے سرہانے سمجھتا ہوں کسی خطرے کے وقت اگر کوئی شخص احتیاط کی ہدایت کرتا تو فرماتے کہ مقررہ وقت سے پہلے کوئی مر نہیں سکتا۔ اور مقررہ وقت ٹل نہیں سکتا۔ غازی موصوف راسخ العقیدہ مسلمان اور مخلص ترین مومن تھا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور وہ نہایت ضروری فرض سمجھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے وعظ کہنے کا از حد شوق تھا۔ ملتان میں اس نے سندھ کے بڑے بڑے پنڈتوں اور بدھ مذہب کے عالموں سے ایک مناظرہ بھی کیا تھا۔ اس کی کس کس خوبی کا بیان کیا جائے۔ اس میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ "مستجمع الصفات مجاہد" تھا۔ اسلام اپنے اس نوجوان سپہ سالار، شہ زور پہلوان، بہادر سپاہی، رحمدل فاتح، سحر نگار منشی، جادو بیان خطیب، ہردلعزیز حاکم، خوش بیان واعظ اور پرجوش مبلغ پر تاقیامت فخر کرے گا اور آنے والی نسلیں اس پر سلام بھیجیں گی۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

توکل کی مورت

دنیا کی ہر قوم میں سپہ سالار بھی ہوئے اور فاتح بھی۔ لیکن توکل خوف خدا اور فروتنی میں کوئی بھی اسلام کے اس نوجوان جرنیل کو نہ پہنچ سکا جس کو غازی محمد بن قاسم فاتح سندھ کہتے ہیں۔ جب کسی سپہ سالار کو فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ غرور و تکبر کا پتلا بن جاتا ہے۔ اور گھمنڈ میں آکر عجیب عجیب باتیں کہتا اور کرتا ہے۔ لیکن غازی محمد بن قاسم نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے فتوحات پر فتوحات حاصل کیں۔ لیکن اپنی طاقت و جمعیت پر کبھی گھمنڈ نہ کیا۔ وہ ہر وقت خدا کو یاد رکھتا تھا۔ اور اس کی طاقت و نصرت پر اس کو بھروسہ تھا۔

جب غازی محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ اور "ارمن بیلہ" اور "دیول" کے شہر اور قلعے فتح کر لئے تو سندھ کے راجہ داہر نے اسے خط لکھا کہ تم اپنی عارضی فتح پر مغرور نہ ہونا میں تمہیں عمداً ڈھیل دے رہا ہوں عنقریب میں تمہاری ہستی کو مٹا دونگا۔" غازی محمد بن قاسم نے جب اس خط کو پڑھا تو مسکرا کر فرمایا" راجہ داہر کو اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور مجھے اپنے پروردگار پر جو بڑی سے بڑی طاقتور سلطنت کو چشم زدن میں تباہ کر سکتا ہے" پھر راجہ داہر کو جواب میں لکھا،۔

" ہم نے آپ پر آپ کی سرکشی کے سبب چڑھائی کی ہے جس نے ہمارے سکون کو درہم برہم کر دیا تھا۔ آپ نے بلا وجہ سراندیپ کے جہازوں کا مال جو خلیفہ کے لئے جاتا تھا۔ لوٹ لیا اور بے گناہ مسلمانوں کو قید کیا آپ نے بے کس عورتوں اور یتیم بچوں پر ظلم و ستم کیا۔ ہمارے خلیفہ کے اقتدار کا ادب تمام دنیا کرتی ہے۔ مگر آپ نے اس کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔ مجھکو خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کو اس گستاخی کی سزا دوں آپ نے جو اپنی شوکت و قوت کی نسبت لکھا ہے! اس سے اطلاع پائی۔ مگر ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنی طاقت و قوت پر مطلق گھمنڈ نہیں ہم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو سب حاکموں کا حاکم، سب بادشاہوں کا بادشاہ اور سب سے زیادہ طاقت اور قدرت رکھنے والا ہے۔ اب تلوار اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ فتح کس کے حصہ میں ہے اور کس کی طاقت و قوت زیادہ ہے"۔

اس خط سے جہاں حملہ کی اصل وجہ معلوم ہوتی ہے وہاں اس توکل علی اللہ اور عجز و نیاز کا بھی پتہ چلتا ہے جو اس باخدا فاتح کے دل و دماغ میں موجزن تھا۔ واضح رہے کہ یہ توکل اس قسم کا نہ تھا جو آج کل بعض مسلمانوں نے سمجھ رکھا ہے یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے اور کامیابی کی امید کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اس غازی کا توکل صحیح معنوں میں توکل تھا۔ یعنی پوری قوت اور تمام ذرائع سے کام لینا اور پھر خدا پر بھروسہ رکھنا غازی ممدوح کی ہر جنگ میں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔

رہے گی حشر تک شہرت محمد ابن قاسم کی

(جناب ساغر صاحب نظامی ایڈیٹر رسالہ "پیمانہ")

علمبردار ہے دنیا — محمد ابن قاسم کی

فدائے کار ہے دنیا — عقیدت دار ہے دنیا
محبت زار ہے دنیا — ثنا کردار ہے دنیا
ابھی سرشار ہے دنیا — محمد ابن قاسم کی

وہ غازی سندھ میں آیا — وہاں اسلام پھیلایا
عجب نغمہ نیا گایا — جو سارے ہند پر چھایا
حکومت بھی گرا پایا — محمد ابن قاسم کی

وہ اسلامی رواداری — وہ جوش و شانِ جراری
وہ خلق اور وہ ملنساری — وہ سطوت وہ وفا کاری
وہ اصلاح گنہ گاری — محمد ابن قاسم کی

حسین اور صاحب شوکت — متین اور دشمن نخوت
وہ ہند و سندھ کی عظمت — وہ پہلا تاجِ ملت
رہے گی حشر تک شہرت — محمد ابن قاسم کی

وہ پریمی پریم دیوی کا — نہ جس نے بت کوئی توڑا
سبھی تھے اس کے مت ہرجا — پجاری اس کی تھی دنیا
قبولیت تھی اک دریا — محمد ابن قاسم کی

اگر تم جوش والے ہو — تو پھر ملت کے کام آؤ
محمد بن کے اٹھ بیٹھو — ہلا دو ساری دنیا کو
کرو تقلید اے بچو
محمد ابن قاسم کی

دین دیتا ہے صدائے المدد والنصارین

(جناب خواجہ غلام نبی صفا مہجور)

تھیں رواں کچھ حاجیوں کی کشتیاں سوئے حجاز
لب پہ تھا لبیک اور سینوں میں تھا سوز و گداز
شور امواج تلاطم سے نہ تھا ان کو ہراس
محو تھے صلِ علیٰ کے ورد میں سب پاک باز
سندھ کے ساحل پہ پہنچا جب وہ بحری قافلہ
ایک ظالم نے کیا دست ستم ان پر دراز
مال یغما سمجھا اس نے بے ضرر اشخاص کو
بڑھ گئی حد سے زیادہ بے حیا کی حرص و آز
قید کی سختی میں ڈالا۔ ہر زن و اطفال کو
لوٹ کر اس نے کئے تاراج سب ان کے جہاز
الغرض پہنچی یہ دربار خلافت میں خبر
تلملا اٹھے غیرت قومی سے محمود و ایاز
ابن یوسف والی بصرہ کو یہ فرماں ہوا
ہاں نہ بچنے پائے تیرے ہاتھ سے یہ جعلساز
وہ بہادر جان دیتے تھے قومی آن پر
ہو گئے اقوام عالم میں اسی سے سرفراز
تیغ کرتے تھے علم ناموس ملت کے لئے
گردنیں ہوتی تھیں خم دیں کی کفالت کے لئے
تھا محمد ابن قاسم ایک تکی نوجوان
عمر سترہ سال تھی اس وقت اس کی بے گماں
خون صدیقی رگوں میں موجزن رکھتا تھا وہ
تھا جبیں پر اس کی ظاہر سربلندی کا نشاں
کر کے بھیجا ابن یوسف نے اسے سالار فوج
تا لوائے شوکت اسلام کا ہو پاسباں
ساتھ لے کر ایک مٹھی بھر مجاہد وہ چلا
انتقام ظلم لینے کے لئے ہندوستاں
لشکر اسلام جا پہنچا بسان برق و باد
درمیاں ان کے تھا حائل گرچہ بحر بیکراں
آمد ضرغام سنکر دشمن روباہ خصال
لرزہ براندام آتا تھا نظر مثل زناں
ظالم اظلم بہادر ہو نہیں سکتا کبھی
سب رفو چکر ہوئیں اس بے حیا کی شیخیاں
زود تر پہنچا وہ اپنے کیفر کردار کو
داخل دوزخ ہوا موذی جہنم آشیاں
قید سے سب بے گناہوں کی رہائی ہو گئی
کفر کی ذلت ہوئی دیں کی بڑائی ہو گئی
ہند کی ظلمت میں ظاہر جب ہوا نور مبیں
مشرکوں سے سر بسر آباد تھی یہ سرزمیں
نام بھی توحید کا کوئی یہاں لیتا نہ تھا
ہر طرف چھایا ہوا تھا ابر شرک و کفر و کیں
سادگی اسلام کی لینے لگی اپنا خراج
نکتہ چیں اس کے جو تھے ہونے لگے وہ خوشہ چیں
آب شیرین قرآن پاک کا ہے معجزہ
تخم حنظل سے ہوا پیدا نہال انگبیں!
اب کہ گنتی میں ہوئے ہم اس قدر کتنے کروڑ
ہو رہے ہیں مشورے ہم کو مٹا دیں بالیقیں
کیا مسلماں دے نہیں سکتے ثبوت زندگی؟
یا "نہ ہوا ایسا" کہ ہو جائیں گے پیوند زمیں
خواب غفلت کب تلک حد ہو چکی ہشیار ہوں
دین دیتا ہے صدائے "المدد والنصاردیں"
ہر دل مسلم میں پیدا جوش ہو تبلیغ کا
تاکہ روشن ہو جہاں میں نور ختم المرسلیں

دوستاں خود را نثار حضرت جاناں کنید
در رہ آں یار جانی جان و دل قرباں کنید

محمد ابن قاسم اوّل فاتح سندھ

نہ جھگڑا تھا کسی سے کچھ کسی کو دی نہ تھی دھمکی
چلایا تیر تھا کوئی نہ کوئی تیغ تھی چمکی
بروئے مطلع گردوں نہ چھائی ابر ستم کی
چمک تھی برق کی گرچہ مگر تھی کچھ نہ دم خم کی
امن تھا چار سو چھایا تھا ہر دل جس سے گرمایا
کہ دستِ دادِ قدرت نے دیا تھا سب کو اک پایہ
عرب کچھ سلطنت ہی میں نہ دنیا سے نرالے تھے
حکومت سے تجارت میں بھی ان کے بول بالے تھے
جو سب تھے عقل والے وہ بڑے ہی قلب والے تھے
نہ ان سے تھا کسی کو غم نہ اُن کے دل میں نالے تھے
یکایک پیش وہ آیا کہ جو اک روز آنا تھا
عرب کا سرزمین ہند میں باتیغ جانا تھا
جہاز اہل عرب کے چند لوٹے سندھ والوں نے
سمجھ کر راجہ داہر کے اشارے سندھ والوں نے
وہ پردیسی جو سوداگر ستائے سندھ والوں نے
روا انصاف کے قانون توڑے سندھ والوں نے
ولید نیکخو پاکر خبر گھبرا گیا فوراً
بحکم آں شہ والا یہ بس لکھا گیا فوراً
محمد ابنِ قاسم فوج لے کر جلد وہاں جائے
سزا اس ظلم ناحق کی یہ اہلِ سندھ دلوائے
کیا جو راجہ داہر نے کیا وہ مزا پائے
ہیں ہم بھی چیز کوئی اپنے دل میں یہ سمجھ جائے
ستانا یوں غریبوں کا کبھی اچھا نہیں ہوتا
کسی کی آہ کا لینا کبھی اچھا نہیں ہوتا
برادر زادہ حجاج یعنی ابن قاسم تب
لئے فوجِ عرب پہنچا بملکِ سندھ یوں بیڈھب
تزلزل سندھ میں آیا پکارا راجہ داہر رب
تو ہی حامی ہمارا ہے سہارا ہے ترا ہی اب
مگر واقف ہو تم حامی خدا کیوں کا ہوتا ہے
کہاں وہ رحم کے قابل ستم کر کے جو روتا ہے
غرض کہ راجہ داہر سے لڑے اہل عرب جاکر
نتیجہ ظلم کا پلٹے نہ کچھ سندھیوں کو سمجھا کر
رہا باقی نہ داہر جنگ میں اور اسکے حبّ تا کر
نہ چھوڑا ملک کو بیکس یقینی فتح اک پاکر
وہاں حاکم کئے قایم کوئی دیبل کوئی ٹھٹھہ میں
نہ مانگے وہاں بڑے چھوٹے سبھی انسان اک ٹھہرمیں
محاصل ملک کے رکھے وہی قایم جو پہلے تھے
کئے منسوخ وہ قانون جو ہرگز نہ اچھے تھے
بنائے راہ خوب اور آبپاشی کے وسیلے تھے
زمین ریگ میں نہروں سے گنے تک بھی بوتے تھے
بنایا باغ بار ہی ملک وہ اجڑا پڑا تھا جو
وہاں بلبل تھی نغمہ زن جہاں تھے بولتے بدگو
رہا تو صرف سی سال یہ امن و امان برپا ہو
اگر سچ پوچھئے درس حکومت کا یہ مکتب تھا
جو آیا راہ پر اُن کی نقلب دجان رہا چلتا
نہ تھا طرز حکومت اُن دنوں اُن سے کوئی اچھا
یہ کونسل ان دنوں کرتی حکومت ہے جو لندن میں
اُسی حکمت کا خاکہ ہے عرب کی تھا جو بزن میں
وہ شوکت جو کہ صدیوں ہند میں اسلام کی چمکی
فتوحات ان میں اوّل تھیں محمد ابن قاسم کی
گھڑی تھی کیا مبارک وہ عجب حکمت تھی اُس دم کی
کہ اُسکی راہ پر منہ اتر آئی فوج مسلم کی
حکومت ہند میں صدیوں تلک قایم رہی اُسکی
تھا اک جو پیش خیمہ عزت دائم رہی اُس کی
لکھوں کیا ابنِ قاسم کا میں دیگر حال اے یارو
بتایا جس قدر تھی یہ ضرورت واجبی تم کو
حکومت کس طرح مسلم کی آئی اس نکتہ سمجھو
وہ آیا سندھ میں اس کے مقلد ہند میں جانو
ضروری جاننا احوال ہے اسلاف کا اپنے
خبردار اس سے کرنا ہے ضرور اخلاف کا اپنے

محمد شفیع کلیم منشی فاضل

ہر دلعزیز مسلمان

(از ایڈیٹر)

دنیا میں ہر دلعزیز وہ شخص ہوتا ہے۔ جو سب کو ایک نظر سے دیکھے اور سب سے یکساں نیک سلوک کرے۔ ہر دلعزیزی بلند مقام ہے۔ اور صرف انہی لوگوں کو میسر آتا ہے۔ جو حد درجہ کے نیک اور غیر متعصب ہوتے ہیں۔ سندھ کا مسلمان فاتح غازی محمد بن قاسم بھی حد درجہ کا نیک اور خلیق حاکم تھا۔ اور اسی وجہ سے اپنے اور غیر اسے محبت و پیار کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ وہ پریم کا دیوتا تھا۔ جس سے ملتا اس کے دل میں پریم پیدا کر دیتا تھا۔ قدرت نے اسے بیوی بھی پریم کی دیوی ہی دی جس کا دل اسلام کے عشق و پریم سے بریز تھا۔ سندھی رعایا ہی اس پریم دیوتا سے پریم نہ کرتی تھی بلکہ اسکے اپنے ملک کے لوگ بھی اس کے والا و شیدا تھے۔ سلطنت اسلامیہ کے پایہ تخت میں جب اس کی شاندار فتوحات کی خبریں پہنچتیں تو علماء و مشائخ اسکے حق میں دعائیں کرتے اور شعرا اس کی تعریف و توصیف میں قصیدے لکھتے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دربار میں ایک نامور شاعر رہتا تھا۔ جسکا تخلص راہل تھا۔ فتح سندھ کے موقعہ پر اس نے اسلام کے اس نوجوان مجاہد کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:-

"اے مجاہد ملت۔ اے اولوالعزم سپہ سالار ہم تیری ذات پر فخر کرتے ہیں۔ خوش نصیب ہے۔ وہ باپ اور خوش قسمت ہے وہ جسکا تو فرزند ہے۔ کاش تجھ جیسے جانباز اور بھی ہوتے۔ تو وہ ہے جو دشمنوں کے ارادوں کو خاک میں ملاتا اور وفاداروں پر رحم و کرم کرتا ہے۔ تو وہ محترم شخص ہے۔ کہ اہل دمشق تجھ پر فخر کرتے ہیں اور جانبازی کے نغمے گاتے ہیں۔ اے ہماری امیدوں کے مرکز ہم بارگاہ قدس میں دعا کرتے ہیں۔ کہ تیری عمر میں برکت ہو۔ تیری شان و شوکت میں ترقی ہو اور دنیا و آخرت میں تجھے سعادت حاصل ہو۔ اگر ہم نے تجھے زندہ اور سلامت دیکھ لیا تو سمجھینگے کہ ہم اپنی مراد کو پہنچے۔

ہر مسلمان کو ایسا ہی ہر دلعزیز بننے کی کوشش کرنی چاہئیے اور ہر ماں کو اپنے فرزند کی ایسی ہی تربیت کرنی چاہئیے۔ جیسی کہ غازی محمد بن قاسم کی ماں نے اُسکی کی۔ یہ اس کی اعلٰے تربیت ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ اسکے بیٹے نے صرف سترہ سال کی عمر میں عالم اسلام میں اپنے کارہائے نمایاں سے شہرت دوامی حاصل کر لی۔

نونہالان اسلام کیلئے ایک چیلنج

(مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائیٹ لاہور کے قلم سے)

نپولین بونا پارٹ کا نام تو غالباً ہر ایک سکول یا کالج کے طالب علم کے نوکِ زبان ہو گا۔ لیکن کتنے ہیں جنہوں نے اس عظیم الشان فرزند اسلام کا نام بھی سنا ہے۔ جو نپولین کی طرح محض مرد تلوار نہ تھا۔ بلکہ تلوار کے ساتھ ان اعلٰے اخلاق محمدی سے بھی آراستہ و پیراستہ تھا۔ جس کی فتح نپولین کی فتح کی طرح جسموں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ جسموں سے بڑھ کر ایک قوم کی قوم کے قلوب کو مسخر کرنے والی تھی۔ محمد بن قاسم وہ نام ہے۔ جو سونے کے حروف میں ہر ایک مسلم نوجوان کے کمرہ میں آویزاں ہونے کے قابل ہے۔

سترہ سال کی عمر ابھی آغاز شباب ہوتا ہے۔ اور آج کل کا نوجوان اس عمر میں دنیا و مافیہا سے ایسا بے خبر ہوتا ہے گویا وہ کسی اور دنیا میں رہتا ہے۔ اس کے ارد گرد عظیم الشان انقلابی مد و جزر ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ ابھی خوابِ طفلانہ میں محو ہوتا ہے۔ اور اپنے ماحول سے اس سے زیادہ متاثر نہیں ہوتا جتنا بھیڑ بکری پر ان واقعات کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن محمد بن قاسم اُن نوجوانوں میں سے ایک تھا جن کا قلب عین عنفوان شباب میں اسلامی عزت اور اسلامی ناموس کے لئے تڑپ رہا تھا۔ تاریخ اسلام ایسے جلیل القدر نوعمر فرزندوں کی داستانوں سے پُر ہے اور محمد بن قاسم اُن میں سے ایک ممتاز مقام پر نظر آتا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں نکلتا ہے۔ اور معمولی سی مہم پر نہیں نکلتا۔ فتح ہند کا عزم بالجزم کر کے نکلتا ہے۔ دور دراز کا سفر ہے۔ اور ساتھ چند ہزار سے زیادہ تعداد نہیں۔ ہاں بے شک چند ہزار لیکن وہ جن کے دل میں اسلامی حمیت و المردی کوٹ کوٹ کر بھری تھی ہندوستان کا سونا چاندی اُن کو کھینچ لانے کا موجب نہ تھا۔ بلکہ اُن کو تڑپا دینے والی ایک اور چیز تھی۔ جو ہندوستان کے تمام سیم و زر سے کہیں زیادہ قیمتی تھی اور وہ اسلام کی عزت تھی۔ اسلام کا وقار تھا سندھ کے ایک ہندو راجہ نے چند بے گناہ مسلمان تاجروں کو گرفتار کر لیا تھا۔ ان کے جہازوں کو پکڑ کر اُن کو قیدی بنا لیا تھا اس کی عورتوں کی بے حرمتی کی۔ اُن کے بچوں کو اذیتیں دیں۔ یہ خبر جب دربارِ خلافت میں پہنچی تو ایک آگ تھی۔ جو سینوں میں مشتعل ہوئی۔ لیکن اخلاق محمدی کا تقاضا تھا۔ کہ اس سے پہلے کہ میدان کارزار میں پیش قدمی کی جائے سندھ کے راجہ سے مصالحانہ خط و کتابت سے اس معاملہ کو طے کیا جائے لیکن جب اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تو محمد بن قاسم نے اپنے آپ کو اس مہم کیلئے بطور والنٹیر پیش کیا۔ اور جان ہتھیلی پر رکھ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ ایک ہاتھ میں تلوار تھی۔ دوسرے ہاتھ خلق عظیم کی تلوار تھی۔ اور صفحات تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یوں تیغ دودم ہو کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ اور سال ڈیڑھ سال کے قلیل عرصہ میں نہ صرف تمام کے تمام ملک سندھ کو زیر نگین بنا لیا۔ بلکہ کراچی سے ملتان تک اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی۔ اور آج اگر سندھ تمام کا تمام مسلمان نظر آتا ہے۔ تو یہ اس نوجوان فرزند اسلام کے دم قدم کی بدولت ہے اور اُن جان نثار رفقا کے جنہوں نے اسلام کی عزت اور اسلام کے ناموس کو اپنے جان و مال پر مقدم سمجھا۔

میں اپنے نوجوانوں سے پوچھتا ہوں۔ کیا آج اسلام کی عزت اور اسلام کا ناموس کچھ کم خطرے میں ہے کیا تمام کا تمام ملک ہند محمد بن قاسم کا سندھ نہیں بن رہا۔ کیا آئے دن مسلمان مرد مسلمان عورتیں مسلمان بچے غیروں کا شکار نہیں بنتے۔ اسلام کی عزت کیا درحقیقت خود اسلام کی زندگی معرض خطر میں نہیں؟

اگر ہے اور یقیناً ہے۔ تو بتائیے تم میں سے کتنے ہیں۔ جو اپنے سینوں میں محمد قاسم سا دل رکھتے ہیں۔ جو اسلام کے وقار کیلئے بے تاب و بے قرار ہوئے کتنے ہیں۔ جو اپنے آرام و آسایش اپنے مال و جان کو اسلام کی عزت کے لئے قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اگر تمہارے کان ہیں تو سنو نوجوان محمد بن قاسم کی روح تمام نوجوان فرزندان اسلام کو اسی جنون کی طرف بلا رہی ہے۔ جو اسے اپنے وطن مالوف سے کھینچ کر ہندوستان لایا۔ محمد بن قاسم کا نام ہمارے نوجوان کیلئے ایک مستقل چیلنج ہے۔ یا فرزندان اسلام ہونے کا دعوئے زبانی دعوئے ہے یا آؤ اور وہی اسلامی شان دکھاؤ۔

کہتے ہیں۔ کہ جب طالب علمی کے زمانہ میں نپولین نے سکندر اعظم کے کارنامے پڑھے۔ تو وہ فرانسیس نوجوان اس خیال سے آبدیدہ ہوا کہ سکندر اعظم تو آغاز عمر ہی میں (بقیہ کالم میں)

ص۔ فاتح ہند بھی بن چکا تھا۔ اور میں ابھی سکول کی چار دیواری میں رگڑے کھا رہا ہوں۔ نوجوانان اسلام میں آج کتنے ہیں جو اپنے نوجوان ہیرو۔ محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ کے کارناموں کو اس آنکھ سے پڑھتے اور اس کان سے سنتے ہیں؟

اخبار احمدیہ

لاہور: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و دیگر بزرگان سلسلہ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہیں۔

درخواستہائے دعا برادر شیخ احمد صاحب بالاکوٹ ہزارہ مشکلات سے مخلصی کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔ برادر موصوف قلیل آمدنی رکھنے والے اور کثیر العیال ہیں۔ کوئی دوست اگر ان کے نام اخبار پیغام صلح مفت جاری کرادے تو باعث مشکوری ہوگا۔

اخویم مہرداد صاحب ایک سخت ابتلا میں گرفتار ہیں احباب ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

نہایت افسوس ہے کہ میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی مریض اہلیہ ۲۵ رفروری کو جھنگ میں فوت ہوگئیں۔ ہمیں اس صدمہ جانکا میں مرحومہ کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ احمدیہ مسجد لاہور میں ۹ر مارچ کو مرحومہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا جائے گا۔ بیرونی احباب بھی جنازہ پڑھیں

ملتان میں جلسہ مذاہب
غازی محمد بن قاسم کی باطل شکن تقریر

(مولانا سید زاہد انصاری ایڈیٹر مولوی دہلی کے قلم سے)

فتح ملتان کے بعد غازی محمد بن قاسم نے جب ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ اور سندھ کے بڑے بڑے پنڈتوں اور بودھ مذہب کے عالموں کو اس میں مدعو کیا تو اکثر مذہبی پیشواؤں نے محمد بن قاسم کے سامنے اسلام کے متعلق اور پیغمبر اسلام کے متعلق اپنے شکوک و شبہات ظاہر کئے ان سوالات میں دو سوال نہایت اہم تھے ایک تو یہ کہ اسلام باوجود اس کے کہ خالص خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کلمۂ شہادت اذان اور نمازمیں خدا کے نام کے ساتھ ہی حضرت محمد کا نام بھی آتا ہے کیا (نعوذ باللہ) یہ شرک نہیں؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ پیغمبر صاحب جب دعوت اسلام اور اشاعت حق کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ تو انہوں نے زیادہ بیبیاں کیوں کیں کیا (نعوذ باللہ) اس سے ان کی عیش پسندی ثابت نہیں ہوتی؟ ان سوالات کو سنکر غازی محمد بن قاسم کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی آیت اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام پڑھکر وعظ کہنا شروع کیا۔ اس وعظ کا خلاصہ یہ ہے:

بھائیو! صداقت اور راستبازی اور حق پسندی دنیا میں ایک نہایت قدر اور قابل احترام چیز ہے۔ جو شخص حق و صداقت پیش نظر نہیں رکھتا اور راستبازانہ زندگی بسر نہیں کرتا وہ حقیقی طور پر اور صحیح معنوں میں انسان نہیں بلکہ شیطان ہے۔ بحمد اللہ میں ایک مسلم ہوں۔ اسلام میرا مذہب ہے۔ میں اسلام کو تمام مذاہب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور محض خوش عقیدگی یا مسلمان والدین کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی تحقیق کی بنا پر میں نے شروع میں کہا ہے۔ کہ انسان کو راستباز اور حق پسند ہونا چاہیئے۔ میں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اگر اسلام حق مذہب نہ ہوتا اور اس کی صداقت اظہر من الشمس نہ ہوتی تو میں ہرگز اسلام قبول نہ کرتا۔ اور ہرگز اس کی تائید اور حمایت نہ کرتا لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام ایک حق مذہب ہے۔ اسلام کی ہر بات میں صداقت ہے۔ اور اسلام ہی تنہا وہ مذہب ہے۔ جس کے اتباع سے انسان آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

بھائیو! اسلام نے اللہ تعالےٰ کی توحید کے متعلق جیسی پاکیزہ اور اعلیٰ تعلیم دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی۔ اور اسی بحث میں اسلام کی درخشاں صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ زمین و آسمان جن و انس اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ اس کو اللہ کہتے ہیں۔ وہ ہمارا خالق و مالک اور معبود حقیقی ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت اور قابل پرستش نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام حاجتوں اور ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کے ارادوں میں دخل دینے کی کسی کی مجال نہیں۔ سب اسکے محتاج ہیں۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں وہ اپنے بندوں کو بالتار روزی دیتا اور طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ پس سب کو اسی کی عبادت اور پرستش کرنی چاہیئے۔ بھائیو یہ وہ تعلیم ہے۔ جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ کیا اس سے بہتر اور اس سے اعلیٰ کسی مذہب نے تعلیم دی ہے۔ ہرگز نہیں۔

میرے بعض غیر مسلم بھائیوں نے اس وقت دو اعتراضات اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق پیش کئے ہیں۔ پہلے اعتراض کے متعلق عرض ہے کہ پیغمبر اسلام سے پیشتر جتنے پیغمبر اور ہادی دنیا میں آئے۔ ان کے متبعین نے جوش عقیدت میں ان کو خدا یا خدا کا شریک یا خدا کا بیٹا بنا لیا پیغمبر اسلام نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور اسلام چونکہ دنیا کے آخری لمحہ تک قائم رہنے والا مذہب ہے اس لئے اس بات کی ضرورت تھی۔ کہ پیغمبر کی اصلی حیثیت کو ظاہر کر دیا جائے۔ اور خدا کی توحید کو دلوں میں راسخ کیا جائے اسلام نے اپنے سب سے پہلے اقرار نامے یعنی کلمۂ شہادت میں اقرار توحید کے ساتھ ہی اس بات کا اقرار کرایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے شریک یا خدا کے بیٹے یا خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں۔ خدا کے محتاج ہیں۔ اور خدا نے ان کو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔ اذان میں پکار کر اس حقیقت کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے ہیں۔ اور نماز میں بھی اس بات کا اقرار کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مستحق عبادت اور لائق پرستش نہیں ہیں۔ اسلئے کہ اللہ کے بندے ہیں۔ اور اللہ کے محتاج ہیں۔

بھائیو! اس اقرار کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ مسلم قوم خالص خدا پرست ہے۔ اور عقیدۂ توحید پر قائم ہے۔ اور کوئی مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا یا خدا کا شریک یا خدا کا بیٹا نہیں کہتا بلکہ ان کو خدا کا بندہ یقین کرتا ہے۔ ان حالات میں تم ہی بتاؤ کہ یہ شرک ہے۔ یا ازالۂ شرک ہے؟

اسلام دنیا میں اصلاح و ہدایت کے لئے تشریف لائے تھے۔ پھر انہوں نے نو عورتوں سے کیوں شادی کی اور کیا اس سے ان کی عیش پسندی ثابت نہیں ہوتی؟

میرے بھائیو! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے نہایت محتاط نہایت پاکباز اور مقدس تھے پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سال کی خاتون سے انہوں نے شادی کی ان کی پاکبازانہ زندگی کو دیکھکر ان کے ہموطن اور اُن کے اہل خاندان ان کو امین اور صادق کہتے تھے۔ اور نبوت سے پہلے بھی ان کا احترام کرتے تھے پچاس برس کی عمر تک حضور سرور عالم نے صرف ایک بیوی پر قناعت کی اگر ہمارے آقا و مولا عیش پسند ہوتے تو عہد شباب میں شادیاں کرتے عہد شباب صرف ایک بیوی کے ساتھ گزر گیا۔ اور جب بڑھاپا آیا تو پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے ضرورتاً اور مصلحتاً چند شادیاں کیں آپ سوال کریں گے۔ کہ ضرورت اور مصلحت کیا تھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت سرور عالم جس طرح مردوں میں اسلام کی اشاعت کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح عورتوں میں بھی تبلیغ و اشاعت مقصود تھی۔ عورتوں میں تبلیغ کے لئے عورتوں کی ضرورت تھی۔ پس اپنے آٹھ عورتوں سے نکاح کیا۔ اور ان کے مصارف کے کفیل ہوئے اور ان کے ذریعہ سے عورتوں میں اسلام کی اشاعت کی صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے۔ کہ ایک بیوی کے علاوہ حضور کی سب ازواج سن رسیدہ اور بیوہ تھیں ان حالات میں حضور سرور عالم پر عیش پسندی اور نفس پرستی کا الزام عائد کرنا صریح ناانصافی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت کی غرض سے حضور نے ازواج کا دائرہ وسیع کیا۔"

اس تقریر سے محمد بن قاسم کی فصاحت، مذہبی معلومات اور روشن خیالی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

غازی بنو

(مناظر اسلام خان شاہ محمد خان صاحب انجینئر کے قلم سے)

اور اپنا نام غازی محمد بن قاسم ہندوستان کے فاتح اول کی طرح سو یادگار بنانے میں توقف کرو۔ اخبار جس قدر مضامین غازی موصوف کی شان کو نمایاں کرنے والے درج ہیں۔ وہ کوئی قصہ کہانی یا خیال فرسا نہیں بلکہ واقعات کا اظہار ہیں اور مختصراً حسب ذیل ہیں۔

(۱) غازی موصوف ۷ سالہ نوجوان اسلام کے شیدائی تھے۔

(۲) باوجود اس چھوٹی سی عمر کے اسلام کا حقیقی نمونہ تھے۔

(۳) قال اللہ و قال الرسول کو مقدم جاننے والے تھے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔

(۴) ہر قسم کی فرقہ بندیوں سے مبرا اور خالصتہً اسلام کے علمبردار تھے

(۵) اسلام اور مسلمانوں کی خصوصاً اور بنی نوع انسان کی عموماً ہمدردی کرنا اُنکا مقصد حقیقی تھا۔

(۶) شرک و بدعت سے بیزار اور دین کو دنیا پر ہر طور سے مقدم کرنے والے تھے۔

(۷) دین کی عزت اور اشاعت و تبلیغ اسلام کو اپنی جان مال دولت عزت و آبرو اور اپنی شان و شوکت جاہ و حشمت اور سلطنت و حکومت اور ہر ایک عزیز ترین سے بھی زیادہ تر عزیز سمجھتے تھے۔

(۸) تکبر و نخوت سے پاک اور فروتنی اور عاجزی خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرنے والے تھے۔

(۹) اخوت اسلام کو سب برادریوں اور برادری کے رسم و رواج پر فوقیت دینے والے تھے۔

(۱۰) ہر حال میں رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت و بلا میں خدا تعالےٰ کے وفادار اور راضی برضا کے حامل اور ہر ایک ذلت اور دکھ کو خدا کی راہ میں قبول کرنے میں اور ہر مصیبت کے وارد ہونے پر منہ کو نہ پھیرنے والے بلکہ اور آگے قدم بڑھانے والے صابر اور ثابت قدم تھے

یہ مذکورہ بالا دس اجزا اوس نسخہ کے ہیں۔ کہ جس کے استعمال سے ایک مسلمان غازی موصوف کا مثیل بن سکتا ہے اب بھی اگر کوئی نسخہ کا استعمال نہ کرے تو ہمارا کیا قصور۔

محمد ؐ کی صداقت
پر
آسمان کی شہادت
شدھی اور سنگھٹن کی ہلاکت

۵ شعبان المکرم ۱۳۴۵ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۲۷ء سہ شنبہ کا دن گزر کر شب چہار شنبہ کو سوا چھ بجے مغرب کی سمت ایک تارہ ٹوٹا۔ جس کی شعاع نہایت روشن اور درخشاں تھی۔ اس شعاع نے بر مسکر صوگر گردون پر ایک مد کی شکل قائم کی جو اس طرح پر تھی پھر اس مد میں ایک قسم کی لہر پیدا ہوئی اس طرح پھر اس لہراتی ہوئی شکل کے ایک حصہ نے میم کی صورت اختیار کی اور اس میم میں حرف ح شامل ہوا۔ اور ایسی شکل بنی پھر اس میم اور ح کے ساتھ دوسری میم نمودار ہوئی اور یہ صورت نظر آئی بعد ازاں دال کی شکل نمایاں ہوئی اور لفظ محمد نہایت نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ یہ نام نہایت صاف، روشن اور خوشخط تھا۔ ہزارہا لوگوں نے دیکھا جو مسلمان دیکھتا تھا۔ درود پڑھتا تھا۔ یہ منظر اسلام کی صداقت پر ایک روشن دلیل ہے۔ آسمان اور تارے نے حضور انور محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہ والا کی تصدیق کی۔ یہ اسم پاک بہت دیر تک قائم رہا۔ لوگوں نے نہایت اطمینان سے دیکھا۔ جن لوگوں نے دیکھا انہوں نے اپنے احباب اور دوستوں کو گھروں سے بلا بلا کر دکھلایا جب لوگ اچھی طرح دیکھ چکے۔ تو یہ اسم مقدس رفتہ رفتہ غائب ہونے لگا۔ جو حصہ پہلے نمودار ہوا تھا۔ وہ سب سے آخر میں مخفی ہوا۔ اس واقعہ کو جبل پور کے ہزارہا باشندوں نے دیکھا جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے بالکل مطابق ہے۔ مبالغہ اور غلط بیانی سے بالکل منزہ ہے۔ اس حیرت انگیز نظارہ کو ہزارہا ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی دیکھا۔ وہ بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

راقم طیب علی عبد الرسول شاکر از جبل پور

دیگر شاہدین

اسم محمد کی یہ تجلی نہ صرف جبل پور میں ظاہر ہوئی ہے۔ بلکہ الہ آباد میں بھی بہت لوگوں کو نظر آکر ازدیاد ایمان کا موجب ہوئی۔ جبل پور میں اس کے شاہد صرف طیب علی عبد الرسول شاکر ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سے معزز اور معتبر اشخاص نے اس واقعہ کی شہادت دی ہے۔ ہمارے مکرم دوست جناب رحمت اللہ صاحب کلرک کمشنر لدھیانہ نے دریافت حالات کے لئے جناب پوسٹ ماسٹر جبل پور کے نام جوابی خط تحریر کیا تھا جس کے جواب میں پوسٹ ماسٹر صاحب نے لکھا ہے۔

"جو خبر آپ نے سنی ہو من و عن درست ہے۔ اس خوشی میں یہاں ۱۳ فروری کو جلوس ۸۰ یا ۹۰ ہزار آدمیوں کا واسطے سجدہ شکریہ عیدگاہ گیا تھا"

اس کے علاوہ مولوی محمد انور خان صاحب میونسپل کمشنر جبل پور بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

جبل پور شدھی اور سنگھٹن کے لیڈر ہا نرجیل ڈاکٹر مونجے کا وطن ہے۔ اور الہ آباد سنگھٹن کے موجد پنڈت مالویہ جی کا۔ اور یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم کے جلالی اسم مبارک "محمد" کی تجلی ہندوستان میں انہی دو مقامات پر نمودار ہوئی ہے۔ جس میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ ہند و جاتی کے یہ دونوں سرگروہ اپنے مسلم آزار مقاصد میں ناکامیاب رہ کر خائب و خاسر ہوں گے۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں نابود ہو جائیں گی۔ اور محمد کی شان و شوکت سرزمین ہند میں بدستور قائم رہے گی بلکہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گی۔ سچ ہے۔ ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد (پیغام صلح)

اعتذار) بعض مشتہرین کا روپیہ پیشگی نہ پہنچنے کے باعث اور بعض کا اشتہار ... گزشتہ ...

غازیان اسلام

(حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے)

غازی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو غزو سے نکلا ہے۔ جسکے معنی ہیں کسی چیز کا قصد کرنا یا اسے طلب کرنا۔ اور اسی بنا پر اغزالعدو کے معنے ہیں اس نے دشمن کا قصد کیا یعنی اس کے ساتھ جنگ کے لئے نکلا۔ اور غازی وہ شخص ہے جو دشمن کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے۔ اسی بنا پر اسلام کے غازی وہ ہوں گے۔ جو اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے لئے نکلیں ایسے مسلمانوں میں لفظ غازی کی عزت ہے کیونکہ وہ وہ لوگ ہیں جو اعدائے اسلام کے مقابل پر اپنی جانیں دینے اور سر کٹوانے کو تیار ہوتے ہیں۔ باقی دوسرا سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مسلمان کس طرح لڑائی کے لئے نکلا کرتے تھے۔ کیا جدھر ان کو زمین کا کوئی سرسبز قطعہ نظر آتا تھا یا دولت نظر آتی تھی۔ وہ چڑھائی کر کے ان زمینوں پر قبضہ کر لیا کرتے تھے یا دولت لوٹ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ یہی مفہوم لفظ جنگ کا آج معترضین نے قرار دے لیا ہے۔ اور اسی مفہوم کو لے کر مسلمانوں کو اور تعلیم اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف ایک ہی جگہ لفظ غازی استعمال ہوا ہے۔ یعنی سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۵ میں جہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو جنگ احد میں لڑائی کے لئے نکلے۔ تو ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ جنگ احد مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہوئی اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ اس جنگ میں دشمن عین مدینہ کے اوپر پہنچ گیا تو مسلمان مجبور ہو کر جنگ کے لئے نکلے۔ اور اسلام کی ساری لڑائیاں اسی قسم کی تھیں کہ جب دشمن نے اسلام یا مسلمانوں کو تلوار سے تباہ کرنا چاہا اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے میں پہل کی تو مسلمان میدان جنگ میں نکلے۔ یہی اسلام کے غازی تھے۔ جنھوں نے بڑے بڑے زبردست اور کثیر التعداد دشمنوں کی پروا نہیں کی۔ اور اپنے دین اور قوم کی حفاظت کے لئے اپنی خوشی سے نہ کوئی تنخواہ لے کر اپنے سر پیش کئے۔

اسلام کے سب سے بڑے غازی تو خود سرور دو جہان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جنھوں نے اس حکم الٰہی کے ماتحت غزا اختیار کی **وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا** اللہ کے رستے میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور ان میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ آپ تیس ہزار مسلمان غازیوں کو ساتھ لے کر ملک شام کی طرف دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلے تھے۔ مگر جب دشمن کو وہاں نہ پایا تو بغیر جنگ کرنے کے واپس آ گئے۔ اور یہ نہ کیا کہ شام کی سرسبز زمینوں پر اس فوج کے ساتھ قبضہ کر لیتے جب دشمن بھی مقابلہ میں نہ تھا۔ پھر ان غازیوں کو بھی یہ حکم تھا کہ **ان جنحوا للسلم فاجنح لها** اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ۔ بلکہ حدیبیہ کے موقع پر جب دشمن نے صلح کا ارادہ کیا مگر شرائط وہ پیش کیں جو مسلمانوں کو مغلوب فریق کی حیثیت دیتی تھیں۔ تو وہ بھی منظور کر لیں پھر اسلام کے بڑے غازی حضرت ابوبکر صدیق ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کی وفات پر سارے عرب کی بغاوت کی پروا نہ کی اور اپنے مٹھی بھر رفیقوں کے ساتھ اسلام کی حفاظت کی اور شجاعت کا وہ نمونہ دکھایا جس کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ کیونکہ اس بغاوت میں ان علاقوں میں جو ایران سے ملتے تھے ایرانی فوجیں بھی باغیوں کی مدد کے لئے ملک عرب میں آئیں۔ تو آپ نے نہ باغیان عرب کے مقابلہ میں نہ ایران کی زبردست حکومت کے مقابلہ میں کوئی کمزوری دکھائی۔ بلکہ ایک پہاڑ کی طرح اس آندھی کا مقابلہ کیا۔ اور آخر اس بغاوت کو فرو کیا۔ اور ایرانیوں کو بھی ان کی زیادتی کی سزا دی۔ جو انہوں نے مسلمانوں پر کی تھی۔ پھر اسلام کے بڑے غازی حضرت عمرؓ ہیں جن کو دنیا کی دو عظیم الشان سلطنتوں سے یعنی رومن امپائر اور ایران سے مقابلہ کرنا پڑا۔ کیونکہ یہ دونوں سلطنتیں اسلام کو تباہ کرنے کا تہیہ کر چکی تھیں۔ مگر آپ نے دونوں کی پروا نہ کی اور دونوں کو نیچا دکھایا۔ یہ لوٹ مار کرنے کے لئے نہ نکلے تھے کیونکہ خود وہی پھٹے پیوند لگے کپڑے پہنتے جو بادشاہت سے پہلے پہنتے تھے۔ اور اسی جھونپڑی میں رہتے اور زمین پر سوتے تھے۔ ایران و روما کی دولت ان کے گھر میں داخل نہیں ہوئی۔ اسلام کے بڑے غازی حضرت خالد اور حضرت ابو عبیدہ ہیں جو تین تین گنا چار چار گنا بلکہ دس دس گنا دشمن کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔ یہ شجاعت ان کے اندر کیوں تھی۔ اس لئے کہ وہ حق پر تھے۔ لوٹ مار کرنے والوں کے دلوں میں اتنی شجاعت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ کمزوروں اور بے ہتھیاروں کو اپنا شکار بنایا کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ زبردست سلطنتوں کے ساتھ جن کے مقابلہ میں ان کی طاقت کچھ بھی نہیں نبرد آزما ہوں۔

بڑے بڑے جرنیلوں پر سبقت لے جانے والے محمد بن قاسم تھے۔ جن کے سپرد ہندوستان کی مہم اس وقت ہوئی جب سندھ کے راجہ کے عمال نے چند جہازوں کو جن میں مسلمان سوار تھے لوٹ لیا۔ اور بہت سوں کو جو حج کے لئے یا اپنے وطن کو واپس جا رہے تھے۔ قید کر لیا۔ جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ اور جب خلیفۃ المسلمین نے سندھ کے راجہ کو لکھا کہ وہ ان قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ تو اس کی بھی کچھ پروا نہ کی گئی۔ اور اس سے پیشتر بھی اس راجہ کی طرف سے سرحد پر کچھ زیادتی ہو چکی تھی تو مجبور ہو کر خلیفۂ وقت نے محمد بن قاسم کو جن کی عمر اس وقت سترہ سال تھی چند ہزار آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ کہ وہ مسلمان قیدیوں کو چھڑائیں۔ اور ظالم راجہ کو جو بے گناہ مسلمانوں کو پکڑ کر ان پر سخت تشدد اور ظلم کرتا تھا اس کے ظلم کی سزا دیں۔ تو اس نوجوان نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جن کے سامنے عقل انسانی حیران ہے۔ غرض اسلام کے غازی کبھی کسی قوم کو لوٹنے کے لئے نہیں نکلے۔ کبھی غیر مسلموں کی زمینوں کو انہوں نے چھیننا نہ چاہا مگر جب دشمن نے زیادتی کی یا پہل کی تو انہوں نے کبھی دشمن کی قوت کی پروا نہ کی۔ اور خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے دور دراز ملکوں میں تھوڑی فوج کے ساتھ نکل گئے۔ اور کامیاب ہی ہوئے۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ مظلوم کی تائید میں ہوتا ہے۔ یہ ایک زندہ قوم تھی۔ جس میں سترہ سال کا نوجوان بھی زبردست فاتح بنا۔

عرب کا نوجوان شہسوار

(از جناب مولانا ابوالکمال عبدالودود صاحب بریلوی)

شمع حق تو نے جلائی آ کے کفرستان میں — نعرۂ تکبیر پھونکا تو نے ہندوستان میں
تجھ سے آبادی ہوئی اس خانۂ ویران میں — ہند میں داخل ہوا تھا تو ماہ شعبان میں

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

گونج اٹھا یہ ملک تیرے نعرۂ تکبیر سے — تو نے آزادی عطا کی کفر کی زنجیر سے
فتح حاصل کی ہے تو نے قوت شمشیر سے — یہ سعادت ملتی ہے انسان کو تقدیر سے

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

ابتدا تجھ سے ہوئی ہے ہند میں توحید کی — تو نے توڑیں بندشیں اصنام کی تقلید کی
رحمت حق نے بھی تیرے قصد کی تائید کی — اب ضرورت پھر ہے تیرے کام کی تجدید کی

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

پڑ گیا ہے آج پھر خطرہ میں اسلامی مفاد — ہم سے ہیں آمادۂ پیکار پھر اہل فساد
ان سے ہے درپیش ہم کو "صرف" تبلیغی جہاد — المدد اے روح قاسم المدد رب العباد

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

ابن قاسم تھا فقط اک سترہ سالہ جواں — فتح جس نے کر لیا دروازۂ ہندوستاں
سندھ میں جس نے مٹائے کفر و باطل کے نشاں — لیں سبق اس واقعہ سے آجکل کے نوجواں

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

نازش اسلام تھا تو اے عرب کے شہسوار — ہم منائیں گے تری اے ابن قاسم یادگار
جان سے پیارا ہے ہم کو دین کا عز و وقار — ہم کریں گے دفع باطل ہر طرح مردانہ وار

نام تو اے ابن قاسم تا قیامت زندہ باد

انتقاد

کتاب النحو جدید ملقب بہ عربک ٹیچر } چھوٹی تقطیع کی ۱۶۰ صفحات کی کتاب ہے۔ جسے جناب آسی عربی مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر نے تالیف کیا ہے۔ اس میں مولف نے عربی نحو کے جملہ قواعد کو چودہ اصولوں کے ماتحت بیان کرنے کی کوشش کی ہے قواعد کی وضاحت اور تسہیل و تفہیم پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جس قدر مثالوں پر۔ ہر قاعدہ کی تشریح کے لئے مثالوں ہی کو مقدم رکھا گیا ہے۔ مبتدیوں کے لئے یہ کتاب اتنی مفید نہیں ہے جتنی ان لوگوں کے لئے جو عربی زبان اور علم صرف سے واقفیت رکھتے [illegible] کو بہت ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کتاب مبتدیوں کے لئے اتمام تفہیم نہیں رہی۔

سندھ کا نوجوان فاتح

جناب مولوی محمود احمد صاحب عباسی امروہی

مسلمان فاتحین کی طویل فہرست میں آپ متعدد ہستیاں ایسی پائیں گے جن کے شاندار کارنامے آج بھی قوم کے لئے موجب فخر و مباہات ہیں۔ اور جن کی یاد آج بھی قوم کے مفلوج دل و دماغ میں زبردست حرکت پیدا کر سکتی ہے۔ آفتاب رسالت کے اس خاکدان سے روپوش ہونے کے بعد سب سے پہلے بزمانہ خلیفہ دوم (۱۱ تا ۲۳ھ) مسلمانوں نے سرزمین عرب سے باہر نکل کر ملک شام و مصر و ایران پر فاتحانہ قبضہ کیا۔ اور ان دور دست ممالک میں اسلامی جھنڈا نصب کر دیا۔ اسلامی فتوحات کے اس دور اولین کے مشہور فاتحین اور قائدین عساکر اسلامیہ میں تمام تر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ حضرت سعد بن وقاص فاتح ایران۔ حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر تھے۔ حضرت خالد بن الولید و حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح فاتحین شام و حمص وغیرہ کے اسمائے متبرکہ اس خصوص میں قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ سب حضرات ادھیڑ عمر تھے۔ فتوحات اسلامی کا دوسرا دور حقیقتاً اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک کا زمانہ خلافت (۸۶ تا ۹۶ھ) شمار ہوتا ہے۔ اس میں اسلامی فتوحات کا سیلاب اس زور سے امڈا کہ مغرب میں اسپین سے گذر کر سر حد ملک فرانس اور مشرق میں صوبہ سندھ اور شمال میں خوارزم و سمرقند سے گذر کر کابل و فرغانہ تک جا پہنچا۔ اور یہ سب ممالک حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جزائر منورقہ و میورقہ پر علم اسلامی نصب ہوا۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔ اور گروہ مجاہدین کی قیادت و عساکر اسلامیہ کی سپہ سالاری و سرداری فیض یافتگان دربار رسالت کے متبرک ہاتھوں سے گذر کر ان کے جانشینوں کو سپرد ہو چکی تھی خلفائے راشدین کے رشد و ہدایت کے بجائے اموی خاندان کے حکمران منصب خلافت پر متمکن تھے۔ اور مرکز حکومت بجائے مدینۃ النبی صلعم کے دمشق میں قائم ہو چکا تھا۔ لیکن یہ فخر خاندان اموی کے بہترین خلیفہ ولید ہی کے زمانہ خلافت کے لئے مختص تھا۔ کہ ایک (۱۷) سالہ عرب نوجوان کو لشکر اسلامی کی سپہ سالاری تفویض ہو۔ اور وہ سینکڑوں کوس کے لق و دق بیابانوں۔ دریا و سمندروں کو طے کرتا ہوا اجنبی ملک اور اجنبی آب و ہوا میں پہنچ کر غنیم کی جنگی قوت کا قلع قمع کر دے۔ اور فتح پر فتح حاصل کر کے نئی مملکت کو اسلام کے حلقہ بگوشی میں لے آئے۔ یہ نوجوان فاتح کون تھا۔؟ یہ نوجوان قبیلہ ثقیف منوطن طائف کا گل سرسبد، حجاج بن یوسف مشہور گورنر عراق کا برادر عمزاد و داماد محمد بن قاسم بن الحکم بن ابی عقیل ثقفی۔ المشہور بہ محمد بن قاسم فاتح سندھ تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آج جب کہ ذرائع آمد و رفت کی سہولت کا یہ عالم ہے۔ کہ سر سیموئل ہورس وزیر محکمہ طیارات مرکز سلطنت لنڈن سے ہوائی جہاز میں روانہ ہو کر ساتویں دن ہندوستان کے پایہ تخت دہلی میں وارد ہو جاتے ہیں تو آج سے قریباً تیرہ سو برس پہلے کے ان صعوبات اور مشکلات کا اندازہ کرنا آسان نہیں جب کہ یہ نوجوان فاتح بسر کردگی چھ ہزار نبرد آزماؤں کے ملک عراق سے روانہ ہوتا ہے۔ اور ایران کی جنوبی حصہ کو طے کر کے مکران کے فوجی کیمپ میں آن پہنچتا ہے جہاں سے بامداد عربی بیڑہ جہازات جو سامان حرب کے ساتھ عراق میں بھیجا گیا تھا۔ پہلا حملہ دیبال (غالباً ٹھٹھہ) پر ہوتا ہے اس حملہ کے دوران میں اس نوجوان سپہ سالار نے جس شجاعت و شہامت قوت و سیادت و سرداری۔ و عالی حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اسکی آئندہ فتوحات اور کامیابیوں کا ضامن ہوئیں +

دیبل کی فتح اور ہندوستان میں پہلی جامع مسجد

دیبل (ٹھٹھہ) اس زمانہ میں بڑا شہر تھا۔ اس کے وسط میں بہت بڑا اور رفیع الشان بت خانہ تھا۔ بت خانہ کے گنبد پر ایک نہایت طویل مینارہ تھا جس کے سرے پر ایک نیزہ نصب تھا۔ اس نیزہ پر سرخ حریر کا پھریرہ اڑا کرتا تھا۔ سندھیوں کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ جب تک یہ پھریرہ ہوا میں پھرا رہا ہے کوئی غنیم اس شہر کو فتح نہیں کر سکتا حسن اتفاق محاصرہ کے وقت جب شہر پر سنگباری کی گئی تو سب سے پہلے یہی نیزہ ٹوٹ کر گرا جس سے ضعیف الاعتقاد ہندوؤں کو اپنی شومی قسمت کا یقین ہو گیا۔ وہ شہر سے باہر صف آراستہ ہو کر لڑے اور ایک ہی حملہ میں ہزیمت اٹھا کر شہر میں بھاگ گئے۔ شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ عربی نبرد آزماؤں نے شہر پناہ کی دیواروں پر چڑھ چڑھ کر دروازہ شہر کھولا۔ اور بہادر سپہ سالار نے آن کی آن میں چار ہزار لشکر شہر میں داخل کر کے اپنا تسلط جما لیا۔ مسلمانوں کے قیام کے لئے جداگانہ حصہ شہر مختص کیا گیا۔ اور اس سرزمین پر خدائے قدوس کی عبادت کیلئے

دیگر فتوحات

اس فتح کے بعد یہ ۱۷ سالہ سپہ سالار ظالم ہندو راجہ داہر کی سرکوبی کے لئے بڑھا جس نے مسلمانوں کا جہاز لوٹ لیا تھا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو الور میں قید کر رکھا تھا۔ اور باوجود مصالحانہ پیغام کے نہیں چھوڑا تھا متعدد مقامات کو فتح کرتا ہوا نہر مہران پہنچ کے داہر سے راجہ سندھ کے لشکر سے جا مقابل ہوا۔ ابن خلدون کے الفاظ میں اس جنگ کی کیفیت سنئے :-

"عساکر اسلامیہ نے نہر پر پل باندھا۔ اور نہایت اطمینان و استقلال سے عبور کر کے داہر کی فوج پر جا پڑے۔ داہر ایک ہاتھی پر سوار تھا۔ اور اس کے اردگرد سینکڑوں ہاتھی کالے کالے پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے تھے جن کو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد خفیف سی جنبش ہو جاتی تھی۔ اور جس طرف وہ رخ کرتے تھے صف کی صف درہم برہم ہو جاتی تھی۔ اسلامی قادر اندازوں نے تیر بازی شروع کر دی۔ سواران فیل تیر اجل کے نشانہ ہو ہو کر گرنے لگے اور ہاتھیوں کا جھنڈ بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک مسلمان سپاہی نے لپک کر داہر کا خاتمہ کر دیا۔ بقیہ کفار میدان جنگ سے گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اور بڑے بڑے سورما پہلوانان و جنگ آوروں کو پامال کر دیا"

اس عظیم الشان فتح کے بعد الور (دار السلطنت) اور ملتان کے بعد دیگرے فتح ہوئے۔ ملتان میں بھی بہت بڑا بت خانہ تھا۔ دور دراز مقامات سے پجاری بیش بہا تحائف کے ساتھ وہاں آتے چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ حتی کہ بت خانہ کے اندر ایک پورا کمرہ سونے سے بھرا ہوا موجود تھا یہاں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مگر فتح و نصرت عساکر اسلامی کے ہم رکاب تھی۔ ملتان فتح ہوتے ہی تمام ملک سندھ اس نوجوان فاتح کے تحت میں آ گیا اور اسکی اولو العزمی نے اس سے بڑھ کر فتوحات پر ابھارا چنانچہ اس نے یہ ارادہ کیا کہ شمال مغربی حصہ ملک ہند کی طرف بڑھے اور بعض مورخین کی تحقیق کے مطابق محمد بن قاسم کی تگ و تاز دریائے بیاس تک پہنچ چکی تھی۔ مگر مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا +

محمد بن قاسم کی معزولی

محمد بن قاسم جس زمانے میں ملتان ہی میں تھے۔ انہیں اپنے برادر عمزاد حجاج بن یوسف کے مرنے کی یکایک خبر ملی۔ ماہ شوال ۹۵ھ میں حجاج کا اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد جمادی الثانی ۹۶ھ میں خود خلیفہ وقت ولید بن عبد الملک کا انتقال ہو گیا۔ محمد کے اس مہم کے بانی مبانی یہی دونوں تھے ولید بہترین خلفائے بنی امیہ میں سے تھا۔ اور جوہر کا قدردان لیکن اسکا جانشین اسکا بھائی سلیمان ہوا جس کو حجاج بن یوسف اور اس کے مقرر کردہ عمال سے ایک قسم کا ملال تھا۔ سلیمان نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی آل ابی عقیل (حجاج کی قوم) کو ذلیل و خوار کرنے کے احکام نافذ کر دئے محمد بن قاسم کو معزول کر کے زید بن ابی کبشہ کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ زید نے سندھ پہنچتے ہی محمد بن قاسم کو قید کر کے عراق بھیج دیا جہاں گورنر صالح بن عبد الرحمن نے جس کو حجاج سے بوجہ اپنے بھائی کے قتل کے دشمنی تھی۔ واسط کے زندان میں مقید کر دیا۔ اور حجاج کے دیگر اعزہ و اقارب کے ساتھ اس نامور فاتح کو بھی طرح طرح کی تکالیف دی جانے لگیں بعض فسانہ نویسوں نے محمد بن قاسم کی معزولی کا سبب داہر کی لڑکیوں کا ایک قصہ بڑی آب و تاب سے بیان کیا ہے لیکن وہ پایہ صداقت سے بہت بعید ہے +

اسلامی فتوحات میں رکاوٹ

محمد بن قاسم کی سیاسی قابلیت اور جنگی اوصاف اور قوت نفوذ وغیرہ کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے واپسی کے بعد اسلامی فتوحات کا سیلاب یکایک رک گیا جو غلطی خلیفہ ولید نے موسیٰ بن نصیر اور طارق کو اسپین سے واپس بلانے میں کی تھی جس سے مجاہدین اسلام ملک فرانس میں داخل ہونے ہوتے رہ گئے تھے۔ وہی حالت محمد بن قاسم کی معزولی سے ملک سندھ میں رونما ہوئی۔ کاش خلیفہ سلیمان بجائے حجاج بن یوسف کے اعزہ سے اپنی کسی دشمنی کا بخار نکالنے کے مفاد اسلامی کا ذرہ بھر خیال کرتے۔ اور محمد بن قاسم ایسے کار آزمودہ سپہ سالار کی خدمات سے مسلمانوں کو محروم نہ کرتا +

محمد بن قاسم کی سیاسی و انتظامی قابلیت

فاتح اور سپہ سالار کے خاص اوصاف اور محیر العقول قابلیت کے علاوہ محمد بن قاسم کو قدرت نے سیاسی اور انتظامی اہلیت و صفات کا بھی فیاضی کے ساتھ حصہ دیا تھا۔ باشندگان ملک کے پورا احساس تھا چنانچہ اس مقصد کے حصول کی غرض نیز سہولت انتظام کے خیال سے اس نامور فاتح نے ملکی انتظام میں بہت ہی جزوی تبدیلیاں اور ترمیمیں کیں۔ ورنہ اکثر حالات میں انتظام کی کل کو بدستور سابق چلنے دیا۔ مالگذاری کے تحصیل وصول کے لئے جو طبقہ باشندگان ملک میں پہلے سے مامور و موجود تھا۔ وہی بحال رہا یعنی برہمن اعمالوں کو اس کام پر متعین اور مقرر رکھا اور یہ اسی نامور فاتح کی روادارانہ پالیسی کی یادگار ہے۔ جو آج ملک سندھ میں ہندوؤں کی ایک قوم کی قوم لفظ "عامل" کے نام سے موسوم چلی آتی ہے حکومت کا طرز ایسا رہنے دیا۔ کہ ملک کے باشندوں کو یہ محسوس نہ ہوا۔ کہ کوئی انقلاب عظیم واقع ہو گیا ہے بلکہ صرف یہ محسوس ہوا۔ کہ بجائے ہندو راجہ کے زمام سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئی ہے۔ جو ہندو راجاؤں سے زیادہ منصف زیادہ رحیم و کریم تھے۔ اس سے بڑا فائدہ یہ تھا۔ کہ محمد بن قاسم کو فتوحات کے جاری رکھنے میں ہر قسم کی سہولتیں اور آسانیاں بہم پہنچتی تھیں۔ اور انتظام کے لئے اپنی فوج کے کثیر حصہ کو مصروف رکھنا نہ پڑتا تھا +

محمد بن قاسم اور اس کے ہمراہیوں کی رواداری

تمام مورخ اس امر میں متفق اللفظ ہیں کہ ہندو رعایا کے ساتھ مسلمان فاتحین کا سلوک اور برتاؤ نہایت فراخدلی اور رواداری کا تھا۔ مذہبی آزادی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اطراف ملک میں بڑے بڑے بت خانے بدستور قائم رکھے گئے حتی کہ دستور ملک کے مطابق پجاریوں کی آمد و رفت پر خفیف سا محصول عائد تھا۔ ہندوؤں کے تمام رسوم و رواجات بدستور جاری و ساری تھے۔ اور کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ اور اس میں بہت کچھ محمد بن قاسم کی ذاتی رجحان طبع کا اثر بھی شامل تھا مسلمانوں کے اس روادارانہ برتاؤ کا تمام ملک پر یہ اثر پڑا۔ کہ اس کے بعد عرب تجار ملک کے دور دراز حصص حتی کہ جزیرہ سیلون تک بلا مزاحمت کے چلے جاتے۔ اور ہر جگہ ان کے ساتھ مراعات کا برتاؤ ہوتا تھا +

سندھ میں عربوں کی نو آبادیاں

محمد بن قاسم کے وقت میں ہی سندھ میں بعض مقامات پر اسلامی نو آبادیوں کی داغ بیل ڈالی گئی تھی منصورہ۔ ملتان و ٹھٹھہ وغیرہ مسلمانوں کے مرکزی مقامات تھے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان سپاہی و نبرد آزما اپنی مستورات ساتھ لے کر نہ چلے تھے۔ ہندی عورتوں کو وہ حبالہ عقد میں لائے۔ کاروبار کے خلط ملط اور ہندی عورتوں کے ساتھ شادیاں کرنے اور انتظامی امور میں ہندوؤں اور باشندگان ملک کے میل جول سے معاشرت اور زبان پر اثر پڑا۔ ہندی بیویوں کے اقارب بھی کام کرتے رہے۔ مسلمانوں کا حسن سلوک ان کی رواداری ان کے مردانہ خصائل شجاعت و شہامت اور سب سے بڑھ کر اسلامی تعلیمات کا یہ اثر ہوا۔ کہ بہت ہی قلیل عرصہ میں کثیر التعداد باشندگان ہند حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ محمد بن قاسم کی معزولی کے وقت تک معقول تعداد ملک کے باشندگان کی دین اسلام قبول کر چکی تھی۔ اور یہ تمام تر نتیجہ تھا اسی نامور فاتح کے عاقلانہ اور دلیرانہ طرز عمل اور حسن سلوک کا +

محمد بن قاسم کی مدت قیام ملک سندھ میں کم و بیش چار ساڑھے چار برس تھی۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں علاوہ فتوحات کے خود ملک میں تسلط و قبضہ کی بنیادیں جس طرح محکم ہوئیں وہ اسی زبردست شخصیت کا کام تھا جو اپنے لازوال کارناموں سے آج بھی زندہ جاوید ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ +

نقشہ افطار و سحری خاص امرتسر

ایام	مارچ	رمضان	سحری گھنٹہ	سحری منٹ	افطار گھنٹہ	افطار منٹ	نام شہر	تفاوت سحری کمی یا بیشی منٹ		تفاوت افطار کمی یا بیشی منٹ	
یکشنبہ	۶	۱	۵	۳۰	۶	۴۳	لاہور	+	۲	+	۶
دوشنبہ	۷	۲	۵	۲۹	۶	۴۳	گورداسپور	−	۳	−	۳
سہ شنبہ	۸	۳	۵	۲۸	۶	۴۴	گوجرانوالہ	+	۲	+	۲
چہارشنبہ	۹	۴	۵	۲۷	۶	۴۵	سیالکوٹ	+	½	+	۲
پنجشنبہ	۱۰	۵	۵	۲۶	۶	۴۶	جالندھر	−	۳	+	۰۱
جمعہ	۱۱	۶	۵	۲۵	۶	۴۶	فیروزپور	−	۱	+	۰
شنبہ	۱۲	۷	۵	۲۳	۶	۴۷	لدھیانہ	−	۴	−	۵
یکشنبہ	۱۳	۸	۵	۲۲	۶	۴۰	ہوشیارپور	−	۵	−	۵
دوشنبہ	۱۴	۹	۵	۲۰	۶	۴۸	پشاور	+	۰۱۱	+	۰۱۴
سہ شنبہ	۱۵	۱۰	۵	۱۸	۶	۴۵	انبالہ	−	۷	−	۹
چہارشنبہ	۱۶	۱۱	۵	۱۶	۶	۵۰	اٹک	+	۸	+	۰۱۶
پنجشنبہ	۱۷	۱۲	۵	۱۵	۶	۵۱	ڈیرہ غازیخان	+	۸	+	۱۲
جمعہ	۱۸	۱۳	۵	۱۴	۶	۵۱	دہلی	−	۱۷	−	۱۵
شنبہ	۱۹	۱۴	۵	۱۲	۶	۵۳	گجرات	+	۰۲	+	۰۳
یکشنبہ	۲۰	۱۵	۵	۱۱	۶	۵۳	کوہاٹ	−	۰۹	−	۱۶
دوشنبہ	۲۱	۱۶	۵	۱۰	۶	۵۴	حصار	−	۰۲	−	۰۵
سہ شنبہ	۲۲	۱۷	۵	۸	۶	۵۴	جھنگ	+	۰۹	+	۰۸
چہارشنبہ	۲۳	۱۸	۵	۷	۶	۵۵	جہلم	+	۰۳	+	۰۵
پنجشنبہ	۲۴	۱۹	۵	۶	۶	۵۶	کرنال	−	۷	−	۱۰
جمعہ	۲۵	۲۰	۵	۴	۶	۵۶	لائلپور	+	۷	+	۷
شنبہ	۲۶	۲۱	۵	۳	۶	۵۷	میانوالی	+	۱۳	+	۱۳
یکشنبہ	۲۷	۲۲	۵	۲	۶	۵۸	منٹگمری	+	۷	+	۶
دوشنبہ	۲۸	۲۳	۵	۱	۶	۵۹	ملتان	+	۱۳	+	۰۱۲
سہ شنبہ	۲۹	۲۴	۵		۶	۵۹	مظفرگڑھ	+	۰۱۵	+	۰۱۳
چہارشنبہ	۳۰	۲۵	۴	۵۸	۷	۰	رہتک	−	۵	−	۹
پنجشنبہ	۳۱	۲۶	۴	۵۷	۷	۰	شملہ	−	۱	−	۹
جمعۃ الوداع	اپریل ۱	۲۷	۴	۵۵	۷	۱	شاہ پور	+	۰۱۰	+	۰۹
شنبہ	۲	۲۸	۴	۵۴	۷	۱	جموں	−	۰۱	−	۰۱
یکشنبہ	۳	۲۹	۴	۵۳	۷	۲	راولپنڈی	+	۰۵	+	۰۸
دوشنبہ	۴	۳۰	۴	۵۲	۷	۲	سرینگر	+	۲	+	۱

بیان القرآن یعنی اردو تفسیر و ترجمۃ القرآن مترجم حضرت علامہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے

بیان القرآن یعنی اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن

اس تفسیر کی اصل غرض یہ ہے کہ لوگوں میں قرآن کریم کا شوق پیدا ہو۔

یہ تمام تفسیر تین جلدوں میں شائع ہو گئی ہے ہر ایک صفحہ کے شروع میں قرآن کریم نہایت اعلیٰ درجہ کا خوشخط بین السطور ترجمہ نیچے تفسیر

کاغذ نہایت اعلیٰ قسم جلد نہایت خوبصورت پشت پر سنہری حروف میں کتاب کا نام جلد کا نمبر وسط میں سنہری طغرے

ھدیہ:۔

کپڑے کی جلد

جلد اول للعہ، جلد دوم ؎، جلد سوم للعہ، مکمل تین جلد کی رعایتی قیمت ؎

چمڑے کی جلد

جلد اول ؎، جلد دوم ؎، جلد سوم ؎

مکمل تین جلد رعایتی قیمت ؎

اس کے علاوہ بیاہ شادیوں اور دوسرے مواقع پر تحائف کے لئے خاص جلدیں۔

علاوہ ازیں بیش بہا علمی خزانہ مصنفہ حضرت مولانا ممدوح

سیرت خیر البشر فاضل مصنف نے اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے پیارے سے پیارے حالات زندگی زمانہ بعثت سے آخر عمر تک درج کئے ہیں تاکہ اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ہوں۔ قیمت بے جلد عہ، مجلد عہ

تاریخ خلافت راشدہ اس کتاب میں واقعات کے رنگ میں حضرت ممدوح نے ثابت کیا ہے کہ خلفائے راشدین کا زمانہ دراصل زمانہ نبوی کا نتیجہ تھا۔ قیمت بجلد عہ، مجلد عہ

مقام حدیث یہ تازہ تصنیف نہایت ہی قابل قدر ہے جس میں اہل قرآن کا مدلل جواب ہے اسمیں ضرورت حدیث پر مفصل بحث ہے قیمت عہ

جمع قرآن۔ قرآن کریم کے جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیقات سے لکھا گیا ہے قیمت صرف ۱۲

حدوث مادہ۔ ایک آریہ صاحب سے مباحثہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مادہ حادث ہے قیمت صرف ۵

صحیح بخاری کا پہلا اور دوسرا پارہ۔ جو ہر ایک سو سو صفحات پر مشتمل ہیں ترجمہ کے علاوہ تشریحی نوٹ بھی حاشیہ پر موجود ہیں عاشقان رسول کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔ قیمت ہر ایک حصہ صرف عہ

آیات اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے حضرت مسیح موعود سے مباہلہ کرنے سے ذلیل کا مفصل ثبوت دیا گیا ہے قیمت عہ

حقیقۃ المسیح ایک عیسائی کے چند سوالات کے جواب از روئے قرآن کریم و بائبل نہایت مفصل طور پر دیئے گئے ہیں قیمت ۲ نیز ہر قسم کی تبلیغ و اشاعت کی کتب

[illegible] ہم سے مل سکتے ہیں [illegible]

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۴ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۰

بزم احباب

(منتخبات مکاتیب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

جرمنی

جناب مولوی فضل کریم خاں صاحب لکھتے ہیں کہ مضمون تحریک احمدیت کے جن مقامات کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے ان کو میں نے پھر سے دیکھا ہے اصل میں یہ مضمون ہندوستان کے لئے نہیں لکھا گیا تھا کیونکہ ہندوستان میں اول تو تنقید مفقود ہے اور اگر کوئی تنقید کی جرات کرے تو اسے ذاتی حملہ خیال کر لیا جاتا ہے۔ غیر تو غیر اپنوں کو بھی اگر کوئی دوستانہ مشورہ دیا جائے تو وہ بُرا مانتا ہے۔ آپ کو شاید یاد ہوگا کہ اقبال نے اسرار خودی کی پہلی اشاعت میں حافظ شیرازی پر نکتہ چینی کی تھی۔ جسے یورپ میں اپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ میں ایک مضمون کے دوران میں اقبال کی تنقید کی بیحد تعریف کی گئی تھی۔ اس کے خلاف ہندوستان کا شاید ہی کوئی اردو اخبار ہوگا جس میں اقبال کی اس تنقید کی وجہ سے اس پر سفیہانہ حملے نہ کئے گئے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندی قوم میں ادبی مذاق مفقود ہے۔ اور ادبی تنقید کو ذاتیات پر محمول کر لیا جاتا ہے مولانا آزاد کے متعلق میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ رائے ان کی تحریرات کو پڑھ کر قایم کی گئی ہے۔ نہ کسی سطحی خیال کی وجہ سے۔ اور میرے سوا اور بھی لوگ ہیں جو میری رائے سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں صحیح تنقید کے فن کی یہی بے قدری رہی تو علم ادب کی خیر نہیں۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ جس قوم میں نقد و جرح کی آزادی نہیں وہ قوم کبھی اچھا لٹریچر پیدا نہیں کر سکتی قرون اولیٰ کے مسلمان مصنفین بڑی آزادی کے ساتھ نکتہ چینی کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا علم ادب اس زمانہ میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے چونکہ ان کے متاخرین نے محض کورانہ تقلید کو اپنا خضر راہ بنا لیا اس کا نتیجہ قوم میں جمود و ذلت و ادبار نکلا۔ آپ میری اس رائے سے بُرا نہ مانیں میں اس بارہ میں اپنی ذاتی رائے نہیں لکھ رہا۔ بلکہ ہندوستان کی ادبیات کا مطالعہ کر لینے کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مولانا آزاد کی میں نے جائز تعریف بھی کی ہے۔ لیکن دوسرا پہلو بھی ظاہر کر دیا ہے۔

ایک دوسرے شخص کے متعلق جو الفاظ آپ کو سخت نظر آئے ہیں وہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ میں ہر ایک لفظ کو اس کے اصلی معنے میں استعمال کیا کرتا ہوں۔ میرا منشا اسے گالی دینا نہیں تھا بلکہ میں نے کوشش کی ہے کہ باریک نگاہ سے اس کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کروں اور جو خصوصیات میں یہ ہے کہ میں اسے غلطی پر سمجھتا ہوں اور اس کی غلطی کی دو وجوہ دی جا سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ اس نے دیدہ و دانستہ محض اپنی ذاتی بڑائی کے لئے ایسے خیالات اختراع کئے ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ اور اگر میں اپنے مضمون میں ایسا لکھتا تو یہ واقعی اس کی ذات پر حملہ ہوتا کیونکہ یہ امر اس کا ایک اخلاقی فعل ہوتا۔ اور کسی شخص کے اخلاق پر نکتہ چینی کرنا اس کی ذات پر حملہ کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ گو وہ شخص اس پہلو سے بھی الزام سے بری نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے اس کی طرف محض اشارہ ہی کافی سمجھا ہے۔ اسے ملزم نہیں گردانا ہے۔ غلطی کی دوسری وجہ سمجھ کی غلطی ہوتی ہے۔ اور پھر سمجھ کی غلطی کی بھی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یا تو محض سہو اور استدلال کی غلطی اور یا پھر ذاتی ناقابلیت لیکن سہو اور استدلال کی غلطی محض وقتی ہوتی ہے اور سالہا سال تک لمبی چوڑی بحثوں اور صحیح دلائل پیش کئے جانے پر اس قسم کی غلطی دور ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن اگر ایک شخص باوجود مختلف قسم کے صحیح استدلالات پیش کئے جانے اور اغلاط پر متنبہ کئے جانے کے اپنی غلطی پر اصرار کئے جائے اور اپنی غلطی کی تائید میں دور از کار اور پیچیدہ بحثوں کو درمیان میں لے آئے۔ تو یہ اس بات کی شہادت ہوگی کہ یہ محض سمجھ کی غلطی نہیں۔ بلکہ یا تو نیت کی غلطی ہے اور یا دماغی صحت زیر سوال آ جائے گی۔ اس مخصوص شخص کی تقاریر جہانتک میں نے مطالعہ کی ہیں۔ نہایت لایعنی اور بے ربط ہوتی ہیں۔ اور اس کی تحریروں کا نہ سر ہوتا ہے نہ پیر۔ ایسے فضول اور لمبے مباحثات درمیان میں لے آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس لئے میں طوعاً و کرہاً اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ تو اس کی نیت درست ہے اور نہ اس کی دماغی حالت درست۔ اور یہ میری ذاتی تحقیق و تفتیش کا نتیجہ ہے

مضمون کا ساتواں حصہ پھر سے دوبارہ لکھونگا۔ آٹھویں کی ضرورت نہیں۔ میری کوشش اب یہ ہوگی کہ اس مضمون کو ہندی پبلک کے مذاق کے مطابق بنا دوں۔ یہاں تو محض مدافعانہ غرض کے لئے لکھا گیا تھا۔ لیکن ہند میں اشاعت کی غرض تبلیغ ہوگی۔ ساتواں حصہ مع ایک مختصر دیباچہ کے انشاء اللہ ہفتہ آئندہ میں بھیج سکونگا۔ سیرت نبوی کے لئے آج کل مصالحہ جمع کر رہا ہوں۔

جرمنی سے دوسرا خط

مولوی فضل کریم خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جو پتہ آپ نے بھیجا ہے ان کو میں پہلے بھی رسالہ بھیج چکا ہوں ان کے ایک واعظ صاحب یہاں پچھلے سال آئے تھے۔ اور تحریک احمدیت کے متعلق ان سے گفتگو ہوئی تھی انہوں نے بھی اپنے رسائل بھیجے۔ جو ترکی زبان میں تھے۔ وہ لوگ جرمن زبان نہیں جانتے۔ بلکہ عربی، ترکی، فارسی جانتے ہیں۔ اکثر لوگ فارسی جانتے ہیں۔ احباب میں سے چند ترکی زبان سیکھ لیں تو بہت مفید ہے

انگریزی قوم اسلام کے بہت قریب ہے۔ یورپ کی کسی قوم میں اگر اسلام پھیل سکتا ہے تو صرف اس قوم میں یہ قوم عجیب و غریب خصوصیات اپنے اندر رکھتی ہے۔ آج وقت ہے اور لوگوں کے دلوں میں ہیجان ہے عیسائیت سے لوگ بیزار ہو رہے ہیں۔ اور ایک نئے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ یہ لوگ اپنے اخلاق اور آزادہ روی میں دنیا جہان سے نرالے ہیں۔ آج وقت ہے وہ متلاشی ہیں اور آبائی مذہب سے بیزار ہیں۔

ایران

اخویم اصفہانی صاحب نے ایران کا فارسی اخبار ایران مورخہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ بھیجا ہے جس کے صفحہ اول پر (۱) حضرت علیؓ کے اس عہدنامہ کا عکس صفحہ اول ہے جو آپ نے سنہ ۔۔ھ میں نصاریٰ و یہود کے ساتھ کیا اور جس کا اصل اس وقت ایران میں موجود ہے۔ (۲) اس قرآن مجید کے دو صفحوں کا عکس ہے جسے حضرت امام حسنؓ نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا اور جس کے قریباً چار سو صفحات ہیں۔ ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے۔ (۳) قرآن کی ایک چھوٹی مجلد کا عکس ہے جسے حضرت سجادؓ نے لکھا تھا۔ اور (۴) شیخ صفی الدین صفوی کے خرقہ کا عکس ہے۔ یہ تمام اصفہان میں موجود اور خلق اللہ کی زیارت کا مرکز ہیں۔

اٹلی

چوہدری محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ رسالہ اسلام مصنفہ حضرت امیر کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ مالی وجوہ کے باعث شایع نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے دوست کو لکھ دیا ہے کہ چھپوائی کا اندازہ کر کے مجھے لکھے۔ جواب آنے پر شایع کر دینے کا انتظام کرونگا۔ ایک ہزار کاپی پر زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس روپے خرچ آئے گا۔ سیرۃ خیر البشر کا اطالین ترجمہ مسز رداکا کر رہی ہیں۔ جو اس کام کے لئے موزوں ہیں۔ ان کی کتاب کا ترجمہ بوجہ مصروفیت نہ کر سکا۔ اب انشاء اللہ کر کے بھیجونگا۔

ڈاکٹر ولی نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت امیر کی خدمت میں لکھوں کہ اس کے رسالہ کے لئے کوئی مضمون عام سیاست اسلام پر لکھ کر بھیجدیں۔ ان سے خط و کتابت کر کے دریافت کریں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین بصورت کتاب شایع ہو جائیں تو بہت مفید ہوں گے۔ میں بھی اس میں مدد دونگا۔

فرانس

مسٹر مسین لکھتے ہیں کہ آپ کے انگریزی رسالہ جات پہنچ گئے ہیں۔ جس کے لئے مشکور ہوں میں ان پر ریویو لکھونگا۔ عربی عالم نہونے کے سبب سے بہت مشکور رہونگا۔ اگر آپ اپنے ۔۔۔ مجھے ۔۔۔

دیوتا سروپ کی تاریخ دانی بیراگی بیر تاریخ کی روشنی میں

(مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

(۴)

تواریخ گورو خالصہ بھائی گیان سنگھ گیانی میں لکھا ہے:-

"یہ بات سن کر اور سب خاموش ہوئے مگر دیوان سچانند ہندو کھتری بول اٹھا کہ یہ سانپ کے بچے ہیں۔ انہیں چھوڑنا مناسب نہیں"

(تواریخ مذکور حصہ سوم صفحہ ۱۹۵)

مذکورہ بالا تین سچے گواہوں کی گواہی ہو جانے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ دیوتا سروپ نے سچ بولا ہے۔ افسوس آریہ سماج میں اس قسم کے مہاتما سنیاسی اور یوگی کثرت سے نظر آتے ہیں۔ جن کا پیشہ ہی جھوٹ بولنا، افترا پردازی کرنا۔ دنیا بھر کے عیوب مسلمانوں کے سر تھوپنا ہے۔ دیوتا سروپ جی کی شان ان سب سے بڑھ کر ہے۔

دیوتا سروپ جی کے سچ

مشتے نمونہ از خروارے بیراگی بیر میں سے ہم نے دیوتا سروپ جی کے چھ جھوٹ لکھ دیئے ہیں۔ ناظرین انہی سے قیاس کر سکتے ہیں کہ دیوتا سروپ نے بیراگی بیر میں کہاں تک حق کی داد دی ہوگی۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

مگر اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمونے کے طور پر ان کے چند سچ بھی تحریر کر دیئے جائیں۔

(۱) "اکبر بادشاہ ان کی (گورو امر داس صاحب کی) عزت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ درشن کے لئے آیا جس سے گورو کی شہرت بہت پھیل گئی۔"

(بیراگی بیر صفحہ ۱۷)

معلوم نہیں دیوتا سروپ جی کی زبان سے یہ الفاظ کیونکر نکل گئے۔ ان سے تو ایک مسلمان بادشاہ کا سلوک ثابت ہوتا ہے۔ شاید بھول گئے ہونگے ورنہ دیوتا سروپ اور کسی مسلمان بادشاہ کے سلوک کا اظہار! کبھی ممکن ہی نہیں۔

(۲) "چندو گورو کے خلاف جلتا تھا" صفحہ ۱۹

آخر ہندو تھا کیوں نہ جلتا؟

(۳) "ایک وقت جہانگیر کے حکم کے مطابق انہوں نے (گورو ہرگوبند صاحب نے) نالاگڑھ پر چڑھائی اور راجہ تاراچند کو مطیع کیا" صفحہ ۲۰

اگر گورو ہرگوبند صاحب جہانگیر کے مخالف ہوتے تو اس کے حکم سے ایک ہندو راجہ پر کیوں چڑھائی کرتے۔ اور کامیاب ہو کر اسے جہانگیر کا مطیع بناتے۔ اس سے جہانگیر اور گورو ہرگوبند صاحب کے دوستانہ تعلقات پر دیوتا سروپ ہی کے لفظوں میں کافی روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحب ہندوؤں کو مسلمانوں کی حکومت سے آزاد کرانا نہیں چاہتے تھے۔ ورنہ ایک ہندو راجا کو جہانگیر کا مطیع بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔

(۴) "لاہور کے مسلمان ولی میاں میران کے بڑے مداح تھے۔" صفحہ ۲۱

حضرت میاں میر صاحب کا گورو صاحب کو اچھا سمجھنا اور ان کی تعریف کرنا اسی بنا پر تھا کہ گورو صاحب کا مسلک اسلام کے برخلاف نہیں تھا۔

(۵) "رام رائے نے ان کے (گورو تیغ بہادر صاحب کے) خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔"

رام رائے صاحب بھی ہندو ہی تھے۔ گورو صاحب کے ساتھ ان کا سلوک بھی عجیب و غریب تھا۔ جو رات دن بادشاہ کو گورو صاحب کے برخلاف اکساتے رہتے تھے۔ اس ہندو سلوک کے کیا کہنے۔

(۶) "انہوں نے (ہندو پہاڑی راجاؤں نے) اورنگ زیب کو ایک چٹھی گورو کے برخلاف لکھ بھیجی" صفحہ ۳۳

ہندو سلوک اسے کہتے ہیں۔ ہندو ہو کر گورو کی مخالفت۔ کیا کہنا ہے

(۷) "ایک برہمن گنگا رام نامی نے مخبری کر کے ان کو (گورو صاحب کے صاحبزادوں کو) پکڑوا دیا۔" صفحہ ۳۶

گورو صاحبان سے ہندوؤں کی ناراضگی کے ابتدا

یہ امر واقعی تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے امداد کے بجائے
[illegible]

کی بات تھی۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی مصلح پیدا ہوتا ہے اور وہ قومی اصلاح کی طرف توجہ دیتا ہے۔ تو قوم اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جایا کرتی ہے۔ بعینہ یہی سلوک گورو صاحبان کے ساتھ بھی ہوا چونکہ گورو صاحبان کا مشن ہندو قوم اور ہندو مذہب کی اصلاح کرنا تھا اور اسی غرض کے لئے انہوں نے ویدک تعلیم کی خرابیاں کو علی الاعلان ظاہر کر دیا۔ اس لئے قوم ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ جس نے سرسری نظر سے بھی گورو گرنتھ صاحب کو پڑھا ہوگا۔ وہ اس امر سے ضرور واقف ہوگا کہ ویدک رسمیات کی پابندی، زنار بندی، قشقہ لگانا۔ تیرتھ اشنان کرنا وغیرہ وغیرہ کون کون سی رسمیں ہیں جن کی گورو صاحبان نے مخالفت نہیں کی۔ ہندو قوم ایک لمبی مدت سے ان رسمیات میں مبتلا چلی آتی تھی اور برہمن مہاتماؤں نے انہی رسموں پر مکتی اور نجات کا انحصار کر رکھا تھا۔ اور ان کی اپنی معاش بھی انہی رسموں پر موقوف تھی۔ اس لئے کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ گورو صاحبان کے اصلاحی کاموں کو اچھی نگاہ سے دیکھتے۔ یا ان کی قدر کرتے۔ انہوں نے بھی شدت سے مخالفت کی آگ جلائی اور تا مقدور کوشش کی کہ اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے گورو صاحبان کی خرمن ہستی کو جلا دیں۔ مگر جن کا خدا محافظ ہو انہیں کون مار سکتا ہے۔ ہندوؤں کی ساری ناپاک کوششیں اکارت ہو گئیں اور وہ اپنے شیطانی منصوبوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہندوؤں کے سر پر اس بیہودہ عقیدہ کا بھوت سوار تھا کہ پرماتما کے ساتھ جیو اور پرکرتی بھی انادی ہیں۔ یعنی خدا کے ساتھ روح اور مادہ بھی قدیم ہیں۔ اور اسی عقیدہ کی رو سے لازم آ جاتا ہے کہ خدا بالکل عاجز ہے۔ روح اور مادہ کے بغیر ایک ادنیٰ سی چیونٹی کے پاؤں بنانے کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اور اس کی قدامت میں روح اور مادہ بھی برابر کے شریک ہیں۔ چونکہ یہ عقیدہ خدا کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ اور صفات حسنہ کے بالکل منافی تھا۔ اس لئے گورو صاحب نے ان پاکیزہ لفظوں میں اس کی زور سے تردید کر دی۔ "حکمے ہون جیو حکم نہ کہیا جائے" جیو اور مادہ وغیرہ خدا کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی قدامت کی صفت موجود نہیں۔ قدیم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ باقی سب اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ پھر گورو صاحب فرماتے ہیں۔

جیا جنت سب شرن تمہاری سرب چیا ن تدیا سے
جو تدھ بھاوے جنگا اک نانک کی ارداسی

اللہ تعالیٰ ہی اس دنیا کا خالق ہے اور تمام روحیں اس کی خلق اور ملکیت ہیں ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ سزا و جزا اواگون کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور انسان اپنی بداعمالی کی بدولت کتوں، گدھوں وغیرہ جانوروں اور مختلف قسم کے نباتات میں بار بار جنم لیتا ہے۔ گورو صاحب ان موثر لفظوں میں اس عقیدے کی اصولاً تردید فرماتے ہیں۔

اول اللہ نور اپایا قدرت کے سب بندے
اسی نور تھیں سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

خدا نے سب سے پہلے اپنے نور کا ظہور کیا۔ پھر اسی نور سے یہ دنیا پیدا ہوئی پھر یہ تفریق کیونکر ہو کہ پیدائش کے لحاظ سے کوئی بھلا اور کوئی برا ہے یعنی یہ کہنا کہ کوئی جزا کے طور پر پیدا ہوا اور کوئی سزا کے طور پر یہ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ یہ دنیا نور ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ فرماتے ہیں "حکمے آوے حکمے جاوے" مرنا جینا، آنا جانا سب ایک حکمی امر ہے۔ اس میں اواگون کو کوئی بھی دخل نہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وید الہامی ہے۔ مگر دیکھو گورو صاحب فرماتے ہیں۔

برہمے چار ہی وید بنائے
سرب لوک تھیں کرم چلائے
جن کی لو ہر چرنن لاگی
تے بیدن تے بھئے تیاگی،

چاروں وید برہما نے بنائے ہیں اس لئے یہ الہامی نہیں ہو سکتے ان میں صرف کرم کانڈ کا تذکرہ ہے۔ جن کی لگن خدا سے لگی ہوتی ہے وہ ویدوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ غور کر کے دیکھا جائے تو ہندو مذہب کا دارومدار روح و مادہ کی قدامت اور اواگون اور ویدوں کے الہامی ماننے پر ہے۔ اور گورو صاحبان نے ان سب کو جواب دے دیا ہے پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ ہندو ان کی مخالفت نہ کرتے انہوں نے مخالفت کی اور شدومد کے ساتھ کی۔

بیراگی

ناظرین کو ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ بیراگی صاحب جن کا ذکر خیر اکثر مضمون میں آیا ہے کون تھے؟ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے ان کا تعارف کرا دیا جائے۔

پونچھ میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر سکھوں کی تاریخی کتابوں میں ان کا نام مادھو داس یا نرائن داس ہے۔ ابتدائے عمر میں شکار کھیلتے رہے۔ پھر تارک الدنیا بیراگی سادھو بن کر دکن کے علاقہ میں چلے گئے۔ اور جادو کے کرتب دکھاتے اور ٹوٹنے ٹوٹکے کرتے رہے۔ پھر گورو صاحب کے سکھ بن گئے۔ اور بندا سنگھ نام رکھا۔ اور گورو صاحب سے یہ نصیحت لے کر پنجاب میں ان کے صاحبزادوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے آئے۔

(۱) جتی رہنا
(۲) جھوٹ نہ بولنا۔
(۳) گورو ریائی مسند پر نہ بیٹھنا۔
(۴) سکھوں کو اپنا بھائی اور ہم پایہ جاننا اور ان کے کہنے سے باہر نہ ہونا

پنجاب میں آ کر گورو صاحب کی سب نصیحتیں بالائے طاق رکھ دیا راجہ چنبہ کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ گورو ریائی کی مسند پر بیٹھ کر گورو بن گئے۔ سکھوں کے کہنے کا کوئی پاس نہ کیا۔ پنجاب بھر میں لوٹ مار مچا دی۔ مسجدیں گرائیں۔ گاؤں کو جلوایا۔ اور اس قدر اودھم مچایا کہ الامان۔ غرضیکہ آخر گورو صاحب کی بیویوں تک کا حکم نہ مانا۔ آخر شاہی فوج مامور ہوئی اور یہ گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔

اللہ بس۔ باقی ہوس

مسیحی مشنریوں کے نام کھلا چیلنج

مشنریوں کی طرف سے چار ظلم مجھ پر کئے گئے۔

(۱) بیس برس کی خدمت کے بعد مجھ کو مشن کی خدمت سے الگ کیا گیا۔ جدائی میں مجھ کو قبولیت بڑھاپے میں جواب۔
(۲) میری بیوی مجھ سے بذریعہ پولیس اپنے اختیار کلی میں لے لی جس کا مفصل حال اخباروں میں شائع ہو چکا ہے۔
(۳) چار بچوں کی ماں ہمیشہ کے لئے بچوں سے الگ کی گئی۔
(۴) بے سروسامانی کی حالت میں مکان سے جواب اور پولیس کی دھمکی دے دی گئی۔

بزرگان علم الٰہی سے سوال

(۱) مذکورہ بالا مشنریوں کا سلوک انجیل شریف کی کس آیت کے مطابق کیا گیا۔
(۲) کیا انہی مشنریوں کے ذریعہ سے انجیل شریف ہندوستان میں نہیں آئی
(۳) کیا ان مشنریوں میں ہم خداوند یسوع مسیح کی خوبصورت تصویر دیکھتے ہیں جس کا ذکر انجیل میں ہے۔ یا برعکس عیش پرستی، حکومت اور خوشامد

جسم کے پھل

جسمانی آدمی کی تصویر گلتیوں $\frac{۵}{۱۹-۲۰}$ - اب جسم کے کام تو ظاہر ہیں۔ یعنی حرامکاری۔ ناپاکی۔ شہوت پرستی۔ بت پرستی۔ جادوگری۔ عداوتیں۔ جھگڑا۔ حسد، غصہ۔ تفرقے۔ برائیاں۔ بدعتیں۔ بغض۔ نشہ بازی۔ ناچ رنگ وغیرہ۔

روح کے پھل گلتیوں $\frac{۵}{۲۲-۲۳}$

روحانی آدمی کی تصویر۔ روح کے پھل یہ ہیں۔ محبت، خوشی اطمینان، تحمل، مہربانی، نیکی، ایمانداری، حلم، پرہیزگاری۔

مشنریوں کا فرمان کہ نکاح کے بعد عورتیں آزاد مرضی ہیں۔

خواہ خاوند کے ساتھ رہیں یا نہ رہیں۔ خاوند کی مرضی کی تابعداری کریں یا نہ کریں عورتیں آزاد مرضی ہیں۔ میں اس زندگی کو شتر بے مہار زندگی تصور کرتا ہوں اس تعلیم کے مقابلہ میں مسیحی نکاح کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ مسیحی نکاح کو کچا ثابت کرنا مشنریوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

اب میری آنکھ کھل گئی

میں پیدائشی مسیحی ہوں۔ میرے گوشت، خون اور ہڈیوں میں مسیحیت رچی ہوئی ہے۔ لیکن میرا خون مجروح ہے۔ میں اپنی عورت کو آزاد مرضی کی آوارہ سڑک پر دوڑتے ہوئے دیکھ نہیں سکتا۔ میں کیوں نہ ایسی جماعت کو چھوڑ دوں جو عورتوں کو آزاد مرضی کی سڑک پر چلاتی ہے۔ پولیس تک کی طاقت کو استعمال کرتی ہے۔ میں کیوں نہ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کا مطالعہ کروں۔

(چمن خاں مسیحی بزرگ - ۵ مارچ ۱۹۵۲ء)

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ نمبر ۱۰۱

آریہ سماج کی مذہبی کتاب

سوامی دیانند کی مہذب نکتہ چینی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر!
کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

(۲)

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جسے آج کل آریہ سماجی حلقہ میں ویدوں سے بھی زیادہ پڑھا جاتا ہے دوسرے مذاہب کے متعلق جو "نرم اور ملایم" نکتہ چینی کی ہے اس کا کچھ خاکہ ہم ۲۳ر فروری کی اشاعت میں پیش کر چکے ہیں۔ لیکن وہ بہت تھوڑا اور مختصر ہے۔ اس سے آریہ سماج کے مہارشی کی اس نرمی و ملائمت کا جس سے اس نے اپنی کتاب میں کام لیا ہے پورا پورا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اس لئے آج ہم آریہ سماج کی اسی "مذہبی کتاب" سے کچھ مزید اقتباسات نقل کرتے ہیں جن سے ہر غیر متعصب شخص یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ کہ آیا سوامی جی کی نکتہ چینی "نرم و ملایم" ہے یا حد درجہ کی درشت، دل آزار، اور پایہ تہذیب سے گری ہوئی۔

مارکنڈے پران جسے سناتن دھرمی نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کی ایک کتھا پر تمسخر اڑاتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں:-

"دیکھئے کیا ہی ناممکن کتھا کا گپوڑہ بھنگ کی لہر میں اڑا دیا جس کا کوئی حد حساب نہیں" (صفحہ ۴۳۵)

آریہ دوستو! اپنے مہارشی کے ان الفاظ پر غور کرو۔ اور پھر انصاف سے خود ہی فیصلہ کرو کہ کسی مذہبی کتاب کے متعلق جسے کروڑوں آدمی رشد و ہدایت کا موجب سمجھتے ہوں یہ کہنا کہ وہ بھنگ کی لہر میں لکھی گئی ہے اور اس میں بے سرو پا گپیں ہانکی گئی ہیں۔ نرم و ملایم نکتہ چینی ہے یا حد درجہ کی اشتعال انگیز اور دل آزار بیہودہ گوئی۔

وشنو مت کے چھوٹے بڑے بزرگوں کے متعلق سوامی جی نے جو کچھ درافشانی فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

"وشنو، ان کے پیرو اور نارائن تینوں چور منڈلی ہیں" (صفحہ ۴۵۹)

اسی مت کے خاکی سادھوؤں کی عیب جوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یہ باہر سے تارک الدنیا اور اندر سے بڑے حریص ہوتے ہیں" (صفحہ ۴۶۲)

ولبھ مت کی مذمت ان الفاظ میں کی ہے:-

"یہ ولبھ مت بھی وام رنگیوں کی شاخ ہے۔ اس لئے عورتوں کی صحبت گوسائیں لوگ عموماً کرتے ہیں"

ان گوسائیوں پر سوامی جی نے بہت سے فحش الزامات تھوپے ہیں جنہیں ہم پایہ تہذیب سے گرے ہوئے سمجھکر نظر انداز کرتے ہیں۔

سوامی نارائن مت کے متعلق بھی سوامی جی کسی اچھی رائے کا اظہار نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں:-

"جیسی گوسائیں جی کی دھن لوٹنے وغیرہ کی عجیب لیلا ہے۔ ویسی ہی سوامی نارائن کی بھی ہے" (صفحہ ۴۷۶)

سوامی جی نے جین مت کے بزرگوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"وہ (جینی) اور ان کے تیرتھنکر سب ہی علم سے بے بہرہ ہیں ....
ان کے آچاریہ خود غرض تھے" (صفحہ ۵۵۳ و ۵۵۴)

صفحہ ۵۸۰ پر انہی بزرگوں کے متعلق لکھا ہے:-

"ان جینیوں کے سادھو گرہستی اور تیرتھنکر جن میں بہت سے بیسوا گامی (رنڈی باز) اور پرستری گامی (زانی) چور وغیرہ تھے"

سوامی جی کے مداحوں کو جو ان کی نکتہ چینی کو ملایم اور نرم قرار دیتے ہیں ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے۔ یہ نکتہ چینی ہے یا گالی گلوچ؟ اور سنئے لکھتے ہیں:-

"الغرض یہ لوگ (جینی) اپنے مذہب کی کتابوں، معتولوں اور سادھوؤں وغیرہ کی ایسی بڑائیاں مانتے ہیں کہ گویا جینی لوگ بھاٹوں کے بڑے بھائی ہیں" (صفحہ ۵۹۲)

کیا مہذب طرز کلام ہے ؏

دیکھو تو ذرا چشم سخن گو کے اشارے
پھر تم کو یہ دعوے ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

پھر سوامی جی تمام ہندو فرقوں کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جس طرح جھوٹے دکاندار یا بیسوا اور بھڑوا وغیرہ اپنی اپنی چیز کی بڑائی اور دوسرے کی برائی کرتے ہیں۔ اسی طرح کے ان کو جانو" (صفحہ ۴۹۳)

اس کے بعد ہندو مذہب کے مختلف فرقوں کے بزرگوں کو ایک ایک کرکے کوسا ہے اور بعض مقامات پر ایسے درشت لہجے سے کام لیا ہے۔ کہ بے اختیار سوامی جی کے رشی پن پر رونا آتا ہے۔ اسی درشت کلامی سے مجبور ہوکر ایک ہندو اخبار "براہمہ پرچارک" کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ:-

"ستیارتھ پرکاش میں ویدوں کی مہانتا تبلانے کی غرض سے دیگر مذاہب کو نیچا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور دیگر مذاہب کے بزرگوں کو جن الفاظ میں یاد کیا گیا ہے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا مصنف تعصب سے مالا مال نہیں ہوا۔ ہماری رائے میں کسی دھارمک شخص کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی بزرگ و مہان شخصیت پر حملہ کرے۔ یا اس کی کمزوریوں کا ذکر کرکے ان کا مخول اڑائے۔ ادنےٰ سے ادنےٰ شخص کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھنا دھارمک شخص کے لئے شایاں نہیں۔ بدھ، مسیح، محمدؐ، نانک میں سے کسی نے کبھی کسی دوسرے بزرگ کی کمزوریوں کا ذکر تک نہیں کیا"

(براہمہ پرچارک ۱۰ر جون ۱۹۲۶ء)

ایک ہندو اخبار کا یہ فیصلہ گو آریوں کو ناگوار گزرے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ سوامی دیانند جی نے دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا ذکر جس توہین آمیز لہجہ میں کیا ہے اسے کوئی مذہبی شخص پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر آریوں کو اپنے گورو کی یہ کمزوری نظر نہ آئے تو اسے محبت کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ جو ہمیشہ اندھی ہوتی ہے۔ دوسرے لوگوں کی نظر سے یہ کمزوری پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ستیارتھ پرکاش کا ہر باب اس کا ناش کر رہا ہے۔ اور جو شخص بھی تعصب سے الگ ہوکر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ کاش آریہ سماجی ملک کی حالت پر رحم کہلے اور اس کتاب کے ان شر انگیز اور منافرت خیز حصص کو اس میں سے خارج کر دیتے۔ جن کی اشاعت سے سوائے مذہبی منافرت بڑھنے کے اور کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔

اندور کے بے یار و مددگار مسلمان اور ہندو حکام

آج ریاست اندور میں مذہبی تعصب کی بنا پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا عشر عشیر بھی اگر خدانخواستہ کسی اسلامی ریاست میں ہوتا تو سنگٹھن اخبارات چیخ پکار سے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ لیکن اب جبکہ ایک ہندو ریاست میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے اور اس میں صاف طور پر مذہبی تعصب کام کرتا نظر آ رہا ہے تو وہ سب خاموش ہیں۔ اور کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اس ریاست کے حکام کے خلاف آواز اٹھائے۔ بلکہ ان میں سے بعض عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ کر الٹا مسلمانوں ہی کو قصوروار گردان رہے ہیں۔ کیا غضب ہے کہ فساد ریاست کے ہندو عہدے دار کے گھر سے اٹھتا ہے۔ نہتے مسلمانوں پر گولیاں برسائی جاتی ہیں۔ بہت سے مجروح اور ہلاک ہوتے ہیں۔ لیکن ظالم اس پر بھی بس نہیں کرتے۔ اب غریب مسلمانوں کو مقدمات میں پھانسنے کا غالباً فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ اس وقت تک ۱۴۰ آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک ہندو ہے اور باقی ۱۳۹ بدقسمت مسلمان ہیں۔ کیوں نہ ہو ریاست جو ہندو ہے۔ پھر ہندوؤں کو کیوں گرفتار کیا جائے گرفتاریوں کا یہ تناسب ہی بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ کیسا انصاف ہوگا ضرورت ہے کہ خلافت کمیٹی یا کوئی اور انجمن تحقیقات حالات اور مظلومین کی اعانت کے لئے اپنا وفد اندور بھیجے۔ بعض سرگرم آریہ وہاں پہنچ گئے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے نہ پہنچے تو اس کا نتیجہ مظلوم مسلمانوں کے حق میں نہایت برا نکلیگا۔ دوسری طرف ہم ذمہ دار حکام ریاست کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی فساد کے معاملہ میں جانبداری اور تعصب کو قطعاً دخل نہ ہونا چاہئے اگر اچھے نتائج پیدا کرنے ہیں تو غیر جانبدارانہ [illegible]

مسلم معاصرین سے استدعا

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام انگلستان کا ایک اہم مضمون زیر عنوان "شدھی اور اس کا انسداد" شائع کیا جاتا ہے۔ اکثر سرکردہ مسلمان اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ کہ شدھی ایک مذہبی تحریک ہے۔ اس لئے وہ چنداں قابل التفات نہیں۔ خواجہ صاحب نے اس مضمون میں اہل الرائے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ شدھی کو کمزور اور مذہبی تحریک خیال کرکے ناقابل التفات نہ سمجھا جائے۔ دراصل یہ ایک خطرناک سیاسی تحریک ہے۔ جس کی غرض و غایت ہندوستان میں ہندو راج قایم کرنا ہے اس کے علاوہ مسلمان عورتوں کو جو مرتد کیا جا رہا ہے اس کے انسداد کے لئے بھی عملی تجاویز پیش کی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس مضمون کی عام اشاعت ہو اور قوم کا ہر چھوٹا بڑا اس مسئلہ کی اہمیت اور حالات کی نزاکت سے آگاہ ہو جائے اس لئے ہم اپنے تمام مسلم معاصرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو نہ صرف اپنے ہاں نقل کریں بلکہ اس ضروری سوال پر اپنے خیالات کا بھی اظہار فرمائیں۔ اور اس طرح قوم کے اندر بیداری پیدا کرنے کی سعی فرمائیں۔

اسلام اور مذہبی رواداری

کہتے ہیں کہ تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ یہ مثل بھائی پرمانند جی پر خوب صادق آتی ہے۔ ۲۴ر فروری کی شام کو لاہور میں ہندوؤں کے ایک جلسہ میں بھائی جی نے کہا کہ اسلام میں مذہبی رواداری کی تعلیم نہیں دی گئی۔ لیکن یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اسی روز شام کو مہاتما گاندھی جی گلبرگہ میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"میں نے قرآن شریف کئی بار پڑھا ہے اور حضرت محمدؐ کے حالات کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ لیکن میں نے ان میں کہیں بھی یہ بات نہیں دیکھی کہ دوسرے کی مذہبی دل آزاری کی جائے یا مندر یا بتوں وغیرہ کو توڑا جائے"

یہ دونوں لیڈر ہندو ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف کہتے ہیں اب ہندو خود فیصلہ کرلیں کہ ثقاہت کے لحاظ سے ان دونوں میں کون بڑا ہے۔ اور کس کی رائے وزنی ہو سکتی ہے۔ صاف گوئی میں بھائی پرمانند کبھی بھی مہاتما گاندھی کو نہیں پہنچ سکتے۔ پس سچی بات وہی ہے جو مہاتما گاندھی نے کہی ہے۔ ہر منصف مزاج ہندو کو چاہئے کہ وہ مہاتما گاندھی کی اس بات کو یاد رکھے اور متعصب آریوں کے کہنے میں نہ آئے۔ مہاتما گاندھی کا ایک اور قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں:-

"میں اسلام کو بدھ۔ ہندو اور عیسائی دھرم کی مانند ہی امن و آشتی کا مذہب سمجھتا ہوں" (تیج ۲۳ر جنوری ۱۹۲۶ء)

شدھی کی قیمت

بھائی پرمانند جی اپنی نئی کتاب "قوم کا نیا جنم" میں لکھتے ہیں:-

"ہمارے مسلمان بھائی شدھی کا نام سن کر آج چونک اٹھتے ہیں۔ شدھی کی تحریک انہیں اس وقت بالکل نئی اور اپنی ہستی کے لئے بڑا خطرہ دکھائی دیتی ہے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ شدھی کی تحریک ایک بھاری قیمت دیکر پیدا ہوئی ہے۔ اور وہ قیمت مالابار کے ہندوؤں کی خونریزی اور تباہی اور ان کی عورتوں کی عصمت دری اور ان کو مسلمان بنانا تھا" (صفحہ ۱۷)

اگر یہ الفاظ محض ہندوؤں کو مشتعل کرنے کے لئے نہیں تو ان کے صاف معنے یہ ہیں کہ بھائی پرمانند اینڈ کو شدھی کے ذریعہ ہندوستان میں مسلمانوں کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں

آریہ ویر کی شرارت

اخبار آریہ ویر راولپنڈی نے ۲۰ر فروری کی اشاعت میں سوامی دیانند کی مدح میں "مدح رشی" کے عنوان سے ایک نظم شائع کی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے

شادیاں کرنے پہ نادم ہیں جناب احمد
دیکھا برہمچرج کا جب والد رشید انکھو

اس ہرزہ سرائی کا سوائے اس کے اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جائے۔ آریہ سماجی آج کل تعلیم اسلام کی اس تعلیم سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں کہ مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو جوابی طور پر بھی برا کہنے کی اجازت نہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ صبر کی بھی ایک انتہا ہوتی ہے۔ اس کے بعد قدرت کا منتقم ہاتھ صابروں کی تسکین و طمانیت کے لئے

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی حقیقت

جماعت اور نام اتحاد بین المسلمین میں روک نہیں

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

مجھے میرے ایک دوست نے ایک پرانا رسالہ قول احسن پڑھنے کے لئے دیا۔ وہ ایسے خیالات کے لوگوں کی طرف سے لکھا گیا ہے جن کا ادعا یہ ہے کہ اپنے خیالات مخصوصہ کے تعارف کے لئے کوئی نام تجویز نہ کرو۔ اگر میں انہیں مسلمان کہوں تو مسلمان تو ہر ایک ہے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ پس ان کے خیالات مخصوصہ کا تعارف اگر نام کے ذریعہ کراؤں تو میں وہی نام لے سکتا ہوں جو دوسرے مسلمانوں نے ان کا رکھا ہے۔ اور وہ ہے **چکڑالوی**۔ نام کے ذریعہ تعارف کرانے کے لئے میں مجبور ہوں کیونکہ ہر دفعہ جب میں ان کا ذکر کرنے لگونگا تو نام کے مقرر کر لینے سے اس ساری تشریح و تعریف کو بار بار دہرانے سے بچ جاؤنگا جو نام نہ لینے کی صورت میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے ضروری ہوگی۔ اصل میں نام رکھنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کا کوئی نام رکھا جاتا ہے اس نام سے اس کا تعارف ہو جاتا ہے۔ اور بار بار اس کی تعریف یا تشریح کرنے سے انسان بچ جاتا ہے۔ مثلاً نوع انسان میں سے ایک خاص نسل کے لوگوں کو افغان کا نام دیا جاتا ہے اور ایک دفعہ لوگوں کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ افغان سے مراد فلاں قوم ہے۔ اس کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ جب اس قوم کا ذکر کیا جائے تو اس کی خصوصیات کو جتلانے کے لئے ایک لمبی تعریف بھی ساتھ کی جائے۔ صرف افغان کا نام لیتے ہی وہ تمام تعریف جو اس کی ہے فوراً سننے والے کے ذہن میں آ جاتی ہے۔ اب اگر کوئی اتحاد و اتفاق کا شیدائی یہاں رونے بیٹھ جائے کہ تم نے نسل انسانی میں تفرقہ ڈال دیا۔ جب سب انسان ہیں تو کسی ایک حصہ نوع انسان کو افغان کا نام کیوں دیا۔ اور دوسرے کو مغل کیوں کہا اور تیسرے کو سید کیوں کہا تو سوائے اس کے کہ اس شخص کی عقل پر گریہ و زاری کی جائے اور کوئی صورت نہیں۔ افغان کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ایک حصہ نسل انسانی کو دوسرے حصہ سے امتیاز کرنے اور تعارف کرانے کے لئے یہ نام دیا گیا۔ ورنہ وہ ویسے ہی انسان ہیں جیسے دوسرے۔

قرآن کریم کا فیصلہ

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ اور خود اپنا فعل قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں " وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا" کہ ہم نے تمہیں بنایا شاخ شاخ اور قبیلے قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ گویا انسانوں کا مختلف قوموں اور خاندانوں میں منقسم ہونا خود مشیت الٰہی ہے تو کیا اس سے یہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ خود اللہ تعالیٰ وحدت انسانی کا دشمن ہے۔ کہ لوگوں کو قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کر کے تفرقہ ڈال دیا۔ بلکہ قبیلوں اور قوموں کو تو چھوڑ دو۔ خود ہر ایک انسان کو شکل صورت، اخلاق، عادات میں دوسرے سے مختلف بنا کر دنیا کو اختلاف و تفرقہ سے بھر دیا۔ کیوں نہ سب کو ایک ہی شکل و صورت کا بنا دیا تا وحدت کا ایک عجیب و غریب نظارہ نظر آتا۔ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ "لتعارفوا" ایک کو دوسرے سے امتیاز کس طرح کیا جاتا؟ جب ہر ایک شخص دوسرے سے مختلف ہے۔ تو ضروری تھا کہ ہر ایک کا تعارف کرانے کے لئے اس کی تعریف خصوصی ہوتی۔ اور جو ہر موقع پر دہرانی ایک مصیبت تھی۔ اس تعریف خصوصی کا ایک مختصر لفظ قائم مقام بنایا گیا جسے نام کہتے ہیں۔ جب ہم نے زید کا نام لیا تو معاً سننے والے کے دماغ میں اس کی تمام تعریف خصوصی آگئی جو اس کی شخصیت رکھتی تھی۔ جب ہم نے کہا موسیٰ تو وہ تمام تعریف و تشریح مخاطب کے ذہن میں آگئی جو اس شخصیت سے وابستہ تھی اسی طرح جب کہا افغان تو وہ تمام تعریف خصوصی ذہن میں آگئی جو اس قومیت سے وابستہ تھی۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ زید یا موسیٰ یا افغان انسان نہیں اور نہ یہاں کوئی عقلمند گریہ و زاری کرے گا۔ کہ اتحاد انسانی کو تباہ کرنے کے لئے یہ سب کارروائی کی گئی ہے۔ بلکہ سب جانتے ہیں کہ نام ایک دوسرے سے تعارف کے لئے رکھا جاتا ہے

طریق خداوندی

خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہی طریق اختیار کیا ہے تو دیگر مذاہب سے امتیاز کے لئے امت محمدیہ کے مذہب کا نام اسلام رکھا جیسا کہ رضیت لکم الاسلام دیناً سے ظاہر ہے۔ لیکن مسلمانوں میں سے جب کسی خاص گروہ کو تعارف کرانے کی ضرورت پڑی تو مہاجرین اور انصار کے نام بھی خود خدا نے ہی تجویز کئے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ مہاجرین یا انصار کا جن کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اور ہر دفعہ ایک لمبی تشریح کرنے سے وقت اور دماغ بچ گیا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں تفریق کی بنیاد سب سے پہلے نعوذ باللہ خود خدا نے رکھی۔ یا یہ کہ مہاجرین اور انصار مسلمان نہ تھے۔ یقیناً مسلمان تھے۔ ان ناموں سے صرف ان مسلمانوں کی خصوصیتوں کا اظہار مقصود تھا۔ اسی طرح شیعہ، سنی، حنفی، شافعی، احمدی کا نام رکھنے سے ہرگز کسی کا بھی یہ مقصود نہیں کہ وہ لوگ مسلمان کا نام اپنے لئے پسند نہ کرتے۔ اس لئے انہوں نے اپنا یہ نام رکھ لیا ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور اگر کوئی انہیں اسلام سے خارج کہے تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ تو پھر "قول احسن" لکھنے والے کا صفحوں کے صفحے اس امر کے لئے سیاہ کرنا یہ معنے رکھتا ہے کہ امت محمدیہ کے مذہب کا نام اسلام ہی ہونا چاہئے اور یہی فطرت کا مذہب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس نے اس کا انکار کیا تھا۔ جو ان کو اس قدر تکلیف برداشت کرنی پڑی۔ ناحق دردسر کیا۔

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

تمام مسلمانوں کا یہی دعویٰ ہے کہ ان کے مذہب کا نام اسلام ہے اور وہ مسلمان ہیں کوئی نہیں کہتا کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن مسلمانوں میں مختلف خیالات رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اس کا انکار نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی یہ کہا گیا ہے۔ کہ تمام امت محمدیہ متحد الخیال ہو۔ اسلام کا کامل اور محفوظ مذہب ہونے کا نشان بین یہ ہے کہ تمام امت میں اصول میں اختلاف کہیں نظر نہیں آتا اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ لیکن ان اصول سے جو فروع مستنبط ہوتے ہیں۔ ضرور ہے کہ ان میں اختلاف ہو۔ جب خیالات انسانی میں اختلاف موجود ہے تو کیا وجہ ہے جو فروعات، ان خیالات کے ماتحت مستنبط ہوں گے ان میں اختلاف نہ ہو۔ اس لئے ان اختلاف خیالات کا انکار کرنا واقعات کا انکار کرنا ہوگا۔ خود چکڑالوی صاحبان جب قرآن سے نماز کا استنباط کرتے ہیں۔ تو تھوڑی ہی مدت میں نماز کی کئی شکلیں نکل چکی جیسا جس کی سمجھ میں آیا ویسا استنباط کر لیا۔ خود مولوی عبد اللہ چکڑالوی صاحب پانچ نمازیں نکالتے رہے۔ رکعتیں بھی تین چار اور دو نکالتے رہے رکوع کے قائل تھے۔ اس کے بعد ہیئتیں بدل بدل کر آخر بات یہاں آکر ٹھہری کہ تین وقت اور دو رکعتیں اور رکوع ندارد۔ ان میں ایسے بزرگ بھی ہیں جو نماز کو صرف گنہگاروں کے لئے تبلاتے ہیں۔ نیکوں بھلے مانسوں کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ غرضیکہ اختلاف خیالات نے ان کے اجتہادات میں کس قدر اختلاف پیدا کر دیا ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات کی حقیقت

پس اگر اسلام کے اندر فروعات میں اختلاف ہوا تھا تو یہ ایک طبعی امر تھا۔ ان لوگوں میں جو خلافت کے بارہ میں اختلاف ہوا تو اس میں تین قسم کے لوگ ہو گئے جب ان کا ذکر کیا جانے لگا تو ہر ایک مختلف الخیال گروہ کے تعارف کے لئے ان کا نام سنی، شیعہ اور خوارج رکھا گیا اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ تینوں مسلمان نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ خلافت کے بارہ میں مسلمانوں میں تین قسم کے خیالات کے لوگ ہیں۔ جب مسائل کے استنباط اور اجتہاد میں طبعاً اختلاف پیدا ہوا تو کسی نے ایک بزرگ کے اجتہاد کو ترجیح دی کسی نے دوسرے بزرگ کے اجتہاد کو ترجیح دی۔ ایک حنفی کہلائے دوسرے شافعی تیسرے مالکی کہلائے چوتھے حنبلی۔ اس کا مقصد صرف اسی قدر تھا کہ مسلمانوں میں مسائل کے اجتہادات کے بارے میں فلاں فلاں بزرگ کے اجتہادوں کو ترجیح دینے والے لوگ موجود ہیں۔ اس کا کبھی یہ مقصد نہ تھا کہ یہ لوگ اپنا نام مسلمان نہیں رکھتے۔ اور حنفی، شافعی رکھتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے درمیان میں خیالات کے امتیاز اور تعارف کے لئے یہ نام تجویز کئے گئے۔ ایک فریق ایسا اٹھا جس نے مسائل کے اجتہادات میں کسی بزرگ کے اجتہادات کی تقلید ضروری نہ سمجھی اس نے اپنا نام دوسروں سے امتیاز و تعارف کے لئے اہل حدیث رکھا۔

احمدی نام رکھنے کی وجہ

ایک اور فریق نے چودھویں صدی کے مجدد کی آواز پر لبیک کہا اور ان کے ساتھ مل کر نرمی اور صلح، دلائل اور براہین کے ساتھ حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں لگ گئے۔ اور رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین سچے معنوں میں تسلیم کر لیا۔ حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کے خواہ وہ نیا ہو یا پرانا قائل نہ ہوئے۔ اور اپنے نبی کی تعلیم کو دنیا میں اشاعت کا فرض اولین قرار دے کر دن رات اسی خدمت میں منہمک ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جماعت کا نام تعارف کے لئے احمدی رکھ لیا۔ جب کسی جماعت کی کوئی ہستی وجود میں آئے گی تو ضرور ہے کہ اس کا کوئی نام ہو۔ تاکہ باہمی تعارف و امتیاز کے لئے آسانی ہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ہر دفعہ ان کے ذکر پر ایک لمبی تشریح اور تعریف کرنی پڑے گی جو [illegible] ہے اگر احمدی اپنا نام خود تجویز کر لیتے۔ اور تجویز کر دیتے کیا معنے کر ہی لیا تھا۔ وہ مرزائی کہا کرتے تھے۔ انہیں کہا گیا مرزائی نہ کہو۔ احمدی کہہ لو۔ رسول کریم صلعم کے دو نام تھے۔ احمدؐ اور محمدؐ۔ احمدؐ جمالی نام تھا۔ اور محمدؐ جلالی۔ احمد کے معنے ہیں بہت حمد کرنے والا۔ محمد کے معنے ہیں تعریف کیا گیا۔ چونکہ مرزا صاحب کی جماعت جمالی رنگ میں خدمت اسلامی کر رہی تھی اور خدا کی حمد کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرتی تھی۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلعم کے جمالی نام احمدؐ کی طرف منسوب کر کے اپنا نام احمدی رکھا۔ اس میں اشارہ یہ بھی تھا کہ خدا کی حمد کو دنیا میں پھیلانا جماعت کا مقصد ہے۔

ہمارا مذہب اسلام ہے

احمدی نام رکھنے سے حاشا وکلا یہ معنے ہرگز نہیں کہ ہم نے مسلمان کا نام چھوڑ کر احمدی نام اختیار کیا۔ ہرگز نہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ البتہ ملا لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ مگر ہم رات دن ان سے اسی امر کے لئے برسر پیکار ہیں کہ ہم مسلمانوں کو تم کافر کیوں کہتے ہو۔ خود حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

> ما مسلمانیم از فضل خدا ؛ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
> اندریں دین آمدہ از مادریم ؛ ہم بریں از دار دنیا بگذریم

پھر یہ کس قدر افترا ہے کہ کہا جائے ہم نے مسلمان کا نام ترک کر کے احمدی نام اختیار کیا۔ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم مسلمان ہیں۔ ہاں مسلمانوں کے درمیان ہمارے فروعی اختلاف جو ہماری جماعت کو ایک امتیازی رنگ دیتے ہیں اس کے تعارف کے لئے ہم نے جماعت کا نام احمدی جماعت رکھا۔ تاکہ ہر دفعہ جب ہم اپنی جماعت کا تعارف کرانے لگیں تو ساری توضیح و تشریح نہ کرتے پھریں۔ صرف احمدی کہہ دینے سے مخاطب کے ذہن میں تمام تعریف آ جائے۔

چکڑالوی جماعت کے مختلف نام

کیا چکڑالوی بزرگوں نے اپنے مختلف نام تجویز نہیں کئے۔ جب لوگوں نے ان کے اختلاف خیالات کی وجہ سے تعارف کے لئے انہیں چکڑالوی کہنا شروع کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اہل قرآن کہنا شروع کر دیا۔ پھر اہل الذکر کہلانے لگے۔ اب "امت مسلمہ" اپنا نام رکھ لیا۔

"امت مسلمہ"

یہ نام رکھنے میں انہوں نے درحقیقت تمام مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ کیونکہ اگر ان کی جماعت کا نام امت مسلمہ ہے تو پھر باقی تمام مسلمان امت کا فرد ہوئے اب تک شیعہ، سنی، حنفی، شافعی، اہل حدیث، احمدی جس قدر جماعتیں تھیں ان کے نام ایسے نہ تھے جو اپنے سوا دوسروں کو امت مسلمہ سے خارج کرتے۔ امت مسلمہ تو ان سب کا مشترک نام تھا۔ باقی نام باہم امتیاز و تعارف کے لئے رکھے۔ جس طرح ہر ایک مسلمان شخص کا اپنا نام تعارف کے لئے ہوتا ہے مگر جب ایک جماعت اپنا نام امت مسلمہ رکھے گی تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اس نے اپنی جماعت اور دوسری جماعتوں میں مابہ الامتیاز اسلام اور کفر کو رکھا۔ اس نے اپنا نام امت مسلمہ رکھ کر باقی تمام مسلمان جماعتوں کو کافر قرار دے دیا۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ نہیں ہم تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی جماعت کے ہوں امت مسلمہ ہی میں داخل سمجھتے ہیں۔ تو پھر ان کے اکابر اپنے رسالہ میں کیوں اپنی جماعت کے لوگوں کو امت مسلمہ کے ممبر لکھتے ہیں۔ اور مجھے میرے ایک دوست کہنے لگے کہ آپ بھی امت مسلمہ کے ممبر بن جائیں میں نے کہا میں پہلے ہی امت مسلمہ کا ممبر ہوں۔ کیا میں کافر ہوں جو آپ کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے ممبر بن جائیں۔ کہنے لگے نہیں ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں میں نے کہا تو معلوم ہوا کہ آپ امت مسلمہ صرف اپنی جماعت کو کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آپ امت مسلمہ کا نام دوسرے مسلمانوں پر عائد نہیں کرتے جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ انہیں اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ واہ یہ خوب نام رکھا اور خوب مسلمانوں میں اتحاد کا بیڑا اٹھایا۔ کہ سب کو اسلام سے خارج کر کے دھر دیا۔

اتحاد بین المسلمین کی ایک ہی صورت ہے

یہ خیال غلط ہے کہ نام رکھنے سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں ہر ایک مسلمان کا ایک الگ نام ہے۔ تو کیا اس سے تفرقہ پڑتا ہے۔ جب اختلاف آرا ہوگا۔ اور مختلف رائے اور مختلف خیالات لوگوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیں گے۔ تو ان کا نام رکھو یا نہ رکھو گروہ تو مختلف بن گئے۔ نام نہ رکھنے سے وہ اختلاف تو مٹ نہیں سکتا۔ تم نہ رکھو زمانہ رکھ لے گا۔ جب اتحاد کی ہوا ہندوستان میں چل رہی تھی تب بھی لوگوں نے سوراجی اور خلافتی نام رکھ ہی لئے تھے آخر کسی خاص خیال کے آدمیوں کو تعارف کے لئے کوئی نام دینا پڑیگا سر سید احمد خان کے ہم خیال لوگوں نے خود کوئی نام نہ رکھا اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتے پھرے۔ مگر زمانہ نے تعارف کے لئے نیچری نام رکھ کر چھوڑا وجہ یہ ہے کہ یہ فطرت انسانی ہے کہ وہ تعارف کے لئے کوئی نام رکھے اختلاف دنیا میں اٹل ہے۔ اس کے ساتھ ناموں کا وجود میں آ جانا فطرت انسانی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ خدا نے قرآن میں اصول اسلام مقرر کر دئیے ہیں انہیں سب مل کر مضبوطی سے پکڑے رکھیں ۔ اور فروعات کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کو خارج از اسلام نہ کریں۔

کفر بازی سے باز آؤ

جب تک مسلمان سب متحد ہیں فروعات کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن نہ بن جائیں ۔ اخوت اسلامی کی بنیاد اصول اسلامی پر رکھیں ۔ فروعات کے اختلاف پر بے شک طبع آزمائیاں کریں ۔ مگر ان کی وجہ سے ایک دوسرے کو کافر اور خارج از اسلام نہ کہیں ۔ اور ایک دوسرے کی جڑیں نہ کاٹیں ۔ یہی صورت اتحاد کی ہے ۔ اس نکتہ کو اگر کسی نے سمجھا ہے ۔ تو صرف لاہوری احمدی جماعت نے سمجھا ہے وہ اسی اصول پر کاربند ہے وہ ہر ایک کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی ہے ۔ اگر اس پر مسلمانوں کی تمام جماعتیں کاربند ہو جائیں تو آج اتحاد پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور اگر اس اصول پر کاربند نہ ہوں تو پھر بے شک سب جماعتوں کا نام مٹا کر دیکھ لو ۔ ان کا آپس کا لڑنا اور عداوت اور باہمی تکفیر بازی کبھی دور نہ ہو گی ۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے آج دیکھ لو ظفر علی صاحب ایڈیٹر زمیندار کی پارٹی ۔ محمد علی صاحب ایڈیٹر کامریڈ کی پارٹی اور خواجہ حسن نظامی کی پارٹی کوئی نام نہیں رکھتی مگر وہ جوتیوں میں دال بٹتی رہتی ہے کہ توبہ ہی بھلی ۔ زمیندار اور سیاست اور وزیر خاں کی مسجد کے مولانا اور پیر جماعت علی شاہ یہ سب ایک ہی جماعت کے مختلف ممبر ہیں ۔ مگر جب اسلام کی عزت کی پروا نہ ہو اور نفسانیت مد نظر ہو تو پھر لڑنے کے لئے تنکے کا پہاڑ بن جاتا ہے ۔ دوسری طرف بالمقابل سناتن دھرم اور آریہ سماج ، سکھ اور جینی ۔ برہمو سماج اور دیو سماج ۔ نام الگ ، جماعتیں الگ ۔ اصول الگ ۔ مگر زمانہ کی ہوا کو دیکھ کر متحد ہوئے چلے جا رہے ہیں ۔ پس نام اور جماعت کا بہانہ ہے ۔ لڑنے کو دل چاہے تو بھائی بھائی آپس میں لڑتے ہیں ۔ اتحاد کی شکل یہی ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر عمل ہو ۔ یعنی خدا ہمارا مقصود ہو ۔ اور نفسانیت کو ہم الوداع کہیں ۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے امتی کو ہم کافر اور خارج از اسلام نہ کہیں۔

کام کے لئے جماعت کی ضرورت ہے

باقی رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ جماعت ہی کیوں بنائی جائے جو نام کی ضرورت پڑے ۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو دنیا میں کام نہیں کیا کرتے صرف بیٹھے زبانی باتیں اور خیالی قلعے بنایا کرتے ہیں ۔ جو کام کرنے والے لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ بغیر جماعت کے دنیا میں کوئی اہم کام نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے ۔ انفرادی کام ناقص ۔ بہت مختصر اور جلد فنا ہو جانے والا ہوا کرتا ہے ۔ کیونکہ وہ اس فرد کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ مگر جو کام جماعت کے سپرد ہوتا ہے وہ مکمل اور وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے ۔ اور دیرپا ہوتا ہے ۔ اگر ایک ممبر مرتا ہے ۔ تو اس کا قائم مقام دوسرا ہو جاتا ہے ۔ اسی لئے خود اللہ تعالے نے اشاعت اسلام جیسے اہم کام کے لئے قرآن کریم میں صاف طور پر یہی فرمایا ۔ کہ اس کے لئے ایک جماعت ہو ۔ فرماتے ہیں ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ۔ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو خیر یعنی اسلام کی طرف لوگوں کو بلائے ۔ اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے ۔ اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں ۔ بس احمدی جماعت خدا کے حکم کے ماتحت ایک داعی الی الخیر جماعت ہے جو اشاعت اسلام کے لئے کھڑی ہوئی ہے ۔ اور اپنے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالی نام احمد کی طرف منسوب کر کے اپنے آپ کو اس لئے احمدی کہتی ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حمد کو کثرت سے پھیلانا اس کا مقصود اصلی ہے ۔ جس کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تھی ۔ اور صرف یہی ایک ایسی جماعت ہے ۔ جو ایسے اصول پر قائم ہے جس کے ذریعہ کل دنیا کے مسلمان متحد ہو سکتے ہیں ۔ یعنی کسی کلمہ گو کو کافر خارج از اسلام نہ کہا جائے ۔ اس کا نام احمدی جماعت تو محض دوسری مسلمان جماعتوں میں تعارف کرانے کے لئے ہے جس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ وہ مسلمان ہے ۔ اور اس کا مذہب اسلام ہے ۔ وہی جو فطرت کا مذہب ہے اور جو قرآن لایا ۔ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں :-

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین ؛ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ؛ خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے ؛ جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ وہ بھی ہو فدا

شدھی اور اس کا انسداد

مسلمان ممبران اسمبلی و کونسل توجہ فرمائیں

(خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

جدید تحریک شدھی نہ کوئی مذہبی تحریک ہے نہ اس کی تہ میں وہ مقدس جذبہ کام کر رہا ہے جسے جذبۂ مذہب کہتے ہیں یوں تو اہل بصیرت کی نگاہ میں آریہ سماج کی بنیاد ہی قومیت و سیاست پر رکھی گئی تھی ۔ جیسا کہ ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند کے صفحات میں صاف نظر آتا ہے ۔ تاہم وہ غرض ایک حد تک مذہبی لباس میں ملبوس تھی ۔ دیانند جی اور ان کے پیروان اولین کا بت پرستی کے خلاف جہاد اور توحید الٰہی کو ایک رنگ میں قائم کرنے کی لگاتار کوشش سچے مذہبی نقطہ نگاہ سے ہر طرح سزاوار ستائش تھی لیکن یہ تحریک شدھی اس خصوصیت سے خالی ہے ۔ مہاتما گاندھی شدھی اور سنگٹھن فنڈ کی تحریک کے ساتھ اپنے نام کو وابستہ کرنے میں شدھی کی لاکھ تو جیہیں کریں ۔ مگر ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی لفظ اپنے لغوی معنی میں خواہ کیسے ہی اعلے سے اعلے مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو ۔ وہی ایک دن لوگوں کے طرز عمل سے اپنے معنی میں متبذل بھی ہو جاتا ہے ۔ لہذا کسی لفظ کے معنے وہی لینے چاہئیں ۔ جو محاورہ عام نے اس کے لئے خاص کر دئے ہوں ۔ موجودہ شدھی کی غرض کسی اشدھ چیز کو شدھ کرنا نہیں ہے ۔ بلکہ اس لفظ کے موجودہ معنی سوامی شردھانند جی کے دماغ میں اس جیل میں آئے جہاں انہیں سیاسی اغراض میں مہاتما جی کی شرکت سے گئی تھی ۔ اور ان کے میعاد قید پوری کرنے سے بہت پہلے رہائی پانے پر دنیا نے شدھی کے نئے معنے سمجھے ۔ اور وہ یہ ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اعدادی قوت بڑھا کر ہندو راج کو کسی شکل میں نزدیک تر کر لیا جائے ۔ چنانچہ جیل سے نکلتے ہی انہوں نے شدھی اسی رنگ میں شروع کر دی ۔ میں اس نظریہ کے ثبوت میں مہاتما جی کو امور ذیل کی طرف توجہ دلاتا ہوں ۔ اس شدھی کی مہم میں سناتن دھرمیوں کو شریک کرنے کے لئے یہ طریق عمل اختیار کیا گیا کہ جب کوئی مسلمان یا اچھوت شدھ کیا جائے اور اگر اسے سناتن دھرمی لینا چاہیں تو وہ بخوشی لے سکتے ہیں یا شدھ کیا ہوا شخص ہندو مذہب کی جس شاخ میں جانا چاہے چلا جائے ۔ کیا سناتن دھرمی بتوں کے پجاری نہیں ؟ اور آریہ سماجی بت شکن نہیں ؟ کیا آج سے کچھ برس پہلے آریوں نے سناتن دھرمیوں کے خلاف مذہبی تنازعات نہیں برپا کئے ؟ اگر وہ کشمکش کسی جذبۂ صادق کی تحریک تھی تو کیا اہل شدھی کا موجودہ طرز عمل اس کے بالکل خلاف نہیں ؟ پھر عین اسی وقت ہندو مہاسبھا میں پنڈت مالوی جی کی اس تعریف پر غور کیا جائے جو وہ ہندو مذہب کی کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک ہندو مذہب ان تمام مذاہب پر حاوی ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہوں ۔ اب اگر ہر ایک مذہب چند عقائد پر مشتمل ہوتا ہے ۔ اور اس مذہب کا نام انہی لوگوں پر حاوی ہو سکتا ہے جو ان عقائد کے پابند ہوں ۔ تو شدھی کی یہ جدید تحریک اور مالوی جی کی تعریف ایک گربہ کو زیادہ دیر تک تھیلے میں چھپائے ہوئے نہیں رکھ سکتی الغرض یہ تحریک شدھی ایک پولٹیکل تحریک ہے ۔ اور اس کا مقصد عیسائیوں اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنا یا کالعدم کر دینا ہے ۔ مہاتما جی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے اس بڑے مقصد کو جو ہندو مسلم اتحاد سے وابستہ تھا ۔ اگر تباہ کیا تو سب سے پہلے اس تحریک شدھی نے کیا ۔ گو یہ اتحاد میری سمجھ میں آج تک نہیں آیا ۔ بہرحال مجھے یہاں نہ تو پولٹیکل اغراض سے بحث ہے ۔ اور نہ مجھے ہندو لیڈروں کی نیتوں اور دلی ارادوں پر بحث کرنے کی ضرورت ہے جو باتیں میں نے اوپر لکھی ہیں وہ صاف و صریح ہیں ۔

میں مذہب کا ایک خادم ہوں اور مجھے سیاسیات سے کچھ تعلق نہیں نہ میں ایسے خیالی پلاؤ پکایا کرتا ہوں کہ ہندوستان میں فلاں قسم کا راج ہو ۔ میرے نزدیک جو گورنمنٹ نصفت شعار ہو اور رعایا کے مذہبی امور میں دخل نہ دیتی ہو اس کا کوئی مذہب ہو ۔ اس کے ماتحت ایک مسلمان رہ سکتا ہے ۔ مجھے اس میں بھی کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا اگر برادران وطن ہندو راج قائم کرنے کی فکر میں ہوں ۔ مجھے تو اپنے مذہب کی حفاظت کرنا اور ان راہوں کی تلاش کرنا ہے جن سے اسلام ایک عالمگیر مذہب ہو جائے میرا دائرہ عمل کسی خاص ملک یا قوم تک محدود نہیں ۔ لیکن میں اپنے اندر یہ اہلیت بھی نہیں دیکھتا کہ یہاں کسی مذہبی دنگل میں کود پڑوں اور وہ باتیں کروں جو آریہ بھائی کر رہے ہیں ۔ ترکی [illegible]

یہ مسلمانوں کی شرافت طبع اور ان کے فطری اخلاق حسنہ ہیں جن کا ظہور شردھانند جی کی موت پر مسلمانوں کی طرف سے ہوا ۔ انہوں نے اتحاد ہندو مسلم کے معاملہ میں بھی اپنے گزشتہ چند سال کے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان میں کہاں تک ایفائے عہد اور قول کا پاس اور اس کے احترام کا احساس ہے ۔ چنانچہ شدھی کے آغاز ہی سے علی برادران اور ان کے ہمخیال اتحاد ہندو مسلم کی عزت میں شدھی کی عملی مخالفت سے علیحدہ رہے ۔ حتیٰ کہ خلافت کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بحیثیت کمیٹی ان باتوں سے الگ رہے گی ۔ گو انفرادی طور پر شرکت کی اجازت دیدی گئی تھی ۔ لیکن مسلمان سیاسی لیڈروں نے بہت بڑی حد تک اس فیصلہ کا احترام کیا ۔ اگر اس وقت کے ان ہندو مسلمان لیڈروں کے حالات پر غور کیا جائے جو میدان سیاسیات میں سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے تو زیادہ تر مسلمان ہی ایسے نظر آئیں گے جو ہندو بھائیوں کے مقابلہ میں ہندو مسلم اتحاد کے عہد پر قائم رہے ۔

بدقسمتی سے ہمارے مخالفین ہمکو ہمیشہ بدنام کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں ۔ ہمیں اپنے مخالفوں کو یہی کہتے سنا کہ ہم بہت بدزبان ہیں لڑائی جھگڑوں میں مشاق ہیں ۔ حتیٰ کہ مہاتما گاندھی جی بھی اپنے حزم و احتیاط کو شردھانند جی کے واقعہ پر خیرباد کہہ کر دل کی بات زبان پر لے آئے ۔ کہ مسلم تلوار آٹھ پہر نیام سے باہر نکلنے کو تیار رہتی ہے ۔ مہاتما جی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ تلوار پستول نکالنا ایک مردانہ فعل ہے ۔ جس کا اپنے محل و موقعہ پر استعمال ایک اعلے اخلاق کا مترادف ہوتا ہے ۔ جسے شجاعت کہتے ہیں ۔ لیکن گزشتہ چند سال میں مسلمانوں نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کسقدر ضبط و تحمل ہے مولانا شوکت علی صاحب نے جب اعلان کیا کہ ہندوؤں کی گالیوں پر ، ان کی بدزبانی پر ، مسجدوں کے سامنے ان کے شور و شر پر مسلم خاموش رہیں ۔ تو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا ۔ مولانا نے تو قرآنی حکم ادفع بالتی ھی احسن ۔ بدی کے بدلے بہتر سلوک کرو ۔ دشمن بھی دوست ہو جائیگا ، پر عمل کرایا ۔ لیکن قرآن کریم تو حکیمانہ کتاب ہے وہ موقع و محل کے شناخت کی بھی تعلیم کرتا ہے ۔ حسن سلوک اچھی چیز ہے ۔ لیکن بعض وقت فریق ثانی اسے دوسرے کی کمزوری پر محمول کر لیا کرتا ہے ۔ بدقسمتی سے ہندو بھائیوں نے بھی ایسا ہی کیا ۔

اس وقت بھی شردھانند جی کے قتل پر مسلمانوں کے شریفانہ طرز عمل نے یہی نتیجہ پیدا کیا ۔ انسان ہونے کی حیثیت سے شردھانند جی اور مرحوم محبوب علی میں کیا فرق تھا ۔ اگر درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو جو کچھ ان دو جانوں کے اتلاف پر ہندو مسلم بھائیوں سے ظہور میں آیا وہ دونوں کے اخلاق و تربیت کا ایک عمدہ معیار رہے ۔ اور اس پر طرفہ یہ ہے کہ ہندو بھائی اس اخلاق اسلامی کو مسلمانوں کی کمزوری پر محمول کر کے ایسی زباندرازی و دریدہ دہنی پر اتر آئے کہ مجبوراً گورنمنٹ کو لاہور میں انہیں متنبہ کرنا پڑا ۔

میں اس موقعہ پر جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا اپنے مسلمان بھائیوں کا کوئی خاص مشیر بننا نہیں چاہتا ۔ مجھ سے بہتر دل و دماغ والے اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں ۔ اور یہ ان کا فرض اولین ہے ۔ کہ وہ حل کریں ۔ سیاسیات کے مسلم پیرو کار بھی سمجھ لیں کہ وہ آج سے تین سال پہلے کی طرح شدھی کو کوئی مذہبی تحریک سمجھ کر نظر انداز نہ کریں ۔ اگر سیاسی انہماک و شغف سے انہوں نے امور مذہبی دوسروں کے لئے چھوڑ دیئے ہیں ۔ تو اب وہ شدھی کے سوال کو ایک سیاسی مسئلہ یقین کریں اور اس کی طرف کامل توجہ مبذول کریں ۔

شدھی کا ایک علاج بعض کی نگاہ میں تو وہی ہے ۔ جو آج سے پہلے آگرہ اور اس کے گرد و نواح میں کیا گیا ۔ اگر وہ صحیح ہے تو اس کو جاری رکھنا چاہیئے ۔ لیکن سب سے پہلے ہم جذبات ردیہ یا انتقام کے خیال سے پاک ہو جائیں ۔ اور ہمیں ٹھنڈے دل سے ان تدابیر حسنہ سے کام لینا چاہیئے جن کے ساتھ شرافت نفس ، مخالف سے حسن سلوک ، فیاضی ، علو ہمت ، موعظت حسنہ ہو ۔ ہمیں ہندو مسلم اتحاد کے خیال کو ترک کر کے سب سے اول اتحاد قومی کا فکر کرنا چاہیئے ۔ لیکن اس اتحاد کی غرض غیر اقوام کی مخالفت یا ان کی نقصان رسانی نہ ہو ۔ کوشش کا مقصد صرف اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کا استحکام ہو ۔ اگر ہم یہ مقصد حاصل کر لیں تو اس پر دوسری لاکھوں تجویزیں قربان کی جا سکتی ہیں ۔

میں جب تک ہندوستان میں ہوں بعض تجاویز پیش کرتا رہوں گا وہ زیادہ تر اپنی ہی اصلاح اور تزکیہ حال کے متعلق ہوں گی ۔ میں نے انگلستان میں اپنی کامیابی کا راز زیادہ تر محاسن اسلام بیان کرنے میں دیکھا ۔ سر دست میں مسلمان اہل الرائے کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں جس کو جلد سے جلد عملی جامہ پہنا دینا چاہئے ۔

جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے مجھے آریہ شدھی کی تحریک کسی مذہبی صداقت پر مبنی نظر نہیں آتی ۔ اگر ایسا ہوتا تو کارکنان شدھی پڑھے لکھے

مسلم طبقہ کی طرف توجہ کرنا ہی ان کی مذہبی کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ جاہل اچھوتوں اور اچھوتوں کے علاوہ آج ان کی نگاہ مسلمان بیبیوں پر بھی ہے جس کی تازہ مثال اصغری بیگم ہے۔ ہمیں اصغری بیگم کی حالت کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان اسباب پر غور کرنا چاہیئے کہ جن سے یہ ارتداد کا دروازہ جلد سے جلد بند ہو۔

یہاں اصغری بیگم یا شانتی دیوی کی داستان دہرانا میرا مقصود نہیں۔ اس ہندوستان میں ایک مبصر کی نگاہ میں **ہزاروں اصغری بیگم موجود ہیں**۔ جو ایک دن مس جین یا شانتی دیوی بننے والی ہیں۔ اور افسوس تو یہ ہے کہ وہ قومی جوش کسی کے ارتداد پر ہمارے دل میں پیدا ہو جاتا تھا وہ بھی آج ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے۔ اخباری دنیا کی جیسی اور خبریں پڑھتے وقت عارضی اثر ہم پر کرتی ہیں۔ وہی حیثیت ان واقعات ارتداد کی ہو گئی ہے۔

ارتداد کا معاملہ کوئی ادنےٰ سا معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ایک طرح قوم کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ کسی مسلم یا مسلمہ کے مرتد ہو جانے پر شور و شر یا تگ و دو کر لینا بے شک قابل تعریف بات ہے۔ لیکن اس سے ہوتا کیا ہے آخر ہماری کوششیں ہماری چیخ پکار، ہاہا واویلا۔ ہماری قانونی چارہ جوئی اصغری بیگم کے معاملہ میں کہاں تک کارگر ہوئی۔ سب سے مقدم یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ اس ارتداد کا سبب کیا ہے اور اس سبب کا اندفاع بھی کسی طرح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

کوئی صاحب تمیز شخص یہ تو خیال ہی نہیں کر سکتا کہ ہندو یا آریہ مذہب کی کوئی خوبی اصغری بیگم کو آریہ کیمپ میں لے گئی۔ بلکہ جن حالات نے سوامی شردھانند جی کے گھر تک اسے پہنچایا اور اسے شانتی دیوی بنایا۔ وہ اسے کسی گرجا میں بھی لیجا سکتے تھے۔ یہ امر بالکل اتفاقی تھا کہ اصغری بیگم کی تاک میں کوئی پادری نہ تھا۔ بلکہ سماجی تھا۔ مدت ہوئی امرتسر کے ایک تاجر نور دزعلی نام نے کسی بازاری عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ ایسی عورت کیونکر خانگی قیود میں رہ سکتی تھی۔ دوسری طرف نکاح کی زنجیر نے اسے ہمیشہ کے لئے مقید کر دیا تھا۔ اس نے ایسے لوگوں میں زندگی بسر کی تھی جنہیں کسی مذہب و ملت سے تعلق نہیں ہوتا۔ اس کے متعلقین سے کوئی پادری آ ملا۔ جو جانتا تھا کہ ارتداد ایک مسلمہ کو حبالۂ نکاح سے آزاد کرا دیتا ہے چنانچہ وہ عورت عیسائی بنا دی گئی۔ نور دزعلی نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا مقدمہ ہائیکورٹ سے بھی آگے پریوی کونسل تک پہنچا لیکن فیصلہ یہی ہوا۔ کہ ارتداد سے ایک عورت اپنے سابقہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ اس مقدمہ پر ایک مدت گزر گئی۔ اس کے بعد فیروز پور کی ایک مسلمان بی بی اسی اصول پر عیسائی زمرہ میں شامل ہو گئی۔ یہاں بھی تبدیلی مذہب کی غرض میرے نزدیک قید زوجیت سے آزادی حاصل کرنی تھی۔ یہ مقدمہ بھی ہائیکورٹ تک پہنچا۔ اور پرانے فیصلے ہی بحال رہے۔ بہر حال یہ اس وقت ہر ایک شخص کے علم میں آ چکا ہے۔ اور اس کی تشریح و تفصیل کی ضرورت نہیں۔

امرتسر والا مقدمہ تو چنداں قابل لحاظ نہ تھا لیکن فیروز پور والا مقدمہ ہمارے لئے ہر اعتبار سے عبرت بخش تھا۔ اس بی بی کو بھی کسی خوبی نے عیسائی نہیں کیا تھا۔ پہلی بی بی اور اصغری بیگم کو ملتے جلتے اسباب نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ایک عیسائی ہوئی تو دوسری آریہ۔ ہمارے علماء ہی مذہب کے نگہبان ہیں۔ ان کا فرض تھا کہ فیروز پور والے مقدمہ اور اس کے نتائج پر غور کر کے اس نئے سد باب کا انسداد کرتے۔ ان دونوں واقعات کی بنا شوہر کے وہ مظالم ہیں جن کی تختہ مشق بعض بیبیاں بن جاتی ہیں۔ اسلام کا قانون طلاق رحمت تھا۔ وہ اس رشتہ زناشوئی کا خاتمہ کر دیتا ہے جس کے باعث ایک مرد و عورت الفت و محبت کے ساتھ باہم زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ عیسائی دنیا اسلامی اصول طلاق کی طرف آ رہی ہے۔ اس معاملہ میں سب سے زیادہ تکلیف دہ قانون ہندوؤں کا ہے۔ جو ایک عورت کو کسی حالت میں خاوند سے جدا نہیں ہونے دیتا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر گھر میں حسن معاشرت نظر نہیں آتی۔ نہ ہر جگہ میاں بیوی محبت کامل کا نمونہ ہوتے ہیں۔ خانگی نا چاقیوں سے ہندو، عیسائی، مسلم کوئی گھر خالی نہیں۔ عیسائی دنیا میں تو ازدواجی راحت اس قدر عنقا ہے کہ وہ لاٹری سے تعبیر کی جاتی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ اور ہر قوم میں سینکڑوں گھر ایسے نظر آتے ہیں جہاں میاں بیوی کی زندگی کتے اور بلی کی زندگی سے بدتر ہے۔ اس گھر کی راحت اور فریقین کی مدت العمر کی خوشی اسی بات پر منحصر ہے کہ قانون ان کے رشتہ زوجیت کو توڑ دے۔ اس معاملہ میں کل مذاہب کے مقابل اسلام ہی نسل انسانی کے لئے موجب رحمت ہے۔ مثلاً عیسائی دنیا نے صرف زنا اور فواحش کبیرہ کو وجہ طلاق تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ اختلاف مزاج زندگی تلخ کرنے اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے لئے کافی سبب ہو سکتا ہے انگلستان میں دونوں نیک چلن تھے۔ لیکن اختلاف طبیعت یا دونوں میں سے ایک کی بد مزاجی نے ان کو اس قابل نہ رکھا کہ وہ باہم صلح و آشتی سے رہ سکیں۔ آخر دونوں میں سے ایک نے قانون انگلستان کی نگاہ میں طلاق کی وجہ کامل پیدا کرنے کے لئے صنفی اخلاق کو تباہ کیا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ایک دوست کو اس کی بہو نے ایک چٹھی لکھی کہ اب ہم دونوں بیوی اور میرے دوست کا بیٹا زیادہ عرصہ تک رشتہ زوجیت قائم نہیں رکھ سکتے۔ اگر تمہارا بیٹا طلاق کی وجہ نہ پیدا کرے گا تو میں پیدا کر لونگی۔ آخر اس بی بی نے جو اس وقت نیک چلن تھی ایک علیحدہ مکان لیا اور کسی سے آشنائی اس لئے پیدا کی کہ وہ انگلستان کی عدالت میں طلاق کی وجہ کامل بن جائے۔ خیر وہاں تو یہ حالت ہے۔ لیکن ہندو دھرم شاستر کی رو سے تو کسی حالت میں بھی شادی کے بعد عورت خاوند سے کسی طرح جدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اس سختی سے جو منفی نتائج بد پیدا ہوتے ہیں اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام ہی دنیا میں اس امر میں رحمت ہے۔ اس نے مسئلہ طلاق بھی مرد عورت کے لئے رحمت بنایا۔ لیکن ہمارے رسم و رواج نے اور بعض وقت فقہی غلط فہمیوں نے اس رحمت کو زحمت کر دیا ہے۔

کیا ایک مسلمان اپنے اہل و عیال کے لئے درشت مزاج اور ظالم نہیں ہو سکتا ؛ کیا بعض مسلم بھائی عورتوں کو طرح طرح کی تکلیفیں نہیں دیتے؟ کیا مسلمان بیبیاں بعض گھروں میں ان حقوق سے محروم نہیں جو شریعت نے انہیں دیئے ہیں؟ اب اگر اسلام نے ان مظلوموں کا کوئی علاج نہیں تو اسلام مذہب حق نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ اور یہ کہاں کی شریعت ہے ؟ کہ ایک مرد تو ضرورت حقہ پر اپنی زوجہ سے جدا ہو سکے بلکہ بعض وقت ایک نادان زوجیت جیسے مقدس رشتہ کو اپنی تلون مزاجی پر بھینٹ چڑھا دے۔ لیکن ایک عورت اپنی گردن سے شوہر کے ناقابل برداشت مظالم کے باوجود زوجیت کی زنجیر نہ اتار سکے۔ ان مظلوم خواتین کا علاج اگر اسلام میں نہیں اور ارتداد ان کی نجات کا موجب ہو جائے تو کیوں وہ اسلام کو خیرباد نہ کہہ دیں۔ ترک اسلام سے جس دوزخ میں وہ جائے گی وہ تو بعد از موت کا قصہ ہے لیکن ارتداد اسے موجود جہنم سے تو آزاد کر دیتا ہے۔ ان حالات سے مسئلہ ارتداد نے اب ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے۔ مسلمانوں میں جہاں کہیں مظلوم عورتیں ہوں گی یا جو نان و نفقہ یا دیگر حقوق شرعی سے محروم ہوں اور بالفرض قانون اسلام ان کو ان مظالم سے نجات نہ دلائے۔ تو وہ اس آزادی کے زمانہ میں لامحالہ ارتداد کی پناہ میں آ جائیں گی۔ خصوصاً جبکہ کار پردازان شدھی ایسے شکار کی تاک میں رہتے ہوں۔ سب سے پہلے مسلم اہل الرائے شدھی کی اس نوعیت پر غور فرمائیں۔

اس موجودہ شکل کے ارتداد کا علاج اس سوال کے جواب میں مضمر ہے کہ کیا ایسی مظلوم مسلمان عورتیں عدالت میں جا کر یا کسی دوسرے طریق پر طلاق حاصل کر سکتی ہیں ؟ اس کا جواب قرآن و حدیث تو اثبات میں دیتے ہیں۔ **خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به - تلک حدود الله فلا تعتدوها و من یتعد حدود الله فاولئک هم الظالمون** ٥ اس بات کا خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں۔ تو ان سے (آگے) مت بڑھو۔ اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بے انصاف ہیں۔ اس آیت شریفہ کی رو سے ایک عورت بنا مہر بخش کر یا کچھ دے دلا کر خاوند سے طلاق لے سکتی ہے۔ آیت مسطور اگرچہ خلع کی اساس ہے لیکن یہ تو مرد و عورت دونوں پر حاوی ہے۔ دونوں میں سے کوئی زوج جب حدود الٰہی کی نگہداشت اور حقوق زناشوئی کو پورا نہ کر سکے۔ تو وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے چاہئیں۔ اس آیت کی تفسیر میں ثابت بن قیس کی بیوی جمیلہ کا ذکر اکثر آتا ہے۔ امام بخاری صاحب نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ نہ تو حضرت ثابت اور جمیلہ بی بی میں کوئی فساد تھا نہ سوء معاشرت کی شکایت تھی۔ لیکن کسی وجہ سے جمیلہ بی بی اس رشتہ کو قائم رکھنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے جمیلہ سے ثابت کا دیا ہوا باغ واپس دلا کر انہیں حبالۂ نکاح سے آزاد کر دیا۔ جب اس وجہ پر بھی طلاق ہو سکتی ہے تو جس گھر میں ظلم، اتلاف حقوق اور رات دن کے جھگڑے اور فساد ہوں وہاں کیوں قانون ان دونوں کو جدا نہ کرے ؟ شافعی فقہ میں یہ حالات عورت کو خاوند سے جدا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ (ملاحظہ ہو منہاج شافعی) کہا یہ جاتا ہے کہ یہ ملک حنفی المذہب ہے اور اس فقہ میں اس مصیبت کا کوئی علاج موجود نہیں۔ میں خود حنفی المذہب ہوں لیکن میرا یہ عقیدہ نہیں کہ آنے والے واقعات پر عالم الغیب کے سوا کوئی فقہ حاوی ہو سکتا ہے۔ نہ اور کوئی حنفی المذہب یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ دنیا میں ایسے حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے جن پر یہ چاروں فقہے حاوی نہ ہوں گے۔ اس صورت میں ہمیں بفحوائے فردوہ الی الله والرسول۔ خدا اور رسولؐ کی طرف رجوع کر کے قرآن و حدیث سے حاضر الوقت مسئلہ کے متعلق استفتا کرنا ہوگا۔ لیکن پیش آمدہ مصیبت کا ایک اور علاج بھی ہے۔ فقہ حنفی کا یہ ایک پرانا اصول چلا آتا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں فقہ حنفی خاموش ہو تو باقی تین اماموں میں سے کسی کی فقہ کی پیروی کی جائے۔ مثلاً مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا مسئلہ اسی طرح طے ہوا۔ کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ برسوں اس کی خبر نہیں آتی۔ بیوی کے حقوق کی نگہداشت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اب ایسی بی بی کا کیا حشر ہو؟ آیا وہ ساری عمر کے لئے بیٹھی رہے۔ یا ایک مدت معینہ کے بعد نکاح کرے۔ بعض فقیہ اسے نوے سال تک منتظر رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن ان بزرگوں کو یہ میعاد تجویز کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہی کہہ دیا جاتا کہ وہ مدت العمر معلق رہے کیونکہ نوے سال تک اول تو زندگی کی ہی امید نہیں۔ پھر ایک نوے یا صد سالہ بی بی کو کون اپنے حبالہ عقد میں لائے گا۔ کوئی پندرہ بیس برس ہوئے دہلی کی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہوا تھا۔ جہاں ایک شوہر صاحب نے تین سال تک مفقود الخبر رہنے کے بعد اپنی بیوی کو آ کر سلام کیا۔ وہ بی بی اسے مردہ سمجھ کر دوسرا نکاح کر چکی تھی۔ اس کے بال بچے بھی ہو گئے تھے۔ ان بیچاروں کی ولادت قابل اعتراض ہو گئی۔ ان میاں صاحب نے آتے ہی زیر دفعہ ۴۹۴ ازدواج ثانی کے جرم میں دوسرے شوہر کو قید کرا دیا چیف کورٹ نے فقہی شرط نوے سال کو فوجداری معدلت گستری میں ناقابل لحاظ سمجھ کر ایکٹ شہادت کی سات سالہ میعاد ایک مفقود الخبر کو مردہ سمجھنے کے لئے کافی سمجھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد اس سے بھی زیادہ قابل احترام ہے۔ وہ ایسے حالات میں صرف چار سال کافی سمجھتے ہیں۔ امام مالک نے بھی یہی مدت تجویز فرمائی ہے۔ چند سال ہوئے ریاست بھوپال میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ دام اقبالہا تو خود علم دین اور فقہی دقایق سے واقف ہیں۔ آپ نے ریاست کے قاضی صاحب اور دیگر علما سے اس معاملہ میں استفسار کیا۔ کہ اگر فقہ حنفی اس مسئلہ میں خاموش ہو تو کسی دوسرے امام کی پیروی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بہت کچھ تحقیق و تدقیق ہوئی۔ بعض علمائے ہند کی بھی رائے لی گئی۔ آخر اس ریاست اسلامی نے اپنی مسلمان رعایا کے لئے یہ ہدایت جاری فرما دی کہ اگر کوئی شوہر چار سال تک مفقود الخبر رہے یا حقوق شوہری سے اپنی بیوی کو محروم رکھے تو اس کی بیوی محکمۂ قضا میں ثبوت پیش کر کے خاوند سے آزاد ہو سکتی ہے۔

مسئلہ زیر بحث کی صورت بھی بعینہ یہی ہے اگر فقہ حنفی ایسی عورت کی بیچارے خاوند سے تفریق کر دینے کا چارۂ کار بتلانے سے خاموش ہے۔ جو مظالم شوہر کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے۔ تو کیا کسی دوسرے امام کی پیروی نہیں ہو سکتی ؟ میرے خیال میں شافعی فقہ ایسی مظلومہ کی دادرسی کرتا ہے۔ اور اسے ظالم شوہر سے نجات دلا کر نکاح ثانی کی اجازت دیتا ہے۔ خصوصاً قرآن و حدیث اس معاملہ میں صاف ہیں۔ معاملہ کی صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں بدقسمتی سے کہیں کہیں ظلم ہوتا ہے کہیں کہیں حقوق زوجہ تلف کئے جاتے ہیں مسلمان بیبیوں کی جان عذاب میں ہے۔ اگرچہ یہ حالت ہمارے ہی گھروں کی نہیں۔ بلکہ ہم سے بدتر حالت غیر مسلم گھروں کی ہے۔ لیکن ہمیں دوسروں سے کیا غرض ہمیں تو اپنی مصیبت کا علاج کرنا ہے۔ یہ مظلوم عورتیں گھروں کے چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ شدھی بازوں نے سیاسی اغراض کو اب نصب العین بنا کر اس امر میں ساز باز شروع کر دی ہے۔ دروازہ ارتداد کھل گیا ہے۔ شوہر کے مظالم اس دروازہ سے نکلنے پر ان خواتین کو مجبور کر رہے ہیں۔ وہ آریہ مذہب کو جو سمجھتی ہیں وہ ظاہر ہے۔ لیکن ارتداد جیسا بدترین فعل ہی ان کے لئے نجات کا ایک دروازہ کھولتا ہے دوسری طرف قانون نافذ الوقت میں اس ارتداد کا کوئی علاج نہیں۔ بلکہ عدالتیں ان مظالم سے بھاگنے والی عورتوں کی حمایت میں ہیں۔ اگر ان خرابیوں کا علاج اسلام میں نہیں تو پھر اسلام کس معنی میں رحمۃ للعالمین ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں بزرگ علمائے ہندوستان سے اس مسئلہ کے حل کے لئے اپیل کرتا ہوں کہ اگر فقہ حنفی اس مسئلہ میں خاموش ہے تو قرآن و حدیث کے ماتحت فقہ شافعی کا مسئلہ اختیار کر لیا جائے۔ اور شدھی کے اس حملے سے ہماری بہنوں اور بیبیوں کو بچایا جائے جس کی وہ ہدف ہو رہی ہیں۔ اسلامی ریاستیں اس قسم کا قانون نافذ کریں اور لیجسلیٹو اسمبلی کے مسلمان ممبر بھی توجہ فرمائیں اگر یہ قانون بن جائے تو شریعت اسلام کے خلاف نہیں بلکہ مطابق ہوگا۔

(اشاعت اسلام)

مشہور عالم زود اثر تاج طبی بجا اپریشن یا نشتر کی زحمت نہ اٹھائیے

فوتہ بڑھ جانے یا آنت اترنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بے ضرر اور بلا تکلیف ہے نہ نشتر کی ضرورت نہ زخم و چھالہ پڑے
کسی قسم کا فوتہ ہو خواہ آبی ہو یا بادی۔ لحمی ہو یا ریاح والا۔ سب کو اس دوا
کے چار مرتبہ لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ فوتہ ہو یا آنت چلتے پھرتے
آرام ہوگا۔ تمام زائد پانی اور ناقص رطوبت پسیج پسیج کر نکل جائے گی۔
بادی پن رفع ہوگا۔ ریاح تحلیل ہو جائیں گے زائد گوشت سب خشک
ہو جائے گا۔ اور فوتہ اپنی اصلی حالت پر آ جائے گا۔ کیسا ہی پرانا اور کتنا ہی
بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو اس دوا کے استعمال سے آرام ہو جائے گا۔ آنت
کیسی ہی اتری ہوئی ہو۔ درد ہوتا ہو۔ ریاح پھرتے ہوں۔ جگہ پھول جاتی ہو
آنت غوں غوں بولتی ہو۔ فوتہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو۔ غرضیکہ کسی قسم کی
بھی شکایت ہو انشاء اللہ بالکل آرام ہو جائے گا۔ آنت اپنی جگہ پر آ کر جم
جائے گی۔ جتنا چاہو زور کرلو آنت نہ اترے گی ترکیب استعمال اور پرہیز
بالکل آسان۔ قیمت فی شیشی معہ محصولڈاک تین روپے دس ۱۰

یونانی ہمدرد دواخانہ ڈوری بازار متھرا (یوپی)

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی کے ساتھ خود گھر میں کر سکتے ہیں جس میں
مت اور بہت روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکے۔ زیادہ روپیہ واسطے
آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ بن جائے
سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری اور محنت
سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے سود ہے۔ خریداروں کو
پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں۔ لڑکے اور لڑکیاں ان پر کام
کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہئے۔ ہزاروں ہمارے ۳۲۵ روپیہ
میٹر اور ۳۲۶ روپے کے بنیائن کے کل پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین
سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی
ضمانت کرتے ہیں۔ سوت ہم سے خریدو۔ ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر
درخواست بھیجو

دی ایشاٹک کیٹنگ کمرشل کارپوریشن بمبئی۔

آپکی مستقبل اور موجودہ قسمت میں کیا لکھا ہے

اگر اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے خواہشمند ہو یا کسی ایسی بیماری کے دفعیہ کی
ضرورت ہو جس کو دوا کے اثر نہ کرنے کی وجہ سے لا علاج قرار دیا گیا ہو یا کسی نے
کوئی کرتب یا جادو کر دیا ہو۔ یا اولاد نہ ہوتی ہو یا ہو کر مر جاتی ہو۔ یا کسی انسانی
خواہش کی تکمیل مطلوب ہو یا کسی بگڑے ہوئے کام کی درستی، مقدمات میں کامیابی
کسی عزیز یا دوست یا میاں بیوی کی ناچاقی رہتی ہو یا اور کسی قسم کے سوالات کے
جواب حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو بذریعہ خط و کتابت جوابی خط بھیجکر یا خود تشریف
لاکر دریافت کر سکتے ہیں۔ ہر ایک مرض پوشیدہ مردانہ ہو یا زنانہ علاج کلام الٰہی
گنڈا، تعویذ اور جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے۔ ہر ایک نحوست کا اتار وغیرہ
بھی کیا جاتا ہے۔ مشورہ کی فیس فی سوال بذریعہ وی۔ پی عہ ملاقات پر
صرف ایک روپیہ۔ تمام مستقبل قسمت کے موٹے موٹے حالات دریافت
کرنے کی فیس پانچ روپے ۵ ر تمام حالات کی فیس پچیس روپے۔ ایک سال
کا حال دریافت کرنے کے لئے تجا۔ عملیات ناچاقی یا ایسی بیماری جس پر
دوا اثر نہ کر سکتی ہو یا بے روزگاری ہو یا اولاد نہ ہوتی ہو یا اولاد پر کسی
قسم کی تکلیف ہو تو عملیات کا ہدیہ پانچ روپے پانچ آنے مزید تسلی کرنی
ہو تو ہزارہا اسناد کو خود تشریف لاکر ملاحظہ فرمایئے۔ اور میرے
علم کی صداقت کی آزمائش کیجئے۔ اگر لاہور آنے سے معذور ہوں تو
۲ کے ٹکٹ بھیجکر میرے کمالات کی فہرست طلب کر سکتے ہیں۔
خط جوابی بھیجئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ یکم جنوری سے
جون ۱۹۲۶ء تک مستقل قیام لاہور میں رہے گا۔ اس کے بعد
وقت مقرر کرکے ملاقات ہو سکے گی۔

محافظ اٹھرا گولیاں (رجسٹرڈ)

اٹھرا کیا ہے؟

جس کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہوں
یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں اور طب میں اسقاط حمل
کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب شاہی حکیم کی
مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپکی مجرب مقبول
اور مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن کر
پیارے بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ
رہنے کے باعث ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا تھے۔ وہ خالی گھر آج خدا کے
فضل سے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے
استعمال سے بچہ ذہین، خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے محفوظ اور
طبعی عمر پانے والا، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوگا
قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے لے کر آخر رضاعت تک نو تولہ
خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر عہ فی تولہ لیا جائے گا۔

عبد الرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور

ہم فروخت کرتے ہیں

شدہ سلاجیت آفتابی، پتھر سلاجیت، چربی شیر ببر، چربی ریچھ
۴ ر فی تولہ، سے، سیر، مے سیر، للعہ سیر
برہمی بوٹی، شہد خالص، گلقند سنبر پھول بنفشہ، زعفران کشمیر
للعہ سیر، ۸ ر تا عہ سیر، ملہ ر سیر، ہعہ
پتہ ریچھ، ست گلو اصلی (ان کے علاوہ بنفشہ بہدانہ انار دانہ
ہعہ، ۲ ر فی تولہ) وغیرہ بہت سی پہاڑی چیزیں ہیں۔
جو ہم سے مل سکتی ہیں۔ پتہ

کاکا رام ولد بودھراج اودھم پور جموں سٹیٹ

بس ٹھیک اسی وقت پر گھنٹی زور سے بجے گی اور آپکو بیدار کر دیگی۔
بڑے مضبوط ہیں ٹائم ۳۰ گھنٹہ کی ہے۔ لطف یہ ہے کہ اسکے ڈائل پر پنجتن پاک
کے نام اسمائے گرامی سنہری حروف میں چھپے ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر روح تازہ
ہوتی ہے جس گھر میں یہ ٹائم پیس ہوگا وہ گھر بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ رہے
گا۔ اور باعث خیر و برکت ہوگا۔ ایک ٹائم پیس خرید لینے سے برسوں کام دیگی
اصلی قیمت ماتھہ روپے۔ نصف قیمت چار روپے محصول علاوہ

شاہی مطب و دواخانہ عالیہ

زیر سرپرستی ریاست کپورتھلہ۔ ہمارے دواخانہ میں
مردوں اور عورتوں اور بچوں کی ہر قسم کی بیماری کا علاج خط و کتابت سے ہوتا ہے۔ خصوصاً تمام
مقوی اعضائے رئیسہ، مقوی ہاضم، توالد و تناسل، امراض چشم و کھانسی تپ دق امراض مخصوصہ
کا شرطیہ علاج اور شاہی مجربات موجود ہیں **سفوف حجاز شاہی** قیمتی ہدیہ ہضمی
ملٹی ڈکار اور پیٹ کی تمام بیماریوں کو اکسیر ہے قیمت ۱۰ تولہ ڈھائی روپے دیگر
کحل الجواہر مقوی البصر بینائی کو طاقت بخشتا ہے نظر کمزوری محفوظ رہتی ہے
شراب الصالحین شربت مفرح، مقوی، ہاضم موسم گرما کا بے نظیر تحفہ ہے شربت
رمضان میں عہ فی بوتل بعد کو اضافہ ہو جائیگا۔ اس شربت میں غذائیت بھی لطیف قسم
کی موجود ہے دن بھر کی کمزوری اسکے استعمال سے دور ہو سکتی ہے نیز ہر قسم کی مجرب دوائیں موجود ہیں

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب دہلوی ملازم کپورتھلہ۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے کا

اعلان

آئندہ ایسٹر کی تعطیلات کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے
پر ۸ ر اپریل سے ۱۸ ر اپریل ۱۹۲۶ء تک واپسی
ٹکٹ جو ۲۹ ر اپریل تک چل سکیں گے حسب ذیل شرح
کرایہ پر مل سکیں گے بشرطیکہ ہر ایک طرف کا فاصلہ سو میل
سے زیادہ ہو۔

اول و دوم درجہ	ایک طرف کا پورا کرایہ اور اس کا تیسرا حصہ
درمیانہ درجہ	ایک طرف کا پورا کرایہ اور اس کا نصف

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس — ڈی ایچ بولتھ
لاہور مورخہ ۲۳ ر فروری ۱۹۲۶ء — بجائے ایجنٹ

ایک لاکھ روپیہ نقد انعام

پنجاب کے پریسدھ وید لالہ جھنڈا مل اڈیٹر رسالہ امرت
کی تیار کردہ امراض معدہ و دیگر بیسیوں امراض کیلئے نہایت مفید اور مشہور عام دوائی

پرتاپ (رجسٹرڈ)

کے خریداروں میں ۲ چیت سمت ۱۹۸۲ء مطابق ۱۵ ر مارچ ۱۹۲۶ء بروز منگل ۴۴۴
انعامات میں ایک لاکھ روپیہ نقد تقسیم کیا جائیگا جنمیں سے ایک انعام ۔۔۔۵۰ روپیہ
ایک انعام ۔۔۔ روپیہ اور ایک انعام ۔۔۔ صد روپیہ ہوگا قیمت فی شیشی معہ ڈبیا
ایک روپیہ مقدار خوراک ایک سے چار بوند تک۔
نقلی سے ہوشیار۔ ہر جگہ اور معتبر ایجنٹوں سے ہر جگہ ضرورت ہے کمیشن معقول دیا جائیگا
خواہشمند اصحاب مزید واقفیت و اسے حاصل کرنے کیلئے جلد درخواست کریں
مینیجر امرت اوشدھالیہ ڈاکخانہ امرت اوشدھالیہ پٹیالہ

رسالہ راز و نیاز دہلی کا رمضان نمبر

ہر مسلمان کے آنکھوں سے لگا لینے کے قابل نہایت شاندار
پرچہ دس ہزار کی تعداد میں یکم اپریل ۱۹۲۶ء کو نہایت آب و
تاب کیساتھ شائع ہوگا۔ قیمت فی پرچہ ۲ر حضرات مشتہرین
کے لئے نادر موقع ہے فوراً توجہ فرمائیں۔ اجرت اشتہار
حسب ذیل ہے اور رسالہ کا سائز ۱۸×۲۲ ہے
پورا صفحہ ۔ نصف صفحہ ۔ چوتھائی صفحہ عہ
منیجر رسالہ راز و نیاز دہلی

کلام مجید

(حضرت مسیح موعود ؑ)

از نور پاک قرآں صبح صفا دمیده
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیده

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر نہ دیده

یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا
ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیده

از مشرق معانی صدہا دقایق آورد
قد ہلال نازک زاں نازکی خمیده

کیفیت علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحی حق چکیده

آں نیر صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستے در کنج خود خزیده

روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا
الا کسیکہ باشد با رویش آرمیده

آنکس کہ عاشقش شد، شد مخزن معارف

شدھی کی اشدھی

(شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کے قلم سے)

(۱) اگر شدھی ویدک دھرم انکول ہے تو پراچین ویدک متوں میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟

(۲) اگر شودر کو از روئے وید زنار پوشی کا حق حاصل ہے تو سوامی دیانند نے سنسکار ودھی میں شودر کے اپنین دھارن کرنے کی کوئی ودھی کیوں نہیں لکھی؟

(۳) اگر یہ حکم صحیح ہے کہ شودر کا اپنین بھی نہ کیا جائے اور اس کو وید منتر سنگھتا بھی نہ پڑھایا جائے (ستیارتھ سمولاس ۳ و ۱۵ - سمولاس ۳ و ۳۴) تو آریہ سماج کیوں شودر کو اپنین دیتی اور وید منتر سنگھتا پڑھاتی ہے۔

(۴) اگر برکش اور پشو آدی جیو پورب کرموں کے آدھین اس اوستھا کو پراپت ہوئے ہیں۔ ستیارتھ سمولاس ۹ - تو شودر، چنڈال اور ملیچھ آدی بھی پورب کرموں کے آدھین شودر تا آدی گیتوں کو پراپت ہوئے ہیں۔ ستیارتھ سمولاس ۹

(۵) اگر آریہ سماج اپنے شدھی کے پورن اپائے کے باوجود برکش اتھوا پشو کی اوستھا کو بدل نہیں سکتی۔ تو وہ کس پرکار شودر کی اوستھا کو بدل سکتی ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص خدا کی دی ہوئی سزا کی میعاد یا حالت میں رخنہ اندازی کرے تو وہ سزا کا سزاوار ہے یا نہیں؟

(۷) اگر آریہ سماج کی شدھی کے بعد شودر کا سابقہ ورن مٹ جاتا ہے تو اب بتایا جائے کہ اسے کس ورن میں پرویش کیا جاتا ہے

(۸) اگر وہ دوج ورن میں پرویش ہو جاتا ہے۔ تو شودروں کو شدھ کرنے کے بعد شودر کے کام متذکرہ ستیارتھ ۴: ۰ ۹ کون کریگا۔

(۹) اگر شدھی سے بعد شودر کا سابقہ ورن مٹتا نہیں بلکہ شودر ورن ہی رہتا ہے۔ تو پھر شودروں کو سمجھ لینا چاہیے کہ جو درگت ان کی اس شودر نام نے پہلے کرائی وہی آئندہ ہوگی۔

(۱۰) اگر مذکورہ بالا سب دقتوں سے نجات چاہتے ہو تو اسلام کو قبول کرو جس میں عالمگیر مساوات اور عالمگیر اخوت موجود ہے

قابل توجہ برادران اسلام

کھلگاؤں ضلع بھاگلپور کے نوجوانوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیئے ایک انجمن بنام معین الاسلام قایم کی ہے۔ جس کے ناظم صاحب سید ظہور حسین صاحب ہاشمی نے اسلام کی خوبیوں اور تردید مذاہب باطلہ خصوصاً آریہ سماج پر ہندی ٹریکٹوں کا ایک نہایت مفید سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ پہلے ٹریکٹ پر ۱۴ر جنوری کے اخبار میں ریویو ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے سوامی شردھانند کا قتل اسلام و مسلمان کی نظر میں شائع کیا ہے۔ جو نہایت عمدہ ہے۔ اور نہایت مفید معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ برادران اسلام کو چاہیے کہ انجمن سے کثیر تعداد میں خرید کر ہندوؤں اور آریوں میں مفت تقسیم کریں۔ قیمت بہت کم یعنی صرف پانچ پیسے۔ ایسی انجمنوں کی خاص طور پر ہمت افزائی کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہندی زبان میں اسلام پر کثرت سے لٹریچر پیدا ہو سکے۔

(خاکسار محمد منظور الٰہی)

مقدمہ شردھانند کا فیصلہ ہو گیا
قاضی عبدالرشید کو پھانسی کی سزا

لاہور ۱۴ر مارچ - ایسوسی ایٹڈ پریس کو بذریعہ ٹیلیفون دہلی سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج سشن جج مسٹر جانسن نے سوامی شردھانند کے مقدمہ قتل کا فیصلہ سنا دیا اور عبدالرشید کو شردھانند کے قتل کا مجرم قرار دے کر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہائیکورٹ میں اپیل کی جائے گی۔

اتحاد بین المسلمین

(جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ ...... ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اٰتکم فاستبقوا الخیرات (۵-۴۸) یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ (۳-۶۴) قل اٰمنا باللہ وما انزل علی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۳-۸۴) وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس (پ ۲ ع) یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ...... ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (۳-۱۰۴)

یہ کل کے کل انسان کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ یہ تو ایک ہی جماعت اور ایک ہی کنبہ ہے اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کام کرتا تو انہیں ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن اس نے ان میں مختلف استعدادیں رکھدی ہیں۔ جنہیں ان کو بروئے کار لانا ہے۔ اس لئے اختلاف مضرات سے بچنے کا اصول یہ ہے کہ نیکی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ۔ ان مختلف قوموں میں اختلاف کی راہ مٹانے کے لئے اول رستہ یہ ہے کہ جو کتاب والے ہوں ان سب میں خدا کی ذات مشترک ہے۔ اس کی عبادت میں یہ سب جمع ہو جائیں۔ اس لئے اے پیغمبر ان کو اطلاع دیدو کہ ہم نے جو کچھ بھی کسی نبی کی معرفت نازل ہوا اسے قبول کرلیتے ہیں۔ ہم ہر نبی کو مانتے ہیں۔ اور ہم مسلمان تو ایک نبی اور دوسرے میں فرق بھی نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ اتحاد و اتفاق ہوگا۔ اور اس سے قومی ترقیاں ہونگی اس اصول کی شہادت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بہترین گروہ بنا دیا۔ اس لئے مسلمانو! تم تقوے کو کامل رنگ میں اختیار کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ فرقہ بندیوں کو چھوڑ دو اور اس خبر کو دنیا تک پہنچا دو اس کا نتیجہ لازمی فلاح ہوگا۔

بالغرض یہ کلام خدا نہ سہی۔ کسی انسان کی باتیں ہی سہی لیکن جس نے کہیں اور خصوصاً جس وقت کہیں وہ اس قابل ہے کہ دنیا اس کی پرستش کرے دنیا کی خطرناک اور ناقابل التیام حالت، افتراق و شقاق۔ اور یہ محیر العقول تخیل۔ جہانگیر نصب العین۔ اور اس نصب العین کے حصول کی وہ کامل سے کامل اور قطعی راہ جو اس سے پہلے کسی کو نہ سوجھی اور اس کے بعد قیامت تک اگر دنیا کبھی متحد ہوئی تو اس کا مرکز محمدیہ ہی رواداری ہوگی۔

رب العالمین کی یہ اتفاق انگیز آواز وید یا توریت کی طرح ایک قوم کو ابھار کر دوسری قوم کو پامال کرنے کے لئے نہیں آئی یہ آواز کل دنیا کو متحد و متفق کرنے آئی۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایک ایسی جاہل اور منتشر قوم کا ممبر جس کا فرد فرد اور قبیلہ قبیلہ ایک دوسرے کی ہلاکت میں مصروف تھا۔ وہ صرف انہی کے لئے نہیں بلکہ کل کی کل دنیا کے لئے **پیغام امن اور نوید صلح** لائے۔ اس **بشارت عظمیٰ** کا مقصد خدا کی ایک سے ایک جدا ہوئی ہوئی مخلوق کو بھائی بھائی بنانا تھا۔ توریت مختولی اور غیر مختولی اقوام میں خلیج نفاق پیدا کرکے ایک کو خدا کی قوم اور دوسری کو دشمن خدا کہے تو کہے، انجیل اپنوں کو خدا کے بچے اور دوسروں کو سؤر اور کتے کہے تو کہے۔ وید عاملان وید سے ہند کے اصلی باشندوں پر جابکل کی اچھوت قومیں ہیں حملہ کرائے۔ انہیں ملیچھ، دشٹ، انسانیت سے خارج ٹھہرانے۔ ان کی ہلاکت کے لئے دعائیں تجویز کرائے۔ اسی طرح اسلام سے پہلے کل کی کل کتابیں مختلف اقوام عالم میں من وجہٖ نفرت اور فساد کی موجب ہو جائیں۔ لیکن کان الناس امۃ واحدۃ (۲-۲۱۳) کی نوید۔ قومی، ملکی، ملی، نسلی، لسانی اور لونی امتیازات کی دیواروں کو گرا کر کل دنیا کو ایک قوم، ایک قبیلہ اور ایک کنبہ بنانی ہے۔

آج آریہ بھی ایک مذہب کے پیرو ہیں اور وہ اپنے ہم وطنوں سے برسرپیکار ہیں۔ کبھی سناتنیوں سے کبھی کسی اور سے اور اب تو ان کی نظر عنایت صرف ہم پر آ رہی ہے۔ لیکن اس شورش کی تہ میں کوئی جذبہ مذہبی نہیں۔ اس کی تہ میں تو سوراج نہیں بلکہ ہندو راج کا تصور ہے اور اگر اس موجودہ حرکت کا موجب مذہب ہی قرار دیا جائے تو میرے نزدیک یہ بھی صحیح ہے۔ یہ تو اسی وید کے پیرو ہیں۔ جو دھرم کے مخالف کو خشک لکڑی کی طرح آگ میں جلانے جو وید سے پھرنے والے کے بالوں کو اکھاڑنے ان کی کھال اتارنے ان کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے ان کی ہڈیاں پیسنے، ہڈیوں سے مغز نکالنے اور آخر کار ان کے بند بند کو جدا کرنے

اس تعلیم کی بربریت پر پردہ نہیں ڈال سکتی۔ تو تب بھی ایک وجہ باقی رہتی ہے کہ شام وید کی تدوین ایام جنگ میں ہوئی۔ لیکن یہ تو زیادہ تر یجر اور اتھرو وید کے منتر ہیں۔ اور یہ زمانہ تو آریہ تمدن و تہذیب اور ملکی اور مجلسی اخلاق کا زمانہ تھا۔ لیکن یہی اخلاق دشمن کو شیر یا درندوں کے منہ میں ٹھونسنے اسے تڑپا تڑپا کر مارنے بلکہ اس کی ہلاکت کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کیا ان اخلاق والے دھرم کی طرف ہمیں بلایا جاتا ہے۔ کیا بقول ڈاکٹر کالی چرن یہ تعلیمیں مٹ گئی ہیں۔ یہ امر آئندہ عمل نہ ہوگا جو اچھوتوں کو ویدک دھرم تلے لایا جا رہا ہے۔ لیکن سوامی دیانند تو ابھی تک ان کا شیدا نظر آتا ہے اور مہاتما گاندھی بتلائیں کہ ان اخلاق والوں کو آج کی تہذیب اور ان کا کانشنس شدھ کہے گا یا اشدھ؟ خیر یہ تو ایک ضمنی بات بیچ میں آ گئی۔ مجھے یہاں اس قدر کہنا تھا کہ ایسی ذلت میں جب ہر مذہب نے غیروں پر بے رحمانہ تشدد کرکے ربانی کنبہ یعنی نسل انسانی کے ارکان کو ایک دوسرے سے جدا کر رکھا تھا اس وقت رب العالمین نے صلائے عام دی وما کان الناس الا امۃ واحدۃ (۱۰-۱۹) کہہ کر نسل انسانی کے کل افراد کو خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہوں ایک کنبہ کے ممبر قرار دیا۔ اس لئے انہیں ایک ہونا چاہیئے۔

مذہب اگر لقاء الٰہی کی راہیں تبلانے آیا ہے۔ تو پھر یاد رہے کہ خدا کی بڑی سے بڑی نعمت انسانی اخوت و اتحاد ہے۔ یہی عالمگیر تمدن کی اساس ہے۔ ہر مذہب حقہ نے اپنے نزول کے وقت یہی تعلیم کی۔ اس کا دائرہ عمل بے شک محدود تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ کی قومیں طبعی رکاوٹوں کے باعث ایک دوسرے سے جدا جدا تھیں۔ لیکن اسلام کا ظہور ایسے وقت ہوا جب قضا و قدر کے علم میں اقوام عالم کا باہمی اتحاد قریب تر ہو چکا تھا۔ چنانچہ آج ہمارے زمانہ نے کل طبعی مزاحمتوں کو دور کرکے کل اقوام عالم کو ایک جگہ جمع کر رکھا ہے لہذا اس زمانہ کا مذہب وہی ہو سکتا جو اقوام میں اتحاد و اخوت کی شکل پیدا کر دے۔ یا کم از کم باہمی منافرت و کشیدگی کی راہوں کو مسدود کر دے۔ اور میں بصیرت سے کہتا ہوں۔ کہ اسلام کے سوا باقی کل مذاہب اس طغرائے امتیاز سے معرا ہیں۔ ہمارے آریہ بھائیوں کا موجودہ طریق عمل اور یجر وید کی تعلیم ہی ان کے دعوے عالمگیر کے بطلان کے لئے کافی ہے۔ اس اتحاد عمل کے لئے قرآن نے ہر مذہب سابقہ کا سرچشمہ الہام الٰہی ٹھیرایا۔ ہر قوم کے نبی کو مسلمانوں کا مطاع قرار دیا۔ حتیٰ کہ اپنے نبی اور دوسرے انبیاء میں تفریق کو کفر ٹھیرایا ہر ایک مذہب کے طریق عبادت کو من اللہ تسلیم کیا۔ ہاں نزول اسلام پر اس کی تعلیم میں اور دوسری تعلیمات میں اختلاف عظیم بھی تھا۔ انہیں اسلام نے تعلیم اصلی کی طرف نہیں۔ بلکہ انسان کی طرف منسوب کرکے علم، عقل، مشاہدہ تجربہ کے حوالہ پر مٹانا چاہا۔ رہے چھوٹے چھوٹے اختلاف ان کو نظرانداز کرکے اہل کتاب سے اتفاق کی اور راہ نکالیں انہیں کہا کہ آؤ ہم اور تم ایک امر واحد پر متفق ہو جائیں جو ہم تم میں پہلے سے موجود ہے۔ یعنی ایک خدائے واحد کی پرستش کریں۔ اس تعلیم اتحاد کی غرض کوئی ذاتی تعزز یا حکومت نہ تھی بلکہ آپ کے سامنے وہ انسانی فلاح دکمال تھا جو نفاق و شقاق کے ہوتے ہوئے دنیا حاصل نہ کر سکتی تھی اس بلند نظریہ کو حقیقتہ متحقق بنانے کے لئے مصلحت ربانی نے نزول قرآن پر اسی ملک کو چنا جو اپنے باہمی فساد و نفاق میں کل دنیا سے آگے تھا۔ عرب جس آتش نفاق کے گڑھے پر اس وقت کھڑے تھے۔ اس کی نظیر دنیا میں نہیں تھی۔ اس لئے جہالت، بے علمی، ظلم، بے مائیگی اور کس مپرسی کا عالم جو وہاں تھا اس کی مثال کہیں اور نہ تھی۔ ان امراض کا پہلا علاج جو انہیں بتایا گیا وہ یہ تھا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ تم مل کر اعتصام باللہ کرو۔ فرقہ فرقہ مت بنو۔ نعمت اخوت سے متمتع ہو کر اہل دنیا میں اس خبر کو لیجاؤ۔ اس سے تم یقیناً فلاح پاؤ گے۔ اس پیغام کے چند ہی سال بعد اس پیغام پر کان دھرنے والوں نے جو فلاح و تہذیب حاصل کی وہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے۔ یہ متحد جماعت تاریخ عالم میں دنیا کی کل قوموں اور ملتوں کے سامنے امتہ وسطےٰ یعنی بہترین جماعت ہو کر اٹھی۔ انہوں نے اپنے اکتسابات اپنے کمال اپنے تمدن کے ذریعہ دنیا کی قوموں کے سامنے لتکونوا شھداء علی الناس کی شہادت دی کہ اتفاق و اتحاد ہی اس اتحاد عمل کو پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے قومیں معراج ترقی پر پہنچ جاتی ہیں۔

آہ! لتکونوا شھداء علی الناس کا الہام ایک اور رنگ میں بھی ہم پر صادق آیا۔ ہمارے ایام سلف میں جس طرح اس حکم اتحاد پر چل کر اور ہر قسم کے تفرقوں [illegible] فرقہ بندیوں [illegible] دیکھ ترقی کے

حشمت، حکومت فی الجملہ تمکن فی الارض اور "خلافت علی الارض" اتحاد و اتفاق ہی کے ثمرات ہوتے ہیں۔ اسی طرح آج بھی ہم ایک اور رنگ میں لتکونوا شھداء علی الناس ہو رہے ہیں۔ ہماری بے کسی، ہماری فلاکت، بے عزتی، بے رعبی بآواز بلند دنیا کو تبلا رہی ہے کہ جو لوگ حکم الٰہی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا سے منہ موڑ کر نعمت اخوت کو برباد کر دیتے ہیں۔ وہی دنیا میں بے حقیقت اور بے وقار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے اگر اتحاد عمل، وحدت فی الارادہ اور ہم آہنگی سے دنیا کو یہ تبلایا کہ جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوا کرتے وہ ایک ہو کر کس طرح دنیا پر غالب آ جاتے ہیں۔ تو آج ہم نے مختلف فرقے۔ مختلف گدیاں بنا کر اور ایک دوسرے سے جدا ہو کر وحدت قومی کو توڑا۔ اور اپنی ذلت کے ذریعہ اس امر کی شہادت دیدی کہ تفرقہ والے یوں زبوں حال اور یوں سب کے زیر ہو جاتے ہیں۔ کیا قسمت کا الٹ پھیر ہے۔ کہ وہی قوم جو دنیا کی اقوام مختلفہ کو ایک قوم بنا لینے آئی تھی۔ اور جس نے عملی مثال سے چند سالوں میں کالے گورے کی تمیز مٹا کر عناصر متضاد کو معجون مرکب کر دیا وہ آج منتشر و متفرق ہو گئی ہے۔

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ قرآن بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ اللہ کی جناب میں اگر عزت ہے تو متفقہ جماعت کی۔ اگر فلاح کسی کے شامل حال ہوتی ہے تو ایک دو کو نہیں۔ بلکہ متحدہ جماعت ہی کو ملتی ہے۔ قرآن کریم نے کامیابی کی ایک زبردست راہ نماز بھی ٹھیرائی ہے۔ نماز تو ہم پڑھتے ہیں لیکن ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہمارے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ سورہ فاتحہ کو عین صلوٰۃ یا جان نماز کہا گیا ہے۔ لیکن کیا اس کے الفاظ کسی فرد واحد کی صدا ہیں یا ایک متفقہ جماعت کی ندا ہیں۔ ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم۔ ایک نمازی یہ تو نہیں کہتا کہ میں تیری عبادت کو آیا ہوں۔ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ میں دینی دنیوی نعمتوں کی تجھ سے ہدایت چاہتا ہوں۔ سورہ فاتحہ کے الفاظ نے ہم کو یہ سبق دے دیا ہے کہ کسی خود غرض اکیلے دکیلے، دوسروں سے الگ بانفاق رہنے والے کی شنوائی خدا کی جناب میں نہیں۔ اگر ہم تنہا بھی خدا کی جناب میں حاضر ہوں اور ہم اکثر ہوتے ہیں۔ فرضوں کے علاوہ ہماری کل کی کل نمازیں اور خصوصاً تہجد ایک نماز تنہائی ہے۔ لیکن دعائے تنہائی میں بھی ایک مسلم خود غرض نہیں ہو سکتا۔ وہ قوم کا وکیل ہے وہ قوم کے لئے دعا کرتا ہے وہ مدد مانگتا ہے تو جماعت کے لئے وہ روتا ہے تو قوم کے لئے۔ وہ کل دینی و دنیوی نعمتیں پانے کے لئے کسی سیدھے اور صحیح راستہ کی تلاش میں ہے تو سب کے لئے۔ پھر اس سورہ فاتحہ کو چھوڑ دو۔ معدودے چند انبیاء علیہم السلام کے ادعیہ مخصوصہ کے علاوہ قرآن نے جس قدر بھی دعائیں تلقین کیں وہ جماعت کی طرف سے ہیں۔ کیا ان میں یہ صریح اشارہ نہیں کہ جناب باری میں اگر عزت ہے تو جماعت کی۔ اگر نہ ہے تو ان کی جن میں اتفاق و اتحاد ہو۔

کہتے ہیں کہ تفرقہ اور نفاق ہی آخر کار منافقت کا موجب ہو جاتا ہے بے شک ہماری حالت اسی حقیقت پر صاد کرتی ہے اھدنا الصراط المستقیم کہہ کر ہم سب کے حصول نعمت کی سیدھی راہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر ایسی راہ ہم پر کھل جائے تو ہم دوسروں کو نہیں تبلاتے۔ اس لئے کہ وہ کسی دوسری جماعت یا فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ اکثر ہمارے لبوں پر ہوتا ہے۔ ان الفاظ میں دنیوی حسنات تو سب مسلمانوں کے لئے مانگتے ہیں لیکن فرقی تخالف و تحاسد سے دن رات ہم اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ دوسرے کلمہ گو کب دنیوی حسنات سے محروم ہوں وہ کب ذلیل و خوار ہو کر ہمارے فرقہ کی صداقت پر مہر لگائیں۔ جب ہمارے قول و فعل میں اور قول بھی وہ جو برنگ دعا ہو اس قدر فرق ہو تو پھر ہم خدا سے کس فلاح کی توقع رکھتے ہیں۔

قرآنی دعاؤں کا یہ انداز نہایت ہی عبرت افزا اور سبق آموز ہے سلاطین زمانہ کو ظل خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ سلاطین منشاء ایزدی کے ہی پورا کرنے کا آلہ ہوتے ہیں۔ ظالم قوموں کی سزا ہی کے لئے بلحواے قرآن کریم ظالم حاکم آتے ہیں۔ اب اگر خدا کی جناب میں اتحاد و اتفاق والوں ہی کی شنوائی ہے تو اس دنیا کے حکام پر بھی رعایا کے اسی حصہ کا اثر ہوگا۔ جن میں اتفاق و اتحاد ہوگا۔ آج اس گورنمنٹ کے بعض کاموں پر مسلم مخالف نگار ہندو نوازی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس الزام کی صحت یا غیر صحت پر اس جگہ کچھ کہنا میرا مقصد نہیں۔ لیکن اگر یہ الزام صحیح ہے تو میں حکام وقت کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔ وہ خدا کے سایہ میں ہیں ان کا فعل فعل خداوندی کا عکس ہے۔ جب ہمارا خدا تفرقہ زدوں

اجتماعی آواز پستے ہوئے ہیں۔ تو پھر یہ حکام اگر ہمارے نفاق اور ہماری فرقہ بندیوں کے باعث ہماری آواز پر توجہ نہ کریں تو اس معاملہ میں وہ ہم سے بڑھ کر مسلم ہیں۔ وہ تو سنت الٰہیہ پر کاربند ہو رہے ہیں۔

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ ہمارے احتجاج۔ ہمارے ہوش و خروش کے ریزولیوشن۔ ہماری صحافت نگاری سب بیکار اور سب بانگ دہل آج تم اکٹھے ہو جاؤ۔ آج تم ایک ہو جاؤ۔ آج قومی معاملات میں فرقہ ورانہ خصائص کو الگ کر دو۔ آج تم زمانہ پر اپنے عمل اتحاد سے یہ ظاہر کر دو کہ یہ سنی، شیعی تخالف، یہ نجدی غیر نجدی تنازعے۔ یہ مقلد غیر مقلد یہ حنفیہ سب عرفی خصائص ہیں۔ سب اعتباری امتیازات ہیں۔ یہ وہ اختلاف امت ہے جو باعث رحمت ہے۔ یہ ترقی درجات کا محرک ہے ہم سب ایک ہیں۔ جس طرح ایک کثیر الاولاد باپ کے بیٹے شغل و وظیفہ کی طلب میں مختلف راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ہیں۔ ہمارے فرقی اختلافات کی حقیقت بھی اس سے زیادہ نہیں۔ تو آج تم سب کے سب رعایا چھوڑ حکام پر حاوی ہو سکتے ہو۔

الغرض خدا کے ہاں بھی عزت و منزلت جماعت کی ہے۔ سورہ مزمل میں مشکلات کا حل اگر تہجد ٹھہرائی تو آنحضرتؐ جیسے مستجاب الدعوات کو بھی وطائفۃ من الذین معک کا ارشاد کیا۔ جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرنے کا اشارہ کیا۔ اگر تمہیں راہب اور درویشوں کی جماعت بنانا ہوتا تو قرآن کا خطاب بھی انجیل کی طرح فرد واحد کو ہوتا۔ دیکھ لو پادری اپنے مذہب کے عالمگیر ہونے کا لاکھ دعوے کریں وہ دل کو خوش کر رہے ہیں۔ لیکن تعلیم مسیح میں بین الاقوامی امور چھوڑ کوئی مجلسی، اقتصادی سیاسی ہدایات تک نہیں۔ لیکن قرآن نے تو ہمارا نصب العین کچھ اور کہا ہے "وانتم الاعلون" لیکن یہ خطاب بھی تو جماعت کو ہے نہ فرقہ بندی کے دلدادوں کو۔ تمہارا دوسرا نصب العین "لیظھرہ علی الدین کلہ" یعنی تمہارے دین کو سب پر غالب آنا ہے۔ لیکن یہ غلبہ اگر حاصل ہوگا تو کسے؟ "الا ان حزب اللہ ھم الغالبون" اسی طرح اگر خلافت کا وعدہ ہے تو یہ بھی جماعت سے۔ الغرض جہاں قرآن نے غلبہ و شوکت کا ذکر کیا۔ یہ خوشخبری جماعت کو دی۔ اگر فلاح پانے کے طریق بتائے تو بہ رنگ جماعت "واصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون" اگر نصرت کے وعدہ کو کسی عبادت و اطاعت سے مشروط کیا تو اس وقت بھی وہ اطاعت وعبادت کافۃ المسلمین سے چاہی۔ "وارکعوا واسجدوا واعبدوا"۔

مصائب سے تو زمانہ خالی نہیں۔ لیکن ان مصائب کے بعد نجات کی خوشخبری دی تو جماعت کو "وبشر الصابرین" جہاں ہمیں مخاطب کیا بحیثیت جماعت کیا۔ "یاایھا الذین آمنوا" ہمارا نام رکھا تو اجتماعی حالت میں رکھا "سماکم المسلمین" اور سو باتوں کی میں ایک بات کہتا ہوں جہاں قرآن نے من کل الوجوہ ہمارے غلبہ اور فلاح کی خبر دی وہاں "فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" یعنی جب تک ہم میں رشتہ اخوت قائم نہ ہوگا ہم کسی طرح بھی فلاح یاب نہ ہوں گے۔ ہم میں سے ہر ایک تقوے کو لئے پھرتا ہے۔ لیکن جانتے ہو کہ بہترین تقویٰ کیا ہے

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

کمال تقویٰ کیا ہے؟ اعتصام باللہ۔ فرقہ بندی نہ کرنا۔ تمہیں معمولی اخلاق ملنے جلنے کا سکھایا تو بحیثیت جماعت سکھایا۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کو جب ملتے ہو تو اسلام علیک نہیں السلام علیکم کہتے ہو۔ تم جماعت ہی پر سلام بھیجتے ہو۔ خدا کو جماعت ایسی پسند آئی کہ بعض عظیم الشان انسانوں کا نام جماعت رکھا۔ مثلاً جناب ابراہیمؑ کو امتہ کہا گیا۔

میں ابھی حزب اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اب مشکل تو یہ آ بنی ہے کہ ہم میں کا ہر ایک فرقہ حزب اللہ ہی کہلاتا ہے۔ اسی طرح انتم الاعلون ان کنتم مومنین میں شیعہ، سنی، احمدی، وہابی ہر ایک اپنے آپکو مومن سمجھتا ہے۔ ہاں ایک طرح انہیں بھی قرآن نے حزب کا نام تو دیا ہے "کل حزب بما لدیھم فرحون" ہر ایک اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا کر خوش ہو رہا ہے۔ لیکن اگر ہم خدا کی نگاہ میں اس فرقہ وارانہ طریق پر حزب اللہ ہوتے تو اس وقت ہم اعلون اور غالب ہوتے۔ اور تو اور۔ شدھی کی مہم اور اسلام کے خلاف ۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم کسی فرقہ کے ہوں ہم حزب اللہ نہیں۔ ۔۔ فرداً ہم میں ایمان کامل ہو تو ہو اور حق الامر تو یہ ہے کہ مجھے ایسے فرد کم بیش ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ ہاں انتم الاعلون کی مصداق وہ حزب اللہ ہے۔ جس کی اجتماعی قوت کا دائرہ فرقی دائرہ پر محیط ہے جس کی ساحت میں کل اسلامی فرقے آ جاتے ہیں۔ ہماری ترقی کا راز اس ایک وحدت پر ہے اس اتحاد بین المسلمین پر ہے۔

میں فرقی خصائص کا مخالف نہیں۔ میں تو ان کو قرآن کے ارشاد کے ماتحت دیکھتا ہوں۔ اگر خدا چاہتا تو تمہیں امت واحدہ کر دیتا۔ لیکن اس نے تمہیں مختلف قوتیں اور استعدادیں دیں تاکہ تم اپنے اپنے دائرہ میں ان فرقوں سے نیک ثمرات پیدا کرو۔ اور ایک دوسرے سے خیرات میں سبقت لے جاؤ۔

قرآن کریم کے ان بیگانہ الفاظ نے اس اختلاف کی تشریح بھی کر دی جو اجتماعی اتحاد و اتفاق کے منافی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اختلاف اتحاد و اتفاق کے مقاصد کے لئے مفید ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اختلاف ہے جسے صاحب الصلوٰۃ والسلام نے رحمت سے تعبیر کیا۔ یہ وہ اختلاف ہے جس پر تقسیم عمل جیسا بابرکت اصول قائم کیا گیا۔ یہ وہ اختلاف ہے جس کا ہر قدم قدم ترقی ہے۔ کیا درخت کو نہیں دیکھتے وہ اپنی جڑ اور تخم میں تو مجسمہ اتحاد ہے۔ لیکن کونپل کے نکلنے کے بعد شاخیں، پتے، پھول، پھل گویا ہر قدم ارتقا قدم اختلاف ہے۔ تم اپنے جسم کو دیکھ لو۔ پہلے ایک مضغہ گوشت۔ پھر ریڑھ کی ہڈی لئے ہوئے ہوتا ہے۔ پھر بازوؤں اور ٹانگوں کا جدا ہونا۔ پھر انگلیوں کا جدا ہونا۔ یہ سب کی سب اختلاف کی شکلیں ترقی ہی کی شکلیں ہیں۔ لیکن یہ ترقی اس لئے ہے کہ یہ سب اعضاء جوارح ایک تنہ اور ایک جسم سے جدا نہ ہوں۔ ایک دوسرے کے تحفظ و بقا میں کوشاں رہیں۔ تم بھی ایک ہی درخت کے شاخ پتے اور پھل پھول ہو۔ لیکن درخت کی جو شاخ جو پتہ یا پھل پھول تنے سے جدا ہو وہ نابود ہوا۔ یہ ہمارے فرقے دراصل ایک کنبہ کے اندر مختلف خاندان اور مختلف جماعتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جدا جدا ہو کر مختلف کام کرتی ہیں۔ لیکن ان سب اشغال مختلفہ کا حاصل کل قوم کی نصرت ہوتی ہے اس حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فی ما اتٰکم فاستبقوا الخیرات۔ ہم تو تمہیں ایک ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم نے تم میں مختلف قابلیتیں اور طرح طرح کی استعدادیں رکھی ہوئی ہیں۔ جن کا نشوونما مختلف راہوں مختلف تحریکات مختلف اعمال وافعال چاہتا ہے۔ یہی وہ اختلاف ہے جس کا نتیجہ رحمت ہے۔ اس نے بعض وقت تم ایک دوسرے سے جدا کئے جاتے ہو۔ لیکن اس اختلاف کے مضرات سے بچنے کے لئے ہم تم کو ایک راہ بتلاتے ہیں۔ فاستبقوا الخیرات۔ تم نیک کاموں میں۔ خیرات و حسنات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ مسلمانو تمہارے فرقے حزب اللہ یا فوج خداوندی کے مختلف گروہ ہیں۔ کوئی رسالہ ہے۔ کوئی پیادہ، کوئی ہراول، کوئی اہل توپخانہ، کوئی کمسریٹ والے۔ الغرض ایک فوج کی کامیابی صدہا امور کو چاہتی ہے۔ جس کے سرانجام کے لئے مختلف جماعتیں درکار ہوتی ہیں۔ لیکن فوج کی کامیابی ایک ہی بات پر منحصر ہوتی ہے کہ ان میں کا ہر گروہ فاستبقوا الخیرات پر عمل کرے۔ ان میں کا ہر ایک حسن عمل میں بڑھ جائے۔ میں نے احمدیت کی غرض وغایت صرف یہی سمجھی ہے تقسیم عمل کے مبارک اصول کے ماتحت اشاعت اسلام کے لئے ہم میں ایک خاص جماعت ہونی چاہئے۔ جو تعلیم مذہب اور تفقہ فی الدین کو اپنا شغل و وظیفہ مقرر کرے۔ جو میدان تبلیغ میں آ نکلے۔ یہی اس کا کاروبار ہو۔ قرآن نے بھی کافۃ الاسلام میں سے ایک ایسی جماعت کے بننے کا حکم دیا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر تم میں ایک جماعت اشاعت اسلام کے لئے مخصوص ہو جانی چاہئے۔ بعثت مجددین کی یہی غرض ہے۔ مجدد ایک مبلغ دین جماعت پیدا کرنے آتے ہیں۔ وہ نہ نیا مذہب لاتے ہیں نہ نئی شریعت وہ مناسب زمانہ نیا علم کلام پیدا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی بنیاد قرآن و حدیث ہوتی ہے۔ وہ نبی نہیں بلکہ امتی ہوتے ہیں۔ نبوت کا دروازہ تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ ہوا بند ہو چکا ہے۔ وہ اشاعت دین کے لئے ایک جماعت بنا کر ہمیں فاستبقوا الخیرات پر عمل کرانے آتے ہیں۔ موجودہ اسلامی فرقوں میں سے اکثر اسی اصول پر پیدا ہوئے۔ وہ فاستبقوا الخیرات کے لئے آئے۔ لیکن آج ہم سب کے سب فساد و شر کرنے کے سوا کوئی اور کام نہیں جانتے۔ ایک دوسرے کی وہ طاقتیں جو تبلیغ و اشاعت اسلام میں خرچ ہوتی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کی تکفیر، تکذیب اور تفسیق میں صرف ہو رہی ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم اپنی قوت اعداد بڑھانے سے تو رہے۔ ہم اوروں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے سے تو رہے۔ لیکن کفربازی سے دائرہ اسلام کو اپنے خیال میں روز بروز تنگ کرتے جا رہے ہیں۔ اور اگر ہمارا بس چلے تو ہم ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں دریغ نہ کریں۔ جاؤ سرحد میں جا کر دیکھ لو۔ آج کیا ہو رہا ہے۔ بعض سنی علماء نے شیعوں کے خلاف فتوائے جہاد دے دیا۔ اور عنقریب خبر آ جائیگی کہ کلمہ گوؤں میں خون کی نہریں جاری ہو گئی ہیں۔ کیا یہ جہاد سیفی جائز ہے؟ اور کن کے خلاف؟ جو اسلام کے ارکان پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو اہل قبلہ ہیں۔ جو آنحضرتؐ کو خاتم النبیین اور قرآن کریم کو خاتم الکتب مانتے ہیں اور دیتے ہیں کیا کسی کے مسلمان ہونے کے لئے یہ کافی نہیں؟ کیا حدیث میں یہ نہیں آیا کہ جس نے ہمارا کلمہ پڑھا۔ ہمارا ذبیحہ کھایا اور زکوٰۃ دی۔ جس نے ہمارے قبلہ کو قبلہ بنایا وہ مسلمان ہے۔ ہندوستان اور سرحد کے لوگ اکثر حنفی ہیں۔ میں بھی حنفی المذہب ہوں۔ کیا ہمارے امام نے نہیں فرمایا لا نکفر واھل القبلۃ۔ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔ پھر مسلمانوں میں کونسا فرقہ ہے جو اہل قبلہ نہیں۔ جس میں یہ صفات الٰہی نہ پائے جاتے ہوں۔

اگر ہندو، عیسائی اور بدھ مذہب والوں میں فرقہ بندی ہو تو وہ حق بجانب ہیں اگر ان کے فرقہ ہائے مختلفہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کریں تو وہ صحیح ہے ان کے ہاتھ میں جو کتب ہیں وہ مسلمۃً تحریف شدہ یا ناقابل فہم ہیں اور وید کے ماننے والے اس کے معنے کرنے میں ایک دوسرے سے اختلاف عظیم رکھتے ہیں۔ ان میں اگر اختلاف عظیم نہ ہو تو اور کن میں ہو لیکن ہماری حالت تو یہ نہیں۔ ہم میں قرآن پاک موجود ہے۔ خاتم النبیین کا اسوۂ حسنہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور اسی کی برکت ہے کہ جن باتوں کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان بن جاتا ہے ان میں سب متفق ہیں۔ تکمیل ایمان اور تہذیب نفس کے لئے جن اخلاق و اعمال کی ضرورت ہے وہ سب کے نزدیک ایک ہی ہیں کیونکہ ان سب کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ میرے پاس یہاں کافی وقت نہیں ورنہ میں اسلام کے مختلف فرقوں پر بحث کرتا۔ اور یہ دکھلاتا کہ ایمانیات میں یہ سب کے سب متفق ہیں۔ میں نے اپنی ایک تصنیف (اسلام میں کوئی فرقہ نہیں) میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ لیکن میں یہاں آپ کے سامنے ایک آیت پیش کرتا ہوں وما انزلنا الیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون اے محمدؐ تجھ پر یہ کتاب ہم نے اس لئے نازل فرمائی ہے۔ کہ ملل مختلفہ کے اختلافات مٹ جائیں اور یہ کتاب ہدایت و رحمت کا موجب بن جائے۔ کیا یہ آیت مسلمانوں میں اختلاف کا سدباب نہیں کرتی؟ قرآن کے نزول کی ایک اہم غرض اساسی اختلافات ملیہ کو مٹانا ہے اگر اس کے ہوتے ہوئے پیروان قرآن میں بھی اختلاف فاصل موجود ہے تو پھر یہ خاتم الکتب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ خاتم الکتب ہے تو ہمارے باہمی اختلاف ایسے نہیں ہو سکتے جو تکفیر و تفسیق کا موجب ہو جائیں۔ تم سب کے سب ان باتوں سے خوب آشنا ہو۔ جن کے ماننے سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ لیکن بھی میں یہاں ان کو گن جاتا ہوں اور بہتر یہ ہے کہ میں اپنا ہی عقیدہ بیان کروں اور میں یہ جانتا ہوں کہ میں اپنا ہی نہیں بلکہ سنی، شیعہ، نجدی، حجازی، مقلد، غیر مقلد، احمدی، غیر احمدی سب کا عقیدہ بیان کر رہا ہوں "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔" میں قرآن کو خاتم الکتب اور محمد عربیؐ کو خاتم النبیین مانتا ہوں۔ اہل قبلہ ہوں۔ ذبیحہ کھاتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں۔ کیا کسی کے اسلام و ایمان کے لئے یہ کافی نہیں؟ کافی ہے اور ضرور ہے۔ اور تم سب کا یہی ایمان ہے۔ تم سب مسلمان ہو۔ تم کو جو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ اب میں اپنے فرقی امتیاز کو بھی بیان کر دیتا ہوں۔ مجدد کی حدیث سے تم واقف ہو۔ میں نے اس صدی کا مجدد حضرت مرزا صاحب کو تسلیم کر لیا۔ نہ میں انہیں نبی مانتا ہوں نہ شریعت کا لانے والا۔ نہ ان کے قبول نہ کرنے والے کو خود ان کے قول کے بموجب کافر کہتا ہوں۔ ان کی بعثت کی غرض اور مجددین کی طرح صرف اشاعت اور امتیوں کی تطہیر اخلاق ہے۔ میں نے ان کی اطاعت ہی میں اشاعت اسلام اپنا فریضہ قرار دیا۔ میری تبلیغ قرآن و حدیث ہے۔ اسی کا نام میں نے احمدیت سمجھا ہے۔ یہی لاہوری احمدیوں کا مسلک ہے۔ ہاں شرکت نماز کا سوال ضرور بیچ میں آ جاتا ہے۔ اس کی بنا صرف یہی ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کے مکفر کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ہمارا بعض کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اس لئے نہیں کہ وہ احمدی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ مکفر اہل قبلہ ہے۔ ہم قادیان کے احمدیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ بھی اہل قبلہ کے مکفر ہیں۔

اب میں ایک آخری بات عرض کرتا ہوں یا تو ہم تفرقوں کو چھوڑ کر متحد و متفق ہو جائیں یا اپنی قومی ہستی کا جنازہ پڑھیں۔ ہماری ذلت آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے آگے مجھے کوئی اور مقام ذلت نظر نہیں آتا خوب غور کر کے دیکھ لو سب سے پہلے تو ہم آج بحیثیت ووٹ اس فتوے پر نفرت کا اظہار کریں جو آج شیعہ بھائیوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ اس کے بعد تکفیر کا علاج کریں۔ اس نفاق و شقاق کا موجب صرف کفر و تکفیر ہے۔ جب تک اس مرض کا سدباب نہ ہوگا۔ نہ ہم حزب اللہ بن سکتے ہیں نہ ہم میں قوت و شوکت پیدا ہو سکتی ہے۔ ہستی قوم اور اتحاد ملت کا اشد ترین یہ تقاضا ہے کہ تکفیر کے خلاف ایک زبردست تحریک شروع ہو۔ خدا کا احسان ہے کہ ندوۃ العلماء نے اس ضرورت حقہ کو محسوس کیا۔ اور اپنے گزشتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ ۔ نمبر ۱۱

تبلیغ اور شدھی

دیکھ مسجد میں شکستِ رشتۂ تسبیحِ شیخ
بتکدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

ہندوستان میں دو بڑی قومیں رہتی ہیں۔ ایک ہندو، دوسری مسلمان پہلی ہندو مذہب کی پیرو ہے۔ اور دوسری اسلام کی۔ ہندو مذہب کا حکم یہ ہے کہ کسی غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے دوسرے الفاظ میں یہ کہ ہندو مذہب کی دوسروں کو تبلیغ نہ کی جائے۔ کیونکہ وہ تبلیغی مذہب نہیں ہے۔ ایک مدت دراز تک ہندو اپنے اس مذہبی حکم پر عمل کرتے رہے۔ آج جب مذاہب کی دوڑ میں انہوں نے اپنے آپ کو پچھڑتے دیکھا تو اس حکم کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی یہ نئی تحریک شدھی کے نام سے موسوم ہے۔ شدھی کے سرگرم لیڈروں کی زبان وقلم سے جو الفاظ نکل رہے ہیں۔ وہ صاف طور پر اسی حقیقت کو عیاں کر رہے ہیں کہ یہ تحریک کسی مذہبی حکم کی بنا پر جاری نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام اور عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رو کو روکا جائے۔ اور مسلمانوں کو آبادی میں جو تناسب اس وقت حاصل ہے اس میں اور بھی کمی کی جائے۔ اور اس طرح انہیں کمزور کر کے سیاسیات میں شکست دی جائے۔ اور اگر ممکن ہو تو سوراج کے بجائے ہندو راج قائم کیا جائے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ جدید تحریک سراسر سیاسی ہے۔ جس کا نصب العین یہ ہے کہ ہندوؤں کو مضبوط اور مسلمانوں کو کمزور کیا جائے۔ اس تحریک کا سیاسی تحریک ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر طبقہ اور ہر خیال کے ہندو اس میں شامل ہیں۔ حالانکہ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کے مذہبی اصول یقیناً اس کے خلاف ہیں۔ مثال کے طور پر لیجئے ایک جنم کے عیسائی یا مسلمان کو ہندو بنانا سناتن دھرم کے اصول کے خلاف ہے اور سب سناتنی پنڈت یہاں تک کہ مالوی جی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ یہی مالوی جی اور کئی دوسرے سناتنی لیڈر اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔

یہ تحریک گو سیاسی ہے لیکن ہندو قوم کا ہر چھوٹا بڑا اس انہماک سے اس میں حصہ لے رہا ہے کہ اس پر مذہبی تحریک ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ سوامی شردھانند کے قتل نے تو اسے اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کٹر سے کٹر مخالف بھی اس کی تائید میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ ہر شہر اور قصبے میں چندہ جمع ہو رہا ہے۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے کہ دہلی میں لالہ لاجپت رائے اور پنڈت مدن موہن مالوی نے شردھانند میموریل فنڈ کے لئے جس کا اکثر حصہ شدھی ہی میں خرچ ہوگا۔ اسمبلی و کونسل کے ہندو ممبروں سے اپیل کی۔ صرف ایک گھنٹہ میں پندرہ ہزار کے قریب روپیہ فراہم ہو گیا۔ کچھ نقد اور کچھ وعدے یہ ہے اس قوم کی حالت جسے زر پرست کہا جاتا ہے اور جس میں تبلیغ مذہب کا مسئلہ سیاسی اغراض کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کی حالت نہایت قابل افسوس ہے۔ انتخابات اسمبلی و کونسل کے ختم ہونے پر میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد انجمن تبلیغ اسلام انبالہ نے ہر دو مجالس کے کامیاب مسلم ارکان کو مبارکباد کے تار دیئے۔ اور انجمن تبلیغ اسلام کی اعانت کے لئے درخواست کی لیکن سوائے میاں عبدالحی صاحب کے جنہوں نے دو صد روپیہ کا عطیہ پیش کیا۔ کسی رکن نے مالی امداد نہیں دی۔ کچھ تو قوم و مذہب کے ایسے خیر خواہ اور حامی دنا صر نکلے کہ انہوں نے جواب بھی نہ دیا۔ یہ تو ہوا مالی امداد کا دعدہ۔ اس کو چھوڑ کر مسلمان لیڈروں کے زبان وقلم بھی سخت ہی بخیل واقع ہوئے ہیں۔ تمام کے تمام ہندو لیڈر شدھی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی نے بھی جو اس قسم کی بے معنی شدھی کے قائل چندہ دیں۔ لیکن مسلمان رہناؤں کی یہ حالت ہو کہ انہیں تبلیغ کے نام سے کپکپی آتی ہے۔ یہ ہے اس قوم کے رہناؤں کا کام جسے یہ حکم دیا گیا تھا کہ تم بحیثیت جماعت بھی فریضہ تبلیغ کو سرانجام دو اور تمہارا ہر ایک فرد علیحدہ علیحدہ بھی اس پر عمل کرے۔ جس قوم کے بڑوں کا یہ حال ہو اس کی بدبختی و تباہی کا کیا پوچھنا۔ جس بدنصیب قوم کے رہنما اس قدر خود غرض ہوں کہ وہ قومی کاموں میں حصہ لینے سے جی چراتے ہوں اس کا خدا حافظ۔ وہ ہر وقت خطرہ میں ہے۔ کیونکہ جب کسی قوم کی تباہی کے دن آتے ہیں تو پہلے اس کے بڑے ہی بگڑتے ہیں۔

قادیانی جماعت اور مسئلہ تکفیر

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ قادیانی جماعت دوسرے مسلمانوں کو جو حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتے۔ یا سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں کافر کہتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے اس جماعت کے بعض ممتاز مبلغین کی طرف سے جن خیالات کا اظہار ہو رہا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام جماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ گزشتہ ۲ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں ہم میاں محمد یوسف صاحب عرائض نویس مردان کی وہ تحریر شائع کر چکے ہیں جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے و دلائل سے بے خبر ہے اس کی نسبت کوئی فتوی کفر کا نہیں ہے۔ بلکہ حضرت صاحب نے اس کو معذور قرار دیا ہے۔ اور یہی مذہب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ہے اس کا یہ مطلب ہوا کہ ایسے اشخاص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو ہم بھی ان کو مسلمان کہیں گے"

اس پر ہم نے جناب میاں محمود احمد صاحب کی کتاب آئینہ صداقت سے ان کی وہ تحریر نقل کی جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہیں۔ (جس میں انکو) کافر قرار دیا گیا ہے اور ان سے یہ دریافت کیا تھا کہ کیا وہ اسی عقیدہ پر قائم ہیں جو آئینہ صداقت میں بیان کیا گیا ہے یا اس میں تبدیلی کر کے اس عقیدہ کو قبول کر چکے ہیں جو میاں محمد یوسف صاحب ان کی طرف منسوب کرتے ہیں باوجود اس کے کہ اس تحریر کو شائع ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے ہمارے اس استفسار کا جواب جناب میاں صاحب نے نہیں دیا۔

میاں محمد یوسف صاحب کی محولہ بالا تحریر کے علاوہ ہم قادیانی جماعت کے مبلغ انگلستان جناب اے۔ آر۔ درد کا وہ خط بھی ۹ر فروری ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں شائع کر چکے ہیں جس میں انہوں نے محمد ابراہیم صاحب اصفہانی مقیم طہران کو لکھا:۔

"ہم کسی شخص کو کافر نہیں کہتے۔ اگرچہ ہم اس حقیقت سے دلی درد کے ساتھ آگاہ ہیں کہ دوسرے تمام فرقے ایک دوسرے کو اس نام سے یاد کرتے ہیں اور افسوس اس بات کا ہے کہ اس کی وجہ بالکل حقیر سی ہوتی ہیں"

اب لاہور میں ۲۵ر فروری کی شام کو تقریر کرتے ہوئے اس جماعت کے مشہور مبلغ مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے مسلمانوں سے اتحاد کی اپیل کی اور فرمایا:۔

"اگر آپ کو اس ملک میں عزت سے رہنا ہے تو خدا کے نام پر متحد ہو جاؤ۔ میں قادیانی ہوں۔ آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں مگر آپ اختلافات کو بھول جائیں۔ آپ کے عقیدہ کی رو سے خواہ کوئی مسلمان ہو یا نہ ہو مگر ہمارے مفاد اس وقت تقاضا کرتے ہیں کہ جو اپنے تئیں مسلمان کہے اسے ہم مسلمان مانیں"

یہ بالکل صحیح ہے کہ اتحاد بین المسلمین اسی وقت قائم ہوگا جب ایک دوسرے کو کافر کہنا چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تکفیر مسلم کو ناجائز سمجھا جائے۔ اتحاد کے لئے یہ کوئی ممکن العمل صورت نہیں کہ باہمی تکفیر بھی جاری رہے۔ اور اتحاد کے لئے دعوت بھی دی جائے۔

ظاہری اتحاد تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب باطنی اتحاد موجود ہو۔ اور جب دل ہی متحد نہ ہوں تو ظاہری اتحاد کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کافر اور مرتد بھی خیال کرے اور پھر مسلمان بھائیوں جیسی محبت و اتحاد بھی رکھے۔

اس کفر بازی کے مرض نے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اس نے بھائی کو بھائی سے جدا کر کے اخوت اسلامی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جب تک یہ تباہ کن چیز مسلمانوں کے اندر موجود ہے تب تک کوئی حقیقی اتحاد ان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس ضرورت اس امر کی ہے ... الفاظ میں صاف تئیں مسلمان کہتا ہے اسے ہم بھی مسلمان مانیں کافی نہیں ہے۔ وحدت اسلامی کو قائم کرنے کے لئے صاف طور پر اعلان کر دینا چاہیے کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر جائز نہیں۔

لاہور میں مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع

۱۳ر مارچ کو باغ بیرون موچی دروازہ میں شیخ نیاز محمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور کی صدارت میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت نے اس موضوع پر مبسوط و مدلل تقریر فرمائی "رواداری کا مذہب اسلام ہے یا ویدک دھرم" اور چند روز قبل پنڈت چموپتی اور بھائی پرمانند نے جو اعتراضات اسلام پر کئے تھے ان کا احسن طریق پر جواب دیا۔ صاحب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں جہاں مولانا کے علم وفضل اور سنسکرت دانی کی تعریف کی وہاں تبلیغ و اشاعت اسلام اور اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی پرزور اپیل کی۔ مقرر نے سب سے پہلے اسلام کی تعریف کی۔ پھر اسلامی رواداری کے یہ چار اصول بیان کئے۔

(۱) تمام قوموں میں نبی اور کتابیں آئیں ان کی عزت کی جائے۔ تمام بنی نوع انسان خدا کی نگاہ میں ایک جیسے ہیں۔ کوئی اونچ نیچ اور ذات پات کی تمیز نہیں (۲) کسی مذہب کے معبودوں کی بے حرمتی نہ کی جائے (۳) اگر کوئی قوم اپنے رشیوں، منیوں کی طرف بُری باتیں منسوب کرے تو انہیں صحیح نہ سمجھا جائے۔ (۴) ہر قوم و مذہب کے معابد اور مقدس مقامات کی حفاظت کی جائے۔ ان چار اصولوں کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام نے جارحانہ جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی صرف مدافعانہ جنگ جائز رکھی ہے۔ اور اس میں بھی یہ شرط لگا دی ہے کہ کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔ ہاں ویدوں اور سمرتیوں میں ایسے احکام پائے جاتے ہیں کہ جن میں نہ صرف جارحانہ جنگ کی تعلیم دی گئی۔ بلکہ اناریہ قوموں کو تحس نہس کرنے اور خوفناک اذیتیں دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مولانا نے ویدوں اور منوسمرتی کے بہت سے ایسے حوالے پیش کئے جن میں اناریوں اور شودروں کو تباہ و برباد کرنے کے وحشیانہ احکام پائے جاتے ہیں۔ مولانا نے اس ضمن میں اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ ہندوؤں کی مختلف ذاتیں کس طرح ظہور میں آئی ہیں مولانا نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ آریہ سماج آہستہ آہستہ اصول اسلام کو اپنے اندر تدریج دے رہی ہے۔

آخر میں جناب صدر نے مسلمانوں کو پھر تاکید کی وہ حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ اور تبلیغی انجمنوں کی تن من دھن سے مدد کریں۔ صاحب صدر کی اختتامی تقریر کے ختم ہونے پر دو آریہ پنڈتوں کو ان کی درخواست پر سوال و جواب کے لئے وقت دیا گیا۔ مگر وہ مولانا کی تقریر پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

پنجاب کے بیس لاکھ اچھوت

پنجاب میں اس وقت کم وبیش بیس لاکھ اچھوت آباد ہیں۔ ان میں سے زیادہ نہیں تو نصف مسلمان زمینداروں کے زیر اثر ہیں۔ اور اگر مسلمان زمیندار ذرا بھی توجہ کریں تو وہ بہت آسانی سے اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس معاملہ میں اب تک کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ گزشتہ سال ایک ممتاز زمیندار نے اخبارات میں اس امر کی تحریک کی تھی اور مسلمان زمینداروں کو توجہ دلائی تھی کہ وہ اس اہم فرض کو سرانجام ... اور اگر ... رت ہو تو کسی مقام پر کانفرنس منعقد کر کے اس کا ... کے لئے تجاویز سوچی جائیں لیکن جہاں تک ... نہیں ہوا۔ نہ تو بحیثیت مجموعی مسلمان ... کہا ہے نہ لور نہ اس ... کی کوئی ... اس قوم کی ہے جسے خیر الامم ... کندھوں پر تبلیغ واشاعت اسلام ... اس کے ہندو قوم جس کا مذہب تبلیغ واشاعت ... یا نند جی کی جنم شتابدی کے موقعہ پر اچھوت اقوام کو شدھ کرنے کے ... دیانند دلت ادھار منڈل ہوشیارپور قائم کیا گیا جس نے صرف ایک سال میں تقریباً دس ہزار اچھوتوں کو آریہ مذہب میں داخل کر لیا۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس منڈل کو اچھوت ادھار کے لئے تین ہزار روپیہ بھی وصول ہوا ہے۔ کیا مسلمان اب بھی بیدار نہ ہوں گے۔

اخبار خاور کا طریق تبلیغ

ہمارا ایڈیٹر اخبار "خاور" لاہور نے اپنے اخبار کی ۸ ؍ فروری کی اشاعت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام کھلی چٹھی لکھی تھی جس میں باوجود جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کی داد دینے کے یہ لکھا تھا کہ تقریر، تحریر کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کوئی موثر چیز نہیں ہے۔ اسلام کی موثر تبلیغ یہ ہے کہ مسلمان بالشویکوں کی طرح اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں ذاتی سرمایہ داری کا اصول چھوڑ کر مشترکہ سرمایہ کے اصول پر عامل ہوں ۱۴؍ مارچ کے خاور میں پھر انہی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور موجودہ تبلیغی انجمنوں کو "تبلیغی دکانیں" اور ان کے کام کو "نمائشی تبلیغی جد وجہد" بیان کیا گیا ہے

اس کے جواب میں ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں کہ ہم اپنی سمجھ کے مطابق اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں اور تیرہ سو سال سے اسی طرح یہ کام ہوتا چلا آیا ہے۔ جہاں جہاں اسلام پھیلا اسی طریق سے پھیلا لیکن اگر ایڈیٹر خاور یا کسی دوسرے مسلمان کو کوئی اور طریق تبلیغ اسلام کا مفید معلوم ہوتا ہے تو اس طریق کو اختیار کرکے کام کریں۔ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا یہی موثر طریق ہے کہ مسلمانوں کے اندر ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو اخوت اسلامی کا ثبوت مشترکہ سرمایہ داری کی صورت میں پیش کرے۔ اور دوسری قومیں خود بخود کھنچ کر اس میں آجائیں تو اسی طریق پر عمل کریں۔ ہمیں جو طریق بہتر اور مفید معلوم ہوتا ہے ہم اسی کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

ہندوستھان یا مسلم ستھان

ڈاکٹر مونجے نے آریہ اخبار ملاپ کے بسنت نمبر میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کی غرض یہ ہے کہ اچھوتوں کو مسلمان بنا کر ہندوستان کو مسلم ستھان بنا دیا جائے۔ پھر ہندوؤں کو متنبہ کیا ہے کہ:-

"اگر ہندوؤں کو ہندوستان میں زندہ رہنا ہے تو مسلمانوں کی اور سوامی شردھانند جی کی اس دوڑ میں جو سات کروڑ اچھوتوں کو پہلے ہضم کرسکے گا وہی یہ دوڑ جیتے گا اور اسی کے مطابق یہ ہندوستان ہندوستھان رہے گا یا مسلم ستھان"

یہ دوڑ واقعی جاری ہے لیکن اس میں صرف ہندو ہی دوڑ رہے ہیں اور وہی کامیاب ہوسکتے ہیں۔ مسلمان نہ اس کی اہمیت سے واقف ہیں نہ اس میں شامل ہیں۔ بازی جیتنا تو دور کی بات ہے نتیجہ جو کچھ ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ کاش مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور وقت کی نزاکت کو پہچانتے۔

انتقاد

کیفیت وید

یہ کتاب حافظ فضل حسین صاحب کی تصنیف ہے اس میں واقعات اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ویدک دھرم عالمگیر دھرم نہیں اور اس لئے آریوں کا مسلمانوں کو اس کی دعوت دینا خود ویدک دھرم سے منحرف ہونا ہے۔ ضمناً یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ویدوں کی زبان ایک مردہ زبان ہے۔ اس لئے وید پڑھے پڑھائے نہیں جاتے۔ برخلاف اس کے قرآن کی زبان زندہ ہے اور وہ دنیا کے ہر حصہ میں پڑھا جاتا ہے سوامی دیانند جی نے ویدوں کی جو تفسیر کی ہے اس پر بھی دلچسپ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ... ۴ صفحات۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ دیدہ زیب ... کا پتہ یہ ہے:-

محمد عنایت اللہ ... قادیان ضلع گورداسپور۔

یہ رسالہ مولوی عبدالوہاب ... واعظ حیدرآباد دکن نے شائع کیا ہے جس میں بتایا ... مندروں کو کس قدر جاگیریں حضور نظام نے عطا کر رکھی ہیں ... وں کو وظائف و جاگیریں اور معزز عہدے مرحمت فرمائے ہیں۔ اس رسالہ کا ایک ایک صفحہ سنگھٹنیوں کے اس پروپیگنڈا کی تردید کر رہا ہے کہ حضور نظام کی حکومت متعصب ہے۔ غالباً مصنف سے مفت مل سکتا ہے۔

مذاکرہ علمیہ

انسان کا فطری حق

یعنی

وحی الٰہی کے ذریعہ ہدایت کا ملنا

اس کا انکار قانون قدرت کا انکار ہے

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

انسان خود ارتقا کے نیچے ہے اس کا دماغ اس کا علم سب ارتقا کے نیچے ترقی کر رہا ہے۔ اس کا جو علم آج سے ہزار برس قبل تھا اس میں اور آج کے علم میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ گزشتہ علوم کے نقص پر آج ہنستا ہے۔ ارتقا کے اس سلسلہ کے دوران میں اس نے اپنے علم کے نقص کی وجہ سے سینکڑوں دفعہ ٹھوکریں کھائیں۔ ہزاروں دفعہ دھوکے کھائے۔ نقصان اٹھائے۔ تب صحیح راستہ ملا۔ اب تک آئے دن غلطیاں کرتا ہے اور پھر سنبھلتا ہے۔ کبھی ناقابل تلافی نقصان اٹھاتا ہے کبھی اس کی تلافی کرلیتا ہے۔ الغرض جب تک ارتقا کا سلسلہ جاری ہے یہ نفع و نقصان کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ کیونکہ انسان کا علم ابھی تک کامل اور قدرت کے ہر ایک راز پر حاوی نہیں۔ اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس کی پیدائش کے مقصد اور غرض و غایت کے حصول کا علم اپنے علم کامل سے عطا فرمایا۔ تا وہ اس میں غلط راستہ پر پڑ کر اپنے مقصد ہستی کو ہاتھ سے نہ دے بیٹھے۔ یہ اس کا قدرتی حق تھا۔ جیسا کہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔ "سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی۔ والذی قدر فھدی"۔ اپنے رب کے نام کی جو اعلےٰ ہے تسبیح کر جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا۔ یعنی اس کی پیدائش کے لحاظ سے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کے قویٰ اور استعدادیں عطا فرمائیں۔ اندازہ کیا اور پھر ہدایت دی۔ یعنی ہر ایک چیز کو ایک خاص اندازہ کے ماتحت کسی خاص غرض کے لئے پیدا کیا۔ اور پھر اس غرض کے حصول کے لئے اسے اس راہ پر بھی چلا دیا۔ جس پر چل کر وہ اس غرض و غایت کو حاصل کرلے۔ گویا قدرت کی ہر ایک چیز جو پیدا ہوئی ہے۔ قدرت نے جب اسے پیدا کیا تو اس کے مطابق نہایت موزوں قویٰ اور استعدادیں بھی عطا کیں۔ پھر جس غرض کے لئے اسے پیدا کیا اس کے مطابق اسے ہدایت بھی دی۔ یعنی اس راہ پر چلا دیا۔ پس انسان کو بھی جب پیدا کیا تو ضروری تھا کہ اس کی پیدائش کی غرض و غایت کے مطابق اسے ہدایت بھی دی جاتی۔

انسان کی امتیازی خصوصیت

دوسری اشیاء کائنات علم و عقل نہیں رکھتیں۔ اور بے اختیار اضطراری طور پر خالق فطرت کے قوانین پر چلتی ہیں۔ اس لئے ان کی صورت میں ہدایت بھی ایک وحی فطرت کے رنگ میں جسے Instinct کہتے ہیں ملی ہوئی ہے۔ شہد کی مکھی اپنی فطرت کی آواز کے نیچے حیرت انگیز کام کرتی ہے۔ ریشم کا کیڑا جو کچھ بناتا ہے وہ سمجھ کر نہیں بناتا بلکہ فطرت اس سے اضطراری طور پر بنوا لیتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک چیز فطرت کے قوانین کی فرمانبرداری اور اپنی پیدائش کی غرض و غایت کو محض اپنی فطرت کے ماتحت اضطراری طور پر حاصل کر رہی ہے۔ مگر کائنات کا وہ حصہ جسے انسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اپنے اندر خود شناسی اور خود اختیاری کا امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک چیز کے متعلق ایک علم حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے عقل و تمیز سے اس علم سے فائدہ اٹھا کر کام کرتا ہے۔ اور جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور علم سے کرتا ہے۔ اس لئے خالق فطرت نے بھی اسے ہدایت علم کے رنگ میں دی۔ تاکہ اس کی خود اختیاری اور نیک و بد کی ذمہ داری میں جو اس کا امتیاز خاص ہے فرق نہ آئے۔ یہ علم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ملتا ہے اور جس سے وہ ان قوانین کا علم حاصل کرتا ہے جن کے ماتحت چل کر پیدائش کی غرض و غایت کو حاصل کرتا ہے۔ وحی الٰہی کہلاتا ہے اور اس کے حامل کو نبی کہتے ہیں۔

وحی الٰہی اور مسئلہ ارتقاء

چونکہ یہ علم اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے دیا جاتا ہے۔ اس لئے ارتقاء کے ماتحت نہیں ہوتا۔ اور ان تمام نقصوں اور غلطیوں سے پاک ہوتا ہے جن میں انسان کا اپنا مشاہدہ و تجربہ سے حاصل کردہ علم بعض دفعہ انسان کو مبتلا کر دیتا ہے۔ ابتدائے عالم میں انسان سلسلہ ارتقا میں ایک بچہ کی ...

کے مطابق دیا گیا۔ اور چونکہ مختلف قومیں دور دراز ملکوں میں الگ الگ تری ہوئی تھیں اس لئے الگ الگ ان میں نبی آئے۔ اور الگ الگ ان کو کتاب اور شریعت دی گئی۔ اور جیسے جیسے انسان ترقی کرتا گیا علم الٰہی نے بھی زیادہ وسعت کے ساتھ اس کو ہدایت کی باریکیاں بتلائیں آخر کار وہ زمانہ آگیا کہ دنیا کی قومیں آپس میں ملنے لگیں۔ اور انسان کے دماغ نے بھی اتنی ترقی کرلی کہ اب وہ اس ساری ہدایت کا متحمل ہوسکتا تھا۔ جو ازل سے اس کے لئے مقدر تھی۔ اور مشیت الٰہی نے چاہا کہ اب تمام قوموں کو ایک دین واحد پر جمع کیا جائے۔ تا تمام دنیا میں وحدت و اخوت صحیح معنوں میں قائم ہو۔ تب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ کو قرآن جیسی کامل و مکمل کتاب عطا ہوئی۔ جو تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے کافی تھی۔ اور اپنے اندر وہ تمام ہدایتیں رکھتی تھی جو انسان کے لئے مقدر اور اس کا پیدائشی حق تھیں۔

مسئلہ تکفیر اور نماز

ایک شخص نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے استفسار کیا تھا کہ آیا قادیانی جماعت سے اختلافی امور میں بحث کی جائے یا نہیں۔ اور مسئلہ تکفیر اور نماز کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے یا نہیں اس کا جواب حضرت امیر نے حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے:-

(۱) فریق قادیان سے خطاب نہ کرنے یا خاموش رہنے کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ اعلان صرف یہ تھا کہ ذاتی حملے نہ کئے جائیں۔ یا دل آزار الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ ایسے مسائل جن میں اختلاف ہے ان پر اصولی رنگ میں بحث کرنا ممنوع نہیں۔ بالخصوص مسئلہ تکفیر ہماری جماعت کے اہم اغراض میں سے ہے۔ کہ اس کی بیخکنی کی جائے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی قوت عمل بیکار ہوگئی ہے۔ اور باہم لڑنے جھگڑنے میں سارا وقت اور ساری طاقت صرف ہوجاتی ہے۔ مسلمان کبھی بھی دشمنان اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جب تک ان میں اتحاد نہ ہو۔ اور اتحاد اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کسی کلمہ گو کی تکفیر ہوتی ہے۔

(۲) جو لوگ فتاویٰ تکفیر سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جیسے آج کل جلسوں کی صورت میں ہو رہا ہے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے نہیں روکا گیا ابھی چند روز ہوئے لاہور میں ایک جلسہ میں جس میں شاید دس ہزار کے قریب مجمع ہوگا جب میں نے یہ کہا کہ اگر مسلمان ہم کو کافر کہتے ہیں تو کہیں ہم اس وجہ سے خدمت اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔ تو چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوگئیں کہ وہ ہرگز ہم کو کافر نہیں کہتے۔ ایسا ہی جب بعض مولویوں کے فتاویٰ تکفیر کا ذکر ہوا تو سب جلسہ نے ان سے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔ اور یہی اصل غرض حضرت مسیح موعود کی تھی جب آپ نے مکفرین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا۔ گویا یہ ان فتاویٰ سے بیزاری کا عملی اظہار تھا۔ سو خدا کے فضل سے عام مسلمان پبلک میں یہ روح پیدا ہو رہی ہے۔ کہ وہ فتاویٰ کفر کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو مولوی تکفیر کے فتوے دیتے ہیں۔ انہیں اب کسی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

(باقی صفحہ ٣)

ہم ندوۃ العلما کے ہمنوا ہوں - اس کے لئے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم ایک انجمن اتحاد بنائیں جس کے اغراض کی تدوین تو بعد میں ہو سکتی ہے لیکن اس انجمن کے ممبر وہی ہوں جو تکفیر کے خلاف حلف لیں - یعنی وعدہ کریں کہ وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہ کریں گے - ہاں میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ان لوگوں کے خلاف ایک مہم شروع کر دیں جو تکفیر کے شائق ہوں - ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے - سردست وہ لوگ میری صدا پر لبیک کہیں جو اہل قبلہ کی تکفیر کو صحیح نہیں جانتے - اور یاد رہے کہ جب تک تکفیر کا سدباب نہ ہوگا ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا ہونا ناممکن ہے - وہ رحمۃ للعالمین جو دنیا میں سب اختلافوں کو مٹانے آیا - جس نے اہل کتاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہا - جس نے کل دنیا کے مذاہب کو خدا کی طرف سے تسلیم کر لیا - اور یہ سب اس لئے کہ دنیا سے نفاق دور ہو - اس رحمۃ للعالمین کو بھی تکفیر ایسی بری معلوم ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ جو مسلم کو کافر کہے وہ خود کافر ہے -

یا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم - اے اہل کتاب اے اہل قرآن! قرآن بھی آخر ایک کتاب ہی ہے - آؤ آج ہم اسی بات پر متفق ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں یعنی ایک گروہ اسلام اور دوسری جماعتہائے اسلام میں متحد ہے - اور وہ یہ ہے کہ اسلام برحق ہے محمد خدا کے آخری نبی ہیں - قرآن آخری کتاب ہے - مکہ ہمارا قبلہ ہے - اشاعت قرآن اور تبلیغ اسلام ہمارا فرض ہے - تحفظ قوم اور بقائے ملت ہمارا نصب العین ہے - آؤ ہم صرف ان باتوں پر ایک ہو جائیں - انہی باتوں کو سامنے رکھیں انہی پر اپنی ہمتوں کو خرچ کریں - انہی امور کو رشتہ اخوت و اتحاد قرار دیں -

الا ان حزب اللہ ھم الغالبون - ولا تھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مومنین -

حیدرآباد سندھ میں جلسہ مذاہب

کچھ عرصہ قبل آریہ سماج کی زیر سرپرستی بعض آریہ لیکچراروں نے حیدرآباد سندھ میں آکر اسلام اور قرآن مجید اور حضرت پیغمبر اسلام صلعم پر ناپاک حملے کئے اور غلط تہمتیں باندھیں اس لئے ضروری ہوا کہ اسلام کی سچی تعلیم اور حضور صلعم کی پاک زندگی کے متعلق صحیح باتیں مسلمانوں کو اور خاص طور پر ہندو دوستوں کو بتائی جائیں - چنانچہ حیدرآباد سندھ کی انجمن نصرت الاسلام نے کوشش کر کے علامہ مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت لاہوری اور علامہ عصمت اللہ صاحب لاہوری کو حیدرآباد سندھ آنے کی تکلیف دی اور ٢٦ و ٢٨ رفروری کو مختلف مواقع پر آریہ سماجیوں کے اعتراضات کے جوابات اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق اور اخلاقی و معاشری اصلاح کے متعلق تقریریں ہوئیں - جن میں ہزاروں کی تعداد میں ہندو اور مسلمان شریک ہوئے اور اس درمیان میں ٢٧ رفروری کو تجویز کی گئی کہ مختلف مذاہب کے نمائندوں کا ایک جلسہ طلب کیا جائے - جس میں مختلف مذاہب کے نقطہ خیال سے خدا کی وحدانیت کے متعلق لیکچر دیئے جائیں - اور اس تاریخ کو ٹھیک دس بجے سے لے کر ایک بجے تک اور پھر ٢ بجے سے ٩ بجے تک آریہ سماج، پراٹسٹنٹ - سناتن دھرم سکھ سبھا برہمو سماج - تھیا سافسٹ - رومن کیتھولک اور مسلمانوں کے نمائندوں نے تقریریں کیں - اور اس طرح اس روز حیدرآباد سندھ میں مختلف مذہبوں کی باہمی رواداری اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کامیاب کوشش عمل میں آئی -

اس جلسہ کی خصوصیت یہ بھی کہ تھیا سافسٹ کے نمائندہ دیوان جیٹھمل صاحب اور برہمو سماج کے نمائندہ رائے بہادر دیوان پربھداس صاحب نے اپنی تقریروں میں ہندو مسلم کے اتحاد اور صلح کے لئے درد دل سے اپیل کی - اور دونوں صاحبوں نے حضور آقائے نامدار صلعم کی پاک زندگی اور اعلے تعلیم پر اچھی طرح سے روشنی ڈالی -

(گل باز خاں سکرٹری انجمن نصرۃ الاسلام حیدرآباد سندھ)

رویت ہلال

اگر کسی مقام پر جمعہ کی شام کو چاند دیکھا گیا ہو

تو اس کی اطلاع اخبار پیغام صلح میں بھجوا دیں - لاہور

ہندوستان

— پنڈت کالی چرن مصنف "وہتر جیون" کو ایک سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوئی ہے - عدم ادخال جرمانہ کی صورت میں مزید چھ ماہ کی قید بھگتنی پڑے گی - فیصلہ ڈسٹرکٹ جیل کے اندر سنایا گیا - شہر میں ہندو دکانداروں نے ہڑتال کی -

— ماہ رمضان کے احترام کی غرض سے حکومت نظام نے اعلان کیا ہے کہ جو مسلمان کسی شرعی عذر مثلاً مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کو علانیہ کھانے پینے سے احتراز کرنا چاہیئے -

— سکرٹری انجمن اسلامیہ اندور نے مسلمان وکلا سے اپیل کی ہے کہ وہ فسادات اندور کے بے گناہ مسلمان ملزمین کی پیروی کریں -

— ہندو مشن کلکتہ نے شدھی کا کام پورے زور سے جاری کر رکھا ہے ہزاروں عیسائی شدھ ہو رہے ہیں - اور کہیں کہیں مسلمان بھی شکار ہو رہے ہیں -

— پرتاب گڑھ کے علاقہ میں ایک ہزار اچھوت تین ہفتہ کے اندر اسلام میں داخل ہوئے ہیں -

— حضور نظام حیدرآباد دکن نے مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم کی بیوہ کے لئے تاحیات ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کیا ہے

— لاہور میں سر گنگا رام صاحب نے ایک تجارتی کالج کھولا ہے

— ٣ ر مارچ سے سشن جج دہلی کی عدالت میں قاضی عبدالرشید کا مقدمہ شروع ہے - ڈاکٹر ماہر امراض دماغی نے اپنی شہادت میں بتایا ہے کہ ملزم ہر روز ایک گھنٹہ تک معمولی آدمیوں کی طرح رہا کرتا تھا - میری رائے ہے کہ وہ پاگل نہیں ہے - اور اسے کسی قسم کا جنون نہیں - صفائی کی دوسری شہادتوں میں عبدالرشید کے ننگا ناچنے کی اور اسی قسم کی اور نہایت ہی عجیب و غریب حرکات و روایات بیان کی گئی ہیں -

ممالک خارجہ

— حکومت افغانستان کی وزارت حربیہ نے اعلان کیا ہے - کہ ٥٠ افغانی فن شہسواری کی تکمیل کے لئے پیرس بھیجے گئے ہیں - ایک دستہ گولہ اندازی اور توپچی کا کام سیکھنے کے لئے ایک جرمن معلم کے سپرد کیا جائے گا - ١٣٠ طلبا فن پرواز سیکھنے کے لئے ماسکو بھیجے گئے ہیں - ان کی واپسی پر یہی فن سیکھنے کے لئے ستر لڑکے ٹرکی بھیجے جائیں گے -

— کابل اور قندھار کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ مکمل ہو گیا ہے

— انگورہ کی اطلاع مظہر ہے کہ ایران و ترکی کے مابین کئی ماہ سے جو تجارتی گفت و شنید جاری تھی اس کے متعلق اب معاہدہ ہو گیا ہے -

— چین میں ابھی تک خانہ جنگی جاری ہے - اور احراریین فتوحات پر فتوحات حاصل کر رہے ہیں -

— شام میں بھی جنگ بدستور جاری ہے شامی مجاہدین ابھی تک ..... اپنے ارادہ پر قائم ہیں -

— حکومت برطانیہ نے ٧ کروڑ روپے کی لاگت سے دو جدید جنگی جہاز تیار کرائے ہیں -

— جاپان میں حال ہی میں ایک زلزلہ آیا جس سے ٧٤٤ آدمی مجروح ہوئے - اور ان میں سے مقام کیو ٹو کے مقتولین کی تعداد ١٠٩٩ ہے - سات ہزار مکانات تباہ یا نذر آتش ہوئے ہیں - ١٩٢٣ء کے بعد یہ سب سے مہلک زلزلہ تھا -

— حکومت پنجاب اس سال یورپ میں فارسی کے سائنٹیفک مطالعہ کے لئے ہندوستان کے باشندوں کی حوصلہ افزائی کے لئے سرکاری وظیفہ دے گی - آکسفورڈ اور کیمبرج میں تو یہ وظیفہ تین سو پونڈ سالانہ ہوگا اور باقی جگہ ٢٥٠ پونڈ - اور صرف دو سال تک ملتا رہے گا - وظیفہ کے لئے درخواستیں ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کے پاس ٣٠ مارچ تک آنی چاہیئں -

— قانون تعمیر ریلوے ایران کی مطابقت میں مجلس ایران نے دیگر لائنوں کی پیمائش کی منظوری دے دی ہے - اور غیر ملکی تاجروں کو دعوت دے دی ہے - کہ [illegible] کارخانہ قائم کرنے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۸ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۲

بزم احباب

مرتبہ عاصم صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور

ایران

ذیل میں خط جو ابراہیم صاحب اصفہانی اور مسٹر درد قادیانی کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے چونکہ وہ عوام کی دلچسپی کا پہلو لئے ہوئے ہے اس لئے بقیہ خطوط شائع کئے جاتے ہیں۔

خط مسٹر درد صاحب قادیانی بجواب محمد ابراہیم صاحب اصفہانی

پیارے جناب - آپ کا ۲ دسمبر کا خط ملا اور وہ اخبار بھی جس میں ممالک غیر کی تمام مساجد کی فہرست شائع ہوئی ہے۔ یہ ٹھیک طور پر ہند، مصر، شام، (ملک عراق) انگلستان امریکہ کے اخبارات کے نام لئے ہے قریباً تمام اخبارات نے ہماری مسجد کی افتتاحی تقریب کے تمام حالات مفصل شائع کئے ہیں۔ دنیا کے کسی اخبار نے اس موقع پر تمام مساجد کی فہرست شائع نہیں کی۔ سوائے اس کے جو آپ نے مجھے بھیجا ہے۔ اس سے اخبار کی عجیب پالیسی کا اظہار ہوتا ہے۔ میں نے آپ سے التجا کی کہ آپ مجھے وہ تمام اخبارات بھیجدیں جنھوں نے کچھ ہماری مسجد کے بارے میں ذکر کیا ہو۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ مقامی اخبارات نے رائٹر کے تار شائع کئے تھے۔ لیکن آپ نے ان اخبارات کے ٹکڑے مجھے نہیں بھیجے۔ میں ملتجی ہوں کہ براہ مہربانی وہ اخبارات بھیجدیں جن میں رائٹر کے تار شائع ہوئے ہیں۔ اس پر جو خرچ ہوگا وہ میں ادا کردونگا۔

مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ شیعہ ہیں اور جو کچھ آپ نے ہماری تحریک کے بارہ میں لکھا ہے اسے بھی میں نے بہت تعجب کے ساتھ نوٹ کیا ہے میں متعجب ہوں کہ کس طرح ایک شیعہ دیانتداری سے کہہ سکتا ہے کہ ہماری تحریک نے اتحاد اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ مجھے معاف فرمائے تاریخ اس کی تصدیق نہیں کرتی اور تمام دنیا اسے جانتی ہے۔

میں خوش ہوں کہ آپ اپنے آپ کو متعصب اور تنگدل خیال نہیں کرتے۔ لیکن دنیا واقعات اور کسی شخص کے نیک عقائد پر فیصلہ کرتی ہے قادیان کے لفظ کا استعمال یہ ظاہر نہیں کرتا کہ آپ تعصب سے بالکل پاک ہیں۔ پھر جو تعریف آپ نے اس کی بیان کی ہے وہ صد درجہ کی غلط بیانی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تھوڑی سی عزت جو آپ کے دل میں ہمارے سلسلہ کے بانی کی ہے وہ واقعات پر مبنی نہیں۔ اور میں متعجب نہ ہونگا اگر آپ کے ہمارے بارے میں ریمارک فی الحقیقت اس کی طرف منسوب نہ ہوں۔ اس میں ذرا [illegible]

مسلمانوں نے اسے کافر قرار دیا۔ اور اس کے بدتر سے بدتر نام رکھے۔ اگر آپ ایسے لوگوں کو جو ایک مسلمان کو کافر کہیں کافر نہیں سمجھتے تو اپنی آپ تردید کرتے ہیں۔ میں نے اپنے خطوں میں کبھی نہیں کہا کہ غیر احمدی بھی مسلمان ہیں۔ گو وہ نام کے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ بانی سلسلہ نے صاف طور پر نبی اللہ ہونے کا دعوے کیا۔ اور اگر آپ سنیوں کے قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک مسلمان کے لئے تمام انبیا پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر ایک شخص یہ کہے کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور سوائے حضرت مسیح کے سب انبیا کو مانتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ یا تو اس کا قرآن پر ایمان جہالت پر مبنی ہے یا وہ اپنی مخالفانہ باتوں کو معلوم نہیں کر سکتا۔

آپ آزاد ہیں ہمارے سلسلہ کے بانی کے بارہ میں جو چاہیں خیال کریں لیکن دلائل کے رو سے آپ اس کے دعوے کا انکار نہیں کر سکتے۔ میں حقیقت باتوں کو پیچیدہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ انسان کو مخلص، دیانتدار اور صاف گو ہونا چاہیے۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ بانی سلسلہ نے صاف صاف اور بلا کسی ایچ پیچ اور غلطی کے نبی اللہ ہونے کا دعوے کیا ہے گو یہ ہر دو دعوے سچے ہیں تو نتیجہ صحیح ہے۔ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ ہم صرف اپنے پیغمبر کی کلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جو اسلام کا سب سے بڑھ کر خیرخواہ ہے۔ جس نے اسلام کی خوبیوں کا دیگر مذاہب پر برتر ہونا ثابت کر دیا اور جو حضرت محمدؐ کی تابعداری کرنے والا ہے۔ وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے انہیں خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ کس نام سے انہیں پکارا جائے۔ میں پھر آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ بانی سلسلہ صرف اسلام کی وحدت ہی کو برقرار کرنے کے لئے آیا تھا۔ اسلام بے شمار فرقوں میں منقسم ہے۔ ہر ملک ہر قبیلہ جدا الگ عقیدہ رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اسلام کے لئے بہت مصروف ہیں۔ اور یہی وہ امر ہے کہ جس کے بارہ میں خود حضرت نبی کریم نے پیشگوئی کی تھی اور آپ ہی کی پیشگوئی کے مطابق احمد نبی اللہ کا ظہور ہوا۔ اور زمانہ خود ظاہر کر دے گا کہ اس نے اسلام میں سے سب فاسد و غلط عقائد و خیالات کا قلع قمع کیا۔ جو بانی اسلام کے لئے بے عزتی کا موجب ہیں۔ آپ کی یہ عجیب منطق ہے کہ آپ لکھتے ہیں ہم اختلاف خیال کو گوارا نہیں کرتے۔ ہمارے شہدا اپنے قاتلوں کے لئے دعائیں کرتے شہید ہو گئے لوگ عرب شہزادہ کا مسجد کے افتتاح سے انکار کرنا نفرت سے دیکھتے ہیں لیکن آپ کے نزدیک یہ سب باتیں اتحاد اسلام کہلاتی ہیں۔ کاش کہ آپ ان امور سے واقف ہوتے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہابی بادشاہ کے خلاف ایک وفد ایران کو جا رہا ہے۔ اور اگر آپ کو ارکان وفد سے ملنے کا اتفاق ہوا تو آپ پر اتحاد اسلام کی حقیقت [illegible]

اعتقاد نہیں رکھتے۔ کہ آنحضرت سب انبیا کے آخر میں آئے اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ آپ کے بعد یسوع مسیح آئے گا اس طرح سے آپؐ اپنے قول کے خلاف نہ فرما سکتے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کی مسجد مساجد میں سے آخری ہے۔ اب اگر آپ کے خیال کے مطابق آنحضرتؐ کو لفظی طور پر آخری نبی قرار دیا جائے تو آپ کو دنیا کی تمام مساجد گرا دینی چاہئیں۔ کیونکہ آپ کی مسجد آخری مسجد تھی۔ قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ آپ آخری نبی تھے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ آدمی ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ مختلف عقائد کی چھان بین کرنے کے بعد اپنی رائے قائم کریں۔ مسلمانوں کا ایمان رہا ہے کہ آنحضرت ان معنوں میں آخری نبی ہیں۔ کہ آپ ایسا قانون لائے جو خدا کا آخری قانون تھا۔ اور اب ایسا کوئی پیغمبر نہیں آسکتا جو اس قانون کو کسی صورت سے منسوخ کرے کیونکہ آپ کی تابعداری سے کوئی شخص نبوت حاصل کر لیتا ہے بانی اسلام کی خوبی اور کمال ہے۔

جماعت لاہور احمدیہ حضرت احمد کو ہمیشہ پیغمبر مانتی رہی اور اختلاف کی وجہ محض خلافت کا سوال تھا۔ جس کے بعد انہوں نے اپنے عقائد تبدیل کر دیئے۔ (اس افترا کی حقیقت حضرت مسیح موعود کے اقوال اور طرز عمل سے طشت از بام ہو چکی ہے۔ پھر جماعت قادیان میں سے ایک شخص بھی حضرت صاحب کے پرانے احباب میں سے حلفیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبوت اور تکفیر مسلمین کے بارہ میں بانی سلسلہ کے وہ عقائد تھے جنہیں قادیانی جماعت پیش کر رہی ہے۔ پ - غ) میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس امر میں مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ہم اپنے آدمیوں اور اپنے اختلافات باہمی کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں۔ میں آخر میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ وہ آپ کو سچے راستے کی طرف رہنمائی کرے۔

میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ باوجود ان تمام باتوں کے جو آپ نے کہیں میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ اور آپ کی ہر ممکن خدمت کرنے کو تیار ہوں۔ جو توجہ آپ نے میرے خطوط کی طرف مبذول کی ہے۔ اس کے لئے مشکور ہوں۔

اصفہانی صاحب کا جواب ۱۳ دسمبر ۱۹۲۶ء

حسب الارشاد آپ کے ۲ دسمبر کے خط کی رسید دیتا ہوں اور اخبار "شفق سرخ" کی تین پرانی کاپیاں روانہ کرتا ہوں جن میں آپ کی مسجد کی افتتاح کے تار چھپے ہیں۔ آپ کے خط کا جواب دینے سے پہلے مجھے آپ کے خط زیر جواب کی ایک بات صاف کر دینا ضروری ہے

مذاکرہ علمیہ

روح یا نفس انسانی

بجناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

سوال۔ کیفیت روح مدلل بیان کرو۔

جواب۔ اس سوال پر مجھے تعجب آتا ہے جس کے اندر خود روح موجود ہو۔ جیسی اچھی طرح وہ خود روح کی کیفیت سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں سمجھا سکتا جو سیب کھا رہا ہے وہ جس طرح اس کے ذائقہ کو خود سمجھ سکتا ہے دوسرا ایک دفتر لکھ دے تب بھی اس کی کیفیت کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسی ہستی جو روح نہ رکھتی ہو یہ سوال پوچھے تو محل تعجب نہیں۔ مگر ایک انسان اپنے اندر روح رکھتے ہوئے روح کی کیفیت دوسروں سے پوچھے تو فرمایئے حیرت نہ ہو تو کیا ہو؟ زید جانتا ہے کہ میں زید ہوں، میں انسان ہوں، کائنات میں دوسری چیزوں سے مجھے فلاں فلاں خاص نسبت حاصل ہے۔ میرے ذمہ کچھ حقوق ہیں۔ قوانین الٰہی کی فرمانبرداری نیکی ہے۔ اس کی نافرمانی بدی ہے۔ ان کے درمیان تمیز کرکے مجھے عمل کرنے کا اختیار دیا گیا۔ یہ **خودشناسی اور خود اختیاری رکھنے والا نفس انسانی ہے جسے عرف عام میں روح انسانی کہہ دیتے ہیں۔**

زندگی جسم اور نفس انسانی دو جدا چیزیں ہیں۔ جو لوگ ان دونوں کو ایک سمجھتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ زندگی جسم تو حیوانات و نباتات اور انسان سب میں مشترک ہے۔ اور موت کے ساتھ ہی اس زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ جسم کی زندگی کے خاتمہ کا نام موت ہے۔ مگر نفس انسانی ایک جدا چیز ہے جو موت کے ساتھ فنا نہیں ہوتا۔

نفس انسانی اس حقیقت کا نام ہے جو اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ کہ میں انسان ہوں، میں زید ہوں اسی کا نام خودشناسی ہے (Self Consciousness) وہ جانتا ہے کہ میرے ذمہ کچھ ذمہ واریاں ہیں۔ وہ نیکی و بدی کے امتیاز کو جانتا ہے۔ اس علم کے ماتحت وہ اپنے منشا و ارادہ سے کام کرتا ہے۔ اس کا نام خود اختیاری ہے۔ یہ حقیقت اور کسی جاندار میں موجود نہیں۔ اس لئے ان کی زندگی محض اضطراری ہے۔ وہ حواس بھی رکھتے ہیں، حرکات بھی کرتے ہیں۔ مگر وہ سب اضطراری ہوتی ہیں۔ نہ ان میں خودشناسی ہے اور نہ خودشناسی کے ماتحت ان میں خود اختیاری ہے۔ ان کی حالت اسی طرح ہے جس طرح انسان کے جسم میں بہت سے اعضا بغیر انسان کے سمجھنے اور منشا و ارادہ کے سب کانشس نس (Sub-Consciousness) کے ماتحت عمل کرتے ہیں۔ آنکھ کے سامنے تیز روشنی لاؤ وہ فوراً جھپک جائے گی۔ یہ جھپکنا سمجھ کر اور نفع و نقصان کو خیال کرکے نہیں ہوتا۔ بلکہ سب کانشس نس بے اختیار ایک کام کرا دیتی ہے۔ جو فطرت میں موجود ہے۔

یہی حال جانوروں کا ہے۔ وہاں بھی کل حرکات و سکنات انسٹنکٹ (Instinct) فطرت کے ماتحت ہوتی ہیں۔ پس انسان کے سوا کوئی مخلوق جاندار ایسی نہیں جو خودشناسی اور خود اختیاری رکھتی ہو۔ اسی لئے انسان کے سوا اور کسی مخلوق سے ان کے افعال پر بازپرس بھی نہیں کی جاتی۔ کوئی بیل سینگ مار کر کسی کو زخمی کر دے۔ اسے مجرم قرار دیکر قید نہیں کیا جاتا۔ کوئی گھوڑا کسی کو ٹھک دے اسے کسی عدالت میں پیش کرکے سزا نہیں دی جاتی۔ پس نفس انسانی اسی حقیقت کا نام ہے جو خودشناسی کے ذریعہ اپنی ہستی کو پہچانتی ہے۔ اور خود اختیاری کے ذریعہ اپنے ارادہ پر عمل کرتی ہے۔ یہ خودشناسی اسے کہاں سے ملی یہ آگے آئے گا۔

جسم کے ساتھ نفس انسانی کا تعلق

جب تک انسان کا جسم زندہ رہتا ہے اور کام کرتا رہتا ہے یہ نفس انسانی اس سے تعلق رکھتا ہے۔ جب جسم کے مرکز دماغی حالت سکون میں ہوتے ہیں خواہ وہ سکون عارضی ہو یا دائمی تو یہ نفس اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ نیند کے وقت مرکزی دماغی حالت سکون میں ہوتے ہیں اس لئے نفس اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ نہ انسان میں خودشناسی باقی رہتی ہے۔ نہ خود اختیاری۔ اس لئے نیند میں بڑبڑانے پر کوئی دوسرا شخص ناراض نہیں ہوتا۔ بعض لوگ نیند میں چل بھی پڑا کرتے ہیں۔ اور مار بھی بیٹھتے ہیں۔ مگر وہ شخص معذور سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی گرفت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگرچہ وہ نفس ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک بیل کا یا گھوڑے کا۔ نیند میں مرکزان دماغی کا سکون چونکہ ناقص اور عارضی ہوتا ہے اس لئے بیداری کے وقت نفس کا تعلق پھر جسم سے قائم ہو جاتا ہے۔ مگر موت کے وقت چونکہ دماغی مرکزوں کا سکون دائمی اور کامل ہوتا ہے اس لئے نفس کا تعلق پھر اس سے قائم نہیں ہوتا۔ یہی قرآن کریم فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ اللہ نفسوں (روحوں) کو قبض کر لیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند کے وقت پھر جس پر موت وارد ہو چکی ہو اسے روک رکھتا ہے۔ اور جس پر موت وارد نہیں ہوئی اسے وقت مقرر تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ سوئے ہوئے آدمی پر سے قلم دوات اٹھائی جاتی ہے۔ یعنی اس کے عملوں کا محاسبہ روک لیا جاتا ہے۔ وجہ یہی کہ جس حقیقت کا نام نفس انسانی ہے اس کا تعلق جسم خوابیدہ سے نہیں ہوتا۔ اگرچہ جسم زندہ ہوتا ہے۔

جسم انسانی

جسم انسانی معہ اپنے حواس اور قویٰ۔ اور ایک اور زندگی کے نتیجہ ہے ارتقا کا۔ پہلے یہ تھیوری تھی کہ جسم انسانی کی کہانی سے پہلے عالم کی ابتدا ان ذرات مادی سے ہوئی جنھیں ایٹم ( ) کہتے ہیں اسی بھروسہ پر دیانند جی مہاراج نے مادہ ذرات یعنی پرمانو کو ازلی قرار دیدیا تھا اور زبردستی اسے ویدوں کے سر چڑھا کر اپنی طرف سے اپنے مذہب کو سائنٹفک بنانا چاہا تھا۔ مگر انسانی من گھڑت کا یہی حشر ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد سائنس نے یہ تحقیقات کی کہ ذرات مادی ازلی نہیں بلکہ اس سے قبل بجلی کے مفردات الکٹرون تھے۔ اس تحقیقات نے دیانندی مذہب کا خاتمہ کر دیا۔ پھر یہیں تک نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ الکٹرون ایک سیاہ روشنی کا نتیجہ ہے۔ جسے نیبولا کہتے ہیں۔ اور یہ نیبولا ایک ایک ظلمت میں سے نکلتے ہیں۔ جسے ایتھر کہتے ہیں اور وہ ایتھر ایسا تاریک مادہ ہے جس میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کا کرہ زمین کے کرہ سے پندرہ کھرب گنا بڑا ہے۔ ایتھر سے پہلے کیا تھا کہتے ہیں وہ انرجی یعنی **قوت** تھی۔ یہ وہ حق ہے جو زبردستی ان سائنسدانوں کے منہ سے نکلا۔ یہ دبی زبان سے نیست سے ہست ہونے کا اقرار ہے یعنی خدا کی قوت تھی جس نے ایتھر کو پیدا کیا۔ اور یہ سب کچھ محض اس کی قدرت ہی کا سارا ظہور ہے۔ اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔ ایتھر یعنی اس ظلمت کے کرہ سے ہر آن سیاہ انوار کی چنگاریاں نکلتی رہتی ہیں جنھیں نیبولا کہتے ہیں۔ اور جو سلسلہ ارتقا کے نیچے ترقی کرکے بجلی کی مفردات بنتی ہیں۔ اور وہ ترقی کرکے ذرات مادی بنتے ہیں۔ اور یہ ذرات ترقی کرکے مختلف قسم کے دھات اور جمادات بن جاتے ہیں۔ پھر اس سے ترقی کرکے آخرکار زندگی کی شکل اختیار کرکے نباتات اور پھر اس سے ترقی کرکے حیوانات بن جاتے ہیں۔ اور آخرکار اس ساری ترقی کا نچوڑ انسان معرض وجود میں آ جاتا ہے۔

جو چیزیں ابتدا میں ادنے حالت میں موجود تھیں وہ انسان میں اعلے سے اعلے حالت میں موجود ہیں۔ مثلاً ہم بجلی کے مفردات میں جو کشش ایک دوسرے سے ملنے اور ہٹنے کی دیکھتے ہیں وہ انسان میں محبت اور غصہ کی شکل میں نہایت نمایاں اور کامل طور پر نظارہ کرتے ہیں فرق یہ ہے کہ بجلی کے مفردات میں یہ ادنے حالت میں موجود تھی۔ مگر انسان میں آ کر یہ اعلے حالت میں اور بیسیوں جذبات پر مشتمل نظر آتی ہے تمام جذبات انسانی محبت اور غصہ ہی کی شاخیں ہیں۔ پس سلسلہ ارتقا میں یہی باتیں جو ابتدا میں بہت سادہ اور بطور بیج کے تھیں وہ انسان میں آ کر ایک درخت کی طرح اپنی بہت سی شاخوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ جیسے ظاہری عالم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی طرح ان ذرات کے باطنی خواص بھی ترقی کرتے جاتے ہیں۔ بلکہ ارتقا کے اس مقام سے جہاں سے زندگی شروع ہوتی ہے۔ ہم یہ نظارہ بھی دیکھتے ہیں کہ عالم ظاہر کی چیزیں عالم باطن میں مبدل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ زندگی کی پہلی شکل نباتات ہے۔ کیلی مٹی میں سے بیجان چیزیں نباتات کی جڑوں کے ذریعہ جذب ہو کر زندگی کی شکل میں بدل جاتی ہیں اور یہ زندگی ایک باطنی نظام پر مشتمل ہوتی ہے جو نباتات سے بڑھ کر حیوانات میں نمایاں نظر آتا ہے اور تنفس اور خوراک کے ذریعے بے جان خارجی چیزیں عالم باطن میں بدل کر زندگی کے نظام کو چلاتی ہیں۔ مگر انسان میں آ کر یہ باطنی نظام ایسی مکمل شکل اختیار کر لیتا ہے کہ انسان کے اندرونی جذبات اور قویٰ کی ایک مکمل ہستی جسم ظا[illegible] اپنا [illegible] ایک [illegible] تک کہ اور اس ہستی میں وہ ادراک پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسان کی ہستی کی صفت خصوصی ہے۔ اور جو اس سارے ارتقا کا معراج ہے۔ اور عقل اور تمیز پر مشتمل ہے۔ گویا سلسلہ ارتقا میں انسان وہ منزل ہے جہاں اجزائے مادیہ ظاہری اجزائے باطنی و روحانی میں بدرجہ کمال مبدل ہو جاتے ہیں۔ اور نفس انسانی سے مل کر انسان کے اندر اس کے ظاہر کے عین مطابق ایک باطنی انسان پیدا کر دیتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس انسان نما حیوان کے اندر ایک حقیقی انسان پیدا ہو جاتا ہے۔ جو، اگر سلسلہ ارتقا حق ہے، تو ضروری ہے کہ اس ظاہری خول جسم انسانی کے فنا ہو جانے پر آگے بھی ترقی کرے جس طرح ٹڈی کا بچہ اپنے ظاہری خول میں سے نکل کر اور اسے زمین پر چھوڑ کر اڑ جاتا ہے۔ اسی طرح نفس انسانی اپنے نئے باطنی و روحانی جسم کے ساتھ اپنے ظاہری مادی جسم کو چھوڑ کر اڑ جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی یہ نئی ہستی مادی نہیں ہوتی بلکہ روحانی ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے دوسرا عالم تلاش کرے جو روحانی ہو۔ اور اپنے حسب حال عالم کو پا کر اپنے ارتقا کو جاری رکھے۔ اس کے لئے روحانی عالم ایسا ہی ضروری ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ وہ اس مادی جسم سے ارتقا کے ماتحت ترقی کرکے ایک روحانی جسم کی شکل میں نکلا ہے۔ ضرور ہے کہ اس کے لئے عالم بھی ویسا ہی ہو۔ جس میں رہ کر وہ آگے ترقی کر سکے۔ قانون ارتقا کا یہ تقاضا ہے کہ جو چیز ایک حالت سے ترقی کرکے دوسری حالت میں چلی گئی وہ پھر واپس اسی ادنے حالت میں نہیں آ سکتی۔ حیوان سے ترقی کرکے جب انسان بنا تو قانون ارتقا کے یہ خلاف ہے کہ انسان سے تنزل کرکے پھر حیوان بنے۔ جب انسان کی ہستی مادی ہستی سے ترقی کرکے ثم انشاناہ خلقا آخر کے ماتحت روحانی بن گئی تو پھر اب سلسلہ ارتقا کے قانون کے خلاف ہے۔ کہ وہ لوٹ کر پھر علائق مادی اختیار کرے۔

پس قانون ارتقا ہمیں دو باتیں منواتا ہے۔ ایک تو یہ کہ انسان کی منزل پر ترقی ختم نہیں ہو گئی۔ بلکہ جس قانون ترقی نے ہمیں ارتقا منوایا ہے وہی قانون ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم یہ مانیں کہ انسان پر آ کر ترقی ختم نہیں ہو جاتی۔ ورنہ پھر یہ قانون ارتقا ٹوٹتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ البتہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ جس طرح ایتھر سے نیبولا اور نیبولا سے بجلی اور بجلی سے ذرات مادی بننے میں عالم بدلتا رہا اسی طرح انسان کی منزل پر بھی عالم بدل جاتا ہے یعنی عالم مادی سے عالم روحانی میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مگر ارتقا نہیں ٹوٹتا۔ اگر ارتقا ٹوٹ جائے تو پھر کوئی دلیل باقی نہیں رہتی کہ یہ تمام مختلف چیزیں ایک ہی چیز کی مختلف ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی روحانی ہستی پھر تنزل کرکے اسی عالم سفلی مادی میں نہیں آ سکتی۔ ارتقا کی ہر منزل آگے ترقی کے لئے ہے تنزل کے لئے نہیں۔ اگر پھر تنزل کی طرف آئے تو ارتقا غلط ہو گیا۔

نفس انسانی

جسم انسانی کی سرگزشت کے بعد اب نفس انسانی کی حقیقت پر کچھ عرض کرتا ہوں۔ نفس انسانی کیا ہے وہ وہی ہے جو کہتا ہے کہ "میں" ہوں۔ یورپین فلسفی اسی کو ایگو ( ) کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ میرا جسم ہے، یہ میرا ہاتھ ہے۔ یہ میرا پاؤں ہے۔ یہ میرا سر ہے۔ یہ میرا دل ہے یہ میرا دماغ ہے۔ وہ یہی بتاتا ہے کہ یہ سب چیزیں میری ہیں۔ یہ چیزیں اور "میں" خود دونوں مترادف نہیں۔ بلکہ یہ چیزیں میری ہیں جن سے میں فائدہ اٹھا کر علم حاصل کرتا ہوں اور عمل کرتا ہوں۔ خواہ ہم جسم میں سے ہاتھ کاٹ دیں۔ ٹانگیں کاٹ دیں۔ آنکھیں نکال دیں۔ کان کے پردے پھاڑ دیں۔ غرضیکہ کل حواس بیکار کر دیں اور کل اعضا کا ڈھیر گویا علم کے حصول اور عمل کرنے کے لئے جو کچھ جسم انسانی میں موجود ہے سب دور کر دیں تو پھر جب عقل سے پوچھیں گے کہ کیا آپ میں کچھ کمی آگئی تو وہ یہی کہے گا کہ قطعاً نہیں۔ میں اسی طرح سالم موجود ہوں۔ انسان کا اپنا یہ احساس ایک زبردست شہادت ہے کہ نفس انسانی اور جسم انسانی دونوں آپس میں مترادف نہیں۔ اگر انسان کا اپنا یہ احساس غلط سمجھا جائے تو پھر اس کے ہر ایک احساس سے امان اٹھ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی وفی انفسکم افلا تبصرون میں یہ اشارہ کیا ہے کہ اپنے نفسوں میں غور کرو کیا اتنا بھی تمھیں نظر نہیں آتا۔ ہر وقت کا یہ احساس خود انسان کے اندر موجود ہے۔ جو صاف بتاتا ہے کہ جسم انسانی اور نفس انسانی دونوں مترادف نہیں ہیں۔

جسم انسانی میں حواس تو اس لئے رکھے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ نفس انسانی کو علم حاصل ہو۔ اور اعضا اس لئے دیئے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ

جو انسان کا خاصہ ہے۔ کیونکہ ارتقا نے حیوانوں کے دماغ کو ابھی اس مقام ترقی تک نہیں پہنچایا کہ اس میں ادراک پیدا ہو جائے۔ حیوان کا دماغ تو ارتقا کے سلسلہ میں محض ایک زینہ ہے اصل مقصود تو دماغ انسانی ہے۔ جہاں پہنچ کر ادراک معرض وجود میں آ جاتا ہے۔ انسان میں آ کر دماغ اس قدر ترقی کر جاتا ہے کہ اس میں عقل انسانی جو نیکی و بدی میں تمیز کرتی ہے۔ اور جسے ادراک کہتے ہیں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی حبل ورید یا رگ جان ہے یا وہ کڑی ہے جس کے ذریعہ نفس انسانی اور اس کے جسم کا تعلق قایم ہے۔ نیند میں چونکہ ادراک باقی نہیں رہتا اس لئے عارضی طور پر نفس کی کڑی جسم سے ٹوٹ جاتی ہے۔ جو بیداری پر پھر قایم ہو جاتی ہے۔ یہی ادراک نفس کو خود شناسی عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنی ہستی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی ہستی کو دوسری چیزوں سے الگ محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور نیکی و بدی میں تمیز کر کے اپنے عملوں کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور اپنے ارادہ سے سوچ سمجھ کر اپنے اعضا کو کام میں لاتا اور عمل کرتا ہے۔ جس کو خود اختیاری کہتے ہیں۔

حواس کے ذریعہ جو کچھ علوم نفس کو ملتے ہیں ادراک یعنی عقل انسانی و قوت ممیزہ ایک وزیر کی طرح انہیں نفس کے سامنے ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان سے نتائج نکالتے ہیں۔ اور نفس ایک بادشاہ کی طرح اس پر حکم لگاتا ہے۔ کبھی نفس ان نتائج پر صاد کر کے عقل کے مطابق حکم دے دیتا ہے۔ اور کبھی نفس اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر عقل کے نتائج کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اور اس کے خلاف حکم دے دیتا ہے کبھی حواس غلط علوم حاصل کرتے ہیں اور ان علوم سے عقل غلط نتائج نکالتی ہے۔ کبھی علوم صحیح ہوتے ہیں مگر عقل غلط نتائج نکالتی ہے اور نقصان پہنچنے پر انسان خود پر نفرین کرتا ہے۔ عقل اور جذبات کی جنگ ہر آن قلب انسانی میں جاری رہتی ہے اور نفس ہر آن ان دونوں جھگڑنے والوں کے درمیان فیصلہ کیا کرتا ہے کبھی عقل کی مان لیتا ہے۔ کبھی جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ بہرحال نفس انسانی اپنی ہستی کو عقل اور جذبات سے الگ پاتا ہے۔ اور دونوں کے درمیان بطور جج اور حاکم کے اپنے مقام کو محسوس کرتا ہے۔ یہ احساس ہر ایک نفس انسانی میں موجود ہے۔ پس کل نسل انسانی کا یہ متفقہ اور دائمی احساس جو انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے کہ ہر ایک نفس یہ سمجھتا ہے کہ میں نہ صرف دنیا کی ہر ایک چیز سے بلکہ ہر ایک انسان سے بلکہ خود اپنے جسم سے بلکہ اپنی عقل اور جذبات تک سے ایک الگ ہستی ہوں۔ اسی بات پر دلیل روشن ہے کہ نفس انسانی کا وجود ایک علیحدہ ہستی ہے جو بذریعہ جسم انسانی اس کے حواس سے علم حاصل کر کے اور اس کی عقل سے نتائج نکال کر اپنے آپ کو پہنچانتا۔ ساری کائنات کا علم حاصل کرتا اور آخر کار خود اپنے خالق کا علم حاصل کرتا اور ان علوم کے مطابق عمل کر کے خلافت الٰہی کا وارث ہو جاتا ہے۔

قانون اضداد

اب ذرا پھر ابتدائے آفرینش پر غور کرو۔ آج کل کے سائنسدانوں کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ تمام چیزوں میں قانون اضداد کام کر رہا ہے یعنی ایک ہی قسم کی چیزیں مل کر کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوتیں بلکہ اضداد ہی مل کر مطلوبہ نتائج پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایتھر کے کرۂ ظلمت سے جو سیاہ انوار نیبولا کی شکل میں نکلتے ہیں اس کی چنگاریاں بھی اضداد کی شکل میں نکلتی ہیں اور جب وہ ترقی پا کر بجلی کے مقدار ست کی شکل اختیار کرتی ہیں تو مثبت و منفی کہلاتی ہیں۔ اور جب وہ ذرات مادی کی شکل اختیار کرتی ہیں تو اس وقت بھی اضداد یعنی نر و مادہ ہوتے ہیں۔ یہی سبب نباتات و حیوانات کی شکل اختیار کرتے ہیں تو نر و مادہ کا فرق صاف نظر آنے لگتا ہے اور انسان میں تو اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ نر و مادہ نہ ملیں کوئی پیدائش نہیں ہوتی۔ یہ من کل شئ خلقنا زوجین کی تفسیر ہے۔ کہ ہر ایک شے سے ہم نے جوڑا پیدا کیا۔ اسی طرح ابتدائی حالت میں بھی یہی قانون تھا کہ اضداد کے بغیر کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی تھی۔ تو پھر اگر یہ مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری کائنات اس لئے پیدا کی تھی کہ اس کا منشاء ربوبیت یہ چاہتا تھا کہ کسی ایسی ہستی کو پیدا کیا جائے جو اپنے اندر ایسی استعداد رکھے جو ترقی کر کے صفات الٰہیہ کے لئے بطور ظل ہو۔ اور اس طرح انعامات الٰہیہ اور خلافت الٰہیہ کی وارث ہو۔ اور ربوبیت الٰہی نے اسی خاطر یہ سلسلہ ارتقا چلایا۔ اور اس غرض کے لئے ابتدا میں اپنی قدرت سے اس کرۂ ظلمت کو پیدا کیا جسے ایتھر کہتے ہیں۔ تو پھر کیوں وہ قانون اضداد یہاں نہیں لگتا۔ اگر اس مقصد کے لئے خدا نے اپنی قوت سے ظلمت کو ترقی کر کے اس ظلمت سے عالم مادی بنا جو اپنے اندر کثافت و تاریکی رکھتا ہے ضرور ہے کہ اسی طرح اس کے ضد یعنی نور سے وہ عالم روحانی بنا ہو جو اپنے اندر لطافت اور نور رکھتا ہے۔ جس طرح عالم ظلمات ایتھر سے ہر وقت سیاہ انوار کی چنگاریاں نکل کر عالم مادی کا جزو بن رہی ہیں۔ اسی طرح عالم نور سے ہر وقت نور کی چنگاریاں نکل کر عالم ارواح کا جزو بن رہی ہیں۔ جس کی ایک چنگاری نفس انسانی ہے۔ اور یہی سچ ہے کیونکہ قانون اضداد کا انکار نہیں ہو سکتا۔ مشاہدہ کو کوئی کس طرح رد کر دے۔ جہاں تک نظر ڈالتے جاؤ برابر قانون اضداد چلتا نظر آتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ جب ایتھر کا کرۂ ظلمت پیدا ہوا تو اس کا ضد کرۂ نور نہ پیدا ہوا ہو۔ قرآن بھی یہی فرماتا ہے کہ ظلمات اور نور دونوں کو خدا نے پیدا کیا تھا۔ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ظلمات اور نور کو پیدا کیا۔

انسان کی باطنی حالت کو غور سے دیکھو تو جہاں اس میں طلب منفعت اور دفع مضرت کے وہ تمام جذبات پائے جاتے ہیں جو ہر ایک حیوان کا تقاضا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی نفوس ترقی یافتہ پر غور کرنے سے نفس میں ایسے اخلاق فاضلہ بھی نظر آتے ہیں۔ جو عالم مادی سفلی کی پیدائش نظر نہیں آتے۔ یعنی جن کا ابتدائی مادہ ظلمت نہیں بلکہ نور ہے۔ مثلاً انسان میں عدل کی صفت جو نفوس ترقی یافتہ میں ایسی پاکیزہ شکل میں نظر آتا ہے کہ ہرگز حیوانیت کی ترقی یافتہ شکل نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً اپنا نقصان کر کے بھی عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دینا یہ وہ خلق ہے جو خدا کی صفت عدل کا انعکاس معلوم ہوتا ہے۔ جو کسی ذرہ نور میں بطور استعداد مخفی تھا۔ اور ترقی کرنے سے نشو و نما پا گیا۔ یا احسان کی صفت کہ بغیر کسی معاوضہ کے مخلوق کے ساتھ نیکی کرنا یہ صفت رحمٰن کا ظل ہے۔ یا ایتاء ذی القربیٰ کی صفت کہ محض اللہ کی مخلوق کے ساتھ ایسی ہمدردی کرنی جیسے ایک قرابتدار اپنے قریبی سے کرتا ہے۔ یہ رؤف بالعباد کی صفت کا انعکاس ہے۔ دیکھنے کو تو ایک مرغی بھی اپنے بچہ کو بچانے کے لئے جھپٹتی ہے مگر وہ فطرت حیوانی ہے۔ کیونکہ بچہ درحقیقت اس کا ایک جزو ہے یا ایک شاخ ہے۔ انسانوں میں اگر ایک ماں اپنے بچہ کے لئے اسی طرح ایثار کرے تو وہ صرف حیوانیت کا تقاضا ہے۔ لیکن ایک ترقی یافتہ نفس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بغیر کسی قرابت کے وہ دوسری مخلوق کے لئے اسی طرح ایثار کرتا ہے جیسا ماں اپنے بچہ کے لئے کرتی ہے۔ یہ صفات ملکوتی ہیں جو اخلاق الٰہیہ کا ظل ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ ظلمت کی پیدائش ہوں۔ ظلمت کا پیدا شدہ جذبہ حیوانی تو ہر حال میں طلب منفعت چاہتا ہے۔ خواہ عدل رہے یا جائے۔ احسان کرنا تو بہت دور رہا۔ پس دراصل یہ صفات اس نور کی چنگاری میں پنہاں طور پر موجود ہوتے ہیں جو عالم نور سے نکلتی ہے۔ اور جو نفس انسانی کہلاتا ہے۔ اور جسم انسانی میں بطور نطفہ کے پرورش پاتا ہے۔ ابتدا میں یہ تمام گن مخفی ہوتے ہیں۔ مگر ظلمت سے پیدا شدہ حیوانی جذبات جو جسم انسانی میں موجود ہوتے ہیں وہ چونکہ ان اخلاق فاضلہ کی ضد ہیں جو نور سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے وہی اضداد ان اخلاق فاضلہ کے نشو و نما کے لئے محرک ہوتے ہیں۔

پس ہمیں ان امور سے دو سبق ملتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ابتدائے آفرینش میں جس مخلوق کی خاطر ظلمت اور نور کے اضداد پیدا کئے گئے تھے وہ انسان ہے۔ جس میں یہ دونوں اضداد نور و ظلمت نر و مادہ کی طرح پہلی مرتبہ واصل نظر آئے۔ دوم ان دونوں اضداد کے وصل کا نتیجہ نفس انسانی کی ترقی تھی۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا۔ انسان کے وہ اخلاق فاضلہ جو نفس انسانی کے اندر اس طرح پنہاں تھے۔ جیسے انسان کے قویٰ اور اعضا نطفہ میں پنہاں ہوتے ہیں۔ وہ نشو و نما نہیں پا سکتے تھے جب تک یہ نطفہ نوری اپنے ضد نطفہ ظلمانی سے واصل نہ ہوتا۔ جس طرح مرد کا نطفہ، جب تک عورت کے نطفہ سے جو اس کی ضد ہے واصل نہ ہو اور پھر رحم میں ایک عرصہ تک رہ کر پرورش نہ پائے اس کے تمام قویٰ اور اعضا نشو و نما نہیں پاتے۔ اسی طرح جسد انسانی بطور ایک رحم کے ہے اور اس کا نطفہ ظلمانی وہ باطنی جذبات حیوانی ہیں جو اس عالم ظلمت کی ساری ترقیات کا نچوڑ ہیں۔ پس نفس [illegible] اور

جو عالم ظلمت کا نطفہ ہے واصل ہو کر نطفہ امشاج نہ بنتا اور یہ اضداد ایک جگہ جمع ہو کر جسم انسانی کے اندر اس کی پرورش نہ ہوتی اس وقت تک اس کی وہ تمام استعدادیں اور مکارم اخلاق ظہور میں نہ آتے۔ اور نشو و نما نہ پاتے جو اس کے اندر مخفی تھے۔ مثال کے طور پر تو جب تک جذبہ حیوانی طلب منفعت کے لئے ہر حال میں زور نہ کرتا رہے خواہ اس میں عدل رہے یا جائے اس وقت تک وہ پاکیزہ خلق جو ایثار کر کے بھی عدل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا کس طرح ظہور میں آ سکے گا۔ یہی دوسرے اخلاق کا حال ہے بالمقابل زور کرنے والا دوسرا پہلوان ہو تو ایک پہلوان کی طاقت بڑھتی ہے۔ اسی طرح بالمقابل زور کرنے والے جذبات ظلمانی جو حیوانی ہوں تو اخلاق فاضلہ نوری و ملکوتی ترقی کرتے ہیں۔ اس راز کو ملائکہ نے جو مجرد عالم نور کی چنگاریاں ہیں نہ سمجھا اور انسان کو مجموعہ اضداد دیکھ کر خیال کیا کہ یہ ہستی تو موجب فساد ہو گی مگر آخر کار انسان کی علمی و عملی ترقی کے آگے سربسجود ہونا پڑا۔ یہی اضداد تھے جو انسان کو خلافت الٰہی کے مقام عالی پر اڑا لے گئے۔

اوپر کے بیان سے واضح ہو چکا کہ عالم ظلمانی کا سارا ارتقا گویا اس بات کی تمہید تھا کہ وہ اس قابل بن سکے کہ عالم نور کے نطفہ نفس انسانی کو اپنے رحم یعنی جسم انسانی میں لے کر اور اپنے نطفہ جذبات حیوانی سے مرکب کر کے پرورش کرے۔ تا نفس انسانی کی مخفی استعدادیں۔ کامل طور پر نشو و نما پائیں اسی نشو و نما کا نام فلاح ہے۔ جسے قرآن نے یوں فرمایا ہے۔ قد افلح من زکٰھا وہ فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کی استعدادوں کو نشو و نما دی۔ مگر یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جسم انسانی میں یہ پرورش علم اور عمل سے ہوتی ہے۔ اور اس پرورش کے اسباب جسم انسانی میں اس طرح مہیا کئے گئے ہیں کہ اسے حواس اس لئے دیئے گئے ہیں کہ ان سے نفس علم حاصل کرے۔ اور ادراک یا عقل انسانی اس لئے دی گئی ہے کہ جو علم حاصل ہوا ہے اسے نفس سمجھے اور بُرے اور بھلے میں تمیز کرے۔ اور اعضا اس لئے دیئے گئے ہیں کہ اپنی سمجھ کے مطابق ان سے عمل کرے رحم میں بچہ اضطراری رنگ میں پرورش پاتا ہے۔ مگر جسم انسانی میں نفس انسانی اور جذبات حیوانی کا مرکب بچہ اپنے علم اور عمل سے پرورش پاتا ہے عمل کے لئے علم ضروری ہے۔ اور علم کے لئے حواس اور ادراک یعنی عقل انسانی کی ضرورت ہے۔ پس ارتقائے مادی نے نہ صرف جذبات حیوانی کا نطفہ ہی تیار کیا جو نفس انسانی کے ساتھ مل کر اس کی استعدادوں کو نشو و نما دے سکے۔ بلکہ اس نشو و نما کے لئے وہ رحم بھی تیار کیا جس کے حواس اور ادراک کی شریانوں سے علم و عمل کا وہ خون اس نطفہ مرکب کو پہنچ سکے جس سے اس کی پرورش ہوتی ہے۔ اس رحم کا نام جسم انسانی ہے۔

جس طرح ایک بچہ اپنی میعاد حمل پوری کر کے تولد ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس انسانی ایک وقت مقررہ تک جسم انسانی کے رحم میں رہ کر اور اس کے جذبات باطنی سے مرکب ہو کر اپنی ایک نئی ہستی بنا کر اور علم و عمل کے خون سے نشو و نما پا کر عالم روحانی میں تولد ہوتا ہے۔ وہ دراصل عالم نور یا عالم روحانی ہی کی ایک چنگاری ہے جس کا اپنے اضداد سے ملنا اس کی ترقی کے لئے ضروری تھا۔ اور اس کی آمیزش عالم ظلمانی کے کسی جزو سے اگر ہوئی ہے تو وہ بھی مادی نہیں بلکہ جذبات باطنی کی شکل میں ہوئی ہے اور جس خون سے اس کی پرورش ہوئی ہے وہ بھی علم و عمل کی شکل میں ہوئی جو مادی نہیں۔ پس جو مولود پیدا ہو گا وہ روحانی ہو گا۔ نہ کہ مادی۔ اس لئے اس کے واسطے جو عالم موزوں ہو سکتا ہے وہ بھی روحانی ہو گا نہ کہ مادی۔ اگر اس میں جذبات کا غلبہ ہو گا جو اپنے اندر ایک آگ رکھتے ہیں۔ مثلاً حرص، شہوت، حسد، غضب۔ جو دراصل عالم ظلمت کی ابتدائی چنگاریاں ہیں اور نار کے مترادف ہیں۔ اور سلسلہ ارتقا میں آ کر جذبات کی شکل میں ہستی انسانی سے مخلوط ہو گئی ہیں۔ تو ضرور ہے کہ نو زائیدہ مولود روحانی کے اوپر آگ کا غلبہ ہو اسی کو نار جہنم کہتے ہیں۔ جسے قرآن کریم نے کیا صاف لفظوں میں فرمایا ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ انھا علیھم موصدۃ فی عمد ممددۃ۔ اللہ کی آگ بھڑکائی ہوئی جو قلوب پر روشن ہوتی ہے وہ ان کو گھیرے ہوئے ہو گی لمبے ستونوں میں اور جن نفوس نے اپنی دنیوی زندگی میں ان آگوں کو اپنے قابو میں رکھا بلکہ ان کی گرمی سے فائدہ اٹھایا اور اپنی مخفی استعدادوں کی اعمال صالحہ کے پانی سے آبیاری کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک جنت پھوٹ نکلتی ہے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جس طرح فضا میں جب ایک خاص پیمانہ کی گرمی ہو اور زمین کو پانی دیا جائے تو بیج پھوٹ نکلتا ہے۔ اور ہرے بھرے

گری ہے نفس انسانی سے جنت تجری من تحتہا الانہار پھوٹ نکلتے ہیں۔

میں کہہ چکا ہوں کہ نفس انسانی عالم نور کا ایک بیج ہے۔ اور اس کی ہستی سب سے پہلے ارتقا کی جس منزل میں نظر آتی ہے وہ انسان ہے۔ اس سے پہلے سلسلہ ارتقا کی کسی کڑی میں بھی خودشناسی اور خود اختیاری علم اور عمل کی صفت نظر نہیں آتی۔ پس کسی حیوان کے اندر نفس انسانی کا وجود ماننا جیسا کہ اہل تناسخ کا خیال ہے کمال درجہ کی نادانی اور حماقت ہے اور صریح مشاہدہ کے خلاف ہے۔ عالم ظلمت اور عالم نور کے ملنے کی پہلی منزل انسان ہے۔ اس سے قبل دونوں مل نہیں سکتے۔ کیونکہ عالم ظلمت میں عالم نور سے ملنے کی استعداد نہیں پیدا ہوتی جب تک وہ ترقی کرکے دماغ انسانی کے مقام تک نہ پہنچ جائے۔ پس نفس انسانی کا تعلق اگر ہو سکتا ہے تو جسم انسانی سے ہو سکتا ہے۔ جسم حیوانی سے اس کا تعلق ناممکن ہے۔ رہ گیا ان کا یہ خیال کہ کیوں نہ مرنے کے بعد بعض اعمال کی وجہ سے نفس انسانی کو کسی دوسرے انسان میں منتقل شدہ مانا جائے۔ یہ صریح طور پر غلط ہے۔ دنیا میں جو بچہ تولد ہوتا ہے۔ اس میں اگر کوئی نقص یا کمزوری ہو تو اس کا علاج اسی خارجی دنیا میں کیا جاتا ہے یہ نہیں کیا جاتا کہ اس بچہ کو واپس رحم میں بھیجا جائے۔ یا اس عورت کا رحم اگر بُرا سمجھا گیا تو کسی دوسری عورت کے رحم میں داخل کر دیا جائے۔ اور اگر بفرض رحم میں جائے بھی تو اس کی ہستی اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ کسی رحم سے تعلق پکڑ سکے جب تک وہ مڑ کر پھر نطفہ نہ بنے۔ پس اگر کسی بچہ کو پھر دوبارہ نطفہ بنا کر واپس رحم میں بھیجنا ممکن ہے تو پھر انسان کا مولود روحانی بھی واپس دنیا میں کسی جسم انسانی میں آسکتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر وہ بھی نہیں۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کسی جسم میں رہ چکنے کے بعد نفس انسانی کی وہ پہلی حالت نہیں رہتی جیسی اس وقت تھی جب اس کا تعلق پہلے دن جسم سے پیدا ہوا تھا وہ ایک خاص جسم کے جذبات حیوانی سے مرکب ہو کر اور اپنے علم و عمل سے اپنی ایک خاص ہستی بنا چکا ہوتا ہے جو اس وقت موجود نہ تھی۔ جبکہ اس کی آمیزش جذبات حیوانی سے نہ ہوئی تھی۔ یا اس نے ابھی علم و عمل سے حصہ نہ لیا تھا۔ مگر اب جبکہ وہ اپنی نئی ہستی بنا چکا ہے۔ وہ کسی دوسرے مادی جسم میں نہ داخل ہو سکتا ہے نہ تعلق پکڑ سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے عالم نور کی اس چنگاری کو جب جسم انسانی سے تعلق پکڑنے سے قبل روح کہا تو تعلق پکڑنے کے بعد نفس کہا تاکہ دونوں میں امتیاز رہے مراد معلوم رہے کہ کسی جسم سے تعلق پکڑ لینے کے بعد روح کی حالت اس قسم کی نہیں رہتی کہ وہ کسی اور جسم سے تعلق پکڑ سکے۔ بلکہ اس کی ایک علیحدہ مستقل ہستی بن چکی ہے۔

پس نفس انسانی جو ایک نطفہ نور ہے جذبات حیوانی سے جو ایک نطفہ ظلمت ہے مل کر اور جسم انسانی میں علم و عمل سے ایک وقت خاص تک پرورش پا کر عالم روحانی میں تولد ہوتا ہے۔ اور ارتقا کے ماتحت وہاں بھی ترقی کرتا ہے۔ قرآن کریم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں جس میں تمام باتیں جو اوپر عرض کر چکا ہوں نہایت مختصر لفظوں میں بیان کر دی ہیں۔ اگرچہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے مگر تدبر کرنے والے کے لئے ایک ہی حوالہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"الذی احسن کل شئ خلقہ وبدا خلق الانسان من طین۔ ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مھین۔ ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون۔ وقالوا ءاذا ضللنا فی الارض ءانا لفی خلق جدید۔ بل ھم بلقاء ربھم کٰفرون قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الیٰ ربکم ترجعون"

خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کی پیدائش نہایت خوبی سے کی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی کے خلاصہ سے جاری کیا۔ پھر اسے ٹھیک ٹھاک بنایا۔ اور اپنی روح اس میں پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیا مگر تم بہت کم ان نعمتوں کی قدر کرتے ہو۔ اور کہتے ہیں جب ہم مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے بلکہ وہ اپنے رب کے ملنے سے منکر ہیں۔ کہہ دے۔ تمہیں موت کا فرشتہ قبض کر لیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے

ان آیات میں انسان کی پیدائش کے تین مرحلے بیان فرمائے ہیں۔ اور ہر ایک پیدائش بجائے خود نہایت احسن ہے۔

پہلی پیدائش ارتقا کی ہے۔ جو وہاں سے شروع کی جہاں سے بیجان چیزیں جاندار میں بدلتی ہیں۔ اور ظاہر باطن میں بدلتا ہے اور وہ پھر کہ وہ جاندار شکل اختیار کریں۔ سب سے پہلی جاندار شکل نباتات ہے مٹی میں پانی ملا کر اسے گیلا کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ بیج مٹی کے اجزا کو اپنے اندر جذب کرکے نشوونما پاتا ہے۔ اور ایک پودہ اپنی جڑوں سے گیلی مٹی کو لیکر بڑھتا ہے اور وہ تمام بے جان مٹی ترقی کرکے جاندار درخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ خواہ نباتات کو حیوان کھائیں۔ اور اس طرح وہ ترقی کرکے حیوان بن جائے اور نباتات اور حیوانوں کو انسان کھا جائے۔ اور وہ اجزا ترقی کرکے اجزائے انسانی بن جائیں یا ارتقا کے سلسلہ میں عالم نباتات سے عالم حیوانات اور حیوان سے انسان بنے۔ ہر دو صورت میں اجزائے انسانی مٹی ہیں۔ جو بیجان پڑی ہوئی ہمارے پیروں سے پامال ہوتی ہے۔ یہ تو ایک پیدائش ہوئی جس کا مقصد ہے ارتقا کے ماتحت انسان کا وجود میں آنا۔

دوسری نسل انسانی کی پیدائش جو اس کی نوع کی بقا کے لئے ہے اور وہ ہے مرد و عورت کا مرکب نطفہ جسے دوسری جگہ نطفہ امشاج فرمایا اور اس جگہ ماء مھین فرمایا۔ ایک حقیر اور ذلیل پانی جس کے خلاصہ سے انسان بنتا ہے۔ جیسے دوسری جگہ یوں فرمایا:-

الم نخلقکم من ماء مھین فجعلنٰہ فی قرار مکین الیٰ قدر معلوم فقدرنا فنعم القٰدرون کہ کیا ہم نے تم کو ذلیل پانی سے نہیں پیدا کیا۔ پھر ایک اندازہ خاص تک ایک ٹھہرنے والی جگہ میں رکھا اور یہ ہم نے اندازہ کیا اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ یہ دوسری پیدائش ہوئی جس کا مقصد ہے کہ ارتقا کے ماتحت جب انسان وجود میں آگیا تو کس طرح اس کی نسل کو قائم رکھا جائے۔

اب ایک تیسری پیدائش ہے جس کے لئے فرمایا پھر جب ہم اسے ٹھیک ٹھاک بنا دیتے ہیں۔ تو اس میں اپنی روح پھونک دیتے ہیں۔ یہاں روح انسانی کو اپنی روح اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے اندر ایسی استعداد رکھتی ہے جس میں اخلاق الٰہیہ بطور اظلال کے موجود ہیں۔ یہ وہ تیسری پیدائش ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ یہ روح جو اس میں پھونکی گئی ہے جذبات حیوانی سے جو جسم انسانی کا خلاصہ ہے نطفہ مرکب کی طرح مل کر اور ان دو اضداد کو جمع کرکے اور علم و عمل سے پرورش پا کر اخلاق الٰہیہ کے بیج کو نشوونما دے اور اس طرح ابدی ترقی کی وارث ہو مگر جذبات حیوانی اور روح یا نفس انسانی کے ملا دیئے جانے کے بعد ان کی پرورش کرنے کا بار خود انسان کی گردن پر ہے کیونکہ اسے علم کے لئے حواس اور ادراک اور عمل کے لئے اختیار دیا گیا ہے۔ یہی وہ بار امانت ہے جو اس نے اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے گویا وہ استعدادیں جو اسے عطا ہوئی ہیں اور جو اس کے اندر مخفی موجود ہیں وہ امانت ہیں جنھیں علم اور عمل سے پرورش کرنے اور نشوونما دینے کا بار اس کے ذمہ ہے۔ یہ علم اور عمل ہی ہیں جن سے نفس انسانی اور جذبات حیوانی کے مرکب نطفہ کی پرورش ہوتی ہے۔

اب اس مقام پر آکر نفس انسانی چونکہ اپنی ہستی اور اپنی ذمہ داری کو سمجھنے لگا اس لئے جناب باری خود اسے مخاطب کر لیتے ہیں چنانچہ پہلے ضمیر غائب استعمال فرما رہے تھے اب ضمیر مخاطب سے ارشاد ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:- جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ۔ تمہیں علم کے حصول کے لئے کان اور آنکھیں یعنی حواس دیئے۔ اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کے لئے دل یعنی عقل اور ادراک دیا۔ پھر بھی قلیلا ما تشکرون تم لوگ بہت کم ان نعمتوں کی قدر کرتے ہو۔ یعنی یا تو علم صحیح حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور یا علم صحیح کے مطابق عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جس سے اپنی اگلی زندگی کو تباہ کر لیتے ہو اس کی بڑی وجہ یہ بتائی کہ اگلی زندگی پر ایمان نہیں۔ کہتے ہیں۔ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے۔ تو کیا پھر پیدا ہوں گے فرماتے ہیں کہ یہ درحقیقت رب کا انکار ہے۔ کیونکہ رب کے معنے ہیں۔ نیست سے ہست کرکے ہمیشہ ادنےٰ سے اعلےٰ حالت کی طرف ترقی دیتے چلے جانے والا۔ پس اگر ربوبیت سچ ہے اور یہ درست ہے کہ ارتقا کے ماتحت ہر چیز ادنےٰ سے اعلےٰ حالت کی طرف ترقی کرتی ہے۔ تو پھر انسان جو خلاصہ موجودات ہے کیوں علم حاصل کرکے اور عمل کی ذمہ داریوں سے متصف ہو کر آگے ترقی نہ کرے۔ کیا ہم یہ مانیں کہ جب فیضان ربوبیت کا اصل مورد انسان معرض وجود میں آیا تو سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ کیا یہ تمام ارتقا ایک عبث فعل تھا۔ اسی کو قرآن نے فرمایا ہے افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث طور پر پیدا [illegible]

وہ درحقیقت ربوبیت کا منکر ہے اور ربوبیت کا انکار ارتقا کا انکار ہے مشاہدہ کا انکار ہے جو بالبداہت غلط ہے پھر فرمایا جو مٹی میں ملتا ہے وہ تو جسم ہے جو مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ اے نفوس انسانی تم کو تو موت کا فرشتہ جو تم پر اسی غرض کے لئے مقرر ہے قبض کرکے تمہارے رب کے حضور میں لوٹا لاتا ہے تاکہ تم کو اپنی ربوبیت کے فیضان سے ترقی دے۔

ہمارا موجودہ عالم تو سلسلہ ارتقا کی پہلی منزل ہے۔ جس طرح اس پہلی منزل میں عالم نور اور عالم ظلمت کی چنگاریاں جب انفرادی طور پر آپس میں ملتی ہیں۔ تو نفس انسانی بنتا ہے۔ جو جسم مادی کے اندر علم و عمل سے پرورش پا کر اپنی ایک نئی باطنی ہستی بنا کر جسم مادی کی موت پر عالم روحانی میں تولد ہوتا اور اپنی ارتقا کو جاری رکھتا ہے۔ اس عالم کو اسلامی اصطلاح میں عالم برزخ کہتے ہیں۔ یہ ارتقا کی دوسری منزل ہے۔ اسی طرح اسلامی عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایک دن آئے گا جب عالم نور اور عالم ظلمت کلی طور پر ایک دوسرے سے واصل ہو کر ایک تیسرے عالم کو پیدا کریں گے۔ جسے عالم معاد کہتے ہیں اور جو ارتقا کی تیسری اور آخری منزل ہے۔ اور ان اضداد عالموں کا آپس کا ملنا ایسا زبردست ارتقا پیدا کر دے گا کہ وہ عالم معاد ایسی ترقیات کا مظہر ہو گا جو اتم اور اکمل اور ابدی ہوں گی۔

فالحمد للہ رب العالمین

حقیقت رائے کا قتل

اور

آریہ اخبارات

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کل آریہ اخبارات نے مسلمانوں سے ہندو قوم کو نفرت دلانے کے لئے ایسے بے سروپا جھوٹے اور اشتعال انگیز افسانے گھڑ لئے ہیں کہ جن سے ملک کے امن و امان میں فتنہ پیدا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ منجملہ ان افسانوں کے ایک حقیقت رائے کے قتل کا افسانہ ہے۔

اخبار پارس نے اپنے بسنت نمبر مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۸ء میں اس افسانے کا ایک نہایت ہی بیہودہ، بے سروپا دو رنگین کارٹون بھی شایع کر دیا ہے۔ جس کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہندو اسے دیکھیں اور مسلمانوں کے خلاف مشتعل ہوں۔ اور ان کے انتقامی جذبات ہیجان میں آئیں۔

حقیقت رائے کے افسانہ قتل میں اگر کوئی حقیقت بھی ہوتی۔ تو بھی ملک کی رفاہ و فلاح اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ ازمنہ ماضیہ کے فراموش شدہ واقعات کو یاد دلا کر شورش پیدا کرنے کے ذرائع فراہم کئے جاتے۔ اور ایک قوم کو دوسری سے متنفر بنا کر اودھم مچایا جاتا۔ مگر حقیقت رائے کا افسانہ قتل تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا نرا افسانہ ہی افسانہ ہے۔ ایک بے حقیقت بات کو روغن قاز مل کر چمکانا اور پھر اسے دو قوموں کے درمیان تنافر و تباغض کا ذریعہ بنانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

حقیقت رائے کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو کسی زمانہ میں اپنے بیش بہا کارناموں کی بدولت افق تاریخ پر آفتاب بن کر چمکا ہو۔ کسی قوم کا لیڈر کہلایا ہو۔ اس نے کوئی ملکی، مذہبی یا قومی اصلاح کی ہو۔ کسی فوج کا سپہ سالار رہا ہو۔ کسی فن کا ماہر ہوا ہو۔ کسی گروہ کا پیشوا بنا ہو۔ ان میں سے اس کو کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے تاریخ کے صفحات اس کے حالات کی تحریر سے خالی پڑے ہیں۔ اور کوئی تاریخ نہیں بتلا سکتی کہ حقیقت رائے کون تھا۔ لوہا کتنا ہی قلب ماہیت کرکے پارس لاکھ کوشش کرے اسے سونا نہیں بنا سکتا وہ لوہے کا لوہا ہی رہے گا۔

ہندوؤں کے راج میں لاکھوں مجرموں کو موت کی سزائیں دی گئیں مگر ان میں سے کسی ایک کا حال بھی صفحات تاریخ پر نہیں لکھا گیا۔ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں بھی ہندو اور مسلمان مجرموں کو عدالتی فیصلوں کے مطابق موت کی سزائیں ملیں ان میں کسی ایک کو بھی تاریخی شہرت نصیب نہیں ہوئی۔ موجودہ سلطنت کے زمانہ میں بھی مجرموں کو انگریز پھانسی کی سزائیں دیتے ہیں مگر معدودے چند لوگوں کے سوا کون جانتا ہے کہ کس کس کو پھانسی دی گئی۔ جب کبھی اس زمانہ کی مکمل تاریخ لکھی جائے گی [illegible]

یا ہائی کورٹ الہ آباد وغیرہ نے فلاں فلاں کو پھانسی کی سزا دی اور وہ فلاں فلاں جگہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے باپ دادے فلاں تھے اگر اس قسم کی جزئی باتیں صفحات تاریخ میں جگہ حاصل کرلیں تو پھر تاریخ کا لکھنا ہی غیر ممکن ہو جائے۔ ایک زمانہ کی تاریخ کے لئے ہزاروں جلدوں کی ضرورت پڑے پھر بھی ختم نہ ہو سکے۔ حقیقت رائے کی موت بھی اسی قسم کی موت تھی اور وہ خود بھی ان لوگوں کے ذیل میں شامل تھا جن سے ساری عمر میں کوئی غیر معمولی قابل شہرت کام نہ ہو سکا ہو۔ پھر کون اس کے حالات کو لکھ کر اپنی تاریخی کتاب کو داغدار بناتا۔

مستند تاریخوں میں تو اس کے حالات کا کوئی تذکرہ ہی نہیں پایا جاتا۔ ہاں پارس جیسے آریہ اخباروں نے اسے تاریخی آدمی بنانے کی کوشش شروع کی ہے۔ پارس کا بسنت نمبر ہمارے ہاتھ میں ہے اسی پر غائر نظر ڈال کر دیکھتے ہیں کہ حقیقت رائے کو قتل کر دینے سے اسلامی سلطنت پر بھی کوئی الزام عائد ہوتا ہے؟ یا اسلامی سلطنت کو ناحق ملزم بنانا شرارت اور بدباطنی کا نتیجہ ہے۔

حقیقت رائے سیالکوٹ کا باشندہ تھا اس کے باپ کا نام بھاگ مل تھا۔ جسے دیوان بھاگ مل کہہ کر پکارتے ہیں۔ جب یہ پیدا ہوا تو چونکہ اپنے باپ کا پہلوٹا بیٹا تھا۔ ان کو بہت خوشی حاصل ہوئی جب تعلیم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچا۔ تو قاضی صاحب کے مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ اس مکتب میں کچھ عرصہ تک پڑھتا رہا۔ ہندوؤں کے عام رسم و رواج کے مطابق باپ نے بچپن ہی کے زمانہ میں اس کی شادی کر دی اتفاق کی بات ہے کہ کسی روز قاضی صاحب کی عدم موجودگی میں طالب علم مکتب میں بیٹھے آپس میں جھگڑنے لگے جھگڑے ہی میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے انتہا یہ کہ حقیقت رائے نے مسلمان بزرگوں کو برا بھلا کہا اور مسلمان طالب علموں نے دیوی دیوتاؤں کو صلواتیں سنائیں قاضی صاحب مکتب میں آئے تو معاملہ ان کے سامنے پیش کر دیا گیا قاضی صاحب نے تحقیقات کی ان کی رائے میں حقیقت رائے ملزم ثابت ہوا۔ اس لئے اس مقدمہ کا چالان حاکم شہر کی عدالت میں کر دیا گیا۔ مقدمہ حاکم شہر کے حدود اختیارات سے باہر تھا۔ اس لئے گورنر لاہور کے سپرد ہوا۔ جرم ثابت ہو جانے پر حقیقت رائے کو موت کی سزا دے دی گئی۔ اخبار پارس لکھتا ہے کہ شہر سیالکوٹ کا حاکم بھی حقیقت رائے کا طرفدار تھا اور اسے سزا دینا نہیں چاہتا تھا گورنر لاہور بھی اسے چھوڑنے پر آمادہ تھا۔ مگر قاضی صاحب کے اصرار سے مجبور ہو کر موت کا حکم دے دیا۔ ماں باپ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ اور انہوں نے قاضی کے برخلاف دربار دہلی میں اپیل دائر کر دی۔ بادشاہ نے خود تحقیقات فرمائی اور اسی نتیجہ پر پہنچے کہ حقیقت رائے ناحق مارا گیا اس لئے قاضی کو دہلی میں طلب فرما کر دریائے جمنا میں غرق کر دیا۔

اگر اس افسانہ کو صحیح سمجھ لیا جائے تو نتیجہ بالکل صاف ہے۔ کہ پہلی عدالت کا فیصلہ غلط تھا۔ اس فیصلہ کا اپیل ہوا۔ بادشاہ نے دادرسی کی۔ اور قاضی کو سزائے موت دے دی۔ کیا یہ اسلامی سلطنت کی بے تعصبی کا کھلا ہوا ثبوت نہیں کہ ایک غیر قوم و مذہب کے صغیرسن بچے کے خون کے بالعوض ایک مقتدر قاضی کو دریا میں غرق کرا دیا۔ غلط فیصلہ ہو جانا کوئی بڑی بات بھی نہیں۔ آج بھی عدالتیں غلط فیصلے کر دیتی ہیں۔ سینکڑوں مجرموں کو عدالت ہائے سشن پھانسی کی سزا کا حکم دیتی ہیں۔ ہائی کورٹیں ان کو بری کر دیتی ہیں۔

اس فیصلہ پر اتنا شور مچانا آریوں کا تعصب نہیں تو اور کیا ہے یہ فیصلہ تو صریحی طور پر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اسلامی سلطنت کے زمانہ میں غیر اقوام کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔ جس کی نظیر ہندو راج کے زمانہ میں کہیں بھی نہیں مل سکتی۔ مگر تاہم تاریخی نکتہ نگاہ سے حقیقت رائے کے قصہ کو افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی یہ صرف ایک فرضی اور بناوٹی افسانہ ہے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حقیقت رائے ایک صغیر السن طالب علم تھا۔ جس طرح چھوٹے چھوٹے بچے آپس میں لڑ بیٹھتے ہیں۔ وہ بھی استاد کی غیر حاضری میں اپنے ہم سبقوں سے لڑ بیٹھا۔ اور گالی گلوچ تک نوبت آ پہنچی۔ طلباء میں اس قسم کے تکرار ہوا ہی کرتے ہیں۔ اس قسم کے تکراروں کا فیصلہ استادوں تک موقوف ہوتا ہے ذرا چشم نمائی کی قصہ ختم ہوا۔ بچوں کا معمولی جھگڑا عدالت میں چالان کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر معمولی جھگڑوں میں ضرب شدید تک نوبت آ پہنچے تو پھر ممکن ہے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے۔

بنا تھا ہضم کر لیا ہے۔ اور یہ بات ہے کہ سارا قصہ ہی فرضی اور بناوٹی ہے۔

(۲) بچوں کی باہمی تکرار کا مقدمہ کیسے ممکن ہے کہ حاکم شہر کے حدود اختیار سے باہر ہو۔ اگر ایسا مقدمہ بھی حاکم شہر کے حدود اختیار سے باہر ہوا۔ تو اس سے خفیف اور کونسا مقدمہ ہو سکتا ہے جسے حاکم شہر سن سکے۔ قصہ گھڑنے والوں نے بات تو بنائی مگر بنائی نہیں آئی۔ اس سے بناوٹ ٹپک رہی ہے۔

(۳) پارس لکھتا ہے کہ گورنر لاہور نے قاضیوں سے شہید کی جاں بخشی کی التجا کی لیکن ناکام رہا۔ مقدمہ گورنر لاہور کی عدالت میں تھا اور وہی اس کے متعلق حکم دینے کا مجاز تھا۔ قاضی بطور ایک مستغیث کے تھا۔ اسے قاضی سے التجا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے تو یہ بو آتی ہے کہ گورنر لاہور بھی قاضی کے ماتحت تھا۔ جسے قاضی سے التجا کرنی پڑی۔ اور ناکام رہا۔ اگر حقیقت میں گورنر ماتحت تھا تو پھر اس مقدمہ کا حاکم شہر اور گورنر لاہور کی عدالت میں چالان کیوں ہوا قاضی ہی نے کیوں حکم نہ دے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بناوٹ کی بات کی کہیں نہ کہیں ٹانگ ٹوٹ ہی جایا کرتی ہے۔ یہاں بھی ٹوٹ گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ یہ قصہ بھی ہندو مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کے لئے گھڑ لیا گیا ہے۔ اور بس۔ اول تو اس افسانہ میں کوئی اصلیت ہی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ باوجود بچپن کے حقیقت رائے سے کوئی سنگین جرم سرزد ہو گیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ کسی بچہ کو زور سے اینٹ ہی مار دی ہو۔ اور وہ بچہ اس صدمہ سے مر گیا ہو۔ یا اسی قسم کا کوئی نہ کوئی سنگین جرم ضرور ہوا ہوگا جس کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا اور سزائے موت دی گئی ہو۔ ورنہ جو کچھ آریہ اخبارات لکھ رہے ہیں۔ ان میں تو کوئی بات بھی ایسی نہیں جو باعث سزائے موت ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(عصمت اللہ)

درخواستہائے دعا

مولود مسعود۔ میرے عمزاد بھائی جناب چودھری محمد سردار خان صاحب پنڈی بہاء الدین کے ہاں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند عطا فرمایا ہے۔ جس کا نام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے سلطان احمد تجویز فرمایا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ نو وارد مہمان کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اسے عمر دراز بخشے اور خادم دین بنائے۔ (رحمت خاں بدر پبلشر)

امتحان۔ چودھری عدالت خاں صاحب میڈیکل سکول امرتسر و طلباء مسلم ہائی سکول لاہور و بدوملہی جو امتحان انٹرنس میں ۱۰ مارچ سے شامل ہیں۔ اپنی کامیابی کے لئے احباب سے خاص دعاؤں کے خواستگار ہیں۔ احباب ماہ مبارک رمضان شریف میں ان بچوں کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ ان کے علاوہ بھی اپنی جماعت کے اکثر بچے مختلف سکول و کالجوں سے یونیورسٹی کے امتحانوں میں شامل ہوں گے ان کی کامیابی کے لئے بھی دعائیں کی جائیں۔

حادثہ۔ منشی احمد دین خاں بنوں سے لکھتے ہیں کہ ان کا لڑکا عبدالرزاق مکان سے گر گیا ہے۔ حالت نازک ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ڈاکٹر حسن علی صاحب۔ راولپنڈی۔ رمضان شریف میں احباب کی خدمت میں خاص دعاؤں کے خواستگار رہیں۔

۱۔ اخویم عبدالسلام صاحب کشمیر امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کے خواستگار رہیں۔

۲۔ ہمشیرہ زرینہ بیگم صاحبہ بنت بخشی خلیل الرحمن صاحب بنارس بیماری سے صحت کے لئے دعا چاہتی ہیں۔

۳۔ عبداللطیف خاں صاحب دھرم پور بیماری سے تندرستی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

۴۔ عبدالرؤف خاں صاحب ہزارہ کامیابی کے لئے دعا کے خواہاں ہیں۔

۵۔ نظام الدین صاحب امام مسجد ضلع ہزارہ مشکلات سے آسانی کے لئے احباب سے دعا کے طالب ہیں۔

(بقیہ صفحہ اول)

دوم یہ کہ معلوم ہوتا ہے آپ کو میرا قادیانی لفظ کا استعمال کرنا ناگوار گزرا ہے۔ میں نے اس لفظ کو فریق لاہور سے علیحدہ رکھنے کے لئے آپ کی جماعت کی نسبت استعمال کیا تھا۔ دوم آپ بانی سلسلہ کو احمد کے نام سے پکارتے ہیں۔ مجھے معاف کریں ان کا نام غلام احمد تھا۔ ان کا نام عبداللہ کی طرح ایک مرکب نام تھا۔ (عبداللہ کا صرف آخری لفظ لے کر کسی شخص کو اللہ نہیں کہہ سکتے)۔ اس لئے کم از کم آپ ان کو صحیح نام سے تو پکاریں۔ سوم آپ نے اپنے خط میں سنی قرآن مجید لکھا ہے میں نے اپنی ساری زندگی میں سنی یا شیعہ قرآن کا ذکر نہیں سنا۔ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اور وہ ہر ایک مسلمان کے لئے ہے۔ کسی خاص فرقہ یا خیال کے لوگوں سے اس کا تعلق نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسے الفاظ کا استعمال آئندہ زمانہ میں قرآن کو مختلف نام نہ دے دے۔ اس لئے میری التجا ہے کہ آپ آئندہ کے لئے قرآن شریف کے ساتھ ایسے خاص نام ایزاد نہ کیا کریں۔

میں کوئی واعظ یا ملاں نہیں ہوں۔ صرف ایک سوداگر ہوں اس لئے یہ امر میرے احاطہ سے باہر ہے کہ مذہبی معاملات میں بحث و مباحثہ کروں لیکن جتنا بھی علم خدا نے مجھے دیا ہے میں اسے اسلام کی ترقی میں خرچ کرتا رہتا ہوں۔ جو کچھ واقفیت مجھے آپ کے سلسلے سے ہوئی ہے وہ آپ کے ہر دو فریق کی تالیفات سے ہوئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ اپنے آدمیوں اور باہمی اختلافات کو بہتر جانتے ہیں بہ نسبت کسی دوسرے آدمی کے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بحیثیت ایک بے تعلق ہونے کے آپ ہر دو کے اختلافات کو بغیر کسی تعصب کے میں بہتر جان سکتا ہوں۔ بہ نسبت آپ کے جو ایک فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں قادیانی یا لاہوری فریق کا نمائندہ نہیں ہوں۔

تفصیل میں جانے سے پہلے مجھے بیان کر دینا چاہیئے کہ میں حضرت مرزا صاحب کی ایک عالم دین ہونے کی وجہ سے بہت عزت کرتا ہوں۔ ممکن ہے بہت سے اس امر میں اختلاف ہو۔ لیکن یہ میری ذاتی رائے ہے جو مجھے آپ کے ہر دو فریق کا لٹریچر پڑھنے سے حاصل ہوئی ہے۔

حضرت نبی کریم کے ختم نبوت کے بارہ میں قرآن سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ قرآن خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرماتا ہے۔ پھر صحیح احادیث میں جن پر شیعہ اور سنیوں کا اتفاق ہے۔ لا نبی بعدی آتا ہے۔ میں آپ کے موجودہ قادیانی لیڈر کی اس تشریح کو سمجھنے اور ماننے سے قاصر ہوں۔ جو وہ اس حدیث کی کرتا ہے۔ اور میں آپ کا وہ ترجمہ بھی قبول نہیں کر سکتا جس کے ساتھ آپ ہمیشہ "اس مفہوم کے ساتھ" کے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ قرآن و احادیث کا یہ حصہ سوائے آپ کی قادیانی پارٹی کے تمام دنیا کے مسلمان مانتے ہیں۔ اگر مرزا غلام احمد صاحب نے نبوت کا ایسے کھلے الفاظ میں دعوےٰ کیا تھا تو اس پر اختلاف کیوں ہوا؟ مجھے معاف کیجئے آپ کا اختلاف مسئلہ خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت نبی کریم کی ختم نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر پر ہوا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہے کہ لاہوری فریق اگرچہ مرزا صاحب کا پیرو ہے تاہم آپ کافر خیال کرتے ہیں۔ (ہونا یہی چاہیئے کہ چونکہ فریق لاہور نبوت مسیح موعود کا سختی سے انکاری ہے اس لئے منکر نبوت ہونے کی وجہ سے اسے کافر کہا جائے جیسا دوسرے کلمہ گوؤں کو۔ لیکن قادیانی منطق کو سمجھنا کار دارد والا معاملہ ہے۔ پ۔ ص) خلافت کے بارہ میں بھی میں خیال کرتا ہوں کہ مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد آپ کے موجودہ لیڈر نے انجمن کے قواعد کی خلاف ورزی کی۔ جنھیں حضرت مرزا صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اگر بانی سلسلہ نے اپنے آپ کو ظل اللہ کی طرح ظلی نبی کہا۔ تو وہ بھی کس حد تک قابل قبول ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ اس نے صاف طور پر نبوت کا دعویٰ کیا مجھے افسوس سے آپ کے خیال کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ بانی سلسلہ کے اپنے اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ جیسا کہ آپ اس کے خلاف کہتے ہیں۔ اور وہ اپنی تردید خود آپ نہ کر سکتا تھا۔ اس حوالہ سے زیادہ اور کیا صفائی بکار ہو سکتی ہے۔ حضرت نبی کریم کے بعد ہندوستان افریقہ اور ایران میں کئی مہدی ظاہر ہوئے جنھوں نے اشاعت اسلام کی کوششیں کیں۔ بعض نے بعض پر خدمت اسلام کے لحاظ سے فضیلت پائی۔ سب سے آخری شخص جس نے امامت کا ایران میں دعوےٰ کیا وہ علی محمد باب تھا۔ اس نے یہاں تک کوشش کی کہ ایک کتاب بیان نام لکھی اور شریعت قرآن کو منسوخ قرار دیا۔ اس کی وفات کے بیس سال بعد دوسرا شخص مرزا حسین علی نوری بہاء اللہ ظاہر ہوا

(بقیہ صفحہ ۵ کالم ۳)

اور وہ ایک قدم اور آگے بڑھا اور بغداد میں ۱۱ را پریل ۱۹۳۶ء کو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ " میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ قدیم، حی، خالق الاشیا، قادر مطلق۔ ان ہندی اور مصری مہدیوں کے نیک آثار قائم ہیں۔ ایران میں باب اور بہاء اللہ کے پیرو موجود ہیں۔ اور ایک زمانہ میں وہ بہت ترقی کر رہے تھے۔ لیکن جنگ عظیم کے بعد ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ آج کل بھی رام موہتی کی طرح مسیح موجود ہیں۔ اور پنجاب میں بھی ایک مسلمان مہدی موجود ہے جس نے ہندوستان کی گورنمنٹ کی سختیوں کے خلاف ایک سال ہوا ایرانی گورنمنٹ کو اپنی رہائی کے لیے تار دیا تھا۔ شاید آئندہ زمانہ میں ہر گاؤں میں علیحدہ علیحدہ مسیح اور مہدی ہوں گے۔ جو ایک دوسرے کے خلاف لڑتے رہیں گے۔ موجودہ حالت میں میری یہ دلیل نہیں ہے لیکن میں مرزا غلام احمد صاحب کے بارہ میں کہتا ہوں کہ وہ ایک بڑے عالم آدمی تھے۔ جن کی ہم سب کو عزت کرنی چاہیئے۔ لیکن بحیثیت نبی ہونے کے ہم اور لاہوری فریق اسلام میں ایسی بدعت گوارا نہیں کر سکتے جیسے آپ کا فریق جاری کر رہا ہے۔ اور آپ کو اتحاد اسلام برباد کر دینے والا کہنا اسی وجہ سے تھا۔ جیسا میں نے پہلے کہا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم کے بعد کئی مہدی آئے لیکن باب اور بہاء اللہ کے سوا کسی نے نبوت کا دعوے نہیں کیا۔

میں دوبارہ کہتا ہوں کہ آپ کے سلسلہ کے بانی جیسی شخصیت کا آدمی کبھی نبوت کا دعوے نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں وہ اشاعت اسلام کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اگر وہ نبوت کا دعویٰ کرتا تو قرآن حدیث اور خود اپنی تحریروں کو جھٹلاتا۔ اس پر نبوت کا لفظ استعمال کرنا اسے حقیر بنانا ہے۔ وہ کیسے نبوت کا دعوے کر سکتا تھا۔ جبکہ وہ قرآن اور خاتم النبیین کا خادم کا خادم تھا۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا۔ اس لئے میں آپ سے التجا کرونگا کہ آپ اپنے موجودہ قادیانی لیڈر کے پاس ایک درخواست اس مضمون کی روانہ کریں کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب کو ان کی اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد نبی بنا لیا گیا ہے۔ اس لئے اپنے عقائد میں سے نبوت اور تکفیر مسلمین کے اصول خارج کر دیں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اگر ان غلط خیالات کو ابھی سے رد کا نہ گیا تو آئندہ زمانہ میں آپ کی تحریک بگڑ کر کچھ سے کچھ بن جائے گی۔

مسلمانوں میں گو سیاسی اختلافات موجود ہیں۔ لیکن قرآن اور محمد کے بارہ میں ان میں کوئی جنگ نہیں۔ گو ان کا فروعی امور میں باہمی اختلاف ہو لیکن ختم نبوت اور عدم تکفیر اہل قبلہ پر ان کا اتفاق ہے۔ یہاں تک کہ شیعہ سنیوں کو کافر نہیں کہتے بلکہ ان کے رشتے ناطے ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کا آخری خط ظاہر کرتا ہے کہ آپ حضرت محمدؐ کو آخری نبی نہیں یقین کرتے۔ اور تمام مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اور یہی میں جاننا چاہتا تھا جس کے معلوم ہونے سے مجھے سخت رنج ہوا اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ عقائد قادیانی فریق نے بعد وفات بانی سلسلہ اختیار کئے ہیں۔

میں اس بات سے اتفاق رکھتا ہوں کہ حضرت نبی کریم کی تابعداری سے انسان اعلےٰ سے اعلےٰ روحانی مدارج حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن وہ یقیناً نبی نہیں بن سکتا۔ میں پھر کہونگا کہ میں واعظ نہیں ہیں اسلام کا شیعہ خیالات کے ماتحت متبع ہوں۔ لیکن باوجود اس کے میں ان تمام لوگوں سے ہمدردی رکھتا ہوں جو خدمت اسلام کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی خیال کے ہوں۔ میں معافی مانگتا ہوں اگر میرے اس خط کے الفاظ آپ کو ناگوار معلوم ہوں۔ تاہم باہمی شکر رنجی سے بچنے کے لئے بہتر ہوگا کہ آپ اس بحث کو چھوڑ دیں۔ اور محض ذاتی خط و کتابت کا تبادلہ کیا کریں۔ گو ختم نبوت کے بارہ میں ہمارا باہمی اختلاف ہے تاہم ریویو آف ریلیجنز بھیجنا بند نہ کیجئے۔ کیونکہ بعض دفعہ اس میں مفید مضمون ہوتے ہیں۔

میں نے آپکی مسجد کا بڑا فوٹو یہاں کے ایک اخبار کو چھاپنے کے لئے دیدیا ہے اس کے شائع ہو جانے پر آپ کو اور آپ کی دوسری شاخوں کو اس کی چند کاپیاں بھیجدونگا۔

پیغام صلح
میں اشتہار دیکر خاطر خواہ فائدہ اٹھایئے۔ اجرت اشتہار

نصرت کا عید نمبر

۴ر اپریل ۱۹۲۷ء

مطابق یکم شوال ۱۳۴۵ھ کو نہایت آب و تاب کے ساتھ کثیر تعداد میں شایع ہوگا۔ جو ہندوستان کے بہترین و مشہور اہل سخن، اہل قلم، اہل علم حضرات کے جدید و گرانمایہ مضامین سے مزین و مرصع ہوگا۔ اور جس میں علاوہ مضامین نثر و نظم کے عمدہ کارٹون و دلچسپ لطائف وغیرہ بھی درج ہونگے۔ نصرت کا یہ عید نمبر قابل دید ہوگا۔ اگر آپ کو دیکھنے کا شوق ہو تو ۲ کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر طلب فرمائیں اور اگر آپ بلاقیمت مفت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو

(۱) آج ہی مبلغ چار روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر نصرت کے خریدار بن جایئے۔

(۲) پانچ خریدار یکمشت بہم پہنچا کر ایک سال تک نصرت کے حقدار ہو جایئے۔

(۳) ۲۵ پرچے عید نمبر کے یکمشت خرید کر نصرت کو مفت طلب کیجئے۔

(۴) اپنے شہر کے دس معزز اصحاب کے نام صاف اور خوشخط معہ ۲ کے ٹکٹ ڈاک بھیجنے والوں کو علاوہ عید نمبر کے تین ماہ تک نصرت مفت بھیجا جائے گا۔ ضرور اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھایئے۔ اشتہار دینے والے اصحاب بہت جلد خط و کتابت کریں۔

پتہ:۔ منیجر ہفتہ وار اخبار نصرت فیروزپور شہر

غازی عمر پاشا فاتح کریمیا کون تھا

پرواز قدر ۔ غازی عمر پاشا مشہور سپہ سالار ٹرکی جس نے جنگ کریمیا ۱۸۵۴ء ۱۸۵۵ء میں روسی فوجی نظام کے بخیے ادھیڑ دیئے دراصل ایک ملیشین عیسائی تھا۔ جو نواب ملیشیا کی قید ظلم سے بھاگ کر ٹرکی پہنچا اور مسلمان ہوکر فوج میں بھرتی ہوگیا۔ اپنی فوجی قابلیت کی وجہ سے سپہ سالاری کا عہدہ حاصل کرکے روس کو ناک چنے چبا دیئے۔ روسی ظلم و ستم سے تنگ آئی ہوئی ایک لڑکی کیتھرائن نے کمال دلیری سے قلعہ سباسٹوپول کی جاسوسی کی اور قلعہ فتح ہوکر جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ جنگ کے ہولناک نظاروں کے ساتھ ساتھ ایک مذاقیہ داستان بھی درج ہے۔ قیمت ۸ر حجم ۸۸ صفحہ

انجام حسد خلیفہ ہارون الرشید کے عہد حکومت کا ایک دلچسپ قصہ معہ مذاقات کے قیمت ۲ر حجم ۶۴ صفحہ

ہفتہ وار اخبار **لاحول** (باتصویر)

کے سالانہ خریدار کو ہر دو کتابیں مفت دی جاتی ہیں اور ششماہی خریدار کو ایک کتاب **مفت** چندہ سالانہ چار روپے ششماہی ڈھائی روپے پتہ

منیجر اخبار لاحول گجرات پنجاب

مشہور عالم زود اثر تازہ طبی ایجاد اپریشن یا نشتر کی زحمت نہ اٹھایئے

فوتہ بڑھنے یا آنت اترنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بے ضرر اور بلا تکلیف ہے نہ نشتر کی ضرورت نہ زخم و چھالہ پڑے کسی قسم کا فوتہ ہو خواہ آبی ہو یا بادی لحمی ہو یا ریاح والا۔ سب کو اس دوا کے چار بار لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ فوتہ ہو یا آنت چلتے پھرتے آرام ہوگا تمام زائد رطوبت اور ناقص پانی پسینہ پسینہ ہو کر نکل جائیگا۔ بادی پن رفع ہوگا ریاح تحلیل ہو جائیں گے۔ زائد گوشت سب خشک ہو جائیگا۔ اور فوتہ اپنی اصلی جگہ پر آجائے گا۔ کیسا ہی وزنی اور بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو اس دوا کے لگانے ہی آرام ہوگا۔ آنت کیسی ہی اتری ہوئی ہو۔ درد ہوتا ہو۔ ریاح بھرتے ہوں۔ جگہ پھول جاتی ہو آنت غوں غوں بولتی ہو فوتہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو۔ غرض کسی قسم کی بھی شکایت ہو اس دوا کے استعمال سے انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ آنت اپنی جگہ پر آکر جم جائیگی جتنا چاہو زور کرلو آنت نہ اترے گی ترکیب استعمال اور پرہیز نہایت آسان۔ قیمت فی شیشی تین روپے معہ محصول ڈاک

سوتوں کو جگانے اور بوڑھوں کو طاقتور بنانیوالی

مفرح عروجی

قیمت فی بکس پانچ روپے

یہ مفرح ہندوستان کے تمام گزشتہ تجربہ کاروں کی آزمائی ہوئی ہے اور بین ناتھ جوگی کی ایجاد ہے۔ اور بنکھ بکھتر کہلاتی ہے۔ ایک نے بنگالہ میں رہنے کے لئے ایک عمارت بنوائی تھی۔ اور مضبوطی کی غرض سے اس کی نیو نہایت گہری کھدوائی۔ اتفاق سے زمین کے اندر پانی نکلنے کے قریب ہندوؤں کا ایک عبادت خانہ برآمد ہوا۔ اس میں سے لوہے کی قلم کا تانبے کے پتہ پر لکھا ہوا نسخہ اسی زمانہ کی زبان میں تھا سالہا سال بعد مدت دراز سے مدفون تھا نکلا۔ عالموں کو جمع کرکے اس کا ترجمہ کرایا۔ تو سچ یہ ہے کہ وہ ایک قسم کا خزانہ ہی برآمد ہوا۔ کیونکہ نہایت ہی فائدوں اور خاصیتوں سے بھرا ہوا ہے۔ بس ہم اسی نسخہ کو مفرح عروجی کی شکل میں پیش کرتے ہیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہا سنگہ ایک کامل عبادت گزار ہندو زاہد گزشتہ زمانہ میں تھا۔ اس نے مفرح عروجی کا استعمال کرکے اسقدر فائدہ اٹھایا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ مفرح عروجی جب دو مہینے کھاتے کھاتے ہو جائیں گے بینائی نہایت ہی درجہ میں ترقی کرے گی۔ بدن کی جھریاں اور بڑھاپے کی علامتیں جاتی رہینگی۔ طاقت انتہا درجہ کی پیدا ہوگی۔ ہاضمہ خوب بڑھے گا۔ معدہ کی خرابیاں، پاخانہ کی خشکی جاتی رہے گی۔ قبض کی تکلیف ذرہ برابر باقی نہ رہے گی۔ ہم نے بھی تجربہ کیا۔ بھوک اور قوت بڑھانے میں بے نظیر پایا۔ قیمت فی بکس ۵ر معہ محصول

بواسیر کے مریضو! ہم بواسیر کا شرطیہ علاج کرتے ہیں۔ بواسیر خونی ہو یا بادی نئی ہو یا پرانی ایک ہفتہ میں شرطیہ کلی آرام ہوگا آرام نہ ہونے پر دوچند قیمت واپس۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

دیشم پائیں کمپنی چوک گوالمنڈی لاہور

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

اٹھرا کیا ہے؟

جس کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہوں یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول اور مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کی بیماری کا دنتا ز بن کر پیارے بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا تھے وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اٹھرا کے اثر سے محفوظ طبعی عمر پانے والا والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوگا۔ قیمت فی تولہ عہ۔ شروع حمل سے لیکر آخر رضاعت تک نو تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر عہ فی تولہ لیا جائے گا۔

عبدالرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور

پیغام صلح لاہور

کہاں کہاں بکتا ہے اور کتنا ہر دلعزیز ہے؟

افغانستان، روس، چین، جاپان، اٹلی، فرانس، انگلستان، جرمنی، افریقہ جنوبی، افریقہ شمالی، امریکہ، جاوا۔ اور اس کے علاوہ بہت سے چھوٹے چھوٹے مقامات پر جاتا ہے۔ اس سے پیغام صلح کی ہر دلعزیزی کا اندازہ کیجیے۔ مشتہرین کو اشتہار دیتے وقت اس اخبار کو یاد رکھنا چاہئے

نرخ اصغر [illegible]

نارتھ ویسٹرن ریلوے کا

اعلان

آئندہ ایسٹر کی تعطیلات کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۸ر اپریل سے ۱۸ر اپریل ۱۹۲۷ء تک واپسی ٹکٹ جو ۲۹ر اپریل تک چل سکیں گے حسب ذیل کرایہ پر مل سکیں گے بشرطیکہ ہر ایک سمت کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو۔

اول و دوئم درجہ	ایک طرف کا پورا کرایہ اور اسکا تیسرا حصہ	
درمیانہ درجہ	” ” ”	” نصف

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس لاہور مورخہ ۲۳ر فروری ۱۹۲۷ء — ر۔ ۱۱ ایچ ولیمز بجائے ایجنٹ

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجیے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی کے ساتھ اپنے گھر پر کر سکتے ہیں۔ جس میں ۵ ۱۰ اور ۱۵ روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ پیدا کیجئے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ ہو جاتی ہے سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر اپنا ندامی اور محنت سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے سود ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیے۔ ہزاروں ہمارے ۲۲۵ روپے اور ۴۳۶ روپے کے بنیائن کے کل پر کام کرتے ہیں اور ان سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے۔ ہم آپکی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست بھیجو۔

دی ایشیاٹک کٹنگ کمرشل کارپوریشن بمبئی

صوبجات متحدہ ہندوستان کی تمام بڑی بڑی تحریکات کا مرکز

ہندوستان صوبجات کا سربرآوردہ و ممتاز آرگن

روزنامہ ہمدم لکھنؤ

ہے۔ جو ملک کی تمام کوششوں اور خصوصاً اسلامی تحریکوں کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جو حضرات بڑے بڑے ملکی و قومی کاموں کو چلا رہے ہیں۔ اسکے مضامین ہمدم میں بالالتزام شایع ہوتے ہیں۔ اور تمام بڑے بڑے مقامات سے خاص نامہ نگار اہم واقعات کی اطلاعیں بذریعہ تار و ڈاک بھیجتے ہیں دنیا کے بڑے بڑے اخبارات سے دلچسپ و کارآمد مضامین سلیس زبان میں دیئے جاتے ہیں خصوصاً دنیائے اسلام کے تمام اہم واقعات عربی۔ ترکی۔ فارسی انگریزی و فرانسیسی پرچوں سے اقتباس کئے جاتے ہیں۔ شرح چندہ دیگر ملکی روزناموں سے کم ہے۔ نمونہ منگا کر دیکھئے۔ چندہ سالانہ ۱۲ روپیہ ششماہی ۷ سہ ماہی للعہ اور ماہوار عہ

منیجر روزنامہ ہمدم لکھنؤ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ بالکل نہ جاتے رہیں۔ تو کل قیمت واپس۔ قیمت تین روپیہ

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے۔ کیل، مہاسے، جھائیاں وغیرہ دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت عہ

دفتر معالج برص ۴۷ دربھنگہ۔ بہار

”لائٹ“ یہ انگریزی اخبار تمام نوجوانوں کو ضرور پڑھنا چاہیئے قیمت سالانہ ۸ ششماہی ۶ر طلبا

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۵ رمضان ۱۳۴۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۳

مسائل صلوٰۃ العید

صدقہ فطر اور عید فنڈ

رمضان المبارک قریب الاختتام ہے جس کے بعد عید الفطر آنیوالی ہے اس کے متعلق چند مسائل حوالہ قلم ہیں۔

صلوٰۃ العید دو رکعت ہوتی ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں قراءت تکبیروں کے بعد پڑھنی چاہیئے دونوں رکعتوں میں سورۃ "ق : القرآن المجید" اور "اقتربت الساعۃ وانشق القمر"

عید الفطر میں صبح کے وقت صلوٰۃ العید سے پہلے کھانا کھا کر جانا چاہیئے کھجوریں کھانا سنت ہے۔ صلوٰۃ العید سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے عید کے دن عیدگاہ کو راستہ تبدیل کرکے جانا چاہیئے۔ یعنی جس راستہ سے جائیں اسی راستہ سے واپس نہ آئیں عیدگاہ کو پیدل جانا چاہیئے۔

عید کے دن کپڑے اچھے پہنے، خوشبو وغیرہ لگائے۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں تکبیریں پڑھتا جائے۔

ارتفاع شمس سے لے کر زوال تک عید کا وقت ہوتا ہے امام خطبہ میں احکام صدقہ بتلائے اور لوگوں کو وعظ کرے۔ ایک ہی خطبہ ہوتا ہے بعد میں دعا امر مسنون نہیں۔

عید کے دن عورتیں بھی عید کی نماز پڑھنے کے لئے برعایت پردہ جائیں خطبہ صلوٰۃ العید کے بعد ہوتا ہے۔ عید میں اقامت اور اذان نہیں کہی جاتی۔

اس عید کے موقع پر صدقۃ الفطر کے نام سے کچھ صدقہ ہر ایک مسلمان کی طرف سے دیا جانا واجب ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو کسی کنبہ کا کفیل اور صاحب نصاب ہے اس پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر کے تمام لوگوں بلکہ چھوٹے بچوں کا بھی صدقہ دے۔

صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے۔ صاع چار مد کے برابر ہے مد ایک پیمانہ کا نام ہے۔ جس میں تیرہ چھٹانک گیہوں آتے ہیں۔ اس حساب سے نصف صاع یا ایک سیر دس چھٹانک گیہوں فی کس یا اس کی قیمت بحساب ۶ سیر فی روپیہ ۴ (آنہ) فی کس واجب الادا ہے۔

صدقہ فطر کے علاوہ عید کے موقع پر حضرت مسیح موعود نے ایک ایک روپیہ بطور عید فنڈ دینے کے لئے کہا ہے جو اشاعت اسلام کی ضروریات کے لئے بہت کچھ کام آسکتا ہے۔ عید ایک خوشی کا دن ہے اس لئے جہاں اور بہت سا روپیہ عیش و عشرت کے سامانوں پر ایک روپیہ دیا کریں تو اس میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

ہمارے تمام احباب کو چاہیئے کہ صدقہ عید الفطر اور عید فنڈ اپنی اپنی جماعتوں کے سکرٹریوں کے پاس نماز عید سے پہلے جمع کرادیں نماز عید کے بعد صدقہ فطر نہیں ہوتا۔ جہاں باقاعدہ انجمنیں نہ ہوں وہ سے براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھیجدیں۔ امید ہے کہ احباب ان چند ضروری باتوں کو یاد رکھیں گے اور صدقہ فطر اور عید فنڈ جمع کرنے میں پورے اہتمام سے کام لیں گے

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

اس وقت جبکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شدھی کے مقابلہ اور اچھوتوں میں تبلیغ کے لئے وسیع پیمانہ پر کام شروع کیا ہے اور ٹریکٹوں، رسالوں، اشتہاروں کے ذریعہ آریہ سماج کے پروپیگنڈا کا جواب دے رہی ہے بعض لوگ ہمارے عقائد کے متعلق وسوسے پیدا کررہے ہیں اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسلمان بھائیوں کی اطلاع کے لئے اپنے عقائد کو شائع کردوں۔ یہ وہ عقائد ہیں جو جماعت احمدیہ کا فریق لاہور رکھتا ہے:۔

(۱) ہم اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲) ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپکی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کردیا۔ اس لئے آن حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں مجدد آئیں گے جن کا کام خدمت اسلام اور تائید دین ہے۔

(۳) ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں۔ نہ قیامت تک ہوگا۔ اور وہ قیامت تک واجب العمل ہے

(۴) ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔ نبی نہیں مانتے۔

(۵) ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے اولیاء سے کلام کرتا ہے اور ایسے لوگ اصطلاح شریعت میں محدث کہلاتے ہیں۔ اسی پر اولیاء کی اصطلاح میں ظلی نبوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے ورنہ جیسے ظل اللہ۔ اللہ نہیں۔ ظلی نبی نبی نہیں۔

(۶) ہم ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتا ہے مسلمان سمجھتے [illegible]

کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۸) مسلمانوں کی تکفیر کو ہم سب سے بڑھ کر قابل نفرت فعل سمجھتے ہیں۔ اور جو لوگ کسی مسلمان کی یا کسی مسلمان جماعت کی تکفیر کریں ان سے اظہار نفرت کے طور پر ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ خواہ ایسے مکفر احمدی ہوں یا دوسرے لوگ اور جو لوگ تکفیر کے فتووں سے متنفر ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں خواہ وہ احمدی ہوں یا دوسرے مسلمان۔

(۹) حدیثوں میں جو نزول مسیح کا ذکر ہے اسے ہم درست مانتے ہیں مگر چونکہ قرآن کریم حضرت مسیح کی وفات کا ذکر صاف الفاظ میں فرماتا ہے اس لئے اس سے مراد ہم ایک مجدد کا مثیل مسیح ہوکر ظاہر ہونا لیتے ہیں۔

(۱۰) دین اسلام ہمارے نزدیک نہ پہلے جبر سے پھیلا نہ آئندہ کوئی ایسا مہدی ظاہر ہوگا جو اسلام کو بزور شمشیر پھیلائے بلکہ مہدی وہی ہے جو خدا تعالےٰ سے ہدایت پاکر دین اسلام کی صداقت کو قائم کرتا ہے۔

نوٹ

بعض لوگ قادیانی جماعت کے عقائد کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اس غلو کی کہ وہ حضرت مجدد صدی چہاردہم کو منصب نبوت پر کھڑا کرتے اور تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ ہماری طرف سے تردید ہوچکی ہے۔

محمد علی

پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (پنجاب)

مہاراجہ اشوک اور لالہ لاجپت رائے کی لن ترانیاں

ہندوستان کے مشہور ومعروف لیڈر لالہ لاجپت رائے جی نے "مہاراجہ اشوک" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس میں مہاراج اشوک کے ساتھ کانسٹن ٹائن، سینٹ پال اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات واخلاق کا مقابلہ کرکے مہاراج اشوک کو کلی فضیلت دینے کی کوشش کی ہے۔

بزرگان ممدوح الصدر سے مہاراج اشوک کا فضیلت رکھنا تو لالہ جی کا اپنا خیال ہے۔ اور ہم اس کو صحیح نہیں مان سکتے۔ مگر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مقابلہ میں لالہ جی نے دل آزار اور اشتعال انگیز طریقہ اختیار نہیں کیا۔ اور بھائی پرمانند کی طرح زہریلی گیس نہیں چھوڑی تاہم یہ بات بھی ناقابل انکار ہے۔ کہ لالہ جی اپنی کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کے دلوں میں مہاراج اشوک کی عظمت اور معدلت گستری رحم دلی اور رعایا پروری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی خونخواری، مردم کشی اور جبر وظلم کا زبردست یقین پیدا کرنے کے ساعی ہیں۔ چونکہ حقیقت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات ان ناملایم اور ذمیم اوصاف سے متصف نہ تھی جنھیں لالہ صاحب نے کھینچا تانی سے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقابلہ پر ایک تبصرہ کر دیا جائے۔ تاکہ کوئی شخص غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

کانسٹن ٹائن اور سینٹ پال کے مقابلہ پر جو لالہ جی نے مہاراج اشوک کے ساتھ کیا ہے نظر ڈالنا ہمارا کام نہیں۔

لالہ جی کے خیال میں مہاراجہ اشوک ایک لاثانی بزرگ ہوئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

"ہمارا دعویٰ ہے کہ اتنی بڑی سلطنت کا کوئی دوسرا واحد اور خود مختار شہنشاہ دنیا کی تاریخ میں مہاراجہ اشوک جیسا دھرماتما اور روحانیت اور اخلاق کا پتلا نہیں ہوا۔

(مہاراج اشوک صہ ۱۹)

ہم بھی مانتے ہیں کہ مہاراج اشوک بہت بڑے راجہ تھے۔ نہایت نیک تھے رعایا پرور تھے۔ ان کے زمانہ میں تصویرکشی اور تعمیر کے فن نے نہایت ترقی کی۔ مگر لالہ جی کے ارشاد کے مطابق اشوک مہاراج کی روحانیت کا قائل ہو جانا بہت مشکل ہے۔ ہمیں تو حیرت ہے کہ لالہ جی مہاراج آریہ لیڈر ہوکر مہاراجہ اشوک کی روحانیت کے کس طرح قائل ہو گئے، اشوک مہاراج بدھ دھرم کے پیرو تھے۔ اور صحیح معنوں میں اس مذہب کے مبلغ اور پرچارک تھے۔ ہندو دھرم کو مٹانا۔ ویدوں کے الہامی ہونے کے خیال کو اڑانا یگوں کی رسومات کو توڑنا۔ ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ وہ ساری عمر اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے سخت ترین جدوجہد کرتے رہے جس قدر بدھ دھرم کو ان کے زمانہ میں عروج اور ہندو مذہب کی تباہی اور بربادی ہوئی اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ باایں ہمہ لالہ جی کے خیال میں مہاراج اشوک روحانیت کے معراج کمال پر پہنچے ہوئے تھے تو اس کے صاف یہی معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ لالہ جی کے خیال میں ویدوں کو چھوڑنا۔ ہندو دھرم سے منہ موڑنا۔ یگوں وغیرہ کی رسومات کو توڑنا ہی روحانیت ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم برملا کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو بہت بڑی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا مسلمان بھی اس روحانیت کی چوٹی پر پہنچا ہوا ہے۔ اشوک مہاراج کا اس سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لالہ جی کا اس رنگ میں آمادہ مقابلہ ہونا اعتراف شکست مرادف ہے۔ ہم حزدہ گیری نہیں کرتے۔ ممکن ہے لالہ جی کو سہو ہو گیا ہو یا دیرینہ بیماری کی وجہ سے تحریر کے وقت دماغی حالت ٹھیک نہ رہی ہو۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ اتنا بڑا قابل آدمی اپنی کتاب میں بچوں کی سی مضحکہ انگیز باتیں لکھنے لگ جائے۔

لالہ جی کا مہاراج اشوک کو روحانیت میں لاثانی کہنا اس بات کا مظہر ہے کہ خود لالہ جی کے نزدیک بھی وید الہامی نہیں۔ اگر الہامی ہوتے تو کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک ویدوں کے مخالف ملکیان کی تعلیم ہی کو تباہ کرنے والے مہاراجہ کو روحانیت میں دنیا کا لاثانی انسان کہہ دیتے۔ ایسے وید ورودھی انسان کے لئے تو ویدوں کا فتویٰ یہ ہے کہ اسے شیر کے

[illegible]

کھال اتار دی جائے۔ اس کی ہڈیاں پیس ڈالی جائیں۔ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے لالہ جی کے دل میں ویدوں کے الہامی ہونے کا یقین نہیں ورنہ مہاراج اشوک جیسے ویدوں کے مخالف انسان کو کبھی روحانیت کا لاثانی انسان نہ کہتے۔

ہمارے اس خیال کی تائید لالہ جی کی مذکورہ ذیل تحریر سے بھی ہو جاتی ہے

"آریہ سماج کے بعض پرچارک قدیم ہندوستانی تہذیب کو اس قدر مکمل مانتے ہیں کہ اس کے برخلاف جو کچھ بھی دنیا میں ہو وہ اس کو غلط اور ناقابل قبول کہنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ...... مگر ہندوستانی قدیم تہذیب کو ہر ایک پہلو میں مکمل مان لینا سراسر غلطی ہے" (مہاراج اشوک صہ ۱۳۶)

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہندوستانی قدیم تہذیب ویدک تہذیب ہی کا نام ہے۔ اور لالہ جی کے خیال میں اسے مکمل مان لینا سراسر غلطی ہے۔ نامکمل تہذیب کی تہذیب کی تعلیم دینے والی کتاب خود نامکمل ہوئی۔ تو گویا لالہ جی کے خیال میں وید نامکمل ہے۔ پھر وہ الہامی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مہاراج اشوک کو دنیا کا لاثانی انسان کہنا بھی یہی معنے رکھتا ہے کہ ان سے پیشتر دنیا میں جس قدر رشی منی ہوئے ہیں جن میں ویدک رشی بھی آگئے وہ لاثانی نہ تھے۔ ان کی روحانیت مہاراج اشوک کی روحانیت کے بالمقابل بالکل ہیچ تھی۔ اور جب گہوارہ تعلیم میں ان رشیوں منیوں نے روحانیت سیکھی وہ خود بھی اس تعلیم کے بالکل ہیچ تھا۔ جسے اشوک مہاراج نے سیکھا اور حاصل کیا تھا۔

اصل میں لالہ جی مجبور ہیں کیا کریں بڑے بڑے آدمیوں کے سوانح حیات لکھ کر آریوں کو ابھارنا چاہتے ہیں۔ مگر آریوں میں کوئی ایسا بڑا آدمی نظر نہیں آتا جسکے سوانح حیات منضبط ہوں۔ اور تو اور خود ویدک رشیوں ہی کے حالات ضبط تحریر میں نہیں آئے۔ اس لئے عام ہندو فرقوں میں سے کسی آزادی پسند لیڈر کو انتخاب کرکے اسی کے حالات پر قلم کی گلکاری دکھاتے ہیں۔ مگر حیرت یہ ہے کہ انتخاب کے وقت اس امر کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ انتخاب کردہ آدمی ہندو مذہب کا دوست بھی تھا یا نہیں۔ انہیں جوش کی حالت میں دوست دشمن کی تمیز نہیں رہتی۔ دوست کی بجائے دشمن کا انتخاب کر لیتے ہیں۔

اشوک مہاراج کی لائف لکھتے ہوئے بھی لالہ جی اسی غلطی کا شکار ہو گئے۔ اور مہاراج اشوک جیسے ہندو دھرم کے مخالف کو انتخاب فرمایا

خیر یہ تو لالہ جی کی مرضی ہے جسے چاہیں انتخاب فرمائیں۔ ہمیں اس پر نکتہ چینی کرنے کا حق نہیں۔ مگر یہ بات لالہ جی کو بھی زیب نہیں دیتی کہ ایسے لوگوں کا ہندوؤں کی بجائے مسلمان بزرگوں سے مقابلہ کرنے لگ جائیں۔ اور مقابلہ بھی کریں تو نہایت ہی بھدے اور بودے طریق پر۔

اگر سچ پوچھو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاراج اشوک کی زندگی میں کوئی مشابہت ہی نہیں پھر مقابلہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساری عمر نور توحید کے پھیلانے میں ساعی رہے۔ مہاراج اشوک نے جب سے ہوش سنبھالا اور بدھ دھرم میں داخل ہوئے خدائی ہستی کا انکار کیا۔ اور ساری عمر لوگوں سے انکار کراتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ الٰہی الہام کے قائل تھے۔ اور اس امر پر عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ روحانی اور تمدنی واقتصادی ترقیات کا سرچشمہ ہے۔ ساری عمر اسی پاک الہام کی تعمیل میں سرگرم کار رہے۔ مہاراج اشوک مہاتما بدھ کی تعلیم کے بموجب کسی الہام کے قائل نہ تھے۔ انہیں خدا کے ہونے ہی پر یقین نہ تھا تو الہام پر کیسے ہوتا۔ وہ ویدوں کو بھی نہیں مانتے تھے۔ لالہ جی کو بھی اس امر کا اعتراف ہے۔ چنانچہ مہاتما بدھ کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں

"اور وید وایشور کے رشتے میں بھی اپنے طریقے سے ادا سینا ظاہر کرتے تھے اور ان کا سہارا نہ لیتے تھے۔ اس لئے برہمن ان کو ناستک سمجھتے تھے"۔ (مہاراج اشوک صہ ۱۶)

مہاراج اشوک بدھ دھرم کے پیرو تھے۔ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ایک منکر خدا ناستک کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے کامل موحد کے ساتھ کیا مقابلہ۔ لالہ جی نے اتنا بھی نہ سوچا کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؟

لالہ جی لکھتے ہیں کہ "خلیفہ عمر ایسے مذہب کا معتقد تھا جو قصاص کا قائل ہے جو آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت جان کے بدلے جان لینا جائز ٹھیراتا ہے۔ مہاراج اشوک ایسے مذہب کے معتقد تھے جو کسی طرح سے بدلہ لینا جائز نہیں سمجھتا۔ جو قاتل سے قاتل گنہگار سے گنہگار کے ساتھ بھی رحم سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے"

ہم مانتے ہیں کہ واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی مذہب کے معتقد تھے۔ جو قصاص کا قائل ہے۔ اور نہ صرف قائل ہی ہے۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ "ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب" عقل والو قصاص ہی میں زندگی ہے۔ اور مہاراج اشوک کے نزدیک بدلہ لینا جائز نہیں تھا۔ وہ قاتل سے قاتل اور گنہگار سے گنہگار کے ساتھ بھی رحم سے پیش آتے تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ بقول لالہ جی کے جگر ور لی تاجہ تھے رعایا کے اندر نظم ونسق قایم رکھنا ان کا منصبی فرض تھا۔ اگر ان کے ملک اور ان کی سلطنت میں کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کر دیتا تھا یا کوئی شخص کسی کا گھر لوٹ لیتا تھا تو اس صورت میں اس قاتل اور لوٹنے والے کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ اگر رحم دلی سے چھوڑ دیا جاتا تھا تو پھر سفاک اور چوری کرنے والے لوگوں کے جرائم کے روکنے کی کیا تدبیر تھی۔ جرائم پیشہ لوگ سزائیں نہ ملنے کی وجہ سے جرائم پر دلیر ہوں گے۔ غرض ساری رعایا میں ہاہاکار کا شور مچ رہا ہوگا۔ اور آپ کے رحم دل راجہ صاحب کسی کی فریاد نہیں سنتے ہوں گے۔ مالداروں، سوداگروں اور مقتولوں کے وارثوں کی فریاد کوئی بھی نہیں سنتا ہوگا۔ کہیں بھی امن وامان کی جگہ بیٹھنے کو نہیں ملتی ہوگی۔ انصاف سے کہئے کہ ایسے خیالات کا انسان کبھی راجہ بننے کے قابل ہو سکتا ہے جو جرائم پیشہ لوگوں کا حامی ہو۔ ان کی حمایت کرکے تمام رعایا پر ظلم جائز رکھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا رحم دل انسان راجہ ہونے کے قابل نہیں۔ اسے فوراً گدی سے اتار دینا چاہیے۔ چہ جائیکہ ایسے شخص کا اس انسان سے مقابلہ کیا جائے جس نے اپنی تمام رعایا کے مال وجان کی حفاظت کی۔ امن وامان قائم رکھنے کے لئے قانون بنائے۔ جابجا پہرے مقرر کیے۔ خود لوگوں کے گھروں میں پھر پھر کر حالات کی تفتیش کی ہمیشہ مظلوموں کی حمایت کی۔ زیردستوں کے ساتھ سلوک کئے۔ شفاخانے کھولے اور مدرسے بنائے۔ وغیرہ

لالہ جی! معاف کیجیے۔ ابھی آپ کو مقابلہ کرنے کا بھی ڈھنگ نہیں آیا۔ اگر ڈھنگ آتا تو ایسی بے تکی بات نہ لکھتے۔ جس سے آپ کا ممدوح بھی بدنام ہوتا ہے۔ مہاراج اشوک کے متعلق آپ کے مذکورہ بالا فقرے حقیقت میں ان کی بدترین مذمت ہیں۔ آپ کو ذرا بھی خیال نہ آیا۔ کہ آپ ایک راجہ کے حالات لکھ رہے ہیں۔ یا کسی سنیاسی کے جسے صرف اپنی چادر اور لنگوٹی کے سوا کسی چیز کا فکر نہیں ہوتا۔

اگر بقول آپ کے مہاراج اشوک کی یہی حالت تھی تو فاروق اعظم جیسے رعایا پرور اور عدل گستر کامیاب شہنشاہ کے ساتھ ان کی زندگی کا کیا مقابلہ۔ جس طرح ایک چھوٹا سا ذرہ آفتاب کا مقابلہ نہیں کر سکتا اسی طرح مہاراج اشوک بھی حضرت عمر رضی اللہ کے مقابل نہیں آسکتے۔ مہاراج اشوک کی رحمدلی کے متعلق آپ کا مذکورہ بالا بیان بھی سچا نہیں۔ بالکل بے سروپا ہے۔ خود آپ اسی تاریخ کے صہ ۲۹ پر دشنوگپت کے حالات میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"اور ممکنات سے ہے کہ وہ بدھ لوگوں کی سختی سے بھاگ کر ٹکشیلا میں جہاں ابھی تک بدھ دھرم کا زور نہ تھا۔ پناہ گزین ہوا ہو"

آپ کے اس بیان سے اتنا تو ضرور ثابت ہو گیا کہ بدھ لوگ جن میں اشوک مہاراج بھی شامل ہیں اپنے مذہبی مخالفوں پر اس قدر سختی کرتے تھے کہ وہ بیچارے اپنا عزیز وطن چھوڑنے پر بھی آمادہ ہو جاتے تھے۔ وشنوگپت برہمن نے بھی بدھوں کی سختی سے تنگ آکر اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہا اور ٹکشیلا میں آکر سکونت اختیار کی۔ کیوں لالہ جی! قاتلوں، سفاکوں، چوروں، راہزنوں کے ساتھ تو بقول آپ کے رحمدلی کا برتاؤ اور اپنے مذہب کے مخالفوں پر اس قدر جبر وظلم؟ یہ کہاں کی رحمدلی ہے کیا مہاراج اشوک کے انہی اوصاف کی بنا پر آپ نے ان کا حضرت عمر رضی اللہ کے حالات سے مقابلہ کیا تھا؟

مہاراج! ایسے راجوں، مہاراجوں کا مقابلہ اپنی ہی قوم کے راجوں مہاراجوں سے مقابلہ کیا کیجیے۔ بیچارے مسلمانوں پر نزلہ گرایا کیجیے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ اس مقابلہ میں آپ کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اپنی ہی قوم کو جس نے کبھی تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کا نام نہیں سنا سچے جھوٹے افسانے لکھ کر خوش کر لیا کیجیے۔ اگر آپ مسلمانوں کے منہ آئیں گے تو یاد رکھئے منہ کی کھائیں گے اور آپ کی تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

(محمد عصمت اللہ)

رویت ہلال لاہور میں چاند ہفتہ کو دیکھا گیا۔ منشی فتح حسین صادق کشمیر سے لکھتے ہیں کہ یہاں چاند جمعہ کو دیکھا گیا ان کے ایک دوست نے کرمان (ایران) سے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ — ۲۵ رمضان ۱۳۴۵ھ — نمبر ۱۳

آریہ سماج کے تبلیغی مرکز

گوروکل کانگڑی کے چشم دید حالات

جوش و خروش کے مظاہرے

(۱)

امسال ہمیں گوروکل کانگڑی (ہردوار) کے سالانہ جلسہ میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔ جو کچھ ہم نے وہاں دیکھا اس کا پورا پورا نقشہ الفاظ میں کھینچنا مشکل ہے۔ مسلمان یہ سمجھے بیٹھے ہیں اور آج سے پیشتر ہم خود بھی یہی خیال کرتے تھے۔ کہ گوروکل کانگڑی آریہ سماج کا ایک معمولی کالج ہے۔ جہاں تبلیغ و اشاعت مذہب کے لئے معمولی مشنری تیار کئے جا رہے ہیں۔ لیکن اس سال کے جلسہ میں شامل ہو کر اور اس جوش و خروش اور اس خطرناک ذہنیت کو جو اس کالج اور اس سالانہ میلہ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آریہ اور ہندو قوم میں پیدا کی جا رہی ہے۔ دیکھ کر جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ گوروکل میں ایک ایسی نسل تیار کی جا رہی ہے جس کی زندگی کا واحد مشن یہ ہے اور یہی ہوگا کہ اسلام کو ہندوستان سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ جو آئے دن بعض سرگرم آریوں کی زبان سے ہم سنا کرتے ہیں کہ آریہ سماج اوم کا جھنڈا ہر مسجد پر گاڑ کر رہے گا۔ اور ہم اس کو ایک ناممکن بات سمجھ کر ہنس دیا کرتے ہیں۔ یہاں کے حالات مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے اشتعال انگیز الفاظ کسی ہنگامی خطیبانہ جوش کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ ایسے خیالات کی پختہ دید اور ان کو عمل میں لانے کی تجاویز گوروکل میں ہوا کرتی ہیں۔ اور ان خیالات کی صدائے بازگشت کبھی کبھی آریہ پرچارکوں کی زبان سے سنائی دیتی ہے۔ گوروکل کانگڑی کے نام کے لحاظ سے تو شاید ایک شخص یہی سمجھے کہ اس گوروکل کا سالانہ جلسہ محض ایک تعلیمی کانفرنس ہوگا۔ لیکن آریہ مقررین کی شرر افشان اور زہر آلود تقاریر یقین دلا دیتی ہیں کہ اس جلسہ کی اہم غرض یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہندو قوم کی ذہنیت کو خطرناک طور پر مسموم کر دیا جائے۔

بھجن منڈلیوں کو دیکھو تو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گیت گا گا کر قوم کو ابھار رہی ہیں۔ لیکچراروں کو دیکھو تو وہ غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں سے مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا رہے ہیں۔ یہ محض دعاوی نہیں ہیں۔ بلکہ ہم ان واقعات کا اظہار کر رہے ہیں جو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور کانوں سے سنے۔ مثال کے طور پر دیکھئے ۱۷ مارچ کو ایک بھجن منڈلی نہایت جوش و خروش سے یہ گیت کیمپ میں گاتی پھرتی تھی۔

چلی سی جد نادر شاہی — بہت مسلماں ہو گئے بھائی

دین دین کی تیغ چلائی — ہن انہاں نوں موڑ لیاؤ

بھرد یو حسنرا انہ توں — ہن ڈبدی قوم بچاؤ

شدھ ہونا چاہیں ملکانے

مسلم ہوئے خلاف دھرم کے

جوش پھیلا ندے بے ملانے

لکھاں مارے ہندو بھائی — ہو گئے مسلمان عیسائی

ہندوؤ وا تے عقل نہ آئی — کیوں اپنے لال گنواؤ

ہن ڈبدی قوم بچاؤ

اسی بھجن منڈلی نے یہی گیت سٹیج پر آ کر گایا۔ اور تمام مجمع دہراتا تھا۔

۱۷ مارچ کو پنڈت دیو شیور ساتک گوروکل نے تو خوب ہی لوگوں کو کہ مالا بار سے لیکر سوامی شردھانند کی ہتیا تک باتیں ہو جاتی ہیں لیکن پھر بھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ چپ رہو۔ شانت رہو۔ کوئی کمی اس دھرم میں ہے جو ان باتوں کو کراتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام اور عیسائیت ہمارے دشمن ہیں۔ ہمیں ان سے لڑائی لڑنا ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسے آدمیوں کو مار ڈالنا چاہئے جو سمجھانے سے نہ سمجھیں۔ جو راج میں رکاوٹ ہوں۔ یہی ویدک دھرم کی فلاسفی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہندو دھرم میں کوئی کمی نہیں۔ صرف کچھتر (چھتری) دھرم کی کمی ہے۔ اسے پیدا کرنا چاہئے آج ہمیں یوگی تلوار اٹھانے والوں کی ضرورت ہے۔ یوگی ہوں اور تلوار اٹھانے والے ہوں۔ ہندو جاتی کو بیکار سنیاسیوں کی ضرورت نہیں ہے"

انہی پنڈت جی نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو اکساتے ہوئے کہا۔

"قرآن کے اندر یہ لکھا ہے کہ ان لوگوں کو مار دو جو خدا کے اوپر اور پرافٹ (پیغمبر) کے اوپر بلیو (ایمان) نہیں کرتے۔ اسلام کا یہ حکم ہے کہ جس کا وچار (خیال) ہمارے ساتھ نہ ملے اسے قتل کر دینا چاہئے۔"

آریہ سماج ہندوستان میں مسلمانوں کو دیکھنا چاہتی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ انہی پنڈت صاحب کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے:۔

"ستیارتھ پرکاش میں سوامی جی نے لکھا ہے کہ جب تک ملک میں ایک دھرم ایک بھاشا اور ایک قوم نہ ہوگی اس وقت تک ملک کی انتی نہیں ہو سکتی۔ آریہ سماج کا مشن یہ ہے کہ آریہ سماج کا پرچار کر کے ہندوستان میں ایک وچار ایک دھرم کر دینا۔ یہی سوامی دیانند نے ہمیں سمجھایا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ایک آریہ سماجی آریہ سماج کا مشنری ہو۔ تب بھارت ورش کی انتی ہو سکے گی۔"

پنڈت شانتی سروپ فرخ آبادی نے جسے جنم کا مسلمان بتایا جاتا ہے۔ نہایت ہی پرجوش الفاظ میں اسلام اور مسلمانوں کی مذمت کی اور ہندوؤں کو شدھی کے لئے برانگیختہ کیا۔ اس کی تقریر کے بعض اہم حصے یہ ہیں:۔

"ہندوستان نرگ بن رہا ہے۔ اور ہزاروں گئویں ماری جاتی ہیں۔ اگر ان سات کروڑ مسلمانوں کو جو گئو بھاکشک ہیں شدھ کر لو تو یہ سب گئو ہتیا بند ہو جائے۔"

مسلمانوں کے فرضی مظالم بیان کرنے کے بعد سناتن دھرمیوں کو اس طرح مخاطب کیا۔

"اے سناتن دھرمیو! اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر تمہیں مسلمانوں کے کٹار سے ڈر آتا ہے تو تم صرف پیسہ دو۔ آریہ سماجی جان دیں گے۔ پھر بیڑا پار ہو جائے گا۔ سناتن دھرمی لٹ رہے ہیں ان کی عورتوں کی بے عزتی ہو رہی ہے۔ لیکن انہیں کچھ ہوش نہیں۔"

اس کے بعد ہندو عورتوں اور بچوں کے اغوا کی طرف اشارہ کر کے بیان کیا:۔

"جب تک مسلمان ہیں ڈکیتی ہوتی رہے گی۔ پس ان ڈاکوؤں کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ تاکہ نہ ڈاکو ہوں اور نہ ڈاکہ اور چوری ہو۔ ۔ ۔ ۔ مسلمان جانتے ہیں کہ آریہ سماجی شیر ہیں۔ اس لئے وہ آریوں سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس محلہ میں دو چار آریہ سماجی رہتے ہوں اس میں پہنچتے ہی حسن نظامی کا چیلا اور اس کا ہوا تو مزدور ہو جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج ٹھان لو۔ کہ ہم ان سات کروڑ مسلمانوں کو ہضم کر لیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ کیوں ہے۔ اس لئے کہ اشاعت اسلام کا کام رنڈی بھڑوؤں سے لیا جاتا ہے"

غرض اس جلسہ میں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کا ایک طوفان اٹھ رہا تھا۔ ایسی منافرت خیز اور اشتعال انگیز تقریروں کا جہلا پر جو کچھ اثر ہو سکتا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ پنڈت شانتی سروپ کے لیکچر کے بعد ایک جاہل آریہ ایک دوسرے آریہ سے یہ کہہ رہا تھا۔ کہ آج پنڈت شانتی سروپ نے یہ لیکچر دیا ہے کہ جو مسلمان ملے اس کا سر کاٹ دو۔ کاش خدا اس قوم کو خدا سمجھ دے۔ اور یہ اس خطرناک روش سے باز آئے۔

ایک طرف ہمارے آریہ دوستوں کی یہ حالت ہے کہ دوسری طرف مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ جس جلسہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ زہر اگلا جا رہا تھا اور اسلام کو ہندوستان سے حرف غلط کی طرح مٹا دینے کی تجاویز ہو رہی تھیں وہاں سوائے پیغام صلح کے نمائندے کے اور کسی مسلمان اخبار کا [illegible] بھی اسے اپنے حریفوں کی سرگرمیوں سے واقفیت پیدا کرنے کا خیال تک نہ ہوا اس کا مستقبل معلوم۔ اگر مسلمانوں کا کوئی ایسا عظیم الشان جلسہ ہوتا تو ایک چھوڑ دس ہندو رپورٹر پہنچتے۔

ہندو ریاستوں میں اندھیر

اس وقت بعض ہندو ریاستوں میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب سنگھٹنیوں نے اپنے ناپاک مقاصد کے لئے ہندو ریاستوں کو انتخاب کیا ہے۔ اندور میں مسلمانوں پر جو ہولناک مظالم توڑے گئے ہیں اور توڑے جا رہے ہیں۔ وہ بعض آریہ پرچارکوں کی شر انگیز اور نفرت خیز تقاریر کا نتیجہ ہیں۔ فسادات اندور کے متعلق سید غلام بھیک نیرنگ۔ مولانا مظہر الدین ایڈیٹر الامان اور مولانا محمد عرفان کا جو متفقہ بیان شائع ہوا ہے اس سے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ سنگھٹنیوں کے دم قدم کی برکت ہے۔ مسلمانوں کی گرفتاریاں اور تلاشیاں ابھی تک جاری ہیں۔ معزز سے معزز مسلمانوں کو مقدمات میں پھنسایا جا رہا ہے۔ غرض یہ کہ مسلمانوں پر خوف و دہشت طاری ہے۔ ابھی یہ رونا ختم نہ ہوا تھا کہ ریاست جودھپور سے اسی قسم کے ایک فساد کی خبر آگئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں آریوں نے ایک جلوس نکالا اور بڑی مسجد کے سامنے نماز کے وقت ڈٹ کر باجہ بجایا اور شور و غل مچایا۔ مسلمانوں نے نہایت سنجیدگی سے منع کیا کہ یہ وقت نماز کا ہے اس وقت باجا بند کر دو۔ لیکن سنتا کون تھا۔ وہاں تو نیت میں پہلے ہی سے فتور تھا۔ جوشیلے آریوں نے ان پر جھٹ حملہ بول دیا۔ اور مسجد میں سنگ باری شروع کر دی۔ جس پر فساد برپا ہو گیا دو درجن سے زیادہ اشخاص زخمی ہوئے ہیں۔ ریاست الور سے یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ لچھمن گڑھ واقعہ ریاست الور کے ہندو منصف صاحب نے سنگھٹنیوں کی انگیخت سے تین مسلمان واعظوں کو محض اس بنا پر رات بھر حوالات میں بند رکھا کہ انہوں نے مسجد میں مسائل دینیہ کے متعلق وعظ کہا تھا اور اب مقدمہ کا چالان الور کر دیا ہے۔ مہاراجہ صاحب الور انصاف پسند فرمانروا ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ ایسے سنگھٹنی حکام کو حدود ریاست میں ایسی ظالمانہ کارروائیوں سے باز رکھیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو والیان ریاست نہیں تو ان کے حکام ضرور سنگھٹنی پروپیگنڈا سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ہر طرح سے دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ یہ ایک سوال ہے جس کا حل جلد سے جلد مسلمانوں کو کرنا چاہئے۔ ورنہ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کی خیر نظر نہیں آتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنگھٹنی آریہ مسلمانوں کو [illegible] کے مجوزہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی ابتدا ہندو ریاستوں ہی سے کرنا چاہتے ہیں اور یہ جملہ واقعات اس خطرناک پروگرام کا پیش خیمہ ہیں۔

لاہور میں بالمیک کانفرنس

ہندوؤں کی حساب دانی مشہور ہی ہے آج سے پیشتر ان کی حساب دانی سود اور سود در سود تک محدود تھی لیکن اب انہوں نے ایک اور میدان میں قدم رکھا ہے۔ وہ ہے مردم شماری۔ اب شب و روز وہ یہی حساب لگاتے رہتے ہیں کہ ہندو کتنے بڑھے اور کتنے گھٹے۔ جس اخبار کو اٹھاؤ وہ یہی اعداد و شمار پیش کر رہا ہے۔ جس لیڈر کو دیکھو وہ یہی رونا رو رہا ہے کہ ہندو گھٹ رہے ہیں اور مسلمان بڑھ رہے ہیں۔ تم اچھوتوں کو اپناؤ اور اپنی تعداد بڑھاؤ۔ غرضیکہ ہر کس و ناکس اور ہر چھوٹا اور بڑا اسی گنتی کے پھیر میں ہے۔ دہلی کا معاصر "تیج" لکھتا ہے کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک دس سال میں ایک ڈیڑھ لاکھ آدمی ہندو دھرم کو تلانجلی دے کر اسلام میں چلے گئے ہیں ہندوؤں کو خبردار ہو جانا چاہئے اس گھاٹے کو دیکھ کر ہندوؤں کی تعداد بڑھانے کے لئے آریوں نے ایک نئی ترکیب سوچی ہے وہ یہ ہے کہ تمام ساتنیوں۔ چوڑوں چماروں بٹوالوں میگھوں۔ بھیلوں اور گونڈوں کو ہندو بنا لیا جائے۔ اس غرض کے لئے رنگ برنگ کی تحریکیں اور انجمنیں قائم کی گئی ہیں۔ جن کے روح رواں آریہ پرچارک ہی ہیں۔ کہیں دیانند دلت ادھار منڈل بنا رکھا ہے۔ اور کہیں بالمیک کانفرنس آریہ پرچارک عجیب عجیب اور رنگ برنگ کے بھیسوں میں ان سادہ لوح لوگوں میں گھس کر کام کر رہے ہیں۔ لیکن ہم سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

چنانچہ چوڑوں کو ہندو بنانے کے لئے بالمیک کانفرنس قایم کی گئی ہے۔ اب ۹ سے ۲۵ مارچ تک اس کانفرنس کا لاہور میں اجلاس ہوا۔ جس میں پنجاب کے مختلف اضلاع سے بالمیکی بھنگیوں کو مدعو کیا گیا۔ ہمارے خیال میں یہ سب نمائشی کارروائی ہے۔ ہندو اچھوت اقوام کو نہ برابری کے حقوق دے سکتے ہیں۔ اور نہ دیں گے۔ اور جب تک یہ نہ ہوگا اس وقت تک اچھوتوں کا ہندو مذہب میں رہنا مشکل ہے۔ اچھوت ناحق اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ان کے لئے ایک ایسا دروازہ کھلا ہے جس میں داخل ہوتے ہی سب امتیازات مٹ جاتے ہیں اور جہاں پکار پکار کر کہا جا رہا ہے۔

ذات پات نہ پوچھے کو ؛
ہر کو بھجے سو ہر کا ہو ؛

وہ شاندار دروازہ اسلام کا ہے۔ پس اچھوت اگر اپنی نجات چاہتے ہیں تو اس میں داخل ہو جائیں۔

مسلمانو! ضلع گورکھپور کی خبر لو

سیٹھ جگل کشور برلا نے جہاں صوبہ متحدہ کے بعض دوسرے اضلاع میں تحریک شدھی جاری کرنے کے لئے رقوم منظور کر رکھی ہیں وہاں ضلع گورکھپور کے لئے بھی ہر ماہ ایک معقول رقم دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس ضلع میں آریوں نے ایک اودھم مچا رکھا ہے۔ رودر پور کا ہندو رئیس مسلمانوں پر جو ظلم و ستم توڑ رہا ہے اور شدھی کے لئے انہیں جس طرح مجبور کر رہا ہے اس کا ذکر بارہا پیغام صلح میں آ چکا ہے۔ اب آریوں نے ایک اور مقام موضع لنگی تحصیل ہاٹا میں اسی قسم کی جبرہ دستیاں شروع کی ہیں۔ موضع مذکورہ کے بہت سے مسلمانوں کے دستخطوں سے اخبار مبلغ میں ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ اس گاؤں میں آریوں نے دن دہاڑے زبردستی ایک مسجد گرا دی ہے اور اب مسلمانوں کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ :۔ "یا تو شدھ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہیں اجاڑ دیں گے" یہ حالات صاف بتا رہے ہیں کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی قلت ہے وہاں سنگھٹنی غنڈے اس بات پر تل گئے ہیں کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے ضرورت ہے کہ مسلمان اس مشکل کا کوئی علاج سوچیں۔ محض اخبارات میں شور مچانے سے کچھ نہیں بن سکتا۔ کوئی عملی صورت تجویز کرنی چاہیئے۔ برادران وطن کی متحدہ و منتظمہ کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو جس طرح بن پڑے اسلام سے برگشتہ کر دیا جائے اور ہماری حالت یہ ہے ؎

یوں قفس سے جور دست باغباں دیکھا کئے
آشیاں اجڑا کیا ہم بے زباں دیکھا کئے

آریہ سماج کا چھٹا شہید

سناتن دھرمیوں میں ایک لیڈر پنڈت نیک رام شرما جو کہنے کو تو سناتن دھرمی ہیں لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نیش زنی کرنے میں آریوں کے گرو ہیں ان کے اکثر عقائد بھی وہی ہیں جو آریوں کے ہیں۔ لیکن کسی مصلحت سے اپنے آپ کو سناتن دھرمی ہی ظاہر کرتے ہیں۔ شادی بیوگان اور جنم کے عیسائیوں اور مسلمانوں کی شدھی سناتن دھرمیوں کے نزدیک جائز نہیں لیکن یہ سناتنی تاآریہ پنڈت دونوں باتوں کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کا پرچار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آریہ ان سے خوش ہیں۔ اور سناتن دھرمی ناراض۔ بھوانی میں انہوں نے لیکچر دیا۔ کہ ہندو بیواؤں کی دوبارہ شادی کی جائے۔ براہمنوں اور مہاجنوں نے ان کا بائیکاٹ کرنا چاہا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ آخر [illegible] نے ان کو سیدھا کرنے کے لئے دوسری تجویز سوچی یعنی ان کے گھر پہنچ کر انہیں خوب پیٹا۔ اگر ان کا بھائی موقع پر نہ پہنچ جاتا تو انہیں "آریہ سماج کا چھٹا شہید" ہونے کا ضرور فخر حاصل ہو جاتا۔ یہ ان کی بدقسمتی ہی کہنی چاہیئے کہ وہ شہادت کے دروازہ تک پہنچتے پہنچتے رہ گئے۔ دوسرے روز ان کے گھر میں خشت باری بھی کی گئی۔ ایک گلی سے وہ گزر رہے تھے کہ ایک برہمن لاٹھی لے کر ان کے پیچھے دوڑا۔ لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔

اخبار "پرتاپ" نے اپنی ۱۵ر جنوری کی اشاعت میں دعوے کیا تھا کہ "اختلاف مذہبی کی بنا پر دوسرے پر حملہ کرنا ہندو کی سرشت [illegible]" اور تازہ مثال ہے۔ اب مہاشہ پرتاپ تبلائے کہ کیا یہ حملہ پنڈت نیک رام شرما پر ہوا ہے۔ یہ مذہبی اختلاف کی بنا پر ہوا ہے یا کوئی بہی کھاتہ کا جھگڑا تھا؟

پنجاب گورنمنٹ اور ہندو اخبار

لاہور کے ہندو اخبار گورو گھنٹال نے بعض مسلمان بادشاہوں کے متعلق نہایت ناپاک الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ غازی محمد بن قاسم فاتح سندھ کے متعلق اپنے ہولی نمبر مورخہ ۲۱ر مارچ میں لکھتا ہے "شیطان سیرت محمد بن قاسم" یہ خیر سے سرخی ہے آگے تمہید میں لکھا ہے :۔

"جو لوگ آج محمد بن قاسم جیسے ظالم بلکہ شیطان سیرت انسان کی یادگار منانے پر زور دے رہے ہیں وہ کل کو محمود تیمور علاؤالدین اورنگ زیب اور نادر شاہ جیسے ظالم بے رحم ڈاکوؤں کی یادگار منانے کے لئے بھی تیار ہو سکتے ہیں"

اگر کوئی مسلمان اخبار نویس کرشن، رامچند، وسرتھ اور بکرا جیت وغیرہ کے متعلق یہی الفاظ "شیطان سیرت" اور "ڈاکو" استعمال کرتا تو خدا جانے اس پر کیا آفت آ جاتی لیکن ہندو اخبار کی اس بکواس اور یاوہ گوئی پر حکومت پنجاب خاموش ہے۔ کیا ہم حکومت پنجاب کے ذمہ دار حکام سے دریافت کر سکتے ہیں کہ ان کی یہ خاموشی کس مصلحت پر مبنی ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ بعض ہندو اخبارات کی یہ بدزبانیاں کہیں نقض امن عامہ کا باعث نہ بن جائیں۔

آریوں کی اشتعال انگیزیوں پر
مسلمانان لاہور کا اظہار نفرت

۲۷ر مارچ کو ۲ بجے باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں شیخ نیاز محمد صاحب پلیڈر ہائیکورٹ کی صدارت میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مشہور مناظر اسلام مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت نے اسلام اور ویدک دھرم کے موضوع پر ایک دلچسپ تقریر کی فاضل مقرر نے بتایا کہ یہ جو آریہ سماجی کہتے ہیں کہ اسلام نے جو کچھ لیا ہے وہ ویدوں سے لیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن سے اسلامی توحید کی افضلیت و جامعیت بیان کرنے کے بعد ویدوں کے متعدد حوالہ جات پیش کر کے ثابت کیا کہ ویدوں میں توحید کی تعلیم ہے ہی نہیں۔ تو آنحضرت صلعم یا اسلام ان سے کیا لیتے۔ ویدوں میں تو دیوتا پرستی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اسلام میں توحید کی۔ پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ اسلام نے توحید کی تعلیم ویدوں سے لی۔ مولانا کی تقریر کے بعد پنڈت قادر بخش صاحب نے جنہیں آریوں نے گورو کل میں چند گھنٹے جبراً بند رکھا تھا اپنی گرفتاری اور حراست کے واقعات بیان کئے اور مسلمانوں کو غیرت دلائی کہ شردھانند کے قتل سے متاثر ہو کر ہر طبقہ اور ہر خیال کے ہندو گئو پرستی پر متحد ہو گئے ہیں۔ کیا تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جمع نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ایڈیٹر اخبار پیغام صلح نے گورو کل کانگڑی کے چشم دید حالات بیان کئے۔ اور بعض آریہ مقررین کی تقریروں کے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ آخر میں صاحب صدر نے مسلمانوں کو پرزور اپیل کی کہ وہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کمر کس کر باندھیں۔ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور انجمن تبلیغ الاسلام اسلامیہ اور انجمن تبلیغ و اشاعت اسلام لاہور تینوں انجمنوں کی تن من دھن سے مدد کریں۔ آخر میں صاحب صدر نے حسب ذیل قرارداد پیش کی جو [illegible] رائے سے منظور ہوئی۔

مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ ان اشتعال انگیز اور منافرت خیز دل آزار تقریروں کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ جو اس سال گورو کل کانگڑی کی سلور جوبلی کے موقع پر آریہ مقررین کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی گئیں۔ اور ان میں مسلمانوں کو ہندوستان سے مٹا دینے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق کو استعمال کرنے پر زور دیا گیا۔ اور حکومت کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ اس پر مناسب قانونی کارروائی کرے۔ اور آریہ [illegible]

بقیہ صفحہ پانچ کالم ۲

ایک آریہ حکیم مکندی لال نے جو ان لوگوں میں کام کر رہا ہے تین ٹریکٹ لکھے ہیں۔ ایک کا نام ہے "بالمیکی جاپ"۔ اس میں [illegible] دم ہی کی مہما بیان کرتے ہوئے بالمیکیوں کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ صبح و شام اس کا جاپ کیا کریں۔ دوسرے ٹریکٹ کا نام "بالمیکی بھجن" ہے۔ اس میں بالمیکیوں کو ہندو دھرم میں رہنے اور اسلام عیسائیت وغیرہ میں نہ جانے کی تلقین کی گئی ہے۔ بھجنوں کا نمونہ یہ ہے۔

اپنا باپ چھوڑ کر جاویں
دوجا جا کر باپ بنا دیں
ان کا نہیں اعتبار اسنے گورو بناں
بنے مسلی جو عیسائی
بری ہو گئی ان سنگ بھائی
مالک دے دربار۔ اپنے گورو بناں

بھجن نمبر ۶

اسیں گلاں نہیں بناو انگے ؛ اسیں کر کے کم دکھاونگے
اسیں بالمیک گن گاو انگے ؛ گئو ماتا نوں سیس جھکاونگے
گئو ماتا ہے سانوں پیاری ؛ کرانگے رکھشا اسدی بھاری
اپنے سیس کٹاوانگے ؛ اسی گلاں نہیں بناونگے
گیدھ بھکشک جو بن گئے بھائی ؛ بہت مسلمان اتے عیسائی
مسلمانوں شدھ کراوانگے ؛ اسیں گلاں نہیں بناونگے
دکھشا جے کرنی چاہو ؛ سب نوں ہندو جلد بناو
خوشیاں پھیر مناوانگے ؛ اسیں گلاں . . . .
کہے مکندی لال مسافر ؛ اسیں بھی گئو ماتا دی خاطر
سیدھ سیدھ نوں کٹواوانگے ؛ اسیں گلاں . . . .

اس ٹریکٹ کے آخر میں بالمیکیوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ جب کوئی پوچھے کہ تم کون ہو تو جواب دو "بالمیکی ہندو"۔ "سب ہندو دھرم کو اپنا دھرم سمجھو"

(الف) اس کی رکھشا کے لئے اپنے سروں پر چوٹیاں رکھو۔
(ب) اپنے نام ہندو رکھو
(ج) گئو۔ براہمن کی پوجا کرو۔ اور اپنے گھر میں بیاہ براہمنوں سے کرایا کرو
(د) مردار یا گئو ماس کھانا بالمیک جی کے دھرم کے انوسار بڑا پاپ ہے۔
(ہ) مردے جلانا بالمیک دھرم کا سب سے بڑا انگ ہے"

گورکھی زبان میں یہی بھجن اور ہدایات بالمیکیوں کو مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ ان ہدایات میں حلال خوروں کو ہندو بنانے کے لئے [illegible] ہے وہ کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں۔ مسلمان ابھی تک خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا ورد محض زبان سے کر رہے ہیں۔ اور عملاً کچھ بھی نہیں کر رہے۔ کیا ان کے لئے ان سرگرمیوں میں کچھ بھی سبق نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری
مفت

کون مسلمان ہے جس کو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی کے حالات معلوم کرنے کا شوق نہیں لیکن طالب علموں اور عام مسلمانوں کو ضخیم سوانحعمریاں پڑھنے کا موقع نہیں ملتا لہذا ان کے لئے ذکر مبارک جیسی مفید و مستند سوانحعمری کا مطالعہ مناسب ہوگا۔ جس کے [illegible] کرانے کی سعادت علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کو حاصل ہے۔

ذکر مبارک میں ولادت سے وفات تک حضور کے تمام حالات احتیاط و اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ کوئی ضروری و خاص واقعہ نظر انداز نہیں کیا ہے۔ تمام غزوات و ازواج مطہرات و اولاد کے پاکیزہ حالات بھی صحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

ضخامت مع دیباچہ و فہرست مضامین ۱۴۸ صفحہ ہے جو صاحب منگوانا چاہیں وہ محصول ڈاک کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجدیں۔ بغیر محصول ڈاک وصول ہوئے کتاب روانہ نہیں کی جائے گی۔

کتاب منگانے کا پتہ

بھنگیوں کو ہندو بنانا چاہیئے
سنگٹھنی فوج میں بھنگیوں کی بھرتی
ریکروٹنگ افسروں کی حوصلہ افزا تقریریں

سرونٹس آف دی پیپل سوسائٹی نے ۲۰ مارچ کو لاہور میں بالمیک کانفرنس کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی جس میں پنجاب بھر کے سرغنہ بھنگیوں کو جمع کیا گیا۔ بریڈلا ہال میں جلسہ ہوا۔ جو قابل ذکر ہندو اس جلسہ میں شامل ہوئے ان کے نام یہ ہیں: - لالہ دونی چند صدر کانگرس کمیٹی لالہ دونی چند انبالوی۔ پنڈت پرس رام۔ کماری لجیاوتی۔ لالہ شو دیال رائے۔ ڈاکٹر گوپی چند بھارگو۔ لالہ لاجپت رائے۔ بھائی پرمانند۔ نند کشور۔ دھرم داس سوری۔ مسز سروجنی نیڈو۔

کہنے کو تو یہ کانفرنس بھنگیوں کی اصلاح کے لئے بلائی گئی تھی۔ لیکن جو تبلیغ و اشاعت وہاں کی گئی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کی اصل غرض یہ تھی کہ بھنگیوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ تم ہندو ہو اور ہندو لوگ ہر طرح تمہارے خیرخواہ اور مددگار ہیں۔ اس لئے تمہیں اپنے آپ کو ہندو کہنا چاہیئے۔ اور کبھی بھی اسلام اور عیسائیت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر گوپی چند نے کہا کہ کل کے جلوس کو دیکھ کر بعض لوگ یہ اعتراض کر رہے تھے کہ دیکھو کانگرس والے بھی اب شدھی کا کام کرنے لگ پڑے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کانگرس میں شامل ہو کر مذہب کو تلانجلی نہیں دے دی جاتی۔ ہر شخص جو کانگرس میں ہے ہندو ہو یا مسلمان اس کا یہ حق ہے کہ جس مذہب کو چاہے قبول کرے۔ اور اس کا پرچار کرے۔

ایک طرف بھنگیوں کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ تم ہندو ہو اور دوسری طرف یہ فکر بھی لگا ہوا ہے کہ کہیں یہ لوگ برابری کا دعوے کر کے صفائی کا کام نہ چھوڑ دیں۔ اس لئے ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے ان کو یہ بھی تلقین کی تم میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب بالمیک سبھا بن جائے گی اور ہم تعلیم حاصل کر لیں گے تو اپنا کام چھوڑ دیں گے۔ یہ غلطی ہے۔ یہ خیال آپ کے دل میں کبھی نہ آنا چاہیئے۔ کہ ہم صفائی کا کام چھوڑ دیں گے۔ پھر بھنگیوں کو "مہاتما" جمنا لال بجاج اور "مہاتما" لالہ لاجپت رائے کے درشن کرائے گئے۔ پھر جلسہ کی کارروائی ان تین نعروں سے شروع کی گئی۔ سوامی بالمیک کی جے۔ گئو ماتا کی جے۔ سری رامچندر کی جے۔

سیٹھ جمنا لال کانفرنس کے صدر بنائے گئے۔ آپ نے بھنگیوں کو ہدایت کی کہ اپنے گھروں، برتنوں اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھو۔ شراب اور گوشت خوری کو چھوڑ دو۔ کسی کی جوٹھ نہ کھاؤ۔ بچوں کو تعلیم دو۔ کمسنی کی شادی موقوف کردو۔ اور فرصت کے وقت چرخہ کاتو۔ یا اس قسم کا اور کوئی کام کرو۔ اس کے بعد لالہ لاجپت رائے نے تقریر کی۔ آپ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو اچھوت خود بنا رکھا ہے۔ ہم تمہیں اچھوت نہیں سمجھتے ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ اچھوت بھائیوں کو اپنے ساتھ ملائیں لیکن وہ ہم سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ گویا ہم تمہیں چھونا چاہتے ہیں اور تم ہمیں چھونا نہیں چاہتے۔ نیچ اور اونچ کوئی چیز نہیں۔ سب برابر ہیں۔ سب ایک جیسے ہیں۔ ماں کے پیٹ سے سب برابر پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) شراب چھوڑ دو (۲) مردار نہ کھاؤ (۳) بچوں کو تعلیم دو۔ اگر تمہیں کسی جگہ کوئی تکلیف ہو تو ہمیں آکر بتاؤ۔ ہم تمہاری تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ (۴) بیگار بھی کسی کو مت دو۔ بیگار لینے کا کسی سرکاری ملازم کو تو حق ہی نہیں۔ باقی رہے زمینداران کی بیگار بھی ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن جھگڑا فساد نہ کرنا ہمیں آکر بتاؤ ہم قانون کے مطابق بندوبست کریں گے (۵) تمہیں قرضہ دینے کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ دیہات میں چھوٹے چھوٹے بنک جاری کئے جائیں۔ امرتسر اور گوجرانوالہ کے اضلاع میں ہماری سوسائٹی نے ایسے بنک کھولے بھی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اتحاد سے کام لو تم جتھا بنا کر کام کرو پھر تمہیں کوئی دکھ نہ دے سکیگا یہ خیال نہ کرو کہ ہندو جو تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں تو انہیں تمہاری کچھ ضرورت ہے۔ بلکہ ہم جو تمہیں بلاتے ہیں تو اس لئے کہ تم ہمارے بازو ہو اور ہم تمہارے بازو ہیں۔ کسی کو کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم تمہیں بھائی کہہ کر بلا رہے ہیں۔ ہم تمہارے بھائی ہیں۔ ہم تمہاری ضرورت پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر ہم نہ بھی کر سکیں تو بھائی پن میں فرق نہیں آنا چاہیئے۔ جو پرچارک وغیرہ لوگ کام کرنے کے لئے تمہارے پاس جائیں۔ [illegible] سنگٹھن [illegible]

سنگٹھن بل ہے سنگٹھن طاقت ہے۔ اکیلے کو تو بھیڑیا بھی مار دیتی ہے۔ سنگھٹا بناؤ جس دھرم پر سنگھٹ ہو یا ہندو اس پر قائم رہو۔ اگر تم پر کوئی شخص زیادتی کرے تو سب اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ کرو۔ اگر اپنی سنگھٹا بنالو گے تو ہم بھی تمہاری مدد کریں گے۔ اگر کہیں مدرسہ بنوانا ہو یا کنواں بنانا ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم تمہاری سہائتا کریں گے۔

اس پرجوش تقریر سے متاثر ہو کر ایک بالمیکی بیچ کھڑا ہو گیا۔ اور لالہ جی سے مخاطب ہو کر کہا یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں اگر تم انہیں کنوئیں میں گرنے کا حکم دو تو یہ تیار ہیں یہ سب تمہارے پیچھے ہیں۔

اس کے بعد مسز سروجنی نیڈو نے مختصر سی تقریر کی جس میں بتایا کہ مہاتما گاندھی کو بالمیکی بھائیوں سے بڑی محبت ہے۔ بالمیکی نیچ نہیں ہیں بلکہ سب سے اونچ ہیں کیونکہ وہ دوسروں کی سیوا کرتے ہیں۔

اس موقع پر لالہ لاجپت رائے مسز سروجنی نیڈو اور سیٹھ جمنا لال بجاج ہال سے کسی دوسرے کام کے لئے چلے گئے۔ اور کرسی صدارت پر لالہ دونی چند صدر کانگرس لاہور متمکن ہوئے اس کے بعد پھر جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور ایک بھجن گایا گیا جس میں بار بار یہ مصرعہ آتا تھا۔

سر جاوے تن جاوے میرا ویدک دھرم نہ جاوے

ایک اکالی مسمی بشن سنگھ موضع ہندال تحصیل چونیاں نے ایک پنجابی نظم سنائی جس کے چند مصرعے یہ ہیں

ہن تاں کر دستی خیال او بالمیکی بھراؤ ☆ ستیاچیر ہو یا تسی سوتے
اٹھو ذرا ہن ہوش سنبھال او بالمیکی بھراؤ۔
بہتے ہوگئے عیسائی مسلی ☆ چھری گئواں تے زور دی چلی
آ گیا دھرت بھونچال او بالمیکی بھراؤ
ہن لئے کر دخیال او بالمیکی بھراؤ

اس کے بعد پنڈت رام گوپال شاستری نے حسب ذیل آٹھ ریزولیوشن پیش کئے جو کثرت رائے سے پاس ہوئے۔

(۱) بالمیکی جوٹھا کسی کی نہ کھائیں کیونکہ اس سے روگ پیدا ہوتے ہیں۔
(۲) بالمیکی ہندو ہیں۔ ہندو مردار نہیں کھاتے اس لئے بالمیکی مردار نہ کھایا کریں۔
(۳) بالمیکی گورو بالمیک کے چیلے ہیں۔ بالمیک گئو کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آج کل کی بالمیک ایسے ہیں جو گئو کو ماتا نہیں سمجھتے۔ ان کو چاہیئے کہ آئندہ گئو کو ماتا سمجھیں۔ اور اس کی پوجا کریں اور اسے کبھی ذبح نہ کریں۔
(۴) ہندو مردوں کو جلاتے ہیں لیکن بعض بالمیک مسلمانوں کی صحبت کے اثر سے مردوں کو جلانے کے بجائے دفن کرنے لگ گئے ہیں اس رسم کو بند کرنا چاہیئے آئندہ مردوں کو جلایا جائے۔
(۵) چونکہ تم بالمیکی ہو اس لئے شادی کے وقت ہندوؤں کی طرح تمہارے پھیرے ہونے چاہئیں۔ بعض لوگ مولویوں اور عیسائیوں سے شادی کروا لیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ بالمیکیوں کو چاہیئے کہ آئندہ وہ براہمنوں سے پھیرے دلوایا کریں۔
(۶) ہر بالمیکی شراب چھوڑ دے۔
(۷) شادی بیاہ کے موقع پر کنجریوں کو نہ بلایا جائے۔
(۸) بچوں کو تعلیم دی جائے۔

اس کے بعد ایک وکیل صاحب نے جن کا نام اغلباً نرائن داس تھا ایک پرجوش پنجابی گیت گایا اور یہ تقریر کی کہ تم سب ہندو ہو تم میں ہندوؤں سے بڑھ کر ہندو دھرم کا خیال ہے تم سب اکٹھ (اتحاد) کرو۔ اکٹھ کرنے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں۔ (۱) ایک گورو یعنی سوامی بالمیک کو مانو (۲) پھر ایک پوتھی کو مانو جس طرح بالمیک رامائن کو مانتے تھے (۳) ایک بھجن مانو (۴) ایک ایشور کو مانو۔ پھر کئی لوگ تم سے چھیڑخانی بھی کریں گے ان سے نہ ڈرو۔ اگر کوئی تنگ کرے تو اکٹھے ہو کر اس کا کام چھوڑ دو۔ اس کو عقل آ جائے گی۔ (۵) ہندوؤں کے ساتھ مل کر گئو رکشا کرو (۶) ہندوؤں کے ساتھ مل کر شمشان بھومیوں کی رکھشا کرو۔ ہندوؤں کے ساتھ تمہارا اتحاد تبھی رہ سکتا ہے کہ ان سے مل کر گئو ماتا اور شمشان بھومیوں کی رکھشا کرو۔ اگر کوئی ہندوؤں کا مندر گرانے لگے تو تم بھی ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایسے لوگوں کا مقابلہ کرو۔ اگر کہیں ہندوؤں پر حملہ ہو تو تم ہندوؤں کا ساتھ دو۔ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک بڑی طاقت قائم کرو تاکہ کوئی تمہاری طرف بری نظر سے نہ دیکھ سکے۔

اس زبانی جمع خرچ کے علاوہ ہندوؤں کی طرف سے تحریری پراپیگنڈا بھی جاری ہے۔ چنانچہ [illegible]

مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں

اس خطرہ کی اصلی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کی تعلیم مفقود ہے۔ نہ علوم دین کی باقاعدہ تحصیل نہیں کیجاتی لوگوں میں نہ اتنی قابلیت ہے کہ بڑی بڑی ضخیم مذہبی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اور نہ اتنی فرصت ہے کہ علما کی مجلسوں میں شریک ہوکر مذہبی معلومات بڑہائیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں جن باتوں سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف تھا آج ان سے وہ لوگ بھی آگاہ نہیں جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور لکھا پڑھا سمجھتے ہیں ان کو یہ تک معلوم نہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیئے۔ ہم نے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک بڑی ضخیم کتاب

فلاح دین و دنیا

کے نام سے شائع کی ہے۔ یہ کتاب تمام دینی مسائل پر حاوی ہے۔ مذہب کی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ آپ کو وہ تمام مذہبی باتیں بتائیگی جن کی زندگی میں ضرورت ہوسکتی ہے یہ کتاب نہایت مستند عربی فارسی کتب کا عطر ہے۔ اور ایک زبردست عالم کی تصنیف ہے جس کی تمام مسائل نہایت تصدیق و تحقیق کے بعد درج کئے گئے ہیں معمولی سے معمولی قابلیت کا شخص بھی اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب آپ کے پاس ہوگی تو آپ کو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک متبحر عالم آپ کے گھر میں موجود ہے۔ آپ کو اسلام کا سچا راستہ بھی دکھائے گی اور دنیا کے معاملات میں آپ کی رہبری کریگی۔ بہت مختصر فہرست مضامین یہ ہے

باب اول عقائد اہل سنت والجماعت۔ عرش۔ کرسی۔ لوح و قلم۔ آسمان۔ زمین۔ فرشتے حضرت جبریل و میکائیل۔ اسرافیل و عزرائیل۔ احکام قرآن۔ قبر۔ نکیرین۔ جن۔ شیطان۔ جن سے سوال نکیرین۔ جنون سے سوال قبر۔ شہیدوں سے سوال قبر۔ قیامت۔ حضرت امام مہدی۔ دجال۔ حضرت عیسی کا نزول۔ یاجوج ماجوج۔ مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب۔ دابۃ الارض۔ علامت صغری۔ علامت کبری۔ صور پھونکنے کا ذکر۔ میدان حشر۔ بعث و نشر۔ لوائے حمد۔ شفاعت۔ حساب و کتاب۔ میزان۔ جانوروں کا حساب۔ بس جانور جنت میں جائیں گے۔ امت محمدی سے ستر ہزار بیحساب جنت میں جائیں گے۔ پلصراط۔ حوض و کوثر۔ آنحضرت کا گنہگاروں کی شفاعت کرنا۔ بچوں کا ماں باپ کی شفاعت کرنا۔ حافظ قرآن کی شفاعت۔ دوزخ۔ جنت۔ پیغمبر آنحضرت کی فضیلت۔ ہجرت شریف۔ آپ کی مبارک زندگی کے حالات۔ وفات۔ ازواج مطہرات۔ زمانہ خلافت۔ اولیاء اللہ کا ذکر۔ بیعت پیر طریقت آداب مرید انبیاء۔ صالحین سے استعانت۔ حیات اور موت۔ **باب دوم** عبادات۔ وضو۔ غسل۔ پانی کے مسائل۔ تیمم۔ مسح۔ موزہ۔ ناپاک چیز کا پاک کرنا۔ نماز کے اوقات۔ آداب مسجد۔ اذان۔ نماز میں فرض۔ نماز میں واجب۔ نماز جماعت۔ مفسدات نماز۔ نماز مسافر۔ ریل میں نماز۔ جمعہ کی نماز۔ نماز عیدین۔ نماز نوافل۔ نماز اشراق۔ نماز چاشت۔ نماز فی الزوال۔ نماز تہجد۔ تراویح۔ احکام جنازہ کی نماز۔ فضائل ماہ رمضان۔ روزے کے مسائل۔ چاندی سونے کی زکوٰۃ۔ تجارتی مال کی زکوٰۃ۔ جانوروں کی زکوٰۃ۔ حج۔ شرائط حج۔ **باب سوم** عربی مہینوں کی وجہ تسمیہ اور ان کے وظائف۔ محرم الحرام میں اعمال و وظائف۔ اسمائے بزرگان دین۔ تاریخ رحلت و ولادت ماہ صفر اور اس کے اعمال و وظائف بہائے بزرگان دین تاریخ رحلت و ولادت ماہ صفر اسی طرح بارہ مہینوں کی خصوصیات اور تمام ضروری باتیں بیان کی گئی ہیں **باب چہارم** حلال و حرام جانور و ذبح شکار۔ اس باب میں نہایت تفصیل کیساتھ بحث کی گئی ہے **باب پنجم** حقوق۔ حقوق اللہ۔ حقوق آنحضرت۔ حقوق صحابہ۔ حقوق اہلبیت۔ حقوق علما۔ حقوق پیران طریقت۔ حقوق والدین۔ حقوق اقربا۔ حقوق استاد۔ حقوق اتا۔ حقوق بادشاہ۔ حقوق آقا۔ حقوق غلام۔ حقوق امیر۔ غرض یہ کہ اسی طرح دنیا میں ایک انسان پر جتنے حقوق ہیں وہ سب بیان کئے گئے ہیں **باب ششم** معاشرت۔ آداب دعوت۔ کھانا کھانیکے آداب۔ پانی پینے کے آداب۔ سونے کے آداب۔ آداب لباس۔ حضور کا حلیہ مبارک۔ ریشمی۔ سوتی۔ اونی کپڑوں کے مسائل۔ کپڑوں کے تمام مسائل۔ غرض اسی طرح معاشرت کے متعلق ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے **باب ہفتم** حیات و ممات۔ پیدائش۔ عقیقہ۔ بسم اللہ۔ شادی بیاہ۔ نکاح۔ سہرا۔ دولہا دلہن۔ ولیمہ۔ جن سے نکاح حرام ہے۔ طلاق۔ عدت۔ انتقال۔ تجہیز و تکفین۔ تعزیت۔ وصیت۔ نماز جنازہ۔ دفن میت۔ پکی قبر۔ قبر پرستی۔ فاتحہ۔ خیرات۔ عرس وغیرہ وغیرہ **باب ہشتم** ضروری نصائح۔ اس باب میں تمام ضروری نصائح اور ہدایات درج ہیں۔ اس کے علاوہ تمام زہریلے جانوروں کے کاٹے کا علاج اور ہر مرض کے نسخے درج کئے گئے ہیں اس کے بعد دوسرے ابواب میں قرآن شریف کی فضیلت اور اسکے اعمال درج ہیں پھر ایک باب میں بیان۔ ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج اور مناجاتیں اور وہ تمام باتیں جو مولود شریف کے لئے نہایت ضروری ہیں درج کی گئی ہیں۔ سب سے آخر باب حضرت خواجہ دوسرا غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے حالات مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔)

اس کے علاوہ اور وہ تمام باتیں جو ایک مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس کتاب میں درج ہیں۔ یہ فہرست مضامین بہت مختصر کرکے لکھی گئی ہے اگر پوری فہرست مضامین درج کیجائے تو ایسے آٹھ صفحے درکار ہیں اتنی جامع اور مفید کتاب آجتک اردو میں کوئی شائع نہیں ہوئی۔ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ کاغذ چکنا ولایتی۔ ٹائیٹل ہفت رنگ نہایت خوبصورت جس کے لئے خاص طور پر بلاک تیار کرایا گیا ہے۔ اگر کتاب منگانے کے بعد ناپسند ہو تو فوراً قیمت واپس منگا لیجئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (۴؎)

ملنے کا پتہ منیجر خواجہ بکڈپو نمبر ۶۲ چاند بلڈنگ دہلی

تبلیغ۔ تنظیم و تعلیم کی تحریکیں

مسلمانان ہند کی صلاح اور ہندوستان میں اسلامی خدمت

کے استحکام کے لئے اشد ضروری ہیں۔ ان تینوں تحریکوں کا مشترکہ

طاقتور آرگن اور اسلامی سیاسیات کا رہنما

روزنامہ ہمدم لکھنؤ

ہے جسکو ہر حصہ ملک کے۔ رہنمایان قوم کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ اس کی خبروں کا صیغہ خاص محنت و تلاش سے مرتب کیا جاتا ہے اور تمام حصص ملک کے اہم واقعات کے علاوہ دنیائے اسلام کے ضروری واقعات کا نمونہ ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ ملکی و قومی معاملات میں اہل ہند و اہل اسلام کی بہبودی اور آزادی کی منزل مقصود کی طرف متحدہ قومیت ہند کی پیشقدمی میں اعانت ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے جذبات کی ترجمانی ہمدم کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ چندہ سالانہ ۱۲؎ روپیہ ششماہی ۶؎ سہ ماہی للعہ اور ماہوار عہ۔ نمونہ اس پتہ سے طلب کیجئے۔

منیجر روزنامہ ہمدم، لکھنؤ

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۳ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۶ر اپریل ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۴

غلامِ احمدؐ بدربارِ احمدؐ

(از حضرت مسیح موعود)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

بزمِ احباب

(مرتبہ خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب)

نامہ برلن

ایک اور جرمن کا قبول اسلام

مبلغ اسلام مولانا فضل کریم خان صاحب درانی جرمنی کے پایۂ تخت برلن سے لکھتے ہیں :-

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، شردھانند کے قتل سے جو ناگوار حالات ہندوستان میں پیدا ہوگئے ہیں۔ ہفتہ بعد ہفتہ ہندوستانی اخبار میں پڑھتا ہوں۔ سابق پر تو مجھے افسوس نہیں۔ جو بات ہو چکی وہ ہو چکی اور نہ مجھے غم یا ڈر ہوتا ہے۔ کسی مصیبت کو سامنے دیکھ کر سہم جانا مسلمان کی شان نہیں۔ اگر مسلمان بھی مصیبت کو دیکھ کر سہم جائے تو اس کے اور کافر کے درمیان کیا فرق ہے؟ جو شخص ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہہ چکا وہ تو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر چکا اس کا اپنا کیا رہا کہ اس کو ڈر ہو۔ ڈر نہیں۔ البتہ میرا خون ضرور ابلتا ہے۔ قوم بے زبان ہے اور لیڈروں اور رہناؤں نے قوم کے دل میں ڈر ڈال دیا ہے۔ اور ڈر اور خوف موت کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ فرد واحد اس موت سے بچ جائے تو بچ جائے۔ قوم نہیں بچ سکتی۔ قاتل ہیں اپنی قوم کے وہ لوگ جو قوم کے دلوں میں خوف اور ڈر ڈالتے ہیں۔ پس اے وہ لوگو! جن کے ہاتھوں میں قلم ہے۔ قوم کو اک آگ لگا دو۔ ان کے دلوں اور دماغوں میں ہیجان پیدا کر دو۔ اور ہر ایک طرح کا ڈر ان کے دلوں سے نکال دو۔ میں کہتا ہوں ڈر سے موت ہے۔ قوم کے حوصلوں کو بلند کرو۔ اور کسی کافر سے مت ڈرو۔ مسلمان کا کافر سے ڈر جانا اک ناقابل فہم امر ہے۔ میرا خون ابلتا ہے کہ اے کاش میں بھی اس جنگ میں حصہ لے سکتا۔ جہاد کا موقع ہر روز نہیں ملتا۔ وہ لوگ جو جہاد جہاد پکارا کرتے ہیں۔ آج نکلیں اور اپنے جوہر دکھائیں۔ لیکن اگر جہاد کا مسئلہ محض احمدیوں کو گالیاں دینے کے لئے نکالا ہوا ہے تو خیر پھر کیا کہنا ہے۔

فاصلہ کی دوری سے مجبور رہ کر میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔ بعنقریب ایک اور مستقل رسالہ تیار کر کے بھیج سکوں گا۔ تبلیغ کا کام بھی جاری ہے۔ ہمارا کام تو پیغام کو پہنچا دینا ہے۔ اور حق کے لئے سینوں کو کھول دینا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم پر منحصر ہے میں آپ کو خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ ایک اور سعید روح اسلام کے بابرکت حلقہ میں داخل ہوئی ہے۔ یہ ایک تیس سالہ نوجوان ہیں جو ریلوے میں ملازم ہیں۔ ہمارے رسالہ کو شوق سے پڑھتے رہے ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حق کے لئے سینہ کھول دیا اور تھوڑی سی خط و کتابت کے بعد قبول اسلام کا اعلان لکھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

رسالہ "سلیش ریویو" بڑا کام کر رہا ہے۔ اس کے متعلق عنقریب تحریر کروں گا۔

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے آپ کو پچاس نسخے رسالہ اسلام کے ڈچ ترجمے کے بھیجے ہیں امید ہے کہ پہنچ چکے ہوں گے۔ قرآن مجید کے بلاک نہ پہنچنے کے سبب سے مجھے یہاں نئے بلاک تیار کروانے پڑے۔ کیونکہ یہاں کے نوجوانوں کے جلسہ میں قرآن مجید و دیگر کتب کے اشتہار تقسیم کرنے ضروری تھے۔ یہ اشتہار رسالہ اسلام میں بھی درج کر دیا ہے۔ جو ہالینڈ و دیگر ممالک میں جہاں ڈچ زبان رائج ہے۔ تقسیم ہوگا خدا کے فضل سے گزشتہ دو سال سے میں نے یہاں کے نوجوانوں میں اسلامی روح پیدا کر دی ہے۔ اور ہماری جماعت کے خیالات اور کام سے یہاں کا بچہ بچہ واقف ہو گیا ہے گورنمنٹ کے افسران اور عیسائی مشنری اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ گزشتہ دو سال کے عرصہ میں جاوی نوجوانوں کے خیالات میں تغیر عظیم پیدا ہو گیا ہے۔ اور یہ سب ہماری تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اگر کچھ مخالفت ہے۔ تو عربوں کی طرف سے ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ جاوی لوگ اب ان کے اقتدار سے باہر جا رہے ہیں۔ اس لئے وہ طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل سے انہیں ہر طرح ناکامی ہی ہوتی ہے۔ نئی روشنی کے نوجوان ان کی گرفت سے باہر ہو چکے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں سود خوار اور بداعمال عربوں کی ذرا سی بھی عزت باقی نہیں رہی ہمارا تبلیغی کام جاوا تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہالینڈ اور جملہ مقبوضات ڈچ تک پھیلا ہوا ہے۔ میں آپ کو دو چٹھیاں بھیجتا ہوں ایک یہاں کے بڑے رئیس کی طرف سے ہے۔ اور دوسری ایک ڈچ پروفیسر کی طرف سے جن کے ملاحظہ سے واضح ہو جائیگا کہ کس طرح تعلیم اسلامی مسلم اور غیر مسلم لوگوں پر اپنا اثر ڈال رہی ہے اور کس طرح لوگ ہمارے کام کو عزت اور استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ والسلام۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک مکاشفہ
مخالفوں کے اعتراضات کا احسن جواب

(مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود کا ایک مکاشفہ ہے۔ جس کا بیان اُن کے اپنے پر معنی الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کئے۔ اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے۔ تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں۔ اور پھر دستخط کر دیئے۔ اور میرے پر اس وقت نہایت رقت کا عالم تھا۔ اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے پر فضل اور کرم ہے۔ کہ جو کچھ میں نے چاہا۔ بلا توقف اللہ تعالیٰ نے اس پر دستخط کر دیئے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ اور اس وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تھا۔ کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے پیرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا۔ ایک سکینڈ کا بھی فرق نہ تھا۔ ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کریگا۔ کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض یہ سارا واقعہ میں نے میاں عبداللہ کو سنایا۔ اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عبداللہ جو ایک روئیت کا گواہ ہے۔ اس پر بہت اثر ہوا۔ اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا۔ جو اب تک اس کے پاس موجود ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)

اس کشف پر مخالفوں کے یہ اعتراضات ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کاغذات پر قلم ہاتھ میں لے کر دستخط کرتا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی ہماری طرح مجسم ہے۔ اور تکمیل کاغذات کے لئے قلم دوات کا محتاج ہے۔

۲۔ خدائے تعالیٰ سیاہی زیادہ لگ جانے کی وجہ سے قلم چھڑکتا ہے جس کے چھینٹے مرزا صاحب کے کرتے پر گر پڑتے ہیں۔ اور میاں عبداللہ سنوری انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ مکاشفہ تھا۔ تو ان چھینٹوں کا عالم صوری میں ظاہر ہو جانا کیا معنے رکھتا ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کاغذ بھی حقیقی تھا۔ سیاہی بھی حقیقی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی نعوذ باللہ آدمی کی سی حقیقت رکھتا ہے۔

ان اعتراضات کا جواب دینے سے پہلے حسب ذیل امور کی تنقیح کر لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اوّل۔ یہ کہ خواب یا مکاشفے کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہو سکتی ہے۔ یا نہیں۔

دوم۔ یہ کہ اگر رویت ممکن ہے۔ تو وہ بے کیف ہوگی۔ یا کوئی تمثیلی کیفیت رکھے گی۔

سوم۔ یہ کہ اگر رویت منجملہ تمثیلی کیفیات کے ہوگی۔ تو کیا کاغذ قلم وغیرہ حقیقی ہونگے۔ اگر نہیں تو کیا ممکن ہے۔ کہ ایک معنوی صورت کا فعل عالم صوری میں ظاہر ہو سکے۔

آنحضرت کی شہادت

تنقیح اول کے متعلق اتنا کہدینا بھی کافی معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے آئمہ اور اکابر صوفیا نے مکاشفہ یا خواب کے عالم میں روئیت باری کا تذکرہ کیا ہے اور یہ رویت لا تدرکہ الابصار کے منافی نہیں۔ کیونکہ مکاشفہ اور خواب کے عالم میں ظاہری آنکھ بالکل بند ہوتی ہے۔ جو کچھ نظر آتا ہے تمثیلی رنگ میں باطن کی آنکھ سے ہی نظر آتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک ربی قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالہا ثلاثاً قال فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ فتجلی لی کل شیء (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲)

میں نے رات کو اٹھ کر وضو کیا۔ اور نماز پڑھی جس قدر میرے لئے مقدر

ایک نہایت عمدہ صورت میں اپنے پروردگار کو پایا۔ اس نے کہا اے محمد میں نے کہا لبیک میرے پروردگار۔ فرمایا کہ ملاء اعلےٰ میں کس بات پر نزاع ہوتا ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ ایسے ہی تین بار فرمایا۔ اس کے بعد میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے بیچ میں رکھا۔ حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی خنکی کا اثر اپنے دو پستانوں کے بیچ میں پایا۔ اس وقت سب چیزیں مجھ پر ظاہر ہوگئیں۔

مکاشفہ میں حقایق متمثل ہونا

تنقیح دوم۔ حقیقت میں تنقیح اول ہی کی فرع ہے۔ جب کہ اس میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ عالم خواب و مکاشفہ میں رویت باری ممکنات میں سے ہے۔ اور آنحضرت صلعم و ائمہ و اکابر صوفیہ نے اس نعمت عظمیٰ سے حصہ پایا ہے۔ تو پھر اس بات کے معلوم کر لینے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ کہ وہ رویت تمثیلی رنگ میں ہوگی۔ بے کیف نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب و مکاشفہ میں حقایق متمثل ہو کر ہی نظر آ سکتے ہیں۔ بالتمثیل کسی چیز کا نظر آنا غیر ممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اس حقیقت پر مکاشفہ زیر بحث کا تحریر فرماتے ہوئے اطمینان بخش روشنی ڈال دی ہے جہاں فرمایا ہے۔ کہ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدائے تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔

شاہ ولی اللہ کا ارشاد

عالم خواب یا عالم مکاشفہ کو ایک رنگ میں عالم مثال سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں اعلم انہ دلت احادیث کثیرۃ علی ان فی الوجود عالما غیر عنصری تتمثل فیہ المعانی باجسام من سبۃ لھا فی الصفۃ وتحقق ھنالک الاشیاء قبل وجودھا فی الارض نحوا من التحقق فاذا وجدت کانت ھی ھی بمعنی من معانی ھو ھو وان کثیرا من الاشیاء لا جسم لھا عند العامۃ منتقل وتنزل ولا یراھا جمیع الناس۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲

جاننا چاہیئے کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم موجودات میں ایک ایسا عالم بھی ہے۔ جو غیر عنصری ہے۔ اور جس میں معانی اُن اجسام کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں۔ جو اوصاف کے لحاظ سے اُن کے مناسب حال ہیں۔ پہلے اس عالم میں اشیاء کا ایک گونہ وجود ہو لیتا ہے۔ تب دنیا میں اُن کا وجود ہوتا ہے۔ اور یہ دنیاوی وجود ایک اعتبار سے بالکل اس عالم مثال کے وجود کے مطابق ہوتا ہے۔ یا اکثر وہ اشیا جو عوام کے نزدیک جسم نہیں رکھتیں اس عالم میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور اترتی ہیں۔ اور عام لوگ ان کو نہیں دیکھتے۔

جس طرح عالم مثال میں معانی متمثل ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم خواب میں حقائق متمثل ہو کر آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ انبیا و اولیا کے لئے اس حالت کا بیداری میں پیدا ہو جانا بھی غیر ممکن نہیں مگر اس بیداری میں بھی خواب کی سی کیفیت ضرور موجود ہوگی۔ اسی حالت کا نام مکاشفہ ہے۔ اس میں بھی حقائق متمثل ہو کر صاحب مکاشفہ کے سامنے آ جاتے ہیں۔

امام غزالی کی گواہی

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ وقد یتمثل الانبیاء والاولیاء فی الیقظۃ والصحۃ صور جمیلۃ محاکیۃ الجواھر الملائکۃ وینتھی الیھم الوحی والالھام بواسطتھا فیتلقون من امر الغیب بانتلقاہ غیرھم فی النوم وذالک لشدۃ صفاء باطنھم

کبھی انبیا اور اولیا کو بیداری اور صحت میں خوبصورت صورتیں نظر آتی ہیں۔ جو جواہر ملائکہ کے مشابہ ہوتی ہیں۔ انہی صورتوں کے ذریعہ سے انبیا اور اولیا کو وحی اور الہام ہوتا ہے۔ تو غیب کے امور جو اوروں کو خواب میں معلوم ہوتے ہیں۔ انبیا اور اولیا کو صفائی باطن کی وجہ سے بیداری میں معلوم ہوتے ہیں۔

انبیا و اولیا کے لئے رویت باری کا ہونا بھی اسی قبیل سے ہوتا ہے۔ اور یہ رویت بے کیف نہیں ہو سکتی رویت بے کیف امر غیر ممکن ہے۔ جیسے یہ نعمت عظمیٰ ملی ہے تمثیلی تجلی کے ساتھ ہی ملی ہے۔

تنقیح سوم پر بحث اٹھانے کے لئے اس امر پر غور کر لینا نہایت ضروری ہے۔ کہ جب عالم خواب یا مکاشفہ میں حقائق اور معانی متمثل ہو کر ہی نظر آ سکتے ہیں اور کوئی چیز بلا تمثل نظر نہیں آ سکتی۔ تو کاغذ اور قلم دوات وغیرہ کا نظر آنا اور سیاہی کا چھڑکنا بھی تمثیلی رنگ ہی میں نظر آ سکتا ہے۔ اس صورت میں سب چیزیں تمثیلی ہی ہونگی۔ مگر ان میں سے کسی تمثیلی چیز کا خارج میں محسوس ہو جانا عالم مثال کی نظیر کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر ممکن نہیں کہا جا سکتا۔ عالم مثال کی اشیا کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کا قول او پر نقل کیا جا چکا ہے۔ [illegible]

جسم نہیں رکھتیں اس عالم میں منتقل ہوتی اور اترتی ہیں۔

واقعات کی شہادت

(دلائل النبوۃ ابی نعیم اصفہانی میں لکھا ہے)

رأت آمنۃ بنت وھب ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منامھا فقیل لہا انک قد حملت بخیر البریۃ و سید العالمین فاذا ولدتہ فسمیہ احمد و محمداً و علقی علیہ ھذہ قال فانتبھت وعندرأسھا صحیفۃ من ذھب مکتوب فیہا اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد الخ دلائل النبوۃ صفحہ ۴۲

آنحضرت صلعم کی والدہ آمنہ بنت وھب نے خواب دیکھا اور اسی خواب میں اسے کہا گیا۔ کہ تو خیر البریہ اور سید العالمین سے حاملہ ہے۔ جب پیدا ہوں تو اُن کا نام احمد و محمد رکھنا۔ اور اس تحریر کو اُس پر ڈال دینا۔ جب آمنہ بیدار ہوئیں۔ تو وہ تحریر جو کہ خواب میں دکھائی گئی تھی۔ آپ کے سرہانے موجود تھی۔ اور اس میں لکھا تھا۔ میں اسے ہر ایک حاسد کی شرارت سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتا ہوں۔ الخ

جو تحریر حضرت آمنہ کو خواب میں دکھائی گئی وہ یقیناً تمثیلی تھی۔ مگر جاگنے کے بعد خارج میں بھی نظر آ گئی۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے رسالہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین میں تحریر فرماتے ہیں۔

اخبرنی والدی انہ کان مریضاً فرای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا بنی ثم بشر بالشفا واعطاہ شعرتین من شعور لحیتہ فتعافی من المرض فی الحال و بقیت الشعرتان عندہ فی الیقظۃ فاعطانی احدھما فھی عندی در ثمین صفحہ ۶

مجھے والد ماجد نے خبر دی کہ وہ ایک دفعہ بیمار تھے۔ تو خواب میں آنحضرت صلعم کو دیکھا آپ نے فرمایا کیف حالک یا بنی بیٹا تیرا کیا حال ہے۔ پھر شفا کی بشارت دی اور دو تار موئے مبارک ریش مکرم کے عنایت کئے۔ اسی وقت وہ تندرست ہو گئے اور وہ دونوں تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے۔ ان میں سے ایک مجھے دیا۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ صاحب کے والد مکرم کو بحالت بیماری آنحضرت صلعم کی زیارت ہونا روحانی تمثلات کے رنگ میں تھا۔ اور آپ کا ریش مبارک سے دو بال عنایت فرمانا بھی از قبیل تمثلات ہی تھا۔ مگر اُن کا خارج میں نظر آ جانا اور شاہ صاحب کے ہاتھوں تک پہنچ جانا اس امر پر بین دلیل ہے کہ گاہے گاہے روحانی تمثلات خارج میں بھی محسوس و مشاہد ہو جایا کرتے ہیں۔ اور یہ امر ناممکنات میں سے نہیں ہے شاہ صاحب ممدوح نے اسی قسم کا ایک اور خواب بھی لکھا ہے۔ وھو ھذا۔

اخبرنی سیدی الوالد انہ رکب فی رمضان الی مکان فاصابہ الحر والتعب فنعس فی تلک الحالۃ فرأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاہ طعاما لذیذا متخذا من الارز والحلاوۃ والزعفران والسمن فاکل حتی شبع واعطاہ ماء بارداً فشرب حتی روی ثم استیقظ ولا جوع لہ ولا عطش وفی یدہ ریح الزعفران۔ در ثمین صفحہ ۶

جناب والد نے خبر دی کہ ماہ رمضان شریف میں کہیں جانے کو سوار ہوا۔ تو گرمی و تکلیف مجھے بہت ہوئی۔ اسی حال میں سو گیا تو خواب میں نبی کریم صلعم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے لذیذ کھانا عنایت فرمایا کہ چاول اور قند و زعفران اور گھی سے تیار ہوا تھا وہ کھایا اور سیر ہوا اور سرد پانی عطا فرمایا۔ اُس سے پیاس بھی دفع ہوئی پھر جب جاگا تو نہ بھوک تھی نہ پیاس اور ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو چلی آتی تھی۔

اب خواب میں بھی روحانی تمثلات کے خارج میں مشہود ہو جانے کی مثال موجود ہے۔ کھانا تو خواب کی حالت میں عطا ہوتا ہے اور خواب ہی کی حالت میں کھایا جاتا ہے مگر جاگنے کے بعد ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو کا آنا اس بات کی بین مثال ہے کہ روحانی تمثلات گاہے گاہے خارج میں بھی جلوہ گر ہو جایا کرتے ہیں۔ اب مکاشفہ زیر بحث کی حقیقت پر غور کرو تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ تنقیح اول کے رو سے حضرت مسیح موعود کو کشفی حالت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو جانا کوئی غیر ممکن

علیہ وسلم نے بھی خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے۔ جن لوگوں کو حضرت مسیح موعود کے اس مکاشفہ پر اعتراض ہے افسوس کا مقام ہے کہ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ اُن کے اعتراض کی زد کہاں کہاں جا کر ٹھہرتی ہے۔ غلام کو بد نام کرنے چلے تھے آقا پر بھی زد کردی۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

تنقیح دوم کے رو سے ثابت ہو گیا تھا کہ رویت بلکیف نہیں ہو سکتی۔ جب کبھی ہو گی۔ تمثیلی رنگ میں ہو گی اور جس کسی کو ہوئی تمثیلی رنگ ہی میں ہوئی۔ مسیح موعود کا بھی یہ دعویٰ نہیں۔ کہ ہمیں بے کیف زیارت ہوئی۔ اس زیارت کے متعلق اُن کا صاف اقرار یہ ہے کہ ایک دفعہ مجھ کو تمثیلی رنگ میں خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اس پر اعتراض کیا۔ نہ اس سے خدا تعالیٰ کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کاغذ قلم کے تجسم پر روشنی پڑتی ہے اور آج تک کسی نے مکاشفہ و خواب کے مشاہدات کو کسی چیز کی جسمانیت کی دلیل نہیں ٹھہرایا پھر معترض کا یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ اس سے خدائے تعالیٰ کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نرا بیہودہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔

تنقیح سوم نے اسبات پر روشنی ڈال دی کہ گا ہے گا ہے روحانی تمثلات خارج میں بھی محسوس ہو جایا کرتے ہیں۔ اور ان کا خارج میں محسوس ہو جانا امر غیر ممکن نہیں جس طرح حضرت آمنہ خواب میں ایک تحریر دیکھتی ہیں اور جاگنے کے بعد اسے اپنے سرہانے پاتی ہیں جس طرح شاہ ولی اللہ صاحب کے والد مکرم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے دو بال عطا ہوتے ہیں اور وہ جاگنے کے بعد انہیں اپنے ہاتھ میں دیکھتے اور اُن سے ایک بال شاہ صاحب کو دے دیتے ہیں۔ اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے اور جس طرح شاہ عبدالرحیم صاحب خواب میں زعفران آمیز کھانا کھاتے ہیں اور جاگنے کے بعد ہاتھوں میں زعفران کی خوشبو محسوس کرتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کو قلم چھڑکنے کا معاملہ پیش آجاتا ہے اس پر اعتراض کرنا بزرگان سلف کے مشاہدات پر معترض ہونا ہے۔ ہماری طرف سے تو اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ جس طرح یہ معاملہ حضرت آمنہ۔ حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت شاہ ولی اللہ کو پیش آیا حضرت مرزا صاحب کو بھی پیش آیا۔ اور جس طرح وہ بزرگ علاوہ اس کے بیان کرنے میں صادق تھے۔ اُسی طرح حضرت صاحب بھی سچے ہیں۔

محمد عصمت اللہ

ہندوؤں کی تاریخ دانی

ہمارا مدت سے خیال کیا بلکہ یقین ہے کہ زمانہ ماضی کے ہندو تاریخ دانی اور تاریخ نویسی کے فن سے بالکل ناآشنا تھے۔ اس قوم میں ابتدا ہی سے تاریخ نویسی کا رواج ہی نہیں ہوا آجکل کے آریہ بھی جو چکنی چپڑی باتوں سے زمین آسمان کے قلابے ملا دینے کو تیار بیٹھے ہیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں پیش نہیں کر سکے۔ سچ ہے جس چیز کا وجود ہی نہ ہو۔ اُس کا ثبوت کیا۔ اس خیال میں لالہ لاجپت رائے جی مہاراج بھی ہمارے ہم آہنگ ہیں اُنھوں نے حال ہی میں مہاراج اشوک نام سے ایک کتاب لکھی ہے اُس کے ص ۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

"آج کون جانتا ہے کہ مختلف اُپنشدوں کے لکھنے والے رشی کون تھے اور اُن کی زندگی میں اُن کے ساتھ کس طرح بیتی۔ اسی طرح درشنوں کے رچنے والوں کے نام اور اُن کی زندگی کے حالات بھی کسی کو معلوم نہیں"

کون نہیں جانتا کہ ویدوں کے بعد اُپنشدوں کا درجہ ہے اور بعض ہندو انہیں الہامی مانتے ہیں جب یہ حال ہے کہ کوئی اُن کے بنانے والوں کے حالات نہیں جانتا اور نہ اُن کے واقعات عمری ہی قلمبند ہوئے تو درشن دیا۔ اُپنشدوں اور درشن کاروں کے حالات تو ایک طرف رہے۔ آج تک ویدک رشیوں ہی کے حالات اندھیرے میں ہوئے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ کب پیدا ہوئے۔ کہاں پیدا ہوئے۔ کہاں پڑھے کہاں لکھے۔ اُن کے کارنامہ ہائے زندگی کیا ہیں۔

اگرچہ موجودہ زمانے کی روشنی کو دیکھ کر آریوں نے تاریخ نویسی کی طرف اپنی عنان توجہ کو پھیرا ہے مگر ان کا سارا سرمایہ معلومات انگریزی کی کتابیں اور سوامی دیانند کی خیالی تحریریں ہیں۔ اس طریقہ سے وہ داغ جو کہ زمانہ قدیم سے سنسکرت عالموں کی پیشانیوں پر آچکا ہے۔ دھویا نہیں جا سکتا۔ اور نہ ویدک رشیوں، اپنشد کاروں اور درشن بنانے والوں کے حالات ہی روشنی میں آسکتے ہیں۔ اگر کچھ لکھا بھی جاویگا تو پرانی تحریریں نہ ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہوگا اس لئے آریہ سماج کو اپنے مسلمہ لیڈر لالہ لاجپت رائے جی مہاراج کے ہمنوا ہو کر تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ہمیں اپنے بزرگوں کی نسبت کوئی علم نہیں ہے۔ ویدک رشیوں کے حالات اپنشد کاروں کے واقعات اور درشن کاروں کے سوانح سے ہم بالکل بے خبر ہیں ایسا اقرار کر لینا کوئی معیوب امر نہیں۔ کیونکہ اس میں ہمارے برادران وطن کا تو کوئی قصور ہی نہیں۔ قصور تو اُن لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے تاریخ لکھنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی آریہ لوگ اس معاملہ میں سراسر بے قصور ہیں۔

اسی طرح سے وہ سوالات خود بخود اٹھ بند ہو کر آئے دن آریہ سماج کے لئے سُبکی اور شرمندگی کا موجب ہو رہے ہیں۔

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

بندہ محمد عصمت اللہ احمدیہ بلڈنگس
لاہور

آریوں کی مردم پرستی

آریوں کو دعوےٰ ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے رشیوں اور منیوں کی عزت کرتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی مردم پرستی ہے اور آریہ سماج اس سے پاک ہے لیکن یہ محض دکھاوے کی باتیں ہیں اگر اپنے بزرگوں کی عزت کرنا اور اُن کے خلاف ناشائستہ الفاظ برداشت نہ کرنا مردم پرستی میں داخل ہے تو آریوں کی مردم پرستی سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ جو رشیوں منیوں کے خلاف نہیں بلکہ اپنے معمولی بزرگوں کے خلاف بھی ایک لفظ نہیں سن سکتے۔ گورو کل کانگڑی کی سلور جوبلی پر آریوں کی بے بردباری کا رونا روتے ہوئے سوامی رامانند نے فرمایا۔

"اگر عیسائیوں کے لاٹ پادری کو کہا جائے۔ کہ یسوع مسیح ..... (یہاں سے سخت الفاظ چھوڑ دئے گئے پیغام صلح) ..... تھا۔ تو ان کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتا۔ لیکن اگر کسی آریہ کو سوامی شردھانند کے متعلق بھی کچھ کہا جائے۔ تو وہ ڈنڈا لے کر سر پھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے" گو سوامی رامانند کا یہ اظہار آریوں کو تلخ گذریگا۔ لیکن ہے یہ ایک حقیقت

ایک یورپین ملک میں تعلیم حاصل کرنیکے لئے نادر موقعہ

ڈاکٹری۔ سول انجینئرنگ۔ صنعتی تعلیم۔ جیسے موٹر سازی کپڑا سازی۔ رنگ سازی وغیرہ۔ برقی تعلیم۔ ان میں سے جس شعبہ میں کوئی طالب علم جانا چاہے تقریباً دس پونڈ ماہوار خرچ ہے۔ جس میں چار پونڈ ماہوار وظیفہ ملیگا۔ اور تقریباً چھ پونڈ ماہوار طالب علم کو خرچ برداشت کرنا پڑیگا جہاز کے کرایہ میں بھی خاص رعایت ہوگی۔ طالب علم کم از کم انٹرنس [illegible]

آریہ اخباروں کی اشتعال انگیزیاں

جب کہیں ہندو مسلم فساد ہوتا ہے تو آریہ اخبارات جھٹ فتوے دیدیتے ہیں کہ ابتدا مسلمانوں نے کی۔ مسلمان ظالم ہیں سنگدل ہیں۔ وہ ہیں۔ لیکن یہی اخبار خود اپنی اشتعال انگیز تحریرات پر نگاہ نہیں ڈالتے جو فتنہ و فساد کی اصلی محرک ہیں۔ مثال کے طور پر لیجئے ۹ مارچ کے "آریہ ویر" میں دو نظمیں شائع ہوئی ہیں جن میں یہ اشعار بھی موجود ہیں۔

ویدکے پرکاش نے کھولی ہیں آنکھیں ہند کی
کاغذی گھوڑے نہیں چلتے ہیں اب الہام کے

حضرت ابلیس دھوکا جس خدا کو دے گئے
شیخ صاحب سچ تو کہئے وہ خدا کس کام کے

کب بھلا جانا گیا ہے آسمانی وہ کتاب
جس میں ہوں مذکور قصے یوسف و بہرام کے

دیکھنا لہرا بجا کے ہیں جھنڈا اوم کا
حق پرست ہونگے سبھی یہ بت پرست اسلام کا

پکڑ کر کے ہاتھوں میں دید دلکا جھنڈا
مدینہ اور مکہ ہلانا پڑے گا

لاہور کے اخبار پرکاش مورخہ ۱۶ مارچ میں لکھا ہے

جس کو ترستے رہ گئے پیر اور پیغمبر
سوامی شہید ہو کے وہ رتبہ ہیں پا گئے

حوروں پہ جان دیتے تھے مومن جو کل تلک
وہ آج پیارے وید کے چرنوں میں آگئے

یہ سادگی ہے یا پرکاری؟

شردھانند میموریل فنڈ کے لئے جب دس لاکھ کی اپیل کی گئی تھی۔ تو مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں اسکی حمایت کرتے ہوئے صاف طور پر تسلیم کیا تھا کہ اس رقم میں سے نصف روپیہ اچھوت ادہار اور سنگھٹن کے لئے اور باقی نصف شدھی پر صرف ہوگا لیکن بلگام میں جو ایک مسلم لیڈر نے ان سے دریافت کیا کہ شردھانند میموریل فنڈ کے لئے فراہمی چندہ کی جو اپیل آپ نے کی ہے۔ اس پر مسلمان آپ سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ اس کے صاف طور پر یہ معنے ہیں کہ آپ بھی اب شدھی کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے ہیں تو مہاتما جی نے جواب دیا ہے کہ شردھانند میموریل فنڈ کا کل روپیہ اچھوت ادہار پر صرف ہوگا۔ شدھی پر خرچ نہ ہوگا ہم حیران ہیں کہ ہم اس جواب کو مہاتما جی کی سادگی پر محمول کریں یا ہوشیاری پر افسوس ہے کہ شردھانند میموریل فنڈ کے ٹرسٹیوں کے تازہ فیصلہ نے مہاتما جی کی "سادگی" کو قائم نہیں رہنا دیا تازہ فیصلہ کی رو سے اس فنڈ میں بارہ ہزار روپیہ شدھی سبھا کو دیا گیا ہے جس میں سے ۷ ہزار اچھوت ادہار کے لئے اور پانچ ہزار شدھی کے لئے ہے۔

مہاتما گاندھی شدھی کی کشتی میں

پھر گورو کل کانگڑی آریہ سماج کی وہ درسگاہ ہے جس نے شدھی کے لئے سب سے زیادہ پرچارک پیدا کئے ہیں اس گورو کل کے لئے مہاتما گاندھی نے نہ صرف اسکی سلور جوبلی پر چندہ کی اپیل کی بلکہ اب ینگ انڈیا میں بھی "آریہ سماج کی خدمات" کا حق ادا کرتے ہوئے اس کے لئے پرزور اپیل کی ہے لکھتے ہیں:-

"آریہ سماج اور اسکے اصولوں سے اپنا اختلاف مائے ظاہر کر چکا ہوں گورو کل چلانے کے نمونوں سے بھی میرا اختلاف ہے لیکن آریہ سماج کی خدمتوں اور گورو کل کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے اگر دھرم کے اصولوں کو قائم کیا ہے تو اس میں نئی جان بھی پھونک دی ہے۔ . . . . اسلئے دھن کی اس اپیل کی حمایت کرنے میں مجھے کوئی عذر نہیں یہ قلیل رقم اکٹھی کرنے میں کوئی دیر یا وقت نہیں ہونی چاہیئے"

پرتاپ ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ کہنا مشکل ہے کہ مہاتما گاندھی کو آریہ سماج کی تحریک شدھی سے ہمدردی نہیں۔

ترسیل زر

اخبار پیغام صلح کا تمام روپیہ چاہے وہ چندہ ہو یا اجرت اشتہارات [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۳ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ نمبر ۱۰۱

آریہ سماج کے تبلیغی مرکز گوروکل کانگڑی کے چشمدید حالات

جوش وخروش کے مظاہرے

(۲)

گوروکل کانگڑی (ہردوار) کی سلور جوبلی کے موقع پر آریہ مقرروں نے جو جوش انگیز تقریریں کیں ان کا کچھ حال ہم گذشتہ اشاعت میں بیان کر چکے ہیں۔ بقیہ حالات آج سنئے ۱۷ مارچ کو ایک بھجنیک نے ایک پُرجوش گیت گایا جس کے بعض حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

ہم تو شدھی کا ڈنکہ بجاتے جائیں گے
جتنی گنگا میں ان (مسلمانوں) کو نہلاتے جائینگے
بھارت ورش کو شدھ کر بیٹھے نہ رہیں گے
جاکے عرب ایران کی بھر گیل گھنگے -
(سفر کرینگے)

اب زمزم پہ ڈیرے لگائے جائیں گے
(اسپر تمام مجمع نے تالی بجائی)
دفتر بنے گا شدھی کا مکے کے بھون میں
سنگ اسود پہ ہری ہر گائے جائینگے
(اس مصرعہ پر بھی خوب تالیاں بجائی گئیں)

ایک اندھے بھجنیک بنتی رام نے ایک گیت گایا جس میں یہ بے تکا شعر بھی تھا۔

کون جانے تھا کہ شردہانند کی دہار میں پیغمبر بہ جائیگا
کون جانے تھا کہ قرآن کا قلعہ ڈھے جائیگا

ایک پچھتر سالہ بڈھے نے کہا کہ "ہندوؤں کو چاہئے کہ اب وہ شانتی کو خیرباد کہدیں۔ اب شانتی کا کام نہیں ہے ضرورت ہے کہ استریاں کٹار باندھیں۔ چھری باندھیں اور غنڈوں کی مرمت کریں۔ آدمی اپنے پاس ڈنڈا رکھیں۔ ورزش کریں اور اپنے اندر طاقت پیدا کریں۔ کیونکہ اس وقت طاقت ہی کی ضرورت ہے"

سوامی اونکار سچدانند نے کہا
"قرآن کچھ نقل پران کی ہے۔ اور کچھ تھوڑی سی ایران کی ہے"

۱۸ مارچ کو سوامی نارائن کی صدارت میں شدھی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں بہت سے آریوں نے یکے بعد دیگرے تقریریں کیں۔ صاحب صدر نے کہا۔
"شدھی ہر ہندو کا فرض ہے ....
اب ہندو سماج کے آرتھوڈکس کوارٹرز (متعصب طبقہ) نے بھی سوامی شردہانند کے قتل سے متاثر ہو کر شدھی کی اجازت دیدی ہے۔ پس آپ لوگ اس کام کے لئے پورے جوش کے ساتھ تیار ہو جائیں"

دو قراردادیں پاس ہوئیں۔ ایک کا مقصد یہ تھا کہ شدھی [illegible] میں داخل ہوں اُن کے ساتھ آریہ بیوہار کریں۔ دوسری قرارداد اس مطلب کی تھی کہ بھارتیہ شدھی سبھا کی تن من دھن سے مدد کی جائے۔ ان دونوں قراردادوں کی تائید میں بہت سے اشخاص نے تقریریں کیں۔ سب سے پہلے سوامی چدانند نے بے بنیاد جھوٹے قصے سنائے مثلاً اکبر شدھ ہو کر ہندو بننا چاہتا تھا لیکن بیربل نے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے اسے ہندو بنانے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح بنگال کے بعض مسلمان نواب ہندو راجاؤں کو اپنی بیٹیاں دینا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

ان قراردادوں کی تائید کرتے ہوئے پنڈت لوک ناتھ اپدیشک پرتی ندھی سبھا نے کہا۔
ایک برہمن کا لڑکا ۵۰ سال تک براہمن کے گھر میں رہتا ہے۔ اور ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ لیکن ہندو دیکھتے ہیں کہ مسلمان چاہے کتنی دفعہ گائیتری منتر پڑھے وہ ہندو نہیں بن سکتا میں پوچھتا ہوں کہ گائیتری کی طاقت کلمہ محمدی سے کم ہے؟ ...... میں تو شدھی کے لئے ہون پر بھی زور نہیں دیتا میں کہتا ہوں کہ لاکھوں مسلمانوں کو بٹھا دو اور سنکھ بجا دو اور انہیں کہہ دو کہ جن کے کان میں سنکھ کی آواز جائے وہ ہندو ہے (اسپر خوب تالیاں بجائی گئیں) ....

اگر اس چھری کو جو گئو کی گردن پر چل رہی ہے بند کرنا چاہتے ہو تو اس کا علاج شدھی ہے - بعض ہندو ممبر قانون کے ذریعہ گئو کشی کو بند کرانا چاہتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اگر گئو کشی قانون کے ذریعہ بند ہو بھی جائے تو بھی مسلمان چوری چھپے کرتے رہیں گے باوجود اس کے کہ ریاست کشمیر میں گئو کشی قانوناً بند ہے۔ لیکن مسلمان پھر بھی نہیں ٹلتے۔ اصل علاج یہی ہے کہ ان مسلمانوں کو شدھ کر لیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی اگر آپ ہمیشہ کے لئے کانٹے دار درخت کو مٹانا چاہتے ہیں تو اس کی جڑ نکال دو۔ اگر آپ گئو ہتیا کی جڑ کاٹنا چاہتے ہیں تو اس کا پھل اپائے (کامیاب علاج) یہ ہے کہ تم شدھی کرو۔ سنکھ بجا کر شدھی کا پرچار شروع کرو"

لالہ دیش بندھو داس گپتا ایڈیٹر اخبار تیج دہلی نے کہا۔-
"یہ پرستاؤ (ریزولیوشن) آج سے پانچ ہزار سال پیشتر پاس ہونا چاہیے تھا۔ جو آج ایک بلیدان کے بعد پیش کیا جاتا ہے ...... اگر آپ اس چیلنج کو قبول کرنا چاہتے ہیں۔ جو سوامی جی کے قتل سے دیا گیا ہے تو میں عرض کرونگا کہ وقت پرستاؤ پاس کرنے کا نہیں بلکہ عملی طور پر تمہیں میدان میں ڈٹ جانا چاہیئے۔ اور عمل سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ اگر اسلام کے پاس سات کروڑ مبلغ ہیں۔ تو آریہ جنتا کے پاس بھی ۲۴ کروڑ پرچارک ہیں جب تک آریہ جنتا اسپر عمل نہیں کرتی اس وقت تک آپ اس رن کو نہیں جیت سکتے۔ جو سوامی شردہانند کے خون کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کون کون سے ایسے بھائی ہیں جو چھ چھ ماہ اور سال سال کے لئے آنریری طور پر پرچار کا کام کرنے کے لئے تیار ہیں ..... شدھی سبھا کی شاخیں ہندوستان کے کونے کونے میں قائم ہو جانی چاہئیں"

پروفیسر رام سرن داس نے جنہوں نے مارچ کے کھیل دکھائے اور ان کے ذریعہ آریہ دھرم کا پرچار کرنے کا دعوےٰ کیا یہ کہا۔
"میرے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہے جو حضرت موسیٰ کا ڈنڈا ہے"

آسام کے پنڈت شنکر ناتھ نے کہا کہ شدھی کا کام اگر آسام میں شروع کیا جائے تو وہاں بہت کامیابی ہوگی سوامی وچارانند نے تو خوب ہی وچار کا پرچار کیا فرمانے لگے کہ تبلیغ مذہب کا حق صرف آریوں کو ہونا چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کو حق نہیں [illegible]

نہیں۔ بیمار کو اچھا کرنے کا ادھیکار ہے بیمار کو زہر دے کر مارنے کا ادھیکار نہیں۔ جب ہم مانتے ہیں کہ سب دھرموں سے ہمارا دھرم پرانا ہے تو ہمارے دھرم کے سامنے کسی کو ادھیکار نہیں کہ وہ شدھ کرے۔ سوراج کے لئے ہندو مسلم ایکتا ضروری ہے۔ لیکن ہم سچی ایکتا شدھی میں مانتے ہیں کیونکہ ایکتا کہتے ہیں ایک دوسرے میں مل جانا..... جب تک بھارت ورش کے مسلمان اور عیسائی شدھ نہیں ہو جائیں گے اس وقت تک تم کو سوراج نہیں مل سکتا۔ مہاتماؤں اور سادھوؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ بھارت کے کونے کونے میں شردہانند بنکر پانچ پانچ یا کم از کم ایک ایک گاؤں شدھ کریں تو حسن نظامی کا جو اندولن ہے وہ تباہ ہو جائیگا تمام بھوت دنیا سے بھاگ جائینگے"

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ آریوں کی ان زبان درازیوں سے مشتعل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے عمل سے آریوں کو یہ دکھائیں کہ وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے مسلمانوں کو بدگوئی کرنے کا حکم نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے انہیں اپنی تمام قوت عملی کام حفاظت و اشاعت اسلام میں صرف کرنی چاہیئے۔ یہی آریوں کی بدزبانیوں کا صحیح جواب ہے۔

آریہ سماج یا شودر سماج!

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے آریوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ رنڈوے اور بیوہ عورتیں دوبارہ شادی نہ کیا کریں بلکہ ان کے بجائے نیوگ کیا کرایا کریں۔ دوبارہ شادی کرنا شودروں کا کام ہے۔ چنانچہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا اردو صفحہ ۱۲۵ پر لکھا ہے -

"دوج یعنی براہمن۔ کشتری اور ویش پہلے تین ورنوں کو دوسری بار بیاہ کرنے کی اجازت نہیں ہے دوبارہ شادی صرف شودروں کے لئے بتائی گئی ہے"

آریہ سماج کے مہارشی کا تو یہ حکم ہے۔ لیکن آج آریہ لوگ نیوگ کو چھوڑ کر نکاح ثانی کو ترجیح دے رہے ہیں جو بقول سوامی دیانند جی شودروں کا کام ہے۔ اب آریہ سماجی دوست بتائیں کہ اب آریہ سماج کو "شودر سماج" کیوں نہ سمجھا جائے کیونکہ آریہ سماجی۔ آریہ دھرم کو تلانجلی دے کر شودر دھرم پر عمل پیرا ہیں۔ شدھی سبھا کو چاہئے کہ پہلے ان شودروں کی شدھی کرے جو آریہ دھرم سے پتت ہو گئے ہیں پھر بعد میں دوسرے شودروں کی طرف متوجہ ہو۔

تبلیغ واشاعت اسلام کیلئے ایک مفید تجویز

اسوقت برادران وطن کی طرف سے نومسلم اقوام کو مرتد کرنے کیلئے جو کوششیں ہو رہی ہیں انکو ملحوظ رکھتے ہوئے تبلیغ و اشاعت اسلام کی اشد ضرورت ہے ایک دردمند مسلمان نے اخبار الاحوال گجرات میں یہ تحریک کی ہے کہ شدھی و سنگھٹن کی تحریکوں کا مقابلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کا ہر مسلمان یہ عہد کرے کہ وہ اپنی ماہوار آمدنی میں سے ایک پیسہ فی روپیہ کسی نہ کسی تبلیغی انجمن کو ضرور دیا کریگا ہمارے خیال میں یہ تجویز نہایت مفید ہے اور ہر مسلمان کو اسپر عمل کرنا چاہیئے احمدی جماعت تو پہلے ہی سے اسپر عامل ہے اس جماعت کے تمام وہ افراد جنکی آمدنی پچاس روپیہ ماہوار ہے کم از کم دو پیسے فی روپیہ اور جن کی آمدنی پچاس سے زیادہ ہے وہ کم از کم تین پیسے فی روپیہ تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے دیتے ہیں ضرورت ہے کہ دوسرے مسلمان بھی اس طریق کو اختیار کریں اگر عام مسلمان تبلیغی انجمنوں کی دستگیری کریں تو پھر آریوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے کہ انکی شدھی کی تحریک بجائے فائدہ کے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے اگر تبلیغی انجمنوں کے پاس کافی سرمایہ جمع ہو جائے اور اچھوتوں کے اندر پورے زور شور سے کام شروع کیا جائے تو یہ قومیں جلد ہی اسلام میں جذب کیجا سکتی ہے

مذاکرہ علمیہ

وحی خفی کی ضرورت

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

سوال مولوی محمد علی صاحب نے اپنی کتاب مقام حدیث میں وحی خفی پر بحث کی ہے۔ اور قرآن کریم سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو دینی مسائل میں جو قرآنی فہم عطا ہوا وہ منجانب اللہ تھا۔ اسی کو وحی خفی کہتے ہیں یہ سب درست لیکن اگر آنحضرت صلعم یا اور نبیوں کو یہ خاص فہم نہ ملے اور وہ بھی دوسرے مجتہدوں کی طرح اجتہاد کریں تو کیا حرج ہے؟

جواب - حرج یہ ہے کہ ان کے اجتہاد پر سے بھی اسی طرح امان اٹھ جائیگا جس طرح دوسرے مجتہدین کے اجتہاد سے اٹھا ہوا ہے۔ ہر ایک مجتہد جو اجتہاد کرتا ہے وہ ممکن ہے غلط ہو اور ممکن ہے صحیح ہو۔ ہر ایک صاحب فہم انسان کا فرض ہے کہ وہ خود مجتہد کے اجتہاد کو عقل کے کانٹے پر تول کر فیصلہ کرے۔ اگر صحیح ہو تو مانے غلط ہو تو رد کر دے۔ اس طرح وحدت اور اجماع کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ قرآن کریم میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو کوئی نمونہ اور تشریح چاہتے ہیں۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ اب اگر ان کا کوئی نمونہ نبی کریم صلعم نے وحی خفی کے ماتحت قائم نہیں کیا تو فرمایئے ہم نماز کس طرح پڑھیں زید قرآن سے ایک نمونہ نکالتا ہے بکر دوسرا نکالتا ہے۔ خالد تیسرا نکالتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس سینکڑوں نمونے نکل آئیں گے۔ امت کی وحدت تو خاک میں مل گئی اور سچ پوچھو تو یہ سب نمونے بھی فرضی ہوں گے۔ کیونکہ کسی کو پتہ نہیں کہ سجدہ کا نمونہ کیسا ہونا چاہیئے۔ قیام کا نمونہ کیسا ہونا چاہیئے۔ رکوع کا نمونہ کیسا ہونا چاہیئے۔ لغت میں قیام کے معنے کھڑا ہونا رکوع کے معنے جھکنا۔ سجدہ کے معنے فرمانبرداری کرنا۔ یہ خاص نمونے جو نماز میں نظر آتے ہیں۔ عربی زبان میں ان کا وجود نہیں۔ اگر مسلمان لغت نویسوں نے کہیں لکھا بھی تو وہ مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر لکھا۔ اور چکڑالوی صاحبان اگر اس نمونہ کو لیتے ہیں تو قرآن سے نہیں لیتے کیونکہ قرآن میں اس نمونہ کا نہ کوئی فوٹو ہے نہ تشریح ہے۔ وہ بھی لوگوں کے نمونہ کی نقل کرتے ہیں۔ مگر کیا قیامت ہے کہ ان میں بھی متعدد نمونے نکل آئے ہیں۔ خود مولوی عبد اللہ چکڑالوی صاحب کی نماز کا نمونہ اور تھا۔ اور ان کے متبعین کا اور۔ اور اب تو ترقی کرتے کرتے رکعتیں بھی صرف دو رہ گئیں۔ اور رکوع بھی اڑ گیا۔ اور بعض ان میں سے کہتے ہیں یہ سب غلط ہے ہم ویسی ہی نماز پڑھتے ہیں جیسی سورج پڑھتا ہے۔ یعنی خدا کے قوانین کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور بس۔ غرضیکہ کسی نمونہ پر یقین نہیں ہو سکتا کہ یہی صحیح ہے۔

رسول اللہ کا عمل علم الٰہی کے ماتحت تھا

حبیب محمد رسول اللہ کا نمونہ بھی رسالت کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے نہ تھا اور دوسرے انسانوں کی طرح نعوذ باللہ محض اٹکل بازی تھی تو پھر بالکل ممکن ہے کہ اس اٹکل بازی میں ان سے غلطی ہو گئی ہو۔ کیونکہ آپ خود بھی تو قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ کے ماتحت ہمارے جیسے انسان تھے۔ ان میں جو امتیاز خاص تھا وہ یوحیٰ الیّ کے ماتحت وحی الٰہی تھی۔ جو کام وحی الٰہی کے ماتحت ہوتا تھا وہ ہر ایک غلطی سے پاک تھا۔ قرآن وحی الٰہی تھی وہ غلطی سے پاک تھا۔ قرآنی احکام کی تعمیل میں جو نمونہ آپ دکھاتے تھے۔ یا جو تشریح فرماتے تھے وہ بھی اگر کسی رنگ کی وحی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے ہوتی تھی تب تو وہ غلطی سے پاک تھی اور اگر آپ کے نمونوں اور تشریحات کا تعلق رسالت اور وحی سے نہ تھا۔ تو بیہودہ ایک ایسا ہی اجتہاد تھا جیسے امام ابو حنیفہ کر گئے یا کوئی مفسر کر گیا۔ یا کوئی پیر یا چکڑالوی کر گیا۔ یا کوئی زید بکر کر گیا۔ جو بالکل ممکن ہے غلط ہو۔ اور غلط کیا ہو اس صورت میں یقینی طور پر بعد میں آنے والے لوگ آنحضرت صلعم کی نسبت قرآن کو (نعوذ باللہ) بہتر سمجھیں گے۔ کیونکہ انسان ارتقا کے ماتحت ترقی کر رہا ہے۔ اس کا علم ترقی کر رہا ہے۔ جن باتوں کو گزشتہ زمانے کے دانا لوگ بڑے فخر سے پیش کرتے تھے ان علوم پر موجودہ زمانہ کے عقلمند ہنستے ہیں۔ تو پھر یہ امر یقینی ہے کہ بحیثیت انسان ہونے کے اور انسانی علوم کی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی کتاب کو جس طرح آج ایک شخص سمجھ سکتا ہے وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے کے لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے۔ پس اگر آنحضرت صلعم کا نمونہ اور آپ کی تشریحات کسی قسم کی وحی الٰہی کے ماتحت نہ تھیں اور ارتقا کے اثر سے پاک نہ تھیں۔ تو پھر یقیناً آج کے لوگ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم سے بہتر قرآن سمجھ سکتے ہیں۔ اور اچھا ہوا کہ بقول چکڑالوی صاحبان آنحضرت صلعم کا کوئی نمونہ باقی نہیں رہا۔ اگر باقی رہتا بھی تو کس کام کا تھا وہ ایک بشر کا نمونہ تھا۔ جو ہمارے کسی کام کا نہ تھا کیونکہ اس میں غلطی کا امکان تھا۔ اور آج کے بشر قرآن کو چونکہ زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں اس لئے زیادہ صحیح نمونہ قرآن سے نکال سکتے ہیں۔ البتہ آنحضرت صلعم کا نمونہ اگر رسول کا نمونہ تھا یعنی آپ نے جو نمونہ قرآن سے نکالا۔ وہ بحیثیت بشر ہونے کے نہیں نکالا بلکہ بحیثیت رسول ہونے کے نکالا یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے نکالا۔ یہ وحی خفی کہلاتی ہے۔ اور جس کا مقام بشری اجتہاد سے بلند ہے۔ تو پھر وہ نمونہ ہمارے لئے نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن میں خود فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ اگر اللہ نے رسول کے ذریعہ کتاب بھیجی تھی۔ کہ انسان بشری ارتقا کے ماتحت اپنے ناقص علم سے مذہب کے بارے میں ٹھوکر نہ کھائے اور اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے ہدایت پاوے۔ تو پھر ضروری تھا۔ کہ ان احکام کے نمونے اور تشریحات بھی رسول کے ذریعہ بذریعہ وحی خفی نسل انسانی کو عطا فرماتا۔ وہ یقینی طور پر ہدایت کا باعث ٹھیرتے اور اگر قرآن کی حفاظت کی تھی تو ضرور تھا۔ کہ اس نمونہ رسول یعنی سنت کی بھی حفاظت کرتا تاکہ قرآن پر یقین کے ساتھ صحیح طور پر انسان عمل کر سکتا۔

اُسوۂ حسنہ

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپکی تشریحات شریعت چونکہ بحیثیت رسول کے تھیں نہ کہ بحیثیت بشر کے اس لئے اُن کا مقام عام بشری اجتہاد سے بہت بلند ہے۔ وہ محض بشری دماغ کی کارگریاں نہیں بلکہ بحیثیت رسول کے وہ وحی الٰہی کے ماتحت انسان کو اسکی ہدایت کے لئے ایک یقینی علم عطا کرتی ہے اسی لئے جناب الٰہی سے ارشاد ہوا۔ کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کہ بیشک اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ یعنی جہاں قرآن خدا کی کتاب ہے۔ وہاں رسول اللہ صلعم کا نمونہ اس کتاب پر عمل کرنے کا وہ صحیح نمونہ ہے۔ جس پر خدا نے تصدیق کی مہر لگا دی ہے۔ اور یہ خدائی مہر اس نمونہ پر لگ نہ سکتی تھی۔ جب تک اس نمونہ پر خود خدا نے اپنے علم کامل سے رسول اللہ صلعم کو کھڑا نہیں کیا۔ پس جہاں الم ذالک الکتاب لاریب فیہ فرما کر خدا نے قرآن کو اپنی کتاب قرار دیا ہے۔ وہاں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ فرما کر رسول اللہ صلعم کے نمونہ کو اپنی ہدایت کے ماتحت قرآن کی تعلیم کا صحیح نمونہ قرار دیا ہے۔ یہ ضرور تھا۔ کہ قیامت تک اسی طرح محفوظ رہتا جس طرح قرآن محفوظ ہے۔ ورنہ آج یہ آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ بے معنی ہوتی۔ کیونکہ اگر نمونہ رسول یعنی سنت محفوظ نہیں رہی تو پھر اس آیت کے ماتحت آج وہ کونسا نمونہ ہے جس کی تقلید کے لئے یہ آیت قرآنی ہدایت کر رہی ہے۔ کیا یہ آیت نعوذ باللہ آج ایک بے معنی فقرہ ہے کیونکہ کوئی نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں باقی نہیں رہا۔ اور کیا اب کسی چکڑالوی کے نمونہ کو قرآن پر عمل کرنے کے لئے تلاش کریں۔ اور اس کو وہ مقام دیں جو قرآن نے رسول کو دیا تھا نعوذ باللہ من ھذا الخرافات۔

پس جیسے قرآن محفوظ ہے۔ ویسے ہی نمونہ رسول یعنی سنت محفوظ ہے۔ اور جس طرح یوحیٰ الیّ کے ماتحت قرآن بذریعہ وحی جلی کے آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔ اسی طرح سنت یعنی نمونہ رسول بذریعہ وحی خفی کے دنیا کی ہدایت کے لئے قائم کیا گیا تاکہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم کامل سے نکلی ہوئی ہونے کی وجہ سے انسان کے لئے یقینی طور پر ہدایت کا موجب ٹھیریں۔

انکم ٹیکس کا قضیہ

محکمہ انکم ٹیکس منٹگمری کا خیال ہے کہ قاضی عبد الحمید کلرک کورٹ منٹگمری کو علاوہ تنخواہ کے دیگر پرائیویٹ ذریعہ سے بھی قریباً ۶۰۰ کی آمدنی ۲۷-۱۹۲۶ء میں ہوئی ہے۔ ہم نہایت مشکور رہوں گے کہ اگر کسی صاحب نے اس سال ان سے کوئی کام کرایا ہو۔ تو وہ بذریعہ ایک پوسٹ کارڈ کے دفتر انکم ٹیکس منٹگمری یا دفتر انکم ٹیکس کمشنر لاہور میں اطلاع دیں۔ کہ انہوں نے کیا کام کرایا اور کیا اجرت انہوں نے دی۔

محکمہ انکم ٹیکس محض اندازہ پر قاضی صاحب پر انکم ٹیکس لگانے پر تلا ہوا ہے۔

ایک مظلوم

افسانہ حقیقت رائے کے متعلق آریہ مصنفین سے استفسار

ہم نے پیغام صلح مورخہ ۲۸ میں حقیقت رائے کے واقعہ قتل پر اخبار پارس کی اشتعال انگیز تحریر سے صحیح نتیجہ اخذ کر کے روشنی ڈالی تھی۔ اور بتلایا تھا۔ کہ یہ افسانہ آریہ قصہ نویسوں کی جدت طرازی کے ثمرات میں سے ہے تاریخی نقطہ نظر سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ مقام شکر یہ ہے۔ کہ محترم اخبار مدینہ نے بھی ۲۸ مئی کے پرچے میں اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرما کر اور نعش حقیقت کے قصے کو بالکل بے حقیقت افسانہ قرار دیکر ہماری رائے کی تصدیق فرمادی ہے ہمیں سچائی کی طلب ہے ضد سے سروکار نہیں اس لئے اُن آریہ مصنفوں سے جن کی نظر میں حقیقت رائے کا قتل ایک تاریخی واقعہ ہے التجا کرتے ہیں کہ براہ کرم اس امر پر روشنی ڈالیں۔ کہ یہ قصہ کس کس مستند تاریخ کے کون کون سے باب کون کون سی فصل اور کون کون سے صفحہ پر درج ہے۔

اگر آریہ مصنفین اس استفسار کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ تو یقیناً سمجھا جاوے گا۔ کہ یہ قصہ بھی منجملہ انہی خرافات کے ہے۔ جنہیں آریہ ایجاد پسندوں نے دو قوموں میں تنافر پیدا کرنے کے لئے گھڑ لیا ہے۔ حقیقت میں اس کی کوئی اصل نہیں مگر یہ یاد رہے کہ شاعروں کے تحریر کردہ قصے اور ناول تاریخی کتابیں نہیں کہلا سکتے۔ ایسا نہ ہو کہ پورن بھگت اور رنجیت سنگھ وغیرہ قصہ کہانی کی کتابوں سے حوالے پیش کر دیئے جاویں۔

اگر آریہ مصنفین کو اپنی سچائی کا دعویٰ ہے۔ تو اس قصے کی اصلیت کو ثابت کریں۔ اور جو کچھ لکھیں اُسے ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم شکریہ کے ساتھ اُن کی تحریروں کو دیکھیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیں اطلاع ہی نہ ہو اور اخبارات میں آپ کتاب لکھ کر دل کی بھڑاس نکال لیں۔ استفسار کا جواب ہم تک پہنچانا۔ اُن کے لئے ضروریات میں سے ہے۔ ہم اُن کے جوابات کو انہی کے الفاظ بلا کم و کاست شائع کرا دیں گے

بندہ محمد عصمت اللہ

احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔

ہندوستان تبلیغ اسلام

اپیل دربارہ حصول چندہ برائے اشاعت اسلام در ہند کل سکرٹری صاحبان کی خدمت میں بھیجی جا چکی ہے امید ہے کہ سب احمدی بھائیوں میں اس کو تقسیم کر دیا گیا ہوگا۔ اگر نہیں کیا تو اب کر دیں اور صرف تقسیم ہی نہ کریں بلکہ سکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک بھائی سے اس کے متعلق تحریری وعدہ لیں۔ کہ وہ اس کے لیے کیا امداد کرنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی رقم وصول ہو تو وہ محاسب انجمن کو بھجوا دیں۔ اور فہرست اسمائے چندہ دہندگان دفتر تحصیل میں بھیجدیں۔ چونکہ کام بہت سرعت سے جاری ہونے والا ہے اس لئے سب احباب ان کی طرف متوجہ ہوں۔

جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مفت ! مفت !! مفت !!!

سوامی شردھانند کے قتل کے بعد جو واقعات ہمارے ملک میں پیش آرہے ہیں وہ ایسے نہیں کہ ہی خواہان اسلام انہیں خاموشی سے دیکھتے رہیں - آریہ سماج کی برانگیخت سے ہندو صاحبان ہر حصہ ملک میں مسلمانوں کی دل آزاری پر تل رہے ہیں - اس لئے ضرورت تھی کہ اس قسم کی شرارتوں کا سدباب کیا جاوے - انجمن تعلیم اسلام اور رد مخالفین اسلام پر بہت سے رسائل چھپوا رہی ہے - جو سال بھر اس دوست کے نام مفت بھیجے جایا کریں گے جو ایک روپیہ پیشگی محصول ڈاک کے لئے انجمن میں جمع کرادے - ایسے دوست کو ہر رسالہ کی دو جلدیں مفت بھیجی جایا کریں گی - زائد جلدوں کے لئے ہر دو جلد پر ۔/ محصول ڈاک پیشگی بھیجا جاوے - اس وقت ذیل کے رسائل تیار ہیں - جو محصولڈاک آنے پر مفت روانہ ہوں گے - ۔/ کے ٹکٹ بھیجیں دو رسالے روانہ ہوں گے -

(۱) سوامی شردھانند کا قتل (اردو)
(۲) سوامی شردھانند کا قتل (انگریزی)
(۳) مسلمانوں سے ایک تلخ سوال
(۴) اپیل بخدمت برادران اسلام
(۵) مسیح موعود اور ختم نبوت
(۶) رد تکفیر اہل قبلہ
(۷) کفر دون کفر اور حقیقۃ الوحی
(۸) دعوت عمل (انگریزی)
(۹) احمدیت کیا ہے ؟ عمل بالقرآن (انگریزی)
(۱۰) حقیقت احمدیت - جواب اعتراضات - (انگریزی)
(۱۱) نصائح
(۱۲) ہدایات برائے جماعت احمدیہ
(۱۳) شرک کا کھنڈر

درخواستیں بنام اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں

سوتوں کو جگانے اور بوڑھوں کو طاقتور بنانے والی

مفرح عروجی

یہ مفرح ہندوستان کے تمام گذشتہ تجربہ کاروں کی آزمائی ہوئی ہے اور یہی ناتھ جوگی کی ایجاد ہے اور سنکھ پچھن کہلاتی ہے ایک نے نگار میں رہنے کے لئے ایک عمارت بنوائی تھی اور معمولی کی غرض سے اس کی نیو نہایت گہری کھدوائی اتفاق سے زمین کے اندر پانی نکلنے کے قریب ہندوؤں کا ایک عبادت خانہ برآمد ہوا۔ اس میں سے لوہے کی قلم کا تاڑ کے پتہ پر لکھا ہوا نسخہ اسی زمانہ کی زبان میں تھا سالہا سال کی مدت دراز کے بعد نکلا عالموں سے ترجمہ کرا کے دیکھا تو سچ یہ ہے کہ وہ ایک قسم کا خزانہ ہی برآمد ہوا کیونکہ نہایت ہی فائدہ اور خاصیتوں سے بھرا ہوا ہے پس ہم اس نسخے کو مفرح عروجی کی شکل میں پیش کرتے ہیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مہا سنگھ ایک کامل عبادت گذار ہندو راہب گذشتہ زمانہ میں تھا اُس نے مفرح عروجی کا استعمال کرکے اس قدر فائدہ اٹھایا کہ بیان سے باہر ہے مفرح عروجی جب دو مہینے کھاتے کھاتے ہو جائینگے بینائی نہایت ہی درجہ ترقی کرے گی برق کی جھریاں اور بڑھاپے کی علامتیں جاتی رہیں گی۔ طاقت انتہا درجہ کی پیدا ہوگی۔ بھوک خوب بڑھ جائیگا۔ معدہ کی خرابیاں پاخانہ کی خشکی جاتی رہے گی قبض کی تکلیف ذرہ برابر باقی نہ رہے گی ہمنے بھی تجربہ کیا بھوک اور قوت بڑھانے میں بے نظیر پایا۔ قیمت فی بکس پانچ روپے۔ (صہ)

بواسیر کے مریضو!

ہم بواسیر کا شرطیہ علاج کرتے ہیں۔ بواسیر خونی ہو یا بادی نئی ہو یا پرانی ایک ہفتہ میں شرطیہ کلی آرام ہوگا نہ ہونے پر دوپیہ قیمت واپس۔ قیمت (عہ)

ولیشم پائیں کمپنی چوک گو المنڈی لاہور

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

اٹھرا کیا ہے

جسکے بچے چھوٹے ہی فوت ہوجاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہوں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو اسکو عوام اٹھرا کہتے ہیں اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں اس مرض کیلئے مولانا مولوی حکیم نور دین شاہی حکیم مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں یہ گولیاں بہت مجرب مقبول اور مشہور ہیں یہ ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کی بیماری کا نظارہ بنکر پیارے بچوں سے خالی تھے اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا تھے وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہیں ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچے نوزائیدہ۔ خوبصورت اور اٹھرا کے اثر سے بچا ہوا طبعی عمر پانیوالا والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوگا قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ) شروع حمل سے لیکر آخر تک ۸ تولہ خرچ ہوتی ہیں اکٹھا منگالیں عمر فیتولہ

عبدالرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور

ضرورت ہے؟

کیا آپ کو ریشمی لنگی ساڑھی کی ضرورت ہے تو اس پتہ سے منگوئیے مولوی کبیر احمد خان سوداگر ریشم بھاگلپور سٹی۔

ہم فروخت کرتے ہیں

سندھ سلاجیت شنائی - پتھر سلاجیت چربی شیر چربی ریچھ

سندھ سلاجیت شنائی	پتھر سلاجیت	چربی شیر	چربی ریچھ
۴ر تولہ	۔ مہ سیر	شہ سیر	للعہ سیر

برہمی بوٹی	شہد خالص	گلقند سنرپھول بنفشہ	زعفران
للعہ سیر	۸ر تا عہ سیر	ہہ سیر	عہ تولہ

بیٹہ ریچھ عہ گلو اصلی ۲ر تولہ ان کے علاوہ بنفشہ بہدانہ انار دانہ وغیرہ بہت سی پہاڑی چیزیں ہم سے مل سکتی ہیں

پتہ ———— ۵۵

کاکا رام وبودھ راج اودھمپور جموں

ہر مرد کو لازم ہے

کہ ہمارا تیار کردہ اکسیر کشتہ مرکب استعمال کرے جو چاندی قلعی مرجان ہلو پوست بیضہ مرغ ان چار چیزوں کو کئی سو بار ریحوں میں بجھا بجھا کر تیار کیا گیا ہے اکسیر کشتہ مرکب کو بچے سے بوڑھے تک سب استعمال کر سکتے ہیں۔ اکسیر کشتہ مرکب دل ودماغ کے لئے مفرح ہے اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے منادہ کی ہر بیماری کیلئے اکسیر ہے بار بار پیشاب آنے کو روکتا ہے بھوک بڑھاتا ہے غذا خوب ہضم کرتا ہے نظر کو تیز اور جسم کو خوش کرتا ہے امراض مخصوصہ نسائی کے لئے بھی مفید ہے قیمت فی تولہ للعہ

نوٹ

چھ ماشہ سے کم نہ روانہ ہوگا محصولڈاک بذمہ خریدار۔

عبدالکریم عطر مرچنٹ اقبال گنج لدھیانہ

ہمارا دعوے ہے

کہ بجز ہماری کتاب صابون سازی کے ہندوستان بھر میں کوئی کتاب آج تک نہیں چھپی جو انگریزی دیسی اعلےٰ اور نیچے پکے خوش رنگ و خوشبودار بیسیوں قسم کے صابون گھر بیٹھے بٹھائے سکھا کر ایک بے روزگار یا قلیل آمدنی والے کیلئے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر سینکڑوں روپے ماہوار کمانے کی راہ کھول دے لطف یہ کہ طریقے بالکل آسان چاہو تو چند گھنٹوں میں سینکڑوں روپے کا مال تیار کر لو جس میں بلا مبالغہ دگنا فائدہ ہے غرضیکہ صابوسازی کے تمام خفیہ راز کا پول اس چھوٹی سی کتاب میں بالکل کھول کر رکھدیا ہے جن کا اظہار صابون بنانیوالے اپنے لئے موت سمجھتے ہیں ہمارا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے جناب نور خاں صاحب سابق تھانیدار دینا ضلع جہلم تحریر فرماتے ہیں کتاب بے مثل ہے جس قدر دیسی انگریزی صابون درج ہیں فی الواقع عمدہ بڑے سستے خوشبودار تیار ہوتے یہ کتاب ضرور گھروں میں رکھ کر عورتوں کو صابون بنانا سکھا دیا جائے بابو صاحب اپنے فن میں خوب ماہر ہیں۔

جناب عبدالعزیز خاں صاحب انسپکٹر مدارس تحریر فرماتے ہیں کہ بابو محمد صادق صاحب انگریزی و دیسی صابون سازی کے پورے ماہر ہیں صابون کی اتنی قسمیں جانتے ہیں کہ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے واقعی ایسے ماہر اور صادق انسان دنیا میں کم ملتے ہیں جناب ضیاء الدین احمد صاحب وکیل جھنگ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کتاب بنہایت اعلےٰ ہے ایک ہی نسخہ آزمایا اور وہ تسلی بخش ثابت ہوا جناب حافظ رحمن صاحب ساگر سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کتاب نہایت اعلےٰ ہے بندہ نے اپنے دل میں آپ کو رہبر کامل پیر کامل مان لیا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے بندہ خاصان خدا ہیں نسخہ آزمایا بالفضلہ درست نکلا۔ احسانات کا شکریہ ادا کر سکتا۔

کیا اب بھی کوئی شک باقی ہے بے نظیر ہنر ضرور سیکھئے جو مالا مال ہونے کا اعلےٰ ذریعہ ہے یہ کتاب دس روپے میں فروخت ہوچکی ہے مگر اب اس کی قیمت صرف پانچ روپیہ ہے یہ دعوے غلط ثابت کرنے والے کو یکصد روپیہ انعام دیا جائے گا مزید حالات معلوم کرنا ہو تو جوابی کارڈ بھیجو

آپکی مستقبل اور موجودہ قسمت میں کیا لکھا ہے

اگر اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے آپ خواہشمند ہیں یا کسی ایسی بیماری کے دفعیہ کی ضرورت ہو جسکو دوا کے اثر نہ کرنے کی وجہ سے لاعلاج قرار دیا گیا ہو یا کسی نے کوئی کرتب یا جادو کر دیا ہو یا اولاد نہ ہوتی ہو یا ہو کر مر جاتی ہو یا کسی انسانی خواہش کی تکمیل مقصود ہو یا کسی بگڑے ہوئے کام کی درستی یا مقدمات میں کامیابی کسی عزیز یا دوست یا میاں بیوی کی ناچاقی ہو یا اور کسی قسم کے سوالات کے جواب حاصل کرنے کی ضرورت ہو تو بذریعہ خط وکتابت جوابی خط بھیجکر یا خود تشریف لاکر دریافت کر سکتے ہیں ہر ایک مرض پوشیدہ مردانہ ہو یا زنانہ علاج کلام الٰہی گنڈا تعویذ اور جڑی بوٹیوں سے کیا جاتا ہے ہر ایک نحوست کا اتار وغیرہ بھی کیا جاتا ہے مشورہ کی فیس فی سوال بذریعہ منی آرڈر عہ ملاقات پر صرف عہ تمام مستقبل قسمت کے موٹے موٹے حالات دریافت کرنے کی فیس صہ تمام حالات کی فیس للعہ ایک سال کا حال دریافت کرنے کے لئے للعہ عملیات ناچاقی یا ایسی بیماری جسپر دوا اثر نہ کر سکتی ہو یا بے روزگاری ہو یا اولاد پر کسی قسم کی تکلیف ہو تو عملیات کا ہدیہ صہ تحریر تسلی کرنی ہو تو ہزار ہا سندات کو خود تشریف لاکر ملاحظہ فرمائیے اور میرے کام کی صداقت کی آزمائش کیجئے اگر لاہور آنے سے معذور ہوں تو ۲ر کے ٹکٹ بھیجکر بحیر کمالات کی فہرست طلب کر سکتے ہیں خط جوابی بھیجئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف یکم جنوری سے ۱۴ جون ۱۹۲۷ء تک مستقل قیام لاہور میں رہے گا اس کے بعد وقت مقرر کرکے ملاقات ہو سکے گی۔

عامل حکیم کریم الدین طبیب روحانی انارکلی لاہور

ریشمی مشہدی لنگیاں

رنگ سیاہ سلیٹی طول چھ گز چار روپے ۸ آنہ طول ۷ گز پانچ روپے ۴ر ریشمی صافے جالدار رنگ لسری بادامی ۲ گز یا گز چھ روپے چار آنہ کلاہ سچا زریدار فیشن گول فی عدد چار روپے چھوٹا زریدار ایک روپیہ ۴ر ریشمی ازار بند مختلف رنگ فی درجن تین روپے آٹھ آنے۔

ریشمی رومال ۲۷×۲۷ انچہ فی درجن چھ روپے۔

ریشمی رومال ۱۸×۱۸ انچہ فی درجن چار روپے آٹھ آنہ

570 نمبر برائے قمیض فی گز ایک روپیہ دس آنے

656 نمبر کرنڈی برائے کوٹ فی گز ایک روپیہ چار آنے۔

ریشمی بنیان } فی درجن بائیس روپے آٹھ آنے زنانہ مردانہ دونوں قسم کے سائز موجود ہیں

ریشمی مفلر } فی عدد ایک روپیہ چار آنے اور ایک روپیہ آٹھ آنے فہرست مفت طلب کیجئے۔

حبیب سیٹھ اینڈ کمپنی

شہر لدھیانہ پنجاب

مشہور عالم زود اثر تازہ طبی ایجاد اپریشن یا نشتر کی زحمت سے بچانیوالا

آنت اترنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بیضرر اور بلا تکلیف ہے نہ نشتر کی ضرورت نہ زخم و چھالہ پڑنے کا کچھ خوف ہو خواہ آبی ہو یا بادی۔ لحمی ہو یا ریاحی والا سب کو دوا کے چار بار لگانے سے فائدہ ہوتا ہے فوتہ ہو یا آنت چلتے پھرتے آرام ہوتا ہے تمام زائد رطوبت اور ناقص پانی پسیج پسیج کر نکل جائیگا بادی پن رفع ہوگا ریاح تحلیل ہو جائینگے۔ زائد گوشت سب خشک ہو جائیگا اور فوتہ اپنی اصلی جگہ پر آ جائیگا کیسا ہی وزنی اور بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو اس کے لگاتے ہی آرام ہوگا آنت کیسی ہی اتری ہوئی ہو درد ہوتا ہو ریاح پھرتے ہوں جگہ پھول جاتی ہو آنت غوں غوں بولتی ہو فوتہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو غرض کسی قسم کی بھی شکایت ہو اس دوا کے استعمال سے انشاء اللہ آرام ہو جائیگا۔ آنت اپنی جگہ پر آکر جم جائیگی جتنا چاہو زور کر لو آنت نہ اتریگی ترکیب استعمال اندر بہ ہنر نہایت آسان۔

قیمت فی شیشی للعہ معہ محصول ڈاک۔

نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیے
ناظرین ہم اپنی تجارت کو ترقی دینے کے لئے انتہائی رعایتی اعلان صرف چند روز کے لئے شائع کرتے ہیں۔ لیکن جب تک آپ اس اخبار کا حوالہ نہ دیں گے اس رعایت کے حقدار نہ ہوں گے۔ اگر اس موقعہ سے آپ نے فائدہ نہ اوٹھایا تو آپ ایک بہت بڑے موقعہ کو ہاتھ سے دیدیں گے اس اعلان میں نصف قیمت درج ہے۔ ہمیشہ ہم اس قیمت پر دینے کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ لہذا جلد آرڈر بھیجئے۔ واضح ہو کہ مفصلہ ذیل تمام گھڑیاں اچھی طرح امتحان کرنے کے بعد روانہ کی جاتی ہیں اور یہی وجہ کمپنی کے نیک نام ہونے کی ہے۔ ہر گھڑی کی رعایتی قیمت پانچ روپے چار آنے ہوگی جن کی گارنٹی ۵ سال ہے۔ آرڈر میں گھڑی کا صرف نمبر لکھدیجئے۔
نمبر ۷۸۶ سے نمبر ۸۰۵ تک تمام گھڑیاں سنہری اصلی ۲۲ کیرٹ گولڈ پلیٹڈ جس کی گارنٹی کاریگر نے دس سال لکھی ہے جو صحیح ٹائم دینے والی اور نہایت خوبصورت ہیں۔
ان تمام گھڑیوں کی گارنٹی پانچ پانچ سال کی ہے اور ہر ایک گھڑی کا دام پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ جو گھڑی درکار ہو اس کا نمبر تحریر فرمائیے۔
خوش نما رسٹ اینڈ پاکٹ واچ
یہ گھڑی نہایت صحیح ٹائم دینے والی اور نہایت خوش نما ہے۔ خواہ ہاتھ پر باندھیے خواہ پاکٹ میں رکھیے۔
قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
جنٹلمین رسٹ واچ
اس گھڑی کی زیادہ تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے پیارے طلباء سے عاشق کرتے ہیں کہ وہ یہ گھڑی خریدیں قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
ایگزامینیشن واچ
یہ گھڑی نوجوان ... مزاج کے لوگوں کے لئے خاص طور پر بنوائی گئی ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
جرت انگیز ریڈیم پاکٹ واچ
یہ گھڑی نہایت فیشن ایبل مضبوط اور صحیح ٹائم دینے والی ہے۔ شب کو مثل ستاروں کے روشنی دیتی ہے قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
اصلی ریلوے ریگولیٹر چھوٹے سائز کی گھڑی
یہ گھڑی معمولی نہیں ہے نہایت مضبوط پرزوں کی ہے۔ جو اسپیشل طور پر منگائی گئی ہے بالکل صحیح وقت دیتی ہے۔ بڑی بڑی گھڑیوں کا مقابلہ صرف یہ ہی کرسکتا ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
مشہور جہاں اصلی امریکن الارم ٹائم پیس
نہایت صحیح وقت دینے والا چوکیدار جس وقت آپ جاگنا چاہیں اوسی وقت جگا کر چھوڑیگا چونکہ یہ خود مقبول ہوچکا ہے۔ لہذا زیادہ تعریف فضول ہے۔ قیمت پانچ روپے چار آنے ۵/۴/۰ گارنٹی ۵ سال
اصلی ریلوے ریگولیٹر اوسط سائز کی گھڑی
یہ گھڑی اپنی شکل سے ہی مضبوطی ظاہر کرتی ہے پرانی وضع اصحاب سے لیتے ہیں کہ وہ اس کو استعمال کرکے گھڑی اور اس کی قیمت کی داد دیں
المشتہر
منیجر کلکتہ واچ کمپنی چاندنی چوک دہلی

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۰ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۵

مسلم

(جناب علامہ ڈاکٹر اقبال)

ہمنشیں مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں
اس صداقت پر ازل سے شاہد عادل ہوں میں
نبض موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے
اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لئے پیدا کیا
اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا
دہر میں غارتگر باطل پرستی میں ہوا
حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی میں ہوا
میری ہستی پیرہن عریانی عالم کی ہے
میرے مٹ جانے سے رسوائی بنی آدم کی ہے
قسمت عالم کا مسلم کوکب تابندہ ہے
جس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ہے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار
ہاں یہ سچ ہے چشم بر عہد کہن رہتا ہوں میں
اہل محفل سے پرانی داستاں کہتا ہوں میں
یاد عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے
سامنے رکھتا ہوں اس دور نشاط افزا کو میں
دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو میں

بزم احباب

(مرتبہ خانصاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب)

روس

جناب مولانا موسیٰ یار اللہ صاحب نمائندہ مسلمانان روسیہ نے ذیل کا خط حضرت امیر کی خدمت میں روانہ کیا ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ خط میں ابوسعید عرب صاحب نے کچھ مبالغہ سے کام لیا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ ان کی تکالیف کا موجب خود ان کی اپنی بے اعتدالیاں تھیں بہر حال وہ خط یہ ہے۔

عالیجاہ مولانا مولوی محمد علی صاحب عفی اللہ عنہ۔ میرا یہ خط اس جاہ دنگہ، پر جہاں کہ اسلامی ولولہ نمودار ہے۔ ایک بانگ درا ہے اور یہ ایک درخواست قوم کے ہر منور اور با ایمان بشر کے لئے ہے۔ میں تمام قوم کو بالعموم اور آپکو بالخصوص اس ناموری کا اظہار کرانا چاہتا ہوں جو آپ کی نسبت ہمارے ملک میں دلپذیر ہو چکی ہے۔ آپکو سنجیدہ اور باعزت اقوام پر واضح ہے کہ آخری جنگ یورپ نے روس کی شخصی حکومت کو تہہ و بالا کر دیا ہے بعدہٗ اس کے نامور لیڈروں کی پالیسی کے بموجب بڑی عالیشان اور فتحیاب تبدیلی ریولیوشن، ظہور پذیر ہوئی جس نے ظالمانہ اور بے رحم سلطنت کی بیخکنی کر کے ایک عادلانہ حکومت کی بنیاد رکھی اور اس نئی حکومت نے مزدور پیشہ لوگوں کو غلامی کے حلقہ سے نکالا۔ اور کسانوں اور ان کی پونجی کو دست جابر سے نجات دلائی اور سرمایہ داروں کے ظالمانہ برتاؤ کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور تمام اقوام میں مساوات قایم کی۔ اور جاودانہ امن اور حقوق مساوات اور انسانی اختیارات کا سکہ جمایا۔ جس کی وجہ سے تمام مذاہب کو آزادی ملی۔ اور تعظیم و تکریم) حاصل کی۔ نیز ہر قوم ایک جمہوری حلقہ میں منظم ہے جو اس کے تمام کے تمام امورات کو ترتیب دیتا ہے اور تمام قومی اختیارات اور رسومات کو پوری آزادی بخشتا ہے۔ اور ہم مسلمانوں کے لئے اس ملک میں ہمارے حرکات و سکنات کی مکمل حفاظت کی گئی ہے خواہ وہ قومی ہو یا مذہبی، ملی ہو یا ملکی۔ ہم بغیر کسی حیل حجت کے اس عالیشان رفعت کا پورا پھل پاتے ہیں۔ بجز اس متعدد جماعت کے جس کی غفلت کمزوری اور مفلسی فائدہ اٹھانے نہیں دیتی۔

ریولیوشن کے شروع سے لے کر موجودہ زمانہ تک تمام ان مصنفات و تصنیفات، جو موجودہ حکومت کے زیر سایہ قومی مذہبی و صنعتی عملیات پر شایع ہوئی ہیں۔ بندہ [illegible] فائدہ ان اور اسلامی اصولوں کی سچائی کو حرف بحرف ثابت کرتے ہیں۔ [illegible] میرے یقین کو محکم کیا ہے اور میرے خیالات کو وسعت دی ہے مندرجہ بالا اصول کی بنا پر بندہ یہ آرزو پیش کرتا ہے کہ کیا یہ ہمارے لئے ممکن ہو سکتا ہے اور کیا یہ ہماری کوشش اس امر کے لئے فائدہ مند ہوگی کہ ہم ایک علمی مجلس کی بہر نئے طور پر بنیاد ڈالیں اور علمیات قرآن کو دہرائیں۔ اور تمام اسلامی اصول کو جو کہ موجودہ فلسفہ و سوشلزم، اور صنعتی علمیات کے مطالعہ سے چنے جا سکتے ہیں کو مستحکم کیا جاسکے۔

حضور والا سے اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ جو کچھ قرآن شریف کے صحیفہ آسمانی ہونے پر تحریر کیا گیا ہے آپ ان تمام دلائل کو اکٹھا کرنے کی بے انتہا کوشش کیجیے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

اگر کوئی ایسا نیا دور آپ کی مدنظر ہے یا آپ ایسی ایک علمی مجلس کے قایم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو بندہ بھی اس امر مقدس میں حصہ لینے میں بہت بھاری رغبت رکھتا ہے۔ میرے آپ تک پہنچنے کا مدعا اس امر کا پورا کرنا ہے کہ میں خود بھی فائدہ اٹھاؤں اور اگر ہو سکے تو آپ کو بھی اس کا اجر ملے۔ آپ کے جواب باصواب کا منتظر (دستخط) موسیٰ یار اللہ۔

اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ آپ پر ظاہر کر سکوں کہ ہماری مساجد دن رات نمازیوں سے پُر رہتی ہیں۔ اور ان کا مذہبی ولولہ اور جوش دن بدن ترقی پر ہے۔ اور رسومات کی تعظیم کا اظہار بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ مگر ہمیں ایک منتظم مدرسہ یا کالج کی غایت درجہ پر ضرورت ہے۔ لیکن ہم ایسی انجمن کی بنیاد رکھنے میں بالکل ناقابل ہیں۔

(دستخط) موسیٰ یار اللہ۔ از ماسکو

البانیا

برادر حافظ علی صاحب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ سابقہ خط میں لکھ چکا ہوں اب چند امور بطور یادداشت لکھتا ہوں (۱) حضرت قطب معہود (مراد حضرت مسیح موعود) کے بے نظیر کلمات میں سے میں نے کچھ اپنی زبان میں ترجمہ کئے ہیں۔ جو عنقریب چھپوا کر خواص و عوام کے فائدہ کے لئے شایع کر دونگا۔ (۲) جو کتاب آپ نے بذریعہ ڈاک روانہ کی تھی میں نے اسے البانوی زبان میں ترجمہ کر کے شایع کر دیا تھا۔ اور اب انشاء اللہ دو ہفتے تک اسے فارسی میں بھی ترجمہ کر دونگا۔ اور بعد از تقسیم کرنے کے علاوہ آپ کو بھی بھیج دونگا۔ (۳) جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں مجالس شرعیہ، مدارس وغیرہ کی ترقی دینی اور نور اسلام کے انتشار کے لئے ضروری ہے کہ مختلف کتب و رسائل کے تراجم کا البانوی میں رواج دیا جائے اس کی طرف آپکی توجہ درکار ہے (۴) مہربانی فرما کر اپنے معزز ممبران و بزرگان گروہ

خطبہ عید الفطر

مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۲۷ء

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام میں خوشی کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اور احمدی چونکہ اس زمانہ میں قدرے اس سے پہلے اسلام کی طرف زیادہ متوجہ نظر آتے ہیں اور اس کو اپنی اصلی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بھی خیال ہے کہ احمدیت تو بہت ہی خشک پہلو اسلام کا ہے۔ میرے خیال میں جس قدر خوشی کو اسلام نے اپنے اندر جگہ دی ہے کسی دوسرے مذہب نے نہیں دی۔ یہاں تک کہ کسی مذہب میں خوشی کو عبادت کے اندر داخل نہیں کیا گیا۔ یوں تو اور قوموں کے اندر خوشیاں منائی جاتی ہیں لیکن کسی نے عبادت کے اندر اس کو جگہ نہیں دی۔ مگر اسلام نے اپنی دونوں عیدوں کو عبادت میں داخل کیا ہے۔ اصل میں جس بات سے لوگوں کو غلطی لگتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بات میں انسان حد سے گزرے۔ خواہ خوشی ہو یا غم ہر دو حالتوں میں انسان کو حد کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ خوشی اور غم کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر کوئی مصلح آئے اور چاہے کہ خوشی کو انسان کے اندر سے نکال دے تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ نہ غم کو دنیا سے نیست و نابود کر سکتا ہے۔ سچے مصلح کا کام ہے کہ دونوں کو اپنی حد کے اندر رکھے۔ خوشی لازماً انسان کی زندگی میں آتی ہے۔ اسلام نے اس سے روکا نہیں۔ بلکہ غم کو ہلکا کرنے اور تکلیفوں کو آسان کرنے کے جس قدر رستے اسلام نے بتائے ہیں کسی مذہب نے نہیں بتائے۔ اور یوں اس کی زندگی کے اندر راحت کے پیدا کرنے کا سامان کیا ہے۔ البتہ خوشی پر اترانے سے روکا ہے۔ کیونکہ جو انسان خوشی پر اتراتا ہے اسے جب مصیبت پیش آئے تو حزن و غم بھی اس کا حد سے گزر جاتا ہے

اجتماع

اسلام کے اندر خوشی کو بڑی بھاری جگہ ہے۔ البتہ آپ دیکھیں گے کہ اس ہماری عید میں اور غیر لوگ جو خوشیاں مناتے ہیں ان میں فرق ضرور ہے ایک فرق اکٹھے ہونے کا ہے اسلام نے اجتماع کو عید کا جزو قرار دیا ہے اور یہی سب سے بڑی خوشی کا موجب ہے۔ اگر غور کروگے تو جس قدر ایک دوسرے کو دیکھ کر راحت اور انبساط پیدا ہوتی ہے۔ اور کسی طرح نہیں ہوتی۔ تو اس لئے اسلام نے جو اس ہماری عید کا پہلا جزو قرار دیا وہ اکٹھے ہونا ہے دوسرے مذاہب میں جو میلے وغیرہ اور خوشی کے دن ہوتے ہیں ان میں اس طرح سے اجتماع کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ مثلاً آپ کے سامنے ہولی اور کرسمس وغیرہ منائے جاتے ہیں۔ ان میں بھی خوشی کے سامان ہوتے ہیں لیکن یہ رنگ خوشی کا کہ تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے یہانتک کہ دیہات والے شہروں میں آکر اس اجتماع میں شریک ہوتے ہیں نہیں پایا جاتا مسلمانوں کا یہ اجتماع بہت سے فوائد کا موجب ہے۔ اور اصل خوشی اسی میں ہے کہ انسان اپنے بھائیوں سے ملے۔ ان کے دکھ درد، رنج و راحت کو معلوم کرے قومی مسائل کے حل میں ان کا مدد معاون ہو۔ اس لئے اس اجتماع کو عید کی سب سے پہلی ضرورت قرار دیا۔

خیرات

دوسری بات جو عید میں خوشی کی رکھی ہے وہ کیا ہے؟ وہ سمجھایا ہے کہ نری میری اور میرے بھائی کی خوشی ہی حقیقی خوشی نہیں۔ بلکہ جب تک قوم کے غربا، قوم کے مساکین اور ناداروں کو شامل نہ کیا جائے یہ خوشی مکمل نہیں ہوتی۔ دوسری قوموں کو دیکھو انہوں نے میلوں میں خیرات کو جزو لازم نہیں رکھا۔ لیکن اسلام نے دونوں عیدوں میں خیرات کو جزو لازم قرار دیا ہے یہ فطرانہ جو نماز عید سے پہلے دیا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو اپنی تنگدستی اور ناداری کی وجہ سے عید کی خوشی میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ان کو بھی شامل کیا جا سکے۔ یہ عام میلوں پر نہیں ہوتا۔ ابھی آپ کے سامنے ہولی کا میلہ آئے گا ایک ایک آدمی بیس بیس پچاس پچاس روپے خرچ کرے گا۔ لیکن غربا کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ اس لئے ان عام میلوں کو اسلام میں اتنی اہمیت نہیں۔ حدیثوں میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو ان کے ہاں دو میلے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان دو میلوں کی جگہ تمہارے لئے دو عیدیں رکھ دی ہیں۔ گویا وہ خوشی کی بہترین صورت ہے اور اس لئے اس میں ساری قوم کو شریک کیا جاتا ہے کیونکہ خوشی مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ساری قوم کو اپنے اندر نہ لے۔

سامان تفریح

لیا ہے۔ امام بخاری کا فقاہت کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ بخاری کمال موجود ہے ان کے تفقہ کے اندر۔ انہوں نے جو عیدین کے باب باندھے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا باب عیدین میں تجمل کا باندھا ہے۔ یعنی عید میں ظاہری طور پر اعلیٰ درجہ کا لباس پہننا۔ اس کے نیچے حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی چوغہ بازار میں بکتا ہوا دیکھا۔ تو آپ اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ اور عرض کی کہ آپ اسے عیدین کے موقع پر پہنا کریں۔ یا جب وفد آئیں تو پہن لیا کریں۔ وہ تو خیر ریشمی چوغہ تھا اس لئے آپ نے انکار کر دیا۔ کہ مردوں کے پہننے کے لائق نہیں۔ لیکن اس باب کا باندھنا اور حضرت عمر کا وہ چوغہ لانا صاف بتاتا ہے کہ عید کے موقع پر ظاہری زیب و زینت بھی جو انسان کے ذرائع کے اندر ہو ہونی چاہیے۔ دوسرا باب عید میں کھیل کود کا باندھا ہے۔ اس میں حضرت عائشہ کی حدیث لائے ہیں کہ نبی کریم چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے اور انہوں نے کہا مزمار الشیطان عند رسول اللہ صلعم۔ رسول اللہ صلعم کے پاس شیطان کا باجا! اور ان لڑکیوں کو جھڑکا تو رسول اللہ صلعم نے منہ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا دعهما فانها ایام العید۔ ان کو چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور اسی حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ مسجد کے صحن میں حبشی کچھ کھیلیں کر رہے ہیں۔ تم دیکھنا چاہتی ہو؟ تو نبی کریم صلعم کے حجرے تو مسجد ہی میں کھلتے تھے۔ آپ دروازہ میں کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے ایک طرف حضرت عائشہ کو کھڑا کر لیا۔ اور وہ حبشیوں کے کھیل کود کو دیکھتی رہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر آگئے۔ اور انہوں نے انہیں روکنا چاہا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا امنا بنی ارفدة۔ یعنی امن کے ساتھ کھیلتے چلے جاؤ۔

اسوۂ حسنہ

یہ دو باتیں تو آگئیں۔ ایک عورتوں کے اندر گانا، اور دوسرے مردوں کے اندر کھیلیں، مردانہ کھیلیں جس سے شجاعت پیدا ہو وہ تلوار اور ڈھالوں سے کھیلتے تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں مزمار الشیطان اور حضرت عمرؓ بھی روکتے ہیں لیکن صحیح وہی ہے جو آنحضرت صلعم کا عمل ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔ رسول اللہ صلعم ہی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی نظر بڑی وسیع تھی۔ آپ تو جانتے تھے کہ یہ میرا نمونہ ایک خاص قسم کے لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے اگر تنگی کی جائے تو یہ ٹھیک نہ ہوگا۔ اگر کسی کو اس ذریعے سے لذت اور راحت ہوتی ہے تو اس میں ہرج نہیں۔ ہاں اپنی اپنی طبیعت ہے سب لوگ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی طبیعت کے نہیں ہوتے۔ ممکن ہے اس ہمارے مجمع میں بھی بعض ایسے ہوں جو اس کو اچھا نہ سمجھتے ہوں۔ اور بعض ایسے ہوں جو اس کو پسند کرتے ہوں۔ خود رسول اللہ صلعم کا اس وقت کپڑا اوڑھ کر پڑے ہونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی طبیعت بھی ایسی باتوں کی طرف راغب نہ تھی لیکن حضرت عائشہ کا پاس بیٹھ کر اس کو سننا بتاتا ہے کہ وہ اس کو پسند کرتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جو ظاہری خوشی کا سامان ہے انسان کی طبیعت اس کی محتاج ہے۔ یہ جو میلے لگ جاتے ہیں جیسے انجمن حمایت اسلام نے میلہ تجویز کیا ہے ان میں شامل ہونے میں کوئی ہرج نہیں۔

راحت ابدی

مسجد میں عید کے دن کھیلیں بھی ہوتی تھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاں آکر لوگوں کو غلطی لگتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے خوشی کے ان چھوٹے چھوٹے سامانوں کے اوپر ایک بلند تر خوشی کا سامان دیا ہے اور اسی کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اسلام ظاہری خوشی کو نہیں چاہتا۔ اسلام جس خوشی کے سامان پر زور دیتا ہے وہ اس زندگی سے متعلق ہے جس کو اخروی زندگی کہہ لو۔ لعقبت کہہ لو جس کو انگریزی میں ایک بلند تر زندگی کہیں گے

اسلام نے اس میں انسان کی اصل راحت اور خوشی قرار دی ہے۔ بیشک یہ خوشی کے چھوٹے چھوٹے سامان بھی ہیں۔ جو اس دنیا میں نظر آتے ہیں۔ ان سے بھی منع نہیں کیا۔ لیکن ان سے بڑھ کر وہ سامان ہے جو اس دوسری زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بچوں میں بعض وقت ایسی ایسی حرکات دیکھنے میں آتی ہیں جو ان کے لئے موجب خوشی ہوتی ہیں لیکن بڑوں کے لئے وہ معمولی باتیں ہیں۔ اور ان کو ان سے کوئی خوشی نہیں ہوتی بچوں کی خوشی کا سامان اسی میں ہے جو ان کو پسندیدہ ہو لیکن بڑوں کے سامان ان سے علیحدہ ہیں۔ [illegible] حقیقی خوشی اور

غمزدوں کا غمخوار

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی بات کیا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ غم ہے تو نسل انسان کی مصیبت کا ہے۔ فکر ہے تو کل انسانوں کی نجات کا ہے۔ بڑا عجیب نظارہ ہے آنحضرت صلعم کی زندگی میں آپ نہایت ہی عجیب انسان تھے۔ ہماری خوشیوں میں شامل ہمارے غم میں شامل، ہنسنے والوں کے ساتھ ہنستے اور رونے والوں کے ساتھ روتے بھی تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی بیمار تھے۔ آپ ان کی عیادت کو گئے۔ وہاں جب پہنچے تو ایسی حالت تھی کہ لوگوں نے سمجھا نزع کی حالت طاری ہے۔ ایسے موقع پر ان کے عزیز رشتہ داران کے گھر جمع تھے۔ اور ظاہر ہے کہ رو رہے ہونگے جب پہنچے تو پوچھا کیا فوت ہو گئے؟ عرض کیا گیا نہیں۔ اس وقت آپ کی بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کی فطرت نیچر کے قریب تر واقع ہوئی تھی۔ اور جس طرح اور انسانوں پر کسی واقعہ کا اثر ہوتا تھا آپ پر بھی ہوتا تھا۔ یہ صحابی بعد میں اچھے ہو گئے اور دیر تک زندہ رہے۔ ایسا ہی جب آپ مجلس میں ہوتے اور کوئی ہنسی کی بات ہوتی اور دوسرے لوگ ہنستے تو آپ بھی ان کے ساتھ مل کر ہنستے۔ یہی حالت دوسرے حالات زندگی میں تھی۔

خلق عظیم

جب کبھی کوئی کام پیش آتا تو یہ نہیں کہ آپ دوسروں کو بتاتے۔ اور خود نمبردار بن کر بیٹھے رہتے۔ بلکہ خود بھی اس کام کو اپنے ہاتھ سے کرتے۔ ایک دفعہ جنگل میں کھانا وغیرہ پکانے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے سب کو مختلف کام تقسیم کر دیئے اور خود کہا کہ میں جنگل میں سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ جو سب سے مشکل کام تھا۔ اب دیکھو کام کرنے والوں کے ساتھ کام میں بھی شامل ہیں۔ لڑنے والوں کے ساتھ لڑتے بھی ہیں۔ اور اس طرح بے خوف ہو کر لڑتے ہیں کہ جب سب ساتھی بھاگ اٹھتے ہیں تو اس وقت بھی آپ کا منہ دشمن کی طرف ہوتا ہے۔ پھر دوستوں کے ساتھ دوستی۔ ایسی دوستی کہ فرمایا بالمومنین رؤف رحیم۔ رافت اور رحمت آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ لیکن جب سر کاٹنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو یہ نہیں کہ نرمی کی وجہ سے اس سے گریز کریں۔ بلکہ دشمن کا سر بھی کٹوائیں گے۔ انما انا بشر مثلکم میں ایک تصویر کھینچ دی ہے انسانیت کی۔ اس لئے کہ مذہب ہم انسانوں کے لئے لائے تھے اگر ہماری خوشی میں ہمارے غم میں ہمارے کاموں میں شریک نہ ہوتے تو ہمارے لئے نمونہ کیسے بنتے۔ گھر میں جاتے ہیں تو بیویوں کے ساتھ وہی برابری کا تعلق ہے۔ جو میاں بیوی میں ہونا چاہیے۔ بعض دفعہ جھگڑا بھی ہو جاتا ہے جہاں دو ذات کا تعلق ہو وہاں ایسی باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ بعض وقت بیوی کی سختی کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے گھر میں بھی ایسے واقعات ہوئے تھے۔ ایک دفعہ ایک بی بی کے ہاں آپ تھے۔ تو دوسری کے گھر سے سالن آپ کے لئے آیا۔ اس بی بی نے غصہ سے وہ پیالہ ہاتھ مار کر گرا دیا۔ آپ نے ہنس کر کہا سوکنوں کے ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ گھر میں برتن بھی مانجھ دیتے تھے۔ اور بھی گھر کے کام کر دیتے تھے۔ اگر بیوی کو امداد کی ضرورت ہو تو اس کو مدد دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ تو گو نبی کریم صلعم ہمارے انسانی رنج و راحت میں بھی شریک تھے۔ مگر آپ کے حقیقی غم و راحت ان باتوں سے بلند تر تھے۔ اور ہم کو بھی اپنے اندر ایسی بلند باتوں کو پیدا کرنا ہے۔

قومی رنج وراحت

ہر شخص دیکھ لے کہ وہ کہاں تک اس بلند تر خواہش کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسلام اس اعلےٰ مقام کی طرف لانا چاہتا ہے کہ نبی کریم صلعم کا غم ہمارا غم ہو۔ اور نبی کریم صلعم کی خوشی ہماری خوشی ہو۔ یہ وہ بات ہے جو ہم میں پیدا ہونی چاہیے یہ ہماری ظاہری رنج و راحتیں ادنےٰ درجہ کی ہیں۔ ہماری حقیقی رنج و راحتیں ان سے بلند تر ہونی چاہئیں۔ قوم کا رنج اور قوم کی راحت ہی ہمارا رنج و راحت ہو سکتا ہے۔ میں نے ابھی عید کے لئے ایک پوسٹر شائع کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ دو چیزیں ہیں جو ہمارے لئے خوشی اور رنج کا موجب ہو سکتی ہیں۔ ایک ہمارا دین ہے اور ایک ہماری دنیا۔ اگر کوئی دنیا کی حالت کا اندازہ اس سے کرے کہ میں اچھا کھاتا پیتا ہوں تھوڑی سی لوگ عزت بھی کرتے ہیں۔ تو یہ کوئی اندازہ نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا میں ایک غلام ہوتے ہیں ایک آقا۔ غلام کا سب کچھ کمایا ہوا آقا کا مال ہوتا ہے۔ ان ہندوؤں کو دیکھو وہ تھوڑا سا روپیہ جو ملک سے باہر جاتا ہے اس پر چیختے اور چلاتے ہیں۔ کہ ہم غلام ہو گئے ہمارا مال دوسرے لے جاتے ہیں۔ لیکن ذرا اپنے بھائیوں کو دیکھو۔ کیا مسلمانوں کی تمام کمائی ہندوؤں کے گھر میں نہیں جاتی۔

ہندوؤں کی آبادی اور مسلمانوں کی بربادی

سارے پنجاب میں سوا کروڑ مسلمان اور پون کروڑ ہندو ہیں ان سوا کروڑ مسلمانوں کی طرف سے ساڑھے بارہ کروڑ روپیہ سود کے رنگ میں بطور خراج ہندوؤں کے گھروں میں جاتا ہے۔ یہ سرکاری کاغذات کا حساب ہے۔ اس سے آگے چلو جو باقی بچتا ہے

ایسے ہی تم اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو تجارت کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور جو کچھ کماتے ہو اسے دوسروں کی نذر کر آتے ہو۔ تو یہ حالت ہے ہماری دنیا کی۔ اور ہم میں یہ طاقت نہیں کہ تجارتی دکانیں کھولیں۔ بلکہ تجارتی اخلاق بھی نہیں جانتے۔ اگر ہمیں مقدمہ پیش آتا ہے تو ہندو وکلا کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ اس روپے کو جو مسلمانوں سے کماتے ہیں۔ ان کی بربادی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ایسی غلام قوم زندہ رہنے کے قابل ہے۔ اس کو سدھارنے کی کوشش کرنی چاہئے اس میں تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا پڑے گا۔ نبی کریم صلعم کو حکم ہوتا ہے ان اخرج قومک من الظلمات الی النور۔ اپنی قوم کو ظلمات سے نکال کر روشنی میں لے آؤ۔ مگر کتنے دکھ آپکو اس کے لئے اٹھانے پڑتے ہیں۔ کتنی جانیں تلف ہوتی ہیں۔

ہماری دینی و دنیوی حالت

یہ تو ہماری دنیا کی حالت ہے ہمارے دین کی کیا حالت ہے۔ باہر عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنتوں کو تباہ کر دیا۔ اور اس طرح سے اسلام کی دنیوی طاقت کو توڑا۔ یہاں ہندوستان انگریزوں کے غلام ہوں گے ہم تو ان غلاموں کے غلام ہیں۔ یہ ہمارے مفلس بھائیوں کو لے جاتے ہیں اور انہیں مفلسی سے نکالنے کا جگہ دے کر اشدہ کر لیتے ہیں۔ یہ ان کی بے علمی اور اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر وہ جانتے تو اسلام وہ چیز تھی کہ افلاس بھی آ گیا تھا تو بھی اس کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ لیکن ان کی جہالت اور ناواقفیت کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کو اسلام سے برگشتہ کیا جا رہا ہے۔ اور ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بیداری کی ضرورت

غرض ہمارے دین اور دنیا دونوں محتاج ہیں اس بات کے کہ ہم اٹھیں اور مسلمانوں کو جگائیں۔ مجھے افسوس ہے کہ باوجود اس بات کے کہ ہم میں احساس پیدا ہو چکا ہے ابھی تک کام کرنے والے انگلیوں پہ گنے جا سکتے ہیں۔ باقی لوگ آرام سے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ اور قطعاً اس کی پرواہ نہیں کہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ یہ حالت اچھی نہیں۔ آپ وہ لوگ ہیں جن کے اندر احساس پیدا ہو چکا ہے۔ جب آپکی یہ حالت ہے تو دوسروں کی کیا ہوگی۔ خوب یاد رکھو جب تک قوم بحیثیت مجموعی نہیں اٹھتی جب تک سب میں جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اس وقت تک کام ہونا مشکل ہے۔ تمہارے اندر ایک قوت ہونی چاہئے ہاں تم میں سے ایک ایک فرد کے اندر یہ جوش اور قوت ہونی چاہئے کہ ہمکو یہ کام کرنا ہے اور پھر اس کو پورا کر کے دکھا دو۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ ہم میں سے اکثر نے اپنے بچوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ آج کیا حالت ہمارے نوجوانوں کی ہو گئی ہے۔ کالجوں کے اندر پڑھتے ہیں نہ قوم کی پروا نہ مذہب کی۔ بالکل آزاد ہیں۔ قرآن کا حکم ہے۔ قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ پس جب تک تم اپنے بچوں کو آگ سے نہیں بچاتے۔ جب تک بیویوں کو آگ سے نہیں بچاتے۔ اس وقت تک تم نے کچھ نہیں کیا۔

جمعہ کی اہمیت اور ملاؤں کی جاہلیت

پھر مجھے افسوس ہے کہ بہت لوگ ہیں جو جمعہ کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ کچھ عرصہ کی بات ہے کہ بنگال میں ایک ہندو نے لکھا کہ مسلمان بڑھ رہے ہیں اور ہندو کم ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے اس کی وجہ اس نے بتائی کہ اسلام میں جمعہ کا اجتماع رکھا گیا ہے وہ اس کا اصل سبب ہے۔ تمام مسلمان جمع ہو جاتے ہیں۔ مسجدوں کے اندر اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ انہیں آسانی سے اشاعت اسلام کی تحریک کی جا سکتی ہے۔ یہ ہے جمعہ کی اہمیت جس کو ایک ہندو نے سمجھا ہے۔ افسوس ہے کہ اب تو جمعہ بھی برائے نام ہی عام طور پر رہ گیا ہے وہ امر جو جمعہ کی روح تھی یعنی خطبہ وہ کوئی نہیں ہوتا۔ یا اس موقع پر کچھ شعر پڑھ دیے جاتے ہیں۔ ع عیسیٰ کہاں موسیٰ کہاں اس بات کا ہی سب کو غم جس کو خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اور یا عربی میں چھپا ہوا خطبہ اٹھا کر پڑھ دیتے ہیں۔

جمعہ میں آؤ اور فائدہ اٹھاؤ

تم کو خدا نے ایک راستہ پر ڈالا۔ اور حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے سمجھایا کہ ان خطبوں سے قوم کو زندہ کیا جا سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ لوگ سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ کوئی ہرج نہیں۔ جمعہ میں بہا بر آنا چاہئے۔ اگر بیس باتوں میں سے ایک بھی یاد رہی تو بہت ہے سنتے رہنے کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ کانوں میں بات پڑتی رہے تو فائدہ اور اثر ضرور ہوتا ہے۔ کیا اس کے لئے ایک گھنٹہ کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ بڑے افسوس کا مقام ہے میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر یہی حالت رہی تو ہماری قوم اس عزت کے مقام کو کھو دے گی جو خدا کے فضل سے اسے مل چکا ہے۔ خود جمعہ میں آؤ اور اپنے نوجوان بچوں کو لاؤ۔

مستورات کا فرض

پردہ کے پیچھے ہیں۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ایک حصہ مسلمانوں کی قوت کا ان کے ہاتھ میں ہے۔ اکثر اشیائے ضروری جو مسلمانوں کے گھروں میں مہیا کی جاتی ہیں۔ ان میں عورتوں کا دخل ہی زیادہ ہوتا ہے۔ بالخصوص کپڑے میں۔ کاش ہماری یہ عورتیں یہ عہد کر لیں کہ وہ ہر ایک چیز کے خریدنے میں اپنی قوم کی بہتری کو مدنظر رکھیں گی۔ تو وہ اپنی قوم کے لئے بہت بڑی قوت کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اس میں شاید ان کو مشکلات پیش آئیں لیکن کیا قوم کی خاطر اتنا نہیں ہو سکتا کہ اپنی ضروریات کو محدود کر دیں۔ اور مسلمان دکانداروں کو اپنی خریداری سے مدد پہنچائیں۔ یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ بہتر سے بہتر مال مہیا کر سکیں۔ کم از کم ایک سال کے لئے وہ اس کا عہد کر لیں کہ جو چیز خریدیں گے صرف مسلمان کے ہاں سے خریدیں گے۔ تو ایک ہی سال میں قوم کو بہت کچھ قوت مل سکتی ہے۔ مگر یہ ہماری مستورات کے ہی ہاتھ میں ہے کہ وہ اس پر پورے عزم سے کاربند ہوں۔

اسراف سے بچو

یہ حصہ عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اس سے قوم کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے ریشمی کپڑے زیادہ نہیں ملتے۔ کیا ہرج ہے اگر اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ نہ سہی ریشمی کپڑے۔ قوم کو بچانا ہے تو ان باتوں کا خیال نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کچھ مدت معمولی کپڑا پہن لیا یا ذرا ریشم پہن لیا تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ دوسری بات جو میں کہنی چاہتا ہوں وہ ہے رسم و رواج بہت سا روپیہ جو مسلمانوں کا بچ رہتا ہے وہ شادی یا موت پہ بے فائدہ خرچ ہوتا ہے۔ ایک طرف ایک میت چلتی ہے۔ اس کا رنج ہے دوسری طرف دعوتوں پر دعوتیں اڑ رہی ہیں۔ ایسا ہی شادیوں میں ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے پاس کوئی روپیہ نہیں وہ بھی اس غرض سے کہ ناک رہ جائے قرض مانگ کر بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور اتنی لمبی دعوتیں دیتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ کیا فائدہ ہے اس کا۔ ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق کر سکتا ہے۔ کوئی دو چار دس آدمی بلائے اور ان کی دعوت کر دے اتنا لمبا سلسلہ کر کے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ رسم و رواج کا حصہ بھی عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہے اس کو بھی اگر وہ چاہیں تو منسوخ کر کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

انتقاد

جبر و قدر

اس رسالہ میں مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر ای۔ اے۔ سی قادیان نے مذہبی مسلمات سے الگ ہو کر مسئلہ جبر و قدر پر عام فہم طریق سے بحث کی ہے۔ اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اگر انسان ایک حد تک خود مختار ہے تو اس حد سے نکل کر مجبور بھی ہے۔ رسالہ کی دلچسپی قابل تعریف ہے۔ ضخامت ۵۴ صفحات قیمت غالباً چار یا چھ آنے ہوگی۔ خود مصنف سے مل سکتا ہے

ملت اور قومی معاملات

یہ رسالہ بھی جناب مرزا سلطان احمد صاحب کی تصنیف لطیف ہے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ اس میں دکھایا ہے کہ ملت بیضا کی تباہی و بربادی کے اسباب کیا ہیں۔ موجودہ مسلمانوں کی بے حسی و بے غیرتی کی دردناک داستان ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ضخامت ۴۸ صفحات قیمت ۶ ر ملنے کا پتہ:۔ مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر ای۔ اے۔ سی۔ قادیان ضلع گورداسپور

"تنظیم ماہوار"

یہ ماہوار رسالہ ہے جو ہفتہ وار تنظیم امرتسر کے علاوہ، جناب قرشی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلا پرچہ ہمارے سامنے ہے۔ جو عمدہ مضامین نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ بعض مضامین تو اس قابل ہیں کہ ہر مسلمان کو ان کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ عمدہ۔ ضخامت اشتہاروں کے علاوہ ۴۸ صفحات غرض ہر لحاظ سے شاندار ہے۔ سالانہ چندہ تین روپے نمونہ کا پرچہ منیجر تنظیم امرتسر سے پانچ آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیے۔

توحید

ہفتہ وار اخبار ہے جو مولوی محمد داؤد غزنوی کی ادارت میں امرتسر سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلا نمبر دلچسپ مضامین پر مشتمل ہے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے نمونہ کا پرچہ منیجر صاحب توحید امرتسر سے طلب فرمائیے۔

جواہر ریزے

ق

(۱) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک سلوک (یعنی نان و نفقے) اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کریں۔ پھر اگر عورتیں (از خود گھر سے) نکل کھڑی ہوں تو جائز باتوں میں سے جو کچھ اپنے حق میں کریں اس کا تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲: ۲۴۰)
مطلب یہ ہے کہ بیوہ عورتوں کو گھروں سے نہ نکالا جائے اور اگر وہ جائز طور پر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں روکا نہ جائے۔

(۲) اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو پسندیدہ طور پر فائدہ پہنچانا چاہئے پرہیزگاروں پر ایک حق ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۴۱)
مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کو بحالت مجبوری شرعی حدود کے ماتحت طلاق دینی پڑے ان کے ساتھ علاوہ مقررہ مہر کے اور بھی سلوک کرنا چاہئے۔

(۳) کون ہے جو اللہ کے لئے اچھا عمل کرے تو وہ اسے اس کے لئے کئی گنا بڑھاتا ہے۔ اور اللہ لیتا ہے اور بڑھاتا ہے اور اس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۴۵)

(۴) اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ بہت دینے والا جاننے والا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۴۷)

(۵) بسا اوقات چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب آگیا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۴۹)

(۶) اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو (کرسی حکومت پر سے) نہ ہٹاتا رہے تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے۔ لیکن اللہ دونوں جہان کے لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۵۱)

(۷) مسلمانو! ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ نیک راہ میں بھی) خرچ کر لو (مگر) اس سے پہلے کہ وہ دن آ موجود ہو (یعنی قیامت) جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ یاری اور نہ سفارش اور جو (دنیا میں) خرچ نہ کرتے (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں وہ لوگ کچھ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔

ح

(۱) جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے وہ دوزخ کی آگ سے بچ سکتا ہے
(۲) جو اللہ سے محبت کرے اس سے محبت کرو۔ جو اللہ سے نفرت کرے اس سے نفرت کرو۔
(۳) جو تم اپنے لئے چاہتے ہو وہ دوسروں کے لئے بھی چاہو اور جس چیز سے تم کو نفرت ہے وہ غیروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔
(۴) کوئی شخص اس وقت تک پکا مومن نہیں بن سکتا جو دوسرے بھائیوں کی فلاح و بہبود کا خیال نہ رکھے۔
(۵) جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے خدا کے لئے کسی چیز کو دینے میں دریغ نہیں کرتا۔ اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ وہ پکا ایماندار ہے۔
(۶) پکا مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے ہر مسلمان محفوظ ہے پکا مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی زندگیاں اور جانیں محفوظ ہیں اور پکا صابر وہ ہے جو ان تمام امور سے جن سے خدا تعالیٰ نے منع کیا ہے دور بھاگے۔
(۷) جو شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے اس کا ایمان خارج ہو جاتا ہے
(۸) مومن ایک سرسبز درخت کی مانند ہے جس کا پتہ کبھی نہیں گرتا اور جس کا سایہ دائمی ہے۔
(۹) تین چیزیں ہیں جن کا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھے گا۔ اول خدا کی عبادت۔ دوسرے اس بات کا اعتراف کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور تیسرے نیک مال سے یتیموں کو خیرات دینے والا۔
(۱۰) خدا اس پر مہربان نہیں جو بنی نوع انسان پہ مہربان نہیں۔
(۱۱) وہ ہم میں سے نہیں جو بڑوں کا احترام۔ بچوں کو پیار۔ لوگوں کو نیک کام کی نصیحت اور برے کام سے منع نہیں کرتا۔
(۱۲) جو ایک مسلمان کی ضرورت کے وقت مدد کرتا ہے خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مدد کرے گا۔
(۱۳) رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک سب سے پیارا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ نمبر ۱۵۱

آریہ سماج کے تبلیغی مرکز گوروکل کانگڑی کے چشمدید حالات

جوش وخروش کے مظاہرے

(۳)

گوروکل کانگڑی (ہردوار) کی سلور جوبلی کے موقع پر آریہ پرچارکوں نے جو طوفان بے تمیزی مچایا اس کا کچھ حال ہم گذشتہ اشاعتوں میں بیان کر چکے ہیں۔ اور کچھ آج بیان کیا جاتا ہے۔

۸ ارمارچ کو شدھی کانفرنس کے اجلاس میں لالہ گیان چند نے کہا:۔

"عیسائی اور مسلمان محض اپنی سنکھیا (تعداد) بڑھانے کے لئے اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہیں۔ اسلام تو جنم ہی سے پولٹیکل دھرم ہے۔ حضرت محمد صاحب کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں قرآن تھا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا"

پنڈت رامچندر دہلوی نے آیات قرآنی کا غلط سلط ترجمہ کر کے ہندوؤں کو بتایا کہ مسلمانوں کے یہ اعتقاد ہیں۔ (۱) فی قلوبہم مرضاً۔ انسان مرض میں پیدا ہوا ہے۔ (۲) انسان کو شیطان بہکاتا ہے۔ (۳) انسان ضعیف ہے اس لئے بدمعاشی سے باز نہیں رہ سکتا۔ (۴) خدا محدود ہے اور اس نے لوگوں کا حال معلوم کرنے کے لئے کراماً کاتبین مقرر کر رکھے ہیں۔ (۵) مسلمان ایک ایشور کی عبادت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب تک رسول پر ایمان نہ لایا جائے توحید مکمل نہیں ہوتی۔ (۶) جب کانوں کو قرآن سنایا جاتا ہے تو بیچ میں وہ حائل ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں بیان کرنے کے بعد ہندوؤں سے کہا:۔

"کیا تمہارا فرض نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دماغ کا علاج کرو اور انہیں ایسی تاریک باتوں سے باہر نکالو"

اس کے بعد سادھوؤں کو مخاطب کر کے کہا:۔

"شرم کرو کہ تمہاری موجودگی میں اسلام بڑھ رہا ہے اور سات کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ جیسے کہ راپدیشک نہ ہو روٹی کھانے کو ملے گی۔ سب سنیاسیوں کا فرض ہے کہ اس بھارت دیش میں شدھی کے جھنڈے کو گھر گھر گاڑ دیں"

ڈاکٹر سکھ دیو دہلی نواسی نے کہا:۔

"اگر آپ مسلمانوں کو جذب کرنے کے لئے تیار رہوں تو وہ ایک دن ہی میں ہزاروں کی تعداد میں شدھ ہو سکتے ہیں۔ آریہ سماجیوں کی کیتیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں نے کئی ایک اور طریقے اختیار کر لئے ہیں سب مولویوں کا ایکہ ہے کہ ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لئے اتنا جتن نہ کرو جتنا ہندوؤں کو آریہ سماجیوں کے خلاف بھڑکاؤ۔ وہ بتلاتے ہیں کہ اگر ہندوؤں کو آریہ سماج کے خلاف بھڑکائے رکھو گے تو ہمارا کام بن جائیگا میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس زہریلے اثر سے بچو۔ . . . . مسلمان عورتیں راجپوتانہ میں ہندو بن کر ہندو عورتوں کو بھگا لے جاتی ہیں۔ دہلی کے سٹیشن پر تین چار ملکی عورتیں اور بچے روز بچائے جاتے ہیں۔ مکاری کے جال سے وہ ایسی باتیں کرنے لگے ہیں"

سوامی کرشنانند نے جو سندھ میں شدھی کا کام کرتے ہیں۔ سندھ

اپیل کی کہ ان لوگوں میں پوری قوت سے شدھی کا پرچار کرنا چاہیئے کیونکہ ان میں سے تقریباً دس ہزار آدمی ایسے ہیں۔ جو ابھی تک بعض ہندو رسوم پر عامل ہیں۔ اور آسانی سے ہندو دھرم میں لائے جا سکتے ہیں۔

پنڈت کدارناتھ فیض آبادی نے بتایا کہ:۔

"اودھ کے علاقہ میں میرے پاس پچیس ہزار آدمی موجود ہے جو شدھ ہونے کے لئے تیار ہے۔ ضرورت صرف ہمت کی ہے۔ ہندوستان میں پچیس لاکھ سنیاسی ہیں۔ یہ بیکار لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیوں شدھی کا کام نہیں کرتے . . . . . . ہندو لڑکے اگر مسلمان سے چھو جائیں تو وہ تالی پیٹ دیں کہ مسلمان ہندو ہو گیا۔ . . . . مردانگی کے ساتھ رہو یا مر جاؤ۔ ہر ہندو یہاں سے واپس جا کر کم از کم پانچ مسلمانوں کو ضرور شدھ کرے۔

پنڈت شانتی سروپ فرخ آبادی نے جن کی بدزبانی کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔ ہندو عورتوں کو جو پنڈال میں ایک طرف بیٹھی تھیں مخاطب کر کے یہ تلقین کی کہ شدھی کے معاملہ میں تم مردوں کا ساتھ دو اور نئے آنیوالوں کا سواگت کرو اور ان سے کسی قسم کی چھوت چھات نہ کرو۔ یہ پرچار جاری تھا کہ آپ کا پارہ یکایک کھولاؤ کے درجہ تک پہنچ گیا اور گرج گرج کر فرمانے لگے:۔

"یہ سات کروڑ (مسلمان) ڈاکو ہیں جو تمہاری پتریوں کو تم سے جدا کرتے ہیں۔ اور تمہارے پتروں کو تمہاری گود سے چھینتے ہیں۔ اگر تم مردوں کی پیٹھ ٹھونکو اور کہو کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تو ایک مسلمان نظر نہ آئے۔ اگر تم ساتھ دو تو جتنے ڈاکو ہیں وہ تمہارے رکھشک بن جائیں۔ میں ہندی رکھشا کے لئے اپنا خون دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ بھاؤ سوامی دیانند نے مجھ میں پیدا کیا ہے۔ ورنہ میں بھی تو یہی عقیدہ رکھتا تھا کہ ہندو کو مار دو اور بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ تھوڑے آئے تھے تمہاری نفرت نے سات کروڑ بنا دیئے۔ . . . . جو آپ کو مٹانا چاہتے ہیں اور ظلم کی چکی میں پیسنا چاہتے ہیں۔ وہ خود پس جائیں گے۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب شدھی کا چکر چلے گا۔ . . . . مسلمانوں کا مل شروع سے یہی رہا ہے کہ مارو مارو۔ جو اسلام سے نکلے اسے قتل کرو۔ ہم بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر پھر رہے ہیں"

ڈاکٹر مونجے نے پہلے شدھی کی دو قسمیں بتائیں ایک مدافعانہ دوسری جارحانہ پھر دونوں طریق سے شدھی کرنے کی تلقین کی اور فرمایا:۔

"جب تک آپ اچھوتوں کو ہضم نہ کریں اس وقت تک آپ میں جارحانہ جنگ (شدھی) کی طاقت پیدا نہ ہوگی۔ . . . . آکرمناتمک (جارحانہ) شدھی کرنے کے لئے پہلے آپ مسلمانوں کو گرو کر دان کے سوا آپ کسی کو گورو نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ اس بارہ میں سب سے بڑھ کر کام مسلمانوں نے ہی کیا ہے۔ مسلمانوں کا اتہاس پڑھنا چاہیئے۔ . . . . . . انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلامی دھرم سچا ہے۔ اس لئے اگر سچے مارگ سے کوئی علیحدہ رہے تو اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ پس انہوں نے خوشی سے ہوئے۔ دھرم سے ہوئے کرم سے ہوئے۔ تلوار سے ہوئے۔ قرآن سے ہوئے۔ چھل سے ہوئے بل سے ہوئے اس دھرم کو پھیلانے کی کوشش کی . . . . . . مسلمانوں کا پیغمبر بڑا دانا تھا۔ اس نے وشواس کر لیا کہ دنیا بچہ ہے۔ اس لئے اس نے خوشی سے چھل سے بل سے تلوار سے انیک مارگ سے اس دھرم کو پھیلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تمہارے ہندوستان میں چھ سو برس آگے جہاں ایک مسلمان نہیں تھا وہاں سات کروڑ مسلمان پیدا ہو گیا کبھی افغانستان تک میں تمہارا راج تھا۔ آج تمام کشمیر پرانت مسلمان ہو گیا ہے۔ پورب بنگال دن بدن مسلمان ہو رہا ہے۔ اگر آپ اسی طرح پچاس سو سال تک رہے تو مالابار اور بنگال میں ایک ہندو بھی نظر نہیں آئے گا . . . . قتل مرتد کا قاعدہ آپ برا سمجھو یا پریم سروپ کے خلاف سمجھو لیکن وہی ایک قاعدہ ہے جس نے ہندوستان میں جہاں ایک مسلمان نہیں تھا وہاں سات کروڑ پیدا کر دیا اگر آپ کو آکرمناتمک شدھی کرنا ہے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے موافق قتل مرتد کا مسئلہ ایجاد کرنے کی تجویز کرو۔ اگر آپ مسلمانوں کو شدھ کرنا چاہیں تو اس وقت تک شدھ نہیں کر سکیں گے جب تک آپ یہ یقین نہ دلا دیں گے کہ آپ کے جسم میں بل ہے۔ اور اس کے ذریعہ اپنے شدھ ہونے والے لوگوں کی حفاظت کر سکتے ہیں"

کو اس یاوہ گوئی اور بدزبانی کے لئے کھلی اجازت دے دی گئی ہے۔ اگر نہیں تو پھر ان اشتعال انگیز تقریروں پر کیا نوٹس لیا گیا ہے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حکومت کو ان کی اطلاع نہ ملی ہو۔ کیا ایسی ہی اشتعال انگیز تقریروں کا یہ نتیجہ نہیں کہ ملک میں فسادات کا غیر منقطع سلسلہ شروع ہے۔ اگر حکومت فی الحقیقت فسادات کا انسداد چاہتی ہے۔ تو اسے ان بدزبانیوں کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔ جو فتنہ وفساد کا اصل سرچشمہ ہیں۔

غیر حکومت کا جو فرض ہے وہ اسے ادا کرے یا نہ کرے۔ مسلمانوں کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمان ان زبان درازیوں کو صبر وتحمل سے برداشت کریں۔ اور کوئی ایسی اشتعال انگیز روش اختیار نہ کریں۔ انہیں سنگٹھنیوں کی ان بلند پروازیوں کی پرلیشہ کے باہر بھی پروا نہ کرنی چاہیئے۔ ان کا فرض یہ ہے کہ وہ بدزبانی سے مجتنب رہیں البتہ اپنے اندرونی مناقشات دور کر کے آپس میں اتحاد واتفاق پیدا کریں اور مجتمع قوت کے ساتھ فتنہ شدھی وسنگٹھن کی روک تھام اور فریضہ تبلیغ واشاعت اسلام کے انصرام کے لئے کام کریں۔ مقابلہ سخت ہے لیکن اگر تنظیم، اتحاد، استقلال اور عزم راسخ سے کام لیا جائے تو اس میدان میں کامیاب نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ مسلمانوں میں ابھی تک یہ تینوں چیزیں مفقود ہیں۔ جو کام کیا جا رہا ہے وہ نہایت بے ترتیب منتشر اور سطحی ہے۔ اس کے اندر پائداری واستواری اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ مستحکم اصول پر کام کیا جائے۔

اچھوت ہندو نہیں ہیں

ہم بارہا اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ اچھوت قومیں ہندو نہیں ہیں۔ بلکہ ہندوستان کے ان اصل باشندوں کی اولاد ہیں جنہیں آریہ حملہ آوروں نے تباہ وبرباد کر کے اپنا غلام بنا لیا اور آج آریہ اچھوتوں کو ہندو بتا کر اپنے اندر جذب کرنے کی جو کوشش کر رہے ہیں۔ وہ تمام تر سیاسی نقطہ نگاہ سے ہے۔ ورنہ ان بدبخت قوموں کے متعلق ویدوں اور شاستروں میں ایسے وحشیانہ احکام پائے جاتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں ہندو اچھوتوں کو کبھی مساوات کے حقوق نہیں دے سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب اچھوت بھی اصل حقیقت اور آریوں کی سیاسی چال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ ہم ہندو نہیں ہیں۔ اور آریہ ہمیں شدھ کر کے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنے دھرم پر قائم رہ کر سنگٹھن کرنا چاہیئے۔ اور آریوں کے ظلم وستم سے نجات حاصل کرتے اپنے سیاسی حقوق لینے چاہئیں۔ چنانچہ ان مظلوم قوموں نے ظالموں کی دستبرد سے بچنے کے لئے جالندھر میں "آدھرم سبھا" کے نام سے ایک سبھا قائم کی ہے۔ جس کے صدر سوامی شودرانند ہیں۔ سوامی شودرانند نے اخبارات میں اعلان کیا ہے کہ ہم اچھوت ہندو نہیں ہیں۔ اور ہمیں ہرگز ہندو لکھا اور سمجھا نہ جائے۔ ہم ہندوستان کے اصل باشندے ہیں۔ جن پر آریہ قوم نے باہر سے آکر ظلم وستم کئے اس سبھا نے جالندھر اور اس کے گردونواح میں پرچار شروع کر دیا ہے اس سبھا کے سب سے پرجوش مبلغ سوامی شودرانند ہیں۔ آریہ ان کے سخت مخالف ہیں۔ اور ہر وقت ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں چنانچہ اخبار مشرق گورکھپور میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ارادل پور ضلع جالندھر میں سوامی شودرانند کی تقریر ہوئی جس کا ہندوؤں سے جواب تو کچھ نہ بن پڑا۔ ہاں ویدک رواداری کا ثبوت اس طرح پر عنزدہ دیا کہ رات کے گیارہ بجے سوامی جی پر حملہ کر دیا۔ بھنگیوں اور مسلمانوں نے سوامی جی کی حفاظت کی۔ صوبہ بمبئی سے بھی اسی قسم کی ایک اطلاع آئی ہے کہ ایک گاؤں میں ہندوؤں نے اچھوتوں پر حملہ بول دیا لیکن مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کر کے اچھوتوں کی حفاظت کی یہ واقعات بتاتے ہیں کہ ویدوں اور شاستروں میں شودروں کے متعلق جو غیر منصفانہ احکام پائے جاتے ہیں۔ ہندو ابھی تک انہی پر عمل پیرا ہیں۔ اور آریوں نے اچھوتوں کی شدھی کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ محض نمائشی ہے۔ ان کی ذہنیت میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ایسی حالت میں اچھوتوں کے لئے اگر وہ ان ستم کیشیوں سے بچنا چاہتے ہیں ایک ہی چارہ کار ہے۔ وہ یہ کہ شدھی کے جال میں نہ پھنسیں۔ بلکہ اپنا جداگانہ سنگٹھن قائم کر کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ اتحاد پیدا کریں۔ اسی طریق سے ان کی اچھی طرح ہو سکے گی۔

محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

اٹھرا کیا ہے؟

جس کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہیں یا قبل سے پہلے حمل گر جاتا ہو اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب محافظ اٹھرا گولیاں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول اور مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن کر پیارے بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا تھے وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اور اٹھرا کے اثر سے بچا ہوا طبعی عمر پانیوالا والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوگا۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ۔ شروع حمل سے لیکر آخر رضاعت تک نو تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ اکٹھا خریدنے والے کو عہ فی تولہ۔

عبدالرحمن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان گورداسپور

شاہی مطب و دوا خانہ عالیہ زیر سرپرستی کپورتھلہ

ہمارے دوا خانہ میں مردوں عورتوں اور بچوں کی ہر قسم کی پوشیدہ امراض کا علاج مذریعہ خط و کتابت کیا جاتا ہے۔ غرباء سے فیس کچھ نہیں لی جاتی۔ ہر قسم کی شاہی ادویہ نہایت زود اثر اور مجرب مقویات ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ **سفوف ہاضم** تے متلی۔ بدہضمی ضعف معدہ کی تمام بیماریوں کے لئے اکسیر ہے قیمت۔ اتولہ ۸/
شراب الصالحین مفرح اور مقوی شربت ایک گھونٹ پینے سے طبیعت دن بھر شگفتہ اور بحال رہتی ہے۔ نہایت خوشبودار۔ اور راضم قیمت فی تولہ عہ
کحل الجواہر مقوی بصر آنکھ کی ہر بیماری دھند۔ غبار۔ کمزوری نظر اور پڑبال و گکرے کے لئے بے حد مفید ہے قیمت عہ

شاہی حکیم مولوی نذر محمد حسن صاحب دہلوی ملازم کپورتھلہ ریاست

حکیم تلسی پرشاد اگرواں کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ

بال جیون گھٹی رجسٹرڈ

بچوں کی ہر ایک بیماری کی مشہور و معروف دوائی ہزاروں ... اسکے پینے سے موٹے تازے طاقتور ہو جاتے ہیں اشتہار نہ پینے سے چھوٹے بڑے سب خوش ہو کر پی لیتے ہیں بازاروں میں سوداگروں سے خرید و اگر کمیشن چاہئیے تو بال جیون کا ایجنسی سے منگا کر قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک فی شیشی ایک ... سوداگروں ... درجن کی قیمت پانچ روپیہ علاوہ محصول

ہر بیماری کا علاج خود کر لو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب "تجربات تلسی" کا بغور مطالعہ کریں گے وہ اپنی و نیز دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جائیں گے اور اگر وہ چاہیں گے کہ اسکے ذریعہ دوا و علاج میں سینکڑوں روپے کمائے لگیں گے اس میں ہر بیماری کے وہ نایاب نسخے درج ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اشرفیوں سے ... کہلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ایک روپیہ علاوہ محصول مفت لو دس آنہ ... اگر منگانا ہو تو بھیجئے پر رسالہ صحت مفت بھیجا جائیگا

الملتمس مینیجر بال جیون کارخانہ علی گڑھ شہر ... دہلی

ریشمی مشہدی لنگیاں

رنگ سیاہ یا سلیٹی طول چھ گز چار روپے آٹھ آنے طول سات گز پانچ روپے چار آنے۔ ریشمی صافے جھالر دار رنگ لسٹری بادامی چھ گز پانچ روپے سات گز چھ روپے چار آنے۔

کلاہ بخارا زریدار نفیس گول فی عدد چار روپے چھوٹا زریدار ...
ریشمی ازار بند مختلف رنگ فی درجن تین روپے آٹھ آنے۔
ریشمی رومال فی درجن چھ روپے سائز ۲۷×۲۷
ریشمی رومال ۱۸×۱۸ انچ فی درجن چار روپے آٹھ آنے۔
لٹھا لسٹر برائے قمیض فی گز ایک روپیہ دس آنے۔
لٹھا لسٹر گرنڈی برائے کوٹ فی گز ایک روپیہ چار آنہ۔
ریشمی بنیان فی درجن بائیس روپے آٹھ آنے۔ زنانہ مردانہ دونوں قسم کے سائز موجود ہیں
ریشمی مفلر فی عدد ایک روپیہ چار آنہ اور ایک روپیہ آٹھ فہرست مفت طلب کیجیے۔

حبیب سیٹھ اینڈ کمپنی شہر لدھیانہ پنجاب

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر غریب طبقے کے لوگ لگاتے ہیں عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت رسول اللہ ہے چند عطر جو خاص ہمارے کارخانہ کے مشہور ہیں لطور نمونہ طلب فرمائیے۔ جملہ قسم کے عطر روغن ہر قسم کے تماکو ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کے ساتھ خاص رعایت ہوگی خط بھیجکر نرخ وغیرہ معلوم کیجیے۔

عطر موتیا عطر مشک عطر عنبر عطر گلاب عطر روح حسن عطر نور عطر کیوڑہ عطر شمامۃ العنبر بہتر سے بہتر عطر تمیلیل اور تماکو وغیرہ ہمارے کارخانہ سے طلب کیجیے۔ ہر قسم کے عرق بھی موجود ہیں۔

منگانے کا پتہ

ایس سرور حسین اختر حسین مولوی گنج لکھنؤ

ریلوے پنچ با تصویر

رفتار نہایت تیز

وہ مشہور آفاق اخبار جس نے ملک بھر میں اپنی ظرافت آمیز دوڑ کا سکہ جما دیا تھا۔ اپنے بیلے اصلاحات کے زیر عنوان دلچسپ۔ دلکش و دلچسپ مضامین اور کارٹون شائع کرکے دست دشمن ہے اپنے زور قلم کا لوہا منوا لیا تھا اب پھر سلسلہ صحافت پر نمودار ہوا ہے اور ہر ماہ کی یکم تاریخ کو اپنے ہیڈ کوارٹر گجرات پنجاب سے تیز رفتار سے چار کوٹ عالم کی دوڑ لگا رہا ہے کرایہ دہی گجرات لاہور یعنی سالانہ ٹکٹ ایک روپیہ چار آنہ ایک ماہ کی سیر ... دو آنہ صفت خوردگی منتظم اسٹیشن ماسٹر کی نذر ہوگی۔ اور دو اڈٹ ٹکٹ ہر گز الاؤنس نہیں ہونگے یعنی آرڈر بھیجئے۔ وی پی ایک روپیہ ... آنہ کا ہوگا۔ پتہ

مینیجر اخبار ریلوے پنچ گجرات پنجاب

گراموفون

چھ آنے میں

حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے فوراً خط لکھو۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے

جوزف اینڈ کمپنی فتح پوری بازار دہلی

مشہور عام زود اثر تانے طبی ایجاد اپریشن کی زحمت نہ اٹھائیے

آنت اترنے کی اکسیر دوا

جو بالکل بے ضرر اور بلا تکلیف ہے۔ نہ نشتر کی ضرورت نہ زخم و چھالہ کی کسی قسم کا فوتہ ہو خواہ آبی ہو یا بادی، لحمی ہو یا ریاح والا سب کو اس دوا کے چار بار لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ فوتہ ہو یا آنت چلتے پھرتے تمام ہو تا ہے تمام زائد رطوبت اور ناقص پانی پسیج پسیج کر نکل جائے گا۔ بادی بن رفع ہوگا ریاح تحلیل ہو جائیں گے۔ زائد گوشت سب خشک ہو جائے گا۔ اور فوتہ اپنی اصلی جگہ پر آ جائیگا۔ کیسا ہی وزنی اور بھاری کیوں نہ ہو گیا ہو اس دوا کے لگانے سے ہی آرام ہوگا۔ آنت کیسی ہی اتری ہوئی ہو۔ درد ہوتا ہو۔ ریاح بھرتے ہوں۔ جگہ پھول جاتی ہو۔ آنت غوں غوں بولتی ہو۔ فوتہ کی طرف مائل ہو جاتی ہو۔ غرض کسی قسم کی بھی شکایت ہو۔ اس دوا کے استعمال سے انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ آنت اپنی جگہ پر آ کر جم جائے گی۔ جتنا چاہو زور کر لو۔ آنت نہ اترے گی ترکیب استعمال اور پرہیز نہایت آسان ہے جو دوا کے ہمراہ بھیجا ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی تین روپے معہ محصول ڈاک۔

یونانی ہمدرد دواخانہ ڈوری بازار متھرا

امرت دھارا رجسٹرڈ

سوالات	جواب
۱ اگر کسی کے سر درد۔ دانت درد۔ کان درد چوٹ کا درد یا کوئی جسمانی درد ہو تو کیا لگانا چاہیے؟	لاکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ... لکھ کر بھیج چکے ہیں مثلاً سنت تیرام صاحب ... مجسٹریٹ معظم آباد سے لکھتے ہیں:۔
۲ اگر کسی کو کھٹمل۔ بچھو سانپ یا کوئی زہریلا جانور کاٹ جاوے تب کیا لگانا چاہیے؟	آپ سے کئی مرتبہ امرت دھارا منگوایا اور عام طور پر گھر میں اور محلہ یا تحت میں اس کا استعمال کیا واقعی جملہ بیماریوں کا ایک ہی علاج ہے کوئی گھر امرت دھارا سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔
۳ اگر کسی کے پیٹ درد۔ بدہضمی قے دست ہیضہ وغیرہ اچانک آ جاویں تب کیا کھانا چاہیے؟	آپ کا دم غنیمت ہے پرماتما آپ کے کارخانہ کو اس سے بھی زیادہ ترقی دے اب آپ سمجھ گئے کہ آپ کو کیا چیز پاس رکھنی ہے!
۴ اگر کسی کے زخم لگ جاوے یا پھوڑا پھنسی تکلیف دے تب کیا لگانا چاہیے؟	

امرت دھارا رجسٹرڈ

قیمت فی شیشی سالم دو روپیہ آٹھ آنہ نصف شیشی سوا روپیہ نمونہ کی شیشی آٹھ آنہ ... امرت دھارا لیہ امرت دھارا کھیل امرت دھارا ... امرت دھارا گولیاں ...

ہندو ہیرلڈ کا گمراہ کن پروپیگنڈا

۱۳ مارچ کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت نے جو تقریر کی تھی اس کے متعلق ایک سنگھٹنی اخبار "ہندو ہیرلڈ" نے اپنی ۲۲ مارچ کی اشاعت میں گمراہ کن پروپیگنڈا کر کے حکام ضلع کو اکسانے کی کوشش کی ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ "ہر لمحہ آگ بھڑکائی جا رہی تھی اور کسی لغت میں کوئی ایسی گالی نہیں جو ہندوؤں کو نہ دی گئی ہو" اور فضا کو ایسا مکدر بیان کیا ہے کہ گویا ہندو رپورٹروں کی جان بھی خطرہ میں تھی۔ معلوم نہیں یہ اخبار نویسی ہے یا ناول نویسی اس میں شک نہیں کہ یہ باتیں "افکار و حوادث" ہی کے کالم میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی ایک ناواقف شخص کو ایسی مبالغہ آمیز تحریر سے دھوکہ لگ سکتا ہے۔ اس لئے اس کی تردید ضروری سمجھی گئی۔ ہم خود اس جلسہ میں موجود تھے۔ ہم نے وہاں کوئی بات ایسی نہیں سنی جسے گالی سے تعبیر کیا جا سکے۔ لیکچر کا موضوع تھا "رواداری کا مذہب اسلام ہے یا ویدک دھرم" اور اس لیکچر کی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی کہ چند روز قبل آریہ سماج وچھو والی میں پنڈت چوپتی اور بھائی پرمانند نے اسلامی رواداری پر کچھ اعتراضات کئے تھے انہی اعتراضات کا جواب دینے کے لئے یہ جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں نہایت مہذب رنگ میں اسلامی اور ویدک دھرمی رواداری کا مقابلہ و موازنہ کیا گیا تھا اسلامی رواداری پر آریہ پرچارک بے سروپا اعتراضات کریں تو ہندو ہیرلڈ خاموش رہے۔ لیکن جب ویدک دھرم کی رواداری کو طشت از بام کیا جائے تو ہندو ہیرلڈ اسے گالی گلوچ قرار دے۔ اور ڈپٹی کمشنر ضلع کو توجہ دلائے۔ ہندو ہیرلڈ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جناب ڈپٹی کمشنر بہت ہوشیار اور خبردار واقع ہوئے ہیں۔ انہیں ہندو ہیرلڈ کے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندوستان کا مردم خور درخت

کہتے ہیں کہ افریقہ میں ایک مردم خور درخت ہے۔ جو اپنے پاس سے گزرنے والے ہر جاندار کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اپنے شکار کو پتوں اور شاخوں میں اس زور سے دباتا ہے کہ اس کی جان نکل جاتی ہے لیکن جانتے ہو کہ ہندوستان کا مردم خور درخت کونسا ہے وہ "سود در سود" ہے۔ جو نہ صرف اپنے شکاری ہی کو چٹ کر جاتا ہے بلکہ اس کے خاندان کی خوشحالی کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہندوستان کا یہ مردم خور درخت افریقہ کے مردم خور درخت سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ افریقہ کا مردم خور درخت سب جانداروں کو بلا امتیاز شکار کرتا ہے لیکن ہندوستان کا مردم خور درخت اکثر مسلمان ہی پر حملہ کرتا ہے۔ اس درخت کے مجاور اور پجاری اپنے کرتوں سے شکار کو گھیر لاتے ہیں ہندو مہاجن ہیں۔ ہر جگہ کے مسلمانوں کو ان ابلہ فریب پجاریوں اور مجاوروں کے مکر وفن سے بچنا چاہیئے۔

گورے اور کالے انصاف میں فرق

یوں تو یہ مردم خور درخت ہندوستان کے ہر حصہ میں پایا جاتا ہے۔ اور ہر جگہ اکثر مسلمانوں ہی کو شکار کرتا ہے۔ لیکن خطہ کشمیر میں تو اس کی کثرت و درمیدہ انگنی کی یہ نوبت پہنچ چکی تھی کہ مسلمانان کشمیر الامان الامان پکار اٹھے تھے۔ ریاست کشمیر کے نیک دل مہاراجہ سر ہری سنگھ نے اپنی مفلوک الحال رعایا کی جب یہ فریاد سنی تو انہوں نے ساہوکارہ بل کے ذریعہ اس مردم خور درخت سے اپنی رعایا کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کر دیا۔ لیکن افسوس ہے حکومت پنجاب پر کہ اس نے اپنی رعایا کو اس مردم خور درخت سے بچانے کا کچھ بندوبست نہ کیا۔ کشمیر کے لوگوں نے واویلا کیا تو ان کے مہاراجہ نے ان کی دادرسی کی۔ لیکن پنجابیوں نے فریاد کی تو اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ اب بتاییئے کہ گورے انصاف کو اچھا کہیں یا کالے انصاف کو۔ اس معاملہ میں تو کالا انصاف گورے انصاف سے بازی لے گیا ہے۔

درخواست دعا

ریاست بھرتپور میں آریوں کی سرگرمیاں

یوں تو اب ہر ہندو ریاست میں شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں زور شور سے جاری ہیں۔ لیکن ریاست بھرتپور سب پر فوقیت لے گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ریاست کے مہاراجہ صاحب اور ان کے اکثر مصاحب اور حکام بھی پکے سنگھٹنے ہیں۔ اس ریاست کے سنگھٹنی حکام نے ۱۹۲۳ء میں آریہ پرچارکوں کو شدھی میں مدد دینے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ ابھی تک بدستور جاری ہے۔ جمعیۃ دعوت و تبلیغ کا ایک مبلغ لکھتا ہے کہ گزشتہ سال تحصیل بیانہ درو پ باس میں چودھری رام سروپ تحصیلدار کی معاونت میں تین پرچارک پارٹیوں نے دورہ کیا امسال تیس سے زیادہ پارٹیاں ریاست مذکور میں دورہ کریں گی۔ علاقہ میوات میں دورہ شروع ہو گیا ہے۔ اور عنقریب تحصیل بیانہ درو پ باس میں چھ پارٹیاں سامان ضرا میرسے لیس ہو کر پہنچنے والی ہیں۔ مقامی پروپیگنڈا کرنے والوں کو مناسب ہدایات صادر ہو چکی ہیں۔ اسی قسم کی اطلاعات خواجہ حسن نظامی صاحب کو بھی پہنچی ہیں کہ مہاراجہ بھرتپور میواتی مسلمانوں کو ہندو بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے مشورے ہو رہے ہیں۔

اس وقت بھرتپور اور دوسری ہندو ریاستوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سنگھٹنیوں نے ایک گہری سازش کر رکھی ہے کہ ہندو ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کو ہضم کر لیا جائے لیکن افسوس ہے کہ مسلمان ابھی تک سو رہے ہیں۔ کچھ کرنا تو درکنار ابھی تک انہیں صورت حالات ہی کا احساس نہیں ہوا۔

ریاست جمبہ کی اسلام کش روش

آریہ سماجیوں کو ویدک رواداری پر بہت ناز ہے لیکن اس کا جو نمونہ جمبہ کی ہندو ریاست نے پیش کیا ہے وہ از حد مایوس کن ہے اس ریاست میں ہندوؤں اور عیسائیوں کو تو یہ اجازت ہے۔ کہ وہ برضا و رغبت دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کریں لیکن مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب میں ان دوسرے لوگوں کو شامل کر سکیں جو اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنا چاہیں۔ بالفاظ صحیح تر اس ہندو ریاست میں اشاعت اسلام حکماً بند ہے حال میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایک وفد جمبہ بھیجا گیا۔ کہ وہ مہاراجہ جمبہ کو اس ناجائز اور متعصبانہ حکم کی تنسیخ کی جانب متوجہ کرے اور مسلمانوں کو اشاعت مذہب کی ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح کھلی اجازت دلائے۔ وفد نے ہر چند کوشش کی لیکن مہاراجہ صاحب نے اس حکم کے منسوخ کرنے سے انکار کر دیا۔ ہاں وفد کو اس وعدہ سے بہلا کر ٹالنے کی کوشش کی جب کبھی کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہونے کی درخواست دیا کرے گا تو وہ منظور کر لی جایا کرے گی لیکن یہ صرف زبانی بہلاوا تھا کیونکہ جب آزمائش کے طور پر ایک شخص کی درخواست پیش کی گئی جو اپنی خواہش سے مسلمان ہونا چاہتا تھا۔ تو مہاراجہ صاحب نے اپنی زبان اور اپنے وعدہ کی کوئی پروا نہ کر کے درخواست نامنظور کر دی۔ یہ ہے اس ویدک رواداری کا نمونہ جس پر آریوں کو فخر ہے۔ کیا مسلمان اس مشکل کا کوئی حل سوچیں گے؟

اخبار لاحول قانونی شکنجہ میں

سید میر بسمل مدیر "لاحول" پر حکومت پنجاب نے زیر دفعہ ۱۹۲ ایک اشتہار بعنوان "جیف حکمائے مہاراجگان کشمیر کے بے نظیر مجربات" کی بنا پر مقدمہ چلایا ہے۔ یہ اشتہار گورو گھنٹال اور کئی دوسرے ہندو اخبارات میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ حکومت کی نظر عنایت نے بیچارے سید میر بسمل ہی کا انتخاب کیا ہے۔ اگر اشتہار فحش ہے اور اس کا شائع کرنا جرم ہے تو سب سے بازپرس کرنی چاہیئے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اس اشتہار کا "لاحول" میں شائع ہونا تو جرم ہو اور گورو گھنٹال میں شائع ہونا کوئی جرم نہ ہو جو چیز واقعی فحش ہے وہ کسی ہندو اخبار میں چھپ کر مہذب تو ہو نہیں جاتی۔ سمجھ میں نہیں آتا [illegible]

مذاکرۂ علمیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

سوال۔ بیان القرآن صفحہ ۱۳۲۶ پر ہے "کلام کرنا انسان سے خاص ہے" اور صفحہ ۱۳۱۲ پر ہے "لکڑی نے کلام کیا"۔ تطبیق کی ضرورت ہے۔

جواب۔ اس میں کیا شک ہے کہ کلام کرنا انسان سے خاص ہے۔ نہ جمادات نہ نباتات نہ حیوانات ان میں سے کوئی بھی کلام نہیں کرتا۔ صفحہ ۱۳۱۲ میں کوئی بات اس کے خلاف نہیں۔ وہاں تو اتنا لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اگر چاہے تو لکڑی سے کلام کرا دے۔ جس طرح ہم کہیں کہ خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ درختوں میں سے انسان پیدا کر دے۔ یہ تو اس کی قدرت کا بیان ہے۔ مگر اس کی سنت یہ ہے کہ انسان مرد و عورت کے نطفہ امشاج سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ سنت اللہ نظر آتی ہے۔ کہ کلام کرنا انسان کا خاصہ ہے۔

باقی رہا رسول اللہ صلعم کا یہ معجزہ کہ آپ جس ستون سے لگ کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اس سے ہٹ کر جب نئے ممبر پر خطبہ پڑھنے لگے تو وہ لکڑی کا ستون رویا۔ اور اس کے رونے کو آپ نے سنا یہ ایک کشفی نظارہ ہے یہ عالم موجودات کی باتیں نہیں۔ عالم مثال کی ہیں۔ عالم مثال میں یعنی کشف و رویا میں درخت و پتھر کلام کرتے نظر آتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ عالم موجودات کے کسی قانون کے وہ خلاف بات ہے۔ بلکہ اہل دل اور صاحب حال لوگوں کو کسی چیز کا حال قال میں نظر آ جاتا ہے۔ کوئی چیز زبان حال سے جو بیان کر رہی ہے وہ صاحب کشف کو زبان قال سے بولتی نظر آتی ہے۔ مطلب تو اظہار حال ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ واقعی وہ چیز انسان کی طرح ادراک و فہم کے ساتھ بولنے لگتی ہے۔ رسول اللہ صلعم جیسے مقرب الٰہی کا کسی ستون سے تکیہ لگا کر خطبہ پڑھنا کس قدر اس ستون کی عزت افزائی ہے اس عزت کا یکایک جاتے رہنا زبان حال سے اس ستون کی محرومی پر دلالت کر رہا تھا۔ اگر کشف میں یہ زبان حال زبان قال بن کر فریاد و زاری کرتی نظر آئی۔ تو درحقیقت اس کی وہ ایک اظہار حقیقت ہے۔ آپ کے رحیم و کریم دل نے نہ چاہا کہ جس ستون کے ساتھ لگ کر اتنے عرصہ تک خطبہ پڑھا۔ اسے چھوڑ دیا جائے۔ جب بے جان چیزوں سے آپ کے قلب کو اس قدر انس اور محبت تھی تو ظاہر ہے کہ جاندار چیزوں سے اور بالخصوص انسانوں پر آپ کی شفقت کس درجہ کمال تک ہوگی۔ یہ اہل حال کے حواس الگ ہوتے ہیں۔ جو اشیاء موجودات کی زبان حال کو قال کے رنگ میں سن لیتے ہیں۔ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں ؎

فلسفی کو منکر حنانہ است

از حواس انبیاء بیگانہ است

حنانہ اسی ستون کا نام تھا جس کے ساتھ لگ کر آنحضرت صلعم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم مسجد مبارک میں امامت کیا کرتے تھے۔ ان کی قرآن خوانی مشہور تھی اس خوش الحانی اور جذبہ اور درد کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے کہ جماعت میں قریباً ہر ایک شخص کو رقت ہوتی تھی۔ اور دل سینوں میں ہل جایا کرتے تھے۔ میرے ایک اہل دل دوست نے ذکر کیا کہ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے میں نے رویا میں دیکھا کہ وہ محراب جس میں کھڑے ہو کر مولوی عبدالکریم مرحوم قرآن پڑھا کرتے تھے۔ رو رہا ہے۔ مجھے اسی وقت خوف ہوا کہ کہیں یہ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کی طرف اشارہ نہ ہو۔ کہ اس محراب میں ایسی خوش الحانی کے ساتھ پھر قرآن خوانی نہ ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے فوراً ہی بعد وہ بیمار ہو گئے۔ اور آخر کار اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اور وہ محراب ان کی قرآن خوانی سے محروم ہو گیا صرف اس محراب کی حالت کا یہ اظہار تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی علم کی بنا پر رو رہا تھا۔ بلکہ محض اس کی آنے والی محرومی کا اظہار حال تھا جو ایک اہل دل کو رویا میں قال کی شکل میں نظر آ گیا۔

ہندو مظالم کی مکمل داستان

جس طرح پیغام صلح میں مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت "ویدک تلوار کی کہانی خود ویدوں کی زبانی" بیان فرما رہے ہیں۔ اسی طرح ہماری استدعا پر مولانا عصمت اللہ صاحب مناظر اسلام نے "ہندو مظالم کی کہانی خود ہندوؤں کی زبانی" بیان کرنا منظور فرمایا ہے۔ آئندہ اشاعت سے یہ سلسلہ شروع ہوگا

ویدک تلوار کی کہانی

خود ویدوں کی زبانی

اچھوتوں کے متعلق وحشیانہ احکام

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

چاروں ویدوں میں ہمیں آریہ اور دسیو دو قوموں کے نام ملتے ہیں لفظ آریہ کے معنے ویدوں کی نہایت معتبر لغت میں ایشور پترہ لکھے ہیں یعنی آریہ کے معنے ایشور کے بیٹے کے ہیں۔ پھر ان آریوں کو رگوید نے تین اقسام پر تقسیم کیا ہے۔ "ستره پرجاه آریہ" تین طرح کے لوگ (برہمن چھتری اور ویش) آریہ ہیں۔ انہی کو ویدوں میں دوج اور دوجنا کہا گیا ہے۔ اور ان دوجوں کی خصوصیات ویدمیں یہ ہیں۔

(۱) دوجا آہ برتھم جا" دوج دنیا میں پہلے پیدا ہوا۔ (رگوید $\frac{91}{19}$ ۱۰)

(۲) "ایم ساہوتایو دجنا" گیہ کرنے والا دوج بھی ہوتا ہے۔ ($\frac{4}{2}$ ۹)

(۳) ویدماتا دوجانام پاوانی" ماں وید دوجوں کی پرورش کرنے والی ہے (اتھروید $\frac{4}{1}$ ۱۹)

(۴) دوجا لونے رت ساپ ستیاہ" دوج مقدس فرائض کا نگہبان ہوتا ہے یعنی پہلے پیدا ہونا۔ عبادات میں امام بننا وید کو پڑھنا اور فرائض مذہبی کی نگہداشت ان کا کام ہوتا ہے۔ چونکہ اس دوج لفظ میں برہمن، چھتری اور ویش تینوں ذاتیں آجاتی ہیں اس لئے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہیے کہ ان تینوں ذات کے لوگ عبادات میں امام بن سکتے ہیں۔ ان دوجوں میں بھی آگے تقسیم ہے چنانچہ پہلے دوسرے اور چوتھے منتر میں برہمنوں کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ اور تیسرے منتر میں عام برہمن چھتری اور ویش تینوں کا۔

اصل میں لفظ دوج کے معنے دو جنم والے کے ہیں۔ ایک پیدائش کے وقت کا جنم اور دوسرا وہ جنم کہ جب اس کو زنار پہنا کر باقاعدہ برہمن چھتری اور ویش کی ڈگری دیدی جاتی ہے۔

ان تین قوموں یعنی آریوں کے بالمقابل دوسری تمام دنیا کی اقوام کو دسیو کہا گیا ہے۔ یہ اقوام جیسا کہ آج کل تمام مورخین کو مسلم ہے۔ ہندوستان کی اصل باشندہ قوم تھیں۔ چنانچہ رگوید میں ان کو نیچ ذات۔ اجنبی زبان والے دوسرے طریقے یا مذہب والے دیوتا اور برہمن کو نہ ماننے والے۔ آریوں کے طریقۂ عبادت کے منکر۔ کالی چمڑی والے۔ کالی ذات والے۔ چپٹی ناک والے کشتنی گردن زدنی۔ لا مذہب اور دیوتاؤں کے مغضوب بتلایا گیا ہے دیکھو رگوید $\frac{53}{14}$ ۳ - $\frac{29}{10}$ ۵ - $\frac{72}{8}$ ۱۰ - $\frac{130}{8}$ ۱ - $\frac{70}{11}$ ۸ - $\frac{22}{8}$ ۱۰ - $\frac{16}{9}$ ۴ - $\frac{6}{13}$ ۷ - $\frac{2}{4}$ ۲ -

یہ اس قوم کے خط و خال ہیں جن کو تاریخ نویس دار واڑی یا ڈریوڈین قوم کہتے ہیں دیکھو صفحہ ۲۹ (انڈین امپائر جلد اول۔ منو اس قوم کے متعلق بتلاتا ہے کہ وہ ایک غیر آریہ قوم ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ منہ۔ بازو۔ جانگھ اور پاؤں سے جو قومیں پیدا ہوئیں ان کے علاوہ جو قومیں ہیں وہ خواہ آریوں کی زبان بولتی ہیں یا ملیچھوں کی وہ دسیو کہلاتی ہیں۔ یہ قوم ہندوستان قدیم کی ایک نہایت متمدن قوم تھی۔ جس کے قلعے شہروں مال و دولت اور اعلے تجارت کا ذکر رگوید میں موجود ہے دیکھو رگوید $\frac{32}{4}$ ۱ - $\frac{20}{8}$ ۲ - $\frac{36}{1}$ ۳ - $\frac{30}{13}$ ۴ - $\frac{30}{20}$ ۴ - $\frac{32}{10}$ ۴ - $\frac{31}{4}$ ۶ -

اور لالہ لاجپت رائے کی تاریخ ہند حصہ اول۔

آریوں نے ان بے کس داسوں اور غریب دسیوؤں کے ساتھ جو اس وقت ہندوستان کے اصلی باشندے تھے کیا سلوک کیا۔ وہ ویدوں کی عبارات سے ظاہر ہو رہا ہے۔

(۱) یہ آریوں جیسا نام نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ رگوید میں لکھا ہے کہ "نالیو ارآریہ نام دسیوہ" دسیو کو آریوں کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ منو اس کی تشریح میں کہتا ہے۔ کہ آریوں کے نام میں خوشی، طاقت اور مال و دولت کا اظہار ہونا چاہیے اور شودر کے نام میں غلامی اور ذلت کا منو $\frac{2}{32}$۔ رگوید $\frac{49}{14}$ ۱۰ -

(۲) دسیوں کو ڈرانا دھمکانا۔ اپنے قابو میں رکھنا آریوں کا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ ایشور کا دنیا کو اپنے قبضہ میں رکھنا (گویا دسیوؤں کے خدا آریہ ہی) "اندر تمام دنیا کو ڈرا دھمکا کر اپنے قبضہ میں رکھتا ہے جیسے آریہ دسیوؤں کو قبضہ میں لاتا ہے" رگوید $\frac{12}{2}$ ۵ - منو کہتا ہے شودر چاہے خریدا ہوا ہو یا غیر خرید اس سے غلامی ہی کا کام لیا جائے گا کیونکہ شودر کو خدا نے برہما کا غلام ہونے کے لئے پیدا کیا ہے۔ مالک اس کو چھوڑ بھی دے تو بھی وہ کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ منو $\frac{8}{413 \cdot 414}$

(۳) وید کہتا ہے کہ دھن دولت اور مال مویشی غیر آریوں کے پاس رہنا فضول ہے۔ راجہ ان سے چھین کر آریوں کو دیدے۔ (رگوید $\frac{53}{14}$ ۳) منو کہتا ہے عورت اور شودر شاستر میں بے زر کہے گئے ہیں۔ جو کچھ بھی اگر یہ اس پر برہمن کا حق ہے۔ برہمن بے کھٹکے شودر کی دولت کو چھین سکتا ہے۔ راجہ کو چاہیے کہ ویش (بنیا قوم) کو پوری کوشش سے اپنے اپنے کاموں میں لگا رکھے۔ کیونکہ انکے اپنے اپنے کاموں میں نہ لگنے سے دنیا میں یہ وندھا تے ہیں۔ مال جمع کرنے پر قادر ہو تو بھی شودر دولت جمع نہ کرے۔ کیونکہ شودر دولت پاکر برہمنوں کو دکھ دیتا ہے۔ (منو $\frac{8}{418}$ اور $\frac{10}{129}$) یہ بدبخت قوم آریوں کے ہاتھوں میں پڑ کر اس قدر تباہ و برباد کی گئی کہ آریوں کے ایشور یا راجہ اندر کا نام دسیوھن یعنی دسیوؤں کا قاتل رگوید میں بار بار فخر سے بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو رگوید $\frac{5}{56}$ ۱ - $\frac{103}{4}$ ۱ - $\frac{95}{7}$ ۱۰ - $\frac{91}{7}$ ۱۰ - $\frac{15}{11}$ ۱۰ - $\frac{100}{12}$ ۱ - $\frac{45}{24}$ ۶ - $\frac{67}{11}$ ۸ - $\frac{77}{3}$ ۸ - $\frac{47}{4}$ ۱۰

دسیوؤں کے متعلق مندرجہ ذیل حوالجات بھی قابل ہیں۔

(۱) دسیوؤں کو قتل کر۔ آریوں کی حفاظت کر۔ (رگوید $\frac{34}{9}$ ۳)

(۲) راجہ دشمن کو مارنے والا شہروں کو غارت کرنے والا اور کالی قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا ہے۔ (رگوید $\frac{2}{7}$ ۲)

(۳) احمق وید نہ ماننے والے کو ہلاک کر (رگوید $\frac{16}{9}$ ۴)

(۴) دسیو کے سر کو کچل دو (رگوید $\frac{3}{8}$ ۵)

(۵) دسیو کو کلہاڑے سے مارو (رگوید $\frac{4}{9}$ ۷)

(۶) لامذہب کالی چمڑی والے کو کچل ڈالو (رگوید $\frac{130}{8}$ ۱)

(۷) چپٹی ناک والے دسیو کو مار کر فنا کرو۔ بے عمل اجنبی زبان والے کو بے گھر کرو۔ (رگوید $\frac{29}{10}$ ۵)

(۸) نیچ خاندان دسیوؤں کے راجا کی دولت کو ہمارے لئے لے آ۔ (رگوید $\frac{53}{14}$ ۳)

مسلمانان لاہور چھاؤنی کا اجتماع

علمائے اسلام کی بصیرت افروز تقریریں

صلح و آشتی کا مذہب اسلام ہے

۱۰ اپریل سنہ ء کی شام کو لاہور چھاؤنی میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب سابق سول سرجن صوبہ سرحدی کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں جناب مولانا صدر الدین صاحب اور مولانا عصمت اللہ صاحب نے نہایت پرمغز اور پرامن تقریریں فرمائیں۔ صاحب صدر نے اول الذکر مولانا کا تعارف کراتے ہوئے مختصراً ان کی خدمات دینیہ کا ذکر کیا۔ جو انہوں نے ووکنگ اور برلن میں سرانجام دیں۔ مولانا نے سب سے پہلے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی پھر الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر کرکے بتایا کہ قرآن کی پہلی صورت کی یہ پہلی آیت ہی صلح و آشتی کا پیغام ہے۔ یہ آیت خدا کو تمام قوموں کا خدا اور سب کی روحانی و جسمانی پرورش کرنے والا بتا کر تمام قومی و نسلی بیگانگیوں کو دور کر دیتی ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ سلسلہ رشد و ہدایت ہر قوم میں رہا ہے۔ یعنی ہر قوم اور ملک میں رشی منی آئے ہیں۔ یہ تعلیم قلب میں وسعت پیدا کرتی ہے۔ خدا کو کسی خاص قوم کا خدا بتانا اس کی جناب میں گستاخی ہے ایسی تعلیم کا نتیجہ تعصب ہوتا ہے۔ خدا غیر محدود ہے۔ لیکن ہم اسے کبھی ہندوستان میں اور کبھی یورپ میں محدود کرنا چاہتے ہیں۔ یہ معرفت کی کمی کا نشان ہے جب ہم اسے صرف برہاورات کا خدا سمجھتے ہیں تو پھر ہماری جنگ افغانستان اور ایران سے ہونی چاہیے۔ کیونکہ وہ خدا کی مخلوق نہیں۔ جب ایک مسلمان نماز میں یہ آیت پڑھتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ تمام قوموں کے لوگ میرے بھائی ہیں۔ کیونکہ میرا خدا ان سب کی پرورش کرتا ہے یہ دل کو وسیع کرنے کا نسخہ ہے۔ بغض و تعصب کو دور کرنے کا علاج تھا۔ وہ نمازی اپنی نماز سے غافل ہیں جن کے دلوں کے اندر اس آیت سے وسعت پیدا نہیں ہوتی۔

بعض لوگ کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ پرمیشور سب قوموں کا ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ سب قوموں کو یکساں نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس نے دوسری قوموں میں روحانی بادشاہ یعنی رشی منی بھی بھیجے ہیں یا نہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ نے ہی دنیا کو تعلیم دی ہے کہ سب قوموں میں خدا کے برگزیدہ لوگ گزرے ہیں [illegible] کی عزت کرو اگر دوسرے قرآن الحمد للہ رب العالمین کہہ کر بتاتا ہے کہ روحانی بارش تمام قوموں پر نازل ہوئی۔ دیکھو تو حضرت محمد رسول اللہ کا سینہ کس قدر وسیع ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو منواتا ہے بلکہ تمام قوموں کے پیغمبروں اور رشیوں منیوں کی عزت کرواتا ہے۔ مسلمان کہتا ہے آمنت باللہ وملائکتہ ورسلہ یعنی میں سب کتابوں اور نبیوں پر ایمان لاتا ہوں وہ جو صرف توریت یا انجیل یا وید کو مانتا ہے وہ گھاٹے میں ہے لیکن وہ جو قرآن کو مانتا ہے وہ کہتا ہے کہ بھئی میں سب بزرگوں کو اور تمام ان اچھی باتوں کو جو کسی مذہبی کتاب میں ہیں مانتا ہوں۔ کیسی اچھی صلح جویانہ تعلیم ہے اس کو کسی عقلمند کے سامنے پیش کرو۔ کوئی اسے رد نہیں کر سکتا۔

مسلمانو! تمہارے دلوں کے اندر یہ ایمان ہے کہ خدا ساری قوموں کا خدا ہے۔ اس ایمان کی موجودگی میں تم دوسری قوموں کے دشمن نہیں ہو سکتے۔ ایک پادری ہمارے پیغمبر کو گالیاں دیتا ہے لیکن جب حضرت عیسیٰ کا ذکر آتا ہے تو ہم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں۔ ایک ہندو ہمارے پیغمبر کو گالیاں دے سکتا ہے لیکن ہم سری کرشن اور مہاراج رامچندر کو گالیاں نہیں دے سکتے۔ ایک سکھ بھی اس کا تجربہ کر دیکھے لیکن ہم حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ کے متعلق کوئی بُرا لفظ نہیں کہیں گے۔ میرے ہموطن ہندو دوستو آؤ اسلام کی اس پرامن اور آشتی آمیز تعلیم پر غور کرو۔ اگر آج ہم اور آپ دونوں ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کرنا شروع کر دیں تو سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور ہمارے اندر محبت اور پریم پیدا ہو جائے۔

اس کے بعد مولانا نے زمانہ نبوی کے وہ واقعات پیش کئے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اسلام نے ناپاک جانوروں تک پر رحم و شفقت کرنے کو بہت بڑا درجہ دیا ہے۔ ان واقعات کے بعد مولانا نے فرمایا کہ کیا ایک مسلمان جسکو ایک ناپاک سے ناپاک جانور کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم ہے وہ ایک ہندو یا سکھ سے دشمنی کر سکتا ہے۔ دشمنی ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم نے ہندوؤں کو اسلام سے آگاہ نہیں کیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ تقریر و تحریر کے ذریعہ ہندوؤں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کر دیں۔ آخر میں مولانا نے نہایت پرزور اور پرتاثیر الفاظ میں مسلمانوں کو ہدایت کی کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عزت کریں اور باہمی تکفیر بازی سے باز آئیں۔ اور متحد ہو جائیں۔

اس کے بعد مناظر اسلام مولانا عصمت اللہ صاحب نے نہایت دلچسپ اور شائستہ رنگ میں اسلام اور ویدک دھرم کا مقابلہ کرتے ہوئے ان اعتراضات کا جواب دیا کہ جو چند روز قبل آریہ سماج لاہور چھاؤنی کے جلسہ میں آریہ مقرروں نے اسلام پر کئے تھے۔ فرمایا کہ سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ اوم خدا کا ذاتی نام ہے اور سب ناموں سے اعلےٰ ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا کا ذاتی نام اللہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اوم ویدوں میں بھی ہے یا نہیں۔ رگوید کو جو سب سے پرانی پستک کہی جاتی ہے۔ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو اس میں اوم ندارد۔ لیکن جب قرآن کو اٹھاتا ہوں تو اس میں پہلے ہی آتا ہے الحمد للہ رب العالمین۔

سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں خدا کی بہت سی صفات مثلاً ایشور سچدانند سروپ۔ سرب شکتیمان وغیرہ لکھی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی صفت خداوندی ویدوں میں خدا کے متعلق نہیں پائی جاتی۔ ہاں یہ سب کی سب قرآن میں موجود ہیں۔ گویا سوامی جی نے قرآن کا ترجمہ کرکے اپنی قوم کو دے دیا ہے۔

سوامی جی نکاح بیوگان کو ممنوع قرار دے گئے تھے۔ لیکن آریوں نے اسے جائز قرار دے لیا ہے۔ سوامی جی کہتے ہیں۔ کہ عورت کو طلاق کبھی بھی نہیں دینی چاہیے۔ لیکن لالہ لاجپت رائے جی اپنی کتاب "مہاراج اشوک" میں لکھتے ہیں کہ پراچین رشیوں میں طلاق جاری تھی۔ یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ اسلام چپکے ہی چپکے آریوں کے اندر گھر کر رہا ہے۔

اس کے بعد آریوں کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اور آخر میں مسلمانوں سے اتحاد بین المسلمین کے لئے اپیل کی۔ تقریر حسب معمول نہایت دل آویز تھی۔ سامعین لطف لے لے کر سن رہے تھے۔ خاتمہ پر صاحب صدر نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ ان باتوں پر جو دونوں مقررین نے بیان کی ہیں عمل پیرا ہوں۔

فتنہ ثنائیہ

مندرجہ بالا عنوان کا ایک ۲۴ صفحہ کا رسالہ ہے۔ جسے مولوی عبدالعزیز صاحب سکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور نے "مولوی ثناء اللہ کے ملحدانہ ومعتزلانہ عقائد" کے انکشاف کے لئے چھپوا کر غالباً مفت تقسیم کیا ہے مضامین کے بعض موٹے موٹے عنوان یہ ہیں۔ (۱) مولوی ثناء اللہ کی تلبیس حق کو چھپانے کی ناکام کوشش۔ مولوی ثناء اللہ کی فتنہ پردازی۔ افتراق انگیزی اور باطل پرستی کے مظاہر، تہذیب، شرافت اور انسانیت سے حیا سوز مناظر۔ (۲) مولوی ثناء اللہ کا شرمناک حملہ۔ (۳) غلط الزام (۴) مولوی ثناء اللہ صاحب کی مذبوحی حرکات (۵) مولوی ثناء اللہ صاحب کو چیلنج۔ (۶) مولوی ثناء اللہ صاحب کی کذب بیانی۔ فیصلہ سلطانی نہ ماننے کے لئے حیلہ تراشی (۸) مولوی ثناء اللہ کی مجرمانہ خیانت (۹) دوسری خیانت (۱۰) حسد وبغض کی بدترین مثال (۱۱) مولوی ثناء اللہ صاحب کی فتویٰ نویسی کا معیار۔ (۱۲) حکیم نورالدین صاحب (لائلپوری اہل حدیث) کی خدمت میں مودبانہ التماس۔

فیصلہ کہ اور اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایک درد دل رکھنے والا مسلمان اس امر کے معلوم ہونے پر دلی رنج محسوس کرے گا کہ وہ علماء جو دین متین کے حامی ہونے اور حضرت نبی کریم کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے سبب سے بڑھ کر مدعی ہیں ایسے مقام مقدس پر جہاں خشیت اللہ اور نہایت انکسارانہ اور عاجزانہ طور پر سر کو جھکانا چاہیئے تھا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے عاجزانہ طور پر سر کو جھکانا چاہیئے تھا اور باہمی حسد وبغض کو دل سے نکال کر حج جیسی نعمت عظمیٰ کو ادا کرنا چاہیئے تھا۔ حسد وبغض سے بھرے ہوئے دلوں کے ساتھ حج کو گئے۔ اور واپس لوٹے حج کی ادائیگی نے نہ ان کے دلوں کی کیفیت کو بدلا۔ اور نہ ان کی زبانوں اور قلموں کی اصلاح کی گویا ان پر وہی آیت صادق آتی ہے۔ ویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ حج سے پہلے تو ان کے باہمی کینے اور حسد کچھ دبے ہوئے تھے۔ لیکن حج کی ادائیگی کے بعد گویا "بڑ پاٹ گیا" اور ان حاجیوں کی باہمی بدگوئی نے اسلامی فضا کو سخت مکدر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

جماعت اہل حدیث کا مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف اب شور وغوغا مچانا "برکلہ خود بامد زد" والی بات ہے۔ جب وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف ہر قسم کی بدگوئی اور کذب بیانی کرتا رہا تو جماعت اہل حدیث اس کی پیٹھ ٹھونکتی رہی اور مختلف خطاب دیتی رہی۔ اور اب جبکہ بڑھاپے میں اس کی یہ عادات راسخ ہو چکی ہیں اور اس نے اپنے مذاق کی ایک جماعت پیدا کر لی ہے تو اس سے حسن اخلاق اور حق بیانی کی امید رکھنا لاحاصل ہے جب وہ یہ ہتھیار غیروں کے خلاف چلاتا تھا تو جماعت اہل حدیث خوش ہوتی تھی۔ اب جب اسی ہتھیار سے اپنوں کے خلاف کام لیتا ہے تو شکایت کیوں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔

امرتسری حاجی اور اس کے چیلے اپنے اخبار میں اب تک کیا لکھتے ہیں یہی کہ شیعہ جھوٹے۔ حنفی جھوٹے۔ احمدی جھوٹے۔ متانت سے کام لینے والے اہلحدیث جھوٹے۔ اور بس۔ دنیا میں صرف حاجی ثناء اللہ ہی سچا ہے۔ اس کی مثال اسی رسالہ فتنہ ثنائیہ میں موجود ہے کہ ایک اہلحدیث صاحب جو ہمیشہ قرآن مجید کا درس دیتے ہیں۔ محدثین کی کتابوں کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابوں کو خاص عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کا مطالعہ رکھتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر پر لطف بات یہ ہے کہ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر عربی کے اغلاط لکھ چکے ہیں۔ اور اپنے کتبخانہ کی تفسیر ثنائی عربی کے حواشی پر محدثین کے مسلک کو پیش نظر رکھتے ہوئے جگہ بجگہ آپ نے مولوی ثناء اللہ کی تغلیط وتردید کی ہے" جب مولوی ثناء اللہ صاحب کے بیان کردہ مسائل صفات باری وغیرہ کے بارہ میں دریافت ہوتا ہے تو لکھتے ہیں۔ کہ "میں مسئلہ مسائل کے متعلق کچھ عرض کرنے کے قابل نہیں"

(اخبار اہلحدیث ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء)

لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب کی برأت پر بڑا زور لگاتے ہیں۔ یہ ہے اس مذاق کا نتیجہ جو مولوی صاحب موصوف نے اپنی جماعت میں پیدا کر دیا ہے۔ اپنوں کے ساتھ جن کا یہ سلوک ہو غیر ان سے کس حسن اخلاق اور حق گوئی کی امید رکھ سکتے ہیں۔

(ایک حق گو)

کنبھ کے میلے کی اصلیت

(از مدیر)

آجکل ہردوار میں کنبھ کا میلا ہے۔ جس میں شامل ہونے کے لئے لاکھوں ہندو ہندوستان کے ہر حصہ سے ہردوار پہنچے ہیں۔ بہت کم مسلمانوں کو علم ہوگا کہ اس کنبھ کے میلے کی اصلیت کیا ہے۔ اس لئے عام مسلمانوں کی واقفیت کے لئے ہم اس کا مختصر حال لکھتے ہیں۔

سنسکرت میں کنبھ کے معنے گھڑے کے ہیں۔ اور گھڑا ہی اس میلہ کی جڑ ہے۔ پرانوں میں اس کا قصہ اس طرح آیا ہے کہ ایک دفعہ دیوتاؤں اور اسروں نے ملکر سمندر کی چھان بین کی۔ جس میں سے چودہ رتن نکلے انہی رتنوں میں امرت سے بھرا ہوا ایک کنبھ (گھڑا) بھی تھا جس پر دیوتاؤں اور اسروں دونوں کی جنگ شروع ہوگئی۔ دیوتا چاہتے تھے کہ کنبھ ہم کو مل جائے اور اسر چاہتے تھے کہ ہمارے قبضہ میں رہے۔ جب باہمی تکرار ہوئی تو دیوتاؤں نے اندر دیوتا کے پتر جنت کو اشارہ کیا کہ تم اس گھڑے کو لیکر سورگ میں بھاگ جاؤ۔ اسروں کے گورو شنکراچارج نے اپنے شاگردوں کو للکارا کہ دیکھنا جانے نہ پائے بس پھر کیا تھا اسر فوراً جنبت سے گھڑا چھیننے میں مشغول ہو گئے اس کھینچا تانی اور دھینگا مشتی میں اس گھڑے سے امرت کی کچھ بوندیں ہردوار۔ پریاگ۔ اجین اور گوداوری چار مقاموں پر گر پڑیں چنانچہ اب انہی چار مقامات پر کنبھ کا میلا لگتا ہے۔ کبھی کسی مقام پر اور کبھی کسی مقام پر۔

واللہ کیا روشن خیال ہے۔ شکر ہے ایسے ہی مقامات پر حسن اتفاق سے بوندیں گریں جو ہندوستان کے اندر ہیں۔ اگر کہیں دو چار قطرے یورپ یا افریقے میں جا ٹپکتے تو ہندو بھائیوں کو بڑی دقت پیش آتی اور سفر خرچ کی اقتصادی مشکل کو حل کرنے کے لئے سود در سود سے بھی زیادہ کثیر المنافع تدبیر سوچنی پڑتی۔

ہندوستان

— سوامی شردھانند کے ملزم قاضی عبدالرشید کے مقدمہ کی اپیل ہائیکورٹ میں دائر ہوگئی ہے فیصلہ ابھی تک نہیں۔

— شہید مفتی محبوب عالم جنہیں سوامی شردھانند کے حادثہ قتل کے بعد فوراً شہید کر دیا گیا تھا ان کے مقدمہ قتل کے چار ہندو ملزموں کو مجسٹریٹ نے بری کر دیا ہے۔

— فرخ آباد میں کئی مسلمان بچے گم ہوگئے ہیں۔

— سیواجی مرہٹہ کی سہ صد سالہ یادگار منانے کے لئے مدراس میں وسیع پیمانہ پر تیاریاں ہو رہی ہیں۔

— لاڑکانہ میں ہندو اور مسلمانوں کا ایک سخت فساد ہوا ہے مسلمانوں کو دھڑا دھڑ گرفتار کیا جا رہا ہے ۱۰۰ کے قریب گرفتاریاں ہو چکی ہیں

— بنگلور ۷ اپریل۔ آج جامع مسجد کا افتتاح کرتے ہوئے ہز ہائینس مہاراجہ میسور نے فرمایا "ہم ہندوستانیوں کی زندگی میں مذہب کو بہت دخل ہے۔ اور اگرچہ ہم خدا کی عبادت مختلف شکلوں میں کرتے ہیں۔ مگر مقصد سب کا ایک ہے۔ ہندوستان میں جو فسادات مذہب کے نام پر ہوئے ہیں۔ ان کا مجھے سخت افسوس ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری رعایا کے درمیان باہمی کشیدگی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ مسجد باہمی رواداری میں اضافہ کرنے اور فرقہ وارانہ اختلاف کو مٹانے میں بہت ممد ثابت ہوگی

— مسٹر ایم بی راجہ مدراسی نے اسمبلی کے اجلاس شملہ کے لئے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

(۱) پوسٹ کارڈ کی قیمت ایک پیسہ کر دی جائے (۲) درماندہ جماعتوں کے لئے ہر صوبہ میں ایک ایک معاون وزیر حتی الامکان جلد مقرر کیا جائے۔ (۳) درماندہ قوم کی حالت کا موازنہ کرنے کے لئے ایک مخلوط کمیٹی مرتب کی جائے۔ یہ کمیٹی ایسی تجویزیں پیش کرے جو ان کی سود وبہبود کی کفیل ہوں۔

— فروری میں ہز ایکسلنسی وائسرائے بمعیت ڈپٹی کمشنر شہر دہلی کے معائنہ کو تشریف لے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چیف کمشنر دہلی شہر کی ترقی کی ایک جامع سکیم تیار کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے ڈپٹی کمشنر سول سرجن و صدر بلدیہ کی ایک کانفرنس منعقد کی۔

— (۱۰) اپریل کنبھ کے میلے پر آریہ سماج خوب پرچار کر رہی ہے

گجرات کاٹھیاواڑ کے ساڑھے پانچ لاکھ نومسلم ہیں۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر آرہے کے بعض مسلمان تاجر تجویز کر رہے ہیں کہ مہاراجا موصوف کی آمد پر ۵ اپریل کو ایک شاندار جلوس نکالا جائے۔

— اخبار زمیندار کے مستعفی اسٹاف نے جو روزنامہ اخبار "انقلاب" نکالا ہے وہ نہایت شاندار ہے۔

— دارالعلوم دیوبند میں بہت گڑبڑ مچی ہوئی ہے دارالعلوم کے قائم مقام مہتمم نے چند طلباء کو مدرسہ سے خارج کیا تھا وہ اب اخبارات میں دارالعلوم کے انتظام کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

— شدھی سبھا دہلی کے سکرٹری نے ایک پمفلٹ بعنوان "ہندو جاتی خطرہ میں" شایع کیا تھا حکومت نے اسے ضبط کر لیا ہے۔

— مسلم ممبران لیجسلیٹو کونسل صوبجات متحدہ آگرہ واودھ نے ۱۰ اپریل کو ایک جلسہ کر کے یہ رائے قایم کی کہ وہ اپنے گزشتہ فیصلہ پر ابھی تک قایم ہیں۔ کہ مسلمانوں کا مفاد اس امر کا متقاضی ہے کہ حلقہائے انتخاب غیر مخلوط ہوں۔

— مہاراجہ صاحب دربھنگہ کو وائس چانسلر اور بنارس ہندو یونیورسٹی کونسل کے ممبران کی طرف سے دعوت دی گئی پنڈت مدن موہن مالویہ نے بڑے شکریہ کے ساتھ اعلان کیا کہ مہاراجا صاحب نے ہندو یونیورسٹی کو پانچ لاکھ روپیہ عطا کیا ہے۔

— پانی پت میں آٹھ مسلمان بچے مفقود الخبر ہیں۔ جن میں سے پانچ کی نعشیں مختلف مقامات سے برآمد ہوئی ہیں۔ اس صورت حالات سے مسلمان سخت مضطرب ہو رہے ہیں۔

— علیگڑھ میں ہندو مسلم فساد ہو گیا ہے۔ طرفین کے ۲۵ آدمی زخمی اور ۲۰ گرفتار ہوئے ہیں۔ شہر میں دفعہ ۱۴۴ ایک مہینہ کے لئے نافذ کر دی گئی ہے۔

— مسلمان مظلومین اندور کی امداد کے لئے ڈاکٹر کچلو اندور گئے تھے ایجنسی اندور نے آپ کے اخراج کا حکم صادر کر دیا ہے۔

ممالک خارجہ

— یمن اور نجد کے درمیان لڑائی کی خبر جو بعض اخبارات میں شایع ہوئی ہے سرتاپا بے بنیاد ہے۔ حکومت نجد نے اس کی تردید کی ہے۔

— چین میں ابھی تک خانہ جنگی جاری ہے۔ مغربی سلطنتوں نے بہت سے فوجی دستے شنگھائی بھیج دیئے ہیں۔ حال ہی میں قومی افواج کو دو زبردست شکستیں ہوئی ہیں۔

— حکومت ایران نے ایک قانون کی رو سے جبری فوجی خدمت لازمی قرار دی ہے۔

— عراق میں علوم جدیدہ کی ترویج ہو رہی ہے۔ لوگ اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے مغربی یونیورسٹیوں میں بھیج رہے ہیں۔ تعلیم نسواں کی طرف بھی کافی توجہ ہے۔

— عازمین حج دنیا کے مختلف حصوں سے بہت بڑی تعداد میں حجاز پہنچ گئے ہیں۔

— انگلستان میں بیکاروں کی تعداد میں کمی رونما ہو رہی تھی لیکن گزشتہ ہفتہ کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر ان کی تعداد میں تیس ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

— دارالعوام میں کرنل ہاورڈ بری نے سوال کیا کہ کیا وزیر محکمہ پرواز کو علم ہے کہ بولشویکوں نے تاشقند اور دیگر مقامات پر ایک سو ہوائی جہاز متعین کر رکھے ہیں۔ وزیر پرواز نے جواب دیا کہ مجھے پوری پوری اطلاعات اس کے متعلق نہیں ملیں اس لئے میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

— شنگھائی ۸ اپریل۔ عیسائی مبلغوں نے فیصلہ کیا ہے کہ پانچ سال کے لئے چین میں تبلیغی کام بند کر کے ہم یہاں سے چلے جائیں۔ بشپ برلی نے کہا ہے کہ اگر اشتراکیوں کو غلبہ حاصل ہوگا تو پادریوں کو قطعی طور پر یہاں سے چلے جانا ہوگا۔ موجودہ حالت میں مبلغین کا کام کرنا ممکن نہیں ہے۔

— ٹائمز کا نامہ نگار بلغراد لکھتا ہے کہ البانیا نے اپنی محفوظ فوج کی مزید تعداد کے اجتماع کا حکم دیا ہے۔ جس سے از سر نو جنگ کے خطرہ کو

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۷ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۶

تابشِ اسلام نے روشن زمانہ کردیا

(از محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں بریلوی)

تو نے بے پردہ جب اپنا روئے زیبا کردیا
جلوۂ حسنِ حقیقی آشکارا کردیا

اک تبسم سے نظامِ حسن برہم ہوگیا
سینۂ عشق اک نگہ نے طورِ سینا کردیا

رشکِ فردوس ہر ذرہ مدینہ کا ہوا
سجدہ گاہِ دو جہاں صحرائے بطحا کردیا

چھا رہی تھیں چرخِ عالم پر گھٹائیں کفر کی
تابشِ اسلام نے روشن زمانہ کردیا

سرنگوں شاہانِ عالم ہوگئے تکبیر سے
پرتوِ ایمان نے ادنےٰ کو اعلےٰ کردیا

اللہ اللہ وہ مساواتِ رسالت کی بہار
دولتِ اسلام نے بندہ کو آقا کردیا،

چاک داماں سینۂ ماہِ منور ہوگیا
مسکرا کر ناز سے جب اک اشارا کردیا

اے حبیبِ کبریا دل ہجر میں بے تاب ہے،
چشمِ خونیں نے رواں اشکوں کا دریا کردیا

آستانِ پاک پر بلوائیے پنہاں کو اب
خنجرِ فرقت نے سینہ پارا پارا کردیا

مساجد کے ذریعہ اصلاحِ قوم

(از مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور)

زمانہ نبوی کی مسجدیں

(گو یہ مضمون حضرت امیر نے رسالہ "تنظیم" امرتسر کے لئے لکھا تھا اور اس کے اپریل نمبر میں شایع بھی ہوچکا ہے۔ لیکن چونکہ مفید معلومات اور اصلاحی تجاویز سے مملو ہے اس لئے ہم اس کا پیغام صلح کے قارئین کرام تک بھی پہنچا دینا ضروری سمجھتے ہیں)

(ملایڈ)

اسلام میں مسجد کا مقام کسی مندر یا گرجاگھر کی طرح نہیں ہے۔ جہاں کچھ وقت کے لئے خدا کی عبادت کرلی جائے اور پھر اس کے دروازے بند ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تو ساری زمین ہی مسجد ہے۔ یعنی جہاں کسی کو نماز کا وقت آجائے وہیں وہ خدا کی عبادت کرسکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی صراحت موجود ہے جعلت لی الارض مسجدا۔ مسجد خدا کی عبادت کی جگہ تو ضرور ہے لیکن خود بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفائے راشدین کے زمانہ میں مسجد کو ایک اور عزت کا مقام بھی حاصل رہا ہے۔ یعنی قومی اصلاح، قومی حفاظت، قومی ترقی اور قومی نظام کا مرکز بھی وہی ہے۔ ابتدائے اسلام میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ میں خدا کی عبادت کرنے سے روکا گیا تو ارقم کا گھر نماز کے لئے مقرر ہوا۔ اور یہی جگہ تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے قایم کرنے کے لئے بطور مرکز کام دیتی تھی۔ مگر کفار کی ایذا رسانی کے روز افزوں تشدد کے باعث مسلمانوں کے اکٹھا ہونے میں زیادہ مشکلات پیدا ہوگئیں۔ اور وہ آخر کار مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے۔ وہاں داخل ہوتے ہی پہلا کام جو آپ نے کیا وہ مسجد کا بنانا تھا۔ اس مسجد میں نہ صرف لوگ پانچ وقت نماز کے لئے جمع ہوتے تھے بلکہ یہی وہ مرکز تھا جہاں اسلام کی تمام قومی مہمات فیصل ہوتی تھیں۔ یہیں لوگ آپ سے علم دین حاصل کرنے آتے تھے یہیں ہر ضرورت قومی کے متعلق مشورے ہوتے۔ یہیں سے اصلاح قوم کے متعلق ہر ایک قسم کی تجویز ہوتی اگر کوئی قومی خطرہ ہوتا تو اسی جگہ لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا یہیں مشورہ ہوتا کہ دشمن سے حفاظت کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ یہیں سوچا جاتا کہ اسلام کی تقویت کے لئے کیا ذرایع اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ مسجد کے سامنے ایک چھتا ہوا چبوترہ تھا جو صفہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ چبوترہ ان غریب لوگوں کے لئے جائے پناہ کا کام دیتا تھا جن کا کوئی گھر نہ تھا بلکہ اس میں اسلام کے وہ مبلغ بھی رہتے تھے جو قراء کہلاتے تھے۔ اور جو دین اسلام کو

اور بھی کئی ضرورت کے کام اسی مسجد سے لئے جاتے تھے۔ جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ لیکن ایک بات جو واضح طور پر اسلام کے ابتدائی تاریخ میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد اسلام کی ہر اصلاح اور ضرورت کا مرکز تھی۔ اور اسی مرکز پر ان کے نظام قومی کی بنیاد تھی۔ مسلمانوں کا علم اور طاقت ہر دو اس مسجد سے پیدا ہوتے تھے۔

موجودہ مساجد کی پیداوار

آج ائمہ مساجد کے جمود ذہنی اور ان کی تنگ خیالی سے ہماری ہر مسجد کچھ مسجد ضرار کے رنگ میں رنگین ہے۔ یہاں سے علم اور اصلاح کی لہر اٹھنے کے بجائے جہالت اور تنگ خیالی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں قوت عمل پیدا ہونے کے بجائے بیکاری اور گداگری کا نظارہ نظر آتا ہے۔ یہاں اخلاق فاضلہ پیدا ہونے کے بجائے جو عبادت الٰہی کا خاصہ ہے۔ کبر اور رعونت پیدا ہوتی ہے یہاں مسلمانوں کو اعدائے اسلام کے حملوں سے بچانے کی تدابیر پر غور کرنے کے بجائے تفریق بین المسلمین کا وعظ ہوتا ہے اور مسلمانوں کی بھلائی کے مشوروں کے بجائے انہیں تکلیف اور دکھ پہنچانے کی فکر رہتی ہے۔ یہاں اعدائے اسلام کی قوت کو توڑنے کے بجائے ان کی تائید کے لئے سامان تیار ہوتا ہے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ کے مصداق دشمنان اسلام نہیں بلکہ خود مسلمان ہورہے ہیں۔ لیکن باینہمہ آج بھی تھوڑی سی توجہ سے ہم مسجد کو ذہنی رونق دے سکتے ہیں۔ جو اس کا ضروری حق ہے۔ اور چند ہی روز میں یہاں سے اصلاح کی وہ لہر اٹھ سکتی ہے جو قوم کی کایا پلٹ دے۔ اور مسلمانوں کو پھر دنیا کا پیشرو بنادے۔

اکابر قوم کا فرض

ائمہ مساجد کا جمود اور تنگ خیالی ہی ہمارے سارے مصائب کی وجہ نہیں بلکہ ہمارے دنیوی لیڈروں اور رہنماؤں پر اور بھی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اسلام پر کیا مصیبت ہے۔ اور مسلمان اپنی جہالت اور افلاس سے کس ذلت کے غار میں گر چکے ہیں۔ اور ان پر وہ موت کس طرح وارد ہو رہی ہے جو دنیا میں غلامی سے موسوم ہے۔ اور وہ کس طرح دوسری قوموں کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ اس علم و آگاہی کے باوجود اس حالت کو دور کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھاتے۔ وہ آپس میں مل کر اپنے قومی دکھوں کا رونا تو ضرور رو لیتے ہیں۔ مگر اس طرح رونے سے تو کچھ فائدہ نہیں۔ باتیں کرنا بالکل بے سود ہیں۔ اگر اصلاح کے لئے عملی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اگر ان بڑے آدمیوں کا یہ خیال ہے کہ ہم آسودہ حال ہیں حکام اور دوسری قوموں میں ہماری عزت ہے۔ اور ہمیں کچھ مرتبہ حاصل ہے تو وہ یاد رکھیں کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان کی زندگی اور ان کی

موت۔ ان کی عزت ان کی ذلت ان کی قوم سے وابستہ ہے۔ اگر قوم ذلیل ہے تو ان کی عزت ایک سراب ہے جس کی تہ میں کوئی حقیقت نہیں۔ ان کی طاقت کا انحصار قوم کی طاقت پر ہے۔ ان کی بات کی کہیں وقعت نہ ہوگی۔ بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچکر بھی غلام ہیں۔ دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اور خود کچھ نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ایک مردہ قوم کا جزو ہیں۔ اگرچہ بظاہر وہ بلند مرتبہ پر ہیں۔ مگر ان کے اندر وہ قوت نہیں جس سے وہ اپنے بلند مرتبہ کو قایم رکھ سکیں۔ وہ اپنی قوم کا گلا کاٹتے ہیں۔ وہ دوسری قوموں کے ہاتھوں میں اوزار کا کام دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کا وہ کام جو دوسرے لوگ خود نہیں کر سکتے۔ ان سے کرواتے ہیں۔ وہ جائیں اور اپنی قوم کے افراد میں قوت پیدا کریں۔ تاکہ خود ان کے اندر بھی قوت پیدا ہو۔ اور اس کی صورت صرف ایک ہے۔ (یعنی مساجد کے اندر اصلاح قوم)

آج باوجود یکہ مساجد نے اپنے اصلی شرف عزت کو کھو دیا ہے۔ تاہم وہ عام مسلمانوں کے اجتماع کا مقام ہیں اگر مسلمان قوم کو کہیں دیکھنا چاہو اگر کہیں ان سے مل کر ان کی اصلاح کرنا چاہو تو وہ مقام مسجد اور صرف مسجد ہے اگر پانچ وقت نہ سہی تو ایک وقت ضرور مسلمانوں کا بھاری اجتماع مسجد میں ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا اعلےٰ طبقہ ان مساجد میں نظر نہیں آتا۔ حالانکہ اگر اس وقت مساجد میں کچھ بیرونقی بھی ہے تو اعلےٰ طبقہ کے وہاں جانے سے از خود دور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے نکل آئیں گے جو ان کو دیکھ کر خود بخود مساجد کی طرف کھنچے چلے جائیں گے مسلمانوں کے بڑے طبقہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں ایسے اصحاب کے لئے تو مسجد میں جانا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جنھیں خدا کے آگے گردن جھکانے میں اپنی ذلت معلوم ہوتی ہے وہ یہی سوچ لیں کہ اگر وہ حقیقی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی قوم کو اٹھانا ہوگا۔ اور قوم کو وہ مسجد میں جا کر ہی اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ قوم چند بڑے بڑے لوگوں کا نام نہیں۔ کہ وہ باہم مل لیں تو قوم کی اصلاح ہو جائیگی یا قوم کے اندر زندگی اور قوت پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ قوم اصل میں انہی افراد کا مجموعہ ہے جن کو انہوں نے اپنی لاپروائی سے لاشے سمجھ رکھا ہے۔ وہی غریب اور درمیانی طبقہ اصل قوم ہے۔ اسی طبقہ سے اعلےٰ درجہ کے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طبقہ کی قوت سے قوم کی قوت ہے اسی کا احساس، احساس قومی کا معیار ہے۔ اور یہ طبقہ نہ صرف بڑی سہولت سے مسجد میں مل سکتا ہے بلکہ بڑی آسانی سے مسجدوں کو اسی طبقہ کی اصلاح کا موجب بنایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ کام انہی لوگوں کا ہے۔ جن میں خود احساس پیدا ہو چکا ہے جنھیں دنیا کے حالات سے واقفیت ہے۔ جن کی نظر وسیع ہے۔ جن کا قدم دنیا میں راسخ ہے۔ اس لئے جو لوگ خدا کے لئے مسجدوں میں نہیں جاتے وہ اپنی قوم کے لئے نہیں اپنی بقا کے لئے ہی مسجدوں میں جائیں۔ پانچ وقت نہ جائیں ایک وقت ہی جائیں اور مساجد کو اصلاح قوم کا ذریعہ بنائیں۔

مساجد کے متعلق ضروری پروگرام

مسجد کی آبادی اور اصلاح قوم کے لئے چند ضروری امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہر مسجد کے ساتھ ایک کتب خانہ اور ریڈنگ روم ہو۔ جہاں کچھ تاریخی کچھ سادہ مذہبی کتابیں ہوں۔ اور کچھ ایسے اخبارات رکھے جائیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کی حالت کا ہی نہیں۔ دنیا کی عام حالت کا بھی علم ہوتا رہے۔ اور جہاں علیحدہ کتب خانہ اور ریڈنگ روم قایم نہ ہو سکے وہاں مسجد ہی میں ایک الماری میں کتابیں رکھی جا سکتی ہیں۔ اور اخبارات کسی کونہ میں رکھے جا سکتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ یہ دلچسپی کا سامان ہوگا تو یہ زیادہ کشش کا موجب بھی ہوگا۔

(۲) ہر ایک مسلمان بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ اور اوپر کے طبقہ کے لوگ کم سے کم نماز مغرب کے لئے مسجد میں جائیں اور نماز کے بعد کچھ دیر کے لئے ٹھیر کر مختلف اخبارات سے روزمرہ کے حالات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہیں۔ موجودہ حالت مسلمانوں کی بیخبری کی نہایت خطرناک ہے۔ اول تو بہت لوگ پڑھنا نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اخباروں کا پڑھنا ایک فضول امر خیال کرتے ہیں۔ اس لئے عام مسلمانوں کو بہت کم خبر ہوتی ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ یا خود انہیں نیست و نابود کرنے کے لئے کیا راہیں سوچی جا رہی ہیں۔

(۳) علاوہ اخباری واقفیت کے خواندہ اور فہمیدہ لوگ ایسے اوقات میں اپنے بھائیوں کی رہنمائی کریں۔ اور کم سے کم ہفتہ وار لیکچر ہر مسجد میں ایسے ہوں جن میں اصلاح قوم، حفاظت قوم، ترقی قوم نظام قوم کے لئے بالخصوص توجہ دلائی جائے۔ اور رسم و رواج کی اصلاح اور قومی افلاس کو دور کرنے کے لئے عملی تدابیر بتائی جائیں۔ اور ان اصلاحات پر قایم ہونے کا عہد لیا جائے۔

(۴) رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں مسجد میں خاص اوقات میں نیزہ بازی وغیرہ کے کرتب بھی دکھائے جاتے تھے۔ اس لئے اگر ہر مسجد کے ساتھ کوئی ایسا انتظام بھی کیا جائے جہاں مسلمانوں کی جسمانی قوت کو بڑھانے کا سامان ہو تو یہ بھی قومی ترقی کے بڑے بھاری سامانوں میں سے ہے۔ مثلاً اکھاڑہ ہو یا کوئی جمنازیم یا کوئی اور سامان ہو۔

(۵) بڑے بڑے لوگ آج جمعہ میں بھی مسجدوں میں نہیں جاتے اور لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر تک پروا نہیں کرتے۔ بلکہ عین جمعہ کے وقت کونسل کا اجلاس ہوتا ہے یہ بڑی ذلت کی بات ہے۔ اور مسلمانوں کی اخلاقی قوت کے مرجانے کی علامت ہے۔ کہ اتنے بڑے بڑے لوگ بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ جمعہ ہم پر فرض ہے۔ اور اس وقت کوئی کام کرنا منع ہے۔ بڑے لوگوں کو لازماً جمعہ میں مسجد میں جانے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

(۶) جمعہ کے خطبوں کو زیادہ مفید بنایا جائے۔ اور ان میں مسلمانوں کی ہر ایک قسم کی ترقی کی طرف توجہ دلائی جائے۔ کیونکہ اس وقت اگر ایک طرف مسلمانوں کے افلاس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں تعلیم و تجارت نہیں اور ساہوکاروں کے سود کے نیچے دبے ہوئے ہیں تو دوسری طرف اس بربادی کا بڑا موجب وہ رسوم و رواج ہیں جن میں وہ عام طور پر مبتلا ہیں۔

(۷) ہر اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام ہو اور عورتیں جمعہ کے خطبوں میں حاضر ہوا کریں کیونکہ اصلاح رسوم میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک کہ عورتوں میں یہ احساس پیدا نہ ہو۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ مضرات سے انہیں واقف نہ کیا جائے۔

فاتح سندھ و ہند کے حالات

اور

پرمانند کی ہرزہ سرائی

ہندوستان کے مسلمان حضرت محمد ابن قاسم ثقفی کے وجود پر جس قدر بھی فخر کریں وہ کم ہے۔ حقیقت میں آپ کا وجود مسلمانان ہند کے لئے مایہ نازش ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا آغاز ہو چکا تھا مگر جس شدومد کے ساتھ آپ نے اس مبارک کام کو انجام دیا اور کفرستان ہند میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ اس سے عائز سے کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اولین مبلغ اسلام ہونے کا طغرائے امتیاز آپ ہی کے نام پر ہے۔ آپ کی سوانح عمری میں یہ خصوصیت آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے کہ آپ شمشیر بدست فاتح کشور کشا بھی تھے۔ اور حلیم و بردبار اور صاحب عفو بھی۔ حکمرانی میں شان اخاعت کو قایم رکھنا آپ کا شیوہ تھا اور بطرز احسن و شائستہ اسلام کی تبلیغ کرنا آپ کا خاص جوہر۔ عنفوان شباب کے باوجود ان وصفوں کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ انہی اوصاف کی بنا پر خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف گورنر عراق نے سندھ کی مہم اعظم کا کام آپ کے حوالے کر دیا۔ اس وقت آپ ملک فارس میں عقل و فراست اور شجاعت سے کام کر رہے تھے۔

حضرت محمد بن قاسم ثقفی حجاج بن یوسف کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ اور سندھ کی مہم اعظم کی حوالگی کے وقت ان کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ جیسا کہ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں تصریح کی ہے سندھ پر لشکر کشی کا یہ سبب تھا کہ سیلون یا لنکا کے راجہ نے گورنر عراق کا مورد عنایات بننے کے لئے بہت سے تحائف بھیجے جنھیں گورنر ممدوح تک پہنچانے کے لئے آٹھ جہازوں کی ضرورت پڑی۔ اس زمانہ میں سیلون یا لنکا تک مسلمانوں کی آمدو رفت کا سلسلہ قایم ہو چکا تھا۔ اور تبلیغ اسلام کا پرنور آفتاب لنکا کی سرزمین پر اپنی ضیا بخش شعاعیں ڈال رہا تھا۔ اور سینکڑوں ہندو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ ان نومسلموں اور مبلغین اسلام کی ایک کثیر جماعت بھی ان جہازوں پر فریضہ حج ادا کرنے اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے سوار تھی۔ والی لنکا کے حکم سے جہازوں نے لنگر اٹھا[illegible] دن بعد سمندر میں طوفان آگیا۔ اور باد مخالف کے جھونکوں اور سمندر کی پرجوش لہروں نے جہازوں کو سندھ کے ظالم اور خونخوار راجہ داہر کی حدود مملکت کے قریب لا ڈالا۔ راجہ کے حکم سے جہازوں کو لوٹ لیا گیا اور بیچارے مسلمانوں کو جن میں کثرت سے مخدرات عصمت بھی تھیں گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ حجاج بن یوسف نے داہر کو لکھا کہ قیدیوں کو چھوڑ دے مگر داہر نے نہ چھوڑا۔ اور بہانہ بنا کر یہ لکھ دیا کہ جہازوں کو چوروں نے لوٹ لیا ہے۔ میرا ان پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس مکارانہ جواب سے حجاج بن یوسف جیسے سیاست دان گورنر کی تسلی نہ ہوئی۔ اور اس نے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے ایک مختصر سی سپاہ کے ساتھ عبد اللہ بن نبہان اسلمی کو مامور کیا۔ مگر اس سے خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں ہوا پھر بدیل کو بھیجا۔ مگر اس سے بھی تیر مراد نشانہ پر نہ بیٹھا۔ آخر قرعہ فال محمد بن قاسم کے نام پر پڑا۔ محمد بن قاسم اس وقت فارس میں عقلمندی کے نشان اڑا رہا تھا۔ حجاج کے حکم سے ۶ ہزار کی فوج ساتھ لے کر سرحد سندھ کی طرف روانہ ہوا۔ حجاج نے قلعہ کشائی کا سارا سامان منجنیق وغیرہ کشتیوں میں لدوایا۔ اور ان پر خزیم ابن مغیرہ کو نگران مقرر کیا اور محمد بن قاسم کو لکھ بھیجا کہ وہ تجھ سے دیبل میں ملے گا۔ وہاں اس کے پہنچنے تک توقف کرنا۔ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم دہلوی کی تحقیق کے موجب محمد ابن قاسم کے لشکر کی تعداد چھ ہزار سوار چھ ہزار جمازہ تین ہزار بارکش اونٹ تھے۔ علامہ بلاذری نے بھی قریباً قریباً اتنی ہی تعداد لکھی ہے۔ غرض یہ دریائے لشکر بہاؤ میں آیا اور موجیں مارتا ارمن بیلہ یا ارمائیل کے خس و خاشاک اڑاتا دیبل کی طرف چلا۔ خزیم ابن مغیرہ بھی یہیں آکر شامل لشکر ہوئے۔ اور دریائی راستے سے تمام ساز و سامان جنگ اور قلعہ شکن توپیں آئے۔ محمد بن قاسم نے لشکر کے مقدمہ ساقہ میمنہ۔ میسرہ۔ اور قلب کی ترتیب دے کر ان پر شجاع دلیر اور تجربہ کار افسر مقرر کر دیئے۔ جے سیہ داہر کا بیٹا نیرون میں تھا اس نے اپنے باپ کو لکھا کہ محمد بن قاسم عرب کا لشکر لے کر سواد دیبل میں آگیا ہے۔ اس کی جنگ کے واسطے اجازت ہو تو جاؤں۔ داہر نے علافیوں کو بلا کر صلاح پوچھی۔ علافیوں نے داہر سے کہا کہ محمد بن قاسم حجاج کا عزیز ہے۔ اس کے ساتھ جرار لشکر موجود ہے۔ جس میں بڑے بڑے نامدار۔ شجاع اور تجربہ کار بہادر داد مردانگی دینے کے لئے آئے ہیں ایسے لشکر سے نبرد آزما ہونا طریق حزم و احتیاط سے بعید ہے اس پر داہر نے جے سیہ کو لڑائی سے منع کر دیا۔

ناظرین متعجب ہوں گے کہ علافی کون لوگ تھے جن سے داہر نے ایسے اہم معاملہ میں مشورہ لیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ان کا بھی تعارف کرا دیا جائے۔ علافی علاف کی اولاد میں سے تھے۔ اور مکران میں رہتے تھے۔ جب حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا حاکم مقرر کیا تو اس نے سفہوی بن لام الحمانی کو جو علافیوں کا رشتہ دار تھا مار ڈالا۔ علافیوں نے سعید کو قتل کر کے مکران پر قبضہ کر لیا۔ حجاج نے جب اس واقعہ کو سنا تو سلیمان علافی کو جو قبیلہ کا سردار تھا قتل کرا دیا۔ اور عبد الرحمن بن عشا کو علافیوں سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ علافیوں نے اسے بھی مار ڈالا۔ آخرکار حجاج نے مجاعہ بن سعید کو مکران میں حاکم مقرر کیا۔ تو علافیوں نے اس سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور ملک سندھ میں راجہ داہر کے پاس چلے آئے۔ راجہ نے انہیں نوکر رکھ لیا۔ داہر کے عہد میں انہوں نے خوب ترقی کی۔ راجہ بھی ان کی حسن خدمات سے اس قدر خوش ہوا کہ محمد علافی کو اپنا وزیر مقرر کر لیا اور اہم معاملات میں ان کی طرف رجوع کرنے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ جب جے سیہ نے دیبل میں محمد بن قاسم کی آمد آمد کی اطلاع دیکر جنگ کی اجازت طلب کی تو راجہ نے ان سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ اور ان کے مشورہ سے اپنے لڑکے کو لڑائی کرنے سے روک دیا۔

علافیوں کا تذکرہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب اصل حال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

محمد قاسم جب لشکر کی آراستگی اور ترتیب کے کام سے فارغ ہوا تو اس کے گرد خندق کھدوائی۔ اور اس کی محافظت کے لئے نیزہ دار مقرر کئے۔ مقدمہ، ساقہ، میمنہ، اور میسرہ۔ اور قلب میں اپنی اپنی جگہ پر جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور ہر فوج اپنے علم کے نیچے تھی منجنیقیں بھی کشتیوں سے اتار کر درستی سے لگا دی گئیں۔ ان میں ایک خاص منجنیق تھی جس کا نام عروس یا عروسک تھا۔ علامہ بلاذری اس منجنیق کے متعلق لکھتے ہیں۔ ونصب منجنیقاً تعرف بالعروس کانت یمد فیہا خمسمأتہ رجل۔ یعنی عروس نام منجنیق بھی لگا دی گئی جس کو پانچ سو آدمی کھینچتے اور سنگ اندازی کرتے تھے۔ دیبل میں ایک حصار تھا جو عورتوں کی

کثرت سے بت خانہ نظر آتا تھا۔ اس میں ایک بہت اونچا مینار تھا۔
اور اس پر ایک سرخ طلسمی جھنڈا نصب تھا۔ جب اسے کھول دیتے تھے
تو چاروں طرف ہوا سے گھومنے لگ جاتا تھا۔ دیبل والوں کا اعتقاد تھا
کہ جب تک اس طلسمی جھنڈے کا پھریرا لہراتا رہے گا دیبل پر کسی کو
فتح نصیب نہ ہوگی۔ اگرچہ یہ ایک بے بنیاد عقیدہ تھا لیکن اہل دیبل کے
حوصلوں کو قائم رکھنے میں اعجاز کا کام دیتا تھا۔ محمد قاسم آیا تو جھنڈے
کا پھریرا کھول دیا گیا۔ اہل حصار جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ سات
دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی مگر طرفین میں سے کوئی بھی مغلوب نہ ہوا۔
آٹھویں دن حصار میں سے ایک دیوتا سروپ برہمن اسلامی لشکر میں تشریف
لے آئے۔ اور جان کی امان مانگ کر یوں گویا ہوئے کہ امیر عادل کو ہمیشہ
فتح ہو۔ ہماری جوتش کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ولایت سندھ کو لشکر اسلام
فتح کرے گا۔ مگر یہاں ایک ایسا طلسمی جھنڈا ہے کہ جب تک اسے نہ گراؤ
حصار کا فتح ہونا غیر ممکن ہے۔ جب اس جھنڈے کو گرا دوگے تو آسانی
سے حصار کو فتح کر لوگے۔ محمد بن قاسم نے جعویہ منجنیقی کو حکم دیا کہ منجنیق
لگا کر جھنڈے کو اڑا دو۔ جعویہ نے تعمیل حکم کی۔ اور منجنیق لگائی۔
پہلے ہی نشانہ میں طلسم ٹوٹ گیا۔ اور جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ اس کے سرنگوں
ہوتے ہی دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اسلامی سپاہ زینے لگا کر
دیوار پر چڑھ گئی۔ اور آن کی آن میں اسے فتح کر لیا۔ فتح کے بعد محمد بن قاسم
نے سب سے پہلے مسلم اسیروں کو رہائی دی۔ اور انہیں آرام و آسائش
دینے کے لئے عزت کے ساتھ لشکر میں بھجوا دیا۔ پھر اس شخص کو بلوایا۔
جس کی حراست میں یہ مسلمان قیدی تھے۔ یہ شخص ایک برہمن تھا۔ اور
سنسکرت زبان کا بہت بڑا پنڈت تھا۔ جب وہ آیا تو محمد بن قاسم
نے اسے سزا کا حکم دیا۔ اس نے ترجمان کی معرفت کہلوایا کہ آپ ان
قیدیوں سے پوچھئے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ محمد قاسم
نے قیدیوں سے دریافت کیا تو سب نے باتفاق کہا کہ اس پنڈت
نے ہمارے ساتھ نہایت نیک سلوک کیا ہے۔ اور ایام اسیری میں
ہماری بہت خاطر تواضع کی ہے۔ ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ وہ ہمیشہ
ہم کو اسلام کی خوشخبری سے ہمارے دل کو تسکین دیتا تھا۔ یہ حالات سن کر
محمد بن قاسم نے اس پنڈت کی بہت عزت کی۔ پنڈت صاحب قیدیوں
سے اسلام کے حالات سن کر دل میں تو پہلے ہی سے مسلمان ہو چکے تھے
جب محمد قاسم کے حسن سلوک اور اسلامی رواداری کو دیکھ کر بطوع خاطر
مشرف باسلام ہو گئے۔ محمد قاسم نے انہیں دیبل میں اپنا نائب مقرر کر دیا
اور اسلامی چھاؤنی کی بنیاد رکھ کر چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔ اور ایک
عظیم الشان مسجد بنائی۔

دیوتا سروپ پرمانند نے کاٹ چھانٹ کر کے اس واقعہ کو بھی
کچھ کا کچھ بنا دیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے سیلون یا لنکا کے راجہ
نے اسلامی حکومت کا مورد عنایات بننے کے لئے بہت سے تحفے آٹھ
جہازوں پر لدوا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ خلیفہ کی خدمت
میں بھیجے تھے۔ جنھیں داہر کے آدمیوں نے لوٹ لیا تھا۔ مستند تاریخوں
میں یہ واقعہ اسی طرح لکھا ہے مگر پرمانند جی نے توڑ مروڑ کر یوں لکھتے
ہیں کہ "خلیفہ ولید کے کچھ جہاز جو لنکا کے راجہ سے موتی اور جواہرات
لا رہے تھے" (تاریخ راجستھان صفحہ ۱۳۱) یہ مجرمانہ کتر بیونت صرف
اس لئے کی گئی ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح داہر کے دامن کو پاک کر کے
اسلامی حکومت کو مورد الزام بنا دیا جائے۔

اصلی تاریخی واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لنکا کے راجہ نے جہازوں میں
بھر کر تحفے بھیجے۔ مسلمان بھی ان جہازوں پر سوار ہو گئے۔ داہر
نے انہیں لوٹ کر مسلمانوں کو قید کر لیا۔ قیدیوں کو چھڑانے کے لئے
اسلامی حکومت کو لڑائی کرنی پڑی۔ سارا قصور داہر کا تھا نہ کہ اسلامی
حکومت کا۔ اسلامی حکومت قیدیوں کو چھڑانے کے معاملہ میں بالکل حق
بجانب تھی۔ مگر پرمانند جی کی تحریر کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی حکومت نے جنگی
جہاز بھیج کر جبراً لنکا کے راجہ سے موتی اور جواہرات لئے اور جابرانہ
طریقے سے سندھ پر حملہ کیا۔

پرمانند اپنی مسلم آزار طبیعت سے مجبور ہے۔ ورنہ تاریخ صاف
بتلا رہی ہے کہ اسلامی حکومت کا سندھ پر حملہ کرنا داہر کی غلط کاریوں
اور سفاکیوں کا نتیجہ تھا۔

پرمانند لکھتا ہے کہ محمد قاسم نے ایک شہر کے مندر کے بڑے
جھنڈے کو گرا دیا۔ جس کو لوگ شہر کی پناہ سمجھتے تھے۔ (تاریخ راجستھان
صفحہ ۱۳۲)

پرمانند نے جس مندر کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ مندر نہ تھا بلکہ ایک قلعہ
تھا۔ اس کے در و دیوار پر تصویریں ضرور بنی ہوئی تھیں۔ وہ قلعہ صرف تصویروں
کے لحاظ سے مندر ہرگز نہیں کہلا سکتا۔ یہ ہندوؤں میں اشتعال پیدا
کرنے کے لئے بھائی جی کی دھوکہ بازی ہے۔ جس طرح قلعوں پر شاہی
جھنڈے لہرایا کرتے ہیں۔ اس پر بھی ایک جھنڈا لہراتا تھا۔ جھنڈے
کا گر جانا شکست کی علامت ہوتی ہے۔ فتح حاصل کرنے کے لئے اس
کا گرانا ضروریات میں سے تھا اس لئے اسے منجنیق لگا کر اڑا دیا گیا
اس سے اسلامی حکومت پر یہ الزام نہیں آ سکتا کہ اس نے مندر کا جھنڈا
گرا دیا۔ یہ صرف پرمانند جی کا فریب و اتہام ہے۔ قلعہ دیبل کے
اس طلسمی جھنڈے کا راز جس برہمن پنڈت نے کھولا تھا اس کا حال
پرمانند مہاراج بلا ڈکار ہضم کر گئے۔ کیونکہ اس سے ایک دیوتا سروپ
برہمن پر آنچ آتی تھی۔ اسی طرح قید خانہ کے داروغہ صاحب کا
حال بھی شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے۔ کیونکہ وہ بھی پنڈت تھے
اور محمد قاسم کی رواداری اور قیدیوں کے اخلاق کو دیکھ کر مشرف باسلام
ہو گئے تھے۔

جہاں لڑائی ہوگی وہاں انسانی خون تو ضرور گرے گا۔ اس لڑائی میں داہر
کی فوج نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کیا۔ اور اسلامی فوج نے داہر کی سپاہ
کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس سے طرفین پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔
ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ قانون جنگ کی رو سے قابل تعریف بہادر
وہی ہے جو دشمن کو نیچا دکھا سکے۔ اس کلیہ کے بموجب محمد ابن قاسم بہادر
سپہ سالار تھا۔ جس نے داہر کی فوج کو نیچا دکھایا۔ اور دیبل کی سرزمین
پر اپنی بہادری، اولوالعزمی، فتحمندی کے جھنڈے گاڑے۔ جب تک
دنیا رہے گی اس کی فتحمندی، اولوالعزمی اور بہادری کے گیت لوگوں کی
زبان پر رہیں گے۔ حاسد اس کے کارناموں کو دیکھ جلیں گے اور خون
جگر پئیں گے مگر تاریخ کہے گی۔

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

انتقاد

تشریح الکافر

ایک دفعہ لفظ "کافر" کی نسبت مہاتما گاندھی کو کچھ شبہ
ہوا تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے اخبار "ینگ انڈیا" میں اس طرح
کیا تھا کہ یہ لفظ غیر مسلموں کے لئے توہین آمیز ہے اس کے جواب میں
مولانا عبدالرحیم صاحب سلیم وکیل ہنم کنڈہ دکن نے ایک رسالہ
"تشریح الکافر" لکھا جس میں بحوالہ آیات قرآن لفظ "کافر"
کی حقیقت واضح کر کے ثابت کیا کہ یہ لفظ توہین آمیز اور دلآزار
نہیں ہے۔ اسی رسالہ کو اب خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مع اپنے
ایک دیباچہ کے تبلیغی سلسلہ میں شایع کیا ہے۔ گو رسالہ کے بعض
حصوں سے ہمیں اختلاف ہے تاہم اصل موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے
صفحہ ۸ اور صفحہ ۹ پر بعض الفاظ اصلاح طلب ہیں۔ مثلاً مصنف نے
اس بات سے تو انکار کیا ہے کہ اسلام نے بزور شمشیر اسلام قبول کرانے
کا حکم دیا ہے لیکن اسی سے چند سطور پیشتر لکھا ہے کہ:۔

"پیغمبروں کا کام ہے . . . . ان (مشرکوں) کو
اللہ کے احکام سمجھائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو ان سے لڑیں۔
اور ان کو اللہ کی عبادت کرنے پر مجبور کریں"

"مجبور کریں" کے الفاظ منشاء قرآنی کے خلاف ہیں۔ قرآن کا
اصول تو لا اکراہ فی الدین ہے۔ بہتر ہو اگر خواجہ صاحب ان الفاظ
کی اصلاح کر دیں۔ کیونکہ یہ الفاظ قابل اصلاح ہیں۔ لکھائی چھپائی
اور کاغذ بہت نفیس ہے۔ ضخامت ۳۲ صفحے۔ قیمت چار آنے
ملنے کا پتہ:۔ "حلقہ مشائخ بکڈپو" دہلی

جواہر ریزے

ق

(۱) اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ
(کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور
نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے۔ کون ہے
جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے
جو کچھ لوگوں کو پیش آ رہا ہے اور جو کچھ ان کے بعد ہونے والا ہے۔
وہ اس کو سب معلوم ہے۔ اور لوگ اس کی معلومات میں سے
کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر جتنی وہ چاہے۔ اس کا علم آسمانوں
اور زمینوں پر حاوی ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت اس پر بوجھ نہیں
اور وہ بہت بلند عظمت والا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۵۵)

(۲) دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں۔ گمراہی سے ہدایت (الگ)
ہو چکی ہے۔ پس جو شخص جھوٹے معبود (ں) کو نہ مانے اور (اللہ
ہی) پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے۔ جو
ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اس کا بیڑا پار ہے۔ اور اللہ سب کی سنتا
اور سب کچھ جانتا ہے۔ (البقرہ ۲: ۲۵۶)

(۳) وہ لوگ جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پھر خرچ
کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی)
ایذا دیتے ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس
ہے۔ اور انہیں کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
(البقرہ ۲: ۲۶۲)

(۴) نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار پر) درگزر کرنا
اس خیرات سے بہت بہتر ہے۔ جس کے دیئے پیچھے (سائل کو
کسی طرح کا) دکھ پہنچایا جائے۔ اور اللہ بے نیاز اور بردبار ہے
(البقرہ ۲: ۲۶۳)

ح

(۱) عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ
شخص پر۔ (ترمذی)

(۲) ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے۔ اور عالم کو عابد
پر ایسی فضیلت ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام تاروں پر
اور علما انبیا کے وارث ہیں۔ اور انبیا کی میراث نہ دینار ہے نہ
درہم انکی میراث علم تھی پس جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت
کچھ حاصل کیا۔ (ابو داؤد و ترمذی)

(۳) جس شخص کے لئے اللہ بہتری چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا
کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

(۴) جو شخص علم کی جستجو میں نکلا۔ وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ کی راہ
میں چلتا رہا۔ (ترمذی)

(۵) ایمان دار آدمی نیک باتیں سیکھنے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ
اس کا انجام بہشت میں ہو جاتا ہے (یعنی فوت ہو جاتا ہے) (ترمذی)

(۶) حکمت کی بات ایماندار کی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں ملے وہ اس کا
حق ہے۔ (ترمذی)

(۷) جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے جنت میں داخل نہ ہو سکو گے۔
اور جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے۔ ایمان کامل نہ ہو سکے گا۔
میں تمھیں بتاتا ہوں کہ وہ کونسی چیز ہے جو آپس میں محبت پیدا
کراتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔ (ابن ماجہ)

(۸) اے فرزند جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو سلام کر
اس سے تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر برکت نازل ہوگی۔ (ترمذی)

(۹) اللہ سے قریب تر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کہتا ہے۔ (ابو داؤد)

(۱۰) چاہیے کہ چھوٹا بڑے کو۔ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹا
گروہ بڑے گروہ کو سلام کہے۔ (بخاری)

(۱۱) چاہیے کہ سوار پیادہ کو پہلے سلام کہے۔ (بخاری)

(۱۲) جو شخص پہلے سلام کہتا ہے۔ وہ تکبر سے پاک ہوتا ہے (بیہقی)

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس میں کوئی آدمی دوسرے آدمی کو اٹھا کر
اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ البتہ کھل جاؤ اور آنے والے شخص کو جگہ دو۔ (مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ — شوال المکرم ۱۳۴۵ھ — نمبر ۱۷

ہندو اور مسلمان

دیکھ مسجد میں شکست رشتہ تسبیح شیخ
بتکدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

ہندو کیا کر رہے ہیں؟

(۱) ہندو شدھی سبھا کی شاخیں ہر مقام پر قایم کر رہے ہیں اور ہر طبقہ اور ہر خیال کے ہندو شدھی سبھا کی اخلاقی اور مالی اعانت کر رہے ہیں۔

(۲) ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

(۳) ہندو ساہوکار مسلمانوں کو قرضہ کے پھندے میں عجیب عجیب ڈھنگ سے پھنساتے ہیں اور پھر جہاں مناسب موقع دیکھتے ہیں ان مقروض مسلمانوں کو ہندو بننے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

(۴) بعض ہندو حکام بھی اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر مسلمانوں کو ہندو بننے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور عدم تعمیل کی صورت میں نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔

(۵) بعض ہندو ریاستوں میں تو اندھیر مچا ہوا ہے حکام ریاست علانیہ و خفیہ شدھی کے پرچارکوں کو مدد دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں پر ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں۔

(۶) بعض شہروں قصبوں اور قریوں میں بعض آریہ غنڈے مسلمان عورتوں اور بچوں کو اغوا بھی کرتے ہیں۔

(۷) آریہ شدھی کا کام چپکے ہی چپکے کر رہے ہیں۔ اخبارات میں بہت کم اطلاعات شایع ہوتی ہیں۔ ہندوستان کے ان حصوں میں جہاں مسلمان کمزور ہیں نومسلم راجپوتوں کو اندر ہی اندر مرتد کیا جا رہا ہے۔

(۸) مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اور ہندوؤں کی کم چونکہ مبلغین وہاں بہت کم پہنچتے ہیں۔ اس لئے شدھی کے پرچارکوں نے وہاں پورے زور کے ساتھ یورش شروع کی ہے۔ ہر ہندو لیڈر یہی ایڈیش دے رہا ہے کہ نوجوان ہندوؤں کو مشرقی بنگال کی خبر لینی چاہئے ہندو مہاسبھا پنجاب نے قرارداد منظور کی ہے کہ مرکزی ہندو مہاسبھا اپنا کل وقت اور روپیہ مشرقی بنگال کے ہندوؤں کو مضبوط بنانے میں صرف کرے۔ بنگال میں ہندو مسلم فسادات کا جو افسوسناک سلسلہ شروع ہوا ہے وہ انہی شدھی پرچارکوں کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔

(۹) مالابار اور ٹراونکور کے علاقہ میں آریہ پرچارک اچھوت جاتیوں کو دھڑا دھڑ آریہ سماج میں داخل کر رہے ہیں لیکن بعض مقامات کے قدامت پسند ہندو مزاحم بھی ہو رہے ہیں۔

(۱۰) ہندو ملک کے ہر حصہ میں مہابیر دل اور شردھانند دل قایم کر رہے ہیں جو ہندو سنگٹھن کے کام میں بہت ممد ثابت ہوئے ہیں۔

(۱۱) ہندو مہاسبھا اور سنگٹھن کی شاخیں ہر جگہ قایم ہو رہی ہیں۔

(۱۲) بعض ہندو ریاستوں میں مسلمانوں پر سخت ظلم و ستم ہو رہا ہے۔

(۱۳) ریاست چمبہ میں اشاعت اسلام حکماً بند ہے۔

(۱۴) تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کی کمائی کا بیشتر حصہ ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔

(۱۵) ہندو اشیاء خوردنی مسلمان سے نہیں خریدتے۔

(۱۶) آریہ پرچارک نومسلم راجپوتوں میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ہندو مذہب اسلام سے افضل ہے اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ دیکھو مسلمان تو ہندوؤں کے ہاتھ کا پکا کھا لیتے ہیں لیکن ہندو مسلمانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتے۔ جہلا پر یہ بات بہت اثر ڈالنے والی ہے۔

(۱۷) ہندو ہندی کی ترویج کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے صرف راجہ شاہ پور نے تین لاکھ روپیہ دیا ہے۔

(۱۸) ہندو یتیم خانے اور بیوہ آشرم کھول رہے ہیں۔ چنانچہ صوبہ بہار کے صرف ایک ہندو وزیر نے ہندو یتیم خانہ قایم کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا ہے۔

(۱۹) اچھوت قومیں ہندو نہیں ہیں۔ لیکن آریہ پرچارک انہیں دھوکہ دے کر کہ وہ ہندو ہیں ہندو بنانا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟

(۱) مسلمانوں کو ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں تبلیغی انجمنیں قایم کر کے تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کرنا چاہئے۔ ہر مسلمان کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ اپنی ماہوار آمدنی کا ایک حصہ کسی نہ کسی تبلیغی انجمن کو دیا کرے گا اور اس عہد پر پوری پابندی اور مضبوطی سے عمل کرے۔

(۲) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ آریہ پرچارکوں کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں پر نگاہ رکھیں اور جہاں کہیں فتنہ ارتداد کا اندیشہ پیدا ہو وہاں کے مقامی مسلمان اس کے انسداد کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں اگر بیرونجات کے مسلمانوں کی امداد کی ضرورت ہو تو طلب کریں فتنہ ارتداد کی بڑی وجہ جہالت اور افلاس ہے۔ اسے دور کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ یہ تو حفاظتی تدبیر ہے۔ جارحانہ تدبیر یہ ہے کہ ہندو قوموں کے اندر اسلام پھیلایا جائے۔

(۳) مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنا چاہئے کہ قرض لینا بہت بری بات ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ قرض سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرے تاکہ مصیبت کے وقت اسے قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ شادی غمی کی فضول رسموں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ اکثر اوقات وہی قرض پر مجبور کرتی ہیں جو مسلمان پہلے سے مقروض ہیں۔ انہیں قرض سے رہائی حاصل کرنے کے لئے پوری جد و جہد کرنی چاہئے۔

(۴) ایسے حکام کے خلاف اخبارات میں پروپیگنڈا ہونا چاہئے تاکہ حکومت ان سے باز پرس کرے۔

(۵) ہندو ریاستوں کی ایسی کارروائیاں مسلمان اخبارات میں شایع کرانی چاہئیں۔ تاکہ حکومت اور برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو اصل حالات سے آگاہی ہو جائے۔ اور اگر ممکن ہو تو وہ اس کے تدارک کا انتظام کریں۔

(۶) مسلمانوں کو ایسی وارداتوں کے انسداد کا پورا پورا بندوبست کرنا چاہئے۔

(۷) مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام خاموش طریق سے انجام دیں اخبارات میں نومسلموں کی فہرستیں شایع کرنا قطعی طور پر بند کر دیں۔ اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ آریہ پہلے سے بھی زیادہ جوش و سرگرمی سے کام کرنے لگتے ہیں۔ اور ان نومسلموں کو مرتد کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق استعمال کرتے ہیں۔ اور اس طرح بہتیرے نومسلموں کا ایمان معرض خطر میں پڑ جاتا ہے۔

(۸) مشرقی بنگال میں گو مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں لیکن باقی ہر لحاظ سے کمزور ہیں اگر انہوں نے [illegible]

ضرورت ہے کہ پنجاب اور بنگال کی تبلیغی انجمنیں وہاں تبلیغی حملہ شروع کریں۔ اور مسلمان لیڈر وہاں کے مسلمانوں کی تنظیم کریں۔ اسلام وہاں نہایت سرعت سے بڑھ رہا ہے سنگٹھنیے اسے روکنا چاہتے ہیں اسی سبب انہوں نے اس علاقہ پر دھاوا بول دیا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ابھی سے ہوشیار ہو جائیں۔ ورنہ بعد از وقت ہاتھ پاؤں مارنا بیکار ہو گا۔

(۹) مسلمان اگر ذرا بھی توجہ کریں تو اس علاقہ کی اچھوت اقوام جو ہندو مظالم اور چیرہ دستیوں کی سب سے بڑھ کر شکار ہو رہی ہیں نہایت آسانی سے اسلام قبول کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اسلام انہیں آناً فاناً جو حقوق مساوات دے سکتا ہے ہندو یا آریہ مذہب صدیوں میں بھی وہ نہیں دے سکتا۔

(۱۰) پچھلے دنوں کسی دردمند مسلمان نے یو۔پی میں "ملی غول" قایم کرنے کی تحریک کی تھی۔ ضرورت ہے کہ ملک کے ہر حصہ میں باقاعدہ نظام کے ماتحت "ملی غول" قایم کئے جائیں۔

(۱۱) مسلمانوں کو تنظیم کمیٹیاں بنانی چاہئیں۔

(۱۲) مسلمانوں کو اس کے تدارک کا کوئی انتظام کرنا چاہئے۔

(۱۳) مسلمانوں کو اس تعصب کے مٹانے کے لئے جد و جہد کرنی چاہئے۔

(۱۴) مسلمانوں کی طرف خاص توجہ کرنی چاہئے۔ مسلمان دکانیں کھولیں اور ہر مسلمان عہد کرے کہ وہ آئندہ اپنی ضروریات کی چیزیں مسلمان دکانداروں سے خرید کرے گا۔

(۱۵) مسلمان بھی غیرت کریں اور عزم بالجزم کر لیں کہ جب تک ہندو اپنی اس روش سے باز نہیں آئیں گے اس وقت تک وہ ہندوؤں سے اشیائے خوردنی نہیں خریدیں گے۔

(۱۶) پس ہر مسلمان کو اسلام کی حفاظت کے لئے خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ کھانے پینے کے معاملہ میں وہ ہندوؤں سے اسی طرح چھوت چھات کرے گا جس طرح خود ہندو مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض مسلمان اس امر کو "کشادہ دلی" کے خلاف سمجھیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اب یہ "کشادہ دلی" "بے حمیتی و بے غیرتی" کے مترادف ہو رہی ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ پس جس قدر جلد "اس کشادہ دلی" کو خیرباد کہہ دیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

(۱۷) مسلمانوں کو اردو کی شان و شوکت قایم رکھنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہئے۔

(۱۸) مسلمانوں کو بھی یتیم خانے اور بیوہ آشرم کھولنے چاہئیں بیوہ آشرموں میں ان غیر مسلم بیواؤں کو پناہ دینے کا خاص انتظام ہونا چاہئے جو برضا و رغبت مسلمان ہونا چاہیں۔

(۱۹) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اچھوتوں کو بتائیں کہ وہ ہندو نہیں ہیں بلکہ اس ملک کے اصل باشندوں کی اولاد ہیں جن پر آریہ ہندوؤں نے حملہ کیا تھا اور ان پر فتح حاصل کر کے انہیں غلام بنا لیا تھا۔ خود اچھوتوں کے اندر بھی یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ وہ ہندو نہیں ہیں اور ہندو محض بنا اور سیدھا کرنے کے لئے ہمیں شدھی کا جھانسہ دے رہے ہیں۔ چنانچہ جالندھر میں ان کی ایک انجمن بنام "آد دھرم سبھا" قایم ہو چکی ہے [illegible]

اشتہار کے نفس مضمون کے غلط یا صحیح ہونیکے ذمہ وار اشتہار دہندگان خود ہیں (مینجر)

رعایت کا زمانہ

۲۰ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۲۷ء تک

جو سال میں صرف ایک بار رمضان المبارک کے مہینے میں خریداران کو حاصل ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ کوئی شخص اس زریں موقع سے محروم نہ رہے اس کی میعاد ۲۰ شوال المکرم تک رکھی جاتی ہے۔ پس حسب معمول اعلان کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل گھڑیوں کی قیمت میں بیحد رعایت کر دی گئی ہے اس سے ہر مذہب و ملت کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور مسلمانوں کو تو خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے۔ المشتہر منیجر ایس۔ ایم عثمان اینڈ کو ۶۵ دہلی

اصلی ریگولیٹر لیور واچ — شب چراغ لیور پاکٹ واچ — خوشنما و پائیدار آٹھ روزہ چابی جیبی گھڑی

نفیس و پائیدار گولڈن رسٹ واچ

خوشنما و پائیدار رسٹ واچ — ۲۲ کیرٹ گولڈن رسٹ واچ

خوشنما سونے کی طرح کی جالدار چوڑی کی رسٹ واچ

ملنے کا پورا پتہ: ایس۔ ایم عثمان اینڈ کو واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک ۶۵ دہلی

ریشمی مشہدی لنگیاں

رنگ سیاہ یا سلیٹی طول چھ گز چار روپے آٹھ آنے طول سات گز پانچ روپے چار آنے۔ ریشمی صافے حاشیہ دار رنگ لٹھری بادامی چھ گز پانچ روپے سات گز چھ روپے چار آنے۔

کلاہ سچا زردیار منقش گول فی عدد چار روپے چھوٹا زردیار رنگ

ریشمی ازار بند مختلف رنگ فی درجن تین روپے آٹھ آنے۔

ریشمی رومال فی درجن چھ روپے سائز ۲۷ × ۲۷

ریشمی رومال ۱۸ × ۱۸ انچ فی درجن چار روپے آٹھ آنے۔

نمبر ۵۰ لٹھر برائے قمیص فی گز ایک روپیہ دس آنے۔

نمبر ۶۵ لٹھر کرنڈی برائے کوٹ فی گز ایک روپیہ چار آنہ۔

ریشمی بنیان } فی درجن بائیس روپے آٹھ آنے۔ زنانہ مردانہ دونوں قسم کے سائز موجود ہیں

ریشمی مفلر فی عدد ایک روپیہ چار آنہ اور ایک روپیہ آٹھ فہرست مفت طلب کیجیے۔

حبیب سیٹھ اینڈ کمپنی شہر لدھیانہ پنجاب

ایک لاکھ روپیہ نقد انعام

پنجاب کے مشہور وید لالہ دھنی رام ایڈیٹر رسالہ امرت کی تیار کردہ امراض معدہ و جگر کے امراض کیلئے نہایت مفید اور مشہور عام دوائی

پرتاپ (رجسٹرڈ)

کے خریداروں میں ۱۲ جیٹھ سمت ۱۹۸۴ مطابق ۱۱ جون ۱۹۲۷ء بروز سنیچر ... انعامات میں ایک لاکھ روپیہ تقسیم کیا جائیگا جنمیں سے ایک انعام ... ۲۵۰۰ روپیہ ایک انعام ... اور پیادہ ایک انعام ... ۵ روپیہ کا ہوگا قیمت فی شیشی معہ ٹکٹ ایک روپیہ معذار خوراک ایک سے چار تولہ تک۔

محنتی ہوشیار۔ بارسوخ اور معتبر ایجنٹوں کی ہر جگہ ضرورت ہے کمیشن معقول دیا جائیگا۔ خواہشمند اصحاب مزید واقفیت و قواعد حاصل کرنے کیلئے جلد از جلد درخواست کریں۔

منیجر امرت دھارا شدھالیہ ڈاکخانہ امرت دھارا شدھالیہ پٹیالہ

شاہی مطب و دوا خانہ عالیہ زیر سرپرستی کپورتھلہ

ہمارے دوا خانہ میں مردوں عورتوں اور بچوں کی ہر قسم کی پوشیدہ امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت کیا جاتا ہے۔ غربا سے فیس کچھ نہیں لی جاتی۔ ہر قسم کی شاہی ادویہ نہایت زود اثر اور مجرب مقویات ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ سفوف ہاضم قے۔ متلی۔ بدہضمی اور پیٹ کی تمام بیماریوں کے لئے ... قیمت ... افادہ ...

شراب الصالحین عمدہ اور مقوی شربت ایک گھونٹ پینے سے طبیعت دن بھر شگفتہ اور بحال رہتی ہے۔ نہایت خوشبودار اور ہاضم ...

کحل الجواہر مقوی بصر آنکھ کی ہر بیماری دھند۔ غبار۔ کمزوری نظر اور پڑبال وغیرہ کے لئے بیحد مفید ہے ...

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب دہلوی ملازم کپورتھلہ ریاست۔

ہر گھر میں

لازمی ہیں گولیاں ... قبض ہو پیٹ میں درد ہو۔ پیچش ہو۔ سنگ ہیضہ ہو۔ بدہضمی ہو۔ نزلہ۔ زکام درد سر درد گردہ فوراً گولیاں کھاؤ اور پاخانہ ... پیٹ خالی مرض دور ہوا قیمت ایک سو گولی ... محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ ملنے کا پتہ

عبدالکریم عطر مرچنٹ۔ اقبال گنج ۴۲ لدھیانہ

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر و غریب طبقے کے لوگ لگاتے ہیں عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت رسول اللہ ہے چند عطر جو خاص ہمارے کارخانہ کے مشہور ہیں بطور نمونہ طلب فرمائیے۔ جملہ قسم کے عطر، روغن ہر قسم کے تاکہ ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کے ساتھ خاص رعایت ہوگی خط بھیجکر نرخ وغیرہ معلوم کیجیے۔

عطر موتیا — عطر مشک و عنبر — عطر گلاب — عطر روح خس

عطر کیوڑہ — عطر شمامۃ العنبر — سب سے بہتر عطر پھلیل اور تماکو وغیرہ ہمارے کارخانہ سے طلب کرو اور ہر قسم کے روغن بھی موجود ہیں۔

منگانے کا پتہ

امرت دھارا

سوالات

۱ اگر کسی کے سر درد۔ دانت درد۔ کان درد چوٹ کا درد یا کوئی جسمانی درد ہو تو کیا لگانا چاہیئے؟

۲ اگر کسی کو بھڑ۔ بچھو سانپ یا کوئی زہریلا جانور کاٹ جاوے تب کیا لگانا چاہیئے؟

۳ اگر کسی کے پیٹ درد۔ بدہضمی قے دست پیچش وغیرہ اچانک آجاویں تب کیا کھلانا چاہیئے؟

۴ اگر کسی کے زخم لگ جاوے یا پھوڑا پھنسی تکلیف دے تب کیا لگانا چاہیئے؟

جواب

اکھوں استعمال کرنیوالوں میں سے ۳۳ ہزار خطوط لکھ کر بھیج چکے ہیں مثلاً سنت تیجرام صاحب جھنگن سب جسٹریٹ منتظم آباد سے لکھتے ہیں:—

آپ سے کئی مرتبہ امرت دھارا منگوایا اور عام طور پر گھر میں اور عملہ ماتحت میں اس کا استعمال کیا دائمی جملہ بیماریوں کا ایک علاج ہے کوئی گھر امرت دھارا سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ آپ کا دم غنیمت ہے پرماتما آپ کے کارخانہ کو اس سے بھی زیادہ ترقی دے اب آپ سمجھ گئے کہ آپ کو کیا چیز پاس رکھنی ہے!

امرت دھارا (رجسٹرڈ)

ضلع بجنور میں آریوں کی مرمت

۱۰ راپریل کو آریہ سماج بجنور کا ایک منظم جلوس پاس کے ایک گاؤں زور میں گیا تاکہ وہاں کے چند چماروں کو شدھ یا اشدھ کرکے آریہ جاتی کی قلت تعداد کو کثرت تعداد میں بدل دے اس جلوس میں لالہ ٹھاکر داس سابق صدر ڈسٹرکٹ بورڈ بجنور لالہ جگناتھ سرن پردھان آریہ سماج اور لالہ نیمی سرن ممبر کونسل بھی شامل تھے۔ گاؤں میں پہنچ کر اول الذکر لالہ صاحب چماروں کا ڈول لے کر کنوئیں پر چڑھ گئے۔ کہ شدھی اچھوت ادھار کا اصل مرحلہ یہی ہے۔ گاؤں کے جاٹوں نے استفسار کیا کہ تم ہمارے کنوئیں کو ناپاک کرنے والے کون ہوتے ہو۔ لالہ جی نے جھٹ جواب دیا کہ ہم آریہ ہیں۔ لیکن جاٹ اس خوفناک لفظ سے خائف نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا ہم تم کو اس ڈول سے پانی بھرنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتے۔ اس پر لالہ جی نے ہندو جاتی کی قلت تعداد کا رونا رو کر جاٹوں کو رام کرنا چاہا لیکن انہوں نے ایک نہ سنی جب بات نے طول پکڑا اور زیادہ تین پانچ ہوئی تو ایک جاٹ نے وہی ڈول چھین کر جو لالہ جی کے ہاتھ میں تھا ایک رسید کیا اور دوسرے جاٹ نے سر پر ایسا لٹھ جمایا کہ ڈیڑھ انچ گہرا زخم آیا۔ وہ تو خیر گزری کہ لالہ جی نے زیادہ بیچ نہ کی ورنہ جاٹ شاید وہیں تیا پانچا کرکے رکھ دیتے لالہ جی کی اس شدھی کے بعد مجھے بے نیل مرام واپس ہوا۔ اس صدمہ جانکاہ میں اور اچھوت ادھار کی ان کوششوں سے جو آریہ سماجی کر رہے ہیں۔ ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ لیکن ہم انہیں یہ مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر ان کے دل میں اچھوت ادھار کا جذبہ محض ہمدردی بنی نوع انسان کے باعث موجزن ہے اور اس میں ہندو جاتی کو بڑھانے کا کوئی ذاتی مطلب نہیں ہے تو انہیں یہ کام کلیتہً مسلمانوں کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے قدامت پرست سے قدامت پرست اور جاہل سے جاہل جاٹ بھی واقف ہیں کہ جب اچھوت مسلمان ہو جاتے ہیں تو وہ کنوئیں پر چڑھ سکتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ چمار ہیں چاہے آریہ سماجی انہیں ہزار دفعہ شدھ کریں۔ وہ کنوئیں پر چڑھنے کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ اچھوتوں کی کم عقلی اور سادہ لوحی یہ ہے کہ وہ ابھی تک ہندوؤں سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ انہیں اپنے ساتھ ملا کر مساوات کے حقوق دے دیں گے۔ بھلا جس قوم نے اپنے مذہبی احکام کی بنا پر صدیوں تک انہیں غلام بنائے رکھا ہو وہ یک بیک اپنی عادت کو جو فطرت ثانیہ ہو چکی ہے۔ کس طرح بدل سکتی ہے۔ اچھوت اگر واقعی ترقی و عروج کے خواہاں ہیں۔ تو انہیں اسلام کی شرن میں آنا چاہیئے۔ جو تمام بنی نوع انسان میں اخوت و مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے۔

بولو! ویدک دھرم کی جے

آریہ سماجی مسلمانوں کو ویدک دھرم میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ہمارے خیال میں انہیں مسلمانوں کو ویدک دھرم کی دعوت دینے کے بجائے اس تہذیب کا ماتم کرنا چاہیئے۔ جو ویدک دھرم نے ہندوستان میں پھیلائی۔ اور جس کا مظاہرہ امسال کمبھ کے میلہ پر ہردوار میں ہوا ہے۔ خود آریہ اخبارات کا بیان ہے کہ ۲ راپریل کو سادھوؤں کے جلوس کے ساتھ:-

"چھ سو سے زیادہ الف ننگے سادھو جا رہے تھے
کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے مادر زاد ننگے رہنے والے
اٹھارہ ہزار سادھو کل ہندوستان میں ہیں۔
یہ مادر زاد ننگے سادھو "دتاتریہ سوامی کی جے ہو اور
سناتن دھرم کی جے کے نعرے لگاتے جاتے تھے"

یہ چھ سو سے زیادہ "الف ننگے سادھو سناتن دھرم یعنی ویدک دھرم کی جے کے نعرے کہاں لگا رہے تھے۔ ویدک دھرمیوں کی تیرتھ ہردوار میں جہاں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں عورتیں بھی موجود تھیں۔ جس قوم کے مقدس پیشواؤں کی یہ حالت ہو وہ بھی اگر مسلمانوں کی باغیور اور باحمیت قوم کو ویدک دھرم میں داخل ہونے کی دعوت دیں تو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی!
شان ہے تیری کبریائی کی!

درخواست دعا - عزیزم احمد خاں آنرزان اردو کا امتحان

زنار پوشی کے عشق میں جان بھی گئی

آج کل بیچارے اچھوتوں کی جان عجب مصیبت میں ہے۔ ایک طرف ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے جو انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ کہ وہ اس قعر ذلت سے نکلیں جس میں صدیوں سے پڑے ہیں۔ اور دوسری طرف جب آریوں کے چکموں اور دل خوش کن وعدوں میں آکر شدھ ہوتے اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں تو پہلے سے بھی زیادہ مرمت ہوتی ہے ع

غرض دوگونہ عذابست جان مجنوں را

والا معاملہ ہے۔ ضلع رائے پور کے موضع نیا نیہ میں ایک چمار نے آریوں کی انگیخت سے شدھ ہو کر دوج ذاتوں کی طرح جنیو پہن لیا جس سے ہندو راجپوت سخت برافروختہ ہوئے۔ بھلا ایک چمار کجا اور زنار کجا۔ اس گستاخی پر اسے قتل کر دیا گیا۔ اب مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔ اچھوت خواہ مخواہ شدھ ہو کر خود مصیبت میں پڑتے ہیں۔ ہندو انہیں مساویانہ حقوق کیونکر دے سکتے ہیں جبکہ ویدوں میں شودروں کے متعلق نہایت وحشیانہ اور ظالمانہ احکام موجود ہیں۔ ان کی نجات صرف اسلام ہی سے ہو سکتی ہے۔ اگر وہ موجودہ پستی سے رہائی حاصل کرنے کی سچی خواہش رکھتے ہیں۔ تو اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں۔ جہاں کسی اونچ نیچ اور ذات پات کی تمیز نہیں ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کے عقاید

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد درج کر چکے ہیں۔ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ کہ ان عقائد میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اصولی طور پر یہ تمام عقائد وہی ہیں۔ جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور جنھیں ہر مسلمان مانتا ہے۔ جو شخص بھی تعصب سے الگ ہو کر ان عقائد کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا جس پر مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم۔اے ڈائرکٹر تعلیمات بھوپال پہنچے ہیں۔ رسالہ "تنظیم" بابت ماہ اپریل ۱۹۲۷ء میں آپ کا ایک مضمون بعنوان "ہمارے باہمی اختلافات" شایع ہوا ہے۔ جس میں آپ لکھتے ہیں کہ:-

"ایک سنی ایک احمدی کا نام سن کر بھڑکتا ہے اگرچہ
اس جماعت کے عقائد جو اعلان کیا گیا ہے وہ تمام تر
وہی ہیں جن کو ہر مسلمان بلا چون و چرا تسلیم کرتا ہے"

یہ ایک غیر جانبدارانہ رائے ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اس پر غور فرمائیں گے۔ اور تمام تنگ خیالیوں اور اختلاف آرائیوں کو چھوڑ کر "تعاونوا علی البر والتقویٰ" پر عمل کریں گے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تن من دھن سے اعانت فرمائیں گے۔

ایک مفید تجویز

شیخ محمد صادق صاحب ایم۔ایل۔سی امرتسر نے رسالہ "تنظیم" امرتسر میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ ہر سال کے بعد کوئی ایسا رسالہ شایع ہونا چاہیئے۔ جس میں یہ بتایا جائے کہ سال بھر میں مسلمانوں نے اپنی مختلف مذہبی، سیاسی، اصلاحی، تعلیمی اور تجارتی کوششوں سے کیا حاصل کیا ہے اور کیا کھویا۔ اس تجویز کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس سے مسلمانوں کو بہت بصیرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس بات کا اندازہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے کہ وہ ترقی کی طرف جا رہے ہیں یا انحطاط کی جانب۔ اور زندگی کے کن کن شعبوں میں زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ترقی یافتہ قوموں میں یہی دستور ہے کہ وہ اپنی ہر بات کا حساب رکھتی ہیں۔ لیکن ہمارا طریق عمل بالکل اس کے برعکس ہے۔ باوجود اس کے کہ زندگی کے بعض شعبہ جات میں ہم سخت کمزور ہیں۔ ہمیں اصلاح کا احساس نہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ جب اپنی کمزوری کا کما حقہ علم ہی نہیں تو اس کا احساس کیا ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ معاصر "تنظیم" اس قسم کی سالانہ رپورٹ کا ضرور کوئی انتظام کرے گا۔

رائے جنگ میں سکھ گردی

قصبہ رائے جنگ ضلع لاہور کے مسلمانوں نے اخبارات میں یہ فریاد کی تھی کہ اس قصبہ کے سکھ انہیں اپنے فرائض و اعمال مذہبی ادا کرنے نہیں دیتے۔ مساجد میں اذان دینے کے جرم میں بہت سے مسلمان سکھوں کے ہاتھ سے پٹ چکے ہیں۔ مسلمان بارہا ان مظالم اور مصائب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔ لیکن حکام متعلقہ نے اس کا کچھ تدارک نہیں کیا۔ حیرت ہے کہ یہ سب کچھ انگریزی راج میں اور دارالسلطنت پنجاب سے صرف ۴۲ میل کے فاصلہ پر ہو رہا ہے۔ ہم اس ناگوار صورت حالات کی طرف جناب ڈپٹی کمشنر ضلع لاہور کو توجہ دلاتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد مظلوموں کی دادرسی فرمائیں گے اور اس سکھ گردی کا خاتمہ کر دیں گے۔

ایک قابل تقلید مثال

آنریبل مسٹر گنیش دت سنگھ وزیر لوکل سلف گورنمنٹ بہار و اڑیسہ نے ایثار کی جو عدیم النظیر مثال قایم کی ہے۔ اس سے مسلمان وزرا کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ آپ نے ایک انجمن بنام انجمن امداد یتامیٰ ہنود قایم کی ہے۔ جس کو اپنی تنخواہ کا ۳/۴ حصہ ماہوار وقف کرکے ایک لاکھ روپیہ جمع کر دیا ہے۔ یہ انجمن پٹنہ یا کسی اور موزوں مقام میں ایک یتیم خانہ قایم کرکے مختلف مقامات پر اس کی شاخیں کھولے گی۔

کیا اب بھی مسلمان بیدار نہ ہونگے

اخبار امرت بازار پتریکا راوی ہے کہ ہندو مشن کلکتہ نے تھوڑے سے عرصہ میں ۵۴ ہزار آدمیوں کو شدھ کرکے ہندو دھرم میں داخل کیا ہے۔

پچاس ہزار عیسائی شدھ ہونے والے ہیں

آسام میں پہاڑی علاقوں میں جو عیسائی آباد ہیں ان میں ہندو مشن کے پرچارک شدھی کر رہے ہیں۔ پچھلے ہفتہ میں ۱۶۰ عیسائی شدھ ہوئے ہیں۔ ضلع بوگرہ میں بھی شدھی کا کام بدستور جاری ہے۔ بہت سے عیسائی ہندو بن گئے ہیں۔ ۵۰ ہزار مزید عیسائیوں کو شدھ کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ وہ سارے تیار ہیں۔ (امرت بازار پتریکا)

ریاست بڑودہ میں ۳۵ مسلمان خاندانوں کا ارتداد

بڑودہ۔ ہندو سبھا بڑودہ کے زیر اہتمام پنڈت پریہ جی اور دیگر کارکنوں کی کوشش سے موضع جکلاس کے ۳۵ نومسلم خاندانوں کو شدھ کیا گیا ہے۔ شدھی کی تقریب چھ مارچ کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ کی گئی تین سال ہوئے جب ان لوگوں نے مسلم مبلغین کے جال میں پھنس کر اسلام قبول کر لیا تھا (تیج)

۳۳ گاؤں شدھ ہونے کو تیار ہیں

یو۔پی میں نو گاؤں جوگیوں کے اور ۹ خانزادوں کے شدھ ہونے کو تیار ہیں۔ ان کی رسم و رواج ہندوانہ ہیں۔ ان کے ہندو نام ہیں اور وہ ٹھاکر تھے جب یہ اٹھارہ گاؤں شدھ ہو جائیں گے تو پاس کے پندرہ گاؤں بھی فوراً شدھ ہو جائیں گے۔ یو پی میں شدھی کے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ کہ وہ پرچار اور شدھیاں کریں۔ بھارتیہ شدھی سبھا اس طرف دھیان دے۔ (تیج)

ہندو پولیس افسر بھی شدھی کرنے لگے

گورکھپور کی پولیس ہندو مسلم جھگڑوں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔ حال میں ایک مسلمان کانسٹبل کو مسٹر سنکلر ڈسے نے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کے جرم سے بری فرمایا ہے۔ اور اس مسل میں یہ بیان آیا ہے۔ کہ ہندو سب انسپکٹر پولیس کانسٹبل سے کہتے تھے کہ تم شدھی ہو جاؤ ایک کانسٹبل کا تبادلہ کرا دیا۔ اور ایک پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ (صلح)

مذاکرہ علمیہ

بہائی اور بابی مذہب

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

سوال۔ کیا آج تک بہائیوں کے خلاف کوئی کتاب شایع ہوئی ہے اگر ہوئی ہے تو برائے نوازش اس کے نام اور پتہ سے مطلع فرمایئے۔

جواب۔ بہائیوں کے خلاف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے ایک مبسوط مضمون ریویو آف ریلیجنز میں آج سے کئی سال قبل جب وہ اس رسالہ کے ایڈیٹر تھے۔ نکل چکا ہے اور اب وہ ایک مبسوط کتاب بہائیت کی تردید میں لکھ چکے ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شایع ہونے والی ہے۔ اس کے علاوہ بہائیت کی تردید میں مختلف رسالہ جات بعض لوگوں نے لکھے ہیں۔ مگر وہ مختصر ہیں ان کے نام اور پتہ کے متعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سکرٹری سے آپ دریافت کر سکتے ہیں۔ سنا ہے ایک رسالہ "امام" فیض آباد (یو۔پی) سے بہائیت کی تردید میں نکلتا ہے۔ گو میں نے اسے دیکھا نہیں۔

سوال۔ کیا بہائی اور بابی مذہب ایک اسلامی فرقہ ہے۔ اور کیا حسین علی مسمی بہاء اللہ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلعم سے افضل قرار دیا ہے۔

جواب۔ بہائی یا بابی مذہب کوئی اسلامی فرقہ نہیں۔ بلکہ اسلام سے جدا ایک نیا مذہب ہے۔ ان کی کتاب جدا۔ شریعت جدا۔ انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ بہاء اللہ جب اپنی کتاب اقدس کو قرآن کا ناسخ قرار دیتا ہے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت تو خود بخود ہو گئی بلکہ وہ تو درحقیقت اپنے آپ کو خدا کا مظہر قرار دیتا ہے۔ تو پھر ظاہر ہے کہ بندہ کو خدا سے کیا نسبت۔ آنحضرت صلعم کا دعوےٰ تو بندہ ہونے کا تھا۔ بہاء اللہ کا دعویٰ خدائی کا تھا۔ اسلام ان یاوہ گوئیوں سے پاک ہے۔

سوال۔ حضرت مہدی موعود کا نام محمد ہو گا اور ان کے والد کا نام (جیسا کہ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے) حضرت حسن ہے۔

جواب۔ آپ نے کسی حدیث کو حوالہ میں پیش نہیں کیا۔ حدیث میں مہدی کے باپ کا نام حسن کہیں بھی نہیں۔ مگر خیر یہ سن رکھئے کہ مہدی کے متعلق اس قدر ایک دوسرے سے متضاد روایات آ گئی ہیں اور ان کا سلسلہ روایات اس قدر مشکوک اور مجروح ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک وہ قابل التفات ہی نہیں۔ اور اگر قابل التفات ہو تیں بھی تو پیشگوئی میں ضروری نہیں کہ سب باتیں لفظاً لفظاً پوری ہوں۔ بلکہ اس کا اکثر حصہ مجاز کے رنگ میں ہوتا ہے۔ مہدی کا نام محمد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ماں باپ اس کا نام محمد رکھیں گے۔ بلکہ بوجہ کمال اتباع رسول اکرم صلعم اور فنافی الرسول ہونے کے اس کا نام آسمان پر محمد ہو گا۔ ماں باپ کا کسی بچہ کا نام محمد رکھ دینا کوئی شبہ کی بات نہیں۔ اور نہ یہ کوئی خوبی ہو سکتی تھی جس کے متعلق پیشگوئی میں ذکر کیا جاتا۔ خوبی کی کوئی بات اگر ہو سکتی تھی تو یہی تھی کہ آسمان پر اس کا نام محمد رکھا جائے۔ جو اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کوئی امتی رسول کریم صلعم کی اتباع میں فنائیت کا مقام نہ حاصل کرے۔ چونکہ یہ امر امتیوں کے مقام عالی کو ظاہر کرتا تھا اس لئے پیشگوئی میں اس کا ذکر کر دینے کی ضرورت تھی۔

سوال۔ حضرت عائشہ ام المومنین کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جنہوں نے خلیفہ وقت حضرت علی کے ساتھ جنگ کی۔

جواب۔ حضرت عائشہ ام المومنین کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ اسلام کی بے نظیر خواتین میں سے ایک تھیں۔ کیا بلحاظ زہد و تقوےٰ اور کیا بلحاظ علم و فضل کے۔ ان کا مقام بہت بلند ہے۔ خود حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ نصف دین عائشہ سے سیکھو۔ ان کی شان کے مفسر محدث۔ فقیہ۔ اسلام میں مردوں میں سے بھی کم ہی گزرے ہیں۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ کی تو کیا قیامت آ گئی۔ میں تو اس معاملہ میں بھی حضرت عائشہ کی بے نفسی اور تقویٰ پر عش عش کرتا ہوں۔ حضرت عثمان کے خون کا ایک پولیٹیکل جھگڑا تھا۔ حضرت عائشہ اور بعض اکابر صحابہ نے اس معاملہ میں حضرت علی کو غلطی پر سمجھا اس لئے انہوں نے حضرت علی کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن جب انہیں اپنی غلط فہمی معلوم ہو گئی تو جنگ چھوڑ دی۔ گویا حق اور انصاف کے لئے جنگ کی گئی تھی بعض ایسے مشتبہ اور پیچیدہ واقعات پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ اور حضرت [illegible] حضرت علی کا قدم حق اور انصاف [illegible] فرض سمجھا کہ حضرت علی کے ساتھ جنگ کریں۔ لیکن جب انہیں پتہ لگ گیا کہ حضرت علی کا قدم حق اور انصاف سے نہیں ہٹا۔ بلکہ بعض وجوہ سے خود انہیں ہی غلط فہمی ہوئی۔ تو انہوں نے فوراً مخالفت چھوڑ دی۔ اس سے بڑھ کر حق پرستی اور بے نفسی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ایک دفعہ کسی رستہ پر قدم پڑ جائے خواہ وہ راستہ بعد میں غلط ہی ثابت ہو پھر اس سے ہٹنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور دربارہ بازی کے رنگ میں باطل کی حمایت کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن کیسا عظیم الشان انسان وہ مرد یا عورت ہے جو محض حق کی حمایت میں جان لڑا دیتا ہے۔ اور جیسے ہی اسے اپنی غلط فہمی کا علم ہوتا ہے وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے مخالفت ترک کر دیتا ہے۔ یہ ہے وہ خلق عظیم جو ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں نظر آتا ہے۔ کیسا پاکیزہ نمونہ انہوں نے ہمارے لئے چھوڑا۔ کاش مسلمانوں کا اس پر عمل ہوتا۔ تو یہ دن رات کے جھگڑے آپس میں نہ ہوتے۔

سوال۔ احمدیہ انجمن نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا مشن بھیجا ہے مگر کیا وجہ ہے کہ جاپان میں آج تک کوئی تبلیغی کوشش نہ کی گئی۔

جواب۔ ایک جاپان کیا۔ بیسیوں ملک ایسے ہیں جہاں ابھی تک احمدیہ انجمن مشن نہیں بھیج سکی۔ سوال فنڈ کا ہے۔ روپیہ کافی ہو تو آج ہی آدمی وہاں بھیجا جا سکتا ہے۔ دعا کیجیے جماعت بڑھے۔ انشاء اللہ کام اس کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جائے گا۔

سات کروڑ مسلمانوں کی اخوت دینی کا مظاہرہ

قاضی عبدالرشید صاحب کے متعلق یوم مغفرت یا یوم مسرت منانے کی برمحل تجویز

بالآخر ۱۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو عدالت سشن سے دفعہ ۳۰۲ کے بموجب قاضی عبدالرشید صاحب کو قتل کا مجرم قرار دے کر پھانسی کا حکم سنا دیا گیا قاضی صاحب پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ آریوں کے اشتعال انگیز و توہین آمیز حرکات سے مشتعل ہو کر انہوں نے یہ غلط طریقہ کار اختیار کیا۔ جس کو مسلم لیڈران قوم نے اسی طرح کی دوسری متاثر طبیعتوں پر بلند بانگ ہو کر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ فعل مذموم کسی طرح قابل ستائش نہیں۔ لیکن اسقدر کافی نہ تھا بلکہ ضرورت تھی کہ اسی وقت آریوں کی بدزبانی اور زیادتیوں سے پیدا کردہ نازک ترین و خطرناک حالت کا اندازہ کر کے جس سے مسلمانوں کے قلوب بری طرح مجروح ہو چکے ہیں۔ تمام مسلم لیڈران اپنے اختلافات کو ترک فرما کر اور دیگر مشاغل کو ملتوی کر کے دہلی ایسے مقام پر جمع ہوتے۔ تبلیغ و تنظیم کا ایک واحد مرکز قایم کرتے۔ صحیح و مکمل راہ عمل تجویز فرما کر اس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے۔ تاکہ زخم خوردہ طبائع اپنے ابھرے ہوئے جذبات کو اچھی جگہ استعمال کر کے تسکین حاصل کر سکتے۔ اور اس قسم کی غلط روی کا احتمال بھی نہ رہتا۔ فی الحال کیفیت یہ ہے کہ کثیر التعداد افراد قوم قاضی عبدالرشید صاحب کے اس بیان کو جو انہوں نے عدالت سشن میں اپنی بے گناہی کے متعلق دیا صحیح مانتے ہیں۔ اور ان کو آریہ پروپیگنڈے کا ایک بدنصیب شکار جانتے ہیں اور اس لئے ایک عمیق ہمدردی ان کی ذات سے پیدا ہو چکی ہے۔

لیکن اگر ان کو مجرم ہی سمجھ لیا جائے تب بھی کیا قاضی عبدالرشید کی ہستی پاداش جرم کے بعد بحیثیت مسلم اس بات کی متقاضی نہیں کہ ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے۔ اور پھانسی کے حکم کے بحال رہنے پر ان کے واسطے دعائے مغفرت کا انتظام کیا جائے۔ اور پھانسی کے دن کو یوم مغفرت کے طور پر منایا جائے۔ ہمارے نزدیک وہی دن بالکل موزوں دن ہے جس میں نہ صرف دعائے مغفرت کر کے اخوت دینی کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے واسطے صحیح راہ عمل بھی تیار کیا جا سکتا ہے

اگر لیڈران اسلام و فدایان قوم واقعی جو کچھ کرتے دھرتے ہیں وہ صرف اسلام و علمبرداران اسلام کے لئے کرتے ہیں تو وہ سن لیں کہ یہ وہ وقت ہے کہ آسمان کا ہر تارا۔ ہوا کا ہر جھونکا، زمین کا ہر ذرہ دنیا کا ہر گوشہ مسلمان کو بے تحاشا تبلیغ و تنظیم کی طرف پکار رہا ہے کیونکہ تبلیغ و تنظیم ہی وہ چیز ہے جو ہر محاذ کے لئے قوم کی ناکارہ ہستیوں کو قوی و تندرست۔ روحانی و جسمانی اور ایمانی طاقتوں سے معمور کر کے مجاہد بنا سکتی ہے۔ جن کو ہر مقصد کام [illegible] جا سکتا ہے۔ اور نیت سے [illegible]

پس ان پر فرض ہے کہ وہ خدا کے واسطے رسول پاک کی عزت و عظمت اور محبت و شفقت کے واسطے۔ مسلم قوم کی تباہ حالی پر رحم کر کے اپنے اختلافات کو اپنی خود آرائیوں کو اپنے جداگانہ مرکزوں کو چھوڑ کر جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ میں بحیثیت معمولی مجاہد اسلام کے اپنی پوری قوتوں اور طاقتوں کے ساتھ داخل ہو کر اس کو ہر پہلو سے مستحکم و مضبوط کر دیں اور سارے ہندوستان میں اس کی شاخوں کو پھیلا دیں۔ اور اس طرح مل جل کر رسول پاک کی مشعل ہدایت زندگی سے آسان ترین و پرامن اور کامیاب راہ عمل نکال کر قوم کو اس پر ڈال دیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ قوم سو نہیں رہی ہے۔ بلکہ جاگ رہی ہے۔ مگر ایسے وقت میں جبکہ اس پر دوسروں نے دھاوا بول دیا ہے۔ اور اس کے سر پر ظلم کے گولے ٹوٹ رہے ہیں۔ اس کے سکوت کی اس وقت اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے سرداروں کی اس طرف سے غفلت و باہمی اختلافات کے انہماک سے انگشت بدنداں ششدر و حیراں ہے۔ ذرا آپ سب مل کر کوئی صورت تو پیدا کریں پھر اسی قوم کے کارنامے دیکھ لینا۔ ہم بڑی امیدوں کے ساتھ یوم مغفرت کے لئے حسب ذیل پروگرام پیش کر کے درخواست کرتے ہیں کہ اس پر غور کیا جائے۔ اور اس کو کامیاب بنانے کی صورتیں نکالی جائیں۔

(۱) تمام کاروبار اس دن بند کر دیا جائے۔

(۲) ٹھیک دس بجے ہر مقام کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر نماز غائبانہ پڑھیں۔

(۳) سہ پہر کے بعد ہر جگہ تبلیغی جلسے منعقد ہوں جن میں آریوں کے فتنہ عظیم و سنگٹھنیوں کے حملوں کی روک تھام کے واسطے مسلمانوں کو صحیح راہ عمل ذہن نشین کرایا جائے۔

(۴) شدھی اور سنگٹھن کے اضطراب انگیز دور میں اسلام کی عزت و عظمت پر قربان ہو جانے والے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت سبق آموز پند و نصائح سے باخبر کیا جائے۔

(۵) اس روز سے ایک ہفتہ تک فتنہ ارتداد کی مدافعت اور قاضی عبدالرشید صاحب کے پسماندگان کی امداد کے واسطے چندہ فراہم کیا جائے۔

(۶) جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ کو آل انڈیا تسلیم کر کے اس کے صدر دفتر کو دہلی لا کر اس کی شاخیں صوبہ صوبہ ضلع ضلع تحصیل تحصیل قایم کرنے کے واسطے سربرآوردہ حضرات کا وفد سارے ہندوستان کا دورہ کرے۔

مقامی انجمنیں و رہنمایان قوم ابھی سے بذریعہ پوسٹر وغیرہ تمام مسلمانوں کو یوم مغفرت کے متعلق آگاہ و آمادہ کریں۔ اور اگر بفضل خدا قاضی صاحب اپیل سے رہائی پا جائیں۔ تو اس کے لئے یوم مسرت کا انتظام کر کے پروگرام میں مناسب ترمیم کر دی جائے۔ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز یہ اجتماع عظیم مسلمانوں میں ایک صحیح اسلامی زندگی پیدا کر دے گا۔

خادمان قوم

چودھری احمد یار خان و چودھری حامد یار خان و صوفی بشیر الدین

عہدیداران جمعیتہ تبلیغ الاسلام ضلع بریلی

ایک مبلغ کا مکتوب

سناتن دھرم صوبہ دہلی کا عظیم الشان سمیلن بلب گڑھ ضلع گوڑگانواں میں مورخہ ۳ تا ۷ اپریل ۱۹۲۷ء منعقد ہوا۔ اس موقع پر انہوں نے ایک مذہبی کانفرنس بھی رکھی تھی۔ جس میں قریباً کل مذاہب نے حصہ لیا اسلام کی طرف سے خاکسار نے "بھگتی" پر تقریر کی۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ تقریر سب سے زیادہ پسند کی گئی۔ ہندو بھائیوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر اسلام کا نقطہ خیال ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ واعظ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے پیش کیا ہے تو کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ ایسے اعلیٰ اور عمدہ مذہب پر غلط اور بیجا نکتہ چینی کرے۔

بلب گڑھ کے مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہے۔ کسی قادیانی بھائی نے مسلمانوں کو بتلا دیا کہ جس کی تم تعریف کرتے ہو وہ بھی تو احمدی ہے۔ اس پر مسلمانوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اختلافی مسائل کے متعلق ان کو کھول کھول کر بتلا دیا۔ عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں نے خواہش کی کہ میں پڑھا کر دہلی جاؤں۔ مگر میرا ایسا نہ کرنے کا جامع مسجد میں صبح کی نماز خاکسار نے پڑھائی۔ مسلمان ہماری جماعت کے

ہندوستان

مہارانا نصر اللہ خاں کی اسلام پرستی

—— لاہور۔ جمعہ کے دن مہارانا نصر اللہ خاں والی آمود ساڑھے پانچ بجے شام کو موٹر میں بیٹھے گوال منڈی میں سے گزر رہے تھے۔ کہ آپ نے ایک میت جاتی دیکھی۔ آپ نے فوراً موٹر کو ٹھہرالیا اور اتر کر جنازہ کو کندھا دیا۔ اور کچھ دور تک مشایعت کی۔ واپسی کے وقت اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے معانقہ کیا۔ اور نہایت تپاک سے بغلگیر ہوئے۔ یہ نظارہ اسلامی اخوت کا بے نظیر منظر پیش کر رہا تھا۔ جس سے اہل ایمان بہت متاثر ہوئے۔

—— ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی نے مفتی محبوب علی شہید کے مقدمہ قتل میں تمام ملزمان کو بری کردیا ہے۔

—— چیف کمشنر صاحب دہلی نے دفعہ ۱۵۳ الف قانون تعزیرات ہند کے ماتحت ایک رسالہ جس کا نام بھاگیں نے اسلام کیوں چھوڑا؟ اس کا مرتب کرنے والا مہاشہ گیان اندر ہے۔ یہ رسالہ اونکار پریس دہلی میں چھپا ہے اس کو قابل ضبطی قرار دیا۔ اس لئے کہ اس سے ملک معظم کی رعایا کے درمیان نفرت و حقارت کے جذبات پھیلتے تھے اور نقض امن کا اندیشہ تھا۔

—— ہردوار کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ پل ٹوٹ جانے کے سبب ۵۵ آدمی جن میں زیادہ تر عورتیں تھیں انبوہ میں دب کر مرگئے۔ اور ایک کثیر تعداد زخمی ہوگئی۔

—— ناگپور میں دو چودھری رام لال و رسال چند بغیر لائسنس ہتھیار لے جانے کے جرم میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چند آدمی جو پہلے ستیہ گرہ میں شامل تھے۔ بغیر لائسنس ہتھیار لیجانے کی تحریک کی تائید کر رہے ہیں۔

—— ہردوار سٹیشن کے قریب آگ لگ گئی۔ جس سے تقریباً بیس دکانیں جل کر بھسم ہوگئیں۔

—— جناب مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی بیوہ یعنی حکیم محمد جمیل خاں صاحب کی اہلیہ نے ۱۲ اپریل ۱۹۲۸ء کو انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

—— ریاست پٹیالہ نے حسب ذیل اخبارات و رسائل کا داخلہ اپنی حدود ریاست میں بند کردیا ہے۔ "سچا ہندو دھرم" "ویر ہند" "بیر اکالی" "کرپان بہادر" نے "جگت امرتسر" "ریاست دہلی"

—— قاضی عبدالرشید کا اپیل ہائیکورٹ میں دائر ہوچکا ہے۔ اپیل کی پیشی ۱۴ ارمئی کو ہوگی۔ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب مسٹر سلیم بیرسٹر پیروی کریں گے۔

—— جامع مسجد دہلی میں مسلمانوں کا ایک عام جلسہ منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر کچلو کے ریاست اندور سے اخراج پر غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

—— ہردوار میں طوفان باد و باراں کے باعث دکانداروں اور یاتریوں کا بہت نقصان ہوا ہے۔

—— پچھلے دنوں اطلاع دی جاچکی ہے کہ پانی پت میں آٹھ مسلمان بچے مفقود الخبر ہوچکے ہیں۔ جن میں سے پانچ بچوں کی نعشیں نہایت افسوسناک حالت میں برآمد ہوئیں۔ دو تالاب میں سے ایک گرجا کے عقب سے ایک نہر میں سے ایک جنگل میں سے اور تین بچوں کا اب تک پتہ نہیں۔ اگر یہ بچے ہندو ہوتے تو ہندوؤں نے اب تک زمین آسمان سر پر اٹھا لیا ہوتا۔ مسلمانوں کو فوراً ان بچوں کی تلاش کرنی چاہیئے۔

—— ہردوار میں چھ سو مادرزاد ننگوں کا جلوس نکالا گیا اس جلوس کو دیکھنے کے لئے ہزاروں مرد عورتیں سڑکوں اور بازاروں میں جمع تھے۔ ہندو عورتیں جن کی تعداد سینکڑوں تک تھی اور جن میں نوجوان لڑکیاں بھی شامل تھیں ان ننگے سادھوؤں کے پیروں کے نیچے کی خاک اٹھا اٹھا کر بطور تبرک اپنے پاس رکھتی جاتی تھیں۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۴ شوال ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۷ ۔ اپریل ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۷

مسیح ناصری کی وفات

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ابن مریم مر گیا حق کی قسم — داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر — اسکے مر جانے کی دیتا ہے خبر
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں — یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگارِ بے چگوں — غور کن در اَنَّھُم لَا یَرجِعُون
اے عزیزو سوچ کر دیکھو ذرا — موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا — سنت اللہ سے وہ کیوں باہر ہوا
کیوں بنایا اسکو باشانِ کبیر — غیب دان و خالق و حیّ و قدیر
مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا — اب تلک آئی نہیں اس پر فنا
ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا — اس خدا دانی پہ تیری مرحبا
مولوی صاحب یہی توحید ہے — سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے
کیا یہی توحید حق کا راز تھا — جس پہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں — الاماں ایسے گماں سے الاماں
ہے تعجب آپکے اس جوش پر — فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
کیا یہی تعلیم فرقاں ہے بھلا — کچھ تو آخر چاہیئے خوفِ خدا
مومنوں پر کفر کا کرنا گماں — ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

مسلمانوں کی تبلیغی غلطیاں

(جناب مرزا سلطان احمد صاحب پنشنر ای اے سی کے قلم سے)

گو قرآن مجید میں خصوصیت سے یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کہ اے مسلمانو تم میں سے ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے۔ جو کل انسانوں کو ہر ایک امر میں ضروریات اخلاق اور مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف ملائمت اور خوبی کے ساتھ لوگوں کو دعوت دو اور اس طریق پر ان سے مناظرہ اور گفتگو کرو۔ کہ جو نہایت اچھا اور احسن طریق ہو +

اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو تاریخی اور روایتی رنگ میں ہمیں کوئی ایسا زمانہ مسلمانوں میں گذرا ہوا نظر نہیں آتا کہ جس میں خصوصیت کے ساتھ مسلمان بادشاہوں یا مسلمان حکمرانوں نے ان آیات بالا کے مطابق تبلیغی دعوت کی ہو۔ یا اس کی نسبت کوئی دعوتی [illegible] دیا ہو۔ یہ ایک پہلی غلطی ہے جو مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرف سے ہوتی آئی ہے۔ دوسری غلطی مسلمان علمائے کرام کی طرف سے اب تک چلی آتی ہے۔ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ اکثر مولوی صاحبان خصوصاً صوفی صاحبان نے اس مرحلے پر بہت کچھ توجہ کی۔ اور بعض تاجروں اور سیاحوں نے بھی بعض حصص دنیا میں جا کر بہت کچھ حصہ لیا۔ لیکن عام طور پر مولوی صاحبان بجائے اسکے ہمیشہ تفرقہ اندازی اور فرقہ بازی میں مشغول رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ تبلیغی کوششوں کے تحت ہو سکتا تھا وہ نہ ہو سکا۔ یہ تو خدا کی قدرت ہے کہ باوجود اس قدر سستی کے بھی اسلام دنیا میں برابر ترقی کرتا رہا +

تبلیغ کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ جہاں جہاں مسلمان گئے وہاں ان کو چاہیئے تھا بلکہ اب تک بھی ضرورت ہے کہ ان ممالک اور ان قوموں میں جو جو مذہب اور جو جو مختلف فرقے مذاہب کے پائے جاتے رہے ان کی بابت ابتدائی اور انتہائی تشخیص اور تنقید کی جاتی۔ مثلاً ہندوستان میں مسلمان اب تک جس حیثیت اور جس رنگ میں رہتے چلے آتے ہیں ان کا فرض تھا کہ مختلف مذاہب ہندوستان کے اندرونی فرقوں اور زاید شاخوں کی بابت ضمنی تحقیقات سے کام لیتے۔ افسوس ہے کہ اب تک ہمارے مولوی صاحبان اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اگر متوجہ ہوتے تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ اب تک لاکھوں کی تعداد میں اچھوت قومیں اثر اسلام سے باہر رہتیں۔ اور وہ ہندوؤں کے فرقے جو اسلام سے قریباً ملتے ہیں [illegible]

کہ ہم ہندوستان کے مذاہب کی بابت زیادہ تر وسعت کے ساتھ تحقیقات کرتے اور بجائے اس کے کہ ہم قرآن مجید کی طویل تفسیروں سے کام لیتے اس ارشاد ادع الی سبیل ربک کی طرف توجہ کرتے تو اب تک اس کا جو نتیجہ ہوتا وہ ایک بڑی کامیابی سے کم نہ ہوتا۔ اب بھی اگر ہم اندرونی جھگڑوں سے باز رہ کر اس ارشاد ادع کی طرف متوجہ ہو کر عملی پہلو لیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے مثلاً اس وقت تک صدیوں سے لیکر جو ایک فرقہ پرنامی نامی ہندوستان کی سرزمین میں پایا جاتا ہے لیکن بابت باوجود اس کے وہ قرآن مجید اور اسلام کے بہت ہی قریب واقع ہوا ہے مسلمانوں نے خصوصیت سے کوشش اور توجہ نہیں کی۔ چاہیے تھا کہ ایسے فرقوں کی بابت دعوت اور تبلیغ خاص طور پر ہوتی رہتی جس کا نتیجہ سوائے فائدے کے اور کچھ نہ تھا۔ ہم نے ان کو اب تک ان کے رنگ میں چھوڑ رکھا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے قریب تر ہیں مثلاً فرقہ پرنامی کے گرنتھ میں ایک شعر ہے۔ ؎

کافر تین کو آکھئے برحق + جو محمدؐ پر لاوے شک

اس فرقے کے گرنتھ کا نام کل جم صاحب ہے۔ جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک اعلےٰ پایہ پر کیا گیا ہے کہ رسول کریم سب سے افضل ہیں۔ اس میں محمد مہدی کی پیشین گوئی بھی کی ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ رشا یعنی بغیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے کے کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ اس میں دو نظمیں بھی ایسی ہیں جن میں حضرت علیؓ کی شان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) محمد سلیمان (۲) بیان محمد۔ اس کتاب میں حشر نشر کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہمارے گرنتھ میں لکھا ہے درست ہے کہتے ہیں حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی بھی اس میں بہت کچھ تعریف کی ہے +

یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اب تک حکم نہیں ملا کہ ہم اپنے گرنتھ صاحب کو عام طور پر شائع کریں۔ اور ہمارے گرو پھر دنیا میں آئیں گے اس وقت ہم اس کو چھاپیں گے اس وقت پبلک اس سے آگاہ ہوگی۔ اور یہ لوگ پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کا گرنتھ سنے بھی۔ میں ایک دفعہ ۱۹۱۳ء میں ان کے ایک بڑے مندر پر گیا۔ وہاں میں نے کوشش کی کہ ان کے گرنتھ کی کچھ نقلیں لوں۔ مگر افسوس کہ بجز چند زبانی باتوں کے میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اگرچہ اب تک یہ مشکل عاید ہے کہ یہ لوگ اپنے عقیدہ کی وجہ سے اس اظہار اور نقل دینے پر راضی نہیں ہوتے لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ ایک کمیشن مقرر ہونا چاہیئے جو پنجاب اور بندھیل کھنڈ وغیرہ ہندوستان کے حصوں میں صوفیانہ رنگ میں کچھ عرصہ دورہ کرکے اس فرقے کے ان اعتقادات اور ان حالات کی نسبت ایک مجموعی رپورٹ کرے جو کہ عام طور پر ملنے جلنے اور خاص دریافت سے ہوتے لگے۔ امید ہے کہ ان حالات کے شائع ہونے کے بعد ہم اس مرحلے پر پہنچ سکیں گے کہ پوری کامیابی کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے +

جماعت احمدیہ میں شمولیت کیوں ضروری ہے؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر دلپذیر

میں نے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت جو زبانوں پر رہ گئی تھی۔ اور اس کے منافی عقاید دلوں میں قائم ہو چکے تھے۔ ان عقائد کو دور کر کے دوبارہ آنحضرت صلعم کی محبت دلوں کے اندر قائم کر دی۔ منہ سے آپ کو کہا جاتا تھا سید الکونین۔ افضل البشر۔ مگر عقائد کیا کہتے تھے؟ عقائد میں یہ داخل تھا۔ کہ صرف حضرت عیسٰےؑ ہی گناہ سے پاک فطرت لیکر آئے تھے۔ اور ان کے علاوہ گناہ سے کوئی پاک نہ تھا۔ کام کے متعلق کہا جاتا تھا۔ کہ وہ عظیم الشان فتنہ جو دجال کا فتنہ ہوگا اس کی اصلاح کے لئے مسیح علیہ السلام آئیں گے۔ گویا محمد رسول اللہ صلعم کو اس کے دور کرنے کی طاقت نہ تھی۔ تو عقائد نے حضرت عیسٰےؑ کو فضیلت دی۔ کام میں حضرت عیسٰےؑ کو فضیلت دی۔ اس سے بڑھکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیا ہوگی؟

اس کے بالمقابل سب سے پہلا کام جو حضرت مسیح موعودؑ نے کیا وہ یہ تھا۔ کہ ان عقاید کو جو آنحضرت صلعم کی عظمت کے منافی تھے دور کیا۔ اور بڑے زور کے ساتھ ان کو رد کیا۔ لیکن اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ ساتھ دعویٰ بھی کر دیا کہ عیسٰےؑ میں ہوں بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ کہ سب کچھ سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ یہ دعوے کیوں کیا۔ خوب یاد رکھو میں عینی شہادت دے سکتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب بڑے منکسر المزاج تھے کوئی تعلق کسی بڑائی سے نہ تھا۔ جو لوگ آپ کی محبت میں بیٹھے ہیں وہ بتا سکتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مرید چارپائی کے اوپر بیٹھے ہیں اور مخدوم نیچے ہے۔ ایسا شخص کیا یہ تعلیم دے سکتا ہے کہ اسے بڑا مانا جائے؟ بات اصل یہ ہے کہ یہ عقائد جو آنحضرت صلعم کی محبت کے منافی ہیں دور نہیں ہو سکتے تھے۔ جب تک یہ نہ کہا جاتا کہ وہ ابن مریم جو آنے والا تھا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہی ایک انسان ہو سکتا ہے۔ یہ بات تو طے ہو سکتی تھی۔ کہ واقعی فتنہ دجال کی اصلاح حضرت عیسٰےؑ کا کام نہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ بتایا جاتا۔ کہ جو کام حضرت عیسٰےؑ سے وابستہ سمجھتے ہو۔ وہ اس امت کے ایک فرد کو کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ شاہد ہے کہ جوں جوں میرا علم بڑھتا ہے توں توں حضرت مرزا صاحب کی عظمت میرے دل میں بڑھتی جاتی ہے۔ میں نے آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پرکھا جتنا قرآن اور حدیث کا ترجمہ میں نے کیا ہے۔ جتنا علم بڑھتا ہے۔ اسی قدر آپ کی صداقت اور عظمت واضح ہوتی ہے۔ کہ یہ عظیم الشان انقلاب آپ نے خیالات کے اندر پیدا کیا۔ کس قدر بلند خیالات ہمارے سامنے رکھے افسوس اس دنیا کی بے قدری پر۔ ایک بلند خیال کوئی شخص پیدا کر کے جائے تو اس کی وجہ سے دنیا اس کی پرستش کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ ایک عظیم الشان کام کوئی شخص پیدا کر دے۔ دنیا سر جھکانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔

جانتے ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیوں ہے۔ اس لئے نہیں کہ کوئی فرضی قصے آپ کی بڑائی کے ہیں۔ بلکہ ان بلند خیالات کی وجہ سے جو آپ نے پیدا کئے۔ خوب یاد رکھئے کہ اگر اسلام دنیا پر غالب آئیگا تو آخر کار یہی ثابت ہوگا کہ تمام بلند خیالات کا مرکز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں واقعات اس پر شاہد ہیں۔ اور جوں جوں دنیا زیادہ غور اور فکر سے کام لیگی۔ جوں جوں علم پھیلیگا توں توں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دلوں کے اندر بڑھتی جائیگی۔ آج ہی دیکھ لو وہ یورپ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خیال رکھتا تھا کہ وہ بت ہے لیٹرا ہے وغیرہ آج وہی یورپ بہت تھوڑا سا قرآن سے واقف ہو کر آپ کی عظمت کا قایل ہوتا جا رہا ہے بہت تھوڑا واقف اس لئے کہا ہے کہ جو ترجمے ان کے اندر بالعموم پہنچے ہیں۔ وہ انگریزی زبان میں ہیں اور عیسائیوں کے لئے ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت دلوں میں قائم ہوتی جاتی ہے۔

تو میں نے کہا کہ کوئی شخص ایک بلند خیال دنیا میں قائم کر جائے تو اس کی دنیا عزت کرتی ہے۔ بلند خیال ہی فی الحقیقت عزت کا موجب ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی اسی پر پرکھو۔ سوچ لو۔ کوئی بلند خیال آپ نے بھی قائم کیا ہے اگر کیا ہے تو اس کے ساتھ ملنے میں کیا حرج ہے۔

کی ہے کہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کی خدمت بجا لائیں گے وہ خود خادم اسلام تھا۔ اور اسی راہ پر ہم سب کو لگایا۔ وہ خادم اسلام تھا اور جب تک اسے خادم ہی سمجھا جاتا رہا۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ رہے جو قادیان میں ہیں۔ لیکن اگر کوئی خدمت اسلام سے اٹھا کر آقا کے بلند مقام پر بٹھا دے تو اس سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اور ہم علیحدہ ہو کر یہاں آگئے۔ حاشا و کلا ہمیں اور کوئی غرض نہیں۔ ہم محض اس کام کے لئے آئے ہیں جس پر امام وقت نے ہمیں لگایا۔ کیا کام انہوں نے کیا؟ اسلام کی تعلیم تو بہت بلند تھی نہایت روشن اور واضح تھی لیکن تاریکی اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ بہت سی باتیں جو اسلام سے دور تھیں۔ وہ اس کے اندر داخل ہو گئیں۔ ان کو آپ نے دور کیا اور ان بلند خیالات سے دور کیا۔ جو آپ لیکر آئے۔ وہ ان خیالات کو پیدا کرنے والے نہیں۔ وہ خیالات قرآن کے اندر پہلے سے موجود تھے صحابہ کے دلوں میں موجود تھے۔ لیکن لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے تھے۔ انہی کو دوبارہ لوگوں کے سامنے رکھدیا۔ احمدیت کوئی نئی چیز نہیں کوئی نئی بات اس کے اندر نہیں۔ یہ صرف اصلی اسلام کی طرف رجوع ہے جس پاک چشمہ سے اسلام نکلا تھا۔ اب تمام غلطیوں اور زمانہ کے میل اور خس و خاشاک سے پاک کر کے دوبارہ اسی پاک سرچشمہ کی طرف اسے لے جانا ہے۔ وہ باتیں ہیں جو آپ نے بتائیں۔ ایک یہ کہ اسلام معقول مذہب ہے۔ معقول کے معنی کیا ہیں؟ جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو اس میں جگہ جگہ عقل و حکمت۔ غور و تدبر کو اپیل کیا گیا ہے کہیں تو فرمایا ہے۔ یٰسٓ والقراٰن الحکیم انک لمن المرسلین۔ کہیں فرمایا ہے۔ تلک اٰیات الکتاب الحکیم۔ اور ایک دفعہ نہیں بار بار ایسی آیات پائیگے جہاں قرآن کو حکمت سے بھرا ہوا بیان کیا گیا ہے حکمت سے مراد ہے سائنس فلسفہ۔ پھر بار بار لکھا ہوا پاؤ گے۔ ان فی ذالک لاٰیات لقوم یتفکرون۔ افسوس وہ مذہب جو عقل و فکر و تدبر کو اپیل کرنے آیا تھا۔ آج اس کے نمایندے یہ کہتے ہیں۔ کہ مذہب کو عقل سے کیا واسطہ۔ آج جہاں کوئی مذاہب کے متعلق عقل کی بات کرے۔ اسے کہتے ہیں یہ مرزائی ہے۔ آپ کو معلوم ہے یہ سر سید پر امیر امان اللہ خان پر جہاں اور الزامات لگائے گئے وہیں بعض لوگوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ قادیانی ہے۔ اسی کی وجہ تھی کہ امیر کو نعمت اللہ خاں کی سنگساری پر دستخط کرنے پڑے۔ اس کی غرض محض باغیوں کا دبانا تھا۔ یہ مصیبت کیوں پیدا ہوئی؟ امیر نے کچھ اصلاحات کا اعلان کیا تھا۔ خود غرض ملانوں کے ہاتھ میں یہ بات آگئی کہ یہ مرزائی ہے تو خوب یاد رکھئے کہ پہلی بات جو حضرت مرزا صاحب نے کہی وہ یہ تھی کہ اسلام عقل کا مذہب ہے۔ آپ کا کام تھا اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ اس طرح کہ اس کے اصول اس طرح پیش کئے جائیں کہ لوگ قبول کرتے چلے جائیں۔ اس کے متعلق پہلا کام یہ کیا۔ کہ اسلام معقول مذہب ہے۔ یہ جو لوگ کہتے تھے کہ دین میں عقل کو کیا دخل ہے اس کو کیا قرآن نے پہلے بھی امیوں کو وہ علم و فہم دیا کہ دنیا حیران تھی اب بھی اس کا ایک رنگ دیکھیں گے۔ کہ قرآن کا علم اس طبقہ سے نکل کر جو اس کے وارث سمجھے جاتے تھے۔ یعنی علماء انگریزی خوان طبقہ میں آگیا۔ یہ انقلاب حضرت مرزا صاحب نے پیدا کر کے دکھایا۔ اس نے بتایا کہ دین عقل و فکر کا نام ہے۔

تو پہلی بات جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کی۔ وہ اسلام کی معقولیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے فقہ کے دروازے بھی جن کو لوگوں نے بند کر دیا تھا کھولے ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہمارے نزدیک پہلوں نے جو کچھ کیا وہ درست نہیں۔ یا ہم ان کی عزت نہیں کرتے۔ ہمارے دلوں میں ان کی بہت بڑی عزت و عظمت ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات بالکل سچی ہے۔ تاہم بھی قرآن اور حدیث سے مسایل اخذ کر سکتے ہیں۔ اور فقہ کے دروازے بالکل بند نہیں ہو گئے۔

دوسری بات جو آپ نے قایم کی وہ اسلام کی معقولیت کے بعد اسلام کی وسعت ہے۔ ہمارے بھائی عام طور پر تیرہ صدیوں سے مجدد مانتے چلے آئے ہیں۔ لیکن چودھویں صدی کا مجدد نہیں مانتے۔ اہل حدیث کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ اولیاء کی تحقیر کرتے ہیں۔ لیکن احمدی سب کی عزت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ سب ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں۔ ائمہ کا مسلک قرآن کریم سے مسایل اخذ کرنے کا تھا۔ اور یہی مسلک ہمارا ہے جس مسئلہ کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا اس کو لے لیا۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ ہم مفسرین کی عزت نہیں کرتے۔ عزت ہم سب کی کرتے ہیں۔ لیکن ان میں بہت اختلاف رائے تھا صحابہ میں بھی اختلاف رائے موجود تھا۔ لیکن باوجود اسکے ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے لیکن آج ذرا سا اختلاف ہو جائے تو ایک دوسرے کو کافر بنانے لگ جاتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے جس

سب کی عزت کرتے ہیں۔ ہم امام ابو حنیفہ کو فقہ میں سب سے بڑھکر سمجھتے ہیں لیکن دیکھئے ایک بڑی عجیب بات جس کی طرف حضرت صاحب ہمیں لے گئے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام جھگڑا اور اختلاف جو نظر آتا ہے اس کے اندر ایک بڑا عجیب اصول نکال کر دیا ہے۔ کوئی شخص ایک امام کا پیرو ہے۔ کوئی دوسرے کا اس سے نکلیں تو کوئی قرآن کی حدیث سے تاویل کہتے۔ کوئی اور لکھے اور انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی تحقیر کر کے انہیں ردی میں پھینک دیا۔ آپ نے ان تمام اختلافات میں کیا اصول رکھا۔ بتایا کہ سب سے پہلے خدا کا کلام ہے اس کو اوپر رکھو پھر حدیث ہے۔ چونکہ اس میں غلطیاں ہی راہ پا گئی ہیں۔ اس لئے جو بات خدا کے کلام قرآن کریم کے مطابق ہو اسے لے کر باقی کو چھوڑ دو۔ خدا کے کلام کے متعلق ایک نکتہ بتایا کہ اصول دین کو محکمات سے لو۔

اب دیکھئے یہ ایک نہایت سادہ تصویر اسلام کی بنا دی اوپر قرآن کو رکھو۔ کوئی حدیث قرآن کے مخالف نظر آجائے اسے چھوڑ دو۔ حدیث کی وجہ سے بہت سی مشکلات لوگوں کو پیش آئی ہیں۔ لیکن کیا محکم اصول بتا دیا۔ کہ کسی حدیث کو جو قرآن کے مخالف ہو نہیں لیں گے۔ اگر قرآن یا حدیث کے خلاف کسی امام کا کوئی قول ہو تو اس کو ترک کر دیں گے۔ امام ابو حنیفہ نے صاف کہا ہے۔ اترکوا قولی لقول اللہ۔ اولی الامر کی متابعت کرو فرمانبرداری کرو لیکن جب جھگڑا پیدا ہو جائے تو یہی حکم ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ حدیث قرآن کے ماتحت ہے۔ اور جب وہ قرآن کے خلاف ہوگی تو رد کر دی جائیگی۔ یہ تصویر ہے اسلام کی سادگی کی معقول اسے بنایا پھر وسعت دی۔ پھر سادہ بنایا۔

پھر ایک خیال پھیلا ہوا تھا۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے حالانکہ اگر یہ صحیح ہوتا تو کبھی یہ اتنا دیرپا نہ ہوتا۔ حکومت ظاہری قایم نہیں رہ سکتی۔ جب تک دلوں پر حکومت نہ ہو۔ بدقسمتی سے اسلام کی یہ غلط تصویر مسلمانوں کے بھی دلوں میں بیٹھ چکی تھی۔ انہوں نے سمجھا کہ اسلام کی اسی میں شوکت ہے۔ پچھلے دنوں قتل مرتد کی بحث میں ایک نے کہا کہ مرتد کو واجب القتل ٹھیرانے سے دوسروں پر رعب پڑتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے تو اس رنگ میں اس کو لے لیا۔ لیکن دوسروں سے پوچھئے وہ اس کو کیا سمجھتے ہیں مرزا صاحب نے چوتھی عظیم الشان خدمت یہ کی کہ اس الزام کو دور کر کے اسلام کے حسن اور خوبصورتی کو دوبالا کر دیا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کہ کوئی مہدی آئیگا اور تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلائیگا۔ خوب یاد رکھئے کہ اسلام اگر پھیلیگا تو اپنے حسن اور خوبصورتی سے پھیلیگا۔

ایک اور بات ہے۔ اسلام کا کمال اس بات میں سمجھا جاتا تھا۔ کہ اسلام محتاج ہے۔ ایک دوسری قوم کے نبی کا۔ اس کے کیا معنے تھے سوائے اس کے کہ اسلام کمال کو نہیں پہنچا . . . . خوب یاد رکھو وہ مذہب ہرگز کامل نہیں جس کے اندر ابھی کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی ہے۔ اگر تو تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کو اسلام کا خادم قرار دو۔ وہ خدمت جو مسیح کو آکر کرنی ہے وہ انہی سے وابستہ سمجھو جیسا کہ فرمایا هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واٰخرین منهم لما یلحقوا بهم الخ۔ اگر تو آخرین منہم کے ماتحت محمد رسول اللہ صلعم کے شاگردوں ہی کو اسلام کا خادم سمجھتے ہو تو ایک بات ہے۔ ورنہ جب تم باہر سے کسی کو لاتے ہو جس کو محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی کا فخر نہیں۔ تو اسلام کے کمال پر تم حرف رکھتے ہو۔ تو حضرت مرزا صاحب نے پانچویں خدمت یہ کی کہ محمد رسول اللہ صلعم کی امت کو کسی باہر کے نبی کا محتاج تسلیم کرنے کے بجائے آپ ہی کے شاگردوں کو انبیاء کے قائمقام بنایا۔

پھر ایک بات اور ہے دنیا میں تم ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک اتفاق اور اتحاد نہ ہو۔ اسلام نے اتفاق اور اتحاد کا سبق نہایت موثر طریق پر دیا ہے۔ وہ قومیں جن کے اندر سخت ترین دشمنی تھی۔ اسلام نے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ بڑا عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ جو لوگ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے ہیں ان کو اخوت کے ایسے مقام پر کھڑا کیا۔ جہاں ہر قسم کا تباغض و تحاسد ان کے اندر سے نکل گیا۔ اور وہ ایک دوسرے کے ممد و معاون ہو گئے۔ ہمارے حضرت مرزا صاحب نے چھٹی بات جو قایم کی وہ اسلام کے اس اتحاد کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں۔ اور ایک وجہ اسلام کی ہو۔ تو اسے کافر نہ کہو۔ کفر کے فتوے کو آپ نے مسلمانوں میں سے اٹھانے کی زبردست سعی کی کیونکہ اس کے لیظهره علی الدین نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک آپ مسلمانوں میں اتحاد کی بنیاد نہیں رکھیں گے۔ اسلام کا اظہار دنیا پر نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ہے جس کو ہمارے لیڈر [illegible]

ڈاڑھی کا بال کم ہو تو وہ بھی وجہ کفر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخوت اور اتحاد کا کھیت لگایا تھا۔ اسے ان لوگوں نے اجاڑ دیا ہے یہ خدمت اسلام حضرت مرزا صاحب نے کی کہ جس اخوت کو محمد رسول اللہ صلعم نے قایم کیا تھا۔ اس کو آپ نے زندہ کر دیا بہت سی باتیں آپ کی دنیا کو سمجھ آ رہی ہیں۔ کوئی دو سال ہوئے ہم نے مسلم لیگ میں ایک ریزولیوشن پیش کیا تھا کہ مسلمانوں میں سے باہمی کفربازی دور ہونی چاہیے۔ پہلے انہوں نے اس ریزولیوشن کو لے لیا۔ لیکن جب آخری مرحلہ پر بات آئی تو مسٹر جناح نے روک دیا کہ لوگ ناراض نہ ہو جائیں۔ لیکن اب دیکھئے کہ یہ خدا کے احسانات میں سے ہے کہ آج اس ہندوستان میں ندوۃ العلماء کے جلسہ میں وہی ریزولیوشن خود ندوہ کی طرف سے پاس ہوتا ہے۔ جس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کو کافر کہنے والا غلطی کرتا ہے۔ یہ چھٹی خدمت اور چھٹا بلند خیال تھا جو مرزا صاحب نے پیدا کیا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کو کافر نہ کہا جائے +

ساتویں خدمت یا بلند خیال جو ہمارے حضرت صاحب نے پیدا کیا ہے وہ اشاعت و حفاظت اسلام کا خیال ہے۔ اگرچہ اسلام نے شروع سے ہر ایک مسلمان کو اس کی تعلیم دی ہے لیکن اس کو بھی لوگوں نے بھلا دیا تھا۔ آپ نے دوبارہ اس خیال کو پیدا کیا ہے۔ یہ خیال یہاں تک مسلمانوں کے اندر سے مر چکا تھا۔ کہ جہاں کہیں کسی نے تبلیغ اسلام کا نام لیا۔ لوگوں نے جھٹ کہدیا کہ یہ مرزائی ہے۔ پچھلے دنوں جمعیتہ دعوت و تبلیغ کی رپورٹ میں میں نے پڑھا کہ ان کے سکرٹری مولوی محی الدین صاحب کے متعلق لوگوں کو یہی شبہ ہوا کہ وہ احمدی ہیں تو حفاظت و اشاعت اسلام کا خیال آج کون قایم کرتا ہے۔ اس شخص نے یہ خیال قائم کیا ہے جس کو کہا جاتا ہے کہ یہ کافر ہے +

میں نے کہا تھا کہ اسلام معقولیت کا مذہب ہے۔ مگر کوئی معقولیت ترقی نہیں کر سکتی جب تک جذبہ ایمانی پیچھے نہ ہو۔ اس کو کوئی پیدا نہیں کر سکتا۔ نہ زید پیدا کر سکتا ہے نہ بکر پیدا کر سکتا ہے نہ آپ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ میں اسپر لوگوں کو بڑی بڑی ٹھوکریں لگتی ہیں کہتے ہیں فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی ہے +

میں بتانا چاہتا ہوں کہ پیشگوئی ایک تائیدی امر ہے۔ اصل دین نہیں اس سے اصول دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس شخص نے اس قدر بلند خیال دنیا میں قایم کئے۔ جن کو مسلمان بھول چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہونے کے لئے یہی [illegible] زیادہ دلیل تھی۔ لیکن اگر پیشگوئیوں کو ہی لیں تو پھر ایک پر اڑ بیٹھنا کہاں کی عقلمندی ہے جب بیسیوں پوری ہوئی ہوئی بھی نظر آتی ہیں کیا وہ پیشگوئی بھول گئی جو لیکھرام کے متعلق تھی؟ اور آج میرے ایک دوست (شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی) نے ایک اور پیشگوئی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو سوامی شردھانند کے بارے میں ہے۔ اور لیکھرام والی پیشگوئی کیساتھ ہی ہے چنانچہ لکھا ہے

"آج جو ۲ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں۔ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرے پر سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے گویا انسان نہیں ملائک شداد و غلاظ میں سے ہے اور اسکی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اسکو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے۔ اور ایک شخص اور کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزا دہی کیلئے مامور کیا گیا ہے"

میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ میں تو اسلام کو تلوار کا محتاج نہیں سمجھتا۔ اور جو شخص اسلام کے لئے تلوار سے کام لیتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔ لیکن پیشگوئی کا معاملہ الگ ہے یہ باتیں تھیں جو اسلام کو زندہ اور غالب کرتی تھیں۔ بھلا غور کیجئے کہ لیکھرام والی پیشگوئی سے بھی آپ کی کوئی قوت ایمانی بڑھتی ہے یا نہیں؟ جس وقت لیکھرام کا قتل ہوا اس وقت تلاشیاں بھی ہوئیں لیکن کچھ نہ نکلا۔ لیکن پیشگوئیوں کے فہم میں بعض وقت غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے محمدی بیگم والی پیشگوئی پر خاص زور دیا پھر بھی پوری نہ ہوئی لیکن دیکھئے کہ رسول اللہ صلعم خواب میں دیکھتے ہیں کہ حج کر رہے ہیں۔ آپ اس بنا پر چودہ سو آدمی کو لیکر حج کو نکلتے ہیں لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ تو بات یہ ہے کہ یہ کسی پیشگوئی کا کسی صورت میں پورا ہونا یا نہ ہونا کوئی اتنی بڑی بات نہیں یہ صرف قوت ایمانی کو بڑھانے والی بات ہے۔ اصل بات وہ ہے جو مرزا صاحب نے کیا ہے وہ بلند خیالات ہیں جو آپ نے پیدا کئے وہ خدمات اسلامی ہیں جو آپ نے سرانجام دیں +

اب میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ خدا کے لئے غور کیجئے کیا ان خدمات اسلامی میں مرزا صاحب کا ساتھ دینا ضروری نہیں۔ مرزا صاحب دعویٰ خادم اسلام ہونے کا ہے۔ اور محض ان خدمات اسلامی کے لئے وہ بلاتے ہیں۔ تو پھر ان کا ساتھ دینے میں کیا حرج ہے؟ مشکلات کا مقابلہ کرنا مرد کا کام ہے۔ یہ بیعت کرنا کیا ہے جس وقت کوئی شخص کوئی عہد کرتا ہے تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے یہی بیعت ہے +

سب سے زیادہ ضرورت اپنے اندر قوت ایمان پیدا کرنے کی ہے۔ صحابہ کے پاس کیا کوئی توپیں تھیں۔ نہیں ان کی تلواریں کند تھیں۔ کیا چیز تھی جو سلطنتیں ان کے سامنے جھکتی جاتی تھیں۔ یہ صرف قوت ایمانی ہی تھی یہی قوت ہے جو جب تم باہر نکلتے ہو تو قوموں کو تمہارے سامنے گراتی ہے +

تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم کو اسلام کی یہ تصویر پسند ہے۔ کہ معقولیت بھی رکھتا ہو۔ خوبصورتی بھی رکھتا ہو۔ سادہ بھی ہو۔ وسعت بھی رکھتا ہو۔ تو آؤ ہم سے ملو۔ بیٹھو۔ دیکھو۔ ہمارے مشوروں میں شامل ہو۔ اگر تم کو کوئی بری بات ہم میں نظر آئے تو بیشک الگ ہو جاؤ۔ دیکھو کس دن کے انتظار میں ہو۔ سوچو۔ غور کرو۔ کس وقت کے انتظار میں ہو۔ جب اسلام تباہ ہو جائیگا۔ اگر تم کو ہمارے کام میں کوئی بات نظر آئے جو اسلام سے دور لے جانے والی ہو۔ تو مت لو۔ اور اگر تمام باتیں اسلام ہی کی ہیں تو پھر اس میں شامل ہونے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں تم نے "احمدی" نام رکھ لیا ہے جماعت ہوگی تو نام بھی ہوگا۔ بلا نام جماعت نہیں ہو سکتی۔ اور بلا جماعت کام نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ فرقہ بنا لیا ہے تو یہ غلط ہے۔ آج فرقے تو سب ایک دوسرے کو کافر بنانے لگے ہوئے ہیں۔ ہم تو کلمہ گو کو مسلمان قرار دیا جانے پر زور لگا رہے ہیں۔ یہ فرقہ بندی نہیں۔ پھر ہمارے اصول وسیع ہیں۔ وہ کسی فرقہ کے اصول نہیں ہو سکتے۔ ہاں اختلاف خیالات ہے۔ لیکن اگر ان غلطیوں سے جو مسلمانوں میں آگئی ہیں اختلاف نہ کیا جائے تو ان کی اصلاح کس طرح ہوگی۔ غرض خدمت اسلام یہی ہے بیرونی حملوں کا جواب ہو یا اندرونی غلطیوں کی اصلاح۔ اگر اس کو ضروری سمجھتے ہو۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے ایک جماعت کی ضرورت مانتے ہو تو سوائے اس کے اور کوئی جماعت تمہیں نہ ملیگی۔ اگر اسلام کی خدمت کے لئے کوئی فوج تم نے رکھنی ہو تو وہ یہی ایک جماعت ہے۔ اگر میں احمدیت کو یہ نہ سمجھوں کہ یہ اسلام کی خدمت اور حفاظت کے لئے ایک جماعت ہے تو میں ہرگز اس کے ساتھ شامل نہ ہوں +

درخواست ہائے دعا

(۱) برادر غلام محمد صاحب سرینگر کشائش رزق اور صحت کیلئے۔

(۲) عزیز عبدالرحیم صاحب بہاولپور۔ امتحان میں کامیابی کے لئے +

(۳) چوہدری عبدالباری صاحب ڈلہوزی۔ کاروبار میں برکت کے لئے +

(۴) برادر محمد لطیف صاحب شملہ کو اللہ تعالے نے ۶ اپریل کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب دعائے خاص فرماویں کہ اللہ تعالے اس بچہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ اور والدین کے لئے قرت عین۔

(۵) برادر عنایت اللہ صاحب شانگہائی (چین) دینی و دنیاوی برکات اور خیریت سے واپسی وطن کے لئے۔

(۶) حکیم عبدالنبی صاحب شجر ہمیرپوری دینی دنیاوی مشکلات سے مخلصی کے لئے +

(۷) جناب محمد عزیز اللہ صاحب میلاپور مدراس سے لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ ۱۲ اپریل کو اس دار فانی سے رحلت کر گئی ہیں۔ احباب ہر مقام پر جمعہ کے روز مرحومہ کا غائبانہ جنازہ پڑھیں +

سید خیر علی شاہ ٹبہ سیداں سیالکوٹ اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد سید چراغ شاہ صاحب جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خادموں میں سے تھے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۳۷ء کو فوت ہوئے۔ احباب مغفرت کے لئے دعا فرمائیں

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف +

جواہر ریزے

ق

(۱) مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ اور آخرت کا یقین نہیں رکھتا۔ تو اس کی (خیرات کی) مثال چٹان کی سی ہے کہ اس پر کچھ تھوڑی سی مٹی پڑی ہے۔ پھر اسپر پر سا زور کا مینہ اور اس کو سپاٹ کر کے بہا گیا۔ (اسی طرح قیامت میں) ریاکاروں کو اس خیرات میں سے جو انہوں نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگیگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو جو نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (البقرہ ۲ : ۲۶۴)

(۲) مسلمانو! خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے خرچ کرو۔ جو تم نے (تجارت وغیرہ سے) آپ کمائی ہوں۔ یا ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہوں اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لگو اس میں سے خرچ کرنے۔ حالانکہ وہی چیز کوئی تم کو دینی چاہے تو تم اس کو کبھی (خوش دلی سے) نہ لو مگر یہ کہ (دیدہ دانستہ) اس کے لینے میں چشم پوشی کرو۔ اور جانے رہو کہ اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔ شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا اور شرم کی بات (یعنی بخل) پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور اللہ اپنی طرف سے مغفرت اور برکت کا تم سے وعدہ فرماتا ہے۔ اور بڑی گنجائش والا اور سب کے حال سے واقف ہے۔ (البقرہ ۲ : ۲۶۷ و ۲۶۸)

(۳) اگر خیرات ظاہر میں دو تو وہ بھی اچھا (کہ اس سے دوسروں کو بھی ترغیب ہوتی ہے) اور اس کو چھپا کر حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے (کہ اس میں نام و نمود کا دخل نہیں ہونے پاتا اور (ایسا دینا) تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے خبردار ہے + (البقرہ ۲ : ۲۷۱)

(۴) جو لوگ رات اور دن چھپے اور ظاہر اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان (کے دیئے) کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور (قیامت میں) ان پر نہ تو کسی قسم کا خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہوں گے + (البقرہ)

خ

(۱) حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ (نسائی باب الامر بالقساب)

(۲) اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو اس کے بندوں پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری باب رحمۃ الناس)

(۳) خدائے رحمان رحم کرنیوالوں پر رحم کرتا ہے۔ پس اہل زمین پر رحم کرو تا وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے۔ (ابوداؤد باب فی الرحمۃ)

(۴) وہ شخص یقیناً بدنصیب ہے جس کے دل سے رحم اٹھ گیا۔ (ترمذی باب رحمۃ الناس)

(۵) حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جہنم میں قبیلہ حمیر کی ایک گندمی رنگ کی عورت کو دیکھا جسے صرف اس گناہ کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو بھوکی پیاسی باندھے رکھا اور اسے نہ کچھ کھانے کو دیا نہ اسے کھولا تا وہ چوہے وغیرہ کھا لیتی۔ (مسند امام اعظم)

(۶) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک بدکار عورت کو اللہ تعالے نے محض اس لئے بخش دیا کہ اس نے ایک دفعہ ایک کنوئیں کے پاس ایک کتے کو زبان نکالے ہوئے دیکھا اور قریب تھا کہ پیاس کی شدت سے مر جائے۔ اس عورت نے اپنی جوتی نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھی اور کنوئیں میں سے پانی نکال کر اس کتے کو پلایا۔ اسپر وہ بخشی گئی۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ کیا جانوروں پر رحم کرنے کا بھی ثواب ہے؟ فرمایا ہر ایک جاندار پر رحم کرنے سے اجر ملتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۷) حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ آنحضرت نے جانوروں کو لڑانے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۴ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ نمبر ۱۷

اشاعت اسلام کالج

اس عالم فانی میں جہاں ہزاروں قومیں بنی اور بگڑیں وہی قوم زندہ و برقرار رہ سکتی جس کے سامنے کوئی نصب العین ہو اور اس کے حصول کے لئے وہ سرگرم عمل رہے۔ دنیا میں بام رفعت پر وہی قوم پہنچی جس کا نصب العین تھا۔ یہ وہ چیز ہے جو کسی قوم کے قوائے عمل کو بیکار ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جہاں یہ چیز مفقود ہوئی۔ سمجھو کہ ترقی کی راہ ختم ہو گئی۔ اور جمود و انحطاط کا دور شروع ہو گیا۔ یہ ایک ایسا نظریہ ہے جس کی صداقت پر تاریخ عالم گواہ ہے۔ دنیا میں جس قدر عظیم الشان قومیں ہو گذری ہیں۔ انکی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی نصب العین۔ چاہے وہ سیاسی ہو یا مذہبی یا کسی دوسرے رنگ کا کام کرتا نظر آئیگا جب تک وہ نصب العین قوم کے پیش نظر رہا وہ ترقی کرتی چلی گئی۔ جب وہ رخصت ہوا تو ساتھ ہی ترقی کا دروازہ بھی مسدود ہو گیا۔ مسلمانوں کا مدوجزر بھی اسی نظریہ کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر فرما کر مسلمانوں کا مقصد معین یہ قرار دیا تھا کہ وہ اسلام کے داعی بنیں۔ اور اس کے پیغام کو دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچا دیں۔ اور اس کام کو مسلسل سرانجام دیتے رہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ آنحضرت کے صحابہ نے اس راز کو سمجھا۔ اور پورے جوش و استقلال سے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے کارزار عالم میں نکلے نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ زمانہ اولیٰ کے مسلمان جہاں گئے۔ اپنے اس مقصد معین کے لئے کوشاں رہے۔ اور جب تک انہوں نے اپنے مقصد معین کو نہ چھوڑا وہ مظفر و منصور رہے۔ وہ دین کے لئے جدوجہد کرتے تھے۔ لیکن انہیں دنیا بھی مل گئی مگر جب اس مقصد معین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے پڑے تو نہ دین رہا نہ دنیا۔ اور آج یہ حالت ہو گئی۔ ع

نے دین سے اطلاع ہے نہ دنیا کی کچھ خبر

آج ہمارا تشتت وانتشار کسی تشریح و بیان کا محتاج نہیں۔ ہماری عملی قوتیں شل ہو چکی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اپنے مقصد معین کو بھلا چکے ہیں۔ اجتماع کی جگہ پراگندگی وانتشار نے لے لی ہے۔ زمانہ کے زبردست تھپیڑے کبھی ہمیں اس طرف ڈال رہے ہیں اور کبھی اس طرف۔ ہم اس بات کو فراموش کر چکے ہیں کہ ہم کہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اور کس غرض کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ اور ہماری منزل مقصود کونسی ہے۔ اور وہاں تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں ہم اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن اس بات سے ناواقف ہیں کہ اس زندگی کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہیں۔ ہمیں زمانہ کے ہاتھوں جب کوئی ٹھوکر لگتی ہے۔ تو اپنی پستی و ذلت کا کچھ احساس ہوتا ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہم پھر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور مستقبل سے بے پرواہ۔ اس تمام مصیبت کی جڑ یہی ہے۔ کہ ہمارا نہ کوئی نصب العین رہا ہے نہ مطمح نظر قوم کے اندر اجتماعی زندگی تبھی پیدا ہو گی۔ اور اس کے قوائے عمل اسی وقت حرکت میں آئیں گے جب قرآن کے قائم کردہ نصب العین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اس وقت برادران وطن نے شدھی کی جو تحریک جاری کی ہے اس نے تو اور بھی اسکی ضرورت پیدا کر دی ہے کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے مقصد معین کو از سر نو اپنے سامنے رکھیں اور اس کے حصول کے لئے پورے جوش و سرگرمی سے آمادہ ہو جائیں کیونکہ اس جدید تحریک کی غرض و غایت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا انسداد کر دیا جائے۔ اور جو لوگ پہلے مسلمان ہو چکے ہیں شدھی سبھا کی شاخیں قائم ہو رہی ہیں۔ اور عملی کام سرگرمی سے جاری ہے پرچارک تیار کرنے کے لئے کئی مقامات پر گوروکل اور مہاودیالے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہیں۔ اور کئی مقامات پر اب کھل رہے ہیں۔ روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ اور شدھی کے پرچارک قریہ قریہ میں پھر رہے ہیں۔ ہندوؤں کی ان درسگاہوں میں متعدد درسگاہیں ایسی ہیں جہاں طلبا کو نہ صرف اپنے مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ ان گوروکلوں میں دو قسم کے پرچارک تیار کئے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو خود ہندو قوم میں بیداری پیدا کرتے ہیں۔ اور ہندو قوم کے اندر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے اندر ہندو مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے بالمقابل مسلمانوں کی حالت نہایت قابل رحم ہے۔ انہیں نہ صرف ایسے مبلغ شاذ و نادر ملتے ہیں۔ جو دوسرے مذاہب سے آگاہ ہوں۔ اور غیر مسلموں کے اندر تبلیغ و اشاعت اسلام کی اہلیت رکھتے ہوں۔ بلکہ ان کے اندر ایسے مبلغوں کی بھی کمی ہے جو صحیح اصول پر خود مسلمانوں کے اندر کام کر سکیں۔ ان میں اگر مبلغ ہیں تو وہ ہیں جنہوں نے قوم کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ وہ اسلام کی تبلیغ نہیں بلکہ کفربازی کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ وہ قوم کو بچانے کے بجائے گلہ بانی کی فکر میں ہیں۔ ان کی تو وہی حالت ہے۔ جو مولانا اکبر الہ آبادی نے اس رباعی میں بیان کی ہے۔ رباعی

خانہ جنگی ہی میں حضرت مرد ہیں + عیب جوئی کے ہنر میں فرد ہیں
اپنوں ہی کے واسطے ہیں شعلہ خو + سامنے غیروں کے بالکل سرد ہیں

مسلمانوں کی جس قدر مذہبی درسگاہیں ہیں ان میں بیشتر ایسی ہی ہیں جن میں اسی ٹائپ کے "مبلغین اسلام" تیار کئے جاتے ہیں ضرورت تھی کہ مسلمان بھی کوئی ایسی درسگاہ قائم کرتے جس میں ایسے قابل مبلغ اور مناظر تیار کرنے کا انتظام کیا جاتا۔ جو اسلام کے لئے مفید ہوتے۔ باہمی خانہ جنگی کے بجائے اتحاد و اتفاق کا وعظ کرتے۔ دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے آگاہ ہوتے۔ اور غیر مسلموں کے اندر بلاخوف وخطر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کر سکتے۔ مقام شکر ہے کہ حالات کی نزاکت کو ملحوظ رکھ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے "اشاعت اسلام کالج" کے نام سے ایک اس قسم کی درسگاہ قائم کرنے کا تہیہ کیا ہے جس میں ان تمام ضروری امور کا خیال رکھا جائیگا جس کی زمانہ حاضرہ میں ضرورت ہے۔ اس قابل قدر کام کے لئے انجمن مذکور کو ہم مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی اس انجمن نے مناظرین ومبلغین تیار کرنے کے لئے چھوٹے پیمانے پر ایک درسگاہ قائم کر رکھی تھی۔ لیکن غیر مسلم مشنریوں کی سرگرمیوں سے ہندوستان میں جو صورت حالات اب پیدا ہوئی ہے۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ یہ کام ایک وسیع پیمانے پر شروع کیا جاتا جس کا بیڑا خدا کے فضل و کرم سے اب اس انجمن نے اٹھایا ہے۔ کالج کے پراسپکٹس اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مرتب کرنے میں نہایت بالغ نظری سے کام لیا گیا ہے جو نوجوان اس کار خیر کے لئے میدان میں نکلیں گے دنیوی لحاظ سے بھی وہ کسی گھاٹے میں نہیں رہیں گے +

غیر مسلموں میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ مسلمان سب قوموں سے زیادہ مذہب پرست ہوتے ہیں۔ اور مذہب کے نام پر وہ پروانہ وار نثار ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اگر سچ پوچھو تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اشاعت اسلام کالج قائم کر کے مسلمانوں کی مذہبی شیفتگی اور اسلام پرستی کو معرض امتحان میں ڈال دیا ہے۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس امتحان میں پورا اترنے کی کوشش کریں۔ اسلام اس وقت سخت مصیبت میں ہے۔ اور دشمنوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ وہ اپنے ہر فدائی کو مدد کے لئے پکار رہا ہے۔ عورتیں بچے۔ نوجوان اور بوڑھے سب کے سب اس کی اعانت کریں۔ نوجوان دنیا کی حرصوں پر لات مار کر اسلام اور اسلامیوں کی خدمت کے لئے اس کالج میں داخل ہوں اور دوسرے لوگ اس کالج کی مالی اعانت کریں۔ برادران ملت جنگ جاری ہے لیکن تمہارے پاس کافی سپاہی نہیں۔ جو تمہاری اور تمہارے مذہب کی حفاظت کر سکیں تمہاری سرحدوں پر یورش ہو چکی ہے۔ اور غنیم کے مقابلہ کے لئے آزمودہ کار۔ تربیت یافتہ اور جانباز سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ ایسے سپاہی اس کالج میں [illegible] گے [illegible] نے پودے کی آبیاری

تم بہت سو چکے۔ اب وقت سونے کا نہیں۔ بلکہ بیدار ہو کر زندگی کی دوڑ میں شامل ہونے کا ہے۔ جو جنگ اس وقت ہندوستان میں جاری ہے اس میں کامیابی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے۔ زمانہ تمہاری تاک میں ہے۔ ؎

سنبھلو وگرنہ رہنمایاں اس طرح پڑیگا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام بے نشاں ہیں

جسمانی قوت

قرآن کریم میں جہاں طالوت کے بادشاہ بنانے کا قصہ آتا ہے وہاں اس کے علم کے ساتھ اس کی جسمانی قوت کو بھی مقام مدح میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کو یہ سبق سکھایا گیا ہے۔ کہ اگر علم قابل قدر شے ہے تو جسمانی قوت بھی کچھ کم ضروری چیز نہیں۔ لیکن کیا افسوس کا مقام ہے کہ اس زمانہ کے مسلمانوں نے جہاں اور احکام خداوندی کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ وہاں اس سبق کو بھی فراموش کر دیا ہے ہندوستان کے مسلمان کی ابھی تک اس زعم باطل میں گرفتار ہیں کہ جسمانی طاقت میں وہ ہندوؤں پر فوقیت رکھتے ہیں لیکن حال میں جو چند فسادات ہوئے ہیں اور ان میں مسلمانوں کی جو درگت بنی ہے۔ اس نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ کہ مسلمان جسمانی طور پر ہندوؤں سے کمزور ہو گئے ہیں۔ اسی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی ہے۔ اور ان کا قومی رعب و وقار رخصت ہو رہا ہے۔ اس جسمانی کمزوری کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان عام طور پر ورزش۔ چہل قدمی اور ہوا خوری وغیرہ صحت بخش امور سے تغافل برت رہے ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان ان امور کا خاص خیال رکھیں۔ اور اپنی جسمانی قوت کو ترقی دینے کے لئے زبردست سعی کریں +

سچی بات

شدھی کے موجودہ فتنہ میں جماعت احمدیہ لاہور نے اسلام اور مسلمانوں کی جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہر منصف مزاج مسلمان سے خراج تحسین وصول کر رہی ہیں۔ بمبئی کا اخبار "مسلم ہیرلڈ" اپنی ۱۵۔ اپریل کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ

"اس فرقہ کے بڑے بڑے لوگوں نے مذہب اسلام کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر میں اس کی مشنیں تبلیغ و اشاعت کا بڑی کامیابی سے کام کر رہی ہیں۔ اور انہیں کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ وہاں اسلام روزافزوں ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کی مسرت بخش خبریں ہم کو برابر پہنچ رہی ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندوستان میں اس فرقہ کی طرف سے تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص محکمہ قائم ہے۔ اور اس کے مبلغ چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی دوسرے فرقہ کی طرف سے اس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور نہ ہمارے علماء کی اس طرف توجہ ہے۔ اگر ہے تو ان کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے۔ انکو خارج از اسلام ظاہر کرنے اور مسلمانوں کو اس سے بدظن کرانے میں پیشقدمی دکھی جاتی ہے۔ اور ایسے ہی کوتاہ خیال کم لیاقت نام کے مولویوں نے ہندوستان میں اسلام کو ضعف پہنچایا ہے۔ ضرورت اور اشد ضرورت سارے اختلافات کو دور کر کے اسلام کی اشاعت میں مستعدی و استقلال سے کوشش کرنے کی ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو نقصان و کمزور کرنے کی بڑی بڑی تجویزیں کی جا رہی ہیں"

معاصر مذکور نے جو کچھ لکھا ہے ہمیں اس کے ایک ایک لفظ سے اتفاق ہے۔ یہ موقعہ تکفیر بازی اور باہمی خانہ جنگی کا نہیں ہے غنیم ہمیں مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ اور ہم ہیں کہ آپس میں دست و گریبان ہو رہے ہیں اس وقت ہر سچے مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ حفاظت و اشاعت اسلام کیلئے اٹھ کھڑا ہو اور دامے درمے قدمے قلمے سخنے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی امداد کرے۔ جو اس وقت دشمنان دین کے سامنے سینہ سپر ہے +

امرتسری مولوی کی شہادت

سچائی وہی ہے جس سے دشمن بھی انکار نہ کرسکے۔ آج سے کئی سال پیشتر حضرت مسیح موعود مہدی نے فرمایا کہ آریہ سماج بحیثیت آریہ سماج کے سو سال کے اندر مرجائیگی اور تم میں سے بہتیرے اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھینگے۔ اس پیشگوئی کی صداقت کا مولوی ثناء اللہ ایسے مخالف سلسلہ کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ یہی مولوی صاحب اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۲۷ء میں لکھتے ہیں کہ

"آریہ سماج بحیثیت آریہ دھرم کے مرچکی ہے جس کا ہمیں افسوس ہے۔ کیونکہ بت پرستی کی مخالفت میں ہماری شریک کار تھی۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں"

مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود کے متعلق اکثر یہ لکھا کرتا تھے جو کوئی بھی بات مسیحا تیری پوری نہ ہوئی"۔ لیکن مندرجہ بالا سطور لکھ کر انہوں نے خود ہی اپنی سابقہ کذب بیانی پر پانی پھیر دیا۔

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان اجتماع
مسلمانوں کی کامیابی تجارت میں ہے

۲۳ اپریل ۱۹۲۷ء کی شام کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب کی زیر صدارت مسلمانان لاہور کا ایک نہایت شاندار جلسہ ہوا۔ جس میں جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے "مسلمان موجودہ حالات میں کس طرح کامیابی حاصل کرسکتے ہیں" کے موضوع پر ایک مبسوط تقریر فرمائی سورۃ فتح کی آخری آیۃ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے جب کوئی مشکل پیش آئے تو ان کے لئے صحیح رستہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہے کیونکہ اس ہماری پاک کتاب میں وہ ہدایات موجود ہیں جن کی ہمیں فرداً فرداً یا بحیثیت قوم وقتاً فوقتاً ضرورت پیش آتی رہیگی۔ ان آیات میں یہ دعوے پیش کیا کہ اسلام نہ صرف دنیا میں قائم و ثابت رہیگا۔ بلکہ تمام ادیان پر غالب ہو کر رہیگا۔ اور اس دعوے پر خدا کو گواہ ٹھہرایا ہے۔ یہ دعوے اور شہادت دونوں مذاہب عالم کی تاریخ میں عجیب ہیں۔ کیونکہ نہ تو کسی مذہب نے یہ دعوے کیا ہے۔ اور نہ یہ شہادت پیش کی ہے خدا کی شہادت اس کا فعل ہے۔ اسلام کو مختلف ملکوں اور قوموں میں جو کامیابی ہوئی وہ عدیم النظیر ہے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہی دو وصف تھے جن کی بدولت زمانہ اولی کے مسلمانوں نے دنیا میں ترقی حاصل کی۔ اور اس زمانہ کے مسلمان بھی اس وقت کامیابی حاصل کرسکیں گے جب یہ دو نو صفتیں اپنے اندر پیدا کریں گے۔ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کے حسن سلوک کی مثالیں بیان کر کے آپ نے ثابت کیا کہ اشداء علی الکفار کے یہ معنے نہیں کہ کافروں پر خواہ مخواہ سختی کی جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کفار سے مقابلہ پڑے تو شجاعت اور قوت کا ثبوت دیا جائے۔ اور ان سے کسی طرح مرعوب نہ ہوں اس وقت مسلمانوں کا دین و دنیا دونوں خطرے میں ہیں۔ دنیوی رنگ میں مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ صرف صوبہ پنجاب میں سترہ کروڑ روپیہ سالانہ سود غیر مسلم ساہوکاروں کو ادا کرتے ہیں۔ ارتداد بھی افلاس ہی کی وجہ سے ہے۔ یہ سترہ کروڑ روپیہ جو ہر سال ہماری جیبوں سے نکلتا ہے اس طرح بچ سکتا ہے کہ ہم ان فضول خرچیوں اور بیہودہ رسموں کو چھوڑ دیں جن کی وجہ سے ہمیں قرض اٹھانا پڑتا ہے۔ اس سترہ کروڑ روپیہ کے علاوہ اور بھی کروڑوں روپیہ ہر سال ہماری جیبوں سے نکل کر ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے کیونکہ تجارت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ روپیہ تو اس طرح بچایا جاسکتا ہے۔ کہ مسلمان خود تجارت کریں دوکانیں کھولیں اور مسلمان دوکانداروں ہی کے ہاں سے سودا سلف خریدیں اس کے بعد جناب مولانا صدر الدین صاحب نے چند نومسلم بھائیوں کی تعارف کرایا اور اسلامی رواداری پر ایک دلچسپ تقریر کی نومسلم بھائیوں نے بھی تقریریں کیں۔ آخر میں صاحب صدر نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ ان باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں جو ان کے سامنے پیش کی گئی ہیں +

ہندو مہا سبھا کا تازہ اجلاس

۱۵ سے ۱۸ اپریل تک پٹنہ میں ہندو مہا سبھا کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس کے صدر ڈاکٹر مونجے تھے۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب نے جو خطبہ صدارت پڑھا اس میں جگہ جگہ اپنی روایتی ہرزہ سرائیوں اور الزام تراشیوں سے کام لیا ہے۔ اس طول طویل خطبے کا لب لباب یہ ہے کہ ہندوؤں کو سوراج کے لئے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے سنگٹھن اور شدھی کی تحریکات میں سوراجیہ ہے اور جس قدر زیادہ وہ ان تحریکات پر تن من دھن کو لگائیں گے اسی قدر زیادہ وہ سوراجیہ کو جس کا حاصل کرنا موجب فخر و مباہات ہے۔ نزدیک تر لائیگا"۔ اس اجلاس میں مختلف قراردیں بھی منظور ہوئی ہیں جن میں سے ایک اچھوت ادھار کی تائید میں۔ دوسری ہندو مشن بنگال کے کام کی تائید میں اور تیسری سیواجی مرہٹہ کی صد سالہ برسی منانے کی تائید میں تھی۔ پنڈت مالوی جی کی بھی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ

"سناتنی ہندو۔ بدھ۔ آریہ سماج وغیرہ سب ہندو جاتی کے برکش درخت کی شاخیں ہیں۔ ہماری موجودہ خرابیوں سے نجات دلانے والا طلسم فقط ہندو سبھا ہی ہے۔ ہر ایک گاؤں قصبہ اور شہر میں ہندو سبھائیں قائم ہونی چاہئیں اور شدھی اور سنگٹھن کے کام کو ترقی دینی بہت ضروری ہے"!

ہندو مہا سبھا کے اس اجلاس کے ساتھ آل انڈیا شدھی کانفرنس کا اجلاس بھی منعقد ہوا جس میں لالہ لاجپت رائے وغیرہ نے گرما گرم تقریریں کیں۔ مسلمانوں کو اشدھ بھی کیا گیا۔

مسلمانوں کو آنکھیں کھول کر ان سرگرمیوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس قسم کے اجتماعوں سے ہندو قوم کے اندر جو ذہنیت پیدا کی جارہی ہے۔ وہ ایسی نہیں ہے کہ مسلمان اس سے بیفکر رہیں۔ انہیں اس پر خطر سیلاب کے مقابلہ میں جو انہیں بہانے کے لئے اٹھ رہا ہے تمام تفرقوں کو مٹا کر واعتصموا بحبل اللہ جمیعا پر عمل کرتے ہوئے آہنی دیوار بن جانا چاہیئے +

ریاست چمبہ میں سنگٹھنی راج

لالہ لاجپت رائے۔ ڈاکٹر مونجے اور اسی قبیل کے دیگر سنگٹھنی لیڈر آجکل یہ اپدیش کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کو سنگٹھن کرنا چاہیئے کیونکہ بغیر سنگٹھن کے سوراج حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ یہ سوراج کس قسم کا ہوگا۔ تو ان ہندو ریاستوں کی طرز حکومت پر نگاہ کرنی چاہیئے۔ جہاں سنگٹھن کا پروپیگنڈا زوروں پر ہے۔ جس قسم کا راج ان ریاستوں میں قائم ہے۔ اسی قسم کا سوراج سنگٹھنی برٹش انڈیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں اس سوراج کی جس کے خواب ڈاکٹر مونجے اینڈ کو دیکھ رہے ہیں۔ زندہ مثال ریاست چمبہ ہے۔ جہاں یہ سنگٹھنی حکم رائج ہے کہ حدود ریاست کے اندر . . . . کوئی غیر مسلم جو اسلام قبول کرنا چاہے۔ اسلام قبول نہیں کرسکتا۔ اشاعت مذہب کی بندش کا یہ حکم صرف مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ باقی ہندو اور عیسائی جسے چاہیں اور جب چاہیں اپنے اپنے مذہب میں داخل کرسکتے ہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مہاراجہ چمبہ کی خدمت میں بدیں غرض ایک وفد بھیجا کہ اس متعصبانہ حکم کو منسوخ کردیا جائے لیکن افسوس صد افسوس کہ مہاراجہ صاحب موصوف نے اس جائز درخواست کو مسترد کردیا۔ اب مسلمانان ہند کا یہ فرض ہے کہ جبتک وہ اس غیر منصفانہ حکم کو منسوخ نہ کرالیں دم نہ لیں۔ ہر مقام پر مسلمانوں کو جلسے منعقد کر کے ریاست چمبہ کے اس ظالمانہ حکم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے +

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر مقامی بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں +

——مہارانا ہز ہائینس سنگھ الیشور سنگھ جن کا اسلامی نام نواب نصر اللہ خاں ہے۔ اور جو ریاست آمود دگجرات کاٹھیا واڑ کے رئیس ہیں امسال انجمن حمایت اسلام لاہور کی نومسلم کانفرنس کی صدارت کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ راستہ میں ہر مقام پر مسلمانوں نے آپکا پرجوش استقبال کیا۔ اہل لاہور کے استقبال اور جلوس کی دھوم دھام تو لوگوں کو برسوں یاد رہے گی۔ ۱۵۔اپریل کو بعد از نماز جمعہ مہارانا صاحب خواجہ حسن نظامی صاحب کی معیت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور دیگر بزرگان سلسلہ احمدیہ سے ملاقات کرنے کے لئے مسجد احمدیہ لاہور میں تشریف لائے نہایت پرجوش اور پر لطف معانقہ و مکالمہ ہوا۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک جلد تفسیر القرآن اور سیرت خیر البشر ہدیۃً پیش کی۔ مہارانا صاحب نے فرمایا۔ کہ میں آپ کی جماعت کا پیدا کردہ انگریزی لٹریچر دیکھ چکا ہوں اور یورپ میں جو تبلیغی کوششیں آپ کی طرف سے ہو رہی ہیں ان سے بھی واقف ہوں۔ مہارانا اس صحبت سے بہت محظوظ معلوم ہوتے تھے +

——انجمن کے مبلغین مختلف اضلاع پنجاب میں دورہ کرتے رہتے ہیں +

——جماعت احمدیہ راولپنڈی اور پشاور کے جلسے ہوئے ہیں جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا عصمت اللہ صاحب وغیرہ شریک ہوئے۔ خدا کے فضل سے جلسے نہایت کامیاب رہے ہیں +

——ہندوستان کے مختلف حصوں میں انجمن کی طرف سے تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام کامیابی کے ساتھ جاری ہے +

——مولوی عبد العزیز صاحب کلرک شملہ کے ہاں لڑکا ہوا ہے جس کی خوشی میں ان کی اہلیہ محترمہ نے اپنی ۲ عدد طلائی بالیاں اشاعت اسلام کے لئے دی ہیں۔ دوسرے بھائیوں کو بھی اس قابل قدر مثال کی پیروی کرنی چاہیئے +

——شیخ محمد رفیق صاحب پارسل کلرک ریلوے سٹیشن لاہور نے اپنے بھائی شیخ محمد اعظم صاحب کے نکاح کی تقریب پر مبلغ ۵ روپے تبلیغ ہند کے لئے وصول کئے۔ ایسے خوشی کے موقعوں پر تبلیغ و اشاعت کے لئے کچھ دینا ایک نیک مثال ہے۔ جس کی سب مسلمانوں کو تقلید کرنی چاہیئے +

اعلان نکاح

بتاریخ ۲۰ اپریل ۱۹۲۷ء بوقت ۹ بجے شب شیخ عبد الرحمن صاحب سب جج امرتسر کا نکاح رضیہ بیگم بنت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم سے بعوض دس ہزار روپے مہر حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب نے بمقام جہلم پڑھایا۔ . . . . . . حضرت امیر نے اس موقعہ پر ایک لطیف خطبہ پڑھا اور اس میں ان تمام امرا اور افسران بالا کو جو اس تقریب پر موجود تھے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ جب تک مسلمان قوم ذلیل رہیگی ان کی اپنی بڑائی کوئی عزت نہیں۔ کیونکہ وہ ایک ذلیل قوم کے افراد شمار ہوں گے پس ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں جن سے قوم کی عزت دنیا دوبارہ پیدا ہو۔ غرضکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک موثر وعظ تھا جو آپ نے اس موقعہ پر فرمایا

اللہ تعالےٰ فریقین کے لئے مبارک کرے۔

ضروری اعلان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مسلمانوں کی بہبودی کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم ہائی سکول لاہور میں یکم مئی ۱۹۲۷ء سے جماعت پنجم سے شروع کر کے صنعتی تعلیم کا انتظام کیا ہے اور صورت اس کی یہ ہوگی کہ جو لڑکے صنعتی تعلیم حاصل کرنا چاہیں انہیں ساتھ ساتھ امتحان انٹرنس کے لئے بھی تیار کیا جائیگا اور معمولی طلباء کی طرح وہ چھ سال کے بعد یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں شریک ہوسکیں گے۔ صنعتی تعلیم ابتدائی دو سال میں یعنی پانچویں اور چھٹی جماعت میں کنڈرگارٹن دستکاری اور لکڑی کا ابتدائی کام ہوگا۔ اور اس کے بعد لڑکوں کو اجازت ہوگی کہ نجاری، لوہاری یا بجلی کے کام میں سے جس کام کو چاہیں اس میں خاص تعلیم حاصل کریں اس طرح امتحان انٹرنس تک صنعت کے ساتھ [illegible] کسی ایک فن میں خاص مہارت حاصل کرسکیں گے اور یوں ملازمت کے محتاج نہ رہیں گے بلکہ آزادانہ

مذاکرۂ علمیہ

استویٰ علی العرش

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

سوال (۱) مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرش مجید صرف لفظ ہی لفظ ہے۔ درحقیقت چیز کوئی نہیں۔ مگر یہاں کے علماء اور جمہور کے نزدیک تو عرش کی پیدائش تک موجود ہے گو یہ مجھے تسلیم نہیں ہے۔ مگر کم از کم میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ عرش مجید ضرور کوئی شے مقدس ہے محض لفظ نہیں۔ جیسا کہ سر سید مرحوم ملک جبرئیل وغیرہ کو لفظ ہی قرار دیتے تھے +

جواب۔ سر سید مرحوم ملک جبرئیل کو جو چاہیں قرار دیں ہم ان کے ذمہ وار نہیں ہم ملک جبرئیل اور کل ملائکہ کی ہستیوں کے قائل ہیں جو غیر مرئی نورانی ہستیاں ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت تمام قوتوں پر جو کائنات میں نظر آتی ہیں مسلط اور خدا کے حکم کی فرمانبرداری بجا لاتے وحرکات کرتے ہیں۔ اور انسان کے قلوب میں بھی اس کے ملکوتی حصہ کو تحریک کرتے ہیں +

رہ گیا عرش سو یہ کون کہتا ہے۔ کہ محض لفظ ہے۔ کوئی بھی لفظ ہو۔ آخر اس کا کچھ مفہوم ہوگا۔ ہم جس طرح خدا کو مادی اور محدود نہیں سمجھتے اسی طرح اس کے عرش کو بھی مادی اور محدود نہیں سمجھتے۔ اور نہیں سمجھنے کیا معنی؟ نہیں سمجھ سکتے۔ اگر خدا کا عرش لکڑی کا۔ یا ہاتھی دانت کا یا آبنوس کا یا سونے چاندی جواہرات کا فرض کریں تو وہ پھر محدود ہوگا اور اس پر بیٹھنے والا بھی لازمی طور پر محدود اور مادی ہوگا۔ پس بطور اصول یہ بات یاد رکھیں کہ جب کوئی صفت خدا کی طرف منسوب ہوگی تو اس کا مفہوم اس طرح لینا جس طرح ہم مادی چیزوں کے متعلق لیتے ہیں خطرناک غلطی ہے۔ لیس کمثلہ شیءٌ کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے مثلاً خدا کی نسبت جب ہم کہیں گے کہ وہ دیکھتا ہے تو اس کا مفہوم یہ لینا کہ وہ بھی ہماری طرح ایک تندرست آنکھ اور روشنی کا محتاج ہے۔ اور اس کی بصارت ایک حد پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ عدم معرفت الٰہی کی دلیل ہے۔ اسی طرح اس کا سننا بھی کسی کان اور ہوا کا محتاج نہیں۔ اس کا پیدا کرنا کسی ہاتھ اور مادہ کا محتاج نہیں۔ اسی طرح اس کی بادشاہت کسی ظاہری اور مادی تخت و تاج کی محتاج نہیں۔ کسی کا تخت پر بیٹھنا اس کی سلطنت اور نفاذ حکم کا نشان ہوتا ہے۔ ہم تو انسانوں میں بھی کسی بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کا مفہوم یہ نہیں لیتے۔ کہ وہ دن رات تخت پر بیٹھا رہتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے نہیں اترتا۔ بلکہ کسی وقت دربار کے موقعہ پر اُسے ایک تخت پر بٹھایا جاتا ہے جس سے صرف اس قدر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ آج کل ملک پر اسی شخص کا حکم نافذ ہے۔ اس سے بڑھکر کچھ نہیں۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کی بادشاہت کیوں اس امر کی محتاج ہو کہ اس کے نفاذ حکم کے لئے اسے دن رات کسی تخت پر بیٹھا رہنا ضروری ہے۔ خدا کا تخت پر متمکن ہونا یہی معنی رکھتا ہے کہ اس کا امر اس کا قانون تمام کائنات پر مسلط ہے۔ کوئی چیز اس کے حکم سے اس کے قانون سے بال برابر بھی نکل نہیں سکتی یہی استویٰ علی العرش ہے۔ یعنے اپنی سلطنت اپنے نفاذ امر میں وہ ایسا ٹھیک ٹھاک ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ خود قرآن کریم نے بھی یہی تشریح کی ہے۔ فرماتا ہے

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرٰتٍ بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العٰلمین ۔

بیشک تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار اور مراتب میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر ٹھیک ٹھاک رہا۔ دن کو رات سے ڈھانکتا ہے۔ رات دن کے پیچھے لپکی چلی جا رہی ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ جو سب کے سب اس کے امر یعنے حکم کے نیچے فرماں برداری کر رہے ہیں۔ سن رکھو کہ خدا ہی کی سب پیدائش ہے۔ اور اسی کا سب پر حکم چل رہا ہے۔ بابرکت ہے اللہ جو تمام عالموں کی ربوبیت کر رہا ہے +

یہاں ایک تو یہ بات بتلائی کہ آسمانوں اور زمین کو چھ دوروں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر ٹھیک ٹھاک ہے۔ اس استویٰ علی العرش کی پھر یوں تشریح کی۔ کہ دیکھو کس طرح دن رات کا تماشا ایک دوسرے کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ کہ مجال نہیں ان میں فرق آ جائے۔ پھر سورج اور چاند اور ستارے۔ کس طرح اپنے اپنے محور میں خدا کے حکم کے نیچے گردش کرتے اور اپنا اپنا کام کر رہے ہیں مجال نہیں کہ اس کے قانون سے کوئی بال بھر سرک جائے۔ اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ دیکھو یہ تمام مخلوق بھی اُسی کی ہے اور حکم بھی اُسی کا ہے پہلے مخلوق کو دکھا کر اس سے خالق پر استدلال کیا۔ پھر مخلوق میں بڑے کرے مثلاً زمین چاند سورج وغیرہ کی قوانین کی فرماں برداریوں کی طرف توجہ دلا کر ان سے خدا کے صاحب عرش ہونے پر استدلال کیا جس کو پہلی جگہ اگر استویٰ علی العرش کہا تھا تو دوسری جگہ اسی کو امر کہا۔ اور بتلایا کہ نہ صرف وہ ان تمام چیزوں کا خالق ہے بلکہ سب پر حکومت بھی اسی کی ہے۔ اور بات بھی سچ ہے۔ خدا کی ہستی پر یہ بہت بڑی دو دلیلیں ہیں ایک تو مخلوق کا وجود جو کسی خالق کو چاہتا ہے۔ دوم تمام مخلوقات کا کسی مقنن کے قوانین کے نیچے فرماں بردار ہونا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ کوئی علیم حکیم مدبر بالارادہ ہستی ہے۔ جس نے کسی خاص غرض سے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اور جس غرض کے لئے جو قوانین وضع کئے ہیں۔ ان سے کسی مخلوق کو باہر نکلنے نہیں دیتا یہی اس کا استویٰ علی العرش ہے۔ اور یہ بڑی مستحکم دلیل ہے۔ دہریے اور مادہ پرست یہاں بہت سٹ پٹاتے ہیں۔ ان کو صاف نظر آیا کہ قانون پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ پہلے جب کہتے تھے۔ کہ ذرات مادی سے دنیا بنی تو وہ بھی قوانین کے پابند نظر آئے پھر معلوم ہوا کہ یہ ذرات مادی بجلی کے مفردات سے بنے۔ پھر پتہ لگا کہ بجلی کے مفردات نیبولا سے بنے۔ اور نیبولا ایتھر سے بنا جو ایک قسم کی سیاہ روشنی ہے۔ مگر یہ سب کے سب قانون میں جکڑے ہوئے ثابت ہوئے اس سے قبل انرجی یعنے محض قوت تھی۔ یہ قوت بھی قانون کی ہی فرمانبرداری کرتی پائی گئی۔ جس سے کسی مقنن اور صاحب قدرت کا وجود صاف عیاں ہو گیا +

ذرات مادی ہوں یا بجلی کے مفردات نیبولا ہو یا ایتھر اور انرجی جب ان میں سے ہر ایک قانون کی فرماں برداری سے سرمو باہر نہیں۔ تو پھر اس بات سے ملتا پڑتا ہے کہ کوئی مقنن اور صاحب قدرت ہستی ہے۔ جس کی قدرت سے یہ سب کچھ پیدا ہوا اور جو ان سب پر حکمران ہے۔ اس زبردست دلیل سے پیچھا چھڑانے کے لئے دہریے یوں تاویل کرتے ہیں کہ ہر ایک چیز کی فطرت کے اندر ہی قانون ہے۔ باہر نہیں اور وہ اسی کے تقاضے کے نیچے کام کر رہی ہے۔ یہ جیسی بے معنی تاویل ہے ظاہر ہے۔ یہ محض ایک دعوےٰ ہے جس پر دلیل کوئی نہیں۔ بلکہ دلائل اس کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اگر ایک چیز کسی اپنے اندر کے قانون کے تقاضے سے ہی کام کر رہی ہے۔ اور باہر کوئی قانون نہیں کام کر رہا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا کی مختلف چیزیں جو اپنی اپنی جگہ کام کر رہی ہیں۔ اور وہ کسی خارجی مشترک قانون کے زیر اثر نہیں ہیں۔ ان کے باہمی تعلق سے ایسے پرحکمت نتائج نکلتے ہیں جن سے صاف نظر آتا ہے کہ ان تمام چیزوں کے کام کرنے کا کوئی خاص مشترکہ مقصد ہے۔ اور تمام کائنات محض بے شعور چیزوں کے خواص کا بے معنی اور بے مطلب اتفاقیہ جوڑ نہیں مثلاً زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ اور چاند زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ تو کیا اس تمام نظام کا کوئی مقصد ہے۔ اور کسی خارجی قانون کے نیچے ہے جو ان سب پر مشترک طور پر اثر ڈال رہا ہے۔ یا یہ سارا نظام محض اتفاقی۔ اور بے معنی نظام ہے۔ ظاہر ہے کہ مقصد تو صاف ہے زمین پر جاندار ہستیوں کا وجود اسی نظام کا کرشمہ ہے۔ تو پھر کیا ان چیزوں میں شعور اور عقل و فہم ہے کہ ان سب نے مشورہ کر کے اپنی اپنی جگہ کام کر کے اپنے مشترکہ مقصد کو حاصل کیا یا یہ سب چیزیں بے شعور اور بے عقل ہیں۔ جنہیں کسی صاحب ادراک و صاحب قدرت ہستی نے کسی خاص مقصد کے لئے اپنے قوانین کے ماتحت چلایا۔ نتیجہ ظاہر ہے +

چلو اسے بھی چھوڑ دو ابتدا میں ایتھر نیبولا۔ بجلی کے مفردات۔ ذرات مادی جو کچھ بھی تھے۔ آخر وہی ارتقا کے ماتحت ترقی کر کے انسان بنے۔ پس سلسلہ ارتقا کی اسی ترقی یافتہ منزل انسان میں قانون اور مخلوق کا تعلق آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بحث یہ تھی کہ آیا قانون خارج میں موجود ہے جس کے ماتحت چل کر یہ چیزیں اپنے مقصد ہستی کو حاصل کرتی ہیں۔ یا قانون خود ان کی فطرت کے اندر ہے۔ تو ہم اس بحث کو انسان کی فطرت کو ملاحظہ کر کے حل کئے لیتے ہیں۔ اس کائنات کے ذرات و مفردات خواہ وہ عالم ظلمت کے ہوں۔ یا عالم نور کے۔ بہرحال وہی ابتدائی ذرات ہی انسان کی منزل پر پہنچ کر ... آنکھ کھولنے لگے اور ان کے کر کے جب اس خودشناسی کی منزل پر جسے انسانیت کہتے ہیں۔ پہنچتے ہیں تو صاف ہم کو پتہ لگ جاتا ہے کہ قانون ہماری فطرت کے اندر تو نہیں۔ بلکہ خارج میں ہے جس کی اطاعت کرنے نہ کرنے کا ہمیں اختیار حاصل ہے۔ دوسرے لفظوں میں گویا اس کائنات کے ابتدائی مفردات و ذرات جب انسان کی منزل پر ترقی کر کے پہنچتے ہیں تو وہ خود اپنے اندر محسوس کر لیتے ہیں۔ کہ قوانین خارج میں موجود ہیں۔ اور ان کی اطاعت کرنے نہ کرنے کا انہیں اختیار حاصل ہے البتہ ان قوانین کی اطاعت کرنے کی استعداد ان میں موجود ہے۔ قانون کے خارج ہونے کی اس سے بڑھکر اور بدیہی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ ہر ایک انسان بجائے خود خودشناسی اور خوداختیاری کے صفات سے متصف ہو کر محسوس کر رہا ہے۔ کہ قوانین اور وہ خود دو الگ چیزیں ہیں۔ اسے اختیار ہے۔ کہ وہ قانون کی اطاعت کرے یا نہ کرے۔ اگر اطاعت کریگا اس کا فائدہ ہے۔ اگر اطاعت نہ کریگا تو اس کا نقصان ہے۔ اگر قانون اس کی فطرت کے اندر ہوتا تو سلسلہ ارتقا کے نیچے اس کے اندر یہ خوداختیاری کی صفت کبھی پیدا نہ ہو سکتی۔ بلکہ اس کے تمام افعال اضطراری رنگ میں ہوتے۔ یعنے وہ قانون پر چلنے کے لئے مجبور ہوتا۔ کیونکہ کوئی چیز اپنی فطرت سے جدا نہیں ہو سکتی۔ ہاں انسان سے نیچے جو مخلوق ہیں ان کے افعال چونکہ اضطراری رنگ کے ہیں۔ اس لئے شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ ممکن ہے کہ ان چیزوں کی اضطراری حالت اس لئے ہو کہ کوئی قانون ان کی فطرت کے اندر موجود ہو جس سے وہ مجبور ہیں۔ یا ممکن ہے کہ یہ اضطراری حالت اس لئے ہو کہ کوئی قانون جو خارج میں ہے۔ ان چیزوں کی فطرت سے اضطراری طور پر اپنے مقصد کے مطابق کام لیتا ہو۔ لیکن جب سلسلہ ارتقا میں یہی چیزیں ترقی کر کے انسانی جامہ پہن لیتی ہیں۔ اور وہ خواص جو جمادات ادنیٰ میں تھے۔ حالت اعلےٰ میں متبدل ہو جاتے ہیں اور وہ چیزیں جو پہلے اخفا اور ابہام میں تھیں۔ اب شہود میں صفائی سے نظر آنے لگتی ہیں تو انسان اپنی خودشناسی اور ادراک کے ماتحت صاف طور پر خود اپنے وجود میں یہ معلوم کر لیتا ہے کہ قانون الگ ایک خارجی چیز ہے جس کی اطاعت کرنا یا نہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ انسانیت سے قبل وہ قوانین کی اطاعت کے لئے مجبور تھا لیکن یہ خوداختیاری نہیں پیدا ہو سکتی تھی۔ اگر قانون اس کی فطرت کے اندر رکھا جاتا۔ کیونکہ کسی چیز سے اس کی فطرت جدا نہیں ہو سکتی اس لئے قانون بھی انسان سے جدا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن قانون سے اس کی جدائی صاف بتلاتی ہے کہ وہ اور قانون دو الگ چیزیں ہیں۔ ہاں انسانیت کی منزل سے پہلے وہ قانون کی اطاعت کرنے پر مجبور تھا۔ اب انسانیت کی حدود کے اندر جس کا تعلق ادراک اور عقل و تمیز سے ہے وہ قانون کی اطاعت میں مجبور نہیں۔ بلکہ ایک دائرہ کے اندر اسے خوداختیاری عطا ہو چکی ہے پس یہ دلیل اس امر پر فیصلہ کن ہے کہ قانون مخلوق سے الگ ایک خارجی چیز ہے اور اس کی حکومت کل کائنات پر ہے۔ اور اس قدر ہے کہ قانون اور کائنات کی چیزیں لازم ملزوم کی طرح ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحب قانون کی حکومت کیسی زبردست اور اس کا جوا ہر چیز کی گردن پر کیسا مضبوط ہے۔ یہی وہ استویٰ علی العرش ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے اور جو ایسی زبردست دلیل اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہے جس کے آگے دہریوں کی بودی تاویلیں خس و خاشاک کی طرح اڑ جاتی ہیں اور سوائے ہٹ دھرمی کے ان کے ہاتھ میں کچھ نظر نہیں آتا +

اب رہ گیا یہ امر کہ رسول اللہ صلعم کو معراج میں سیر ملکوتی عرش عظیم تک ہوئی۔ بالکل درست ہے۔ معراج ایک عظیم الشان کشف تھا جو آپ کو عین حالت بیداری میں ہوا مگر قاعدہ ہے کہ رویا و کشوف میں جو عالم مثال ہے حقائق باطنی اور اسرار روحانی عالم ظاہر کی شکل میں متمثل نظر آتے ہیں جب ہم عالم ظاہر میں کسی کی بادشاہت کا نشان یہ پاتے ہیں کہ وہ صاحب تخت و تاج ہوتا ہے۔ اور اس کی حضوری و قرب کے موقع پر اسے ایک پرشوکت تخت پر متمکن پاتے ہیں تو ضرور تھا کہ عالم مثال میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے رب مالک السمٰوٰت والارض کی حضوری اور قرب کا موقعہ ملا تھا تو آپ اسی بادشاہ کائنات کو ایک عظیم الشان تخت پر متمکن پاتے اور ضرور تھا کہ وہ عرش تمام مخلوقات سے بلند اور ان سب پر حاوی ہوتا۔ کیونکہ اللہ جل و علا کی حکومت اور سلطنت تمام مخلوقات پر حاوی اور ان سب پر غالب اور محیط ہے۔ اور چونکہ قوانین مملکت الٰہیہ درحقیقت صفات الٰہیہ کے ہی مختلف مظاہر ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ عرش عظیم کا تمثل ایسے مقام پر نظر آتا جہاں مخلوقات کی حد ختم ہو جاتی ہے اور محض تجلیات الٰہیہ جلوہ آفگن ہیں +

پراسپیکٹس
اشاعت اسلام کالج لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى
اور تم میں سے ایسے لوگ بھی ضرور ہوں جو بھلائی کی طرف
الْخَيْرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ
بلائیں اور برائی سے روکیں ؛

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چند ماہ ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ ایک اشاعت اسلام کالج قایم کیا جائے ۳ مئی ۱۹۲۷ء کو انشاء اللہ تعالیٰ اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ اور بیڈن روڈ کوٹھی نمبر ۳ میں **اشاعت اسلام کالج** کا افتتاح ہوگا۔ اس کالج کے قایم کرنے کی غرض یہ ہے کہ احیائے دین کے لئے کریم الاخلاق اور وسیع القلب علمائے اور مبلغین اسلام پیدا کئے جائیں۔ جو مسلمانوں میں بیداری پیدا کریں۔ اور دوسری اقوام میں اس امر کی تبلیغ کریں کہ تمام کائنات کا اور تمام اقوام عالم کا خالق و مالک ایک خدا ہے جس کی مرکزی حکومت کے بغیر یہ بے نظیر ربط جو مختلف طبقات عالم میں پایا جاتا ہے غیر ممکن ہے۔ اور جس کی ربوبیت عامہ کے ماتحت یکساں طور پر تمام اقوام عالم زمین و آسمان کی تمام برکات و فیض سے فایدہ اٹھاتی ہیں۔ اس توحید کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے اندر وحدت پیدا کرے۔ جس طرح رب العالمین نے تمام قوموں کی جسمانی تربیت کے لئے یکساں سامان بہم پہنچائے۔ اسی طرح اس نے تمام قوموں کی روحانی تربیت کے لئے ہادی اور رشی بھیجے۔ چنانچہ فرمایا **لکل قوم ھاد۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ ولکل امۃ رسول** ایک مسلمان کے ایمان کا جزو ہے۔ کہ وہ تمام قوموں کے ہادیوں کی تعظیم کرے۔ چنانچہ ہم یہودیوں عیسائیوں ہندوؤں سکھوں۔ کے ہادیوں کی سچے دل سے تعظیم کرتے ہیں۔ اس توحید سے سچی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ اور قوموں کے درمیان محبت اور آشتی پیدا ہوتی ہے۔ اس امر کی تبلیغ ہمارے کالج کے مبلغین کی غرض ہوگی ؛

دوسرا پیغام اسلامی جس کی تبلیغ قوموں کے لئے برکت ہے وہ حریت اور پوری مساوات انسانی ہے۔ جو اسلام نے قایم کی ہے دنیا کے تمام عقلمند تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خصوصیت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ کہ انسانیت کو حقیقی طور پر بلند کرتا ہے۔ اور انسانوں میں حقیقی مساوات عملاً قایم کر دیتا ہے۔ اسلامی برادری اور اخوت عدیم المثال ہے۔ ذلیل طبقہ انسانیت کو بلند کرنا اسلام کا مقصد اعلیٰ ہے ہمارے کالج کے مبلغین اس خدمت گراں قدر کو بھی سرانجام دینگے بتوفیقہ وبفضلہ تعالیٰ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس تعلیم اسلامی کو یورپ اور ہندوستان دونوں میں پیش کرکے تجربہ کیا ہے کہ لوگ اس کو اپنے لئے برکت یقین کرکے قبول کر رہے ہیں۔ اس تجربہ سے ہندوستان کے مسلمان فایدہ اٹھائیں اور اپنی اولاد کو اس کالج میں بھیجکر ان کو اپنے دین و ملت کے خادم بنائیں ؛

انجمنہائے اسلامیہ کے لئے بڑا ضروری ہے کہ وہ اپنی طرف سے ہوشیار نوجوان یہاں بھیجکر اپنے مبلغ تیار کرائیں۔

ریاستہائے اسلامیہ کے فرماں رواؤں کا فرض اولین ہے کہ اس بھاری خدمت دین کو سرانجام دے کر اپنے خدا و رسول کو خوش کریں اور اپنی عاقبت سنواریں ؛

وظایف۔ احمدیہ انجمن سردست تیرہ وظیفے دے سکتی ہے ان میں سے تین وظیفے ۳۰۔۳۰ روپے ماہوار کے ہونگے اور باقی ۲۰۔۲۰ روپے ماہوار کے۔ بی۔ اے پاس طالب علم کو تیس روپے ماہوار اور انٹرنس تک کی لیاقت کے طالب علم کے لئے بیس روپے ماہوار کا وظیفہ ہوگا۔ یہ وظایف بطور قرض حسنہ ہونگے ؛

فیس کالج و بورڈنگ۔ کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہے دونوں کی فیس پانچ روپے ماہوار ہے ؛

فقہ و اصول فقہ۔ سیرت و تاریخ۔ علم کلام و مقابلہ مذاہب منطق و فلسفہ عربی ادب و صرف نحو۔ ہندی و سنسکرت ؛

کورس تین سال کا ہوگا۔ جس کے بعد ایک سال پوسٹ گریجویٹ سٹڈی کے لئے رکھا جائے گا۔

انتخاب مبلغین۔ جن کامیاب طالب علموں کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام مبلغ منتخب کرے گی۔ ان کے لئے دو گریڈ مقرر ہوئے ہیں۔ بی۔ اے کے لئے یکصد روپے سے دو صد روپے ماہوار تک اور دوسروں کے لئے ساٹھ روپے سے ایک سو دس روپے ماہوار تک ؛

سٹاف

پرنسپل مولانا صدر الدین صاحب۔ انہیں تعلیم اور تبلیغ دونوں کا تجربہ جرمنی اور انگلستان میں بھی کام کیا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی جیسا کہ عام طور پر پبلک کو علم ہے ؛

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عالم وید۔

مولانا عبد الستار صاحب ادیب و فقیہ۔

مولانا محمد بدیع صاحب۔ یہ عرب ہیں زبان عربی کی خصوصی تقویت کے لئے ان کی خدمات مغتنمات میں سے ہیں۔

پنڈت لکشمی نرائن سنسکرت اور ہندی ان کے سپرد ہے۔

دوسرے سال سٹاف میں ازدیاد ہوگی۔

المعلن

محمد علی پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔
(ڈاکٹر سید) محمد حسین (ڈاکٹر مرزا) یعقوب بیگ (ڈاکٹر) فضل حسین۔
(ڈاکٹر) غلام محمد۔

مفت لٹریچر

بعض احباب کی خدمت میں سلسلہ کا لٹریچر یا پوسٹر برائے تقسیم و اشاعت روانہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن تجربہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ کئی احباب اس کی تقسیم وغیرہ میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ اور ان کی اشاعت روک رکھتے ہیں۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ آیندہ صرف ایسے دوستوں اور جماعتوں کو مفت تقسیم کا لٹریچر بھیجا جاوے جو اپنے فرض کا احساس رکھتے ہوں۔ اور خاص کوشش سے اسے تقسیم کریں۔ ایسے دوست اور انجمنیں اپنے نام اسسٹنٹ سکرٹری کو نوٹ کراویں ؛

خاکسار۔ منظور الٰہی اسسٹنٹ سکرٹری

ایک قابل قدر مثال

ہمارے مکرم بھائی خان فضلداد خاں کیمپ کلرک کیمبل پور اس شہر میں اکیلے احمدی ہیں۔ جو کہ رات دن خدمت اسلام اور اتحاد بین المسلمین میں کوشاں ہیں۔ وہاں کے جامع مسجد کے امام دیوبندی کفر باز ہیں وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو۔ خان فضلداد خان صاحب احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ کیمبل پور کے مسلمانوں کی بہبودی اور اتحاد کے لئے دعا کریں۔ بھائی فضلداد خان صاحب باوجود سخت مخالفت کے اشاعت و حفاظت اسلام کے لئے چندہ لوگوں سے مانگتے ہیں۔ اور بعض جو درد دل رکھنے والے مسلمان ہیں ان کی ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ اور ان کو چندہ دیتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ماہ فروری میں آپ نے مبلغ ۱۲ روپیہ چندہ جمع کرکے بھیجا۔ اور ماہ مارچ میں مبلغ ۱۶ روپیہ تک چندہ جمع کیا۔ اگر ہر احمدی اپنے اس فرض کو سمجھے۔ اور اس طرح دس روپیہ ماہوار چندہ جمع کرکے بھیجے۔ تو کم از کم ... ہزار روپیہ ماہوار چندہ ہو سکتا ہے۔ کوئی ہے جو وقت کی ضرورت کو سمجھے۔ اور اپنے منصبی فرض کی ادائیگی میں فضلداد خاں کی طرح کھڑا ہو جائے ؛

سید محمد حسین
آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہر قسم کی سلسلہ کی کتابیں ملنے کا پتہ یہ ہے:-

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہندو جاتی خدا کی لاٹھی کے نیچے

سَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا

ہندوؤں کی فاسد طبیعت اور مدتوں کی بگڑی ہوئی نیت آخر رنگ لائی۔ اور ابھی کل کی بات ہے۔ کہ جاتی کی جاتی تمام وطنی اور قومی تحریکوں کو خیرباد کہہ کر اپنے مالیوں اور مونجیوں کی قیادت میں سنگٹھن کی قوت اور شدھی کے ہتھیاروں کے ساتھ اپنے ہمسایہ مسلمانوں پر جو آشتی کی امنگ بلکہ دوستی کی ترنگ میں کید اعداء سے غافل تھے یک لخت حملہ آور ہوگئی اور اس عزم جازم کے ساتھ کہ بھارت ورش سے ان مسلوں کا ستیاناس کر چکنے کے بعد جب تک بیت اللہ پر اوم کا جھنڈا نصب نہ کرلیں دھوتی کے بند ڈھیلے نہ کریں گے ؛

مسلمان اگرچہ خواب غفلت میں محو تھے۔ مگر اسلام کا وہ حافظ جس نے اصحاب فیل کی جانوں کو خاک میں ملاکر خود ان کو عصف ماکول کا نمونہ بنادیا تھا کبھی نہیں سوتا۔ **لا تأخذہ سنۃ ولا نوم** آنکھیں کھولو۔ کہ اس جاتی کے ہاتھی کو سنگسار کرنے کے لئے۔ جو اس کے گھر کی بے ادبی کا قاصد ہے۔ آج بھی وہ طیر ابابیل کو بھیج رہا ہے۔ اور اگر تم نے اس تائید ایزدی سے آنکھیں بند نہ کرلیں۔ تو انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ یہ اکیس کروڑ کا انبوہ کثیر جو تم کو مٹا دینے کے آہنگ سے بلبلے کی طرح اٹھ کھڑا ہوا ہے جھاگ کی طرح بیٹھ کر رہ جائیگا۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**۔

چند روز ہوئے تم نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ غیور سکھوں کی مثال کو پیش نظر رکھ کر یو پی کے شودروں کی جماعت آدھند و کے نام سے اپنے جداگانہ حقوق کے مطالبہ کو لے کر سنبھل بیٹھی ہے۔ اب اور سن لیجئے کہ ادھر پنجاب میں سوامی شودرانند جی جو ایک نوجوان پیشوا ہیں۔ اپنے اعوان و انصار کے ساتھ۔ جن میں سوار بسنت سنگھ صاحب اور مہاتما گنیش داس جی بھرم توڑ ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ **آدھرم** کا جھنڈا لئے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ہندو جاتی کے لاکھوں برس کے مظالم و مکائد سے اپنے اچھوت بھائیوں کو آگاہ کرکے ان کے دلوں میں اس نخوت مآب جاتی کی مادی و ذہنی غلامی سے چھٹکارا حاصل کر لینے کی ایسی زبردست لہر پیدا کر دی ہے۔ کہ اس وقت یہ لوگ اپنے تئیں ہندو کہلانا۔ اور ہندوؤں کے رسوم و آداب کا پابند رکھنا۔ ایسا مہاپاپ سمجھ رہے ہیں کہ جس کا سوائے ابدی ہلاکت اور ہمیشہ کے جہنم کے کوئی کفارہ نہ ہوسکے۔ راقم الحروف کو ان کے بعض دیوانوں میں شمول کا اتفاق ہوا ہے۔ اور اس نے اس ساری حقیقت کا برای العین مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ
"خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی"

الراقم
فاعتبروا یا اولی الابصار۔ از جالندھر

کہاں ہیں؟

وہ جن کے پہلو میں دل ہے۔ اور دل میں اسلامی درد اور تعلیمی عشق ہے جن کو بتایا جائے کہ یہاں ایک اسلامیہ مدرسہ کی ضرورت عرصہ بیس سال سے محسوس ہو رہی ہے۔ مگر مقامی مسلمانوں کے افلاس و جہالت کی وجہ سے آجتک قایم نہیں ہوسکا۔ ایک نہایت موزون مقام پر زمین حاصل کرلی گئی ہے۔ وہ بھی سالہا سال کی مختلف دماغوں کی کوشش کے بعد معدودے کچھ سعی و محنت سے اجتک صرف اتنا چندہ ہوا ہے جس سے اس کی بنیادی دیواریں صرف دو فٹ اونچی ہوئی ہیں۔ اور وہ بھی عرصہ تین سال سے پڑی ہوئی ہیں۔ اس افتادہ حالت کی وجہ سے میونسپلٹی اور بازار کے نملہ فروشان کو خیال پیدا ہو رہا ہے کہ مسلمانوں سے اس زمین کو لیکر اپنے کسی مصرف میں لائیں۔ اور بچوں کا یہ حال ہے کہ اگر کچھ بچوں کو اکٹھا کرکے مسجد وغیرہ میں بٹھلایا بھی جاتا ہے تو مدرس صاحب کی تنخواہ کہیں سے پوری نہیں ہوتی اور کچھ فیس لگایا جاتا ہے تو ان کا پڑھنا بند ہو جاتا ہے۔ پس ہے ہندوستان بھر میں کوئی ایسا دل جو ہمارے افلاس و جہالت پر تڑپ جائے اور خدا کی کشش میں صرف ایک ہزار روپیہ تعمیر مدرسہ میں دیکر اسلام کو ذلت سے بچالے ہم لوگوں نے تجویز کر رکھا ہے کہ جو صاحب اس کی تعمیر میں مبلغ ایکہزار روپیہ سے امداد فرمائینگے ہم انکی دوامی یادگار کو قایم رکھنے کیلئے مدرسہ کا نام انکے نام نامی سے منسوب کردینگے ؛
اس ماہ مبارک میں صاحبان نصاب سے گذارش ہے کہ اگر آپ زکوۃ کا ایک معقول

یہ بات تو غالبًا

مردوں عورتوں لڑکوں لڑکیوں سب کو پسند ہوگی کہ ہمارے چہرے کی سیاہی چھائیاں مہاسے دور ہو کر چہرے پر سرخی سپیدی خوبصورتی رعنائی آ جائے

تو آپ

پری جمال صابن

استعمال کیجئے جس نے دنیا بھر میں اپنے مفید ہونے کی دھوم مچا دی ہے خاندانی طبیب کی ایجاد ہے تازہ تازہ مفید اجزا اور بہترین خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے جس سے چہرے کی سیاہی مہاسے چھائیاں داغ دھبے دور ہو کر چہرہ مثل چاند کے چمکنے لگتا ہے اور جلد ریشم کی طرح ملائم اور گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت نکل آتی ہے چہرے و جلد پر شنجرف کی سی سرخی جھلکنے لگتی ہے صدہا سارٹیفکٹ اسکی عمدگی کے نوابوں رئیسوں اور ان کی بیگمات نے عطا فرمائے ہیں یہ صابن اپنے فوائد اور نفیس خوشبوؤں کے سبب دنیا بھر میں مشہور ہے۔ قیمت فی بکس تین ٹکیہ معہ ایک خوبصورت شیشہ والی صابن دانی صرف ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک +

ترکیب استعمال یہ صابن دو مرتبہ استعمال کریں پہلے صابن کو منہ خواہ جسم پر خوب ملیں اس کے پانچ منٹ بعد جب جھاگ خشک ہو جائیں تو دوبارہ پھر صابن سے منہ دھو کر تولئے خواہ کپڑے سے صاف کریں +

زنانہ سنگھار بکس (گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ)

حضرات یہ بکس مستورات کے بناؤ سنگھار اور زینت بڑھانے کے لئے تیار کیا گیا ہے جس کا سنگھار ہے۔ بکس خوشنما و ملمع کار لگا ہوا ہے۔ بکس میں پانچ چیزیں اور انعام ہے (۱) پری جمال صابن ایک ٹکیہ (۲) پری بہار ہیر آئل شیشی ۲ تولہ (۳) خوشبودار مسی ۱ تولہ (۴) بال صفا صابن ایک ٹکیہ۔ پان کی بہار ایک ٹکیہ۔ (۵) پان کی بہار ایک ڈبیہ اور ۱۰ ماشہ سرمہ نور نظر مفت قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) یا درہے کہ محصولڈاک تمام چیزوں میں بذمہ خریدار ہوگا

پری بہار ہیر آئل

بال بڑھانے اور ان کی جڑیں مضبوط کرتے اور دماغ کی خشکی و دردسر و نزلہ کو دور کرنے کے لئے بیش بہا تیل ہے ذرا سا بالوں یا چہرے پر لگانے سے کئی روز تک خوشبو نہیں جاتی۔ بالوں کو اس قدر بڑھاتا ہے کہ کچھ عرصہ میں ایڑی تک نظر آتے ہیں بالوں کی سیاہی قایم رکھتا ہے۔ فی شیشی ۲ اونس ایک روپیہ (عہ)

غنچہ

خوشرنگ شربت۔ یہ غنچہ بچوں کی طاقت بڑھانے و عمدہ خون پیدا کرنے میں اکسیر مانا گیا ہے بچوں کا دودھ ہضم کرتا اور انکی کھانسی بخار نزلہ زکام بیچش کے دور کرنے میں بیحد مفید ہے بچوں کی صحت برقرار رکھنے والا تازہ بنا دیتا ہے فی شیشی ۱۲ اونس ۱۰

حب سوزاک یہ گولیاں حلق سے اترتے ہی فوراً اپنا طلسمی اثر دکھاتی ہیں ادھر حلق سے اتریں ادھر مرض کی تکلیف رفع ہونی شروع ہوئی پیشاب کا جلن سے آنا بند ہو جاتا مرض پیپ اور خون کے آنے کو بھی مفید ہیں۔ اکسیر ہے تو یہ ہے جادو ہے تو یہ ہے۔ فی شیشی بیس گولیاں عہ

پیرس پوڈر

یہ پوڈر فرانس پیرس لنڈن وغیرہ سے منگایا گیا ہے اس کو لیڈیاں و ہندوستانی عورتیں استعمال کرتی ہیں خوبصورت ٹین کے ڈبوں میں آتا ہے جو صابون سے منہ دھونے کے بعد چہرہ پر لگایا جاتا ہے۔ اور چہرے کی خشکی دور کر کے جلد کو ملائم کرتا ہے۔ فی ڈبہ معہ گپھا قیمت چودہ آنے ۱۴/

رفع علت ہمارے مجربات سینکڑوں برس سے صد ہا مریضوں پر تجربہ کئے جا چکے ہیں ہمارے

المشتہر حکیم محمد یعقوب جمال مالک دواخانہ نور تن دہلی بازار فراشخانہ پری جمال منزل

تیل عالیجناب جاجی حکیم عبدالکریم خان صاحب رئیس دہلی کے نیکر لاکھوں مریض شفا پا چکے دی مالک دواخانہ نورتن دہلی

کامدانی کا کام

بننے کو تو کئی جگہ بنتا ہے۔ اکثر بہنیں مقیش منگوا کر بنا لیتی ہیں۔ لیکن جیسی عمدگی۔ اور صفائی سے کام ہمارے ہاں ہوتا ہے یہ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کسی اور جگہ نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں کامدانی کام کے دوپٹے اور ساڑھیاں نہایت اعلےٰ قسم کی تیار ہوتی ہیں اس لئے تمام بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اگر آپ کو کامدانی کام کا دوپٹہ یا ساڑھی درکار ہو۔ تو ہمارے ہاں سے طلب فرمایئے۔ دام درج ذیل ہیں:-

دوپٹہ نمبر ۱۔ مکمل شدہ معہ کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا۔ پندرہ روپے دوپٹہ۔ بڑھیا جالی یا وائل کا سترہ روپے۔ بڑھیا ریشمی کپڑے پچیس روپے۔

دوپٹہ نمبر ۲۔ مکمل شدہ معہ کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا گیارہ روپے بڑھیا جالی یا وائیل کا تیرہ روپے۔ بڑھیا ریشمی کپڑے کا بیس روپے۔

دوپٹہ نمبر ۳۔ مکمل شدہ معہ کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا سات روپے۔ بڑھیا جالی یا وائیل کا نو روپے بڑھیا ریشمی کپڑے کا پندرہ روپے۔

دوپٹہ نمبر ۴ مکمل شدہ معہ کامدانی کام کے بڑھیا ململ کا پانچ روپے بڑھیا جالی یا وائیل کا سات روپے۔ بڑھیا ریشمی کپڑے کا بارہ روپے۔

نوٹ ہر دوپٹہ میں مقیش اصلی اور سچی لگائی جاتی ہے جو کبھی سیاہ نہ ہوگی۔ ساڑھیوں وغیرہ کے دام دریافت کرنے کے لئے ایک پوسٹ کارڈ کی قربانی کیجئے

ہم ہر چیز اس شرط پر روانہ کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ کسی وجہ سے ناپسند ہو تو واپس کر کے اپنے دام لے لیں +

[illegible]

بہترین علمی تحفے

اثبات التوحید۔ توحید و سنت کی تائید اور شرک بدعت کی تردید قیمت عہ
الصالحات یعنی نیک بیبیاں حضرت فاطمہؓ۔ عائیشہؓ۔ خدیجہؓ۔ حلیمہؓ کی مفصل اور صحیح سوانح عمریاں جن کا ماخذ کتب حدیث ہے۔ قیمت ۸/
تاریخ تبلیغ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور محمد رسول اللہ تک کی پوری تاریخ اور تبلیغ و اشاعت کے طریقے قیمت ایک روپیہ (عہ)
بیان الامر اور ترجمہ اردو تاریخ الخلفا از امام سیوطیؒ یہ کتاب خلفاء اربعہ اور بنی عباس اور بنی امیہ اور بنی فاطمہ کی بڑی مبسوط تاریخ ہے اور ہر خلیفہ اور سلطان کے عہد کی علمی اور عملی تصویر ہے ضخامت معہ اعلیٰ طباعت و کتابت قابل دید قیمت صرف عہ
گفتگو سے عربی سیکھئے اور جنت اور قرآن کی زبان سکھانے والی کتاب ۸/
بیان القرآن مصنفہ مولانا مولوی محمد علی مکمل مجلد قیمت رعایتی [illegible]
پتہ۔ مینیجر کتب خانہ نیمکا۔ ڈاکخانہ ہوڈل۔ ضلع گوڑگانوہ

خادم الحرمین لکھنؤ

ضرور منگا کر پڑھیئے

خادم الحرمین۔ جمعیتہ خدام الحرمین لکھنؤ کا دلچسپ آرگن جو ہفتہ وار لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے
" اس افراط و تفریط میں صحیح مسلک کی راہ نمائی کرتا ہے۔
" حقیقی معنوں میں مکہ کا خادم اور مدینہ کا شیدائی۔
" کے ایڈیٹر آپ ایسی ملک کے مشہور ماہر سیاست جناب مشیر حسین قدوائی ہیں
" میں عالم اسلامی کی ڈاک اور مخصوص نامہ نگاروں کے خطوط حاصل کرنیکا خاص انتظام کیا گیا ہے۔
" کی اشاعت چونکہ روز افزوں ہے اس لئے آپ اس میں اشتہار دیکر نفع اٹھائیں گے
[illegible]

پلیگ کی دوا مفت

پلیگ کو دور کرنے اور تندرستوں کو پلیگ سے محفوظ رکھنے کے لئے لمرت اوشدھالیہ پٹیالہ کی جیون دوائی نہایت مفید ہے جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ ایک کارڈ بھیجکر مفت حاصل کریں محصولڈاک بھی ہم ہی ادا کریں گے

مینیجر لمرت اوشدھالیہ ریاست پٹیالہ

ہر گھر میں

لازمی ہیں گولیاں ہیں قبض ہو پیٹ میں درد ہو پیچش ہو۔ بند ہیضہ ہو۔ بد ہضمی ہو۔ نزلہ زکام درد سر درد گردہ فوراً گولیاں کھاؤ اور پاخانہ ہوا۔ پیٹ خالی مرض دور ہوا۔ قیمت ایک سو گولی عہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

ملنے کا پتہ:۔ عبدالکریم عطر مرچنٹ اقبال گنج ٹمل دیپالہ

خریداروں کا نادر موقعہ

ایک چیز کی قیمت میں دو عمدہ چیزیں

ہم ہمارے ہی عمدہ سنہری طلائی لیور جیبی گھڑی (جس کی اصلی قیمت پانچ روپے ہے) عام شہرت کے لیے اس کے ہر خریدار کو ایک عمدہ جرمنی کی ٹائم پیس مفت دیتے ہیں یعنے ان دونوں ٹھیک وقت دینے والی گھڑیوں کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپے ہے۔ ایسے نادر موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے

فہرست مفت

ویشس ٹریڈنگ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۲۲۵

اسوہ حسنہ

(از جناب مولانا ناظم بدنا وری سردن مالوہ)

چھا گیا توحید پر جب شرک کا گرد و غبار — بن گئے اصنام اور آتشکدے پروردگار

نصف دنیا ہو گئی تھی معتقد تثلیث کی — نصف کا ایماں پرستش پر بتوں کی تھا نثار

بعثت ختم النبی تب کی خدائے پاک نے — جھاڑ دے تا دامن توحید سے گرد و غبار

خاتم پیغمبراں نے نشر میں توحید کے — اتنی ایذائیں سہیں جن کا نہیں ہے کچھ شمار

تھے سبھی ایذا رسانی پہ تعین مرد و زن — ان دنوں میں اہل مکہ کیا صغار و کیا کبار

صنف نازک میں سے اک عورت کے ذمہ تھا یہ کام — ڈالدے ہر روز کوڑا بر سر عالی وقار

ڈالتی رہتی تھی کوڑا وہ برابر بے خطا — جب نکلتے تھے ادھر ہو کر رسول کردگار

تھا لب بازار واقع اس ستمگر کا مکاں — اس لئے جانا ہی پڑتا تھا ادھر ناچار و چار

ایک دن ڈالا گیا کوڑا نہ سر پر آپ کے — گو کہ دروازے کھلے اس گھر کے تھے دو تین چار

پوچھا ہمسایہ سے رک کر صاحب لولاک نے — آج کوڑا ڈالنے میں کیوں کیا ہے اس نے عار

بولا ہمسایہ بجز اس کے سبب کچھ بھی نہیں — ہو گئی ہے آج کچھ اس کی طبیعت ناگوار

لوٹ کر گھر آئے اس کے اور یوں آواز دی — آیا ہے تیری عیادت کو رسول کردگار

سن کے آواز رسول اللہ وہ حاضر ہوئی — اس طرح جیسے چڑھا ہی تھا نہ کچھ اسکو بخار

سر جھکا کر دست بستہ عرض وہ کرنے لگی — سچ تو یہ ہے ہوں میں سر تا پا تقصیر وار

عفو کے لائق نہیں ہیں گو مری گستاخیاں — اس پہ بھی خیر الوریٰ میں عفو کی ہوں خواستگار

آپ ہنسکر چلیے اس طرح فرماتے ہوئے — دیکھتا ہے کب گناہوں کی طرف آمرزگار

مسلمانان چین

(از مولانا فضل اللہ خاں صاحب شاہجہانپوری مدیر روزنامہ رسالت بمبئی)

چین کے موجودہ دور کشمکش سے نہ صرف ہندوستان کو دلچسپی ہے بلکہ ساری دنیا اضطراب و شوق کے ساتھ واقعات کی رفتار کو دیکھ رہی ہے۔ اور ہر قوم اپنے قومی مفاد کے حسن کی نسبت خیالی پلاؤ پکا رہی ہے۔ ایسی حالت میں ہندوستان کے مسلمانوں کو قدرتی طور پر چین کے مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہوگا اور امید ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کی تعداد اور ان کا طرز معیشت وغیرہ معلوم ہونے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کی دلچسپی واقعات چین سے اور گہری ہو جائے گی۔ اس لئے "مسلمانان چین" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جاتا ہے جس کا اختتام انشاء اللہ چند نمبروں میں ہوگا۔ یہ مفید معلومات جو اس مضمون میں پیش کی جا رہی ہیں امیر شکیب ارسلان کے ان بیش بہا حواشی سے اخذ کی گئی ہیں۔ جو انہوں نے مشہور امریکن مصنف اسٹوڈرڈ کی کتاب حاضر العالم الاسلامی پر تحریر کئے ہیں۔

مسلمانان چین کی تعداد

مسلمانان چین کی صحیح مردم شماری کے متعلق کوئی ناطق فیصلہ نہیں صادر کیا جا سکتا۔ ماہرین مردم شماری کے اقوال اس بارہ میں مختلف ہیں بعض لوگ مسلمانوں کی تعداد چین میں دو کروڑ بتاتے ہیں۔ بعض اڑھائی کروڑ کہتے ہیں۔ بعض تین سے چار کروڑ تک بیان کرتے ہیں۔ لیکن اکثر ماہرین فن کا خیال ہے کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد ۶ کروڑ سے زائد ہے۔ چین کے بعض اعلےٰ تعلیم یافتہ مسلمان مصر و قسطنطنیہ میں سیاحت کی غرض سے آئے ہیں جنہوں نے مقامی اخبارات میں مسلمانوں کی تعداد چین میں ۷ کروڑ سے زائد بیان کی۔ سوئٹزرلینڈ کے دارالسلطنت برن میں چینی سفیر نے خود امیر شکیب ارسلان سے بیان کیا کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد ۶ کروڑ سے کم نہیں ہے لیکن یورپین مورخین اپنی فطری عداوت کی بنا پر جس طرح دیگر ممالک میں مسلمانوں کی مردم شماری کو گھٹا کر دکھاتے ہیں۔ اسی طرح چین کے مسلمانوں کی تعداد کو بھی کم بتاتے ہیں۔ ڈی اولون کمیشن جس کو فرانسیسی محکمہ تعلیمات کی طرف سے چین بھیجا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ چین میں مسلمانوں کی آبادی پچاس لاکھ ہے۔ مگر خود کمیشن کی رپورٹ میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ اعداد و شمار قطعی نہیں۔ بلکہ محض تخمینہ کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ اس قول کی تصدیق فرانسیسی اسلامی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف) کے بیان کردہ اعداد و شمار سے ہوتی ہے۔ موسیو بروماں نے چین کی مشہور تعلیمی سوسائٹیوں اور انجمنوں کو جن کی تعداد آٹھ سو ہے۔ خطوط روانہ کئے۔ اور ان سے مسلمانان چین کی صحیح تعداد معلوم کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان خطوط پر تقریباً دوسو ذمہ دار انجمنوں کے ارکان کی طرف سے جوابات موصول ہوئے۔ جس کا خلاصہ موسیو موصوف نے فرانسیسی اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں درج کیا ہے۔ اس کا ماحصل صوبہ وار مسلم مردم شماری کی وضاحت کے لئے حسب ذیل ہے۔

صوبہ کانسو

صوبہ کانسو جو شمال مغرب میں واقع ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد کم از کم ۲۰ لاکھ اور زیادہ سے زیادہ ۳۵ لاکھ کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس صوبہ کے مغربی حصہ میں مسلمانوں کی آبادی تدریجاً بڑھتی گئی ہے۔ بلکہ ماہرین کا قول ہے کہ غیر مسلم اقوام میں افزائش نسل اس تیزی سے نہیں ہے جس تیزی سے مسلم قوم میں ہے۔ قدیم ایام میں مسلمانوں اور بدھ مذہب والوں میں سخت لڑائیاں ہوئیں جس کا اثر مسلمانوں کی مردم شماری پر بہت بڑا پڑا۔ لیانگ تنشوفو شہر کی مردم شماری گھٹ کر صرف ستر اشخاص کے قریب رہ گئی۔ اس صوبہ کے بعض شہروں میں اس وقت بھی مسلمان بہت کافی تعداد میں موجود ہیں۔ شہر سہی نینگ فو میں مسلمانوں کی آبادی

اشاعت اسلام کانفرنس لاہور کا افتتاح - چین کی ... ہو گیا - افتتاحی جلسہ کی مفصل کارروائی آئندہ پرچہ میں شائع ہوگی

اس شہر میں مسلمانوں کی بڑی بڑی مسجدیں ہیں - شہر ننیگ ہسیا اور ینگ لیانگ میں بھی مسلمان موجود ہیں - اور وہ اپنی مسجدوں میں آزادی کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کرتے ہیں -

صوبہ شانسی

اس صوبہ میں بھی مسلمان اور بدھ مذہب والوں میں سخت جنگیں ہوئیں جس کا اثر مسلمانوں کی مردم شماری پر بڑا پڑا - بیان کیا جاتا ہے کہ اس قدیم جنگ سے قبل مسلمانوں کی تعداد صوبہ سانسی میں دس لاکھ تھی - لیکن اس وقت پانچ لاکھ سے زائد مسلمان اس صوبہ میں نہیں پائے جاتے - اس صوبہ کے مشہور شہر سنگان فو میں مسلمانوں کی سات مسجدیں ہیں - اور شہر لستونگ فو میں تین مسجدیں ہیں -

صوبہ چیہلی

اس صوبہ کی مسلم آبادی کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں - اڑھائی لاکھ سے دس لاکھ تک آبادی کا تخمینہ کیا جاتا ہے - خاص دارالسلطنت پیکن میں مسلمانوں کی تیس سے چالیس تک مسجدیں بیان کی جاتی ہیں - ان مسجدوں میں سب سے مشہور مسجد نین شیہ کے نام سے معنون ہے - مسجد کے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے - جس میں کچھ عرصہ ہوا کہ علی منا ترکی تعلیم دیا کرتے تھے - خاص شہر پیکن میں مسلمانوں کی آبادی دس ہزار بتائی جاتی ہے - پیکن کے اطراف و جوانب کے دہات میں مسلمان بہت کثرت سے آباد ہیں - دیوار چین کے شمالی جانب بھی مسلمان بہت کافی تعداد میں موجود ہیں -

صوبہ شانتنگ

اس صوبہ میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے دو لاکھ تک بیان کی جاتی ہے -

صوبہ ہونان

اس صوبہ میں دو لاکھ مسلمان آباد ہیں - خاص شہر ہوائینگ چو میں ۴۰ ہزار مسلمان آباد ہیں - اس شہر کے تمام دہات میں سوائے مسلم آبادی کے دوسرے مذاہب کے لوگ بالکل نہیں ہیں - شہر شننگ شو میں دس ہزار مسلمان آباد ہیں - اور شہر ہوائی تین شی کی کل آبادی مسلمانوں کی ہے جہاں سینکڑوں مسجدیں موجود ہیں -

صوبہ ستشوان

اس صوبہ کے متعلق کوئی قطعی بات نہیں کہی جا سکتی - اس صوبہ کے شمال مغربی حصہ میں مسلمانوں کی تعداد زائد بتائی جاتی ہے - لیکن تخمینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اڑھائی لاکھ مسلمان آباد ہیں - اس صوبہ کا اسلامی مرکز شہر سونگ بان تلینگ ہے - شہر کھمیلہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بارہ امام اور ایک سو عالم ہیں - اسلام روز بروز تبت کی طرف ترقی کر رہا ہے -

صوبہ کوئی تشو

اس صوبہ میں ۱۰ ہزار مسلمان آباد ہیں - اور چار مسجدیں معمور ہیں -

صوبہ ینان

اس صوبہ کی مردم شماری میں سخت اختلاف ہے اور وہاں ڈیڑھ لاکھ سے دس لاکھ تک مسلمان بتائے جاتے ہیں - اس صوبہ کا گورنر خاص طور پر مسلمانوں کا دشمن ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہاں کے مسلمان اپنی صحیح تعداد نہیں بتاتے یہاں کے مسلمان لباس طرز معاشرت اور دیگر امور زندگی میں بالکل چینیوں کی طرح ہیں - موسیو ڈیوس کا بیان ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اس صوبہ میں پہاڑی علاقہ میں بہت کم ہے موسیو موصوف کا قول ہے کہ یہاں کم از کم تین لاکھ مسلمان آباد ہیں - مورخ سولی کا قول ہے کہ اس صوبہ میں مسلمان دس لاکھ ہیں لیکن مسٹر بھترسان اپنی فرانسیسی کتاب "مسلمانان چین" میں لکھتے ہیں کہ صوبہ ینان میں مسلمانوں کی آبادی چالیس لاکھ ہے -

صوبہ ہوفہ

اس صوبہ میں مسلمانوں کی آبادی ۱۰ ہزار سے زائد نہیں - شہر فوشانگ میں تین مسجدیں اور ہانکو میں دو مسجدیں ہیں -

صوبہ کیانگسی

اس صوبہ میں اڑھائی لاکھ مسلمان آباد ہیں -

صوبہ آن ہوئی

اس میں چالیس ہزار مسلمان ہیں - شمالی حصہ میں مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے - خاص دارالسلطنت میں اس وقت ۷ ہزار مسلمان اور دو مسجدیں ہیں -

صوبہ تشکیانگ

نے دیکھی اب اس مقام پر بہت کم تعداد میں مسلمان موجود ہیں اور صرف چار مسجدیں باقی رہ گئی ہیں -

صوبہ کوانگ ٹوانگ

اس صوبہ میں ۲۵ ہزار مسلمان ہیں - شہر خانسو میں جس کو ابن بطوطہ نے "سینی کالان" کے نام سے تعبیر کیا ہے صرف چار مسجدیں ہیں اور سو دو سو مسلمان ہیں -

صوبہ کوانگسی

یہاں پندرہ سے بیس ہزار تک مسلمان بتائے جاتے ہیں - شہر کوئی لین میں جو اس صوبہ کا دارالسلطنت ہے - آٹھ ہزار مسلمان بتائے جاتے ہیں شہر فو تشو میں چھ مسجدیں ہیں -

صوبہ فوکین

صوبہ فوکین میں ایک ہزار مسلمان آباد ہیں - اس صوبہ کے شہر لکڈین میں سترہ ہزار مسلمان ہیں -

صوبہ منگولیا

یہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تر جنوبی حصہ میں ہے اور ان کی تعداد بہت کافی ہے - یہاں کی مسلم مردم شماری کے متعلق محققین کا قول ہے کہ ان کا شمار کرنا ایک دشوار امر ہے -

صوبہ منچوریا

صوبہ منچوریا میں دو لاکھ مسلمان آباد ہیں -

چینی ترکستان

ان صوبوں کے علاوہ چینی ترکستان میں مسلمان بہت بڑی تعداد میں ہیں - اور انکی تعداد ۱۰ لاکھ سے ۴۰ لاکھ تک بتائی جاتی ہے -

سات کروڑ مسلمانان چین

مسلم آبادی کی اس صوبہ وار توضیح سے اندازہ ہوتا ہے کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد تین کروڑ سات لاکھ سے متجاوز ہے - لیکن بعض دیگر مورخین کے اقوال پر نظر ڈالی جائے تو اس تعداد پر مزید اضافہ ہوتا ہے - اور اعداد و شمار سات کروڑ تک پہنچتے ہیں - محققین یورپ کے متناقض اقوال عقل کو ایک قطعی فیصلہ کرنے میں مانع آتے ہیں - یہ تمام اعداد و شمار جن کو پیش کیا گیا ہے مسیحی مبلغوں کے بیان کئے ہوئے ہیں - ان "ثقہ راویوں" کو اسلام سے جو کچھ "ہمدردی" ہے وہ ظاہر ہے پھر بھلا ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اسلامی آبادی کو گھٹا کر نہ دکھائیں گے ایک خام خیالی نہیں تو اور کیا ہے -

مسلمانوں کا معاشرتی پہلو

فرانس کے مشہور جغرافیہ دان "موسیو الیزا رکلوس" نے اپنی کتاب جغرافیائے عالم میں مسلمانان چین کا تذکرہ کرتے ہوئے جن الفاظ کو حوالہ قلم کیا ہے ان کا پیش کرنا اس موضوع پر ایک گونہ روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہوگا - موسیو موصوف لکھتے ہیں :-

ملک چین میں مسلمانوں کو غیر معمولی فوقیت حاصل ہے ان کی تعداد کافی ہے - "اسکا تشوف" نے ان کی تعداد دو کروڑ بتائی ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتی - صوبہ کانسو میں مسلم مردم شماری دیگر مذاہب کے مقابلہ میں زائد ہے - چین کے شمالی حصوں میں بھی ایک ثلث آبادی مسلمان ہی ہے - چینی مسلم مردم شماری کے وقت "ژونگریا"، کوکچہ اور مشرقی ترکستان چین کے مسلمانوں کو الگ نہ کرنا چاہیئے - یہ لوگ اپنے برادر ان وطن سے اپنی اعلےٰ خصوصیات کی بنیاد پر ممتاز درجہ رکھتے ہیں - ان کی غیرت و حمیت صاف گوئی اور بلند نظری انکو اپنے ملکی بھائیوں پر فوقیت دیتی ہے چین کے مغربی حصوں میں بھی مسلمانوں کی حالت قابل ستائش ہے یہ لوگ جب اپنے جسموں پر ہتھیار آراستہ کرکے نکلتے ہیں - تو ان کی ایک خاص شان ہوتی ہے - تماکو، افیون، شراب اور دیگر مسکرات سے ان کو سخت دشمنی ہے - اسی لئے ان کی صحت دیگر چینیوں کے مقابلہ میں بہت بہتر ہے - ان کا باہمی اتحاد ان کے لئے مالی حیثیت سے بہت مفید ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیگر چینیوں کے مقابلہ میں زائد مالدار ہیں -

قومی بہبودی اور جماعتی فلاح کو انجام دینے کے لئے انہوں نے اپنے اوپر ایک ٹیکس لگا رکھا ہے جو آڑے وقت میں ان لوگوں کے کام آتا ہے اس ٹیکس کی مقدار آمدنی کا دسواں حصہ ہے - صوبہ ینان میں ان کے مدارس مذہبی بہت اچھی حالت میں ہیں - جس میں زبان عربی کی تعلیم اور قرآن کے مطالب سکھائے جاتے ہیں - یہ لوگ اپنی نمازیں مسلمانان عالم کی طرح عربی ہی میں پڑھتے ہیں - کانسو میں مسلمانوں کی سینکڑوں مسجدیں آباد ہیں - تجارتی حالت میں بھی ان کو بہت بڑا تفوق

جواہر ریزے

ق

(۱) جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے اپنا چپٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو - یہ ان کے اس کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع ویسا ہی معاملہ سود، حالانکہ بیع کو تو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو اس کا معاملہ خدا کے حوالے، اور جو کہ (منادی ہوئے پیچھے) پھر (سود) لے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ دوزخ ہی میں رہیں گے (البقرہ)

(۲) اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے - اور جتنے ناشکر ہیں اور کہنا نہیں مانتے خدا ان سے راضی نہیں - (البقرہ)

(۳) اور اگر کوئی تنگ دست تمہارا (مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمہارے حق میں یہ (بلا وہ) بہتر ہے کہ اس کو اصل قرضہ بھی بخش دو (البقرہ)

(۴) جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لیا کرو - (البقرہ)

(۵) اور گواہی کو نہ چھپاؤ - جو اس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے - (البقرہ)

(۶) مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں - مگر اس تدبیر سے کسی طرح پر ان کی شرارت سے بچنا چاہو (تو خیر) اور اللہ تم کو اپنے جلال سے ڈراتا ہے اور آخر کار اللہ ہی کی طرف جانا ہے (آل عمران)

(۷) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو - وہ اللہ کو معلوم ہے - اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (وہ تو سب کو) جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے - (آل عمران)

ح

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ غنی اور توانا و تندرست شخص کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں -

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دولت زیادہ کرنے کے لئے دوسروں سے سوال کرے وہ آگ کا انگارہ مانگ رہا ہے - اب وہ چاہے تو زیادہ مانگے چاہے کم - (مسلم)

(۳) حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص بھوکا یا محتاج ہو اور لوگوں پر اپنی بھوک یا حاجت ظاہر نہ کرے خداوند تعالیٰ پر لازم ہوتا ہے کہ اسے ایک سال تک حلال روزی نصیب کرے - (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

(۴) حضرت عبداللہ بن عدی بن الخیارؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے دو شخصوں نے بیان کیا کہ ہم آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقہ مانگا - آپ نے ہماری طرف سر سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا اور ہمیں قوی و توانا پایا اور فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں صدقہ دے دیتا ہوں لیکن صدقہ میں غنی کا اور قوی شخص کا جو خود کام کرکے کما سکتا ہو حصہ نہیں (نسائی)

(یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آنحضرت حجۃ الوداع کے موقعہ پر زکوٰۃ کا مال غریب لوگوں میں تقسیم فرما رہے تھے - پیغام صلح)

(۵) حضرت زبیرؓ بن العوام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تم سے کوئی شخص رسی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا کر لائے اور بیچے اور خداوند تعالیٰ اس طرح اس کی عزت بچائے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے دست سوال دراز کرے - پھر لوگ چاہیں تو اسے دیں اور نہ چاہیں تو کچھ نہ دیں -

(۶) حضرت زیادؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے حکم فرمایا کہ ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کرو -

قرآن کی فضیلت اور صداقت پر ایک ہندو پروفیسر کی شہادت

مقامی معاصر مسلم آؤٹ لک میں پروفیسر ودیا داس کا ایک نہایت معرکۃ الآرا مضمون جس میں قرآن حکیم کی تعلیمات حکمت پر تبصرہ کرتے ہوئے کلام الٰہی کو ہندوستان کی نجات کا واحد ذریعہ بتایا ہے شایع ہوا ہے۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں :۔

قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے

الم نجعل له عینین ولسانا و شفتین وهدیناه النجدین (پارہ عم سورہ)

کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں (دوسروں کے افہام و تفہیم کے لئے) زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے کیا ہم نے اسے خیر و شر کے دونوں رستے نہیں دکھا دیئے (تاکہ مسلک خیر پر چلے اور ہلاکت سے بچے)

قرآن کریم نے ان صاف صریح اور مختصر الفاظ میں نیکی کی کٹھن منزل تک پہنچنے کا طریقہ کس حسن اسلوب سے بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے۔ کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی مذہبی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کر سکتی ہیں۔

شودر کی غلامی

لیکن افسوس کہ منو سمرتی میں جو ہندو دھرم کی مذہبی کتاب ہے لکھا ہے کہ شودر غلامی سے کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ کیونکہ فطرت نے اسے غلامی ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے کوئی شخص اسے مخلصی نہیں دلا سکتا (منو ۸ : ۴۱۴) جس طرح سیاہ فام کوے کی سیاہی کو دنیا بھر کے صابون بھی زائل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح شودر کی غلامی بھی خواہ کسی تدبیر سے رفع نہیں ہو سکتی۔ شودر کسی کا زرخرید ہو یا نہ ہو۔ اسے بہرحال خدمتگار ہی بن کے رہنا ہوگا۔ اسکو ہندو دھرم سے ابھرنے اور پنپنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

قرآن کا حکم ہے کہ غلاموں کو آزاد کرو

اب اس کے مقابلہ میں ذرا قرآن کی تعلیم پر غور کرو۔ قرآن میں ہے :۔

فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة (۹۰ : ۱۱ - ۱۷)

کوئی انسان دین کے اس سخت گزرگاہ سے پار نہیں ہو سکتا۔ بجز اس شخص کے جو غلام کو آزاد کرتا ہے یا گرسنہ، یتیم، قرابت دار اور مسکین خاک افتادہ کو کھانا کھلاتا ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لانے کے بعد دوسروں کو صبر و ضبط کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور باہم ترحم علی الخلق (یعنی ترک ظلم) کی تلقین کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کو آزاد کرنا حقیقی بھلائی اور نیک کرداری ہے۔ پس قرآن بلا ریب ایک ہندو کے لئے ایک نہایت بیش بہا خزانہ ہے لیکن افسوس کہ ہندو آج تک قرآن کی اس تعلیم کی قدر و قیمت نہیں جانتے۔ کہ غلاموں کو آزاد کرو۔

قرآن کا ایک اور ارشاد

قل یا اهل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (۳ : ۶۳)

اے رسول آپ یہود و نصاریٰ سے کہیئے کہ اے اہل کتاب تم ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے نزدیک برابر مسلم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ کسی کو اس معبود واحد کا شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا مالک نہ قرار دے

قرآن کی تو یہ تعلیم ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو مالک و معبود نہ قرار دے لیکن افسوس کہ ہندوؤں میں اس وقت ننانوے فیصدی شودر اور ایک فیصدی برہمن ہیں۔ یہ ننانوے اس ایک کی خاک پا کو اٹھاتے ہیں۔ وہ اس پانی کو پیتے ہیں جس سے برہمن نے پاؤں دھوئے ہوں اس کا بچا ہوا کھانا کھاتے ہیں۔ اور اس طرح عملی طور پر اس بات کا ثبوت ... کہ ...

بھگوت گیتا اور قرآن مجید

گو ہندوؤں کی گیتا میں بھی لکھا ہے کہ تمام تعلیم یافتہ لوگ برابر ہیں۔ مگر اس کے مقابلہ میں ذرا قرآن کی تعلیم پر غور کرو۔ فرماتا ہے :۔

انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا الله لعلکم ترحمون (۴۹ : ۱۰)

اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس اگر ان میں کبھی نزاع ہو تو اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو (مگر اصلاح بصالحت میں) خوف خداوندی کو پیش نظر رکھو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور یہی اخوت و مساوات جمہوریت کی جان ہے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آجکل ہنود کے ہاں ذات پات کے جو امتیازات ہیں قرآن اور صرف قرآن ہی ان سب کا واحد اور یقینی علاج ہے۔ کیا چاہ ہلاکت میں ڈوبنے والے ہندو اب بھی اس مداوا سے فائدہ نہیں اٹھائینگے مگر یاد رہے کہ جب تک ہم غلامی کا خاتمہ کرنے کے لئے قرآن کے اس اصول کو قبول نہ کریں گے ملکی بہی خواہی کا خیال محض ایک خواب پریشاں ہوگا۔

قرآن ہر سفید و سیاہ کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا

اس بات کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ کہ قرآن بنی نوع انسان کے ہر فرد کے لئے ظاہر ہوا۔ صرف ان لوگوں کی ہدایت کے لئے نہیں جو مسلم کہلاتے ہیں۔ چنانچہ خود قرآن حکیم فرماتا ہے۔

یا ایها الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما في الصدور وهدی ورحمة للمومنین

اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے رب جلیل کی طرف سے ایک پند و موعظت بھیجی گئی ہے یہ (قرآن) تمہارے تمام صدری (قلبی امراض) کی شفا ہے۔ (خصوصاً) اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت کا پیام ہے۔

صراط مستقیم اور روحانی ترقی کا دوسرا راستہ جو قرآن نے ہمیں بتایا ہے یہ ہے کہ یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

زندگی کا اصل اصول

قرآن کی اس سورۃ (۹۰ : ۱۱ - ۱۷) میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور دوسروں کو صبر و استقلال کی تلقین کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ سو ہندو مسلم سب کو اس لفظ و حق پر غور کرنا چاہیئے جس میں ایمان، صبر اور ہمدردی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہی چیزیں زندگی کا اصل اصول ہیں۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے والے سب زمرہ مومنین میں داخل ہیں۔ یعنی کوئی شخص اس روحانی عروج کی سڑک پر تنہا سفر نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہے۔

واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (۳ : ۱۰۳)

دین الٰہی کی رسن ہدایت کو مجتمع ہو کر مضبوطی سے پکڑ لو۔ متفرق و پراگندہ نہ رہو۔ اور خدائے منعم کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے رب ذی المنن نے تمہارے دلوں میں الفت و مودت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اور تمہارے درمیان برادرانہ تعلقات قایم ہو گئے۔

کیا تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو قرآن مقدس کی یہ نصیحت اپنے لوح دل پر آب زر سے نہ لکھ لینی چاہیئے۔ قرآن حکیم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو :۔

قولوا امنا بالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسمعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون

کہو ہم اللہ پر ایمان لائے۔ اس کلام پر بھی یقین کیا جو ہماری طرف اور ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحاقؑ۔ یعقوبؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور دوسرے پیغمبروں (علیہم السلام) پر نازل ہوا۔ ہم (ان مقدس ہستیوں) میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ (کہ کسی کو مانیں، اور کسی سے منحرف ہوں) ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع و منقاد ہیں۔

آہ۔ وہ وقت کونسا آئے گا جبکہ ہم ہندو، مسلمان، عیسائی قرآن کے ان بے بہا نصائح کو سنہری حروف سے اپنے دل پر نقش کرلیں گے اور ان نصائح و حکم پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

درخواست دعا عزیزان محمد ثابت و عبد الکافی صاحبان جو بباعث علالت طبع لاہور سے اپنے وطن جاوا واپس تشریف لے گئے ہیں جملہ احباب سے انکی صحت کے لئے ...

دولت ایران شاہراہ ترقی پر

ایک امریکن کی تصریحات

ایرانی وزارت مال کے امریکن مشیر نے مصر میں عربی اخبار "السیاسیہ" کے وقائع نگار کو حسب ذیل بیان دیا ہے :۔

جبری فوجی خدمت

شاہ رضا خاں پہلوی نے سب سے پہلے فوج کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ شب و روز کی تھکا ڈالنے والی محنت کے بعد آخرکار انہوں نے کامیابی حاصل کرلی اور اس وقت ایران میں پانچ ہزار فوج جدید ترین آلات حرب سے پوری طرح مسلح موجود ہے حتیٰ کہ دول یورپ کے سفراء نے آخری فوجی نمائش دیکھنے کے بعد تعجب کا اظہار کیا۔ اور فوج کی بہترین حالت پر شاہ موصوف کی تعریف و توصیف کی۔ اس سلسلہ میں یہ امر خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے کہ رضا خاں نے ایرانی مجلس شوریٰ سے جبری فوجی خدمت کا قانون منظور کرالیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جنگ کے موقعہ پر ایران کم از کم ۲۰ لاکھ سپاہی میدان میں اتار سکے گا۔

ریلوے کی سکیم

رضا خاں نے ملک کے طول و عرض میں ریلوے پھیلا دینے کی فکر کرلی ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے شکر اور چائے کی درآمد پر محصول لگایا ہے۔ گزشتہ دو سال کے عرصہ میں حکومت نے اس ذریعہ سے ۴۰ لاکھ پونڈ جمع کرلئے۔ امید ہے کہ حکومت ایران کو صرف اس اکیلے محصول سے سالانہ کم از کم ۲۰ لاکھ پونڈ حاصل ہونگے

کانیں

ایران میں کانیں بھی بہت ہیں۔ جدید شاہ ایران کو یقین ہے۔ کہ لوہے کی کانیں بہت بڑی ہیں۔ اور ان سے ایران کی پوری ریلوے کے لئے لوہا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ لوہا باہر سے نہ خریدیں اور ایرانی کانوں کو کھود کر نکلوائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے جرمنی سے ماہرین معدنیات طلب کئے ہیں۔ ان کے آجانے کے بعد یہ کام بڑے پیمانہ پر شروع ہو جائے گا۔ اس وقت بھی دو ماہر کانوں میں کام کر رہے ہیں۔

اقتصادی و تجارتی اصلاح

ملک کی اقتصادی و تجارتی حالت درست کرنے کی طرف بھی رضا خاں بڑی توجہ مبذول کر رہے ہیں۔ زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی اور سہولتوں کے لئے حکومت ایک بنک کھول رہی ہے یہ بنک کاشتکاروں اور ملکی دستکاروں کو روپیہ قرض دے گا اور انہیں سود خوار مہاجنوں کے چنگل سے نکالے گا۔ اور سرمایہ داروں کا سرمایہ لے کر انہیں اچھا نفع دے گا۔

قدیم جواہرات کی فروخت

موجودہ حکومت ایران قدیم ایرانی بادشاہوں کے جواہرات فروخت کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ جواہرات یورپ کے بازاروں میں بکیں گے حکومت کا خیال ہے کہ اب ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ صندوقوں میں بے فائدہ پڑے رہنے سے یہ بہتر ہے کہ ان کی قیمت ملک و قوم کی اصلاح اور خوشحالی پر خرچ کی جائے۔

شکر سازی اور سوت کے کارخانے

رضا خاں نے شکر سازی اور سوت کاتنے کے بھی کئی کارخانے کھولے ہیں۔ شاہ کی کوشش ہے کہ ایران میں جتنا بھی کپڑا کھپتا ہے خود ملک میں ہی تیار ہو اور باہر سے نہ خریدا جائے۔ سوت کے کارخانے طہران کے اطراف میں قایم کئے گئے ہیں۔ اور ان میں بڑی مستعدی سے کام ہو رہا ہے۔ نیز زراعت کا بھی ایک بڑا مدرسہ قایم ہو گیا ہے اور کامیابی سے چل رہا ہے۔

ہوائی ڈاک کا انتظام

موجودہ شاہ نے ہوا بازی کا بھی ایک مدرسہ جاری کیا ہے ایران میں ہوائی جہازوں کی کثرت ہے۔ تمام مرکزی مقامات میں آمد و رفت ہوائی جہازوں پر ہونے لگی ہے ہوائی جہازوں کا ٹھیکہ حکومت ایران نے ایک جرمن کمپنی کو دے رکھا ہے یہی کمپنی جہاز مہیا کرتی ہے۔ اور اندرون ملک میں جہاز اڑاتی ہے۔ اسی کمپنی کے ذمہ ڈاک کا لانا لیجانا بھی ہے اکثر ایرانی شہروں کے مابین ڈاک ہوائی جہازوں ہی کے ذریعہ سے آتی جاتی ہے۔ ہوائی ڈاک کا جیسا مکمل انتظام ایران میں قایم ہو گیا ہے ویسا اب تک کسی یورپین ملک میں بھی نہیں ہے ... حالت میں ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵   یکم ذیقعد   نمبر ۱۸

مسلم ہائی سکول لاہور میں صنعتی تعلیم کا انتظام

ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ دل ودماغ کی جلا ہو۔ اسے حصول روزگار اور ملازمت کا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا لیکن ہندوستان میں جس کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اور جہاں ہر بات الٹی ہی ہے۔ بچوں کو تعلیم دی ہی اس مقصد کے لئے جاتی ہے۔ کہ وہ تعلیم سے فارغ ہو کر کہیں ملازمت حاصل کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ ملازمت کے اس بڑھتے ہوئے شوق کو پورا کرنا حکومت کے حیطہ اقتدار سے باہر ہے کیونکہ اس کے پاس جو اسامیاں ہیں وہ محدود ہیں۔ اور تعلیم یافتہ نوجوان ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہر سال سکولوں اور کالجوں سے نکل رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ملازمت ملے تو کہاں سے۔ یک انار وصد بیمار والا معاملہ ہے۔ کہیں چالیس پچاس روپیہ ماہوار کی ایک اسامی خالی ہوتی ہے۔ تو سینکڑوں گریجویٹوں اور انڈر گریجویٹوں کی درخواستیں پہنچتی ہیں۔ ہزاروں نوجوان ملازمت کی دھن میں دفتر بہ دفتر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ لیکن کم بخت ملازمت ہے کہ نہیں ملتی۔ جانتے ہو کہ ملازمت پسندی کا یہ عالم کیوں ہے۔ اس لئے کہ ان نوجوانوں کو تعلیم ہی اس قسم کی ناکارہ دی گئی ہے کہ وہ سوائے ملازمت کے اور کسی مصرف ہی کے نہیں رہے۔ اس ناقص تعلیم کی بدولت جو افلاس وبیکاری پیدا ہو رہی ہے۔ اس سے مخلصی حاصل کرنے کی ایک راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ طریقہ تعلیم کو تبدیل کیا جائے۔ یعنی بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ وہ سکولوں اور کالجوں سے نکل کر وہ اپنی روٹی کما سکیں۔ اور انہیں ملازمت کے لئے آوارہ گردی نہ کرنی پڑے۔

مسلمانوں کو ایسے طریقہ تعلیم کی اور بھی ضرورت ہے کیونکہ وہ پہلے ہی سے مفلس ہیں۔ اور ان کی قوم کا ایک معتد بہ حصہ بیکاری کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اگر موجودہ تعلیم کے ذریعہ ان کی مفلسی وبیکاری میں اور اضافہ ہوا تو وہ ان کی رہی سہی زندگی کا بھی خاتمہ کر دے گا۔ پس ضرورت اور اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو انہی سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلائیں کہ جو فارغ التحصیل طلبا کو تلاش ملازمت سے بے نیاز کر سکیں۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس اہم ضرورت کو محسوس کر کے اپنے مقامی سکول میں جو "مسلم ہائی سکول لاہور" کے نام سے مشہور ہے۔ یکم مئی سے ایسی صنعتی تعلیم کا انتظام کیا ہے جس کے حاصل کرنے کے بعد نوجوان گھر بیٹھے اپنی روزی کما سکیں گے اور انہیں ملازمت کے لئے دفتر پیمائی کی ضرورت نہ رہے گی اس تعلیم کی جو صورت ہوگی اس کا حال اس "ضروری اعلان" سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو گزشتہ نمبر میں صفحہ ۵ پر شائع ہو چکا ہے۔ اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تعلیم جماعت پنجم سے شروع ہوگی۔ اور یہ تعلیم اسکول کی معمولی تعلیم کے علاوہ ہوگی۔ دونوں قسم کی تعلیم ساتھ ساتھ دی جائے گی۔ گویا جو طلبا اس کلاس میں داخل ہوں گے۔ وہ دوسرے طلبا کی طرح چھ سال کے بعد انٹرنس کے امتحان میں شریک ہو سکیں گے پہلے دو سال میں یعنی جماعت پنجم و ششم میں کنڈرگارٹن، دستکاری اور نجاری، آہنگری، یا بجلی کے کام میں سے جسے پسند کریں بقیہ چار سال میں اس کی خاص تعلیم حاصل کریں۔ اس طرح امتحان انٹرنس تک پہنچتے وقت وہ ان فنون ثلاثہ میں سے کسی ایک فن میں خاص مہارت حاصل کر سکیں گے۔ اور تعلیم سے فارغ ہوتے ہی آزادانہ اپنی روزی کما سکیں گے۔ اگر کسی مزید واقفیت کی ضرورت ہو تو اس سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

انجمن کا جو فرض تھا اس نے ادا کر دیا۔ یعنی مسلمان طلبا کی فلاح و بہبود کا سامان پیدا کر دیا۔ اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں یا محروم رہیں۔ مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ ان کے لڑکے جہاں زیور تعلیم سے آراستہ ہوں وہاں اپنی روٹی کمانے کے بھی قابل ہو جائیں۔ اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہیں ملازمت کی تلاش میں سرگردان نہ ہونا پڑے تو انہیں ضرور اس سکول میں اپنے بچوں کو داخل کرنا چاہیئے۔ سب سے بڑھ کر یہ فرض احمدی دوستوں پر عائد ہوتا ہے۔ انہیں نہ صرف اپنے بچوں ہی کو اس سکول میں داخل کرنا چاہیئے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس صنعتی تعلیم کے فوائد سے آگاہ کر کے ترغیب دینی چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو اس سکول میں بھیجیں۔ اس سکول کی صرف یہی خصوصیت نہیں ہے کہ اس میں صنعتی سکول کا انتظام کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کی ایک اہم خصوصیت جو بہت کم سکولوں میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ طلبا کے چال چلن اور تربیت اخلاق کا خیال خاص طور پر رکھا جاتا ہے طلبا میں صوم وصلوٰۃ کی پابندی بھی ایسی پائی جاتی ہے جو دوسرے مسلم سکولوں میں کم دیکھنے میں آتی ہے۔ اگر احمدی احباب اپنے خویش واقارب اور دوستوں کو ان تمام حالات سے مطلع کر دیں تو امید ہے کہ بہت سے والدین اپنے بچوں کو بغرض حصول تعلیم اس سکول میں بھیجنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔

ہندو رواداری!

ہندو قوم کی تاریخی فرمائیگی مشہور ہی ہے۔ عوام کو چھوڑ خواص کی تاریخ دانی بھی افسانہ نویسی اور داستان گوئی کی حد سے آگے نہیں بڑھتی یہی وجہ ہے کہ اس قدیم جاتی کے بڑے بڑے لیڈروں کی زبان وقلم سے عجیب وغریب تاریخی دعوے نکلتے ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹر مونجے نے ہندو مہا سبھا کے اجلاس پٹنہ میں فرمایا ہے۔ کہ:۔

"ہندو تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملے گی کہ ان کی اکثریت نے اقلیتوں پر ظلم کیا ہو۔ برخلاف اس کے مالابار۔ کوہاٹ، مشرقی بنگال اور لاڑکانہ میں مسلمانوں نے جو سلوک کیا وہ ان کے جور وظلم کا مظہر ہے۔ ہندوؤں کے دل پر تو رواداری کا نقش ہے۔" "تیج"

ڈاکٹر مونجے کی دیدہ دلیری دیکھئے۔ کہ دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں۔ ہندو تاریخ تو غیر بردباری اور عدم رواداری کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لیکن مونجے صاحب کے نزدیک ہندو تاریخ میں ایسی مثال ہی نہیں پائی جاتی۔ کیا آپ نے کبھی تاریخ پڑھی بھی ہے یا یوں ہی جو منہ میں آگیا۔ فرما دیا۔ ہندوؤں نے ہندوستان کے اصل باشندوں، بدھوں اور جینیوں پر جو جو وحشیانہ مظالم کئے ہیں۔ وہ ابھی تک اوراق تاریخ پر ثبت ہیں اور رہیں گے۔ چاہے مونجے صاحب کو نظر آئیں یا نہ آئیں۔ ہزاروں اور لاکھوں بے گناہوں کو طرح طرح کے عذاب دیکر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ غیر ہندوؤں کی تاریخی کتب چھوڑ کر خود لالہ لاجپت رائے کی لکھی ہوئی "تاریخ ہند" ہی کا مطالعہ کر لیجے۔ اس میں آپ کو بیسیوں ایسے واقعات ملیں گے جن میں ہندوؤں نے ہزاروں زندہ انسانوں کی کھال کھنچوا دی اور بدھوں اور جینیوں کے عبادت خانے مسمار کر دیئے۔ دور کیوں جاؤ آج ہندو ریاستوں کا طرز عمل دیکھ لو۔ کہ وہ کس طرح مسلمانوں پر ستم ڈھا رہی ہیں۔ اور ان کے ساتھ کیسا غیر روادارانہ برتاؤ کر رہی ہیں۔ مسلمانوں کی عادت ہندوؤں کی طرح شور مچانے کی نہیں ہے ان کی ان کے صبر وبرداشت اور خاموشی سے اب یہ ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے کہ سرے سے واقعات ہی کا انکار کرنا شروع کر دیا گیا لیکن ہم بتائے دیتے ہیں کہ ؎

تیری طرف سے ظلم کی غایت نہیں رہی

ایک اور تازہ مثال

سنگٹھنی لیڈروں کی اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں نے ملک کے اندر جو آگ لگائی ہے اس نے اب یہ صورت اختیار کر لی ہے کہ نومسلموں کو ہر طرح تنگ کرنے اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ ملک سندھ میں باگرجی کے سٹیشن پر ۲۰۰ ہندوؤں نے بعض سرکاری ہندو افسروں کی قیادت میں مولانا تاج محمد صاحب امروٹی چک والے اور ان کے دو مریدوں اور ایک نومسلم شیخ نور الحق پر جو ان کے ہمراہ تھے۔ حملہ کر کے انہیں مجروح کر دیا۔ اور شیخ نور الحق نومسلم کو زبردستی لے بھاگے۔ اور ایک مندر میں بند کر کے تبدیل مذہب کے لئے ان پر جبر کیا اگر پولیس جلد موقع پر نہ پہنچ جاتی تو خدا جانے اس بیچارے نومسلم کو کب تک ہندو مظالم کا شکار رہنا پڑتا۔ نومسلم مذکور نے پولیس کے سامنے بیان کیا ہے کہ میں برضا ورغبت مسلمان ہوا ہوں اور ہندوؤں نے ناحق مجھے حراست میں رکھ کر قتل کی دھمکیاں دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر مونجے نے گورکھپور اور کلکتہ کے جلسہ میں ہندوؤں کو جو یہ ہدایت کی تھی کہ تم بھی قتل مرتد کا مسئلہ ایجاد کرو اس پر ہندوؤں نے عمل درآمد شروع کر دیا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ایک ایسے شخص کو جو اپنی مرضی سے مذہب تبدیل کرتا ہے۔ قتل کی دھمکیاں کیوں دی جاتی ہیں۔ یہ نئی رو تبلیغ واشاعت اسلام کی راہ میں سخت رکاوٹ کا موجب ہوگی۔ مسلمانوں کو جلد اپنے حقوق کی نگہداشت کی فکر کرنی چاہیئے۔

مسلمانان اندور کی دردناک حالت

ریاست اندور کے بدنصیب مسلمانوں کے مصائب کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ مقدمات شروع ہو گئے ہیں۔ اور استغاثہ کے بیانات ہو رہے ہیں۔ لیکن بدقسمت ملزموں کے لئے تسلی بخش قانونی امداد کا ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہوا۔ ان کے پس ماندگان بھی سخت پریشان ہیں۔ ان کی مالی مشکلات دور کرنے کے لئے کوئی اطمینان بخش انتظام موجود نہیں۔ نیک دل ڈاکٹر کچلو ان مظلوموں کی قانونی ومالی امداد کا انتظام کرنے کے لئے اندور گئے تھے۔ لیکن سنگٹھنیوں کی سازش سے انہیں ریاست سے نکال دیا گیا۔ اجمیر کے دو قانون پیشہ مسلمانوں نے ملزموں کی طرف سے پیش ہونے کی درخواست کی تھی۔ لیکن انہیں بھی اجازت نہیں دی گئی۔ اب میرٹھ کے دو بیرسٹروں نے اجازت طلب کی ہے دیکھئے کیا حشر ہوتا ہے۔ کیا کوئی انجمن ان مظلوموں کی امداد کے لئے کچھ کرے گی؟

مسلمانوں کا سستا خون

آج کل ہندوستان میں مسلمانوں کا خون جسقدر سستا ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ پوناملیا اور ریاست اندور کے ہولناک واقعات اور ان کے عواقب ونتائج سے کیا جا سکتا ہے۔ پوناملیا میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے نہتے اور بے گناہ مسلمانوں پر گولی چلوائی اور مسلمانوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوئی۔

اندور میں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا لیکن حکومت نے اس پر کوئی نوٹس نہ لیا۔ سوامی شردھانند کے قتل کے دوسرے دن دہلی کے ایک بازار میں غریب مسلمان مفتی محبوب علی کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن اس کے قتل کے تینوں ملزموں کو یہ کہہ کر بری کر دیا گیا کہ اصل مجرموں کا پتہ نہیں لگ سکا۔ مسلمان غور کریں کہ ہندوستان میں ان کا خون کس قدر ارزاں ہو گیا ہے۔ کیا وہ اپنے خون کو ایسا ہی بے قدر وقیمت رہنے دیں گے؟ کیا ساڑھے تیرہ سو برس کے طویل عرصہ میں کوئی دور بھی ایسا آیا جبکہ مسلمانوں کی ذلت وپستی اس درجہ تک پہنچ گئی ہو۔ کیا مسلمانوں کو یاد نہیں کہ جب راجہ داہر نے چند مسلم ہستیوں کو گرفتار کر لیا تھا تو حجاج بن یوسف نے اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک کہ داہر کو اپنے کیفر کردار تک پہنچا کر مسلمانوں کو رہا نہ کرا لیا۔ لیکن آہ! آج یہ حالت ہے کہ گرفتار کرنا تو رہا ایک طرف مسلمانوں کا خون بھی بہہ جائے تو انہیں احساس تک نہیں مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلے وہ ایک زندہ قوم کے افراد تھے اس لئے ان کا خون قیمتی تھا۔ اور اب وہ ایک مردہ قوم کے فرد ہیں اس لئے ان کے خون کی کوئی قیمت نہیں۔ جب تک وہ دوبارہ اپنی زندگی کا ثبوت نہ دیں ہرگز اپنی اس ذلت وپستی کو دور نہیں کر سکتے۔ کاش اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں پہلے کی سی باہمی محبت ومودت پیدا کرے اور آپس کی تفرقہ وتکفیر کے عذاب سے

ہندوستان

— معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان پنجاب سترہ کروڑ روپیہ سالانہ سود دیتے ہیں

— ہندوستان کے شاہی کمیشن کا تقرر عنقریب ہونے والا ہے اور غالباً اس کے صدر لارڈ چیف جسٹس لارڈ ہیوارٹ ہوں گے ۔

— لیڈی ہیلی نے مینارڈ کے صنعتی سکول کے جلسہ تقسیم انعامات کی صدارت کی یہ سکول سر گنگا رام نے ہندو اور سکھ عورتوں کے لئے کھولا تھا ۔

— عبدالرشید نے یہ استدعا کی ہے کہ ۱۰ رمئی کو دس بجے مسلمانان ہند اس کے لئے دعائے خیر کریں ۔

— شیخ محمد امین صاحب (سابق ساگر چند) بیرسٹر ایٹ لا کے مقدمہ کا فیصلہ ۴ رمئی کو ہوگا ۔

— ۲۵ راپریل کو نواب صاحب رامپور نے آل انڈیا ایورویدک و یونانی کانفرنس کے دو سو ڈیلیگیٹوں کو ایک شاندار "ایٹ ہوم" دیا

— لائل لائبریری میں علیگڈھ شہر کے سربرآوردہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا ۔ جس میں دونوں قوموں کے مابین اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی تدابیر اور شہر کی فضا کو درست کرنے کی تجاویز پر غور کیا گیا ۔

— لالہ لاجپت رائے ۲۷ راپریل کو سندھ کے دورہ کی غرض سے روانہ ہو گئے ہیں ۔

— چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر جو عبدالرشید کے مقدمہ کے پیروکار ہیں مسلمانوں سے پر زور استدعا کرتے ہیں کہ ۱۰ رمئی کو صبح دس بجے تمام مساجد میں آیہ کریمہ کا ختم پڑھ کر عبدالرشید کے لئے دعائے خیر کریں ۔ یہی درخواست عبدالرشید نے بھی مسلمانوں سے کی ہے ۔

— ۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مئی کو صوبہ بہار میں بمقام پوکھریرہ ضلع مظفرپور سنی کانفرنس کا اجلاس انعقاد پذیر ہوگا ۔ ملک کی تمام اسلامی جمعیتوں کے نمائندے مدعو کئے گئے ہیں ۔ اہم مسائل پر غور کیا جائے گا ۔

— پنجاب یونیورسٹی نے میٹرکیولیشن اور سکول لیونگ سرٹیفکیٹ کے امتحان میں جغرافیہ اور تاریخ کو لازمی مضامین میں شامل کر لیا ہے

ممالک خارجہ

— سابق شاہ ایران نے جو پیرس میں عطر کا کارخانہ جاری کیا ہے اس کی تمام عمارت سنگ مرمر کی ہے جس میں عجیب و غریب دلفریب روشنیوں کا انتظام کیا گیا ہے ۔

— مصر اور جاپان کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ کی گفتگو ہو رہی ہے ۔ اور امید کی جاتی ہے کہ عنقریب معاہدہ مکمل ہو جائے گا ۔

— امریکہ کے ایک شخص نے ایک حیرت انگیز کیمرا ایجاد کیا ہے اسے جس گھر میں یا بنک میں رکھا جائے اس میں چوری کرنے والوں کی تصویریں خود بخود اتر آتی ہیں ۔

— جریدہ "مانچسٹر گارڈین" کو معلوم ہوا ہے کہ لندن میں ایک تجویز نشو و نما پا رہی ہے ۔ کہ سینا کے علاقہ کو مصر سے علیحدہ کر کے فلسطین میں شامل کر لیا جائے ۔

— ایرانی پارلیمنٹ نے اس قانون کی تصدیق کر دی ہے جس میں ایرانی حکومت کو محمرہ سے قزوین تک ریلوے لائن بنانے کا اختیار دیا گیا ہے ۔

— جزیرہ "حضرموت" راوی ہے کہ جاوا کی موتمر اسلامی نے اپنا ایک نمائندہ اس اسلامی کانفرنس میں جو امسال حجاز میں ہوگی بھیجنا تجویز کیا ہے ۔

— یکم اپریل کا "ام القریٰ" راوی ہے کہ امسال کل حجاج کی تعداد جو اس وقت تک حجاز پہنچ چکے ہیں ۔ ۵۵ ہزار ۸ سو ۴۲ ہے

— امیر شکیب ارسلان مشہور عربی رہنما کا امریکہ میں پرتپاک استقبال ہوا ۔ امریکہ کا وزیر جنگ جب ان سے ملا تو ان کو "شام کا واشنگٹن" کا خطاب دیا ۔

— ولایتی اخبار "لورپول پوسٹ اینڈ مرکری" راوی ہے کہ اب ایران بھی روسیوں کے چنگل میں آگیا ہے اور وہ بالشویک سرگرمیوں کا مرکز بننے والا ہے ۔

— جرمنی میں حال ہی میں چار جرمنوں نے اسلام قبول کیا جن میں ایک خاتون ہیں جو ایک ایرانی کے نکاح میں ہیں اب انہوں نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا ہے ۔

انجمن خدام الدین لاہور کا جلسہ

۲۹-۳۰ اپریل اور یکم مئی کو انجمن خدام الدین لاہور کا جلسہ بمقام شیرانوالا دروازہ منعقد ہوا۔ مقررین کی تقریریں متضاد و متناقض تھیں۔ مثلاً خواجہ عبدالحی شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دہلی نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کی ترقی کے لئے جہاں اور بہت سی مفید تجاویز پیش کیں وہاں اس بات پر بھی زور دیا کہ باہمی تکفیر بازی کو یک قلم موقوف کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ مسلمانوں کی جسقدر جماعتیں حنفی۔ سنی۔ اہل حدیث احمدی وغیرہ ہیں وہ اصول اسلام میں سب کی سب متحد ہیں۔ اختلاف صرف فروعی امور میں ہے۔ جس کی بنا پر تکفیر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ لیکن اس کے برخلاف راولپنڈی کے مشہور مکفر مولوی محمد نعیم نے علی الاعلان احمدیوں کی تکفیر کو جائز بلکہ فرض قرار دیا۔ انجمن خدام الدین کو تبلیغ و اشاعت اسلام کا دعوےٰ ہے۔ اور اس لئے ہمیں امید تھی کہ وہ اپنے جلسہ پر حالات حاضرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایسی ہی تقریریں ہونے دے گی جو مسلمانوں کے اندر اتفاق و اتحاد کی لہر پیدا کرنے والی ہوں لیکن۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

وہ امید بر نہ آئی۔ مولوی محمد نعیم اور ان کے چیلے چانٹوں کو کھلی اجازت دے دی گئی کہ وہ احمدیوں کے خلاف جہاد شروع کر دیں۔ اور ان کی تکفیر کو جائز قرار دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ہمیں اگر شکایت ہے تو مولانا احمد علی صاحب سے ہے۔ جو اس انجمن کے روح رواں ہیں اور اتحاد اسلامی کے حامی۔ ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے پلیٹ فارم پر ایسی شر انگیز اور اتحاد اسلامی کو پاش پاش کرنے والی تقریریں نہ ہونے دیتے۔ ہندوستان کے زمین و آسمان بدل گئے۔ لیکن مولوی ابھی تک وہی بے ڈھنگی چال چل رہے ہیں۔ جو ان کی ناؤ کو ڈبونے والی ہے کاش ان لوگوں کو اسلام کی موجودہ مصائب کا علم و احساس ہوتا اور وہ اس تباہ کن روش سے باز آتے۔

مسلمان نوجوانوں کا فرض

اس وقت مکفر علما کی تکفیر بازی اور باہمی خانہ جنگی کے وعظ اسلام اور مسلمانوں کے لئے جس قدر نقصان دہ ہو سکتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمان نوجوانوں کو اگر اپنے فرض کا احساس ہو تو ایسے علما سیدھے کئے جا سکتے ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ جہاں کہیں کوئی مولوی نفاق انگیز وعظ کہہ کر مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنا چاہتا ہو وہ اس کے خلاف اسی وقت پروٹسٹ کریں۔ اور ایسی تقریروں کے سننے سے انکار کر دیں جب تک یہ صورت اختیار نہ کی جائے گی یہ ناعاقبت اندیش گروہ درست نہ ہوگا۔

آئندہ مردم شماری

آئندہ مردم شماری بہت قریب آگئی ہے۔ صرف تین سال باقی رہ گئے ہیں۔ جو پلک جھپکانے گزر جائیں گے۔ ہندوؤں نے ابھی سے تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ جن امور کا مسلمانوں کو تدارک کرنا ہے۔ وہ بقول خواجہ حسن نظامی صاحب حسب ذیل ہیں:-

(۱) حریف لوگ مسلمانوں کی تعداد کم نہ دکھانے پائیں۔

(۲) حریف لوگ اردو زبان کی ترقی کو پوشیدہ نہ کر سکیں۔

(۳) حریف لوگ اچھوت اقوام کو ہندو نہ لکھوا سکیں کیونکہ اچھوت ہندو نہیں ہیں۔ بلکہ ایک جداگانہ قوم ہیں۔

ان تینوں میں سے آخری امر کے لئے خاص کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ آئندہ مردم شماری میں ہندو اس بات کی جان توڑ کوشش کریں گے کہ اچھوتوں کو ہندو لکھوایا جائے۔ اچھوت ہندو نہیں ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو خود اچھوتوں کو تسلیم ہے۔ چنانچہ ان کی مرکزی سبھا "آدھرم سبھا جالندھر" اچھوتوں میں اسی بات کا پرچار کر رہی ہے کہ وہ آریوں کے دام فریب میں آکر اپنے آپ کو مردم شماری میں ہندو نہ لکھوائیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اپنے علاقہ جات میں اس سبھا کے پرچارک بلا کر اچھوتوں کے اندر پرچار کرائیں۔ یہ اشتراک عمل [illegible]

بعض جگہ پر اس کے پرچارکوں کو ہندوؤں کے حملے سے بچایا ہے اس لئے امید ہے کہ مسلمان زمیندار اس سبھا کو پرچارکوں کے لئے لکھیں گے تو وہ بلا تامل بھیج دے گی۔ یہ کام زیادہ تر مسلمان زمینداروں کے کرنے کا ہے۔ کیونکہ اچھوتوں کے ساتھ زیادہ تعلق انہی کا ہے امید ہے کہ پنجاب کے مسلمان زمیندار مستعدی سے کام لیں گے۔

دوسرا شدھی نگر

مہاراجہ بھرتپور اور ان کے حکام کی نظر کرم سے بھرتپور تو شدھی نگر بن ہی چکا ہے اب ریاست چمبہ کی باری آئی ہے۔ اس پہاڑی ریاست کے پہاڑی راجہ صاحب کو شدھی اور سنگٹھن سے جو پریم ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی حدود ریاست میں تبلیغ و اشاعت اسلام حکماً بند کر رکھی ہے۔ اگر معاملہ یہاں تک ہی رہتا تو بھی خیر تھی۔ لیکن اب اس سے بڑھ کر یہ گل کھلا ہے کہ ریاست چمبہ کی نومسلم اقوام کو شدھی کے چکر میں پھانسنے کی کوشش جاری ہو گئی ہے چنانچہ ایک آریہ اخبار کا بیان ہے کہ حال میں ایک ایسا راجپوت خاندان شدھ کیا گیا ہے جس میں ایک صاحب فارسٹ رینجر ہیں ایک پوسٹ ماسٹر ایک سارجنٹ اور ایک ڈی۔اے۔وی کالج کا طالب علم ہے۔ ان کے علاوہ اس خاندان کے پچاس اشخاص اور ہیں جو عنقریب شدھ ہونے والے ہیں۔

کیا اس وحشت ناک خبر میں مسلمانوں کے لئے کوئی درس عبرت ہے؟ اس ریاست کی نومسلم اقوام کی مذہبی حالت از حد قابل اصلاح ہے۔ مسلمان انجمنوں کو چاہیئے کہ وہ اس تحریک شدھی کی روک تھام کے لئے ابھی سے کوئی انتظام کریں۔ ورنہ اگر یہ تحریک زور پکڑ گئی تو یہ دوسرا شدھی نگر پہلے شدھی نگر سے بھی بڑھ کر نقصان دہ ثابت ہوگا۔

بیقراری کا سبب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے مسلمانوں کی مالی و اقتصادی اصلاح کے لئے جو سرگرم کوشش ہو رہی ہے اس سے آریہ حلقوں میں عجب بیقراری کا عالم ہے۔ انجمن کی تلقین یہ ہے کہ اپنی اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے مسلمان تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں دکانیں کھولیں اور مسلمان دکانداروں کی ہمت افزائی کریں ظاہر ہے کہ اس طریق کار پر عمل پیرا ہونے سے اس گروہ کو تشویش ہونا یقینی ہے جس کے بھائی بندوں کی تجارت کو اس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ مسلمان اگر مسلمان دکانداروں ہی سے سودا خریدیں تو مسلمانوں کا وہ روپیہ جو اب آریوں کے ہمخیال بھائیوں کی جیبوں میں جاتا ہے مسلمانوں ہی کے ہاں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کا نام سن کر آریوں کی روح فنا ہو رہی ہے۔ اور وہ موجودہ صورت حالات کو قائم رکھنے کے لئے اور جماعت احمدیہ سے دوسرے مسلمانوں کو بدظن کرنے کے لئے طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں۔ چنانچہ اخبار "پرکاش" لاہور نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ احمدیوں کی بات نہ مانو کیونکہ یہ ہندوؤں کے ساتھ چھوت چھات کرنا ہے اور اس سے اسلام کا وہ فخر کہ اسلام میں چھوت چھات نہیں ہے جاتا رہیگا اس کے علاوہ ایک دروغ بیانی یہ کی ہے کہ اصل میں حضرت مرزا صاحب نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تحریک شروع کی تھی۔ پرکاش کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تعلیم دی اور نہ جماعت احمدیہ یہ تعلیم دے رہی ہے۔ کہ ہندوؤں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اس کا کہنا صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں کو اپنی مالی حالت درست کرنے کے لئے تجارت کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ اگر پرکاش اس کو ہندوؤں کا بائیکاٹ سمجھتا ہے تو سمجھے یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے نہ کہ تحریک تجارت کا۔ اور پرکاش ہی پر کیا موقوف ہے ہر ایک ہندو اخبار کو ہمیشہ وہ بات الٹی ہی نظر آئے گی جو مسلمانوں کے لئے کسی اعتبار سے بھی مفید ہو۔ تجارت چونکہ چھوٹی سے لیکر بڑی سے بڑی تک سب ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے اس لئے انہیں یہ بات سب سے زیادہ تکلیف [illegible] شروع سے لیکر [illegible]

ویدک "رحم"

یہ خبر آریہ اخبارات میں ایک عرصہ سے شائع ہو رہی تھی کہ اگر عدالت عالیہ پنجاب نے قاضی عبدالرشید ملزم کی سزائے موت بحال رہنے دی تو سوامی شردھانند کے بیٹے پروفیسر اندر ملزم کے لئے رحم کی درخواست کریں گے۔ لیکن اب اخبار "تیج" میں اس کے متعلق پروفیسر اندر کا جو تازہ بیان شائع ہوا ہے اس کو پڑھ کر آریوں کی اس چال پر جو اس درخواست رحم میں مضمر ہے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

فتنے سب سچ سہی قیامت کے
لیکن آگے تمہاری قامت کے!

ہم حیران تھے کہ ایک آریہ اور رحم کی درخواست کرے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب بقول آریہ سماج ویدک ایشور ہی رحم نہیں کر سکتا اور نہ کسی کا گناہ بخش سکتا ہے تو اس کے کسی اپاسک آریہ سماجی کو یہ توفیق کیونکر مل سکتی ہے کہ وہ کسی پر رحم کرے۔ چنانچہ پروفیسر اندر کے تازہ بیان نے واضح کر دیا ہے کہ جس "رحم" کی دھوم تھی وہ رحم نہیں بلکہ ایک ویدک چالبازی ہے۔ پروفیسر مذکور کہتے ہیں۔ کہ میں عبدالرشید کو بالکل چھڑانے کی اپیل نہیں کرونگا۔ بلکہ یہ درخواست کرونگا کہ اسے پھانسی نہ دی جائے تاکہ اسے یہ موقع مل سکے کہ جیل میں اپنی اصلاح کر سکے۔ اس عجیب و غریب رحم کی ضرورت کیوں پیش آئی اس لئے کہ ان کے خیال میں عبدالرشید تو محض آلہ کار بر آری تھا اصل سازشی اور تھے جو ابھی تک آزاد ہیں۔

یہ چال تو خوب چلے ہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عبدالرشید اپنے آپ کو ایسا بزدل ثابت نہ کرے گا کہ محض اپنی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو ایسے "رحم" کا رہین منت کرے جو اس کے بے گناہ ہم مذہبوں کو مجرم قرار دے کر حاصل ہو۔ اسے صاف کہہ دینا چاہیئے اور امید ہے کہ کہے گا۔

نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

ہردوار میں ملیکھشوں کا زور

آریوں کی اصطلاح میں ہر وہ شخص جو ویدک دھرم کو نہ مانے ملیکھش اور ملیچھ ہے۔ بیچارے آریہ ویدوں کے احکام پر عمل کرتے ہوئے ان "ملیکھشوں" کے سایہ سے بچنے کی بہتری کوشش کرتے ہیں لیکن یہ کم بخت بھی کچھ ایسے دل گردہ کے واقع ہوئے ہیں کہ آریوں کے تیرتھ ستانوں تک میں پہنچے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہردوار کا تیرتھ بھی ان ملیکھشوں کے وجود سے خالی نہیں رہا۔ مقامی معاصر "ملاپ" کو یہ بات ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ کہ اس "پوتر استھان" میں ملیکھش بھی رہیں۔ اس لئے اس نے ہندوؤں کو ورغلایا ہے۔ کہ "ہردوار کے تیرتھ پر جو ملیکھشوں کا نمبر بڑھتا چلا جا رہا ہے اس کی طرف توجہ دیں"۔

جب ہم گوروکل کے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ہردوار گئے تھے اس وقت بھی وہاں ہمیں معلوم ہوا کہ ہردوار اور کنکھل سے ملیکھشوں کو خارج کرنے کی خفیہ و علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

زرپرستوں کی فیاضی

مسلمان الزام دیتے ہیں کہ ہندو زر پرست ہیں لیکن ہندوؤں کے دولتمند طبقہ نے حال میں شدھی اور سنگٹھن کے لئے بیش بہا رقوم دیکر اس الزام کو دور کر دیا ہے۔ (۱) ریاست بھرتپور نے شدھی کیلئے ۹ لاکھ روپیہ دیا

(۲) مہاراجہ دربھنگہ نے بنارس یونیورسٹی کو ۵ لاکھ روپیہ دیا۔

(۳) راجہ شاہ پور نے ہندی پرچار کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ دیا۔

(۴) بابو شونارائن مہتہ شو مندر لنڈن کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپیہ دیا

(۵) " " بنارس یونیورسٹی کو ۲۵ ہزار روپیہ دیا۔

(۶) آنریبل گنیش دت وزیر بہار نے یتیم خانہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا

(۷) مسٹر گھنشام داس برلا نے ہندی کی ترقی کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ دیا

(۸) لالہ جگل کشور نے ہندو کالج دہلی کو ۱۰ ہزار روپیہ دیا۔

اس فیاضی سے ہندوؤں نے زر پرستی کے داغ کو اپنی پیشانی سے دھو دیا ہے

مذاکرہ علمیہ

جن اور شیطان

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

سوال - بلاحظہ تفسیر قرآن مجید مفسرہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سلمہ معلوم ہوتا ہے کہ جن قرار واقعی غیر مرئی ہستیاں ہیں - چونکہ ان کی طرف حضرت محمدؐ پیغمبر نہیں آئے اس لئے معلوم ہوا کہ اقوام جن مسلمان نہیں ہیں - جن کہاں رہتے ہیں ان کا مذہب کیا ہے - ان کی ابتدا کہاں سے ہوئی - چند ایک مسلمہ عالم باعمل جو کشمیر میں رہتے ہیں - وہ میرے سامنے اکثر مریضوں کو ٹھیک کر چکے - مریضوں کو جن چمٹ گیا تھا - عامل صاحب نے جن کو باتیں کرائیں - اور جب نام پوچھا تو اس نے اہل اسلام کا جیسا نام بتایا - کیا اس چشم دید ثبوت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ جن مسلمان بھی ہیں -

جواب - آپ جنوں کو مسلمان دیکھنے کے بہت شائق معلوم ہوتے ہیں - تو بسم اللہ پہلے اپنا جن ہی مسلمان کر لیجئے - اور سچ تو یہ ہے کہ اسی روز آپ سچے اور پکے مسلمان بھی بنیں گے - اور اگر مسلمان کر چکے ہیں تو بڑے خوش قسمت ہیں - پھر اور بنی نوع انسان کی فکر کیجئے - انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرکے ان کے جنوں کو بھی مسلمان بنانے کی کوشش کیجئے - آپ کو تو کسی "عالم باعمل" نے جن کا مشاہدہ کرایا جو کسی مریض کو چمٹا ہوا تھا اور خوش قسمتی سے وہ تھا بھی مسلمان - مجھے تو چاروں طرف اکثر لوگوں کو جن ہی چمٹا ہوا نظر آتا ہے اور جن بھی کافر جن - جو لوگوں سے خلاف شرف انسانیت فعل کراتا رہتا ہے - خود مجھے بھی ایک کافر جن چمٹا ہوا ہے جسے تاحال میں مسلمان نہیں کر سکا - دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے مسلمان کر دے -

جن کے لغوی معنے

جن کہتے ہیں ایسی جاندار ہستیوں کو جو بظاہر نگاہ سے پوشیدہ ہوں کیونکہ جَنَّ جو اس کا مادہ ہے اس میں ڈھانپنے کا مفہوم ہے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے "جن علیہ اللیل" رات نے اس کو ڈھانپ لیا - اسی لئے جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو رحم مادر میں پوشیدہ ہے - جنون جس کے مفہوم کے اندر عقل کو ڈھانپ لینا مضمر ہے - جنہ - ڈھال کو کہتے ہیں جو انسان کو تلوار کے مقابل میں ڈھانپ لیتی ہے - اس لئے عربی زبان میں جن کا لفظ بڑا وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے - عرب پہاڑی لوگوں اور صحرائی لوگوں کو بھی جن کہہ دیتے تھے - کیونکہ وہ کبھی نظر آتے ہیں اور کبھی پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپ جاتے ہیں - قوم کے سرداروں اور امرا کو بھی جن کہہ دیتے تھے - کیونکہ امرا لوگوں کے سامنے کم آتے ہیں -

جراثیم کو بھی جن کہا گیا ہے

اسی طرح حدیث میں جن کا لفظ ان باریک سے باریک جانداروں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے - جن کو انگریزی میں Germs (جرم) کہتے ہیں - اور اردو میں جراثیم - جو ایسی جاندار چیزیں ہیں کہ بغیر خوردبین کے نظر ہی نہیں آتیں - اور ان میں سے اکثر خطرناک امراض کے پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں - اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈی سے استنجا کرنے کو منع فرمایا کہ وہ جن کی خوراک ہیں - بدقسمتی سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ رات کو کوئی جن ہڈی چبایا کرتا ہوگا - حالانکہ مطلب یہ تھا کہ ہڈی میں کثرت سے جراثیم ہوتے ہیں - جو اسی سے پرورش پاتے ہیں - ایسی ہڈی سے استنجا کرنے میں اندیشہ ہے کہ جراثیم جسم انسانی پر کوئی برا اثر کریں - صبح کو وضو کے وقت ناک کو اچھی طرح جھاڑ کر صاف کرنے کا حکم ہے - تاکہ جو شیاطین جن ناک میں رات کو جمع رہے ہیں وہ نکل جائیں - اس سے مراد یہی تھی جیسا کہ آج کل کی ڈاکٹری سے ثابت ہے - کہ رات کو ناک کی رطوبت اور تنفس کی گرمی سے جراثیم کثرت سے ناک میں پرورش پاتے ہیں - جن کو صبح ناک کو خوب جھاڑ کر صاف کر دینا چاہئے - اسی طرح فرمایا کہ موسمی بخار - ہیضہ - طاعون جن سے پیدا ہوتے ہیں - یہاں بھی مطلب جراثیم سے ہے - ان کو جن اسی لئے کہا کہ وہ جاندار جو ان امراض کے پیدا ہونے کا باعث ہیں - وہ نظر ظاہری سے اور بوجہ اپنی مناسبت کے انسان کے جذبات حیوانی کے محرک ہیں - اور ان جذبات میں بے قاعدہ ہیجان پیدا کر دینے کی حالت میں شیطان کہلاتے ہیں - انسان کے اندر دو قسم کی ہستیاں مخلوط ہیں - ایک تو حیوانی اور دوسری ملکوتی - یا ایک جسمانی زندگی اور دوسری روحانی - انسان کے حیوانی زندگی کی ابتدا جیسا کہ تحقیقات موجودہ سے ثابت ہے - شروع میں ایتھر سے ہوئی ہے - جو ظلمت مطلق ہے - اور جس سے ایسی آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں - جو قریباً ہر ایک چیز میں گھس جانے کی خاصیت رکھتی ہیں - پھر ان سے نیبولا اور پھر بجلی کے مفردات اور اس سے آگے ذرات مادی بنتے ہیں اور وہ ترقی کرتے ہوئے زندگی کی شکل اختیار کرکے پہلے نباتات اور پھر حیوانات اور آخر کار انسان کے حیوانی حصہ کو پیدا کر دیتے ہیں -

قانون اضداد اور مسئلہ ارتقاء

لیکن اس کے ساتھ ایک اور قانون بھی مانا جاتا ہے - اور وہ ہے قانون اضداد - یعنی جب تک دو چیزیں ایک دوسرے کی ضد موجود نہ ہوں ارتقا کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے - ان اضداد کو ہم اپنی اصطلاح میں نر و مادہ کہتے ہیں - انسان حیوان نباتات جمادات ذرات مادی - بجلی کے مفردات غرضیکہ ہر ایک چیز میں نر و مادہ یعنی جوڑا موجود ہے - صرف ہم نام بدل دیتے ہیں مثلاً بجلی میں ہم اسی کو مثبت و منفی کہتے ہیں - پس جو عظیم الشان ارتقا خالق کائنات کے مدنظر ہے اس کے لئے اگر ایتھر یعنی ظلمت کو اس نے پیدا کیا تھا تو ضرور تھا کہ اس کی ضد یعنی نور کو بھی پیدا کرتا - اسی لئے قرآن نے ابتدائے آفرینش میں ظلمت اور نور دونوں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے جیسا کہ "جعل الظلمٰت والنور" سے ظاہر ہے - ظلمت و نور کے یہ دونوں سلسلے ہستی انسانی میں آکر مل جاتے ہیں - جس طرح ظلمت ایتھر میں سے جو نار کی چنگاریاں نکلتی ہیں - وہ ترقی کرتی ہوئی آخر کار انسان کی حیوانی زندگی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں - اور ان دونوں حیوانی اور ملکوتی زندگیوں یا جسم انسانی اور روح انسانی کے وصال سے اس عظیم الشان ارتقا کی بنیاد رکھی جاتی ہے جسے عالم آخرت کہتے ہیں - جس طرح ملائکہ کی ہستی عالم نور کی مجرد چنگاریوں سے پیدا ہوئی ہے اسی طرح جنات کی ہستی عالم ظلمت کی مجرد چنگاریوں سے پیدا ہوئی ہے - یہ دونوں ہستیاں چونکہ اپنے اندر اضداد نہیں رکھتیں اسی لئے ترقی بھی نہیں کرتیں - ان میں ارتقا نہیں - لیکن انسان چونکہ ان دونوں ظلمت و نور کے سلسلوں کا مجموعہ اضداد ہے اس لئے ترقی کرتا ہے -

تحریک شیطانی اور جذبات حیوانی

میں نے اوپر کہا تھا کہ ایتھر یعنی ظلمت سے جو چنگاریاں آگ کی نکلتی ہیں وہ اپنے اندر مختلف چیزوں میں گھس جانے کی خاصیت رکھتی ہیں چنانچہ ایکس ریز کو بھی اسی قسم کی ایک روشنی مانا جاتا ہے - پس جن جو اس ایتھر کی چنگاریوں کی پیدائش ہیں ضرور ہے کہ ایسی خاصیت رکھیں کہ جسم انسانی یا قلب میں داخل ہو جائیں - قرآن نے بھی جن کی پیدائش کو اسی لئے نار السموم سے تعبیر فرمایا - کیونکہ سم کسی چیز میں داخل ہو جانے کو کہتے ہیں - نار السموم کے معنے ہوئے ایسی آگ جو دوسری چیز میں سرایت کر جائے - اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا ہے - یاد رہے کہ اس جن کو جو انسان کے جذبات حیوانی کو تحریک دیتا ہے - شیطان کہا جاتا ہے - اس لئے کہ شیطان کے لفظ میں لغوی طور پر ہلاکت کا مفہوم پایا جاتا ہے - اس لفظ کو استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس جن کی تحریک کو قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے - مثلاً موٹر کے انجن کی گیس کو اگر قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ بے تحاشا دوڑتی ہوئی کسی گڑھے میں گرا کر سوار کو ہلاک کر دے گی - اسی طرح جذبات حیوانی کی تحریک کو اگر قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرا دیگی جذبات حیوانی کو انسان میں یوں سمجھو جیسے موٹر میں گیس - جو انسان کے منازل سلوک کو جلد طے کراتی اور اس کی ترقی کا موجب ہوتی ہیں ورنہ بغیر ان کے ترقی معلوم مثلاً اگر محبت اور غصہ وغیرہ مختلف جذبات نہ ہوں تو دنیا سے معاشرت، تمدن، اخلاص جو محبت کے نتائج ہیں اور شجاعت و غیرت جو غصہ کے توازن کے ثمرات ہیں - سب رخصت ہو جائیں انہی جذبات کے صراط مستقیم پر چلنے سے وہ اخلاق فاضلہ ظہور میں آتے ہیں جن سے انسان کی ترقی اخروی وابستہ ہے -

مسلمان جن

کا ہونا نہایت ضروری ہے - جس طرح موٹر میں گیس کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے تحریک دینے اور چلانے کے لئے ضرور ہے کہ کوئی پرزہ ہو ایسے ہی اسے قاعدہ پر چلانے کے لئے ضرور ہے کہ کوئی پرزہ ہو - پس جذبات حیوانی کو تحریک دینے کے لئے جو پرزہ خالق کائنات کی طرف سے مقرر ہے اسے جن کہتے ہیں - اور جو جذبات حیوانی کے ساتھ اپنی پیدائش ناری کی وجہ سے مناسبت خاص رکھتا ہے - اسی طرح ان جذبات کو قاعدہ پر چلانے کے لئے جو پرزہ ہے اسے ملک کہتے ہیں جو انسان کے قوائے ملکیہ کو تحریک دے کر جذبات کو حد اعتدال کے اندر قابو میں رکھتا ہے - اور بوجہ اپنی نوری پیدائش کے قوائے ملکیہ سے ایک مناسبت خاص رکھتا ہے - پس یہی جن جو اپنی شوریدہ سری اور بے لگامی کے شیطان کہلاتا ہے کیونکہ اس کے بے قابو ہو جانے کی حالت میں ہلاکت کا اندیشہ ہے - یہی جب قوائے ملکیہ کے ماتحت قاعدے سے چلتا ہے تو اسی کو کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گیا یعنی فرمانبردار ہو گیا - چنانچہ اسی لئے جناب سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے یعنی آپ کے تمام جذبات صراط مستقیم پر قائم ہو چکے تھے - پس یہی جن جو انسان کو اپنی تحریک سے ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے اور اس صورت میں شیطان کہلاتا ہے جب انسان کے جذبات کو ایک قاعدہ کے اندر تحریک دیتا ہے تو یہی جن انسان کی تمام ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے صرف انسان کو "بعضکم لبعض عدو" کا فرمان یاد رکھنا چاہئے انسان اسے دشمن سمجھے اور بے قابو نہ ہونے دے - ورنہ یہ ہلاک کر دے گا اس کو توقوائے ملکیہ کی لگام چڑھا کر چلانا چاہئے - پھر دیکھو یہ مسلمان ہو کر یعنی فرمانبردار ہو کر کس طرح ترقی کی منازل طے کراتا ہے -

عاملوں کے ڈھکوسلے

جن کے مسلمان ہونے کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ جو میں بیان کر چکا اب رہا آپ کے عاملوں کا مریضوں سے مسلمان جن کا نکالنا - یہ میری سمجھ سے باہر ہے - مجھے باوجود بڑی کوشش کے یہ نظارہ دیکھنے کا کبھی شرف حاصل نہیں ہوا - میں تو اس عالم کا قائل ہو جاؤں گا جو میرے جن کو مسلمان کر دے اور پھر خدا کے لئے باہر نہ نکالے - اسے مسلمان کرکے اندر ہی رہنے دے انسانی ہستی کی موٹر بغیر گیس کو تحریک دینے والے پرزے کے منازل سلوک کیسے طے کرے گی - قلبی اور روحانی امراض دنیا میں ایسے ہوتے ہیں کہ حیرت ہو جاتی ہے - انہی میں سے ایک ہسٹریا کا مرض ہے - مریض جو اس کی مرضی چاہے بن جاتا ہے - عورت مرد کی آواز میں بولے - پہلوان کی طرح چیزیں توڑ دے - غیر معمولی حرکتیں کرے یہ سب انسان کے دماغ کے مخفی اسرار کے ظہور کے کرشمے ہیں - جنھیں لوگ جن بھوت آسیب سمجھ لیتے ہیں - اس کے علاوہ اگر کچھ اور بھی ہو تو مجھے علم نہیں - مجھے دنیا کے تمام مخفی اسراروں کا علم رکھنے کا دعویٰ نہیں -

شیطان ملائکہ کا سردار نہ تھا

سوال - سنتے آئے ہیں کہ شیطان ملائکہ کا سردار تھا - قرآن مجید کے الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان گروہ ملائکہ ہی سے تھا - گر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور ہی ہے - اگر از گروہ ملائکہ نہ تھا - (مانا کہ وہ نار سے خلق ہے اور ملائکہ نور سے) گر اس کو حکم سجدہ کیوں دیا گیا - وہ کہاں سے آیا - اس کی ابتدا کیا ہے - آدم سے پہلے وہ کیوں پیدا ہو چکا تھا - اس کا مفصل حل فرماؤ گے

جواب - معلوم ہوتا ہے آپ نے تفسیر بیان القرآن کو غور سے نہیں پڑھا ورنہ اس سوال کی بہت سی باتوں کا اس میں جواب موجود تھا - آپ سنتے آئے ہیں کہ شیطان ملائکہ کا سردار تھا - سو جناب بندہ سننے کا کیا - ہم تو یہ بھی سنتے آئے ہیں کہ زمین بیل کے سینگ پر کھڑی ہے اور راون بادن گز کا تھا - اور اس کے دس سر تھے - شیطان کجا اور ملائکہ کی سرداری کجا لاحول ولا قوۃ! اور قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا قرآن میں تو صاف لکھا ہے کہ "کان من الجن" وہ جن میں سے تھا - رہ گیا آپکا سجدہ ملائکہ والی آیت پر اعتراض کہ "واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس" میں استثنا ابلیس کا ملائکہ پر ہے - یعنی جب ہم نے ملائکہ کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے تو کیا آپ اس سے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ اسباب آدمیوں کی قسم سے کوئی آدمی ہے ہرگز نہیں - اس کو استثنائے منقطع کہتے ہیں - اسی طرح جب ہیں صاف طور پر بتا دیا گیا کہ شیطان جن تھا تو پھر ہم اس آیت میں سوائے استثنائے منقطع کے اور کوئی معنے نہیں کر سکتے - باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ اس کو حکم سجدہ کیوں دیا گیا یہ بہت عجیب اعتراض ہے - میں پوچھتا ہوں فرشتوں کو کیوں ایسا حکم دیا گیا جو آپ جواب دیں گے وہی میرا جواب سمجھ لیں - شاید آپ کا مطلب یہ تھا کہ حکم تو فرشتوں کو تھا ابلیس سے باز پرس کیوں ہوئی - سو یہ تو باز پرس ہی سے بات ظاہر ہے کہ اس کو بھی حکم دیا گیا تھا - اگر حکم نہ دیا جاتا تو باز پرس کیوں ہوتی

توجنات کو جو قوائے حیوانیہ سفلیہ کے محرک تھے ۔ کیوں فرمانبرداری کا حکم نہ ہوتا ۔ اعلےٰ کے حکم میں ادنےٰ یقیناً آ جاتے ہیں ۔ مگر قرآن میں تو صاف موجود ہے کہ قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک ۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا کہ تجھے فرمانبرداری کرنے سے کس چیز نے روکا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ شیطان کو سجدہ کا الگ حکم ہوا تھا ۔ فرق یہ ہوا کہ ملائکہ نے حکم کی تعمیل کی ۔ ابلیس نے نہ کی اسی لئے فرمایا کہ ملائکہ کو ہم نے حکم فرمانبرداری کا دیا تھا ۔ سو انہوں نے فرمانبرداری کی ۔ مگر ابلیس نے نہ کی ۔ اس کو علیحدہ حکم دینے کا ذکر دوسری جگہ کر دیا ۔ اور اگر نہ بھی ذکر کرتے تب بھی جب یہ تبلا دیا تھا کہ وہ جن تھا تو ہم کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ یہاں استثنائے منقطع لیتے اور اس کی حکم کی نافرمانی ہی سے نتیجہ نکال لیتے کہ اس کو بھی حکم یقیناً دیا گیا ہوگا ورنہ نافرمانی کا ذکر کس طرح کیا جا سکتا تھا ۔ آپ کی باقی باتوں کا جواب گزشتہ سوال میں آ چکا ہے ۔

مظالم اشوک کی کہانی

لالہ لاجپت رائے کی زبانی

(جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

پنجاب کیسری لالہ لاجپت رائے نے اپنی کتاب مہاراج اشوک نامی میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت عظمیٰ کے ساتھ راجہ اشوک کی سیرت کا مقابلہ کرکے راجہ اشوک کو فضیلت دینے کی رائیگاں کوشش کی ہے ہم نے اس مقابلہ پر پیغام صلح کے کسی گزشتہ نمبر میں تنقید کی تھی وہ ناظرین کے ملاحظہ سے گزری ہوگی ۔ آج ہم راجہ اشوک کی زندگی کا تاریک پہلو روشنی میں لاکر لالہ جی سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہی مہاراج اشوک ہیں جن کی ذات گرامی پر آپ کو اس قدر ناز ہے کہ ، نہیں دنیا کا ادتیہ بے نظیر راجہ کہتے ہیں دھن ہیں آپ اور آپ کے مہاراج اشوک ۔

ہم نے اس مضمون میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا ہے کہ جو جو واقعات لکھیں وہ ہندو کتابوں ہی کی بنا پر لکھیں ۔ کسی غیر ہندو تاریخ نویس کی کتاب کی طرف توجہ نہ دیں ۔ راجہ اشوک راجہ بندوسار کا بیٹا تھا ۔

(۱) سنگھال کے بودھ نقصہ نویسوں کا بیان ہے کہ مہاراج بندوسار کے ۱۰۱ پتر تھے ۔ جن میں سے ۹۹ کو اشوک نے قتل کرا دیا ۔ صرف ایک چھوٹے بھائی کو زندہ چھوڑا ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۱۱۸)

(۲) مہاراج دیوانم پیا پیادرشی نے کلنگ کو اس وقت فتح کیا جب ان کے ابھی شیک (رسم تاجپوشی) کو آٹھ برس گزر چکے تھے ۔ اس موقع پر ڈیڑھ لاکھ آدمی قید کئے گئے ۔ ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے اور اس سے کئی گنا زیادہ مر گئے ۔ (مہاراج اشوک ماخوذ از کتبہ ۱۳ صفحہ ۱۲۵)

مہاراج اشوک کی گوشت خوری

(۳) اس طرح گوشت کے کھانے کے متعلق بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا کہ پہلے ان کے رسوئی خانہ کے لئے ہزاروں جانور روزانہ مارے جاتے تھے ۔ پھر انہوں نے گھٹا کر صرف تین چار جانور ذبح کرنے کا حکم دیا یعنی دو طوطے اور ایک ہرن (مہاراج اشوک صفحہ ۱۵۶)

عالمان وید کی "عزت افزائی"

(۴) تمام خیراتی مکانوں (دھرم شالاؤں) کے منتظمان کا یہ فرض ہے کہ جب کبھی کوئی باشندہ یا مسافر وہاں آکر رہے تو اس کی اطلاع کوپ یعنی تھانے دار کو دی جائے ۔ سادھوؤں اور ویدوں کے ودوانوں یعنی عالموں کو صرف اس صورت میں رہنے دیا جائے جبکہ ان کی نسبت یہ علم ہو کہ وہ قابل اعتبار ہیں ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۱۲۳ ماخوذ از ارتھ شاستر)

وہ یعنی تھانہ دار یا گوپ سادھوؤں اور وید کے فاضلوں کو صرف اسی حالت میں رہنے دیں گے جبکہ وہ معتبر چال چلن کے مانے جا سکتے ہوں ۔ (مہاراج اشوک حاشیہ صفحہ ۱۲۳)

(۵) یہ ماننا پڑتا ہے کہ انہوں نے یعنی مہاراج اشوک نے اپنی پولٹیکل طاقت کو ایک فرقہ کی ترقی اور مضبوطی کے لئے استعمال کیا اس طرفداری سے مہاراج اشوک اسی طرح کے صلح کل دسب عقیدوں کو ایک نظر سے دیکھنے والے نہیں رہتے ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۲۳۱)

ہولناک مظالم

مہاراج اشوک اپنے ۹۹ بھائیوں کے قاتل تھے اور انہوں نے کلنگ کو فتح کرنے کے وقت ایک لاکھ آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اور ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کو قید میں ڈال دیا تھا ۔ اس بکھیڑ دھکڑ میں جو خود مر گئے ان کا کوئی حد و شمار ہی نہیں ۔ نیز ان کے باورچی خانے کے لئے ہزاروں جانور روزانہ مارے جاتے تھے ۔ اگرچہ آخر کار اس تعداد کو کم کر دیا تھا پھر بھی تین چار جانور روزانہ ضرور مارے جاتے تھے وید کے فاضلوں اور سادھوؤں کو تفتیش حالات کے بغیر دھرم شالاؤں میں رہنے کی اجازت ہی نہ تھی ۔ مہاراج موصوف حد سے زیادہ متعصب بھی تھے ۔ اور اپنی پولٹیکل طاقت صرف ایک فرقہ ہی کی ترقی اور مضبوطی کے لئے استعمال کیا کرتے تھے ۔ کیا ان اوصاف کا راجہ دنیا میں عادل و منصف کہلانے کا حق رکھتا ہے ہرگز نہیں تعجب کی بات ہے کہ لالہ لاجپت رائے جی ان اوصاف کے باوجود مہاراج اشوک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"مہاراج اشوک ایسے مذہب کے معتقد تھے جو کسی طرح سے بدلا لینا جائز نہیں سمجھتا ۔ جو قاتل سے قاتل گنہگار سے گنہگار کے ساتھ بھی رحم سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے ۔ جس میں قصاص ہرگز جائز نہیں ۔" (مہاراج اشوک)

اب ناظرین خود انصاف فرما سکتے ہیں ۔ کہ لالہ جی کی یہ تحریر کس قدر صداقت سے دور ہے ۔ اور مہاراج اشوک کا اپنا عمل اس کے کس قدر برخلاف ہے ۔

ایسا راجہ جس کا قول اور عمل ایک نہ ہو اور جو اپنے بھائیوں تک کا قاتل ہو وید کے عالموں اور فاضلوں کو مسافر خانہ تک میں رہنے کی اجازت نہ دے ۔ اور اپنے فرقہ کی مضبوطی کے لئے دیگر اقوام کو تباہ کرنے پر تلا رہتا ہو ۔ اس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت عظمیٰ سے کیا مقابلہ ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ناستکوں کی منڈلی

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ بدھ دھرم کا بانی اور اس کے پرچارک اور لیڈر کن اخلاق کے آدمی تھے ۔ اور انہوں نے دنیا میں کیسے کیسے کام کئے ۔ اس سے ناظرین کو لالہ جی کی راست گفتاری پر پورا پورا یقین آ جائے گا ۔ اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا ۔

(۱) چندر گپت کی رسوئی کے لئے ہر روز سینکڑوں جانوروں کا خون ہوتا تھا ۔ اور چندر گپت بڑی شان و شوکت اور جلوس سے شکار کے لئے جاتا تھا ۔ چندر گپت کی سزائیں نہایت وحشیانہ ہوتی تھیں ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۱۱۵)

(۲) مہاتما بدھ کا مشن رائج الوقت ہندو ازم کے برخلاف ایک قسم کی صدائے احتجاج تھی ۔ ذات پات کی تفریق جانوروں کی قربانی ، رہبانیت کی بندشوں ، ہٹ یوگ کی فضول فلاسفی نے مہاتما بدھ کو موجود الوقت ہندو ازم سے سخت متنفر کر دیا تھا ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۳۳)

(۳) بدھ دھرم کی کتابوں میں نند خاندان مگدھ پر بہت سی تہمتیں لگائی گئی ہیں جن کو مورخ نہایت شبہ و رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۳۴)

(۴) برہمن مہاتما بدھ کو دہریہ کہتے تھے ۔ اور ان کی تعلیم کو دہریہ پن خیال کرتے تھے ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۳۴)

(۵) مہاتما بدھ ویدوں اور ایشور کو نہیں مانتا تھا ۔ (مہاراج اشوک ۴۴ صفحہ)

(۶) چانکیہ رشی بدھوں کے ظلم سے تنگ آکر تکشی شلا میں روپوش ہوا ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۳۷)

(۷) چندر گپت بہت ظالم تھا اور اس کی پالیسی سختی کی تھی ۔ (مہاراج اشوک صفحہ ۴۲)

تصحیح

پیغام صلح کے غازی نمبر مورخہ ۲ مارچ ۱۹۲۷ء کے صفحہ ۱۰ پر غلطی سے بیان القرآن کی رعایتی قیمت پندرہ روپیہ درج ہو گئی اصل میں پچیس روپے ہے ناظرین کرام تصحیح فرمالیں ۔

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان جلسہ

مولانا حسین احمد مدنی کی بصیرت افروز تقریر

۲۰ مئی کی شام کو ۷ بجے باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ ڈاکٹر سر محمد اقبال ممبر لیجسلیٹو کونسل کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ایک نہایت مبسوط و مشرح تقریر فرمائی سب سے پہلے آپ نے آنحضرت اور صحابہ کی قربانیوں اور جانفشانیوں کا ذکر کرکے بتایا کہ اسلام کی ترقی کا راز یہ تھا کہ اس کے حلقہ بگوش اپنی عزیز سے عزیز چیز اسلام کی عزت پر قربان کرنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے ۔ اسلام کا قلیل عرصہ میں معلومہ دنیا کے گوشوں تک پھیل جانا بھی اسی وجہ سے تھا کہ صحابہ کرام نے بہت ہی ایثار و قربانی سے کام لیا ۔ وہ اسلام کی اشاعت ہمدردی بنی نوع کے جذبہ سے کرتے تھے ۔ نہ کہ کسی سیاسی چال کی بنا پر ۔

اس بات کے ثبوت میں کہ اسلام جبر سے نہیں پھیلا مولانا نے نہایت مسکت تاریخی شواہد و نظائر پیش کئے ۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام شروع ہی سے تبلیغی مذہب رہا ہے ۔ اس نے اپنے پیرو کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ اس کی اشاعت کرے ۔ یہی وجہ ہے کہ دور دراز علاقوں میں جہاں اسلام کی حکومت کبھی بھی قائم نہیں ہوئی مسلمان تاجروں نے اسلام پھیلایا ۔ شدھی اور سنگٹھن کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ۔ کہ ارتداد افلاس اور جہالت کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔ بنگال میں ۸۰۰ مسلمان خاندانوں کو جو مورتیاں بنانے تھے ۔ یہ کہہ کر مرتد کر لیا گیا کہ اگر تم ہندو نہیں ہوگے تو ہم تم سے مورتیاں نہیں خریدیں گے ۔ غرضیکہ تبلیغ مذہب میں لالچ اور جبر سے کام لیا جا رہا ہے ۔ ہندوؤں کے ہاں اب سوال مذہب کا نہیں بلکہ سیاسی حقوق کا ہے ۔ وہ ہر طرح پر مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں ۔ آریہ اور عیسائی دنیا لاکھوں اور کروڑوں روپے ہر سال تبلیغ مذہب پر صرف کر رہے ہیں ۔ ضرورت ہے کہ مسلمان بیدار ہو کر ان سرگرمیوں کا مقابلہ کریں ، ورنہ یاد رکھیں کہ ان کی ہستی خطرے میں ہے ۔ فسادات کلکتہ کے ذکر میں آپ نے فرمایا کہ کلکتہ پولیس میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل ہے ۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ ہندو مسلمان دونوں مل کر اپنے وطن کو آزاد کرانے کی کوشش کرتے لیکن افسوس کہ ہندو مسلمانوں ہی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں ۔ ہندو کہتے ہیں کہ مسلمان باہر سے آئے ہیں ۔ اس لئے ہندوستان ان کا وطن نہیں ہو سکتا ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا آریہ ہندو باہر سے نہیں آئے ۔ اگر باہر سے آنے کی وجہ سے ہندوستان ہمارا وطن نہیں ہو سکتا تو ہندوؤں کا بھی نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ وہ بھی باہر ہی سے آئے ہیں اصل باشندے تو بھیل اور گونڈ وغیرہ ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وطن تو مسلمانوں کا اصل وطن ہے ۔ مسلمان اسی وطن کی خاک سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں دفن ہوتے ہیں ۔ لیکن ہندوؤں کو تو اس ملک سے اس قدر نفرت ہے کہ وہ اپنے مُردوں کو جلا کر ان کی خاک سمندر میں بہا دیتے ہیں ۔ مسلمان تو مر کر بھی ہندوستان کی سرزمین کو نہیں چھوڑتا ۔ پھر یہ کہنا کیونکر سچ ہو سکتا ہے کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا اصل وطن نہیں سمجھتے ۔ ہندوؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان مسلمانوں ہی کا اصل وطن ہے کسی دوسری قوم کا نہیں ۔ کیونکہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت آدم اور ان کے بیٹوں نے سب سے پہلے ہندوستان میں سکونت اختیار کی چنانچہ اٹک بنیں آباد کے قریب حضرت شیث علیہ السلام کا مقبرہ موجود ہے ۔ پھر قرآن میں آتا ہے کہ کان الناس امۃ واحدۃ ۔ پہلے سب ایک ہی امت تھی ۔ اختلاف بعد میں ہوا ۔ اور ان سب لوگوں کا مذہب ان الدین عند اللہ الاسلام ہی تھا پس حضرت آدم اور ان کے بیٹے جو ہندوستان میں رہتے تھے مسلمان تھے گویا ہندوستان ہمارے آبا و اجداد کا وطن ہے ۔

مسلمان اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے (۱) علم حاصل کریں (۲) ہر قسم کی تجارت اپنے ہاتھ میں لیں اور اسے ترقی دینے کی کوشش کریں ۔ (۳) شادی بیاہ ختنہ موت وغیرہ کی فضول رسموں کو چھوڑ دیں ۔ (۴) جسمانی طاقت بڑھانے کی کوشش کریں (۵) مقدمہ بازی سے احتراز کریں ۔ (۶) احکام شریعت کی پابندی کرکے اپنے خدا کو راضی کر لیں (۷) باہمی تفرقہ بازی اور تکفیر و تفسیق کا سلسلہ بند کر دینا ۔

آخر میں جناب صدر نے فرمایا کہ مسلمانوں کو ان تجاویز پر عمل کرنا چاہیئے اور نہیں تو فی الحال کم از کم لاہور کو اس بارے میں ضرور عملی نمونہ قائم کرنا چاہیئے ۔

راولپنڈی میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

اور کفر بازی کی جڑ پر کلہاڑا

۱۳،۱۴ اپریل کو راولپنڈی میں بڑی دھوم دھام سے جلسہ ہوا حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ۔ حضرت مولوی صدرالدین صاحب مولانا عبدالحق صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب تشریف لائے تھے۔ پرمغز تقاریر ہوئیں۔ مولوی صاحبان نے جیسا کہ ان کی عادت میں داخل ہے اپنی اپنی مساجد میں جلسہ سے ایک دن پہلے اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی احمدیوں کے جلسہ میں شامل ہوگا کافر ہو جائے گا۔ اور حلف بھی اٹھوا لیا۔ اس پر بھی بس نہ کی بلکہ پکٹس ہر جگہ لگا دی گئیں۔ اور ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی شخص احمدیوں کے جلسہ میں شامل نہ ہو۔ باوجود اس شدید مخالفت کے جلسہ میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ رات کے وقت اسلامی کانفرنس قرار پائی تھی اور تاریخ انعقاد جلسہ سے ایک ہفتہ قبل تمام علمائے اہل حدیث شیعہ سنی اور قادیانی احمدی وغیرہ وغیرہ کی خدمت میں اس مضمون کی چٹھیاں لکھی تھیں کہ آپ بھی آکر تقریریں کریں۔ اور مضمون "واعتصموا بحبل اللہ" یعنی اتحاد بین المسلمین پر روشنی ڈالیں۔ لیکن کوئی بھی شامل نہ ہوا مولوی صدرالدین صاحب نے کفر بازی کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور حاضرین جلسہ کو غیرت دلائی۔ کہ اگر اس وقت بھی آپ کو مسجدوں کے مولوی آپس میں ملنے نہیں دیتے۔ جبکہ مسلمانوں پر اشدھی کے مصائب کا پہاڑ گر پڑا ہے۔ تو پھر کونسا موقع آئے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر ان کو مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی ہے تو بر سر میدان آکر اشدھی کا مقابلہ کریں۔ ورنہ مسلمانوں کو کافر بنانا چھوڑ دیں۔ اور پبلک کو اپیل کی کہ تم مولویوں کو سیدھا کرو اگر وہ کفر بازی کی لعنت کو نہیں چھوڑتے تو تم ان کو چھوڑ دو اور نوٹس دیدو کہ ہم کفر باز مولویوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے چنانچہ تمام حاضرین جلسہ نے باقرار حلف وعدہ کیا کہ ہم ایسے مولویوں کو سمجھا دیں گے اور اگر وہ پھر بھی کفر بازی سے باز نہ آئے تو ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دیں گے۔ تاکہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کریں۔

حسب دستور سابق تمام سماجوں کو بھی دعوت دی گئی مثلاً سناتن دھرم سبھا دیو سماج، برہمو سماج۔ آریہ سماج۔ عیسائی۔ جینی مت۔ وغیرہ کو تحریری دعوت دی گئی۔ کہ وہ آکر ہمارے پلیٹ فارم پر تقریریں کریں مضمون جو مذاہب عالم کو پیش کیا گیا وہ تھا "دنیا کا آئندہ مذہب" ہر ایک نمائندہ مذہب کا فرض تھا کہ وہ پیش کرے کہ دنیا کا آئندہ مذہب کیا ہوگا مگر افسوس کہ انہوں نے ایک معمولی اخلاقی فرض کو بھی ادا نہ کیا۔ اچھا ہوتا کہ وہ کم سے کم ہماری دعوت کا جواب تو دیتے۔ لیکن انہوں نے یہ بھی نہ کیا۔ ہاں ہم اس قدر مشکور ہیں کہ صرف آریہ سماج نے جواب دیا۔ اور جواب وہ دیا کہ جس کا مطلب سمجھنے کے لئے نصف شہر تلاش کر مارا۔ کہ کوئی ہندو صاحب اس خط کا مطلب بتا دیں کہ کیا ہے۔ جواب خط شاستری میں تھا۔ ہم نے خط اردو میں لکھا تھا۔ انہوں نے جواب میں شرکت جلسہ سے انکار کیا لیکن اردو میں نہیں بلکہ شاستری میں یہ وہ زبان ہے جس کو ایک فیصدی ہندو بھی نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آریہ سماج اب ہمارے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ وہ دن گئے جب وہ میدان مناظرہ میں آیا کرتے تھے

جلسہ ختم ہونے کے بعد گھر گھر یہ چرچا شروع ہوا کہ کیوں مولوی کفر بازی کو نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ مولویوں کے لئے مصیبت کے دن آگئے کوئی ادھر سے پوچھتا ہے کوئی ادھر سے۔ ایک گروہ آتا ہے ایک جاتا ہے۔ اور مجبور کر رہے ہیں کہ تم مل کر کیوں کام نہیں کرنے دیتے۔ جب مولویوں کو معلوم ہوا کہ ہمارا بائیکاٹ کرنے پر پبلک تلی ہوئی ہے تو پھر خاص طور پر منادی کی گئی کہ جمعہ میں خاص مضمون پر وعظ ہوگا۔ چنانچہ دوسرے جمعہ پر جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی لیکن سوائے ناکامی کے میسر کچھ نہ ہوا۔ کئی لوگ بغیر جمعہ پڑھے نکل آئے۔ فہمیدہ گروہ مولویوں سے سخت بیزار ہو گیا ہے۔ اور سنا گیا ہے کہ معززین میں سے بڑے حصہ نے مولوی محمد نعیم اور مولوی محمد اسحاق صاحب کے پیچھے اب نماز پڑھنی بھی چھوڑ دی ہے۔ مولوی عصمت اللہ صاحب پشاور چلے گئے تھے واپسی پر ہم نے پھر راولپنڈی میں ٹھہرا لیا۔ صدر میں تین جلسے ہوئے۔

پہلے جلسہ میں تین مزید ریزولیوشن پاس ہوئے۔ اور باوجود تاکید کے کہ اگر کسی صاحب کو اختلاف ہو تو اٹھ کر اس ریزولیوشن کی تردید کر دے۔ لیکن ایک شخص بھی سینکڑوں کی تعداد میں سے نہ اٹھا جو تردید کرتا۔

کی تکفیر نہیں کریں گے۔ نہ کرنے دیں گے۔ خواہ وہ مسلمانوں کے کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں اور اپنے علما کو مجبور کریں گے کہ وہ مل کر کام کریں۔ اور کفر بازی کو چھوڑ دیں۔

دوسرا ریزولیوشن یہ تھا کہ ہم اب مسلمانوں کے کسی دیگر مذہب والے کے ہاتھ کی بنی ہوئی خورد و نوش کی چیز نہیں کھائیں گے۔ مثلاً مٹھائی وغیرہ پھر اعلان کیا گیا کہ کل ۸ بجے پھر مولانا تقریر فرمائیں گے۔ سامعین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مولانا نے شدھی کی آفت کے حالات پیش کرکے اور مسلمانوں کی اقتصادی اور مذہبی حالت کو پیش کرکے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ گھر کے فروعی جھگڑوں کو چھوڑ دو۔ اور جو مصیبت اس وقت مسلمانوں پر آ پڑی ہے۔ مل کر اس کا دفعیہ کرو۔ اور مولویوں کو کہو کہ حجروں سے نکلیں اور کچھ کام کریں۔ اور کفر بازی کے پیشہ کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس پر پھر سامعین سے حلف لیا گیا۔ تمام جلسہ نے مولویوں کی اس حالت پر بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا۔ معزز سامعین کی طرف سے مولانا عصمت اللہ صاحب کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ وہ رات کو ٹھہر جائیں۔ تاکہ ہم مولوی محمد نعیم امام جامع مسجد اور مولوی محمد اسحاق صاحب مانسہروی کو شامل کر سکیں۔ اور اگر وہ اس اتحاد میں شامل نہ ہوں یعنی تکفیر اہل قبلہ نہ چھوڑ دیں تو ان کو بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ اس درخواست کو مولانا موصوف نے منظور فرمایا۔ ارکان جلسہ نے جو کہ احمدی نہیں تھے بلکہ غیر احمدی تھے۔ مولانا موصوف کی خدمت میں یہ خط لکھا جس کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

"مکرم مولانا محمد اسحاق مولوی محمد نعیم السلام علیکم۔

اتحاد بین المسلمین پر راولپنڈی اور صدر میں کئی جلسے ہوئے جن کا مسلمانوں پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اس مضمون پر خصوصیت سے ساتھ زور دیا۔ اور رات کے جلسہ میں بالاتفاق طے ہو گیا کہ جملہ کلمہ گو مسلمانوں کو مسلمان سمجھا جائے۔ اور ان کی تکفیر نہ کی جائے خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اور ہماری تحریک پر یہ بھی قرار پایا کہ جناب کو بھی اس تحریک میں شامل کیا جائے اور اس غرض کے لئے مولانا عصمت اللہ کو ساتھ لے کر خدمت والا میں حاضر ہوں۔ اگرچہ ہم کو یقین ہے کہ آپ جیسا معاملہ فہم عالم اس تحریک کو فوراً لبیک کہے گا مگر تاہم اس نیاز نامہ کے ذریعے بنا بر استصواب یہ گزارش ہے کہ اگر جملہ مسلمانان راولپنڈی کا یہ فیصلہ پسند ہو تو اجازت دی جائے کہ مولانا عصمت اللہ صاحب کو ساتھ لے کر در دولت پر حاضر ہوں اور یا جناب والا خود بنفس نفیس تشریف لائیں۔"

اس خط کا جواب مولانا نے انکار میں دیا۔ اور خط میں سلام علیکم بھی نہ لکھا۔ مولوی محمد نعیم صاحب نے کہا کہ جواب مسلمانوں سے پوچھ کر دونگا۔ الغرض پنڈی میں یہ مولوی از حد ذلیل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

نامہ نگار

انتقاد

"انقلاب"

انقلاب تو خیر دنیا میں ہر وقت ہوتا ہی رہتا ہے لیکن حال ہی میں لاہور میں ایک عظیم الشان انقلاب ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک نیا اسلامی روزنامہ "انقلاب" نہایت آب و تاب سے شایع ہونا شروع ہوا ہے۔ اس کا عملہ ادارت وہی ہے جو کسی زمانہ میں زمیندار کا تھا۔ اور جس میں مولانا غلام رسول مہر اور مسٹر سالک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اخبار کی خوبیاں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان دونوں اصحاب کے نام ہی اخبار کی دلچسپی کے لئے کافی ضمانت ہیں۔ جن لوگوں کو زمیندار میں مولانا غلام رسول کی انشا پردازی اور مسٹر سالک مدیر افکار و حوادث کی ظرافت و خوش طبعی کا چسکہ پڑ چکا ہے وہ تو خیر اس جدید روزنامہ کے خریدار بنے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ البتہ دوسرے اصحاب سے استدعا ہے کہ وہ اس اصلاحی روزنامہ کی ضرور ہمت افزائی کریں۔ لکھائی چھپائی تمام روزانہ اخبارات سے بہتر ہے۔ سائز $\frac{22 \times 29}{2}$ ہے ہر ہفتہ سنڈے اڈیشن بھی شاندار طور پر شایع ہوتا ہے۔ سالانہ چندہ [illegible]

اخبار احمدیہ

(مرتبہ مولوی دوست محمد صاحب)

حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں ۳۰ اپریل کو احباب احمدیہ کی ایک خاص مجلس شوریٰ لاہور میں منعقد ہوئی۔ باہر سے بہت سے معزز احباب آئے ہوئے تھے مثلاً ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم۔ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ۔ ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ۔ شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد۔ شیخ محمد جان صاحب وزیرآباد۔ قاضی محبوب عالم صاحب گوجرانوالہ۔ خان غلام محمد خان صاحب کامل پور

رامپور سے اخویم سعادت علی خان صاحب پنشنر اپنی اہلیہ سمیت حج کو تشریف لے گئے ہیں۔ بمبئی سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں انہوں نے لکھا ہے کہ جہاز ہالیوں کے ٹکٹ ایک سو سیکا نوٹ روپیہ فی کس کے نرخ سے خرید لئے ہیں۔ لیکن جہاز کی تاریخ روانگی ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء ہو کیونکہ یہ جہاز ہنوز بمبئی میں نہیں ہے۔ یعنی پہلے حجاج کو جو لے گیا ہے ہنوز واپس نہیں آیا۔ اس سے پہلے روانہ ہونے والے جہازوں کے ٹکٹ فروخت ہو کر تعداد پوری ہو چکی ہے حالانکہ وہ بھی ابھی بمبئی میں نہیں پہنچے۔ اب ۱۵ مئی سے ۱۷ مئی تک کے جہازوں کے ٹکٹ فروخت ہو رہے ہیں۔ حاجیوں کی بہت کثرت ہے اس وجہ سے ٹکٹ کی قیمت گراں ہے۔ استدعا ہے کہ سب کے لئے دعا کامیابی فرمائی جائے۔ کل بزرگان سلسلہ کی خدمت میں سلام علیکم۔

ہماری دلی دعا ہے کہ خان صاحب اور انکی اہلیہ محترمہ اپنے پاک ارادہ میں کامیاب اور فائز المرام ہو کر بخیر و عافیت واپس آئیں۔ ہمیں تمام احباب امید ہے کہ اپنے ان غریب الوطن بھائیوں کے لئے جو اس سال حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں خاص طور پر دعا فرمائیں گے۔ اگر آئندہ ایسا انتظام ہو سکے کہ احمدی عازمین حج روانگی سے قبل اپنے اس ارادہ کی اطلاع مرکز میں دے دیا کریں اور پھر سب کے سب ایک تاریخ مقرر کرکے اکٹھے روانہ ہوں تو بہت بڑے فائدہ اور ایک دوسرے کی سہولت کا موجب ہوگا۔ امید ہے کہ ہمارے احباب اس کا خیال رکھیں گے۔

شیخ عزیز اللہ صاحب مدراس سے لکھتے ہیں کہ احمدیت کو مدراس میں ایک برجستہ جدید اور بزعم خود معقول جماعت کے ساتھ جو تھیاسوفسٹوں کی جماعت ہے مقابلہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان کی پچاس سالہ زندگی میں عالمگیر برادری کے لئے دنیا انہی کی مرہون منت ہے۔ میں اس کے جواب میں بقر عید کے دن یونیورسل برادرہڈ ڈے منایا کرتا ہوں جس میں لیکچروں کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ عالمگیر برادری اسلام میں ہے نہ تھیاسوفی میں چنانچہ اس دفعہ بھی یہ دن منایا جائے گا انشاء اللہ

درخواستہائے دعا۔ اخویم غلام شبیر صاحب متعلم زراعتی کالج لائل پور امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

برادر محمد فضل قادر صاحب کا بچہ کئی روز سے تپ محرقہ میں مبتلا ہے برادر موصوف احباب کرام سے دعا کے متمنی ہیں۔

کشمیر سے عبدالغنی بابا صاحب لکھتے ہیں کہ خاکسار بہت مدت سے جماعت احمدیہ میں شامل ہے۔ جماعت میں شمولیت سے پیشتر میرا عملی پہلو بہت خراب تھا اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمایاں فرق ہے تاہم ابھی بہت سی کمزوریاں ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے نیز ایک دوست کے لئے بھی دعا فرمائیں جو امتحان میں شامل ہونیوالا ہے۔

مدراس سے عزیز اللہ صاحب ملازمت میں ترقی کے لئے دعا کے خواستگار ہیں

غائبانہ جنازہ۔ جناب مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ ۱۰ اپریل کو ایک بجے دن کے اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ نے حضرت مسیح موعود سے ۱۸۹۲ء میں بیعت کی تھی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ سب جگہ احمدی احباب مرحومہ کا جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

اخویم شاہ محمد خان صاحب انجنیئر کی اہلیہ صاحبہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرما گئیں۔ ان کے گھر میں ایک ماہ ہوا لڑکا پیدا ہوا تھا جس کی صحت ماشاء اللہ اچھی ہے۔ اس سے پیشتر بھی خان صاحب موصوف کی ایک بیوی لاہور میں فوت ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ دوسرا نکاح کیا تھا۔ ہمیں خان صاحب مکرم سے ان صدمات میں دلی ہمدردی ہے

پیام عمل

اے فاتحان صف شکن اے رستمان پیلتن ۔۔۔ اے شیر مردان کہن اے نوجوانان وطن !

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

دنیا کو دو درس عمل، اور پھر اٹھو وحدت کے بل ۔۔۔ کبتک یونہی طول امل اور قصۂ لات و ہبل؟

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

اے سرفروشان جہاں کبتک یونہی خوابگراں ۔۔۔ آخر کہاں تک ایں و آں، کبتک بہم سرگوشیاں

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

ملت کے شیدا ہو اگر مذہب کا دعویٰ ہو اگر ۔۔۔ قرآن ملجا ہو اگر اسلام ماوا ہو اگر،

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

رمز طریقت ہے یہی حکم شریعت ہے یہی ۔۔۔ قانون فطرت ہے یہی راہ ہدایت ہے یہی

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

غیروں کے یہ جور و ستم تم کو نہیں احساس تم ۔۔۔ افسوس یہ ناز و نعم اے ہادیان محترم

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

ذوق سیاست اسمیں ہے دنیا کی طاقت اسمیں ہے ۔۔۔ فرض رسالت اس میں ہے ساری عبادت اسمیں ہے

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

ہاں لیچلو شمع حرم پھر جانب بیت الصنم ۔۔۔ ظلمت کدہ پھر کفر کا بن جائے اک بیت الحرم

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

شدھی کے اس طوفان میں تبت میں ہندوستان میں ۔۔۔ کیا چین کیا جاپان میں یورپ میں انگلستان میں

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

تم خالد جانباز ہو پھر آج سرافراز ہو ۔۔۔ توحید کے میدان میں پھر رل کے ہم آواز ہو

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

ہو غلغلۂ توحید کا ہر سمت و ہر سو جا بجا ۔۔۔ لیکر اٹھو نام خدا بن جاؤ سب کے ناخدا

تنظیم کے حامی بنو تبلیغ کے حامی بنو

بزم احبا

(مرتبہ خانصاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

جرمنی میں اسلام کی ضیا پاشیاں

مولوی فضل کریم خاں صاحب لکھتے ہیں کہ اس ہفتہ چار جرمنوں نے اسلام قبول کیا۔ جن میں سے ایک جرمن خاتون ہے جو کچھ عرصہ سے ایک ایرانی کے نکاح میں ہے۔ اور اب اظہار اسلام کرتی ہے۔

بنگال میں تبلیغ اسلام

علاقہ بنگال میں شدھی سبھا کی سرگرمیوں اور مسلمانوں کی حالت کا مطالعہ کرنے کے لئے انجمن نے گزشتہ چند ماہ سے مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی اے کو تعینات کر رکھا ہے اس وقت تک مولوی صاحب معمدبی بنگال کے اکثر مواضعات اور شہروں کا دورہ کر چکے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں سے مل کر اشاعت اسلام کے لئے کچھ عملی کارروائی کرنے کی فکر میں ہیں۔ ان کی مختلف رپورٹوں سے ذیل کے نتائج ہماری جماعت کے لئے مخصوصاً اور دوسرے مسلمانوں کے لئے عموماً فوری توجہ کے لائق ہیں۔

(۱) دیگر علاقہ جات کی طرح بنگال میں بھی ایسے کثیر تعداد لوگ ہیں۔ جو برائے نام مسلمان ہیں۔ اور جن میں ہندوانہ رسوم جاری ہیں۔

(۲) ایسے لوگوں کو لوکل مسلمان تنگدلی کی وجہ سے مساوی حقوق دینے کو تیار نہیں۔

(۳) ہندوؤں کی طرف سے جگہ جگہ شدھی سبھائیں قایم کر کے عوام میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جذبہ نفرت پیدا کیا جا رہا ہے۔

(۴) اس کے خلاف مسلمانوں میں نہ کوئی تنظیم ہے اور نہ کوئی ایسی بارسوخ شخصیت جو ان کی ان مشکلات میں رہنمائی کرے۔

(۵) شہروں کے تعلیم یافتہ مسلمان لیڈر مذہب اور اس کی ضروریات سے غافل اور رات دن سیاسی گتھیوں کے سلجھانے میں منہمک ہیں۔ اس کے خلاف ہندو لیڈر سیاسیات کے ساتھ ساتھ اپنی مذہبی تحریک کو بھی جس کا اصل مقصد حصول سیاسیات ہی ہے۔ پورے جوش کے ساتھ گاؤں گاؤں میں پھیلا رہے ہیں۔

(۶) شدھی کی تحریک سے جہاں کہیں مسلمانوں میں کچھ حرکت پیدا ہوئی ہے۔ ملاں لوگ اس سے ذاتی مفاد کا کام لے رہے ہیں۔

(۷) تبلیغی انجمنیں اگر کہیں برائے نام ہیں بھی تو ان کو باہمی رقابت کھائے جاتی ہے۔ مخالفین اسلام کا مقابلہ تو ان سے کیا ہو سکے گا۔

(۸) ملاؤں کی شرارت اور بعض خود غرض لوگوں کے بہکانے سے تعلیم یافتہ طبقہ بھی علی العموم حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے ہم سے تعاون کرنے سے جھجکتا ہے۔

(۹) چند روشن خیال ہمدردان اسلام نے کلکتہ میں ایک تبلیغی انجمن قایم کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسے اپنے مقاصد میں کامیاب کرے۔ اور اس کے ذریعہ سے مسلمانان بنگال میں روح عمل پیدا ہو۔

(۱۰) میرے خیال میں جبتک ہماری قوم حفاظت و اشاعت اسلام کا کوئی عملی نمونہ مسلمانان بنگال کے سامنے پیش نہ کریگی اور جتنے بھی ہمدرد [illegible] شہروں میں نہیں بلکہ باہر کے علاقہ جات میں کام شروع نہ کریگی تبتک بنگال کی کوئی لوکل انجمن اس کام میں [illegible]

جلسہ افتتاح

اشاعت اسلام کالج لاہور

علمائے اسلام کی بصیرت افروز تقریریں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے جس اشاعت اسلام کالج کے کھولنے کا اعلان کیا تھا۔ اس کا افتتاح ۱۳ مئی کو ساڑھے پانچ بجے شام کے وقت کوٹھی نمبر ۳ واقعہ ہیڈن روڈ لاہور میں ہوا۔ صدر جلسہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے۔ اس موقع پر جناب مولانا صدر الدین صاحب پرنسپل کالج نے ایک نہایت مبسوط مشرح اور پر معارف تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

جناب صدر و معزز حضرات! اشاعت اسلام کالج کے افتتاح کی تقریب پر میں آپ حضرات کی خدمت میں دو چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ اسلام کی تعلیم کی نشر و اشاعت کی بنا خود حضرت نبی کریمؐ نے ڈالی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے پیشتر دنیا میں صرف ایک ہی مذہب تھا جس نے تبلیغ کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ وہ عیسائی مذہب تھا اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کئی مواقع پر یہ اظہار کیا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے آیا ہوں غیر بنی اسرائیل کی ہدایت میرے ذمے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پطرس اور پال کا اس بات پر جھگڑا ہوا کہ آیا عیسائی مذہب کی تعلیم دوسرے لوگوں کو دی جاسکتی ہے یا نہیں پطرس نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح جن کی خدمت میں مجھے بیٹھنے کا شرف حاصل ہے وہ اجازت نہیں دیتے کہ بنی اسرائیل سے باہر اس کی تبلیغ کی جائے۔ لیکن پال نے کہا کہ اس تعلیم کو دوسروں تک پہنچانا چاہئے غرض اس بحث نے بہت طول کھینچا اور آخر الامر پولوس کی بدولت اس مذہب کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ورنہ یہودی مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔

ہندو مذہب کی تنگ ظرفی

اسی طرح ہندو مذہب بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی غیر مسلم کو اس میں داخل کیا جائے۔ گو آج آریہ سماج کوشش کر رہی ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ ہندو مذہب میں شامل ہوسکیں۔ لیکن سناتن دھرمی اس کے خلاف ہیں۔ غرض ہندو مذہب اور دوسرے مذاہب تبلیغ مذہب کے خلاف ہیں۔ لیکن آج بہت سی قومیں نظر آتی ہیں۔ جن کے اندر یہ تحریک شروع ہوگئی ہے۔

تبلیغ مذہب کا حق

اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسی قوم ہے جسے تبلیغ مذہب کا حق صحیح طور پر پہنچتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سب مذاہب سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ تم ہمیں کیا دیتے ہو۔ جو مذہب انسانیت کی خدمت کے اصول اچھے اور عمدہ رکھتا ہو وہ اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے۔

مساوات نسل انسانی

اس کسوٹی پر سب سے بڑھ کر اسلام صحیح اترتا ہے۔ جب حضرت نبی کریمؐ نے دعوےٰ کیا تو اس وقت عرب میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک بڑے طبقہ کے آدمی اور دوسرے چھوٹے طبقہ کے۔ بڑا طبقہ چھوٹے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا تھا۔ یہ منظر ایسا تھا جس نے رسول اللہ کے دل کے اندر ایک ولولہ ایک تڑپ پیدا کی کہ نسل انسانی کے اندر مساوات قائم کی جائے۔ چنانچہ آپ نے ان تمام امتیازات کو مٹا کر ایک بے نظیر وحدت و مساوات قائم کی۔

آج کی دنیا

آج بھی دنیا میں دو ہی پارٹیاں ہیں۔ ہندوستان میں شودر اور برہمن کا جھگڑا ہے۔ اور یورپ میں امیر اور غریب کا۔ یورپ میں ذات پات کا جھگڑا نہیں۔ بلکہ چھوٹے اور بڑے آدمی کا سوال ہے۔ اور یہ سوال اس حد تک ہے کہ گرجے تک میں بڑے آدمی کے لئے علیحدہ جگہ ہے اور چھوٹوں کے لئے علیحدہ ان لوگوں کو غیر قوموں کے ساتھ بھی تعصب ہے جس طرح ہندو ہمالیہ سے پرے رہنے والوں کو ملیچھ سمجھتے ہیں اسی طرح اہل مغرب مشرق والوں کو غلام اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ غیروں کو چھوڑ کر آپس میں ان کے اندر خطرناک تفریق موجود ہے۔ ایک لفٹنٹ کی میز پر

کی انگریز عورتیں شامل ہوئیں۔ اور رسالہ اسلامک ریویو کے لئے اکٹھا فوٹو لیا گیا۔ اس پر ایک اعلیٰ طبقہ کی میم صاحبہ نے ہمیں لکھا کہ اگر آپ نے دوسری چھوٹے طبقہ کی عورتوں کے ساتھ میرا فوٹو شائع کیا تو میں ہتک عزت کی نالش کر دونگی۔

مسلمان جنات

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج خود مسلمانوں کے اندر بھی یہ بدعت آگئی ہے۔ وہ جنات جو لوگوں سے چھپ کر رہتے ہیں ہمارے ہاں بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ کون ہیں۔ یہی امرا کا طبقہ جو ہماری مساجد میں نہیں آتا۔ اور ہمارے جلسوں میں شریک نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کیوں نہیں آتے اس لئے کہ وہ لعنت جو یورپ میں پھیل رہی ہے۔ وہ لعنت جس نے روس میں کمیونزم پیدا کیا ہے۔ اس کا اثر یہاں بھی پیدا ہو گیا ہے۔

اہل عرب کی اصلاح

رسول اللہ کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ تھے۔ جو دوسروں کو ذلیل سمجھتے تھے۔ اس طبقہ میں نبی کریمؐ نے کام کر کے دکھایا اور ایسی کامیابی سے کیا کہ دنیا جہان کے مخالف مانتے ہیں کہ ایسا کامیاب مصلح آج تک دنیا میں نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں اشارۃً ان رسوم بد کا تذکرہ موجود ہے۔ جو اس وقت اہل عرب کے اندر پائی جاتی تھیں۔ حج کے موقع پر عرفات میں صرف بڑے لوگ ہی جاتے تھے۔ عوام الناس کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔ قرآن نے سب کو اجازت دے دی حضرت نبی کریم مساوات کا ازحد خیال رکھتے تھے۔ آپ مجلس میں کبھی اونچی نشست پر نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ دوسروں کے ساتھ اس طرح مل کر بیٹھتے تھے۔ کہ اگر کوئی اجنبی شخص ملنے کے لئے آتا تھا تو وہ تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ان میں سے بڑا کون ہے اس لئے پوچھنے کی ضرورت ہوا کرتی تھی کہ تم میں سے محمد کون ہے۔ آپ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی یعنی اصیل نسل کی لڑکی کا نکاح اپنے ایک غلام زید سے کر دیا تا عرب کے لوگ دیکھ لیں کہ اسلام کی نگاہ میں سب انسان برابر ہیں فتح مکہ کے وقت اسی زید کا لڑکا اسامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھا۔ حضرت بلالؓ بھی ایک غلام ہی تھے۔ رسول اللہ اور ان کے صحابہؓ بلالؓ کی جسقدر عزت کرتے تھے وہ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے بلالؓ میں تمہاری جوتی کی آواز جنت میں اپنے آگے آگے سنتا ہوں۔ اسلام کا یہی اصول تھا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں مسلمانوں نے ظاہری چیزوں کو عزت کا معیار قرار دے لیا۔

دور انصاف

آج مہذب دنیا د Prestige) رعب کے چکر میں پھنس کر عدل و انصاف کو بھی خیر باد کہہ دیتی ہے۔ لیکن اسلام اس سے بالا تر ہے۔ حضرت نبی کریمؐ کے سامنے ایک معزز قریشی عورت پیش کی گئی جس نے چوری کی تھی۔ بعض صحابہ نے سفارش کی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ معزز قریش قوم کی عورت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے بھی امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ بڑوں کو چھوڑ دیتی تھیں۔ اور چھوٹوں کو پکڑ لیتی تھیں۔ پس اس سے ڈرو میں اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اس کے بجائے میری لڑکی بھی ہوتی تو اسے سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ صحابہ کرام میں بھی عدل پسندی کا یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ نے اپنے لڑکے کو کوڑے نہیں مارے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت علیؓ اور ایک یہودی عدالت کے کٹہرے میں ایک ہی جگہ کھڑے کئے گئے قرآن کا حکم ہے الحر بالحر و العبد بالعبد یعنی اگر بادشاہ قاتل ہو تو اسے سزا دی جائے اور اگر غلام ہو تو اسے۔ اس کے نزدیک قومی رعب کوئی چیز نہیں۔ وہ عدل و مساوات کا حامی ہے۔

موجودہ مفاسد کا علاج

انہی قوانین کے خلاف چلنے کا نتیجہ کمیونزم ہے۔ کمیونزم کیا ہے اسلام ہی کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔ وہ مساوات قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اسلام بھی مساوات چاہتا ہے۔ فرق صرف مدارج اور تعین حقوق کا ہے۔ آج دنیا سخت عذاب میں مبتلا ہے یورپ چاہتا ہے کہ مشرق کو کھا جائے۔ اسے ہمیشہ غلامی میں رکھے اور پنپنے نہ دے۔ کیا ان مفاسد کا علاج ہندو مذہب یا کسی دوسرے مذہب میں ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس تمام فساد کا علاج اگر ہے تو اسلام میں ہے۔ مختصر [illegible] اسلام کا [illegible] ہے۔ اگر نیچ نہ میری [illegible]

ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ کے چند دلچسپ واقعات پیش کئے جن سے مقصود اسلامی اخوت و مساوات دکھانا تھا۔ لیکن بغرض اختصار ہم انہیں حذف کئے دیتے ہیں۔ (پیغام صلح)

اسلام کو پھیلاؤ

سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ کا علاج یہی ہے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ یہ کام صرف اس اشاعت اسلام کالج ہی کا نہیں ہے سب مسلمانوں کا ہے اس لئے آپ سب بھائیوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

اسلام کا پیغام صلح و آشتی کا پیغام ہے۔ یہ تعلیم کس قدر امن اور صلح پیدا کرنے والی ہے کہ سب کی طرف خدا کے نبی آئے اور اس لئے مسلمان کو سب مذاہب کے رشیوں منیوں اور پیغمبروں کی تعظیم کرنی چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ آج ہندوؤں نے ہم پر بڑی زیادتی شروع کر رکھی ہے لیکن اس میں کچھ قصور ہمارا بھی ہے۔ کہ ہم نے ان کو اسلام کی اس اعلیٰ تعلیم سے آگاہ نہیں کیا۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی مذہب کا ماننے والا تمہارا دشمن نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ تمہارے اصول سے واقف ہو جائے۔ تمہارا مذہب نسل انسانی کے اندر وحدت پیدا کرنے والا ہے تم کیوں اس پیغام کو نہیں پھیلاتے۔ تم انسانیت کے خادم ہو اسی خدمت کے لئے اشاعت اسلام کالج کھولا گیا ہے۔ گو آج وہ پہلی رات کے چاند کی مانند ہے لیکن اگر آپ لوگ اس کی طرف توجہ کریں تو وہ چودھویں رات کا چاند بھی بن سکتا ہے۔ اگر آج وہ گٹھلی کے مثل چھوٹا سا ہے تو کسی وقت وہ ایک بڑا درخت بھی بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ تم اس کی آبیاری کرو۔ خدا کے آگے گڑگڑاؤ اور عجز و نیاز سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

دوسری تقریر

آپ کے بعد مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری کی تقریر ہوئی آپ نے فرمایا کہ:-

جو وعظ اس وقت میرے مخدوم مولانا صدر الدین صاحب نے فرمایا ہے اس کا ایک ایک لفظ اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے۔ آب زر ہی سے نہ لکھا جائے کہ وہ صرف رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ آج ضرورت ملبوا ملبوا کی ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ آج دنیا ایک چیز کو ڈھونڈھتی ہے۔ اور وہ چیز تمہارے پاس ہے گو تم نے اس کو گھٹا ٹوپ بادلوں کے اندر چھپا رکھا ہے۔ بلاشبہ ہم اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ آج اسلام کو نہ ہم خود سمجھتے ہیں نہ دوسروں کو سمجھاتے ہیں۔ اگر ہم سمجھیں تو پھر ہم اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ ہمیں ناز ہو کہ ہمارے پاس یہ قیمتی چیز ہے۔ مساوات کے وہ تمام واقعات محبت و شفقت کے وہ تمام قصے جو آپ نے ابھی سنے ہیں ہم میں سے اکثر یقیناً ان سے ناواقف ہیں۔ مولانا نے سچ فرمایا ہے کہ اگر اسلام کو اس کی حقیقی شکل میں غیر مسلموں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ حیرت میں رہ جاتے ہیں۔ اور تعجب سے پکار اٹھتے ہیں کہ کیا یہی اسلام ہے؟ اگر یہی اسلام کی تعلیم ہے تو ہم بھی مسلمان ہیں۔

حقیقی اسلام

آج اگر آپ ایک تعلیم یافتہ ہندو کو اسلام کی طرف بلائیں اور اس اسلام کی طرف جو ہمارے اندر ہے یا جو مکفر علما کے اندر ہے یا جس کا نقشہ حلقہ ارتداد میں نظر آتا تھا تو وہ کیوں اسلام کی طرف آئے گا۔ ہاں اگر اس اسلام کی طرف آپ دعوت دیں گے جس کی طرف مولانا نے توجہ فرمائی ہے تو اس کو مسلمان ہونے میں کچھ بھی پس و پیش نہ ہوگا

اشاعت اسلام کالج

مبارک ہیں یہ کوششیں ہمارے ان بھائیوں کی جو آج اشاعت اسلام کالج کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ ان میں سے خود ہر ایک اشاعت اسلام کالج اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی بولتی چالتی درسگاہ ہے لیکن ضرورت تھی کہ جو لوگ اپنی زندگیاں اشاعت اسلام کے لئے وقف کرنا چاہتے۔ ان کو ایک وقت تک کسی درسگاہ میں تعلیم دی جائے۔ بہت مبارک ہیں یہ کوششیں اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈالے۔ بلا کسی تفریق کے آپ اس بات پر عمل کریں تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔۔۔ الخ جب ہمارا خدا ایک، کعبہ ایک، رسول ایک، کتاب ایک۔ پھر ہم کیوں نہ متحد ہو کر کام کریں۔ کیوں نہ ہم اس اشاعت اسلام کالج کو اپنا کالج سمجھیں اور سب کے سب اس کی حتی المقدور مدد کریں۔

جناب صدر کی اختتامی تقریر

میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور جو لوگ یہاں سے نکلیں گے وہ کیا کام کریں گے۔ بہت سے لوگوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا ہم اضافہ کرنا چاہتے ہیں بھیک مانگنے والوں میں جو مذہب کے نام پر پہلے ہی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ایسے معترضین کو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہماری غرض قدیم طرز کے ملا پیدا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس موجودہ جنگ کے لئے جو ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں اسلام کے خلاف جاری ہے۔ ایسے سپاہی پیدا کرنا ہے جو ضروری ہتھیاروں سے مسلح ہوں اور حریفوں کا پورے طور پر مقابلہ کر سکیں۔ ہر قوم اپنی زندگی کے لئے کچھ نہ کچھ کر رہی ہے۔ اگر غافل ہیں تو مسلمان ہی ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی قوم اپنے آپکو مٹتا دیکھتی ہے تو اپنی زندگی کے لئے ضرور ہاتھ پیر مارتی ہے۔ ہم بھی اسوقت خطرے میں ہیں۔

عظیم الشان قومیت

اب سوال یہ ہے کہ ہمیں اپنی قوم کو زندہ رکھنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مذہب دنیا سے نابود ہو جائے تو بہت سے لوگ جو مذہب کو فضول سمجھتے ہیں یہ کہیں گے کہ اس میں کچھ نقصان نہیں اور اگر کچھ نقصان ہے بھی تو وہ چند روایات یا اعتقادات کا ہے۔ گو دوسرے مذاہب کے متعلق یہ کہنا صحیح ہو لیکن یاد رکھئے گا کہ اگر اسلام دنیا سے مٹ جائے تو ایک عظیم الشان قومیت جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ مٹ جائے گی جس سے دنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ یہ قومیت اصول پر مبنی ہے کسی ملک، نسل اور رنگ پر مبنی نہیں۔ کسی اصول پر قومیت کا قایم کرنا اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔ آج اس قومیت کو جگہ جگہ مقابلہ درپیش ہے۔ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصہ میں اس قومیت کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے اس غرض کے لئے یہ کالج قایم کیا گیا ہے۔

اشاعت اسلام کالج

اشاعت اسلام کالج تو آج ہم برائے نام کھولتے ہیں۔ برائے نام اس لئے کہتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء ہی میں ہم نے اشاعت اسلام کالج کی بنیاد ڈالی تھی اس وقت اس میں پانچ چھ طالب علم تھے جن میں سے ایک مولوی عبدالحق فاضل سنسکرت ہیں۔ جن کی عزت و شہرت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس نمونہ سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس کالج کے ذریعے ایسے لایق آدمی تیار کئے جا سکتے ہیں۔ آج ایسے ایک آدمی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سینکڑوں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اس وقت ایسے آدمی ہمارے پاس صرف دو ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی عصمت اللہ صاحب ان کے لیکچروں اور مناظروں کے لئے باہر سے بہت درخواستیں آتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ سب جگہ نہیں پہنچ سکتے جب یہ کالج ۱۹۱۴ء میں کھولا گیا تھا۔ تو اس وقت ہماری انجمن کی ابتدائی حالت تھی اور مخالفت کا زور تھا۔ اس لئے ہم اسے ڈیڑھ سال سے زیادہ جاری نہ رکھ سکے۔ اگر اس وقت مسلمان ہماری مدد کرتے تو آج خدا کے فضل سے ایک مولوی عبدالحق نہیں بیسیوں مولوی عبدالحق پیدا ہو چکے ہوتے۔

ہمارے رہنماؤں کی افسوسناک حالت

بہت سی تبلیغی انجمنیں موجود ہیں۔ لیکن اس میدان مقابلہ کے لئے جو درپیش ہے موزوں آدمی ان کے پاس نہیں ہیں۔ بڑے بڑے علماء قرآن و حدیث جاننے والے موجود ہیں۔ لیکن جس چیز کی ضرورت آج ہندوستان میں ہے اس سے وہ خالی ہیں۔ عیسائیوں اور ہندوؤں نے اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہزارہا آدمی پیدا کئے لیکن مسلمان ابھی تک اسی بحث میں پڑے ہوئے ہیں کہ آیا مبلغ پیدا کرنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ ایک تو ہمارے علما کا گروہ ہے۔ میں بغیر کسی تحقیر کے خیال کے کہتا ہوں کہ وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہیں اور بھولی باتوں میں پڑے ہیں۔ رہے دوسرے لوگ یعنی سیاسی لیڈر جنہیں ... ت و ضروریات زمانہ کا علم ہے ان کو مذہب کی پرواہ ہی نہیں اس وقت مسلمانوں کے اندر بیداری پیدا کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ دوسرے ممالک میں بھی مسلمانوں کے مذہب پر ایسا ہی چھاپہ مارا جا رہا ہے جیسا کہ خود ہندوستان میں۔ جزیرہ ٹرینیڈاڈ میں کئی ہزار مسلمان آباد ہیں۔ جن پر عیسائی ڈورے ڈال رہے تھے۔ اور ان کی حالت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ ان کے نکاح بھی عیسائی پادری پڑھاتے تھے خوش قسمتی سے ہمارا ایک مبلغ وہاں پہنچا اور اس نے اس فتنہ کا سدباب کیا چنانچہ اب وہاں سے ایک طالب علم مشٹر امیر علی تعلیم حاصل کرنے کی غرض

محض اس یقین پر یہ کام شروع کیا گیا ہے کہ یہ اسلام کی خدمت کا کام ہے۔ اور خدا اسے ضائع نہیں ہونے دیگا۔ اس وقت تک گیارہ طالبعلم داخل کئے جا چکے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو ... جماعت کے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ جہاں سے آدمی آجائیں ہم انہیں لینے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں فرقہ بندی کی کوئی تمیز نہیں۔ ہاں ہم یہاں کسی ایسے مسلمان کو لینا نہیں چاہتے جو کسی دوسرے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔

شبینہ کلاس

جو لوگ دفتروں میں ملازم ہیں۔ یا کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں ان کی سہولت کے لئے ایک ایوننگ کلاس کھولا گیا ہے۔ اگر اس سے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا تو امید ہے کہ اسلام کی خدمت کے لئے بہت سے آدمی پیدا ہو جائیں گے۔ آخر میں میں آپ سب بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس جلسہ میں شامل ہو کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور ہمیں یہ بھی امید ہے کہ آپ اس کار خیر میں ہمارے ممد و معاون رہیں گے۔ اختتام جلسہ پر بہت سے معزز حضرات نے نقد رقوم پیش کیں۔ اور ماہوار چندہ دل کے وعدے بھی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں کو جزائے خیر دے۔

اہنسا کی تعلیم اسلام میں ہے

شیخ عبدالحق صاحب دہلی سے لکھتے ہیں کہ جین مذہب نے قریباً تمام مذاہب کو دعوت دی تھی کہ اہنسا کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اسلام کی طرف سے خاکسار نے تقریر کی۔ میری تقریر کا اختصار ۲۷ را پریل کے ہندوستان ٹائمز میں بھی نکل چکا ہے۔ قربانی کے بند کرنے کے ریزولیوشن اب شایع ہوئے ہیں۔ میں نے جلسہ میں ان کی تردید کر دی تھی۔

اہنسا کی تعلیم پر دنیا کے کسی مذہب نے اس قدر زور نہیں دیا جس قدر کہ اسلام نے مگر اہنسا کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے دنیا میں آپ دیکھتے ہیں کہ شیر، چیتا، بھیڑیا اس کے علاوہ دوشکاری پرندے سب کی خوراک گوشت ہے۔ کیا اس قسم کی مخلوقات کے پیدا کرنے سے ہم ایشور کو جس کی دیا کر پا اور رنیائے کاری ہم سب کو مسلم ہے۔ اہنسا سے خالی سمجھتے ہیں؟ اسی طرح پر اگر اسلام بھی انسانی زندگی کو مدنظر رکھکر تجارتی، علمی اور ذہنی ترقی کے لئے گوشت خوری کی اجازت دیتا ہے تو اس پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا کہ اس میں اہنسا کی تعلیم نہیں ہے۔

پھر دوسرے پہلو سے بھی اس سوال پر غور کرو۔ گلے ماتا کے جسم میں اگر کیڑے پڑ جائیں تو پھر کیا کریں۔ آیا اہنسا کی خاطر ایک جیو کی بجائے سب جیوؤں کو بذریعہ دوائی ہلاک کر دیا جائے۔ یا گائے ماتا بیچاری بغیر دوائی کے ماری جائے۔ دونوں صورتوں میں اہنسا کا مروجہ مفہوم کیا سمجھا جائے گا۔ ایسی ہی مثال ملیریا بخار کی ہے۔ ایک کونین کی گولی لاکھوں جراثیم کو مار دیتی ہے۔

اس لئے میرے نزدیک وہ مذاہب جو اہنسا کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ بالکل جیو ہنسا نہ کی جائے بالکل غلطی پر ہیں۔ بلکہ " پرمو دھرما اہنسا " کے معنے تو یہ ہیں " موتوا قبل ان تموتوا " جس نے اپنے نفس کو مار دیا اس نے سب کچھ پالیا۔ اور درحقیقت " اہنسا " اور " نفس کو قابو میں لانے " میں کوئی مغائرت بھی نہیں ہے۔ (تالیاں)

چنانچہ نفسانیت کو مارنے اور قابو میں لانے کے لئے اسلامی تعلیم بھری پڑی ہے۔ عملی نظارہ دیکھو۔ آریہ سماجی، سناتنی، عیسائی یہودی الغرض تمام مذاہب اسلام کو برا بھلا کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ کو معاذ اللہ گالیاں دیتے ہیں۔ قرآن کریم کے ساتھ استہزا کرتے ہیں جس کی مثال ابھی آریہ سماجی مقرر سے ظاہر ہو چکی ہے۔ مگر اسلام ہندوؤں عیسائیوں، یہودیوں کے مذہبی بزرگوں اور کتابوں کی عزت سکھاتا ہے اس کا سنہری اصول یہی ہے کہ تمام مذاہب کی بنیاد سرچشمہ الہام سے ہوئی۔ انصاف والو۔ انصاف کرو۔ اس سے بڑھ کر اہنسا کی تعلیم اور کیا ہوگی (تالیاں)، سری کرشن جی مہاراج، سری رامچندر جی مہاراج الغرض وید، انجیل، توریت، سب الہامی کتابیں ہیں (تالیاں)، اس قدر رواداری اور وسیع الحوصلگی کی مثال پیش کرو۔ اگر تم رکھتے ہو والا دنیا کو ... ہمارے ہی پاس ہے۔

اور سوراج کیا تمام دنیا کو مسخر کر لیں۔ لیکن اگر ظاہری طور پر ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور پر عمل کروگے تو نہ صرف ہندوستان کی قومیت کو تباہ و برباد کرنے والے بنوگے بلکہ اس سے بڑھ کر " ہنسا " کا الزام تم پر عائد ہوگا۔ اور گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز کی مثل صادق آئے گی۔ اللہ تعالیٰ تم کو صحیح تعلیم اہنسا پر کاربند ہونے کی توفیق عطا کرے۔ (تالیاں)

اس کے بعد مجھ سے مجوزین جلسہ نے کہا کہ میں قربانی کے خلاف تقریر کروں۔ اور اس ریزولیوشن کی تائید کروں جس کی رو سے وہ مذاہب جو مذہباً قربانی کو جائز سمجھتے ہیں۔ بند کر دیں۔ جس پر میں نے صاف صاف ان کو کہہ دیا کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ مداہنت اور چالاکیاں ہمارا مذہب نہیں۔ اس لئے میں آپ کی اس کارروائی میں شامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ریزولیوشن عقل، صحیفہ قدرت اور تمام مذاہب کے خلاف ہے۔

(شیخ عبدالحق مناظر اسلام)

اخبار احمدیہ

حضرات امیر اور دیگر بزرگان ملت بخیر و عافیت ہیں۔

ریاست چنبہ میں مسلمانوں اور بالخصوص احمدیوں کے ساتھ جبر و تشدد برتا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے ایک بھائی عبدالعزیز صاحب ڈرائنگ ماسٹر کو ریاست کی ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ برادر موصوف لکھتے ہیں کہ ۱۹۱۸ء میں ریاست کو ایک ڈرائنگ ماسٹر کی سخت ضرورت تھی۔ لیکن ریاست کے اندر سے کوئی آدمی نہ ملا آخر کار انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن اور پرنسپل میو سکول آف آرٹس کی معرفت مجھے ملازمت میں لیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ یہ جگہ پنشن والی ہے۔ لیکن گیارہ سال کی طویل ملازمت کے بعد آج مجھے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ صرف اس بنا پر کہ میرا تعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہو گیا ہے اور سوامی شردھانند کے قتل کے اشتہارات میں نے بازاروں میں چپاں کئے۔ برادر موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ریاست سے علیحدہ کرتے ہوئے صرف چھ ماہ کی تنخواہ مجھے بطور انعام دی گئی ہے۔ اور لکھا ہے کہ میں تین ماہ کی تنخواہ کا حقدار تھا حالانکہ اس سے پیشتر سات اور آٹھ سال کی ملازمت رکھنے والے ہندوؤں کو سال سال بھر کی تنخواہیں علیحدگی کے وقت دی جاتی رہیں۔ ہمیں اس مصیبت میں برادر موصوف کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اللہ رحم کرے۔ اور برادر موصوف کے لئے اس سے بہتر سامان پیدا کر دے۔ کاش عمال ریاست اس بات کو سمجھیں کہ اس طریق عمل سے وہ ریاست کو اپنی مسلمان رعایا کی نظروں میں بدنام کر رہے ہیں۔ جس کا انجام اچھا نہیں۔

تصحیح

مجھے افسوس ہے کہ میرے مضمون " جن اور شیطان " میں جو اخبار " پیغام صلح " مورخہ ۸ مئی میں صفحہ ۶ پر نکلا ہے۔ کتابت کی غلطی کی وجہ سے کالم ۲ سطر ۲۶ میں کچھ عبارت رہ گئی ہے۔ جس سے مضمون خبط ہو گیا ہے۔ اس لئے میں محذوف عبارت دوبارہ تحریر کئے دیتا ہوں تاکہ احباب غلطی کی اصلاح کر لیں۔ مضمون کے ربط کے لئے اوپر اور نیچے کے فقرات بھی درج کئے دیتا ہوں خط کشیدہ عبارت کتابت میں رہ گئی تھی

" جس طرح ظلمت ایتھر میں سے جو نار کی چنگاریاں نکلتی ہیں وہ ترقی کرتی ہوئی آخر کار انسان کی حیوانی زندگی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح عالم نور میں سے جو چنگاریاں نور کی نکلتی ہیں وہ انسان کی روحانی یا ملکوتی زندگی کے لئے بطور بیج کے ہوتی ہیں۔ اور ان دونوں حیوانی اور ملکوتی زندگیوں یا جسم انسانی اور روح انسانی کے وصال سے اس عظیم الشان ارتقا کی بنیاد رکھی جاتی ہے جسے عالم آخرت کہتے ہیں "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۲۱ ۷ ؍ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ نمبر ۱۹

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام کی جو خدمت اس وقت احمدی جماعت کر رہی ہے اس کی نظیر مشکل سے کسی دوسری اسلامی جماعت میں مل سکتی ہے ۔ یہ صرف ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ بہت سے ان اہل الرائے مسلمانوں کی بھی یہی رائے ہے جنہیں جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے ۔ چنانچہ پیغام صلح میں اس قسم کی جو آرا وقتاً فوقتاً پیش ہوتی رہی ہیں ۔ ان سے اس امر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی عظیم الشان خدمات کو منصف مزاج مسلمان کس نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ لیکن زمیندار جنبد گل محمد ہمارے امرتسری حریف مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے متعلق ابھی تک وہی رائے رکھتے ہیں ۔ جو آج سے بیس سال پیشتر رکھتے تھے ۔ خیر یہی سہی ؎

وہ دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں ۔
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

بات یہ تھی کہ آریوں کی موجودہ شورش پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شدھی کے مقابلہ اور اچھوتوں میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے وسیع پیمانہ پر کام شروع کیا ۔ اور ٹریکٹوں رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعہ نہ صرف آریہ سماج کے پروپیگنڈے کا جواب دیا ۔ بلکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے قدم اٹھایا انجمن کی ان مساعی جمیلہ کو مسلمانوں نے نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا اور دیکھنا چاہیئے تھا لیکن امرتسری مولوی اور ان کے ہمنواؤں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی ۔ انہوں نے انجمن کے خلاف مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لئے ہمارے عقائد کے متعلق طرح طرح کے وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے ۔ اس گمراہ کن پروپیگنڈا کے ازالہ کے لئے جناب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے " جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد " کے نام سے ایک ٹریکٹ شائع کیا ۔ جو بعض اسلامی اخبارات میں بھی چھپا ہے ۔ امرتسری اہل حدیث کے غیظ و غضب کا پارہ اور بھی چڑھ گیا ۔ ان عقائد پر کوئی معقول اعتراض تو کر نہیں سکے ۔ البتہ اس سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق مندرجہ ذیل سطور لکھ کر اپنی کور چشمی یا بد باطنی کا ثبوت دیا ہے فرماتے ہیں :-

" انہوں (حضرت مرزا صاحب) نے اسلام کی خدمت کرنے کی بجائے اپنے اعمال سے دشمنوں کی نگاہ میں اسلام کو ذلیل اور مسلمانوں کو شرمندہ کیا "

اس سے بڑھ کر محسن کشی اور کیا ہوگی ۔ کہ اس شخص کے متعلق جس کی تمام زندگی اسلام کی خدمت میں گزری جس نے مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے لئے دن رات ایک کر دیا ۔ جس کا قلم آقائے نامدار بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لئے وقف تھا ۔ جس کے پہلو میں درد مند دل اور دل میں اسلام کا درد تھا جس نے اسلام کی تائید میں اسّی کے قریب ضخیم کتابیں لکھیں جس نے دشمنان اسلام کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ کسی کو اس کے مقابل میں آنے کی مجال نہ رہی ۔ جس نے عیسائیت اور آریہ سماج کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا ۔ جس نے دیگر مذاہب کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کے ہاتھ میں وہ ہتھیار دیئے ۔ جن کی ضرورت تھی ۔ جس نے مجاہدین اسلام کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو آج ہندوستان چھوڑ کر

" اسلام کو ذلیل اور مسلمانوں کو شرمندہ کیا " حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس غلام نے اسلام کی جو گرانقدر خدمات سرانجام دیں وہ بقول مولوی محمد حسین [illegible] ایسی ہیں کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں ان کی نظیر نہیں ملتی ۔ اس کی تصنیفات موجود ہیں ان کی ورق گردانی کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے مصنف کا دل اسلام کے عشق سے کس قدر لبریز تھا ۔ اور اس نے اسلام کے عشق میں کیا کیا کچھ کیا ہے ۔ کس منہ سے کہتے ہو کہ اس نے اسلام کو ذلیل کیا ۔ اس نے اسلام کو ذلیل نہیں کیا بلکہ آپ کی وضع کے مولویوں نے اسلام کو جو ذلیل کر رکھا تھا ۔ اس ذلت کو آ کر دور کر دیا ۔ اور گرد و غبار سے پاک کر کے اس کے منور اور دلکش چہرہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ۔ اسی کے دم قدم کی برکت ہے ۔ کہ آج جب اس کے تبلائے ہوئے اسلام کو ممالک یورپ میں پیش کیا جاتا ہے تو حق و صداقت کے متلاشی پروانہ وار اس کی طرف دوڑتے ہیں ۔ مولوی صاحب ! جس اسلام کو آپ لئے پھرتے ہیں اسے یورپ میں پیش کر کے دیکھئے ۔ پھر آپکو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو ذلیل کیا ہے یا دنیا میں روشن و منور کر دیا ہے ۔ اس عاشق اسلام کی خدمت اسلام کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جو مذہب کے نام سے بیزار ہو چکے تھے ۔ اسلام کا دالہ و شیدا بنا دیا ۔ اور ان کے اندر وہ روح پھونک دی کہ آج وہ تقریر و تحریر کے ذریعہ چار دانگ عالم میں اسلام کی عظمت و صداقت کا اعلان کر رہے ہیں ۔

اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مرزا غلام احمد احمدؐ کا سچا غلام اور اسلام کا بے لوث خادم تھا ۔ جو تڑپ خود اس کے دل کے اندر تھی وہی اس نے اپنے مریدوں کے اندر پیدا کر دی ۔ انصاف سے کہئے ۔ آج سوائے احمدیوں کے اور کون ہے جو مشرق و مغرب دونو جگہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہے ۔ آریوں کا مقابلہ کرتے دیکھو تو احمدی ۔ عیسائیوں کا خاتمہ کرتے دیکھو تو احمدی ۔ فتنہ ارتداد کا انسداد کریں تو احمدی ۔ اچھوتوں میں کام کرتے دیکھو تو احمدی ۔ یورپ میں اشاعت اسلام کرتے دیکھو تو احمدی ۔ آخر یہ خدمت اسلام کا ولولہ ان کے دل میں کہاں سے پیدا ہوا ۔ خوب یاد رکھو کہ یہ اسی برگزیدہ انسان کی روشن کی ہوئی شمع ہے جو اس وقت دنیا کو روشن کر رہی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرے گی ۔ یہ اسی کی خدمت اسلام کا نتیجہ ہے کہ اس نے اس قدر خادم اسلام پیدا کر دیئے ہیں ۔ مبارک ہے وہ جو اس جماعت میں شامل ہو کر خدمت اسلام کرتا ہے ۔ کوئی ہے ! جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے میدان میں نکلے ۔

جدید وزیر تعلیم کے کارنامے

اپنے حریفوں کو بدنام کرنے اور شکست دینے کے لئے ہندوؤں نے اپنے آقائے فرنگ سے وہ سبق سیکھا ہے جو فرنگی سیاست کے اسلحہ خانہ میں سب سے زبردست حربہ سمجھا جاتا ہے ۔ یعنی پروپیگنڈا یہی وہ ہتھیار ہے جو آج ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے ۔ بیچارے میاں فضل حسین صاحب نے اپنے وزارت کے زمانہ میں ہندوؤں کے خلاف کچھ بھی نہ کیا لیکن ہندو پریس نے اب تک بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا ۔ ہمارے جدید وزیر لالہ منوہر لال صاحب اس تھوڑے سے عرصہ میں بہت کچھ کر چکے ہیں لیکن اسلامی پریس کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی ۔ اور وہ ابھی تک خاموش ہے ۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لالہ صاحب کا پہلا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تین سو پونڈ سالانہ کا تعلیمی وظیفہ پنجاب کی ایک ایم اے خاتون سے چھین کر بنگال کی ایک بی اے دیوی کو مرحمت فرمایا ہے ۔ دوسرا قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ سررشتہ تعلیم کی ۱۵ اسامیاں خالی تھیں ۔ جن کا ابتدائی مشاہرہ ایک سو دس روپیہ اور انتہائی درجہ ۱۳۵ روپیہ ماہوار ہے ۔ ان کے پُر کرنے کے لئے پندرہ اساتذہ چنے گئے جن میں ۱۱ ہندو ایک سکھ اور ۳ مسلمان ہیں ۔ ان تین مسلمانوں میں سے بھی براہ لطف و کرم آپ نے ایک کو آزمائشی طور پر ترقی دی ہے
[illegible]

کیا رنگ لاتی ہے ۔ بیچارہ ترقی کا اہل ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ مسلمان اور ترقی کا اہل ہو کچھ مشکل سا معاملہ ہی نظر آتا ہے ۔ یہ ابتدائی عدل انصاف ہے ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟

ہمارے لیڈر

مسلمانوں کے لیڈر دو قسم کے ہیں ۔ ایک سیاسی دوسرے مذہبی دونوں ہی عام مسلمانوں سے لاپروائی کا برتاؤ کر رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود وسعت ہندوستان کی زمین مسلمانوں پر تنگ ہو رہی ہے ۔ یہ دونوں گروہ آپس ہی میں دست و گریباں ہو رہے ہیں ۔ نہ مذہبی لیڈروں میں یکجہتی ہے اور نہ سیاسی لیڈروں میں مل جل کر کام کرنے کا جذبہ انہیں کچھ پرواہ نہیں ۔ کچھ لحاظ نہیں کہ مسلمان جا بجا ہندوؤں سے پٹ رہے ہیں ۔ کچہریوں میں گھسیٹے جا رہے ہیں ۔ قانونی امداد نہ ملنے کی وجہ سے بے گناہ جیل میں جا رہے ہیں ۔ ان کی مالی حالت تباہ ہو رہی ہے ۔ افلاس ان کے سر پر مسلط ہے ۔ ان کی جائدادیں قرض اور سود در سود کے ہیر پھیر میں ہندو مہاجنوں کی نذر ہو رہی ہیں ۔ شدھی کا ان پر الگ خوفناک حملہ ہو رہا ہے ۔ ان کو ملازمتیں نہیں ملتیں ان کی صحت تباہ ہو رہی ہے ۔ تجارت ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہے ۔ مولوی اور پیر یا تو باہمی تکفیر و تفسیق میں مشغول ہیں یا مسجدوں اور حجروں میں بیٹھے ہوئے ورد و وظائف میں مشغول ہیں ۔ اور سیاسی لیڈر یا تو آپس میں دست و گریباں ہو رہے ہیں یا عاقبت سے بے خوف ہو کر آرام سے الگ بیٹھے ہیں نہ قوم کی موجودہ ضروریات کی طرف دھیان ہے ۔ نہ اس کے لئے کسی دستور العمل یا تعمیم کار کا خیال ہے ۔ اب قوم خود سوچ لے کہ اس کا انجام کیا ہوگا ۔

ایک ہندو مہاراجہ کا قبول اسلام

معاصر مسلم راجپوت امرتسر کو معلوم ہوا ہے کہ ایک عظیم الشان ریاست کا راجپوت مہاراجہ ہندو مذہب کو خیرباد کہہ کر اسلام کی پناہ میں آنے کے مسئلے پر غور کر رہا ہے ۔ اس نے اسلام کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا بہترین مذہب ہے ۔ اب صرف یہ سوال زیر غور ہے کہ وہ اپنے اسلام کا اعلان کس طریقہ سے کرے ۔

" خاور " کا " بین الاقوامی نفاق "

ہندوؤں کے اس افسوسناک طرز عمل کے خلاف جو مسلمانوں کو ہر جگہ دبانے اور ذلیل و خوار کرنے کے لئے انہوں نے اختیار کر رکھا ہے جماعت احمدیہ نے جس جرات و دلیری کے ساتھ آواز اٹھائی اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور انہیں مضبوط اور متحد بنانے میں جس زبردست کوشش سے کام لیا آج ہر مسلمان کو اس کا پورے طور پر احساس ہے ۔ لیکن حیرت ہے کہ بعض ایسے ہی گندم نما جو فروش مسلمان ابھی تک باقی ہیں جن کو اسلام کی یہ خدمت کسی طرح بھی گوارا نہیں وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے پیش آمدہ مصائب وغیرہ کے لئے انہیں بیدار کیا جائے ۔ کفر کا غلبہ انہیں زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کو کسی طرح فوقیت حاصل ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ جب وقت مسلمانوں کو اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے لئے متنبہ کیا جاتا ہے ۔ تو یہ لوگ پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جاتے ہیں ۔ اور اسے بین الاقوامی تفریق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ۔

۲ ؍ مئی ۱۹۳۳ء کا اخبار " خاور " اس کی ایک تازہ مثال ہے جس نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی ۲۴ ؍ اپریل ۱۹۳۳ء کی تقریر پر ریویو کرتے ہوئے اسے عجیب و غریب قسم کا پروپیگنڈا قرار دیا ہے ۔ اور بتایا ہے کہ اس کا سنگ بنیاد بین الاقوامی تفریق پر قائم ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اگر یہی اسلام کے نام لیوا ہیں ۔ تو اس قوم کی آج بھی خیر نہیں اور کل بھی نہیں غالباً خاور صاحب اپنی آئندہ اشاعت میں یہ بھی لکھ دیں گے کہ سنگٹھن اور شدھی عین اتحاد و اتفاق پر مبنی ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس کی پوری تائید کرنی چاہیئے ۔ اور بہت جلد شدھ ہو جانا چاہیئے ۔

خاور صاحب کو اس بات کے تسلیم کرنے میں تامل ہے کہ مسلمان

سرمایہ دار لوگوں نے مسلمانوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ سرمایہ دار کون ہیں۔ آیا مسلمان سرمایہ دار ہیں جو ہندوؤں سے سود پر قرضے اٹھا اٹھا کر بیاہ شادی کرتے ہیں، تجارتیں چلاتے ہیں اور بعض وقت بال بچوں کا پیٹ پالتے ہیں؟ آیا مسلمان سرمایہ دار ہیں جو اشیائے خورد ونی سے لے کر معمولی سے معمولی کپڑا کاٹنے تک کے لئے ہندو دکانداروں کے رہین منت ہیں؟ کاش ہمارے معاصر نے حضرت مولانا کی مخالفت میں دلسبب اس کے کہ وہ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں، آنکھیں بند کر لینے کے بجائے واقعات پر سوچ بچار کی نظر ڈالی ہوتی۔ تو ایسی بے تکی باتیں جو ایک اخبار نویس اور بالخصوص مسلمان اخبار نویس کی شان سے بالاتر ہیں۔ اس کے قلم سے نہ نکلتیں۔

سب سے زیادہ متعجب ہمیں اس بات پر ہے کہ اس وقت جبکہ قوم کا ایک ایک فرد مسلمانوں کی موجودہ نازک پوزیشن اور ہندو قوم کی معاندانہ روش کو سمجھ چکا ہے۔ اور "زمیندار" کو بھی گوش ہوش سے سننے کا خواہشمند ہے۔ چہ جائیکہ ایک انسان اور مسلمان کے منہ سے وہ اپنی بھلائی کی باتیں سنتا ہے۔ معاصر "خادم" کو کیا ہو گیا کہ وہ مسلمان کہلانے کے باوجود شردھانندی خیالات کا حامی ہے۔ کیا آریہ سماج کی سنہری اور روپہلی کوششیں جناب "خادم" کی اندرونی اندھی کا موجب تو نہیں ہو گئیں؟

کیا اسی مذہب کو بُرا کہتے ہو؟

معاصر "زمیندار" نے اپنی کسی گزشتہ اشاعت میں مولانا محمد علی ایڈیٹر "ہمدرد" کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی غیر مسلم مولانا محمد علی پر حملہ آور ہو تو خواہ وہ اس میں حق بجانب بھی ہو تو بھی الکفر ملت واحدہ بعضہا بعضا کے مطابق ہم اس غیر مسلم کے مقابلہ میں مولانا محمد علی ہی کی مدد کریں گے ظاہر ہے کہ اس میں "خواہ وہ حق بجانب بھی ہو" کے الفاظ جوش تحریر میں مولوی ظفر علی خاں صاحب کے قلم سے نکل گئے ورنہ جیسا کہ ہم نے خود ان سے گفتگو کر کے معلوم کیا ہے وہ خود بھی اس کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن "بندے ماترم" کو خدا جانے اس پر کیا سوجھی کہ اس نے جھٹ ایک نامہ نگار کو مسلمانوں کے ذی اثر اصحاب کی طرف دوڑایا کہ وہ ان سے معلوم کر آئے کہ آیا وہ اس بات کو جائز سمجھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان پر حملہ آور ہو اور وہ حق بجانب بھی ہو تو بھی مسلمان کی طرف سے ہو کر غیر مسلم کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب جیسا کہ اسے خود بھی توقع تھی یہی ملا کہ یہ بالکل غلط ہے۔ اسلام اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔ ایک اور سوال بھی بندے ماترم کے نامہ نگار نے "زمیندار" ہی کے بعض فقرات کی بنا پر کیا۔ کہ آیا دروغ مصلحت آمیز اسلام میں جائز ہے؟ اس کا جواب بھی اس نے اپنی امید کے مطابق نفی ہی میں پایا۔ اور پھر ان دونوں جوابات کو ان اصحاب کے ناموں کے ساتھ بڑے بڑے جلی عنوانات دے کر شایع کیا۔

بندے ماترم تو خوش ہوا ہوگا کہ مولوی ظفر علی خاں کی اس سے توہین ہو گئی۔ کہ ان کے ہم قوم ان کی باتوں کو نہیں ملنتے۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں کو اس سے بڑھ کر مسرور ہونا چاہیئے کہ انکی توہین اسلام کی عزت کا موجب ہو گئی۔ وہ ہندو پریس جہاں سے آئے دن اسلام کے خلاف ایسی ایسی باتیں شایع ہوتی تھیں اور اب تک ہوتی ہیں جن میں اسلام کو ظالمانہ مذہب قرار دیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ناحق اور ناروا دوسروں کو قتل و غارت کرنے کا حامی ہے۔ آج خود اس کے ایک رکن نے یہ اعتراف کر لیا کہ یہ سب غلط ہے۔ اور اسلام دوسروں کی حق بجانب بات کے لئے اپنوں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے تیار ہے۔ "بندے ماترم" ہرگز اپنے نامہ نگار کو مذکورہ بالا سوالات کے ساتھ مسلمانوں کے پاس نہ بھیجتا اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا کہ مسلمان حق ہی کی تائید کریں گے خواہ مولوی ظفر علی خاں کے خلاف ہی ہو۔ اس سے ثابت ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کی حق پرستی کا پختہ یقین ہے۔ تعجب ہے باوجود اس کے اسی اسلام کو بُرا کہا جاتا ہے۔ اور انہی حق پرست مسلمانوں کے خلاف بغض و نفرت کے طوفان کھڑے کئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر بندے ماترم اس قسم کے رویہ کو ترک کر دے تو اسے خریدے کون۔ یہ صرف ہندوؤں کو خوش کرنے اور اخبار کی خریداری بڑھانے کی خاطر اسے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال ہم اپنے ہمعصر سے اتنا ضرور کہیں گے کہ اخبار نویسی میں ضمیر فراموشی اگر شامل نہ ہو تو یہ معزز پیشہ کی یعنی اخبار نویسی کی عزت بحال رہ سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ لذت بھی حاصل ہو سکتی ہے جو ضمیر کی آواز پر عمل پیرا ہونے سے

خدا تعالیٰ کے زور آور حملے

وہ بات جس سے مسلمانوں کو آج سے دو ڈھائی سال پہلے تک سخت نفرت تھی۔ جس کو از روئے قرآن کریم حیزامت کا امتیازی نشان سمجھنے کے باوجود اپنی کامیابی کے لئے وہ ایک ... کا ... یقین کرتے تھے۔ آج وہ خود بخود اس کی طرف کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ یہ زمانہ کے حالات کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں کا نتیجہ ہے۔ وہ زور آور حملے جن کی خبر آج سے نصف صدی پہلے خدا تعالیٰ نے ایک مامور کو دی تھی۔ اس نے اس وقت خدا سے خبر پا کر دنیا کو بتایا تھا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن
خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی
صداقت کو منوائے گا۔"

آج فی الحقیقت خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں نے اس کی صداقت کو آشکار کر دیا ہے۔ اس وقت دنیا نے جس بُرے طریق سے اسے رد کیا اور اس کی بات کو نہ سنا اس سے گمان ہوتا تھا کہ اس کی تحریک ملیا میٹ ہو گئی لیکن یہ اس کی تحریک نہ تھی یہ خود خدا کی تحریک تھی۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اس نے محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے دنیا میں کی تھی۔ مرور زمانہ نے مسلمانوں کی نظروں کو اس سے پھیر دیا۔ اور وہی تحریک جو اولئک ہم المفلحون کا مژدہ لے کر آئی تھی۔ ناکامی و نامرادی کا مرقع انہیں نظر آنے لگی اور اپنی فلاح کے لئے دوسرے اطراف میں انہوں نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ آخر خدا کے مجدد نے انہیں پھر اس طرف بلایا۔ اور اس تحریک کو از سر نو زندہ کیا۔ دنیا نے ایک بیمار کی طرح اس مفید علاج کو رد کیا۔ لیکن خدا کے زور آور حملے آخر کار اس طرف انہیں لے آئے اور آج شاید ہی کوئی زبان ہو جس سے تبلیغ و اشاعت اسلام کا نام سننے میں نہ آتا ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان آخر کار راہ پر آ گئے۔ اعتقاداً انہوں نے تبلیغ اسلام کو کامیابی کی حقیقی راہ یقین کر لیا۔ اب صرف عمل کی دیر ہے۔ اگر ذرا سی ہمت کر کے مجدد وقت کی جماعت کے ساتھ مل جائیں تو اسلام کا بیڑا آج ہی پار ہو جائے۔ کاش وہ اس طرف متوجہ ہوں۔

کیا شریعت اسلامی مسخ ہو چکی ہے؟

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولانا سید سلیمان ندوی نے تقریر کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ:۔

"دنیا میں کوئی پیغمبر اس وقت تک نہیں بھیجا گیا جب تک
کہ پہلے نبی کی تعلیمات مسخ نہ کر دی گئی ہوں یا پہلی کتابیں
اور صحیفے محرف نہ ہو چکے ہوں"

۶ رمئی ۱۹۲۷ء کے الفضل میں ان فقرات کو نقل کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ تعلیمات اسلامی بھی موجودہ زمانہ میں مسخ ہو چکی ہیں۔ اس لئے اب نئے نبی کی ضرورت ہے۔ آیا یہ فی الحقیقت صحیح ہے کہ آنحضرت صلعم کی تعلیمات اس زمانہ میں مسخ ہو چکی ہیں۔ اگر مسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان پر عمل نہیں رہا یا مسلمانوں میں اختلافات ہیں۔ تو یہ آج نہیں ہوا۔ گزشتہ تیرہ صدیوں میں اس قسم کے کئی ایک دور اسلام کو دیکھنے پڑے۔ لیکن نبی کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ آنحضرت صلعم کی آنکھیں بند ہوتے ہی تمام عرب میں ارتداد کا ایک طوفان امنڈ آیا لیکن کسی نے بھی نہ کہا کہ کوئی نبی اب اصلاح کے لئے آنا چاہیئے۔ امویوں اور عباسیوں کے عہد میں اسلامی تعلیمات نے کئی ایک رنگ دنیا کو دکھائے اور طرح طرح کی بے بنیاد باتیں اس کے اندر داخل ہو گئیں۔ لیکن کسی نے ان کی اصلاح کے لئے نبی کی ضرورت محسوس نہ کی۔ خلیفہ مامون کے عہد میں مسئلہ خلق قرآن اور بعض دیگر مسائل کو اسلام کا جزو قرار دے کر ائمہ اسلام کو مصائب و آلام اور ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا گیا۔ مگر باوجود ان تمام فتن کی اصلاح کرنے والوں کو نہ اس سے پہلے کسی نے نبی کہا اور نہ آج "الفضل" ہی ان کو منصب نبوت کا حقدار سمجھتا ہے۔ لیکن "مسخ" کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ جو خود سید سلیمان نے کئے ہیں کہ "یا پہلی کتابیں اور صحیفے محرف ہو چکے ہیں"۔ الفضل کو چاہیئے کہ اس کا اعلان کرے کہ آیا قرآن اس کے نزدیک محرف ہو چکا ہے۔ اگر فی الواقعہ قرآن کو وہ محرف سمجھتا ہے تو اس کا [illegible] ہے۔ ایچ بیچ

ہنگامۂ لاہور

لاہور چند دن سے فتنہ و فساد اور کشت و خون کا مرکز بنا ہوا ہے ۳ رمئی ۱۹۲۷ء کی شب کو جبکہ شہر کے مختلف حصص میں آریہ سماجی ہندو شیواجی کی برسی پر اشتعال انگیز تقریریں کر کے باولی صاحب میں جو سکھوں کا مرکزی مقام ہے ایک دیوان منعقد کر کے جس میں مسلمانوں کے خلاف سکھوں کو خدا جانے کیا کیا کچھ کہا گیا کہ وہ فوراً مشتعل ہو کر ننگی کرپانیں ہاتھ میں لے کر باہر نکلے اور حویلی کابلی مل میں نہتے مسلمانوں پر جبکہ وہ مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکل رہے تھے حملہ کر دیا بے خبری کے عالم میں تین مسلمان تو اسی وقت شہید ہو گئے۔ اور چار خطرناک طور پر زخمی ہوئے۔ جس میں سے ایک تیسرے روز فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ہنگامہ کی اطلاع ہونے پر پولیس موقع پر پہنچی لیکن مجرموں کو گرفتار کرنے میں اس نے کسی ہوشیاری کا ثبوت نہیں دیا۔ مسلمانوں کے بعض اکابر مثلاً علامہ سر اقبال ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ڈاکٹر سید محمد حسین، مولانا ظفر علی خاں وغیرہم بھی موقع پر تشریف لے گئے اور شہداء اور زخمیوں کو اسی وقت ہسپتال میں پہنچایا۔ دوسرے دن شہر میں ہڑتال ہو گئی۔ اور مسلمان نہایت افسردگی کے عالم میں اپنے مظلوموں کا ماتم بازاروں میں بیٹھے ہوئے کرتے رہے۔ قریباً دو بجے ان کے جنازے ان کے گھروں میں لائے گئے۔ اس کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ جس میں قریباً پچاس ہزار مسلمان شامل تھے۔ تینوں جنازے یونیورسٹی گراؤنڈ میں پہنچائے گئے۔ جہاں تمام مسلمانوں نے مل کر نماز جنازہ ادا کی۔ جنازہ لیجاتے وقت لوہاری دروازہ کے پاس سیتلا مندر سے جنازوں پر اینٹوں کی بارش ہوئی جس کو پولیس نے اسی وقت روکا۔ لیکن مسلمانوں کا جوش اور اشتعال اس سے بڑھ گیا۔ تاہم نماز جنازہ کے بعد سر محمد شفیع اور علامہ سر اقبال نے مسلمانوں کو صبر و تحمل کی نصیحت کی۔ اور اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلتی آگ پر پانی ڈال دیا گیا ہے۔ لیکن جنازہ گاہ سے واپسی میں پھر مسلمانوں پر خالصہ ہندو ہوٹل سے اینٹوں کی بارش ہوئی۔ ادھر ابھی یہ مسلمان انارکلی ہی میں تھے کہ اطلاع پہنچی کہ مچھی ہٹہ میں دو اور مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ اس اطلاع نے معاملہ کو بہت نازک کر دیا۔ اور اس کے بعد شہر میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ اور ایک عام فرقہ وارانہ فساد شروع ہو گیا۔ مسلمانوں میں اکثر ایسے شریف النفس الشان پائے گئے جنہوں نے اس نازک حالت میں ہندوؤں کو بچایا۔ انہیں بحفاظت تمام ان کے گھروں میں پہنچایا۔ مسلمانوں کے محلوں میں اگر کوئی ہندوؤں کے گھر تھے تو ان کی مسلمانوں نے پوری حفاظت کی۔ اور کسی کو ان پر حملہ آور نہیں ہونے دیا برخلاف اس کے ہندوؤں کے بازاروں اور محلوں میں کسی مسلمان کا جانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ مچھی ہٹہ بازار و چھووالی سوتر منڈی کشت و خون کے مرکز بنے رہے۔ اور ان تمام مقامات پر مسلمانوں پر اس قدر مظالم کئے گئے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ہندو محلوں میں رہنے والے مسلمان ظلم و ستم کے تختہ مشق بنے رہے اور اب تک باوجود اس کے کہ دفعہ ۱۴۴ تین دن سے شہر میں نافذ ہے۔ جس کے رو سے چار آدمی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے نہ ہاتھوں میں لاٹھیاں وغیرہ رکھ سکتے ہیں۔ (سکھوں کو کرپان کی اجازت ہے)، باوجودیکہ فوج اور پولیس کا ہر جگہ پہرہ ہے۔ تاہم ایک ایک دو دو واقعات کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں۔ حکام اور اکابر شہر کی مساعی ہر طرح قابل اطمینان ہیں۔ افسوس کہ ہندو اکابرین نے پہلے ہی دن اپنی قوم کی ظلم و زیادتی سے نفرت کا اظہار نہیں کر دیا۔ ورنہ شاید معاملہ اس قدر طول نہ پکڑتا۔ لیکن اب جبکہ پانی سر سے گزر چکا ہے مسلمان اکابر کے ساتھ وہ سرگرداں ہیں۔ کہ کیونکر ان واقعات کا تدارک ہو۔ اکابر شہر اور حکام دکانیں کھلوانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں نے ۸ رمئی سے دکانیں کھول بھی دی ہیں لیکن ہندو دکاندار نہیں مانتے۔ اور اپنے ظلم و زیادتی کے باوجود گورنمنٹ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے خائف ہیں۔ حالانکہ خائف مسلمانوں کو ہونا چاہیئے۔ جو نہ پہلے سے کچھ تیاری رکھتے ہیں۔ نہ اب تک ان کی کوئی تنظیم ہوئی ہے۔ اور نہ ایک چھڑی تک انہیں ہاتھ میں رکھنے کی اجازت ہے۔ اور فریق مقابل سنگٹھن کے نظام سے وابستہ ہونے اور سکھوں کی امداد و اعانت، رکھنے کی وجہ سے اینٹوں پتھروں تیزاب کی بوتلوں اور کرپانوں سے ہر طرح آراستہ ہے۔ حکام کو مسلمانوں کے اس مطالبہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ یا تو ہندوؤں اور سکھوں سے ان کے ہتھیار چھین لئے جائیں اور یا مسلمانوں کو بھی حفاظت خود اختیاری کے لئے مسلح ہونے کی اجازت دی جائے۔ بہرحال اب شہر میں داروگیر شروع ہے۔ مشتبہ اشخاص کثیر تعداد میں گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ جس سے مسلمانوں پر اور بھی خوف و ہراس وارد ہے۔ کیونکہ ہندو خواہ مخواہ بھی مسلمانوں کو

مذاکرہ علمیہ

سیاسی مسلمان

بجناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کی قلم سے

سوال۔ کچھ عرصہ سے جناب مرزا محمود احمد صاحب ساکن قادیان کی طرف سے یہ اظہار ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی دو اقسام ہیں۔ ایک مذہبی مسلمان دوسرے سیاسی مسلمان۔ مذہبی مسلمان تو یہ کہ اسلام کا ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مذہباً مسلمان سمجھتا ہے۔ اور جب وہ صرف اپنے آپکو مسلمان سمجھتا ہے تو اسے حق ہے کہ دوسرے تمام فرقوں کو کافر سمجھے اسے اس امر پر مجبور کرنا کہ وہ دوسرے فرقوں کو بھی مسلمان سمجھے مذہبی رواداری میں دست اندازی کرنے کے مترادف ہے۔ سیاسی مسلمان یہ کہ جسے غیر مسلم مثلاً ہندو یا انگریز یا برٹش گورنمنٹ مسلمان سمجھے۔ ہندوؤں کے بالمقابل ایسے تمام سیاسی مسلمانوں کو اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے متحد ہو جانا چاہیئے۔

کیا آپ اس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ یہ تقسیم مسلمانوں کی کس قرآنی آیت یا حدیث پر مبنی ہے؟ اور سیاسی مسلمان کو مذہباً مسلمان کہنا چاہیئے یا کافر؟

جواب۔ اگر جناب مرزا محمود احمد صاحب نے انہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو آپ نے بیان کئے۔ تو پھر یہ سوال تو خود جناب مرزا محمود احمد صاحب ہی کی خدمت میں پیش ہونا چاہیئے تھا۔ اپنے دعوے کو قرآن و حدیث سے مدلل کرنا خود مدعی کا کام ہوتا ہے۔

مسلمان کی صحیح تعریف

لیکن اگر آپ مجھ سے پوچھتے ہیں تو میں تو یہ کہونگا کہ مسلمانوں کی یہ تقسیم کسی آیت قرآنی یا حدیث پر مبنی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو اس مذہب فطرت کا نام جو مختلف انبیا کے ذریعہ وہ بنی نوع انسان کے لئے بھیجتا رہا اور جسے محمد رسول اللہ صلعم کی معرفت تکمیل پر پہنچا دیا۔ اور آپ کے ذریعہ اپنی مکمل اور صحیح شکل میں دنیا میں قایم کر دیا **اسلام** رکھا اور جو ان اصولوں کو زبان اور دل سے مانتا ہے یا صرف زبان سے ان کے ماننے کا اقرار کرتا ہے۔ (کیونکہ دل کا حال اللہ جانتا ہے کہ دل میں بھی ایمان ہے یا نہیں۔ ہم صرف ظاہر پر حکم لگا سکتے ہیں) ہم ایسے شخص کو مسلمان کہیں گے اسلام مذہب کا نام ہے اور اس نام کا رکھنے والا خود اللہ تعالےٰ ہے۔ جو اس مذہب کے اصولوں کے ماننے کا مدعی ہے ہم اسے مسلمان کہنے پر مجبور ہیں۔ پس کسی کو مسلمان ہم صرف مذہب کے رو سے کہہ سکتے ہیں۔ سیاست کے رو سے نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اسلام مذہب کا نام ہے کسی سیاست کا نام نہیں۔ کسی کو سیاسی مسلمان کہنا بے معنی ہے۔ مسلمان کسی سیاسی جماعت کے افراد کا نام نہیں بلکہ مذہبی جماعت کے افراد کا نام ہے۔ "سیاسی مسلمان" کی اصطلاح بالکل من گھڑت ہے۔

فاسد علی الفاسد

یہ کب درست ہو سکتا ہے کہ اگر ہندو اور انگریز غلطی سے مسلمانوں کے تمام فرقوں کو مسلمان سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان میں سے صرف ایک فرقہ مسلمان ہے۔ اور باقی سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو ان کی اس غلطی کو برقرار رکھکر ایسے لوگوں کو جو مذہباً تو کافر ہیں مگر لوگ انہیں غلطی سے مسلمان سمجھتے ہیں سیاسی مسلمان کہہ لیا جائے اور یہ کفر اور کافر فرقے آپس میں محض اس لئے اتحاد کرلیں کہ دوسرے لوگ غلطی سے انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ گویا ان کا اتحاد اس لئے تو نہ ہو کہ وہ اپنے اندر اصول مشترک رکھتے ہیں بلکہ اس لئے ہو کہ لوگ انہیں غلطی سے مسلمان سمجھ بیٹھے ہیں۔ یعنی دوسروں کی غلط فہمی ہمارے اتحاد کی بنیادی اینٹ ہو اور اگر کل ان لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ بات کی تہ تک پہنچ جائیں کہ یہ لوگ جنھیں ہم مسلمان سمجھ رہے ہیں درحقیقت کافر ہیں۔ اور ان میں صرف ایک فرقہ مسلمان ہے۔ تو فرمایئے ہماری "سیاسی مسلمان" کی بنیاد علی شفا جرف ہار کی مصداق ریتلے کرارے کی بنیاد کی طرح نہ بیٹھ جائے گی۔ اور ہمارے فرضی اتحاد کی خاک نہ اڑ جائے گی پس اتحاد کے لئے ایسی بنیاد تلاش کرنا جو دوسروں کی غلط فہمی پر مبنی ہو کہاں کی دانائی ہے!

مسلمانوں کی نادانی

ہندوؤں یا انگریزوں کو پتہ ہی کیسے لگے گا کہ ان میں سے کون مسلمان ہے اور کون کافر۔ اس گڑبڑ میں وہ مجبور ہیں کہ سب ہی کو مسلمان سمجھیں۔ تو میں یہ عرض کرونگا کہ قولوا قولاً سدیداً کے ماتحت کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم انہیں سچ سچ اور صاف صاف کہدیں کہ بھائی تم لوگ غلطی سے ہم سب کو مسلمان سمجھ رہے ہو ہم میں کثیر حصہ تمہارے اپنے بھائیوں کا موجود ہے تم ناحق شدھی کے لئے پریشان ہو اور اپنی تعداد چوہڑے چماروں کو شدھ کرکے بڑھانا چاہتے ہو۔ ہم نے کبھی کا تمہارا کام خود انجام دے کر کروڑوں شریف اور معزز مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے زمرہ کفار میں شامل کر دیا ہے۔ تم ہماری تعداد کو کیوں زیادہ سمجھتے ہو۔ ہم تو بہت قلیل ہیں تم ناحق آزردہ خاطر ہو۔ جو کام تمہاری شدھی سے نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے وہ ہمارے فتاوائے کفر نے کر دیا ہے تمہاری تو ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آ گیا۔ اب شدھی کا پانچ کروڑ روپیہ کسی اور مفید کام میں صرف کرو۔

کفار کی ہوشیاری

لیکن مصیبت یہ ہے کہ یہ کفار یا دوسرے لفظوں میں سیاسی کفار مسلمانوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ وہ صاف طور پر مسلمانوں کو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور پھر بھی ان سب کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ یہ سب کافر فرقے اسلام مل کر سیاسی طور پر ہندوؤں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ان بیچاروں کو اتنی توفیق ہی نہیں کہ وہ مل کر سیاسی طور پر ہندوؤں کے مقابلہ میں کھڑے ہو جائیں۔ انہیں ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کرنے سے فرصت ہی کہاں ہے۔ اصل میں ہندو اور انگریز دماغ رکھتے ہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں۔ وہ صاف طور پر دیکھتے ہیں کہ ان تمام کافر فرقوں میں مذہبی اصول سب ایک ہیں۔ ان کا خدا ایک، رسول ایک۔ کتاب ایک۔ قبلہ ایک طریق عبادت ایک۔ اصول شریعت ایک۔ تو ان کی کیا مت ماری گئی ہے جو سب کو مسلمان نہ سمجھیں۔ تم لاکھ ان سے کہو کہ سوائے میرے اور چند میرے ہمخیال دوستوں کے باقی سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ کبھی نہ مانیں گے۔ البتہ ایسا کہنے والے کو نادان سمجھ لیں گے۔ کیونکہ واقعات کا انکار کرنا نادان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ہندو بیچارے تو اپنی تعداد بڑھانے کے ایسے شوقین ہیں کہ اس کے لئے اپنے مذہب کے اصول کو خیر باد کہہ کر چوہڑے چماروں تک کو اپنے میں شامل کرنے کو تیار ہیں۔ بدھ مذہب جو ہمیشہ ہندو مذہب کا دشمن رہا اس کے پیروؤں کو بھی اپنے ساتھ ملانے سے دریغ نہیں کرتے۔ تو انہیں ہمارے مکفرین بزرگوں کے طفیل اتنی کثیر تعداد میں مسلمان ملتے تو وہ تو چوم چاٹ کے آنکھوں پر بٹھاتے۔ مگر وہ کریں کیا۔ اسلام کے اصولوں کو کہاں لے جائیں۔ وہ مکفرین کی دستاویز کو پڑھتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اسلام کے اصول کی تیز دھار انہیں ہاتھ نہیں لگانے دیتی۔ وہ "سیاسی مسلمان" کی اصطلاح کو سنتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ وہ سب مسلمانوں کو مذہباً مسلمان ماننے پر مجبور ہیں۔ جب تک اشدھی کے ذریعہ وہ انہیں مذہباً ہندو نہ بنالیں وہ انہیں مسلمان مذہباً سمجھتے رہیں گے۔ پچھلے دنوں جب سوراج کے حصول کے لئے ہندو مسلمان ایک ہو رہے تھے اس وقت نہ ہندوؤں کو کسی نے سیاسی مسلمان کہا اور نہ مسلمانوں کو کسی نے سیاسی ہندو کہا۔ حالانکہ اس وقت سیاسی طور پر دونوں ایک تھے۔ مگر مذہب کی دیوار اس وقت بھی درمیان میں حائل تھی۔ اور آج بھی جو دیوار حائل ہے وہ مذہب کی ہے۔ یہ جنگ سیاست کی نہیں بلکہ مذہب کی ہے۔ مذہب کے ساتھ سیاست چل رہی ہے۔

الٹی گنگا

پس یہ تفریق سیاسی مسلمان اور مذہبی مسلمان کی بالکل بے معنی ہے اسلام مذہب کا نام ہے۔ جو مذہباً مسلمان ہے وہ مسلمان ہے جو مذہباً مسلمان نہیں وہ کافر ہے۔ اسے ہزار دفعہ سیاسی مسلمان کہو بے معنی بات ہے۔ سیاست کے رو سے کسی نے ان کا نام مسلمان نہیں رکھا غیر مسلم بھی مسلمان انہی لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو اسلام کے اصولوں کو مانتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر مسلم اسلام کے اصولوں کی عزت کرتے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کو خواہ وہ فروعی طور پر اختلاف رکھتے ہوں وہ مسلمان ہی کہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے مکفر مسلمان اسلام کے اصولوں کی عزت نہیں کرتے۔ وہ باوجود اصول میں مشترک اور متحد ہونے کے فروعی اختلاف پر اپنے مسلمان بھائیوں کو کافر کہتے ہیں اور اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ [illegible]

کرتے ہیں اور مسلمان انہیں اسلام سے نکال کر کفر میں شامل کرتے ہیں یہ الٹی گنگا بہنے کا منظر بھی اپنی نظر آپ ہی ہے۔ اللہ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔ شدھی کے مدعی تو کافروں کو مسلمان بنائیں اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے مدعی مسلمانوں کو کافر بنائیں۔ ان هذا لشئ عجاب۔

حقیقی مذہبی رواداری

اور یہ کہنا کس قدر غلط ہے کہ ہر ایک فرقہ کو دوسرے کی تکفیر سے روکنا مذہبی رواداری میں مداخلت ہے۔ سب سے پہلے اس رواداری کو توڑنے والے آنحضرت صلعم تھے۔ جنھوں نے فرمایا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو۔ اسلام کی کوئی تعریف مقرر کرنا اور آپس میں لڑنے والوں کا اس تعریف کے ماتحت ہر ایک ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا جو اس تعریف کے نیچے آجائے خواہ وہ دیگر امور میں اختلاف ہی رکھتا ہو۔ انتہائی درجہ کی مذہبی رواداری ہے جس سے تمام مذہبی مناقشے اور جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ کمال ہے کہ مذہبی رواداری کے اس متبرک اصول کو مذہبی رواداری میں مداخلت قرار دیا جائے۔

کفر اور اسلام کا عجیب گورکھ دھندا

پھر اگر مسلمانوں کی تقسیم مذہبی مسلمان اور سیاسی مسلمان ہوئی تو بالمقابل کفار کی تقسیم بھی ہونی چاہیئے۔ یعنی مذہبی کافر اور سیاسی کافر۔ مذہبی کافر تو وہ ہوا جو اسلام سے خارج ہے یہ مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ ہے۔ جو مذہبی طور پر کافر ہے۔ چونکہ مذہبی رواداری کے ماتحت ہر ایک فرقہ کو حق حاصل ہے کہ وہ دوسرے کو کافر سمجھے۔ لہذا سب اس حق سے مستفیض ہو کر مذہباً کافر ٹھیرتے ہیں۔ اور سیاسی کافر وہ ہوئے جنھیں ہم سب مذہباً کافر فرقے مل کر کافر کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ سیاسی طور پر ہمارے بالمقابل جد و جہد کر رہے ہیں۔ اگر وہ سیاسی جد و جہد چھوڑ دیں تو پھر وہ بھی ہماری طرح صرف مذہبی کافر رہ جائیں گے۔ فرمایئے الکفر و اسلام کا کیا عجیب گورکھ دھندا ہے۔ کسی وقت فرصت میں اسے سلجھایئے گا۔ یہ مذہب نہیں سیاست ہے۔

عبرتناک خبریں

اشدھی کی رفتار

پٹنہ ۱۸ اپریل۔ ہندو مہا سبھا کے اجلاس کے خاتمہ پر آج صبح بھارتیہ شدھی سبھا نے دس مسلمانوں کی جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے مہا سبھا کے پنڈال میں شدھی کی۔

اکولا میں شدھی

ہندو سبھا اکولا میں جنگل اور کنجی لال نامی دو عیسائیوں کو دوبارہ ہندو دھرم میں لیا گیا۔ یہ دو سال پہلے عیسائی ہو گئے تھے۔ [illegible] قصبہ کونجا میں اودے بھائی نامی ایک شخص کو شدھ کیا گیا۔

برار میں شدھی

کامر گاؤں (برار) میں ایک شخص کو شدھ کیا گیا۔ تو مسلمانوں نے اس کے مقابلہ میں جنگلا نامی ایک کنبی کو مسلمان بنایا۔ لیکن اس کو بھی شدھ کر لیا گیا۔

امرتسر میں ایک بنگالی مسلمان کی شدھی

امرتسر ۲۴ اپریل۔ آج ایک بنگالی مسلمان عبد المجید بی اے کی آریہ سماج میں شدھی کی گئی۔

بڑودہ میں ایک مسلم خاندان کی شدھی

بڑودہ ۲۵ اپریل۔ کل ایک مسلمان کو مع خاندان بڑودہ کے آریہ کنیا آشرم میں شدھ کیا گیا یہ مدتوں ریاست بڑودہ میں اسلامی لیکچرر رہ چکا تھا۔

سیالکوٹ میں چھ اشخاص کو شدھ کیا گیا

دیانند دلت ادھار منڈل سیالکوٹ نے بٹوال جاتی کے چھ استری پرشوں کو ۹ سبیا کھ کو شدھ کرکے ویدک دھرم میں پرویش کرا دیا۔

اندور میں اشدھی

ہندوستان

—— سندھ پراونشل ہندو کانفرنس سکھر نے ایک تجویز کے ذریعہ ہندوؤں سے التجا کی ہے کہ وہ پنچ اقوام عام کنوؤں، مدرسوں اور مرگھٹوں کا استعمال کرنے کی اجازت دے دیں۔

—— ۳ رمئی کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں سیوا جی مرہٹہ کی سہ صد سالہ برسی منائی گئی جس کی وجہ سے بہت سے مقامات پر فساد بھی ہوا۔

—— مہاشہ راجپال کو جس نے کتاب رنگیلا رسول لکھی تھی عدالت عالیہ نے اس کو صاف بری کر دیا۔

—— ۲۰ رمئی کو میرٹھ میں ایک عظیم الشان تبلیغ کانفرنس ہونے والی ہے جس میں بہت سے علما کے شریک ہونے کی توقع ہے۔

—— ۲۹ راپریل کو مسلمانان مراد آباد کا ایک جلسہ ہوا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ شنکر دت طابع و ناشر د چترجیون کے خلاف بھی مقدمہ چلائے کیونکہ اس نے کتاب کو مراد آباد میں طبع و شایع کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔

—— بہار و بنگال میں شدھی کے پرچارک فتنہ ارتداد برپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

—— مرکزی خلافت کمیٹی کی اطلاع مظہر ہے کہ جوٹانی سالمز کے حساب میں سے پچاس ہزار روپیہ ترکی ہلال احمر کو بھیجا گیا ہے۔

—— لاہور کے ایک تاجر کتب لاجپت رائے ساہنی نے شردھانند کے قتل کے متعلق ایک ڈراما ”خون درویش“ شایع کیا تھا۔ حکومت نے اسے ضبط کر لیا۔

ممالک خارجہ

—— بیان کیا جاتا ہے کہ جو معاہدہ عنقریب حکومت شرق اردن اور برطانیہ میں ہونے والا ہے اس کا تعلق شرق اردن کے سیاسی مرکز کے تعین اور حدود کے تقرر سے ہے۔ نیز دونوں حکومتوں کے سیاسی تعلقات کی تفصیل ہوگی۔

—— سفیر ایران متعینہ مصر کو حکومت طہران کا تار ملا ہے کہ مصری حدود میں رہنے والے ایرانیوں کی نہایت سختی کے ساتھ نگرانی کی جائے تاکہ کوئی ایرانی امسال حج کے لئے نہ جا سکے۔

—— فنون مصریہ کی نمائش دیکھنے کے لئے ۳ راپریل تک ایک لاکھ چون ہزار چوبیس نفوس گئے ہیں۔

—— امسال حج کے موقع پر ایک لاکھ پچیس ہزار زائرین کے اجتماع کی توقع ہے۔

—— اتحاد مشرقی رقمطراز ہے کہ اعلیحضرت شاہ افغانستان زراعت کی اصلاح اور اس کے ارتقا میں بے حد دلچسپی لے رہے ہیں۔

—— گورنر صاحب جلال آباد نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا ہے کہ زراعت کی ترقی و اصلاح ملک اور باشندگان ملک کے لئے نہایت ضروری ہے۔

باجلاس جناب سید افضل علی حسن صاحب رجسٹرار لاہور

محمد ابراہیم اینڈ برادرز پسران رحمت شیخ سکنہ لاہور انارکلی۔ بنام نور محمد ولد الہی بخش قوم مغل سکنہ لاہور اندرون اکبری دروازہ بانجی محمدو

درخواست دربارہ کرانے جبری رجسٹری با قبضہ مکان واقع لاہور محرره ۵ جولائی ۲۹ منجانب نور محمد بحق محمد ابراہیم اینڈ برادرس

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی بنام نور محمد ولد الہی بخش مغل سکنہ لاہور اکبری دروازہ بانجی محمدو۔

مقدمہ مندرجہ بالا میں یہ ثابت ہوا ہے کہ تم ارادتاً تعمیل نوٹس ہونے اور تعمیل نوٹس سے گریز کرتے ہو لہذا بذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتقرر ۱۴ ماہ مئی ۱۹۲۷ء کو محکمہ ہذا میں حاضر ہو کر وجہ ظاہر کرو کہ کیوں وثیقہ مندرجہ بالا کی رجسٹری جبراً نہ کی جائے بصورت عدم حاضری تمہارے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جائے گی

تحریر ۲۰ راپریل ۱۹۲۷ء ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت سے جاری ہوا

لاہور کا شاندار اخبار انقلاب

روزنامہ انقلاب ۲۹×۲۲ کے شاندار سائز پر نہایت آب و تاب سے شایع ہو رہا ہے

مسلمانان ہند کی صحیح رہنمائی اور ان کے حقوق کا تحفظ اس اخبار کا مقصد وحید ہے۔

سالانہ قیمت صہ ششماہی ۸ اس کی اشاعت کو ترقی دینا ہر مسلمان کا اخلاقی فرض ہے پتہ منیجر اخبار انقلاب۔

تاریخی کتابیں پڑھیئے

تاریخ خلفا یہ امام جلال الدین سیوطی کی عربی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں نو سو برس کے اسلامی حالات ہیں۔ خلفاء اربعہ اور بنی امیہ اور خاندان عباسیہ کی شاندار تاریخ ہے صفحات ۵۱۶ قیمت عہ

تاریخ تبلیغ اسلام مضمون نام سے ظاہر ہے اس کتاب نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

الفاروق امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی مکمل و مفصل سوانح عمری اسلامی شجاعت و سیاست کی مکمل داستان فتح شام، عجم اور مصر کی مکمل تاریخ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلے قیمت عا

سیرۃ النعمان امام ابو حنیفہ کی شاندار سوانح عمری اور آپ کی فقہ پر شاندار تبصرہ ہر طرح قابل دید از علامہ شبلی عہ

الغزالی دین اسلام کی بہت سے عقائد کی تشریح اور امام ابو محمد احمد غزالی کے سوانح قیمت عہ آغاز اسلام ۸

الصالحات حضرت فاطمہؓ، عائشہؓ، خدیجہؓ، حلیمہؓ کی مفصل سوانح عمری جن کا ماخذ کتب حدیث ہیں۔ قیمت ۸

منیجر کتبخانہ نمیکا ڈاکخانہ ہوڈل ضلع گوڑگانوہ

آپ تنگدست اور مغموم کیوں ہیں

اگر آپ اپنی آمدنی میں جائز طریقوں سے اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنی عسرت اور مایوسی کو فراخی اور خوشحالی سے بدلنا چاہتے ہیں تو رسالہ ”جہان نما“ ماہوار کا باقاعدہ مطالعہ کریں۔ یہ ظاہری حیثیت سے جاذب نظر اور دیدہ زیب اور معنوی اعتبار سے مفید و کارآمد رسالہ آپ کو تجارت اور سوداگری کی آسان راہیں بتائے گا۔ حکمت و کاروبار اور صنعت و دستکاری کے پھول آپ کے قدموں پر نثار کرے گا۔ اور غم و الم اور کاہلی و غفلت بیکاری و تنگدستی کو مغلوب کر کے آپکو زندہ اور کامیاب انسان بنا دے گا۔ حجم کم از کم ۳۶ صفحات۔ قیمت صرف ایک روپیہ سالانہ جو ہر حال میں بذریعہ منی آرڈر اور پیشگی آنی چاہیے۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔

منیجر رسالہ جہان نما متصل اسلامیہ ہائی اسکول امرتسر

نکل آیا نیا گل بنفشہ

نیا گل بنفشہ	شدھ سلاجیت آفتابی	چربی شیر
۱۲ تا ۲۴ فی سیر	۴ر فی تولہ	۴ سیر

چربی ریچھ	گلقند شہد پھول بنفشہ	پتہ ریچھ
للعہ سیر	عہ سیر	عہ تولہ

زعفران اصلی	زعفران نقلی	برہمی بوٹی	روح برہمی
۴ تولہ	۶ر تولہ	للعہ سیر	۱۲ ار چھٹانک

نقش کنا دل خوش چورن نی باؤ ہر ان کے علاوہ بہت سی پہاڑی اشیا شہد بہدانہ آنار دانہ وغیرہ ہم سے مل سکتے ہیں۔ پتہ

کاکا رام بودھراج اودھم پور جموں اسٹیٹ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی ایک دن میں تین بار لگانے سے ان کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس۔ قیمت تین روپے ۱ سے ، ،

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے چھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت ۶ ، دو روپے

دفتر معالج برص ۷ درپھنگہ بہار

تبلیغ و تنظیم

اے مسلمان اے علمبردارِ حق — اے مسلماں اے درِ شہوارِ حق
پھر اٹھے ہیں سرزمینِ ہند سے — کفر و باطل درپے آزارِ حق
تن پرستی کی فضا مسموم ہے — سنگٹھن کی اور شدھی کی دھوم ہے
لیکن اے آسودۂ خوابِ نشاط — تو ابھی تک ہوش سے محروم ہے
دیکھ آنکھیں کھول کر دنیا کا رنگ — حق و باطل ہر طرف ہیں محوِ جنگ
کیا ہوا اندور و بار یسال میں — وقف ہیں تیرے لئے تیغ و تفنگ
کیا ہوئی عیرت تری اے آہ صفیر — خونِ مسلم اور اس درجہ حقیر!
کیا نہیں اب پاسِ خودداری تجھے — کیا ہوا تیرا وہ شوقِ دار و گیر؟
رہنمائی کو تری قرآن ہے — راہبر اللہ کا فرمان ہے
ڈھونڈھ لے اپنی صراطِ مستقیم — کامیابی کا اگر ارمان ہے،
دیکھ کیا کہتے ہیں اہلِ ریا — دیکھ کس منزل میں ہیں کفر آشنا
اس فضا میں اور اس ماحول میں — دیکھ کیا کہتا ہے فرمانِ خدا
زندگی کے واسطے پھر جان دے — جان دے اور صورتِ انسان دے
تیرا مرنا اس سے بہتر ہے کہ تو — چھوڑ دے اسلام کو "ایمان دے"
کون کہتا ہے کہ تو کشتۂ شمشیر — کون کہتا ہے کہ جور و ظلم کا نخچیر ہو
ہاں مگر اس کی ضرورت ہے کہ اب — تیرے لب پر نعرۂ تکبیر ہو

بزمِ احباب

(مرتبہ جناب نصیر احمد چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

ملک فلسطین

ایک عیسائی کی آواز دینِ حنیف کی تائید میں

اخبار "الکرمل" جس کا ایڈیٹر عیسائی ہے اسلام کی تہذیب و تمدن کی برتری کا موجودہ یورپین تہذیب و تمدن سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتا ہے
" اس عربی نبی کریمؐ کے متبعین جب یورپ کے ممالک میں گئے"۔ تو انہوں نے وہاں علوم، اخلاق اور تہذیب و تمدن کا جھنڈا بلند کیا اور اس امر سے یورپ کے علما بھی انکار نہیں کرتے کہ روما کے بعض مقدس پادریوں اور پاپاؤں اور عالموں اور فاضلوں نے علوم کو اس نبی عربیؐ کے متبعین کی مساجد اور مدارس سے جو اندلس میں تھے حاصل کیا تھا۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ عرب کی تہذیب یورپ کی تہذیب پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس لئے ہماری دلی خواہش ہے کہ اسلامی علوم اور تمدن و تہذیب یورپ کے پادریوں کی تعلیم کے لئے روک بن جائیں ہم مسیحی اقوام جو مشرق میں رہتی ہیں یورپ کے مسیحیوں کی تبلیغ و تبشیر سے سخت بیزار ہیں جن کا مقصد ہمارے اور ہمارے قومی و وطنی برادران کے درمیان تفرقہ ڈال کر ہماری گردنوں میں اپنی غلامی اور استعمار کی زنجیریں ڈالنا ہے اور ہمارے مالوں اور جانوں کو دوسروں کے لئے حلال بنا دینا ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے ہمارے ملک کو ہمارے دشمنوں کی ملکیت بنا کر ہمارا مال چھین لیا ہے اور دوسری طرف ہمارے گاؤں اور شہروں کو برباد کر دیا ہے اور ہمارے قتل کرنے کے لئے ہوائی جہازوں اور مختلف قسم کے ہتھیاروں کی نمائش کی جا رہی ہے۔ خدا کے لئے ہمیں اپنی تبلیغ و تبشیر سے معاف رکھو ہم اپنے بھائیوں سے اتحاد رکھنے کی خاطر اپنے کان آپ لوگوں کی تفرقہ انگیز تعلیمات کے سننے سے بند رکھیں گے۔
جب حضرت مسیحؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دعوت الی عبادت اللہ کے لئے آئے اور دین اسلام کا شعار بھی یہی امور ہیں تو پھر تم لوگ کس طرح حضرت محمدؐ کی رسالت کا انکار کرتے ہو اور حضرت مسیح اور انجیل کے خلاف جاتے ہو۔ کیا تم حضرت مسیحؑ سے زیادہ علم رکھتے ہو۔ اور کیا تم لوگ خدا سے زیادہ بندوں پر رحم کرنے والے ہو اگر تمہارے لئے مطابق با قول یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت محمدؐ

کرد ڈالو گوں کو جو دین اسلام میں داخل ہو گئے ہیں گمراہ کرنے کی انہیں اجازت دے دی؟۔
خدا کے لئے ہمیں اس قسم کی باطل پرستی سے معاف رکھو ہم مشرق کے نصاریٰ اس نبی عربیؐ کو اپنا سید اور سردار سمجھتے ہیں اور ان کی عظیم الشان ہدایت اور تعلیم اتحاد و اتفاق کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ تم ایسی جھوٹی دعوتوں اور بہتانوں سے باز آؤ۔ اگر حضرت مسیح کی تبلیغ و تبشیر کرنا چاہتے ہو تو ان شراب خانوں ناچ گھروں اور قحبہ خانوں میں جا کر کرو۔ جو تمہارے شہروں میں موجود ہیں۔ اور تمہارے شہروں میں جو مخمور مرد اور عورتیں بے حیائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں اپنی تعلیم کی اشاعت کرو۔ اور اپنی مستبد اور ظالم حکومتوں میں تبلیغ و اشاعت کرو۔ تاکہ اپنی استعماری سیاست اور ان مظالم سے جو وہ مشرقی لوگوں سے کرتے ہیں باز آ جائیں جب تم حضرت مسیح کی سچی تعلیم اور اخلاق سے مزین ہو جاؤ گے تو اس وقت تم حضرت محمدؐ کی پاک شریعت اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور روحانیت کو سمجھ جاؤ گے۔ یقیناً یاد رکھو کہ ہم عرب کے عیسائی یورپین پادریوں کے طریق تبلیغ اور اس طرز عمل سے جو ان کا مسلمانوں کے ساتھ ہے سخت نفرت کرتے ہیں۔

جرمنی

مولوی فضل کریم خاں صاحب لکھتے ہیں کہ تازہ ٹریکٹ ہندو مسلم تعلقات کے بارہ میں پہنچے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہماری جماعت ہی اس قلمی جہاد کے کام کو کر رہی ہے۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کے مضامین نہایت قابلیت سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا صاحب قابل قدر مبلغ ہیں۔ اس مسئلہ پر میرا ارادہ بھی کچھ لکھنے کا ہے لیکن مناسب مسالہ موجود نہ ہونے کے باعث کچھ نہیں لکھ سکتا اگر آریہ سماج کی چند مستند کتابیں اور اخبارات مجھے جلد بھیج دیئے جائیں۔ تو میں بھی کچھ لکھوں۔ اخبارات کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اس معاملہ کی اہمیت کی طرف چنداں توجہ نہیں دی۔ اور نہ وہ اس معاملہ کی تہ تک پہنچے ہیں۔ اسی لئے ان کی مدافعانہ کارروائی نہایت کمزور اور بیہودہ ہے۔ جہاں ہندو صاحبان پورے زور سے حملہ آور ہیں مسلمان اپنی طاقت کو بالکل ضائع کر رہے ہیں اس لئے حالات نہایت غیر تسلی بخش ہیں۔

ایران

مسٹر اصفہانی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے اردو انگریزی رسالہ جات متعلقہ قتل شردھانند ملے جنہیں مناسب جگہ تقسیم کر دیا گیا۔ اسی سلسلہ کے بارہ میں جو فارسی و عربی رسالہ جات آپ نے روانہ کئے تھے وہ پہنچ گئے۔ میں انہیں ۱۹ میں تقسیم کیا وہ حضرت مرزا صاحب کی دیگر کتب مثل تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، الہدیٰ الخطبۃ

ترکوں کی لامذہبی کا فسانہ

اسلامی خدمت کے شاندار کارنامے

(از جناب چودھری محمد سعید صاحب گجراتی)

یوں تو زمانہ حال میں ہر شخص مدبر سیاست ہونے کا دعویدار ہے مگر افسوس کہ ایسے لوگوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے جو حقیقی طور پر پالٹیکس کو سمجھتے ہیں۔ رائے عامہ اس بات کی مقتضی ہو چکی ہے کہ جلد بازی و عجلت کو کام میں لا کر فی الفور کسی مقدمہ کا نتیجہ نہ نکالنا چاہئے۔ یہی حال ہمارے بیشتر اخبار نویسوں کا ہے جنہوں نے ترکی جدید پر طرح طرح کے مقالات سپرد قلم کر کے اس ناکردہ گناہ قوم کو مورد لعن و ملام بنایا اور اپنی کج فہمی اور کم علمی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ ایک گروہ نے تو انہیں اسلامی اصول کو توڑنے والے، آئین ملت سے اعراض کرنے والے، کے تبیح خطابات سے یاد کرنا شروع کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ کہتے ہیں کہ ترک عورتیں بے پردہ ہو کر زندگی بسر کرنے کو اسلام کا عین منشا قرار دے چکی ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ انہیں خارج از اسلام کہنے میں بھی تامل نہیں کیا جاتا۔

ذیل میں ان مذہبی قومی اصلاحی اور معاشرتی کارناموں کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے جو غازی اعظم بطل حریت مصطفےٰ کمال پاشا نے آزادی حاصل کرنے اور جمہوریہ ترکیہ کی داغ بیل ڈالنے کے بعد سرانجام دیئے۔ ان میں بہت سے امور ایسے ہیں کہ صدیوں کی عثمانی سلطنت نے بھی سرانجام نہ دیئے تھے اور باقی اسلامی دنیا تو ابھی تک انکی کنہ سے بھی واقف نہیں ہوئی۔

(۱) قسطنطنیہ میں ہزاروں کی تعداد میں فاحشہ اور بازاری عورتیں لوگوں کو بدکاری کی طرف مائل کر رہی تھیں۔ اور مغربی تمدن کا اثر نہایت غالب تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ یہ ننگ اخلاق طائفہ یا تو نکاح کر کے اپنی بدکرداری سے باز آئے۔ ورنہ شہر کو خیرباد کہے۔ چنانچہ جلد ہی آستانہ اس قسم کی حرام کاری اور مکروہات سے پاک ہو گیا۔

(۲) امور مذہبی کا محکمہ قائم کیا۔ جو دقیق اجتہادی مسئلے طے کرتا ہے تمام شرعی احکام بھی اسی محکمہ کی طرف سے جاری ہوتے ہیں۔ خانقاہوں اور مساجد کے حجروں کو جہاں خوفناک جرموں کا ارتکاب ہو رہا تھا۔ اور تلاشی لینے پر جہاں سے حسین عورتیں اور شراب کے مٹکے برآمد ہوئے تھے۔ پاک و صاف کیا گیا۔ حکومت کی طرف سے عالم اور دیندار لوگوں کی تعیناتی ہوئی۔ اس محکمہ کا تمام خرچ ساڑھے چار کروڑ روپیہ ہے

(ب) مساجد کے امام جو اکثر جاہل آدمی تھے۔ اور وہ بجائے ہدایت کے گمراہی کا باعث ہوتے تھے۔ علیحدہ کر دیئے گئے۔ ان کے بدلے سند یافتہ لوگ مقرر کئے گئے۔ جن کو تنخواہ حکومت کی طرف سے ملتی ہے

(۳) قرآن مجید اکثر تجارت کے اصول پر چھپنے اور شائع ہونے کے باعث بے شمار اغلاط سے پر ہوتا تھا مثلاً منافع زیادہ حاصل کرنے کے لئے ردی کاغذ پر اشاعت ہو جاتی۔ خرچ کو کم کرنے کے لئے معمولی درجہ کے کاتبوں کو دیا جاتا اسی وجہ سے کئی قسم کے نقص رہ جاتے۔ چنانچہ اس کتاب پاک کی کتابت و اشاعت حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

(۴) ساٹھ ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم سال حال میں قرآن مجید حفظ کرنے والوں کے لئے منظور کی گئی ہے۔ اس بات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حکومت کو قرآن پاک کے حفظ کرانے میں خاص محبت و ذوق ہے۔

(۵) غیرت و خودداری اجازت نہیں دیتی کہ ترکی عورتیں غیر مذاہب کے لوگوں سے شادی کریں۔ اس لئے اس کی قطعاً ممانعت کر دی گئی۔ جن ترکوں نے یورپین عورتوں سے شادی کر لی ہے ان کو بھی خاص ذمہ داری کے عہدوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ تاکہ عورتوں کے ذریعہ فوجی اور ملکی راز فاش نہ ہوں۔

(۶) جنگ عظیم میں بے شمار نوجوانوں کا کام آنا اور ازاں بعد جنگ اناطولیہ کے دوران میں ظالم و سفاک یونانیوں کی خونریزیاں ترکی طبقہ نسواں میں انقلاب پیدا کرنے کا باعث تھیں۔ ان بیچاریوں کو مردوں کے دوش بدوش ہو کر امداد و اعانت کرنے کے سوا چارہ ہی نہ تھا ان کی زندگی ان کی عزت ان کی عصمت سب معرض خطر میں تھیں زخمیوں کی تیمارداری کرنے کے علاوہ گاڑیاں چلانا، اسباب اٹھانا، اور بسا اوقات انہیں مردوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر لڑنا پڑا۔ اس طریقہ سے ان کی قدر و قیمت ظاہر ہو گئی۔ یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ترکی جماعت کو ابھی تک آرام و سکون سے زندگی بسر کرنے کا موقع نہیں ملا [illegible]

اس کے سوا چارہ ہی نہ رہا کہ ترکی عورتیں بھی زندگی کے ہر شعبہ میں حصہ لیں اور مردوں کا ہاتھ بٹائیں ایسی حالت میں وہ قیود اور پابندیاں جو کام کاج کرنے میں حارج تھیں اڑانی پڑیں۔ عورتوں کے لئے لازمی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ اور قوانین کے ذریعہ ان کا درجہ مردوں کے برابر کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ ایک نامہ نگار کا بیان ہے کہ استنبول کے ڈاک خانہ میں ۰۰ ۳ عورتیں کلرکی کا کام کر رہی ہیں۔ اور دیگر مختلف دفاتر میں حصہ لے رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی زندگی اس قدر مصروفیت میں گزرتی ہے۔ کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں صرف چھ سات گھنٹے ہی آرام کر سکتی ہیں۔ اس قدر مصروف زندگی میں پردہ کو پرانے طریقہ پر قائم رکھنا ناممکن تھا۔ اس لئے تو ملی و ملکی حیات کی خاطر انہیں ایک نیا لباس اختیار کرنا پڑا۔ ان حالات میں ترکی عورتوں کو اصول پردہ کا مخالف کہنا اور بعض ہندوستانی عورتوں کے بے حجابانہ سیر و سیاحت اور ٹینس کے لئے باہر نکلنے پر انہیں اتباع ترک کا الزام دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔

ہمارے ملک میں چند ایک امیر گھرانوں میں پڑھی لکھی لڑکیاں مغربی تہذیب کی اس قدر دلدادہ ہو چکی ہیں کہ انہیں اپنی کوئی بات بھی نہیں بھاتی اور آڑے وقت میں قوم کی خدمت کرنا تو درکنار انہیں حب وطن اور اسلامیت سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان کو ان سرفروش خواتین کی تقلید کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔ جو اپنے خاوندوں کے دوش بدوش کھڑی ہو کر مذہبی جنگ میں لڑ چکی ہیں۔ جو جنگ کی تکلیفوں کا مردانہ وار مقابلہ کر چکی ہیں۔ اور جنہوں نے اپنی عزیز جانیں وطن و مذہب پر قربان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اللہ اللہ! ؎

جب کریں آزاد خدائی کی !

شان ہے تیری کبریائی کی !!

ان باتوں سے ترکوں کا مذہبی شغف اظہر من الشمس ہے۔ انہوں نے اسلامی ننگ آلود تلوار کو میان سے نکالا اور عزت و ناموس اسلام کی خاطر عزیز جانیں تک لڑا دیں۔ اغیار تو محض اس لئے ان سے برسر پیکار ہیں کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بعض ہندوستانی مسلمانوں نے ان سے خدا واسطہ کا بیر اختیار کر رکھا ہے۔ یہ لوگ اس سرفروش اور اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے والی غیور قوم کو لامذہبی کا طعنہ دیتے ہیں جن کے گھوڑوں کے سموں کی خاک گردیان فلک کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔

کاش یہ لوگ اپنی حالت زبوں کو دیکھتے کہ اسلام کے لئے جان دینا تو درکنار عام اسلامی احکام پر عمل کرنے کی توفیق بھی ان میں نہیں ہے نماز کی پابندی ان پر فرض نہیں۔ نماز باجماعت کی انہیں پروا نہیں۔ غیرت اسلامی کو دن رات انہوں نے بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے۔ کفر و اسلام کے یہ اجارہ داران قدیم کاش بجائے ترکوں کی لامذہبی و الحاد پر روشنی ڈالنے کی اتنا ہی وقت اپنی اور اپنی قوم کی اصلاح و تنظیم میں صرف کرتے۔ لیکن بدقسمتی و بدنصیبی انہیں اتنی فرصت ہی کہاں دیتی ہے ان کا مشغلہ محبوب مسلمانوں کو کافر بنانا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا ہے

حضرت امیر کا پیغام

برلن مسجد

برلن مسجد کی تکمیل میں جو مشکلات پیش آئی ہیں وہ ذیل کی چٹھی سے واضح ہیں۔ جو چند احباب کی خدمت میں بھیجی گئی ہے کہ وہ ایک ایک سو روپیہ کی رقم دے کر (تین احباب سے پانچ پانچ سو روپیہ اور بعض سے پچاس تک بھی مطالبہ کیا گیا ہے) انجمن کو اس قابل بنا دیں کہ آخر مئی تک جرمنی میں روپیہ بھیج کر وقت پر وہ تکمیل مسجد کرا دے۔ لیکن ابھی ایک فہرست جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھجوا دی ہے جس کے رو سے انہوں نے ایک سو پانچ روپیہ نقد اور ایک انگشتری طلائی اور ایک ٹیکہ طلائی بھجوائے ہیں۔ جس کا زیادہ حصہ ان کے اپنے گھر سے اور کچھ جہلم کے دوسرے احباب سے وصول ہوئے ہیں۔ اس لئے میں اس چٹھی کو اخبار میں شائع کر کے اپنے سب دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ جن احباب کے نام یہ چٹھی گئی ہے وہ تو بہرحال (مع مجھ سمیت) اپنے احباب کے نیک ظن کو جو ان کے حق میں ہے کہ آڑے وقت پر وہ خود زحمت اٹھا کر بھی خدا کے رستے میں خرچ کر کے پورا کریں اور جن کے نام یہ چٹھی نہیں گئی وہ بھی اس وقت حسب مقدرت تھوڑا بہت [illegible] کہ خدا تعالیٰ ماجور ہوں۔ ساری جماعت کی [illegible] حرکت ترقی ہوتی ہے نہ باتوں سے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جہاں جہاں ہماری انجمنیں یا جماعتیں ہیں وہاں کے ذمہ دار عہدے دار فوراً یہ تحریک کر کے جس قدر بھی چندہ وصول کر کے انجمن کی امداد فرمائیں گے۔ اور جہاں جماعت کا نظام نہیں وہاں جو احباب متفرق طور پر ہیں وہ اس میں خود حصہ لے کر اپنی رقم بنام جماعت بھیجکر ممنون فرمائیں۔ وہ چٹھی جو خاص احباب کے نام بھیجی گئی ہے درج ذیل ہے انہی الفاظ میں میں اب اپنے سب بھائیوں کو مخاطب کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس درخواست پر لبیک کہنے میں سستی سے کام نہ لیا جائے گا۔ کیونکہ یہ کام فوراً کرنے کا ہے۔

چٹھی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران مکرم و معظم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

برلن مسجد کا نقشہ صورت سوال بن کر آپ کی خدمت میں آتا ہے

اس مسجد پر کم و بیش اسی نوے ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور اب عرصہ دو سال سے تھوڑے سے خرچ کے لئے نامکمل حالت میں پڑی ہے۔ اگر کسی والی ریاست یا صاحب مال و دولت کے دل میں خانہ خدا کی یہ کس مپرسی کی حالت اس قدر درد پیدا نہیں کر سکی کہ وہ اپنے خزانہ یا مال سے دس پندرہ ہزار روپے کی رقم یکمشت دے سکے تو مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ابھی وہ دل موجود ہیں جو تنگی کی حالت میں خدا کے رستے میں خرچ کرنا جانتے ہیں کون شخص ہے کہ ایک گھر کو بنانا شروع کرے اور اس پر ہزاروں روپے خرچ کر دے پھر چند سو روپوں کی خاطر اسے اپنی ناکامی کے نشان کے طور پر چھوڑ دے۔ اور یہ تو خدا کا گھر ہے جو عیسائی یورپ کے عین مرکز میں بن رہا ہے۔ اور جس کی عدم تکمیل نہ صرف ہمارے لئے قومی ننگ کا موجب ہے بلکہ دشمنوں کو شماتت کا موقع بھی دے رہی ہے۔ چنانچہ جرمن اخباروں میں آرٹیکل نکل رہے ہیں جن میں مسجد کی نامکمل حالت کا ذکر کیا جاتا ہے بھلا ایسی قوم کے سامنے ہم اسلام کو کیا پیش کر سکتے ہیں جسے اپنی ذلت کا نظارہ نامکمل مسجد کے رنگ میں دکھا رہے ہوں۔ اور اس پر مزید یہ کہ پولیس جسے جرمنی کے اندر عجیب عجیب اختیارات حاصل ہیں ہمارے مبلغ مولوی فضل کریم خاں کو نوٹس دے دیا ہے کہ اگر مسجد کا کام فوراً شروع کر کے آخر جولائی سے پہلے پہلے مکمل نہ کر دیا گیا تو وہ انتہائی کارروائی کو عمل میں لائے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت سے ہمیں محفوظ رکھے۔ جب اس امر کو احباب لاہور کی مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس شکل کی کوئی صورت ضروری رقم کی فراہمی کی نظر نہ آئی تو اس بوجھ کا بڑا حصہ اپنے ہی چند خاص احباب پر ڈالا جائے اور تکمیل مسجد کے کام کا فخر انہی لوگوں کو حاصل ہو جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ چنانچہ ذیل کی ایک فہرست بالاتفاق تیار ہوئی ہے جسے میں بحیثیت نمائندہ انجمن آپ کی خدمت میں ارسال کر کے توقع رکھتا ہوں کہ اس وقت جو کچھ بھی قربانی کرنی پڑے یا جس طرح بھی انتظام کرنا پڑے قوم کی اس توقع کو پورا فرما کر انجمن کو اس قابل بنا دیں کہ وہ اسلام کے وقار کو دشمن کے سامنے قائم رکھ سکے۔ اس وقت سوال کرنے والا میں یا انجمن نہیں بلکہ خود خانہ خدا صورت حال میں من انصاری الی اللہ کی صدا بلند کر رہا ہے۔ اگر ہم اپنے مکانوں کو کسی نہ کسی طرح زیور بیچ کر یا قرضہ لے کر پورا کر لیتے ہیں تو کیا خدا کے گھر کی تکمیل میں اس تھوڑے سے مزید حصہ کے لئے کوئی انتظام نہیں کر سکتے۔ اگر دل تیار ہے تو سامان اللہ تعالیٰ یقیناً پیدا کر دے گا اب میں بلا کسی مزید تمہید کے اس فہرست کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوا یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ کے نام کے سامنے جو رقم لکھی ہے اسے فوراً جس طرح بھی انتظام ہو سکے کر کے محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا دیں۔ اور یہ بات مدنظر رہے کہ مئی کی ۱۵ تک روپیہ ضرور پہنچ جانا چاہیے۔ اگر کوئی دوست بعض امیر دوستوں کو جن کے نام غلطی سے اس فہرست میں اندراج سے رہ گئے ہوں شامل کر سکیں تو یہ امر مزید موجب تشکر ہو گا۔ میں بالآخر پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ وقت سوچنے کا نہیں بلکہ اس بات کے ثبوت دینے کا ہے کہ خانہ خدا کو نقصان پہنچنے سے بچانے کے لئے ہمارا سارا مال بھی خرچ ہو جائے تو یہ ہماری سعادت ہے۔ والسلام

خاکسار

محمد علی

۲۹ اپریل ۲۶ء

[illegible] خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں اور اپنا [illegible]

مقدمہ رنگیلا رسول کا فیصلہ

مسلمان مطمئن نہیں ہیں

(جناب مولانا عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کے قلم سے)

اللہ اللہ عجب عالم ہے افترا پردازیوں کا بازار گرم ہو رہا ہے پیشوایان مذاہب کو گالیاں نکالنا اور ان کے پیروؤں کو دکھ دینا اور ستانا کوئی جرم ہی نہیں رہا۔ اس صداقت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہائیکورٹ پنجاب نے رنگیلا رسول جیسی دل آزار اور فحش کتاب کے ناشر کو مسٹر فیلیوس مجسٹریٹ لاہور اور کرنل نکلسن سشن جج کے فیصلوں کے برخلاف بالکل بری قرار دے دیا ہے۔ عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ صریحی طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ آئندہ کے لئے کوئی کسی مذہب کے پیشوا کی نسبت جس طرح بھی چاہے نکتہ چینی کرے۔ بُرا بھلا کہے۔ اس پر قانونًا کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔

عدالت عالیہ پنجاب کے اس فیصلہ سے پہلے تو عام مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ ہمارے مذہب اور اس کے مقدس رہنماؤں کے احترام کی پوری پوری نگہبانی کر رہی ہے۔ اور کسی مخالف مذہب کو یہ جرات نہیں ہونے دیتا کہ ہمارے مقدس مذہبی رہنماؤں کو بُرا بھلا کہے اگر کبھی کسی نے ایسی جرات کی تو اسے فورًا ہتھکڑیوں کے کنگن پہنا دیئے گئے۔ اور جہاں تک قانون نے اجازت دی اسے کیفر کردار کو پہنچانے میں کمی نہیں کی گئی۔ گورنمنٹ کا یہ طریق معدلت گستری صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ اس خوان نعمت سے جملہ اقوام ہند برابر کا حصہ لیتی تھیں۔ کسی کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

یہی طریق معدلت گستری رعایا کے دلوں کو مسخر کر رہا تھا اور اسی کی بنا پر مولانا حالی جیسے قومی شاعر اور مرزا غالب جیسے ملک الشعراء نے تعریفی قصائد لکھے اور گورنمنٹ کی تعریفوں کے راگ گائے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ پنجاب ہائیکورٹ نے مقدمہ رنگیلا رسول کے فیصلہ نے یہ بات ثابت کر دی کہ گورنمنٹ عالیہ نے اپنی قدیم امن آفرین پالیسی ہی تبدیل فرما دی۔ کیونکہ رنگیلا رسول کا مقدمہ کوئی پیچیدہ مقدمہ نہ تھا جس کی تنقیحوں کے سلجھانے میں قابل ججوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ کتاب چھپی ہوئی موجود تھی معمولی سے معمولی اردو آشنا انسان بھی اس کی دل آزار اور اشتعال انگیز طرز تحریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ تعجب ہے کہ ایسی فحش اور دل آزار طرز تحریر کو عدالت عالیہ کا فاضل جج نہ بھانپ سکا۔ کتاب کے ادبی نکتے جن میں کوٹ کوٹ کر گندگی بھری ہے اگر فاضل جج کی نگاہ میں آ جاتے تو ممکن ہی نہ تھا کہ مسٹر فیلیوس جیسے نکتہ رس عالی دماغ مجسٹریٹ کے فیصلے کو مسترد کر دیا جاتا۔ مگر عدالت عالیہ کے فیصلے کا تو یہ حال ہے کہ ادبی نکتے تو ایک طرف رہے۔ دل آزار طرز تحریر پر بھی نظر نہیں ڈالی گئی۔ ہمیں کنور دلیپ سنگھ صاحب کی قابلیت پر کوئی اعتراض نہیں۔ مگر یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بروئے انصاف صاحب موصوف کو اس مقدمہ کے سننے کا کوئی استحقاق حاصل نہ تھا۔ جس زمانہ میں اس مقدمہ کے درمیانی حکم کی نگرانی ہائیکورٹ پنجاب میں ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں کنور دلیپ سنگھ ہائیکورٹ میں پیروکار سرکار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ضروری امر ہے کہ اس وقت اس مقدمہ کی مسل ان کے روبرو آئی ہو اور انہوں نے پیروکار سرکار کی حیثیت سے اس پر نگاہ ڈالی ہو۔ اور درمیانی حکم کے متعلق گورنمنٹ کی تمام خط و کتابت سے اطلاع رکھتے ہوں۔ اگرچہ درمیانی حکم کی نگرانی کنور دلیپ سنگھ صاحب کی غیر حاضری میں مسٹر محمد سلیم بیرسٹر نے دائر کی تھی۔ جو کہ ان دنوں میں اڈیشنل گورنمنٹ ایڈووکیٹ مقرر ہوئے تھے۔ کیونکہ کنور صاحب اسی زمانہ میں گوردوارہ ایکٹ کے متعلق سپیشل ڈیوٹی پر شملہ گئے ہوئے تھے۔ مگر جب نگرانی کی پیشی کا وقت آیا تو اسی زمانہ میں انہوں نے اپنے عہدے کا چارج لے کر مسٹر محمد سلیم کو سبکدوش کر دیا تھا۔ ظن غالب یہ ہے کہ نگرانی کی پیروی کے لئے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کا تقرر ان کے ایما و رائے کے بغیر نہیں ہوا ہوگا۔ اندریں حالات کوئی وجہ نہیں کہ کنور صاحب ممدوح کو اس مقدمے کے حالات سے بحیثیت پیروکار سرکار ہونے کے واقفیت نہ ہو۔ اس لئے عقلًا اور قانونًا واجب اور مناسب نہ تھا کہ وہ جج ہو جانے کی صورت میں فورًا ملزم کو ضمانت پر رہا کر دیتے۔ اور بعد ازاں اسی مقدمہ کی سماعت بھی خود فرماتے۔ واجب تو یہ تھا کہ اس مقدمہ کو سماعت کے لئے کسی دوسرے جج کے سامنے بھیجنے کے لئے چیف جج کے پاس بھیج دیتے۔

کے مقدمات جسٹس آغا حیدر سے صرف اس بنا پر کسی دوسرے جج کے سامنے بھیجنے کے لئے چیف جج کے پاس بھیج دیئے گئے کہ مسٹر محمد امین صاحب نے ان کے گھر پر جا کر صرف اتنا ذکر کر دیا تھا کہ ان کی عدالت میں اگلے دن ایسے مقدمات پیش ہونے والے ہیں جن میں مسٹر محمد امین نے اچھی طرح پر تیاری کر لی ہے۔

کیا ہائیکورٹ پنجاب کی یہ دو عملی حیرتناک نہیں۔ ایک جج خفیف سی اطلاع کی بنا پر مقدمات کا انتقال کرتا ہے۔ اور دوسرا کامل واقفیت کے باوجود اس مقدمہ کی خود ہی سماعت کرتا اور خود ہی ملزم کو ضمانت پر رہا کرتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

علاوہ اس کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایک انگریز وکیل خواہ وہ اپنے فن میں کتنا ہی لائق کیوں نہ ہو مسلمانوں کے مذہبی احساسات و جذبات اور اردو زبان کی باریکیوں کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا۔ وہ عدالت کو کن دلائل سے یقین دلا سکتا ہے کہ کتاب فی الواقع اشتعال انگیز ہے جج مذہب اسلام اور مسلمانوں کے جذبات سے ناواقف۔ پیروکار انگریز ایسی صورت میں کیونکر امید کی جا سکتی تھی کہ فیصلہ صحیح ہوگا۔ مناسب تو یہ تھا کہ یہ مقدمہ کسی انگریز جج کے سپرد ہوتا جسے اسلام اور ہندو مذہب سے کوئی بھی تعلق نہ ہوتا اور پیروکار مسلمان ہوتا اس مقدمہ کے جملہ ابتدائی مراحل شیخ محمد نصیب صاحب بیرسٹر کی پیروی میں کامیابی کے ساتھ طے ہوئے۔ وہ دو سال تک لگاتار غیر متعصبانہ طریق پر نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ مختلف عدالتوں میں اس مقدمہ کی پیروی فرماتے رہے۔ اور مقدمہ کے نشیب و فراز سے پورے طور پر واقف تھے۔ اگر انہی کو ہائیکورٹ میں اس مقدمہ کا پیروکار بنا دیا جاتا تو حد سے زیادہ موزونیت رکھتا تھا۔ ورنہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب درمیانی حکم کی پیروی کی وجہ سے مقدمے کے حالات سے آگاہی رکھتے تھے۔ مسٹر عبدالرشید بیرسٹر بھی پیروی کر چکے تھے۔ انہی میں سے کسی ایک کو پیروکار بنا دیا جاتا۔ اس امر سے یہ مراد نہیں کہ ہم کو گورنمنٹ ایڈووکیٹ مسٹر نوڈ صاحب کی قابلیت پر کوئی اعتراض ہے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ کتاب اردو زبان میں تھی۔ اور اس کا مدعا مذہب اسلام کے مقدس پیغمبر کی توہین کرنا تھا۔ اس لئے کوئی اردو دان مسلمان پیروکار ہی پیروی کے لئے موزونیت رکھتا تھا۔

مسلمانان ہندوستان کو کنور صاحب کے اس فیصلہ پر کوئی اطمینان نہیں ہے۔ بلکہ اس فیصلہ کا انکی طبائع پر بہت بُرا اثر پڑا ہے یہ فیصلہ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے مشتعل شدہ جذبات پر پانی ڈالتا۔ وہ اس آگ پر تیل کا کام دے رہا ہے۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان گورنمنٹ کی رعایا ہیں۔ اس قدر بڑی تعداد کی رعایا کے صحیح جذبات کو اس طرح ملیامیٹ کرنا طریق دانشمندی سے بعید ہے۔ کیا گورنمنٹ عالیہ اپنی سات کروڑ رعایا کے جذبات مدنظر رکھتے ہوئے ان کے اس زخم کے اندمال کی طرف توجہ دیگی یا جسٹس دلیپ سنگھ کی عدالت کے بعد انصاف کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں حضرت امیر اسی ماہ کے آخر میں ڈلہوزی تشریف لے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمات اسلام کا اعتراف ہر طرف ہو رہا ہے۔ اور عام طور پر لوگ ہماری جماعت کو عزو وقار کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں۔ کیونکہ موجودہ دور فتن میں اسلام کی حفاظت و اشاعت کا کام من حیث القوم صرف احمدی جماعت ہی نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

پشاور سے ایک صاحب حاجی محمد عظیم حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ جناب نے ۱۸ اپریل سنہ کو مسلم کلب پشاور میں جو وعظ فرمایا وہ ایسا لاثانی اور پرتاثیر وعظ تھا کہ کل مسلمانان پشاور اس کی تعریف و تائید کر رہے ہیں۔ میں نے بھی آج تک کسی مولوی کے وعظ میں اتنا اثر نہیں دیکھا۔

چکدرہ سے ایک دوست حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے اسلامی اخبارات میں یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ مسلمانوں

طرف مائل ہیں اس کا اثر سرحد کے لوگوں کے دلوں پر بھی ہے۔ مالا لوگ اب اس قدر برا نہیں کہتے۔ میں تبلیغ میں مصروف ہوں۔ افضال حق شامل حال ہے۔ فالحمد للہ امید ہے کہ جناب ہمارے حق میں دعا فرمائیں گے۔

لنڈی پتافی ضلع ڈیرہ غازی خان سے ایک ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ خاکسار عرصہ دراز سے اخبار "پیغام صلح" کا مطالعہ کر رہا ہے جناب کی قومی و ملی سرگرمیاں اس عرصہ میں میرے دل پر اثر کئے بغیر نہ رہ سکیں میں جناب کی تمام تحریرات و تصانیف کا ہمیشہ دلدادہ رہتا ہوں اس لئے کہ آجکل کے پر آشوب اور پر فتن زمانہ میں جبکہ مادہ پرست دنیا نے اسلام پر یورش کر دی ہے سنگھٹن اور شدھی کے بالمقابل آپ ڈھال ثابت ہو رہے ہیں۔

ڈیرہ غازی خاں سے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ جلسہ سالانہ اسلامیہ جام پور ۱۱ لغایت ۱۳ مئی کو منعقد ہوگا۔ (جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عطا اللہ شاہ بخاری بھی شامل ہوں گے) اس جلسہ کے لئے میں نے ایک چٹھی تبلیغ احمدیت کے لئے لکھی ہے جو پریس میں بھی دیدی ہے۔

ماسٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ میں نے تبلیغی پروگرام بنا لیا ہے کل انشاء اللہ تعالیٰ کوٹ چھٹہ جاؤنگا۔ اس کے بعد جام پور مانا اور کوٹلہ مغلاں جاؤنگا۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب و دیگراں کے خط سے یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ مولوی رحمت اللہ ہزاروی جو انجمن میں ملازم تھے احمدیت سے الگ ہو کر اپنے پرانے یاروں سے جا ملے۔

مدراس میں ہمارے بھائی عزیز اللہ صاحب تبلیغ و اشاعت اسلام کا خاص جوش اور تڑپ رکھتے ہیں اپنے ایک تازہ خط میں انہوں تھیاسوفی کی بڑھتی ہوئی رو کو روکنے کے لئے انجمن سے امداد طلب کی ہے۔ وہ تھیاسوفی کے مرکز میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور اس وجہ سے اس کے بُرے اثر سے لوگوں کو بچانے اور اسلام کی طرف لانے میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اپنے اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ خدا کی حکمت تھی کہ اس نے مدراس کی احمدیہ جماعت کی کثرت کو میلاپور میں رکھا۔ جو اڈیار کے بازو پر ہے۔ اڈیار تھیاسوفی کا مرکز ہے۔ اور میں قریب ہی رہتا ہوں اگر میں نہ ہوتا تو نوجوانان اسلام کی ایک تعداد تھیاسوفسٹ ہو جاتی۔ میں نے ان میں تھیاسوفی کے مقابلہ کا مذاق پیدا کیا۔ میں کیا کہوں کہ کس قدر نوجوانوں نے خفیہ طور پر لسٹیں ارنڈیل کے Blessing کے لئے بلکہ ـــــ نے تو (انشیئیشن) ـــــ پر نوجوانوں سے ایک تحیف کا سلسلہ ہی چھیڑ دیا۔ یہاں تک کہ مجھے مجبور ہو کر صاف صاف تفصیلات کو چھوٹے بچوں کے سامنے بیان کرنا پڑا۔ تھیاسوفسٹس کا خیال ہے کہ انسان گناہ کر کے ہی بے گناہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے انسان کو گناہ کرنا چاہئے برادر موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ڈاکٹر بسینٹ جو تھیاسوفی کی معلمہ ہیں ایک مربع زمین پر ہندوؤں کے لئے مندر، مسیحیوں کے لئے کلیسا۔ بدھ مذہب کے لئے دیول اور مسلمانوں کے لئے مسجد بنا رکھی ہے اور ایک سکول بھی ہے جہاں سب کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ مکانات بنانے کے لئے زمین اور جگہ بھی دی جاتی ہے۔ لیکن یہ سب دجالی کارروائیاں اور اسلام سے برگشتہ کر کے مسلمانوں کو تھیاسوفی کا پیرو بنانے کے سامان ہیں۔ کاش مسلمان سمجھیں اور ہوش سے کام لیں۔

احمدیت اور آریہ سماج یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آریہ سماج کے خطرناک اثر سے محفوظ رکھنے کا اگر مسلمانوں کے پاس کوئی سامان ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ تمام ملک میں جہاں جہاں آریہ سماج کا اثر پہنچا ہے فورًا وہاں سے احمدی مبلغین کی مانگ آتی ہے۔ اور خدا کے فضل سے جہاں احمدی مبلغ کا قدم پہنچا سماجی پرچارکوں کے ہوش خطا ہوئے۔ وانمباڑی (مالابار) کے ہمعصر "رہبر" نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

"خدا پناہ دے ان احمدی مبلغین سے عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کو کہ جہاں یہ (عیسائی مشنری اور آریہ سماجی) بغرض تبلیغ جاتے ہیں۔ تو ساتھ ہی سایہ کی طرح احمدیوں میں سے کم از کم ایک عدد بلائے بے درماں کی طرح پیچھے پہنچ ہی جاتا ہے۔ چنانچہ کہاں صوبہ پنجاب کا لاہور اور کہاں صوبہ مدراس کا ویلور ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آریہ سماجی جماعت ویلور پہنچی تو ساتھ ہی ایک عدد احمدی مبلغ بھی آ پہنچا اور آتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ فورًا آدم اشتہارات شہر کے ہر گلی کوچہ میں چسپاں کر دیئے۔ جیٹ ملگنی اور ہٹ بیاہ کے طور پر اسی شام کو اپنے ایک وعظ میں آریہ سماجیوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ ۔ نمبر ۲۰

ہماری بربادی کے اسباب اور ان کا صحیح طریق علاج

میری بربادیوں کا سب الزام
میرے ذوقِ نظر پہ آتا ہے!

آج اس امر پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی تمام بربادیوں اور تباہیوں کی جڑ ان کا افلاس ہے اور افلاس ان کی فضول خرچیوں اور بیہودہ رسوم پرستیوں کی وجہ سے ہے۔ پس افلاس کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان ان تمام تباہ کن رسوم کو خیرباد کہہ دیں۔ جن میں انہیں اسراف سے کام لینا پڑتا ہے۔ غرض آج کل واعظین کے طبقہ کا عام موضوع تقریر یہی ہے کہ مسلمان اگر رسم و رواج کی قیود و پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرالیں تو ان کی مالی حالت درست ہو جائے گی۔ بے شک یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کی مفلسی کا سب سے بڑا سبب یہ شادی بیاہ وغیرہ کے رسم و رواج کا بکھیڑا ہے۔ لیکن اس سے بچانے کا طریق وہ نہیں جو ہمارے واعظین نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ مردوں کو سمجھاتے ہیں کہ رسم و رواج خلاف شریعت ہیں ان میں روپیہ صرف کرکے اپنے آپ کو تباہ مت کرو انہی رسوم کی پابندی تم کو قرض لینے پر مجبور کرتی ہے۔ جو آخر تمہاری بربادی کا باعث ہوتا ہے پس تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم ان رسوم سے باز آجاؤ۔ غرض اس قسم کے پند و نصائح مردوں کو جن میں سے اکثر رسم و رواج کی برائیوں کو پہلے ہی سے جانتے ہیں سنائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ نہیں کہا جاتا تو اس گروہ کو جو مردوں کو رسم و رواج کی پابندی پر مجبور کر دیتا ہے یہ گروہ مستورات کا ہے۔ یہ مستورات اول تو مستند ہونے کی وجہ سے پہلے ہی پند و نصیحت کے حلقہ سے خارج ہوتی ہیں۔ لیکن اگر کبھی یہ موقع انہیں میسر آجائے تو کمی تعلیم کے باعث وہ باتوں کی اہمیت کو بہت کم محسوس کرتی ہیں۔ ان کی بے علمی انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اس اصلاحی مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی بھلائی کی باتوں پر دھیان دیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد رسم و رواج کی فضول خرچیوں کے خلاف کچھ کہتے یا کرتے ہیں تو خود ان کے گھر کی عورتیں۔ ان کی مزاحم ہوتی ہیں۔ یہ گھر کا مقابلہ ایسا سخت ہوتا ہے کہ مرد کو اس کے سامنے چار و ناچار ہتھیار ڈال دینے پڑتے ہیں۔

کون سنتا ہے فغان درویش
قہر درویش بجان درویش

اول تو بہت کم ایسے مستقل مزاج مرد ہوتے ہیں۔ جو اس میدان کے مرد ثابت ہوں اور اپنی بات منوا کر چھوڑیں لیکن اگر کوئی خدا کا بندہ ایسا نکل بھی آئے تو اس کی مستقل مزاجی خود اس کے لئے وبال جان بن جاتی ہے کیونکہ جب مرد کا یہ استقلال عورت کی ضد سے ٹکراتا ہے تو اکثر گھر کا امن و امان پاش پاش ہو جاتا ہے۔

اسی فتنہ کے خیال سے بعض امن پسند مرد باوجود رسم و رواج کی تباہ کاریوں سے واقف ہونے کے انگشت بدندان رہتے ہیں اور جو کچھ گھر کی ملکہ کا حکم ہوتا ہے چار و ناچار اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آج تک رسوم قبیحہ کے خلاف جس قدر جہاد کیا گیا ہے وہ تقریباً اکارت گیا ہے۔ ہمارے واعظین سمجھاتے ہیں مردوں کو حالانکہ سمجھانا چاہیئے عورتوں کو۔ مرد تو اکثر پہلے ہی ان بُری رسوم کے خلاف ہوتے ہیں۔ کیونکہ [illegible]

وہ مردوں کی راہ میں مزاحم نہ ہوں تو مردوں کو ان کے انسداد میں کچھ زیادہ مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور اگر عورتیں ہمت کرکے مردوں کی اس معاملہ میں مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو یقیناً ۲۴ گھنٹہ میں ساری لعنت رسم و رواج دور ہو سکتی ہے۔ ہر مرد کو بطور خود اپنی رفیق حیات کو انسداد رسوم میں اپنا ہمخیال بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ عورتوں کو سمجھانا زیادہ تر اسی وقت کارگر ہوگا کہ انکو جہالت کی ظلمت سے نکال کر تعلیم کی روشنی میں لایا جائے۔ موجودہ تاریکی میں وہ کسی بات کے حسن و قبح کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تاہم بعض سلیم الفطرت خواتین کو ترک رسوم پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی آمد و خرچ کا کوئی حساب نہیں رکھتے۔ خواہ جاہل ہو یا تعلیم یافتہ سب کا یہی حال ہے کہ نہ آمدنی کی خبر ہے نہ خرچ کی اطلاع۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آمدنی سے خرچ بڑھ جاتا ہے۔ اور ضرورت کے وقت قرض لینا پڑتا ہے۔ اور پھر سود اور سود در سود کے چکر سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنی پیدا کردہ جائداد جلد جلدی جائداد بھی غت ربود ہو جاتی ہے۔ گویا یہ تمام مصیبت ایک حساب نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے واقعی حساب عجیب چیز ہے جو قوم حساب رکھنے کی عادی نہیں۔ وہ کبھی مالدار نہیں ہو سکتی۔ مالدار صرف وہی شخص یا قوم ہو سکتی ہے۔ جو اپنی آمد و خرچ پر نگاہ رکھے ہندوؤں میں یہ وصف ہے کہ ان کا ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی اپنی آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھتا ہے۔ اور ہر ماہ اس کی یہی کوشش ہوتی ہے، کہ وہ گزشتہ ماہ سے زیادہ بچت کرے۔ اسی حساب دانی اور حساب داری کی بدولت آج یہ قوم مالا مال ہے۔ اور اسی حساب کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان قلاش و مفلس ہیں۔ مسلمان اگر اپنے افلاس کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنی آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھ کر زیادہ سے زیادہ روپیہ بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جب تک وہ یہ صورت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک غربت اور مسکنت ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں حساب ہے وہاں مال جمع ہوگا۔ اور جہاں حساب نہیں وہاں مال کبھی جمع نہ ہوگا۔

مسلمانوں کے افلاس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اخراجات کا انتظام عورتوں کے ہاتھ میں دے رکھا ہے جن میں سے اکثر اس کی صحیح طور پر اہل ثابت نہیں ہوتیں اور پیسے کو فراخ وصلگی سے خرچ کرتی ہیں نہ آمدنی کا خیال رکھتی ہیں نہ خرچ کا۔ بھلا جس قوم کے مرد ہی حساب آمد و خرچ سے آزاد ہوں اس کی عورتوں سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ وہ حساب رکھیں گی۔ ممکن ہے ہندوستان کی کثیر آبادی میں سے معدودے چند خواتین ایسی بھی ہوں جو اخراجات خانہ داری کا باقاعدہ حساب کتاب رکھتی ہوں ایسی خواتین مستحق تحسین ہیں لیکن مستثنیات کو چھوڑ کر باقی تمام کی یہی حالت ہے کہ وہ حساب کی ضرورت ہی نہیں سمجھتیں۔ اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خرچ آمد سے اکثر بڑھا رہتا ہے۔ اور جب کبھی کوئی ناگہانی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ تو سوائے قرض دام کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ کسی دانا کا قول ہے کہ روپیہ مرد کماتے ہیں اور عورتیں خرچ کرتی ہیں۔ یہ قول جس قدر مسلمانوں کی حالت پر صادق آتا ہے اتنا شاید ہی دنیا میں کسی اور قوم پر صادق آتا ہو۔ مسلمان غریب ہو یا امیر سب کے ہاں یہی دستور ہے کہ روپیہ کو عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو نہایت بے دردی سے خرچ کرتی ہیں۔ اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ سب کا سب خرچ کرنے ہی کے لئے ہے۔ ان میں سے بہت تھوڑی ایسی ہونگی جنھیں یہ احساس ہو کہ انہیں اس میں سے کچھ بچانا بھی چاہیئے، تاکہ ضرورت کے وقت کام آسکے۔ برادران ملک کے ہاں دستور یہ ہے کہ آمد و خرچ کا کل حساب مرد ہی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اور روپیہ بھی اپنے ہی ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ عورتوں کو محض گھر کے معمولی اخراجات کے لئے روزانہ یا ماہانہ ایک رقم دے دیتے ہیں۔ اور پھر اس کا بھی باقاعدہ حساب لیتے ہیں۔ اس طریق سے عورتوں کے لئے جو اکثر فضول خرچ واقع ہوتی ہیں فضول خرچی کا کوئی موقع نہیں رہتا۔ مسلمان بھی اگر اپنا افلاس دور کرنا چاہتے ہیں تو یہی طریق اختیار کریں۔ جب تک وہ اس تجویز پر عمل درآمد نہیں کریں گے اس وقت تک ان کا پنپنا مشکل ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی آمدنی و خرچ کا جائزہ لگائے۔ اور اس کا باقاعدہ حساب رکھے بچت بنک میں جمع کرے۔ اور اہل خانہ کو صرف اتنا ہی روپیہ دے جو گھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔ اور روپیہ دیتے وقت جتا دے کہ بس اسی رقم میں تمہیں گزارہ کرنا ہوگا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ملے گا۔ جب تک کفایت شعاری کا یہ اصول اختیار نہ کیا جائے گا اس وقت تک افلاس کی نحوست ہمارے [illegible]

کیا کرپان سے لاٹھی زیادہ خطرناک ہے؟

ہنگامہ لاہور کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ دفعہ ۱۴۴ تعزیرات ہند کے ماتحت لاٹھی رکھنے کو تو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے لیکن کرپان رکھنے کو جائز حالانکہ اس ہنگامہ کی ابتدا کرپان سے ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ کرپان سکھوں کا ایک قومی نشان ہے۔ لیکن وہ قومی نشان اسی وقت تک سمجھا جا سکتا ہے جب تک اس کو انسانی خون سے آلودہ نہ کیا جائے جب سکھوں کو کرپان کا حق دیا گیا تھا تو اس میں یہ شرط مضمر تھی گر افسوس کہ سکھوں نے راولپنڈی اور لاہور میں اس شرط کی پابندی کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کیا ان دردناک واقعات کے بعد بھی کرپان کو ایک قومی نشان ہی سمجھا جائیگا اور اس کے رکھنے کا حق بدستور سکھوں کو حاصل رہے گا۔ یہ کیا تماشہ ہے کہ دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت مسلمانوں کے ہاتھ سے لاٹھی بلکہ بید اور چھڑی تک چھین لی جاتی ہے لیکن کرپان بدستور سکھوں کو رکھنے کی اجازت ہے۔ کیا حکومت کی نگاہ میں لاٹھی کرپان سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟ کیا ایسی حالت میں دفعہ ۱۴۴ کا منشا پورا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک فریق تو مسلح رہے اور دوسرا فریق چھڑی تک بھی پاس نہ رکھ سکے۔ حکومت کو چاہیے کہ یا تو سب کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دے۔ یا سب سے چھین لے یہ طریق تو انصاف سے بعید ہے کہ ایک جماعت کو دوسری کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔ کیا حکومت ٹھنڈے دل سے ان امور پر غور کرے گی؟

سورت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کی یورش

سورت کا شہر فرقہ وارانہ فساد کی وبا سے ابتک محفوظ تھا۔ لیکن آریوں کی فتنہ پردازی نے آخر وہاں بھی فساد کرا ہی کے چھوڑا۔ واقعات یوں ہیں۔ کہ ۳ مئی کو سیواجی کی سہ صد سالہ یادگار منانے کے لئے آریوں کی انگیخت پر ہندوؤں نے جلوس نکالا۔ یہ جلوس جب منارہ والی مسجد کے قریب پہنچا تو اس وقت وہاں ایک خاتون کا جنازہ رکھا تھا۔ اور مسلمان نماز جنازہ کے لئے تیار تھے اس لئے مسلمانوں نے منت کہا کہ ابتک کبھی مسجد کے سامنے جلوس نے باجا نہیں بجایا۔ آپ باجہ بند کر دیجئے۔ اس التجا کا جواب ملا کہ ہم باجا ضرور بجائیں گے۔ اس پر آریہ ہندو لیڈر وں نے جو فساد کے لئے پہلے ہی تیار ہو کر آئے تھے۔ اور جنھوں نے نہ صرف پوسٹروں کے ذریعہ عوام میں جوش و ہیجان پیدا کر رکھا تھا۔ بلکہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے مسجد کے بالمقابل ایک ہندو راج بھون کے مکان میں لاٹھیاں بھی جمع کر رکھی تھیں۔ مجمع سے نہایت جوش کے ساتھ اپیل کی کہ باجا بند مت کرو۔ اور مسلمانوں پر حملہ کر دو۔ یہ کہتے ہی راج بھون کے کمرہ سے جمع شدہ لاٹھیاں سڑک پر پھینک دی گئیں جنھیں ہندوؤں نے اٹھا کر نہتے مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔ پاس ہی ہندو کسیروں کا بازار تھا۔ وہ بھی سنگھٹن کے جوہر دکھانے کے لئے آموجود ہوئے۔ ہندوؤں کا یہ حملہ جاری تھا اور مسلمان اپنی حفاظت کر رہے تھے۔ کہ ہندو مجسٹریٹ صاحب وہاں پر آدھمکے جنھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ فائر کرنے کا حکم دے دیا جس سے ایک مسلمان نوجوان جاں بحق تسلیم ہوا آجکی خبر ہے کہ تین مسلمان شہید ہوئے۔

حکومت پنجاب توجہ کرے

پنجاب ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے "رنگیلا رسول" جیسی دل آزار کتاب کے پبلشر مہاشہ راجپال کو بری کرکے جس نے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا تھا جو نظیر قایم کی ہے اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ پنجاب میں منافرت آمیز لٹریچر اور زیادہ ترقی کرے گا۔ اور دریدہ دہن لوگ اپنی بدزبانی میں اور تیزی اختیار کریں گے۔ چنانچہ فیروزپور شہر سے "پنجابی ڈنڈا" نامی ایک ہفتہ وار اخبار شایع ہوتا ہے۔ جس کے ۵ مئی سنہ ۲۷ء کے پرچہ میں نہایت ہی اشتعال انگیز، منافرت خیز اور دل آزار مضامین شایع ہوئے ہیں جن میں خدا، پیغمبر اسلام، جنت دوزخ اور دیگر اسلامی تعلیمات کا ایسے سوقیانہ اور بیہودہ طریق پر مذاق اڑایا گیا ہے کہ اسلامی دنیا کے اندر غم و غصہ کا ایک طوفان پیدا ہو جائے گا۔ ہم ان ناپاک مضامین کے اقتباسات نقل کرکے اپنے اخبار کو آلودہ نہیں کرنا چاہتے۔ ہاں حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانے اور اس بدزبان اخبار کے ساتھ وہی سلوک کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ ورنہ اس کی تحریرات سے نقض امن کا اندیشہ ہے۔

سترہ کروڑ کا سالانہ ٹیکس

پنجاب کے مسلمان ہندو مہاجنوں کو سود کے رنگ میں سترہ کروڑ روپیہ سالانہ ٹیکس ادا کرتے ہیں اگر مسلمان اب بھی خواب گراں سے بیدار نہ ہوئے اور یہ ٹیکس چند سال تک اور جاری رہا تو مسلمانوں کی تمام جائداویں ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی جائیں گی۔ اور مسلمانوں کو شہر اور قصبات اور دیہات چھوڑ کر بھیلوں اور گونڈوں کی طرح جنگلوں میں بسر اکرنا پڑے گا۔ اس ٹیکس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مسلمان وہ کام ہی نہ کریں جس کی وجہ سے یہ ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ یعنی مسلمان ہندو مہاجنوں سے قرض لینا چھوڑ دیں۔ قرض سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ تمام مسلمان برادریاں شادی بیاہ وغیرہ کی فضول رسموں کو ترک کر کے سادہ اور شرعی طریق پر ان تقریبوں کو ادا کریں۔ اور ہر مسلمان کو لطور خود اپنی آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ ضرور پس انداز کرنا چاہیئے تاکہ اتفاقی ضرورتوں کے وقت یہ جمع شدہ سرمایہ اس کے کام آئے ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے اندر یہ احساس پیدا کرے۔ عامۃ المسلمین تو بیچارے یہ بھی نہیں جانتے کہ سترہ کروڑ روپیہ ہوتا کتنا ہے۔ ہم ان کو مثال دے کر سمجھا لیتے ہیں کہ اگر سترہ کروڑ روپیہ سے ایک دیوار تعمیر کی جائے جس میں اینٹ کے بجائے روپیہ چنا جائے تو ۳ فٹ چوڑی بنیاد سے ۱۵ فٹ اونچی اور ۱۰۲۰ فٹ لمبی چاندی کی دیوار تیار ہو سکتی ہے۔ اتنی کثیر رقم سالانہ غریب مسلمانوں کی جیب سے نکل کر ہندو مہاجنوں کے خزانہ میں داخل ہوتی ہے۔ اگر کبھی انتہائی مجبوری پر قرض لینا ضروری ہو جائے تو کسی مسلمان سے قرض لو جہاں سود در سود کا اندیشہ نہ ہو۔

چار کروڑ کا روزانہ ٹیکس

سترہ کروڑ سالانہ ٹیکس کے علاوہ مسلمانوں کو چار کروڑ روپیہ روزانہ ٹیکس بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ٹیکس ہندو دکاندار وصول کرتے ہیں۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا بیان ہے کہ مسلمان ہندو دکانداروں سے جو سودا خریدتے ہیں اس کی وجہ سے مسلمانان ہند کا چار کروڑ روپیہ روزانہ ہندو بنیوں کی جیب میں جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ روزانہ ٹیکس اس سالانہ ٹیکس سے بھی کہیں زیادہ تباہی لا رہا ہے۔ لیکن اس سے رہائی حاصل کرنا کچھ دشوار نہیں۔ صرف عزم و ہمت کی ضرورت ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ جس طرح ہندو ہندو دکانداروں سے سودا خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں اسی طرح مسلمان مسلمانوں سے سودا خریدنے کو ترجیح دیں۔ اور جا بجا ہر قسم کی اپنی دکانیں کھولیں۔ اگر مسلمانوں کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے اور وہ اس طریق پر کاربند ہو جائیں تو اس چار کروڑ روپیہ روزانہ کے فلاکت آفریں ٹیکس سے یقیناً نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ یاد رہے کہ جو قوم چار کروڑ روپیہ روزانہ یعنی ۱۴ ارب ۶۰ کروڑ روپیہ سالانہ کسی دوسری قوم کو ادا کرتی ہو وہ قیامت تک نہیں پنپ سکتی۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صرف سودا خریدنے کی صورت میں جو روپیہ وہ اپنی جیبوں سے نکال کر ہندو دکانداروں کو دے آتے ہیں وہ سال بھر میں اتنا ہوتا ہے کہ اگر روپیہ کو زمین پر بچھایا جائے تو تین فٹ بلند چبوترہ تقریباً ساڑھے نو میل مربع میں پھیل سکتا ہے

موتمر اسلامیہ کا جنازہ

گزشتہ سال حکومت نجد کے زیر اہتمام مکہ میں حج کے موقع پر ایک عظیم الشان موتمر اسلامی منعقد ہوئی۔ جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے مندوبین شامل ہوئے۔ اور اس میں بہت سی مفید تجاویز منظور ہوئیں۔ گو ان تجاویز کو ابھی تک عملی جامہ نہ پہنایا گیا۔ تاہم امید تھی کہ کسی نہ کسی وقت ان پر عمل ہو گا اور اس طرح موتمر اسلامیہ دنیائے اسلام کے حق میں ایک آیہ رحمت ثابت ہوگی۔ لیکن وائے بر تقدیر اکہ اس تحریک کا بھی وہی حشر ہوا جو مسلمانوں کی ہر تحریک کا ہوا کرتا ہے۔ سلطان ابن سعود نے مسلمانان عالم سے جہاں اور وعدہ خلافیاں کی تھیں وہاں موتمر اسلامیہ کے معاملہ میں بھی غداری کی اور اس کا خاتمہ کر کے عالم اسلامی کی امیدوں پر پانی پھیر دیا خدا جانے گزشتہ سال اس نے کونسی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر موتمر کے انعقاد پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اور اب موتمر کو اس میں ہاج سمجھ کر موقوف کر دیا گیا

"پیشوا" کی صاف گوئی

اشد ہی کی موجودہ شورش کو دبانے اور اسلام کو پھیلانے کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے لاہور میں جو اشاعت اسلام کالج حال ہی میں قایم کیا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے دہلی کا مشہور و معروف نقاد رسالہ "پیشوا" جس کی صاف بیانی اور بے باکی سے بہت سے مسلمان لیڈر نالاں ہیں لکھتا ہے کہ:۔

"لاہور کی انجمن احمدیہ نے فتنہ ارتداد کی مستقل روک تھام کے لئے تبلیغ کی سب سے اہم ضرورت پر توجہ کی ہے اور اپنے زیر اہتمام بہترین اسٹاف کے تحت میں اشاعت اسلام کالج کے افتتاح کا اعلان کیا ہے تاکہ جس طرح فتنہ ارتداد ایک مستقل فتنہ ہو گیا ہے اسی طرح اس کے انسداد کے لئے بھی مستقل تدابیر اختیار کی جائیں۔

اس وقت ہندوستان میں اس سب سے بڑی اور اہم ضرورت کے لئے ایک بھی درس گاہ نہیں ہے۔ یوں تو کئی ہزار عربی مدارس مسلمانوں کے چندے سے چل رہے ہیں۔ جہاں سے تکفیر باز اور فتنہ پرداز ملاؤں کی ایک بڑی جماعت ہر سال فارغ ہو کر مسلمانوں کی تباہی اور رسوائی کا مزید سامان پیدا کرتی ہے۔ مگر ان ہزارہا مفت خور ملاؤں میں سے ایک شخص بھی صحیح معنوں میں تبلیغ کے لئے میدان میں نہ آیا۔ آتا کہاں سے۔ جدید علوم کا پڑھنا اور ان آلات سے مسلح ہونا جن سے اسلام کے حریف مسلح ہوتے ہیں۔ ان کنوئیں کے مینڈک ملاؤں کے ہاں حرام۔ ان کو تو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔ ان کی بلا سے اسلام ہندوستان سے جلا وطن ہو۔ ان کی بلا سے لاکھوں مسلمان مرتد ہوں۔ ان کو تو تکفیر جیسے اہم مسئلہ سے فرصت کہاں۔

غضب خدا کا دیوبند کا مدرسہ جو ہندوستان ہی میں اعلیٰ درجہ کا دینی مدرسہ نہیں ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ دنیائے اسلام میں جامعہ ازہر کے بعد دارالعلوم دیوبند کا نمبر ہے۔ اس نے آج تک ایک مبلغ بھی پیدا نہیں کیا۔ اس میں غیر مذاہب کی کتابیں پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں۔ اس میں جدید علوم پر نظر ڈالنی کفر ہو تو پھر کسی اور سے کیا خاک توقع ہو سکتی ہے۔

مجھے احمدی جماعت سے سخت اختلاف ہے مگر اس جماعت کی تبلیغی خدمات اس قدر شاندار ہیں۔ کہ میں اس جماعت کے تبلیغی کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کاش یہ بھائی قادیانی عقائد نہ رکھتے اور اے کاش ہم ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے کام کو یورپ کے تبلیغی مشن سے زیادہ اہم سمجھتے۔

بہرحال ضرورت ہے کہ مسلمان اس کالج سے اپنی ہمدردی کا ثبوت دیں اور جو لوگ مرزائی عقائد سے اختلاف رکھتے ہوں وہ بھی ہر صوبہ میں ایک "تبلیغی کالج" لاہور کی احمدیہ جماعت کے مشورہ سے قایم کریں۔

میں دہلی کے ارباب کار کو عموماً اور ممبران مجلس منتظمہ مسجد فتحپوری سے خصوصاً نہایت ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس سب سے بڑی ضرورت پر توجہ فرما کر وقف کے روپیہ کو صحیح طور پر صرف کریں"۔

ہمارے بھائی "پیشوا" کو معلوم ہو کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ہندوستان میں بھی تبلیغ اسلام کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کر دیا ہے۔ اور اس کو وہی اہمیت دی ہے جس کا وہ مستحق ہے اور اشاعت اسلام کالج بھی اسی اہمیت کو ملحوظ رکھ کر کھولا گیا ہے۔ ضرورت اگر ہے تو یہ ہے کہ مسلمان آپس کے جھگڑوں کو چھوڑ کر اس فریضہ کی ادائیگی میں باہمی اتحاد و اعتماد سے کام لیں۔ آپ اگر یہ کہنے کی بجائے کہ "کاش یہ بھائی قادیانی عقائد نہ رکھتے" یہ دعا کرتے کہ "کاش یہ بھائی قادیانی عقائد پر اور بھی مضبوط ہوں" تو زیادہ مناسب ہوتا کیونکہ یہ انہی "قادیانی عقائد" کی برکت ہے کہ ان کے اندر تبلیغ اسلام کا یہ ولولہ پایا جاتا ہے۔ بہرحال ان خیالات کے لئے ہم اپنے معزز معاصر کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ مسجد فتحپوری کے وقف کا روپیہ اشاعت اسلام کالج پر صرف ہوگا۔

درخواست دعا ہمارے ایک مکرم دوست عبداللطیف صاحب کسی دنیاوی ابتلا میں مبتلا ہیں۔ احباب کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حضور سے ان کی حفاظت اور [illegible] کا [illegible]

جواہر ریزے

ق

(۱) (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اور تم کو تمہارے گناہ معاف کر دے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران)

(۲) اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس زر نقد کا ڈھیر بھی امانت رکھوا دو تو (جب مانگو اٹھا) تمہارے حوالے کر دیں گے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس ایک اشرفی بھی امانت رکھوا دو تو وہ تم کو بدون اس کے واپس نہ دیں کہ ہر وقت تقاضہ کے لئے ان کے سر پر کھڑے رہو (ان لوگوں میں) یہ (بد معاملگی) اس سے (ہوا ئی) کہ وہ کہتے ہیں کہ عرب کے جاہلوں (کا حق مار لینے) میں ہم سے باز پرس نہیں ہوگی۔ اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ (آل عمران)

(۳) جو شخص اپنا اقرار پورا کرے اور (بد معاملگی سے) بچے تو اللہ (بد معاملگی سے) بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (آل عمران)

(۴) (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو گے جو تم کو عزیز ہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہیں پہنچ سکو گے اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اس کو جانتا ہے۔ (آل عمران)

(۵) مسلمانو! اگر تم اہل کتاب کے کسی فرقہ کا بھی کہا مانو گے تو وہ تمہارے ایمان لائے پیچھے تم کو پھر کافر بنا چھوڑیں گے۔ (آل عمران)

(۶) مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اور اسلام ہی پر مرنا اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو اور اللہ کا احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے۔ پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔ (آل عمران)

ح

(۱) حضرت ابو بکر صدیق روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تم کو بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کون کون سے ہیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے حضور نے فرمایا..... کہ خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی آنحضرت بار بار یہی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ شاید آپ خاموش نہ ہوں گے۔ (بخاری)

(۲) حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے خواہ وہ ایک سبز مسواک کے متعلق ہی ہو وہ خود اپنی جگہ دوزخ میں بناتا ہے۔ (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ اگر حقیر سی حقیر چیز کے متعلق بھی جھگڑا ہو تو اس کے متعلق جھوٹی قسم کھانا یا جھوٹی گواہی دینا جہنم خریدنا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص جھوٹی بات کو ترک نہ کرے۔ اور اس پر عمل کرے خدا اس کے روٹی اور پانی ترک کرنے کی پروا نہیں کرتا۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ روزے کا ثواب بھی اس وقت ملتا ہے جب زبان کو بُری باتوں سے بچایا جائے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سے دریافت کیا گیا کہ غیبت کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہے جو اسے ناگوار ہو۔ سائل نے عرض کی کہ جو بات میں کہوں اگر وہ سچی ہو تو بھی یہ غیبت ہوگی۔ حضور نے فرمایا ہاں اگر وہ بات سچی ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر سچی نہ ہو تو یہ بہتان ہے جو تو نے اپنے بھائی پر باندھا۔ (ابوداؤد باب فی الغیبت)

(۵) حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت کو یہ فرماتے سنا کہ چغلخور بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۶) حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ لوگوں پر من گھڑت بہتان نہ باندھا کرو۔ (بخاری کتاب الایمان)

مذاکرۂ علمیہ

میثاق النبیین

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

عنوان بالا سے ایک مضمون عرصہ ہوا "الفضل" میں نکلا تھا اس میں یہ جتانے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ سورہ آل عمران کی میثاق النبیین والی آیت میں جس رسول پر ایمان لانے کے متعلق کل نبیوں سے عہد لیا گیا تھا۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے بلکہ حضرت مرزا صاحب تھے۔ اور اس پر دلیل یہ دی گئی ہے کہ سورہ احزاب میں چونکہ میثاق النبیین کے ذکر میں آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے "منک" کا لفظ بھی آگیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خود آنحضرت صلعم بھی ان نبیوں میں شامل ہیں۔ جن سے عہد لیا گیا تھا۔ کہ جب کل نبیوں کا موعود رسول آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ پس جو آنے والا رسول تھا وہ حضرت مرزا صاحب تھے۔ جن پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا سب کو حکم تھا۔ یہ استدلال جیسا کچھ غلط اور لغو ہے اس بات ہی سے نظر آجائے گا کہ اگر کل نبیوں کے موعود حضرت مرزا صاحب ہیں تو پھر یہ لازم آئے گا کہ اگر آنحضرت صلعم آج زندہ ہوتے تو وہ اس میثاق کے ماتحت حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ اور ان پر ایمان لاتے اور ان کی اتباع کرتے۔ جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ "لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی" کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا اور بات بھی صاف ہے۔ خود اس آیت کو پڑھ لو۔ صاف کہہ رہی ہے کہ آنے والا موعود سب کا متبوع ہوگا اور اس پر ایمان لانا سب کا فرض ہوگا۔ آیت کو پڑھو۔ "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری۔ قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین" اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا اس لئے کہ ضرور تم کو میں نے کتاب اور حکمت سے دیا ہے۔ پھر تمہارے پاس جب وہ عظیم الشان رسول آئے۔ جو اس کی تصدیق کرنے والا ہوگا جو تمہارے پاس ہے تو تم کو ضرور ہی اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور ضرور ہی اس کی مدد کرنی ہوگی۔ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہا پس گواہ رہو اور گواہی دو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

محمد رسول اللہ ہی رسول موعود ہیں

اس آیت سے ظاہر ہے کہ کل نبیوں سے کسی ایسے رسول پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کا اقرار لیا گیا تھا۔ جو کل نبیوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا پس اگر وہ موعود رسول ان نبیوں میں سے کسی کی زندگی میں آجاتا تو اس نبی کو چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اس موعود پر ایمان لاتا۔ اور اس کی اتباع کرتا۔ اور اس کے کام میں مدد کرتا۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے جو اس آیت میثاق کے موعود ہونے کے مدعی تھے۔ فرمایا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے سوا انہیں چارہ نہ تھا۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین کے ماتحت ان نبیوں کا ایک کام یہ بھی قرار دیا کہ وہ اس امر پر گواہ بنیں اور اپنی امت کے سامنے گواہی دے جائیں۔ کہ وہ موعود رسول تمام نبیوں کا موعود ہے۔ تاکہ جب وہ رسول آئے تو ان تمام نبیوں کی امتیں اس پر ایمان لائیں۔ اور اس کی اتباع کریں۔ اور اس کے کام میں مدد کریں۔

اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے

اور بات بھی ٹھیک تھی۔ اگر یہ سچ ہے کہ ابتدا میں سب قومیں ایک دوسرے سے الگ پڑی ہوئی تھیں۔ اور ان کی استعداد ابھی اس قابل نہ تھی کہ اس کمل ہدایت کو جو انسان کے لئے مقدر تھی برداشت کر سکتیں تو پھر یہ ضروری تھا کہ ہر ایک قوم میں الگ الگ نبی آتے۔ اور ان کی استعدادوں اور ضرورتوں کے مطابق الگ الگ ہدایت و شریعت لاتے۔ لیکن اگر یہ ضروری تھا کہ جب استعداد انسانی ارتقا کے منازل طے کرکے بلوغت کو پہنچ جائے۔ اور اس قابل ہو جائے کہ مکمل ہدایت کو برداشت کر سکے اور وقت آجائے کہ تمام قومیں آپس میں ملنا شروع ہوں تو پھر ضروری تھا کہ اس وقت ایک ایسا رسول آئے جو کل نوع انسان کے لئے ایک کمل ہدایت اور شریعت لائے جو ہر قوم اور ہر زمانہ کے لئے ہو۔ تا قوموں کی باہمی منافرت اور مغائرت ضروری تھا کہ ہر ایک قوم کے نبیوں سے یہ عہد لیا جاتا کہ جب وہ موعود رسول آئے جو دنیا میں قومی مذہبوں کو مٹا کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھے گا۔ تو ہر ایک نبی کا یا اس کی امت کا جو اس موعود رسول کے وقت میں موجود ہو یہ فرض ہوگا کہ اس موعود رسول پر ایمان لائے۔ اور اس کی اتباع کرے اور اس کے اس عظیم الشان کام میں مدد کرے کیونکہ اگر ہر ایک نبی سے یہ عہد نہ لیا جاتا اور ان کی امت کو یہ ہدایت نہ دی جاتی تو ان کے پاس یہ عذر معقول تھا کہ وہ اپنے قومی مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اپنی قوم سے مختص ہدایات کو چھوڑ کر کسی غیر از قوم شخص کی بات کو نہیں سن سکتے۔ کیونکہ قومیت کی تنگ بڑی زبردست ہوتی ہے۔

امن وسلامتی کا مذہب

پس جب مشیت الٰہی یہی تھی کہ نوع انسان جو نفس واحدہ سے پیدا ہوا ہے۔ ایک امت واحدہ کی شکل میں بھائی بھائی بن کر دنیا میں رہے اور ایک دوسرے سے قومی تباغض اور تحاسد اور تنافر کا جو باعث فساد اور اختلال ہیں خاتمہ ہو کر اخوت اور حریت اور مساوات قایم ہو جس سے سچا امن دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ تو ایک موزوں و مناسب وقت پر ضروری تھا کہ ان قومی مذاہب کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کو قایم کر دیا جاتا۔ اور اس کے لئے ہر ایک نبی اور اس کی امت کو یہ ہدایت دے دی جاتی کہ وہ ایسے عظیم الشان رسول پر جو نوع انسان کی یہ بہترین خدمت کرنے آئے گا ایمان لائیں اور اس کی اتباع کریں۔ اور اس میں اس کی مدد کریں۔ لیکن ایسے موعود رسول سے جو اس عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالنے کے لئے آنے والا تھا اس بات کا عہد لینا ضروری تھا کہ وہ ہر قوم کے نبیوں اور ہر قوم کی شریعتوں کی تصدیق کرے۔ یعنی ان نبیوں کو منجانب اللہ اور ان کی اصل تعلیموں کو جو اگرچہ صورت موجودہ میں مٹ گئیں یا بگڑ گئی ہوں مگر ابتدا میں منزل من اللہ تھیں ماننے کو اپنا اصول دین قرار دے۔ تاکہ ہر ایک قوم کا فرد جب اس عالمگیر مذہب کو قبول کرے تو ساتھ ہی اسے اپنے مذہب کی ہدایات کو افترا علی اللہ اور اپنے قوم کے نبیوں کو مفتری اور کذاب نہ ماننا پڑے۔ بلکہ ان سب کو منجانب اللہ مانتے ہوئے وہ اس عالمگیر مذہب میں منسلک ہو سکے۔ اور دنیا میں اگر کوئی عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس میں یہ اصول بھی ہو ورنہ نہ صرف یہ امر ایک خلاف واقعہ ہوتا کہ دنیا کی کسی خاص قوم کے سوا دوسری قوموں میں کوئی ہدایت نہ آئی۔ جو خدا کی ربوبیت عامہ کے مطلق خلاف ہے۔ بلکہ مختلف قوموں کے افراد پر یہ ایک تکلیف مالایطاق ہوتی کہ وہ کسی ایسے مذہب کو قبول کریں جس کے ماننے سے انہیں اپنے مسلمہ بزرگوں کو شیاطین ماننا پڑے۔ ایسا مذہب ایک لعنت ہوتا۔

آیت میثاق کی صحیح تفسیر

پس جب آنحضرت صلعم دنیا میں مبعوث ہوئے تو آپ نے ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی اور اس میں بطور اصول کے یہ رکھا گیا کہ "یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک" کہ اس مذہب کو ماننے والے اس پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا۔ اور "لکل امۃ الرسول" "ولکل قوم ھاد" فرما کر بتا دیا کہ ہر قوم میں رسول آیا۔ ہر قوم میں ہادی آئے۔ پس اب جو شخص اس مذہب کو قبول کرتا ہے وہ اپنے بزرگوں کو بھی منجانب اللہ سمجھتا ہے۔ اور اس نئے مذہب کی کمل اور اعلےٰ تعلیم سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ برخلاف دوسرے قومی مذاہب کے جو ایک دوسرے کی تصدیق نہیں کرتے اور ایک کو سچا ماننے سے دوسروں کو جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ پس عالمگیر مذہب کا یہ بنیادی اصول اس امر کا متقاضی تھا۔ کہ اس مذہب کی بنیاد ڈالنے والے رسول سے بھی یہ عہد لیا جاتا کہ وہ تمام نبیوں اور ان کی لائی ہوئی ہدایتوں کی تصدیق کرے۔ لہٰذا جب آیت میثاق النبیین میں تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اس موعود رسول کے آنے پر ایمان لانا اور اس کی اتباع اور نصرت کرنا ان پر اور ان کی امتوں پر فرض ہے۔ تو وہاں اس موعود رسول سے بھی ان تمام نبیوں کی تصدیق کرنے کا عہد لیا گیا سورہ احزاب میں انہی دو عہدوں کو اس طرح فرمایا۔ "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسی ابن مریم واخذنا منھم میثاقا غلیظا" "اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا عہد لیا۔ اور تجھ سے عہد لیا اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سے عہد لیا اور ان سے بڑا مضبوط عہد لیا" یہاں النبیین میں تمام قومی نبیوں کا ذکر ہے۔ جن سے کوئی عہد لیا گیا۔ یہاں یہ ذکر تو نہیں کہ وہ عہد کیا تھے۔ ان عہدوں کا ذکر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت میں موجود ہے۔ مگر اس جگہ سے یہ پتہ خود لگتا ہے کہ تمام نبیوں سے آپ کا عہد مختلف تھا اسی لئے آپ کے عہد کو الگ ذکر کیا۔

رسول اللہ کا عہد دوسرے انبیا سے الگ تھا

اگر آپ کا اور ان کا عہد ایک ہی تھا [illegible]

کو مخاطب کر لیا تھا تو پھر اخذنا منھم میثاقا غلیظا میں ضمیر غائب منھم نہ ہونی چاہئے تھی۔ بلکہ ضمیر مخاطب کا ہونا لازمی تھا۔ یعنی بجائے منھم کے منکم ہوتا یعنی ہم نے تم سب سے بڑا پختہ عہد لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے تمام نبیوں کو صیغہ غائب میں فرمانا کہ ہم نے ان سب نبیوں سے بڑا پختہ عہد لیا تھا۔ صاف بتاتا ہے کہ ان کا کوئی اور عہد تھا۔ اور آپ کا کوئی اور عہد تھا جس کا میثاقا غلیظا میں ذکر نہیں۔ جن سے میثاقا غلیظا والا عہد لیا گیا ان کے لئے ضمیر غائب استعمال کرکے انہیں رسول اللہ صلعم سے الگ کر دیا۔ البتہ اس عہد کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا ذکر بالخصوص کر دیا جاتا۔ اور ان نبیوں کا خصوصیت سے ذکر کرکے اور اخذنا منھم میثاقا غلیظا کے ماتحت اس میثاق میں ان کا شامل ہونا خاص طور پر جتلا کر یہ ظاہر کر دیا جاتا کہ ان تمام انبیا سے باوجود انکی عظمت وشوکت اور ایک بڑی امت اور نسل کے روحانی پیشوا ہونے کے اس موعود رسول پر ایمان لانے اتباع کرنے اور اس کی مدد کرنے کا اسی طرح عہد لیا گیا جس طرح دوسرے قومی نبیوں سے اور عہد بھی میثاقا غلیظا نہایت پختہ عہد کہ اس موعود کو ماننے کے سوا چارہ نہیں۔

عہد کیا تھے؟

وہ عہد جو میثاقا غلیظا کے ماتحت کل قومی نبیوں سے لیا گیا۔ کیا تھا؟ اس کا ذکر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت میں ہے کہ "ثم جآءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" یعنی جب وہ موعود رسول آئے۔ تو تم سب اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اسی طرح اس موعود رسول سے جو علیحدہ عہد لیا گیا تھا۔ جس کا ذکر "منک" میں کیا تھا۔ کیا تھا؟ وہ "مصدقا لما معکم" میں مذکور ہے یعنی تمام گزشتہ نبیوں کی تصدیق کرنے کا عہد تھا۔ گویا جہاں تمام قومی نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس آنے والے موعود نبی کی تصدیق کریں۔ وہاں اس آنیوالے موعود نبی سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ ان تمام گزشتہ نبیوں کی تصدیق کرے۔ اب خدا کے لئے بتاؤ کہ یہ کون تھا جس نے کل نبیوں کی تصدیق کی۔ کیا یہ وہی نہ تھا جو قرآن لایا۔ جس نے "ولکل امۃ الرسول" فرما کر تمام دنیا کے نبیوں کی تصدیق کی۔ اور جس نے اپنے مذہب کے ایمانیات میں بطور اصول کے یہ بات رکھی کہ "ما انزل الیک وما انزل من قبلک" پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے یعنی ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے کہ نہ صرف آپ پر نازل شدہ کتاب کو مانے بلکہ کل گزشتہ نبیوں کی وحی پر ایمان لائے۔ آخر واقعات سے کس طرح آنکھیں بند کرلی جائیں کیا یہ جناب محمد رسول اللہ صلعم ہی نہ تھے۔ جنہوں نے عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالتے ہوئے دنیا میں اس "عالمگیر اصول" کو قایم کیا۔ کیا ہم یہ مانیں کہ یہ عالمگیر اصول محمد رسول اللہ صلعم کی وحی میں نازل نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت مرزا صاحب کی وحی میں نازل ہوا تھا۔ جو سراسر خلاف واقعہ ہے اور کیا ہم یہ مانیں کہ اگر محمد رسول اللہ آج زندہ ہوتے تو انہیں سوائے اس کے چارہ نہ ہوتا کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان لاتے۔ اور ان کے ہاتھ پر جاکر بیعت کرتے اور انکی اتباع کرتے اور ان کے کام میں مدد کرتے۔ جس طرح سے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا تھا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ دیکھا کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ یہ ہوتا ہے غلو کا نتیجہ۔!

حضرت مرزا صاحب کا مذہب

اور مزہ یہ ہے کہ وہ شخص جسے اس آیت کا مصداق بتایا جاتا ہے یعنی خود جناب مسیح موعود حضرت مرزا صاحب وہ آخر دم تک اس آیت کا مصداق آنحضرت صلعم کو سمجھتے اور لکھتے رہے کیا کمال ہے کہ خود موعود کو پتہ نہ لگا، کہ اس آیت کا مصداق میں ہوں۔ ایک دفعہ قادیانی بزرگوں سے سنا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کو پہلے نبوت کا پتہ نہ لگتا تھا لیکن پیچھے آکر پتہ لگ گیا تھا۔ مگر اس آیت کا مصداق ہونے کا تو آخری وقت تک پتہ نہ لگا۔ البتہ یہ سعادت بعض قادیانی بزرگوں کے حصہ میں آئی۔ جنہیں آپ کی وفات کے بہت عرصہ بعد اس کا پتہ لگا۔ خیر غنیمت ہے۔ کہ آخر کار پتہ لگ گیا مگر خود حضرت مسیح موعود کا یہ مذہب نہ تھا۔ حاشا وکلا یہ مذہب نہ تھا! ان کا دامن ان بیہودات اور لغویات سے پاک ہے۔ وہ خود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔ صفحہ ۱۳۱

"قولہ تعالیٰ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (الجزو ۳) ترجمہ اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دونگا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا۔ اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ کیا تم نے اقرار کیا اور اس عہد پر استوار ہوگئے۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ تب خدا نے فرمایا کہ

[illegible]

کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا۔ اب بتلائیں میاں عبدالحکیم خاں نیم ملا خطرہ ایمان کہ اگر صرف توحید خشک سے نجات ہو سکتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں مواخذہ کرے گا۔ جو گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔ مگر توحید باری کے قائل ہیں ؟ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اس بات کا قائل تھا کہ نجات کے لئے توحید کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اسے حضرت مرزا صاحب اسی آیت میثاق النبیین کو پیش کر کے قائل کر رہے ہیں کہ دیکھو اس آیت کے رو سے ہر نبی کی امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اب فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک تمام نبیوں کے موعود حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں یا خود وہ آپ ؟ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو یہ کتنی بڑی گستاخی اور کیسی خطرناک جرأت ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کو اس کرسی سے اتار کر ان کے غلام کو اس پر بٹھایا جائے اور خود حضرت مرزا صاحب پر کس قدر افترا اور بہتان ہے کہ اس مقدس انسان کی طرف ایسا غلط دعوےٰ منسوب کیا جائے۔

اعلان

بابو محمد اشرف صاحب ولد حکیم محمد اکرم صاحب ساکن گرومٹ ضلع شاہ پور کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ کوئی شخص ان کو چندہ انجمن کے لئے ہرگز نہ دے

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ہندوستان

—— پانی پت کے مسلمانوں نے ملک معظم وزیر ہند اور وزیر اعظم کو تار دیا ہے کہ ہمیں عید کے موقع پر قربانی کی اجازت دی جائے۔

—— گورنر جنرل باجلاس کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ کونسلوں کے انتخاب میں کوئی شخص ووٹ نہ دے سکے جو پولنگ کے دن قید میں ہو۔

—— بنگال ناگپور ریلوے کا سابقہ ہڑتال کی وجہ سے ۷ ارلاکھ روپیہ کا نقصان ہوا۔

—— لالہ لاجپت رائے کو سکھر (سندھ) سے شردھانند میموریل فنڈ کے لئے ۴ ہزار روپیہ ملا۔

—— لاہور میں اب امن وامان قائم ہو گیا ہے کرفیو آرڈر منسوخ ہو چکا ہے۔

—— دیانند دلت ادھار منڈل پنجاب ہوشیار پور پنجاب کے عیسائی شدہ چوڑوں کو آریہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے اس وقت راولپنڈی اور دیگر اضلاع میں ۱۴۲ عیسائی چوڑے شدھ ہو چکے ہیں۔

—— ہائیکورٹ پنجاب کے جسٹس مسٹر دلیپ سنگھ نے مقدمہ رنگیلا رسول کے ملزم مہاشہ راجپال کو بری کر دیا ہے مسلمان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہیں۔ بہت سے مقامات پر اس کے خلاف جلسے ہوئے ہیں۔

—— مہاراجہ بھرتپور جس نے تین مسجدیں شہید کر دی تھیں۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا ہے۔ حکومت نے انہیں ریاست سے علیحدہ کر کے راجہ ہری کشن کول کو ریاست کا مدار المہام مقرر کیا ہے۔

—— شیخ محمد امین بیرسٹر نو مسلم جن کے خلاف جسٹس آغا حیدر نے رپورٹ کی تھی۔ ان کو پنجاب ہائیکورٹ نے تین ماہ تک پریکٹس سے علیحدہ کر دیا ہے۔ شیخ صاحب اس فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کریں گے۔

—— آریہ اخبارات نے یہ نیا شرارہ چھوڑا ہے کہ بعض مسلمان پنڈت مالوی اور ڈاکٹر مونجے کو قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔

—— سرکاری رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک یعنی دس سال میں سوا کروڑ ہندو عیسائی یا مسلمان ہوئے۔

—— کراچی میونسپلٹی میں ایک ہندو ممبر نے یہ تجویز پیش کی کہ سوامی مرحوم کی سہ صد سالہ برسی منائی جانے کے لئے ۴ مئی کو میونسپلٹی میں تعطیل کی جائے۔ ڈاکٹر حاجی نے اس تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ سوامی ایک معمولی چور تھا۔ اس لئے اس کے اعزاز میں تعطیل نامناسب نہیں۔ صدر اور دیگر ممبران نے بھی اس تجویز کی مخالفت کی۔

—— سوامی شردھانند کے قتل کے ملزم قاضی عبدالرشید کی اپیل کی سماعت ۹ مئی کو ہائیکورٹ میں ہو گی۔

—— ہندو سبھا ترہم کا ۱۱ مئی کا پرچہ ملک معظم کے حق میں ضبط کر لیا گیا

—— کہا جاتا ہے کہ اگر لاہور میں تعزیری پولیس بٹھائی گئی تو اس میں ۸ سب انسپکٹر ۲ ہیڈ کانسٹیبل اور کوئی ۳۰۰ کانسٹیبل ہوں گے۔

—— لاہور کے فسادات کی وجہ سے دہلی میں آنیوالی بقر عید کے موقعہ پر پیش بندیوں کا سلسلہ ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔

—— سکرٹری اکالی جتھہ لائل پور نے سکھوں سے کرپانیں چھینے جانے کے خلاف بذریعہ تار پروٹسٹ کیا ہے۔

—— بمبئی کے ایک جلسہ عام میں ریل کے تیسرے درجہ کے مسافروں کے کرائے کم کئے جانے کے حق میں ریزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔

—— بنگال کے لیڈر بابو بپن چندر پال نے اخبار انگلشمین مورخہ ۱۳ اپریل میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں ہندو مسلم فسادات کی ذمہ داری آریہ سماج پر عائد کی ہے۔

—— رنگون یونیورسٹی کو ایک برمی نے پچاس ہزار اور ایک اور برمی نے ایک لاکھ کا گیفٹ دان دیا ہے۔

—— مدراس میل لکھتا ہے کہ ایسے موپلا قیدیوں کی رہائی کی تجویز ہے جن کی قید ۷ تا ۹ سال تھی۔ اس کے مطابق ۱۵۰۰ قیدی رہا کئے جائیں گے۔

—— فسادات لاہور کے مقتولین و مجروحین کی امداد کے لئے مسلمانوں کی طرف سے جو مسلم ریلیف فنڈ جاری کیا گیا ہے اس میں ۳ مئی تک تین ہزار سات سو پچیس روپے چودہ آنے جمع ہو چکے ہیں۔ مزید چندہ جمع ہو رہا ہے۔

—— فسادات لاہور کے مجروحین میں سے دو ہندو اور مر گئے ہیں اب مقتولین کی کل تعداد ۲۷ تک پہنچ گئی ہے۔

—— روزنامہ انقلاب کے نامہ نگار خصوصی کا بیان ہے کہ لاہور کے فسادات کی تفتیش پر پولیس کا حسب ذیل عملہ متعین ہے:۔

(۱) مسٹر سعید سپرنٹنڈنٹ خفیہ پولیس صیغہ جرائم (۲) سردار بہادر سنت سنگھ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سی آئی ڈی۔ خان بہادر اکرام الحق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سی آئی ڈی۔ (۴) رائے صاحب چنی لال سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی صیغہ سیاسی۔ ان کے ماتحت حسب ذیل انسپکٹران سب انسپکٹران سی آئی ڈی کام کر رہے ہیں۔ (۵) سردار گنگا سنگھ (۶) سردار صاحب گوپال سنگھ (۷) لالہ ایشر داس (۸) سردار سپورن سنگھ (۹) لالہ خوشحال چند (۱۰) راجہ فیض اللہ خاں (۱۱) تارا چند (۱۲) ممبر سنگھ (۱۳) چنی لال (۱۴ و ۱۵) دو نامعلوم الاسم ہندو سب انسپکٹر (۱۶) عبدالمجید (۱۷) محمد امیر خاں (۱۸) سردار تیجا سنگھ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (۱۹) منی رام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ (۲۰) سید نور حسین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس حسب ذیل افسر فسادات کے مقدمات میں سرکار کی طرف سے مستغیث ہیں:۔ (۲۱) مہتہ ایشر داس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (۲۲) لالہ گندن لال انسپکٹر پولیس (۲۳) لالہ بشمبر داس سب انسپکٹر (۲۴) لالہ دسا کھی رام سب انسپکٹر پولیس گویا چوبیس میں سے صرف پانچ مسلمان ہیں باقی تقریباً سب ہندو ہیں۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۱

نغمۂ توحید

شور برپا ہے یہ اسلام کے غمخوار نہیں — کہ گرفتار مسلماں ہیں ستمگار نہیں
مشورے ان کے مٹانیکے ہیں کفار نہیں — یہی چرچے ہی اذکار ہیں احباب نہیں

تختۂ مشق ستم ہیں وہ جفا کاروں کے
جو دھنی تھے کبھی اس ملک میں تلواروں کے

تذکرے ہیں یہی باطل کے پرستاروں میں — ایک مسلم نہ رہے ہند کے بازاروں میں
جذب ہو جائیں یہ گوکل کے صنم زاروں میں — یا نکل جائیں یہ سب بنج کے کہساروں میں

لاد کر بیٹھ یہ لیجائیں سفینہ اپنا
مسلم آباد کریں جا کے مدینہ اپنا

مومنو تم بھی کمر باندھ کے تیار رہو — ایک کے ایک طرفدار و مددگار رہو
سنگھٹن والوں کی رفتار سے ہوشیار رہو — شدھی اک مرض ہے اس سے خبردار رہو

شمع تبلیغ سے پھر بزم کو رخشاں کر دو
محفل کفر میں ایماں کا چراغاں کر دو

دام تزویر میں اعدا کے گرفتار نہ ہو — خودکشی کے لئے آمادہ و تیار نہ ہو
کام مل جل کے کرو مائل پیکار نہ ہو — عقل سے کام لو بیکار رہو بیکار نہ ہو

خوگر مہر بنو فتنہ گری کو چھوڑو
چارہ درد کرو درد سری کو چھوڑو

عرصۂ جنگ میں آجاؤ جو قرآں لیکر — سایہ افگن ہو ملائک کا سر لشکر
قصۂ بدر زمانہ کو ہے اب تک از بر — تین سو تیرہ مسلمان تھے بھاری سب پر

اسی غلبہ کی ہوس ہے تو مسلمان بنو
صادق القول بنو صاحب ایمان بنو

مصطفےٰ نغمۂ توحید سنا دو تم بھی — خواب غفلت سے مسلماں کو جگا دو تم بھی
بادۂ الفت اسلام پلا دو تم بھی — قوم کو شیفتہ ایماں کا بنا دو تم بھی

وہ شراب آج پھر و تلک سے سماں ہو رہی

افلاس ملت کا نوحہ

سرمایہ اور اس کی ضرورت

(مولوی عبدالرحیم صاحب کسیانہ ضلع میرٹھ کے قلم سے)

موجودہ مادی زمانہ میں سرمایہ ہی کل دنیاوی دینی قومی و ملکی وسائل ترقی منحصر ہیں کسی قوم کی خوشحالی آمدنی کی بیشی پر نہیں۔ بلکہ اس سرمایہ پر ہے جو پس انداز ہو کر محفوظ ہو اور موجود ہو۔

تجارت

جس قدر تعداد اچھی تجارت میں مسلمانوں کی نظر آتی ہے۔ وہ محض برائے نام ہے۔ وہ بالعموم غیر اقوام کے سرمایہ داروں کا روپیہ استعمال کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ان کے منافع کا بڑا حصہ سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ مسلمان آجکل اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو وہ سودی قرض سے برباد ہو رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اگر انہیں سودی قرض ملنا بند ہو جائے تو انہیں زندگی کے دن بھی پورے کرنا مشکل ہو جائیں چھوٹے دکاندار تو سرمایہ داروں کے غلام ہیں اسلئے تاجروں کا کام بھی روزانہ گرتا جاتا ہے۔ جو ایک نہایت اندیشہ ناک اور پرخطر امر ہے۔ ان مقامات میں بھی جہاں کی نسبت عام طور پر خیال ہے۔ کہ دولتمندی اور کاروباری ترقی میں مسلمانوں کا غلبہ ہے۔ کارخانہ داری میں ہندوؤں کے مقابلہ میں ان کی تعداد چوتھائی نمبر سے کم ہے اور پارسیوں کے مقابلہ میں جن کی تعداد ان سے ایک ثلث سے بھی کم ہے تقریباً مساوی ہے۔ یہ صرف تعدادی نسبت کا بیان ہے۔ مگر صرف کارخانوں کی تعداد سے بھروسہ کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کے کارخانوں کی ملکیت ان کی تعداد کی نسبت سے کیا ہے۔

مسلمان کاریگر

مسلمان کاریگر مثل کولھو کے بیل کے دن بھر کام کرتے اور ہمیشہ مفلس رہتے ہیں۔ ان کی محنت مشقت عرق ریزی کا پھل دیگر اقوام کے لوگ کھاتے ہیں۔ یہ حال تمام ہندوستان کے کاریگروں کا ہے۔ وہ محنت کرتے کرتے ختم ہوئے جاتے ہیں۔ اور چند روز کے لئے بیکار یا بیمار رہو جائیں تو احتیاج سے تنگ آکر بھیک مانگنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

صنعت

سرمایہ مسلمانوں کے پاس نہیں جس سے وہ کارخانہ کھولیں اور جب کارخانے نہیں کھول سکتے۔ تو صنعت و حرفت کے کام اختیار کرنے کے بجائے اس کے کہ تمام عمر [illegible] مشقت [illegible] سے گزاردیں اور کوئی صورت نہیں۔

صنعت میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔ ہر پیشہ میں مال تیار کرنے والوں کی تعداد تو مسلمانوں کی زیادہ ہے مگر تیار شدہ مال کو فروخت کرکے اس سے حقیقی نفع اٹھانے والے دیگر اقوام کے لوگ مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ہیں اصل نفع سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ اور مسلمان مثل مزدوروں کے کام کرتے ہیں۔ مسلمان کاریگروں کی تعداد زیادہ ہے۔ تاہم وہ دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام ہیں۔ اور اس لئے صنعت و حرفت کے اصلی نفع سے محروم ہیں۔ کاریگروں مزدوروں میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ تمام دن سخت محنتیں کرتے ہیں جو کچھ کماتے ہیں۔ اس کا ایک حصہ قرض اور سود میں مہاجن کو دیتے ہیں۔ باقی ٹکا چاٹ کر ہمیشہ دوسروں کے دست نگر اور پریشان رہتے ہیں۔ غرض صنعت و حرفت کا اصلی نفع دوسری اقوام کے سرمایہ دار لیجاتے ہیں۔ اور اس کا ایک حقیر قلیل حصہ مسلمان کاریگر کو ملتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے دن بمشکل پورے کر سکتے ہیں۔

زمینداری

صاحب جائداد و زمیندار طبقہ کے تنزل کی رفتار سب جماعتوں سے زیادہ تیز ہے۔ مسلمانوں کی زمینداریاں سرعت سے تلف ہو رہی ہیں قرضہ کی علت میں زیادہ تر ہماری جائدادوں ہی کے نیلام ہوتے ہیں۔ بندوبست کی رپورٹیں بتلائیں گی۔ ہر تیس سال کے بعد کس قوم کی جائدادیں دیگر اقوام کے قرضہ و قبضہ میں کس مقدار میں پہنچ جاتی ہیں۔ اگر جلد خبر نہ لی گئی تو مسلمان زمیندار رفتہ رفتہ محض کاشتکار رہ جائیں گے۔ اور اس حالت پر پہنچ جائیں گے کہ ان کے پاس جائداد رہے گی۔ نہ جائداد سے محروم ہونے کا انہیں کوئی کھٹکا باقی رہے گا۔ (مسٹر لال ڈپٹی کمشنر ڈیرہ اسمٰعیل خاں)

قانون انتقال اراضی ناکافی ہے۔ اب مسلمانوں کی جائدادیں بجائے بنیوں کے جاٹوں، گوجروں، سکھوں کے نام منتقل ہوتی ہیں۔ دیگر حصص میں بھی اگر یہ قانون پاس ہو جائے تو ہمارے لئے بے سود ہوگا۔

مسلمان ہر شعبہ زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہر جگہ مغلوب ناکام رہتے ہیں۔ وہ زمینداری سے اب تقریباً خارج ہو گئے۔ جو کچھ باقی ہیں ان کی زمینداریاں بھی بیشتر مقروض و مکفول ہیں۔ مسلمان زمیندار یا ابھی تک برباد ہو رہی ہیں۔ تمام ملک کے مسلمان زمیندار تباہ ہو رہے ہیں۔

ملازمت

جب سے انگریزی اور علوم جدیدہ کی تعلیم لازمی ہو گئی ہے۔ جس میں مسلمانان ہند پیچھے رہ گئے ہیں مسلمان ملازمت سے خارج ہو چکے ہیں

اسراف و قرض

بالعموم مسلمان مسرف ہیں اس لئے مفلس ہیں۔ یہ ایک مدلک مرض ہے۔ عام طور پر قرض کا مرض ہر مسلمانوں میں غریب سے لے کر امیر تک

خطبۂ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

۱۳ مئی ۱۹۲۷ء

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم...... ان اللہ یعلم غیب السمٰوات والارض واللہ بصیر بما تعملون (سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳-۱۸)

ان آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بڑی ہی عظیم الشان وہ بنیاد ہے جس پر اخوت اسلامی کی عمارت جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے بنائی گئی ہے۔ وہ کیا بنیاد ہے؟ بہت تھوڑے لفظوں میں ہے۔ لیکن اتنی بڑی صداقت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جس کے بغیر دنیا کبھی بھی امن کی زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ وہ الفاظ یہ ہیں ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فرمایا ہے کہ اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا۔ ہاں تمہاری قومیں اور قبیلے ضرور ہیں۔ لیکن کس غرض کے لئے لتعارفوا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ جب نسل انسانی بڑھ جاتی ہے تو شناخت کے لئے قومیں اور قبیلے ضرور بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ فلاں قوم معزز ہے اور فلاں ذلیل عزت کا انحصار قومیت پر نہیں۔ بلکہ اتقا پر ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

حضرت نبی کریم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا یاایھا الناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقویٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی اے لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر نہ کالے کو گورے پر کوئی فوقیت ہے اور نہ گورے کو کالے پر سوائے تقوے کے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ جس طرح آیت ان اکرمکم کے الفاظ مختصر اور جامع ہیں اسی طرح اس خطبہ کے یہ الفاظ مختصر اور جامع ہیں۔ آج دنیا میں جھوٹی فضیلت دو باتوں ہی سے سمجھی جاتی ہے۔ ایک قومیت کی بنا پر دوسرے رنگ کی بنا پر۔ بعض قومیں قومیت کے لحاظ سے اپنے آپ کو دوسری قوموں سے افضل سمجھتی ہیں۔ اور بعض رنگ کے لحاظ سے۔ یہاں ان دونوں باتوں کو جمع کرکے ان کی تردید کردی ہے۔

بیجا فخر کا نتیجہ

آج بدقسمتی سے خود مسلمانوں کے اندر بھی یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ انہوں نے قومیت کو باعث فخر سمجھنا شروع کردیا ہے۔ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے اور عورتوں میں بھی۔ یہ فخر بیجا اس اخوۃ کو تباہ کرنے والا ہے جو اسلام نے قائم کی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے یاایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن۔ یعنی اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کو حقیر سمجھ کر اس پر ہنسی نہ کرے۔ کیونکہ جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے شاید وہی ان سے بہتر ہوں اسی طرح عورتوں کو بھی حکم ہے۔ کہ وہ آپس میں ایک دوسری پر نہ ہنسیں۔ یہ قومی تفاخر بہت تباہ کن چیز ہے۔ دنیا کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ جب کوئی قوم قومیت پر فخر کرتی ہے۔ تو پھر اس کی قوت عمل بیکار ہو جاتی ہے۔ دیکھو سیدوں نے آل رسول ہونے کا فخر کیا جس سے ان کی قوت عمل ضائع ہوگئی۔ اور آج ان کا بڑا حصہ دوسروں کی کمائی سے روٹی کھا رہا ہے۔

مسلم اور مومن

غرض اسلام نے بڑی عظیم الشان اخوت قایم کی۔ جب قومی فخر کو دور کیا تو ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلائی۔ قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ کچھ دیہاتی لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان کو کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ اس لئے یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے۔ کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ باوجودیکہ خدا کی شہادت موجود ہے کہ ایمان ان کے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ انہیں دے دیا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ بظاہر وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مومن کی تعریف انہی آیات میں آگے چل کر بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے نہیں ہوتا یعنی ان کا دل ان کے قول کے تصدیق کرتا ہے۔ (۲) وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یعنی اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کی شہادت دیتے ہیں۔ پس مومن ہونے کے لئے یہ تین باتیں پائی جانی ضروری ہیں۔ لیکن ان اعراب کے اندر صرف پہلی بات ہی پائی جاتی تھی۔ تب بھی انہیں اللہ تعالےٰ نے اسلام میں داخل کرلیا۔ یہ ہے وہ عظیم الشان اخوت جو قرآن نے قایم کی ہے۔

ایک عجیب نکتہ

دوسری جگہ فرمایا ہے ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو شخص ظاہری طور پر اسلام لاتا ہے۔ اور عمل سے اس کی شہادت نہیں دیتا۔ اس کے متعلق تو یہ فرمایا کہ وہ مومن نہیں مسلم ہے لیکن یہاں یہ حکم دیا کہ جو شخص السلام علیکم جیسے موٹے شعار اسلامی کا اظہار کرتا ہے اس کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ مومن نہیں۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہاں جس بات کا روکنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ایک شخص کو یہ کہہ کر دکھ پہنچاتے تھے۔ کہ وہ صدق دل سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ محض جان بچانے کے لئے مسلمان ہوا ہے۔ اس آیت کا شان نزول بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہے۔ ایک جگہ مسلمان کفار سے لڑ رہے تھے کہ ایک مسلمان نے ایک مخالف پر حملہ کیا۔ اس نے وار ہونے سے پہلے السلام علیکم کہا لیکن مسلمان نے یہ خیال کرکے کہ اس شخص نے محض جان بچانے کے لئے ایسا کیا ہے۔ ورنہ دل سے وہ مسلمان نہیں اسے قتل کردیا۔ جب دربار نبوی میں یہ معاملہ پیش ہوا تو وہاں بھی اس مسلمان نے اسی خیال کا اظہار کیا جس پر رسول اللہ نے فرمایا ھلا شققت قلبہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا چونکہ اس بات کا تعلق دل کے ساتھ تھا۔ اس لئے فرمایا کہ تمہارا حق نہیں کہ تم یہ کہو کہ تمہارے دل میں ایمان نہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہر لوگوں کی زبان پر یہی الفاظ جاری رہتے ہیں۔ کہ یہ تو ظاہرداری ہے۔ منافقت ہے۔ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شخص کے متعلق یہ کہے کہ وہ مومن نہیں۔

"سیاسی مسلمان"

میں نے اس کی طرف توجہ اس لئے دلائی کہ آج کل مسلمان کی تعریف کرنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔ شاید اتنا ہی مشکل ہوگیا ہے جتنا ہندو کی تعریف کرنا ہندوؤں کے مختلف فرقے چونکہ کسی ایک اصول مذہب پر متحد نہیں ہیں اس لئے انہوں نے اپنا سیاسی جتھا بنانے کے لئے ہندو کی یہ تعریف کی کہ جو شخص کسی ایسے مذہب کا پیرو ہو جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہو وہ ہندو ہے اور یہ تعریف بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کو علیحدہ کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے ان کو یہ تعریف اس لئے گھڑنی پڑی کہ ان کی کسی مذہبی کتاب میں اس بات کا کوئی حل موجود نہیں۔ کہ ہندو کون ہے۔ بیسیوں تعریفیں کرکے آخر اس پر آ ٹھیرے لیکن تعجب ہے کہ ہمارے ہاں بھی اس کی کچھ نہ کچھ نقل ہو رہی ہے کہا جاتا ہے کہ مسلمان چاہے کوئی ہو یا نہ ہو سیاسی رنگ میں سب کو مسلمان ہی کہنا چاہیئے بہت سے مذہبی و سیاسی لیڈروں کا یہی خیال ہے۔ سیاسی لیڈروں کا تو خیر یہ مذہب ہونا ہی تھا۔ لیکن آج بعض مذہبی لیڈروں نے بھی یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ سیاسیات کے لئے سب مسلمانوں کو مسلمان ہی کہا جائے چاہے مذہباً وہ مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں یا نہ ہوں۔ اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ مسلم بھی ہمارا اپنا تجویز کیا ہوا نام ہے۔ کیا جب قرآن نے ھو سمّٰکم المسلمین فرما کر ہمارا نام مسلمان رکھا تھا۔ تو یہ نہیں بتایا تھا کہ مسلمان کسے کہا جائے۔ اور کیا اب مسلمان اسی کو کہا جائے جسکو قرآن شریف مسلمان کہتا ہے۔ یا قرآن شریف کی کوئی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اپنی رائے کو معیار اسلام بنانا چاہیئے۔

کفر و اسلام

ہم جب قادیانی جماعت سے علیحدہ ہوئے تھے۔ اسی مسئلہ کفر و اسلام پر علیحدہ ہوئے تھے۔ اصل مسئلہ یہی کفر و اسلام تھا۔ نبوت کا مسئلہ تو محض فرعی ہے۔ کیونکہ جب مسئلہ کفر نہ رہے گا تو نبوت بھی نہ رہے گی۔ ہمارا اور قادیانی جماعت کا اصل اختلاف یہیں سے شروع ہوا تھا۔ ہم کہتے تھے کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اور دوسرا فریق یہ کہتا تھا کہ مسلمان وہی ہیں جو مرزا صاحب پر ایمان لائے ہیں۔ جب ہم اس خیال کو لے کر علیحدہ ہوئے تھے تو اس وقت کسی خاص جماعت کا اس طرف رجحان نہ تھا کہ سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ گو کہیں شاذ و نادر ایسے اشخاص ہوں جو تکفیر مسلم سے بیزار ہوں۔ لیکن آج چند سال کی کوشش اور جد و جہد نے اسلامی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ہے۔ اب بڑے علما کی جماعتیں اس طرف راغب ہوگئیں کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی جانی چاہیئے

افتتاح کے موقعہ پر میں نے کہا تھا کہ جماعت قادیان نے مسجد کا افتتاح ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے کرا کر جسے عقیدۃً کافر سمجھا جاتا ہے تکفیر مسلم کے خلاف پہلا قدم اٹھایا ہے۔ کیونکہ یہ فعل صاف بتاتا ہے کہ تکفیر مسلم کا جو عقیدہ پیش کیا جاتا ہے یہ عملی قدم اس کے مطابق نہیں۔ آج اس راہ پر دوسرا قدم اٹھایا ہے۔ ۲۹ اپریل کے الفضل میں دو مقامات پر الگ الگ دو فقرے لکھے ہیں۔ ایک جگہ تو یہ لکھا ہے کہ

"ہمارے عقیدہ کی رو سے ہر مسلمان مرزا صاحب پر ایمان لاتا ہے۔ ہاں جو مسلمان نہیں ہوتا وہ ایمان نہیں لاتا"

دوسری جگہ لکھا ہے:-

"ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک نام ہے اور ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم کسی شخص کو اس کے نام سے محروم کردیں۔ اور حقیقت کے متعلق تو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ خدا کے نزدیک وہی مسلمان ہوگا جو حقیقت میں مسلمان ہوگا"

تو گویا دل سے تو یہ مانا کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔ اور منہ سے یہ کہا کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ مسلمان ہیں۔ یہ حالت دیر تک نہیں رہ سکتی۔ یا عقیدہ کو قول کے مطابق کرنا پڑے گا۔ یا قول کو عقیدہ کے مطابق۔ اور عام اخلاق کے لحاظ سے بھی یہ اچھی بات نہیں ہے کہ دل سے تو ایک شخص کو کافر سمجھا جائے اور منہ سے مسلمان کہا جائے۔ پھر اگر اس وجہ سے انہیں ہم مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں اور ان کے قول کی اس قدر عزت کرنے کو تیار ہیں تو اس وجہ سے انہیں مسلمان کیوں نہ کہدیا جائے کہ خدا اور اس کا رسول ان کو مسلمان کہتے ہیں۔ تم تو غلطی کرسکتے ہو مگر خدا اور اس کا رسول غلطی نہیں کرسکتے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ اگر خدا اور اس کا رسول ان لوگوں کو مسلمان قرار نہیں دیتے تو ہمارا انہیں مسلمان کہنا خدا اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی اور اس کا استخفاف ہے۔ اگر ہم کو کسی کے قول کی عزت کرنی ہے تو وہ خدا اور اس کے رسول کا قول ہے۔ اسی کی عزت سب پر مقدم ہے۔ اس کے استخفاف سے بچنا چاہیئے۔ جنھیں خدا اور اس کا رسول مسلمان نہیں ٹھیراتے وہ اپنی زبان سے مسلمان نہیں بن سکتے۔

اسلام کا سادہ اصول

خدا اور اس کے رسول کا ارشاد تو یہ تھا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ مسلمان ہے۔ اب اس سے تو دل میں ایک لذت اور راحت پیدا ہوتی ہے کہ ایسا شخص خدا اور رسول کے نزدیک مسلمان ہے تم بھی اسے مسلمان کہتے ہو۔ لیکن کیا یہ لذت اس حالت میں بھی پیدا ہوگی کہ دل سے ہم یہ مانیں کہ یہ شخص پکا کافر ہے۔ خدا اور اس کا رسول اسے کافر کہتے ہیں۔ ہم اپنے دلی عقیدے کے خلاف خدا اور رسول کے ارشاد کے خلاف اسے مسلمان کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلم ہے۔ من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔ تو جب مسلم کا لفظ اس کے لئے خدا کی پروانگی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ خدا کی اس پروانگی کی تذلیل مت کرو۔ تو کیا ایسے شخص کو یہ کہنا کہ وہ مسلم نہیں ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے حکم کی تذلیل نہیں۔ یہ کیسا سیدھا اور صاف مسلک ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کی نقل کرکے "مسلمان" کی سیاسی تعریفیں کرتے پھریں۔ جبکہ قرآن و حدیث نے صاف بتا دیا کہ مسلم کسے کہتے ہیں۔ تو پھر اس سیدھی بات کو چھوڑ کر ان پیچدار باتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم بھی اسے مسلمان کہیں گے کیونکہ مسلمان ایک نام ہے اور کسی شخص کو نام سے محروم کرنے کا ہمیں حق نہیں گو دل سے اسے کافر ہی گویا ہمیں اس کے قول کی خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ سے زیادہ عزت ہے۔ عزت تو خدا اور اس کے رسول کے فرمودہ کی ہونی چاہیئے۔ نہ ایک انسان کے قول کی کہ وہ اپنے آپ کو ایسا کہتا ہے۔ رہا حقیقت کا سوال کہ خدا کے نزدیک وہی مسلمان ہے جو حقیقت میں مسلمان ہے۔ تو پھر یہ علم تو کسیکو بھی نہیں کہ خدا کے نزدیک کون مسلمان ہے۔ احمدی ہو یا دوسرا۔ کسی گروہ کا پیشوا ہو یا ادنےٰ پیرو۔ حقیقت اسلام پر اس کے قائم ہونے یا نہ ہونے کو کون جانتا ہے۔

بیت عنکبوت

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے باطل عقیدے کو بیت عنکبوت سے تشبیہ دی ہے جس طرح مکڑی کا جالا ہوا کے ذرا سے جھونکے سے ٹوٹ جاتا ہے یا اپنی جگہ سے ہل جاتا ہے اسی طرح باطل عقیدہ دلیل کے سامنے پاش پاش ہو جاتا ہے ایک وقت تھا جب یہ کہا جاتا تھا کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر کہیں اور غیر احمدیوں کا فرض ہے کہ ہمیں کافر کہیں۔ لیکن آج یہ کہا جاتا ہے کہ "ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں۔"

کامیابی

کامیاب ہوگئے۔ جس روز اس مسئلہ پر ہم الگ ہوئے تھے۔ ہم مٹھی بھر تھے۔ اور اس روز کس کو معلوم تھا کہ ہماری جماعت اس کثرت سے بڑھے گی اور جن عقائد کو لے کر اٹھی ہے آخر انہی کی فتح ہوگی۔ لیکن آج خدا کے فضل سے آپ لوگوں نے وہ انقلاب پیدا کردیا ہے جس پر مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد موقوف ہے اتحاد بین المسلمین قایم نہیں ہوسکتا جب تک باہمی تکفیر کو دور نہ کیا جائے اس تکفیر بازی کو دور کرنے میں آپ کی جماعت نے عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے۔ اگر کوئی تاریخ نویس اس بات پر کچھ لکھے گا تو وہ اس گروہ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکیگا جس نے اتحاد بین المسلمین کی بنیاد ڈالی اور قرآن و حدیث کے اس پاکیزہ اصول کی طرف توجہ دلائی جس میں مسلمانوں کی طاقت مضمر ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں فرق

(از مولانا قارشی)

(۱) زمینداران پنجاب کے قرضہ کی مقدار ۹۰ کروڑ روپیہ ہے جس پر انہیں ہر سال ساہوکاروں کو بارہ کروڑ روپیہ سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ زمیندار وہ تک اپنی وسعت و عالمگیری کے باوجود زمینداروں کے مطالبات کا صرف دسواں حصہ ادا کر سکتے ہیں۔

(۲) لدھیانہ اور ہوشیارپور کے زمینداروں کے قرضوں کا اوسط ان کے سرکاری لگان سے ۲۳ گنا زیادہ ہے۔

(۳) سندھ ایک اسلامی صوبہ ہے تاہم وہاں نوے فیصدی مسلمان مقروض ہیں ان کی ۴۰ فیصدی زمینیں قرضہ میں جا چکی ہیں ۴۰ فیصدی رہن ہیں اور صرف ۲۰ فیصدی باقی ہیں۔ مسٹر لائل (ڈپٹی کمشنر ڈیرہ اسمٰعیل خاں) نے بعض اضلاع کی تحقیقات کے بعد یہ رائے ظاہر کی تھی کہ مسلمانان سندھ مالکان زمین کے بجائے رفتہ رفتہ محض کاشتکار رہ جائیں گے۔ اور ان کی کوئی ایسی جائداد نہ رہے گی جسے وہ مکفول کر کے قرض لے سکیں ؎

نہ لٹتا رات کو گردن کو یوں کب بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

(۴) گورنمنٹ پنجاب جس قدر رقم بطور انکم ٹیکس وصول کرتی ہے اس میں ہندوؤں کی ادا کردہ رقم مسلمانوں کی نسبت ۲۰ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ پنجاب میں ایک ہندو کی آمدنی اور جائداد بیس مسلمانوں کی آمدنی اور جائداد کے برابر ہے۔

(۵) پنجاب میں ان صنعتی کارخانوں کی تعداد جن میں دس سے زیادہ ملازم کام کرتے ہیں۔ ۷۷۶ ہے جن میں ۵۰۴ کارخانوں کے مالک ہندو ہیں اور صرف ۹۶ کارخانوں کے مسلمان۔

بنگال میں دو ہزار کارخانوں کے مالکوں اور منیجروں میں مسلمانوں کی تعداد صرف چھ ہے۔ اور صنعت و حرفت کے میدان میں ۲۳ فیصدی کارخانوں کے مالک یا منیجر مسلمان ہیں۔ اور قلت آبادی کے باوجود ۸۰ فیصدی کارخانوں پر غیر مسلموں کا تصرف ہے۔

(۶) صنعت و حرفت۔ تعلیم و تمول سے قطع نظر آپ گداگروں بازاری عورتوں اور قیدیوں کی حالت پر نظر ڈالیں۔ بنگال کے قیدخانوں میں ۶۳ فیصدی مسلمان قید ہیں۔ پنجاب میں شراب کشی کرنے والے ۱۵۴۳ مسلمان اور ۱۰۴ غیر مسلم ہیں۔ اسی طرح گداگروں اور آوارہ گردوں میں ۴ لاکھ ۲۸ ہزار مسلمان ہیں اور ڈیڑھ لاکھ غیر مسلم اور کسبی عورتوں کی صورت میں تو یہ نسبت نہایت ہی دردناک حالت تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی پنجاب میں ۸۴ فیصدی بازاری عورتیں مسلمان ہیں اور صرف ۱۶ فیصدی غیر مسلم۔

تعمیری کام اور مسلمان

دنیا میں روپے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ اگر مسلمانوں کے پاس روپیہ موجود ہو اور وہ بعض بداعتمادیوں کے باعث اسے قومی کاموں میں صرف نہ کریں تو یہ زیادہ قابل اعتراض نہیں۔ لیکن موجودہ حالت تو یہ ہے کہ ان کی مختلف جماعتیں اپنی زمین اور جائداد سے محروم ہوکر آہستہ آہستہ گداگروں کی جماعت میں منتقل ہو رہی ہیں۔ اور اس وقت بیسیوں مسلمان قومیں قلاشی اور ناداری کی ایسی منزل تک پہنچ چکی ہیں کہ اگر وہ چاہیں بھی تو قومی کاموں کے لئے روپیہ نہیں دے سکتیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس سرے سے کوئی زمین کوئی جائداد اور کوئی اثاثہ زندگی ہی موجود نہیں۔ اگر مسلمانوں میں یہ افلاس اسی طرح بڑھتا رہا تو ممکن ہے کہ تمام قوم ایثار کی قابلیت سے محروم ہوجائے اور اس مرحلے پر قوم کے تمام تعمیری کام بھی ختم ہوجائیں۔

تعمیری کام اور ربط

تعلیم و تہذیب کی ترقی کے ساتھ ساتھ [illegible]

ہمارے ہندو بھائی اپنے شہرہ آفاق بخل کے باوجود اس زور سے قومی کاموں میں روپیہ صرف کرنے لگے ہیں کہ گزشتہ سو سال میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس ضروریات زندگی سے زائد روپیہ موجود ہے۔ جس کی قوت سے انہوں نے تمام ملک کو تعلیم گاہوں سے لبریز کردیا ہے۔ شدھی کی تحریک زندہ ہوچکی ہے۔ جابجا آشرم، یتیم خانے، گرلز سکول، مہابیر دل، سوا سمتیاں اور اکھاڑے کھلے ہوئے ہیں پچھلے دنوں متمول ہندوؤں نے جو موٹی موٹی رقمیں مختلف تعمیری کاموں کی نذر کیں ان کی ایک سرسری سی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) مہاراجہ بڑودہ ہندو یونیورسٹی دہیلا علیہ — ایک لاکھ
(۲) 〃 〃 طلبائے سائنس کے وظائف کے لئے — ایک لاکھ
(۳) 〃 〃 لائبریری کی عمارت کے لئے — ایک لاکھ
(۴) مہاراجہ دھولپور صنعتی لیباٹری کے لئے — سالانہ ۲۴ ہزار
(۵) 〃 ٹکنالوجی کے لئے — ۲ لاکھ
(۶) مہاراجہ پٹیالہ ہندو یونیورسٹی کو یکمشت — ۸ لاکھ
(۷) 〃 مستقل امداد — سالانہ ۲۴ ہزار
(۸) مہاراجہ بنارس ہندو یونیورسٹی کو — لکھوکھا روپیہ کی جائداد
(۹) مہاراجہ دربھنگہ — ۵ لاکھ
(۱۰) آنریبل گنیش دت بہادر یتیم خانہ کے لئے — ایک لاکھ
(۱۱) لالہ جگل کشور ہندو کالج دہلی کو — ۱۰ ہزار
(۱۲) لالہ گھنشام داس بہلا ہندو نصاب کتب کے لئے — ۸۰ ہزار
(۱۳) بابو شو نرائن شو مندر کے لئے — ایک لاکھ ۲۵ ہزار
(۱۴) 〃 ہندو یونیورسٹی کے لئے — ۲۵ ہزار
(۱۵) مہاراجہ الور سناتن دھرم کانفرنس ملتان کو — ۴۰ ہزار
(۱۶) راجہ شاہ پور ہندی پرچار کے لئے — ۵۰ ہزار
(۱۷) ریاست بھرتپور تحریک شدھی کے لئے — ۹ لاکھ روپیہ
(۱۸) راجہ بلدیو داس برلا پوتے کی شادی پر — ایک لاکھ ۲ ہزار
(۱۹) مسٹر شری رام کمرشل ہائی سکول دہلی کو — ۴۵ ہزار
(۲۰) سیٹھ گوری شنکر ساکن خورجہ تعلیم سنسکرت کے لئے — ۵ لاکھ ۵۰ ہزار

گویا ۳۳ لاکھ ۳۸ ہزار تو یکمشت رقم ہے اور ۴۸ ہزار سالانہ اور لکھوکھا روپیہ کی جائداد ایک مستقل امداد کی شکل میں (پیغام صلح)

یہ ایک نہایت ہی سرسری فہرست ہے۔ اگر ہندو اخبارات کے ایک سال کے فائل تلاش کئے جائیں تو معلوم ہوگا کہ ہندو امرا صرف ایک سال میں کم از کم ۲ کروڑ روپیہ تعمیری کاموں پر خرچ کر چکے ہیں۔ ان حالات میں آپ کو مسلمان امرا کا شکوہ نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ان کی زندگی کی حقیقت حضرت سعدی کے بقول ع

آنانکہ غنی تراند محتاج تراند

کے مصداق ہے اگر مسلمانوں کو دنیا میں زندہ رہنا ہے۔ تو یہ غربا کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کے خان بہادروں، نوابوں، آنریری مجسٹریٹوں، بیرسٹروں اور ڈپٹی کلکٹروں کے لئے چندہ دیں۔ اور ان کے نام مفت اخبار جاری کرائیں۔ بہرحال اگر اس وقت کسی جماعت کا ایثار و قربانی مسلمانوں کو بچا سکتا ہے۔ تو وہ امرا نہیں ہیں بلکہ غربا ہیں۔ جس طرح خرچ اخراجات کی زیادتی، کاروبار کی تنگی اور قرض اور سود کے بوجھ نے مسلمان امرا کو پامال کردیا ہے اسی طرح چند روز تک غربا بھی پامال ہونے والے ہیں۔ آپ گزشتہ مردم شماری کے اعداد و شمار دیکھ چکے ہیں۔ کہ کس طرح مسلمانوں کی دولت اور جائداد ہندوؤں کے ہاتھ میں منتقل ہو رہی ہے۔ اور کسطرح مسلمان مالکان زمین کی بجائے کاشتکار اور کاشتکار کے بجائے گداگر ہوتے جاتے ہیں اگر ہم نے اپنے قومی سرمائے کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا تو بہت ہی تھوڑے عرصہ تک ہمارے ہندو بھائی دونوں قوموں کی پوری جائداد کے مالک ہوں گے۔ اس وقت مسلمانوں کی حیثیت گداگری کی ہوگی۔ اور جب قومی سرمایہ فنا ہوگیا تو ہمارے کالج سکول اور یتیم خانے جو اس وقت بھی ایڑیاں رگڑ رہے ہیں بالکل فنا ہوجائیں گے۔ اور اس کے بعد جو نتیجہ ہوگا وہ محتاج بیان نہیں۔

مسلمانوں کو ایک مستقل اصول کے طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ صرف دو دروازے ہیں جن کے راستے سے ہر روز مسلمانوں کی کمائی اور جائداد لکھوکھا روپیہ کی تعداد میں منتقل ہو رہی ہے ان میں سے پہلا دروازہ قرض ہے اور دوسرا تجارت۔ قرض دہندہ ساہوکار اور تاجر کا اصل سرمایہ بہرحال محفوظ رہتا ہے۔ مسلمان مزدور، ملازم، جاگیردار، صناع جو کچھ پیدا کرتے ہیں۔ وہ نفع اور سود کی صورت میں ہندو تاجر اور ساہوکار کے پاس اسی طرح پہنچ جاتا ہے [illegible]

[illegible]

کہ فضول خرچ زمیندار سود خوار ساہوکار اور تاجر میں کیسی عجیب نسبت ہے۔

ایک فضول خرچ زمیندار ساہوکار سے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے آج دس ہزار روپیہ قرض لیتا ہے۔ اور دوسرے ہی دن وہ روپیہ ہندو بزاز اور خوردہ فروش کی جیب میں پہنچ جاتا ہے۔ آپ اس واقعہ میں تینوں اصحاب کا حصہ معین کریں۔

(۱) ہندو تاجر دس ہزار کی فروخت پر نفع حاصل کرتا ہے۔

(۲) ہندو ساہوکار زمیندار صاحب سے نسلاً بعد نسل اس وقت تک سود حاصل کرتا رہتا ہے کہ آخر زمیندار کا تمام مال و جائداد قرق ہوجائے۔

(۳) زمیندار کا حصہ صرف قرقی، نیلامی، قید اور تباہ کاری ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان زمیندار قرقی نیلامی، قید اور تباہ کاری سے گھبراتا ہے تو اس کے دو ہی فرض ہیں۔ ایک یہ کہ ہندو ساہوکار سے روپیہ قرض نہ لے اور دوسرے یہ کہ اسے جو کچھ خریدنا ہے مسلمان تاجر سے خریدے۔ اگر ہم ان دو چیزوں پر عمل کریں تو ہندو تاجر اور ساہوکار دونوں کی آمدنی پر ایک مہلک ضرب لگ جائے گی اور انکی کمائی کا سرچشمہ چند ہی روز میں سوکھ جائے گا۔

قرض اور تجارت کا چکر

برادران ملت! آپ دیکھ چکے کہ قرض اور تجارت کے چکر میں پھنس کر کس طرح مسلمانوں کی لکھوکھا روپیہ کی جائداد، زمین، زیور، ہندوؤں کے ہاتھ میں منتقل ہو رہے ہیں۔ اور مسلمان من حیث القوم کس طرح روز بروز گداگری اور فلاکت کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ اگرچہ ہندو روپیہ پیدا نہیں کرتے۔ تاہم وہ کروڑوں روپے اپنے قومی کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کی تین چوتھائی (۳/۴) ثروت و جائداد ان کے قبضہ میں آچکی ہے۔ اور اب سات کروڑ مسلمان ہندوستان جو کچھ قوت بازو سے کماتے ہیں وہ سود اور تجارت کے چکر میں آکر ہندو ساہوکاروں اور تاجروں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

ہندو قوم کی ثروت کا تمام تر انحصار تاجروں اور ساہوکاروں پر ہے ہندو تاجر اس لئے خوش حال ہیں کہ سات کروڑ انسانوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور وہ ان کے مستقل گاہک ہیں۔ ہندو ساہوکار اس لئے خوش حال ہیں کہ سات کروڑ بھکاری ہر وقت زمین مکان، برتن اور زیور لے کر قرضے کے لئے ان کے دروازے پر گرے رہتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں کو اپنا تمام اثاثہ اس کارخانہ میں لٹا دینا اور قلندری کرنا منظور نہیں ہے تو انہیں سمجھاؤ کہ:-

(۱) وہ ساہوکاروں سے قرض نہ لیں
(۲) اپنی تمام ضروریات زندگی مسلمان تاجروں سے خریدیں۔

اس کے بعد آپ یقین کریں کہ مسلمانوں کی تمام کمائی محفوظ ہوجائیگی اور ہندو تاجروں اور ساہوکاروں کی آمدنی کے سرچشمے سوکھ جائیں گے۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں روپیہ آنے لگے گا۔ اور ان کے وہ تمام تعمیری کام جو بے سرمائیگی کے باعث جان توڑ رہے ہیں از سرنو زندگی حاصل کرنے لگیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۵ — ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ — نمبر ۲۱

آریہ سماج، ستیارتھ پرکاش اور مہا سبھا

کے متعلق

بابو بپن چندر پال کے خیالات

اک تیری خوے بد سے ہوئی سب میں دشمنی
گر یہ نہ ہو تو کوئی کسی کا عدو نہ ہو

بنگال کے مشہور لیڈر بابو بپن چندر پال نے کلکتہ کے انگریزی اخبار "انگلشمین" مورخہ ۱۵ مئی میں "ہندو مسلم ہنگامہ" کے موضوع پر ایک طول طویل مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں فرقہ وارانہ فسادات کی تمام تر ذمہ داری آریہ سماج پر عائد کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"آریہ سماج نے ایسے مسائل پیش کئے جنھوں نے ہندو تمدن کے ہمہ گیر ہونے کو تباہ کر دیا۔ آریہ سماج نے واحد قطعی طور پر ویدوں کے الہام کا دعوے کیا اور اس طور سے، دنیا کی دیگر مقدس و الہامی کتب کی صداقت سے انکار کیا گیا۔ آریہ سماج کے بانی نے دیگر ہندوستانی یا غیر ہندوستانی مذاہب کے بانیوں کو ناقابل برداشت گالیاں دی ہیں۔ آریہ سماج کی مقدس کتاب وہ ہے جو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے ویدوں کے آدھار پر لکھی ہے۔

آریہ سماجی اسے ستیارتھ پرکاش کہتے ہیں۔ جو ابتدا میں ہندی میں لکھی گئی اور اس ستیارتھ پرکاش میں مصنف نے سختی سے دیگر مذاہب کے بانیوں کی ذاتوں ہی پر نہیں بلکہ ان کی زندگی اور رد چال، چلن پر بھی حملہ کیا ہے۔ کسی مسلمان سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے مذہب اور پیغمبر کے لئے اس قسم کی دشنام دہی کو برداشت کرے۔ عیسائیوں میں زیادہ قوت برداشت ہے۔ ورنہ جس طور بانی آریہ سماج عیسائیوں کی مقدس کتب اور عیسٰی کی زندگی اور چلن سے سلوک کرتا ہے ان کو بھی اس قسم کی ہلاکت تکلیف و رنج پہنچتا۔ جس طرح مسلمانوں نے آریہ سماج کے مسائل کے مستند بیان سے تکلیف محسوس کی ہے۔

یہ حال ہی میں ہوا کہ جب ہندو مہاسبھا کو ڈیفنس کی آرگنیزیشن کے طور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے پروپیگنڈے کے خلاف منظم کیا گیا تو آریہ سماجیوں کو اس سبھا میں سویکار کیا گیا تب سے عملی طور پر آریہ سماجیوں کے پروپیگنڈا نے ہندو مہاسبھا کے پلیٹ فارم پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ ان زبردست اثرات میں سے ایک ہے جو ملک میں موجودہ باہمی فرقہ وارانہ کشیدگی کو لانے کا موجب ہوا ہے" (آریہ گزٹ ۱۹ مئی ۱۹۲۷ء)

آریہ سماج اسلام کا بچہ ہے

اس سے آگے چل کر بابو بپن چندر پال صاحب آریہ سماج کو اسلام کی نقل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:-

"آریہ سماج کے پروپیگنڈا کے ساتھ اپنے آپ کو شامل کرتے ہوئے ہندوازم نے اپنے ہمہ گیر ہونے کی قدیم سپرٹ کو کھو دیا ہے۔ آریہ سماج جنگجو عیسویت و اسلام کے جھنڈے تلے ایک نقل تھی۔ آریہ سماج کے بانی نے ویدوں کے لئے وہی دعاوی کئے جو عیسائی اور اسلام قرآن وانجیل کے لئے کرتا تھا۔ حقیقتاً آریہ سماج اسلام اور عیسائیت کا بچہ تھا جسے ہندوازم کی سرزمین میں اٹھا یا گیا۔ اور موجودہ فرقہ وارانہ لڑائی

[illegible]

ہے۔ اور اس نے تبلیغ مذہب اور دیگر کئی اصول اسلام ہی سے لئے ہیں۔

لیکن تبلیغ مذہب کے معاملہ میں جو جنگجویانہ روش آریہ سماج نے اختیار کر رکھی ہے۔ اس کو اسلام سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔ اسلام صلح و آشتی کا مذہب ہے۔ اور ہر امر میں اس نے اس کو ملحوظ رکھا ہے۔ یہانتک کہ تبلیغ مذہب کے معاملہ میں بھی جو اصول اس نے تعلیم کئے ہیں۔ ان میں اس بات کی پوری پوری پابندی کی گئی ہے۔ کہ کسی قسم کا فتنہ و فساد پیدا نہ ہو تبلیغ مذہب کے لئے نہ صرف یہ ہدایت کی ہے کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ بلکہ یہ ہدایت بھی کی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کے بزرگوں کی عزت و توقیر کی جائے۔ اور کسی کو بھی برے الفاظ سے یاد نہ کیا جائے حتٰی کہ بتوں کو بھی۔ اسلام کا طریق تبلیغ تو یہ ہے۔ لیکن آریہ سماج کے پرچار کا ڈھنگ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس کے مذہب کا لازمی جزو ہے کہ دوسرے مذاہب کے بانیوں کو مفتری اور کذاب سمجھا جائے۔ اور ہر طرح سے ان کی تحقیر و تذلیل کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج کے تیار کردہ لٹریچر میں ان بزرگوں کے متعلق ایسے ناشائستہ الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے کہ بقول بابو بپن چندر پال انہیں گالیاں کہا جا سکتا ہے

سناتن دھرمی آریہ سماج کی کشتی میں

اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں آریہ سماجیوں اور سناتنیوں کا جو اتحاد ہوا ہے اس کے متعلق یہی بابو جی لکھتے ہیں:-

"جس طرح عدم تعاون کے جھنڈے تلے ہندو مسلم اتحاد کی عمارت کو برطانیہ کے لئے عام نفرت و شیطانی برطانوی سلطنت کو تباہ کرنے کی خواہش پر تعمیر کی گئی تھی۔ وہ نعرہ جس سے مہاتما گاندھی نے اقتدار و ہر دلعزیزی حاصل کی۔ پس اسی طرح سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجیوں میں یہ نیا اتحاد ان کی اس مخالفت کے آدھار پر ہے۔ جو وہ ابتدائی طور پر اسلام اور عام طور پر تمام مذاہب سے رکھتے ہیں۔ جو مذاہب ہندوستان میں پیدا نہ ہوئے۔

جس لمحہ مسلم خطرہ غائب ہو جاتا ہے تو یہ دونوں بھی اسی طرح ایک دوسرے کے گلوگیر ہوں گے جس طرح کہ آج ہندو اور مسلمان کر رہے ہیں۔ حال ہی میں جینیوں کے جو دو فرقوں میں فساد ہوا ہے۔ وہ دو مد مقابل فرقوں کے مابین مصنوعی اتحاد کے لئے درس عبرت ہے۔ اور یہ تمام تنگ دلی پر مبنی فرقہ وارانہ مبلغوں اور پرچارکوں کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہونی چاہیے"

یہ تو ہمیں امید نہیں کہ آریہ سماجی ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ اور اپنی اس تباہ کن روش سے جس نے ملک کے امن و امان کو تباہ کر رکھا ہے باز آ جائیں گے۔ ہاں سناتن دھرمیوں سے ہم ضرور عرض کریں گے کہ وہ آریہ سماج کے ہاتھ میں آلہ کار بن کر اپنے دھرم اور ملک کو ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں نہ دھکیلیں۔

ایک غلام اور دو آقا

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ایک غلام دو آقاؤں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ لیکن مسلمانوں کی سخت جانی دیکھیے کہ وہ دو آقاؤں کی برابر خدمت کر رہے ہیں۔ ایک آقا تو انگریز ہیں اور دوسرے آقا مہاجن ہیں۔ مسلمان اپنی کمائی میں سے جہاں پہلے آقا کو کچھ ٹیکس دیتا ہے وہاں دوسرے آقا کو بھی سترہ کروڑ سالانہ ٹیکس سود کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ ان دونوں آقاؤں میں فرق یہ ہے کہ پہلا آقا اتنا ٹیکس لیتا ہے کہ غلام کے لئے بھی کچھ بچ جاتا ہے جس سے وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن دوسرے آقا نے تو لوٹ مچا رکھی ہے۔ اس کا ٹیکس اس قدر بھاری ہے کہ غلام کوئی دن کا مہمان نظر آتا ہے مسلمان کب تک اس ظالم آقا کی غلامی کرتے رہیں گے۔ اگر وہ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں اس جفا کیش آقا کے جو ارسے جو ان کا خون چوسنے کے درپے ہے جلد گلو خلاصی کرانی چاہیے۔

برلب گور

پنجاب کے زمیندار قبر کے کنارے پہنچ چکے ہیں۔ صرف ایک دھکے کی دیر ہے کہ وہ قبر میں ہوں گے۔ ان کا بیڑا تباہی کے قریب آن لگا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک لمبی تانے سو رہے ہیں۔ انہیں ابھی تک احساس نہیں ہوا کہ ان کے سر پر کیا گزر رہی ہے۔ اور کیا گزرنے والی ہے۔ [illegible] کھانے خرگوش کی تاک میں ہے لیکن

کہ پنجاب کے زمینداروں کے ذمہ نوے کروڑ روپے کا قرضہ ہے جس پر انہیں بارہ کروڑ روپیہ سالانہ سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ روپیہ زمینداروں کی جیبوں سے نکل کر ہر سال ساہوکاروں کی ہمیانیوں میں چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے زمیندار مفلس و کمزور اور ساہوکار متمول اور طاقتور ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر زمیندار بالکل نہیں مٹ جانا چاہتے تو انہیں اس ہلاکت خیز قرضے کی بلا سے جلد نجات حاصل کرنی چاہیے۔

ہنگامہ لاہور

لاہور میں فتنہ و فساد کی آگ فرو ہو چکی اس میں مسلمانوں کے جان و مال کا جو نقصان ہوا وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اب ایک اور مرحلہ درپیش ہے اور یہ مرحلہ گرفتاریوں کا ہے۔ مسلمانوں کا سب سے زیادہ نقصان اسی مرحلہ پر ہوا کرتا ہے۔ پکڑے بھی زیادہ وہی جاتے ہیں اور سزا بھی زیادہ وہی ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ نہ ان کے پاس زر و مال ہے نہ حکومت میں ان کو دسترس حاصل ہے۔ یہی وہ دو چیزیں ہیں جو ہر ہنگامہ اور ہر لڑائی بلکہ زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کو نیچا دکھاتی ہیں اور ان کے حریفوں کی کامیابی کا باعث ہوتی ہیں۔ لاہور میں بھی شاید مسلمانوں کو انہی مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خیر یہ آفت تو نازل ہو چکی ہے۔ جوں توں گزر ہی جائے گی۔ فکر آئندہ کی کرنی چاہیے کون کہہ سکتا ہے کہ ایسے ہنگاموں کا پھر اعادہ نہ ہو گا۔ مسلمان جب تک کمزور اور دوسروں کے دست نگر ہیں ان پر برابر یہ آفتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی فکر کرنی چاہیے۔

ریاست شدھی گڑھ میں انقلاب

راجہ صاحب بھرتپور ریاست سے بے اختیار کر دیئے گئے ہیں۔ اور جدید صاحب اختیار وزیر راجہ ہری کشن صاحب کول کی چار ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی ہے۔ اور آپ نے دو سال کی تنخواہ ایک لاکھ روپے کے قریب وصول بھی کر لی ہے۔ اس کے علاوہ آپ ایک پرسنل اسسٹنٹ آٹھ سو روپیہ ماہوار کا ساتھ لائیں گے۔ گرمیوں میں شملے رہیں گے۔ اور سردی میں بھرتپور۔ شملہ اور بھرتپور دونوں جگہ کوٹھیاں رہائش کے لئے مفت ہونگی۔

ایک ایسی ریاست کے لئے جس کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ ہو اور جو ایک کروڑ روپے کی مقروض ہو۔ ایسی مہنگی وزارت عذاب سے کم نہیں ہے۔

ہمیں امید ہے کہ نئے وزیر صاحب اپنی حدود ریاست میں تبلیغ مذہب کے لئے مسلمان مبلغین کو بھی ایسی ہی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ جیسی کہ آریہ پرچارکوں کو شدھی کے پرچار کے لئے حاصل ہے۔

شیر پنجاب کی گیدڑ بھبکی

لالہ لاجپت رائے جی نے یورپ روانہ ہونے سے پہلے حال کے فرقہ وارانہ فسادات پر فری پریس کے نمائندہ سے فرمایا کہ:-

"تمام متعلقہ اشخاص کو واضح رہے کہ اگر شدھی یا سنگٹھن یا آریہ سماج کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ تو اس سے صورت حالات درست ہونے کے بجائے بد سے بدتر ہو جائے گی۔ وقت آ گیا ہے کہ سرکاری حکام شدھی اور سنگٹھن کے متعلق اپنے طرز عمل کو واضح کر دیں اس سے میری رائے میں فضا بہت کچھ صاف ہو جائے گی۔ شدھی اور سنگٹھن کی بنیاد قائم ہو چکی ہے۔ اور خونریزی یا جبر سے خواہ کتنا ہی کام لیا جائے لیکن یہ تحریکیں نہیں مٹیں گی۔ آریہ سماج کی تحریک کو مٹانے کے لئے جو الفاظ منہ سے نکالے جاتے ہیں میں ان کو معقولیت سے معرا سمجھتا ہوں۔ مسلمانوں کو اینگلو انڈین جماعت کی یہی وہ حوصلہ افزائی ہے جس سے صورت حال خراب ہو رہی ہے"

لالہ جی سرکاری حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آریہ سماج کی ان دونوں تحریکوں کے متعلق اپنا طرز عمل واضح کر دیں جن سے ملک کا امن و امان خطرہ میں ہے۔ شاید لالہ جی کو وقت یاد نہیں جبکہ ان شدھی سنگٹھن کی تحریکات سے بہت پہلے خود حکومت نے اپنی رائے کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا تھا کہ "آریہ سماج ایک خلاف قانون جماعت ہے جو ملک میں ہندو راج قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے" لیکن جب سماج میں آپ جیسے مصلحت اندیش

عبرت

مسلمان نالاں ہیں کہ دوسری قومیں باوجود غلط عقائد رکھنے کے ترقی کر رہی ہیں۔ اور ہم خیر الامم اور صحیح العقیدہ ہوتے ہوئے [illegible] کی طرف جا رہے ہیں۔ لیکن ان کا یہ شکوہ بے جا ہے کیونکہ وہ اسلام پر اعتقاد تو رکھتے ہیں لیکن اس پر عمل بہت کم کرتے ہیں۔ غیر مسلم قومیں گو زبان سے اسلام کو نہیں مانتیں لیکن اصول اسلام پر عمل ضرور کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فائدہ میں ہیں اور مسلمان گھاٹے میں۔ مثال کے طور پر دیکھئے قرآن میں آتا ہے "فانکحوا الایامیٰ منکم" یعنی رانڈ عورتوں کا نکاح کر دو لیکن آج اس حکم پر مسلمان اس قدر عامل نہیں ہیں جس قدر ہندو ہیں باوجود اس امر کے کہ ہندو مذہب میں بیوہ کا نکاح ثانی ممنوع ہے۔ ہندوؤں نے زمانہ شناسی سے کام لے کر بیواؤں کی دوبارہ شادی شروع کر دی ہے اور اس کام کو ترقی دینے کے لئے ملک کے ہر حصہ میں ودھوا وواہ سبھائیں قائم ہو رہی ہیں۔ اب مسلمانوں کی حالت سنیئے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں ہندوستان میں مسلمان خواتین کی کل تعداد سوا تین کروڑ کے قریب تھی جن میں ۷۰ لاکھ سے زیادہ عورتیں بیوہ تھیں۔ کیا مذکورہ بالا ارشاد خداوندی کی موجودگی میں یہ تعداد مسلمانوں کی غفلت شعاری اور نافرمانی کا بین ثبوت نہیں ہے۔ یہ مصیبت سب سے زیادہ مہیب شکل میں صوبہ بہار میں پائی پائی جاتی ہے۔ جہاں ۱۹ لاکھ عورتوں میں سے سوا تین لاکھ عورتیں بیوہ ہیں اور ان میں ۷۳ ہزار بیوگان ایسی ہیں کہ ان کی عمر ایک اور پچیس سال کے درمیان ہے۔ آہ! یہ اس قوم کی حالت ہے کہ جس کے سپرد دنیا کی اصلاح و ہدایت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ

پنجاب کے بہت سے بھنگی مسلمان اور عیسائی ہیں۔ آریہ سماج نے پنجاب میں اور کسی قوم میں کامیابی ہوتی ہوئی نہ دیکھ کر اس قوم پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے ہیں۔ شدھی کے پرچارک خفیہ و علانیہ عجیب عجیب بھیسوں میں ان کے اندر کام کر رہے ہیں۔ یہ پرچارک اب تک جو کام کر چکے ہیں اس کی رپورٹ اخبار آریہ گزٹ میں بدیں الفاظ شائع ہوئی ہے۔

در موضع سہرام میں بالمیکیوں کے جلسہ پر جو کہ ۸ مئی ۱۹۲۶ء کو بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ اس میں دیگر بالمیکی سادھو مہاتماؤں سے بالمیک پنتھ کے بانی مہاشے گمندی لال جی بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ اس وقت تک ہمارے بالمیک دھرم میں پچاس ہزار کے قریب عیسائی اور مسلم شامل ہو چکے ہیں۔ ان میں ہندو بھنگی کوئی نہیں۔

بہیں تھوڑے ہی عرصہ میں بڑی بھاری کامیابی ہوئی ہے اگر اسی طرح پرچار ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں ہے جب سارے پنجاب کے بھنگی مسلم عیسائی ہوئے سب واپس آ جائیں گے۔ اگر بالمیکی سادھو پوری پوری مدد دیں۔ تو ہم بڑی جلدی کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس وقت ہمارے ساتھ ۵۵ بالمیکی سادھو کام کرتے ہیں۔ جو کہ بھکشا مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ اگر بالمیکی ہمت کریں تو اپنے سادھوؤں کو لائیں اور دھرم کا پرچار کریں۔ تو ہمیں کامیابی جلدی ہو جائے گی۔"

پنجاب کے مسلمانو! کیا ان واقعات میں تمہارے لئے کچھ بھی درس عبرت نہیں ہے۔ کب تک محو تماشا رہو گے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے اسلام کا چمن لٹ رہا ہے۔ اور تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں۔ یہ غفلت کب تک رہے گی۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو اس حملہ کا جواب دینے کے لئے کمر بستہ ہو کر میدان میں آ جاؤ۔ جو آریہ سماج نے تمہارے محاذ پر شروع کر رکھا ہے۔

کاریگر سے لے کر کارخانہ دار تک بساطی سے لے کر ملک التجار تک۔ ادنیٰ زمیندار بلکہ فقیر سے لے کر بڑی سے بڑی سلطنت تک دیگر اقوام کے غلام اور پریشان حال ہیں۔

عالمگیر تنزل

مسلمانوں کی موجودہ زندگی ہندوستان ہی میں نہیں تمام دنیا میں ان کی اقتصادی اعتبار سے سود مندی سے قطعی محروم اور قعر مذلت میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ (خواجہ حسن نظامی)

خاص سبب سود کا شکنجہ ہے۔ مسلسل سود دینا کا مرض انسان کے لئے تپ دق کا حکم رکھتا ہے۔ جو ہر دم قومی جسم کو گھلا گھلا کر اسے فنا کرتا رہتا ہے۔

حال میں اخبار رن نے ایک کرنل کی خودکشی کی خبر شایع کی جو چٹھی اس بہادر سپاہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ملی اس میں لکھا تھا کہ ساہوکاروں نے مجھے چھتا ڑ ڈالا۔ تنگ آ کر جان دیتا ہوں جو جوان مرد توپوں اور رائفلوں سے نہ گھبرایا۔ وہ ساہوکاروں کی دلدوز چٹکیوں کی تاب نہ لا سکا [illegible]

تعلیم پر برا اثر

تعلیم بھی بوجہ روز افزوں گرانی کے مسلمانوں کی دسترس سے روز بروز باہر ہوتی جاتی ہے سرمایہ کی کمی سے تعلیم کے دروازہ بھی مسلمانوں پر بند ہوتے جاتے ہیں۔ کاش ہمارا دین و ایمان سلامت ہوتا تب بھی غنیمت ہوتا مگر اب تو وہ بھی خطرہ میں ہے۔

دین و اخلاق پر برا اثر

افلاس کی وجہ سے مسلمان ایسے حیا سوز پیشے اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ جن سے اخلاق پست اور مذہبی روح فنا ہو جاتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مذہب اسلام اختیار کرنے سے انسانوں کے اخلاق بلند ہوتے تھے۔ اور اب وہ وقت ہے کہ اس کے خلاف ہو رہا ہے اور صدہا مسلمان غیر اقوام کے شکار ہو رہے ہیں۔ اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ قومی جسم کے اعضا علیحدہ ہو ہو کر دیگر مذاہب میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔

المختصر ملک کی ادنیٰ خدمت کے کاموں میں مسلمانوں کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور زیادہ تر افلاس کے باعث فتنہ ارتداد کا طوفان انہیں دینی و دنیوی ہر حیثیت سے اسفل السافلین میں گرانے کے خطرات کو آشکارا کر رہا ہے۔

علاج

ہر سمجھدار شخص کے نزدیک جس نے اقتصادی حالت کا مطالعہ کیا ہے برابر عیاں ہے کہ سود خوروں کے پنجوں سے کوئی ترمیم قانون نجات نہیں دلا سکتی بجز اس کے کہ انجمن امداد ہائے باہمی کو وسعت دی جائے۔ (مسلم آؤٹ لک)

آجکل دنیا کی تجارت اور صنعت و حرفت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی بھی ہے۔ اس سے حقیقی نفع وہ اسی وقت اٹھا سکتے ہیں جب وہ دیگر قوم کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی حاصل کریں۔ اور یہ صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ زیادہ تعداد میں مسلمان اپنے بنک قائم کریں۔

اہم ضرورت

مسلمانوں کو اس وقت سب سے زیادہ اپنی مالی حالت درست کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ مفلس و نادار ہیں۔ سردست ضرورت ہے کہ جو کچھ کم و بیش کمایا جائے اس میں سے زیادہ سے زیادہ بچایا جائے۔

جب کہ ایک طرف ملک کے کاروبار پر سرمایہ داروں کا تسلط ہے دوسری طرف انجمنہائے امداد باہمی کے ذریعے سے ملک کا ادنیٰ طبقہ روز بروز بلند اور ساہوکاروں سے کچھ نہ کچھ بے نیاز ہو رہا ہے۔ ان انجمنوں کے سبب سے دیگر اقوام کا زراعت پیشہ طبقہ اپنی ادنیٰ حالت سے ابھر کر ایک نسبت سے بڑھ رہا ہے۔ مسلمان اگر دونوں تحریکوں میں سے کسی میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ تو اندیشہ ہے کہ ان کے لئے عزت کے ساتھ ان دیہات میں بھی رہنے کی جگہ نہ رہے گی۔ جہاں ثانی الذکر تحریک کی وجہ سے دیگر اقوام کی اقتصادی حالت بہتر اور تمدنی سطح بلند تر ہو رہی ہے چنانچہ پنجاب میں گزشتہ دس سال میں امداد باہمی کی تحریک کی وجہ سے داد و ستد کرنے والوں کی تعداد بقدر دس فیصدی کے کم ہو گئی ہے۔

اس وقت سرمایہ سب سے بڑی قوت ہے۔ سرمایہ کا اکٹھا تجارتی سود ہے [illegible] کو مسلمان اپنے اور [illegible] سکتے ہیں امکان سے باہر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہر شعبہ زندگی سے خارج ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں کو سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلانے کا کام زیادہ وسیع پیمانہ پر کیا جائے۔ اس اہم مسئلہ کو جلد سے جلد قابل ہاتھ اپنے قبضہ میں لیں۔ اور اپنے زیر اثر مسلمانوں کو کفایت شعار ہونے روپیہ بچانے اور بڑھانے کے طریقوں سے آگاہ کر کے قوم کے اعلیٰ و ادنیٰ افراد کو حقیقی معنوں میں کاروباری بنائیں۔ جس سے مجموعی طور پر کل قوم معزز و مطمئن زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے۔

شاہ افغانستان کا مکتوب
سلطان نجد کے نام
حالات حجاز کو درست کیجئے

معاصر محترم امان افغان نے اپنی تازہ اشاعت میں اعلیٰحضرت شاہ افغانستان خلد اللہ تعالیٰ ملکہ کا وہ مکتوب ہمایوں شایع کیا ہے جو سلطان ابن سعود کے خط کے جواب میں غازی ممدوح نے ارسال فرمایا ہے وھو ہذا۔

بحشمت و شوکت مآب اعلیٰحضرت سلطان ابن سعود!

دوست محترم عزیز و عالی مقدار م عالی قدر جلالت مآب غلام جیلانی خان وزیر مختار متعینہ ترکیہ و رئیس ہیئت افغانی موتمر حجاز کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کا نامہ مودت موصول ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے . . . . . ہمارے نمائندہ کی جس طرح مہمان نوازی اور اس پر جو التفات فرمایا اس کا میں کمال درجہ ممنون اور اس سے صد درجہ مسرور ہوں۔ چونکہ مسئلہ حجاز اخوت اسلامی اور تمام دنیائے اسلام کے مشترکہ مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا میں اپنا اور اپنی ملت عزیزی کا مذہبی فرض سمجھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کو ان اثرات عمیق سے آگاہ کروں جو بعض المناک اور تاسف خیز واقعات مثلاً انہدام مولد النبیؐ و مقابر جنت المعلیٰ اور جنت البقیع نے نہ صرف عام مسلمانان افغانستان میں بلکہ ان اطلاعات کی بنا پر جو تمام اقطار و امصار اسلامی سے پہنچی ہیں تمام دنیائے اسلام میں پیدا کر دیئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس امر کو ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ افسوس ابھی تک لازم اور ضروری ہے افغانی حجاج کو کامل آزادی حاصل نہ تھی مگر مجھے امید ہے کہ اعلیٰحضرت و دیگر بہی خواہان حکومت حجاز کی کوشش و امداد سے یہ تمام زخم جو تمام مسلمانوں کے دل پر لگے ہیں علماء کے اس اجتماع میں جو منعقد ہونے والا ہے۔ اور جس میں ہر قوم اور ہر ملت اسلامی کے نمائندے شریک ہونے والے ہیں۔ مندمل ہو جائیں گے۔ اور ان کی تلافی ہو جائیگی اور مذہبی آزادی اور آثار و مشاہد کا تحفظ جو تمام دول و ملل اسلامیہ کی عین آرزو ہے قایم ہو جائے گا۔ کیونکہ آج تمام عالم اسلام بالخصوص افغانستان واقعات حجاز کو کہ جملہ مسلمانان عالم کا مشترکہ دینی مسئلہ ہے عمیق و پر تشویش نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ یقین واثق ہے کہ اعلیٰ حضرت اہمیت و نزاکت معاملہ پر غور فرما کر ان نا ملایم واقعات کا قرار واقعی انسداد اور فوری علاج فرما کر تمام مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں گے۔ جس وقت کہ علماء کا جلسہ منعقد ہو اور اس کے وقت انعقاد سے مطلع کیا جائے گا۔ علمائے افغانستان بھی اس میں حصہ لیں گے۔ حجاز کی آزادی اور اس کے مسائل میں اغیار کی عدم مداخلت کو افغانستان اپنے اہم ترین مقاصد دینی میں سے سمجھتا ہے اور ترقی حجاز کے امن و رفاہ کا آرزو مند ہے۔ نیز امید رکھتا ہے کہ اعلیحضرت کی دور اندیشی و مصلحت گستری کے سایہ میں اور اعلیٰ حضرت کی توجہ سے امت اسلامیہ کے مقاصد اتباع جمعیۃ العلماء (موعودہ) کے ساتھ دوستانہ تعلقات طرفین (حجاز و افغانستان) بحسن و خوبی قایم رہیں۔ آخر میں اعلیٰ حضرت کی سلامتی اور ترقی ملکت حجاز کا صمیم دل سے میں اپنی تمنا کا اظہار کرتا ہوں۔

مذاکرۂ علمیہ

مسائل ازدواجی کی پیچیدگیاں

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قلم سے)

سوال ۔ زید نے عمر کی ماں کا دودھ پیا ہے ۔ عمر کی بڑی بہن کی لڑکی کے ساتھ زید نکاح کرنا چاہتا ہے ۔ جائز ہے یا کس طرح معہ وجہ تحریر کریں ۔

جواب ۔ یہ نکاح ناجائز ہے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زید نے جب عمر کی ماں کا دودھ پیا تو وہ عمر کی ماں کا رضاعی بیٹا بن گیا ۔ شریعت کی رو سے اب عمر کی ماں کی جتنی اولاد بھی ہوگی وہ سب زید کے بھائی بہن ہیں ۔ عمر اس کا بھائی ۔ اور عمر کی بڑی بہن اس کی بہن ۔ اس بہن کی لڑکی اس کی بھانجی ۔ ماموں کا بھانجی سے نکاح حرام ہے ۔ اس لئے زید کا نکاح عمر کی بڑی بہن کی لڑکی سے جو اس کی بھانجی لگی حرام ہے ۔

سوال ۔ زید نے بکر کی لڑکی کے ساتھ شادی کی ہے ۔ بکر کی دوسری عورت سے ایک لڑکی ہے ۔ کیا زید کا لڑکا اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے ؟

جواب ۔ نہیں کرسکتا ۔ سوال ذرا پیچیدہ ہے اس کو سمجھنے کے لئے ایک اصول یاد رکھیں وہ یہ کہ کسی شخص کی اولاد کی اگر دو یا زیادہ شاخیں ہوں تو اس کی اولاد کی کسی ایک شاخ کی پہلی پشت دوسری شاخ کی کسی پشت سے بھی نکاح نہیں کرسکتی ۔ مثلاً زید کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے خواہ وہ ایک ماں سے ہوں یا دو ماؤں سے بہرحال وہ دونوں آپس میں نکاح نہیں کرسکتے کیونکہ دونوں پہلی پشت ہیں ۔ لیکن اتنا ہی نہیں زید کا لڑکا جو اپنی شاخ کی پہلی پشت ہے ۔ نہ صرف زید کی لڑکی سے (جو اس کی بہن ہے) بلکہ زید کی لڑکی کی کسی اولاد سے کسی پشت میں بھی نکاح نہیں کرسکتا ۔ اسی طرح زید کی لڑکی جو اپنی شاخ کی پہلی پشت ہے ۔ نہ صرف زید کے لڑکے سے (جو اس کا بھائی ہے) بلکہ زید کے کی کسی اولاد سے کسی پشت میں بھی نکاح نہیں کرسکتی البتہ زید کے لڑکے کی اولاد زید کی لڑکی کی اولاد سے نکاح کرسکتی ہے خواہ ایک شاخ کی دوسری پشت ہو اور دوسری شاخ کی تیسری یا چوتھی پشت ہو نکاح میں روک صرف پہلی پشت ہے اگر دونوں طرف پہلی پشت ہو یا کسی ایک طرف بھی پہلی پشت ہوگی تو دونوں شاخوں میں نکاح نہیں ہوسکتا ۔ سمجھنے کے لئے پھر دہرائے دیتا ہوں

(۱) زید کے لڑکے کا نکاح اپنی سگی یا سوتیلی بہن سے یا اس کی بیٹی پوتی نواسی وغیرہ کسی سے نہیں ہوسکتا ۔

(۲) اسی طرح زید کے لڑکے کا نکاح اپنے سگے یا سوتیلے بھائی کی بیٹی پوتی نواسی وغیرہ کسی سے نہیں ہوسکتا ۔

(۳) اسی طرح زید کی لڑکی کا نکاح اپنے سگے یا سوتیلے بھائی سے یا اس کے بیٹے پوتے نواسے وغیرہ کسی سے نہیں ہوسکتا ۔

(۴) اسی طرح زید کی لڑکی کا نکاح اپنی سگی یا سوتیلی بہن کے لڑکے پوتے نواسے وغیرہ کسی سے نہیں ہوسکتا ۔

وجہ یہ ہے کہ زید کا لڑکا یا لڑکی زید کی اولاد کی پہلی پشت ہے زید کی اولاد کی دو شاخیں آپس میں پہلی پشت تک نہیں مل سکتیں زید کے لڑکے یا لڑکی کی اولادیں آپس میں نکاح کرسکتی ہیں ۔ خواہ ایک شاخ کی دوسری یا تیسری پشت ہو اور دوسری کی چوتھی اور پانچویں یا کوئی اور پشت ہو بہرحال ضروری ہے کہ کسی ایک طرف بھی پہلی پشت نہ ہو ۔ ورنہ نکاح حرام ہوگا ۔

اب موجودہ سوال کو لو ۔ اس کی اصل حقیقت یوں ہے کہ بکر کی دو مختلف بیویوں سے دو لڑکیاں ہیں یعنی وہ دو سوتیلی بہنیں ہیں ایک بہن نے زید سے نکاح کیا ۔ اس سے ایک لڑکا ہوا ۔ کیا یہ لڑکا اپنی ماں کی سوتیلی بہن سے نکاح کرسکتا ہے ہرگز نہیں ۔ کیونکہ بکر کی دو لڑکیاں اس کی اولاد کی دو شاخیں ہیں ۔ جن کی پہلی پشت خود یہ دونوں لڑکیاں ہیں ۔ ان میں سے ایک لڑکی کا ایک لڑکا ہے ۔ وہ دوسری پشت ہوگیا ۔ مگر چونکہ فریق ثانی یعنی بکر کی وہ لڑکی جس سے نکاح کرنا ہے ۔ بکر کی پہلی پشت ہے ۔ اس لئے ایک شاخ کی یہ پہلی پشت دوسری شاخ کی دوسری پشت سے شادی نہیں کرسکتی ۔ لہذا نکاح حرام ہے ۔

مسلمانان لاہور سے ہمدردی

اور

حکومت سے تلوار کا مطالبہ

مسلمانان پانی پت کا اہم اجتماع

۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ کو بعد نماز عشا جامع مسجد پانی پت میں مسلمانان پانی پت کا زیر صدارت مولانا قاری محمد عبدالحلیم صاحب انصاری مدظلہ ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا ۔ حاضرین میں ایک اضطراب اور بے چینی کا عالم تھا ۔ وہ اپنی بے کسی اور مظلومی کی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے تھے کہ ہندوؤں کے منظم طریقہ سے ہر طرف پولیس اور حکومت کو باقاعدہ ان کو کمک مل رہی ہے ۔ اور خصوصاً صوبہ پنجاب میں مندرجہ ذیل تجاویز نہایت جوش و خروش کے ساتھ بالاتفاق منظور کی گئیں ۔ تجویز نمبر ۱ تمام حاضرین نے کھڑے ہوکر شہدا کے لئے مغفرت اور ان کے خاندان کے لئے صبر کی دعا کے ساتھ منظور کی ۔

تجویز نمبر ۱ کی تائید میں صوفی اقبال احمد نے جو تقریر کی وہ ایک تاریخی تقریر کہلانے کی مستحق ہے ۔ تقریر نہایت بسیط تھی اور حاضرین جلسہ زار و قطار رو رہے تھے ۔ آپ نے وہ تمام مظالم بیان کئے جو ہندو آج سرزمین ہند میں مسلمانوں پر توڑ رہے ہیں ۔ اور حکومت کا اشتراک عمل ثابت کیا ۔ اور مسلمانوں کی غیر منظم حالت پر آنسو بہاتے ہوئے درخواست کی کہ وہ خدارا اپنی حالت تنظیمی صورت میں تبدیل کرلیں ۔ ورنہ زندگی دشوار تو ہو ہی رہی ہے بقا بھی غیر ممکن ہو جائے گی ۔ آپ نے مسٹر لطیفی کی ہندو نوازی اور مسلم کشی کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ان واقعات کی تفصیل بیان کی جن سے ہندو نوازی اور مسلم کشی ثابت ہوتی ہے ۔ بڈھے کھیڑے کی توہین مسجد اور قرآن مجید کے جلائے جانے کا واقعہ کیونڈک تحصیل کیتھل کی مسماری مسجد اور مسلمانوں کے گاؤں سے اجاڑ دینے کا واقعہ ۔ کرنال سے آٹھ مسلمان بچوں کا ضائع ہو جانا اور نعشیں برآمد ہونے کے بعد بھی ملزمین کا پتہ نہ نکالنا ۔ شردھانند کی موت پر اشتعال انگیزی جائز تصور کرنا ۔ تھانیسر کے مسلمانوں پر یہ قید عائد کرکے کہ وہ اس کمیلہ سے جو شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے شب کو گائے لیجائیں اور رات ہی کو گوشت لائیں ۔ قربانی محال کیا بلکہ بند کردیا ۔ نیز پانی پت کے کئی واقعات بیان کئے جو حدود قانون سے تجاوز کرگئے تھے ۔ مگر ان پر انگلی تک بھی نہ اٹھائی ۔ بخلاف اس کے اگر مسلمان سانس بھی زور سے لیں تو ان کے لبوں پر مہر لگا دی جاتی ہے ۔ اور فوراً قانون کو حرکت دی جاتی ہے ۔ آپ نے دوران تقریر میں لوگوں سے کہا کہ اگر تم خدا کی درگاہ میں سربسجدہ ہوکر یہ عرض کردو کہ اے خدا ہم نے آج سے تیری راہ میں اپنا مال اور اپنی جان وقف کردی ۔ تو آج تم پر سے وہ تمام مصائب اٹھا لیے جائیں جو ہندوؤں اور حکومت کی طرف سے تم پر ڈالے جارہے ہیں ۔ اور حضرت حق کی رحمتیں ایسی نازل ہو جائیں جو کبھی اگلے مسلمانوں پر نازل تھیں ۔ کیا تم یہ گوارا کروگے کہ مسئلہ قربانی میں (جیسا کہ سرکاری کوشش ہے) پھیلا کر تمہارے جوش عمل کو سرد کرنا چاہتے ہیں) شہر کے خالص اسلامی حصہ کو لائسنس کی ذلت سے آزاد کردیا جائے ۔ اور خالص ہندو حصہ کو لائسنس کی سرکاری نعمت سے محروم کردیا جائے یعنی لائسنس بھی نہ دیا جائے ۔ اور مخلوط حصہ شہر لائسنس کی لعنت سے متمتع کردیا جائے ۔ جس کا جواب نہایت جوش سے دیا گیا کہ نہیں ہرگز نہیں ہم پانی پت کی چپہ چپہ زمین آزاد کرائیں گے ۔ انشاءاللہ ۔ فاضل مقرر نے ڈیڑھ گھنٹے تقریر فرمائی جو باوجود سامعین کے اشتیاق کے بند کرنی پڑی ۔ کیونکہ اور کارروائی بھی کرنی تھی ۔ بعد ازاں حسب ذیل تجاویز پیش ہوکر پاس ہوئیں ۔

تجویز نمبر ۱ ۔ مسلمانان پانی پت کا یہ جلسہ عام ہنگامۂ لاہور کے افسوسناک واقعہ پر اظہار رنج و ملال کرتا ہوا شہدائے اسلام کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان ظالموں کے کاموں پر ملامت کرتا ہے جنھوں نے نہتے اور بے گناہ مسلمانوں کو کرپانوں سے شہید کیا ۔ نیز شہدا کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے ۔

(۲) مسلمانان پانی پت حکومت پنجاب کے اس نامنصفانہ طرز عمل پر افسوس کرتے ہیں کہ مسلم اخبارات میں سے جریدہ زمیندار اور جریدہ "انقلاب" کو خواہ مخواہ ضبط کیا گیا ۔ اور ہندو اخبارات میں سے کسی ایک اخبار کی بھی [illegible] نہیں کی گئی حالانکہ

(۳) مسلمانان پت سکھ قوم کے اس طرز عمل پر بڑے غم و غصہ کے ساتھ اظہار نفرت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کرپان سے جس کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دے کر حکومت سے بالجبر حاصل کیا تھا ۔ مظلوم اور نہتے مسلمانوں پر راولپنڈی کے بعد اب مسلمانان لاہور پر بے جا استعمال کی گئی ہے ۔ مسلمانان پانی پت حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ حفاظت خود اختیاری کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانان پنجاب کو بھی آزادی کے ساتھ تلواریں رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائے ۔ تاکہ وہ ایسی نازک حالت میں اپنی جان کی تو حفاظت کرسکیں ۔

محرک خواجہ محمد ایوب صاحب انصاری

موید خواجہ ابو حامد اقبال احمد صاحب انصاری ۔ صوفی

تجویز نمبر ۲ مسلمانان پانی پت کا یہ جلسۂ عام جمعیۃ خلافت ہند "بمبئی" اور آل انڈیا مسلم لیگ سے درخواست کرتا ہے کہ عید اضحیٰ قریب آگئی ہے ۔ اور حکومت نے انصاف سے کام نہیں لیا ۔ ہر دو مجالس سے نہایت ادب سے استدعا ہے کہ عید اضحیٰ سے پہلے پہلے مسلمانان پانی پت کے لئے ایسی راہ عمل تجویز فرمائیں ۔ کہ جس پر اس سال ہم عمل پیرا ہوکر منزل مقصود تک پہنچ جائیں ۔

محرک مولوی عبدالرحیم صاحب ۔

موید ۔ خواجہ محمد ایوب صاحب ۔

تجویز نمبر ۳ ۔ مسلمانان پانی پت کا یہ عام جلسہ مسلمانان ریاست اندور کی مصیبت میں دلی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے ان وحشیانہ مظالم کے خلاف اظہار نفرت کرتا ہے ۔ جو ہر ممکن اثر و طاقت سے وہاں کے ہندو مسلمانوں پر توڑ رہے ہیں ۔ نیز عائد حکومت اندور کا یہ نامنصفانہ و یکطرفہ رویہ کہ مظلوم مسلمانوں کو بیرونی ماہران قانون کی مدد نہ مل سکے ۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ حکومت اندور دانستہ طور پر مسلمانوں کو کچلنا اور برباد کرنا چاہتی ہے ۔ حکومت اندور کا یہ ظالمانہ طرز عمل برطانوی اقتدار اور آزادی مذہب و ضمیر کے لئے سخت مہلک ہے ۔ جس کی طرف حکومت ہند کو بہت جلد متوجہ ہونا چاہئے ۔

منجانب صاحب صدر

ان ہر سہ تجاویز کے پیش اور پاس ہونے کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ایک بجے شب کو دعا کے بعد ختم ہوا ۔

(معتمد انجمن اسلامیہ پانی پت)

حریف فوج کے جرنیل سب کے سب وکیل ہیں

لہذا

کچہری کے مقدمات میں مسلمانوں کو وکیل بنایا کرو

ہر صوبہ میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً مسلمان قوم کے خلاف جس قدر کام ہو رہے ہیں ان سب کاموں کے سرغنہ غیر مسلم وکیل ہوتے ہیں اور غیر مسلم وکیلوں کا سرمایہ حیات وہ مسلمان ہیں جو اپنے مقدمات غیر مسلم وکیلوں کو دیتے ہیں ۔ پس اگر مسلمان اپنی ذات اور اپنے مذہب اور اپنی قوم سے محبت رکھتے ہیں اور حریفوں کے دھواں دھار حملوں سے بچنا چاہتے ہیں تو ہر مسلمان عہد کرلے کہ آئندہ وہ صرف مسلمانوں کو وکیل کرے گا اور غیر مسلم وکیل کے پاس نہ جائے گا ۔

اگر پنجاب کے مسلمان زندہ دل ہیں تو اس عہد کو پورا کرکے دکھائیں ورنہ مردہ دل خطاب سننے کے لئے تیار ہوجائیں

عید الضحیٰ اور احمدی احباب کا فرض

اس وقت میں عید الضحیٰ کے دن، جو آپ کے فرض ہیں انکی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں احباب جماعت سے تو یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس وقت تبلیغ ہند کے بڑھتے ہوئے اخراجات کے روپیہ کی کس قدر ضرورت ہے۔ قارئین کرام ہماری مساعی جمیلہ جو تبلیغ ہند کے لئے پوری قوت کے ساتھ صرف ہو رہی ہیں۔ مطالعہ فرماتے ہونگے مسلمانوں کے لئے خدا اور اس کے رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قومی فنڈ کو مضبوط کرنے کے ایسے طریقے تجویز فرما دیئے ہیں کہ اگر ان کی پورے طور پر تعمیل کی جائے۔ تو کسی نئے طریقہ کے اختراع کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ زکوٰۃ فنڈ ہی اگر مضبوط ہو جائے۔ تو اتنا روپیہ جمع ہو سکتا ہے کہ کل قومی مشکلات مسلمانوں کی حل ہو جاتی ہیں اس کے علاوہ صدقات اور وصایا وغیرہ یہ ایسی مدات ہیں جو قومی اخراجات کو مضبوطی سے انجام دے سکتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہ کل مال پیر خانوں اور ملاؤں کی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں خرچ کیا جاتا ہے۔ آج کون مسلمان ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اشدھی کی تحریک ایک ایسی مصیبت ہے جس کے دفعیہ کے لئے مسلمانان ہندوستان کا ہر ایک پیسہ لگانا ضروری اور واجب ہو چکا ہے۔ اشاعت و حفاظت اسلام کے فنڈ کو مضبوط کرنے میں ہی آج اسلام کی قومی کامیابی ہے۔ اگر مسلمانان ہندوستان آج صرف عید الضحیٰ کی قربانی کی کھالوں کو جو کہ یونہی ضایع کر دی جاتی ہیں۔ سنبھال کر اشاعت اسلام کے لئے علیحدہ کر دیں تو کروڑہا روپیہ صرف ایک اس مد میں اشاعت اسلام کے لئے مہیا [illegible] ہے۔

پس میں کل احمدی احباب کی خدمت میں بالخصوص یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اس عریضہ کے پہنچنے کے بعد اس کام کے لئے وقف کر دیں اور

(۱) اپنی قربانی کی کھالوں کو جمع کر کے معہ عید فنڈ کے جو ہر ایک احمدی دیا کرتا ہے عید کے دوسرے دن محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھجوا دے۔

(۲) اپنی جماعت کی کمیٹی کر کے اپنے اپنے قصبہ اور شہروں کو مختلف حصص میں تقسیم کریں۔ اور پھر مختلف احمدی دوستوں کی ڈیوٹی لگا دیں کہ وہ اس محلے کے لوگوں میں یہ پروپیگنڈا کرے کہ وہ اپنی قربانی کی کھالوں کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے لئے خاص کر دے۔ اور یہی نہیں بلکہ عید کے روز تکلیف اٹھا کر اپنی خوشی کو اس قومی ضرورت کی خاطر قربان کر کے کل کھالیں اپنے حلقہ کی جمع کرے اور شام سے پہلے کل شہر کی کھالوں کو جمع کر کے فروخت کریں۔ جس کا انتظام کہ پہلے سے سوداگران چرم سے وہاں کا سکرٹری کر چھوڑے۔

(۳) عید کے بعد بعض احباب کی ڈیوٹی ہو کہ وہ عیدگاہ کے دروازہ پر صندوقچیاں لے کر کھڑے ہوں۔ اور شدھی کے خلاف جہاد کے لئے لوگوں سے چندہ مانگیں۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ عید پر لاہور میں کیا تھا۔ اس طرح بھی یہ عید فنڈ ایک معقول رقم ہو جائے گی۔ اس کے لئے پوسٹر چھپوا کر ہم آپ کی خدمت میں بھجوا دیں گے۔ صرف آپ کا فرض یہ ہوگا کہ چند جماعت کے نوجوانوں کو بند صندوقچیاں دیکر عیدگاہ کے دروازہ پر ڈیوٹی لگا دیں۔ اور جو روپیہ جمع ہو وہ بند صندوقچی میں سکرٹری اور پریذیڈنٹ کمیٹی کے سامنے کھول کر گن لیا جائے۔ امید ہے کہ ایسا کرنے سے ایک بڑی معقول رقم اشاعت اسلام در ہند کے لئے ہو جائے گی۔ گزشتہ عید فطر کے موقعہ پر ہم نے تھوڑی سی کوشش کی اور سینکڑوں روپیہ اس فنڈ میں جمع ہو گیا۔

احباب کرام کا فرض ہے کہ ماسوا خود چندہ دینے کے اور طریقے بھی حفاظت و اشاعت اسلام کے سلسلہ [illegible] مسلمانوں کی روحانی و جسمانی ترقی کے لئے کوئی عملی قدم اٹھائیں۔ ...... کی طرح مسلمانوں سے علیحدگی اور ان کے رنج و غم سے بے تعلقی کی سپرٹ کو چھوڑ کر اپنے حقیقی منصب یعنی خدمت اسلام اور ہمدردی مسلمانان کو نمایاں طور پر اپنا نصب العین بنائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبان کو توفیق دے کہ وہ میری اس درخواست کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

خاکسار سید محمد حسین

ہندوستان

— ریاست بھاول نگر اور گونڈل نے اپنے اپنے علاقہ میں شراب کی فروخت ممنوع قرار دی ہے۔

— کلکتہ میں ایک ایسی جماعت گرفتار ہوئی ہے جو ایک عرصہ سے جعلی سکے اور نوٹ تیار کر کے تمت میں بھیج رہی تھی۔

— نظام حیدر آباد نے پبلک اسکول دہرہ دون کے لئے پندرہ ہزار روپیہ اور ایوان والیان ریاست نئی دہلی کے اخراجات کے لئے پندرہ ہزار روپیہ ماہوار کی امداد منظور کی ہے۔

— لاہور میں اب امن و امان ہے۔ اس وقت تک کل ۲۷ آدمی مر چکے ہیں۔ مقدمات فسادات کا جلد جلد فیصلہ سنایا جا رہا ہے۔ سزائیں عام طور پر سخت نہیں دیجاتیں۔ البتہ ایک مسلمان کو سخت سزا ہوئی ہے۔ پولیس کے مفتش عملہ میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جس سے مسلمان مطمئن نہیں ہیں۔ حکومت کو اس کا تدارک کرنا چاہیئے۔

— حکومت مدراس ان مایلا قیدیوں کی رہائی کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ جن کی سزائیں سات اور نو سال کے درمیان ہیں۔ اور جن میں اکثر نصف سے زائد میعاد پوری کر چکے ہیں۔ اس تجویز کے مطابق کم و بیش ڈیڑھ ہزار قیدی رہا ہوں گے۔

— ہندوستان میں صنعت و حرفت کی ترقی کا دور شروع ہو رہا ہے سنہ ۱۹۲۴ء میں کل صنعتی کارخانوں کی تعداد ۶ ہزار ۴ سو تھی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں یہ تعداد سات ہزار کے قریب پہنچ گئی۔

— ایک کمپنی نے رنگون یونیورسٹی فنڈ کو ایک لاکھ روپیہ چندہ دیا ہے۔ گورنر برما نے حکومت اور یونیورسٹی کی طرف سے معطی کے اس فیاضانہ عطیہ پر انتہائی خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔

— اکالی دل امرتسر نے اعلان کیا ہے کہ سکھوں میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں ہونی چاہیئے۔

— سکھوں کے مشہور لیڈر سردار کھڑک سنگھ ڈیرہ غازی خاں سے ۴ جون کو رہا ہوں گے۔

— بمبئی میں طاعون پھیل گیا ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

ان الدین عند اللہ الاسلام

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اخبار پیغامِ صلح

ایڈیٹر
سردار خان

ہر چہار شنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۹ ذیقعد سنہ ۱۳۴۵ھ مطابق یکم جون سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۲

رحمۃ للعالمین کی شانِ رحمت

(از مولوی عبد الغفار صاحب سلیم امرتسری)

اک روز ختم المرسلیں
تنہا فروکش تھے کہیں
قبضہ میں تیغ جوہریں
یا نیزہ کچھ بھی تھا نہیں
شان جمالی ساتھ تھی
یا اک خدا کی ذات تھی

اتنے میں آنکلا وہاں
اک دشمن دیں ناگہاں
تیغ آزمودہ نوجواں
دل میں جوانی کا گماں
کھینچے ہوئے شمشیر کیں
بولا وہ ہو کر خشم گیں

اے بیٹے عبد اللہ کے
یہ تیغ براں دیکھ لے
اب کون ہے جو تجھ کو دے
زنہار میرے ہاتھ سے
ہنس کر پکارے مصطفےٰ
میرا خدا میرا خدا!

چھوٹا یہ تیر اللہ کا،
ہو کر قضا بن کر رہا
کافر کے سینے میں لگا
لرزہ بدن پر آگیا
تلوار نیچے گر پڑی
جو مصطفےٰ نے تھام لی

کہنے لگے اے نوجواں
تیری ہی تیغ جاں ستاں
لیتی ہے اب تیری ہی جاں
جاتا ہے تو بچ کر کہاں
اب کون ہے جو تجھ کو دے
زنہار میرے ہاتھ سے

بولا عدوئے جان و دیں
ہے موت کا مجھ کو یقیں
دنیا میں اب میرا نہیں
ملجا کہیں ماویٰ کہیں
کہنے لگے خیر الوریٰ
کہتا نہیں کیوں برملا

میرا خدا میرا خدا
جانبخش دی تیری خطا

کافر قدم پر گر پڑا،
سن کر یہ ارشاد آپ کا
کلمہ شہادت کا پڑھا
اور بن گیا مسلماں گدا
ہے قول اس کا دلنشیں
یا رحمۃ للعالمیں
تیرے سوا میرا نہیں
ملجا کہیں ماویٰ کہیں

بزمِ احبا

(مرتبہ خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

حجاز

جلالۃ الملک عنقریب نجد سے واپس مکہ تشریف لانے والے ہیں۔ ۱۵ ماہ شوال تک ۳۹۴۳۳ حاجی مختلف ممالک سے بذریعہ جہازات جدہ پہنچ چکے تھے۔ جو لوگ بذریعہ خشکی آرہے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ بھی بہت زیادہ ہے۔

حکومت حجاز نے اپنے دفاتر میں ٹائپ رائٹروں کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اور اس وقت تک ۲۰ عدد ٹائپ رائٹر مختلف دفاتر میں مستعمل ہیں۔

مکہ معظمہ اور اس کے گرد و نواح میں ایسا اعلیٰ درجہ کا انتظام کیا گیا ہے کہ اگر کوئی حاجی کسی جگہ اپنا روپیہ یا کوئی اور چیز بھول جائے تو بذریعہ عام اعلان گم شدہ چیز مالک کو واپس کر دی جاتی ہے۔ چوری اور رہزنی بالکل مفقود ہے۔ عمال سلطنت حاجیوں کے آرام و آسائش کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ صحت عامہ کی خاطر مکہ معظمہ کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حلقہ میں متعدد ڈاکٹر، حکما اور دوا خانے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ان آراموں اور آسائشوں کے باوجود کرایہ موٹر و اونٹ اور سرکاری ٹیکس ان ٹیکسوں سے بہت کم ہیں جو دیگر سلطنتیں اور ریاستیں ایسے مواقع پر لوگوں سے وصول کرتی ہیں۔

فلسطین

اخویم ڈاکٹر محمد ہادی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا شکریہ۔ خصوصاً اس حسن ظن کا جو آپ میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے جرمنی سے واپس آگیا ہوں اور اب یہاں کالج میں تاریخ کا مدرس ہوں۔ جس مسلمان کے دل میں اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی کا مادہ ہوگا وہ آپ کی جماعت کی کوششوں کا جو وہ نشر و اشاعت علوم اسلام کیلئے کر رہی ہے ہمیشہ مشکور ہوگا۔ مجھے آپ کی مرسلہ کتابیں اور رسالے پہنچ گئے ہیں جنھیں میں یہاں کے لوگوں کو مطالعہ کے لئے دیتا رہتا ہوں جونہی مجھے ذرا فراغت اور فرصت ملی میں ان میں سے کئی ایک کو جرمنی اور فرنچ میں ترجمہ کر دونگا۔ ابھی تک نیا نیا کام ہونے کے باعث مجھے فرصت نہیں ملتی ہم لوگ یہاں بہت سی اجتماعی اور اقتصادی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں جو ہمیں کمزور کر رہی ہیں۔

یہاں بھی تبلیغ مسیحیت کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور یہ لوگ منظم طریق پر اسلام پر حملہ آور ہیں آپ کی تحریک ان کے مقابلہ پر باعث مسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

مذاکرۂ علمیہ

قولوا قولاً سدیداً

مسئلہ کفر و اسلام

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

اس وقت ۲۹ر اپریل ۱۹۲۷ء کا الفضل میرے سامنے ہے۔ "مکتوب امام علیہ السلام" کے نیچے جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی طرف سے کسی سائل کے سوالات پر کچھ جوابات شائع ہوئے ہیں ان میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ایک طالب حق کے لئے مبہم ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طریق پر کچھ عرض کرتا ہوں۔

(۱) سائل کے جواب میں جناب میاں صاحب فرماتے ہیں:-

"ہمارے عقیدہ کی رو سے ہر مسلمان مرزا صاحب پر ایمان لے آتا ہے ہاں جو مسلمان نہیں ہوتا وہ ایمان نہیں لاتا۔ حضرت مرزا صاحب لوگوں کو کافر بنانے نہیں بلکہ ان کے اسلام اور کفر کا اظہار کرنے آئے تھے"

مذکورہ بالا عبارت کیا بتا رہی ہے یہ کہ یا تو میاں صاحب نے اپنا عقیدہ بدل لیا ہے۔ یا الفاظ کے پیچ میں صحیح عقیدہ چھپ گیا ہے۔ آج تک تو میاں صاحب کا مشتہر شدہ عقیدہ یہ تھا کہ جناب مرزا صاحب کے نہ ماننے سے ایک مسلمان کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ آپ کی بعثت کے بعد ہر ایک وہ مسلمان جو دنیا کے کسی حصہ میں بھی ہوا ور جس نے کبھی مرزا صاحب کا نام تک نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکا۔ گویا حضرت مرزا صاحب کی بعثت کروڑوں مسلمانوں کو کافر خارج از اسلام بنانے کا موجب ہو چکی ہے مگر آج میاں صاحب ایک سائل کے جواب میں یہ لکھواتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب لوگوں کو کافر بنانے نہیں آئے۔ بلکہ ان کے اسلام اور کفر کا اظہار کرنے آئے تھے۔" یعنی حضرت مرزا صاحب کی بعثت اور آپ کے نہ ماننے سے مسلمان کافر نہیں ہوئے بلکہ ان میں کوئی وجہ کفر پہلے سے پیدا ہو چکی تھی۔ صرف ظاہر پتہ نہیں لگتا تھا کہ ان میں سے کون کافر ہے اور کون مسلمان حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے یہ فرق نظر آ گیا۔ چنانچہ جن میں وجہ کفر موجود تھی اور در حقیقت کافر تھے۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اور جن میں وجہ کفر موجود نہ تھی اور در حقیقت مسلمان تھے انہوں نے مان لیا۔ کفر و اسلام کا امتیاز جو پہلے انسانی نظر سے مخفی تھا۔ وہ مرزا صاحب کے آنے سے ظاہر ہو گیا۔ اس سے قبل مسلمان کہلانے والوں میں مسلمان اور کافر ملے جلے موجود تھے۔ حضرت مرزا صاحب کی آمد سے وہ الگ الگ ہو گئے مسلمانوں نے مرزا صاحب کو مان لیا اور کافروں نے نہیں مانا۔ اب خدا کے لئے انصاف سے کہو کیا اس عبارت سے یہ صاف نظر نہیں آتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا انکار وجہ کفر نہیں بلکہ مسلمانوں میں وجہ کفر آپ کے دعوے سے قبل پیدا ہو چکی تھی اور جن میں وہ وجہ پیدا ہو چکی تھی وہ در حقیقت کافر بن چکے تھے صرف ایک ظاہر بین نگاہ کو نظر نہ آتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کی بعثت محض ایک ابتلاء کے طور پر تھی۔ کہ تا مسلمانوں سے کافر الگ ہو جائیں۔ اور یہ امتیاز کفر و اسلام جو پہلے مخفی تھا وہ ظاہر ہو جائے۔ ورنہ وہ امتیاز اندر ہی اندر مرزا صاحب کے دعوے سے قبل پیدا ہو چکا تھا۔

کفر و نبوت کا فیصلہ

اب فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب کا انکار تو وجہ کفر نہ رہا اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی بھی نہ رہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا وجہ کفر تھی جو مسلمانوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ کیا کسی نبی کا انکار تھا؟ کسی عقیدہ کا انکار تھا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر سوائے اس کے کہ مسلمانوں کی عملی حالت کی کمزوری کو میاں صاحب وجہ کفر قرار دیں اور کوئی وجہ کفر نظر نہیں آتی۔ لیکن کیا عملی حالت کی کمزوریاں انسان کو اسلام سے خارج کر دیتی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں ہم کافر کہیں گے؟ کیا کفر دون کفر کی اصطلاح احکام کی نافرمانیوں یا فرائض کی فروگزاشتوں کے لئے ہی نہیں وضع ہوئی؟ کیا یہ سچ نہیں کہ جو لوگ کفر دون کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کافر خارج از اسلام نہیں ہوتے؟ پھر کیوں ایسے لوگوں کو میاں صاحب کافر خارج از اسلام قرار دیتے رہے۔ اگر غلطی ہو گئی تو صاف اعلان کر دیں کہ ہم سے غلطی ہو گئی اس میں جناب میاں صاحب حقیقت کا اعتراف کریں کہ کوئی سمجھے اور کوئی نہ سمجھے۔

دوسرا جواب

آگے چل کر میاں صاحب لکھواتے ہیں:- "جو مسلمان ہے وہ بھلا خدا کی آواز کو کب رد کر سکتا ہے۔ جو شخص خدا کی آواز کا ادب کرتا ہے وہ حضرت مرزا صاحب کو مان لیتا ہے۔ باقی ہر شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نام ہے اور ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم کسی شخص کو اس کے نام سے محروم کر دیں۔ اور حقیقت کے متعلق تو ہر شخص تسلیم کرے گا کہ خدا کے نزدیک وہی مسلمان ہوگا جو حقیقت میں مسلمان ہوگا"۔

کس قدر گول مول جواب ہے۔ کوئی سائل جب کسی مفتی سے سوال کرتا ہے تو اس کا مطلب کبھی یہ نہیں ہوتا کہ خدا کے نزدیک کون مسلمان ہے۔ کیونکہ خدا کے علم کے جاننے کا کسی شخص کو نہ دعوے ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ ہمیشہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مسلمان کون ہے؟ مفتی کا کام یہ ہے کہ شریعت کے اصول کو مدنظر رکھ کر جواب دے۔ کہ اس کے نزدیک فلاں عقائد رکھنے والے مسلمان ہیں اور فلاں عقیدے کے لوگ کافر ہیں۔ یہ کبھی مطلب نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب لوح محفوظ پڑھ کر فتوے دیں۔ تو پھر میاں صاحب کے اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ "خدا کے نزدیک وہی مسلمان ہوگا جو حقیقت میں مسلمان ہوگا" کون نہیں جانتا کہ خدا کے نزدیک وہی مسلمان ہوگا جو حقیقت میں مسلمان ہوگا۔ کوئی نہیں کہتا کہ خدا کے نزدیک وہ بھی مسلمان ہو سکتا ہے جو حقیقت میں مسلمان نہ ہو۔

اصل سوال کا جواب ہی نہیں

سوال تو یہ تھا کہ میاں صاحب کے نزدیک مسلمان کون ہے؟ اس کا جواب میاں صاحب کچھ نہیں دیتے۔ صرف اتنا فرما دیتے ہیں:- "ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک نام ہے اور ہمارا حق نہیں کہ ہم کسی شخص کو اس کے نام سے محروم کر دیں" اگر میاں صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے اور موجودہ فتوے سے غیر از جماعت مسلمانوں کو مسلمان کہنے کے لئے صرف ایک راہ نکالنی مقصود ہے۔ تب تو خیر ورنہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے قبل جو میاں صاحب غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہا کرتے تھے۔ تو کیا اس وقت میاں صاحب کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسی شخص کو اس کے نام سے محروم کر دیں۔ کیا اس وقت لوح محفوظ زیر مطالعہ تھی کہ علم الٰہی میں جو در اصل کافر ہوتا تھا اسی کو کافر کہتے تھے۔ اور جو در حقیقت مسلمان ہوتا تھا اسے مسلمان کہتے تھے۔

کیا اسلام کی کوئی تعریف نہیں ہے؟

پھر یہ فقرہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ "جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اس کو مسلمان کہتے ہیں" کیا اسلام کی کوئی تعریف نہیں۔ کیا جب ہم کسی کو مسلمان کہتے ہیں۔ تو اس کے اندر کوئی حقیقت نہیں ہوتی کیا اس سے کسی خاص مذہب اور خاص عقیدے کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ یا یہ یونہی ایک بے معنی نام ہے۔ جس کا جی چاہے اسے استعمال کر لے آخر مسلمان کہلانے والے لوگ کسی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یا یونہی زید و بکر کی طرح بلا غرض و بغیر مقصد کے ایک نام رکھ لیا ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں۔ در اصل اسلام کی اس میں سخت ہتک ہے۔ ایک زمانہ تھا جب حضرت مولانا نورالدین مرحوم نے ہندوؤں سے مطالبہ کیا تھا کہ ہندو مذہب کی کوئی تعریف کرو۔ کیونکہ خدا کو ماننے والا بھی ہندو اور نہ ماننے والا بھی ہندو۔ خدا کو ایک ماننے والا بھی ہندو اور کروڑوں کی تعداد میں ماننے والا بھی ہندو۔ وید کو کلام الٰہی ماننے والا بھی ہندو اور کلام انسان ماننے والا بھی ہندو وغیرہ وغیرہ۔ تو اس وقت ہندوؤں نے تنگ آ کر کہہ دیا تھا کہ جو اپنے آپ کو ہندو کہے ہم اسے ہندو کہیں گے۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ہندو مذہب کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہ کر سکتے تھے۔ تو کیا اب ہم یہ سمجھ لیں کہ اسلام کی بھی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں جس کا جی چاہے اپنے آپ کو مسلمان کہہ لے ہم اسے مسلمان کہا کریں گے خواہ وہ کسی عقیدہ کا پابند ہو۔ ایک پادری صاحب تھے وہ ہمیشہ مسلمانوں کو محمدی کہتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ مسلمان کہا کرو۔ کہنے لگے مسلمان تو ہم بھی ہیں۔ کیا ہم خدا کے فرمانبردار نہیں۔ تم لوگ محمدی ہو۔ تو اب بقول میاں صاحب اس عیسائی پادری کو مسلمان کہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ اسلام کو ایک بے معنی نام قرار دے کر یہ فتوے دے [illegible] کہ چپکا کر لے۔ اسلام کے نام کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ ایک کافر کو بھی مسلمان کہنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ اس نام کو اپنے اوپر چسپاں کر لے۔ ان کی بلا سے وہ کوئی عقیدہ رکھتا ہو۔ اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے میاں صاحب اسے مسلمان کہہ لیں گے گویا خدا تعالیٰ نے قرآن میں جو حقیقت اسلام کے نام میں رکھی تھی اسے میاں صاحب نے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ اب اسلام سے مراد وہ مذہب نہیں جسے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم اور قرآن کے ذریعہ اپنی مکمل شکل میں نوع انسان کو عطا فرمایا تھا۔ اور اس کو تکمیل پر پہنچا کر اس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں چھوڑی تھی۔ کہ بعد قرآن اور آنحضرت صلعم کے اسلام کی کوئی اور شکل تجویز ہو سکے بلکہ اب اسلام ایک بے معنی نام ہے۔ جو ایک کافر بھی اپنے اوپر چسپاں کر سکتا ہے مگر آخر یہ کیا وجہ ہوئی کہ کیا رنگی یہ حقیقت اسلام کے نام سے اڑ گئی۔ جو صدیوں سے اس نام کے اندر چلی آتی تھی۔ لیکن یہ حیرت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ نظر آتا ہے کہ میاں صاحب جب اسی لفظ "مسلمان" کو احمدیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں تو وہاں اس کے اندر معنی اور حقیقت سب ہی کچھ پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں "ہمارے عقیدہ کے رو سے ہر مسلمان مرزا صاحب پر ایمان لے آتا ہے۔ ہاں جو مسلمان نہیں ہوتا وہ ایمان نہیں لاتا"

باپ کا منکر بیٹے کی نگاہ میں

اب یہاں صاف طور پر میاں صاحب احمدی کو مسلمان کہہ رہے ہیں اور جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا اسے مسلمانی سے جواب دے رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے اندر کوئی حقیقت ہے جو اس دوسرے میں موجود نہیں۔ اور وہ باوجود اپنا نام مسلمان رکھنے کے میاں صاحب کے نزدیک اس نام کا مستحق نہیں۔ اور یہاں میاں صاحب کو حق پیدا ہو گیا ہے کہ اس شخص کو اس کے نام سے محروم کر دیں۔ ان باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ میاں صاحب "مسلمان" کا لفظ جب غیر احمدی کے متعلق بولتے ہیں تو اس کے اندر کوئی حقیقت نہیں ہوتی وہ فقط ایک بے معنی نام ہوتا ہے۔ اور جب وہی لفظ احمدی کے متعلق بولتے ہیں تو اس کے اندر حقیقت ہوتی ہے۔ آخر اس ایک ہی اصطلاح کو دو مفہوم میں استعمال کرنا کیا قولوا قولاً سدیداً کے مطابق ہے اور کیا اس سے مخاطب کو دھوکا نہیں لگتا۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب دوسرا یہ سنے کہ اسے مسلمان کہا جاتا ہے تو وہ کہنے والے کی وسیع القلبی اور عالی حوصلگی کا قائل ہو جائے۔ اور سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے کفر نہیں ہیں۔ اور جب احمدی سنیں تو سمجھ لیں کہ یہ ایک بے معنی لفظ ہے جس سے ایک غیر احمدی کافر کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس غیر احمدی کو مسلمان کہنے میں اس کے اندر سے معنی اور حقیقت کیوں اڑ جاتی ہے۔ اگر اسلام اس مذہب کا نام ہے جو قرآن اور محمد رسول اللہ کے ذریعہ بفحوائے آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور اس کے مکمل ہو جانے کی وجہ سے اس کے لئے آئندہ اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی تو اس دین کو ماننے والے کو مسلمان کہنے میں کیوں حقیقت ساتھ شامل نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ اس کا اس پر عمل نہیں۔ تو پھر ایک احمدی بھی اگر باعمل نہ ہو تو نام کا مسلمان ہے۔ اور اگر احمدی مسلمان اور دوسرے مسلمان کا فرق صرف عمل ہی کا ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ جہاں تک ایمانیات کا سوال ہے مسلمان کا نام احمدی اور دوسرے مسلمانوں کو یکساں ملنا چاہیئے۔ اور دونوں کے لئے اس کے اندر ایک ہی معنی اور حقیقت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی کامل اور مکمل دین اسلام کو ماننے کے مدعی ہیں۔ اور اگر مسلمان سے مراد میاں صاحب کی وہی شخص ہے جو زمانہ کے نبی حضرت مرزا صاحب پر ایمان لائے یعنی اپنے ایمانیات میں احمدی ایک اور نبی کا اضافہ کرتے ہیں تو مسلمان کہلانے کا صرف وہ احمدی حقدار ہے جو مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے دوسرا شخص یا ایسا احمدی جو حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا ہرگز مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔ بلکہ وہ زمانہ کے نبی کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہے۔ اور کافر کو مسلمان کہنا شریعت کی رو سے ممنوع ہے۔

میاں صاحب کے عقائد میں تبدیلی

کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے سے میاں صاحب اب پرہیز کرنے لگے ہیں۔ وہ اس سے قبل کھلم کھلا ان لوگوں کو کافر اور خارج از اسلام کہتے تھے۔ جس سے سلسلہ احمدیہ سے تنفر پیدا ہوا اور جماعت کو سخت نقصان پہنچا۔ شکر ہے کہ ان کو اب یہ سمجھ آ گئی [illegible]

کہہ چھوڑتے ہیں۔ کبھی بے معنی اور بے حقیقت نام کے مسلمان کہہ لیتے ہیں۔ وہ زمانہ چلا گیا جب وہ کہا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو جب تک تم صاف صاف نہ کہو گے کہ تم کافر ہو وہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی ضرورت کو محسوس نہیں کریں گے۔ اب ان کو خود یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسرے مسلمانوں کو مسلمان کہنے کی کوئی راہ نکالی جائے۔ امید ہے رفتہ رفتہ اس بے معنی نام "مسلمان" کے اندر کوئی حقیقت بھی پیدا ہو جائے گی۔ خدا کرے وہ دن جلد آئے۔ اور یہ جھگڑا ختم ہو لیکن کیا اچھا ہوتا اگر میاں صاحب کوئی پردہ درمیان میں نہ رکھتے اور صاف طور پر اپنی گزشتہ غلطیوں کا اعتراف کر لیتے۔ اور قولوا قولاً سدیدا کے ماتحت کھلم کھلا کہہ دیتے کہ ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ مسلمان ہے البتہ جو کوئی مسیح موعود کے متعلق خدا و رسول کا حکم نہیں مانتا وہ نافرمان ہے اور کفر دون کفر کا مصداق ہے۔ مگر تاہم اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

مرزا صاحب کی نبوت کا درجہ

نبوت اور فضیلت کے متعلق سائل نے دریافت کیا تھا کہ "کیا حضرت مرزا صاحب نبی تھے؟ ان کا درجہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہ السلام کے برابر ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے لئے قرآن شریف میں بھی کہیں ذکر ہے؟" اس کا جواب میاں محمود احمد صاحب لکھواتے ہیں:-

(ا) "حضرت مرزا صاحب نبی تھے۔

(ب) آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریمؐ کے شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا۔ دیگر انبیاء علیہ السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے ممکن ہے سب سے بڑے ہوں۔

(ج) آپ کی نبوت کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ پر آیا ہے لیکن اسی صورت میں جس طرح کہ پہلے انبیاء کا ذکر پہلی کتب میں ہوا کرتا ہے۔"

قرآن اور مرزا صاحب کی نبوت

میاں صاحب حضرت مرزا صاحب کو نبی مانیں یا جو دل چاہے مانیں۔ کسی کو حق نہیں کہ ان کو روکے مگر میاں صاحب کا یہ فرمانا بہت عجیب ہے کہ "آپ کی نبوت کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہ پر آیا ہے" یہ بالکل نیا انکشاف ہے۔ کاش کہ میاں صاحب کوئی ایک دو جگہوں کا حوالہ دیدیتے تو حیرت کچھ تو رفع ہوتی۔ مگر نہیں میاں صاحب نے قرآن میں متعدد جگہ ذکر آنے کا تو دعوےٰ کیا ہے۔ اس کے ساتھ شرط ایسی لگا دی ہے۔ کہ نہ سمجھ میں آئے گی نہ یہ عقدہ حل ہوگا۔ فرماتے ہیں "لیکن اسی صورت میں جس طرح کہ پہلے انبیاء کا ذکر پہلی کتب میں ہوا کرتا ہے" اب اس فقرہ کا کیا مطلب ہے یا اللہ ہی جانے یا میاں صاحب جانیں۔ ممکن ہے اس فقرہ کو سائل سمجھ گیا ہو مگر کم از کم میں تو نہیں سمجھا۔ پہلے انبیاء کا ذکر پہلی کتب میں کس طرح ہوا کرتا ہے یہ نکتہ در بطن شاعر ہی ہوگا۔ ہمیں تو جس طرح حضرت موسیٰ کا ذکر توریت میں اور حضرت عیسیٰ کا ذکر انجیل میں ملتا ہے اس طرح حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا ذکر قرآن میں کہیں نظر نہیں آتا۔ یا اس فقرہ کا مطلب میاں صاحب کے ذہن میں کچھ اور ہوگا۔ کم سے کم ہم جو کچھ سمجھتے ہیں اس سے تو میاں صاحب کا دعوےٰ سرتاپا غلط ٹھہرتا ہے۔ سائل نے جو یہ سوال کیا تھا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام یا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مرزا صاحب کا درجہ برابر ہے؟ اس کا جواب جو میاں صاحب نے دیا وہ یہ تھا کہ "دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں" یعنی بانی شریعت نبیوں سے بھی بڑے ہوں یہ جواب تو صاف ہے مگر جو نسبت آنحضرت صلعم سے قائم کی ہے وہ پھر گول مول ہے۔ فرماتے ہیں "آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریمؐ کے شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا" ممکن ہے سائل کی تسلی ہو گئی ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب رسول کریم صلعم کے شاگرد ہیں شاگرد کو استاد سے کیا نسبت اس لئے رسول کریم صلعم کی فضیلت مسلم ہو گئی۔ لیکن جن لوگوں کے کان میاں صاحب کی اس مشہور و معروف مثال سے ابتک گونج رہے ہوں جس میں حضرت رسول کریم صلعم اور حضرت مرزا صاحب کی شاگردی استادی کی نسبت کو میاں صاحب اس طرح واضح کیا کرتے تھے کہ ایک ایم۔ اے کا شاگرد ایم اے ہو سکتا ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ شاگرد ایم اے استاد ایم اے سے قابلیت اور استعداد میں بڑھ جائے۔ تو فرمایئے ان لوگوں کے دل کس طرح تسلی پکڑ سکتے ہیں۔ ان کے لئے تو میاں صاحب کا حضرت مرزا صاحب کو رسول کریم صلعم کا شاگرد بنانا اسی پرانی مثال کو پھر یاد دلا دینا ہے۔ یا تو میاں صاحب اعلان فرما دیں کہ میری پہلی ایم اے والی مثال غلط تھی اور حضرت مرزا صاحب کی نسبت آنحضرت صلعم سے دینا خود غلطی ہے۔ کیونکہ خادم اور مخدوم، غلام اور آقا میں فضیلت اور درجات کی نسبت [illegible]

جواب بالکل مبہم اور گول مول ہے۔ اور قولوا قولاً سدیدا کے ارشاد خداوندی کے خلاف ہے۔

خاتم النبیین

آیت ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی تفسیر میں میاں صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم میں ابوت جسمانی کی جب نفی کی تو لکن رسول اللہ فرما کر آپ کی ابوت روحانی کو قائم کیا۔ یہاں تک تو نہایت معقول ہے۔ لیکن آگے چل کر خاتم النبیین کے معنے خلاف لغت عرب محاورہ عرب یہ کرتے ہیں کہ آپ کی مہر سے نبی بنا کریں گے۔ حالانکہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے ہیں۔ مہر سے نبی بنانے کے کہیں نہیں۔ مگر بایں ہمہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ روحانی اولاد سے مراد نبی ہیں۔ تو کیا صدیق، شہداء اور صالحین آنحضرت صلعم کی روحانی اولاد نہیں اور کیا تیرہ سو سال میں صرف حضرت مرزا صاحب ہی ایک اکلوتا بیٹا آنحضرت صلعم کو ملا۔ اور "کوثر" کا وعدہ غلط نکلا خود مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میری طرح آنحضرت صلعم کے بہت سے بیٹے ہیں۔ کیا وہ غلط ہے۔ معنے تو صاف تھے۔ ابوت جسمانی سے جب انکار کیا تھا تو رسول اللہ فرما کر ابوت روحانی کو قائم کیا۔ اور خاتم النبیین فرما کر اس ابوت روحانی کے دامن کو قیامت تک دراز کیا یعنی آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ آئے گا جو امت کا باپ کہلا سکے۔ بلکہ اب ہمیشہ کے لئے ابوت روحانی کا منصب آپؐ ہی کا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پہلے انبیاء بھی اپنے اپنے وقتوں میں اپنی اپنی امت کے روحانی باپ رہے ہیں۔ لیکن دوسرے نبی کے آنے پر ان کی ابوت منقطع ہو گئی۔ یہ مقام عالی آنحضرت صلعم ہی کو عطا کیا گیا اور کسی کو نہیں ملا کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں۔ اور آپ کی ابوت روحانی دائمی ہے۔

پھر میاں صاحب نے اتنا ہی نہیں کیا کہ خلاف لغت عرب و محاورہ عرب خاتم النبیین کی غلط تفسیر کی۔ بلکہ عورتوں کے لئے ایک سخت مایوس کن انکشاف فرمایا۔ جس سے عورتوں کی تو تقدیر پھوٹ گئی۔ مگر اسلام کی بھی کم ہتک نہیں ہوئی۔ اول تو نبی کریم صلعم کی روحانی اولاد صرف نبیوں کو رکھا اور باقی تمام امت کو آپ کی ابوت روحانی سے محروم بتایا۔ مگر خیر کروڑوں مردوں میں سے تیرہ سو برس کے بعد ایک آدمی نبی کریمؐ کا روحانی بیٹا یعنی نبی بنا۔ گو ایک ہی بنا مگر بنا تو سہی۔ تیرہ سو سال سے جو نبی کریم صلعم بوجہ کوئی بیٹا نہ ہونے کے کفار کے قول کے مطابق نعوذ باللہ "ابتر" تھے۔ خدا خدا کرکے وہ "ابتر" ہونے کا داغ تو آپ کے دامن سے مٹا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ مگر عورتوں کی نسبت تو میاں صاحب نے صاف فرما دیا کہ نبی کریم صلعم کی ابوت روحانی کا تعلق عورتوں سے مطلق نہیں۔ عورتیں نبی کریم صلعم کی روحانی اولاد کا فخر قطعاً قطعاً حاصل نہیں کر سکتیں۔ خواہ وہ کتنا ہی اتباع قرآن و سنت کریں۔ اور کتنا ہی کمال حاصل کر لیں۔ کیونکہ روحانی اولاد صرف انبیاء ہوتے ہیں مگر یہ درجہ کمال اور انعام عورتوں کے لئے ممنوع ہے صرف مرد ہی اس کے حقدار ہیں۔ چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں "وہ درجہ جو صرف مردوں کے لئے مخصوص ہے اور عورتیں اس میں شامل نہیں وہ نبوت ہی کا مقام ہے" اب فرمایئے خدا کی نعوذ باللہ اس بے انصافی پر عورتیں جس قدر بھی سر پیٹیں کم ہے۔ ابتک تو عورتیں یہی سنتی آئی تھیں کہ قرآن کریم میں درجات اور کمالات کی راہیں مرد عورت دونوں کے لئے یکساں کھلی ہیں۔ جو درجہ ایک مرد حاصل کر سکتا ہے وہ ایک عورت بھی حاصل کر سکتی ہے۔ نبوت تو ایک منصب ہے جس کا بوجھ اٹھانے کی چونکہ عورت کی طبع نازک اور حالات کی خصوصیت متقاضی نہیں۔ اس لئے ان پر یہ بوجھ نہیں ڈالا گیا ورنہ کمالات و انعامات کا جہاں تک تعلق ہے وہ مردوں کے دوش بدوش ان کمالات کو حاصل کر سکتی ہیں۔ لیکن اب میاں صاحب کی معرفت یہ معلوم ہوا کہ نبوت بھی ایک "درجہ" ہے مگر یہ درجہ مردوں ہی سے مخصوص ہے۔ اور اس انعام اور کمال کو عورتوں سے معلوم نہیں کیوں روکا گیا۔ اس لئے عورتوں کو نبی کریم صلعم سے نسبت فرزندی ہو ہی نہیں سکتی۔ اے وائے برحال زنان بد قسمت۔ دیکھا! آخر یہی سچے نکلے۔ کہ اسلام میں عورتوں کو وہ مقام حاصل نہیں جو مردوں کو ہے۔

اصلاح کی طرف قدم مبارک ہو

الحمد للہ کہ روز بروز اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ کبھی جناب میاں محمود احمد صاحب قادیانی فرمایا کرتے تھے۔ کہ غیر احمدیوں کو صاف طور پر کہہ دو کہ وہ کافر ہیں۔ جب تک وہ اپنے کفر کو محسوس نہ کریں گے۔ احمدی نہ ہوں گے۔ مگر [illegible]

اسی طرح کبھی لاہوری احمدیوں پر قادیانی بزرگ طعنہ زن ہوتے تھے کہ وہ غیر احمدیوں سے اشاعت اسلام کے لئے چندہ لیتے ہیں۔ لاہوریوں نے لاکھ کہا کہ اس طرح لوگوں کی جماعت سے ہمدردی بڑھتی ہے مگر ایک نہ سنی گئی۔ لیکن اب میاں صاحب نے خود اپنی جماعت کو حکم دیا ہے کہ غیر احمدیوں سے چندہ لیا کرو۔

۲۰ رمئی کے الفضل میں غیر احمدیوں کے پیچھے احمدیوں کے نماز نہ پڑھنے کو میاں صاحب نے ایک مثال سے اس طرح واضح فرمایا ہے۔ کہ جیسے ایک شخص قد میں چھوٹا ہو تو پلٹن کا افسر اسے فوج میں بھرتی نہیں کرے گا مگر اس کے ساتھ مل کر چار پی لے گا۔ اسی طرح احمدی دوسرے مسلمانوں سے اتحاد کر سکتے ہیں۔ گو غیر احمدی کا قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسے نماز کا امام نہیں بنایا جا سکتا۔ یعنی احمدی اور غیر احمدی میں یہ فرق نہیں کہ ایک سرکار کا فرمانبردار ہے اور دوسرا باغی (کیونکہ نبی کا ماننے والا تو فرمانبردار ہوتا ہے اور اس کا منکر باغی ہوتا ہے) بلکہ فرمانبردار تو دونوں ہیں۔ صرف قد کے چھوٹا بڑا ہونے کا فرق ہے۔ یعنی احمدی بڑا مسلمان ہے اور غیر احمدی چھوٹا مسلمان ہے۔ صرف وہ امامت کی پیمائش کے مطابق مسلمان نہیں۔ یعنی ایسا کامل مسلمان نہیں کہ امام بنایا جا سکے۔ باقی مسلمان وہ بھی ہے۔ الحمد للہ یہ بڑی ترقی ہے۔ پہلے میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ غیر احمدی چونکہ کافر ہے۔ اس لئے اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اب صاف فرما رہے ہیں کہ وہ چھوٹا مسلمان ہے اس لئے امام نہیں بن سکتا۔ یعنی غیر احمدی اور احمدی میں چھوٹے بڑے مسلمان کا فرق رہ گیا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ کفر اڑا تو نبوت خود بخود اڑ گئی۔ اگر اسی طرح اصلاح ہوتی گئی تو انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ قادیانی اور لاہوری احمدیوں کی آپس کی کشمکش کا خاتمہ ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

برلن مسجد کی تکمیل

احباب سلسلہ کی توجہ میں خاص طور پر مندرجہ ذیل فہرست کیطرف مبذول کراتا ہوں۔ یہ چندہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی سعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اگر انفرادی طور پر سلسلہ کے دوسرے احباب اپنی ہمتوں میں اضافہ فرمائیں تو ان مشکلات سے جو برلن مسجد کی تکمیل میں پیش آ رہی ہیں۔ بہت جلد خلاصی ہو سکتی ہے۔ ہم نے حضرت مجدد صد چہاردہم کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ کو آپ کے سامنے لاتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے مہتم بالشان کام کے لئے اپنی عزیز جانوں تک کو قربان کر دیا۔ ہم بھی اسی آقائے نامدار کی امت کہلاتے ہیں اللہ تعالےٰ کے فیضان اس قدر ہمارے ساتھ ہیں کہ ایک قدم ہم اٹھاتے ہیں۔ اور اس کے فضائل اس سے بدرجہا زیادہ نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سب احباب خصوصیت سے اس طرف توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں

سید محمد حسین

(افسر انچارج شعبہ تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

فہرست چندہ برلن مسجد

نام	رقم
اہلیہ محترمہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	عہ/
حامدہ	لعہ
محمودہ	عہ
والدہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	عہ
اہلیہ محترمہ ڈاکٹر کالنجاں مرحوم	صہ/
زینب	عہ
امۃ اللہ	عہ
اہلیہ محترمہ چودھری ظہور احمد صاحب	صہ/
اہلیہ محترمہ شیخ عبد الرحمن صاحب	صہ/
" ایک انگشتری طلائی اور ایک ٹیکہ طلائی	
شیخ قمر الدین صاحب	صہ/
میاں غلام حسین صاحب ٹیلر ماسٹر	لعہ/
مستری عبد اللہ صاحب ساکن جادہ	لعہ/
میزان	۱۰۵
ایک انگشتری طلائی و ایک ٹیکہ طلائی و نقد	ما صہ/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ نمبر ۲۲

مسلمانوں کے قومی امراض اور ان کا علاج

(۱)

کافروں کی مسلم آئینی کا بھی نظارہ کر اور اپنے مسلموں کی مسلم آزاری بھی دیکھ

(۱) ہندوستانی مسلمانوں کی قومی ہستی کو جو چیز سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہی ہے۔ وہ کسی آل انڈیا تنظیم کا نہ ہونا ہے۔ تنظیم کا فقدان انتشار کا موجب ہے۔ اور اس انتشار ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ جہاں کہیں فساد ہوتا ہے۔ وہاں پٹتے بھی زیادہ مسلمان ہی ہیں۔ اور قید و سلاسل کے مصائب بھی انہی کو برداشت کرنا پڑتے ہیں گزشتہ سال ڈیڑھ سال میں جس قدر ہندو مسلم فسادات ہوئے ہیں ان سب میں مسلمانوں کا یہی حال ہوا ہے۔ اگر مسلمانوں نے اپنے آپ کو منظم و متحد نہ کیا تو آئندہ بھی انہیں ایسی ہی آفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس مصیبت کا اصل علاج تو مسلمانوں کے سیاسی لیڈروں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ سب اپنے ذاتی اختلافات اور اندرونی کدورتیں مٹا کر ایک جگہ جمع ہوں اور مسلمانوں کے اندر قومی و ملی وحدت قائم کرنے کے لئے عملی تجاویز سوچیں اور پھر ان کو جلد سے جلد عملی جامہ پہنائیں۔ لیکن افسوس تو یہی ہے کہ مسلمان لیڈر آپس ہی میں دست و گریباں ہو رہے ہیں۔ انہیں ایسے نیک کام کی فرصت ہی کہاں ہے! ممکن ہے کہ زمانہ کی اور ٹھوکریں کھا کر انہیں ہوش آئے اور پھر وہ اس راستہ پر آئیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے اور شدھی اور سنگٹھن نے جو فتنے برپا کر رکھے ہیں ان سے اپنا کس طرح بچاؤ کیا جائے۔ ہمارے خیال میں سر دست مسلمانوں کو یہ کرنا چاہیئے کہ اپنے اپنے شہر اور گاؤں میں اپنی اپنی تنظیم کریں۔ اور مخالفین کی نقل و حرکت پر پورے طور پر نگاہ رکھیں۔ اور ہر آنیوالے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اگر خود کو اس بات کے ناقابل یا کمزور پائیں۔ تو گرد و نواح اور دیگر مقامات کے مسلمانوں کو اصل حالات سے آگاہ کریں۔ ممکن ہے کہ کہیں نہ کہیں سے انہیں امداد مل جائے۔ چپکے ہی چپکے مخالفوں کا شکار ہو جانا اور اپنے بھائیوں کو اپنی مصیبت تک سے آگاہ نہ کرنا سخت ناعاقبت اندیشی اور نادانی ہے ایسے نازک موقعوں پر اپنے بھائیوں کو ضرور اطلاع دینی چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ اعانت کر سکیں۔

(۲) مسلمانوں کے اندر دوسری قباحت یہ ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہیں۔ انہیں علم ہی نہیں ہے کہ ملک میں برادران وطن کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اور انہیں مٹانے کے لئے کیا کیا تجویزیں سوچی جا رہی ہیں۔ جب حالات ہی کا علم نہیں تو احساس کیا ہوگا خاک! یہ لاعلمی کیوں ہے۔ اس لئے کہ اکثر مسلمان بوجہ ان پڑھ ہونے کے اخبارات کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ جو پڑھے ہوئے ہیں ان میں سے بھی بہت کم لوگ اخبار بینی کا شوق رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو قوم کا ہر چھوٹا بڑا آجکل اخبار پڑھتا ہے۔ اگر ان پڑھ ہوتا ہے تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر ہندو کے دل میں اپنے مذہبی قومی اور سیاسی فرائض کا احساس موجود ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی

سے باخبر رکھنے کا ایک طریق یہ ہے کہ ائمہ مساجد خود اخبارات کا مطالعہ کریں۔ اور ہر روز نماز مغرب یا کسی دوسری نماز کے بعد جب اکثر لوگ اکٹھے ہوتے ہوں نمازیوں کو جدید اور ضروری حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔ جمعہ کے روز تو خصوصیت سے یہ کام ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس روز نماز جمعہ کے لئے گرد و نواح کے بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ سامعین کو یہ بھی تاکید کر دینی چاہیئے کہ جو باتیں انہوں نے سنی ہیں وہ اپنے اپنے محلہ اور گاؤں میں جا کر دوسرے لوگوں کو بھی سنائیں۔ اگر ائمہ مساجد بوجہ نالائقی یا دون ہمتی اس کام کو سرانجام نہ دیں تو تعلیم یافتہ نوجوان یہ کام اپنے ہاتھ میں لیں۔ اسلام نے تو مسلمانوں کے سنگٹھن کے لئے نہایت مستحکم نظام قائم کیا تھا۔ لیکن ہماری بدقسمتی سے مسلمانوں کی مذہبی باگڈور ایک نہایت ہی ناکارہ اور ضروریات زمانہ سے ناآشنا گروہ کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اگر یہ خود غرض طائفہ اپنی حالت درست کرنے تو بہتر ہے ورنہ نوجوان مسلمانوں کو اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا چاہیئے۔ جب تک ان گمراہ رہبروں کی جو اگر رہزنی نہیں تو رہبری بھی نہیں کر رہے اصلاح نہ ہوگی قوم کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ یہ نام نہاد رہبر خود رہبری کے محتاج ہیں۔ ان کی رہبری تعلیم یافتہ نوجوان ہی کر سکتے ہیں۔ پس انہیں چاہیئے کہ ان کی رہبری کے لئے میدان میں نکلیں۔ لیکن سر سے کفن باندھ کر کیونکہ یہ راہ سخت دشوار ہے اور انہیں اس راہ میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۳) مسلمانوں کے اندر تیسری خرابی یہ ہے کہ وہ آپس ہی میں دست و گریباں رہتے ہیں۔ ان سے اسلامی اخوت و مودت رخصت ہو چکی ہے۔ اور نااتفاقی اور بغض و حسد کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ حالانکہ مسلمان کا نشان جو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کافروں سے یہ سختی پیش آتے ہیں اور اپنوں کے ساتھ نرمی اور موافقت سے۔ ایسے مسلمان آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ہی نہیں ہو چکے بلکہ اب بھی کہیں کہیں ایسی صورتیں نظر آتی ہیں۔ ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ کفار سے تو ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ نرمی اور ملائمت کا برتاؤ کرتے ہیں لیکن اپنوں پر شیر ہیں۔ ان پر ہر طرح کی سختی کرنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جب تک یہ نقص دور نہ ہوگا اس وقت تک نہ تو تنظیم ہو سکتی ہے۔ اور نہ دوسری قوموں پر رعب و وقار قائم ہو سکتا ہے۔ تنظیم تو تب ہی ہو سکتی ہے جب آپس میں اتحاد و اتفاق ہو اور دوسری قوموں کی نگاہ میں رعب و وقار تب ہی قائم ہوگا جب وہ سمجھیں گی کہ مسلمان سب ایک ہیں۔ اور خوشی اور غمی میں وہ ایک دوسرے کے دست و بازو بن جاتے ہیں۔ قرآن نے کیا خوب فرمایا ہے:۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ اے مسلمانو! آپس میں کبھی نہ جھگڑو ورنہ تم نامرد ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا رعب اٹھ جائیگا لیکن حیف صد حیف کہ مسلمانوں نے اس حکیمانہ حکم کو پس پشت ڈال دیا اور اسی نافرمانی کا نتیجہ ہے کہ آج ان کا قومی رعب و وقار دوسروں کے دلوں سے اٹھ گیا ہے۔ اور انہیں حقیر و ذلیل اور کمزور سمجھا جاتا ہے۔ یہ قومی رعب نہایت قیمتی شے ہے۔ جب تک یہ موجود رہتا ہے قوم کی عزت قائم رہتی ہے۔ جب یہ اٹھ گیا تو سمجھو کہ قوم کی تباہی و ذلت کے دن آگئے۔ دور کیوں جاؤ یہیں ہندوستان میں دیکھ لو ایک وقت تھا کہ غیر مسلموں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھا ہوا تھا۔ اور انہیں کبھی جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں سے پنجہ آزما ہوں لیکن آج جب وہ رعب اٹھ گیا ہے تو یہ حالت ہے کہ ہر جگہ وہ مسلمانوں کو خود چھیڑتے ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں صف آرا ہونے سے ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ گزشتہ دو تین سال میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں ان میں مسلمانوں ہی کا نقصان زیادہ ہوا ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کا وقار ہی اٹھ چکا ہے بلکہ غیر مسلم جسمانی طاقت میں بھی مسلمانوں سے بڑھ گئے ہیں۔ اس وقار کو مٹانے والی چیز مسلمانوں کی خانہ جنگی ہے۔ اگر یہ خانہ جنگی مٹ جائے اور مخالفوں کو یہ یقین ہو جائے کہ سب مسلمان ایک ہیں تو ان کو کبھی حملہ کرنے کی جرات نہ پڑے۔ پس ہندوستان کے مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ غیر مسلموں کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں تو ان کو چاہیئے کہ آپس کی خانہ جنگی چھوڑ کر سب کفار کے مقابلہ میں ایک ہو جائیں۔ جب وہ متحد ہو جائیں گے تو پھر کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ چہ جائیکہ ایک بت پرست، سرمایہ پرست اور درہم پرست قوم! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مگر شرط یہی ہے کہ ... سچی اخوت اسلامی اور

فسادات لاہور واقعات کی روشنی میں

اس عنوان سے خواجہ دل محمد ایم اے میونسپل کمشنر لاہور کا ایک مراسلہ معاصر زمیندار کی ۲۶ رمئی کی اشاعت میں شایع ہوا ہے جس کو اہمیت مضمون کے لحاظ سے کسی دوسری جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرن کوٹ کے مقدمہ میں جو فساد کی اصل جڑ ہے۔ مسلمانوں کا رویہ مصالحانہ رہا ہے اور انہوں نے اسے شروع ہی سے فرقہ وارانہ سوال نہیں بنایا لیکن بعض ناعاقبت اندیش ہندو اور سکھ لیڈر اسے ہندو مسلم سوال بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ اور آخر ایسے ہی حضرات کی نادانی کی بدولت اہل لاہور کو خونی مناظر دیکھنے پڑے۔ کاش ذمہ دار ہندو اور سکھ لیڈر خواجہ دل محمد صاحب کے مشورہ پر عمل کرتے۔ اور یہ ناگوار صورت حالات پیدا نہ ہوتی۔

مسلمانان لاہور کی مصیبت

فسادات لاہور کے سلسلہ میں تفتیش پر پولیس کا جو عملہ متعین ہے اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ یہ اکثریت اپنا رنگ لائے بغیر نہیں رہی ہے گناہ مسلمان دھڑا دھڑ گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ موچی دروازہ کے مسلمانوں پر یہ مصیبت سب سے زیادہ نازل ہو رہی ہے۔ پولیس کی اس بے احتیاطی سے تنگ آکر مسلم ریلیف کمیٹی نے گورنر پنجاب اور دیگر ذمہ دار حکام کے نام ایک پیغام روانہ کیا ہے۔ جن میں ان بے عنوانیوں کی اصلاح کی درخواست کی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ذمہ دار حکام جلد سے جلد اس ناگوار صورت حالات کا تدارک فرمائیں گے۔ اور اس طرح اس ہیجان و اشتعال کو فرو کرنے کی کوشش کریں گے جو پولیس کے موجودہ طرز عمل سے پیدا ہو رہا ہے۔

پولیس میں ہندوؤں کی بھرتی

معاصر مسلم آؤٹ لک کو معلوم ہوا ہے کہ انسپکٹر جنرل پنجاب کے دفتر سے تمام صوبہ کے ڈپٹی کمشنروں کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاص تعزیری پولیس کے لئے ساڑھے تین سو آدمی بھرتی کئے جائیں گے۔ جن میں ایک سپرنٹنڈنٹ ایک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ دس سب انسپکٹر اڑتیس ہیڈ کانسٹبل اور تین سو کانسٹبل ہوں گے۔ سنا گیا ہے کہ بھرتی کرنے والوں کو پرائیویٹ طور پر ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ جہاں تک ہو سکے غیر مسلم امیدواروں کی ملازمت کی سفارش کی جائے۔

اگر معاصر مذکور کی یہ اطلاع درست ہے تو حکومت کا رویہ نہایت ہی افسوسناک اور غیر منصفانہ ہے۔ اس میں سراسر مسلمانوں کی حق تلفی ہے اگر ہندوؤں کے بے بنیاد پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر حکومت تعزیری پولیس میں ہندو امیدواروں کو بھرتی کرنا چاہتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے اس جائز مطالبہ کو پورا نہیں کرتی کہ جن محکمہ جات میں ہندو اکثریت ہے۔ ان میں مسلمان امیدوار بھرتی کرنے کے لئے خاص کوشش کی جائے۔

بدزبانوں کی ہمت افزائی

"رنگیلا رسول" کے آریہ پبلشر کو عدالت ماتحت نے ۱۸ ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی تھی۔ عدالت سشن نے قید کی سزا گھٹا کر چھ ماہ کر دی اور عدالت عالیہ پنجاب نے اس برائے نام سزا کو بھی منسوخ کر دیا اور ملزم کو صاف بری کر دیا۔ صوبہ متحدہ کے پنڈت کالی چرن مصنف "وچتر جیون" کی سزا بھی نگرانی میں تخفیف ہو کر صرف دو ماہ رہ گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اب مسلمان ذرا آنکھیں کھول کر ان واقعات پر غور کریں۔ عدالت عالیہ پنجاب نے مہاشہ راجپال کو بری نہیں کیا اور "رنگیلا رسول" کی اشاعت کو جائز قرار نہیں دیا۔ بلکہ آریہ سماج کو ایسی ناپاک کتابیں شائع کرنے کا گویا غیر مشروط طور پر لائسنس عطا کر دیا ہے۔ جس آریہ کا جی چاہے وہ چالیس کروڑ انسانوں کے مذہبی پیشوا کی شان میں گستاخی کر سکتا ہے۔ کونسا قانون ہے جو اسے اس مکروہ کام سے باز رکھ سکتا ہے۔ لے دے کر ایک دفعہ ۱۵۳ الف تھی اس کے متعلق عدالت عالیہ کے جج نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اس بارہ میں غیر متعلق ہے اب بدزبانوں کے لئے کھلی اجازت ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کے متعلق جس طرح چاہیں بدزبانی کریں۔

ہمارے مذہب اور ہمارے پیارے رسول کی عزت کی حفاظت انگریزی عدالت جس قدر کر سکتی ہے وہ ان دونوں فیصلوں سے معلوم ہو گیا۔ اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ اس کا تحفظ کس طرح کر سکتے ہیں۔

ہنگامہ لاہور اور ہندو لیڈر

حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کی قلم سے

ہندو مسلم فسادات لاہور کے متعلق میں بھی چند الفاظ رہنمایان ملک کی خدمت میں عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ گو اس میں شک نہیں کہ جب عوام الناس میں آگ لگ جائے تو رہنماؤں کے اختیار سے بات نکل جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی اگر فسادات لاہور کی آخری ذمہ داری کسی گروہ پر عائد ہوتی ہے تو وہ رہنمایان قوم ہیں۔ فساد کا ابتدائی مرحلہ ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت اگر لیڈر ذمہ داری کے تنگ دائرہ سے نکل کر ملک اور قوم کے وسیع مفاد کو نظر کے سامنے رکھیں تو وہ حالت کو بہت حد تک سنبھال سکتے ہیں۔ مگر وہ لیڈر جن کی زبان اور قلم کے چند الفاظ جلتی ہوئی آگ پر پانی کا کام دے سکتے ہیں۔ موقعہ پر یا خاموش رہتے ہیں۔ یا اندر بیٹھ کر عوام الناس کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ فساد میں گو آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر طرف سے لیڈر "بے گناہ خون" کا جو گرایا گیا رونا روتے ہیں۔ اور اس پر نفرت کرتے ہیں لیکن جس وقت "بے گناہ خون" کے گرانے پر افسوس کا وقت تھا جب ان لیڈروں کی دو سطروں کا ایک اشتہار عوام الناس کے سارے جوش کو دبا دیتا اس وقت وہ ایسے خاموش تھے۔ کہ گویا ان کے نزدیک "بے گناہ خون" کے گرانے ہی میں ان کی قوم کی زندگی اور عزت تھی۔

ہندو لیڈروں کی مجرمانہ خاموشی

میں یقین واثق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ۴ مئی کی صبح کو جب پہلا بے گناہ خون گرایا گیا تھا۔ بڑے بڑے ہندو لیڈر جو اس وقت بے گناہ خون کے گرائے جانے پر روتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دو سطر کا اعلان کر دیتے کہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے بے گناہ خون کے گرائے جانے پر افسوس ہے اور ہم قاتلوں کے فعل پر اظہار نفرت کرتے ہیں۔ تو فساد کی آگ فوراً دب جاتی۔ اور ہندو مسلمان دونوں قوموں کو ایک دوسرے پر اعتماد پیدا ہو جاتا۔ مگر فی الواقع جو کچھ ہوا وہ جیسا کہ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے ایک قسم کا اظہار مسرت تھا۔ چنانچہ ایک معزز ہندو دوست نے بیان کیا کہ جب انہوں نے ایک سکھ دوست سے اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ کیا ہوا۔ تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ "کی ہویا خالصہ جی نے چار ترک جھٹکائی دتے" یعنی سکھوں نے چار مسلمانوں کا جھٹکا کر دیا۔ اور اسی دن ۴ مئی کو ایک معزز ہندو طبقہ کے وکلا میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مسلمانوں کی بہادری کے قصے سنا کرتے تھے مگر انہوں نے کچھ ہمت نہ دکھائی۔

میں اگر کسی ایک واقعہ کی طرف ان فسادات کو منسوب کر سکتا ہوں تو وہ سات مسلمانوں کا کرپانوں سے زخمی کیا جانا ہی نہیں (چہ جائیکہ اسے ایک مسلمان مرد اور ایک سکھ عورت کے جھگڑے کی طرف منسوب کیا جائے) کیونکہ باوجود اس کے بھی فساد رک سکتا تھا۔ بلکہ وہ ہندو لیڈروں کی مجرمانہ خاموشی ہے۔ جو انہوں نے اس "بے گناہ خون" کے گرائے جانے پر اختیار کی۔ اگر آج واقعی "بے گناہ خون" کے گرائے جانے پر ان لیڈروں کے خون کے آنسو بہہ رہے ہیں تو یہ اس وقت گرائے جانے چاہئے تھے جب سب سے پہلا بے گناہ خون گرایا گیا۔ مگر چونکہ وہ مسلمانوں کا خون تھا اور غالباً ہندو لیڈروں کے نزدیک مسلمان کبھی بے گناہ نہیں ہو سکتا اس لئے وہ دن بے گناہ خون گرانے والوں کی ہمت افزائی میں گزرا میں یہ بھی مانتا ہوں کہ قوموں میں ذلیل اور کمینہ خیالات کے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن اگر چند ایسے لوگوں کے مقابلہ پر قوم کا بہتر عنصر غالب ہو تو کچھ نہیں بگڑتا۔ اگر وہ کہا جائے کہ ہندوؤں کو یہ یقین نہ تھا کہ یہ مسلمان بے گناہ ہیں تو بعد میں جو لوگ مارے گئے ان کے متعلق بے گناہی کا یقین کس طرح ہو گیا۔ ان کی بے گناہی تو اظہر من الشمس تھی۔ اگر کوئی دنگہ ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ ایک بھی ہندو یا سکھ زخمی نہ ہوتا

مسلمان بزدل نہیں ہوا کرتا

جس طرح سات مسلمان کرپانوں کا شکار ہو گئے تھے۔ اتنے ہی ہندو اس رات مارے جاتے اور مسلمان کوئی زخمی تک نہ ہوتا تو صبح کو ہندو لیڈروں اور اخباروں کی آوازوں سے آسمان کے پردے پھٹ جاتے اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک واویلا مچ جاتا۔ کہ ہندو قوم بے گناہ ماری گئی۔ کیا اس موٹی بات سے بھی ان تین مسلمان شہدا کی بے گناہی ثابت نہیں ہوتی۔ کہ تین مرتے اور چار خطرناک طور پر زخمی ہوتے ہیں۔ اور بالمقابل ایک بھی سکھ یا ہندو

اور مسلمان مقابلہ کے وقت کبھی پیٹھ دکھا کر بھاگتا ہوا نہیں مارا جاتا۔ اگر وہ غفلت کی حالت میں نہ پکڑے جاتے اور جیسا کہ کہانی بنائی گئی ہے سکھوں اور مسلمانوں میں فساد ہوتا تو اتنے مسلمان ایک بھی دشمن کو زخمی کئے بغیر مر نہ جاتے بلکہ کچھ مرتے تو وہ چند تعداد کو لے کر ہی مرتے۔ مسلمان ایسے بزدل نہیں کہ پہلے خود فساد کے لئے آمادہ ہوں اور پھر جب دشمن کا ہاتھ ان پر اٹھے تو کانپتے ہوئے دشمن کے سامنے گر جائیں۔ اور نہ جنگ کے موقعہ پر مسلمان پیٹھ دکھانے والی قوم ہے۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ایک ہی سکھ تھا جس نے اتنے مسلمانوں کو جو اس پر حملہ آور ہوئے تھے۔ مار ڈالا۔ چاہئے تھا کہ اس سکھ کی پرستش کی جاتی۔ جو سات مسلمانوں کا صفایا کر دیتا ہے اور خود اس کی انگلی کو بھی چوٹ نہیں لگتی۔ غرض واقعات تو صریح تھے کہ بے گناہ نہتے غفلت کی حالت میں جب مسجد سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے، ظالم وحشیوں کی چھریوں کا شکار ہوئے۔ لیکن ہندو لیڈر اگر مسلمانوں کے قتل ہونے پر اظہار ہمدردی کرتے تو انہیں ہندو کون کہتا اور جن کو پہلے خود اکساتے رہے تھے انہیں کس منہ سے جا کر یہ کہتے کہ تم نے یہ برا کام کیا۔ اور ہندو مہاسبھا میں لیڈری کی کرسی انہیں کس طرح ملتی۔

ہندو اور مسلمان لیڈروں میں فرق

افسوس یہ ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں۔ جب ہندو لیڈروں نے اپنی قوم کے قاتلوں کی حمایت میں ناانصافی سے کام لیا ہے۔ میں زیادہ مثالیں تو اس وقت بیان نہیں کرتا۔ صرف ایک دہلی کا واقعہ ہی لیجئے۔ ادھر سوامی شردھانند مارے جاتے ہیں ادھر ہندو قوم جوش میں آکر ایک گھنٹہ کے اندر اندر چار مسلمانوں کو ادھ موا کر دیتی ہے۔ اور ایک ان میں سے جان سے بھی گزر جاتا ہے۔ کہنے کو تو مسلمان قوم بہت جوشیلی قوم کہلاتی ہے اور مذہبی دیوانگی کا فتوے بھی ہمارے مہربان مسلمانوں پر دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر عملاً فرق دیکھئے کہ سوامی شردھانند کے قتل پر دہلی کے ہندو معاً جوش میں آکر چار مسلمانوں کو پیٹتے اور ایک کو جان سے مار دیتے ہیں۔ لیکن لاہور میں سات مسلمانوں کا خون بہائے جانے کی خبر پا کر تین کے شہید ہو جانے کی خبر پر اڑھائی لاکھ مسلمان اپنے جذبات کو دبائے رکھتے ہیں۔ اور قریباً ۲۴ گھنٹے تک کسی ہندو پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ مذہبی دیوانگی جس قوم کے نام لگی ہوئی ہے وہ تو سات مسلمانوں کے خون پر دم بخود رہتی ہے۔ اور جو قوم اپنے آپکو بہت ٹھنڈا ظاہر کرتی ہے وہ ایک آدمی کے خون پر بھی خاموش نہیں رہ سکتی۔

اس سے بھی زیادہ افسوسناک یہ واقعہ ہے کہ جہاں مسلمان لیڈروں نے جنوب سے لیکر شمال تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک سوامی شردھانند کے قتل کی خبر پہنچتے ہی اس فعل کے کرنے والے سے جوان کا ہم قوم تھا اظہار نفرت کیا۔ مسلمانوں کے صد ہا مطالبات کے باوجود ملتی محبوب علی کی بے گناہ شہادت پر ایک ہندو لیڈر کا قلم بھی جنبش میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ گاندھی جیسے آدمی نے بھی صاف الفاظ میں معتی محبوب علی کی موت پر اظہار افسوس سے انکار کیا۔ میرے پاس ان کی چٹھی موجود ہے۔

مسلمانوں کا صبر و تحمل

اب مسلمانوں کے دلوں میں یہ رنج پہلے سے موجود تھا کہ ان کے بے گناہ ہم قوم کے قتل پر ہندو لیڈروں کی زبان سے ہمدردی کا لفظ نہیں نکلتا ہندو بے گناہ مارا جائے تو مسلمان قتل بے گناہ پر اظہار افسوس کریں۔ اور اس موقعہ پر جو مسلمان مارا گیا۔ اس پر بڑے سے بڑا ہندو بھی مسلمان سے اظہار ہمدردی نہ کر سکا۔ آخر ہر ایک قوم غیرت رکھتی ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جس کی خود ان سے توقع رکھتے ہیں۔ تو ہندو مسلم اتحاد کے سب گیت نرے لفظ ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ علاوہ ازیں اگر مسلمان بے گناہوں کے خون پر ہندو لیڈروں کی زبان یا قلم سے ایک لفظ تک ایسا نہیں نکل سکتا۔ تو کیا عوام ہندوؤں پر اس کا یہ اثر نہ ہوگا کہ لیڈر درحقیقت ایسے حالات میں ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ اور فی الحقیقت وہ ایسا سمجھ رہے ہیں۔ اس پہلے واقعہ کے رنج کے ساتھ اس دوسرے واقعہ کو ملاؤ کہ ایک ہی رات میں سات مسلمانوں کا جو مسجد سے نماز پڑھ کر نکلتے ہیں۔ اور نہتے ہیں سکھوں کی کرپانوں سے خون بہہ جاتا ہے۔ اور تین فوراً مر بھی جاتے ہیں۔ مگر مسلمان اپنے بے گناہ بھائیوں کے خون پر بھی خاموش ہیں اور ایک رات اور ایک دن پورا گزر جاتا ہے یہاں تک کہ جب ان شہیدوں کا جنازہ نکلتا ہے تو ہندو قوم کے بعض افراد سے ایک ایسی کمینہ حرکت کا ارتکاب ہوتا ہے جس سے ذلیل تر اور کوئی کمینگی نہیں۔ یعنی ان بے گناہوں کے جنازوں پر اینٹیں برسائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد نہیں کہا جا سکتا کہ جنازہ کے واپسی پر

شروع ہوئی۔ بہت سے اور بے گناہوں کا خون بہا وہ خواہ ہندو تھے یا سکھ یا مسلمان قوم کے جن جن افراد کی طرف سے ایسی حرکات کا ارتکاب ہوا ان سے ہر ایک عقلمند اظہار بیزاری کر رہا ہے۔ لیکن اس اظہار بیزاری کا کیا فائدہ ہے۔ ہندو مر جائیں تو اظہار بیزاری یاد آتا ہے مسلمان مارے جائیں تو اندر ہی اندر خوش ہوتے ہیں

ہندو لیڈروں کی افسوسناک ذہنیت

میں یہ صاف کہنا چاہتا ہوں کہ ہندو قوم کے لیڈروں کی ذہنیت ایسی ہو گئی ہے کہ جب تک وہ تبدیل نہ ہو ان فسادات کا سد باب کبھی نہیں ہو سکتا سوامی شردھانند کے قتل پر مسلمانوں نے اظہار افسوس کیا۔ تو ہندو اخباروں نے بجائے اسے ہمدردی کے رنگ میں لینے کے اور شکر گزاری دکھانے کے حالانکہ ایک کے بدلے ایک کو مار چکے تھے۔ اور تین کو زخمی بھی کر چکے تھے۔ یہ کہا کہ اظہار ہمدردی منافقانہ ہے۔ گویا ظاہر کیا کہ مسلمانوں نے محض ہندوؤں سے ڈر کر اظہار ہمدردی کیا اور ان کے نزدیک مسلمانوں کے خون کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ مسلمان بہت کچھ برداشت کر لیں گے مگر ڈرپوک کہلانا وہ برداشت نہ کریں گے۔ اور نہ ذلیل ہو کر رہنا برداشت کریں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کون باغیرت مسلمان ہوگا جو اپنی سچی اظہار ہمدردی کو اس روشنی میں لانے کی وجہ سے آئندہ غیرت نہ دکھائے۔ آئندہ مسلمان اگر بے گناہ قتل پر اظہار افسوس نہ کریں تو ہندو رہنمایان قوم یہ یاد رکھیں کہ اس کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں اور نقص خواہ کتنے ہی ہوں لیکن وہ چال اور فریب سے اپنا کام نکالنا نہیں جانتے۔ وہ غلطیاں کر لیتے ہیں مگر ان کی غلطیاں سادگی اور جوش سے وقوع میں آتی ہیں۔ وہ منافق نہیں ہیں نہ اپنے متعلق یہ لفظ سننا چاہتے ہیں۔ خود ہندو لیڈر وطنیت کے حقوق کو بالائے طاق رکھ کر انسانیت کا حق بھی ادا نہیں کر سکتے۔ کہ اپنے بھائی کے بیگناہ خون کے گرنے پر ان کے دلوں میں درد پیدا ہو۔ اگر وہ مسلمانوں کی ہمدردی کو ان کی منافقت پر مبنی سمجھتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ اس ذہنیت کے ہوتے ہوئے ہندو مسلمان فسادات کا خاتمہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہندو لیڈر یہ بھی یاد رکھیں کہ وہ اپنے ان افعال سے اپنی قوم کے ناعاقبت اندیش مفسدوں کی تائید کر کے فسادات کے معاون ہو رہے ہیں اور ان فسادات سے باوجود ڈاکٹر مونجی اور لالہ لاجپت رائے کی تقریروں کے ہندو قوم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا نہ پبلک کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔

ضروری اعلان

انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے آنریری سفیر ماسٹر محمد عبداللہ صاحب متعینہ ملتان سے سہواً انجمن ہذا کی ایک رسید بک صیغہ تبلیغ ہند نمبر ۳۰۱ تا نمبر ۴۰۰ قیمتی فی عدد ۴ کل رقم ۲۴ گم ہو گئی ہے اگر کسی صاحب نے پائی ہو تو مہربانی فرما کر انجمن کو واپس کر دیں یا ماسٹر محمد عبداللہ صاحب معرفت یونین ٹائپ رائٹنگ ایجنسی بیرون لوہاری دروازہ ملتان کو دیدیں۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف رسید بک گم شدہ سے وصول روپیہ کرتا ہوا پکڑا گیا تو وہ اخلاقاً اور قانوناً مجرم ثابت ہو کر سزا کا مستوجب ہوگا۔

خاکسار

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فسادات لاہور واقعات کی روشنی میں

(خواجہ دل محمد ایم۔ اے میونسپل کمشنر کے قلم سے)

لاہور ۲۲ مئی۔ سرن کور کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا ہے۔ اقبال اپنے بیان کے مطابق بے قصور ہو یا مجسٹریٹ کے فیصلہ کے مطابق مجرم، ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن چشم عبرت کے لئے یہ سارا ماجرا سبق آموز ضرور ہے۔

ابھی کل کی بات ہے کہ پنجاب نواسی ہندو مسلم اور سکھ سب کے سب اتحاد و اتفاق کی زندہ مثال تھے۔ لاہور نے وحدت قلبی کے وہ مناظر دیکھے کہ باید و شاید۔ لیکن آج ثابت ہو چکا ہے کہ دلوں میں پریم رس کی بجائے زہر خونچکاں بھر رہا ہے۔ اور وطن کی حالت اس بارود کی کوٹھڑی کی طرح ہے جس کے بھک سے اڑا دینے کے لئے ایک چنگاری کافی ہے۔

۳۰ اپریل کا دن

سرن کور اور اقبال کا جھگڑا ۳۰ اپریل کو دوپہر کے وقت ہوا اس روز اتفاق سے اسی محلہ میں میرے ایک عزیز کے ہاں تقریب تھی۔ میں سہ پہر کے وقت وہاں گیا۔ جو کچھ صورت حالات میں نے دیکھی۔ اس میں کوئی خطرہ نہ تھا۔ چوہٹہ دستی بھگت کے ہندو اور مسلم باشندے صدیوں سے آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کے تعلقات باہمی کبھی ناخوشگوار نہیں ہوئے۔ اس روز بھی سوائے ایک یا دو شخصوں کے وہ اس واقعہ کو معمولی اور اتفاقی سمجھتے تھے۔ وہ اسے ہرگز طول نہ دینا چاہتے تھے۔ اور ان میں آپس میں مصالحت کی باتیں ہو رہی تھیں۔

یکم مئی

چنانچہ دوسرے دن یکم مئی کو مصالحت کرا دی گئی۔ اقبال نے سرن کور سے کہا "بہن میں معافی مانگتا ہوں" سرن کور نے کہا "بھائی میں معاف کرتی ہوں" یہ گفتگو اہل محلہ کی موجودگی میں ہوئی۔ راضی نامہ لکھا گیا۔ سرن کور اور اقبال کے علاوہ ہندو اور مسلم اہل محلہ نے اس پر دستخط کئے۔ اور انگوٹھے لگائے۔ یہ راضی نامہ پولیس تک پہنچا دیا گیا اور جہاں تک فریقین اور محلہ کا تعلق اس ناگوار قضیہ سے تھا۔ بظاہر ختم ہوا۔ لیکن ع

تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

کس کو معلوم تھا کہ اس چھوٹے سے واقعہ سے کتنا حشر ہونے والا ہے

۲ مئی کے واقعات

۲ مئی کو مقدمہ مسٹر فیلیوس کی عدالت میں پیش ہوا۔ میں عدالت میں موجود تھا۔ مجسٹریٹ صاحب سے درخواست کی گئی کہ فریقین راضی نامہ کر چکے ہیں۔ لہذا مقدمہ نہ چلایا جائے۔ لالہ کندن لال صاحب کورٹ انسپکٹر نے کہا کہ اگرچہ مجھے راضی نامہ دیا گیا تھا مگر میں نے راضی نامہ کو شامل چالان نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے راضی نامہ لینے کا اختیار نہیں ملزم کی طرف سے دستبرداری کی آرزو پر مسٹر فیلیوس نے فرمایا کہ بغیر منظوری صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دستبرداری نہیں ہو سکتی۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (اور مسٹر اوگلوی) اس روز رخصت پر تھے مجسٹریٹ نے مقدمہ میں تاریخ دینے سے انکار کر دیا۔ اور کارروائی شروع ہوئی اس وقت تک اس مقدمہ کے متعلق کوئی شورش نہ تھی۔ سرن کور نے بیان دیئے اور اپنے بیانوں میں تسلیم کیا کہ وہ راضی نامہ کر چکی ہے اور مقدمہ سے دستبردار ہونا چاہتی ہے۔ مگر اسی عرصہ میں کئی "بہی خواہان وطن" نے بار روم میں جا کر ہندو وکلا کو اطلاع دی کہ ایک مسلمان نے ایک ہندو عورت پر دست درازی کی ہے اور مقدمہ درپیش ہے اس پر بہت سے ہندو وکلا عدالت میں آ گئے اور مقدمہ کو ہندو مسلم رنگ دے دیا گیا۔ جس وقت سرن کور کا شوہر شہادت کے لئے پیش ہوا اس وقت یہ مزید انکشاف ہوا کہ وہ سکھ ہے۔ اس انکشاف سے شورش پسندوں کو ایک نئی بات ہاتھ آ گئی۔ چنانچہ دوسرے روز معلوم ہوا کہ سکھ صاحبوں کو اکسایا گیا ہے۔ اور وہ بعض ہندو صاحبان کے ہمراہ سرن کور کے مکان پر صبح کو پہنچے۔ اور وہاں بہت جوش و خروش دکھایا گیا۔

۳ مئی کے واقعات

سکھ و مسلم منازعت بنایا جا رہا ہے۔ تو میں سردار سردول سنگھ صاحب کویشر کے مکان پر حاضر ہوا۔ سوء اتفاق سے وہ لاہور میں نہ تھے میں اسی وقت سردار امر سنگھ صاحب پریزیڈنٹ ڈسٹرکٹ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے مکان پر گیا۔ وہاں سردار خزان سنگھ گیانی (وائس میونسپل کمشنر) سردار رُوڑ سنگھ سردار ہرنام سنگھ اور دیگر اصحاب موجود تھے۔ ایک دو ہندو صاحبان بھی تھے۔ اور اسی مقدمہ کا ذکر درپیش تھا۔ میں نے ان بزرگوں سے یہی التماس کی کہ مقدمہ عدالت میں چلا گیا ہے۔ اول تو فریقین آپس میں مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر راضی نامہ نہ بھی ہوا تو ملزم اپنے کئے کی سزا بھگت لے گا۔ آپ کو بحیثیت ذمہ دار افراد کے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات کو ہندو مسلم یا سکھ مسلم سوال نہ بنا لیا جائے۔ کیونکہ ایسی صورت حالات ہمارے ملکی اور قومی مفاد کے حق میں سخت نقصان دہ ہوگی۔ اگر معمولی معمولی جھگڑوں کو منافرت باہمی کے لئے آلہ بنا لیا جائیگا تو ہماری اجتماعی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اس پر ان بزرگوں نے فرمایا کہ وہ دیگر اکابر سکھوں سے مشورہ کئے بغیر کوئی کارروائی نہیں کر سکتے وہ شام کو مشورہ کر کے دوسرے روز مصالحت کے لئے صاحب مجسٹریٹ کے پاس جا کر کوشش کریں گے۔ اس روز مجھے یہ اطلاع چار بجے کے بعد ملی کہ بہت سے ہندو اور سکھ عدالت میں موجود رہے اور سردار امر سنگھ صاحب سردار خزان سنگھ صاحب اور بعض دوسرے اصحاب بھی وہاں موجود تھے۔ اور کچہری کے احاطہ میں یہ کہا جا رہا تھا کہ اسی روز شام کو ہندوؤں اور سکھوں کا مشترکہ پبلک دیوان اسی مقدمہ پر غور کرنے کے لئے منعقد کیا جائے گا۔

دیوان کو روکنے کی کوشش

جس وقت مجھے یہ خبر دی گئی میرا ماتھا ٹھنکا کہ آج لاہور کی خیر نہیں پھر شام سے پہلے سردار امر سنگھ صاحب پریزیڈنٹ ڈسٹرکٹ گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے مکان پر اور پھر سردار خزان سنگھ گیانی میونسپل کمشنر کی دکان پر حاضر ہوا۔ اور ان بزرگوں کو ایسے دیوان کے انعقاد سے آگاہ کیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اول تو یہ دیوان منعقد نہ ہونے دیں گے اور اگر ہوا تو مجمع کو شانت اور پرامن رکھیں گے۔ اور جہاں تک اس مقدمہ کا تعلق ہے۔ اسے دو چار معززین کی سب کمیٹی کے سپرد کرا دیں گے۔ تاکہ وہ ہر پہلو پر غور کر کے مصالحت کی صورت نکالیں۔ میں واپس چلا آیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی داستان خونچکاں اخبارات میں آ چکی ہے۔ جوانمردی کے جو جوہر دکھائے گئے وہ سب پر عیاں ہیں۔ داناؤں کے نزدیک ہر ایسا فعل خواہ وہ کسی قوم کے فرد سے سرزد ہو انتہائی بزدلی ہے۔ ایک بھیڑیا بھی جب کاٹنے کو دوڑتا ہے تو پہلے آواز دے کر حملہ کرتا ہے۔

پشہ سے سیکھے شیوہ مردانگی کوئی
جب قصد خوں کو آئے تو پہلے پکار دے

اب بزرگان قوم و بہی خواہان وطن کا فرض ہے کہ ایسی عملی تجاویز سوچیں جن سے ایسے ناخوشگوار واقعات کا آئندہ کے لئے سدباب ہو سکے۔ کیونکہ ایک ہی جگہ کے رہنے والوں میں یہ منافرت باہمی ترقی کر گئی تو کسی کے جان و مال بھی محفوظ نہیں۔

کیا کوئی ایسی جماعت تیار ہو سکتی ہے جو ہر سہ اقوام کے نیک نیت افراد پر مشتمل ہو۔ ایسی جماعت جو باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے عملی جدوجہد کرے۔ ایسی جماعت جو تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ تعصبات اور منافرت باہمی کا قلع قمع کرے۔ ایسی جماعت جو ابنائے وطن میں اخوت اور محبت کے جذبات پیدا کرنے میں کامیاب ہو ایسی جماعت جس کے افراد صاحب اثر ہوں جو پبلک کے پیچھے نہ چلیں۔ بلکہ اپنی اخلاقی اور روحانی قوت سے پبلک کی صحیح رہنمائی کر سکیں؟

(زمیندار)

تمام برائیوں کی جڑ

افلاس ہے اور افلاس آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ پس افلاس سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی آمدنی بڑھائیے

اور ۔۔

انتقاد

مسلمان مہارانا

اس کتاب میں مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے مہارانا ایشور سنگھ ناہر سنگھ (حال مہارانا نصر اللہ خاں صاحب) والی ریاست آمود اور ان کی نومسلم قوم کے دلچسپ حالات جمع کئے ہیں۔ گزشتہ اپریل میں مہارانا موصوف نے جلسہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں شامل ہونے کی غرض سے پنجاب کا جو سفر کیا تھا اس کے بھی مفصل حالات درج ہیں۔ پانچ عکسی تصویریں اور چار کارٹون ہیں۔ کاغذ نفیس اور سرورق رنگین و خوشنما ہے۔ تبلیغی سلسلہ میں یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔ ضخامت ۱۰۵ صفحات اور قیمت صرف ۴ر ہے مگر دوسرے ایڈیشن کی قیمت بڑھا دی جائیگی کیونکہ اس ایڈیشن میں بہت نقصان اٹھایا گیا ہے۔

نمونہ جنگ صفین

یہ کتاب مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد دہلی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کے گزشتہ جھگڑے کی مکمل تاریخ ہے۔ مولانا محمد علی صاحب کے الزامات خواجہ صاحب کے جوابات اسلامی جرائد کے ناقدانہ خیالات غرض اس جھگڑے کے متعلق سبھی کچھ موجود ہے۔ ضخامت ۶۰۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ قیمت دو روپے (عہ)

یہ دونوں کتابیں کارکنان حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی سے ملتی ہیں۔

برہمن دیوتا یا چھوت چھات

یہ ایک دلچسپ ناول ہے۔ جس میں شیخ عزت اللہ صدیقی مسلم مشنری لکھنؤ نے ان وحشیانہ مظالم کا خاکہ کھینچا ہے جو ہندو قومیں اچھوتوں پر توڑ رہی ہیں۔ کہیں کہیں آریوں کی مذموم تعلیمات کی بھی قلعی کھولی گئی ہے۔ قیمت کتاب میں درج نہیں۔

دعوت اسلام ٹریکٹ بک سوسائٹی لکھنؤ سے طلب فرمایئے

اخبار احمدیہ

لاہور حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر مقامی بزرگان سلسلہ بخیریت خدمت دین میں مصروف ہیں۔

تبلیغ ہندوستان کے مختلف حصوں میں تبلیغ و اشاعت کا کام نہایت کامیابی سے ہو رہا ہے۔

خوشخبری جناب احمد بادشاہ صاحب بی اے مدراس کے تازہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے اب وہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ از سر نو اپنا کام سابقہ شان و شوکت کے ساتھ شروع کر سکیں

درخواستہائے دعا منشی محمد دین صاحب احمدی ساکن مسوری ایک عرصہ سے بیمار ہیں احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

(۲) جناب غلام باری صاحب اسسٹنٹ انکم ٹیکس آفیسر ملتان لکھتے ہیں کہ جملہ احباب ان کی دنیوی مشکلات سے نکل کر خدمت دین کرنے کی دعا فرمائیں۔

(۳) منشی غلام محمد صاحب جلد ساز لکھتے ہیں کہ بھائی داد خان مرحوم کی لڑکی غلام فاطمہ چار ماہ سے بیمار ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

فوری ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی زیر سرپرستی مدرسہ کوٹ موکھل ضلع سیالکوٹ کے لئے ایک ٹرینڈ معلم اور معلمہ کی ضرورت ہے تنخواہ حسب گریڈ ڈسٹرکٹ بورڈ دیجائیگی ۲۵ - ۲ - ۳۵ روپیہ اور ۲۰ - ۲ - ۳۰ روپیہ احمدی احباب کو ترجیح دیجائیگی۔ تمام درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۳۰ تک آنی چاہئیں۔

ہندوستان

— معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے ہند اس غرض سے ریاستوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ کہ رائل کمیشن کے متعلق والیان ریاست کی رائے معلوم کریں۔

— بنگال مسلم کانفرنس نے چھ لاکھ روپیہ کی تبلیغ کے لئے اور ۲ لاکھ کی اخبارات جاری کرنے کے لئے اپیل کی ہے۔

— آل انڈیا ہندو مہا سبھا کا اجلاس بمبئی میں ہوگا۔ جس میں لاہور کے فسادات کا معاملہ بھی پیش ہوگا۔

— دہلی کے بیرسٹر مسٹر آصف علی کو فسادات اندور کے مقدمات میں مسلم ملزموں کی طرف سے وکالت کی اجازت مل گئی ہے۔

— حال ہی میں بعض اسلامی جرائد کے مدیروں اور بعض مسلمان رہنماؤں کے نام انگریزی ٹائپ میں ایک گمنام مکتوب موصول ہوا ہے جس میں کسی "بیسویں صدی کے بندہ بہادر ثانی" نے ان کو قتل کی دھمکی دی ہے شاید اس "بندا بہادر" کو معلوم نہیں کہ مسلمان بھی بہادر ہوتے ہیں اور ایسے گمنام بندا بہادر کو پرکاہ بھی نہیں سمجھتے۔

— کانگرس نے فیصلہ کیا ہے کہ چینیوں کی طبی امداد کے لئے ہندوستان سے ایک طبی وفد روانہ کیا جائے جس کے صدر مسٹر شعیب قریشی ہوں۔

— عدالت عالیہ پنجاب کے چیف جسٹس سر شادی لال ۲۹ جون کو ولایت جا رہے ہیں۔

— کلکتہ میں راج راجیشوری کا جلوس مسجدوں کے سامنے باجا بجاتے ہوئے گزر گیا۔

— دربھنگہ میں ہندوستان کے مشہور پنڈتوں کی سبھا منعقد ہوئی جس میں شدھی کے حق میں فیصلہ کیا گیا۔

— صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر رسالہ متانہ جوگی نے ہندوؤں کے نام ایک خفیہ گشتی چٹھی لکھی ہے۔ جس میں اخبار پرچارک کے شایع کرنے کی غرض و غایت یہ بتائی ہے کہ "تمام ہندوؤں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو سکے۔ اور دوسرے مذاہب والوں پر ہندوؤں کی دہشت طاری ہو جائے" آخر میں آریہ سماجیوں کو اور سناتنیوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ آپس کے مباحثات کم از کم دس سال کے لئے بند کر دیں۔ اور سکھوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہندو جاتی کو مضبوط بنائیں۔

— سیاست راوی ہے کہ اس وقت تک فساد لاہور کے سلسلہ میں ۱۲۷ مسلمان گرفتار کئے جا چکے ہیں جن میں سے ۱۰۰ پر مقدمے چل رہے ہیں اور ہندوؤں کے ایک وفد کی درخواست پر اکثر مسلمانوں کے نام رجسٹر نمبر ۱۰ میں درج کئے جا رہے ہیں۔

— حضور نظام حیدر آباد دکن کو حکومت ہند کی طرف سے بہت کڑی شرائط پیش کی گئی ہیں۔ جن کے قبول کرنے کے معنے یہ ہونگے کہ حضور نظام ریاست سے عملاً دست بردار ہو چکے ہیں۔ اسلامی جرائد ان کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

— لاہور ریلوے سٹیشن پر نارتھ ویسٹرن ریلوے نے تیسرے درجہ کے مسافروں کے آرام و امداد کے لئے تیسرے درجہ کے مسافر خانوں میں بر یلو مسافروں کو ہر قسم کی ضروری معلومات بہم پہنچانے کے لئے کلارک مقرر کئے ہیں۔

ممالک خارجہ

— اخبارات میں علمائے نجد کا ایک فتویٰ شایع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے نجد شیعوں کو سلطان ابن سعود کی بیعت پر مجبور کرنے اور ان کے امام باڑوں اور دیگر مذہبی عمارتوں کو مسمار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

— اخبار الصفا لکھتا ہے کہ ابن سعود نے عامل احسا کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے یہاں کے شیعوں کو مجبور کرے کہ وہ اہل سنت (وہابی) کی مسجدوں میں نماز ادا کریں۔ ان مساجد کے امام وہابی ہونگے۔

— حکومت نجد نے یہ طے کر لیا ہے کہ ایام حج میں تمام قبائل سے ہتھیار رکھ لئے جائیں گے۔

— قاہرہ۔ حکومت مصر نے طے کیا ہے کہ امسال محمل کہ معظمہ نہ بھیجا جائے کیونکہ سلطان ابن سعود اس بات پر مصر ہیں کہ محمل کے ساتھ جو مصری سپاہی ہوں وہ غیر مسلح رہیں۔ اسی اعلان میں یہ بھی لکھا ہے کہ مصر سے جو لوگ حج کو جائیں گے۔ وہ اپنی ذمہ داری پر جائیں گے۔

— جن دول کو سرزمین ایران میں خاص عدالتی و قانونی حقوق حاصل تھے ان کو حکومت ایران نے اطلاع دی ہے کہ ۱۰ رمئی ۱۹۲۸ء سے یہ تمام حقوق کالعدم ہو جائیں گے۔ گویا ان حقوق کے متعلق تمام معاہدات نیز وہ معاہدے جو ہمیشہ کے لئے مستقل تھے سال بھر کا نوٹس دے کر منسوخ کر دیئے گئے۔

— حکومت حجاز نمازیوں کے آرام کے لئے حرم پاک میں شامیانوں کا انتظام کر رہی ہے کہ مطاف کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے شفاخانے کھول دیئے گئے ہیں۔ سعی کی سڑک بھی پختہ ہو رہی ہے۔ اور کام قریب الختم ہے۔

— چین میں ابھی تک خانہ جنگی جاری ہے۔ حال میں قوم پرست افواج نے نمایاں فتوحات حاصل کی ہیں۔

— امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ چین جس وقت بھی امریکہ کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لے گا امریکہ صلح کرلے گا۔

— حجاز میں ابن سعود کے خلاف نوجوان جماعتوں نے پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ مساجد اور گزرگاہوں پر اشتہارات چسپاں ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۸ جون ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۳

ویدک ایشور

(از حضرت مسیح موعودؑ)

ایشور کے گن عجیب ہیں ویدوں میں اے عزیزو
اس میں نہیں مروت ہم نے سنا یہی ہے

دیکر نجات و مکتی پھر چھینتا ہے سب سے
کیسا ہے وہ دیالو جس کی عطا یہی ہے

ایشور بنا ہے منہ سے خالق نہیں کسی کا
روحیں ہیں سب اناوی پھر کیوں خدا یہی ہے

روحیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
اس کی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے

ان کا ہی منہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے
گویا وہ بادشہ ہیں ان کا گدا یہی ہے

القصہ آریوں کے ویدوں کا یہ خدا ہے
ان کا سہے جس پہ تکیہ وہ بے نوا یہی ہے

اے آریو کہو اب ایشور کے ہیں یہی گن
جس پر ہو ناز کرتے بولو وہ کیا یہی ہے

قدرت نہیں ہے جس میں وہ خاک کا ہے ایشور

بزم احباب

(مرتبہ خانصاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

ملک شام

اخویم امین دمشقی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ حج بیت اللہ اور زیارت قبر نبوی کے لئے اس ہفتہ جا رہے ہیں۔ سب احباب سے ملتجی ہیں کہ وہ ان کے لئے بصحت و عافیت واپسی کے لئے دعا کریں۔

اخویم ابو عزت صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا اس امر کے معلوم ہونے سے بڑی خوشی ہوئی کہ حضرت امیر نے خدا اور رسولؐ کے عہد پر میری بیعت قبول فرمالی ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خدمت اسلام کی بہت بہت توفیق عطا فرمائے آپ نے مجھے لکھا تھا کہ برادر محمد ادیب عبد العزیز سے ملتا رہوں حقیقت یہ ہے کہ برادر موصوف ہی مجھے ظلمت سے نور کی طرف لانے کا باعث ہوئے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ رمضان میں مجھے افطاری پر بلایا تھا۔ جہاں ہمارے دوسرے احمدی بھائی بھی جمع تھے ان سب سے ملاقات کرکے دلی خوشی حاصل ہوئی۔ بعد طعام برادر موصوف نے کھڑے ہوکر روزہ کی فلاسفی بیان کی اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات دینی کا ذکر کیا۔ اور آپ کا خط پڑھ کر سنایا جسے وہ اخبارات کے ذریعے سے شایع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خط نے حضرت مسیح موعود پر ہمارے ایمان کو زیادہ کیا۔ خلاصہ حال یہ ہے کہ برادر موصوف رات دن تبلیغ سلسلہ میں منہمک رہتے ہیں۔ اور لوگوں کو نصائح کرتے رہتے ہیں۔

برادر موصوف کا بچہ عبد اللہ جسے گزشتہ گولہ باری میں پیٹھ پر زخم آگیا تھا۔ باوجود علاج وغیرہ کرنے کے ۲۷ر رمضان کو وفات پاگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے والد نے اس صدمہ پر بڑا صبر اور شکر کیا اور ہر وقت اس کی زبان سے کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وانا للہ وانا الیہ راجعون نکلتا رہتا ہے انہوں نے مصائب دمشق پر ایک کتاب لکھی ہے جسے وہ عنقریب شایع کرینگے۔ حضرت امیر اور آپ سب بھائی دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں خدمت اسلام کی توفیق دے۔

ہنگری

ڈاکٹر جرمنوس صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ترکی سے واپس آکر رسالہ اسلام کا ہنگری زبان میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے اور اب آپ اس کے شائع کرنے کا مناسب انتظام کریں۔ یہاں کے دار الخلافہ میں مسجد بنانے اور اشاعت اسلام کا مرکز قایم کرنے کے بارہ میں آپ کی انجمن کا کیا خیال ہے۔ اس بارہ میں کچھ تجویز سوچنی چاہیئے۔ اور تبلیغ اسلام کی طرف کچھ توجہ کرنی چاہیئے۔

فرانس

اخویم چودھری محمد اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ بہتر ہوتا کہ یونیورسٹی میں وظائف کی درخواستیں مجھے بھیجدی جاتیں۔ اس وقت تک پندرہ سولہ درخواستیں وصول ہوچکی ہیں لیکن یونیورسٹی کو صرف دس طلبا لینے ہیں۔ بہرحال آپ کے دوستوں کی عرضیاں بھی منظور کرانے کی کوشش کرونگا۔ میرے دوست ڈاکٹر ایتید رنے نے ایک مضمون طبی نقطہ نظر سے آنحضرت پر لکھا ہے۔ جسے اس نے پمفلٹ کے طور پر علیحدہ شایع کیا ہے۔ یہ مضمون ایک مشہور رسالہ میں شایع ہوا تھا۔ اب رومامیں اسلام کا چرچا مشہور سا ہو گیا ہے۔ مسز ولیری کے خلاف پوپ وغیرہ نے بہت پروپیگنڈا کیا۔ وہ بیچاری گھبرا گئی تھی۔ میں ایسے تمام لوگوں کو تسلی دیتا رہتا ہوں اور حق کی حمایت پر مضبوط رہنے کی تلقین کرتا رہتا ہوں۔ حضرت امیر اور جملہ احباب کو السلام علیکم۔

چین کی زندگی

اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو مقروض نہ ہو قرض سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ تم اپنے اخراجات کو گھٹا کر زیادہ سے زیادہ روپیہ پس انداز کرو تاکہ ضرورت کے وقت وہ رقم تمہارے کام آئے۔ اور تمہیں قرض لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس آج ہی سے اس پر عمل کرو۔

قوۃ الاسلام انجمن کے مبلغ حکیم محمد یار صاحب نوق کے اثر پر مال ہی میں۔

مقدمہ رنگیلا رسول

عدالت عالیہ پنجاب کا فیصلہ

بہ سلسلہ مرافعہ مہاشہ راجپال عدالت عالیہ کے جج مسٹر جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے رنگیلا رسول کے مقدمہ میں مندرجۂ ذیل فیصلہ صادر کیا ہے:-

اس مقدمہ میں عدالت سشن نے مرافعہ گزار کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مجرم قرار دے کر چھ ماہ قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کی سزا دی تھی۔

مرافعہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ تنقیحات مقدمہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا کہ ملزم سے کوئی ایسا جرم صادر ہوا۔ جس پر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کا اطلاق ہو سکے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "جماعات" سے مراد "مذہبی جماعتیں" نہیں بلکہ "نسلیں" ہیں۔

مجھے اس توضیح کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ اس سے لفظ "جماعات" کے معنی اس طرح محدود ہو جاتے ہیں کہ اس کا ذکر دفعہ محولہ فوق میں موجود نہیں ہے۔

اس کے علاوہ موجبات اپیل میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ کسی مذہبی مقتدا کی سیرت پر نکتہ چینی کرنا یا اس کی ہجو لکھنا اس دفعہ کی زد میں نہیں آتا۔

ابتدائی عدالت اس نتیجہ پر پہنچی کہ ملزم کا ارادہ یہی تھا کہ پیغمبر اسلام پر سفیہانہ حملہ کر کے انہیں ہدف نفرت و استہزا بنائے۔ ان کے عقائد کا مضحکہ اڑائے اور اس طرح ان کے متبعین کے احساسات کو صدمہ پہنچائے۔ اور اس لئے عدالت نے قرار دیا کہ اگر واقعی اس کا یہی ارادہ تھا تو اس نے یقیناً جرم زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کا ارتکاب کیا ہے۔

فاضل سشن جج نے قرار دیا کہ رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تحریر میں عمداً ایسا پہلو اختیار کیا گیا ہے جس سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات مجروح ہوئے ہیں۔

مرافعہ گزار کے وکیل نے بیان کیا ہے کہ کتاب سے اس ارادہ کا اظہار نہیں ہوتا۔ اور تصنیف کتاب سے صرف یہ مقصد ہے کہ تعدد ازدواج اور مختلف العمر اشخاص کی باہمی شادی کے مفاسد سے پردہ اٹھایا جائے۔ مگر میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ کتاب یقیناً بانی اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے لیکن مجھے اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملی جس سے معلوم ہو سکے کہ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد مذہب اسلام پر حملہ کرنا یا اہل اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا ہے برعکس اس کے کتاب میں صراحتاً لکھا ہے کہ لوگوں کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اور ان کے افعال کی پیروی نہ کرنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب کا طرز تحریر معاندانہ ہے جس سے مسلمانوں کے احساسات مجروح ہونے کا احتمال ہے۔ بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خیال بھی حق بجانب ہے۔

مگر سوال زیر بحث تو یہ ہے کہ کیا کسی مذہبی مقتدا کی سیرت کے متعلق ہجو آمیز بیانات شایع کرنا دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آتا ہے۔ یا نہیں ...ں جلسہ میں اس کتاب کے خلاف اظہار نفرت و ملامت کیا گیا تھا ...ں کے صدر کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کتاب کے خلاف مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو رہے تھے۔ اور اس قسم کی کتاب کی اشاعت کا یہی نتیجہ ہو سکتا تھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملزم اس کتاب کا مصنف نہیں ناشر ہے۔ کتاب کے چار نسخے مسلمانوں نے خریدے اور باقی تمام جلدیں یا تو آریہ سماجی کتاب فروشوں یا آریہ سماج کے دیگر افراد کے ہاتھ فروخت ہوئیں۔

(۱) فاضل وکیل سرکار بمبئی ایل آر ۲۲ صفحہ ۱۶۶ اور اور کی کتاب تعزیرات جلد اول صفحہ ۸۰۴ اور آئی ایل آر کلکتہ ۹۱ کے صفحہ ۵۹۶ کا حوالہ دیا ہے۔ اور اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ کہ کسی مذہب کے بانی کی ہجو لکھنا اس مذہب کے پیرؤوں کی توہین ہے۔ میرے خیال میں یہ ضروری نہیں

(۲) دوسری بات سرکاری وکیل نے یہ پیش کی ہے کہ کسی مذہبی پیشوا پر ایسے شخص کا حملہ کرنا جو اس مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہو دفعہ ۱۵۳ کی زد میں آتا ہے کہ وہ اس مذہبی پیشوا کی ہجو اس بنا پر کرتا ہے کہ وہ دوسرے مذہب کا پیرو ہے

(۳) وکیل سرکار نے اپنے دلائل میں یہ بھی کہا ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جن سے من حیث الجماعت مسلمانوں کی توہین متصور ہے۔ مگر مجھے کتاب میں ایسے الفاظ نظر نہیں آئے۔

(۴) اس نے بیان کیا ہے کہ یہ کتاب ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف حقارت پیدا کر دے گی۔ نیز اس نے تسلیم کیا ہے کہ عدالتہائے ماتحت نے اس پہلو کو قطعی نظر انداز کر دیا ہے۔

وکیل سرکار کے جواب میں وکیل صفائی نے کہا ہے کہ حقارت و عداوت مترادف نہیں ہیں۔ اور دفعہ ۱۴۴ تعزیرات ہند کے الفاظ دفعہ ۱۵۳ الف سے وسیع تر ہیں۔

وکیل سرکار نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی کشیدگی اور مسلمانوں کے جوشیلے پن کو (جو دیگر اقوام کی نسبت زیادہ ہے) پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا صحیح ہے کہ مذہب اسلام کے بانی کی ہجو سے کسی اور مذہب مثلاً عیسائیت کے بانی کی ہجو کی نسبت نفرت و عداوت کے زیادہ جذبات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

میں اس دلیل کو صحیح خیال نہیں کرتا۔ کہ کسی جماعت کی جہالت یا دیوانگی کسی قانون پر اثر ڈال سکتی ہے۔ اس بنا پر جرم کی نوعیت کا بعض حالات میں شدید تر ہو جانا تو ممکن ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ایک مذہب کے بانی کی توہین تو دفعہ ۱۵۳ کی زد میں نہ آئے اور دوسرے مذہب کے بانی کے متعلق وہی الفاظ اس لئے اس دفعہ کی گرفت میں آجائیں کہ ان سے اس مذہب کے متبعین کا نسبتاً زیادہ اشتعال میں آنا ممکن ہے

اس امر کے متعلق کسی مذہب کے بانی کی ہجو اس صورت میں دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آجاتی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ ہجو کنندہ نے اختلاف مذہب کی بنا پر ہجو کی۔ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص کسی بانی مذہب کا مقلد ہے وہ تو کبھی اس ہجو کو نہیں لکھے گا اس کا تو یہ مطلب ہوگا کہ جب کوئی ایسا شخص جس کی نسبت یہ علم نہیں کہ وہ کس قوم یا مذہب سے تعلق رکھتا ہے کسی بانی مذہب کی توہین کرے گا تو اس کے تمام معتقدین کے دلوں میں ان تمام اشخاص کے خلاف نفرت و حقارت پیدا ہو گئی جو اس پیشوا کے منکر ہیں۔

میرا خیال ہے کہ دفعہ ۱۵۳ الف ایسے وسیع معنے کے لئے وضع نہیں ہوئی۔ اور میری رائے میں تو یہ دفعہ صرف اس لئے وضع کی گئی ہے کہ کسی شخص یا اشخاص کو ایسی جماعت پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو جو اس وقت زندہ ہے۔ نہ اس لئے کہ اس سے گزشتہ مذہبی رہنماؤں کے خلاف حملوں کو روکا جائے۔ خواہ یہ حملے کیسے ہی شر انگیز اور سفیہانہ کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اگر مسلمانوں کی ناراضی اور ان کے اشتعال جذبات ہی کو دفعہ ۱۵۳ الف کے اطلاق یا عدم اطلاق کا معیار مقرر کر لیا جائے تو تاریخ کی کوئی کتاب جس میں مصنف نے پیغمبر کی سیرت پر غور کرنے کے بعد ان کے متعلق کوئی رائے لکھی ہو دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آسکتی ہے

پس میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ دفعہ ۱۵۳ الف اس لئے وضع کی گئی تھی۔ کہ اس سے گزشتہ مذہبی رہنماؤں کی حیات و سیرت کو اعتراضات و نکتہ چینی سے بچانے کا کام لیا جائے۔ میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ کتاب زیر بحث میں ایسا طریق اختیار کیا گیا ہے جس سے ہر قوم کے صحیح المذاق افراد کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے بعض مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچنا بھی یقینی ہے۔ لیکن میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ یہ کتاب یقیناً ملک معظم کی رعایا کے دو طبقوں کے درمیان نفرت و عناد کے جذبات پیدا ہونے کا باعث ہوگی۔ اغلب ہے کہ یہ نتیجہ بھی اس سے پیدا ہو۔ لیکن اسے دفعہ کے اطلاق کا معیار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ فاضل سرکاری وکیل نے تسلیم کیا ہے کہ تعزیرات ہند کی کوئی اور دفعہ اس پر حاوی نہیں۔

۲۲ - بمبئی ایل آر ۱۲۶ کے مقدمہ میں دفعہ ۱۵۳ الف عائد کی گئی ہے۔ مگر اس مقدمہ میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ جس شخص کی طرف سے تھا۔ وہ بقید حیات تھا۔ اس لئے مقدمہ مذکورہ میں دفعہ ۱۵۳ الف کا اطلاق صحیح ہے۔ میری رائے میں دفعہ ۲۹۲ کے ساتھ اس مضمون کا ایک فقرہ بڑھا دیا جائے۔ کہ کسی شخص کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے کے ارادہ سے کتب و رسائل شایع کرنا اور کسی مذہب کی توہین کرنا جرم قرار

اور میں اس مقدمہ میں دفعہ ۱۵۳ الف کا اطلاق صحیح نہیں سمجھتا لہٰذا میں مرافعہ کو منظور کرتے ہوئے سائل کو بری کرتا ہوں۔

جواہر ریزے

ق

(۱) اور تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائیں۔ اور اچھے کام کرنے کو کہیں۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں۔ اور ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔ (آل عمران)

(۲) اور ان جیسے نہ بنو جو ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اور اپنے پاس کھلے کھلے احکام آئے پیچھے لگے آپس میں اختلاف کرنے اور یہی ہیں جن کو بڑا عذاب ہوگا۔ (آل عمران)

(۳) (اے مسلمانو!) تم سب سے اچھی امت ہو۔ جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو یقیناً ان کے لئے اچھا ہوتا۔ ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان میں سے اکثر بدعہد ہیں۔ (آل عمران ۳: ۱۰۹)

(۴) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنے سوا اپنے راز دار نہ بناؤ۔ وہ (کفار) تم کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم خطرناک مصیبت میں پڑو۔ ان کے مونہوں سے بغض ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ان کے سینوں میں چھپا ہے۔ یقیناً ہم نے تمہارے لئے باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اگر تم عقل سے کام لو (آل عمران ۳: ۱۱۷)

(۵) اے مسلمانو! اگر تم کو کوئی سکھ پہنچے تو ان (کفار) کو بُرا لگتا ہے اور اگر تم کو کوئی دکھ پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی تدبیر تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ بے شک اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (آل عمران ۳: ۱۱۹)

(۶) اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ (آل عمران ۳: ۱۲۱)

ح

(۱) مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کو ادا کرو۔ (ابن ماجہ)

(۲) مجلس میں جو باتیں کی جائیں وہ امانت ہیں انہیں غیروں کو جا کر نہیں بتانا چاہیئے۔ ان تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی مجلس میں سنی جائیں تو انہیں غیروں کو بتانے میں کوئی ہرج نہیں۔ (۱) ناحق نا روا۔ (۲) اگر کسی نے کسی کا مال بے وجہ لے لیا ہو (۳) زنا۔ (ابو داؤد)

(۳) جن بڑے گناہوں سے خداوند کریم نے منع فرمایا ہے ان کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے۔ کہ آدمی قرضدار مرے اور اتنا بھی اثاثہ نہ چھوڑ جائے جس سے اس کا قرضہ ادا کیا جا سکے۔ (ابو داؤد)

(۴) اس مسلمان کا گھر سب سے بہتر ہے۔ جس میں یتیم ہو اور اس سے نیک سلوک کیا جاتا ہو۔ اور سب سے بدتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اس سے بُرائی سے پیش آتے ہوں (ابن ماجہ)

(۵) سات مہلک گناہوں سے بچتے رہو۔ صحابہ نے عرض کی وہ کیا ہیں۔ فرمایا (۱) خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (۲) کسی پر جادو کرنا (۳) ناحق کسی شخص کو جان سے مار ڈالنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال ہضم کر جانا (۶) لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا (۷) پارسا اور ایماندار عورتوں پر فحش کی تہمت لگانا۔ (صحیحین)

(۶) دھوکا دینے والا اور بخل کرنے والا۔ اور دے کر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ابو داؤد)

(۷) رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں لعنتی ہیں۔ (عبداللہ بن عمر)

(۸) جس جوان نے بوڑھے کی اس کی عمر کی وجہ سے عزت کی۔ خدا اس کے بڑھاپے میں ضرور ایسا شخص مقرر کرے گا جو اس کی عزت کرے گا۔ (ترمذی)

اسلام یورپ میں

(از مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی امام برلن مسجد)

جرمن بولنے والے وسطی یورپ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ آسٹریا، زیکو سلوویکیا، بویریا، وسٹ فالیا اور چند دوسری جنوبی ریاستیں رومن کیتھولک مذہب کی پیرو ہیں۔ اور بقیہ نصف شمالی حصہ پراٹسٹنٹ عیسائی ہیں۔ کیتھولک مذہب کا پیرو حصہ ابھی تک ہماری تبلیغ سے بالکل خالی ہے گو اس حصہ میں ہم نے لوگوں کو مسلمان بنایا ہے۔ لیکن جرمنی خاص (ڈوئیش لینڈ) کے علاوہ اس کے ملحقہ ممالک بھی ہیں۔ جہاں جرمن زبان اور جرمن اسپرٹ کا بہت سا اثر ہے۔ ان میں یوگوسلیویا خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس سے دوسرے درجہ پر پولینڈ ہے جہاں خاصا اسلامی عنصر پایا جاتا ہے۔

یوگوسلیویا میں پندرہ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ جو عیسائیوں کے مقابلہ میں اقلیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے پانچ لاکھ ترکی نسل کے مسلمان ہیں۔ جو بالکل الگ تھلگ رہتے اور اپنی گزشتہ جاہ و حشمت اور حکومت کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ باقی دس لاکھ مسلمان دیسی سلیونسل سے ہیں۔ جن کے دل اسلام کی محبت سے لبریز ہیں۔ اگرچہ ہمارا جرمن مشن ۱۹۲۳ء سے جاری ہے لیکن صرف ڈیڑھ سال ہی کا عرصہ ہوا ہے کہ ہمارے تعلقات سلیو بھائیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور اس قلیل عرصہ میں یہ علاقہ ہماری تبلیغ کا اہم مرکز بن گیا ہے یہاں کے لوگ متقی ہیں۔ لیکن ایک نسل پیدا ہو رہی ہے جو اسلام سے بیگانہ ہے اور کسی قدر دین سے ناتسلی یافتہ ہے جس کی خاص وجہ ان کی مادری زبان کروشین میں اسلامی لٹریچر کی عدم موجودگی اور ملاؤں کی نامعقول تشریحات مذہب ہیں جو کہ نوجوان مسلمان مرد و عورت کو جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہے ہیں تسلی نہیں دے سکتیں۔ ان حالات میں ہمارا جرمن رسالہ مسلیمش ریویو بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اور ہمارا حلقہ اثر اس علاقہ میں ترقی پذیر ہے۔ جرمن زبان اس علاقہ میں عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے ہمارے جرمن لٹریچر کے لئے بڑا وسیع میدان موجود ہے۔ ہماری ترغیب اور جرات دلانے سے ایک مسلمان نوجوان نے کروشین زبان میں ایک رسالہ جاری کر دیا ہے۔ جس میں ہمارے رسالے کے مضامین کے تراجم شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہم نے اسے عام اجازت دے رکھی ہے کہ جس مضمون یا کتاب کو وہ مفید خیال کرے ترجمہ کرکے شایع کرسکتا ہے۔ اس وقت وہاں کے دو مسلمان حضرت مولوی محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر کا کروشین زبان میں ترجمہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر یقین ہے کہ یہ علاقہ اب بالکل محفوظ ہے۔

پولینڈ میں بھی مسلمان خاصی تعداد میں ہیں۔ حال ہی میں وہاں کی حکومت نے ڈاکٹر یعقوب صاحب کو مفتی اعظم مقرر کیا ہے۔ جو میرا ذاتی دوست اور پرجوش مسلمان ہے۔ وہ تاتاری ترک ہے۔ اور وہاں کے مسلمان بھی اسی نسل سے ہیں۔ ہم اور بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہماری خاص کوشش کا مرکز خود جرمنی ہے۔ جہاں خدا کے فضل سے ہمارا کام نمایاں ہے۔ اور گزشتہ چار سال کی مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود قریباً سا ٹھ جرمن اسلام میں داخل ہوچکے ہیں۔ یہاں ہماری بڑی بھاری مشکل زبان کا معاملہ تھا۔ خود جرمن قوم کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ ان کی زبان بڑی مشکل زبان ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر اور میرے نزدیک بہت اہمیت رکھنے والی مشکل وہ انسانی مادہ ہے جس میں ہمیں کام کرنا ہے۔ ہم مشرقی لوگ یورپ کو ایک خاص سیاسی اصطلاح میں ایک براعظم کہہ سکتے ہیں۔ جو دیگر براعظموں کو اپنے زیر اقتدار رکھنے پر تلا ہوا ہے۔ لیکن جب ایک شخص یورپ کی مختلف اقوام سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہاں کئی نسلوں اور اقوام کے لوگ آباد ہیں۔ متحدہ یورپ کوئی نہیں اس لئے ان کے درمیان اشاعت اسلام کے وہ طریقے کام نہیں دے سکتے جو انگلستان میں مفید ثابت ہوئے۔ جن اقوام کے درمیان تبلیغی کام کرنا ہو ان کی طبائع وغیرہ کی نا واقفیت کی وجہ سے سابق میں فروگزاشتیں ہوچکی ہیں۔ اور ممکن ہے آئندہ بھی ہوں ہر دو حالتوں میں نتیجہ یکساں ناکامی ہے۔ یورپ کی مختلف نسلیں اور قومیں اپنے خصوصی اخلاق و عادات رکھتی ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان مبلغ کو ان میں کام کرنے سے پہلے ان کے حالات سے پوری پوری واقفیت پیدا کرنا ضروری ہے۔

دو سال گزرے ہیں کہ میں یہاں کے تبلیغی مرکز میں کام کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس وقت میرا مبلغ علم زبان جرمن چند الفاظ اور قواعد زبان کی چند اصطلاحات تک محدود تھا۔ لیکن اس دو سال کے عرصہ میں میں نے جرمن زبان پر قدرت حاصل کرلی ہے۔ اور اس زبان میں جو کچھ لٹریچر اسلام پر موجود تھا۔ اس کے مطالعہ میں مصروف ہوں اور انشاء اللہ چند ماہ کے عرصہ میں اس مطالعہ کو مکمل کرلونگا۔ ایسا کرنا نہایت ضروری تھا۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں روشن دماغ طبقہ پر اسلام پیش کرنا ناممکن تھا۔ اس عرصہ میں جرمن قوم کی عادات و اخلاق اور تمدن کا بھی کافی مطالعہ کرلینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگرچہ زمین بہت سخت ہے تاہم کامیابی ناممکن نہیں۔ اگر ہم تبلیغ کے وہ طریقے یہاں بھی استعمال کریں جو انگلستان اور دیگر ممالک میں کئے جارہے ہیں۔ تو ناکامی یقینی ہے لیکن جو لوگ تن دہی اور محنت سے کام کریں گے تو کامیابی ضرور ہوگی۔ گو آہستہ آہستہ ہو۔ اور نتیجہ ذرا دیر سے نکلے گا۔ گروہ در گروہ لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا کچھ وقت چاہتا ہے۔ ہم کس طرح سے مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔ اور میرا مطلب تن دہی اور محنت سے کیا ہے؟ ہمارا اہم مقصد تبلیغ اسلام ہے اور ہمارا فرض اس کی ترجمانی کرنا اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ جرمنی میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جن کے مدنظر کمینہ مادیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی طرف توجہ بھی نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کی مثال بھیڑوں کی مانند ہے۔ جو ایک اعلیٰ دماغ کی تابعدار ہوتی ہیں۔ اور موخرالذکر قسم کے لوگ عموماً ہنرمند بلند پرواز اور سمجھدار ہوتے ہیں اور یہی لوگ خطاب کے لائق ہوسکتے ہیں۔ وہ مذہب جو ظاہری پابندیوں میں جکڑا ہوا اور پیچ در پیچ تعلیمات سے پر ہو یہاں قبولیت حاصل نہیں کرسکتا۔ اعلیٰ نمونہ۔ بلند خیالی اور پاک روحانیت ہی ایسے لوگوں پر اپنا اثر ڈال سکتی ہے۔ اور غالباً انہی وجوہ کے باعث ابھی تک تعلیم یافتہ طبقہ عیسائیت پر جما ہوا ہے۔ اگرچہ جرمن علماء نے بائیبل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور اس کے مذہب کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ لیکن یورپ کی دیگر اقوام میں سب سے بڑھ کر یہی قوم عیسویت کو مانتی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ اناجیل بے اعتبار ہیں۔ اور وہ خدا کا کلام نہیں۔ اور عیسویت کے عقائد نامعقول ہیں۔ باوجود ایسا ماننے اور دوسروں کو منوا لینے کے انہوں نے عیسویت کو ایک نیا جامہ پہنوا دیا ہے۔ جو عام طریقوں سے ناقابل تسخیر ہے۔ اور یہ جامہ نمونہ اور بلند خیالی کا ہے۔ جرمن قوم اس زمانہ میں اعلیٰ خیالات کی لیڈر ہے۔ اور جو کچھ وہ معلوم کرتی ہے۔ اور تعلیم دیتی ہے وہ تھوڑے عرصہ میں تمام دنیا کی ملکیت ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اس نئی طاقت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کے خصائص سے آگاہ ہونا لابدی تھا۔ اور مجھے اس بات سے مسرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ ہم نے اس پر قابو پالیا ہے۔ اور اگر حامیان اسلام پوری سرگرمی سے کوشش کریں تو اس مرکز عیسویت میں اسلام کی کامیابی یقینی ہے۔ میں نے عیسویت کی اس بلند خیالی کو اسلام کے مقابلہ پر ہیچ پایا۔ بظاہر یہ اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انسان کو کسی اعلیٰ مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ عیسویت کا نمونہ ناقص اور بلند خیالی پرعیب۔ اس کے مقابل اسلام کا نمونہ اور بلند خیالی اور روحانی کمال نہایت شاندار اور بے عیب ہے۔ اس لئے اسلام کے اعلیٰ کمالات ہمیں دنیا کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔ اسلام اعلیٰ نمونہ کے حصول کی راہیں بتاتا ہے۔ جسے جرمنی کی مصنوعی عیسویت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسلام بلند خیالی سے بڑھ کر تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ یقینی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو کہ خود بخود لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرلیتی ہے۔ اگر ہم اسلام کی اس اعلیٰ تصویر کو جرمن قوم کے ذہن نشین کرانے میں کامیاب ہوجائیں اور اس کا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش کر دیں تو ہماری کامیابی قطعی طور پر یقینی ہے۔ یورپ یہودیت کے دستور العمل اور عیسویت کی مصنوعی بلند خیالی سے واقف ہے۔ اسلام ان ہر دو کا بہترین نمونہ ہے۔ اس لئے ہماری کامیابی یقینی ہے۔ لیکن اس کے لئے جفاکش، محنتی اور ایثار کرنے والے کارندوں کی ضرورت ہے۔

عید اضحیٰ کے ضروری مسائل

عید اضحیٰ کی نماز واجب ہے۔ اور عیدگاہ میں جانے کے لئے نبی کریمؐ نے مردوں اور عورتوں کو سب کو حکم دیا ہے اس نماز میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں قرارت ہر رکعت میں تکبیروں کے پیچھے ہوگی۔ امام بخاری اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور امام احمد بھی اسی طرف گئے ہیں۔ کہ خطبہ نماز کے بعد پڑھا جائے۔

قربانی واجب ہے

جمہور تو کہتے ہیں کہ قربانی سنت ہے لیکن امام ابو حنیفہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

قربانی نماز عید کے بعد کی جائے۔ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ لیکن بکری دنبہ اور مینڈھے کی قربانی میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔ ان کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے ہو اگر کسی وجہ سے عید کے دن قربانی کا جانور ذبح نہ ہوسکے تو پھر بارہویں تاریخ تک ذبح ہوسکتا ہے۔ اور اس وقت تک یہ جانور قربانی مسنونہ ہی میں شمار ہوگا۔ قربانی کا جانور اچھا موٹا تازہ ہو۔ دبلا مریض اور لنگڑا وغیرہ نہ ہو۔ دنبہ ایک سال کا ہونا چاہیئے اگر کسی وجہ سے یکسالہ نہ ملے تو کم عمر کا بھی جائز ہے۔

کھالیں

قربانی کے جانوروں کی کھالوں کی قیمت انجمن کے خزانہ میں آنی چاہیئے۔ کہ اس سے بھی انجمن کو کافی مالی امداد مل سکتی ہے۔ قطرہ قطرہ بہم شود دریا۔ اس موقع پر وہ تمام احباب جو قربانی کریں کھالوں کی قیمت مقامی جماعت کے محاسب صاحبان کو عطا فرمائیں۔ بیرونی جماعتوں کا ہر ایک سکرٹری اپنی اپنی جماعت کو اس طرف توجہ دلائے

عید فنڈ

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ عید کے موقع پر ہر ایک احمدی اشاعت اسلام کے لئے کم از کم ایک روپیہ چندہ دے۔ سب بھائیوں کو حضرت صاحب کے اس ارشاد کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جو صاحب فراخی اور وسعت رکھتے ہیں انہیں اپنی حیثیت کے مطابق رقم دینی چاہیئے۔ یہ کل رقم جمع کرکے دفتر انجمن میں بھیجی جائے جہاں جماعت کا انتظام نہ ہو وہاں سے براہ راست یہ رقم بھیج جانی چاہیئے۔

جاگتے رہو

عید قرباں سر پر آگئی حکومت اور مسلمان دونوں کو اس موقعہ پر جاگتے رہنا چاہیئے۔ اور حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس تقریب پر ضد اور عداوت اکثر بلوہ اور فساد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

عید مبارک

تمام مسلمانوں کو عموماً اور ان مجاہدین کو خصوصاً جو جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہیں عید اضحیٰ کی تقریب سعید پر بصد خلوص دل سے مبارکباد دیتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

لاہور

جلد ۱۵ ۔ ۷ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ ۔ نمبر ۲۳

مقدمہ رنگیلا رسول

عدالت عالیہ پنجاب کا عجیب و غریب فیصلہ

دفعہ ۱۵۳ الف کی دو متضاد تعبیریں

مقدمہ رنگیلا رسول میں عدالت عالیہ پنجاب کے جج مسٹر کنور دلیپ سنگھ نے جو فیصلہ صادر کیا ہے اس کا ترجمہ آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے۔ عدالت عالیہ پنجاب کے اس عجوبہ روزگار فیصلہ میں جس منطق سے کام لیا گیا ہے وہ کم از کم ہماری ناقص سمجھ سے تو بالاتر ہے۔

فاضل جج کا ارشاد ہے :-

" کتاب یقیناً بانیٔ اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے " لیکن اس سے اگلی ہی سطر میں لکھتے ہیں :-

" لیکن مجھے اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملی جس سے معلوم ہوسکے کہ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد مذہب اسلام پر حملہ کرنا یا اہل اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا ہے "

گویا جج صاحب کی نگاہ میں اگر کسی مذہب کے بانی پر ہجو آمیز حملے کیے جائیں اور اس کی عملی زندگی کو تاریک سے تاریک صورت میں پیش کیا جائے تو اس سے نہ تو اس کے قائم کردہ مذہب پر حملہ ہوتا ہے۔ اور نہ اس کے پیروؤں کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ سبحان اللہ کیا اچھوتا نکتہ ہے۔ جب ایک بانیٔ مذہب کو "عیاش" " رنگیلا " "شہوت پرست " " ڈاکو " " لٹیرا " ظاہر کیا جائے تو اس قسم کے گندے اور دشنام آمیز خطابات جہاں اس بانیٔ مذہب کے لئے ہجو غلیظ سمجھے جائیں گے وہاں اس کے مذہب کے لئے بھی توہین آمیز تصور کیے جائیں گے کیونکہ اس منطق سے نادان سے نادان بھی واقف ہے کہ جیسا خود بانیٔ مذہب ہوگا ویسا ہی اس کا قائم کردہ مذہب بھی ہوگا۔ کسی مذہب کے بانی کی زندگی مذہب کی تعلیمات کا صحیح نقشہ ہوتی ہے اور اہل اسلام کا تو خصوصیت سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ پس بانیٔ مذہب کی عملی زندگی کی توہین و تذلیل کرنا خود اس کے قائم کردہ مذہب کی توہین و تذلیل کرنا ہے۔ اور یہ امر تو مسلم ہے کہ جب کسی مذہب کی تعلیمات اور اس کے بانی کے خیالات و حالات کو نفرت انگیز رنگ میں کسی قوم کے سامنے پیش کیا جائے گا تو اس قوم کو اس مذہب کے پیروؤں سے نفرت ہو جائے گی۔ پس بانیٔ اسلام پر حملہ کرنا مذہب اسلام پر حملہ کرنا ہے۔ اور بانیٔ اسلام کے متعلق ہجو آمیز اور نفرت انگیز بیانات شائع کرنا اہل اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اہل اسلام کو بھی اس فرقہ سے نفرت ہو جانا یقینی ہے جو ایسا گندہ لٹریچر شائع کرتا ہے۔ کوئی صاحب فہم و عقل اس سیدھی سادی بات سے انکار نہیں کرسکتا۔ خود فاضل جج نے بھی چند سطور آگے چل کر اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے :-

" اس میں شک نہیں کہ کتاب کا طرز تحریر معاندانہ ہے جس سے مسلمانوں کے احساسات مجروح ہونے کا احتمال ہے۔ بلکہ ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خیال بھی حق بجانب ہے "

ہر قوم کے صحیح المذاق افراد کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے بعض مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچنا بھی یقینی ہے "

باوجود ان سب باتوں کے تسلیم کرنے کے جج مذکور کا یہ فقرہ کس قدر تعجب انگیز ہے :-

" میں یہ رائے قائم نہیں کرسکتا کہ یہ کتاب یقیناً ملک معظم کی رعایا کے دو طبقوں کے درمیان نفرت و عناد کے جذبات پیدا ہونے کا باعث ہوگی "

فاضل جج کو اس بات کا اعتراف ہے کہ " کتاب یقیناً بانیٔ اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے " آپ اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ " کتاب کا طرز تحریر معاندانہ ہے جس سے مسلمانوں کے احساسات مجروح ہونے اور ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خیال بھی حق بجانب ہے " آپ کو اس بات سے بھی انکار نہیں کہ " اس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچنا بھی یقینی ہے "۔ لیکن باینہمہ آپ کتاب کو " ملک معظم کی رعایا کے دو طبقوں کے درمیان نفرت و عناد کے جذبات پیدا کرنے کا باعث " نہیں سمجھتے۔ اور سائل کو یہ کہہ کر بری کر دیتے ہیں کہ مقدمہ مذکورہ میں دفعہ ۱۵۳ الف کا اطلاق صحیح نہیں۔ اور تعزیرات ہند میں اور کوئی ایسی دفعہ نہیں جس سے گزشتہ مذہبی رہنماؤں کی حیات و سیرت کو کمینہ اور دلآزار حملوں سے بچانے کا کام لیا جائے گویا دنیا کی سب سے بڑی حکومت کا مجموعہ تعزیرات ایسی دفعہ سے یکسر خالی ہے۔ جس کے ماتحت مقدس بانیان مذاہب کی توہین و تذلیل کرنے والے مجرموں کو سزا دی جاسکے۔ اور جب تک دفعہ ۱۵۳ میں وہ اضافہ نہ کیا جائے جس کی سفارش فاضل جج نے کی ہے اس وقت تک بدزبانوں کو عام اجازت ہے کہ وہ رنگیلا رسول اور اس قبیل کی دیگر ناپاک کتابیں شائع کرکے ملک معظم کی کروڑہا رعایا کے مذہبی جذبات و احساسات کو مجروح کریں۔

فاضل جج کے نزدیک ملزم نے دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت کوئی جرم نہیں کیا۔ لیکن عدالت ماتحت اور سشن جج دونوں نے ملزم کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف مجرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ عدالت ماتحت نے فیصلہ میں لکھا ہے :-

" اس کتاب کا طرز تحریر نہایت قابل اعتراض، تمسخر منافرت اور ہجو سے پر ہے۔ اور ہر ایک سطر حضرت محمدؐ اور ان کے چلائے ہوئے مذہب کے خلاف ہے مجھے یقین ہے کہ ملزم کے اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کوئی نہ تھا کہ وہ پیغمبر اسلام کے خلاف نفرت پھیلائے۔ اور ان کے مذہب کا مضحکہ اڑائے اور اس طرح ان کے پیروؤں کے جذبات کو ٹھیس لگائے اس لئے اس نے زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند جرم کا ارتکاب کیا ہے "

دونوں عدالتوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ملزم کا مقصد مذہب اسلام پر حملہ کرنا اور اس طرح مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگانا تھا لیکن فاضل جج فرماتے ہیں کہ :-

" کتاب یقیناً بانیٔ اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے لیکن مجھے اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملی جس سے معلوم ہوسکے کہ اس کتاب کا مقصد مذہب اسلام پر حملہ کرنا یا اہل اسلام کے خلاف نفرت پھیلانا ہے۔ برعکس اس کے کتاب میں صراحتاً لکھا ہے کہ لوگوں کو محمدؐ کے اقوال پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اور ان کے افعال کی پیروی نہ کرنا چاہیئے "

اس ایک بات ہی سے فیصلہ کی ثقاہت و اہمیت کا اندازہ لگ سکتا ہے مصنف کتاب نے آنحضرت کے اقوال و افعال میں تضاد ظاہر کرکے یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہتے تھے وہ خود نہ کرتے تھے۔ گویا محض زبانی جمع خرچ کرنے والے تھے۔ اور عملی آدمی نہ ہونے کی وجہ سے مذہبی پیشوا کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ لیکن جج صاحب کی سخن شناسی ملاحظہ ہو کہ آپ اس ذم کو مدح سمجھ کر ملزم کی نیک نیتی کا اظہار کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس بات کو سب جانتے ہیں کہ جس شخص کے اقوال اس کے افعال کے خلاف ہوں وہ کوئی مذہبی یا دنیدار شخص بھی نہیں کہلا سکتا چہ جائیکہ وہ ایک ایسے عظیم الشان مذہب کا بانی ہو جس کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد ...

" دھرم جیون " پر الہ آباد ہائی کورٹ میں بھی چل رہا تھا۔ وہاں جسٹس دلال نے قرار دیا کہ ایسی کتاب یقیناً دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آتی ہے۔ اور اس بنا پر جسٹس موصوف نے عدالت ماتحت کے فیصلہ کو بحال رکھا اگرچہ سزا میں تخفیف کر دی۔ ملزم کے وکیل نے جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کو بھی وہاں بطور نظیر کے پیش کیا۔ لیکن الہ آباد ہائی کورٹ کے جج نے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا :-

" جو فاضل وکیل نظر ثانی کی درخواست کے لئے پیش ہے اس نے مجھے لاہور کی عدالت عالیہ کے ایک آنریبل جج کے فیصلہ کی نقل دکھائی جو اسی نوع کی ایک کتاب " رنگیلا رسول " کے متعلق کیا گیا تھا فیصلہ شاید اس لئے میرے سامنے پیش کیا گیا کہ دونوں کتابیں بظاہر ایک ہی نوع کے ہندو پروپیگنڈا کے ماتحت شائع ہوئیں۔ میں فاضل جج جسٹس کنور دلیپ سنگھ کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتا ہوا کہتا ہوں کہ انہوں نے ملک معظم کی رعایا کے دو طبقوں میں منافرت و عداوت پیدا کرنے والی کتاب اور مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے والی کتاب میں جو باریک امتیاز پیدا کیا ہے۔ میں اس کے ساتھ اتفاق کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ذاتی طور پر میں کہتا ہوں کہ میں اس کتاب پر عدالت عالیہ کے ایک فاضل جج کی حیثیت سے نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک قصبہ کے عام شہری کی حیثیت سے نظر ڈالتا ہوں میں اپنے آپ کو ایک مسلمان کی جگہ پر رکھونگا جو اپنے پیغمبر کا احترام کرتا ہے اور پھر غور کرونگا کہ اس ہندو کے متعلق میرے جذبات کیا ہوں گے جو میرے پیغمبر کی ہنسی اڑاتا ہے۔ اس طرح میں ایک معمولی آدمی کی حیثیت میں مصنف کی نفرت سے اس جماعت کی نفرت کا اندازہ کرونگا جس کے ساتھ مصنف کا تعلق ہو۔ اور جو مصنف سے ایسی کتاب لکھانے کی محرک ہوئی۔ مجھے خفیف سا بھی شبہ نہیں کہ ایسی کتاب کا لکھنا جیسی کہ اس وقت میرے زیر غور ہے اور جس کے مضامین کی میں نے اس لئے تشریح نہیں کی تاکہ ان کی مزید اشاعت نہ ہو یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین منافرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرے گا "

ہمارے خیال میں پنجاب ہائی کورٹ کا فیصلہ نہایت خطرناک ہے۔ اس سے شریر لوگ فائدہ اٹھاکر رعایا کے مختلف طبقات میں منافرت و عداوت کے جذبات پیدا کرتے رہیں گے۔

یہ دونوں فیصلے ایک ہی دفعہ کی دو متضاد تعبیریں ہیں جو دو انگریزی عدالتوں نے کی ہیں۔ ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس دفعہ کا مطلب سمجھنے میں عدالت عالیہ پنجاب نے غلطی کی ہے یا عدالت عالیہ الہ آباد نے۔ بہرحال ان دونوں میں سے ایک ضرور غلطی پر ہے۔

آخر میں ہم گورنمنٹ کو یہ بتا دینا اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں کہ جسٹس دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ سے مسلمان مطمئن نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے ان کے دلوں کو پہلے سے بھی زیادہ صدمہ پہنچا ہے۔ وہ سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں لیکن اپنے برگزیدہ رسول کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ ملک کا امن و امان محفوظ رہے تو اسے جلد سے جلد ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے مجروح دلوں کا مداوا کرنا چاہیئے۔

ایک گرانبہا عطیہ

امرتسر کے شیخ حبیب اللہ صاحب نے جو شیخ الٰہی بخش صاحب بہادر آنریری مجسٹریٹ مرحوم کے صاحبزادہ ہیں۔ ایک مکان واقع پرانی انارکلی لاہور اشاعت اسلام کالج لاہور کے نام وقف کیا ہے۔ مکان مذکور ساڑھے چار ہزار کی مالیت کا ہے۔ ہبہ کی رجسٹری ۱۸ جون کو ہوگئی۔ اشاعت اسلام کالج سے مسلمانوں کو بہت کچھ توقعات ہیں۔ لیکن وہ اسی وقت پوری ہوسکتی ہیں جب مخیر مسلمان اس ننھے پودے کی آبیاری کریں۔ شیخ صاحب موصوف نے جو قابل قدر نمونہ قائم کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ دوسرے صاحب ثروت مسلمان اس کی تقلید کریں۔ آج ہندوستان میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی جس قدر ضرورت ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ اسی فریضہ کی ادائیگی کے لئے یہ کالج قائم کیا گیا ہے جہاں قابل مبلغ و مناظر تیار کئے جائیں گے۔ جو شخص اس کالج کی اس ابتدائی زمانہ میں مالی امداد کرتا ہے وہ اسی اجر و ثواب کا حقدار ...

ایک ہندو ڈاکٹر کی سنگدلی!

مہاتما گاندھی کے اخبار ینگ انڈیا میں کاٹھیاواڑ کے کسی گاؤں کے ایک اچھوت سکول ماسٹر کی چٹھی شائع ہوئی ہے۔ کہ اس کی بیوی بچہ پیدا ہونے پر بیمار ہو گئی۔ وہ طبی امداد کے لئے مقامی ڈاکٹر کے پاس پہنچا بدقسمتی سے ڈاکٹر ہندو تھا اس نے ویدک تعلیم پر عمل کر کے مریضہ کو دیکھنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ اچھوت ہے۔ آخر بہت کچھ منت و زاری کے بعد ڈاکٹر اس شرط پر مریضہ کو دیکھنے کے لئے رضامند ہوا کہ اسے اچھوت محلہ سے باہر لایا جائے۔ گو یہ شرط ایسی مریضہ کے لئے جو زچگی کی وجہ سے چل پھر بھی نہ سکتی تھی۔ بہت کڑی تھی۔ لیکن ہو ہی کیا سکتا تھا

قہر درویش برجان درویش

یہ شرط بھی اس اچھوت نے قبول کی۔ مریضہ کو اٹھا کر باہر لایا تو اب ویدک دھرم کے شیدائی اور چھوت چھات کے فدائی ہندو ڈاکٹر کو یہ مشکل پڑی کہ ٹمپریچر کس طرح لیا جائے۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے مریضہ کو تھرما میٹر لگانا اپنے دھرم کے خلاف سمجھتا تھا۔ آخر اس عقدۂ لاینحل کا حل ایک مسلمان نے کیا۔ اس مسلمان نے ڈاکٹر سے تھرما میٹر لیکر مریضہ کو لگایا اور مریضہ سے لے کر ڈاکٹر کو دیا۔ اور اس طرح ہندو ڈاکٹر صاحب نے مریضہ کی حرارت دیکھی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ مریضہ کو چھوئے اور دیکھے بغیر ڈاکٹر صاحب نے ایک نسخہ لکھ دیا۔ اور فیس کی رقم جیب میں ڈال کر چل دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ مریضہ چل بسی۔

اس واقعہ پر نہ صرف مہاتما گاندھی نے غم و غصہ کا اظہار کیا ہے بلکہ آریہ اخبارات نے بھی ڈاکٹر کے اس فعل بد کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔ چنانچہ اس پر معاصر پرکاش لکھتا ہے:۔

"اف! سنگدلی کی کیسی دل ہلا دینے والی مثال ہے کیا قانون وقت اس سنگدل ڈاکٹر سے انسانی جان کے ساتھ اس ستم ظریفی کا جواب طلب نہ کرے گا۔ اور کیا دیا وان ہندو دھرم اس شخص پر لعنت نہیں بھیجے گا۔ جو ڈاکٹری کا شریف پیشہ اختیار کر کے ایک طرح پر آتم ہتیا کے درش کا دوشی سدھ ہوا ہے" (پرکاش ۲۲ رمئی ۱۹۲۹ء)

بے شک اس سنگدل ڈاکٹر کا یہ ظالمانہ فعل مذمت کے قابل ہے لیکن اس سے بڑھ کر قابل مذمت وہ مذہب ہے جو اعلے و ادنیٰ کی تمیز قائم کرتا ہے اور اس طرح اپنے پیروؤں کے اندر سنگدلی پیدا کر کے ظلم و ستم کا دروازہ کھولتا ہے۔ معاصر مذکور کی یہ حسرت کبھی پوری نہ ہو گی کہ دیا وان ہندو دھرم" اس شخص پر لعنت بھیجے۔ ہندو دھرم ہی کی تعلیم کا تو یہ نتیجہ ہے کہ آج اس ملک میں سات کروڑ انسانوں کو اچھوت اور جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا ہے۔ پھر وہ ایسے لوگوں پر جو اس تعلیم پر عمل پیرا ہوں کیونکر لعنت بھیج سکتا ہے۔ کاش اچھوت اس واقعہ سے اور آریوں کے بھرے میں آکر اس غلامی کی زنجیروں کو مضبوط نہ کریں۔ جس کا طوق صدیوں سے ان کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ اگر اچھوتوں کو یہ خواہش ہے کہ وہ موجودہ قعر مذلت سے نکل کر اخوت و مساوات کے برتاؤ سے بہرہ اندوز ہوں تو یہ نعمت انہیں سوائے اسلام کے اور کہیں نہیں ملے گی۔ ہندوؤں کی تنگدلی اور تعصب کا آپ مدتوں تجربہ کر چکے ہیں۔ اب ذرا مسلمانوں کی وسعت قلبی کا بھی تجربہ کر کے دیکھیں مسلمان ڈاکٹروں اور حکیموں کو چاہیئے کہ وہ ایسے لوگوں کا علاج خاص توجہ اور شفقت سے کریں جنھیں ہندو ذلیل سمجھتے ہیں۔

کرپان اور تلوار

حکومت نے سکھوں کو کرپان رکھنے کی قانوناً اجازت دے رکھی ہے لیکن مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ چند مقامات پر سکھوں نے کرپان کا ناجائز استعمال کر کے نہتے مسلمانوں کو جو موت کے گھاٹ اتارا ہے اس سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے بھی حکومت سے یہ مطالبہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ ہمیں بھی تلوار رکھنے کی اجازت دے دی جائے یہ مطالبہ سراسر جائز اور حق بجانب ہے۔ کیونکہ جب رعایا کا ایک فریق مسلح ہو تو دوسرے کو غیر مسلح رکھنا مسلح فریق کے رحم پر چھوڑنا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ حکومت جس نے سکھوں کو کرپان کی اجازت بہت صبر آزما قربانیوں کے بعد عطا کی تھی۔ مسلمانوں کو محض ان کے زبانی جمع خرچ سے متاثر ہو کر تلوار رکھنے کی اجازت دے دے گی ہمیں تو یہ توقع ہرگز نہیں۔

سنگٹھنیوں کی نئی چال

پروپیگنڈا کے فن میں سنگٹھنی بڑے استاد واقع ہوئے ہیں یہ دیکھکر کہ ہندو قوم شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات سے مایوس ہو چکی ہے اور باوجود شور و غوغا کے شردھانند فنڈ کا دس لاکھ روپیہ ابھی تک وصول نہیں ہوا۔ انہوں نے قوم کے اندر نئے سرے سے جوش پیدا کرنے اور شردھانند فنڈ کے لئے روپیہ بٹورنے کے لئے یہ سازش کی ہے کہ سنگٹھن اور شدھی کے لیڈروں کے متعلق ایسی فرضی اور خوفناک خبریں شائع کی جائیں کہ مسلمان انہیں جان سے مارنے کی فکر میں ہیں" چنانچہ حال میں ڈاکٹر مونجے اور پنڈت مالوی کے متعلق ایسی بے پر کی اڑائی گئی ہیں کہ بے ساختہ ہنسی آتی ہے۔ قوم کو گرمانے کی ترکیب تو خوب نکالی ہے دیکھئے کامیاب بھی ہوتی ہے یا نہیں۔

پنچایتی دھرم

ہندو دھرم کا قلعہ شکست ہو گیا۔ اس کی کمزور دیواریں اب حوادث زمانہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس لئے اس کے شیدائیوں نے اس کی حفاظت کے لئے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس میں کچھ ترمیم و تنسیخ کر کے اس کو ضروریات زمانہ کے مطابق بنایا جائے چنانچہ اخبار پرکاش راوی ہے کہ

"شری شنکر اچاریہ کا اعلان ہے کہ انہوں نے ایک سمتی نیت کی ہے جس میں ہر خیال کے ہندو شامل ہیں اس سمتی کا یہ کام ہے کہ وہ ہندو دھرم کے لئے نئی سمرتی تیار کرے جو زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق ہو۔ (پرکاش ۹ رمئی)

ہم ابھی سے بتلائے دیتے ہیں کہ یہ کوششیں کامیاب نہ ہونگی یہ مریض اب کوئی دم کا مہمان ہے۔ اس قسم کی تدابیر محض بے سود ہیں۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو ٭
سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے ٭

جب اصل دھرم ہی جسے تم خدائی دھرم کہتے ہو تمہارا ساتھ نہیں دے سکا تو یہ نیا پنچایتی دھرم کب تک چلے گا۔ یہ بھی آخر بیوفائی کرے گا۔ اگر اعتبار نہ ہو تو تجربہ کر دیکھو۔ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچو گے کہ ان الدین عنداللہ الاسلام۔

مسرف قوم

قرآن کریم میں اسراف کی بہت مذمت کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مسرفوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بحیثیت قوم ان ہدایات خداوندی کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ۲۲ رمئی کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس فضول خرچ قوم کی فضول خرچیوں کے جو اعداد و شمار پیش کئے تھے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدبخت قوم کا آٹھ کروڑ روپیہ سالانہ موت کی ان بیہودہ رسوم میں تباہ ہوتا ہے جن سے مردہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور دو کروڑ روپیہ سالانہ محرم کی تعزیہ پرستی وغیرہ بدعات کی نذر ہو جاتا ہے یہ اس قوم کا حال ہے جس کے افلاس کا رونا شب و روز رویا جاتا ہے کیا یہ اعداد صاف نہیں بتلاتے کہ یہ افلاس زیادہ تر مسلمانوں کے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر یہی روپیہ مسلمانوں کی تعلیم پر صرف ہو تو چند روز میں کایا پلٹ جائے۔

فارسی شاعری کا آفتاب غروب ہو گیا

فارسی کے نامی گرامی شاعر مولانا گرامی جو حضور نظام حیدرآباد دکن کے خاص شاعر تھے۔ ۲۰ رمئی کو ہوشیارپور میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دور حاضر میں فارسی کے ایک ایسے اعلے پایہ کے شاعر تھے کہ اہل زبان تک انہیں مستند مانتے تھے۔ علامہ اقبال سے آپ کو خاص انس تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آخری دن آپ کی زبان سے بےساختہ یہ شعر نکلا۔

صبا بہ حضرت اقبال ایں پیام دہ ٭ کہ [illegible]

پردہ کا رواج

آج پردہ کا رواج ہندوستان کے مسلمانوں ہی میں نہیں بلکہ ہندوؤں کے معزز گھرانوں میں بھی پایا جاتا ہے بعض آریہ کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں میں یہ رسم پہلے نہیں تھی۔ بلکہ جب مسلمان اس سرزمین میں آئے اور ہندو عورتوں کی عزت و عصمت خطرہ میں پڑ گئی تو اس کے بچاؤ کے لئے ہندوؤں نے یہ رسم اختیار کی۔ تاریخی نکتہ نگاہ سے یہ بیان سراسر لغو ہے۔ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے انہیں اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں وام مارگی بھیروی چکر اور بیج مارگی وغیرہ کے جو شرمناک حالات لکھے ہیں۔ ان سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے سے پیشتر ہندوستان میں مذہب کے نام سے ایسی حیا سوز تعلیم دی جاتی تھی کہ اس کی موجودگی میں عورتوں کی عزت و عصمت کبھی بھی محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ اسی خوفناک زمانہ میں ہندوؤں کے معزز گھرانوں نے نسوانی عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے پردہ کی رسم جاری کی جو ہندو متعصب نہیں اور تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ علے الاعلان اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ رسالہ جین پردیپ (دیوبند) بابت ماہ فروری ۱۹۲۹ء میں لالہ منوہر لال صاحب رئیس ریواڑی نے پردہ کی رسم کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں لالہ صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ گھونگٹ کا پردہ کب اور کس طرح جاری ہوا۔ بڑے بڑے اتہاس (تاریخ) کے کھوج کرنے والوں اور ریسرچ سوسائیٹیوں کی رایوں اور کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سن مسیح کی پانچویں صدی کے ختم ہونے پر یا اس سے کچھ پہلے ہندوستان میں ایک بڑا بھاری انقلاب ہوا۔ یہ چھوٹی چھوٹی راج دھانیوں میں تقسیم ہو گیا۔ لوگوں کو راج دربار میں عزت اور رتبہ پانے کے لئے برہمنی دھرم اور رواج کی پابندی ضروری ہو گئی۔ استری اور شودر دیگر پر یگہ کی عیش و عشرت کا سامان سمجھے جانے لگے۔ اگلے دو برس میں اتنی اودیا پھیل گئی کہ زبردست لوگ ایک دوسرے کی کنیا کو زبردستی چھین کر راکششی بواہ کرنے لگے۔ اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ لوگ اپنی کنیاؤں کو چھپانے لگے۔ یہی پردہ کا آغاز ہے۔ جب ایسی حرکتوں سے ہندوستان کے راجگان میں دویش اپرشا اور حسد کی آگ بھڑک گئی تو سن مسیح کی ساتویں صدی میں ایک اور قوم موسومہ سائتھینز نے آکر ان کی نااتفاقی کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنا قدم ہندوستان میں جما لیا۔ ان کے اقتدار پا جانے پر ان لوگوں نے اپنی لڑکیاں دوسرے کو دینا پسند نہ کیا اور ہندوستان میں دختر کشی کی بنیاد ڈالی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو اپنی قوم کی لڑکیاں کافی تعداد میں نہ ملنے کی وجہ سے ہر جائز و ناجائز طریقوں سے دیگر قوموں کی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ جبراً شادیاں کرنی پڑیں۔ ایسی صورت میں ہندوستان کے آپس میں لڑنے جھگڑنے والے لوگ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو عام طور پر اپنے گھروں کی چار دیواری میں بند کرنے لگے۔ یا باہر نکلنے پر ان کی ایک آنکھ کے سوا سارے بدن کو چادر یا دیگر کپڑے سے لپیٹنے لگے۔ تاکہ کہیں ان کے روپ یا دوسرے گنوں کی خبر اس زبردست قوم کے آدمیوں کے کان تک نہ پہنچا دے۔ بہت سے صاحبان کی رائے میں پردہ مسلمانی راج سے شروع ہوا مگر ہم ان سے سمت نہیں"

امید ہے کہ خود ایک ہندو مورخ کی تصریح کے بعد آئندہ یہ الزام مسلمانوں پر نہ لگایا جائے گا۔ کہ ہندوستان میں پردہ انہی کی وجہ سے رائج ہوا۔

مسلمانوں کے دل پاش پاش ہو رہے ہیں

آریوں نے کتاب رنگیلا رسول شائع کر کے مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچایا۔ حکومت نے اس کے پبلشر پر مقدمہ چلایا۔ عدالت ماتحت اور عدالت سشن سے ملزم کو سزا ہوئی۔ لیکن عدالت عالیہ پنجاب کے جج کنور دلیپ سنگھ نے ملزم کو صاف بری کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کے دلوں کو پہلے سے بھی زیادہ رنج پہنچا ہے۔ حکومت کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ

ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہیں اور اس پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

کیا حکومت اس کا کچھ تدارک کرے گی یا مسلمان اب یہ سمجھ لیں کہ ہندوستان میں ان کے پیارے مذہب اور **مقدس رسول کی عزت**

مذاکرہ علمیہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے

تسبیح

سوال - تسبیح رکھنے اور استعمال کرنے کے متعلق اسلامی تعلیم کیا ہے - حدیث میں سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کے ۳۳ اور ۳۴ دفعہ پڑھنے کا حکم ہے - جو بغیر تسبیح ہونا مشکل ہے - اسی طرح تین سو مرتبہ درود شریف اور استغفار پڑھنا بغیر تسبیح کے کیسے ہو سکتا ہے - (دیکھو طریق استخارہ صفحہ ۱۲۰ احمدیہ جنتری ۱۹۲۱ء مؤلفہ مولوی منظور الٰہی) مرزا غلام احمد صاحب کے پاس تسبیح تھی یا نہیں اگر تھی تو اس کے دانے کتنے تھے - اور کس رنگ اور کس نمونے کے - اور کس طریق پر استعمال کرتے تھے - مفصل لکھیں -

جواب - تسبیح رکھنے اور استعمال کرنے کا تو اسلام میں کہیں حکم نہیں کیونکہ تسبیح سے آپکی مراد مالا ہے جس کے دانوں پر کچھ پڑھا جائے اور اس کی تعداد گنی جائے - نہ رسول اللہ صلعم نے کوئی ایسی مالا پھیری اور نہ رکھی - اور نہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی مالا پھیری - یہ بدعت ہے - البتہ اسلام میں تسبیح کرنے کا حکم ہے - جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی - اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو سب سے اعلیٰ ہے - وہی جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک بنایا اور وہی جس نے اندازہ کیا پھر سیدھے رستہ پر چلا دیا -

تسبیح کیا ہے

تسبیح کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کی سبحانیت بیان کرنا یعنی اس کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک اور مبرا ٹھیرانا - یہ کس طرح کیا جائے اس کی آیت میں خود ہی تبلا دیا - کہ اپنے رب کی تسبیح کر جو سب سے اعلیٰ ہے اس رب کی جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر جس غرض و غایت کے لئے پیدا کیا - اس کے حسب حال نہایت درست بنایا - اور اس کے اندازہ کے مطابق استعدادیں اور قوی عطا فرمائے - پھر اس کو اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صحیح راہ پر چلا دیا - گویا خدا کی مخلوق میں سے ہر ایک چیز جس غرض و غایت کے لئے بنی ہے ایسی مکمل ہے - کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں - اور خدا کی عطا کردہ فطرت کی ہدایت کے نیچے اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ذرات جس طرح چل رہی ہے - اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں سرک سکتی - ظاہر ہے کہ مخلوق کی یہ شان اپنے خالق کی سبحانیت پر دلیل واضح ہے - یعنی اس بات پر کہ ان چیزوں کو بنانے والا کیسا صاحب کمال اور ہر ایک نقص اور عیب سے مبرا ہے - مخلوق کی اس زبان حال کی یا عملی تسبیح کو پیش کر کے جناب باری انسان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں - کہ اے انسان جیسے دوسری مخلوق پر تجھے یہ شرف اور امتیاز حاصل ہے کہ علم اور فہم عقل اور تمیز رکھتا ہے جس کے ساتھ اپنے ارادہ اور اختیار سے کام کرتا ہے - اور جس کی ربوبیت کرتے ہوئے تیرے رب نے اپنی صفت اعلیٰ کا اظہار کیا ہے یعنی تمام مخلوقات میں سے تجھے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ قوی اور استعداد عطا فرمائی ہے تو اے انسان تو بھی اسی طرح اپنے رب کی تسبیح کر جس طرح دوسری مخلوق کر رہی ہے - یعنی خدا کی دی ہوئی ہدایت کے ماتحت اپنے قوی اور استعدادوں کے ذریعہ اس اعلیٰ کمال کو حاصل کر لے - جو تیری پیدائش کی غرض و غایت ہے - اور تمام مخلوقات سے ترقی میں آگے نکل کر اور خلافت الٰہیہ کا وارث ہو کر اپنے رب کی صفت اعلیٰ کا مظہر بن کر اس کے سبحان ہونے پر دلیل ٹھیر!

تمام مخلوق تسبیح کرتی ہے

اسی تسبیح کا دوسری جگہ یوں ذکر فرمایا - سبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم - یا ایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون - یعنی جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب اللہ کی تسبیح کر رہا ہے - اور وہ غالب اور حکمت والا ہے - یعنی ہر ایک چیز اس طرح خدا کی ہدایت کے نیچے چل رہی ہے کہ مجال نہیں کہ سر مو بھی خدا کے قوانین سے ادھر ادھر ہو سکے جس سے اس کا العزیز یعنی کامل غلبہ رکھنے [illegible] اور پھر ہر ایک چیز اپنی جگہ ایسی

پر حکمت اور موزوں خلقت رکھتی ہے اور نظام عالم میں ایسے صحیح مقام پر رکھی ہوئی ہے جس سے صاف بانی حکیم صنعت کا جلوہ نظر آتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ کی سبحانیت کا صریح پتہ چلتا ہے -

عملی تسبیح

پس اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پھر منہ سے وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں - اللہ کے نزدیک یہ نہایت ناپسندیدہ بات ہے - کہ وہ بات کہو جو کرتے نہیں - یہاں صاف تبلا دیا کہ ایک تسبیح عمل سے ہے اور دوسری قول سے - منہ سے تو تسبیح کرو اور عمل سے نہ کرو - یہ نہایت ناپسندیدہ بات ہے - عمل سے تسبیح تو وہی ہے جو الذی قدر فھدی کے ماتحت ہے - یعنی جس مقصد کے لئے انسان کی پیدائش ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خدا کی دی ہوئی ہدایات کے ماتحت چلنا - تا انسان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کو حاصل کر کے اپنے خالق کی سبحانیت پر دلیل ٹھیرے - اور قول سے وہ جو وہ اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی سبحانیت کو بیان کرتا ہے خواہ وہ وعظ و تبلیغ کے رنگ میں ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات حسنہ اور اس کی بڑائی اور خوبیوں کا ذکر ہو - جیسا کہ فرمایا "ولک فی النھار سبحا طویلا" اور خواہ عبادت کے رنگ میں ہو جیسا کہ فرمایا ومن اللیل فاسجد لہ و سبحہ لیلا طویلا

قولی تسبیح کی کیوں ضرورت ہے

اصل تسبیح عمل سے ہے - مگر عملی تسبیح کے لئے قولی تسبیح کا ہونا بھی ازبس ضروری ہے - کیونکہ عملی تسبیح کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی پیدائش کی غرض و غایت کو حاصل کرنے کے خیال کو اپنے سامنے رکھے - بغیر اس خیال کے وہ اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا - اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے رب کی سبحانیت پر ایمان رکھے - اور جانے کہ مجھے میرے رب نے ایسے قوی اور استعداد کا ملہ عطا فرمائے ہیں کہ میں ہر ایک کمزوری سے نکل کر پاک اور کامل بن سکتا ہوں لیکن قلب پر اس خیال کو مستولی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان زبان سے تسبیح کرے - کیونکہ یہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس خیال کو اپنے دل پر غالب کرنا چاہو اسے زبان سے کہتے رہنے سے زبردست اثر دل پر پڑتا ہے - اسی لئے حضرت شارع علیہ السلام نے نہ صرف رکوع و سجود میں تسبیح کرنا ضروری ٹھیرایا - بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سبحان اللہ وبحمدہ - سبحان اللہ العظیم بلا تعداد کثرت سے پڑھتے رہتے تھے - اور یہی طرز عمل حضرت مرزا صاحب کا تھا - آپ اکثر اوقات یہ کلمے پڑھا کرتے تھے - اور بلا تعداد - تا یہ حقیقت نظر سے اوجھل نہ ہو جائے کہ "خدا نے انسان کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ تمام نقصوں اور کمزوریوں سے پاک ہو کر مقامات عالیہ کو حاصل کرے اور ہر ایک کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرنا اس کا فرض ہے" پھر سبحان کے نام سے خدا کو پکارتے رہنے میں مخفی طور پر اپنے رب سے جو ہر نقص اور عیب سے پاک ہے دعا بھی ہے - خدا کو انسان جس نام سے پکارتا ہے اس میں یہ مضمر ہوتا ہے کہ مجھے اس صفت کے نیچے کچھ دیا جائے - مثلاً رزاق کہہ کر جب پکارتا ہے تو دراصل رزق کا عطیہ چاہتا ہے - غفور رحیم کہہ کر پکارتا ہے تو مغفرت کی طلب مقصود ہوتی ہے - اسی طرح سبحان صفت سے پکارنا گویا دعا ہے کہ مجھے بھی ہر کمزوری اور نقص سے پاک کر دو - پس جتنا بھی کوئی خدا کی تسبیح زبان سے کریگا اتنا ہی اس کا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ کی سبحانیت کی تجلی ایک دن اسے ہر ایک کمزوری سے پاک کر دیگی -

تعین تعداد تسبیح میں حکمت

جن لوگوں کو کام کاج سے فرصت نہیں ہوتی اور کام کر کر کے تھک جاتے ہیں - انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم ۳۳ دفعہ سبحان اللہ - ۳۳ دفعہ الحمدللہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو تا اپنے مقاصد عالیہ کے سامنے بڑے سے بڑا کام بھی حیر معلوم ہو - اور ہمت میں بلندی پیدا ہو - یہ کم سے کم تعداد اس لئے مقرر کر دی کہ تعداد مقرر کر لینے سے انسان التزام سے پڑھ لیتا ہے ورنہ زیادہ پڑھ لینے کا کوئی ہرج نہیں - بلکہ محبت الٰہیہ کا تو یہی تقاضا ہے کہ جتنا بھی ذکر محبوب کیا جا سکے کم ہے -

ہاں طوطے کی طرح محض لفظوں کو رٹ لینا بے معنی ہے - پڑھنے کا مقصد دل پر اثر ڈالنا ہے - جب تک سمجھے گا نہیں دل پر اثر کیا ہوگا - اور جب تک دل متاثر نہ ہو انسان عمل سے تسبیح کیا کرے گا - اسی لئے فرمایا کہ لم تقولون ما لا تفعلون - منہ سے کہو اور کرو نہ یہ تو بڑی ناپسندیدہ بات ہے - پس جو کچھ پڑھنا چاہتے ہیں سمجھ کر پڑھنا چاہیے

اسی لئے قرآن میں نماز کے لئے بھی فرمایا ہے حتی تعلموا ما تقولون یعنی جو کچھ منہ سے کہتے ہو سمجھو بھی -

احمدیہ جنتری میرے پاس نہیں - اگر کہیں تین سو دفعہ استغفار اور درود شریف فرمایا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بالالتزام کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھا جائے - اور اگر تسبیح اور استغفار اور درود شریف کسی تعداد ہی میں پڑھنی ہو تو بآسانی انگلیوں پر پڑھی جا سکتی ہے - کسی مالا کو ساتھ لئے پھرنے کی ضرورت نہیں - جو نہ صرف بدعت ہے بلکہ اکثر ریاکاری کا موجب ہو جاتی ہے -

سوال - اہل کشف توجہ سے میت کے ساتھ کلام بھی کر سکتے ہیں - (دیکھو ملفوظات احمدیہ صفحہ ۱۴۲) مرزا غلام احمد صاحب بھی اہل کشف تھے - بتایا جائے انہوں نے کن میتوں کے ساتھ کلام کیا تفصیل بکار ہے کیونکہ یہ حالات بہت دلچسپ ہوں گے اگر کسی کتاب میں یہ حالات یکجا ہوں تو اس کا حوالہ دیدیں -

جواب - میت سے کلام کرنے کے حالات تو آپ کے نزدیک بہت دلچسپ ہیں - مگر خدا سے ہمکلام ہونا آپ کے نزدیک کیوں دلچسپ نہیں؟ مرزا غلام احمد صاحب کو تو دعوےٰ تھا کہ میرے ساتھ زندہ حی وقیوم خدا کلام کرتا ہے - پس یہ بات کس قدر دلچسپ ہے خدا کی ہمکلامی کے مقابل میں میت کی ہمکلامی کیا حقیقت رکھتی ہے - ایک دفعہ کسی نے حضرت مرزا صاحب سے کہا تھا کہ آپ قبور پر چل کر کشف قبور کیوں نہیں کرتے - فرمانے لگے جو شخص زندہ خدا سے ہمکلامی کا شرف رکھتا ہو اسے اہل قبور سے ہمکلامی کی تمنا ہونا بے معنی ہے - آپ اپنے مریدوں کو بھی خدا ہی سے تعلق پیدا کرنے کے لئے توجہ دلایا کرتے تھے - اور ہر ایک ایسی چیز سے روکتے تھے جس سے توحید خالص میں کسی قسم کی ملونی پیدا ہونے کا احتمال ہو چنانچہ ایک دفعہ جب آپ کے ایک مرید نے جو بڑے عالم تھے یہ عرض کی کہ مجھے بڑی تمنا ہے کہ مجھے بھی کوئی کشف ہو جائے - تو فرمانے لگے کہ خدا کی عبادت کشف والہام کے لئے کرنا اپنے اندر شرک خفی رکھتا ہے - بندہ کا کام ہے خدا کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کرنا - کیونکہ یہ اس کی عبودیت کا تقاضا ہے - اگر اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اس سے کلام کرے یا کشف و رویا میں کچھ دکھا دے تو یہ اس کی مہربانی ہے - قیامت کے دن عمل پوچھا جائے گا - یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کتنے کشوف ہوئے تھے - اور کتنی خوابیں دیکھی تھیں -

مسمریزم اور علم روحانیات

ایک دفعہ ایک بہت بڑے صوفی آپ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے - وہ علم توجہ اور مسمریزم کے بڑے ماہر تھے عرض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ علم توجہ اور مسمریزم پر ایک کتاب لکھوں - حضرت مرزا صاحب فرمانے لگے کہ "صوفی صاحب! اس علم سے خدا ملتا ہے؟" عرض کی "نہیں" فرمایا "آگے ہی لوگ لہو و لعب میں مشغول ہیں - اب اس نئے کھیل تماشہ میں ڈال کر خدا سے غافل رکھنے کی راہیں کیوں پیدا کرتے ہیں؟"

حضرت مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں ایک دفعہ میں حاضر تھا - آج کل کے اسپریچولزم یعنی علم روحانیات کا تذکرہ تھا فرمانے لگے یورپ کا علم ابھی اس بارہ میں بالکل ناکامل ہے - ہمارے صوفیا نے اس میں بڑا کمال کر کے دکھا دیا ہے - پھر اپنا تجربہ بیان کیا - اور خود اپنے کئی دلچسپ کشوف سنائے - جن میں مردہ لوگوں کی روحوں سے ملاقات ہوئی تھی - میں نے عرض کی کہ میں سیکھنا چاہتا ہوں فرمانے لگے کہ بہت آسان ہے مگر ہمارے امام حضرت مرزا صاحب ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے ان کا خیال ہے کہ ایک سالک ان کھیل تماشوں میں پڑ کر اپنے اصل مقصود یعنی خدا کو بھول جاتا ہے - وہ سمجھتا ہے کہ میں ولی ہو گیا - حالانکہ ولایت کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں - یہ تو انسانی قوی اور استعدادوں کا نشوونما ہے - جو ایک غیر ولی بھی محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے - ولایت اللہ تعالیٰ کی شریعت اور تقدیر کی کامل فرمانبرداری اور رضا سے ملتی ہے - انسان جب خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے - تو اس کے اندرونی قوی اور استعدادیں خود بخود ترقی کرتی چلی جاتی ہیں اور چونکہ وہ خدا میں ہو کر ترقی کرتا ہے - اس لئے ان تمام چیزوں میں شیطان اپنا دسترس نہیں کر سکتا اور اس کے ترقی یافتہ قوی عالم ملکوت سے تعلق رکھنے کی وجہ سے کامل ایمان اور معرفت صحیحہ کو پیدا کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ رکھنے والا ایک کامل و مکمل انسان ہوتا ہے - یہ بات دوسرے لوگوں میں خواہ وہ علم روحانیات کے کیسے ہی ماہر ہوں نظر نہیں آتی کیونکہ ان کا تعلق

اللہ تعالیٰ اور عالم ملکوتی سے نہیں ہوتا - اس لئے وہ اخلاق فاضلہ اور انسانیت کاملہ سے محروم ہوتے ہیں -

گزشتہ ارواح سے ملاقات

پس انسان کا اصل مقصد اللہ ہے اسی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے - لا الہ الا اللہ مومن کا اصول ہے - انسان جب ترقی کے مدارج طے کرتا ہے تو بعض دفعہ اللہ تعالےٰ اپنی مصلحت کے ماتحت گزشتہ ارواح سے بھی ملاقات کرا دیتا ہے چنانچہ ہمارے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی - کئی انبیاء سے ملاقات ہوئی - اہل بیت میں سے بعض بزرگوں کی زیارت ہوئی - اور کئی اس قسم کے واقعات پیش آئے جن کا ذکر بیان موجب طوالت ہے - ان میں سے بعض آپ براہین احمدیہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں - یہ واقعات کسی ایک جگہ جمع نہیں ہیں - کیونکہ حضرت صاحب نے ان کو اس قدر وقعت نہیں دی جتنی مکالمہ الٰہیہ کو - اور بات بھی سچ ہے - خدا کے مکالمہ کے سامنے بندوں کے مکالمہ کی کیا حقیقت ہے

عید اضحیٰ اور مسلمانوں کا فرض

مسلمانوں کے لئے خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ایسے طریقے قومی فنڈوں کے مضبوط کرنے کے تجویز فرما دیئے ہیں کہ اگر ان کی پوری طرح تعمیل کی جاوے تو کوئی ضرورت کسی مسلمان کو روپیہ جمع کرانے کے لئے نئے طریقے کے اختراع کی باقی نہیں رہتی - زکوٰۃ فنڈ ہی اگر مضبوط ہو جائے تو اتنا روپیہ جمع ہو سکتا ہے - کہ کل قومی مشکلات مسلمانوں کی حل ہو جاتی ہیں - پھر صدقات، وصیتیں وغیرہ کئی مدیں ہیں جہاں سے اسلام نے قومی اخراجات کے لئے فنڈ کو مضبوط کرنے کا انتظام نہیں کیا -

لیکن برہمنوں کی طرح مسجدوں کے ملانوں نے ان کو اپنی ذاتی اغراض کے لئے ایسا رنگ دے دیا ہے - کہ قوم کا روپیہ بجائے مفید طور پر خرچ ہونے کے ضائع ہو جاتا ہے - اور اس کو قومی ضروریات کے بجائے پیرخانوں اور ملانوں کے نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا ہے

آج کل کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا کہ شدھی کی ایک ایسی مصیبت ہے جس کے دفعیہ کے لئے مسلمانان ہندوستان کا ہر ایک پیسہ لگانا واجب ہو چکا ہے - اور اشاعت و حفاظت اسلام کے فنڈ کو مضبوط کرنے ہی میں آج قومی کامیابی ہے - اگر مسلمانان ہندوستان آج صرف عید اضحیٰ کی قربانی کی کھالوں کو جو نہایت لاپروائی سے ضائع کر دی جاتی ہیں سنبھال کر اشاعت اسلام کے لئے علیحدہ کر دیں - تو کروڑ ۱۴ روپیہ صرف ایک اس مد سے اشاعت اسلام کے لئے مہیا کیا جا سکتا ہے - پس میں مسلمانوں کی خدمت میں ذیل کی اپیل کرتا ہوں -

اوّل - وہ اپنی قربانی کی کھالوں کو کسی شخص واحد کو نہ دیں بلکہ اشاعت اسلام کے لئے علیحدہ کر دیں اور اس کا ابھی سے ارادہ کر لیں -

دوم - ہر محلہ میں قومی ضروریات سے واقف درد دل رکھنے والے جو احباب ہیں وہ انتظام کریں کہ کل محلہ کی کھالوں کو جمع کر کے فروخت کریں - اور جو روپیہ اس طرح جمع ہو وہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو برائے حفاظت و اشاعت اسلام در ہند بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں -

سوم - جو احباب لاہور میں ہیں - وہ اگر ہمیں اطلاع دے دیں اور نام اور اپنا پورا پتہ لکھ دیں تو ہم ان کے پاس کھالیں لینے کے لئے آدمی بھیج سکتے ہیں - یا رقم وصول کرنے کے لئے محصل کو روانہ کر سکتے ہیں -

اور جو بیرونی علاقوں میں ہیں وہ مہربانی کر کے بذریعہ منی آرڈر ایسی کل رقوم محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں

چہارم - عید کے روز جہاں آپ جسمانی خوشی کے سامان کے لئے اخراجات کا بجٹ بناتے ہیں - وہاں روحانی خوشی یعنی اشاعت اسلام کے لئے بھی کوئی رقم علیحدہ کریں - جو کہ ہماری انجمن کا آدمی شاہی مسجد کے دروازہ کے سامنے وصول کرنے کے لئے کھڑا ہوگا - اس کو یہ رقم دے دی جاوے -

خاکسار

سید محمد حسین شاہ

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مسیح موعود نمبر

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر نہایت شاندار چھپے گا ابھی سے تیاریاں ہو رہی ہیں مشتہرین جلد اشتہارات بھیجدیں پھر جگہ نہ ملے گی (مینجر)

دو روپے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو! کس کر آزما لو!!

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے منگائی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ روغن میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ سیاہی دیتی ہیں صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ اور ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جاسکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ۲/۸ وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ۔ تین سٹ یعنی ۲۴ چوڑیوں کا دام سات روپے۔

منیجر مدینہ ہاؤس دہلی

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر غریب طبقے کے لوگ لگاتے ہیں۔ عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت رسول اللہ ہے۔ چند عطر جو خاص ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ ہیں۔ بطور نمونہ طلب فرمایئے۔ جملہ قسم کے عطر و روغن ہر قسم کے تمباکو ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کے ساتھ خاص رعایت ہوگی۔ خط بھیجکر نرخ معلوم کیجئے۔

عطر موتیا	عطر مشک عنبر	عطر گلاب	عطر روح حسن
۸/	۸/	۸/	۸/

عطر کیوڑہ	عطر شمامۃ العنبر	ہر قسم کا عطر صندل ہمارے کارخانے سے منگاؤ۔
للعہ/	للعہ/	

ہر قسم کے عرق بھی موجود ہیں۔ ملنے کا پتہ

ایس سرور حسین اختر حسین مولوی گنج لکھنؤ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں۔ تو کل قیمت واپس قیمت تین روپے

فروغ حسن

چھیک کے بدنما داغ دھبے۔ کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ کو دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب شاداب بنا دیتا ہے قیمت صرف دو روپے۔

ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ ... گ ۱

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ بسرپرستی

ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجربات ہی مرکبات نہ صرف انڈیا پنجاب بلکہ امریکہ جاپان جرمنی چین اور روس وغیرہ میں جابجا مفید ثابت ہوئی ہیں۔ یہ دواخانہ اشتہاری بازاری عطائی نہیں ہے۔ نہایت معتبر تسلی بخش اور قابل اطمینان دواخانہ ہے۔ ہر موسم ہر مرد و عورت اور بچوں کی دوائیں موجود ہیں۔ ضرورتمند اصحاب ذیل کے پتہ پر خط بھیجیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب دہلوی معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

بہترین ثمر ہائے انبہ و گلابی لیچیاں

آم سفید۔ لنگڑا۔ بمبئی۔ اکبر پسند۔ کشن بھوگ چیدہ اور بڑے دانے فیصدہ عہ/ - فی پچاس عہ/ - گلابی لیچیاں بحد لطیف و شیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپے پانچسو کی چار روپے پیکنگ و ریلوے خرچ ذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں کا چالان شروع ہوگیا ہے۔ اور آم کا ۱۵ جون سے شروع ہوگا۔ اس سال فصل انبہ بہت ہی کم ہے۔ اس لئے آرڈر معہ نصف قیمت بہت جلد روانہ فرمائیں۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب فرمائیں۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱۰ دربھنگہ بہار

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اتنک جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے۔ آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی چیز میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز تیربہدف دوائی صرف ڈیڑھ روپے میں علاوہ محصول ڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر ادویات دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات گورے اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے طلب فرمائیں۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ (۲) ہر قسم کی تاریخی ادبی، اخلاقی معاشرتی مذہبی تجارتی کتب بارعایت ہم سے منگائیے۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف سٹیشنری آزمودہ دیسی فونٹن پن نہایت خوشنما پائدار ہم سے منگا کر ہماری حوصلہ افزائی کریں۔ (۳) خالص ہیر آئیل ہر قسم کے معطر خوشبودار پاک اور خالص طریق سے ایجاد کئے ہوئے۔ نیز موسم گرما کے ٹھنڈے میٹھے خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب فرمائیں۔ (۴) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ محصول علیحدہ۔ ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیں۔ (۵) عاملوں، نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پس اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کر دیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں۔ بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیں۔

نوٹ

ایماندار تاجر اپنی افزونی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز بہترین اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہش مند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

المشتہر

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹ ٹیلر ریاض بیاموڑہ لاہور

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی کے ساتھ اپنے گھر پر کرسکتے ہیں جس میں تیس روپے اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ ہوجائے سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری اور محنت سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پورا تعلیم مفت دی جاتی ہے مرد، عورتیں۔ لڑکے لڑکیاں ان پر کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپے والی موزوں کی مشین اور دو ہزار چھ سو روپے والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاماسن لین ڈھاکہ۔

دی ایشیاٹک نٹنگ کمرشل کارپوریشن نمبر ۲۰۹

ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۱ بمبئی

ایک لاکھ روپیہ نقد انعام

پنجاب کے مشہور وید لالہ امر ناتھ ایڈیٹر رسالہ امرت کی تیار کردہ امراض معدہ و دیگر بہت امراض کیلئے نہایت مفید اور مشہور عام دوائی

پرتاپ (رجسٹرڈ)

کے خریداروں میں ۲۹ جیٹھ سمت مطابق ۱۱ جون ۱۹۲۶ء بروز شنبہ ... ۲۸۰۰۰ انعامات میں ایک لاکھ روپیہ نقد تقسیم کیا جائیگا جن میں سے ایک انعام ۲۵۰۰۰ روپیہ ایک انعام ۱۰۰۰۰ روپیہ اور ایک انعام ۵۰۰۰ روپیہ کا ہوگا۔ قیمت فی شیشی ۱ روپیہ ایک روپیہ۔ مقدار خوراک ایک سے چار بوند تک۔

صنعتی، ہوشیار، بارسوخ اور معتبر ایجنٹوں کی جگہ ضرورت ہے کمیشن معقول دیا جائیگا خواہشمند اصحاب مزید واقفیت و قواعد حاصل کرنے کیلئے جلد درخواست کریں۔

منیجر امرت دھارا ڈاکخانہ امرت دھارا پٹیالہ

حکیم تلسی پرشاد اگرداں کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ

بال جیون کی گھٹی

بچوں کی ہر ایک بیماری کی مشہور و معروف دوا ہے لاغر اور کمزور بچے اسکے پینے سے موٹے تازے طاقتور ہوجاتے ہیں پیشاب ہونے سے پہلے بڑے سب بچے خوش ہوکر پی لیتے ہیں بازاروں میں سوداگروں سے خرید و اگر کہیں نہ ملے تو بال جیون کا پتہ سے منگائیں قیمت فی شیشی ... اگر دس ایکدم منگوائیں تو قیمت بارہ روپیہ علاوہ محصول

ہر بیماری کا علاج خود کرلو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب مجربات تلسی کا بغور مطالعہ کرلیں گے وہ اپنی و نیز دوسروں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل ہو جائیں گے اور اگر وہ چاہیں گے کہ اسکے ذریعہ دا علاج میں سینکڑوں روپے کمانے لگینگے اس میں ہر بیماری کے دو دو نایاب نسخے مندرج ہیں جو کوڑیوں میں تیار ہوتے اور اشرفیوں کے فائدے دکھلاتے ہیں قیمت فی کتاب مجلد ... محصول ڈاک ...

المشتہر منیجر بال جیون کارخانہ علی گڑھ شہر

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۴

مسلم

(علامہ اقبال)

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہی
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہی
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہی
مکاں فانی مکیں آنی ازل تیرا ابد تیرا،
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہی
حنا بند عروس لالہ ہی خون جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہی
تری فطرت امیں ہے ممکنات زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو ہی
جہان آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لیگئی وہ ارمغاں تو ہی
یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسباں تو ہی
سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بزم احباب

(مرتبہ چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

البانیا

برادر آبا ز دلیا لیسی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط نہایت دلچسپ تھا۔ جیسا کہ آپ کی انجمن کی تالیفات دلچسپ ہوتی ہیں میں ہمیشہ دلی محبت سے آپ کا لٹریچر پڑھا کرتا ہوں اور ہمارے سکول کے بہت سے طلباء کے دلوں پر آپ کی تعلیم کا گہرا اثر ہو چکا ہے۔ اور سب لوگ آپ کی تعلیم سے بہت دلچسپی لیتے ہیں گو میں اب تک آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا تاہم میں بے فیض ناظر اخبار نہیں رہا بلکہ دس پندرہ آدمیوں کو اخبار باقاعدہ دکھاتا رہا ہوں ہمارے سکول میں ۱۸۰ طلباء ہیں جن میں سے ۷۰ فیصدی مسلمان اور باقی عیسائی ہیں۔ یہی تناسب ہماری آبادی کا اپنے ملک میں ہے۔ آپ کی تحریروں کو عیسائی بھی مطالعہ کرتے ہیں کاش آپ کوئی ترکی یا عربی اخبار بھی نکالتے۔ تاکہ اس طرف کے مسلمانوں کا کثیر حصہ آپ کے علم سے فائدہ حاصل کرتا۔ میں گزشتہ ایک سال سے آپ کا لٹریچر پڑھ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پہلے کی نسبت اب بہتر مسلمان بن گیا ہوں۔ جس کے لئے میں آپ کی جماعت کا مشکور رہوں انشاء اللہ میں کوشش کرتا رہونگا کہ اسلام کو ترقی ہو اور مسلمانوں میں باہمی محبت و اتحاد پیدا ہو۔

مصر

مسٹر جلال الدین صاحب نومسلم انگریز لکھتے ہیں کہ مجھے آپکا اخبار باقاعدہ ملتا رہتا ہے جس کے لئے میں آپ کا بیحد مشکور ہوں میں اپنے کاروبار اور مطالعہ میں اس قدر مصروف ہوں کہ آپ کو خط لکھنے کی فرصت نہیں پا سکتا۔ مہربانی کرکے قرآن انگریزی کے نمونہ کی چند کاپیاں بھیج دیجئے۔ جن کو میں اپنے احباب میں تقسیم کردونگا۔ میں نے اپنے لئے قرآن انگریزی خرید لیا ہے۔ لیکن چند مخلص دوستوں کے لئے مزید قرآنوں کی ضرورت ہے

آسٹریا

کرنل رشید خالب بے صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا ہم ارمایچ کا خط ملا۔ جس کے مطالعہ سے بہت مسرت حاصل ہوئی اشاعت و تبلیغ اسلام کا جو کام آپ ... رہے ہیں ... اس

جو محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ دلی تسکین و طمانیت بخشتا ہے میں ۱۹۱۵ء سے اخبار مسلم اسٹنڈرڈ لندن میں مدافعت اسلامی پر مضمون لکھتا رہا ہوں اور اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی بہتری کے لئے صرف ایک ہی طاقت کام آ سکتی ہے۔ اور وہ جملہ مسلمانوں کا روحانی اور اخلاقی اتحاد ہے۔ اور یہ اتحاد دنیائے اسلام میں بذریعہ تحریر ہی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے پاس اپنی حفاظت کے لئے اب کوئی تلوار نہیں رہی اس لئے بذریعہ قلم و کتب ہی اسلام کی حفاظت و ترقی کا کام ہو سکتا ہے، اور اگر اس ہتھیار سے کام نہ لیا گیا تو عیسائی مشنری اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں گے۔ میں نے ایک یہودی عورت سے شادی کی ہے جس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میری بیوی کا قبول اسلام آپ کے رسالہ مسلم ریویو برلن کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ایک دن میں اس رسالہ میں سے سیرت نبوی کا مضمون پڑھ رہا تھا۔ میری بیوی جو آسٹرین نسل سے ہے اور جرمن زبان جانتی ہے اس مضمون کو نہایت توجہ سے سنتی رہی خصوصاً حضرت خدیجہ ام المومنین والے حصہ کو اس نے نہایت توجہ سے سنا اور خاتمہ مضمون پر فوراً پکار اٹھی کہ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ اور حضرت ام المومنین کے اسم مبارک پر اپنا نام خدیجہ رکھے گی چنانچہ وہ مسلمان بن گئی فالحمد للہ۔

پہلے پہل مجھے آپ کی انجمن کے پروپیگنڈا پر اتنا یقین نہ تھا۔ لیکن حالات کو مطالعہ کر لینے اور اپنی آنکھوں سے آپ کی تبلیغ کا ہر جگہ اثر دیکھ لینے کے بعد میں آپ کا ہم خیال ہو گیا ہوں۔ آپ کی تعلیم نے مجھے پکا اور پر جوش مسلمان بنا دیا ہے گو میں پہلے بھی مسلمان تھا۔ لیکن محض برائے نام۔ میں ایک مضمون سلطنت ترکی میں اسلام کی حالت پر لکھنا چاہتا ہوں جس میں اسلام کا منور اور خوبصورت چہرہ دکھانے کی کوشش کرونگا۔ اگر ہم اسی طرح اشاعت اسلام کا کام پورے زور اور اتحاد سے کرتے رہیں تو اس کے دو تین فائدے ہوں گے اول تو مسلمان غیر مذاہب کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے اور دوم دنیا میں اسلام غالب آ جائے گا۔ اور اس طرح روحانی فتوحات کا نتیجہ آخرکار مادی فتوحات ہوگا۔ ہمیں مسلمانوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرکے ان کے اندر سے برائیاں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جن میں وہ پھنسے ہوئے ہیں۔ اور متحدہ طور پر تبلیغ و اشاعت کا کام بڑے زور سے کرنا چاہیئے تاکہ نصر من اللہ و فتح قریب کا نظارہ نظر آ جائے۔ احمدیہ انجمن اخبار لائٹ کے ذریعہ دنیا میں

لاہور سے آنے کے بعد میری پہلی درخواست

ہمارا مستقل سرمایہ

مجھے کم و بیش چار ماہ کے لئے ہر سال لاہور سے غیر حاضر ہونا پڑتا ہے گو اس میں قدرے مجھے آرام بھی ملتا ہے لیکن بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ تصنیف کے اس مستقل کام پر جو خدا کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ دیگر اشغال سے علیحدگی اختیار کرکے کچھ وقت دے سکوں اور اب تک میرا تجربہ یہی ہے کہ لاہور کے آٹھ ماہ میں تصنیف کا کام اس کا ایک تہائی بھی مشکل ہوتا ہے۔ جو ان چار ماہ میں کر لیتا ہوں۔ لیکن ایک تکلیف دہ امر جو اس علیحدگی میں بھی میرے لئے پریشانی کا موجب ہوتا ہے وہ انجمن کے مالیہ کا سوال ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارے اخراجات جو اب تین لاکھ روپے کے قریب ہیں۔ ان کا بڑا حصہ کسی مستقل آمدنی سے نہیں۔ بلکہ محض چندوں سے پورا ہوتا ہے۔ اور بظاہر کسی مستقل کام کا انحصار محض چندوں پر رکھنا صحیح معلوم نہیں ہوتا لیکن اگر کسی جماعت یعنی قوم کے منظم حصے میں استقلال موجود ہو تو چندہ ایسا ہی مستقل ذریعہ آمد ہے۔ جیسے دنیا میں کوئی اور بڑے سے بڑا مستقل ذریعہ۔ بہت لوگ مستقل سرمایہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اور عام حالات انسانی شاید اس کے موید بھی ہوں لیکن میرے نزدیک انسانوں کی ایک جماعت کا استقلال سرمایہ کے استقلال سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ انسان کا استقلال نہ صرف مستقل سرمایہ کے سوال کو حل کرتا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی خود اس انسان کے اندر ایک ایسا جوہر پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ غرض زندگی کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے احباب کامیابی کے اس راز کی طرف توجہ کریں اور اپنے اندر استقلال کا جوہر پیدا کرکے نہ صرف کام کرنے والوں کے لئے مستقل سرمایہ کے سوال کو حل کریں۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بلند ترین غرض زندگی کے حاصل کرنے کے قابل بنائیں۔

قومی نظام کے استحکام کی بنیاد

ہماری قوم کا نظام اس امر سے وابستہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس میں شامل ہوتا ہے وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ خدمت دین میں مستقل طور پر کچھ حصہ لے گا اور اس اقرار کے پورا کرنے کے لئے وقتی تحریکات کے علاوہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار چندہ (سوائے زمینداروں کے جن کی آمدنی ماہوار نہیں بلکہ فصل سے وابستہ ہے) لازم کر لیتا ہے جو تین پیسے فی روپیہ یا آمدنی کا بیسواں حصہ ہے اس ماہوار چندہ پر ہماری انجمن کی بنیاد ہے۔ اس کے استحکام پر ہمارے سارے دینی کاموں کا استحکام ہے۔ اگر ہم ایک شخص سے اس کی سارے سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو یہ بوجھ شاید ننانوے فیصدی لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہو لیکن عملاً اگر ایک شخص اپنی آمدنی کا بیسواں حصہ ماہوار دیتا جاتا ہے تو اس نے گویا اپنی سارے سال کی آمدنی یکمشت ایک مستقل سرمایہ میں داخل کر دی اور یوں اس کی سارے سال کی آمدنی گویا للہ وقف ہو گئی۔ اس میں اگر نقص ہے تو یہی کہ بعض لوگ وعدہ تو کر لیتے ہیں لیکن اس کے ایفا میں کمزوری دکھلاتے ہیں۔ جب ایک مہینے کے بعد ان کی آمدنی ان کے ہاتھوں میں آتی ہے تو وہ اس حصہ کو جو اللہ کی راہ میں دینا تھا اپنی ضروریات پر خرچ کر لیتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس چندہ کو آئندہ ماہ میں ادا کر دیں گے۔ لیکن یہ فی الحقیقت ایک بدعادت کا پہلا قدم ہے۔ اور وہی کمزوری دوسرے ماہ پھر عود کر آتی ہے۔ یہاں تک کہ بقایا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ انسان ایک نیکی کے کام سے بکلی محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا نقشہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

ومنھم من عٰھد اللہ لئن اٰتٰنا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما اٰتٰھم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وھم معرضون فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون ۔ اور کچھ ان میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں دے تو ہم ضرور صدقہ دیں گے۔ اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے پھر جب وہ اپنے فضل سے انہیں دیتا ہے تو اس میں بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور پھر جاتے ہیں۔ اور دور نکل جاتے ہیں۔ سو وہ اس کی سزا کے طور کہ وہ اسے ملیں۔ اس لئے کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اس کی انہوں نے خلاف ورزی کی۔ اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود

جو احباب اپنے ماہوار وعدوں کو بقایوں کی حالت میں چھوڑتے چلے جاتے ہیں وہ غور کریں کہ جو اخراجات ان وعدوں کی بنا پر انجمن اپنے ذمہ ڈال لیتی ہے۔ ان کو تو اپنے وقت سے ایک دن ادھر ادھر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انجمن ایک ملازم کی تنخواہ مقررہ وقت پر ادا نہیں کرتی تو کیا یہ قوم کے لئے بدنامی اور ذلت کا موجب نہیں۔ اگر وہ ایک کتاب چھپوائے اور اس کا بل وقت پر ادا نہ کرے تو کیا یہ اس کے لئے عار اور ننگ نہیں۔ فی الحقیقت اس ذلت اور بدنامی اور اس ننگ و عار لانے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے مقررہ چندوں کو وقت پر ادا نہیں کرتے۔ اور انجمن اور اس کے کارکنوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں ڈالتے ہیں۔ اس کا کیا فائدہ کہ وعدہ تو کر لیا اور چندہ لکھوا دیا۔ اور دیا کچھ نہیں۔ خود تو یہ نقصان اٹھایا کہ خدا کے ساتھ وعدہ کرکے اس کی خلاف ورزی کی۔ اور خدا کے ساتھ وعدہ کرکے خلاف ورزی کرنے سے بڑھ کر کیا گناہ ہو سکتا ہے جس کی سزا قرآن کریم نے نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بتائی ہے اور قوم کو بھی بجائے فائدہ کے نقصان پہنچایا۔ کیونکہ اس امید پر ایک کام شروع کیا گیا۔ مگر پھر روپے کے نہ ہونے کی وجہ سے اسے ادھوری حالت میں چھوڑنا پڑا۔ یوں دوسروں کا روپیہ بھی برباد کرانے کا موجب یہ بقایادار ہو جاتے ہیں بحیثیت قوم ہم اس دن فخر کر سکیں گے۔ جس دن اس ساری قوم میں ایک بھی بقایادار نہ ہو۔ سوائے اس کے جس کی آمدنی کا ذریعہ بند ہو گیا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت بقایادار نہیں۔

سرکردہ لوگ عملی نمونہ قایم کریں

اگر ہمارے احباب توجہ کریں تو یہ کوئی مشکل امر نہیں کہ ہماری ساری قوم میں ایک شخص بھی ایسا پست ہمت نہ ہو جو وعدہ کرکے پھر ایفا نہ کرے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ پہلے بڑے لوگ نمونہ قایم کریں۔ بڑے لوگوں سے میری مراد دونوں قسم کے لوگ ہیں وہ بھی جن کے سپرد انجمن کے کاروبار ہیں۔ یا جو کسی جماعت کے عہدیدار ہیں یا مرکزی انجمن کے ٹرسٹی یعنی معتمد ہیں۔ اور وہ بھی جو اپنی مالی حیثیت یا مرتبے کے اعتبار سے جماعت کے بااثر وجود ہیں جب تک ان احباب کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس نہ ہو دوسرے لوگ خود خوابیدہ حالت میں رہیں گے۔ ہماری انجمن کے تمام ٹرسٹی مجلس منتظمہ کے تمام ممبر ہر شعبہ کے افسر اور کارکن عہدہ دار تمام انجمن ہائے مقامی کے عہدہ دار۔ تمام جماعتوں کے سکرٹری یا کارکن ممبر۔ ان میں سے بہر حال ایک بھی ایسا نہ ہونا چاہیے جس کے نام کے ساتھ بقایا کا ذلت آمیز لفظ لگا ہوا ہو۔ اور ذی ثروت اور ذی اثر احباب جو بسا اوقات محض بے توجہی سے ہر ماہ چندہ ادا نہیں کرتے۔ بلکہ اکٹھا دو دو چار چار ماہ کا دے دیتے ہیں۔ ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ نیک نمونہ قائم کرنے کے لئے یا تو پیشگی دو چار ماہ کا اکٹھا دے دیا کریں۔ ورنہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ پچھلے ماہ کا چندہ نکال دیا کریں۔ اگر یہ لوگ جو نظام انجمن یا نظام قومی کی بنیاد کے طور پر ہیں۔ اس قدر عزم کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے دوسرے افراد میں سے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا رہ جائے گا جو اس نظام کی پروا نہ کرے۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی ہماری قوم کی آدھی سے زیادہ قوت بیکار پڑی ہے۔

کمر ہمت باندھ لو

اب اسلام پر وہ مصیبت کا وقت ہے۔ کہ ہم قوم کی آدھی قوت بیکار رہنے کو معمولی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ بحیثیت قوم ہم سب اس گناہ میں شامل ہیں کہ قوم کی پوری طاقت عمل میں نہیں آتی اور خدا کی دی ہوئی طاقت یوں ضایع ہو رہی ہے۔ اس بیماری کا اب خاتمہ ہونا چاہیے۔ اور ہم کو اپنے قومی عزم اور قومی قوت کا ثبوت دینا چاہیے۔ تمام انجمنوں اور جماعتوں کو اور ان کے تمام ممبروں کو آئندہ اس نظام پر کہ بقایا کسی کے نام پر نہ ہو پوری طاقت سے عمل پیرا ہونا ہو گا۔ ہاں میں اس انتظار میں رہوں گا کہ کس جماعت کی طرف سے یہ آواز پہلے آتی ہے۔ کہ اس نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کا کوئی ممبر بقایادار نہ ہو اور کہ وہ اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کریں گی۔ اس کے لئے میں دو عملی تجویزیں بھی پیش کرتا ہوں۔

دو عملی تجویزیں

اول یہ کہ ہر جماعت میں نماز جمعہ کے بعد اس مضمون کو سنا کر احباب سے دریافت کر لیا جائے۔ کہ کیا وہ یہ فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اور اگر وہ یک آواز ہو کر اس پر آمادگی کا اظہار کریں تو پھر دوسری بات جس کے لئے انہیں کمر ہمت باندھنی چاہیے یہ ہے کہ اس فیصلہ کو عمل میں لانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کریں۔ انہی تدابیر میں سے ایک یہ ہے کہ ہر ایک انجمن یا جماعت میں سے ایک سب کمیٹی ان افراد کی بنائی جائے جو خود اپنے ذمہ ماہوار چندہ کا کوئی بقایا نہیں چھوڑتے۔ اور یہ سب کمیٹی بطور وفد ہر اس شخص کے پاس جائے جو باوجود جماعت کے اس فیصلہ کے اپنے چندے کو وقت مقرر پر ادا نہیں کرتا اور اس سے درخواست کرے کہ وہ قوم کی عزت اور وقار قایم کرنے کے لئے اس طریق پر عمل پیرا ہو کہ ماہوار چندے کا کوئی بقایا اس کی طرف نہ ہو۔ مگر جہاں افراد سے یہ درخواست ہے کہ وہ ماہوار چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار کریں۔ انجمنوں کے سکرٹری صاحبان اور دیگر ذمہ دار عہدیداروں سے التماس ہے کہ وہ انجمن کی وصول شدہ رقم کو مع ضروری کوائف ماہ بماہ دفتر محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیجتے رہیں۔ اور نہ ایک ماہ کا چندہ اپنے ممبران کی طرف دوسرے ماہ تک رہنے دیں۔ آئندہ ہر انجمن کے عہدیدار اور کارکن اس بات کے ذمہ دار ہوں گے۔ کہ وہ اپنی جماعت کا پورا چندہ وصول کرکے اگلے ماہ کے اندر اندر بھیج دیں۔ اور مرکزی دفتر تحصیل میں ایک کھاتہ انجمنوں کا اور جماعتوں کا صرف اس طرح پر رہے گا کہ ماہوار رقم موعودہ اس کے نام پر لکھی ہوئی ہو گی۔ اور جو رقم ہر ماہ میں وصول ہو وہ اس کے وصولی کے خانہ میں لکھی جائے گی۔ اگر کوئی بقایا رہے گا تو اس کے ذمہ دار اس کے کارکن و عہدے دار ہوں گے۔

ہر انجمن براہ راست جواب دے

اس تحریک کا جواب میں ہر ایک انجمن کی طرف سے براہ راست اپنے نام چاہتا ہوں۔ جو جماعت یا انجمن اسے عمل میں لانے کے لئے قدم نہیں اٹھاتی وہ عند اللہ ہی نہیں اپنے قومی اجتماع میں بھی جوابدہ ہو گی۔ میں اس کے لئے زیادہ وقت بھی نہیں دے سکتا۔ بلکہ ماہ جون کے اندر اندر سب انجمنوں کو یہ قطعی فیصلہ کر لینا چاہیے ہمیں پوری قوت زندگی کے ساتھ رہنا ہے۔ اور اپنی پوری طاقت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ جن جماعتوں میں وہاں کے کارکن احباب اس تحریک کو پیش کرنے میں سستی سے کام لیں امید ہے کہ وہاں کے دیگر درد دل رکھنے والے احباب ان کو متنبہ کرکے اس سوال کو فوراً جماعت کے سامنے لائیں گے البتہ جہاں کوئی مشکلات ہوں ان سے بے شک مجھے اطلاع دی جائے لیکن بہر حال جو جواب ہو وہ مجھے جون کے اندر اندر مل جانا چاہیے۔

والسلام خاکسار

محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
ہیڈ بروڈالہوزی

انجمن کے مختلف شعبہ جات

چونکہ انجمن نے کام کی سہولت کو مد نظر رکھ کر مختلف کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان پر الگ الگ افسر مقرر کر دیئے ہیں۔ لہٰذا تمام دوست جو کسی قسم کی خط و کتابت انجمن سے کرنی چاہیں وہ متعلقہ افسر سے براہ راست کریں تاکہ کام میں سہولت رہے اور جوابات میں تاخیر نہ ہوا کرے۔ کاموں کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) امور عامہ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
(۲) تمام روپیہ وغیرہ بنام محاسب صاحب رہ
(۳) چندہ جات عطیہ۔ زکوۃ وغیرہ کے حساب کتاب یا دیگر دریافت امور کے لئے افسر صاحب تحصیل۔
(۴) اخبار پیغام صلح۔ مینیجر صاحب پیغام صلح۔
(۵) اخبار دی لائٹ مینیجر صاحب دی لائٹ
(۶) تصنیفات کے متعلق افسر صاحب تصنیفات
(۷) ٹریکٹ اشتہارات وغیرہ اسسٹنٹ سکرٹری صاحب
(۸) تبلیغ کے متعلق } افسر صاحب تبلیغ
(۹) نومسلمین کے متعلق }

محمد عبد اللہ سکرٹری

ضروری اعلان

احباب فوری توجہ فرمائیں

کانفرنس کے گزشتہ اجلاس میں جملہ حاضرین کی اتفاق آراء سے طے پایا تھا کہ برلن مسجد کی تکمیل کے لئے ذی ثروت احباب کے نام ایک معین رقم ان کے حسب حیثیت لگائی جائے۔ اور یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ جو رقم کسی بزرگ کے ذمہ ڈالی گئی ہے۔ وہ بہت جلد وصول کرکے مئی کے آخر تک پانچ ہزار کی رقم برلن بھیجدی جائے اور دوسری پانچ ہزار کی قسط آخر جون میں۔ تمام احباب کو اس سے اطلاع دی گئی تھی۔ اور اس کے ہمراہ برلن مسجد کے فوٹو بھی بھیجے گئے تھے مگر چونکہ سوائے مندرجہ ذیل احباب کے دیگر احباب نے ابتک اپنے حصہ کا روپیہ نہیں بھیجا اس لئے مئی میں سردست صرف ۲۶۳ پونڈ یعنی ۳۵۱۰ روپیہ روانہ کیا گیا۔ اور باقی روپیہ انشاء اللہ تعالیٰ اب ماہ جون میں بھیجنا ضروری ہے۔ اس لئے احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ بہت جلد اپنا روپیہ بھیج کر مشکور فرمائیں۔ تا یہ ادھورا کام جو قوم کے نام پر ایک داغ چلا آرہا ہے۔ دور ہو جائے۔ ایسے کاموں کے سرانجام دینے کا روز موقع نہیں ملتا۔ بلکہ خوش قسمتی ہی سے کبھی کبھار میسر آتا ہے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ افسوس کریں گے کہ کاش اس خدا کے گھر میں ہماری بھی اینٹ لگی ہوتی۔ اور ان لوگوں کو جن کے پیسے سے کفرستان میں یہ گھر بنا۔ بڑا خوش قسمت یقین کریں گے

کل رقم جو احباب کے نام لگائی گئی تھی ۵۷۷۲ تھی۔ اس میں سے آج تک ۳۵۵۶ وصول ہو چکی ہے جس کی تفصیل فہرست نمبر ۱ میں ہے۔ علاوہ مجوزہ رقم کے مبلغ ۱۸۶۶-۱۲ کی رقم دیگر احباب نے جو دیا ہے حلقہ اثر سے جمع کرکے بھجوائی ہے۔ جس کی تفصیل فہرست نمبر ۲ میں درج ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جزائے خیر دے اور اس سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فہرست نمبر ۱

نمبر شمار	نام معطی	رقم مجوزہ	رقم وصول شدہ	باقی
(۱)	حضرت امیر سلمہ اللہ	ما/	ما/	۰
(۲)	ملک غلام محمد صاحب لاہور	صما/	ما/	اما/
(۳)	[illegible] صدرالدین صاحب لاہور	ما/	ما/	۰
(۴)	ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب لاہور	ما/	ما/	۰
(۵)	ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لاہور	ما/	ما/	۰
(۶)	مولوی محمد یعقوب خاں صاحب	صہ/	صہ/	۰
(۷)	خان صاحب محمد منظور الٰہی صاحب	ما/	صہ	لعہ
(۸)	چودھری ظہور احمد صاحب	صہ/	لصہ	..
(۹)	پروفیسر محمد عبداللہ صاحب لاہور	صہ/	ولعہ	ولعہ
(۱۰)	چودھری محمد حسین صاحب لاہور	صہ/	صہ/	ملعہ
(۱۱)	خلیفہ فضل حسین صاحب لاہور	ما/	صہ/	صہ/
(۱۲)	خواجہ عبدالغنی صاحب ادر خواجہ جلال الدین صاحب	صہ/	ملعہ/	ملعہ/
(۱۳)	شیخ اسلام الدین جالندھری صاحب	صہ/	عہ/	للعہ/
(۱۴)	شیخ محمد الٰہی صاحب گوجرانوالہ	ما/	ما/	..
(۱۵)	قاضی ثناء اللہ صاحب لاہور چھاؤنی	ما/	ما/	..
(۱۶)	مرزا جلال احمد صاحب لاہور چھاؤنی	صہ/	صہ/	..
(۱۷)	شیخ عبدالواحد صاحب سب انسپکٹر پولیس کانگڑہ	ما/	صہ/	صہ/
(۱۸)	بابو روشن دین صاحب مزنگ	ما/	ما/	..
(۱۹)	خان صاحب میاں شاہ محمد صاحب ڈیرہ	۱۵/	۱۵/	..
(۲۰)	شیخ عبدالرحمن صاحب سب جج	صہ/	صہ/	..
(۲۱)	شیخ محمد حیات صاحب ڈسٹرکٹ انجینئر شیخوپورہ	۱۵/	ما/	ما/
(۲۲)	شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر چرم وزیر آباد	۱۱صہ/	۱صہ/	..
(۲۳)	چودھری عبدالحق صاحب فیروزپور	ما/	صہ/	صہ/
(۲۵)	بابو غلام حسن صاحب سٹیشن ماسٹر ویرووال	ماصہ/	۱ما/	صہ/
(۲۶)	مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے سپرنٹنڈنٹ مظفرپور	صہ/	صہ/	-
(۲۷)	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم	ما/	ما/	-
(۲۸)	میاں غلام عباس صاحب زرمک وزیرستان	صہ/	صہ/	/
(۲۹)	ملک غلام سرور صاحب لاہور چھاؤنی	ماصہ/	ما/	صہ/
(۳۰)	میاں محمد اسلم خاں صاحب مردان	ما/	ما/	..
(۳۱)	میاں فقیر محمد صاحب خانساماں زرمک وزیرستان	صہ/	صتہ/	ملعہ/
(۳۲)	سید اعف شاہ صاحب فتح جنگ	ما/	ما/	..
(۳۳)	میاں محمد سعید صاحب ای اے سی قصور	صہ/	صہ/	..
(۳۴)	مولوی عبدالہادی صاحب بنوں	ما/	ما/	..
(۳۵)	خان صاحب غلام محمد خان صاحب ای اے سی سرگودھا	ما/	ما/	..
(۳۶)	مولوی عزیز الحسن صاحب ایم اے امرتسر	ما/	ما/	..
(۳۷)	ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ	صہ	صہ	..
(۳۸)	شیخ احمد علی صاحب حیدرآباد سندھ	صہ/	لعہ	للعہ/
(۳۹)	قاضی محبوب عالم صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ	ما/	ما/	..
(۴۰)	چودھری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۳۳ جنوبی سرگودھا	صہ/	صہ	..
(۴۱)	ڈاکٹر سعید احمد صاحب ایبٹ آباد	ما/	ما/	..
(۴۲)	شیخ مولا بخش و محمد اسمٰعیل صاحبان لائل پور	ماصہ/	ماصہ/	..
(۴۳)	مولوی محمد یٰسین صاحب ساکن دیپ گراں ہزارہ	صہ/	صہ/	..
(۴۴)	شیخ کرم الٰہی صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین لاہور	صہ	ملعہ	ملعہ
(۴۵)	بابو رحیم بخش صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین کراچی	صہ/	ما/	-

کل میزان ۔۔۔۔۔۔ ۳۵۶۴ روپیہ

فہرست نمبر ۲

نمبر	تفصیل	رقم
(۱)	وصول کردہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم	لعہ/
(۲)	" میاں غلام رسول صاحب و شیخ کرم الٰہی صاحب جھنگ	اما/
(۳)	" بیگم صاحبہ شیخ عبدالرحمن صاحب سب جج امرتسر	صہ/
(۴)	" ماسٹر عبداللہ صاحب ساکن جادہ ضلع جہلم	معہ/
(۵)	" ماسٹر رحیم بخش صاحب بی اے سیالکوٹ	مصہ
(۶)	مولوی غلام باری صاحب انکم ٹیکس آفیسر ملتان	لعہ/
(۷)	از متفرق احباب	ما/
(۸)	جناب محمد اقبال ولد کرم الٰہی صاحب قریشی سب جج کرنال	صہ/
(۹)	چودھری سرفراز خاں صاحب بھوپڑ ضلع جہلم	ما/

کل میزان ۔۔ ۱۸۷۵ ۔۔ ۱۲ ۔۔ ۰

خاکسار

محمد عبداللہ افسر تحصیل

جواہر ریزے

ق

(۱) اے مسلمانو! سود در سود نہ کھاؤ۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۳۰-۱۳۳)

(۲) جو لوگ آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۳۴)

(۳) کام کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے (آل عمران ۳: ۱۳۶)

(۴) تم سے پہلے واقعات گزر چکے ہیں۔ پس تم زمین میں پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا ہی بُرا انجام ہوا۔ (آل عمران)

(۵) (اے مسلمانو!) اور نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی آخرکار غالب رہو گے۔ جب تم مومن ہو (آل عمران)

(۶) اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا (آل عمران)

(۷) اور کتنے ہی نبی ہوئے ہیں جن کے ہمراہ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے پھر اس وجہ سے وہ سست نہ ہوئے جو ان کو اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آئی۔ اور نہ کمزور ہوئے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور ان کی بات سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا ہمارے رب ہمارے قصور اور ہمارے کام میں ہماری خطائیں معاف فرما اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کافر لوگوں پر نصرت دے سو اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب اور آخرت کا اچھا ثواب دیا اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۴۵-۱۴۷)

ح

(۱) تم میں بہترین وہ ہیں جن کی عمریں سب سے زیادہ لمبی اور اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں۔

(۲) نیک بات کہنا بھی صدقہ و فیض رسانی ہے۔

(۳) جو ایک ایماندار بھائی پر لعنت کرے وہ گویا اس کا قاتل ہو

(۴) مسلمان وہ ہے جس کے دست و زبان سے لوگ محفوظ رہیں

(۵) بدترین خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو لیکن تو جھوٹ بول رہا ہو۔

(۶) اگر کسی شخص کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اسے روک کر اپنے بھائی کی مدد کرے تو خدا دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا۔

(۷) وہ لوگ قابل ملامت ہیں جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے اپنی باتیں آراستہ کریں۔

(۸) مُردوں کو کبھی بُرا مت کہو کیونکہ وہ اپنے کئے کا بدلہ پا چکے

رنگیلا رسول کا فیصلہ

عدالت عالیہ پنجاب کے جج کنور دلیپ سنگھ نے کتاب رنگیلا رسول کے پبلشر کو بالکل بری کر دیا ہے ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اس فیصلہ پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں اور اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ حکومت

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ — ۱۴؍ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ — نمبر ۲۴

مسلمانوں کے قومی امراض اور ان کا علاج

(۲)

(۴) چوتھی خرابی مسلمانوں کے اندر یہ پیدا ہوگئی ہے کہ ان میں سے خدمت قوم کا جذبہ مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ یہ جذبہ قومی ترقی کے لئے جس قدر ضروری ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔ جب تک مسلمانوں کے اندر قومی و ملی خدمت کا جذبہ کار فرما نہ ہوگا اس وقت تک مسلمانوں کا پنپنا ناممکن ہے۔ آج کل ہندوؤں میں یہ جذبہ بہایت سرعت سے ترقی کر رہا ہے۔ جس کی ایک ادنےٰ مثال یہ ہے کہ ہندو نوجوانوں نے سیوا سمتی کے نام سے ایک جماعت رضاکاروں کی قایم کر رکھی ہے جو ہندو جاتی کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ کہیں کوئی عام میلہ ہو یا قومی اجتماع، فساد ہو یا فساد، اس جماعت کے رضاکار وہاں پہنچکر اپنی قوم کی خدمت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر جن کے مذہب کا اصل الاصول ہی یہ تھا ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ایسی کوئی منظم جماعت نہیں جو بوقت ضرورت قوم کی خدمت کر سکے پس ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے کہ مسلمان بھی قومی رضاکاروں کا ایک ایسا جیش بنائیں۔ بہتر ہو اگر مسلم لیگ اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔

(۵) جب کبھی کسی علاقہ میں قحط پڑ جاتا ہے یا کولا وبا پھوٹ پڑتی ہے یا کوئی اور آفت ارضی و سماوی ٹوٹ پڑتی ہے یا فرقہ وارانہ ہنگامہ ہو جاتا ہے تو مظلومین اور مصیبت زدگان کی امداد کے لئے دوسری قوموں کی طرف سے فوراً نود پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو بحیثیت قوم اس وقت بھی بہت کم توفیق ملتی ہے کہ وہ دوسروں کی نہیں تو کم از کم اپنے ہم مذہب بھائیوں کی اعانت کے لئے پہنچیں جانتے ہو اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ایسی اغراض کے لئے کوئی قومی فنڈ نہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جلد سے جلد ایسی ناگہانی قومی ضروریات کے لئے ایک مستقل فنڈ قایم کریں۔

(۶) مسلمانوں کے اندر بیواؤں اور یتیموں کی غور پرداخت کے لئے کوئی تسلی بخش نظام نہیں ہے۔ اس عدم توجہی کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہزاروں مسلمان بیوائیں اور یتیم بچے دوسرے مذاہب کی پناہ میں جا رہے ہیں۔ ان مصیبت زدگان کی بیچارگی و بےبسی سے مبتسے عیسائی اور آریہ مشنری ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ جبری ارتداد نہایت آسانی سے رک سکتا ہے۔ اگر مسلمان بیواؤں اور یتیموں کی رہائش و پرورش کے لئے ملک کے طول و عرض میں بیوہ خانے اور یتیم خانے کھول دیں۔

(۷) بیواؤں کے ارتداد کی وجہ نہ صرف یہ ہے کہ ان کی مالی اعانت کے لئے کوئی باقاعدہ نظام نہیں۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ بعض مسلمان قوموں میں ہندوؤں کی ہمسائیگی کے اثر سے بیوگان کی شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور اس لئے بیوہ عورتوں کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی جاتی۔ جس سے ان کو مجبوراً راہ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے۔

تبلیغی انجمنوں کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے اس غیر اسلامی خیال کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

(۸) اسلام نے اپنے ہر پیرو پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے غفلت اختیار کر رکھی ہے۔ جس سے اسلام کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ زمانہ بہت نازک ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں مذاہب کی جنگ جاری ہے ایسے موقع پر غفلت سے کام لینا خودکشی کے مترادف ہے۔ مسلمان اگر دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں تبلیغ مذہب کے لئے سرفروشانہ جد و جہد کرنی چاہیئے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان دوسرے ممالک میں جاکر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام نہیں کر سکتے تو کم از کم ہندوستان ہی میں اس کام کو شروع کریں۔ ہندوستان میں ایک بہت بڑی طاقت ان کے مقابلہ کے لئے مجتمع ہو رہی ہے اگر وہ ابھی سے ہوش میں نہ آئے تو انہیں آگے چل کر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہندوستانی مسلمان اس بات کا عہد کرے کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ کسی نہ کسی تبلیغی انجمن کو دیا کرے گا۔

(۹) اسلام بغض و عداوت کی تعلیم نہیں دیتا۔ لیکن اس کے نزدیک خودکشی بھی جائز نہیں۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ غیر مسلم دکانداروں اور تاجروں سے سودا سلف لینا قوم کی اقتصادی خودداری اور وقار کی تباہی کے مترادف ہے۔ اس ذریعہ سے مسلمانوں کا لاکھوں کروڑوں روپیہ روزانہ غیر مسلم تاجروں کی جیب میں جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کو کبھی واپس نہیں ملتا۔ کیونکہ تجارت ان کے ہاتھ میں نہیں۔ پس ضرورت ہے کہ مسلمان ہر قسم کی تجارت اپنے ہاتھ میں لیں۔ اور ہر مسلمان یہ عہد کرے کہ وہ اپنی تمام ضروریات زندگی مسلمان تاجروں سے خریدے گا۔

(۱۰) مسلمان عموماً مفلس و مقروض ہیں۔ مفلس و مقروض ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آمدنی و خرچ کا کوئی حساب نہیں رکھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خرچ اکثر آمدنی سے بڑھ جاتا ہے اور ان کے پاس کوئی روپیہ جمع نہیں ہو سکتا۔ اور جب کوئی ناگہانی ضرورت پیش آجاتی ہے تو انہیں قرض لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا ان دونوں مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ روپیہ کمانے کی کوشش کریں۔ آمدنی اور خرچ کا باقاعدہ حساب رکھیں۔ اور اخراجات کو حتی الوسع کم کر کے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کریں۔ تا ضرورت کے وقت ان کے کام آئے۔ اور انہیں قرض نہ لینا پڑے۔

مشقی جنگ اور اصلی جنگ

آج کل سنگٹھنیوں نے مسلمانوں کے ساتھ فسادات کی شکل میں جو ہنگامہ آرائی شروع کر رکھی ہے وہ محض مشقی جنگ کے طور پر ہے اصلی جنگ حکومت سے ہوگی۔ چنانچہ ہندو مہاسبھا کے پرانے ڈنڈے باز صدر ڈاکٹر مونجے نے احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ جو ہندو مہاسبھا نے ہندوؤں کو مسلمانوں اور دوسری قوموں سے لڑنے کے لئے تیار کیا ہے تو اس کا مقصد صرف حصول سوراج ہے۔ کیونکہ آپ کے خیال میں جو لوگ لٹھیوں کے مقابلہ میں اپنی جان اور اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ ان لوگوں سے کس طرح سوراج لے سکتے ہیں۔ جو نہایت ہی خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہوں ایسے ہندو سوراج کے لئے جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ گویا ڈاکٹر مونجے کے بیان کے مطابق غریب مسلمانوں کا کچومر محض اس لئے نکالا جا رہا ہے کہ ہندو حکومت برطانیہ سے سوراج چھین لینے کے قابل ہو جائیں۔ حکومت کو متنبہ رہنا چاہیئے کہ اکثریت سے مرعوب ہو کر اقلیت کو دبانے کی جو پالیسی آج اس نے اختیار کر رکھی ہے۔ وہ اس کے حق میں سخت مضر ہوگی۔ کیونکہ وہی اکثریت جو آج کمزور و قلیل جماعتوں سے مشقی جنگ کر کے اپنے کو مضبوط و توانا بنا رہی ہے۔ کل کو حکومت کے ساتھ اصلی جنگ کرنے کے لئے میدان میں اتریگی یہ وہ راز ہے جو خود ایک مسلمہ ہندو لیڈر کی زبان سے ایک مجمع عام میں افشا ہو گیا ہے [illegible]

سنگٹھنی جرنیل کو حکومت کی دھمکیاں

چند روز ہوئے آل انڈیا ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر مونجے جنکی سنگٹھنی اشتعال انگیزیاں شہرہ آفاق ہو چکی ہیں۔ تقریر کرنے کے لئے سورت پہنچے۔ یہ تو سب کو معلوم ہی ہے کہ آپ جہاں جاتے ہیں ڈنڈے بازی ہی کی تلقین کرتے ہیں۔ جب آپ سورت پہنچے تو وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۱۴۴ آپکو تقریر کرنے سے منع کر دیا۔ مگر آپ کا حوصلہ اب اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ آپ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو جواب میں لکھا کہ یہ حکم خلاف قانون ہے میں اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ میں ضرور اس کی خلاف ورزی کرونگا۔ چنانچہ اگلے ہی روز آپ نے شہر میں شدھی اور سنگٹھن پر تقریر کر کے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور وہاں سے دندناتے ہوئے بڑودہ پہنچ گئے۔ دیکھئے حکومت اب کیا کارروائی کرتی ہے۔ اس ڈنڈے باز مرہٹہ کو اس سے پیشتر بھی ایک ایسے قسم کا حکم کلکتہ میں ملا تھا۔ اور اس نے اس کی خلاف ورزی کی تھی مگر حکومت چپ ہو کر بیٹھ رہی تھی۔ جس سے اس کے وقار و رعب کو سخت صدمہ پہنچا اور سنگٹھنی لیڈروں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ اگر حکومت فی الحقیقت سنگٹھنی لیڈروں کی اشتعال انگیز تقریروں کو امن شکن تصور کرتی ہے تو وہ جرأت اور دلیری سے کام لے کر ان کے خلاف قانونی کارروائی کرے مونجے اینڈ کو اب محض طفلانہ دھمکیوں سے نہیں ڈر سکتے۔

ہندوؤں کا بیجا مطالبہ

آج کل ہمارے ہندو اہل وطن حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش کر رہے ہیں کہ محکمہ پولیس میں ہندو عنصر بڑھایا جائے۔ اس مطالبہ کی تائید میں دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ محکمہ پولیس میں غیر ہندو عنصر کی زیادتی کی وجہ سے ہندوؤں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ بظاہر حکومت بھی اس مطالبہ کی مؤید نظر آتی ہے۔ لیکن ہم حکومت کو یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالت میں ہندوؤں کا یہ مطالبہ سراسر ناجائز ہے۔ کیونکہ جب حکومت کے دیگر محکموں میں ہندوؤں کی اکثریت موجود ہے اور وہاں فرقہ وارانہ نیابت کا اصول رائج نہیں اور اس طرح مسلمانوں کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ اور جب کبھی مسلمانوں کی طرف سے اس کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے تو ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی جاتی ہے۔ تو پھر ان کا کیا حق ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ ایک خاص محکمہ میں جہاں مسلمانوں کو خفیف سی اکثریت حاصل ہے فرقہ وارانہ نیابت کا اصول رائج کیا جائے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھے اگر وہ محکمہ پولیس میں ہندو عنصر محض اس لئے بڑھانا چاہتی ہے۔ کہ اس میں مسلمانوں کی کثرت ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ دیگر محکموں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ مسلمان عنصر بھی بڑھائے۔ انصاف تو اسی کا نام ہے۔ اگر اس کے خلاف عمل کیا گیا تو مسلمان اسے ناانصافی سمجھینگے اور مجبوراً انہیں اکبر کی زبان میں کہنا پڑے گا ؎

راج انگلش کا ملک ہندو کا
اللہ حافظ ہے بھائی مسلو کا

صاف گوئی

واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ صاف گوئی کا حوصلہ صرف مسلمانوں ہی کو ہے ہندو اور سکھ لیڈر عام طور پر اس وصف سے خالی ہیں۔ سوامی شردھانند قتل ہوئے تو تمام مسلمان لیڈروں نے بلا تحقیقات و انتظار حالات، اپنے ہم مذہب کے فعل کی سخت ترین الفاظ میں متفقہ طور پر مذمت کی لیکن لاہور میں جن سکھوں نے بیگناہ اور نہتے مسلمان نمازیوں کو شہید کیا ان کے خلاف صاف اور واضح الفاظ میں کسی ہندو یا سکھ لیڈر نے آواز بلند نہیں کی ہندو مہا سبھا لاہور اور پربندھک کمیٹی نے فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلہ میں جو قرارداد منظور کی ہیں ان کے الفاظ ایسے مبہم ہیں کہ انہیں چاہے سکھوں پر منطبق کر لو چاہے مسلمانوں پر۔ خدا جانے ایسی قرار دادیں منظور کرنے کا فائدہ کیا متصور ہے۔

کرپان کا "استعمال"

گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی ایک قرارداد تو بہت ہی ذومعنی ہے۔ چنانچہ وہ قرارداد یہ ہے:-

"شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اس امر پر اظہار افسوس کرتی ہے کہ مسلم لیگ اور چند دیگر اسلامی مجالس نیز بعض اسلامی اخبارات نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ کرپان کے خلاف کچھ کارروائی عمل میں لائی جائے کرپان سکھوں کا مذہبی نشان ہے جسے وہ قدیم سے استعمال کرتے چلے آئے ہیں اس لئے اس معاملہ میں ذراسی مداخلت بھی سکھوں کے مذہبی جذبات اور عقائد کو مجروح کرنے کے مترادف ہوگی۔ جسے سکھ قوم کسی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں"

"قدیم سے استعمال کرنے" کے الفاظ ذومعنے ہیں۔ اس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ کرپان سکھوں کے پہلو میں ہمیشہ سے لٹکتی رہی ہے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیشہ اسے بجائے ہتھیار کے انسانوں پر استعمال کرتے رہے ہیں۔ گوردوارہ کمیٹی کا کیا مطلب ہے اگر مراد اول الذکر معنے سے ہے تو خیر لیکن اگر منشا دوسرا ہے۔ تو یہ گویا انسانی خون سے کرپان کو آلودہ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ کیا گوردوارہ کمیٹی صاف الفاظ میں اپنے مطلب کو واضح کرے گی؟

ایک ہندو جج کی شہادت

مدراس ہائی کورٹ کے ایک مقتدر ہندو جج کنور سوامی شاستری نے اخبار انڈین ڈیلی میل کے نمائندے سے بیان کیا ہے۔ کہ "مساجد کے سامنے باجا بجانے کے حق پر ہندوؤں کا اصرار ایک احمقانہ فعل ہے۔ جس سے ان کو باز رہنا چاہیئے۔ مندروں سے باہر باجا بجانا ان کا جزو مذہب نہیں ہے۔ یعنی مندروں سے باہر باجا بجانا ہندوؤں پر مذہباً لازمی نہیں ہے۔"

یہ بیان الٰہ آباد کے اخبار لیڈر مورخہ ۲۵ رمئی کے صفحہ ۹ کالم ۳ کے آخر میں شایع ہوا ہے۔ کیا ہندو اپنے اس ہم مذہب جج کی نصیحت پر دھیان دینگے۔ اگر وہ اس مفید مشورہ پر عمل کریں تو آج بھی ان تمام فسادات دخون وقتل کے حادثات کا خاتمہ ہوجائے جو مذہب کے نام سے مسجدوں کے سامنے باجا بجانے کے اصرار کی بدولت رونما ہورہے ہیں۔

سب سے بڑے ہندو لیڈر کی ہندوانہ وصیت

مسلمانو! جانتے ہو کہ تمہاری جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں کیونکر جارہی ہیں۔ اگر ابتک تمہیں معلوم نہیں تو اب سن لو۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے:-

"جب مسٹر تلک بمبئی میں مر رہے ہیں تو حکیم سلیم صاحب بحیثیت والنٹیر کے ان کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔ اور حکیم صاحب نے سنا کہ مسٹر تلک نے مرنے کے قریب ایک ہندو سے کہا کہ گاندھی جی سے کہدینا کہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہندوستان کی سب جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں آجائیں پھر صرف ایک حکومت کا مسئلہ باقی رہ جائیگا مقدم بات یہ ہے کہ ملکیت ہندو قوم کی ہوجائے۔"

یہ تھی مسٹر تلک کی اسکیم جس پر آج پورے زور شور سے عمل ہورہا ہے مسلمانوں کی بہت سی جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں جا چکی ہیں کچھ تھوڑی سی باقی ہیں جو انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں۔ اگر مسلمان اب بھی ہوش میں نہ آئے اور برابر خواب غفلت میں پڑے رہے تو بقیہ کا بھی چند روز میں خاتمہ ہی سمجھو۔ بعد از وقت آنکھیں کھولنے اور ہاتھ ملنے سے کچھ نہ بنے گا۔

مسلمانوں کے لئے اس وصیت میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جب ایک مسلمان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی وصیت ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ میری جائداد کا اتنا حصہ فلاں فلاں نیک کام میں وقف سمجھا جائے اور اس طرح صرف کیا جائے۔ لیکن ایک ہندو مرتے دم تک بھی دوسروں کی جائداد سمیٹنے کی فکر میں رہتا ہے اور اگر خود نہ سمیٹ سکے

مسلم مسیحی اتحاد

مسیحیت پر قرآن کے احسانات بے شمار ہیں۔ قرآن کریم نے جس بلند آہنگی سے ان الزامات کی تردید کی ہے جو حضرت عیسٰے اور ان کی والدہ محترمہ مریم صدیقہ پر ان کے دشمن لگاتے تھے۔ وہ اس قابل تھی کہ مسیحی دنیا اس احسان کے بدلے میں قرآن کے لانے والے کے ساتھ عزت وتکریم کا نہیں تو کم ازکم انصاف کا برتاؤ ضرور کرتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ اب تک اس محسن کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا گیا ہے کہ جسے محسن کشی ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ امر موجب مسرت ہے کہ اب مسیحی دنیا میں بھی ایسے حضرات پیدا ہوگئے ہیں جو مسیحیت کے اس عظیم انسان محسن کے احسانات کا علے الاعلان اعتراف کر رہے ہیں۔ مسیحی معاصر نور افشاں اپنی ۳ جون ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے ہندوستانی مسیحیوں کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ انہیں اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ انہیں ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے کس قوم کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ بقول معاصر مذکور مسیحی لیڈروں کا میلان تو یہ ہے کہ "مسیحی ہندو آبادی کے ساتھ ہوجائیں" لیکن معاصر مذکور اس سے شدید اختلاف ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"ہم فی الحال اس قدر اختصاراً جواب دے سکتے ہیں کہ ہم مسیحیوں کی نظر میں مسلمان ہندو آریہ صاحبان مساوی حیثیت ومرتبہ نہیں رکھتے۔ اگرچہ ہمارے رہنماؤں میں سے ایک صاحب نے یہ بات ہمارے جواب میں کھلے الفاظ میں لکھدی تھی کہ ہمارے نزدیک مسلمان اور آریہ دونوں برابر ہیں ہمیں کسی سے خدا واسطے کا بیر نہیں ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بات سرتاپا غلط اور گمراہ کن ہے جسے اس بات کی گمراہی کو دیکھنا ہو وہ مسیحیت کے متعلق قرآن واسلام کا اور ستیارتھ پرکاش کا مقابلہ کردیکھے۔ تو اگر ہمیں مسیحیت سے کچھ بھی انس ومحبت ہوگی تو ہمیں قرآن واسلام اور مسلمانوں سے موافقت کرنا پڑے گی"

ہمارے نزدیک یہ رائے بالکل صائب ہے اور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے مسیحی اپنا آئندہ سیاسی پروگرام طے کرنے میں اسے اپنا مشعل راہ بنائیں۔

شریعت اور رواج کی جنگ

آج کل ہندوستان میں وراثت کے معاملہ میں شریعت اور رواج کی جنگ جاری ہے۔ اور یہ جنگ ایسی خطرناک صورت اختیار کرچکی ہے۔ کہ بہنوں کے مقابلہ میں بھائی اور بھائیوں کے مقابلہ میں بہنیں صف آرا ہو رہی ہیں۔ بہنوں کو بھائیوں کے ساتھ بہت محبت ہوتی ہے۔ لیکن شریعت پر رواج کی ترجیح نے ان کو بھائیوں کے خلاف کردیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آجکل امرتسر میں وراثت کا ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ جس میں ایک مسلمان خاتون مدعیہ ہے اور شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرانا چاہتی ہے اور اس کے بھائی مدعا علیہم ہیں جو رواج کے مطابق تقسیم جائداد کرنا چاہتے ہیں۔

افسوس مسلمان تعلیمات قرآنی سے کتنے دور جاچکے ہیں ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور دوسروں سے مسلمان کہلانا چاہتا ہے وہ اپنی زبان سے کس طرح یہ کہتا ہے کہ میں قرآن کو تسلیم نہیں کرتا رسم ورواج کو مانتا ہوں کیا وہ رسم ورواج کو قرآن کے احکام سے بھی افضل سمجھتا ہے؟ کیا اسے معلوم نہیں کہ یہ صرف رواج ہی کی لعنت ہے جس نے دو حقیقی بہن بھائیوں کو مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں لاکھڑا کیا اور ساری برادرانہ وخواہرانہ محبت والفت کو ملیامیٹ کردیا اگر قرآن کو چھوڑ کر رسم ورواج کی پیروی نہ کی جائے تو دشمنی اور مخاصمت کے بجائے پھر وہی دوستی واخوت کا دور دورہ نظر آئے جو احکام آلٰہی کی پابندی کرنے والوں کو ہمیشہ نصیب ہوا۔

آخر میں ہم مجالس ... کہ وہ ...

ذات پات کی تباہ کاریاں

اسلام میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کی عملی حالت اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ ہم ہندوؤں کو ذات پات کی لعنت پر کس طرح ملامت کرسکتے ہیں جبکہ ہماری اپنی حالت یہ ہے کہ سیدانی صاحبہ ڈولی میں نہیں بٹھائی جاسکتیں جبتک کوئی سید صاحب نہ ملیں۔ اور بی مغلانی صاحبہ کی شادی نہیں کی جاسکتی جب تک کوئی مغل صاحب دستیاب نہ ہوں۔ اور راجپوتنی اس وقت تک کنواری ہی رہے گی جب تک کوئی راجپوت صاحب شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرا مرض یہ پیدا ہوگیا ہے کہ اس وقت تک لڑکی کا نکاح کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے جب تک کوئی تعلیم یافتہ برسر روزگار اور مالدار شوہر نہ ملے۔ لڑکی چاہے کیسی ہی کودک مغز ہو خاوند ضرور تعلیم یافتہ چاہئے اس قوم پسندی "علم دوستی" اور زرپرستی کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ سینکڑوں مسلم گھرانوں میں بیس بیس پچیس پچیس اور تیس تیس سال کی اور شاید اس سے بھی کچھ زیادہ عمر کی کنواریاں موجود ہیں۔ اور اگر "ذات پسندی" کا یہی عالم رہا تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان بیچاریوں کو کب تک کنواری رہنا پڑے گا۔ کیا یہ باتیں مسلمانوں کی مجلسی زندگی کو تباہ کرنے والی نہیں ہیں۔ اور کیا ان کی موجودگی میں مسلمان ہندوؤں کو یہ کہنے میں حق بجانب ہوسکتے ہیں کہ تمہارے ہاں ذات پات کی تمیز ہے اور ہمارے ہاں نہیں۔

مولویانہ خوش کلامی

ایک اہل حدیث بزرگ نے جو خوش قسمتی سے ایک اخبار کے ایڈیٹر ہیں اپنے "عمل بالحدیث" کا یہ نمونہ پیش کیا ہے۔

"اے کافرگرو! ظالمو! بددینو! مشرکو! باطل پرستو! فقہ کے پجاریو! گندے عقیدہ والو! بدمذہبو! اہل حدیث کو دل کھول کر گالیاں دے کر یہ نہ سمجھو کہ بھڑاس نکالی۔ نہیں تمہارا منہ کھلنے والے اور تمہاری بدبکنے والی زبان پر لگام چڑھانے والے بھی موجود ہیں۔ . . . . اے دشمنان دین اے گروہ شیاطین اے چھپے رافضیو! اے بدباطن حنفیو!!"

یہ اس خوش کلامی کا نمونہ ہے جو ہمارے مولویوں کے حصہ میں آئی ہے یہ ان لوگوں کے اخلاق ہیں جنھیں متبع قرآن وسنت اور انبیا کے وارث ہونے کا دعوٰے ہے۔ حیف صد حیف!

انتقاد

مذاکرۂ علمیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

ابن مریم

سوال کیا مرزا غلام احمد صاحب کی ماں کا نام مریم تھا۔ اگر نہیں تو وہ کیسے ابن مریم کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ کیا عربی زبان کے محاورہ میں اس قسم کے نام دوسرے شخص پر بولے جا سکتے ہیں۔ مثالیں دی جائیں۔

جواب - واہ! کیا خوب!! آپ نے تو ملانوں کے بھی کان کتر دیئے۔ یہ اعتراض تو ملانوں کا تھا۔ آپ کا اس قدر تعلیم یافتہ ہو کر اس اعتراض کو دہرانا سخت تعجب انگیز ہے۔ اگر ابن مریم اسی کو کہہ سکتے ہیں جس کی ماں کا نام مریم ہو تو دنیا ابن مریموں سے بھری پڑی ہے۔ سینکڑوں عورتوں کا نام مریم ہے پس ہر شہر میں سینکڑوں ہی ابن مریم مل جائیں گے۔ ایسی کچی بات ضرور کسی ملانے آپ کے کان میں ڈال دی۔ اجی حضرت! عربی زبان میں کنیت نام کی قائم مقام ہوتی ہے۔ اور جب کبھی کسی شخص کا نام عزت سے لینا منظور ہوتا ہے تو اصل نام سے نہیں بلاتے بلکہ ہمیشہ کنیت استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت عمر ابن خطاب کا اصل نام تو عمر ہے اور کنیت ابن خطاب ہے۔ ایک عرب اگر حضرت عمر کا عزت سے نام لیگا تو ابن خطاب ان کی کنیت کو استعمال میں لائے گا۔ عمر نہیں کہے گا۔ یہ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ اور عربوں کی تہذیب ہے۔ حضرت ابو بکر کی تو کنیت ہی مشہور ہے۔ اصل نام بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ لوگ اپنے بچوں کا نام ابو بکر رکھتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس بچہ کا کوئی بیٹا ہے جس کا نام بکر ہے۔ بلکہ ابو بکر کنیت کو درحقیقت نام کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ابوالحسن لوگوں کا نام ہوتا ہے جو حضرت علی کی کنیت تھی۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ جس کا نام ابوالحسن ہے اس کا کوئی بیٹا حسن موجود ہے۔ اسی طرح ابن مریم حضرت عیسٰیؑ کی کنیت ہے جب کوئی عرب حضرت عیسٰیؑ کا عزت کے ساتھ ذکر کریگا تو پھر وہ عیسٰی نہیں کہیگا بلکہ ان کی کنیت ابن مریم کو استعمال کرے گا۔ رسول اللہ صلعم نے بھی جب حضرت عیسٰیؑ کے نزول کا ذکر کیا تو بجائے عیسٰیؑ کے ان کی کنیت ابن مریم کو استعمال کیا۔ یہ آپ کا کلام عربی تہذیب پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کا اعتراض تو یوں ہونا چاہیئے تھا کہ جب پیشگوئی میں ابن مریم کی آمد کا ذکر ہے جو بوجہ کنیت ہونے کے حضرت عیسٰیؑ ہی کا دوسرا نام ہے تو آنے والے صاحب خود حضرت عیسٰیؑ ہونے چاہئیں نہ کہ کوئی غیر۔ وہ غیر خواہ مرزا غلام احمد ہوں یا کوئی اور۔ بہرحال آنے والے خود حضرت عیسٰیؑ ہونے چاہئیں۔ اس صورت میں آپ کا اعتراض قابل توجہ تھا۔ مگر اس کا فیصلہ بہت آسان ہے۔ میں مختصر عرض کئے دیتا ہوں۔ مفصل بحث کیلئے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ سمجھنے کے لئے ایک موٹا اصول عرض کرونگا۔ جو ایک عقلمند کو بس کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص مر چکا ہو اور دنیا میں نہ ہو مثلاً حضرت خالد ابن ولید سینکڑوں سال ہوئے وفات پا چکے اس دنیا سے گذر چکے۔ میں اگر آپ سے یوں عرض کروں کہ چلئے لاہور میں خالد بن ولید تشریف لانے والے ہیں ان سے ملاقات کراؤں تو کیا آپ یا کوئی بھی عقلمند اگر اس کی نظر میں میری راستگوئی اور سنجیدگی مسلم ہوگی کبھی یہ گمان کرے گا کہ وہی حضرت خالد ابن ولید دوبارہ زندہ ہو کر تشریف لا رہے ہیں۔ یا اس سے صرف یہ سمجھے گا۔ کہ میں نے کسی ایسے شخص کو خالد ابن ولید کہا ہے۔ جو ان سے مماثلت شدید رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ ہر ایک اہل علم جانتا ہے کہ شدید مماثلت اور بہت مشابہت کی وجہ سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اسی کو استعارہ اور مجاز کہتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کی خوبصورتی اگر چاند کی خوبصورتی سے مماثلت شدید رکھتی ہے تو خود اس خوبصورت شخص کو چاند کہہ دیتے ہیں۔ اسی طرح بہادر کو بوجہ شیر سے اس کی بہادری میں شدید مماثلت کے شیر کہہ دیتے ہیں۔ اس قسم کے استعارہ کا استعمال ہی بتاتا ہے کہ جسے یہ نام دیا گیا ہے اسے اصل سے مماثلت شدید ہے پس اگر مجھے کسی شخص کی نسبت یقین ہو کہ وہ مر چکا اور یہ بھی یقین ہو کہ مرے ہوئے دنیا میں واپس نہیں آتے۔ اور مجھے یہ کہا جائے کہ فلاں شخص آنے والا ہے۔ تو میں اگر سمجھدار ہونگا اور با اصول اور معقول ہونگا تو اس سے نتیجہ ضرور یہی نکالونگا کہ اس متوفی شخص سے کوئی شدید مماثلت رکھنے والا انسان آئے گا جس کو مجاز اور استعارہ قرآن کریم صاف صاف بتاتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے یہ بھی بتاتا ہے کہ مرے ہوئے پھر واپس اس دنیا میں نہیں آتے۔ تو اب اگر مجھے یہ بتایا جائے کہ مسیح ابن مریم آئے گا تو آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ مجھے سوائے اس بات کے ماننے کے چارہ نہیں کہ میں یہ سمجھوں کہ آنے والا مسیح ابن مریم سے ایسی شدید مماثلت رکھتا ہے کہ بطور استعارہ اسے اصل کا نام دیدیا گیا۔ اور جب اسی پیشگوئی میں یہ بھی ہو کہ **امامکم منکم** کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا تو فرمایئے باقی کیا رہ گیا۔ خود آنحضرت صلعم نے جب تشریح فرما دی تو بحث ہی کیا رہ گئی۔ بتا دیا کہ آنے والا ایک امتی امام ہے جسے حضرت ابن مریم سے شدید مماثلت کی وجہ سے استعارہ اور مجاز کے طور پر ابن مریم کہا ہے۔ پیشگوئی میں آنے والا موعود ابن مریم تو ایک ہی ہے۔ مگر اولیائے امت میں سینکڑوں حضرت ابن مریم سے مماثلت رکھنے والے پیدا ہوئے۔ جنھوں نے پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعوےٰ تو نہیں کیا کیونکہ وہ اس خاص پیشگوئی کے مصداق نہ تھے۔ مگر بعض ان میں سے اپنے تئیں ابن مریم صاف لفظوں میں کہہ گئے چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ ؎

دمبدم روح القدس اندر معینی می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

مولانا روم بھی یہی فرماتے ہیں۔ آگے چل کر انشاء اللہ ذکر کرونگا۔

بات اصل میں یہ ہے کہ یہ بات خود قرآن کریم ہی نے بتلائی تھی کہ کافر کی مثال نوح کی بی بی اور لوط کی بی بی کی ہے اور مومن کی مثال فرعون کی بی بی اور مریم کی ہے۔ سورہ تحریم کے آخری رکوع میں اس کا مفصل بیان ہے۔ اس میں سے کچھ مومنوں کے متعلق میں یہاں مختصراً عرض کئے دیتا ہوں ضرب اللہ مثلا للذین آمنوا فرما کر دو قسم کے مومنوں کی مثال دی ہے۔ ایک قسم کے مومنوں کی مثال تو امراۃ فرعون یعنی فرعون کی بی بی سے دی ہے۔ اور اس کی دعا نقل کی ہے۔ اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین۔ کہ اے میرے رب مجھے اپنے پاس جنت میں گھر عطا فرما اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور ظالم قوم سے نجات دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن فرعون کی بی بی کی طرح دن رات خدا سے اس کی رضا اور جنت کا طلبگار رہتا ہے۔ اور اگرچہ وہ نفس امارہ سے جو فرعون کی طرح اس کا جوڑا اور اس پر غالب ہے۔ ابھی کلی نجات نہیں پا چکا ہوتا مگر تاہم وہ اس کو اور اس کے عملوں کو بری نگاہ سے دیکھتا اور اس سے نجات پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک حد سے بڑھنے والے کے اثر سے نجات چاہتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ دوسری مثال ان مومنوں کی دی ہے جو نفس مطمئنہ کے مقام عالی پر پہنچ گئے ہیں۔ ان کی مثال مریم بنت عمران سے دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎ ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القنتین یعنے دوسری قسم کے مومنوں کی مریم کی مثال ہے۔ جس نے اپنے سوراخوں کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ اور اس نے اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔ گویا جب ایک مومن اپنے تمام سوراخوں اور روزنوں کی حفاظت کر لیتا ہے جن سے شیطان کے قلب میں داخل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے اور ان میں کوئی کمزوری اور رخنہ باقی نہیں رہتا تو اس مومن میں دیکھا ان فیہ میں ضمیر مذکر ہے جو مومن کی طرف جاتی ہے مقصود اس امر کا بتلانا ہے کہ نفخ روح مریم سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک مومن میں جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے نفخ روح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی روح یعنی اس کا پاک کلام پھونکا جاتا ہے۔ اور وہ ایک نئی زندگی پاتا ہے اور ایسا مومن مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو کر عالی طور پر اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کا مکلم من اللہ ہونے سے نبیوں کی کتابوں یعنی وحی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ گویا وحی ولایت وحی نبوت کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ اور وہ کامل فرمانبردار اور مامور ہوتا ہے۔ پس جس طرح مریم پر روح یعنی کلام [illegible] ہوتا ہے۔ اور ان سے ابن مریم الہیہ سے مشرف ہوتا ہے تو وہ بھی ایک نئی روح سے حاملہ ہو کر ایک نئی زندگی کا وارث ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح روحانی طور پر حالت مریمی سے ابن مریم پیدا ہوتا ہے۔ ابن مریم اس لئے کہ وہ روحانی طور پر مریم سے پیدا ہے۔ جو اس کی پہلی حالت انقطاع الی اللہ کا نام تھا گویا بندہ اور خدا کے جوڑ سے بندہ ایک نئی روح سے حاملہ ہو جاتا ہے اور اس سے اس میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے جس کے کامل ظہور کے بعد مثالی طور پر وہ بندہ ابن مریم کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کی یہ نئی زندگی حالت مریمی سے پیدا شدہ ہوتی ہے۔ یہی بات حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی نسبت فرمائی تھی۔ کہ میں مریم کی طرح خدا کے کلام اور روح سے حاملہ ہوا اور پھر ابن مریم بنا۔ جس کا بعض کوتہ فہموں نے جو اندھوں کی طرح علم باطن کے رموز اور استعارات و محاورات سے ناآشنا محض تھے۔ مذاق اڑایا۔ اور نہ سمجھا کہ یہ تو خود قرآن مجید و حکیم سے نعوذ باللہ تمسخر ہے جس نے حالت مریمی کو کامل مومن کی شان ٹھیرایا ہے۔ اور اس میں نفخ روح کو انعام کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ یہ نکتہ قرآنی آج نہیں کھلا بلکہ ہمیشہ سے تمام اولیائے امت میں مسلم ہے۔ چنانچہ اسی لئے بعض نے اپنے مقام کو ابن مریم کا مقام بتایا ہے۔ اور حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے تو اپنی مثنوی میں جو تصوف کا ایک بحر زخار ہے اسے نہایت بسط سے بیان کیا ہے۔ آپ دفتر دوم ملاحظہ فرمائیں میں یہاں چند اشعار درج کرتا ہوں۔ کس طرح مثالیں دے دے کر اپنے مضمون کو واضح کرتے ہیں۔

آخر این جاں با بدن پیوستہ است
ہیچ ایں جاں با بدن مانند است

تاب نور چشم با پیہ است جفت
نور دل در قطرۂ خونی نہفت

شادی اندر گردہ و غم در جگر
عقل چوں شمع درون مغز سر

رائحہ در انف و منطق در لسان
لہو در نفس و شجاعت در جنان

ایں تعلقہا نہ بے کیف است چوں
عقلہا در دانش چونی زبوں

جان کل با جان جز آسیب کرد
عقل از و در سے ستد در جیب بد

ہمچو مریم جان از آں آسیب جیب
حاملہ شد از مسیح دلفریب

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر است
آں مسیحے کز مساحت برتر است

پس ز جانِ جاں چو حامل گشت جاں
از چنیں جانے شود حامل جہاں

پس جہاں زاید جہانے دیگرے
ایں حشر را وا نماید محشرے

تا قیامت گر بگویم بشمرم
من ز شرح ایں قیامت قاصرم

اللہ تعالیٰ جو نہایت مقدس اور منزہ ہے۔ اس کا تعلق بندہ سے جو علایق مادی میں گرفتار ہے۔ مذکورہ بالا اشعار میں مولانا روم علیہ الرحمۃ اس طرح واضح کرتے ہیں کہ جس طرح بدن جو مادی ہے آخر روح کا اس سے تعلق ہے۔ آنکھ کے پٹھوں سے نور بصارت کا تعلق ہے۔ دل کے خونی قطرے میں آخر نور دل موجود ہے۔ گردہ میں خوشی کا اور جگر میں غم کا احساس موجود ہے۔ سر کے اندر مغز میں عقل شمع کی طرح موجود ہے۔ ناک کا تعلق خوشبو سے اور بولنے کا زبان لہو لعب کا نفس سے اور شجاعت کا بازوؤں سے تعلق ہے۔ اگرچہ یہ تعلقات سمجھ میں نہیں آتے کہ کس طرح غیر مادی چیزیں مادہ سے تعلق پکڑے ہوئے ہیں۔ مگر واقعات کی شہادت ایسی زبردست ہے کہ انکار نہیں ہو سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا تعلق بندہ سے ہوتا ہے۔ پس جب تمام کائنات کی روح یعنی باری تعالیٰ ایک جز کی یعنی انسان کی روح سے تعلق پکڑتا ہے تو عقل و ادراک انسانی کے رحم میں ایک نئی زندگی کا نطفہ پڑتا ہے۔ اس حمل کے اثر سے بندہ کی جان مریم کی طرح ایک دلفریب مسیح کو حمل میں لے لیتی ہے۔ پھر جو مسیح پیدا ہوتا ہے وہ وہ مسیح نہیں ہوتا جو عالم ظاہر میں گزر چکا۔ بلکہ یہ مسیح روحانی ہوتا ہے جس کی علو شان کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی جان سے بندہ کی جان حاملہ ہو جاتی ہے تو پھر ایسی جان سے ایک جہان حاملہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس جہان میں سے ایک دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے اور ایسا انقلاب روحانی دنیا میں آتا ہے۔ گویا قیامت قائم ہو گئی۔ مگر یہ دنیا کی قیامت روحانی یا بعثت روحانی اس شان کی ہوتی ہے۔ کہ اس کی شرح کرنے سے فرماتے ہیں کہ میں قاصر ہوں ؎

اب فرمایئے حضرت مولانا روم سے بڑھ کر تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کچھ نہ فرمایا۔ حضرت مولانا روم تو فرماتے ہیں کہ دنیا میں انقلاب روحانی ویسے ہی لوگوں کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جو مریم بن کر خدا کے تعلق سے ایک نئی روح اپنے اندر حاصل کرتے ہیں۔ اور اس روحانی حمل سے ان کی ایک اور نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جس کے

اور یہ ابن مریم اس شان کے ہوتے ہیں اور ان کے فیض سے ایسے انقلابات روحانی وابستہ ہوتے ہیں کہ پہلے ابن مریم کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ پھر مرزا صاحب نے کیا زیادہ کہہ دیا جو کہا کہ؂

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

آخر یہ تمام مقامات عالیہ جن کا ذکر مولانا روم یا جناب مرزا صاحب نے کیا حضرت احمد صلعم کی غلامی سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے قبل جن بزرگوں نے ابن مریم کے مقام کو حاصل کیا وہ حدیث نبوی کی پیشگوئی کے موعود نہ تھے اور مرزا صاحب موعود ہیں۔ اس کی مزید تشریح معلوم کرنی ہو تو احمدیہ لٹریچر ملاحظہ فرمایئے۔ اس مختصر مضمون میں تو ایک موٹا اصول بیان کر دیا گیا ہے جس سے آسانی سے ایک حق پسند انسان فیصلہ کر سکتا ہے۔

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

قبول اسلام

انجمن کے مبلغ حکیم اللہ دتا صاحب کے ہاتھ پر ۹ رجون کو دو شخصوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

آریہ اخبارات کی غلط بیانی

چند روز ہوئے بعض آریہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ فیروزپور میں ایک شخص عبد اللہ جو محکمہ نہر میں افسر ہے آریہ ہو گیا ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس نام کا جو شخص اشدھ ہوا ہے وہ محکمہ نہر میں چپڑاسی ہے افسر نہیں ہے چونکہ وہ شخص اسلامی تعلیمات سے نابلد ہے اس لئے آریوں کے دام میں آ گیا۔

مسلم ہائی سکول لاہور کا نتیجہ

مسلم ہائی سکول لاہور سے ۴۴ طلباء میٹرک کے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے ۴۱ پاس ہوئے گویا اوسط فیصدی ۵۔۹۳ نتیجہ ہے ہیڈ ماسٹر صاحب کی لیاقت و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا ہیڈ ماسٹر صاحب معہ اپنے ماتحت عملہ کے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ نیز دو طالبا S.L.C. کے امتحان میں شامل ہوئے جن کا نتیجہ ابھی نہیں آیا۔ فرسٹ ڈویژن والوں میں سے ایک لڑکے نے ۵۸۷ نمبر حاصل کئے۔

نیازمند
(فضل احمد)

گزارش

(۱) ان برادران طریقت کی خدمت میں گزارش ہے جو رشتہ ناطوں کے بارہ میں خط و کتابت کرنا چاہیں وہ براہ راست میرے نام بتہ ذیل پر خط بھیجا کریں۔

"مولوی محمد عبد اللہ خاں مدرس زنانہ عربی سکول احمدیہ بلڈنگس لاہور"

کیونکہ یہ خطوط دفتر میں آتے ہیں۔ یا حضرت امیر کے پاس۔ اس واسطے زیادہ دیر ہو جاتی ہے۔

(۲) دوسرے پتہ صاف اور خوشخط لکھا کریں۔ اول تو خط میں بھی شکستہ سے کام نہ لیا کریں۔ مگر پتہ تو ضرور ہی معہ نام مکان و ڈاکخانہ اور ضلع مفصل اور خوشخط لکھا کریں۔

محمد عبد اللہ خاں مدرس زنانہ کلاس احمدیہ بلڈنگس لاہور

درخواست دعا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کمترین عرصہ چار پانچ ماہ سے کئی ایک مشکلات دنیاوی میں سخت مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے سخت گھبراہٹ ہے۔ اس لئے ملتجی ہوں کہ احقر کے لئے دعا فرمائی جاوے کہ خداوند کریم مجھے ان مشکلات سے رہائی بخشے۔ جناب حضرت امیر جماعت وقبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وقبلہ سید محمد حسین شاہ صاحب کی خدمت میں خاص طور سے دعا کے لئے درخواست ہے۔

زیادہ والسلام
آپ کا بھائی

ایک قابل قدر مثال

فورٹ منرو میں ایک معمولی سا مقام ڈیرہ غازی خاں کے علاقہ میں ہے وہاں ہمارے ایک بھائی مسمی انعام اللہ خاں سکنڈ ماسٹر ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں منعم علیہ گروہ میں کھڑا کرے۔ آپ نے اس قصبہ میں تھوڑی کوشش کی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ تبلیغ ہند فنڈ کے لئے ایک جماعت تیار کر لی ہے جو کہ مستقل ماہوار چندہ دینے کا وعدہ کرتی ہے اور آپ نے وہاں سے ۱۴ روپے ماہوار چندہ کر کے پہلی قسط بھیجدی ہے کاش تمام برادران اپنے اپنے شہروں میں اور رشتہ داروں میں اسی طرح کوشش کریں تو ہماری انجمن کی مالی حالت دنوں میں سدھر سکتی ہے۔ وہ قوم جس کے سر پر اس قدر مشکلوں کا سایہ ہو رہا ہے اگر اب بھی قدم نصرت نہ اٹھائے تو پھر وہ کس دن کے انتظار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ بالآخر میں انجمن کی جانب سے بھائی انعام اللہ خاں کی خدمت میں شکریہ پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے۔

(سید محمد حسین)

ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایک ایسے خزانچی کی ضرورت ہے جو مبلغ دو ہزار روپیہ نقد بطور ضمانت جمع کرا سکے مع تصفیہ تنخواہ بہت جلد ایسی درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

محمد عبد اللہ
سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تازہ خبریں

— رسالہ ورتمان امرتسر کا مئی نمبر حکومت پنجاب نے ضبط کر لیا ہے کیونکہ اس میں رسول کریم کی ہتک کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر پبلشر اور پرنٹر بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ عنقریب ان سب پر مقدمہ چلایا جائے گا۔

— ڈپٹی کمشنر لاہور نے حکم دیا ہے کہ دو ماہ تک شہر لاہور میں تجارتی اشتہارات کے سوا پوسٹر و پمفلٹ شائع کرنے کی اجازت نہیں ہے

— گورنمنٹ ہند اصلاحات کے متعلق شاہی کمیشن کے سامنے شہادت پیش کرنے کے لئے مسالہ جمع کر رہی ہے۔

— قاضی عبد الرشید کے وکیل مسٹر آسبرن ۳ر جون کو دہلی سے بمبئی روانہ ہو گئے۔ جہاں سے وہ پریوی کونسل میں ملزم کی اپیل کے لئے عازم لندن ہوں گے۔ روانگی سے پہلے آپ نے چیف کمشنر دہلی سے درخواست کی کہ پریوی کونسل کے فیصلہ تک ملزم کو پھانسی کی سزا نہ دی جائے۔

— ہندوستان کے مختلف مقامات سے جو اطلاعات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بقرعید خیریت سے گزر گئی صرف پٹنہ کے ضلع میں دانا پور میں معمولی سا فساد ہوا جس میں چار مسلمان شہید ہو گئے۔ پولیس کو ہندو مجمع پر گولی چلانی پڑی جس سے تین ہندو مقتول اور کئی زخمی ہوئے۔

— گورنر پنجاب نے ایک مسلمان وفد کے جواب میں رنگیلا رسول کے مقدمہ کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فیصلہ کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہتے۔

دو روپے تولہ سونا

رنگ دیکھ لو! کس کر آزما لو!

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بن کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آجاتی ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے ہیں برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ روغن میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ سیاہی دیتی ہیں۔ صنف نازک کے لیے بہترین تحفہ ہے اور ڈھائی روپے میں پانسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہے ہر سائز کی موجود ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپے۔ وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ تین سٹ یعنی ۲۴ چوڑیوں کا دام سات روپے۔

مینیجر مدینہ ہاؤس دہلی

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر و غریب طبقے کے لوگ لگاتے ہیں عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت ہے چند عطر جو ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ ہیں بطور نمونہ طلب فرمایئے۔ ہر قسم کے عطر روغن تماکو ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کو خاص رعایت ہے خط بھیجکر نرخ معلوم کیجئے۔

عطر موتیا ؏ عطر مشک و عنبر ؏ عطر گلاب ؏ عطر روح خس ؏

عطر کیوڑہ ؏ عطر شمامۃ العنبر ؏ ہر قسم کا عطر پھلیل ہمارے کارخانے سے منگایئے

ہر قسم کے عرق بھی موجود ہیں۔

ایس م رحسین اختر حسین مولوی گنج لکھنؤ

بہترین ثمر ہائے انبہ و گلابی لیچیاں

آم سفید لنگڑا بمبئی اکبر پسند کشن بھوگ چونسا اور بڑے والے امید صد ؏ فی پچاس آٹھ روپے گلابی لیچیاں بےحد لطیف اور شیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپے..ہ کی چار روپے پیکنگ و ریلوے خرچ بذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں کا چالان شروع ہو گیا ہے اور آم کا ۱۵ جولائی سے شروع ہو گا۔ اس سال فصل انبہ بہت ہی کم ہے۔ اس لیے آرڈر مع نصف قیمت بہت جلد روانہ فرمائیں۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب فرمایئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ بھنگہ

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ ابتک جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مصر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی چیز میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔

(۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز تیر بہدف دوائی صرف ڈیڑھ روپے میں علاوہ محصولڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر ادویات دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات گورے اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے طلب فرمائیں۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ (۲) ہر قسم کی تاریخی، ادبی، معاشرتی۔ تمدنی تجارتی کتب بارعایت ہم سے منگائیے۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف، سٹیشنری۔ آزمودہ فونٹن پین نہایت خوشنما پائدار ہم سے منگا کر ہماری حوصلہ افزائی کیجئے۔ (۳) خالص ہربل ہر قسم کے مضر اجزاء سے پاک۔ موسم گرما کے ٹھنڈے و خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب فرمائیں۔ (۴) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ محصول علیحدہ ایک دفعہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیں۔ (۵) عاملوں نجومیوں جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہترین انتظام کر دینگے (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں، بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیں۔

نوٹ

ایماندار تاجر اپنی افزونی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں نیز بہترین اخبارات میں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

المشتہر

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی کے ساتھ اپنے گھر پر کرسکتے ہیں جس میں تیس روپے اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری اور محنت سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۲۵ ۳ روپے والی موزوں کی مشین اور دو ہزار چھ سو روپے والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگا مسی لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہار نبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۴۸ بمبئی

ضرورت ہے

اگر سٹری صافی کی تو موتو

[illegible] احمد خان بزاد درز

سفوف ظہیری

یہ ایک شفا بخش دوائی ہے۔ جو ہاضمہ کو درست کرتی ہے قبض کو دور کرتی ہے۔ اور حد درجہ کی مصفی خون ہے۔ انسانی بدن کو ہر قسم کی خونی جلدیات سے پاک کرتی ہے۔ اور صالح خون پیدا کرتی ہے۔ دائمی قبض اور بواسیر سنگرہنی اور امراض جگر کو ازحد فائدہ کرتی ہے خوراک دو ماشہ سے چار ماشہ تک قیمت پانچ تولہ کی دو روپے۔

موصلی انگوری مفید ترین مقوی و مبہی معجون ہے جو پانی کی آمیزش سے بالکل مبرا ہے جریان ضیق النفس دمہ اور خشک کھانسی کا قلع قمع کرتی ہے۔ ہر موسم میں استعمال ہوتی ہے خوراک چھ ماشہ سے ۹ ماشہ تک دودھ کے ساتھ قیمت فی پاؤ یعنی ۲۰ تولہ پانچ روپے

ثعلب مصری کا مربہ ثعلب مصری کو ایسی اشیا میں ترکیا جاتا ہے جو وہ عام پھلوں کی طرح آسانی سے کھایا جاسکتا ہے۔ اور اسکے تجربہ کی چیز ہے۔ درخواست آنے پر تیار کیا جاتا ہے

دوائی سوزاک اس سفوف کے ایک ہفتہ کے استعمال سے پرانے سے پرانا سوزاک ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتا ہے ذرہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ قیمت فی خوراک ۲ ؏

دوائی آتشک اس دوائی میں نہ سیماب ہے اور نہ سم الفار رسکپور دار چکنا اور نیلا تھوتھا اس میں نام کو نہیں۔ اور اس کے استعمال سے بغیر منہ آنے کے انسان کے بدن کا خون بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اور بلانے اور اسہال کے پندرہ دن میں آتشک دور ہو جاتی ہے۔ قیمت فی گولی ۸ ؏

کشتہ نقرہ خالص یہ ایک خاص چیز ہے جس کے فوائد بے شمار ہیں۔ قیمت فی تولہ بیس روپے۔

نوٹ۔ محصولڈاک ہر دوا بذمہ خریدار

محمد الدین احمدی گرداور منشیز اردیب ضلع گوجرانوالہ۔

خریداروں کا نادر موقعہ

ایک چیز کی قیمت میں دو چیزیں

ہماری عمدہ طلائی لیور واچ جس کی اصل قیمت پانچ روپے ہے عام شہرت کے لئے اس کے ہر خریدار کو ہم ایک عمدہ جرمنی کی ٹائم پیس مفت دیتے ہیں یعنی ان دونوں ٹھیک وقت دینے والی گھڑیوں کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپے ہے ایسے نادر موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

فہرست مفت منگایئے

وینس ٹریڈنگ کمپنی پوسٹ بکس ۳۲۵ ماؤنٹ روڈ مدراس

شاہی مطب اور دوا خانہ عالیہ

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجربشاہی مرکبات نہ صرف انڈیا پنجاب بلکہ امریکہ جاپان، جرمنی چین ایران وغیرہ میں جابجا مفید ثابت ہوئی ہیں یہ دواخانہ اشتہاری بازاری عطائی نہیں ہے۔ نہایت معتبر تسلی بخش اور قابل اطمینان ہے۔ ہر موسم میں مردوں عورتوں اور بچوں کی دوائیں موجود رہتی ہیں۔ اب تک جتنے اصحاب ہمارے زیر علاج رہے ہیں وہ صحتیاب ہو کر آرام اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس دواخانہ میں جہاں روساء اور والیان ریاست کے لئے قیمتی سے قیمتی دوائیں موجود ہیں وہاں غرباء کے لئے کوڑیوں کے مول بھی اکسیر دی جاتی ہیں۔ ضرور فائدہ اٹھائیے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۵

مدینۃ المسیح

(بزم لاہور)

یہ نظم ہمیں جناب ابوالمصالح عبید السلام خاں جلال مرزا خانی ابن حضرت ثاقب مرزا خانی مالیر کوٹلہ کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ آپ آجکل اسلامیات کے مطالعہ کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے مہمان خانہ میں مقیم ہیں۔

(مدیر)

دل میں اک تمنا ہے لب پہ آہ سوزاں ہے   درد ملت بیضا آنسوؤں میں پنہاں ہے،

ہم کو ان سے الفت ہے وہ وفا دکھلاتے ہیں   ان کو قدر ہے اپنی ہم کو پاس پیماں ہے

دل کو عشق ہے ان کا آپ وہ تصور میں   آگ سی بھڑکتی ہے نور سا فروزاں ہے

ایک ٹیس اٹھتی ہے آنکھ ڈبڈباتی ہے   دردمند دل ہے اور بیخودی کا ساماں ہے

دیں کے واسطے شب بھر آنکھ خون روتی ہے   تو کہے ہیں شاید آج درد ہجراں ہے

دست پاک فطرت نے کی ہے آپ گلکاری   خون کے نہیں چھینٹے عشق کا گلستاں ہے

کاش اپنے سینے میں دل ہی دل بھرے ہوتے   اس مزے کا پہلو میں آج درد پنہاں ہے

ہم نے ایسے ہاتھوں پر دل کو بیچ ڈالا ہے   ایک ہکو تھامے ہے دوسرے میں قرآں ہے

بزم کا ہر اک میکش ہے ہر امر میں آزاد   ان کے حکم و فرماں سے لاکھ پابجولاں ہے

کام کر کے چھوڑے گا اپنا جذبۂ الفت   آج ساری دنیا میں اک رجوع وہیجاں ہے

دل کی بے بساطی اور اس کے حوصلے دیکھو   محفل عمر کی سی اک جھلک نمایاں ہے،

اس غریب امت نے نام عشق کا رکھا   جاں فروش لوگوں پر حسن آپ نازاں ہے

اپنے قافلہ سے کچھ سوز و ساز قائم ہے   ورنہ عالم ہستی لق و دق بیاباں ہے،

کاروبار میں اپنے کچھ یگانگت سی ہے   ایک جسم ہے گویا اور دوسرا جاں ہے،

ساقی اور میکش میں فرق یاں بہت کم ہے   رات دن مگر دل کو انتظار فرماں ہے،

نشۂ امارت سے آشنا نہیں ہیں ہم،   ہم کو ناز ہے جس پر محفل عزیباں ہے،

ہم جلال ناراں کی شمع کے پتنگے ہیں،
ہے سکوں ہمیں جب تک سوز دل فروزاں ہے،

حکومت ایران اور غیر ملکی مدارس

طہران سے مسٹر اصفہانی نے ایک ایرانی اخبار کا اقتباس ارسال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ایران کے وزیر تعلیم سید محمد تدایون نے ایران کے تمام غیر مسلم سکولوں اور کالجوں کے نام احکام جاری کئے ہیں۔ کہ وہ مدارس میں نہ تو مسلمان طلبہ کو کسی مذہب کی تبلیغ کریں اور نہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کریں۔ اور نہ حکومت ایران کے خلاف کسی قسم کا سیاسی پروپیگنڈا کریں۔ ان سکولوں میں مسلمان طلباء کو شریعت کی تعلیم دینا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس حکمنامہ سے عیسائی مشنری سکولوں کو بہت دھکا لگے گا۔ اور ان کی ان تمام تبلیغی سرگرمیوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ جو سکولوں اور کالجوں کے اندر جاری تھیں۔ اگر ایک مہینہ کے اندر اندر ان احکام کے مطابق سکولوں نے اپنی روش تبدیل نہ کی تو حکومت ایران انہیں بند کردے گی۔

حضرت امیر کا پیغام

حضرت امیر قوم کا جو مضمون بعنوان "لاہور سے آنے کے بعد میری پہلی درخواست" ۱۵ ماہ حال میں شائع ہوچکا ہے اور اس نمبر میں بھی "حضرت امیر کا پیغام" کے عنوان سے صفحہ ۲ پر درج ہے اس کے متعلق دفتر سے جماعتوں کے سکرٹریوں کے نام الگ الگ چٹھیاں بھی جاری کی گئی ہیں کہ وہ اس مضمون کو جمعہ کے روز جماعت کے سامنے پڑھ دیں اور اس کے متعلق کوئی عملی پہلو اختیار کریں اور ہر جماعت جو فیصلہ کرے، اس سے حضرت امیر کو براہ راست اس پتہ پر اطلاع دیں۔

"پیٹر برو۔ ڈلہوزی"

احباب اس کا بالخصوص خیال رکھیں۔

(محمد عبد اللہ)
سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اعتذار

چونکہ کئی روز سے ناچیز ایڈیٹر کی آنکھوں میں آشوب اور ککروں کی شکایت ہے اس وجہ سے اس نمبر کی کاپیاں اور پروف خود نہ پڑھ سکا۔ اگر کہیں کوئی غلطی رہ جائے

حضرت امیر کا پیغام

لاہور سے آنے کے بعد میری پہلی درخواست

ہمارا مستقل سرمایہ

مجھے کم و بیش چار ماہ کے لئے ہر سال لاہور سے غیر حاضر ہونا پڑتا ہے گو اس میں قدرے مجھے آرام بھی ملتا ہے لیکن بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ تصنیف کے اس مستقل کام پر جو خدا کے فضل سے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ دیگر اشغال سے علیحدگی اختیار کر کے کچھ وقت دے سکوں اور اب تک میرا تجربہ یہی ہے کہ لاہور کے آٹھ ماہ میں تصنیف کا کام اس کا ایک ثلث بھی بمشکل ہوتا ہے جو ان چار ماہ میں کر لیتا ہوں لیکن ایک تکلیف وہ امر جو اس علیحدگی میں بھی میرے لئے پریشانی کا موجب ہوتا ہے وہ انجمن کے مالیہ کا سوال ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہمارے اخراجات جو اب تین لاکھ روپے کے قریب قریب ہیں۔ ان کا بڑا حصہ کسی مستقل آمدنی سے نہیں بلکہ محض چندوں سے پورا ہوتا ہے۔ اور بظاہر کسی مستقل کام کا انحصار محض چندوں پر رکھنا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کسی جماعت یا قوم کے منتظم حصہ میں استقلال موجود ہو تو چندہ ایسا ہی مستقل ذریعہ آمد ہے جیسے دنیا میں کوئی اور بڑے سے بڑا مستقل ذریعہ۔ بہت لوگ مستقل سرمایہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اور عام حالات انسانی شاید اس کے مؤید بھی ہوں۔ لیکن میرے نزدیک انسانوں کی ایک جماعت کا استقلال سرمایہ کے استقلال سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کا استقلال نہ صرف مستقل سرمایہ کے سوال کو حل کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی خود اس انسان کے اندر ایک ایسا جوہر پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ غرض زندگی کو حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے احباب کامیابی کے اس راز کی طرف توجہ کریں۔ اور اپنے اندر استقلال کا جوہر پیدا کر کے نہ صرف کام کرنے والوں کے لئے مستقل سرمایہ کے سوال کو حل کریں۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بلند ترین غرض زندگی کے حاصل کرنے کے قابل بنائیں۔

قومی نظام کے استحکام کی بنیاد

ہماری قوم کا نظام اس امر سے وابستہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس میں شامل ہوتا ہے۔ وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ خدمت دین میں مستقل طور پر کچھ حصہ لے گا۔ اور اس اقرار کے پورا کرنے کے لئے وقتی تحریکات کے علاوہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار چندہ (سوائے زمینداروں کے جن کی آمدنی ماہوار نہیں بلکہ فصل سے وابستہ ہے) لازم کر لیتا ہے جو تین پیسہ فی روپیہ یا آمدنی کا بیسواں حصہ ہے اس ماہوار چندے پر ہماری انجمن کی بنیاد ہے۔ اس کے استحکام پر ہمارے سارے دینی کاموں کا استحکام ہے۔ اگر ہم ایک شخص سے اس کی سارے سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو یہ بوجھ شاید ننانوے فیصدی لوگوں کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ لیکن عملاً اگر ایک شخص اپنی آمدنی کا بیسواں حصہ ماہوار دیتا جاتا ہے۔ تو اس نے گویا اپنی سارے سال کی آمدنی یکمشت ایک مستقل سرمایہ میں داخل کر دی اور یوں اس کی سارے سال کی آمدنی گویا للہ وقف ہو گئی اس میں اگر نقص ہے تو یہی کہ بعض لوگ وعدہ تو کر لیتے ہیں لیکن اس کے ایفا میں کمزوری دکھاتے ہیں۔ جب ایک مہینے کے بعد ان کی آمدنی ان کے ہاتھوں میں آتی ہے تو وہ اس حصہ کو جو اللہ کی راہ میں دینا تھا اپنی ضروریات پر خرچ کر لیتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس چندہ کو آئندہ ماہ میں ادا کر دیں گے لیکن فی الحقیقت یہ بدعادت کا پہلا قدم ہے اور یہی کمزوری دوسرے ماہ پھر عود کر آتی ہے یہاں تک کہ بقایا بڑھتا چلا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ انسان ایک نیکی کے کام سے بکلی محروم رہ جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

ومنھم من عاھد اللہ لئن آتانا من فضلہ لنصدقن ... معرضون فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون۔ اور کچھ ان میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں دے تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور شکر گزاروں میں سے ہوں گے۔ پھر جب وہ اپنے فضل سے انہیں دیتا ہے تو اس میں بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور پھر جاتے ہیں اور دور نکل جاتے ہیں سو وہ اس کی سزا کے طور پر ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیتا ہے جو اس دن تک رہتا ہے کہ وہ اسے ملیں۔ اس لئے کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اس کی انہوں نے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود

جو احباب اپنے ماہوار وعدوں کو بقایوں کی حالت میں چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔ وہ غور کریں کہ جو اخراجات ان وعدوں کی بنا پر انجمن اپنے ذمہ ڈال لیتی ہے ان کو تو اپنے وقت سے ایک دن ادھر ادھر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر انجمن ایک ملازم کی تنخواہ مقررہ وقت پر ادا نہیں کرتی تو کیا یہ قوم کے لئے بدنامی اور ذلت کا موجب نہیں؟ اگر وہ ایک کتاب چھپوائے اور اس کا بل وقت پر ادا نہ کرے تو کیا یہ اس کے لئے عار اور ننگ نہیں فی الحقیقت اس ذلت اور بدنامی اور اس ننگ و عار کے لانے والے وہ لوگ ہیں جو اپنے مقررہ چندوں کو وقت پر ادا نہیں کرتے۔ اور انجمن اور اس کے کارندوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں ڈالتے ہیں۔ اس کا کیا فائدہ کہ وعدہ تو کر لیا اور چندہ لکھوا دیا اور دیا کچھ نہیں۔ خود تو یہ نقصان اٹھایا کہ خدا کے ساتھ وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کی اور خدا کے ساتھ وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرنے سے بڑھ کر کیا گناہ ہو سکتا ہے۔ جس کی سزا قرآن کریم نے نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بتائی ہے اور قوم کو بھی بجائے فائدے کے نقصان پہنچایا۔ کیونکہ اس امید پر ایک کام شروع کیا گیا۔ مگر پھر روپے کے نہ ہونے کی وجہ سے ادھوری حالت میں چھوڑنا پڑا۔ یوں دوسروں کا روپیہ بھی برباد کرانے کا موجب یہ بقایا دار ہو جاتے ہیں بحیثیت قوم ہم اس دن فخر کر سکیں گے جس دن اس ساری قوم میں ایک بھی بقایا دار نہ ہو۔ سوائے اس کے جس کی آمدنی کا ذریعہ بند ہو گیا ہو۔ اور وہ فی الحقیقت بقایا دار نہیں۔

سرکردہ لوگ عملی نمونہ قائم کریں

اگر ہمارے احباب توجہ کریں تو یہ کوئی مشکل امر نہیں کہ ہماری ساری قوم میں ایک شخص بھی ایسا پست ہمت نہ ہو جو وعدہ کر کے پھر ایفا نہ کرے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ پہلے بڑے لوگ نمونہ قائم کریں۔ بڑے لوگوں سے میری مراد دونوں قسم کے لوگ ہیں۔ وہ بھی جن کے سپرد انجمن کے کاروبار ہیں یا جو کسی جماعت کے عہدیدار ہیں علاوہ اور وہ بھی جو اپنی مالی حیثیت یا مرتبہ کے اعتبار سے جماعت کے با اثر وجود ہیں۔ جب تک ان احباب کو اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہو دوسرے لوگ خوابیدہ حالت میں رہیں گے

ہماری انجمن کے تمام ٹرسٹی، مجلس منتظمہ کے تمام ممبر، ہر شعبہ کے افسر اور کارکن عہدہ دار، تمام انجمنہائے مقامی کے عہدیدار، تمام جماعتوں کے سکرٹری یا کارکن ممبران میں سے بہر حال ایک بھی ایسا نہ ہونا چاہئے جس کے نام کے ساتھ بقایا کا ذلت آمیز لفظ لگا ہوا ہو۔

اور ذی ثروت اور ذی اثر احباب جو بسا اوقات محض بے توجہی سے ہر ماہ چندہ ادا نہیں کرتے بلکہ اکٹھا دو دو چار چار ماہ کا بھیج دیتے ہیں۔ ان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ نیک نمونہ قائم کرنے کے لئے بجائے دو دو چار ماہ کا اکٹھا

نکال دیا کریں اگر یہ لوگ جو نظام انجمن یا نظام قومی کی بنیاد کے طور پر ہیں۔ اس قدر عزم کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے دوسرے افراد میں سے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا رہ جائے گا جو اس نظام کی پروا نہ کرے۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی ہماری قوم کی آدھی سے زیادہ قوت بیکار پڑی ہے

کمر ہمت باندھ لو

اب اسلام پر وہ مصیبت کا وقت ہے کہ ہم قوم کی آدھی قوت بیکار رہنے کو معمولی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ بحیثیت قوم ہم سب اس گناہ میں شامل ہیں کہ قوم کی پوری طاقت عمل میں نہیں آئی۔ اور خدا کی دی ہوئی طاقت یوں ضائع ہو رہی ہے۔ اس بیماری کا اب خاتمہ ہونا چاہئے۔ اور ہم کو اپنے قومی عزم اور قومی قوت کا ثبوت دینا چاہئے۔ تمام انجمنوں اور جماعتوں کو اور ان کے تمام ممبروں کو آئندہ اس نظام پر کہ بقایا کسی کے نام پر نہ ہو پوری طاقت سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ہاں میں اس انتظار میں رہوں گا کہ کس جماعت کی طرف سے یہ آواز پہلے آتی ہے۔ کہ اس نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ان کا کوئی ممبر بقایا دار نہ ہو اور کہ وہ اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کرے گی اس کے لئے میں دو عملی تجویزیں بھی پیش کرتا ہوں۔

دو عملی تجویزیں

اول یہ کہ ہر جماعت میں نماز جمعہ کے بعد اس مضمون کو سنا کر احباب سے دریافت کر لیا جائے کہ کیا وہ یہ فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اور اگر وہ ایک آواز ہو کر اس پر آمادگی کا اظہار کریں۔ تو پھر دوسری بات جس کے لئے انہیں کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ یہ ہے کہ اس فیصلہ کو عمل میں لانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کی جائے۔ انہی تدابیر میں سے ایک یہ ہے کہ ہر ایک انجمن یا جماعت میں سے ایک سب کمیٹی ان افراد کی بنائی جائے جو خود اپنے ذمہ ماہوار چندوں کا کوئی بقایا نہیں چھوڑتے۔ اور یہ سب کمیٹی بطور وفد ہر اس شخص کے پاس جائے جو باوجود جماعت کے اس فیصلہ کے اپنے چندہ کو وقت مقرر پر ادا نہیں کرتا اور اس سے درخواست کرے کہ وہ قوم کی عزت اور وقار کو قائم کرنے کے لئے اس طریق پر عمل پیرا ہو کہ ماہوار چندے کا کوئی بقایا اس کی طرف نہ ہو۔ مگر جہاں افراد سے یہ درخواست ہے کہ وہ ماہوار چندوں کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار کریں انجمنوں کے سکرٹری صاحبان اور دیگر ذمہ دار عہدے داران سے التماس ہے کہ وہ انجمن کی وصول شدہ رقم کو معہ ضروری کوائف کے ماہ بماہ دفتر محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں بھیجتے رہیں۔ اور نہ ایک ماہ کا چندہ اپنے ممبران کی طرف دوسرے ماہ تک رہنے دیں۔ آئندہ ہر انجمن کے عہدیدار اور کارکن اس بات کے ذمہ دار ہوں گے کہ وہ اپنی جماعت کا پورا چندہ وصول کر کے اگلے ماہ کے اندر اندر بھیج دیں اور مرکزی دفتر تحصیل میں ایک کھاتہ انجمنوں اور جماعتوں کا صرف اس طرح پر رہے گا کہ ماہوار رقم موعودہ اس کے نام پر لکھی ہوئی ہوگی۔ اور جو رقم ہر ماہ میں وصول ہو وہ اس کے وصولی کے خانہ میں لکھی جائے گی اگر کوئی بقایا رہے گا تو اس کے ذمہ دار کارکن اور عہدیدار ہوں گے۔

ہر انجمن براہ راست جواب دے

اس تحریک کا جواب میں ہر ایک انجمن کی طرف سے براہ راست اپنے نام چاہتا ہوں۔ جو جماعت یا انجمن اسے عمل میں لانے کے لئے قدم نہیں اٹھاتی وہ عند اللہ ہی نہیں اپنے قومی اجتماع میں بھی جوابدہ ہوگی میں اس کے لئے زیادہ وقت بھی نہیں دے سکتا بلکہ ماہ جون کے اندر اندر سب انجمنوں کو قطعی فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہمیں بھی زندہ قوت زندگی کے ساتھ رہنا ہے۔ اور اپنی پوری قوت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ جن جماعتوں میں وہاں کے کارکن احباب اس تحریک کو پیش کرنے میں سستی سے کام لیں امید ہے کہ وہاں کے دیگر درد دل رکھنے والے احباب ان کو متنبہ کر کے اس سوال کو فوراً

باجہ اور قربانی

(از مسٹر نند و ناتھ چٹرجی صاحب کرشن رام بوس سٹریٹ کلکتہ)

جو ہندو مسجد کے سامنے باجا بجانے پر مصر ہیں۔ مسلمانوں کے جذبات وحسیات کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں۔ مسلمانوں کا خیال واعتقاد ہے کہ خدا کی عبادت خموشی اور رجوع قلب سے کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جہاں امن وامان کا دور دورہ نہ ہو وہاں گویا خدا کی حکومت نہیں۔ ہندو جوگی بھی جو اعلےٰ درجہ کے فلسفیانہ خیالات رکھتے ہیں۔ اس صداقت کے قائل ومویدہیں۔ لیکن بایں ہمہ یہ امر بہت تعجب انگیز ہے کہ ہم ہندو جو اتحاد باہمی اور آزادی کی اس قدر ڈینگیں مارتے ہیں۔ اس وقت ذرا بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ جبکہ ہماری جماعت کے آدمی جان بوجھ کر ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات وحسیات کو صدمہ پہنچاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان شرارت آمیز افعال نے جو ہم مذہب کی آڑ میں اور مذہب کے نام پر کر رہے ہیں ہمارے اس مقدس قطعہ ارضی کو لوٹ مار تشدد اور قتل کا میدان بنا دیا ہے

ہندو اور مسلمان دونوں اس ارادہ پر جم گئے ہیں کہ وہ ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر نہ آئیں گے۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کو معدوم اور نیست ونابود کر دے کوئی چاہتا ہے کہ یہ ملک "مسلم ہندوستان" ہو اور کوئی چاہتا ہے "ہندو ہندوستان"

خدا رسیدہ مسلمانوں کے پیغمبرؐ کی تلقین تو یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کا بھائی ہے اگرچہ آپ نے احکام قرآنی کے ذریعہ دیانت مذہبی، راسخ الاعتقادی، تزکیہ نفس اور دوسرے نیک اور روشن خصائل کی قرآن پاک کے احکام کے ذریعہ سے ہدایت کی لیکن افسوس کہ غلط تاویلات اور مذہبی تعصبات کی بدولت مسلمان خدا کا مقدس حکم فراموش کر گئے ہیں۔ اور اسلام کا نام روشن کرنے کے لئے ہندو مندروں کی بیحرمتی میں مصروف ہیں۔ کیا وہ خدا جو دکھائی نہیں دیتا اور تباہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے چند نفوس سے جو لا مذہب ہیں اور ان کا وجود مذہبی دنیا کے لئے ایک عذاب ہے مٹ سکتا ہے؟ میرا دل اس وقت خون کے آنسو رویا جبکہ ہندوؤں نے خانہ خدا کی بیحرمتی کر کے بیدردی سے مسلمانوں کے جذبات وحسیات کو صدمہ پہنچایا۔ محمدؐ یا کرشن کی آنکھ کے ایک آنسو کا قطرہ دنیا کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہے اور روم اسی وقت تباہ ہوا تھا جبکہ مذہب بعض انسانوں کے ہاتھ میں کھلونا بن گیا تھا۔ اس وقت بھی مسلمان اور ہندو اپنے اپنے مذہب سے کھیل رہے ہیں۔ لہذا ایک وقت آئے گا اور بہت جلد آئے گا جبکہ خدا اپنے تباہ کن اسلحہ سے تمام دنیا کو ان گناہوں کے سلسلہ میں کیفر کردار کو پہنچائے گا۔ جو غلط طور پر مذہب کے نام سے کئے جا رہے ہیں افسوس اس وقت لاکھوں بیل اور بکریاں ہم خود اپنی دیویوں کے مندروں میں بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ کسی طرف سے کوئی مخالفت واعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن مسلمان اگر اپنے مذہبی احکام کے تحت میں گائے کی قربانی ادا کریں۔ تو ہم ہندو دیوانہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے جائز مذہبی مراسم کی ادائیگی میں مداخلت کرنے لگتے ہیں۔ مذہبی آزادی ہر شخص کا خواہ وہ کسی مذہب کا کیوں نہ ہو ایک پیدائشی حق ہے۔ کسی دوسرے مذہب کے پیرؤں کے چاہنے یا نہ چاہنے اور پسند کرنے یا ناپسند کرنے سے کوئی شخص اپنے مذہبی احکام کو جائز قانونی حدود میں رہ کر انجام دینا ترک نہیں کر سکتا۔

البانیا کی سیاسی حالت

(ایک معزز البانوی کے قلم سے)

حال ہی میں مختلف اخبارات میں بلغراد (دارالخلافہ سرویہ) سے نکلی ہوئی خبریں شایع ہوئی ہیں۔ جس میں البانیا اور اس کے سیاسی حالات پر بہت کچھ لے دے کی گئی ہے۔ آج تک البانیا خاموش ہے۔ لیکن یوگوسلیویا کی فوجی پارٹی کے بد ارادوں اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے۔ کہ تمام ممالک کے باشندوں کے سامنے اصل حالات رکھ دیئے جائیں۔

البانیا کے موجودہ واقعات کے سلسلہ کی ابتدا ۱۹۱۱ء سے ہوتی ہے جبکہ سرویا نے بحیرہ اڈریاٹک اور ایجین میں بندرگاہ حاصل کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس مدعا کے حصول کے لئے ۱۹۱۲ء سے پہلے سرویا نے ترکی کے صوبہ رومیلیا میں مسلح گروہ بھیجکر بغاوت پیدا کر دی سرویا کی یہ پالیسی ایک خاص مقصد کے حصول کے لئے تھی۔ یعنی ملحقہ ممالک میں بغاوت پیدا کر کے ان پر حملہ کرنے کا بہانہ تلاش کرنا اور ان کے ملک چھیننا۔ ان مسلح گروہوں کو رومیلیا بھیجنے سے پہلے بلغراد سے دنیا کے تمام اخبارات کو جھوٹی خبریں بھیجی جاتی رہیں۔ کہ ترک اپنی حکومت میں سروین لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ جب سرویہ نے ان جھوٹی خبروں کے ذریعہ سے عیسائی دنیا کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ تو بلگیریا یونان اور مانٹی نیگرو کے ساتھ ملکر ترکی سلطنت پر حملہ کر دیا۔ تاکہ سالونیکا، دلونا، دورزو اور سکوٹری کے بندرگاہ اسے مل جائیں۔ لیکن اس کے حد سے بڑھے ہوئے لالچ نے خود اسے اپنے اتحادیوں سے لڑوا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا بندرگاہوں کے حصول کا خواب پورا نہ ہوا کیونکہ سالونیکا یونان کو مل گیا۔ اور دوسرے بندرگاہ آزاد البانیا کو مل گئے۔

۱۹۱۴ء میں سرویہ نے اپنی ہمسایہ سلطنت آسٹریا ہنگری کے ساتھ بباعث قتل ولیعہد سلطنت جسے سرویہ والوں نے مارا تھا لڑائی کی۔ جو گذشتہ جنگ عظیم کا آغاز تھا اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ شروع ہی سے سرویا کی ملٹری پارٹی اڈریاٹک کے بندرگاہوں ٹریسٹ اور فیوم پر نظر رکھتی تھی۔ جنگ عظیم کے دوران میں سرویہ کی ملٹری پارٹی کے لیڈروں نے سامان جنگ مہیا کرنے کے بہانے خوب روپیہ جمع کیا۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر سرویا یہ دیکھ کر بہت سٹپٹایا کہ بندرگاہ ٹریسٹ اٹلی کو دے دیا گیا ہے اور اسے صرف فیوم کے بندرگاہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن یہاں بھی ڈی اننزیو نے اپنے اطالین ہمراہیوں کی مدد سے سرویا کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ گو اس کی سلطنت میں بہت سا اضافہ ہو گیا۔ جس میں دلمیشیا کے سواحل اور اپنے پرانے اتحادی مانٹی نیگرو کی سلطنت بھی شامل تھی لیکن باوجود اس وسعت کے اسے بندرگاہ کوئی نہ مل سکا۔ اس لئے سرویہ کی نئی سلطنت نے جس کا نام اب یوگوسلیویا ہے۔ اپنی ہمسایہ چھوٹی سی سلطنت البانیا کو اپنی آئندہ نو آبادی تصور کرنا شروع کر دیا۔ لیکن دقت یہ آ پڑی کہ موجودہ صدر جمہوریت احمد بیگ زدغو ایک مضبوط شخصیت ہے اور اپنی دس لاکھ رعایا میں بہت ہر دلعزیز واقع ہوا ہے اور وہ رات دن البانیا کو مضبوط بنانے کی فکر میں ہے۔ اور اس کی آزادی اور خوشحالی میں بڑی کوشش کر رہا ہے۔ تاکہ وہ بلقان کی تجارت کا مرکز بن جائے۔ صدر جمہوریت بنتے ہی احمد بیگ زدغو نے البانیا کو مضبوط کرنے کی بہت سی تجاویز سوچیں اور اس کی جغرافیائی حیثیت اہمیت کے لحاظ سے نئی سڑکیں اور ریلوے بنانے کی تجاویز کیں اور ملک کے وسیع قطعات آب سے کام لینے اور اس کے مخازن تیل ومعدنیات کو نکالنے کا انتظام کیا علاوہ ازیں اپنے بندرگاہوں کی تعمیر شروع کر دی تاکہ ان کے ذریعہ سے مغربی یورپ اور امریکہ اور ریاستہائے بلقان کے درمیان قریب تر، ارزاں اور محفوظ راستہ تجارت قایم ہو جائے۔

جب سرویہ کی ملٹری پارٹی کے کانوں میں البانوی سلطنت کی ان ترقیات کی تدابیر کی خبریں پہنچیں۔ تو قدرتاً انہیں یہ امر ناگوار گزرا کیونکہ ان کی تکمیل پر سرویہ کے لئے البانیا کا کوئی بندرگاہ حاصل کرنا ناممکن محض تھا۔ اس لئے انہوں نے تجویز کی کہ اس بارہ میں کوئی فوری کارروائی ہونی چاہیئے۔ تاکہ جلد اصلاحات نفاذ پذیر نہ ہو سکیں چنانچہ انہوں نے اپنا پرانا ہتھیار ہمسایہ سلطنتوں پر حملہ کرنے کا بہانہ بنانے کا استعمال کرنا شروع کیا۔ اور گذشتہ اٹھارہ ماہ میں سرویا والوں نے معتدبہ رقومات البانیا کے ملانی قبائل کو بطور رشوت

سلطنت سے گزر کر البانیا میں شورش پیدا کرنے کو بھیجا۔ لیکن ان تجاویز میں ان کو کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ چار ماہ ہوئے کہ سرویہ والوں کو یہ معلوم ہوا کہ احمد بیگ زدغو بندرگاہ ڈورزو کی تعمیر اور وسعت شروع کرنے والا ہے جس پر آٹھ ملین فرنیک کے اخراجات کا تخمینہ ہے۔ تو انہوں نے فوری مشغلہ کرنے کا فیصلہ کر کے پچاس ہزار پونڈ خرچ کر کے کئی سو جلا وطن البانیوں کو خوب مسلح کر کے البانیا میں بھیجدیا۔ جہاں انہوں نے بے شمار رقومات دے کر شمالی قبائل کو بغاوت کرنے کے عوض میں ادا کیں۔ خوش قسمتی سے احمد بیگ کا محکمہ خفیہ خبر رسانی ان تمام تحریکات کی اسے بروقت اطلاع دیتا رہا اس لئے اسنے پچیس ہزار مسلح فوج اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے سرحد پر تیار رکھی اور جونہی کہ بغاوت شروع ہوئی اس نے تمام سرحد کی ناکہ بندی کر کے تمام باغیوں اور ان کے سرغنوں کو سرحد عبور کر کے سرویہ میں واپس جانے سے روک دیا۔ اور سب کو گھیرے میں لے لیا۔ سرویہ کے ان شرارت آمیز منصوبوں سے آگاہ ہوتے ہی البانیا کی ساری رعایا اپنے صدر کی امداد کے لئے تیار ہو گئی۔ اور ایسی شرارتوں کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع کرنے پر تل گئی۔ ہزارہا البانین حکومت کی امداد کے لئے جمع ہو گئے۔ اور تین دن کے اندر اندر بغاوت دبا دی گئی۔ اور کئی ہزار باغی اور ان کے سرغنے قید کر لئے گئے ان قیدیوں کی جیبوں سے بہت سی نقدی اور چٹھیاں ملیں جو سرویہ کی ملٹری پارٹی کی طرف سے تھیں۔ اور تمام لوگوں کے پاس سرویہ کے بنائے ہوئے آلات حرب تھے جونہی کہ یہ معلوم ہوا کہ بغاوت دبا دی گئی ہے اور سلطنت کو سرویہ کی شرارتوں کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ سرویہ کا سفیر جو تیرانہ میں تھا جلدی سے بلگریڈ چلا گیا۔

لیکن باوجود اس کے سرویہ کی ملٹری پارٹی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئی اور انہوں نے ایک اور زبردست بغاوت پیدا کرنی چاہی لیکن اس کی خبر فوراً سلطنت کو مل گئی۔ احمد بیگ زدغو نے یہ محسوس کیا کہ ملک کی آئندہ بہتری اور ترقی اسی ایک بات پر موقوف ہے۔ کہ ملک میں امن وامان ہو۔ اور اگر آئندہ کسی زمانہ میں سرویہ والوں نے شرارت پر سر اٹھایا تو دیگر سلطنتوں مثلاً بلگیریا، یونان، رومانیا، ترکی کو بھی جنگ میں شمولیت پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے ساری دنیا میں آگ لگ جائے اس لئے سرویا والوں کے آئندہ منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے صدر جمہوریت نے ایک بڑی یورپین سلطنت یعنی اٹلی کے ساتھ بوقت ضرورت امداد دینے کے وعدہ پر معاہدہ کر لیا۔ یہی معاہدہ تیرانہ کے نام سے مشہور ہے۔

انجمن کے مختلف شعبہ جات

چونکہ انجمن نے کام کی سہولت کو مدنظر رکھ کر مختلف کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان پر الگ الگ افسر مقرر کر دیئے ہیں۔ لہذا تمام دوست جو کسی قسم کی خط وکتابت انجمن سے کرنی چاہیں وہ متعلقہ افسر سے براہ راست کریں تاکہ کام میں سہولت رہے اور جواب میں تاخیر نہ ہو۔ کاموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(۱) امور عامہ۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

(۲) تمام روپیہ وغیرہ۔ بنام محاسب صاحب " "

(۳) چندہ، عطیہ، زکوٰۃ افسر صاحب تحصیل نیز حساب کتاب یا دیگر دریافت طلب امور کے لئے بھی افسر صاحب تحصیل کو لکھا جائے۔

(۴) اخبار پیغام صلح۔ منیجر صاحب پیغام صلح۔ لاہور

(۵) اخبار دی لائٹ منیجر صاحب دی لائٹ۔ لاہور

(۶) تصنیفات کے متعلق افسر صاحب تصنیفات

(۷) ٹریکٹ واشتہارات وغیرہ اسسٹنٹ سکرٹری صاحب۔

(۸) تبلیغ کے متعلق } افسر صاحب تبلیغ
(۹) نومسلمین کے متعلق }

(محمد عبد اللہ سکرٹری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵   ۲۱ر ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ   نمبر ۲۵

تبلیغ اور شدھی میں فرق

مسٹر بپن چندر پال کی محققانہ تنقید

بنگال کے مشہور قوم پرست ہندو لیڈر مسٹر بپن چندر پال نے کلکتہ کے ایک انگریزی اخبار میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں آریہ سماج اور سناتن دھرم کے معتقدات پر مبصرانہ تنقید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ آریہ سماج شدھی کی تحریک جاری کرنے میں ہرگز حق بجانب نہیں۔ کیونکہ یہ تحریک قدیم ہندو دھرم کے منافی ہے۔ ہندو دھرم کی تعلیمات ہی اس قسم کی ہیں کہ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے اس امر کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر کے دوسروں کو اس میں شامل کرنے کی ضرورت سمجھیں چونکہ یہ مضمون نہایت دلچسپ اور اہم ہے اس لئے ہم اسے مقالہ افتتاحیہ میں جگہ دیتے ہیں۔ (پیغام صلح)

لالہ لاجپت رائے اور شدھی

لالہ لاجپت رائے نے یورپ روانہ ہونے سے قبل پریس کو ایک بیان دیا جس میں انہوں نے کہا کہ میں تحریک شدھی سے تنگ آ گیا ہوں اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں اسے اس لمحہ سے چھوڑنے کو تیار ہوں جب مسلمان اور مسیحی ہندوؤں کو اپنے مذہب میں لانا چھوڑ دیں اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کا ایک بڑا لیڈر ہندو تہذیب اور مذہب کی روح سے کس درجہ ناواقف ہے۔ اور اس کے خیالات میں صفائی کی کتنی کمی ہے۔ جہاں تک جبریہ تبدیل مذہب کا تعلق ہے وہ بالکل ناقابل برداشت ہے۔ خواہ اس طرح ہندوؤں کو مسلمان اور مسیحی بنایا جائے یا مسلمانوں اور مسیحیوں کو ہندو۔ مگر جبریہ تبدیل مذہب کا تعزیرات ہند میں کافی علاج موجود ہے۔ اگر خوشی سے تبدیل مذہب کر لیا جائے جو واقعی مذہبی عقیدہ کی تبدیلی پر منحصر ہو تو یہ ہر فرد اور ہر مذہب کا ایسا حق ہے جو اس سے چھینا نہیں جا سکتا۔ اور جس میں سلطنت مداخلت نہیں کر سکتی۔ اس کی حیثیت فی الحقیقت ایک حق سے بھی زیادہ ہے۔ وہ ایک مقدس فریضہ ہے جو ہر ایسے فرد اور نظام مذہب پر عائد ہوتا ہے۔ جو اپنے مذہبی عقیدے کو اپنے ابنائے جنس کے فائدہ کے لئے ضروری سمجھتا ہو۔ کہ دوسروں کو کم از کم اپنی رائے سے متفق کیا جائے۔ اور ان میں وہ عقائد پیدا کئے جائیں جو اس کے نزدیک نہ صرف سچے ہیں بلکہ انسان کی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں۔

تبدیل مذہب کا حق

دوسروں کو آئینی ذرائع سے اپنی رائے کے ساتھ متفق کرنے کا حق فی الحقیقت ایک بنیادی شہری اور سیاسی حق ہے۔ لالہ لاجپت رائے خود اس حق کے مدعی ہیں۔ اور اسے وہ مجلس آئین ساز میں روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ اور ملک میں بھی اس حق سے کام لے کر وہ اپنے غیر متناہی سیاسی دوروں میں اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں۔ پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی پر متحدہ ملک کے وہ عزیز ترین حقوق میں ہر انسان اسی بنیادی حق پر قائم ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اپنی رائے کے موافق بنانے کی سعی کرے ان حالات میں لالہ صاحب ... مسلمان یا مسیحی ہمسایوں سے یہ کیونکر سوال کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا اساسی حق چھوڑ دیں اور حق بھی وہ جو مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان کی رائے میں مذہب سیاست سے کہیں زیادہ اہم امر ہے درانحالیکہ وہ اور ان سے دست بردار ہو جائیں

تبلیغ تحریک شدھی سے بالکل جداگانہ ہے

صرف یہی نہیں بلکہ لالہ لاجپت رائے اگر اس مسئلہ پر ذرا سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے اور اسے یوں ہی نہ چھوڑ دیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ غیر مسیحی افراد کو مسیحی اور غیر مسلموں کو مسلم بنانے کا پروپیگنڈا ہندوؤں کی تحریک شدھی سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ یہودیوں اور غیر یہودیوں دونوں میں تبلیغ کریں۔ مسیحیت نے مسیح کے بعد یہ اصول بنا لیا کہ جو لوگ مسیح اور ان کی نجات کو تسلیم نہ کریں گے وہ ہمیشہ کے لئے سزا بھگتیں گے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ باہر نکلیں اور ان کے پیغام نجات کو تمام دنیا تک پہنچا دیں۔ اسلامی فقہ کی بھی بعد کی صورتوں نے نجات انہی کے ساتھ مخصوص کر دی جنھوں نے خداوند کریم کے اس آخری پیغام کو تسلیم کیا جو اس کے آخری نبی محمدؐ کے ذریعہ سے یہاں تک پہنچا۔ کفار کو مسیحی بنانا مسیحیت کے نزدیک انہیں نار دوزخ سے بچانا ہے اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک کسی کافر کو مسلمان بنانے کے معنے یہ ہیں کہ اسے ابدالآباد تک کی سزا اور لعنت سے بچایا جائے اب وقت آ گیا ہے کہ ہندوؤں کی تحریک شدھی کے حامی اپنے ضمیر سے یہ سوال کریں کہ آیا وہ اپنا پروپیگنڈا کسی ایسے اصول نجات پر قائم کرتے ہیں۔ جس پر اسلامی یا مسیحی تبلیغ کا انحصار ہے۔

ہندو دھرم کیا ہے

جن کو مذہب سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ یہ تسلیم کریں گے۔ کہ ہندو دھرم کبھی اس کا مدعی نہیں ہوا کہ صرف انہیں کو نجات حاصل ہوگی جو ہندو مذہب اور ہندو اصول کو تسلیم کریں۔ یا جو ہندو اصول روحانیت کے قواعد پر عمل کریں۔ یا ہندو مراسم عبادت کی تقلید کریں۔ فی الحقیقت ہندو دھرم ایک مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ بہت سے مذہب کا مجموعہ ہے۔ ہندو دھرم خدا یا انسانی روح کے متعلق کسی مسلّم اصول کو بالکل تسلیم نہیں کرتا۔ کہ باقی دوسرے اصول جھوٹے اور شیطان کے پھندے ہیں۔ موحدین و مشرکین دونوں یکساں ہندو ہیں۔ ایسے ہندو بھی ہیں اور وہ زمانہ قدیم سے چلے آتے ہیں کہ جو ہم نیانکنڈ پر عامل ہیں اس قسم کے لوگوں کے نزدیک ان کی عقل اور ضمیر کے علاوہ کوئی قانون نہیں ہے۔ یہ لوگ خود اپنے پیرو ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو عرصہ غیر متناہی سے خاص قربانیوں اور عبادت کے طریقوں پر عامل رہے ہیں۔ ان لوگوں پر قربانی اور عبادت کے قانون کا ایک ایک حرف فرض ہے۔ پھر ہندو بھائیوں میں ایسے لوگ بھی رہے ہیں جو اپنے حواس کے محسوسات کے علاوہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ اور جو چیز ادراک میں نہ آئے اسے نہیں مانتے۔

ہندوؤں کے معتقدات

یہ لوگ ویدوں کے مستند ہونے پر ایمان نہیں رکھتے یہ دیوتاؤں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے نزدیک موت کے بعد کی زندگی کوئی چیز نہیں تھی۔ اور وہ مردوں کے سلسلہ میں ہر رسم کا مضحکہ اڑاتے اور کہتے تھے کہ کیا مردہ جانور گھاس کھاتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے تھے جو ویدک منتروں کے پر سحر اثر کے قائل تھے لیکن ویدک دیوتاؤں کی حقیقت سے جن کا نام لے کر قربانیاں کی جاتی تھیں انکار کرتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا شخص جو اس رسمی عبادت کے طریقہ پر ایمان رکھنے والوں کا مسلمہ سردار تھا۔ اندر دوسرے دیوتاؤں کا علی الاعلان مضحکہ اڑاتا تھا۔ ویدوں میں اندر کا ہر جگہ اس طرح ذکر ہے کہ وہ سفید ہاتھی پر سوار رہتا ہے۔ ویدک پجاری اندر کی پرستش کرتے ہوئے اپنے سامنے ایک مٹی کا برتن رکھ لیتا ہے اور ویدک منتر پڑھ کر دیوتا سے درخواست کرتا ہے کہ وہ آ کر اس برتن پر بیٹھ جائے۔

رسمی عبادت کے معتقدین کی کتاب کا مصنف جیمنی دریافت کرتا ہے کہ اندر آتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ فی الحقیقت آتا ہے اور مٹی کے برتن پر بیٹھتا ہے تو چاہیے کہ وہ برتن پس کر ریزہ ریزہ ہو جائے لیکن چونکہ برتن ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے لہٰذا ناگزیر طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اندر نہیں آتا۔

لیکن یہاں پر ایک اور مشکل پیش آتی ہے اگر اندر ویدک منتروں سے بلائے جانے کے باوجود نہیں آتا تو منتروں کی تاثیر کا عقیدہ باطل ہوتا ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جو سفید ہاتھی پر اوپر آ کر نذر قبول کرے۔

ہندو دھرم کی قربانیاں

قربانیوں کی تاثیر اندر کی ہستی کے وجود پر منحصر نہیں ہے۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ویدک منتروں کے الفاظ میں جادو کا اثر ہے یہ ہندو یا جبتک یعنی ظاہری عبادت پر ایمان رکھنے والوں کے عقیدہ کی صحیح تفسیر ہے۔ جس طرح ان لوگوں نے ہندو دھرم کے ہر دوسرے فرقے کو گمراہ قرار دیا اسی طرح ایک اور فرقے نے ہر عبادت کے اثر کو افسانہ قرار دیا۔ اس نے کہا کہ ایک شخص ہزار برس تک قربانیاں کرتا رہے تو بھی وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا نجات صرف حقیقت کبریٰ کے علم سے حاصل ہوتی ہے۔ فرقے اور ان کی تعداد بہت کثیر ہے۔ اس لئے کہ ہندو دھرم میں توہم پرست و بت پرست فرقوں سے لے کر وہ لوگ تک شامل ہیں جو صرف اپنے ہی ضمیر اور عقل کی ہدایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور جو خدا کی پرستش مسیحی محاورہ میں صرف صداقت اور روحانیت کے طریقہ پر کرنی چاہتے ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے تو حیلہ بنانا فضول ہے کہ ہندو دھرم میں بھی مذہبی اصول اور طریقہ نجات کی وہ یگانگت موجود ہے جو تمام فرقہ وارانہ اختلافات و نزاعات کے باوجود اسلام اور مسیحیت میں موجود ہے۔ جس لمحہ ہم اپنے مذہب و تمدن کی ان ممتاز حقیقتوں سے دوچار ہوتے ہیں تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ہمارا یہ حق کہ دوسری اقوام کے لوگوں کا مذہب تبدیل کرا کے اپنے مذہب میں شامل کریں اس پایہ پر نہیں ہو سکتا جو مسلمانوں اور مسیحیوں کے حق تبلیغ کو حاصل ہے یہ صفائی کے ساتھ تسلیم کر لینا چاہیے کہ آریہ سماج کے پروپیگنڈا کی دوسری نوعیت میں جیسا کہ میں نے ایک گزشتہ مقالہ میں درج کیا ہے۔ آریہ سماج مسیحیت یا اسلام کی طرح اپنے مذہبی نقطۂ نظر میں خاص اصول تک محدود ہے۔

آریہ سماج کا عقیدہ

آریہ سماج ویدوں کے لئے اسی مافوق الفطرۃ سند کا مدعی ہے جو مسلمان قرآن اور مسیحی انجیل کے لئے طلب کرتے ہیں۔ یہ ویدک یا ہندو دھرم کی تاریخ میں ایک نئی چیز آریہ سماج نے ہندو دھرم میں آخری سند کو تبدیل کر دیا ہے۔ اور وید کے لئے قرآن اور انجیل کے طریقہ پر غلطی کا امکان نہ ہونے کا دعویٰ کر کے ایک نئی سند پیش کی ہے۔

وید غیر مخلوق اور ابدی نہیں

وید خود یہ دعویٰ نہیں کرتا اپنے تمام دینی لٹریچر میں ہمیں یہ دعوے نہیں ملتا۔ ویدوں کو دوامی ابدی اور غیر مخلوق ضرور کہا گیا ہے۔ وہ کسی شخص کے ذریعے سے یا کسی اوتار کے ذریعہ سے دنیا تک نہیں پہنچے وہ غیر شخصی ہیں۔ ان اصطلاحات کو ہمارے مذہبی لٹریچر میں ایک خاص جگہ حاصل ہے۔ ویدوں کو دوامی اور غیر مخلوق اس لئے کہا گیا کہ اس کے بغیر وہ وقت اور جگہ کی حدود میں آ جائیں گے اور ان کا الہام ہمارے حواس کے محدود ہونے سے محدود ہو جائے گا۔ اس سبب سے ان کو غیر شخصی کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ویدوں کو کسی شخص پر نازل کیا جاتا تو وہ اپنے نطق کو اس کے اظہار کے لئے استعمال کرتا۔ آلات نطق وقت اور جگہ کے بیرونی ذرائع پر منحصر ہیں۔ یہ ہر حال میں یکساں نہیں رہ سکتے۔ اس لئے وید کسی شخص کے وسیلے سے حتیٰ کہ اوتار کے ذریعے سے بھی نازل نہیں ہوئے۔ المختصر ویدوں کو وہی درجہ حاصل ہے جو یونانی مذہب میں ارواح ناطقہ کو حاصل ہے۔ جنھوں نے تمام مخلوق کو ایک ترتیب دی تھی قدما وید کو اس عنوان سے تسلیم کرتے تھے۔ انہی اشاروں سے خود ویدوں کے مستند ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علم دو قسم کا ہے۔ ادنےٰ اور اعلےٰ، رگوید اور دوسرے معاون اجزا یعنی قواعد عروض نجوم وغیرہ کے ادنےٰ علوم ہیں۔ اعلےٰ علوم وہ ہیں جن سے حقیقت اعلےٰ کا ادراک ہو۔ اس دعوے کے لحاظ سے حقیقت کبریٰ کا ادراک دا یہام ویدوں کے لئے کبھی مخصوص نہیں ہوا۔ صرف وید ہی نہیں بلکہ سمرتی اور پران اور ہندو دھرم کی جدید ترین تحریکوں نے جو بعد کے اولیا اور عقلائے رائج کیں۔ اپنی تعلیم کو اس قدر مستند قرار دیا ہے کہ اول ترین الٰہی کو مانا جاتا تھا۔

ناظرین کرام۔ خط و کتابت کے وقت حرف نمبر کا حوالہ

حکومت پنجاب کہاں ہے؟

ابھی کل کی بات ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے اخبار منادی میں ایک نوٹ " شدھ ہوجاؤ اور پسند کرلو" کے عنوان سے لکھا تو آریہ سماجیوں نے ہندوستان بھر میں ایک شور محشر برپا کردیا کہ اس سے ان کی عورتوں کے اخلاق پر حملہ ہوتا اور ان کے جذبات کو صدمہ پہنچتا ہے اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک حکام دہلی کے ذریعہ خواجہ صاحب سے اظہار معذرت نہ کرا لیا۔ لیکن حال میں اخبار آریہ گزٹ نے مسلمان خواتین کے اخلاق پر سخت اشتعال انگیز اور دل آزار حملہ کیا ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچا ہے مگر حکومت پنجاب اب تک خاموش ہے۔ اور اس نے اس دشمن شرافت اخبار کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اس دریدہ دہن اخبار نے اپنی ۲ مئی ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں لکھا ہے :-

" برقعہ پہننے والی خواتین تبلیغ کے میدان میں خاک نکالیں گی۔ مسلمان مرد ہندوؤں کو مسلمان نہ بنا سکے تو عورتیں بیچاری کیا کرسکتی ہیں۔ اس امر کا ڈر ضرور ہے کہ کسی حسینہ کا ابروئے خمدار کسی کافر کے دل کو چھین نہ لے۔ ورنہ ہندو اب تبلیغ کے ہتھکنڈوں میں پھنسنے کے نہیں۔"

کیا حکومت پنجاب قانون کو حرکت میں لائے گی یا مسلمان یہ سمجھ لیں کہ قانون کی دارو گیر صرف مسلمانوں کے لئے ہے اور آریہ اپنی تمام بدزبانیوں اور دشنام نگاریوں کے باوجود اس کی گرفت سے مستثنیٰ ہیں؟

سرکاری محکموں میں مسلمانوں کی حق تلفی

صوبہ پنجاب میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور اقلیت ہندوؤں اور سکھوں کی۔ لیکن حکومت پنجاب کے ہر محکمہ میں اقلیت مسلمانوں کی ہے اور اکثریت ہندوؤں اور سکھوں کی۔ محکمہ عدالت میں مسلمانوں کی جو حالت ہے اسے سب جانتے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں ہندو اکثریت کا یہ عالم ہے کہ اگر چندے یہی حالت رہی تو پورے کا پورا محکمہ ہندوؤں کی ملکیت ہوجائے گا۔ پنجاب یونیورسٹی میں آریہ سماجیوں کو وہ عمل دخل حاصل ہے کہ اسے آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا کا دفتر ہی سمجھنا چاہیئے۔ ڈاکٹری کے شعبے میں تو مسلمانوں کا نام و نشان بھی نظر نہیں آتا۔ شفا خانہ جات پنجاب کے انسپکٹر جنرل اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل دونوں ہندو ہیں اور ان کے دفتر میں بھی ہندو ملازموں کی اکثریت ہے۔ اس کے علاوہ میڈیکل کالج لاہور اور میڈیکل سکول امرتسر کے عملوں میں بھی ہندوؤں کو پوری پوری اکثریت حاصل ہے پولیس افسروں میں بھی اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ اور اب مسلمانوں کی اقلیت کو بھی معدوم کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لاہور کی تعزیری پولیس بھرتی کرنے میں ذمہ دار حکام نے جو روش اختیار کر رکھی ہے وہ از حد افسوسناک ہے۔ غیر مسلم عنصر عمداً بڑھایا جارہا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک ۳۷ گورکھے۔ ۲۹ سکھ ۲۶ ہندو بھرتی کئے گئے ہیں اور مسلمان صرف ۲۴ داخل کئے گئے ہیں۔

کیا حکومت پنجاب اس صورت حالات کی کچھ اصلاح کرے گی یا مسلمانوں کو یہ خیال کرنے کا موقع برابر دیتی رہے گی کہ وہ ہر شعبے میں مسلم عنصر کو دبانا اور غیر مسلموں کو ابھارنا اپنی مخصوص پالیسی قرار دے چکی ہے۔

روپیہ بنک میں جمع کرو

اگر تمہارے پاس کچھ روپیہ ہے تو اسے نہ تو زمین میں دفن کرو اور نہ زیوروں اور قیمتی کپڑوں پر خرچ کرو بلکہ اسے پوسٹ آفس سیونگ بنک میں جمع کرو۔ جہاں روپیہ نہایت محفوظ رہتا ہے۔ اور کسی چور کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اس طرح نہ صرف تم بےفکری کی نیند سو سکو گے بلکہ تمہارا روپیہ بڑھتا بھی رہے گا۔ جمع شدہ روپیہ پر جو منافع ملے اسے لے لو اور کسی قومی و مذہبی کام میں صرف کرو۔ دیکھو بنک میں روپیہ جمع کرانے سے کتنے فائدے ہیں۔ روپیہ بھی محفوظ رہا۔ بےفکری کی نیند بھی میسر آگئی۔ اور قومی و مذہبی

اگر تمہارے پاس روپیہ ہے تو اسے آج ہی بنک میں جمع کرادو۔

پنجاب کے مسلمان زمیندار

متنبہ رہیں کہ خدا کے ہاں انہیں جواب دینا پڑے گا کہ انہوں نے اپنے زیر سایہ بسنے والے اچھوتوں کے اندر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کیا کام کیا۔ آج وہ بے غل و غش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں آریہ اور عیسائی ان کے گاؤں کے اچھوتوں کو اپنے اپنے مذہب میں داخل کر رہے ہیں لیکن کل ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اچھوتوں کو کیوں اسلام کی دعوت نہ دی۔ اس وقت ان کا پچھتانا انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔

پنجاب کے مسلمان زمیندارو! اٹھو اور کمر ہمت باندھ کر اٹھو۔ اسلام کو پھیلاؤ کہ یہ نیکی کا کام ہے پھر یہ موقع کبھی ہاتھ آنے کا نہیں۔

نیکی کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

مسلمانوں سے چھوت کی اصل غرض

مسلمانوں سے چھوت چھات اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ ناپاک ہیں۔ کتے کے چھو جانے سے تو ہندوؤں کے کھانے کی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ مگر ایک مسلمان کے چھو جانے سے ان کے کھانے کی چیز ناپاک ہوجاتی ہے۔ اگر چھوت چھات پاکی اور طہارت کے خیال سے کی جاتی تو کتے سے مسلمانوں سے زیادہ چھوت کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں سے چھوت چھات صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ ان سے نفرت پیدا ہو۔ اور نفرت اس لئے پیدا کی جاتی ہے کہ اچھوت اقوام کی نظروں میں اسلام سے زیادہ ہندو قوم کا وقار پیدا کیا جائے۔ اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اسلام کے پیرو تو دنیا میں ایسے ذلیل سمجھے جاتے ہیں کہ ہندو ان سے چھونا بھی پسند نہیں کرتے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنی مذہبی تبلیغ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے۔

تجارت اور چھوت

چھوت کا دوسرا پہلو مسلمانوں کو تجارت میں نقصان پہنچانا ہے۔ ایک چھوت ہی ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کوئی ہندو کسی مسلمان سے کھانے پینے کی چیزیں نہیں خریدتا۔

ہندو دکانداروں سے مسلمان کھانے کی چیزیں خریدتے ہیں مگر وہ مسلمان سے کوئی چیز کھانے پینے کی نہیں خریدتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا روپیہ ہندو قوم کے پاس جارہا ہے اور کسی طرح بھی واپس نہیں آسکتا۔ کھانے پینے کی چیزیں بیچنے والے مسلمان دکانداروں کو تجارت میں جو نقصان ہوتا ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہی ہے اور دوسرے ہماری مذہبی تبلیغ پر اس کا یہ اثر پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی مالی حالت آئے دن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ اور اس کمزوری کی وجہ سے وہ اپنی حریف قوم سے ہر طرح پیچھے رہ جاتے ہیں نہ اسلامی ضروریات پر روپیہ اچھی طرح خرچ کرسکتے ہیں۔ اور نہ اپنے بھائیوں کو مدد دے سکتے۔

اس کا بہترین علاج یہی ہوسکتا ہے کہ تمام مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں سے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں۔ اور ہر ایک مسلمان خریدار کو سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمان دکاندار نے اسی کے لئے دکان کھولی ہے۔ کیونکہ ہندو اس سے ایک پیسہ کا سودا بھی نہیں خریدتے۔ جب تک مسلمان اس معاملہ میں پوری احتیاط سے کام نہ لیں گے اس وقت تک نہ وہ تجارت میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں نہ ہندوؤں کی نفرت آمیز چھوت چھات سے محفوظ رہ سکتے ہیں

برسولان [illegible]

رسالہ ورتمان کی بکواس!

رسالہ ورتمان امرتسر میں ایک نہایت دل آزار اور ناپاک بکواس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق شائع ہوئی ہے۔ جس کی بنا پر اس کا ایڈیٹر جو خود ہی پرنٹر اور پبلشر بھی ہے گرفتار ہوچکا ہے اس کے علاوہ مضمون مذکور کا لکھنے والا بھی اس وقت حوالات میں ہے اور حکومت نے ان کے خلاف دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس سے پہلے رنگیلا رسول جیسی ناپاک اور گندی کتاب کے مقدمہ کا حشر مسلمانوں کے سامنے جو کچھ ہوا ہے وہ ظاہر ہے ابتدائی عدالت نے رنگیلا رسول کے پبلشر کو سزا دی۔ جس کو سشن جج نے ہلکا کردیا اور جسٹس دلیپ سنگھ نے صاف بری کردیا۔ حالانکہ جسٹس موصوف کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ کتاب رنگیلا رسول پیغمبر اسلام کی ہجو پر مشتمل ہے لیکن ساتھ ہی فیصلہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ "کسی متوفی مذہبی پیشوا کی زندگی کے حالات کو مخالفانہ انداز سے پیش کرنا دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت کوئی جرم نہیں" اگر اس فیصلہ کے مسترد کرانے کی گورنمنٹ نے کوئی کوشش نہ کی اور یہ غیر صحیح فیصلہ بدستور قائم رہا تو دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت مزید مقدمات چلانا لاحاصل ہوگا۔ رنگیلا رسول کے مقدمہ میں تو عدالت ماتحت نے سزا ضروری سمجھی تھی مگر ورتمان کے مقدمہ سے پہلے ہائیکورٹ کا فیصلہ صادر ہوچکا ہے جس کی رو سے ممکن ہے کہ ماتحت عدالت بھی ملزم کو صاف بری کردے۔ البتہ اگر معاملہ ہائیکورٹ کے فل بنچ میں جائے تو قانون کے اس حصہ پر ایک بااختیار عدالت کی طرف سے نظر ڈالی جاسکے گی۔

بیٹی کا جہیز

سنت رسولؐ سے زیادہ نہ ہو

عزت اور ناموری اللہ اور رسولؐ کے لئے ہے۔ ہم ناچیز بندے اور امتی ہیں ہماری کیا مجال جو خدا اور رسولؐ کی عزت کے مقابلہ میں اپنی عزت بڑھانے کا خیال بھی کریں۔

لڑکیوں کی شادی میں جہیز دو خیال سے دیا جاتا ہے ایک تو لڑکی کا حق سمجھ کر دوسرے اپنی ناموری اور عزت کی خاطر۔ مگر آجکل کے زمانہ میں لڑکیوں کے حق کا کسی کو بھی خیال نہیں آتا۔ سب لوگ محض نام و نمود کے لئے جہیز دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جہیز کی نمائش چاہتا ہے تاکہ اس کی واہ واہ ہو۔

سنو مسلمانو! تم امتی ہو تمہاری عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے تم اپنی لڑکیوں کو جس قدر جہیز عزت کے لئے دینا چاہتے ہو وہ اس جہیز سے زیادہ نہ ہو جو رسول اللہ نے اپنی صاحبزادیوں کو دیا تھا۔ اور جس کو میں نے علیحدہ چھپوا کر شائع کردیا ہے۔

اور اگر لڑکیوں کو ان کا حق دینے کے لئے جہیز دیتے ہو تو اس کو زیور اور برتنوں اور کپڑوں کی شکل میں نہ دو بلکہ نقد روپیہ دیدو تاکہ لڑکی اپنی مرضی سے کسی تجارت یا ایسے کام میں لگائے جس سے اس کو فائدہ ہو۔

دیکھو! لاکھوں غریب مسلمان اپنی لڑکیوں کی شادیاں محض اس لئے نہیں کرسکتے کہ ان کے پاس شاندار جہیز نہیں ہوتا۔ پس اگر امیر مسلمان اس کا عہد کریں کہ وہ نام و نمود کے لئے زیادہ شاندار جہیز نہیں دینگے بلکہ سنت کی پیروی میں معمولی جہیز دیں گے۔ تو غریب مسلمانوں کو بڑی آسانی ہوجائے گی۔

(حسن نظامی) درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی

تصحیح

اخبار پیغام صلح نمبر ۴۲ جلد ۱۵ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۲۸ء

[illegible]

[illegible]

مذاکرہ علمیہ

احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں کے مابین سلسلہ مناظرات

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

سوال - کیا احمدی عورتوں کی شادی غیر احمدی مسلم سے ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ مجدد وقت کی کتابوں کا حوالہ بھی ضرور دیں۔

جواب - کیوں نہیں ہو سکتی - ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ مسلمان ہے تو پھر مسلمان مرد کی مسلمان عورت سے شادی کیوں نہیں ہو سکتی - البتہ حضرت مجدد وقت نے مسلمانوں سے تکفیر بازی کے مرض کو دور کرنے کے لئے اس کا علاج وہی تجویز فرمایا تھا - جو خود جناب سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے تجویز فرمایا تھا - یعنی جو مسلمان کو کافر کہے تو کفر خود اس پر پلٹ کر پڑتا ہے یہ کفر مطلق نہیں جو خارج از اسلام کر دے - یہ کفر دون کفر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کے مکفر سے وہی سلوک کرو جو ایک کافر سے کرتے ہو - یعنی اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو - اس سے رشتہ ناطہ نہ کرو - جب تک وہ تکفیر بازی کے فعل کو ترک نہ کرے - یعنی اسے بائیکاٹ کر دو - یہ ایک سزا ہے جو ایک مکفر کے لئے خود حضرت شارع علیہ السلام نے تجویز فرمائی تھی - اور مجدد وقت نے یہ دیکھ کر کہ آج کل مولویوں کی تکفیر بازی نے مسلمانوں کی وحدت اور اجتماع کو تباہ کر دیا ہے جس سے اسلام کو سخت ضعف آ رہا ہے - اپنا فرض سمجھا کہ اس مرض کے انسداد کے لئے اس سزا کو عمل میں لائے - تا شریر اپنی شرارت سے باز آئیں - آج اگر تمام مسلمان لوگ مکفرین کو بائیکاٹ کر دیں تو چار دن میں ان کی ساری تکفیر بازی نکل جائے - اور ہوش آ جائے پس ایک مسلمان کو کافر کہنے والے کو احمدی جماعت اگر بائیکاٹ کر دے تو اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اس مکفر سے وہ مرض دور کیا جائے - ورنہ اگر وہ مسلمانوں کا مکفر نہ ہو اور حضرت مجدد وقت کو مفتری نہ سمجھتا ہو تو پھر کسی احمدی کو اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے میں کسی غیر احمدی سے مذہبًا کوئی تامل نہیں ہو سکتا - اور معاشرتی نظر سے دیکھو تب بھی ظاہر ہے کہ ایک ایسے شخص سے کسی احمدی عورت کو محبت و الفت کس طرح ہو سکتی ہے - جو خود اس کے امام اور مرشد کو کافر اور مفتری سمجھتا ہو - علاوہ اس کی حمیت اور غیرت کو ٹھیس لگنے کے بالکل ممکن ہے کہ ایسا مکفر شوہر اپنی بیوی کی مذہبی آزادی میں مخل ہو - جو سخت تکلیف دہ امر ہے - پس اس قسم کے مکفرین کو احمدی جماعت نے بائیکاٹ کر رکھا ہے - ورنہ شرعًا نکاح ہر ایک مسلمان سے جائز ہے - جو کلمہ گو اور اہل قبلہ ہے - خود حضرت مجدد وقت نے اپنے مرید ڈاکٹر رشید الدین مرحوم کی بیٹی اور جناب میاں محمود احمد کی سالی کا نکاح ایک غیر احمدی شخص سے کرنے کی اجازت دی اور اس اجازت کے ماتحت خود حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ نے نکاح پڑھا - حضرت مجدد وقت کے اس تعامل سے بڑھ کر اور کونسا فتویٰ درکار ہو سکتا ہے۔

بیعت اور بپتسمہ

سوال - کیا بیعت کرنا ضروری ہے ؟ اگر ہاں تو بپتسمہ اور اس میں کیا فرق ہے ؟

جواب - ہاں جناب بیعت کرنا ضروری ہے - بیعت کرنے کا حکم خود قرآن میں موجود ہے - رسول اللہ صلعم نے بیعت لی اور صحابہ نے بیعت کی - آپ کو ابھی تک یہ شبہ ہے کہ یہ ضروری بھی ہے یا نہیں - اجی جناب ایسا ضروری کہ حدیبیہ کے مقام پر جب مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ وہ کفار کے نرغہ میں ہیں تو اسلام کے لئے سرفروشی اور جانبازی کی بیعت خود حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہ سے لی اور اس کو اس قدر ضروری سمجھا کہ حضرت عثمان چونکہ موجود نہ تھے اس لئے رسول اللہ صلعم نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر اسے حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا تا وہ اس بیعت کے فیضان و برکات سے محروم نہ رہ جائیں اور خدا کو بھی یہ بیعت اتنی پسند آئی کہ [illegible] آیت اتاری۔

بے شک اللہ راضی ہو گیا مومنوں سے جب وہ تیری بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے - اب فرمایئے ! آپ نے تو غضب کر دیا جو بیعت کو بپتسمہ کا قائم مقام قرار دیدیا - بھلا بپتسمہ کو بیعت سے کیا نسبت - معلوم ہوتا ہے آپ نے بھی کسی سنائی ہانک دی آپ کو نہ بپتسمہ کا پتہ ہے نہ بیعت کا - کجا پانی کا چھینٹا جو ایک پادری کسی لوگرفتار کو دیتا ہے - اور فرض کر لیتا ہے کہ اس نے اس طرح اس کی روح کو پاک کر دیا - اور کجا کسی مامور یا مجدد وقت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ایک پختہ عہد اس بات کا کرنا کہ عہد کرنیوالا ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا اور اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کے واسطے تیار رہے گا - اور خدا کے حکم کے سامنے وہ جہاں تک اس کی سمجھ اور طاقت ہے تمام خواہشات کی گندگی کو قربان کر دیگا۔ یہ معاہدہ تو ایک نعمت ہے جس پر رضائے الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور آسمان سے برکات کا نزول ہوتا ہے - آج مہذب دنیا کی کونسی سوسائٹی ہے - جو کسی اہم کام کے لئے اگر اٹھتی ہے تو سب سے پہلے اپنی سوسائٹی کے ممبروں اور کارکنوں سے ثبات و وفاداری اور کارگزاری کا عہد نہیں لیتی - آج تو ہر ایک سرکاری ملازم کو جو کسی ذمہ دار عہدے پر متعین کیا جاتا ہے - اس قسم کا عہد کرنا پڑتا ہے - فوج میں ایک معمولی سپاہی بھرتی ہوتا ہے تو اسے عہد کرنا پڑتا ہے - تو پھر جب اسلام پر نازک وقت آئے اور کوئی خدا کا پہلوان مجدد وقت کی حیثیت سے کھڑا ہو - اور اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کے لئے وہ ایک جماعت یا خدائی فوج بنا دے تو کیا وجہ ہے کہ ان مجاہدین سے جو اس فوج میں داخل ہوں وہ کوئی عہد نہ لے - تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اس کام کی اہمیت کو پہچانیں - اور عہد کی پابندی کا پاس کریں - تا اللہ تعالیٰ کی برکات ان پر نازل ہوں - اور آسمانی نصرتیں ان کے شامل ہوں - یہ عہد تو بڑا عظیم الشان ہوتا ہے اور اس بیعت کی شان اتنی بلند ہے - کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے - ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ - ید اللہ فوق ایدیھم کہ بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں - اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوتا ہے کیا معنی کہ یہ معاہدہ درحقیقت تجھ سے نہیں بلکہ خدا سے ہوتا ہے - آنحضرت صلعم تو بحیثیت خدا کے رسول ہونے کے لوگوں سے معاہدہ لیتے تھے ورنہ معاہدہ تو درحقیقت خدا سے ہوا کرتا تھا - اسی طرح مجدد وقت رسول کی عدم موجودگی میں ان کے نائب ہونے کی حیثیت سے معاہدہ لیتا ہے - ورنہ عہد تو وہی ہے جو رسول نے خدا کی طرف سے بندوں سے لیا - رہا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا تو یہ معاہدہ کی پختگی کے لئے ایک نشان ہوا کرتا ہے - ہاتھ میں ہاتھ دے کر اقرار کرنا سب جانتے ہیں کہ معاہدہ کی پختگی پر مہر لگانا ہوا کرتا ہے۔

نماز اور عربی زبان

سوال - آپ نے کچھ عرصہ ہوا اخبار میں شائع کیا تھا کہ جناب امام ابو حنیفہ صاحب نے اپنے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا کہ نماز اپنی زبان میں پڑھ لینا جائز ہے - اس کا حوالہ مطلوب ہے - کس کتاب میں لکھا ہے کہ رجوع کر لیا تھا۔

جواب - اباحت پسند طبائع پر نماز تو بہت بوجھل چیز ہے - خود قرآن فرماتا ہے وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون بے شک نماز لوگوں کو بوجھل معلوم ہوتی ہے - سوائے ان لوگوں کے جو عاجزی کرنے والے ہیں - اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں - اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں - پس یہ لوگ جن پر نماز شاق ہے طرح طرح کی اباحتوں کو رواج دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - اور سچ تو یہ ہے کہ نماز کی پابندیوں سے نکل جانے کی راہ تلاش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے - پچھلے دنوں کیا ہندوستان اور کیا ٹرکی دونوں جگہ اسی قسم کے لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ نماز اپنی زبان میں پڑھ لیا کرو - اس بدعت کی تائید میں قرآن کریم سنت احادیث صحیحہ تمام امت محمدیہ کا اجماعی تعامل پس پشت ڈال کر دو بیتوں کا [illegible] حنیفہ صاحب کا ایک قول اپنی تائید میں [illegible] لگے پیش کرنے [illegible]

محمدیہ کی جو ہر رنگ اور ہر زبان پر مشتمل ہے وحدت فی العبادت کے لئے ایک مشترکہ زبان ہونی چاہیئے - ورنہ مختلف زبانیں رکھنے والے آدمی ایک جگہ اور ایک وقت مل کر عبادت نہیں کر سکتے - اور اجماع امت اس طرح کبھی قائم نہیں ہو سکتا - اگر اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور وہ ہر قوم اور ہر زبان کے آدمی کو ایک اخوت اور ایک جماعت کی لڑی میں منسلک کرنا چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ اس وحدت کے لئے اس کی کوئی مشترک زبان ہو - اور یہ سوائے عربی کے اور کوئی نہیں ہو سکتی - جس میں خدا کا کلام نازل ہوا - قرآن اور سنت سے بھی اس کی تصدیق دکھائی تھی - اور یہ بتایا تھا کہ امام ابو حنیفہ صاحب نے جو فتوے دیا تھا - وہ ایک اجتہادی غلطی تھی - آخر وہ نبی نہ تھے صرف امام مجتہد تھے - اور مجتہد سے خطا اور صواب دونوں ممکن ہے المجتھد قد یخطی و یصیب فقہ کا مشہور اصول ہے - اور پھر اس غلطی کو آخر کار امام موصوف نے خود بھی محسوس کر لیا تھا - اور چونکہ وہ ایک نہایت متقی بزرگ تھے - کوئی وھڑے باز ملا نہ تھے اس لئے اپنی غلطی کو محسوس کرنے کے بعد انہوں نے فورًا اپنے فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام ابو حنیفہ کے رجوع کا حوالہ

اب مجھ سے حوالہ طلب کیا جاتا ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا سو وہ حوالے پیش کرتا ہوں - اور فقہ حنفی کی مستند اور مشہور کتابوں سے - و باللہ التوفیق - مگر اتنی بات اور بتا دینا چاہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ صاحب کے دو بڑے جید اور فاضل شاگرد تھے - امام ابو یوسف اور امام محمد - اور سچ پوچھو تو فقہ حنفی انہی دونوں بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے - یہ دونوں شاگرد اپنے استاد امام ابو حنیفہ صاحب کے اس فتوے کے کہ نماز اپنی زبان میں پڑھ لینی جائز ہے سخت مخالف تھے - اور استاد کے خلاف ان دونوں بزرگوں نے فتوے دے دیا تھا - کہ نماز عربی زبان کے سوا نہیں ہو سکتی - لیکن کیا کمال درجہ کا تقویٰ ہے کہ استاد اپنی غلطی کو مانتا ہے اور شاگردوں کے فتوے کی طرف رجوع کرتا ہے - آج کوئی ملا یہ نفس کشی دکھا سکتا ہے ؟ چنانچہ ہدایہ صفحہ ۸۶ پر صاف طور پر امام ابو حنیفہ صاحب کے رجوع کا ذکر لکھا ہے - ویروی رجوعہ فی اصل المسئلۃ الیٰ قولھما وعلیہ الاعتماد یعنی اصل مسئلہ میں (کہ نماز غیر عربی زبان میں ہو سکتی ہے یا نہیں) امام ابو حنیفہ کا رجوع اپنے دونوں شاگردوں کے قول کی طرف ثابت ہے اور یہی بات قابل اعتبار ہے جن صاحب کا دل چاہے کتاب لے کر مفصل پڑھ لیں - سارا جھگڑا یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں - پھر فتح القدیر صفحہ ۲۴۵ پر بھی امام صاحب کے رجوع کا ذکر موجود ہے - لکھا ہے - الحق رجوعہ الیٰ قولھما فی المسئلہ - یعنی اس مسئلہ (نماز غیر عربی زبان میں ہو سکتی ہے یا نہیں) میں امام ابو حنیفہ کا اپنے دونوں شاگردوں کے فتوے کی طرف رجوع کرنا سچ ہے - پھر تلویح میں لکھا ہے لان ما اتی لہ یخالف ظاھرا کتاب اللہ حیث وصف القراٰن بالعربی - درمختار میں ہے - وعلیہ الفتویٰ یعنی فقہ حنفی کا فتوے اس بات پر ہے کہ غیر عربی زبان میں نماز نہیں ہو سکتی - اور امام ابو حنیفہ صاحب نے رجوع کیا ہے -

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

خودکشی کرنے والے مسلمان

قرآن کریم میں حکم ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو! وہ مسلمان جو مسلمان دکانداروں اور تاجروں کو چھوڑ کر غیر مسلم لوگوں سے اپنی ضروریات زندگی خریدتے ہیں یقینًا خود کو اور اپنی قوم کو ہلاکت و تباہی کے عمیق گڑھے میں گرا رہے ہیں - انہیں چاہیئے کہ جلد سے جلد اس مکروہ و مذموم کام سے توبہ کریں اور اپنے

مکتوب بنگال

مبلغین اسلام کی پرجوش سرگرمیاں

(جناب مولوی ... صاحب ...)

۱۳ جون کے ... سلسلہ اشاعت میں ... ۱۳ جون تک کے حالات میں تحریر کر چکا ہوں اس سے اعادہ کی ضرورت نہیں ... ۱۴ جون کو مولوی ابوالقاسم صاحب بی اے ایم ایل سی کی صدارت میں بمقام ... دوسرا لیکچر ہوا۔ مجمع بھی بہت تھا۔ اور ہندو مسلمان دونوں شریک ہوئے تھے۔ تعلیم یافتہ آدمیوں نے تو اس لیکچر کو بخوبی سمجھا۔ اور دو ہی گر ... تعلیم یافتہ آدمی بخوبی نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے اس کا خلاصہ ایک وکیل صاحب نے بنگالی میں کیا۔ پھر شیخ محمد یوسف صاحب کا لیکچر ہوا۔ صدر جلسہ نے دونوں لیکچروں کے متعلق نہایت اچھی رائے دی اور شکریہ کا ووٹ پاس کیا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد ہم اپنی جائے قیام پر واپس آئے۔ اور ۲ بجے رات کی گاڑی سے براہ کلکتہ ٹاٹا نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیونکہ ۱۴ جون کو ٹاٹا نگر میں لیکچر تھا۔ دوپہر کی سخت ترین گرمی برداشت کرتے ہوئے ۲ بجے دن کے ٹاٹا نگر پہنچے۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ ہنوز روز اول کا سا معاملہ ہے اور لیکچر کا کوئی انتظام نہیں اگرچہ میں نے ۱۳ جون کو بردوان سے حبیب الرحمن صاحب کو تار بھی دے دیا تھا۔ مگر پھر بھی لیکچر کا انتظام نہ ہو سکا۔ اسی دن دوپہر کے وقت مولوی ابوالقاسم کے لڑکے ابوالہاشم بی اے نے مجھے بلایا اور اپنے دوسرے رشتہ داروں سے تعارف کرا کر احمدیت پر گفتگو شروع کر دی۔ یہ گفتگو صرف اس لئے تھی تاکہ اس کے عزیز بھی عقائد احمدیہ سے بخوبی واقف ہو جاویں۔ چار گھنٹہ تک مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی اس گفتگو کا سامعین پر نہایت ہی اچھا اثر پڑا۔ سب کو حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مجدد کے آنے کا اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضرت صاحب کے دعاوی پر گفتگو شروع ہوئی الحمد للہ کہ اس میں بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ غرض براداران میں احمدیت کی نہایت اچھی تبلیغ ہوئی۔ اور سامعین پر نہایت اچھا اثر پڑا ۱۵ جون کو خدا خدا کرکے ٹاٹا نگر میں لیکچر دینے کا وقت آیا۔ شہر کے میدان میں لیکچر کا انتظام کیا گیا۔ میدان بہت بڑا تھا۔ اور اس کے لحاظ سے روشنی بالکل ناکافی تھی۔ معززین کی نشست کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور عوام الناس کے لئے فرش تھا۔ اس لیکچر میں بڑی کثرت سے ہندو شریک ہوئے سکھ اور پارسی بھی تھے مگر مسلمان انگلیوں پر گنے جاتے تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحبان کی طرف سے اور بعض دشمنان سلسلہ کی طرف سے لوگوں کو لیکچر میں شامل ہونے سے روکا گیا تھا۔ اس جلسہ کے صدر مسٹر گپتا ایم اے لینڈ افسر جمشید پور ہوئے۔ لیکچر بھی ان من امۃ الاخلا فیھا نذیر کی تفسیر پر ہوا۔ اور نہایت کامیاب رہا۔ اگرچہ لیکچر کے دوران میں آریہ سماج پرچاروں کے اعتراضات بھی ہوئے مگر آریہ انہیں دودھ کا گھونٹ کرکے پا گئے۔ اور دم نہیں مارا۔ میں نے ان من امۃ الاخلا فیھا نذیر کی تفسیر کرتے ہوئے اسلام کی صداقت کے دلائل پیش کئے۔ اور جملہ غیر مسلموں کو دعوت اسلام دی۔ الحمد للہ اس لیکچر کا تمام سامعین پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ مسٹر گپتا پریزیڈنٹ نے جو ہندو ہیں اور دونکا نندی سماج کے ممبر ہیں۔ میرے لیکچر کی تائید میں نہایت اچھے ریمارک کئے۔ اور بتایا کہ اس زمانہ میں ہمیں ایسے رواداری لیکچروں کی ضرورت ہے۔ آج ٹاٹا نگر میں سی آر داس کی برسی کا جلسہ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آریہ سماج نے مجھے اس میں بھی تقریر کرنے کی اجازت دی ہے آج شب کو انشا اللہ تعالیٰ وہاں تقریر ہوگی۔ پھر ٹاؤن ہال اور ... ایل ٹاؤن اور دونکا نندی لائبریری میں تقریریں ہونگی۔ میں ان کی کیفیت بعد کو لکھونگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جو احباب براہ راست خط بھیجنا چاہیں۔ وہ حسب ذیل پتہ پر خط روانہ کریں۔

پیٹربرو۔ ڈلہوزی۔ حضرت امیر

بس اتنا پتہ کافی ہے۔

سید محمد یعقوب

۲۰ جون ۱۹۲۶ء

ضروری اعلان

برلن مسجد کا چندہ

(سلسلہ کے لئے دیکھو پیغام صلح ۱۵ جون)

فہرست ۱

نمبر شمار	نام معطی	رقم مجوزہ	رقم موصول شدہ	بقایا
(۱)	خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب جھنگ	۱۰۰	۱۰۰	۰۰
(۲)	چودھری شاہ سوار خان صاحب موضع سرو (جہلم)	۱۰۰	۱۰۰	۰۰
(۳)	چودھری مبارک احمد صاحب کوہاٹ	۵۰	۵۰	۰۰
(۴)	شیخ محمود فاضل صاحب پروفیسر پشاور	۵۰	۲۵	۲۵
(۵)	ڈاکٹر عبدالحمید صاحب بٹ لاہور	۱۰۰	۱۰۰	۰۰
(۶)	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	۱۰۰	۱۰۰	۰۰
(۷)	سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب لاہور	۵۰	۲۵	۲۵
(۸)	مولوی عبدالرحمن صاحب شملہ	۱۰۰	۵۰	۵۰
(۹)	مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ	۵۰	۵۰	۰۰
(۱۰)	شیخ محمد لطیف صاحب / شیخ عبدالعزیز صاحب	۵۰	۵۰	۰۰

میزان ۶۵۰ — ۰ — ۰

میزان سابق ۳۶۵۴ — ۰ — ۰

میزان کل ۴۳۰۴ — ۰ — ۰

فہرست ۲

نمبر شمار	نام	رقم
(۱)	جماعت سرگودھا معرفت مولوی محمد صدیق صاحب	۵۶
(۲)	سیٹھ حاجی محمد صاحب حیدرآباد دکن	۳۵
(۳)	حاجی غلام غوث صاحب ،،	۴۵
(۴)	جماعت جموں معرفت منشی فضل احمد صاحب	۱۳۲
(۵)	مسٹر اے کاظم صاحب رنگون	۲۵
(۶)	مسٹر امیر علی صاحب شملہ	۱۰
(۷)	منشی عبدالرزاق صاحب	۳
(۸)	مقبول احمد صاحب ،،	۲
(۹)	ڈاکٹر محمد حسین صاحب ،،	۲
(۱۰)	چودھری شاہ دین صاحب ،،	۵

میزان ۳۱۴ — ۰ — ۰

میزان کل رقم موصولہ ۴۳۵۵ — ۱۲ — ۰

شرمناک تعداد

پنجاب میں مسلمان گداگروں اور آوارہ گردوں کی تعداد ۴ لاکھ ۳۸ ہزار ہے۔ حالانکہ غیر مسلم گداگروں کی تعداد صرف ڈیڑھ لاکھ ہے۔ مسلمان گداگروں میں اکثر ایسے ہیں جو خوب تندرست اور

ہٹے کٹے

اور روزی کمانے کے قابل ہیں۔ صرف مسلمانوں کے غلط طریق خیرات نے انہیں تن آسانی کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کر رکھا ہے نکموں کی یہ بھاری تعداد قوم پر ایک بار گراں اور اسلام کے لئے موجب ذلت ہے

مسلمانو!

اٹھو اور اس شرمناک تعداد کو کم کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے لئے ذرا محنت کرنی پڑے گی کیونکہ جسے مفت خوری کی عادت پڑ جائے وہ آسانی سے اس عادت کو ترک نہیں کرتا۔ اس لئے ایک مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے

جرائم پیشہ اقوام کے دلچسپ حالات

پنجاب کی اچھوت اقوام میں بعض قومیں ایسی ہیں جو "جرائم پیشہ اقوام" کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۹۲۱ء تک ان اقوام کے ان افراد کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی جو قانون اقوام جرائم پیشہ پنجاب کے ماتحت لائے گئے۔ ایکٹ مذکور کا نفاذ ان اقوام کے تمام افراد پر نہیں کیا گیا بلکہ صرف ان افراد پر کیا گیا جو امن عامہ کے لئے باعث خطر تھے۔ ان اقوام کی اصلاح کے لئے حکومت تقریباً اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ صرف کرتی ہے بہت سے مقامات پر اصلاحی سکونت قائم کی گئی ہیں ایک مرکزی اصلاحی سکونت گاہ امرتسر میں ہے اور باقی مختلف اضلاع میں ۹ صنعتی اور پندرہ زراعتی سکونت گاہیں ہیں۔ بچوں کی اصلاح کے لئے پرائمری مدارس قائم ہیں۔ جن میں اس وقت ڈھائی ہزار سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں مالی اصلاح کے لئے کواپریٹو بنک بھی کھولے گئے ہیں۔ ان اقوام کے جو افراد اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ انہیں ایکٹ مذکور کی قیود و پابندیوں سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۳ء تک ۱۴۱۷۴ اشخاص آزاد کئے جا چکے ہیں۔ ان اقوام کے لئے ایک خاص محکمہ مقرر ہے جس کے اعلیٰ افسر ایک ڈپٹی کمشنر ہیں۔ جن کے ماتحت تمام سکونت گاہوں کا انتظام ہے۔

ان اقوام میں سے جن پر قانون اقوام جرائم پیشہ کا نفاذ کیا گیا ہے بعض خانہ بدوش ہیں۔ اور بعض مختلف علاقہ جات میں مقیم ان میں سے زیادہ مشہور قومیں یہ ہیں۔

(۱) بورئیے (۲) سانسی (۳) بینے (۴) ہارنی (۵) کھیوارے (۶) مستم (۷) ناگو (۸) گنگلے (۹) دھینور (۱۰) ڈھلون۔ (۱۱) کھرانے اور ربار (۱۲) بھیڈکٹ (۱۳) نور محرم اور اکلا حیاب بلوچ (۱۴) کھرل اور ولانے (۱۵) کبنبد وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے بعض بڑی بڑی قوموں کے حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بورئیے

یہ لوگ اپنے آپ کو چتوڑ کے حکمران راجپوتوں کے معاون و مددگار راجپوت بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس بیان کی اس امر سے تصدیق ہوتی ہے کہ بعض بورئیے ابھی تک اپنے دائیں بازو پر ایک لوہے کا کڑا پہنتے ہیں۔ جو کسی زمانہ میں راجپوتوں کا امتیازی نشان تھا یہ لوگ نہ صرف راجپوتوں کا یہ امتیازی نشان ہی اپنے پاس رکھتے ہیں بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک ہم چتوڑ کے قلعہ پر دوبارہ قابض نہیں ہونگے اس وقت تک ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ آوارہ حال اور پریشان روزگار رہیں۔

رسوم و عقائد

ضلع گوڑگانوہ میں بوریوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لاہور کے ضلع اور ریاست پٹیالہ کے بعض علاقوں میں بھی ملتے ہیں۔ ان کی انیس گوتیں ہیں جو بعض ایک دوسری سے شادی وغیرہ کے تعلقات جائز نہیں سمجھتیں۔

بوریوں کے مشہور معبود تین ہیں (۱) دیوی (بمقام نگرکوٹ) (۲) ظاہر پیر (جسے گگا کہتے ہیں) اور (۳) ٹھاکر جی (کرشن جی) بعض بورئیے سورج کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ اتوار کو برت رکھتے ہیں۔ جنیو کبھی نہیں پہنتے۔ گدھے کی قسم کبھی نہیں کھاتے۔ نہ معلوم اس کی وجہ کیا ہے۔ مسٹر ولیمس لکھتے ہیں کہ بوریوں کو گدھے کی سواری سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کے احترام کی ہدایت کی گئی ہے۔ افسوس کہ گدھا گدھا ہے ورنہ آج اگر اس کو یہ علم ہو جائے کہ اس "بیسویں صدی" میں بعض اشرف المخلوقات ایسے ہیں جو اسے متبرک و مقدس خیال کرتے ہیں تو "یقین کامل" ہے کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم "گھاس کھانا" ضرور چھوڑ دے۔

بورئیے گائے اور بیل کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں مگر اس جانور کا جس کو اپنے ہاتھ سے شکار کیا ہو یا کاٹا ہو۔ لاہور کے گرد و نواح میں جہاں بورئیے جرائم پیشہ نہیں ان کی اپنی خاص بولی ہے جسے "لاڈی" کہتے ہیں۔ ان کی اس زبان کو صرف بھیل، سانسی کنجر اور دیگر ایسی ہی اقوام سمجھتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

مسیح موعود نمبر کے لئے جن احباب کی خدمت میں مضامین کے لئے لکھا گیا ہے وہ براہ کرم جلد مضامین بھیجدیں

تازہ خبریں

—— مقدمہ رنگیلا رسول کے فیصلہ پر اخبار مسلم آؤٹ لک لاہور نے چند روز ہوئے تنقید کی تھی جس میں لکھا تھا کہ جج کنور دلیپ سنگھ مستعفی ہو جائے عدالت عالیہ نے اس مضمون کو عدالت کی توہین قرار دے کر ۲۱ رجون کو اخبار مذکور کے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر کو بالترتیب ۶ ماہ قید اور ۱۰۰۰ روپیہ جرمانہ اور تین ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سنگین سزائیں دیدیں عدالت کے احاطہ میں خاص لوگوں کو جانیکی اجازت دی گئی تھی باقی ہزاروں مسلمان احاطہ کے باہر جمع تھے۔ عدالت میں پولیس اور فوج کا خوب مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانوں میں سخت اضطراب و ہیجان پھیلا ہوا ہے رنگیلا رسول کا فیصلہ مسلمانوں کے دلوں پر پہلی ضرب تھی۔ مسلم آؤٹ لک کا فیصلہ دوسری شدید ضرب ہے۔

—— مقدمہ رنگیلا رسول کے فیصلہ کے خلاف مسلمان جابجا جلسے کر کے بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں۔

—— لاہور کی تعزیری پولیس میں دھڑا دھڑ ہندو بھرتی کئے جا رہے ہیں۔ مسلمان اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں مگر حکومت کچھ نوٹس نہیں لیتی۔

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

نہایت آب و تاب سے عنقریب شائع ہونیوالا ہے مشتہرین کے لئے اشتہار دینے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۹ رجون ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۶

اے سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم

(از جناب نظامی قدوسی ایم اے)

لہرائے گا کب ہند میں اسلام کا پرچم — پائندہ و محکم
اے تازہ نہال شجر دودۂ آدم — اے سرورِ عالم

ہم محو دعا صبح و مسا شام و سحر ہیں — با دیدۂ پرنم
لیکن ابھی محروم ہیں محتاج اثر ہیں — اے سرورِ عالم

ہم فاقہ کش و خوار و زبوں کار ہیں سارے — معلوم ہے مسلم
اچھے کہ برے جو ہیں تمہارے ہیں تمہارے — اے سرورِ عالم

جینے سے اگر ہم رہیں بیزار تو اچھا، — کچھ اس کا نہیں غم
ہوں سود فراموش و زیاں کار تو اچھا — اے سرورِ عالم

ہاں دل میں کہیں الفت دنیا نہ سمائے — یہ خوف ہے ہر دم
مفلس ہیں پر دولت ایمان نہ جائے — اے سرورِ عالم

صف بند جوانان عجم ہیں ترے دیپ — استادہ ہیں پیہم
ہو حکم تو اعدا پہ اب ٹوٹ پڑیں ہم — اے سرورِ عالم

ذوق سیتز

ہنگامۂ رزم، زندگانی ہے مجھے
پیکار حیات، شادمانی ہے مجھے

بزمِ احباب

(مرتبہ جناب صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب ایم اے لاہور)

یوگوسلیویا (سرویہ)

حضرت رئیس العلماء بوسنہ و ہرسک لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ۱۲ اپریل ۱۹۲۷ء پہنچا جس کے لئے مشکور ہوں۔

ترجمۃ القرآن کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ دوز طو مصطفٰے آفندی نے اس بارہ میں اپنے عجز کا اظہار کر دیا ہے۔ اور لوز الدین عرب زادہ نے اس کی اشاعت کا ذمہ لے لیا ہے اور میرے لئے حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کا مسلک سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ مترجم جدید انگریزی سے ہماری ملکی زبان میں ترجمہ کر کے مجھے دکھایا کرتا ہے گو چند جگہ بظاہر جمہور علماء سے اختلاف نظر آتا ہے۔ تاہم عام طور پر مسلمانوں کے لئے بجید مفید ہے۔

جو جہاد آپ کی جماعت لاہور اسلامی کتب کی اشاعت، بنائے مساجد، اشاعت اسلام اور ترقی مسلمین کے ذریعہ کر رہی ہے وہ مبارک جہاد عین مطابق قرآن ہے۔ **فلتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر** ...... اگر ملل اسلامیہ اس مقصد کو سمجھ لیتیں جو اس آیت سے ظاہر ہے تو ہر جگہ متعدد انجمنیں اس مقصد کے لئے قائم ہو جاتیں۔ اور ان سب کے اتحاد سے احمدیہ جماعت کو تقویت پہنچتی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان ہدایات قرآن کی نشر و اشاعت سے غافل ہیں۔ اور پادری صاحبان اپنے باطل دین کے پھیلانے کے لئے جو کچھ کوششیں کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے لا پروا ہیں ان حالات میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کی اس جہاد میں مدد کرے۔ اور اسے تمام مسلمانوں کی بہتری کا موجب بنائے۔

صحیح تعلیم اسلام کے نشر کے بارہ میں جو آپ نے لکھا ہے سو عرض ہے کہ ہم اپنے امکان بھر اس بارہ میں کوشش کر رہے ہیں۔ اور گذشتہ چند سالوں سے ہم نے کئی کتابیں اپنی ملکی زبان میں شایع کی ہیں۔ پہلے ہم انہیں عربی حروف میں شایع کرتے تھے۔ لیکن اب ہر دو حروف یعنی عربی اور لاطینی میں شایع کرتے ہیں۔ جنگ عظیم سے پہلے ہمارے کئی ماہوار رسالے اور ہفتہ وار اخبارات مثلاً "طریق" "مصلح" "مصباح" عربی حروف میں اور "زمان" "براودا" "عدالت" "بہار" لاطینی حروف میں شایع ہوتے تھے۔ لیکن جنگ اور انقلاب سلطنت کے سبب سے یہ سب بند ہو گئے۔ اور اب صرف "براودا" ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اور گذشتہ ماہ سے ایک پندرہ روزہ رسالہ "یکی بہار" شایع ہونا شروع ہوا ہے۔ میں آپکو وہ کتابیں بحروف عربی و لاطینی اور ایک ایک نسخہ ہر دو اخبارات کا بھیجتا ہوں گو انہیں پڑھ کر آپ استفادہ نہیں کر سکتے۔ لیکن آپکے ملاحظہ اور کتب خانہ میں رکھنے کے لئے تاکہ مسلمانان بوسنہ و ہرسک کا آپکے ساتھ وسیلہ ہو

ہماری اقتصادی حالت جنگ عظیم اور انقلاب کے بعد بہت کمزور ہو گئی ہے اور اسی لئے ہماری کئی انجمنیں جو نیک

مکتوب جاوا

نہایت سبق آموز اور عجیب و غریب حالات

(از چودھری فضل محمد صاحب پٹواری)

یہاں مسلمانوں کی کثرت ہے جو بہت خوش اخلاق اور فیاض ہیں۔ غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرتے ہیں۔ دوسری ریاستوں کے خلاف سنگھا پور اور پینانگ وغیرہ کے مسلمانوں میں بہت بڑے بڑے امیر پائے جاتے ہیں۔ شہری علاقہ میں زنا زیادہ ہے تجارت زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ ریاست ہا جہاں پر دیسی راجے .... مثلاً جوہر بارو وغیرہ میں اسلام کی زیادہ پابندی ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان شریف میں سگرٹ پیتا ہوا یا کوئی اور چیز کھاتا ہوا پائیں تو سخت سے سخت سزا دی جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کی گردن میں رسہ ڈال کر حیوانات کی طرح باندھ دیتے ہیں۔ اور گھاس اور چارہ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ روزہ خور آدمی انسان نہیں۔ حیوان ہے رمضان کے دنوں میں مسلمان گھروں کو آگ جلانے کی اجازت نہیں ہوتی

جاوا

جاوا میں چاول تماکو وغیرہ کی پیداوار زمینداروں کے ہاتھ میں ہے اور ربڑ اور کافی وغیرہ کے باغیچے زیادہ تر ہالینڈ اور انگلش اصحاب کی ملکیت ہیں۔ باشندگان جاوا کا مذہب اسلام ہے مگر برائے نام۔ یہ ان لوگوں کا قصور نہیں بلکہ ان بزرگوں کی غفلت کا نتیجہ ہے جن پر مذہبی پیشوائی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جاوی مسلمان ایک بہت سادہ لوح انسان ہوتا ہے جس کی ساری شریعت میں حج اور نماز کے سوا دوسری کوئی چیز نمایاں نظر نہیں آتی۔ جاوا میں زنا کی بیحد کثرت ہے۔ یہاں ایک مشہور مقولہ ہے "محبت کو محبت ہے جو تم کو چاہے اسے تم بھی چاہو" وہ سمجھتے ہیں کہ اگر طبیعت مل جائے یا عورت بے شوہر ہو تو زناکاری سے انسان گنہگار نہیں ہو سکتا۔ اس طوفان بدتمیزی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہے۔ اور حالت اس حد تک پہنچ رہی ہے کہ بازار سے مرغی تلاش کرنے میں دقت ہے مگر ایک ضرورتمند کو عورت کی ملاقات میں کوئی دقت نہیں۔ جاوی ہوٹل زیادہ تر بدکاری کی منڈیاں ہیں اور یہ امر ایک معمولی رسم اور فیشن بن رہا ہے۔ اور مرد و عورت کے خلاملا پر ان کے عزیز و اقارب بھی ایک ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔ کئی مقامات پر تو یہ حالت ہے کہ وہ خنزیر کو بھی حرام نہیں سمجھتے۔ اور بعض جنھیں با احساس کہا جا سکتا ہے یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ گوشت حرام ہے مگر شوربا کھا لینے میں کچھ حرج نہیں۔ یہ حالت ابھی عام نہیں ہوئی۔ صرف جہالت کے مرکزوں تک محدود ہے۔

میں مسلمانان ہندوستان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے لئے اپنے تبلیغی فرائض کا احساس کریں۔ اور جاوی مسلمانوں کو جہالت و بیخبری کی ذلت سے بچائیں۔ جاوا۔ سماٹرا۔ سلیبس اور بورنیو میں عرب حضرات گو لوگوں کو اچھی تربیت دیتے ہیں۔ مگر زیادہ اپنی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے بہت سے سبق لوگوں کو الٹے بھی پڑھا دیئے ہیں۔ عربوں کو یہاں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ جہالت و بے خبری کے مدارج کے مطابق جاوی مسلمانوں میں عربوں کے احترام کے متعلق ہندوستانی پیروں کی طرح بہت سے اوہام موجود ہیں۔ مثلاً عربوں کو لڑکی دینا جنت کی کلید ہے۔ یا عرب کے لئے زنا معاف ہے۔ یہ حضرات یہاں ساہوکارہ بھی کرتے ہیں آپ حیران ہوں گے کہ ان مقدس ساہوکاروں کی شرح سود دس فیصدی ماہوار ہے۔

ان خرابیوں کے باوجود جاوی مسلمانوں میں بہت سے اوصاف بھی ہیں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آبادی کی بہت بڑی اکثریت جھوٹ اور فریب سے بالکل پاک ہے۔ مقدمات کا فیصلہ ایمان پر ہوتا ہے۔ ان میں فریب کی صلاحیت ہی موجود نہیں وہ معصوم بچوں کی طرح بغیر تحریک کے اپنے جرم کا اقبال کر لیتے ہیں اور واسطے آپ کو سزا کے لئے پیش کر دیتے ہیں۔ [illegible]

موجود تھا۔ اور بلا مبالغہ ان کے قدموں کی مٹی مقدس سمجھی جاتی تھی۔ اور باشندگان جاوا ایک خاص طریق سے جھک کر انہیں سلام کرتے تھے لیکن ہمارے زمانہ کے جو لوگ یہاں آئے انہوں نے اور خاص طور پر سکھ صاحبان نے اپنے اعمال سے اس روایتی احترام و وقار پر پانی پھیر دیا۔ اب محبت کی جگہ نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اس تبدیلی کی اصلی وجہ وہ فریب دھوکا جھوٹ اور بد اخلاقی ہے جو باشندگان ہندوستان زیادہ سے زیادہ روپیہ کمانے کے لئے وہاں استعمال کرتے ہیں۔

بانڈونگ

یہ بہت خوبصورت شہر ہے۔ ہالینڈ کا جنگی صدر مقام ہے۔ یہاں بھی زنا کی بہت کثرت ہے شہری لوگ بہت عیاش ہیں یہاں ایک چھاؤنی کا نام چوماہی ہے۔ چوماہی کے مسلمان تھیٹر سینما وغیرہ کے عاشق زار ہیں۔ وہ اپنے تن کے کپڑے فروخت کر دیتے ہیں مگر تھیٹر کی حاضری ناغہ نہیں کرتے۔

مجھے ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میرا ایک دوست یہاں پتھر کی تجارت کرتا ہے۔ ہم دونوں خرید و فروخت کے سلسلہ میں ایک محلہ میں گئے۔ ایک مکان پر اس کے مالک کا نام لکھا ہوا تھا "حاجی منصور" حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پتھروں کی خرید و فروخت کا ذکر آیا۔ حاجی صاحب نے ہم سے سامان تو کچھ نہ خریدا لیکن بکمال مہمان نوازی ارشاد فرمانے لگے کہ اگر بازاری عورت کی ضرورت ہو تو حاضر ہے۔ جب ہم نے تفحص کیا تو معلوم ہوا کہ ہم غریب پتھر بیچنے والوں کے بالمقابل آپ انہی "جواہرات نازک" کی تجارت کرتے ہیں۔ اور آپ نے اپنے مکان کے اندر بہت سی حسینان بازاری کو جمع کر رکھا ہے۔ اسی شہر میں اس قماش کے ایک اور صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ اگر تلاش کیا جائے تو ممکن ہے بہت سی ایسی مثالیں مل جائیں۔ ان افسوسناک واقعات کے بعد یہ عرض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ یہاں مسلمانوں کی حالت بہت ہی ابتر ہے۔ ملازمت پیشہ پنجابی سکھوں میں سے بھی بعض نے بازاری عورتوں کی ایجنسی کا کام شروع کر رکھا ہے۔

سروایہ

اس علاقے کے مسلمان اچھے ہیں۔ نیکی، فیاضی اور خدا پرستی کی اچھی اچھی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مسلمانان ہندوستان جاوا سماٹرا۔ ملایا سلیبس اور بورنیو کے مسلمانوں کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ یہاں "حلکیا کرتا" ایک راجہ کا شہر ہے حلکیا کرتا کے بہت سے مسلمان عیسائی ہو گئے تھے۔ اس شہر میں ایک احمدی مسلمان آ پہنچا۔ جس کی کوشش سے عیسائی ہونے والے مسلمان دوبارہ داخل اسلام ہو گئے ہیں۔ نیک نیت پاکباز اور دردمند و بے لوث علمائے اسلام کے لئے یہاں تبلیغ و ہدایت کا بڑا موقع ہے۔ عام طور پر احمدی علما کو پسند نہیں کیا جاتا لیکن جب ضرورت اور تکلیف ہو اور حق پرستی کے مدعی گوشۂ عافیت میں پڑے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کر رہے ہوں تو محی لعنت کے باوجود اسی شخص کے ساتھ راہ و رسم پیدا کرنی پڑتی ہے۔ جو وقت پر مدد کے لئے آ پہنچے۔

عجائبات تمدن

ان لوگوں میں ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ وہ بلا لحاظ مذہب و عقائد اپنی رشتہ داریاں آسودہ حال لوگوں سے کر دینے میں کوئی کسر شان نہیں سمجھتے۔ یہاں مسلمانوں کی زیادہ لڑکیاں ہالینڈ کے عیسائیوں کے ہاں بستی ہیں۔ اور ایک بہت بڑی تعداد بدھ مت کے پیرو چینیوں کے ہاں آباد ہے۔ ہندوستانیوں کے ہاں بھی ہیں اور عربوں کے ہاں بھی۔

ایک دفعہ دوران سفر میں مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ مکان سے ہمارے قریب ایک چینی کی دکان تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ جب ہم سحری کے لئے بیدار ہوئے تو ہم نے پڑوس میں اپنے چینی دوست کے ہاں بھی اکل و شرب کی سرگرمیوں کے آثار دیکھے۔ دریافت کرنے پر چینی دکاندار نے بتایا کہ "میری اور میرے بھائی کی بیوی روزہ رکھتی ہیں" مجھے [illegible]

اس سوال کے جواب میں ہمارے چینی رفیق نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ "مل کر کھانے پینے یا غیر مذاہب کے ہاں رشتہ ناطہ کرنے سے ایمان ضایع نہیں ہوتا"۔ بعض حالات میں غذا کا اختلاف بھی موجود ہے۔ مثلاً عیسائی یا بدھ خاوند خنزیر کو استعمال کرتے ہیں اور ان کی مسلمان بیویاں اس میں شریک نہیں ہوتیں۔

مسلمانان جاوا ایک بڑی طاقت ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اصحاب ہمارے چینی دوست کے اس خیال کی تائید کریں کہ "مل کر کھانے پینے یا غیر مذاہب کے ہاں شادی بیاہ کرنے سے ایمان ضائع نہیں ہوتا" لیکن عملی طور پر ہم دیکھ رہے ہیں کہ شرائط ایمان، اسلامی تہذیب یا عام غذا۔ اسلامی شعار سب آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز اٹھ رہی ہے۔ حرامکاری کے متعلق مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ بدل رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ آیا مسلمانان ہندوستان ان علاقوں میں احکام شریعت کو رواج دینے کے لئے کوئی مخلصانہ قدم اٹھائیں گے یا نہیں؟

جاوا میں اکالیوں کی طرح ہر شخص کے پاس چھری ضرور ہوتی ہے یہ لوگ بیحد متوکل، بے فکرا اور فضول خرچ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے پاس کچھ روپے آ جائیں تو وہ جب تک ان کا قصہ ختم نہ کر دے گھر واپس نہیں لوٹتا۔ اگرچہ یہاں مسلمانوں کے پاس بڑی بڑی جاگیریں اور زمینداریے بھی ہیں۔ مگر وہ پھر بھی مطلق بیدار نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں ۹۵ فیصدی تجارت غیر ملکی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ تمام واقعات مسلمانان جاوا کے مستقبل کے لئے کسی بشارت کا پیش خیمہ نہیں کہے جا سکتے۔ ممکن ہے۔ کہ افلاس۔ فضول خرچی، کثرت زنا غیر مذاہب سے ازدواج وغیرہ امراض کے باعث ایک دن ان کی مذہبی حمیت بالکل فنا ہو جائے لیکن ابھی تک یہ امید باقی ہے کہ اگر ہندوستان میں جاوا سماٹرا وغیرہ کے لئے کوئی مضبوط تبلیغی اور اصلاحی مشن قائم ہو جائے اور وہ یہاں کام شروع کر دے تو اس ملک میں اسلام کے لئے بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔ میں اپنے دوسرے خط میں ان ممالک میں تبلیغ یا روزگار کے لئے آنے والے حضرات کی مکمل رہنمائی کے واسطے مخصوص حالات ارسال کروں گا۔

والسلام

ضروری اعلان

برلن مسجد کا چندہ

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اشاعت مورخہ ۱۵ و ۲۲ جون ۱۹۳۶ء)

فہرست ۱

اسمائے معطی	رقم مجوزہ	وصول شدہ	بقایا
بابو عبدالرحمن صاحب اوورسیر احمدیہ بلڈنگس لاہور	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شیخ عبدالعزیز صاحب وکیل شیخوپورہ	[illegible]	[illegible]	..
مولوی غلام ربانی صاحب وکیل ننہر	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ملک محمد امین صاحب وکیل لاہور	[illegible]	[illegible]	..
سردار غلام رسول خان صاحب پسرور	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ڈاکٹر محمد امین صاحب موگا	[illegible]	[illegible]	..
سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب بمبئی	[illegible]	[illegible]	..
ڈاکٹر اللہ بخش صاحب گھڑیالہ	[illegible]	[illegible]	..
فقیر محمد صاحب خانساماں زرلک	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان			[illegible]

فہرست ۲

محمد امام الدین صاحب پچھلی ہٹم	[illegible]
قربان علی خان صاحب جہلم	[illegible]
میزان فہرست نمبر ۱ و نمبر ۲	[illegible]
میزان سابقہ	[illegible]

جرائم پیشہ اقوام کے دلچسپ حالات

(گزشتہ سے پیوستہ)

شادی کی نہایت مہذب رسوم

اس قوم کی شادی کی بعض رسوم نہایت عجیب و غریب ہیں۔ یہ اپنی گوت کے اندر شادی نہیں کرتے۔ سگائی میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ لڑکا لڑکی سے کسی صورت عمر میں چھوٹا نہ ہو یہ رسم ہمارے خیال میں نہایت اچھی بلکہ قابل تقلید ہے۔ جو رسم شادی کے سلسلہ میں خاص ذکر کی محتاج ہے وہ یہ ہے کہ اندھے مرد کی شادی صرف اندھی عورت سے ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح کانے مرد کی کانی عورت سے اس کے علاوہ خوبصورت مرد کے لئے خوبصورت عورت تلاش کی جاتی ہے۔ اور بدصورت مرد کے لئے بدصورت عورت معلوم ہوتا ہے رسوم شادی میں یہ لوگ بڑے نکتہ رس اور اہل نظر واقع ہوئے ہیں اگر ان رسوم پر پابندی سے عمل کیا جاتا ہے تو کہنا پڑے گا کہ حسن و خوبصورتی کی قدر شناس ان ایسی کیا مشرق اور کیا مغرب تمام دنیا میں کوئی قوم نہ ہوگی۔ ایسی قوم میں بوالہوس تو یقیناً اور قطعاً نہیں پیدا ہو سکتے ہونگے "شیوہ اہل نظر" کی آبرو" بھی ایسے لوگوں سے دنیا میں قائم رہ سکتی ہے غالب کو علم ہوتا تو ایسی قوم کو تمام دنیا سے بڑھ کر مہذب خیال کرتا اور اشعار میں ان کی اس رسم کی داد دیتا۔ یہی نہیں غیر قوم کی عورت کے ساتھ مباشرت کرنے والے کا حقہ پانی بند کر کے اسے برادری سے خارج کیا جاتا ہے۔ مگر طرہ یہ کہ باوجود ان رسوم کے جہاں تک باقی اخلاق کا تعلق ہے یہ قوم "جرائم پیشہ" ہے۔ بوریئے بعض علاقوں میں زراعت بھی کرتے ہیں۔ مگر بالعموم شکاری ہیں کتے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں ان کے شکار کرنے کے بعض طریق بڑے سائنٹیفک سے معلوم ہوتے ہیں۔ افسوس کہ مضمون اس تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

سانسی

سانسی وسطی پنجاب کی خانہ بدوش قوم ہے۔ لاہور، امرتسر، لدھیانہ، کرنال اور گجرات کے اضلاع میں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ انکی اپنی روایات کے مطابق ان کے آبا و اجداد مارواڑ اور اجمیر کے اصل باشندے تھے۔ بالعموم جنگلی جانوروں کو شکار کر کے کھاتے ہیں۔ بھیڑ بکری گدھے بھی پالتے ہیں۔ جھونپڑوں میں بستے ہیں ان میں جوان تو اتنا تندرست تو چوری اور رہزنی کو اپنا پیشہ بناتے ہیں۔ بوڑھے بچے عورتیں گداگری کی آڑ میں جرائم بھی کرتے ہیں۔ اور "تماشائے اہل کرم" بھی دیکھتے ہیں۔ عورتیں گاتی اور ناچتی بھی ہیں۔ بعض ایسی بھی ہوتی ہیں کہ رنڈیوں کی طرح "پیشہ" کرنے لگ جاتی ہیں۔

سانسی گیارہ بارہ فیصدی مسلمان ہیں۔ تھوڑے سکھ ہیں اور باقی ہندو۔

جرائم پیشہ اقوام میں سانسی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ جرائم کی دلدادہ جس قدر یہ قوم ہے۔ اور کوئی نہ ہوگی۔ جن علاقوں میں لوگ سانسیوں سے بوجہ ان کی وارداتوں کے ڈرنے لگ جاتے ہیں وہاں یہ لوگ جب دوبارہ جاتے ہیں تو سانسی نہیں کہلاتے۔ بلکہ بھیڈکٹ کیکن۔ کنجر وغیرہ کے ناموں سے اپنے آپ کو پکارتے ہیں معلوم ہو اکہ بھیڈکٹ کیکن وغیرہ الگ قومیں نہیں بلکہ سب سانسی ہیں۔ اگر اس قوم کی اصلاح ہو جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ پنجاب میں بہت بڑی حد تک جرائم کا انسداد ہو جائے۔

تمام سانسی اقوام اپنے آپ کو سانس مل کی اولاد بتاتی ہیں اس شخص کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتایا جاتا کہ وہ بھرتپور کے علاقہ کا رہنے والا تھا۔ ایک جوان راجپوت عورت کا بیٹا تھا۔ اس عورت نے کسی نیچ ذات کے مرد سے شادی کر لی "ذات" کے قواعد کے ماتحت اس عورت کی تمام نسل اور اولاد نیچ قرار دی گئی۔ اور راجپوت برادری سے خارج کر دی گئی۔ ذات کی رسوم نے بھی ہندوستان میں عجیب طرح یہاں کے تمدن اور معاشرت پر اثر کیا ہے۔ ایک ایک نسل ایک ایک قوم کی سینکڑوں نسلیں اور ہزاروں قومیں بنا دی ہیں۔ نسلیں اور قومیں خوخانگی اور وراثتی رواج بیاہ شادی اور مرگ کی رسوم میں ہمیشہ ہمیشہ کے کی پابندیوں اور سختیوں کا ایک ادنیٰ کرشمہ کہیئے۔ جس نے ہندوستان میں "جرائم پیشہ" اقوام پیدا کر دیں۔ اعلیٰ ذات کی عورت اگر ادنیٰ ذات کے مرد سے شادی کا تعلق پیدا کر لیتی تو اس کے بچوں اور اس کی اولاد کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی بے گھرے در بدر آوارہ پھرنے لگتے۔ اور جن حیلوں سے بھی پیٹ بھرنے کو کچھ ہاتھ لگتا انہیں اختیار کرنے میں دریغ نہ کرتے آہستہ آہستہ خانہ بدوشی، دشت نوردی، چوری، رہزنی کی عادتیں طبیعتوں میں راسخ ہو گئیں۔ اور عام سرکش لٹیروں کے ساتھ مل کر لوٹ غارت اور چوری کو کسب معاش کا ذریعہ بنا لیا۔

سانس مل کے گرو کا نام "ملنگ شاہ" تھا سانسی اس گرو کا نام بڑے ادب و احترام سے لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اور بھی بے شمار گرو اور پیر ہیں۔ جیل میں جانا قبول کرتے ہیں مگر اپنے ان گوروؤں کے نام پر قسم کبھی نہیں کھاتے سانسیوں کی سب سے بڑی دو ذاتیں ہیں۔ کالکا اور مالکا دونوں ذاتوں کے لوگ آپس میں شادی نہیں کرتے مختلف اضلاع میں سانسیوں کے اصل و نسب کی مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ ذاتوں اور گوتوں کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ ضلع سیالکوٹ میں ان کی بارہ ذاتیں آباد ہیں۔ ضلع گجرات میں بھی بارہ اور یہی حال بعض دیگر اضلاع کا ہے۔

سانسی اور میراثی

وسطی پنجاب کی جاٹ قوموں کے ساتھ سانسیوں کے کچھ عجیب سے تعلقات ہیں۔ سانسی جاٹوں کو میراثیوں کا کام دیتے ہیں جاٹوں کی ہر ذات یا گوت کا الگ الگ سانسی ہے۔ جو ہیئت اس کا شجرہ نسب یاد رکھتا ہے اور شادی بیاہ کے موقعوں پر میراثی کی طرح "کلاں" کرتا ہے۔ راجپوتانہ میں تو سانسی اپنے آپ کو کہلاتے بھی بھاٹ ہیں۔ جن کا پیشہ ہی راجپوتوں کا شجرۂ نسب یاد رکھنا اور بیان کرنا ہے۔ فیروزپور کے گرد و نواح ضلع گجرات کے وڑائچ جاٹوں۔ ہوشیارپور۔ جالندھر کے راجپوتوں اور آنند پور کے سوڈیوں کو بھی یہ لوگ یہی کام دیتے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بحث ہے اور ان قوموں کی صحیح تاریخ معلوم کرنے والے کو اگر کبھی معلوم کرنے کی ضرورت پڑے) یہ تحقیق کرنا ہوگا کہ شجرہ خوانی کا کام ابتدا میں ان دونوں قوموں میں کس سے متعلق تھا۔ میراثی قریباً سب کے سب مسلمان ہیں۔ ہندو میراثی یا تو بھاٹ کہلاتے ہیں یا فانبا ڈوم۔ میراثیوں کے اصل و نسب کے متعلق سر ڈنزل ابیٹسن وغیرہ کی تحقیق پر غور کرنے سے جو نتیجہ ہم پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ سندھ میں عربوں کے ایام حکومت میں اس قوم کی اپنی قدیم رسوم کے مطابق خود عربوں ہی کا ایک گروہ ایسا تھا جس کا کام مختلف قبائل کے نسبوں کا بیان کرنا تھا۔ تحریر و کتابت کا فن وسیع نہ تھا کہ حکومت جائدادوں اور دیگر حقوق وراثت کے مقدمات کے فیصلوں کے لئے عام طور پر رجسٹر وغیرہ رکھتی۔ اس لئے اپنی قدیم رسم کے مطابق جس طرح اپنے ملک یعنی عرب میں اپنے ہر قبیلے کے ساتھ وہ اپنا ایک ایک "راوی" رکھتے تھے۔ انہوں نے یہاں بھی میراث کے متعلق جو شجرہ یاد رکھنے کا ضروری کام تھا۔ ان لوگوں کے سپرد کر دیا۔ اور ان کو "میراثی" کے نام سے پکارنا شروع کیا۔

اس کی مثال بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح پنجاب میں اب تک بعض قومیں اپنے قدیم پیشوں کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ سندھ میں عربوں سے پہلے جو "ستھین" اقوام (مثلاً جاٹ وغیرہ) آباد تھیں وہ بھی قدیم الایام سے زراعت پیشہ تھیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ میراث کے جھگڑوں کے انفصال کے لئے ان کے پاس اپنی قوم سے یا سندھ کی پرانی اصل اقوام میں سے کوئی گروہ ایسا نہ ہو جو ان کے شجرے یاد رکھتا ہو۔ اور زمین وغیرہ کے مقدمات کے فیصلوں میں مدد دیتا ہو۔ یہ گروہ ممکن ہے انہی قوموں کا ہو جو اب سانسی وغیرہ کہلاتی ہیں۔ اور نسبوں کو یاد رکھتی ہیں۔ یا اگر "ستھین" اقوام میں پہلے یہ رسم نہ تھی تو عربوں نے اسے رائج کیا اور پھر عربوں کے بعد ان قوموں نے زراعت کی ضروریات کے لحاظ سے اب تک اسے جاری رکھا۔ سندھ میں سیاسی انقلاب آنے کے بعد عرب قوموں مثلاً سیدوں وغیرہ کو سندھ سے پنجاب، راجپوتانہ اور ممالک متحدہ کے میدانوں کی طرف رخ کرنا پڑا۔ اس عرصہ تک کئی جاٹ قومیں مسلمان بھی ہو چکی تھیں۔ جو جاٹ ہندو تھے۔ وہ سانسیوں سے شجرہ خوانی کا کام لیتے رہے اور اب تک لیتے ہیں۔ سید اور مسلمان مذہب کی جاٹ قومیں یا بعض ہندو بھی یا تو اصل مسلمان یعنی "عربی میراثیوں" کو اپنے ساتھ اپنے نئے وطنوں میں لے آئے یا "میراثی" کی اصطلاح عربوں سے لے لی اور اسی اصطلاح سے اپنے شجرہ خوانوں یعنی سانسیوں پکارنا شروع کر دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کے تمام میراثی جیسا کہ ان کا دعوے ہے عربی النسل نہیں۔ بالکل ممکن بلکہ یقینی ہے کہ موجودہ میراثیوں میں بعض ایسے بھی ہوں جو نام کے میراثی ہوں اور اصل میں سانسی ہوں۔ پنجاب میں اس وقت تک بعض بوڑھے جاٹ ایسے ملتے ہیں جو شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے کئی موجودہ میراثیوں نے ہمارے شجرے ہمارے پرانے سانسیوں سے سیکھے۔ اور یہ اس لئے کہ شجرہ خوانی اور نسب دانی کا کام اب بہت حد تک ان لوگوں سے مخصوص ہو چکا ہے۔ جو میراثی کے نام سے پکارے جاتے ہیں عام سانسیوں کے جرائم پیشہ ہونے کی وجہ سے زمیندار قوموں نے ان سے نسب دانی کا کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اور اب جو جاٹ قومیں "سانسی" رکھتی ہیں اور میراثی نہیں رکھتیں وہ برادری میں مورد طعن ٹھہرائی جاتی ہیں۔

یہ تحقیق کہ میراثیوں میں کون عرب ہیں اور کون ہندوستان کے اصل باشندے یا "ستھین" اس مضمون کے دائرے سے خارج ہے۔ سانسی ابھی تک میراثیوں کی طرح نسب دانی و شجرہ خوانی کا کام دیئے جا رہے ہیں۔ آئندہ تہذیب و تعلیم اور تحریر و کتابت کا زمانہ (یعنی جب جاٹ بحیثیت قوم پڑھے لکھے ہو جائیں گے) یہ کام ان قوموں کے سپرد رکھے گا یا نہیں۔ یہ خود زمانہ فیصلہ کریگا۔

رسوم اور عادات

سانسی ہر جگہ جرائم پیشہ ہی نہیں بعض علاقوں میں بطور کاشتکار زراعت کا کام بھی کرتے ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ کی ۱۸۸۱ء کی رپورٹ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ "ان کی عادات و خصائل مختلف علاقوں میں مختلف ہیں۔ قریباً نصف صدی پیشتر لاہور کے گرد و نواح کے سانسی جرائم پیشہ اقوام میں شمار نہ تھے بلکہ جاٹوں کے مزارعہ تھے اور ان کو نسب دانی اور شجرہ خوانی کا کام دیتے تھے۔ برعکس اس کے گورداسپور کے ضلع میں نہایت وحشیانہ اور خطرناک جرائم کے مرتکب تھے۔ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ شجرہ خوانی کا کام یہ لوگ اب بھی کئی اضلاع میں دیتے ہیں۔ مگر قوم کا اکثر حصہ جو قدیم زمانہ سے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا اور چوری اور لوٹ مار پر اپنی بسر اوقات کرتا چلا آ رہا ہے۔ وہ تاوقتیکہ اقامت کی زندگی کا عادی بن کر زراعت او صنعت وغیرہ کے اچھے پیشے اختیار کر کے مجرمانہ زندگی سے نفرت نہ کرے۔ تمام قوم کی حالت کا سدھرنا محال ہے۔

تمام سانسیوں میں تلوار کی قسم سب سے بڑی قسم خیال کی جاتی ہے۔ بعض تو ان میں تلوار کی پوجا کرتے ہیں۔ یا اکرٹ کے ضلع کے سانسی تلوار یا بھالہ ہاتھ میں لے کر کبھی جھوٹی قسم نہیں کھاتے۔ یہ رسم بتاتی ہے کہ اس قوم کا ابتدا میں ضرور کسی بہادر اور شمشیر زن قوم سے تعلق ہوگا۔ خواہ وہ بہادر قوم راجپوت تھی۔ یا کوئی اور مگر افسوس کہ انقلاب زمانہ نے ان کو جرائم پیشہ بنا دیا۔ اور ان میں ایسی مذموم اور قبیح عادات و اطوار پیدا کر دیں۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

سانسی جب چوری وغیرہ میں گرفتار ہوتے ہیں تو نہ اپنا صحیح نام بتلاتے ہیں نہ اپنے قبیلہ کا بلکہ جہاں بستے ہیں یا ڈیرہ کرتے ہیں وہاں گرد و نواح میں چوری نہیں کرتے۔ اس قسم کی رسمیں اور پابندیاں ڈاکوؤں اور ٹھگوں جوئے بازوں اور دیگر اس قسم کی جماعتوں میں عام ہوتی ہیں۔ ہر سوسائٹی کے اندرونی حلقہ میں خواہ وہ سوسائٹی عوام کی نگاہ میں کیسی ہی ذلیل اور گری ہوئی کیوں نہ ہو باہمی اعتماد و اخلاق کے چند اصول و قواعد ہوتے ہیں جن پر کاربند رہنا اس کے افراد اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں اگر وہ ان اصول کو ہاتھ سے دے بیٹھیں یا ان کی خلاف ورزی کریں تو ان کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مقدمات بھی اپنی ہی پنچایتوں میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر عام عدالتوں میں اپنے مقدمے لیجائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵　۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ　نمبر ۲۶

عدالت عالیہ پنجاب کے تازہ فیصلہ جات کے اثرات و ثمرات

حکومت اور آریہ اخبارات

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

عدالت عالیہ کے جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے کتاب رنگیلا رسول کے پبلشر مہاشہ راجپال کو صاف بری کر دیا اور فیصلہ میں لکھ دیا کہ گزشتہ مذہبی رہنماؤں کی توہین و تذلیل کرنے والوں پر دفعہ ۱۵۳ الف عائد نہیں ہو سکتی اور تعزیرات ہند میں کوئی ایسی دفعہ موجود نہیں جس کے ماتحت ایسے ملزموں کو سزا دی جا سکے۔ اس فیصلہ سے مسلمانوں کے دلوں کو جو صدمہ پہنچا وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ جلسے کئے اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اس مایوس کن فیصلہ پر انہوں نے اپنے انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا۔ کیونکہ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اس فیصلہ کا بداثر نہ صرف رنگیلا رسول کے پبلشر ہی تک محدود ہے بلکہ اس سے دوسرے بدزبانوں کو بھی ان کے واجب التعظیم پیشواؤں کے خلاف بدزبانی کرنے کی جرات پیدا ہوگی۔ جس کا نتیجہ سوائے فتنہ و فساد کے اور کچھ نہیں ہو سکتا واقعات نے بتا دیا کہ مسلمانوں کا یہ اندیشہ بالکل بجا تھا۔ آریہ بدزبانوں نے عدالت عالیہ کے اس فیصلہ کو بزرگان اسلام کے حق میں بیہودہ گوئی اور بدزبانی کرنے کا غیر مشروط لائسنس سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ نہ صرف امرتسر سے رسالہ ورتمان نے دل آزار مضمون شایع کیا۔ بلکہ لاہور کے آریہ اخبارات نے بھی اپنی یاوہ گوئی کے تمام جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ اخبار "پرتاپ" نے اپنی ۱۷ جون کی اشاعت میں یہ دل آزار اور اشتعال انگیز مضمون لکھا :۔

"ہمارے لئے یہ ایک معمہ ہے کہ مسلمان جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر اس قدر بےچین ہیں وہ سب کے لئے ہے۔ ہندوؤں کو شکایت نہیں آریوں کو شکایت نہیں۔ عیسائیوں کو تو ہوگی ہی کیا۔ لیکن مسلمانوں کو کیوں ہے۔ اس کی وجہ ہم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے بانی کی زندگی اپنے اندر رنگیلا پن رکھتی ہے۔ اس میں ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جن پر دوسرے لوگ بجا طور پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔"

ظاہر ہے کہ یہ تحریر کتاب رنگیلا رسول کا اخباری ایڈیشن ہی ہے۔ مسلمانوں کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور انہوں نے حکومت کو توجہ دلائی مگر افسوس کہ حکومت نے اس دریدہ دہن اخبار کو محض معمولی فہمائش کر کے چھوڑ دیا۔ کیا حکومت یہ خیال کرتی ہے کہ وہ بدزبان آریہ جن کو بدزبانی ورثہ میں ملی ہے۔ اور جن کو نشوونما دینے کا موقعہ اب مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ نے بہم پہنچایا ہے اس قسم کی معمولی تنبیہ و فہمائش سے اپنی حرکات شنیعہ سے باز آجائیں گے ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کے دل پہلے ہی سخت مجروح ہو چکے ہیں ایسی دل آزار تحریریں اور اس پر حکومت کی یہ مشفقانہ فہمائش ان پر نمک پاشی کا کام کر رہی ہیں۔ مسلمان اب ایسی نمائشی اور بے سود کارروائیوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اگر حکومت کو ان کے مذہبی جذبات کا کچھ

قانون کا پورا پورا استعمال کرے اور انہیں ایسی عبرت انگیز سزائیں دے کہ آئندہ کسی کو ایسے جرم کی جرات نہ پڑے۔

ایک اسی اخبار پر موقوف نہیں۔ آج ہر آریہ اخبار "رنگیلا رسول" کا مصنف بننے کی فکر میں ہے۔ ایک دوسرے آریہ اخبار نے جس کا نام آریہ گزٹ ہے۔ "قرآن ہمیں کیا سکھاتا ہے" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں کے واجب التعظیم نبی حضرت موسٰی علیہ السلام کو **جاہل** اور ان کے حکم ذبح گائے کو "**جاہلانہ حرکت**" کہا گیا ہے اخبار مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

"جب کہا موسٰے نے اپنی قوم سے کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ذبح کرو ایک گائے کو تو انہوں نے کہا کہ کیا ہم سے مخول کرتا ہے۔ اس (موسٰی) نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے کہ میں (حکم دیتے وقت) جاہلوں میں سے تھا (سورۃ البقرہ پارہ ۱ - آیت ۶۸)

گویا حضرت موسٰی گئو کے ذبح کرنے کے حکم کو افسوس کرتے ہوئے واپس لیتے ہیں۔ کہ میں نے ایسا حکم کیوں دیا۔ وہ اس حکم کو **جاہلانہ حرکت** قرار دیتے ہیں۔ اب بتایئے کہ گئو کی قربانی کی اس سے بڑھ کر کیا ممانعت ہو سکتی ہے۔ کاش مسلمان بھائی قرآن پر عمل کرنا سیکھیں۔

(آریہ گزٹ ۲۳ جون - صفحہ کالم ۲)

اس تحریر کے لکھنے والے کی شرارت دیکھئے کہ قرآن کریم کی آیت کے ترجمہ میں تصرف بیجا کر کے حضرت موسٰی علیہ السلام کو نعوذ باللہ جاہل تک لکھ دیا یہ ترجمہ نہ تو قواعد صرف و نحو کی رو سے صحیح ہے۔ اور نہ کسی ترجمہ قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مضمون نگار نے محض قرآن کریم کے متعلق غلط فہمی پھیلانے اور مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں کے دل دکھانے کے لئے ایسا لکھا ہے۔ اور خط وحدانی (بریکٹ) میں اپنی طرف سے فقرہ چسپاں کر کے اصل مفہوم کو الٹا کر دیا ہے۔ ہم ایڈیٹر آریہ گزٹ اور اس کے "حق گو" مضمون نویس کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس ذبح گاؤ والی ساری آیت کو یکجا نقل کر کے اپنے شر انگیز اور منافرت خیز مفہوم کو ثابت کرے اور دوسری جانب حکومت کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنی رعایا کے کروڑوں افراد کے قابل عزت پیغمبر کی توہین کر کے ان کے دل دکھانے والوں کو قرار واقعی سزا دے۔

یہ ہیں وہ ثمرات جو مقدمہ رنگیلا رسول کے عجوبۂ روزگار فیصلہ نے پیدا کئے ہیں۔ یہ ابھی ابتدا ہے ع
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ان ثمرات کو چھوڑ کر اب ذرا ان اثرات کو ملاحظہ فرمایئے جو اس فیصلے نے مسلمانوں کے قلوب کے اندر پیدا کئے ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے عہد سے لیکر اب تک مسلمانوں کا یہی خیال تھا کہ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ ان کے پاک مذہب اور مقدس رسول کی عزت و ناموس محفوظ ہے۔ لیکن اب اس فیصلہ نے انہیں یقین دلا دیا ہے کہ دنیا کی "سب سے بڑی اسلامی سلطنت" کے مجموعہ تعزیرات میں کوئی ایسا قانون نہیں جو ان کے پیارے دین اور مقدس و محبوب رسول کی عزت و حرمت کی حفاظت کر سکے۔ اور وہ تمام تر آریہ بدزبانوں کے رحم پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اس خیال سے مسلمانوں کے اندر جو بے اطمینانی اور تشویش پھیل رہی ہے اور پھیلے گی وہ ظاہر ہے۔ اس اضطراب و بےچینی کا جو اس وقت مسلمانوں کے دلوں کے اندر موجزن ہے علانیہ اظہار ہو رہا ہے۔ جا بجا جلسے ہو رہے ہیں۔ اور اس فیصلے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جا رہی ہے۔ انہی جذبات کی صحیح ترجمانی اخبار مسلم آؤٹ لک لاہور نے کی تھی لیکن افسوس بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے مجروح قلوب کا کوئی مداوا کیا جاتا مسلمانوں کے اس ترجمان حقیقی کو قانونی شکنجہ میں کس کر ایک اور صبر شکن چرکہ دیا گیا۔ جس سے انکی رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔ اور انہیں اس امر کے یقین کرنے پر مجبور کر دیا گیا کہ ان کے مذہبی جذبات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ انہیں نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی۔ مسلمان داد ویلا نہ کریں تو کیا کریں۔ جبکہ [illegible]

نہایت غیر محدود اختیارات حاصل ہیں کہ وہ جس چیز کو بھی اپنے اقتدار کی توہین سمجھے اس پر سزا دیدے۔ اور دوسری طرف ایک ایسی شخصیت کے خلاف جس کے حقیر ترین غلاموں میں شامل ہونے کا شرف اس عدالت عالیہ کے بعض ارکان کو بھی حاصل ہے۔ نہایت مکروہ اور معاندانہ حملوں کا کوئی مداوا مہیا نہ کرے تو یہ بالکل اجتماع ضدین ہوگا۔"

یہی جذبات ہیں جو اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں موجزن ہیں عدالت عالیہ نے اپنے رعب و وقار کو قائم رکھنے کے لئے مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹر و مالک کو توہین عدالت کا مجرم قرار دیکر سزا دے دی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ "اجتماع ضدین" احترام و وقار پیدا کرنے والا ہے۔

حکومت کو چاہیئے کہ وہ ان واقعات کے نتائج و عواقب پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ ایک طرف آریہ اخبارات ہیں کہ بزرگان اسلام کے خلاف برابر بدزبانی کئے جا رہے ہیں اور حکومت یا تو خاموش دیکھا کرتی ہے یا کبھی کبھار معمولی فہمائش کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ اور دوسری طرف مسلمان اخبارات ہیں کہ ان سے پاک رسولؐ کی توہین کی جاتی ہے اور انہیں آہ و فریاد کی بھی اجازت نہیں۔ دیجاتی۔ یہ ناگوار صورت حالات کب تک جاری رہیگی آخر مسلمان بھی پہلو میں دل اور دل میں درد، منہ میں زبان اور زبان میں طاقت گویائی رکھتے ہیں۔ وہ کب تک خاموش رہیں گے ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو رہا ہے۔ حکومت کی دانشمندی اسی میں ہے کہ وہ اب اس صبر آزما حالت کو زیادہ دیر تک نہ رہنے دے۔

روزگار کے متلاشی مسلمان

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہندوستان کی تمام قوموں میں سب سے زیادہ بے روزگار مسلمان ہیں۔ ان تمام بے روزگاروں کے لئے ذریعۂ معاش صرف ملازمت کی صورت میں تلاش کرنا لاحاصل ہے کیونکہ اتنی ملازمتیں نہ سرکاری محکموں میں مل سکتی ہیں نہ پرائیویٹ دفاتر میں۔ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہوگا کہ ان لوگوں کو دو حصوں میں ان کے حسب حال تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً بیکاروں میں تعلیم یافتہ بھی ہیں اور نا تعلیم یافتہ بھی۔ تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے کسی صنعت کو چند ماہ میں حاصل کر لینا دشوار نہیں ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے دماغ سے یہ خیال نکال دیں کہ جب ہم بڑھئی یا لوہار یا درزی کا کام کریں گے تو لوگ ہمارے نام کے ساتھ "مسٹر" لگانا چھوڑ دیں گے یہ خیال خام ہے کسی کے مسٹر کہنے سے پیٹ نہیں بھر سکتا۔ سوال روٹی کا ہے اگر ایسے لوگ صنعت و حرفت کی طرف توجہ کریں تو اس سے کم مدت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں جو ان کو تلاش و انتظار ملازمت میں صرف کرنی پڑے گی۔

باقی رہے نا تعلیم یافتہ ان کو چاہیئے کہ ہمہ شما کی خوشامدیں کرنے کے بجائے دو چار دس پانچ روپے سے کوئی کام شروع کریں مثلاً موسم کے اعتبار میوہ جات پھل وغیرہ خرید کر بازاروں اور گلیوں میں پھیری لگائیں۔ یا بساطی کا تھوڑا تھوڑا سامان خرید کر محلوں میں فروخت کریں۔ ترکاری بھی منڈی سے خرید کر گلی کوچہ میں بیچی جا سکتی ہے۔ جس سے روٹی کے پیسے آسانی سے نکل سکتے ہیں۔ جو لوگ اس سے زیادہ پیسہ لگا سکتے ہیں وہ سوڈا برف پان سگریٹ دودھ دہی بچوں کی مٹھائی وغیرہ کی دکان کر سکتے ہیں۔ بازاروں سے کپڑا خرید کر محلہ در محلہ پھیری لگانے سے اچھی خاصی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کٹ پیس کی دکانوں سے جہاں ہر قسم کا بہتر سے بہتر اور سستا سے سستا کپڑا مل سکتا ہے مختلف قسم کا اچھا اور سستا کپڑا خریدیں اور اس کی قمیص واسکوٹ اور کوٹ مختلف سائز کے سلوا کر فروخت کریں تو اس میں بھی گزارہ کی صورت نکل سکتی ہے۔ سلا سلایا کپڑا بیچنے کے لئے ایسی جگہ زیادہ موزوں ہوگی جہاں سے ریلوے کے کارخانہ جات کے مزدور وغیرہ روزانہ گزرتے ہوں یا اور جہاں ایسے ہی غریب لوگوں کی آمد و رفت کثرت سے ہو۔

بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ سب کے سب بیکار لوگوں کو ملازمتیں کہیں بھی نہیں مل سکتیں۔ اور نہ ملازمت کوئی ایسی عزت کی چیز ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ بس اپنے ہاتھ سے کام کرو اور

آریہ سماج کا امن پسند فرقہ

آریہ گزٹ لاہور نے "فرقہ احمدی" کے عنوان سے ایک افتتاحیہ لکھا ہے۔ جس میں ہندوستان کے موجودہ خلفشار کا تمام تر ذمہ احمدیوں ہی کو قرار دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ احمدیوں کے متعلق اپنوں اور بیگانوں دونوں کی یہ رائے ہے کہ یہ ایک امن پسند فرقہ ہے۔ اور آریہ سماج کے متعلق اپنوں اور بیگانوں دونوں کی یہ رائے ہے کہ وہ لڑاکا ہیں۔ غیروں کی رائے تو شاید قابل سند نہ سمجھی جائے لیکن اپنوں کی رائے ضرور قابل سند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے لیڈروں کی رائے کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے

مسٹر شاستری۔ "آریوں نے صوبہ پنجاب اور صوبہ متحدہ کے امن و امان کو تباہ کر رکھا ہے"

بپن چندر پال۔ "آریوں نے شمالی ہندوستان کے امن و امان کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے اور اس ساری بے چینی کی ذمہ دار آریہ سماج ہے"

مہاتما گاندھی۔ "میں نے آریوں کو لڑاکا پایا۔ انہیں جب غیر نہیں ملتے تو اپنوں ہی سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔ گویا فساد ان کا محبوب شغل ہے"

ہندوستان کے بڑے بڑے ہندو لیڈروں کی رائے جس فرقہ کے متعلق یہ ہے وہ دوسروں پر کوئی الزام لگانے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالے۔

تجارت

ہمارے رسول کریمؐ تاجر تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ **رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے**۔ اس ارشاد میں یہی ترغیب دی گئی تھی کہ مسلمان تجارت کریں لیکن افسوس کہ آج کل ہندوستان کے مسلمانوں نے من حیث القوم تجارت کو قطعاً خیرباد کہہ دیا ہے تقریباً تمام تجارت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس ذریعہ سے ہمارا لاکھوں اور کروڑوں روپیہ روزانہ ان کی جیبوں میں جا رہا ہے۔ جو کسی صورت میں ہم کو واپس نہیں مل سکتا۔ یہی ہمارے افلاس کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ جب تک مسلمان تجارت کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں گے ان کا قومی افلاس دور نہیں ہو سکتا۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں جہاں ان کی آبادی ہے۔ ہر قسم کی دکانیں کھولیں۔ اور اس طرح نہ صرف غیروں کی غلامی سے نجات حاصل کریں بلکہ افلاس کی لعنت سے بھی چھٹکارا پائیں۔ مالدار مسلمانوں کو بطور خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانو!!

ان غریب دکانداروں پر رحم کرو جنھوں نے صرف تمہاری امید پر دکانیں کھول رکھی ہیں۔ تم ہندوؤں سے سودا خریدتے ہو اور مسلمان بیچارے دکان پر خالی بیٹھے حسرت سے دیکھتے اور تمہاری ان "ہمدردانہ اسلامی حرکات" کا نوحہ پڑھتے رہتے ہیں۔ **رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جو ہر حال میں اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرتا ہے** کیا جب تم مسلمانوں کو چھوڑ کر ہندوؤں سے سودا خریدتے ہو تو اس معیار اسلام پر پورے اترتے ہو تمہاری پستی کا راز یہی ہے کہ تم نے خدا اور اس کے رسول کے احکام اپنے دلوں سے بھلا دیئے ہیں۔ اگر تم اپنے بھائی سے سودا خریدو گے تو خدا اور رسولؐ تم سے خوش ہونگے کہ یہ ان کے حکم کی تابعداری ہے اور اگر مسلمانوں سے سودا نہیں خریدو گے تو خدا اور رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو گے۔ پس اس گناہ بے لذت سے بچو۔ مسلمانوں سے سودا خریدنا "ہم خرما و ہم ثواب" ہے

پکا عہد کر لو

کہ آج کے بعد ہمیشہ مسلمانوں سے سودا خریدو گے۔

ہندو جاتی کے بزرگ اور مسلمان

"پرتاپ" نے اپنی ۲۲ جون کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر "شری رام چندر اور مہارانی سیتا پر کمینے حملے" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں دہلی کے اخبار "مبلغ" کا حوالہ دیتے ہوئے یہ شکایت کی ہے کہ اس نے شری رام چندر اور مہارانی سیتا پر حملہ کیا ہے اور ایک بناوٹی اور دل آزار قصہ ان کے متعلق لکھا ہے۔ جس کی طرف گورنمنٹ کو توجہ کرنی چاہئے۔ عنوان ہی میں ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ "کیا ہندو جاتی اپنے بزرگوں کی عزت محفوظ نہیں کر سکتی؟"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ الزام جو "مبلغ" کو دیا گیا ہے کہاں تک صحیح ہے اور نہ اس قصہ کی جو "مبلغ" کی طرف منسوب کیا گیا ہے صحت کی ذمہ داری لینے کو تیار ہیں۔ لیکن اسقدر ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صرف "ہندو جاتی" کے بزرگوں کی عزت ہی ایسی چیز نہیں جو قابل حفاظت ہو۔ جب تک تمام اقوام کے بزرگوں کی عزت کو محفوظ کرنے کی ذمہ داری ہر قوم اپنے سر پر نہ اٹھائے اس وقت تک نہ ہندو جاتی کے بزرگوں کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور نہ کسی اور قوم کے بزرگوں کی۔ یہ بیج خود "پرتاپ" اور اس کے حامیوں کے بوئے ہوئے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے مبلغ پر عائد کردہ الزام کو بلا دلیل درست فرض کر لیا جائے تب بھی "پرتاپ" کو معلوم ہونا چاہئے کہ رنگیلا رسول جیسی ناپاک اور گندی کتاب لکھوا کر اس سے مالی فائدہ حاصل کرنے کے بعد یہ امید رکھنا کہ ہندو جاتی کے بزرگوں کی عزت محفوظ رہ جائیگی ایک خیال خام سے بڑھ کر نہیں۔ شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنا اور پھر یہ امید رکھنا کہ کوئی نقصان اپنے آپ کو اس سے نہیں پہنچے گا۔ کہاں تک قرین عقل و دانش ہے؟ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

"پرتاپ" اور اس کے حامی اگر "ہندو جاتی" کے بزرگوں کی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ فتنہ و فساد کی اس آگ کو جو اس وقت مذہبی رہنماؤں کی عزت و حرمت کو بھسم کرتی جا رہی ہے۔ فرو کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ رنگیلا رسول جیسی لغو کتابوں کو آگ کی نذر کر دیں۔ گورنمنٹ کو اکسانا یا عوام کے جذبات کو مشتعل کرنا ہی بے سود ہتھیار ہے جس کو رنگیلا رسول کے معاملہ میں "پرتاب" مسلمانوں کے لئے ہمیشہ ناجائز سمجھتا رہا ہے۔ اس سے چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ جب تک خود آریہ سماج مسلمانوں اور دوسری قوموں کے بزرگوں کی عزت کو محفوظ کرنے کا بیڑا نہ اٹھائے۔ اور اس قسم کی توہین آمیز کتابیں اور مضامین تلف نہ کر دے۔ اس وقت تک کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

قبول اسلام

پنجاب کے ایک ضلع میں حکیم اللہ دتا صاحب کے ہاتھ پر گیارہ اشخاص مسلمان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالے ان تمام نو مسلموں کو استقامت عطا فرمائے۔

ظہور احمد افسر تبلیغ
(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایک ایسے خزانچی کی ضرورت ہے جو مبلغ دو ہزار روپیہ بطور ضمانت جمع کرا سکے۔ تنخواہ حسب لیاقت و تجربہ پچاس اور ساٹھ روپے کے درمیان ہوگی۔ بہت جلد درخواستیں بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

حضرت امیر کی اپیل کے جوابات

ماہوار چندوں کے متعلق حضرت امیر نے قوم کے نام جو اپیل شایع کی تھی اس کے جواب موصول ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ یہ جوابات سلسلہ وار خلاصۃً اخبار پیغام صلح میں شایع ہوتے رہیں گے چنانچہ اس اشاعت میں جماعت راولپنڈی کا جواب شایع کیا جاتا ہے۔

راولپنڈی سے مولوی غلام ربانی صاحب کا مکتوب

بخدمت اقدس امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ

تمام جماعت کے ممبران کو بعد نماز جمعہ پوری توجہ سے جناب کی اپیل مندرجہ اخبار سنائی گئی۔ سب نے پوری توجہ اور محبت سے آپ کی تحریر کو سنا اور سب نے انشراح صدر سے وعدہ کیا کہ آئندہ جمعہ سے پہلے پہلے تمام بقایا چندہ ادا کر دیں گے۔ اور خانہ خدا میں بیٹھ کر سب نے وعدہ کیا اور باواز بلند حتمی وعدہ کیا کہ آئندہ بلا ناغہ ماہ بماہ چندہ ادا کر دیا کریں گے۔ اور کبھی کوتاہی نہ کریں گے۔ چنانچہ کئی آدمیوں نے بقایا ادا کر دیا ہے بعض ممبران سست ہیں۔ اور ان کے ذمہ بہت سا چندہ ہے میں نے ان کو کہا ہے کہ آپ بقایا کا کچھ حصہ ادا کر دیں۔ اور بقایا کے متعلق ان دوستوں سے زیادہ اصرار نہ کیا جائے جو ہماری جماعت میں سست ہیں۔ بعض جو سخت مجبوریوں میں مبتلا ہیں وہ براہ راست جناب کی خدمت میں اپنی معذرت کریں گے ہمارا چندہ بفضل خدا پہلے بھی ماہ بماہ انجمن کے دفتر میں جایا کرتا ہے میں اپنی ذات کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ آگے سے بڑھ کر فراہمی چندہ میں پوری توجہ دیا کرونگا۔ مکمل رپورٹ بابت مکمل ادائیگی چندہ آئندہ جمعہ کی نماز کے بعد انشاء اللہ ارسال کرونگا آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ بعض ممبران کوہ مری چلے جاتے ہیں۔ باقی سلسلہ میں خیریت ہے۔ جناب کی انگریزی چٹھی چالیس کی تعداد میں میرے پاس پہنچی تھی جس کو الگ لفافہ میں ڈال کر تقسیم کر رہا ہوں۔

(غلام ربانی از پنڈی)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

تبلیغ۔ ہمارے مکرم بھائی خان تاج محمد خاں صاحب موضع ملازئی تحصیل پشاور سے لکھتے ہیں کہ عرصہ تقریباً دو ماہ سے میں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بیعت کی ہے۔ اس وقت سے مواضعات قرب و جوار کے ملا لوگ مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور کئی بار انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ایک مجلس واسطے تحقیقات عقائد اور تبادلہ خیالات کے قایم کی جائے۔ آخر کار ۲۹ رمئی ۱۹۲۸ء الوار کا دن اس غرض کے لئے فریقین نے مقرر کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ موضع ملازئی تحصیل پشاور میں یہ بحث ہوگی۔ میں نے جماعت پشاور کے ممبران کو اطلاع دی چنانچہ صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب و کندل خاں صاحب و میر مدثر شاہ صاحب بوقت ۸ بجے صبح موضع ملازئی میں آ گئے۔ اور برابر ۴ بجے شام تک وہاں قیام فرما رہے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود اصرار اور باوجود وعدہ کے ملاں لوگ تشریف نہ لائے۔ تمام وقت مذہبی اور دینی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور اہل مجلس کی طرف سے کئی سوالات کئے گئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات دیئے جاتے رہے۔

جنازہ غائب۔ انجمن کے محرر قاضی محمد نظر الحق صاحب کی اہلیہ طویل علالت کے بعد ۲۴ رجون کو جمعہ کے روز انتقال کر گئی مسجد احمدیہ لاہور میں مرحومہ کا جنازہ پڑھا گیا دوسرے احباب بھی مرحومہ کے لئے غائبانہ دعائے مغفرت کریں۔

ضرورت ریاست جودھپور کے محکمۂ تعلیم میں دو انٹرنس پاس مسلمان استادوں کی ضرورت ہے اور دو اردو مڈل پاس کی ضرورت ہے۔ درخواستیں معہ نقول اسناد ۵ جولائی سے پیشتر محکمہ

مذاکرہ علمیہ

صفت خالقیت کی بحث

ڈلہوزی میں ایک دلچسپ مکالمہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

۱۹۲۵ء میں درستی صحت کے لئے میں چھ ماہ کی رخصت لیکر ڈلہوزی چلا گیا تھا موسم گرما میں بہت سے صاحب دول لوگوں کی وہاں آمد و رفت رہتی ہے۔ انہی میں ایک معزز پلیڈر تشریف لے آئے جو نیچری خیالات رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ وہیں ان سے میرا تعارف بھی ہو گیا۔ وہ بھی جمعہ پڑھنے آیا کرتے تھے۔ کھجیار ڈلہوزی اور چنبہ کے درمیان میں ایک عجیب پر فضا مقام ہے پہاڑوں کے حلقے کے اندر ایک سرسبز اور شاداب میدان ہے جس کی خوبصورت گھاس کی سرسبزی آنکھوں کی طراوت اور دل کو راحت بخشتی ہے سبزی ہے کہ آنکھوں میں کھبی جاتی ہے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی جھیل ہے جس میں ایک چھوٹا سا تیرتا ہوا جزیرہ ہے جو ہوا کے جھونکوں سے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر حرکت کرتا ہوا عجیب دلفریب معلوم ہوتا ہے میدان کے چاروں طرف نہایت خوبصورت دیودار کے درخت باقاعدہ صفوں میں کھڑے ہیں۔ گرد کے پہاڑوں کی چوٹیوں سے اس میدان تک ان درختوں کا جھرمٹ ایک عجیب و غریب ترتیب اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ اسی ترتیب سے اوپر سے نیچے اترتے اترتے یکایک اس میدان کے کناروں پر آکر رک گئے ہیں گویا یوں نظر آتا ہے کہ یہ درخت بھی اس میدان کی خوبصورتی اور دلفریب سبزی و شادابی کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئے ہیں۔ اور قدرت کی اس دلفریب صناعی کو مشاہدہ کر کے مبہوت و ششدر ہو کر کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہیں غرضکہ ڈلہوزی جاکر کھجیار نہ دیکھنا ایک بڑی محرومی سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ اس مقام کی سیر کے لئے ایک دن میں اور چند دوست گئے۔ ان دوستوں میں ہمارے وہ نیچری پلیڈر صاحب بھی تھے۔ گیارہ میل کا فاصلہ تھا۔ اگرچہ رستہ کی دلفریبی بھی کم نہ تھی۔ اور رستہ میں پہاڑوں کے دامن رنگ برنگ کے پھولوں کے تختوں سے بھرے ہوئے تھے اور بعض مقامات پر قدرتی چشموں نے راہ چلتوں کی پیاس کو اپنے سرد اور شیریں پانی سے بجھانے کا سامان کر رکھا تھا۔ مگر پھر بھی ضرورت تھی کہ باتوں میں رستہ کو کاٹا جاتا۔ تا تکان کا اثر زیادہ نہ ہو۔ مختلف تذکرے رہے مذہبی مسائل بھی درمیان میں آئے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ بہت دلچسپ میرے اور ان پلیڈر صاحب کے درمیان معرض بحث میں آگیا۔ مجھے ٹھیک وہ الفاظ تو یاد نہیں رہے البتہ ان کا مفہوم اپنی زبان میں اپنے دوستوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ممکن ہے کسی کو اس سے نفع پہنچے۔

مخلوق ازلی نہیں ہو سکتی

پلیڈر صاحب فرمانے لگے کہ ماننا پڑتا ہے کہ مخلوق بھی خالق کے ساتھ ازل سے ہے کیونکہ جب خدا کی صفت خلق ازلی ہے تو پھر اس صفت کا تقاضہ ہے کہ مخلوق بھی ہو اور وہ بھی ازل سے ہو کیونکہ صفت خلق علت ہے اور مخلوق معلول۔ جب علت ہو گی تو معلول بھی ہو گا مثلاً لیمپ علت ہے اور اس کی روشنی معلول۔ پس جب لیمپ ہو گا۔ تو روشنی بھی ہو گی۔ آفتاب ہو گا تو دھوپ بھی ہو گی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے روشنی لیمپ ہے یا دھوپ آفتاب ہے۔ مگر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ روشنی ہمیشہ سے لیمپ کے ساتھ ساتھ ہے اور دھوپ آفتاب کے ساتھ ہے۔ اسی طرح مخلوق بھی خالق کی صفت خلق کے ساتھ ازل سے ہے۔ یہی حکما اور فلسفیوں نے لکھا ہے۔ اور اسی کو مولانا شبلی مرحوم نے بھی تسلیم کیا اور مانا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ پہلے میں آپ کی لیمپ والی مثال کو صحیح تسلیم کر کے جواب دیتا ہوں آپ کی مثال سے مخلوق اور خالق کا تعلق روشنی اور لیمپ کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن لیمپ قایم بالذات ہے اور روشنی قایم بالغیر ہے۔ یعنی لیمپ اپنی ذات میں قایم ہے۔ مگر روشنی اپنی کوئی علیحدہ ہستی نہیں رکھتی۔ وہ ایک صفت کی طرح لیمپ کے ساتھ [illegible]

ہو جائے گی۔ اس مثال کے مطابق خالق قایم بالذات ہو گا تو مخلوق قایم بالغیر۔ پس ازلی اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ خالق کی ذات ہو گی۔ نہ کہ مخلوق کی۔ کیونکہ مخلوق تو اپنی ذات میں قایم ہی نہیں۔ وہ تو ایک صفت کی طرح ہوئی۔ پس جب وہ اپنی کوئی علیحدہ ذات نہیں رکھتی تو اس کی ذات کو ازلی کہنا ایک بے معنی بات ہے

لیمپ اور روشنی کی مثال غلط ہے

لیکن میں اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ یہ مثال لیمپ اور روشنی والی اگرچہ بڑے بڑے حکما کی دی ہوئی مثال ہے۔ اور بدقسمتی سے ہمارے علمائے اسلام نے بھی اسے صحیح تسلیم کر کے اس کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ **یہ مثال سراسر غلط ہے** یہ پرانا بت جو صدیوں سے اس مثال کی شکل میں چلا آرہا تھا۔ آج خدا کے فضل سے ٹوٹتا ہے۔ اس پر وہ پلیڈر صاحب چونکے میں نے عرض کی سنیئے اگر خالق اور مخلوق کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا لیمپ اور روشنی کا تو پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی ارتقا کے نیچے ترقی کر رہا ہے۔ کیونکہ روشنی میں ترقی یا کمی نہیں ہو سکتی جب تک اس کی علت یعنی لیمپ میں ترقی یا کمی نہ ہو۔ جتنی طاقت کا لیمپ ہو گا۔ اتنی ہی طاقت کی اس کی روشنی ہو گی۔ جب تک خود لیمپ میں بیشی نہ ہو روشنی میں بیشی نہیں ہو سکتی۔ روشنی میں بیشی یا ترقی کا ہونا خود لیمپ میں بیشی یا ترقی ہو جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اب مخلوق کا ارتقا کے ماتحت ترقی کرنا تو مسلم ہے۔ تو پھر لازم آیا کہ اس کی علت یعنی اس کا خالق بھی ترقی کر رہا ہے۔ جب اس علت یعنی خالق سے ادنےٰ مخلوق بنی تھی اس وقت وہ ادنےٰ تھا اور اب جو اس سے اعلےٰ مخلوق معرض وجود میں آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ترقی کر کر کے اب اعلےٰ بن چکا ہے۔ اور آئندہ بھی ترقی کر رہا ہے۔ اس پر وہ پلیڈر صاحب مبہوت ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ افسوس ہے ہمارے علما نے یہ کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ یہ مثال ہی سرے سے غلط ہے۔ وہ علت و معلول کے سلسلہ میں لیمپ کو علت اور روشنی کو معلول دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ مثال صحیح ہے حالانکہ یہ مثال صحیح نہ تھی۔

خدا مدبر بالارادہ ہستی ہے

یہ مثال دہریوں نے دی تھی۔ جو خدا کو صرف علت اولےٰ مانتے ہیں۔ اس بات کے ماننے کے سوا تو انہیں چارہ نہ تھا۔ کہ مخلوق کے سلسلہ میں وہ کوئی پہلی علت کو تسلیم کریں۔ لیکن انہوں نے اتنی پخ اس میں لگا دی کہ وہ اس علت کو مدبر بالارادہ نہیں مانتے۔ وہ اسے ایسی ہی علت مانتے ہیں جیسے روشنی کے لئے لیمپ جس میں کوئی ارادہ نہیں۔ ہم لوگ جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ اسی **علت اولےٰ** کو **مدبر بالارادہ** علیم و حکیم ہستی مانتے ہیں۔ اور کیوں نہ مانیں جب اس کائنات کے نظام اور ترتیب میں ایک خاص مقصد اور ارادہ کام کرتا نظر آتا ہے اور اس مقصد کے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ فرداً فرداً اور مشترکہ طور پر قوانین کی اس طرح پابندی کرنے پر مجبور ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں جو ایک علیم حکیم صاحب ارادہ مقنن کی ہستی پر دلیل واضح ہے۔ تو پس جب ہم خدا کو مدبر بالارادہ علیم و حکیم ہستی مانتے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے تمام مخلوق کو کسی مقصد اور ارادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور **فعال لما یرید** کے ماتحت تمام قوانین قدرت اور افعال الٰہیہ اس کے ارادہ کے ماتحت سرانجام پاتے ہیں۔ تو ہمیں اس کے پیدا کرنے کی صفت کی مثال بھی کسی ایسی ہستی سے دینی چاہیئے جو چھوٹے پیمانہ پر مدبر بالارادہ اور علیم و حکیم ہو یعنی خود **انسان** نے جو اپنے ارادہ سے کسی چیز کو بناتا ہے۔ نہ کہ لیمپ سے جس سے روشنی ارادی طور پر نہیں پیدا ہوتی بلکہ اضطراری طور پر نکلتی ہے۔ یعنی لیمپ میں سے یا آفتاب میں سے روشنی لیمپ یا آفتاب کے کسی ارادہ کے ماتحت نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ آفتاب یا لیمپ ہونے کا تقاضا ہی ہے کہ بلا ارادہ اس سے روشنی پیدا ہوتی رہے۔

خدا اور انسان کی مثال

آفتاب [illegible] [illegible] کی روشنی

[illegible]

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اس کے ارادہ کے ماتحت ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے **اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون**۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو خدا کے پیدا کرنے کی مثال اگر ہم کوئی دے سکتے ہیں تو کسی ایسی چیز سے دے سکتے ہیں جو ارادہ رکھتی ہے اور وہ **انسان** ہے نہ کہ لیمپ اور آفتاب سے جو ارادہ نہیں رکھتیں۔ ایک انسان کسی خاص مقصد کو مدنظر رکھ کر اپنے ارادہ سے گھڑی بناتا ہے۔ لیکن اس کی گھڑی بنانے کی صفت کا تقاضا یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس سے بے اختیار اور بلا ارادہ ہر وقت گھڑیاں کھٹا کھٹ بنتی چلی جائیں۔ اور اس کو اب ایک منٹ چین نہیں سوائے اس کے کہ اس کی انگلیاں اور اعضا اور دماغ ہر وقت کوئی گھڑی بنا بنا کر پھینکتے جائیں۔ اور وہ لاکھ چاہے کہ میں نہ بناؤں مگر مجبوراً گھڑیاں بنتی چلی جائیں ایسا خیال ہنسی کے لائق ہے۔ سب جانتے ہیں کہ گھڑی کا بنانا یا اس کا خلق کرنا چونکہ انسان کے ارادہ کے تابع ہے اس لئے اس کی اس صفت کا ظہور اس کے ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے بناتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں بناتا۔ پس اس کی اس صفت کا تقاضا ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ گھڑی کا وجود اس انسان کے وجود کے ساتھ ہر آن اور ہر جگہ لازم و ملزوم ہو جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اس کے ارادہ کے ماتحت ہے۔ وہ جب چاہے کسی چیز کو پیدا کرے اور جب چاہے نہ کرے۔

صفات کی بالقوہ موجودگی

پس اس کی صفت خلق کا یہ تقاضا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس سے بلا ارادہ اور بے اختیار چیزیں پیدا ہوتی چلی جائیں۔ اور مخلوق کا وجود اس کے وجود کی طرح لازم ملزوم ہو جائے۔ وہ اپنی ذات میں ازلی ہے اس کی صفات ازلی ہیں۔ لیکن وہ صفات جو ارادہ کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ وہ بالقوہ تو اس میں ہمیشہ موجود ہوتی ہیں لیکن بالفعل اس وقت ہوتی ہیں جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ ہمیں قرآن بھی یہی بتاتا ہے کہ **اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون** انسان میں بھی دیکھ لو چونکہ وہ ایک صاحب ارادہ ہستی ہے۔ اس میں بہت سی صفات بالقوہ موجود ہیں۔ مگر وہ بالفعل اس وقت ہوتی ہیں جب وہ ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ میں جس کا ارادہ سب پر غالب ہے اس کی صفات کو صرف اضطراری رنگ میں ماننا اور اس کو ایک مجبور محض قرار دینا دراصل عدم معرفت الٰہی کی دلیل اور دہریوں کی تقلید ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ نیچریوں اور اس قسم کے علما و حکمائے دہریوں کی تقلید میں غلطی سے خدا کو ایک ایسی علت مان لیا جو اضطراری طور پر کسی چیز کی علت ہوا کرتی ہے مثلاً جیسے انجن میں اسٹیم کہ وہ اسٹیم بلا ارادہ اضطراری طور پر اس میں حرکت پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح انجن میں حرکت کا پیدا ہونا اور اسٹیم کا ہونا دونوں اضطراری طور پر لازم ملزوم ہو گا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ خدا ایک صاحب ارادہ ہستی ہے اس لئے لازماً خدا کو ایسی علت ماننا چاہیئے تھا کہ جو ارادی طور پر کسی معلول کو پیدا کرتی ہے۔ نہ کہ اضطراری طور پر مثلاً جیسے اسی انجن کا بنانے والا انسان جس نے کسی مقصد کے لئے اپنے ارادہ سے انجن کو بنایا۔ جب وہ انجن موجود نہ تھا تب بھی وہ انسان موجود تھا۔ اس کی انجن بنانے کی صفت اس میں بالقوہ موجود تھی لیکن جب اس نے انجن بنانا چاہا تو وہی صفت بالفعل ہو گئی۔ اور اس نے انجن بنا دیا۔

صفت خلق بالقوہ ازل سے موجود ہے

اسی طرح خدائے واحد کی صفت خلق بالقوہ اس میں ازل سے موجود تھی۔ پھر جب اس نے اپنے ارادہ سے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو پھر وہی صفت بالفعل ہو گئی۔ اور مخلوق پیدا ہو گئی۔ پس یہ قطعاً غلط ہے کہ مخلوق بھی خدا کے ساتھ ازل سے ہے بلکہ اس کی صفت خلق ازل سے اس میں بالقوہ موجود ہے وہ بالفعل اسی وقت ہوئی اور ہوتی ہے جب ارادہ الٰہی ہوا اور ہوتا ہے۔ دہریوں کی اسی تقلید نے نیچریوں سے دعا کا انکار کرایا۔ کیونکہ انجن کی اسٹیم کے آگے تم لاکھ چلاؤ اور عرض کرو کہ اب بس کرو تم جاؤ وہ [illegible]

گرجائے اور لوگ مرجائیں۔ وہ ایک قانون کے ماتحت چل رہی ہے اور اسے پورا کرکے رہے گی۔ لیکن ایک صاحب ارادہ انسان ہماری عرض کو سنتا، ہم پر رحم کرتا۔ ہماری مدد کرتا۔ ہمیں انعام دیتا غرضکہ اپنے ارادہ سے اسی عالم میں طرح طرح سے تصرف کرکے ہمیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ تو پھر اگر خدا مدبر بالارادہ اور علیم و حکیم رحیم و کریم ہستی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنی پیدا کردہ مخلوق انسان سے بھی گیا گزرا ہے۔ کہ وہ قطعاً اپنے ارادہ سے اس عالم میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔ نہ ہماری التجاؤں کو سن سکتا ہے۔ نہ ہم پر رحم کرسکتا ہے۔ نہ ہمیں معاف کرسکتا ہے۔ نہ کوئی انعام دے سکتا ہے بلکہ انجن کی اسٹیم کی طرح ایک بے جان اور مجبور محض ہے۔ جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ نعوذ باللہ وہ پتھر کا ایک بت ہے۔ جو الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء وندا ءکا مصداق ہے یعنی کوئی شخص اس کے سامنے لاکھ چلائے منت زاری کرے وہ سنتا سناتا خاک نہیں۔ وہ بیچارا کرے کیا ایک بلا ارادہ بے اختیار چیز قسمت سے علت اولیٰ بن گیا۔ کسی قانون کے ماتحت چکر لگا رہا ہے۔ گویا دنیا پیدا کرنے کی ایک بے جان مشین ہے۔ جو بلا ارادہ کسی قانون کے ماتحت چل رہی ہے اور کھٹا کھٹ مخلوق بنا رہی ہے۔ اسی کا نام دہریت ہے۔ خدا کی شان مخلوق میں **ارادہ، علم، حکمت، فہم، تدبر، تصرف قدرت** موجود اور انہی چیزوں کے خالق میں نہیں۔ تمام کائنات کے پیدا ہونے کا مقصد صاف نظر آرہا ہے۔ جس سے کسی صاحب ارادہ کی ہستی کا اقرار ہم کو کرنا پڑتا ہے۔ مگر جب ہم استدلال کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو ہم بھول جاتے ہیں کہ وہ صاحب ارادہ ہے۔ اور جو کچھ ایک صاحب ارادہ مخلوق کرسکتی ہے وہ ایک صاحب ارادہ خالق کیوں نہیں کرسکتا اور ہم مخلوق اور خالق کا رشتہ قائم کرنے میں اسے ایک **اضطراری علت** قرار دیتے ہیں اور صاحب ارادہ **علت** کا منصب نہیں دیتے پس یاد رکھنا چاہیے کہ **اللہ تعالیٰ کی صفت خلق اس کے ارادہ کے ماتحت** ہے اس لئے صفت خلق کے ازلی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوق بھی ازل سے اس کے ساتھ ہو۔ بلکہ مخلوق اس وقت ظہور میں آئی جب **صفت خلق ارادۂ الٰہی کے ماتحت فعل کے** رنگ میں ظاہر ہوئی۔ فالحمد للہ رب العالمین

ہیجان و اضطراب کا عالم

"رنگیلا رسول" اور "مسلم آوٹ لک"

عدالت عالیہ پنجاب نے "رنگیلا رسول" اور "مسلم آوٹ لک" کے مقدمات میں جو فیصلے صادر کئے ہیں۔ ان سے ملک بھر میں ہیجان و اضطراب کا عالم پیدا ہوگیا ہے مسلمان ہر مقام پر جلسے منعقد کرکے اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ مختلف مقامات پر حال ہی میں جو جلسے ہوئے ہیں ان کا مختصر حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے

(۱) جماعت احمدیہ سرگودھا نے مقدمہ رنگیلا رسول کے فیصلے پر دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے استدعا کی ہے کہ اس فیصلہ کو مسترد کرائے۔ جس سے مسلمانوں کے دل مجروح ہو رہے ہیں۔

(۲) مسلمانان باغبانپورہ نے ۱۸ جون کو جلسہ منعقد کرکے فیصلہ رنگیلا رسول کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

(۳) مسلم ہائی سکول لاہور کے اساتذہ نے جلسہ کرکے دو قرار دادیں منظور کیں۔ جن میں اخبار مسلم آوٹ لک کے مالک اور مدیر کی جرات و بلند ہمتی کی داد دی۔

(۴) ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن امرتسر نے ۱۶ جون کو جلسہ منعقد کرکے فیصلہ رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان امرتسر کے دل آزار مضمون پر اظہار رنج و افسوس کیا۔

(۵) احمدیہ ہوسٹل لاہور کے طلبہ نے مقدمہ مسلم آوٹ لک کے ماخوذین کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کی تعریف کی۔ اور عدالت عالیہ کے فیصلہ پر اظہار افسوس کیا۔

(۶) انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ نے ۱۹ جون کو جلسہ کرکے فیصلہ رنگیلا رسول پر رنج کا اظہار کرتے ہوئے دائرائے۔

(۷) احمدیہ انٹرکالجیئٹ ایسوسی ایشن لاہور نے مقدمہ مسلم آوٹ لک کے ماخوذین کے عشق رسول کی پرزور داد دی

(۸) ۲۲ جون کو مسلمانان لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں جس کی حاضری کا اندازہ پچاس ساٹھ ہزار لگایا جاتا ہے باتفاق رائے بہت سی تجاویز منظور ہوئیں جن میں ان دونوں فیصلوں کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

(۹) جمعیتہ علما صوبہ سرحد نے فیصلہ رنگیلا رسول کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے۔

(۱۰) مسلمانان وزیر آباد نے جامع مسجد میں مجتمع ہوکر عدالت عالیہ کے ان دونوں فیصلوں کے خلاف دلی رنج و افسوس کا اظہار کیا۔

(۱۱) مسلمانان شہر سیالکوٹ نے متفقہ طور پر فیصلہ رنگیلا رسول کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حکومت سے استدعا کی ہے کہ وہ اس فیصلہ کو پریوی کونسل میں پیش کرے۔

لاہور چھاؤنی - ۲۵ جون کو مسلمانان لاہور چھاؤنی نے جلسہ منعقد کرکے چند قرار دادیں منظور کیں جن میں رنگیلا رسول اور مسلم آوٹ لک کے فیصلوں پر اظہار نفرت و حقارت کرکے حکومت سے استدعا کی گئی کہ وہ توہین آمیز تصانیف کا انسداد کرے اور ایڈیٹر اور مالک مسلم آوٹ لک کو رہا کردے کیونکہ انہوں نے محض مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اور بس۔ نیز ان دونوں عاشقان رسول کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

لدھیانہ - مسلمانان لدھیانہ کے ایک عظیم الشان جلسہ نے ۲۲ جون کو دو قرار دادیں باتفاق رائے منظور کیں۔ ایک قرارداد میں فیصلہ رنگیلا رسول پر پوری بے اعتمادی اور نفرت کا اظہار کرکے حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ جج کنور دلیپ سنگھ کو ہائیکورٹ کی ججی سے فوراً علیحدہ کردے۔ دوسری قرارداد میں مسلم آوٹ لک کے ایڈیٹر و مالک کو ان کے استقلال پر دلی مبارکباد کا ہدیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس شہر کے مسلمان ایک سو روپیہ مسلم آوٹ لک کے جرمانہ کے ضمن میں بھیجیں گے۔

اس جلسہ میں پانچ سو مسلمانوں نے اعلان کیا کہ ہم حرمت رسول اللہ کے لئے قید و بند کے مصائب کو بطیب خاطر برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں۔

راولپنڈی - مسلمانان راولپنڈی نے فیصلہ رنگیلا رسول کو پیغمبر اسلام کی انتہائی توہین یقین کرتے ہوئے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ بلا کسی دیگر فیصلہ یا ترمیم دفعہ ۱۵۳ الف کے انتظار کے جلد سے جلد فیصلہ مذکور پر نظر ثانی کرائے۔ دوسری قرارداد میں اخبار مسلم آوٹ لک سے دلی ہمدردی کا اظہار کرکے اس کی اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا گیا ہے جو اس نے جسٹس دلیپ سنگھ کے عدالت عالیہ سے مستعفی ہو جانے کے متعلق شائع کی تھی۔

پیلی بھیت - ڈسٹرکٹ مسلم لیگ نے باتفاق رائے یہ قرارداد منظور کی ہے کہ جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ رنگیلا رسول سے پیغمبر اسلام کی انتہائی تذلیل و توہین ہوئی ہے اور حکومت پنجاب کو جلد سے جلد اس کو مسترد کرانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

جمعیتہ العلماء ہند - صدر جمعیتہ العلماء ہند نے فیصلہ رنگیلا رسول پر چالیس کروڑ مسلمانوں کی بے اعتمادی کا اظہار کرکے یہ تجویز پیش کی ہے کہ تمام مسلمان انجمنیں اور جماعتیں عظیم الشان جلسے منعقد کرکے **جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے اور کارکنان مسلم آوٹ لک کی سزا یابی کے خلاف اپنی انتہائی ناراضی کا اظہار کریں۔ اور تمام مسلم اخبارات ان دونوں فیصلوں کے خلاف** پرزور مضامین لکھیں۔

انجمن خدام الدین لاہور - لائن والی مسجد دروازہ شیرانوالہ لاہور میں ۲۴ جون کو مسلمانوں کے ایک عظیم الشان جلسے نے ایک قرارداد کی صورت میں حکومت برطانیہ سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ فیصلہ رنگیلا رسول پر نظر ثانی کرے اور پبلشر رنگیلا رسول کو موت کی سزا دے۔ اور کنور دلیپ سنگھ کو کم از کم ججی سے علیحدہ کردے۔

جالندھر - [illegible] کے مضمون

دو روپے تولہ سونا

دیکھ لو کس کر آزما لو جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ روغن میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ سیاہی دیتی ہیں۔ صنف نازک کے لئے نادر تحفہ ہیں اور ڈھائی روپے میں پانچسو روپے کا کام نکالا جاسکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں جلد منگا لیجئے تاکہ اسٹاک ختم ہو جائے آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپے (۲۸) وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ۔ تین سٹ یعنی ۲۴ چوڑیوں کا دام سات روپے (۷)

منیجر مدینہ ہاؤس دھلی

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہوکر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے۔ آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز مفید دوائی صرف ڈیڑھ روپے میں علاوہ محصولڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر ادویات دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات گورے اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے طلب کرو تمام خط وکتابت پوشیدہ ہوگی۔ ہر قسم کی تاریخی ادبی اخلاقی معاشرتی مذہبی تجارتی کتب بارعایت ہم سے منگا ؤ (۲) بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف سٹیشنری آزمودہ دیسی نو ٹمن بن نہایت خوشنما پائدار ہم سے منگاؤ۔ (۳) خالص ہیرا ل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک اور خالص طریق سے ایجاد کئے ہوئے۔ نیز موسم گرما کے ٹھنڈے و خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب کرو (۴) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ محصول علیحدہ ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیں۔ (۵) عاملوں نجومیوں جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط وکتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کر دینگے (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں، بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیں۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی افزائش تجارت کے لئے ہم سے خط وکتابت کریں۔ نیز بہترین اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں

المشتہر

۳۔ ۱۰۔ ط

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس روپے اور پچاس روپیہ روزانہ آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے زیادہ روپیہ واسطے آسائش آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری اور محنت سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۲۵ ۳ روپے والی موزوں کی مشینوں اور دو ہزار چھ سو روپے والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کررہے ہیں۔ اور بتین سے میں روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے۔ ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔
ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔
بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگا مسیح لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک کٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹
ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۸ ۱ بمبئی

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر وغریب طبقے کے لوگ لگاتے ہیں عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت ہے چند عطر جو خاص ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ ہیں بطور نمونہ طلب فرمائیے۔ جملہ قسم کے عطر و روغن ہر قسم کے تمام کو ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کے ساتھ خاص رعایت ہوگی خط بھیجکر نرخ معلوم کیجئے۔

عطر موتیا ۔ عطر مشک وعنبر ۔ عطر گلاب ۔ عطر رح خس

عطر کیوڑہ ۔ عطر شمامۃ العنبر

ہر قسم کا عطر پھلیل اور ہر قسم کا عرق ہمارے ہاں مل سکتا ہے

الیس و رحسین اختر حسین پرفیومرس مولوی گنج لکھنؤ

بہترین ثمر ہائے انبہ و گلابی لیچیاں

آم سفید لنگڑا لمبی اکبر پسند کشن بھوگ جیدہ اور بڑے دانے فیصد ۸ روپے فی سیکڑہ ۔ **گلابی لیچیاں** بعید لطیف وشیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپے پانچسو کی چار روپے پیکنگ و محصول ریلوے بذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں کا چالان شروع ہوگیا ہے اور آم کا ۱۵ جون سے شروع ہے۔ اس سال فصل انبہ بہت کم ہے۔ اس لئے آرڈر معہ نصف قیمت بہت جلد روانہ کریں

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب فرمائیں۔

سپرنٹنڈ نواب گاڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے اگر سٹری صاحب کی تو موی ... برادر ...

شاہی مطب اور دواخانہ

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجربات شاہی مرکبات نہ صرف پنجاب انڈیا میں بلکہ ممالک خارجہ میں بھی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ یہ دواخانہ اشتہاری عطائی اور بازاری نہیں ہے نہایت معتبر اور قابل اطمینان دواخانہ ہے۔ ہر موسم کے لئے مردوں عورتوں اور بچوں کی دوائیں موجود ہیں۔ ضرورتمند اصحاب حسب ذیل پتہ پر خط لکھیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب دہلوی معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

سفوف ظہیری

یہ ایک شفابخش دوائی ہے جو ہاضمہ کو درست کرتی ہے۔ قبض کشا ہے اور حد درجہ کی مصفی خون ہے جسم کو ہر قسم کی خلطی بیماریوں سے پاک کرتی ہے صالح خون خصوصیت سے پیدا کرتی ہے دائمی قبض اور بواسیر نگر بنی اور امراض جگر کو از حد فائدہ بخشتی ہے خوراک دو ماشہ سے چار ماشہ تک قیمت پانچ تولہ کی دو روپے۔ مزمن کھانسی اور آغاز تپ دق میں اگر اس سفوف کو استعمال کیا جائے تو بالکل شفا ہو جاتی ہے۔ شکایات رحمی اور امراض گردہ و مثانہ کو دور کرنے میں یہ ایک مفید ترین دوائی ہے۔ مفرح اور لذیذ ہونے کی وجہ سے بچے بھی نہایت شوق سے اس دوائی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ عجیب چیز ہے۔

تریاق ظہیری یہ دوائی بمنزلہ آب حیات کے ہے۔ عصبی کمزوریاں اور مجلوقوں کی شکایات صرف بیرونی استعمال سے بکلی دور ہو جاتی ہیں۔ یہ دوائی فی الحقیقت ایک بہترین چیز ہے۔ قیمت فی اونس بارہ روپے ۱۲

حبوب ظہیری یہ مقوی اعصاب گولیاں دودھ کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ سم الفار سیماب شنگرف ڈامیانہ کچلہ کونین اور فولاد کی ان حبوب میں مطلق ملاوٹ نہیں ہے ہر قسم کی منشی اشیا سے پاک ہیں۔ تجربہ سے بیحد مفید ثابت ہوئی ہیں۔ باوجود حد درجہ کی مقوی اعصاب اور ممسک ہونے کے قبض کشا بھی ہیں۔

نوٹ مندرجہ بالا ہر سہ ادویات فرزندم حکیم محمد ظہیر الدین کی ایجاد ہیں اس لئے محصولڈاک ہر دو کا بذمہ خریدار

محمد الدین احمدی گرداور تشنیز ارب وضلع گوجرانوالہ

حکیم تلسی پرشاد اگروال کی گورنمنٹ ہند سے رجسٹری شدہ

بال جیون سنجیونی

بچوں کی ہر ایک بیماری کی ... دور ... طاقتور ہو جاتے ہیں ... سب بچے خوش ہو کر پیتے ہیں بازاروں میں سوداگروں سے خرید و اگر کہیں نہ ملے تو بال جیون کا رخانہ سے منگا ؤ۔ قیمت شیشی ... علاوہ محصول

ہر بیماری کا علاج خود کرلو

جو صاحب حکیم تلسی پرشاد اگروال کی بنائی ہوئی کتاب مجربات تلسی کا مطالعہ کرلیں گے وہ اپنی و نزدیکیوں کی ہر ایک بیماری کا علاج نہایت ہی عمدگی کے ساتھ کرنے قابل بن جائیں گے ... اس میں ہر بیماری کے ... نسخہ درج ہیں ... ہونے اور اشتہاریوں کے ... قیمت کتاب مجلد ... مفت ...

الملتمس منیجر بال جیون کارخانہ علی گڑھ شہر توپل

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۶ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۷

سروشِ عمل

اے ساقی بادۂ ناب ازل، دے رونق پھر خمخانوں کو — پھر وجد میں لا مستانوں کو، گردش میں لا پیمانوں کو

کیوں شیخ رہیں وہ جنوں میں تیرے کیوں جوش نہیں وہ خونیں میں — پھر نجد بنا میدانوں کو، پھر رقص کرا دیوانوں کو

آب گل میں ناپید ہے تو کیوں نخل کی صورت قید ہے تو — اُٹھ اور پھر جولانگاہ بنا دریاؤں کو میدانوں کو

دل مورد راز وحدت ہے اور کار زبان وحدت ہے — یا مصرف حق میں لا ان کو یا کاٹ دے اپنی بانوں کو

وہ نور ہو جلوہ فگن دل میں اور برق جان بسمل میں — جس نور ازل سے چمکا یا طور اور فاران کی چٹانوں کو

یاں اپنا اپنا بازو ہے دست قدرت میں ترازو ہے — جتنی ہمت اتنی عظمت مت جان غلط میزانوں کو

ہمت نے یہ بات سکھائی ہے گر مفت ملے تو گدائی ہے — محتاج دہش کیوں ہے کیوں گردن پہ نہ رکھا احسانوں کو

کل شمع بریدہ نے کہا پنہاں ہے راز فنا میں بقا
ہے ان کو بچانا کھو دینا محفوظ نہ رکھنا جانوں کو

عشقِ یزداں

جو چاہے وہی ہر ایک انساں ہو جائے
ظلمت ہے یا مہر درخشاں ہو جائے ،
الفت ہے اگر خاک سے رہ جائے خاک
یزداں سے اگر عشق ہے یزداں ہو جائے ،

(آشفتہ صہبائی)

بزم احباب

(مرتبہ جناب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

فرانس

اخویم چوہدری محمد اقبال صاحب مارسیلز سے لکھتے ہیں کہ مولانا صاحب لینن گراڈ کی مسجد کے امام ہیں۔ اور روسی مسلمانوں کے بہت بڑے رہنما ہیں۔ بہت روشن خیال ہیں۔ میں ان سے ماسکو میں ملا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ان کو ایک زمانہ میں تکالیف پہنچیں۔ جو ہر انقلاب کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اور اس میں ایک حد تک ان کا اپنا بھی قصور تھا۔ وہ ایک مسلمان حکومت کے نمائندہ سے مل کر حکومت روسیہ کے خلاف سازش میں شریک ہوئے۔ وہ اسلامی حکومت کا نمائندہ میرا بھی بہت بڑا مہربان تھا اور میں اب بھی اسے بہت محترم سمجھتا ہوں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بخارا میں انقلاب ہو چکا تھا۔ اور مولانا صاحب تاشقند تشریف لائے تھے۔ غالباً ...... خاں ان کی تمام تکالیف کا ایک سبب تھا۔ بہرحال وہ گرفتار ہوئے اور ماسکو لیجائے گئے۔ وہاں انہیں آزاد کر دیا گیا۔ البتہ ان کی نگرانی رہی لیکن اب وہ حکومت کی طرف سے تسلیم شدہ مسلمانان روسیہ کے مذہبی رہنما ہیں۔ ...... نے بہت کچھ غلط لکھا ہے۔ وہ بہت بیہودہ آدمی ہے۔ جو لوگ اس سے مل چکے ہیں سخت متنفر ہیں اس کی تمام باتیں گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

مولانا صاحب کو خط پہنچانے کی کوشش کرونگا۔ مجھے ان کا پتہ درست معلوم نہیں ہے۔ البتہ دریافت کرنے سے مل جائے گا۔ گر خط میں کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ان کو تکلیف ہو بہتر ہو کہ آپ عربی خط کو معہ ترجمہ پیغام صلح میں شایع کر دیں۔

طلبا کے متعلق پوری کوشش جاری ہے۔ چند روز ہوئے خط آیا تھا۔ کہ جملہ طلبا لے لئے جائیں گے۔ ایک کمیٹی درخواستوں پر غور کر رہی ہے۔ آپ کے ہر دو طلبا کے لیے خاص کوشش کر رہا ہوں۔ جو فیصلہ ہوا اطلاع دونگا۔ ان کو یونیورسٹی سے براہ راست بھی لکھا جائیگا افسوس ہے کہ میں خود وہاں موجود نہیں ورنہ دیر کا فیصلہ کرا لیتا اب صرف خط و کتابت کے ذریعہ کوشش جاری ہے اور میرے دوست میرا کام کر رہے ہیں۔ آپ اپنا انگریزی لٹریچر میرے اور دوستوں کو جن کے پتے لکھتا ہوں بھیج دیجئے۔ یہ بہت ہی اچھے دوست اور میرے دوست ہیں۔ اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ ترکی نوجوان خواتین واپس چلی گئی ہیں مجھے ان کا پتہ معلوم نہیں

گزشتہ ہفتہ لاہور کے ہندو مسلم فساد کے متعلق رپورٹ نے دنیا میں خبر پہنچائی جس سے جی تکلیف ہوئی اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ اور مسلمانوں کو ہوش و عقل دے کہ ہندوستانی مسلمان بنکر رہیں اس پر پھر کبھی لکھونگا۔

حضرت مولوی صاحب قبلہ و کعبہ کی خدمت اقدس میں مودبانہ سلام عرض کرتا ہوں اور دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہندوستان میں آ کر تبلیغ کے کام میں اپنی ناچیز خدمات حاضر کروں بات تو درست ہے مگر میرا ایک بات کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ ابھی ایک سال اور مجھے باہر رہنا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی بحال [illegible]

زمانہ حال کا بیت المال

نوشتہ

(سید طفیل احمد صاحب لایت منزل علیگڈھ)

گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران کے ایک بنک کے انگریز منیجر سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تین ہزار روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اس پر بھی آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہیں۔ اس سے نہایت تعجب ہوتا ہے۔ منیجر بنک نے جواب دیا کہ بے شک میں اس قدر تنخواہ پاتا ہوں اور میرے پاس اثاثہ بھی ہے۔ مگر آپ کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں جو کچھ ہم کماتے ہیں۔ اسے ہم اپنا نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ملک کی ملکیت سمجھتے ہیں جس کی بدولت ہم تمام دنیا میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں جس طرح مسلمانوں میں کسی زمانہ میں بیت المال ہوتا تھا جس میں وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ قوم کے لئے دیدیتے تھے۔ اسی طرح انگلستان کا بنک (یعنی بنک آف انگلینڈ) ہمارا بیت المال ہے جس میں ہم اپنی کمائی کا بڑا حصہ جمع کر دیتے ہیں اور اگرچہ وہ روپیہ جو ہم جمع کرتے ہیں ہماری ملکیت ہے اور وہ ہر دم بڑھتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ وہ ملکی نفع کے کاموں میں اور آج کل ملک کی حفاظت کے کاموں میں لگ رہا ہے۔ اس لئے ہم زیادہ سے زیادہ روپیہ تکلیف اٹھا کر اس میں جمع کرتے رہتے ہیں اور نازک زمانہ میں ہم اسے واپس لینے کا نام نہیں لیتے جب خدا کے فضل سے جنگ کامیابی کے ساتھ ختم ہو جائیگی۔ تب ہم اسے اپنی ملکیت سمجھیں گے۔

یہ ہیں اس قوم کے خیالات اور اس کا طرز عمل جو اس وقت تمام دنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ مسلمانوں کو بھی جب عروج کا زمانہ یاد آتا ہے تو وہ اپنے پرانے انسٹیٹیوشنوں کو زندہ کرنا چاہتے ہیں اور اپنا بیت المال قایم کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اب جبکہ نہ صرف نظام حکومت بلکہ کل نظام تمدن بدل گیا ہے۔ تو پرانی چیزیں اس وقت کیا کام دے سکتی ہیں۔ اس زمانہ کا طریقہ یہ ہے کہ سلطنت اپنے پاس کوئی خزانہ یا بیکار روپیہ نہیں رکھتی۔ اس کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ افراد قوم خوشحال اور دولتمند ہوں کفایت شعار ہوں۔ جو کچھ روپیہ وہ پس انداز کرکے بنکوں میں رکھیں۔ ان سے ملک کے نفع کے کام مثلاً ریلیں، نہریں۔ بڑے شہروں میں جدید عمارتیں بنائی جائیں۔ اور ان کے منافع کا ایک معین حصہ حصہ داروں یا روپیہ جمع کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

غرضکہ قومی بنک ہی ان کے لئے مثل بیت المال کے ہیں اور جب سلطنت کو کوئی اشد ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ اپنی خوشحال رعایا سے معین منافع پر قرضہ طلب کرتی ہے۔ جو بعض اوقات کروڑوں کی تعداد میں چند گھنٹوں کے اندر فراہم ہو جاتا ہے۔

پس اگر مسلمان واقعی طور پر اپنا کوئی بیت المال قایم کرکے اسے کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ سب سے اول مسلم بنکوں میں اور اس کے بعد اپنے ملک اور اپنی سلطنت کے بنکوں میں زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کریں۔ جس طرح مسلمان ملازمت تجارت اور صنعت کے پیشوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح چند لوگ روپیہ کا کاروبار کریں۔ تاکہ ضرورت کے وقت مسلمان دکانداروں اور کاریگروں کو روپیہ دے سکیں۔ اور انہیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے رہائی دلا سکیں۔

ہندوانہ رسوم

سے بچو کہ یہ مشرک بناتی ہیں جن نومسلم اقوام میں ایسی رسوم پائی جاتی ہیں انہیں چاہیئے کہ قومی پنچایتوں کے ذریعہ ان کا انسداد کریں ان بیہودہ رسوم میں نہ صرف دین کا نقصان ہوتا ہے بلکہ بہت سا مال بھی اڑ جاتا ہے۔ پس ان کو جلد سے جلد ترک کرکے شریعت اسلام کو اپنا لائحہ عمل بنائیے۔ کہ اسی

"مسلمان ہو جاؤں تو سر عبدالرحیم سے رشتے کر سکتا ہوں"

مصطفےٰ کمال کے ساتھ کھانا کھا سکتا ہوں

ایک مالوی پنڈت کی ہندوؤں سے بیزاری

لکشمی کانت مجاٹش نے "مسلم آوٹ لک" لاہور میں ایک مضمون شایع کیا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

جمہور کو معلوم ہے کہ مالویہ ذات کے متعلق ایک مقدمہ عدالت منصف الہ آباد میں زیر سماعت ہے۔ جس کے حالات پچھلے دنوں بعض ورنیکلر اور انگریزی روزناموں کے کالموں میں شایع ہوئے ہیں۔ میرے بہت سے دوستوں اور ہمدردوں نے اس مقدمہ کے متعلق مجھ سے استفسارات کئے ہیں۔ لہذا حق و انصاف کا اقتضا یہی ہے کہ میں ٹھیک ٹھیک حالات جہاں تک ان کا میری ذات سے تعلق ہے اس مکتوب مفتوح میں جمہور کی آگاہی کے لئے بیان کردوں۔

جو ذات مالویہ برہمن کے نام سے موسوم ہے اور جس سے پنڈت مدن موہن مالوی جیسے زبردست رہنما جو اس نام نہاد سنگٹھن کی تحریک کے بانی ہیں تعلق رکھتے ہیں۔ علاقہ مالوہ سے آکر الہ آباد، بنارس، مرزاپور اور دوسرے نواحی مقامات پر آباد ہوئی۔ اس ذات کا خاص مرکز الہ آباد ہے۔ اس ذات سے صرف ۲۰۰ گھرانے تعلق رکھتے ہیں۔ اور شادیاں بھی انہی گھرانوں کے درمیان ہوتی ہیں۔ مالویہ ذات کے برہمن اپنی شرافت پر اس قدر فخر کرتے ہیں اور ان کو اپنی صحت نسبی پر اس قدر ناز ہے کہ وہ دوسرے برہمنوں کو شرافت اور صحت نسبی میں اپنا ہم پلہ نہیں سمجھتے۔ مالویہ ذات کے برہمنوں کی تعداد کم ہے۔ لہذا ان کو لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں صرف انہی دوسو گھرانوں میں کرنی پڑتی ہیں۔ جس کا بعض اوقات یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک ہی "گوتر" اور "پنڈے" میں شادیاں کرنی پڑتی ہیں۔ حالانکہ منو اور دیگر شاستروں کی رو سے ممنوع ہیں۔ بلکہ قواعد علم النسل کے لحاظ سے بھی سخت مضرت رساں ہیں۔ لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ اس قسم کی شادیوں کو پنڈت مالوی اور ان کے وفادار متبعین جیسے وید کے حامی روا رکھتے ہیں۔

اس کو خوش قسمتی کہئے یا بدقسمتی کہ میں بھی اسی ذات سے تعلق رکھتا ہوں اور مجھے پنڈت مدن موہن مالوی کا قریبی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے ساتھ میری رشتہ داری یہ ہے کہ میری بڑی لڑکی کی شادی پنڈت مالویہ کے سب سے چھوٹے لڑکے پنڈت گووند مالویہ کے ساتھ ہوئی ہے۔ اب افلاس اور اپنی ذات میں رشتوں کی قلت کے باعث میں اپنی ذات میں اپنی دوسری لڑکی کے لئے کوئی موزوں شوہر تلاش نہ کر سکا۔ لہذا میں نے اپنی ذات سے باہر شادی کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور خوش قسمتی سے مجھے اپنی منشا کے مطابق لڑکا مل گیا۔ اس کا نام پنڈت گرمتی ہے۔ وہ بی اے کنیڈیٹ ہے اور دہرہ دون میں بیرسٹری کرتا ہے پنڈت گرمتی کے ساتھ میری لڑکی کی شادی ہوئے تقریباً چار سال ہو گئے ہیں۔ لیکن شادی کو مالوی پنڈت جو اپنی شرافت پر اس قدر فخر کرتے ہیں۔ برداشت نہ کر سکے اور ان کی آتش غیظ و غضب مشتعل ہو گئی۔

اس جرم کے لئے مجھے سزا دینے کی غرض سے مالوی ذات کے پنڈتوں نے پنڈت مالویہ کے زیر صدارت دریائے گنگا کے "مقدس" کنارے پر ایک کانفرنس کرکے قراردادیں منظور کیں جن میں قرار دیا گیا کہ میرا فعل شاستروں کے خلاف ہے۔ اور مجھے ہمیشہ کے لئے برادری سے خارج کر دیا گیا۔ اور میں ایک "بہرا" قرار دیا گیا۔ اور مجھ سے تمام معاشرتی تعلقات منقطع کر لئے گئے۔ حتی کہ جب مذکورہ شادی سے تھوڑے عرصہ بعد میری والدہ کا انتقال ہوا اور ان کی ارتھی سمشان پہنچانے کے لئے تیار کی گئی۔ اس وقت مالویہ ذات نے پنڈت مالویہ کے مکان پر ایک جلسہ منعقد کیا۔ اور یہ فیصلہ صادر کیا کہ اس ذات کا جو آدمی میری ماتا کے کریا کرم میں شریک ہوگا وہ مذکورہ مقدس ذات میں سے خارج کر دیا جائے گا۔ یہ قرارداد بڑے ذوق و شوق سے منظور کی گئی

ان نام نہاد ہندو رہنماؤں کی سخت دلی کی ایک اور مثال یہ ہے کہ میرے اس جرم کی بنا پر انہوں نے میری بڑی لڑکی کو میری بیوی سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ وہ بستر مرگ پر پڑی ہوئی تھی۔ پنڈت مالویہ سے اس امر کے متعلق استدعا کی گئی لیکن وہ سراپائے استحقار سے ٹھکرا دی گئی۔

میں ایک اور مثال پیش کرنا چاہتا ہوں پنڈت کپل دیو مالویہ جو تحریک عدم تعاون کے دوران میں سزایاب ہوئے تھے اور جو الہ آباد کے ایک پرجوش قومی کارکن ہیں۔ اس بنا پر برادری سے خارج کر دیئے گئے کہ انہوں نے علانیہ مجھے دعوت طعام دی۔ ایک اور صاحب بھی مجھے دعوت دینے کے جرم میں برادری سے خارج کر دیئے گئے۔ یہی صاحب مالویہ ذات کے مشہور مقدمہ میں مدعی ہیں۔ جو عدالت منصف الہ آباد میں زیر سماعت ہے۔ ان صاحب کا نام پنڈت ستیہ نرائن مالویہ ہے۔ مدعا علیہ پنڈت راماکانت مالویہ ہیں۔

میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ میری ذات نے پنڈت مدن موہن مالوی جیسا زبردست انسان پیدا کیا ہے جو ہندو قوم کے پراگندہ شیرازہ کو باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اشدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کے زمانہ میں جبکہ دوسرے مذاہب کے آدمیوں کو ہندو بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اچھوتوں کو ہندو دھرم میں شامل کرکے بلند تر مرتبہ دیا جا رہا ہے۔ یہ عجیب اور حیران کن امر ہے کہ پنڈت مالویہ جیسا ہندو سنگٹھن کا زبردست رہنما اپنے ایک قریبی عزیز کو برادری سے خارج کرانے کے جرم کا ارتکاب کرے اور وہ بھی محض اس بنا پر کہ اس نے پختگی عقیدہ کی بنا پر اپنی لڑکی کی شادی ایک ایسے پنڈت سے کر دی جو مالویہ ذات سے تعلق نہیں رکھتا۔

میں اپنے مذہب سے الفت رکھتا ہوں اس لئے میں اس پر ہنوز قایم ہوں ورنہ کوئی شخص اس بات کو پسند نہ کرے گا کہ ایسے مذہب میں رہے جو اپنے بے گناہ پیروؤں کو سزا دے۔ میں نے اپنی لڑکی کی شادی ایک اونچی ذات کے برہمن سے کی ہے۔ میں نے ہندو دھرم بلکہ برہمن کے فرقے کے پاس بھی جانا پسند نہیں کیا۔ لیکن قرارداد مذکور کی رو سے میں برادری سے خارج کر دیا گیا ہوں اور میرا یہ حال ہے کہ میں معاشرتی طور پر ہندوؤں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتا۔ اب میں اور میرا خاندان نہ کسی شخص کے ساتھ رشتہ کر سکتا ہے اور نہ کھانا کھا سکتا ہے۔ وہی ہندو دھرم جس سے میں اس قدر الفت رکھتا ہوں میرے لئے تنگ ہو گیا ہے۔ اور مجھے ہر قدم پر ٹھوکر لگا رہا ہے۔ اگر میں کہوں تو یہ ایک حقیقت ہوگی کہ اگر میں اسلام قبول کر لوں تو مسلمانوں میں مجھے مساوی مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لئے کوئی معاشرتی یا مذہبی رکاوٹ ایسی نہ ہوگی۔ جس کی وجہ سے میں بڑے سے بڑے مسلمان حتی کہ سر عبدالرحیم کے ساتھ بھی رشتہ نہ کر سکوں۔ بشرطیکہ جو حیثیت اور مرتبہ مجھے حاصل ہے میں اس سے محروم نہ ہو جاؤں۔ چاہوں تو میں مصطفےٰ کمال پاشا کے ساتھ کھانا بھی کھا سکتا ہوں۔ لیکن اب ہندو دھرم کسی جگہ مجھے اپنے آغوش میں نہیں لے سکتا۔ میں اپنی لڑکیوں کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔ اور ان کے ساتھ مل جل نہیں سکتا۔ یہ بالکل صحیح واقعات ہیں۔ میں پنڈت مالویہ کو چیلنج دینے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔ لیکن اپنے اور ان کے رفقا سے مودبانہ درخواست کرونگا۔ کہ اگر میں نے کوئی بات خلاف واقعہ بیان کی ہو۔ تو وہ اس کی تردید کر دیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کیا پنڈت مدن موہن مالوی اور دوسرے بڑے ہندو رہنما بتلائیں گے کہ اب ہندو قوم میں میری کیا حیثیت ہے اور میرے فرائض کیا ہیں؟

اچھوت اقوام کا زبردست مظاہرہ

ہندو مظالم پر اظہار نفرت

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

۱۱۔ ۱۲ رجون ۳۱ء کو بھگووال ضلع ہوشیارپور میں اچھوت اقوام کی ایک عظیم الشان کانفرنس تھی جس میں دو ہزار کے قریب نمائندے شامل ہوئے۔ نمائندوں کے اندر ایک عجیب جوش و خروش نظر آتا تھا۔ ہر شخص جو اس میں شامل ہونے کے لئے آیا وہ اپنے سر پر ایک بوجھ آٹے کا بھی اٹھا کر لے آیا۔ اور اس طرح سے غریب مگر جوشیلے اچھوت لوگوں نے فوراً ۲۰۰ من آٹا جمع کر لیا۔ جلسے کی کارروائی عید کے روز بارہ بجے کے قریب شروع ہوئی۔ آدو دھرم اور خدا کی تقدیس کے نعروں سے جنگل گونج اٹھا۔ ساز کی سُر تال کے ساتھ بھجن جو ان مظلوم اقوام کے ٹوٹے ہوئے دلوں کی آواز تھی گا گئے۔ لیکچروں کے اندر دلوں پر لرزہ ڈالنے والی رقت تھی جن کو سن کر سنگدل سے سنگدل انسان بھی کانپ جاتا تھا۔ سوامی شودرانند کے لیکچر بہت ہی موثر تھے۔ بابو منگو رام صاحب جو صدر جلسہ تھے ان کے بھجن بھی بہت اچھے تھے۔ آریہ صاحبان کے معزز اشخاص بھی شریک جلسہ تھے۔ بابو رام داس صاحب پرنسپل ڈی اے وی کالج ہوشیارپور۔ سوامی پورنانند صاحب ٹھاکر امر سنگھ صاحب اور ذات پات توڑک منڈل کے سکرٹری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے بھی اچھوتوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کی دلجوئی کی۔ اور ہندوؤں اور برہمنوں کے مظالم پر نہ صرف اظہار افسوس کیا بلکہ ان کو سخت سے سخت الفاظ میں کوسا گیا ان کے جواب میں سوامی شودرانند اور دوسرے اچھوت لیکچراروں نے یہی کہا کہ جب آپ کا دھرم ہمیں اچھوت اور ذلیل ٹھیراتا ہے تو آپ ہمارے ساتھ بھلائی کر کس طرح سکتے ہیں۔ چنانچہ سوامی شودرانند نے بہت سے حوالجات منو اور دیگر سمرتیوں سے شودروں کے متعلق بدسلوکی کے پڑھ کر سنائے۔ اور کہا کہ ان کی موجودگی میں آپ کا ہمارے ساتھ ہمدردی کرنا بالکل فضول ہے۔ اور یہ ہمدردی محض سوراجیہ کا الو سیدھا کرنے کے لئے ہے۔ جس طرح ایک مطلب پرست شخص آڑے وقت میں گدھے کو باپ بنا لیتا ہے اسی طرح آپ آج ہمارے حقوق پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے ہمیں ساتھ ملاتے ہیں۔ ہم ہرگز ہندو نہیں ہیں۔ اور نہ ہمارا کوئی تعلق ہندوؤں کے ساتھ ہے۔ اب ہم اپنے حقوق گورنمنٹ سے براہ راست حاصل کریں گے اس پر آریہ بہت سٹ پٹائے اور سوامی شودرانند کو غدار اور گورنمنٹ کا آدمی بتلانے لگے۔ جس کا جواب نہایت شائستگی کے ساتھ دیا گیا۔ ۱۲ رجون کو پھر ان آریوں نے جلسہ میں گڑبڑ مچانے کا ارادہ ٹھان لیا اور گاؤں کے ذیلدار کو سکھا کر لے آئے کہ اگر آج وہ ہمیں وقت نہ دیں تو تم کہہ دینا کہ میں اس زمین میں جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اسی طرح وہ ایک رامداسی سکھ کو بھی بہت بھڑکا کر اپنے ساتھ لے آئے کہ چلو چار سب مسلمان ہونے لگے ہیں۔ ان کو مسلمان ہونے سے بچاؤ۔ اور چاہے وہ کچھ بن جائیں مگر ان کو مسلمان نہ ہونے دیا جائے۔ ان سردار صاحب اور ذیلدار صاحب نے بھی خوب ہی اپنے دل کے بخار نکالے مگر ان قوموں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا وہ ان فریبکاریوں سے خوب واقف تھے۔ آخر میں مجھے بھی اپنے خیالات کے ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا۔ میں جب سٹیج کے قریب آیا۔ تو آریوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی۔ اور یہ طے کر لیا کہ ہم ان کا لیکچر نہ ہونے دیں گے چنانچہ صاحب صدر نے مجھے تقریر کرنے کے لئے کہا اور میں کھڑا ہوا۔ تو سب ہندو اور آریہ بھی کھڑے ہو گئے۔ اور نہایت جوش میں آکر کہنے لگے کہ ہم ان کی تقریر نہیں سنیں گے۔ اور نہ ان کو موقع دیں گے۔ بلکہ جب تک تقریر ہوتی رہے گی۔ شور مچاتے رہیں گے۔ آریوں اور ہندوؤں کی یہ کمزوری اور بزدلی نہایت ہی افسوسناک سمجھی گئی۔ اور ادھر مظلوم اقوام بھی مقابلہ کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ کہ مولوی صاحب [illegible]

ان کو سمجھایا کہ اس وقت فساد کرنا اچھا نہیں۔ آپ کی کانفرنس نہایت امن کے ساتھ ختم ہونی چاہئے۔ اگر یہ میری تقریر نہیں سننا چاہتے تو نہ سہی۔ آپ لوگ خود ہی ان کے مقابلہ کے لئے کافی ہیں میں ان کی مرضی کے خلاف جلسے میں سے نکل کر اپنی قیام گاہ پر چلا آیا مگر ان لوگوں کو میری باتیں سننے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ نہ صرف تین میل کے فاصلہ پر رات کو میرے پاس آئے بلکہ دوسرے دن پندرہ میل کا سفر طے کر کے ہوشیارپور کے سٹیشن پر بھی مجھے ملے اور مسافرخانہ میں دیر تک اپنے دکھ بیان کرتے رہے۔ اور میرے خیالات کو سنتے رہے۔ میں نے ان کو بتایا کہ مجھے اس کانفرنس کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگوں میں اس قدر بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ اور آپ نے ہندوؤں سے منوا لیا ہے کہ وہ ہزارہا سال تک آپ لوگوں پر ظلم کرتے رہے ہیں مگر وہ اس ظلم و ستم کے ڈھانے میں اپنی غلطی بیان کرتے ہیں۔ آپ سوچیئے کہ اگر یہ غلطی محض چند افراد کی غلطی ہوتی تو ہندوستان میں اس قدر عام اور ہزارہا سال تک قائم نہ رہتی اور نہ رہ سکتی تھی۔ اصل میں یہ غلطی ان کی غلطی نہیں۔ یہ ان کے دھرم اور مذہب کی غلطی ہے۔ جس کے اندر اس قدر سخت قوانین شودر اقوام کے لئے روا رکھے گئے ہیں۔ نہ صرف منو کے دھرم شاستر میں جس کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ بلکہ خود ویدوں کے اندر بھی تمہاری اقوام کے ساتھ بہت بُرے سلوک کی ہدایات موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ شودر کو ایشور نے پیدا ہی دکھ اٹھانے کے لئے کیا ہے۔ ان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے۔ کہ ان کو ڈانٹ ڈپٹ کر رکھا جائے۔ آریوں کے لئے جائز ہے کہ وہ نیچ اقوام کا مال و متاع جس وقت چاہیں چھین لیں۔ وہ ہر حالت میں کشتنی اور گردن زدنی ہیں خواہ ان سے کیسی ہی معمولی لغزش ہوئی ہو۔ آزادی کا سانس وہ ہرگز نہیں لے سکتے وہ آریوں کے غلام ہیں اور کبھی آزاد نہیں ہو سکتے غرض کسی قدر تفصیل کے ساتھ ان حوالجات کو بیان کیا گیا۔ اور مدراس جہاں سنسکرت اور ویدک دھرم کا نہایت اعلیٰ پرچار ہے وہاں کے واقعات ان کو سنائے گئے۔ کہ کس طرح انہیں کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھا گیا۔ غرض یہ کانفرنس نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ آئندہ یہ اقوام آریوں کے دام میں نہ آکر اپنے اصلی آدو دھرم یعنی قدیمی مذہب پر قائم رہنے کی کوشش کریں گی۔

اچھوت کانفرنس کی اہم تجاویز

اس کانفرنس میں جو تجاویز منظور ہوئیں وہ یہ ہیں:-

(۱) ہم ہندوستان کے قدیم باشندوں کی اولاد ہیں مگر ہمیں ہندوؤں سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔

(۲) حکومت ہم کو مردم شماری میں آئندہ ہندو شمار نہ کرے۔

(۳) کوئی شخص آئندہ ہمیں ہندو نہ کہے اگر کوئی شخص آئندہ ہمیں ہندو کہے گا تو ہم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گے۔

مکتوب بنگال

احمدی مبلغین کی تبلیغی سرگرمیاں

۲۲ رجون کو مولانا عصمت اللہ صاحب شکوہ آباد سے لکھتے ہیں کہ

ٹاٹانگر کے ایک لیکچر کی کیفیت تو اس سے پیشتر لکھ چکا ہوں بقیہ لیکچروں کی روئداد اب لکھتا ہوں۔

ٹاٹانگر میں میرے کل لیکچر ۶ ہوئے۔ اور ایک مختصر سا لیکچر شیخ محمد یوسف صاحب کا ہوا۔

پہلا لیکچر ۵ رجون کو ہوا۔ اس لیکچر کا پریزیڈنٹ مسٹر گپتا ایم اے لینڈ آفسر جمشید پور تھا۔ اس لیکچر میں ہندو سکھ اور پارسی بکثرت شریک ہوئے۔ مگر مسلمانوں کی شمولیت بہت کم تھی۔ لیکچر بہت کامیاب رہا۔ اور ہندو مسلمان دونوں کو پسند آیا۔ اس لیکچر میں حضرت صاحب کی تقریر پیغام صلح کا لب لباب تھا۔ پیغام صلح کا پیغام صلح تھا۔ اور دعوت اسلام کی دعوت اسلام تھی۔ اسی لیکچر کا اثر تھا کہ مجھے سی آر داس کی برسی کے جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے ہندوؤں کی طرف سے دعوت دی گئی۔ چنانچہ یہ لیکچر جی ٹاؤن میدان میں ۱۶ رجون کو ہوا۔ مسٹر پنڈال ایم اے اسسٹنٹ ٹاؤن منسٹر اس کے صدر تھے۔ اس جلسہ میں بھی مسلمان معدودے چند تھے۔ اور ہندو بڑی کثرت سے شریک تھے۔ یہ لیکچر بھی بہت مقبول ہوا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہندوؤں نے اسے بہت پسند کیا۔ حالانکہ میں نے اس لیکچر میں ثابت کیا تھا کہ سی آر داس کے خیالات کا سرچشمہ ہندو مذہب نہیں تھا۔ بلکہ اسلام تھا۔ اور سی آر داس نے جو کچھ سیکھا وہ قرآن سے سیکھا۔ اس لئے سی آر داس بھی ایک طرح سے اسلام ہی کے اشاعت کنندے اور مسلمان تھے۔

تیسرا لیکچر ۱۷ رجون کو ملوتی ہال میں بصدارت مسٹر بیج ناتھ ایم اے جنرل فورمین ٹاٹا کمپنی اور پریزیڈنٹ آریہ سماج ہوا۔ اس لیکچر میں قانون قدرت سے اسلامی تعلیم کی کامل مطابقت کا تذکرہ تھا۔ اور ضمناً مسئلہ آواگون کی تردید تھی۔ مگر طریق رواداری ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ مسٹر بیج ناتھ ایم اے نے آریہ سماج کا پریزیڈنٹ ہونے کے باوجود اپنی صدارتی تقریر میں یہ کہا کہ اگر قرآن مجید کی یہی تعلیم ہے جیسے فاضل مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ تو میں قرآن پاک کو آنکھوں سے لگانے اور سر پر اٹھانے کے لئے تیار ہوں اور اسلام کو سچا مذہب کہنے کے لئے آمادہ ہوں اور اس تقریر پر جملہ ہندو صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس تقریر میں بھی مسلمان اگرچہ شریک تو ہوئے لیکن ہندوؤں کی نسبت بہت کم تھے۔ اور ہندوؤں کا یہ حال تھا کہ کارخانے کے تمام ہندو افسر تمام ہندو کا لیجئیٹ شریک ہوئے تھے۔ اور آخر تک تقریر کو بہت شوق سے سنتے رہے۔

۱۸ رجون کو چوتھی تقریر ایل ٹاؤن سکول میں ہوئی یہ تقریر مسلم ایسوسی ایشن جمشید پور کی طرف سے تھی۔ اس کا پریزیڈنٹ بھی مسٹر پنڈال ایم اے اسسٹنٹ ٹاؤن منسٹر تھا۔ پریزیڈنٹ نے انگریزی میں حاضرین جلسہ سے میرا تعارف کرایا۔ اور میری ان تقریروں کی بہت تعریف کی جو جمشید پور میں ہوئی تھیں۔ کمپنی کے تحصیلدار صاحب نے ان کی انگریزی تقریر کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ازاں بعد میری تقریر صداقت اسلام پر شروع ہوئی۔ اس تقریر میں مسلمان کثرت سے شریک ہوئے۔ اور ہندو ان کی بہ نسبت کم۔ تقریر میں ضمناً احمدیت کا بیان بھی آیا۔ یہ تقریر بھی بہت مقبول ہوئی اور پسند کی گئی۔ میرے بعد شیخ محمد یوسف صاحب نے مختصر سی تقریر کی جو پسند کی گئی۔ غرضیکہ جمشید پور کے تمام لیکچر کامیاب رہے اور ان کا ہندو مسلمان دونوں پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ مولویوں کی کفربازی کی بھی اچھی طرح تردید کی گئی۔

ایک دو آدمی پرائیویٹ طور پر ملاقات کے لئے مخالفت کی غرض سے آئے۔ انہیں ایسے دنداں شکن جواب دیئے گئے کہ ان کو احمدیت کی صداقت کا قائل ہونا پڑا۔ ایک شخص پیر بخش لاہوری کا رسالہ تائید الاسلام لے کر آیا۔ جس میں ہمارے امیر [illegible] بقیہ صوم

صوم کہ خاموشی کے سوا چارہ کار نہ رہا۔ ایک صاحب محمد دین نام کارڈ بیعت لکھ کر احمدیت میں شریک ہوئے۔

جمشید پور کے مسلمان ہندوؤں کے زیر اثر ہیں۔ اور انہیں خوش رکھ کر کام نکالنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کے اس مغلوبانہ جذبہ کا مطالعہ کر کے اسی سے صداقت اسلام کے پہلو پیدا کر کے تقریریں کیں حقیقت میں یہاں کے مسلمان مجبور ہیں۔ سب کارخانہ کے ملازم ہیں۔ تمام افسر یا انگریز ہیں یا ہندو۔ انہی سے ساز باز رکھ کر کام نکالتے ہیں۔ یہ تو تعلیم یافتہ مسلمانوں کی حالت ہے۔ مگر جاہل مسلمان صرف ہماری مولویوں کے بس میں آئے ہوئے ہیں۔ اور مولویوں نے انہیں احمدیت سے سخت متنفر بنا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان کسی احمدی کے ساتھ چائے بھی پی لیتا ہے تو کافر ہو جاتا ہے۔ ایک ہوٹل کے ساتھ تو صرف اس جرم پر کہ اس نے ایک احمدی کو چائے پلا دی یہ سلوک کیا گیا کہ ہوٹل والے پر تو کفر کا فتویٰ لگنا ہی تھا۔ وہ تو لگا مگر ہوٹل کو بھی خالی نہیں چھوڑا گیا۔ اسے بھی کافر قرار دے دیا گیا۔ میں نے اپنی تقریروں میں مولویوں کے اس عجیب فتوے پر خوب مضحکے اڑائے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ؑ

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۶ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۷

اسلام میدان کربلا میں

امام الزمان کی دعوت

بیا بیا کہ ضرورت ہے سرفروشوں کی

آج کل ایام محرم میں جس بزرگ کی یاد تازہ کی جا رہی ہے اس کو جس چیز نے شہرت دوام کا حقدار بنا دیا ہے وہ یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جب حرص و ہوا کا زور رہا ۔ اور دجاہت پسندی اور شخصیت پرستی کی اندھی نے اسلام کے قایم کردہ نظام جمہوریت کو خس و خاشاک کی طرح اڑانا اور اس کے بجائے خود مختارانہ شہنشاہیت کا بت نصب کرانا چاہا تو خاندان نبوت کے چشم وچراغ حضرت امام حسینؑ نے اس جور و استبداد کے خلاف علم جہاد بلند کیا ۔ ایسے نازک موقعوں پر اکثر اہل دنیا دنیا کا شکار ہو کر حق و صداقت کو چھوڑ بیٹھتے ہیں ۔ کیونکہ حق و باطل کے معرکوں میں ظاہری حیثیت سے باطل قوی اور حق کمزور نظر آتا ہے ۔ اور ظاہر پرست لوگ باطل کا ساتھ دینے ہی میں اپنی عافیت و فلاح سمجھتے ہیں ۔ لیکن یہ ان کی سمجھ کا پھیر ہوتا ہے ۔ حق باوجود کمزور ہونے کے بھی آخر کار غالب آجاتا ہے ۔ اور باطل باوجود ظاہری سامانوں کے مغلوب ہو جاتا ہے ۔ برخلاف اس کے اہل اللہ کا قدیم سے یہ شیوہ ہے کہ وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے ہیں ۔ گو وہ بظاہر کمزور ہی نظر آئے ۔ جب عالم اسلامی پر یہ منحوس دور آیا ۔ تو اس وقت بھی اہل دنیا نے وہی طرز عمل اختیار کیا جو وہ ایسے مواقع پر ہمیشہ کرتے رہے ہیں ۔ ایک طرف حق کی تائید و حمایت میں امام حسینؑ اور اس کے ستر اور دو بہتر ساتھی تھے اور دوسری طرف ہزاروں لاکھوں حرص و ہوا کے بندے ۔ مقابلہ سخت تھا لیکن اشجع الناس کے شجاع نواسے نے ذرا ہمت نہ ہاری اور اپنے دشمنوں کا نہایت بہادری و جوانمردی سے مقابلہ کیا ۔ اس خار دار راہ میں جو تکلیف بھی اسے پہنچی اس نے ہنسی خوشی برداشت کی ۔ اسے ڈرایا گیا ۔ دھمکایا گیا ۔ لالچ دلایا گیا ۔ لیکن وہ کسی طرح مرعوب نہ ہوا ۔ وہ حق کی حمایت میں بہادروں کی طرح لڑا ۔ اپنے رفقا کی قلت اور دشمنوں کی کثرت اسے معلوم تھی ۔ لیکن یہ چیزیں اس بہادر کے اندر نہ بزدلی پیدا کر سکیں نہ اور کسی طرح اسے جادۂ حق سے منحرف کر سکیں ۔ وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اور آخر دم تک اس پر مضبوطی سے قایم رہا اپنے عزیز و اقارب اور جاں نثار رفقا کو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ذبح ہوتے دیکھا لیکن اس کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی ۔ بیواؤں کی آہوں اور یتیموں کی فریادوں کا خیال گو اس کے رحیم و کریم دل کو مضطرب کر رہا تھا لیکن حق و صداقت کی راہ میں مردانہ وار لڑنے سے اسے باز نہ رکھ سکتا تھا ۔ غرض کوئی مصیبت کوئی آفت کوئی تکلیف کوئی آزمائش ایسی نہ تھی جس سے اسے دوچار نہ ہونا پڑا ہو ۔ لیکن آفرین صد آفرین اس کی ہمت مردانہ پر کہ اس کے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا ۔ ماتحتی میں جان دینے کے لئے آیا تھا دے کر ہی نکلا ۔

میدان کربلا کے اس شہید اعظم نے اپنی رقت انگیز شہادت میں آنے والی نسلوں کے لئے یہ سبق چھوڑا ہے کہ مسلمان کا جینا اور مرنا سب خدا ہی کے لئے ہونا چاہیے ۔ اور جب کبھی خدا کی راہ میں جانی اور مالی قربانی کی ضرورت پڑے تو اسے خود کو بخوشی پیش کر دینا چاہیے ۔ اگر اس بات کو تسلیم نہ بھی کیا جائے کہ شیر خدا کا یہ شیر یزید کے مقابلہ میں اس لئے صف آرا ہوا کہ اس کی استبدادی حکومت کا خاتمہ کر کے اسلامی جمہوریت قایم کرے ۔ بلکہ یہ مانا جائے کہ وہ خلافت اسلامیہ کے لئے یزید کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھتا تھا ۔ اور اسی کے حصول کے لئے اس نے جنگ کی تو بھی اس مقابلہ میں جس استقلال جرات شجاعت اور وفاکیشی کا اس نے اور اس کے مٹھی بھر وفادار ساتھیوں نے ثبوت دیا ۔ اس میں آج کل کے مسلمانوں کے لئے بہت کچھ درس عبرت ہے ۔ کیونکہ آج بدقسمتی سے یہ جوہر بھی ہم سے مفقود ہوتے جا رہے ہیں ۔

گو آج دنیا میں وہ یزید بذات خود موجود نہیں جس کی فوجوں نے میدان کربلا میں امام حسینؑ کو گھیر لیا تھا ۔ لیکن اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اب بھی یزیدیت دنیا میں چاروں طرف نہایت خوفناک شکل میں پھیلی ہوئی ہے ۔ لہذا اسلام کو اس کے ساتھ ایک سخت مقابلہ درپیش ہے ۔ اسلام اپنے جاں نثاروں کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے ۔ کہ میں عجیب بے بسی میں ہوں ۔ میرے لئے آج پھر میدان کربلا گرم ہے ۔ جس میں یزیدی فوجیں تمام ساز و سامان کے ساتھ میرے مقابلہ کے لئے اتر چکی ہیں ۔ اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں **ھل من مبارز** کا اعلان کر رہی ہیں اگر تم محبت و عشق کے دعوے میں سچے ہو تو حضرت امام حسینؑ کی طرح مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے اترو اور تن من دھن سے میری امداد و حفاظت کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ میری حالت یقیناً اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جس کی طرف آج سے کئی سال پیشتر بدیں الفاظ تمہیں توجہ دلائی جا چکی ہے

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود

حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم بیدار نیست

اے مدعیان عشق و محبت ! میری اسی بیکسی کا نقشہ اس زمانہ کے مجدد نے ان الفاظ میں کھینچا تھا ۔

کربلائیست سیر ہر آنم

صد حسین است در گریبانم

لیکن افسوس کہ تم نے اس آواز کو نہ سمجھا ۔ اور کج فہمی سے اس پر اعتراض کیا ۔ میری حالت قابل رحم ہو گئی ۔ میری آہ و فریاد عرش تک پہنچی ۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ میری اعانت و حفاظت کے لئے خدا نے ایک مامور بھیجا ۔ اس نے پرزور الفاظ میں دعوت دی

من انصاری الی اللہ

اس پر کچھ اہل دل میری نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ لیکن حیف صد حیف کہ تم میں سے اکثر نے اس خدائی دعوت کے ساتھ سرد مہری و بے اعتنائی کا اظہار کیا ۔ اور اب تک کر رہے ہو ۔ آج مصیبت کے وقت تم میرے کام نہیں آتے تو کل قیامت کے روز کس منہ سے میری محبت کا دعویٰ کرو گے ۔ تمہارے ان بے معنی دعاوی کو کون پوچھے گا ۔ مجھے آج ایک منظم فوج کی ضرورت ہے ۔ جو میری جماعت میں امام الزمان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر میرے مخالفوں سے برسرپیکار ہو ۔ لیکن تم ابتک منتشر حالت میں پڑے آپس ہی میں دست و گریباں ہو رہے ہو ۔ مجدد وقت کی جماعت میری حفاظت و اشاعت کے لئے تم سے بیعت کا مطالبہ کر رہی ہے ۔ لیکن تم دور کھڑے ہنس رہے ہو ۔ یقین جانو کہ تم ان پر نہیں بلکہ مجھ پر ہنس رہے ہو ۔ تم زبان سے دعائیں کرتے ہو کہ اسلام دنیا میں پھولے پھلے لیکن جب تمہیں عمل کی دعوت دی جاتی ہے ۔ تو اس سے منہ پھیر لیتے ہو ۔ تم سے جان کا نہیں صرف مال کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن تم اس سے بھی جان چراتے ہو ۔ کیا تم اس سبق کو بھول گئے جو قرآن کریم نے دیا تھا ۔ **لیس للانسان الا ما سعیٰ** یاد رکھو کہ محض منہ سے کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا ۔ جب تک عملی قوا سے کام نہ لیا جائے ۔ ع

کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی ۔

تم محض زبانی [illegible] خدا کا ارشاد ہے کہ تم اپنی عزیز ترین چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے ۔ اسلام پہلے بھی اپنے جاں نثار پیروؤں کی قربانیوں سے پھیلا اور اب بھی اسی طرح پھیلے گا ۔ لیکن افسوس کہ تم میں جانفشانی کی وہ روح نہیں رہی ۔

عشق بلبل ہی میں وہ جذبۂ پنہاں نہ رہا

یہ غلط ہے کہ وہ اگلا سا گلستاں نہ رہا

اے نام نہاد فدائیو ! لیکن اصل میں تماشائیو !! تم کب تک محو تماشہ رہو گے ۔ پانی سر سے گزر چکا ہے ۔ میں چاروں طرف سے اعدا کے نرغے میں ہوں ۔ میری مدد کو آگے بڑھو ۔ بڑھو کہ وقت نازک ہے ۔

بیا بیا کہ ضرورت ہے سرفروشوں کی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا تار

لارڈ ہیڈلے صدر برٹش مسلم سوسائٹی کے نام

فیصلہ رنگیلا رسول کے متعلق مسلمانوں کے جذبات

جناب مولانا صدر الدین صاحب نائب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے فیصلہ رنگیلا رسول کے متعلق حسب ذیل بحری تار مشہور و معروف نومسلم انگریز لارڈ ہیڈلے صدر برٹش مسلم سوسائٹی لنڈن کے نام روانہ کیا ہے ۔

برٹش مسلم سوسائٹی کو یہ معلوم کر کے ضرور رنج ہوگا کہ پنجاب ہائی کورٹ نے آنحضرت کے متعلق انتہائی توہین آمیز اور دلآزار کتاب رنگیلا رسول شایع کرنیوالے کو یہ فیصلہ دے کر رہا کر دیا ہے کہ بانیان مذاہب کی توہین کرنے والوں کو سزا دینے کے لئے مجموعہ تعزیرات ہند میں کوئی دفعہ موجود نہیں ہے ۔ تمام اسلامی ہندوستان میں اضطراب و بے اطمینانی کا عالم ہے اس فیصلے نے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے اس اعلان پر پانی پھیر دیا ہے جس میں مذہب کی پوری پوری حفاظت کا عہد کیا گیا تھا ۔ پریس، دارالعوام انڈیا آفس اور پریوی کونسل کے ذریعہ رائے عامہ کو بیدار کیجیے ۔

حکومت پنجاب سے

کہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں مسلمان عظیم الشان جلسے منعقد کر کے جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے فیصلے اور کارکنان مسلم آؤٹ لک کی سزایابی کے خلاف اپنی انتہائی ناراضی و بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں مسلمانوں کے نزدیک توہین رسول سخت ترین جرم اور ان کو حد درجہ کا اشتعال دلانے والی چیز ہے ۔ مسلمان نہ صرف زبان و قلم سے اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں بلکہ امرتسر اور کئی دیگر جلسوں میں ہزار ہا نوجوانوں نے ناموس رسول پر کٹ مرنے کا عہد کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے ۔ اگر حکومت فی الحقیقت امن و امان کی خواہشمند ہے ۔ تو اسے جلد سے جلد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی تسکین کے لئے موثر تدابیر اختیار کرنی چاہئیں ۔ ہم حکومت کو یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔ کہ اگر اس نازک موقعہ پر مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کی گئی جس کے کچھ کچھ آثار نمودار ہو گئے ہیں تو یہ ایک سخت خطرناک غلطی ہوگی ۔ جو پہلی غلطیوں سے بھی بڑھ کر ہوگی ۔ اور جو ہولناک تباہیوں کا موجب ہوگی ۔

ہندو جاتی اور اچھوت اقوام

گزشتہ زمانہ میں بیچارے اچھوتوں کے ساتھ ہندو جاتی نے جو ناروا سلوک کیا سو کیا لیکن اب شدھی کے چکر میں پھنسکر ان غریبوں کی پہلے سے بھی زیادہ درگت بن رہی ہے۔ آریہ سماج محض زبانی دعوؤں سے انہیں یہ یقین دلاتی ہے کہ اگر تم شدھ ہو کر آریہ دھرم قبول کرلو تو ہندو تمہارے ساتھ کھان پان کریں گے اور جب وہ مظلوم ان بے معنی تیقنات پر ایمان لا کر اپنے آدھرم سے پتت ہو جاتے ہیں یعنی اشدھ ہو جاتے ہیں اور مساویانہ سلوک کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں سوائے حسرت و ناکامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بریلی آریہ سماج کے ممبروں کو ایک چمار سماجی نے جو کئی برس سے پکا آریہ ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے۔ دعوت کا پیغام بھیجا۔ تو ان متمردوں نے محض اس وجہ سے کہ وہ چمار سماجی جنم سے چمار تھا اس کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح ایک انٹرنس پاس چمار لڑکا آریوں کے بھالنے میں لاہور کے دیانند اینگلو ورنیکلر کالج میں جو آریوں کی ایک زبردست قومی و مذہبی درسگاہ ہے داخل ہوا۔ لیکن بورڈنگ کے مصروں نے جو بقول خواجہ حسن نظامی فرعون مصر کی یادگار ہیں۔ اس چمار سماجی کو محض جنم کی اونچ نیچ کی وجہ سے چوکے میں گھسنے اور برتنوں میں کھانا کھانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم ان برتنوں کو ہرگز صاف نہ کریں گے جن میں وہ کھانا کھائے گا۔ اسی طرح پنڈت مالوی نے جو سنگٹھن کے موجد اور شدھی اور اچھوت ادھار کے زبردست مؤید سمجھے جاتے ہیں اپنے ایک رشتہ دار مالوی برہمن کو محض اس لئے بائیکاٹ کر رکھا ہے کہ اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی ایک غیر مالوی برہمن سے کر دی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے دو عزیزوں کو محض اس جرم میں برادری سے خارج کرا دیا کہ انہوں نے اس رشتہ دار سے کھانا کھا لیا تھا یہ ہے اس قوم کی اندرونی اور عملی حالت۔ جو شب و روز شدھی اور اچھوت ادھار کا ڈھول پیٹ رہی ہے۔ کیا یہ واقعات نہایت شد و مد کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار نہیں کر رہے کہ مساوات حقیقی اور اخوت اصلیہ اسلام اور صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے اور اچھوتوں کا اصلی ادھار صرف اسلام ہی کر سکتا ہے۔ ہندو مذہب کے تنگ و تاریک دائرہ میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

ہندو اخبارات کی ستم ظریفیاں

لاہور میں بے گناہ نمازی کرپانوں سے شہید کر دیئے گئے۔ مقدمات کی تفتیش پر پولیس کا جو عملہ متعین کیا گیا اس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے مسلمان خال خال ہیں اور وہ بھی اعلے عہدوں پر نہیں۔ فسادات کے اہم مقدمات بھی زیادہ تر سماعت کے لئے ہندو مجسٹریٹوں کے سپرد کئے گئے۔ شہر کے بعض حصوں میں بے گناہ مسلمانوں کو مقدمات میں پھانسنے کی کوشش کی گئی۔ ہائی کورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے "... رسول" جیسی کتاب کے پبلشر مہاشہ راجپال آریہ کو صاف بری کر دیا جس سے مسلمانوں کے مجروح دلوں پر نمک پاشی کی گئی۔ امرتسر کے رسالہ ورتمان نے ایک نہایت دل آزار مضمون لکھکر مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔ لاہور کے آریہ اخبار پرتاب نے پیغمبر اسلام کے متعلق وہی ناپاک لفظ استعمال کیا جو مہاشہ راجپال کی کتاب میں استعمال کیا گیا تھا مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن حکومت نے محض نمائش پر اکتفا کی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کیا۔ مسلمانان پنجاب کے واحد روزانہ اخبار مسلم آوٹ لک کے مدیر و ناشر کو اس جرم کی پاداش میں جیل میں ٹھونس دیا گیا کہ انہوں نے فیصلہ "... رسول" کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی تھی۔ حکومت کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی اقلیت اور ہندوؤں کی اکثریت ہے بعض محکمہ جات مثلاً تعلیم و ڈاکٹری وغیرہ میں شاید کچھ دنوں کے بعد پورا پورا ہندو راج ہو جائے گا۔ اور ایک بھی مسلمان نظر نہ آئے گا۔ محکمۂ انصاف میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ تو ام نشرح ہی ہو چکی ہے۔ اب لاہور کے لئے جو تعزیری پولیس رکھی

زیادہ تر سکھ اور گورکھے ہیں۔ یہ سب واقعات ہیں لیکن ہندو اخبارات کی دیدہ دلیری دیکھئے کہ ان تمام حالات کا علم رکھتے ہوئے یہ لکھ رہے ہیں کہ حکومت پنجاب مسلمانوں سے کب تک مراعات کا سلسلہ جاری رکھے گی۔ "پرتاب" نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "پنجاب میں تو مسلمانوں نے اپنی حکومت سمجھ رکھی ہے" اس تجاہل عارفانہ کے جواب میں ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ خدا کرے ایسی حکومت پنجاب میں ہندوؤں کو بھی حاصل ہو جائے جیسی آجکل مسلمانوں کو حاصل ہے۔

مسلمان عورتوں کا اغوا

کچھ عرصہ ہوا امرتسر میں تقریر کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اس حقیقت کا انکشاف کیا تھا کہ بعض بدمعاش سکھوں نے پنجاب کے دیہات سے مسلمان عورتوں کو اغوا کرنے کے لئے ایک وسیع اور منتظم سازش کر رکھی ہے۔ آئے دن کے واقعات اور اس شکایت سے جو ضلع فیروز پور کے مسلمانوں نے خواجہ حسن نظامی سے کی جبکہ وہ ماہ مئی میں وہاں گئے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ دیہاتی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہوشیار رہیں۔ اور اس قسم کے افسوسناک واقعات کے انسداد کے لئے ہر امکانی تدبیر اختیار کریں۔ ہم انہیں صاف الفاظ میں بتائے دیتے ہیں کہ ایسی سازش صرف سکھوں کی طرف سے نہیں بلکہ آریوں کی طرف سے بھی موجود ہے۔ گزشتہ سال کے دوران میں لاہور آریہ سماج میں مسلمان عورتوں کی جو شدھیاں کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوں نے بھی کوئی ایسا خفیہ نظام قایم کر رکھا ہے جس کا مقصد دیہات کی بھولی بھالی مسلمان عورتوں کو اغوا کر کے لاہور میں لانا اور پھر ہندو بنانا ہے۔

اغلباً یہ کام ان ہندو دکانداروں کے ذریعہ کیا جا رہا ہے جو مسلمان دیہات میں دکانداری کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کے بجائے مسلمان دکانداروں سے سودا خریدیں۔ اور جہاں مسلمانوں کی دکانیں نہ ہوں وہاں اسلامی دکانیں کھلوائیں اور ان کی ہر طرح مدد کریں۔

شدھی اور سادھو

ہندوؤں کے ہاں اس وقت ۵۲ لاکھ انسان ایسے موجود ہیں جو سادھو، سنیاسی اور جوگی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ انہی میں ان پچاس ہزار ننگ انسانیت و تہذیب سادھوؤں کا گروہ بھی موجود ہے جن کے ایک حصہ نے امسال ہردوار میں ویدک تہذیب و شائستگی اور اپنے روحانی کمالات کا برہنہ حالت میں اظہار کیا تھا۔ ان ۵۲ لاکھ میں سے ۹۶ فیصدی ایسے ہیں جو بالکل جاہل اور غیر تعلیم یافتہ ہیں۔

آج کل آریوں کے سر پر شدھی کا جو بھوت سوار ہے اس نے معاصر آریہ گزٹ کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ ہندو جاتی کے سامنے یہ تجویز پیش کرے کہ ان تمام بیکار سادھوؤں کو جو ہندو سوسائٹی پر ایک بار گراں ہیں۔ سنگھٹت کر کے شدھی کے کام میں لگایا جائے۔ اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا گیا اور ننگے سادھوؤں نے بھی شدھی کی دھن میں قریہ قریہ اور شہر شہر پھرنا شروع کیا تو شاید ان کی برہنگی کے بد اثرات سے عام رعایا کو محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کو کوئی خاص قانون وضع کرنا پڑے گا۔

قیمتی کپڑوں سے پرہیز کرو!

آج کل قیمتی کپڑے پہننے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ غیر مسلم اقوام اکثر مالدار ہیں۔ وہ اگر قیمتی کپڑے پہنیں تو انہیں زیبا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو دوسروں کی نقل کر کے ایسے قیمتی کپڑے ہرگز نہیں پہننے چاہئیں۔ کیونکہ وہ پہلے ہی مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔ قیمتی کپڑوں کا استعمال [illegible] کرنے کا افلاس دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پس قیمتی کپڑوں کے بجائے سادہ دیرپا اور کم قیمت کپڑے پہنو اور اس طرح زیادہ سے زیادہ روپیہ بچانے کی کوشش کرو تاکہ تمہارا قومی افلاس جاتا رہے۔

جواہر ریزے

ق

(۱) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم ان کی اطاعت کرو گے جو کافر ہوئے تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پس تم نقصان اٹھانے والے ہو کر پھر جاؤ گے۔ بلکہ اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے اچھا مددگار ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۴۸-۱۴۹)

(۲) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر ہوئے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں یا جنگ کرتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ تاکہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے۔ اور اللہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت یقیناً اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر جاؤ یا قتل کئے جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف ہی اکٹھے کئے جاؤ گے۔ (آل عمران ۳: ۱۵۵-۱۵۷)

(۳) (اے مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرتا ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہئے۔

(۴) اور کسی نبی کی شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرتا ہے اس نے جو کچھ خیانت کی ہے وہ قیامت کے دن لائے گا۔ پھر ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہے پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ تو کیا جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے وہ اس کی طرح ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کی ناراضی کی سزا کا محل ہو۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری پہنچنے کی جگہ ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۶۰-۱۶۱)

ح

(۱) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے جواب دیا کہ ایک کمبل ہے۔ جسے کچھ اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آ۔ وہ لے آیا۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا کہ انہیں کون خریدتا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں یہ دونوں چیزیں ایک درم میں خریدتا ہوں اس پر آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا کہ کوئی اس سے زیادہ قیمت دینے پر تیار ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ دو درم میں خریدتا ہوں۔ آپ نے وہ چیزیں اسے دیدیں۔ اور دو درم لے کر اس انصاری کو دیدیئے۔ اور فرمایا کہ ایک درم کا غلہ خرید کر گھر میں دے آ اور دوسرے درم میں کلہاڑی خرید لا۔ وہ کلہاڑی خرید لایا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کلہاڑی میں دستہ لگایا۔ اور فرمایا کہ جا لکڑیاں جمع کر اور بیچ اور پندرہ دن تک میرے پاس واپس نہ آ۔ اسی کام میں لگا رہ وہ چلا گیا۔ لکڑیاں اکٹھی کرتا تھا۔ اور بیچتا تھا۔ پس جب پندرہ روز کے بعد واپس آیا تو اس کے پاس دس درم ہو گئے۔ ان میں سے کچھ درموں کا کپڑا خریدا اور کچھ درموں کا غلہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات تیرے لئے بہتر ہے اس سے کہ تو سوال کرے اور قیامت کے دن اپنے چہرہ پر سوال کا بدنما دھبہ لے کر جائے۔ اور فرمایا کہ سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے ایک ایسا محتاج جسے احتیاج نے زمین پر گرا دیا ہو اور دوسرا وہ مقروض جسکا قرضہ بہت بھاری ہو اور ادا نہ ہو سکتا ہو۔ تیسرا وہ شخص جس پر خون کی دیت واجب الادا

مذاکرہ علمیہ

کوہ مری میں ایک پادری سے دلچسپ مکالمہ

کفارہ شفاعت اور ناسخ منسوخ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

ذیل کا مکالمہ دوستوں کے اصرار سے درج اخبار کرتا ہوں۔ الفاظ میرے ہیں مگر مفہوم میں حتی المقدور فرق نہیں آنے دیا ہے۔ (بشارت احمد)

۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ امتحان کی تیاری کے لئے میں کوہ مری گیا ہوا تھا۔ مال روڈ پر مکان تھا وہاں سوداگروں کی بہت پر رونق دکانیں ہیں شام کو اس حصۂ سڑک پر بہت چہل پہل رہتی ہے۔ کچھ دنوں سے راولپنڈی کے ایک مشہور و معروف پادری صاحب وہاں رونق افروز تھے۔ علاوہ ہوشیار اور تجربہ کار ہونے کے پادری صاحب موصوف دیسی زبانوں سے بھی خوب واقفیت رکھتے تھے۔ طبقۂ عوام کی ذہنیت کو اپیل کرنا خوب جانتے تھے

پادری صاحب کا وعظ

سڑکوں پر بازار میں جب دیکھو پہاڑی مسلمانوں کو پادری صاحب مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ ”میں بھی پاپی تو بھی پاپی۔ تمہارے پیغمبر نے اپنی بیٹی فاطمہ کو کہا کہ میرا باپ ہونا قیامت میں تیرے کام نہ آئیگا بلکہ تیرے عمل تیرے کام آئیں گے۔ پس جب میں بھی اور تم بھی گنہگار اور پاپی ہیں۔ تو مجھے اور تمہیں ایسے پیغمبر سے قیامت میں کیا امید ہوسکتی ہے۔ جس نے خود اپنی بیٹی کو ایسا کورا جواب دے دیا۔ البتہ مسیح نے گنہگاروں کا سارا بوجھ صلیب پر چڑھ کر اٹھا لیا۔ اور ان کی نجات کا ذریعہ بنا پس مسیح اور اس کے کفارہ کو قبول کرو تا قیامت میں نجات پاؤ۔“ ان کا یہ وعظ ہر جگہ چلتا تھا۔ اور عوام اور جہلا بہت گھبراتے تھے۔ میں نے کئی دفعہ راہ چلتے ہوئے سنا مگر ان لغویات کا جواب دینے کے لئے کبھی ضرورت محسوس نہ کی۔ ایک دن شام کو دو نوجوان سوداگر دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے کہ ایک انگریز پادری نے تنگ کر رکھا ہے آپ ذرا چلیں۔ میں ساتھ ہولیا تو دیکھا کہ سوداگروں کی دکانوں کے سامنے گرجے کے بالمقابل اکھاڑا جما ہوا ہے۔ اور وہی پادری صاحب اپنے اسی پرانے وظیفے کو دہرا رہے ہیں۔ اور ایک ملا منشی جواب دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے پیغمبر بھی تو قیامت میں شفاعت کریں گے پادری صاحب بولے شفاعت کا ثبوت قرآن سے دو۔ ہم حدیث کا حوالہ نہیں مانگتے۔ اس پر ملا صاحب چپ رہ گئے، حالانکہ شفاعت بالاذن کا حوالہ قرآن میں موجود تھا۔ مگر وہ نہ دے سکے۔ کاش وہ اتنا ہی کہہ دیتے۔ کہ جب آپ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حوالہ حدیث سے پیش کر رہے ہیں تو مجھے شفاعت کا حوالہ حدیث سے پیش کرنے کا کیوں حق نہیں۔ مگر ادھر ذہن نہ گیا۔

قرآن میں شفاعت نبوی کا ذکر

خیر میں نے پادری صاحب سے عرض کیا کہ قرآن میں آتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم۔ اے پیغمبر کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اور وہ تمہارے گناہوں اور کمزوریوں کی مغفرت اور حفاظت کریگا اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یعنی قرآن کے ماتحت آنحضرت صلعم کی اتباع سے انسان اس مقام عالیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ نہ صرف عذاب سے نجات پا جاتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور اس اتباع سے اس کی قوت عمل اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کی کمزوریاں ڈھانپی جاتی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے گناہوں اور کمزوریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور ناپاک زندگی سے نکل کر پاک زندگی کا وارث ہو جاتا ہے۔ یہی وہ شفاعت یا روحانی جذب ہے جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے انسان کو محبوبیت الٰہی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے اور گناہوں کی سزا سے ہی نہیں بلکہ خود گناہوں کے ارتکاب سے

شفاعت اسلامی اور مسیحی کفارہ میں فرق

اس شخص سے تعلق کس قدر بابرکت ہے جس شخص کے تعلق سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے نجات پا جائے۔ ورنہ یہ تو کوئی خوبی نہیں کہ انسان کو یوں کہہ دیا جائے کہ تم گناہ دل کھول کے کئے جاؤ تم کو ہم سزا سے بچالیں گے۔ یہ تو بدمعاشوں کو گناہ پر اور دلیر کرنا ہے۔ چوروں ڈاکوؤں اور قاتلوں کو کہہ دیا جائے کہ تم جو مرضی ہے گناہ کرو صرف مسیح کے کفارہ پر ایمان لاؤ تمہیں سزا نہ ملے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بدمعاش اپنی بدمعاشیوں پر اور دلیر ہو جائیں گے۔ اور جرائم کا ارتکاب بڑھ جائیگا۔ جب ایک مجرم کو سزا کا خوف نہیں رہا تو وہ کیوں جرائم میں نہ ترقی کرے گا۔ پس ایسے خیالات اور اصولوں کو دنیا میں پھیلانا کس قدر خطرناک ہے۔ جن کے ماتحت جرائم پیشہ لوگوں کے اپنے ارتکاب جرائم میں بڑھ جانے کا اندیشہ کیا بلکہ یقین ہے“

انسان فطرۃً گناہگار نہیں

پادری صاحب۔ گناہ انسان کی فطرت میں ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔

میں۔ اگر فطرت میں گناہ ہے تو پھر خدا نے اس پر سزا کیوں مقرر کی ہے۔ جو چیز فطرت میں موجود ہے وہ خود خدا کی پیدا کردہ ہے تو اس پر سزا کیا معنے۔ ایک شخص اندھا پیدا ہوتا ہے۔ خدا اگر اسے اس لئے سزا دے کہ وہ کیوں نہیں دیکھتا تو اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوسکتا ہے۔ وہ فطرتاً اندھا ہے اس سے بینائی کی توقع حماقت اور جنون ہے۔ اور اس کے نہ دیکھنے پر سزا دینا ظلم اور جہالت ہے اگر انسان فطرتاً گناہگار ہے تو اس سے نیکی کی توقع حماقت اور جنون ہے۔ اور اس کے گناہ کرنے پر سزا دینا ظلم و جہالت ہے یہ تو دراصل گناہ (نعوذ باللہ) خود خدا کا ہے۔ جس نے انسان کو فطرتاً گنہگار بنایا۔ آدم نے اگر گناہ کیا تھا تو کیا یہ اس کی فطرت تھی؟ اگر فطرت تھی تو کیوں اسے سزا دی۔ اور اگر فطرت نہ تھی تو لغزش تھی۔ تو خود اسے سزا دیکر قصہ ختم ہو جانا چاہئے تھا۔ آگے سلسلہ کس طرح چل پڑا سمجھ میں نہیں آتا اگر باوا آدم فطرۃً گناہگار نہ تھے تو ان کی اولاد کس طرح گنہگار بن گئی۔ کیا بنی آدم کی فطرت کو باوا آدم کی فطرت کے خلاف آپ منوانا چاہتے ہیں۔ جو بالبداہت غلط ہے کیونکہ جو انسانی فطرت آج ایک انسان میں موجود ہے۔ ضروری ہے کہ اسی طرح وہ اس انسان میں بھی موجود ہو جو سب سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ اگر اس میں یہ فطرت موجود نہ تھی کچھ اور تھی۔ تو پھر وہ انسان نہ تھا کچھ اور تھا، پس آدم اور اس کی اولاد کی فطرت ایک ہونی چاہئے۔ اگر آدم فطرتاً گنہگار نہ تھا تو اس کی اولاد بھی فطرتاً گنہگار نہیں ہوسکتی۔ اور اگر آدم کی اولاد فطرتاً گنہگار ہے تو ضرور ہے کہ آدم بھی فطرتاً گنہگار رہو۔ اس صورت میں آدم کو اس کے گناہ کی سزا دینا انصاف اور عدل کا خون کرنا ہے۔ کیونکہ جو چیز فطرت میں موجود ہے اس سے انسان کس طرح بچ سکتا ہے۔ اور اس پر سزا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ اسی طرح بنی آدم کی فطرت میں جب گناہ ہے تو اسے نبیوں کے ذریعہ شریعتیں دینی اور اوامر و نواہی کا مکلف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا خدا اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ جو چیز انسان کی فطرت میں ہے۔ اس کے خلاف وہ نہیں کرسکتا۔ اور خواہ مخواہ نبیوں اور کتابوں کے بھیجنے کی زحمت اٹھاتا رہا اور نوع انسان کی فطرت کے تقاضوں یعنی ان کے گناہوں پر بگڑتا رہا۔ اور ناحق ان کو جہنم میں جھونکتا رہا۔ وہ کیوں انسان سے اس کی فطرت کے خلاف نیکی کا متمنی ہوا۔ اور پھر لطف یہ کہ خود ہی تو اس کی فطرت میں گناہ جڑ دیا اور خود ہی اس کے خلاف اس سے توقع رکھنے لگا۔ اور جب وہ بیچارہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر گناہ کرتا ہے تو خدا خواہ مخواہ ناراض ہوتا اور بگڑتا ہے۔

قرآن محفوظ ہے اور انجیل محرف و مبدل

پادری صاحب۔ ہم یہ بحث نہیں جانتے انجیل میں ایسا لکھا ہے اور قرآن کہتا ہے کہ انجیل خدا کا کلام ہے۔ پس اگر قرآن کو خدا کا کلام مانتے ہو تو یہ بھی مانو کہ انجیل میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے“

میں۔ اگر قرآن نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ انجیل منزل من اللہ ہے تو یہ بھی بتا دیا ہے کہ موجودہ اناجیل محرف مبدل کتابیں ہیں۔

[illegible] قرآن کہتا ہے کہ لا تبدیل لکلمات [illegible]

اللہ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ پس انجیل جب خدا کا کلام ہے تو اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

میں۔ لا تبدیل لکلمات اللہ کے یہ معنی نہیں کہ خدا کے کلمات یعنی اس کے لفظوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اپنے کلام میں جو فرما دیا ہے وہ اٹل ہے۔ یعنی جو پیشگوئیاں اس نے اپنے علم کامل سے کی ہیں۔ یا اخبار غیبیہ سے اطلاع دی ہے انہیں کوئی ہستی بدل نہیں سکتی۔ اس کی تقدیر اٹل ہے رہی توریت و انجیل ان کی نسبت صاف طور پر فرمایا ہے کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ یہ لوگ کلمات کو اپنی جگہ سے پھیرتے اور تحریف کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ کہ ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے گویا صریح طور پر بتلا دیا کہ نہ صرف ان کتب میں تحریف ہی ہوئی ہے بلکہ بہت کچھ خود لکھ کر بعد میں اپنی طرف سے ملا دیا ہے۔ صرف قرآن ہی ہے جس کا دعوےٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔

قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں

پادری صاحب۔ قرآن میں تبدیلی ضرور ہوئی۔ خود قرآن کہتا ہے ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ ہم منسوخ نہیں کرتے کسی آیت کو یا ہم اسے مٹا نہیں دیتے۔ مگر ہم اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن میں نسخ اور تبدیلی ہوئی“

میں۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہ نسخ قرآن کی اپنی آیات کے متعلق ہوتا تو صرف اتنا ہوتا کہ نات بخیر منھا۔ یعنی ہم کسی آیت کو نسخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔ ”او مثلھا“ کبھی نہ ہوتا کہ اس جیسی آیت لے آتے ہیں کسی آیت کو منسوخ کرکے اس جیسی دوسری آیت نازل کر دینی بالکل بے معنی بات ہے۔ درحقیقت یہ آیت گزشتہ شریعتوں کے احکام کے نسخ پر دلالت کرتی ہے۔ فرماتے ہیں شرائع سابقہ کے بعض احکام تو موجود ہیں۔ اور بعض امتداد زمانہ سے مٹ گئے ہیں۔ جو موجود ہیں ان میں سے جو احکام کسی قوم یا زمانہ سے مختص تھے وہ ہم نے منسوخ کر دیئے ہیں۔ اور ان کی جگہ ان سے بہتر احکام جو عالمگیر اور تمام زمانوں کے لئے کافی ہوں نازل فرما دیئے ہیں۔ اور جو مٹ گئے ہیں ان میں سے اگر کوئی عالمگیر اور جامع اور ہر زمانہ کے لئے کامل حکم تھا تو اس جیسا دوبارہ نازل کر دیا ہے تاکہ شریعت قرآنیہ جامع اور کامل اور تمام عمدہ اور عالمگیر احکام پر مشتمل ہو۔ پس اس آیت سے جن احکام اور آیات کا نسخ نکلتا ہے وہ شرائع سابقہ کے احکام و آیات کا ہے نہ کہ قرآن کے احکام و آیات کا۔

پادری صاحب کا آخری حربہ

پادری صاحب۔ اگر قرآن میں ناسخ منسوخ نہیں تو پھر یہ آیت کیسے منسوخ ہوگئی کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما یعنی شیخ اور شیخانی جب دونوں زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو۔

میں۔ یہ روایت ہے آیت نہیں۔ جو بالبداہت غلط ہے۔ جو لوگ اس روایت کو پیش کرتے ہیں وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ اسلام میں زنا کی سزا سنگسار کرنا آج بھی باقی ہے۔ اگر آج بھی یہ سزا باقی ہے تو پھر اس آیت کو منسوخ کہنا بالکل بے معنے ہے کیونکہ جو آیت اب تک عمل ہے اسے منسوخ کہنا صرف اس شخص کا کام ہے جس کے دماغ میں خلل ہے اور اگر یہ آیت منسوخ نہیں تو پھر اسے قرآن سے باہر نکال دینا ناممکن تھا۔ کیونکہ وعدہ الٰہی ان علینا جمعہ و قرانہ کے ماتحت خدا کے حکم سے نبی کریم صلعم نے اپنے سامنے قرآن کو لکھوایا۔ جمع کیا۔ پڑھا اور پڑھایا۔ پھر صحابہ کرام نے اسی طریق پر لکھوا کر اس کی اشاعت کی تو پھر اس آیت خاص کو کیوں قرآن میں درج نہ کیا۔ اسی لئے کہ یہ آیت قرآنی نہ تھی۔

چائے کیلئے فرار

اب پادری صاحب بہت سٹ پٹائے انکی اس پریشانی کو ان کی میم بھانپ گئیں۔ فرمانے لگیں اب ہماری چائے کا وقت ہوگیا ہے اس لئے ہم زیادہ نہیں ٹھیر سکتے۔ اس اعلان پر پادری صاحب چل پڑے۔ چلتے چلتے بولے کہ ”ابھی آپ انجیل پڑھیں“ میں نے کہا بہت پڑھی ہے گو میں آج تک نہ سمجھا کہ پادری صاحب کے اس آخری فقرہ کا اوپر کی بحث سے کیا تعلق تھا ممکن ہے

ویدک تلوار کی کہانی!

خود ویدوں کی زبانی

حلال خوروں (بھنگیوں) کے متعلق احکام

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

(۱) کالی ذات والے کے ساتھ رشتہ ناطہ نہ کریں " (نروکت ۱۲/۱۳)
اگر کوئی شودر کسی برہمنی کے ساتھ شادی کرلے تو اس کی اولاد از روئے دھرم شاستر ولد الزنا ہوگی اور جائداد کی وارث نہ ہوسکے گی۔ اور عمر بھر چنڈال کہلائے گی۔ ایسے چنڈال کے لئے منوکہتا ہے۔ کہ وہ گاؤں کے باہر رہے۔ کتے اور گدھے اس کا مال ہوں۔ مردے کا کفن پہنے۔ پھوٹے برتنوں میں کھانا کھائے۔ لوہے کے زیور ان کی عورتیں پہنیں۔ ہمیشہ گھومتے رہیں۔ برہمن ان سے بات چیت نہ کریں۔ ان کا لین دین بیاہ وغیرہ اپنی ذات برادری میں ہو

(۲) بھنگی کے بیٹے کو ایشور نے ڈانٹ ڈپٹ اور دھتکار کے لئے پیدا کیا۔ یجر ۳۰/۵ (ترجمہ دیانند) اور شتپتھ برہمن کانڈ ۱۳ پرپاٹھک ۶ برہمن ۲ کنڈکا ۲۰۔

(۳) یہ لوگ خدا کی عبادت نہیں کرسکتے۔ ان کا کام صرف برہمن چھتری اور ویش کی خدمت گزاری کرنا ہے۔ دیکھو منو۔ یجروید ۳۰/۵ ادھیائے ۱/۹۱ چنانچہ رامچندر جی مہاراج نے شمبوک سودر کو اسی لئے قتل کردیا کہ وہ سودر ہوکر خدا کی عبادت کرتا تھا۔ دیکھو رامائن بالمیکی اتر کانڈ سرگ ۷۶

(۴) وید کے منتر اگر ان کے کان میں پڑ جائیں تو ان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دو۔ اگر زبان پر جاری ہوجائیں تو زبان کاٹ دو اگر یاد ہوجائیں تو دل کو چیر دو۔ گوتم سمرتی ۱۲/۴ ویدانت شاستر پر برہم بھاشیہ ۱/۳/۳۸

(۵) بتریا برہمن میں شودر کی تعریف یہ کی گئی ہے " دوسرے کا بھیجا ہوا خواہش پر نکال دیا۔ جب چاہا قتل کردیا۔ دیکھو ۷/۲۹

حضرت امیر کی اپیل کے جوابات

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے گزشتہ ماہ تکمیل برلن مسجد کے لئے بعض احباب ذی ثروت کے نام رقومات حسب حیثیت تجویز فرمائی تھیں۔ جن میں سے اکثر دوستوں نے آپ کے احکام کی فوری تعمیل کردی۔ اور چند احباب نے تساہل فرمایا۔ حضرت سیدنا نے مکرر ان کی توجہ کو مبذول کرایا۔ جن میں سے درد دل رکھنے والے اور حضرت کے حکم پر ایثار کرنے والے احباب کانپ اٹھے۔ اور حضور کے ارشاد پر فوراً روپیہ بھیج دیا۔ بطور نمونہ ایک خط کا اقتباس احباب کی توجہ کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے (وہو ہذا)۔

آقائی و مولائی دام فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ نے میری حیثیت کے موافق مجھ پر یہ رقم رکھی ہے۔ جس کا میں از حد ممنون ہوں انشاء اللہ تعالیٰ جان سے بھی دریغ نہیں ہے۔ بہرحال چونکہ مجھ سے تاخیر ہوگئی ہے۔ کہ وقت پر وعدہ ایفائی نہ کرسکا۔ اس لئے جولائی ۱۹۲۷ء میں انشاء اللہ ۲۰ روپیہ بطور تاوان اور داخل کرونگا کہ برلن مسجد میں لگایا جائے رقم مجوزہ ابھی ارسال خدمت کرتا ہوں۔

(احقر العباد مبارک احمد از کوہاٹ)

(محمد عبداللہ۔ افسر شعبہ تحصیل)

بیرونی جماعتیں توجہ کریں

حضرت امیر کے مضمون "لاہور سے آنے کے بعد میری پہلی درخواست" کی طرف بہت کم جماعتوں نے توجہ فرمائی ہے جو افسوسناک امر ہے۔ جن جماعتوں نے تاحال حضور کی خدمت میں جوابات نہ بھیجے ہوں وہ جلدی اس کے جوابات ارسال کریں۔ دفتر سے بھی دوبارہ چٹھیاں ان کو ارسال کی جارہی ہیں۔ احباب فوری توجہ فرمائیں۔

محمد عبداللہ

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مسلم دکانداروں کی ضرورت

شہر کیمبل پور میں مسلمانوں کی آبادی نصف سے زیادہ ہے لیکن سارے شہر میں مسلمانوں کی صرف ایک معمولی دکان پنساری کی ہے جو مسلمان دکانیں کھولنا چاہیں ان کے لئے کامیابی کا یہاں بہت وسیع میدان ہے۔ حسب ذیل دکانداروں کی خصوصیت سے ضرورت ہے۔ عطار۔ بزاز۔ بساطی۔ لوہا۔ پنساری اور بوٹ فروش۔ جو مسلمان سرمایہ دار اور دکاندار وہاں دکانیں کھولنا چاہیں وہ مزید حالات حسب ذیل پتہ سے بذریعہ خط وکتابت دریافت کرسکتے ہیں۔

میر حضرت شاہ صاحب وکیل کیمبل پور

انجمن کے مختلف شعبہ جات

چونکہ انجمن نے کام کی سہولت کو مدنظر رکھ کر مختلف کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کردیا ہے۔ اور ان پر الگ الگ افسر مقرر کردئے ہیں لہذا تمام دوست جو کسی قسم کی خط وکتابت انجمن سے کرنی چاہیں وہ متعلقہ افسر سے براہ راست کریں تاکہ کام میں سہولت رہے۔ اور جواب میں تاخیر نہ ہو۔ کاموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) امور عامہ۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور
(۲) تمام روپیہ وغیرہ بنام محاسب صاحب " "
(۳) چندہ۔ عطیہ۔ زکوٰۃ۔ حساب کتاب اور دیگر دریافت طلب امور کے لئے افسر صاحب تحصیل کو لکھا جائے۔
(۴) اخبار پیغام صلح۔ مینجر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور
(۵) اخبار دی لائٹ۔ مینجر صاحب دی لائٹ لاہور
(۶) تصنیفات۔ افسر صاحب تصنیفات۔
(۷) ٹریکٹ و اشتہارات وغیرہ۔ اسسٹنٹ سکرٹری صاحب۔
(۸) تبلیغ کے متعلق / نومسلمین کے متعلق } افسر صاحب تبلیغ

(محمد عبداللہ سکرٹری)

ضرورت ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو ایک ایسے خزانچی کی ضرورت ہے کہ جو مبلغ دو ہزار روپیہ نقد بطور ضمانت جمع کراسکے۔ تنخواہ حسب لیاقت پچاس اور ساٹھ روپیہ کے درمیان دیجائے گی۔ درخواستیں بہت جلد بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

محمد عبداللہ

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ضروری اعلان

کچھ عرصہ پیشتر انجمن کے شعبہ تبلیغ ہند میں ایک شخص مسٹر محمد اشرف ولد حکیم محمد اکرم صاحب ساکن موضع گردث ضلع ہوشیارپور ملازم تھا۔ بعض قابل افسوس وجوہ کی بنا پر اسے ملازمت سے علیحدہ کردیا گیا ہے اس لئے تمام احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اب محمد اشرف مذکور سے انجمن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کو کوئی شخص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے چندہ نہ دے۔

محمد عبداللہ

(سکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مسیح موعود نمبر

کے لئے جن احباب سے مضامین طلب کئے گئے ہیں وہ براہ کرم جلد سے جلد روانہ فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔ وقت بہت تھوڑا ہے اور کام زیادہ۔

(مدیر)

ضروری اعلان

برلن مسجد کا چندہ

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو اشاعت مورخہ ۱۵ و ۲۲ و ۲۹ جون ۱۹۲۷ء)

اسمائے معطی	رقم مجوزہ	سابقہ وصولی	وصول حال	بقایا
شیخ عبدالحق صاحب فیروزپور	ما/	صہ/	صہ/	صہ
مولانا غلام ربانی صاحب وکیل مانسہرہ	ما/	للعہ/	صہ/	صہ/
سید امجد علی شاہ صاحب رہتک	صہ/	.	صہ/	.
بابو عبدالحق صاحب محکمہ نہر لاہور	صہ/	.	صہ/	..
ڈاکٹر برکت علی صاحب بھابڑو	ما/	.	ما/	.
حافظ محمد بخش صاحب چک ۱۰۵	ما/	.	ما/	..

میزان ۳۸۵

فہرست ۲

جماعت جموں معرفت منشی فضل احمد صاحب	للعہ/
ملک امیر حسین صاحب رہتک	للعہ/
سردار فتح خاں صاحب چک ۲۰	للعہ/
ماسٹر سراج الدین صاحب ساہی سرگودھا	صہ/

میزان ۴۵

سابقہ ۴۰۰۲

کل ۵۲۳۴

ہندوستان

— ۴ جولائی کی شام کو مسلمانان لاہور باغ بیرون دہلی دروازہ میں جلسہ کرکے مقدمات رسول اور مسلم آوٹ لک کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ڈپٹی کمشنر نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کردیا مسلمانوں نے ہزارہا کی تعداد میں جمع ہوکر قریب ہی ایک احاطہ میں جلسہ کیا اور دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے لئے بیس بیس اشخاص کی دو ٹولیاں بھیجیں جنھوں نے ممنوعہ رقبہ میں جاکر باری باری جلسہ منعقد کیا۔ اور اس کے خلاف اظہار نفرت کیا۔ پہلی ٹولی پر پولیس نے لاٹھیاں برسائیں۔ لیکن والنٹیر اپنی جگہ پر ڈٹ کر مار کھاتے رہے۔ دوسری ٹولی پر مار پیٹ نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بذات خود موقع پر پہنچکر احاطہ کے اندر کے مجمع کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ جس پر جلسہ کے کارپردازوں نے جلسہ ختم کردیا۔ لوگوں میں جوش بے انتہا تھا۔ اور ہر ایک شخص دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی پر آمادہ نظر آتا تھا۔

— جماعت احمدیہ لاہور نے یکم جولائی کو بعد نماز جمعہ مسجد احمدیہ لاہور میں اخبار مسلم آوٹ لک کے ساتھ اظہار ہمدردی کی قرارداد باتفاق منظور کی اور اس کی توسیع اشاعت اور مالی اعانت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی اپیل پر کچھ روپیہ اسی وقت جمع ہوگیا اور کچھ وعدے ہوئے۔

— ہندوستان کے ہر حصہ میں مسلمان رنگیلا رسول اور اخبار مسلم آوٹ لک کے مقدمات کے فیصلوں پر بے اعتمادی اور اضطراب کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور حکومت سے پرزور مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ پبلشر رنگیلا رسول کو سزا دے۔ اور اخبار مذکور کے مدیر و ناشر کو رہا کردے۔

— حضور نظام دکن نے محرم کے ایام میں خود کو کوڑے مارنے کی رسم ممنوع قرار دی ہے کہ اس سے مذہب اسلام کی توہین ہوتی ہے نیز حضور ممدوح نے عثمانیہ یونیورسٹی میں صنعتی تعلیم گاہ کی تعمیر کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی منظوری دی ہے۔

— ریاست پٹیالہ نے اس خبر کی تردید کردی ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ نے سکھ مذہب ترک کردیا ہے۔

دو روپے تولہ سونا

دیکھ لو کس کر آزمالو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بن کر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہے ان کے اندر رنگین ریشمی چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں برسوں استعمال کیجئے۔ لیکن رنگ روغن میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ سیاہی دیتی ہیں۔ صنف نازک کے لئے نادر تحفہ ہے۔ اور ڈھائی روپے میں پانچسو روپے کا کام نکالا جاسکتا ہے۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہوجائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ۲؎ ڈھائی روپے وزن تقریبًا ڈیڑھ تولہ تین سٹ یعنی ۲۴ چوڑیوں کا دام سات روپے (معہ)

پتہ

مینجر مدینہ ہاؤس دہلی

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہوکر مضر اور گراں اشیاء خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیاء میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز دوا صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر دوا دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات گورے اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے طلب کرو۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ ہر قسم کی تاریخی ادبی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی تجارتی کتب ہم سے منگاؤ۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف سنہری اور آزمودہ ولیسی نوٹس پن خوشنما اور پائدار ہم سے منگائیے۔ (۳) خالص اسرائیل ہر قسم کے معزا جزا سے پاک اور خالص طریق سے ایجاد کئے ہوئے نیز موسم گرما کے ٹھنڈے۔ خوشگوار اور مقوی دل و دماغ شربت فورًا طلب کرو (۴) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ محصول علیحدہ ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیں (۵) عاملوں نجومیوں رمالوں اور جفاروں کے پاس جانے والے برس پہل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کردیں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں۔ بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیں۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی افزائش تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

مسلم برادر بکڈپو ۳۰ انجنسٹر ڈبلر زماغشانہ رم ۱۱ امور

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں کی ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کرسکتے ہیں۔ جس میں تیس روپیہ اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی ایسی آسان اور محفوظ ہوجائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری اور محنت سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے سود ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں پر کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی مشین اور دو ہزار چھ سو روپے والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کررہے ہیں اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر درخواست دو بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگامس لین ڈھاکہ۔

دی ایشیاٹک کنٹینگ کمرشل کارپوریشن لمٹڈ ۳۰۹ ہاربنائی روڈ پوسٹ بکس ۱۴۱۸ بمبئی

عطر خوشبودار

عطر ہر امیر و غریب طبقہ کے لوگ لگاتے ہیں۔ عطر کے استعمال سے طبیعت کو فرحت ہوتی ہے۔ عطر لگانا سنت ہے چند عطر جو ہمارے کارخانہ کے تیار کردہ ہیں۔ بطور نمونہ طلب کیجئے۔ جملہ قسم کے عطر روغن اور تماکو ہمارے کارخانہ سے مل سکتے ہیں۔ دکانداروں کے لئے خاص رعایت ہوگی خط بھیجکر نرخ معلوم کیجئے۔

عطر موتیا۔ عطر مشک و عنبر عطر گلاب عطر روح خس

عطر کیوڑہ للعہ عطر شمامۃ العنبر معہ

ہر قسم کا عرق بھی ہمارے ہاں سے مل سکتا ہے۔

ایس محمد حسین اختر حسین پرفیومرس مولوی گنج لکھنؤ

بہترین ثمرہائے آم و گلابی لیچیاں

آم سفید لنگڑا بمبئی اکبر پسند کشن بھوگ چیدہ اور بڑے دانے فیصد ۵؎ فی پچاس ۵؎، گلابی لیچیاں بحد لطیف اور شیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپے پانسو کی چار روپے پیکنگ و محصول ریلوے بذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں کا چالان پہلے ہی شروع ہوگیا ہے آم کا چالان ۱۵ جون سے جاری ہے اس سال فصل انبہ بہت کم ہے اس لئے آرڈر معہ نصف قیمت بہت جلد روانہ فرمادیں۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب کیجئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجرب شاہی مرکبات نہ صرف انڈیا میں مشہور ہیں بلکہ ممالک خارجہ میں بھی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ یہ دواخانہ اشتہاری اور عطائی نہیں ہے۔ نہایت معتبر اور قابل اطمینان ہے ہر موسم کے لئے مردوں اور عورتوں بچوں کی دوائیں موجود ہیں۔ ضرورتمند اصحاب حسب ذیل پتہ پر خط بھیجیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

سفوف طہیری

یہ ایک شفا بخش دوائی ہے جو ہاضمہ کو درست کرتی ہے، قبض کشا ہے۔ اور حد درجہ کی مصفی خون ہے جسم کو ہر قسم کی خلفی بیدی سے پاک کرتی ہے صالح خون خصوصیت سے پیدا کرتی ہے۔ دائمی قبض بواسیر سنگرہنی امراض جگر کو از حد مفید ہے خوراک دو ماشہ سے چار ماشہ تک قیمت پانچ تولہ کی دو روپے مزمن کھانسی اور آغاز تپ دق میں اگر اس سفوف کو استعمال کیا جائے۔ تو بالکل شفا ہوجاتی ہے۔ شکایات رحمی اور امراض گردہ و مثانہ کو دور کرنے میں یہ ایک مفید ترین دوائی ہے۔ مفرح اور لذیذ ہونے کی وجہ سے بچے بھی نہایت شوق سے کھاتے ہیں۔

تریاق طہیری یہ دوائی بمنزلہ آب حیات کے ہے عصبی کمزوریاں اور مخلوقوں کی شکایات صرف بیرونی استعمال سے دور ہوجاتی ہیں۔ قیمت فی اونس بارہ روپے ۱۲؎

جبوب طہیری یہ مقوی اعصاب گولیاں دودھ کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ سم الفار وغیرہ اور منشی اشیاء کی ان میں قطعًا کوئی ملاوٹ نہیں۔ تجربہ سے بیحد مفید ثابت ہوئی ہیں۔ باوجود حد درجہ کی مقوی اعصاب اور مبہی ہونے کے قبض کشا بھی ہیں۔

نوٹ مندرجہ بالا ہر سہ ادویات فرزندم حکیم محمد ظہیر الدین کی ایجاد ہیں۔ محصولڈاک ہر دوا کا بذمہ خریدار

محمد الدین احمدی گرداور بنشنر اروپ ضلع گوجرانوالہ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی ایک دن تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس۔ قیمت تین روپے

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے چھائیاں وغیرہ کو دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے قیمت صرف دو روپے (۲؎)

دفتر معالج برص نمبر 7 دربھنگہ بہار

پیغام صلح کا خاص نمبر

مشتہرین کیلئے زریں موقع

گزشتہ سال جن مشتہرین نے اس خاص نمبر میں اشتہار دیا تھا وہ ضرور اس کے فائدہ سے آگاہ ہوچکے ہیں لیکن جن مشتہرین نے اس فائدہ نہیں اٹھایا وہ اس دفعہ اشتہار دیکر اندازہ کرسکتے ہیں کہ پیغام صلح کا خاص نمبر ان کے لئے کس قدر مفید ہے۔ اشتہار جلد بھیجنا چاہیئے۔ اجرت فی صفحہ مبلغ ... روپے سے ہرگز کم نہ ہوگی (مینیجر)

ہر چہار شنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۳ محرم سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۲۸

بزم احباب

(مرتبہ خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

فرانس

پیرس سے اخویم مرزا عبد الرحمٰن مالک صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اس بات سے تعجب ہے کہ آپ نے میرے ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کے خط کا ابھی تک جواب نہیں دیا - آپ کے دو رسالے بلا کسی خط کے پہنچ گئے - حالات کی مجبوری سے مجھے ایک بورڈنگ سکول میں استاد کی جگہ قبول کرنی پڑ گئی جسنے میری تعلیم میں رکاوٹ ڈالدی ہے - اس لئے غالباً میرا یہ سال ضائع ہوجائیگا - کیونکہ روپیہ کی کمی کے باعث میں مطالعہ جاری نہ رکھ سکا - اور ایک وقت میں معلم اور متعلم کا کام کرنا دشوار ہے - بیعت کا فارم دستخط کرکے بھیجتا ہوں امید ہے آپ اس کی قبولیت سے جلد اطلاع دینگے - مجھے "لائٹ" باقاعدہ ملتا رہتا ہے - آئندہ کے لئے میرا پتہ تبدیل کردیں - مسلیمش ریویو برلن میں میں نے احمدیت پر مضمون مطالعہ کیا - میرے خیال میں تبلیغ کا کام زور سے کرنا چاہیئے خصوصاً ریاستہائے بلقان میں پورا زور لگانا چاہیئے - گذشتہ ۴۰ سال میں جبکہ آسٹریا نے بوسینیہ پر قبضہ کیا ہے وہاں کے مسلمانوں کے اخلاق اور اقتصادیات میں بڑا تغیر پیدا ہوگیا ہے - اور وہ لوگ جو کسی وقت پرجوش مسلمان سمجھے جاتے تھے آج شراب اور سیاسی تغیرات اور مصنوعی تہذیب نے انہیں تباہ و برباد کردیا ہے - نوجوان خصوصیت سے برباد ہو رہے ہیں - اور غیر مسلموں کے سامنے بہت برا نمونہ اسلام کا پیش کر رہے ہیں - ان وجوہ سے اسلام کی وہاں کمزور حالت ہے - اگر مسلمان غفلت سے کام نہ لیتے تو ان ملکوں میں اسلام کو بہت تقویت پہنچتی -

آسٹریا

کرنیل رشید غالب بے وائنا سے لکھتے ہیں کہ لنڈن سے مسٹر اے آر درد صاحب معہ ایڈیٹر الحکم یعقوب علی صاحب عرفانی یہاں تشریف لائے ان سے اشاعت اسلام اور اتحاد مسلمین پر گفتگو ہوتی رہی - عرفانی صاحب نے مجھے تحفۂ حضرت مرزا صاحب کی درثمین دی جس کے مطالعہ سے میں بہت مسرور ہوا - اور حضرت مجدد اعظم کا عشق حضرت نبی کریمؐ سے دیکھ کر حیران رہ گیا یہ کتاب جواہرات کا خزانہ ہے - میں نے عرفانی صاحب کو اپنے ایک مخلص دوست کے نام جو استنبول میں ہے ایک سفارشی خط دیا ہے جو نہایت دیندار مسلمان ہے - امید ہے کہ وہ انہیں ہر طرح آرام پہنچائے گا جیسا کہ میں گزشتہ خط میں لکھ چکا ہوں میں نے مسلیمش ریویو میں سے حضرت نبی کریمؐ کی سوانح عمری اپنی بیوی کو پڑھ کر سنائی جسے سنکر وہ مسلمان ہوگئی اور اس کا نام خدیجہ رکھا گیا - وائنا میں ایک جنٹلمین ہے جو دس سال استامبول میں رہ چکا ہے - اور مسلمانوں سے ہمدردی رکھتا ہے جسے امید ہے کہ میں مسلمان کرلونگا - ایک دن ہم بہمراہی مولوی اے آر درد اور عرفانی صاحب اس کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ہنسی ہنسی میں ہم نے اس کا نام احمد رکھدیا - گو یہ محض بطور دل لگی تھا لیکن میرے اس آسٹرین دوست نے وعدہ کیا کہ وہ اسلام کا بغور مطالعہ کریگا مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ کسی دن وہ مسلمان ہوجائے گا -

خط جو عرفانی صاحب نے مجھے بھیجا بجنسہ ارسال خدمت ہے - ترجمہ انگریزی خط شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مقیم ہمپیرڈ ہوٹل وائنا مورخہ ۲۵ ر اپریل ۱۹۲۷ء بنام کرنیل صاحب -

پیارے جناب - السلام علیکم - میں ایک ہندی اخبار نویس ہوں - لنڈن سے آرہا ہوں - اور مکہ کو حج کے لئے جارہا ہوں - میں نے چند ممالک کی سیر و سیاحت کی ہے اور ابھی چند اور ملکوں کی سیاحت کا ارادہ ہے - میں یہاں صرف چند روز کے لئے مقیم ہوں لنڈن کے قیام کے زمانہ میں میں نے آپ کا ایک خط لاہور کے اخبار "لائٹ" میں پڑھا تھا - میں اس وقت ہی آپ کو خط لکھنا چاہتا تھا - لیکن آپکے پتہ معلوم نہ ہونے کے باعث لکھ نہ سکا اب مجھے آپ کا پتہ ترکی سفیر کی مہربانی سے مل گیا ہے - میں آج شام فارغ ہوں اور ممنون ہونگا اگر آپ کی اس ہوٹل میں ملاقات ہوسکے - اگر یہاں آنا آپ کے لئے تکلیف دہ ہو تو میں خود آپ کے پاس آجاؤنگا - صرف آپ حامل رقعہ کے ہاتھ اتنی اطلاع بھیجدیں کہ کونسا وقت آپ کی ملاقات کے لئے موزوں ہوگا - راقم دالی - اے عرفانی

ملک شام

برادر محمد ادیب عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا - میں نے آپ کا اور حضرت امیر کا سلام استاد شیخ عبد القادر صاحب المغربی کو پہنچا دیا ہے - اور ساتھ ہی اس ہدیہ کا شکریہ ادا کردیا ہے - جو اس نے حضرت امیر کی خدمت میں بھیجا تھا - اس سے وہ بہت مسرور ہوا اور جواباً اس نے بہت بہت سلام کہا - میں آپ کو چند اور ترکی کتابیں روانہ کرتا ہوں جو ترکی عہد میں پڑھائی جاتی تھیں - مجھے اپنے بچے عبد اللہ کی [illegible] رضا پر شاکر ہوں

سیدامین دمشقی صاحب گزشتہ ہفتہ حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں - ان کی صحت و عافیت کے ساتھ واپسی کے لئے دعا فرمائیں - حضرت امیر اور دیگر برادران کی خدمت میں میری طرف سے السلام علیکم عرض کردیں -

ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کی آواز

جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے نے مسلمانوں کو یہ یقین کرنے پر مجبور کردیا ہے - کہ دنیا کی "سب سے بڑی اسلامی سلطنت" کے مجموعہ تعزیرات میں کوئی ایک بھی ایسا قانون موجود نہیں جو ان کے پیارے دین اور مقدس و محبوب رسول کی عزت و حرمت کی حفاظت کرسکے - اس فیصلے نے مسلمانوں کے مجروح قلوب پر نمک پاشی کا کام کیا ہے - ان کے اندر غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی ہے - جس کا اظہار ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے ہو رہا ہے - وہ نہایت بیقراری سے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں - کہ حکومت اس اہم معاملہ میں کیا کارروائی کرتی ہے - اور ان اشتعال انگیز، دلآزار اور توہین آمیز حملوں کا کیا انتظام کرتی ہے جو اس

فیصلے کے باعث

بے باک ہوکر آریہ اخبارات پے در پے اور مسلسل

پیغمبر اسلام پر

کر رہے ہیں !!

مکتوب انگورہ

ترکی اور بلقان کی صحیح کیفیت

ٹرکی اور بلغاریہ

مشہور معاہدہ "ٹیرانا" کے بعد بلقان میں ایک نئی صورت حال پیدا
ہوگئی ہے۔ یہ معاہدہ اٹلی اور البانیا کے مابین اسی سال ہوا ہے۔
اور اس کی رو سے البانیا اٹلی کے ماتحت آگیا ہے۔ اس معاہدہ نے
یوگوسلیویا (سرویہ) کو بہت ناراض کر دیا ہے۔ اور اٹلی کے میدان
میں آجانے کے بعد بلقان کا سیاسی توازن ٹوٹ دیا گیا ہے اس کے
بعد ہی اٹلی نے ہنگری سے بھی ایک معاہدہ حال ہی میں سرانجام دیا ہے
اس نے صورت حال میں اور بھی زیادہ پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ یہی
نہیں بلکہ عنقریب رومانیہ بھی اٹلی کی گود میں جا رہا ہے۔ اور یہی کوشش
کی جا رہی ہے کہ بلغاریہ کو بھی ملا لیا جائے۔ اس کے صاف معنی یہ
ہیں کہ بلقان میں ایک نئی سرگرمی رونما ہوگئی ہے اور اٹلی ہنگری رومانیا
البانیہ اور بلغاریہ کا جتھا بن گیا ہے۔ یا عنقریب بن جانے والا ہے۔
اس جتھے کی اصلی غرض کیا ہے؟ دو سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) البانیا پر اٹلی کا قبضہ۔

(۲) بالشویک روس کے خلاف مشرقی یورپ کی سلطنتوں کا اتحاد
درحقیقت یہ صورت حال برطانیہ کی خارجہ پالیسی نے پیدا کی ہے
اور روس کے خلاف عالمگیر جہاد شروع کرنے کی طرف یہ اس کا عملی
قدم ہے۔

اس بلقانی پیچیدگی نے یوگوسلیویا کی پوزیشن بہت خراب کر دی
ہے۔ وہ اس جتھے میں شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ البانیہ پر اٹلی کا
اقتدار اسے کسی حال میں بھی گوارا نہیں ہوسکتا۔ اس کا قدرتی نتیجہ
یہ ہوا کہ وہ بالکل بے یار و مددگار رہ گیا ہے۔ اور اس کی سلامتی کو
واقعی خطرہ درپیش ہے۔ یوگوسلیویا کے بعد اس صورت حال کا
سب سے زیادہ اثر ترکی پر پڑتا ہے۔ کیونکہ بلقان کی ہر تبدیلی
اس کے حال و مستقبل پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی
بھی پریشان ہے۔ اور یوگوسلیویا کے ساتھ علانیہ ہمدردی ظاہر
کر رہا ہے۔

ٹرکی کی بظاہر یہ کوشش ہے کہ مذکورہ بالا جتھے کے مقابلہ میں
یوگوسلیویا، بلغاریہ، یونان اور ترکی مل کر ایک جتھا قایم کریں۔ مگر
اس راہ میں سخت مشکلات ہیں۔ یوگوسلیویا بلغاریہ کے بہت سے
علاقے دبائے بیٹھا ہے۔ اس لئے بلغاریہ اس سے ملنے پر تیار نہیں۔
ادھر یونان اپنی ناقابل فراموش بربادیوں کی وجہ سے ٹرکی کا ساتھ
دینے کے لئے آمادہ نہیں۔ تاہم کوشش ہو رہی ہے اس کوشش
کی ایک تازہ مثال وہ اہم مضمون ہے جو محمود بک نے اپنے نیم سرکاری
اخبار "حاکمیت ملت" میں بلغاریہ کے متعلق شایع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"ترکی جمہوریت نے بلغاریہ سے تعلقات بڑھانے میں ہر ممکن سعی کی
اور پورے اخلاص سے کام لیا۔ چنانچہ ایک خاص سفیر مسودہ بھیجا اور
تجارتی معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی۔ بڑی جد و جہد کے بعد بالآخر
معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔ مگر بعض مخفی اسباب کی وجہ سے دوستانہ تعلقات
پھر بھی قایم نہ ہوسکے۔ ہمیں تعجب ہے کہ بلغاریہ کا سرکاری اخبار "لابلگار"
بلقانی اتحاد پر شرح و بسط سے گفتگو کرتا ہے مگر اس سلسلہ میں ٹرکی
کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔ بلغاریہ بلقانی جتھے میں تنہا شامل ہو جانا چاہتا
ہے مگر اپنے قریبی پڑوسی ٹرکی کا کوئی خیال نہیں کرتا۔"

اس کے جواب میں بلغاری اخبار کا یہ جملہ بہت معنی خیز ہے:-
"محمود بک بلغاریہ کو الزام دیتے ہیں مگر یہ حقیقت بالکل بھول جاتے
ہیں کہ بلغاریہ نے ابتک کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ بلاشبہ بلقانی
اتحاد کا بحث درپیش ہے۔ لیکن اسے بلغاریہ نے پیش نہیں کیا ہے
بلکہ بلغاریہ اس وقت اپنی داخلی مشکلات میں اس درجہ منہمک ہے۔
کہ ہرگز اس قسم کے کسی اتحاد کا اس وقت خیال نہیں کر سکتا۔ اٹلی
سے بلغاریہ کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ اور ان کی بنیاد بلقان کے
امن و سلامتی پر ہے۔ پھر ترکی جمہوریت اور اس کے محترم صدر سے
انقلاب کی پوری عزت کرتے ہیں اور اس کے حیرت انگیز نتائج سے
ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے۔"

بہر حال ۱۹۱۲ء کی طرح اس وقت بھی بلقان کی گتھی بہت زیادہ الجھی
ہوئی ہے۔ مستقبل سے متعلق سردست پیشینگوئی کرنا مشکل ہے۔

پورا ملک سپاہی بن جائے

قومی مدافعت کی کمیٹی کے اس مسودہ قانون کو تحقیقاتی کمیٹی نے پاس
کرکے وزارت کے حوالے کر دیا ہے جو تمام ملک کو سپاہی بنا دینے کے
متعلق ایک برس سے زیر غور تھا۔ وزارت نے بھی اسے منظور کر لیا ہے
اور عنقریب پارلیمنٹ میں پیش کی جانے والی ہے۔

اس مہتم بالشان قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ بیس سال کی عمر سے چھیالیس
سال کی عمر تک ہر باشندہ فوجی خدمت کے لایق ہے۔ فوجی خدمت جبری
ہوگی۔ پیدل فوج میں خدمت کی مدت ڈیڑھ سال ہے۔ جنگی موسیقی
میں دو سال جندرمہ میں ڈھائی سال اور بحری فوج میں تین سال۔
بحری فوج، جندرمہ اور افسروں کے مدرسہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر کا
کوئی رضاکار منظور نہیں کیا جائے گا۔

اس قانون نے طالب علموں کے لئے بڑی سہولتیں پیدا کر دی ہیں
اعلیٰ تعلیم یافتوں کے لئے فوجی خدمت کی مدت صرف چھ مہینے رکھی
گئی ہے۔ ثانوی (سکنڈری) تعلیم پانے والوں کے لئے آٹھ مہینے۔
ابتدائی ڈگری حاصل کرنے والوں کے لئے دس مہینے۔ نیچے درجوں میں
پڑھنے والے طالب علم اس وقت تک معاف ہیں جب تک اپنی تعلیم ختم
نہ کرلیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ زمانہ انتیس سال کی عمر سے زیادہ نہ ہونا
چاہیئے۔ جو طالب علم اس عمر میں بھی فارغ التحصیل نہ ہوگا۔ اسے فوجی
خدمت میں زبردستی داخل کر دیا جائے گا۔ جو لوگ فوجی خدمت سے
مستثنیٰ رہنا چاہتے ہیں انہیں چھ سو ترکی پونڈ ادا کرنا چاہیئے۔ نیز کم از کم
چھ مہینے کسی مقام پر جنگی قواعد سیکھنی چاہیئے۔

اس قانون سے حکومت کا صاف مقصد یہ ہے کہ پوری ترکی قوم
کو وہ سپاہی بنا دینا چاہتی ہے۔ یہ موجودہ حکومت کی بیدار مغزی اور
دور بینی کی ایک بین دلیل ہے۔ امید ہے کہ اس کے نتائج مستقبل
قریب میں نہایت شاندار ظاہر ہوں گے۔

ٹرکی کا میزانیہ

۱۹۲۸ء کے میزانیہ (بجٹ) کی تحقیقات ختم ہوگئی۔ اعداد و شمار سے
معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کی آمدنی ۲۰۰،۸۰۰،۴۵۵،۱۹۱ ترکی
پونڈ ہے۔ اور خرچ ۴۰۰،۴۷،۴۴،۱۹۷ پونڈ ہے۔ یعنی آمدنی
خرچ سے کسی قدر زیادہ ہے۔

کمیٹی کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بری بحری فوج جندرمہ
(فوجی پولیس) اور چند دیگر محکموں کے علاوہ حکومت کے پاس ۴۱،۷۰
چھوٹے بڑے عہدیدار اور ۸۱،۹۰ معمولی ملازم اور خدمتگار ہیں

محکمۂ قانون و عدالت

بجٹ پر بحث کے سلسلہ میں حکومت کے مختلف شعبوں کی کارگزاریوں
پر بھی پارلیمنٹ میں دلچسپ تبصرے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ محمود اسعد
بک نے محکمہ عدالت کے متعلق حسب ذیل تقریحات کیں۔

"عدالتوں کی وزارت پوری کوشش کر رہی ہے کہ اپنے عہدیداروں
کو خوشحال بنا دے۔ تاکہ وہ دیانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام
دے سکیں۔ چنانچہ عدالت عالیہ کے ججوں کی تنخواہ پہلے ایک سو ترکی
پونڈ تھی۔ اب ۴۰۰ پونڈ ترکی ماہوار کر دی گئی ہے۔ اسی طرح
تمام عہدیداروں کی تنخواہ میں ۹۵ فیصدی کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔
اس وقت پورے ملک میں سات سو سے زیادہ چھوٹی بڑی عدالتیں
موجود ہیں۔ وزارت نے پوری کوشش کی ہے کہ اس کے تمام ملازم
مدارس کے باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ چنانچہ خاص اس مقصد سے اس
نے بکثرت تعلیم گاہیں جاری کی ہیں۔ وزارت کی مستعدی کا اندازہ
اس سے ہوسکتا ہے کہ اس قلیل مدت میں اس کے ۸۰ فیصدی ملازم
باضابطہ تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں۔ انگورہ کے مدرسہ قانون (لا کالج)
میں جو صرف دو سال پہلے جاری ہوا ہے اس وقت ۶۰۰ طالب علم
موجود ہیں۔ سال رواں کے ختم ہونے سے پہلے ان کی تعداد ۹۰۰
تک پہنچ جائے گی۔ وزارت کا ایک بڑا کارنامہ وہ قانون ہے جو حکام
کے لئے بنایا گیا [illegible] فرائض و اختیارات
سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

تعزیری قوانین کے متعلق وزیر نے بیان کیا۔
یہ ضابطہ قوانین صرف دس مہینے سے جاری ہوا ہے۔ پہلے ضابطہ
میں صرف ۲۰۰ دفعات تھیں۔ مگر اس میں ۴۰۲ دفعات ہیں اس
کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے انصاف کی جو راہیں بند تھیں اب کھل گئی ہیں۔
پہلے انصاف سب کے لئے یکساں نہ تھا۔ امیروں اور طاقتوروں کے
ساتھ رعایتیں کی جاتی تھیں۔ اور غریبوں اور کمزوروں کا حق مارا جاتا
تھا۔ مگر اب یہ ناممکن ہے۔ قانون کی نظر میں سب بالکل برابر ہوگئے ہیں۔

وزیر کے بیان میں سب سے اہم حصہ وہ تھا جس میں انہوں نے
موجودہ ترکی عدالتوں کی حیثیت کے متعلق یورپین مبصروں کی شہادتیں
پیش کی تھیں۔ انہوں نے کہا:-

"معاہدہ لوزان کے بموجب ہم نے پانچ سال کے لئے چار یورپین
قانونی مشیر ملازم رکھے تھے۔ ہم نے ان سے اپنی عدالتوں کی موجودہ
حیثیت کے متعلق رپورٹ طلب کی تھی۔ انہوں نے اب یہ رپورٹ پیش
کر دی ہے وہ لکھتے ہیں "اس تمام مدت میں ترکی عدالتوں کے خلاف
ہمارے سامنے ۷ شکایتیں پیش ہوئیں۔ ہم نے جانچ کرکے معلوم کر لیا
کہ وہ سب کی سب بالکل بہتان ہیں۔ ہماری ملازمت عنقریب ختم ہونے والی
ہے۔ ہم اپنے ملکوں کو واپس جائیں گے اور ہر جگہ یہ اعلان کریں گے
کہ موجودہ ترکی عدالتیں اپنے افسروں کی دیانت، قابلیت، انصاف پسندی
اور مقدمات کے جلد سے جلد فیصلہ کر دینے کی وجہ سے دنیا کی ترقی یافتہ سے
ترقی یافتہ عدالتوں سے کسی طرح بھی کم درجہ نہیں رکھتیں۔

وزارت تعلیم

مصطفیٰ نجاتی بک وزیر تعلیم نے اپنے محکمہ کے متعلق بیان کیا کہ ۱۹۲۳ء
میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۴،۹۲۵ تھی۔ مدرسین کی تعداد ۱۰،۲۳۹
اور طالب علموں کی ۲۴۲،۴۰۵ تھی لیکن اب مدرسے ۵،۸۸۷ ہیں
مدرس ۱۱،۶۶۷ ہیں اور طالب علم ۳،۸۵،۴۵۵ ہیں"

اس کے بعد وزیر نے پوری تفصیل سے اپنی وزارت کی کوششوں پر
تبصرہ کیا اور بتایا کہ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ پھر
تعلیم و تربیت کے اس بورڈ کا ذکر کیا جو انگورہ میں قایم ہوا ہے۔ نیز تعلیمی
انسپکٹروں کی کارگزاریاں سنائیں جو تمام ملک میں دورہ کرتے پھرتے ہیں
انہوں نے اپنی تقریر اس تصریح پر ختم کی۔

"اب سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم نہ دنیا کے لئے مفید تھی نہ دین
کے لئے کسی فائدہ کا باعث تھی۔ لیکن اب اس کی حالت بالکل بدل گئی
ہے۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے۔ دل و دماغ کو آزاد
کرتی ہے۔ جدید ترین علمی اصول پر جاری ہے۔ ترکی قومیت کا جذبہ پیدا
کرتی ہے ترکی قوم کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ
اب ہماری تعلیم کا مطمح نظر ترکی صدر جمہوریت کے لفظوں میں یہ ہے۔
"تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ اس سے مستفید ہوکر لوگ بالائی
اور مغرور بنیں۔ تعلیم کا اصلی مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی مادی اور معنوی
زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے۔

بری و بحری فوج

رجب بک وزیر جنگ نے بری و بحری فوج کے متعلق یہ نہایت مختصر
مگر اہم تصریح کی۔

"جمہوری فوج اپنے جملہ انتظامات و ترتیبات کے ساتھ اپنا فرض
ادا کرنے کے تیار ہے۔ فوج کی صحیح حالت بیان کرنے کے لئے میں صرف
اسی قدر کہونگا کہ وہ مستقبل قریب میں وطن مقدس کی کامیاب حفاظت
کے لئے پوری طرح آراستہ ہے مستقبل قریب سے میری مراد یہ ہے کہ کل"
وزیر بحر احسان بک نے کہا
"بحری وزارت جمہوری بیڑے کی تعمیت کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے"

ہیٹ کا قضیہ

جزیرہ قبرص کے شرعی محکمہ نے ایک مسلمان کو اس جرم پر میراث سے
محروم کر دیا ہے کہ اس نے ہیٹ پہننا شروع کر دیا ہے۔ ٹرکی میں یہ خبر
پہنچی تو اخبارات کے نامہ نگار یہاں کے مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور ان سے سوال کیا مفتی کا جواب حسب ذیل تھا۔
ٹرکی میں لاکھوں مومن ہیٹ پہنتے ہیں مگر اس سے ان کے دینی عقائد میں
کوئی خلل نہیں پڑتا۔ قبرص کے شرعی محکمہ کا یہ حکم جہالت تعصب اور ریاکاری

مزدوروں کا قانون

انگورہ کی قومی پارلیمنٹ عنقریب اس مسودہ قانون پر غور کرنے والی ہے جو مزدوروں اور کارخانہ داروں کے متعلق تیار کیا گیا ہے۔

اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو مزدور نہیں بنایا جائے گا۔ مزدوری کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہوگا۔ درمیان میں ایک گھنٹہ آرام کے لئے مخصوص ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو حکومت کی اجازت سے بارہ گھنٹے بھی مزدوروں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مگر اس صورت میں زیادہ گھنٹوں کی مزدوری دگنی دی جائے گی۔ اور اس کے بعد مزدور کو بارہ گھنٹے آرام کے لئے دیئے جائیں گے۔ کوئی مزدور اچانک کام سے علیحدہ نہیں کیا جاسکے گا طرفین کو پندرہ دن پہلے نوٹس دینا ضروری ہے۔ علیحدگی کے وقت مزدور کو اس کی پوری اجرت دی جائے گی۔ کارخانہ داروں کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی تندرستی کی حفاظت کریں۔ ان کے لئے مفت دوا خانے اور ڈاکٹر مہیا کریں۔ اور انہیں زیادہ سے زیادہ آرام دینے کی کوشش کریں۔ جو مزدور کام کے دوران میں مرجائیں ان کی تجہیز و تکفین کارخانہ داروں کے ذمہ ہوگی۔ نیز ان کے خاندان کو ان کی روزانہ مزدوری کا چھ سو گنا تاوان دینا پڑے گا۔

ترکی کلب

جدید قومی حرکت کے ساتھ اناطولیہ کے طول و عرض میں بکثرت کلب قائم ہوگئے تھے۔ یہ کلب پچھلے نازک زمانہ میں وطنی جہاد کے مرکز تھے اور اب امن کے زمانہ میں قومیت کے مدرسے بن گئے ہیں حال میں تمام کلب گھروں کی ایک بڑی کانفرنس انگورہ میں منعقد ہوئی دو سو دس نمائندے مختلف علاقوں سے منتخب ہوکر شریک ہوئے محمود اسعد بک وزیر محاکم عدالت نے صدارت کی۔ ان کا خطبہ اس جملہ سے شروع ہوا "جمہوریت ہی وہ بنیادی پتھر ہے جس پر ترکی کلب قائم ہیں" اور اس عبارت پر ختم ہوا "قومی جذبہ جیسا کہ ہمارا وطنی شاعر کہتا ہے "ایک بے روک سیلاب ہے جو زمانہ کا شکم توڑ کر بہتا اور راہ کی تمام رکاوٹیں اپنی قوت قاہرہ سے دور پھینک دیتا ہے" میں اس پر یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومی جذبہ روشن حقیقت کا سیلاب ہے جو تمام تاریکیاں نابود کردیتا ہے۔ اور قوموں کو ان کی قومی زندگی کی درخشاں صبح میں پہنچا دیتا ہے۔ (الہلال)

چندہ برلن مسجد

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ۶ جولائی)

اسمائے معطی	رقم مجوزہ	سابقہ وصولی	وصول حال
ڈاکٹر غلام محمد صاحب	ما ر	.	ما ر
خانصاحب دلاور خان صاحب	ما ر	.	ما ر
قاضی سمیع اللہ صاحب	ما ر	صہ ر	صہ ر
عبدالاکبر خان صاحب	ما ر	.	ما ر
مولوی عبداللہ جان صاحب	صہ ر	.	صہ ر
ملک شیر محمد صاحب بی اے	ما ر	.	للعہ ر
مولوی عبدالحمید خان صاحب	صہ ر	.	عہ ر
بابو عبدالقادر صاحب	سہ ر	.	صہ ر
سردار غلام رسول خانصاحب	ما ر	صہ ر	صہ ر
چودھری عبدالحق صاحب	ما ر	وعہ ر	وعہ ر

میزان 715 -

فہرست

جماعت پشاور معرفت بابو دلاور خان صاحب	۲۳۲ عہ ر
چودھری عبدالمجید صاحب	سے ر
شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر لاہور	ما ر
وزیر محمد صاحب قریشی میڈیکل کالج لاہور	عا ر
معلوم الاسم معرفت شیخ محمد دین جان صاحب	عہ ر
معرفت بابو غلام قادر صاحب ٹیلیگراف انچارج	للعہ ر
سید تصدق حسین صاحب بغداد	عہ ر

میزان 379-8

سکھوں کو ہندو کہنا ان کے مذہب کی توہین ہے

آریہ سماجیوں کی نئی شرارت

آج کل سنگھٹنی آریوں کے سر پر یہ جنون سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح سکھوں کو ہندو ثابت کریں۔ لیکن سکھوں کے رہنما آریہ سماجیوں کی اس حرکت کو سخت نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ہند و بھائی لال پوری نے پرچار کے موقع پر گورو گوبند سنگھ جی کے متعلق یہ الفاظ کہے کہ آپ بندہ بیراگی کے پاس استمداد کے لئے گئے۔ ان گمراہ کن باتوں کی تردید کے لئے مقامی گوردوارہ سنگھ سبھا میں ایک دیوان منعقد ہوا جس میں سکھوں کے ایک فاضل رہبر گیانی اوتار سنگھ پشاوری نے تقریر کی اور بتایا کہ خود ہندوؤں نے گورو گوبند سنگھ جی اور ان کی اولاد کے ساتھ کس قدر نمک حرامی کی۔ **اصولاً سکھوں کو ہندو کہنا ان کے مذہب کی صریح توہین ہے۔** اس پر ہندو اخبارات نے ایک طوفان بے تمیزی مچا رکھا ہے۔ اور ڈپٹی کمشنر لائلپور سے درخواست کر رہے ہیں کہ گیانی صاحب موصوف پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ چلایا جائے۔ اس ناواجب شور و شر کے جواب میں گیانی صاحب نے ایک مکتوب اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ جس کے اہم حصص ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:-

"میں اس دعوے کے ثبوت میں اس واقعہ کا حوالہ دیتا ہوں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اورنگ زیب کو خط لکھتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس بات پر بہت تکلیف ہوئی ہے کہ مجھے ہندو کہا گیا ہے۔ میں ہندو نہیں ہوں۔ وہ بت پرست ہیں۔ اور میں بت شکن ہوں اور دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے۔

میں حیران ہوں کہ ہمارے ہندو بھائی ہر بات میں پہلے خود شرارت کی بنا ڈال لیتے ہیں۔ اور پھر اپنے آقاؤں یعنی سرکار والا مدار کے پاس شکایت کے طومار باندھ دیتے ہیں۔ ہر قسم کی شرارت مفسدوں کے ٹولے سے جسے آریہ سماج کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے شروع ہوتی ہے۔ .... ان کے چیلے چانٹوں کو سوائے شرارت کے کچھ نہیں سوجھتا۔ ۱۹۲۴ء میں مہاتما گاندھی نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ ہندوستان کی پیشانی پر اگر کوئی بدنما سیاہ دھبہ ہے تو وہ آریہ سماج ہے۔

اب ان آریہ سماجیوں کو ایک نئی شرارت سوجھی ہے کہ وہ بندہ بہادر کو ہندو ثابت کریں۔"

سردار صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے لیکن ہندو بیچارے بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ ہندو لفظ ہی ایسا مبہم واقع ہوا ہے کہ اس کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں کی جاسکتی جس طرح گورو گوبند سنگھ جی ہندو کہلانا اپنی توہین سمجھتے تھے اسی طرح سوامی دیانند اور بد زبانی میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے پنڈت لیکھرام ہندو کے لفظ سے جلتے تھے۔ یہاں تک کہ موخر الذکر نے تو کلیات آریہ مسافر میں "ہندو" کے معنے غلام اور چور وغیرہ لکھے ہیں۔ لیکن اسلام کی دشمنی کا بھوت آریہ سماجیوں کے سر پر کچھ اس طرح سوار ہے کہ وہ اپنی روایات کو بھی جواب دیکر "ہندو" سنگھٹن کی قیادت کر رہی ہے۔

گیانی صاحب اگر سکھوں کو واقعی بت شکن سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنی قوم میں تلقین کریں کہ وہ "بت پرستوں" کی حد سے زیادہ رفاقت سے بچے اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھائے جو موحد ہیں۔ اور جن کے مذہب کی پاکیزہ تعلیم سے متاثر ہوکر ہندوستان کی بہت سی مذہبی جماعتوں نے توحید کا سبق سیکھا ہے۔

سادہ زندگی

اختیار کرو۔ [illegible]

تاریخی جواہر پارے

فاروق اعظم کا عدل

(۱) ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیمار ہوگئے۔ طبیب نے علاج میں شہد تجویز کیا بیت المال میں شہد موجود تھا۔ لیکن بلا اجازت نہیں لے سکتے تھے۔ مسجد نبوی میں جاکر لوگوں سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔"

یہ تھا وہ اختیار و تصرف جو خلیفہ وقت کو بیت المال پر حاصل تھا کہ اجازت سے بغیر کوئی چیز بھی نہ لے سکتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ شام کا دورہ کیا۔ اور ایک ایک ضلع میں ٹھہر کر لوگوں کی شکایتیں سنیں۔ انصاف پروری اور دادرسی کے آئین سفر میں ایک واقعہ پیش آیا۔ دار الخلافہ کو واپس آرہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک خیمہ دیکھا۔ سواری سے اتر کر خیمہ کے قریب گئے۔ ایک بڑھیا نظر آئی۔ اس سے پوچھا کہ عمر کا کچھ حال معلوم ہے۔ اس نے کہا ہاں شام سے روانہ ہوچکا ہے۔ لیکن خدا اس کو غارت کرے آج تک مجھ کو اس کے ہاں سے ایک حبہ بھی نہ ملا۔ حضرت عمر نے کہا کہ اتنی دور کا حال عمر کو کیونکر معلوم ہوسکتا ہے۔ بڑھیا بولی کہ اس کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے۔ حضرت عمر کو سخت رقت ہوئی اور بے اختیار رو پڑے۔

(۳) حضرت خالد بن ولید کے نام سے کون واقف نہیں ان کو دربار نبوت سے سیف اللہ کا مقدس خطاب ملا تھا۔ ان کی شجاعت اور جنگی تدبر کی دھاک تمام عالم میں پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسلام کی وہ خدمات انجام دی تھیں کہ لوگوں کو گمان ہو رہا تھا کہ اس قدر وسیع اسلامی فتوحات صرف انہی کے طفیل ہو رہی تھیں۔ لیکن باوجود اس قدر محاسن و مراتب کے جب وہ ایک قصیدے کے صلے میں ایک شاعر کو بہت سا روپیہ بطور انعام دیدیتے ہیں تو خلیفہ ثانی ان سے مواخذہ کرتے ہیں۔ اور ثبوت بہم پہنچنے پر اس سب سے بڑے جرنیل حامی دین متین اور اسلام کے دلدادہ کو برطرف کرنے کے لئے کیسے مدلل وجوہ پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں "خالد نے جو روپیہ ایک قصیدے کے صلے میں شاعر کو دے دیا۔ اگر انہوں نے بیت المال میں سے دیا تو وہ مسلمانوں کا مال ہے انہوں نے خیانت کی اس لئے وہ برطرفی کے قابل ہیں۔ اگر اپنے پاس سے دیا تو اسراف کیا۔ اور ایک [illegible] امیر نہیں ہوسکتا۔ [illegible] بھی وہ قابل معزولی ہیں۔

(۴) ایک دفعہ غنیمت کا مال آیا۔ حضرت حفصہؓ کو جو آپ کی بیٹی اور رسول اللہ کی زوجہ مطہرہ تھیں خبر ہوئی۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئیں اور کہا امیر المومنین اس میں سے میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے۔ کیونکہ میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا جان پدر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے۔ لیکن یہ غنیمت کا مال ہے تو نے اپنے باپ کو دھوکا دینا چاہا؟" وہ بیچاری خاموش ہوکر چلی گئیں۔

(۵) ملک شام کی فتح کے بعد فاروق اعظم کے قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہوگئے۔ اور سلسلہ رسل و رسائل بھی جاری ہوگیا تھا۔ اسی سلسلہ میں حضرت فاروقؓ کی زوجہ محترمہ ام کلثوم نے ایک بار قیصرہ روم کے پاس عطر کی چند شیشیاں بطور تحفہ بھیجیں۔ قیصرہ نے انہی شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر واپس بھیجدیا۔ جب حضرت عمر کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو بیوی سے جواہرات لے لئے اور انہیں تھوڑا سا معاوضہ دے دیا۔ اور فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا۔ لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری ہے اور اس کا خرچ بیت المال پر پڑا۔ اس لئے جواہرات محض تمہارا حق نہیں۔

مسلمان دکانداروں کو سمجھادو

کہ تجارت کی کامیابی کا راز صرف اس اصول میں مضمر ہے۔ کہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۸

اصلاح بواسطہ مساجد

محلہ وار تنظیم کیلئے واضح اور روشن طریق عمل

ہر مسلمان پڑھے سوچے اور عمل کرے

ذیل کا مطبوعہ مضمون ہمیں جناب قریشی مدیر تنظیم کی طرف سے اشاعت کے لیے موصول ہوا ہے جس میں مسلمانوں کی محلہ وار تنظیم کے لیے ایک جامع، واضح، قابل عمل اور مفید طریق کا تجویز کیا گیا ہے۔ آپ کی خواہش ہے کہ اس اہم مسئلہ پر تمام اہل الرائے اصحاب تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات فرمائیں تاکہ مشترکہ جد وجہد سے عمل و اصلاح کے لیے بہترین صورت پیدا ہو سکے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جناب قریشی صاحب نے بہت محنت و کاوش کے بعد یہ لائحہ عمل پیش کیا ہے۔ ہمیں ان تجاویز کے بیشتر حصہ سے اتفاق ہے۔ انشاء اللہ کسی قریبی اشاعت میں ہم اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کریں گے۔ (مدیر)

مدنی زندگی کا افتتاح

حضور سید عالمؐ کی مدنی زندگی فتح و اقبال کا دیباچہ تھی۔ حضورؐ نے مدینہ پہنچکر سب سے پہلے جس کام پر ہاتھ ڈالا۔ وہ مسجد قبا کی تعمیر تھی یہ مسجد اپنی تکمیل کے ساتھ ہی مدینہ میں مسلمانوں کی تمام ضروریات حیات کا مرکز بن گئی۔ اور مسلمانوں نے ایک ایسے ایوان کے اندر جس کی دیواریں کچی اور تین گز سے زیادہ بلند نہ تھیں اور جس کو گھاس پھوس اور کھجور کے پٹھوں سے زیادہ قیمتی چھت میسر نہ آ سکی تھی۔ اپنے مقاصد کو اس طرح مرتب کیا اور اپنے منصوبوں کو اس طرح آگے بڑھایا کہ بیس برس بعد شاہان روم و شام کا جاہ و حشم ان کے قدموں میں تھا

مکی زندگی کا خاتمہ

اس موج حیات نے جو قبا کے صحن سے اٹھی مسلمانوں کے دامن سے مکی زندگی کے غبار یتیمی کو دھو ڈالا۔ اب وہ دردناک زمانہ غائب ہو چکا تھا۔ جبکہ مسلمانوں کی میتوں کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ اور پاؤں کی طرف کفن سرکایا تو سر کھل جاتا تھا حضورؐ کی پیشگوئیاں یکے بعد دیگرے پوری ہو رہی ہیں۔ مسلمان نوشیرواں کا سفید محل فتح کر چکے ہیں۔ قادسیہ کی بوڑھی عورتیں تنہا حج کے لیے چلی آ رہی ہیں۔ قبا کا صحن زر و جواہر سے لبریز ہے اور یاران تہی دامن کو صلائے عام دے رہا ہے۔ لیکن جھولیاں اور دامن اس قدر سیراب ہو چکے ہیں کہ وہ لعل و گہر کی ایک ادنیٰ نازبرداری کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔

پھر وہی مکی زندگی

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کے پاس صرف ایک مسجد تھی۔ اور ۷ کروڑ مسلمانان ہندوستان کے پاس کم از کم ۷ ہزار مساجد ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مساجد مسجد قبا کے نقش قدم کو چھوڑ چکی ہیں۔ اس واسطے ہم پر پھر وہی مکی زندگی کی مظلومیت اور تباہ حالی مسلط ہے اگر ہم اپنی مساجد کو منظم طور پر مسجد قبا کے نقش قدم پر چلا سکیں اور اگر تو مسلمانوں کو ایک ہی سال کے اندر ایک لاکھ چالیس ہزار مراکز کی قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ جمعیت "ارض بابل کے سفید محل" کی طرح انگلستان کے وائٹ ہال کو لرزا دینے کے لیے کافی نہیں؟

مساجد کے اقتدار کا مد و جزر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات دینی اور دنیوی حکمتوں کا مجموعہ تھی آپؐ نے مسجد قبا کو اپنے صدر مقام کے طور پر تعمیر کیا تھا۔ لہذا ہر شخصی اور قومی ضرورت کے لیے مسلمانوں کو اس مقام نبوت کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ لیکن خلفائے راشدین کے بعد جبکہ سلاطین کے لیے شاندار دربار اور عدالت، فوج، تعلیم اور خزانہ وغیرہ کے لیے مختلف محکمے تجویز ہوئے تو مساجد کی اہمیت کم ہو گئی اور صاحب اقتدار لوگ اور ان کے متوسلین آہستہ آہستہ مساجد سے دور ہوتے چلے گئے۔ اور تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد اب مسجدیں عام طور پر ایسے ہی لوگوں کے لیے وقف ہو چکی ہیں جن پر دنیا میں انتہا درجہ کی ذلت و بے بسی مسلط ہے اور یہ لوگ مذہبی اعمال کا بالکل ویسی ہی افسردگی کے ساتھ اعادہ کر رہے ہیں جس طرح کوئی شخص تعویذ، عمل، یا ٹونے کے ذریعے بیماری سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

زمانہ نبوی میں انتخاب امام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت کے ۱۴ دنوں میں سے ۱۰ دن تک خود نماز پڑھاتے رہے ہیں۔ گیارھویں دن عشا کے وقت تین مرتبہ مسجد میں جانے کی تیاری کی اور تینوں مرتبہ بیہوش ہو گئے۔ آخر فرمایا کہ "ابوبکر صدیق نماز پڑھائیں" تاریخ اس فقرے کو برابر ساڑھے تیرہ سو سال سے حضرت صدیق اکبر کی خلافت اور فرمانروائی کے استحقاق میں پیش کر رہی ہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں مسجد کی امامت "تاجپوشی اور تخت نشینی" کے مترادف تھی۔ اور کسی شہر یا محلہ کی مسجد کی امامت کے لیے ایسے شخص کا نام لیا جاتا تھا۔ کہ اگر بعد میں کبھی اس شہر یا محلہ کے لیے کوئی بادشاہ مقرر کرنا منظور ہوتا تھا۔ تو سب لوگ اپنے امام مسجد ہی کو فرمانروائی کا تاج پہنا دیتے تھے اور یہ بہترین انتخاب تھا۔

ہمارے ذوق انتخاب کی پستی

افسوس کہ ہم نے اکثر مساجد کی امامت کے تاج کے لیے دنیا بھر کے اندھے، بہرے، اپاہج، اور مریض انتخاب کر رکھے ہیں۔ اور دینی پیشوائی کے لیے عام طور پر مسجدوں میں ایسی مخلوق بھری پڑی ہے۔ جس کے پاس نہ صحت روح و جسم ہے۔ نہ ذمہ دار روح نہ باحساس دماغ نہ مصلحت اندیش عقل اور نہ حیات افروز اخلاق، ذوق انتخاب کی اس پستی اور بدبختی ہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہماری بستیوں میں الحاد و ارتداد کی وبائیں پھیل گئی ہیں اور فرقہ بندی بدنظمی، افلاس و جہالت اور قرض و سود کے ہجوم نے ہماری شخصی اور جماعتی زندگی کی ہر ایک شاخ کو مردہ اور پامال کر دیا ہے

اصل مشکل

ایسے لوگوں کو جو اپنی بے خبری اور ناقابلیت کے باعث مسلمانوں کی ترقی کے تمام امکانات کو پامال کر رہے ہیں۔ مساجد سے جدا کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ لیکن ان کی بجائے صحیح ائمہ مساجد کا مہیا کرنا سخت دشوار ہے۔

قابل ائمہ کی بہم رسانی

اس وقت قوت اجتہاد کی کمی کے باعث مسلمانوں کی تمام طاقتیں پرائمری، مڈل، اور ہائی سکولوں کے قیام میں ضائع ہو رہی ہیں۔ اگرچہ قومی زندگی کے صدہا میدان ویران پڑے ہیں لیکن کوئی شخص اس بوسیدہ شاہراہ سے جس پر پچاس سال قبل سرسید مرحوم نے مسلمانوں کو چلایا تھا سر مو تجاوز کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

ہمارے موجودہ علما اور ائمہ مساجد کی فرقہ بندیوں اور غلط دلچسپیوں اور سرگرمیوں نے کروڑوں مسلمانوں کو ذلت و ہلاکت کے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہماری مسجدیں موجودہ زمانہ میں بھی عامۃ المسلمین کے اعتقاد و احترام کا مرکز، ان کے اجتماع کا محل اور تقریبات شادی و غمی کی وابستگی کا ذریعہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خاص تعلم و تدبیر اور [illegible] کے ساتھ مدرسین کے لیے تو ٹریننگ کلاس کھول دیتے ہیں اور طلبا کے لیے طبیہ جماعتیں مگر مبلغین، ائمہ، اور دینیات کے مدرسین کی تعلیم و تربیت کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ درانحالیکہ آج مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضرورت ایسے علما اور ائمہ مساجد کی ہے جو مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔ جب تک اسلامیہ ہائی سکول اور کالجوں کے ساتھ ائمہ مساجد کے لیے مخصوص مدارس و مکاتب قائم نہ کئے جائینگے یاد رہے کہ کروڑوں مسلمان شدھی سنگٹھن اور ساہوکارہ یورشوں کا شکار رہیں گے۔ ضرورت ہے کہ مسلم یونیورسٹی، انجمن حمایت اسلام اور ملک کی دوسری تعلیمی اور تبلیغی انجمنیں گہرائی کے ساتھ مسلمانوں کے مصائب پر غور کریں۔ اور علاج کی طرف متوجہ ہوں۔

پہلی منزل پرائیویٹ شورہ

لیکن جب تک ہماری بڑی بڑی انجمنیں بیدار ہوں مندرجہ ذیل طریق پر اصلاح و تنظیم امت کے لیے مساجد سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہماری ہر ایک مسجد ضرور ایک نہ ایک مسلم وارڈ کا صدر مقام ہوتی ہے۔ آپ کسی بڑے سے بڑے شہر میں ایک گھر بھی ایسا نہ پائیں گے جو کسی نہ کسی مسجد سے وابستہ نہ ہو۔ اگر مختلف محلوں کی تنظیم ہو جائے تو اس کے بعد کسی شہر کی تمام مسلم آبادی کی شیرازہ بندی کچھ مشکل نہیں۔ پس تنظیم کا پہلا قدم یہ ہے کہ آپ حالات کے مطابق محلہ کے روشن خیال اور با اثر اصحاب کے مشورہ اور تائید سے محلہ کی مسجد کو اپنی تمام اصلاحی اور تنظیمی سرگرمیوں کا مرکز قرار دے لیں۔

دوسری منزل جمعہ کا اجتماع

چند روز کی کوشش سے جمعہ کے اجتماع کو اہل محلہ میں عید کی طرح مقبول اور کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ پہلے اجتماع کے لیے خاص اہتمام اور جد وجہد کی ضرورت ہے۔ تاکہ اہل محلہ کو عملی کام سے پہلے ایک دفعہ پوری شرح و بسط کے ساتھ مسلمانوں کے موجودہ مصائب، ضرورت، مقاصد اور ضروری پروگرام سمجھایا جا سکے۔

تیسری منزل انجمن اصلاح المسلمین کا قیام

جمعہ کے اجتماع کے بعد اہل محلہ میں سے جس قدر نیک نیت مخلص، صاحب اثر، صلح کل، روشن خیال، فیاض اور مستعد آدمی مل سکتے ہوں ان کے اتحاد و اشتراک سے ایک انجمن قائم کرنی چاہیے جس کا نام ہوگا انجمن اصلاح المسلمین مسجد . . . . . (انجمن امام کے موجودہ حقوق میں حارج نہ ہو بلکہ انہیں عزت کے ساتھ مالی مدد دے)

چوتھی منزل شرائط رکنیت و عہد نامہ

جو بالغ مرد یا عورت چار آنہ سالانہ ادا کرے اور ضروریات و فرائض ۵ پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرے اسے تحریک اصلاح و تنظیم کا رکن بنایا جا سکتا ہے۔ جمعہ کے اجتماع میں اور اس کے بعد محلہ بھر میں گشت لگا کر کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی مرد یا عورت اہل محلہ کی "قومی پارلیمنٹ" سے علیحدہ نہ رہے۔ رکنیت کی کاپیاں (مطبوعہ) رسید بک کے نمونہ پر تیار کرائی گئی ہیں۔ ہر ورق کے تین حصے ہیں۔ جو حصہ ۴ ادا کرنے والے رکن کو دیا جائے گا اس میں اس کے فرائض رکنیت مجمل طور پر اس طرح لکھے ہوئے ہیں

نمبر کتاب نمبر رسید

فرائض و ضروریات کی تفصیل

برادر مکرم! آپ نے مسلمانوں کی بہبودی کے لیے تنظیم کی رکنیت قبول فرمائی ہے۔ اس وقت آپ کے سامنے مندرجہ ذیل کام موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ آپکو ان فرائض کی ادائیگی کی توفیق دے۔ اور خدا کرے کہ آپ کی زندگی ہر معاملہ میں دوسرے مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ اور مثال ہو۔

(۱) ہماری پہلی ضرورت اتحاد ہے آپ اپنے محلہ کی مسجد کو تمام ضروریات زندگی کا مرکز اور اپنی قومی پارلیمنٹ سمجھیں۔ اور اہل محلہ کے باہمی مشورہ سے جو بھی فیصلہ ہو اس پر عمل کریں۔ مذہبی اور ذاتی جھگڑوں اور فرقہ بندیوں کو کم کریں۔ محلہ کی مسجد میں نماز ادا کریں۔ اور خاص طور پر جمعہ کی نماز۔

(۲) دوسری بڑی ضرورت غریبی کا دور کرنا ہے۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنی ضروریات زندگی حتی الوسع مسلمان دکانداروں سے خریدیں۔ ساہوکارہ قرض اور رہائی سے بچیں۔ اپنے وطن کی [illegible]

درحضرت فاطمہؓ کی شادی کی طرح سوائے شرعی نکاح کے تمام رسموں کو چھوڑدیں۔ چند آنے یا زیادہ سے زیادہ چند روپے میں شرعی نکاح ہوسکتا ہے۔ اسی طرح مسرفانہ رسوم، مقدمہ بازی، فضول خرچی تکلف فیشن اور نمائش عورتوں کی غیرمعمولی فرمائشیں اور زیور، باجہ، آتشبازی اور بڑی بڑی دعوتیں تباہی کی علامت ہیں۔

(۳) اپنے رسوخ سے اپنی مسجد میں قومی بیت المال قائم کرائیں جس میں تمام اہل محلہ صدقات و خیرات کا کچھ حصہ اور ماہوار چندہ اور خوشی کے موقعوں پر کچھ رقم داخل کریں۔

(۴) اصلاح معاشرت میں اولاد کی تربیت التعلیم، صحت کے اصولوں کی پابندی اور عورتوں کو فیشن، فضول خرچی اور آرام طلبی سے نکال کر چرخہ، سلائی، گھر کی صفائی، اولاد کی تربیت دھلائی اور خانگی کاروبار میں لگانا ضروری ہے۔

(۵) مقابلہ جہالت کے لئے جمعہ وار لیکچروں کا سلسلہ نائٹ سکول، مکاتب مساجد اور صحت کے لئے اکھاڑے ضروری ہیں۔ اور یہ تمام چیزیں پروگرام تنظیم میں شامل ہیں۔ انجمن کو پورا بھروسہ ہے کہ آپ اپنی ذات کو دوسرے مسلمانوں کے لئے پاکبازی بلند اخلاقی اور حسن معاشرت کا نمونہ بنائیں گے۔ والسلام

آپ کا صادق

سکرٹری جمعیتہ مرکزیہ تنظیم امرتسر

دستخط سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین مسجد

رسید کا بالائی حصہ انجمن اصلاح المسلمین کے دفتر میں محفوظ رہیگا درمیانی حصہ اطلاع کے لئے آل انڈیا تنظیم کمیٹی امرتسر کو بھیجا جائے۔ اور فرائض و ضروریات کا ورق چندہ و رکنیت ادا کرنے والے کو دیدیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے عہد کی پاسداری کرسکے۔

ناظرین کرام اور مخصوص خدام اپنی اپنی مسجد میں اصلاحی مجالس قائم کرکے رکنیت کی کاپیاں مفت طلب فرمائیں۔ ہرایک کاپی میں بسل اوراق ہوں گے۔ جمع شدہ رقم کا چوتھائی حصہ آل انڈیا تنظیم کمیٹی کو بھیجیں۔ اور باقی روپیہ محلہ کے بیت المال میں جمع کردیں۔

بیت المال

انجمن کی سرپرستی میں ایک بیت المال ہونا چاہیئے۔ ذی استطاعت اصحاب ماہوار چندہ دیں۔ تمام امکان انجمن کو اپنی زکوٰۃ اور شادی وغم کے صدقات کا ایک حصہ ادا کریں۔ انجمن کو طے کرنا چاہیئے کہ ہرشخص ولادت فرزند، منگنی، شادی، ختنہ، تعمیر مکان، ملازمت ملنے، ترقی پانے، مقدمہ جیتنے اپنے یا کسی عزیز کے لمبی بیماری سے شفایاب ہونے۔ حج سے واپس آنے۔ عید۔ بقرعید، امتحان پاس کرنے اور دوسری خوشی کی تقریبوں پر شکرانہ خداوندی کے طور پر بیت المال میں حسب حیثیت ضرور کچھ رقم ادا کرے گا۔ ایسی تقریبوں پر اراکین انجمن کو خود مبارکباد دینے کے لئے تشریف لے جانا چاہیئے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ مسلمان شخصی طور پر صدقات کو خرچ نہ کریں۔ خصوصاً عورتیں حلوے اور پلاؤ پر خیرات کا قیمتی روپیہ نہ اڑائیں۔

جتھہ بندی

ہرمسجد میں مستقل مزاج، خدمت گزار رضاکاروں کا ایک جتھا ہونا چاہیئے جس کے فرائض میں نماز جمعہ کا انتظام، وباء میں تقسیم دواء محلہ کو ڈس انفکٹ کرانا۔ حفاظت محلہ اور ہرایک شادی وغم کے موقعہ پر سیوا داری وغیرہ امور داخل ہوں۔ ہرایک مسجد میں کم ازکم تین رضاکار ضرور ایسے ہوں جنھیں انجمن اپنے خرچ سے ناگہانی مصائب قحط، وبا فساد، سیلاب میں باہر بھیج سکے۔ وردی ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ گریبان کی طرح کوئی نشان تجویز کیا جائے۔ رضاکار وہی ہیں جن میں صحیح تعلیم و تربیت سے مستعدی، اطاعت، استقلال اور سبقت بالخیر کی قابلیت ہو۔ اور اپنی مضامین پر جلوس میں نظمیں پڑھ سکیں۔

بنک

ہرایک مسجد میں بنک کا قیام ضروری ہے۔ جمعہ کے اجتماع میں بنکوں کے سب انسپکٹر صاحب کو بلا کر بنک کھولنا چاہیئے۔ ہرگھر اس بنک کا حصہ دار ہو۔ امرا اپنا روپیہ امانت کرائیں۔ ایسے بنک کے قیام میں انجمن کی طاقت اور قبولیت کا حقیقی راز مضمر ہے۔ تمام محلہ ایک مرکز پر سمٹ آئے گا۔ اور کوئی شخص ساہوکاروں کا محتاج نہ رہے گا۔ اور قرض سے سبکدوشی کے بعد یہی سرمایہ مسلمانوں کے قدموں کو تجارت اور صنعت و حرفت کی طرف بڑھائے گا۔ بنکوں کے ساتھ لازمی تعلیم، اصلاح رسوم، تعلیم بالغان، اور کفایت شعاری، [illegible]

مکاتب مساجد

چونکہ ائمہ مساجد جدید طریق تعلیم سے ناواقف ہیں۔ لہذا اسلامیان ٹرینڈ مدرسین کی مدد اور مشورہ سے تختہ بورڈ اور نقشہ حروف وغیرہ سامان کے ساتھ مسجد میں ابتدائی تعلیم کا مکتب جاری کرنا چاہیئے۔ (۲)، چند تعلیم یافتہ گھروں میں بچیوں کی تعلیم کا انتظام ہوسکتا ہے۔ ورنہ محلہ میں کوئی محفوظ مکان کرایہ پر لے لیں۔ (۳)، مزدوری پیشہ اور بڑی عمر والوں کے لئے مغرب سے عشا تک نائٹ سکول جاری رہے گا۔ اور حالات کے مطابق نماز مغرب کی حاضری اسکول کی حاضری ہوگی۔ (۴) معلمین اور معلمات کو خواہ وہ ائمہ مساجد ہوں یا کوئی دوسرے حضرات، بیت المال سے الاؤنس دینے چاہیئں (۵)، گلستان، بوستان اور کریما کی تعلیم کو ضرور زندہ کریں ایسے بہترین اخلاقی نصاب کا اثر مسلم گھرانوں پر ضرور قائم رہنا چاہیئے۔

اکھاڑہ

ہماری آئندہ نسلوں کے چہروں کی زردی اور شدید جسمانی کمزوری کا تقاضا ہے کہ ہرمسجد کے ساتھ ایک اکھاڑہ ہو۔ مسجد کے نزدیک یا دور کرایہ پر جگہ لی جاسکتی ہے۔ جس طرح مغرب کے بعد کا وقت شبینہ مدارس کے لئے وقف ہے۔ اسی طرح صبح کا وقت کشتی کے لئے وقف ہونا چاہیئے۔ اراکین انجمن اپنے بچوں کو صبح کی نماز میں ساتھ لائیں۔ اور نمازی مل کر میدان ورزش میں تشریف لے جائیں ہرایک اکھاڑہ کو بیت المال سے خوب مدد ملنی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ نسلوں میں اپنے جسموں کو مضبوط اور خوبصورت بنانے اور ریم چرینہ کا شوق پیدا ہو۔

لائبریری اور ریڈنگ روم

اگر علیحدہ کمرہ نہ ہو تو مسجد کے اندر ایک الماری میں اخلاق، صحت، سیرت، اور اسلامی تاریخ کی کتابیں جن سے عورتیں بچے اور ہر درجہ کے لوگ فائدہ اٹھا سکیں جمع کرالینی چاہیئں۔ ایک چھوٹی سی میز اخبارات کے لئے ہو۔ تنظیم، تیج، سودمند، کے علاوہ ایک صلح کل اور بے لاگ روزانہ یا ہفتہ میں دوبار سیاسی اخبار کا اجرا ضروری ہے۔ نمازیوں میں واقعات عالم کا تذکرہ رہنا چاہیئے۔ جمعہ کے اجتماع میں ضروری واقعات اور دلچسپی کو بڑھانے والی خبروں پر ایک مختصر تقریر کی جائے۔

رفاہ عام

ہرایک محلہ میں رفاہ عام کے اور بھی کئی کام ہیں۔ مثلاً میونسپل کمیٹی سے محلہ میں صفائی اور روشنی کا تقاضا، بعض وقوعات پر اہل محلہ کی قانونی امداد۔ تنازعات کو عدالت کے بغیر باہمی رضامندی سے فیصلہ کرنا، اسلامی تیوہاروں کا منانا، لاوارث مریضوں کا علاج اور ایسی ہی میتوں کا کفن دفن اور نکاح بیوگان کی کوشش یتیم بچیاں اور عمر رسیدہ لوگوں کی حفاظت، اصلاح رسوم اور شادی وغم کی تقاریب پر خود پہنچکر صاحب خانہ کو فضول خرچی، مکلف کپڑوں، کھانوں، زیوروں، باجہ، آتشبازی وغیرہ سے روکنا۔ چونکہ انجمن کا دائرہ عمل بہت محدود ہوگا یعنی صرف ایک محلہ اس لئے اس کے واسطے جزئیات پر حاوی ہونا اور اہل محلہ کی مکمل تنظیم کردکھانا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ قابل ائمہ مساجد کو باقاعدہ تنخواہ دے کر اس کام پر مقرر کیا جاسکتا ہے۔

شاہراہ کامیابی

اس تمام پروگرام کی کامیابی تین امور پر مبنی ہے ایک یہ کہ جمعہ کا اجتماع کامیاب ہو اور خطبات جمعہ کا سلسلہ نتیجہ خیز، عملی اور ضرورت کے مطابق ہو۔ دوسرے یہ کہ بیت المال کی تحریک کامیاب ہو اور لوگ اپنے صدقات کو بیت المال میں داخل کرنا سیکھیں۔ تیسرے یہ کہ چند ایسے مستقل مزاج مسلمان خدا کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو رشک و رقابت اور نام ونمود سے بالاتر ہوں۔ وہ ساری دنیا کے دوست اور اپنے نفس کے دشمن ہوں ایسے ہی مردان کار کی دعائیں خاکساریاں اور عملی مثالیں ملکوں اور قوموں کی قسمتوں کو پلٹ دیتی ہیں۔ خداتعالیٰ ہم سب کو خدمت دین خلوص و ایثار اور عمل و اصلاح کی توفیق عنایت فرمائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

حکومت پنجاب کی

مقدمہ رنگیلا رسول کے فیصلہ اور مسلم آوٹ لک کی سزایابی پر مسلمان اپنی انتہائی ناراضی و بے اطمینانی ہیں۔ ہرشہر اور قصبہ سے ان دونوں فیصلوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جارہی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے کم سے کم مطالبات یہ ہیں:-

(۱) جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر نظرثانی کی جائے۔

(۲) اگر ضرورت ہو تو تعزیرات ہندکی دفعات میں اس طرح ترمیم کردی جائے کہ کسی بدزبان شخص کو کسی مذہبی پیشوا کی توہین کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اور جب تک یہ ترمیم ہو اس وقت تک کے واسطے اس مقصد برآری کے لئے ایک آرڈیننس نافذ کیا جائے۔

(۳) اخبار مسلم آوٹ لک کے مدیر وناشر کو فوراً رہا کیا جائے۔

(۴) دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت جن کارکنان خلافت اور رضاکاروں کی گرفتاری اور سزایابی عمل میں آئی ہے انہیں آزاد کردیا جائے۔

مسلمان ہرمقام پر عظیم الشان جلسے منعقد کرکے ان مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرچکے ہیں اور کررہے ہیں۔ مگر حکومت ہے کہ مطمئن بیٹھی ہے۔ اور محض طفل تسلیوں سے مسلمانوں کو مطمئن کرنا چاہتی ہے۔ کبھی یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومت ورتمان کے مقدمہ کو دفعہ ۱۵۳ الف کی وضاحت کے لئے آزمائشی مقدمہ بنانا چاہتی ہے۔ اور کبھی یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ فیصلہ کرانے کے لئے یہ مقدمہ عدالت عالیہ میں منتقل کرایا جارہا ہے۔ کیا حکومت یہ خیال کرتی ہے کہ مسلمان ان بے معنی اور دوراز کار علانات سے مطمئن ہوجائیں گے۔ حکومت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ ورتمان کے مقدمہ کا جلد فیصلہ ہو بلکہ ان کے اصل مطالبات وہی ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کرچکے ہیں۔ وہ اس بات کا نہایت تشویش و اضطراب سے انتظار کررہے ہیں کہ مہاشہ راجپال کو جس نے ان کے مقدس رسولؐ کو نہایت گندی گالیاں دی ہیں کیا سزا دی جاتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے دل سخت مجروح ہورہے ہیں۔ مگر افسوس کہ حکومت ان پر پھاہا رکھنے کے بجائے اور چرکے دے رہی ہے۔ اس نے صرف اب تک مسلمانوں کے مطالبات پورے کرنے کے لئے کوئی مؤثر عملی قدم ہی نہیں اٹھایا بلکہ لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کرکے مسلمانوں کو اپنے جذبات وخیالات کے اظہار سے محروم کردیا۔ اور پرامن شہریوں کو پولیس کے رحم پر چھوڑدیا۔ جس نے کئی مواقع پر بے گناہ لوگوں پر لاٹھیاں برسائیں اور اس طرح ان کو اشتعال دلانے کی کوشش کی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ بیس بائیس کے قریب قومی کارکنوں کو گرفتار کرکے جیل میں ٹھونس دیا۔ کیا ان تشدد آمیز کارروائیوں سے مسلمان دب جائیں گے ہرگز نہیں۔

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد

حکومت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حرمت رسولؐ کا معاملہ ہے جس پر ہرمسلمان اپنا جان ومال نثار کرنا عین سعادت تصور کرتا ہے۔ اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے اور سب سے بہتر یہ ہو کہ مسلمانوں کے موجودہ واجبی مطالبات کو منظور کرکے وہ معاملہ کو جلد سے جلد ختم کردے۔

عصا رکھنا سنت ہے

آج کل ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سنت پر عمل کرنے کی خاص طور پر ضرورت ہے کیونکہ موسم گرما میں پاگل کتے کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اور سانپوں اور بچھوؤں کا بھی زور ہوتا ہے۔ پس آج ہی ایک مضبوط لکڑی خریدو اور اسے ہمیشہ [illegible]

مذاکرہ علمیہ

ریل میں ایک دلچسپ مکالمہ

کفارہ، تثلیث اور توحید

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

دوستوں کے اصرار سے یہ مکالمہ شایع کرتا ہوں الفاظ بالکل وہی ہونے تو ناممکنات میں سے ہے۔ کوشش کی ہے کہ مفہوم میں فرق نہ آئے۔ (بشارت احمد)

کئی سال ہوئے میں راولپنڈی جا رہا تھا۔ لاہور سے جو رات کے ساڑھے دس بجے گاڑی چلتی ہے۔ اس پر سوار ہونے کا اتفاق ہوا۔ گاڑی میں اس رات بڑی بھیڑ تھی۔ سکنڈ کلاس میں نیچے کے برتھ پر تو لوگوں کے بستر لگے ہوئے تھے۔ میں اوپر کے برتھ پر اپنا بستر لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ سامنے کی برتھ سے مجھے ایک آواز آئی۔ دیکھا تو دو انگریز آپس میں باتیں کر رہے ہیں جن میں سے ایک پادری ہے۔ وہ پادری صاحب بعد میں امریکن ثابت ہوئے۔ پادری صاحب نہایت خوش شکل تھے۔ بالخصوص ان کی ہنسی نہایت درجہ دلفریب تھی۔ دونوں صاحب انگریزی میں باتیں کر رہے تھے۔ میری مولوی نما شکل دیکھ کر پادری صاحب نے یہ سمجھا کہ یہ انگریزی سے نابلد ہے۔ اس لئے انہوں نے مجھے اردو ہی میں مخاطب کیا۔ اور فرمانے لگے کہ میں تو وزیرآباد میں اتر جاؤنگا۔ کیونکہ سیالکوٹ جا رہا ہوں۔ آپ نیچے کے برتھ پر بستر لگا سکتے ہیں۔ میں نے شکریہ کے ساتھ نیچے کے برتھ پر ہی اپنا بستر رکھ دیا۔ پادری صاحب تبلیغ کے بہت شوقین معلوم ہوتے تھے۔ جیسا کہ بعد میں ان کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ وہ دس پندرہ سال سے پنجاب میں تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ اردو بھی اچھی بول لیتے تھے۔ میں نے بستر ابھی رکھا ہی تھا کہ انہوں نے مجھے تبلیغ شروع کر دی۔ وہ اردو ہی میں بولتے رہے۔ اور میں بھی اردو ہی میں جواب دیتا رہا۔ چھوٹتے ہی پوچھا:-

حضرت مسیح کو جانتا اور مانتا ہوں

پادری صاحب۔ آپ مسیح کو جانتے ہیں؟

میں۔ خوب جانتا ہوں۔

پادری صاحب۔ پھر کیا آپ اسے مانتے ہیں؟

میں۔ ہاں مانتا ہوں۔

پادری صاحب۔ کیا مانتے ہیں؟

میں۔ نبی مانتا ہوں۔

پادری صاحب۔ تو آپ کچھ بھی نہیں مانتے۔

میں۔ تو پھر مجھے اسے کیا ماننا چاہیئے؟

پادری صاحب۔ خدا کا بیٹا۔

میں خدا کا بیٹا!

خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا

کیا خدا کی بھی کوئی نوع ہے۔ جہاں توالد و تناسل کا سلسلہ چلتا ہے جن چیزوں میں قدرت نے توالد و تناسل کا سلسلہ رکھا ہے۔ اس سے قدرت کا منشا یہ ہے کہ تا اس چیز کی نوع قایم رہے۔ یعنی جب ایک فرد مرتا ہے تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہوتی ہے۔ اور اس طرح نوع فنا ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ گویا توالد و تناسل اس بات کا علاج ہے کہ ایک فرد کی موت سے نوع نہ فنا ہو جائے۔ پس جب خدا کا بیٹا ہے تو معلوم ہوا کہ موجودہ خدا باپ ایک دن مرے گا اور بیٹا خدا اس کا جانشین ہوگا۔ اور کیا عجب ہے کہ مر گیا ہو اور آجکل بیٹا خدا ہی اصل حکمران خدا بن گیا ہو۔ عیسائیوں کا زور سلطنت بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ اور خیر اگر نہیں مرا تو ضرور مرے گا۔ ورنہ بیٹے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر خدا کے بیٹا ہے تو اس کا باپ بھی ضرور ہوگا جس کے مرنے پر موجودہ خدا جانشین ہوا۔ اسی طرح دادا پڑدادا بھی ہوگا۔ کیونکہ اگر خدا میں توالد و تناسل کا سلسلہ مانا جائے گا تو

اور اگر کہو کہ نہیں توالد و تناسل کوئی نہیں یہ منہ بولے باپ بیٹے ہیں۔ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ دو برابر کے ازلی ابدی خدا ایک دوسرے کو باپ بیٹا کیوں کہنے لگے۔ کسی کو باپ کہنا اس کی مقدرت اور اپنے عجز کی دلیل ہے۔ اور اس کو بیٹا کہنا اس کی کمزوری اور ضعف اور اپنی طاقت اور غلبہ کے اظہار کا نشان ہے۔ پھر یہ کیوں اس طرح کا رشتہ قایم کر لیا گیا۔ ایک کمپنی کے دو برابر کے مالک کبھی گوارا نہیں کر سکتے کہ ایک باپ بن کر دوسرے کو بیٹا کہنے لگے۔ دوسرے کی اس میں سخت ہتک ہے۔ البتہ بھائی بھائی بن جاتے تو زیادہ موزوں تھا۔ مگر نہیں ایک نے باپ بن کر دوسرے کو نہ صرف منہ سے بیٹا بیٹا کہنا شروع کر دیا بلکہ اسے پکڑ پکڑ کر روتے چلاتے کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ پھر یہیں تک نہیں تین دن جہنم میں بھی رکھا۔ یہ تو سخت ہتک ہے۔ اور اگر کہو کہ نہیں وہ سچ مچ کے باپ بیٹے ہیں جیسے توالد و تناسل کے قاعدہ سے ہوتے ہیں۔ تو پھر وہی مشکل درپیش ہے کہ باپ ایک دن ضرور مرے گا۔ ورنہ بیٹے کی کیا ضرورت تھی بیٹے کی ضرورت تو بقائے نوع کے لئے ہوتی ہے۔ بیٹے کا ہونا ہی باپ کی موت پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر جب خدا کے بیٹا ہے۔ تو باپ بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ توالد و تناسل کے سلسلہ میں جب خدا کے بیٹا ہے۔ تو باپ کا ہونا لازم ملزوم کی طرح ہے۔

پادری صاحب نے یہ سنا اور گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھی انگریز سے انگریزی میں کہنے لگے کہ میں ابھی اس شخص کو سمجھا کر واپس آتا ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ میرے برتھ پر آ بیٹھے اور نہایت بے تکلفی سے میرے پہلو بہ پہلو بیٹھ گئے۔ اور اصل مبحث کو چھوڑ کر ایک اور ہی پہلو پر گفتگو فرمانے لگے۔

پادری صاحب کا وعظ مسئلہ کفارہ پر

پادری صاحب۔ آپ سمجھے نہیں۔ مسیح کو اس لئے صلیب پر چڑھایا گیا کہ خدا باپ عدل ہے۔ وہ گناہگار کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹے کو انسان کے گناہوں کے بدلہ میں سزا دیدی۔ مثلاً میں اور آپ اگر خون کریں اور عدالت ہمیں پھانسی کی سزا دے دے تو بادشاہ اگر ہم پر رحم کرنا چاہے تو وہ ایسا کرے گا کہ اپنے بیٹے کو ہماری جگہ پھانسی دیدے گا۔ اور ہمیں سزا سے بچا لے گا۔"

میں یہ سنکر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ پادری صاحب حیرت سے میرا منہ تکنے لگے اور فرمایا "آپ ہنسے کیوں"؟

کفارہ سے نہ خدا محبت ثابت ہوتا ہے نہ عدل!

میں۔ آپ کے عدل کے مفہوم پر۔ آپ فرماتے ہیں باپ عدل ہے وہ مجرم کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ اس نے نوع انسان پر رحم کر کے ان کی جگہ اپنے بیٹے کو پھانسی دے دی میں کہتا ہوں یہ عدل ہوا یا ظلم ہوا؟ عدل کا تقاضا تھا کہ مجرم سزا پاتا۔ بے گناہ کو سزا دینا عدل کے سخت خلاف ہے۔ اور سراسر ظلم ہے۔ یہ خوب خدا باپ عدل مجسم ہے کہ گنہگاروں کو چھوڑتا اور ان کے بدلے بے گناہوں کو سزا دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ اگر وہ کسی گنہگار کو معاف کر دیتا تو کہتے کہ اس نے رحم کیا۔ گنہگار کو معاف کر دینے کا نام رحم ہے۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ خدا باپ اس خلق سے بے بہرہ ہے۔ اس میں رحم نام کو نہیں۔ معلوم نہیں پھر آپ کس طرح شور مچاتے پھرتے ہیں۔ کہ "خدا محبت ہے" حالانکہ آپ کے عقیدہ کی رو سے خدا میں رحم مطلق نہیں۔ جس میں رحم نہیں اور وہ کسی گناہگار کو کبھی معاف نہیں کر سکتا اس کو محبت کا مجسمہ کہنا کس قدر غلط ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں کہ وہ بے رحم ہے۔ بلکہ عادل نہیں کیونکہ ایک بے گناہ کو سزا دیتا ہے۔ گناہگار کو چھوڑنا اور بے گناہ کو سزا دینا دنیا کے کس قانون میں عدل و انصاف کہلاتا ہے۔ سکھا شاہی کے زمانہ میں سنا کرتے تھے کہ کسی پست قد کو پھانسی دینے لگے تو پھانسی کا رسہ اونچا تھا۔ لوگوں نے کہا مہاراج مجرم پست قد ہے۔ اور پھانسی کا رستہ اونچا ہے سکھ سردار نے کہا کہ کسی لمبے قد کے آدمی کو پھانسی دیدو مطلب تو مقتول کے بدلہ میں کسی کو پھانسی چڑھانا ہے۔ خواہ اصل قاتل چڑھ جائے یا کوئی اور۔ یہ سکھا شاہی عدل و انصاف کا نمونہ کیا خدا کے [illegible] چھوڑ کر اور

اس کے انصاف میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

اثبات تثلیث کے لئے مضحکہ انگیز دلیل

پادری صاحب بہت سٹ پٹائے۔ اور بحث کا پہلو ہی بدل دیا۔ فرمانے لگے "ہم کیا کریں۔ کلام پاک میں ایسا لکھا ہے" پھر جلدی سے بائیبل کھول کر مجھے دکھانے لگے۔ اور کہنے لگے دیکھیئے توراۃ میں خدا کے لئے "الوہیم" کا لفظ آیا ہے۔ عبرانی زبان میں "الوہیم" میں "یم" جمع کے لئے آتا ہے۔ اور جمع کم سے کم تین کے لئے بولی جاتی ہے۔ اس لئے اس سے تثلیث ثابت ہوتی ہے۔

میں۔ جمع کم سے کم تین کے لئے آتی ہے تو زیادہ سے زیادہ کتنوں کے لئے آتی ہے یا اگر "یم" یہاں تعظیم کے لئے نہیں بلکہ جمع کے لئے ہے۔ تو پھر اس سے تین کیا سینکڑوں ہزاروں خدا ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ کم سے کم تین ضرور ہونے چاہئیں۔ مگر اس سے قبل تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ توراۃ و انجیل میں توحید کی تعلیم ہے۔ اب معلوم ہوا کہ ان میں شرک ہی شرک ہے۔ یہ ان کتب کے محرف و مبدل ہونے کی پکی دلیل ہے کہ آپ نے اس میں سے کئی خدا نکال کر دکھا دیئے۔

خدا ایک ہے

پادری صاحب۔ "نہیں نہیں کئی خدا نہیں۔ خدا تو صرف ایک ہے۔"

میں۔ "ابھی آپ نے کہا کہ "الوہیم" میں یم جمع کی علامت ہے اور جمع کم سے کم تین کے لئے آتی ہے"

پادری صاحب۔ "بے شک میں نے کہا۔"

میں۔ "تو پھر الوہیم کے معنے ہوئے کم سے کم تین خدا"

پادری صاحب۔ "نہیں نہیں خدا تو ایک ہے تین نہیں۔"

میں۔ تو پھر آپ نے اس شد و مد سے "یم" کو جمع کی علامت بنا کر کیوں پیش کیا تھا۔

مذہب میں عقل کو دخل نہیں

پادری صاحب۔ اصل میں آپ عقل سے کام لیتے ہیں اور مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ یہاں صرف ایمان سے کام لینا چاہیئے۔ ایک زمانہ تھا جب میں بھی آپ کی طرح عقل سے کام لیتا تھا۔ مگر میرے دل کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ آخر میں نے اس سے توبہ کی۔ اور کمرہ کا دروازہ بند کر کے مسیح کو پکارا۔ تو دیکھو ایک شعلہ! مسیح خود آ کر مجھے تسلی دیتا ہے۔ آپ بھی ایمان سے کام لیں اور دعا کریں۔

اسلام اور عقل

میں۔ میں اللہ کے فضل سے پانچ وقت اهدنا الصراط المستقيم کی دعا کرتا رہتا ہوں۔ ہمیشہ سیدھا رستہ خدا سے مانگتا ہوں اور روز بروز توحید اور اسلام پر شرح صدر ہوتا جاتا ہے۔ خدا کی طرف سے جو ہدایت اور علم ملے گا ضرور ہے کہ وہ عقل انسانی کی دستگیری کرنے والا ہو نہ کہ عقل کو دھکے دینے والا۔ الٰہی ہدایت تو عقل کی دستگیر اور اس کو کمال پر پہنچانے والی ہوتی ہے۔ نہ کہ عقل کو جواب دینے کے لیے جو کشف یا الہام عقل انسانی کو دھکے دے وہ حدیث نفس یا وسوسہ شیطانی ہے۔ خدا کا علم اور ہدایت ایسی نہیں ہو سکتی کہ عقل کے خلاف ہو۔ بعض امور باطنی بے شک ایسے ہوتے ہیں۔ کہ عقل سے بالا تر ہوتے ہیں۔ الہام الٰہی ایسے مواقع پر انسانی عقل کی دستگیری کرتا ہے اور عقل کو منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے مدد دیتا ہے۔ جیسے آنکھ جب ایک حد سے آگے نہیں دیکھ سکتی تو دوربین انسانی نگاہ کی مدد کرتی ہے۔ اسی طرح جب کسی امر دقیق میں عقل انسانی عاجز رہ جاتی ہے۔ تو الہام الٰہی اس کے حل کرنے میں عقل کی مدد کرتا ہے۔ یہ نہیں کرتا کہ عقل کو دھکے دینے لگے۔

اس کے بعد پادری صاحب بصد حسرت و یاس اپنے برتھ پر تشریف لے گئے۔ اور میں آرام سے سو گیا۔ آنکھ کھلی تو وہ اتر چکے تھے۔

مسیح موعود نمبر

کے لئے جن حضرات کی خدمت میں مضامین کی درخواست کی گئی ہے وہ براہ کرم جلد مضامین ارسال فرمائیں کیونکہ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ ادکام

انتقاد

حصار اسلام یہ ایک جدید ہفتہ وار اخبار ہے جو خواجہ حسن نظامی صاحب کے ایک مرید احمد وجودی کی ادارت میں بٹالہ ضلع گورداسپور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے متعلق نہایت اعلیٰ پایہ کے مضامین شایع کرتا ہے۔ نظمیں بھی دلچسپ ہوتی ہیں۔ ہر پرچہ میں ایک نہ ایک مفید کارٹون بھی ہوتا ہے۔ غرض مسلمانان ہندوستان کو آج جس تعلیم کی ضرورت ہے وہ اس اخبار کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ کاغذ کتابت اور طباعت دیدہ زیب ہے۔ سالانہ چندہ چھ روپیہ۔ ملنے کا پتہ :-

منیجر حصار اسلام بٹالہ ضلع گورداسپور

ہماری غذائیں "بچوں کی دیکھ بھال" کے مصنف ڈاکٹر مجیب الدین احمد صاحب لدھانوی کی تازہ تالیف ہے۔ جس میں نہایت آسان طریق پر تقریباً تمام انسانی غذاؤں سے بحث کی گئی ہے۔ ہر غذا کے اجزا اور فوائد وغیرہ پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ نہایت مفید کتاب ہے۔ ہر مذہب و ملت کے افراد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کتابت طباعت اور کاغذ سب نفیس ضخامت ۴۴ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ جو کتاب کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ملنے کا پتہ

ڈاکٹر مجیب الدین احمد خاں کنگ میڈیکل ہال دہلی

The Affinity between the original church of Jesus Christ and Islam یہ انگریزی کتاب مشہور نو مسلم انگریز الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق کی تصنیف ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ عیسویت کے مخصوص مسائل ابنیت والوہیت مسیح اور کفارہ وغیرہ بالکل لغو ہیں۔ مغربی دنیا ان سے بیزار ہو چکی ہے اور اسلام کی اشاعت و مقبولیت کے لئے سنہری موقع پیدا ہو چکا ہے کتاب ۱۳ ابواب میں منقسم ہے۔ اس کے علاوہ شروع میں ایک دیباچہ اور آخر میں دو ضمیمے بھی ہیں۔ اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ اسلام نے علوم کی اشاعت میں بھی بے نظیر کام کیا ہے۔ اور غیر بردباری اور جبر کا جو الزام اسلام پر عیسائی مشنری لگاتے ہیں۔ وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ ان ضمیموں میں اسلامی عقائد و تعلیمات پر مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے۔ ضخامت ۲۰۵ صفحات کاغذ اور جلد نفیس قیمت دو روپے۔ دفتر اسلامک ریویو ووکنگ انگلستان سے مل سکتی ہے۔

اسباق القرآن اس نام سے چودھری طفیل محمد صاحب بی اے (آنرز) بی ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول فتح گڑھ (ضلع گورداسپور) نے ۲۰ صفحات کا ایک رسالہ لکھا ہے جس میں قرآن مجید کی بعض سورتوں کا عام فہم اور تحت اللفظ ترجمہ کیا ہے غرض یہ ہے کہ اسلامی اسکولوں کے طلبا اس سے مستفید ہوں قیمت ۴ر کتاب ملنے کا پتہ

(۱) منشی مولا بخش کشتہ اینڈ سنز تاجران کتب چوک بکلی امرتسر

(۲) چودھری نور محمد فتح گڑھ چوڑیاں (گورداسپور)

مرزا حیرت کا فوٹو ڈاکٹر شفیع احمد پی ایچ ڈی دہلوی کی تالیف ہے۔ مضمون نام سے ظاہر ہے۔ مرزا حیرت دہلوی کی زندگی کا افسوسناک مرقع ہے۔ ضخامت ۸۰ صفحات قیمت ۸ر ملنے کا پتہ۔

منیجر رسالہ دستکاری چاندنی چوک دہلی

حکومت کو اطلاعات

ارجن دہلی

شردھانند مقتول کے بیٹے اندر نے اپنے اخبار ارجن کی ۲۹ جون کی اشاعت میں ایک مضمون لکھا ہے جو مسلمانوں کے لئے حد درجہ دلآزار اور اشتعال انگیز ہے۔ اس مضمون میں حسب ذیل الفاظ قابل گرفت ہیں۔

"اسلام کی کشتی اب ڈوبا چاہتی ہے۔ بچانے والو دوڑو۔ عرب کے مسلمانو! تمہارے پیغمبر کی شان مٹی میں ملا چاہتی ہے۔ کیوں اسکو بچانے کے لئے نہیں آتے۔ مصر، ایران، ٹرکی کے ایمان والو! آؤ ان کافروں نے اسلام کی توہین کی ہے انہیں جہنم پہنچاؤ۔ ہائے رے کیوں نہیں آتے یہ ہماری آنکھوں کے سامنے **پیغمبر کی مٹی پلید ہو**"

یہی بد زبان اخبار آگے چل کر لکھتا ہے۔

"**رنگیلے صاحب** (مراد آنحضرتؐ) اب کیوں حسن بن صباح بن کر اپنی فوج لے کر دشمنوں پر چاروں طرف سے حملہ نہیں کرتے۔ کہ ان کا بھی ناک میں دم ہو جائے"

حکومت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آریہ اخبارات کی بد زبانیاں اور پیغمبر اسلام کی شان میں بیجا حملے جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے کی بدولت ہیں۔

مسلمانوں کی فریاد

اس نام سے ایک ہندی رسالہ آر۔ جی بھٹ نے راوی رہا سولکی آریہ بھاسکر پریس آگرہ میں چھپوا کر آریہ کتب خانہ سے شایع کیا ہے۔ جس میں دو نظمیں نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز ہیں۔ اور ان میں **رسول اللہ صلعم کی حد سے زیادہ توہین کی گئی ہے۔**

ریاست چنبہ

اس ریاست میں سوائے مسلمانوں کے سب اہل مذاہب کو اجازت ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کا پرچار کریں۔ اور غیر لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کریں لیکن مسلمانوں پر تبلیغ و اشاعت مذہب کے معاملہ میں سخت ناروا پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اور کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ برضا و رغبت اسلام قبول کر سکے۔ مسلمان ریاست کے اس حکم کو بالکل ناواجب اور سراسر ظلم سمجھتے ہیں حکومت کو چاہیئے کہ وہ اس کا تدارک کرے۔

خدا اور شیطان کا جھگڑا

اس نام سے ایک منظوم ٹریکٹ رام سروپ آریہ مسافر اپدیشک منیجر آریہ مسافر ٹریکٹ مالا کاریالیہ بنارس شہر نے شایع کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز ہے۔ حکومت کو فوراً متوجہ ہونا چاہیئے

ضلع فیروزپور میں جبری اغوا

اطلاع ملی ہے کہ ۱۰ر جولائی کو سردار جسونت سنگھ سوڈھی گدی نشین گورو ہرسہائے کے ایک رشتہ دار چمن سنگھ ولد جاگیر سنگھ نے ایک مسلمان زرگر چراغ الدین پر بندوق سے فائر کئے جس سے اس کے سامنے کے دانت اڑ گئے۔ زبان پھٹ گئی۔ اور دونوں گالوں اور پیشانی پر زخم آگئے۔ حملہ آور کی غرض یہ تھی کہ چراغ الدین مذکور کی سالی میراں کو زبردستی چھین کر لے جائے۔ چنانچہ جب چراغ دین زخمی ہو کر گر پڑا اور اس کے ہمراہی ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ تو چمن سنگھ مسماۃ میراں کو گھوڑے پر بٹھا کر لے اڑا۔ ضلع فیروزپور کے انتظامی حکام کو اس معاملہ کی پوری [illegible] سزا دی جائے۔

ہندوستان

— پنجاب ہائی کورٹ نے ایک سرکلر جاری کیا ہے کہ اگر کسی کیس کا کوئی رشتہ دار مجسٹریٹ یا اہلمد یا ناظر یا کوئی اور عہدیدار ہو تو وہ وکیل اس عدالت میں برائے پیروی مقدمہ پیش نہیں کر سکتا۔

— لوکل گورنمنٹ نے ایک ماہ قبل ایک پمفلٹ موسومہ "شہید سنیاسی" ضبط کر لیا تھا۔ اب آریوں نے ہائی کورٹ میں اس حکم ضبطی کو منسوخ کرنے کی درخواست دی ہے۔ دلیل منسوخی یہ ہے کہ کتاب مذکور دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں نہیں آتی۔

— حضور نظام حیدرآباد دکن نے ڈاکٹر ٹیگور کو ایک لاکھ روپیہ اس غرض سے عطا کیا ہے کہ وہ اس روپیہ سے اپنے دشنو بھارتی آشرم میں اسلامی تہذیب و تمدن کی ایک چیئر کھولیں۔

— صوبہ بنگال کی ہندو سبھا نے ایک سال کے اندر اپنی ۱۲۷ شاخیں قایم کی ہیں۔ اور نوے مدرسے بنائے ہیں۔ جہاں ابتدائی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔

— رسالہ ورتمان کا مقدمہ عدالت عالیہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ جسٹس سکیمپ ۱۵ر جولائی کو اس کی سماعت کریں گے۔

— ڈاکٹر محمد عالم۔ رانا فیروز الدین اور چودھری افضل حق ممبران لیجسلیٹو کونسل پنجاب نے دوشنبہ کے جلسہ کے متعلق ڈپٹی کمشنر لاہور کے دفعہ ۱۴۴ نافذ کرنے اور پولیس کے وحشیانہ طور پر ڈنڈے چلانے کے بارہ میں ایک برقی پیغام گورنر پنجاب اور وائسرائے کو بھیجا۔ جس کے جواب میں حکومت پنجاب کی طرف سے یہ جواب موصول ہوا کہ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ حکومت کے مشورے سے ہوا ہے۔

— سکرٹری مسلم لیگ پنجاب نے گورنر کو تار دیا ہے کہ مسلم آؤٹ لک کے مدیر اور ناشر کو رہا کر دیا جائے۔

— ناگپور میں قانون اسلحہ کی خلاف ورزی ایک ماہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔

— جناب محمد بادشاہ کونسل آف سٹیٹ کے آئندہ اجلاس میں اس مضمون کی قرارداد پیش کرنے والے ہیں کہ جریدہ مسلم آؤٹ لک کے مدیر و ناشر کو رہا کر دینے کی سفارش جناب وائسرائے سے کی جائے۔

ممالک خارجہ

— وزیر تعلیمات ایران نے تعلیمات عمومی کے اجرا و تاسیس مدارس و دارالمعلمین کے لئے ۲ لاکھ ۲۰ ہزار تومان کی رقم منظور کی ہے۔

— حکومت ایران کے فوجی ادارہ کی طرف سے ۱۷ اشخاص فوجی تعلیم کے لئے یورپ جانے والے ہیں۔

— ترکی جرائد نے امتیازات اجنبیہ کی منسوخی کے اعلان پر ایران کو مبارکباد دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جس حکومت کا بادشاہ رضا خاں جیسا مصلح شخص ہو اس کو یہی راستہ اختیار کرنا تھا۔ امتیازات اجنبیہ قرون مظلمہ کی تاریک یادگاریں ہیں جن کا وجود اب باقی نہیں رکھا جا سکتا۔

— ترکی رعایا نے حکومت انگورہ سے شکایت کی تھی کہ فرانسیسی حکومت انتداب نے ان کے اموال و املاک پر قبضہ کر لیا ہے اور اس میں تصرف کی اجازت نہیں دیتی اس پر حکومت انگورہ نے یہ قانون وضع کیا ہے کہ جو حکومت ترکی رعایا کے اموال اور املاک پر قبضہ کرے گی اس کی رعایا کے ساتھ ترکی کے اندر یہی سلوک کیا جائے گا اور اس طرح ترکی رعایا کے خسارے پورے کئے جائیں گے۔

— ایرانی حکومت نے فوجی خدمت لازمی قرار دیدی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بوقت ضرورت ۲۰ لاکھ ایرانی فوج میدان میں لائی جا سکے گی۔

— ایران و ترکی کے مابین ایک تجارتی معاہدہ ہونے والا ہے

[illegible]

ضرورت ہے

اس پُرفتن دور میں جبکہ شدھی بازوں نے پنجاب کی تمام اچھوت اقوام کو ہندو مذہب میں جذب کر لینے کا تہیہ کر لیا ہے اسلام کو ایسے باہمت مسلمان زمینداروں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے علاقہ کی اچھوت اقوام کو مسلمان بنانے کے لئے میدان میں اتریں۔ کوئی خدا کا بندہ ہے جو دین الٰہی کی نصرت کیلئے اٹھے رحمت خداوندی نہایت شوق سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔

مشتہرین کے لئے نادر موقعہ

اخبار پیغام صلح کا خاص نمبر نہایت آب و تاب سے ۳ اگست کو شایع ہوگا مشتہرین کیلئے اشتہار دیکر فائدہ اٹھانے کا نادر موقعہ ہے خاص نمبر کیلئے اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے۔ پورا صفحہ عـ۲۰ ½ صفحہ ۱۲ پورا کالم عـ۸ ½ کالم ۵ ¼ کالم ۳ ، جلد اشتہار معہ اجرت بھیجئے پھر جگہ نہ ملیگی۔ (منیجر)

بہترین ثمر ہائے آم و گلابی لیچیاں

آم سفید لنگڑا الہیٔ اکبر پسند کشن بھوگ حیدرہ اور بڑے دانے فیصدہ ۵ فی پچاس عـ۔ گلابی لیچیاں بحد لطیف و شیریں۔ ایک ہزار کی قیمت چھ روپے پانسو کی چار روپے پیکنگ و محصول ریل بذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں اور آم کا چالان جاری ہے اس سال فصل اپنہ بہت کم ہے اس لئے آرڈر معہ نصف قیمت بہت جلد روانہ فرمایئے۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب کیجئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ

ضرورت ہے؟

ٹسری صافی کی تو مولوی کبیر احمد خاں برادرز بھاگلپور سٹی سے منگایئے

سفوف ظہیری

یہ ایک شفا بخش دوائی ہے جو ہاضمہ کو درست کرتی ہے قبض کشا ہے۔ اور حد درجہ کی مصفی خون ہے جسم کو ہر قسم کی خونی بیماری سے پاک کرتی ہے خون صالح خصوصیت سے پیدا کرتی ہے۔ دائمی قبض بواسیر سنگرہنی امراض جگر کو از حد مفید ہے۔ خوراک دو ماشہ سے چار ماشہ تک قیمت پانچ تولہ کی دو روپے مزمن کھانسی اور آغاز تپ دق میں اگر اس سفوف کو استعمال کیا جائے تو بالکل شفا ہو جاتی ہے۔ شکایات رحمی اور امراض گردہ و مثانہ کو دور کرنے میں یہ ایک مفید ترین دوائی ہے۔ مفرح اور لذیذ ہونے کی وجہ سے بچے بھی نہایت شوق سے کھاتے ہیں۔

تریاق ظہیری یہ دوائی بمنزلہ آب حیات کے ہے عصبی کمزوریاں اور خاص بیرونی شکایات بیرونی استعمال سے دور ہو جاتی ہیں۔ قیمت فی اونس بارہ روپے (عـ۱۲)

حبوب ظہیری یہ مقوی اعصاب گولیاں دودھ کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ سم الفار وغیرہ اور منشی اشیا کی ان میں بالکل ملاوٹ نہیں۔ تجربہ سے بحد مفید ثابت ہوئی ہیں۔ باوجود حد درجہ مقوی اعصاب ہونے کے قبض کشا بھی ہیں۔ قیمت پانچ روپیہ۔

نوٹ مندرجہ بالا ہر سہ ادویات فرزندم حکیم محمد ظہیر الدین کی ایجاد ہیں۔ محصول ڈاک ہر دو ابذمہ خریدار

محمد الدین احمدی گرداور نشیپر اروپ ضلع گوجرانوالہ

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں کی ملازمت کے متلاشی ہیں؟
اپنے گھر پر زر و پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس روپیہ اور پچاس روپیہ روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزہ کی مشین اور دو ہزار چھ سو روپے والی بنیان کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم۔ اے کاڈی اینڈ کمپنی آگامسی لین ڈھاکہ۔

دی ایشیاٹک کنٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹ ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۴۸ بمبئی

شاہی مطلب اور دواخانہ عالیہ

زیر سرپرستی ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجرب شاہی مرکبات نہ صرف انڈیا میں مشہور ہیں بلکہ چین جاپان افریقہ افغانستان ایران وغیرہ میں بھی مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ یہ دواخانہ بازاری اور عطائی بہتیں ہی قابل اطمینان اور نہایت معتبر ہے۔ ہر موسم میں عورتوں مردوں اور بچوں کی دوائیاں تیار رہتی ہیں۔ ضرورتمند اصحاب حسب ذیل پتہ پر خط بھیجیں۔

شاہی حکیم مولوی محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔

(۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز دوا صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر دوا دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے خریدیں۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ ہر قسم کی تاریخی ادبی اخلاقی معاشرتی تمدنی تجارتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات، سادہ قرآن شریف۔ سٹیشنری اور آزمودہ دیسی خوشنما اور پائدار ہم سے منگایئے۔ (۳) خالص ہیرائل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک اور خالص طریق سے ایجاد کئے ہوئے نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب کرو (۴) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر یومیہ محصول علیحدہ ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیں۔ (۵) عاملوں نجومیوں رمالوں اور جفاروں کے پاس جانے والے ہر میں پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کر دیں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں۔ بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے

نوٹ

ایماندار تاجر اپنی افزائش تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کر لیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئے قسم کی کینوسی کی ڈبل شوز تیار کی ہے۔ جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے۔ جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ چھ مہینے کے اندر اگر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی ہے۔ اب وہ اس جوتی کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ خوبصورت اور ہلکی اتنی ہے کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے۔ اتنی خوبی ہونے پر قیمت صرف دو روپیہ (عـ۲) علاوہ محصول ڈاک۔ کیا بطور نمونہ کے ایک جوتی آپکو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیئے۔ ناپسند ہونے پر واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹری روڈ لکھنؤ۔

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس۔ قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے چھائیاں وغیرہ کو دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپے (عـ۲)

پتہ

دفتر معالج برص نمبر ۷ دربھنگہ بہار

مسلمانان روس

باشندگان ہند کو عموماً اور مسلمانان ہند کو خصوصاً تحریک بالشوزم اور اشتراکیت کے متعلق جو کچھ دلچسپی ہے اس کا خاص سبب یہ ہے۔ کہ وہ اس تحریک کو ہندوستان کی حکمران قوم کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں اس تحریک کے فروغ پانے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی موجودہ حکومتوں میں ایک انقلاب عظیم رونما ہونے والا ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ہی ان کو موجودہ حکومت روسیہ کے ملکی مسلمانوں کے تفصیلی حالات معلوم ہو جائیں تو ممکن ہے کہ ان کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہو جائے۔ اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم ذیل میں ان کی مسلمانان روس سے دلچسپی کا کچھ مزید مصالحہ فراہم کئے دیتے ہیں اور یہ تبلا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان معلومات کا ماخذ و منبع امیر شکیب ارسلان کے مشہور حواشی ہیں جو انہوں نے "حاضر العالم اسلامی" پر تحریر فرمائے ہیں۔

آبادی

مسلمانان روس کے اعداد و شمار کے متعلق دو روایتیں مشہور ہیں۔ بعض ماہرین اعداد کا قول ہے کہ مملکت روس میں مسلمانوں کی آبادی ساڑھے تین کروڑ ہے۔ اور بعض لوگ تین کروڑ تیئیس لاکھ بتاتے ہیں۔ شیخ عبدالودود نے جو ماسکو اور پیٹرو گراڈ کے مسلمانوں کے قاضی القضاۃ ہیں بیان کیا کہ مسلمانان روس کی تعداد ۳۰ ملین ہے۔ کل تعداد ۳۳۰۰۰۰۰۰ ہے جو لوگ کل تعداد ساڑھے تین کروڑ بتاتے ہیں وہ بیس لاکھ کی تعداد کا اضافہ بعض صوبجات کے اعداد و شمار میں کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا اعداد و شمار کے علاوہ دس ہزار مسلمان لیتھونیا میں ہیں۔ اور ۱۵ ہزار سے زائد پولینیا میں آباد ہیں۔

مذہبی حالت

لیتھونیا اور پولینیا کے مسلمان اپنے مذہبی ارکان کی ادائیگی میں پوری آزادی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ نہ عربی سمجھتے ہیں۔ اور نہ ترکی بلکہ اپنی مادری زبان لیتھونی روسی میں گفتگو کرتے ہیں۔ پولینیا اور لیتھونیا کی مسجدیں خوب آباد ہیں۔ اور یہاں کے مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض کا بخوبی احساس ہے۔

بالشویک حکومت کے دارالسلطنت ماسکو میں تاتاری مسلمان باشندوں کی تعداد دس ہزار ہے جن کی خاص دو مسجدیں ہیں جن میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوا کرتی ہے۔ روس کے مشہور شہر پیٹرو گراڈ میں بھی دس ہزار مسلمان ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد نہایت خوشنما اور وسیع ہے۔ اور اس کے دیکھنے کے بعد مسلمانوں کے فن تعمیر کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام جامع مسجد ماسکو اور خطبہ جمعہ

ماسکو کی جامع مسجد کے امام شیخ عبدالودود فتاح الدین قاضی شہر ہیں۔ مسلمانان ماسکو اور پیٹرو گراڈ کے علاوہ صوبجات "ارا سلوبا" "لوتیر" "یقالو منہ" "الیانو" اور "چینسکی" کے مسلمان بھی قاضی عبدالودود کے ماتحت ہیں۔ آخر الذکر شہر "چینسکی" میں مسلمان اور ہندو کی تعداد بہت زائد ہے جو نہایت خوشحالی کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ قاضی صاحب کا عہدہ سرکاری کاغذات میں محتسب کے نام سے درج ہے۔ محتسب کے فرائض یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں کے شرعی معاملات کی نگرانی کرے۔ ہر محتسب کے تابع اس کے حلقے کے ائمہ مساجد ہوتے ہیں۔ جن کی نگرانی اس کے ذمہ ہوتی ہے۔ محتسب کا عہدہ علما کو دیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالودود سے امیر شکیب ارسلان کی ملاقات ماسکو میں ہوئی امیر موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالودود کو فاضل اجل پایا۔ جو اپنی قوم کا حال اچھی طرح جانتے ہیں اور ضروریات زمانہ سے کما حقہ واقف ہیں۔ اول امام منبر پر چڑھتا ہے۔ اور قازانی زبان میں حاضرین کے سامنے خطبہ پڑھتا ہے۔ جس میں ضروریات زمانہ کو ان پر واضح کیا جاتا ہے اور معاشرتی نقائص کو دور کرکے عمدہ زندگی گزارنے کے لئے انہیں آمادہ کیا جاتا ہے اس کے بعد دوسرا خطبہ عربی زبان میں اس طرز سے پڑھتے ہیں جس طرح دیگر بلاد اسلامیہ میں رواج ہے قازانی مسلمانوں کو علم تجوید کا بہت شوق ہے۔ اور وہ قرآن پاک کو عمدہ عربی لہجہ میں تلاوت کرتے ہیں۔

بالشویک اور مذہبی آزادی

قاری عبدالودود نے امیر شکیب ارسلان سے زار روس اور بالشویکی دور کا مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم زار روس کے عہد میں اتنے آزاد نہ تھے جتنے آج آزاد ہیں۔ بالشویک حکومت نے ہمیں اپنے مذہبی ارکان ادا کرنے میں غیر معمولی آزادی دے رکھی ہے جو سابق حکومت کے عہد میں ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ موجودہ بالشویک حکومت مذہبی معاملات میں بالکل تعرض نہیں کرتی۔ صرف باشندگان ملک سے اتنا چاہتی ہے کہ وہ وطن سے محبت رکھیں۔ اور اپنے آپ کو روسی سمجھیں۔ سابق حکومت کے عہد میں کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اب یہ بات نہیں۔ ہمکو کھلا اجازت ہے کہ ہم دین اسلام کی اشاعت کریں اور لوگوں کو آغوش اسلام میں آنے کی دعوت دیں۔ سابق حکومت نے قازان کے گاؤں میں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کر دیا تھا۔ اور وہاں کی مسجدوں کو توڑ کر گرجے بنائے گئے تھے۔ جن کے پادری اہل اسلام کو زبردستی عیسائی بناتے تھے۔ لیکن جب حکومت زار کا خاتمہ ہو گیا۔ تو یہ مصیبت بھی ختم ہو گئی۔ موجودہ حکومت نے قازان کے گرد و نواح میں عام منادی کرا دی کہ کسی شخص پر مذہبی تبدیلی کے لئے جبر و تعدی نہ کی جائے۔ اور جو لوگ جبراً عیسائی بنائے گئے ہیں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے سابق مذہب میں واپس چلے جائیں۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں نفوس جو خوف کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے۔ مذہب اسلام میں واپس آ گئے۔ بالشویک حکومت نے مسلمانوں کو وہ مساجد واپس دے دیں جو حکومت زار کے زمانہ میں ان سے زبردستی چھین کر گرجے بنا دی گئی تھیں۔

مسلمانان روس کا شرعی نظام

روسی مسلمانوں کا شرعی نظام نہایت مکمل ہے۔ جو دیگر مسلمانان عالم کے لئے قابل رشک ہے۔ اس نظام کی صورت یہ ہے۔ کہ قازان، سائبریا، باشغرد اور قرغیز وغیرہ کے مسلم علما کی ایک مجلس اعلےٰ ہے۔ جس کا مرکزی مقام اوفا میں ہے۔ اس مجلس میں چار قاضی اور ایک قاضی القضاۃ جس کو مفتی اعظم بھی کہتے ہیں شریک ہوتے ہیں۔ یہ مجلس تمام شرعی مسائل کو حل کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کی شکایات و تکالیف کو رفع کرتی ہے۔ اس مجلس کے ماتحت نو حلقے ہیں۔ اور ہر حلقہ ایک محتسب کے ماتحت ہے جو اپنے حلقہ کی مساجد اور دیگر اسلامی معابد کی نگرانی کرتا ہے۔ تمام ملک روس میں اس قسم کی تین مجلسیں قائم ہیں۔

حضرت امیر کا بصیرت افروز پیغام

اس عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت اہم مضمون صفحہ ۲ پر شائع ہوا ہے۔ تمام جماعتوں کے سکرٹریوں کو چاہئے کہ یہ مضمون جمعہ کے روز جماعت کو پڑھ کر سنا دیں اور جو فیصلہ ہو اس سے حضرت امیر کو اطلاع دیں۔

حضرت امیر کا بصیرت افروز پیغام

تحفظ ناموس رسولؐ کے لئے دعوت

ہر احمدی پڑھے اور عمل کرے

(حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے)

مجھے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد احباب کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ انہوں نے میری پہلی درخواست پر اسی طرح توجہ کی جو ایک منظم جماعت کا حق ہے۔ اور قریباً تمام بڑی بڑی جماعتوں کی طرف سے یہ وعدے آچکے ہیں کہ وہ آئندہ کے لئے حتی الوسع بقایا نہ رہنے دیں گے۔ اور پچھلے بقایوں کو بھی یکمشت یا بتدریج ادا کر دیا جائے گا۔

ایک بات پر مجھے پھر زور دینا ہے۔ وعدہ کر لینا آسان مگر اس کا پورا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کارکن احباب کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان وعدوں کے ساتھ ان کا کام ختم نہیں بلکہ شروع ہوا ہے انہیں ہر جگہ ایک خاص تاریخ مقرر کر لینی ہوگی مثلاً آٹھویں جس تاریخ تک سب احباب کا چندہ وصول ہو جایا کرے۔ اور اگر اتفاق سے کسی دوست کا چندہ اس تاریخ تک نہیں آیا تو سکرٹری یا دیگر ذمہ دار کارکن کو خود اس دوست کے پاس پہنچنا چاہیئے اور اگر ان کے کہنے کا بھی اثر نہ ہو تو جیسا میں پہلے لکھ چکا ہوں جماعت کے معزز احباب کا وفد اس کے پاس جانا چاہیئے۔ اس بارے میں اگر تساہل کیا گیا تو یہ ساری تحریک بے اثر رہے گی۔ اکثر غلطی جو ہم لوگ کرتے ہیں وہ یہی ہوتی ہے کہ ایک کام کو آج سے کل اور کل سے پرسوں پر ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بھول ہی جاتا ہے اور پھر وہ چند محنت سے بھی نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے اندر جس طرح یہ ذہنیت پیدا ہو گئی ہے کہ اشاعت اسلام اور محافظت اسلام کے لئے اپنی آمدنی کا ایک مقرر حصہ دینا ضروری ہے اسی طرح یہ ذہنیت بھی عام ہو جائے کہ بقایا کسی کی طرف نہ ہوگا اور جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ایک سچے مسلمان کی طرح اپنے نفس پر دکھ اور تکلیف اٹھا کر بھی پورا کیا جائے گا۔

دوسری درخواست

اس کے بعد میں ایک دوسری درخواست احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور یہ قدرے اس سے مشکل ہے یعنی جماعت احباب کو اشاعت اسلام میں حصہ لینے کے لئے تحریک کرنا اور حتی الوسع اس بات کی تحریک کرنا کہ وہ ایک مقرر رقم ماہوار مستقل طور پر اس غرض کے لئے خرچ کریں۔ یہ فی الحقیقت اس وقت سب سے مہتم بالشان امر بالمعروف کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ اس پر اس وقت مسلمانوں کی قومی زندگی کا دارومدار ہے۔ عیسائیت ڈیڑھ سو سال کی مدت سے اسلام کے مٹانے پر تلی ہوئی تھی کوئی اسلامی ملک نہیں جس کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں صلیب مسیح کے منادی نہ پہنچ گئے ہوں۔ لیکن آج خود ہندوستان میں مسلمانوں سے تعداد میں چار گنی قوم، تجارت اور دولت کی مالک، سرکاری ملازمتوں کی اجارہ دار، تعلیم میں بہت آگے، اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ ہندوستان میں کوئی مسلمان باقی نہ رہے۔ اور اگر عیسائی کروڑوں روپیہ ہر سال اسلام کو مٹانے کے لئے خرچ کرتے ہیں تو ہندو بھی لاکھوں روپیہ اس غرض کے لئے جمع کر چکے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ بالمقابل مسلمانوں کی حالت کو دیکھا جائے تو گو بعض اوقات بڑے بڑے طوفان بھی ان کی قومی زندگی کی سطح پر اٹھتے ہیں۔ مگر عموماً وہ قوم کو فائدہ کی نسبت زیادہ نقصان پہنچا کر چھوڑ جاتے ہیں اور اگر ایک طرف کچھ قومی زندگی کے آثار نظر آتے ہیں تو دوسری طرف [illegible]

سے ہماری جماعت کو ہمدردی رہی ہے۔ لیکن اس امر واقع سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ کم سے کم قوم کا پچاس لاکھ روپیہ محض کارکنوں کی غفلت یا فضول خرچی یا سوء تدبیر سے برباد ہوا۔ جو اگر کسی مفید کام پر خرچ ہوتا تو قوم کے اندر ایک زبردست قوت آگے بڑھنے کے لئے پیدا کر دیتا۔ اور اگر اشاعت اسلام پر صرف ہوتا تو یقیناً آج مسلمانوں کو مٹانے کی فکر کے بجائے ہندوؤں کو اپنی زندگی کی فکر ہوتی مگر ایک بات جو افسوس سے کہنی پڑتی ہے یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی مستقل کام خاموشی سے کرنے کا گویا مادہ ہی نہیں رہا تحریک شدھی کے خلاف کس قدر مسلمانوں میں جوش اٹھا مگر کیا کوئی مستقل کام بھی ہوا۔ جس پر قوم کی آئندہ زندگی کی بنیاد رکھی جا سکتی۔

تحریک شدھی اور مسلمانوں کا ہنگامی جوش

ہندوؤں نے شدھی کے لئے کئی لاکھ روپے جمع کر لئے اور اس مستقل سرمایہ سے وہ جس قدر قوت چاہیں تحریک شدھی کو دے سکتے ہیں۔ مگر کیا مسلمانوں کی کسی تبلیغی انجمن کے پاس ہزاروں روپے بھی جمع ہوئے ہم سے تو احمدی ہونے کی وجہ سے ناراضگی سہی لیکن اور بھی تبلیغی انجمنیں ہیں۔ کونسی آج اس قابل ہو گئی ہے۔ کہ دو چار مشن کہیں اچھوتوں ہی میں قائم کر سکے۔ یا کچھ لٹریچر ہی پیدا کر سکے۔ شور تو بہت ہوا۔ اور شاید اب بھی ہے۔ لیکن ٹھوس کام کتنا ہوا۔ قومی عمارت کس قدر بلند اور مضبوط ہوئی اس کا جواب شاید نفی ہی میں ہو۔ ہم نے کچھ سبق انگریزوں سے سیکھے مگر وہ کیا تھے کہ ان کی بری باتوں کو اپنے اندر لینے کے لئے جلدی اور ان کی قومی قربانیوں کی طرف ان کی جدوجہد کی طرف ان کی بلند ہمتی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ہندوانا ہے وطن سے بھی شاید ہم کچھ سیکھ رہے ہیں۔ مگر وہ غالباً صرف ایجی ٹیشن کا حصہ ہے کہ کسی معاملہ میں شور کس طرح ڈالا جائے۔ اور ان کی قربانیاں کو ان کے اپنے آپ کو قومی کاموں کے لئے وقف کر دینے کو جس سے وہ قوم بن رہی ہے ہم نے قابل توجہ نہیں سمجھا۔ ہم نے جب پراپاگنڈا کی طرف توجہ کی تو قوم کے ہزارہا روپے فضول تاروں پر برباد کر دیئے۔ تاکہ لوگ یہ کہنے لگیں کہ ہم کام کر رہے ہیں۔ یہ نہ سوچا کہ کام تو کرنے سے ہوتا ہے۔ باتوں اور تاروں سے نہیں ہوتا وہ اسلامی روح کہ خاموشی سے خدمت قوم یا خدمت دین کا کام کیا جائے۔ وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے۔ ہم فلک شگاف نعروں پر خوش ہو جاتے ہیں۔ اور ارشاد خداوندی والعمل الصالح یرفعہ۔ کہ بلند درجات اچھے کاموں سے ہوتی ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ہم گرانے پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ مگر بنانے کا وقت آتا ہے تو بالکل مردہ حالت ہو جاتی ہے۔

ٹھوس کام کی ضرورت ہے

پس احباب سے میری یہ درخواست ہے کہ خدا کے رستے میں کچھ ٹھوس کام کر کے دکھاؤ۔ اور وہ ٹھوس کام یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ مسلمانوں کو اشاعت اسلام کے مستقل کام کے لئے بیدار کرو۔ ان کو اشاعت اسلام کے کام پر لگا دینا یہ آج اسلام کی بہترین خدمت ہے۔ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان [illegible] رسول اللہ صلعم کی عزت کے تحفظ کے لئے [illegible]

جس نے ہمیں آج سے چالیس سال پیشتر اس کام میں لگا دیا اور تنہا قول سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے اپنی مالی اور جانی قربانیوں سے رسول اللہ صلعم کی عزت و احترام کا تحفظ سکھایا۔ اسلام پر کوئی حملہ ہو رسول اللہ پر کوئی حملہ ہو۔ یورپ میں ہو کہ امریکہ میں ہندوستان میں ہو یا چین میں اس نے جواب کے لئے تیار کیا۔ اور ایک صاف اور واضح رستہ پر چلا کر لائحہ عمل کے تلاش کرنے کی دقتوں کو دور کر دیا۔ اور ہماری زندگیوں کا ایک نصب العین بنا دیا جس کے لئے ہماری ساری دوڑ دھوپ ہو۔ آج رسول اللہ کی عزت کے تحفظ کا سوال مسلمانوں کے سامنے ہے مگر لائحہ عمل کوئی نہیں۔

ہم اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے رضا کار ہیں!

مجھ سے بھی بعض احباب نے دریافت کیا ہے کہ کیا ہم رضا کاروں میں بھرتی ہوں؟ میں نے یہی جواب دیا کہ آپ تو پہلے سے اعلائے کلمۃ اللہ کے رضا کار ہیں۔ اور ان رضا کاروں کو ابھی اپنا لائحہ عمل بنانا ہے مگر ہمارے سامنے تو خدا کے فضل سے خدا کی طرف سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر ایک لائحہ عمل بنا ہی نہیں دیا بلکہ اس پر چلا بھی دیا۔ حفاظت و اشاعت اسلام کے اندر وہ تمام باتیں آ جاتی ہیں جن کی آج مسلمان ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور جن کے لئے ان کے دل تڑپتے ہیں۔ آج تو بعض ہندوؤں نے پیغمبر اسلام صلعم پر ناپاک حملے کر کے اپنی بدطینتی کا ثبوت دیا ہے۔ آج سے چالیس سال پیشتر کے واقعات کس مسلمان کو یاد ہوں گے جب عیسائی پادریوں نے اس سے بڑھ چڑھ کر ناپاک الزام ہمارے نبی کریم صلعم پر لگائے اس وقت تو مسلمانوں نے کسی قانون کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔ اور کوئی جلسہ بھی نہیں کیا۔ مگر ایک پہلوان رب جلیل نے اٹھ کر وہ حربہ عیسائیت پر چلایا کہ آج عیسائیت کی وہ کتابیں کسی ایسے گوشہ گمنامی میں پڑی ہیں کہ شاید تلاش کرنے سے بھی بمشکل ملیں۔

اشاعت اسلام کے ذریعہ ناموس رسولؐ کی حفاظت

بے شک ہمیں ایسے قانون کی ضرورت ہے جو بانیان مذاہب کی عزت و احترام کا تحفظ کرے۔ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ شہری کی عزت کے تحفظ کے لئے قانون ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان راستبازوں کی عزت کے تحفظ کے لئے کوئی قانون نہ ہو جن کی محبت کروڑوں دلوں میں اپنے ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔ مگر یہ بھی خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ رسول کریم صلعم کی عزت کا تحفظ صرف قانون سے نہیں ہوگا۔ اصلی اور مضبوط کام آپؐ کی عزت کے تحفظ کا وہی اشاعت اسلام کا کام ہے۔ جس کی طرف مجدد وقت نے توجہ دلائی۔ اور جس پر آج ہماری جماعت کاربند ہے۔ جس قدر اسلام کی اصلی تعلیم پھیلے گی اور رسول اللہ صلعم کی صحیح تصویر ہم لوگوں کے سامنے رکھیں گے اسی قدر وہ بدزبانی کا دروازہ بند ہوگا جو بدقسمتی سے آریہ سماج نے ہندوستان میں کھول دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو خیالات رسول اللہ صلعم کی عزت و احترام کے ہمارے دلوں میں ہیں۔ وہی یا اس کے قریب قریب غیروں کے دلوں میں بھی ہوں مگر اس حالت کے پیدا کرنے کے لئے ہم کوئی کوشش نہیں کرتے ہندوستان کی کتنی زبانوں میں ہم نے رسول اللہ صلعم کے صحیح حالات کو یا قرآن کریم کو شائع کر کے لوگوں کو اسلام کی صحیح تصویر دکھائی ہے۔ قانون بدزبانی کو روک سکتا ہے مگر دلوں کی حالت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ لیکن اشاعت اسلام سے ہم دلوں کی حالت کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اور ہمارا مطمح نظر دلوں کی حالت کو تبدیل کرنا، دلوں میں رسول خدا صلعم کی عزت کا پیدا کرنا ہونا چاہیئے۔ ہاں کچھ مجدد وقت کے توجہ دلانے اور کچھ اللہ تعالیٰ کے ایسے حالات پیدا کر دینے سے جن سے مسلمان متوجہ ہو جائیں عام طور پر بھی آج کسی قدر بیداری اشاعت اسلام کے متعلق مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ مگر وہ ابھی بہت کمزور حالت میں ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے مضبوط کریں۔ الحکمۃ ضالۃ المومن۔ اشاعت اسلام کا کام جہاں بھی ہو اسے ہمیں اپنا کام سمجھنا چاہیئے۔ مگر خدا کے فضل سے جن مضبوط راہوں پر آج ہماری انجمن کام کر رہی ہے اس کی طرف بھی سب مسلمانوں کو توجہ دلانا ہمارا فرض ہے۔

ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے کام کا آغاز

[illegible]

اشاعت اسلام کے کام کی طرف قدم اٹھایا گیا۔ اور سال حال کے شروع میں سوامی شردھانند کے قتل پر جو ہندوؤں میں جوش اٹھا تو اس وقت ہم نے اس پہلو میں اپنی ذمہ داری کو بہت بڑھا لیا چنانچہ ایک اشاعت اسلام کالج کے علاوہ اس وقت چار یا پانچ مقامات پر اچھوت اقوام میں مشن کھولے جا چکے ہیں۔ اور لٹریچر کے پیدا کرنے کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔ ان سب کاموں پر مجموعی خرچ تین ہزار روپیہ ماہوار سے زائد ہو رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ پہلے کاموں کے علاوہ اس قدر کثیر خرچ کے مزید بوجھ سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں۔ لیکن اس کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ابھی یہ بھی کچھ کام نہیں۔ ہندوستان اتنا بڑا براعظم ہے کہ اگر اس میں ایک سو مشن بھی کام کرنے والے ہوں۔ تو تھوڑے ہیں۔ عیسائیوں کے مشن اس سے بہت زیادہ ہیں جو کام کر رہے ہیں۔

ہمارا فرض

بہر حال جو اخراجات اس وقت اٹھا لئے گئے ہیں ان کا مقابلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جہاں کہیں بھی ہماری جماعت کا کوئی فرد ہے وہ عام مسلمانوں کو جماعت کے اس کام کی طرف توجہ دلا کر انہیں اس میں حصہ لینے کی تحریک کرے اور حتی الوسع مستقل طور پر انہیں اس کام میں شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام میں مشکلات بہت ہیں اور دوسروں سے چندہ لینا آسان کام نہیں۔ بالخصوص ہماری جماعت کے لئے۔ لیکن خدا کے رستے میں یہ کوشش ہے اور اگر سو مرتبہ بھی اس میں ناکامی ہو تو بھی آخر کامیابی ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**۔ یہ خدا کے دین کو پھیلانے کے لئے جہاد ہے۔ خدا کی نصرت یقینی ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ خدا کی نصرت اس وقت آتی ہے۔ جب انسان اس کی راہ میں بڑے بڑے دکھ اٹھاتا ہے۔ بس ہمارے احباب بُرا کہا جانے پر نہ گھبرائیں۔ ناکامی کے پیش آنے پر نہ گھبرائیں بلکہ خدا کے فضل نئے رستوں کی تلاش میں لگے رہیں۔ دعا سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور وہ رستے ضرور کھل جائیں گے۔ میرے ڈلہوزی آنے سے پیشتر ایک خاص اجلاس انجمن کا اس غرض کے لئے کیا گیا تھا جس میں ہمارے مرکزی کارکنوں نے بیرونجات کے احباب کو جو اس موقع پر تشریف لائے تھے۔ اس امر کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی تھی۔ مگر ابھی ہمارے بیرونجات کے احباب کی کوشش الاماشاءاللہ بہت کم ہے۔

کمر ہمت باندھ لو!

میں کہتا ہوں کہ کیا ہم میں سے ہر ایک شخص کسی ایک غیر جماعت پر بھی اثر نہیں ڈال سکتا۔ یقیناً بہت سے احباب ہیں جن کے صرف اس غرض کو لے کر گھر سے باہر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اور ان کی آواز پر بہت سے مسلمان لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ وہ نکلیں اور دیکھیں کہ کس طرح خدا کے رستے میں کام کرنے والوں کو خدا کی طرف سے نصرت آتی ہے۔ اگر وہ ناکام بھی ہوں تو خدا کے حضور تو سُرخرو ہوں گے کہ انھوں نے کوشش کی مگر کسی نے ان کی آواز کو نہ سنا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا شخص ہو جو اس بارہ میں سستی سے کام لے اور جس طرح میری پہلی درخواست کی طرف احباب نے توجہ کی اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ اس کی طرف بھی توجہ ہو یعنی ہر جماعت میں جمعہ کے دن یا کوئی اور دن مقرر کر کے اس تجویز کو ساری جماعت کے سامنے پیش کیا جائے اور جو تجاویز احباب کی کثرت رائے سے اس موقعہ پر منظور ہوں ان سے مجھے بھی اطلاع دی جائے۔ اور اگر کسی موقع پر یہ ضرورت محسوس ہو کہ لاہور سے کسی آدمی کو بھیجا جائے جو مقامی آدمیوں کے ساتھ مل کر ایسی تحریک پیدا کرے تو اس کے متعلق بھی اطلاع دی جائے مگر تجاویز سے میری مراد کوئی رزیڈیوشن پاس کرنا نہیں بلکہ وصول چندہ کے لئے عملی تجاویز

نامۂ برلن

شذرات

(مولانا فضل کریم خاں صاحب درانی مبلغ جرمنی کے قلم سے)

ارشاد ہوا ہے کہ عیب جوئی کردن۔ اول خویش بعدہ درویش پہلے اپنے ہی گھر سے شروع کرتا ہوں ہمارے خیالات کی تہذیب ہمارے طرز تکلم و تحریر میں ترقی بلکہ ہمارے جملہ افعال و اعمال میں بہتری صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ گاہے گاہے اپنے اعمال کا جائزہ لیا جائے۔ اور اپنے خیالات کو تکیہ ہو کر کلی علیحدگی کے ساتھ تولا جائے۔ پیغام صلح کے بعض مضامین کو بہانہ ٹھیرا کر چند ایک باتیں عرض کرتا ہوں۔

مولوی ظفر علی خاں نے کہیں لکھ دیا کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلم پر حملہ آور ہو تو خواہ وہ اس میں حق بجانب بھی ہو تو بھی ہم ایک مسلم ہی کی مدد کریں گے پیغام صلح کے نزدیک۔ علمائے اسلام کے نزدیک مولوی ظفر علی خاں کا یہ حکم اصول و شرائع اسلام کے خلاف ہے۔

بوسفیان اسلام کا دشمن، اسلام کے ساتھ برسر پیکار، بانی اسلام کے خون کا پیاسا۔ عاضی صلح کے دنوں میں تجدید عہد کے لئے جس کو اس کے لوگوں نے توڑ دیا ہے مدینہ آتا ہے۔ اسلام کی دریادلی اور رواداری کا یہ حال ہے کہ وہ اکیلا آتا ہے اور بلاخدشہ مدینہ کی گلیوں میں پھرتا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ مسجد نبوی میں گفتگو کرتا ہے۔ اس کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ کے پاس جاتا ہے امداد کے لئے۔ وہاں سے کورا جواب ملتا ہے حضرت ام حبیبہ ایک دشمن اسلام کو خواہ وہ ان کا باپ ہی کیوں نہ ہو اپنے گھر میں پناہ نہیں دیتی۔ کہو میں پنڈتوں کی باتیں سنوں یا حضرت ام حبیبہ کے اسوہ کو اپنا خضر راہ بناؤں۔

مولویوں کی تنگ نظری نے معاملات کو خلط ملط کر دیا ہے۔ یہ درست اور قطعاً درست ہے کہ اسلام حق و انصاف کے معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق جاری نہیں رکھتا۔ لیکن کب سے اسلام یکطرفہ مذہب بن گیا۔ قرآن امن اور جنگ دونوں صورتوں کو مدنظر رکھتا ہے۔ قرآن مسلمانوں کو حکماً متنبہ کرتا ہے۔ کہ زمانہ امن کی رواداریاں اور اخلاق جنگ کے دنوں میں ایک قوم کی زندگی کو خطرہ میں ڈال سکتے ہیں۔ یہ بھی حکم ہے کہ مسلمانو! کافروں کو دوست مت رکھو۔ یہ بھی حکم ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ رحم، مروت اور آشتی کا سلوک رکھو اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ کافروں کے ساتھ دوستی نہ رکھنے کا حکم صرف جنگ کی حالت کے لئے ہے۔ امن کی صورت میں مروت کا حکم ہے۔ تنگ نظر مولویوں نے اسلام کو یکطرفہ مذہب بنا دیا۔ ان سیدھے اور صاف مسائل کو خلط ملط کر دیا۔ جس کا نتیجہ اسلام کی سیاسی تباہی ہوا۔

گئو ماتا کے پرستار

ہندوستان آج میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ امن کی زمیں مدتوں سے انسانی خون کی پیاسی زمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن رہی ہے۔ ہندو، عاجز و بے زبان ہندو، معصوم غریب، گئو ماتا کی پوجا کرنے والے، رحم، نرمی، اور بے کسی کی مورتیاں ہندو آج مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے وہ اسلام اور مسلمانوں کو ہندوستان کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ انسانی مروت و اخلاق کا کوئی اصول نہیں۔ رحم اور انصاف کا کوئی جذبہ نہیں جس کو انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کی خاطر پاؤں کے تلے نہ روند ڈالا ہو۔ میں ان کو برا نہیں کہتا۔ جب قومیں برسر پیکار ہوتی ہیں۔ تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور سلوک اخلاق اور محبت کرنے کے لئے نہیں بلکہ ایک دوسرے کو فنا اور نیست و نابود کرنے کے لئے لڑتی ہیں۔ لڑائی کے وقت اگر کوئی قوم اخلاق و آداب محفل پر عمل درآمد کرنے بیٹھ جائے تو اس کے لئے سوائے موت کے اور کچھ نہیں۔

ترجمان حقیقت کی ترجمانی

ہندو مسلمانوں کو فنا کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ وہ اسلام کا نام مٹا دینا چاہتے ہیں [illegible] کا اعلان [illegible]

مسلم محض مسلم کہلانے کی وجہ سے ہر ایک ہندو سے بلکہ ہزاروں لاکھوں ہندوؤں سے خواہ وہ کیسے ہی بزرگ پارسا سوامی اور مہاتما ہوں بہتر ہے۔ ایک مسلمان خواہ وہ گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو۔ ہمیں تمام دنیا کے غیر مسلموں سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لئے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس لئے کہ وہ نبی عربی فداہ ابی و امی کی امت مرحوم کا فرزند ہے۔ کیا آسمان کے نیچے ایک مسلمان سے بڑھ کر بھی کوئی ہستی ہے۔ ترجمان حقیقت نے کیا پتہ کی بات کہی ہے

قطرۂ آب وضوئے قنبرے
در بہا برتر ز خون قیصرے

ہندو اخبارات کی افسوسناک ذہنیت

شومیٔ قسمت سے ایک دن خیال آیا کہ کچھ ہندو اخبارات بھی دیکھ لوں۔ لکھنے کی دیر تھی کہ دوستوں نے ایک طومار بھیج دیا سنہری سُرخ اور سبز چھڑکتے ہوئے رنگوں کے متعدد پرچے پہنچ گئے میں نے سرسری نظر سے متعدد مضامین دیکھے۔ ان سے ایک عقدہ تو کھل گیا۔ کہ کیوں مسلمان ہندو اخبارات نہیں پڑھتے۔ ایک تو یہ اخبارات ایسی زبان میں لکھے ہوئے ہیں جو ہندوستان میں کہیں نہیں بولی جاتی۔ دوسرے جو ادبی مذاق ان اخبارات میں پایا جاتا ہے وہ ایسا بلند اور پاکیزہ ہے کہ مسلمانوں کی فطری شرافت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ فحش زبانی، گالی گلوچ، بازاری گفتگو بیچارے مسلمانوں کا دماغ کہاں کہ ان بلندیوں تک پہنچ سکے۔ مجھے شعر و سخن سے انس ہے۔ ان میں اشعار بھی موجود ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔ آریہ ویر مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۲۷ء میں ایک شاعر صاحب خودکشی کرنے کی یوں دھمکی دیتے ہیں۔

تیغ سے ظالم کی ہم نے سر کٹانا ہے ضرور
اک نہ اک دن زہر قاتل ہم نے کھانا ہے ضرور

بہت مبارک ارادہ ہے۔ ہم تو نہیں روکتے۔ خرچ بھی زیادہ نہیں کہ کفایت شعاری کے اصول کو نقصان پہنچے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

ہے سمایا سر میں یہ جوش جنون دمبدم اب
جان و دل مال و متاع ہم نے گنوانا ہے ضرور

سبحان اللہ کیا پاکیزہ جذبات ہیں سر میں ایسا جوش جنون سمایا کہ کفایت شعاری کو بھی چھوڑ دیا۔ ایک ڈاکٹر صاحب ہندوستان میں پاگل خانوں کی قلت کی شکایت کر رہے تھے۔ ممکن ہے ان کا خیال درست ہو۔

آریہ سماج کا امن پسند فرقہ

آریہ اخبارات کا ایک مطالبہ متفقہ ہے۔ وہ یہ کہ مسلمان اپنی ذہنیت کو بدل ڈالیں۔ میں نے کئی گھنٹے ان مضامین کے مطالعہ پر صرف کئے ہیں۔ میری ذہنیت بالکل بدل گئی ہے آریہ اخبارات کو مبارک ہو۔ ان کے مسلمان ذہنیت کی تبدیلی کے مطالبہ نے ایک اور مسلمان کو شدھ کر لیا۔ ان اخبارات کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جب تک ایک آریہ سماجی بھی ہندوستان میں موجود ہے ملک کو امن نصیب نہیں ہو سکتا ہر ایک شخص کا جس کو مادر ہند سے کچھ بھی نسبت ہے۔ اخلاقی فرض ہے کہ ہندوستان کی سرزمین کو اس پلیگ سے پاک کرنے میں انتہائی کوشش کرے۔ ہندوستان کی سرزمین کا ذرہ ذرہ اس وبائے زہریلے اثرات سے الامان الامان پکار رہا ہے۔ ہر ایک انسان کا اخلاقی اور ایمانی فرض ہے کہ اس پلیگ کا مقابلہ کرے۔

پیغام صلح پر ایک نظر

پیغام صلح کو مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست کرنے کا بہت خیال ہے۔ پے درپے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ بہت مبارک خیال ہے کامیابی کے لئے استقلال کی ضرورت ہے۔ پیغام صلح کی یہ نیک کوششیں ضرور بارآور ہوں گی۔ اس ضمن میں ایک افتتاحیہ میں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ مسلمان مرد اپنی عورتوں کو جبری کفایت شعاری کی غرض سے ایک مقررہ رقم خانگی اخراجات کے لئے دیں اور کہ تمام کی تمام آمدنی ان کے ہاتھ میں نہیں دینی چاہیئے۔ جیسا کہ آج تک دستور رہا ہے۔ اس امر میں ہندوؤں کی تقلید کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مجھے اس سے اختلاف ہے۔ ہندوؤں میں عورتوں کا درجہ بہت گرا ہوا ہے۔ ہندو سوسائٹی اور ہندو قانون اور ہندو مذہب میں عورت کا درجہ محض ایک ادنےٰ خادم کا درجہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کی تقلید ناممکن ہے۔

مذاکرہ علمیہ

(بقلم جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم)

غلط فہمیوں کی وجہ سے اعتراضات

شراب طہور اور وحی الٰہی

بعض دفعہ تھوڑی سی غلط فہمی بہت بڑے بڑے اعتراضات پیدا کر دیتی ہے۔ اس کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں

مثال ۱۔ شراب طہور کی اصل حقیقت۔

عرصہ کی بات ہے، جالندھر سے تبدیل ہو کر کسی اور جگہ جاتا تھا۔ ان دنوں میں پلیگ ڈیوٹی پر تھا۔ ایک تو پلیگ کا نام ہی ہولناک اور دوسرے پلیگ کے ڈاکٹر بہت کچھ بدنام تھے اور ہوا بنے ہوئے تھے۔ بھلا مجھے کون سٹیشن تک پہنچانے آتا۔ میں اکیلا پلیٹ فارم پر ایک صندوق پر بیٹھا ہوا تھا۔ صرف میرے ساتھ شیخ نور احمد مرحوم بلال دو کنگ تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ایک بڑا مجمع امرا و روسا اور نئے تعلیم یافتہ جنٹلمینوں کا نمودار ہوا۔ معلوم ہوا کہ سول ہاسپٹل کے انچارج اسسٹنٹ سرجن جو مسلمان تھے اور میڈیکل کالج میں میرے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ تبدیل ہو کر کہیں جا رہے ہیں۔ اسٹیشن تک ان کی مشایعت کے لئے یہ مجمع امرا اور تعلیم یافتہ جنٹلمینوں کا آیا ہے۔ بعض ان میں میرے بھی روشناس تھے۔ میں انہیں دیکھ کر کونے میں دبک گیا۔ کیونکہ میں نے نہ چاہا کہ ان کی بے تکلفیوں میں مخل ہوں۔ اس وقت وہ آپس میں بہت بے تکلف تھے۔

جنت اور دوزخ نادانوں کی نگاہ میں

ایک شخص کسی مسلمان رند مشرب ڈاکٹر صاحب کا ذکر کر رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں میاں! جنت میں رکھا کیا ہے۔ میلوں میں کہیں ایک آدھ مولوی صورت لم ڈاڑھیا۔ سر منڈا نیلی تہمند والا۔ روکھا پھیکا آدمی نظر پڑ گیا تو سوائے اس کے کہ زندگی اجیرن ہو جائے اور دل تنگ پڑ جائے اور کیا نتیجہ نکلے گا۔ ساری رونق تو دوزخ میں ہو گی۔ جہاں دنیا بھر کی رنڈیاں ناچنے گانے والیاں۔ مراسی۔ بھانڈ۔ نقال۔ مسخرے۔ تھیٹر والے۔ راس دھاری۔ بانکے ترچھے شہدے سبھی تو جمع ہوں گے۔ اور شراب خانوں کی تو ایک قطار ہو گی۔ خلقت بھی وہاں بے شمار ہو گی۔ ایسی رونق چھوڑ کر روکھی پھیکی سونی جنت میں جانا کہاں کی دانائی ہے؟ اس پر ایک صاحب بولے کہ شراب کا دور تو جنت میں بھی چلے گا۔ وہاں بھی جنتیوں کو سب سے بہتر چیز جو ملے گی وہ شراب طہور ہو گی۔ کسی نے کہا کہ اس شراب میں نشہ نہ ہو گا۔ دوسرے نے کہا تو پھر ایسی ہو گی جیسے پورٹ وائن کسی نے کہا نہیں جیسے بیئر کوئی بولا کہ جیسے رم

شراب طہور کے معنے

ان پھبتیوں نے میرے صبر کے پیمانہ کو لبریز کر دیا۔ دل کو چوٹ لگی۔ میں تڑپ کر اٹھا اور اس مجمع کے بیچ میں چلا گیا۔ بغیر کسی مراسم ملاقات کے میں نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ آپ لوگ مسلمان کہلا کر شراب طہور کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اس پر میرے ہم جماعت ڈاکٹر صاحب بولے کہ مذاق کیا ہے حقیقت ہے کیا جنت میں شراب نہ ملے گی۔ شراب طہور کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ میں نے کہا مجھے کب انکار ہے۔ مگر حضور شراب کے معنے تو عربی میں "پینے کی چیز" کے ہیں۔ یہ شرب سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں پینا۔ شراب کے معنے ہوئے "پینے کی چیز" شرابا طہورا کے معنے ہوئے "پاکیزہ پینے کی چیز" علم الٰہی میں چونکہ یہ تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ جنت میں پورٹ وائن، رم، اور بیئر کے خواب دیکھیں گے اور مذاق اڑائیں گے۔ اس لئے شراب کے ساتھ طہور کا لفظ لگا کر بتا دیا کہ اس خیال باطل کو دل سے نکال دو۔ وہاں ایسی ناپاک اور گندی پینے کی چیزیں نہ ہوں گی۔ جیسی تم سمجھتے ہو۔ بلکہ نہایت پاکیزہ پینے کی چیزیں ہوں گی۔

شراب کے معنے قرآن کے رو سے

پھر میں نے شراب کی اور مثالیں قرآن سے دیں۔ میں نے کہا کہ ایک جگہ قرآن میں ایک نبی کے ذکر میں آتا ہے فانظر الی طعامک وشرابک۔ اپنے کھانے اور پینے کی چیز کی طرف دیکھ۔ نعوذ باللہ کیا وہ نبی کوئی پورٹ وائن کا استعمال کر رہا ہے ہوئے تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سب یہی معنے کرتے ہیں کہ پینے کی چیز۔ سورہ نحل میں آتا ہے:۔

ھوالذی انزل من السماء ماءً لکم منہ شراب۔ کہ وہی تو خدا ہے جو اوپر سے بارش کا پانی اتارتا ہے۔ اور اسی کا ایک حصہ ہے جو تمہارے پینے کی چیز بن کر تمہارے کام آتا ہے۔ کیا عجیب علم ہے۔ آج سائنس کہتی ہے کہ پانی کا اصل ذائقہ شور اور کھاری ہے۔ جیسے کہ سمندر کا پانی ہوتا ہے۔ کہ اسے انسان زبان پر بھی نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ حلق اور زبان کو تیزاب کی طرح اس کی شوریت کاٹ دے۔ یہ بارش ہی ہے جو سمندر کے کھاری پانی کو صاف کر کے انسان کے پینے کے لائق میٹھا پانی بنا دیتی ہے کیا بارش رم اور برانڈی برسایا کرتی ہے یا پینے کے قابل پانی۔

خمر کا جنت میں کوئی کام نہیں

بدقسمتی سے اردو میں شراب کا لفظ ان معنوں میں مستعمل ہو گیا ہے جن معنوں میں عربی زبان میں خمر کا لفظ آتا ہے۔ ہماری برانڈی رم وغیرہ جنہیں ہم اردو میں شراب کہتے ہیں عربی میں انہیں خمر کہتے ہیں۔ اور اس خمر کی نسبت جو دنیا میں لوگ پیتے ہیں قرآن کہتا ہے انما الخمر والمیسر ... من عمل الشیطٰن۔ کہ خمر (یعنی ہماری اردو زبان کی اصطلاح کے مطابق شراب) اور جوا شیطان کے عمل میں سے ہے۔ پس شیطانی فعلوں کا جنت میں کیا کام! جب شیطانی فعلوں کا جنت میں کوئی کام نہیں اور یہ دنیا کی شراب پینا ایک شیطانی فعل ہے تو پھر خمر کا لفظ اگر جنت کی کسی نعمت پر استعمال کر بھی لیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی حقیقت پر محمول نہ ہو گا۔ بلکہ مجازی طور پر کسی مناسبت سے استعمال ہو گا۔ اور وہ مناسبت یہی ہو سکتی ہے۔ کہ محبت الٰہی میں استغراق کی وجہ سے دنیا وما فیہا کی طرف سے جو مدہوشی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا نشہ شراب کے نشے سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس اس وجہ سے عشق الٰہی کو عالم مثال میں خمر سے مشابہت دے کر مجازاً اس لفظ کا استعمال کر لیا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ کیفیت ہو سکتی ہے جو عشق الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں۔ لیکن شرابا طہورا میں تو خمر کا لفظ بھی نہیں۔ شراب کا لفظ ہے جو مطلق پینے کی چیز پر بولا جاتا ہے اور طہوراً مزید براں ہے۔ یعنی پاکیزہ پینے کی چیز۔ یہ سن کر سب حیرت سے انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس پر میرے دوست ڈاکٹر بولے کہ ہمارے مولوی تو یوں نہیں کہتے۔ وہ تو وہی پرانی شراب کے جام لنڈھانے کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ میں نے کہا میں مولویوں کا ذمہ دار نہیں وہ اسی قسم کی سینکڑوں باتیں کہہ کر دشمنوں کو اسلام پر ہنسایا کرتے ہیں۔

مثال ۲۔ وحی الٰہی انقطاع الی اللہ کو چاہتی ہے

راولپنڈی کا ذکر ہے۔ ان دنوں میں چھاؤنی میں فوجی ہسپتال میں متعین تھا۔ ایک دن واپس ہسپتال سے آ رہا تھا۔ صدر بازار پہنچا تو ایک ٹیلر ماسٹر کی دکان پر مجمع لگا ہوا تھا۔ ایک نوجوان ہندوستانی مسلمان جو ڈاکخانہ میں کلرک تھا دکان پر بیٹھا ہوا اعتراض کر رہا تھا۔ کلیات آریہ مسافر اس کے سامنے کھلی ہوئی رکھی تھی۔ مسلمان بگڑ رہے تھے جواب تو کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ البتہ جوش بڑھا ہوا تھا۔ اور اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ وہ نوجوان میرا بھی واقف تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا بات کیا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ مسلمان نوجوان آریہ ہونے لگا ہے۔ اور کلیات آریہ مسافر سے نوک زبان ہے۔ بڑے بیہودہ اعتراض کرتا ہے۔ ہم اسے درست کر دیں گے۔ میں نے کہا یہ ٹھیک نہیں اسے اپنے کسی عالم کے پاس لے جاؤ۔ کہنے لگے کہ عالم جھٹہ پیر گولڑہ صاحب کے پاس بھی لے گئے تھے۔ میں نے کہا پھر؟ کہنے لگے پھر یہ کہ پیر صاحب نے فرمایا ایسے مردود اسلام سے مرتد ہو جائیں گے تو مسلمانوں کا کیا بگڑ جائے گا۔ میں نے کہا اس کے اعتراض کا بھی جواب دیا؟ کہنے لگے جواب کیا دینا تھا ایسے مردود جواب کے اہل ہی نہیں ہوتے۔

نوجوان کا اعتراض

میں نے اس نوجوان سے کہا تم اپنا اعتراض پیش کرو۔ اس نے حدیث پیش کی جس میں یہ لکھا تھا کہ آنحضرت صلعم کو جب آپ حضرت عائشہ کے پاس ہوتے تھے تو وحی زیادہ ہوتی تھی۔ میں نے کہا اس پر کیا اعتراض ہے؟ کہنے لگا یہ خوب وحی ہوئی جو ایک خوبصورت نوجوان بیوی کے پاس زیادہ ہو اور جب دوسری کسن رسیدہ بیویوں کے گھر ہوں تو کم ہو۔

میرا جواب

میں نے کہا کہ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ میں چونکہ ظاہری اور باطنی خوبیاں نہایت درجہ موجود تھیں جو دوسری بیویوں میں نہ تھیں اس لئے حضرت نبی کریم صلعم اس خیال سے کہ یہ خوبیاں آپ کی توجہ کو آپ کے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ سے نہ پھیر دیں آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب ہوتے تھے تو اپنی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آپ کو وحی بھی زیادہ ہوتی تھی۔ کیونکہ جس قدر توجہ الی اللہ زیادہ ہو گی اور انقطاع الی اللہ کی حالت پیدا ہو گی اسی قدر وحی الٰہی کا نزول زیادہ ہو گا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے کس قدر محبت تھی۔ اور اس محبت کے لئے آپ کس قدر قربانیاں کیا کرتے تھے۔ کہ پہلو میں جب ایک ظاہری و باطنی خوبیوں کی مجسمہ بی بی ہوتی تھی تو اس حالت میں بھی آپ کے قلب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع نہ ہوتا تھا۔ بلکہ مرد و عورت کی باہمی فطری کشش کے مقابل میں یہ تعلق اور زیادہ گہرا اور شدید ہو جاتا تھا۔ جو وحی الٰہی کی کثرت کا موجب ہوتا تھا۔ محبوب سے محبوب چیز کو اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کر دینا کیوں نہ انسان کے قرب الی اللہ کی ترقی کا موجب ہو۔ اور ایسی زبردست قربانی کے موقع پر کیوں نہ وہ بندہ مزید انعامات الٰہیہ کا مورد ہو۔ یہ نبی کریم صلعم کا کمال تھا کہ زبردست سے زبردست دنیوی کشش آپ کے استغراق اور توجہ الی اللہ میں مخل نہ ہو سکتی تھی۔ بلکہ مزید توجہ کا موجب ہو جاتی تھی۔ اور آپ کا انقطاع الی اللہ اس درجہ کامل تھا کہ سفر اور حضر ہر جگہ آپ پر نزول وحی ہوا کرتا تھا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کو وحی شریعت کے نزول کے لئے قبل بعثت کے مجاہدات کے علاوہ زمانہ نبوت میں نئے سرے سے کوہ طور پر چالیس دن کا چلہ کاٹنا پڑا۔ اور اس وحی کے لئے جو انقطاع تام ضروری تھا۔ اس کے لئے قوم سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ لیکن آنحضرت صلعم کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ سفر میں حضر میں خلوت میں جلوت میں آپ کی توجہ الی اللہ اور انقطاع تام میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ اور ہر جگہ آپ پر نزول وحی ہو جاتا تھا۔ اور جس جگہ دنیوی کشش اپنا زیادہ اثر رکھنے کی مدعی ہوتی تھی۔ وہیں آپ کی توجہ الی اللہ بھی اس قدر شدید اور زبردست ہو جاتی تھی۔ کہ وحی کی کثرت کا موجب بن جاتی تھی۔

حضرت موسیٰ پر نزول وحی

بالمقابل دیکھو حضرت موسیٰ کی بی بی کو جب جنگل میں درد زہ ہوا۔ اور بچہ تولد ہونے لگا تو اس وقت کشفی نظر میں حضرت موسیٰ کو آگ کا چمکارا نظر پڑا۔ آپ آگ لینے کے خیال سے اس طرف تشریف لے گئے اس میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ انہیں خلوت ہو جائے تو وحی کا نزول ہو۔ خلوت تو ہو گئی مگر دل ابھی تک بیوی بچہ کے خیال سے خالی نہ تھا کیونکہ بیوی کے بچہ پیدا ہو رہا تھا۔ جس سے حضرت موسیٰ کو سخت فکر لاحق تھا اور نزول وحی الٰہی انقطاع تام اور خلوت کاملہ چاہتی تھی۔ اس لئے حکم ہوا انی انا ربک فاخلع نعلیک۔ انک بالواد المقدس طوًی۔ بے شک میں تیرا رب ہوں۔ پس بیوی بچے کے خیال کو اس وقت چھوڑ دے تو اس وقت قرب الی اللہ کے مقدس مقام پر کھڑا ہے۔ عربی میں نعل بیوی کو بھی کہتے ہیں۔ اور جب اس کا تثنیہ لگ جائے تو بیوی بچے یا اہل و مال پر بولا جاتا ہے۔ یہاں جو معنے لئے جا سکتے ہیں وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جو موزون حال ہوں۔ جوتیاں اتارنے کا تعلق نزول وحی سے کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ وہ گدھے کے چمڑے کی تھیں ایک مذاق ہے۔ نزول وحی قلب پر ہوتا ہے۔ اور قبل اس کے کہ قلب میں خدائے واحد کی وحی کا نزول ہو ضرور تھا کہ وہ ہر ایک قسم کے دنیوی تعلق سے پاک ہو۔ اور انقطاع کلی پیدا ہو۔ پس بیوی بچے کا خیال جب تک دل سے محو نہ ہوتا۔ نزول وحی الٰہی کس طرح ہوتی۔ اور یہ اس مقام کے لئے ضروری تھا جس پر حضرت موسیٰ کھڑے تھے۔ اور وہ قرب الٰہی کا مقدس مقام تھا۔ جہاں توحید الٰہی کسی شریک کی متحمل نہیں ہو سکتی طویٰ طوی سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں لپیٹنا۔ پس طویٰ سے مراد وہ مقام قرب ہے جو حضرت موسیٰ کو طریق اعتبار پر حاصل ہوا۔ گویا کہ ان پر مسافت لپیٹ لی گئی۔ اور موہبت الٰہی سے ان کو مقام قرب الٰہی عطا کیا گیا۔ الغرض حضرت موسیٰ کو مقام قرب الٰہی پر جب نزول وحی شروع ہوتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ بیوی بچے کے خیال کو دل سے نکال دو اور توجہ الی اللہ کلی طور پر پیدا کرو۔

آنحضرت کا انقطاع الی اللہ

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدہ اور محبت الٰہی اس قدر زبردست تھی اور انقطاع الی اللہ اس قدر کامل تھا کہ بغیر کسی تحریک یا ارشاد الٰہی کے آپ کا قلب ہر وقت خدائے واحد کی تجلی اور اس کی وحی کے نزول کے لئے خالی اور تیار رہتا تھا۔ اور بعینہ صفت موجود بی بی کا خیال تو ایک طرف رہا خود اس کی موجودگی بھی اس وحدت الٰہی

کی خلوت میں مخل نہ ہوسکتی تھی - بلکہ اس پاک نہاد بی بی کی فطری کشش کے مقابلہ میں آپ کو جو توجہ الی اللہ سے زیادہ کام لینا پڑتا تھا وہ آپ کے انقطاع الی اللہ کو زیادہ بڑھا کر وحی کی کثرت کا سبب بن جاتا تھا۔

میری تقریر کو سن کر وہ نوجوان مبہوت ہو گیا۔ اس کی آنکھوں پرسے ایک پردہ سا اٹھ گیا - میں نے اس سے اقرار لیا کہ مجھ سے ملے وہ ملا - گفتگو کا سلسلہ کئی دن جاری رہا - آخر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا - اس نوجوان کی نیت صادق تھی - مرتد ہونے سے اسے اللہ نے بچا لیا - معقولیت نے مجبور کیا کہ وہ مسلمان ہو اور مسلمانوں میں لاہوری احمدی ہو - آریوں کی خوب خبر لیا کرتا تھا کیونکہ گھر کا بھیدی تھا -

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں -

انجمن کا قائم کردہ اشاعت اسلام کالج نہایت خوش اسلوبی سے چل رہا ہے -

تبلیغ ہندوستان اور ممالک خارجہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام نہایت زور وں سے جاری ہے - حال ہی میں پنجاب کے بعض اضلاع میں انجمن کو بہت نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے - جاوا میں بھی ہمارے مبلغ مرزا ولی احمد بیگ صاحب کی دھاک بیٹھ گئی ہے - عیسائی مشنریوں کے تمام پروپیگنڈا پر انہوں نے پانی پھیر دیا ہے - مغربی مشنریوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب موصوف نے حفاظت اسلام کا کام قابل قدر طریق پر کیا ہے مسلمانان جاوا ان کی خدمات کے معترف ہیں -

اطلاع برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - میں راولپنڈی سے تبدیل ہو کر بمقام سمندری ضلع لائل پور آگیا ہوں سمندری میں تو کوئی جماعت نہیں ہے - وہ تمام دوست جو سمندری سے قریب تر علاقہ میں رہتے ہیں مجھے ملنے کی کوشش کریں - یا مجھے تحریر کریں تاکہ میں ان کو ملنے کی کوشش کروں - والسلام

(ڈاکٹر حسن علی سینیر سب اسسٹنٹ سرجن انچارج شفاخانہ سمندری)

جنازہ غائب نہایت افسوس کے ساتھ ناظرین پیغام صلح کو یہ اطلاع دی جاتی ہے - کہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب فزیشن سرجن احمدیہ بلڈنگس لاہور کے بڑے بھائی مرزا اکبر بیگ صاحب احمدی پنشنر سب انسپکٹر پولیس جو عرصہ دراز سے بیمار تھے - ۱۲ اور ۱۳ جولائی کی درمیانی شب کو کلانور میں فوت ہو گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے - اور اس کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے - ناظرین پیغام صلح سے دعائے مغفرت اور نماز جنازہ غائب کی درخواست کی جاتی ہے -

علمائے کرام سے ایک استفسار

کیا شب برات اسلامی تیوہار ہے ؟

قارئین پیغام صلح میں سے کیا کوئی صاحب بتا سکتے ہیں کہ ماہ شعبان میں چودھویں تاریخ کو جو تیوہار شب برات یا شبرات کے نام سے ہندوستان میں منایا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے ؟ اس کا آغاز کب سے ہوا ؟ اور اس کے کیا معنے ہیں ؟ لفظ شب برات یا شبرات مجھے تو بے معنی معلوم ہوتا ہے ممکن ہے یہ میری کم علمی کی وجہ سے ہو - مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب ہندو لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو دیگر ہندوانی رسوم کے ساتھ ایک ہندوانی تیوہار کو بھی ساتھ لیتے آئے کہ ہندوؤں میں ایک تیوہار شوراتری یا شبراتری کے نام سے مشہور ہے - اور ہر سال ایک خاص مہینہ میں چودھویں تاریخ کو منایا جاتا ہے - ہندوؤں میں بھی وہ سوگ کا دن ہے اور مسلمانوں میں بھی - اگر میرا یہ خیال درست ہے کہ شب برات اور شوراتری اصل میں ایک ہی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس کی حقیقت کو آشکارا کر کے مسلمانوں کو کفار مشرکین کے اس تیوہار

(بقیہ مضمون صفحہ ۳)

اسلام میں عورتیں مردوں کی رفیق زندگی ہیں - مردوں کو چاہیئے کہ پورے طور پر ان کو رفیق زندگی بنائیں - اور اندرونی اور بیرونی تمام حالات سے ان کو آگاہ کریں - عورتیں انسان ہیں حیوان نہیں کہ صورت حالات کو نہ سمجھیں - میں اپنے گھر کی حالت بیان کرنے سے شرم نہیں کرتا میری بیوی انگریز ہے - با ثروت گھرانے میں ناز و نعم میں پلی ہوئی ہے یورپ کا خرچ ! اور آمدنی محدود - پھر بھی میں نے اپنے قبیلہ سے علاوہ اور بہت بوجھ اٹھا رکھا ہے - اور اس محدود آمدنی سے ایک بڑی رقم قرض کی ادائی ہے - میں خود حساب کتاب کی قطعی اہلیت نہیں رکھتا لیکن یہ سب کچھ میرے لئے ممکن ہو گیا ہے - صرف اس لئے کہ ایک دفعہ تمام حالات سمجھا کر تمام امور خانگی اور اخراجات وغیرہ بیگم صاحبہ کے حوالے کر چھوڑے ہیں - ذاتی تجربہ کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس طریق میں بڑی فلاح ہے -

(**پیغام صلح** نے "جبری کفایت" کی جو تلقین کی تھی اس کا منشا یہ نہ تھا کہ اسلام نے عورتوں کو جو بلند درجہ دے رکھا ہے اس سے انہیں نیچے گرا دیا جائے - غرض صرف یہ تھی کہ بحالت موجودہ جب کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مالی حالت سخت قابل اصلاح ہے اور بدقسمتی سے طبقہ اناث خصوصیت سے کفایت شعاری کے اصول سے نابلد ہونے کی وجہ سے اسراف کا عادی ہو چکا ہے - کچھ عرصہ کے لئے "جبری کفایت" پر عمل کیا جائے - تاکہ اس طرح اسراف کی دیرینہ عادات دور ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ اس "جبری کفایت" کی ضرورت بھی صرف وہیں ہو سکتی ہے جہاں سمجھانے بجھانے سے کام نہ چل سکتا ہو ہر شخص کو اس تدبیر پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں - ہمیں یہ معلوم کر کے از حد مسرت ہوئی کہ ہمارے فاضل مضمون نگار کی انگریز بیوی صاحبہ حد درجہ کی سمجھدار اور کفایت شعار ہیں - لیکن ہمارے فاضل نامہ نگار صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ایسی سمجھدار اور کفایت شعار بیویاں بہت کم میسر ہیں - یہی وجہ ہے کہ پیغام صلح کو "جبری کفایت" کی تلقین کرنی پڑی - جس کی غرض محض مشفقانہ اصلاح تھی - مستورات کی تذلیل و توہین نہ تھی -)

چندہ برلن مسجد

فہرست ۱

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیغام صلح ۱۳ جولائی ۳۴ء)

اسمائے معطی	رقم مجوزہ	وصول سابقہ	وصول حال	بقایا
منشی عبدالمجید صاحب سپرنٹنڈنٹ چک ۲۲۲	۵۰	۰	۲۹	۲۱
بابو عثمان غنی صاحب مریز کو	۵۰	۰	۲۵	۲۵
سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر لاہور	۵۰	۲۵	۲۵	۰

میزان ۷۹

فہرست ۲

سید محی الدین احمد صاحب ایبٹ	۵
معرفت ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ	۷
معرفت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم	۱۱
شیخ فضل کریم صاحب راولپنڈی	۲

میزان ۲۵

میزان کل ۸ آنہ ۲۸ روپیہ ۶۳۲

کل ۸ - ۶۳۲

غیرتمند مسلمان وہ ہیں

جو ہمیشہ مسلمان دکانداروں سے اپنی ضروریات خریدتے ہیں اور ہندو روں

بے روزگاروں کو مژدہ

ریلوے ملازمت کیلئے سنہری موقعہ

مسلمان نوجوانوں کو اطلاع دیدیں

محکمہ ریلوے ٹریفک کو تار بابوؤں، کوچنگ گڈس کلرکس وغیرہ کی ضرورت ہے - اس ماہ کی ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ تاریخ کے مختلف اردو انگریزی اخبارات میں اعلان شائع ہو گا -

شرائط داخلہ :- انٹرنس پاس اول و دوم ڈویژن یا اس سے اعلے درجہ کی تعلیم ہو - چال چلن و صحت عمدہ ہو -

فارم درخواست ایک روپیہ فی فارم کے حساب سے بڑے بڑے سٹیشنوں سے مل سکے گی - جسے پر کر کے ۱۵ یا ۱۴ اگست کی صبح تک ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ صاحب کے دفتر میں پیش کرنا ہو گا جہاں افسران انہی تاریخوں پر امیدواروں کا انتخاب کریں گے

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ کے دفاتر حسب ذیل مقامات پر ہیں

لاہور، راولپنڈی، دہلی، ملتان، فیروزپور، کراچی کوئٹہ، ہر ڈویژن میں لائق اور ہونہار نوجوان مسلمانوں کو کافی تعداد میں جانا چاہیئے کراچی اور کوئٹہ میں خاص طور پر کامیابی کی امید ہے۔

مدعا یہ ہے کہ ہر ڈویژن میں مسلمان نوجوانوں کو کافی تعداد میں حاضر ہونا چاہیئے تاکہ افسران کا یہ غلط خیال دور ہو کہ مسلمان امیدوار نہیں ملتے -

انتخاب میں آجانے اور ڈاکٹری معائنے کے بعد لڑکے لائل پور ٹریننگ سکول میں داخل ہوں گے - جہاں پہلے ۱۸ روپیہ اور تین ماہ بعد ۲۲ روپے وظیفہ ملے گا - گارنٹی کے لئے روپیہ پیشگی داخل کرانی ہو گی - جو دو سال کی ملازمت کے بعد معہ سود واپس مل جاتی ہے -

جن امیدواروں کے متعلقین ریلوے ملازم ہوں وہ ان کی سفارشات درخواستوں کے ہمراہ پیش کریں -

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بے روزگار تعلیم یافتہ مسلمان کو اس امر سے اطلاع دے اور ہر طرح ان کی امداد کرے - مزید حالات کے لئے سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے خط و کتابت کریں -

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا تار

بنام چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب شملہ

"لاہور میں افواہ زوروں پر ہے کہ رجپالی کتاب دس ہزار کی تعداد میں مفت اشاعت کے لئے چھاپی جا رہی ہے جس سے مسلمانوں کے اندر سخت اشتعال

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

مبلغین اسلام کی مساعی جمیلہ

قبول اسلام

حسب ذیل اشخاص علاقہ یو-پی میں پنڈت قادر بخش صاحب، مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

ہندوانہ نام	اسلامی نام	سابقہ مذہب
کلّا	عبدالرحمن	ہندو
شربتی	رحیم بی بی	ہندو
بھیم سین	مولا بخش	ہندو چمار
منگلا	امیر بخش	عیسائی
ستو	نور الٰہی	عیسائی
بھولا	رحیم بخش	عیسائی
گنیدا	نور احمد	مہتر

آخر الذکر بدست حکیم محمد یار صاحب موق مسلمان ہوا ہے۔

(افسر تبلیغ ہند)

ضرورت ہے

منٹگمری ڈسٹرکٹ بورڈ کو سب اسسٹنٹ سرجنوں کی ضرورت ہے درخواستیں بنام سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ منٹگمری جلد پہنچنی چاہئیں۔

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز دوا صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ [illegible] کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین اوریات اور خوبصورت بننے کی مجرب اوریات ہم سے خریدیں تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ ہر قسم کی تاریخی ادبی اخلاقی معاشرتی تمدنی تجاتی [illegible] کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات، سادہ قرآن شریف سٹیشنری اور خوشنما دیسی فونٹن پین آزمودہ ہم سے منگائیے (۳) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول۔ ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے (۴) خالص ہیرا ئل [illegible] کے معز اجزا سے پاک اور خاص طریق سے ایجاد کئے ہوئے نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب کریں۔ (۵) عاملوں نجومیوں رمالوں اور جفاروں کے پاس جانیوالے برس بھی اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کردیں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں۔ بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیے۔ **نوٹ** ایماندار تاجر ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے والے ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

آپ کچھ بھی چھوٹی تنخواہ پر ملازمت کے متلاشی ہیں

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کرسکتے ہیں جس میں تیس روپے اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی لے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہوجائے سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۲۲۵ روپیہ والی موزوں کی مشین اور ۲۶۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کررہے ہیں اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی اگامس لین ڈھاکہ۔

دی ایشیاٹک نٹنگ کمرشل کارپوریشن ۲۰۹

ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۸۱۴ بمبے۔

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے مینیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنولیسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے۔ جس کا سول ربڑ کا ہے۔ جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ چھ مہینے کے اندر اگر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی ہے۔ اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کرسکتے ہیں اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ خوبصورت اور رنگین اتنی ہے کہ دیکھ دل اچھل پڑتا ہے۔ اتنی خوبی ہوتے قیمت صرف دو روپے (۲؎) علاوہ محصول ڈاک۔ کیا بطور نمونہ کے ایک جوتی آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیے۔ ناپسند ہونے پر واپس

اختر اینڈ کمپنی سنڈری روڈ لکھنؤ۔

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں کئی بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔

پتہ

دفتر معالج برص ۷۶ دربھنگہ بہار

شاہی مطب دواخانہ عالیہ

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجرب شاہی مرکبات نہ صرف انڈیا میں مشہور ہیں بلکہ چین افغانستان ایران امریکہ افریقہ وغیرہ میں بھی مفید ثابت ہوچکی ہیں یہ دواخانہ بازاری اشتہاری عطائی نہیں بلکہ قابل اطمینان اور نہایت معتبر ہے ہر موسم میں عورتوں مردوں مریضوں کی دوائیں تیار رہتی ہیں۔ ضرورتمند اصحاب حسب ذیل پتہ پر خط بھیجیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

بہترین ثمر ہائے نہ و گلابی لیچیاں

آم سفیدہ، لنگڑا۔ بمبئی۔ اکبریہ۔ کشن بھوگ جیٹھ اور بڑے دانے فیصد ۱۵ روپیہ فی پچاس آٹھ روپیہ۔ گلابی لیچیاں بیحد لطیف و شیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپیہ پانسو کی چار روپے پیکنگ و محصول ریل بذمہ خریدار

نوٹ لیچیوں اور آم کا چالان جاری ہے اس سال مقدار فصل دینہ بہت کم ہے اس لئے آرڈر مع نصف قیمت بہت جلد روانہ فرمائیے۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب کیجئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ

ضرورت ہے

اگر لٹریری صاف ٹی کی تو مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی سے طلب کیجئے۔

ہندوستان کا بہترین ہفتہ وار اخبار

طاقت دہلی

اڈیٹر شوکت علی فہمی

جو اسی مہینہ میں دہلی سے شائع ہونیوالا ہے

- **طاقت** فتنہ پرداز جماعتوں کو کچل کر رکھدے گا
- **طاقت** مسلمانوں کے جائز حقوق اور انکی حمایت کیلئے سینہ سپر ہوگا
- **طاقت** ہمسایہ قوموں کی جائز حمایت سے دریغ نہ کریگا
- **طاقت** حق و صداقت کی ایک مثال قائم کرے گا۔
- **طاقت** ملک کے سیاسی معاملات پر پوری طاقت سے قلم اٹھائیگا۔
- **طاقت** مردہ دلوں میں جوش پیدا کرنیوالے ولولہ انگیز تاریخی مضامین لکھیگا
- **طاقت** اعلیٰ درجہ کے اخلاقی اور اصلاحی مضامین سے آراستہ ہوگا
- **طاقت** نہایت البیلے انداز کے شوخ ادبی مضامین شائع کریگا
- **طاقت** میں افسردہ دلوں کیلئے لطیف اور ظریف مضامین اور افسانے بھی ہونگے
- **طاقت** کے اوراق ہندوستان کے بہترین انشا پردازوں کے مضامین سے آراستہ ہونگے
- **طاقت** خبروں کا حصہ دیکر ناظرین کو روزانہ پرچوں سے بے نیاز کردیگا۔

یہ میں [illegible] کا [illegible] اچھا ہوگا جو دلچسپ ہوگا مفید ہوگا غرض اور البیلے مضامین کا آراستہ ہوگا اسکا کاغذ نہایت اعلیٰ دبیز اور چکنا ہوگا لکھائی چھپائی دیدہ زیب نظر فریب ہوگی اپنے شہر کے ایجنٹ سے خریدئے یا نمونہ مفت منگائیے۔

اخبارات کے ایجنٹ یا تو پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں یا وی پی منگائیں کمیشن معقول دیا جائیگا۔ جو پرچے فروخت نہیں ہونگے انکو واپس لیکر دوسرے پرچے دیدئے جائیں گے۔ باقی تمام امور خط و کتابت سے طے کئے جائیں۔ چندہ سالانہ صہ ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible]

مینیجر اخبار "طاقت" دہلی

ہر چہارشنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۷ محرم ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۰

مسلماں مسلماں کو بھائی بنائے

(چودھری دلو رام صاحب کوثری کے قلم سے)

بنی نے یہ فرمایا بالائے منبر — مسلماں مسلماں کو بھائی بنائے

اخوت کا صیغہ پڑھے ہر مسلماں — کہ نفرت گھٹائے محبت بڑھائے

مسلمان یوں تو ہیں آپس میں بھائی — پہ ہر اک اخوت کا صیغہ پڑھائے

اخوت کا صیغہ پڑھو تاکہ ہر اک — بہشت بریں بعد مرنے کے جائے

اگر ایک بھائی ہو دوزخ کے لائق — اسے دوسرا خلد میں لے کے جائے

اخوت میں ہیں سینکڑوں فائدے بس — کہ باہم اخوت دلوں کو ملائے

یہ سنکر صحابہ ہوئے بھائی بھائی — وہ اپنے ہوئے جو تھے پہلے پرائے

ابو بکرؓ بھائی عمرؓ کے بنے تھے — ابو ذرؓ نے سلمانؓ بھائی کہائے

بنے عبد رحمانؓ و عثمانؓ بھائی — کہ مقدادؓ، عمارؓ کو دل سے بھائے

غرض سب صحابہ نے پھر پیروی کی — اخوت کے چرچے سنے اور سنائے

نبیؐ نے بھی بھائی علیؓ کو بنا کر — طریقے اخوت کے سب کو بتائے

بنو بھائی بھائی مسلمانو! تم بھی — محبت کا تم کو مزا تاکہ آئے

اخوت میں اسلام کی ہے ترقی — اخوت جہنم سے بیشک بچائے

رکھو یاد رسمِ اخوت نبیؐ کی — نہ بھولے سے کوئی بھی بھولے بھلائے

رکھو یاد مصرع یہی کوثری کا — مسلماں مسلماں کو بھائی بنائے

آج

جبکہ شدھی بازوں نے پنجاب کی تمام اقوام کو ہندو مذہب میں جذب کر لینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ زکوٰۃ و خیرات کا بہترین مصرف تبلیغ و اشاعت اسلام ہے گزشتہ سال سے **احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور** نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں اچھوت اقوام کے اندر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام شروع کر رکھا ہے۔ اور مزید مبلغین تیار کرنے کے لئے لاہور میں ایک اشاعت اسلام کالج کا افتتاح کیا ہے۔ اس قلیل مدت میں انجمن کو جو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے اس سے امید پڑتی ہے کہ اگر مسلسل جد و جہد سے کام لیا جائے تو چند دنوں کے اندر لاکھوں کی تعداد میں اچھوت اقوام کو اسلام میں لایا جا سکتا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان اس کار خیر میں انجمن کی اعانت فرمائیں۔

پیغامِ صلح کا مسیح موعود نمبر

۳ اگست کو نہایت آب و تاب سے شایع ہوگا۔ اس نمبر کی غرض و غایت تبلیغ سلسلہ ہے جو بھائی اس نمبر کے زائد پرچے خرید کر دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہیں۔ وہ

مسلمانوں کا افلاس!

اور

اس کا علاج

اس بات کے تسلیم کرنے میں کسی کو پس و پیش نہ ہوگا کہ سوائے معدودے چند مقامات کے اگر ہندو آج مسلمانوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں تو انہیں کفن تک ملنا دشوار ہو جائے۔

کفن کے لئے کپڑا، چار پائی۔ تختے اور بوریا غرض ایسی سب چیزوں کے لئے ہم ان کے محتاج ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہم نے اپنے تمدن اور معاشرت کو ایسا خراب کر لیا ہے کہ ہم اپنی تمام ضروریات زندگی کے لئے ہندوؤں کے رحم پر دم شماری کر رہے ہیں۔ ہر قسم کی آڑھتیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔ دودھ، مٹھائی، تیل، تماکو، آٹا دال کوئی چیز بھی ایسی نہیں جسے ہم بغیر ان کی امداد کے حاصل کر سکیں اس پر غضب یہ ہے کہ ہم اپنی بے لبسی کو سمجھتے ہوئے بھی اس طرف توجہ نہیں کرتے۔

انما المشرکون نجس

نہ ہمیں شریعت کی پروا۔ نہ غیرت وحمیت قومی کا احساس چھوٹے سے بڑا سب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ انما المشرکون نجس کھلے واضح اور صاف قرآنی حکم کی تاویلیں کر لی گئی ہیں۔ ”پبیع پاک ہے“ کا رنگین غلاف اپنی بے غیرتی کی مورت پر چڑھا رکھا ہے۔

مسلمانوں میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہ نکلے گا جس نے کتوں کو ہندوؤں کی کڑاہیاں چاٹتے نہ دیکھا ہو۔ اس بات کا مشاہدہ نہ کیا ہو کہ دکاندار نے پیشاب کیا۔ جلدی سے اٹھا۔ پیشاب کے قطرات اس کی دھوتی میں جذب ہو گئے۔ ہاتھ تک اس نے نہیں دھوئے۔ گیلا تیا اس کی دکان پر موجود ہے۔ اس نے ہاتھ کو اپنی میل کچیلی دھوتی کے ساتھ اپنے چوتڑوں سے رگڑ کر خشک کیا۔ اور میاں صاحب کو اسی غلیظ ہاتھ سے پکوڑیاں ہی بی لت کر کے دیدیں اور ”میاں صاحب“ جن کا مذہب طہارت کی اعلیٰ تعلیم دیتا ہے چٹ کر گئے۔

قومی احساس کا فقدان

اول تو مسلمانوں کی دکانیں ہی شاذونادر پائی جاتی ہیں۔ اگر کسی آفت کے مارے مسلمان نے دکان کر لی تو ہم ہیں کہ اپنے قومی احساس کا ثبوت دینے لگتے ہیں۔ ہندو دکاندار خواہ کیسا ہی غلیظ کیوں نہ ہو کیسا ہی سودا کیوں نہ فروخت کرے۔ کیسی ہی تول کیوں نہ تولے ہماری زبان سے ایک حرف نہیں نکلتا۔ مگر مسلمان دکاندار پر لاکھوں اعتراض۔ اس کی مٹھائی میں ہمیں گھی کے بجائے چربی دکھائی دیتی ہے۔ دودھ میں پانی نظر آنے لگتا ہے۔ آٹے دال وغیرہ کا نرخ گراں گزرتا ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی دکانیں برابر برابر ہوں۔ ہم مسلمان سے نہیں لیتے۔ ہندو دکاندار سے لیں گے۔ جو ہمارے ہاتھ پر دور ہی سے سودا ڈال دیتا ہے۔ اور ہم سے اپنی نفرت کا کافی ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ ہم سب کچھ دیکھتے ہیں، سنتے ہیں مگر خود غرضی اور قومی احساس کی عدم موجودگی ہمیں کچھ کرنے نہیں دیتی۔

ہم مسلمان تجارت میں کامیاب کیوں نہیں

آج کل عموماً آڑھتی مسلمانوں کو بہ نسبت ہندوؤں کے گراں نرخ پر سودا دیتے ہیں۔ ہندوؤں کو اگر ادائیگی رقم کے لئے ایک ماہ کی مہلت ہوگی تو مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ ہی رہ جائے گی ہندوؤں کے لئے اگر سیر کی سوا سیر تول ہوگی تو مسلمانوں کو تول میں سیر سے بھی کم سودا دینے کی کوشش کی جائے گی۔ اس پر مسلمان دکانداروں سے ہماری یہ خواہش رہتی ہے کہ کچھ ان سے ہمیں زیادہ ہی مل جائے ہندوؤں کی عام نصیحت ہے کہ ہندو اگر آدھ پاؤ کم دے اور مسلمان پاؤ بھر زیادہ تو بھی ہندوؤں کو ہندو دکانداروں سے ہی خریدنا چاہئے برخلاف اس کے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ایک کوڑی کا بھی خسارہ نہ ہو۔ چاہے مسلمان دکاندار کا دیوالہ ہی کیوں نہ نکل جائے۔

مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ غیروں کی جیب میں

عام شکایت ہے کہ مسلمان عیش پرست ہیں۔ اور ان کی مفلسی کا سبب ان کی ناعاقبت اندیشی ہے۔ یہ شکایت بالکل بے جا شکایت ہے جو کوئی وزن نہیں رکھتی۔ مسلمانوں کی مفلسی کا واحد سبب ان کی عیش پرستی ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کی مفلسی اور تباہی کی تمام تر ذمہ داری جانتے اور سمجھتے ہیں مگر نہ شریعت کا خوف دلا کر مسلمانوں کو پابند کیا جاتا ہے نہ عملی کوششوں سے مسلمانوں کی امداد کی جاتی ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی سات کروڑ بتائی جاتی ہے۔ اب اگر رقم جو مسلمانوں کی جیبوں سے بذریعہ خرید فروخت ضروریات زندگانی ہندوؤں کے پاس پہنچتی ہے فی کس ایک روپیہ ماہوار ہی قرار دی جائے تو سات کروڑ روپیہ ماہوار مسلمانوں کی جیب سے نکل کر دوسروں کی پاکٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

کیا وہ قوم جس کا کروڑوں روپیہ ماہوار دوسروں کے پاس چلا جائے کبھی اور کسی طرح مفلسی سے نجات پا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

مہاجنی ہتھکنڈا

ضروریات زندگی کے علاوہ ایک اور ذریعہ مسلمانوں کے مفلوک الحال بنانے کا مہاجنی ہتھکنڈا ہے جس سے مسلمان نہیں بچتے۔

سود لینا مسلمانوں میں شرعاً ناجائز ضرور ہے۔ مگر روپیہ کے ذریعہ منافع حاصل کرنا کسی طرح حرام نہیں۔ اور مہاجنی کاروبار اسی اصول پر اچھی طرح چلایا جا سکتا ہے۔ اور ضرور تمند مسلمان بالخصوص زراعت پیشہ مسلمانوں کی خاصی امداد کی جا سکتی ہے۔ ہندو مسلمانوں کے برخلاف جو کارروائی کرتے ہیں اس کی وجہ ان کا یہ اطمینان ہے۔ کہ مسلمانوں کو انہوں نے ایسا اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے کہ وہ مکڑی کے جال کی طرح نکل ہی نہیں سکتے اور ان کا یہ خیال ٹھیک بھی ہے۔ ہندوؤں کی آہستہ مگر لگاتار کوششوں اور ہماری لاپرواہیوں نے ہمیں بالکل مفلوج کر دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تصنیف راجپال کی سی کتاب شائع کرنے کی کسی ہندو کو جرات نہ ہوتی۔ اور ہندو نوازی کا سہرا گورنمنٹ ہند کے سر نہ بندھ سکتا۔

سنبھلو! سنبھلو!!

مسلمانو! یہ یاد رکھو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تمہاری یہی غفلت رہی تو خدا نہ کرے اس دن کے آنے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی جب تم بیک بینی و دوگوش ہندوستان سے باہر نکال دیئے جاؤ یا تم یہاں غلاموں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو نہ کوئی تمہاری رعایت کرنے والا تم کو نظر آئے۔ نہ کوئی تمہاری پاسداری کرتا دکھائی دے علمائے دین کدھر ہو! اٹھو اٹھو۔ خدا کے لئے اٹھو۔ مرحومہ امت کے حال زار پر رحم کرو۔ تمہارے پاس ہر قسم کے فتوے دینے کی مشین موجود ہے مگر کیا خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ عدم تعاون کا فتوے کسی فقہ کی کتاب میں تمہیں نظر نہیں آتا۔

قوم کی مالدار ہستیو! جاگو جاگو۔ ”اپنا من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا“ پر عمل درآمد کر چکے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ قومی ذلت کی حد ہو چکی۔ اسلام کا شکار ہو چکا۔ اب تمہاری باری آنے والی ہے۔ تمہارے رسولؐ کو گالیاں دی جانے لگیں۔ اب بھی تم خواب غفلت میں پڑے رہو گے آخر یہ ذلت کی زندگی کب تک؟

ہوش سنبھالو! اپنا مال قوم کے سدھار میں صرف کرو خود بھی نفع اٹھاؤ۔ اور اپنی قوم کو بھی نفع پہنچاؤ۔ ایک نہیں مسلمانوں کی صدہا دکانیں ہر ضرورت زندگی کے لئے کھلوا دو۔ ہر قسم کی آڑھتیں قائم کرنے کا بندوبست کرو۔ اور اپنی قوم کو دوسروں کے پھندوں سے چھڑانے میں خدا کے لئے اب کوتاہی مت کرو۔ (نجات)

آریہ اخبارات رو رہے ہیں

کا امسال محرم کے موقعہ پر سیالکوٹ کے مسلمانوں نے ہندو دکانداروں سے سودا نہیں خریدا جس سے ان ہندو دکانداروں کا بہت نقصان ہوا لیکن ان کا یہ رونا بیکار ہے جب تک ان کی ”جاتی“ راجپالوں، گیان چندوں، اور دیوی شرماؤں سے علی الاعلان اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرتی اسوقت تک

روزگار

مسلمانو! بچوں کو بیکار مت پھرنے دو

انکی بہتری چاہتے ہو تو انہیں صنعتی مدارس میں داخل کرو

جو غریب مسلمان اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم نہیں دلا سکتے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو صنعتی مدارس میں داخل کرائیں۔ تاکہ معمولی تعلیم کے ساتھ وہ اپنی روٹی کمانے کے قابل بھی ہو سکیں۔ غیر صنعتی مدارس کی معمولی تعلیم بچوں کو کسی مصرف کا بھی نہیں چھوڑتی۔ نہ انہیں کوئی معقول ملازمت مل سکتی ہے۔ نہ انہیں کوئی ہنر ہی آتا ہے جس سے وہ اپنی روزی کما سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آوارہ پھرتے اور بیکار زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے والدین اور دیگر خویش واقارب پر ایک بار ہوتے ہیں۔ پس غریب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صنعتی مدارس میں تعلیم دلائیں۔

پنجاب کے تقریباً ہر ایک ضلع کے صدر شہر میں گورنمنٹ انڈسٹریل سکول قایم ہیں۔ ان میں عام طور پر لوہار اور ترکھان کا کام اور کہیں کہیں نئے طریقہ سے کپڑے بننے کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ ان سکولوں کے علاوہ گورنمنٹ نے رنگسازی، چمڑا کمانے، کپڑا، اور جرابیں بننے کے لئے خاص سکول اعلیٰ پیمانہ پر قایم کر رکھے ہیں۔ پہلی قسم کے سکولوں میں کسی قسم کی علمی لیاقت کی ضرورت نہیں۔ ورنہ کنند اگر سمجھدار، جسمانی لحاظ سے مضبوط اور بارہ سے سولہ برس کی عمر کا ہو تو ان مدارس سے خوب فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

رنگسازی چمڑے اور بافندگی کے مدارس میں لڑکوں کے لئے لوئر مڈل کی لیاقت ضروری ہے۔ حکومت نے ان مدارس میں ضرورت کے مطابق دو سے چار سو روپے تک ماہوار وظیفے عطا کر رکھے ہیں۔ مسلمان بچوں کو ان مدارس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اب تک ان مدارس سے مسلمانوں نے بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان والدین اس طرف متوجہ ہوں ان سکولوں میں داخلہ شروع اکتوبر میں ہوتا ہے۔

شاہدرہ میں پاور لوم فیکٹری

آئندہ اکتوبر سے حکومت ایک پاور لوم فیکٹری شاہدرہ میں قائم کر رہی ہے جس میں تربیت حاصل کرنے کے بعد جولاہے سٹیم اور بجلی کی طاقت سے کھڈیاں اپنے گھروں میں چلا سکیں گے مسلمان جولاہوں کو اس فیکٹری میں داخل ہو کر کام سیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دوسرے مسلمان بھی اگر یہ ہنر سیکھ لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

انڈوں کی تجارت کرو!

بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان زمیندار ملازمت کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مرغیاں پال کر گھر بیٹھے روپیہ کما سکتے ہیں مغربی ممالک خصوصاً امریکہ میں لوگ ہزاروں لاکھوں روپے محض انڈوں کی تجارت سے کما لیتے ہیں۔ ہندوستان نے ابھی اس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ مسلمان زمیندار اگر مرغی خانے کھول کر انڈوں کی تجارت کریں تو وہ اپنی آمدنی میں معقول اضافہ کر سکتے ہیں۔ یہ تجارت ان مقامات پر خصوصیت سے کامیاب ہو سکتی ہے۔ جو بڑے بڑے شہروں اور فوجی چھاؤنیوں کے نزدیک ہوں۔ کیونکہ وہاں انڈے بغیر کسی خاص کوشش کے کثرت سے بک سکتے ہیں۔ جو لوگ اس تجارت سے شوق رکھتے ہوں ان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ پنجاب کے محکمۂ زراعت نے حال ہی میں ایک ایسے ماہر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جو مرغیاں پالنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ ان کا صدر مقام گوردا سپور ہے۔ صاحب موصوف اس صوبہ میں مرغیاں پالنے کے متعلق ہر استفسار کا بڑی خوشی سے جواب دیں گے انہوں سفر ... [illegible]

خطبہ جمعہ

مورخہ ۸ جولائی بمقام ڈلہوزی

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا ؕ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اگر کسی کی پیروی کرنا چاہو، کسی رستہ پر چلنا چاہو تو وہ پیروی رسول اللہ صلعم کی ہو یہ آیت اس وقت اتری تھی جب ایک مشہور جنگ جو خندق یا احزاب کے نام سے مشہور ہے رسول اللہ صلعم کو پیش آئی تھی۔ اس جنگ میں عرب کی ساری قومیں اکٹھا ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں مسلمانوں میں اس وقت اتنی طاقت نہ تھی کہ ان سب قوموں کا مقابلہ مدینہ سے باہر نکل کر کر سکیں۔ اس لئے مدینہ کے گرد خندق کھود دی گئی اس کے کھودنے کے لئے رسول اللہ صلعم نے تمام صحابہ کو مختلف ٹکڑے تقسیم کر دیئے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس میں حصہ تھا۔ بلکہ بعض وقت جب سخت کام درپیش آجاتا تو خود رسول اللہ صلعم ہی اس کو کرتے۔ اور پتھروں کو توڑتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت اتری اور یوں ہر معاملہ میں دینی ہو یا دنیوی رسول اللہ صلعم کے نمونہ کی پیروی کو ضروری قرار دیا۔

اسلام پر اعدا کی یورش

لیکن وہ وقت جب یہ آیت اتری ایسا تھا کہ اسلام کی زندگی خطرہ میں ہو گئی تھی اور اس لئے مسلمان اس وقت تمام دوسرے کام چھوڑ کر سب کے سب دشمن سے اسلام کی حفاظت میں لگ گئے تھے۔ حتیٰ کہ خود رسول خدا صلعم بھی پھاوڑا چلانے میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ تمام لوگ جو آج اسلام کا فخر سمجھے جاتے ہیں سب اس میں مزدوروں کا کام کرتے تھے۔ تو اس آیت کو اس بارہ میں نازل کر کے بتایا ہے۔ کہ جس طرح رسول خدا کو اسلام کے بچانے کی فکر تھی۔ ہر ایک مسلمان کو ویسی ہی فکر ہونی چاہیئے۔ آج اسلام اس قدر خطرہ میں ہے جس کی انتہا نہیں۔ ایک طرف پادریوں کی فوجیں پھر رہی ہیں۔ اسلامی سلطنتیں جو کہلاتی ہیں ان میں ایک ایک شہر میں نہیں بلکہ ایک ایک گاؤں میں پادری موجود ہیں۔ بعض مقامات پر ہزارہا مسلمان عیسائیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ بعض مقامات پر جہاں مسلمانوں کی آبادیاں تھیں وہاں آج مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں۔ ان عیسائی مشنوں پر کروڑہا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ایک ایک انجمن جو یورپ اور امریکہ سے ان مشنوں کو بھیجتی ہے۔ پانچ پانچ چھ چھ کروڑ روپیہ سالانہ ان پر خرچ کرتی ہے۔ دوسری طرف اپنے ملک میں دیکھو تو یہاں اسلام کو نابود کرنے کے لئے وہ قوم کھڑی ہوگئی ہے جس کی تعداد مسلمانوں سے ہو گئی ہے۔ اور روپیہ، تجارت اور ملازمت وغیرہ سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے۔ تمام ان ذرائع پر جن سے قوم کو قوت پہنچ سکتی ہے۔ اس کا قبضہ ہے باوجود اس کے مسلمانوں کو کچلنے اور ان کا نام نشان مٹانے کے درپے ہے۔

جیسا حملہ ہو ویسا ہی جواب چاہیئے

تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اسلام کو مٹانے کے لئے سب قومیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ مشرک بھی اس عرب کے اندر تھے۔ یہود بھی تھے عیسائی بھی تھے۔ جو اسلام کو نیست ونابود کرنے کے درپے تھے۔ ویسے ہی یہاں بھی آج اسلام کو کچلنے کے لئے سب اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ تمام حملوں کا جواب ایک ہی طرز پر دیا جائے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جس قسم کا حملہ ہوتا تھا اسی طریق پر اس کا جواب دیا جاتا تھا۔ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی نے ہجو کے طور پر کوئی خلاف شان باتیں آپ کے متعلق کہی ہیں تو اس کا جواب بھی اسی رنگ میں آپ کی طرف سے دیا گیا۔ مسجد نبوی میں حضرت حسانؓ آپؐ کی موجودگی میں ایسی ہجو کا جواب اشعار میں دیا کرتے تھے۔

غرض اگر تلوار کا مقابلہ ہوتا تو تلوار کے ذریعے سے آپ جواب دیتے۔ اور اگر باتوں سے مقابلہ کیا جاتا تو اسی رنگ میں آپ

جنگ تبوک

ایک دفعہ روم کی عیسائی سلطنت کے ساتھ لڑائی کی ضرورت پیش آئی تو تیس ہزار کا لشکر لے کر آپ وہاں پہنچے۔ وہاں بڑی بھاری عیسائی سلطنت تھی اور ان کی طرف سے عرب پر چڑھائی کا احتمال تھا۔ اس لئے آپ نے بطور پیش بندی وہاں چڑھائی کی۔ اس جنگ میں جن لوگوں نے آپ کے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ وہ دو قسم کے تھے۔ ایک منافق دوسرے مخلص، مخلص مسلمانوں میں سے تین آدمی تھے۔ جو اس لشکر کے ساتھ نہ جا سکے۔ ان تین مسلمانوں پر عتاب الٰہی اس رنگ میں نازل ہوا کہ ان سے ہر قسم کی گفتگو بند ہو گئی۔ اور ان سے بالکل مقاطعت اختیار کی گئی۔ لیکن آخر کار ان کی توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور پھر ان کو شامل کر لیا گیا۔

غرض اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اسلام کی حفاظت کے لئے دکھ اٹھاتے تھے۔ اور آپ کے صحابہ بھی اپنی جانیں فدا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے خود اسلام کے لئے تلواروں اور تیروں کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے زخمی ہوئے۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ میدان جنگ میں مارے گئے۔ ایک ایک صحابی اپنی جان دینے کے لئے اسی طرح تیار رہتا کہ گویا کوئی دکھ تکلیف انہیں محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو وہ اپنے لئے راحت وسرور کا موجب سمجھتے تھے۔

رسول اللہ کے نقش قدم پر چلو!

یہ رسول اللہ صلعم اور آپؐ کے صحابہ کا نمونہ ہے۔ تم بھی اگر واقعی مسلمان ہو تو رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرو آج دیکھو کہ مسلمانوں کو برباد کرنے کی کتنی کوششیں کی جاتی ہیں لیکن اس کے بالمقابل مسلمانوں کی طرف سے کیا کام ہو رہا ہے۔ کہاں تک ان لوگوں کے الزامات کو رد کیا جاتا ہے۔ جو اسلام کو بدنام کر کے نیست ونابود کرنے کے درپے ہیں۔ اگر انہیں سمجھایا جائے کہ اسلام کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلعم کی اصل تصویر اگر ان کے سامنے رکھی جائے تو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور یہی فی الحقیقت ان کا جواب ہے۔ مگر اس کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور آج کوئی ایک پیسہ بھی دین کے لئے خرچ کرنا نہیں جانتا۔ اس رنگ میں کوئی کچھ خرچ نہیں کرتا۔ ہاں پیروں فقیروں پر خرچ کر لیں گے۔ رسم ورواج پر حکام کو خوش کرنے میں بے شمار روپیہ ضائع کر دیں گے۔ اس کے بالمقابل ہندوؤں نے مسلمانوں کی شدھی پر لاکھوں روپے صرف کر دیئے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ مسلمانوں میں سو میں سے نوے نہیں بلکہ ہزار میں سے نو سو ننانوے ایسے ہوں گے جن کو اس بات کی خبر بھی نہ ہوگی کہ کیا ہو رہا ہے۔

خدا کی راہ میں مال خرچ کرو

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ میں اس طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ کہ اگر تم سچ مچ مسلمان ہو اور رسول اللہ صلعم کی پیروی کا دم بھرتے ہو تو پھر کون ہو تم کہ اپنے مال اور جان دین کی حفاظت پر خرچ نہ کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام پر بڑی بڑی مصیبتیں ہیں۔ جن کے انسداد کی ضرورت ہے۔ لیکن سب سے بڑا فرض جو رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر جان سے مدد نہیں کر سکتے تو ہمارے مالوں کا کچھ حصہ دین پر لگے۔ اس کے بغیر رسول اللہ صلعم کی محبت اور آپ کی پیروی کا خیال نرے خشک دعوے ہیں۔ رسول اللہ صلعم پر حملے ہوں اور ہم خاموش گھروں میں بیٹھے رہیں۔ آج یہ حالت ہے۔ کہ خود مسلمان اسلام سے نکلے جا رہے ہیں۔ اور ان کو بچانے کی کوئی فکر نہیں۔ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ گھر کی دیوار گرتی ہو تو اس کو بنا سکتے ہیں خواہ کسی طرح بھی بنائیں۔ لیکن دین کی عمارت گر جائے تو کوئی پروا نہیں۔ ضرورت ہے کہ آج دین کی حفاظت کے لئے ہم سب کمربستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اور ہر شخص اپنی توفیق کے مطابق کچھ نہ کچھ دین کے لئے صرف کرے۔

جن بھائیوں کا چندہ ختم ... جلد [illegible]

حضرت کا پیغام

بیرونی شاخہائے انجمن کے سکرٹری صاحبان اور صدر صاحبان توجہ فرمائیں!

ماہوار چندوں کے متعلق حضرت امیر قوم کا ایک نہایت اہم مضمون اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۲ و ۱۵ جون ۱۹۳۲ء میں "لاہور سے آنے کے بعد میری پہلی درخواست" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا تھا۔

(۱) ہماری انجمن کے تمام ٹرسٹی۔ مجلس منتظمہ کے تمام ممبران۔ ہر شعبہ کے افسران اور کارکن عہدہ دار تمام انجمن ہائے مقامی کے عہدہ دار۔ تمام جماعتوں کے سکرٹری یا کارکن ممبران میں سے ایک بھی ایسا نہ ہونا چاہیئے جس کے نام کے ساتھ بقایا چندہ کا ذلت آمیز لفظ لگا ہوا ہو۔

(۲) ہر جماعت میں جمعہ کے روز یہ مضمون پڑھا جائے جو بقایا کی ادائیگی اور چندہ کی وصولی کے لئے باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا جائے اور اس فیصلہ سے حضرت امیر کو اطلاع دی جائے۔

اس کے متعلق دفتر سے جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کے نام الگ الگ چٹھیاں بھی جاری کی گئی تھیں کہ وہ اس مضمون کو جمعہ کے روز جماعت کے سامنے پڑھ دیں۔ اور پیش کردہ تجاویز پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کریں۔ اور اس سے حضرت امیر سلمہ اللہ کو براہ راست اطلاع دیں۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سی جماعتوں نے حضرت امیر کی اس آواز پر لبیک کہا ہے لیکن کچھ جماعتیں ابھی تک ایسی بھی ہیں۔ جن کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا۔ انہیں چاہیئے کہ وہ جلد اس طرف توجہ کریں۔ ہر جماعت کے سکرٹری اور صدر، اور بالخصوص ایسے احباب جو اپنا چندہ ماہوار باقاعدہ ادا کرتے ہیں بطور وفد ان احباب کی خدمت میں جا کر وصولی چندہ کی پوری کوشش فرمائیں۔ اور اپنی جماعت کے کسی ممبر کے ذمہ بقایا چندہ نہ رہنے دیں اور آئندہ کی وصولی کے لئے تسلی بخش انتظام فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

خاکسار

(محمد عبد اللہ افسر تحصیل)

چندہ برلن مسجد

(سلسلہ کیلئے دیکھو پیغام صلح ۲۰ جولائی)

نام معطی	رقم مجوزہ	وصول سابق	وصول حال	بقایا
شیخ میاں محمد صاحب لائلپور	۱۵۰	۰	۱۵۰	۰۰
شیخ محمد حسین صاحب سرسہ	۱۰۰	۰	۱۰۰	-
آغا محمد ناصر صاحب کاشو	۱۰۰	۰	۱۰۰	۰۰
ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب اللہ کی تل	۱۰۰	۰	۱۰۰	۰۰
مولوی غلام ربانی صاحب مالسنہر	۱۰۰	۷۰	۳۰	۰۰
بابو محمد منظور الٰہی صاحب لاہور	۱۰۰	۱۰	۱۰	۸۰
ڈاکٹر حسن علی صاحب سمندری	۵۰	۰	۵۰	۰۰
شیخ کریم اللہ صاحب کوئٹہ	۱۰۰	۰	۵۰	۵۰
خان غلام صمدانی خان صاحب پشاور	۱۰۰	۰	۵۰	۵۰
میزان			۶۹۰	

فہرست نمبر ۲

مرزا حاکم بیگ صاحب کوہاٹ	۵
جماعت فیروزپور	۸۱
جماعت شملہ معرفت سکرٹری شیخ محمد لطیف صاحب	۳۵
میزان	۱۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۝

پیغامِ صلح لاہور

جلد ۱۵ ۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ ۔ نمبر ۳

زمانہ کی پے در پے ٹھوکریں

اور

ہمارا ہنگامی جوش و خروش

جس کی کوشش کا کچھ نہ ہوا انجام
رحم اس بے ہنر پہ آتا ہے

آج مسلمانانِ ہندوستان جن مصائب و آلام میں گھرے ہوئے ہیں ان کا سلسلہ دراصل اس وقت سے شروع ہوتا ہے جس وقت سے سلطنت ان کے ہاتھ سے گئی ۔ اور اس ملک میں جہاں انہوں نے سینکڑوں برس نہایت تزک و احتشام سے حکومت کی تھی انہیں حاکم ہونے کے بجائے محکوم ہو کر زندگی بسر کرنا پڑی جب غفلت شعاریوں اور عیش پرستیوں کے باعث سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی تو زمانہ نے پے در پے ٹھوکریں لگائیں لیکن امت محمدیہ کا یہ بے فکر گروہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوا ۔ متعدد مرتبہ حالات ایسے پیدا ہوئے جو ایک سوئی ہوئی قوم کو جگانے کے لئے کافی سے زیادہ تھے ۔ لیکن اس خوابیدہ گروہ کو جگانے میں وہ کافی ثابت نہ ہوئے ۔ جب کوئی زبردست ٹھوکر لگی ۔ اس نے ہلکی سی جنبش کے ساتھ آنکھیں کھولیں لیکن جلد ہی پھر میچ لیں اور خراٹے لینے لگا ۔

پہلی زبردست ٹھوکر تب لگی جب ہندوستان میں اسلامی کا سیاسی چمن لٹ جانے کے بعد مغرب کے عیسائی مشنری ہندوستان میں گروہ در گروہ داخل ہوئے ۔ اور اسلام کے مذہبی چمن کو لوٹنا شروع کیا اور یسوع مسیح کے اس ٹڈی دل لشکر نے آتے ہی اسلام پر دھاوا بول دیا ۔ اور جائز و ناجائز طریق سے فرزندانِ اسلام کو تثلیث کے چکر میں پھنسانا چاہا ۔ شہر در شہر اور قریہ در قریہ مشن قائم ہو گئے ۔ اور یسوع مسیح کی ابنیت و الوہیت پر وعظ ہونے لگے ۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف کتابوں پر کتابیں اور رسالوں پر رسالے شائع ہونے لگے ۔ اس گروہ کی دیکھا دیکھی ہندوؤں میں سے بھی ایک گروہ کو اسلام کے مقابل میں آنے کی جرات ہوئی اور اس نے بھی تبلیغ مذہب کا وہی ناپاک طریق اختیار کیا جو اس کے پیشروؤں نے اختیار کر رکھا تھا ۔ مسلمان جی میں کڑھتے تھے لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے ۔ ان کی یہ بے بسی دیکھ کر غیرت خداوندی جوش میں آئی اور اس نے سرزمین پنجاب میں جو اس وقت مختلف مذاہب کی رزمگاہ بنی ہوئی تھی ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو تائید و حفاظت اسلام کے لئے کھڑا کیا اس جری اللہ نے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں نہایت ہی شاندار اور قابل قدر کام کیا اور ان کے حملوں کا دندان شکن جواب دیا ۔ اور تمام مذاہب عالم پر اسلام کی فضیلت و برتری کو ثابت کیا ۔ اور آئندہ ایسے حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے مسلمانوں کے سامنے یہ لائحہ عمل پیش کیا کہ وہ حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائیں ۔ اس غرض کے لئے ایک جماعت بھی بنائی جو آج احمدیہ جماعت کے نام سے مشہور ہے ۔ اور شرق و مغرب میں اسلام کی گرانقدر خدمات

(۳) آواز پر کان نہ دھرا ۔ اور اس اہم فریضہ سے بے اعتنائی کا اظہار کیا ۔

جب اس ٹھوکر اور مامور کی آواز پر بھی مسلمانوں نے ہوش نہ سنبھالا تو قدرت نے فتنۂ ارتداد کی صورت میں دوسری ٹھوکر لگائی ۔ یہ ٹھوکر نہایت زبردست تھی ۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس نے دفعتہً مسلمانوں کو نیند سے جگا دیا ۔ اور اضطراب و جوش کا ایک عالم برپا کر دیا ۔ اس وقت بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ جوش محض ہنگامی نہ ہوگا ۔ بلکہ کوئی مستقل کام کر کے دکھائیگا لیکن وائے برقسمتا کہ یہ امید بھی موہوم ثابت ہوئی چند ماہ کے بعد یہ جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا ۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام جیسا پہلے کس مپرسی کی حالت میں تھا ویسا ہی بعد میں ہو گیا قوم کی سرد مہری نے تبلیغی انجمنوں کے ارادوں پر پانی پھیر دیا اور آہستہ آہستہ مبلغین اسلام نے علاقہ ارتداد کو شدھی بازوں کے لئے خالی کر دیا ۔ آریوں کی طرف سے شدھی کا پرچار مسلسل ہوتا رہا لیکن مسلمان ہمت ہار کر بیٹھ گئے ۔

جب مسلمانوں کی بیداری پھر نیند کے جھونکے کھانے لگی تو ان کو ہوش میں لانے کے لئے ایک اور فتنہ پیدا ہوا اور وہ ہے توہین رسول صلعم کا سلسلہ جو جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے باعث بے باک ہو کر آریوں نے شروع کیا ۔ اس موقع پر مسلمانوں کے اندر انتہائی جوش و ہیجان پیدا ہوا ہے ۔ لیکن افسوس کہ منظم طریق پر اس سے کام لینے والا کوئی نہیں ۔ مختلف جماعتیں ہیں ۔ اور مختلف آراء ہیں ۔ جلسوں اور قرار دادوں ہی پر سارا زور صرف ہو رہا ہے ۔ کسی عملی کام کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھاتا ۔ اگر مسلمان لیڈر باہمی کدورتوں اور رنجشوں کو بالائے طاق رکھ کر اس جوش کے زمانہ میں جبکہ عامۃ المسلمین ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ قوم کو منظم کرنے کی فکر کریں اور زیادہ نہیں تو کم از کم تبلیغ و اشاعت اسلام کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے اس کو متحد ہونے اور مالی ایثار کرنے کی دعوت دیں ۔ تو نہایت آسانی سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے ۔ ضرورت ہے کہ قومی لیڈر قوم کو اس ٹھوس کام کے لئے تیار کریں ۔ محض جلسوں میں ہنگامہ خیز تقریریں کر دینا کوئی مفید کام نہیں ۔ ہم نہایت ادب سے قوم کے رہنماؤں کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور قوم کی آئندہ فلاح و بہبود کے لئے کوئی پروگرام تجویز کریں اور پھر اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں ۔ کیا رہنمایانِ قوم اس طرف توجہ کریں گے ؟

ریاست اندور میں اندھیر

ریاست اندور نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ آئندہ حدود ریاست کے اندر وزیر محکمۂ خیرات کی منظوری حاصل کئے بغیر کوئی مذہبی عمارت تعمیر نہ ہو اور موجودہ عمارتوں میں بھی کوئی ترمیم نہ ہو وزیر کے حکم کے خلاف ۳۰ دن کے اندر وزیر اعظم سے اپیل ہو سکتی ہے ۔ جس کا فیصلہ آخری ہوگا ۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو ایک ماہ قید محض یا جرمانہ کی سزا جو ایک ہزار سے زائد نہ ہوگا دی جائے گی ۔ یا قید و جرمانہ دونوں سزائیں دی جائیں گی ۔

اس حکم کو بھی انہی سنگھٹنی احکام میں سے سمجھنا چاہئے ۔ جو آج کل بعض متعصب ہندو ریاستوں میں رائج کئے جا رہے ہیں ریاست اندور کا نظم و نسق جب تک موجودہ سنگھٹنی حکام کے ہاتھ میں ہے اس وقت تک اس جدید حکم کے معنے صرف یہی ہوں گے کہ اس ریاست میں مساجد و معابد اسلامیہ کی تعمیر اور ترمیم و توسیع میں مشکلات پیدا کی جائیں ۔

کیا یہی شان حکومت ہے ۔ حکام وقت کا تو فرض یہ ہوتا ہے کہ رعایا کے ہر فریق کے مذہبی و دیگر حقوق کی حفاظت کی جائے ۔ اور کسی ایسے کام میں روڑے نہ اٹکائے جائیں ۔ جس سے ریاست یا حکومت کی سیاسیات پر کسی قسم کا اثر نہ پڑتا ہو ۔ بلکہ تعمیر معابد کے لئے تو حکومت کو خود مدد کرنی چاہیئے خواہ وہ مسجد ہو یا مندر ہو ۔ اس لئے کہ یہ عمارتیں نیک کام کرنے اور خدا کی یاد کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں ۔ اور یاد رہے کہ جو حکومت نیکی

اچھوت عورتوں سے ہندوؤں کا مذاق

اخبار آریہ گزٹ ۷ جولائی کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

” سکرٹری دیانند دلت ادھار منڈل نے ایک چٹھی پرائیویٹ سکرٹری مہاراجہ بڑودہ کو لکھی ہے اس میں اچھوت عورتوں پر اتیاچار کے خلاف پروٹسٹ کیا گیا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ مختلف تیوہاروں پر ان عورتوں کی آنکھیں بند کر کے ہندوؤں کے لئے مذاق کا سامان مہیا کیا جاتا ہے “

ایک ہندو ریاست میں غریب اچھوتوں کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک صاف بتا رہا ہے کہ ویدک احکام نے اچھوتوں کے بارہ میں ہندوؤں کی ذہنیت کو ایسا ماؤف کر رکھا ہے کہ وہ اچھوت عورتوں کے ساتھ بیہودہ مذاق کرنے سے بھی باز نہیں رہتے ۔ کیا یہی قوم اچھوتوں کا سدھار کرے گی ۔ جس کی خوش مذاقی کا یہ عالم ہے ۔ اگر اچھوت قوم کا سدھار ممکن ہے تو صرف ایک رستہ ہے جس پر چل کر اچھوت اپنی موجودہ ذلت کو دور کر سکتے ہیں اور وہ اسلام ہے ۔ ہم صاف الفاظ میں بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب انہیں اس مرتبہ کو نہیں پہنچا سکتا جو وہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بعد حاصل کر سکتے ہیں ۔

جہیز میں نقد روپیہ دو

شادی کے وقت لڑکیوں کو جہیز دینے کا جو دستور ہے وہ اقتصادی نکتہ نگاہ سے بہت قابل اعتراض ہے ۔ اس میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بالکل غیر ضروری ہوتی ہیں اور یونہی پڑی پڑی برباد ہو جاتی ہیں ۔ اس زمانہ میں جہیز کی بہترین صورت یہ ہے کہ نقد روپیہ دیا جائے ۔ تاکہ لڑکی اپنی مرضی سے کسی تجارت یا ایسے کام میں لگائے جس سے اس کو نفع ہو ۔ بیکار اور غیر ضروری چیزوں پر روپیہ صرف کرنا ایک قسم کی فضول خرچی ہے جس سے بچنا چاہیئے ۔ مسلمان برادریوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی قومی پنچایتوں میں فیصلہ کر لیں کہ آئندہ جہیز صرف نقد روپیہ کی صورت میں دیا جائے ۔

مسلمانوں کے قومی کام

محض سرمایہ کی کمی کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں ۔ ہندو قوم کے تمام مذہبی و قومی کام سرمایہ کی فراوانی کے باعث سرانجام پا رہے ہیں ۔ جانتے ہو یہ سرمایہ ہندو قوم کو کہاں سے مل رہا ہے ؟

مسلمان زمینداروں سے

کیونکہ اکثر ہندو آڑھتی مسلمان زمینداروں سے ہر سودے کے وقت مقررہ رقم گئو شالہ ۔ دھرم ارتھ اور یتیم خانوں کے لئے لیتے ہیں ۔ اور یہ سب کا سب روپیہ ہندو سبھاؤں ہی کو ملتا ہے اغلب ہے کہ اس میں سے کچھ روپیہ شدھی اور سنگھٹن پر بھی خرچ ہوتا ہو ۔ گویا مسلمانوں کا روپیہ مسلمانوں ہی کی تخریب پر صرف ہوتا ہے ۔ اگر مسلمان خود

آڑھت کی دکانیں

کھول لیں تو یہی روپیہ ترقی اسلام کیلئے مل سکتا ہے ۔

پیغامِ صلح لاہور

پنجاب کے مسلمان زمیندارو!

تمہارے ذمہ مہاجنوں کا نوے کروڑ روپیہ قرضہ ہے جس پر تمہیں بارہ کروڑ روپیہ سالانہ سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ کروڑوں روپیہ سالانہ سود تمہاری جیبوں سے ہندو ساہوکاروں کی ہمیانیوں میں جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے تم مفلس و کمزور اور ساہوکار رستموں اور طاقتور ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں گی۔ تمہاری اکثر جائدادیں عیش پسندی، بیہودہ رسوم پرستی اور فضول خرچیوں میں بک چکی ہیں۔ اور جو باقی ہیں ان پر ہندو دانت لگائے بیٹھے ہیں۔ اگر تم بالکل مٹ جانا نہیں چاہتے تو بیہودہ رسم و رواج کے طوق کو گلے سے اتار دو۔ فضول خرچیوں کو ترک کر کے کفایت شعار بنو۔ قرضہ اور سود در سود کی ہلاکت آفریں بلا سے نجات حاصل کرنے کے لئے زمیندارہ بنک کھولو۔ تعلیم یافتہ مسلمانو! اپنے ان نادان بھائیوں کو جو موت کے منہ میں جا رہے ہیں سمجھاؤ۔ اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے بچاؤ۔ وہ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں کیسا تباہ کن ہوگا۔ تم جانتے ہو۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم محبت و پیار سے اپنے ان انجان بھائیوں کی اصلاح کرو۔

مسلمان لیڈروں کا متفقہ فیصلہ

یہ ہے کہ مقدمہ راجپال کے سلسلہ میں سول نافرمانی کرنا مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کا سلسلہ روک دیا گیا دوسرے شہروں اور قصبوں کے مسلمان بھی اس سے آگاہ رہیں۔ بے شک اس وقت مسلمانوں کے قلوب سخت مجروح ہو رہے ہیں۔ اور اضطراب و ہیجان کا عالم ہے۔ لیکن اس جوش کے وقت انہیں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ اور کوئی ایسی حرکت نہ کرنی چاہیے جو ان کے مقصد کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ ہمارے حریفوں کی یہ دلی خواہش ہے کہ ہم حکومت سے متصادم ہو کر اصل مقصد کو ہاتھ سے دے بیٹھیں لیکن ہمیں اس غلطی کا کبھی ارتکاب نہ کرنا چاہیئے۔ اس معاملہ میں حکومت کا رویہ اب تک بہت حد تک ہمدردانہ ہے۔ جس سے ہمیں پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

روزگار سے متعلق اطلاعات

آجکل ہزاروں مسلمان نوجوان انٹرنس، ایف اے۔ اور بی اے کے امتحانات پاس کر کے بیکار پھر رہے ہیں۔ ہم نے انتظام کیا ہے کہ ان کی اطلاع اور تلاش روزگار میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے کاروبار اور حصول ملازمت کے متعلق ہر قسم کی اطلاعات اخبار پیغام صلح میں شایع ہوتی رہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام ایسی اطلاعات ضرورتمند نوجوانوں تک پہنچا دیا کریں گے۔

مصنوعی گھی اور حکومت کا فرض

آج کل پنجاب میں ولایت کا تیار کردہ نباتاتی گھی کثرت سے فروخت ہو رہا ہے۔ تجربہ اور تحقیقات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ یہ گھی انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ محکمہ فوج کی ایک تحقیقاتی کمیٹی نے اس مصنوعی گھی کے متعلق اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ کہ اس میں نہ صرف پرورشی اجزا ہی نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے مضر اجزا موجود ہیں۔ اب پنجاب گورنمنٹ کے کیمیائی امتحان کرنے والے نے اپنی رپورٹ ۱۹۲۶ء میں اس رائے کا اظہار کیا ہے:-

"نباتاتی روغن میں "وٹمین" یا "جوہر" نہیں ہے جو جانداروں کی بالیدگی اور صحت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے "نباتی گھی" اصلی اور خالص گھی کے بجائے کام نہیں دے سکتا۔"

کیا ایسی حالت میں حکومت کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ صحت عامہ کے تحفظ کے لئے اس مضر چیز کی درآمد ہندوستان میں ممنوع قرار دے۔ ایک دو میونسپل کمیٹیوں نے اپنی حدود میں اس کی درآمد پر ایسی گراں شرح محصول عائد کی ہے کہ غالباً کسی تاجر کو اس کی درآمد کی جرأت نہ ہوگی۔ لاہور میں اس گھی کا استعمال سب شہروں سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر بلدیہ لاہور بھی صحت عامہ کی خاطر اس کی درآمد پر کوئی سخت قید عائد کرے۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

بقول سوامی شردھانند مقتول پنڈت لیکھرام ایسا ضدی اور "متعصب" تھا۔ کہ "فریق مخالف پر بعض اوقات سخت سے سخت حملے کر دیا کرتا تھا" (دیباچہ کلیات آریہ مسافر) چاہے وہ کیسے ہی ناروا کیوں نہ ہوں۔ اس کی اس بد عادت کا ایک اور نئے کرشمہ ملاحظہ ہو اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر حصہ اول کے صفحہ ۱۸۵ پر لکھتا ہے :-

"مسلمانوں کے ظلموں سے ہی ستی ہونے کا دستور ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ ظالم پکڑ کر خراب کریں۔"

لیکن صفحہ ۱۸۱ پر حسب ذیل عبارت لکھ کر خود ہی اس کی تردید کر دی ہے:-

"بیوہ ہو جانے کی حالت میں ہندو عورت کے واسطے پورانوں نے دو ہی علاج رکھے ہیں یا ستی ہو جانا یا ماتمی لباس پہنکر بیوہ بیٹھے رہنا ایسی (ناقص) تعلیم کے مطابق لاکھوں ستی ہو گئیں۔"

پہلی عبارت میں رسم ستی کا سارا الزام مسلمانوں کے سر تھوپا ہے لیکن یہاں اسے پورانوں کی ناقص تعلیم کا نتیجہ قرار دیا ہے سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔

اشتمال اراضی کی تحریک

ہندوستان میں صدیوں سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مورث اعلیٰ کی وفات کے بعد اس کی زمین وارثوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس تقسیم در تقسیم کی بدولت آج نوبت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تمام بڑے بڑے کھیت ایسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹ چکے ہیں کہ ان میں ہل چلانا بھی مشکل ہے۔ ایک زمیندار کا ایک کھیت شمال کی طرف ہے۔ تو دوسرا ایک یا دو میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے۔ اگر اس کی تمام زمین یکجا ہوتی تو کنواں کھود کر اس کی آبپاشی کر سکتا۔ آسانی کے ساتھ تمام کھیتوں کی نگرانی کر سکتا۔ اور فصل بونے اور کاٹنے کے وقت گاؤں کے چاروں طرف دوڑ دھوپ کرنے سے بچ جاتا۔ اور اس طرح اس کا بہت سا وقت اور محنت رائیگاں جانے سے محفوظ رہتی۔ زمینداروں کو ان تمام مصائب سے نجات دلانے کے لئے محکمۂ کوآپریشن نے اشتمال اراضی کی تحریک شروع کی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ [illegible] اراضی ایک جگہ اکٹھی ہو جائے۔ تاکہ وہ ایک مرکز پر اپنی محنت [illegible]

اور فہمیدہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس مفید تحریک کے فوائد سے مسلمان زمینداروں کو آگاہ کریں۔ اور اس معاملہ میں محکمۂ کوآپریشن کی ہر طرح سے امداد کریں۔

ایک قابل تقلید مثال

چودھری محمد سرفراز خاں صاحب رئیس بدوملہی ضلع سیالکوٹ نے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھا ہے:-

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ۔

بعد از السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض آنکہ خاکسار کا لڑکا عبد الحق میکلیگن انجینیرنگ کالج لاہور مغلپورہ میں تھرڈ ایر کلاس میں پڑھتا ہے خاکسار نے اس کو کہہ دیا ہے کہ مبلغ دو روپیہ ماہوار چندہ تبلیغ اچھوت اقوام میں دے دیا کرے۔ مگر وہ لڑکا ہے۔ اگر اس کو چندہ دینا یاد نہ رہے تو باعتبار یہ وہ اپنی جماعت سے ہے۔ اس کا سکرٹری یا محصل لاہور ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو عبد الحق سے دو روپے وصول کر لیا کرے محاسب دفتر احمدیہ کو حکم فرما دیں کہ عبد الحق کے نام مبلغ دو روپیہ ماہوار چندہ درج رجسٹر کر لیں۔ عبد الحق کے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک، نمازی اور خادم دین بنائے۔ طالب دعا

(خاکسار محمد سرفراز خاں از بدوملہی)

یہ خط جس سپرٹ میں لکھا گیا ہے وہ نہایت ہی قابل تعریف ہے۔ اگر جماعت کے تمام افراد میں ایسا ہی احساس پیدا ہو جائے اور وہ اپنی اولاد کو خادم دین بنانے کے لئے ایسا ہی شوق رکھتے ہوں جیسا کہ بدوملہی کے یہ بزرگ رکھتے ہیں۔ تو چند سالوں کے اندر جماعت کی کایا پلٹ جائے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے ایک زبردست جماعت پیدا ہو جائے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ تمام بھائی اس نیک نمونہ کی تقلید کریں اور اپنی اولاد کو خادم دین بنانے کے لئے ایسی ہی تڑپ اپنے اندر پیدا کریں۔ آج اسلام کی حفاظت و اشاعت کا اہم فرض ہمارے ذمہ ڈالا گیا ہے جس کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی آئندہ نسل کو اسی رنگ میں رنگیں جو ہماری جماعت کے شایان شان ہو۔

تبلیغ و اشاعت اسلام کے دشمن

بہت سی اچھوت اقوام مسلمان ہونے کے بجائے ہندو ہو رہی ہیں حالانکہ ان کو اسلام کی دعوت بھی دی جا رہی ہے۔ جانتے ہو اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ اس کی ذمہ داری بہت بڑی حد تک ان مسلمانوں پر ہے جو نہایت ڈھٹائی کے ساتھ چوڑوں اور چماروں کی طرح دور کھڑے ہو کر ہندو دکانداروں سے کھانے پینے کی چیزیں خرید لیتے ہیں۔ اور اس طرح اچھوتوں کو یہ خیال کرنے کا موقع دیتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں چوڑوں چماروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اچھوت جہالت کے باعث مذہب کی تعلیمات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ تو موٹی موٹی باتوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ایک ذلیل سے ذلیل ہندو بھی ایک شریف سے شریف مسلمان سے چھو جائے تو وہ اپنے آپ کو ناپاک سمجھنے لگتا ہے اور کوئی ناکارہ سے ناکارہ ہندو بھی مسلمان دکانداروں سے کھانے پینے کی چیزیں نہیں خریدتا۔ لیکن مسلمان نہایت ذلت اور بے شرمی سے ہندو دکانوں پر جا کر کھانے پینے کی چیزیں خریدتے ہیں تو وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ واقعی مسلمان ہندوؤں کے مقابلہ میں نیچ ہیں اور ان کا مذہب ہندو مذہب کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے۔ یہ خیال ان کے دلوں کے اندر اسلام کی طرف سے سخت انقباض پیدا کر دیتا ہے یاد رکھو کہ آریوں کی دشمنی و عداوت تبلیغ و اشاعت کے کام کو وہ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو خود مسلمانوں کا یہ طرز عمل پہنچا رہا ہے۔ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اچھوت اقوام میں اسلام ترقی کرے تو وہ اپنے موجودہ طرز عمل میں تبدیلی پیدا کریں اور اس بات کا حلف اٹھائیں کہ جب تک ہندو ان سے چھوت چھات کرتے ہیں وہ ہرگز ان سے سودا نہیں خریدیں گے۔ ائمہ مساجد کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر خطبۂ جمعہ میں مسلمانوں کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتے [illegible]

مذاکرہ علمیہ

بخاری ومسلم کا درجہ

ایصال ثواب

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے

ایک صاحب مولانا ابو محمد عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب عقائد الاسلام پڑھ کر اس کے بعض مسائل کو غیر معقول پا کر معترض ہوئے ہیں اور مفصلہ ذیل اعتراضات لکھ بھیجے ہیں جن کے جوابات بفضلہ تعالیٰ وبحولہ وبقوتہ ساتھ ساتھ عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اعتراض ۱۔ بخاری ومسلم کا کتب احادیث میں کیا پایہ ہے۔ کیا اس کی کل روایات صحیح اور مستند ہیں۔ اگر نہیں تو عامۃ المسلمین نے کسی روایت کو رد بھی کیا ہے؟

جواب۔ کتب احادیث میں بخاری کا پایہ سب سے بلند ہے اس سے اتر کر صحیح مسلم کا۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ بخاری ومسلم کی کل کی کل روایات کو آنکھیں بند کر کے مان لو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بخاری ومسلم میں صحیح اور مستند احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اور وہ بہت ہی قابل قدر کتابیں ہیں۔ مگر آخر وہ ایک انسان کی جمع کی ہوئی روایات ہیں۔ اس میں غلطی سے کسی کمزور روایت کا شامل ہو جانا بالکل ممکن ہے۔ ایک محقق کا فرض ہے کہ وہ ان روایتوں کو درایت کی کسوٹی پر کس لے۔ یعنی دیکھ لے کہ وہ قرآن کریم کی کسی صریح آیت کے خلاف تو نہیں۔ یا رسول کریم صلعم کی سنت اور امت کے تعامل یا دوسری مشہور متواتر احادیث صحیحہ کے خلاف تو نہیں۔ اگر خلاف ہے تو اس کے ایسے معنے کئے جو قرآن کریم کی آیات، سنت وتعامل، دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف نہ پڑیں۔ اور اگر کسی روایت کے معنے مذکورہ بالا طریق پر کسی صورت سے بھی تطبیق نہ کھائیں تو ہمیں مجبوراً اس روایت کو چھوڑ دینا پڑے گا۔ ہم کسی ایسی روایت کو مستند نہیں مان سکتے جو قرآن کریم، سنت رسول، تعامل، اور متواتر مشہور احادیث صحیحہ کے خلاف ہو۔ جب ایک محقق کا فرض ہے کہ وہ بخاری ومسلم کی کسی روایت کو اگر وہ قرآن وسنت سے تطبیق نہ کھائے چھوڑ دے۔ تو پھر مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب عقائد الاسلام کو کب ایسا مقام دیا جا سکتا ہے کہ اس کی ہر بات کو کالوحی من السماء فرض کر کے اس کے کسی مسئلہ سے اختلاف نہ کیا جا سکے۔ وہ ایک خاص شخص کے اجتہادات ہیں۔ جن میں ممکن ہے بعض غلط ہوں۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ عامۃ المسلمین نے بخاری ومسلم کی کسی روایت کو رد کیا ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ عامۃ المسلمین بیچارے کیا رد کریں گے۔ یہ محققین کا کام ہوا کرتا ہے کہ وہ روایتوں کو پرکھتے ہیں۔ سو ایسے محقق ہوئے ہیں جن کے نزدیک بخاری ومسلم کی بھی بعض روایات درایت کی رو سے قابل قبول نہیں ہیں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے کہ بخاری ومسلم میں بھی بعض کمزور روایتوں کا شامل ہو جانا ممکن ہے۔ جن کو بلا تحقیق قبول کرنا درست نہیں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑے پایہ کی کتابیں ہیں۔ اور ہر ایک عامی آدمی کا یہ کام نہیں کہ وہ بلا سوچے سمجھے جس حدیث کو چاہے رد کر دے۔ صرف اس لئے کہ وہ اس کے اپنے خیال سے تطبیق نہیں کھاتی۔

مُردوں کی بخشش

اعتراض ۲۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ میری ماں مر گئی ہے اگر میں کچھ صدقہ دوں تو اس کو کچھ ثواب ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں آپ کو گواہ ٹھیراتا ہوں کہ میں اپنا باغ اس مقصد کے لئے دیتا ہوں۔

اسی طرح اور بھی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زندوں کے صدقہ دینے سے مردوں کے گناہ دور ہوتے ہیں۔ اس طرح [illegible]

اس کے مرض کو صدقہ کس طرح دور کر سکتا ہے؟

جواب۔ سب سے پہلے میں یہ امر ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں خدا کی ہستی محض ایک بے شعور اور بے جان قانون کی نہیں۔ بلکہ وہ ایک مدبر بالارادہ ہستی ہے۔ جس کے اخلاق فاضلہ اور صفات کاملہ کا ادنےٰ سا پرتو انسان کی ہستی اور اس کے اخلاق میں نظر آتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یعنی جو صفات ایک کامل انسان میں عمدہ اور مستحسن شمار ہوتی ہیں۔ انہی کو بڑے اور غیر محدود پیمانے پر اور اپنی کامل ومکمل شکل میں جناب الٰہی میں اگر مانا جائے تو کسی حد تک صفات الٰہیہ اور اخلاق الٰہیہ کا صحیح اندازہ لگ سکتا ہے مثلاً انسان میں ہم یہ اس کی خوبیوں میں سمجھتے ہیں کہ وہ ہر ایک امر کو سمجھ کر اس میں اپنے ارادہ سے مداخلت کرتا ہے وہ عدل کے ماتحت مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ وہ کبھی کسی پر رحم کر کے معاف کر دیتا ہے وہ کبھی کسی سے خوش ہو کر اسے انعام دیتا ہے۔ وہ کبھی کسی کی التجا پر ایک خطا کو سے درگذر کرتا ہے۔ وہ ایک مصیبت میں گرفتار شخص کی التجا کو سنکر اس کی مدد کرتا ہے۔ جس انسان میں یہ باتیں ہوتی ہیں وہ ایک کامل اور حقیقی معنوں میں انسان سمجھا جاتا ہے۔ اور بغیر ان صفات کے وہ ایک بخیل سنگدل مجبور و بے شعور اور بے طاقت سمجھا جاتا ہے تو کیا وجہ کہ خدا میں جو تمام صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ کا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ خالق ہے وہ صفات بھی نہ پائی جائیں جو ایک انسان کامل میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ ایک مشین کے پرزہ کی طرح بالکل بے شعور اور مجبور محض کی طرح صرف دنیا کی مشین کو چلانے کا ایک پرزہ ہو۔ اور جو انسان کو مدبر بالارادہ بناتا ہے وہ خود مدبر بالارادہ نہ ہو۔ پس جب خدا مدبر بالارادہ ہے اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہے تو ضرور ہے کہ وہ اپنے عدل کے ماتحت جہاں مجرموں کو سزا دے وہاں رحم کے ماتحت کبھی کسی معذور اور ملتجی شخص کی خطاؤں کو معاف بھی کر دے۔ کبھی کسی مصیبت زدہ شخص کی پکار پر اس کی مدد بھی کرے۔ کبھی کسی بندہ سے راضی ہو کر اس پر انعام کی بارش بھی برسا دے۔ دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہیئے کہ جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو دی ہے اسے خدا کے رستے میں لگانے اور ایثار سے کام لینے کا نام صدقہ ہے۔ انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت مال بھی ہے۔ اگر کوئی امیر اپنے مال کو خدا کے رستے میں خرچ کرتا ہے وہ بڑا ثواب کماتا ہے۔ میں یہاں یہ بحث نہیں کرنا چاہتا کہ بالمقابل غریب کو کیا کرنا چاہیئے کہ جو اس امیر کے برابر ثواب حاصل کر سکے۔ صرف مختصراً اتنا عرض کرونگا کہ خدا کے ہاں اخلاص اور قربانی وایثار مقبول ہے۔ بعض دفعہ غریب کا ایک پیسہ امیر کے سینکڑوں روپوں سے ثواب میں بڑھ جاتا ہے۔ لہذا ہمیں امیروں پر نازاں ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایثار اور اخلاص کا سب کے لئے یکساں دروازہ کھلا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ صدقہ اور خیرات جس سے غربا اور حاجتمندوں کی امداد ہوتی ہے اور خدا کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بڑی نیکی ہے۔ ایسی نیکیاں کرنے والا جناب الٰہی کو راضی کرتا اور اس کے انعامات کا وارث ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے رحم اور بخشش کا جاذب ہو جاتا ہے۔ پس جب ایک ایسا شخص جو انسانی ہمدردی کے تقاضے سے یہ چاہتا ہے کہ اس کے بھائی پر جو اس دنیا سے گزر چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ رحم کرے اور اس کی سختی کو معاف کرے۔ تو وہ اس تڑپ کو دل میں لے کر جہاں اللہ تعالےٰ سے اپنے بھائی کی مغفرت کے لئے دعا کرتا ہے۔ وہاں صدقہ اور خیرات سے اپنے رب کو راضی کرتا ہے تا وہ اس سے راضی ہو کر اس کے متوفی بھائی پر اسی طرح رحم کرے جس طرح یہ بندہ خدا کی مخلوق پر رحم کرتا اور ان سے ہمدردی کرتا ہے۔ گویا جب وہ اس منشا کو مد نظر رکھ کر صدقہ اور خیرات کرتا ہے کہ اس کے متوفی بھائی کو اس سے نفع پہنچے۔ تو گویا وہ عملی طور پر اپنے بھائی پر خدا کے رحم کا ملتجی ہے۔ اور اپنی طرف سے سعی کرتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہو۔ اور وہ اپنی نیکی کا ثواب تک خدا کے آگے پیش کرتا ہے کہ وہ بھی اس کے بھائی کو دے دیا جائے۔ گویا وہ اپنی اس نیکی کا یہی اجر چاہتا ہے کہ اس کے بھائی پر رحم اور انعام کیا جائے۔ پس خدا ایسا نہیں کرتا کہ اس نیکی کا ثواب اس بندہ سے اس کے متوفی بھائی کے اعمال نامہ میں منتقل کر دے بلکہ ایسا کرتا ہے کہ [illegible] بندہ کی شفقت [illegible]

بلکہ وفات یافتہ مخلوق سے بھی رکھتا ہے۔ اس کے دل کی تڑپ کی قدر کرتا ہے۔ اور اس کی اس نیکی کا یہ اجر دیتا ہے کہ اس کی التجا کو قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے اس کے متوفی بھائی پر بھی اسی طرح انعام نازل کرتا ہے جس طرح وہ اپنے اس فرمانبردار نیکوکار بندہ پر نازل فرماتا ہے۔ اور ایسے اسباب جمع کرتا ہے۔ کہ دنیا سے رخصت شدہ روح کسی حد تک اپنے مرض سے شفایاب ہونے لگتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ روح کو جو نفع اس طرح جناب الٰہی کے فضل سے پہنچتا ہے وہ اس نفع کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ جو انسان کے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے صدقہ وخیرات کرنے سے پہنچتا ہے۔ کیونکہ جو انسان خود اپنے ہاتھ سے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور محض خدا کے لئے ایثار وقربانی کرتا ہے۔ وہ اپنے ایمان اور اخلاص پر صداقت کی مہر لگاتا ہے۔ اور خود اپنی محنت کی کمائی سے افضال الٰہیہ کو جذب کرتا ہے۔ اور اپنی روح کو نشوونما کا موقعہ دیتا ہے۔

روزہ وحج کی اہمیت

اعتراض ۳۔ بخاری ومسلم دونوں میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلعم نے اس بات کو جائز رکھا کہ اگر کسی شخص کی ماں مر جائے اور روزہ اور حج کے فرائض اس کے ذمہ باقی ہوں تو متوفیہ ماں کی طرف سے بیٹا یہ فرائض ادا کر دے۔ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ ارکان اسلام روزہ اور حج کے فرائض کی اہمیت کا اس سے اظہار ہو۔ تب تو کچھ ہرج نہیں لیکن جو روح اس جہان سے گزر گئی اسے اب کوئی فائدہ ان چیزوں سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیٹے کا عمل متوفیہ کی حالت میں کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ کیا ہمیں آج کل بھی اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے؟

جواب۔ یہ بالکل درست ہے کہ اس کا مقصد بڑا بھاری یہی ہے کہ اس سے ارکان اسلام کی فرضیت کی اہمیت ظاہر ہو۔ لیکن اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ فرض کیجئے کہ امیر شخص ہے مگر اس کی صحت اجازت نہیں دیتی کہ وہ حج کر سکے آپ فوراً کہیں گے کہ پھر وہ حج کے لئے مکلف نہیں۔ میں کہتا ہوں یہ صحیح ہے حج نہ کرنے پر اسے کوئی مواخذہ نہیں۔ مگر یہ بھی تو سچ ہے کہ حج سے جو روحانی فوائد اسے حاصل ہوتے اور جو نیکی وہ کماتا اس سے وہ محروم ضرور ہو گیا اسی طرح ایک شخص کسی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا وہ مجبور ہے لہذا قابل مواخذہ نہیں۔ لیکن روزوں کے فوائد سے محروم ہو گیا اس کا تدارک اسلام نے یہ کیا کہ اگر ایک شخص طاقت اور وسعت رکھتا ہے۔ مگر وہ کسی اور طرح معذور ہے تو وہ اپنے روپوں سے ایک غیر مستطیع شخص کو حج کرا دے یا روزے رکھا دے۔ گویا بوجہ معذوری جو نیکی وہ خود نہیں کر سکتا تھا اسے دوسروں سے کرا دے۔ حج اور روزے کا روحانی فائدہ تو وہی اٹھائے گا جو روزہ رکھے گا یا حج کرے گا۔ مگر اپنے بھائی کو روحانی فوائد سے متمتع کرانا بجائے خود ایسی نیکی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہی مرتبہ حاصل ہے۔ جو کسی نیکی کرنے والے کو حاصل ہے۔ دوسروں کو نیک کام کی تحریک کرنا اور اپنی مالی اور جانی قربانی کر کے دوسروں سے نیکی کرانا جناب الٰہی میں وہی ثواب رکھتا ہے جو خود اس نیکی میں تھا۔ جس کے کرنے سے وہ بوجہ معذوری کے مجبور ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فوت ہو گیا اور بوجہ کسی معذوری کے وہ حج نہ کر سکا یا روزے نہ رکھ سکا تو اس کے ترکے سے کسی مسکین کو حج کرا دینا یا روزے رکھوا دینا ایک ایسی نیکی ہے۔ جو اس کی اس محرومی کی کسی حد تک تلافی کر دے گا۔ یا اگر اس کے کوئی بیٹا ہے یا دوست ہے اور وہ اپنے فوت شدہ والد یا والدہ یا دوست کے ساتھ یہ ہمدردی رکھتا ہے کہ اس کے حج یا روزہ کے فرائض ادا کرنے کی محرومی کو اپنے حج یا روزہ کی ادائیگی سے پورا کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کا کمال ایثار ہے۔ اس کی یہ نیکیاں ضائع نہیں جاتیں بلکہ ان نیکیوں کا اجر اس کی تڑپ اور التجا کو جس کے ماتحت اس نے اپنے متوفی عزیزوں کے لئے روزے رکھے اور حج کی قبولیت کے مقام پر پہنچا کر فوت شدہ روحوں پر فضل وکرم اور انعام کا موجب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حج کرنے اور روزہ رکھنے والے کا ان نیکیوں کے کرنے سے منشا یہی تھا کہ اس کا نفع اس کے عزیزوں کی روحوں کو پہنچے۔ پس نہ صرف خود نیکی کرنیوالے کی روح ان عبادتوں سے ترقی کرتی ہے بلکہ یہ روحانی ترقیات جو افضال اور انعام کو جذب کرتی ہیں ان میں سے یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے عزیزوں کی ارواح کو بھی نفع پہنچ جاتا ہے۔ اصل میں آپ روحانی ترقیات میں صرف اس امر کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ روح کی اپنی اندرونی استعدادیں اور قوتیں ترقی کرتی ہیں۔ اور بس۔ یہ سچ ہے مگر اس امر کو بھی مد نظر رکھئے کہ جس طرح [illegible]

ہمیں خارج میں دے رکھی ہیں جس کے بغیر ہماری نشوونما نہیں ہو سکتی مثلاً سورج۔ چاند۔ ہوا۔ پانی۔ بارش۔ غذا وغیرہ وغیرہ اسی طرح روحانی قویٰ کے نشوونما کے لئے نہ صرف ہماری سعی کی ضرورت ہے بلکہ بہت سے خارجی انعامات الٰہیہ کی بھی ضرورت ہے۔ جو ان روحانی قویٰ کے نشوونما میں مدد دیتے ہیں۔ جس طرح متعدد دفعہ ہم اپنی سستی غفلت یا نالائقی سے اپنے جسمانی قویٰ میں اختلال پیدا کر لیتے ہیں۔ اور خارجی اسباب سے اللہ تعالیٰ اس کا علاج پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح روحانی قویٰ کے اختلال کی حالت میں بھی بعض دفعہ اللہ تعالیٰ خارج سے ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے امراض روحانی کا علاج ہو جاتا ہے۔ اور نقص اور عیوب روحانی مغفرت کے مرہم سے درست ہو جاتے ہیں۔ دعا اور صدقہ اور خیرات اور حج اور روزے کی نیکیوں کا ثواب بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی جناب میں انہی خارجی اسباب کے جمع کرنے کی سعی ہے جو مغفرت کے جاذب اور روح کی کسی حد تک شفایابی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اور جس کا مفید ہونا محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ کیا ہم آج کل بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ سو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ سچائی ہمیشہ سچائی ہے۔ جو حکم کسی صداقت اور حکمت پر مبنی ہے۔ وہ جیسے آج سے سینکڑوں سال پیشتر قابل عمل تھا۔ ویسے ہی آج بھی قابل عمل ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ روزے یا حج کی اس قسم کی ادائیگی صرف ان لوگوں کے لئے ایک رعایت کے طور پر ہے جو معذور رہیں یا اپنی زندگی میں معذور رہتے۔ اچھے بھلے لوگوں کے لئے نہیں۔ جو بلا عذر اپنے کسی فرض کو دوسروں سے ادا کراتا ہے وہ اس فرض کے ساتھ استہزا کرتا ہے جو سخت گناہ ہے۔

مسلمان کاتب خبردار رہیں!

راجپالی کتاب اور رسالہ ورتمان دونوں مسلمان کاتبوں سے لکھوائی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ آریہ توہین رسول جیسے ناپاک کام کے لئے بھی مسلمانوں ہی کو آلہ کار آری بناتے ہیں تمام مسلمان کاتب خبردار رہیں اگر آئندہ کسی کاتب نے ایسا ناپاک کام کیا تو اسے قوم اور مذہب کا غدار سمجھا جائیگا۔

مشتہرین کے لئے نادر موقعہ

پیغام صلح کا خاص نمبر ۳ راگست کو نہایت آب وتاب سے شایع ہوگا مشتہرین کے لئے اشتہار دینے کا نادر موقعہ ہے خاص نمبر کے لئے اجرت اشتہار حسب ذیل ہی:۔

پورا صفحہ	½ صفحہ	پورا کالم	½ کالم	¼ کالم
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

جلد اشتہار مع اجرت اشتہار بھیجئے۔ پھر جگہ نہ ملے گی اجرت میں کمی نہ ہوگی کیونکہ یہ اجرت کم سے کم ہی۔

ہندوستان

— لاہور کے بعض حصوں میں ہیضہ کا مرض پھیل گیا ہے محکمہ حفظان صحت کی طرف سے انسدادی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔

— چین کے سندھی سوداگروں نے آریہ پرتی ندی سبھا کو دس ہزار روپیہ شدھی فنڈ کے لئے بھیجا ہے۔

— بلدیہ احمد آباد میں ایک ہندو ممبر نے یہ ریزولیوشن بغرض بحث ومباحثہ پیش کیا کہ عام راستوں پر گائے کا گوشت فروخت کرنے کی مسلمانوں کو ممانعت کر دی جائے مگر صدر بلدیہ نے یہ کہہ کر اس ریزولیوشن کو مسترد کر دیا کہ بلدیہ کو قانون بلدیہ میں ترمیم کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

— بمبئی کے ایک مسلمان سیٹھ نے وہاں کے ایک ٹریننگ سکول کو ۲۰ ہزار روپیہ نقد دیا ہے۔

— بنگال میں سرکاری طور پر مسلمانوں کو ۴۵ فیصدی ملازمتیں دینا طے پایا ہے۔

— سر جگدیش چندر بوس ہندوستانی سائنسدان نے جو اس وقت لنڈن میں ہیں اپنے تجربہ کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ انسان کی طرح گاجر پر بھی کلوروفارم کا اثر ہوتا ہے۔

— ریاست کشمیر میں عنقریب ایک ایسا قانون نافذ ہونے والا ہے جس کی رو سے اٹھارہ سال کی عمر سے کم لڑکے اور چودہ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی ممنوع قرار دی جائے گی۔

— حضور نظام نے عثمانیہ یونیورسٹی میں صنعتی تعلیمگاہ کی تعمیر کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

— راجپال کتاب اور مسلم آؤٹ لک کے فیصلوں پر ہندوستان کے ہر گوشہ سے مسلمان ناراضی وبے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں۔

— ضلع مظفر گڑھ میں ایک آریہ سماجی لیڈر اور اس کا ملازم دونوں قتل کر دیئے گئے۔ اجمیر میں بھی ایک آریہ سماجی لیڈر قتل ہوا ہے۔

— مدراس کونسل میں ایک مسلمان سوراجی ممبر یہ تجویز پیش کرنے والے ہیں کہ مدراس کے مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں میں ۳۰ فیصدی اور لوکل بورڈوں میں ۲۰ فیصدی ملازمتیں دی جائیں۔

— رسالہ ورتمان کا مقدمہ ۱۵ رجولائی سے عدالت عالیہ کا ایک ڈویژن بنچ سماعت کر رہا ہے۔ جس میں قائم مقام چیف جسٹس براڈوے اور مسٹر جسٹس سکیمپ شامل ہیں۔ سرکار کی طرف سے سر محمد شفیع پیروی کر رہے ہیں۔ دونوں ملزمین پر فرد جرم لگ چکی ہے صفائی کی شہادتیں ۲۷ سے ۳۰ رجولائی تک پیش ہونگی۔ امید ہے کہ فیصلہ جلد ہو جائے گا۔

— ۲۲ رجولائی کو ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں بڑے جوش سے ہائی کورٹ ڈے منایا گیا ہے۔ اور مسلمانوں نے حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کئے ہیں۔

— معاصر مسلم آؤٹ لک کو معلوم ہوا ہے کہ حکومت ایک ایسا ہنگامی قانون نافذ کرنیوالی ہے۔ جس سے مذہب پر اور بانیان مذاہب پر حملہ کرنے والوں کو سزا دی جائے۔

— جبل پور میں مسجد کے سامنے باجا بجانے پر ہندو مسلم فساد ہو گیا دس مسلمان زخمی ہو گئے۔

— مولانا ابوالکلام آزاد نے جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر ایک مبسوط تبصرہ کیا ہے اور اس سے اپنا اختلاف ظاہر کیا ہے اور بھی کئی مسلمان لیڈروں نے اس فیصلہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے ہر چھوٹے بڑے مسلمان کو اس فیصلہ سے رنج پہنچا ہے۔

— محرم کے موقع پر کئی جگہ فساد ہوا ہے۔ ملتان بریلی اور شولاپور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہر جگہ ابتدا ہندوؤں کی طرف سے ہوئی اور ملتان اور بریلی میں نقصان بھی زیادہ انہی کا ہوا۔

— فسادات بڑودہ کے سلسلہ میں ۲۵ مسلمان ملزمین ماخوذ تھے۔ مہاراجہ بڑودہ نے اس خیال سے کہ سزائیں دینے سے فرقہ وار کشیدگی کے بڑھنے کا احتمال ہے سرکاری وکیل کے ذریعہ ۱۲ رجولائی کو مقدمات واپس لے لئے ہیں۔

— حکومت برما برما کو ہندوستان سے علیحدہ کر کے "نوآبادی تاج" بنانا چاہتی ہے۔ لیکن قوم [illegible] اس کے خلاف [illegible]

سے شادی کرلی ہے۔ اس پر بعض ہندو سبھا شور وشغب مچا رہے ہیں

— مہاراجہ بھرتپور کو ایک قلعہ سے کئی کروڑ کی مالیت کا دفینہ ملا ہے۔

— گورنر پنجاب نے اخبار مسلم آؤٹ لک کے پرنٹر وپبلشر اور ایڈیٹر کے متعلق کونسل میں کسی تجویز کے پیش ہونے کی اجازت نہیں دی

— اخبار "ریاست" کو معلوم ہوا ہے کہ درہ خیبر میں پٹھانوں نے ایک جلسہ عام کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام ہندوؤں اور سکھوں کو درہ خیبر سے چلا جانا چاہیے۔ کیونکہ پنجاب کے ہندو اور سکھ رسول اللہ کی توہین کر رہے ہیں۔

— فیروز پور کے ایک بدزبان آریہ سماجی اخبار پنجابی ڈنڈا کے مدیر کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا ہے۔

— ہندوستان میں تقریباً ۵۰۰ مذہب ہیں اور ۲۵۳ زبانیں بولی جاتی ہیں۔

— میرس ہندوستانی موسیقی کالج کو اعلیٰحضرت حضور نظام نے دس ہزار کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔

ممالک خارجہ

— ریف میں اب تک جنگ جاری ہے۔ قبائل ہسپانیہ اور فرانس کی حدود پر آئے دن حملے کرتے رہتے ہیں۔ ہسپانیہ کا تو خصوصیت سے ناک میں دم کر رکھا ہے۔

— حکومت ترکی نے قانون پاس کیا ہے کہ اگر کوئی ترکی عورت کسی غیر ملکی سے شادی کرے وہ ہمیشہ ترکی حیثیت رعایا میں رہیگی اور اس کی اولاد ترک شمار ہوگی۔

— ایران و روس کے مابین ایک تجارتی معاہدہ ہونے والا ہے

— بلدیہ طہران نے لباس قومی میں وحدت پیدا کرنے کے لئے ایک خاص لباس معین کیا ہے۔ جو بلدیہ مذکورہ کے ارکان نے پہننا شروع کر دیا ہے۔ امید ہے دوسرے بلدیہ جات بھی اس کی تقلید کریں گے۔

— مدارس ایران میں ورزش لازمی اور جبری قرار دی گئی ہے

— حکومت ترکیہ نے ایک مسودہ قانون وضع کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مخرب اخلاق لٹریچر کے خلاف کارروائی کی جائے۔

— ابن سعود اور حکومت برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے جو عنقریب اخبارات میں شائع ہوگا۔

— امام یمن نے اطالیہ کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے ایک وفد کو اپنے چھوٹے بیٹے کی سرکردگی میں اطالیہ روانہ کیا ہے۔

— مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک فرمان جاری کیا ہے جس کے ذریعہ آزادی دی گئی ہے کہ تمام ترک جو سن بلوغت کو پہنچ جائیں جو مذہب چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

— چین سے کچھ برطانوی فوج واپس بلائی جا رہی ہے۔

— پیرس کی جامع مسجد کی انتظامی کمیٹی کو دولت شام کی طرف سے ایک لاکھ فرانک کا نذرانہ موصول ہوا ہے۔

— امسال حاجیوں کی کل تعداد اڑھائی لاکھ تھی جن میں اکثریت جاویوں کی تھی۔

— امسال حج کے موقعہ پر تیرہ ہزار سات سو حاجی پانی کی قلت اور ابن سعود کی بدانتظامی کا شکار ہوئے۔

— ایران کے مقامی حکام نے جن لوگوں کو اس پابندی سے مستثنےٰ کرنا تسلیم کر لیا ہے ان کے سوا باقی لوگوں کو جو نوشکی سٹیشن ریلوے سے ایران جانیوالوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ دزداب پہنچنے پر انہیں اپنا قومی پروانہ راہداری ایرانی حکام کو دکھانا پڑے گا۔

اگر ملازمت نہیں ملتی تو بیکار مت بیٹھو کوئی تجارت کرو۔ اگر زیادہ سرمایہ نہ ہو

[illegible]

بے روزگاروں کو مژدہ

ریلوے ملازمت کے لئے سنہری موقعہ

مسلمان نوجوانوں کو اطلاع دیدو

محکمہ ریلوے ٹریفک کو تار بابوؤں کو جینگ گڈس کلرکس وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اس ماہ کی ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ تاریخ کے مختلف اردو انگریزی اخبارات میں اعلان شائع ہوگا۔

شرائط داخلہ

انٹرنس پاس اول و دوم ڈویژن یا اس سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہو۔ چال چلن و صحت عمدہ ہو۔ عمر ۱۸ سال سے کم اور ۲۱ سال سے زیادہ نہ ہو۔

فارم درخواست ایک روپیہ فی فارم کے حساب سے بڑے بڑے سٹیشنوں سے مل سکے گی۔ جسے پُر کر کے ۱۵-۱۶ اگست کی صبح تک ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ صاحب کے دفتر میں پیش کرنی ہوگی۔ جہاں افسران ان ماسیوں پر امیدواروں کا انتخاب کریں گے۔ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ کے دفاتر حسب ذیل مقامات پر ہیں۔

لاہور، راولپنڈی، دہلی، ملتان، فیروزپور، کراچی، کوئٹہ۔ ہر ڈویژن میں لایق اور ہونہار نوجوان مسلمانوں کو کافی تعداد میں جانا چاہیئے کراچی اور کوئٹہ میں خاص طور پر کامیابی کی امید ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ڈویژن میں مسلمان کافی تعداد میں جائیں تاکہ افسروں کا یہ غلط خیال دور ہو کہ مسلمان امیدوار نہیں ملتے۔

انتخاب میں آجانے اور ڈاکٹری معائنہ کے بعد لڑکے لائل پور ٹریننگ سکول میں داخل ہوں گے پہلے اٹھارہ روپیہ اور تین مہینہ بعد ۲۲ روپیہ وظیفہ ملیگا گارنٹی للغہ پیشگی داخل کرنی ہوگی جو دو سال تک ملازمت کرنے کے بعد معہ سود واپس مل جاتی ہے۔

جن امیدواروں کے تعلقدار ریلوے میں ملازم ہوں وہ ان کی سفارشات درخواستوں کے ہمراہ پیش کریں۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ بے روزگار تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس امر سے اطلاع دے اور ہر طرح ان کی امداد کرے۔ مزید حالات کے لئے سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے خط وکتابت کریں۔

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ جعلی اور جھوٹے اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر فضول کاراشیا خریدتے رہے۔ آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز زود اثر دوا صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر منگائیں۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے خریدیں۔ تمام خط وکتابت پوشیدہ ہوگی۔ ہر قسم کی تاریخی، ادبی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، تجارتی کتب ہم سے منگائیں بارعایت رسائل واخبارات سادہ قرآن شریف سٹیشنری، خوشنما دیسی فونٹن پن آزمودہ پائدار ہم سے منگا لیجئے۔ (۳) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری عمدہ دیانت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیر آئیل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک اور خالص طریق سے تیار کئے ہوئے۔ نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب کرو۔ (۵) عاملوں نجومیوں جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پہل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط وکتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کر دیں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں۔ بہترین اور عمدہ عطریات و دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے۔

نوٹ

ایماندار تاجر ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط وکتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا یہ نوٹ کر لیں

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجیے!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس روپے اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے چاہیے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیے۔

ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی مشین اور ۲۶۰۰ روپے والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاماسی لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہاربنائی روڈ پوسٹ بکس ۱۸ بمبئی

ضرورت ہے

اگر شری صاحبی کی تو مولوی کبیر احمد خاں برادرس ...

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ

(بسرپرستی ریاست کپورتھلہ)

یہ دواخانہ ۵۰ سال سے مخلوق خدا کی خدمات انجام دے رہا ہے اس دواخانہ کی مجرب شاہی مرکبات نہ صرف انڈیا میں مشہور ہیں بلکہ ایران، چین، روس عراق عرب اور کابل تک ہیں مفید ثابت ہو چکی ہیں۔ یہ دواخانہ بازاری اشتہاری اور عطائی نہیں ہے بلکہ قابل اطمینان اور نہایت معتبر ہے ہر قسم کی عورتوں مردوں اور بچوں کی دوائیں تیار رہتی ہیں۔ ضرورتمند صاحب حسب ذیل پتہ پر خط بھیجیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

بہترین ثمرہائے گلابی لیچیاں

آم سفید لنگڑا بمبئی کشن بھوگ اکبر پسند حیدر اور ٹرے والے فیصد ۱۵ روپیہ فی پچاس ۸ روپیہ۔ گلابی لیچیاں بہت لطیف و شیریں ایک ہزار کی قیمت چھ روپے پارسل کی چار روپے محصول و پیکنگ بذمہ خریدار۔

نوٹ لیچیوں اور آم کا چالان جاری ہے اس سال فصل بہت کم ہے۔ اس لئے آرڈر معہ نصف قیمت بہت جلد روانہ کیجئے۔

اطلاع اگر آم اور لیچیوں کی مستند قلمیں درکار ہوں تو فہرست کارخانہ مفت طلب فرمایئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱۰ دربھنگہ بہار

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے مینیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کینوسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے۔ جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے۔ جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے اور بچائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ چھ مہینے کے اندر اگر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ خوبصورت اور ہلکی اتنی ہے کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے۔ اتنی قیمت کم ہے کہ حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک۔ کیا بطور نمونہ ایک جوڑا آپ کو روانہ کیا جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیے۔ ناپسند ہونے پر واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹری روڈ لکھنؤ

برص کے سفید داغ ایک ہفتہ میں جڑ سے آرام

اگر ہماری قیصری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس۔ قیمت تین روپے۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ و جھیں کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔ پتہ

دفتر معالج برص دربھنگہ۔ بہار۔

پیغام صلح میں اشتہار دیکر خاطر خواہ فائدہ حاصل کرو (منیجر)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

مسیح موعود نمبر

ایڈیٹر
سردار خان

ہر چہار شنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۴ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۱

دعوت حق

(از حضرت مسیح موعود)

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

عجب مدار اگر خلق سوئے ما دوند
کہ ہر کجا کہ غنی می بود گدا باشد

گلے کہ روئے خزاں ہرگز نخواہد دید
بباغ ماست اگر قسمت رسا باشد

منم مسیح بیانگ بلند می گویم
منم خلیفۂ شاہے کہ بر سما باشد

مقدر است کہ روزے بریں ویم زمیں
ہزار ہا دل و جاں بر رہم فدا باشد

زمین مردہ ہمیں خواست عیسوی انفاس
ز وعظ بے عملاں خود اثر کجا باشد

رہے خجستہ زمانے کہ مر ترا آئی
زہے نصیب تو گر شوق و التجا باشد

فہرست مضامین

دعویٰ مسیح موعودؑ کی نوعیت اور حقیقت

مسلمانو! پڑھو اور بصیرت حاصل کرو

(ایک فاضل مسیحی کے قلم سے)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اس عجیب دعویٰ کی عجیب نوعیت کو سُن کر دنیا سن ہوگئی۔ مگر اس وقت کے اہل اسلام نے اپنی اٹکل پچو "کھیالوجی" کی رو سے، اور اس زمانہ کے عیسائیوں نے اپنی "دبالوجی" کے زور سے پرزور الفاظ کے ساتھ مرزا موصوف کو کافر، کاذب، ملحد، مردود اور جہنمی گردانا۔ اور ان کے اس دعویٰ کو نہ مانا۔ لیکن اللہ جلشانہ نے اپنے بندہ کی شان کو برقرار اور اس کے اعلان کو پائیدار رکھ کر اسے مومن، صادق، متبع اسلام، مقبول الٰہی اور جنتی ثابت کر دکھایا۔ ان کے دشمنوں نے لاکھ جتن کئے، ہزاروں منصوبے باندھے، کھسیائے دانت کچکچائے اور سر بھی ٹپکے۔ مگر اس دعوے کو ہرگز ہرگز توڑ نہ سکے۔ باوجود ہر قسم کی کوشش کے وہ صداقت کو دبا نہ سکے اور دبانے بھی تو کب تک! اور پھر کس طرح؟ صداقت کبھی دب نہیں سکتی وہ ضرور بالضرور کسی نہ کسی طور، کسی نہ کسی پہلو ظاہر ہو ہی جاتی ہے اور ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ خاک اڑانے سے چاند ہرگز ماند نہیں پڑتا۔ ناک بند کر لینے سے پھول کی خوشبو کبھی کم نہیں ہوتی۔ کان بند کر لینے سے بلبل خوش آہنگ کی آواز میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ آنکھ بند کر لینے سے سورج کی چمک میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے جو سچ ہے سو سچ ہے۔ سچ کبھی چھپ نہیں سکتا۔ آج نہیں تو کل تو ضرور ظاہر ہو کر رہے گا۔ فتح ہمیشہ حق کی ہے۔ سچائی کا ہمیشہ بول بالا ہے۔

اگر مرزا غلام احمد جھوٹے ہوتے تو یہ یقینی بات ہے کہ ان کا ہر ایک دعویٰ ان کا ہر ایک بیان اور ان کا ہر ایک اعلان خود بخود جھوٹا ہو جاتا۔ نہ کاغذ کی ناؤ کبھی چلتی سنی ہے۔ اور نہ کاٹھ کی ہنڈیا سدا چڑھتی دیکھی ہے۔ جھوٹ آخر جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ اب تک تو ان کا جھوٹ کہیں نہ کہیں سے ضرور پھوٹ کر ٹپک ہی پڑتا۔ اگر مسیح موعود جھوٹے ہوتے تو کیا وہ اب تک کفر کے الزام سے بری اور کذب کی قید سے چھوٹے ہوتے؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ان کا بھی قریب قریب وہی حشر ہوتا جو ان تمام اشخاص کا ہو چکا ہے۔ جنھوں نے "مسیح موعود" یا "مسیح زمان" یا "مثیل مسیح" ہونے کا دعویٰ باطل کیا تھا۔

کاذب مدعیان مسیحیت

تواریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات سے لے کر مرزا غلام احمد کی حیات کے متن تک کم و بیش بیس ایسے اشخاص ہو گزرے ہیں۔ جنھوں نے مختلف زمانوں اور مقاموں میں اپنے آپ کو "مسیح موعود" ظاہر و مشہور کرنے کی سعی بے سود کی۔ انسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کسیقدر مختصر پیرایہ میں ان تمام اشخاص کا کچھ نہ کچھ ذکر کیا جائے۔ تاکہ عوام پر بخوبی کھل جائے کہ جھوٹ جھوٹ ہے اور سچ سچ۔

(۱) سن عیسوی کی دوسری صدی میں ایک شخص بار کوکبا نامی نے "مسیح موعود" اور "شہ اہل یہود" کے القاب اختیار کر کے اپنی فوج مرتب کی اور اپنا سکہ ضرب کر کے شاہی حقوق و اقتدار کا برملا اظہار کیا لیکن بہت جلد رومی سلطنت کے غیظ و غضب کی جھپیٹ میں آکر اپنی جان تک کھو بیٹھا۔ اور قریباً ۶ ہزار جانوں کے نقصان کا باعث ہوا۔

(۲) ۵۲۹ء میں یہودیوں اور سامریوں نے متفقہ طور پر جولین نامی ایک شخص کو اپنا بادشاہ اور "مسیح" قرار دے کر شاہ جسٹینین کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن یہ "مسیح موعود" فوراً صفحہ ہستی سے "مفقود" کیا گیا۔

(۳) ۷۲۱ء کے قریب ملک ہسپانیہ میں سرینس نامی "مسیح موعود" کی نمود ہوئی۔ حواریوں کی تعداد بڑھتے ہی اقتدار گھٹنے لگا۔ اور کذب کا بھانڈا پھوٹتے ہی اس کا ٹین پاٹ ہو گیا۔

(۴) ۱۱۳۷ء میں فرانس کے جبد روحانیت میں جو سانس پھرا تو ایک شخص "مسیح موعود" ہو بیٹھا۔ لیکن اٹھا نہیں۔ بیٹھے کا بیٹھا ہی رہا۔ کچھ دنوں کے بعد موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے لٹا دیا گیا۔

(۵) ۱۱۳۸ء میں اہل ایران ایک من ملنے اور منہ بولے یہودی "مسیح الزمان" کے باعث حیران و سرگردان رہے۔ جم غفیر کے جمع کئے پر بھی اس کے پاؤں نہ جمے۔ کچھ بھی سر نہ کر سکا۔ بلکہ ساتھیوں کو غنیم کے ہاتھ دے اپنا سر دے بیٹھا۔

(۶) ۱۱۵۷ء میں ایک اور "مسیح موعود" ہسپانیہ میں آن موجود ہوا۔ پاگل تصور کیا گیا۔ لیکن پھر بھی کئی اشخاص اس کے ساتھ شامل کر غریق گرداب بلا ہوئے۔

(۷) ۱۱۶۷ء میں حکومت فیض میں ایک اور "مسیح" نے سر بلند کیا۔ کچھ یہودیوں نے ساتھ تو دیا مگر بالکل بے فیض رہے۔

(۸) ۱۱۶۷ء میں ایک عرب "مسیح ثانی" بن کر معجزات و کرامات کا سلسلہ قائم کر بیٹھا۔ حاکم وقت تک خبر پہنچی۔ ساتھی ساتھ چھوڑ چھاڑ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ نکلے "مسیح" نے حاضر دربار ہو کر "مسیح" اور "نبی" ہونے کا اظہار کیا۔ اور حاکم کو نشان رسالت طلب کرنے پر جواب دیا۔ "میرا سر قلم کر دیا جائے پھر زندہ ہو جاؤنگا"۔ حاکم نے کہا بہت اچھا۔ اگر تو پھر زندہ ہو جائے تو میں بلا دریغ تیرا مرید ہو جاؤنگا۔ تیغ زنی کے بعد "مسیح ثانی" کی زندگانی نے عود نہ کیا۔ دعویٰ بے سود رہا حواریوں کو سزائیں ملیں اور جرمانے ہوئے۔

(۹) اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد دریائے فرات کے علاقہ میں ایک اور یہودی کو "مسیح" ہونے کا سودا سمایا۔ "جماعت" کا کافی اجتماع ہوا۔ محض اسبات پر کہ "میں جذامی تھا۔ ایک ہی رات میں مجھے شفا حاصل ہوئی" بہت سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا مگر اس کا بھی وہی حال ہوا جو اس کے اور بھائیوں کا ہوا تھا۔ ساتھیوں کو رنج و محن دیکر چلتا بنا۔

(۱۰) ۱۱۶۷ء میں داؤد نامی ایک ایرانی جادوگر نے "مسیح ثانی" کا دعویٰ کیا۔ پکڑا گیا۔ زنجیروں میں جکڑا ہوا موت کے گھاٹ اتارا۔ ہر ایک حواری پر بھاری بھاری جرمانہ کی سزائیں نازل ہوئیں۔

(۱۱) ۱۱۷۶ء میں ایک ... شخص کو یہی خبط لاحق ہوا۔ ناحق موت کو دعوت دی۔ جو قبول ہو گئی۔ کذب کے انکشاف پر اس کا معاملہ جلد صاف ہوا۔

(۱۲) ۱۱۹۹ء میں داؤد الداؤد نامی غدار و عیار نے "مسیح الزمان" ہونے کا اظہار کیا۔ عالم تھا اور جادوگر بھی۔ حکومت کے خلاف لشکر تیار کیا۔ قید ہوا۔ تمام ساتھیوں کے ساتھ جلاد کے ہاتھ میں دیا گیا

(۱۳) ۱۴۹۷ء میں ایک "اور مسیح" بنام اسمعیل صوفس نمودار ہوا ہسپانوی یہودی خاص طور پر گمراہ ہوئے۔ خود مارا گیا اور ساتھی اور شاگرد تتر بتر ہو گئے۔

(۱۴) ۱۵۰۲ء میں کولون کے ایک یہودی نے "مسیح" بننے کی ٹھانی۔ کوشش ادھوری رہی دلی تمنا کبھی پوری نہ ہوئی۔

(۱۵) ۱۵۳۴ء میں ربی سالومولا لکھو نے "مسیح" ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن شاہ چارلس پنجم نے جلوا کر خاک کر ڈالا۔

(۱۶) ۱۶۱۵ء میں جزائر شرق الہند میں ایک "اور مسیح" ظاہر ہوا پرتگیزی یہودیوں کو جھکے دلاسے دے دلا کر گم ہو گیا۔

(۱۷) ۱۶۲۴ء میں ایک نرالا مسیح الزمان کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا حسب نسب کھینچ تان کر ایک طرف تو حضرت داؤد کے ساتھ جوڑ کھانے کی کوشش کی اور دوسری طرف فیتھن سے نتھی ہونے کا دعوے جمایا۔ سلطنت روما کی بربادی اور ترکی حکومت کی تباہی کا خیال کرتے کرتے ہی خود برباد و نامراد ہو کر مر گیا۔

(۱۸) ۱۶۶۶ء میں ایک شخص بنام سبوی نے "مسیح" ہونے کا اعلان کیا۔ پیرو کافی وافی تھے۔ شہر حلب میں پیدا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ تک یہودیوں کو اپنی بیہودگیوں سے پرچاتا رہا۔ عیاری کے افشا ہو جانے پر جان بچانے کی خاطر اسلام کے قبول پر مجبور ہوا۔ آخر کار مروا دیا گیا۔

(۱۹) آخری قابل ذکر "مسیح" جرمنی کا ایک یہودی تھا۔ جس کا ظہور ۱۶۸۲ء میں ہوا۔ حقیقت کے کھلنے پر اٹلی سے پولینڈ کو کل بھاگا۔ اس کا حشر کیا ہوا۔ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

اب اس زمانہ میں ان اشخاص کو کوئی بھول کر بھی تو نہیں کرتا ان کا کوئی نام لیوا تک نہیں۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ ان تمام کا دعوے فقط دعوے ہی دعوے تھا۔ وہمی ہوا، سراسر لغو، اور بالکل باطل ان تمام "مسیحان الزمان" [illegible] مسیح علیہ السلام

کے ساتھ کسی ایک نکتہ تک میں بھی مطابقت نہ کھائی۔ بغیر کسی مشابہت اور مماثلت کے کسی اصل شخصیت کی مثیل و نقل ہونا تو ہرگز ممکن نہیں۔

مردے واپس نہیں آتے

احادیث و آیات بائیبل سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ نبی کا مثیل ہمیشہ نبی کے مثل ہوتا ہے۔ کوئی نبی خود بجنسہ وہی، ویسا ہی، پہلا سا، نبی ہو کر ہرگز نہیں آسکتا۔ رجعت موتیٰ آج تک ثابت نہیں ہوئی مردوں کا دنیا میں اسی رنگ روپ اور اسی بدن میں واپس آنا قطعاً قدرت کے قوانین کے خلاف اور یقیناً خداوند تعالیٰ کے ضوابط کے برعکس ہے۔ پس "مسیح موعود" یا "مثیل مسیح" ہونے کا فقط وہ شخص حقدار ہے جس میں مسیح کی سی بات پائی جائے۔ جس میں مسیح کی سی صفات ہوں اور جس کی ذات میں وہی جوہر اور وہی خوبیاں عیاں ہوں۔ جو کہ مسیح علیہ السلام کی ذات میں تھیں۔ کیا مرزا غلام احمدؒ کے حق میں کوئی ایسے اثبات مماثلت موجود ہیں۔ جن کی رو سے اور جن کے زور پر انہیں "مسیح موعود" تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ہاں ایسے ثبوت مماثلت و مشابہت ہیں۔ اور بہت ہیں۔ بخوف طوالت مضمون چند ایک از کتاب "عسل مصفٰے" پیش کئے جاتے ہیں۔

مسیحؑ سے مرزا صاحب کی مماثلت

(۱) جیسے مسیح ناصری ایک بنی اسرائیل کے گھرانے کے سب سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع تھے۔ ایسے ہی مرزا غلام احمد بنی اسمٰعیل کے گھرانے کے سب سے بڑے بلکہ دنیا کے تمام رسولوں سے بڑے رسول کی شریعت کے تابع تھے۔

(۲) جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم نبوت ہیں۔ ایسے ہی مسیح موعود امت محمدیہ کے خاتم ولایت ہیں۔

(۳) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی کے سر پر آئے تھے۔ ایسے ہی مرزا غلام احمد چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوئے۔

(۴) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام غربت اور مسکنت کے ساتھ بغیر جنگ و جدل تبلیغ شریعت موسوی کرتے تھے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد بلا جنگ و جدل تبلیغ شریعت محمدی کرتے رہے۔

(۵) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام پر علماء وقت نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ اسی طرح علماء زمان نے مرزا غلام احمد پر فتوائے کفر لگایا۔

(۶) جس طرح مسیح علیہ السلام کے قتل کے درپے علماء و فقہائے یہود ہو گئے تھے اسی طرح بعض علمائے امت محمدیہ نے مرزا غلام احمد کے قتل کے لئے کوششیں کیں۔

(۷) جس طرح مسیح کی نسبت یہودیوں نے مخبری کی تھی کہ وہ بادشاہ ہونے اور رومی سلطنت سے بغاوت کا مادہ رکھتا ہے۔ اسی طرح مجازی یہود امت محمدیہ نے فقیہوں کے کاہنوں کی طرح لمبے لمبے چوغے پہن کر اور حکام انگریزی کے پاس جا کر مخبریاں کیں۔ کہ مرزا غلام احمد بھی پردہ سلطنت برطانیہ کا باغی ہے۔

(۸) جس طرح مسیح علیہ السلام کچہریوں میں زبردستی حاضر کئے گئے اسی طرح مرزا غلام احمدؒ کو بھی عدالتوں میں مجبور کیا گیا۔

(۹) جس طرح پیلاطوس حاکم یروشلم نے برسر عدالت کہا کہ میں مسیح علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں دیکھتا۔ اسی طرح مسٹر ڈگلس حاکم گورداسپور نے برسر اجلاس کہا کہ میں مرزا غلام احمد میں کوئی قصور نہیں دیکھتا۔

(۱۰) جس طرح مسیحؑ نے اپنے وقت کے احبار اور فقیہوں کی غلطیاں نکالیں۔ جو انہوں نے توریت کی آیات میں کی تھیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد نے علمائے اسلام اور گدی نشینوں کی غلطیاں نکالیں جو انہوں نے تفاسیر قرآن میں کی تھیں۔

(۱۱) جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ کے بعد تیرھویں عظیم الشان خلیفہ تھے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیرھویں عظیم الشان خلیفہ ہوئے۔

(۱۲) جس طرح مسیح علیہ السلام کے ساتھ روح القدس تھی۔ اسی طرح مرزا غلام احمدؒ کے ساتھ روح القدس تھی

دعویٰ کی صداقت

کیا کوئی ان اور دیگر بین اثبات مماثلت کو رد کر سکتا ہے؟ کیا کوئی اس مشابہت تامہ کو ناقص و باطل ٹھہرا سکتا ہے۔ کیا کوئی ان تمام سندات و اشارات

کیونکہ مرزا غلام احمد کی تحریرات میں مسیح موعود کے دعویٰ کی تائید میں بکثرت و بافراط پائے جاتے ہیں۔ جھوٹے لچر اور بے بنیاد ثابت کر سکتا ہے۔ کیا کبھی کسی اور زمانہ میں کسی اور "مسیح موعود" نے بمقابلہ حضرت مرزا غلام احمد بلحاظ مماثلت قریبہ و مشابہت تامہ بہ حضرت مسیح علیہ السلام زیادہ فوقیت حاصل کی ہے؟ دنیا نے ان مندرجہ بالا سوالات کے نہایت ہی بے بدل تسلی بخش اور مدلل جوابات سن لئے ہیں۔ یہاں تک کہ خود مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مخالف ان کے اس اعلان کو تول کر، کس کر، پہچان کر، جانچ کر اور پرکھ کر بالکل صحیح و سالم مان رہے ہیں۔ خود مرزا موصوف کے معترض اب اس امر کے معترف ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فی الحقیقت دعویٰ صادق تھا۔ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد اپنے دعوے میں بے کم و کاست راست ثابت ہو چکے ہیں۔

آنے والا آچکا!

حضرت یحییٰ یعنی یوحنا حضرت الیاس کے مثیل تھے۔ شاگردوں کے شک و سوال پر حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا (انجیل متی ۱۷: ۱۲)۔ "میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا" اور اگر اب بھی کوئی ایسا اہل بصیرت و صاحب فراست موجود ہو جو ابھی تک مسیح موعود کا منتظر ہو تو بندہ کا فقط یہ جواب ہے "مسیح موعود تو آچکا لیکن آپ نے اس کو نہیں پہچانا"

تنظیم ملت

(جناب ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے قلم سے)

میری رائے میں افراد کے اغراض اور فرقہ بندی کی شدت دو چیزیں مسلمانوں کی وسیع اور عمومی تنظیم کے راستے میں حائل ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے تعلیم یافتہ اصحاب، اگر انہیں اپنے صوبہ میں وزارت، صدارت، ججی، یا کوئی دوسری چیز جس پر وہ تاک لگائے بیٹھے ہوں مل جائے۔ تو پھر وہ مدت العمر کے لئے پبلک سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ بڑے لوگوں کو اپنی ذات کا خیال ہے۔ غرباکی مصیبت کا کچھ خیال نہیں۔ وہ صرف ایسے مسائل ہی کو امت کے حقیقی مسائل سمجھتے ہیں۔ جن سے جلد یا بدیر ان کی اپنی ذات متاثر ہونے والی ہو۔ ایسی حالت میں جبکہ ہمارے رہنما اپنے اغراض کی تنظیم میں مشغول ہوں اور وہ ہر معاملہ میں سادہ لوح عوام کو اپنا آلہ کار بنانے کے عادی ہو چکے ہوں۔ مسلمانوں کی عمومی تنظیم ہو چکی۔

تنگ دائرے

مذہب اسلام بے شمار تنگ حلقوں میں تقسیم ہے۔ عام مسلمانوں کو اسلام کے وسیع اور عمومی مقاصد سے کوئی وابستگی نہیں۔ ہر فرقہ اپنے کو جنتی سمجھتا ہے۔ اور باقی بہتر فرقوں کو دوزخی سمجھ کر اپنے تنگ دائرے میں خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے فرقے قائم کر رکھے ہیں۔ اپنے عقیدتمندوں کی نظر میں وسعت پیدا نہیں ہونے دیتے۔ وہ ہر ایک واقعہ کو عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں۔ جس سے ان کے فرقے وار مقاصد کو تقویت ہو۔ اور ان کے مجوزہ اصولوں کی فتحمندی ظاہر ہو۔ اس قسم کی متواتر تلقین نے ہمارے عوام کی ذہنیت کو بالکل تقفل کر دیا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ جب ان کے اپنے فرقے کی ترقی یا عزت و ذلت کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ صحابہ کرام کی طرح اپنے جان و مال قربان کر دیتے ہیں۔ لیکن جب تمام امت کے مشترکہ مقاصد یا مختلف اقوام ہند کے متحدہ مفاد کا سوال ہوتا ہے تو ان کے اندر کوئی سرگرمی اور حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

ہنگامہ پسندی

ایک دوسری بڑی خرابی یہ ہے کہ ابھی تک مسلمانوں میں صحیح محرکات عمل کے ماتحت کام کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی۔ وہ شور، نمائش، مبالغہ آمیزی، انتہا پسندی کے تابع ہیں۔ جب کوئی ناگہانی بجلی گرتی ہے تو وہ چاروں طرف سے طوفانی ہواؤں کی طرح امنڈ پڑتے ہیں۔ لیکن اگر بیرونی تازیانہ نہ ہو تو ان کے اندر کوئی زندگی کی لہر نظر نہیں آتی۔

ہم مسلمانوں کی "ہنگامہ پسندی" کو بھی غنیمت سمجھتے بشرطیکہ ان کے لیڈروں میں "عافیت پسندی" موجود ہوتی۔ اور وہ دور اندیشی سے عامۃ المسلمین کی "ہنگامہ پسندی" سے کوئی مفید کام لے سکتے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ ہمارے عوام جس قدر ہنگامہ پسند واقع ہوئے ہیں ان کے لیڈر اس میدان میں ان سے بھی دس میل آگے ہیں لہذا وہ تمام عظیم الشان مواقع جو خدا کی قدرت ہماری ترقی کے لئے بہم پہنچاتی ہے محض شور و فغاں میں بسر ہو جاتے ہیں۔ جب خواص افراط سے

موعود ادیان
مہدی، مسیح اور کرشن

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

ہمارا موجودہ زمانہ بھی ایسے فتنہ و فساد سے پر زمانہ ہے کہ ہر قوم کے نبی نے اپنی اپنی امت کو اس زمانہ سے ڈرایا تھا۔ تقویٰ اور خدا پرستی کا مٹ جانا اور دنیا پرستی اور ہوا و ہوس کی غلامی خدا کے برگزیدوں کی نگاہوں میں کچھ ایسی خطرناک شے ہے کہ ہر ایک نے ضروری سمجھا کہ کم و بیش اس نقشہ کو اپنی قوم کے ذہن نشین کر کے اس خطرہ سے اسے آگاہ کر دے۔ ہندوستان میں تین بڑی قومیں آباد ہیں، مسلمان، عیسائی، اور ہندو۔ ان تینوں اقوام کی مذہبی کتب میں زمانہ کا ذکر موجود ہے۔ اور تینوں میں اس پرفتن زمانہ میں ایک مصلح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ جس کی آواز پر لبیک کہنے اور اس کی اطاعت کرنے ہی کو ان مصائب سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بتایا گیا ہے۔

اناجیل میں مسیح موعود کی آمد کا ذکر

اناجیل میں جو کچھ اس زمانہ کے متعلق درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں قحط پڑیں گے۔ ساری قوموں میں جنگ ہوگی۔ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی۔ یہ بتا کر پھر اسی زمانہ کو مسیح کے نزول کا زمانہ قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ وہ زمانہ یہی زمانہ ہے۔ چنانچہ عیسائیوں کے علمائے محققین کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ وہ زمانہ یہی زمانہ ہے۔ ایک بہت بڑے عیسائی محقق کی کتاب موسومہ ملینیل ڈان مطبوعہ ۱۹۰۸ء یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ کے صفحہ ۳۳ پر یوں لکھا ہے کہ :-

"کہ ہم اس باب میں بائیبل کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ۱۸۷۲ء تک چھ ہزار پورا ہوتا ہے۔ اور اس ۱۸۷۲ء کے بعد ہم لازمی طور سے ساتویں ہزار میں داخل ہوتے ہیں جس کا ابتدائی حصہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا زمانہ ہے"

ایک اور کتاب "آور لارڈس ریٹرن" مشتہرہ بائیبل اینڈ ٹریکٹ سوسائٹی امریکہ ۱۹۱۰ء میں لکھا ہے۔

"خداوند اس طرح آئے گا جس طرح چور رات کو آتا ہے اور کوئی ظاہری اور جسمانی آنکھوں سے نہ پہچان سکے گا"

اس سے مراد یہ ہے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو ایسی جگہ سے اور اس رنگ میں ظاہر ہوگا کہ لوگوں کی توقع کے قطعاً خلاف ہوگا۔ اس لئے لوگ اسے شناخت نہ کر سکیں گے۔ اسی کتاب میں جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی ہے صاف لکھا ہے کہ "ہم ابن آدم (مسیح) کے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں" (صفحہ ۱۲) اور دس نمایاں علامتیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً سفروں کا بڑھ جانا، خبروں کی کثرت، علم کی ترقی، علم کی ترقی کے ساتھ لوگوں کی بے چینی کا بڑھ جانا، لالچ، نفسانیت، حسد، منافرت، جھگڑا، فساد، اور دیگر شیطانی کاموں کا زور۔ غرضکہ یہ کہ محققین مذہب عیسویت کا فتویٰ یہی ہے کہ مسیح کی آمد کا زمانہ ۱۸۷۲ء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور ۱۹۱۰ء کو وہ عین مسیح کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔

ہندوؤں کے مذہبی شاستروں کی شہادت

ہندوؤں کے شاستروں میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ پنڈت بالمکنڈ صاحب نے آج سے قریباً تیس سال قبل ایک اشتہار کے ذریعہ شائع کیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں شری نشکلنک بھگوان کا اوتار مقدر ہے۔ کیونکہ وہ تمام علامات پوری ہو چکیں جو اس زمانہ کے لئے شاستروں میں مذکور تھیں۔ مثلاً استریوں کا بیوہ ہو جانا اور ساتھ ہی ان مجری باتوں کا بھی ہونا جن کو کچھ بیہ جانتا ہے۔ اناج اور غلہ وغیرہ کا اس قدر گراں ہونا اور علاوہ اس کے سینکڑوں قسم کی مصیبتیں ہمارے آریہ ورت پر آئی ہوئی ہیں۔ کہ جن کا ذکر بیان سے باہر ہے پھر آگے چل کر اس زمانہ پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں "آپ ہی سوچئے کہ اس سے زیادہ اور کیا کلجگ پرتیت ہوگا۔ کہ استریاں اپنی پتیوں کو چھوڑ کر دوسروں پر نگاہ رکھیں اور اولاد اپنے والدین کی وفادار نہ رہے۔ اور والدین اپنی اولاد کو اولاد کی طرح نہ سمجھیں۔ یہاں تک کہ آجکل سب ہی [illegible] ہوتی ہیں۔ آگے چلکر [illegible] کا ظہور ہوتا ہے۔

وہ ایسا خلاف توقع ہوتا ہے کہ بادی النظر میں شناخت ہی نہیں ہوتی بعد میں پتہ لگا کرتا ہے۔ کہ یہ فلاں اوتار تھا۔ چنانچہ ہندوؤں میں کسی جی ایک برگزیدہ رخما ہوتے ہیں۔ ان کی مثال پیش کرتے ہوئے پنڈت جی لکھتے ہیں:

"پیارے بھگتو! نرسی جی کا بھات بھرنا (ظہور) بھی پہلے کسی شاستری جی (عالم) کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ شری کرشن جی مہاراج ایسا بھات دیویں گے (یعنی یوں ظہور کریں گے)"۔ اسی طرح کئی اور بھی مثالیں پیش کی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موعود اوتار کا ظہور کسی ایسی جگہ سے ہوگا جہاں سے ہندوؤں کو گمان بھی نہ ہوگا۔ غرض ہندوؤں میں جس مصلح کا وعدہ تھا اس کا زمانہ ظہور بھی انصاف پسند محقق پنڈتوں کے نزدیک یہی زمانہ ہے۔

اسلامی کتب کی گواہی

مسلمانوں میں جس مصلح کا وعدہ تھا اس کے زمانہ کی علامتیں تو اس شرح و بسط کے ساتھ اسلامی کتب میں بیان کی گئی ہیں کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ صرف مختصراً ایک فہرست کے طور پر دیتا ہوں

(۱) مسلمانوں کی حالت یہود سے مشابہ ہو جائے گی۔ ان کی سلطنتیں بالکل جاتی رہیں یا صد درجہ کمزور ہو گئیں۔ ان کے ابتدائی ضروریات سے غافل ہو کر نفسانی تعیشات میں پڑ گئے۔ دین کی ضروریات پر ایک حبہ خرچ نہیں کرتے۔ اپنے نفس پر پانی کی طرح روپے بہانے کو تیار ہیں۔ علما نیکی اور تقویٰ کی راہوں سے دور پڑ گئے۔ زیادہ تر ظاہر پرستی رہ گئی۔ مخالفین کے اعتراضوں کی طرف سے غفلت، عیسائیوں کی کمزوری اور فروعی جھگڑوں میں دنرات کا انہماک۔ مشائخ کا اچھے تنز نزمانہ کے کام، اصلاح خلق اور خدمت دین سے قطعاً بے پروائی۔ چنانچہ دیلمی میں حضرت صہیب سے یہ حدیث بھی روایت ہے کہ امرا کثرت سے ہوں گے اور دین میں نفقہ کرنے والے بہت کم ہوں گے۔ اور خطیب اور کمپار کذاب ہوں گے۔ اور قاری لوگ ریاکار ہوں گے۔ جو قرآن کو چھوڑ کر اور باتوں میں نفقہ کریں گے۔ اور دنیا کو اس طرح کھا جائیں گے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔

(۲) عابد جاہل ہوں گے۔ عالم بے عمل ہوں گے۔ قاضی فاسق (مہدی نامہ مؤلفہ قاضی القضاۃ مولانا انتصار علی صاحب)

(۳) تعمیرات مساجد بکثرت ہوں گی۔ عالم قاضی مفتی کمینے اقوام کے ہوں گے۔ درویشوں کی عزت مفقود ہوگی۔ مطربوں، مراسیوں گویوں کی عزت ہوگی۔ شرفا راگ و رنگ اور لہو و لعب میں مصروف رہا کریں گے۔ دانشمندوں کی ذلت ہوگی۔ ذکر خدا و رسول سے نفرت ہوگی۔ گناہ اور بدکاری کی کثرت ہوگی۔ زنا کی کثرت ہوگی۔ اور سنا [illegible] ہوگا۔ [illegible] نالائقوں کے سپرد ہوں گے۔ اہل اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کریں گے۔ [illegible] کے دلوں میں صدق نہ رہیگا اور چھوٹے بڑوں کی عزت نہ کریں گے۔ [illegible] میں محبت مفقود ہو جائے گی۔ گفتگو میں ریا اور نفاق ہوگا۔ [illegible] جائز اور ربا نہ جائز ہو جائیں گے۔ عورتوں کی [illegible] [illegible] جلدی بڑھا ہوگا۔ بارش بے وقت ہوگی۔ [illegible] کی کثرت ہوگی۔ زلزلے بکثرت ہوں گے۔ زمینیں شق ہوں گی۔ بجلیاں گرا کریں گی۔ غیبت عیب جوئی، جھوٹی قسم کھانا۔ جھوٹی شہادت دینا۔ رشوت ستانی، سود خواری، رذیلی، [illegible] خیانت اور بدعات کی کثرت ہوگی۔ [illegible] سے عداوت ہوگی۔ (مہدی نامہ [illegible])

(۴) مردوں کا عورتوں کی وضع اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں کی وضع اختیار کرنا۔ کافروں اور ضعیفوں کی کثرت۔ انسانی میل جول کا آپس میں بڑھ جانا۔ اونٹوں کا بیکار ہو جانا۔ اور ان کی جگہ دوسری سواریوں کا رواج ہو جانا، پہاڑوں کو اڑا کر راستوں کا بنایا جانا، وحشی قوموں میں تمدن کا پھیلنا۔ دریاؤں میں سے نہروں کا نکلنا اور جہاز رانی کی ترقی جس سے سمندروں کا وجود عملی طور پر کالعدم ہو جانا،

ریل اور سٹیمر کا نکلنا۔ جیسا کہ احمد اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے۔ کہ ایک روا آگ پانی کے بند کرنے سے چلے گی۔ اور اس کا چلنا اونٹ کی طرح بے تکان ہوگا۔ کہ رات کو بھی چلے گی اور دن کو بھی چلے گی۔ اور لوگوں کو چلنے کے لئے بلائے گی۔

یاجوج ماجوج

(۵) یاجوج ماجوج کا دنیا میں پھیل جانا۔ یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ یاجوج ماجوج یورپ کی مشہور دونوں قومیں سلافی اور ٹیوٹانک ہیں۔ جو اس سے قبل وسط ایشیا میں متصل بحر خزر رہا کرتی تھیں اور وہاں سے نقل مکانی کر کے یورپ کو گئیں۔ یاجوج ماجوج کا ابتدائی مسکن بحر خزر کے متصل ہونا انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا میں مذکور ہے اور وہاں سے ان قوموں کا یورپ کو نقل مکانی کرنا تاریخ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں بھی ترکوں کو یاجوج ماجوج کا ہی بقایا بتایا ہے (ترک من یاجوج وماجوج - کنز العمال) سلافی قوم روس اور جنوب مشرقی یورپ میں آباد ہے۔ اور ٹیوٹانک قوم جرمنی آسٹریا اور برطانیہ امریکہ وغیرہ میں توریت سے سلافی قوم کا یاجوج ہونا صاف ثابت ہے۔ لکھا ہے کہ "اے جوج روس اور مسک (ماسکو) اور ٹوبال (ٹوبالسک) کے سردار میں تیرا مخالف ہوں" (حزقیل باب ۳۸) یہاں صاف طور پر سلافی یا روسی اقوام کو یاجوج کہا گیا ہے۔ ماجوج کی نسبت ہے کہ "میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت رکھتے ہیں۔ ایک آگ بھیجونگا۔ (حزقیل باب ۳۹) ظاہر ہے کہ یہی وہ آگ تھی جو جنگ عظیم کی شکل میں جرمن اور آسٹریا پر بھیجی گئی۔ اور جس میں برطانیہ کو جو امن سے جزیروں میں رہتے تھے۔ ناچار کودنا پڑا اس سے بڑھ کر سننا چاہو تو سن لو۔ کہ لنڈن کے مشہور و معروف مکان گلڈ ہال کے دروازے پر یاجوج ماجوج کے دو بت نصب ہیں۔ جو اس ملک کے رہنے والوں کے آباؤ اجداد مانے جاتے ہیں اور جن کا کبھی لارڈ میئرز ڈے کے دن جلوس نکالا جاتا تھا۔ پس خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ آج دیکھو یاجوج ماجوج یعنی یورپین اقوام **وھم من کل حدب ینسلون** کے مطابق ہر ایک بلندی کو پھاندتی ہوئی دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں۔ ان کے لئے کوئی بلندی کوئی مشکل کا پہاڑ روک نہیں۔

نصاریٰ کا غلبہ اور ظہور دجال

(۶) نصاریٰ کا زور ہونا اور دجال کا تمام دنیا میں پھیل جانا۔ دجال کے متعلق فیصلہ نہایت آسان ہے دجال کے معنے لغت میں۔ **الدجال من الدجالت طائفہ عظیمہ تحمل المتاع للتجارۃ** (تاج العروس) ایک بڑا گروہ جو تجارت کے لئے مال لئے پھرتا ہو۔ اقرب الموارد میں ہے۔ **الرافقۃ العظیمۃ تغطی الارض**۔ ایک بڑا گروہ جو دنیا کو طے کر جائے۔ اب خود دیکھ لو کہ عیسائیوں سے بڑھ کر تجارت کے لئے ساری دنیا میں پھرنے والا اور کونسا گروہ ہے۔ مگر اتنا ہی نہیں ان کے اس دنیوی پہلو کے ساتھ مذہبی پہلو کی بھی کیفیت سن لو۔ عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ میں دجال کو دجل سے مشتق کر کے اس کے معنے لئے ہیں۔ حق کو باطل سے ملتبس کرنے والا۔ اب دیکھو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر اور اسلام پر طرح طرح کے بہتان تراش کر کس قدر حق کو باطل کے ساتھ ملتبس کیا ہے۔ خود رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ جس کو دجال کے فتنے سے بچنا ہو وہ سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں اور آخری دس آیتیں پڑھا کرے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کی آیات کو پڑھنا کوئی جنتر منتر کے طریق پر تو ہے ہی نہیں۔ قرآن تو ہدایت کی کتاب ہے جیسا کہ **ھدی للمتقین** سے ظاہر ہے۔ پس ان آیات میں کوئی ہدایت ہونی چاہیئے۔ جس سے ہم دجال کے فتنے سے بچیں سو جب ہم پہلی دس آیتیں پڑھتے ہیں تو کہم وہاں **ینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا** الخ کے ماتحت عیسائیت کی تردید پاتے ہیں۔ اور اس جگہ ان کی ترقیات مادی کو ہیچ اور فانی بتا کر مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے اور آخری دس آیتوں میں مادہ پرستی کو بدترین اعمال بتایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ فتنہ دجال سے مراد مسیحیت اور مادہ پرستی کا فتنہ ہے۔ جو آج یورپین اقوام کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیل گیا ہے۔

دیگر نشانات

(۷) طاعون کا پھیلنا۔ حج کا روکا جانا (یعنی طاعون اور جنگ کی وجہ سے حج میں روک کا واقع ہو جانا) مشرق سے سات دن تک آگ کا نکلنا۔ چنانچہ جاوا میں ۱۳۰۱ھ ہجری میں آگ نکلی اور سات [illegible]

رمضان میں کسوف و خسوف کا ہونا۔ یعنی چاند کو اپنی مقررہ گہن کی راتوں میں سے پہلی رات میں گہن لگنا۔ اور سورج کو اپنے مقررہ گہن کے دنوں میں درمیانی دن میں گہن لگنا۔ اور ان دونوں گہنوں کا ایک ہی ماہ یعنی رمضان میں وقوع میں آنا۔ چنانچہ یہ نشان بڑی صفائی سے پورا ہوا۔ اور ۱۳۱۱ھ کے رمضان میں تیرھویں تاریخ کو چاند گہن اور اٹھائیسویں تاریخ کو سورج گہن ہوا۔

(۸) پھر تمام اولیا کے کشوف اور علمائے ربانی کی تحقیق کا اس امر پر متفق ہونا کہ آنے والے موعود کا زمانہ چودھویں صدی سے آگے نہیں بڑھتا۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

آنے والا آگیا!!

الغرض کیا عیسائی، کیا ہنود، کیا مسلمان سب کے نزدیک آنے والے موعود کا یہی زمانہ تھا۔ جو بہت کچھ گزر گیا۔ اور کچھ گزر رہا ہے۔ پھر کیا وہ آنے والا آیا یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا یہ تمام مجموعی شہادتیں غلط تھیں۔ اور اگر یہ غلط تھیں اور خدا کی طرف سے نہ تھیں تو آج سے سینکڑوں برس پہلے کس طرح ایسی صفائی سے موجودہ زمانہ کا نقشہ کھینچ دیا۔ یہ تو اس عالم الغیب کی بتائی ہوئی باتیں نظر آتی ہیں جس کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل سب برابر ہے پس جب یہ سب باتیں سچ ثابت ہوئیں تو ضرور ہے کہ جس کے لئے یہ گواہیاں جمع ہوئیں وہ بھی آیا ہو۔ وہ آیا اور اپنا کام کر کے چلا گیا۔ لیکن بقول عیسائی صاحبان وہ اس طرح آیا "جس طرح چور رات کو آتا ہے" یعنی ان کے خلاف توقع آیا۔ اور بقول پنڈت بالمکند جی ایسے خدا کے ماموروں کی شناخت میں بڑے بڑے علما ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ وہ مرزا غلام احمد کی شخصیت میں دنیا میں آیا۔ جس نے کہا کہ میں عیسائیوں کیلئے مسیح ہوں، مسلمانوں کے لئے مہدی و مسیح ہوں۔ اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں اور اور یہ مقامات عالیہ جو کچھ مجھے ملے ہیں۔ وہ اسلام کے ذریعہ اور محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع سے ملے ہیں۔ لیکن ہمیشہ سے یونہی ہوتی آئی ہے۔ لوگوں نے انکار کیا۔ مخالفت کی۔ **کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا**۔

کرشن، مسیح، اور مہدی کا مثیل

لیکن اگر ذرا غور کرتے تو معاملہ کچھ مشکل بھی نہ تھا۔ کرشن جی کو خود تو آنا نہ تھا وہ خود فرماتے ہیں جس کا ترجمہ فارسی میں فیضی نے یوں کیا ہے۔

چو بنیاد دیں سست باشد بسے
نمائیم خود را بشکل کسے

جب دین کی بنیاد سست ہو جاتی ہے تو ہم کسی کی شکل میں اپنے آپکو دکھاتے ہیں۔ یعنی کوئی اور آدمی آپ کی خو بو اور صفات و سیرت کو لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اور دین کو استحکام دیتا ہے۔ عیسائیوں میں خود انجیل میں خود حضرت مسیح کا فیصلہ موجود ہے۔ یہود کی کتابوں میں لکھا تھا کہ مسیح کی بعثت سے قبل ایلیا نبی دوبارہ آسمان سے نازل ہوگا۔ جب حضرت مسیح سے یہود نے دریافت کیا کہ اگر تو مسیح ہے تو وہ ایلیا کہاں ہے۔ جو مسیح سے قبل آنے والا تھا انہوں نے جواب دیا کہ وہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے جو ایلیا کی خو بو میں آیا ہے۔ آسمان سے آنے سے مراد یہ نہیں ہوا کرتی کہ خود وہی شخص آئے گا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کی خو بو میں آئے گا۔ پس خود حضرت مسیح کا یہ فیصلہ حجت ہے اس بات پر کہ مسیح کی دوبارہ آمد سے مراد یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص آپ کی خو بو میں آئے گا نہ کہ وہ خود آئیں گے۔

مسلمانوں کے ہاں تو معاملہ بالکل صاف تھا۔ قرآن کریم میں بڑے زور شور سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے اور قرآن کریم نے یہ بھی نہایت صفائی سے بتایا کہ مرے ہوئے واپس نہیں آیا کرتے۔ ایسی صورت میں آنے والے ابن مریم سے صاف طور پر یہی مراد ہو سکتی تھی کہ کوئی شخص حضرت ابن مریم سے ایسی شدید مماثلت رکھتا ہوگا کہ اسے مجاز اور استعارہ کے طور پر ابن مریم کہا گیا ہے اور پھر جب بخاری کی حدیث میں اسے صاف طور پر فرمایا ہے کہ امامکم منکم وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔ تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ وہ امت محمدیہ ہی میں سے ایک امام ہوگا۔ اور ابن ماجہ کی حدیث نے تو معاملہ اور بھی صاف کر دیا۔ کہ **لا المھدی الا عیسیٰ** کہ مہدی اور عیسیٰ کوئی دو شخص نہیں۔ بلکہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ [illegible] اسلام پھیلانے

تینوں قوموں کا موعود ایک ہی ہے

خوب غور کرو ہندوستان کی ان تین بڑی قوموں ہندو عیسائی اور مسلمانوں کی کتابوں میں جس موعود کا ذکر ہے اس کا زمانہ ایک ہی ہے جیسا کہ اوپر میں دکھا چکا ہوں اگر یہ موعود الگ الگ ہوتے۔ تو ہندوستان کا رہا سہا اتحاد بھی غارت ہو جاتا۔ اور یہ تھا بھی ناممکن کیونکہ خدا کی طرف سے اصول ہدایت ایک ہی ہونے چاہئیں۔ ہندوؤں میں ہندو اور عیسائیوں میں عیسائی اور مسلمانوں میں مسلمان موعود کے تو یہ معنی ہوئے کہ ہر ایک کوئی جدا اصول ہدایت رکھے گا۔ اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ پس جب خدا کی طرف سے اصول ہدایت ایک ہی ہونے چاہئیں اور ہیں تو پھر ایک ہی شخصیت میں تینوں قوموں کے موعود کا جمع کر دینا عین مصلحت اور تقاضائے حکمت ہے۔ اس کا فائدہ یہ کہ تینوں قومیں ایک شخصیت کے ذریعہ متحد ہو جائیں۔ گویا ہندوستان کی نجات ہی اس امر پر منحصر تھی کہ اس کی تین بڑی قوموں کے آپس کے جھگڑے اور اختلافات ایک شخص واحد کے ذریعے مٹا دیے جائیں اور ہر ایک قوم اپنے اپنے موعود کو اس شخصیت کے اندر شناخت کر کے اس کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ اگر یہ قومیں مرزا غلام احمد میں اپنے اپنے موعود کو شناخت کر لیتیں یا شناخت کرنے کی کوشش ہی کرتیں تو آج خلافت اور سوراج کا خواب پورا ہو جاتا۔ شناخت نہ کیا ان کی بدقسمتی نتیجہ افتراق و انشقاق نظر آ رہا ہے۔ اور یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ **ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون** جو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آتا ہے اس کی مخالفت اور استہزا کرنا انسانی عادت ہے۔ خدا نے تو نجات کا سامان کیا تھا۔ انسان نے خود فائدہ نہیں اٹھایا۔

ہندوؤں اور عیسائیوں کی کج فہمی

ہندوؤں اور عیسائیوں نے اس لئے اختلاف کیا۔ کہ مدعی مسلمان تھا۔ مگر یہ ان کی غلطی تھی دیکھنا تو یہ تھا کہ جن اصولوں پر مدعی قائم تھا وہ حق تھے یا باطل اگر حق تھے اور ان کی صداقت کو دلائل و براہین اور نشانات سماوی کے ساتھ اس نے واضح کر دیا۔ اور ہندوؤں اور عیسائیوں کی غلطیوں کو دلائل کے ساتھ اس نے طشت از بام کر دیا تو پھر اس سے بڑھ کر بے انصافی کوئی نہیں۔ کہ حق سے انحراف کیا جائے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ شکر کے ساتھ اسے قبول کیا جاتا۔ اور اس کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرتے اور خدا کا شکر کرتے کہ اس نے مصلح موعود کو بھیج کر انہیں ہدایت سے بہرہ اندوز کیا۔ لیکن اسے محض تعصب اور ہٹ دھرمی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے کہ صرف اس لئے اس سے اعراض کیا کہ وہ ہمارے باپ دادوں کے مذہب پر نہیں۔ بلکہ ایک مذہب حق پر ہے جسے اسلام کہتے ہیں۔ اور ہمیں ہماری غلطی بتانے آیا ہے۔

مسلمانوں کی نادانی

مسلمانوں نے کیوں اختلاف کیا؟ یہ میری سمجھ سے باہر ہے ایک شخص آتا ہے وہ کہتا ہے مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے تا میں دنیا کو راہ حق بتاؤں اور وہ راہ حق اسلام ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں اس نے یہ بھی بتایا کہ آج اکیلا زندہ مذہب اسلام ہے۔ جس پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچتا ہے اور اسی مذہب کی بدولت اور محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع سے مجھے یہ منصب جلیلہ ملا ہے اور اگر میں ایک بال بھر بھی قرآن و سنت سے الگ ہوں تو میں گمراہ ٹھیروں گا۔ اس نے اسلام کے اصولوں کی صداقت اور تمام مذاہب باطلہ کے عقائد پر ان کی فتح و غلبہ کو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح کر کے دکھا دیا۔ ایسے شخص کی جس قدر بھی عزت کی جاتی کم تھی۔ چاہیے تھا کہ مسلمان اس کا ساتھ دیتے۔ اور اسے آنکھوں پر بٹھاتے اور اس کی اطاعت کر کے خدا کے فضلوں کے وارث ٹھیرتے۔ مگر شومی قسمت! سب سے بڑھ کر جس قوم نے ٹھٹھا کیا وہ مسلمان تھے صرف بعض فروعی مسائل کے اختلاف پر۔ مثلاً حیات مسیح وغیرہ جس کا ایمانیات سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ ایسے آپے سے باہر ہوئے کہ کافر و دجال ٹھیرایا۔ اور غیروں کے ساتھ مل کر اپنے خیر خواہ پر حملے کرنے کو تیار ہو گئے۔ اور نہ سمجھا کہ یہ تو ہم اپنی ہی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ بھلا سوچو کیا ہم غیروں کو یہ کہیں کہ یہ شخص جو کہہ رہا ہے کہ اسلام ہی اکیلا سچا مذہب اور زندہ مذہب ہے جس کی اتباع سے خدا ملتا ہے جھوٹ بول رہا ہے۔ ذرا غور کرو کہ ان لوگوں نے کیا کیا۔ اگر مرزا کوئی اپنا مذہب لایا ہوتا اور مسلمان کہتے کہ اس کا مذہب جھوٹا ہے

مجددِ وقت کا ظہور ہندوستان میں کیوں ہوا؟

تبلیغ اسلام اور احمدیت

(نوشتہ مولوی فضل کریم خان صاحب درانی مبلغ جرمنی)

اسلام کا پیام تمام جہان کے لئے ہے کسی خاص ملک یا قوم کے لئے نہیں، پس روز اول ہی سے اس کی زندگی کا انحصار تبلیغ پر رہا ہے مذہب کا تعلق روح اور اخلاق کے ساتھ ہے۔ اس کی بنیاد نسل یا قومیت پر نہیں رکھی جا سکتی، اور جو مذہب قومیت پر مدار رکھتا ہو وہ لایعنی جھوٹا اور بیہودہ مذہب ہے، ہندوستان میں ہندو مذہب اس کی مثال موجود ہے، مذہب کی بنیاد اصول ہی پر رکھی جا سکتی ہے، اور اصول محض تبلیغ و اشاعت ہی سے زندہ رہ سکتے ہیں، تبلیغ و اشاعت جب بند ہو جائے تو وہ اصول خود بخود مر جاتے ہیں، اسلام ایک اصول ہے اور بوجہ اصول ہونے کے محض تبلیغ ہی سے زندہ رہ سکتا ہے، پچھلے دنوں ہمارے ایک جلسہ میں ایک عرب صاحب فرمانے لگے کہ آج اشاعتِ اسلام کی اس قدر ضرورت نہیں، ان کا یہ کہنا تھا کہ جھٹ ایک ڈاکٹر صاحب بول اٹھے کہ اگر اشاعت نہ کروگے، تو تمہارا مذہب مٹ جائیگا کیونکہ اس جہان کا نظام کچھ ایسا واقع ہوا ہے، کہ کسی شئے کو قرار نہیں یا تو کوئی چیز بنتی ہے ترقی کرتی ہے آگے بڑھتی ہے، یا بگڑتی ہے اور ٹوٹ پھوٹ کر ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاتی ہے کسی ایک جا پر قرار کسی شئے کو نہیں، یہی حال مذاہب اور اقوام کا ہے قومیں یا تو بنتی ہیں یا بگڑتی ہیں، ایک مقام پر قائم نہیں رہ سکتیں، قدرت کا اٹل قانون قرار کی اجازت نہیں دیتا، پس اگر مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے تو وہ قدم آگے بڑھائیں، اسلام محض تبلیغ کے ذریعہ ہی قائم رہ سکتا ہے، ورنہ مر جائیگا

زندگی اور موت کا سوال

یہ تو اصولی بحث ہے، لیکن آج بحث اصول ہی کی نہیں، ہمارے سامنے آج زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے، دیکھو قوموں کی زندگی افراد کی زندگی کی طرح مہینوں اور سالوں میں نہیں بلکہ صدیوں میں شمار ہوتی ہے، صدیوں سے مسلمان تبلیغ کے فرض سے جس کا اصلی نام قرآن کریم نے جہاد رکھا ہے پہلو تہی کر رہے تھے، یہی جہاد ہے، جس میں ہماری اصلی زندگی کا راز ہے ہم نے زندگی کے اس چشمے سے پہلو تہی کی، دنیا کا اٹل قانون جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آج ہماری قومی زندگی میں آخری اور نہایت خوفناک crisis پیدا ہو گیا ہے آج ہم تاریخ عالم کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جو ہماری زندگی اور موت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کردیگا۔ آج ہمارے سامنے ایک سوال درپیش ہے جس کے صحیح حل پر ہماری موت اور زندگی کا مدار ہے،

ہماری مشکلات کا علاج

اس عقدہ کا حل تلوار سے نہیں ہو سکتا، ایک تو اس لئے کہ تلوار ہمارے ہاتھ سے چھن چکی ہے ہم نہتے اور بے بس ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر ہوتی بھی تو ہم کیا کر لیتے، کل تک تلوار ہمارے ہاتھ میں تھی، ہم نے کیا بنا لیا۔ ایشیا، افریقہ اور معتدبہ حصہ یورپ پر ہماری حکومت تھی، وہ حکومت کیوں جاتی رہی، وہ تلوار جس کی خارا شگافی سے دنیا کانپتی تھی، کیسے اور کیوں ہمارے ہاتھ سے نکل گئی، فلسفہ تاریخ پر غور کرو، خوب غور کرو، اور پھر غور کرو۔ اور اپنے دلوں سے اس کا جواب پوچھو، کہ وہ تلوار جس سے دنیا کانپتی تھی، کس طرح ہمارے ہاتھ سے نکل گئی، فلسفہ تاریخ سے بار بار پوچھتا ہوں، وہ تو بار بار ایک ہی جواب دیتا ہے، اور وہ یہ کہ تلوار ہاتھ سے نکل گئی، اس لئے کہ مسلمانوں نے اپنی تمام قوت کا انحصار تلوار ہی پر رکھا ہوا تھا، حالانکہ وہ خود ایک بے جان چیز ہے اور قوت کے اصلی ماخذ یعنی اخلاقی اور روحانی تعلیم سے غفلت برتی، قوت کا جب یہ سرچشمہ سوکھ گیا۔ اور خشک ہو گیا۔ تو تلوار خود بخود ہاتھ سے گر پڑی جیسے کسی سوکھے درخت کے پتے گر جاتے ہیں، پس اے لوگو، اگر زندگی چاہتے ہو، تو زندگی کے اس سرچشمے کی طرف پھر رجوع کرو، تعلیمات قرآن پر غور کرو، اُن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو، اور دنیا جہان میں اس تعلیم کو پھیلا دو، ہماری تمام مصائب کا حل یہی ہے،

اشاعت کے تین پہلو

اشاعت کے تین پہلو ہیں، تین قسم کے فوائد ہیں جو ایک ساتھ ہم کو حاصل ہوتے ہیں،

اولاً۔ اسلامی دنیا میں اخلاقی اور ذہنی اتحاد۔
ثانیاً۔ مجلس مذاہب میں اسلام کی عظمت۔
ثالثاً۔ اسلامی برادری کی توسیع۔

پہلے دو پہلو نہایت اہم ہیں، تیسرا نتیجہ خود بخود پیدا ہوتا ہے، دنیا اسلام آج ہراساں ہے مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی آج کثرت ہے، جن کو اپنے مذہب کی حقانیت پر کچھ پختہ ایمان نہیں رہا، ایسے بھی لوگ ہیں جن میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے، کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب بھی اپنے اندر حق رکھتے ہیں۔ گویا کہ ایک مقصود کے حصول کی یہ مختلف راہیں ہیں یہ بات غلط اور سراسر غلط ہے، مذہب اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے باقی سب غلط اور جھوٹے ہیں، بخدا میں تعصب اور تنگ نظری سے یہ نہیں کہتا، میں نے دنیا کے قدیم و جدید مذاہب کا مطالعہ کیا ہے، میں نے ان سب کا آپس میں مقابلہ کیا ہے، اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمام مذاہب جھوٹے اور صرف اسلام حق ہے، ضرورت ہے کہ اس حقیقت کو تمام دنیا کے سامنے اور بالخصوص مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے،

اتحاد بین المسلمین تبلیغ اسلام ہی کے ذریعہ پیدا ہوگا

مسلمانوں میں بین الاقوامی اتحاد محض اتحاد اتحاد پکارنے سے پیدا نہیں ہو سکتا، اتفاق اور اتحاد کے لئے مقصد چاہئے جس پر وہ آپس میں اتحاد کر سکیں، وہ مقصد اسلام ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ بھی اسلام ہی ہے کئی سال سے ہم تبلیغ کے کام میں مصروف ہیں اس کے دوران میں جو تجربہ ہم کو حاصل ہوا ہے، میں اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اتحاد کا بہترین ذریعہ تبلیغ اسلام ہے، سیاسی اتحاد محض عارضی ہوا کرتے ہیں، ان کی بنیاد اگر اخلاقی اور ذہنی اتحاد پر نہ ہو۔ تو وہ دیرپا نہیں ہو سکتے، ان بنیادوں کو معرض وجود میں لانا اور وجود میں لا کر ان کو مضبوط کرنا یہ سب نتیجہ ہے اشاعت اسلام کا، اس اخلاقی اور ذہنی اتحاد سے جو قوت اہل اسلام کو حاصل ہوگی۔ وہ اندازہ سے باہر ہے۔

اسلام کا رعب و وقار

دوسرا پہلو اسلام کا پرسٹیج قائم کرنے کا ہے، اس سے انکار نہیں ہو سکتا، کہ آج ہمارا رعب بالکل دور ہو گیا ہے، چاروں طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں، جس سے بہتوں کے ایمان متزلزل ہو گئے ہیں۔ میں اپنا قصہ بتاتا ہوں، ۱۹۲۰ء میں ٹرینیڈاڈ گیا گھر سے تو چلا تھا۔ کہ عیسائیوں کو اسلام میں لاؤں، وہاں پہنچا تو حالت عجیب و غریب تھی، وہ لوگ جو مسلمانوں کی اولاد تھے، عیسائیوں کی تعلیم کے اثر سے اسلام سے بالکل مایوس ہو چکے تھے، سوال وہاں نئے مسلمان بنانے کا نہ تھا، بلکہ پرانوں کو اسلام پر قائم رکھنے کا، لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی مجھے عادت نہیں، ہاں اگر کوئی مجھ پر حملہ کرے تو پھر میرے جیسا بے رحم بھی کوئی نہیں، وہاں کے لوگ اسلام پر اعتراض کرنے کے عادی تھے چنانچہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، میں نے اصولِ اسلام کی مدافعت کی، لیکن ساتھ ہی تمام قوت کے ساتھ چند ایک حملے عیسائیت پر کئے کسی سے اُن کا جواب بن نہ آیا۔ جزیرہ کا جزیرہ گونج اٹھا۔ کہ پادریوں کو ایک ہندی مولوی نے مارا۔ اور کہ اسلام کا جواب عیسائیت کے پاس کچھ نہیں، جزیرے کی تمام آبادی پر اسلام کی بزرگی اور عظمت کا رعب پڑ گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ معاملہ جو ٹرینیڈاڈ کے چھوٹے سے جزیرہ میں ہوا۔ تمام دنیا میں ہو۔ اور وہ ہیبت جو [illegible] تمام ادیان
[illegible]

میرے نزدیک تو نہ صرف یہ ممکن ہے بلکہ میں تو اللہ تعالےٰ سے اپنی زندگی میں اس مقصد کو حاصل شدہ [illegible] کی توقع رکھتا ہوں تم اس کو خود پسندی یا جو جی چاہے، کہو، لیکن میں تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کو کر دکھانے کی بھی قوت رکھتا ہوں، میں کہتا ہوں جب یہ رعب قائم ہو گیا۔ تو یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ خود بخود نظر آئے گا۔ اور یہ تیسرا پہلو ہے اور پہلے دو مرحلوں کے طے کرنے کے بعد نہایت آسان ہے۔

یورپ میں تبلیغ کی اہمیت

یورپ آج دنیا پر حکمران ہے، یہ حکمرانی نہ صرف تلوار کی حکومت ہے، نہ صرف علوم طبعی، اور مادی تمدن کی، بلکہ ایک ایسی حد تک جو ہمارے وہم و گمان سے بھی باہر ہے اخلاقی طور پر بھی دنیا پر یورپ کے تمدن اور یورپ کی مادی ترقیات اور طاقت کی ہیبت چھائی ہوئی ہے، اگر ہم یورپ کے دل پر اسلام کی عظمت کا سکہ بٹھا دیں، تو باقی دنیا خود بخود پیروی کرے گی، یورپ میں اسلامی مشن قائم کرنے کی غرض یہی ہے، اور یہی ہو سکتی ہے کہ بے شک ہے ایک آدھ نومسلم بنا لینا کوئی بڑا کام نہیں، لیکن تعلیمات اسلام کا رعب بٹھا دینا کوئی آسان کام نہیں، اور نہ ہی آج تک کسی نے اس طرف توجہ کی ہے بہت کتابیں اور رسالے تعلیمات اسلام پر لکھے گئے ہیں تعلیمات بصیغہ جمع۔ تعلیم اسلام پر ایک کتاب بھی نہیں تعلیمات اسلام پر بہترین کتاب سید امیر علی کی کتاب سپرٹ آف اسلام خیال کی جاتی ہے حضرت مسیح موعود نے چند سوالات کی حدود کے اندر رہ کر فلسفہ اسلام میں بہت کمال کیا ہے لیکن تعلیم (بصیغہ واحد) اسلام کی ایک مجموعی اور متحدہ (Synthesis) تصویر آج تک کسی نے پیش نہیں کی، پھر اس تصویر کا یعنی اسلام کے بنیادی اصول کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کرنا ہے، یہ کام یورپ کے اسلامی مشنوں کا ہے جب تک اس کام کی طرف توجہ نہ دی گئی، یورپ میں اسلام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کے دوران میں یورپ کے قابل مستشرقین سے جنگ کرنی ہوگی، میں نے تو اس جنگ کا اعلان کر دیا ہے، چنانچہ مسیحیت کے متعلق جو مضمون کچھ عرصہ سے لکھ رہا ہوں، اس میں پروفیسر ڈاکٹر بیکر کو جو جرمنی کے وزیر تعلیم ہیں اور جنہوں نے مطالعہ اسلام پر دو ضخیم جلدیں لکھی ہیں للکار دیا ہے۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک کرکے ان کو للکاروں گا، ذرائع کی قلت سد راہ ہے ورنہ کام کا باقی حصہ بھی تیار ہی سمجھئے۔

احمدی مجاہد

اسلام کو یورپ میں یا کسی اور جگہ معقول اور قابل قبول رنگ میں پیش کرنا اصل میں ہماری جماعت کا کام ہے اور ہمارے علاوہ اور کوئی کر بھی نہیں سکتا۔ آزاد خیال نو تعلیم یافتہ بھی دیکھے ہیں اور پرانے طریق کے علماء بھی، مبلغ علم تو ان دونوں جماعتوں میں بہت ہے لیکن جہاد کی قوت بالکل نہیں،

یہ جہاد کی قوت ہماری جماعت ہی میں ہے، اور یہی جماعت تعلیمات اسلام کو صحیح رنگ میں پیش کرنے کی اہلیت رکھتی ہے میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو ایک خاص کام کے لئے چن لیا ہے۔

دنیا بہت بڑی ہے ہندوستان اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ دنیا ترقی یافتہ ہے، ہندوستان سب سے پیچھے ہے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیوں مسیح موعود کی بعثت کے لئے تمام دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ نے ہندوستان کو منتخب کیا۔ ذرا غور کرو، کیا دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا ہے۔ جہاں مسلمانوں پر ایسی مصیبتیں پڑ رہی ہوں، جیسی کہ مسلمانان ہندوستان پر۔ ایک طرف عیسائیت نے حملہ کر رکھا ہے دوسری طرف سرکار مہربان مسلمانوں کے نام اور وجود سے بیزار ہے اور خواہ مخواہ ایک مسلمان ریاست کو غارت کرنے پر تلی ہوئی ہے، پھر ہندو ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ہندوستان سے بالکل نکال دینا چاہتے ہیں قتل و غارت کا بازار ایسا گرم ہے کہ مسلمانوں کا جان و مال ہر وقت خطرہ میں ہے۔ لٹتے ہیں قتل ہوتے ہیں پھر جیل خانوں میں بھی وہی جاتے ہیں، سرکاری دفاتر کے دروازے ان پر بند سرکاری اسامیاں ہندوؤں کے لئے مخصوص، کہو کیا کوئی مسلمان قوم ہے جس پر اس قسم کے مصائب آئے ہوں، اللہ تعالےٰ نے اس مصیبت کے نازل ہونے سے قریباً پچاس سال پیشتر ایک شخص کو کھڑا کر دیا۔ کہ وہ اس مصیبت کا مقابلہ

...ں نے دشمنان اسلام کے اس چیلنج کو منظور کیا ہے اور باوجود اپنی بے بضاعتی کے اور کمی تعداد کے ان لوگوں کا مقابلہ کر رہی ہے جن کی تعداد لاتعداد ہے۔ اور جن کی دولت بے انتہا ہے۔

بکوشید اے جوانان تابدین قوت شود پیدا

سیاست دان کہتے ہیں کہ اگر ہندوستان آزاد ہو جائے گا۔ تو دنیا آزاد ہو جائے گی۔ ملکی آزادی سے پہلے اخلاقی اور روحانی آزادی ضروری ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے دنیا و اسلام کی اخلاقی اور روحانی آزادی کے لئے جو ہندوستان کے ذریعہ ہونی مقدر ہے۔ مرزا غلام احمد مجدد صدی چہاردہم کو ہندوستان میں پیدا کیا۔ ہندوستان ایک میدان کارزار ہے۔ اس میدان میں تمام ادیان عالم صف آرا ہیں۔

حکمت ربی صاف عیاں ہے کہ عین اس ملک میں جس کو اس خونخوار جنگ کا میدان بننا تھا۔ اسلام کا جرنیل پیدا ہوا۔ اور ایسے وقت میں جب کہ کسی کو اس آنے والی جنگ کا وہم و گمان بھی نہ تھا پھر بتاؤ ہم اس شخص کو مامور من اللہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔

احمدیو۔ یاد رکھو تمہارے خدا نے تم کو ایک خاص کام کے لئے چن لیا ہے تم وہ ہو جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ افواج اسلام کی سپہ سالاری آج تمہارے سپرد کی گئی ہے۔ دیکھو کس قدر بلند اور عظیم الشان کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے ہماری آخری نجات اسی میں ہے۔ اور دنیا کی نجات ہمارے ہاتھ ہونی مقدر ہے۔ دنیا شیطانوں سے بھری ہوئی ہے اور حق کا حربہ تمہارے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ بڑھو۔ بڑھو کہ فتح تمہارے نام لکھی جا چکی ہے

یاجوج اور ماجوج سے کیا مراد ہے

(جناب مرزا خدابخش صاحب مصنف عسل مصفےٰ کے قلم سے)

تاریخ عالم کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ جب کوئی قوم اپنی انتہائی ترقی کر کے عروج کے اعلےٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے تو پھر بمقتضائے قانون قدرت جہت قہقری کے طریق پر گامزن ہونے پر مجبور رہتی ہے وجہ اس کی ظاہر ہے۔ جب اُس قوم کو دولت اور ثروت کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ وہ اُس کے نشہ سے ایسی مخمور اور سرشار ہو جائے کہ دنیا اور ما فیہا کی اُس کو خبر نہ رہے۔ اور تعیش اور آرام طلبی کی زندگی اختیار کر کے حق اللہ اور حق العباد سے لاپرواہ ہو جائے۔ ہم دور کیوں جائیں، ہم اپنی ہی قوم یعنی اہل اسلام کو ہی دیکھیں۔ کس بے نوائی اور کس مپرسی کی حالت میں فخر آدم سرتاج اولین و آخرین صلوٰۃ اللہ و سلامہ نے اسلام کی بنیاد رکھی، اور کس طرح یہ قوم ایسی سرعت اور تیزی کے ساتھ ترقی کر گئی۔ کہ چند سال کے اندر معراج کمال پر پہنچ گئی۔ کہ جس کی نظیر تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ تمام دنیا جہالت اور ضلالت کے عمیق چاہ میں ڈوبی ہوئی تھی حیوان اور انسان میں کوئی تمیز نہ تھی۔ آفتاب اسلام نے فاران کی چوٹی سے طلوع ہو کر مشرق و مغرب کو اپنی شعاعوں سے منور کر دیا کہ تمام ظلمات کے بادل یکسر کافور ہو گئے اور تمدن اور تہذیب کے اعلےٰ و ارفع اصول منصہ ظہور پر آگئے اور علوم و فنون کے بحر زخار چہار دانگ عالم میں بہ نکلے، صدیوں تک یہ نظارہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ مگر بفحوائے ہر کمالے را زوالے اس قوم پر زوال آیا۔ اور ایسا زوال کہ جس کی نظیر تلاش کرنا محال سا امر ہے۔ چشم زدن میں یہ سارا منظر ایک خواب و خیال ہو گیا۔

قوم کی موجودہ حالت

وہ قوم جو ہزار ہا سال تک حکمران رہ چکی ہو۔ بلکہ وہ پیدا ہی حکومت کے لئے ہوئی ہو۔ وہ اب ایسی ذلیل ترین غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی ہے۔ کہ بظاہر اُس کے چھٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ وہ قوم جو کل تہذیب و تمدن کی اُستاد کل تھی۔ وہ اب جہالت کے ایسے [illegible] میں گر گئی ہے کہ جس سے نکلنے کی بظاہر کوئی امید معلوم نہیں ہوتی وہ قوم جس نے علوم و فنون کے دریا تمام دنیا پر بہا دیئے ہوں وہ اب جہالت اور ضلالت کے ایسے تاریک و تار گڑھے میں گر گئی ہے۔ کہ [illegible] نکلنا دشوار دکھائی دیتا ہے، وہ قوم جو حیوان کو انسان اور انسان کو باخدا انسان بنانے والی ہو۔ وہ اب انسانیت کے درجہ سے ایسی گر افتادہ ہے، کہ گویا۔ وہ کبھی انسان ہی نہ تھی، وہ قوم جو اخلاق فاضلہ کی [illegible]

بھی اخلاق و تہذیب کا پرتو بھی نہیں پڑا۔ وہ قوم جو اسلام کی دعوےدار ہو۔ اُس کی ذہنیت ایسی مسخ ہو گئی ہے کہ کیسی ہی حق سے حق بات اُس کے سامنے پیش کی جائے۔ وہ ہرگز قبول کرنے پر تیار نہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی دلکش باتیں اس کو سنائی جائیں۔ وہ ان سے منہ پھیرنے پر تلی ہوئی ہے، علمیت کے مدعی تو نظر آتے ہوں گے مگر اُس کے فن سے نا آشنا اور کوسوں دور۔

یاجوج ماجوج کی تفسیر

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۔ یعنی یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے، تو وہ ہر بلندی سے ٹوٹ پڑینگے۔ اب قرآن شریف کو نازل ہوئے ہوئے قریباً ساڑھے تیرہ سو برس ہو گئے مگر آجتک ہمارے علما کو پتہ ہی نہیں چلا۔ کہ یاجوج اور ماجوج جس کا ذکر کلام اللہ میں ہے، کیا بلا ہیں۔ حالانکہ مخبر صادق علیہ السلام نے بھی بتلا دیا۔ کہ یاجوج اور ماجوج فلاں اقوام ہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل جو اہل سنت و جماعت کے آئمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام ہیں، اور ابن ماجہ جو صحاح ستہ میں سے ایک جامع الصحاح امام ہیں۔ اور ابن حبان اور حاکم جو یہ دونوں بھی احادیث کے جامع امام مانے گئے ہیں ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائینگے۔ اور وہ لوگوں پر بموجب آیہ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ خروج کرینگے اور لوگوں پر اپنا تسلط جما لینگے۔ اور مسلمان اُن سے خائف ہو کر پناہ گاہیں تلاش کرینگے۔ اور وہ اُن کے مویشیوں اور مالوں پر قبضہ کر لینگے۔ اور جہاں جائینگے۔ نہروں اور دریاؤں کا پانی پی جائینگے الغرض وہ ایسے محیر العقول کام کرینگے۔ کہ لوگ حیرت زدہ ہو جائینگے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ باوجود اس صراحت کے اس زمانہ کے علما فرماتے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج ایک نرالی مخلوق ہے ان کے قد پہاڑ کے برابر ہوں گے اور اُن کے کان ایسے لمبے ہوں گے۔ کہ ایک کان تو اُن کا بچھونے کا کام دے گا۔ اور ایک اوڑھنے کا۔ اور کہیں آخری زمانہ میں خروج کرینگے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے واجب الاحترام علما کو دنیا سے بالکل بے خبری ہے ورنہ وہ ہرگز ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے اُن کو اب تک یہ بھی معلوم نہیں، کہ اہل فرنگ نے دنیا کا چپہ چپہ ناپ لیا ہے۔ کوئی گوشہ دنیا کا نہیں۔ جہاں یہ نہ گئے ہوں، کوئی پہاڑ اور سمندر نہیں جنہوں نے اُس کو عبور نہ کیا ہو۔ کوئی ملک اور کوئی جزیرہ نہیں جنہیں انہوں نے پامال نہ کیا ہو۔ حتیٰ کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی بھی جہاں انسان کا گذر محال تھا۔ اُن کے ... بارے خالی نہیں رہا۔ اب بتلائیں کہ اتنی بڑی قد آور قوم کہاں چھپ رہی۔ جو آجتک کسی کو نظر نہ آسکی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے علمائے زمان بہت بھولے ہیں اور علم استعارات سے محض نابلد ہیں۔ وہ لفظ پرست واقع ہوئے ہیں، مغز پرست نہیں رہے۔ وہ چند محدود کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ باقی دنیا اور ما فیہا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اگر متقدمین علما کی کتابوں کو پڑھتے تو ایسے پست خیالات پر نہ جمے رہتے علمائے سلف نے یاجوج ماجوج کی پوری پوری تحقیقات کر کے اپنی کتابوں میں یہ ... ثابت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں اور وہ کہاں ہیں۔ بلکہ اگر لغت عرب کو ہی دیکھ پاتے۔ تو خود ہی فیصلہ کر لیتے کہ وہ کون اقوام ہیں جن کے یہ صفات احادیث میں مذکور ہیں۔ لہٰذا ہم مختصر طور سے دکھاتے ہیں۔ کہ یاجوج ماجوج سے کیا مراد ہے اور وہ کون ہیں۔ اور کہاں ہیں، اور وہ صفات جو احادیث میں اُن کے متعلق مذکور ہیں۔ وہ اُن میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

اول یاجوج ماجوج کا مخرج

پوشیدہ نہ رہے کہ یاجوج ماجوج کے الفاظ اج یا اجیج سے نکلے ہیں جس کے معنے جوش مارنے کے ہیں چنانچہ اقرب الموارد میں جو لغت عربی میں ایک نہایت مستند کتاب ہے لکھا ہے کہ اج النار اجیجاً تلھبت یعنی آگ بھڑکی۔ اَجَّ الماءُ اُجُوجاً۔ پانی موجزن ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یاجوج ماجوج ایسی قومیں ہیں۔ جن کا تعلق آگ اور پانی سے ہے۔ اور یہ کئی طرح پر ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ ان کی [illegible] آگ اور پانی سے ہو گی۔ دوم یہ کہ جس طرح آگ اور پانی ایک جہان کو [illegible] کر دیتے ہیں۔ [illegible]

... ہضم کر جائینگی۔ سوم یہ کہ اپنے گندے اور ناپاک عقائد کی وجہ سے دنیا کے لوگوں کو نار جہنم میں دھکیلینگی یا بحر امواج معاصی اور معاصی میں مبتلا کرینگی۔ سو یہ سب باتیں اقوام یورپ پر صادق آتی ہیں جس قدر آگ اور پانی سے یہ قوم کام لے رہی ہے آجتک کسی قوم نے ایسا کام نہیں لیا۔ اور ایسی ہی جیسی تباہی حریف کے ممالک کی ان اقوام نے کی ہے۔ اُس کی نظیر بھی نہیں ملتی۔ اور عقائد کا یہ حال ہے۔ کہ ایک عاجز انسان کو خدا یا خدا کا بیٹا تصور کر کے تمام دنیا کے عقائد کو تباہ کر رہی ہے جس عقائد پر عمل پیرا ہو کر وہ نار جہنم کے وارث ہو بیٹھے ہیں۔ الغرض یہ سب صفات اقوام یورپ میں پائی جاتی ہیں ...

دوم۔ آیا یاجوج ماجوج اولاد آدم ہیں یا کچھ اور

واضح ہو کہ یاجوج ماجوج ہماری طرح انسان ہیں اور منجملہ اولاد آدم ہی ہیں جس کی تصدیق حدیث ذیل سے ہوتی ہے۔ عبد بن حمید تفسیر میں اور ابن منذر اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی (جو مشہور محدثین ہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یاجوج ماجوج آدم کی اولاد میں ہیں (دیکھو کنز العمال جلد ...)

علاوہ حدیث کے یاقوت حموی اپنی مشہور عالم کتاب معجم البلدان صفحہ ۸۳ میں کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح (علیہ السلام) کی اولاد میں اور وہ دو قبیلے ہیں۔ اور اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۵ پر لکھا ہے۔ کہ یاجوج ماجوج ترکوں میں سے دو بڑے گروہ ہیں۔ ان تمام تحقیقات سے ثابت ہو گیا۔ کہ یاجوج ماجوج دو گروہ یا دو قبیلے ہیں جو ہماری طرح آدم کی اولاد اور حضرت نوح کے بیٹے یافث کے فرزند ہیں اور ترک اقوام سے ہیں۔ اور انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج دو زبردست قومیں تھیں۔ جن کو ذوالقرنین نے مغلوب کر کے کوہ قاف کے اُس پار جلا وطن کر دیا تھا۔ اور وہ اب تک وہاں ہیں۔ اور آخر وہ خروج کرینگی۔ اور دنیا کو تباہ کر دینگی۔ چنانچہ قرآن بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔

سوم یاجوج ماجوج کا اصلی مسکن

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یاجوج ماجوج کی قومیں کہاں رہتی تھیں سو واضح ہو کہ اقوام یاجوج ماجوج چین کے شمال میں جس کو منگولیا اور منچوریا کہتے ہیں آباد تھیں۔ اور یہ قومیں لوٹ کھسوٹ پر گذر اوقات کرتی تھیں۔ چنانچہ اہل چین نے ان سے تنگ آ کر ایک دیوار ... میل لمبی اور اتنی چوڑی کہ جس پر ۶ سوار پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے۔ بنائی تھی۔ اور مغرب کی طرف سے ذوالقرنین نے جو ایران اور میدیا کا بادشاہ تھا اپنی رعایا کی درخواست پر کوہ یورال کے ایک درہ پر جو ۳۰ میل طول رکھتا تھا۔ ایک مضبوط دیوار بنائی تھی (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے) چنانچہ ابو ریحان بیرونی کتاب آثار الباقیہ میں لکھتے ہیں جو قرآن کریم میں سد یاجوج یا ماجوج کا قصہ درج ہے اُس کے محل اور موقعہ کا پتہ نہیں چلتا مگر ان کتب تاریخ و جغرافیہ سے پتہ چلتا ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کی ایک قسم ہو جو اقلیم ہفتم و ششم کے مشرق میں بستے تھے اور صاحب تلخیص التواریخ لکھتے ہیں۔ کہ یاجوج ماجوج ابتداً شمال بخارا و شرق بحر اخضر میں جہاں ماسکو ... ہے۔ بستے تھے۔ جہاں خلیج دبارہ و نا پورہ و نہر خوسان تھی۔ جہاں ... شہر اب تک موجود ہیں۔ اُن کی اولاد مشرق میں ماچین تک ... میں تا جنوب و شمال جرمنی۔ و شمال میں فرانس و ناروے تک پھیل کر ۱۹۰ ... قبیلے ہو گئے۔ اور یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ افریدون نے اپنے منجھلے بیٹے تور کو ترکستان اور چین اور ارض یاجوج ماجوج اور اُس کے مضافات کے ممالک عطا کئے۔ اور ترکوں نے ان بلاد کا نام اپنے بادشاہ کے نام پر توران جس کو ترکستان بھی کہتے ہیں رکھ لیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترکستان کے شمالی حصہ کا نام منگولیا تھا جو یاجوج ماجوج کا مسکن تھا۔ اس تمام بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یاجوج ماجوج منگولیا اور منچوریا کے اصل باشندے تھے۔ جو ... گرد و نواح میں چڑھ جاتے اور اُن ممالک کو ہمیشہ تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ اس لئے جنوب کی طرف سے شاہ چین اور مغرب کی طرف سے ذوالقرنین نے اُن کی روک تھام کے لئے دیواریں بڑے صرف سے بنا دی تھیں۔ اور جب ان اقوام کو چین اور ایران وغیرہ کی طرف جانے کا رستہ نہ رہا۔ تو وہ کوہ یورال کو عبور کر کے یورپ میں پھیل گئیں۔ اور مختلف ممالک پر اپنا تسلط جما کر بیٹھ گئیں۔ اور یہی دو قومیں ہیں۔ جو اب تمام یورپ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جنہوں نے امریکہ افریقہ، ایشیا، اور آسٹریلیا [illegible]

کہ مطالبہ کیا جائے کہ اس ملک کی زمام حکومت ہمارے ہاتھ میں آئے اور اس وقت مطالبہ حصول کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ اس کی پشت پر ایک متفقہ اور متحدہ قومیت ہوگی۔

مسیح موعود کا اصل منشا

میں نہیں جانتا ہیں یہ واضح کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں کہ وفاداری حکومت سے مسیح موعود کا کیا منشا تھا۔ اور یہ کہ وہ وفاداری آزادی قومی کے منافی نہ تھی۔ اس کا منشا صرف اس قدر تھا کہ ہماری غلامی کی وجہ ہماری اپنی اندرونی کمزوری ہے۔ ہمیں اس کمزوری کا علاج کرنا چاہیئے۔ لیکن جب تک ہم کمزور ہیں۔ اور ہمیں اس حکومت کے ماتحت رہنا ہے اس وقت تک ہمارا اس حکومت کے ساتھ ایک قسم کا عہد ہے۔ کہ ہم امن و امان سے رہیں گے۔ اور بغاوت اور خفیہ سازشوں کے راستوں سے اجتناب کریں گے۔ کیونکہ یہ بدعہدی ہوگی۔ اور بدعہدی مسلمان کی شان سے بعید ہونی چاہیئے۔ لیکن جس وقت ہمارا قومی شیرازہ مضبوط ہو اور ہم میں قومی کیرکٹر پیدا ہو اس وقت ہمیں حق ہوگا کہ گورنمنٹ کو برملا کہہ دیں کہ اب ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم اس ملک کی حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ مسیح موعود کی تعلیم وفاداری سے یہ سمجھنا کہ ہمیشہ کے لئے مسلمانان ہند برطانوی غلام رہیں مسیح موعود کے منشاء کے صریح خلاف ہے۔

اخبار احمدیہ

ضروری اطلاع حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ ایک پرائیویٹ مقدمہ کی شہادت کے لئے ۱۰ راگست کو شام کی گاڑی سے لاہور تشریف فرما ہوں گے۔ دو روز قیام کرکے واپس تشریف لے جائیں گے۔ جن احباب کا ارادہ آپ سے ملاقات کرنے کا ہو وہ ان ایام میں تشریف لا سکتے ہیں۔

چندہ مولوی محمد عبداللہ صاحب احسان پوری گزشتہ چند ماہ سے انجمن کا آنریری کام کرتے ہیں۔ اور اکثر مقامات پر دورہ کرکے معقول رقم چندہ کی جمع کی۔ اب بدوملی سکول میں تعینات ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی صحت و عمر میں برکت دے اور ہمارے دوسرے نوجوانوں کو بھی ان کے نیک نمونہ کی پیروی کی توفیق دے۔ مختلف مقامات کے جن احباب نے مولوی صاحب کو مدد دی ہے انجمن ان کی بہت مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر برکات نازل فرمائے۔

تبلیغ مولوی عصمت اللہ صاحب صوبہ بنگال و یوپی کے دورہ سے واپس آکر ۱۵ ر جولائی کو انجمن اسلامیہ پسرور کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ پسرور۔ لیویرے۔ چونڈہ۔ سیالکوٹ میں ان کے کامیاب لکچر ہوئے۔

سیالکوٹ کے نوجوانوں نے خصوصاً سید ناصر محمود صاحب اور ان کے احباب نے جلسہ کو کامیاب بنانے میں انتہائی کوشش کی۔ پہلے دن ۲ ½ ہزار کا مجمع ہوگیا اور دوسرے دن مجلس خلافت کی تحریک پر اس سے بھی بڑھ کر مجمع ہوا۔ یہاں کے کئی نوجوانوں نے جماعت کے ساتھ شامل ہوکر خدمت اسلام کا اقرار کیا۔

خوش آمدید یہ خبر تمام احمدی جماعت میں نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے صاحبزادے جناب ممتاز احمد فاروقی امریکہ سے الکٹرک انجنیر کی ڈگری حاصل کرکے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

دعائے مغفرت بعض روحیں پیچھے آتی ہیں اور ترقی کی دوڑ میں آگے نکل جاتی ہیں۔ مستری عبداللہ ساکن جادہ ایک خوش شکل اور خوش وضع نوجوان تھا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا تھا۔ مگر ذوق و شوق میں بڑوں سے سبقت لے گیا۔ جادہ مسجد احمدیہ دشاہان سے دو میل سے بھی اوپر ہے۔ مگر اس نے جب تک اس کی صحت درست رہی کبھی درس قرآن ناغہ نہیں کیا جاڑے کی سرد اور تاریک راتوں میں گیارہ گیارہ بجے رات کو بھی درس اور نماز سے فارغ ہوکر واپس گیا۔ جاڑے کی تیز سردیوں نے رسات کا ماربش [illegible]

قدم ہمت کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ جب کبھی میں مسجد میں سویرے سویرے داخل ہوا اسے مسجد میں موجود پایا۔ کبھی اسے تنہائی میں مسجد کا پانی بھرتے دیکھا۔ مالی خدمات میں بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر خدمت کرتے دیکھا۔ مرض الموت میں بھی جب اس پر بہت تنگی تھی معقول رقموں سے سلسلہ کی مدد کی۔ چلتے چلتے ایک معقول رقم یورپ امریکہ اور آسٹریلیا میں اشاعت قرآن کے لئے دے گیا۔ بیماری میں وہ نہایت اطمینان سے موت کا منتظر تھا۔ آخرکار ۲۴ ر جولائی ۱۹۲۷ء کو اپنے رب سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۞

امید ہے احباب دردِ دل سے اس جوانا مرگ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ اور نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اور بارگاہ ایزدی میں اس کی بوڑھی ماں کے لئے صبر اور اجر کی دعا کریں گے۔

جہلم میں اس سے قبل ہمیں ایک اور ہونہار نوجوان عبدالرحیم کی موت کا صدمہ پہنچ چکا ہے۔ جو مستری الہ دین صاحب قادیانی جماعت جہلم کے پریزیڈنٹ کا صاحبزادہ تھا۔ مرحوم کی قابلیت اور معقولیت کو دیکھ دیکھ کر رشک آتا تھا۔ پہلے قادیانی فریق میں تھا۔ آخر معقولیت نے وہاں ٹکنے نہ دیا۔ اور لاہوری جماعت میں شامل کیا۔ علالت کا زمانہ نہایت صبر سے کاٹا۔ بیماری میں بھی دماغ کی صفائی قابل تعریف تھی۔ کبھی کسی باطل کے حملے نے اسے ہراساں نہیں کیا۔ اور حق اور راستی پر آخر دم تک نہایت استقامت کے ساتھ قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کے ہمیں نعم البدل عطا کرے جو دین کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائیں۔ آمین والسلام۔ خاکسار (بشارت احمد)

درخواست دعا اخویم چودھری محمد حسین خاں صاحب العزیز پلوارہ عرصہ دو ماہ سے علیل ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

اخویم مرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ کچھ عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں دعا کیجئے خدا تعالیٰ صحت بخشے۔

تصحیح

۱۷ ر جولائی کے پرچہ میں صفحہ ۲ پر حضرت امیر کا جو مضمون شایع ہوا ہے اس میں زیر عنوان ”دوسری درخواست“ تیسری سطر کو یوں پڑھا جائے:۔

”یعنی غیر جماعت احباب کو اشاعت اسلام میں حصہ لینے کی تحریک کرنا“

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ — ۴ صفر ۱۳۴۶ھ — نمبر ۳۱

حضرت مرزا صاحب کے وجود سے اسلام کو نفع پہنچا یا نقصان

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ

(حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن شریف میں ہر ایک مضمون کو طرح طرح کے پیرایوں میں بیان کیا ہے اور اسے عام فہم کرنے کے لئے ایسے موٹے اور سادہ اصول بتا دیئے ہیں جن سے اگر کام لیا جائے تو انسان بہت جلد ایک صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ انہی اصول میں سے ایک وہ ہے جو آیت مندرجہ عنوان میں بیان فرمایا ہے۔ جہاں جھاگ کا جو پانی کے اوپر اٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اور پھر خود پانی کا ذکر کر کے فرمایا کذالک یضرب اللہ الحق والباطل یعنی یہ حق اور باطل کی ایک مثال ہے۔ اور پھر اس کو یوں واضح فرمایا فاما الزبد فیذھب جفاء جھاگ رائگاں جاتا ہے۔ یعنی اس سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ گویا اس طرح باطل ہے۔ کہ گو وہ جھاگ کی طرح اوپر اٹھا ہوا ہو۔ گو ایک وقت وہ حق پر غالب نظر آتا ہو جس طرح جھاگ پانی کے اوپر اٹھتا ہے۔ لیکن اس سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور حق کی مثال پانی سے ہے کہ وہ زمین میں سرایت کر کے سبزیاں نکالتا اور طرح طرح کے فوائد کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ زمین میں ٹھہرتی ہے۔ گویا حق کی یہ علامت ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ اور چونکہ نفع پہنچاتا ہے اسی لئے زمین میں قائم بھی رہتا ہے اور کوئی مخالفت کی طاقت اسے دنیا سے نابود نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جو چیز نافع ہو اسے خدا کی حکمت ضائع نہیں ہونے دیتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بھی ثبوت ہے۔ کہ وہ نافع چیز کو دنیا میں قائم رکھتا ہے۔ اگر یہ کارخانہ قدرت خود بخود ہوتا۔ اور کسی ہستی بالا کے قبضہ اقتدار میں نہ ہوتا تو نافع چیز کا قائم رہنا ضروری نہ تھا۔ اور یہ خدا کا قانون اس وقت بطور پیشگوئی بیان کیا گیا جب اسلام کے دشمن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کو مٹا ہی چکے ہیں۔ اسلام کے دشمن اگر کبھی غور کرتے تو اسلام کی صداقت کا یہ ایک بین نشان تھا جسے موٹی سے موٹی نظر بھی دیکھ سکتی تھی۔ کیا اسلام کے وجود سے دنیا کو نفع پہنچا یا نقصان؟ اس کا فیصلہ آسان ہے۔ اگر اسلام دنیا میں نہ آیا ہوتا۔ اور اخلاقی تنزل کی وہ حالت قائم رہتی جو اسلام کے آنے سے پیشتر تھی تو ظاہر ہے کہ انسان تمدن سے بالکل وحشی ہو چکے ہوتے۔ کیا اس سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے؟ خواہ وہ کیسا ہی دشمن اسلام ہو کہ اسلام نے ملک عرب کے اندر سے شرک، بت پرستی، توہم پرستی، جہالت، فساد، نا اتفاقی، فسق و فجور، زنا، شراب خوری، جوئے اور سینکڑوں بدیوں کو دور کر کے ان کی جگہ توحید، روشنی، علم، اتفاق، نیکی اور پاکیزگی کو پھیلایا؟ یہ اسلام کا پہلا ظاہر اور کھلا نفع ہے۔ جس سے سخت سے سخت معاند کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اتنا عظیم الشان فائدہ ہے کہ دوسرے کسی انسان سے اتنا عظیم نفع نسل انسان کو نہیں پہنچا۔ مگر اسی پر بس نہیں، بلکہ اسلام سے اس نفع کا تمام دنیا کی قوموں کو پہنچنا ایک ثابت شدہ امر ہے اسلام کے آنے سے پیشتر کل دنیا کی اخلاقی حالت گر چکی تھی۔ اور اسلامی اخلاق، اسلامی توحید، اسلامی تہذیب اور روشنی نے ان تمام قوموں پر اثر ڈالا جن کے ساتھ اس کا کسی قسم کا تعلق ہوا۔ اگر اسلام نے درمیانی زمانوں میں علم کی شمع کو روشن کر کے یورپ تک یہ روشنی نہ پہنچائی ہوتی تو آج خود یورپ اور اس کے ساتھ ساری دنیا اندھیرے میں ہوتی۔ یہ کوئی چھوٹا سا احسان اسلام کا دنیا پر نہیں۔ پھر ایران پر، ہندوستان پر، چین پر ہر جگہ اسلام کا یہ پاکیزہ اثر صاف نظر آتا ہے ورنہ یہ تمام ممالک حد درجہ کی اخلاقی ذلت کو پہنچ چکے تھے۔

حق کی علامت نافع الناس ہونا ہے

علاوہ اس کے کہ قرآن شریف نے حق کی علامت نافع الناس ہونا قرار دی ہے۔ فطرت انسانی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس کا بھی یہ تقاضا ہے۔ کہ جہاں سے ہمیں فائدہ پہنچے اس سے ہم محبت کرتے ہیں۔ اور جس سے نقصان پہنچے۔ اس کے متعلق ہمارے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا بار بار اسی لئے ذکر کرتا ہے کہ اس سے ہمیں محبت پیدا ہو۔ نیکی کے دنیوی اور اخروی فوائد کا بدی کے بد نتائج اور اس سے مضرت کے پیدا ہونے کا طرح طرح کے پیرایوں میں اسی لئے بیان فرماتا ہے کہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت ہو۔ پس وہ شخص اپنے آپ سے دشمنی کرتا ہے جو اپنے فائدے اور نقصان کو دیکھے بغیر ایک چیز سے محبت یا نفرت رکھتا ہے۔ وہ گویا صحیح فطرت کے بھی خلاف چلتا ہے۔ پس اس بات کے معلوم کرنے کے لئے کہ ہمیں ایک شخص سے محبت رکھنی چاہیے یا نفرت۔ ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہیے کہ اس کا نفع اور زیادہ ترقی کرے یا اس کی مخالفت کرنی چاہیے کہ اس کے مضرات سے اپنے آپ کو یا دوسرے لوگوں کو بچائیں۔ ایک ہی بات فیصلہ کن ہے یعنی اس کی ذات سے ہمیں نفع پہنچا ہے اور پہنچنے کی امید ہے یا نقصان۔ اور اگر نفع اور نقصان دونوں ہی نظر آتے ہوں تو غالب پہلو نفع کا ہے یا نقصان کا۔

حضرت مرزا صاحب کی پرکھ

آؤ! اس اصول پر ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو پرکھیں۔ بہت لوگ ہیں جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ وہ کبھی اتنا غور کرنے کی تکلیف نہیں اٹھاتے کہ حضرت مرزا صاحب کے وجود سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچا ہے یا نقصان خوب یاد رکھو کہ نفع یا نقصان کا سوال واقعات کا سوال ہے عقائد اور مسائل کا سوال نہیں۔ اور میں اس وقت اس بات پر بحث کرنا نہیں چاہتا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کیا ہیں۔ اور آیا وہ عقائد اہل سنت والجماعت کے کسی طرح خلاف ہیں یا نہیں۔ یہ بحث وہاں کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے جہاں کچھ اشتباہ ہو۔ جو شخص ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ اپنے قلم سے لکھ چکا ہے کہ میرے عقائد وہی ہیں جو اہل سنت کے عقائد ہیں وہاں عقائد کے سوال میں جانے کی ضرورت بھی نہیں پس میری بحث صرف واقعات سے ہے اور سوال موٹا ہے۔ کیا مرزا صاحب کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچا ہے یا نقصان!

تفرقہ کے الزام کی تردید

نقصان کے پہلو کیا ہیں؟ سب سے بڑا نقصان جو بیان کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ایک نیا فرقہ پیدا کر کے اسلام کی قوت اتحاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی کہہ دیتے ہیں مگر وہ واقعات پر غور کرنے کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ چونکہ بدقسمتی سے ایک غلط خیال حضرت مرزا صاحب کی طرف سے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے اس لئے اسے کبھی ایک رنگ دے دیا جاتا ہے کبھی دوسرا۔ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ مرزا صاحب سے پیشتر اتحاد اسلام موجود تھا۔ نہیں بلکہ اسلام کی قوت خطرناک طور پر منتشر اور پراگندہ تھی اور تمام مسلمان ادنے ادنے باتوں پر ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی ساری قوت آپس کے نہایت ہی چھوٹے چھوٹے اور ذلیل جھگڑوں پر صرف ہو رہی تھی۔ اونچی اور نیچی آواز سے آمین کہنے کے جھگڑے ہائیکورٹوں میں جاتے تھے۔ ایک دوسرے کو کافر کہنے کا شغل تھا اتحاد اسلام کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر اگر نقصان پہنچنے کا نام لیا جائے

لیکن ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ یوں نہ سہی یوں سہی کہ مرزا صاحب کے آنے سے اسلام کے موجودہ تفرقہ میں بجائے کمی کے اضافہ ہو گیا۔ فی الواقع اگر حضرت مرزا صاحب اپنی جماعت کو اسی میں لگا دیتے جس میں اور لوگ ادنیٰ اور نئے مسائل کے جھگڑے میں پہلے مسلمان لگے ہوئے تھے تو یہ نیا فرقہ یا نئی جماعت بلاشبہ مسلمانوں کے تفرقہ میں اضافہ کا موجب ہوتی۔ لیکن باوجود اس کے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر ایک سخت طوفان اٹھا اور تکفیر کے نہایت خطرناک فتوے تیار ہوئے اور بعض اندرونی جھگڑے خاصہ وقت بھی لے گئے۔ جسے خود حضرت مرزا صاحب ناپسند ہی نہ کرتے تھے بلکہ اس پر افسوس بھی کرتے تھے کہ علمائے خواہ مخواہ میرے رستے میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ وہ خاموش رہ کر کچھ عرصہ کے لئے میرے کام کو دیکھیں اگر اسے اسلام کے لئے مفید پائیں تو میرے ساتھ ہو جائیں اور اگر نقصان دہ پائیں تو جس قدر چاہیں میری مخالفت کریں۔ مگر کسی نے اس بات کو بھی نہ سنا پس ایک حکیم کی طرح حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی توجہ کا غالب پہلو بیرونی دشمنان اسلام کی طرف کر دیا۔ اور عیسائیت اور آریہ سماج پر نہ صرف خود بڑا قیمتی لٹریچر پیدا کیا جس سے آپ کے اندرونی دشمن تک بھی فائدہ اٹھاتے رہے۔ بلکہ یہی خوبی اپنی جماعت میں بھی پیدا کر دی اور انہیں عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف مضبوط حربے دے کر اس میدان کا پہلوان بنا دیا۔ حضرت مرزا صاحب کے تقریباً ساتھ ساتھ اہل قرآن کی تحریک بھی پیدا ہوئی مگر چونکہ اس تحریک کی بنا یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ کا پردہ تھی اس لئے اس کی تمام تر قوت انہی اندرونی جھگڑوں اور فروعی مسائل پر ہی خرچ ہوئی۔ جن میں مسلمان پہلے مبتلا تھے اس لئے اگر اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس نے مسلمانوں کے سابقہ تشتت اور تفرقہ میں اضافہ کیا تو یہ بات درست ہے۔ لیکن ایک ایسی تحریک جو باوجود اس کے کہ علمائے اسلام نے سب سے بڑھ کر اسے اپنے حملہ کا نشانہ بنایا اور اسے بیخ و بنیاد سے اکھیڑنے کے لئے پورا زور صرف کیا۔ بجائے اندرونی جھگڑوں میں مبتلا ہو جانے کے اسلام کو قوت پہنچاتی اور اس کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوتی ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے موجودہ تفرقہ میں اضافہ کیا۔ واقعات کی طرف سے آنکھیں بند کرنا ہے جس دن تمام اسلامی فرقے اس حد تک اعدائے اسلام کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے روپیہ اور وقت کو اسی طرح اسلام کی حفاظت و اشاعت میں لگا دیں گے جس طرح احمدی جماعت نے لگایا ہے۔ اس دن اسلام کا تفرقہ خود بخود دور ہو جائے گا صرف یہی نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب نے اس اصول کو زندہ کر کے کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر اور ایک وجہ اسلام ہو اسے کافر نہیں بلکہ مسلمان کہو۔ اسلام کے اتحاد کی وہ عظیم الشان بنیاد گویا از سرنو رکھ دی ہے۔ جس سے مسلمانوں کی قوت دوبارہ وجود کر سکتی ہے

فروعی مباحث کی اہمیت

شاید کہا جائے گا کہ بہت سے فروعی مباحث حضرت مرزا صاحب کے وجود سے بھی پیدا ہوئے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب نے صرف انہی فروعی مباحث کی طرف توجہ کی ہے جو فی الواقع اپنی موجودہ صورت میں اسلام کے نقصان کا موجب اور اعدائے اسلام کی قوت کا موجب ہو رہے تھے۔ مثلاً آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق بحث کو بہت لمبا کیا ہے۔ تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی خدائی کا انکار کرتے کرتے خود مسلمانوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں شریک بنا رکھا تھا اور یہی بات [illegible] سے لے کر عیسائیوں نے عیسائیت اور اسلام کی جنگ میں اسلام کے خلاف خطرناک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کی زندگی کے عقیدے کو جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے کہ وہ جسمی آسمان پر اسی جسد عنصری کے ساتھ بغیر کھانے پینے کی احتیاج کے موجود ہیں اور ان کے جسم میں بھی کوئی تغیر نہیں آیا۔ عیسائیوں نے لے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔ کہ تمہارے اپنے عقیدہ کے مطابق تمہارے پیغمبر زمین میں مدفون ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں۔ گویا سب رسولوں سے نرالے ہیں۔ پھر کہو سب رسولوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قانون بیان فرمایا وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام۔ ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ مگر حضرت عیسیٰ اس جسد عنصری کے باوجود کھانے پینے کے محتاج نہیں۔ سو وہ تمام رسولوں سے علیحدہ کوئی ہستی

ہیا۔ اسی طرح یہ بھی کہا کہ جس طرح خدا الآن کما کان کا مصداق ہے۔ حضرت عیسےٰ بھی الآن کما کان کے مصداق ہیں۔ کیونکہ ان کے جسم میں کوئی تغیر دو ہزار سال سے نہیں آیا۔ تو ان ہتھیاروں کو توڑنے کے لئے مرزا صاحب کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے ایک ایسے عقیدے کو نکالیں جو اعدائے اسلام کے لئے قوت اور خود مسلمانوں کے لئے کمزوری کا موجب ہو رہا ہے۔ ایسا ہی یہ خیال کہ امام مہدی تلوار سے لوگوں کو مسلمان بنائیں گے۔ اعدائے اسلام کے لئے قوت کا موجب ثابت ہو رہا تھا۔ کیونکہ یوں ان کا یہ اعتراض اسلام پر پختہ ہوتا تھا کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلا ہے۔ تو اس امر کو بھی حفاظت اسلام کے لئے اور اعدائے اسلام کی قوت کو توڑنے کے حضرت مرزا صاحب نے زور سے بیان کیا۔ اور ان دو دعووں سے کہ وہ مسیح اور مہدی جس کے آنے کی احادیث میں پیشگوئی ہے۔ میں ہی ہوں۔ ہمیشہ کے لئے اسلام کے رستے سے ان دو خطرناک رکاوٹوں کو دور کر کے اس کی اشاعت کا رستہ کھول دیا۔ کوئی شخص نہیں دکھا سکتا کہ آپ ایک لمحہ کے لئے بھی ان چھوٹے چھوٹے مباحث میں پڑے ہوں جن میں اس وقت مسلمان علما عام طور پر سر سے پیر تک غرق تھے۔ بلکہ ان تمام فروعی اختلافات میں اپنی جماعت کے لئے یہ وسیع مسلک قایم کیا کہ باوجود ان میں اختلاف کے تم سب ایک متحد جماعت بن سکتے ہو۔ پس ان کی طرف توجہ بھی نہ کرو۔ یہی راز تھا جس نے آپ کو اس قدر کامیابی کے مقام پر پہنچایا۔ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو ایک نہایت تنگ شغل سے نکال کر اعلےٰ درجہ کے کام پر لگا دیا۔

دعاوی مسیحیت و مہدویت کے فوائد

اگر کچھ بھی غور و فکر سے کام لیا جاتا تو یہی امور جن میں تحریک احمدیت کو نقصان رساں خیال کیا جاتا ہے۔ صاف معلوم ہو جاتا کہ وہ حقیقتاً اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم الشان نفع کا موجب ہوئے ہیں۔ مسیح موعود اور مہدی ہونے کے دعوؤں کے متعلق یہ سوال کہ ان سے بیکار مباحث کا دروازہ کھل گیا ہے عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ اسلام کو ان دو باتوں نے یعنی حضرت عیسےٰ کی زندگی کے خیال نے ایک طرف مقابلہ مسیحیت کی زبردست کوششوں کے اور اسلام کے تلوار سے پھیلنے کے خیال نے دوسری طرف اس قدر نقصان پہنچا رکھا تھا۔ کہ جن کا ازالہ اور کسی صورت میں ہو ہی نہ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو مسیح اور مہدی کا نام دے کر بتا دیتا کہ اسلام نہ کسی بنی اسرائیلی نبی کے آسمان سے اترنے کا محتاج ہے اور نہ کسی مہدی کی تلوار کا محتاج ہے۔ بلکہ وہ اپنے پاک اصولوں کی وجہ سے اپنی روحانی طاقت سے، اپنی روحانی قوت سے، اپنی اندرونی کشش سے دنیا میں غالب ہوگا۔ اور یہ وہ عظیم الشان کام تھا جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے چودھویں صدی کے مجدد کو کھڑا کیا۔ تاکہ وہ غلبہ اسلام کے رستے کو صاف کر دے۔ جن دعووں پر مسلمان واقعات کی طرف سے آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ وہی اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی منفعت کا اور اعدائے اسلام کی قوت کو توڑنے کا اور اسلام کو نقصان سے بچانے کا موجب ہیں۔ معلوم نہیں ہماری قوم کی آنکھیں کب کھلیں گی کہ وہ اپنے فائدہ کی بات پر نا راض ہونے کے بجائے سوزش ہوں اور اس شخص کی آواز پر لبیک کہیں جس نے کافر و دجال کہلانا پسند کیا۔ مگر یہ پسند نہ کیا کہ اسلام کی اشاعت کے رستے میں کوئی روک باقی رہ جائے۔ وہ اس وقت بھی اشاعت اسلام کا دنیا میں اکیلا پہلوان مانا جاتا تھا جب اس نے یہ دعوی کئے مسلمانوں کے دلوں میں ان دعووں سے پیشتر اس کے لئے وہ عزت کا مقام تھا جس کی دنیا کے اکثر لوگوں کو تڑپ ہوتی ہے مگر اس نے اسلام کی منفعت کے لئے مسلمانوں کی انجام کار رہبری کے لئے اس دنیوی عزت کے مقام پر بھی لات ماری۔ اس کو یہ پروا نہ تھی کہ اس کو اچھا کہا جائے۔ بلکہ اس کے دل میں ایک ہی تڑپ اور ایک ہی زبردست جذبہ تھا کہ اسلام کو اچھا کہا جائے۔ اور اسلام اور محمد رسول اللہ دنیا کے محبوب ہوں۔ اس نے محمد رسول اللہ کے عشق میں دجال کہلانا پسند کیا ہے

بعد از خدا بہ عشق محمد مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

تحریک احمدیت کا منفعت بخش پہلو

اس فائدہ کو بھی دیکھو جو حضرت مرزا صاحب کے وجود سے اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا۔ کیا اس بات سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب نہ ہوئے ہوتے تو آج وہ اسلامی لٹریچر دنیا میں نہ ہوتا۔ جسے تحریک احمدیت نے پیدا کیا۔ نہ مسلمانوں کا انگریزی میں کوئی ترجمہ قرآن ہوتا نہ ان کے کوئی خالص مذہبی رسالے انگریزی اور جرمن میں ہوتے۔ نہ وہ اسلامی تعلیم کے پاکیزہ اصول آنکھوں کے سامنے آکر دشمنوں کا منہ بند کرتے جنھیں آج تحریک احمدیت نے زندہ کیا ہے نہ عیسائیت کے خلاف ان کے ہاتھ میں وہ کاری حربے ہوتے جو ووکنگ برلن اور لاہور سے نکل رہے ہیں۔ نہ ان کے انگلستان جرمنی اور امریکہ میں کوئی مشن ہوتے۔ نہ ان ممالک میں سینکڑوں کی تعداد میں پرستاران صلیب حلقہ بگوشان رسول عربی صلعم ہو گئے ہوتے۔ نہ ان کفرستانوں میں اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتیں نہ یورپ کے مین مرکز میں عظیم الشان مسجد برلن کا وجود ہوتا۔ نہ ہندوستان میں آریہ سماج کے مقابلہ میں کوئی لٹریچر ہوتا۔ نہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے احمدی مناظرین ہوتے۔ جو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگاتے۔ اور مسلمانوں کی قوت کا موجب ہوتے ہیں۔ اب ہر شخص خود ہی غور کر لے کہ آیا وہ ان چیزوں کے عدم وجود کو ان کے وجود پر ترجیح دیتا ہے؟ آیا یہ باتیں نہ ہوتیں تو اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ تھا یا ان کے ہونے میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہے؟ میں ایک دشمن احمدیت سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آیا احمدیت کے متعلق اس کے حاسدانہ خیالات کا تقاضا کیا ہے کیا وہ حضرت مرزا صاحب یا احمدیت کا نام آنے پر دل میں نہیں کڑھتا کیا یہ صحیح نہیں کہ وہ آریہ سماج اور عیسائیت کے مقابلہ میں خاموش رہنا گوارا کر سکتا ہے۔ مگر احمدیت کو جب تک مٹا نہ لے اس کے دل کا غضب کم نہیں ہوتا۔ کیا وہ اپنی ساری قوت اعدائے اسلام سے ہٹا کر احمدیت کی بربادی پر صرف کرنے کے لئے تیار نہیں؟ مگر میں اس سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ یہ کیوں ہے؟ کیا یہ جذبہ نفرت واقعات پر مبنی ہے؟ کیا اگر تحریک احمدیت پیدا نہ ہوئی ہوتی تو آج اسلام اور مسلمان بہتر حالت میں ہوتے؟ یا کیا تحریک احمدیت کے پیدا ہونے سے واقعی اسلام اور مسلمانوں کا کچھ بنا ہے یا کچھ بگڑا ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس چیز میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع ہے۔ جس تحریک نے مسلمانوں میں ایک منظم اشاعت اسلام کے لئے مالی اور جانی قربانیاں کرنے والی جماعت پیدا کر دی ہے جس تحریک نے اسلام کے شجر کی حفاظت اور اس کے نشو و نما میں پوری کوشش کی ہے اس سے نفرت کی جاتی ہے۔ اور اس کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے مگر خوب یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ **اما ما ينفع الناس فيمكث في الارض**۔ جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے وہ برباد نہیں ہوتی۔ تحریک احمدیت نافع الناس ہے۔ اور اس لئے مٹ بھی نہیں سکتی۔ خدا کے قانون کے خلاف زور نہ لگاؤ۔ بلکہ واقعات کو سامنے رکھ کر اور ان پر غور کر کے نفرت کے سیاہ جذبہ کو دل سے نکال کر اس کی جگہ اس تحریک سے جو خادم اسلام اور نافع الناس ہے۔ محبت پیدا کرو۔ تمہاری نفرت اس وقت مرزا صاحب سے نفرت نہیں۔ وہ تو فوت ہو چکے۔ یہ خدمت اسلام کے اس کام سے نفرت ہے جس کو آج دنیا دیکھ رہی ہے۔ اور اگر تم اس سے محبت کرو گے تو وہ محبت بھی خدمت اسلام سے ہوگی۔

حفاظت و اشاعت اسلام کا احیاء

میں کہتا ہوں کہ اگر واقعات پر غور کیا جائے تو اشاعت اسلام کا جذبہ قوم میں احمدیت ہی نے پیدا کیا ہے۔ مسلمان الا ما شاء اللہ اس بات سے بالکل بے خبر اپنے جھگڑوں میں مبتلا تھے۔ بحیثیت جماعت ان میں کوئی انتظام اشاعت اسلام کا نہ تھا۔ حفاظت و اشاعت اسلام کے کام کو احمدیت نے زندہ کیا۔ رسول اللہ صلعم پر اگر یورپ میں حملے ہوتے دیکھے تو وہاں بھی اسلام کا جھنڈا جا گاڑا۔ ہندوستان میں بھی پادریوں کا جواب جو اسلام کے خلاف بدزبانی میں آریوں کے استاد ہیں۔ ایسا دیا کہ انہوں نے اپنا رویہ بدل دیا۔ آریہ سماجیوں کا جواب بھی دے رہے ہیں۔ غرض اشاعت اسلام کی طرف جس سے مسلمانوں کی زندگی اور ان کی ترقی وابستہ ہے۔ جس میں مسلمانوں کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے۔ مسلمانوں کو اگر کسی قوم نے متوجہ کیا تو وہ [illegible] سے

دلوں میں بالکل خوابیدہ ہو گیا تھا۔ تحریک احمدیت ہی نے اسے پیدا کیا ہے۔ اگر اور کوئی عملی رنگ کا مفید کام نہ بھی ہوا ہوتا تو حضرت مرزا صاحب کا اس جذبہ کو دلوں میں اس طرح بلند کر دینا ہی ایک عظیم الشان خدمت اسلام تھی۔ جس کے سامنے ہر ایک کلمہ گو کو ان کا رہین منت ہونا چاہیئے تھا۔ نہیں بلکہ اس کام کو قوت دینی چاہیئے تھی۔ کیونکہ اگر ایک چھوٹی سی جماعت نے اس قدر عظیم الشان کام کر دکھایا ہے۔ جو مسلمانوں میں ابھی اتنی بھی نہیں جیسے آٹے میں نمک۔ تو مقام غور ہے کہ اگر سب مسلمان دامن محمد سے وابستہ ہو کر ایک متفقہ کوشش کرتے تو آج دنیا میں اسلام کے لئے کتنا بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہوتا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں اس وقت یورپ میں اور کروڑوں کی تعداد میں ہندوستان میں محمد رسول اللہ کی غلامی کا دم بھرنے والے اور آ گئے ہوتے۔ ذرا غور کیجئے کہ ان کے نہ آنے کا گناہ کس پر ہے؟ کیا ان لوگوں پر نہیں جو ایک خدمت اسلام کے کام کو۔ اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے کام کو ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ نہیں ہوتے۔ کہ اس کام کو قوت دیں؟ کیا یہ غفلت یہ بے تعلقی، جہاں تک خدمت اسلام کا سوال ہے جائز نہیں؟ افسوس کہ اسلام کا پودا پانی کا محتاج ہے۔ اور اس کی ٹہنیاں اور پتے خشک ہو کر گر رہے ہیں۔ مگر آہ ہماری غفلت اور لاپرواہی کہ اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ اور شاید بعض وقت ہماری آنکھوں میں آنسو بھی آ جاتے ہیں مگر اس قدر ہمت نہیں کہ جس جماعت کو اس کی آبیاری کرتے دیکھ رہے ہیں اس کے ساتھ ہم بھی مل جائیں۔

اللھم ارحم امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تبلیغی انجمنیں

یاد رکھیں کہ اچھوت اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام اسی وقت کامیاب ہوگا۔ جب ان کی

تعلیم، تربیت اور روزگار کا

معقول انتظام کیا جائے گا۔ سب اسلامی انجمنیں مل کر ایک

روزگار کمیٹی بنائیں

جو نو مسلموں کے روزگار اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرے۔ حکومت کے صنعتی مدارس اور کارخانوں میں روزگار کا بندوبست نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ ضرورت صرف متحدہ کوشش کی ہے۔

مجددِ وقت کا پیغام علمائے اسلام کے نام

(از قلم حافظ محمد حسن صاحب - بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات)

حق و صداقت کے علمبردار دنیا میں ایک ہی پیغام لیکر آتے ہیں اُن کی ایک ہی پکار ہوتی ہے - وہ ایک ہی ندا سے خوابیدہ ہستیوں کو بیدار کرتے ہیں - اُن کی طرف سے ایک ہی صدا برپا ہوتی ہے جس سے وہ مخلوق کو روح پرور پیغام سُناتے ہیں - اُن کی زبان پر ایک ہی اعلان ہوتا ہے - جو وہ خفیہ اور علانیہ - یگانہ اور بیگانہ سبھی کو سناتے ہیں - وہ پیغام وہ ندا ، وہ صدا ، وہ اعلان کیا ہے ، بدی کی بیخ کنی اور حق کی تخم ریزی !!

فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی دنیا جب اپنی بہترین کوششوں اور بہترین قوتوں کو مہلکات میں خرچ کر رہی ہوتی ہے عیش پسند طبائع جب اخلاق سے کوسوں دور جا پڑتی ہیں جب شیطان کے احکام کی عام طور پر پیروی ہونے لگتی ہے اور خدا کو بھلا دیا جاتا ہے مذہب کے نام پر بربریت کے افعال سرزد ہونے لگتے ہیں اور وہ جو رہنمائی کی مسند پر بٹھائے گئے تھے ، گمراہی اور ضلالت کے رہنما بن جاتے ہیں - جب مذہب ایک افسانہ رہ جاتا ہے اور بانیان مذہب کی طرف افعال شنیعہ منسوب کئے جانے لگتے ہیں تب غیرت حق جوش میں آتی ہے اور رحمت الٰہی سزا دینے سے پہلے اتمام حجت کے طور پر اپنی طرف سے ایک ایلچی کو روحانیت کے ساز و سامان سے آراستہ کر کے فرزندان آدم کی طرف بھیج دیتی ہے - وہ نہایت بیباکی سے حق کی صدا بلند کرتا ہے - اُس کی بلند آہنگی کذب و ضلالت پر گراں گذرتی ہے - بدی کی طاقتیں اُس کے مقابل پر آکھڑی ہوتی ہیں صداقت کی بجلی کوندتی ہے اور برق بنکر شعلہ فگن ہوتی ہے - بدی کو بالآخر شکست ہوتی ہے اور حق غالب رہتا ہے - مگر حق و کذب کا یہ مقابلہ ایک طویل زمانہ تک جاری رہتا ہے - تاکہ پرستاران حق کی مساعی جمیلہ معرض ظہور میں آئیں - اور بدی کے پو جاری اپنی شیطنت کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچ سکیں -

نیکی کو غالب اور بدی کو مغلوب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ابتدائے آفرینش ہی سے برگزیدگان الٰہی آتے رہے - حالات زمانہ اور قابلیت انسانی کو مدنظر رکھ کر وقتاً فوقتاً مختلف قوموں کی طرف مختلف رسول ہدایت لیکر آتے رہے حتیٰ کہ وہ زمانہ آگیا جس کے بعد انسانی ترقی نے دنیا کو ایک مجتمع حیثیت میں شہر کی شکل میں تبدیل کر دینا تھا - اور پیغام الٰہی بھی ہمیشہ کے لئے نشر و اشاعت کے بے بہا سامانوں کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو جانے والا تھا -

ختم رسالت

تب وہ بھیجا گیا - جس کی رحمۃ اللعالمینی تمام انسانیت کو لپیٹ میں لے آئی - جس کا پیغام عالمگیر بن کر اخوت اسلامی کو قائم کرنے کے لئے آگیا - قانون مکمل کر دیا گیا - اور شریعت اپنے اتمام کو پہنچ گئی - پس نبوت کی اتم و اکمل شکل دنیا میں آخری پیغام کہنے کو آگئی - جس کے سامنے رنگ و نسل کے امتیازات مٹ گئے جس نے شرق و غرب میں اتصال تام پیدا کر دیا - اور وحدت انسانی کا دور شروع ہو گیا - جمہوریت کی بنیادیں استوار ہو گئیں - شخصیتیں مٹ گئیں - اور مساوات انسانی کی حکومت کا آغاز ہو گیا - پس خاتم النبیین کی شریعت کو ماننے والے سابقہ انبیا کے مصدق بنے اُن کی نظروں میں ابراہیم ، موسیٰ ، عیسیٰ و دیگر انبیا علیہم السلام زرتشت بدھ ، سری کرشن و رام چندر نہایت عظیم الشان اور مقدس ہستیاں قرار پائیں - انبیا کی توہین اُنکے لئے کفر ٹھیرا - اسی پاک تعلیم کا یہ اثر ہے - کہ جہاں دوسرے مذاہب کے پیرو اپنے ہادی کے سوا باقی کل بانیان مذاہب کو ناپاک الفاظ سے یاد کرتے ہیں - وہاں احمد مجتبیٰ کے نام لیوا سب کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں - اور ہر طرح کی گندگی اور دریدہ دہنی سے اُن کے دامن ہمیشہ کے لئے پاک ہو گئے - پس تعزیرات ہند کی دفعہ الف ۱۵۳ - مسلمانوں کے لئے نہیں ہے یہ مخصوص ہے صرف اُن رذیل اور کمینہ خصلت لوگوں کے لئے جو اپنے مذہب کی سب سے بڑی خدمت اسی میں سمجھتے ہیں - کہ

ضرورت مجدد

تعلیم گو مکمل ہو گئی اور نبوت کے کام بھی ختم ہو گئے مگر رشد و ہدایت کی تشنگی فطرت انسانی میں باقی ہے امتداد زمانہ بلبع کی گئی ہوئی شیرازہ کو منتشر کر دیتا ہے تعلیم کی تفہیم میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں - اندرونی اور بیرونی طور پر ہزارہا فتنے برپا ہو جاتے ہیں - چنانچہ جب اسلامی تہذیب یونانی اور ایرانی تہذیب سے ٹکرائی - تو کئی نئے مسائل پیدا ہوئے جنکو قرآن کریم کی روشنی میں حل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی - علما کی دنیا ایک عجیب دُنیا ہے - ابتدا میں تو ان بزرگواروں نے اسلام کی فی الواقع بیش بہا خدمات سرانجام دیں - آغوش نبوت میں تربیت پانے والے ایثار اور قربانی کا نمونہ تھے - وہ دین کے عاشق اور اسلام کے شیدا تھے - ایک ایک امر کی تحقیقات خلوص اور محبت ، محنت اور شوق سے کیا کرتے تھے - ان کی رائے صائب ، اُن کا اجتہاد صحیح ہوتا تھا - مگر بعد میں علماء سو کا دور آگیا - جو مطلق العنان حکمرانوں کے اشاروں پر چلنے لگے - اور اُن کی وجہ سے دین میں طرح طرح کے فساد رو نما ہونے لگے - اسی طرح بیرونی فلسفہ نے مذہب پر حملہ کیا - یونانی منطق نے صداقت کے لئے نئے معیار پیش کئے - الغرض چونکہ ایسے مواقع دنیا میں موجود تھے - کہ تعلیم کے مکمل ہونے کے باوجود اُس کی تفسیر و تشریح میں غلط فہمیاں پیدا ہوں - اس لئے حکمت الٰہی نے نبوت کے سلسلہ کے قائم مقام اس اُمت میں مجددین کا سلسلہ جاری کیا - جو اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر اپنے وقت کی مخصوص بیماریوں کا علاج کرنے اور گمراہ انسانوں کو مشعل ہدایت دکھاتے ہیں فلسفہ کی خشکی جب دماغوں میں دہریت کے جراثیم پیدا کرنے لگی - تو حضرت شیخ عبدالقادر روحانیت کا جام بھر کر لائے اور دماغوں میں تصوف کے سرور سے ذوق وجدانی پیدا کر دیا - جب تصوف اور تسخیر پرستی اصلیت سے دور جا پڑی تو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل کے دریا بہا دیئے - الغرض جس نوع کی بیماری لاحق ہوئی اسی نوع کا طبیب بھیج دیا -

فتنۂ حاضرہ

حتےٰ کہ وہ وقت آگیا - جب دنیا دجال کے فتنۂ عظیم کے پیٹ میں آگئی - مغرب کی مادی ترقی نے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا سائنس نے نیچر کے مخفی راز معلوم کرنے لئے فلسفہ اور منطق تبکی کے انتہائی منازل طے کرنے لگ گئے - مذہب پر نئے طریق سے جرح و قدح ہونے لگی ، مادی ترقی کرنے والے دنیا کی تہذیب کے پیشرو بن گئے ، عیسائیت اپنی نئی شکل میں جلوہ گر ہوئی - اس کے جلو میں دولت و صولت ، حکومت اور بخت بیدار رہنے لگے ، ظاہر بین نگاہوں نے ان دلکش مناظر میں مقناطیسی کشش محسوس کی ہزارہا فرزندان توحید صلیب پرست ہونے لگے - اسلامی سلطنتیں یکے بعد دیگرے برباد ہو گئیں ، حاکم قومیں محکوم ہو گئیں ، اسلامی دنیا میں افلاس اور ادبار کا دور دورہ شروع ہو گیا - عقائد اسلامی کی جگہ اوہام نے لی - توحید کی بجائے صنم پرستی رائج ہو گئی ، خود مسلمانوں میں مادہ پرست گروہ پیدا ہونے لگے جو الہام کے منکر ہو گئے ! اور فلسفہ وغیرہ کے سامنے جھک گئے - قرآن کو عقل انسانی کے تابع کرنے کی کوشش میں لگ گئے ، الغرض اسلام پر سخت نازک زمانہ آگیا - اس کے رہبر راہزن بن گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ شمع اسلام شاید گل ہونیکو ہے ایسے وقت میں اسلام کا حامی خدا خاموش نہیں رہ سکتا تھا - اُس نے اپنی سنت قدیم و عہد مقررہ کے مطابق اس صدی کا مجدد بھیج دیا - اور اس کو عیسائیت کی بیخ کنی کے لئے پورے پورے سامانوں سے آراستہ کیا - اسے اندرونی بیماریوں کے دور کرنے کے لئے نسخے بھی بتلا دیئے اس لئے اس کا نام مسیح موعود ہی رکھا - اور مہدی مسعود بھی - تا وہ عیسائیت پر اتمام حجت کے لئے علاوہ اندرونی مفاسد کے دور کرنے کا بھی ہادی بنے -

مجدد کی فراست

علم حقیقی نے اس صدی کے مجدد کو روز روشن کی طرح دکھا دیا - کہ مسلمانوں میں [illegible] محکوم ہوں [illegible]

سائنس اور فلسفہ سبھی پر غالب ہیں گے ، پس مجدد وقت نے علما زمانہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی ، اُن کو بتلایا - کہ تم لوگ رسالت کے جانشین ہو ، تمہارے ذمہ دین کی حفاظت اور اسلام کی نگہداشت ہے تم دنیا کی تمام تحریکوں سے بڑھ کر ایک ہی تحریک اپنے سامنے رکھو ، تمہاری زندگی کا ایک ہی مشغلہ ہو تمہاری تمام تر کوششیں ایک ہی امر کے لئے وقف ہوں آپ کا ایک ہی مقصد اور ایک ہی تلقین ہو ، یعنی مسلمانان عالم کو تبلیغ و اشاعت پر لگا دیں اور اسلام کے متعلق جو دشمنان نے غلط فہمیاں پھیلائی ہیں ، اُن کو رفع کریں اور اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں - اس کام کے لئے حضور نے ایک جماعت بھی بنائی جس کا مخصوص کام تبلیغ و اشاعت ٹھیرا - اس تبلیغ و اشاعت کے کام کو ترقی دینے کی خاطر اس جماعت کو وسیع کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ، اس کارکن جماعت کا خاص کام حفاظت اسلام و نشر تعلیم قرآنی پایا ، علماء وقت نے حضور کے اس کام کو خود نمائی پر محمول کیا ، اور حضور کی سخت مخالفت کی ، وہ دیگر تمام تحریکات میں شامل ہوئے انہوں نے انگریزی مال کا بائیکاٹ کیا ، انہوں نے ہندوؤں سے اتحاد کر کے مسجدوں میں اُن کے وعظ کرائے ، قربانی سے ضروری فریضہ کو ہندوؤں کی خاطر ترک کر دینے پر آمادہ ہو گئے ، ترک موالات کی تحریک میں شامل ہو کر مسلمانوں کی تعلیمی اور مالی حالت کو نقصان عظیم پہنچایا ، ہجرت پر آمادہ کر کے لاکھوں کو بے خانماں کر دیا - مگر مجدد وقت کی صحیح آواز کو لبیک نہ کہا - اس کی پکار صدا بصحرا رہی - آخر اللہ تعالےٰ نے اس خوابیدہ قوم کو جگایا - وہ دوست نما دشمن تھے کھلم کھلا دشمن بن گئے ، کروڑوں برس کے ذلیل بت پرستوں کے ایسے حوصلے بڑھے کہ مکہ معظمہ پر اوم کا جھنڈا گاڑنے کے خواب دیکھنے لگے ، سویا ہوا ، مسلمان گھبرایا - اُٹھا تو حیران تھا صحیح مسلک سے منفرد سمتوں کی طرف جا رہا تھا ، آخر اُس کی بیدار نگاہ نے تاڑ لیا ، کہ مجدد وقت کی جماعت سیدھے راہ پر چل رہی ہے ، تنظیم اور تبلیغ کی آوازیں بلند ہونے لگیں ، اور مسلمانوں کو کم از کم اصولاً معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی بیماریوں کا صحیح علاج یہی ہے کہ اسلام کی روحانی فوقیت سے فائدہ حاصل کیا جائے اور مادی دنیا کو روحانی حربہ سے فتح کیا جائے ، گو عملاً ابھی تک بے حس و حرکت ہیں مگر اسلامی دنیا کا زاویۂ نگاہ بدلا ہوا نظر آتا ہے - تخیل میں انقلاب آچکا ہے ، اور مجدد وقت کا مشن اور اس کا پیغام صحیح معنوں میں سمجھا جا رہا ہے ،

ایک حقیقت کا اعلان

اِس وقت تمام دنیا پر یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی ذہنیت کا بڑا مظاہرہ اُن کی اِن دل آزار تحریروں کے ذریعہ رونما ہو رہا ہے ، جو وہ دیگر مذاہب کے بانیان کے خلاف نہایت گستاخانہ اور بازاری طریق پر لکھتے ہیں مجدد وقت نے ہندوؤں کی اس ذہنیت کو خوب تاڑ لیا تھا - چنانچہ اُنہوں نے ایک کتاب پیغام صلح لکھ کر علماء اسلام پر واضح کر دیا تھا ، کہ ہندوؤں سے صلح اُس وقت اور صرف اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ نبی کریم صلعم کی شان میں گستاخی کرنے سے باز آجائیں اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں ، مگر افسوس کہ اِس وقت مسلمانوں نے حضور کے اس پیغام کی بھی وہ قدر نہ کی - جس کا مستحق تھا ، حتیٰ کہ ہندوؤں نے کھلم کھلا دشنام دہی اور دریدہ دہنی سے کام لینا شروع کر دیا ، اور سب و شتم ان کے لٹریچر کا امتیازی نشان بن گیا جس سے مسلمانوں کے قلوب مجروح ہو گئے ، جن کا علاج ہندوؤں کی طرف سے مزید نمک پاشی سے ہوا ، کاش کہ مجدد وقت کے پیغام ... کی قدر کی جاتی ، اور ہندوؤں سے عارضی صلح بھی جبھی کی جاتی جب وہ اس دانشمندانہ شرط کو منظور کرتے -

لیکن اس وقت مسلمان حضور کے اِس پیغام کو بھی سمجھ رہے ہیں - اور علماء اسلام کی طرف سے ، ...... غیرت و حمیت کا کچھ نہ کچھ ثبوت ملنے لگا ہے ، خدا کرے کہ مسلمانوں کا موجودہ جوش مستقل اور مفید شکل اختیار کرے ، آمین -

اے علماء دین ادنےٰ جھگڑوں کو چھوڑ دو ، جھوٹے غرور اور نخوت کو بھی اب ترک کر دو ، ہزارہا موقعوں پر آپ سے غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں ، اور مسلمانوں کے ہزارہا کام آپ بگاڑ چکے ہیں ، اب آپ میں قدرے حرکت پیدا ہوئی ہے اِس وقت بھی ہوش سے کام لو ، اور مجدد وقت کے قدموں پر گر جاؤ ، دیکھو تو کبھی آپ سے غلطی نہ ہو گی ، اور آپ کبھی نہ پچھتائیں گے جنہوں نے اِس کا دامن پکڑا ہے ، وہی اِس وقت اسلام کی صحیح اور سچی خدمت کر رہے ہیں ، سب سے پہلے آپ کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے فرستادہ کی قدر کرو - اس میں آپ کی ہتک نہیں ہے بلکہ اصلی شرافت اور وقار اسی میں ہے کہ مجدد کے ساتھ ہو جاؤ ، اب تو زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وہ اٹھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے صحیح راہ پر چلانے کے لئے حضور [illegible]

مکالمہ محض اسلام کے زندہ اور سچا مذہب ہونے کی ایک دلیل ہے اور یہ تمام کمالات محمد رسول اللہ صلعم کے اتباع سے ہے تو نعوذ باللہ اس صورت میں اس کو جھٹلانا کیا اسلام کو ذلیل کرنا نہیں ہے۔ اگر بالمقابل کوئی اور شخص اسلام میں کھڑا ہوتا۔ جو لطور صاحب حال کے اپنے وجود کو حضرت مرزا صاحب کی طرح پیش کرتا اور مرزا کی طرح کہتا کہ میں نے جبکہ درجات جناب الٰہی میں پائے ہیں وہ محض اسلام کے اصولوں پر چل کر پائے ہیں۔ اور باقی تمام مذاہب اس سے محروم ہیں۔ اور اگر ان کا مذہب بھی زندہ ہے اور ان کی اتباع بھی خدا سے ملاتی ہے تو چاہیے کہ زبانی باتیں بنانے سے باز آئیں اور کسی ایسے وجود کو بالمقابل پیش کریں جو اپنے مذہب کے اصولوں پر چل کر خدا کا قرب حاصل کر چکا ہو تو ہمیں اس شخص کے مان لینے میں کوئی تامل نہ ہوتا۔ مگر دنیا کے چار کھونٹ میں نظر دوڑا دیکھیں ایک بھی ایسا آدمی نہ ملے گا۔ جہاں دیکھو قال ہی قال ہے باتیں ہی باتیں ہیں حالی رنگ میں تجربہ کے طور پر مذہب کی راہ کو نہیں پرکھا جس سے ایک حق کے پیاسے کو یہ تسلی ہوتی کہ یہ راہ یقینی ہے۔ اور کل حزب بما لدیہم فرحون کے ماتحت خوش عقیدگی نہیں ہے۔ خوب غور کرو اس مادہ پرستی کے زمانہ میں جب مذہب کو ایک کھیل سمجھا جاتا ہے۔ ایک ہی شخص اٹھا جس نے للکار کر کہا کہ ؎

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

یہ تجربہ کی گواہی کس قدر زبردست ہے۔ اور اس میں اسلام کی کیسی فتح ہے۔ مگر اے وائے اس قوم پر جس نے محض ضد اور تعصب کی وجہ سے اس فتح کو قبول نہ کیا اور دشمنوں کے ساتھ مل کر اسلام کو بھی ایک ایسا ہی مذہب قرار دے لیا جہاں صرف باتیں ہی باتیں ہوں اور لطور حال کے وہ کسی شخص کو منزل مقصود یعنی خدا تک نہیں پہنچاتا۔ مگر نہ قبول کرو۔ خدا نے تو قبول کیا۔ اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے مامور کو فرمایا تھا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا مگر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔

"غلام احمد کی جے"

آخر مسلمان دھکے کھا کر اسی طرف آ رہے ہیں جو آج سے چالیس سال قبل خدا کے مامور نے قائم کی تھی۔ یعنی "تنظیم" و "تبلیغ"۔

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

سوراج، خلافت، ہجرت اور خدا جانے کیا کیا پاپڑ بیل کر دہیں آ گئے جس کی طرف خدا کے مامور نے چالیس سال قبل بلایا تھا۔ تم مرزا کو مانو یا نہ مانو۔ اگر قوم کی زندگی چاہتے ہو تو اسی داغ بیل پر چلنا پڑے گا جو مرزا ڈال گیا۔ جب محمد علی، شوکت علی، گاندھی جی کی ہندوستان کے کوچہ و بازار میں جے بلائی جا رہی تھی اس سے بہت قبل آسمان پر "غلام احمد کی جے" بلائی جا چکی تھی۔ اور یہ الہامی الفاظ مرزا پر نازل ہو چکے تھے۔ ہم حیران تھے کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے۔ اس الہام کے بہت برسوں کے بعد ہماری آنکھوں نے وہ نظارہ بھی دیکھا جب گاندھی جی اور محمد علی، شوکت علی، کے جلوس نکلے اور ان کی جے بلائی گئی۔ مگر وہ جے زمینی تھی۔ جو ہوا میں تموج پیدا کر کے ختم ہو گئی۔ اور جے بلانے والوں کو اپنی غلطی کا پتہ لگ گیا۔ آج سالہا سال کے بعد جب مسلمان انہی اصولوں پر آ کر پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ جو مرزا نے قائم کئے تھے اور تنظیم و تبلیغ اسلام کے سوا انہیں اپنی زندگی اور کسی امر میں نظر نہیں آتی۔ تو بے اختیار دل پکار اٹھتے ہیں کہ "غلام احمد کی جے" کیونکہ اسی کے اصولوں کی آخر کار دنیا میں فتح ہوئی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ وقت آئے گا جب در و دیوار سے صدا آئے گی کہ

"غلام احمد کی جے"

حضرت مسیح موعود اور حکومت برطانیہ

جناب مولینا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر اخبار "لائٹ" لاہور کے قلم سے

بہت سے قلوب میں یہ خیال اٹھتا ہے کہ اگر اس زمانہ میں سرزمین ہندوستان میں کوئی آسمانی انسان پیدا ہو تو اس کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مقدس مشن نہیں ہو سکتا کہ کروڑہا بنی نوع انسان میں جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اس وجہ سے ہر ذلت و ادبار میں مبتلا ہیں آزادی کی باعزت زندگی کا احساس پیدا کرے۔ اور اس جابر و قاہر طاقت سے برسر پیکار ہو جس نے ایک کثیر حصہ انسانیت کو اس انسانی شرف یعنی آزادی سے محروم کر رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ ایک اولوالعزم نبی تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جس مقصد کے لئے وہ مبعوث ہوئے وہ یہی عظیم الشان مقصد تھا۔ آپ کی قوم ایک بدترین غلامی میں سڑ رہی تھی۔ آپ نے اور جو علم آپ نے بلند کیا وہ یہی علم آزادی تھا۔ آپ نے اعلان کیا کہ انسان انسان کا غلام نہیں ہو سکتا۔ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے اور اس ظالم اور سفاک شاہنشاہ کو جو اپنے تئیں خدا کا ہم پلہ سمجھتا تھا برملا الٹی میٹم دیا کہ آج سے بنی اسرائیل تمہاری غلامی کا جوا پھینکتے ہیں قوم کو آزادی کی دولت سے مالا مال کرنا وہ عظیم الشان مقصد تھا جس کے لئے مشیت ایزدی نے خاص اہتمام ضروری سمجھا اور ایک نبی کو مامور کیا۔ اور حضرت موسیٰ کے بعد پے در پے کئی ایک انبیاء اس غرض کی تکمیل کے لئے آئے۔ بالفاظ دیگر آج کل کی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ ایک عظیم الشان نیشنلسٹ تھے۔ آپ نے نیشنلزم کا پرچار کیا۔ اور ایک قومیت کی بنیاد ڈالی۔ جو غلامی کی پستی سے نکل کر تاج و تخت کی مالک بنی۔

آج ہندوستان کے کروڑہا زن و مرد اسی فرعونی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ زنجیروں کی شکل خواہ مختلف ہی کیوں نہ ہو لیکن بات وہی ہے۔ اور اس لئے جو انسان اس زمانہ کے لئے ہندوستان میں مصلح ربانی ہونے کا مدعی ہوا۔ اس کا واحد مشن یہی ہونا چاہیے تھا۔ جو حضرت موسیٰ کے سامنے تھا۔ گاندھی سے پہلے سوراج کا علمبردار اگر کوئی ہوتا تو وہی ہونا چاہیے تھا۔ جس نے مسیح زمان ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اگر سچائی کی اس وقت ضرورت ہے تو یہی کہ غلامی کی مہلک بیماری سے ملک و ملت کو شفایاب بنائے۔ لیکن حضرت مسیح موعود پر نظر ڈالنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صورت حالات بالکل برعکس تھی نہ صرف آپ اس اعلےٰ و ارفع جذبہ سے بکلی معرا تھے۔ جسے قومی آزادی کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف آپ رات دن اس غیر ملکی حکومت کے گن گایا کرتے تھے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جوش و خروش سے پرچار کرتے تھے۔ بار بار ان پچاس گھوڑوں کا ذکر فرماتے رہے جو غدر کے موقع پر آپ کے والد ماجد نے انگریزوں کی امداد کے لئے بھیجے۔ اور

"تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام"

کے غلامانہ گیت گایا کرتے تھے۔

غلط فہمی کا ازالہ ہونا چاہیئے

یہ وہ خیال ہے جو بہت سے ان قلوب میں خلش کا موجب بن رہا ہے جو اس روشنی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں جسے نئی روشنی کہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس غلط فہمی کا کما حقہ ازالہ نہ ہوا تو آنے والی نسلیں بالخصوص حضرت مسیح موعود کے پیغام کی طرف توجہ کرنے کے لئے تیار نہ ہونگی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ وہ اصحاب جنہیں حضرت صاحب کی صحبت نصیب ہوئی اور جنہوں نے رات دن آپ کو دیکھا کیا وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔ گزشتہ سال پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر کے لئے میں نے اسی موضوع پر کچھ لکھا تھا اور اب بھی چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں۔ لیکن ...

کسی واقعہ کا موازنہ کرنے کا صحیح طریق

سب سے پہلے اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کسی واقعہ کا صحیح موازنہ کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس واقعہ پر ان تمام گرد و پیش کے حالات کی روشنی میں نگاہ ڈالی جائے جن کے اندر وہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ایک معمولی سا واقعہ بھی اگر اس Background سے اکھیڑ اجائے اور ... جیسے کسی خوردبین کے نیچے رکھا جائے تو وہ کچھ کا کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ آج تک اغیار بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے عظیم الشان انسان پر زبان اعتراض دراز کئے رکھتے ہیں کہ آپ نے بعض یہودی قبائل کو قتل کرایا۔ بعض کو خانہ بدر کرا دیا۔ آپ نے نو شادیاں کیں وغیرہ وغیرہ ایک طرف تو واقعات کے پہاڑ کے پہاڑ موجود ہیں۔ جو آپ کی پاک عفیف اور رحیمانہ زندگی پر شاہد ناطق ہیں لیکن اس کی طرف نظر نہیں جاتی۔ اور اگر کہیں جاتی ہے تو اس رائی کی طرف جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ مغلوب الجذبات تھے۔ یا بے رحم تھے۔ اور اس رائی کا پہاڑ بنا دیا جاتا ہے۔ درحقیقت غلطی وہی تھی جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ اس واقعہ کو اپنے گرد و پیش کے حالات کے (Background) سے علیحدہ کر کے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس لئے قابل اعتراض نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے متعلق ایک معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ نے فرعون کے خلاف اعلان جہاد کیوں نہ کیا۔ بجائے جہاد کے آپ نے وہ ملک ہی فرعون کو چھوڑ دیا۔ اور یہ کوئی بہادری کی بات نہ تھی۔ گو یہ آپ کی بڑی ہمت تھی کہ غلامی کا جوا پھینک دیا لیکن بہادری یہ ہوتی کہ مردانہ وار اس ظالم بادشاہ سے لڑتے۔ اور اس طرح قوم کو آزاد کرتے۔ غلطی وہی ہے کہ حضرت موسیٰ کے حالات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی انسان خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو حالات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اسے اپنے حالات کے ماتحت ہی اپنے نصب العین کے حصول کی جدوجہد کرنی ہوتی ہے۔ اور حالات کے اختلاف سے جدوجہد کی راہیں لازماً مختلف ہونگی۔ حضرت موسیٰ کے حالات ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ فرعون کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے۔ بھلا کرتے تو کس طرح کرتے؟ ایسی قوم کے بل بوتے پر کرتے جن کی پستی ہمت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جب مجبوراً لڑنے کا وقت بھی نظر آنے لگا۔ تو صاف جواب دے دیا کہ اذهب انت وربك۔ اعلان جنگ کرتے تو اس صورت میں کہ قوم منظم ہوتی۔ قوم میں ایثار ہوتا۔ قوم میں شجاعت ہوتی۔ قوم میں قومی احساس ہوتا۔ یہ تمام اوصاف صدیوں کی غلامی سے مر چکے تھے۔ ان کے بغیر ہرگز دانشمندی نہ ہوتی اگر ایک جابر حکومت کے خلاف اعلان جنگ کیا جاتا۔

مامورین الٰہی اور گرد و پیش کے حالات

عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ حالات سے بے نیاز ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ اور درحقیقت اسی میں ان کے آسمانی مشن کی صداقت کا ثبوت تلاش کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے ایسا نہ کبھی ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو نبی کریمؐ جیسے جری اور بہادر انسان کو ایک غار میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خوب پیغمبر تھے جس خدا کا پیغام لے کر آئے تھے وقت پر اس سے کچھ امداد نہ ہو سکی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک غار میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ اور دشمنوں سے جان بچا کر راہ فرار اختیار کی۔ بہیمیت ہوتی تو سینہ کے سامنے نکل کر ... ہرگز چھپ ...

افلاس اور سودی قرض

سے بچنا چاہتے ہو تو شادی غمی کی مسرفانہ رسوم

خیال ہے جو آج کل کم و بیش ہر ایک کے سر میں سمایا ہوا ہے۔ مامور سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ حالات پر سوار ہو کر دکھائے۔ اور یہ ناممکن ہے دست قدرت نے ہر ایک کو حالات میں جکڑ رکھا ہے۔ خواہ وہ نبی ہو یا فقیر، نبی مامور ہو یا غیر مامور اور حصول مقصد کا راستہ انہی حالات میں سے گزر کر جاتا ہے۔

سیفی جہاد کا التوا کیوں ہوا ؟

کیا آج مسلمانان ہند کی حالت اپنی پستی اور ذلت، اپنے افتراق و انتشار، اپنے نکبت و ادبار، اپنی غربت و افلاس کے لحاظ سے بنی اسرائیل کی حالت سے کچھ کم ہے ؟ مسیح موعود اس حالت سے بے نیاز ہو کر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کیا اسی قوم کے بل بوتے پر آزادی کی جد و جہد شروع کر لے ؟ حضرت موسیٰ کے لئے کم از کم ہجرت کا راستہ کھلا تھا۔ لیکن یہاں یہ بھی نہ دار دتھا۔ اور اگر کسی ثبوت کی ضرورت ہو تو گزشتہ ہجرت کا واقعہ موجود ہے۔ ہزار ہا لوگ ایسے نکل بھی آئے جو ہجرت کے لئے نکل پڑے۔ لیکن خدا کی زمین ان کے لئے تنگ ثابت ہوئی۔ خود اسلامی حکومت جس کے بھروسہ پر ایسا کیا گیا قابل اعتماد نہ نکلی۔ اور برطانیہ کی ایک جنبش ابرو پر ہجرت کا سیلاب پھر درہ خیبر کی طرف لوٹا۔ اس لئے اگر اس زمانہ میں کوئی شمشیر بکف مسیح نہیں آیا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ مسیح خود کسی شمشیر سے خائف ہے۔ یا اس میں شجاعت و بہادری کی کمی ہے۔ اس کی وجہ اس قوم کی اپنی کمزوری و پستی ہے جس کو لیکر اس مسیح کو اسلام کا بول بالا کرنا ہے۔ بلاشبہ مسیح موعود اسی لئے مامور ہو کر آئے کہ اسلام کی فتح ہو۔ اسلام جہان میں پھر سر سبز و شاداب ہو۔ خزاں کا موسم ختم ہو اور باغ اسلام پر پھر بہار ہی بہار ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس حالت کو پیدا کرنے کے لئے وہی راستے اختیار کئے جا سکتے تھے۔ جو حالات و وقت کے لحاظ سے ممکن العمل تھے۔ چنانچہ مسیح موعود نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جہاد کا التوا کیوں کرنا پڑا ہے آپ نے وہ اوصاف ایک ایک کر کے گن دیئے ہیں جن کے بغیر کوئی کامیاب جہاد ممکن نہیں۔ تم میں اتفاق نہیں۔ اتحاد نہیں۔ وحدت نہیں۔ ایثار نہیں۔ عزم مومنانہ نہیں۔ وہ ہمت نہیں۔ وہ شجاعت نہیں۔ غرض اس قسم کے اوصاف نہیں جو قوم کو آزاد بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ آپ نے بتایا کہ یہ مسلمانوں میں نہیں ہیں۔ اور اس لئے آپ نے جنگ کو ملتوی کر دیا۔ التوا کا لفظ قابل غور ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مسیح موعود کے متعلق یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جہاد کو بند کر دیا ہے۔ بند کس طرح کر سکتے تھے۔ آپ ایسا کرنے کے مجاز ہی نہ تھے۔ کیونکہ جہاد ایک قرآنی حکم ہے۔ اور مسیح موعود فرماتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کا ایک شوشہ ادھر ادھر کرنے نہیں آئے۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ ؎

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

حالات کا یہی اقتضا تھا

ابھی چند دن کی بات ہے کہ خلافت کمیٹی پنجاب نے حکومت پنجاب سے اعلان سول نافرمانی کیا۔ اور جب حالات نے تقاضا کیا تو دوبارہ اعلان کیا کہ سول نافرمانی کو سر دست ملتوی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسیح موعود نے جہاد کے التوا کا اعلان کیا۔ اور ایسا کرنے میں آپ نے یقیناً اپنی آسمانی بصیرت کا ثبوت دیا۔ اسی اعلان کی گونج تھی جو ہمیں کئی سال بعد سنائی دیتی ہے جب گاندھی جی نے سوراج کی جد و جہد شروع کی۔ جس کا بنیادی پتھر وہی تھا۔ جو مسیح موعود نے سالہا سال پہلے مسلمانوں کی قومی تعمیر کے لئے رکھ دیا تھا یعنے **عدم تشدد**۔ مسلمانوں نے آسمانی آواز کو تو حقارت سے ٹھکرا دیا لیکن وہی طالب علم جو محض التوائے جہاد کی وجہ سے مسیح موعود پر طعن کرتے تھے گاندھی جی کی تقلید میں چند سال پیہم اسی زبان مبارک سے عدم تشدد کے گیت گاتے رہے۔ الغرض التوا میں کوئی ہرج کی بات نہیں۔ نہ کوئی کمزوری یا بزدلی ہے اگر انسان اپنی کمزور حالت کا احساس کرے اور احساس کرتے ہوئے اس کے مطابق اپنے لئے راہ عمل تجویز کرے۔ دانشمند جرنیل اگر کبھی دشمن پر حملہ کرتا ہے تو کبھی پسپائی کا بھی حکم دیتا ہے۔ اور کامیاب پسپائی بھی ویسی ہی کامیابی ہوا کرتی ہے جیسے کامیاب حملہ۔ اس طویل بحث سے میرا منشا یہ واضح کرنے کا ہے کہ مسیح موعود کے حالات ہرگز اجازت نہ دیتے تھے کہ آپ تلوار کا پیغام لاتے۔ اور

اس میں ہندوستان کی نجات بتلاتے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ نے کونسی راہ عمل اختیار کی۔ جو اس اپنے مقصد یعنی آزادی کی طرف لے جانیوالی ہو۔ یہ راہ عمل بالکل عیاں ہے۔ اور وہ جو ذرا بھی انصاف اور اعتدال کی نگاہ رکھتا ہے تسلیم کرے گا کہ یہی ایک صحیح راہ عمل ہے۔ جو آزادی کی طرف لے جا سکتی ہے آپ نے اس اپنے تمام مسلک کو اس شعر میں ادا کر دیا ہے۔

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

یعنی مسلمان اگر غلامی اور محکومی سے نکل کر آزادی اور بادشاہت چاہتے ہیں تو اس کا یہی طریق ہے کہ پہلے مسلمان بن جائیں۔ یہی آپ کا پیغام تھا۔ بلاشبہ آپ نے یہ اعلان نہیں کیا کہ میں اس ملک کو آزاد کرانے آیا ہوں اور میں سمجھتا ہوں بالکل ٹھیک کیا۔ یہ محض ایک طفلانہ بات ہوتی۔ یا مجنونانہ بڑ۔ اگر آپ یہ اعلان کر دیتے۔ مہاتما گاندھی نے بھی اعلان کر دیا تھا کہ ایک سال کے اندر سوراج لینا ہے۔ لیکن حالات و واقعات نے جو جواب دیا وہ ظاہر ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور جو بات منہ سے نکالتے ہیں وہ متانت و سنجیدگی کا پہلو لئے ہوتی ہے۔ جو قدم اٹھاتے ہیں وہ قدم ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پڑتا ہے گڑ جاتا ہے۔ اور آگے بڑھتا ہے۔ خود مہاتما کو گوشہ بیکاری کی پناہ میں جانا پڑا۔ اور فرمانے لگے کہ ملک تیار نہیں۔ "تیار" یہی وہ لفظ ہے جو قابل غور ہے۔ ایک مامور کی آنکھ نے اسے پہلے ہی دیکھ لیا۔ اور بجائے اس کے کہ اس چیز کو زبان پر لائے جس کے حصول سے پیشتر ایک بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔ سب سے پہلے آپ اس تیاری کی طرف متوجہ ہوئے۔

ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دو

وہ تیاری کیا تھی ؟ وہ وہ اخلاق وہ اوصاف تھے۔ جو قومی زندگی قومی تعمیر، قومی عروج اور قومی بادشاہت کے لئے ضروری ہیں جن کے بغیر کوئی قومیت، کوئی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔ وہ اوصاف کتنے ہی ہوں لیکن ان کا خلاصہ اور نچوڑ ایک ہمہ گیر اصول میں آ جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ جب ذاتی اور قومی مفاد کا باہم تصادم ہو تو قومی مفاد کو مقدم رکھا جائے۔ یہ وہ صفت ہے جس کے بغیر کسی آزادی کسی سوراج کی امید رکھنا خیال خام ہے۔ مغرب کی زندہ قوموں میں یہ وصف موجود ہے۔ اور اس واسطے وہ زندہ ہیں۔ آزاد ہیں۔ حکمران ہیں۔ کوئی انگریز، کوئی فرانسیسی، کوئی جرمن ایسا نہیں ملے گا جو اپنی قوم کے خلاف کوئی کام کرنے پر آمادہ کیا جا سکے۔ ملک اور قوم کے نام پر سب کچھ فدا کرنے کا جذبہ ان میں موجود ہے۔ اس کے برعکس ایک ہندوستانی کو لیجئے۔ اس کے دین ایمان کی قیمت زیادہ سے زیادہ چند مربعے ہوتے ہیں۔ یا کوئی خطاب یا کوئی عہدہ یا جاگیر۔ چند پیسوں کے لئے قوم کے گلے کٹوانے والے آپ جتنے چاہیں ہندوستان کے شہر شہر، قصبہ قصبہ میں [illegible] دستیاب ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ وہ قوم ہے جو آزادی کی خواہش کر سکتی ہے۔ آزادی کا لفظ زبان پر لانا گستاخی ہے۔ خود اس پاک لفظ کی ہتک ہے۔ آج ہندوستان میں ذات قوم پر مقدم ہے۔ قوم فروشی، قوم کشی ایک عام پیشہ بن گیا ہے۔ اور عزت و دولت کا ذریعہ۔ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کیا قومی تعمیر ہو سکتا ہے۔ گزشتہ چند سال کے قومی تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ قومی تعمیر کے لئے سب سے اول جس چیز کی ضرورت ہے وہ قومی کیرکٹر ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر لوگ جو چند دن کی لیڈری کی جگ مگ دکھا گئے۔ بالآخر بد دیانت، خائن اور نفس پرست ثابت ہوئے۔ اور قومی زندگی کی جو لہر اٹھتی نظر آتی تھی وہ آخر کار حباب کی طرح بیٹھ گئی۔ اس تلخ تجربہ کے بعد ایک آواز اٹھی جو صحیح آواز تھی اور مامور کی آواز کی گونج تھی۔ تنظیم! تنظیم!! اس کے بغیر کچھ نہیں بن سکتا۔ ؎

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

یہ ایک صحیح احساس تھا۔ لیکن افسوس کہ قومی کیرکٹر ابھی مفقود ہے۔ نفسانیت اور قومیت کا تصادم ہے اور نفسانیت ابھی تک غالب ہے۔ اس واسطے تنظیم ابھی تک ایک خیال ہے۔ ماموروقت نے قوم کی صحیح نبض شناسی کی اور اس لئے جس بات کی طرف آپ ہمہ تن متوجہ ہوئے وہ یہی تھی کہ قوم میں کیرکٹر پیدا کیا جائے۔ آپ نے سب سے پہلا اصول جو پیش کیا۔ وہ یہ تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے

جہاں ذات اور حق کا تضاد ہو وہ مسلمان کو چاہیئے کہ ذات کو قربان کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس سے قومیں بنتی ہیں۔ اور زندہ رہتی ہیں اس کے بغیر قومی تعمیر ریت کے تودے پر عمارت سے بڑھ کر نہیں۔ جو گرنے کے لئے ہوا کے ایک جھونکے کی منتظر رہتی ہے۔

قومی کیرکٹر کی ضرورت ہے

مسیح موعود کے سامنے بلاشبہ غلامی کا مہیب منظر بھی تھا لیکن آپ کی آنکھ اس سے بڑھ کر خطرناک چیز کو دیکھتی تھی جو اس غلامی کے لئے بمنزلہ جڑ کے ہے۔ یعنی قومی کیرکٹر کا فقدان۔ اور اس لئے ایک عقلمند معالج کی طرح آپ اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ قومی کیرکٹر کے متعلق آپ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔

جرمن قوم جنگ عظیم کے بعد ایسا گری کہ معلوم ہوتا تھا کہ پھر وہ اٹھنے کے قابل نہ ہوگی۔ لیکن ابھی چند سال ہی گزرے ہیں کہ وہی قوم آج پھر دوسری ہم چشم قوموں کے برابر ہے۔ بلکہ ان سے بھی بعض میدانوں میں گوئے سبقت لے گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ جڑ موجود ہے۔ جس سے قومیں بنتی ہیں یعنی قومی کیرکٹر۔ مسیح موعود نے قومی کیرکٹر پیدا کرنے کی کوشش کی اور اس کا پھل آج ہر ایک کے سامنے ہے۔ اگر قومی زندگی تمام اسلامی ہندوستان میں کہیں نظر آتی ہے تو وہ ایک جماعت میں جو آپ نے قائم کی۔ آپ کی جماعت کے افراد بالعموم قومی کاموں کے لئے وہ ایثار دکھاتے ہیں۔ جس پر زندہ قومیں فخر کر سکتی ہیں۔ جہاں اسلام کا نام آئے ایک احمدی اپنا وقت، اپنا آرام، اپنا مال اپنی جان لیکر حاضر ہوتا ہے۔ یہ وہ تلوار ہے۔ جو مسیح موعود ہمارے ہاتھ میں دینا چاہتے تھے۔ اور جس کے سامنے نہ برطانیہ کا بحری بیڑا کارگر ہو سکتا ہے نہ ہوائی بیڑا۔ مہاتما گاندھی نے کہا کہ کھدر پہنو اور میں سوراج کا ٹھیکہ لیتا ہوں لیکن مسیح موعود نے اس سے زیادہ جامع و مانع دستور العمل پیش کیا۔ قومی کیرکٹر پیدا کرو۔ قوم کو ذات پر مقدم کرنا سیکھو۔ بلفظ واحد مسلمان ہو جاؤ۔ تو عزت تمہارا خیر مقدم کرے گی۔

حالات کے ساتھ دستور العمل بدلتا رہے گا

مسیح موعود کا پیغام آہنی تلوار کا پیغام نہ تھا۔ اور نہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کوئی آہنی تلوار ہے۔ آپ کا پیغام کیرکٹر کی تلوار کا تھا جس کے لئے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں۔ اور جو ہر ایک آدمی جس قدر چاہے لمبی اور تیز رکھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ کے متعلق عوام الناس میں ایک غلط خیال موجود تھا۔ کہ جب مسیح موعود آئے گا تو کشت و خون کے ذریعے اسلام پھیلائے گا۔ اس لئے آپ کو بکراہ و اکراہ اس وہم کی تردید کرنی پڑی یہ خیال نہ صرف اسلام پر ایک دھبا تھا۔ کیونکہ صداقت کی اشاعت کسی تلوار کی محتاج نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ آپ کے متعلق بدگمانیاں پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ اس لئے ضرورت پڑی کہ آپ نہایت وضاحت سے گورنمنٹ کی طرف اپنے رویہ کا اعلان کر دیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں میں کسی قدر بسط کے ساتھ گورنمنٹ کو یہ اطمینان دلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ آپ کے سامنے جو پروگرام تھا وہ تشدد کا پروگرام نہ تھا۔ وفاداری کا جو لفظ بار بار آپ نے استعمال کیا اس کا منشا صرف اس قدر تھا کہ ہم کوئی بغاوت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جیسے عوام کا خیال تھا۔ کہ آتے ہی مسیح موعود جنگ کا اعلان کر دیں گے ان حالات کے ماتحت یہی ایک صحیح طریق تھا جو آپ کو اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اس سے اس نتیجہ پر کودنا صحیح نہیں کہ ابد الآباد **تک کے لئے آپ نے مسلمانوں کے واسطے ایک راستہ تجویز کر کے ان کے دل و دماغ پر قفل لگا دیا۔** ہرگز نہیں۔ یہ آپ کا منشا ہرگز نہ تھا۔ سید عبد الجبار شاہ سابق والی سوات نے دریافت کیا کہ حضور آپ نے جہاد ملتوی کیا ہے ہم جو آزاد علاقہ سرحد کے رہنے والے ہیں ہم کیا کریں اگر ہم جہاد نہ کریں تو ہمارے لئے بڑا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا **انتم اعلم بامور دنیاکم**۔ تم اپنے کاروبار مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ نتیجہ صاف ہے۔ آپ نے جو راہ عمل تجویز کی تھی وہ ہندوستان کے حالات مخصوصہ کے لئے تھی اور پھر اپنے زمانہ اور اپنی ذات کے خاص حالات کے مطابق تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آئندہ ہمیشہ کے لئے اس لکیر کے فقیر بن کر رہنا چاہیئے۔ غلط ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ دستور العمل میں بھی تغیر آتا رہے گا۔ اور اگر مسلمانوں میں وہ قومی کیرکٹر موجود ہو۔ جو آپ پیدا کرنا چاہتے تھے تو عنقریب وہ وقت آئے گا

کوئی گوشہ ان سے خالی نہیں رہا۔ یہ صرف ہمارا ہی قول نہیں۔ بلکہ مخبر صادق علیہ السلام کا فرمانا ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نوح کے تین بیٹے تھے۔ ایک سام۔ دوسرا حام اور تیسرا یافث۔ سام کی اولاد عرب، فارس اور روم ہیں۔ جن میں خیر و برکت ہے اور یافث کی اولاد یاجوج ماجوج اور ترک اور صقالی ہیں۔ جن میں خیر و برکت نہیں، اور حام کی اولاد بربری، قبطی، اور سوڈانی ہیں۔ کنز العمال جلد ۶۔ لیکن ترکوں کے متعلق فرمایا کہ ترک من یاجوج و ماجوج۔ یعنی ترک ان کا نام اس واسطے رکھا گیا۔ کہ یاجوج ماجوج سے الگ کر لئے گئے۔ کنز العمال جلد ۶۔

جب ثابت ہوگیا۔ کہ ترک بھی یاجوج ماجوج میں سے ہیں۔ اور اقوام یورپ بھی سب کی سب یاجوج ماجوج ہیں۔ تو ساتھ ہی فیصلہ ہوگیا۔ کہ ان کے قد و قامت بھی ترکوں جیسے ہی ہیں۔ اگر کسی کو ہمارے اس قول پر شک ہو۔ تو ہم توریت سے ثبوت دیتے ہیں۔ کہ اقوام یورپ ہی یاجوج ماجوج ہیں۔ چنانچہ کتاب حزقی ایل باب ۳۸۔ میں لکھا ہے "اے جوج روس اور مسک (ماسکو) اور توبل (توبالسک) کے سردار میں تیرا مخالف ہوں"۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اہل روس کو یاجوج کہا گیا ہے۔

اور ماجوج کے متعلق توریت میں لکھا ہے، "اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت رکھتے ہیں، ایک آگ بھیجوں گا" حزقیل باب ۳۹۔ اس آیت سے صاف واضح ہے کہ انگریزوں، امریکن، اور آسٹریلین لوگوں کو ماجوج کہا گیا ہے۔ جو جزائر میں بالکل بے غم ہو کر حکومت کر رہے ہیں

البتہ یہاں سوال ہو سکتا ہے، کہ اگر ان کے قد و قامت ترکوں کے برابر ہیں۔ تو پھر حدیثوں میں ان کے قد و قامت اور لمبے کانوں سے کیا مراد ہے۔ سو واضح ہو کہ ان کے پہاڑ سی قد سے مراد یہ ہے۔ کہ ان کے عزم اور ارادے ایسے عظیم الشان اور ایسے پکے ہوں گے۔ جیسے پہاڑ کوئی چیز ان کو ان کے ارادوں سے مانع نہ ہوگی۔ جو چاہیں گے کریں گے۔ اور ان کے لمبے کانوں سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی ہوشیار قوم ہوگی۔ کہ دور دور کی خبریں رکھنے والی ہوگی۔ چنانچہ تار برقی اور لاسلکی نظام ان کے لمبے کانوں کے بین ثبوت ہیں۔ دنیا کا دور سے دور گوشہ ایسا نہیں جہاں کی خبریں ان کو ہر آن میں نہ پہنچتی ہوں۔

چہارم۔ یاجوج ماجوج کا خروج کب ہوگا

سو واضح ہو۔ کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے، کہ کب وہ خروج کریں گے، چنانچہ زینب بنت جحش سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ ایسی حالت میں کہ آپ جزع فزع کر رہے تھے۔ کہ افسوس ہے واسطے عرب کے کیونکہ وہ شر جو سد یاجوج ماجوج کے ٹوٹ جانے سے عرب پر واقع ہونے والی ہے وہ قریب ہی رونما ہونے والا ہے اور اپنے ابہام اور مسبحہ کے ساتھ انگلی کو حلقہ کی صورت میں کر کے فرمایا۔ کہ اس وقت ہوگا۔ گویا ہزار سال کا اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ باوجودیکہ ہم میں صالح لوگ ہوں گے فرمایا کہ ہاں یہ اس وقت ہوگا جبکہ خبث بکثرت ہو جائے گا۔ یہ وہ حدیث ہے جس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ المصابیح

از صاحب تفسیر معاملات الاسرار فی مکاشفات الاخیار۔ اس حلقہ ابہام اور سبابہ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ابن ماجہ کی روایت میں نوے کی گرہ یعنی حلقہ ہے اور یہ راویوں کی اپنی سمجھ پر ہے۔ مگر اتنا ضرور ثابت ہے کہ حلقہ ابہام کا سبابہ کے ساتھ کیا گیا تھا، خواہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے، خواہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے، مگر انجیل کے مطابق تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں کا حلقہ بنانا ثابت ہے جس سے ہزار کا اشارہ ہے۔

یوحنا کے مکاشفات

جب ہم مکاشفات یوحنا کو پڑھتے ہیں تو وہاں بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند (مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے) جب دنیا پر مسلط ہوگا۔ اس کے ایک ہزار سال ایک ہزار سال منقضی ہوگا۔ تب وہ شیطان چھوٹ جائیگا۔ اور یاجوج ماجوج کی فوجوں کو برانگیختہ کرے گا۔ کہ دنیا میں جاؤ اور مسلط ہو جاؤ۔ دیکھو یوحنا حواری۔ باب ۲۰۔ جہاں فرماتا ہے۔ پھر میں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ کوئے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی، اور اس نے اس اژدہے کو جو پرانا سانپ ہے یعنی ابلیس اور شیطان کو پکڑا اور ہزار برس تک جکڑ رکھا۔ اور اس کو اتھاہ کوئے میں ڈالا اور اسے بند کر دیا۔ اور اس پر مہر کر دی، کہ وہ آگے لوگوں کو دغا نہ دے جب تک کہ ہزار برس تمام نہ ہوں۔

پھر اسی میں دوسری جگہ ہے۔ اور جب ہزار سال ہو چکیں گے شیطان اپنی قید سے چھوٹ جائیگا۔ اور نکلے گا۔ تاکہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں۔ یعنی جوج ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے۔ وے شمار میں سمندر کی ریت کی مانند ہیں۔ اور وے زمین کی وسعت پر چڑھ گئے اور انہوں نے مقدسوں کی چھاؤنی اور عزیز شہر کو گھیر لیا۔ تب آسمان پر سے خدا کے پاس سے آگ اتری۔ اور ان کو کھا گئی۔

احادیث اور مکاشفات یوحنا سے صاف واضح ہوگیا۔ کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ہزار سال تک یاجوج ماجوج ممالک اسلامی پر نہیں آسکیں گے۔ بعد ایک ہزار سال کے شیطان یعنی دجال خروج کرے گا۔ اور تمام ممالک میں پھر کر آخر کو یاجوج ماجوج کو ملکوں کے حالات سے آگاہ کر کے ان کو اکسائیگا۔ سو کون شک کر سکتا ہے۔ کہ روس اور انگریز وغیرہ اقوام یورپ نے جب مسلمانوں کو عیاشی اور آرام طلبی میں مبتلا پایا۔ تو اپنے ملکوں سے تاجران کی صورت میں سولہویں صدی عیسوی مطابق گیارہویں صدی ہجری میں نکل کھڑے ہوئے اور رفتہ رفتہ سیاسی دخل پا کر تمام ممالک اسلامی پر مسلط ہو گئے۔

یاجوج ماجوج کا خروج

چنانچہ تاریخ ہند مصنفہ مسٹر لیتھ برج میں لکھا ہے کہ اس کے بعد اکامید کے سید سے راستے سے انگریزوں کا اول بیڑا ہند کی طرف ۱۵۹۱ء میں روانہ ہوا۔ اس کا سردار لینکاسٹر تھا۔ دیکھو صفحہ ۱۳۹۔ تاریخ مذکور۔

چونکہ سنہ ہجری قمری حساب سے عرب اور اسلامی ممالک میں رائج ہوتا ہے اور فرنگستان اور ہندوستان میں سنہ عیسوی یا بکرماجیتی جو شمسی ہوتا ہے۔ رائج ہے اور یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ شمسی اور قمری میں ۳۶ سال کے بعد ایک سال کا فرق ہوتا ہے اس لئے اس حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم ۱۹۲۷ء سے جو اس وقت موجود ہے ۱۵۹۱ء کو جو دجال یعنی کمپنی کے خروج کا سنہ ہے منہا کر دیں۔ تو باقی ۳۳۶ برآمد ہوتا ہے۔ اور اس کو ۳۶ پر تقسیم کریں تو سوا نو سال فرق شمسی اور ہجری میں ہوتا ہے۔ اگر ۳۳۶ میں ۹¼ سال کو جمع کر دیں ۳۴۶ ہوتا ہے۔ اور اس رقم میں ۱۰۰۰ سال جمع کریں۔ ۱۳۴۶ قمری ہوتے ہیں۔ اور اس وقت ۱۳۴۶ھ ہے۔ پس احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتب عہد عتیق کے رو سے خروج دجال حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار سال کے بعد روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا۔

یہاں بلا شک ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کمپنی کو دجال سے کیا تعلق۔ سو واضح ہو۔ کہ دجال کے معنے لغت عرب میں یہ ہیں۔ الدجال من الدجالة طائفة عظيمة تحمل المتاع للتجارة۔ یعنی دجال لفظ دجالہ سے نکلا ہے۔ جس کے معنے گروہ عظیم کے ہیں۔ جو تجارت کا مال لئے پھرتی ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہوگیا۔ کہ گروہ عظیم جو تجارت کا کام کرتا ہو۔ انگریزی زبان میں کمپنی اور عربی زبان میں دجال کہلاتا ہے۔

ایسا ہی ہندوستان کی طرف انگریز۔ ڈچ اور فرانس بڑھے اور دوسری طرف وسط ایشیا کی طرف روس بڑھا۔ اول الذکر نے ہندوستان۔ برہما۔ افغانستان اور بلوچستان وغیرہ پر اپنا سکہ بٹھا لیا۔ اور موخر الذکر نے تمام تاتار اور ترکستان اور وسط ایشیا کے ممالک کو ہضم کر لیا۔ اور فارس پر اپنا پورا اثر جما لیا۔ اور چین کو سب اقوام یورپ نے مل کر ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ اور افریقہ، امریکہ۔

ملک بربر جس میں طرابلس، ٹیونس، الجزائر اور مراکش ہیں اور مصر۔ زنجبار۔ نٹال اور کافریہ وغیرہ پر اٹلی۔ فرانس اور انگریز و جرمن وغیرہ کا قبضہ ہوگیا۔ اب بتاؤ۔ کہ کیا اب ان کے یاجوج ماجوج ہونے میں شک رہا۔ اس عقدہ لاینحل کو مسیح موعود نے ایسا کھولا۔ کہ آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر کر دیا۔

پنجم۔ رہا یاجوج ماجوج کی تباہی کا ذکر۔ سو حزقیل نبی کی کتاب کے دیکھنے اور احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی تباہی شام کے ملک میں بالآخر ہوگی۔ اور علامات تباہی شروع ہو گئی ہیں۔ کچھ تو جنگ کے ذریعہ سے اور کچھ طاعون کے ذریعہ سے ان کی ہلاکت ہوگی۔ اسی واسطے مخبر صادق نے ہر مسلمان کو مخاطب فرما کر کہا ہے۔ علیك بالشام۔ تم پر لازم ہے۔ کہ اس وقت شام میں جاؤ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالمگیر جہاد ہوگا۔ جس جہاد میں شامل ہونے کے لئے ہر مسلمان کو تاکید فرما دی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سادہ اور غریبانہ زندگی اختیار کرو

(ایڈیٹر کا نامہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

(نوشتہ سید طفیل احمد صاحب منگلوری ممبر کونسل صوبہ متحدہ)

عالی جناب مدیر پیغام صلح نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ میں مندرجہ عنوان پر اظہار کروں، مدت سے مسلمانوں کو اس امر کا احساس ہو رہا ہے۔ کہ وہ روز بروز مفلس ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے عام خواہش ہے کہ وہ مسرفانہ رسوم سے پرہیز کریں۔ سادہ اور غریبانہ زندگی اختیار کر کے دوسری قوموں کی طرح خوش حال ہوں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر پیش نہیں جاتی۔ اور اب عام حالت یہ ہو رہی ہے۔ کہ مسلمانوں کے پاس اتنا اثاثہ بھی نہیں رہا۔ کہ وہ تقریبات میں زیادہ صرف کریں اور تکلف اور امیرانہ زندگی بسر کریں، برخلاف اس کے دیگر اقوام کے لوگ روز بروز امیرانہ زندگی اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس سے ان کی تدریجی ترقی میں کوئی خلل نہیں آتا۔

دولتمند مسلمان غریبانہ زندگی بسر کریں

واقعہ یہ ہے کہ سادہ اور غریبانہ زندگی بذات خود کوئی قابل عمل اور قابل رشک چیز نہیں۔ کیونکہ غریبی کے زمانہ میں انسان مصائب کا شکار بنتا ہے وہ بیماری، قحط اور حوادث کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس وقت نوے فی صدی لوگ جو دیہات میں صدیوں سے ادنیٰ ترین زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ....

......اور اسی طرح صدیوں تک زندگی بسر کرتے رہیں گے اس سے بنی نوع انسان کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ موجودہ حالات میں تو صنعتی اور تجارتی ترقی کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ دیہات تک میں لوگوں کے گھروں میں ٹیلیفون لگا ہوا، موٹریں موجود ہوں اور ہر قسم کی ترقی کے سامان پر ہر فرد کو دسترس حاصل ہو۔ البتہ جو امر قابل اعتراض اور مانع ترقی ہے وہ یہ ہے کہ چند لوگ بہت زیادہ دولتمند ہوں اور امیرانہ زندگی بسر کرتے ہوں۔ اور متوسط الحال اور غربا بھی امیروں کے نقال بن کر اپنی حیثیت سے بڑھ کر تمدن اور معاشرت اختیار کریں۔ برخلاف اس کے قومی ترقی کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ مرفہ الحال ہیں۔ وہ اپنے مرتبہ سے اتر کر غربا کی زندگی اس نیت سے اختیار کریں کہ انہیں افلاس اور شکستگی سے نکال کر خوش حالوں کے طبقہ میں شامل ہونے کے قابل بنا دیں۔ چنانچہ یہی نصب العین انبیاء، صحابہ کرام، صلحا اور اولیاء کا تھا۔ جس کی نسبت مولانا حالی نے فرمایا ہے ؎

تن پہ تھا فاروق اعظم کے پھٹا کرتا مگر
قوم کی خاطر بھری نیت نہ لیکر ملک جم

مسلمان امرا کا اسراف

چنانچہ اس وقت بھی دنیا میں جو قومیں... ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں، ان میں زیادہ لوگ ایسے ہیں جو اپنی ذات پر تکالیف اٹھا کر سرمایہ جمع کرتے ہیں۔ اور اسے اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت اور بھلائی کے کاموں میں لگاتے ہیں پچھلے دنوں روس میں کونٹ ٹالسٹائی ایک نامی شخص گزرا ہے۔ جو وہاں کا ایک بڑا لارڈ تھا۔ اس نے

ایک انقلاب عظیم پیدا کرکے جمہوری حکومت کی بنیاد قائم کی۔ اسی طرح یورپ میں کارل مارکس گزرا ہے جو با اعتبار قابلیت کے ایک اعلےٰ پایہ کا شخص گذرا ہے اور جس نے مزدوروں کی زندگی بسر کرکے یورپ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ ہمارے ملک میں بھی ہمارے برادران وطن میں صدہا آدمی ایسے ہیں۔ جو بڑے دولتمند ہیں۔ مگر خود غریبانہ اور حد درجہ کی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اپنا زیادہ سے زیادہ روپیہ اپنی قوم کے نفع کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمانوں میں اول تو خوش حال لوگوں کی تعداد نہایت کم ہے اور جن تھوڑے سے لوگوں کی آمدنی کچھ معقول ہے وہ اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ صرف کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں چھ چھ ہزار روپیہ ماہوار کے تنخواہ دار ملازموں کا حال معلوم ہے کہ وہ اپنے دوران ملازمت میں لاکھوں کے مقروض ہوگئے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام تر قومی کام برباد ہیں کیونکہ اول تو افراد قوم زیادہ تر مفلس ہیں۔ اور جن کو خدا نے کچھ مقدرت دی ہے وہ نمود و نمائش کی چیزوں میں اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کرتے ہیں۔

اصلاحی تجاویز

اب سوال یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف مسلمانوں کی کیوں ہے کہ وہ مسرف ... ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کی قوم میں روپیہ کو بچاکر بڑھانے کا رواج نہیں۔ اگر مسلمان اپنا روپیہ پس انداز کرکے اُسے بڑھانا سیکھ لیں۔ تو اس میں انہیں خود بخود ایسا ذائقہ آنے لگیگا۔ کہ وہ ہرگز اپنی ذات پر نمود و نمائش میں صرف کرنا گوارا نہیں کرینگے۔ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی آمدنی میں سے ایک حصہ ڈاکخانہ یا بنک میں جمع کرے۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہو۔ اپنے بچوں کا حساب ڈاکخانہ میں کھلوائے۔ مسلمان دوکانداروں اور کاریگروں کو جو غیر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی میں ہیں۔ معین منافع پر روپیہ دے کر انہیں غیروں کے دست تظلم سے بچایئے۔ اپنی زندگی کا بیمہ اور اپنے بچوں کا تعلیمی بیمہ کرایئے۔ تاکہ مرتے وقت بیوی بچوں کو بیکسی اور بے بسی کی حالت میں نہ چھوڑے۔ محض اس قسم کے طریقوں کے اختیار کرنے سے انسان سادہ زندگی اختیار کرنے کی طرف رغبت کرسکتا ہے۔ اور محض ایسے لوگوں کی سادہ زندگی قوم کے حق میں مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ ورنہ یوں تو کروڑوں مسلمان افلاس کی وجہ سے مجبوراً سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کررہے ہیں جو ملک و قوم کے لئے ننگ و عار ہیں۔

ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت

(از سید غلام بھیک صاحب نیرنگ۔ بی۔ اے۔ ایڈوکیٹ۔ ہائیکورٹ پنجاب۔ معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام۔ انبالہ شہر)

تو کہ ہے سارے جہاں کے لئے پیک توحید
آہ سمجھا نہیں خود تو بھی یہ پیغام ابھی

مسلمانوں کے لئے یہ مضمون نیا نہیں ہے کہ تبلیغ اسلام ہر ایک مسلم کا فرض ہے لیکن اس فرض کی اہمیت اس امر کی متقاضی ہے کہ یہ مضمون بار بار نگاہوں سے گذرتا اور کانوں میں پڑتا رہے۔ تاکہ وہ عام غفلت جو اس وقت مسلمانوں میں تبلیغ کی طرف سے دیکھی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ ایک پائیدار بیداری اور ایک دائمی حرکت عمل سے بدل جائے۔

میرے مضمون کا عنوان یہ نہیں ہے کہ تبلیغ اسلام کی ضرورت کیوں ہے۔ بلکہ میرا موضوع یہ ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کس قدر اور کیوں ہے۔

انسان کا بہر حال یہ فرض ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ ہماری دنیوی زندگی ایک محدود زمانہ ہے اس زندگی کے لئے اللہ تعالےٰ ہم کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اُن نعمتوں کا فائدہ اس زندگی کی حد کے اندر ختم ہوجاتا ہے۔ مگر بایں ہمہ اُن نعمتوں کا شکر ہم پر واجب ہے اور اُن کا حساب ہم سے لیا جائیگا۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ۔ غور کیجیے کہ جب محدود فائدہ پہنچانے والی نعمتوں کا شکر واجب ٹھیرا۔ تو اُس نعمت کا سب سے زیادہ شکر کیوں واجب نہ ہوگا۔ جو غیر محدود دائمی اور ابدی فائدہ پہنچانے والی ہو۔ اسلام ہماری دنیا اور ہماری عقبےٰ دونوں کو درست کرتا ہے۔ دنیا کی زندگی میں ہم کو سچائی اور راستبازی حُسن اخلاق اور حُسن معاشرت۔ خوش حالی اور فارغ البالی۔ مسرت اور شادمانی۔ حکومت اور کامرانی سے زندہ رہنے کے قابل بناتا ہے۔ اور عقبےٰ میں قرب الہیٰ حتیٰ کہ دیدار الہیٰ کا مستحق ٹھیراتا ہے اسلام سے بڑھکر اور کونسی [illegible] رحمت ہوسکتی ہے؟ اسلام نعمت عظمیٰ ہے تو [illegible] ... کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی نعمت کا شکر ... جب نہ ہو؟ شکر تین طرح سے ہوتا ہے۔ (۱) [illegible] منعم کے احسان کو محسوس کرنا۔ زبان سے احسان کا اقرار و اعلان کرنا۔ عمل سے احسان کے احسان کو ثابت کرنا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عملی اعتراف احسان کس طرح ہوا کرتا ہے! مال و دولت کا عملی شکر اس طرح ہوتا ہے۔ کہ محتاجوں کو اُس میں سے دیا جائے۔ بھوکوں کو کھلایا جائے۔ ننگوں کو پہنایا جائے بیماروں کا علاج کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارباب تقویٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ (اللہ تعالےٰ نے جو نعمت اُن کو دی ہے اُس میں سے وہ دوسروں کو دیتے ہیں) اس سے لازم آتا ہے کہ صرف سامان معیشت دنیوی ہی میں سے محتاجوں کا حصہ نکالنا تقاضائے تقوےٰ نہیں ہے بلکہ سامان فلاح دنیا و عقبےٰ (اسلام) سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا بھی تقویٰ میں داخل ہے

تبلیغ اسلام شکر نعمت ہے

اس سلسلے میں غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ تبلیغ اسلام درحقیقت شکر نعمت ہے۔ شکر واجب ہے۔ لہذا تبلیغ اسلام بھی واجب ہے۔ شکر سے نعمت بڑھتی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کروگے تو ضرور ضرور میں تم کو زیادہ ہی زیادہ دونگا) تبلیغ اسلام سے نہ صرف غیر مسلم کی فلاح ہوگی۔ بلکہ خود مبلغ کو بھی نعمت ایمان و اسلام سے زیادہ ہی زیادہ مالا مال فرمایا جائیگا۔ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ (اور اگر تم کفران نعمت کروگے۔ تو میرا عذاب بڑا سخت ہے) تبلیغ نہ کرنا کفران نعمت ہے۔ کفران نعمت کا نتیجہ عذاب الہیٰ ہے۔ عذاب الہیٰ دنیا میں بھی ہوتا ہے عاقبت میں بھی ہوگا ترک تبلیغ کا دنیوی عذاب آج آنکھوں کے سامنے ہے۔

تبلیغ کا ضعف ایمان اور فساد اعمال اس عذاب کا نمونہ ہے

جذبہ تبلیغ سے ملت کی ہے بالیدگی
سوکھ جائیگا وہ پودا جس کا بڑھنا رک گیا

اس تمہید کے بعد اب غور فرمایئے۔ کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت کیوں اور کس قدر ہے۔ میرے نزدیک تین خاص سبب ہیں۔ جو اس ملک میں تبلیغ اسلام کو ضروری اور ناگزیر بناتے ہیں۔

پہلا سبب

یہ ہے کہ ہم توحید کے امانت دار ہیں اور یہ امانت ہم کو اس لئے سپرد کی گئی ہے کہ ہم اس کو اُن لوگوں تک پہنچائیں۔ جو اس کے محتاج ہیں۔ مالی زکوٰۃ دینے کے لئے اُن لوگوں کی تلاش کی جاتی ہے۔ جو مفلس و نادار ہوں۔ اللہ کی راہ میں کھانا کھلانے کے لئے اُن لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر [illegible] لا جاتا ہے۔ جو بھوکے ہوں۔ فی سبیل اللہ پانی پلانے کے لئے اُن کو صلائے عام دیا جاتا ہے جو پیاسے ہوں۔ حق کی دولت تقسیم کرنے کے لئے ہم کو ایسی ہی قوم اور ایسے ہی لوگ درکار ہیں۔ جو اس دولت سے سب سے زیادہ خالی اور باطل پرستی میں ہزاروں سال سے گرفتار ہیں ایک مرتبہ ایک ہندو لیڈر نے کہا تھا۔ کہ دنیا میں جتنے مذہب ہیں۔ اُن کا مجموعہ ہندو دھرم ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس قول سے اُن کی مراد کیا تھی لیکن ایک معنے میں ہم اس قول کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔ آج تک کوئی ہندو محقق نہیں بتا سکتا۔ کہ ہندو دھرم کیا چیز ہے اور اس کے عقائد اساسی کیا ہیں۔ لیکن نوع انسان کے جس مجموعے کو ہمارے برادران وطن ہندو کے نام سے موسوم کرتے ہیں اگر اس مجموعے کے عقائد کو ایک مذہب سمجھیں۔ اور اس کا نام ہندو دھرم رکھیں۔ تو صاف طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب حق و باطل موجود ہیں۔ اُن سب کے عناصر ہندو دھرم میں پائے جاتے ہیں یعنی یہ مذہب حق و باطل کی ایک عجیب و غریب کھچڑی ہے۔ سب سے پہلے عقیدہ وجود باری کو لیجئے۔ جو خدا کی ہستی کو مانتا ہے وہ بھی ہندو ہے جو ناستک ہے اور جو وجود باری تعالےٰ سے انکاری ہے وہ بھی ہندو ہے۔ اس کے بعد مسئلہ وحدت ذات باری کو دیکھئے تو کسی حد تک توحید بھی موجود ہے۔ مگر شرک بھی اس انتہا کی کثرت کے ساتھ کہ ایک خدا کی بجائے کروڑوں خدا بنا لئے گئے ہیں۔ ایک خدا کو ماننے والا بھی ہندو ہے۔ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے سامنے گردن عبودیت خم کرنے والا بھی ہندو ہے۔ درختوں کو دریاؤں کو سانپوں کو غرض ہر قسم کی مخلوق کو پوجا جاتا ہے اور صرف خدا کی مخلوق ہی کو نہیں۔ بلکہ اپنی مخلوق یعنی اپنے ہاتھ کے گھڑے ہوئے بتوں کو بھی پوجتے ہیں۔ دنیا کے کسی خطے کے وحشی سے وحشی باشندوں کے مذہب کو دیکھ لو جس باطل پرستی میں اُن کو مبتلا پاؤ گے۔ اسی شکل و صورت کی باطل پرستی ہندوستان میں بھی موجود ملے گی ثابت ہوا کہ یہ ملک تمام دنیا کی باطل پرستی کا مرکز ہے۔ مرکز باطل سے زیادہ تبلیغ حق کا محتاج اور کوئی ملک یا مقام نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے ہندوستان کا حق ہے۔ کہ اس کو باطل کی قید سے آزاد کرایا جائے۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کرنا حق بہ حق دار رسانیدن ہے۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب یہ ہے کہ دنیا بھر کے عقائد باطلہ کے علاوہ اس ملک میں سات کروڑ ابنائے آدم ایسے موجود ہیں جو ہزاروں

اُن کو جائدادوں سے محروم کیا گیا۔ رہنے تک کے واسطے کوئی جھونپڑا اُن کی ملکیت نہ رہا۔ ان کو ذلیل سے ذلیل کاموں کے واسطے مخصوص کیا گیا۔ اُن کو انسانیت کے حقوق سے اس حد تک محروم کیا گیا۔ کہ وہ کسی انسان کو چھُو نہیں سکتے۔ کوئی انسان انکو چھُو نہیں سکتا۔ وہ اونچی ذات کے لوگوں کے قریب بھی نہیں آسکتے۔ اُن سڑکوں پر بھی نہیں چل سکتے۔ جن پر اونچی ذات کے لوگ چلتے پھرتے ہیں۔ یہ کروڑوں انسان ہزاروں سالوں سے اس انتہائی مصیبت و ذلت میں مبتلا ہیں۔ ضرورت ہے کہ اُن کو اس بدترین حالت سے نکال کر دوبارہ درجۂ انسانیت تک پہنچایا جائے۔ اِس وقت تو یہ حالت ہے کہ کتے اور سؤر بھی پاک ہیں۔ مگر انسان کے یہ غریب بچے ناپاک ہیں۔ اُن کو انسان بنانا ہے اُن کی رُوحوں کو پاک کرنا ہے تاکہ اُن کے جسم بھی پاک ہو جائیں۔ وہ ہزاروں سال سے ہر انسانی شرف سے محروم ہیں یہ کھوئی ہوئی دولت اُن کو واپس دلانی ہے۔ یہ ایک عظیم الشان کام ہی نہیں۔ بلکہ ایک مقدس ترین فرض ہے۔ اگر ہم اس کام کو نہ کریں گے۔ تو فردائے قیامت کو ہم سے ضرور پوچھا جائیگا۔ کہ کروڑوں انسان تمہاری آنکھوں کے سامنے کتوں سے بدتر حالت میں تھے تم نے اُن کی کیا خدمت کی؟ کیا تم نے اُن کو پیغام حق سُنایا۔ اُن کو ذلت کی غلاظت سے نکالنے کی کوشش کی۔ ذرا سوچ لیجئے کہ اُس وقت آپ کیا جواب دینگے۔

تیسرا سبب

خود اپنی حفاظت کی ضرورت ہے، ملت اسلامیہ کو قوت دینا اور اعدائے اسلام کے حملوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ ملت کی قوت عددی بھی ایک بڑی چیز ہے۔ اور اگر نصب العین صحیح ہو۔ تو تعداد بڑھانے کی خواہش نہایت محمود ہے۔ ہمارے برادران وطن بھی اپنی تعداد بڑھانا چاہتے ہیں۔ مگر اُن کا نصب العین خالص دُنیوی ہے۔ وہ ملک میں اپنا اقتدار بڑھانا چاہتے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ رائیں ہماری ہوں۔ زیادہ نوکریاں ہم کو ملیں۔ اُن کو مذہب کے حق و باطل سے کوئی غرض نہیں۔ سوامی شردھانند آریہ سماجی تھے۔ اور اِس لحاظ سے بُت پرستی کے بدترین مخالف۔ سناتن دہرمی بُت پرست ہیں۔ لیکن سوامی شردھانند جن لوگوں کی شُدھی کرتے تھے اُن کو سناتن دہرم میں داخل کرتے تھے۔ اِس کے معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ مذہب مقصود نہ تھا صرف ہندو کہلانے والوں کی تعداد بڑھانا مقصود تھا۔ چنانچہ مسٹر راج گوپال اچاریہ (مہاتما گاندھی کے تلمیذ ارشد) نے سرگودہا (پنجاب) کی پولٹیکل کانفرنس میں ایک تقریر کی اور کہا کہ شُدھی والے محض سیاسی اغراض کے واسطے تعداد بڑھانے کے آرزومند ہیں۔ مسٹر راج گوپال اچاریہ گھر کے بھیدی تھے۔ انہوں نے شُدھی کی لنکا ڈھا دی۔ لیکن تعداد بڑھانے میں ہمارا نصب العین خالص دینی و مذہبی ہے۔ یہ وہی نصب العین ہے جس کے لئے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور حضور کا عمل دونوں بطور سند موجود ہیں آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔ کہ یا الٰہی عمرؓ کے قبول اسلام سے اسلام کو قوی کر۔ اس مثال سے ثابت ہے کہ ایسے افراد یا جماعتوں کے داخل اسلام ہونے کی تمنا کرنی چاہیئے۔ جن کے قبول اسلام سے ملت اسلامیہ کو قوت پہنچے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ شادیاں کرو۔ نسلیں بڑھاؤ۔ اور تعداد کو ترقی دو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اگر ہم تعداد ملت میں اضافہ کرنے کی فکر نہ کریں گے۔ اور اعدائے اسلام اس کے کم کرنے کی تدبیریں کرتے رہیں گے۔ تو اس کا نتیجہ ملت اسلامیہ کے ضعف کے سوا اور کیا ہوگا۔ دنیا کی مقتدر اور مالدار قومیں صدیوں سے ملت اسلامیہ کے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ اور کم از کم نصف صدی سے ہمارے ہندوستانی برادران وطن بھی برادران یوسف بن گئے ہیں۔ اس وقت خال خال نفوس کے سوا ان کے بچے بچے کی زبان پر یہی الفاظ دل میں یہی جذبہ اور سر میں یہی سودا ہے کہ اسلام کو مٹا دو۔ اسلام کو مٹا دو۔ ایسی صورت میں اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ کہ ہم اپنی تمام قوتوں کو متحد اور منظم کر کے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کریں۔

تجھ کو خود اگر زندہ رہنا ہے پھیلا زندگی
ورنہ کر لیں گے ہڑپ تجھ کو جراثیم فنا

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق

(جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود جیسے کہ بعض صفات میں مثیل مسیح تھے۔ ایسے ہی اکثر صفات کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل تھے اور جیسے کہ آنحضرت کی شان میں آیا ہے کہ انک لعلی خلق عظیم اسی طرح آپ کا بھی خلق عظیم خلق محمدی کی شان اپنے اندر رکھتا تھا آپ کے اخلاق و فیضان سے نہ صرف جماعت احمدیہ کے افراد اور ان کے اہلبیت ہی متمتع تھے۔ بلکہ دیگر مسلمان حضرات اور غیر مسلموں سے بھی آپ کا سلوک اور خلق اس زمانہ کے لئے بے نظیر مثال اپنے اندر رکھتا تھا۔ مثال کے طور پر چند واقعات عرض کرتا ہوں

مہمان نوازی

(۱) جماعت احمدیہ کے قریباً جملہ افراد سے جن کو آپ جانتے تھے۔ بےحد محبت کرتے۔ ان کے رنج و راحت میں ہمیشہ حصہ لیتے اور ان کے لئے ہمیشہ دعا کرتے۔ بالخصوص نماز تہجد میں ہر ایک کا نام لے لیکر دعا کرتے تھے۔ اور کسی دوست کے متعلق بدگمانی یا غیبت کو پسند نہ کرتے۔ مہمان نوازی میں بھی آپ کو کمال تھا اور کبھی پسند نہ کرتے کہ مہمان جلد رخصت ہو۔ اگر کوئی شخص ایک دو روز کے لئے ملاقات کو حاضر ہوتا تو ہمیشہ یہی چاہتے کہ زیادہ دن رہے۔ اور بعض لوگ جو دور دراز کی مسافت سے آتے وہ بعض اوقات کئی ماہ اور بعض غیر ممالک کے لوگ سال سے بھی زیادہ آپ کے پاس مہمان رہتے۔ مگر آپ کی مہمان نوازی میں کبھی فرق نہ آتا۔ آپ ایک وقت کا کھانا اکثر مہمان کے ساتھ بیٹھکر کھاتے۔ اور اپنے برتن میں سے گوشت نکالکر اپنے پاس والوں کے آگے ہمیشہ رکھتے۔ اور کسی چیز کی دسترخوان میں کمی ہوتی تو اکثر گھر میں جاکر بلا تکلف اٹھا لاتے۔ اور لسی اور اچار تو مہمانوں کے لئے خود ہی لایا کرتے تھے۔ خاص مہمانوں کو رخصت کرنے کے لئے اکثر دور تک یکہ یا ٹم ٹم کے ساتھ خود پا پیادہ چلتے۔ چنانچہ بٹالہ کی بڑی سڑک تک ساتھ جانا تو ان کے لئے معمولی بات تھی۔ ایک دفعہ آپ ہمارے ساتھ رخصت کرتے ہوئے نہر تک تشریف لے گئے، جو قادیان سے کم از کم چار میل ہے اور ایسا اتفاق کئی دفعہ ہوا۔

(۲) میں نے اور میرے مرحوم بھائی مرزا ایوب بیگ نے ۱۸۹۲ء میں بیعت کی تھی۔ ۱۸۹۳ء میں پہلی مرتبہ مجھے قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سے میں نے اپنے والد صاحب (مرحوم) کو حضرت صاحب کی بیعت کے لیے خط لکھا اور ایک سال کے عرصہ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں نے ان پر اپنی بیعت کا اظہار کیا۔ خط ۸ صفحہ کا تھا اس خط میں میں نے مختصراً حضرت مسیح موعود کے دعوے و دلائل کا ذکر کیا تھا۔ اور والد صاحب کے بے شمار احسانات کا ذکر کرتے ہوئے ان سے بعوائے آیہ کریمہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے عرض کی تھی۔ کیونکہ ۱۳۰۰ سال سے امت کو جس بزرگ کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ وہ ہم میں ظاہر ہوا۔ یہ خط میں نے حضرت مسیح موعود اور کل حاضرین کو حضرت مولانا نور الدین صاحب کے مقام پر سنایا آپ نے غایت درجہ کی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ کاش ہمارے لڑکے ایسے ہوتے۔

اخوت ومودت

(۳) باوجود اس کے کہ جماعت میں آپ کو نہایت ہی اعلےٰ منصب حاصل تھا۔ اور چھوٹے بڑے سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ آپ سب کو اپنا بھائی سمجھتے اور اسی انداز سے ہر ایک سے خطاب کرتے تھے۔ اس ابتدائی زمانہ میں عمر کے لحاظ سے ساری جماعت میں سے ہم دونوں بھائی سب سے چھوٹے لڑکے تھے مگر ہم کو بھی جب کبھی آپ خط لکھتے۔ محبی۔ عزیزی۔ اخویم کے الفاظ سے خطاب کرتے۔

کے لیے کوئی خاص نشست یا کوئی خصوصیت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ سب کے برابر بیٹھتے۔ اور شام کو جب چھوٹی مسجد کی چھت پر تشریف رکھتے تو اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ نیچے ہوتے تھے۔ اور بعض دوست آپ سے اونچے ہوتے تھے۔ کئی دفعہ آپ کمرہ میں فرش پر تشریف رکھتے تو احباب چارپائیوں پر آپ سے اونچے بیٹھ جاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے کہ میں آپ کے اندرونی مکان میں آپ کے کمرہ میں حاضر ہوا۔ آپ کسی کام کے لئے کمرہ سے باہر گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں آپ کی چارپائی پر سو گیا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب نیچے فرش پر سوئے ہوئے ہیں

(۵) مجلس میں جب آپ تشریف رکھتے تو کوئی تصنع نہ ہوتا تھا پیروں کی طرح سے منہ بنا کر آپ کبھی نہ بیٹھتے بلکہ بالکل بے تکلف ہوتے تھے اور کوئی ہنسی مذاق کی بات ہو تو بعض دفعہ بہت زور سے قہقہہ لگاتے تھے۔ اور کبھی اتنی زور سے ہنستے تھے۔ کہ ہنسی روکنے کے لئے پگڑی کا پلو اپنے منہ کے آگے دے لیتے تھے۔

رضا بالقضا

(۶) باوجودیکہ آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ اور اپنے کسی دوست یا رفیق کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے حادثات میں آپ کو کبھی مغموم و متفکر نہیں دیکھا۔ بلکہ بہت بڑے صبر اور حوصلہ سے کام لیتے۔ یہاں تک کہ آپ کو دیکھ کر دوسروں کو صبر آجاتا۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم کاربنکل کے مرض سے ڈیڑھ دو ماہ تک بیمار رہے۔ ان کا معالج خاکسار اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین (مرحوم) تھے۔ ان کے لئے آپ نے ہر ایک قسم کا سامان علاج معالجہ کے لئے مہیا کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے ہیں۔ تو قادیان جیسی جگہ میں ایک ڈھیر برف کا ان کے کمرہ میں موجود تھا آپ ان کی صحت کے لئے غایت درجہ بے چین تھے۔ مگر جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت مولوی محمد علی صاحب، خاکسار اور دیگر رفقا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہماری طبیعتیں قابو میں نہ رہیں اور ہم میں سے بعض کی چیخیں نکل گئیں۔ آپ شور سنکر گھر سے باہر تشریف لائے اور ہم سب کو تلقین فرمائی کہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ کا حوصلہ اور نمونہ دیکھ کر سب کو اطمینان قلب اور سکینت حاصل ہوگئی۔

ایسے ہی صاحبزادہ مبارک احمد کا جب انتقال ہوا تو آپ نے رضا بالقضا کا پورا نمونہ دکھلایا۔ حالانکہ آپ ان کی خاطر کئی دن اور کئی رات نہ سوئے تھے۔ اور آپ کو وہ بچہ بہت ہی عزیز تھا۔ اور آپ اس کی صحت کے لئے بہت ہی بے تاب رہے تھے۔ مگر جب اس کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے مطلق جزع فزع نہ کیا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی بے تابی ظاہر کی۔ بلکہ جس وقت بچہ کے لئے قبر کھودی جارہی تھی۔ آپ باغ میں احباب کو آیت ولنبلونکم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ کی تفسیر کرکے صبر اور رضا بالقضا کی تلقین فرمارہے تھے۔ اور ایسا معلوم نہ ہوتا تھا کہ آپ ہی کا اس قدر عزیز فوت ہوا ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ اس وقت دوسروں کو اس امتحان سے کامیاب ہونے کے لئے درس اتقا کی تلقین کر رہے تھے۔

محبت و یگانگت

(۷) خاکسار سے اور میرے مرحوم بھائی مرزا ایوب بیگ سے آپ کو بے حد دلی محبت اور لگاؤ تھا۔ چنانچہ جب میں نے ۱۸۹۸ء میں ڈاکٹری کا آخری امتحان دیا تو آپ نے میری کامیابی کے لئے دعا کی۔ آپ کو الہام ہوا کہ "تم پاس ہوگئے"۔ آپ نے فرمایا۔ چونکہ مجھ میں اور مرزا یعقوب بیگ میں دلی یگانگت ہے اس لئے مخاطب مجھے کیا ہے اور حقیقت میں مراد وہ ہے۔

(۸) چونکہ مرزا ایوب بیگ مرحوم اپنے مرض الموت میں میرے پاس فاضلکا ضلع فیروزپور میں تھا۔ اس نے آپ کو خط لکھا کہ آپ مجھے اس جگہ آکر مل جاؤ۔ آپ نے جواب تحریر کیا۔ مجھے آکر دیکھنے میں کوئی عذر نہ تھا۔ میں ضرور آتا۔ مگر میرا دل اس قدر نرم ہے کہ میں اپنے کسی دوست کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اسی (۸۰) روپیہ بھیجے کہ تمہارا اپنے بھائی کی تیمارداری میں بہت خرچ ہوا ہے۔ اور اس کا ہم پر بہت حق ہے۔ اس لئے ہم یہ رقم بھیجتے ہیں۔ اس کے علاج میں خرچ کرو۔ چنانچہ جب وہ رقم آئی تو مرحوم نے اسے اپنے سینہ پر رکھا اور بہت خوش ہوا کہ حضرت صاحب نے اس

نورالدین صاحب مرحوم کو عیادت کے لئے قادیان سے بھیجا مگر جب پہنچے مرحوم فوت ہو چکا تھا۔ جب میں نے حضرت مسیح موعود کو مرحوم کی وفات کا تار دیا۔ تو آپ نے جواب میں مجھے لکھا کہ میں سرور کی وجہ سے نڈھال چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ مگر مرحوم کی وفات کے صدمہ نے مجھ کو اٹھا کر بٹھا دیا۔ اور آپ کو الہام ہوا کہ مبارک وہ جو اس دروازہ کی راہ سے گزرتا ہے۔ اس سے مرحوم کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہے اور آپ نے فرمایا کہ مرحوم اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ ایک شیشہ تھا جو مشک عطر سے بھرا ہوا تھا اور مجھے بہت تسلی دی۔ اور لکھا کہ ایسی روحیں صدہا سال کے بعد کسی خاندان میں آتی ہیں۔

غض بصر

(۹) غض بصر تو گویا آپ کی فطرت میں مرکوز تھا آپ جب چلتے تو آنکھیں نیچی کر کے چلتے۔ گھر میں جب تحریر کا کام کرتے یا اپنے صحن میں چلتے پھرتے تو کبھی ادھر ادھر آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھتے۔ عورتیں تو ان معاملات میں بڑی سمجھدار ہوتی ہیں۔ آپ کے پاس سے گزرتیں تو آپ کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ کون گزرا ہے۔ کئی دفعہ عورتیں ایک دوسری کو کہتیں کہ گزر جاؤ۔ "اسکو نہیں سوجھتا" یعنی مرزا صاحب کسی کی طرف نہیں دیکھتے

(۱۰) آپ جب سیر کے لئے صبح کو تشریف لے جاتے تو جتنے سلمان اور دیگر احباب ہوتے آپ کے ساتھ جاتے۔ سیر میں بھی سوالات کے جواب دیے جاتے۔ اور وہ السی پر بھی تقریریں کرتے۔ اگرچہ آپ بہت ہی تیز رفتار تھے۔ مگر تقریر سننے کی غرض سے بہت سے لوگ آپ کے آگے چلنے کی کوشش کرتے۔ اور گرد و غبار اڑ کر آپ کے اوپر پڑتا۔ مگر آپ اس کی مطلق پروا نہ کرتے۔ آپ سیر کے لئے کوئی خاص پوشاک یا خاص جوتا وغیرہ نہ رکھتے تھے۔ اکثر آپ کی جوتی دیسی ہوتی تھی۔ بہت دفعہ سیر میں کسی دوست کا پاؤں آپ کی جوتی پر آجاتا اور آپ کے پاؤں سے جوتی نکل جاتی۔ یا آپ کی لکڑی پر پاؤں پڑ جاتا اور لکڑی آپ کے ہاتھ سے نکل جاتی۔ مگر آپ کبھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھتے کہ کس نے یہ حرکت کی۔ اور نہ کبھی اس پر کسی کو ملامت کرتے۔

شفقت و رحم

(۱۱) ملازموں سے شفقت۔ آپ کا ایک پرانا ملازم شیخ حامد علی تھا جو ۳۵ سال سے آپ کی خدمت میں تھا۔ اس کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت ہی مشفقانہ تھا۔ وہ بیان کرتا تھا کہ اتنی لمبی میعاد میں آپ کبھی اس پر خفا نہ ہوئے اور نہ کبھی جھڑکا۔ پیران دتا ملازم مویشی پر تھا۔ وہ نہایت ہی سادہ لوح تھا۔ اور خورد کالانعام تھا مگر اس سے بھی آپ ہمیشہ شفقت سے پیش آتے۔

دشمنوں سے سلوک

قادیان میں بھی آریوں سے آپ کی بحث ہوتی رہتی تھی۔ اپنی کتابوں میں بھی وہاں کے آریوں کا ذکر کیا۔ مگر جب کبھی ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ ان کو ہر قسم کی دوا اور امداد پہنچاتے۔ اگر رات کو بھی کوئی آکر جگاتا تو اس کی حاجت پوری کرتے۔ بعض اوقات بہت بہت قیمتی ادویہ مفت عطا فرماتے۔ ایک آریہ کشن سنگھ نام کا تھا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں اس کو کیسوں والا آریہ کر کے لکھا ہے۔ دو دفعہ آپ نے اس کی سفارش میرے پاس کی کہ اس کی آنکھیں بنا دو۔ چنانچہ میں نے بنا دیں۔ آپ کی وفات پر باوجود اختلاف عقیدہ کے وہ روتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ایسے مخلص شفیق انسان ہم کو کہاں سے ملیں گے جن کی وجہ سے ہر قسم کی برکات کا نزول ہم پر ہوتا تھا۔ اور ہمیں ہر قسم کے فوائد حاصل ہوتے تھے۔ پنڈت لیکھرام جب آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا تو بعض ہندو اخبارات نے لکھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی سازش سے قتل ہوا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگرچہ میری پیشگوئی لیکھرام کے متعلق تھی۔ مگر زخم کھا کر اگر وہ میرے پاس آتا تو میں کوئی علاج نہ چھوڑتا۔ جو اس کے لئے ضروری ہوتا۔ اور اس کی جان بچانے کی پوری کوشش کرتا۔

احباب کو تلقین

آخر میں آپ کے اسوۂ حسنہ کی ایک عجیب مثال عرض کر کے ختم کرتا ہوں میں قادیان میں تھا جب مجھے سرکاری ملازمت کا حکم پہنچا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں ایک نئی زندگی میں داخل ہونے والا ہوں آپ مجھے نصیحت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا لوگوں کے جسموں سے تعلق ہے۔ نہ کہ روحوں سے۔ اس لئے تمہاری نظر میں جو شخص دن رات خدا کی عبادت کرتا ہے اور جو دن رات خدا کو گالیاں دیتا ہے [illegible]

حل کیا ہے۔ اور اپنے اندر ایک دشمن کو بھی دیکھ کر اور علاج کر کے جنت [illegible] دیتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوسرے احباب اور جمیع مسلمین بھی آپ کے اسوۂ حسنہ اور وصایا سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور وہی مجدد وقت اور مسیح موعود کے نقش قدم پر چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبع اور مسلم بن سکتے۔ اور دنیا کے لئے نیکی کا نمونہ ہوں گے۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۱ صفر ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۲

بزم احباب

(مرتبہ جناب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب ایم اے)

امریکہ

کیلیفورنیا پادری ہکیس صاحب لکھتے ہیں کہ آپکی مرسلہ کتابیں و محمدی پرانٹ - رسالہ اسلام، بحفاظت تمام پہنچ گئیں - میں آپ کی اس مہربانی اور فیاضی کا مشکور ہوں - میں انہیں غور سے مطالعہ کرونگا - اور اپنی چرچ لائبریری میں دوسرے مطالعہ کنندگان کے لئے رکھدونگا مجھے آپ کا دلچسپ خط بھی ملا - اور یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ آپ ہمارے معقول اصولوں کے حامی ہیں - آپ کا یہ لکھنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ ہمیں اپنے مذہب کا نام اسلام رکھنا چاہیئے - ہمیں بدھوں کی طرف سے بھی یہی کہا گیا تھا - کہ ہمارے اصول ان سے ملتے ہیں - عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب عیسویت کی ترقی یافتہ تصویر ہے - اس لئے ہمیں اپنا مذہب عیسوی رہنے دینا چاہیئے - میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم تمام بڑے بڑے تاریخی مذاہب کے نام چھوڑ کر ایک علیحدہ جماعت بنائیں - اور اس کے مذہب کو مذہب انسانیت کے نام سے پکاریں - جو سب کے اتحاد کو ظاہر کرے - میں آئندہ بھی آپ کی خط و کتابت سے محظوظ ہونگا اور اپنی جماعت کا لٹریچر وقتاً فوقتاً آپ کو بھیجتا رہونگا -

جاوا

عزیز عبدالکافی صاحب جو عرصہ تک یہاں تعلیم پاتے رہے ہیں اور اب بوجہ علالت واپس وطن چلے گئے ہیں - لکھتے ہیں - میں آپکو یہ خبر دینے سے مسرت حاصل کرتا ہوں کہ میرے زخم کو اب قریب قریب آرام ہوگیا ہے اور میں اب یہاں ایک رسالہ کا اسسٹنٹ ایڈیٹر ہوں - جس کے ہر نمبر میں میرے مضامین نکلتے رہتے ہیں - گزشتہ رسالہ میں میرا مضمون ضرورت مجدد شائع ہو چکا ہے - گو بعض ملا طبع لوگ اسے پسند نہیں کرتے - لیکن مجھے ان کی چنداں پروا نہیں - اور میں اپنے کام کو انشاء اللہ عمدگی سے کرتا رہونگا - جو کتابیں میں لاہور سے لایا تھا وہ سنگاپور رہ گئی ہیں - اس لئے کتابوں کے بغیر مجھے تکلیف ہے - آپ مہربانی کرکے ان کی روانگی کا انتظام کریں -

جاوا سے دوسرا خط

عزیز محمد ثابت صاحب جو یہاں تعلیم پاتے رہے ہیں اور بیماری کے سبب واپس جاوا چلے گئے ہیں وہ لکھتے ہیں - کہ خدا کے فضل سے میں ۱۹ رجون کو بٹاویہ بخیریت پہنچ گیا تھا - اور دو دن تک مرزا ولی احمد بیگ صاحب کے ہاں ٹھیرا - اب اپنے گاؤں میں آگیا ہوں - گو بیماری نے تکلیف بہت دی مگر میں نے ہمت نہیں ہاری - اللہ تعالیٰ اپنے شفا دی تو مرزا صاحب کے پاس رہ کر انگریزی سیکھونگا - اور حسب طاقت خدمت اسلام کرونگا - آپ سب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت و توفیق عطا فرمائے -

عبدالکافی صاحب کا زخم یہاں گرم چشمہ میں نہانے سے اچھا ہوگیا - مجھے بھی یقین ہے کہ خدا جلد شفا دے دے گا - تاکہ میں اس کے سچے دین کا خوبصورت چہرہ لوگوں کو دکھا سکوں مرزا صاحب خدمت اسلام میں مصروف ہیں - جملہ احباب کی خدمت میں سلام اور درخواست دعا -

جزیرہ سائپرس

برادر ایم الف فواد صاحب جزیرہ سائپرس سے لکھتے ہیں کہ آپ کا نوازشی کا خط پہنچا - اخبار باقاعدہ ملتا رہا ہے لیکن چند روز سے کوئی پرچہ نہیں ملا - وجہ معلوم نہیں - میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے اہل وطن کو اپنی تمام طاقت کے ساتھ آپ کے مفید کام میں مدد کرنی چاہیئے - لیکن میری کمزور حالت مجھے کچھ کرنے نہیں دیتی - جیسا کہ درانی صاحب نے آپ کو لکھا ہوگا قریباً ایک سال ہوا کہ الکٹرک انجنیری کا امتحان پاس کرکے میں اپنے وطن کو واپس آیا تاکہ یہاں کوئی عمدہ ملازمت مل جائے لیکن یہ دیکھ کر مجھے سخت مایوسی ہوئی کہ میری کامیابی کی سب امیدیں مفقود ہو رہی ہیں - کیونکہ جو بھی جگہ خالی ہوتی ہے وہ یونانی عیسائیوں کو جن کی آبادی یہاں ہم سے بہت زیادہ ہے - دیدی جاتی ہے - یہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کی ہر طرح سے امداد کرتے ہیں اور انہیں سہارا دیتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے کام میں ابھی تک کوئی امداد نہ دے سکا - یہاں کے مسلمان کثیر تعداد میں ہجرت کرکے مملکت ترکیہ کو جا رہے ہیں - اس لئے ایسے پراگندہ دل لوگوں سے کسی قسم کی امداد کی امید نہیں ہوسکتی - ان حالات میں آپ میرے لئے کوشش فرمائیں کہ میں کسی نوآبادی میں جاکر آپ کے ذریعہ سے کوئی عمدہ جگہ حاصل کرسکوں - میں آپ کی توجہ امریکن مشنوں کی سرگرمیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو یہاں بطور ڈاکٹر، انجنیر، دوا فروش، اور معلم کے کثیر تعداد میں کام کر رہے ہیں - امید ہے کہ آپ اس امر کی طرف خاص توجہ دیں گے - اگر آپ میرے انجنیرنگ کے ہنر اور انگریزی - جرمن - فرنچ - یونانی اور عربی علوم سے کوئی فائدہ حاصل کرسکتے ہیں تو میں ہر طرح حاضر ہوں

بمبئی

اخویم محمد علی صاحب عرب لکھتے ہیں کہ بندہ احمدی نہیں - مگر اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ ایک احمدی سے کہیں زیادہ آپ کے سلسلہ سے ہمدردی رکھتا ہے - میں ہمیشہ سے یعنی جب میں پندرہ سال کا تھا آپ کے سلسلہ کے اخبارات وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا ہوں چند سال پیشتر یہاں آپ کے دو مشنری تھے یعنی ایک آپ کا اور دوسرا قادیانی پارٹی کا - لیکن اب دونوں میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا - آپ بمبئی کے کسی بھائی کا پتہ دیں - تاکہ اس سے مل کر مزید مذہبی معلومات حاصل کرسکوں - میں اخبار پیغام صلح اور لائٹ کا خریدار ہوں -

دمشق (شام)

اخویم محمد ادیب عبدالعزیز صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے عزیز دوست سید امین دمشقی صاحب جو امسال فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے تھے - بعد فراغت حج مکہ مکرمہ ہی میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے - جملہ احباب اپنے اس مرحوم بھائی کا جنازہ غائب ادا کریں - مرحوم بڑا نیک اور دلیر آدمی تھا - اور جونہی کہ اس نے حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ سنا فوراً اسے قبول کرلیا - اور کسی مخالفت کی پروا نہ کی - ہم سب کو اس کے بوڑھے والدین اور عیال کے ساتھ ہمدردی ہے - اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے

تھوڑی پونجی سے تجارت

(از محمد احید الدین صاحب ایف اے ایس (لندن) مینیجر نظامی بین اینڈ پبلیکیشن بدایوں)

سوڈا لیمنیڈ اور دوسری قسم کے شربت جو کاربونک ایسڈ گیس کی مدد سے بنائے جاتے ہیں۔ رومیوں کے زمانہ کی خاص صنعت خیال کی جاتی ہے۔ آج کل بہت سے شہروں میں اس کی کافی کھپت ہے اور قریب قریب ہر شہر میں اس کی دو چار مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ تاہم اب بھی بہت سے شہر اور قصبے ایسے ہیں جہاں اس کے بنانے کا کوئی انتظام نہیں۔ حالانکہ اس کا کام بہت سہل اور کم سرمایہ سے چل سکتا ہے۔ اس تجارت میں کسی سابقہ تجربہ اور ٹریننگ کی ضرورت نہیں دو ایک ماہ میں خود ہی کافی تجربہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ خود مشین کا چلانا اور پانی کا بنانا آجاتا ہے۔

سوڈا واٹر کے بنانے میں سب سے زیادہ ضروری چیز کاربونک ایسڈ گیس ہے اکثر کارخانوں میں گیس بنا بنایا خرید کر استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لوہے کے مضبوط سلنڈروں میں دہلی۔ بمبئی۔ کانپور سے بھر کر آتا ہے۔ بعض کارخانوں میں جہاں بڑی مشینیں ہیں وہاں گیس بھی خود ہی تیار کر لیا جاتا ہے۔ گیس عموماً گندک کا تیزاب اور چاک ملا کر پیدا کیا جاتا ہے۔ مگر کم سرمایہ سے کام شروع کرنے کے لئے گیس بنا بنایا منگانا چاہیے۔ گھر پر گیس بنانے میں سستا ضرور پڑتا ہے۔ مگر اس کے لئے مشینیں قیمتی خریدنا پڑتی ہیں۔ سوڈا واٹر کی بکری کا دارومدار شہر کے محلوں کے دکانداروں پر ہے۔ ہر محلہ کے پان والے اور دوسرے خوردہ فروشوں کو اپنا ایجنٹ بنالینا چاہیے۔ اس طرح سے کافی بکری ہو سکتی ہے۔ اس کام کو اگر معمولی پیمانہ پر شروع کیا جائے تو ذیل کے سامان کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک بوتلا سوڈے کی مشین	۴۵ روپیہ
گیس سلنڈر	۲۰
خالی بوتلیں دس اونس اور چھ اونس والی تقریباً چار روپے دو گراس ۲۴۔ درجن	۹۶
ایسنس ۵ پونڈ	۲۵
رنگ	۱۰
گلسرین ایک پونڈ	۷
ٹاٹرک ایسڈ ۵ پونڈ	۵
بوتل پر لگانے کے لیبل	۱۲
شکر ایک من	۱۶
میز رنگ گلاس تانبہ چینی کے تسلے وغیرہ	۵
ہاتھ کا ٹھیلہ چلانے کے لئے اور دکانداروں سے بوتلیں لانے لیجانے کے لئے	۱۵
	۲۱۱

کارخانہ چلانے کے لئے ملازمین

بوتل دھونے والا لڑکا تنخواہ ماہوار	۸ روپیہ
مستری بوتل بھرنے والا	۱۵
قلی بوتل تقسیم کرنے کے لئے۔	۱۰
	۳۳

بوتل کے دھونیکا کام مالک خود ہی کرے تو بہت اچھا ہے۔ اس میں اول تو بوتل کی نگرانی کافی رہے گی دوسرے کفایت بھی ہوگی

طریقہ تیاری

میٹھی بوتلوں کے لئے پہلے سیرپ تیار کر کے رکھ لیا جاتا ہے اور سوڈے کی کھاری بوتلوں میں صرف پانی اور گیس بھرا جاتا ہے

تیاری سیرپ

تیار کرنے کے لئے چھ پونڈ شکر کو تین پینٹ پانی میں ملانا چاہیئے جب شکر گھل جائے تو اسی گرم حالت میں دو اونس ٹاٹرک ایسڈ اور نصف تولہ گلسرین ڈالدینا چاہیئے۔ بعدہ جب ذرا ٹھنڈا ہوجائے تو اس کو چھان کر رکھ لینا چاہیئے۔ اب یہ سادہ سیرپ تیار ہے۔ اس میں جس قسم کا ایسنس، خوشبو، اور رنگ ملادیا جائے اسی قسم کا شربت طیار ہو جائیگا۔ ایک بوتل میں پاؤ اونس شربت ڈالنا کافی ہے۔

لاگت

سوڈا واٹر بنانے میں اوسط خرچہ فی درجن چار آنہ ہے جس میں تمام اخراجات اور بوتلوں کی ٹوٹ پھوٹ شامل ہے۔ اور بکری کا اوسط فی درجن آٹھ نو آنے رہتا ہے۔ ایک چھوٹے شہر میں روزانہ نکاسی کا اوسط بیس پچیس درجن رہتا ہے۔ گو روزانہ نفع کا اوسط چار روپے سے زیادہ پڑتا ہے۔ کل لاگت تین سو روپے کے قریب ہوتی ہے۔ جن شہروں میں اب تک سوڈے کی مشین نہ ہو وہاں اس تجارت کے لئے بڑا میدان ہے اور ان لوگوں کو جو تھوڑی پونجی سے تجارت کرنے کے خواہاں ہوں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات دریافت کرنی ہو تو مجھ سے دریافت فرما سکتے ہیں۔

سوڈا واٹر کا تمام سامان مشین وغیرہ بہت اچھے داموں پر نظام الدین حسین اینڈ سنز بدایوں کے ذریعے سے مل سکتا ہے۔

چین کے لئے ترکوں کی دو لاکھ فوج

چند روز ہوئے مصطفےٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ٹرکی نے اپنے علاقہ کی مجلس صوبیہ کے روبرو ایک دلچسپ تقریر کی تھی۔ جس میں صدر ممدوح نے ترکی کے علاقہ میں روسیوں کی سرگرمیوں کی تصریح کرتے ہوئے بیان کیا کہ موجودہ اگر مانچوریا میں ہم بھیجنے کے واسطے ترکی مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کر رہے ہیں۔ اور اس فوج کا نام ایشیائی لیجن رکھا جائے گا۔

غازی ممدوح نے فرمایا کہ حکومت سوویٹ کے کارندوں نے صرف ہمارے شمال مشرقی صوبوں سے تیس ہزار آدمی فوج کے واسطے بھرتی کئے ہیں۔ میں نے انہیں اجازت دیدی ہے کہ وہ اناطولیہ میں بھی مرسینا کے علاقہ تک رنگروٹ بھرتی کرلیں۔ اس دوسرے علاقہ سے انہیں ۵۰ ہزار مزید رنگروٹ مل سکیں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمہوریہ ترکی کے علاقہ سے صرف انہی مسلمانوں کو بھرتی کریں گے جو فی الحقیقت روس کے صوبجات کوہ قاف سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں۔

جنگ عظیم کے خاتمہ پر اریوان میں جمہوریہ ارمنی قایم ہو گئی تو روس کے جو مسلمان اس جگہ آباد تھے وہ گھربار چھوڑ کر یہاں چلے آئے تھے۔ ان کی ضروریات کا انتظام کرنا پڑا۔ خدا معلوم یہ غلط ہے یا صحیح۔ ان کا بیان تھا کہ ہم چونکہ مسلمان تھے اور روسی ارمن ہمکو تکلیف دیتے تھے۔ اور ایذا پہنچاتے تھے۔ لہذا وہ ترک وطن کرکے ترکی علاقہ میں چلے آئے تھے۔

اب یہ لوگ اناطولیہ کے تمام صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے کم از کم دو لاکھ آدمیوں کو منچوریا کی چینی فوج کے خلاف لڑنے کے لئے چین میں بھیجا جائے ان رنگروٹوں کو بھرتی کرکے لیجانے کا انتظام غیر سرکاری روسیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ ایک مرتبہ امن وامان سے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں مانچوریا کے قریب فوجوں کا اجتماع ہو رہا ہے تو پھر انہیں منظم کرنا اور قوم پرست چینیوں کے سب سے بڑے دشمن چنگ سولن سے لڑنا چینی قوم پرستوں کا کام ہوگا۔ جنھیں یہ انتظام سپرد ہے۔ یاد رہے کہ چنگ سولن مانچوریا کا خداوند جنگ و جدل ہے۔ جس کی فوجیں کنٹین کی فوجوں سے جنگ کر رہی ہیں۔

ہم سے حکومت سوویٹ کے ارباب حل وعقد نے وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی بیرونی طاقت ترکوں پر حملہ آور ہوگی تو اتنے ہی دن حکومت روس ترکوں کو بطور امداد دے گی جتنے کہ وہ رنگروٹ ہمارے صوبوں سے بھرتی کرے گی۔

قواعد حفظان صحت

ڈاکٹر ایڈورڈ او، اوٹس صاحب ایم، ڈی، پروفیسر امراض سینہ ٹفٹس کالج (امریکہ)، سابق پریذیڈنٹ انجمن برائے دفعیہ سل و دق بوسٹن نے جن کا تپ دق کی بہت سی انجمنوں کے ساتھ تعلق ہے "تپ دق اس کے اسباب، اس کا علاج، اور حفظ ما تقدم" کے نام سے ایک بہت مفید کتاب شائع کی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے مریضان تپ دق کے لئے خصوصاً اور دوسرے عام لوگوں کے لئے عموماً صحت کے جو ضروری قواعد دیئے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

اچھی ہوا

جن کمروں میں تازہ ہوا کی آمد و رفت نہ ہو۔ جن میں کافی روشنی نہ ہو جو گرد و غبار سے پر اور میلے کچیلے ہوں۔ جن میں زیادہ گرمی ہو یا بہت سے آدمیوں سے پر ہوں یا تنگ ہوں ان سے دور رہو۔ کمرہ کی کھڑکی ہمیشہ کھلی رکھو۔

گھر کے گرد و غبار سے بچو

کمرے کے فرش کو جھاڑ کر صاف کرتے رہو۔ دریوں یا قالین پر جھاڑو دیتے وقت جھاڑو گیلی کر لو۔ یا گیلا برادہ یا گیلا کاغذ کا استعمال کرو تاکہ گرد کمرہ میں ادھر ادھر نہ اڑے۔

صفائی

نلکے کا صاف پانی پیو اور جو گلاس یا پیالے عام لوگوں کے استعمال کے لئے ہوں ان میں پانی نہ پیو۔

ہر روز نہاؤ۔ یا جسم کو گیلے اسفنج یا کپڑے سے صاف کرو جو تولئے دوسروں کے استعمال میں آتے ہوں ان سے کام مت لو کھانے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کے ناخنوں کو اچھی طرح صاف کرلو۔

انگلیاں، نقدی، کاغذ، یا پنسل وغیرہ کوئی چیز منہ میں مت ڈالو سیب، آم یا کوئی اور پھل جو کسی دوسرے نے منہ سے کھایا ہو دانتوں سے کاٹا ہو اسے اپنے منہ میں مت ڈالو۔ انگلیوں کے ناخنوں کو دانتوں سے مت کاٹو۔ ہر روز دانتوں کو صاف کرو اور اس کے لئے صرف اپنا برش استعمال کرو۔ (برش کی نسبت تازہ مسواک زیادہ مفید ہے۔ پیغام صلح)

خوراک

ایسی خوراک مت کھاؤ جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں یا گرد پڑا ہو یا جسے بغیر صاف کئے ہاتھوں سے چھوا گیا ہو۔ پھل اور ترکاریاں استعمال کرنے سے پہلے پانی میں اچھی طرح دھولینی چاہئیں۔ کھانا اچھی طرح چبا چبا کر کھاؤ۔ اچھے دانتوں سے اچھی صحت کو ترقی ہوتی ہے۔

نیند

پوری نیند سونا چاہیے۔ اکثر لوگوں کو ہر روز آٹھ گھنٹے سونے کی ضرورت ہے۔ بڑی عمر کے بچوں کو ہر روز دس گھنٹے سونے کی ضرورت ہے۔ کمرے کی کھڑکیاں کھلی رکھ کر سوؤ۔ اور جب ممکن ہو تب برآمدہ میں یا باہر کھلی ہوا میں سوؤ۔

سر کو سیدھا رکھو

سیدھے بیٹھو اور سیدھے کھڑے ہو۔ لمبے اور گہرے سانس لینے کی مشق کرو۔ منہ کو بند کر کے ناک کے ذریعہ سانس لو۔ تنگ کپڑے نہ پہنو۔ دونوں پاؤں کے بل کھڑے ہو۔

ورزش

باہر کھلی ہوا میں کافی ورزش کرو۔ جسمانی ورزش کے کھیلوں میں زیادتی کرنے سے بچو۔ حد سے زیادہ ورزش سے دل کی تکلیف ہو سکتی ہے۔ جس وقت ورزش سے جسم زیادہ گرم ہو۔ اس وقت کچھ مت کھاؤ اور کچھ مت پیو۔ کھانا کھانے سے فوراً بعد ورزش مت کرو۔

تماکو اور شراب

تماکو۔ شراب یا بیر کا استعمال مت کرو۔ خراب خوشبو تماکو پینا نوجوان کے لئے خصوصیت سے بہت مضر ہے۔ جسمانی ورزش کے کھیل سیکھنے والے شخص کو شراب یا تماکو کے استعمال کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ جو بچے بڑھ رہے ہوں ان کے لئے تماکو پینا خراب ہے۔

زکام کھانسی سے بچو

اگر تم کو جلد آرام نہ ہو ۔ ۔ تب علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس یا ہسپتال میں جاؤ۔

دوسرے شخص کے پاس مت کھانسو اور مت چھینکو۔ اس وقت رومال کا استعمال کرو۔ یا اپنا منہ دوسری طرف پھیر لو۔ کمروں کے فرش پر یا پیدل چلنے کے راستہ پر مت تھوکو۔

سورج کی روشنی

اپنے کمروں میں خوب دھوپ آنے دو۔

خوشی ایک نہایت مقوی دوا ہے۔ کام کاج کرتے وقت خوش رہنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

مسیح موعود کا پیغام دنیائے اسلام کے نام

از جناب میاں غلام رسول صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے قلم سے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد ،

کائنات کے حکیم خالق اور قادر مطلق مالک نے ابتدا ہی سے ان الله یحیی الارض بعد موتها ۔ کا قانون بنایا۔ کہ ہم زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتے ہیں۔ اور لا تبدیل لخلق الله ۔ اور لن تجد لسنت الله تبدیلا ۔ کی مہر سے اس قانون کو اٹل قرار دیا۔ عالم اسباب کے ناظروں نے اسی قانون کے ماتحت صدیوں سے واقعات کے اعادہ اور اس کے تجربہ سے اس قانون کی تعبیر کی کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔

حضرت موسےٰ اور فرعون

آج سے کوئی ساڑھے تین ہزار سال پیشتر ایک محکوم مظلوم اور غلام قوم کا ایک سراپا بیکسی مجسم شخص اٹھتا ہے کہ اس استبداد و ظلم کا استیصال کرے جس نے ایک قوم کی قوم کو غیرت خودداری اور شجاعت کے لوازم انسانیت سے عاری کر کے اپاہج بنا رکھا تھا اور اس مردہ قوم کو نہ صرف اس ظلم سے چھڑائے بلکہ اسے ارض مقدس کی وراثت کے اوج کمال تک پہنچائے۔ مدعی کی ظاہری حیثیت اور دعوے کی ہیبت میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اور لوگ ہنسی کرتے ہیں۔ اس آئی ہوئی کی تکمیل کے اسباب کے ساتھ پہلے ہی تصادم کا نظارہ نہایت ہی ہیبت ناک ہے۔ اسی مردہ قوم کے بیکسی مجسم دو بھائی اسی انا ربکم الاعلےٰ کے مدعی متمرد بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور انا جئناک بآیة من ربک والسلام علےٰ من اتبع الهدیٰ کا چیلنج کرتے ہیں۔ کہ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان لے کر آئے ہیں۔ کہ کامیاب وہ ہوگا جو سچائی پر ہے۔ الله الله!! بظاہر اس تصادم کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ فرعون کے ایک ادنےٰ اشارہ پر موسیٰ اور ہارون کا ستیاناس ہی ہو جاتا اور کوئی نام لیوا بھی نہ رہتا۔ مگر چونکہ ظلم کی حد ہو چکی تھی اور فرمان خود اس مالک کا تھا جو تمام اسباب کا خود خالق ہے اس لئے آخر نور غالب آیا اور ظلمت کافور ہو گئی۔ ؎

جو بات وہ کہے کہ کرونگا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اس سلسلہ واقعات میں جو اس دعوے کی تکمیل میں واقع ہوتے ہیں۔ اس سے اگلا منظر اور بھی زیادہ خطرناک ابتلا کا ہے۔ جب بنی اسرائیل آگے سے سمندر اور پیچھے سے فرعون کی افواج میں گھر جاتے ہیں اور بظاہر مفر کی کوئی صورت نہیں۔ اور ہلاکت یقینی ہو اور اس وقت انا لمدرکون (یعنی ہم پکڑے گئے) کی اضطراری چیخ ان کے منہ سے نکل جاتی ہے۔ مگر الله الله کیا رنگ ایمان ہے جناب موسےٰ کا کہ ایسے حالات یاس و ناامیدی میں کس حوصلہ اور دلیری سے کہتے ہیں کلا ان معی ربی سیهدین یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم ہلاک ہوں ہمیں یقیناً خدا نکال لے جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا۔ یکہ فرعون معہ اپنی افواج کے غرق ہوا۔ اور موسیٰ معہ اپنی قوم کے سلامت نکل گئے۔ اور یہ نظارہ بذاتہ اللہ تعالیٰ کی ہستی علم اور قدامت پہاڑ اور مدعی کی صداقت پر حجت قطعی تھا۔ پھر تیسرا مرحلہ اس ابتلا کا جو اس موعودہ کامیابی کی راہ میں آیا وہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس بزدل، غلامی کی ماری ہوئی بدبخت قوم نے حوصلہ ہار دیا اور صاف

کہ تو اور تیرا رب جاؤ اور ارض مقدس کو پہلے قوم جبارین سے پاک کرو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے برگزیدہ نبی کے ساتھ واثق تھا۔ کامیابی کی راہ میں چند در چند ابتلاؤں سے سلامت نکل کر وہ قوم موعودہ زمین کے کنارہ پر آ پہنچی تھی۔ مگر قوم کی اس دون ہمتی نے اس کامیابی کو چالیس سال کی مدت کے لئے معرض تعویق میں ڈال دیا۔ حتیٰ کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کا اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ اور مصلحت الٰہی سے وہ غلامی کی حالت میں پیدا شدہ نسل ختم ہو کر آزادی کی پیدا شدہ نسل ان کی جگہ قائم ہوئی۔ تو پھر یوشع بن نون کی لیڈری میں آخر ارض موعود میں داخل ہوئی اور یوں قادر خدا کا وعدہ پورا ہوا

حق و باطل کا دوسرا معرکہ

اس کے بعد یہی منظر سینکڑوں بار دنیا کے سٹیج پر آ کر لن تجد لسنت الله تبدیلا کے قانون پر صداقت کی مہر ثبت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

آج سے کوئی بیس صدیاں پیشتر ناصرہ کے گاؤں کا ایک مسکین یہودیوں کی حد سے بڑھی ہوئی شدت اور درشتی کا معالج بن کر داؤد کے بارہ تخت شاہی دوبارہ قائم کرنے کے دعوے کے ساتھ اٹھایا جاتا ہے۔ اور حسب معمول مدعی کی بےکسی اور دعوے کی اہمیت عالم اسباب کے ناظرین کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ اور متمرد اور خود غرض دشمن نہ صرف حقارت سے اس کے منہ پر تھوکتے۔ کانٹوں کا تاج پہنا کر اپنے تمسخر سے اسے ذلیل کرتے ہیں بلکہ قید کر کے اسے صلیب پر کھینچ کر اپنی طرف سے اس کا خاتمہ ہی کر کے اس موہوم فتنے سے بےخطر ہو جاتے ہیں۔ مگر آخر خدا کی بات پوری ہونی تھی۔ اور پوری ہو کر رہی۔ کچھ عرصہ اصحاب کہف کو اصحاب الرقیم بننے میں لگتا ہے۔ اور آج من کل حدب ینسلون کا منظر ساری دنیا کے روبرو اظہر من الشمس موجود ہے۔ العظمة لله!

حق و باطل کا تیسرا معرکہ

اسی سلسلہ میں اس ایکٹ کا آخری اور مکمل منظر آج سے چودہ صدیاں پیشتر دنیا کے سٹیج پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور وادی غیر ذی زرع کے ریگستان کا ایک بےکس یتیم امی ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر نمودار ہوتا ہے۔ ساری دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک معاصی اور بداخلاقی میں حد سے گزر کر مجذوم ہو چکی اور ظهر الفساد فی البر و البحر کا سماں بندھا ہوا ہے ظلمت اور طاغوت اپنے پورے زوروں پر ہے۔ ماحول ایسا ہے کہ خضر کی بیکار رکی ہوئی کشتی اور معماروں کے رد کئے ہوئے پتھر (یعنی ملک عرب) پر تہذیب اور نور علم کی کبھی جھلک تک نہیں پڑی اور اصلاح کے کئی خواہشمند صدیوں تک اپنے حوصلے آزما کر مایوس ہو چکے ہیں۔ ظلمت انتہا کو پہنچ چکی تھی اور زمین بالکل مردہ ہو کر بنجر ہو چکی تھی۔ جب وہ بیکسی مجسم بکریاں چرانے والا۔ یتیم مزمل اور مدثر صلعم رحمة للعالمین اور انی رسول الله الیکم جمیعا کا جھنڈا اٹھا کے قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا کا چیلنج کرتا ہے۔ اور عالم اسباب کی تحقیر تذلیل اور تمسخر کا تختہ مشق بن کر مجنون کا لقب پاتا ہے۔ ابتلا پر ابتلا اور مصیبت پر مصیبت آتی ہے۔ دشمن ہر ایک پھونک پر یقین کرتا کہ یہ نور اب بجھا۔ مگر آخر اس قادر مطلق خدا کی بات پوری ہوتی ہے۔ اور اذا جاء نصر الله والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا اور الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ۔ یونہی وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و خلفاءہ وسلم۔ بیت اسلام کا یہ آخری معمار اس گھر کی تعمیر کو عین مشیت ایزدی اور تقاضائے ربانی کے لحاظ سے ہر ایک طرح پر مکمل کر کے آئندہ کسی اور معمار کی ضرورت سے مستغنی کر جاتا ہے۔ اور معماروں کی آمد کا سلسلہ اس کی تعمیر کے مکمل ہو جانے کی وجہ سے اس پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اب کسی معمار کی ضرورت نہیں رہی۔ جس چیز کا ایک آغاز ہے آخر اس کا انجام بھی ہے۔ البتہ اس کی نگہداشت اور صفائی کی خدمت جو تقاضائے قانون فکان علیهم الامد فقست قلوبهم ضروری تھی۔ آئندہ اسی ملت محمدیہ میں محدود اور انہی کے لئے مخصوص ہو جاتی

اور جو کام انبیاء کے کرنے کا تھا وہ اس امت وسطےٰ کے سپرد ہوتا ہے اور خیر البشر صلعم کی خیر الامم علمائے امتی کانبیائے بنی اسرائیل کا شرف پاتی ہے۔ اور انہی علماء میں سے ایک کو ہر ایک صدی کے سر پر اس خدمت کے لئے موعود اور مخصوص بھی کیا جاتا ہے۔ من یجدد لها دینها۔

بیت اللہ کا یہ معمار اعظم بحیثیت خاتم النبیین ہونے کے جس طرح پہلی تمام کی تمام صداقتوں کا حامل تھا۔ فیها کتب قیمة اسی طرح جملہ انبیائے سابقین کی جمیع صفات حسنہ و اخلاق فاضلہ کا بھی مظہر کامل تھا۔ ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اگر ایک طرف وہ موسیٰؑ کے جلال کا کامل مظہر تھا۔ رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۔ تو دوسری طرف عیسیٰؑ کی صفت جمال کا بھی مکمل بروز تھا۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کے نام بھی دونوں یعنے محمد جو صفت جلال کا مظہر ہے۔ اور احمد جو صفت جمال کا حامل ہے اور اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے حالات کو بھی دو بڑے حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جس طرح مکہ کے تیرہ سال صفت جمال یا اسم احمدیت کا ظہور تھا۔ اور مدینہ کے دس سال صفت جلال یا اسم محمدیت کا کمال ہے۔ چنانچہ حضور صلعم کا وصال صفت محمدیت یعنی جلال کے ظہور کے اثنا میں ہوا۔ اور صحابہ کرام اسی صفت جلال یا محمدیت کے وارث ٹھہرے۔ رضی اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین۔

مسیح موعود کا ظہور

الٰہی فرمان یدبر الامر من السماء الی الارض کے تین سو سال خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم کے مطابق گزر کر الی السماء فی یوم کان مقداره الف سنة کا ہزار سال جسے اس صادق المصدوق صلعم نے ہزار سال قرار دیا تھا۔ پورا ہوتا ہے۔ اور اس عرصہ میں اسلام اپنے خیر القرون کے جلال محمدیت کو بہم حاملان اور نام لیواؤں کی غفلت اور نااہلیت کی وجہ سے کھو بیٹھتا ہے۔ اور دنیا پھر کہہ اٹھتی ہے کہ اسلام کا وجود جو اس کی دنیاوی شوکت پر منحصر تھا۔ اب مٹا اور اب مٹا۔ اور پھونکیں مارنے پر اتر آتی ہے کہ اسی نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دے۔ مگر ادھر ایک ہزار سال کی مقررہ میعاد کی پوری ہوتی ہے۔ ادھر آخرین منهم لما یلحقوا بهم کی بشارت الٰہی کے پورا ہونے کا وقت آ پہنچا ہے جس کی بنا پر مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور کا وقت اس امت نے بالاتفاق چودھویں صدی قرار دیا تھا۔ چنانچہ تاریخ پھر اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ اور الٰہی قانون ان الله یحیی الارض بعد موتها ۔ پھر پورا ہوتا ہے۔ اور پنجاب کے ایک گمنام گوشہ کے ایک گمنام گاؤں سے ایک گمنام اور کس مپرس شخص دنیا کے سٹیج پر نمودار ہوتا ہے۔ اور دنیائے اسلام کو اسی حالت یاس و ناامیدی میں "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" کی بشارت دیتا ہے۔ اور اس قدیمی اصول ؎

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

کا پھر اعلان کرتا ہے۔ عالم اسباب کے ناظر دعوے کی اہمیت اور مدعی کی بےبضاعتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں۔ طاغوت پھر جھنجھلا کر اپنی عادت قدیمہ کے مطابق اس نور کو جو حسب معمول اس وقت بالکل بےحقیقت تھا۔ بجھانے کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اپنا سارا زور اس کے استیصال پر لگا دیتا ہے۔ مگر سنت اللہ کے مطابق آخر منہ کی کھاتا ہے۔ داعی دنیائے اسلام کو اپنے آقا صلعم فداہ ابی و امی و روحی کی صفت احمدیت کی طرف بلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جس طرح پہلے احمدیت ہی محمدیت کو لانے کا ذریعہ ہوئی۔ اب بھی اسی طرح تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی۔ اور احمدیت یعنی جمال ہی جو اخلاق فاضلہ کا دوسرا نام ہے محمدیت یعنی جلال کو جو حکومت و شوکت کا دوسرا نام ہے۔ لائے گی اور خدا کے حکم اور خدا کے دیئے ہوئے علم سے امن عرض زوال کا سبب اشاعت اسلام سے تغافل کو قرار دیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ — ۱۱ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۶ ہجری — نمبر ۳۲

مزدور مسلمان اور سرمایہ دار ہندو

ہماری صنعت و تجارت اور تحریک امداد باہمی

آج دنیا کے ہر ملک میں مزدوروں اور سرمایہ داروں کی جنگ جاری ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم کے مزدور پیشہ لوگ اسی کوشش میں ہیں کہ جس طرح ہو سکے سرمایہ داروں کی غلامی کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکیں اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں بھی یہ جنگ شروع ہو گئی ہے۔ ہندوستان کی مزدور پیشہ جماعت میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اور سرمایہ دار طبقہ تمام کا تمام ہندو ہے۔ ہر صوبہ میں مردم شمار کے اعتبار سے مسلمان صنعت میں ہندوؤں سے زیادہ ہیں۔ لیکن وہ تمام تر غیر اقوام کے سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہیں گویا صنعت و حرفت میں باوجود تعداد کی زیادتی کے خود اس صنعت سے اصل نفع نہیں اٹھاتے۔ بلکہ اصل نفع دوسری قوموں کے سرمایہ دار اٹھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر لیجئے کہ صوبہ متحدہ میں مردم شماری کے لحاظ سے ۱۴ فیصدی مسلمان ہیں لیکن کاریگری میں ان کی تعداد ۴۴ فیصدی ہے۔ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فیصدی کے قریب ہے لیکن صنعت و حرفت میں ان کا تناسب حسب ذیل ہے۔

(۱) مسلمان لوہاروں کی تعداد دوسری قوموں سے دگنی ہے۔ مگر لوہا بیچنے والوں کی تعداد ½ ہے۔

(۲) مسلمان کپڑا بننے والوں کی تعداد دوسری قوموں سے دگنی مگر کپڑے کی تجارت کرنے والوں کی تعداد ½ ہے۔

(۳) مسلمان تیلیوں کی تعداد دیگر اقوام سے اٹھارہ گنی مگر تیل کی تجارت کرنے والوں کی تعداد صرف ½ ہے۔

(۴) شیخ کاریگروں کی تعداد کھتریوں سے دگنی سے زیادہ ہے مگر کارخانہ داروں کی تعداد ½ ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں بہت سے ایسے مسلمان موجود ہیں جنھوں نے ہندوستان یا ممالک مغربیہ کے مختلف کارخانوں میں صنعتی کام سیکھے ہیں۔ لیکن بالعموم سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے پریشان حال ہیں۔ اور خود کوئی کام نہیں کر سکتے وہ اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ کسی غیر مسلم سرمایہ دار کے ہاں نوکری مل جائے اس کے بالمقابل دوسری اقوام کے معمولی لوگ کارخانے کھولے بیٹھے ہیں اور سرمایہ داری کی بدولت خوب روپیہ کما رہے ہیں مسلمان کاریگر اور پیشہ ور دن بھر محنت و مشقت کرتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ غیر اقوام کے عیار سرمایہ داران غریبوں کی مفلسی سے فائدہ اٹھا کر روپوں کا کام پیسوں میں نکال لیتے ہیں۔ اور ان کی محنت کا اتنا کم معاوضہ دیتے ہیں کہ وہ کبھی پنپ ہی نہیں سکتے۔ ہندو سرمایہ داروں کے اس ظلم و ستم کا نتیجہ یہ برآمد ہو رہا ہے کہ تمام دولت سمٹ سمٹ کر ان کے گھروں میں جا رہی ہے اور غریب مسلمان روز بروز مفلوک الحال ہو رہے ہیں حالانکہ اس دولت کو پیدا کرنے والے بدنصیب مسلمان ہیں۔ مہذب ممالک میں اس تباہ کن صورت حال کی جو سرمایہ داروں نے پیدا کر رکھی ہے۔ اصلاح کے لئے بہت کوششیں ہو رہی ہیں جن میں سے ایک تحریک امداد باہمی ہے۔ اور بلاشبہ جہاں جہاں اس مفید تحریک کو ٹھیک طریق پر چلایا گیا ہے وہاں مزدوروں کو کچھ آزادی کا سانس لینا میسر آگیا ہے۔ ہندوستان کی مزدور پیشہ جماعت میں ہندو سرمایہ داری کا سب سے زیادہ تختہ مشق طبقہ کاشتکاروں کا ہے۔ اور چونکہ ہندوستان خصوصاً پنجاب کی زیادہ تر آبادی کا انحصار کاشتکاری پر ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس طبقہ کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی۔ اس خیال کو مدنظر رکھکر حکومت نے تحریک امداد باہمی کا سلسلہ جاری کیا مگر افسوس کہ سرمایہ داری کی زنجیریں اس سے کچھ ڈھیلی نہیں ہوئیں عوام نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں بس ایک ذریعہ ہیں کم سود پر قرض حاصل کرنے کا۔ یہ سچ ہے کہ کم شرح سود پر قرضہ مہیا کرنا بھی ان سوسائٹیوں کے مقاصد میں سے ہے مگر اس تحریک کے حلقہ اغراض کو ایسا محدود کر دینا ایک سخت غلطی ہے ان سوسائٹیوں کا سب سے بڑا مقصد تو یہ ہے کہ لوگ اسراف اور فضول خرچیوں سے بچیں۔ کفایت شعار بنیں اور نفع آور کاموں کے لئے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہیں۔ اور اس طرح سے چھوٹے چھوٹے پیشہ وروں کے لئے سرمایہ تجارت و صنعت فراہم ہو اور انہیں سرمایہ داروں کے آہنی پنجہ سے نجات حاصل ہو لیکن بدقسمتی سے عوام میں ایسی سوسائٹیوں کا مقصد وحید قرضہ کا باآسانی دستیاب ہونا خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرضہ کا باآسانی دستیاب ہونا بجائے خود کوئی مفید بات نہیں جب تک اسے ایسے کاموں میں صرف نہ کیا جائے جس سے کوئی مالی فائدہ پہنچتا ہو۔ اگر قرض لیکر روپیہ نفع آور کاموں میں لگانے کے بجائے غیر مفید کاموں میں لگایا جائے تو وہ بجائے فائدہ مند ہونے کے تباہی اور زیرباری کا باعث ہو جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ کہ پنجاب میں کوآپریٹو سوسائٹیوں سے جو قرضہ لیا جاتا ہے اس کا اکثر حصہ نہایت بے دردی سے غیر مفید کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ گو قرض لیتے وقت ضروریات اور بیان کی جاتی ہیں اس بے ڈھنگی چال کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مزدور پیشہ لوگ پہلے سے بھی زیادہ تباہ ہو رہے ہیں۔ ایک اور مصیبت یہ ہے کہ گو ساہوکاروں کے مقابلہ میں کوآپریٹو سوسائٹیوں سے کم شرح سود پر قرضہ مل جاتا ہے لیکن پھر بھی شرح سود کچھ زیادہ ارزاں نہیں ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ سنٹرل کوآپریٹو بنکوں پر جہاں سے کوآپریٹو سوسائٹیاں قرض لیتی ہیں۔ زیادہ تر ہندو ساہوکاروں ہی کا قبضہ ہے۔

جو حالت مسلمانوں کی صنعت میں ہے اس سے کہیں بدتر تجارت میں ہے۔ اول تو مسلمان تجارت میں پہلے ہی بہت کم ہیں اور جو تھوڑے بہت ہیں تو وہ سرمایہ کی قلت سے مجبور ہو کر اس پیشہ کو چھوڑ رہے ہیں۔ یا غیر اقوام کے سرمایہ داروں کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس زمانہ میں تجارت کا تمام دارومدار سرمایہ کی فراوانی پر منحصر ہے۔ جن لوگوں کا بنکوں میں اثر ہے۔ اور انہیں کم شرح سود پر قرض مل سکتا ہے وہ تجارت میں ترقی کرتے ہیں۔ اور کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے متعدد قومی بنک ہیں جہاں سے انہیں بوقت ضرورت بہت کم شرح سود پر روپیہ مل جاتا ہے اس کے برخلاف مسلمانوں کے قومی بنکوں کا سخت قحط ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ یا تو مسلمان تاجروں کو روپیہ ملتا ہی نہیں۔ اور اگر ملتا ہے تو اس قدر گراں شرح سود پر کہ ان کا تجارتی نفع اس سود کو ادا کرنے کے لئے بھی کافی نہیں ہوتا۔ اور اس طرح وہ بیچارے چند دن میں بیٹھ جاتے ہیں مسلمانوں کی تجارت کے ناکامیاب ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی سرمایہ کی قلت ہے۔ مسلمان اکثر خوردہ فروشی کی دکانیں کھولتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنا تمام تر اثاثہ لگا کر اور قرض دام لے کر چونکہ وہ ہندو آڑھتیوں، تھوک فروشوں اور سرمایہ داروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اور انہیں وہ سہولتیں بہم نہیں پہنچائی جاتیں جو ہندو دکانداروں کو دی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ بدنصیب عام طور پر نقصان اٹھا کر اپنی دکانیں بند کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مسلمان تھوک فروشی اور آڑھت کی دکانیں خود اس لئے نہیں کھول سکتے کہ ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا۔

آج علمائے اسلام جا بجا مسلمانوں کو یہ وعظ کر رہے ہیں کہ وہ تجارت کریں۔ یہ تحریک اور بیداری بلاشبہ مبارک ہے لیکن جب تک سرمایہ کا انتظام نہ ہو اور آڑھت اور تھوک فروشی کی دکانیں نہ کھولی جائیں اس وقت تک مسلمانوں کو تجارت اور صنعت کی ترغیب دینا انہیں تباہی کے گڑھے میں گرانا ہے۔ اگر تحریک امداد باہمی پر پوری سرگرمی سے عمل کیا جائے تو سرمایہ کا فراہم کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ جب سرمایہ فراہم ہو جائے تو پھر آڑھت اور تھوک فروشی کی دکانیں کھولنا بہت آسان کام ہے۔ اگر مسلمان تجارت اور صنعت میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ تو انہیں جلد سے جلد تحریک امداد باہمی پر عمل کرنا چاہیئے۔ ورنہ وہ یاد رکھیں کہ دیگر اقوام کے سرمایہ دار انہیں تجارت و صنعت میں کبھی پنپنے نہ دیں گے تحریک امداد باہمی غریبوں کو اٹھانے اور انہیں سرمایہ داروں کے چنگل سے چھڑانے کے لئے ایک نہایت مفید تحریک ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے من حیث القوم اس تحریک سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس بارہ میں علمائے اسلام کا طرز عمل بھی واضح نہیں ہے۔ مسلمان ہر سال ہندو ساہوکاروں کو کروڑوں روپیہ سود دیتے ہیں۔ اس پر ہمارے علمائے کرام نے کبھی زبان تک نہیں ہلائی لیکن جونہی تحریک امداد باہمی کا ذکر آ جاتا ہے ان کی رگ حمیت فوراً پھڑک اٹھتی ہے۔ کہ یہ تحریک ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں سود لینا دینا پڑتا ہے۔ ضرورت ہے کہ علمائے اسلام کی تمام کی تمام جماعتیں متفقہ طور پر اس صورت حال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور اس مفید تحریک کے متعلق کوئی واضح رائے اور قطعی فیصلہ کریں اور اگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ حالات حاضرہ میں تحریک امداد باہمی پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے مفید و جائز ہے تو پھر اس کی ترویج کے لئے سرگرم جدوجہد کی جائے۔ کوئی شہر، کوئی قصبہ، کوئی گاؤں اور کوئی بستی مسلمانوں کی ایسی نہ رہ جائے جہاں کوآپریٹو بنک نہ قائم ہو جائے۔ مسلمانوں کی ہر قسم کی دکانیں اور کارخانے نہ کھل جائیں۔ اور اگر ان کا فیصلہ یہ ہو کہ اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں تو پھر موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لئے کوئی اور پروگرام تیار کریں۔ اب محض حلت و حرمت کا فتویٰ دے دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ قوم تباہ ہو رہی ہے اور اس کی جائدادیں حیرت انگیز سرعت سے غیر اقوام کے ہاتھوں میں چلی جا رہی ہیں۔ ان کے تحفظ کا کچھ نہ کچھ انتظام ہونا چاہیئے۔ تجارت و صنعت سے مسلمان نہایت سرعت سے خارج ہو رہے ہیں۔ جس کا انسداد کرنا ضروری ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف قوم کے رہنماؤں کو جلد از جلد توجہ کرنی چاہیئے۔

ایک "دیش بھگت" کی رائے

اپنے ہم مذہبوں اور ہم قوموں کے خلاف سچی بات کہنے کی توفیق صرف مسلمانوں ہی کو ہے۔ ہندو لیڈروں کے اندر ایسی حق گوئی کا سخت قحط ہے راجپال کے سلسلہ میں اول تو ہندو لیڈروں نے مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ لیکن اب زبان کھولی ہے۔ تو راجپال کی حمایت ہی میں ہیں۔ مشہور دیش بھگت سوامی ستیہ دیو نے کراچی میں ایک ملاقات کے دوران میں یوں درافشانی کی ہے۔

"رنگیلا رسول کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ رنگیلا رسول کے معاملہ میں مسلمانوں کو اس قدر شور و شر مچانے کی اجازت دیکر ٹھیک نہیں کر رہی ہے رنگیلا رسول میں سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہے کہ حضرت محمدؐ کی زندگی کے متعلق دنیا کے مختلف عالم لوگوں کی رائے درج کی گئی ہے یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔"

(آریہ گزٹ مورخہ ۱۴ جولائی ۲۷ء)

یہ ایک "دیش بھگت" کی رائے ہے۔ دوسرے خاموش بھگتوں کی بھی غالباً یہی رائے ہوگی۔ کیا ہندو لیڈروں کی اس افسوس ناک ذہنیت کی موجودگی میں یہ امید کی جا سکتی ہے کہ یہ بدزبان آریہ اپنی یاوہ گوئی سے باز آ جائیں گے۔ ہمیں تو یہ توقع ہرگز نہیں۔ جب تک ہندو لیڈر خفیہ و علانیہ ایسے بدزبانوں کی ہمت افزائی کرتے رہیں گے۔ اس وقت یہ ناگوار سلسلہ مزید جاری رہے گا۔ اس کے انسداد کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہندو لیڈر متفقہ طور پر ایسے نالائقوں کی حرکات شنیعہ پر اظہار نفرت کریں۔

منوجی دھرم شاستر میں ترمیم

بیچارے ہندو مذہب کی حالت بھی عجیب ہے اس میں ترمیم و تنسیخ کا ایسا لامتناہی سلسلہ جاری ہے کہ اس نے اس کی اصلی شکل ہی کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ ایک مذہب نہیں بلکہ بہت سے متضاد مذاہب و عقائد کا مجموعہ ہے۔ اس کا ہر ریفارمر ترمیم و تنسیخ ہی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ سوامی دیانند جی نے بہت کچھ ترمیم و تنسیخ کر کے اس بوسیدہ مذہب کو چمکانے کی کوشش کی مگر آج وہ بھی ناکافی ثابت ہوئی۔ اب مسٹر این سی کیلکر ایم ایل اے نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ آپ مجلس مقننہ میں منوجی کے دھرم شاستر کی ترمیم کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کرنے والے ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ جن قوانین کو منوجی نے مرتب کیا تھا۔ ان میں زمانہ حال کی ضروریات کے لحاظ سے بہتیرا اہم تبدیلیاں کی جائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ منوجی کے دھرم شاستر پر بھی ہاتھ صاف ہونے والا ہے۔ ہمارے ہندو بھائی ترمیم و تنسیخ کی اس جھنجھٹ میں خواہ مخواہ پڑے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ترمیم و تنسیخ کے اس لامتناہی سلسلہ سے نجات چاہتے ہیں تو انہیں کسی ایسے مذہب کی تلاش کرنا چاہیئے جس کا ضابطہ قوانین مکمل، غیر متغیر اور ہر زمانہ کی ضروریات کے موافق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں ایسا مذہب سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں۔ پس انہیں جلد سے جلد اس کی شرن میں آجانا چاہیئے۔

گوروا اور چیلوں میں اختلاف

شدھی اور سنگٹھن کی رو میں بہہ کر آریہ سماجیوں نے اپنے گورو سوامی دیانند کی تعلیم کو بھی خیرباد کہہ دیا ہے۔ سوامی جی کی ہدایت یہ تھی:۔

"برہمن وغیرہ اعلےٰ ورن کے آدمیوں کے ہاتھ کا کھانا چاہیئے۔ اور چنڈال وغیرہ نیچ بھنگی چمار وغیرہ کے ہاتھ کا نہ کھانا چاہیئے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۰۵)

لیکن آج آریہ سماجی اس تعلیم کو تلانجلی دے کر ہندوؤں کو یہ ہدایت کر رہے ہیں کہ بھنگیوں اور چماروں کو شدھی پر آمادہ کرنے کے لئے ان کے ہاتھ کا کھانا کھاؤ۔

ریلوے سٹیشنوں پر پانی کی تکلیف

حکومت کے ہر محکمہ میں ہندوؤں کی اکثریت مسلمانوں کے لئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔ یہی حالت محکمہ ریلوے میں ہے۔ نہ صرف دفاتر میں مسلمان امیدواروں کو ملازمت کا ملنا مشکل ہو رہا ہے۔ بلکہ باہر سٹیشنوں پر بھی ہندو ملازمین کی اکثریت کی بدولت مسلمانوں کی آسائش اور ان کے واجبی حقوق کا کچھ پاس نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک عام شکایت ہے کہ جن مقامات پر سٹیشن ماسٹر ہندو ہیں وہاں اکثر مسلمانوں کو پانی پلانے کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا۔ ایک سرکاری عہدیدار نے اخبار الفضل میں میانوالی اور موچھ کے اسٹیشنوں کے متعلق یہی شکایت کی ہے۔ ہم اپنے تجربہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ شاہدرہ نارووال اور سیالکوٹ نارووال ریلوے لائن کے سٹیشنوں پر بھی سوائے خاص نارووال اور چونڈہ کے مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف ہے۔ حکام ریلوے کو اس ناقابل برداشت تکلیف کے رفع کرنے کی جلد کوشش کرنی چاہیئے۔

ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ

۶ اگست کو سنا دیا گیا۔ دیوی شرن شرما مضمون نگار رسیر و فرخ کو ایک سال قید بامشقت اور پانسو پیہ

امام وقت کا پیغام

تبلیغ کا احیا اور تنظیم کا قیام

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

زمانہ خیر القرون کے بعد گذشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے جہاں بڑے بڑے عروج دیکھے، بڑی بڑی سلطنتیں کیں وہاں اُن پر مصائب کے بڑے بڑے جھونکے بھی آئے مگر ایسا جھونکا کبھی نہ آیا تھا جو آج اُن پر آیا ہوا ہے اس سے قبل بیشک اُن کی سلطنتیں چھینی گئیں، انہیں قید کیا گیا، انہیں قتل کیا گیا۔ اُن کی جائدادیں اور املاک چھین لئے گئے، لیکن بایں ہمہ اُن کا کچھ نہیں گیا کیونکہ ایمان ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا، وہ سب کچھ کھو کر بھی دولت ایمان سے مالا مال رہتے، وہ مرتے بھی تھے تو مسلمان مرتے تھے لیکن موجودہ زمانہ میں جو مسلمانوں پر سب سے بڑی آفت آئی وہ یہ تھی۔ کہ دولت و سلطنت کے ساتھ اُن کا ایمان بھی لوٹ لیا گیا، یہی وہ دجال کا حملہ تھا جس سے نبی کریم صلعم نے آج سے سینکڑوں سال قبل ڈرایا تھا نتیجہ یہ کہ سینکڑوں ہزاروں مسلمان اگر اسلام سے کھلم کھلا مرتد نہیں تو ان کے دل میں ایمان بھی کوئی نہیں کہنے کو مسلمان مگر دل کافروں سے بڑھ کر سیاہ۔ اس غارت گر ایمان کی صحیح حقیقت معلوم کرنا چاہو تو احادیث پر نظر کرو جہاں صاف طور پر ارشاد موجود ہے کہ دجال کے حملہ سے بچنے کے لئے سورہ کہف کی پہلی اور پچھلی دس آیات اکسیر کا حکم رکھتی ہیں انہیں پڑھو تو پہلی دس آیتوں میں عیسائیت کے عقیدہ ابنیت مسیح اور مسیحوں کی ظاہری شان و شوکت کا ذکر ہے۔ اور آخری دس آیتوں میں مادہ پرستی کا تذکرہ۔ دیکھ لو مسلمانوں پر حملہ بھی انہی دونوں راہوں سے ہوا۔

مسیحوں کی ظاہری دلفریبیاں

(۱) قاعدہ ہے کہ جس مذہب میں صداقت اور حکمت نہ ہو اُس کے ماننے والے اپنے مذہب میں کسی خوبی کو نہ پا کر دوسرے مذاہب پر نکتہ چینیاں کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر کسی مذہب کو عیوب سے مبرا اور صداقت و حکمت سے پُر پاتے ہیں اور انہیں انگلی رکھنے کی کوئی جگہ نہیں ملتی۔ تو پھر اُس کی شکل بگاڑ اُس پر افترا و بہتان سے کام لے کر دنیا کے سامنے اُس کی غلط شکل پیش کر کے اُس کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اس کی بہترین مثال عیسائی پادریوں کی ہے جنہوں نے دن رات اسلام کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے کبھی نہیں دیکھا کہ ان بزرگوں نے اپنی کتاب سے کوئی علم و حکمت کا اصول نکال کر پیش کیا ہو۔ یا کوئی حسن و خوبی اپنے کسی اصول کی دکھائی ہو۔ کوئی ہو تو پیش کریں، ہمیشہ ان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ اسلام کے صداقت و حکمت سے مملو اصولوں پر نکتہ چینی کی جائے اُن کی اصل شکل بگاڑ کر غلط طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے، اور سچے مذہب کو اس طرح نیچا دکھا کر اپنے مذہب کو فروغ دیا جائے عیسائیوں کی دنیوی شان و شوکت جاہ و حشمت ظاہری حسن و جمال کی دلفریبیاں بہت سے بدقسمتوں کی کشش کا موجب ہو کر انہیں آمادہ کر دیتی ہیں کہ وہ پادریوں کی اُن غلط بیانیوں کو بلا تحقیق مان کر اسلام سے مرتد ہو جائیں۔

مغربی مادہ پرستی

(۲) یورپ کی دولت و حشمت، ترقی سائنس و صنعت نے اپنی چمک دمک سے انسانی آنکھ کو اس قدر خیرہ کر دیا۔ کہ اسے اب سوائے ان مادی ترقیات کے روحانی ترقی کی طرف توجہ ہی نہیں رہی۔ بلکہ مادی ترقی کی تیز چمک نے آنکھوں میں اس قدر چکاچوند پیدا کر دی، کہ وہ سرے سے روحانی ترقیات کا منکر ہی ہو گیا پس جہاں یورپ کے پادری اپنے افتراؤں اور بہتانوں سے اسلام کی اصلی شکل کو بگاڑ کر نہ صرف غیر مسلم دنیا کو بلکہ خود دین سے ناواقف مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کر دیتے ہیں۔ وہاں یورپ کی مادہ پرستی اپنے طمطراق اور ظاہری چمک دمک سے مسلمانوں بلکہ انسانوں کو سرے سے دین سے ہی بیزار یا کم سے کم غافل ضرور کر دیتی ہے اور وہ مذہب کو بھی دنیوی ترقی کا ہی ایک زینہ سمجھ کر ایسے مذہب کو قبول کرنے میں اپنی بہتری سمجھنے لگتے ہیں جس میں شامل ہونے سے ان کی دنیوی حیثیت میں ترقی ہو جائے۔ یا مذہب کی پابندی کو ایک لغو چیز سمجھ کر ہوا و ہوس کی پابندی کو ہی اپنی زندگی کا مقصود سمجھ لیتے ہیں۔

اسلام کی اصل جنگ عیسائیت سے ہے۔

آج دنیا کی وسیع فضا میں نظر دوڑا کے دیکھو۔ صاف نظر آئیگا کہ اسلام کی جنگ جس مذہب سے ہے وہ عیسائیت ہے۔ انہی دونوں مذہبوں

ہندو مذہب اب کوئی مذہب نہیں رہا۔ وہ یا تو دہریت کی شکل میں بدل گیا یا بُت پرستی اور انسان پرستی کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے بڑھنے کی سکت اس میں مطلق نہیں، اس لئے وہ مر چکا۔ ہندو مذہب جو مر چکا وہ کسی عقلمند انسان کو اپنے اصول کی صداقت دکھا کر گرویدہ نہیں کر سکتا، اُس میں قطعاً یہ جرأت نہیں، کہ اپنی مزعومہ الہامی کتاب وید کو دنیا کے سامنے پیش کر سکے وہ اسے عیب کی طرح چھپاتا پھرتا ہے، وہ ایک بت پرستی کا مجموعہ ہے اُس کی جلی ہوئی راکھ سے برہمو سماج، دیو سماج، سکھ اور آریہ سماج زمانہ حال میں پیدا ہوئے ہیں،

برہمو سماج اور دیو سماج کی پیدائش

راجہ رام موہن رائے نے ہندو مذہب میں کچھ نہ پا کر ایک سوسائٹی بنائی۔ جس میں اصول یہ رکھا۔ کہ خدا کو ایک مان لو اور سب مذہب کے بانیوں کو اچھے آدمی سمجھ لو۔ جو لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے جھوٹ بولتے رہے کہ خدا اُن پر وحی کرتا تھا، مگر اُن کا ایسا کہنا چونکہ لوگوں کو ہدایت کے لئے محض نیک نیتی تھا اس لئے قابل معافی ہے۔ یہ خلاصہ ہے برہمو سماج کا۔ ظاہر ہے کہ یہ مذہب نہیں بلکہ سب مذہبوں کو جواب ہے جس کا ضمیر ہندو مذہب کو قبول نہیں کرتا اور پاس وضع یہ بھی اجازت نہ دیتی ہو۔ کہ دوسرا مذہب قبول کرلے تو پھر وہ اسی طرح دل کو سمجھا لینے کا علاج نہ کرے تو کیا کرے جو اس سے آگے بڑھے انہوں نے سرے سے مذہب کا اور خدا کا ہی انکار کر دیا۔ یعنی دیو سماجی بن گئے کسی بڑے آدمی کو خدا کی طرح پوج لیا۔ اور بس وجہ یہی کہ جس مذہب میں وہ پیدا ہوئے۔ وہاں کوئی خدا کی معرفت صحیحہ نہ تھی، اگر کوئی علم و معرفت اس مذہب میں ہوتا تو وہ خدا کا کچھ صحیح اندازہ لگا سکتے قومی اور ملکی تعصب دوسرے مذہب حق پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ نتیجہ دیو سماج تھا۔

سکھ مذہب کی ابتدا

سکھ کچھ نہ تھے صرف وہ ہندو تھے جنہوں نے بابا نانک علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، بابا نانک مسلمان تھے، اگلے زمانہ میں مسلمان صوفی ہندوؤں سے بھی توحید کی بیعت لیتے تھے، مطلب یہ ہوتا تھا کہ پہلے توحید سیکھ لیں پھر رفتہ رفتہ اسلام میں بھی داخل ہو جائیں گے، علیٰ ہذا القیاس جناب بابا نانک صاحب جہاں اپنے ہم مذہب مسلمانوں کو مرید بناتے تھے وہاں ہندوؤں سے بھی توحید کی بیعت لیکر انہیں مرید بنا لیتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ بابا نانک مر گئے۔ اور یہ بیچارے درمیان میں لٹکتے رہ گئے، ان کا نیا پنتھ چل پڑا۔ ظاہر ہے کہ سکھ مت کوئی مذہب نہیں، محض توحید کے بھجن گا کر سب گا لیتے ہیں، مذہب تو وہ ہوتا ہے جس میں خدا کی طرف سے انسان کو اپنی زندگی گذارنے کے لئے کچھ ہدایات ہوں، جن کے ماتحت چل کر وہ اپنی مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے سو یہ سکھ مت میں کہاں۔ ہندو مذہب میں اسلام کے اثر سے نئے نئے فرقے پیدا ہوتے چلے جانے سے یہ امر روز روشن کی طرح نظر آ رہا تھا۔ کہ جوں جوں ہندوستان علم اور سائنس میں ترقی کریگا یہ مذہب مٹ جائیگا اور اسلام میں جذب ہو جائیگا۔ اس سے بچنے کی ایک ہی راہ تھی، وہ یہ کہ اسلام اور مسلمانوں سے تنفر پیدا کیا جائے۔

سوامی دیانند کی ہوشیاری

چنانچہ پنڈت دیانند سرسوتی نے اسی راہ پر قدم مارا۔ اُس نے عیسائیوں کی کاسہ لیسی شروع کر دی، اُن کے گھر میں اسلام کے خلاف بہت سا گند جمع تھا۔ انہوں نے وہاں سے اپنی جھولی بھری اور پادریوں کی طرح اسلام کو خوب جی بھر کے بگاڑ کر اپنے ہم قوموں کے سامنے پیش کیا تا انہیں اسلام سے تنفر ہو جائے، نیز عیسائیوں نے جو مسلمانوں کی غلط تاریخ بنا کر اسلامی سلطنتوں سے بدظنی پھیلانے کا سامان کیا تھا۔ اُس سے فائدہ اُٹھا کر اور مسلمان بادشاہوں کے فرضی مظالم سنا سنا کر مسلمانوں کی طرف سے اپنی قوم کے دل میں کینہ بھر دیا اب میدان صاف تھا عیسائی مذہب خود کچھ نہ تھا اسلام سے ہی خطرہ تھا سو اس کی شکل بگاڑ کر دکھانے اور خود مسلمانوں سے منافرت پیدا کر دینے سے ہندو قوم کا رُخ اسلام کی طرف سے پھر چکا تھا۔ مگر اب مصیبت یہ تھی کہ اپنے گھر میں کچھ نہ تھا، جس کو کوئی عقل مند قبول کرتا۔ اس کے لئے تجویز یہ کی کہ الہامی مذاہب کی ریس میں وید کو الہامی کتاب قرار دیکر طرح طرح کی تاویلیں کر کے اس کو موجودہ سائنس کے ساتھ اپنے زعم میں تطبیق دے کر بہتے ہوؤں کو روکنے کا سامان کیا۔

ہندو اور آریہ سماج

غریب ہندو! بیچارے ہندو! نہ انہیں وید میسر کہ خود پڑھ لیں ہزاروں لاکھوں ہیں جنہوں نے کبھی اس کتاب کی شکل ہی نہیں دیکھی، جنہیں زیارت ہوئی تو اس کتاب کی زبان مُردہ، سمجھتے سمجھاتے خاک نہیں، جو مترجم معنے کرے آمنا و صدقنا، اگر کوئی غیر شخص معنے کرے تو اُن کے ہوشیار لیڈروں کو منظور نہیں، کیونکہ اس سے قلعی کھلتی ہے، کسی کتاب میں نہ علم ہو نہ حکمت تو اس کی پردہ پوشی کے لئے سوائے اس کے چارہ کیا [illegible]

تو کہا جاتا ہے یہ سب غلط ہے بہر حال عام ہندو ویدوں سے لاعلم تھے اُن کی لاعلمی سے پنڈت جی نے فائدہ اُٹھایا۔ ہندوؤں کو تعلیم نے اب مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسی مذہب کو قبول کریں جس میں کچھ معقولیت ہو وہ بت پرستی پر اب قائم نہ رہ سکتے تھے۔ سامنے اسلام کی توحید کا نظارہ نہایت دلفریب تھا۔ پنڈت جی نے ناقص سی توحید کو لے اور ویدوں کی تفسیر میں خدا جانے کیا تاویلیں اور من گھڑت ایزادیں کر ایک نیا مذہب گھڑ کر کھڑا کر دیا جس سے آریہ سماج کہتے ہیں مسلمانوں سے پولیٹیکل طور پر نفرت پیدا کر دینے سے یہ فائدہ ہوا کہ قومیت کے تعصب کی گرمی نے اس نام نہاد مذہب کے ٹھیکے کو پختہ کر دیا۔

شدھی ایک سیاسی تحریک ہے

در حقیقت یہ مذہب کوئی نہیں، ہندوؤں کو ہندو رکھنے کی ایک سبیل ہے، اور شدھی محض ہندوستان میں ہندوؤں کی نفری بڑھانے کی ایک راہ ہے، تا اُس سے پولیٹیکل فائدہ اٹھا کر سوراج قائم کیا جائے ایسے تبلیغ نہیں کہتے جس قوم کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اپنی الہامی کتاب کو پیش کر کے دنیا کے عقلمندوں کے ہاتھ میں دے سکے، وہ کس منہ سے کہہ سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہی ہے جہلا کی جہالت سے اور مفلسوں کی ناداری سے اور بیکسوں اور بے بسوں کی بے کسی اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر شدھیاں کرنا یہ جبر و تشدد اور ظلم اور ضلالت ہے۔ کسی ہدایت کی تبلیغ نہیں، چونکہ اپنے گھر میں کچھ نہیں اس لئے شب و روز اس مذہب کو اپنی سلامتی اسی میں نظر آتی ہے کہ وہ اسلام اور بانی اسلام پر طرح طرح کے بہتان تراشا کرے اور اس طرح اپنے نام نہاد مذہب کی بھیڑوں کو گلہ سے باہر جانے نہ دے، یہی اس مذہب کی کمزوری کا بیّن دلیل ہے کہ وہ خود اپنے کسی اصول کی کوئی خوبی بیان نہیں کر سکتا۔ اس کی زندگی اسی میں ہے کہ اسلام جیسے پُر حکمت مذہب کی شکل کو بگاڑا کرے کیونکہ اس کے اپنے اندر کوئی حکمت نہیں بس ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ مذہب نہیں سیاست ہے، اور عیسائی پادریوں کی اقتدا ہے ان کے اصلی پیشرو وہی عیسائی پادری ہیں جو اس طریق کے موجد ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر اسلام کے اُن دشمنوں کے حملے سے بچنے کے لئے کیا تیاریاں ہوئیں۔

علما کی افسوس ناک حالت

ایک طرف پرانے علما تھے اُنہیں دنیا کی کوئی خبر ہی نہ تھی اور نہ ہے۔ وہ مسجدوں میں بیٹھے تسبیح کے دانے رولتے رہے، اور دشمن نے مسلمانوں پر حملے کر کر کے اُن کے ایمان کے قلعوں کو تباہ کر دیا، کاش ہمارے علما سوتے ہی رہتے۔ مگر نہیں وہ جاگتے بھی تھے، مگر کام بگاڑنے کے لئے اور باہر کے دشمنوں کے ساتھ مل کر اندر سے جڑیں کاٹنے کے لئے شب و روز کفر کے فتوے نہایت لغو مسائل پر رات دن جُوت بیزار۔ نتیجہ یہ کہ مسلمانوں کے اتحاد کو بیزار کر دیا، پڑھے لکھے لوگوں کو دین سے بیزار کر دیا۔ ان مولاناؤں کو کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ ہم پر کوئی دشمن باہر سے بھی حملہ آور ہے اگر کبھی کسی نے جرأت کر کے اُن کے اعتراضوں کو خدمت میں ذکر کیا تو اُلٹا اُسی کے سر ہو گئے اور اُس غریب کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ جان تو چھوٹی مگر ساتھ ہی ایمان بھی چھوٹا۔ کیونکہ مولانا نے جواب تو کیا دینا تھا۔ البتہ اپنی نامعقول حرکت سے اس اعتراض کے وسوسہ کو سائل کے دل میں پختہ کر دیا۔ مشائخ کو اپنے نذر نذرانہ سے کام ہے، اُن کی اپنی پرستش کافی سے زیادہ ہوتی ہے اور یہی پیر پرستی اُن کی چیلوں کو پُر رکھتی ہے وہ احمق ہیں جو لوگوں کو خدا پرستی سکھا کر اور عقل سے کام لینے کی ہدایتیں کر کے اپنی دکانیں سرد کر لیں، غرضیکہ علما اور مشائخ کی حالت یہ تھی، تو ایمان اور اسلام جس قدر بھی برباد ہوتا کم تھا۔

فلاسفروں کی پیدائش

آخر زمانہ کے تقاضے نے بعض فلاسفروں کو پیدا کر دیا جن کا قدم معتزلہ کے قدم پر تھا۔ یہ لوگ نیچری کہلائے انہوں نے زمانہ کی ہوا سے متاثر ہو کر مخالفین اسلام کو جواب دیا۔ مگر زیادہ تر اپالوجی کے رنگ میں۔ یعنی معترضین اسلام کے اپنے من گھڑت اصولوں کو صحیح تسلیم کر کے یہ کوشش کی کہ اسلام کے اصولوں کو تاویلوں کے ذریعہ کسی نہ کسی رنگ میں اُن سے تطبیق دی جائے۔ اور اگر تطبیق دے سکیں تو کوئی ایسا عذر پیدا کیا جائے جس کے ماتحت اُن اصولوں سے اختلاف جائز سمجھا جائے مثلاً اسلام کے خدا کو جو مدبر بالارادہ ہستی ہے دہریوں کا پابند قانون علت اولیٰ تسلیم کر کے معجزات اور نشانات سماوی، استجابت دعا کا انکار کر دیا۔ اُن کی تاویلیں کر دیں، مادہ پرستی کے اصولوں کو سامنے رکھ کر ملائکہ اور عالم ارواح سے انکار کر دیا۔ اُنہیں قوتیں قرار دیدیا۔ وحی الٰہی کو دل کی ہی ایک قوت قرار دیدیا۔ بہشت اور دوزخ کو بھی تخیل کے اندر ہی محدود کر دیا۔ غرضیکہ اسلام کے اصولوں کو توڑ مروڑ کر چند فلسفیانہ

تقویت ہوئی مگر چونکہ اس میں سے مذہب کی روح اڑ گئی تھی اس لئے عمل سے اُنہیں معرا کر دیا اور سچ پوچھو تو ان بزرگوں نے اسلام کی اصلی شکل کو ہی مسخ کر دیا۔

مجدد وقت کا ظہور

اسلام کے دشمنوں کا یہ زغہ اور گھر میں یہ حال کہ یا تو سوئے پڑے ہیں۔ یا وحدت کو برباد کر دینے سے دشمنوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ یا اسلام کے اصولوں کو شکست تسلیم کر کے دشمن کے آگے فی الحقیقت ہتھیار ڈال چکے ہیں" اس وقت اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ (کہ ہم نے ہی اس قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) کو پورا کرتا۔ اور ایسی سخت ضرورت کے وقت میں غیب سے کسی مرد کو کھڑا کرتا جو اسلام پر دشمنوں کے حملہ کی نہ صرف مدافعت کرتا۔ بلکہ لیظہرہ علی الدین کلہ کے ماتحت اس دین کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھاتا۔ صدی کا سر بھی آ چکا تھا جس کے لئے خدا کا وعدہ تھا کہ ہر صدی کے سر پر ایک شخص مبعوث ہوتا رہیگا جو اس دین کی تجدید کرتا رہیگا۔ چنانچہ اس نازک وقت میں جب اسلام کی زندگی اور موت کا سوال درپیش تھا۔ پنجاب کے ایک گمنام گاؤں قادیان سے ایک گمنام شخص کی آواز سنی گئی۔ جو اب تک لوگوں کی نظروں سے محجوب تھا۔ اُس نے اعلان کیا۔ کہ مجھے خدا نے اس امر کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں اسلام پر دشمنوں کے حملوں کو مسترد کر دوں اور اُسے کل ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھاؤں ایسے گمنام شخص کی باتوں پر ٹھٹھا کیا گیا۔ اُسے مجنون یا خبطی سمجھا گیا۔ اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ کیونکہ وہ کوئی مشہور عالم یا گدی نشین نہ تھا۔ وہ کوئی قومی لیڈر نہ تھا۔ بلکہ ایک گمنام گاؤں کا ایک گوشہ نشین شخص تھا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا اور جس سے کوئی جانتا نہ تھا۔ مگر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

مجدد وقت کا عظیم الشان کام

وہ عیسائیت کے اصولوں پر حملہ کر کے اس کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ وہ آریہ سماج کے اصولوں کی لغویت کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ وہ تمام مذاہب کے عجز اور اسلام کی قوت اور شوکت کو کھول کر دکھاتا ہے۔ اس نے ایسا عجیب کام کیا جو کوئی فلسفی نہ کر سکا تھا یعنی معترضین کے سامنے خود اسلام کے اصولوں کی صداقت کو قائم کرتا اور انہیں دلائل و براہین سے مستحکم کرتا ہے۔ اور ان کے اپنے اصولوں کی غلطی کو ثابت کرتا ہے۔ وہ خدا کو مدبر بالارادہ دعاؤں کا سننے والا رحیم دلائل کے ذریعہ ثابت کرتا ہے۔ وہ ملائکہ، وحی، جنت، دوزخ غرضیکہ ایمانیات کے ہر ایک جزو کو اس کے صحیح رنگ میں مان کر اسے دلائل و براہین کے زور سے عقل انسانی سے منواتا ہے۔ یہی وہ ایمان تھا جو ثریا کو اٹھ گیا تھا۔ اور وہ دلائل و نشانات سماوی کے ساتھ واپس زمین پر لایا۔ اس شخص کی آمد سے اسلام اور مذاہب باطلہ کی جنگ کی کایا پلٹ ہو گئی۔ اب مدافعانہ رنگ نہ رہا بلکہ دشمنوں کے گھر پر حملہ شروع ہو گیا۔ اسلام کے ہر ایک ایمان کے حصہ کو اور ہر ایک اصول کو بجائے خود دلائل و براہین سے منوایا گیا۔ ان دلائل کے توڑنے والے کو انعام و اکرام کا لالچ دیا گیا۔ مخالفین کو تحدی کی گئی اور مقابل پر بلایا گیا۔ لیکن کوئی حق کا دشمن مقابل پر نہ آیا۔ اور اگر مقابل پر آیا تو منہ کی کھا کر گیا۔ ان اصولوں کو قایم کر کے پھر ہر ایک مذہب کے ان اصولوں کی جو اسلام اصولوں سے مختلف تھے۔ غلطی کو طشت از بام کیا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے دنیا کو کھول کر بتایا اور ثابت کر کے دکھایا کہ قرآن دنیا کی بہترین الہامی کتاب اور محمد رسول اللہ صلعم دنیا کا بہترین انسان ہے وہ کسی اپالوجی کو پیش کرنے نہیں آیا تھا۔ وہ دنیا کو محض یہ بتانا چاہتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم صرف ایک شریف انسان تھا۔ بلکہ اس نے بڑی جرأت اور دلیری سے محمد رسول اللہ صلعم کے ہر قول و فعل کو پیش کر کے ثابت کر دکھایا کہ اس سے بہتر نمونہ دنیا میں انسان کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اس کی تفصیل و تشریح کا یہ موقع نہیں

مرزا غلام احمد کی فتح

اگر کوئی حق کا جویا ہے۔ تو وہ بیشک اس زمانہ کے مسلسل حالات اور پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تصنیفات کو پڑھ کر دیکھ لے اسے صاف نظر آ جائے گا۔ کہ آپ کے ظہور سے قبل مسلمان مدافعت ہی کو غنیمت [illegible] اور قرآن

عذر معذرت کے ذریعہ اگر ٹالا جا سکتا تھا تو ٹال کر دیتے تھے۔ لیکن اس خدا کے پہلوان نے آکر خود مسلمانوں کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ اور قرآن کی عظمت اور محمد رسول اللہ کی شوکت کو اس خوبی اور صفائی سے ساتھ دکھایا کہ دل ایمان سے بھرپور ہو گئے۔ اور مسلمانوں میں کفر پر حملہ آور ہونے کی جرأت پیدا ہو گئی۔ یہ وہ کام تھا جس کے متعلق خود مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے دشمن کو گواہی دینی پڑی کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں ایسا عظیم الشان کام کسی نے نہ کیا۔ یہ جو آج تبلیغ کے میدان میں مسلمانوں کی مختلف جماعتیں نظر پڑتی ہیں خوب غور سے دیکھو یہ اسی شخص کا بیج بویا ہوا ہے جسے مرزا غلام احمد کہتے ہیں۔ اسی شخص نے مسلمانوں میں اتنی جرأت پیدا کر دی کہ وہ اپنے اصولوں کو بڑی دلیری سے غیروں کے سامنے پیش کرنے لگے ناشکری اور حق ناشناسی سے کوئی آنکھیں بند کر لے۔ تو وہ امر دیگر ہے۔ مگر جس میں ذرا بھی انصاف کا مادہ ہوگا اور اسے موجودہ زمانہ کی اسلامی تاریخ پر نظر ہوگی۔ تو اسے اس بات کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ اسلام کو غیر مذاہب کے آگے پیش کرنے کا خیال مرزا غلام احمد کا پیدا کردہ ہے۔ اور یہ خیال وہ مسلمانوں کے دماغوں میں تب مستحکم کر سکا جب محمد رسول اللہ صلعم اور قرآن کی عظمت و شوکت، صداقت و حکمت کو خود مسلمانوں کے سامنے اس خوبی اور معقولیت کے ساتھ پیش کیا کہ ہر ایک عقلمند کا دل بول اٹھا کہ یہی وہ اصول ہیں جو دنیا میں غالب ہو کر رہیں گے۔ یہی وہ لیظہرہ علی الدین کلہ تھا جس کی تکمیل مہدی کے زمانہ کے لئے مقدر تھی۔ اسی بات نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کر دیا۔ کہ اگر ہم اس شخص کے بتائے ہوئے علم کلام کے ماتحت تبلیغ کی راہ پر قدم ماریں گے۔ تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ کیا یہ ایک چھوٹا سا کام تھا۔ یا ایسا عظیم الشان کام تھا جسے انسانی ہاتھ نہ کر سکتا تھا جب تک اس کے ساتھ خدا کی تائید نہ ہو دنیا میں انفرادی کام دیرپا نہیں ہوتے اور نہ وہ کسی بڑے پیمانہ پر چل سکتے ہیں۔ اسی لئے جماعت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ تا کام وسیع پیمانہ پر کیا جا سکے۔ اور اگر ایک فرد مر جائے تو دوسرا اس کی جگہ لے سکے اور کام کی بقا میں فرق نہ آئے۔

تنظیم کی عملی صورت

آج ہندوستان کے ہر گوشہ میں تنظیم کے لئے غلغلہ ہے مگر اب تک پر اس کی شکل ابھی تک پیدا نہ ہو سکی۔ وجہ یہ کہ تنظیم کے لئے یا تو حکومت کا ڈنڈا ہو یا قومیت کی زنجیریں ہوں یا پھر سلطنت باطنی و روحانی کی اخوت کی کڑیاں ہوں جو دلوں کو ملا دیں۔ بدقسمتی سے آج کل ہند کے مسلمانوں کے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ بلکہ اس کے بالمقابل تکفیر بازی کا آرہ ہے۔ جو اتحاد اسلامی کے جگر پر چل چل کر اسے پارہ پارہ کرتا رہتا ہے۔ اس پاکباز شخص مرزا غلام احمد نے جو روحانی سلطنت کا وارث تھا۔ اپنی توجہ روحانی سے ایک جماعت بنائی جن کے دلوں کو اخوت اسلامی کی کڑیوں سے دوبارہ جوڑ دیا اور اس طرح تنظیم پیدا کر کے حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنا دی جو اسلام کی خدمت کر کے آپ کے کام کی تکمیل کرتی رہے۔ اور اسلام کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کو ہمہ وقت تیار رہے۔ اور اتحاد حقیقی پیدا کرنے اور تکفیر بازی کو روکنے کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ ہر کلمہ گو اہل قبلہ مسلمان ہے۔ اور جو مسلمان کو کافر کہے خود اسے بائیکاٹ کر دو۔ یہی وہ تنظیم تھی جس کے لئے دنیائے اسلام آج متمنی ہے۔ اور میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ جب تک وہ خدا کے اس مامور کی قایم کردہ تنظیم کے ساتھ اپنے آپ کو ملحق نہ کریں گے ان کی تنظیم کے خواب کبھی پورے نہ ہوں گے۔ نادان معترض کہتا ہے کہ جماعت کیوں بنائی ہے۔ جماعت کو توڑ دو اور منتشر ہو کر عام مسلمانوں میں مل جاؤ۔ گویا اپنی منظم شکل اور اجتماعی قوت کو برباد کر کے انتشار کی صورت اختیار کر لو۔ اور اس طرح جو کام جماعت کی شکل میں ہو رہا ہے اسے خاک میں ملا کر تم بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح محض باتیں بنانے بیٹھ جاؤ۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہو سکتی ہے۔ ایسے معترض در حقیقت اسلام سے دشمنی کر رہے ہیں۔ یہ اعتراض کہ اس سے وحدت میں رخنہ پڑتا ہے قابل وقعت نہیں۔ کیونکہ جو جماعت کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتی اس کا وجود کسی تفرقہ کا موجب نہیں۔ وہ محض تقسیم عمل کی مدعی ہے۔ اور تقسیم عمل کا نام تفرقہ نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ دنیا میں تقسیم عمل کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا۔ اور اگر ایسا ہی شوق وحدت ہے کہ کسی جماعت کا وجود ہی قابل برداشت نہیں تو پھر ایسے بزرگوں

دعوت قومی پیدا کر دیں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ خود تو تنظیم کے لئے پھر پھڑاتے پھریں۔ اور کچھ نہ بن سکے۔ البتہ اگر کوئی منظم جماعت کام کرتی نظر آئے تو سب سے پہلے اس کے پیچھے پڑ جائیں کہ تمہاری تنظیم اور اجتماعی قوت کو برباد کر کے ہماری طرح منتشر ہو جاؤ۔ اگر

اسلام کا درد ہے اور کسی تنظیم کے ماتحت مجتمع ہو کر اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو آؤ اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ تمہیں تمہاری گم گشتہ تنظیم بھی مل جائے گی اور جس قدر جماعت اور طاقت بڑھے گی۔ خدمت اسلام بھی اتنے ہی بڑے پیمانہ پر ہو سکے گی۔

(بقیہ صفحہ ۳)

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ - کہ تم بہترین امت ہو اور لوگوں کے لئے نمونہ اور لوگوں کی خدمت کے لئے کھڑے کئے گئے ہو تمہارا فرض یہ ہے کہ دنیا میں نیکی پھیلاؤ اور بدی کا استیصال کرو اور اپنے آپ میں الٰہی صفات کو پیدا کرو۔

گویہ حاذق نسخہ خود جناب حکیم مطلق کا اپنا تھا۔ اور لاکھوں بار اس دنیا کے سٹیج پر بے شمار صادقوں کا آزمایا ہوا تھا۔ اور خود ہمارا اپنا وجود اسی پاک نسخہ کے استعمال کا کرشمہ تھا۔ کہ جب تک مسلمان اس نسخہ پر عامل رہے تب تک اقبال اور نصرت الٰہی کے وارث ہو کر فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کی زندہ تفسیر بنے رہے۔ اور جب سے اس فرض سے غافل ہوئے نکبت اور ذلت کا شکار ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بنے۔ مگر اس آواز پر جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اور اسی کے حکم سے عین وقت ضرورت پر اٹھی تھی۔ نہ صرف اعراض و اغماض سے کام لیا۔ بلکہ قدیمی سنت اللہ کے مطابق بعض نے استہزا کیا۔ اور بعض نے اس کے مٹا دینے کی ٹھان لی مگر ؎

جو بات وہ کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

کا نقش پھر دنیا میں قائم ہونا تھا۔ سو ہو کر رہا۔ ہو رہا ہے اور ہو کر رہے گا۔

صادقین کی سنت قدیمہ کے مطابق مدعی پر طرح طرح کے الزام اور اتہام لگائے گئے۔ اور اس کے برباد کر دینے کی کوششوں میں کوئی دقیقہ بھی اٹھا نہ رکھا گیا۔ بارہا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور خوف ہوا کہ مباداا ب خاتمہ ہوتا ہے کیونکہ کوئی مفر نظر نہ آتا تھا۔ مگر آخر ہر بار خدا ہی کی بات واللہ یعصمک من الناس پوری ہوتی رہی۔ اور اہل نظر کے لئے تقویت ایمان اور اہل عناد کے لئے ازدیاد رنج کا باعث ہوتی رہی۔

مسیح موعود کا پیغام

اس داعی کے پیام دعوت کا خلاصہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے اس نے حسب ذیل راہیں تجویز اور اختیار کیں۔

(۱) مسلمانوں کو ان کے آقا صلعم کی احمدی صفت کے اخلاق فاضلہ کا وارث بنانا۔

(۲) مسلمانوں کو ارباب من دون اللہ کے پنجے سے چھڑا کر قرآن کی حکومت کے ماتحت لانا۔

(۳) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے مطابق ایک جماعت تیار کرنا۔ جو اشاعت اسلام کرے۔

(۴) مسلمانوں کو اس یقین پر قائم کرنا کہ ان کی زندگی محض اشاعت اسلام ہی میں ہے۔

(۵) مسلمانوں کو باہم تکفیر کی لعنت سے نکالنا۔

اس زمانہ کے ماحول میں یہ تدابیر جو خدا کے حکم سے کی گئی ہیں دور از کار اور تریاق کا عراق سے لانا اور درد سر کا علاج زہ دجوب صندل نظر آئیں اور دنیائے اسلام ان کے اختیار کرنے میں پیش و پیش کرتی اور ہچکچاتی رہی۔ اور اس کے بجائے دنیاوی داعیوں نے چند در چند

سے لبیک کہا اور جذبات کے جوش میں قربانیاں بھی کیں۔ مگر چونکہ وہ تحریکات اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ تھیں۔ اس لئے باوجود اس قدر جوش و تائید و ں کے یکے بعد دیگرے فیل ہوتی گئیں۔ کسی میں تو کنداس وقت ڈولی جب کہ لب بام دو چار ہی ہاتھ رہ گیا تھا اور کسی میں صرف ایک آنچ کی کسر رہ کر نسخہ کیمیا فیل ہوا۔ اور قوم کا سارا جوش، جانیں اور روپیہ ناحق برباد ہوا۔ ان سب تحریکوں کی افتاد، عروج زوال اور موت ہماری آنکھوں کے سامنے واقع ہوئی اور چاہیئے تھا کہ عبرت ہوتی چنانچہ کچھ ہوئی بھی۔ مگر نہ اس حد تک کہ آئندہ ان خود ساختہ تحریکات کا خاتمہ ہو کر مسلمان اس خدا کے تبلائے ہوئے نسخہ کو استعمال کرتے۔ بہر حال خدا کے سب کام تدریجی ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی تدریجاً ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر صورت میں اس زمانہ سے جب یہ آواز اٹھی تھی آج کے زمانہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مسلمانوں میں بہت احساس پیدا ہو چکا ہے۔ ملا اور پیر کے تسلط کی گرفت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اور اب بفضلہ تعالیٰ چند روز کی مہمان نظر آ رہی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے ایک بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی ہے۔ اور دنیا کے مختلف حصوں میں معجزانہ کامیابی کے ساتھ اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے۔ عیسائیت ختم ہو چکی ہے۔ اور اس کی بجائے فطری مذہب دلوں پر قابض ہوتا چلا جا رہا ہے۔ عام مسلمانوں میں بھی اشاعت اسلام کی ضرورت کا احساس زمانہ کے حالات نے بہت حد تک پیدا کر دیا ہے۔ اور کچھ عملی کام کی طرف قدم بھی اٹھایا گیا تھا۔ موجودہ فضائے ہیجان و اضطراب میں اگر مسلمانوں کے لیڈر قوم کو اسی ٹھوس کام پر لگانے کی فکر کرتے تو آج ہی کامیابی کی کئی منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جوش کے استعمال کا رخ پھر سیدھا نہیں۔ اور ترکستان کی راہ پر ہے اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں پر رحم فرمائے۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے تکفیر کی لعنت سے بھی بہت حد تک نکل آئے ہیں۔ اور روز بروز نکل رہے ہیں۔ تکفیر کی دکانیں بند ہو رہی ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ خدا کی بات پوری ہو۔ ع

مسلماں را مسلماں باز کردند

اسلام کی کامیابی تو اسی زمانہ میں قضائے آسمان کی طرح مقدر اور اٹل ہے۔ اور ہو کر رہے گی۔ البتہ سوال یہ ہے کہ اس کی تکمیل میں ہم موسیٰ کے حواری بنتے ہیں۔ جنھوں نے عین ضرورت کے وقت بزدلی دکھلا کر ناکامی کا موجب ہوئے۔ یا اپنے آقا محمد صلعم کے صحابہ کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔ کہ جنھوں نے اپنی بے مثال قربانیوں سے صدیوں کی ترقی کی راہ چند سالوں میں طے کر کے ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور حقانیت آنحضرت صلعم کی صداقت پر ایک دائمی مہر صداقت بنے ؎

منت مبین کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گذاشتت

[illegible — two-line Persian verse, as printed: "ملعبت این اجرت نصرت او و ہندت ... / قضائے آسمان است این بہر حالت شود پیدا"]

انتقاد

تجلی ماہوار رسالہ ہے جو مشہور انشا پرداز مولانا سید ظہور احمد صاحب وحشتی کی ادارت میں دہلی سے شایع ہوتا ہے۔ اصلاحی مضامین ایسے موثر اور دلکش لب ولہجہ میں شایع ہوتے ہیں کہ ایک ایک لفظ دل کے پار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور پڑھنے والے کے دل میں اصلاح کا زبردست احساس پیدا کر دیتا ہے۔ اصلاحی امور میں اس رسالہ کو بلحاظ اثر کے اول نمبر پر رکھنا چاہیے ادبی لحاظ سے بھی بہت بلند پایہ کا رسالہ ہے۔ ناظرین پیغام صلح کو اس رسالہ کا ایک نمبر نمونہ کے طور پر منگا کر ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور اگر پسند آئے جیسا کہ امید ہے کہ پسند آئے گا تو اس کی خریداری قبول فرما کر اس کے کارکنوں کی ہمت افزائی کریں۔ سالانہ چندہ دو روپیہ نمونہ کا پرچہ ۳؍ ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

منیجر صاحب رسالہ تجلی دہلی

سود مند ماہوار اصلاحی رسالہ ہے جو سید طفیل احمد صاحب منگلوری علیگ ایم اے ایل ایل بی کی ادارت میں بدایوں سے شایع ہوتا ہے اغراض و مقاصد یہ ہیں۔ مسلمانوں کو سادہ اور غریبانہ زندگی اور کفایت شعاری کی طرف راغب کرنا مسرفانہ رسوم

کی اصلاح اور صنعت و حرفت اور تجارت کے متعلق مسلمانوں کو معلومات بہم پہنچانا اور ان کے اندر تحریک امداد باہمی کی ترویج کرنا۔ اقتصادیات کے متعلق مضامین نہایت بصیرت افروز ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ دو روپے فی پرچہ ۳؍ ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

منیجر صاحب رسالہ سود مند بدایوں

اخبار احمدیہ

خوش آمدید حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۰ اگست کو شام کی گاڑی سے لاہور تشریف لائیں گے اور دو روز لاہور میں قیام فرمائیں گے۔ جن احباب کا ارادہ آپ سے ملاقات کرنے کا ہو وہ ان ایام میں لاہور تشریف لے آئیں۔

مبارکباد یہ خبر مسرت سے سنی جائے گی کہ خان بہادر میاں غلام رسول صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ کے صاحبزادے میاں غلام شبیر صاحب لائل پور زراعتی کالج کے امتحان بی ایس سی میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اشاعت اسلام قاضی رحمت اللہ صاحب لیسی مکمان سے لکھتے ہیں کہ چار ہندوؤں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

لیکچر ۴ اگست کی شام کو مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت نے سنہری مسجد لاہور میں اقتصادیات پر لیکچر دیا۔

درخواست دعا جناب محمد نجم الدین صاحب صدیقی لکھتے ہیں کہ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

جناب صادق علی صاحب سعوذی گسیٹ پٹیالہ سے لکھتے ہیں کہ ان کے ماموں زاد بھائی محمد حسین صاحب جو نہایت نیک اور مخلص احمدی ہیں عرصہ پندرہ یوم سے موگہ میں سخت بیمار رہے ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

ہندوستان

— حکومت برطانیہ کا وزیر جنگ اکتوبر میں سرکاری طور پر ہندوستان میں دورہ کرے گا۔ اور سرحد شمال مغربی کا اور وہاں کی فوجوں کا خاص طور پر معائنہ کرے گا۔

— مہاراجہ صاحب الور نے ملازمین ریاست کو حکم دیا ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر ہندی بھاشا سیکھیں ورنہ انہیں موقوف کر دیا جائے گا۔

— معلوم ہوا ہے کہ ہندو آڑھتی مسلمان زمینداروں اور گاہکوں سے دھرم کھاتہ ٹیکس وصول کر کے شدھی میں خرچ کرتے ہیں۔

— مسلمان ممبران کونسل پنجاب نے ایک اعلان میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانان ہندوستان کے لئے جداگانہ انتخاب کے اصول کو ترک کرنا نقصان کا موجب ہوگا۔

— ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ راجپالی کتاب کے دوبارہ شایع ہونے کی افواہ بالکل بے بنیاد ہے۔

— ہندوستان میں ہر سال سوا کروڑ روپیہ کی شراب اور ساٹھ کروڑ روپے سالانہ کا کپڑا ممالک غیر سے آتا ہے۔

— علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلبا کے لئے بہم رسانی ملازمت کا دفتر کھولا گیا ہے۔

— ہردوار میں مسجد بنانے کے لئے ڈسٹرکٹ کمشنر گڑھوال نے اجازت دے دی ہے چنڈی دیوی کے مندر کے پاس مسجد بنے گی۔

— پانیر لکھتا ہے کہ گزشتہ سات سال سے روسی لوگ افغانستان میں اسلحہ اور سامان جنگ برابر بھیج رہے ہیں۔

— پنجاب کی قانونی کونسل میں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے تجویز پیش کی کہ چونکہ خواجہ حسن نظامی کے آرٹیکل نہایت دلآزار ہوتے ہیں اس لئے خواجہ صاحب کے اخبارات کا داخلہ پنجاب میں ممنوع قرار دیا جائے۔ سر جافرے نے جواب دیا کہ گورنمنٹ کو پنجاب میں کسی ایسے اخبار کا نام معلوم نہیں۔ جس کے ایڈیٹر خواجہ صاحب ہوں۔ اور بدیں وجہ گورنمنٹ کو اخبارات کی اشاعت بند کرنے

— سر فضل حسین کے جینیوا تشریف لے جانے پر ان کی جگہ عارضی طور پر سر عبدالقادر ایگزیکٹو کونسل پنجاب کے ممبر مقرر ہوئے ہیں۔

— بلدیہ پونا نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ بلدیہ کی ایک نشست اچھوتوں کے لئے مختص کر دی جائے۔

— مہاراجہ صاحب محمود آباد انگریزی کا ایک نیا روزانہ اخبار نکالنے والے ہیں۔ سر علی امام بھی اس سکیم میں ان کا ساتھ دیں گے۔

— گورنمنٹ گزٹ پنجاب میں گزٹ آف انڈیا سے ایک اعلان نقل کیا گیا ہے جس میں گورنر جنرل باجلاس کونسل نے پنجاب کے اضلاع (باستثنائے اضلاع میانوالی، مظفر گڑھ، جھنگ، گوڑگاؤں، حصار، شملہ، انبالہ، کانگڑہ) کے لئے قواعد قانون اسلحہ میں ترمیم کر دی ہے۔ اور حسب ذیل طبقات کے افراد کو تلوار رکھنے کی اجازت دے دی ہے۔

(۱) وہ جاگیردار جن کی جاگیروں کی آمدنی پچاس روپے یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) وہ اشخاص جو پچاس روپے یا اس سے زیادہ مالیہ ادا کرتے ہوں۔

(۳) انکم ٹیکس ادا کرنے والے۔

(۴) خطاب یافتہ افراد۔

(۵) ملازمت سے سبکدوش شدہ فوجی افسر جو جمعدار رہے ہوں یا اس سے اعلیٰ عہدہ دار ہوں۔

— مسلم لیگ مدراس نے ایک قرارداد میں حکومت برطانیہ کی اس حکمت عملی کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ کہ وہ ریاست حیدرآباد دکن کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔

— ملاپ رقمطراز ہے کہ ریاست بھوپال میں جو ہندوؤں کا یتیم خانہ ہے وہ ریاست کی امداد سے چل رہا ہے۔

— ایک آریہ اخبار لکھتا ہے کہ کلکتہ ہندو مشن نے گزشتہ سات ماہ میں ساٹھ ہزار غیر ہندوؤں کو اشدھ کیا ہے۔

— مہاراجہ الور نے دو ہزار روپیہ اسلامیہ کالج پشاور کو عطا کیا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۴

نپولین اور اسلام

(انگریز نومسلم جناب خالد شیلڈرک کے قلم سے)

"لوگ کہتے ہیں میں کیتھولک عیسائی ہوں۔ حالانکہ میں نہیں ہوں میں مصر میں مسلمان ہوا تھا"

مذکورہ بالا الفاظ نپولین اعظم کے ہیں۔ اور ان کی تکرار کئی مواقع پر کی گئی تھی۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ گو اس نے کیتھولک گرجا کو فرانس میں دوبارہ قایم کیا۔ پھر بھی وہ مذہبی جلسے میں کبھی شریک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب تلیزر میں شاہی محل کے اندر یہ جلسہ ہوا تھا۔ اور تمام شاہی خاندان اس میں شریک تھا۔ تو نپولین سرکاری کاغذات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ یہ امر لایق غور ہے کہ جب نپولین مصر میں الازہر اور اس کے شیوخ کے انتظام میں مصروف تھا۔ تو آخری فیصلہ اسلامی قانون اور مجلس علما کی رائے کے مطابق ہی ہوتا تھا۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس عظیم الشان شخصیت کے اصل عقائد پر تھوڑی سی توجہ مبذول کی جائے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ نپولین نے پوپ سے اپنے سر پر تاج نہ رکھوایا۔ بلکہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر مالک تاج وتخت بن گیا۔ جب ایک مرتبہ بعض ملحد درباریوں نے خدا کے وجود سے انکار کیا۔ تو نپولین نے جھڑک دیا۔ کہ "حضرات آپ کے تمام نظریئے بجا و درست لیکن اس تمام کائنات کو کس نے پیدا کیا؟" اس نے عجائبات سماوی کی طرف توجہ دلائی اور وہ خاموش رہے۔

ایک مرتبہ اسے اطلاع ملی کہ کچھ عربوں نے ایک مصری فلاح کو قتل کر دیا ہے۔ اور وہ اس گاؤں کی تمام بھیڑوں کو ہانک کر لے گئے ہیں۔ تو اس نے فوراً حکم دیا کہ ایک افسر تین سو اسپ سوار اور ایک سو سانڈنی سوار لے کر ڈاکوؤں کا تعاقب کرے۔ اس پر ایک شیخ نے اس سے کہا کہ کیا یہ فلاح تمہارا کوئی قریبی عزیز ہے۔ کہ آپ اس کی موت پر اس قدر برہم ہیں۔ نپولین نے جواب دیا کہ وہ اس سے زیادہ تھا۔ وہ ایک انسان تھا جس کی حفاظت کا فرض پروردگار عالم نے مجھ پر عائد کیا ہے۔" شیخ نے کہا یا للعجب آپ تو اس طرح باتیں کرتے ہیں گویا خدا کی طرف سے آپ کو الہام ہوتا ہے۔

اور دوسری بہت سی عمدہ صفات کے علاوہ نپولین کی یہ انتہائی آرزو تھی کہ مصر پر صحیح معنوں میں، عدل و انصاف اور غیر جانب داری کے ساتھ حکومت کرنے کے لئے مستقل قبضہ حاصل ہو جائے۔ نپولین نے مصر کی مسجد جامع میں نماز پڑھی اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ نپولین نے اعلان شایع کیا۔ اس کی عبارت اس طرح تھی۔ "مصر کے باشندو تم سے کہا جائے گا کہ میں تمہارے مذہب کو فنا کرنے آیا ہوں۔ لیکن تم اس بات پر اعتبار نہ کرنا۔ اس قسم کی جھوٹی خبریں اڑانے والوں سے کہہ دو کہ میں تمہارے حقوق کو برقرار کرنے تمہارے غاصبوں کو سزا دینے اور اصل خدا پرستی کو دوبارہ قایم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ان سے کہہ دو کہ خدا کی نگاہ میں سب لوگ برابر ہیں۔ اور صرف عقل، ملکہ قابلیت اور نیکی ہی ان میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔ اور وہ کونسی خوبیاں ہیں جن کی بناء پر ملک دوسرے لوگوں سے ممتاز اور تمام آسائشوں پر قابض ہیں۔ اگر مصر کی زمین پر ان کا قبضہ ہے تو ان سے پوچھو کہ وہ دستاویز لاؤ جس میں خدا نے اس زمین کو ان کے ہاتھوں میں دے دیا ہے نہیں خدا عادل اور اپنے مظلوم بندوں پر بے حد رحیم ہے۔ قاضیو شیخو! اماموا لوگوں کو بتا دو کہ "ہم بھی سچے مسلمان ہیں" یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جن فوجوں کو نپولین مصر پر لے کر گیا تھا۔ وہ عیسائی نہیں تھیں۔ اس لئے کہ جہاں تک عیسائی عقائد کا تعلق ہے فرانس انقلاب عظیم میں سے نکل چکا تھا اور گرجا تباہ کر دیا گیا تھا۔ لیو بلاٹ کا بیان ہے کہ نپولین کے سپاہیوں میں سے شاید ہی کوئی شخص گرجا جاتا ہوگا۔ اور جب وہ فلسطین میں تھے۔ تو وہ ان تاریخی اسماء اور مقامات سے بھی ناواقف تھے جو عیسائیت میں مقدس تسلیم کئے جاتے ہیں۔ نپولین نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا

"جوانمردو! جن لوگوں میں تم اب زندگی بسر کرنے والے ہو وہ مسلمان ہیں۔ ان کے مذہب کا سب سے پہلا عقیدہ یہ ہے کہ "خدا ایک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں" ان کے اس عقیدہ کی کبھی مخالفت نہ کرو۔ ان سے ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم یہودیوں اور اطالویوں سے کرتے ہو۔ جو احترام تم ربیوں اور پادریوں کا کرتے ہو وہی اماموں اور مفتیوں کا کرو۔ قرآن مجید کے احکام کا وہی احترام کرو جو تم حضرت عیسیٰ اور موسیٰ کے احکام کا کرتے ہو۔

لیس کیس کہتا ہے کہ یہ امر نپولین اور اس کی تمام فوج کو عیسائیت سے بالکل جدا کر دیتا ہے کہ اس کے تمام اعلانات ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں

"رحیم و رحمٰن کے نام سے۔ خدا صرف ایک ہے اور محمد اس کے رسول ہیں"

نپولین کا خیال تھا کہ اس کے تبدیل مذہب سے اسلام کو عالمگیر مذہب کی حیثیت سے برقرار کرنے کا امکان پیدا ہو جائیگا سلطنت بلغا میں اس سے تھا کہ "فوج بلا شبہ اس میں شامل

نتایج پر غور کرو۔ میں یورپ کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتا اور اس کا تمام پرانا نظام ہر طرف قایم ہو جاتا۔ اور اس کے بعد کسی کی مجال تھی کہ وہ اس کے مستقبل میں خلل انداز ہو یا زمانہ کی رفتار ثانیہ میں روک بنے۔ مالٹا میں نپولین نے تمام مسلمان قیدیوں کو جنہیں سینٹ جان نے قید کر رکھا تھا رہا کر کے ان کے گھروں میں بھجوا دیا اپنی تمام ہنگامہ آفریں زندگی میں یہ عظیم الشان شہنشاہ ہمیشہ ہی اس کا انکار کرتا رہا ہے کہ وہ عیسائی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے علی التواتر اعلانات، مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر طلبی کے سلوک اور اپنے جرنیلوں کو تبدیل مذہب کے علانیہ ارشاد کرنے اور اپنے سپاہیوں کو مصر میں بود و باش اختیار کرنے، پگڑی باندھنے، عمامہ پہننے کے احکام صادر کرتے دیکھتے ہیں تو صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ نپولین اپنے دل میں ہر لحاظ سے مسلمان تھا۔ جب پیرس میں "دارالمرضیٰ" کو میں دیکھتا ہوں اور نپولین کے مزار کے قبہ پر نگاہ پڑتی ہے تو میں بعض اوقات محسوس کرتا ہوں کہ یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ نپولین کی ہڈیاں کسی مسجد کے زیر سایہ ہوتیں۔

اس نے گرجے میں کبھی نماز نہ پڑھی۔ لیکن تاریخ ہمیں متواتر یاد دلاتی ہے کہ اس نے اکثر مسجد میں نماز پڑھی۔ اس عظیم المرتبت انسان نے اللہ کے حضور میں خضوع و خشوع کے ساتھ مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہو کر باہا نماز پڑھی۔ لیکن پادری کی اقتدا کبھی نہ کی۔ (دمنارٹ لندن)

(بقیہ صفحہ ۲)

چھٹی دلیل

عربی زبان سنسکرت کی ماں ہے

شتپتھ برہمن کانڈ ۳ ادھیائے ۲ برہمن ا کنڈکا ۱۸ میں لکھا ہے

دیوتا اور اسر (آریہ اور غیر آریہ) دونوں مخلوق کے مالک (پرجاپتی) سے برآمد ہوئے۔ اور اپنے باپ کی جائداد کے وارث ہوتے دیوتاؤں نے خیال اور اسروں نے زبان کا ورثہ پایا۔ دیوتا گیہ کے لئے آگے بڑھے۔ اور اسر زبان کے لئے۔ دیوتاؤں نے اشارہ سے زبان کو بلا کر اسروں سے اس کو جدا کر لیا۔ اور اسر ہے الوہ ہے الوہ پکارتے رہ گئے' یہ (ہے الوہ ہے الوہ) ناقابل فہم زبان تھی۔ جو ان کے منہ سے نکلی۔ اور جو اس کو بولتا ہے وہ ملیچھ ہے۔ اس لئے کوئی برہمن ملیچھ زبان کو نہ بولے۔ کیونکہ یہ اسروں کی زبان ہے"

اس رقعہ کو غور سے پڑھو۔ آریہ بے زبان تھے۔ اور غیر آریہ زباندان

عربی زبان سنسکرت کی ماں ہے

ویدوں کی سنسکرت ام الالسنہ نہیں

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

مہاشہ چمپتی دت صاحب ایک آریہ سماجی نے جن کو بقول "اپنے منہ میاں مٹھو" بہت بڑے محقق مستشرق ہونے کا ادعائے نارواہی ہے ایک کتاب "پیغام اتحاد" کے نام سے تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے ازراہ تمسخر و شوخی بعض بزرگ ہستیوں کی ہجو ملیح کرتے ہوئے تحقیق و تفحص کا منہ چڑایا ہے۔ آپ کا دعوے یہ ہے کہ ویدوں کی سنسکرت کل زبانوں کی ماں ہے۔ ہم نے اس کتاب کو بڑے غور کے ساتھ پڑھا۔ لیکن علم الالسنہ کی تحقیق میں اس سے بڑھ کر مایوس کن کتاب کوئی نہیں دیکھی۔ دلائل بالکل عامیانہ اور آریائی دماغ کی خاص اُپج ہیں۔ اس کتاب کا تفصیلی جواب لکھنا ایک لمبے وقت اور فرصت کو چاہتا ہے۔ جو اس وقت میسر نہیں۔ سردست اس موضوع پر ہم ایک چلتی ہوئی نظر ڈالتے ہیں۔

زبان سنسکرت ام الالسنہ نہیں ہے

پہلی دلیل

لفظ سنسکرت کے معنے از روئے لغت سنسکرت "جمع کی ہوئی" "بنائی ہوئی" "صاف کی ہوئی" "سجائی ہوئی" اور "پالش کی ہوئی" چیز کے ہیں۔ ان معنوں سے ظاہر ہے کہ زبان سنسکرت کسی دوسری زبان سے نکالی گئی ہے۔ یا آریوں کے اپنے خیال میں اس کے معنے صاف کی ہوئی، منجھی ہوئی زبان کے ہیں۔ مگر آریہ سماجیوں کا خیال یہ ہے کہ ویدوں سے پہلے کوئی زبان موجود نہ تھی۔ البتہ ابتدائے دنیا میں رشیوں کو وید دیئے گئے۔ اور ان میں سے رشیوں نے زبان کو پیدا کیا۔ لیکن اس کے خلاف وید کیا کہتا ہے غور سے سنو!

"برہسپتے پرتھم واچو آگرم یت پریرت نام دھیم ودھانا ہ"

"جب اے برہسپتی پہلے پہل زبان کو لوگوں نے اشیا کے نام رکھتے ہوئے شائع کیا"

(رگوید منڈل ۱۰۔ سوکت ۷۱ منتر ۱)

"دیویم واچم جنینت دیواہ تام وشوروپا پشو و دنتی۔"

دیوی زبان کو دیوتاؤں نے پیدا کیا۔ اس کو سب طرح کی مخلوق بولتی ہے۔

(رگوید منڈل ۸۔ سوکت ۱۰۰۔ منتر ۱۱)

"واک اکشرم پرتھم جارتسیہ ویدانام ماتا امرتسیہ نابھیہ"

زبان پہلے پیدا ہوئی یہ ویدوں کی ماں ہے اور زندگی کا سرچشمہ ہے۔

(تیتریا برہمن ۲ ۸ ۸)

ان منتروں سے یہ ظاہر ہے کہ زبان ویدوں کی ماں ہے۔ پہلے پیدا شدہ اور لوگوں میں شائع شدہ ہے۔ اور خود وید بطور حکایت کہتے ہیں۔ کہ وہ ان سے پہلے زبان زد خلائق تھی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کیونکہ بغیر تفہیم زبان ویدک رشی ویدوں کو سمجھ کیسے سکتے تھے۔ اور لوگوں کو تعلیم کس طرح دے سکتے تھے۔ پس اگر سنسکرت ویدوں کے بعد بنی تو ان سے پیشتر کی زبان یقیناً اس کی ماں ہوگی۔

دوسری دلیل

ویدوں کے زمانہ میں سنسکرت کے علاوہ ایک اور زبان

ویدوں کے زمانہ میں اکثر دو قوموں کا ذکر ایک دوسرے کے مقابل پر آتا ہے۔ ایک قوم کا نام آریہ ہے۔ اور دوسری کا دسیو۔ رگوید کے حوالہ "لستره پرجاه آریہ" کی بنا پر برہمن چھتری اور ویش آریہ کہلاتے ہیں۔ منو کہتا ہے کہ ان اقوام کے سوا باقی تمام اقوام عالم خواہ وہ آریوں کی زبان بولتی ہوں یا ملیچھوں کی وہ سب دسیو کہلاتی ہیں۔ (منو ۱۰/۴۵) سوامی دیانند بانی آریہ سماج ستیارتھ پرکاش میں ہمیں بتلاتے ہیں کہ آریہ ورت (بندھیاچل، ہمالہ اور ہمالیہ تک کا درمیانی علاقہ) کے علاوہ باقی ممالک کا نام دسیو دیش یا ملیچھ دیش اور اسر دیش ہے۔

رگوید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دسیوں کی زبان آریوں کی یعنی مہلک زبان والے کہتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں بھی دسیوں کی زبان آریوں کی زبان سے بالکل جداگانہ ایک زبان تھی۔ جس کو سننا بھی آریہ اپنے لئے مہلک سمجھتے تھے۔

تیسری دلیل

ویدوں کے زمانہ میں مختلف زبانیں

ویدوں سے پہلے نہ صرف ویدوں کی زبان موجود تھی۔ بلکہ بے شمار زبانیں سطح ارضی پر بولی جاتی تھیں۔ چنانچہ اتھروید میں لکھا ہے۔

"جنم ببھرتی بہودا وواچسم نانادھرمانم پرتھوی یتھا اوکسم"

زمین آبادی کے لحاظ سے مختلف زبانوں کے مختلف مذاہب کی خفگوال ہے

(اتھروید ۱۲/۱/۴۵)

یہ منتر صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ اس وقت لوگ اپنے اپنے ممالک کے لحاظ سے مختلف زبانیں اور مختلف مذاہب رکھتے تھے۔ یعنی ویدوں کے زمانہ میں قومیں تھیں۔ مذاہب تھے۔ زبانیں تھیں اور ان میں اختلاف تھا۔ لہذا ویدوں کی سنسکرت ام الالسنہ ہرگز نہیں۔

چوتھی دلیل

ماگدھی زبان سنسکرت سے پہلے موجود تھی

موجودہ تحقیقات کی رو سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جینی مذہب ہندوستان کا بہت پرانا مذہب ہے۔ جینی علما نے یورپین فضلاً کی تائید سے اس موضوع پر بہت سے مضامین شائع کئے ہیں یہ لوگ اپنے مذہب کی بنیاد آدی پرش یا آدی ناتھ پر رکھتے ہیں کہ جو دنیا کے اس چکر میں سب سے پہلا انسان ہوا ہے۔ اور سنسکرت کی ڈکشنریوں میں آدی ناتھ کے متعلق یہی لکھا ہے۔ ویدوں کے زمانہ میں ملک مگدھ پر جینیوں کا راج تھا۔ ماگدھ یعنی ملک مگدھ کے رہنے والوں کا ذکر۔ دیکھو یجروید ۳۰/۵ اور اتھروید ۱۵/۲/۱-۵ ، ۱۹، ۲۰ میں آتا ہے۔ ان کی پراکرت بھاشا یا ماگدی زبان کو بھی قدامت کا دعوے ہے۔ چنانچہ سنسکرت کا ایک شاعر اس کو یوں بیان کرتا ہے۔

سا ماگدھی مول بھاشا نرا یا یادی کیپکا

برہماناچو ستالا پا سمبدھا چہ ابی بھاسر

ماگدھی اس میں وہ زبان ہے جس کو قدیم باشندوں اور فرشتوں نے جنھوں نے کوئی زبان نہ سنی تھی۔ بولا۔ اور جسکو علما نے استعمال کیا یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ لفظ سنسکرت کے معنے آراستہ اور منجھی ہوئی زبان کے ہیں۔ انسان کی قدرتی زبان کو سنسکرت میں پراکرت کہتے ہیں۔ اور ماگدھی پراکرت بھاشا کہلاتی ہے۔ مگدھ کا ملک ویدوں میں بھی گایا گیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم از کم ویدوں سے پہلے آباد تھا۔ کیونکہ ویدوں میں بخار کو مگدھ اور موجونت وغیرہ ممالک میں چلے جانے کی دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو اتھروید (۵/۲۲/۱۴)

پانچویں دلیل

ہندوستان میں عربی زبان کی قدامت

مہابھارت اور دوسری کتب مقدسہ سے اس قسم کے بے شمار حوالجات مل سکتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں سے پیشتر قومیں تھیں، مذاہب تھے، زبانیں تھیں اور ان میں اختلاف تھا بلکہ عربی زبان بھی ہندوستان میں ایک شائع شدہ زبان تھی۔ اور ہندو درباروں میں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ مہابھارت بتلاتی ہے کہ پانڈوں کی جان اسی زبان کی برکت سے بچی تھی۔ کوروں نے جب ان کو تباہ کرنے کے لئے لاکھ یا رال کا ایک محل بنوایا۔ اور دھوکہ دے کر پانڈوں کو اس میں مہمان کیا۔ جس سے منشا یہ تھا کہ محل کو آگ دکھا کر ان کو تباہ کر دیا جائے۔ لیکن یدھشٹر کی عربی دانی اس وقت کام آئی اور اس نے عربی زبان میں بھائیوں کو اس ہلاکت فریب و دھوکے سے آگاہ کر دیا۔ اور یہ لوگ اپنی جان سلامت لے کر بھاگ گئے یہ عربی زبان کا ہندوؤں کے بزرگوں پر احسان ہے جس کے آج یہ احسان فراموش دشمن بن رہے ہیں۔ اور ان کا حسد اس کے ساتھ اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ وہ اردو کو بھی جو ایک دور کی نسبت عربی کے ساتھ رکھتی ہے۔ ہندوستان سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ویدوں کے اکثر راجا اور رشی مہابھارت کے معاصر ہیں۔ یہ امر ویدک رشی ونشاولی [illegible] سے بھی ثابت ہے۔ بس یہ موجود تھی۔ اور اس قدر شائع شدہ تھی کہ ہندوستان کے درباری اس کو بولتے اور سمجھتے تھے۔ ہمارے آریہ دوست جنھوں نے حقیقت میں مذہب کا ایک نیا ڈھونگ رچا ہے شاید اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔ مہابھارت اور ویدک رشی ونشاولی کی شہادت کو جن کی تائید میں نروکت جیسی اعلےٰ درجہ کی سند بھی موجود ہے ہرزہ و لغو نہ سمجھیں۔ اس لئے ہم عربی زبان کے متعلق ویدوں سے استشہاد کرتے ہیں۔

عربی زبان اور وید

ویدوں میں ایک لفظ عروا آتا ہے۔ یہ لفظ اور اس سے اشتقاق چاروں ویدوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ سام وید میں سات مرتبہ یجروید میں پانچ مرتبہ اتھروید میں دس مرتبہ اور رگوید میں کم و بیش سو مرتبہ اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر اس کے معنے گھوڑے کے کئے جاتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے بھی اس لفظ کے معنے اکثر گھوڑا ہی بتلائے ہیں۔ لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ یہ لفظ اکثر اوقات چند دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر استعمال ہوا ہے۔ اور ان کے معنے بھی عام طور پر گھوڑے ہی کے ہیں۔ مثلاً یجروید ۹/۱۲ میں

(۱) واجی عروا

(۲) یجروید ۱۲/۲۲ میں اشو واسی، عروا اسی، واجی اسی،

(۳) ۲/۱۴ میں عروا اجائیت آشو اشوہ

(۴) ۲۴/۹ واجی عروا اسی۔

اب اگر ان منتروں میں لفظ واجی، اشو اور عروا ان تینوں لفظوں کے معنے گھوڑا ہی لیئے جائیں تو عبارت بے معنی اور تکرار لا یعنی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس طرح ان جملوں کا ترجمہ یوں ہوگا۔

(۱) گھوڑا، گھوڑا،

(۲) تو گھوڑا ہے، تو گھوڑا ہے، تو گھوڑا ہے۔

(۳) گھوڑا پیدا ہوا تیز رفتار گھوڑا۔

(۴) گھوڑا گھوڑا تو ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ عروا گھوڑے کی ایک خاص قسم کا نام ہے۔ اور اگر اس عروا کے معنے عربی یا عرب کا کر دیئے جائیں تو ان تمام جملوں کا ترجمہ صحیح ہو جاتا ہے۔ یعنی

(۱) عربی گھوڑا۔

(۲) تو گھوڑا ہے۔ تو عربی ہے تو تیز رفتار ہے۔

(۳) تیز رو عربی گھوڑا پیدا ہوا۔

(۴) عربی گھوڑا تو ہے۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سوامی دیانند خود بھی یجروید ۲/۱۲ کے ترجمہ میں عروان کے معنے علم والے اشخاص کے کئے ہیں۔ پس لازمی طور پر لفظ عروا کے معنے گھوڑے کے نہیں بلکہ عرب کے ہیں۔ اس بحث سے یقینی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ ویدوں کے زمانہ میں جس طرح سندھ قیمتی گھوڑوں کے لئے (رگوید ۸/۱۰) قندھار بھیڑوں کی اون کے لئے (رگوید ۱/۱۲۶) مشہور تھا اسی طرح عرب بھی تیز رفتار گھوڑوں کے لئے شہرت پذیر تھا۔ چنانچہ اتھروید میں ایک جگہ عربی گھوڑے کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

اے عربی گھوڑے وہ تیز رفتاری جو تجھ میں پوشیدہ ہے ہاں وہی تیز رفتاری جو باز یا ہوا کو عطا کی گئی ہے۔ تو اس کے ساتھ اے باد رفتار گھوڑے جنگ کے معاملہ میں حفاظت کرتے ہوئے اور طاقت بر طاقت حاصل کرتے ہوئے جنگ کو فتح کر۔ (اتھروید ۹/۲)

عروا آریہ ورت (ہندوستان) کا گھوڑا نہیں

شاید کسی آریہ مہاشہ کے دل میں یہ گدگدی اب بھی اٹھتی ہو کہ لفظ عروا کے معنے عربی کرنا ہماری اختراع اور ایجاد ہے۔ اس لئے ان معنوں کی تصدیق میں میں ستپتھ برہمن کا بھی ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔

شتپتھ برہمن کانڈ ۱۰ ادھیار ۶ برہمن ۴ میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں کی سواری کا گھوڑا ہیہ، گندھرو (یعنی نیم دیوتاؤں کی سواری کا گھوڑا) واجن، اسروں (غیر آریوں) کی سواری کا گھوڑا عروان ہے اور عام لوگوں کی سواری کا گھوڑا آشو ہے۔ پس عربی گھوڑا اسروں یعنی غیر آریوں کی سواری کا تیز رفتار گھوڑا ہے اور وہ دنیا میں سوائے عربی گھوڑے کے اور کوئی نہیں۔

وید کے ان حوالجات پر بحث سے یہ امر ثابت ہے کہ ویدوں سے پیشتر عرب آباد تھا۔ اور اپنے تیز رفتار اعلےٰ گھوڑوں کے لئے مشہور تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵　۱۸ صفر ۱۳۴۶ ہجری　نمبر ۳۴

مقدمہ ورتمان کا فیصلہ

دفعہ ۱۵۳ الف کی وسعت

ایک جدید اور واضح قانون کی ضرورت

رسالہ ورتمان کے مقدمہ میں پنجاب ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ نے جو فیصلہ کیا اس کا مکمل ترجمہ اشاعت ہذا کے صفحہ نمبر ۵-۶ اور سات پر درج ہے۔ اس کے سرسری مطالعہ سے یہ امر واضح ہو جائے گا کہ دفعہ ۱۵۳ الف کی جو عجیب و غریب توجیہات جسٹس دلیپ سنگھ نے مقدمہ راجپال میں کی تھیں۔ اس فیصلہ میں فاضل ججوں نے ان سے اختلاف کیا ہے۔ گو براہ راست جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مثلاً جسٹس دلیپ سنگھ نے اسلام اور بانی اسلام کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ بانی اسلام پر حملہ کرنا ایک چیز ہے اور اسلام پر حملہ کرنا دوسری بات ہے نیز بانی اسلام پر حملہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلام پر بھی ساتھ ہی حملہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف فیصلہ ورتمان میں جسٹس براڈوے نے لکھا ہے:-

"مجھے تو یہ مشکل نظر آتا ہے کہ مذہب اور اس مذہب کے بانی پر حملے میں کوئی حد امتیاز قائم کر سکوں۔"

دفعہ ۱۵۳ الف اور گزشتہ مذہبی رہنما

پھر جسٹس دلیپ سنگھ نے اپنے فیصلہ میں یہ لکھا تھا کہ:-

"میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ دفعہ ۱۵۳ الف اس لئے وضع کی گئی تھی کہ اس سے گزشتہ مذہبی رہنماؤں کی حیات و سیرت کو اعتراضات و نکتہ چینی سے بچانے کا کام لیا جائے۔"

لیکن اس کے برخلاف جسٹس براڈوے لکھتے ہیں:-

"اگرچہ میں فاضل وکیل سرکار کی اس دلیل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ہر ایک مذہبی پیشوا کے خلاف تنقید خواہ وہ پیشوا زندہ ہو یا مردہ دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت آجاتی ہے۔ تاہم میں اس رائے کا اظہار کرونگا کہ ایسے مذہبی پیشوا کے خلاف مکروہ اور غلیظ تحریری حملہ بدیہی طور پر اس دفعہ کے ماتحت آتا ہے۔"

نکتہ چینی اور سب و شتم میں فرق ہے

جسٹس دلیپ سنگھ نے ہر قسم کی نکتہ چینی کو چاہے وہ کتنی ہی توہین آمیز پر ہجو اور مغلظات کی صورت میں کیوں نہ ہو دفعہ ۱۵۳ الف کی گرفت سے باہر قرار دیا تھا۔ لیکن جسٹس براڈوے نے اپنے فیصلہ میں جائز نکتہ چینی اور مغلظات میں فرق کرتے ہوئے موخر الذکر کو قابل مواخذہ قرار دیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

"جب یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ان ممالک میں جہاں باشندوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ مذہبی خیالات کے اظہار اور دوسروں کے مذہبی معتقدات پر نقد و تبصرہ کے خیال و وہم میں بھی لانا دانش و فرزانگی کے سراسر خلاف ہے کہ نقد و تبصرہ کی آزادی میں سب و شتم کرنے اور مغلظات پر اتر آنے کی اجازت بھی حاصل ہو۔"

اس کے علاوہ اور بھی کئی امور میں یہ فیصلہ جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ سے مختلف ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان مقدمہ راجپال کے فیصلہ کے خلاف جو کچھ کہتے اور لکھتے رہے ہیں وہ کسی فوری جوش یا انتقامی جذبات کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ اس کے لئے کافی وجوہ و اسباب موجود تھے۔

گو ورتمان کے فیصلہ نے دفعہ ۱۵۳ الف کی اس بیچارگی پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جس کا اعلان جسٹس دلیپ سنگھ نے کیا تھا۔ تاہم ہمارے خیال میں بانیان مذاہب کی عزت و ناموس کو محض دفعہ ۱۵۳ الف کے رحم پر چھوڑ دینا ہرگز قرین مصلحت و دور بینی نہیں۔ بدزبانوں نے ملک بھر میں اودھم مچا کر فتنہ و فساد کا طوفان بپا کر رکھا ہے۔ جب تک ایک واضح قانون کے ذریعہ ان کے منہ میں لگام نہ دی جائے گی ملک میں امن و امان قائم ہونا سخت دشوار ہے۔

آخر میں ہم مسلمان ارکان اسمبلی کو اس ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ایک جدید قانون کے وضع کرانے میں انتہائی جد و جہد سے کام لیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہر صاحب دانش و انصاف رکن اسمبلی خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتا ہو اس مفید ملک قانون کے وضع کرانے میں مسلمانوں کا موید ہوگا۔

آریہ سماج کی "شدھی"

آریہ سماج نے شدھی کی تحریک جاری کر کے ملک کے امن و امان کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کے لئے ہندوستان کے کئی نامور ہندو لیڈروں کی طرف سے اسے سرٹیفکیٹ مل چکے ہیں اب ایک اور ہندو بزرگ پنڈت لبشداس آنریری سکرٹری سناتن دھرم سبھا دارالسلام ٹانگانیکا (افریقہ) نے اخبار جاگرت مورخہ ۲۷ جولائی کے صفحہ ۹ پر بدیں الفاظ اس جماعت کو تازہ سرٹیفکیٹ عنایت کیا ہے۔

"ہندوؤ! اگر تم سمجھتے ہو کہ تم مسلمانوں کو عرب۔ مکہ مدینہ میں روانہ کر دو گے یا تم اپنے میں جذب کر جاؤ گے تو تمہاری حماقت ہے۔ تم ہندو ہوتے ہوئے ہندوؤں کو تو اپنے میں جذب نہیں کر سکتے۔ تو مسلمانوں کو ہندو بنانے کا دعوے رکھتے ہو؟ ہندو دا تمہارا مذہب سوت کا کچا دھاگا کہلاتا ہے۔ کیا کچا دھاگا بھی کبھی لوہے کی زنجیروں کا مقابلہ کیا کرتا ہے۔ . . . . آریہ سماج نے شدھی کے کام کو شروع کر کے ملک کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ بہت نقصان پہنچایا ہے۔"

پنڈت جی نے بات تو سچ کہی ہے لیکن آریہ سماجی حلقہ میں سچ کو پوچھتا ہی کون ہے؟

ہندو قوم کی ثروت

کا تمام تر انحصار تاجروں اور ساہوکاروں پر ہے۔ ہندو تاجر اس لئے خوش حال ہیں کہ سات کروڑ انسان جن کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں ان کے مستقل گاہک ہیں اور ساڑھے چار کروڑ روپیہ روزانہ ان کے ہاں منتقل کرتے ہیں۔ ہندو ساہوکار اس لئے فارغ البال ہیں کہ سات کروڑ بھکاری ہر وقت

زمین، مکان، برتن، زیور

لے کر سودی قرضے کے لئے ان کے دروازے پر گرے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے افلاس کے بھی یہی دو سبب ہیں۔ اگر مسلمان موجودہ افلاس سے رہائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں چاہئے کہ ہندو ساہوکاروں سے قرض لینا چھوڑ دیں۔ اور اپنی تمام

ضروریات زندگی مسلمان تاجروں سے خریدنا لازمی سمجھیں۔

دارالسلام یا بیوہ آشرم

دہلی میں انجمن محافظ اوقاف کی سرپرستی میں ایک دارالسلام قائم کیا گیا ہے۔ جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ جو غریب الوطن مسلمان عورتیں دہلی آتی ہیں اور مسلمانوں کے ہاں ان کے قیام اور پرورش کا انتظام نہ ہونے کے باعث وہ مخالفین اسلام کے پنجے میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ ان کی سکونت، طعام، لباس اور آئندہ زندگی آرام و آسائش سے بسر کرنے کا انتظام کیا جائے۔

دہلی میں بہت سی غریب اور مفلوک الحال عورتیں ارتداد کا شکار ہوئیں تو وہاں کے مسلمانوں کے اندر غیرت دینی نے جوش مارا۔ اور انہیں دارالسلام قائم کرنے پر آمادہ کر دیا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے مقامات پر ایسے ارتداد کا سلسلہ جاری نہیں ہے۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ تقریباً ہر بڑے شہر میں مخالفین اسلام کا ایک خفیہ نظام قائم ہے جو غریب اور بے کس مسلمان عورتوں اور بچوں کو ناجائز طریق سے ارتداد کے گڑھے میں گرا رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں معاصر زمیندار کے ایک نامہ نگار نے لکھا ہے کہ تین بدمعاش سکھ تین مسلم خواتین کو ضلع امرتسر سے بھگا کر چک ۳۸ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں لے گئے۔ اور زبردستی انہیں سکھ مذہب میں داخل کر لیا ضرورت ہے کہ مسلمان ایسے افسوسناک واقعات کے انسداد کے لئے عملی تدابیر اختیار کریں۔

آسام میں تبلیغ اسلام کی ممانعت

مولانا آزاد سبحانی صاحب جو آج کل آسام میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ کھسیا اور دیگر پہاڑی علاقوں میں مسیحی مبلغین کو تبلیغ مذہب کی عام اجازت ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس علاقہ میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا اور ان کو تبلیغ اسلام کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس قسم کا کوئی حکم آسام گورنمنٹ یا حکومت ہند کی طرف سے نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے حکم کا ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ ہاں اگر مقامی حکام نے مسیحی مبلغین کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر تبلیغ اسلام کے معاملہ میں کچھ رکاوٹیں پیدا کی ہوں تو کی ہوں۔ حکومت اس قسم کے غیر منصفانہ احکام صادر نہیں کر سکتی۔ ضرورت ہے کہ مجلس آئین ساز آسام و لیجسلیٹو اسمبلی میں کوئی مسلمان ممبر حکومت سے اس بارے میں سوال کرے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مقامی حکام کے اس جبر و تشدد کی حقیقت کیا ہے۔

شاہدرہ میں پاورلوم فیکٹری

آئندہ اکتوبر میں حکومت کی طرف سے کھلے گی جس میں تربیت حاصل کرنے کے بعد جولاہے سٹیم اور بجلی کی طاقت سے اپنے گھروں میں کھڈیاں چلا سکیں گے۔

بیکار مسلمانو!

اس فیکٹری میں داخل ہو کر کام سیکھو اور فائدہ اٹھاؤ پراسپکٹس محکمہ صنعت و حرفت سے مل سکتے ہیں۔

مولود مسعود جناب سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کے گھر لڑکا تولد ہوا ہے۔ احباب اس کی صحت و تندرستی کے لئے دعا کریں ہم بھی دست بدعا ہیں کہ خداوند تعالیٰ مولود مسعود کو خادم دین بنائے اور اس کے والدین کو اس کی خوشیاں نصیب کرے۔ (آمین)

عبدالشکور مغل شہر لاہور

مقدمۂ ورتمان کا فیصلہ

دفعہ ۱۵۳ الف کی گرفت

اسلام اور بانئ اسلام کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا

اپریل ۱۹۲۷ء کے وسط میں رسالہ ورتمان نامی ایک ماہوار ورنیکلر جنرل امرتسر سے سب سے پہلی مرتبہ نکلا۔ اس رسالہ کا پرنٹر اور پبلشر گیان چند پاٹھک نامی ایک شخص تھا۔ جس کا نام رسالہ کو کے پہلے صفحہ پر بطور ایڈیٹر کے بھی چھپا ہوا تھا۔ اس رسالہ کو آفتاب برقی پریس واقع ہال بازار امرتسر میں چھاپنے کا انتظام کیا گیا تھا

اس رسالہ کا دوسرا نمبر ۱۴ یا ۱۵ رمئی ۱۹۲۷ء کو نکلا۔ اور اس مہینے کے اواخر میں مسلمانان امرتسر میں اس کے ایک مضمون "سیر دوزخ" کے متعلق کافی جوش پیدا ہو گیا۔ بیان کیا جاتا تھا کہ مضمون دیوی شرن شرما کا لکھا ہوا تھا۔

احمدیوں کا اشتہار

مئی کے اواخر یا جون کے اوائل میں امرتسر میں ایک اشتہار نکلا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مرزائے قادیان (میرزا بشیرالدین محمود امام جماعت قادیان) کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اور اس میں مذکورہ بالا مضمون کے بعض حصص کی جانب توجہ دلائی گئی تھی۔ اس سے مسلمانوں میں اور بھی جوش پیدا ہو گیا۔

حکام کی سرگرمیاں

میر فیض الحسن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ۴ رجون ۱۹۲۷ء کو مسٹر ہملٹن ہارڈنگ سپرنٹنڈنٹ پولیس امرتسر کی توجہ اس مضمون کی طرف منعطف کرائی۔ مسٹر ہملٹن ہارڈنگ نے پورا مضمون سننے کے بعد ضروری سمجھا کہ اسے ڈپٹی کمشنر کے نوٹس میں لائیں۔ چنانچہ یہ رسالہ صاحب موصوف ڈپٹی کمشنر کے پاس لے گئے۔ ڈپٹی کمشنر نے بھی اس مضمون کو اضطراب انگیز تصور کیا۔ اور فوراً حکومت پنجاب کے ساتھ بذریعہ تار اس کے متعلق گفت وشنید شروع کر دی اس گفت وشنید کا نتیجہ یہ نکلا کہ دفعہ ۹۹ ضابطہ فوجداری کے ماتحت رسالے کی ضبطی کے احکام نافذ کئے گئے اور تلاشی کا وارنٹ جاری ہو گیا۔

مقدمہ چلانے کا حکم

اس رسالہ کا ایک نسخہ حاصل کر کے حکومت پنجاب کو شملہ بھیجا گیا۔ ۱۹ رجون ۱۹۲۷ء کو ٹیلیفون کے ذریعہ سے ڈپٹی کمشنر کو حکم بھیجا گیا کہ دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت ان لوگوں کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔ جو اس کی تحریر اور اشاعت کے ذمہ دار ہیں۔

گرفتاریاں

فوراً وارنٹ جاری کئے گئے۔ گیان چند پاٹھک ۶ رجون کو گرفتار ہو گیا۔ اور دیوی شرن شرما ۷ رجون کو شملہ سے تحریری احکام پہنچنے کے ساتھ ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے دو استغاثے دائر کر دیئے۔ ایک گیان چند پاٹھک کے خلاف بحیثیت ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر اور دوسرا دیوی شرن شرما کے خلاف بحیثیت محرر مضمون مذکور۔

امرتسر کا جلسہ

۱۶ رجون کی شام کو مسجد خیرالدین میں ایک جلسہ ہوا جس میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس جلسہ میں مضمون مذکورہ کی سخت مذمت کی گئی۔

مقدمات کی ابتدائی سماعت

ہر دو مقدمے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر کے روبرو پیش ہوئے اور مجسٹریٹ نے گواہوں کے بیانات بھی قلم بند کئے۔

انتقال مقدمہ کی درخواستیں

کہ ان مقدمات کو براہ راست اس عدالت (عدالت عالیہ) میں منتقل کر دیا جائے۔ ان درخواستوں کے ساتھ ڈپٹی کمشنر لاہور کا ایک حلفیہ بیان بھی شامل تھا۔ اس بیان میں جو حالات بیان کئے گئے تھے انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے درخواستوں کی منظوری مناسب معلوم ہوئی۔

عدالت عالیہ میں سماعت

چنانچہ ہر دو مقدمے منتقل ہو گئے۔ اور ۱۵ راہ حال کو اس عدالت عالیہ میں سماعت شروع ہوئی۔ دونوں مقدموں میں شہادتیں تقریباً یکساں ہیں۔ تاہم مقدمات الگ الگ رکھے گئے۔ لیکن چونکہ وکیل سرکار اور صفائی نے دونوں پر یکجا بحث کی ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ دونوں مقدموں پر حاوی ہوگا۔

ملزموں کے بیانات

دونوں مقدموں میں ۱۸ رجولائی ۱۹۲۷ء کو فرد جرم لگائی گئی تھی۔ دونوں ملزموں نے جرم سے انکار کیا۔ اور تقریباً تمام گواہان استغاثہ کو جرح کے لئے دونوں مقدموں میں دوبارہ بلانا پڑا۔ گواہان استغاثہ کی جرح کے خاتمہ پر دونوں ملزموں سے مزید اظہارات لئے گئے۔ اور گیان چند پاٹھک نے ایک تحریری بیان داخل کیا۔ دیوی شرن شرما نے بھی تحریری بیان داخل کرنے کے لئے کہا تھا لیکن پھر اس نے بیان داخل کرنا مناسب نہ سمجھا۔

گیان چند

گیان چند نے مضمون کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور عدالت میں بیان کیا کہ جب (رسالہ ورتمان کا) یہ نمبر مرتب ہو کر شایع ہو رہا تھا تو وہ امرتسر سے باہر تھا۔

دیوی شرن

دیوی شرن شرما نے مضمون کے لکھنے کا اقرار کیا۔ لیکن کہا کہ اس نے مضمون ہندی میں لکھا تھا اور ہندی نام استعمال کئے تھے۔ لیکن اس سے اصل معاملہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا آگے چل کر وہ کہتا ہے کہ میں نے ہندی میں لکھا ہوا یہ مضمون رسالہ "ورتمان" کے لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ ہندی میں لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ رسالہ "ورتمان" آریہ سماج کی تحریک کو فروغ دینے کے لئے جاری کیا گیا ہے اور اس کا ایک حصہ ہندی میں چھپا کرے گا۔ اگرچہ ہر دو ملزموں نے صفائی کے گواہ طلب کئے تھے مگر انجام کار کوئی گواہ بھی پیش نہ کیا گیا۔

ملزموں کی ذمہ داری

سب سے پہلا فیصلہ طلب سوال یہ ہے کہ کیا ہر دو ملزم یا ان میں سے کوئی ایک مضمون کے لئے ذمہ دار مانا جاسکتا ہے یا نہیں

گیان چند رسالہ ورتمان کا مسلمہ ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر ہے اور از روئے قانون رسالے کے تمام مندرجات کا ذمہ دار ہے اس کے اس بیان کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ وہ اس نمبر کی ترتیب واشاعت کے وقت امرتسر سے باہر تھا۔ اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ ماہوار رسالہ تھا۔ نیا نیا نکلا تھا۔ اور یہ اس کا دوسرا نمبر تھا۔ اس کی عدم موجودگی نہایت غیر اغلب معلوم ہوتی ہے

گیان چند کا عذر عدم موجودگی

اس کی طرف سے عدم موجودگی کا جو محض ادعا کیا گیا ہے اس کے خلاف گواہ استغاثہ ۱۲ حبیب اللہ اور گواہ استغاثہ ۱۳ حلف اٹھاتے ہیں کہ گیان چند ... مضمون کا مسودہ

حبھوں نے مضمون کی کتابت کی اور پھر اسے چھپائی کے لئے تیار کیا

گواہان استغاثہ

گواہ استغاثہ ۱۳ شاہ محمد کچھ زیادہ صاحب فہم نہیں ہے اور صرف انٹرنس پاس ہے۔ گیا نچند خود اعتراف کرتا ہے۔ کہ شاہ محمد نے یہ مضمون اور اس رسالہ کے دوسرے مضامین کی کتابت کی۔ وہ اپنے بیان میں کہتا ہے کہ جب وہ امرتسر سے باہر تھا۔ تو زیر بحث مضمون اس کے دفتر کی طرف سے شاہ محمد کو کتابت کے لئے دیا گیا۔ شاہ محمد گواہ کہتا ہے کہ اسے گیا نچند نے خود مضمون کتابت کے لئے دیا تھا اور اس بیان میں شک وشبہ کی کوئی وجہ نہیں۔

حبیب اللہ کا بیان

گواہ استغاثہ ۱۲ حبیب اللہ کا بیان اس سے بھی زیادہ واضح ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے رسالہ ورتمان کے اپریل نمبر کی شروع سے آخر تک کتابت کی اور مئی نمبر کے پہلے ۲۰ صفحات نیز مضمون زیر بحث کے متعلق وہ کہتا ہے۔ کہ گیا نچند اور دیوی شرن شرما اس کا اصل میرے پاس کتابت کے لئے لائے تھے۔ تو میں نے اسے سرسری نظر سے دیکھا اور اس کی کتابت سے انکار کر دیا۔ کیونکہ میری نظروں میں یہ توہین آمیز تھا۔ میں نے کہدیا کہ میں اس کی کتابت نہیں کرونگا۔ اس لئے کہ یہ میرے مذہب پر حملہ ہے۔ اس گواہ کے بیان کی صداقت میں بھی شبہ کی کوئی وجہ نہیں۔

محمد عبداللہ کا بیان

ان دو گواہوں کے بیانات کے علاوہ گواہ استغاثہ ۱۵ محمد عبداللہ کا بیان ہے جو آفتاب برقی پریس میں ملازم ہے۔ جہاں یہ رسالہ چھپتا ہے۔ اس گواہ کا کام پتھروں کی تیاری کی نگرانی تھا۔ جرح میں اس نے بیان کیا کہ ۲۸ رتاریخ کو شہادت دینے سے تقریباً چھ ہفتہ پیشتر یعنی ۱۴ رمئی کے قریب گیا نچند ایک کاپی چھپوانے کے لئے مطبع میں لایا۔ چونکہ گیان چند یہ کاپی ۴ بجے کے بعد لایا تھا جبکہ مطبع بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے پہلے اسے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ لیکن گیان چند نے کہا کہ مجھے اس کے چھپوانے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے کہ صبح میرا رسالہ نکلنے والا ہے اس ضرورت کے پیش نظر رسالہ چھاپ دیا گیا۔

عذر عدم موجودگی غلط ہے

مجھے ان تینوں گواہوں کے بیانات کی صداقت میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ لہٰذا میں گیان چند کے اس بیان کو کلیتہً غلط سمجھتا ہوں کہ وہ ورتمان کے مئی نمبر کی ترتیب واشاعت کے وقت امرتسر سے باہر تھا۔ میرے خیال میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گیان چند نے نہ محض ورتمان کے مئی نمبر بلکہ اس خاص مضمون کی طباعت میں بھی سرگرم حصہ لیا۔ اور میں گواہ استغاثہ ۱۲ حبیب اللہ کی شہادت کو صحیح سمجھتا ہوں۔

دیوی شرن کے عذرات

دیوی شرن شرما اس مضمون کا مسلمہ محرر ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ میں نے مضمون ہندی میں لکھا اور رسالہ ورتمان کے لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ اور پھر عدالت میں پڑھے جانے سے پیشتر اس مضمون کی شکل تک نہ دیکھی۔ مضمون ہندی میں لکھنے کی تائید وتوثیق کے لئے بھی کوئی شہادت موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اقرار کرتا ہے کہ وہ اردو جانتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ اس نے جون نمبر کے لئے ایک مضمون اردو میں لکھا ہے۔ جس کا اصل مسودہ حبیب اللہ کاتب (گواہ استغاثہ) نے عدالت میں پیش کیا۔ بنا بریں مجھے یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں کہ اس کا بیان غلط ہے۔

حبیب اللہ کا بیان

گواہ استغاثہ ۱۲ حبیب اللہ نے جو گیان چند کے مقدمہ میں گواہ استغاثہ ۱۲ ہے۔ جمعی طور پر بیان کیا کہ اپریل نمبر کے تمام مسودات گیان چند اور دیوی شرن اس کے پاس لائے تھے۔ اور ماہ مئی کی اشاعت کے مضامین کا مسودہ بھی وہی دونوں لائے۔ آگے چل کر بیان کیا کہ "سیر دوزخ" عنوان دیکھتے ہی اس کے دل میں شبہات پیدا ہوگئے اور اس نے سارا مضمون پڑھا۔ مضمون پڑھتے ہی وہ طیش میں آگیا اور اس نے یہ کہتے ہوئے مضمون دونوں شخصوں (گیان چند اور دیوی شرن شرما) کو واپس کر دیا کہ میں اس کی کتابت نہیں کرونگا۔ اس پر دیوی شرن نے کہا کہ "میں اس کا محرر ہوں۔ یہ مضمون میں نے لکھا ہے۔ میں ذمہ دار ہوں تم کیوں ڈرتے ہو۔"

کہ دیوی شرن شرما نے مضمون کی اشاعت میں سرگرم حصہ لیا اور وہی اس کا محرر ہے۔

شاہ محمد کا بیان

گواہ استغاثہ ۴ (حبیب اللہ) کے بیان کی تائید گواہ استغاثہ ۱۰ شاہ محمد کے بیان سے ہوتی ہے۔ اس نے اس مضمون کی کتابت گیان چند اور دیوی شرن شرما دونوں کے لئے کی۔ وہ صاف کہتا ہے کہ مضمون کا مسودہ دیوی شرن شرما اور گیان چند دونوں مئی کے پہلے ہفتہ میں میرے پاس لائے تھے۔ اس مضمون کے علاوہ دیگر مضامین بھی تھے۔ جو کتابت کے لئے مجھے دیئے گئے تھے۔

محمد سکندر و لال دین

اس امر کے اثبات کے لئے کہ دیوی شرن شرما نے یہ مضمون چھپوایا استغاثہ کی طرف سے دو گواہ اور پیش کئے گئے تھے۔ یعنی گواہ استغاثہ ۱۰ شیخ محمد سکندر اور گواہ استغاثہ ۱۵ لال دین ان دو گواہوں کی شہادتوں پر میری رائے میں بحث غیر ضروری ہے کیونکہ یہ ناقابل اعتماد ہیں۔ ممکن ہے کہ شیخ محمد سکندر دیوی شرن شرما سے واقف ہو لیکن اس نے ملزم کے ساتھ گفتگو کے متعلق جو بیان دیا ہے۔ وہ میری رائے میں بالکل غلط ہے۔ شاہ محمد اور حبیب اللہ کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے میں مانتا ہوں کہ دیوی شرن شرما اس خاص مضمون کی تحریر و اشاعت کا ذمہ دار تھا۔

مضمون کی حیثیت

اب میں مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کے لمبے لمبے اقتباس درج کروں۔ اس لئے کہ اس طرح اس کی مزید اشاعت ہوگی اور نہ ایسا کرنا مناسب ہے۔ اس کا خلاصہ کے طور پر اتنا جان لینا کافی ہے کہ خواب میں محرر کو آسمان پر لے گئے وہاں اسے ایک پراسرار جانور سواری کے لئے دیا گیا۔ اس پر سوار ہو کر اس نے بہشت و دوزخ کی سیر کی۔ وہ لکھتا ہے کہ آخر الذکر مقام پر میں نے بعض تاریخی حیثیت کے مسلمان دیکھے۔ اور ان کے اردگرد مسلمان تھے۔ اور ان میں باتیں ہو رہی تھیں۔ مضمون کا انداز نہایت بُرا بے حد دل آزار ہے۔ اور اس کی حیثیت اسلام کے مقدس پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حیات (طیبہ) کے بعض واقعات کے متعلق ایک نفرت انگیز ہجو کی ہے۔

دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا یہ مضمون دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت آتا ہے۔ دفعہ مذکورہ یہ ہے:-

"جو شخص الفاظ سے خواہ وہ بولے جائیں یا لکھے جائیں۔ یا مرئی نقلوں سے یا کسی دوسرے ذریعہ سے ملک معظم کی رعایا کی مختلف جماعتوں کے مابین عداوت یا نفرت کے احساسات پیدا کرے گا۔ یا پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اسے دو سال قید یا جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

استغاثہ کا مفاد

استغاثہ میں بیان کیا گیا کہ دونوں ملزموں نے اس مضمون کو لکھا اور شایع کیا۔ اور اس ارادے سے شایع کیا کہ عام مسلمانوں اور ان آریہ سماجیوں اور ہندو سبھائیوں کے درمیان نفرت و عداوت پیدا ہو جو شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کے شروع کرنے والے ہیں یا ان کے موید ہیں۔ اس خیال کا اظہار بھی کیا گیا کہ یہ لوگ دونوں ملزموں کی پشت پر ہیں۔ بیان کیا گیا کہ یہ تحریکیں بجائے خود قابل ستائش ہیں لیکن بعض ارکان نے فروغ دینے کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ قابل اعتراض ہیں۔ اور ان کی وجہ سے دونوں قوموں یا جماعتوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں۔ اس مضمون نے امرتسر میں اور امرتسر سے باہر بہت جوش پیدا کیا۔ اور ہندو مسلم تعلقات اور بھی کشیدہ ہو گئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ملزمان کی نیت مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہو سکتی ہے:-

(۱) مضمون کی نوعیت

(۲) پرچہ کا مسلک جس کے مطابق یہ شایع ہوتا ہے۔

(۳) وہ لوگ جن تک یہ مضمون پہنچنے والا تھا۔

(۴) یہ واقعہ کہ مضمون ایسے وقت میں شایع ہوا جبکہ دو جماعتوں کے تعلقات بہت کشیدہ تھے۔

(۵) ملزموں کی سابقہ حرکات۔

کیا کہ اس دفعہ سے جس جرم کا سدباب منظور ہے اس میں منشا و ارادہ کا ثبوت مہیا کرنا نہایت ضروری ہے اور

اوّل۔ مضمون زیر بحث سے اس قسم کے جذبات پیدا نہیں ہوئے۔

دوم۔ مضمون سے نفرت و عداوت یقیناً پیدا نہیں ہوئی۔

سوم۔ اس مضمون نے وہ احساسات ہرگز پیدا نہیں کئے جو اس دفعہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ کیونکہ نفرت و عداوت کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں طرف سے ہو۔ یعنی مسلمان ہندوؤں سے نفرت و عداوت کریں اور ہندو مسلمانوں سے۔

چہارم۔ ارادے کا ثبوت لفظوں سے مہیا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اسے دوسری قسم کی شہادت ہی سے ثابت کرنا مقصود ہے تو پھر لفظوں کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے۔

پنجم۔ الفاظ سے (نفرت و عداوت پیدا کرنے کا) کوئی ارادہ ظاہر نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ مسٹر پوری نے یہ دعوے بھی کیا کہ شہادت مندرجہ میں ایک شوشہ بھی ایسا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ آریہ سماج یا ہندو سبھا کو دونوں ملزموں سے یا اس مضمون کی اشاعت سے کوئی تعلق ہے۔

ذمہ داری انفرادی ہے یا قومی

اس آخر الذکر دعوے کے متعلق میں یہ فوراً کہے دیتا ہوں۔ کہ فی الحقیقت ایسی کوئی شہادت موجود نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کے کارفرماؤں کو ملزموں یا مضمون زیر بحث کی اشاعت سے کوئی بھی واسطہ ہے۔ اور اگر استغاثہ کا منشا یہ تھا کہ اس قسم کا کوئی تعلق ثابت ہو جائے تو اس میں اسے ناکامی ہوئی ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس قسم کے تعلق کا نہ ہونا استغاثہ کی اہمیت پر فی الحقیقت کوئی اثر ڈالتا ہے گیان چند دراصل آریہ سماج کا ممبر ہے۔ اور دیوی شرن شرما بھی گو کسی آریہ سماج کا ممبر نہیں لیکن عقائد کے اعتبار سے آریہ سماجی ہے یہ شہادت مندرجہ مسلہ ہے کہ دونوں ملزم مقامی آریہ سماج کی بعض کارروائیوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ خود رسالہ ورتمان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی اشاعت کا مقصد شدھی اور سنگٹھن کو ترقی دینا ہے۔ ان حالات میں مسلمانان امرتسر کا یہ سمجھ لینا ذرا بھی حیرت انگیز نہیں ہے کہ آریہ سماج اور ہندو سبھا اس مضمون کو پسند کرتی ہیں۔ علی الخصوص اس وجہ سے کہ اس کی اشاعت کے دن سے لیکر آج تک غالباً صرف ایک ہندو صاحب نے اس مضمون پر علی الاعلان نفرین کا اظہار کیا ہے۔

منشا و ارادہ کا سوال

مزید حقایق قلمبند کرنے سے پیشتر میں یہ بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اس سلسلہ میں متعدد مقدمات کے فیصلوں کا جن کی فہرست فیصلے کے ساتھ شامل ہے نہایت احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا ہے ان میں سے بعض فیصلوں کا حوالہ وکلائے بھی دیا ہے۔ لیکن میں ان پر بحث و تمحیص کرنا غیر ضروری خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کی مندرجہ ذیل تعبیر و تشریح سے پورا اتفاق ہے جو جسٹس رینکن نے "ہلی کے حکیم درتی بنام شہنشاہ" میں کی ہے۔ ملاحظہ ہو انڈین لا رپورٹ ۵۲ کلکتہ ۹۵ صفحہ ۶۴۔ وہ لکھتے ہیں:-

یہ ایک تصفیہ شدہ قانون ہے کہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۵۳ الف کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص ایسے الفاظ شایع کرے جن سے جماعتوں کے درمیان منافرت پھیلنے کا رجحان پایا جاتا ہو۔ وہی اس دفعہ کے ماتحت مستوجب سزا ہو سکتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ "جذبات عداوت پیدا کرتا ہے یا پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے" ان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص عداوت پیدا کرنے میں کامیاب ہو یا ناکام بہرحال مستوجب سزا ہوگا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے جذبات پیدا کرنا ملزم کا مقصد یا جزو مقاصد ضرور ثابت ہونا چاہیئے اور اگر یہ امر اس کے مقاصد میں داخل نہ ہو تو محض رجحان عداوت کا امکان اسے مجرم بنانے کے لئے کافی نہ ہوگا یہ بالکل صحیح ہے کہ عداوت پیدا کرنے کا [illegible]

یعنی الفاظ ہی پر تکیہ کرنا پڑے گا۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے آج تک کسی نے یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ بیرونی شہادت کو قطعاً نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ میرے نزدیک تو تصریحات سے یہ بالکل واضح ہو رہا ہے کہ اگر کسی مسئلہ پر بیرونی شہادت موجب امداد ہو سکے تو وہ ضرور لے لی جائے۔ فاضل چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے خود بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ نفرت و عداوت پیدا ہونے کے احتمال پر غور کرتے وقت زمانہ کے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور ان لوگوں کے متعلق بھی کچھ معلومات حاصل کرنی ہونگی جن کو مخاطب کر کے وہ الفاظ کہے گئے اگرچہ دوسری قسم کی شہادت مہیا کرنا ممنوع نہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ مقدمہ کی نوعیت، استعمال شدہ الفاظ کی اندرونی شہادت اور ان الفاظ کے معانی سے علی العموم اس مسئلہ کا قطعی حل ہو سکتا ہے۔ کہ آیا ملزم جذبات عداوت پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ہے یا ناکام رہا ہے یہ امور ان تمام مقدمات میں فیصلہ کن ہوں گے جن میں منشا و ارادہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسے الفاظ بھی جو طبعی، واضح اور غیر مشتبہ انداز سے استعمال کئے گئے ہوں کچھ اس قسم کا رجحان یا میلان رکھتے ہوں جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ ناشر کا منشا وہی اثر پیدا کرنا تھا۔ جو ان الفاظ کا طبعی نتیجہ ہو سکتا ہے تو پھر بھی تصفیہ کی قطعی صورت نکل سکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو امرت بازار پتر کا پریس کا مقدمہ ۱۹۱۹ء لا رپورٹ ۴۷ کلکتہ $\frac{۱۹۰}{۲۲۵}$) لیکن استعمال شدہ الفاظ اور ان کے صحیح معانی کی حیثیت صرف یہ ہے کہ ان سے منشا و ارادہ کی شہادت بہم پہنچائی جا سکتی ہے۔ اور فی الحقیقت تو ملزم کا حقیقی منشا ہی محک و معیار قرار پا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ جوگے چندرا سرکار بنام شہنشاہ ۱۹۱۱ء انڈین لا رپورٹ ۳۸ کلکتہ ۲۱۴ (۲) امرت بازار پتر کا کے پریس کا مقدمہ ۱۹۱۹ء انڈین لا رپورٹ ۴۷ کلکتہ $\frac{۱۹۰}{۲۲۵}$ (۳) مسز بسینٹ بنام ایڈووکیٹ جنرل مدراس ۱۹۱۹ء لا رپورٹ ۴۳ مدراس $\frac{۱۴۶}{۱۶۳}$ مجسٹریٹ نے اس مقدمہ میں جو "تعمیری منشا" کی اصطلاح اختیار کی ہے۔ وہ میرے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

لہذا سرکار کے فاضل وکیل نے میری رائے میں یہ بالکل درست کہا ہے کہ منشا و ارادہ ان الفاظ کی اندرونی شہادت سے جو لکھنے والے نے استعمال کئے ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ بھی جائز ہے۔ کہ اخبار کی تمام حکمت عملی پر غور کر لیا جائے۔ ان لوگوں کے حالات کو بھی مدنظر رکھا جائے جو لکھنے والے کے مخاطب تھے۔ اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ زمانہ اشاعت میں دونوں قوموں کے باہمی جذبات کی حالت کیا تھی۔

میرے نزدیک ورتمان کا زیر بحث مضمون اس امر کا مظہر ہے کہ جو الفاظ اس میں استعمال کئے گئے ہیں وہ عام حالات میں مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کی اس جماعت کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں جس کو مسلمانوں نے اس مضمون کے لئے ذمہ دار سمجھ رکھا ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات

شہادت مندرجہ سے اس امر کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ امرتسر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات کافی مدت سے کشیدہ چلے آتے تھے۔ مسٹر ہمیلٹن اٹرونگ۔ شیخ عبد العزیز اور میر فضل الحسن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی شہادتیں میرے نزدیک اس کشیدگی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مزید براں گواہان استغاثہ مولوی ثناء اللہ میاں حسام الدین۔ علی بخش۔ محمد یعقوب اور داؤد غزنوی کی شہادتیں بھی اسی کی موید ہیں۔ گو یہ ممکن ہے کہ ان غیر سرکاری گواہوں نے اپنے خیالات کو کسی قدر زیادہ تیزی اور سختی سے بیان کیا ہو۔ رسالہ ورتمان کے مئی نمبر سے صاف ثابت ہے کہ رسالہ کا مقصد شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کو مدد پہنچانا ہے۔ اگرچہ اس سے یہ لازماً ثابت نہیں ہوتا کہ ان تحریکات کے کارکن "ورتمان" کے مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق بھی رکھتے تھے۔ لیکن اس سے وہ منشا ضرور ثابت ہے جس سے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا۔ اور اس کی عام حکمت عملی بھی ظاہر ہوتی ہے [illegible]

کے لئے لکھے گئے تھے۔ تاوقتیکہ اس کے خلاف کوئی ثبوت بہم نہ پہنچایا اس مقدمہ میں یہ ایک حقیقت ہے کہ جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان من حیث القوم نفرت و عداوت کے جذبات پیدا ہونے کا احتمال واضح ہے۔ اب اس امر کا بار ثبوت ملزم پر ہے کہ اس کا منشا و مدعا وہ نہ تھا جو الفاظ مستعملہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔

اس مضمون کا اثر

مسٹر پوری کا یہ دعوے کہ اس مضمون سے کسی قسم کے جذبات پیدا نہیں ہوئے مجھے بالکل بے بنیاد اور ناقابل تسلیم معلوم ہوتا ہے۔ مسٹر پوری نے دعوے کیا ہے کہ اگرچہ امرتسر میں کچھ مدت سے مذہبی مباحثے جاری تھے۔ ان میں کثیر التعداد لوگ شریک ہوتے تھے۔ اور اگرچہ وہاں بہت سی اسلامی انجمنیں قائم ہیں۔ (کم از کم چھ انجمنوں کا ذکر تو شہادت ہی میں موجود ہے) لیکن اس امر کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ ۴ر جون ۱۹۲۷ء سے پیشتر کسی نے اس مضمون پر اعتراض کیا ہو۔ مسٹر پوری نے اس سلسلہ میں مولوی ثناء اللہ کی شہادت کا حوالہ دیا ہے جس کا بیان ہے کہ اس نے یہ بیان ۲۷ر مئی کے قریب قریب پڑھا تھا۔ لیکن اپنے اخبار اہل حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ آخر میں مسٹر پوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر مرزائے قادیان (مرزا بشیر الدین محمود) امرتسر میں وہ اشتہار نہ بھیجتے جس میں اس مضمون کے اقتباسات مندرج تھے۔ اور جسے پولیس کے گواہوں نے سخت اشتعال انگیز بتایا ہے۔ تو کوئی شخص بھی اس مضمون پر معترض نہ ہوتا۔ چونکہ اس اشتہار کی کوئی نقل شامل مسل نہیں کی گئی لہذا ہم اس کے مضمون سے بالکل بے خبر ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشتہار اشتعال انگیز تھا اور ضبط بھی کر لیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مسل میں اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ اواخر مئی میں اس اشتہار کے شائع ہونے سے پیشتر بھی امرتسر کے مسلمانوں نے یہ مضمون پڑھ لیا تھا۔ اور اس پر مضطرب و مشتعل بھی ہو گئے تھے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ اس مضمون کی اشاعت سے کسی قدر ہیجان ضرور پیدا ہوا۔

نفرت کسے کہتے ہیں

مسٹر پوری نے اس کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ اگر جذبات میں کوئی ہیجان بھی پیدا ہوا ہے تو وہ ہیجان نفرت و عداوت کے جذبات کا نہ تھا۔ اس سلسلہ میں مسٹر موصوف نے مولوی ثناء اللہ کے اس بیان کا حوالہ دیا ہے کہ ان کے جذبات اس مضمون کو پڑھ کر سخت مجروح ہوئے۔ اور ان کے دل میں غیظ و غضب پیدا ہوا۔ اسی طرح علی بخش نے کہا ہے کہ اس مضمون نے اس کے دل میں بھی غیظ و غضب ہی کے جذبات کو برانگیختہ کیا۔ محمد یعقوب پریشان ہو گیا۔ داؤد غزنوی کو صدمہ ہوا۔ اور احمد حسن کے دل میں غصہ اور ناراضگی کے جذبات پیدا ہوئے۔ نفرت کا لفظ صرف ایک گواہ یعنی حسام الدین نے استعمال کیا ہے۔ اور مسٹر پوری نے کہا کہ مسٹر حسام الدین کے دل میں جو جذبہ پیدا ہوا وہ خواہش قتل کا تھا۔ جو مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۵ (ج) کے ماتحت تو آ سکتا ہے لیکن اس پر دفعہ ۱۵۳ الف کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مسٹر پوری کے اس نقطۂ خیال سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ میں نے ان تمام گواہوں کی شہادت کا نہایت حزم و احتیاط سے مطالعہ کیا ہے۔ اور بعض مبالغہ آمیز باتوں اور تیز الفاظ سے قطع نظر کر کے مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے سے ان اشخاص کے دلوں میں جو جذبات برانگیختہ ہوئے وہ ایسے تھے جو "نفرت و عداوت" کے دائرے میں آتے ہیں۔ لہذا دفعہ ۱۵۳ الف کا اطلاق ان پر ہو سکتا ہے۔

فاضل وکیل کا دوسرا دعوے یہ ہے کہ مسل میں اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ کسی ہندو نے اس مضمون کو پڑھا ہے۔ اور اس کو پڑھ کر اس کے دل میں نفرت و عداوت کے جذبات مسلمانوں کے خلاف پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کا دعوے یہ ہے کہ دفعہ ۱۵۳ الف کا مقصد جماعتوں کے درمیان جذبات نفرت و عداوت کی برانگیختگی کو روکنا ہے اور یہ نفرت و عداوت یکطرفہ نہیں بلکہ دونوں طرف سے ہونی چاہیئے۔ اس دعوے کے ثبوت میں کوئی قانونی سند پیش نہیں کی گئی۔ اور مجھے بھی کوئی سند دستیاب نہ ہو سکی۔

فرد یا جماعت

جو جذبات برانگیختہ ہوئے ہیں وہ صرف لکھنے والے ہی کے خلاف ہونے چاہیے تھے۔ اور شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گواہوں کو صرف دیوی شرن شرما ہی سے نفرت ہونی لازمی تھی۔ مزید براں یہ بھی بیان کیا گیا۔ کہ ۴ر جون ۱۹۲۷ء کو مسجد خیر دین کے جلسہ میں جو قرارداد منظور کی گئی ہے اس میں اس مضمون اور اس کے لکھنے والے کے خلاف تو ملامت و نفرین کی گئی لیکن آریہ سماج اور ہندو سبھا کا نام نہیں لیا گیا۔ لیکن گواہوں کی شہادتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ اس جلسہ کی منظور کردہ قرارداد میں مضمون ہی کے خلاف اظہار نفرت کیا گیا ہے لیکن اس کی حمایت میں جو تقریریں کی گئیں ان میں صرف لکھنے والے اور ایڈیٹر ہی کے خلاف اظہار خیالات نہیں کیا گیا بلکہ ان لوگوں کو بھی نفرین کی گئی جو مسلمانوں کے نزدیک اس کے ذمہ دار اور اس حملے کے پشت پناہ تھے۔

اسلام پر حملہ

اس کے بعد یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ اس مضمون میں محمد رسول اللہ پر حملہ کیا گیا تھا تو یہ حملہ محض ایک فرد کے خلاف تھا۔ جماعت کے خلاف نہ تھا۔ لیکن اس مضمون میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کو دیکھ کر میرے نزدیک یہ دعویٰ بالکل کمزور اور بے اصل ہے۔ رسول پاک کو جہنم میں عذاب الیم کا مورد دکھایا گیا ہے اور ان کے گرد ان کی ازواج اور دوسرے بے شمار لوگ بھی اس مصیبت میں مبتلا دکھائے گئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ مضمون محمد رسول اللہ کی انفرادی حیثیت کے خلاف نہیں ملکہ آپ کے بانی اسلام ہونے کی حیثیت کے خلاف لکھا گیا ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ اپنے پیروؤں کی شفاعت کا جو دعوے فرماتے ہیں۔ اسے غلط ثابت کیا جائے۔ مسٹر پوری نے اس سلسلہ میں سر ولیم میور کی لائف آف محمد اور ڈانٹے کی نظم "انفرنو" کا جو حوالہ دیا ہے وہ میرے نزدیک بالکل بے سود ہے۔ میری رائے میں ان کتابوں کو اس توہین آمیز مضمون کے مقابلہ میں پیش کرنا بالکل مضحکہ خیز حرکت ہے۔

میرے نزدیک بانی اسلام۔ اس کی ازواج اور بے شمار مسلمانوں کو جہنم میں ازلی گنہگاروں کی طرح عذاب الیم کا مورد دکھانے سے عامۃ المسلمین کے دلوں میں اس جماعت کے خلاف جسے مسلمان غلط یا صحیح طور پر اس کی پشت و پناہ یقین کرتے تھے۔ شدید اشتعال کا پیدا ہونا بالکل لازمی و ضروری تھا۔

تبلیغی کام

پھر ملزموں کے فاضل وکیل نے اپنے دلائل کے دوران میں یہ بھی پیش کیا ہے کہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ شدھی اور سنگٹھن کی ہندو تحریکات کے خلاف مسلمانوں نے اس قدر اعتراضات کئے ہیں جتنے کہ مسلمانوں کی تحریک تبلیغ و تنظیم کے خلاف ہندوؤں نے پیش کئے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا ہے کہ کسی شخص کو تبدیل مذہب پر آمادہ کرنے کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ اس کے پہلے مذہب کی خرابیاں بیان کی جائیں۔ محاسن و قبائح کی اس تشریح و توضیح سے ایک حد تک جذبات منافرت و کشیدگی کا پیدا ہو جانا ضروری ہے بالفاظ دیگر فاضل وکیل نے یہ پیش کرنے اور کہنے کی کوشش بلیغ کی ہے کہ مضمون زیر بحث تبلیغ کے کام کے لئے ایک جائز اور واجب کوشش ہے۔ اور بس۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس مقام پر میرے پیش نظر مقدمہ پنڈت کالی چرن شرما بنام قیصر ہند (فوجداری متفرقات شمارہ ۴۳ بابت ۱۹۲۶ء) آ جاتا ہے۔ عدالت عالیہ الہ آباد کی سپیشل بنچ نے جو تین ججوں پر مشتمل تھی۔ اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ فاضل وکیل سرکار نے اس مقدمہ پر اپنے دلائل میں بہت انحصار کیا ہے۔ اور مسٹر پوری نے اس کے خلاف اعتراضات پیش کئے ہیں۔ یہ مقدمہ دچتر جیون کتاب سے تعلق رکھتا تھا۔ جسے (صوبجات متحدہ کی) مقامی حکومت نے اس بنا پر زیر دفعہ ۹۹ الف ضابطہ فوجداری قابل ضبطی قرار دیا تھا۔ کہ اس میں ایسا مواد موجود تھا۔ جس کی اشاعت بروئے دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مستلزم سزا تھی۔

مصنف نے زیر دفعہ ۹۹ ب ضابطہ فوجداری ضبطی کے احکام کی تنسیخ کے لئے عرضی پیش کی۔

لہذا اسپیشل بنچ کے لئے یہ فیصلہ کرنا ضروری ہو گیا کہ اس کتاب

ہوتی ہے یا نہیں۔

کتاب کے مصنف نے اسپیشل بنچ کے سامنے دیگر امور کے ساتھ ان امور پر بھی زور دیا کہ (۱) یہ کتاب نقد و نظر، اعتراض اور اختلاف کی سرمایہ دار ضرور ہے۔ لیکن جس جذبہ کے ماتحت لکھی گئی ہے وہ اخلاص و دیانت کا آئینہ دار ہے۔ (۲) آریہ سماج کے پرچارک کی حیثیت میں اس کے پروپیگنڈے کا بیشتر حصہ اس بات تک محدود ہے کہ وہ ہندوؤں کو دیگر مذاہب سے علی العموم اور اسلام سے علی الخصوص منحرف کر کے ہندو مت میں داخل کرے۔

میں نے ان دونوں امور کا اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ مسٹر پوری نے مضمون زیر تجویز کے سلسلہ میں یہ امور ہمارے سامنے پیش کئے ہیں۔

اب اس دلیل پر غور کرنا چاہیئے کہ مضمون جائز تبلیغی کام کے طور پر لکھا گیا ہے اس سلسلہ میں پہلے تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دونوں ملزموں میں سے کسی نے بھی یہ دعوے نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ دعویٰ ہے جو چتر جیون کے مصنف نے خاص طور پر کیا ہے اور اس مقدمہ میں فاضل ججوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ "اس بات کو تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ کسی مبلغ کو اپنے مذہب کی خوبیوں کی تبلیغ و تلقین کے لئے جو اجازت بروئے قانون حاصل ہے وہ غیر محدود ہے" جب یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ان ممالک میں جہاں باشندوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے مذہبی خیالات کے اظہار اور دوسروں کے مذہبی معتقدات پر نقد و نظر کے لئے کسی حد تک آزادی ضرور ملنی چاہیئے۔ تو یہ خیال دہم تک میں لانا دانش و فراست کے سراسر خلاف ہے کہ نقد و نظر کی آزادی میں سب و شتم کرنے اور مغلظات پر اتر آنے کی اجازت بھی حاصل ہے مسٹر پوری کے اعتراضات اور ان کے دلائل بحث پر کماحقہ غور کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو صدر صدر خیالات بالکل متفق پاتا ہوں اس لئے اس رائے کا اظہار ضروری ہے کہ "سیر دوزخ" کا مضمون ان دونوں ملزموں کی محض تبلیغی کام کے لئے کوشش قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جائز اعتراضات و تنقید

پھر یہ کہا گیا ہے کہ یہ مضمون واجب و جائز تنقید ہے جو دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کی تشریح کے ماتحت آ جاتی ہے۔ لیکن مجھے تو یہ دلیل بھی بودی نظر آتی ہے۔ تشریح کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"شر انگیزی کی نیت اور مفسدہ پردازی کے ارادہ کے بغیر ایسے امور کے انسداد یا ترک کرانے کے لئے
جو ملک معظم کی رعایا کی مختلف جماعتوں کے درمیان
مغائرت اور منافرت کے جذبات پیدا کرتے ہیں
یا جن سے ایسے جذبات کے پیدا ہونے کا امکان
ہے۔ دیانتدارانہ خیال کا اظہار اس دفعہ کے معانی
کے ماتحت جرم کی حد تک نہیں پہنچتا۔"

جیسا کہ مسٹر جسٹس رنکن نے مقدمہ چکرا ورتی بنام قیصر ہند (صفحہ ۲۰۷) پر فرمایا ہے۔ اس تشریح و توضیح میں ہمیں اس چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جسے جوڈیشل کمیٹی دو اہم سیاسی امور کے توازن کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ پھر اصول توازن کے اطلاق میں یہ ناگزیر ہے کہ مختلف طبائع اور مختلف دماغ مختلف نتائج مرتب کریں ایک دماغ آزادی استدلال کو زیادہ وزندار خیال کرے اور دوسرا شخص قانون و امن اور اتحاد و امان کے تحفظ کو ضروری سمجھے ملاحظہ ہو دبینیٹ بنام ایڈووکیٹ جنرل مدراس انڈین لاء رپورٹ مدراس ۱۴۶ (صفحہ ۱۶۴)

یہ ہو سکتا ہے کہ کسی مذہب یا بانی مذہب کے خلاف کوئی مدلل پر زور تنقیدی تحریر محض اس لئے شائع کی جائے کہ لوگ اسے پڑھ کر ترک مذہب پر آمادہ ہو جائیں۔ اور دوسرا مذہب اختیار کر لیں۔ محض اس وجہ سے کہ تحریر میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ مغائرت و منافرت کو ترقی دینے کا رجحان رکھتی ہے۔ لیکن انداز بیان یا زبان سے ارادہ اور نیت کا اظہار نہیں ہوا ہے۔ یا مصنف نے شہادت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس تحریر کے کسی جزو میں مصنف کا یہ ارادہ نہ تھا کہ منافرت و مغائرت پھیلے۔ تو وہ تحریر تصریح و تشریح کے ماتحت آ جائے۔

دفعہ ۱۵۳ الف کی گیرائی

مثلاً کسی مذہب یا بانی مذہب پر شر انگیز اور غلیظ حملے

بالی پرچے میں کوئی عداوت قایم کرسکوں) اسے دفعہ ۱۵۳ الف کے الفاظ سے باہر نکالنا اور تشریح و مطالب کے ماتحت لانا بہت زیادہ تفسیر و تشریح کا محتاج ہے۔

لہذا اگرچہ میں فاضل وکیل سرکار کی اس دلیل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں - کہ ہر ایک مذہبی پیشوا کے خلاف تنقید خواہ وہ پیشوا زندہ ہو یا مردہ دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ماتحت آجاتی ہے۔ تاہم میں اس رائے کا اظہار کرونگا کہ مذہبی پیشوا کے خلاف مکروہ اور غلیظ حملہ جو تحریراً کیا جائے گا بدیہی طور پر اس دفعہ کے ماتحت آجائے گا۔

موجودہ مقدمہ میں تشریح اور مضمون زیر تجویز کو غور سے مطالعہ کرنے سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ مضمون تشریح کے ماتحت نہیں آتا۔

ملزم نے ارتکاب جرم کیا ہے

میں ۱۵۳ الف کی اس تشریح کے پیش نظر جو جسٹس رینکن نے پیش کی۔ یہ فیصلہ سناتا ہوں کہ اس مضمون کی تحریر اور اشاعت سے دونوں ملزم اس دفعہ کے ماتحت آگئے ہیں اور اس جرم کے ارتکاب کے مجرم ہیں۔ جو اس کی رو سے مستلزم سزا ہے۔

تعزیر

اب فیصلہ سزا کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ سر محمد شفیع نے اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ سزا سخت عبرت انگیز ہونی چاہیئے۔ مسٹر پوری نے پورے زور سے یہ کہا ہے کہ سزا برائے نام ہو۔ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ عبدالعزیز گواہ استغاثہ نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ایک طرف تو ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی کشیدگی ہندوؤں کی طرف سے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات میں گرمجوشی اور مسلمانوں کی طرف سے تحریکات تبلیغ و تنظیم میں سرگرمی کی وجہ سے معرض ظہور میں آئی ہے۔ دوسری طرف دونوں قوموں کے اخبارات بقول وکیل دریدہ دہن اور غلط اخبارات مساویانہ طور پر دراز دستی اور اشتعال انگیزی پر مائل رہے۔ پچھلے چند ماہ میں ان کے اس رویہ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ وکیل نے اس امر پر زور دیا ہے کہ حکومت نے مسلمانوں پر مقدمات نہیں چلائے۔ اس لئے ملزموں نے دو نتایج اخذ کئے ہیں۔ (۱) اس نوعیت کی کروہ تحریریں جرم خیال نہیں کی جاتی ہیں (۲) اس قسم کی تحریروں کے لئے تعزیری دفعات صرف ہندوؤں کے لئے ہیں۔ چونکہ عام لوگ دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت کوئی کارروائی کسی کے خلاف نہیں کر سکتے اور بے بس ہیں۔ اس لئے انہوں نے مایوس ہو کر جواباً یہ طریق عمل اختیار کیا ہے۔

میں تو صرف اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہوں کہ حکومت نے ان تحریروں کے خلاف جن کا مسٹر پوری نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے۔ یعنی "دہلی سے عدم آباد" اور "انیسویں صدی کا مہارشی" کے خلاف محض اس وجہ سے کوئی کارروائی نہیں کی کہ حکومت نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ تحریریں قانون کے الفاظ کی حدود سے باہر نہیں ہیں۔

یہ تو از روئے شہادت ظاہر ہو چکا ہے کہ دیوی شرن شرما ستیہ دھرم پرچارک کا ایڈیٹر رہ چکا ہے۔ اس رسالہ میں سال کے اوائل میں ایسے مضامین شایع ہوئے جن کی بنا پر تین مختلف مواقع پر اسے متنبہ کرنا پڑا۔ آخری مرتبہ ۱۹ مارچ کو اسے کہہ دیا گیا کہ اگر پھر اس قسم کی تحریر کا اعادہ کیا گیا تو اس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ آخری انتباہ کے فوراً ہی بعد وہ پرچہ کی ادارت سے سبکدوش ہو گیا ۹ اپریل کو ایک اور شخص نے اس کے پرنٹر ہونے کا ڈکلریشن داخل کر دیا۔ موجودہ رسالہ کے لئے گیان چند نے ۲۰ مارچ کو ڈکلریشن پیش کیا۔

ان حالات کی موجودگی میں میری یہ رائے ہے کہ دیوی شرن شرما نے یہ مضمون مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مغائرت اور منافرت کو ترقی دینے کی نیت سے لکھا۔ اور شائع کیا۔ اس میں خیال کرتا ہوں کہ اسے کافی سزا ملنی چاہیئے۔ اس لئے میں اسے **ایک سال قید بامشقت** اور پانچسو روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سناتا ہوں۔ بصورت عدم ادائے جرمانہ چھ ماہ قید شدید مزید بھگتنی پڑے گی۔

گیان چند پاٹھک کا مقدمہ کچھ ذرا مختلف ہے۔ اس نے رسالہ ورتمان کے پرنٹر اور پبلشر ہونے کا ڈکلریشن داخل کیا

شہادت موجود ہے۔ کہ اس نے اس مضمون کی اشاعت میں ذاتی طور پر دلچسپی لی۔ ساتھ ہی میرا یہ خیال ہے کہ اس مضمون کی اشاعت میں اس نے جو حصہ لیا ہے وہ اس امر کا مقتضی نہیں ہے کہ اسے سخت سزا دی جائے۔ اس لئے میں اسے چھ ماہ قید بامشقت اور اڑھائی سو روپیہ جرمانہ کی سزا دیتا ہوں بصورت عدم ادائے جرمانہ تین ماہ کی مزید قید بامشقت بھگتنی پڑے گی۔

محکمہ زراعت پنجاب کے

زراعتی سامان کے لئے ریلوے کرایہ میں تخفیف

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

صاحب ڈائرکٹر محکمہ زراعت پنجاب نے ٹریفک منیجر صاحب نارتھ ویسٹرن ریلوے سے درخواست کی تھی کہ جس طرح محکمہ زراعت بنگال کے لئے ٹریفک منیجر ای۔ بی۔ ریلوے نے کرایہ کی خاص رعایتی شرحیں منظور کی ہیں۔ اسی طرح خالص اور بہتر قسم کے بیجوں کا استعمال مقبول عام بنانے کی غرض سے محکمہ مذکور کے بیج غلہ۔ دال۔ خراب ہو جانے والے بیج۔ چھوٹے پودے۔ نیشکر کے بیج اور پودوں کے باردانوں کے لئے بھی کرایہ کی خاص رعایتی شرحیں منظور کی جائیں۔ اس درخواست کے جواب میں ٹریفک منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے نے مندرجہ ذیل رعایت یکم ستمبر ۱۹۲۷ء سے منظور کر لی ہے مگر اس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ جو اشیا روانہ کی جائیں وہ مالک کی ذمہ داری پر ہوں اور مال روانہ کرنے کے وقت محکمہ زراعت کے ایک گیزیٹڈ افسر کے دستخطوں سے ایک سارٹیفکیٹ پیش کیا جائے۔ جس میں اس امر کی تصدیق کی گئی ہو کہ یہ اشیا صرف زراعتی اغراض کے لئے ہیں اور بطور خوراک استعمال کرنے کے لئے نہیں۔

(۱) غلہ۔ دال۔ بیج۔ (جو خراب ہو جانے والے نہ ہوں) ... پارسل کی نصف شرح پر۔

(۲) خراب ہو جانے والے بیج (جس میں آلوؤں کے بیج بھی شامل ہیں۔) چھوٹے پودے۔ گنے کے بیج اور پودے ..... پارسل کی ایک چوتھائی شرح پر۔

اخبار احمدیہ

خوش آمدید ۱۰ اگست کی شام کو حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی سے لاہور تشریف لائے۔ استقبال کے لئے بہت سے احباب سٹیشن پر موجود تھے۔

مبارکباد خان شاہ محمد خان صاحب انجنیئر خواص پور ضلع امرتسر کا نکاح مولانا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کی صاحبزادی حنیت بی بی کے ساتھ پانچہزار روپیہ مہر پر ۱۱ اگست ۱۹۲۷ء کو بعد از نماز مغرب مسجد احمدیہ میں ہوا۔ حضرت امیر نے خطبہ نکاح میں خان صاحب کو خدمت دین کی طرف خاص توجہ کرنے کی تلقین کی۔ جس کے لئے وہ ہر طرح سے موزوں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو طرفین کے لئے مبارک کرے اور دینی و دنیاوی برکات کا موجب بنائے۔ آمین

خطبہ جمعہ ۱۲ اگست کو حضرت امیر نے خطبہ جمعہ میں جماعت کو خاص نصائح فرمائیں کہ ہر ایک شور و شر میں افراط تفریط سے بچے رہیں۔ اور جس صحیح مسلک پر حضرت مجدد اعظم نے ہمیں چلایا ہے وہی حقیقی راہ اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جماعت شروع ہی سے صراط مستقیم اور راستہ اعتدال پر چلتی رہی ہے۔ کسی زمانہ میں ہم پر الزام لگایا گیا تھا۔ کہ تکفیر اہل قبلہ سے بیزاری کے باعث ہم سلسلہ احمدیہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور دوسرے مسلمانوں سے خدمت اسلام کے لئے امداد لینے کے باعث ہم میں ایمانی غیرت نہیں رہی لیکن آج ہم پر الزام لگانے والا گروہ علانیہ اس بات کا قائل ہو گیا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کو کافر نہ کہا جائے۔ (گو اس کی تشریح نہیں کی گئی کہ انہیں کافر سمجھا بھی جائے یا نہیں) [illegible]

[illegible]

کہ جس راہ پر انہوں نے قدم اٹھایا تھا وہ غلط تھی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی ہمدردی اور انہیں اقتصادی اور اخلاقی کمزوریوں سے نکالنا ہمارا فرض اولین ہے۔ لیکن یہ امر کسی قوم یا مذہب کے تنفر پر مبنی نہ ہونا چاہیئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یہاں رہنا ہے۔ اور ہم کو ہندوؤں اور دیگر غیر مسلم اقوام میں تبلیغ اسلام کرنی ہے۔ اس لئے ان میں جذبۂ نفرت پیدا کر کے ہم ان کو اسلام سے دور کر دیں گے ہمارا طریق عمل وہی ہونا چاہیئے۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنے آخری پیغام یعنی پیغام صلح میں فرمایا ہے۔

روانگی ۱۴ اگست ۲۷ء شام کو ۸ بجے کی گاڑی سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے براہ امرتسر ڈلہوزی تشریف لے گئے۔

جنازہ غائب بعد نماز جمعہ سید امین دمشقی مرحوم کا مسجد احمدیہ لاہور میں حضرت امیر نے جنازہ غائبانہ ادا فرمایا۔

ہندوستان

—— راولپنڈی کی سکھ پربندھک کمیٹی نے ایک دیوتا سروپ بھائی پرمانند کو مطلع کیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں بندہ بیراگی کے متعلق جو کچھ لکھا وہ سکھوں کے نکتہ نگاہ سے غلط اور دل آزار ہے۔

—— مجلس آئین ساز ہند کے آئندہ اجلاس میں برما کا ایک رکن یہ تجویز پیش کرے گا کہ آئندہ کسی کو پھانسی کی سزا نہ دی جایا کرے اور اس پر بہت جلد عمل کیا جائے۔

—— راجپال کی کتاب اور اس کے فیصلہ کے خلاف صدائے احتجاج کے طور پر یاغستان (سرحد) میں بھی پرجوش جلسے ہوئے۔ آفریدیوں اور شنواریوں نے ہندوؤں کو معہ ان کے ساز و سامان کے کامل امن و امان کے ساتھ اپنے علاقوں سے نکال دیا ہے۔ ہندو لیڈر کہتے ہیں کہ کوئی ۳۰۰ کے قریب ہندو پشاور کی سراؤں اور دھرم سالوں میں پناہ گزیں ہیں۔ تیراہ قبائل نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ساری تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

—— بتیا میں مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں تصادم ہو گیا۔ ہندوؤں نے حملہ میں ابتدا کی اور نہایت وحشیانہ حرکات کیں۔ مسلمانوں کے مکان اور دکانیں لوٹ لی گئیں۔ اور جگہ جگہ آگ لگا دی گئی۔ ایک مسجد کی دیوار بھی منہدم کر دی۔ بہت سے اشخاص مقتول و مجروح ہوئے۔ ۱۳ مقتولین میں سے صرف ایک ہندو ہے۔ باقی سب مسلمان ہیں۔ یہ سرکاری اطلاع ہے۔

—— گورنمنٹ رسالہ پیشوا دہلی کے خلاف بہت جلد قانونی کارروائی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ پیشوا نے سیواجی کے متعلق ایک قابل اعتراض مضمون لکھا تھا۔

—— سرحدی قبائل کے نمائندوں اور سرداروں نے مہاتما گاندھی کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ "آپ ازراہ کرم اپنی جاتی کو مطلع کر دیں۔ کہ مسلمان اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات کو تمام کائنات دین و دنیا سے عزیز تر قرار دیتے ہیں اور اس شخص کا سر تن سے جدا کرنے میں ایک لمحہ کے لئے تامل نہیں کریں گے جو سردار دو عالم کی ادنیٰ ترین توہین کا ارتکاب کرے"

—— پنڈت کالیچرن مصنف وچتر جیون نے جسے الہ آباد ہائی کورٹ نے دو ماہ کی سزائے قید اور ایک ہزار روپیہ کی سزا دی تھی۔ اس فیصلہ کے خلاف پریوی کونسل میں اپیل کرنے کے لئے آریہ قوم سے آٹھ دس ہزار روپے کی اپیل کی ہے۔

—— انگلستان کو ایک اسلامی وفد روانہ ہونے والا ہے جس میں چودھری ظفر اللہ خاں ممبر پنجاب کونسل اور ڈاکٹر شفاعت احمد خاں ممبر یوپی کونسل شامل ہیں۔ جہاں وہ ان مسائل کے متعلق جو شاہی کمیشن کے سامنے پیش ہونے والے ہیں برٹش پبلک کو اسلامی نقطہ خیال سے آگاہ کریں گے پنجاب کونسل کے مسلم ممبروں کی طرف سے جو اعلان حال ہی میں شایع ہوا تھا وہی اس وفد کے لئے سند نمائندگی ہوگا۔

—— پرتاب نے اپنے ایک کارٹون میں گورو گوبند سنگھ صاحب کو ایک سادھو کی شکل میں سوامی دیانند کے قدموں میں بٹھایا ہے گورو سنگھ سبھا ہوشیارپور نے پرتاب کی اس مفسدانہ کارروائی [illegible]

ممالک خارجہ

— بغاوت کی وجہ سے دمشق میں جو وقتی قوانین نافذ کئے گئے تھے وہ اٹھا لئے گئے۔ اب شہر میں آمد و رفت کی اجازت ہے۔ اور اطراف میں نگرانی اٹھالی گئی ہے۔

— فلسطین میں اشتراکیین حکومت کے خلاف سخت مظاہرے کر رہے ہیں۔ حیفا میں دار الحکومت کے سامنے کھڑے ہو کر نعرے لگائے گئے "حکومت تباہ ہو" "شہنشاہیت کا خاتمہ ہو" اور عربی اور عبرانی زبانوں میں نہایت گرم اور پرجوش تقریریں کی گئیں۔ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ پولیس کو تقریباً تیس سرکردہ اشتراکی گرفتار کرنے پڑے۔

— برلن میں اس تجارتی معاہدہ کی تصدیق ہو گئی ہے جو جرمنی اور ترکی کے درمیان طے پایا تھا۔

— حکومت افغانستان نے حجاز میں اپنی رعایا کے مصالح کی نگہداشت ترکی قونصل متعینہ حجاز کے سپرد کر دی ہے۔

— بادشاہ افغانستان نے اپنے پرائیویٹ سکرٹری کو شاہ ایران کے دربار میں بھیجا ہے تاکہ افغانستان و ایران کے درمیان ایک معاہدہ کے متعلق گفتگو کریں۔

— قسطنطنیہ کے محکمہ اوقاف نے طے کیا ہے۔ کہ شہر کے بعض حصوں میں عبادت گاہیں کم کر دی جائیں۔ کیونکہ ان مقامات میں مسجدوں کی کثرت بے ضرورت کثیر اخراجات کا موجب ہوتی ہے۔

— حکومت شام اور عراق نے متفقہ طور پر انگریزی، عربی، فرانسیسی زبانوں میں شامی اور عراقی حدود کے قبائل کو مخاطب کر کے حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے۔

"حدود شام کے جوار میں بسنے والے قبائل کے نام!

تم کو شام اور عراق کی حکومتیں اطلاع دیتی ہیں۔ کہ انہوں نے بحث و گفتگو کے بعد حسب ذیل تجویز پر اتفاق کر لیا ہے۔

لوٹ مار۔ ڈاکہ۔ اور چوری ممنوع ہے۔ حدود کے پار مسلح اشخاص کی جماعت بھیجنا ممنوع ہے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو دونوں حکومتیں اپنے اپنے حدود کے مجرموں کو سخت سزا دیں گی۔

— مجاہدین شام کے قائد اعظم نے فرانسیسی حکام کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ سلطان ابن سعود نے آپکو حجاز میں اقامت گزیں ہونے کی دعوت دی ہے۔

— حکومت انگورہ اور امام یحیٰی والی یمن کے درمیان معاہدہ کی گفت و شنید ہو رہی ہے۔

— طرابلس الغرب میں عربی مجاہدین کے مقابلہ میں اطالوی افواج کو پے در پے شکستیں ہو رہی ہیں۔

ضرورت ہے

مسلم ہائی سکول لاہور اور مسلم ہائی سکول بدوملی کے لئے مفصلہ ذیل اساتذہ کی ضرورت ہے۔

(۱) بی اے بی ٹی۔ یا بی اے۔ ایس اے۔ وی ٹرینڈ جو ہندی اور جغرافیہ اچھی طرح پڑھا سکتے ہوں۔

(۲) ایچ پی او ٹی مدرس فارسی پڑھانے کے لئے

(۳) سینئر ڈرائنگ ماسٹر

(۴) مینول انسٹرکٹر صنعتی کلاس کے لئے درکار ہے۔ جو اس سال جماعت پنجم کے لئے کھول دی گئی ہے۔

تنخواہ ... جائے گی۔ فیصلہ ہونے پر ۱۷ ستمبر کو اسکول

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۵ صفر سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۴ اگست سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۴

بزم احباب

(مرتبہ مخلصانِ حضرت چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

مسجد پیرس کے چشم دید حالات

فرانس سے ہمارے نامہ نگار خصوصی نے مسجد پیرس کے جو چشم دید حالات لکھے ہیں وہ ناظرین کی دلچسپی و آگاہی کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔

گزشتہ ماہ جون کے آغاز میں مجھے پیرس جانے کا اتفاق ہوا ایک روز ایک مکان کی تلاش میں ایک کوچہ میں گزر ہوا۔ تو دیکھا کہ وہاں وہ مشہور و معروف مسجد جو فرانسیسی حکومت نے زرکثیر صرف کرکے اپنی امپیریلزم کو افریقہ میں مضبوط کرنے کے لئے بنائی ہے اپنی مراکشی و اندلسی شان دلربائی کے ساتھ جو آنے جانے والوں کی نظروں میں دھندلی سی تصویر پیش کرتی ہے موجود ہے۔ اگرچہ ۱۹۲۵ء میں جبکہ یہ خانہ خدا زیر تعمیر تھا۔ مولانا صدرالدین صاحب قبلہ کی معیت میں دیکھ چکا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر کبھی اس کی زیارت کا اتفاق نہ ہوا اگرچہ چند مرتبہ پیرس جانے کا اتفاق اس کے بعد بھی ہوا۔ مسجد کی باہر کی دیواروں کو دیکھتے ہی اس کے اندر جانے کی خواہش ہوئی کوئی چار بجے شام کا وقت تھا۔ مسجد کا دروازہ بند تھا۔ کھٹکھٹانے پر ایک لڑکی نے دروازہ کھول کر پوچھا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مسجد دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور شاید نماز بھی پڑھ لوں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ نماز ختم ہو چکی ہے۔ اور دوسرے روز دو بجے دروازہ کھلیگا مجبوراً مایوس ہو کر دیواروں کو دیکھنے پر ہی قناعت کرنا مناسب سمجھا۔ جب گھومتا گھامتا شمال مغربی کونہ پر پہنچا تو طبلہ سارنگی کی آواز کان میں آئی۔ حیران ہوا کہ مسجد اور طبلہ سارنگی۔ ہمارے ہاں تو مسجد سے ہزار گز کے فاصلہ پر اگر گانے کی یا ڈھول ڈھکے کی مدھم سی آواز کسی مسلمان کے کان میں پہنچ جائے تو وہ پاجامہ سے باہر ہو جائے اور خدا جانے نوبت کہاں تک پہنچے۔ اپنی حیرانی کو دور کرنے کے لئے شمال مغربی دروازہ سے جو کھلا تھا اندر داخل ہوا معلوم ہوا کہ وہ قہوہ خانہ (کافی خانہ) ہے سادہ۔ بالکل عربی وضع و قطع کا۔ نوکر چاکر اور دیگر سازندگان کا تمام عربی۔ حقہ بھی موجود۔ ایک طرف قوال بیٹھے ہیں اور اپنے کام میں مصروف۔ دیواروں کے ساتھ گاؤ تکیے رکھے ہیں۔ جن پر طائفے میں سے اپنے اپنے عشاق پر ناز و غمزہ کی چھریاں چلا رہی ہیں چونکہ قہوہ خانہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ایک پیالی قہوہ پی جائے۔ اور دوسرے یہ نظارہ بھی ذرا تھوڑی دیر اور دیکھنے کی خواہش تھی۔ چنانچہ بیٹھ گیا اور ہندوستانی اسلام اور عربی اسلام پر غور بھی کرتا رہا۔ کوئی آدھ گھنٹہ بیٹھنے کے بعد طبیعت ان تمام نظاروں کو دیکھ کر سخت بیزار ہوئی۔ اٹھا اور اسلام کی حالت پر دو آنسو بہاتا ہوا اپنے ہوٹل میں آیا۔

چونکہ مسجد دیکھنے کا شوق کم نہ ہوا تھا۔ اس لئے دو چار روز کے وقفہ کے بعد تین دوستوں کے ہمراہ دو بجے دروازہ مسجد پر پہنچا دروازہ کھلا تھا۔ اور بہت سے لوگ جو سب کے سب فرانسیسی تھے مسجد کو دیکھنے کے لئے وہاں موجود تھے۔ اندر جانے کے لئے ہر شخص کو ۵ فرانک (قریباً دس آنہ) کا ٹکٹ لینا پڑا۔ ہم سے بھی عربی دربان نے ٹکٹ کے لئے کہا۔ میرے رفیق نے کہا کہ ٹکٹ لے کر تو ہم اندر نہیں جائیں گے۔ میں نے ٹکٹ دینے والے سے پوچھا کہ مسلمانوں کے لئے بھی ٹکٹ لینا ضروری ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ آخر ہم مسجد کے اندرونی دروازہ پر پہنچے جو مقفل تھا۔ ہمیں کہا گیا کہ جب تک جان یا گائڈ نہ آئے ہم اندر نہیں جاسکتے۔ کوئی دس منٹ کے بعد گائڈ آیا اس نے دروازہ کھولا اور ہم کوئی دس آدمی اندر داخل ہو گئے۔ گائڈ نے پھر دروازہ مقفل کر دیا۔ کہ نہ کوئی اندر آسکے نہ باہر جاسکے۔ جب تک گائڈ خود دروازہ نہ کھولے۔ تقریباً پندرہ منٹ ہم گھومتے رہے گائڈ فرانسیسی لوگوں کو ہر ایک چیز دکھاتا رہا۔ ہم نے باہر نکلنا چاہا تو اس نے کہا کہ سب ایک ساتھ ہی نکل سکتے ہیں۔ خیر تھوڑی دیر انتظار کرلینے کے بعد اس نے شمالی دروازہ کھولا۔ جو عین قہوہ خانہ کے اندر نکلتا ہے گائڈ کو بھی کچھ نذرانہ دینا پڑا۔ اس کو پیسے دیتے وقت میں نے نہایت بلند آواز سے اعوذ اور لاحول پڑھا۔ وہاں سے قہوہ خانہ میں آئے جہاں وہی نظارہ تھا جو پہلے لکھ چکا ہوں۔

اس مسجد میں نماز شاید جمعہ یا عیدین کو پڑھی جاتی ہوگی۔ جمعہ کے متعلق تو یقیناً نہیں کہہ سکتا۔ البتہ عیدین کے متعلق اخبارات میں پڑھا کرتا ہوں ممکن ہے کوئی اور نماز بھی پڑھی جاتی ہو۔ جبکہ کوئی سینما کمپنی فلم تیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے اس میں ذرہ بھر مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ اگر ہندی مسلمانوں کی انجمنوں اور جمعیتوں میں سے کوئی بھی ان باتوں کی تصدیق کرنا چاہے تو اپنے کسی نمائندے کو بھیج کر دریافت کرلے۔ اگر مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب قبلہ جن کے آنے کی خبر مشہور ہو رہی ہے تشریف لانے والے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو اس

باتوں کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ وہ بھی ان دنوں پیرس میں تھے۔ اور رات کو اسی قہوہ خانہ میں اکثر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ میری اس تحریر سے کوئی شخص مجھ [illegible] نہ لے۔ بلکہ نہایت ٹھنڈے دل کے ساتھ اسلام کی صحیح خدمت کرنے کا طریقہ سوچے۔ ورنہ جو ہو رہا ہے [illegible] رہی ہے وہ ایسی زہریلی اور ہلاکت خیز ہے۔ کہ اس سے سلامتی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہو جائیگی

انگلستان

ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا۔ میں چند یوم کے لئے ویلز گیا ہوا تھا۔ اور اپنے کارڈیف کے بھائیوں سے بھی ملاقات کی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے بھائی خواہ وہ عرب تھے یا انگریز سب مخلص اور نیک مسلمان ہیں۔ انہوں نے نماز کے لئے ایک چھوٹا سا کمرہ لے رکھا ہے جو نہایت مخدوش حالت میں تھا۔ میں نے وہاں کچھ تبلیغ کا کام بھی کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھے اب سوانسی سے دعوت آئی ہے۔ آپ کے خط کا جواب دینے میں اس لئے بھی دیر ہو گئی کہ مسٹر رشید لشانے جو بطور میرے سیکرٹری کے کام کرتا ہے۔ اور جس کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اور مسٹر میکفرسن ہمرد رخصت پر تھے۔ اور میں اکیلا تھا۔ میری مصروفیت کا آپ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ابھی تک میرے پاس ۴۸ خطوط بلا جواب دیئے پڑے ہیں۔ میری طبیعت کچھ خراب رہی ہے۔ جبکہ ڈاکٹر نے مجھے مکمل طور پر آرام کرنے کے لئے کہا جو میرے لئے ناممکن محض ہے۔ کیونکہ کام کو ایسی حالت میں چھوڑنا موزوں نہ ہوگا۔ ہم اب فلیٹ سٹریٹ میں دفتر لیجانے کا انتظام کر رہے ہیں جہاں ہماری کانفرنس ہوئی تھی سو ہیں لیکچروں کا انتظام ہوگا۔

میں اپنے دوست مسٹر کیشال سے مل کر بہت خوش ہوا۔ جو آج کل لندن میں ہے۔ احمدیت کے بارہ میں یہاں سخت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ احمدی لفظ کے استعمال سے ہر شخص آپ کو قادیانی جماعت سے ملا دیتا ہے۔ مجھے اس بارہ میں کثرت سے خطوط آتے رہتے ہیں۔ کم لوگ قادیانی اور احمدی میں فرق کر سکتے ہیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب کام کو نہایت عمدگی سے چلا رہے ہیں عیدین کے مجمعے ان کی ہردلعزیزی کا ثبوت تھے۔ میں نے کئی مرتبہ ان سے التجا کی کہ اپنے جمعہ کے خطبات جو تعلیم اسلامی کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ شائع کیا کریں کیونکہ یہ خطبات اتوار کے وعظ سے زیادہ مفید معلومات کا ذخیرہ ہوتے ہیں گو مؤخر الذکر بھی حالات حاضرہ کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن جمعہ کے خطبات کی شان نرالی ہوتی ہے۔ اگر آپ انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کر سکیں تو باعث مشکوری ہوگا۔ یہ بطور پمفلٹ ہی شائع کر دیا کریں ہمیں ایسے پمفلٹوں کی ضرورت ہے۔ جو لفافہ جات میں بھیجے جاسکیں۔ لوگ آج کل قصہ کہانی کی کتابوں کو بہت دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ کسی ضخیم کتاب کا پڑھنا ان کے لئے بمقابلہ پمفلٹ کے ناگوار ہے۔

مسلمانوں سے ہندوؤں کی چھوت

چودھری افضل حق کی حق گوئی

مسلمان جب ہوش سنبھالتا ہے اور موجودہ مجلسی سلوک ہندو سوسائٹی کا دیکھتا ہے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ میں کچھ ادنے درجہ کا انسان ہوں۔ وہ ذکی الحس ہے تو ذرا تلملاتا ہے۔ مگر جب ارد گرد تمام مسلمان شرفا، علما، صوفیا تک کو ایک معمولی سے معمولی ہندو دکاندار سے پرے ہٹ کر چیز خریدتے ہوئے پاتا ہے۔ تو تلملا کر رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ حس بے حسی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس طرح اسلام پر ہندو مذہب کی یہ مجلسی فوقیت قائم رہتی ہے۔

کوئی مسلمان ملازمتوں کے لئے مر رہا ہے۔ کوئی کونسل اور میونسپل سیٹوں کے لئے ہندوؤں سے لڑ رہا ہے۔ اگر کوئی جماعت مجھ سے ہندو مسلمانوں کی مفاہمت کی شرط پوچھے تو میں یہی کہوں کہ ہندو سوسائٹی بہتر بھائی بن کر دکھائے۔ اور مسلمانوں کو گلے ملائے۔ کیا یہ درخواست غیر معقول ہے؟ یہ تو وہ چیز ہے جو کانگرس نے سوراجیہ کی ضروری شرط قرار دی تھی۔ ہم مسلمان حامیان کانگرس کی خود فریبی بھی مستحق داد ہے جو تین برس اچھوت ادھار کا پرچار کرتے رہے۔ حالانکہ ان کے اپنے اچھوت میں شبہ کی کم گنجائش ہے۔ میں چھوت کے مقابلہ میں مساوات انسانی کا ان تھک مبلغ ہوں۔ ابن آدم کی تاریخ میں اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں پاتا۔ کہ کوئی قوم بغیر گناہ کے چھوت کی لعنتیں ڈال دی جائے۔ اور اس طرح اس کی زندگی موت سے زیادہ تلخ کر دی جائے۔ اگر میں اچھوت گھر میں پیدا ہوتا تو تمام اچھوت اقوام کو یکجا کر کے کہتا کہ آؤ ہندو مسلمانوں دونوں سے چھوت کرو تا کہ ان کا دماغ درست ہو جائے۔ کسی قوم کو خداوند تعالےٰ نے یہ پروانہ نہیں دیا کہ اتفاقیہ پیدائش سے فائدہ اٹھا کر جھونپڑیوں میں پیدا ہونے والے غریب انسان کو ٹھکرائیں۔

مسلمانو! ہندو کسی حد تک معذور ہیں۔ کہ ان میں کرما تھیوری (   ) رائج ہے۔ مگر خدارا بتاؤ قرآن نے بے گناہ انسانوں کو ٹھکرانے کی کہاں تعلیم دی ہے؟ اور غریبوں سے چھوت کرنے کو رسول عربی نے کب فرمایا تھا؟ وہ جابر دن سے خود ٹھکرایا گیا۔ میتم کب گوارا کر سکتا ہے کہ مسلمان اس قوم سے چھوت برتیں جو مسلمانوں سے چھوت نہیں کرتی۔ اور اسلامی غیرت کب گوارا کرتی ہے کہ مسلمان اس کے سامنے سر جھکائیں جو ان کو اچھوت سمجھتے ہیں۔

مجھے احتمال ہے کہ مسلمان پڑھ کر آہ سرد بھر کر رہ جائیں گے کون غضب کے حقوق کسی اچھوت کو دے اور کس کی ہمت ہندوؤں سے مجلسی برابری کا مطالبہ کرے۔ بے شک اس کے لئے اسلامی سپرٹ اور بے باک بےخوف اظہار حق کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمانوں سے یہ نہیں ہو سکتا تو میں آج ہی فتوےٰ دیتا ہوں کہ ہندوستان میں اسلام کا کوئی مستقبل نہیں۔

صاف بیانی

یہ دعوےٰ بلا دلیل نہیں۔ میں راجپوت ہوں میری برادری کے بعض ایسے گاؤں ہیں جہاں نصف آبادی کا دامن گوہر اسلام سے مالامال ہے۔ نصف حصہ ہندو مذہب کو دنیا کا بہترین سرمایہ سمجھتا ہے۔ مگر جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ مجلسی طور سے اپنے آپ کو ذلیل اور کمتر محسوس کرتے ہیں۔ دور سے ان کے ہاتھ کی چیز لیتے ہیں۔ نیچے ہو کر پانی پیتے ہیں۔ بوجہ ایک خون اور نسل اور ایک دادا کی اولاد ہونے کے وہ شادی غمی پر اکٹھا ہوتے ہیں۔ مگر مسلمان راجپوت ہندو راجپوتوں سے نچلی جگہ بیٹھتے ہیں۔ قریب جاتے ہچکچاتے ہیں۔ غرض ہر طرح ان کو برتر اور اپنے آپ کو ان سے کمتر سمجھتے ہیں۔ مذہب اسلام کی دلفریبی اور سادگی سے قطع نظر کر کے قانون فطرت کی طرف دیکھو۔ ہر انسان کی طبعی خواہش ہے کہ وہ ذلیل و حقیر درجہ سے ترقی کر کے اعلےٰ و ارفع درجہ پر پہنچے۔ اب بتاؤ کہ مسلمان راجپوت کس طرح ہندو برادری کو دعوت دے سکتے ہیں۔ کہ تم اسلام قبول کرو۔ وہ فوراً جواب دیں گے کہ مسلمان ہو کر ہم بھی تمہاری طرح اچھوت ذلیل اور حقیر ہو جائیں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ہندو برادری ایسی دعوت دے تو مذہب سے بیگانہ راجپوت مسلمانوں کے لئے وہ ضرور قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ انہیں اعلےٰ درجہ تک اٹھایا جاتا ہے اور شرف بڑھایا جاتا ہے۔

تم نے اس وقت تک انہیں اسلام سکھلایا نہیں کہ وہ مذہب کی عظمت کو سمجھ کر دنیا کی راحت کو تج دیں۔ جن کے آخرت پیش نظر نہیں وہ دنیا کو کیوں چھوڑیں۔ سوامی جی مہاراج کہتے ہیں کہ آؤ ہم تمہیں اچھوت کے درجہ سے اٹھا کر بھائی بنائیں۔ خدا لگتی بات کہو دیانند جی کی دعوت انہیں مرغوب ہوگی یا موجودہ اچھوت اسلام کی دعوت منظور ہوگی۔ غافلو! مجلسی برتری حاصل کرنے کے لئے ہی یہ سارا ایجی ٹیشن اور جدوجہد ہے۔ تاریخ کے اوراق تمہارے سامنے ہیں۔ نظر عبرت سے دیکھو۔ مجلسی تفوق اور اس کی دلفریبیوں نے بڑے بڑے نیکوکاروں کو تذبذب میں ڈال دیا ہے۔

آپ جانتے ہیں اچھوت یعنی چار چوہڑہ وغیرہ کا کچھ نہ کچھ مذہب تو ضرور ہے۔ فرض کرو تمہارا بھنگی تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بھنگی ہو جاؤ۔ وہ بالمیک پیر کی تعریف اور اپنے مذہب کی توصیف بیان کرتا ہے۔ تم ایمانداری سے کہو کہ اس کے دلائل کو بھی سنو گے؟ اس کے دلائل خواہ کیسے ہی دلچسپ اور اس کا بیان خواہ کیسا ہی دلفریب کیوں نہ ہو۔ تم کان نہیں دھر سکتے۔ تمہاری فطرت اس کے دلائل سے بغاوت کرتی ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہتی کہ تمہارا شمار بھنگیوں میں ہو جنہیں تم دور دور رہنے کو کہتے ہو۔ اور اونچا ہاتھ کر کے چیز دیتے ہو۔

سب ہندو پکے ہندو اور سب مسلمان سچے مسلمان نہیں مذہب کی سچائی کو ہر شخص پر پورے طور سے واضح کرنا محال ہے۔ لامحالہ بڑا حصہ ہندو مسلمانوں کا مذہب سے بے خبر رہے گا اس لئے انہیں مرغوب کرنے والی چیز دنیاوی اقتدار اور مجلسی حیثیت ہوگی چھوت کی وجہ سے ہندوؤں کی برتری میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے تو ہندوؤں میں تبلیغ کا دروازہ بند تھا۔ اب جب کھل چکا ہے تو یقیناً اچھوت قوموں اور مذہب سے بے خبر مسلمانوں کے لئے بڑی تحریص ہے۔

ملکانے راجپوت کیوں مرتد ہوئے

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ملکانہ راجپوت تحقیق مذہب کر کے اسلام سے منحرف ہو رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ انہیں مجلسی برتری فریب دے رہی ہے۔ سوامی جی صاف کہتے تھے کہ میں انہیں مذہب نہیں سکھا رہا بلکہ محض اچھی سوسائٹی میں ملا رہا ہوں اگر مسلمان اسی طرح بے حس اور اچھوت رہنا پسند کریں اور ہندو بھائی ہمت سے کام لیں۔ تو اسلام کو ہندوستان میں صدمہ عظیم پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات تو صاف ہے کہ وہ مذہب جو اپنی عزت نہیں کرواتا وہ کسی اعلےٰ سوسائٹی کو جذب کرنے سے معذور رہے۔ چھوت بلاشبہ ہندو بھائیوں کی تنگ نظری پر محمول کی جا سکتی ہے۔ مگر ایسی حالت میں بلند نظری کا بھی کہاں ٹھکانا ہے جو مسلمانوں میں ہے کہ اچھوت اقوام سے خود چھوت کریں۔ اور ہندوؤں کے خود اچھوت بن کر بسر کریں۔ چمار سے پہلے تو خود پرہیز کریں۔ جب وہی آریہ ہو جائے تو اس کو پاکیزہ اور برتر سمجھ کر اس سے ہچکچائیں۔

عورتوں کی عصمت خطرہ میں

یہ تو ذکر ذکور کا تھا۔ اب عورتوں میں اس کا اثر دیکھیں عورتیں مردوں سے زیادہ ذکی ہوتی ہیں۔ اور بہ نسبت مردوں کے مجلسی برتری سے زیادہ متاثر ہوا کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اچھوت اقوام کی عورتوں کی عصمت اونچی اقوام کے رحم پر ہوتی ہے۔ خواہ مسلمان بھائی برا سمجھیں میں تو یہی کہونگا کہ جس طرح دیگر اچھوت اقوام کی عورتیں مسلمان اوباش مردوں سے جلدی مرعوب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات میں بھی سمجھنا چاہیئے یہ فطرت ہے۔ انسانی رجحان ہے۔ خدا نہ کرے اگر جوش انتقام میں ہندوؤں میں سے کسی مختصر سی جماعت نے بھی اس ناپاک کام کو جس کا اخبار ریاست نے حوالہ دیا ہے۔ شروع کر دیا۔ تو ہندوؤں کی مجلسی فوقیت جس کو آج ہم معمولی بات سمجھے ہوئے ہیں۔ اس طریق سے ہم پر مصیبت کا دروازہ کھول دے گی۔

کیا کریں؟

اس مجلسی کمزوری کو رفع کرنے اور مسلمانوں میں احساس خودداری پیدا کرنے کے متعلق دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ مسلمان اور ہندو دونوں کی مجلسی حیثیت کو ایک سطح پر لانے سے ہی ہندوستان کا فلاح ہے [illegible]

دونوں برابر کے بن کر بڑھ سکتے ہیں۔ غلام اور آقا، چھوت اور اچھوت رہ کر کبھی کام نہیں کر سکتے۔ اس کی صورت یہی ہے کہ سوائے چند ہندوؤں کے بڑے سے بڑا آزاد خیال ہندو بھی اس بارہ میں قدامت پسند ہے تمام قوم سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی قریبی زمانہ میں چھوت چھات چھوڑ دیگی تب تک ممکن نہیں جب تک کوئی ایسا خارجی دباؤ نہ ڈالا جائے جو آپس میں نفرت پیدا کرنے والا نہ ہو۔ بلکہ دیانتدارانہ خودداری کا مطالبہ ہو۔ دوسری قوم کے تباہ کرنے کے لئے بائیکاٹ نہ ہو۔ یعنی ہم عہد کریں کہ ہندو کے ہاتھ کا لے کر کھائیں گے۔ جو مسلمان کے ہاتھ کا کھائیں۔ بائیکاٹ یا چھوت سے بے حسی افراط و تفریط ہے۔ اس سے مسلمان کو پرے جا ہو درمیان کی راہ ملک کے لئے اور اسلام کے لئے مفید رہے گی۔ نہ ہمیں کوئی ذلیل کہہ سکے گا۔ نہ متعصب۔ کوئی منصف مزاج آدمی ہم پر الزام نہ دھر سکے گا۔ بلکہ ہماری اس تحریک کو خوش آمدید کہے گا۔

ابتدا میں سخت دقتیں ہونگی۔ ایک اولوالعزم قوم کی طرح جو کسی بات کے کرنے کے لئے تل چکی ہو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ انفرادی نہیں بلکہ قوم کی قوم کا رخ اور توجہ اس طرف ہونی چاہیئے۔ بعض تیز طبیعتیں امرتسر و پٹیالہ وغیرہ کے ہندوؤں کے سبزی ترکاری والوں کے بائیکاٹ سے سخت متاثر ہو رہی ہیں۔ اور ہندوؤں کا بھی اسی طرح ہر معاملہ میں بائیکاٹ کرنا چاہتی ہیں۔

بائیکاٹ کو میں دونوں قوموں کے لئے نقصان دہ خیال کرتا ہوں۔ اس کے اندر یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ کس طرح دوسروں کو کچلا جائے یا مالی نقصان پہنچایا جائے۔ ہمسایہ کی تباہی و بربادی یا نقصان کا خیال آتے ہی سے تحریک میں سے روحانیت جاتی رہتی ہے۔ ہندو مسلمانوں کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت اگر مسلمان بائیکاٹ کا جواب بائیکاٹ سے دیں تو ہندوؤں کو سخت نقصان رہے گا۔ اور میرا مقصد بھی ضمنی طور سے حل ہو جائے گا۔ ہر روز کے جھگڑے اور مسلمانوں کی مالی مشکلات کا کسی حد تک خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر ملکی نقطۂ نگاہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مسلمانوں کی دکانیں جتنی کھلیں گی اتنی ہندوؤں کی بند ہو جائیں گی۔ گویا ایک فریق بڑھا تو دوسرا گھٹا۔ آگے مسلمان غریب تھے تو اب ہندو آوارہ پھریں گے۔ مجموعی طور سے ملک کی خوشحالی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ بجائے ہندوؤں کے ہاتھ سے ٹکڑا چھیننے کے اپنی روزی کے لئے اور میدان نکالیں۔ صنعت و حرفت کی طرف توجہ دیں۔ چھوت کو دور کرنے کے لئے ہر امکانی کوشش کریں خورد و نوش کی دکانوں کو رواج دیں۔ اور اپنی ساری سعی اسی میں صرف کر دیں۔ اگر یہ روح خودداری مسلمانوں میں مفقود ہو جائے گی۔ اور جان ایمان سے زیادہ عزیز ہو جائے گی۔ تو اس وقت بن مارے ہی مر جائیں گے جماعت اسلامی کا شیرازہ اگر اسی طرح اور ۵۰ سال تک بکھرا رہا اور اشاعت اسلام کے معاملہ میں اگر یہی غفلت رہی۔ اور اچھوت کی ذلت سے اگر مسلمان سوسائٹی اسی طرح پامال رہی اور آزادی کی جدوجہد میں اگر مسلمانوں کی حیلہ تراشیاں ختم نہ ہوئیں تو کسی کو مارنے کی زحمت نہ گوارا کرنی پڑے گی۔ خود ہماری غفلت ہماری قبر کھود دے گی۔

غافل یہ دنیا دار العمل ہے۔ شکوہ شکایت، آہ و فریاد کو یہاں کون سنتا ہے۔ مرنے کی تڑپ پیدا کرو تو زندہ رہ سکتے ہو۔ جوش کو چھوڑ دو ہوش سے کام لو۔ گل کی طرح خاموش رہ کر مصروف عمل ہو جاؤ۔ بلبل کی طرح محو نالہ و فغاں نہ رہو۔ اس میں شبہ نہیں ہم نہایت ہی ابتلا و امتحان کے وقت پیدا ہوئے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جو آج خداوند تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی ہستی کو کھو دے۔ اور بدقسمت ہے وہ جو آج ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ اگر جماعت موجود نہیں تو آؤ آج ہی بنا لیں۔ اگر پہلے غافل رہے تو آج ہوشیار ہو جائیں۔ جماعت بنانے والا کام شروع کرنے والا ہمارا ہی وجود کیوں نہ ہو۔ یہ سعادت غیر کے حصہ میں کیوں آئے؟ ایک اولوالعزم انسان نے اپنے لئے سلطنت پیدا کی۔ کیا ہم کام کے لئے پریشانیوں میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ کام کرنے والوں کے لئے راہیں کھلی ہیں۔ خلوص و تڑپ کی ضرورت ہے۔ چولہے میں آگ ہو تو روٹی پکائی جا سکتی ہے۔ سالن تیار کیا جا سکتا ہے۔ پانی گرم ہو سکتا ہے جس انسان کے قلب میں حرارت ہو۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ کسی کی رہنمائی کا شرمندۂ احسان نہیں رہتا۔ خدارا زبان بند کرو۔ ہاتھ پاؤں کو حرکت میں لاؤ۔ گھڑیاں نازک ہیں۔ دنیا تنگ ہو رہی ہے۔ عمل عمل عمل

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

مسلمانان مغرب اقصےٰ اور اندلس کی حالت

الجزائر

۵۷ سال سے الجزائر پر فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسیوں کی چستی چالاکی ذہانت و ذوق مشہور ہے۔ الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے۔ ملک کا اکثر حصہ جنت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمعیل پاشا خدیوئے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ حصہ یورپ بن جائے۔" خدا نے الجزائر میں ان کی یہ دعا قبول کرلی۔ محال ہے کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے۔ فرانس کا ٹکڑا ہے بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا! پیرس ہے!!

الجزائر پیرس بن گیا ہے۔ یعنی الجزائر کی سرزمین۔ لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے کیا انہیں بھی پیرس کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس! سرزمین "بہشت" بن گئی ہے۔ مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے غلامی اور غلامی کی زندگی سے "جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے وہ نہ تو "افریقی" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے۔ فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے۔ اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں۔ گویا نئی تہذیب انہیں دھکیل رہی ہے۔ اور ملک کے ان گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دکان نہیں۔ چائے خانوں، سیرگاہوں، درجہ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا۔ گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہوگیا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں الجزائری انہیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے وماکان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ ان کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آرہا ہے۔ اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور ریگستانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اس وقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے۔ پایۂ تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہوں گے۔

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہے اور قومیں اسی طرح فنا ہوجاتی ہیں۔ جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانہ زوال کے لئے گنجائش نکال لینی چاہئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کی طرح مٹ جانے والی ہے یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ سو برس اسے دم توڑنے میں اور لگیں گے۔ کون کہتا ہے کہ جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ اور غفلت اپنے پیروں سے اسے کچل رہی ہے۔

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت فرق ہے۔ زمین میں اختلاف ہے باشندوں کی طبائع و خصوصیات میں اختلاف ہے۔ مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش اسپین سے بہت مشابہ ہے۔ وہ دراصل اسپین ہی ہے صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں۔

اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت میں یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی۔ آسمان تمدن پر ایک روشن سورج تھی۔ اسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر ہوا۔ یوں کہنا چاہئے کہ اس پر [illegible]

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت ان کے ہر حلقہ اور ہر درجہ کی یکساں معنویت ہے۔ ایسی معنویت ہے جو ایک امارۃ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہے۔ سب پرانے بادشاہوں کا سا دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بوڑھوں کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے۔ ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر و مرشد اور ثقہ عالم معلوم ہوتا ہے۔ سکون سکوت آہستگی سنجیدگی ہر حال میں ملحوظ رہے گی۔ ہاتھ ملائیں گے تو رک رک کر، کھائیں گے تو سوچ سوچ کر، بولیں گے تو ٹھیر ٹھیر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن سنبھالتے ہوئے۔ میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا لیکن پوری قوم عیش پسند ہوگئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا۔

میرے نزدیک مراکشی غفلت و جہالت کے اتنے شکار نہیں ہوئے ہیں جس قدر مصائب نے ان کے حواس گم کر دیئے ہیں۔ ہر طرف سے ان کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے بس ہو گئے ہیں۔ چارہ کار نظر نہیں آتا۔ اس حالت نے انہیں مدہوش بنا دیا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں۔ وتری الناس سکاری وما ھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔

برخلاف ان کے جزائریوں کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں۔ لیکن کمزوری انہیں نیچا کئے دیتی ہے۔ ان کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بیمار شیر ہیں۔ اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں ان میں زندہ دلی بھی ہے۔ اور اتنی ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کرلے۔

اندلس

اندلس (اسپین)، اسلام و عرب کی آٹھ صدیوں کا اندلس بہت مفصل ہے۔ لاکھ مختصر کیا جائے مگر اس کا نقشہ کھینچا نہیں جاسکتا اسپین کے چپہ چپہ میں عبرتیں ہیں۔ رومن زمانہ کی یادگاریں ہیں اس سے پہلے کی اور اس سے بعد کی یادگاریں ہیں۔ لیکن تمدن قدیم کے سالغرساں عربی یادگاروں ہی کی قدر کرتے ہیں۔ اور انہی کے مشاہدے کے لئے تمام دنیا سے شد رحال کرکے آتے ہیں۔

اندلس میں اب تک بکثرت عربی آثار باقی ہیں۔ اگرچہ متعصب اور جاہل اسپینیوں نے ان کے مٹانے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی انہوں نے عرب اور عربوں کو اندھے دینی جوش کے ساتھ برباد کیا عربوں کا سمندر تک پیچھا کیا۔ اور اب خود عربی ممالک میں ان کا قلع قمع کر رہے ہیں۔

اسپین میں اب تک عربوں کے محلے موجود ہیں۔ اگرچہ عرب ان میں آباد نہیں ہیں مکین نہیں رہے۔ لیکن مکان اب تک موجود ہے عربی بازار ہیں۔ عربی قلعے ہیں۔ عربی محل ہیں، عربی باغ ہیں، مسجدیں بھی ہیں۔ جن کے میناروں پر اب موذن کی صداؤں کی جگہ سنہری صلیبوں کی نمائش ہوتی ہے۔

عبرت کے مقامات میں بھی کبھی کوئی ہنستا ہے، لیکن میں نے اپنے تئیں اندلس کی عبرتگاہوں میں حیرت سے دیکھا کہ مسکرا رہا ہوں میں قصر "الحمرا" کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ مجھے وہ پادشاہ اور امرا سر نیچے کئے اور کمر جھکائے رینگتے نظر آتے تھے جنہوں نے آباؤ اجداد کی عظمت اپنی عیش پسندی کی نذر کردی۔ اور خود ذلیل و خوار ہوکر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے۔ (الہلال)

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان جلسہ

فیصلہ ورتمان کے بعد حکومت اور مسلمانوں کا فرض

۲۱ راگست کی شام کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں مسلمانان لاہور کا ایک جلسہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں جناب مولانا صدر الدین صاحب پرنسپل اشاعت اسلام کالج لاہور اور مولانا غلام مرشد صاحب نے فیصلہ ورتمان اور اس کے عواقب ونتائج اور جدید قانون کی ضرورت پر تقریریں فرمائیں اور جناب محمد بخش صاحب مسلم اور استاد گام نے دلچسپ اور ولولہ انگیز نظمیں سنائیں۔ مولانا صدر الدین صاحب نے فرمایا کہ گو فیصلہ ورتمان نے ملک میں قدرے سکون پیدا کر دیا ہے۔ لیکن حکومت کو اس پر بے فکر نہیں ہوجانا چاہئے۔ جب تک جسٹس دلیپ سنگھ کا فیصلہ موجود ہے اس وقت تک یہ دوسرا فیصلہ کچھ زیادہ مفید نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آئندہ بعض ماتحت عدالتیں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کو سند گردانیں گی۔ اور بعض جسٹس براڈوے کے فیصلے کو۔ اس لئے یہ فیصلہ حکومت اور رعیت دونوں کے لئے مفید نہیں ہے۔ پھر ایسا سنگین جرم کرنے والوں کو جو سزا دی گئی ہے وہ بھی معمولی ہے۔ حکومت کو ایسے مجرموں کے لئے بذریعہ قانون وہی سزا تجویز کرنی چاہیئے جس کی تجویز شدہ میں مسلمان لیڈر کر رہے ہیں۔ ہم صرف نبی کریم صلعم ہی کے ناموس کی حفاظت نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ تمام مذاہب کے بزرگوں کی عزت کے تحفظ کے لئے ایک واضح قانون بنایا جائے۔ جس سے ہندوؤں، سکھوں، مسلمانوں اور عیسائیوں سب کے دلوں میں ٹھنڈک پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد نبی کریم صلعم کے اخلاق کریمانہ و رحیمانہ کی بعض مثالیں پیش کرکے بتایا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کو تمام مذاہب کے بزرگوں کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کا پیغام امن کا پیغام ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے وہ اس امن کے پیغام کو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچادیں اور پھر کوئی سکھ یا ہندو ان کا دشمن نہیں رہ سکتا۔ آنحضرت صلعم کی سادہ و درویشانہ زندگی کے بعض واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلعم پر تعیش کا الزام لگانا سخت خطرناک ظلم ہے اس سے باز آجاؤ کیونکہ اس سے فساد پھیلتا ہے۔ آخر میں مسلمانوں سے پرزور اپیل کی کہ وہ نبی کریم صلعم کے صحیح حالات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اشاعت اسلام کالج لاہور کی امداد کریں۔ جو اسی غرض کے لئے مبلغین تیار کرنے کے واسطے قائم کیا گیا ہے۔ اور ٹریکٹوں اور پمفلٹوں کے چھپوانے کے لئے مالی امداد کریں۔ مولانا غلام مرشد صاحب نے بھی اپنی تقریر میں اسی بات پر زور دیا کہ موجودہ قانون میں بانیان مذاہب کی توہین کرنے والوں کے لئے سزا بہت کم ہے وہ ان معمولی سزاؤں سے باز نہیں آئیں گے ضرورت ہے۔ کہ ایسے مجرموں کو جرم سے باز رکھنے کے لئے سنگین سزا تجویز کی جائے۔ آخر میں مولانا نے مسلمانوں سے یہ پرزور اپیل کی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے اخلاق وعادات اور حالات زندگی کا ٹریکٹوں اور پمفلٹوں کے ذریعہ ہندوؤں میں چرچا کریں۔ یہی توہین کا سلسلہ روکنے کے لئے بہترین تجویز ہے کیونکہ قانون محض قلم اور زبان کو بند کرسکتا ہے۔ دلوں کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ لیکن صحیح حالات کا علم دلوں کے اندر انقلاب عظیم پیدا کر سکتا

جلسہ میں حسب ذیل قرار دادیں باتفاق رائے منظور ہوئیں

(۱) مسلمانان لاہور کا یہ عام جلسہ جہاں اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ ورتمان کے فیصلہ نے مسلمانوں کے جذبات کو کچھ ٹھنڈا کیا ہے۔ وہاں اس بات کو بھی ضروری سمجھتا ہے کہ نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ کی عزت و حرمت کے پاس کے لئے بلکہ کل بانیان مذاہب کے احترام کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ گورنمنٹ کوئی خاص قانون نافذ کرے جس سے بانیان مذاہب کی توہین کرنے والوں کو سنگین سزا دی جاسکے۔ تاکہ ملک میں امن قائم رہے۔ جہاں قریباً ہر ایک مذہب کے پیرو موجود ہیں۔ اور ہر ایک کی یہ دلی خواہش ہونی چاہئے کہ اس کے بانی مذہب کا نام عزت سے لیا جائے۔

(۲) مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ جمیع اہل اسلام پر واضح کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی حرمت و عزت کے قیام کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و حالات زندگی کو کتابوں اور ٹریکٹوں کی

(بقیہ کالم ۳)

ہو اور خود ہر مسلم اس نمونہ پر عمل کرنے کی کوشش کرے تاکہ ان کا نیک نمونہ آنحضرت صلعم کے اعلےٰ ترین نمونہ کی طرف دلالت کرے۔

(۳) مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ گورنمنٹ پر یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ راجپال کے فیصلے کے متعلق وہ ورتمان کے فیصلہ کی روشنی میں نظر ثانی کرے۔ اور اس کے متعلق اپنی پوزیشن صاف کرے تاکہ مسلمانوں کو اطمینان ہو۔

اس کے بعد جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۴

ہماری جائیدادیں اور مہاجنوں کی حریص نگاہیں

بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر تلک نے مرتے وقت ایک ہندو سے یہ کہا تھا:-

گاندھی جی سے کہدینا کہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہندوستان کی سب جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں آجائیں پھر صرف ایک حکومت کا مسئلہ رہ جائیگا مقدم بات یہ ہے کہ ملکیت ہندو قوم کی ہوجائے۔

یہ ہے وہ وصیت جو ہندو قوم کے سب سے بڑے رہ وطن پرست مہاتما نے بستر مرگ پر کی تھی۔ یہ پیغام مہاتما گاندھی کو پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔ اور انہوں نے ہندو قوم کو ہدایت کی ہو یا نہ کی ہو۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مہاتما تلک کی اس بزرگانہ وصیت پر ہندو نہایت شد و مد سے عمل کر رہے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں سودی قرض کا نہایت پر فریب جال بچھا ہوا ہے۔ جس میں سادہ لوح مسلمانوں کو طرح طرح کے مکروفن سے پھانس لیا جاتا ہے۔ اور آخر الامر ان کی جائدادوں پر قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں۔ کہ ہر سال سودی قرضے کی علت میں مسلمانوں کی لاکھوں کروڑوں روپیہ کی جائدادیں ہندو مہاجنوں کے ہاں منتقل ہو رہی ہیں۔ اس قرض کا جال کس قدر وسیع ہے اس کا اندازہ اس سود سے ہو سکتا ہے جو ہر سال صرف پنجاب کے مسلمان ہندو مہاجنوں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں تخمینہ لگایا گیا ہے کہ صرف سود کی سالانہ رقم سترہ کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔ اس مصیبت کا سب سے زیادہ شکار زمینداروں کا بدنصیب طبقہ ہے کہا جاتا ہے کہ پنجاب کے زمیندار نوے کروڑ روپے کے مقروض ہیں۔ اور اس قرضہ پر انہیں بارہ کروڑ روپیہ سالانہ سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ لدھیانہ اور ہوشیارپور کے مسلمان زمینداروں کے قرضوں کا اوسط ان کے سرکاری لگان سے ۲۲ گنا زیادہ ہے۔

آبادی کے لحاظ سے سندھ ایک اسلامی صوبہ ہے وہاں نوے فیصدی مسلمان مقروض ہیں۔ ان کی ۴۰ فیصدی زمینیں قرضہ کی بدولت ہندوؤں کے قبضہ میں جا چکی ہیں۔ ۴۰ فیصدی رہن ہیں۔ اور صرف ۲۰ فیصدی باقی ہیں۔ اور وہ بھی محفوظ نہیں۔ مہاجنوں کی حریص نگاہیں ان پر برابر جمی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے بعض اضلاع کی تحقیقات کے بعد یہ رائے ظاہر کی تھی کہ مسلمانان سندھ مالکان زمین ہونے کے بجائے رفتہ رفتہ محض کاشتکار رہ جائینگے اور اگر قرض کی یہی رفتار رہی تو کچھ عرصہ کے بعد ان کی کوئی ایسی جائداد باقی نہیں رہے گی جسے وہ کفالت میں رکھ کر قرض لے سکیں۔

پنجاب کی نہری نو آبادیوں میں مسلمانوں کی جائداد پہلے ہی بہت کم ہے لیکن جو کچھ بھی تھوڑی بہت ہے اس پر ہندو مہاجن دانت لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ تستی انقلب گروہ پنجاب کے دیگر اضلاع میں مسلمانوں کی جائدادوں کا صفایا کرکے اب علاقہ بار میں بھی پہنچ گیا ہے۔ کوئی ایسا [illegible]

عیاریوں اور مکاریوں سے مسلمان زمینداروں کو قرض و سود کے دام میں پھنسایا جا رہا ہے اور اس طرح آہستہ آہستہ ان کو نہری نو آبادیوں سے خارج کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

غرضیکہ ملک کے ہر حصہ میں مسلمانوں کی جائدادیں نہایت سرعت سے ان کے قبضہ سے نکل کر مہاجنوں کے قبضہ میں جا رہی ہیں بہت سا حصہ جا چکا ہے۔ جو باقی ہے وہ سخت خطرہ میں ہے اگر چند سال تک یہی رفتار جاری رہی تو مسلمان بالکل قلاش ہو جائیں گے ضرورت ہے کہ ہر مسلمان کو اس قومی خطرے سے جلد آگاہ کر دیا جائے

اس خطرے سے بچنے کی تدابیر جن پر ہر مسلمان فرداً فرداً عمل کر سکتا ہے۔ یہ ہیں:-

(۱) شادی غمی کی تمام مسرفانہ رسوم کو ترک کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر اوقات انہی کی وجہ سے قرض لینا پڑتا ہے۔

(۲) سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالو اور کسی معاملہ میں بھی فضول خرچی سے کام نہ لو۔

(۳) اپنی آمدنی اور خرچ کا پورا پورا حساب رکھو اور کبھی آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرو۔ بلکہ اخراجات کو کم کرکے زیادہ سے زیادہ روپیہ بچانے کی کوشش کرو۔

(۴) زیورات، قیمتی کپڑوں اور غیر ضروری چیزوں پر کبھی روپیہ برباد نہ کرو۔

(۵) بچا ہوا روپیہ کبھی گھر میں نہ رکھو بلکہ قومی بنکوں میں جمع کرو۔

(۶) بیکار زندگی بسر کرنا گناہ سمجھو۔

(۷) اپنے بچوں کو بچپن ہی سے کفایت شعار بنانے کی کوشش کرو اور قرض کی خرابیوں سے آگاہ کرو۔

(۸) شادی غمی کی بیہودہ رسوم کے لئے اور اپنی جھوٹی شوکت کے قائم کرنے کے لئے کبھی قرض مت لو۔ اگر تجارت یا کسی دوسرے مفید کام کے لئے قرض لینے کی ضرورت پڑے تو کسی کو اپریٹو سوسائٹی کے ممبر بن جاؤ۔ اور وہاں سے قرض لو۔ مہاجنوں سے کبھی قرض نہ لو کیونکہ ان کی گراں شرح سود مقروض کی جائداد ہڑپ کر جاتی ہے

(۹) مسلمانوں کے افلاس کے بڑے سبب دو ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ہندو ساہوکاروں سے سودی قرض لیتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی ضروریات زندگی مسلمان تاجروں سے نہیں بلکہ غیر مسلم تاجروں سے خریدتے ہیں۔ اگر مسلمان ان دو باتوں سے توبہ کرکے عہد کر لیں کہ

(۱) وہ ساہوکاروں سے کبھی قرض نہ لیں گے۔

(۲) اپنی تمام ضروریات مسلمان تاجروں سے خریدیں گے

تو وہ ان تمام تباہ کاریوں سے بچ سکتے ہیں جو افلاس کی وجہ سے ان پر مسلط ہیں۔

(۱۰) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی مالی اصلاح کے لئے کوشش کرے۔ اور اس کو قرض و سود سے بچانے کی فکر کرے۔

ریاست جنید میں مہاشہ گردی!

معاصر مبلغ دہلی میں ریاست جنید کے متعلق ایک تحریر شایع ہوئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مسلمان سنگھٹنی مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ریاست کا تمام نظم و نسق ایک ہندو وزیراعظم کے ہاتھ میں ہے۔ جو سنگھٹنی راج قایم کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ ہر محکمہ میں براہمن دیوتا براجمان ہیں مسلمان کا کسی محکمہ میں ملازمت پانا ناممکن ہو گیا ہے۔ اگر کسی محکمہ میں مسلمان ملازم کسی وجہ سے موجود بھی ہے تو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ سنگھٹنیوں کی طرف سے مسلمانوں پر جھوٹے مقدمات بنائے جاتے ہیں۔ گزشتہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ آج ہندوؤں کا تہوار اکادشی ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان قربانی کا جانور بھیڑ بکری تک ذبح نہ کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اپنے اس مذہبی فریضہ کو ادا نہ کر سکے مسلمان اخبارات متعدد بار ریاست جنید کو اس افسوسناک صورت حال کی اصلاح کی طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ کیا مسلمان رہنما اپنے ریاستی بھائیوں کی تکالیف کے انسداد کے لئے کچھ سعی و جہد فرمائیں گے۔

ہم ریاست [illegible] سنگھٹنی [illegible] کہیں گے کہ جب [illegible]

قائلین اجرائے نبوّت کیلئے مژدہ

قادیان سے ایک نئے نبی کا ظہور

سید احمد نور کابلی مہاجر نے جو جناب میاں محمود احمد صاحب کے مرید ہیں اور آج کل قادیان میں تشریف رکھتے ہیں۔ کچھ مدت سے نبوت کا دعوی کر رکھا ہے۔ کسی شخص عبدالرحمن احمدی داہولا گنج بہرہ کانپور، نے ان کی طرف سے حسب ذیل اشتہار شایع کیا ہے

اعلان

اے اللہ تعالی کے ماننے والو! اور رسولوں کے ماننے والو! اے تمام آدم علیہ السلام کی اولاد! میں اللہ تعالے کے حکم کے ماتحت خبر دیتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں۔ دنیا کے واسطے رسول اور نبی مامور من اللہ ہوں۔ میں اللہ تعالی کا ویسا ہی مامور ہوں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسے موسیٰ علیہ السلام جیسے عیسیٰ علیہ السلام جیسے محمد علیہ السلام جیسے مسیح علیہ السلام مرزا صاحب میری آمد تمام انبیا کی آمد ہے۔ میں تمام انبیا کا مظہر ہوں۔ میں اللہ تعالے کا مظہر ہوں۔ میرے ساتھ وہ خدا جو تمام انبیاء کے ساتھ کلام کیا ہے کلام کرتا ہے۔ اس نے آرڈر دیا ہے کہ میری رضا کی خاطر خبر دو کہ اگر اللہ کی محبت کرتے ہو تو میری بات مان لو۔ میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالے تمہارے ساتھ محبت کرے گا میں نے صرف اللہ تعالی کی رضا کے واسطے خبر دیا جو مانیگا وہ اللہ تعالے کے فضل کا وارث بنے گا۔ باقی اللہ تعالی انعام جس کو وہ پسند کرتا ہے دیتا ہے۔

اعلان کرنے والے اللہ تعالی کے رسول احمد نور کابلی احمدی

اللہ تعالی کے تمام نبیوں کو ماننے والے

میں ایمان کا درخت ہوں۔ جیسا کہ تمام انبیا اور جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور جیسے موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ عیسے علیہ السلام جیسے کہ محمد علیہ السلام اور جیسا کہ مسیح علیہ السلام۔ الغرض تمام انبیا ایمان کے درخت ہیں۔ سب کے ماننے سے ایمان کا پھل ملتا ہے۔ اور خدا تعالی کا قرب ملتا ہے۔ اور جنت ملتی ہے۔ میں بھی اسی طرح ایمان کا درخت ہوں میرا انکار اسی طرح زہر قاتل ہے جیسا تمام انبیا کا انکار مند ہوتا ہو احمد نور کابلی احمدی۔ اللہ کا رسول۔ مقام قادیان پنجاب میری آواز پر لبیک کرنا اللہ تعالی کی آواز پر لبیک کرنا ہے وہ آدمی لبیک کرنے والا اپنے گھر بیٹھا ہوا خدا تعالی کے فضل کا وارث بن سکتا ہے۔ جیسا کہ ہر ایک نبی کا ماننے والا اپنے گھر قبول کرنے سے اللہ تعالے کے فضل کا وارث بنتا ہے۔ اور میرے نہ ماننے والا اپنے گھر میں خدا تعالی کو ناراض کرتا اور باغی بنتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی آواز سے غافل اور غفلت کرنے والا ہو جاتا ہے۔ میں مجنون نہیں ہوں۔ مجنون کے ساتھ اللہ کا کلام نہیں ہوتا۔ اور اس کو اللہ تعالی رسول کے نام ہادی کے نام اور نبی کے نام سے نہیں پکارتا۔ دنیا کے لوگو! اللہ کی رضا لو۔ اللہ کو ناراض مت کرو۔

المشتہر خاکسار عبدالرحمن احمدی ہولا گنج بہرہ کانپور"

ہم حیران ہیں کہ یہ اشتہار کانپور سے کیوں شایع کیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب جناب مدعی خود قادیان میں موجود تھے اور قادیانی جماعت اجرائے نبوت کی بھی قائل تھی تو وہ بذات خود قادیان ہی سے اشتہارات شایع کرتے اور سب سے پہلے قادیانی جماعت ہی کو دعوت دیتے کیونکہ جناب میاں محمود احمد صاحب نے اپنی کتاب میں نبی کی جو تعریف کی ہے وہ سید احمد نور صاحب پر بالکل صادق آتی ہے۔ اور اس لئے قادیانی جماعت میں ان کے دعوی رسالت کو جلد قبولیت حاصل ہو سکتی تھی۔ ہمارا مشورہ تو یہی ہے کہ سید احمد نور صاحب ادھر ادھر اشتہار بھیجنے میں وقت اور روپیہ ضایع نہ کریں۔ کیونکہ جو مسلمان اجرائے نبوت کے قائل ہی نہیں۔ ان میں انہیں کامیابی نہیں ہوگی ان کے لئے بہترین میدان خود قادیان میں موجود ہے جہاں سلسلہ نبوت کو جاری ماننے والے لوگ بستے ہیں۔ امید ہے کہ وہاں وہ آسانی سے اپنے دعوئے رسالت کو منوا سکیں گے۔ یہ اشتہار دراصل میاں صاحب پر حجت ہے اب ان کے لئے ایک ہی رستہ ہے یا تو اپنی بیان کردہ نبی کی تعریف میں کچھ ترمیم کریں یا اس مدعی نبوت کے دعوے کو قبول کریں۔ جس میں ان کی بیان کردہ [illegible]

تعلیم

تعلیم نہایت ضروری اور مفید چیز ہے۔ لیکن تعلیم محض حصول ملازمت کے لئے حاصل کرنا جیسا کہ عام طور پر ہندوستان میں ہوتا ہے۔ سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے۔ آج ملک میں ہزاروں انٹرنس ایف اے۔ بی اے۔ اور ایم اے پاس نوجوان جنہوں نے اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ اور ہزاروں روپیہ صرف کر کے تعلیم محض اس لئے حاصل کی کہ کہیں ملازمت مل جائے گی۔ بیکار پھر رہے ہیں ملازمت ملتی نہیں۔ صحت اور دولت ناکارہ تعلیم پر لٹا بیٹھے ہیں اب کام کریں تو کیونکر۔ ایسی خطرناک اعلےٰ تعلیم سے تو یہ بہتر ہے۔ کہ ہمارے نوجوان معمولی تعلیم کے بعد کوئی دوسرا پیشہ اختیار کریں۔ خواہ تجارت ہو۔ یا صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ۔ اس طرح وہ نہایت اطمینان آزادی اور خوش حالی سے زندگی بسر کر سکیں گے بغیر سرمایہ کے بھی ترقی کا میدان بہت وسیع ہے۔ اور صنعت وحرفت سے ایک سمجھدار انسان اپنی زندگی اطمینان اور فارغ البالی سے گزار سکتا ہے۔ اہل ہنر کی ملک میں ہر جگہ مانگ ہے۔ چنانچہ لکھے پڑھے لوگ تو بیس پچیس روپے کی تنخواہ کی ملازمت کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں ایک جاہل مطلق یا برائے نام تعلیم یافتہ شخص جو صنعت وحرفت کے کسی شعبہ میں دستگاہ رکھتا ہے۔ خواہ وہ نجاری آہنگری یا ظروف سازی یا کوئی دوسرا ہنر ہو۔ ڈیڑھ دو روپیہ روز نہایت آسانی سے کما لیتا ہے ہندوستانی چونکہ محکوم وغلام ہیں۔ اس لئے ان کی ذہنیت بھی غلامانہ ہے۔ ملازمت کے لئے تو دربدر پھرتے ہیں۔ لیکن کسی آزاد پیشہ کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔

مقاطعہ نہیں اقتصادی اصلاح مقصود ہے

بڑی بڑی تجارتیں تو پہلے ہی ہندوؤں کے ہاتھ میں تھیں مگر اب یہ کوشش بھی شروع ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے چھوٹی چھوٹی تجارتیں بھی اپنے ہاتھ میں لی جائیں۔ چنانچہ جن چیزوں کی خرید وفروخت ان کے ہاں مذہبی نکتہ نگاہ سے ناجائز تھی اب ان پر بھی قبضہ جمانے کی فکر ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ دودھ سبزی اور پھل وغیرہ کی بہم رسانی جو آج تک کلی طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی خود لینے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لاہور میں اس سکیم پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ دودھ کے لئے ہندو گوالے بلوائے گئے ہیں۔ اور سبزی اور پھل کی نئی دکانیں کھولی جا رہی ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی کی جا رہی ہے کہ کسی حالت میں بھی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ خریدی جائے۔ مگر جب دوسری طرف مسلمان مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اپنی دکانیں کھولیں اور مسلمانوں ہی سے سودا خریدیں تو ہندو اخبارات شور مچا دیتے ہیں کہ مسلمان ملک میں نفرت پھیلانا چاہتے ہیں۔ اور ہندوؤں کے بائیکاٹ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ایسے معترضین کو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو تجارت کی طرف رغبت دلانا اور صرف مسلمان دکانداروں سے سودا خریدنا ہندوؤں کا مقاطعہ کرنے کی غرض سے نہیں۔ نہ اس سے نفرت پھیلانا مقصود ہے بلکہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری اور افلاس کو دور کرنا اصل منشا ہے جو کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

ضرورت ہے

ایک لائق اور تجربہ کار کلرک کی جو اردو اور انگریزی میں خط وکتابت کر سکتا ہو اور اکونٹ کا کام بھی جانتا ہو۔ تنخواہ ۳۵ - ۳۰ - ۶۵ - ہو گی۔ احمدی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ درخواستیں معہ نقول اسناد حسب ذیل پتہ پر آنی چاہئیں۔

محمد حسین منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

مسلمان بیوپاری توجہ کریں!

علاقہ چارسدہ ضلع پشاور میں گڑ اور لال مرچ کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے۔ مدت تک ان دونوں چیزوں کی تجارت کلیتہً ہندوؤں کے ہاتھ میں رہی۔ چند سال پیشتر اس علاقہ کے بعض مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ ہوئی۔ اور انہوں نے آڑھت کی دکانیں کھولیں۔ چنانچہ اس وقت مسلمانوں کی پانچ منڈیاں آڑھت کا کام کر رہی ہیں۔ اور ہندوؤں کی نو۔ گویا اب بھی تجارت کا بیشتر حصہ ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں ہے۔

چونکہ پنجاب میں تھوک فروش تاجر اکثر ہندو ہیں۔ اس لئے وہ پہلے بھی مسلمان آڑھتیوں سے بہت کم مال خریدتے تھے لیکن اب جبکہ دونوں قومیں آپس میں کچھ کشیدہ تعلقات رکھتی ہیں۔ چارسدہ کے مسلمان آڑھتیوں کو اور بھی مشکلات کا سامنا ہو گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کے بعض ہندو اپنے آدمیوں کے ذریعہ پنجاب کے ہندو بیوپاریوں کو مسلمانوں کی منڈیوں سے قطع تعلق کرنے پر مائل کر رہے ہیں جس سے مسلمان آڑھتیوں کو سخت نقصان پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔ ہندو تاجروں کی ان ریشہ دوانیوں سے مسلمان آڑھتیوں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کا سدباب اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسلمان بیوپاری ان دونوں چیزوں کی تجارت شروع کر دیں۔ اور جس قدر مال کی ضرورت ہو وہ مسلمان منڈیوں سے منگوائیں۔ ہماری جماعت سے تعلق رکھنے والے تاجروں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اس بارہ میں تمام خط وکتابت سکرٹری انجمن اصلاح المسلمین رفاہ عام چارسدہ کے نام ہونی چاہیئے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

کامیابی مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفےٰ کے تین صاحبزادے حسب ذیل امتحانات میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مرزا عبدالرحمٰن صاحب میٹرکولیشن میں۔ مرزا خلیل الرحمٰن صاحب بی اے میں اور مرزا عزیز الرحمٰن صاحب بی ایس سی میں۔

ولادت جناب مولانا صدرالدین صاحب کے گھر لڑکی تولد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر وصحت میں برکت دے۔

وفات نہایت افسوس کا مقام ہے کہ سید عبدالجبار شاہ صاحب کی ہمشیرہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اس کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احباب مرحومہ کا غائبانہ جنازہ پڑھیں۔

چندہ برلن مسجد

نام معطی	رقم مجوزہ	وصول سابقہ	وصول حال	بقایا
شیخ عبدالعلی صاحب سب جج جہلم	۵۰	۰	۵۰	۰
چودھری علی گوہر	۱۰۰	۰	۵۰	۵۰
خان شاہ محمد خان صاحب انجنیر	۱۰۰	—	۱۰۰	۰
شیخ عبدالحق صاحب کوٹ مرکھل	۵۰	۰	۲۵	۲۵

میزان ۲۲۵

میزان سابق ۴۲۳۳-۰

میزان کل [illegible]

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش کرنا ہر احمدی [illegible]

جواہر ریزے

اقوال قدسی

(۱) تم میں سے جو شخص مہمانوں کی خاطر مدارات کرنے میں کشادہ دل ہے اس کے لئے ملائکہ دعا کرتے ہیں۔

(۲) جو شخص نماز پڑھتا۔ خیرات کرتا۔ رمضان کے روزے رکھتا اور مہمانوں کی خاطر مدارات کرتا ہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۳) کسی مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس قدر طویل قیام کرے کہ اس کا میزبان تنگ آ جائے۔

ہمسایہ

(۱) جو شخص اپنے ہمسایہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ اسے سزا دے گا اور جو شخص ہمسایہ کو تکلیف دیتا ہے اللہ اسے سزا دے گا۔

(۲) اپنے ہمسایوں کے ساتھ نیکی کرتا کہ تم سچے مومن بن جاؤ۔

(۳) وہ شخص جس سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں ہے۔ امن کی جگہ (بہشت) میں داخل نہ ہوگا۔

(۴) جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیئے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے ہمسایہ سے نیکی کرنی چاہیئے۔ اور جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے یا تو اچھی باتیں کرنی چاہئیں یا چپ رہنا چاہیئے۔

(۵) وہ شخص کامل مسلم نہیں جو اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ اور اپنے ہمسایہ کو بھوکا چھوڑ دیتا ہے۔

(۶) آنحضرت صلعم نے تین بار فرمایا "خدا کی قسم وہ شخص سچا مومن نہیں" صحابہ نے پوچھا کہ اے رسول خدا کون سچا مومن نہیں؟ فرمایا وہ جس کے ہاتھ سے اس کا ہمسایہ مامون نہیں۔

(۷) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں اس واحد لاشریک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کوئی شخص سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی اور ہمسایہ کے لئے وہی کچھ پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے کرتا ہے۔

(۸) آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ہمسایہ کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا۔ اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے گویا خدا کو دکھ دیا۔ جو شخص اپنے ہمسایہ سے لڑتا ہے وہ مجھ سے لڑتا ہے اور جو مجھ سے لڑتا ہے۔ وہ گویا توانا وقادر مطلق خدا سے لڑتا ہے۔

(۹) ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول خدا ایک عورت ہے جو اپنی نماز، خیرات اور روزہ داری میں مشہور ہے۔ لیکن اپنے ہمسایہ کو تکلیف دیتی ہے آنحضرت نے فرمایا وہ دوزخ کا عذاب چکھے گی۔

(۱۰) آنحضرت نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایک ہمسایہ کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ جب وہ تمہاری اعانت کا طلبگار ہو تو اس کی اعانت کرو۔ جب وہ قرض مانگے تو اسے قرض دو۔ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی تیمارداری کرو۔ جب اسے کوئی اچھا موقع پیش آئے اسے مبارکباد دو۔ جب اس پر کوئی مصیبت آئے اس سے ہمدردی کرو۔ اور جب وہ مرے اس کی میت کے ساتھ چلو۔

بیمار پرسی

(۱) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی عیادت کرو۔ اور قیدیوں کو رہا کرو۔

(۲) جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے۔ تو ایک فرشتہ آسمان سے پکارتا ہے "تمہارا چلنا مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت الفردوس میں جگہ دے"۔

(۳) مسلمانوں کے ایک دوسرے کے متعلق پانچ حقوق ہیں سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت۔ جنازہ کے ساتھ چلنا۔ دعوت قبول کرنا اور جب ایک شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ

مذاکرے علمیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مجدد کے قلم سے)

سوال ۔ آپ کا شفاعت کے متعلق کیا خیال ہے کیا قرآن کریم نبی کریم صلعم کی شفاعت کی تصدیق کرتا ہے ۔ جو کچھ میں نے کتاب عقائد الاسلام میں پڑھا ہے اس سے تو شفاعت کفارہ کی ایک شکل معلوم ہوتی ہے ۔ اگر شفاعت ایسی ہی ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے تو پھر عیسائیوں کا کفارہ بھی صحیح ہے

جواب ۔ عیسائیوں کا کفارہ غلط ہے ۔ کیونکہ جو کفارہ ان کے ہاں ہے ۔ اس میں گناہگاروں کے بدلے ایک بے گناہ پھانسی چڑھتا ہے یہ ظلم ہے ۔ قرآن صاف لفظوں میں فرماتا ہے ۔ **وما ربك بظلام للعبيد** تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا ۔ **ولا تزر وازرة وزر اخرى** ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا پس اسلام ایسے لغو عقائد سے پاک ہے ۔ بلکہ اسلام اس قسم کی شفاعت کو جائز نہیں سمجھتا کہ کسی پیر یا پیغمبر پر بھروسہ کر لیا جائے ۔ کہ وہ قیامت میں ہمیں بخشوا لے گا ۔ چنانچہ قرآن میں صاف طور پر آتا ہے ۔ **واتقوا يوما لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة ولا يؤخذ منها عدل ولا هم ينصرون** ۔ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کے کام نہ آئے گا ۔ اور نہ کوئی شفاعت قبول کی جائے گی ۔ اور نہ کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا ۔ اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی ۔ البتہ اسلام جو خدا کو مدبر بالارادہ اور تمام صفات حسنہ کاملہ سے موصوف مانتا ہے ۔ وہ یہ ضرور مانتا ہے کہ خدا میں جہاں صفت عدل کی ہے وہاں رحم کی بھی ہے ۔ جہاں وہ گنہگار کو صفت عدل کے ماتحت سزا دیتا ہے وہاں اپنی صفت رحم کے ماتحت بعض حالتوں میں کسی گنہگار کی خطا کو معاف بھی کر دیتا ہے اسلام خدا کو بے رحم سنگدل یا ایک خشک قانون نہیں مانتا ۔ جب انسانوں میں صفت عدل کے ساتھ رحم و عدل کی صفت کو بھی نہایت اعلےٰ درجہ کی صفات خیال کیا جاتا ہے ۔ تو کیا وجہ ہے کہ خدا کو ایسے اخلاق فاضلہ سے محروم سمجھا جائے ۔ کہ کوئی عاجز بندہ خواہ کتنا ہی اس کے سامنے گڑگڑائے اور منت و زاری کرے اور آئندہ اصلاح کا اقرار بھی کرے مگر خدا ایسا سنگدل ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا ۔ اور سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا پس خدا میں رحم و عفو کی صفات حسنہ جب موجود ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ عفو کے کون کون سے طریق ہیں ۔ سمجھنے کے لئے نوع انسان کو لے لو اور دیکھو کہ کس کس طریق سے ایک صاحب اخلاق فاضلہ رحم و عفو کے خلق کا اظہار کرتا ہے ۔ صاحب رحم و عفو سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ معاف کرنے سے خود اس گنہگار پر تو برا اثر نہیں پڑتا ۔ یعنی وہ گناہ پر زیادہ دلیر تو نہیں ہو جاتا ۔ دوم کسی اور فریق کو اس معافی سے ایسا نقصان تو نہیں پہنچتا جس کی تلافی نہ ہو سکے ۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ جو کامل علم و حکمت رکھتا ہے ۔ اور جو کبھی بندہ پر ظلم نہیں کرتا ۔ اور جبکہ سزا اور معافی دونوں بندہ کی اصلاح کے لئے ہے ۔ ایسا عفو کبھی نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ کسی رنگ میں بھی برا ہو ۔ اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے اب ہم یہ دیکھتے ہیں ۔ کہ عفو کرنے کے کون کون سے طریق ہیں ۔ جو مستحسن ہیں ۔

عفو کا پہلا طریق

(۱) بعض دفعہ کسی نیک انسان سے معمولی سی کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے ۔ جس کو اس کی دوسری نیکیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل معافی سمجھا جاتا ہے ۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے ۔ کہ **ان الحسنات يذهبن السيئات** ۔ نیکیاں بدیوں سے کو لیجاتی ہیں ۔

دوسرا طریق

(۲) بعض دفعہ کسی شخص کے معافی مانگنے اور آئندہ پھر اس گناہ کے نہ کرنے کے اقرار پر ہم معافی دیدیتے ہیں ۔ اسلام میں اسی کا نام استغفار اور توبہ ہے ۔

تیسرا طریق

(۳) بعض دفعہ کوئی ہمارا دوست یا مقرب کسی خطاکار کی معافی کے لئے التجا کرتا ہے ۔ یا شرفا اکٹھے ہو کر کسی خادم کی معافی کے واسطے عرض کرتے ہیں ایسی صورت میں بعض دفعہ ہم ان کی التجا کو قبول کر کے معافی دیدیتے ہیں ۔ اور بعض دفعہ ہم معاف نہیں کرتے ۔ اس قسم کی التجا کا نام دعائے مغفرت اور نماز جنازہ ہے ۔ بہرحال اس کا قبول کرنا یا نہ کرنا ہمارے علم اور حکمت پر منحصر ہوتا ہے ۔

[illegible]

دیکھ کر انہیں معاف کر دینا چاہتے ہیں ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے کسی دوست کی عزت افزائی کے لئے اسے اجازت دیتے ہیں کہ ان میں سے اگر وہ کسی کی معافی کے لئے سفارش کرے تو ہم اسے چھوڑ دیں گے ۔ اسی کا نام شفاعت ہے ۔ اسلام میں شفاعت ہمیشہ باذن ہوتی ہے ۔ یعنی جب تک خدا اجازت نہ دے کوئی بندہ کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا ۔ بلا اجازت شفاعت کرنا قطعاً جائز نہیں ۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے **من ذا الذى يشفع عنده الا باذنه** یعنی کون ہے جو خدا کے حضور میں شفاعت کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ ۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے ۔ **يومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضى له قولا** ۔ اس دن کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی ۔ مگر وہ جسے رحمن اجازت دے ۔ اور اس کا بولنا پسند فرمائے ۔

دعا اور شفاعت میں فرق

دعا اور شفاعت میں یہ فرق ہے کہ دعا محض ایک درخواست اور التجا ہے ۔ جو ہر ایک بندہ خدا سے ہر وقت کر سکتا ہے ۔ اور شفاعت یہ ہے کہ خدا کے اور اپنے تعلق کو جتلا کر کوئی بندہ اس تعلق کے عوض میں کسی گنہگار کی معافی چاہے ۔ جیسے میں کسی حاکم سے یہ کہوں میری خاطر سے اور میرے تعلقات کو مدنظر رکھ کر معاف کر دو ۔ ظاہر ہے کہ یہ خدا کے حضور میں گستاخی ہے ۔ کیونکہ خدا کو اس بندہ سے تعلق رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اگر تعلق رکھنے کی ضرورت ہے تو اس بندہ کو ہے ۔ پس کسی بندہ کا اپنے تعلق کے واسطہ کو جتلانا اور یہ کہنا کہ میری خاطر سے معاف کر دو ۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کو اس کے تعلق کی ضرورت ہے ۔ اور اگر وہ معاف نہ کرے گا تو گویا اس کے اور اس کے بندہ کے تعلق میں فرق آ جائے گا ۔ یہ جناب باری کی سخت ہتک ہے ۔ پس اسلام میں شفاعت بغیر اذن قطعاً جائز نہیں ۔ شفاعت بالاذن یہ ہوتی ہے کہ کوئی حاکم اگر کسی گنہگار کو چھوڑنا چاہے ۔ تو وہ اپنے کسی مقرب بندہ کو اس کی عزت افزائی کے لئے اس گنہگار کی معافی طلب کرنے کے واسطے اجازت دے دے اور اس کی التجا پر اس گنہگار کو چھوڑ دے تو ظاہر ہے کہ یہ عفو ہی کی دوسری شکل ہے ۔ خود نہ چھوڑا کسی بندہ کو اجازت دیدی کہ وہ ان گنہگاروں میں سے جس کے لئے سفارش کرے گا وہ چھوڑ دیا جائے گا ۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص اسی کے لئے سفارش کرے گا جس کے ساتھ اسے کوئی تعلق ہوگا ۔ شفاعت کے معنے بھی روحانی جوڑ کے ہیں ۔ اور نبی کریم صلعم کے ساتھ تعلق اور روحانی جوڑ صرف اسی شخص کا ہو سکتا ہے جو آپ کا متبع ہوگا ۔ کیونکہ اتباع ہی ایک چیز ہے ۔ جس سے کسی مقتدا کے ساتھ روحانی جوڑ قائم ہو سکتا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا **فمن اتبعنى فانه منى** ۔ جو میری اتباع کرے پس وہ مجھ سے ہے ۔ لہذا جو جتنا زیادہ آپ کا متبع ہوگا اتنا ہی آپ کے ساتھ اس کا روحانی جوڑ ہوگا ۔ اور یہ جوڑ جتنا زیادہ مستحکم ہوگا اس کی تکلیف کا اتنا ہی درد رسول کریم صلعم کو ہوگا ۔ بطور مثال کے یوں سمجھو کہ جس طرح جب تک کسی عضو کا جوڑ ہمارے جسم کے ساتھ نہ ہو اس کا درد ہم محسوس نہیں کرتے ۔ جب تک بازو کا جوڑ جسم سے ہے ہم اس کا درد محسوس کرتے ہیں ۔ جب اس بازو کو کاٹ دیا جائے اور جسم سے اس کا کوئی جوڑ نہ رہے ۔ تو بازو کو بے شک جلا دو ہمیں کوئی درد نہ ہوگا ۔ اسی طرح جو شخص رسول اللہ صلعم کے ساتھ بذریعہ اتباع کے جس قدر تعلق گہرا رکھتا ہے اتنا ہی وہ آپ کی شفاعت کے نیچے ہے ۔ اور جو جتنا زیادہ آپ کا نافرمان ہے ۔ وہ اتنا ہی آپ کی شفاعت سے دور پڑا ہوا ہے ۔

دعائے مغفرت کے معنے

سوال ۔ نماز جنازہ میں لڑکے کے لئے جو دعا کی جاتی ہے ؟ ۔ **اللهم اجعله لنا فرطا واجعله لنا اجرا وذخرا واجعله لنا شافعا ومشفعا** ۔ اس کے معنے بتاؤ ۔ جس کا مطلب ہے اس پر دلیل دو ۔

جواب ۔ یہ دعا لڑکے ہی کے لئے نہیں بلکہ لڑکی کے لئے بھی یہی دعا ہے ۔ صرف ضمیر مذکر کے بجائے ضمیر مونث استعمال کر لی جاتی ہے ۔ اس کے معنے ہیں کہ اے اللہ اس بچہ کو ہمارے آگے چلنے والا ۔ موجب اجر و ذخیرہ اور شفاعت کرنے والا بنا ۔ کیا تسلی بخش یہ دعا ہے ۔ اولاد کا داغ بڑا سخت ہوتا ہے جس کو یہ داغ لگتا ہے [illegible] دعا میں یہ

وہ بچہ آگے چلنے والا ہے ۔ اور اس کے آگے چلنے سے جو صدمہ اور دکھ ماں باپ کو پہنچتا ہے ۔ اور وہ جو اس صدمہ پر صبر اور رضا سے کام لیتے ہیں وہ موجب اجر و ذخیرہ ثواب ماں باپ کے لئے بن جاتا ہے اور ان کی یہ نیکی ان سے آگے چل کر ان کے لئے عاقبت میں راحت کا سامان مہیا کرتی ہے ۔ اور موجب مغفرت ذنوب ہو جاتی ہے ۔ گویا اس بچہ کا وجود جس کی مفارقت کی وجہ سے ماں باپ کا دل پاش پاش اور جگر چاک چاک ہوا تھا ۔ ان کی بعض خطاؤں کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے ۔ بچہ کی شفاعت یہی ہے کہ اس کی مفارقت کا صدمہ اور اس کے والدین کی بیقراری اللہ تعالےٰ کے رحم کو جذب کرتی ہے ۔ اور وہ اس صدمہ کے عوض میں ان کی بعض خطاؤں کو جن کا نتیجہ دکھ ہوتا ہے معاف فرما دیتا ہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا بات قابل اعتراض ہے ۔ اصل میں سارے اعتراضوں کی جڑ وہی بات ہے کہ خدا کو بے جان بے شعور مجبور محض ایک قانون سمجھ رکھا ہے ۔ کوئی مدبر بالارادہ ہستی نہیں سمجھا ۔ یہ دہریوں کا مذہب ہے جو بدقسمتی سے نیچریوں نے اختیار کر رکھا ہے ۔

جانوروں کا حشر

سوال ۔ جانوروں کی روحوں کا اگلے جہان میں کیا حشر ہوگا ۔ کیا یہ روحیں مرنے کے وقت فنا ہو جاتی ہیں ۔ قرآن و حدیث سے تصدیق میں دلائل دو

جواب ۔ جانوروں میں روح (soul) نہیں ہوتی ۔ محض زندگی (life) ہوتی ہے ۔ زندگی موت کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے ۔ دوسرے لفظوں میں زندگی کے فنا ہونے کا نام موت ہے روح انسانی حیوانی زندگی سے جدا چیز ہے ۔ جو عالم نور کی پیدائش ہے عالم مادی جو ظلمت ایتھر سے پیدا ہوا ہے ۔ ارتقا کی منازل طے کر کے جسم انسانی کو پیدا کر دیتا ہے ۔ جس کے جذبات حیوانی سے روح انسانی کا امتزاج نفس انسانی کو پیدا کر دیتا ہے ۔ یہ نفس انسانی ہے جسے قرآن نے "یتوفی الانفس حین الموت" فرما کر بتا دیا کہ جب جسم انسانی کی زندگی ختم ہوتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نفس انسانی کو قبض کر لیتا ہے حیوانوں کے متعلق یہ کہیں نہیں فرمایا ۔ اور کس طرح فرماتے جبکہ حیوانوں میں کوئی نفس نہیں ۔ ان میں نہ خود شناسی ہے ، نہ خود اختیاری نہ کوئی عمل کی ذمہ داری ۔ محض زندگی جسم ہے جو مرنے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے ۔

بچہ کی موت

سوال ۔ اسلام یہ بتاتا ہے کہ انسان روح کی نشوونما ادراک اور عمل کے لئے پیدا ہوا ہے ۔ بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں ۔ قدرت نے ان کو ان باتوں کا موقع نہ دیا ۔ ان کی روح کا نشوونما کس طرح ہوگا ۔ اگر کہو کہ اگلے جہان میں تو پھر اگلے جہان میں جب نشوونما ہو سکتا تھا تو خدا نے انسان کو اس دنیا میں بھیج کر کیوں اسے اس قدر مشقت اور امتحان میں ڈال دیا ۔

جواب ۔ آپ کو اصل میں قانون اضداد کا علم نہیں ۔ آج سائنس کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب تک دو چیزیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں نہ ملیں نتائج مطلوبہ پیدا نہیں ہوتے ۔ اسی لئے مانا گیا ہے کہ اس عالم کی ابتدا پر جہاں تک غور کرو ہر ایک ذرہ میں جوڑا نظر آتا ہے ۔ عناصر کے ذرات میں جوڑا ۔ مادہ کی ایٹم میں جوڑا ۔ اس سے پہلے بجلی کے مفردات تھے ان میں جوڑا ۔ اس سے قبل نیبولا تھا اور اس سے پہلے ایتھر تھا ۔ حد ہے کہ اس ایتھر سے جو ایک کرۂ ظلمت ہے تاریکی جو شعاعیں نکلتی ہیں ان تک میں جوڑا ہوتا ہے ۔ قرآن نے بھی یہی کہا ہے کہ **ومن كل شئ خلقنا زوجين** ۔ جب قدرت نے ہر ایک چیز کو جوڑے میں پیدا کیا ہے ۔ تو ظاہر ہے کہ ایتھر یعنی کرۂ ظلمت کو بھی جوڑے میں پیدا کیا ہوگا ۔ اور ظلمت کے عالم کے بالمقابل اس کا جوڑا نور کا عالم بھی ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ قرآن نے یہ بتایا ہے ۔ کہ **جعل الظلمت والنور** ۔ ظلمت اور نور ۔ جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بطور جوڑے کے پیدا ہوئے ۔ کرۂ ظلمت کے ارتقا کا نتیجہ جسم انسانی پر آ کر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس سے آگے ارتقا کے لئے ضروری تھا کہ کرۂ ظلمت اپنے ضد کرۂ نور سے ملے تا ارتقا کا سلسلہ آگے چلے اس لئے ہستی انسانی میں روح انسانی (جو عالم نور کی ایک شعاع یا لطفہ ہے ۔) جذبات حیوانی سے مل کر (جو جسم انسانی کا خلاصہ یا لطفہ ہے اور سلسلہ ارتقا کے ماتحت عالم ظلمت سے پیدا ہوا ہے ۔) نطفہ و شاع کی طرح ایک نئی ہستی کو پیدا کر لیتی ہے جسے نفس انسانی کہتے ہیں ۔ اور سلسلہ ارتقا کے لئے یہ ایک نیا مرکز یا نطفہ بنتا ہے ۔ جس کی ابتدا اس دنیا میں ہوتی ہے ۔ اور اعمال انسانی سے پرورش پا کر یہ نیا نطفہ یعنی

کے ہے جس میں ایک خاص وقت تک نشوونما پاکر وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اپنی ترقی کو اگلے جہان میں تولد ہونے کے بعد جاری رکھ سکے۔ پس ہر ایک روح کے نشوونما کے لئے اس جہان میں آنا ضروری ہے، تا وہ اپنی ضد سے مل کر ارتقا کے ماتحت آتے ترقی کر سکے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علم اور عمل کے خون سے اس مرکب نطفہ نفس انسانی کی پرورش خوب ہوتی ہے۔ اور نفس کی ترقی اور تکمیل بڑے زور سے ہوتی ہے۔ اور اس کی استعدادیں اور قوتیں خوب نشوونما پاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بچہ بچپن میں مرجائے۔ تو گو اس کو اس جہان میں ترقی کا موقع نہیں ملا۔ مگر کم سے کم وہ اپنی ضد جذبات حیوانی سے مل کر اس قابل ضرور ہو گیا کہ وہ ایک انڈے کی طرح اگلے جہان میں اپنی ہستی کو برقرار رکھے اور اگر فضائل الٰہیہ شامل حال ہوں تو جس طرح رحم سے ایک ناقص حالت میں خارج شدہ بچہ کو خاص علاج اور توجہ سے پرورش کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک بچہ کی روح بھی خاص توجہ الٰہیہ سے نشوونما پاتی ہے۔ مگر وہ نشوونما اس قدر سرعت اور کمال سے ساتھ نہیں ہوتا جتنا اس دنیا میں عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جذبات حیوانی کا ایک جذبہ اخلاق فاضلہ کے ایک خلق کو بوجہ اس کی ضد ہونے کے ترقی دیتا ہے۔ حرص انسان کے اندر ہو تو دیانتداری کا خلق نشوونما پاتا ہے۔ شہوت کا مادہ انسان میں ہو تو عصمت و عفت کا خلق ترقی کرتا ہے۔ غضب کا جذبہ موجود ہو تو صبر و تحمل کا خلق پرورش پاتا ہے۔ پس اس دنیا میں روح کا آنا اپنی ضد سے مل کر ترقی کرنے کے لئے ہے۔ بچپن میں مرجانے سے گو عمل کا موقع نہیں ملا۔ گر بایں ہمہ چونکہ روح اپنے ضد جذبات حیوانی سے مل کر اپنی ایک نئی ہستی بنا کر واپس ہوئی ہے اس لئے مشیت الٰہی کی خاص توجہ سے اگلے جہان میں نشوونما پا سکتی ہے۔

آفتاب اسلام کی ضیا پاشیاں

آج بتاریخ ۱۲ راگست ۱۹۲۸ء شرقپور دہ، ذیلدار، نمبردار اور خصوصاً پہلوان امیر بخش صاحب کی تلقین سے مولوی غلام مرشد صاحب کے دست مبارک پر حسب ذیل اشخاص ہندو سے مسلمان ہوئے۔

ہندو نام	اسلامی نام	ہندو نام	اسلامی نام
لورانا تھ	نوردین	فیران	فیروز بی بی
دہنتی	نجتاور	اجاگر ناتھ	ذاکر علی
سراج بی بی	صفراج بی بی	چھجیا ناتھ	محمد عثمان
معراج	معراج بی بی	رسولاں	رسول بی بی
گھبو ناتھ	برکت علی	شفقی ناتھ	شفیع محمد
اوٹھان	سلمہ بی بی	سنجی ناتھ	سخی محمد
پورن ناتھ	غلام محمد	کارو	عائشہ
فیروز ناتھ	فیروز دین	سلھو ناتھ	صالح محمد
یادی	مہر بی بی	پہاڑی ناتھ	حیدر علی
جیجمنا	کرم بی بی	مکھولاں	سکینہ بی بی
جگن ناتھ	عبدالمجید	گوکل ناتھ	مراد علی
بھگن ناتھ	نور نبی	بوراں	برکت بی بی
اگن ناتھ	کرم الٰہی	سجہ ناتھ	قمر الدین
زہری ناتھ	عمر دین	رومالاں	رحیم بی بی
جیواں	زینب بی بی	تیرہ ناتھ	کرم دین
دھرم ناتھ	دین محمد	سراج ناتھ	سراج دین
مہاجان	تاج بی بی	جلو	فضل بی بی
ریشم	فاطمہ	شالے	رحمت بی بی
تارو ناتھ	شہاب الدین	چراغ ناتھ	چراغ دین
جنجرو	جنت بی بی	شیر ناتھ	شیر محمد
رتی	عائشہ بی بی		

یہ عورت ۱۷ اگست کو مولوی عبد الحق صاحب کے ہاتھ پر اسلام لائی۔

مرتدہ شام کور دوبارہ اسلام میں داخل ہوئی اور سلامت بی بی نام رکھا گیا۔ مسمے قمر الدین ترکھان سے جو اس کا سابقہ خاوند تھا نکاح پڑھایا گیا۔

اللہ تعالیٰ تمام نومسلموں اور نومسلمات کو استقامت بخشے اور روز بروز اپنے دین میں ترقی دے۔

(از تنظیم ...)

احمدی جماعت کی تبلیغی خدمات

(از سید عزیز حسن صاحب بقائی مدیر اخبار منادی و رسالہ پیشوا دہلی)

جب سے احمدی جماعت عالم وجود میں آئی ہے۔ اس کے افراد میں تبلیغی احساس پایا جاتا ہے۔ مگر اس جوش میں عملی سرگرمی اور مستعدی ایک آرگنائزیشن کے تحت میں اس وقت سے پیدا ہوئی جب سے لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور زیر سرکردگی حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت قایم ہوئی۔

میں احمدی عقائد سے سخت اختلاف رکھتا ہوں اس لئے میں تفصیل سے نہیں بتا سکتا کہ احمدی جماعت کی تبلیغی خدمات کیا ہیں؟

مگر یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یورپ کے مادہ پرست ملکوں میں سب سے پہلے نعرۂ توحید بلند کرنے اور خدا کا آخری پیغام پہنچانے کا اگر کسی جماعت کو فخر حاصل ہے تو وہ لاہور کی احمدیہ جماعت اور اس کے سرگرم کارکن جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کو حاصل ہے۔ جنھوں نے صرف خدائے واحد کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہا اور یہ انہی کی نیک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج مسیحیت کے قلب (ووکنگ مشن لندن) میں اسلامی نیزہ گھسا ہوا ہے۔ اور انہی کی کوششوں سے ہزارہا شریف اور تعلیم یافتہ انگریز عورت اور مرد مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔

احمدی مبلغین کی سرگرمیاں

غیر احمدیوں کو احمدیوں سے لاکھ اختلافات ہوں مگر کیا وہ برلن کی شاندار مسجد اور برلن کے مرکز تبلیغ کو فراموش کر سکتے ہیں۔ جس کے نتائج اسلام کے لئے مستقبل قریب میں نہایت مفید ثابت ہوں گے

اس کے علاوہ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے۔ جہاں احمدی مبلغ نہ پہنچے ہوں اور عیسائیت سے سرگرم مقابلہ شروع نہ کیا ہو یہ مقابلے زیادہ تر تحریری ہوتے ہیں۔ جس کے نتائج نہایت شاندار اور دیرپا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو ہستی دائرۂ اسلام میں داخل ہوتی ہے وہ اسلام اور اس کی تعلیمات کو سمجھ کر اس کو قبول کرتی ہے جو مناظرہ سے ممکن نہیں۔

میں ایک عرصہ سے لندن و برلن میں اس مخلص جماعت کی سرگرمیاں دیکھتا تھا۔ اور بجائے خوش ہونے کے رنجیدہ ہوتا تھا اس لئے کہ مجھے یقین تھا کہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کے لئے میدان بہت وسیع ہے۔ اور ہندوستان میں تبلیغ کے مصارف بھی نسبتاً کم ہیں۔ اور ۱۲ سال تک قومی تحریکات میں حصہ لینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا۔ کہ ہماری تمام امیدیں ہندوستان ہی سے وابستہ ہیں۔ اور شکست و فتح کا اصل میدان ہندوستان میں ہے اور ہم کو سردست غیر ملکی مسلمانوں کے لئے کام کو ملتوی کر کے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے کام کرنا چاہیئے۔

جب کانگرس کے عروج کے زمانہ میں سوامی شردھانند نے اشدھی کا صور پھونک "قومیت متحدہ" کے قصر پر کدال بجائی اور ہندوستان کے امن پر بجلی گرائی تو میں نے قومی تحریکات سے علیحدگی اختیار کی۔ اور ہندو ذہنیت اور اشدھی کی رفتار اور مسلمان رہنماؤں کی مجرمانہ بےحسی کو دیکھ رہا تھا۔ کہ اس وقت احمدیہ جماعت نے اصل خطرہ کو محسوس کیا۔ اور حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب اور جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام وغیرہ جماعتوں کے ساتھ فتنۂ ارتداد کے انسداد میں اشتراک عمل کر کے اپنی بہترین دانشمندی کا ثبوت دیا۔

ارتداد کی جنگ میں کارکنان انجمن نے محسوس کیا ہوگا۔ کہ تبلیغ اسلام کے لئے ایثار پیشہ مبلغ نہیں ملتے۔ "مفت خورہ ملاؤں" اور "چندہ خور کمیٹی" کے ایجنٹوں نے جیسی فتنہ ارتداد سے اپنی جیبیں بھری ہیں۔ اور جس طرح فرضی حسابات "مقدس علما" اور جعلی اعلانات "شریف پیشواؤں" نے شایع کر کے مسلمانوں کو دھوکے دیئے ہیں۔ یہ وقت اس کی تفصیل کا نہیں ہے۔

اشاعت اسلام کالج

کو حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت نے محسوس کر کے اشاعت اسلام کالج کی لاہور میں بنیاد رکھ دی۔ اور سب سے بڑی خوشی اس کی ہے کہ اس کالج کے داخلہ کے لئے احمدی اور غیر احمدی کی مہمل قید نہیں رکھی اور یہ بھی تبلیغ کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ جو احمدی جماعت نے انجام دی۔

اشاعت اسلام کالج کے کورس میں اگر تھوڑی وسیع نظری سے کام لیا جائے تو میرے خیال میں وہ ہندوستان میں مبلغ مہیا کرنے کی بہترین درس گاہ ہو سکتی ہے۔

اس درس گاہ کے منتہی یقیناً ان قل آعوذی ملاؤں سے زیادہ اسلام کے لئے مفید ثابت ہوں گے۔ جو لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں پر بار ہیں۔ اور جو تکمیل تعلیم کے بعد مسجدوں میں اذان دینے اور تفریق بین المسلمین کو سب سے بڑی خدمت اسلام سمجھتے ہیں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں احمدی نہیں ہوں اس لئے میں تفصیل سے احمدی جماعت کی خدمات اسلام پر بحث نہیں کر سکتا مگر میرے خیال میں لندن اور برلن سے زیادہ نتائج پیدا کرنے والی خدمات میں سب سے زیادہ اہم اشاعت اسلام کالج لاہور کا قیام ہے۔ جس کے مبلغ بہت تھوڑے عرصہ کے بعد ہندوستان کی اچھوت اقوام میں پھیل جائیں گے۔ جن کی تعداد دس کروڑ کے قریب ہے۔ اور جن کو اعلےٰ انسانی حقوق دینے کے لئے مسلمان بنانا ضروری ہے۔ اور یہی وہ احساس ہے جس کی وجہ سے باوجود شدید ترین اختلافات کے میں احمدیہ جماعت کے تبلیغی کارناموں کی تعریف کرتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ رب جلیل تمام مسلمانان ہندوستان کو احمدیہ انجمن کا سا تبلیغی جوش عطا فرمائے۔ اور احمدی جماعت بجائے غیر احمدی مسلمانوں کو احمدی بنانے کے فضول خبط کے غیر مسلموں کو احمدی مسلمان بنانے میں اپنے بہترین دل و دماغ، اپنے جوش اور آرگنائزڈ طاقتیں صرف کرے۔ آمین بطفیل سید المرسلین۔

پیغام صلح - ہمارے عزیز بھائی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "غیر احمدی" مسلمانوں کو احمدی بنانا "فضول خبط" نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے "مبلغوں" کی تعداد میں اضافہ ہو۔ جس قدر احمدی جماعت ترقی کرے گی اسی قدر تبلیغ و اشاعت اسلام میں ترقی ہوگی۔ پس غیر احمدی مسلمانوں کو احمدی بنانا درحقیقت تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو تقویت دینا ہے۔ وہی مسلمان جو پہلے فریضہ تبلیغ و اشاعت سے غافل ہوتے ہیں یا اس میں کوئی عملی حصہ نہیں لیتے۔ احمدی ہونے پر اسلام کے سرگرم مبلغ بن جاتے ہیں۔ پس احمدی جماعت کی طرف سے غیر از جماعت مسلمانوں کو احمدی ہونے کی جو دعوت دی جاتی ہے تو وہ کسی خود پسندی کے جذبہ کے ماتحت نہیں بلکہ وہ خدمت اسلام کا ایک پیغام ہے۔ جو شخص اسے قبول کرتا ہے۔ وہ قیل و قال چھوڑ کر عملی کام میں مصروف ہو جاتا ہے۔

ہندوستان

— یکم جولائی ۱۹۲۸ء سے ریاست پٹیالہ میں جبری تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

— مجلس وضع قوانین ٹراونکور نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اچھوتوں کے لئے علیحدہ سڑکیں بنائی جائیں۔

— ڈاکٹر گوکل چند نارنگ صدر ہندو سبھا پنجاب نے سرحدی ہندوؤں کی اعانت کے لئے جو آج کل پشاور میں پڑے ہوئے ہیں پانسو روپیہ روانہ کیا ہے۔ اور سبھا نے چندہ کے لئے اپیل کی ہے

— دہلی میں سرحدی ہندوؤں کی امداد کے لئے چار ہزار روپیہ جمع کیا گیا ہے۔

— مجلس وضع قوانین بمبئی میں مسٹر میجر نے سوال کیا تھا کہ حکومت نے گجرات اور کاٹھیاواڑ میں لڑکیوں کے اغوا کو روکنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کیں وزیر داخلہ نے جواب دیا کہ حکومت اس معاملہ میں تحقیقات کر رہی ہے۔

— لاہور کے بعض ہندو اخباروں کو مستند ذریعہ سے معلوم ہوا ہے

ممالک خارجہ

— جنوبی افریقہ کے شہر جوہنسبرگ میں ٹرانسوال انڈین ایسوسی ایشن ایک کالج تعمیر کرنے والی ہے جس میں صوبہ ٹرانسوال کے ہندی نوجوانوں کی تعلیم کے لئے انتظام کیا جائے گا۔

— انگلستان کے طلاق و نکاح کے رجسٹروں کے جدید اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہر سو نکاح پر ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

— ایک ایسی مشین ایجاد کی گئی ہے جو سمندر کی حرارت کو اس مقدار تک جذب کر سکتی ہے۔ کہ جس سے جہاز رانی کا کام لیا جا سکے۔ گویا جہازات کو چلانے کے لئے پتھر کا کوئلہ اور پٹرول کی حاجت نہ رہے گی۔

— چین کو جو ہندوستانی فوجیں ارسال کی گئی تھیں۔ ان میں سے ڈیڑھ ہزار سپاہی واپس آ گئے ہیں۔

— حکومت حجاز کے محکمۂ حفظان صحت نے جراثیم امراض کی تحقیق اور ان کے استیصال کے وسائل پر غور کرنے کے لئے جدہ اور طائف میں دو کمیٹیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مشہور ماہرین سے اس بارہ میں خط و کتابت ہو رہی ہے۔ تاکہ ان میں سے کوئی اس ادارہ کے نظم و نسق کے لئے بلایا جائے۔ (المقطم)

— حکومت حجاز نے دار الحکومت کے دروازے پر ایک صندوق رکھ دیا ہے تاکہ جب کسی کو حکومت کے کسی عہدہ دار سے شکایت ہو یا کوئی امر تفتیش و اصلاح کے قابل ہو وہ اپنی شکایت لکھکر اس میں ڈال دے۔ اس کے متعلق ایک سرکاری بیان بھی شایع ہوا ہے

— بادشاہ افغانستان نے سلطان ابن سعود کو ایک خط لکھا تھا۔ کہ حجاز میں تمام مسلمان جماعتوں کو آزادی ہونی چاہیئے۔ اور قبور و آثار کے انہدام کا انسداد کیا جائے۔ اس کے جواب میں سلطان ابن سعود نے جو خط بادشاہ افغانستان کو بھیجا ہے اس میں محض ادھر ادھر کی باتوں سے کام لیکر اصل مطالبہ کا تسلی بخش جواب دیئے بغیر ٹال مٹول کر دی ہے۔

— وزیر تعلیمات دولت ترکیہ نے تمام تعلیمی ادارات کو حکم دیا ہے کہ ترکی جدید کے علما و فضلا کے ناموں پر ترکی مدارس کے نام رکھیں۔

— ترکی کے ابتدائی مدارس میں ۰۰۰ ۳۸۲ طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ برطانوی مدارس میں ۱۵۷۲۱ طلباء ہیں۔ اعلیٰ تعلیم پانے والوں کی تعداد ۲۸۳۷ ہے تمام مدارس میں ۱۱۷۶۳ استاد ہیں۔ عبد الحق حامد بے ترکی کا ملک الشعراء مانا جاتا ہے۔

— حال ہی میں غازی امیر امان خاں بادشاہ افغانستان نے جو یہ اعلان شایع فرمایا تھا کہ کابل میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مکمل آزادی مذہبی حاصل ہے۔ اور کسی غیر مسلم کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاتا۔ اس پر اظہار مسرت و شکریہ کے لئے کابل کے سکھوں نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جس میں امیر ممدوح کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ہی مندرجہ ذیل دو تجاویز منظور کیں۔

(۱) کابل کے سکھ راجپال کی پستک کے خلاف سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہیں۔

(۲) کتاب مذکور کے فیصلہ کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

(۳) اپنے لیڈر بابا کھڑک سنگھ سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ متذکرہ کتاب کے لکھنے والے کو پنچایتی سزا دلوانے کی کوشش کریں۔

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ

(بسرپرستی ریاست کپورتھلہ)

یہ دواخانہ ۲۳ سال سے مخلوق خدا کی خدمت کر رہا ہے اس دواخانہ کی مجرب شاہی ادویات دنیا کے ہر ایک گوشہ تک مشہور ہو چکی ہے۔ یہ دواخانہ اشتہاری اور عطائی نہیں ہے۔ بلکہ قابل اطمینان ہے۔ ہر موسم میں عورتوں، مردوں اور بچوں کی دوائیں تیار رہتی ہے۔ ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی مشہور ہیں۔ ایک بار ضرور تجربہ کیجئے۔

[illegible]

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کینوسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل بہتر ہے۔ جس کا سول ربڑ کا ہے۔ جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ چھ مہینے کے اندر اگر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی۔ اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ اتنی ہلکی اور خوبصورت ہے کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے۔ قیمت اتنی کم کہ حیرت ہوتی ہے۔ یعنی صرف دو روپیہ۔ (۲) کیا بطور نمونہ ایک جوتی آپکو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیئے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی نسٹر روڈ لکھنؤ

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہ کیلئے ملازمت کے متلاشی ہیں؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس اور پچاس روپے روزانہ آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیے۔ جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی کو بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیے۔ ہزاروں آدمی ہماری تین سو پچیس روپیہ والی موزوں کی مشین اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیان کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ کما رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنے کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم۔ اے کاڈی اینڈ کمپنی آگامس لین ڈھاکہ۔

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہارنبائی روڈ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۸ بمبئی

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری نقیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ (۳)

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپے (۲)

دفتر معالج برص نمبر ۴۷۔ دربھنگہ۔ بہار

بہترین قلمہائے انبہ و لیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط و مستند قلموں و دیگر پودوں کی ضرورت ہو [illegible]

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے۔ آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور علاوہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوں گی۔

(۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز دوا اور زود اثر صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصولڈاک بھیجکر ہم سے طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے خریدیں۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔

(۲) تاریخی ادبی تمدنی تجارتی۔ معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف۔ شیشیری۔ خوشنما ولیفٹین پن پائدار اور آزمودہ ہم سے منگائیں۔ (۳) دیسی خالص گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرا ٹل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار مقوی دل و دماغ شربت فوراً طلب کرو۔ (۵) عاملوں۔ نجومیوں عطاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے۔ بیرس پھل اور دیگر استفادہ کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کریں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیے۔

نوٹ

ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخبارں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کریں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ضرورت ہے

اگر ریشمی ٹسری صافی کی تو مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی سے منگائیے۔

تفریح

ایک ماہوار رسالہ ہے اسمیں وہ تمام مضامین جو آپ کے مطالعہ کے لائق ہیں درج ہوتے ہیں یعنی مفید معلومات۔ دلچسپ افسانے بہترین لطائف۔ اعلیٰ مضامین۔ اور بہت سی کارآمد باتیں، بڑی تقطیع کے ۴۸ صفحات بجنور سے شایع ہوتا ہے۔ نمونہ مفت

منگانیکا پتہ۔ منیجر تفریح بجنور (یوپی)

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۳ ربیع الاول ۱۳۴۶ مطابق ۳۱ اگست سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۵

نعت

(حضرت مسیح موعودؑ)

درد لم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

آنکہ جانش عاشق یار ازل
آں کہ روحش واصل آں دلبرے

آنکہ در بر و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحم حق را آیتے
آں کریم جود حق را مظہرے

آں دلے روشن کہ روشن کردہ است
صد درون تیرہ را چوں اخترے

آں مبارک پے کہ آمد ذات او
رحمتے زاں ذات عالم پرورے

احمد آخر زماں کز نور او
شد دل مردم زخود تاباں ترے

بزم احباب

(مرسلہ خان صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

آسٹریلیا

شیخ نورالدین صاحب لکھتے ہیں کہ جو اسلامی لٹریچر آپ نے بھیجا ہے۔ میں اس کے لئے تہ دل سے مشکور ہوں۔ یہ میرے اور میرے دوستوں کے لئے جنھیں اسلام سے گہری دلچسپی ہے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ جن لوگوں کو اسلام سے دلی ہمدردی اور محبت ہے انہی سے ایک سابق ہائی کمشنر ہے۔ جو اس ملک کی طرف سے لندن میں نمائندہ رہ چکا ہے۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی جنھیں اسلام کے بارہ میں غلط فہمیاں تھیں۔ اب اصل حالات سے آگاہ ہو کر اسلام کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ کئی لوگ قرآن کے مطالعہ کے خواہشمند پائے جاتے ہیں۔ امید ہے آپ سب برادران راضی خوشی ہوں گے۔ میرا دل ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔ خط کا جواب جلدی دیں۔

بوسینیہ (یورپ)

اخویم محمد جمال الدین صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط ملا۔ جواباً عرض ہے کہ ہماری زبان میں ترجمۃ القرآن کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا کیونکہ مصطفےٰ خدطو آفندی نے اس بارہ میں اپنے عجز کا اظہار کر دیا اور نورالدین عرب زادہ نے ترجمہ اور اس کی اشاعت کا ذمہ لے لیا نیا مترجم آپ کے انگریزی ترجمہ سے ہماری زبان میں ترجمہ کر کے مجھے دکھا کر شایع کرے گا۔ اس طریقہ سے ہمیں مولانا محمد علی صاحب کا مسلک معلوم ہوتا رہے گا۔ آپ کی جماعت جو کچھ اشاعت کتب اسلامیہ، تعمیر مساجد، تلقین اسلام اور ترقی مسلمین کے لئے جانفشانی کر رہی ہے۔ وہ مطابق قرآن جہاد مبارک ہے۔ بموجب آیت فلتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر... الخ اگر ملت اسلامیہ اس آیت کو سمجھ لیتی تو ان میں کثرت سے ایسے گروہ پیدا ہو جاتے جو ہر قوم میں تبلیغ اسلام کرتے اور ان سب کے اتحاد سے احدیت مضبوط ہو جاتی۔ لیکن موجودہ حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمانان عالم اشاعت اسلام کے بارہ میں جو احکام قرآن میں ہیں ان سے بالکل ناواقف ہیں۔ لہٰذا ہمدیگر کی طرف جو دین اسلام کی تخریب کے درپے ہو رہے ہیں۔ وہ مہمان نہیں ہوتے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہ اس جہاد میں کامیاب ہو۔ اور اس جماعت کو مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

ان ممالک میں اسلام کی صحیح تعلیم کے نشر کے بارہ میں عرض ہے کہ ہم اس امر میں بجد کوشش کر رہے ہیں اور گزشتہ بیس سال میں ہم نے ملکی زبان میں کئی اسلامی کتب شائع کیں۔ اس سے پہلے ہماری سب مذہبی کتابیں عربی زبان میں ہوتی تھیں۔ لیکن اب لاطینی حروف میں بھی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ جنگ عظیم سے قبل ہمارے کئی رسالے مثلاً "طریق" "مصلح" "مصباح" وغیرہ عربی میں اور "زمان" "پرادوا" "بہار" لاطینی زبان میں شایع ہوتے تھے۔ لیکن دوران جنگ اور بعد کے انقلابات کے باعث سب بند ہو گئے۔ اس کے بعد ایک لاطینی زبان کا ہفتہ وار اخبار اور ایک مہینہ میں تین بار شایع ہونے والا رسالہ چھپنے شروع ہو گئے۔ میں آپ کے مطالعہ کے لئے دس مختلف اسلامی کتابوں کے نسخے بھیجتا ہوں۔ مطالعہ کے لئے نہیں بلکہ تسلی اور آپ کے کتب خانہ میں رکھنے کے لئے تاکہ یہ مسلمانان بوسینہ و ہرزیگووینا کی طرف سے تحفہ شمار ہوں۔

ہماری اقتصادی حالت جنگ عمومیہ اور انقلاب کے بعد بہت بُری ہو گئی ہے۔ اسی سبب سے ہماری کئی انجمنیں معدوم ہو گئی ہیں۔ اور عام طور پر مسلمان فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور عیسائی اقوام ترقی کر رہی ہیں۔ والسلام

مُسلم ہوسٹل

مسلم ہوسٹل سال آئندہ کے لئے ۲۵ ستمبر ۱۹۲۷ء سے پرانی کوٹھی نمبر ۱۳ بیڈن روڈ لاہور میں کھلے گا۔ چونکہ امسال کمرے بہت ہی کم ہیں لہٰذا تمام احمدی طلبا جو ہوسٹل میں رہنا چاہتے ہیں اپنی درخواستیں ۲۵ ستمبر سے قبل ارسال کر دیں۔ تاکہ ان کے واسطے جگہ کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ بعد میں عدم گنجائش کی وجہ سے اگر جگہ نہ مل سکی تو شکایت کا موقع نہ ہوگا۔

ہوسٹل رولز کی پابندی ہر ہوسٹلر کے واسطے اشد لازمی ہوگی۔

تمام درخواستیں بنام سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل معرفت لاہور آنی چاہئیں۔

سرحدی ہندو

اور

اس کا ہمہ گیر اثر و قوت

(از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس ایڈیٹر "مسلم راجپوت")

سرحدی ہندو ایک نہایت طاقتور ہستی ہے۔ کوئی سرحدی پٹھان افغان، حتی کہ حکومت افغانستان بھی اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہے۔ اس کی قوت اور اس کا اثر اس کے زر و مال میں مخفی ہے۔ آفریدی، ہندو ساہوکار کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ مہمندی اس کے بس میں ہے۔ اورکزئی اور محسودی بھی اس کے رحم پر ہے۔ خود حکومت افغانستان بھی ہندو ساہوکاروں کی محتاج ہے۔ اور اس لئے ہندو ان علاقوں کے لئے وہی اہمیت رکھتا ہے۔ جو روح جسم کے لئے رکھتی ہے۔

پشاور سے ذرا آگے بڑھو تو تم کو عجیب و غریب نقشہ نظر آئے گا جس طرح عرب جاہلیت میں ہر قبیلے کا ایک جدا بت ہوتا تھا۔ اسیطرح ہر سرحدی قبیلہ کا اپنا علیحدہ ہندو ہے۔ اس ہندو کو یہ قبیلے اپنی جائداد اپنی کھیتی اور اپنے گھر کی طرح "ہمارا ہندو" کہکر پکارتے ہیں یہ "ہمارا ہندو" سرحدیوں کا جزو لاینفک ہے۔ وہ ان کو سود پر قرضہ دیتا ہے۔ ان کو اشیائے خورد و نوش مہیا کرتا ہے۔ ان کے تن ڈھانپنے کو کپڑا بہم پہنچاتا ہے۔ اور جب ان میں سے کوئی بیمار پڑتا ہے تو یہی "ہمارا ہندو" ان کو دوا دیتا ہے۔

اس کے بدلے میں "ہمارا ہندو" کی حفاظت سرحدی مسلمان اپنی جان و مال سے کرتے ہیں۔ کیا مجال کہ "ہمارا ہندو" کی طرف کسی دوسرے قبیلے کا آدمی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اگر اتفاق سے کبھی ایسا ہو تو دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ جاتی ہے۔ اور اس طرح سے سرحد کا ہندو ساہوکار، بڑی عزت و عافیت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

اسی قسم کے ہندو تھے۔ جن کو آفریدیوں نے چند روز ہوئے اپنے علاقے سے نکال باہر کیا تھا۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان سرحدیوں کے جذبات کتاب راجپال اور اسی نوع کی دوسری تحریروں کے متعلق کس درجہ مشتعل ہو گئے ہوں گے۔ وہ سرحدی جو ہر ہندو ساہوکار کو "ہمارا ہندو" سمجھتے ہیں اور اس کو گزند پہنچنے کا محض خیال بھی ان کو اپنی تیغ نیام سے باہر نکال لینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ بڑی زبردست وجوہ کی بنا پر ہی ہندوؤں کے اخراج پر آمادہ ہوئے ہوں گے۔

ہندو ساہوکار افغانوں کے لئے بھی بڑی ضروری شے ہیں۔ افغانوں کی تجارت منظم ہے۔ اور ان کو ہر وقت روپے کی اشد ضرورت رہتی ہے۔ اس ضرورت کو ہندو ساہوکار پورا کرتے ہیں۔ اور اگر ایک طرف سرحد کے باشندے "ہمارا ہندو" کے مرہون منت ہیں تو دوسری جانب کابل کے ملک التجار بھی اس کے زیر بار احسان ہیں۔ خود حکومت افغانستان، کو بھی دیگر حکومتوں کی مانند روپے کی احتیاج رہتی ہے۔ افغانستان میں کوئی بنک نہیں ہے۔ اس لئے قدرتاً حکومت اپنی ضرورتوں کو انہی ہندو ساہوکاروں سے پورا کرتی ہے۔ یہ ہندو ساہوکار مالدار سیدی سکھوں کے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان کے تعلقات ہندوستان کے سیٹھوں اور ساہوکاروں سے بھی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سرحد سے ہندوؤں کے اخراج پر ساری ہندو دنیا میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی تھی جو ابھی تک کم نہیں ہوئی۔

گزشتہ کئی برسوں سے افغانستان کا وزیر مالیات ایک ہندو ہے۔ اور اس کو محض ہندو ساہوکارہ کی بنا پر اس قدر اہمیت حاصل ہے۔ کہ جنگ افغانستان کے خاتمہ پر جو وفد راولپنڈی میں حکومت ہند سے گفت و شنید کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس کا ایک حصہ اسی وزیر کا مرتب کردہ تھا۔ گویا سرحد کے تمام پٹھان، قبیلے، افغان، اور حکومت افغانستان ہندو ساہوکاروں کے دست نگر ہیں۔ اور ہندو زر و مال پر ان کا انحصار۔ روپیہ کی قوت اور اس کے امکانات و نتائج کی ایک زبردست دلیل ہے۔

افغانستان و پٹھانستان میں ہندو ساہوکاروں کے اثر و رسوخ خیال کرتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ ماورائے سرحد و افغانستان کے تمام مسلمان ہندوؤں کے بس میں ہیں۔ اور ہندوؤں کی پشتیبانی ان علاقوں کے مسلمانوں کو مغلوب رکھنے اور کسی آنے والی جنگ کے امکان کو روکنے میں مد ثابت ہو گی۔ یہی سبب اس حیرت انگیز طرز عمل کی تہ میں کام کر رہا ہے۔ جو چیف کمشنر صوبہ سرحدی نے ہندو مسلمانوں کے گزشتہ مناقشات کے بارہ میں اختیار کیا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جن مسلمانوں نے ہندوؤں کی بے اعتنائی یا مخالفت سے تنگ آکر دکانیں کھول لی تھیں۔ چیف کمشنر نے ان کو حکماً بند کرا دیا۔

مسلمانوں کے حقوق و فوائد کے لئے یہ حالات سخت خطرناک ہیں۔ یاد رہے کہ اس حالت سے نکلنے کی ہر کوشش کی بڑی سختی کے ساتھ مخالفت کی جائے گی۔ اور اس کے لئے مسلمانوں کو اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے گی۔ مگر اس کے بغیر چارہ بھی کیا ہے۔ زحمت اٹھانے سے ہم رحمت کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں راحتوں اور کامیابیوں کی راہ تکلیفوں اور مشقتوں کے خارزار میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ مسلمانوں کی زندگی اس حالت کے بدلنے پر منحصر ہے۔ اس کا بدلنا ضروری ہے۔ ورنہ اس معمورہ ہستی میں ان کی حیثیت خس و خاشاک سے بھی گئی گزری ہو جائے گی۔

تعزیرات ہند میں ایک نئی دفعہ کی ضرورت

اور

حضرت مرزا صاحب کی صداقت

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کے قلم سے)

اللہ کے مامور عام لوگوں کی نسبت اعلیٰ دماغ اور اعلیٰ قابلیت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ الہام کے علاوہ اپنے تدبر سے بھی جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ یہی توہین انبیا کا مسئلہ لیجیے۔ آج ملک کے ہر گوشہ سے اہل بصیرت احباب تعزیرات ہند میں ایک نئی دفعہ کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں ایک وقت وہ تھا جب حضرت مرزا صاحب نے اس تعزیرات ہند میں ایزادی دفعہ کے مطالبہ کے لئے ملک کو ابھارا۔ مگر اس وقت چونکہ مخالفت نے سب کو اندھا کر رکھا تھا۔ لہذا آپ کی سچی بات کی بھی مخالفت کی گئی۔ اور خوبی یہ کہ وہی لوگ جو اس وقت آپ کی اس امر میں مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ آج اسی امر کی تائید میں شہادتیں دیتے ہیں۔ میں اس امر کی وضاحت کے لئے حضرت صاحب کی عبارت جو آپ نے آج سے تیس سال پیشتر یعنی سنہ ۱۸۹۷ء میں رسالہ نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۲ میں تحریر فرمائی ہے۔ بجنسہ یہاں نقل کر دینی کافی سمجھتا ہوں:۔

"مولوی صاحبان امرتسر کی اسلامی ہمدردی"

حضرات مولوی صاحبان امرتسر جو چھ سات آدمی سے زیادہ نہیں یعنی مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی غلام رسول صاحب امرتسری اور مولوی احمد اللہ صاحب وغیرہ وغیرہ صاحبان نے اس درخواست پر دستخط کرنے سے اعراض کیا۔ جو گورنمنٹ میں بمراد توسیع دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند اور نیز دو شرطوں کے پاس کرانے کی غرض سے بھیجی جائے گی۔ اور مخالفت بیجا کر کے ثابت کر دیا کہ وہ کیسے اسلام کے پکے دشمن اور اسلامی مصالح کے سخت مخالف ہیں میں نے سنا ہے کہ عام مسلمانوں کو ان کی اس حرکت بیجا سے بہت ہی رنج ہوا۔ اور اکثر لوگوں نے بہت لعن طعن بھی کی۔ کہ یہ کیسے مولوی اور کیسے مسلمان ہیں۔ جنہوں نے محض اپنی ایک اندرونی نزاع کی وجہ سے اس سیدھی اور صاف اور نہایت مناسب تحریر سے گریز کی۔ جس میں سراسر اسلام کی بھلائی اور جس سے آئندہ کو اس سب و شتم اور بیجا بہتان اور گندی گالیوں کا جو یاوہ گو آریہ اور پادری ہمارے پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں۔ دروازہ بند ہو جاتا۔ لیکن مولوی صاحبان کے اشتہار سے معلوم ہوتا ... [illegible] ... صاحبوں کو گالیاں

اور یہ تمام الزام اس عاجز پر رکھتے ہیں۔ کہ اول اس عاجز نے ان کے بزرگوں کو گالیاں دیں۔ اور پھر ناچار ان نیک بختوں کو بھی کچھ کہنا پڑا۔ سو یہ افترا اگر کچھ پوشیدہ اور قابل غور ہوتا تو ہم اس کا نہایت بسط اور تفصیل سے جواب دیتے۔ مگر ایسے سفید جھوٹ کا کیا جواب دیں۔ . . . . . کوئی اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ جس قدر گالیاں اور بے ادبیاں **پنڈت دیانند** نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور دین اسلام کی توہین کی یہ کسی ایسے اشتعال کی وجہ سے تھیں جو ہماری طرف سے ہوا تھا۔"

اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے حضرت مرزا صاحب ہی نے تعزیرات میں ترمیم کے مسئلہ کو اٹھایا تھا جس کی اس وقت قوم نے مخالفت کی۔ مگر غنیمت ہے کہ اب بھی گو کچھ نقصان اٹھا کر ہی سہی قوم نے ہوش تو سنبھالا ہے۔ اللہ اس کی کوشش کو کامیاب کرے۔

ایک اور بات قابل غور ہے۔ کہ اب تک جس قدر آوازیں ضرورت ترمیم کے متعلق اٹھی ہیں ان سب میں یا تو دفعہ ۱۵۳ الف میں ترمیم پر زور دیا ہے۔ اور یا دفعہ ۲۹۷ میں ترمیم کی سکیم پیش کی گئی ہے۔ دفعہ ۲۹۸ کا نام کسی نے نہیں لیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب مذہبی پیشواؤں کی توہین کے متعلق دفعہ ۲۹۸ میں ترمیم کا مطالبہ پیش کرتے تھے۔ بلکہ اس دفعہ کو اس معاملہ میں ایسا موزوں اور برمحل سمجھتے تھے کہ ان کے نزدیک بزرگان مذہب کی توہین کا معاملہ اس دفعہ کے ماتحت ہی فیصلہ پا سکتا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ست بچن صفحہ ۲ میں جب گورو نانک صاحب کی توہین کے متعلق سکھوں کو سوامی دیانند کے خلاف نالش کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ:۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

تصحیح گزشتہ پرچہ میں جناب مولانا صدر الدین صاحب کے گھر لڑکی تولد ہونے کی جو خبر درج ہوئی ہے وہ غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے گھر لڑکا تولد ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی عمر میں برکت دے اور اسے خادم دین بنائے۔

قبول اسلام ڈاکٹر غلام محمد صاحب قریشی مینجر چک نمبر ۲۲۳ ضلع لائل پور اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۳ اگست کو ان کے ہاتھ پر تین اشخاص نے اسلام قبول کیا۔ اس خوشی میں ڈاکٹر صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے دو روپے چندہ بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

درخواست دعا مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ انجمن عرصہ چار ماہ سے متواتر بیمار ہیں۔ احباب سلسلہ سے طالب دعا ہیں۔ امید ہے کہ جملہ احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔

جنازہ غائب جناب یوسف شاہ صاحب دربند سے لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب مرحومہ کا جنازہ غائب ادا کریں۔ ہمیں پسماندگان سے

مسلمانوں کا تنزل و انحطاط

اور

ارتداد کے اسباب

اذا نودی للصّلوٰۃ من یوم الجمعۃ ::::::

فاذا قضیت الصّلوٰۃ ::::

(از جناب پروفیسر محمد عبد الصمد صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

واقعات عالم کا تجربہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کے تنزل و انحطاط کی دو اور صرف دو بڑی وجوہ ہیں اول جہالت اور دوم مفلسی اور مسلمانوں کے ارتداد کی بھی یہی دو وجوہ ہیں۔ اسلام اصول اور اس کی تعلیم تو ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی صحت و صداقت پر کسی بھی صحیح الدماغ انسان کو ایک لمحہ بھر کے واسطے شک و شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے اصول ایسے سہل سادے اور بین ہیں کہ ہر کس و ناکس ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی اس زندگی کو اعلےٰ اور کامیاب زندگی بنا سکتا ہے۔ مجھے یہاں ان اصول اور قوانین سے بحث نہیں جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ جس پر میں اس وقت کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ جس کی صداقت میں صفحات تاریخ رطب اللسان ہیں۔ اور واقعات کی شہادت سے زیادہ کوئی شہادت مضبوط اور معتبر نہیں۔ البتہ یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فی الواقعہ اسلامی تعلیم ایسی ہی سادہ اور آسان اور مطابق فطرت تعلیم ہے تو پھر چاہئیے کہ ہر فرد جو ایک دفعہ اس مذہب کو اختیار کر لے اس سے پھر کبھی بھی منحرف نہ ہو۔ بالفاظ دیگر اسلام کے اندر واقعات ارتداد نہ نظر آنے چاہئیں۔ یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ اور قرون اولےٰ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ جس کی صداقت و شہادت میں میں قارئین کرام کو اس گفتگو کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو کہ ہرقل شاہ روم اور ابو سفیان کے مابین ہوئی۔ علاوہ اور مختلف اقسام کے سوالات کے ایک سوال شاہ نے یہ بھی کیا تھا۔ کہ کیا ان میں سے کوئی شخص اپنے دین سے بیزار ہو کر فرار بھی ہوتا ہے بعد اس کے کہ اس میں داخل ہو چکا ہو۔ تو ابو سفیان نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ یعنی کوئی شخص بھی ان میں ایسا نہیں کہ جو ایک دفعہ اسلام میں داخل ہوا ہو اور پھر بعد میں اس سے بیزار ہو کر فرار ہو گیا ہو۔ یہ شہادت اس شخص کی ہے جو ابھی مسلمان نہ ہوا تھا۔ اور دشمن اسلام تھا۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی مسلمان اسلام سے بیزار ہو کر مرتد نہیں ہو سکتا۔ زمانہ حال میں بھی ہمیں کوئی ایسے واقعات نظر نہیں آتے جن سے یہ ثابت ہو کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیزار ہو کر مرتد ہوئے ہوں۔ جو واقعات ارتداد آج کل کے زمانہ میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ اگر ان پر بھی غور کیا جائے تو ہرگز ہرگز مذہب اسلام سے بیزاری نہیں۔ بلکہ اصل وجوہ دو اور صرف دو ہیں۔ اول جہالت اور لاعلمی دوم افلاس و غربت۔ ان دو وجوہ کے علاوہ ارتداد کی کوئی تیسری وجہ نظر نہیں آتی۔ ایک مسلمان اپنے فطری مذہب کو یا تو اس وجہ سے ترک کرتا ہے کہ اس کو اس کی اصل تعلیم سے ناواقفیت ہوتی ہے۔ اور جو تصویر اسلام اور بانی اسلام کی اس کے ذہن میں ہوتی ہے۔ وہ دشمنان اسلام کی پیش کردہ ہوتی ہے وہ اس تصویر تعلیم کو جو دشمنان اسلام کی پیش کردہ ہوتی ہے صحیح سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے۔ جو اس کے دل میں تنفر پیدا کر دیتی ہے جس کا نتیجہ ارتداد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ورنہ اسلام کی اصل و حقیقی تعلیم ہرگز ہرگز ایسی نہیں کہ ایک انسان اس سے متنفر ہو

افلاس اور ارتداد

ارتداد کی دوسری وجہ افلاس اور غربت ہے۔ بعض اوقات کمزور دل کے انسان کسی دنیوی طمع و لالچ میں گرفتار ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ ارتداد ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے افلاس سے نہ صرف واقعات ارتداد ہی بڑھتے ہیں بلکہ ان کی تنگ دستی اور مالی کمزوری امر اول [illegible] کا باعث ہوا ہے۔ آہ اشاعت و نشر کا کام بھی مال و زر کے بغیر نہیں چل سکتا۔ کسی نے کہا ہے کہ افلاس ام الجرائم ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ دنیا میں ہر قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ان میں کمزور دل بھی ہوتے ہیں۔ جب ان پر غربت تنگی، افلاس کا زبردست دور آتا ہے اور یہاں تک اس کی حد پہنچتی ہے کہ انسان کو کئی کئی دن فاقے سے کاٹنے پڑتے ہیں۔ اور جاڑے کی سرد اور لمبی راتیں ان کے لئے پیغام اجل بن کر آتی ہیں۔ نہ پیٹ بھرنے کو روٹی نصیب ہوتی ہے اور نہ تن ڈھانپنے کو کپڑا۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام۔ ایسی صورت میں ... غیر مذہب والے نہ صرف اس کے دل میں اسلام کی بد نما اور گھناونی تصویریں پیش کر کے اس کو مذہب اسلام سے متنفر اور بیزار بنانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ ظاہری ساز و سامان، مال و زر، جاہ و جلال، عزت و حکومت کے دلفریب منظر دکھا کر اس کو اسلام سے بالکل بیگانہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بادل ناخواستہ کیا نہ کرتا۔ چار و ناچار اسلام جیسی نعمت عظمےٰ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اسلام اور فرزندان توحید کے حلقہ سے نکل کر اوہام اور بت پرستوں میں جا گزیں ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کس لئے ہوا۔ صرف جہالت و افلاس کی وجہ سے۔

علم

اب میں ان دونوں باتوں کو قدرے وضاحت سے لیتا ہوں۔ ایک زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمان جہالت و لاعلمی کو اپنا فخر سمجھتے تھے اور اس پر انہیں ناز تھا۔ اور وہ زمانہ کوئی بہت دور کا زمانہ نہیں ہے۔ صفحات تاریخ نے بہت سے واقعات قلمبند کر رکھے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان جہالت و لاعلمی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ موجودہ صدی میں مسلمانوں نے بھی اس کی طرف قدرے توجہ کی ہے۔ اور تعلیم کی طرف رخ کیا ہے۔ اگر اسلام کی صحیح اور اصل تعلیم پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اسلام نے علم کی بڑی قدر کی ہے۔ تعلیم قرآنی ایسے بے شمار ارشادات سے پُر ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے علم کی کتنی قدر و منزلت کی ہے۔ اور پھر واقعات عالم اس بات کے شاہد ہیں کہ حاملان اسلام نے ان ارشادات پر کس طرح عمل کیا ہے۔ اور ہر قسم کے علوم کو سیکھنے اور سکھانے میں کیا کیا کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ جب تک دنیا موجود ہے سپین کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان علم کا عاشق ہوتا ہے اور علمبرداران اسلام جہاں کہیں بھی تھے۔ دیگر امور کے علاوہ علم کے رنگ میں جو خدمت بنی نوع انسان کی انہوں نے کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ تمام یورپ کے اندر جو اس وقت علوم کی روشنی نظر آتی ہے۔ اس کا اصل سرچشمہ قرطبہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں ہیں جو مسلمانان سپین نے قائم کیں۔ اگر پوچھا جائے کہ علم کے ذوق و شوق کا سبق مسلمانوں نے کہاں سے سیکھا۔ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ تعلیم قرآنی اور ارشاد نبوی سے۔ وہی قرآن اور وہی ارشادات اب بھی موجود ہیں۔ مگر کاش کوئی ان پر عمل کرنے والا ہو۔ کیا اب قرآن میں رب زدنی علما کی دعا موجود نہیں ہے۔ کیا اب قرآن کریم میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون - ما یعقلھا الا العالمون

اور اسی طرح کیا ارشادات نبوی میں یہ باتیں موجود نہیں ہیں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ - اطلب العلم ولو کان بالصین - اطلب العلم من المھد الی اللحد اسی طرح سے علم کی فضیلت کو کئی رنگوں میں بیان کیا ہے۔ کہیں علم اور نیکی کی بات کو مومن کی کھوئی ہوئی چیز کہا ہے۔ کہیں طالب علم کی سیاہی کو شہید کے خون سے زیادہ قیمتی بیان فرمایا ہے۔ الغرض مختلف پیرائے میں تحصیل علم کے لئے تحریص و ترغیب دلائی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ انما العلم بالتعلیم علم سیکھنے سے آتا ہے۔ نہ کہ ان باتوں کے زبانی رٹ لینے سے

تجارت

زمانہ کی ضروریات نے جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ امر اول کی طرف تو مسلمانوں کی توجہ آہستہ آہستہ کرا دی ہے۔ گو مذہبی تعلیم سے نا حال بھی بہت ہی نفرت ہے۔ لیکن پھر بھی بعض ایسی انجمنیں [illegible] ہیں جنہوں نے اشاعت و تبلیغ کا کام اپنے ذمے لے رکھا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی صحیح اور سچی تعلیم پیش کر کے لوگوں کے دلوں سے اسلام کے متعلق جو تنفر اور عداوت ہے اسے دور کر رہی ہیں۔ مگر امر دوم یعنی تہیدستی اور افلاس کو دور کرنے کے لئے مسلمانوں کے اندر ابھی کوئی اعلےٰ درجہ اور اعلےٰ پیمانہ پر عملی تحریک نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کو چاہئیے کہ اس کی طرف توجہ کریں۔ اس افلاس اور نکبت کو دور کرنے کے لئے سب سے اعلےٰ ذریعہ تجارت ہے۔ مسلمانوں نے اس طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ حالانکہ تجارت کو اسلام نے بہت عزت کی نظر سے دیکھا ہے۔ تجارت کو فضل الٰہی کہا ہے۔ مال و دنیا کو انسانی ہستی کے قیام کا ذریعہ بتایا ہے۔ جیسا کہ حکم دیا ہے۔ لا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔ یعنی اپنے مال بے وقوفوں کو نہ دو۔ وہ مال جسکو اللہ تعالےٰ نے تمہارے قیام کا موجب بنایا ہے اس طرح سے اس دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھانا اللہ تعالےٰ نے ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ خود فرمایا ہے۔ "من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ" کس نے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے حرام کیا ہے۔ اس طرح سے دعائیں بھی سکھائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مال و دنیا کمانا ہرگز ناجائز نہیں ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ ایک بڑی مشہور دعا ہے اس میں بھی دنیا کو اول رکھا ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے بے شمار امور قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ جن سے مال و زر اور تجارت کی عظمت دکھائی دیتی ہے۔ پھر اگر قرآن کا یہی منشا تھا کہ مسلمانوں کے پاس مال دنیا نہ ہو تو زکوٰۃ کے احکام وراثت کے احکام لین دین کے احکام بے معنے تھے۔ اور ان کی کوئی غرض نہ تھی۔ لیکن برخلاف اس کے نہ صرف قرآن کریم ہی ایسے احکام سے پُر ہے جن کا تعلق مال و دولت اور تجارت سے ہے۔ بلکہ احادیث میں بھی مختلف انواع و اقسام کی شرح و بیع کا تفصیلی ذکر ہے کہ فلاں فلاں قسم کی بیع حلال ہے اور فلاں فلاں حرام ہے۔ پھر مندرجہ صدر آیت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ نماز جمعہ سے قبل اور بعد تجارت کریں۔ کاروبار دنیا میں مشغول رہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام دین کو دنیا سے الگ نہیں کرتا۔ دنیا میں انسان رہے اس کے تمام کاروبار میں حصہ لے۔ لیکن صرف خدا کو نہ بھولے۔ اس کے احکام کو نظر انداز نہ کرے۔ تجارت کے اندر بھی اس کو خدا یاد رہے۔ ملازمت میں بھی اس کو خدا نظر آتا ہو۔ آخر میں اس بات کا بھی ذکر کر دینا ضروری ہے کہ تجارت آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرام بھی کرتے تھے۔ لہٰذا تجارت کے ذریعہ سے مال کمانا آپ کے اسوۂ حسنہ میں داخل ہے۔ الغرض مال دنیا کمانا۔ تجارت میں حصہ لینا، اپنی دنیوی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے مگر خوب یاد رہے کہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ۔ ان چیزوں سے انسان پرکھا جاتا ہے۔

اشاعت اسلام اور تجارت

آخر میں مسلمانوں سے التجا ہے کہ ان دونوں باتوں کی طرف توجہ کریں۔ اسلام کی صحیح اور سچی تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں یہ کام مختلف قسم کے لٹریچر کتب، اشتہارات، ٹریکٹ وغیرہ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ لیکچرار اور مبلغین کا ہے۔ پھر سکولوں کالجوں اور دیگر رفاہ عام کے کاموں کے اجرا سے ہو سکتا ہے

اسی طرح افلاس اور غربت کو کم کرنے کی غرض سے تجارت کی طرف توجہ کریں۔ دکانیں کھولیں۔ کمپنیاں جاری کریں۔ بیکار اور تنگ مسلمانوں کے لئے ملازمتیں تلاش کرنے کے واسطے کمیٹیاں بنائیں ہر ایک محکمہ میں مسلمانوں کی تعداد کو بڑھائیں۔ اعلےٰ تعلیم دلوانے کے لئے امدادی انجمنیں قائم کریں۔ صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے اسباب مہیا کریں۔ غرض کہ بیکاری اور افلاس کو دور کرنے کے لئے ہر مسلمان بجائے خود پوری پوری جد و جہد کرے۔

ضرورت ہے

ایک تجربہ کار کلرک کی جو اُردو اور انگریزی میں خط و کتابت کر سکتا ہو اور اکونٹنٹ کے کام سے واقف ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت۔ درخواستیں ذیل کے پتہ پر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ ، ۱۳ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۳۵

اصلاح رسوم اور تبلیغی انجمنیں

مسلمانان ہند جس افلاس وتنگدستی میں گھرے ہوئے ہیں اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شادی غمی کی بیہودہ رسوم پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ ایک مدت تک تو مسلمانوں کو اپنی اس بیچارگی اور پستی کا خیال ہی نہیں ہوا۔ اور جھوٹی عزت اور نمائش میں ان کی جائدادیں اغیار کے ہاتھ میں جاتی رہیں اب احساس بھی ہے تو افلاس کا رونا محض زبانی ہی رویا جاتا ہے۔ اور اس کے انسداد کے لئے عملی کارروائی بہت ہی کم جگہوں پر ہو رہی ہے۔ لیڈر۔ مولوی۔ واعظ۔ پیر اور مشایخ سب کے سب یکزبان ہوکر قوم کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ تجارت کرو لیکن یہ بزرگ کبھی یہ نہیں بتاتے کہ افلاس کو دور کرو۔ حالانکہ سب سے زیادہ ضرورت اس طرف توجہ دلانے کی ہے۔ کیونکہ تجارت میں بھی کامیابی تبھی ہوسکتی ہے کہ روپیہ پاس ہو۔ مفلس آدمی کیا خاک تجارت کرے گا۔ تجارت کے لئے کفایت شعاری لازمی ہے۔ اور کفایت شعاری سے مسلمان کوسوں دور ہیں۔ اگر کفایت شعار ہوتے تو مفلس نہ ہوتے۔ افلاس کا ہونا ہی کفایت شعاری کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ مسلمان تجارت میں بھی اسی وقت ترقی کرسکتے ہیں۔ جب ان کی مفلسی دور ہو اور کفایت شعار بن جائیں۔ کیونکہ یہ تجارت کا بنیادی اصول ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کے افلاس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ تجارت سے خارج ہیں لیکن ہمارے خیال میں مسلمانوں کے افلاس کی سب سے بڑی وجہ ان کی بیہودہ رسوم پرستی ہے۔ مسلمان ایسے ناعاقبت اندیش واقع ہوئے ہیں کہ ہر سال کروڑوں روپیہ مسرفانہ رسوم میں برباد کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو کچھ مقدرت حاصل ہے۔ ان کے تو خیر کہنے ہی کیا ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو فارغ البالی سے کھانے کو روٹی بھی نہیں ملتی۔ وہ بھی شادی غمی کے موقع پر ناک رکھنے کے لئے رہائشی مکان تک کفالت میں رکھکر سودی قرض اٹھاتے اور گھر کو آگ لگا کر تماشہ دیکھتے ہیں۔ ذہنیت کچھ ایسی بگڑ چکی ہے کہ لاکھ سمجھاؤ کچھ اثر نہ ہوگا۔ رسم پرستی کے بھوت نے بہت بری طرح سے اپنا تسلط جما رکھا ہے جاہل اور عالم چھوٹے اور بڑے۔ امیر اور غریب سب کے سب ایک ہی راہ پر چل رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو اپنے نفع ونقصان کی طرف سے محض اندھے ہیں۔ اور کچھ دل و دماغ رکھتے ہیں۔ نفع و نقصان سوچتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر برادری سے بےبس ہیں۔ اور مجبوراً انہی اندھوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ یقین جانئے کہ مسلمانوں کے افلاس میں جس قدر ہاتھ اس رسم پرستی کا ہے اور کسی چیز کا نہیں اگر مسلمان اس بات کے خواہشمند ہیں کہ افلاس کے گڑھے سے نکلیں تو انہیں چاہئے کہ وہ جلد سے جلد اصلاح رسوم کی طرف متوجہ ہوں۔

آج ہندوستان میں بہت سی تبلیغی اور اصلاحی انجمنیں قائم ہیں لیکن قوم کی عملی حالت بتا رہی ہے کہ ان کے وجود سے مسلمانوں کو اس قدر فائدہ نہیں پہنچا جتنا کہ پہنچنا چاہئے تھا۔ اس معاملہ میں [illegible]

بات کو اپنے احاطۂ عمل سے باہر سمجھتی ہیں۔ حالانکہ خود تبلیغ واشاعت کے کام میں مسلمانوں کا افلاس ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف تبلیغی انجمنوں کو سرمایہ کی فراہمی ہی میں دقتیں پیش آتی ہیں بلکہ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی موجودہ اقتصادی حالت غیر مسلموں کے دل میں اسلام کی طرف سے بہت کم رغبت پیدا ہونے دیتی ہے۔ ان حالات کی موجودگی میں سب تبلیغی انجمنوں کو یہ مشورہ دینا بالکل بجا ہوگا کہ وہ اپنے لائحہ عمل میں اصلاح رسوم کو بھی شامل کریں۔ اگر مسلمان مسرفانہ رسوم کو ترک کرکے اپنی مالی حالت درست کرلیں اور موجودہ افلاس سے نکلکر عزت کی زندگی بسر کریں۔ تو اس سے تبلیغ واشاعت اسلام کی راہ میں سے ایک زبردست رکاوٹ دور ہوجائے گی۔ ہمیں امید ہے کہ تمام تبلیغی انجمنیں اس ضروری اصلاح کی طرف جلد توجہ کریں گی۔ اور اپنے مبلغین اور داعلین کو اس بات کی ہدایت کریں گی۔ کہ وہ اس اہم مقصد کو پیش نظر رکھکر اس کے حصول کے لئے انتہائی جدوجہد کریں۔

راجپال کی کتاب کی اشاعت

معاصر روزنامہ انقلاب کا نامہ نگار راولپنڈی سے لکھتا ہے کہ وہاں بعض آریہ صاحبوں کے پاس راجپال کی ناپاک کتاب کی متعدد جلدیں موجود ہیں۔ جنہیں محض مسلمانوں کی دل آزاری کے لئے شہر کے ہندوؤں میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اس فتنہ کا جلد سدباب کرے۔ راولپنڈی میں پہلے ہی دونوں قوموں کے تعلقات کشیدہ ہیں۔ اگر اس تازہ شرارت کا انسداد نہ کیا گیا تو فساد کا قوی احتمال ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ذمہ دار حکام جلد انسدادی تدابیر اختیار کریں گے۔

سرکاری اعلان

حکومت پنجاب نے مندرجہ ذیل اعلان شایع کیا ہے:-

"جسٹس براڈوے نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مسٹر پوری نے جن تحریرات کا تذکرہ کیا تھا یعنی "دہلی سے عدم آباد تک" اور "انیسویں صدی کا مہارشی" ان کے متعلق حکومت کی طرف سے کوئی کارروائی عمل میں نہ آنے سے میں صرف یہی نتیجہ اخذ کرسکتا ہوں کہ حکومت نے ان کی بابت یہ نہیں سمجھا کہ ان میں قانون سے تجاوز کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ مضمون دہلی سے عدم آباد تک ایک ایسے اخبار میں اشاعت پذیر ہوا تھا جو پنجاب سے باہر ہے۔ "انیسویں صدی کا مہارشی" کے سلسلہ میں سرجان مینارڈ کے مندرجہ ذیل جواب کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جو سرموصوف نے مجلس وضع آئین وقوانین پنجاب کے اجلاس میں دیا تھا۔

کتاب انیسویں صدی کا مہارشی "ستمبر ۱۹۲۶ء میں طبع ہوئی۔ اس کے مضامین سے عامۃ الناس کے جذبات وحسیات پر عام طور پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اور نہ اس کتاب کے اشاعت پذیر ہونے پر توجہ کی گئی۔ اس کتاب کے متعلق حکومت کے پاس کوئی شکایت نہیں پہنچی۔ اور نہ جرائد واخبارات میں ۵ جولائی ۱۹۲۶ء تک اس پر کوئی نکتہ چینی کی گئی۔

---

۴۴ - (نوٹ) ایڈیٹر اخبار لائٹ کچھ عرصہ سے لاہور سے باہر ہیں۔ ان کی خدمت میں بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ذاتی خیالات کا اظہار اپنے اخبار میں کریں۔

صدر الدین وائس پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (ڈاکٹر) مرزا یعقوب بیگ جنرل سکرٹری - پروفیسر محمد عبداللہ سکرٹری بابو منظور الٰہی اسسٹنٹ سکرٹری - ڈاکٹر غلام محمد - یعقوب علی پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ جموں - سید غلام مصطفےٰ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول - رحمت خاں بدر پبلشر اخبار لائٹ - شیخ صلاح الدین پرنٹر اخبار لائٹ - چودھری محمد حسین منیجر بکڈپو - ملک محمد امین [illegible]

یوم تنظیم ملت

ایام عالم میں ۹ ربیع الاول کے دوسرے دوشنبہ کو بہت ہی بڑا شرف حاصل ہے۔ اسی تاریخ صبح سعادت کے وقت طلوع آفتاب سے پہلے خورشید نبوت نے طلوع فرمایا۔ اور حضور سید عالم کی ولادت سے عالم انسانیت کی تنظیم کی بنیاد رکھی گئی۔ اس واقعہ کے پورے چالیس برس بعد بالکل یہی دن تھا اور یہی تاریخ کہ رحمت خداوندی نے ایک دوسرا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ اور آپ غار حرا میں خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اس واقعہ کے پورے تئیس برس بعد جبکہ یہی دوشنبہ دنیا میں دوبارہ نمودار ہوا تو حضور نے نہایت کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ اپنے فرائض نبوت کو ختم فرمایا۔ دین مکمل ہوگیا۔ اور حضور اپنے بھیجنے والے کی طرف معاودت فرما گئے۔ پس یہ وہ مبارک دن ہے جس میں مشیت الٰہی نے وحدت نسل انسانی اور تنظیم عالم انسانیت کا کام شروع کیا۔ اپنے برگزیدہ رسول کو مقدس تنظیمی مشن پر مامور فرمایا۔ اور دین فطرت ہمیشہ کے لئے کامل کردیا۔

ہماری تجویز ہے کہ مسلمانان ہندوستان اسی مبارک دن کو جو حضور سید عالم کی ولادت، بعثت اور تکمیل فرائض نبوت کے سہ گانہ فرائض سے پرنور ہے۔ اپنی قومی تنظیم کے لئے ایک دائمی

یوم تنظیم

قرار دیں۔ اس دن تحفظ ناموس نبوی کے لئے ایک مستقل قانون کا مطالبہ کیا جائے۔ تمام اسلامی جماعتوں کے اتحاد واشتراک عمل سے مسلمانوں کی اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی اصلاح اور دیگر مشترکہ مقاصد کے لئے ہندوستان کے ایک ایک قریہ میں تنظیم کمیٹیاں قایم کی جائیں۔ اور تنظیم وتعمیر ملت کے مقاصد کی اشاعت کے لئے محفوظ سرمایہ تنظیم کی فراہمی کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ ہمیں امید ہے کہ تمام مختلف الخیال رہنما اور معزز اخبار نویس یوم میلاد نبوی کو جو درحقیقت تاسیس ملت اور تنظیم انسانیت کے سب سے پہلے اور سب سے آخری مظاہرے کی ایک قابل یادگار ہے۔ صحیح معنوں میں یوم تنظیم ملت بنانے کی کوشش کریں گے۔

(نواب) محمد اسمٰعیل خاں۔ (ڈاکٹر) سیف الدین کچلو۔ (شیخ) محمد صادق حسن۔

گورو گوبند سنگھ صاحب

ہم جماعت احمدیہ لاہور کے ذیل کے ممبران اپنی قوم کی طرف سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مورخہ ۱۷ اگست کے اخبار لائٹ میں جو ناشائستہ الفاظ کسی نامہ نگار کی طرف سے گورو گوبند سنگھ صاحب کی شان میں لکھے گئے ہیں۔ ان سے ہم بیزار ہیں۔ ہم باباگورو نانک صاحب کی دل سے تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ اور گورو گوبند سنگھ صاحب کی عزت کرتے ہیں۔ اسلام ہمکو اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی قوم کے پتھر کے بت کی بھی توہین کریں۔ چہ جائیکہ سکھ قوم کے بزرگوں کی شان میں کوئی کلمہ توہین روا رکھیں۔

ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کو اس ملک میں اکٹھا رہنا ہے بہتر ہے کہ وہ سب صلح وآشتی سے اکٹھے زندگی بسر کریں۔ اور صلح وآشتی کا بہترین طریق یہ ہے کہ وہ سب ایک دوسرے کے بزرگوں کی دشنام دہی سے نہ صرف باز رہیں بلکہ ان کی دل سے تعظیم کریں۔ ہم اپنی طرف سے بارہا اس کا اظہار کرچکے ہیں۔ کہ اسلام کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ ہم تمام قوموں کے پیغمبروں، ہادیوں، اور رشیوں کی تعظیم کریں۔ چنانچہ ہم حضرت عیسیٰ اور موسیٰ (علےٰ نبینا وعلیہما السلام) کی تعظیم کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے بزرگوں اور رشیوں مثلاً رامچندر جی مہاراج اور لارڈ کرشنا کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت بابانانک جنہوں نے ہندوستان میں توحید کی تعلیم کا پرچار کیا۔ بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آؤ ہم سارے کے سارے ملکر ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم کریں۔ اور اس طرح ہندوستان کے اندر صلح قایم کردیں۔ (۴۴)

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ العزیز

مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۴۷ء

الٓمٓ ذالک الکتٰب لا ریب فیہ ..... اولٰئک ھم المفلحون

یہ آیات قرآن کریم کے شروع کی آیات ہیں۔ فرمایا **ذالک الکتٰب لا ریب فیہ** یہ کتاب اس میں شک نہیں **ھدًی للمتقین** متقیوں کو منزل مقصود پر پہنچانے والی ہے۔ **الذین یومنون بالغیب** متقی وہ لوگ ہیں جو غیب یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں **ویقیمون الصلوٰۃ** اور نماز قایم کرتے ہیں۔ **ومما رزقنٰھم ینفقون** اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ **الذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون** اور وہ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا تیری طرف اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ **اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون**۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہوں گے۔

یہ چند آیات ایسی کتاب کے شروع میں ہیں۔ جو مخالفوں اور دشمنوں کے نقطہ نگاہ سے ایک عرب کا رہنے والا امی جو علم سے ناواقف ہے۔ اس کی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن دنیا کی جتنی مذہبی کتابیں ہیں ان کو کھول کر رکھا جائے اور قرآن کو بھی ان کے سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے اپنی ابتدا اس طرح کی ہے جس طرح کوئی علمی کتاب اپنی ابتدا کرتی ہے۔ مسلمانوں میں تورات اور انجیل مشہور کتابیں ہیں۔ ان کو بھی اگر دیکھا جائے تو تورات کی ابتدا اس سے ہوتی ہے کہ زمین اور آسمان کس طرح پیدا ہوئے اور انجیل شاید اس مناسبت سے کہ حضرت عیسےٰ کو بن باپ ٹھہرایا گیا۔ ان کے نسب نامہ سے شروع ہوتی ہے۔ اور جتنی کتابیں دیکھی ہیں مثلاً وید یا زرتشت کی کتاب ان کی ابتدا بھی اس طرح نہیں ہوتی کہ کتاب اپنی غرض اور ضرورت کو بیان کرے۔ قرآن نے جس طرح کوئی مقنن جب کوئی قانون بناتا ہے تو اس کی غرض وغایت کو شروع میں بیان کرتا ہے اسی طرح کہا **ذالک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین**۔ اول تو اس کو کتاب کہا کہ ایک منظم چیز ہے۔ کوئی بکھرے ہوئے اجزا نہیں جیسے لوگ سمجھتے ہیں۔ پھر کتاب بھی ایسی ہے جو منزل مقصود پر پہنچاتی ہے۔ جو اس پر عمل کرتے ہیں وہ سیدھے رستہ پر ہیں۔ اور ان کا سیدھے رستہ پر ہونا اس سے ثابت ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ یہ نہیں کہ اللہ اللہ کرنے والا ایک گروہ پیدا کر دیا۔ بلکہ قرآن کہتا ہے کہ ہم یہ کتاب دیتے ہیں۔ جو لوگ اس پر چلتے ہیں وہ کامیاب ہوں گے اور ان کی کامیابی کا ذکر بھی لفظ فلاح سے کیا ہے۔ یعنی وہ اخلاقی طور پر بھی دنیا کے رہبر ہوں گے۔ اور دنیوی رنگ میں بھی۔ اس کی ابتدا اس رنگ میں کرنا اور شروع ہی میں اس کی غرض بتانا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایک امی کا کلام نہیں ہو سکتا۔

یہ تو نرا دعوےٰ ہوتا اگر بالفرض ہمارے نبی کریم صلعم کو ایسے ہی واقعات پیش آ جاتے جیسے حضرت عیسےٰ کو پیش آ گئے۔ جیسا کہ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسےٰ نے دو چار برس نہایت زور دار الفاظ میں وعظ کئے۔ اور شاہی تختوں کے وعدے بھی دلائے لیکن نتیجہ الٹا ہوا۔ قرآن کریم نے کوئی تختوں کے وعدے نہیں کئے البتہ کامیابی کا وعدہ ضرور کیا۔ اور تاریخ اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ جو لوگ سب سے پہلے اس پر چلے ان کو اس قدر کامیابی ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ فلاح کا لفظ نرے کسی ایسے شخص پر نہیں بولتے جو بڑا عبادت کرنے والا ہو۔ مفلح کے معنے ہیں۔ دینی و دنیوی بھلائیوں کو جمع کرنے والا۔ عرب کی قوم وہ قوم تھی کہ دنیوی رنگ میں بھی کسی شمار میں نہ تھی اور اخلاقی رنگ میں بھی ذلیل تھی۔ اگر پہلے ہی کسی قوم کا قدم اچھے رستے پر ہو تو اس کو کسی راہ پر لگا کر کوئی بات پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن عرب دینی و دنیوی رنگ میں دنیا کی تمام قوموں سے گرے ہوئے تھے [illegible]

صدیوں تک چلتی تھی۔ کوئی تمدن اور معاشرت کا قانون ان میں نہ تھا اخلاقی عادات بہت پست تھیں۔ سوائے مہمان نوازی وغیرہ کی عادات کے۔ جو ملک کے حالات کے لحاظ سے ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔ یہاں آ کر ایک دشمن کو بھی حیران ہونا پڑتا ہے۔ کہ جس حالت سے محمد رسول اللہ صلعم نے اس قوم کو نکالا اور جس بلند مقام پر پہنچایا اس کی نظیر تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی۔ ایک انسان نہیں دو نہیں پورے ملک کے ملک کو اٹھا کر دنیا کا رہبر بنا دیا۔ اس قوم کے اندر وہ روح بھری گئی کہ اس کو صدیاں نہیں نکال سکیں۔ آج بھی اس گری ہوئی حالت میں وہ روح اس کے اندر باقی ہے۔ ایک بیس سال کے عرصہ میں ایسا حیرت انگیز کام کر دکھایا۔ ایک عاجز آدمی کیا کر سکتا ہے۔

قرآن کی پُرحکمت ترتیب

پھر قرآن کی ترتیب ایسی عجیب رکھی ہے۔ کہ بڑی پرحکمت کتاب ثابت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے لفظ ہیں **الذین یومنون بالغیب** اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے مذاہب اور اسلام میں کوئی امتیاز قایم کرنا ہو تو وہ امتیاز محض یہ ہے کہ دوسرے مذاہب میں سارا زور چند اعتقادوں پر ہی دیا ہے۔ لیکن اسلام نے جہاں ایمان کو ضروری قرار دیا ہے وہاں عمل پر بھی بڑا زور دیا ہے باایں اس کتاب کو شروع کہاں سے کیا **الذین یومنون بالغیب** ایمان روح ہے۔ اور اسی روح سے قوم کے اندر وہ عظیم الشان طاقت پیدا ہو گئی تھی جس کے سامنے دنیا کی سب طاقتیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ جاہل کہتے ہیں کہ بہشت و دوزخ کے نظارے پیش کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا تھا۔ لیکن کیا کسی کے اپنے مخالفوں کو عذاب کی دھمکیاں دیدینے سے یا اپنے ساتھیوں کو خوشحالی کے وعدے دینے سے کوئی قوم بن جاتی ہے۔ ان چیزوں سے وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ جو محمد رسول اللہ صلعم نے پیدا کر دکھائی وہ کیا چیز تھی جو محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے ساتھیوں کے اندر بھر دی تھی۔ کہ بڑی بڑی عظیم الشان طاقتیں انہیں ایسی نظر آتی تھیں جیسے تاش کے پتے۔ بڑی بڑی سلطنتوں سے وہ اس طرح مقابلہ کرتے کہ گویا اس کی کچھ حیثیت ہی نہیں۔ یہ یقین اور ایمان تھا ان کے اندر جس سے ان کی روحیں بھری ہوئی تھیں۔ ایمان فی الحقیقت انسان کے اندر ایک زندہ روح ہے۔ وہ انسان کے اندر ایک سٹیم بھر دیتا ہے، وہی انسان بڑا ہوتا ہے۔ مردہ ہوتا ہے ایمان اس کو زندہ کر دیتا ہے۔ جیسے بار بار فرمایا۔ **اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا**۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ اونٹوں کے چرانے والے کہیں کسی سکول میں بیٹھ کر تعلیم نہیں پائی۔ ملکوں کو کس طرح فتح کرتے ہیں۔ اور کس قابلیت سے ان کا انتظام کرتے ہیں۔ وہ ایمان تھا جس نے اس قدر عظیم الشان کام ان سے کرائے۔

مجدد وقت کا عظیم الشان کام

یہی غلطی حضرت مرزا صاحب کے متعلق لوگوں کو لگی وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خدا جانے کیا نیا مذہب لوگوں کو دے دیا ہے۔ مجدد کوئی نئی چیز لے کر نہیں آتے۔ دو چیزیں ہوتی ہیں جن سے انسان دوسرے کو دیکھ سکتا ہے۔ ایک تو دعوےٰ اور ایک کچھ کام کر کے دکھاتا ہے اگر دعوےٰ کی سمجھ نہ آئے تو کام سے دیکھ لینا چاہیئے۔ نبی تو آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہے۔ اب کسی نئے قانون کی ضرورت نہیں کہ نیا نبی آئے۔ مجدد کس لئے آتے ہیں تاکہ وہ ایمان کی روح جو محمد رسول اللہ نے پیدا کی تھی اسے جگا دیں۔ از سر نو زندہ کر دیں۔ یہی کام مرزا صاحب نے کیا۔ اس سوئی ہوئی روح کو کہ اسلام دنیا میں غالب آ کر رہے گا۔ مسلمانوں میں زندہ کر دیا۔ اس وقت مسلمان دین کی طرف سے بالکل خفتہ تھے۔ سر سید احمد خاں نے اس میں شک نہیں کہ بڑا کام کیا ہے۔ لیکن یہ خیال کہ اسلام دنیا میں غالب آئے گا یہ ان کو بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ آج بھی بہت بڑے بڑے لوگ ہیں ان کا خیال یہ نہیں کہ اسلام بھی دنیا میں غالب آ سکتا ہے۔ وہ ایمان جو ان کے اندر اسلام نے پیدا کیا تھا۔ سوئی ہوئی حالت میں پڑا ہے۔ مرزا صاحب نے اس ایمان کو جگایا ہے۔ اور ایک جا[illegible]

[illegible]

کہ لوگوں کا خیال تھا کہ مہدی آئے گا اور وہ تلوار سے لوگوں کو مسلمان بنائیگا ایسا ہی مسیح کے متعلق خیال تھا کہ اس کے دم سے کافر مرتے جائیں گے یہ بھی محتاجی۔ یہ اعتراف تھا اس بات کا کہ اسلام کے اندر طاقت نہیں کہ دلائل کی قوت کے ساتھ غلبہ پا سکے۔ یہ خیال اس سے پیدا ہو گیا تھا کہ محمد رسول اللہ کے نام لیواؤں کے اندر یہ طاقت نہیں رہی کہ اسلام کو اس کی اندرونی طاقت اور معقولیت کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلا سکیں۔ غور کیجئے یہ جتنے مسئلے بنائے ہوئے ہیں مسیح اور مہدی کی تلوار کے ذریعہ سے دنیا کو فتح کرنے کے وہ تو اسلام کے لئے شرم کا موجب ہیں۔ یہی تو اعتراض دشمن کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اور جب ان کے سامنے یہ کیفیت ہو کہ قرآن کے ذریعہ سے تو کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا لیکن مہدی کی تلوار سے لوگ اسلام قبول کریں گے۔ قرآنی دلائل سے تو کفر نہیں مرتا لیکن مسیح کے دم سے کافر مریں گے تو ان کا اعتراض اور پختہ ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت یہ رکاوٹیں تھیں اسلام کے رستے میں۔

اسلام کی قبولیت

جب تک مسلمان اس خیال میں ہیں کہ اوپر سے کوئی آئے گا جو تلوار کے ذریعے سے اسلام غالب کرے گا اس وقت تک ہم میں طاقت کہاں پیدا ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے اس احتیاج کو جو کسی آنے والے کی مسلمانوں کو تھی ختم کر دیا۔ اور مسلمانوں کو خود کام کرنے کے لئے اٹھایا۔ آخر آپ دیکھتے نہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت نے جو مرزا صاحب نے بنائی ہے۔ کس قدر عظیم الشان کام کیا ہے بہت لوگ ہیں جن کا یہی خیال تھا کہ اسلام بھلا کہاں انگلستان میں قبول ہو سکتا ہے۔ لیکن آج یہ مارمڈیوک پکتھال، لارڈ ہیڈلے سر آرچیبالڈ ہملٹن جیسے معزز لوگ کہاں سے آ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے اندر اسلام کے لئے کشش موجود ہے یہ فی الحقیقت قرآن کی طاقت ہے کہ ان لوگوں کو قائل کر لیتا ہے۔ مسلمانوں نے تو قرآن کو چھوڑ رکھا ہے ورنہ فی الحقیقت قرآن کے اندر طاقت موجود تھی۔ محمد رسول اللہ کے اندر طاقت موجود تھی۔

جہاد منسوخ نہیں ہو سکتا

اگر مرزا صاحب نے کوئی غلطی کی تو یہی کہ یہ کہہ دیا کہ آسمان سے کسی کے اترنے کا خیال غلطی پر مبنی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مسیح اور مہدی کو آ کر اسلام کو تلوار سے پھیلانا ہے۔ اور اس کے بغیر وہ غالب نہیں ہو سکتا تو پہلے بھی تلوار ہی سے پھیلا ہو گا۔ تلوار بے شک مسلمانوں نے اٹھائی ہے۔ لیکن وہ تو اس لئے تھی کہ جب قوموں نے اسے ملیامیٹ کر دینا چاہا تو ان کے حملوں کو روک کر اپنی حفاظت اس کے ذریعہ سے کی۔ اب بھی اگر ضرورت پیش آ جائے کہ کوئی تلوار کے ذریعہ مٹانا چاہے تو اس کے بالمقابل تلوار اٹھانے کی اجازت بروئے قرآن موجود ہے۔ مرزا صاحب نے ایسے حالات میں تلوار اٹھانے سے منع نہیں کیا۔ ان کے صاف لفظ ہیں **وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمان وھذہ البلاد**۔ جہاد کی وجوہ اس زمانہ اور ان ممالک میں معدوم ہیں۔ اس سے بڑھ کر صفائی اور کیا ہو سکتی ہے یہ نہیں کہا کہ جہاد کسی حالت میں جائز نہیں۔ بلکہ تلوار کے جہاد کی شرائط معدوم ہونے کے سبب سے اس زمانہ اور ان ممالک میں اس سے روکا ہے۔ اگر حالات بدل جائیں تو یہ فتوےٰ بھی بدل جائے گا۔

کامیابی کی کنجی ایمان ہے

غرض میری ان تمام باتوں سے یہ ہے کہ جس بات کو عیب کے رنگ میں دیکھتے ہیں وہی فی الحقیقت خوبی کی بات ہے۔ بھلا ایک گاؤں کا رہنے والا جس کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں۔ دین کا کچھ علم رکھتا ہو اور زیادہ سے زیادہ بہت عبادت کر لیتا ہو گا لیکن یہ بات کہ اسلام دنیا پر غالب آئیگا۔ جس دن قلم ہاتھ میں پکڑا اسی دن سے اس کی کتابوں میں نظر آتی ہے۔ یہ بات کہاں سے اس کے دل میں آئی۔ اسے کیونکر یقین تھا کہ اسلام ضرور دنیا پر غالب ہو گا۔ اسلام اور مسلمانوں کے حالات تو اس وقت آج سے بھی ناگفتہ بہ تھے۔ لیکن دیکھیئے کہ جس خیال کو پکڑا اس کو آخر تک کس طرح نبھایا۔ کہ ایک قوم کے اندر اس کو پھونک دیا۔ وہ ایمان سو چکا تھا مرزا صاحب نے اس کو جگا دیا۔ یہ ایمان ہی ایک چیز ہے جو انسان کو کامیاب بناتا ہے۔ خواہ کسی کو ملک پر ایمان ہو۔ قوم پر ایمان ہو ایمان کے بغیر کامیابی [illegible]

مذاکرۂ علمیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جہلم کے قلم سے)

جنگ کے متعلق قرآنی احکام

سوال - قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ فاذا انسلخ الاشہر الحرام فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم الخ کیا مذکورہ بالا آیہ کریمہ کے موجب ہم کسی مشرک کو قتل کر سکتے ہیں مفصل و معقول جواب دیں -

جواب - قرآن کریم نے جنگ کے متعلق جو اصول قائم کیا ہے پہلے اسے سمجھ لیجئے - فرماتا ہے - وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقر) اور اللہ کے رستے میں جنگ کرو - ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں - اور حد سے نہ بڑھنا بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا - مطلب یہ کہ جنگ صرف انہی لوگوں سے جائز ہے جو تم سے لڑیں - جو تم سے نہیں لڑتے ان سے لڑنا حد سے بڑھنا ہے - جو خدا تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے - اس اصول کو مدنظر رکھ کر آپ قرآن کو پڑھیں گے تو تمام باتیں صاف ہو جائیں گی مشرکین عرب اسلام کے سخت دشمن تھے - اور طرح طرح سے اسلام کی بیخکنی کی کوشش کرتے رہتے تھے - کبھی دب کر صلح کے معاہدے بھی کر لیتے تھے - مگر جہاں موقع مل جاتا تو تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ کر وہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں فرق نہ کرتے تھے چنانچہ قرآن نے ان کے اسی نقض عہد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے - الذین عاھدت منھم ثم ینقضون عھدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون (الانفال) یہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر یہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ دیتے ہیں اور بدعہدی کے وبال سے ذرا نہیں ڈرتے

اعدائے اسلام کی یورش

ان لوگوں نے یہاں تک شرارت کی کہ آنحضرت صلعم جب قیصر روم کے حملہ کی خبر سن کر عرب کی شمالی سرحد پر تبوک کے مقام پر دشمن کو روکنے تشریف لے گئے اور بڑا حصہ صحابہ کا آپ کے ہمراہ تھا اس وقت مشرکین عرب نے مدینہ کو مسلمانوں سے خالی پا کر اپنے تمام معاہدوں کو پس پشت پھینک دیا - اور مسلمانوں کی بیخکنی کے لئے آمادہ ہو گئے - یہ حالت کس قدر نازک تھی اور اسلام کے تباہ ہو جانے میں کیا کسر باقی رہ گئی تھی - ایک طرف روم کی عظیم الشان سلطنت مسلمانوں کو کچلنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے - دوسری طرف گھر میں یہ حال ہے کہ تمام عرب کی مشرک قومیں اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے آمادہ ہو گئی ہیں - اور انہوں نے اپنے تمام معاہدے پھاڑ کر پھینک دیئے ہیں - اگر خدا کا ہاتھ اسلام کی نصرت میں نہ ہوتا - تو ہلاکت میں کیا شک باقی رہ گیا تھا - قیصر پر تو خدائی رعب پڑ گیا وہ نہ آیا - اس لئے مشرکین عرب کے منصوبے بھی خاک میں مل گئے - لیکن اب ضروری ہوا کہ ایسے نازک وقت میں جن لوگوں نے غداری اور عہد شکنی کی تھی - ان کا کوئی انتظام کیا جاتا - موجودہ مہذب قومیں ہوتیں تو وہ مارشل لا جاری کر کے سینکڑوں کو پھانسی پر لٹکا دیتیں - اور ان کے گھروں پر ہوائی جہازوں سے بم پھینک کر ان کا قلع قمع کر دیتیں - لیکن اسلام نے یہ نہیں کیا -

اعلان جنگ

اس نے شریف اور انصاف پسند بہادروں کی طرح حج کے دن ان قوموں سے اعلان جنگ کر دیا - اور حج کے چار مہینے کا نوٹس دے دیا کہ چار ماہ کی تمہیں مہلت ہے - بے شک حج سے فارغ ہو لو - جنگ کی تیاری کر لو - اس کے بعد ہم تم سے لڑیں گے کیونکہ تم اب اس قابل نہیں ہو کہ تم کو شریف دشمن سمجھ کر تم سے کوئی معاہدہ کیا جائے - بلکہ ضروری ہے کہ تم اسلام کی عمل گستری میں فتنہ و فساد کی آگ دور ہو - ان لوگوں کو آزاد چھوڑنے کا نتیجہ یہ تھا - کہ تمام ملک میں سخت بدامنی اور فساد پھیلا ہوا تھا - کسی شریف انسان کی جان اور عزت محفوظ نہیں تھی - نہ انہیں اپنے معاہدوں کا کچھ پاس تھا - لہٰذا ضروری تھا کہ ان کو اب محکوم بنا کر ان کی زہریلی کچلیوں سے ملک کو امن میں لایا جائے - اور ان سے قانون کی پابندی کرائی جائے - چنانچہ جنہوں نے عہد نہیں توڑا تھا - ان کو صاف لفظوں میں اس اعلان جنگ سے مستثنیٰ کر دیا - الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم - ان اللہ یحب المتقین (التوبہ) فرمایا وہ مشرک لوگ اس اعلان جنگ سے مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد کیا اور انہوں نے کوئی عہد شکنی نہیں کی - اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی - پس ان کے ساتھ جو معاہدے ہیں - انہیں اپنی میعاد تک پورا کرو - اللہ ایسے متقیوں کو محبوب رکھتا ہے - ہاں ان لوگوں سے جنگ کا اعلان تھا - جن کے متعلق خود فرماتے ہیں - کیف وان یظھروا علیکم لا یرقبوا فیکم الا ولا ذمۃ - یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم واکثرھم فاسقون (التوبہ) ان مشرکوں کے عہد کا کیا اعتبار رہ گیا - جب کہ ان کا یہ حال ہے - کہ اگر تم پر غلبہ پا جاتے ہیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس رکھتے ہیں - نہ عہد و پیمان کا محض زبانی باتوں سے تم کو راضی رکھنا چاہتے ہیں - حالانکہ ان کے دل ان باتوں سے انکار کرتے ہیں - اور ان میں کثرت عہد کو توڑنے والوں ہی کی ہے پس مشرکین عرب کی ہر موقع پر مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی اور ہر نازک وقت میں اسلام کی بیخکنی کے لئے دشمنوں کے ساتھ ملنے اور ان کی مدد کرنے نے ان کو اب بے اعتبار بنا دیا تھا - اور ان کے آئے دن کے فتنہ و فساد سے عاجز آ کر اب ضروری ہو گیا تھا کہ ملک عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت قائم کی جائے جس کے ماتحت ملک میں امن قائم ہو - اور عہد شکنوں اور سرکشوں کی شرارتوں کا سدباب ہو - اور یہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں کو اب آزاد نہ چھوڑا جاتا اور باقاعدہ حکومت کے نیچے لایا جاتا - اس لئے اسلام نے نہایت انصاف کے ساتھ ان کو حج کے موقعہ پر چار ماہ کا نوٹس دے دیا - کہ جنگ کی تیاری کر لو - ہم اب تم سے کوئی معاہدہ نہیں کریں گے بلکہ تمہیں مغلوب کر کے اپنی حکومت کے قانون کے نیچے رکھیں گے تاکہ تم آئندہ فتنہ و فساد اور بغاوت و سرکشی نہ کر سکو - چنانچہ حکم ہوتا ہے فاذا انسلخ الاشہر الحرام فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور الرحیم وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون - جب عزت والے مہینے گزر جائیں - تو پھر مشرکوں کو قتل کرو جہاں تم پاؤ - اور ان کو پکڑ لو - اور ان کو روک دو - اور ان کے لئے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو - پھر اگر توبہ کریں - اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو - بے شک اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے - اور اگر ان مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو - یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو - یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو جانتے نہیں ہیں -

قواعد جنگ

قاعدہ ہے کہ جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو پھر اس کے لئے کوئی جگہ مقرر نہیں ہوتی - کسی فریق کا کوئی آدمی دوسرے فریق کے کسی آدمی کو کہیں مل جائے وہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں - قتل - قید - ملک میں داخل ہونے سے روکنا - یہی تین ذرائع ہیں جن سے لڑنے والے فریق ایک دوسرے کو زیر کرنا چاہتے ہیں - کسی فریق کا کوئی آدمی کہیں بھی مل جائے دوسرا فریق اسے یا قتل کر دے گا - یا قید کرے گا - یا کم سے کم اسے اپنی حد میں داخل ہونے سے روکے گا - انہی تین ذرائع کا یہاں ذکر کیا - فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم - یعنی جنگ شروع ہو جانے کے بعد فریق مخالف یعنی مشرکوں کو [illegible] روکو - میری سمجھ میں نہیں کہ قتل کرنے کا جواز ان آیات سے کس طرح نکلے گا - یہ تو جنگ میں فریق مخالف کو زیر کرنے کے تین ذرائع بتلائے ہیں - اور واقعدوا لھم کل مرصد بھی فرمایا کہ دشمن کے لئے گھات میں بیٹھو جو جنگ کے موقعہ پر نہایت اہم اور ضروری اصول دشمن پر حملہ کرنے کا ہے

شرائط صلح

اس کے آگے اس جنگ کو جو ان شورہ پشت اور عہد شکن مشرکین عرب سے شروع ہوئی تھی - ختم کرنے کی ترکیب بھی تبلا دیتے ہیں اور وہ دو ہی طریق ہو سکتے تھے - یا تو وہ سچے دل سے مسلمان ہو کر حاکم قوم کا جزو بن جائیں - اور اس طرح مسلمانوں کے اغراض و مقاصد میں متفق و ہمنوا ہو جائیں - ایسی صورت میں بوجہ مسلمان بھائی ہونے کے مسلمانوں کو ان پر دوبارہ اعتماد پیدا ہو جانا لازمی بات تھی - اور دوسرا طریق یہ تھا - کہ وہ مسلمانوں سے پناہ مانگ لیں - اور ان سے مغلوب ہو کر اپنے آپ کو ان کی حکومت کے جوئے تلے دیدیں یہی دو طریق یہاں ذکر فرمائے ہیں - پہلے فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور الرحیم - اگر وہ توبہ کریں (یعنی اسلام لے آئیں) اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یا دینے عملی طور پر وہ اپنے مخلص مسلمان ہونے کا ثبوت نماز اور زکوٰۃ سے دیں اور وقت ٹالنے کے لئے زبان سے اسلام کا دعوےٰ نہ کریں) تو پھر ان کا رستہ چھوڑ دو - (یعنی ان سے جنگ نہ کرو) بے شک اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے - دوسرا طریق یہ بتایا کہ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون - اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو پناہ دے دو - یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے - پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لئے کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں - یعنی ہر ایک مشرک جو پناہ چاہتا ہو اسے پناہ دینا مسلمان کا فرض ہے - ہاں چونکہ ان لوگوں کو خدا کے کلام کا علم نہ تھا اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس مغلوب شدہ دشمن کو خدا کا کلام سنا دو شاید یہ اس سے فائدہ اٹھا لے - لیکن مجبور نہ کرو - صرف کلام الٰہی سنا کر اسے اس کے گھر جو اب اس کے لئے امن کی جگہ ہے پہنچا دو امن کی جگہ اس لئے کہ اب وہ اسلامی حکومت کے پرامن سایہ کے نیچے ہے - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بڑھ کر رواداری کا قانون اور کوئی ہو سکتا ہے - کہ عہد شکن بانی فتنہ و فساد دشمن مگر پناہ چاہتا ہے - تو پناہ دے دو - اور اسلامی حکومت کے سایہ کے نیچے اسے پرامن شہری کی طرح لینے دو - اس سے کوئی بازپرس نہ کرو ہاں ہمدردی انسانی کے تقاضہ کے ماتحت اسے خدا کا کلام سنا دو تا اسے کوئی فائدہ پہنچ جائے -

جنگ کا اصل مقصد

غالباً لوگوں کو پہلے طریق سے جس میں یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو - اور ان سے جنگ نہ کرو - دھوکہ لگ جاتا ہے - کہ شاید جنگ کا مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ اسلام لائیں حاشا و کلا ہرگز نہیں - جنگ کا مقصد یہ نہ تھا - جنگ کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو جو بار بار عہد شکنی اور در پردہ دشمنی سے اپنا اعتبار کھو چکے تھے - اور جن کا آزاد رہنا ملک کے امن و امان کے لئے خطرناک تھا - انہیں اسلام کی باقاعدہ منظم اور پرامن گورنمنٹ کے سایہ تلے لا کر ان کی شرارتوں کا سدباب کیا جائے - لیکن جس طرح قرآن نے ان مشرکین سے لڑنا منع فرمایا ہے - جنہوں نے عہد شکنی نہیں کی - اسی طرح ان مشرکین سے بھی جنگ کو روک دیا جو اپنی عہد شکنیوں سے توبہ کر کے اسلام لے آئیں - (اسی لئے یہاں تابوا کا لفظ استعمال فرمایا) اور نہ صرف زبانی جمع خرچ سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں بلکہ عمل سے بھی اپنے اخلاص کا ثبوت دیں تو پھر ایسے لوگ چونکہ مسلمان ہو کر فاتح قوم کا جزو بن چکے اور تائب ہو کر اور عمل سے اپنا اخلاص دکھا کر قابل اعتبار ہو چکے - اس لئے فرمایا کہ ان سے بھی جنگ نہ کرو - اگر مسلمان بنانا مقصود تھا - تو مشرک کو پناہ دینے کا حکم بے معنے تھا - مسلمان ہونے سے پہلے اس کے لئے کوئی پناہ نہ ہونی چاہئے تھی - مسلمان ہونے کے بغیر پناہ دینا بتاتا ہے کہ مسلمان ہونا مقصود اصلی نہ تھا - بلکہ مقصود اصلی ان عہد شکن مشرکوں کا مسلمانوں سے پناہ مانگنا اور باقاعدہ اسلامی حکومت کے جوئے کو [illegible]

نصرت آلہی کے نظارے

(جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کا صالی قلم سے)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں کسر صلیب اور قتل خنزیر کے لئے ہمیں ہر قسم کے سامان حرب سے مسلح فرمایا وہاں مسلمانوں میں وہ مرض جو دیمک کی طرح ان کی سوسائٹی کو خراب کر رہا تھا ۔ اور روز بروز ان کی کمزوری کی وجہ ہو رہا تھا ۔ یعنی فتاوی تکفیر، اس کو دور کرنے کے لئے بھی بہت زور صرف کیا ۔ اور ہمیں بتایا کہ آپ کی جماعت کا فرض ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں سے یہ تباہ کن بیماری دور کی جائے چنانچہ اس کے لئے آپ نے اپنی جماعت کو متنبہ کیا کہ جب تک یہ فتوے کفر اٹھا یا نہ جائے تم مسلمانوں سے مل کر نماز نہ ادا کرو۔ اور یہ صرف اس لئے تھا کہ تا ہمیں معلوم رہے کہ تم کو یہ غلط کاری مسلمانوں سے دور کرنی ہے ۔ کیونکہ ایک جماعت کے لئے جو کہ محض خادم اسلام ہے ۔ اور جس کے بنانے کی غرض مسلمانوں کی ہمدردی کرنا ہو۔ ان کو یہ ارشاد کرنا کہ وہ فلاں امر میں مسلمانوں سے علیحدہ ہو جائیں صاف بتاتا ہے کہ یہ اس لئے تھا تاکہ یہ جماعت اس تباہ کن روگ کو پہلے مسلمانوں سے دور کرے جو کہ ایک کلمہ گو دوسرے کا دشمن بنا رہا ہے ۔ اور جب یہ دور ہو جائے تو باقی اصلاح قومی بہت آسان ہو جائے گی ۔

اتحاد بین المسلمین

چنانچہ ہم نے اس تکفیر بازی کی اہمیت کو سمجھا اور جب ہماری قوم کا ایک حصہ غلو میں پڑ کر اس مرض متعدی کا شکار ہو گیا تو ہم نے اس سے علیحدگی کو بھی اس کے لئے قبول کیا ۔ اور کون نہیں جانتا کہ سنہ ۱۹۱۶ء سے لیکر آج تک ہم اسی کوشش میں رہے کہ کسی طرح یہ تکفیر بازی مسلمانوں سے دور ہو جائے ۔ حالانکہ ہمارے بھائیوں نے ہمیں اس کے لئے منافق تک کہدیا ۔ لیکن جیسا کہ مقدر تھا ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا ۔ ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی اور گزشتہ موسم سرما میں ہم نے خاص طور پر دو مقاصد کو سامنے رکھ کر جد وجہد شروع کی ۔

پہلا مقصد ہمارا یہ تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد قائم ہو جائے ۔ اور اس کے لئے ضروری تھا کہ مسئلہ تکفیر سے عام مسلمانوں میں نفرت پیدا کیجائے ۔ کیونکہ علما اور مشائخ کی حالت اس امر میں مایوس کن تھی

دوسرا مقصد ہمارے سامنے یہ تھا کہ مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت پر خبردار کیا جائے ۔ کیونکہ غربت کی وجہ سے اکثر لوگ مرتد ہو رہے تھے ۔ اس لئے اشاعت اسلام کے کام کے اندر ضمناً ہمیں اس طرف توجہ کرنی پڑی ۔

ان ہر دو مقاصد کو سامنے رکھ کر ہم نے نہایت سکون سے بغیر کسی شور وشر کے جلسے شروع کئے ۔ اور ان جلسوں میں ہر خیال کے مسلمانوں کو لیکچر دینے کے لئے شامل کیا گیا ۔ چنانچہ ان کی بہت مقبولیت ہوئی ۔ اور اللہ تعالے کے فضل اور کرم سے عام مسلمانوں کے دلوں میں کفر بازی اور کفر باز مولویوں سے نفرت پیدا ہو گئی ۔ اور نتیجہ جیسا کہ ہونا چاہیے تھا ہوا ۔ آپس میں کلمہ گوؤں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور محبت کے جذبات موجزن ہونے لگے ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے نہایت ہی موثر پیرائے میں بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے ۔ جس سے کل ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر اپنی مالی کمزوری کا احساس پیدا ہو گیا اور اس کے اسباب پر غور کرنے کے لئے اخبارات اور مجلسوں میں ذکر ہونا شروع ہو گیا ۔ نہ صرف عوام الناس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر پیدا کیا کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے تکفیر سے بیزاری کا اختیار کی ۔ چنانچہ ایک فضا پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے کفر باز ملاں بھی اب کسی پر کفر کا فتوے لگانے کی جرات نہیں کر سکتے ۔ یہی نہیں بلکہ بڑے بڑے مکفرین کے دل بل گئے ۔ اور اکثر ان میں سے بھی اب اس بات کو دبی زبان سے مکروہ کہنے لگ گئے ہیں ۔ یہاں تک کہ ہمارے میاں صاحب جو کسی وقت بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم دوسرے مسلمانوں کو کافر کہیں اور ان کا فرض ہے کہ وہ ہمیں کافر سمجھیں ۔ اور یہ کہ اگر ایک تلوار میری گردن کے اس طرف ہو اور ایک دوسری طرف اور مجھے کہا جائے کہ تو انہیں کیا سمجھتا ہے تو میں کہونگا کہ یہ کافر ہیں وغیرہ وغیرہ ان کو بھی اللہ تعالے نے توفیق دی اور انہوں نے بڑی جوانمردی سے اپنے اس خیال سے رجوع کیا ۔ اور اگرچہ کھلے بندوں نہیں لیکن ذو معنے الفاظ میں اب ہر کلمہ گو کو مسلمان کہہ رہے ہیں ۔ اور ان سے ساتھ ویسی ہمدردی اختیار کر رہے ہیں جیسی ایک کلمہ گو مسلمان کو دوسرے کلمہ گو مسلمان سے ہونی چاہیے ۔ اور میں نے محسوس کیا ہے ۔ کہ جیسے تشنہ لب انسان کو جب پانی مل جائے تو وہ اس کو نہایت شوق سے پیتا ہے ۔ میاں صاحب کی جماعت نے آپ کے اس اعلان کو نہایت ہی خوشی سے قبول کیا ہے ۔ اور اس طرح ثابت کیا ہے کہ . . . .

. . . . . ان کے دل ہمارے ساتھ تھے ۔ اگرچہ گزشتہ چودہ سال تک انہوں نے اعتراف نہ کیا ۔ اور ہماری اس معاملہ میں مخالفت کی ۔ لیکن ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالے نے انہیں اس غلطی سے نکالا ۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے ۔

ہماری نصرت اور فتح مبین

لیکن بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام ؎

خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو اک عالم کو ایک عالم دکھاتی ہے
غرض رکھتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کیا پیش جاتی ہے

کل دیوبندی ۔ کل بریلوی ۔ کل وہابی سرنگوں ہو گئے اور حق غالب آگیا ۔ اور مسئلہ تکفیر کو دنیائے اسلام میں اب کوئی جگہ نہیں رہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے دو گروہوں میں سے ایک کی نصرت کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ وہ حق پر ہے ۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اور یہ اللہ کا فضل ہے جو ہماری جماعت کے شامل حال ہوا ۔ اور جس کے لئے ہم جس قدر سجدہ شکر بجا لائیں کم ہیں ۔ یہ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی کے لئے پہلا زینہ ہے ۔ اور اس نے ہمارے دل کو یقین دلا دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا الہام " وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارہ بلند تر محکم افتاد " بہت جلد پورا ہونے والا ہے ۔

میں اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے عرض کرتا ہوں کہ آپ نے دیکھ لیا ۔ کہ جب خلوص دل سے آپ نے ایک چھ ماہ کوشش کی تو نتیجہ کیا ہوا کہ ایک مرض جو خوارج کے ذریعہ دنیا میں آیا تھا اور جس نے مسلمانوں کی قوت کو بیخ و بن سے ہلا دیا تھا اور ہر زمانہ میں ان کی تباہی کا موجب ہوتا رہا اس مرض کو اللہ نے اپنے فضل سے مسلمانوں سے دور کر دیا ۔ اور صرف یہی نہیں آپ کے بھائیوں کو جو راہ راست سے غلطی کی وجہ سے بھٹک رہے تھے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی ۔ اور یہ ہمارے لئے کچھ تھوڑی خوشی کا مقام نہیں پس جب اللہ تعالے نے اس طرح ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ خدمت دین اور خدمت مسلمین کے لئے کوشش کریں ۔ ہاں اس میں شرط ہے ۔ اور وہ یہ کہ ہم محض خدا کے لئے اور ہمدردی نبی نوع انسان کے لئے اور ہمدردی مسلمانان کے لئے اس کام کو کریں بلا ان مسلمانوں کی طرح جو دنیا کو دکھا کر نام پانا چاہتے ہیں یا لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں ۔ ایسا نہ کریں ۔ یعنی حصول شہرت یا لمزد ہمارا مقصد نہ ہو ۔ کیونکہ اگرچہ اس زمانہ میں زیادہ شور مچانے والے تھوڑا فائدہ ضرور اٹھا لیتے ہیں لیکن انجام متقیوں کے لئے . . . . . . سے پاک

جاری تھا ۔ کل مسلمانوں کی انجمنیں اور کمیٹیاں خواب غفلت میں تھیں اور صرف ہماری انجمن تھی جو اس مقدمہ کی پیروی کرتی رہی ۔ پھر آخر جب جسٹس دلیپ سنگھ نے ملزم کو چھوڑ دیا تو ہماری ہی انجمن نے ہز ایکسلنسی گورنر کی خدمت میں ڈیپوٹیشن کا انتظام کیا ۔ اور اس کا جو نتیجہ ہوا وہ گورنر صاحب کے جواب اور اس کے بعد کے واقعات سے ظاہر ہے ۔ لیکن جب سب کام ہو چکا تو درمیان میں شہرت پسند جماعتیں سامنے آگئیں ۔ اور ان طریقوں کا استعمال شروع کیا جو اصل مقصد سے بہت دور لیجانے والے تھے ۔ اور اگر حضرت رسول پاک کی پاس خاطر سے خدا کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو انہوں نے بنا بنایا کام بگاڑ دیا تھا ۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری دلی مراد پوری کی ۔ اور ہمکو افراط اور تفریط کی راہوں سے محفوظ رکھا اور ہماری تھوڑی سی کوشش پر بے انتہا ثمرات عطا فرمائے ۔

مشیت الٰہی

اگر گزشتہ سال کے حالات کو غور سے مطالعہ کیا جائے تو ہر ایک انسان آسانی سے ان راہوں کو سمجھ سکتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارادوں میں برکت فرمائی ۔ ہم جلسہ کرتے ہیں اور پوسٹر شائع کرتے ہیں ۔ کہ مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کر لینا چاہیئے ان کا اثر تھوڑا بہت ہوتا ہے ۔ لوگ ہماری اس کوشش کی قدر کرتے ہیں ۔ یہاں تک کہ قادیان میں جب ہماری اس قبولیت کی خبر جاتی ہے تو وہاں سے بھی ہمارے نقش قدم پر چلنے کے لئے ڈیپوٹیشن تجویز ہو کر آجاتے ہیں ۔ کہ مسلمانوں سے ہمدردی کی جائے جس سے ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے ۔ لیکن اسی اثنار میں سکھوں کی ایک جماعت بے گناہ مسلمانوں کو شہید کر دیتی ہے . . .
اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے
کہ کل مسلمان اکٹھا ہو کر جنازہ پڑھتے ہیں ۔ بعض جوشیلے ان جنازوں پر خشت باری اور جوش دلانے سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور عام حالات فساد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ جس سے مسلمان وکلا اور تمام کے تمام لیڈر متحدہ طور پر اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت میں اپنا وقت اور روپیہ صرف کرتے ہیں اور اخباروں میں جو پہلے تفریق بین المسلمین کا ایک ہماری آلہ بنے ہوئے تھے اتحاد بین المسلمین کے لئے کالموں کے کالم لگا دیئے جاتے ہیں ابھی یہ ولولے اتحاد بین المسلمین کے ختم نہیں ہوئے تھے کہ ایک صاحب جسٹس دلیپ سنگھ اٹھتے ہیں اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے پلید کو رہا کر دیتے ہیں ۔ اور اس طرح مسلمانوں کے قلب پر چھری چل جاتی ہے ۔ اور وہ تحریک جو ایک چھوٹی سی جماعت کے مخلص دل سے نکلی تھی کل دنیا میں پھیل کر اتحاد بین المسلمین کا موجب بن جاتی ہے ۔ اور یہ وہ عجیب راہیں ہیں جن کو انسان خیال میں بھی نہیں لا سکتا ۔ جن سے اللہ تعالے ایک مومن کے دل کی خواہش کو پورا کرتا ہے ۔ غور کرنے والے کے لئے اس میں بہت سے راز مضمر ہیں ۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

سو برادران عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا مسلمان کامیاب ہوں گے ۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر ہوگا ۔ آپ کی تھوڑی قربانی اور کوشش کی ضرورت ہے ۔

ہمارا دوسرا مقصد

اتحاد بین المسلمین کے بعد ہمارا دوسرا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اپنی مالی کمزوری سے آگاہ ہوں ۔ اور اقتصادی حالت پر غور کریں ۔ اور تجارت یا دوسری راہوں پر قدم اٹھائیں جن سے وہ مالی غلامی سے آزاد ہو کر ایک مضبوط قوم بن جائیں ۔ سو مسلمانوں کے اتحاد کے ساتھ ہی یہ چرچہ بھی اخبارات اور مجلسوں میں اس کثرت سے جاری ہو گیا ۔ کہ اب جگہ جگہ پر مسلمانوں کے اندر خیال پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اپنی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں ۔ اور ہر قریہ اور قصبہ میں مسلمان دکانیں کھولیں ۔ یہاں تک کہ خلافت کمیٹی کو بھی اب تجارت کی کمپنیاں جاری کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کی اعانت فرمائے ۔ اور ان کے اندر امین لوگ پیدا ہوں اور وہ اس قومی کام کو کسی ذاتی غرض کے لئے یا لوگوں . . .

کیونکہ پہلے کروڑہا روپیہ کارکنان خلافت نے جمع کیا۔ کاش وہ اس قومی امانت کو درد دل سے استعمال کرتے۔ تو آج ہمارے پاس اس قدر مضبوط فنڈز ہوتے کہ ہم کو کسی مزید نئے چندہ کی ضرورت نہ پڑتی۔ محض اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ آج کل مسلمان قوم میں امین بہت کم ہیں۔ ہماری انجمن نے اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے ایک مشترکہ کمپنی کا اجرا کیا ہے۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کر رہی ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ موسم سرما میں اپنا کام خیر و خوبی سے شروع کر دے گی۔

بہرحال اس مقصد میں بھی اللہ تعالےٰ نے ہماری نصرت فرمائی اور ہمارے کمزور ارادوں کو اپنے فضل و نصرت سے مضبوط کر دیا۔ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ ان الٰہی فضلوں کی بارشوں کا شکر ادا کر کے ان سے فائدہ اٹھائیں اور آئندہ زیادہ جوش کے ساتھ خدمت اسلام اور مسلمین میں مصروف ہو جائیں۔

ہندوستان

— ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت ممانعت کر دی ہے کہ ضلع دہلی کی حدود میں ایک ماہ تک بغیر اس کی منظوری کے عام جلسوں کے انعقاد کے لئے کوئی اشتہار طبع یا شائع نہ کیا جائے۔

— دہلی ۲۰ اگست۔ مسلمان پنجابی تاجروں کے ایک وفد نے ۵ بجے شام کو ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی۔ اور ۲۲، ۲۳ اگست کے فسادات کے متعلق اپنی شکایات پیش کیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح کلکتہ میں غنڈوں کا قانون بنایا گیا ہے اسی طرح یہاں بھی کوئی قانون بنایا جائے۔ جس کے رو سے شر انگیز آدمی خارج البلد کئے جا سکیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ وہ تعزیری محصول اور تعزیری پولیس کے مسئلہ پر عرصہ سے غور کر رہے ہیں اور اگر باشندگان دہلی نے اپنے اختلافات کو دور نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

— بمبئی ضلع بیجانگر دکن میں ایک ایسی جگہ مل گئی ہے جہاں بہت بڑا دفینہ تصور کیا جاتا ہے۔ کھدائی کا کام شروع ہونے والا ہے۔

— ۹ ستمبر کو شملہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوگا۔ جس میں متعدد اہم مسائل پر غور و خوض کیا جائے گا۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(۱) احاطہ مدراس کی مسلم لیگ کے اس دعوت نامہ پر غور کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد کیا جائے۔

(۲) مقدمہ راجپال سے جو صورت حالت پیدا ہوئی ہے اس پر غور۔

(۳) جن صوبوں میں لیگ کی شاخیں قایم نہیں ہوئیں وہاں شاخوں کے قیام کی تجویز۔

— مسلمانان ضلع گجرات کے اندر اصلاح رسوم کی تحریک زوروں پر ہے۔

— ملتان اور راولپنڈی میں مسلمانوں نے اسلامی سبزی منڈیاں قایم کی ہیں۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ مطابق ۷ ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۶

بزم احباب

مرتبہ جناب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب

آسٹریا

کرنیل رشید خالب بے صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں بہت سے سمجھدار لوگ ایسے ہیں جو اسلام سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ان کو حقیقت اسلام سے مکمل طور پر آگاہ کیا جائے۔ اور ان سے رابطۂ اتحاد پیدا کیا جائے۔ میں آپکو ایک آسٹرین عالم کا مضمون بھیجتا ہوں جو اس نے اسلام پر لکھکر اخبارات میں شایع کرایا ہے۔ ممکن ہو تو اسے اپنے اخبارات میں شایع کر دیجئے۔

کرنیل صاحب دوسرے خط میں حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ میں نے آپ کا شاندار مضمون مساجد اور قوم بنانے میں ان کا اثر نہایت دلچسپی اور خوشی سے پڑھا۔ آپ لوگ "لائٹ" جیسے عمدہ اخبارات شائع کرکے اسلام کی بڑی بھاری خدمت کر رہے ہیں۔ جب تک میں نے پہلی بار "لائٹ" کو نہ دیکھا تھا۔ مجھے ہر اسلامی چیز سے نفرت تھی۔ کیونکہ میں تمام اسلامی دنیا کو خواب غفلت میں سویا ہوا دیکھتا تھا۔ اور مجھے اس کی طرف سے قطعی مایوسی ہو چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ تیس کروڑ مسلمان یا تو ہمارے کے غلام ہیں اور یا عیسائیوں کے۔ لیکن آپ کی جماعت کی تالیفات پڑھکر میرے خیالات بالکل بدل گئے۔ اور میں ایک پرجوش مسلمان بن گیا ہوں۔ آپ کا یہ کہنا بالکل حقیقت پر مبنی ہے کہ ہمارے رہنماؤں کو عملی قدم اٹھانا چاہیے۔ مصطفٰے کمال پاشا نے ایسا ہی کیا اور عوام تک اپنا رسوخ پہنچایا۔ آپ کی یہ تجویز کہ مسجد کو تمام تحریکات قومی کا مرکز بنایا جائے قابل تعریف ہے۔ اور اگر اسلامی دنیا اس پر عمل پیرا ہو جائے تو نتائج بیحد مفید نکلیں گے۔ اسلامی دنیا جس کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ اور علوم وفنون میں عیسائی اقوام سے بہت پیچھے ہے۔ اپنے آپ کو اس نور کے ذریعہ سے بچا سکتی ہے جو آپ کے پاس موجود ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے عوام میں صحیح تعلیم اسلامی پھیلا کر انہیں ملاؤں کے گمراہ کن طرز تعلیم سے بچانا ضروری ہے۔ اس فاضلانہ مضمون پر میری طرف سے شکریہ قبول کیجئے۔

جرمنی

مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی لکھتے ہیں کہ مجھے ستیارتھ پرکاش پر مضمون چھوڑ دینا پڑا۔ کیونکہ ایک پروفیسر کی درخواست پر مجھے یونیورسٹی میں احمدیہ سلسلہ پر گفتگو کرنے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ پہلی دفعہ اس موضوع پر ۱۳ر جولائی کو گفتگو ہوئی۔ دوسری بار کل یعنی ۲۰ر جولائی کو ہو گی۔ اور اس کے بعد ۲۷ر جولائی کو۔ کام بہت تھا۔ کیونکہ مجھے پہلے انگریزی میں لکھنا پڑا۔ پھر اس کا جرمن ترجمہ بھی خود کیا۔ بعد ازاں ایک خاتون کے ذریعہ سے اس کی اصلاح کی۔ ڈاکٹر مارقوس صاحب سے مدد نہ لے سکا۔ کیونکہ اس طرح سے وقت زیادہ ضایع جاتا۔ وہ رسالہ میں مدد دینے کے لئے تو موزوں ہیں۔ گو اس پر بھی ٹائپ وغیرہ کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کمزوری صحت کے باعث اپنے ہاتھ سے لکھنے میں معذوری کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان سے کچھ بھی اس معاملہ میں مدد نہ لے سکا۔ مجھے ۳۰ر جون کو اطلاع ملی تھی۔ کہ مجھے اس معاملہ پر گفتگو کرنی پڑے گی۔ آٹھ جولائی تک میں کچھ بھی نہ لکھ سکا۔ میں اس تمام وقت میں اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا تاکہ کوئی ایسی راہ مل سکے جس سے غلط فہمی اور گڑ بڑ پیدا نہ ہو سکے۔ کیونکہ عام طور پر لوگ ہمیں قادیانیوں سے ملا دیتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ اس گفتگو کو اس ترکیب سے ترتیب دوں کہ حاضرین میری بات کے سمجھنے میں تکلیف محسوس نہ کریں۔ اور دلائل کی پیچیدگیوں سے بچ جائیں۔ میں نے ۷ر جولائی کو تین دفعہ مضمون لکھنا شروع کیا۔ اور سب ہی کو پھاڑ ڈالا۔ جمعہ کے دن دس صفحے لکھے ان میں سے چھ کا ترجمہ کیا۔ اور ہفتہ کی صبح سب کو ردی میں ڈال دیا دوبارہ شروع کیا۔ اور بارہ تاریخ سہ شنبہ کے دن ختم کیا اس دن مجھے صبح سات بجے سے دوسری صبح سات بجے تک اسی کام میں مشغول رہنا پڑا۔ یعنی کامل ۲۴ گھنٹے متواتر مصروف رہا۔ اس عرصہ میں میں نے ترجمہ اور ٹائپ کرنے کا کام کلاس میں یادداشت کے لئے ختم کر لیا۔ چہارشنبہ کی صبح مجھ میں کھڑا ہونے یا بیٹھنے یا اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کی سکت نہ رہی۔ اس لئے میں نے ٹائپ کا کام چھوڑ دیا۔ گزشتہ ہفتہ میں نے پھر انگریزی مضمون پر نظر ثانی کی اور تاریخی مضمون اس میں سے نکال دیا۔ اور تبلیغ کی خاطر اس میں کچھ اضافہ کر دیا۔ نتیجہ اس خط کے شامل ہے۔

مشہور [illegible] کرتا ہے اس سے

الہام کی سچائی مجھ پر کھل گئی۔ اور گو اس سے پہلے بھی مجھے اس پر یقین تھا۔ لیکن دلائل نے حضرت صاحب کے دعوے الہام کو مضبوط کر دیا۔ اور میرا اب پختہ یقین ہے کہ حضرت صاحب نے جملہ معارف بذریعہ الہام حاصل کئے تھے۔ آپ کی اغلاط جن کا تعلق الٰہیات کی تحقیق و تدقیق سے ہے ثابت کرتی ہیں کہ آپکا دعوے الہام پر مبنی تھا۔ مختصر یہ کہ اس امر پر پہلی ہی بار سائنس کے صحیح اصول کی بنا پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یونیورسٹی کے پروفیسر کو دلائل کا قائل ہونا پڑا۔ اور وہ اتنا متحیر ہوا کہ اس نے دو تین بار خاص طور پر مجھ سے دریافت کیا کہ درحقیقت ہر ایک احمدی یہی ایمان رکھتا ہے میں نے اسے کہا کہ ایمان ہی کا تو احمدی اور غیر احمدی میں فرق ہے۔ یہ پروفیسر طبقات ابن سعد کے ایڈیٹروں میں سے ایک ہے۔ میرے اس بیان کا نتیجہ نہایت خوشگوار نکلا۔

اس جماعت میں چار مسلمان طلبہ تھے۔ ایک یوگوسلیویا کا رہنے والا تھا جس نے احمدیت کو قبول کر لیا۔ دوسرا تاتاری طالب علم تھا جس پر میری گفتگو کا بہت اثر ہوا۔ تیسرے طالب علم سے مجھے گفتگو کا موقع نہ ملا۔ چوتھے ہندی طالب علم نے جو یوپی کا باشندہ ہے مجھ سے اس جرمن لیکچر کی کاپی طلب کی۔ جسے میں نے انگریزی نقل دینے کا وعدہ کیا۔ جو کل دے دونگا۔ وہ آئندہ سردیوں میں ڈگری لے لیگا۔ وہ نہایت سادہ دل اور مخلص نوجوان ہے اور مجھے امید ہے وہ آئندہ ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا۔

ممکن ہے آپ اسے انگریزی شایع کرنے کا انتظام کریں میں نے گزشتہ سال احمدیت پر رسالہ لکھا تھا۔ جس کا شایع کرنا ضروری ہے (یہ انگریزی رسالہ شایع ہو چکا ہے اور ۱۲ر قیمت پر ہمارے کتب خانہ سے مل سکتا ہے۔) یہ حضرت صاحب کی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے اور جو مضمون میں نے اب لکھا ہے وہ اصولوں پر روشنی ڈالتا ہے ہر دو کا یکجائی طور پر شایع ہونا مفید ہوگا۔ لیکن میری رائے ہے کہ موخر الذکر یہاں چھپوایا جائے۔ اور ممکن ہو تو اول الذکر بھی ہندوستان میں نہ تو اچھا کاغذ ملتا ہے۔ نہ چھپائی اچھی ہوتی ہے کتاب کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ موخر الذکر مختصر ہے اور دو ہزار کاپیوں پر ۵۰۰ مارک سے زیادہ خرچ نہ ہوگا۔ دلائل بالکل نئے ہیں۔ اور ممکن ہے آپ کو میرے بعض دلائل سے اتفاق نہ ہو یسوع ہرگز مسیح نہ تھا۔ کیونکہ اس نے کبھی مسیحیت کا دعویٰ نہ کیا تھا اس کے پیروؤں نے اسے مسیح بنا لیا۔ اور یہی مشہور ہو گیا۔ اور قرآن کریم میں عام بول چال کی بنا پر یہ لفظ حضرت عیسےٰ کے بارہ میں آیا ہے حدیث میں بھی تغیر پایا جاتا۔ حضرت مرزا صاحب پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے

احمدی افغانوں کیلئے رشتے ناطہ کا حل

(جناب شاہ محمد خان صاحب صابی انیس سی اے ۔ ایم اے ایس پی اے پی سی لنڈن)

لسٹنٹ انجینئر ممبر جنرل کونسل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

میں قوم کا افغان ہوں ۔ عرصہ تقریباً ۱۶ ۔ ۱۷ سال کا ہوا جبکہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا ۔ افغانوں میں بہت کم لوگ ہیں ۔ جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کی مضبوطی کو مدنظر رکھ کر فرمایا تھا کہ احمدی لڑکیاں احمدی لڑکوں سے نکاح کرنے سے جماعت کو تقویت ہوگی ۔ احمدی افغان جب کبھی اپنی لڑکی کے واسطے لڑکے کے متلاشی ہوئے تو احمدی افغان قابل لڑکے ملنے اگر ناممکن نہ تھے تو دشوار ضرور رہے ۔ چنانچہ اسی وجہ سے اکثر احمدی افغان لڑکیوں کا رشتہ غیر احمدی افغان لڑکوں سے ہوا ۔ اور بعض ایسے ہیں جنھوں نے اپنی احمدی افغان لڑکیوں کو غیر افغان احمدی لڑکوں کو دینا پسند کیا ہے ۔ حالانکہ از روئے حقیقت غیر افغان اور افغان نسل کے مرد و عورت کا رشتہ ناطہ افغانوں کے بزرگوں کا دستور العمل ہونے کی وجہ سے ہرگز ناپسندیدہ فعل نہیں ہو سکتا ۔ کتب تاریخ افاغنہ کے مطالعہ سے یہی نتیجہ نکلتا ہے ۔ کہ اقوام افغان کی جسقدر بھی نسلیں ہیں وہ کسی ایک خالص واحد نسل کی اولاد نہیں ہیں ۔ بلکہ مخلوط النسل اقوام کا مجموعہ ہیں ۔ اور ان سب افغانی اقوام کے بزرگان سلف بلالحاظ قوم و رنگ و نسل محض شرافت کے معیار پر غیر اقوام سے رشتہ ناطہ کرتے رہے ۔ ہمارا دستور العمل بھی وہی ہونا چاہئے جو ہمارے آباؤ اجداد اور بزرگان اقوام افغان کا رہا ۔

چنانچہ اس کے ثبوت میں تاریخ افاغنہ حصہ اول طبع دوم مولفہ و مترجمہ جناب محمد شہاب الدین خان صاحب ثاقب و تاریخ افاغنہ حصہ دوم طبع دوم ۱۹۱۱ء مطبوعہ حمیت سٹیم پریس کے چند حوالہ جات پیش کرتے ہوئے افغانوں کے لئے رشتے ناطہ کا حل قرآن شریف، احادیث نبوی و نیز افغان اقوام کے بزرگان سلف کے دستور العمل کے رو سے پیش کرتا ہوں ۔

اللہ جلشانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ۔ « الی خلقکم من نفس واحدۃ » « جعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا » ۔ یعنی یہ کہ ہم نے سب انسانوں کو ایک نفس واحد یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ۔ اور اس میں سے قبیلے اور قومیں محض تعارف کے واسطے ہوئیں ۔ پھر فرمایا ہے « ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم » یعنی یہ کہ اللہ کے نزدیک فضیلت اس کو ہے جو تقویٰ میں فضیلت رکھتا ہے ۔ اسی کی تائید میں حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا « ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم من آدم وآدم من تراب ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم » ۔ اے انسانو! یہ بات سچ جانو کہ ہمارا سب کا ایک خدا ہے ۔ اور ایک ہی باپ ہے ۔ ہم سب آدم کی نسل سے ہیں ۔ اور آدم مٹی سے ہیں ۔ اللہ کے نزدیک فضیلت اسکو ہے جو تقویٰ میں فضیلت رکھتا ہے ۔ « لیس لعربی علی عجمی » یہ مت خیال کرو کہ کوئی عربی النسل ہونے کی وجہ سے عجمی نسل پر فضیلت رکھتا ہے یعنی کسی قوم یا ملک یا رنگ کو کسی دوسری قوم یا ملک یا رنگ پر فضیلت نہیں بلکہ فضیلت محض تقویٰ کی بنا پر ہے ۔ پس جبکہ اللہ اور اس کے رسول صلعم کے نزدیک کوئی سید، مغل، پٹھان، شیخ، راجپوت یا جاٹ وغیرہ بمقابلہ کسی اور قوم یعنی دھوبی، درزی، لوہار، چمار، کمہار، وغیرہ کے ہرگز بلحاظ قوم یا رنگ یا نسل کے افضل نہیں ۔ تو ہمارے نزدیک بھی یہی حقیقی امر ہے اگر ایک لوہار یا چمار تقویٰ میں بمقابلہ کسی سید، مغل یا پٹھان کے اللہ کے نزدیک افضل ہے تو یہی حقیقی فضیلت ہے ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔ پس یقین کامل سے سمجھنا چاہئے کہ ہم سب انسان بلحاظ نسل کے ایک ہی نسل سے ہیں ۔ محض تعارف کے طور پر جداگانہ نام یا قوم یا قبائل کا پکارا جانا کسی کے افضل ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہو سکتی ۔

پھر اللہ جلشانہ فرماتا ہے « فانکحوا ما طاب لکم من النساء » یعنی یہ کہ حسب پسند پاکیزہ عورتوں سے نکاح کرو ۔ اس میں یہ قید ہرگز نہیں لگائی کہ فلاں قوم یا قبیلہ فلاں قوم یا قبیلہ سے نکاح کرے ۔ بعض لوگ لفظ کفو سے مراد اپنا قبیلہ یا کنبہ سمجھتے ہیں ۔ یہ سراسر غلط استدلال ہے ۔ برعکس اس کے لفظ کفو سے مراد محض اس قدر ہے کہ جو جس کو کفایت کرے ۔ اس سے نکاح کرے ۔ تعلیم یافتہ لڑکی کو تعلیم یافتہ لڑکا اور امیر لڑکی کو امیر لڑکا ۔ اگر اپنے قریبی رشتہ داروں، قبیلہ یا کنبہ میں کفایت نہ ہو تو جہاں بھی کفایت کرے رشتہ نکاح ہونا چاہئے ۔ علیٰ ہذا القیاس ۔

اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگان سلف یعنی اقوام افغان کے بزرگوں کا اس امر میں کیا دستور العمل رہا ہے ۔ سو واضح ہو کہ افغانوں کی تین سو ستانوے (۳۹۷) اقوام ہیں (ملاحظہ ہو تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱۹۷) ان سب کا سلسلہ نسب تین اشخاص یعنی قیس المعروف ملک عبد الرشید، شاہ حسین غوری و سید کرران سے ملتا ہے ۔ (ملاحظہ ہو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۱۰۵) اب ہم ان بزرگوں کے انساب اور ان کے رشتہ ناطہ کے تعلقات کا مختصراً ذکر کرتے ہیں

(۱) قیس المعروف ملک عبد الرشید بنی اسرائیل قوم ملک طالوت کی نسل سے ہے ۔ اس کا نکاح خالد بن ولید کی لڑکی سے ہوا ۔ خالد بن ولید باپ کے لحاظ سے بنی اسرائیل یعنی یہودی تھا ۔ اور ولید کا نانا عبد الشمس قریشی ہونے کی وجہ سے خالد ماں کے لحاظ سے قریشی یعنی عربی نسل سے تھا ۔ (ملاحظہ ہو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۳۷ ۔ ۳۸) قریشی قوم کو بنی اسمٰعیل یعنی حضرت اسمٰعیل کی اولاد کہتے ہیں ۔ اور بنی اسرائیل قوم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے ۔ جن میں سے ۶ منکوحہ لیاہ سے اور ۲ منکوحہ راحیل سے اور ۲ زلفہ کنیز سے اور ۲ دوسری کنیز سے تھے ۔ یہ سب کے سب بنی اسرائیل کہلائے ۔ منکوحہ کی اولاد اور کنیزک زادگان سب بنی اسرائیل ہونے میں یکساں ہیں ۔ (ملاحظہ ہو کتاب تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰ ۔) حضرت ابراہیم کی کنیز ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ۔ اور قریشی اور عرب اور سید حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے بنی اسمٰعیل ہیں ۔ (ملاحظہ ہو کتاب پیدائش باب ۱۶ ۔ پرانا عہد نامہ) جو کہ کنیزک زاد نسل ہے ۔ یاد رہے کہ کنیزک زاد ہونا شروع ہی سے بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل میں معیوب نہیں سمجھا جاتا ۔ کنیز سے بلا نکاح زوجیت کا تعلق ان میں اور عام بزرگان اسلام کے زمانہ میں جاری چلا آتا ہے ہاں کنیز کے بغیر دوسری عورت سے تعلق زوجیت جائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ نکاح نہ ہو جو کہ منکوحہ کہلاتی ہے ۔ منکوحہ اور کنیزک زاد اولاد میں کوئی فرق نہیں ہوتا ۔ جیسے منکوحہ کی اولاد باپ کی اولاد اور وارث ہوتی ہے ۔ ویسے ہی کنیزک اولاد بھی ہوتی ہے ۔ چنانچہ مرحوم امیر عبد الرحمٰن خان کی کنیز گلریز نامی کے بطن سے امیر مرحوم شہید حبیب اللہ خان وارث تاج و تخت ہوا ۔ اور اب اس کا بیٹا شہریار غازی امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان ہے ۔ الغرض بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل ہردو بلحاظ نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہوئے ۔

قیس کو خالد بن ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر مدینہ منورہ بلایا ۔ اور وہ مشرف باسلام ہوا ۔ اور حضرت رسالت پناہ صلعم نے اس کو ملک طالوت کی نسل کی وجہ سے ملک عبد الرشید کے خطاب اور نام سے موسوم کیا ۔ اور اس کا نکاح خالد بن ولید کی لڑکی سے ہوا ۔ (ملاحظہ ہو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۳۷ ۔ ۳۸)

گویا کہ بنی اسرائیل قوم کا نکاح جن میں منکوحہ اور کنیزک زاد ہر دو نسل کی اقوام شامل ہیں ۔ بنی اسمٰعیل یعنی کنیزک زاد اور بنی اسرائیل کی مخلوط النسل لڑکی سے ہوا ۔ اسی قیس المعروف عبد الرشید کی اولاد میں بیشمار اقوام افغان مشہور ہیں ۔ جیسے میانہ ۔ کھتڑ بیچ ۔ اور مرمڑ ۔ موسٰی زئی ۔ سدوزئی ۔ ابدالی ۔ درانی ۔ یوسف زئی ۔ محمود زئی ۔ کسکا زئی مہمند خلیل کاکڑ ۔ بٹنی وغیرہ (ملاحظہ ہو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۱۰۵ ۔ ۱۰۶ ۔ ۱۰۷)

(۲) ایک شخص شاہ حسین غوری جو ضحاک کی نسل سے تھا ۔ فرار ہو کر شیخ بٹنی خلف قیس عبد الرشید کے کنبہ میں آکر رہا ۔ اور شیخ بٹنی کی دختر بی بی متو سے اس کا تعلق ہو گیا ۔ بلا نکاح کے بی بی متو کے اس کا حمل ٹھہرا اور گھر میں تشویش ہو کر بعد میں ان کا نکاح بھی ہو گیا ۔ بلا نکاح حمل سے جو لڑکا پیدا ہوا ۔ اس کا نام غلزئی (غل معنے چوری اور زئی معنے پیدا شدہ) رکھا گیا ۔ بعد نکاح کے اور اولاد پیدا ہوئی ۔ یہ گویا غوری نسل کا رشتہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کی مخلوط النسل لڑکی سے ہو کر اولاد ہوئی جس سے بیشمار اقوام افغان مشہور ہیں ۔ جیسے غلزئی

(۳) ایک شخص سید کرران یعنی بنی اسمٰعیل نے اوڑمڑ قوم میں جو قیس عبد الرشید کی اولاد سے ہے پرورش پائی ۔ اور اسی قوم کی لڑکی سے اس کا نکاح ہوا ۔ اوڑمڑ قوم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قیس عبد الرشید کی اولاد میں سے ایک نے زرگر کی لڑکی سے نکاح کر لیا ۔ اس کی وجہ سے اسکو اوڑمڑ کہا گیا ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱۹۸) یہ گویا ایک عربی النسل بنی اسمٰعیل قوم کے مرد کا نکاح بنی اسرائیل بنی اسمٰعیل اور زرگر قوم کی مخلوط النسل لڑکی سے ہوا ۔ اس کی اولاد بہت سی اقوام افغان مشہور ہیں مثلاً موسٰی زئی ۔ یعقوب خیل ۔ دولت زئی ۔ اسمٰعیل زئی بنگش ۔ جگیانی ۔ وزیری ۔ احمد زئی ۔ ڈوبہ وغیرہ (تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۱۰۵ ۔ ۱۱۰ ۔ ۱۱۱ء)

(۴) ملک عبد الرشید قیس کے بیٹے شیخ بٹنی نے تین غلام زادے بھی اپنے کنبہ میں داخل کر لئے تھے ۔ جن سے غلام زادوں کی اولاد شامل کنبہ ثابت ہوتی ہے ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۶۸)

(۵) اشترانی ۔ مسوانی ۔ ہونی ۔ وردک ۔ خوندی ۔ سید زئی ۔ روشن اور کوتی قوم کے لوگ باوجودیکہ وہ سید تھے افغان کہلاتے ہیں کیونکہ ان کے رشتے ناطے افغانوں سے ہو گئے ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۴۴)

(۶) سیروانی اصل میں افغان نہیں ہیں ۔ لیکن افغانوں کی زبان اور عادات اختیار کر لینے سے ان کے ساتھ مل گئے ہیں ۔ اور افغان کہلانے لگے ہیں ۔ اور انہی میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۲۱۲)

(۷) خلجی اور غلزئی ایک ہی قوم ہے ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۲۰۶) جو شاہ حسین غوری کی ایک بلا نکاح عورت کی اولاد کی نسل ہے (دیکھو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۱۰۵ ۔ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ و حصہ دوم ۔ صفحہ ۱۷)

(۸) مورخین کے نزدیک افغانوں کے نسب میں بے شمار اختلاف ہے قوم افغان کا سلسلہ نسب قبطی ۔ یہودی ۔ اہل جارجیا ۔ آرمینیا ۔ اغوان ترک ۔ تاتاری اور مغل سب سے ملتا ہے ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱۹۹)

(۹) سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں افغانوں نے قواعد مرتب کر کے اپنے آپ کو چار حصوں میں تقسیم کیا ۔ ایک وہ حصہ جن کے ماں اور باپ دونوں افغان نسل سے تھے ۔ دوسرا وہ حصہ جن کے باپ تو افغان نسل سے تھے اور ماں دوسری نسل سے تھی ۔ تیسرا وہ حصہ جن کی ماں افغان نسل سے اور باپ دوسری نسل سے تھے ۔ چوتھا وہ حصہ جو ایسی عورتوں کی اولاد تھے جن کے باپ یا خاوند غیر نسل سے تھے یہ سب افغان کہلاتے ہیں ۔ جو قوم ان چاروں حصوں میں سے کسی ایک حصہ میں نہیں آتی وہ افغان نہیں کہلاتی ۔ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۲ ۔ ۱۲۳)

(۱۰) ان جملہ اقوام افغان میں سے بے شمار اولیاء اللہ گزرے ہیں ۔ جن کو شیخ ۔ خواجہ ۔ ملاّ و ملک و شاہ کے معزز لقب سے بھی پکارا گیا ۔ جیسے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۔ شیخ اسمٰعیل، شیخ یحییٰ ۔ شیخ ابوسعید، شاہ شاہباز، شیخ بٹنی ۔ ملا علی بٹنی شیخ علی سرمست شیخ احمد لودھی ۔ شیخ ملہی قتال ۔ شیخ جال کاکڑ ۔ خواجہ خضر کاکڑ ۔ ملک آدم کاکڑ وغیرہ وغیرہ (تاریخ افاغنہ حصہ دوم صفحہ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

اس لحاظ سے افغان اقوام میں سے بعض کو شیخ ۔ ملک ۔ خواجہ ملاّ وغیرہ القاب سے پکارا جانا بھی ثابت ہے ۔ اس زمانہ میں جالندھر کے متصل بستی شیخ کے افغان بھی اپنے آپ کو شیخ کہتے رہے ۔ اور اب تھوڑے عرصہ سے افغان کہلانے لگے ہیں ۔ ایک قوم ککازئی ہے کہ اور ثابت کیا گیا ہے کہ قیس ملک عبد الرشید کی اولاد میں سے ہے ۔ ملک عبد الرشید کا بیٹا شیخ بٹنی کے معزز لقب سے پکارا گیا ۔ یہ ککازئی قوم بعض جگہ اپنے آپ کو شیخ کہلاتی ہے ۔ بعض جگہ ملک کہلاتی ہے ۔ اور اب بعض جگہ افغان کہلانے لگی ہے ۔

غرضیکہ مذکورہ بالا حوالجات سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ افغانوں کی اقوام بنی اسرائیل ۔ بنی اسمٰعیل ۔ غوری ۔ قریشی ۔ عرب سید ۔ یہودی ۔ جارجیا ۔ آرمینیا ۔ اغوان ۔ ترک ۔ تاتاری ۔ مغل ۔ کنیزک زاد ۔ غلام زاد ۔ منکوحہ اور غیر منکوحہ ۔ مخلوط النسل اقوام پر مشتمل ہیں ۔ ہندوستان میں بود و باش اختیار کرنے سے بعض نو مسلم ہندی اقوام سے بھی تعلق ہو گیا ۔ وہ سب کے سب کے افغان ہی ہیں اور افغان کہلا سکتے ہیں ۔ جیسا کہ حوالہ نمبر ۹ کے رو سے جملہ اقوام افغان جن کے ماں باپ یا محض باپ یا محض ماں افغان قوم سے ہو یا جن کی

دنیائے اسلام کی ترقی کا راز

(جناب خان شاہ محمد خان صاحب انجنیئر کے قلم سے)

ہر مرض کا علاج ضرور ہے ۔ پھر جس قسم کا مرض ہو اس کا معالج بھی اسی پایہ کا ہونا چاہیے ۔ آج دنیائے اسلام ہر پہلو میں روبہ تنزل ہے ۔ ہر فہمیدہ اس کے واسطے علاج تلاش کرتا اور تجویز کرتا ہے ۔ آج سے چالیس سال قبل ایک موعود ہستی نے بھی اس کا علاج تجویز کیا ۔ اور وہ محض اپنے ذاتی علم و تجربہ کے بنا پر نہیں بلکہ ایک ہزار سال کا پرانا نسخہ پیش کیا ۔ جس کو استعمال کرنے سے قوم عروج کے اس مقام پر نہایت آسانی سے پہنچ سکتی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی عروج دنیاوی حیثیت سے کسی قوم نے حاصل نہیں کیا اور نہ کر سکتی ہے ۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اللہ کے حکم کے ماتحت دعوی مہدویت اور مسیحیت کیا ۔ لوگوں کو دعوت دی ۔ کہ وہ اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں خدا کے حضور استغفار کر کے خدا کی بخشی ہوئی ہدایت پر قدم زن ہوں ۔ اور مردہ دلوں کو زندہ کر کے شان مسیحیت کا نظارہ بھی دکھایا ۔

انسانوں کی عقل یعنی بدھ تین قسم کی ہے ایک تو نمدا بدھ ۔ دوسرے چمڑا بدھ ۔ تیسرے تیلیا بدھ ۔ نمدا بدھ وہ لوگ ہیں جو جس وقت ان کو ہدایت کے واسطے پکارا جاتا ہے تو لبیک تو کہتے ہیں مگر جونہی آواز جاتی رہے وہ اثر بھی جاتا رہے ۔ جیسے کہ نمدے میں سوا مارنے سے چھید ہو تو جاتا ہے ۔ مگر جونہی سوا نکالا گیا ۔ چھید یعنی سوراخ ندارد ۔ دوسرے چمڑا بدھ لوگ کہ جیسے سوا مارنے سے سوراخ ہو جاتا ہے وہ قائم رہتا ہے مگر چمڑے کے دوسرے حصہ پر اثر نہیں کرتا ۔ بعینہ یہی حال چمڑا بدھ لوگوں کا ہے کہ ہدایت کا اثر محض وقتی حقیقت رکھتا ہے ۔ مگر تیلیا بدھ لوگ وہ ہیں جیسے کاغذ پر ایک قطرہ تیل کا ڈالا جاتا ہے تو کاغذ اس تیل کا ایسا اثر قبول کرتا ہے کہ وہ قطرہ پھیلتے پھیلتے دور تک پھیل جاتا ہے یہی حقیقت حضرت مسیح موعود کی آواز پر ہوئی ۔ بہت کم لوگ تیلیا بدھ نکلے عام طور سے نمدہ بدھ اور چمڑہ بدھ ہی ثابت ہوئے ۔ موجودہ احمدیت کے علم برداروں کی قلیل جماعت نے محض تیلیا بدھ ہونے کی وجہ سے اسلام کے تحفظ و اشاعت کے واسطے جو جو کام کیا ہے وہ عین منشاء مسیح موعود کے ماتحت ہے ۔

نسخہ نہایت آسان ہے ۔ جو حضرت رسالت مآب صلعم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں دستور العمل رکھا ۔ اور صحابہ کرام اور مہاجر و انصار نے محض اسی نسخہ پر عمل کرنے سے وہ حقیقی ترقی دینی و دنیوی حاصل کی جس کی نظیر دنیا کی کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی ۔ وہ کیا تھا ۔ سنو

(۱) رسول اللہ صلعم کی بعثت کی غرض حقیقی کیا تھی . . . . اشاعت اسلام

(۲) انحضرت صلعم نے از ابتدا تا یوم وصال کیا کام کیا . . . . اشاعت اسلام

(۳) آنحضرت صلعم نے کس کام کے لئے اپنی جان و مال کو قربان کیا . . . اشاعت اسلام

(۴) آنحضرت صلعم نے طرح طرح کی تکالیف کس کام کے لئے برداشت کیں ۔ } اشاعت اسلام

(۵) تکالیف برداشت کرتے ہوئے جبکہ عام طور سے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو پر حملہ کیا گیا تو اس حملہ کا جواب اندفاعی جنگ کی صورت میں کس کام کے واسطے دیا گیا } اشاعت اسلام

(۶) غرضکہ آنحضرت صلعم کا جینا مرنا سب کچھ کس مقصد کے واسطے تھا؟ اشاعت اسلام

اب غور کرنے کا مقام ہے ۔ کہ اس اعلےٰ مقصد کو پیش نظر رکھ کر جس دستور العمل کو قایم کیا وہ محض اشاعت اسلام ہی تھا ۔ مسلمان ایک غریب بے بس بے کس قوم تھی ۔ دنیا جہان کے بادشاہ اور ان کی سلطنتیں ان کے قدموں پر گر گئیں ۔ اور نہایت ہی تھوڑے عرصہ کے اندر جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے ۔ وہ عروج حاصل کیا کہ آج زمانہ اس کے آثار شاہد ہیں ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قوم کو اسی اشاعت اسلام کے مقصد کو مقدم کرنے کی دعوت دی ۔ اور بتایا کہ تمہارے ہر مرض کی دوا اشاعت اسلام ہے ۔ یہ ایک آزمودہ مجرب نسخہ ہے ۔ آؤ سب متفق ہو کر سب قسم کے تفرقہ اور اختلاف کو مٹا کر اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائیں ۔ اسی میں قوم کی حقیقی ترقی کا راز اور نجات دینی و دنیوی ہے ۔

افسوس کہ قوم نے اس آواز کی قدر نہ کی ۔ مگر آج ہر طرف سے قوم مائل بہ اشاعت اسلام نظر آتی ہے ۔ اگر آج سے ۴۰ سال قبل اس مقام

ترکی میں تعلیمی جدوجہد

جمہوریہ ترکی جن امتیازات کی مالک ہے ۔ ان میں تعلیمی جدوجہد کا بڑا حصہ ہے ۔ اور یہی وہ جدوجہد ہے جس کے بعد ترکی کی جدید سیاسیات میں بہت زبردست وسیع النظری پیدا ہو جائے گی ۔

ترکی کی موجودہ تعلیم کا نظام دراصل دو قانون کی بنیاد پر ہے :-

(۱) قومی روح

(۲) تمدنی روح

پہلے میدان میں ترکی جمہوریہ تعلیم و تہذیب کے وہ طریقے اختیار کر رہی ہے جن سے روح کو تقویت پہنچے ۔ چنانچہ ترکی حکومت نے اس سلسلہ میں بڑے بڑے قدم اٹھائے ہیں ۔ ترکی زبان کو ہر بات پر مقدم رکھا گیا ہے ۔ نہ صرف تمام ترکی مدارس میں تعلیمی زبان ترکی ہے ۔ بلکہ بعض اقلیات (کم تعداد جماعتوں) میں بھی مثلاً یہودیوں کے مدارس میں بھی ترکی ہی ذریعہ تعلیم ہے مدارس اقلیات میں بھی اجنبی زبانوں کی تعلیم قانوناً منع ہے ۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اقلیات کے مدارس میں اس جماعت کی قومی زبان میں تعلیم دی جائے ۔ ملک کی زبانوں کو زندہ کرنا درحقیقت قومی زندگی میں جان ڈالنا ہے

اب رہا دوسرا میدان تو وہ تعلیم کو ہر دینی پابندی سے الگ رکھتا ہے ۔ مسند خلافت کو ساقط کر دینے کے بعد ترکی حکومت دینیات کو بالکل علیحدہ رکھنا چاہتی ہے ۔ چنانچہ آج مذہبی گروہ کے اقتدار کا عہد ختم ہو رہا ہے دینی مدارس مقفل ہو چکے ہیں ۔ اور ملک کا سارا نظام تعلیم تمدنی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے ۔

ترکی میں تعلیم کے درجے حسب ذیل ہیں :-

ابتدائی تعلیم ۔ اس کی مدت پانچ سال ہے ۔ اس کا نصاب تعلیم مشہور ابتدائی کورس سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں ہے

تعلیم ثانوی ۔ ابتدائی کے بعد ثانوی کا آغاز ہوتا ہے ۔ اس کی تعلیم چھ سال ہے ۔ اور دو قسموں میں منقسم ہے ۔ تین سال تو مدت عامہ میں اور دوسرے تین سال کو مدت لیسیہ کہتے ہیں ۔ ابتدائی تعلیم میں تو کوئی اجنبی زبان پڑھائی نہیں جا سکتی ہاں ثانوی تعلیم میں پڑھائی جا سکتی ہے ۔ زبان سے مراد ۔ جرمنی یا فرانسیسی ، یا انگریزی ہے ۔ مدت لیسیہ میں اجنبی زبان اختیاری طور پڑھائی جا سکتی ہے ۔ اور معیار تعلیم یہ ہے کہ متعلم پوری طرح زبان سمجھنے لگے ۔

اعلےٰ تعلیم ترکی میں صرف استنبول کے مشہور جامعہ ہی میں ہوتی ہے یہ جامعہ اگرچہ اپنی قدامت اور علمی مرکز کے لحاظ سے اول درجہ کا جامعہ نہیں لیکن وہ اب تک بڑی بڑی تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا ۔ ترکی نوجوانوں اور مشرقی عرب کے طالب علموں پر اس جامعہ کا پہلے سے بہت بڑا احسان ہے ۔ اس جامعہ سے پانچ بڑے بڑے کالج متعلق ہیں :-

(۱) ڈاکٹری (۲) قانون (۳) ادبیات (۴) فلسفہ (۵) توحید

اس کے علاوہ اور مدارس ہیں جیسے مدرسہ زراعت ۔ مدرسہ طب بیطری شاہی مدرسہ جو سیاسی خدمت گزاروں کو پیدا کرتا ہے اور جنگی مدارس نیز مدرسہ ارکان الحرب ، مدرسۃ الہندسہ ، مدرسۃ التجارت ۔

جامعہ اپنے بجٹ اور انتظام میں بالکل مستقل ہے صرف یہ ایک بات ہے کہ وزیر تعلیمات جامعہ کے صیغہ انتظامات کے صدر ہیں ۔ اور وہ بھی اس لئے کہ قانون ایسا ہی ہے ۔

جامعہ کے کالجوں میں تعلیم کی مدت مختلف ہے ۔ بعض میں تین سال اور بعض میں چھ سال تک کی مدت ہے ۔ ادبیات فلسفہ اور دیگر علوم میں تو تین سال کی مدت ہے ۔ لیکن ڈاکٹری میں چھ سال ہیں جن میں سے ایک سال مشق کے لئے ہے ۔

ہم نے یہ پہلے ہی بتا دیا ہے کہ ترکی میں قدیم دینی تعلیم کا وجود اب نہیں ہے ۔ لیکن توحید کالج اب تک جامعہ سے متعلق ہے ۔ لیکن اس کی بقا اور تعلق بھی اسی رنگ میں ہے ۔ جیسے یورپ میں مذہبی تعلیم کا صیغہ ہوتا ہے یعنی اس کی حیثیت علمی اور فلسفی حیثیت ہے ۔ اور اس میں مذہب اسلام اور اس کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے ۔ نیز قرآن مجید ، تفسیر ، علم کلام تاریخ ادیان ، فلسفہ علم النفس ، عربی زبان اور ادبیات کی تعلیم کا بھی انتظام ہے ۔ اس کالج کے تعلیم یافتہ کو کسی مسجد کی امامت اور خطابت مل سکتی ہے اور کسی مذہبی صیغہ کی نظامت پر بھی اس کا تقرر ہو سکتا ہے ۔ نیز عربی زبان کی تعلیم کے لئے مدرسی بھی اس کا حق ہے ۔ یہ مناصب بھی اس کو اس لئے حاصل ہو سکتے ہیں کہ [illegible] مدارس

دین کی تعلیم پاتا رہا ۔ نیز تعلیم ثانوی میں پہلے دو سال اور دوسرے دو سال بھی دین کی تعلیم حاصل کرتا رہا ۔ لیکن یہ تعلیم بھی قدیم سے بالکل جدا ہے ترکی جمہوریہ کے افسروں کی یہ رائے ہے کہ مذہبی تعلیم ایک خانگی امر ہے جسے گھر ہی میں طے ہو جانا چاہیے ۔ مدرسہ میں اس کی ضرورت نہیں ہے ۔

اس میدان میں انقلاب بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے ۔ اور ترکی حکومت اس سلسلہ میں بہت آگے بڑھ چکی ہے ۔ حتیٰ کہ یہ لکھنا غلط ہوگا کہ آج بعض مغربی قومیں اس راہ میں ترکی سے پیچھے ہیں اس انقلاب عظیم کی ابتدا قیام جمہوریہ سے پہلے ہی ہو چکی تھی ۔ جبکہ ۱۹۱۵ء میں عورتوں کے لئے ڈاکٹری کے کالج (کلیۃ الطب) کا افتتاح عمل میں آیا ۔

موجودہ جدید پروگرام کے مطابق عورتوں کو تعلیمی سلسلہ میں وہ کل حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو ۔ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے مدرسوں میں تعلیمی کورس ایک ہی ہے ۔ بلکہ ترکی کے بڑے بڑے ابتدائی مدارس تو مشترک ہیں ۔ جن میں لڑکے اور لڑکیاں سب اکٹھا پڑھتی ہیں ۔ لیکن بڑے شہروں میں ہر ایک کے لئے علیحدہ مخصوص مدارس ہیں ثانوی مدارس بھی بعض بعض مقامات پر مشترک ہیں ۔

اعلےٰ تعلیم کا دروازہ بھی عورتوں پر کھلا ہوا ہے ۔ چنانچہ جامعہ کا ایک کالج ایسا ہے جس میں سردست کوئی لڑکی نہیں ۔ اور وہ ہندسہ کا ہے زیادہ تر لڑکیاں تو ڈاکٹری اور قانون کے کالج میں داخل ہوتی ہیں اس سال قانون کے کالج سے سات لڑکیوں نے ڈگری حاصل کی اور سب کی سب وکیلوں کی صف میں کھڑی ہو گئیں ۔ ڈاکٹری کے کالج سے بھی سات لڑکیاں پاس ہوئیں ۔ ادبیات کے کالج میں پڑھنے والوں کی نصف تعداد زنانہ ہے ۔ ادبیات کی ڈگری حاصل کرنے والی لڑکیاں مدارس کی معلمہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں ۔

ان میں سے بعض اخبارات کے سلسلہ میں بھی کام کرتی ہیں ۔ معلمہ عورتوں کو شادی کر لینے میں کوئی قانونی عذر نہیں ہے ۔ ترکی خواتین نے جو کچھ چاہا ان کو مل گیا ۔ اور مل رہا ہے ۔ تعلیم و تربیت کا کوئی دروازہ ان پر بند نہیں ۔ اور وہ آج حکومت کے کاموں میں خواہ وہ تعلیمی ہوں یا غیر تعلیمی مدد پہنچا رہی ہیں ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک ترکی خاتون عدالت کے ایک بڑے عہدہ پر ممتاز ہیں ۔ اور اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہیں ۔ نیز میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کی مختلف وزارتوں کے دفاتر میں عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو کام کر رہی ہیں ۔ علاوہ ازیں دوسرے میدانوں میں بھی سرگرم عمل ہیں مثلاً تجارت ، صنعت ، حرفت ، وغیرہ وغیرہ ۔

(بقیہ صفحہ ۲)

پس ہم کو کسی افغان لڑکے کا غیر افغان لڑکی سے یا افغان لڑکی کا غیر افغان لڑکے سے رشتہ ناطہ کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ یہ امر افغانوں کے بزرگوں کے دستور العمل اور مسلمات میں سے ہے ۔ محض تقویٰ کو معیار فضیلت خیال کرو ۔ اب بھی بے شمار زندہ مثالیں موجود ہیں ۔ کہ افغانوں نے غیر افغانوں سے رشتہ ناطہ کیا بعض نے تو بازاری عورتوں سے بھی نکاح کیا ۔ اور وہ بازاری عورتیں یا ان کی اولاد ان کی جائز حقدار ٹھیریں ۔ بعض ایسے واقعات بھی موجود ہیں کہ حقیقی بھائیوں نے باہم رشتہ ناطہ محض اس بنا پر نہ کیا کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کو کفایت نہ کرتی تھی ۔ اور دوسری جگہ غیروں میں رشتہ ناطہ محض ایک دوسرے کو کفایت ہونے کی وجہ سے کیا ۔ اخوت اسلامی کے ماتحت کفو یعنی باہمی کفایت کے اصول پر ہی رشتہ ناطہ کرنا حقیقی دستور العمل ہونا چاہیئے ۔ خواہ قریبی رشتہ داروں میں ہو ۔ یا غیروں میں ۔ نہ کہ محض کسی قوم ، رنگ یا قبیلہ کی بنا پر ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ — ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ — نمبر ۳۶

اسلام اور اس کے مخالفین

دلخراش اور دل آزار تحریرات کا علاج

جماعت احمدیہ کا مسلک اور عامۃ المسلمین

اسلام کو اس موجودہ زمانہ میں جس قسم کے مخالفین کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان کی نظیر شاید گذشتہ تیرہ سو سال میں مشکل سے ملے گی۔ اس لحاظ سے نہیں کہ ان مخالفین کے پاس کوئی اس قسم کی طاقت و قوت موجود ہے جس کو حق کی طاقت کہا جا سکے۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ جو بھی کمینہ سے کمینہ ہتھیار ان لوگوں کو نظر آتا ہے اس کو ہاتھ میں لے کر اسلام پر حملہ آور ہو جاتے اور ناجائز اور غیر شریفانہ طریقوں سے اس کو نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے عیسائی پادریوں نے اسلام اور آنحضرت صلعم کی تصویر ایسے ناپاک اور گھناؤنے رنگ میں کھینچی کہ جس کو دیکھ کر اور لوگ اور ان کی علمی قابلیت اور تاریخی واقفیت پر بھی حق و صداقت کی آنکھ آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سونے کا بت قرار دیا گیا۔ جس کی مسلمان پوجا کرتے ہیں۔ اس سے ذرا ترقی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کا اعتراف آخر کار کرنا پڑا۔ تو اس کے ساتھ ہی آپ کی زندگی کو طرح طرح کی برائیوں اور ہر قسم کے عیوب اور ناپاک آلائشوں سے ملوث قرار دیا گیا۔ حالانکہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ نے باوجود ہر قسم کی بے سرو سامانی کے ایک بیس سال کے عرصہ میں جو عظیم الشان کام کیا جس قسم کا حیرت انگیز انقلاب تمام عرب کے اندر پیدا کر دیا اور ان کو وحشیانہ زندگی سے اٹھا کر انسان اور پھر با خدا انسان بنا دیا۔ اس کی نظیر کسی دوسرے ریفارمر کی زندگی میں نہیں ملتی۔ خود ہی اس بات کو مانتے ہیں کہ انہی عربوں نے جو باہمی خانہ جنگی، شراب خوری اور جوئے بازی اور طرح طرح کی بیہودگیوں میں مبتلا تھے۔ جن کی اصلاح کا بیڑا رومائی عیسائی سلطنت نے اٹھایا۔ اور وہ ناکام رہی۔ جن کو یہودیت نے توحید کا سبق پڑھانا چاہا اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ صرف بیس سال تک محمد رسول اللہ کی تربیت میں رہ کر علم و فضل، تہذیب و شائستگی اور باہمی اتحاد و اتفاق میں وہ کمال حاصل کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عالم عاجز ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس پاک انسان کو جس کے فیض روحانی کا یہ نتیجہ تھا۔ نعوذ باللہ جاہل، لٹیرا۔ اور شہوت پرست اور خدا جانے کیا کیا کچھ قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کی زندگی کو ناپاک ترین الزامات سے ملوث ٹھہراتے ہیں۔ اتنا نہ سمجھا کہ جو شخص کروڑہا انسانوں کی اصلاح و تربیت کرتا۔ اور دنیا کے مہذب ترین انسان انہیں بناتا ہو وہ خود ناپاک کیونکر ہو سکتا ہے۔ لیکن ان دلائل اور عقل و سمجھ کی باتوں پر غور وہ شخص کرے جس کو تحقیق حق سے کوئی مطلب ہو۔ ان کا مقصد تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت کے بیج دلوں میں بونا تھا۔ تاکہ لوگ صرف انہی کی طرف متوجہ رہیں اور حق و صداقت کی طرف مائل نہ ہوں۔

انہی عیسائیوں کی دیکھا دیکھی قریباً نصف صدی سے آریہ سماج نے بھی یہی طریق اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان ہندوؤں کو جو ہندو مذہب کی تنگدلی سے نکل کر اسلام کی عالمگیر وسعت کے سایہ میں پناہ لینا چاہتے تھے۔ ایسے اعتراضات کے ذریعہ سے جنہیں عیسائیوں کا پس خوردہ

نے انہیں دہرانے میں عیسائیوں کے بھی کان کتر دیئے۔ اور اس قسم کا ناپاک لٹریچر پیدا کیا کہ کوئی سنجیدہ دل و دماغ اسے پڑھ نہیں سکتا۔ ستیارتھ پرکاش سے لیکر رنگیلا رسول اور ورتمان کے آخری پرچہ تک جس آریہ سماجی کتاب کو بھی اٹھا کر دیکھا جائے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گندے اور ناپاک الزامات اور اسلام پر لایعنی اعتراضات سے پر ہے دوسرے مذاہب کے خلاف آریہ سماج نے بھی اس قدر زور نہیں دیا جس قدر اسلام کے خلاف دیا ہے۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جسے آریہ اور عیسائی ہر قسم کے ناپاک خیالات اور کمینہ اعتراضات کے ذریعہ سے کچل دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ اسلام کے اندر ایسے خصائص موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ ہر سمجھدار انسان کو جس کا دل تعصب کی آلائش سے پاک ہو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ دوسرے مذاہب کا انہیں اتنا ڈر نہیں جس قدر اسلام سے انہیں خوف ہے۔ اور اس لئے چاہتے ہیں کہ جس طریق سے بھی بن پڑے ہندو قوم کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کر دیئے جائیں۔ تاکہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہ ہو۔

مسلمانوں نے اس کے خلاف کیا کیا؟ آریہ سماج نے آج عام ہندوؤں کے دلوں میں اسلام کے خلاف جو اثر پیدا کرنا چاہا ہے اور بہت حد تک پیدا کر چکی ہے۔ کہاں تک زائل کرنے کی کوشش کی؟ عام طور پر مسلمانوں کا رویہ آج کل جو کچھ ہے وہ اس طریق عمل سے ظاہر ہے جو راجپال وغیرہ کے بارہ میں انہوں نے ظاہر کیا۔ یہ خدا کا شکر ہے کہ انہیں بڑی حد تک اس میں کامیابی نصیب ہوئی۔ اور آئندہ امید ہے۔ کہ بد زبان معترضین کا منہ کسی نہ کسی حد تک بند ہو جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس سے معترضین کا کافی جواب ہو جاتا ہے۔ آیا مسلمانوں کی کوششیں محض اسی حد تک محدود ہونی چاہئیں۔ کہ ایسے معترضین کی زبانوں کو قانون کے ذریعہ بند کیا جائے؟ اس کا نتیجہ یہ تو بیشک ہو گا کہ راجپال جیسے بد زبان اپنی بد زبانی سے باز آ جائیں گے لیکن یہ اعتراضات ان کے دلوں میں راسخ ہو جائیں گے۔ اور اسلام کو وہ ایک کمزور مذہب تصور کرنے لگیں گے۔ چنانچہ "پرتاپ" کے کرشن نمبر میں پروفیسر سدھاکر ایم اے راجپورہ میواڑ نے "سنجیدہ مسلم اصحاب سے چند باتیں" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"اگر ان مولویوں کا یہ دعوےٰ سچ ہے کہ اسلام دنیا میں شانتی کو پھیلانا چاہتا ہے تو وہ شانتی دوسروں کو گولی یا تلوار کے گھاٹ اتارنے سے قایم ہوگی یا ان کے بیچ میں جا کر ان کو شانتی کا اپدیش کرنے سے؟ محمد صاحب آج کروڑوں انسانوں کی نظر میں اپنی بزرگی قایم کئے ہوئے ہیں۔ کیا ان کی یہ بزرگی اپنے گنوں کے زور سے ہے یا ان کے مسلمان پیروؤں کے سینے کے زور سے؟ اگر پہلی بات ٹھیک ہے تو دو چار ہندو اگر محمد صاحب کی زندگی کی کڑی سے کڑی الوچنا بھی کریں تو وہ بزرگی ٹس سے مس نہیں ہو سکتی۔"

پروفیسر سدھاکر کے یہ الفاظ فی الحقیقت مسلمانوں کے غور اور توجہ کے محتاج ہیں۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ جن ہندوؤں یا یوں کہو کہ آریہ سماجیوں نے آنحضرت صلعم کے متعلق کچھ لکھا ہے اسے "کڑی سے کڑی الوچنا" تک محدود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے ان کے خلاف قانون کی امداد طلب کی۔ ورنہ ان کی تنقید اگر شریفانہ نکتہ چینی تک محدود ہوتی اور وہ گندہ ذہنی اور تمسخر و استہزا جو آریہ سماج کا شیوہ ہے اس میں نہ پایا جاتا تو مسلمانوں کو قانون کی امداد طلب کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن ایک بازاری آدمی جب کسی شریف کی پگڑی اتارنے لگے تو اس کا علاج سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اسے پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔ آج دنیا میں معمولی باتوں پر لوگ ایک دوسرے کے خلاف ہتک عزت کے دعوے کر دیتے ہیں۔ تو کیا ایک مومن کی غیرت ایمانی اس بات کو برداشت کر سکتی ہے کہ سید المطہرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایسے گنوارانہ طریق پر حملے کئے جائیں جو بازاری آدمیوں کا شیوہ ہیں۔ اور وہ اس کا سر توڑنے کے لئے تیار نہ ہو؟ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پروفیسر سدھاکر کی اس بات کا مسلمانوں کے پاس کیا جواب ہے کہ:-

"اگر ان مولویوں کا یہ دعوےٰ سچ ہے کہ اسلام دنیا میں شانتی پھیلانا چاہتا ہے تو وہ شانتی دوسروں کو گولی یا تلوار کے گھاٹ اتارنے سے قایم ہوگی یا ان کے

راجپال اور کالی چرن وغیرہم کو قانونی شکنجوں میں کسنے سے اگر ہم یہ مدعا حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے خیالات بدل جائیں یا جو الزامات انہوں نے مشہور کر رکھے ہیں ان کا ازالہ ہو جائے تو یہ بالکل غلط ہے۔ ان کی زبانیں بے شک رک جائیں گی۔ لیکن دل میں یہ خیال پورے طور پر راسخ ہو جائے گا۔ کہ جن لوگوں نے الزامات کی صفائی نہیں کی اور "دلآزاری"، "دلآزاری" کے شور پکار سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور معترضین کے منہ پر قانون کی لگام چڑھا کر خاموش ہو بیٹھے۔ ان کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہیں۔ اور یہ الزام بالکل صحیح ہیں۔

اس بارہ میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کے طرز عمل میں ایک کھلا فرق نظر آتا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ دلآزار تحریرات کے سدباب کے لئے ہم بھی قانون کے ویسے ہی طالب ہیں جیسے دوسرے مسلمان اور آج سے نہیں بلکہ اس زمانہ سے ایسے قانون کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جب آریہ سماج نے ابھی بچپن سے سر نکالا ہی تھا اور ستیارتھ پرکاش وغیرہ ابھی تصنیف ہوئی تھی۔ تو حضرت مسیح موعود نے انہی ایام میں گورنمنٹ پر اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ ملک میں امن و امان کو قایم رکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک ایسا قانون وضع کیا جائے جس کے رو سے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہ ہو کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں پر دل آزار حملے کرے۔ جو شخص اپنے مذہب کی تبلیغ دوسروں میں کرنا چاہتا ہو اس کا کام صرف یہی ہونا چاہئے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں دوسروں پر واضح کرے۔ دوسروں پر حملہ آور نہ ہو اور نہ کسی کے مذہبی پیشواؤں کو برا کہے۔ یہ قانون اگر اس وقت بن جاتا تو ہندوستان کا امن آج مخدوش حالت میں نہ ہوتا۔ اور ہندو اور مسلمان آج ویسے ہی ایک دوسرے سے شیر و شکر ہوتے جیسے ہمیشہ سے اس ملک میں رہتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس بدقسمت ملک کو یہ ناگوار ایام بھی دیکھنے تھے۔ جو آج پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے مجدد وقت کی بات پر اس وقت کان نہ دھرا گیا اور بالآخر وہی ہوا جس کا اس نے خطرہ ظاہر کیا تھا اور گورنمنٹ کو آخر کار وہی کچھ کرنا پڑا جس کی اس نے ضرورت بتائی تھی۔ لیکن باوجود اس کے کہ ایک ایسے قانون کا مطالبہ حضرت مسیح موعود نے کیا۔ پھر بھی آپ کا رویہ مخالفین کے بالمقابل یہ نہ تھا کہ ان کی دار و گیر کو اپنی کوششوں کا اصل محور بنایا جائے۔ اور ان کے اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے۔ بلکہ اس کے خلاف آپ نے ہمیشہ مخالفین کا منہ دلائل کے ساتھ توڑا۔ اور اس بات کو ہرگز پسند نہ کیا کہ قانونی امداد پر حصر کر کے مسلمان اپنی کمزوری اور بزدلی کا ثبوت دیں۔

غالباً ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے کہ پادری احمد شاہ نے ایک کتاب "امہات المومنین" کے نام سے شایع کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر نہایت رکیک اور ناپاک حملے کئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت دکھ اور تکلیف ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور نے یہ ارادہ کیا کہ ایک میموریل تیار کر کے گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجے۔ اور اس کتاب کو ضبط کرانے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود نے اسی وقت اس کے خلاف آواز اٹھائی اور انجمن کو اس سے منع کیا۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مخالفین ان اعتراضات کو جو پادری احمد شاہ نے کئے تھے صحیح سمجھ لیتے۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ بجائے اس کے کہ کتاب کی ضبطی کی کوشش کی جائے اس کا جواب معقولیت اور دلائل کے ساتھ دینا چاہیئے۔ تاکہ اصل اعتراضات کا دفعیہ اور ازالہ ہو۔ اسلام کوئی اس قسم کا مذہب نہیں کہ مخالفین کے اعتراضات سے اس کی صداقت مخدوش ہو جائے بلکہ وہ دلائل کا مذہب ہے۔ اس کی ایک ایک بات میں معقولیت اور صداقت پائی جاتی ہے۔ اس نے ہمیشہ دلائل ہی کے ساتھ اپنے مخالفین کو قائل کیا ہے۔ اور محض اس بنا پر کہ کسی نے اس پر اعتراض کیا اس کا سر قلم نہیں کر دیا اور نہ اس کے منہ کو بند کیا۔ اعتراض کا دفعیہ اگر معقولیت کے ساتھ ہو سکے تو ہمیں کوئی اس بات کی ضرورت نہیں کہ کسی معترض کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں کیونکہ اس کا اثر مخالف طبائع پر ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ یہی رویہ جماعت احمدیہ کا ہمیشہ سے رہا ہے۔ ہمیشہ اس نے مخالفین کا جواب دلائل کے ساتھ دینے کی کوشش کی ہے۔ براہین احمدیہ، تصدیق براہین احمدیہ، نور الدین، فصل الخطاب اور اور ایسی ہی بے شمار تصنیفات جو سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شایع ہوئیں۔ اس حقیقت نفس الامری کا ایک کھلا ثبوت ہیں کہ ہمارا رویہ مخالفین کے بالمقابل ہمیشہ ایسا معقول رہا ہے جس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں آج نہیں ملتی۔ حضرت مسیح موعود نے ہمیں ایک ایسی پختہ اور مضبوط چٹان پر کھڑا کیا ہے جس میں کسی طرح سے کوئی تزلزل پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ اس بات کو ہرگز پسند نہ کرتے تھے۔ کہ اسلام کی صداقت پر صرف ہمارا اعتقادی ایمان ہو اور جب ضرورت پیش آئے

احمدی کا مجاہدہ آپ نے یہی قرار دیا کہ اسلام پر جو اعتراضات پیدا ہوں ان کا معقول دلائل کے ساتھ تحقیقی جواب دیا جائے حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم نے ایک دفعہ آپ سے یہ دریافت کیا کہ کیا مجاہدہ ہمیں کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا عیسائیت کے خلاف کتاب لکھیں۔ پھر ایک دوسرے موقع پر آریوں کے خلاف کتاب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے فصل الخطاب اور نور الدین وغیرہ کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کی تصنیف کے دوران میں ایک دفعہ حضرت مولانا نے دریافت کیا کہ کسی اعتراض کا تحقیقی جواب اگر نہ آتا ہو تو کیا الزامی جواب پر اکتفا کر لیا جائے؟ تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور کہا کہ جب بات کا خود جواب نہ آتا ہو دوسروں کو اس کا قائل کیونکر کیا جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اسلام کی صداقت پر کس قدر پختہ یقین اور ایمان تھا۔ کہ آپ کے نزدیک اس کی کوئی بھی بات ایسی نہ تھی جس کو معقولیت کی حد سے گرا ہوا کہا جا سکے یا دلائل کے ساتھ دوسرے کو نہ منوایا جا سکے۔ یہی ایمان آپ کی تمام جماعت میں پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اسلام کا جھنڈا لے کر تمام دنیا میں پھر رہے ہیں۔ اور تمام مذاہب کو للکار کر یہ دعوت دے رہے ہیں ؎

آؤ لوگو! کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

یہ ایک ایسی بات ہے جو اگر غور کر کے دیکھا جائے تو آپ کی مجددیت پر ایک دلیل بین کا کام دیتی ہے۔ آج مسلمانوں میں عام طور پر یہ ایمان موجود نہیں ورنہ جہاں بد زبان معترضین کو قانونی مواخذہ کے نیچے لانے کے لئے وہ کوشاں ہیں وہیں ان کے اعتراضات کا معقول دلائل کے ساتھ جواب دینے کی بھی کوشش کرتے۔ اور تبلیغ اسلام کو اپنی زندگی کا شیوہ بناتے۔ ضرورت ہے کہ برادران اسلام اس طرف متوجہ ہوں اور مجدد وقت کا دامن پکڑ کر اسی زور کے ساتھ اسلام کی صداقت کو دنیا پر واضح کریں۔ جس زور کے ساتھ انہوں نے بد زبان معترضین کے لئے قانونی امداد طلب کی ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر اٹھیں اور جماعت احمدیہ کا اس کی ان کوششوں میں ساتھ دیں۔ جو وہ راجپال اور کالی چرن وغیرہم کے پھیلائے ہوئے زہر کے ازالہ کے لئے کر رہی ہے۔ تاکہ غیر مذاہب کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اسلام میں فی الحقیقت کوئی بات ہے کہ معترضین کی زبان بندی کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کا جواب دینے کی مسلمانوں کو ہمت نہیں۔ کیا مسلمان اس طرف متوجہ ہوں گے؟

(دوست محمد)

قدیم باشندوں سے ہندوؤں کا سلوک

مسٹر ایل سی نائرنے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں برہمنوں کے اس عام سلوک کی شکایت کی ہے۔ جو قدیم ہندوؤں کے ساتھ وہ روا رکھتے اور انہیں اچھوت قرار دے کر نہایت نفرت کا برتاؤ ان کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان عام شاہراہوں پر بھی انہیں چلنے نہیں دیتے جو برہمنوں کے لئے مخصوص ہیں۔ نہ ان کے بچوں کو اپنے مدارس میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ مسٹر نائر نے گورنمنٹ سے استدعا کی ہے کہ وہ ایک ایسا قانون نافذ کرے جس کے رو سے برہمنوں کے اس نا واجب سلوک کو مجرمانہ قرار دیا جائے۔ اور ہندوستان کے یہ قدیم باشندے بھی انسانیت کے سلوک کے مستحق ہو سکیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس قانون میں اس بات کو بھی واضح کر دیا جائے کہ جس سکول میں اچھوت لوگوں کو داخلہ کی اجازت نہ دی جائے گی وہ اس سرکاری امداد کا مستحق نہ سمجھا جائے گا جو محکمہ تعلیم کی طرف سے امدادی سکولوں کو ملتی ہے۔

اس شرمناک سلوک میں جو قدیم ہندوؤں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ ہمیں ان سے گہری ہمدردی ہے۔ لیکن اس کا جو علاج انہوں نے تجویز کیا ہے وہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ ہندو مذہب کے اندر رہ کر اگر وہ چاہیں کہ برہمن یا اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے نفرت و حقارت کا برتاؤ کرنا چھوڑ دیں۔ تو یہ ایک محال امر ہے۔ خواہ قانونی امداد ہی انہیں حاصل ہو جائے۔ ہندو سوسائٹی ہرگز اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ ملک اچھوت کو وہی حقوق حاصل ہوں جو ایک برہمن کو حاصل ہیں۔ اور گورنمنٹ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس کا اثر

انسان کی جان کو خطرہ ہو جیسے ستی اور انسانی قربانی کی قدیم ہندوانہ رسم کا انسداد کیا گیا۔

اچھوت یا قدیم باشندوں کو اگر موجودہ ذلت سے نکلنا ہے تو اس کا ایک ہی طریق ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اسلامی برادری میں شامل ہو جائیں۔ جہاں اچھوت اور غیر اچھوت کا کوئی فرق پایا نہیں جاتا کہاں ہیں ہمارے وہ آریہ سماجی دوست جو مسلمانوں پر جبر و تشدد کا الزام لگانے کے عادی ہیں۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے ان قدیم باشندوں کے ساتھ جن کی نمائندگی مسٹر نائر کی ہے۔ اس قسم کی ذلت اور جبر و تشدد کا برتاؤ کن لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے؟ کیا یہ حیرتناک بات نہیں ہے کہ ایک قوم کو جو اس ملک کی سب سے پہلی مالک ہو اور جس کو ہندوستان کی وطنیت پر آریہ لوگوں سے بڑھ کر ناز ہونا چاہیئے۔ ہزارہا سال سے اس ذلت کا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔ اور انہیں کبھی سر اٹھانے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی۔ آہ! ان لوگوں کی کتنی نسلیں اس ذلت و نکبت میں اپنی زندگی بسر کر کے تباہ ہو چکی ہیں۔ اور نہ معلوم ابھی اور کتنی نسلیں اسی شرمناک سلوک کا آماجگاہ ہوں گی۔ کاش! مسلمان اس طرف متوجہ ہوں اور ان بے کس انسانوں کو ان ذلیل غلامی سے نکالنے کی کوشش کریں۔

(دوست محمد)

نیپال میں مذہبی بندش کا قانون

"پرتاپ" نے اخبار "گورکھالی" سے یہ خبر نقل کی ہے:۔

"گورنمنٹ نیپال نے ایک قانون نافذ کیا ہے جس کی رو سے ریاست نیپال میں کوئی آریہ سماج، برہمو سماج، رادھا کشن پنتھ، کھبٹا پٹیا، جین، نانک پنتھ، کبیر پنتھ، عیسائیت اور اسلام وغیرہ کا پرچار نہ کر سکے گا۔ اور نہ کسی آدمی کو شدھ کیا جائے گا۔ جب کوئی موجودہ سناتن دھرم سے دست بردار ہوگا تو سرکار اس پر غور کرے گی۔ اور ان لوگوں کو تین سال قید سخت کی سزا دے گی"

اگر یہی قانون کسی اسلامی ریاست کی طرف سے نافذ ہوتا تو تمام ہندو پریس زمین آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ اور اسلام کو جبر و تشدد کا مذہب ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا۔ لیکن ریاست نیپال کے اس قانون پر "پرتاپ" نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ نہ اس کے خلاف آواز بلند کی۔ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ آریہ سماج کو ریاست نیپال کے اس قانون سے اتفاق ہے؟

فی الحقیقت یہ سب شدھی کی برکات ہیں۔ جہاں جہاں آریہ سماج نے شدھی کی تلقین شروع کی ہے۔ وہیں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ریاست نیپال نے اس کو روکنے کے لئے تمام مذاہب کے پرچار کو روک دیا۔ حالانکہ قانون اگر چاہیئے تھا تو شدھی کے غیر واجب طریق کے خلاف چاہیئے تھا۔ جو فتنہ و فساد کا موجب ہوتا ہے۔ تمام مذاہب کو تعلیم و تلقین سے روک دینا اور ایک عام مذہبی بندش اور جبر کا قانون نافذ کر دینا پرلے درجہ کی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسیحی اور مسلم پریس اس قانون کے خلاف ایک متحدہ آواز بلند کرے کہ ان دونوں مذاہب کی تبلیغ کا کوئی ناخوشگوار اثر آج تک ہندوستان کے کسی گوشہ میں دکھائی نہیں دیا۔ اور اسی وجہ سے انہیں ہر جگہ تلقین و تبلیغ کی پوری آزادی حاصل ہے۔ سوائے اس کے کہ بعض ہندو ریاستوں نے آریہ سماجی اثر کے ماتحت اسلام پر ایسی بندشیں عائد کر دی ہیں۔ جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

(")

معذرت

افسوس کہ ایڈیٹر صاحب کے چھٹی پر چلے جانے سے اخبار کی اشاعت میں ایک دن کی تاخیر ہو گئی۔ گزشتہ پرچہ بھی بوجہ کسیقدر دیر سے ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچا۔ یہ محض اتفاقات ہیں امید ہے کہ قارئین کرام ہمیں معذور رکھیں گے

(کارپردازان پیغام صلح)

ترکی اور اسلام

جس دن سے ترکوں نے اپنے ملک میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا ہے اور پردہ اور تعدد ازدواج کی رسم کو دور کر کے اسلام کے متعلق اپنی لاتعلقی کا ثبوت دیا ہے۔ آریہ سماج یہ چیخ پکار کر رہی ہے کہ ترک اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ اور اب موقع ہے کہ وہاں آریہ سماجی مشن بھیج کر انہیں اشدھ کر لیا جائے۔ چنانچہ کراچی کی آریہ سماج نے ایک ایسے مشن کے فی الفور ترکی بھیجنے کا ریزولیوشن بھی پاس کر دیا ہے اور ہم منتظر ہیں کہ کس دن سماجی مہاشے قسطنطنیہ کے ساحل پر اتر کر غازی مصطفٰے کمال پاشا کو وید کا اپدیش دیتے اور پنج گوی کا لال شربت ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

لیکن آریہ سماج کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ وہی ترک جن کو اسلام سے برگشتہ سمجھا جاتا ہے لیگ اقوام میں اس وقت تک شامل ہونا نہیں چاہتے جب تک انہیں ایسی مستقل جگہ وہاں نہ دی جائے جو ایک دولت عظمیٰ کی شان کے شایاں ہو سکتی ہے اور تمام دنیائے اسلام کا نمائندہ انہیں تسلیم کیا جائے۔ اگر فی الواقعہ ترکوں نے اسلام کے ساتھ تعلق توڑ دیا ہے تو اسلامی دنیا کا نمائندہ ہونے کے کیا معنے؟ انہیں تو چاہیئے تھا کہ آریہ سماجی مہاشوں کی نمائندگی کا اعلان کرتے۔ امید ہے آریہ سماج اس کے خلاف زبردست پروٹسٹ کرے گی۔ ورنہ خطرہ ہے کہ ترکوں کی اشدھی کے خواب پریشان ہو کر نہ رہ جائیں۔

غلام ربانی صاحب کا مکتوب

حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں

بخدمت آقائے نامدار حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آج جناب افیسر دفتر تحصیل کی چٹھی خاکسار کے نام موصول ہوئی۔ جس میں حضور کی طرف سے ارشاد تھا کہ جرمن مشن نازک حالت میں ہے۔ اور جناب نے حکم دیا ہے کہ میں علاوہ چندہ مقررہ ماہواری کے ۱۲ روپیہ سالانہ مزید چندہ اضافہ کروں عالیجاہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ ساتھ ہی عرض ہے کہ شاید آپ میری حالت جانتے ہی ہوں گے۔ میں غریب آدمی ہوں ماہواری اپنی آمدنی کا ایک حصہ جو دیتا ہوں وہ دیتا ہوں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضور کی یہ تحریک محض خدا کے لئے ہے۔ اور محمد رسول اللہ کے نام کو جرمنی میں روشن کرنے کے لئے ہے۔ یہ ذمہ داری صرف جناب پر نہیں بلکہ سب کلمہ گو ذمہ دار ہیں۔ اس لئے میرے اگر ۱۲ روپے سالانہ دینے سے قرآن اور محمد رسول اللہ کے نام کے لئے جرمنی میں تبلیغ کا کام جاری رہ سکتا ہے تو پھر میں انشاء اللہ اس رقم کو اس طرح پورا کرونگا۔

اگر میں چھوٹے بچوں کو دوسرے دن پیسہ پیسہ دیتا ہوں تو چوتھے دن دیا کرونگا۔

اگر میں چائے استعمال کرتا ہوں تو چینی کے بجائے ذرا سا نمک کبھی کبھی ڈال لیا کرونگا۔

اگر میں دس دن کے بعد کپڑے بدلتا ہوں تو بارہ دن کے بعد بدلونگا۔

اگر میں ایک جوتی چار ماہ کے بعد لاتا ہوں تو پانچ ماہ تک اسی پرانی جوتی میں گزارہ کرونگا۔

اگر میں کبھی انٹر کلاس میں سفر کرتا ہوں تو تھرڈ کلاس میں سفر کرونگا۔

اگر میں ہفتہ میں دس دفعہ گوشت کھاتا ہوں تو دو تین دفعہ دال استعمال کرونگا۔ اگر میں دال کھاتا ہوں تو کبھی کبھی اچار استعمال کرونگا اور جو بچت آئے گی وہ اسلام کی حمایت اور اشاعت کے فنڈ میں داخل کر دیا کرونگا

صحابہ نے اپنے سر پیش کئے تھے اور اگر ہم اتنی تکلیف بھی اس وقت جبکہ اسلام مصائب کا آماجگاہ بن چکا ہے برداشت نہیں کر سکتے تو ہم اسی قاعدوں کے فتوے کے نیچے ہیں۔ اور پھر حیف ہے ہماری زندگی پر اور ہمارے دعویٰ مسلمانی پر۔ یہ الفاظ میں سچے اخلاص اور رقت بھرے دل سے لکھ رہا ہوں۔ اگر اسلام کا درد رکھنے والے دوست ذرا توجہ کریں تو تمام مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔

(غلام ربانی گجر، راولپنڈی)

مذاکرہ علمیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم)

انگلستان میں اشاعت اسلام

سوال - حضرت خواجہ کمال الدین کے انگلستان جانے سے پیشتر بھی کیا کوئی انگریز دین اسلام میں داخل ہوا تھا یا نہیں؟

جواب - خواجہ صاحب سے بہت قبل لورپول میں مسٹر عبداللہ کوئیلیم کے ذریعہ چند آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ لیکن کسی قانونی گرفت کے نیچے آکر مسٹر عبداللہ کوئیلیم کہیں روپوش ہو گئے۔ ان کے یکایک غائب ہو جانے کی وجہ سے وہ سارا سلسلہ جاتا رہا۔ خواجہ صاحب جب انگلستان گئے ہیں تو صرف دو آدمی اس زمانہ کے مسلمان باقی تھے۔ یا کچھ کم و بیش ہونگے۔

سوال - فی الحال انگلستان کی مسلم آبادی کتنی ہوگی۔

جواب - مجھے نہیں معلوم انگلستان کی مسلم آبادی کتنی ہوگی۔ گر قیاس چاہتا ہے کہ ہزارہا کی تعداد ہی میں ہو۔ کیونکہ صدہا مسلمان طلباء ہندوستان، مصر اور دیگر ممالک سے گئے ہوئے ہیں۔ صدہا تاجر اور ان کے ایجنٹ ہوں گے۔ کچھ سیاح ہوں گے۔ کچھ ملٹری کے لوگ ہونگے کچھ ٹرکی، افغانستان، ایران وغیرہ کے سفارتخانے ہوں گے۔ کچھ نومسلم ہوں گے۔ اگر آپ کا یہ مطلب ہو کہ نومسلم کتنے ہوں گے۔ تو میرے اندازہ میں وہ بھی کوئی ہزار کے لگ بھگ ہوں گے۔ صحیح تعداد دریافت کرنی ہو تو دفتر ووکنگ سے دریافت فرمائیں۔

امریکہ میں بہائی

سوال - یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں ایک ملین (دس لاکھ) بہائی نفوس ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے اور اسلام سے زائد بہائیت امریکہ میں کیوں اپنا پایہ مضبوط کرتی چلی جا رہی ہے؟

جواب - مثل مشہور ہے جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا۔ امریکہ میں دس لاکھ نفوس بہائی ہیں۔ کہنے والے نے کہا اور سننے والے نے مانا۔ کسی نے جا کر تحقیقات کرنی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو مذہب اپنی مزعومہ الہامی کتاب کو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی جرات نہیں کر سکتا وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے کہ میں اپنے مذہب کے اتنے پیرو رکھتا ہوں اور جو ایسے مذہب کو مانتا ہے۔ جس کی الہامی کتاب ہی عیب کی طرح پردہ میں رہتی ہے۔ وہ سخت احمق ہے۔ خواہ وہ کوئی امریکہ کا باشندہ ہو یا یورپ کا۔ ایشیا کا ہو یا افریقہ کا۔ امریکہ میں ہمارے عزیز اور دوست بھی گئے ہیں ہندوستان کی طرح وہاں بھی "بہائی نفوس" کسی پردہ ہی میں ہوں گے۔ بظاہر تو کوئی نظر نہیں آتا۔ اور اگر ہوں بھی تو اس پر فخر کیا؟ عیسائیت کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں یورپ اور امریکہ میں بستے ہیں تو کیا اس سے اس مذہب کی صداقت ظاہر ہو گئی۔ استغفر اللہ۔ حق حق ہی ہے، باطل باطل ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ "اسلام سے زائد بہائیت امریکہ میں کیوں اپنا پایہ مضبوط کرتی چلی جا رہی ہے" یہ بالکل غلط ہے۔ بہائیت بیچاری کیا پایہ مضبوط کر سکتی ہے۔ اس کی خیر تو اسی میں ہے کہ چپ چپ اپنی تبلیغ کرتی رہے۔ جس خیال کا آدمی دیکھا اسی کے خیال کی تائید کر دی۔ اور اس طرح تبدریج اسے اپنی خفیہ سوسائٹی کا ممبر بنا لیا۔ کونسا شہر اور کونسا مقام ہے جہاں اسکے اصولوں پر اس کے ارکان بر کھلم کھلا عبادات اور معاملات ادا ہوتے ہیں کہیں نہیں۔ شاید عکہ میں یا کسی اور بہائی مرکز میں ہوتے ہوں تو ہوتے ہوں۔ باقی کسی شہر یا مقام میں نظر نہیں آتے۔ یہ تو مذہب نہ ہوا بلکہ تخیلات کا ایک مجموعہ ہوا۔ جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں بہائیت کا ترقی کرنا! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حضرت! اسلام ایک شیر ہے۔ جو ڈنکے کی چوٹ پر اپنے اصولوں کو دنیا کے آگے پیش کرتا ہے۔ وہ ایک مذہب ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حکومت کرتا ہے۔ آپ نے اسے امریکہ میں پیش ہی نہیں کیا تو لوگ اسے قبول کس طرح کریں۔ بہائیت کس دن اسلام کے مقابلہ پر آئی؟ اور اس کے مقابلہ میں آکر قدم مضبوط کرنے لگی۔ اس بیچاری کو اتنی جرات ہی نہیں کہ وہ کھلم کھلا مقابلہ پر آسکے۔ ان کی "کتاب اقدس" کا ڈھونڈے سے بھی پتہ نہیں ملتا اور بہتر ہے کہ اسے چھپا کے ہی رکھیں۔ تا پردہ ڈھکا [illegible]

سوال - حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام پر گریہ و زاری کرنا منع ہے یا جائز؟ اگر منع ہے تو پھر کیوں انسان اپنی ماں کے انتقال پر حد درجہ گریہ کرے۔ اور شہید قوم و دین پر نہ کرے۔ شافی لکھدیں۔

جواب - موت چونکہ مفارقت پیدا کرنے والی چیز ہے اس لئے عزیزوں اور بزرگوں کی وفات پر رنج و غم ہونا ایک فطرتی امر ہے اسے کون روک سکتا ہے۔ البتہ ایسے موقعوں پر کوشش کی جاتی ہے کہ دوستانہ نصائح اور تسلی و دلداری سے رنج و غم کو کم کیا جائے۔ اپنے اعزا و اقربا جمع ہوتے ہیں۔ اور تسلی و دلداری سے کام لے کر رنج و غم کرنے والوں کو بہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ عقلمند لوگ تو مرنے والے کا نام یا ذکر بھی اس کے ورثا کے سامنے نہیں کرتے۔ تا ان کا غم تازہ نہ ہو اور ہر وقت ان کے خیالات کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ بعض وقت دوسرے شہروں میں سیر و تفریح کے لئے بھیجدیتے ہیں تا غم غلط ہو۔ کیونکہ غم کرنے سے نہ کوئی فائدہ میت کو نہ کوئی نفع اس کے ورثا کو البتہ ورثا کا دل و دماغ غم و ہم سے پامال ہو جاتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور دنیا کے کام کاج میں ہرج واقع ہوتا ہے اس لئے حتی المقدور غم غلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وقت اس کا بہترین علاج ہے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے غم کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہانتک کہ کچھ عرصہ بعد وہ بات بھول بسر جاتی ہے۔ اور پھر وہی قہقہے اور چہچہے شروع ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی مصائب اور رنج کے موقع پر صبر ہی کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے چارہ نہیں۔ بلکہ اسی میں نفع ہے۔ فرماتا ہے:-

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ٥

اور بے شک ہم تم کو آزمائیں گے۔ کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اور خوشخبری دو صبر کرنے والوں کو۔ وہ لوگ جنھیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں۔ جن پر ان کے رب کے خاص فضل اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اب فرمایئے قرآن تو صبر کرنے والوں ہی کو خوشخبری دیتا ہے اور انہی کو خدا کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث اور ہدایت یافتہ قرار دیتا ہے۔ اور بات بھی سچ ہے۔ جو لوگ خدا کی تقدیر سے سچی صلح رکھتے ہیں۔ اور جس طرح اس کی شریعت کے احکام کی فرمانبرداری کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اس کی مشیت اور قضا و قدر کے آگے سر کو جھکا دیتے ہیں۔ وہی لوگ ہدایت اور کامیابی کے اعلے مقام پر ہونے چاہئیں۔ اور انہی پر خدا کے فضل اور رحمتوں کی بارش ہونی چاہیئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی وفات کو تو آج قریباً پونے تیرہ سو سال ہونے کو آئے ہیں۔ ان کے اعزا و اقربا اور ملنے والے جنھیں ان کا درد تھا وہ کبھی کے دنیا سے رخصت ہو چکے۔ باقی رہ گئے مسلمان۔ ان کے گھر ماشاء اللہ سال بھر تک روز قہقہے اور چہچہے رہتے ہیں کبھی امام حسین یاد نہیں آتے۔ اور کبھی بھول کر بھی ان کا رنج و غم پاس نہیں پھٹکتا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک محرم کے دس دن میں یہ رنج و غم کہاں سے پھوٹ پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تصنع اور تکلف سے رنج و غم پیدا کیا جاتا ہے۔ زبردستی ماتمی سیاہ لباس پہن لیا مرثیہ خوانی شروع کر دی۔ ان کے واقعات کو حد درجہ کے مبالغہ سے دردناک بنا بنا کر سنایا اور سنا۔ سوز کے لہجے میں نوحہ خوانی شروع کی تاکہ کسی طرح دل پر اثر پڑے۔ اور رونا آئے۔ جو رقیق القلب ہوئے ان کو مرثیہ خوانوں کی محنت اور عرق ریزی سے رونا آ گیا۔ ورنہ اس کی ضرورت نہیں۔ صرف آنکھوں پر رومال رکھ کر واحسیناہ! واحسیناہ! کے دو چار نعرے لگا دیئے۔ اور دو تھپڑ سینے پر مار لئے اور محبان حسین کی فہرست میں نام لکھوا دیا۔ ابھی باہر کھڑے ہنس رہے تھے۔ اور اندر مجلس میں پہنچتے ہی آہ و شیون کے نعروں سے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے۔ درحقیقت یہ حب اہل بیت کی بھونڈی نقل اور توہین و تذلیل ہے یہ ناممکن ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا غم آج اس قدر فطرت انسانی کر سکتی ہے کہ وہ دل کے جوش غم سے کوئی مجلس ماتم منعقد کرے یہ سب تصنع اور تکلف [illegible] منعقد کیجاتی

کرے اور یہاں ایسے سامان مہیا کئے جائیں جن سے کسی طرح انسان صبر کو چھوڑ کر سینہ کوٹنا شروع کر دے۔ رسول اللہ صلعم تو ان پر لعنت کریں جو میت پر بین کرتے ہیں۔ اور یہاں بین کرنے کو ثواب سمجھا جائے۔ ماں ہو یا کوئی اور بزرگ ہو اس کے مرنے پر غم و رنج ہونا فطرتی امر ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں دیکھا کہ لوگ ہر سال اسی تاریخ کو ایک مجلس منعقد کر کے بین کر کر کے سینہ کوٹا کرتے ہوں۔ اور پھر ہر ایک شخص کے سینکڑوں بزرگ مائیں نانیاں دادیاں مر چکی ہیں۔ پھر وہ ان کی موت کی ہر تاریخ پر سالہا سال سینہ ہی کوٹا کرے۔ اور بزرگوں کے مرنے پر غم کرنے کا ایسا ہی شوق ہو تو کیا ایک امام حسینؓ ہی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن بھی تو شہید ہوئے۔ ان کے لئے مجلس ماتم کیوں نہیں منعقد کی جاتی۔ ان کے والد حضرت علیؓ بھی تو شہید ہوئے ان کے لئے مرثیہ خوانی کیوں نہیں ہوتی۔ حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ حضرت حمزہؓ اور کیسے کیسے بزرگ صحابی شہید ہوئے۔ ان کے لئے سینہ کوبی کیوں نہیں کی جاتی۔ اور صحابہ کی شہادت تو بہت زیادہ قیمتی ہے کیونکہ انہوں نے اس وقت جانیں دیں۔ جب کفر اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خدا کے ان مقدس بندوں نے اسلام کے پودہ کو اپنے خون سے سینچا پس ان بزرگوں کی شہادت کو یاد کر کے جس قدر بھی رنج کیا جائے کم ہے۔ مگر کبھی کوئی بھول کر بھی ان کو یاد نہیں کرتا۔ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے اس دن صحابہ کی نگاہ میں دنیا اندھیر ہو گئی تھی اور وہ غم سے مجنون ہو گئے تھے۔ مگر آج بارہ وفات آتی ہے اور کوئی ایک فقرہ مرثیہ کا نہیں پڑھتا۔ اور نہ کوئی سینہ کوٹتا ہے۔ پھر آخر یہ کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہی کی شہادت پر یہ ماتم کیا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعان علی نے خود تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ بلایا۔ اور جب وہ تشریف لے آئے تو خود ہی یزید کے عمال اور اور فوجوں کے ساتھ مل کر حضرت امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت کو شہید کرا دیا۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک سیاہ داغ تھا جسے ان کے ہم مشرب بعد میں تصنع اور تکلف سے ماتمی مجلسیں قائم کر کر کے دھونے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن یہ سب بے سود تھا۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت کو ان کے ہاتھوں جو تکلیف پہنچنی تھی پہنچ چکی اب بعد میں بیٹھ کر ہائے وائے کرنا پرلے درجہ کی لغویت ہے۔ واقعات عالم کو اب تصنع اور تکلف سے نکلے ہوئے آنسو مٹا نہیں سکتے۔

سوال - کوئی انگریزی کتاب کا نام و پتہ ارسال فرمایئے جس میں ذکر واقعہ کربلا کا مفصل حال ہو۔

جواب - یہاں اردو میں کوئی مستند کتاب نہیں ملتی جس میں افسانہ نویسی کو چھوڑ کر کربلا کے صحیح واقعات کو بیان کیا گیا ہو۔ سوائے تاریخ خال خال کتابوں کے اور ان میں بھی مفصل حالات نہیں ہیں۔ تو انگریزی میں ایسی مستند کتاب کہاں ملنے لگی۔ جس میں تحقیق و تفصیل سے کام لیا گیا ہو۔ شیعوں نے دراصل اس واقعہ میں اس قدر بے سرو پا روایات ملا دیں۔ اور مرثیہ خوانوں نے صدہا فرضی واقعات از خود گھڑ کر اپنے مرثیہ کو دردانگیز بنانے کی اس حد تک کوشش کی کہ اصل واقعات تک پہنچنا ایک محقق کے لئے درد سر ہو گیا۔ انگریزوں کو کیا پڑی تھی۔ کہ وہ تحقیقات کے لئے درد سر کرتے۔ ان کی نگاہ میں تو اس کی حیثیت ایک پولیٹیکل جھگڑے کی ہے۔ کہ خلافت کے لئے دو مدعی لڑے ایک نے فتح پائی دوسرا شہید ہو گیا۔ چلو قصہ ختم ہوا۔ مگر ہم مسلمان لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے تھے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ انہوں نے اسلامی جمہوریت کی خاطر استبدادیت کے مذبح پر سب سے پہلے اپنا نذرانہ پیش کر کے ہمیشہ کے لئے خون کے حرفوں سے شہادت دے دی کہ اسلام جمہوریت کا حامی ہے۔ اور شخصی سلطنت اور استبدادیت کے مقابلہ میں وہ موت کو ترجیح دیتا ہے۔

سوال - درگاہوں اور مزاروں پر بقصد زیارت جانا اسلامی نکتہ نگاہ سے کہاں تک صحیح ہے؟

جواب - قبروں پر میت کے لئے دعائے مغفرت کرنے یا ان کے حالات سے عبرت پکڑنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے جانا تو ایک مستحسن امر ہے۔ لیکن درگاہوں اور مزاروں کی زیارت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ درگاہ یا مزار یا قبر بہرحال اینٹ پتھروں کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کو دیکھ کر کیا نفع ظاہر و باطنی ہو سکتا ہے۔ یہ میری سمجھ

یا سیرت ، اخلاق یا روحانیت کا ذہن میں نقش نہیں جمتا۔ ہاں اگر اس قبر کی عمارت کی کاریگری دیکھنی ہو تو وہ جدا بات ہے۔ مثلاً تاج محل کا روضہ آگرہ میں سبحان اللہ کیا خوب سنگ مرمر کی عمارت ہے۔ سنگ مرمر کی جالیاں اور مینا کاری اور قیمتی پتھروں کی پچی کاری عقل انسانی کو دنگ کر دیتی ہے۔ حضرت شیخ سلیم چشتی کی درگاہ میں جو فتح پور سیکری میں ہے۔ سنگ مرمر کی جالیاں اس خوبی سے کاٹی ہیں کہ بجائے پتھر کے کاغذ کی کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ سکندرہ میں اکبر کا، لاہور شاہدرہ میں جہانگیر کا، دہلی میں ہمایوں کا مقبرہ قابل دید عمارتیں ہیں۔ غرض کہ اینٹ پتھروں میں تعمیر کی کاریگری اور عمارت کی صناعی کو تو دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر کسی بزرگ کی سیرت یا صورت یا اخلاق اور روحانیت کا قبر کی ظاہری صورت دیکھ کر کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے قبر کی زیارت کو جانا بالکل بے معنی بات ہے۔ البتہ اگر کسی بزرگ کی قبر پر گزر ہو تو بتقاضائے محبت اس بزرگ کے لئے دعائے مغفرت یا دعائے ترقی درجات و نزول رحمت پیش از پیش کرنا نہایت عمدہ بات ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

چودھری عبد اللہ صاحب ٹیلیگراف سیروائزر ریلوے تارگھر لاہور سے دہلی سٹیشن پر تبدیل ہو گئے ہیں۔ احباب ان کے لئے دعا کریں کہ مشکلات سے مخلصی ہو۔

مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام کچھ عرصہ سے علیل ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

ملک محمد بخش صاحب آسٹریلیا سے لکھتے ہیں کہ ایک بدخواہ ان کے کاروبار میں روڑے اٹکاتا ہے دعا کی جائے کہ اللہ تعالے اس کی شر سے انہیں محفوظ رکھے۔

محمد ثابت اور عبد الکافی صاحب جاوا سے اپنی صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

عبد الرشید صاحب نومسلم عرصہ سے بنگال میں نظر بند ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ کب تک ان کی رہائی ہو۔ جملہ احباب اس نومسلم دوست کی رہائی کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی مبلغ اسلام جرمنی نے ایک نہایت دلچسپ انگریزی رسالہ احمدیت پر لکھا ہے۔ جو جرمن رسالہ میں ترجمہ ہو کر چھپ چکا ہے۔ اور اب انجمن نے اس انگریزی رسالہ کو کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ ۱۲ فی کتاب کے حساب سے بک ڈپو انجمن سے مل سکتا ہے۔ احباب اسے خرید کر انگریزی دان طبقہ میں تقسیم کریں۔

برلن مسجد کی تعمیر کا کام قریب الختم ہے۔ اس کے بعد جنگلا اور باغیچہ کا کام رہ جائے گا۔

پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مرکزوں میں انجمن کے پچیس[25] مبلغ کام کر رہے ہیں۔ اور ہر جگہ خدا کے فضل سے انہیں کامیابی ہو رہی ہے۔ ہزارہا غیر مسلم اس وقت تک مسلمان ہو چکے ہیں۔

چونکہ نومسلموں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور ان میں سے بہت سے نوجوان اچھوت اقوام سے آ رہے ہیں۔ جن کو ملازمت اور کاروبار میں لگانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ عزت کی زندگی بسر کر سکیں۔ جن دوستوں کو نجی طور پر یا کارخانوں میں ملازموں کی ضرورت ہو وہ ہمیں اطلاع دیں۔ انشاء اللہ موزوں آدمی مہیا کر دیئے جائیں گے ملازم رکھ لینے کے علاوہ ضرورت ہوگی کہ انہیں دین سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔

مرزا مظفر بیگ صاحب مبلغ اسلام کچھ عرصہ سے علیل چلے آتے ہیں ان کی صحت کے لئے خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

محمد نواب خاں صاحب مالیر کوٹلہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ عزیزم عبد السلام خاں ۲۲ اگست ۲۷ء کو شملہ سے لائے گئے۔ اور گھر میں پہنچ کر بہت تھوڑے عرصہ میں اسی روز اس دار فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کو سدھار گئے۔ اور ہم بے بس اور بیکس ضعیف لوگوں کو اللہ تعالے کے رحم اور فضل پر چھوڑ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون جنازہ غائب پڑھا جائے تو عین ذرہ پروری ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں

گورو نانک جی مہاراج کی توہین

(از سید فضل الرحمن صاحب منصوری)

آجکل آریہ اخبارات نے اخبار "لائٹ" لاہور مورخہ ۱۶ اگست کے پرچہ کے خلاف ایک ہنگامہ اودھم مچا رکھا ہے قبل اس کے کہ ہم اس کے متعلق کوئی رائے زنی کریں۔ ہم ان آریوں کی ہمدردانہ روش کے راز کو طشت از بام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو وہ سکھوں سے ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر اخبار "لائٹ" کا کوئی مضمون فی الواقع ایسا شائع ہوا ہے جو سکھوں کے جذبات کو ٹھیس لگانے کا موجب ہو سکتا ہے تو سکھ صاحبان اپنے طور پر جلسے کر کے پروٹسٹ کر سکتے ہیں۔ ان آریوں کا سکھوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جلسے کرنا اور شور مچانا ضرور کچھ معنے رکھتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ "لائٹ" کا گورو گوبند سنگھ جی کو باغی لکھ دینا تو اس قدر مستوجب سزا سمجھا گیا۔ کہ جلسے کر کے مسلمانوں کے خلاف سکھوں کو ابھارا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے گورو گوبند سنگھ کے بھی گورو جناب بابا نانک صاحب جیسی مقدس ہستی کو جب آریوں کے گورو پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں سوقیانہ اور دل دکھانے والے لفظوں سے یاد کریں تو "ہمدرد آریہ" گونگے بنے رہیں۔

ستیارتھ پرکاش میں (جس میں دنیا کا کوئی بزرگ۔ نبی۔ پیغمبر۔ اوتار۔ رشی۔ مہرشی۔ سخت سب و شتم اور دل آزار حملوں سے نہیں بچا) بابا نانک صاحب کو کہیں جاہل قرار دیا ہے۔ اور کہیں خود پسند۔ ایک جگہ جناب بابا صاحب کو فریبی کی حیثیت میں ظاہر کیا ہے۔ تو دوسری جگہ گنوار کی حیثیت میں۔ کہیں گورو گرنتھ صاحب کو کہانی کہہ کر اس کی توہین کی ہے۔ کیا آریہ بتا سکتے ہیں کہ بابا نانک صاحب نے بھی کہیں اپنے گرنتھ میں کسی بزرگ کو برا بھلا کہا ہے؟ ایسے بے لاگ اور صوفی منش بزرگ ہستی کی توہین کرنا کیا کسی شریف آدمی کا کام ہو سکتا ہے؟

بات دراصل یہ ہے کہ آریہ لوگ سکھوں کو محض اپنے ذاتی اغراض کے حل کرنے کی خاطر مسلمانوں کے برخلاف اکسا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر ہندوؤں کی اس نمائشی ہمدردی میں کچھ بھی حقیقت ہے تو ان کی شرافت و انسانیت کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ فوراً ہندوستان میں جا بجا جلسے کر کے دیانند صاحب کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کریں۔ اور سکھوں کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے اس حصہ کو نکالدیں۔ جس میں سکھوں کے مقدس اور واجب الاحترام گورو نانک جی مہاراج کی نہایت کمینہ اور سوقیانہ طریق پر تضحیک و تذلیل کی گئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالجات سے ظاہر ہے۔

ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ - جناب گورو نانک جی کی شان میں پنڈت دیانند لکھتے ہیں کہ ان کا مدعا اچھا تھا۔ لیکن علمیت کچھ بھی نہیں تھی۔ ہاں زبان اس ملک کی جو گاؤں کی ہے اس کو جانتے تھے۔ وید آدی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے .... چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں۔ لیکن بغیر پڑھے کیسے آ سکتی ہے ہاں ان گنواروں کے سامنے جنھوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی سنسکرت بنا کر سنسکرت کے پنڈت بن گئے ہوں گے۔ یہ بات اپنی بڑائی اور عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے۔ ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی ...... اگر جاہلوں کا نام سنت ہے تو وہ بیچارے ویدوں کی عظمت کبھی نہیں جان سکتے۔"

سکھ قوم کے یہاں جس جگہ گورو نانک جی مہاراج کی شادی کے بیان میں دولت و ثروت کا ذکر ہے۔ اس کو پنڈت دیانند لکھتے ہیں کہ "بھلا یہ گپوڑے نہیں تو اور کیا ہیں"۔ گپوڑے کا شائستہ لفظ ذرا ملاحظہ ہو۔ بالآخر اسی ستیارتھ پرکاش میں سکھوں کی قومیت پر شہوت پرستی اور تکبر کا بدنما داغ ان الفاظ میں لگایا ہے۔ کہ "ان سب نے (یعنی سکھوں نے) کھانے پینے کا بکھیڑا بہت سا ہٹا دیا ہے۔ جیسے اس کو ہٹا دیا ویسے شہوت پرستی اور تکبر کو بھی ہٹا کر ویدمت کی ترقی کریں۔ تو بہت اچھی بات ہے۔

۲۸ اگست کو لاہور میں جمنا داس وکیل نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مہرشی دیانند نے نہایت نیک نیتی سے

مذاہب پر نکتہ چینی کی ہے۔ اس سراسر نیک نیتی" اور مفروضہ "بنی نوع انسان کی بہتری" کے عرق میں ڈوبی ہوئی "نکتہ چینی" کے چند ایک نمونے حوالجات مندرجہ بالا میں ہم نے ہدیہ ناظرین کر دیئے ہیں۔

دراصل جس منحوس دن سے ان آریوں کی سوسائٹی نے ہندوستان کی سرزمین پر جنم لیا ہے اسی دن سے ملک کا امن پاش پاش ہو رہا ہے اور ہر طرف فساد کی آگ مشتعل ہے۔ کیونکہ ان کی طرف سے تمام بانیان مذاہب اور خدا کے پیاروں کی کمینہ ہتک اور دلخراش توہین کی جاتی ہے۔ اور کروڑہا بندگان خدا کے دل انہوں نے زخمی کئے ہیں۔ ان فتنہ انگیزوں کے ہوتے ہوئے ملک میں امن قایم ہو جائے؟

این خیال است و محال است و جنوں

ہندوستان

— بریلی میں دوبارہ فساد ہو گیا۔ مقتولین و مجروحین کی تعداد کافی ہے۔ مسلمانوں کو جان کا نقصان زیادہ پہنچا ہے۔

— کانپور میں بھی فساد ہو گیا۔ مجروحین و مقتولین کی تعداد سینکڑوں تک ہے مسلمانوں کی تعداد مقتولین بھی زیادہ ہے اور مجروحین میں بھی زیادہ ہے۔

— ناگپور میں ۴ ستمبر کو جو فساد ہوا ہے اس میں دو مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ اب تک کل مجروحین جو میو ہسپتال میں داخل ہو چکے ہیں ۱۲۲ ہیں۔

— بابو نہادر سنگھ آنریری مجسٹریٹ و صدر ہندو مہا سبھا کا قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوا۔

— سشن جج اجمیر نے بھیرون سنگھ کے قتل کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ قاتل کو سزائے دی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ چیف کمشنر اجمیر سے رحم کی درخواست کی جائے گی۔

— جبل پور ۲ ستمبر۔ آئندہ شنبہ کو یہاں ایک زبردست مذہبی مناظرہ ہونا قرار پایا ہے۔ بابا خلیل داس جبرو بدی مسلمانوں کی طرف سے اور پنڈت دھرم بھکشو لکھنوی آریہ سماج کی طرف سے مناظر ہوں گے مضمون زیر بحث یہ ہے کہ آیا وید الہامی ہیں یا قرآن شریف؟ طے شدہ شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہزیمت خوردہ مناظر اپنے مدمقابل کا مذہب قبول کرے۔ اس مناظرے میں شریک ہونے کے لئے پنڈت رامچند دہلوی اور پنڈت اجودھیا پرشاد دنیاج پوری کو بھی دعوت دی گئی ہے۔

بحث کے نتیجہ کا فیصلہ سنانے کے لئے پانچ حضرات بطور منصف مقرر کئے گئے ہیں۔ (فری پریس)

— ڈاکٹر انصاری آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے صدر بنا دیئے گئے ہیں۔

— مہاتما گاندھی نے ٹمپرنس سوسائٹی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے شراب کو جہالت اور افلاس سے بھی بدتر قرار دیا اور سب کو شراب پینے کی ممانعت فرمائی۔

— مدراس میل کا نامہ نگار سکندر آباد سے اطلاع دیتا ہے کہ سکندر آباد سے چودہ میل کے فاصلہ پر موتیوں کی بارش ہوئی خلق خدا کے انبوہ کے انبوہ موتی بٹورنے کے لئے میدان میں جمع ہو گئے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ کسی کیڑے کے انڈے ہیں جو ہو بہو سچے موتی کی طرح ہیں۔ لیکن ذرا سے دباؤ سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔

— امرتسر میں ۲۰ اگست کو ایک شخص گرفتار کیا گیا۔ اس کے پاس تین پستول اور ڈیڑھ سو گولیاں پائی گئیں۔

— شملہ میں رہنمایان ملک ہندو مسلم اتحاد کے لئے مناسب تدابیر و تجاویز سوچ رہے ہیں۔

— سرحدی قبیلہ مہمند پر ہوائی جہازوں سے ۳۰ گھنٹہ تک گولہ باری کی گئی۔

مسٹر گیا پرشاد نے اجلاس اسمبلی میں حکومت کے نمائندے سر ڈینس بر سے سوال کیا کہ گزشتہ ماہ جون میں علاقہ مہمند میں ہنگامہ آرائی کیوں ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہوائی اور بری فوج نے کیا کام کیا؟ طرفین کے کتنے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔

جواب میں سر ڈینس بر نے کہا کہ اس جنگ کے اصل اسباب تو ظاہر نہ ہو سکے لیکن بظاہر مہمندیوں نے بعض علاقوں پر جو حکومت کے

کے درمیان جوان تھے۔

اس لشکر نے راتوں رات سرحد کو عبور کرلیا۔ اور ناکہ بندی کے خط پر حملہ کردیا۔ اگرچہ مہمندیوں کو متنبہ کردیا تھا کہ ہم پر حملہ نہ کرنا ورنہ فضائے آسمانی سے تم پر گولہ باری کی جائے گی۔ مگر وہ نہ مانے اور انہوں نے حملہ کردیا۔ چنانچہ شاہی دہوائی بیڑے کو حکم دیا گیا کہ گولہ باری کرے اس ۲ ۳ گھنٹہ میں گولہ باری سے لشکر کو منتشر کردیا۔

ہمارے ہوائی بیڑے کو نمایاں کامیابی ہوئی اور حیرت کی بات یہ ہے کہ نقصان جان بھی کم ہوا۔ یقیناً لشکر کے پندرہ آدمی مارے گئے اور ۱۲ شدید زخمی ہوئے۔ ہوائی بیڑے کا کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا۔

مسٹر چمن لال کے ایک ضمنی سوال کے جواب میں ڈینیس برے نے کہا کہ گولہ باری نہایت معتدل اور انسانیت کے ساتھ کی گئی اور کہا کہ مجھے کسی ایسے واقعہ کا علم نہیں کہ اس قدر کم نقصان کے ساتھ لشکر منتشر کردیا گیا ہو۔

ممالک خارجہ

— نیویارک ۲۶ راگست۔ مہاراجہ رتلام موٹر کار میں سوار تھے۔ ایک ۱۲ سالہ نوجوان کو جس کا نام جوزف کوئن تھا مہاراجہ کی موٹر کا دھکا لگا۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی اور مہاراجہ بہادر نے اسے کچھ لے دیکر راضی کرلیا۔ پولیس نے مہاراجہ کو رہا کردیا۔

— حکومت ایران کے فیصلہ کے مطابق دفتر خارجہ نے تمام غیر ملکی سفارت خانوں کو مطلع کیا ہے۔ کہ آئندہ کوئی ایرانی باشندہ غیر ملکی حکومت کے لئے اعزازی طور پر کام نہ کرے۔ جن لوگوں نے اب تک ایسی خدمات انجام دی ہیں ان کو آئندہ سرکاری طور پر غیر حکومت کا کارندہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

— جاپان میں اس قدر شدید طوفان باد باراں آیا کہ ندی نالے ابل پڑے اور دو ضلعے نذر سیلاب ہوگئے۔

— امریکہ میں طوفان شدید کے باعث ۱۶ جہاز اور ۵۰ کشتیاں تباہ ہوگئیں۔

— آستانہ کی اطلاع مظہر ہے کہ آئندہ انتخابات میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کی اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو غازی کمال پاشا کے حامی ہوں گے۔ ترکی میں کسی اور جماعت کا ان سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔

— قاہرہ ۲۶ راگست۔ مجلس وزراء نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ قاہرہ اور اسکندریہ میں سعد زاغلول پاشا مرحوم کے دو مجسمے نصب کئے جائیں اور قصر زاغلول بھی خرید لیا جائے۔ اور اس میں عوام کا مقبرہ بنا کر تمام قصر کو بطور یادگار زاغلول میوزیم بنا یا جائے ۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ گزشتہ ہفتہ رئیس الاحرار سعد زاغلول پاشا کا انتقال ہوگیا۔ جنازہ پر اس قدر ہجوم تھا کہ دو شخص چھت سے گر کر راہی ملک عدم ہوگئے۔

— کابل کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت افغانستان نے طے کرلیا ہے کہ محکمہ پرواز کے روسی مندوب اور لاسلکی کے روسی ماہرین جو اس کے پاس ملازم تھے ماسکو بھیج دیئے جائیں گے۔

— معلوم ہوا ہے کہ ایرانی حکومت اپنی فوج کو وسعت دینے میں کافی مصارف برداشت کر رہی ہے۔

حمایت اسلام کا میلاد نمبر

۹ ستمبر ۱۹۲۷ء کو حمایت اسلام کا میلاد نمبر بڑی آب و تاب سے ۲۲ × ۲۹ سائز پر شایع ہوگا۔ انشاء اللہ یہ نمبر اپنے بوقلموں محاسن کے اعتبار سے دنیائے صحافت میں ایک شاندار اضافہ ہوگا۔ اس میں مشاہیر اساتذہ سخن کے متعدد تاریخی، علمی، ادبی، معاشرتی اور مذہبی مضامین نظم و نثر ہوں گے۔ ارباب علم اور اہل ذوق سے استدعا ہے کہ وہ جلد اپنے افکار ارسال فرماکر رہین منت فرمائیں۔

ایجنٹ حضرات فوراً توجہ کریں۔ اشتہار دہندگان کو بھی چاہیے کہ وہ اشتہار مع اجرت بحساب ۵ روپیہ فی صفحہ پیشگی ارسال کریں۔ اجرت کی تخفیف کے متعلق خط و کتابت کرنا فضول ہے۔ کیونکہ نرخ پہلے ہی کمال سوچ بچار کے بعد کم سے کم مقرر کیا گیا ہے۔

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ

(بسر پرستی ریاست کپورتھلہ)

یہ دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی خدمت کر رہا ہے۔ اس دواخانہ کی مجرب شاہی ادویہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک مشہور ہوچکی ہیں۔ یہ دواخانہ اشتہاری اور عطائی نہیں ہے۔ بلکہ قابل اطمینان اور نہایت معتبر ہے۔ ہر موسم میں عورتوں اور مردوں اور بچوں کی ادویہ تیار رہتی ہیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں ؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے !!

آپ ایک عمدہ کاروبار اپنے گھر پر خاموشی سے کرسکتے ہیں جس میں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیئے۔ جس سے زندگی آسانی اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی مشین اور ۲۶۰ روپیہ والی بنیان کی مشینوں پر کام کررہے ہیں اور تین سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاماس لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹
ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۸۱۴ بمبئی

بہترین قلمی آم نئے ولیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط او سستے قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب کرو:

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

برص کے سفید داغ ایک دن میں آرام

اگر ہماری نفیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے چھائیاں وغیرہ دور کرکے مرجھائے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ۔ (عہ)

دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ

ضرورت ہے

اگر یشمی ٹری صافے کی

تو مولوی کبیر احمد خاں ... گلیاں ... سے منگائیے

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے۔ آئندہ کے لئے یاد رکھیے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی حیرت انگیز زود اثر دوا صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیج کر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگائیے۔ تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی۔ (۲) تاریخی ادبی، معاشرتی۔ تمدنی۔ تجارتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف اور سٹیشنری۔ خوشنما دیسی فونٹن پن پائدار اور آزمودہ ہم سے منگائیں (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک نمونہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص سرائیل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً طلب کرو۔ (۵) عاملوں نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے بربس عمل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ ضائع کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کریں گے خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیں۔

نوٹ ایماندار تاجر ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے آرزو مند ہمارا پتہ نوٹ کریں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے مینیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کڈویسی کی ڈربیا شوز تیار کی ہے۔ جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے۔ جس کا سول ربڑ کا ہے۔ جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگر چھ مہینے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی۔ اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کرسکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ حیرت ہوتی ہے۔ قیمت بہت کم یعنی صرف دو روپے (عہ) علاوہ محصول۔ کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیئے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اخبار

پیغامِ صلح

ایڈیٹر
عبدالحق ودیارتھی

ہر چہار شنبہ (بدھ) کو لاہور سے شائع ہوتا ہے

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور، یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۷

بتقریب عید میلاد النبی فریاد بحضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(سید عبدالجبار شاہ سہانوی از ہستا: علاقہ یاغستان)

سید الانبیاء حبیب خدا! — داد و یاد از شب یلدا
ہرچہ از ستم کفر وظلمت بود — جملہ آورد حملہ بر دنیا
یوم تاتی السماء بالدخان — غشی الناس بالتی وعدا
ہیچ راہ بدی نماند خفی — ہیچ بدنیت کان نگشت روا
انقلاب عظیم وارد شد — بر قلوب جہانیاں درد ا
گشت لامذہبی دلیل کمال — نیز مذہب زاکتساب جدا
جملہ اخلاق فاضلہ برلود — علم وتہذیب اہل آرو پا
روح وتہذیب قوم غارت شد — ملک دولت برفت در یغما
دجل فرنگ زور توپ وتفنگ — کرد بے جنگ فتح دولت ہا
ملت تابع القرآن حکیم — کرد یکسر ز قول فعل جدا
ہمتش صرف قطع اعضا شد — دولتش صرف عیش وغفلت ہا
لاجرم زیر مقت اکبر گشت — قوم بدبخت حیف و وادیلا
دیگر اقوام معتقد رکیمر — جملہ بیگانہ از طریق ہدا
زاکتساب عباد شد ربا — بر وبحر از ظہور مفسدہا
ایکہ رحمت شفیع عالمیاں — ایکہ نورت دلیل ہر پیدا
ایکہ بالمومنین رؤف ورحیم — رحمۃ العالمین کرم فرما
مثل خورشید جہل وتاریکی — کردہ بودی بوقت بعث فنا
صد مراتب فزون اول بار — روئے خورشید وار خود بنما

عبد جبار چارہ گم کردہ است
جز صدا ہائے داد و وادیلا!

بزم احبا

(مرتبہ خان صاحب چوہدری منظور الہی صاحب احمدی لاہور)

استنبول (ترکی)

برادر عمر رضا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ عرصہ سے آپ سے کوئی خط نہیں بھیجا۔ مجھے اخبار باقاعدہ پہنچتا رہتا ہے۔ جس کے لئے میں آپ کا مشکور ہوں اس عرصہ میں میں نے آپ کی کتب دعوت عمل اور رجوع الی القرآن کی بنا پر کئی مضمون احمدیت پر اخبار "وقت" میں شایع کئے۔ شبلی کی کتاب الفاروق کا مکمل ترجمہ کر کے چھپوایا۔ ڈیون پورٹ کی کتاب کا ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے۔ ہر ایک کی ایک ایک کاپی ارسال ہے۔

مجھے یہاں ایک دینی مدرسہ کے ایک استاد یوسف ضیا بے پر مقدمہ کرنا پڑا۔ کیونکہ اس نے میری کتابوں کے خصوصاً سیرۃ خیر البشر کے مضامین سرقہ کر کے اپنے نام پر شایع کئے تھے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ وہ میرا حوالہ دیدے لیکن اس نے انکار کیا اس لئے مجھے عدالت میں جانا پڑا۔ تمام اخبارات کئی دن تک میری موافقت میں مضامین لکھتے رہے۔ آخر کار مدعا علیہ نے معافی مانگی۔ اور صاف طور پر اعتراف کیا۔ کہ اس نے یہ سب مضامین میری کتب سے لئے تھے۔ اور اس نے اسی مضمون کا ایک ورق چھپوا کر کتاب کے ساتھ لگا دینے کا وعدہ کیا۔ جس پر میں نے اسے معاف کر دیا۔

آج کل میں احادیث پر ایک کتاب تصنیف کر رہا ہوں تا کہ وہ لوگوں کے لیے دینی و دنیاوی بہبودی کا موجب ہو۔ میں مختلف قسم کی احادیث جمع کر رہا ہوں۔ کیا آپ اس معاملہ میں میری مدد کر سکتے ہیں (برادر موصوف کو ضروری کتب بھیجدی گئیں۔ پیغام صلح)

ترجمۃ القرآن مجھے پہنچ گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے حضرت مولانا صاحب کو برکات عطا کرے اور اپنے حضور سے نیک بدلہ دے آپ نے لکھا تھا کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ علیحدہ بھی چھپ رہا ہے۔ اگر وہ اس وقت تک چھپ چکا ہو تو اس کی چند کاپیاں مجھے بھیجدیجئے۔ جواب جلد دیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔

وائینا (آسٹریا)

کرنل رشید غالب بے صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو ایک مضمون بھیجتا ہوں اسے "لائٹ" میں بھی شایع کر دیجئے۔ یہ ان رازدارانہ نوٹوں کا ایک حصہ ہے۔ جو ایک بڑے عیسائی عالم نے اپنے قیام استنبول کے زمانہ میں لئے تھے۔ یہ شخص بڑا ہوشیار اور سمجھدار ہے۔ اور سلطان عبدالحمید کے عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکا ہے۔ اور عرصہ تک ترکوں میں رہتا رہا ہے۔ اس مضمون میں اس نے مذہب اسلام کی فضیلت بیان کی ہے۔ اگرچہ خود وہ عیسائی ہے۔ لیکن اسلام کی عمدگی اور سادگی کا اعتراف کر کے اسے عیسویت پر ترجیح دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایک سمجھدار اور عالم عیسائی اپنے عیسوی مذہب کو خیر باد کہتا ہے۔

رومانیا

ترکی کے روزنامہ اخبار "جمہوریت" نے ۱۲ محرم ۱۳۴۶ھ کے پرچہ میں ایک عکسی تصویر دی ہے۔ جو ایک انگریزی اخبار سے لی گئی ہے۔ جس میں دکھایا گیا ہے کہ وہاں کے پادری صاحب ایک معصوم چند ماہ کے مسلمان بچہ کو بپتسمہ دے رہے ہیں۔ اور وہ رو رہا ہے گویا وہ اس زبردستی اور جبری تبدیل مذہب سے بہت پریشان ہے بلقان کی عیسائی سلطنتیں بڑی بے تعصبی اور فراخ دلی کے دعوے کیا کرتی ہیں۔ لیکن رومانیا کی سلطنت میں زبردستی مسلمان بچوں کا عیسائی بنا لینا ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایسے دعاوی کسی حقیقت پر مبنی نہیں اسی طرز پر پادری صاحبان نے دو برس کے ۸۰ مسلمان بچوں کو زبردستی عیسائی بنا لیا ہے۔ ممالک غیر میں اشاعت اسلام کو غیر ضروری قرار دینے والے مسلمان ان واقعات پر غور کریں۔ سابقہ ترکی سلطنت کے جو جو علاقے اغیار کے قبضہ میں چلے گئے ہیں۔ ان میں قریباً ہر جگہ یہی حالت ہو رہی ہے۔ کچھ مسلمان ہجرت کر کے باہر نکل جاتے ہیں۔ جو باقی رہ جاتے ہیں ان کے بچے زبردستی عیسائی کر لئے جاتے ہیں اور اس طرح سے اسلام کو ان ممالک سے مٹایا جا رہا ہے۔

سرالیون (مغربی افریقہ)

برادر نصر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست عبدالعزیز سے آپ کا پتہ اور آپ کی کامیاب تبلیغ اسلام کا حال معلوم ہوا۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ آپ کی جماعت میں شامل ہو کر خدمت اسلام نہ کروں [illegible]

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

۲۷ راگست ۳۷ء

سورہ بقرہ کا رکوع اول تلاوت کرکے فرمایا:-

میں نے پچھلے جمعہ انہی آیات کو پڑھا تھا۔ اور ان میں سے جو سب سے پہلی بات ہے یومنون بالغیب اس کے متعلق بتایا تھا کہ خدا کی ہستی پر ایمان کتنی بڑی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کے بعد ترتیب میں فرمایا یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون یہ دو عملی باتیں بتائی ہیں ان کے علاوہ باقی جتنی باتوں کا ذکر ہے وہ ایمانیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کو خلاصۃً بیان کیا ہے۔ یا اللہ پر ایمان کے ساتھ کسی بات کا ذکر کیا ہے۔ وہ انہی دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک نماز اور دوسرے زکوٰۃ۔ فی الواقعہ یہ غور طلب بات ہے۔ کہ ان چیزوں کی درحقیقت کوئی وقعت بھی ہے۔ آج نماز پڑھنے والوں کی تو کچھ تھوڑی بہت تعداد ہے گو زکوٰۃ دینے والوں کی اتنی بھی نہ ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو ایمان کے ساتھ اتنی وقعت کیوں دی۔ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو اسلام نے فی الحقیقت دو ہی بڑے بھاری انقلاب پیدا کرنے چاہے ہیں ایک اخلاقی اور روحانی اور دوسرا دنیوی۔ اسلام ایسا مذہب نہیں۔ کہ صرف اللہ اللہ کرنا سکھا دے۔ اور دنیا کی کوئی بات نہ بتائے۔ صرف عبادت کے متعلق ہی اس نے نہیں بتایا۔ بلکہ اس سے بہت بڑھ کر دنیا کے متعلق ہمیں بہت کچھ سکھایا ہے انسانوں کے باہمی تعلقات اور دنیوی بہتری کے متعلق ادنےٰ سے ادنےٰ باتوں پر قرآن نے روشنی ڈالی ہے فی الحقیقت اسلام یا قرآن کے سامنے دو بڑے بھاری مرحلے تھے۔ ایک اخلاقی اور روحانی ترقی کا مرحلہ اور دوسرا دنیوی ترقی کا مرحلہ۔ اخلاقی اور روحانی ترقی کو یقیمون الصلوٰۃ میں ادا کیا ہے۔ اور دنیوی ترقی کو مما رزقنٰھم ینفقون میں۔ نماز کو اسلام نے اخلاقی اور روحانی ترقی کا ذریعہ بتایا ہے حالانکہ اگر اس زمانہ کے نمازیوں کو دیکھا جائے تو شاید کہنا پڑے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ نماز کو اخلاقی اور روحانی ترقی سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ صحیح ہے کہ نماز کو ہماری اخلاقی اور روحانی ترقی سے گہرا تعلق ہے۔ خود قرآن نے اسی بات کا ذکر کیا ہے۔ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر نماز بدیوں اور برائیوں سے روکتی ہے حدیث میں نماز کو مومن کا معراج قرار دیا گیا ہے۔ اس کو تو سب مانتے ہیں کہ ایک انسان دوسرے اچھے انسان کے ساتھ بیٹھے تو اس پر اثر ضرور ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وعظ و نصیحت ہی ہو۔ بلکہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی نیکی سے متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ان اسباب میں سے جو عرب کی ترقی کا باعث ہوئے ایک بڑا بھاری سبب یہ ہے۔ کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر آپ کی نیکی سے متاثر ہوتے تھے۔ نماز میں خدا کے ساتھ ایسا تعلق ہوتا ہے۔ جیسے دو انسانوں کا تعلق ہو۔ گو ہم خدا کو ان آنکھوں سے دیکھ نہ سکیں مگر کانک تراہ کا مصداق ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ قلب کی حضوری میسر ہو۔ گویا نماز انسان کو خدا کے حضور میں لے جاتی ہے۔ تو جس شخص کو دن میں پانچ مرتبہ خدا کے حضور حاضر ہونے کا موقع ملے اور بلاشبہ خدا تعالیٰ تمام نیکیوں تمام خوبیوں اور اعلےٰ صفات کا سرچشمہ ہے۔ تو وہ اس کی صفات حسنہ سے متمتع ہو کر اخلاقی اور روحانی ترقی حاصل کرے گا۔ جس طرح ایک اچھے انسان کی صحبت میں بیٹھ کر انسان نیکی حاصل کر سکتا ہے۔ ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے حضور میں جاکر نیک بن سکتا ہے یہ نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نماز کی غرض و غایت کو سمجھا صحابہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں کا ایک بھاری گروہ نماز کی اصل حقیقت سے نہ صرف غافل ہی نہ تھا۔ بلکہ اس پر عامل ہو کر انہوں نے اس غرض و غایت کو پا لیا۔ جو اس کے اندر مضمر ہے۔ ان لوگوں نے فی الواقعہ اخلاق کہاں سے حاصل کئے۔ محض اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے ان لوگوں نے جو دنیا کو اخلاق اور روحانیت سکھائی وہ اس نماز ہی کا اثر تھا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے اخلاق پہلے ہی بلند ہیں۔ ہمیں نماز کی ضرورت نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی بات انسان کے تنزل کا موجب نہیں۔ ترقی وہی شخص کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو محتاج سمجھتا ہے۔ انسان خواہ کتنی ہی ترقی کرلے اگر یہ [illegible]

نرے آرام و آسائش کی جگہ نہیں۔ بلکہ انسان کے ایک اور قسم کے اور بلند تر روحانی ترقیات کی ابتدا بہشت سے ہوتی ہے۔ دنیا میں بھی انسان ترقی کرکے یہی دیکھتا ہے کہ ابھی اسے اور ترقی کی ضرورت ہے ہم چند نیچر کی طاقتوں پر قبضہ کرکے یہ سمجھ نہیں سکتے کہ ہم تمام ترقیات پر حاوی ہو گئے۔ کون جانتا ہے کہ آج سے پچاس سال بعد کس قدر نئی باتوں کا انکشاف ہوگا۔ اور انسان کس قدر ترقیات کے معراج پر پہنچے گا۔ یہی حال روحانی ترقیات کا ہے۔ جو اس دنیا میں ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بعد الموت ان کا دائرہ اور بھی وسیع ہو جائے گا اتنا وسیع جس کی کوئی انتہا نہیں۔ فی الحقیقت نماز ذریعہ ہے خدا کی طرف ترقی کرنے کا۔ جس کو یقیمون الصلوٰۃ میں بیان کیا۔ اور مما رزقنٰھم ینفقون ذریعہ ہے دنیوی ترقی کا۔ یومنون بالغیب میں خدا پر ایمان کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مگر خدا پر ایمان خشک ہوتا ہے جب تک خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ یقیمون الصلوٰۃ کو اس تعلق کا ذریعہ قرار دیا۔ اور اس تعلق کا ثبوت کیا ہے۔ مما رزقنٰھم ینفقون خدا کے دیئے میں سے وہ دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ انسان کیوں دکھ اٹھاتا، کیوں محنت کرتا اور ہر قسم کی مشقت برداشت کرتا ہے۔ اسی لئے کہ دوسروں کے ساتھ تعلقات ہوں۔ اور جب تک ایک دوسرے کی بہتری کا تپ نہ ہو اس وقت تک نیکی میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔

ہمارے مذہبی اصول اکثر اگر تاریخ میں حل ہو جاتے ہیں۔ اگر تاریخ کو دیکھا جائے تو جو پہلے خدا رسیدہ لوگ تھے ان کی خدا رسیدگی یہ نہیں تھی کہ بڑی عبادت کرتے تھے۔ بلکہ خدا رسیدگی یہ تھی کہ وہ دوسروں کی خدمت کرتے تھے۔ فی الحقیقت اسلام کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے لوگوں کا خیال ہمیشہ اس طرف ہوتا ہے کہ دولت یا حکومت کے وہ مالک ہوں۔ لیکن حقیقی عزت دولت یا حکومت سے نہیں بلکہ اعلےٰ اخلاق سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن میں ایک اندھے شخص کا قصہ ہے ایک موقع پر قریش کے بڑے بڑے سردار رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھے تھے۔ اور آپ ان سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک اندھا آیا اور اس نے اس بات کا خیال نہ کرتے ہوئے کہ رسول اللہ صلعم دوسروں سے باتیں کر رہے ہیں۔ کوئی سوال کر دیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے سمجھایئے رسول اللہ صلعم کو اس کا یہ طریق کسی قدر ناگوار گذرا۔ اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ عبس و تولّٰی ان جاءہ الاعمٰی تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ ایک اندھا اس کے پاس آیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن محمد رسول اللہ کے قلب کا نقشہ ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ آیات قرآن میں کیوں ہیں۔ آنحضرت صلعم تو جانتے تھے۔ کہ لوگوں نے اس قرآن کو پڑھنا ہے۔ پھر کیا کوئی شخص کوئی ایسی بات اپنی تصنیف میں لکھ سکتا ہے۔ جس میں اس کی اپنی کسی بات کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہو بالخصوص جبکہ وہ کتاب دنیا میں پھیلنے والی ہو۔ اور روزمرہ نمازوں میں پڑھی جاتی ہو۔ یہ تو انسانی قلب کا نقشہ نہیں ہو سکتا۔ غرض انہی آیات کے ساتھ فرمایا کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ یہ قرآن تو بڑے بلند صحیفوں میں ہے۔ اور اس کے لکھنے والے بڑے معزز لوگ ہیں۔ کیا مطلب کہ قرآن تو اس لئے آیا ہے کہ چھوٹے مرتبہ سے انسان کو اٹھا کر بلند مرتبہ پر لے جائے۔ اخلاق فاضلہ اس میں پیدا کرے اخلاق کے ذریعہ سے جو شرف اور عظمت انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ بڑی دیرپا ہوتی ہے۔ اور یہی حقیقی عزت ہے جس پر انسان کا فخر کرنا بجا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سے قرآن میں ایک عورت کا قصہ لکھا ہے قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا۔ ایک عورت رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اس کو اس کے خاوند نے کوئی تکلیف پہنچائی تھی۔ وہ ان کی ایک پرانی جاہلیت کی رسم تھی۔ کہ جس عورت کو وہ ماں کہہ دیتے تھے اس کے ساتھ پھر تعلقات زوجیت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ اسے طلاق دیتے تھے۔ تو ایک عورت رسول اللہ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میرے خاوند نے ایسا کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں تو اس رسم کے خلاف کوئی نیا حکم اب تک نازل نہیں ہوا۔ اس لئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارہ میں تجھ سے جھگڑتی ہے۔ اس میں بتایا کہ کوئی شخص خواہ کتنا بھی چھوٹا ہو خدا کے سامنے اس کی حیثیت ایک بڑے انسان کی برابر ہے۔ جھگڑتی تو وہ محمد رسول اللہ سے ہے۔ اور خدا اس کی [illegible] حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ خلافت کے زمانہ [illegible]

ایک بڈھی عورت ملی اور اس نے کہا میں کچھ باتیں کرنی چاہتی ہوں آپ علیحدہ ہو کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ باقی تمام لوگ انتظار میں رہے دیر تک وہ باتیں کرتی رہی۔ آخر جب وہ چلی گئی۔ تو لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین ایک بڈھی عورت کی خاطر اتنے لوگوں کو آپ نے کھڑا رکھا۔ انہوں نے کہا تمہیں نہیں معلوم یہ وہ عورت ہے جس کی بات کو خدا نے آسمان پر سنا تھا۔ عمر کون ہے جو اس کی باتوں کو نہ سن سکے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمر اس خاص عورت کی بات کو سنتے تھے۔ اور دوسروں کی نہیں۔ وہ تو ہر ایک کے ساتھ اسی طرح پیش آتے تھے لیکن یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام میں کس طرح بعض ادنےٰ درجہ کے انسانوں کو عزت اور عظمت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

غرض یہ دو باتیں یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون فی الحقیقت دین کے دو اصول ہیں۔ یقیمون الصلوٰۃ روحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے ہے اور مما رزقنٰھم ینفقون دنیوی ترقی کے لئے رزقنٰھم میں تمام چیزیں آجاتی ہیں۔ دولت، علم، مال وغیرہ۔ تو ان دونوں کو اکٹھا کیوں رکھا اس لئے کہ انہی پر تمام ترقیات کی بنیاد ہے۔ گویا ابتدا خدا پر ایمان سے کی۔ یومنون بالغیب۔ پھر بتایا کہ صرف ایمان سے کچھ فائدہ نہیں جب تک خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اور اس کا ذریعہ بتایا یقیمون الصلوٰۃ اور آخر بتایا کہ جس کو خدا کے ساتھ تعلق ہوگا وہ مخلوق خدا کی خدمت میں لگ جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہی سب سے بڑی صفت ہے اس لئے فرمایا ومما رزقنٰھم ینفقون

لائٹ کے ایڈیٹر پبلشر اور پرنٹر کی گرفتاری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس منتظمہ کے اجلاس میں حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے منظور ہوا:-

مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس متفقہ طور پر اس امر پر نہایت افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ محض ہندوؤں کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے مولانا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی ایڈیٹر اور چودھری رحمت خاں صاحب بلاد پبلشر اور شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر "دی لائٹ" کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف گرفتار کیا گیا ہے۔ یہ جلسہ گورنمنٹ کے اس فعل پر بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے کہ ہندوستان بھر میں ہندوؤں کے مسلمانوں کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کیس کو واپس لے لے۔ اور شرفا کو جیل خانہ میں دھکیلنے کی بجائے دیگر موثر ذرائع سے ملک میں امن قائم کرنے کی کوشش کرے جس کے لئے یہ انجمن دل سے متمنی ہے۔

شاہان مغلیہ کی توہین

گیٹی تھیٹر میں

سنا ہے کہ کل ہفتہ کے روز سے گیٹی تھیٹر میں ایک ڈراما نورجہاں کے نام سے شروع ہوا ہے جس میں خاندان مغلیہ کے کیریکٹر پر حملے کئے گئے ہیں اور واقعات تاریخی کو نہایت بُرے اور غلط پیرائے میں پیش کیا گیا ہے . . . .

منیجر کمپنی کو چاہئے کہ ان کو بند کردے اور مسلمان وہاں ہرگز نہ جایا کریں۔

قبول اسلام

خان شاہ محمد خاں صاحب انجینئر خواص پورے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ مورخہ ۸ ستمبر ۳۷ء کو ایک ہندو عورت مسماۃ ستی عمر ۲۰ سال برضا و رغبت خود مشرف باسلام

جبری تعلیم کیلئے انجمنہائے امداد باہمی!

مسٹر سی ایف سٹرکلینڈ آئی سی ایس رجسٹرار انجمنہائے امداد باہمی کی معنی خیز تحقیقات

مسٹر سی ایف سٹرکلینڈ صاحب رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز پنجاب نے مفصلہ ذیل محققانہ مضمون پنجاب ایجوکیشنل جرنل بابت ماہ اگست ۱۹۲۷ء میں شایع کیا ہے۔

انجمنہائے امداد باہمی کے ارکان کی یہ زبردست خواہش ہے کہ لازمی تعلیم صوبہ کے ان تمام حصوں میں پھیلا دی جائے، جہاں یہ مؤثر طور پر رائج ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ دیہاتی آبادی کو ابھی تک تعلیم کے فوائد کا پورا احساس پیدا نہیں ہوا۔ یا وہ ابھی کافی طور پر اس امر کی عادی نہیں کہ "قلت" کو "مقامی کثرت" کی رائے تسلیم کرنے پر مجبور کرے۔ اس لئے ابتدائی تعلیم کا قانون صرف محدود دیہاتی علاقوں میں ابھی تک نافذ ہوا ہے۔ قانون جبر کے لئے رستہ صاف کرنے کی غرض سے انجمنہائے امداد باہمی کے ارکان نے چند سال سے کواپریٹو سوسائٹیاں بنائی ہیں۔ جن میں بچوں کے والدین اپنی رضامندی سے ان ضمنی ضوابط کو مان لیتے ہیں۔ جن کا منشا یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں کو ایک خاص ابتدائی مدرسہ میں اس وقت تک بھیجتے رہیں جب تک کہ وہ چوتھی جماعت پاس نہ کرلیں۔ یا بارہ سال کی عمر کے نہ ہوجائیں ۳۱ جولائی ۱۹۲۶ء کو اس قسم کی ۱۰۴۰ سوسائٹیاں تھیں جن میں ۰۰۰ ۲۷ والدین نے عہد کیا کہ وہ مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق اپنے بچوں کو تعلیم دیں گے۔ اب ان سوسائٹیوں اور ان کے ممبروں کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوچکا ہے۔

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ خاص رقبوں میں لازمی تعلیم کے نفاذ کا سب سے بڑا فائدہ اور مقصد یہ ہے کہ مدرسہ میں طلبا کی تعداد بڑھانے کی بجائے بچے اس وقت تک باقاعدگی کے ساتھ مدرسہ جاتے رہیں جب تک کہ چوتھی جماعت پاس نہ کرلیں۔ بالفاظ دیگر طلبا کی تعداد کے بجائے تعلیم کا اعلےٰ قسم کا ہونا مدنظر ہے۔ تعلیم کا اعلےٰ قسم کا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ معلم میں پڑھانے کی استعداد کس قدر ہے اور متعلم میں سیکھنے کی کس قدر۔ شرط اس کے ساتھ یہ ہے کہ طریق تعلیم صحیح اور نصاب کا انتخاب درست ہو۔ میں اس وقت معلم کی استعداد کا ذکر نہیں کرونگا۔ لیکن متعلم کی ناقابلیت اور کسی حد تک کند ذہن بچوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے اس کی غیر موزونیت کا اندازہ تعداد طلبا میں اس تخفیف سے لگایا جاسکتا ہے جو ہمارے پرائمری سکولوں کا نمایاں پہلو ہے۔

پنجاب کے پرائمری سکولوں میں اس عمل تخفیف کو ظاہر کرنے کے لئے سرکاری اعداد وشمار موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان نتایج کا تجزیہ کیا گیا ہے جو ۲۹ کواپریٹو سوسائٹیوں میں ۶۹۴ بچوں کو تعلیم دینے سے جو پنجاب کے مختلف حصوں میں دیہاتی پرائمری سکولوں میں زیر تعلیم ہیں برآمد ہوئے ہیں۔ ۳۱ جولائی ۱۹۲۲ء سے پہلے اس قسم کی ۳۲ انجمنیں درج رجسٹر کی گئی تھیں۔ جن میں سے تین انجمنیں بعد میں منسوخ کی گئیں۔ دو انجمنوں کی تنسیخ کی وجہ تو یہ تھی کہ ان کے ممبر ضمنی ضوابط کی پابندی نہ کرسکے۔ تیسری انجمن اس لئے منسوخ ہوئی کہ ابتدائی تعلیم کے قانون کے ماتحت قانونی جبر نافذ کیا گیا تھا۔ ۱۹۲۲ء کے پہلے نصف حصہ میں ۲۹ انجمنیں درج رجسٹر اور ان کے قیام کے وقت ۶۹۴ طلبا کی تقسیم مختلف جماعتوں میں اس طریق سے تھی:-

جماعت	تعداد طلبا	تعداد فیصدی
پہلی	۵۸۳	۸۴
دوسری	۶۸	۱۰
تیسری	۱۸	۲٫۵
چوتھی	۲۵	۳٫۵

جو لڑکے بعد میں داخل ہوئے انہیں نظر انداز کیا گیا۔ اور انہی ۶۹۴ بچوں کی حالت پر ۱۹۲۶-۲۷ء کے موسم سرما میں غور وخوض کیا گیا۔ یہ معلوم ہوا کہ ۴۸۵ طلبا ابھی تک زیر تعلیم ہیں۔ اور ۲۰۹ نے سکول چھوڑ دیا ہے۔ مدرسہ میں ½۲ سال تک تعلیم دینے کے بعد مختلف جماعتوں میں ان کی تقسیم جس طرح ہے وہ دوسرے کالم

جماعت	تعداد طلبا	تعداد فیصدی
پہلی	۱۰۴	۱۵
دوسری	۱۲۰	۱۷
تیسری	۱۲۴	۱۸٫۵
چوتھی	۷۵	۱۱
پانچویں	۴۳	۶٫۵
چھٹی	۱۴	۲
ساتویں	۴	٫۷۵

ان ۲۰۹ (۲۵، ۲۹ فیصدی) طلبا میں جنھوں نے سکول چھوڑ دیا تھا۔ ۳۱ طلبا تو چوتھی جماعت پاس کرنے کے بعد چلے گئے۔ ۱۰ طلبا مرگئے۔ یا بیماری کی وجہ سے انہیں تعلیم ترک کرنا پڑی۔ ۱۲ طلبا کی صورت میں ڈسٹرکٹ بورڈ سکول بند ہوگیا۔ اور ان کے لئے اور کوئی سکول نہ رہا۔ جہاں وہ سہولت سے پڑھ سکتے۔ باقی ۱۵۶ طلبا نے بغیر کسی اطمینان بخش وجہ کے سکول جانا بند کردیا اور وہ سوسائٹیوں کے ممبر نہ رہے۔ اس اندازہ میں ان دس لڑکوں کو جو مرگئے اور ان بارہ کو جن کا سکول بند ہوگیا۔ یعنی کل تین فیصدی کو منہا کردینا شاید مناسب ہوگا۔ لیکن ان ۱۵۰ طلبا (۵، ۲۲ فیصدی) کا تناسب جنھوں نے پڑھائی چھوڑ دی افسوسناک طور پر زیادہ ہے۔ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ۶۱ طلبا پانچویں چھٹی اور ساتویں جماعتوں میں پورے طور پر کامیاب ہوئے۔ اور ان ۳۱ طلبا کی کامیابی بھی تسلیم کی جاسکتی ہے جنھوں نے چوتھی جماعت ختم کرنے کے بعد مدرسہ چھوڑ دیا اور چوتھی جماعت میں ۷۶ اور تیسری جماعت میں ۱۲۴ طلبا یعنی ۴۹ فیصدی طلبا کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ معقولیت کے ساتھ جتنی کامیابی کی توقع ہوسکتی تھی وہ ہوگئی۔ بالفاظ دیگر اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ پڑھائی کی مدت صرف ½۲ سال رہی اور اس لئے پہلی جماعت سے تیسری جماعت تک رفتار ترقی اطمینان بخش ہے۔ تو ۷۰ فیصدی میں سے ۵، ۲۴ فیصدی طلبا پاس ہوئے۔ (ان میں وہ طلبا شامل نہیں جو مرگئے یا جن کا سکول بند ہوگیا۔ اور ۵، ۴۵ فیصدی ناکامیاب رہے۔

ان ۱۵۶ لڑکوں کے متعلق جن کے والدین سوسائٹیوں کے ممبر نہ رہے۔ اور جنھوں نے اپنے لڑکوں کو مدرسہ بھیجنا بند کردیا مجھے کوئی تفصیلی واقفیت نہیں۔ گو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی حالتوں میں لڑکوں کے والدین کسی دوسرے گاؤں میں نقل مکانی کر گئے۔ اور اس لئے لڑکے اس سکول میں نہ جاسکے۔ اس قسم کی نقل مکانی اکثر اوقات طلبا کی تعداد میں ظاہری تخفیف اور غیر کاشتکار جماعتوں کی صورت میں حقیقی تخفیف کا باعث ہوگی۔ یہ امر اغلب ہے کہ ان ۱۵۶ طلبا میں سے کچھ لڑکے دوسرے سکولوں میں پڑھ رہے ہوں۔ چونکہ میں نے صرف ۲۹ سوسائٹیوں کے متعلق تحقیقات کی تھی اس لئے میرے پاس ان ۱۵۶ لڑکوں کے متعلق کوئی ریکارڈ نہیں۔

اب پہلی اور دوسری جماعتوں میں ان ۲۲۴ یعنی ۳۲ فیصدی طلبا کی تخفیف کا حال باقی ہے۔ جو لڑکا ۳۱ جولائی ۱۹۲۴ء کو یا اس سے پہلے زیر تعلیم تھا۔ اسے ۱۹۲۶-۲۷ء کے موسم سرما میں کم از کم تیسری جماعت میں آجانا چاہیے تھا۔ پہلی جماعت میں ۱۰۴ لڑکوں کے کم ہوجانے کی وجہ مختصر طور پر دریافت کی گئی۔ اور جو جوابات موصول ہوئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بالعموم لڑکے یا تو کند ذہن تھے یا حاضری میں بے قاعدہ تھے۔ میرا خیال ہے کہ اکثر اوقات یہ دو باتیں ایک ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعض والدین گاؤں میں صرف سال کے ایک حصہ تک رہتے ہیں۔ ایک حالت میں یہ بھی کہا گیا کہ ایک سکول میں مدرس کے باربار تبدیل ہونے سے ۱۸ لڑکے بالکل کوئی ترقی نہ کرسکے۔ یہ بیان کسی قدر مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے۔ گو اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی تبدیلیاں طلبا کی ترقی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ دوسری جماعت میں ۱۲۰ طلبا کے حالات کے متعلق کوئی خاص تحقیقات نہیں کی گئی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان اعداد وشمار کو جن میں تین فیصدی حادثے ۵، ۲۴ فیصدی کامیابی ۵، ۳۵ فیصدی کلی یا جزئی کامیابی ہے تعلیم پنجاب کا نمونہ قرار دیا جائے۔ یا ان کے متعلق یہ دعوے کیا جائے کہ جبری تعلیم کی انجمنہائے امداد باہمی کی کوشش سے صریحاً اس سے زیادہ فیصدی کامیابی حا[illegible] مدارس میں

دوسری جماعت میں ۶۹۲۰۸۲۱۰ ۳۴۳ فیصدی، ۱۹۲۴-۲۵ء میں تیسری جماعت میں ۵۴۵۰۸ (۲۵، ۲۷ فیصدی) اور ۱۹۲۵-۲۶ء میں چوتھی جماعت میں [illegible] فیصدی تھی۔ یہ کوائف سررشتہ تعلیم کی رپورٹ بابت سال ۱۹۲۵-۲۶ء سے لئے گئے ہیں۔ اور جو تناسب فیصدی میں نے بیان کیا وہ ۱۹۲۲-۲۳ء کی ابتدائی تعداد ۳۱۳۰۶۰۸ سے تعلق رکھتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس ابتدائی تعداد ۳۱۳۰۶۰۸ میں سے ۲۶۹۱۰۸ لڑکوں نے پہلی جماعت سے دوسری جماعت تک ترقی کی۔ کیونکہ پہلی جماعت کے کچھ لڑکے اسی جماعت میں رہ گئے ہوں گے۔ یا جماعت تبدیل ہونے پر اسی جماعت میں لڑکے داخل کئے گئے ہوں گے۔ بہرحال اگر میں یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوں کہ ۱۹۲۲-۲۳ء میں پنجاب کے جملہ مدارس کی پہلی جماعت میں تین لاکھ لڑکے موجود تھے۔ انہیں ۱۹۲۵-۲۶ء میں چوتھی جماعت میں داخل ہوجانا چاہیے تھا تو کامیابی ۲۵ فیصدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بالمقابل ہم نے ۲۹ کواپریٹو سوسائٹیوں میں ۵، ۲۴ فیصدی کامیابی حاصل کرلی ہے۔ اگرچہ ہمیں مکمل کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ تاہم کچھ نہ کچھ کامیابی ہم نے ضرور حاصل کی ہے۔ اور اپنی کوششوں کو جاری کرنے کے لئے یہ امر حوصلہ افزا ہے اگر ان علاقوں کی کامیابی سے مقابلہ کیا جائے جہاں ابتدائی تعلیم کا قانون عائد ہوتا ہے۔ یعنی جن میں قانونی جبر نافذ کیا جاتا ہے۔ تو یہ مقابلہ بظاہر سبق آموز نظر آئے گا۔ لیکن جزوی طور پر یہ مضمون زیر بحث سے متعلق ہوگا۔ قانونی جبر کی صورت میں ساری آبادی ایک ہی ضابطہ کی پابند ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف انجمن امداد باہمی میں صرف وہ لوگ ممبر بنتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے بچوں کے لئے مسلسل تعلیم کے فوائد سمجھ لئے ہوں۔ اور جنھوں نے اپنے بچوں کو چوتھی جماعت تک پڑھانے کا حلف اٹھالیا ہو۔ لہذا قانونی جبر کو غیر رضامند طلبا اور والدین کی ایک خاص تعداد سے سابقہ پڑے گا۔ اور یہ وہ دقت ہے جو ہماری صورت میں موجود نہیں۔ ہمارے ہاں غیر رضامند لوگ موجود ہیں۔ لیکن ہر غیر رضامند یا پابندی نہ کرنے والے کو انجمن امداد باہمی جرمانہ کرسکتی ہے۔ اور انجمن مذکور کے انتظامیہ کمیٹیوں کو یہی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ضمنی ضوابط کو صرف عائد ہی نہ کریں بلکہ ان کی پابندی کرائیں۔ اور نقد جرمانہ وصول کریں۔ ان حالات میں ہمیں اپنے محدود حلقہ میں کامیابی کا وہ معیار حاصل ہوسکتا ہے۔ جو اسی قسم کے پسماندہ علاقوں میں قانون جبر کے طریق سے اعلےٰ ہوگا۔

لہذا میں تجویز کرتا ہوں کہ اگر محکمہ تعلیم کے افسران دیہاتی علاقوں میں جہاں تین چار سال سے لازمی تعلیم نافذ ہے۔ اس کے نتایج کے متعلق تحقیقات کریں تو وہ معلمین اور عوام کے لئے یکساں سبق آموز ہوگی۔ اس قسم کی تحقیقات میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ان خاص طلبا نے جو نفاذ جبر کے وقت مدرسہ میں تھے۔ کیا ترقی کی ہے۔ ان طلبا کو جو بعد میں داخل ہوئے نظر انداز کردیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو اعداد وشمار سے غلط فہمی پیدا ہوگی۔

اس کے متعلق دو اور اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں جنھیں میں حل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

(۱) کیا خاص تدابیر سے اس نقصان کا انسداد کرنا ممکن ہے جو والدین کے نقل مکانی سے تعلیم میں واقع ہوتا ہے۔ مجھے حال اس مشکل کا حل نظر نہیں آتا۔ یا پسماندہ لڑکوں کے مدرسے قایم کرنا قابل عمل ہے جہاں قانونی جبر کے طریق کے ماتحت لڑکے کو منتقل کردیا جائے اور اسے میعاد معینہ تک قانونی جبر کے حسب منشا رکھا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ ان مدرسوں کی تعلیم اس تعلیم سے بہت سی صورتوں میں مختلف ہوگی۔ جو اب پنجاب کے دیہاتی پرائمری سکولوں میں دی جاتی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ اعداد وشمار کے متعلق میری مذکورہ بالا تشریح غلطی سے پاک ہے۔ اور اگر ایسی غلطیاں میرے علم میں لائی جائیں تو وہ میری دلچسپی کا موجب ہونگی۔ اگر ممکن ہوا تو ۱۹۲۷-۲۸ء کے موسم سرما میں باقی ماندہ ۴۸۵ طلبا کی ترقی کے متعلق انہی ۲۹ دیہات میں مزید تحقیقات کی جائے گی۔

ندوۃ العلما کا سالانہ اجلاس آئندہ ماہ نومبر کو امرتسر میں منعقد ہوگا۔ تمام مسلم فرقوں کو شمولیت [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۳۷

مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ"

پر

مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف

(منجانب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

مولانا محمد یعقوب خاں ایڈیٹر "لائٹ"، چودھری رحمت خاں پبلشر، معراج الدین پرنٹر ۹ ستمبر جمعہ کے دن زیر دفعہ ۱۵۳ الف گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۶ اگست کا اخبار "لائٹ" اس مقدمہ کی بنیاد ٹھیرایا گیا ہے۔ ۲۰ ستمبر کو پہلی پیشی ہوگی۔ مقدمہ تو اب عدالت میں ہے اور اس پر رائے زنی کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ لیکن اس کی منظوری جن حالات کے ماتحت دی گئی ہے وہ مسلمانوں کے لئے قابل توجہ ہیں واقعات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ کی منظوری گورنمنٹ نے محض ہندو اخبارات اور ہندو پبلک کو خوش کرنے کے لئے دی ہے۔ ورتمان کے فیصلہ میں ایک کتاب "انیسویں صدی کا مہرشی" کا ذکر بھی تھا۔ کہ گورنمنٹ نے اگر اس پر مقدمہ نہیں چلایا تو اس کی وجہ یہی ہوگی کہ اسے اس قابل نہیں سمجھا۔ حالات یہ ہیں کہ آج سے کوئی تین سال پیشتر پنجاب کونسل میں ایک ہندو ممبر نے سوال کیا تھا کہ کتاب "انیسویں صدی کے مہرشی" پر مقدمہ کیوں نہیں چلایا گیا جس کا جواب سرجان مینارڈ نے ان الفاظ میں دیا تھا کہ اس کتاب کے خلاف کوئی عام جذبہ کھلم کھلا پیدا ہوا نظر نہیں آتا۔ نہ اس کتاب نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ اس پمفلٹ کی کوئی شکایت سرکار کے پاس نہیں پہنچی۔ نہ ۵ جولائی ۱۹۲۴ء تک جبکہ رنگیلا رسول کے خلاف قانونی کارروائی شروع کی جا چکی تھی کسی اخبار نے اس کے خلاف لکھا بخلاف اس کے کتاب "رنگیلا رسول" نے فوراً لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس کی بڑی اشاعت ہوئی اور کئی ہندو اور مسلم اخبارات نے اس کے خلاف لکھا۔ معلوم نہیں اس پرانے جواب کو اس وقت نکلوا کر شایع کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ سوائے اس کے کہ یا تو یہ ان لوگوں کی چال تھی جن کا سرکاری دفاتر پر قبضہ ہے۔ اور یا سرکار ہی کوئی اشارہ ہندو قوم کو دینا چاہتی تھی۔ بہرحال یہ واقعہ تعجب انگیز ہے کہ تین سال پیشتر جب یہ سوال و جواب ہوا تو اس وقت اس کے خلاف کوئی ایجی ٹیشن ہندو پریس میں نہیں ہوئی۔ لیکن اس موقع پر تمام ہندو اخبارات میں یہ شور ڈالا گیا کہ اس جواب کا منشا یہ ہے کہ گورنمنٹ ایجیٹیشن سے دب جاتی ہے۔ اور جو قوم شور کرے اس کی آواز سن لیتی ہے۔ دوسرے کی پروا نہیں کرتی۔ ادھر یہ کمیونک شایع ہوتا ہے ادھر فوراً ۱۶ اگست کے اخبار "لائٹ" پر ہندو اخبارات میں شور شروع ہو جاتا ہے۔ "پرتاپ" جس کے سر پر اکثر ایسی شرارتوں کا سہرا ہوتا ہے۔ اسے شروع کرتا ہے۔ یعنی جس پرچہ (۲۳ اگست ۱۹۲۷ء) میں اس کمیونک کے متعلق اس نے لیڈر لکھا اسی میں ایک "اشتعال انگیز تحریر" کے عنوان کے نیچے صاف طور پر یہ بھی لکھا:-

"پنجاب سرکار نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ اسے کسی تحریر کے خلاف چاہے وہ بذات خود قابل اعتراض کیوں نہ ہو قانونی کارروائی پر مائل کرنے کے لئے خوب شور مچایا جائے۔ سرکار کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ہم اس کی مورخہ ۱۶ اگست کی طرف دلاتے ہیں۔ اور لیڈر پیغام کے صرف اتنا لکھ دینا چاہتے ہیں کہ یہ پرچہ حد درجہ اشتعال انگیز ہے . . . . اگر سرکار نے ایک ہفتہ کے اندر اس اخبار کے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر کو گرفتار کر لیا یا کم از کم یہ اعلان کر دیا کہ وہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرے گی تو بہتر ورنہ اس کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے پنجاب اور پنجاب سے باہر ہندو جگت میں ایک ایسا زبردست ایجی ٹیشن ہوگا کہ سرکار بھی محسوس کرے گی کہ "لائٹ" کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت ہے۔"

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایجی ٹیشن سے بڑھ کر کوئی چیز ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت گورنمنٹ کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ شور ڈال کر جو چاہیں سرکار سے کرا سکتے ہیں چنانچہ اس کے ساتھ ہی "ٹربیون"، "ہندو ہیرلڈ" اور دیگر آریہ سماجی اور ہندو اخبارات ایک شور برپا کر دیتے ہیں۔ کہ اگر لائٹ کو نہ پکڑا گیا تو ہم مارے جائیں گے۔ فی الحقیقت یہ وہی بات ہے جس کی وجہ سے لاہور کے ڈپٹی کمشنر صاحب بھی ہندوؤں پر بڑے خوش ہیں۔ کہ ان کو جو بات کہہ دو وہ سب کے سب فوراً اسے مان لیتے ہیں بات یہ ہے کہ ہندو اخبارات میں اور ہندو قوم میں یہ خوبی موجود ہے۔ کہ جہاں ایک نے کچھ کہا سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی اور ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی آواز اٹھتی ہے ہندوؤں کا یہ شور جو گورنمنٹ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے برپا کیا گورنمنٹ پر موثر ہونا ہی تھا۔ تاکہ اس کی ہندو مسلمانوں میں توازن قایم رکھنے کی پالیسی قایم رہے۔ یعنی اگر ورتمان سزایاب ہوتا ہے اور بعض ہندو اخبارات پر مقدمے چلتے ہیں تو مسلمانوں پر بھی چلنے چاہئیں۔ ہم تو اس توازن کو بھی خواہ وہ حق پر مبنی ہو یا ناحق پر، قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ سب معاملات میں گورنمنٹ اس توازن کو قایم رکھے۔ مشکل یہ ہے کہ جہاں گورنمنٹ کا عتاب نازل ہونا ہو وہاں تو توازن کا اصول برتا جاتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ لیکن جہاں اس کی عنایات مبذول ہوتی ہوں وہاں اگر سب نہیں تو اکثر حصہ ہندو قوم کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ جب سرکاری دفاتر میں ملازمتوں کا سوال ہو تو گورنمنٹ کو قابل مسلمان نہیں ملتے۔ حتیٰ کہ بعض محکموں میں چپڑاسیوں کا کام کرنے کے لئے بھی مسلمان نہیں ملتے۔ لیکن مقدمات چلانے کے لئے قابل آدمی مل جاتے ہیں۔

بہرحال گورنمنٹ ہندو قوم کو خوش رکھنے کی پالیسی کھلم کھلا برتتی ہے۔ اگر ہندو قوم کو خوش رکھنا گورنمنٹ کی اصل پالیسی نہیں تو کیا گورنمنٹ میں جرأت ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے پبلشر اور پرنٹر پر بھی مقدمہ چلائے جس میں نام لے کر سب مذاہب کے بزرگوں کو گالیاں دی گئی ہیں۔ جس میں حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد مصطفیٰؐ سب کو مکار اور فریبی قرار دیا گیا ہے۔ اور نہایت گندے اور ناپاک الفاظ ان کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ جس میں ہندوؤں کے بزرگوں تک کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ جہاں بابا نانک بانی سکھ مذہب کو بھی نام لے کر ... کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ وہاں نہ دفعہ ۱۵۳ الف عائد ہوتی ہے اور نہ قوموں میں منافرت اور بغض پیدا ہوتے ہیں بلکہ اگر تعزیرات میں ایک نئی دفعہ بن گئی تو وہ بھی ستیارتھ پرکاش پر حاوی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اگر گورنمنٹ وہاں ہاتھ ڈالے تو ہندو قوم کی ناراضگی کو کون برداشت کرے۔ کیا ڈاکٹر مونجی بار بار سرکار کے قانون کو توڑ کر بھی آزاد نہیں۔ اس پر گورنمنٹ کو مقدمہ کی منظوری دینے میں کیوں تامل ہے؟ کیا پنڈت مالویہ نے سرکار کے قانون کو علی الاعلان نہیں توڑا؟ ہندو لیڈر سب کچھ کر بھی سکتے ہیں۔ اپنی قوم کو تشدد کی تعلیم بھی دے سکتے ہیں۔ سرکار کے قانون کو جرأت سے ساتھ توڑ بھی سکتے ہیں۔ مگر سرکار کا ہاتھ وہاں نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ ہندو قوم کو وہ ناراض کرنا نہیں چاہتی۔

آریہ سماجی اور ہندو اخبارات کو اگر اس پر خوشی ہے کہ ایک احمدی اخبار تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔ اور ان کا جذبۂ انتقام خالی نہیں گیا تو وہ یاد رکھیں کہ اس تکلیف کی ہم کچھ پروا نہیں کرتے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ احمدی آریہ سماج کی آنکھ میں خار ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے حملے سے بچانے میں دوسروں سے آگے ہیں اور اس لئے کہ وہ مسلمانوں میں ... اقتصادی بہبودی کا خیال پیدا کر رہے ہیں ... اس رستے میں ہیچ ہیں۔ ہم ان سے کوئی انتقام لینا نہیں چاہتے اگر وہ ہمارے بزرگوں کو برا کہتے ہیں اور یہ ان کی عادت میں داخل ہو چکا ہے۔ تو مسلمان عام طور پر اور احمدی بالخصوص ان کے بزرگوں کو برا کہنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ وہ سب کی عزت کرتے ہیں۔ ہاں دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت کے تحفظ کے لئے وہ سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ یہ تو بہت ادنیٰ مصیبت ہے۔ اگر مسلمان قوم کو ہندوؤں کی اقتصادی غلامی سے نکالنے کے لئے بھی اس سے بڑھ کر مصیبتیں اٹھانی پڑیں اور یقیناً اٹھانی پڑیں گی کیونکہ جو اقتدار کوئی قوم حاصل کر لیتی ہے تو اسے آسانی سے نہیں چھوڑ سکتی۔ تو وہ بھی ہمیں اٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ پس اس موقع پر ہمارے اپنے احباب اور بالعموم مسلمانوں سے یہ درخواست ہے کہ ان باتوں سے گھبرائیں نہیں۔ ان کے سامنے بڑی کٹھن منزل ہے۔ وہ کروڑہا روپے جو ان کے ہاتھوں سے نکل کر سود کے رنگ میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں جا رہے ہیں وہ ان کی قوم کا خون ہے۔ جو دوسری قوم ایک خطرناک جونک بن کر چوس رہی ہے۔ وہ سود دے کر صرف ایک حکم خدا کی خلاف ورزی ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے اس فعل سے ان کی قوم کا خون بہہ کر دوسری قوم کے حلق میں جا رہا ہے۔ یہ سود دینا سور کھانے سے بھی بدتر جرم ہے اور اگر یہ سلسلہ نہ رکا تو ان کی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر مسلمانوں نے تجارت کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا۔ اور اس اصول کو نہ سمجھا کہ جو روپیہ ہم زندگی کی ضروریات کے حصول پر خرچ کرتے ہیں۔ اس کی اول حقدار ہماری اپنی قوم ہے۔ اور اگر وہ اپنے کمائے ہوئے مالوں کو اسی طرح بلید ذہنی سے دوسری قوم کی نذر کرتے گئے تو وہ یاد رکھیں کہ ان کی قوم کی غلامی کی حالت اس حد تک پہنچ جائے گی جس حد تک اچھوت اقوام کی حالت پہنچ چکی ہے۔ ہم بہت کچھ اس حالت کو پہنچ چکے ہیں اور اگر مصائب سے گھبرا کر اس رستہ پر قدم نہ بڑھایا تو دنیا کی زندگی میں ذلت کے سوا ہمارے لئے کچھ نہ ہوگا۔

بہرحال ہم خوشی سے اس مصیبت کو برداشت کرتے ہیں۔ مگر اپنے آریہ سماجی دوستوں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم اپنے اصول کو نہ چھوڑیں گے۔

آریہ دھرم رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ

سوامی دیانند کا ایک ضروری فتویٰ

انسانی عزم و ہمت اور افکار و جذبات کی افتاد کچھ اس قدر مختلف اور متضاد واقع ہوئی ہے کہ کبھی یہ ہمدردی و شرافت کا واجب التعظیم پیکر ہوتا ہے تو کبھی قتل و ہلاکت اور خونریزی و سفاکی میں سانپوں کے زہر سے بدتر ہو جاتا ہے۔ کبھی جنگل کے خونخوار درندوں اور خوفناک سانپوں کی ایذا پر اس کا دل دکھتا ہے تو کبھی انسانوں کا بے دریغ خون بہانا اس کا دل پسند مشغلہ ہوتا ہے۔ ایک انسان ہے کہ رات کی تاریکی میں پاسبانی کرتا ہے کہ اس کے ہمجنس گھر کے اندر آرام سے سوئیں۔ تو دوسرا نقب لگاتا ہے کہ اپنی ہی جنس کو نقصان پہنچائے۔ اگر رفاہ عام کے نیک کاموں میں فرشتوں کا اجتماع نہیں ہوتا۔ تو چوروں کے سنگھٹن میں بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم اور منو کی اولاد ہی یہ کام کرتی آئی ہے اور کرتی چلی جائے گی لیکن افسوس ہے آدم کے اس فرزند پر جو مذہب جیسی مقدس نعمت کو تعصب کی ویدی (قربانگاہ) پر قربان کر کے دنیا بھر کی رذالتوں کو اپنے اندر جمع کرتا ہے قانون اخلاق میں افترا پردازی اور کذب آرائی سے بڑھ کر شاید کوئی جرم نہیں۔ اس لئے کہ جھوٹ تمام فسادات کی اصل اور جڑ ہے لیکن اس قوم کی بدبختی کس قدر افسوسناک ہے جس میں لطایات آرائی اور پروپیگنڈا اور قومی مفاد اور مذہبی اشاعت کے لئے جھوٹ مقدس سمجھا جاتا ہے۔

"اگرچہ ادوست کا عقیدہ شنکراچاریہ کا ذاتی اعتقاد تھا تو وہ عمل کا اعتقاد نہیں اور اگر جینیوں کی تردید کے لئے اس اعتقاد کو اختیار کیا ہو تو کچھ اچھا ہے"

(ستیارتھ پرکاش سملاس ۱۱)

ایک شخص اپنے آپ کو خدا سمجھتا ہے۔ بلکہ دنیا کی ہر ایک ذلیل سے ذلیل اور مکروہ چیز کو خدا سمجھتا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ فی الحقیقت خدا کوئی نہیں اسی دنیا کی ہر ایک چیز خدا ہے۔ کس قدر خطرناک عقیدہ ہے۔ مگر دوسروں کو محض زک دینے کے لئے اس عقیدہ کو اپنانا اور پھر قوم کے ایک عظیم الشان لیڈر کا اس کو اختیار کرنا سوامی دیانند کے نزدیک اچھا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس سے دوسری قوم کو شکست ... شکست دینے کے لئے اعتقاد ...

ویدامرت

"پتھا جہ دوشتو ودھو اسی بعو بیت
تھا کرتوا آنند نیتم پہ ورتیتو "

- جس طرح بھی مخالف قتل کئے جا سکیں اسی طرح کرکے ہمیشہ راحت اور خوشی کی زندگی بسر کرے۔ (یجر وید بھاشیہ دیانند ادھیائے ۱ منتر ۲۸)

مذہبی اور سیاسی مفاد کی خاطر ہر جائز و ناجائز وسائل کا اختیار کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اپنی زندگی ہمیشہ راحت کی زندگی بنانے کے لئے مخالفوں کو قتل کرنا اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا ضروری اور لابدی ہے۔

" اے سلطنت کے لوگو! جیسے سورج بادل کو مار کر زمین پر گرا کر سب کو خوش کرتا ہے ویسے ہی تم بھی گائے وغیرہ کو مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو" (رگوید بھاشیہ دیانند منڈل ۱ سوکت ۱۲۱ منتر ۱۰)

نتیجہ :- مخالفوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے خصوصاً گائے خوروں کو مارنے کے لئے ہر قسم کے حیلے اور منصوبے جائز ہیں۔

جس قوم کے مذہبی فرائض و احکام اس قسم کی تلقین کرتے ہوں ان کے جھوٹے پروپیگنڈا۔ کذب آفرینی اور بطالت آرائی پر افسوس کرنا قلت تدبر کا نتیجہ اور شور و غوغا پر کان دھرنا ضعف شعاری کے لئے مہلک خطرہ ہے۔

ایڈیٹر "پرتاپ" کے جھوٹ

پرتاپ مورخہ ۱۴ ستمبر میں " سکھ بھائیو! ہوشیار" کا ایک جلی عنوان دے کر لکھا گیا ہے۔ کہ باعنبا پورہ کے قریب دو صد بازیگر سکھوں کو احمدیوں نے دھمکیاں اور روزگار کا لالچ دے کر مسلمان بنالیا ہے۔ دو تین گھنٹے ایک نائی ان کے کیسوں کو شہید کرتا رہا۔ سکھ بھائیوں کو مسلمانوں کی ان چالوں سے خبردار ہو جانا چاہیے۔ اور اپنی مذہبی حفاظت کی فکر کرنی چاہیے۔

ان چند سطروں میں زیادہ نہیں تو پانچ چھ جھوٹ ایڈیٹر "پرتاپ" نے ضرور افترا کئے ہیں۔

(۱) احمدیوں کا دھمکیاں دینا غلط! آریوں نے پولیس میں رپورٹ کر اطمینان کر لیا ہے۔ اور وہ لوگ خود کہتے ہیں کہ ہم جبراً مسلمان نہیں بنائے گئے۔

(۲) روزگار کا لالچ غلط! ہندوؤں کے پاس مسلمانوں سے کم روپیہ اور روزگار نہیں ہے۔

(۳) بازیگروں کا سکھ ہونا سفید جھوٹ اور بالکل غلط!

(۴) دو تین گھنٹے تک ان کے کیسوں کو شہید کرنا سراسر غلط! ان میں کیس رکھنے والے صرف چند آدمی تھے۔

(۵) علاقہ میں سنسنی کا پھیلنا لغو اور سرتاپا غلط!

ان چند سطروں میں اتنے جھوٹ!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ستیارتھ پرکاش کے جھوٹ کو اچھا کہنے اور اچھا سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے تو کالو رام شاستری نے لکھا ہے کہ جھوٹ بولنا۔ جھوٹ لکھنا ایسے آریہ مہاشوں کا پرم دھرم یعنی اعلیٰ فرض ہے۔

کیا راجپالی کتاب کا اصل مصنف چموپتی ہے

ایڈیٹر آریہ گزٹ نے پنڈت چموپتی ایم اے کے ساتھ جنگ زرگری کرتے ہوئے اس راز کو فاش کر دیا کہ راجپال کی ناپاک کتاب کا اصل مصنف چموپتی ایم اے ہے جس نے نامردی کا برقعہ پہن کر ایک ناکردہ گناہ راجپال کو پھنسا دیا۔ اور اس امر کی تصدیق ہندی اخبار آریہ سے بھی ہو گئی ہے۔ اگر چموپتی کوئی مذہبی آدمی ہے۔ اور یقیناً آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب اس کو ایسا ہی سمجھتی ہے تو کیا ہم چند سوالات کا حق رکھتے ہیں۔

(۱) پنڈت چموپتی بتائیں کہ ان کا یہ فعل کس قانون اخلاق اور دھرم شاستر کی بنا پر جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) کیا آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے اکثر ممبروں کو اس بات کا علم ہے کہ راجپالی کتاب کا مصنف چموپتی ہے؟ اگر ان کو علم ہے تو انہوں نے اتنے عرصہ تک مجرمانہ خاموشی سے کیوں کام لیا؟

(۳) مہاشہ کرشن ایڈیٹر "پرتاپ" کو اس کتاب کے مصنف کے متعلق ذاتی طور پر علم ہے یا نہیں کہ یہ کتاب چموپتی کی تصنیف ہے راجپال کی نہیں۔ اور اس کتاب کی تصنیف میں اس کا بھی ہاتھ کچھ کام کرتا تھا یا نہیں؟

(۴) کیا ایڈیٹر پرکاش نے اپنے اخبار کے کالموں میں راجپال کی امداد کے لئے عام ہندو اور آریہ لوگوں سے اپیل کی تھی یا نہیں۔ راجپال کے مقدمہ پر جو روپیہ صرف ہوا وہ راجپال کا ذاتی روپیہ تھا یا کل قوم کا؟

(۵) کیا ہم ان سوالات کے جواب کی توقع رکھیں؟

ستیارتھ پرکاش کی مختصر تاریخ

سوامی دیانند نے ۱۸۷۵ء میں ایک ستیارتھ پرکاش چھپوائی اس میں دن میں دو مرتبہ گوشت کی سوختنی قربانی فرض قرار دی مُردوں کی فاتحہ دلانا۔ برہمنوں کو اس کا کھانا کھلانا یعنی شرادھ کی تاکید کی۔ بہشت و دوزخ کو جزاء و سزا کے مقامات اس دنیا سے الگ تحریر فرمائے۔ گائے کی قربانی بھی ضروری قرار دی۔ گوشت خوری پر دلائل دیئے۔ قدامت روح و مادہ کی تردید کی۔ ارواح کی پیدائش کو تسلیم کیا۔ ہندو نام کی تحقیر کی۔ عربی پڑھنے کی تاکید کی۔ بت پرستی کی تردید کی۔ ماموریں کا دوسرے ممالک میں آنا تسلیم کیا۔ چوٹی اور زنار کی ممانعت کی اور مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ لکھا۔

اس کے بعد ۱۸۷۸ء میں اس مضمون کا ایک اشتہار سوامی دیانند کی طرف سے چھاپا گیا کہ شرادھ کا مضمون اس ستیارتھ پرکاش میں غلط چھپ گیا ہے۔ باقی سب کچھ جو پہلی ستیارتھ پرکاش میں چھپا ہے میں اس کو مانتا ہوں۔

۱۸۸۴ء میں ستیارتھ پرکاش کا دوسرا ایڈیشن چھپا لیکن لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ پہلے ایڈیشن میں سے نہ صرف شرادھ نکال دیئے گئے بلکہ اور بھی بہت سے مضامین میں کتر بیونت کر دی گئی۔ گوشت خوری کے دلائل نہ رہے۔ گائے کی سوختنی قربانی نہ رہی۔ بہشت و دوزخ کی کہانی نہ رہی۔ ارواح قدیم قرار پا گئیں۔ ماموریں کا غیر ممالک میں آنا نہ رہا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے خلاف دو باب اضافہ کئے گئے۔ لیکن دنیا حیران ہے کہ یہ سب کچھ دیانند جی کی وفات کے بعد چھپا۔

۱۸۸۴ء سے ۱۹۱۰ء تک ستیارتھ پرکاش کے کئی ایڈیشنز چھپے سب میں کچھ نہ کچھ کمی بیشی ہوئی۔ اور ہر بار یہی کہا گیا کہ اب مستند ایڈیشن چھپ گیا ہے۔ لیکن ۱۹۱۰ء کے بعد ۲ جولائی ۱۹۱۰ء کو اخبار آریہ مسافر آگرہ میں ایک عجیب مضمون چھپا کہ کئی سماجوں سے شکایت آئی ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ حوالے غلط ہیں اور اکثر بحث مباحثہ میں بھی بہت سی غلطیوں کا پتہ چلا ہے۔ اس گڑبڑ کو دور کرنے کے لئے سبھا نے ستیارتھ پرکاش کو شدھ کرانے کا انتظام کیا ہے۔ سب آریہ لوگ غلطیوں سے اطلاع دیں" بہرحال ستیارتھ پرکاش شدھ ہو کر چھپ گئی۔

اگست ۱۹۱۱ء میں پھر وید پرکاش نامی رسالہ میں شور اٹھا کہ ستیارتھ پرکاش غلط ہے اور صحیح چھپنی چاہیئے۔ غلطیاں پیش کی گئیں۔ صاف کی گئیں اور ستیارتھ پھر شدھ ہو کر چھپ گئی۔

۱۹۱۴ء میں لالہ جیون داس پنشنر نے پھر دہائی مچائی۔ کہ ستیارتھ پرکاش غلط ہے اشدھ ہے اور غلطیوں کا نمونہ بھی ایک ٹریکٹ میں پیش کیا۔

۱۹۲۴ء میں دیانند جنم شتابدی پر پھر صحیح کرکے شتابدی ایڈیشن چھاپا گیا۔ اور ستیارتھ شدھ ہو کر پھر چھپ گئی۔

۱۹۲۷ء میں اب پھر سب سے مستند ترجمہ چموپتی ایم اے نے چھاپا ہے۔ [illegible]

زور سے اعلان کیا ہے کہ یہ سب سے مستند ترجمہ ہے۔ دو سال گزرنے دیجئے یہ ایڈیشن بھی اشدھ (غلط) ہو جائے گا۔

اگر واقعی آریہ دوست ستیارتھ پرکاش کو شدھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں سے ان اوراق کو نکال دیا جائے جو بزرگان مذاہب کی توہین سے آلودہ ہیں۔ اور اس طرح وہ تقریباً ایسی ہو جائے گی جیسی سب سے پہلے دیانند جی کی زندگی میں ایک مرتبہ چھپی تھی۔ جب تک اس میں یہ گند موجود ہے کتاب ہرگز شدھ نہیں ہو سکتی۔ یہ دوستانہ مشورہ ہے آئندہ تم کو اختیار ہے کہ ہر سال نیا ایڈیشن چھاپ کر اسے سالانہ جنتری بنا دو۔

بازیگروں کا قبول اسلام

موضع لاکھوڈہر (باعنبا پورہ) میں کم و بیش ایک ماہ سے پنڈت قادر بخش صاحب بازیگروں میں تبلیغ اسلام کے لئے جایا کرتے تھے دو تین مرتبہ ہم بھی ان میں تبلیغ کے لئے گئے۔ ۱۱ ستمبر کو ہماری محنت بار آور ہوئی۔ اور اکیس بازیگر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے دوسرے دن پھر کوشش کی گئی تو ایک سو بازیگروں نے اسلام قبول کر لیا۔ دین اللہ میں اس فوج کے داخلہ کے وقت مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ لیکن آریوں کی چھاتی پر سانپ لوٹنے لگا۔ پرچارک گئے نامراد واپس آئے۔ پولیس میں اطلاع دی گئی کہ مسلمانوں نے ان کو جبراً مسلمان بنالیا۔ تفتیش ہوئی۔ رپورٹ کرنے والوں کا منہ کالا ہوا۔ کیونکہ بازیگروں نے بیان لکھوا دیا کہ ہم پر جبر نہیں ہوا۔ ہم خوشی سے مسلمان ہوئے ہیں۔ چیف سکرٹری گورنمنٹ آف پنجاب کو تار دیا گیا کہ فساد کا خطرہ ہے۔ مسلمان لاٹھیوں کے زور سے مسلمان بنا رہے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب علاقہ تفتیش کے لئے گئے۔ تسلی کرکے چلے آئے۔

اخبارات میں سکھوں کو جوش دلایا گیا۔ اور دو تین گھنٹے تک سکھوں کے کیس شہید کرنے کے اشتعال انگیز الفاظ سے ان کو بھڑکایا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ گورنمنٹ ان شریروں کی شرارت پر نوٹس کیوں نہیں لیتی۔ کیا سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلانا تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے ماتحت نہیں آتا۔ اگر خدانخواستہ سکھ ان جھوٹے اتہامات سے اور مشتعل کرنے والے الفاظ سے مشتعل ہو کر فساد پر آمادہ ہو جاتے تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا۔ کیا ان مجرمانہ حرکات کے لئے مسلمانوں کو احتجاج کرنے کی ضرورت ہے یا گورنمنٹ خود ہی ایسے مفسد اخبارات کے خلاف نوٹس لے گی۔

ہندوؤں کی گالیاں مسلمانوں کا صبر حکومت کی خاموشی

ایک مدت سے ہندو اور آریہ اخبارات نے شہنشاہان اسلام کی شان میں گستاخیوں کا جو سلسلہ جاری کر رکھا ہے وہ اخبارات اور رسائل سے گزر کر ناول اور ڈرامے کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور ہتک و توہین کے مختلف طریقے اختراع کئے جا رہے ہیں چنانچہ اخبار گورو گھنٹال میں تقریباً ایک ماہ سے ایک معمہ چھپ رہا ہے جس میں کچھ حروف دیکر حضرت عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکار مسلمان بادشاہ لکھا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم الشان بادشاہ کی شان میں ایک شریر اور ذلیل اخبار کا یہ بیہودہ اور ناجائز حملہ مسلمانوں کے اندر جوش پیدا کر رہا ہے۔

گیٹی تھیٹر لاہور میں ایک ڈرامہ نور جہاں ہفتہ کے روز سے دکھایا جا رہا ہے جس میں خاندان مغلیہ کے کیرکٹر کو بہت برے رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے جس کو تاریخی واقعات سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے اسی طرح جھوٹی کتابیں لکھی گئی ہیں جھوٹے گیت بنائے گئے ہیں جھوٹے ڈرامے بنائے جا رہے ہیں۔ جھوٹے مضامین اخبارات میں شایع ہو رہے ہیں کہ اورنگ زیب کی بیٹی روشن آرا کو سیواجی بھگا کر لے گیا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اورنگ زیب کی کوئی بیٹی نہ تھی جس کا نام روشن آرا ہو۔ یہ ان خبیثوں کی جہالت اور عدم تاریخ دانی کی دلیل ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کی تحریرات [illegible]

مذاکرہ علمیہ

بہائی اور بابی مذہب

کیا بابی مسلمان ہیں؟

(حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی کے قلم سے)

کچھ عرصہ ہوا پیغام صلح میں مذکورہ بالا عنوان سے چند سوال جواب شایع ہوئے تھے جن کے اندر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ " بہائی یا بابی مذہب کوئی اسلامی فرقہ نہیں بلکہ اسلام سے جدا ایک نیا مذہب ہے۔ ان کی کتاب جدا۔ شریعت جدا، انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔"

اس کے جواب میں یکم مئی کا کوکب ہند بابی اخبار لکھتا ہے۔

" فاضل مضمون نگار پیغام صلح نے حقیقت اسلام کو نظر انداز کر دیا ورنہ یہ فقرات ان کے قلم سے نہ نکلتے۔ ...... آج اہل بہا بھی براہ راست مسلم لرب العالمین اور تمام فرقہ بندیوں سے آزاد ہیں۔ ...... اہل بہا کی نسبت یہ کہنا نا درست ہے کہ اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں" صـ۱۴ـ

بہائی مذہب اسلام سے الگ ہے

چونکہ بہائیوں کے مذہب میں تقیہ کی آڑ میں خلاف بیانی کر کے لوگوں کو دھوکا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجبات سے ہے اس لئے یہاں بھی اسی دجل کو کام میں لایا گیا ہے۔ اور لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہا ہے۔ اس لئے میں ان کی ایک معتبر کتاب سے ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس سے ثابت ہوگا کہ جو کچھ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو

" ایں امر عظیم (بہا) عبارت از دینے از ادیان آلہیہ است نہ مذہبے از مذاہب اسلامیہ اگر نزول تصدیق رسالت حضرۃ خاتم الانبیاء در ایقان ایں امر را از مذاہب اسلامیہ مقرر دارد پس باید کہ بسبب نزول تصدیق حضرۃ عیسیٰ در قرآن ہم اسلام مذہبے از مذاہب نصرانیہ باشد و بسبب نزول تصدیق حضرت موسیٰ در انجیل دیانت نصرانیہ مذہبے از مذاہب دین یہود شمردہ شود" (کتاب الفرائد صـ۲۸۰ـ)

دیکھئے کس شد و مد کے ساتھ اقرار موجود ہے۔ کہ دین بہائی کوئی اسلامی فرقہ نہیں بلکہ اسلام سے جدا ایک مذہب ہے۔ پھر بھلا ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا کہ " انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں " کیونکر " نا درست ہے " اور " حقیقت اسلام " کے الفاظ سے لوگوں کو دھوکا دینا محض شرارت ہے۔ کیونکہ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ اسلام سے مراد وہ مذہب ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ یا بالفاظ دیگر قرآنی شریعت کا نام اسلام ہے لا غیرہ۔ کیا کوکب ہند کا بر خود غلط انسان ایڈیٹر ایمانداری سے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام سے جس کو قرآن پیش کرتا ہے اہل بہا کو کچھ بھی تعلق ہے۔ اس طرح تو ہر ایک عیسائی، یہودی اور آریہ " حقیقت اسلام " کے الفاظ بول کر اپنے آپ کو مسلم کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ مسلم کے معنی ہیں فرمانبردار۔ ہر شخص اپنے آپ کو اپنے خدا کا فرمانبردار کہتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو " مسلم لرب العالمین " نہ کہا جائے۔ جبکہ بابیوں کے نزدیک " ہمہ بار یک دارید و برگ یک شاخسار " یعنی سارے ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ تو بتایا جائے کہ عیسائیوں کی نسبت یہ کہنا کہ " اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں " کیوں نا درست نہیں۔ اگر اہل بہا کی نسبت یہ کہنا کہ " اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں " نا درست ہے تو نصاریٰ کی نسبت یہ کہنا بدرجۂ اولیٰ نا درست ہوگا۔

بہائی مسلمان نہیں ہیں

دیکھو ابو الفضل بہائی اپنی کتاب الفرائد میں صفحہ ۳۰۲ پر لکھتا ہے :-

" ظہور مہدی سبب ختم اسلام و فتح شریعت و دیانت جدیدہ باشد " کہ باب کا ظہور (جسے بہائی مہدی یا قائم آل محمد کہتے ہیں) ہونے کا سبب ہے "

بھلا جب اسلام کا دور ہی ختم ہو گیا تو بہائیوں کا اپنی نسبت یہ لکھنا کہ ہم " مسلم " ہیں اور " ہماری نسبت یہ لکھنا نا درست ہے کہ اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں "، کیا صریح بد دیانتی نہیں! اس " حقیقت اسلام " کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرا یہ بھی بتایا جائے کہ الفرائد کی مندرجہ بالا عبارت میں " ختم اسلام " سے کونسا اسلام مراد ہے۔ اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے الفاظ کہ " انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہیں " سے کونسا اسلام مراد ہے؟ اور تم نے کونسے اسلام کی نسبت یہ لکھا ہے کہ " اہل بہا کی نسبت یہ کہنا نا درست ہے کہ اسلام سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔ اگر " حقیقت اسلام " کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل بہا بھی مسلمان اور " مسلم " ہیں تو پھر " ظہور مہدی سبب ختم اسلام " کے الفاظ کا لکھنے والا خادع دکاذب اور فریبی ہے یا نہیں۔ باقی رہا یہ کہ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مضامین مندرجہ ریویو آف ریلیجنز کا جواب اسی زمانہ میں حضرت ناشر امر اللہ مرزا محمود زرقانی نے احقاق الحق کے نام سے نہایت مفصل شایع فرمایا تھا جس کے جواب میں مولوی صاحب آج تک خاموش ہیں بالکل غلط ہے کیا آج سے ڈھائی سال پہلے احقاق الحق کا جواب مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل کے قلم سے نہیں نکل چکا۔ جو قسط وار الفضل میں شایع ہوا ہے۔ پھر کیا حضرت مولانا مولوی فضل الدین صاحب نے " بہائی مذہب کی حقیقت " لکھ کر اہل بہا کو دم بخود نہیں کر دیا۔ اگر ہمت ہے تو جواب لکھو۔ یا اپنے ان نا معقول اور ناپاک عقائد کا علی الاعلان اظہار کرو۔ جو اس کتاب میں تمہارے خدا " بہاء اللہ " کی کتب سے لیکر لکھے گئے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ کیوں دیتے ہو خدا کا خوف کرو۔ آخر مرنا ہے۔ سچ فرمایا اللہ عز و جل نے يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم والله اعلم بما يكتمون۔

مرزا محمود زرقانی ناشر امر اللہ نہیں

مرزا محمود زرقانی کو " ناشر امر اللہ " کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی ابوجہل کو رسول اللہ کہہ دے (نعوذ باللہ) بھلا جو شخص اپنے جیسے ایک معمولی انسان کے پاؤں پر اپنا سر رکھ کر سجدہ کرے کیا ایسے مشرک اور بت پرست کو ناشر امر اللہ کہنا مسیلمہ کذاب کو رسول اللہ کہنے کے مترادف نہیں؟

دیکھو بدائع الآثار جلد اول صفحہ ۲۱۶ پر خود محمود زرقانی لکھتا ہے " چوں پوستہ شرق تقدیم حضور انور گردید فانی مطالب مکتوب حیدر علی را بعرض رسانیدہ بالنیابۃ از ایشاں سر بر قدوم اطہر نہاد " کہ جب ڈاک عبد البہا کے سامنے اپنی ملکی ڈاک پیش ہوئی اور میں نے مرزا حیدر علی (بہائی مبلغ) کے خط (آمدہ از حیفا) کا مضمون پیش کیا تو کاتب خط (مرزا حیدر علی) کی خواہش کے مطابق ان کا قائم مقام بن کر میں نے عبد البہا کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر سجدہ کیا " جل جلالہ " تكاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا۔

بہاء اللہ کے خدائی دعاوی

آخر میں کوکب ہند لکھتا ہے کہ " پیغام صلح کے اس مضمون میں اور بھی غلط باتیں ہیں مثلاً حضرۃ بہاء اللہ کا دعویٰ خدائی "

کیا یہ دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنا نہیں ہے۔ اس کے متعلق پھر لکھوں گا سر دست مندرجہ ذیل چند حوالجات پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ مرزا حسین علی اپنی کتاب اقدس کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھتا ہے :-

الذی ینطق فی السجن الاعظم انه لخالق الاشياء وموجدها الخ کہ وہ جو عکہ کے بڑے قید خانہ میں بولتا ہے وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی ان کا موجد ہے۔ اس نے مصائب کو عالم کے زندہ کرنے کے لئے اپنے اوپر برداشت کیا ہے اور وہ وہ اسم اعظم ہے جو ہمیشہ ہمیش سے مخفی تھا۔

پھر بہاء اللہ اپنے ایک مرید کو لکھتا ہے " یا عیسیٰ افرح بما یذکرك مالك العرش والثرى " (کتاب اقدس صـ۱ـ) کہ اے عیسیٰ تو خوش ہو کہ تجھکو عرش و ثریٰ کا مالک یاد کرتا ہے۔ پھر رسالہ طرازات (طراز ششم) صفحہ ۱۳ مطبوعہ آگرہ میں بہاء اللہ اپنی نسبت لکھتا ہے :-

انني انا الله لا اله الا انا المهيمن القيوم۔ کہ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں سب کا محافظ اور سہارا

پھر لکھتا ہے لا اله الا انا المسجون الفريد (کتاب مبین صـ۲۸۶ـ) یعنی کوئی خدا نہیں۔ مگر میں اکیلا جو قید میں ہوں۔

پھر بہاء اللہ اپنی کتاب مبین صفحہ ۳۲ پر ایک شخص کو اس دین جدید پر قائم رہنے اور اس کی مدد کا حکم دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

كذالك يامرك الرحمن اذ كان بايدي الظالمين مسجونا۔ کہ رحمن جو ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہوا ہے۔ تجھکو یوں حکم دیتا ہے۔ اس میں مرزا حسین علی نے اپنے رحمن ہونے کا ادعا کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ یہ رحمن قید میں ہے۔ (باقی پھر)

مسلم نگر کی بربادی

(نوشتہ سید طفیل احمد صاحب ولایت منزل علیگڈھ)

بارہ نگری کے نام سے چند بستیاں پہاڑوں کی چوٹیوں پر صدیوں سے آباد تھیں۔ نیچے ایک ندی بہہ رہی ہے۔ جو بالعموم پایاب رہتی ہے اور لوگ آسانی سے اس میں گزر سکتے ہیں۔ مگر بارش کے وقت پانی اتنا بڑھ جاتا ہے کہ جب تک تیرنا نہ آئے اسے پار کرنا مشکل ہے۔ ندی کے دوسرے کنارہ پر ایک بڑا شہر جو میلوں تک چلا گیا ہے آباد ہے۔ جس میں ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ اس بارہ نگری کے لوگ شہر کی ضرورت کی چیزیں دیہات سے لیجا کر اور وہاں دکانداری نوکری اور مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے رہتے ہیں۔ ان گاؤں کے لوگوں کو چونکہ روزانہ ندی پار کرنی پڑتی ہے اور پہاڑ پر بارش کی وجہ سے چونکہ اکثر پانی بڑھ جاتا ہے اس لئے بچے سے لے کر بوڑھے تک سب خوب تیرنا جانتے ہیں۔ تاہم چونکہ تیر کر جانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی اس لئے چند دیہات کے لوگوں نے اول اول تو لکڑی کے پل بنالئے اور جب انہوں نے اپنے اپنے گاؤں کے سامنے پکے پل بنالئے ہیں۔ جن سے ان کا بہت سا وقت جو ندی پار کرنے کی مصیبت میں صرف ہوتا تھا اور شام کو اندھیرے کے خوف سے جلد لوٹنا پڑتا تھا۔ یہ سب وقت دکان پر صرف ہوتا ہے۔ بعض دکاندار تو اس قدر خوشحال ہوگئے ہیں کہ ان کے پاس موٹر کاریں ہیں۔ رات کے بارہ بجے تک دکانوں پر بیٹھتے۔ کلبوں اور جلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور پھر موٹروں میں بیٹھ کر گھر آجاتے ہیں۔ مگر ان دیہات کے لوگوں میں مسلم نگر کے لوگ اب تک پرانی لکیر کے فقیر بنے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نہ کبھی ہمارے بڑوں نے پل بنایا نہ ہم بنائیں۔ روزانہ پیدل چلنے اور ندی میں تیر کر نکلنے سے ہمارا جسم خوب مضبوط رہتا ہے۔ ہم نے پل بنالیا تو ہم بھی آرام طلب ہو جائیں گے۔ عیش پرست ہو جائیں گے جب تک پل نہ بنے تھے تمام بارہ نگری کی حالت یکساں تھی مگر جب سے پل والوں کو ترقی کے زیادہ مواقع مل گئے ہیں مسلم نگر کے لوگ دکانداری اور کاروبار میں ان کا مقابلہ کسی طرح نہیں کر سکتے۔ اور عام طور سے روز بروز گرتے چلے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کی عظیم الشان دکانیں ہوگئیں۔ جن میں صاحب لوگ معمولی چیزوں سے لے کر زیور و جواہرات تک خریدنے آتے ہیں۔ اور مسلم نگر کے لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ان میں سے جو خوشحال ہیں وہ چند کھلونے اور بٹن وغیرہ لے کر دکانوں کے چھجوں کے نیچے بیٹھتے ہیں۔ باقی ماندہ لوگ اب مجبوراً دکانداری چھوڑ کر نوکریاں کرنے لگے ہیں۔ اور بعض نوکریاں اور مزدوری بھی نہیں ملتی ان میں سے بعض افلاس کی وجہ سے مشتعل بھی ہو رہے ہیں۔ دوسرا نقصان انہیں یہ ہوتا ہے کہ باوجودیکہ خوب تیرنا جانتے ہیں تاہم ہر سال برسات کے موسم میں جبکہ ندی کے پانی میں زور ہوتا ہے کچھ نہ کچھ بہہ جاتے ہیں۔ جو ٹھیں کھاتے ہیں مگر وضعداری کو نبھانے کے خیال سے پل بنانے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے۔ البتہ ایک بات ان میں ضرور مدتوں سے چلی آتی ہے کہ چونکہ ہر روز انہیں جسمانی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے اس لئے جب لڑائی جھگڑا ہوتا ہے تو اپنے حریف کی خوب کندی کرتے ہیں۔ اگر لڑائی کے بعد چونکہ عدالت میں پیروی کے لئے ان کے پاس ٹکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے سزائیں خوب پاتے ہیں اور اب تو ان کے حریفوں نے خود انہیں نوکر رکھ رکھ کر کشتیاں اور کرتب سیکھ لئے ہیں اور اکھاڑے قائم کر لئے ہیں۔ اور لڑائی کے لئے پوری تیاریاں کر رہے ہیں۔ اب نہ معلوم اس جدید تمدن کے دور میں ان کی آئندہ نسلوں کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

کے لوگ برباد ہیں کیا چیز ہے۔ یہ اس زمانہ کا تجارتی سود اور روپیہ کا کاروبار ہے۔ جس سے مسلمان بحیثیت قوم کے محترز ہیں۔ اور اسے اب تک ربوا کا جو جملہ ادیان و اقوام میں ہمیشہ سے حرام تھا۔ اور اب تک ہے مرادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تجارتی سود ربا سے قطعاً مختلف چیز ہے۔ حتیٰ کہ اب تو بعض علمائے کرام نے تجارتی سود کے جواز کے بیان تک فتوے دیدیئے ہیں کہ اسے وصول کر کے مسجد مدرسہ اور کار خیر میں دے دینا جائز ہے۔ جنہیں دیکھنا ہو منیجر صاحب "سودمند" برایوں سے منگا لیں یہ تجارتی سود اس زمانہ کے کاروبار کی روح اور جان ہے۔ بغیر اس کے نہ تو دکانداری سرسبز ہو سکتی ہے اور نہ ٹھیکہ داری۔ یہ کلکتہ میں جو مسلمان لاکھوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور غریب مسلمانوں کے نزدیک ملک التجار نظر آتے ہیں۔ ان میں سے جو تجارتی سود سے بچتے ہیں۔ وہ بھی دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے ایسے ہی غلام ہیں جیسے کہ غریب کاریگر جو دو روپیہ کا ادھار سامان لا کر تیار کیا ہوا مال مہاجن کے سپرد کر دیتے ہیں۔ کہ وہ اس کے جو دام چاہے لگا لے۔ غرضکہ نہ صرف مسلم نگر کے مسلمان بلکہ تمام ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے مسلمان محض تجارتی سود کو ناجائز سمجھنے کی وجہ سے برباد اور پریشان حال ہیں اور اس پریشانی کے جتنے علاج سوچتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں انہیں اصل مرض سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اسی لئے سب بھٹک رہے ہیں اور بھٹکتے رہیں گے۔ جب تک کہ یا تو زمانہ انہیں خود علاج بتا دے یا ختم کر دے۔ مگر ہمیں مایوسی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جبکہ "سودمند" کی کوشش سے روپیہ کا کاروبار جاری ہو رہا ہے۔ اور ہر طرف سے خوشخبریاں آ رہی ہیں کہ ہم نے کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی ہے جس سے گاؤں کے لوگ اب مہاجن کے اثر سے نکل گئے ہیں۔ کوئی لکھتا ہے کہ خدا کا شکر ہے۔ ہم نے خود یہ انتظام کر لیا ہے کہ محلہ کا کوئی زیور یا برتن مہاجن کے ہاں رہن ہونے کو نہ جائے۔ کوئی لکھتا ہے کہ جو بیج رسالہ "سودمند" نے بویا ہے اس سے اچھا خاصا باغ تیار ہو رہا ہے کتنے ہی مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کو معین منافع پر روپیہ دے کر دکانیں کھلوا دی ہیں۔ جو خوب چل رہی ہیں۔ اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند سال میں مسلمان انشاء اللہ اس قابل ہو جائیں گے کہ بازاروں اور منڈیوں میں کسی سے مار نہ کھائیں۔ اور زندہ قوموں میں شمار ہونے لگیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

اخویم راجہ نصر اللہ خان صاحب کیپ کلرک کیمبل پور اور گل محمد خان صاحب جودھپور (جو پہلے قادیانی تھے) جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ اور اصول حقہ پر ثابت قدم رکھے۔

عزیز اللہ داد برادر خورد اخویم فضل داد صاحب کیمبل پور عرصہ تین ماہ سے علیل ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

احمدی رشتے ایک تعلیم یافتہ ملازم سرکار دوست کو اپنی نوجوان صاحبزادی کے لئے تعلیم یافتہ برسر روزگار نوجوان احمدی رشتے کی ضرورت ہے۔ اسی دوست کو اپنے نوجوان لڑکے کے لئے جو اسسٹنٹ سرجن کلاس میں تعلیم پا رہا ہے احمدی رشتے کی ضرورت ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۵ اگست کو ڈلہوزی سے لاہور تشریف لے آئے ہیں

مسلم ہوسٹل سال آئندہ کے لئے ۲۵ ستمبر ۲۸ء سے پرانی کوٹھی نمبر ۱۲ ایبڈن روڈ لاہور میں کھلے گا۔ چونکہ اس سال سیٹیں (بہت ہی کم) ہیں اس لئے تمام احمدی طلبا جو ہوسٹل میں رہنا چاہتے ہیں وہ اپنی درخواستیں ۲۵ ستمبر سے قبل ارسال کر دیں۔ تاکہ ان کے واسطے جگہ کا انتظام قبل از وقت ہو جائے بعد میں عدم گنجائش کی وجہ سے اگر جگہ نہ مل سکی تو شکایت کا موقع نہ ہوگا۔ ہوسٹل رولز کی پابندی ہر ہوسٹلر کے لئے لازمی ہوگی۔ تمام درخواستیں بنام سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل

میدان عمل میں آنے کا وقت

ہندوستان کے مخلص محبان وطن کے لئے میدان عمل میں آنے کا اس سے موزوں اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آجکل فرقہ داری کی وبا ملک کے ہر حصہ میں خوفناک تباہی مچا رہی ہے۔ ہندو اور مسلمان جو مدتوں سے ایک ملک میں یکساں حالات کے ماتحت زندگی بسر کرتے رہے ہیں آج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے غیر شریفانہ جذبہ سے کچھ اس حد تک متاثر ہو گئے ہیں کہ اس سلسلہ میں اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ حالت سخت اندوہناک اور الم آفریں ہے اور اس پر جس قدر اظہار افسوس کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔

جناب وائسرائے نے حال ہی میں بمقام شملہ کونسل آف سٹیٹ اور لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر صاحبان کو مخاطب کرتے ہوئے جو پرمغز اور پرخلوص تقریر کی ہے۔ وہ نزاکت حالات کے لحاظ سے ایک نہایت بروقت اور موزوں تقریر ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ ملک کے مقتدر رہنما بہت جلد اس کو جامۂ عمل میں لانے کے لئے مصروف کار ہو جائیں گے۔ محولہ بالا تقریر وائسرائے کے خلوص اور ہمدردی کا آئینہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کو سارے ملک میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ لارڈ ارون کو ہندوستان کی موجودہ افسوسناک حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کا خاتمہ جس قدر جلد ہو جائے اسی قدر اچھا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے ارادہ کا بھی اظہار فرما دیا ہے۔ کہ اگر ہندو مسلم اتحاد کے لئے جدوجہد کرنے کے ضمن میں ان کی امداد کی ضرورت ہو۔ تو وہ اپنی طرف سے امداد پیش کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ لارڈ ارون کی یہ مخلصانہ اور ہمدردانہ تقریر ضرور بار آور ثابت ہوگی۔ اور بہت جلد ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں بہتری اور خوشگواری کی صورت نکل آئے گی۔ جناب وائسرائے نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ قومی حکومت خود اختیاری کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ قوم کے افراد اپنے اپنے اوپر قابو رکھ سکیں ورنہ بصورت دیگر قومی حکومت خود اختیاری معتزر بناہ میں خانہ جنگی ثابت ہوگی لارڈ ارون کا یہ قول بالکل درست اور صحیح ہے۔ اور جب تک ہمارے ہموطن اپنی زندگی کو اس کے مطابق نہ بنائیں گے تب تک قومی حکومت خود اختیاری کا خیال خواب سے زیادہ حقیقت نہ رکھے گا حکومت خود اختیاری کے حصول کے لئے ہمیں برطانوی پارلیمنٹ کو جو ہندوستان کی سیاسی ترقی کے متعلق ایک معینہ حکمت عملی پر کاربند ہے۔ یہ یقین دلانا ہوگا کہ ہندوستان کے تمام باشندے ایک متحد قوم ہیں۔ اور انہوں نے اصلاح یافتہ آئین کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں اپنی لیاقت اور قابلیت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔

موجودہ حالات میں ہم اپنے آپ کو ایک قوم نہیں کہہ سکتے اور اگر کہیں بھی تو کوئی شخص اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی نے جہاں ایک طرف ہماری مجلسی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کے باعث ہمارا سیاسی مستقبل بھی تاریک ہو گیا ہے۔ بقول لارڈ ارون اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جن اصلاحات سے یہ مقصود تھا کہ وہ ملک کو ترقی کی راہ پر امن کے ساتھ لے جائیں گی۔ وہی اصلاحات ملک میں فرقہ وارانہ جنگ و جدل کا باعث ہو رہی ہیں۔ یہ خیال صحیح ہو یا غلط اس سے بحث نہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خیال کا ترقی پکڑ جانا ہمارے حق میں سخت مضر ہوگا۔ اور ہم برطانوی مدبروں کی ہمدردی سے محروم ہو جائیں گے۔ ان حالات میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہم فی الفور فرقہ وارانہ کشیدگی کو مٹا کر باہم متفق و متحد ہو جائیں۔ اور موجودہ آئین کو قرار واقعی طور پر کامیاب بنانے کی غرض سے حکومت کے ساتھ مخلصانہ تعاون کریں۔

(اخبار ریاست؟)

ہندوستان

— احمد آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں نماز کے وقت ہارمونیم بجانے کی وجہ سے فساد ہو گیا۔ چار مسلمان اور چھ ہندو مجروح ہوئے۔ ایک مسلمان شہید ہو گیا۔ اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ اس کا جنازہ اٹھایا گیا تمام پولیس افسر جنازہ کے ہمراہ تھے

— کونسل آف سٹیٹ میں وزیر خارجہ مسٹر دین برے نے ہندوؤں کو فوج کے زور سے سرحد میں آباد کرنے کے جواب میں کہا کہ یہ حکمت عملی مفید نہ ہوگی۔ ہمارا لکڑی میں پیچ کسنے کے لئے اگر ہتھوڑا استعمال کرے گا تو پیچ پھر نکل آئے گا۔ اسی طرح اگر ہندوؤں کو طاقت کے بل پر وہاں آباد کیا گیا تو وہ وہاں نہیں ٹھہر سکیں گے کیونکہ رواداری اور تحمل قوت سے پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ اور جب تک کسی ہندو کو اس علاقہ میں اعتماد حاصل نہ ہو وہ اس علاقہ میں دکان کر ہی نہیں سکتا۔

— "پرکاش" راوی ہے کہ لپٹا ور میں ہندو سے سودا خریدنے پر ایک مسلمان کا منہ کالا کر کے شہر میں پھرایا گیا۔

— ضلع جھنگ میں گرنتھ صاحب کی بے حرمتی کرنے کے الزام میں تینوں ملزم بے قصور ثابت ہوئے

— پٹیالہ کی صنعتی نمائش کو ہیضہ کی وجہ سے دسہرہ کے بجائے بسنت پر ملتوی کیا گیا۔

— ضلع گورداسپور میں ہیضہ پھیل رہا ہے۔

— قلابہ بمبئی میں ۱۵۰ ہندو ملازموں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ ملازمت چھوڑ جائیں۔ اس جھگڑے میں ۱۶ مسلمان مجروح ہوئے پولیس نے ۳۰ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

— مسماۃ چترابائی جو ستیہ آگرہ میں جمہوریت پسندوں کی لیڈر تھی فسادات کے سلسلہ میں ایک سال کی سزا ملی تھی۔ اب اس نے آئندہ ایسے افعال سے توبہ کر کے رحم کی درخواست کی ہے۔

— کھڑگ پور کا ورکشاپ ملازموں کی اسٹرائک کی وجہ سے بند کر دیا گیا۔ دس ہزار ملازم بیکار ہو گئے۔

— نو مسلم تبلیغی کانفرنس کا اجلاس آئندہ اکتوبر کے آخری ہفتہ کراچی میں منعقد ہوگا۔

— نانک چند کی ارتھی اٹھانے کے جھگڑے پر پولیس نے چار ہندوؤں کا چالان کیا ہے۔

— دو تین ہفتوں سے گائے کے ساتھ بھوگ (خلاف وضع فطری) کرنے کے واقعات پے درپے شیخوپورہ۔ گوالمنڈی لاہور وغیرہ سے شائع ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں ان بیوقوف ہندوؤں کو یہ کیا سوجھی ہے۔

— کانپور میں ہندو مسلم فساد میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ہندو (شکست و منظم) ہیں مسلمان پراگندہ ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ مسلمان ہندوؤں سے پٹ رہے ہیں۔

— حیدرآباد سندھ کی خبر ہے کہ وہاں آریوں نے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے پنڈت دھرم بھکشو۔ کالی چرن۔ رامچندر دہلوی وغیرہ مدعو ہیں۔ چھ دن تک چار چار گھنٹے روزانہ مناظرہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سکندرآباد اور بدایوں کی طرح کفر کو شکست فاش ہو اور اسلام کو فتح مبین۔

— دیناج پور بنگال میں قحط کی وجہ سے مسلمان ہلاک ہو رہے ہیں ہندوؤں نے بھی قرض دینے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے مسلمانوں کو ان کی امداد کے لئے کوئی کمیٹی بنانی چاہیے۔

— پشاور میں ایک آریہ کو توہین بزرگان دین کے جرم میں ایک سال قید سخت کی سزا ملی ہے۔

— ناگپور میں فسادات کے دوران میں ۱۲۰ آدمی مجروح اور ۲۰ ہلاک ہوئے۔ مسلمانوں کا نقصان بہت زیادہ ہوا۔

— شملہ کی ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ناکامیاب ثابت ہوئی۔ ہندوؤں کی شکایات کی فہرست طولانی اور غیر معقول تھی۔

— جوا کھال میں بارہ ستمبر کی شام کو چوہدری عبدالحلیم صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کچہری سے اپنے گھر واپس جا رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ کے سر پر لاٹھی رسید کی اور بھاگ گیا۔ ایک پولیس کانسٹیبل نے مجرم کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو اسے بھی چوٹ آئی۔

ممالک خارجہ

—— لینن گراڈ۔ ۱۳ ستمبر۔ ۲۲۶ جاسوسوں اور دہشت پھیلانے والوں کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ ۹ کو گولی سے اڑا دینے کی سزا دی گئی۔ جن میں ایک انگریز گورنر نامی بھی ہے۔ ۱۳۱ کو چھ چھ ماہ سے آٹھ آٹھ سال تک مختلف میعادوں کی سزائیں ملیں چار بری کر دیئے گئے۔

۱۰ جولائی کو سرکاری خبر رساں ایجنسی طاس نے یہ پیغام شائع کیا تھا کہ لینن گراڈ میں پچیس اشخاص جاسوسی کے الزام میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ ان میں بعض فوجی اور بحری افسر بھی ہیں۔ یہ لوگ ایک برطانی سفارت خانہ کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ برطانیہ کا محکمہ جاسوسی روس کے شاہ پسندوں اور فن لینڈ کے محکمہ جاسوسی کی مدد سے سامان حرب کی تیاری کے متعلق عسکری اطلاعات حاصل کرنے کے لئے ساعی تھا۔

—— ۱۸ اگست کو فرانس اور جرمنی کے درمیان تجارتی معاہدہ ہو گیا۔ جرمنی کے اخبارات اس پر مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور اسے جنگ کے خاتمہ کے بعد دونوں ملکوں کی تاریخ میں اہم ترین واقعہ قرار دیتے ہیں۔

—— دمشق سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ عنقریب قومی رہنماؤں کی ایک کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوگا۔ جس میں شامی قومیت کے تمام مسائل پر غور کیا جائیگا۔ اتحاد کے وسائل و ذرائع سوچے جائیں گے۔ اور مطالبات کی فہرست مرتب کی جائیگی۔

—— طہران سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ ایرانی حکومت ایک فوجی دستہ قسطنطنیہ بھیجنے والی ہے۔ تاکہ وہاں سے موجودہ طریق جنگ کی تعلیم حاصل کر کے واپس آئے۔ ایرانی حلقوں میں اس خبر کو ترکی اور ایران کے تعلقات کے استحکام کے لئے فال نیک خیال کیا جا رہا ہے۔ ایرانی حکومت چند ہوائی جہاز طہران اور انگورہ کے درمیان ڈاک لانے اور لیجانے کے لئے مخصوص کرنے والی ہے۔

—— میڈرڈ ۱۳ ستمبر۔ جنرل پریموڈی رائیویرا کے اختیارات مطلق کی چوتھی سالگرہ پر شاہ الفانسو نے سباسٹین میں ایک فرمان پر دستخط کر دیئے۔ جس کے رو سے ۱۰ اکتوبر کو مجلس ملیہ کا اجلاس منعقد ہوگا۔ ایک سال ہوا جنرل پریموڈی رائیویرا نے اپنی حکمت عملی کا اعلان کیا تھا۔ اس سے قبل استصواب رائے عامہ مختار مطلق کی حکومت پر مہر تصدیق ثبت کر چکی تھی۔ اعلان مذکور میں جنرل موصوف نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ایک مجلس ملیہ تیار کی جائے۔ جس کے ارکان تین سو ہوں۔ اور جو ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے لوگوں سے لئے جائیں۔ اس میں چند عورتیں بھی شامل کی جائیں اور استانیوں کو ترجیح دی جائے۔

اس مسئلہ پر بادشاہ اور مختار مطلق کے درمیان اختلاف تھا آخر مختار مطلق کو فتح ہوئی۔

مجوزہ اسمبلی کے دفتر میں ایک صدر چار نائب صدر، اور چار سکرٹری ہوں گے۔ حکومت صدر، دو نائبین، اور دو سکرٹریوں کو نامزد کرے گی۔ اور دو نائب صدر اور دو سکرٹری اسمبلی منتخب کیا کرے گی۔ اسمبلی کی عمر تین سال ہوگی۔

—— قسطنطنیہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ کچھ عرصہ سے حکومت ترکی ایران میں برطانی سیاست کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ تاہم یہ تقریباً یقینی ہے کہ ایران میں برطانی سیاسی مفاد میں کوئی ایسا تغیر نہیں ہوا ہے۔ جو ترکی کے خلاف کہا جا سکے۔

—— ترکی اور شام کی حدود کے تصفیہ کے لئے جو مجلس مقرر کی گئی ہے اس کے صدر صاحب انگورہ تشریف لے جائیں گے تو مجلس اپنا کام کرے گی۔

—— نکولس دوم سابق زار روس کی والدہ ملکہ میری سخت علیل ہے اور اس کے معالج بالکل مایوس ہو چکے ہیں۔

—— پیرس کا نیم سرکاری بیان ہے کہ حکومت روس کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ فرانس اور روس کے تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے سفیر روس کا واپس بلا لینا ہی بہتر ہے۔ چونکہ موسیو بریان اور [illegible] اس معاملہ کے متعلق

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی دوا ہم سے صرف عہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگائیے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی معاشرتی۔ تمدنی اور تجارتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف اور سٹیشنری، خوشنما ولیسی فونٹین پن پائدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے۔ (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرائل ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً طلب کرو۔ (۵) عاملوں، نجومیوں رمالوں اور جفاروں کے پاس جانے والے پرس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں۔ ہم ان کا بہتر انتظام کر دیں گے۔ خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے والے ہمارا پتہ نوٹ کر لیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز بابا عنایت ہوری لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کینولیس کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے۔ جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے تیار کی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگر چھ مہینے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی۔ اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے۔ ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھکر دل اچھل پڑتا ہے۔ قیمت اتنی کم کہ حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے (عہ) علاوہ محصول۔ کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہئے ناپسند ہو تو واپس!

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

اگر

آپ تمام دنیا دو سے قدم آگے رہنا چاہیں تو

انتخاب لاجواب لاہور

کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست [illegible] طلب کریں

آپ کیوں چھوٹی چھوٹی تنخواہوں کی ملازمت کے متلاشی ہیں؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیئے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور بے معنی ہے۔ خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو منتخب کرنا چاہیئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی مشین اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کر رہے ہیں۔ اور تین سے تیس روپیہ روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آرمانی ٹولہ ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۲۸ بمبئی

بہترین قلمی پودے اور بیج

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط اور مستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمایئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

برص کے سفید داغ ایک دن میں آرام

اگر ہماری فقیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے چھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو مثل گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (عہ)

دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ بہار

شاہی مطب اور دواخانہ عالیہ

(بسرپرستی ریاست کپورتھلہ)

یہ دواخانہ ۲۴ سال سے مخلوق خدا کی خدمت کر رہا ہے اس دواخانہ کی مجربات شاہی ادویہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک مشہور ہیں یہ دواخانہ اشتہاری اور عطائی نہیں ہے نہایت معتبر اور قابل اطمینان ہے۔ ہر موسم میں عورتوں و مردوں اور بچوں کی ادویہ تیار رہتی ہیں۔ موسم سرما شروع ہونے والا ہے قوت باہ کی دوائیں تیار ہو رہی ہیں۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد صاحب معالج مہاراجگان ریاست کپورتھلہ

ضرورت ہے

اگر ریشمی لنگی صافے کی تو مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی سے منگایئے

جلد ۱۵ | مینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ مطابق ۲۱ ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۳۸

ایڈیٹر دی لائٹ کا مقدمہ اور حضرت امیر کا فرمان

حضرت امیر ایدہ اللہ، مولوی یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر دی لائٹ اور ان کے رفقا کی گرفتاری زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ کے متعلق چند ضروری مشورہ طلب امور کی خاطر ۱۸ ماہ حال کو لاہور تشریف لائے ۱۶ ستمبر کو بروز جمعہ حضور نے جو نہایت ہی سبق آموز اور پند و نصائح سے لبریز خطبہ پڑھا وہ اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے آپ نے خطبہ کے اختتام پر اس مقدمہ کے خرچ اخراجات کے لئے ایک مختصر سی اپیل جماعت کے سامنے پیش کی جس پر موجودہ مقامی احباب نے لبیک کہی۔ ۵۲۷ روپے کے وعدے ہوئے۔ کچھ رقم اسی وقت وصول بھی ہو گئی۔ مردوں کے علاوہ مستورات نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اور زیورات اور نقدی سے اس فنڈ کو مضبوط کیا۔ بیرونی احباب سے بھی مودبانہ مگر پرزور درخواست کی جاتی ہے کہ اس کار خیر میں شامل ہوں اور ہر شخص حسب حیثیت اس میں ضرور حصہ لے۔ اخبار دی لائٹ کی آئندہ اشاعت میں انشاءاللہ اس چندہ کی مستقل فہرست کھولدی جائے گی۔ جو احباب انگریزی اخبار نہیں منگواتے ان کے لئے اسکی نقل اخبار "پیغام صلح" میں بھی شایع کردی جایا کریگی۔ امید ہے کہ احباب حضرت امیر کی اس اپیل پر فوراً لبیک کہینگے اور دوسرے احباب سے بھی چندہ وصول کرکے فوراً بھیجیں گے

بزم احباب

(مرتبہ جناب خان صاحب چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب مہالا ہور)

یونان

احمد راسم آفندی صاحب تھریس (علاقہ یونان) سے لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ عربی کے بعض الفاظ قرآنی کا صحیح ترجمہ ترکی اور دیگر غیر عربی زبانوں میں نہیں ہو سکتا۔ مثلاً الرحمٰن الرحیم کا صحیح مفہوم ترکی کے کسی ایک لفظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے یہ نوٹ قسطنطنیہ کے اخبار وقت میں پڑھا تھا۔ جس نے مختصراً آپ کا چرچہ کیا تھا۔ لیکن مکمل پتہ نہ ملنے کے باعث میں آپ سے خط و کتابت نہ کر سکا۔ اب قسطنطنیہ کے اخبار جمہوریت سے آپ کا مفصل پتہ معلوم ہوا۔ اس لئے یہ خط براہ راست لکھتا ہوں۔ میں ترجمۃ القرآن غیر عربی زبانوں میں شایع ہونے کا حامی ہوں۔ اور یہاں مدرسی کا کام کرتا ہوں۔ سیاسی حالات کی پیچیدگی کے باعث مذہبی مضامین شایع کرنا ذرا دشوار ہے۔ ترکوں کی موجودہ روش دیکھ کر مجھے فکر ہے کہ کہیں وہ آہستہ آہستہ اسلام سے دور نہ چلے جائیں۔

میں نے عرصہ سے احمدیہ جماعت کا حال اور ان کی خدمات اسلام کا حال سنا تھا۔ اور میرا بھی اس جماعت سے اس بات میں اتفاق ہے کہ اسلام کو ملانوں اور پیروں کی خرافات سے پاک کرکے صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ایسی مصلح جماعت کا نام سوائے "احمدی" کے جو حضرت نبی کریم کا اسم مبارک ہے۔ اور کوئی موزوں نہ ہو سکتا تھا۔ میں سب سے پہلے آپ کی ان کوششوں کا جو آپ ترقی و اتحاد اسلامی کے لئے کر رہے ہیں۔ دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ان مقاصد عظیمہ میں کامیاب و بامراد کرے۔

یورپ کے مختلف مرکزوں میں مساجد کا تعمیر کرنا ایک نہایت متبرک کام ہے۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی کارگزاریاں باقاعدہ اخبارات میں شایع کیا کریں۔ تاکہ مسلمانان عالم کی دلچسپی آپ کے کام سے بڑھے۔ اس بات میں آپ کو عیسائی مشنریوں کی تقلید کرنی چاہیئے میں انگریزی اور فرنچ جانتا ہوں۔ اس لئے غیر مسلم لوگوں کو دعوت اسلام دینے کا اہل ہوں۔ اگر آپ مجھ سے کچھ خدمت اسلام لینا چاہیں۔ تو میں [illegible] زاد راہ مہیا ہو جانے کے ہندوستان میں بھی آنے کو تیار رہوں۔ تاکہ آپ کے ساتھ مل کر خدمت اسلام کا کام کر سکوں۔

امریکہ

ملک نور محمد صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے حضرت مولانا صاحب کا پیغام شب برات جو انہوں نے مسلمانوں کے نام شائع کیا تھا کہ وہ اپنے روپیہ کو بہترین مصرف پر استعمال کریں۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ یقیناً ہمیں مسلمانوں اور اسلام کی بہبودی کے لئے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کیا آپ کوئی اور ذریعہ بھی جانتے ہیں جہاں مسلمانوں کا روپیہ ضایع ہو رہا ہے۔ میرا مطلب اس سے قبروں اور ملانوں اور پیروں کی نذر و نیاز ہے۔ اگر ایک مرکزی انجمن بنا کر مختلف اضلاع میں شاخیں قایم کرکے تمام روپیہ ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تو یہ مسلمانوں کی تعلیم و دیگر قومی ضروریات میں کام آسکتا ہے۔ اور مسلمانوں میں عام بیداری اور تعلیمی ترقی پیدا کر سکتا ہے۔ اور اسلامی تعلیم کے پھیلانے میں کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ "لائٹ" ہمارے لئے بڑا مفید ثابت ہو رہا ہے لیکن اس کی کمزور شعاعیں اس اندھیرے ملک میں کافی طور پر پھیل نہیں سکتیں تاہم جس قدر ہو رہا ہے وہ خدا کے فضل سے امید سے بڑھ کر ہے ہمارے بہت سے مسلمان بھائی یہاں کے کالجوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور بعض کئی سالوں سے کاروبار میں مصروف ہیں۔ چونکہ ہمیں محنت مشقت کرکے اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی کافی طور پر امداد نہیں کر سکتے میں دو آدمیوں کے نام بھیجتا ہوں جن کے لئے "لائٹ" رہبری کا موجب ہو گا۔ اس میں سے جو لیڈی ہے اس کا میلان طبع اسلام کی طرف ہے۔

سرویا

برادر مصطفےٰ احسن صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کا خط حافظ صابر صاحب کے پاس دیکھا۔ جنھوں نے آپ کے خط کا جواب لکھ کر مجھے دیا کہ اپنے خط کے ہمراہ آپ کی خدمت میں بھیج دوں افسوس کہ مصطفےٰ موز طو صاحب ترجمۃ القرآن کا کام نباہ نہ سکا اس لئے شیخ الاسلام صاحب کو اس سے اپنی براءت کرنی پڑی۔ امید ہے شیخ الاسلام صاحب بھی اس بارہ میں آپکو مفصل طور پر لکھیں گے۔ مہربانی فرماکر اپنے تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام سے ہمیں اطلاع دیتے رہیں۔ تاکہ ہم میں بھی کچھ بیداری پیدا ہو

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء

یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ - ان اللہ مع الصابرین ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون - اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون (البقرہ - رکوع ۱۹)

ان آیات کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا - کہ انسان پر مصیبت کا آنا لازمی اور ضروری ہے - اور ان مصائب میں جس طرح سے نماز اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان کامیاب ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح انسان ان مصائب کے اندر ثابت قدم رہ کر ان تکالیف کو ہمت و استقلال سے برداشت کرکے منزلِ مقصود کو پہنچ جاتا ہے - یہاں مصائب، تکالیف اور دکھوں کے وقت ان کو برداشت کرنا اور ہمت و استقلال سے ثابت قدم رہنا گویا نماز کے ہم پلہ رکھکر اس کی اہمیت جتائی ہے - جس طرح انسان کے لئے اور بالخصوص ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ تکالیف اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرے اسی طرح ان میں کامیاب ہونے کے لئے ان کو ہمت استقلال اور جوانمردی سے برداشت کرنا بھی ضروری ہے - اس موقع پر صبر کی اہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ان اللہ مع الصابرین فرمایا ہے - ورنہ خدا تو مع المصلین بھی ہے -

پھر مصائب کے اندر جو سب سے بڑی مصیبت کسی انسان کو آسکتی ہے وہ اس کی موت ہے - جس کے متعلق فرمایا لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون یعنی جو خدا کے رستے میں کام کرتا ہوا مارا جائے اس کو مردہ مت کہو اصل زندہ تو وہی ہے - اصل زندگی اس کی زندگی ہے - لیکن تم اس کو محسوس نہیں کرتے - پھر فرمایا اس سے نچلے درجہ پر بھی مصائب ہیں - اور ان کے ذریعہ سے بھی ہر انسان کو آزمایا جاتا ہے یا انعام دیا جاتا ہے - (اور سچ ہے کہ انعام بغیر مصائب کے نہیں ملا کرتا) - مثلاً خوف کی وجہ سے - بھوک کی وجہ سے - مالوں، جانوں، اور پھلوں کی کمی کی وجہ سے - لیکن جو لوگ ان مصائب اور تکالیف کے وقت ہمت و استقلال سے کام لیتے ہیں اور ان کو برداشت کرتے ہیں اور ان عارضی تکالیف کو اپنے مقصد زندگی کے مقابلہ پر جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہے - بالکل ہیچ سمجھتے ہیں - ان کو کامیابی، فلاح، اور رحمت کی خوشخبری دی دی -

جس طرح سے ہر فرد کی ترقی اور کامیابی مصائب اور تکالیف سے وابستہ ہے - اسی طرح ہر قوم کی ترقی کا راز بھی اس کے مصائب اور تکالیف سے وابستہ ہے - آج کل ہماری قوم پر بھی ایک مصیبت آن پڑی ہے - اور اس کو ہمیں نہایت خوشی سے برداشت کرنا چاہئے گزشتہ جمعہ (یعنی ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء) کو اس مسجد میں آپ کے سامنے ایک مصیبت کا آغاز ہوا - یعنی مولوی محمد یعقوب خاں صاحب جنھوں نے جمعہ کا خطبہ پڑھا - نماز پڑھائی - وہ بعد از نماز جمعہ گرفتار کر لئے گئے - ہمیں اس مصیبت کو خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے کیونکہ قرآن نے خود فرمایا ہے بشر الصابرین - مولوی یعقوب خاں صاحب اور ان کے رفقاء بے شک جیل خانہ میں ہیں - اور ان کو تکالیف ہیں - لیکن کیا ہر انسان کو اپنے گھر میں بھی کم و بیش اس قسم کی تکالیف نہیں آجاتیں - کیا انسان کے اوپر کسی وقت بھوک اور پیاس کی تنگی کا وقت نہیں آجاتا - کیا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ انسان باوجود اس بات کے کہ اس کے پاس انواع و اقسام کے کھانے اور غذا موجود ہوتے ہیں - مگر ایک ڈاکٹر کے منع کرنے سے ان سے محروم ہو جاتا ہے - اسی طرح سے باوجود آزاد ہونے کے اس کی آزادی چھن جاتی ہے - ایک زمانہ تھا پھوڑا نکلا ٹانگ پر نکل آئے انسان کئی مہینوں تک [illegible] میں قید ہو جاتا ہے - اسی طرح اور قسم قسم کے دکھ اور تکالیف ہر انسان کے اوپر آتی ہیں اور یہ انسانی زندگی میں ایک معمولی بات ہے - لہذا جیل خانہ کی تکالیف کو ہمت استقلال اور خوشی سے برداشت کرنا چاہئے -

یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ یہ تکلیف محض ہندو قوم اور بالخصوص آریہ قوم کی وجہ سے ہم پر آئی ہے - اور ہم یہ بھی کہنے کو تیار ہیں کہ ان سے ہمارا مقابلہ ہے - لیکن نہ میرے دل میں اور نہ آپ میں سے کسی کے دل میں اور نہ کسی مسلمان کے دل میں یہ خیال کبھی آسکتا ہے کہ ہم ہندو قوم کو برباد کرنے کی کوشش کریں - اور یہ ہو کیسے سکتا ہے - جبکہ آنحضرت صلعم رحمۃ للعالمین ہو کر آئے ہیں اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اس رحمۃ للعالمین کی جھلک ہی جس کی وجہ سے مسلمانوں نے کبھی بھی کسی قوم یا ملک کو جسکو انہوں نے فتح کیا برباد کرنے کی کوشش نہیں کی - بڑے سے بڑے ملک اور براعظم فتح کئے مگر ان کی بربادی اور تخریب کا خیال کبھی ان کے دل میں نہ آیا - لہذا ہمارا کام کسی قوم کی تباہی اور بربادی ہرگز نہیں ہو سکتا - البتہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی دست برد سے بچانا ہمارا فرض ہے - اور ہر مسلمان کا فرض ہونا چاہئے - مسلمانوں کو غیر مسلموں کی اقتصادی غلامی سے بچانا ہمارا کام ہونا چاہئے - اور اس کو ہم کسی حالت میں بھی چھوڑ نہیں سکتے - ہر سال ہمارا کروڑہا روپیہ تجارت اور سود وغیرہ کی شکل میں ہندوؤں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اس کو بچانے کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے - مال کمانا ہرگز اسلام نے منع نہیں کیا - بلکہ اس کو فضل اللہ کہا ہے - اس کو ہماری ہستی کے قیام کا موجب قرار دیا ہے ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً - اسی طرح اس کی حفاظت - لین دین - بیع و شریٰ وغیرہ کے متعلق احکام صادر فرمائے ہیں - اگر مال کمانا منع ہے تو پھر یہ احکام کیسے - زکوٰۃ اور صدقات کس پر غرضیکہ اسلام نے مال کمانے سے ہرگز نہیں روکا - بلکہ تجارت کی طرف بالخصوص توجہ دلائی ہے - حدیث میں آتا ہے کہ "رزق کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے" - لہذا قوم کے دیگر جملہ حالات کے علاوہ اس کی اقتصادی حالت کا درست کرنا بھی ہمارا فرض ہے -

آنحضرت صلعم کی حضرت موسیٰ سے کئی رنگوں میں مماثلت ہے اور قرآن کریم نے خود اس مماثلت کو بیان فرمایا ہے - جس طرح حضرت موسیٰ کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اپنی قوم کو بنائیں - فرعون کی غلامی سے نجات دلائیں اسی طرح آنحضرت صلعم کا بھی ایک بڑا زبردست کام ایک متحدہ قوم کا تیار کرنا تھا اور ہے اور جس طرح سے حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کو اس کام میں زبردست مقابلہ پیش آیا - اسی طرح سے اب ہمیں بھی مسلم قوم کو درست کرنے مضبوط، منظم اور مالدار بنانے کے لئے مقابلہ ہے اور ہوگا - اور اس کو پورے استقلال اور جوانمردی سے برداشت کرنا چاہئے - اگر اس مقابلہ میں ایک شخص کو دکھ اور تکلیف پہنچے تو ساری قوم کو اس دکھ اور تکلیف کا احساس ہونا چاہئے - جس طرح ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس میں مبتلا ہو جاتا ہے - بعینہٖ اسی طرح ہماری قوم کی حالت ہونی چاہئے - ہاں یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس طرح اس وقت جبکہ حق کی خاطر جان تک دینے کا موقع آجائے اس سے دریغ کرنا گناہ ہے - اسی طرح یہ بھی گناہ ہے کہ انسان خواہ مخواہ بلا ضرورت اور بغیر موقع و محل سوچے سمجھنے کے اپنا سر کٹوائے - افراط تفریط سے ہمیشہ پاک رہنا چاہئے - اور ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر استعمال کرنا چاہئے -

آخر میں میں دو باتیں عرض کرکے خطبہ کو ختم کرتا ہوں اول یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کے اندر خدمت دین کا بڑا زبردست جذبہ ہو ہمیں خدا کی راہ میں تکالیف اور مصائب اٹھاتے ہوئے ایک لذت اور حظ محسوس ہو - خدا کے رستے میں کام کرتے ہوئے ہمارے چہروں پر ایک خوشی اور انبساط کی لہر دوڑتی ہوئی نظر آئے دوسرے یہ کہ جس قوم سے ہمارا مقابلہ ہو اس کی تخریب اور بربادی قطعاً ہمارے مدنظر نہ ہو -

خطبہ ختم ہو جانے کے بعد ایک دوست نے درخواست کی کہ مولوی یعقوب خاں صاحب پر جو مقدمہ ہوا ہے اس کے واسطے بھی دعا کی جائے - جس پر حضور نے فرمایا کہ میرا دل تو چاہتا تھا - کہ دعا سے بڑھ کر بھی کچھ کہوں مگر پھر رک گیا - اب اس کو بھی کہہ دیتا ہوں - اور وہ یہ ہے کہ مقدمہ کے واسطے ہمیں لازماً روپیہ کی ضرورت ہوگی - اور انجمن کے سامنے اس وقت مالی مشکلات بھی ہیں - اگر مالی مشکلات [illegible] دی جاتی لیکن مجبوری ہے - انسان کے ہر عمل پر اس کو اجر ملتا ہے - جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا عن نفسہ - ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب بہ عمل صالح - ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین - (پارہ ۱۱ رکوع ۱۵)

محکمہ اطلاعات پنجاب

جبراً مسلمان نہیں بنائے گئے

ہندو ہیرلڈ نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۷ء میں ایک رپورٹ بدیں مضمون شایع کی ہے کہ باغبانپورہ کے قریب ایک گاؤں کے تقریباً دو سو سکھ جبراً مسلمان بنائے گئے ہیں - اخبار مذکور میں یہ خبر شایع ہونے سے پیشتر اس معاملہ کے متعلق ایک ہندو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور صاحب سینیر سپرنٹنڈنٹ پولیس خود تحقیقات کرکے یہ معلوم کر چکے تھے کہ موضع محمود بوٹی کے تقریباً ۱۲۶ بازیگر جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے برضا و رغبت خود مسلمان ہوئے - دوران میں کسی قسم کا جبر یا دباؤ نہیں ڈالا گیا - اسی قوم کے تقریباً ۱۶ افراد جو متصل ایک موضع لکھوڈیر میں رہتے تھے - اور جو اپنے آپ کو سکھ بتاتے ہیں اس تبدیلی مذہب پر ناراض ہیں - اور خود بخود گاؤں چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کی نقل و حرکت میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی گئی -

پنجاب میں تلوں کی فصل بابت سال ۱۹۲۷ء کا پہلا تخمینہ

۲۶-۱۹۲۵ء سے پہلے پانچ سال کے اندر اوسطاً پنجاب کے [illegible] رقبہ میں تل بوئے گئے وہ برطانوی ہند کے کل رقبہ [illegible] کا ۲ء۲ تھا - تخم ریزی کے وقت بارش کافی نہ ہونے کی وجہ سے کل رقبہ زیر کاشت تل جولائی کے آخر میں تخمیناً ۹۷۴۰۰ ایکڑ تھا (جس میں رسمی تخمینہ کے مطابق ۸۵۰۰ ایکڑ شامل ہیں) یہ رقبہ سال گزشتہ کے پہلے تخمینی رقبہ سے بقدر ۲۸ اور اصل رقبہ سے بقدر ۱۱ فیصدی کم ہے - سال گزشتہ کے اصل رقبہ کے مقابلہ میں جو تخفیف ہوئی ہے وہ آبپاش اور غیر آبپاش رقبوں میں بالترتیب بقدر ۶ اور ۱۲ فی صدی ہے لیکن بعض اضلاع میں تخم ریزی ابھی تک جاری ہے - اور دوسرے تخمینہ میں موجودہ تخمینہ کی نسبت زیادہ رقبہ زیر کاشت دکھایا جائیگا - فصل کی حالت "اوسط" حالت کا ۹۵ فیصدی ہے جلد رقبوں میں تخم ریزی ایسے وقت پر ہوئی جس وقت کہ عام طور پر ہمیشہ ہوتی ہے -

پنجاب میں گنے کی فصل بابت سال ۱۹۲۷ء کا پہلا تخمینہ

۲۶-۱۹۲۵ء سے پہلے پانچ سال کے اندر اوسطاً پنجاب کے جس قدر رقبہ میں گنا بویا گیا وہ برطانوی ہند کے کل رقبہ زیر کاشت نیشکر کا ۳ء۱۵ فی صدی تھا - موسم کی حالت فصل کپاس کے پہلے تخمینہ میں بیان کر دی گئی ہے - کل رقبہ زیر کاشت نیشکر تخمیناً ۴۵۳۰۰۰ ایکڑ ہے - (جس میں رسمی تخمینہ کے مطابق ۴۰۰ ایکڑ شامل ہیں) کل رقبہ سال گزشتہ کے پہلے تخمینہ سے بقدر ۹ فیصدی زیادہ اور اصل رقبہ سے بقدر ۲ فیصدی کم ہے - گزشتہ سال کے اصل رقبہ کے بالمقابل موجودہ رقبہ میں جو تخفیف ہوئی ہے وہ آبپاش اور غیر آبپاش رقبوں کی صورت میں بقدر ۲ فیصدی کم ہے - اس تخفیف کی ایک وجہ یہ ہے کہ گڑ کی کھانڈ کی قیمت گر گئی - اور دوسرے تخم ریزی کے وقت نہری پانی کافی مقدار میں دستیاب نہیں ہو سکا - جن ضلعوں میں گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے ان میں کرنال میں ۱۰ فیصدی - لدھیانہ اور سیالکوٹ میں ۷ فیصدی لائل پور میں چھ فیصدی اور گورداسپور میں ۵ فیصدی تخفیف واقع ہوئی - اس کے برعکس ضلع امرتسر میں ۸ فیصدی رہتک اور لاہور میں ۲ فیصدی اضافہ ہوا - جولائی کی بارشیں استادہ فصلوں کے لئے مفید ثابت ہوئیں - بعض اضلاع کی رپورٹیں مظہر ہیں کہ وہاں ٹڈی دل سے استادہ فصلوں کو کسی قدر نقصان پہنچا - فصل کی حالت "اوسط" حالت کا ۹۷ فیصدی ہے عام اضلاع میں تخم ریزی ایسے وقت پر شروع ہوئی جس وقت عام طور پر ہمیشہ ہوتی ہے

ویدوں کی سنسکرت ام الالسنہ نہیں ہے عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے

(۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھو پیغام صلح ۳۲)

عربی زبان کو منقولی طور پر سنسکرت کی ماں ثابت کر دینے کے بعد ضرورت ہے کہ ہم معقولی طور پر بھی عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کر دکھائیں "پیغام اتحاد" کے مصنف چیتن دت بی اے نے سنسکرت کو تمام زبانوں کی ماں بنانے کے لئے سب سے پہلی اور اس کے ساتھ ہی سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ "چونکہ دنیا کی تمام زبانوں کے ماخذ اور مادے یعنی مصادر اور روٹ ( ) سنسکرت میں موجود ہیں اس لئے سنسکرت زبان تمام زبانوں کی ماں ہے"

(پیغام اتحاد صفحہ ۶۸-۶۹)

یہ دلیل اس قدر بودی اور پھسپھسی دلیل ہے کہ جس پر کوئی عمارت تعمیر کرنا ایک سعی لاحاصل اور کوشش بے سود ہے۔ عربی فارسی اور دوسری زبانوں کے مادے سنسکرت میں تلاش کرنا اندھے چوسے اور بھوسے دھان کی ضرب المثل کو پورا کرنا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس امر کا کہیں نشان نہیں ملتا کہ کسی زمانہ میں نسل انسانی کی زبان پر اسماء و افعال کے بجائے صرف مصادر اور روٹ تھے جن سے آگے چل کر اسماء و افعال بنائے گئے۔ اور یہ خیال خود آریہ سماج کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں سب سے پہلے وید الہام کئے گئے۔ اور پھر ان ویدوں سے زبان بنائی گئی۔ اگرچہ یہ نظریہ کتنا ہی لغو اور بیہودہ کیوں نہ ہو تاہم اس سے یہ تو ثابت ہے کہ سب سے پہلے کوئی کتاب یا الہام صرف مصادر اور مشتق نازل نہیں کیا گیا۔

ہر ایک زبان کی طبعی ترتیب یوں ہے کہ پہلے اسماء پیدا ہوتے ہیں۔ پھر افعال بنائے جاتے ہیں۔ اور ایک عرصہ دراز کے بعد جب قواعد زبان کی تدوین اور تکمیل کی باری آتی ہے تو چند ایک ہم شکل اسماء اور افعال سے قدر مشترک نکال کر ان اسماء اور افعال کا روٹ یا مادہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اسماء اور افعال کے مصادر اور مادوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا سنسکرت زبان کی لغت اس کی شہادت نہیں دیتی؟ کیا مہامنی، پانینی، کاتیاین اور دوسرے علماء نحو اس موضوع پر برسر پیکار نہیں۔ عربی اور فارسی الفاظ کے مادے سنسکرت لغت میں تلاش کرنا تو دور کی کوڑی لانا ہے۔ خود سنسکرت الفاظ کے مادے اور صحیح مخرج دریافت کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ مثال کے لئے آپ ایک سنسکرت لفظ "بشتام" کو لیجئے۔ جس کے معنے بازو کے ہیں۔ اس پر نروکت۔ شاکپونی، تیتیک اور گانو کے اختلافات پڑھ جائیے کہ ایک کی رائے دوسرے سے کس قدر مختلف ہے۔ اسی طرح لفظ مانس کو لیجئے۔ جس کے معنے گوشت کے ہیں۔ نروکت بتلاتا ہے کہ یہ یا تو مان سے ہے جس کے معنے قابل عزت کے ہیں۔ یا جو قابل عزت ہو اس کے لئے پکایا جاتا ہے اس لئے اس کو مانس کہتے ہیں۔ کیونکہ مان عزت کو کہتے ہیں۔ یا مانسم سے ہے کہ من یعنی دل کو اچھا لگتا ہے۔ اور دل اس میں خوب بیٹھتا ہے۔ اسی طرح یاسک اچاریہ مصنف نروکت (ویدوں کی لغت) نے دوسرے علمائے لغت کے ساتھ جا بجا اختلاف کیا ہے۔ اور بیسیوں افعال اور اسماء ایسے بھی ہیں جن کے متعلق ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا کہ ان کا مادہ کیا ہے پس الفاظ ہرگز ہرگز مصادر سے نہیں بنائے گئے۔ بلکہ اسماء اور افعال کے قدر مشترک کو لے کر مادے اور مصادر تجویز کئے گئے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے وعلم آدم الاسماء کلها میں بیان فرمایا ہے کہ آدم کو پہلے اسماء سکھائے گئے نہ کہ مادے اور افعال۔ اور اسی کی تصدیق آدم کا ہر ایک فرزند جبکہ وہ طوطلی زبان کھولتا ہے کرتا ہے۔ بچہ سب سے پہلے قریبی چیزوں یا رشتوں کے نام سیکھتا ہے پھر آہستہ آہستہ افعال آتے ہیں۔ اور الفاظ کے مصادر کی سمجھ تو علمی زندگی کی ایک حد تک تکمیل کے بعد شروع ہوتی ہے۔ پھر خدا جانے چیتن دت صاحب نے مادے اور مصدر کو اسم و فعل پر کیونکر مقدم سمجھ لیا ہے۔

مصنف پیغام اتحاد کی دوسری دلیل

چیتن دت صاحب سنسکرت کے ام الالسنہ ہونے کی ایک اور دلیل پر بھی لٹو ہو رہے ہیں۔ اور وہ دلیل یہ ہے کہ سنسکرت لغت میں کئی ایک مصادر اور مادے ( ) ڈیڑھ حرفی ہیں۔ دو حرفی مادے تو باقی زبانوں میں بھی موجود ہیں۔ لیکن زبان سنسکرت کی خوبی یہ ہے کہ اس کے مادے کل تو نہیں البتہ بہت سے ڈیڑھ حرفی ہیں۔ اور یہ مختصر سے مختصر مادے ہی مختلف زبانوں کے ماخذ ہو سکتے ہیں۔ مادے اور ڈیڑھ حرفی مادے! چیتن صاحب کے اس علم و عقل پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ چیتن دت صاحب بقول خود زبانوں کے مالک ہیں۔ جو کچھ ان کا جی چاہے وہ کہہ سکتے ہیں لیکن مصنف "پیغام اتحاد" یا کوئی اور آریہ سماجی پنڈت کیا اس سوال کو حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے کہ آیا مادہ طرز تحریر میں ڈیڑھ حرفی ہوتا ہے یا بولنے میں ڈیڑھ حرفی ہوتا ہے۔ اگر طرز تحریر میں ڈیڑھ حرفی ہوتا ہے تو عربی فارسی وغیرہ کے سینکڑوں مصادر ہم ڈیڑھ حرفی دکھا دینے کے لئے تیار ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ سنسکرت کے بعض مصادر تلفظ میں ڈیڑھ حرفی ہیں تو اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک حرف جو انسان کے منہ سے نکلتا ہے وہ مرکب نکلتا ہے۔ یوں کہنے کو آپ کہہ سکتے ہیں۔ سنسکرت رسم الخط میں لفظ استری نصف س سے لکھا جاتا ہے۔ لیکن غور کیجئے تو تلفظ میں یہ س سے بھی دگنا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ایک الف زائد لگانا پڑتا ہے۔ اسی طرح جتنے بھی نصف حروف استعمال ہوتے ہیں ان کے تلفظ کے وقت ایک الف زائد ضرور لگانا پڑتا ہے۔ اور اگر یہی وجہ سنسکرت کے ماں ہونے کی ہے تو عربی میں سینکڑوں اسماء ایک حرفی ہیں مثلاً آب، اُم، اخ، جن میں ا حرف علت ہے۔

ہم شروع میں بتلا چکے ہیں کہ سب سے پہلے انسان نے اسماء سیکھے ہیں۔ نہ کہ افعال۔ بلکہ قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ اسماء سے ہی افعال اور تبع افعال بنتے ہیں۔ صرف و نحو میں بھی سب سے پہلے اسم ہی کی بحث ہوتی ہے۔ کائنات قدرت کی واقفیت بھی اسماء ہی سے ہوتی ہے۔ جب ہم کسی فعل کا مشاہدہ کرتے ہیں تو سب سے اول ہماری خواہش یہی ہوتی ہے کہ فاعل کا نام معلوم کیا جائے فاعل کی تلاش اسم ہی کی تلاش ہے۔ غرض اس ساری کائنات کے علم کا دارومدار اسم ہی پر ہے۔ اگر اسم نہ ہو تو کچھ بھی نہ ہو۔ اسم ہی فاعل اور اسم ہی مفعول ہے۔ افعال سے کام اس وقت لیا جاتا ہے جب اسماء سے واقفیت حاصل کر لی جاتی ہے۔ جتنے بھی افعال ہمارے منہ سے نکلتے ہیں۔ ان سب کی تہ میں اسماء مضمر ہوتے ہیں۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جن زبانوں میں اسماء کی کثرت یا معتد بہ تعداد نہیں وہ زبانیں وسیع اور مکمل نہیں ہیں۔ اور نہ وہ تمام زبانوں کی ماں کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ جب اسماء کی کمی ہے تو افعال اور تابع افعال کی بھی کمی ہوگی۔ پس جس زبان میں مفرد اسماء کی کثرت ہوگی وہ زبان بمقابلہ دوسری زبانوں کے زیادہ تر ام الالسنہ کہلانے کی حقدار ہوگی۔

عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے پر سب سے بڑھ کر اس زبان کی وسعت شاہد عادل ہے۔ کیونکہ دنیا کی تمام زبانوں کی ماں وہی زبان ہو سکتی ہے جو سب سے بڑھ کر وسیع ہو۔ اور دنیا کی تمام زبانیں اس کے آغوش محبت میں بیٹھ کر اس کے عطا کردہ دودھ سے پرورش پا سکیں اور جس کے ذریعہ سے انسان اپنے نازک سے نازک احساسات کو مفرد الفاظ میں بیان کر سکتا ہو۔ عربی زبان بلاشبہ دنیا کی تمام زبانوں سے بڑھ کر وسیع ہے۔ اس کے اندر مفرد الفاظ کی تعداد کل السنہ عالم پر غالب ہے۔ موجودات عالم کے قدرتی اور طبعی اختلافات اور ان کی ہر ایک ارتقائی منزل کے لئے علیحدہ علیحدہ نام تجویز کرتی ہے۔ جو ہر ایک خیالات کو ظاہر کرنے کے لئے ایک نہایت ہی ضروری امر ہے۔ مثلاً عربی زبان میں ہاتھ اور اس کے مختلف حصوں کے ۱۵۰ نام موجود ہیں۔ اسی طرح انسانی عمر کی ارتقائی منزلوں کے بیسیوں نام موجود ہیں۔ زبان عربی کا یہ موضوع نہایت ہی وسیع ہے جس کے متعلق اخبار کے کالم نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ایک ایسی خوبی ہے جو دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں۔ مثال کے طور پر میں تمام مذاہب کے علماء کے سامنے لفظ اللہ کو پیش کرتا ہوں کہ وہ اس لفظ کے بالمقابل کوئی مفرد لفظ اپنی لغت سے پیش کریں۔ جو اس قدر مختصر ہونے کے باوجود مستجمع جمیع صفات کاملہ [illegible] مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو جس

دنیا کی تمام اقوام اور ان کی زبانوں کے خدا کا اعلیٰ سے اعلیٰ تصور آجاتا ہو۔

دوسرا لفظ رب ہے۔ جس کے معنے پیدا کرنا اور درجہ بدرجہ منزل بمنزل ترقی دیتے ہوئے کسی چیز کو اس کے کمال پر پہنچانا ہیں۔ لغت میں اس کے معنے انشاء الشی حالاً فحالاً الی حد التمام لکھے ہیں جس کے اندر سارا اصول ارتقاء موجود ہے۔ اتنا مختصر سا لفظ اور اس قدر وسیع معنی اپنے اندر رکھنے والا سنسکرت میں کوئی لفظ نہیں۔

تیسرا لفظ رحمن ہے۔ جس کے معنے مخلوق کی کوشش اور اعمال کے شروع ہونے سے پہلے ہی اس کو محض اپنے فضل اور کرم سے نعمتوں کا بخشنا ہے۔ اس مفہوم کو ادا کرنے والا کوئی لفظ سنسکرت لغت کے اندر موجود نہیں۔

سنسکرت کو تمام زبانوں کی ماں کہنے والے لفظ شہید کا ترجمہ بھی کسی ایک لفظ میں نہیں بتلا سکے۔ اسی قسم کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جو کسی طویل صحبت کی محتاج ہیں۔

(باقی پھر)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۴ ستمبر کو بغرض لائٹ کے متعلق بعض ضروری امور کی سرانجام دہی کے لئے تشریف فرمائے لاہور ہوئے تھے۔ کل ۲۰ ستمبر کو رات کے ۱۱ بجے کی گاڑی سے واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ غالباً دس پندرہ روز کے بعد مراجعت فرمائے لاہور ہوں گے۔ انشاء اللہ!

رامپور سے ہمارے محترم دوست سعادت علی خان صاحب کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ وہ فریضہ حج کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہو کر بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ آپ سرزمین حجاز کے موجودہ حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکثر لوگ جنت البقیع وغیرہ قبرستانوں کے قبہ جات اور قبروں کے گرائے جانے کے شاکی پائے گئے۔ باقی بدوؤں کے ستانے اور تشدد کرنے کی کوئی شکایت نہ دیکھی گئی۔ بلکہ وہ حکومت کے ڈر سے کانپتے ہیں اور ارتکاب جرم پر انہیں سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ اور اس طرح اہل حجاز حکومت کے ڈر سے خائف ہو کر حجاج کو تکلیف نہیں دے سکتے۔ اس دفعہ کسی قسم کی بیماری کی کوئی شکایت نہ تھی۔ مگر شدت گرمی اور لو اور پانی کی گرانی اور قلت سے کثرت اموات خصوصاً مقام منا میں دیکھی گئی۔

ہم اپنے محترم دوست کو اس مبارک سفر سے بامراد واپس آنے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

ضلع کانگڑہ میں ہمارے ایک بھائی پیر سید کرامت اللہ شاہ صاحب اپنے شوق سے تبلیغ سلسلہ میں مصروف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس جگہ مسلمان احمدیت کے سخت دشمن ہیں۔ اور بعض آدمی تو بیا بغض و تعصب رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا نام بھی سننا نہیں چاہتے خداوند کریم کا فضل ہی دکھا رہے۔ احباب کرام اپنے اس بھائی کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

چینہ سے ایک دوست اطلاع دیتے ہیں کہ وہاں ہمارے مبلغ مولوی محمد شاہ صاحب نے ایک انجمن کی بنا رکھی ہے۔ جو پرانی نام نہاد انجمن اسلامیہ سے مختلف ہے۔ اس کا نام انجمن اشاعت اسلام ہے۔ جس کے صدر مرزا عاقل بیگ صاحب ہیں۔ اور سکرٹری ماسٹر محمد یعقوب صاحب خلف مولوی محمد شاہ صاحب۔ اس انجمن کا کوئی تعلق کسی سابقہ انجمن سے نہیں۔ فی الحال صرف بچوں کو قرآن کریم اور دینیات پڑھانے کا کام اس انجمن نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ جس کو ماسٹر محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد شاہ صاحب سرانجام دیتے ہیں۔ ۱۹ ستمبر سے تعلیم شروع ہوئی قریباً ۳۰-۴۰ طلباء لڑکے لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں۔ احباب کرام دعا کریں کہ اس انجمن کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو۔ اور ریاست چینہ کے مسلم آثار ردیہ سے وہ محفوظ رہے۔

درخواست دعا میر احمد صاحب ملازم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ اور احباب سے دعائے صحت کے ملتجی۔ کیمبل پور سے نصر اللہ خان صاحب اپنی اہلیہ اور ہمشیرہ کی صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔ اور اپنے دوست پیر عطاء اللہ شاہ صاحب کی بیوی کے لئے بھی۔

مولود مسعود سرائے نورنگ سے صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب مبلغ اور اپنے بھائی کے ہاں فرزند نرینہ کے تولد کی خوشخبری سناتے ہیں

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۸

آرین پبلسٹی بیورو لاہور اور اخبار "الفضل" قادیان

اخبار الفضل مورخہ ۱۶ ستمبر میں ایک نوٹ "اخبار لائٹ" کے خلاف مقدمہ" کے زیر عنوان نکلا ہے۔ جس میں "لائٹ" کی کامیابی کی دعا ہے۔ اس لئے ہم اپنے معاصر کے ممنون ہیں۔ الفضل کی یہ خواہش جس کا اظہار وہیں کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اپنے اتحاد کا نمونہ دکھانا چاہئے۔ ایک قابل قدر خواہش تھی۔ مگر افسوس ہے کہ اس کے خلاف صفحہ ۳ پر "آریوں کی شرانگیز غلط بیانی" کے عنوان کے نیچے احمدیہ جماعت لاہور پر خطرناک حملہ کیا گیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں :-

"آرین پبلسٹی بیورو لاہور کی طرف سے ایک تازہ پوسٹر احمدیوں کی طرف سے قتل و خونریزی کی کھلی تلقین" کے عنوان سے شایع ہوا ہے۔ جس کی ہر جگہ کثرت سے اشاعت کی گئی۔ اور دیواروں پر لگایا گیا ہے۔ اس میں اخبار لائٹ ۱۶ راگست کے بعض اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ چونکہ اخبار مذکور کی اسی اشاعت کے متعلق گورنمنٹ نے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر پر مقدمہ دائر کردیا ہے۔ اس لئے ہم اس بارہ میں تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اخبار "لائٹ" غیر مبائعین کا اخبار ہے۔ جن کی تعداد جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے ان کے اخبار کی بنا پر قتل و خونریزی کی کھلی تلقین کو احمدیوں کی طرف منسوب کرنا آریوں کی نہایت ہی شرانگیز غلط بیانی ہے؟"

اس نوٹ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور تو "قتل و خونریزی کی کھلی تعلیم" دیتی ہے۔ جیسا کہ آرین پبلسٹی بیورو لاہور نے لکھا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ قادیان کی طرف یہ تعلیم منسوب نہیں ہوسکتی۔ یہ جماعت لاہور پر ویسا ہی شرانگیز حملہ ہے جیسا کہ آریوں نے جماعت احمدیہ پر کیا ہے۔ اخبار "الفضل" کو خوب معلوم ہے کہ تشدد کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے میں جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان کا مسلک جداگانہ نہیں۔ نہ اس بنا پر ہر دو فریق میں کبھی کوئی اختلاف ہوا۔ نہ فریق قادیان کے امام کو اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ اور حقیقتاً یہی تعلیم اسلامی ہے۔ یہانتک کہ سوامی شردھانند کے قتل پر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک نفس قتل سے تمام علمائے اسلام اور انجمنہائے اسلامیہ اور تمام مسلمان لیڈروں نے اظہار بیزاری کیا۔ یہانتک کہ جمعیۃ العلما نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ اسلام میں غیر مذاہب والوں کو مارنے کی یا ان پر تشدد کرنے کی کوئی تعلیم نہیں۔ اور ہم نے تو اس پر پچاس ہزار کے قریب ٹریکٹ اور پوسٹر شایع کئے۔ تو اس موقع پر جب ایک احمدی مبتلائے مصیبت ہوا اور اس کی وجہ سوائے ہندو پروپیگنڈا کے اور کچھ نہیں۔ جو ورتمان جیسے گالی دینے والے کا انتقام لینا چاہتے ہیں اخبار الفضل کا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کرنا کیا اس اتحاد مسلمانان کے دعوے کی تردید نہیں کرتا جس کا راگ اس اخبار میں بہت الاپا جاتا ہے۔ کیا باقی مسلمان تشدد کی تعلیم دیتے ہیں۔ یا جماعت احمدیہ لاہور تشدد کی تعلیم دیتی ہے۔ اور کیا اس جماعت کے بیسیوں اعلان اس تشدد کی تعلیم کے خلاف موجود نہیں جو دشمنان اسلام اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس مصیبت کے وقت جس کا ہماری قوم کو سامنا تھا۔ اخبار "الفضل" نے بھی اپنا وار ہم پر کردیا ہے۔ حالانکہ خود اخبار "لائٹ" کا ایڈیٹر جس پر اس بنا پر مقدمہ چلایا جارہا ہے ۷ ستمبر کو یعنی گرفتاری سے دو دن پہلے اس امر کے متعلق اعلان کرچکا ہے۔ ہم مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کی "توضیح" کے آخری پیراگراف کا یہاں ترجمہ دیتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے اس نوٹ میں لکھا ہے وہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ موجودہ حالات جیسے مجھے نظر آئے انہیں صاف صاف بیان کردیا ہے۔ ایک نامہ نگار کو اس بات کا قائل کرنے کے لئے کہ بوجہ ان افسوسناک حالات کے ہندو مسلم رواداری کی گفتگو بے فائدہ ہے۔ میں اسے اپنا پبلک فرض سمجھتا ہوں کہ اپنے مضمون کی وضاحت کردوں۔ اور اس کی غلطفہمی کو جو اس معاملہ کے متعلق ہو دور کردوں۔ میں نے کوئی تشدد کی تعلیم نہیں دیتا کوئی خونریزی کی تعلیم نہیں دی۔ جو کچھ میں نے کہا وہ صرف اس قدر تھا کہ ہندو مسلمان دونوں قوموں کو متنبہ کیا تھا کہ اس ذہنیت کے ہوتے ہوئے جو دونوں طرف موجود ہے۔ کوئی امید موجودہ کشمکش کی اصلاح کی نہیں۔"

اگر اخبار "الفضل" کو یہ خیال ہے کہ اس مقدمہ کے ساتھ وہ کچھ اپنا وار بھی ہم پر کرکے ہم کو مٹا سکتا ہے اور اس طرح اپنے حریف کی قلت کو معدومیت کے رنگ میں تبدیل کرسکتا ہے۔ تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ ہماری قوم انشاء اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو پورے استقلال سے اٹھانے کے لئے اور اس کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ ان مصیبتوں میں سے ایک ہے جو انسانوں اور قوموں کو بگاڑنے کے بجائے بنا دیتی ہیں۔ عسیٰ ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم پر ہمارا ایمان ہے۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمہ کے نظارے ہم نے پہلے بھی دیکھے ہیں اور خدا کے ہاں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی ہم کو یہ نظارے دکھائے گا اس کے دین کی خدمت ہمارا اصل مطمح نظر ہے۔ اگر درمیان میں مقدمہ آگیا تو کیا پروا ہے۔ ہمارے امام پر جو الفضل کے امام کا بھی امام ہے مقدمات ہوئے اور ان مقدمات کے ذریعہ سے آپ کو برباد کرنے کی ٹھانی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت کو آپ کے شامل حال کیا۔ اب بھی وہ جس رنگ میں چاہے اپنی نصرت کا اظہار کرے کسی ہمارے حریف کا اس پر خوشی منانا نہایت درجہ کی تنگدلی ہے۔ اور اس کی پہلی نصرت یہی ہے کہ ادھر ہم پر یہ مصیبت آئی ہے ادھر سوا سو غیر مسلم ہمارے مبلغ پنڈت قادر بخش کے ذریعے سے اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ ہاں ہمیں اپنی کمزوری کا بھی اعتراف ہے مگر اس کے لئے ہم خدا ہی سے مدد کے طالب ہیں۔

قابل توجہ گورنمنٹ

البتہ اس کے ساتھ ہی ہم گورنمنٹ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا جب ایک جماعت کی کھلی اور واضح تعلیم کے خلاف ان کی طرف قتل و خونریزی کی تعلیم منسوب کی جاتی ہے۔ تو اس سے دو قوموں کے درمیان منافرت پھیلتی ہے۔ یا نہیں؟ ہم یقین واثق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایک احمدی اس بات کو اپنے اوپر سخت سے سخت حملہ سمجھتا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ جو اس طرح غلط بیانی سے ہماری قوم کو بدنام کرتے ہیں۔ کبھی صلح کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ مگر کیا گورنمنٹ اس اشتہار کے شائع کرنے والے پر بھی مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف چلا سکتی ہے ؟ یا گورنمنٹ کو ہندوؤں کی خاطر منظور رہتی ہے ؟ کیا اس کے اس اعلان کا جو سرجان مینارڈ کے جواب [illegible] ملک میں یہ فضا پیدا کی گئی ہے یہ منشا سمجھا جائے کہ گورنمنٹ کو حق و ناحق کی پروا نہیں صرف شور کی پروا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ جس قدر کسی کے قتل و خونریزی کی تعلیم دینے سے دو قوموں میں منافرت پیدا ہوتی ہے اس سے بڑھ کر منافرت اس سے پیدا ہوتی ہے کہ کسی قوم کی طرف جھوٹے طور پر اسی تعلیم کو منسوب کیا جائے۔ اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اگر وہ ملک میں امن پیدا کرنا چاہتی ہے تو فوراً اس اشتہار کے شایع کرنے والوں پر مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف چلائے۔ اور اگر اس نے اس بات پر خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوجائیگا کہ گورنمنٹ کو انصاف اور ملک میں امن کی پروا نہیں بلکہ صرف شور مچانے والوں اور ایجیٹیشن کرنے والوں کی پروا ہے۔ اور وہ ایک قوم کو جو اب تک اس قسم کے ایجیٹیشن سے الگ رہی ہے۔ دھکیل کر ایجیٹیشن کرنے کے لئے مجبور کردے گی۔ کیا گورنمنٹ کے قانون دان حکام اور اس کا انفرمیشن بیورو اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب جھوٹے طور پر کسی قوم کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ دوسروں کے قتل اور خونریزی کی تعلیم دیتی ہے۔ تو اس قوم کے متعلق منافرت اور عداوت کے حد درجے کے جذبات دوسرے لوگوں کے دلوں میں پیدا نہ ہوں گے ؟ اور کیا خود اس قوم کے دلوں میں اس جھوٹ کی وجہ سے ایسا جھوٹ بولنے والوں کے ساتھ منافرت اور عداوت کے جذبات پیدا نہ ہوں گے ؟

پرتاپ کی توبہ

مقامی معاصر "پرتاپ" معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی نیا مقدمہ کسی مسلمان اخبار کے خلاف بنے اور پھر اس کے ساتھ مل کر متحدہ طاقت سے گورنمنٹ پر تمام مقدمات واپس لینے کے لئے زور دیا جائے تاکہ اس کے ایڈیٹر کی جان اس مصیبت سے باہر نکلے چنانچہ اس کی ۲۱ ستمبر کی اشاعت میں "کیا توبہ کرتے ہو؟" کے عنوان سے ایک لیڈر شایع ہوا ہے۔ جس میں "لائٹ" کے مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"ہم پوچھتے ہیں کہ کیا توبہ کرتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو آؤ فسادات سے لوگوں کو روکیں۔ پولیٹکل مقابلے ہوا ہی کرتے ہیں۔ یہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ ہندو مسلمان گورنمنٹ سے مطالبہ کریں کہ سب اخبارات پر سے مقدمات ہٹائے جائیں۔ آئندہ کے لئے سب محتاط رہیں۔ اگر مطالبہ کی پشت پر طاقت ہوئی تو منظور ہوجائے گا۔"

معلوم نہیں کس امر سے توبہ کی دعوت دی جارہی ہے۔ کیا فسادات سے؟ کوئی مسلمان بھی فساد کا حامی نہیں۔ اور نہ کبھی کسی مسلمان اخبار نے کسی کو فساد پر آمادہ کیا۔ یہ بیج جناب "پرتاپ" ہی کے بوئے ہوئے ہیں کیا یہ صحیح نہیں کہ راجپال کی رسوائے عالم کتاب کی حمایت سب سے بڑھ کر "پرتاپ" نے کی؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ ورتمان کی حمایت میں "پرتاپ" نے متواتر آٹھ دس لیڈر شایع کئے۔ اور خود اس کے صفحات ہندو اور مسلمانوں میں باہمی بغض و تنافر پیدا کرنے والے خیالات سے خالی نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو توبہ کی دعوت دینا تعجب خیز امر ہے۔ خواجہ حافظ نے غالباً ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے ع توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر می کنند

لیکن ہم سمجھتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہی ہے کہ "پرتاپ" نے فساد انگیزی سے رجوع کرکے آئندہ محتاط رہنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ ہندوؤں سے مسلمانوں کی جنگ محض دفاعی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اسے چھوڑ سکتے ہیں بشرطیکہ ہندو ہتھیار ڈال دیں۔ اور اس کا ایک ہی طریق ہے کہ راجپال اور اسی قسم کے دوسرے لوگ جو تقریراً یا تحریراً اسلام یا کسی دوسرے مذہب کی توہین کو اپنا شغل بنائیں ان کے خلاف نفرت کی آواز بلند کی جائے۔ یہی ایک مطالبہ ہے جو مسلمان شروع سے کرتے آئے ہیں۔ جب تک اس کو پورا نہیں کیا جائیگا اس وقت تک "پرتاپ" کی توبہ ہرگز مقبولیت کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی اور نہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد کی کوئی صورت پیدا ہوسکتی ہے مذہبی اصول پر بحث اور نکتہ چینی جو متانت اور سنجیدگی کی حدود سے متجاوز نہ ہو ایک الگ چیز ہے۔ تحقیق مذاہب کے سلسلہ میں اس کو روکا نہیں جاسکتا لیکن اس بحث کے سلسلہ کو گندے اور غیر شریفانہ تمسخر و استہزا تک وسیع کردینا اور مقدس مذہبی رہنماؤں بالخصوص حضرت سید المطہرین صلعم پر ناپاک الزامات تراشنا کسی مہذب سوسائٹی کا کام نہیں۔ پس اگر "پرتاپ" ہمارے اس جائز مطالبہ اور [illegible]

مقدمہ اخبار دی لائٹ

مولانا محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے ایڈیٹر اور ان کے رفقاء کا عدالت کے کمرے میں

لاہور ۲۰ ستمبر۔ آج قریباً ۱۱ بجے مولانا محمد یعقوب خان صاحب بی اے ایڈیٹر اور چوہدری رحمت خان صاحب مدیر پبلشر اور شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر کا مقدمہ مسٹر منکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ ہر سہ اصحاب کو بورسٹل جیل سے ہتھکڑیوں میں لایا گیا کثیر تعداد میں مسلمان کمرۂ عدالت کے اندر تھے۔ اور بے شمار باہر کھڑے تھے۔ وکلا، جو مقدمہ کی پیروی کے لئے پیش ہوئے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مسٹر عزیز احمد صاحب بیرسٹر
(۲) خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر
(۳) شیخ عبد الرزاق صاحب بیرسٹر
(۴) مولوی عالم دین صاحب ایڈووکیٹ
(۵) شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ

پولیس نے مقدمہ کے پیش ہوتے ہی سات روز کے لئے ریمانڈ کی درخواست کی جو منظور ہو گئی اور آئندہ پیشی کے لئے تاریخ ۲۶ ستمبر مقرر کی گئی

درخواست ضمانت

اس کے بعد مسٹر عزیز احمد صاحب بیرسٹر نے مولانا مولوی محمد یعقوب خان صاحب کی طرف سے اور خلیفہ شجاع الدین صاحب نے ان کے باقی دو رفقا کی طرف سے ضمانت کی درخواست پیش کی جس کو پڑھ کر مجسٹریٹ نے کہا کہ مقدمہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا جواب دیا جا سکے گا۔ مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ مقدمہ تو بہت سادہ ہے۔ اور اگرچہ جرم ناقابل ضمانت ہے تاہم ایسے وجوہ موجود ہیں جن کی بنا پر ضمانت لی جا سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لاہور ہائیکورٹ کا ایک فیصلہ پڑھ کر سنایا جس میں یہ لکھا تھا کہ

ناقابل ضمانت جرائم میں سے قتل اور عبور دریائے شور کی سزا والے جرم کے سوا باقی جرائم میں ضمانت لی جا سکتی ہے۔ اس بات پر بھی انہوں نے زور دیا کہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی ہیں اور ان کی پوزیشن بھی کوئی معمولی نہیں۔ جرم بھی اس قسم کا نہیں کہ ضمانت لینے میں کوئی ہرج ہو۔

مجسٹریٹ نے ان تمام دلائل کے سننے کے بعد کہا کہ آج ہی دن کے پچھلے حصہ میں مسل کو مطالعہ کرنے کے بعد جواب دیا جائیگا۔

ملزمین کو حوالات میں علیحدہ جگہ دینے کی درخواست

مسٹر عزیز احمد صاحب نے مجسٹریٹ سے یہ بھی درخواست کی کہ ملزمین کی اعلیٰ پوزیشن کا لحاظ کرتے ہوئے اگر انہیں جیل کو دوسرے ملزموں سے علیحدہ حوالات میں رکھا جائے تو باعث ممنونیت ہوگا۔ مسٹر منکن اور کورٹ انسپکٹر نے کہا کہ حوالات میں دو ہی کمرے ہیں ایک عورتوں کے لئے اور ایک مردوں کے لئے اس لئے مجبوری ہے کہ علیحدہ جگہ مہیا نہیں کی جا سکتی۔ کورٹ انسپکٹر نے یہ بھی کہا کہ میں دیکھونگا اگر عورتوں کا کمرہ خالی ہوا تو ان کو وہاں جگہ دے دی جائے گی۔

ضمانت نامنظور

بعد کی خبر ہے کہ درخواست ضمانت کا جواب جو تیسرے پہر دینے کا مجسٹریٹ نے وعدہ کیا تھا اس کے متعلق تیسرے پہر حکم سنایا۔ اور وہ درخواست مسترد کر دی گئی۔ یعنی ضمانت نامنظور کی گئی۔

۲۶ ستمبر کو دوسری پیشی ہوگی۔

قرآن کریم کے متعلق شر انگیز خیالات

قرآن کریم کی حیثیت اور مرتبہ مسلمانوں کی نظروں میں جو کچھ ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں جس کا ایک ایک لفظ عزت و عقیدت کا خراج وصول کرتا ہے۔ قوموں نے اس پاک کلام سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی اور جس دن سے یہ دنیا میں آیا ایک حرف کی بھی تبدیلی اس کے اندر نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے معاند دشمنوں نے اس پاک کلام کو جب پڑھا تو ان کی دشمنی محبت و عقیدت سے مبدل ہو گئی جس پر آج یورپین مصنفین کی تحریرات شاہد ہیں۔ اس پاک کلام کے بالمقابل آج ہمارے آریہ معاصرین ستیارتھ پرکاش جیسی منافرت خیز کتاب کو لا رہے ہیں۔ اور صاف اور کھلے لفظوں میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر مسلمان ستیارتھ پرکاش کو ضبط کرانا چاہتے ہیں تو ہم قرآن کی ضبطی کا مطالبہ کرینگے بلکہ راولپنڈی کے آریہ ویر نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ قرآن کی تعلیم معاذ اللہ امن سوز اور قتل و خونریزی کی تعلیم ہے۔

ہم گورنمنٹ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا آریہ اخبارات کی ایسی تحریرات دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت نہیں آتیں۔ قرآن کو قابل ضبطی قرار دینا۔ اس کی تعلیم کو امن سوز اور قتل و خونریزی کی تعلیم بتانا کیا مسلمانوں کی خوشی کا موجب ہو سکتا ہے؟ فی الحقیقت یہی باتیں ہیں جو مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرتی ہیں اور وہ ایسے حملوں کی مدافعت پر جب آمادہ ہوتے ہیں۔ تو انہیں منافرت پھیلانے کا مرتکب قرار دیکر پکڑ لیا جاتا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ بانیان منافرت کو کوئی نہیں پکڑتا کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ قرآن کو جس کے سایہ کے نیچے دنیا کی بہت سی اقوام نے امن کی زندگی بسر کی امن سوز قرار دیکر چالیس کروڑ انسانوں کا دل تم نے کیوں دکھایا۔ ضرورت ہے کہ گورنمنٹ ایسی تحریرات کو قابل مواخذہ [illegible]

ستیارتھ پرکاش کی حیثیت

ستیارتھ پرکاش ایک ایسی کتاب ہے جس کو کبھی آریوں نے آسمانی صحیفہ قرار نہیں دیا۔ اور نہ اس کی عزت ان کی نظروں میں ویسی ہے جیسی مسلمانوں کی نظروں میں قرآن کریم کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج آریوں کا طرز عمل ستیارتھ پرکاش کی بعض تعلیمات کے بالکل خلاف ہے چنانچہ ستیارتھ پرکاش میں بیوہ کے نکاح کی قطعاً اجازت نہیں لیکن تمام ہندو کمیونٹی میں آریہ سماج سے بڑھ کر نکاح بیوگان کا حامی کوئی نہیں ستیارتھ پرکاش میں نیوگ کی تعلیم دی گئی ہے لیکن آریہ سماج اس پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتی۔ ستیارتھ پرکاش میں شودروں کو جنیو دینے سے منع کیا گیا ہے لیکن آریہ سماج جنیو دینا ضروری سمجھتی اور دیتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود آریہ سماج کی نظروں میں ستیارتھ پرکاش کوئی ایسی کتاب نہیں کہ اس کو غلطیوں سے پاک قرار دیا جا سکے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا لازمی ہو۔ چہ جائیکہ قرآن کریم کے مقابلہ میں اسے رکھا جا سکے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ بالکل حق بجانب ہے کہ اس کتاب کو جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں، ہندوؤں اور سکھوں، ہندوؤں اور ہندوؤں یعنی آریہ سماج اور سناتنیوں میں منافرت پیدا ہوتی اور فسادات اور خونریزیاں ہوتی ہیں۔ قابل ضبطی قرار دیا جائے جس قدر جلد گورنمنٹ اس طرف متوجہ ہوگی اسی قدر ملک کے امن و امان کو قایم و بحال کرنے میں ممد و معاون ہوگی۔

ہم آخر میں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش کے متعلق بڑے بڑے ہندو لیڈروں کی بھی یہی رائے ہے کہ اس سے بڑھ کر مایوس کن کتاب [illegible]

اعانت "لائٹ"

اخبار لائٹ کی موجودہ مصیبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض دوستوں نے کچھ چندہ بطور اعانت عطا کیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ضرورت ہے کہ بیرونی احباب بھی اس طرف متوجہ ہوں اور کچھ نہ کچھ چندہ بطور اعانت خود دیکر اور دوسرے لوگوں سے جمع کر کے ارسال کر دیں۔

(۱) شیخ عطاء اللہ صاحب منشی سرمیاں محمد شفیع صاحب — ۱۰
(۲) ملک محمد امین صاحب ایم اے وکیل
(۳) چوہدری محمد سعید صاحب اوورسیر
(۴) مستری محمد عالم صاحب
(۵) مستری عبد الرحمن صاحب
(۶) شیخ محمد جان صاحب وزیر آباد
(۷) مولوی فقیر اللہ صاحب
(۸) میاں امیر بخش صاحب پہلوان
(۹) شیخ بشیر احمد صاحب
(۱۰) میاں ولی محمد صاحب
(۱۱) ڈاکٹر عبد اللہ صاحب
(۱۲) مرزا حبیب الرحمن صاحب
(۱۳) مسٹر امیر علی صاحب
(۱۴) نامعلوم الاسم
(۱۵) ڈاکٹر نبی بخش صاحب
(۱۶) ڈاکٹر سلطان محمد صاحب
(۱۷) نیاز احمد صاحب
(۱۸) عبد الرحمن صاحب
(۱۹) شیخ الہ دین صاحب
(۲۰) شیخ عبد الحق صاحب مہتہ
(۲۱) نواب دین صاحب کلرک
(۲۲) مولوی عبد السلام صاحب
(۲۳) مولوی محمد عبد اللہ صاحب بنگالی
(۲۴) میاں معراج الدین صاحب
(۲۵) منشی عبد المجید صاحب کلرک دفتر سکرٹری — ۲—۰
(۲۶) سید سلامت اللہ صاحب — ۱—
(۲۷) داروغہ نبی بخش صاحب — ۲—۰
(۲۸) غلام محمد صاحب دفتری — ۲—۰
(۲۹) شیخ نصیر الحق صاحب اور چوہدری محمد سعید صاحب اوورسیر — ۵
(۳۰) حافظ فضل احمد صاحب امین
(۳۱) ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب
(۳۲) خواجہ جلال الدین صاحب
(۳۳) شیخ عبد الرحمن صاحب اوورسیر
(۳۴) ڈاکٹر علی صاحب
(۳۵) مولوی مرتضیٰ خان صاحب
(۳۶) شیخ عبد الرحمن صاحب
(۳۷) پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب
(۳۸) مولوی عبد الحق صاحب
(۳۹) خان بہادر میاں غلام رسول صاحب
(۴۰) ملک فتح شیر خان صاحب
(۴۱) نامعلوم الاسم
(۴۲) ماسٹر فقیر اللہ صاحب
(۴۳) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب
(۴۴) میاں عزیز اللہ صاحب کوہ مری
(۴۵) ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر مری
(۴۶) میاں شکر دین صاحب کوہ مری
(۴۷) پروفیسر محمد فاضل صاحب ؍؍
(۴۸) خواجہ احمد حسن صاحب وکیل ؍؍
(۴۹) ماسٹر محمد رمضان صاحب ؍؍
(۵۰) سید بشیر حسین صاحب ؍؍
(۵۱) ماسٹر کرم الٰہی صاحب ؍؍
(۵۲) ڈاکٹر میاں چراغ دین صاحب ؍؍ — ۲—۰

عملہ "لائٹ" کی گرفتاری پر جذبات ہیجان و اضطراب کا طوفان

ملک کے مختلف حصص میں احتجاجی جلسے

مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر "لائٹ" اور انکے ہر دو رفقا کی گرفتاری پر ملک کے مختلف حصص میں ہیجان و اضطراب کے جو جذبات پیدا ہوئے ہیں۔ ان کا مظاہرہ جگہ بجگہ احتجاجی جلسوں کی صورت میں ہو رہا ہے۔ ان جلسوں کی مختصر کیفیت ہم قارئین "پیغام صلح" کی اطلاع اور گورنمنٹ کی توجہ کیلئے ذیل میں درج کرتے ہیں ہمیں افسوس ہے۔ کہ ہندو معاصرین نے مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے خلاف پروپاگنڈا کرکے اور گورنمنٹ نے اس سے متاثر ہوکر خطرناک غلطی کا ارتکاب کیا ہے مولانا محمد یعقوب خانصاحب کو اسلامی پبلک جس عزت و وقار کی نظروں سے دیکھتی ہے۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہیں۔ کہ ان کو گرفتار کرکے جلتی آگ پر تیل ڈالنے کا کام کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اب بھی ملک کی فضا کو درست کرنے اور اس بڑھتے ہوئے ہیجان کو روکنے کے لئے "لائٹ" کے خلاف جو مقدمہ شروع کیا ہے۔ اسے گورنمنٹ واپس لے لے۔ (مدیر)

مسلمانان لاہور کا جلسہ

مولانا محمد یعقوب خانصاحب اور ان کے رفقا کار کی گرفتاری پر مسلمانان لاہور کو جو صدمہ ہوا ہے۔ اُس کا مظاہرہ کل ۱۸ ستمبر کو انہوں نے پانچ بیرون موچی دروازہ میں ایک جلسہ عام کی صورت میں کیا۔ مولانا مولوی ظفر علیخاں صاحب کے جن کا اسم گرامی پیشتر سے بطور صدر کے اعلان کیا گیا تھا۔ کسی ضروری کام کی وجہ سے کرم آباد تشریف لیجانے کے باعث مولانا عبدالقادر صاحب قصوری پریذیڈنٹ مجلس خلافت پنجاب کو صدر تجویز کیا گیا۔ جلسہ میں نہ صرف اراکین مجلس خلافت کی ایک غالب تعداد موجود تھی۔ بلکہ خدام الحرمین اور دیگر بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کے افراد بھی شریک تھے۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر ان سب قرار دادوں کی تائید کی۔ جو "لائٹ" کی گرفتاری کے متعلق پیش اور پاس ہوئیں۔ چنانچہ پہلی قرارداد سید حبیب صاحب نے پیش کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

پہلا ریزولیوشن

"مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ اتفاق رائے سے اس امر پر نہایت افسوس کرتا ہے۔ کہ بعض ہندوؤں کے معاندانہ پروپیگنڈا کی وجہ سے جناب مولانا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر اخبار "لائٹ" (سابق امام مسجد ووکنگ) چوہدری رحمت خان صاحب پبلیشر اور شیخ معراجدین صاحب پرنٹر پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ چلایا گیا ہے۔ جس سے مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پونچا ہے یہ جلسہ گورنمنٹ کے اس فعل پر بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے"

اس قرار داد کی توضیح فرماتے ہوئے مولانا سید حبیب نے حکومت کی ہندو نوازی کا راز طشت ازبام کیا اور فرمایا۔ کہ بعض ہندوؤں کو خوش کرنیکے لئے بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے بتایا کہ راولپنڈی کے ہندو اخبار "بیشو" کو اس کے ایک اشتعال انگیز مضمون کی بنا پر جس سے راولپنڈی میں فساد برپا ہوا۔ قید کی سزا دی گئی۔ حالانکہ مدیر اپنی ٹانگوں سے چل بھی نہ سکتے تھے۔ ان کو کندھوں پر اٹھا کر جیل میں لے گئے۔ ایسا ہی "مدیر سیاست" کو ایک بے ضرر مضمون کی بنا پر ۱½ سال قید اور ہزار روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ ان دو مسلمان اخبارات کے علاوہ اب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی مدیر "لائٹ" اور ان کے رفقاء کار سید لال شاہ مدیر "زمیندار" سید زین العابدین مدیر "ترجمان" کل پانچ مسلمان اس وقت ماخوذ ہیں۔ بالمقابل ہندو اخبارات کے کرشن، دلاویر، لیکھ راج مہاشہ، ناز اور لالہ شام لال مدیر "گورو گھنٹال" پر مقدمات چلائے گئے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکومت آجکل ہندو نوازی پر تلی ہوئی ہے۔ اور جس بات کے لئے ہندو غوغا آرائی کرتے ہیں۔ اس کی طرف گورنمنٹ کو جھکنا پڑتا ہے۔

"لائٹ" کے اس مضمون کا جس کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اردو اخبارات کو تو یہ شکایت تھی۔ کہ انگریز ہماری زبان کو جانتے نہیں۔ اور محکمہ مترجم الفاظ کا مفہوم انگریزی زبان میں صحیح طور پر ادا نہیں کرتا مگر حیرت ہے۔ کہ "لائٹ" جیسے انگریزی پرچہ کو بھی اس قسم کے طرز عمل کا شکار ہونا پڑا۔ کیونکہ اس کے الفاظ کا یہ ترجمہ بتایا گیا ہے۔ کہ ہر ایک ہندو راجپال ہے اور ہر ایک راجپال کے لئے ایک عبدالرشید کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ انگریزی الفاظ کے معنے یہ نہیں۔ الفاظ جو لائٹ میں چھپے ہیں ان کا مطلب صاف ہے۔ کہ آج ہر ایک ہندو خیالات کے لحاظ سے راجپال بنا ہوا ہے۔ اس لئے اگر ہر مسلمان عبدالرشید بن جائے۔ تو وہ ایسا بننے پر مجبور ہے۔ آپ نے مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے متعلق یہ شہادت دی۔ کہ رواداری کا اسلام کا ان سے بڑھکر کوئی حامی نہیں۔ اور بتایا کہ آریہ سماج لاہور کے

ایک جلسہ میں ان کی ایک تقریر رواداری اسلام پر مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے اس تقریر پر دوست اور دشمن سب تحسین و آفرین کے نعرے بلند کرتے تھے اگر فی الواقعہ ایسے خیالات رکھنے والے شخص کی رائے ہندوں کے متعلق آج وہ نہیں جو ہندو اخبارات پیش کر رہے ہیں۔ تو اس سے ہندوں کے اس معاندانہ رویہ کا ثبوت ملتا ہے۔ جو مولوی یعقوب خاں صاحب جیسے بردبار انسان کی رائے تبدیل کرنے کا ذمہ وار ہے۔

مولانا سید حبیب کے بعد مولوی مولوی محمد عبد اللہ صاحب معتمد جمعیت دعوت و تبلیغ اسلام نے ان کی پیش کردہ قرار داد کی تائید کی اور مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کی۔ شیخ قمر الدین صاحب سوداگر صدر مجلس خلافت ضلع لاہور نے تائید مزید کی اور جناب صدر نے حاضرین سے دریافت فرمایا۔ کہ آیا انہیں قرار داد منظور ہے یا نہیں۔ سب نے اللہ اکبر کے نعروں سے اتفاق ظاہر کیا اور قرار داد پاس ہوئی۔ ...... مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی مبلغ اسلام انگلستان و جرمنی نے اس قرار داد کی تائید مزید کرتے ہوئے قرآن کریم کا یہ فرمان مسلمانوں کو سنایا کہ کسی قوم کے سامنے دشمنی انصاف کی حدود سے تجاوز نہیں ہونی چاہیئے۔ اور بتایا کہ مسلمانوں کو ایسے موقعہ پر بھی نمونہ دکھانا چاہیئے۔ جو رسول کریم صلعم اور صحابہ دکھایا کرتے تھے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا۔ کہ ایسے موقعہ پر جب ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات اس درجہ کشیدہ ہو چکے ہوں۔ حکومت کی طرف سے یہ حوالہ شائع ہونا کہ فلاں فلاں کتاب اس وجہ سے ضبط نہیں ہوئی۔ کہ ان کے خلاف ہندوؤں نے غوغا نہیں کیا غیر دانشمندی کا ثبوت ہے جبکہ ہمارے شملہ میں وائسرائے ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہم اتحاد کا نفرنس کرنے کے لئے مژدہ دیتے ہیں۔ حکومت کے خیر خواہانہ مژدہ پر لوگ اعتبار نہیں کرتے۔

دوسرا ریزولیوشن

شیخ حسام الدین صاحب بی۔ اے نے دوسری قرار داد پیش کی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مسلمانان لاہور کا یہ جلسہ باتفاق رائے اس امر پر نہایت افسوس اور رنج کا اظہار کرتا ہے۔ کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب جیسے قابلیت اور شخصیت کے انسان کو جس کی شہرت اور عزت نہ صرف ہندوستان بلکہ کل اسلامی دنیا و نیز یورپ اور امریکہ میں بھی ہے۔ ان کو اس وقت تک ضمانت پر رہا نہیں کیا گیا۔ درانحالیکہ اس دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت راجپال جیسے دریدہ دہن کو دوران مقدمہ میں برابر ۲½ سال تک ضمانت پر رکھا گیا بلکہ سزایاب ہونے پر بھی تا فیصلہ اپیل ضمانت پر چھوڑا گیا۔ اس لئے یہ جلسہ گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب اور ان کے ہر دو رفقا کو فوراً ضمانت پر رہا کیا جاوے۔

اس قرار داد کو پیش کرتے ہوئے شیخ صاحب نے ایک نہایت پر جوش تقریر کی اور بتایا۔ کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کی حیثیت بین الاقوامی ہے وہ انگلستان اور جرمنی وغیرہ میں تبلیغ اسلام کرتے رہے ہیں۔ اور امریکہ انگلستان اور جرمنی میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انٹرنیشنل پوزیشن کے مالک ہیں۔ ایسے شخص کی ضمانت نہ منظور کرنا کسی طرح صحیح نہیں بالخصوص اس حالت میں کہ راجپال جیسا معمولی کتب فروش جو اصل بنائے فساد تھا دو ڈھائی سال تک تمام دوران مقدمہ میں ضمانت پر آزاد رہا۔ اور اس کے بعد بری کر دیا گیا۔ ان کے بعد مولوی عصمت اللہ صاحب نے اس قرار داد کی تائید کی اور جناب حبیب پیر صاحب کاشمیری اور مولانا محی الدین صاحب بی۔ اے قصوری نے تائید مزید کی۔

مولانا محی الدین صاحب ......

اسو جہ سے اسوقت سے لیکر اب تک وہ ان کے خیالات اور حالات سے خوب واقف ہیں۔ اور پختہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب موصوف ایک نہایت شریف بڑے درجہ کے ذہین اور بردبار انسان ہیں۔ ایسے شخص کو ہندوؤں کے معاندانہ پروپیگنڈا کی بنا پر گرفتار کرنا اور پھر ضمانت بھی منظور نہ کرنا حکومت کی ہندو نوازی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اس کے بعد صاحب صدر نے حاضرین سے استصواب کرنے پر ریزولیوشن باتفاق پاس ہوا اور یہ بھی قرار پایا۔ کہ ان قرار دادوں کی نقول ارکان حکومت اور اخبارات کو بھیجنے یا اور ضروری کارروائی عمل میں لانے کا کام ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے سپرد کیا جاوے۔

مسلمانان ڈیرہ غازیخاں کی صدائے احتجاج

ڈیرہ غازیخاں کے سرکردہ مسلمانوں کا ایک جلسہ شیخ فیض محمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی ایم ایل سی کی صدارت میں ۱۴ ستمبر کو منعقد ہوا۔ جس میں ذیل کا ریزولیوشن پاس ہوا۔

ڈیرہ غازیخاں کے سرکردہ مسلمانوں کا یہ جلسہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر اور ان کے رفقا طابع اور ناشر اخبار "لائٹ" کی گرفتاری پر جو ہندو پریس کے معاندانہ پروپاگنڈا کا نتیجہ ہے۔ اظہار افسوس کرتا اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اس جلسہ کی رائے میں گورنمنٹ نے جو کارروائی کی ہے۔ وہ ہندو مسلم تعلقات کو اور زیادہ کشیدگی کرنے کا موجب ہوگی۔

(ہزایکسیلنسی گورنر کے نام تار)

مسلمانان ڈیرہ غازیخاں کی طرف سے شیخ فیض محمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی ایم ایل سی نے پرائیویٹ سیکرٹری ہزایکسیلنسی گورنر کے نام ذیل کا تار بھیجا ہے "مسلمانان ڈیرہ غازیخاں مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے رفقا کی گرفتاری کے خلاف جو ہندو پریس کے معاندانہ پروپاگنڈا کا نتیجہ ہے احتجاج کرتے اور انکی رہائی کی درخواست کرتے ہیں۔"

علی پور ضلع مظفر گڑھ

جناب والا شان سیکرٹری صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

علی پور ضلع مظفر گڑھ میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں ذیل کا ریزولیوشن باتفاق پاس ہوا۔

مسلمانان علی پور ضلع مظفر گڑھ کا یہ عظیم الشان جلسہ مولوی محمد یعقوب خانصاحب بی۔ اے ایڈیٹر دی لائٹ و چوہدری رحمت اللہ خانصاحب پبلیشر و شیخ معراجدین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے جو کہ محض ہندو پریس کے پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے۔ اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

نیازمند
سیکرٹری انجمن تحفظ اسلام علی پور ضلع مظفر گڑھ

مسلمانان گجرات کا عظیم الشان جلسہ

بیس ماہ حال کو بعد نماز عشا مسلمانان گجرات کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت جناب مولانا مولوی عبداللطیف صاحب عارف جامع مسجد واقعہ کالری دروازہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے جناب صدر نے مختصر مگر نہایت مؤثر پیرایہ میں مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ" چوہدری رحمت خاں صاحب پبلیشر و معراجدین صاحب پرنٹر کی گرفتاری کی نوعیت بیان کی اور بتایا۔ کہ ہندوؤں نے گورنمنٹ کے اس اشارہ کو خوب سمجھ لیا ہے۔ کہ جس شریف مسلمان کی آزادی کو وہ سلب کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق نہایت بلند آہنگی سے غوغا آرائی کیا کریں۔ اخبار "لائٹ" چونکہ مدت سے انوار اسلام کی تمام عالم میں ضیا پاشیاں کر رہا تھا۔ اس لئے اس کے معزز ارکان ہندوؤں کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ جس انہوں نے حکومت کے مشورے کا اخبار "لائٹ" کو سب سے پہلے تختہ مشق بنایا اس سے مسلمانوں کے سامنے ایسی صورت حالات پیدا ہوگئی ہے۔ کہ ان کو بڑے تدبر سے کام لیکر اپنے رہنماؤں کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب ذیل ریزولیشن جلسہ کے سامنے پیش کیا۔

"مسلمانان گجرات کا یہ جلسہ جریدہ "لائٹ" کے معزز ارکان کی گرفتاری کو

کو نہایت اضطراب کی نگاہ سے دیکھتا ہے - اور گورنمنٹ کو آگاہ کرتا ہے کہ اگر ہندوؤں کی غوغا آرائی سے گورنمنٹ مسلمان مشرنا کو جیل میں ٹھونستی جائیگی - تو اس سے ملک میں امن کی بجائے فساد کی تخم ریزی ہوگی - جس کی تمام تر ذمہ داری ہندوؤں سے بڑھکر خود گورنمنٹ پر عاید ہوگی"

چوہدری محمد حسن صاحب وکیل گجرات نے اس ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے بتایا - کہ جو لوگ طاقت اور استبدادیت کے سامنے نہایت ذلیل طریق سے جھکنا جانتے ہیں - وہ اپنے سے کمزور اور محکوم لوگوں کے ساتھ نہایت جلادانہ وسفاکانہ سلوک کرتے ہیں - مسلمان اس وقت ہندوؤں کے محکوم ہیں - کسی وقت وہ ان کے حاکم تھے - اس وقت کی خوشامدانہ ادائیں ابھی تک ان کو یاد ہیں - اور موجودہ جور وستم بھی وہ دیکھ رہے ہیں - برادران وطن نے کروڑہا روپیہ کی وصولی کو جو وہ سود کی شکل میں ہر سال مفلس مسلمانوں سے لیتے ہیں - ستم کی ایک ادنیٰ شان سمجھا اور بالآخر ان کے قلب وجگر پر دل خراش حملے شروع کئے - یعنی ان کی سرکار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں شروع کردیں - جو فی الواقعہ مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت تھے - انہوں نے دوران تقریر میں ہندوؤں کو صاف الفاظ میں یہ مشورہ دیا - کہ اگر ہندو یہ چاہتے ہیں - کہ مسلمانوں

میں عبدالرشید پیدا نہ ہوں - تو ان کو چاہیئے کہ اپنے ہاں راجپال پیدا نہ ہونے دیں -

چوہدری صاحب موصوف نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مولانا یعقوب خاں صاحب کی اسلامی خدمات کا ذکر کیا - اور بتایا کہ ان کو مولانا صاحب سے گہری دوستی کا فخر حاصل ہے - مولانا صاحب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ انگلستان میں تبلیغ واشاعت اسلام کا کام کرتے رہے حتی کہ خواجہ صاحب کو ان کی قابلیت اور تقوی پر اسقدر اعتماد ہو گیا - کہ انہوں نے اپنی غیر حاضری میں مولانا کو ووکنگ مسجد کا امام مقرر کیا - اس حیثیت میں مولانا کے قلم اور زبان نے معرکۃ الآرا کام سرانجام دیئے ہندوستان میں آکر انہوں نے اخبار "لائٹ" جاری کیا - جس کا حلقہ اشاعت پہلے بہت محدود تھا - مگر مولانا کی سحر نگار قلم نے اسے قبولیت کا لباس پہنا دیا - حتی کہ اب اس کی اشاعت کل ہندوستان - برما - ملایا - سنگاپور - جزائر فلپائن جاپان - ایران غرض کہ براعظم ایشیا کے کل ممالک اور یورپ امریکہ اور افریقہ تک وسیع ہوگئی ہے - پھر انہوں نے حسب ذیل ریزولیشن پیش کیا

"یہ جلسہ مولانا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر "لائٹ" کی ان اسلامی خدمات کا تہ دل سے اعتراف کرتا ہے - جو انہوں نے انگلستان وہندوستان میں بحیثیت مبلغ اسلام سرانجام دیتی ہیں - اور ان کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دیتا ہے - جو کہ ان کے کسی اخلاقی جرم کی بنا پر وقوع پذیر نہیں ہوئی بلکہ اسلام اور سچائی کی خاطر وہ حبس کی مصائب برداشت کر رہے ہیں"

اس ریزولیشن کی تائید مولانا ناصر صاحب نے اپنے مخصوص اور دلآویز پیرایہ میں نہایت موثر طریق پر کی - جس سے حاضرین کے دلوں پر رقت طاری ہوگئی - انہوں نے کہا اگر ہندوؤں کے شور برپا کرنے سے مسلمانوں کے رہنما اسطرح ان سے علیحدہ کر دیئے جائینگے - تو جہاں مسلمانوں کے لئے ایک ہنگامہ خیز مصیبت کا سامنا ہوگا - وہاں دشمنوں کے لئے ان کی بے راہ روی پریشان کن ثابت ہوگی - اس کے بعد شیخ عبدالملک صاحب نے نہایت پر صدا لہجہ میں مولانا شوکت علی صاحب کے دوسرے فرزند مولانا شاہد علی صاحب کی وفات کا ذکر کیا - اور حسب ذیل ریزولیوشن پیش کیا -

"یہ جلسہ مولانا شوکت علی صاحب کے فرزند رشید شاہد علی مرحوم کی وفات پر دلی رنج وافسوس کا اظہار کرتا ہے - اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور علی برادران اور ان کے خاندان کے لئے درگاہ باری سے صبر کی استمداد کرتا ہے"

اس ریزولیوشن کی تائید سید عنایت علیشاہ صاحب بخاری امام جامع مسجد نے کی - اور اس سے حاضرین کو عبرت کے درس دیئے - یہ تمام ریزولیشن باتفاق پاس ہوئے - اور صاحب صدر کی اختتامی تقریر پر جو عمل کے لئے ایک تڑپا دینے والی اپیل تھی - جلسہ بعد دعا ختم ہوا -

لائل پور

السلام علیکم - آج روز ۱۶/۹ بوقت دو بجے بعد دوپہر زیر انتظام مسلمانان لائل پور کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا - جس میں حسب ذیل ریزولیشن باتفاق رائے پاس ہوا

"مسلمانان لائل پور کا یہ جلسہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی - اے

ایڈیٹر دی لائٹ وچوہدری رحمت خاں صاحب پبلیشر وشیخ معراج الدین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے - جو کہ ہندو پریس کے پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے"

ٹوبہ ٹیک سنگھ

مکرمی جناب سیکرٹری صاحب

مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۶ ہجری القدس بمطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۲۷ء بروز جمعہ انجمن اصلاح المسلمین ٹوبہ ٹیک سنگھ کی زیر قیادت بعد نماز جمعہ ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا - حاضرین کی تعداد کم وبیش پندرہ سو کے قریب تھی - باتفاق رائے ڈاکٹر نبی بخش صاحب صدر جلسہ مقرر ہوئے - تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی - سیکرٹری انجمن غازی ثناء اللہ خاں نے اخبار دی لائٹ کے معزز ایڈیٹر - پبلیشر - پرنٹر کی گرفتاری کا حوالہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے فرض کی طرف توجہ دلائی - ان کی تقریر دو گھنٹہ تک جاری رہی - تقریر کے بعد مندرجہ ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا

"مسلمانان ٹوبہ ٹیک سنگھ کا یہ عظیم الشان جلسہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر اخبار "دی لائٹ" وچوہدری رحمت خاں صاحب پبلیشر وشیخ معراج الدین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے - جو کہ محض ہندو پریس کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے - اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے"-

سید چراغ علیشاہ صاحب نے تجویز پیش کی - کہ ریزولیوشن کی نقول صاحب گورنر پنجاب - ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب ضلع لائلپور - سیکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور - ایڈیٹر صاحبان اخبار زمیندار وانقلاب لاہور بھیجی جاویں - تجویز باتفاق رائے پاس ہوئی - دعائے خیر کے بعد جلسہ مذکور برخاست ہوا

سیالکوٹ

آج مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۷ء جماعت احمدیہ اشاعت اسلام کا اجلاس منعقد ہوا - اور مندرجہ ذیل قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی

جماعت احمدیہ اشاعت اسلام سیالکوٹ کا یہ اجلاس مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر چوہدری رحمت خاں صاحب پبلیشر اور شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر اخبار "لائٹ" کی گرفتاری زیر دفعہ ۱۵۳ الف پر متفق طور پر اظہار افسوس کرتا ہے جو محض ہندو پریس کے زہریلا پروپیگنڈا کی بنا پر عمل میں لائی گئی ہے - اور گورنمنٹ کے اس فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے - کہ وہ مسلمانان ہند کے خلاف معاند ہندو پریس کے زہریلا پروپیگنڈا کو مدنظر رکھتے ہوئے اس معاملے پر نظر ثانی کرے اور کہ شریف رعایا کو جیل خانہ میں دھکیلنے کی بجائے دیگر موثر ذرائع سے امن عامہ قائم کرنے کی کوشش کرے - جس کے لئے یہ جماعت دل سے متمنی ہے

"ترجمان" اور "لائٹ" پر مقدمات

ہندوؤں کی غوغا آرائی کا نتیجہ

(معاصر "سیاست" کی رائے)

"ملتان کے اخبار ترجمان کے مدیر سید زین العابدین کو پولیس لاہور لے آئی ہے - چونکہ وہ اخبار لاہور سے شائع ہوتا تھا - لہذا اس پر بھی لاہور ہی میں مقدمہ چلایا جائے گا - اگر اس مقدمہ کو شامل کر کے دیکھا جائے - تو اس وقت لاہور میں (۱) لالہ شام لال مدیر "گورو گھنٹال" (۲) مہاشہ ناز مدیر "پرتاپ" ہندو زیر حراست ہیں - اور (۱) سید لال شاہ مدیر "زمیندار" (۲) سید زین العابدین مدیر "ترجمان" (۳) مسٹر محمد یعقوب خاں مدیر "لائٹ" اور ان کے دو رفقا کل ۵ مسلمان زیر حراست ہیں - ہندوؤں میں سے ایک صاحب ضمانت پر آزاد ہیں - مسلمان سب کے سب جیل میں سڑ رہے ہیں - ان سے قبل پنجاب میں جسقدر مقدمات زیر دفعہ ۱۵۳ الف چلے ان میں مسلمانوں کو اسقدر سخت سزائیں ہوئیں - کہ ہندو ملزموں کو ان کے عشر عشیر سے بھی سابقہ نہیں پڑا - مثلاً ہندو مدیر "بھیشو" راولپنڈی کو سو روپے جرمانہ ہوا - تو مدیر "سیاست" کو ۱½ سال قید اور ہزار روپے جرمانہ کا حکم سنایا گیا - ہندو اخبارات مثلاً پرتاپ وغیرہ کو بارہا تنبیہہ کرکے چھوڑ دیا گیا اسلامی اخبارات مثلاً سیاست وغیرہ کو کبھی تنبیہہ کرکے سنبھلنے کا موقعہ نہیں دیا گیا - کیوں اس لئے کہ ہندو غوغا آرائی کے فن میں ماہر ہیں اور انگریز غوغا آرائی سے خائف ہوتا ہے

جس میں لکھا تھا کہ فلاں فلاں کتاب کے مصنفین پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف ابھی تک مقدمات دائر نہیں کئے گئے - کہ کسی نے ان کے خلاف آواز نہیں اٹھائی - بقول کہ دروغ گو را حافظہ نباشد - اگر حکومت پنجاب کی قوت حافظہ کو عادت روباہ بازی نے برباد نہ کر دیا ہو - تو اس کو یاد ہونا چاہیئے - کہ ۱۹۲۶ء کے وسط میں اس نے سیاست کے مدیر و ناشر وطابع منشی غلام محمد صاحب خادم پر (ایک ڈپٹی کمشنر ...... پر پردہ ڈالنے کی نسبت) مقدمہ چلایا - اور ان کو شدید ترین سزا جا چکی شاید کسی اخبار نویس کو نہیں ملی دلوائی - حالانکہ اس مضمون کے خلاف کسی ہندو فرد جماعت یا اخبار نے مقدمہ چلنے سے پیشتر یا بعد نہ کچھ لکھا نہ زبان سے کہا نہ کسی ہندو نے اس مقدمہ میں سرکار کی طرف سے شہادت دی نہ یہ ثابت ہوا کہ اس مضمون سے ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف اور مسلمانوں میں ہندوؤں کے خلاف جذبہ پیدا ہوا البتہ سیاست کی طرف سے ایک معزز شریف رئیس امیر ہندو نے شہادت دی کہ ایسا نہیں ہوا -

لیکن کسی ایسے اخبار یا فرد پر مقدمہ چلانا جو مجرم ہو اور جس کے خلاف غوغا نہ پیدا ہوا ہو اس سے بدرجہا افضل و برتر ہے کہ کسی بیگناہ شخص کو گرفتار کرکے دنیا کی دوزخ یعنی قید خانہ میں محض اس لئے ڈال دیا جائے - کہ بعض مفسد ومفتن اس کے خلاف غوغا آرائی کر رہے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ حال ہی میں کم از کم لائٹ اخبار کے ایڈیٹر اس کے ناشر اور طابع کی گرفتاری صورت بالا کی تحت میں آئی ہے - سید زین العابدین صاحب مدیر ترجمان ملتان اور مولوی محمد یعقوب خاں صاحب مدیر لائٹ دونوں بزرگوں سے راقم الحروف کو ذاتی تعارف کا فخر حاصل ہے - سید زین العابدین ایک متقی پرہیزگار مرنجاں مرنج طبیعت کے آدمی ہیں ہماری نظر سے وہ مضمون نہیں گذرا - جس کی وجہ سے ان پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے - اس لئے ہم اس کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتے - لیکن اگر وہ مضمون فی الحقیقت دفعہ ۱۵۳ الف کی زد میں آتا ہے - تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ بین الملل تعلقات اس قدر ناقابل علاج حد تک کشیدہ ہو گئے ہیں - کہ سید صاحب سا متین، معتدل مزاج اور مرنجاں مرنج شخص بھی ان سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا -

مولوی محمد یعقوب صاحب انگریزی کے ایسے ماہر ہیں - کہ پنجاب کے مسلمانوں میں سے شاید ہی کسی کا نام ان کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکے - راقم الحروف نے ان کو لاہور کے آریاؤں کے ایک سالانہ جلسہ میں رواداری اسلام پر تقریر کرتے سنا تھا - اللہ اللہ وہ تقریر تھی - کہ اپنے بیگانے مرحبا کا نعرہ بلند کرنے لگے - ان کے متعلق جب معلوم ہوا - کہ ان کے خلاف جب آریا حضرات مسلمانوں کو آمادہ جنگ کرنے کا الزام لگا رہے ہیں - تو ہمیں تعجب ہوا انہوں نے اخبار لائٹ میں ایک مضمون لکھا تھا - جس میں ہر ہندو کو خیالات کے لحاظ سے راجپال کہکر لکھدیا تھا - کہ ان حالات میں اگر ہر مسلمان عبدالرشید بن گیا ہے - تو وہ ایسا بننے پر مجبور ہے - جب ہندوؤں نے شور مچایا - تو انہوں نے اپنے مضمون کی توضیح کی اور جب اس سے بھی ہندو بھائی مطمئن نہ ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے مضمون میں اس نکتہ کو واضح کر دیا - چونکہ مضمون مذکور اب ایک مقدمہ میں زیر بحث ہے - لہذا ہم اس کو کماحقہ درج کرنے یا اس پر رائے زنی کرنے سے معذور ہیں - لیکن تنا عرض کرینگے کہ اگر ہندو بھائی انگریزی الفاظ کے معانی پر غور کریں - تو مقدمہ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو - ان کی آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ اٹھ جائے -

ہندو تو مجبور ہیں جو صدہا سال سے اردو بولنے اور سمجھنے پر قادر نہیں ہو سکے جو ہندوستان میں پیدا ہوئی - اور جس میں غیر ملکی عنصر بہت کم ہے - وہ ایک بالکل اجنبی زبان (انگریزی) کی باریکیوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں - لیکن تعجب ہے کہ حکومت انگریزوں کی ہے - انگریزی ان کی مادری زبان ہے - اور پھر انہوں نے اس مضمون کی وجہ سے اجرائے مقدمہ کی اجازت دی ہے - ہم اس اجازت کا اس کے سوا اور کوئی سبب سمجھنے سے کلیۃً قاصر ہیں کہ حکومت وقت ہندوؤں کی غوغا آرائی سے مرعوب ہو گئی ہے -

ہمیں یہ سنکر اور بھی ملال ہوا ہے کہ مولوی صاحب کی ضمانت لینے سے انکار کر دیا گیا ہے - مولوی صاحب ایک شریف اور خواندہ آدمی ہیں جنہوں نے کافی سیاحت کی ہے اور جو دنیا کے بہترین آدمیوں سے مل چکے ہیں آپ کے اخلاق سے کبھی یہ توقع نہیں ہو سکتی - کہ آپ ایک مقدمہ بن جانے پر روپوش ہو جائیں - اور خصوصاً اس حالت میں کہ مضمون مذکور کے متعلق آپ کو یقین ہے - کہ اس کی تفہیم میں غلطی ہوئی ہے - آپ نے کوئی اخلاقی جرم نہیں کیا - جرم یہ ہے - کہ بعض الفاظ کے معنی وہ کچھ سمجھتے ہیں اور استغاثہ کچھ اور سمجھتا ہے - قانون ضمانت یہ ہے کہ جن جرائم کی سزا پھانسی یا حبس دوام ہو - ان کے سوا اور سب جرائم میں عدالت کو ضمانت لینے کا اختیار تمیزی حاصل ہے - جب ملزم کے مفرور ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں جب قابل اعتبار اور زیادہ سے زیادہ ضمانت پیش کی جاسکتی ہے

تین لاکھ مسلمان شدھ ہونے کو تیار ہیں؟

سوامی چندا نند سنیاسی جنرل سکرٹری آل انڈیا شدھی سبھا دہلی بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ اگر روپیہ ہو تو تین لاکھ مسلمان شدھ ہونے کو تیار ہیں میں اپیل کرتا ہوں کہ ہندو شدھی کا کام جاری رکھنے کے لیے سبھا کو دان دیا۔ روپیہ سنٹرل بنک آف انڈیا کی معرفت آنا چاہیے۔

توہین مذاہب کا قانون

شملہ ۱۲ ستمبر۔ کونسل آف سٹیٹ نے توہین مذاہب کے انسداد کا بل پاس کر دیا ہے۔ کسی قسم کی ترمیم پاس نہیں ہو سکی اگرچہ غیر سرکاری ارکان اسے زیادہ سخت بنانے کے حق میں تھے۔

مسلم ہوسٹل

سال آئندہ کے لیے ۲۵ ستمبر سنہ ء سے پرانی کوٹھی ۱۳ بیڈن روڈ لاہور میں کھلے گا چونکہ اس سال گنجائش بہت ہی کم ہے اس لیے تمام احمدی طلباء جو ہوسٹل میں رہنا چاہتے ہوں وہ اپنی درخواستیں ۲۵ ستمبر سے قبل ارسال کریں۔ تاکہ ان کے واسطے جگہ کا انتظام قبل از وقت ہو جائے بعد میں عدم گنجائش کی وجہ سے اگر جگہ نہ مل سکی تو شکایت کا موقع نہ ہوگا ہوسٹل رولز کی پابندی ہر ہوسٹلر کے لیے لازمی ہوگی۔ تمام درخواستیں بنام سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل ۱۳ بیڈن روڈ لاہور آنی چاہئیں۔

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف، اسٹیشن ماسٹر کا کام سیکھنا چاہیں گورنمنٹ و محکمہ اخبار کی ملازمت کے لیے چاہتے ہوں کرایہ ریل کالج دے گا۔ قواعد دو آنہ کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

شاہی شہر دہلی کی خاص مجربات نو فوائد

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

ہمارا دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات کر رہا ہے موسم سرما کی آمد آمد ہے دہلی کے مشہور و معروف شاہی مجربات ٹانک مقوی اعضائے رئیسہ، مفرح اور ہاضم، مرد عورتوں اور بچوں کی تمام بیماریوں کی مجرب کتاب تیار ہیں جو بہار سے راس کماری تک ملک مشرق سے مغرب تک مشہور ہیں تجربہ کسوٹی ہے۔ ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجئے۔ قیمت بالکل واجبی۔

شاہی حکیم مولوی نذیر محمد دہلوی طبیب خاص ریاست کپورتھلہ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری نفیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ جیسے کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (۲)

دفتر معالج برص ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے

اگر ریشمی لٹری صاحب کی تو مولوی کبیر احمد خان صاحب

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھیے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی مجرب اور زود اثر دوا ہم سے صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض مخصوصہ کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگائیے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی تجارتی اور تمدنی معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف اور سٹیشنری، خوش نما دیسی فونٹن پن پائدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرا لال ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً منگاؤ۔ (۵) عاملوں، نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں ہم ان کا بہترین انتظام کر دیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیے۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں، نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کر لیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس و ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنولسی کی ڈربی شو تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگرچہ پہننے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے قیمت تو کم کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں؟؟

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے!!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں۔ جس سے بیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہئے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ کما رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں ملک کے ہر حصہ میں ہم سرت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگمس لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۴۱۸ بمبئی

بہترین قلم سے انبہ والی پیالیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط اور مستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمائیے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

جو بال بڑھانے میں درجہ اوّل ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو دماغی خشکی اور کمزوری دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو درد سر نزلہ زکام کو دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو بالوں کو گھونگھر والا اور چمکدار بناتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو مٹی کے تیل اور نقصان رساں اجزا سے پاک ہو؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال چٹکتے نہیں ہیں؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہیں؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے عورت و مرد دونوں خوش رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہے

لہذا جب سندری سہاگ تیل میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کو منگانے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کی جائے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول علاوہ فرمائش کے وقت اخبار پیغام صلح کا حوالہ ضرور دیجئے!!

مکتوب امیر

موجودہ حالات میں ہماری جماعت کا مسلک کیا ہونا چاہیئے؟

گزشتہ ایام میں جو جوش مسلمانوں میں راجپال کی کتاب اور اس کے فیصلہ پر پیدا ہوا تھا۔ اور جس کا اثر اب بھی ہندو معاصرین کے پروپیگنڈے کی وجہ سے باقی ہے اس کے متعلق بعض احباب نے حضرت امیر سے دریافت کیا کہ ہماری جماعت کا مسلک کیا ہونا چاہیئے۔ اور آیا ان حالات میں الگ جلسے کرنا ضروری ہیں یا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے۔ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں حضرت امیر نے جو خط لکھا وہ اس قابل ہے کہ ہدیہ قارئین پیغام صلح کیا جائے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس سے ان کوششوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ جو ہماری جماعت نے اس سلسلہ میں کی ہیں۔ بلکہ بعض غیر از جماعت دوستوں کی یہ غلط فہمی بھی دور ہو سکتی ہے کہ جماعت احمدیہ نے ایسے موقعوں پر مسلمانوں کی ہمنوائی سے احتراز کیا ہے۔ (مدیر)

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط بنام سکرٹری صاحب مجھے کل شام کو ملا۔ جس میں آپ نے یہ دریافت کیا ہے کہ ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیئے۔

جہانتک میں واقعات موجودہ کو سمجھتا ہوں مسلمانوں کو جگانے کے لیے یہ سامان ہوا ہے۔ تعلیم اسلام دنیا میں اس قدر بدنام ہوئی کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر ایسے ناپاک الزامات لگائے گئے اور آپ کی ایسی تصویر کھینچی گئی کہ جس سے آپ کے متعلق دلوں میں تنفر پیدا ہو جائے۔ تمام یورپ اس لٹریچر سے بھر گیا۔ اور جب یورپ کا مادی اقتدار دوسرے ملکوں پر بڑھا تو آہستہ آہستہ اس کا اخلاقی اثر بھی پھیلنے لگا۔ اور مسیحی پادریوں نے ان ناپاک باتوں کو ہندوستان میں بھی خوب زور سے پھیلایا۔ ہندو قوم جو ہمیشہ سے بانی اسلام علیہ السلام سے [illegible]

خیالات پر اس کا اثر ہوا۔ اور ہندوستان میں آریہ سماج کی صورت میں اس کا زہریلا اثر نمودار ہوا۔ راجپال تو کیا خود سوامی دیانند نے اسلام اور رسول اللہ صلعم کے خلاف سخت زہر اگلا ہے اور کتاب ستیارتھ پرکاش میں وہ موجود ہے۔ لیکھرام نے جو حد درجہ کی بدزبانی آپ کی شان میں کی ہے۔ وہ بھی مخفی نہیں۔ اس بدزبانی میں ایک نے دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں وہ وقت آگیا تھا کہ یہ بدزبانی انتہا کو پہنچ کر اس کے انسداد کی کوئی صورت پیدا ہو اور مسلمانوں میں ایک بیداری پیدا ہو جائے۔ کہ وہ رسول خدا صلعم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اس طرح پر تعلیم اسلام اپنے صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے پیش ہو تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ وہ انسان دنیا کے لئے کس طرح رحمت بن کر آیا ہے جس کی تصویر مخالفوں نے ایسی سیاہ کھینچی ہے۔ راجپال کا مقدمہ ان اسباب کو پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ اور ہائیکورٹ کے فیصلے نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا جوش پیدا کر دیا ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ مسلمانوں میں وہ محبت خدا کی اور اس کے رسولؐ کی اور اس کے پاک کلام کی موجود ہے کہ وہ اپنا سب کچھ ان کے لئے قربان کر سکتے ہیں اب ہمیں اگر ضرورت ہے تو صرف یہ کہ اس جوش کو جو پیدا ہوا ہے صحیح رستہ پر لگایا جائے۔ جہانتک خود اس کتاب کا سوال ہے جو کوشش عرصہ دو سال میں ہماری طرف سے ہوتی رہی ہے۔ اس کا علم شاید ہماری اپنی بیرونی جماعتوں کو بھی نہیں۔ جب گورنمنٹ نے راجپال پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا تو آریہ سماج ہی نہیں بلکہ عموماً دوسرے ہندو لیڈر بھی اس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ اور راجپال کو قانونی گرفت سے بچانے کے لئے انتہائی کوشش کی گئی اور درمیان میں ایسے مرحلے بھی آئے کہ جو ناپاک طریق اس کتاب میں اختیار کیا گیا تھا اس کو اور زیادہ مؤید کرنے کی کوشش کی گئی اس عرصہ میں ایک ہماری ہی انجمن تھی جو تمام مسلمانوں کی طرف سے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے نمائندگی کا حق ادا کرتی رہی جس کا علم اہل لاہور کو خوب ہے۔ جہانتک ہماری طاقت میں تھا ہم نے یہ کوشش کی کہ اس قسم کی تحریریں قانون کے نیچے قابل مواخذہ قرار پائیں تاکہ آئندہ ان لوگوں کو جو مختلف قوموں میں اس طرح تنفر اور عداوت کا بیج بونا چاہتے ہیں یہ جرأت نہ ہو اور اگر خدا تعالیٰ [illegible]

سے ڈرتے رہیں۔ لیکن اگر یہ فیصلہ اسی طرح ہوتا جس طرح ہمارے دل چاہتے تھے تو یہ جوش محبت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا نہ ہوتا۔

پس یہ واقعہ کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ قانون تو بانیان مذاہب کی عزت کے تحفظ کے لئے یا موجودہ تعزیرات میں مل جائے گا یا نیا بن جائے گا۔ لیکن ہماری کوئی کوشش مسلمانوں میں اس امر کے لئے کہ عملی رنگ میں رسول اللہ صلعم کی عزت کی حفاظت کے لئے کھڑے ہو جائیں وہ جوش پیدا نہ کر سکتی تھی جو ان واقعات نے کر دیا ہے۔ یہ واقعات کوئی ہماری کوشش سے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ اگر ہماری کوشش کامیاب ہو جاتی اور راجپال قانون کی گرفت میں آجاتا تو بہت سے ایسے مسلمان تھے جن کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ آریہ سماج کیا زہر پھیلا رہی ہے۔ اب اس امر کی کوشش کی ضرورت ہے۔ کہ اس کا تریاق پیدا کیا جائے۔ اب موجودہ حالت یعنی جو آواز اسلامی ہندوستان میں اٹھی ہے یہ تو صرف مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے ہے اصل کام جو کچھ ہے وہ ابھی ہمارے سامنے ہے۔ اگر یہ خیال کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلعم کی عزت کا تحفظ محض ایک قانون بن جانے سے ہو جائے گا۔ تو یہ بالکل ہرگز صحیح نہیں۔ اور نہ کسی مسلمان کو اس بات پر مطمئن ہونا چاہیئے بلکہ اب اس بیماری کا جو دنیا میں پیدا ہو چکی ہے مستقل انتظام کرنا چاہیئے اور اس میں اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی کامیابی ہے کیونکہ جس قدر آپ کی صحیح تصویر کو ہم دنیا کے سامنے لائیں گے اسی قدر لوگوں کی گردنیں اسلام کے آگے جھکتی چلی جائیں گی۔ اور یہی امر اسلام کی قبولیت اور ترقی کا موجب ہوتا چلا جائے گا۔ مگر افسوس اس فرض کی ادائیگی میں مسلمانوں نے اب تک سخت کوتاہی کی ہے ہمیں بلاشبہ یہ ضرورت ہے کہ فتنہ پردازوں کے ہاتھ قانون روکے اور اس کے لئے جس قدر آئینی رنگ میں جدوجہد ہو سکے اس پر مسلمانوں کی متحدہ طاقت خرچ ہونی چاہیئے۔ اس میں سنی، شیعہ، حنفی، اہلحدیث، احمدی کا کوئی سوال نہیں وہ سب کام متحدہ طاقت سے ہونا چاہیئے اس لئے اس امر میں تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ احمدی الگ جلسے کریں اور وہاں اپنے لکچرار بھیجیں۔ البتہ اگر کسی جگہ جماعت کے احباب یہ ضرورت سمجھیں کہ ان کی طرف سے یہ علیحدہ ریزولیوشن بھی ہو کہ ہائیکورٹ کے فیصلے نے جو رجپال کے مقدمہ میں ہوا ہے تمام مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا کر دی ہے اور کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ایسی تحریروں کا انسداد کرے [illegible] اختیار ہے۔ گو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مشترکہ جلسوں سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے ایسا ہی جو ہمارے بھائی ایجی ٹیشن میں گرفتار مصیبت ہیں [illegible]

پنجاب کے مسلمان زمیندار اور اچھوت قومیں

(خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر کی قلم سے)

صوبہ پنجاب میں بمقابلہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے اچھوت اقوام کی تعداد اور رنبر قریباً یکساں ہی ہے۔ اگرچہ قوم وار اچھوتوں کی تعداد اور رنبر مختلف ہی ہو لیکن بحیثیت مجموعی دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں بہت نہیں تو کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے۔ بعض اچھوت قومیں جو ابتدا میں کبھی زراعت پیشہ تھیں اب زراعت سے بھی دور ہٹ گئی ہیں۔ اب ان کا پیشہ چوری چکاری ہے۔ لیکن اب ان کو زراعت پیشہ میں رکھ کر سرکار مختلف جگہوں میں ان کی تعلیم و تربیت کر رہی ہے۔

بعض قومیں یا بعض قوموں کے چند افراد پنجاب کے مختلف غیر جرائم پیشہ لوگوں کے پاس تعلیم و تربیت کی غرض سے رکھے گئے ہیں جو رفتہ رفتہ تربیت و تعلیم پاکر شرافت اور انسانیت کے قریب آ رہے ہیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ کسی وقت یہ لوگ اس سطح پر آجائیں گے جس پر وہ کسی پہلے زمانہ میں تھے۔

اچھوت قوموں کی مختلف گوتیں

دریافت اور تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھوت قوموں کی گوتیں یا موہنیاں یا تو وہی ہیں جو اس وقت ان قوموں کی ہیں جو خود کو اچھوت قوموں سے اعلےٰ اور ممتاز جانتی ہیں۔ یا وہ ہیں جو اعلےٰ قوموں اور غیر اچھوت قوموں سے متفاوت ہیں مثلاً بھنگیوں اور چوہڑوں میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کی گوتیں اور موہنیاں جاٹوں کی ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں۔ جن کی گوتیں اور موہنیاں ان سے الگ ہیں۔ مثلاً بعض بھنگی اپنے آپ کو درک اور بہنوان کہتے ہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کی گوت اور موہنیاں مثلاً کنشٹر اور بھین ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان میں جس قدر اچھوت قومیں ملک کے مختلف حصوں میں پائی جاتی ہیں ان کا سلسلہ نسب یا تو ایسے لوگوں سے جا ملتا ہے۔ جن سے پنجاب کی شریف قوموں کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ اور یا ایسے لوگوں سے جا ملتا ہے جن کی اعلےٰ قومیں اس وقت پنجاب میں تو نہیں پائی جاتیں شاید ہندوستان کے کسی دوسرے صوبہ میں ان کی اعلےٰ شاخیں پائی جاتی ہوں۔

اچھوت قوموں کا مذہب

دریافت سے پایا جاتا ہے کہ اچھوت قوموں کے مذاہب ہمیشہ ان لوگوں اور ان قوموں کے ماتحت رہتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اعلےٰ اور ممتاز جانتی ہیں۔ چونکہ یہ اچھوت قومیں اعلےٰ قوموں کی سختیوں اور مار کی وجہ سے ہمیشہ تنگی اور ترشی سے گزارا کرتی رہی ہیں اور ہمیشہ ان کی حالت دوسروں کے رحم پر موقوف رہی ہے اس واسطے جس مقام اور جس علاقہ میں رہی ہیں ان کی پوزیشن ایسی قوموں کے تابع چلی آئی ہے۔ چنانچہ جہاں ہندوؤں کا غلبہ ہوا وہاں یہ لوگ اپنے آپ کو ہندو سمجھتے رہے اور جہاں سکھوں کی رہائش ہوئی وہاں ان کو سکھوں کے ماتحت سمجھا جاتا رہا۔ اور جہاں ان کو اسلامی علاقوں میں آباد ہونے کا موقع ملا وہاں ان کا طرز عمل اسلامی رہا۔ چنانچہ بعض قوموں کی عورتوں اور مردوں کے نام اسلامی رنگ رکھتے ہیں۔

مردم شماری اور اچھوت قومیں

جب سے سرکار انگریزی کے عہد میں مردم شماری کا سسٹم جاری ہوا ہے۔ تب سے ہندوؤں نے یہ کوشش شروع کر رکھی ہے کہ ان اچھوت قوموں کو ہندو ہی سمجھا جائے جس کا یہ اثر ہوا کہ قریباً سب مردم شماریوں میں ان لوگوں کو ہندو ہی لکھا جاتا رہا۔ اور جب خود ان سے بھی دریافت کیا گیا تو ان لوگوں نے اپنی زبانی بھی یہی کہا کہ ہمیں ہندو ہی لکھا جائے۔ یہاں تک کہ بھنگی جو خود کو بالمیکی فرقہ میں جانتے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو ہندو ہی کہا اور ہندو ہی لکھایا۔

اس امر کا نتیجہ

یہ ہوا کہ یہ لوگ قریباً مستقل طور پر کاغذات مردم شماری میں ہندو لکھے جاتے رہے لیکن جب ان سے مردم شماری کے علاوہ دریافت کیا جاتا رہا تو ان لوگوں نے اس وقت اپنے آپ کو ہندو نہیں کہا خود ہندوؤں نے بھی اگرچہ مردم شماری کے کاغذات میں انہیں ہندو لکھانے پر زور دیا لیکن عملی رنگ میں ان کے نزدیک وہ ہندوؤں سے ایسے ہی دور رہے جیسا کہ رشی منو نے ان کو قابل نفرت قرار دے رکھا ہے۔ چنانچہ اب تک ان کی حالت دہی ہے۔ جو منو جی نے قرار دے رکھی ہے۔

ہندو قرار دینے کی خاص وجہ

اگر مذہبی لحاظ سے انہیں ہندو قرار دیا جاتا تو اور بات تھی جس کا نتیجہ صدیوں کے بعد کچھ اور ہوتا۔ لیکن چونکہ ہندوؤں کا یہ فعل محض اس خود غرضی کے ماتحت تھا کہ ان کی تعداد کے اضافہ سے ہندوؤں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ اور ہندوؤں کے ووٹ بڑھ جائیں۔ اس لئے اس کا نتیجہ اچھا نہ نکلا ہندوؤں کو ان کے بڑے بڑے آدمی بڑے بڑے لیڈر کمزور سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسے کمزور نہیں۔ اور بعض ان کے رہنما ان کو بزدل قرار دیتے ہیں چنانچہ اسی کمی کی وجہ سے وہ اب سنگٹھن پر تلے بیٹھے ہیں۔

شدھی

دراصل شدھی بھی تبلیغی رنگ نہیں رکھتی کیونکہ تبلیغی رنگ میں روحانیت کا زیادہ زور ہوتا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مولوی ہو یا غیر مولوی جب کسی دوسرے مذہب والے کو مسلمان کرتا ہے تو اس کی ہمیشہ غرض یہی ہوتی ہے کہ اس شخص یا اس روح کو کفر اور عذاب سے بچایا جائے۔ لیکن جب ایک آریہ شدھی کرتا ہے تو اس کی غرض یہ نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ یہ ہوتی ہے کہ جس شاخ یا جس سلسلے میں یہ لوگ پہلے منسلک تھے ان میں ان کو پھر لایا جائے۔ چنانچہ ہندو اور آریہ ہمیشہ اسی رنگ میں اچھوت قوموں کو شدھ کرتے ہیں۔ اور واقعی سچ یہ ہے کہ ان لوگوں کو شدھ کرنے سے وہ خوشی نہیں ہوتی جو ایک مسلمان کو کلمہ پڑھانے یا ایک عیسائی کو عیسائی بنانے کے بعد ہوتی ہے جب ایک مسلمان کو یہ سنایا جاتا ہے کہ فلاں شخص امریکہ یا یورپ میں مسلمان ہو گیا ہے تو اسے جو خوشی ہوتی ہے وہ واقعی روحانی رنگ میں اور مساواتی پہلو سے خوشی کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ لیکن شدھی پر جو ایک ہندو کے دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ یہ کیفیت نہیں رکھتے۔

شدھی کے بعد

جو کچھ کیفیت شدھ ہونے والوں میں دیکھی جاتی ہے وہ در اصل ایک معمولی کیفیت ہوتی ہے۔ قصبہ دینا نگر ضلع گورداسپور میں چند سال ہوئے ہیں۔ کہ لاہور کے ایک آنجہانی وکیل صاحب کی معرفت ۵۰۴ چماروں کی شدھی کی گئی۔ اور اس پر بڑا زور دیا گیا چند روز بعد وہ کیفیت ان چماروں میں نہ رہی جو شروع شروع یا پہلے دنوں میں تھی۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ شدھ ہونے والے شدھ نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ شدھ کرنے والے کی نیت روحانی نہیں تھی۔ بلکہ یہ لوگ خود غرضی کا شکار کئے گئے تھے۔ لڈو سے لڈو لڑا کر شدھی کی گئی لیکن وہ ہاشمہ کہاں تھا جو مسلمانوں کی تبلیغ میں ہوتا ہے۔ ایک طرف ہندو عورتوں نے چماروں کی شدھی سنکر یہ واویلا کرنا شروع کیا کہ ان مردوں کی عقل پر کیا پردہ پڑ گیا کہ اب چمار بھی ہم میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف چماروں اور چمارنوں نے شدھی کے حوصلے پر اپنے آپ کو ہندوؤں کے بھائی سمجھ کر ان کے گھروں میں جاکر حقوق مساوات کی اپیل کی تو سوائے ہندو عورتوں کے یہ سماں دیکھ کر گھر کے دروازے بند کر لئے اس وقت اس کثیر تعداد کو پتہ لگ گیا کہ در اصل یہ شدھی شدھی نہ تھی بلکہ ایک مذاق اور کھیل تھا۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ رفتہ رفتہ ان شدھ شدگان میں سے بہت سی روحیں پشیمان ہو کر پھر اپنے اصلی دائرے میں واپس آگئیں۔

یہ کیفیت

سوائے چند مواقع کے عموماً ہر ایک شدھی میں پائی جاتی ہے۔ شدھ ہونے والوں یا اچھوت قوموں کی جو حالت یا جو کیفیت ہوتی ہے وہ ان لوگوں سے دریافت کرکے پتہ لگ سکتا ہے دراصل ترجمہ مانند نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا قصہ ہے۔ بقول شخصے نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

دیہات اور اچھوت

بمقابلہ شہروں کے اچھوت قومیں زیادہ تر دیہات میں رہتی ہیں۔ دیہاتی اچھوتوں کی طرز زندگی بمقابلہ شہری زندگی کے زیادہ تر سادہ ہوتا ہے۔ اور دیہات میں جس قدر زیادہ اچھوت رہتے ہیں ان کی معیشت کا مدار زیادہ تر زمینداری ہی ہوتی ہے پنجاب میں ۵۴ فیصدی مسلمانوں کی آبادی ہے اسی نسبت سے گویا اچھوت قومیں بھی ان کے زیر سایہ رہتی ہیں۔

مسلمان زمینداروں کی غلطیاں

پہلی غلطی مسلمان زمینداروں کی یہ ہے اور نہ صرف مسلمان زمینداروں ہی کی بلکہ دیہاتی مولویوں کی بھی یہی پہلی غلطی ہے۔ کہ انہوں نے اچھوت قوموں سے ہمیشہ ویسی ہی نفرت کی جیسی کہ ہندو قوم کرتی ہے ہندوؤں نے کم از کم یہ تو کرکے دکھا دیا کہ ان لوگوں کو برائے نام ہندوؤں میں شامل سمجھا مگر مسلمان زمیندار یہ بھی نہ کر سکے۔ ۱۹۱۸ء میں جبکہ میں تحصیل شرقپور میں فوجی رنگروٹ بھرتی کر رہا تھا مجھکو دیکھنے کا موقع ملا کہ اکثر مسلمان زمیندار اچھوت قوموں سے ہندوؤں سے بھی زیادہ نفرت اور کراہت کرتے تھے۔ ہندو تو یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ ان لوگوں سے میل جول یا خلا ملا رکھیں لیکن مسلمان یہ کہکر مغرور ہوتے تھے کہ ہم پٹھان سید مغل راجپوت جاٹ اعوان اور قاضی ہیں۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ ان سے نفرت کی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک چوہڑا عیسائی شدہ میرے ساتھ رستہ دکھانے کے واسطے لگا دیا گیا۔ میں نے راستے میں اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا میرا نام عبد العزیز۔ میں پہلے عیسائی تھا اب عیسائی ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا تمہارے والدین ہیں؟ اور وہ بھی عیسائی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہیں اور وہ بھی اب عیسائی ہیں۔ میرے باپ کا نام عیدہ اور ماں کا نام زینب ہے میں نے کہا کہ تمہارا اور تمہارے والدین کے نام مسلمانوں کے نام ہیں پھر تم مسلمان کیوں نہ رہے۔ اور عیسائی کیوں ہو گئے۔ اس نے کہا کہ ایسا ہی یہاں تک کہ ایک ماں ہمارے نکاح خواں بھی ہیں۔ میں نے اس سے کہا جب یہ بات ہے تو پھر تم مسلمان کیوں نہ ہو گئے۔ اس نے کہا حضرت کیا کہوں۔ عیسائی کیسے نہ ہو جاتے جبکہ مسلمان ہم سے ہندوؤں سے بھی زیادہ نفرت کرتے ہیں۔

واقعی

اس کا کہنا درست ہے اچھوت قومیں جو شروع سے زمینداروں میں رہتی ہیں ان کا میل جول اگرچہ زمینداروں ہی سے شب و روز رہتا ہے اور ان کا کوئی وقت بھی اس قسم کے خلا ملا سے خالی نہیں رہتا لیکن باوجود اس کے مسلمان زمینداران سے ویسی ہی چھوت چھات رکھتے ہیں جیسی کہ ہندو رکھتے ہیں۔ عبد العزیز نے یہ سچ کہا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کا کنبہ عیسائی ہرگز نہ ہوتا بلکہ مسلمان ہوتا۔ اب بھی جو لوگ ضلع منٹگمری میں چوہڑوں سے مسلمان ہوئے ہیں اور پچاسوں سال سے ان کی بود و باش مسلمان زمینداروں کے درمیان ہے۔ اور ان کے کام کاج ہمیشہ مسلمان زمینداروں کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ ایک گونہ نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ میں نے اچھے اچھے مسلمان زمینداروں کو دیکھا ہے کہ ان لوگوں کو جو عیسائیوں سے مسلمان ہو چکے ہیں۔ عموماً جب کبھی بلاتے ہیں

تو یہی کہتے ہیں کہ آخر تم چوہڑے ہو نہ۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۳ء میں حزینت کے دنوں میں یہ جھگڑا پیش ہوا کہ نومسلم عورتوں نے جو پرانی مسلمان زمیندار عورتوں کے ساتھ کپاس چننے گئی تھیں یہ شکایت کی کہ ہمیں ایک زمیندار عورت نے یہ کہا ہے کہ تم تو چوہڑی ہو اس پر تمام نومسلم عورتیں بگڑ گئیں۔ اور کہا کہ ہم اگرچہ پہلے چوہڑے تھے اب ہم مسلمان ہیں تم کو کوئی حق نہیں کہ ہمیں چوہڑا کہو۔ آخر ہم نے ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر راضی کیا۔ اور کہا کہ واقعی زمیندار عورتوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ اب بھی تمھیں چوہڑا سمجھتی ہیں۔

یہ طریق عمل

جو اب تک بعض مسلمان زمینداروں میں پایا جاتا ہے واقعی قابل شکایت ہے۔ اور تکلیف دہ ہے۔ بہت سے اچھوت لوگ اس واسطے ہماری طرف نہیں آتے کہ ہم ان کے ساتھ اب تک ویسا ہی نفرت انگیز سلوک کرتے ہیں جیسا کہ ہندو کرتے ہیں ہندو اور آریہ یہ سب دیہات میں جاجا کر اچھوت قوموں کو شدھ کرتے ہیں۔ اچھوت لوگ ان کے پھندے میں آجاتے ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ واقعی اچھوتوں کے دل ودماغ میں آریہ یا ہندو ہونے کا شوق ہوتا ہے۔ بلکہ وہ دیہات کے مسلمان زمینداروں کو ہندوؤں کے مقابلہ میں اپنے ساتھ زیادہ تر نفرت کرنے والا دیکھتے ہیں اس لئے فوراً ہندو بن جاتے ہیں۔

جب کبھی

ہم نے ایسے شدھ ہونے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم کیا کریں۔ جب مسلمان زمیندار ہم سے نفرت کرتے ہیں اور ہماری عزت نہیں کرتے۔ ہم اور کیا کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ شدھ ہو جاتے ہیں باوجود شدھ ہونے کے بھی ان کے ساتھ آریوں اور ہندوؤں کا وہی سلوک ہوتا ہے جو شدھ ہونے سے پہلے تھا۔ وہ شدھ تو ہو جاتے ہیں لیکن مساویانہ حقوق ان کو آخر تک نہیں دیئے جاتے۔

اب بھی وقت ہے

کہ مسلمان زمیندار اپنی کوشش اور توجہ کو خصوصیت سے اچھوت اقوام کی طرف خواہ وہ شدھ ہو چکی ہوں یا نہیں مساواتی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے مبذول کریں۔ دیہاتی ملاں اور دیہاتی مولوی خصوصاً اس امر میں زیادہ الزام کے قابل ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان لوگوں کو دیہات میں رہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور اپنے حلوا مانڈے اکٹھا کرنے کا شوق ہو اور کچھ شوق نہیں۔ اگر کام کرنے والا کوئی زمیندار ہو تو ان لوگوں سے سو درجہ اچھا کام کرسکتا ہے۔ ابھی تک بہت سی تعداد اچھوتوں کی دیہات میں ایسی باقی ہے۔ جو اب تک شدھ نہیں ہوئی۔ مسلمان زمینداروں کو چاہیئے کہ خاص کوشش سے ان کو مسلمان بنائیں۔ ورنہ اگر وہ شدھ ہوگئے۔ تو اس کا اثر تمدنی رنگ میں مسلمان زمینداروں کے لئے آخر میں بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوگا۔

مثلاً

جب یہ لوگ مہاشہ بنائے گئے تو حسب تحریر ہندو مذہب کے یہ مہاشہ لوگ زمینداروں سے ویسی ہی نفرت کریں گے جیسی کہ خود ہندو کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہو رہا ہے کہ جو لوگ اچھوت قوموں سے ہندو بن گئے ہیں وہ برملا یہ کہنے لگے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا نہیں کھاتے۔ اور ہم ان سے ویسی ہی نفرت کرتے ہیں جیسی ہندو کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس نفرت کا یہ نتیجہ ہوتا جائے گا کہ مسلمان زمینداروں اور ان شدھ شدگان کے درمیان ایسی نفرت برتی جائیگی جیسی اس وقت ہندوؤں میں ہے۔

کیا ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ ہماری بدقسمتی سے ان اچھوت قوموں کا شدھ ہونا کبھی وہ وقت نہیں لائے گا کہ جب زمیندارا کاموں میں آخر پر ان اچھوت قوموں کی طرف سے یہ سننے کا موقع ملے گا چونکہ تم مسلمان ہو اس لئے ہم تمہارے کام کاج میں ویسی مدد نہیں کرسکتے جیسی ہم ہندوؤں کی کرتے ہیں۔ اگر مسلمان زمینداروں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ان کو اچھوتوں کی زبان

[illegible]

مثلاً

ایک مسلمان زمیندار کہتا ہے کہ زمیندارا کاموں میں ان اچھوت اقوام کے آدمی یا نوکر سے ایسی ہی خدمت لے جیسی کہ کسی مسلمان نوکر سے لی جاسکتی ہے۔ اور اچھوت نوکر بپابندی تعلیم مذہب ہنود اس قسم کی خدمت کرنے کے وقت آزادی سے یہ جواب دیتا ہے کہ بابا! میں تو ہندو ہوں۔ ایسا کام کس طرح کرسکتا ہوں یہ خیال نہ کرو کہ ایسا وقت نہیں آئے گا۔ ضرور آئے گا اور اندیشہ ہے کہ ہم ضرور کسی نہ کسی وقت مشکلات میں پڑیں گے۔ زمیندار مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے۔ اچھوت قوموں کے نکل جانے سے ان کی حالت کیسی ہو جائے گی۔ ان کی زندگی کو کن کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

بعض مسلمان زمیندار

یہ سمجھتے ہیں کہ اچھوت قوموں کا مسلمان بنانا کوئی مذہبی فرض نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے سے ان پر کوئی الزام عائد ہوسکے۔ بہت اچھا نہ سہی۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ مذہبی فرض کے علاوہ ان پر تمدنی فرض عائد ہونے سے نہیں رہتا۔ اگر یہ تمدنی فرض ادا نہ کیا جائے تو فرض مذہبی کے ترک کرنے سے جو نقص پیدا ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اس صورت میں نقصان ہوگا۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان زمیندار اس طرف خاص توجہ کریں۔ خواہ یہ لوگ ان کے ہاتھ سے شدھی کا نشانہ بن کر نکل چکا ہو خواہ ابھی باقی ہو۔ دونوں صورتوں میں کام چل سکتا ہے۔

ضروری ہے

کہ سب سے پہلے اچھوت قوموں کے ساتھ اسلامی روایات کے ماتحت سلوک کیا جائے۔ اور ان کو اپنے اپنے حلقے میں خوش رکھا جائے۔ جن جن دیہات میں سرکاری یا دیسی مدرسے یا مکتب ہیں وہاں زمینداری اثر کے ماتحت اچھوت قوموں کے بچوں کو پڑھایا جائے۔ مسلمان زمیندار اپنی اسلامی کشادہ دلی کے تحت میں ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرکے ان پر ثابت کردیں کہ ہم ان کے ساتھ ہمیشہ انسانی سلوک کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگرچہ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے لیکن ہم ان کو ان حالات میں بھی انسانی حقوق سے دور اور خارج نہیں سمجھتے۔ اس وقت تک جب تک وہ مسلمان نہ ہوں ہم انہیں یہ تو کہیں گے کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے اور اسلام کے ابتک منکر ہیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس طرح ہندوؤں کے رشیوں منیوں نے علانیہ یہ قانون پاس کر دیا ہے کہ یہ لوگ حد انسانیت سے خارج ہیں ایسے ہی ہم بھی انہیں خارج سمجھتے ہیں یہ مسلمان کی شان نہیں۔

دیہاتی مولویوں کا فرض

یہ ایسا وقت ہے کہ اب دیہاتی مولویوں کو کوئی کام دیا جائے اور ان کو اس ڈیوٹی پر لگایا جائے تاکہ دیہات میں بیٹھے بیٹھے کچھ کام کریں۔ نہ کہ بیچارے مسلمانوں کو مسجدوں میں جھگڑ لڑواتے رہیں۔ میں پچھلے سال چک ۲۶ واقع ضلع منٹگمری اکاڑہ میں گیا میں نے وہاں کے ملاں سے یہ پوچھا کہ میاں جی تم کیا کام کرتے ہو اس نے کہا میں تو نماز پڑھایا کرتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس گاؤں میں جو چمار ہیں ان کو بھی کبھی اسلام کی بابت کچھ سمجھایا بجھایا؟ بولا کہ یہ میرا کام نہیں۔ میں نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کس کا کام ہے اس پر وہ شرم کے ساتھ خاموش ہو رہا۔ پھر میں نے اس کو تاکید کی کہ کوئی وجہ نہیں کہ ملاں جی آپ اس طرف توجہ نہ کریں۔ آخر ملاں کی سمجھ میں بات آگئی اور بولا کہ بہت اچھا میں اسے کرونگا۔ چنانچہ ۱۹ رجون ۱۹۲۶ء کو میرے نام میرے مختار کار چودھری عزیز الدین صاحب چک ۲۶-۳-۲ ایل کی طرف سے کارڈ آیا۔ کہ پانچ چمار تین مرد اور دو عورتیں ملاں کی کوشش سے اسلام میں داخل ہوئے

اسی طرح

اگر اور زمیندار بھی اسی قسم کی کوشش کریں تو یقیناً بہت کچھ کامیابی ہوسکتی ہے۔ دیہاتی [illegible]

سے بیس بیس سیر یا ایک ایک من غلہ دیتے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ دیگر رسوم کے لئے دیتے ہیں۔ اگر ان کو اس رسم پورا کرنے کے علاوہ ایک تبلیغی مد قرار دے کر کچھ اور غلہ بھی دیا جایا کرے تو میری رائے میں ان کی کوششیں بارآور ہوسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر پانچ مواضع کے لئے ایک تبلیغی واعظ مقرر کیا جائے اور اس کو ان خدمات کے معاوضہ میں فصل بہار پر کچھ نہ کچھ دیا جایا کرے اگر وہ پانچ مواضع کے اندر پھر پھرا کر تبلیغ کرتا رہے تو اس صورت میں بھی بہت کچھ فائدہ ہوسکتا ہے۔

اس قسم کی

تجویزیں چند در چند اور بھی سوچی جاسکتی ہیں۔ سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ خود مسلمان زمیندار اس کام کے لئے تیار ہوں۔ لیکن ان کا تیار ہونا چنداں مشکل نہیں بشرطیکہ وہ توجہ کریں۔ ہم نے اپنے چکوں میں یہی تجویز کی ہے کہ جو اچھوت قومیں ہمارے چکوں میں بنام مصلی ہیں جو مسلمان ہو چکی ہیں۔ انہی میں سے بعض قابل لوگوں کو امام مسجد بنایا جائے۔ چنانچہ ہمارے دوست میاں سراج الدین صاحب پنشنر ای اے سی نے چک ۱۴۹ میں اپنی مسجد کا امام ایک مصلی کو کیا ہے جس کا اچھا اثر ہو رہا ہے۔ اسی طرح ہمارے اور مسلمان زمیندار بھی اسی قسم کی تجویزیں کر سکتے ہیں۔ تاکہ ان نومسلموں کو یہ پتہ لگ جاوے کہ ہمیں صرف نام ہی کا مسلمان نہیں بنایا جاتا۔ اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے

اخبار احمدیہ

حضرت امیرایدہ اللہ دلہوزی پر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

کل ۲۶ رستمبر کو اخبار لائٹ کے مقدمہ کی پیشی تھی کارروائی مقدمہ کی تفصیل کسی دوسری جگہ درج ہے۔ مولانا محمد یعقوب خان صاحب اور شیخ معراج دین صاحب تو بڑے ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ ان کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ لیکن چودھری رحمت خان عابد کی صحت لطیفا ہرا اچھی نظر نہیں آتی۔ احباب کرام ان ہر سہ بھائیوں کے لئے جو دین کی خاطر قید وبند کی مصیبتوں میں گرفتار رہوئے ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر واستقامت عطا فرمائے۔ اور ان مصائب سے جلد رہائی بخشے۔

خان مطیع اللہ خان صاحب پنشنر تحصیلدار رانسہرہ حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ بخیر وعافیت واپس تشریف لے آئے ہیں۔ ہم ان کو اس مبارک سفر سے بامراد واپس آنے پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

سکرٹری صاحب تبلیغ اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۸ ستمبر کو ۱۸ اور ۲۴ ستمبر کو ۲۵ غیرمسلموں نے ہمارے مبلغ مولوی محمد اشرف صاحب کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ مولوی صاحب اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ غیر مسلم لوگ اسلام میں داخل ہونے کے لئے اس قدر بے قرار ہیں کہ خود پیغام بھیجکر بلواتے ہیں۔ اور بڑے شوق سے اسلام قبول کرتے جاتے ہیں۔

اخویم سید غلام حسن شاہ صاحب اپنی صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

سیفند ڈھیری ضلع پشاور سے ہمارے ایک دوست محمد عبداللہ صاحب جے اے دی محصل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور لکھتے ہیں کہ خاکسار ۱۵ ستمبر کی شام کو سیفند ڈھیری جو پشاور سے تین میل کے فاصلہ پر ہے گیا۔ وہاں پچیس احمدیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ جو حال ہی میں ہماری جماعت میں شامل ہوئی ہے۔ اس کے نظام کو دیکھ کر دل بہت خوش ہوا دو مسجدیں چھوٹی سی ہیں ایک مشرقی سرے پر اور دوسری گاؤں کے مغربی سرے پر۔ مغربی مسجد میں ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے "یہاں پر درس قرآن روزمرہ ہوتا ہے" ایک لائبریری ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی جملہ تصانیف اور دیگر کتب سلسلہ ہیں اپنی جماعت کی طرف سے دو اخبار دو غیر احمدیوں کے نام جاری کرائے جن میں سے ایک جماعت میں شامل ہوگیا ہے۔ آپس میں اخوت وہمدردی اس قدر ہے کہ ہر وقت اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ شام کے وقت ملک کندل خاں درس قرآن مجید دیتے ہیں یہاں کے سکرٹری میر اکبر خاں نوجوان اور مخلص احمدی ہیں۔ چندہ کا حساب اس قدر صاف ہے کہ سوائے ایک آدمی کے باقی تمام جماعت کا ستمبر تک چندہ وصول ہے جو احمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ یکم ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۳۹

اتحاد کانفرنس شملہ کا ناخوشگوار انجام

اتحاد اور قیام امن کی حقیقی راہ

رہنمایان اتحاد کی توجہ کے قابل

شملہ کی پر فضا چوٹیوں سے اتحاد کی صدا جو آج سے چند دن پہلے بلند ہوئی تھی گائے اور باجا جیسے معمولی مسائل پر آکر ایسی مردہ ثابت ہوئی کہ رہنمایان اتحاد کو بھی آخر اتحاد سے منہ موڑ کر منتشر ہو جانا پڑا۔ گائے اور باجا کو ہم نے معمولی مسائل قرار دیا کیونکہ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو ملک کے امن کو برباد کرنے اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں بغض و نفرت پھیلانے والی فی الحقیقت یہ چیزیں نہیں بلکہ یہ عوارض ہیں جو اصل بیماری کے ساتھ لاحق ہو گئے ہیں۔ جب تک اصل بیماری کا علاج نہ کیا جائے اس وقت تک ان عوارض کا دور کرنا مشکل ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ رہنمایان اتحاد نے بہت بڑی غلطی کی کہ اصل بیماری کا علاج سوچنے کے بجائے ان عوارض کے پیچھے پڑ گئے۔ جس کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں انہیں بھگتنا پڑا۔

اصل بیماری کیا ہے؟ غور سے دیکھا جائے تو موجودہ فسادات اور تباغض و تحاسد کی وجہ صرف ایک ہے۔ کہ بعض ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو دوسروں کے جذبات و حیات کو روادارانہ نقطۂ نظر سے دیکھنا پسند ہی نہیں کرتے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں ہر وہ شخص جو اسلام کی اس تعلیم کو مانتا ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اور تمام ممالک میں ایسی بزرگ شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جن کا تعلق اللہ تعالےٰ سے رہا ہے۔ اور وہ مخلوق خدا کی ہدایت کا موجب ہوئے ہیں۔ امن اور رواداری کا علمبردار ہے۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک نہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صداقت پر ایمان لانا ایک مسلمان کا کام ہے بلکہ جب تک دوسرے تمام انبیا اور پیشوایان مذاہب کے من جانب اللہ اور راستباز ہونے پر بھی وہ ایمان نہ لائے اس وقت تک وہ اسلام کے دائرے کے اندر نہیں آتا۔ اور چونکہ وہ ان سب کو راستباز مانتا ہے اسلئے ان کی عزت کرنا اور ان کے پیرؤوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنا اس کا حقیقی فرض ہے۔

برخلاف اس کے ایک قوم آج اس بدنصیب ملک کے اندر پیدا ہوئی ہے جو اس بات کی قائل ہے کہ جو ہدایت خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آنی تھی وہ ابتدائے آفرینش میں آچکی۔ اور اس کے بعد جس قدر ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے مامور من اللہ اور ہادی و رہبر ہونے کا دعویٰ کیا خواہ وہ موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلعم کے نیاسے عرب اور اس کے گرد و نواح میں آئے ہوں یا کرشن، رامچندر، بدھ اور حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہم کے وجود میں سر زمین ہند میں پیدا ہوئے۔ سب کے سب معاذ اللہ مفتری اور کذاب اور خود غرض انسان تھے۔

آریہ سماج کا یہ عقیدہ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو فی الحقیقت تمام موجودہ مصائب کا ذمہ دار ہے۔ ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں اور چودھواں سملاس نہ لکھا جاتا اگر بانی آریہ سماج کی نظروں میں ویدوں کے بعد پیدا ہونے والے راستبازوں اور انبیائے کرام کی کوئی بھی عزت اور وقعت ہوتی۔ پنڈت لیکھرام، سوامی شردھانند اور دوسرے آریہ سماجی قتل نہ ہوتے اگر اس اعتقاد کو لیکر کھڑے ہوتے کہ ویدوں کے بعد بھی بعض بزرگ ہستیاں خدا کا کلام لیکر دنیا میں آئیں۔ جن کی راستبازی اور تقدس اس بات کا حقدار ہے کہ عزت و احترام کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے۔ راجپال کی فتنہ انگیز کتاب ہرگز شائع نہ ہوتی اگر آریہ سماج کا یہ عقیدہ نہ ہوتا۔ کہ ویدوں کے بعد جن لوگوں نے خدا کی طرف سے آنے کا دعویٰ کیا ان کا یہ دعوےٰ صداقت پر مبنی نہیں۔

اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے خدا کے اس مامور نے جو "مسیح موعود" کا نام لے کر آیا آج سے انیس سال پیشتر ہندو قوم کو یہ پیغام دیا کہ اگر تم صلح اور امن کے طالب ہو تو اس بات کا معاہدہ ہم سے کرو کہ جس طرح سے مسلمان محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کو ماننے کے باوجود کرشن رامچندر اور دوسرے ہندو بزرگوں کو راستباز مانتے ہیں۔ اور عزت و تکریم کرتے ہیں۔ ویسے ہی تم بھی ویدوں کی صداقت پر ایمان رکھنے اور ہندو مذہب میں رہنے کے باوجود محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت پر ایمان لے آؤ۔ تاکہ یہ بغض و نفرت جو اس وقت آپ کی تکذیب کرکے ملک میں پیدا کی جا رہی ہے۔ زیادہ ترقی نہ پا سکے۔ افسوس اس وقت اس پاک آواز پر کان نہ دھرا گیا اور اس سید المطہرین کی صداقت کو ماننا تو ایک طرف سے طرح طرح کے الزامات و اعتراضات کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اس ذریعہ سے بغض و نفرت کو اس حد تک ترقی دی گئی کہ آج معمولی سے معمولی مسئلہ پر بھی ہم ایک دوسرے سے متحد نہیں ہو سکتے۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر فسادات اور خونریزیاں برپا ہو جاتی ہیں یہ سب اس رواداری کے فقدان کا نتیجہ ہے جو آریہ سماج کے عقیدہ نے پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ گائے اور باجا کے مسائل کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ دونوں قوموں کی باہمی کشمکش نے اس قسم کی ذرا ذرا سی باتوں کو مسئلہ بنا کر کھڑا کر دیا ہے اس لئے اگر ملک میں امن و اتحاد پیدا کرنا ہے اگر ہندوستان کی دو بڑی قوموں کو تباہی اور خونریزی سے بچانا ہے تو اس کا واحد علاج یہ ہے کہ ایک ایسے معاہدہ پر انہیں لایا جائے جس کے رو سے ایک دوسرے کے بزرگوں اور پیشواؤں کی صداقت کو ماننا ان کا جزو ایمان ہو اور جو قوم اس عہد کو توڑے وہ ایک معین رقم (جیسے مسیح موعود نے . . . . . تجویز کی تھی) بطور تاوان دوسری قوم کو دینے کی پابند ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو گائے کا ترک کرنا مسلمانوں کے لئے کچھ زیادہ مشکل امر نہیں۔ اگرچہ یہ ان کا ایک واجبی حق ہے۔ تاہم ہندو قوم اگر اس رواداری پر مائل ہو تو مسلمان ان کے لئے اس کو بھی چھوڑ سکتے ہیں۔ ورنہ پھر سوائے اس کے اور کوئی علاج نظر نہیں آتا کہ مسلمان اس عقیدہ کے بطلان کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو ویدوں کے سوا باقی تمام الہامات کو افترا قرار دیتا ہے۔ اس کے خلاف مبلغین کو پیدا کر کے پورا زور صرف کرنا چاہیئے۔ اور تمام اقوام میں راستبازوں کے آنے کا عقیدہ پھیلا کر ابنائے وطن کے دلوں میں رواداری اور باہمی عزت و تکریم کے جذبات پیدا کرنے چاہئیں۔

ہم ان لوگوں سے جو ملک کی حقیقی خیر خواہی اور بہبودی کے طالب ہیں۔ یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا ایک قوم دوسروں کے بزرگوں اور پیشواؤں کو مفتری اور کذاب سمجھتی ہے کوئی رواداری کی امید ان سے ہو سکتی ہے؟ واقعات ہمارے سامنے ہیں جن کو مد نظر رکھتے ہوئے خود ہندو قوم کے بڑے بڑے لیڈروں کو آریہ سماج کی اتحاد شکن کوششوں کا معترف ہونا پڑا ہے۔ کیا ایسی حالت میں یہ ضروری نہیں کہ گائے اور باجا جیسے مسائل کو "معمولی مسائل" کے ذیل میں رکھ کر اس اہم بات پر غور کیا جائے۔ جو فی الحقیقت فتنہ کا باعث ہے؟

اس وقت بھی اتحاد کمیٹی کا رہا سہا کام جن ارکان کے ہاتھ میں ہے وہ اگر سنجیدگی کے ساتھ ان باتوں پر غور کریں۔ تو فوراً اس نقطہ پر پہنچ سکتے ہیں جہاں تمام مشکلات کا حل ہے۔ لیکن اگر ڈاکٹر مونجے اور اس نوع کے دوسرے ہندو لیڈروں کا مقصد صرف یہ ہے کہ اصل چیز کی طرف سے توجہات کو ہٹائے رکھیں اور مسلمانوں کو صرف اس قسم کے مسائل میں الجھائے رکھیں جیسے گائے اور باجے کا مسئلہ تو یہ دوسری بات ہے۔

ایک منافرت خیز تحریر

"تیج" کے کرشن نمبر میں سوامی ستیہ دیو نے ایک مضمون "مسلمانوں کی ذہنیت" کے عنوان سے لکھا ہے۔ جس میں راجپال کو "سودیش بھگت" اور "ایماندار آدمی" قرار دیتے ہوئے اسلام کے خلاف ہندوؤں اور عیسائیوں اور پارسیوں کو اکسانے کی پوری کوشش کی ہے چنانچہ سوامی صاحب لکھتے ہیں:-

"ایشور کی بڑی کرپا ہوئی۔ کہ جو رنگیلا رسول کی کتاب چھپنے سے ہندوستان کے ہندو، پارسی، عیسائی اچھی طرح چوکنے ہو گئے اور انہیں ہندوستان میں پھیلے ہوئے اسلام کا فوٹو دیکھنے کو مل گیا۔ اب ہم کسی مولوی یا ملا کے بہکانے میں نہ آئیں گے اور کوئی ہم کو یہ نہ سمجھا سکے گا کہ مسلمانوں کا راج انگریزوں سے اچھا تھا یا اسلام کا پرچار ہندوستان میں خدا پرست فقیروں کی بدولت ہوا ہے۔ مہاتما گاندھی جی بھی اب خوب سوچیت ہو گئے۔ ان مذہبی دیوانے ملاؤں نے مہاتما جی کی بھی آنکھیں کھول دیں۔ اب سوراجیہ لینے سے پہلے ایک بار ہندوستان کے ہندو، عیسائی اور پارسی اپنے ملک میں پھیلے ہوئے اس خطرے کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب وہ بھی جان گئے ہیں۔ کہ جب تک ہندوستانی اسلام کا خطرہ یہاں پر موجود ہے تب تک اس ملک میں کوئی فرد بشر آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ پرماتما کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے رنگیلا رسول کی کتاب کی ایجی ٹیشن کے ذریعہ ہندوستان کے مسلمانوں کے دماغ کی قلعی کھول دی"

کیا یہ سطریں اس قابل نہیں ہیں کہ دفعہ ۱۵۳ الف کا نفاذ ان پر ہو سکے کیا اسلام کے خلاف اس قسم کی منافرت خیز تحریرات شائع ہونا قانون کی نگاہ میں قابل مواخذہ نہیں۔ ہز میجسٹی ملک معظم کی رعایا میں مسلمان اگر شامل ہیں تو ہندوستان کے اندر رہ کر سوامی ستیہ دیو کا ہندو اور عیسائیوں کو ان کے خلاف اکسانا اور اسلام کو ایک خطرہ ظاہر کرکے اس کو مٹانے کی نصیحت کرنا اس منافرت کو پھیلانا ہے۔ جو دفعہ ۱۵۳ الف کی رو سے ممنوع ہے۔ اور ہم گورنمنٹ سے یہ کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ہندو اور مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتی ہے تو سوامی ستیہ دیو اور تیج کے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر کے خلاف مقدمہ چلا کر اپنی انصاف پسندی کا ثبوت دے ورنہ ہندو نوازی کا جو الزام اس پر آ رہا ہے اس کے حق بجانب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

آرین پبلسٹی بیورو کا اشتہار

گزشتہ اشاعت میں ہم آرین پبلسٹی بیورو کے اس اشتہار کیطرف گورنمنٹ کی توجہ کو منعطف کرا چکے ہیں جس میں جماعت احمدیہ پر قتل و خونریزی کی تعلیم کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں اس بارہ میں اور ایسی ہی دوسری منافرت خیز تحریرات کے متعلق جو ہندوؤں کی طرف سے شائع ہو رہی ہیں ایک بہت بڑے پروپیگنڈا کی متمد ہے۔ کیونکہ اس اعلان کے مطابق جو سر جان مینارڈ کے حوالے سے گورنمنٹ نے چند دن ہوئے شائع کیا تھا جب تک کسی امر کے متعلق شور و غل برپا نہ کیا جائے گورنمنٹ کو توجہ نہیں ہوتی۔ آج زمانہ پروپیگنڈا کا ہے۔ اور اس بات کو ہمارے ہندو معاصرین نے خوب سمجھ رکھا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف کوئی ذرا سی بات بھی انہیں مل جائے تو وہ اسے اس طرح سے دوڑتے ہیں جیسے کوئی پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑا تمام ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک شور برپا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ گورنمنٹ کے بھی کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں کوئی حقیقت ہو یا نہ ہو مسلمانوں کے خلاف قانونی مواخذے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہندو اخبارات میں آئے دن مسلمانوں کے خلاف ایسی ایسی خوفناک تحریرات شائع ہوتی رہتی ہیں کہ جن کی انتہا نہیں لیکن مسلمان اخبارات ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے کاش ہمارے اسلامی معاصرین وقت کی نزاکت کا احساس کرکے پروپیگنڈا سے

اصول کو آج اپنا مطمح نظر بنالیں۔ اور اسلام کے خلاف شائع ہونے والی تحریرات کے خلاف اپنی آواز کو اس وقت تک بند نہ کریں۔ جب تک گورنمنٹ کے کانوں کو پورے طور پر ان کی طرف متوجہ نہ کرلیں۔ اس شور کا منشا کوئی فتنہ و فساد پھیلانا ہرگز نہیں ہونا چاہئیے بلکہ صرف گورنمنٹ کو توجہ دلانا اس کی غرض ہونی چاہیئے۔ کہ آج صرف یہی ذریعہ اس نے اپنی عنان توجہ کو کھینچنے کا ہمیں دیا ہے۔ اس ذریعہ سے کام لیتے ہوئے ہم آرین پبلسٹی بیورو کے مذکورہ بالا اشتہار کے خلاف، بڑے زور سے آواز بلند کرتے ہیں۔ اور ہم اس وقت تک خاموش نہیں ہو سکتے جب تک گورنمنٹ ہماری آواز کو کافی طور پر نہ سن لے۔ اور اس کا کوئی اثر ہم پر ظاہر نہ ہو اس وجہ سے نہیں کہ ہم مسلمانوں کے بالمقابل خواہ مخواہ ہندوؤں کو بھی گرفتار کرانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے کہ آرین پبلسٹی بیورو نے اس اشتہار کے اندر تمام جماعت احمدیہ پر قتل و خونریزی کی تعلیم کا الزام دے کر ہز میجسٹی ملک معظم کی رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان منافرت کی کوشش کی ہے۔ اور لائٹ کا مضمون اردو میں شائع کرکے اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کا مجرم لائٹ کو گردانا گیا ہے کیا گورنمنٹ اس طرف توجہ کرے گی؟

راجپال کی دوسری اشتعال انگیز کتاب

مسلمانوں کے خلاف دوسری اقوام کو بھڑکانے کا جو سلسلہ آریہ سماجیوں کی طرف سے جاری ہے اس میں راجپال نے ایک اور کتاب سکھوں اور ہندوؤں کو اشتعال دلانے کے لئے ہندی زبان میں شائع کی ہے جس کا نام ہے "بلیدان چتراولی" اس کتاب میں ایسی فرضی تصاویر شائع کی گئی ہیں جن میں مسلمانوں کے فرضی مظالم کا نقشہ سکھ گوروؤں پر نہایت ہولناک پیرایہ میں دکھایا گیا ہے اور ان کی وضاحت ان [illegible] کے ذریعہ سے کی گئی ہے جو کتاب میں مندرج ہیں۔

پہلی تصویر میں جو ٹائٹل پر لگی ہوئی ہے یہ دکھایا گیا ہے کہ مسلمان صوبہ دار سرہند گورو گوبند سنگھ کے دو صاحبزادوں کو دیوار کے اندر چنوا رہا ہے۔

دوسری تصویر میں کسی مسلمان جلاد نے سکھوں کے نویں گورو تیغ بہادر کا سر تن سے جدا کرکے بالوں سے اسے پکڑا ہوا ہے اور دربار مغلیہ کے دوسرے مسلمان اہلکار پاس کھڑے دیکھ رہے ہیں۔

تیسری تصویر بندا بیراگی کی ہے اور مسلمان لوہے کے تپے ہوئے زنبور سے اس کا گوشت چھال سے نوچ رہے ہیں نیچے بندا بیراگی کے بیٹے کی تصویر ہے جس کو مسلمان ذبح کرکے اس کا گوشت بندا کے منہ پر مار رہے ہیں۔

چوتھی تصویر میں حقیقت رائے مسلمان ناظم کی عدالت میں کھڑا کیا گیا ہے۔

پانچویں تصویر میں جلاد نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا ہے جس پر ہندو مرد و عورت رو رہے ہیں۔

چھٹی تصویر میں سبھاجی کی آنکھیں مسلمانوں نے زنبور سے نکال دی ہیں اور تلوار سے سر قلم کرنے کو تیار ہیں۔ اور زبان باہر کھینچ لی ہے۔

ساتویں تصویر سوامی دیانند کی ہے جو غالباً اس مناسبت سے دی گئی ہے کہ ان تمام فرضی افسانوں کی ایجاد آپ ہی کے چیلوں کے حصہ میں آئی ہے

آٹھویں تصویر میں سوامی جی کا وہ نقشہ دکھایا گیا ہے جب کسی خبیث برہمن کے ہاتھ سے زہر کھا کر بستر مرگ پر دراز ہو چکے تھے۔ لیکن اس قاتل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ وہ ہندو تھا۔ اور اس کتاب کا منشا صرف مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں آریوں اور سکھوں کو اشتعال دلانا ہے غالباً یہ خیال ہو کہ چونکہ پہلے مسلمانوں کی شکلیں سفاکانہ رنگ میں دکھائی جا چکی ہیں اس لئے لازماً سوامی جی کا قاتل بھی پڑھنے والے کسی مسلمان ہی کو تصور کر لیں گے۔ اور مسلمانوں کے خلاف جو جذبہ اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس میں کچھ اور اضافہ ہو جائے گا۔

نویں تصویر پنڈت لیکھرام کی ہے اور اس کے بعد

دسویں تصویر میں ایک مسلمان کے ان کو چھرا مارنے کا واقعہ دکھایا ہے اور ساتھ ہی لیکھرام کو بستر مرگ پر دکھایا گیا ہے جس سے خون ٹپک رہا ہے اس کے بعد **دو تصاویر** پنڈت رامچند اور تلسی رام کی ہیں۔ جو آریہ سماجی ہونے کی وجہ سے سناتن دھرمی ہندوؤں کے ہاتھ سے قتل ہوئے لیکن ان کے قاتلوں کی کوئی شکل نہیں دکھائی گئی تاکہ تصویر دیکھنے والے مسلمانوں ہی کو قاتل تصور کریں۔ اس کے آگے سوامی شردھانند کی تصاویر ہیں یہ تمام تصاویر اس قدر اشتعال انگیز اور ہولناک ہیں کہ خطرہ ہے کہیں عام سکھ اور ہندو انہیں دیکھ کر صبر و برداشت کو ہاتھ سے کھو بیٹھیں اور سخت بدامنی اور نازک صورت حالات

مقدمہ لائٹ

استغاثہ کی شہادتیں

جیل سے ہتھکڑیوں میں لانے کے متعلق مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی درخواست عدالت سے

۲۶ ستمبر ۲۷ء کی کارروائی

لاہور ۲۶ ستمبر۔ آج ½ ۱۱ بجے اخبار لائٹ کا مقدمہ مسٹر ننکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ مولانا مولوی یعقوب خان صاحب اور ان کے ہر دو رفقاء ہتھکڑیوں میں کمرۂ عدالت میں لائے گئے۔ کمرۂ عدالت میں ہتھکڑیاں اتار دی گئیں ملزمین کی طرف سے مسٹر عزیز احمد صاحب بیرسٹر اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر اور ملک محمد امین صاحب ایم اے وکیل و مولوی عالم دین صاحب ایڈووکیٹ و شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ پیروی کے لئے موجود تھے۔ سرکار کی طرف سے رائے بہادر پنڈت لچھمی نرائن صاحب مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے۔

چالان کی نقل کے لئے درخواست

سب سے پہلے مسٹر عزیز احمد صاحب نے عدالت سے کہا کہ میرے سننے میں آیا ہے کہ چالان ابھی تک نامکمل ہے۔ اب تک چالان کی نقل مجھے نہیں مل سکی۔ اور اس لئے مجھے نہیں معلوم کہ چالان میں کیا کیا لکھا ہے۔ میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں اگرچہ غیر مکمل ہی ہو مسٹر عزیز احمد صاحب کی تحریری درخواست پر عدالت نے مثل کی اجازت دے دی۔

پرنٹر کی علیحدہ سماعت کے لئے درخواست

ملک محمد امین صاحب ایڈووکیٹ نے اپنی ایک سابقہ درخواست کی یاددہانی کرائی جس میں انہوں نے یہ خواہش کی تھی کہ معراج دین پرنٹر کا مقدمہ باقی دو ملزموں سے علیحدہ ہو۔ ملک صاحب نے اس کے متعلق بعض قانونی حوالجات بھی پیش کئے۔ اور بتایا کہ عام اصول یہی ہے کہ خواہ مقدمہ ایک ہی نوعیت کا ہو ملزمین اگر زیادہ ہوں تو ان سب کی علیحدہ علیحدہ سماعت ہونی چاہیئے۔ پبلک پراسیکیوٹر نے اس کی مخالفت کی۔ عدالت نے اس کے لئے باقاعدہ درخواست پیش کرنے کے لئے کہا جو پیش کر دی گئی۔

استغاثہ کی شہادتیں

اس کے بعد مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع ہوئی۔ اور سب سے پہلے کورٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس عصمت اللہ شریف اس کے بیانات ہوئے جنہوں نے گورنمنٹ کا وہ حکم پیش کیا جس کے ماتحت ہر سہ ملزمین کے خلاف مقدمہ چلایا گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ استغاثہ اخبار "لائٹ" مورخہ ۱۶ اگست کے آرٹیکل

Rajpal Every Hindu is to the finish Crush [illegible] a Rajpal ism and save India

کی بنا پر چلایا گیا ہے۔ جو پرچہ مذکور کے صفحہ ۳-۴-۵-۶ پر درج ہے۔ ان مضامین کے ذریعہ سے ملزمین مولوی یعقوب خان چوہدری رحمت خان شیخ معراج دین ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر لائٹ نے ہز میجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں بغض اور نفرت پھیلائی ہے یا پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس لئے وہ دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت قابل سزا ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور مضمون کی بنا پر گورنمنٹ نے مقدمہ چلانے کا حکم صادر کیا ہے۔ وہ پیش کرتا ہوں جو اخبار لائٹ مورخہ یکم ستمبر کے ایک مضمون بعنوان

Confession of Crime

کی بنا پر ہے۔ اس مضمون سے تینوں ملزمین نے ہز میجسٹی کی رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان بغض و نفرت پھیلائی یا پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس لئے وہ دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت

قابل سزا ہیں۔ اس کے بعد دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب کے ایک کلرک کی شہادت ہوئی۔ جس نے چوہدری رحمت پبلشر اور شیخ معراج الدین پرنٹر کے ڈکلریشن اخبار لائٹ کے متعلق تصدیق کی۔ اس کے بعد مقدمہ دوسری پیشی کے لئے یکم اکتوبر پر ملتوی کیا گیا۔ اور تیسری پیشی کے لئے ۵ اکتوبر کی تاریخ مقرر ہوئی۔

پرنٹر کی درخواست ضمانت

اس کے بعد ملک محمد امین صاحب نے شیخ معراج دین پرنٹر کی درخواست ضمانت کے متعلق یاد دہانی کرائی اور اس کے حق بجانب ہونے کے دلائل دیتے ہوئے یہ کہا کہ شیخ معراج الدین خواندہ آدمی ہے۔ اور اس کو یہ علم نہیں کہ "لائٹ" میں کونسا مضمون طبع ہوا جو قابل اعتراض ہے۔ جب اس نے یہ الفاظ سنے کہ کوئی قابل اعتراض مضمون شائع ہوا ہے۔ تو اس نے یہ خیال کرکے کہ غالباً یہ وہی مضمون ہے جس میں گورو گوبند سنگھ کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے اس کی تردید میں ایک پوسٹر شائع کیا اس پر سرکاری وکیل نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ ان پوسٹروں میں ان مضامین کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ جن پر گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ اور نہ ان کے متعلق اظہار افسوس کیا گیا ہے۔ اس لئے میں سفارش نہیں کرتا کہ اس کی درخواست ضمانت منظور کی جائے۔ اس کے جواب میں ملک محمد امین صاحب نے کہا کہ شیخ معراج دین کا یہ پوسٹر اگرچہ اس مضمون کے متعلق نہیں جسکو گورنمنٹ نے قابل مواخذہ سمجھا ہے۔ تاہم اس سے ان کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ایسے موقع پر جب ملک میں اتحاد کانفرنس ہو رہی ہے اس ذہنیت کو خیر مقدم کہنا چاہیئے اور ایسی حالت میں کہ ایک پرنٹر کو یہ علم نہیں ہوتا کہ کونسی قابل اعتراض بات اس کے یہاں چھپ گئی ہے۔ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ ہونا ضروری ہے۔ عدالت نے فیصلہ ضمانت محفوظ رکھا اور یکم اکتوبر تاریخ سماعت قرار دی ہے۔

جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب کی درخواست

اس کے بعد مولانا محمد یعقوب خان صاحب نے مجسٹریٹ کو مخاطب کرکے جیل مینوئل کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا جس کے رو سے اینگلو انڈین اور اسی پوزیشن کے ہندوستانیوں کو اس بات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ انہیں جیل سے ہتھکڑیوں میں لایا جائے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں تو اس کی چنداں پروا نہیں کرتا لیکن چونکہ جیل مینوئل میں لکھا ہے اس لئے اس رعایت کا مجھے اور میرے ساتھیوں کو فائدہ پہنچنا چاہیئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ جس پوزیشن کے ہم مالک ہیں کہ وہ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ اگر بغیر ہتھکڑی کے ہم ہوں تو سپاہی کو ایک طرف پھینک کر بھاگ جائیں۔

مجسٹریٹ نے اس کے جواب میں کہا کہ جب تک آپ عدالت میں ہیں اس وقت تک آپ میرے چارج میں ہیں جب اس کمرہ سے باہر جائیں گے تو سپرنٹنڈنٹ جیل کے چارج میں ہوں گے اس لئے میں اس بارہ میں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ میں سپرنٹنڈنٹ جیل سے سفارش کر دوں گا مولانا محمد یعقوب خان صاحب نے اس پر عدالت کا شکریہ ادا کیا۔ اور پولیس انہیں اور ان کے ساتھیوں کو حوالات میں لے گئی۔

عملۂ لائٹ کی گرفتاری پر جذباتِ ہیجان و اضطراب

اخبارات کا احتجاج

معاصر "لائٹ" کا ابتلاء

مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی مدیر جریدہ "لائٹ" لاہور پر حکومت پنجاب کی یک چشمانہ حضوصیات نے حملہ کیا ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اگر ورتمان کے ایڈیٹر او سیر دوزخ کے مصنف کو سیر دوزخ (دید فرنگ) کرانے کی اہلیت ہم میں ہے تو ہم مسلمان اخبار نویسوں کو بھی اپنی معدلت گستری کا صید بنا سکتے ہیں تاکہ کوئی مورخ کل کبھار کو یہ نہ لکھ سکے کہ ۱۹۲۶ء میں برطانوی راج کے اندر فرقہ وارانہ امتیازات کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ پھر بھی ہمیں یہ دیکھ کر بیحد تعجب ہوتا ہے۔ کہ راجپال کو جس کا جرم مولوی یعقوب خاں کے الزام سے بدرجہا شدید تر تھا۔ مقدمہ کے دوران میں دو سال تک ضمانت پر رہا کر کے قانونی آسائشیں مہیا کی گئیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف کو جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ تبلیغ اسلام کے لئے یورپ کے دیار و امصار میں اپنی قابلیت کا سکہ جما چکے ہیں اور جن کا الزام بھی دو لفظوں سے آگے نہیں بڑھا اس قدر خطرناک ملزم خیال کر لیا گیا کہ انہیں ضمانت پر رہا کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ ہمیں افسوس ہے کہ عدم ادخال ضمانت کے متعلق جو دلائل پیش کی گئی ہیں قانونی اعتبار سے بھی وہ اس قدر سقیم ہیں کہ حکومت کی ضد کے علاوہ انہیں اور کسی امر پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ جہانتک مولوی صاحب کے ابتلا کا تعلق ہے۔ اس راہ میں جس قدر مصائب ان پر توڑی جائیں گی ان کی روحانی ترقی کے لئے مفید ہوں گی لیکن اس غیر منصفانہ جنبہ داری سے حکومت کا ناصیہ بدنامی کے داغ سے نہیں بچ سکتا۔ (ملاپ)

لاہوری احمدی جماعت کے تین ہیڈ

دفعہ ۱۵۳ الف کی قربانگاہ پر

پریس ایکٹ کے بننے کے زمانہ میں مسلمانوں کو یہ خیال ہوا تھا یہ خیال دلایا گیا تھا کہ اس ایکٹ سے شوریدہ سرہنگامیوں کو درست کیا جائے گا مسلمانوں کو کوئی خوف نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا تھا کہ زیادہ تر مسلمان اس پر قربان ہوئے تھے۔ اسی طرح فیصلہ رنگیلا رسالہ کے متعلق مسلمانوں نے دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند پر زور دیا۔ آخر آب جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے بعد ورتمان کا فیصلہ ہوا جس سے دفعہ ۱۵۳ الف اس مفہوم میں سالم رہی جو پہلے سمجھا گیا تھا لیکن آج پانچ مسلمان تو اس کے شکار ہو چکے ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ لاہوری احمدی جماعت کا ایک انگریزی اخبار لائٹ ہے۔ اس میں ایک مضمون سکھوں کے گورو گوبند سنگھ جی کے برخلاف لکھا گیا۔ جس کی اطلاع ہونے پر احمدیوں نے اس پر اظہار افسوس بھی کیا۔ جس کا ذکر پروفیسر جودھ سنگھ جی نے امرتسر باغ جلیانوالہ میں بتقریب جلسہ ستی وکمیٹی احمدیوں کی تعریف کے ساتھ اس پیرایہ میں کیا کہ اگر ایک شخص قصور کرے تو دوسرا اس کی حمایت نہ کرے۔ بلکہ اس پر افسوس کرے تو رنجش دور ہو جاتی ہے جیسے لاہور کے احمدی اخبار نے گورو جی کے حق میں کچھ برا لکھا دوسرے احمدیوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کر دیا۔ بس معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ رنجش دور ہو گئی۔ باوجود اس کے اب حکومت نے لائٹ کے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر تینوں کو ماخوذ کر کے مقدمہ زیر دفعہ ۱۵۳ الف چلانا تجویز کیا ہے۔ ہم نے وہ مضمون نہیں پڑھا ہم نہیں کہہ سکتے کہ مضمون کی حقیقت کیا ہے۔ اور دوران مقدمہ میں کوئی رائے بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں احمدیہ جماعت کو مشورہ دیتے ہیں کہ معمولی اظہار افسوس پر معاملہ رفع دفع نہ ہو تو پھر جس قدر بھی تاریخی مواد مل سکے ریکارڈ پر لانے سے پرہیز نہیں ہونا چاہئے

تاکہ حقیقت حال عدالت اور پبلک پر خوب واضح ہو جائے اس کے بعد جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (قرآن) (اہلحدیث)

اخبار لائٹ کے عملہ کی گرفتاری

اس کے خلاف صدائے احتجاج

انجمن احمدیہ لاہور کے انگریزی اخبار "لائٹ" کے ایڈیٹر جناب محمد یعقوب صاحب اور اس کے ناشر اور طابع کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند گرفتار کر لیا گیا۔ انجمن احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام عام پبلک جلسہ زیر اہتمام مولانا عبد القادر صاحب قصوری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبد اللہ صاحب سکرٹری جمعیت دعوت و تبلیغ اور شیخ حسام الدین صاحب سکرٹری مجلس خلافت پنجاب نے بھی تقریریں کیں۔ اور حکومت پنجاب کے اس فعل کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جو محض ہندو پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر حکومت پنجاب کی اس غلط اور بیہودہ پالیسی کے ماتحت کیا گیا ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان اخبار نویسوں کی گرفتاریوں میں توازن رکھا جائے۔ اور اب تو توازن بھی جاتا رہا۔ مسلمان اخبار نویس خاص طور پر حکومت پنجاب کی ہندو نواز پالیسی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس کی سزا دی جا رہی ہے کہ "ورتمان" اور "پرتاپ" کے خلاف کیوں آواز بلند کی تھی۔ (توحید)

احتجاجی جلسے

مسلمانان پشاور کا جلسہ

بروز چہار شنبہ وقت ۷ بجے شام بمقام اسلامیہ ہال پشاور مسلمانان پشاور کا ایک متحدہ عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں چار ریزولیوشن پرجوش تقریروں کے بعد پاس ہوئے محرکین اور موئدین میں سے جناب آغا سید مدثر شاہ صاحب گیلانی مبلغ اسلام۔ میاں عبد الرحمٰن صاحب ندوی سکرٹری مجلس خلافت خان علی گل خاں صاحب معتمد مجلس خلافت۔ مخدوم جناب عبد الرب صاحب نشتر وکیل۔ آغا سید ظفر شاہ صاحب بخاری منشی فاضل سکرٹری مجلس سادات و آغا سید محمود شاہ صاحب نائب صدر مجلس سادات نے اپنی پرجوش تقریروں سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ ریزولیوشن حسب ذیل ہیں:-

(۱) مسلمانان پشاور کا یہ متحدہ جلسہ مولانا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے۔ بی ٹی ساکن پیر سبائی ایڈیٹر و چودھری رحمت خاں صاحب بدر ناشر و شیخ معراج دین صاحب طابع اخبار "لائٹ" کی گرفتاری پر جو محض ہندو پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے اظہار افسوس کرتا ہے۔ اور گورنمنٹ کی اس روش کو قابل ملامت سمجھتے ہوئے بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور نیز تا انفصال مقدمہ ان کو ضمانت پر چھوڑنے اور مقدمہ کے واپس لینے کا پرزور مطالبہ کرتا ہے

محرک۔ آغا سید مدثر شاہ صاحب گیلانی مبلغ اسلام

موید۔ جناب میاں عبد الرحمٰن صاحب ندوی۔ سکرٹری مرکزیہ مجلس خلافت پشاور

(۲) مسلمانان پشاور کا یہ عظیم الشان اجتماع شوکت اسلام مولانا شوکت علی [illegible] زندگی وفات حسرت آیات کو قومی نقصان تصور کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور جناب مولانا شوکت علی صاحب اور دیگر اقربائے مرحوم کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور نیز ریاست رامپور کے اس قابل شرم رویہ کے اعادہ کو جو اس نے مرحوم کے دوران علالت میں اس کے اپنے وطن یعنی ریاست رامپور میں زندگی کے آخری چند یوم گزارنے کی خواہش کو رد کر دیا۔ ہر طرح سے قابل ملامت سمجھتا ہے اور اظہار تنفر کرتا ہے۔

محرک خان علی گل خاں صاحب معتمد مجلس خلافت پشاور

موید سید القوم آغا سید لعل بادشاہ صاحب بخاری۔

(۳) یہ جلسہ مسلمانان سرحد سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی تجارتی اور اقتصادی ترقی میں بدستور ساعی رہیں۔ آپس میں لین دین معاونت اور مدد سے اپنی قوم کی حالت کو سنوارنے اور غیروں کی محتاجی سے نکلنے کے لئے سعی کریں۔ اور جو لوگ ان سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ ان سے پرہیز کو فرض اولین سمجھیں۔

محرک عبد الرب خاں صاحب نشتر وکیل پشاور

موئید آغا سید ظفر شاہ صاحب بخاری منشی فاضل سکرٹری انجمن سادات پشاور۔

موئید جناب آغا سید محمود شاہ صاحب نائب صدر انجمن سادات پشاور

(۴) مسلمانان پشاور کا یہ متحدہ عظیم الشان جلسہ مولوی نور الحق صاحب مالک اخبار مسلم آوٹ لک لاہور کی رہائی پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور ان کو ثابت قدمی دکھلانے اور بیش از بیش ہمت اور جوش سے میدان عمل میں آنے پر مبارکباد دیتا ہے۔

محرک۔ عبد اللہ خاں

موید۔ جناب خان میر خاں صاحب۔

موید۔ منشی دلاور خان صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

مسلمانان واتہ کا جلسہ

مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۶ء جامع مسجد واتہ میں بعد از نماز جمعہ عالیجناب سید معظم شاہ صاحب رئیس واتہ نے ہندوؤں کے ان چند سالہ بے عنوانیوں اور مظالم کی ایک مختصر مگر جامع داستان نہایت ہی پرزور الفاظ میں بیان فرمائی۔ اور حکومت کے موجودہ رویہ پر جو مسلم رعایا کے مفاد کے سراسر خلاف ہے اظہار افسوس ظاہر کیا۔ اور خاتمہ پر موجودہ روزانہ مصائب سے بچنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی گئی۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کر کے حکام تک پہنچانے کے لئے اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجا گیا۔

(۱) ہم مسلمانان واتہ کا یہ جلسہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی ایڈیٹر لائٹ۔ چودھری رحمت خاں صاحب بدر پبلشر اور شیخ معراج دین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ جو محض ہندو پریس کے پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے۔ اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

مسلمانان جہلم کا جلسہ

۲۰ ستمبر کی شب کو بعد از نماز عشاء مسلمانان جہلم کا ایک جلسہ عام زیر صدارت ڈاکٹر نذر محمد صاحب رئیس جہلم احاطہ گودام ستریاں میں منعقد ہوا۔ جس میں اخبار لائٹ کے عملہ کی گرفتاری پر صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ شیخ فضل احمد صاحب معتمد مجلس خلافت کی تحریک میاں عبد القادر صاحب کی تائید اور بابو عطا محمد صاحب کی تائید مزید سے پہلی قرارداد بدیں الفاظ منظور کی گئی مسلمانان جہلم کا یہ جلسہ باتفاق رائے اس امر پر نہایت افسوس کرتا ہے کہ محض ہندوؤں کے معاندانہ پروپیگنڈے کی وجہ سے جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر اخبار لائٹ لاہور سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان) و چودھری رحمت خاں صاحب بدر پبلشر و شیخ معراج دین صاحب پرنٹر پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ یہ جلسہ حکومت کے اس فعل پر بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

دوسری قرارداد پنڈت عبد القادر صاحب بیرسٹر بی اے کی تحریک چودھری محمد اکرم صاحب [illegible] کی تائید سے منظور ہوئی۔

اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

مسلمانان جہلم کا یہ جلسہ اس امر پر باتفاق اظہار رنج و افسوس کرتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب جیسی قابلیت اور شخصیت کے انسان جن کی شہرت اور عزت نہ صرف ہندوستان بلکہ کل اسلامی دنیا اور یورپ امریکہ میں بھی ہے ان کو اس وقت تک ضمانت پر رہا نہیں کیا گیا۔ اسی دفعہ ۱۵۴ الف کے ماتحت راجپال جیسے دریدہ دہن کو دوران مقدمہ میں برابر ڈھائی سال تک ضمانت پر رہا رکھا گیا۔ بلکہ سزا یاب ہونے پر بھی تا فیصلہ اپیل ضمانت پر چھوڑا گیا۔ اس لئے یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے ہر دو رفقا کو فوراً ضمانت پر رہا کیا جائے۔

انجمن خادم المسلمین جھنگ مگھیانہ کا جلسہ

مجلس عاملہ انجمن خادم المسلمین جھنگ مگھیانہ منعقدہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۶ء کے پاس کردہ ریزولیوشن حسب ذیل ہیں :-

(۱) انجمن خادم المسلمین جھنگ مگھیانہ کی مجلس عاملہ کا یہ خاص اجلاس اخبار "لائٹ" لاہور کے عملہ کی اچانک گرفتاری پر دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ گورنمنٹ پنجاب نے اخبار مذکور کے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر پر جو مقدمہ قایم کیا ہے یہ کمیٹی اس کو شوریدہ سر آریہ اخبارات اور انجمنوں کے بداندیش پروپیگنڈا کا نتیجہ قرار دیتی ہے۔ اور گورنمنٹ سے متمنی ہے کہ وہ یہ مقدمہ واپس لے کر امن و انصاف پسندی کا ٹھوس ثبوت دے۔

(۲) اخبار "لائٹ" اور اس کے ایڈیٹر مولوی محمد یعقوب خاں صاحب نے جو عظیم الشان خدمت اہل اسلام میں صحیح جذبۂ دینداری کی تقویت پیدا کرنے میں کی ہے یہ انجمن اس کا صدق دل سے اعتراف کرتی ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ اخبار مذکور اپنی روایات خودداری اور خدمت اسلام کو جاری رکھنے کے لئے بیش از بیش توفیق ایزدی و امداد ملی سے بہرہ اندوز رہے۔

(۳) نقول ریزولیوشن ہائے بالا مقامی افسران اور اسلامی اخبارات کو بھیجی جائیں۔

مسلمانان مگھیانہ کا جلسہ

آج مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۲۶ء بمقام جامع مسجد مگھیانہ مسلمانان مگھیانہ کا ایک منعقدہ جلسہ ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا

مسلمانان مگھیانہ کا یہ عظیم الشان جلسہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی ایڈیٹر لائٹ و چودھری رحمت خاں صاحب پرنٹر و پبلشر و شیخ معراج دین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے جو محض ہندو پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے۔ اور یہ جلسہ گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

اعانت "لائٹ"

(رقم موصولہ از ۲۲ - لغایت ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(۱) بابو عبدالرحمن صاحب اوورسیر احمدیہ بلڈنگس لاہور	۵
(۲) اہلیہ صاحبہ خواجہ کمال الدین صاحب معرفت مولوی عبداللہ خاں صاحب	۱۰
(۳) خواجہ خلیل احمد صاحب خلف خواجہ کمال الدین صاحب	۱
(۴) اہلیہ صاحبہ مولوی مصطفٰے خاں صاحب	۲
(۵) رضیہ بنت مولوی مصطفٰے خاں صاحب	۱
(۶) سردار بیگم صاحبہ بنت مولوی غلام حیدر خاں صاحب	۱
(۷) فضیلت بیگم صاحبہ بنت منشی عبدالستار صاحب	۱
(۸) والدہ عبدالحمید صاحب	۱
(۹) نور بیگم صاحبہ	۱
(۱۰) رشیدہ طاہرہ صاحبہ	۱
کل میزان	۲۴

نوٹ جن احباب نے لائٹ کی مالی امداد کی طرف توجہ کی ہے ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے درد دل رکھنے والے احباب بھی اس ضروری امر کی طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔

بنی اسمٰعیل کنیزک زادے نہیں ہیں!

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم)

پیغام صلح مجریہ ۲ ستمبر ۱۹۲۶ء میں جناب شاہ محمد خاں صاحب انجینیر نے "احمدی افغانوں کے لئے رشتے ناطے کا حل" جو مضمون لکھا ہے۔ اس میں ایک ایسا فقرہ لکھا ہے جس سے مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ بنی اسمٰعیل کنیزک زادے ہیں۔ کیونکہ ہاجرہؑ جو حضرت ابراہیم کی مصری بی بی تھیں جن کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تھے لونڈی تھیں۔ یہ امر خلاف واقعہ ہے۔ اصل میں پرانے یہود اور عیسائیوں نے اپنی خفت کو مٹانے کے لئے ہاجرہؑ مصری کے متعلق لونڈی کا لفظ بائیبل میں لکھدیا ہے۔ تاکہ بنی اسمٰعیل بھی لونڈی زادے قرار پا جائیں۔ اور بنی اسرائیل کی غلامی کی سیاہی کسیقدر کم نظر آئے۔ بنی اسرائیل بیچارے زن و مرد سینکڑوں سال فرعون کے غلام بنے رہے۔ گویا ساری کی قوم کی قوم غلامی کا سیاہ داغ اپنی پیشانی پر رکھتی ہے۔ پھر اتنا ہی نہیں بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت یوسفؑ خود اسمٰعیلیوں یعنی بنی اسمٰعیل کے غلام رہے۔ جب حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ تو جس قافلہ کے ہاتھ ان کو بیچا گیا وہ اسمٰعیلیوں کا تھا۔ چنانچہ پیدائش باب ۳۷ میں صاف لکھا ہے۔ "سو انہوں نے یوسفؑ کو کھینچ کر کنوئیں سے باہر نکالا اور اسمٰعیلیوں کے ہاتھ بیس روپے کو بیچا اور وہ یوسفؑ کو مصر میں لائے" پھر حضرت یوسفؑ کے بھائی حضرت یوسفؑ کے غلام ہوئے۔ جنہوں نے غلہ لینے کے وقت حضرت یوسفؑ کے سامنے چار دفعہ غلامی کا اقرار کیا گویا اسمٰعیلیوں کے غلامان غلام ہوئے۔ پس جس قوم کے بزرگ خود بنی اسمٰعیل کے غلام ٹھیرے اور وہ ساری کی ساری قوم مصریوں کی غلام رہی تو اس قوم کو سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ اپنی خفت کو مٹانے کے لئے اسمٰعیلیوں کو بھی کنیزک زادہ بنا دے اور مصریوں سے یوں انتقام لیا جائے کہ ہاجرہ مصری کو لونڈی مشہور کیا جائے۔ حالانکہ خود بائیبل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی حرموں (لونڈیوں) کے بیٹوں کو اپنے جیتے جی رخصت کر دیا تھا۔ چنانچہ پیدائش باب ۲۵ میں لکھا ہے "ان حرموں کے بیٹوں کو جو ابرہام سے ہوئے ابرہام نے اپنے جیتے جی ان کو اپنے بیٹے اضحاقؑ کے پاس سے پورب رخ پورب کی سرزمین میں بھیج دیا" اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جیتے جی کنیزک زادوں کو پورب کی سرزمین کی طرف بھیج دیا تھا۔ اور ان سے الگ ہو گئے تھے۔ تحریف کرنے والوں کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو حجاز میں آباد کیا تھا جو جنوب کی طرف تھا۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے آپ نے کبھی علیحدگی اختیار نہیں کی اور ان سے ہمیشہ تعلق قایم رکھا۔ یہانتک کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے وقت بھی حضرت اسمٰعیل ان کے پاس تھے اور ان کی تکفین و تدفین میں شامل تھے۔ چنانچہ پیدائش باب ۲۵ میں لکھا ہے "تب ابرہام جاں بحق ہوا۔ اور اچھی عمر درازی میں بوڑھا اور آسودہ ہو کر مرا۔ اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔ اور اس کے بیٹے اضحاقؑ اور اسمٰعیلؑ نے مکفیلہ کے مغارہ میں ... کے بیٹے عفران کے کھیت میں جو ممرے کے آگے ہے گاڑا۔" لونڈیوں کے بیٹے حضرت ابراہیم کی زندگی ہی میں کبھی کے رخصت ہو کر پورب کو جا چکے تھے اور ان کے پاس وہی دو بیٹے تھے جو ان کی منکوحہ بی بیوں کے بطن سے تھے۔ ایک حضرت اضحاق (علیہ السلام) جو سارہؓ کے بطن سے تھے۔ اور دوسرے حضرت اسمٰعیل جو ہاجرہؓ کے بطن سے تھے۔ انہی باتوں نے اہل تحقیق ... جب تحقیق کی طرف متوجہ کیا تو ثابت ہوا کہ ہاجرہ دراصل لونڈی نہ تھی بلکہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھی۔ یعنی شہزادی تھی۔ چنانچہ سیمون ربی ایک بڑے یہودی عالم نے کتاب پیدائش کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ ایک شخص رقیون تھا جو کبھی شہر بابل میں طبیب ہوا کرتا تھا۔ گردش زمانہ سے وہ مصر پہنچا اور ایسے اسباب جمع ہوئے کہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے وہ بادشاہ مصر بن گیا اور سب سے پہلے فرعون کا لقب اسی نے اختیار کیا۔ فرعون قبطی لفظ ہے جس کے معنے ہیں "آفتاب درخشاں" اور بھی اس کے کئی معنے ہیں حضرت ابراہیمؑ جب اپنے وطن سے ہجرت کر کے مصر کی مملکت میں گئے تو رقیون بادشاہ مصر کو غنیمت معلوم ہوا کہ اس کے اپنے وطن کا ایک ایسا مقدس باشندہ اسے اپنی بیٹی کے رشتے کے لئے مل گیا۔ وہ اپنی بیٹی قبطیوں کو دینا نہ چاہتا تھا۔ کیونکہ ان کو حسب نسب کے لحاظ سے اپنے سے کم درجہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ سے نکاح کر دیا۔ باقی جو باتیں کتاب پیدائش میں لکھی ہیں کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بی بی کو بہن کہدیا اس خیال سے کہ ان کی جان بچ جائے اور نعوذ باللہ اس بے غیرتی کو گوارا کر لیا کہ ان کی منکوحہ بی بی کو ان کی بہن سمجھکر بادشاہ اپنے حرم میں داخل کرلے اور ان سے تعرض نہ کرے یہ باتیں لغو اور من گھڑت صاف نظر آتی ہیں۔ کجا حضرت ابراہیمؑ جیسا راستباز "صدیقاً نبیاً" اور کجا یہ حرکت کہ بی بی کو بہن اس لئے کہہ دیا کہ بادشاہ ان کو مروا کر ان کی بی بی چھین لیتا۔ اب بہن سمجھکر آسانی سے بغیر حضرت ابراہیم کو مروائے ہوئے ان کی بی بی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کی توہین ممکن نہیں۔ پس ایسی لغو حکایات بتاتی ہیں کہ اس موقع پر کس قدر تحریف و تبدیلی سے کام لیا گیا ہے اور واقعات کو توڑ مروڑ کر نہ صرف حضرت اسمٰعیل پر کنیزک زادگی کا داغ لگانا چاہا ہے بلکہ خود حضرت ابراہیمؑ کو نعوذ باللہ غیرت اور راستبازی کے معیار سے نیچے گرا دیا ہے۔

شاخہائے انجمن کے حسابات

بیرونی جماعتیں غور سے پڑھیں

انجمن کی طرف سے فراہمی چندہ اور پڑتال حساب کے واسطے جو محصلین دورہ کر رہے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ بعض جگہ چندوں وغیرہ کی وصولی کا کوئی باقاعدہ حساب نہیں ہے۔ جس سے حساب کی پڑتال کرنے میں بھی مشکلات ہوتی ہیں۔ اور نیز بقایا وغیرہ کا بھی صحیح پتہ نہیں چلتا اور اس طرح مرکز سے بھی حساب ملنے کی صورت نہیں۔ ان حالات میں تمام اراکین کو جہاں جہاں ایسے نقص موجود ہیں توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اس قسم کی کوئی شکایت پیدا ہونے کا موقع نہ دینا چاہئے اور اگر کوئی رجسٹرات وغیرہ نہ ہوں تو وہ مرکز میں لکھکر منگوا لینا چاہئے مگر حساب ایسا صاف اور درست ہونا چاہئے کہ کسیکو شکایت کا موقع نہ ملے۔ نیز انہی وجوہ کی بنا پر اب اکثر جگہیں بقایا جات مرکزی کی رقوم مقامی حساب سے نہیں مل رہی ہیں۔ اس لئے

دوسری التماس

یہ ہے کہ ہر انجمن اپنے تمام ممبروں کی فہرستیں مع ان کے بقایوں کے جو وہاں تسلیم شدہ ہوں لکھ کر جلد بھجوا دے اور جہاں جہاں محصلین پہنچتے ہیں وہ خاص طور پر اس کام کو خود کریں۔

(محمد عبداللہ افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

محصلین انجمن کی امداد کرو

انجمن کی طرف سے اس وقت شیخ محمد طیب صاحب اور ماسٹر محمد عبداللہ صاحب فراہمی چندہ کے واسطے مختلف جگہوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ عنقریب آدمی ملنے پر اور بھی کسی کو اس کام پر لگا یا جائے گا۔ ان کے علاوہ خود اراکین انجمن بھی اس غرض کے لئے نکلتے رہیں گے۔ احباب سے یہ درخواست ہے کہ جہاں جہاں یہ اصحاب پہنچیں وہاں ان کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ تاکہ جس مقصد کے لئے وہ نکلے ہیں وہ باحسن پورا ہو جائے۔ سب سے بڑی امداد یہی ہے کہ پہلے اپنے ہر قسم کے بقایے ادا فرمائیں۔ اور پھر ان کے ساتھ ہو کر وفد کی صورت میں اپنے شہر کے حلقوں میں پھر کر چندہ وصول کرائیے۔ امید ہے سب احباب بڑے زور اور شوق سے اس پر کاربند ہوں گے۔

محمد عبداللہ

افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

راجپال پر حملہ

راجپال پر ایک مسلمان مسمی خدا بخش نے آج صبح ۹ بجے اس کی دکان واقعہ ہاسپٹل روڈ میں حملہ کیا۔ راجپال کو چاقو سے تین زخم لگے لیکن اس کی حالت خطرناک نہیں۔ مجرم موقعہ پر گرفتار کر لیا گیا۔
(ڈائرکٹر محکمۂ اطلاعات پنجاب)

جلسے بند

ڈپٹی کمشنر لاہور نے دو مہینے کے لئے پبلک جلسوں کے انعقاد کی ممانعت کر دی ہے۔ دسہرہ کی تقریب کے سلسلے میں جو جلوس نکلیں گے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مسلم ہوسٹل

سال آئندہ کے لئے ۲۵ ستمبر ۱۹۲۸ء سے بدلی کوٹھی ۱۳ بیڈن روڈ لاہور میں کھلے گا
چونکہ اس سال سٹیٹر بہت ہی کم ہیں اس لئے تمام احمدی طلباء جو ہوسٹل میں رہنا چاہتے ہوں وہ اپنی درخواستیں ۲۵ ستمبر سے قبل ارسال کریں۔ تاکہ ان کے واسطے جگہ کا انتظام قبل از وقت ہو جائے بعد میں عدم گنجائش کی وجہ سے اگر جگہ نہ مل سکی تو شکایت کا موقع نہ ہوگا۔ ہوسٹل رولز کی پابندی ہر ہوسٹلر کے لئے لازمی ہوگی۔ تمام درخواستیں بنام سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل ۱۳ بیڈن روڈ لاہور آنی چاہئیں۔

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف، اسٹیشن ماسٹر کا کام سیکھنا اور ریلوے، گورنمنٹ و محکمۂ اخبار کی ملازمت کے لئے چاہتے ہوں کرایہ ریل کالج دے گا۔ قواعد دو آنہ کا ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔
امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

شاہی شہر دہلی کی خاص مجربات نو دافر

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

ہمارا دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات کر رہا ہے موسم سرما کی آمد آمد ہے دہلی کے مشہور و معروف شاہی مجربات ٹانک مقوی اعضائے رئیسہ، مفرح اور ہاضم، مرد عورتوں اور بچوں کی تمام بیماریوں کی مجرب کیاب دوا رہی ہیں جو پشاور سے راس کماری تک بلکہ مشرق سے مغرب تک شہور ہیں تجربہ کسوٹی ہے۔ ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجئے قیمت بالکل واجبی۔
شاہی حکیم مولوی نذر محمد دہلوی طبیب خاص ریاست کپورتھلہ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری نفیری جڑی بوٹی کے ایک دن تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔
فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ دھبے کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (۲)
دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے

اگر ریشمی لٹری صافے کی تو مولوی کبیر احمد خان
سوداگر چرم زادر زربھا گلپور سٹی سے منگائیے **ضرور**

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گران اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھیئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی مجرب اور زود اثر دوا ہم سے صرف عہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگایئے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی تجارتی اخلاقی اور تمدنی معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف (دستیتر ہی) خوش نما دیسی فونٹن پن پائیدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرا اور ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت وغیرہ منگائیے۔ (۵) عاملوں، نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں ہم ان کا بہترین انتظام کر دیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کر لیں۔
مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس و ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے مینیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنولیسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگر چھ مہینے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے قیمت تو ایسی کم کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہئے۔ ناپسند ہو تو واپس۔
اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں کیوں؟!

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے!!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں جس میں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا شینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی اور ۲۶۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ اور تیس سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت دیتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سوت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی ۲ گاس لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن بلاک ۳۰۹
ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۴۸ بمبئی

بہترین قلمی آم نیز پیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط از ستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمایئے۔
سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱۰ دربھنگہ بہار

جو بال بڑھانے میں لاثانی ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو دماغ کی خشکی اور کمزوری دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو درد سر نزلہ زکام کو دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو بالوں کو گھونگھر والا اور چمکدار بناتا ہو؟ سندری سہاگ ہی
جو مٹی کے تیل اور نقصان رساں جزو سے پاک ہو؟ سندری سہاگ ہی
جس کے استعمال سے بال چکنے نہیں ہوتے؟ سندری سہاگ ہی
جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہی
جس کے استعمال سے عورت و مرد دونوں خوش رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہی
لہذا جب سندری سہاگ تیل میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کے منگانے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کی جائے۔
قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول علاوہ فرمائش کے وقت اخبار پیغام صلح کا حوالہ ضرور دیجئے!

ملنے کا پتہ: [illegible] ۱۴ اے کلکتہ

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۰

بزم احباب

(مترجمہ خان صاحب چوہدری محمد منظور الہی صاحب لاہور)

فرانس

پیرس سے ہمارے ایک دوست لکھتے ہیں کہ پیرس کی جامع مسجد کے حالات حقیقتاً مایوس کن ہیں۔ ان میں رتی بھر مبالغہ نہیں۔ سچ پوچھئے تو ہندوستانی اسلام اور دیگر ممالک کے اسلام میں جہاں تک عمل کا تعلق ہے عظیم الشان فرق ہے۔ بحرۂ روم کے کنارے کے اسلامی ممالک کچھ عجیب تہذیب کے متوالے ہیں۔ نہ تو ان کی تہذیب اسلامی ہے اور نہ یورپین۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ یہ تو جملہ معترضہ آ گیا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی طرح انتظام جامع مسجد پیرس کو ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ خوب!

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

پیرس کی مسجد فرانسیسی گورنمنٹ انسٹی ٹیوشن ہے۔ وہ ایک استعمار کا جال ہے۔ جو پائنکارے اور بریان جیسے گرگان باراں دیدہ نے شمالی افریقہ کی جاہل اسلامی آبادی کو ابد الآباد تک پھانسنے کے لئے بنایا ہے۔ وہاں جس قدر مراکشی یا ٹیولسنی کارکن ہیں وہ فرانسوی تنخواہ دار جاسوس ہیں وہاں ہندوستانی مسلمانوں کے دخل کے کیا معنے؟ البتہ اگر یہ مسجد حکومت کی نہ ہوتی۔ تو پھر ممکن تھا کہ ایک آدھ ہندوستانی نمائندہ بھی انتظامی کمیٹی میں شامل ہو سکتا۔ موجودہ حالات میں تو یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ امیر شکیب ارسلان سے اس معاملہ میں امداد لینا ایسا ہی ہے جیسے مولانا برکت اللہ سے کہا جائے کہ وہ مسٹر بالڈون یا لارڈ ارون سے سفارش کریں کہ فلاں شخص کو اپنے اعتماد میں لے لو۔ امیر موصوف حکومت فرانس کے خلاف ایک انقلابی کی حیثیت رکھتے ہیں اور دروزی قوم کے جو دو سال سے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ سے فرانس کے خلاف لڑ رہی ہے نمائندہ ہیں۔ ان سے کسی قسم کی امداد لینا آپ خیال فرمائیں کہ فرانس میں کیا کچھ تکالیف کا باعث نہ ہوگی۔

مجھے علم نہیں کہ روما میں تعمیر مسجد کی کوئی تحریک ہوئی ہے اگر وہاں تعمیر ہوئی بھی تو اس کی حیثیت بھی پیرس [illegible] ہوگی۔ البتہ اگر ہندوستانی مسلمان ابھی سے اس بارہ میں کوشش شروع کر دیں تو ممکن ہے کہ اس میں ان کا ہاتھ شامل ہونے سے وہ مسجد کچھ آزاد ہو۔ فرانسوی اور اطالوی حکام [illegible]

سنیر مسولینی نے ادارہ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے دونوں ممالک کے تعلقات نہایت کشیدہ ہیں۔ دونوں کی افواج سرحدوں پر ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ اور اطالوی تو کبھی کبھی چھیڑ چھاڑ بھی کر دیتے ہیں۔

فرانس میں آدمیوں کی تعداد کم ہے۔ اس لئے اس نے اپنی نصف سے زیادہ فوج افریقہ سے بھرتی کی ہے۔ جس میں تقریباً تمام کے تمام مسلمان ہیں۔ ان کی دلجوئی کے لئے پیرس میں مسجد بنائی گئی ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ فرانسوی حکومت نیم مسلمان ہے۔ تمام فرانس میں یہ عربی اور حبشی افواج بکثرت موجود ہیں۔ فرانسوی آدمی کاروبار میں مشغول رہتے ہیں ان کو صرف ایک سال کی مدت کے لئے فوج میں رہنا پڑتا ہے مگر عربی اور حبشی افواج مستقل طور پر ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر سنیر مسولینی نے بھی مسلمانان افریقہ میں رسوخ بڑھانے کی سوچی ہے۔ تاکہ فرانس کے مقابلہ میں وہ بھی عربی افواج کو استعمال کر سکے اسی پالیسی کو مدنظر رکھ کر اس نے امام یحییٰ کے ساتھ بھی یارانہ گانٹھا ہے۔ مگر فرانس اس کے مقابلہ میں ابن سعود کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ جو شاید کسی دوسرے وقت عرض کر سکوں۔

اب سنیر مسولینی بھی ممکن ہے مسجد کی سوچ رہا ہو کہ روما میں پیرس کے مقابلہ میں بنائی جائے۔ اگرچہ مقصد سیاسی ہے۔ مگر کیا عجب ہو کہ کعبہ کو صنم خانوں سے پاسباں مل جائیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ان تمام چالوں کو سمجھ کر نہایت ہوشیاری اور دانائی سے قدم اٹھائیں۔ اگر میں روما میں ہوتا تو ممکن تھا کہ اس نئی تحریک میں کچھ دخل رکھتا اور اپنی رائے کو زبردست دلائل سے منوا بھی لیتا اور بہت سے دوست بھی اپنے ساتھ متفق کر لیتا مگر یہاں سے لکھنا نہ تو موزوں ہے اور نہ مفید۔ سفر کرنا کوئی آسان کام نہیں بے انتہا اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے۔ جو میری برداشت سے باہر ہے البتہ اگر کبھی اتفاق سے روما جانا ہو گیا تو حالات دریافت کر کے عرض کرونگا۔

اگر آپ حالات کو جلد جاننا چاہیں تو میرے احباب ڈاکٹر انیدرے وغیرہ کو لکھیں۔ وہ آپ کو جو کچھ انہیں معلوم ہوگا لکھ دیں گے۔ مسز ولیری ومسز وائکا سے بھی خط وکتابت رکھیں۔

ممباسہ (مشرقی افریقہ)

برادر رجب علی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کے مرسلہ پمفلٹ پہنچ گئے ہیں۔ میں نے پانچ شلنگ چندہ فوا نہ کیا تھا۔ جو امید ہے پہنچ چکا ہوگا بہتر ہو کہ انجمن رسالہ نماز انگریزی کو سواحلی زبان میں شائع کرے جو کہ تمام مشرقی افریقہ کی متحدہ زبان ہے۔ بالخصوص [illegible]

آئیں گے۔ گو خرچ کسی قدر زیادہ ہے۔ لیکن ان مفید نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس سے حاصل ہوں گے۔ یہ خرچ کچھ زیادہ نہیں۔

جاوا

جنرل سکرٹری صاحب انجمن محمدیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا خط طلاجیں کا مضمون پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی میں اس بات کے اظہار سے خوشی پاتا ہوں کہ مرزا ولی احمد بیگ صاحب خیریت سے ہیں اور اپنا کام نہایت تندہی سے کر رہے ہیں۔ آپ ان کے بارہ میں متفکر نہ ہوں گزشتہ تین سال کے عرصہ میں انہوں نے نوجوان مسلمانوں کے سینوں میں اسلام کی سچی روح اور روشنی ڈال دی ہے۔ ان کی کوشش سے اسلام پر بہت سے رسالے ڈچ اور ملائی زبان میں جاوا ہالینڈ اور دیگر ڈچ زبان بولنے والی بستیوں میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ میرا بھائی مسٹر محمود منگلہ ایڈیٹر ہیٹ لائٹ (النور) حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن انگریزی کا ڈچ زبان میں ترجمہ کر رہا ہے۔ اور مسٹر جوسوگینو جو ہماری انجمن کا معزز ممبر ہے۔ ٹیچنگ آف اسلام کا جاوی زبان میں ماہوار رسالہ الفلاح کے ذریعہ ترجمہ شائع کر رہا ہے۔

جزیرہ فلپائن

برادر عبداللہ صاحب جولو سے لکھتے ہیں کہ آپ کا رسالہ اخبار ہمیں باقاعدہ ملتا رہتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم آپ کو اپنا رسالہ نہ بھیج سکے اس کی وجوہات یہ ہیں کہ چند مشکلات کے باعث ہمارا مطبع بند ہو گیا تھا۔ اب انشاء اللہ مطبع جاری کر کے آپ کو اپنا رسالہ بھیج دیا کرونگا۔ مجھے آپ کے لٹریچر سے گہری دلچسپی ہے۔ مہربانی کر کے فہرست کتب جلد بھیجدیں۔

سیرالیون (مغربی افریقہ)

برادر نصیر الدین صاحب فری ٹاون سے لکھتے ہیں۔ کہ مجھے ابھی ایک دوست مسٹر عبدالعزیز سے آپ کا پتہ معلوم ہوا۔ جن کی زبانی آپ کی خدمات اشاعت اسلام کا ذکر سنکر مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ اور میرے لئے کوئی وجہ نہیں کہ میں آپ کی جماعت میں شامل نہ ہو جاؤں اگر آپ مہربانی فرما کر مجھ سے براہ راست خط وکتابت کریں اور "لائٹ" اور دیگر کچھ لٹریچر مطالعہ کے لئے بھیجدیں اور نیز براہ کرم اپنی مختلف اسلامی کتب کی قیمتوں سے بھی آگاہ کریں۔ میں انشاء اللہ اپنا ماہوار چندہ آپ کو باقاعدہ بھیجتا رہونگا۔

اسلام کی صداقت و حقانیت کا اعتراف

ایک انصاف پسند ہندو کے خیالات

ہندوستان میں اسلامی برکات

(پنڈت پرشوتم دیو صاحب ست دھاری کے قلم سے)

دنیا نے مذہب کی غایت و حقیقت ہی کو مفقود کر دیا ہے اس کے نزدیک مذہب کے نام پر جس قدر ادیان مذاہب کی توہین و تذلیل کی جائے وہ سب درست ہے۔ جو مذہب اخلاق کی بہترین تعلیم نہ دے۔ یا اس کے پیرو اپنے آپ کو صاحب خلق و مروت ثابت نہ کریں تو سچ یہ ہے کہ نہ ایسا مذہب ہی مذہب کے نام سے پکارے جانے کا مستحق ہے۔ اور نہ ایسے پیرو انسان جیسے مقدس نام سے یاد کئے جانے کے مستحق ہیں۔

ورتمان اور راجپال خصائل انسانیت سے معرا ہیں

رسالہ ورتمان اور راجپال نے اس حقیقت کو عیاں کر دیا ہے کہ جن انسانوں کے دل و دماغ ایسے دلفگار الفاظ لکھنے کے خوگر ہیں وہ دراصل اپنے الفاظ سے اپنے مذہب کو بدنام کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ نتیجہ ہے ان کی کوتہ نظری کا اور اس رکیک تعلیم کا جو ان میں خصائل انسانیت پیدا نہ کر سکی جو انسان اپنی عزت چاہتا ہے۔ وہ دوسروں کی عزت کرتا ہے۔ جو قوم اپنے ہادیوں کی حرمت چاہتی ہے وہ دوسرے مذاہب کی بھی توقیر کرتی ہے۔

ہندو مذہب کی تنگ ظرفی

مگر یہ خصوصیات اس قوم کی ہیں جس کے مذہب کی تعلیمات نے اخلاق و اطوار کو استوار اور درست کر دیا ہو۔ اور جو مذہب بدقسمتی سے اس سے محروم ہو وہ کیا اخلاق و عادات کو ٹھیک کر سکتا ہے۔ مگر اب انگریزی تعلیم و تربیت نے تقریباً ہر انسان کو علم و عقل کی روشنی سے منور کر دیا ہے۔ ہر ملت و مذہب کی کتب پر دسترس حاصل ہے۔ تاریخ کا کوئی واقعہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر کیوں نہ ہم تعصب کی عینک اتار کر عالی ہمتی اور دوربینی سے کام لیں۔ اور یہ مطالعہ کریں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کے وقت دنیا کی حالت کیا تھی اور اسلام جس جس سرزمین میں گیا اس نے کیسے اخلاق و عادات انسانوں میں پیدا کئے۔ اور دیگر مذاہب عالم کے ساتھ اس نے کیا سلوک کیا؟

اگر ان حالات کی موجودگی میں ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام نے دنیا پر احسان کیا ہے۔ تو بیشک ذات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمت ہے اور جو انسان بلا خیال مذہب و ملت اسلام کی تعلیمات سے فیضیاب ہو رہے ہیں وہ بجائے شکر گزاری اسلام کے اگر اس پر نا روا حملے کرتے اور پیغمبر عرب جیسے محسن انسان کو متہم کرتے ہیں۔ تو وہ فی الواقعہ شپرہ چشم ہیں جو آفتاب کی روشنی سے اندھے ہو گئے ہیں۔ ان کی سیاہ کاری و بداعمالی دنیا میں پارسائی نیکی اور اخلاق کی استواری کو دیکھنا پسند نہیں کرتی ہے۔ بلکہ وہ اپنے نفس کی خاطر انہی لذائذ نفس کو پھر تلاش کرتے ہیں۔ جن کو مذہب اسلام کی تہذیب نے دنیا کی آنکھوں کے سامنے شرمناک بنا دیا ہے۔

اسلامی آفتاب کے طلوع سے قبل دنیا میں مذاہب کی تعلیمات نہیں تھیں۔ میرے نزدیک جو قدیم مذاہب اس وقت ہیں وہ آغاز اسلام کے قبل بھی تھے۔ خود عرب میں مشہور مذاہب موجود تھے۔ یہودیت بھی، نصرانیت بھی، مجوسیت بھی اور عقلی بلند پروازی کی معراج (الحاد) بھی لیکن ان سب کا کیا نتیجہ تھا؟ عقائد کے لحاظ سے مثل ہندوستان کے یا تو خداؤں کی وہ کثرت جسکو نصرانیت نے سمٹ گھٹایا تاہم تین کی تعداد سے کم نہ کر سکی اس کے ساتھ یہ اعتقاد کہ حضرت عیسیٰ خود سولی پر چڑھ کر تمام بنی آدم کے کفارہ بن گئے۔ یا توحید تھی۔ لیکن خدا اس قسم کا تھا۔ جو آدمیوں سے کشتی لڑتا تھا۔ بتوں پر مثل ہندوستان کے آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ حقیقی ہمشیرگان سے شادی جائز تھی۔ ازدواجی شرائط و حدود معین نہ تھے۔ قماربازی شراب خواری زناکاری داخل تہذیب تھے۔ بے حیائی کا یہ ادنےٰ نمونہ ہے کہ عرب کا مشہور نامور شاعر امرالقیس جو شہزادہ بھی تھا اپنے قصیدے میں [illegible]

اور یہ قصیدہ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔ الغرض عرب بھی ہندوستان کی طرح اپنی تہذیب و تمدن میں کچھ کم نہ تھا۔ پیغمبر عرب کے مبعوث ہوتے ہی تمام بداخلاقیاں دور ہونا شروع ہو گئیں۔ اور رفتہ رفتہ عرب بافخر تہذیب کی ایک مثال بن گیا۔ اور دنیا کے روبرو توحید الٰہی کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ ہر مذہب کی تعلیمات پھیکی پڑ گئیں۔

ہندو دھرم پر ایک تاریخی نظر

بلاشک ہندوستان میں بھی ویدانت درشن اور یوگ درشن میں تعلیم توحید موجود ہے۔ مگر اس پر کبھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ ہمیشہ کتابی صورت ہی میں رہی بلکہ اسلام کے آغاز کے وقت تو یہ تعلیمیں ہندوستان سے ناپید ہو چکی تھیں۔ اور یہ دو علتوں سے خالی نہ تھا۔ اول یہ تعلیم یا تو ایسی خاص تھی کہ بجز صاحب علم جماعت کے طبقہ عوام کو کبھی اس کی ہوا بھی نہیں لگی اور یہی باعث تھا کہ شمع علم کے گل ہوتے ہی توحید پرستوں کا ہندوستان میں وجود بھی باقی نہ رہا۔ دوسرے یہ کہ تعلیم مذکور کے خاص ہونے کی وجہ سے گوتم بدھ کا عقیدہ ہندوستان میں بڑی آسانی سے اشاعت پا گیا اور اگر سوامی شنکراچاریہ پیدا نہ ہوتے تو شاید ہندوستان میں ہندو مذہب کا اس وقت چراغ جلانے والا بھی نہ ملتا۔ سوامی شنکراچاریہ نے جس مذہب کو زندہ کیا۔ وہ وہی مذہب تھا۔ جس کو بام مارگ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور بام مارگ کی بنیاد ویدک تعلیم پر ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۱۹ لغایت ۳۰ بغور پڑھے جائیں اور سوامی دیانند سرسوتی آنجہانی کی شرح کو چھوڑ کر دنیا بھر کے شارحین کی شرحیں دیکھی جائیں۔ کہ انہوں نے کیا ترجمہ کیا ہے۔ ایک ایک لفظ کو الگ الگ لکھ کر لغت سے ہر لفظ کے معنے تلاش کر لئے جائیں اور پھر ہر ایک کے معنے پڑھے جائیں۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ سوامی جی موصوف کا ترجمہ غلط ہے۔ بلکہ جو ترجمہ مہیدھر وغیرہ شارحین نے کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ویدوں کے بعد سمرتیوں کا درجہ ہے۔ وہ بھی بام مارگ کی تمام تعلیمات سے پُر ہیں۔ جس کے واسطے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمارے عزیز آریہ سماجی اس کو تسلیم کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ بام مارگیوں نے اپنے اشلوک شامل کر دیئے ہیں۔ مگر بڑے لطف کی بات ہے کہ اشلوک مذکور کتابوں میں آج تک لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ مگر اس تعلیم کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

اس موقع پر ایک نہایت لطیف سوال قابل غور ہے۔ کہ آج تک اس خرابی کا احساس کیوں نہیں ہوا؟ کیا مہیدھر وغیرہ ہندو نہ تھے؟ کیا تمام ہندوستان کا تمام بام مارگ ہو گیا تھا؟ اگر یہ جواب دیا جائے کہ نہیں تو پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ جو لوگ بام مارگی نہ تھے۔ ان کی مذہبی کتب کہاں ہیں؟ وہ کیوں پبلک میں پیش نہیں کی جاتیں؟ تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ سناتن دھرم کا اصل رنگ روپ کیا تھا۔ مگر چونکہ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو اس ثبوت میں دکھائی جا سکے اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ پنڈت دیانند سرسوتی آنجہانی کو بخلاف مہیدھر وغیرہ شارحین کے یجروید ادھیائے ۲۳ کا لفظی ترجمہ کرنے سے شرم دامنگیر ہوئی اور انہوں نے ایک آسمانی کتاب میں خلاف تہذیب تعلیم کو پسند نہیں فرمایا۔ انہوں نے خلاف تہذیب الفاظ کا عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے کچھ سے کچھ ترجمہ کر دیا اور سمرتیوں کا جو تعداد میں بیس کتابیں ہیں۔ یہ جواب دے کر ٹال دیا کہ ناشائستہ اشلوک بام مارگیوں کا اضافہ ہے۔

ہم کو اس سے مطلب نہیں کہ سوامی جی کا یہ فرمانا کس حد تک درست ہے بلکہ ہم اگر اس کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارے کلام کے خلاف نہیں ہے مگر اب سوال یہ ہے کہ سوامی دیانند آنجہانی میں یہ اخلاق کی اسپرٹ اور اپنے متقدمین سے زیادہ تہذیب کس طرح آئی؟ صاف ظاہر ہے کہ سوامی جی نے جس کو خلاف تہذیب سمجھا وہی کسی وقت میں داخل تہذیب تھا۔ پس ثابت ہوا کہ سوامی جی کا یہ خیال اسلامی تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی نے جس میں ان کے آبا و اجداد نے پرورش پائی تھی اس قدر اخلاق پسند اور غیور بنا دیا تھا کہ ان کو مذہب بام مارگ کی تعلیم کو ترک کرنا پڑا۔ صرف اسی پر موقوف نہیں ہے بلکہ سوامی جی نے اسلام ہی سے عقد بیوگان کا طریقہ۔ کھان پان کی بندشوں سے آزادی چھوت چھات میں مساوات اور غیر مذاہب کی اشدھی کا طریقہ اخذ کیا۔ بلکہ ذی فہم ہندو اسلامی طلاق کو بھی اپنے ہاں رائج کر دینا چاہتے ہیں اصنام پرستی کی مخالفت اسلام نے جس قدر زبردست طریقہ سے کرتے ہوئے توحید کا اعلان کیا یہ بھی سوامی جی نے اسلام ہی سے مستعار لیا۔ اسلامی عبادات میں کوئی گھنٹہ ڈھول باجا وغیرہ نہیں بجایا جاتا ہے۔ یہ انداز [illegible]

محفوظ سرمایہ تنظیم کی اپیل

مساجد اللہ کی آبادی کی تحریک میں شامل ہو جائیے

ملک میں اڑھائی سال سے تحریک تنظیم کا غلغلہ بلند ہے اس اثنا میں جمعیۃ کی طرف سے ایک مرتبہ بھی مالی اعانت کے لئے اپیل نہیں کی گئی۔ سبب یہ ہے کہ جمعیت تنظیم کی عبرت کے لئے گزشتہ چندوں کی افسوسناک تاریخ تو موجود تھی لیکن عمل و خدمت کی کوئی امتیازی اور نتیجہ خیز شاہراہ سامنے نہ آئی تھی اور یہ بھی اطمینان نہ تھا کہ چندہ جمع کر لینے کے بعد اس کو کوئی خاص استیانہ دیا جا سکیگا خدا کا شکر ہے کہ اڑھائی سال کے مسلسل انتظار کے بعد جمعیۃ تنظیم ٹھیک اسی دن اس اہم ذمہ داری کو قبول کر رہی ہے۔ جس دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بعثت اور وصال کے واقعات ظہور پذیر ہوئے یعنی خود مشیت الٰہی نے تنظیم عالم انسانیت کا کام شروع کیا اور مکمل کر دیا۔

ہندوستان میں ۷۰ لاکھ دیہات ہیں مسلمانوں کی ۹۰ فیصدی دیہاتی آبادی اور ۶½ کروڑ ناخواندہ مسلمان افلاس، ارتداد، انتشار، جہالت اور ہر قسم کی مذہبی اقتصادی اور معاشرتی خطرات کے نرغے میں ہیں اور ایسے علما اور ائمہ مساجد جن پر ان کروڑوں آدمیوں کی روحوں کو بیدار کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تقریباً نابود ہیں۔ اور تعجب ہے کہ قوم نے ابھی تک ان دونوں کمزوریوں کی بدانجامی کا احساس نہیں کیا۔ اور اسی لئے ہمارے قومی نظام کی پوری قوت اعلےٰ تعلیم سیاسیات کی خدمت گزاری اور مشرقی مغربی علوم میں مہارت حاصل کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔

"اصلاح گھر سے شروع ہونی چاہیے" اس مقولہ کے درس پر درس ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی اصلاح اللہ کے گھر سے شروع ہونی چاہیئے چونکہ مسجدیں ابھی تک عوام کی محبت و عقیدت کا مرکز ہیں اور مساجد کے ذریعہ عوام کی مذہبی اور معاشرتی زندگی کو بہت جلد بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح سرسید مرحوم کی تحریک اور ایجوکیشنل کانفرنس کی مسلسل کوششوں نے مسلمانوں کو اپنے سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے مغربی تعلیم کے حصول کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اسی طرح زندگی کے موجودہ مرحلے میں انہیں مساجد کی آبادی اور تنظیم جدید قسم کے تبلیغی مدارس اور ائمہ کلاسز کے قیام کی طرف متوجہ کیا جائے تجویز کی ابتدائی صورت یہ ہے۔

جمعیۃ تنظیم کی نگرانی میں ۵۰ ہزار روپیہ کا ایک مستقل اور محفوظ فنڈ قائم کیا جائے اس طرح کہ اصل رقم تو ایک صدقہ جاریہ کے طور پر نسلاً بعد نسل بالکل محفوظ رہے گی۔ اور صرف منافع سے کام چلایا جائے گا۔ جمعیۃ تنظیم ایجوکیشنل کانفرنس کی طرح اپنے مقاصد کی اشاعت کے لئے ہر سال کسی مناسب مقام پر اپنا سالانہ اجلاس منعقد کر کے محفوظ فنڈ کا منافع (۵۰۰ روپیہ ماہوار) ایک سال کے لئے اسی مقام کی انجمن اسلامیہ کے نام منتقل کر دے گی تاکہ وہ انجمن اس روپیہ سے ۴۰ مڈل یا انٹرنس پاس طلبا لیکر مقامی اسلامیہ ہائی سکول کے ساتھ ایک تبلیغی کلاس قائم کر دے اور طلبا کو جمعیت تنظیم کے مجوزہ نصاب تعلیم کے مطابق تبلیغ و امامت کے امتحان کے لئے تیار کرائے۔ تبلیغی کلاس کے ہر طالب علم کو دس روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔ اس طرح مجوزہ ۵۰۰ روپیہ ماہوار آمدنی میں سے ۴۰۰ روپیہ ماہوار تو وظائف پر خرچ ہو جائے گا اور باقی ایک سو روپیہ ماہوار معلم اور لائبریری وغیرہ پر۔ اس فنڈ کا حساب ہفتہ وار تنظیم میں شائع ہوتا رہے گا۔ اور حسابات ہر سال باضابطہ آڈٹ کرائے جائیں گے۔ اس وقت اس تجویز پر ہندوستان کے مقتدر اور منتخب اکابر غور فرما رہے ہیں۔ ہم ہندوستان کی تمام اسلامی انجمنوں، ہندوستانی مسلمانان مقیم امریکہ، افریقہ، ایران، عراق، جاوا، چین، اور یورپ اور ان تمام اکابر ملت سے جو مساجد کی آبادی اور خوشحالی میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ جو موجودہ فرقہ بندی سے تنگ آ چکے ہیں اور جو فتنہ ارتداد کو روکنا چاہتے ہیں۔ جو اصلاح رسومات اور تنظیم مساجد کی تحریکات کے حامی ہیں اور منصب امامت کو معذوروں اور بیکاروں کی بجائے کام کے اہل اور سند یافتہ اماموں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں ایک ایسی مستقل تحریک چاہتے ہیں جس سے ہماری قوم میں روشن خیال ائمہ مبلغین اور کارکنوں کا قحط دور ہو سکے

اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی کوششوں کو محفوظ سرمایہ تنظیم کی فراہمی کے لئے وقف کر دیں۔ خود ایثار کریں اور ہر ایک اسلامی آبادی اور محلہ میں پہنچکر ہر امیر اور غریب مسلمان کے سامنے **مساجد اللہ** کی آبادی کے لئے ہاتھ پھیلائیں۔ اتحاد و اخلاص کا مرتبہ بہت بلند ہے اگرچہ باہمت آدمی بھی اٹھ کھڑے ہوں تو کچھ تعجب نہیں کہ خداوند پاک ہمارے معاملات اور اعمال کو جو بہت ہی پراگندہ اور ویران ہو چکے ہیں آراستہ کر دے۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز**

مقدمہ "لائٹ"

استغاثہ کی مزید شہادتیں

رائے بہادر رام سرن داس، رائے بہادر نرنجن داس ڈاکٹر گوکل چند نارنگ گواہوں کے زمرہ میں

تمام ہندو آریہ سماج کے اصولوں کو مانتے ہیں گو اس کے ممبر نہ ہوں (رائے بہادر نرنجن داس)

یکم اکتوبر کی کارروائی

گواہ نمبر ۱ رائے بہادر نرنجن داس سابق پبلک پراسیکیوٹر

لاہور یکم اکتوبر۔ آج "ایجے اخبار "لائٹ" کا مقدمہ مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ مولانا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر چودہری رحمت خاں صاحب پرنٹر پبلشر اور شیخ معراج دین صاحب پرنٹر لائٹ کو ہتھکڑیوں میں احاطہ عدالت کے اندر لایا گیا اور وہاں مجسٹریٹ کے حکم سے ہتھکڑیاں اتار دی گئیں۔ کمرۂ عدالت تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سب سے پہلے رائے بہادر لالہ نرنجن داس سابق پبلک پراسیکیوٹر کی شہادت ہوئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ۱۶ راگست کا اخبار "لائٹ" رائے بہادر لالہ رام سرن داس کے مکان پر دیکھا۔ جہاں ایک جلسہ اسی غرض سے منعقد ہوا تھا کہ لائٹ کے ان دو مضامین

اور

کے خلاف جو اس پرچہ میں نکلے احتجاج کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ جلسہ ہندو سبھا کی سرپرستی میں ہوا تھا۔ میں تاریخ معین نہیں کرسکتا۔ آخر اگست یا شروع ستمبر میں اس جلسہ کا انعقاد ہوا۔ حاضرین جلسہ میں رائے بہادر لالہ رام سرن داس، مہاتما ہنسراج، بہت سے میونسپل کمشنر اور ایک دو سکھ بھی تھے۔ سب سمجھا دیا ہے کہ مضامین زیر بحث "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" تھے۔ ۔۔۔ ان مضامین کے لب ولہجہ کا شہر کے اکثر ہندوؤں نے مجھ سے ذکر کیا تھا۔ ان مضامین کا قدرتی اثر نفرت عداوت، اور حقارت کے جذبات کا اظہار ہے۔ جو مصنف اور اس جماعت کے دل میں پائے جاتے ہیں جس سے وہ تعلق رکھتا ہے۔ وہاں یہ بھی کہا گیا کہ گورنمنٹ مسلم پریس کی ایسی تحریرات کا کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ ریزولیوشن پاس ہوئے کہ یہ تحریرات گندی اور ہتک آمیز ہیں اور ان کو ارکان حکومت کے نوٹس میں لانا چاہیئے۔ میں اس موسم گرما میں لاہور میں تھا۔ ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات چند ماہ قبل کشیدہ تھے۔ مسٹر عزیز احمد بیرسٹر کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ لال کوٹھی پر جو جلسہ ہوا تھا وہ ہندو مہا سبھا کی طرف سے منعقد ہوا تھا۔ اور مجھے اس کا نوٹس بھی ملا تھا۔ وہ نوٹس میں یہاں نہیں لایا۔ میں ایک سال سے ہندو مہا سبھا کا ممبر ہوں لیکن میں اس کا عہدہ دار نہیں ہوں۔ نہ مجلس انتظامیہ کا ممبر ہوں۔ لیکن میں اس کے بعض جلسوں میں گیا ہوں۔ میں اس بات کی تمیز نہ کرسکا کہ آیا وہ جنرل میٹنگ تھی یا انتظامی۔ میں نہیں جانتا کہ راجپال کی تحریرات پر ہندو سبھا میں کوئی غور وخوض ہوا تھا یا نہیں۔ تیس یا زیادہ آدمی موجود تھے۔ جن میں قریباً سب ہندو سبھا کے ممبر تھے۔ کوئی مسلمان وہاں موجود نہ تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہندو سبھا کا سکرٹری وہاں تھا یا نہیں۔ جلسہ کی کارروائی ایک کاغذ کے پرزے پر لکھی گئی تھی۔ ریزولیوشن کی تحریک اور تائید ہوئی اور پاس کیا گیا۔ میرا خیال تھا کہ ان مضامین کے مصنف نے اسی ذہنیت کا اظہار کیا ہے جو اس جماعت کی ذہنیت ہے۔ جس سے وہ تعلق رکھتا ہے اور اس لئے میں مسلمانوں کے خلاف ویسی ہی نفرت رکھتا ہوں یہ تحریرات مسلمانوں کی ذہنیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ میرا ضرور یہ خیال نہیں کہ مختلف اخبارات میں لکھنے والے اس جماعت کے نمائندے ہوتے ہیں جس کے وہ ممبر ہیں۔ میں برائے نام آریہ سماجی ہوں اور بعض وقت چندہ بھی دیتا ہوں میں آریہ سماج کے اصولوں کو مانتا ہوں۔ تمام ہندو آریہ سماج کے اصولوں کو مانتے ہیں۔ گو اس کے ممبر نہ ہوں۔ میں راجپال سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں

گواہ نمبر ۲ مسٹر پیارے موہن اسسٹنٹ ایڈیٹر "ٹریبیون"

دوسرے گواہ مسٹر پیارے موہن نے کہا کہ میں نے "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" کے مضامین پڑھے ہیں ان مضامین پر ٹریبیون میں رائے زنی کی گئی تھی "کنفیشن آف کرائم" کا مضمون بھی میرے علم میں آیا۔ اس کو میں نے زیادہ قابل اعتراض سمجھا میں نے سمجھا تھا کہ اس آرٹیکل سے مسلمانوں کو ہندوؤں کے برخلاف اور آریہ سماجیوں کے خلاف خصوصاً تشدد آمیز جرائم کی ترغیب ہوگی۔ لاہور کی حالت اس وقت جب یہ آرٹیکل شایع ہوئے تسلی بخش نہ تھی۔ بلکہ ایسی بری حالت تھی جس قدر کہ ممکن طور پر ہوسکتی ہے۔ میں اس مضمون کا اصل مسودہ نہیں لایا جو میں نے ٹریبیون میں لکھا تھا۔ یہ میرا لکھا ہوا مضمون ہے یہ میرے اپنے اور ٹریبیون کے خیالات کا آئینہ ہے۔

گواہ نمبر ۳ ترلوک چند سپرنٹنڈنٹ لکشمی انشورنس کمپنی گوالمنڈی

تیسرے گواہ ترلوک چند آریہ سماجی نے کہا کہ میں انگریزی جانتا ہوں مضامین زیر بحث میں نے پڑھے ہیں اس مضمون کا میرے دل پر یہ اثر ہوا میں نے سمجھا کہ ان مضامین سے یہ ترغیب مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ ہندوؤں کے خلاف جسمانی طاقت استعمال کریں۔ اس مضمون میں چند فقرات ایسے تھے جن سے میں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح عبدالرشید نے سوامی شردھانند کو قتل کیا۔ اسی طرح ہر مسلمان ہندوؤں کو قتل کردے۔ صرف میرے ہی دل کو اس سے تکلیف نہیں ہوئی بلکہ دوسروں نے بھی ایسا ہی کہا۔

مسٹر عزیز احمد صاحب بیرسٹر نے اعتراض کیا کہ گواہ اپنے احساسات کا اظہار کرسکتا ہے دوسروں کے احساسات کا نہیں۔

اس کے بعد گواہ نے کہا کہ میرے دوستوں نے بھی اس مضمون کی شکایت کی۔ میں نے ۲۸ راگست کو ایک عام جلسہ گوالمنڈی میں منعقد کیا۔ اس جلسہ میں ہندو اور سکھ موجود تھے۔ یہ سیوک دل یعنی سری نانک گورو سنگھ سبھا، آریہ سماج گوالمنڈی اور شام سیوک دل کی سرپرستی میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ میں زیر بحث مضامین پڑھے گئے۔ اور ان پر تقریریں ہوئیں۔ اور ریزولیوشن پاس ہوئے۔ میں نے مضمون "کنفیشن آف کرائم" پڑھا ہے۔ یہ بھی ویسا ہی مضمون تھا اور "فائٹ ٹو دی فنش" کا اس میں اعادہ کیا گیا ہے۔ میں راجپال سے ذاتی واقفیت نہیں رکھتا۔ صرف اس کے نام اور شکل سے واقف ہوں۔ میں اس آدمی کو جانتا ہوں جس نے کتاب رنگیلا رسول لکھی ہے اور جس پر اگلے دن حملہ ہوا تھا۔

مسٹر عزیز احمد صاحب بیرسٹر کی جرح کے جواب میں کہا میں نے کتاب رنگیلا رسول پڑھی ہے۔ جو اردو میں ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب کا لب ولہجہ اچھا نہیں۔ کتاب کی زبان ٹھیک نہیں ہے لیکن واقعات کا اظہار سچا اور جائز ہے۔ میں واقعات پر اعتراض نہیں کرتا۔ ہر شخص واقعات کے اظہار کا جیسا وہ پسند کرے مجاز ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ واقعات فی الحقیقت واقعات ہیں یا نہیں لیکن جہاں تک واقعات کے اظہار کا تعلق ہے۔ یہ قابل اعتراض نہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر میرے دل پر یہ اثر نہیں ہوا کہ مسلمان ہندوؤں کے خلاف ہو جائیں گے ان چار سو سائٹیوں میں سے کسی نے بھی رنگیلا رسول کے خلاف جلسہ نہیں کیا۔ نہ کسی اور ۔۔۔

الف اے تک تعلیم پائی ہے۔ یہاں گواہ سے "لائٹ" کے مضمون زیر بحث میں سے چند فقرات کا ترجمہ کیا گیا۔ جو اس نے ذیل کے الفاظ میں کیا۔

"جس وقت تک مسلمانوں کا گلا بنیے کے ہاتھ میں ہے آباد شہروں میں اور گاؤں میں اور ایسے دور دراز حصص میں جہاں بہت کم آبادی ہے۔ اور جس وقت تک مسلمان مزدور اور مسلمان کاشتکار ساہوکاروں اور جن کے پاس دستکاری کی مشینیں ہیں اور تجاروں کے پہلے ہی بھرے ہوئے پیٹ کو بھرنے کے لئے محنت کرتے ہیں۔ اور جس وقت تک ان لوگوں کی گاؤں کے رہنے والے ان پڑھ اور بے علم اور جلدی سے اشتعال میں آنے والے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے روپیہ آتا رہے گا۔ اور جس وقت تک یہ بہت ڈراونا دیو وہاں موجود ہے اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے وہاں موجود ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ جہالت ہوگی بلکہ خودکشی ہوگی کہ وہ امن سے بیٹھیں"

گواہ نے کہا کہ ان فقرات کا میرے دل پر وہی اثر ہوا جو میں پہلے بیان کرچکا ہوں۔ اس کے بعد گواہ سے چند اور فقرات (لائٹ ۱۶ راگست صفحہ ۵ کالم اول) کا ترجمہ کرایا گیا جو اس نے ذیل کے الفاظ میں کیا:۔

"وہ مسلمان محض جاہل ہوگا جو عام ہندوؤں کو سوائے معدودے چند آدمیوں کے شک کرسکتا ہے کہ وہ ہر ایک "زبردست راجپال ہے" جن کے نہایت ہی زبردست نامناسب ارادے اسلام کے خلاف ہیں"

"ڈیمنش راجپال" کا ترجمہ گواہ نے "زبردست راجپال" کیا۔ اس کے بعد کہا اس فقرے کو پڑھ کر میں نے یہی سمجھا کہ ہر ایک ہندو سوائے چند آدمیوں کے زبردست راجپال ہے۔ اور ان کا ارادہ اسلام کو تہ وبالا کرنے کا ہے۔ سیوک دل کو قایم ہوئے صرف چند ماہ ہوئے ہیں۔ آریہ سماج گوالمنڈی کو قایم ہوئے بہت دیر ہوگئی ہے۔ شام سیوک اور سری نانک گورو سنگھ سبھا کے متعلق میں صحیح نہیں بتا سکتا کہ کب قایم ہوئیں لیکن رنگیلا رسول کے بعد قایم ہوئیں۔ سیوک دل کا مقصد ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کی بھی سیوا کرنا ہے۔ یہ ایک سکوٹ ایسوسی ایشن ہے۔ اس کا تعلق مذہب یا پالیٹکس سے نہیں ہے۔ آریہ سماج کے متعلق میں نہیں بتا سکتا کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ میں آریہ سماجی ہوں لیکن عہدہ دار نہیں اس لئے آریہ سماج کے مقاصد بیان نہیں کرسکتا۔ سری سبھا شام سیوک دل بھی ایک سیوا کرنے والی سوسائٹی ہے۔ مذہب اور پالٹیکس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

گواہ نمبر ۴ گیانی رام سنگھ سٹینوگرافر اینڈ ہربرٹ کمپنی ساکن گوالمنڈی لاہور

چوتھے گواہ گیانی رام سنگھ نے بیان کیا کہ ۱۰ راگست کے لائٹ میں جو مضامین شایع ہوئے ان کے متعلق ۲۸ راگست کو ایک احتجاجی جلسہ میرے زیر صدارت گوالمنڈی میں ہوا تھا۔ میں نے دو دفعہ ان مضامین کو پہلے پڑھا تھا جس وقت میں نے یہ مضمون پڑھے تو میں حیران ہوگیا کہ ان میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہے اور ہندوؤں کو دیو قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ترغیب دی گئی تھی کہ اس دیو کو قتل کرنے کے لئے اپنی تلواروں کو تیز کریں۔ ہر ایک مسلمان کو عبدالرشید بننا پڑے گا۔ عبدالرشید نے سوامی شردھانند کو قتل کیا تھا۔ میں اس جلسہ کا صدر تھا۔ اس میں ان مضامین کے خلاف ریزولیوشن پاس ہوا تھا میں نے یکم ستمبر کے لائٹ کا مضمون "کنفیشن آف کرائم" پڑھا ہے میں اس کو پڑھ کر حیران ہوا کہ پہلے مضامین کی معافی مانگنے کے بجائے اور بھی اس پر زور دیا گیا ہے اور ان کو دہرایا ہے۔

گواہ نمبر ۵ لالہ برجی لال پریم ایکٹنگ ایڈیٹر بندے ماترم

پانچویں گواہ برجی لال پریم آریہ سماجی نے بیان کیا کہ میں اردو جرنلزم میں ۱۹۱۲ء سے کام کر رہا ہوں۔ میں ہندوستان، پیسہ اخبار، دیپک پرتاپ اور بندے ماترم میں کام کرتا رہا ہوں۔ میں انگریزی بھی جانتا ہوں۔ ایف اے تک تعلیم پائی ہے۔ پاس نہیں کیا۔ میں نے لائٹ کے مضامین "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" کو پڑھا اور سمجھا ہے یہ مضامین ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت اور حقارت کے جذبات پیدا کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے دلوں میں ان مضامین سے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ میں نے یکم ستمبر کے لائٹ کا مضمون "کنفیشن آف کرائم" بھی پڑھا ہے۔ یہ پہلے مضمون کے سلسلہ میں ہے۔ یہ اسی کی تائید میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ، ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۴

اصلاحات اور ہندو مذہب

سوراج کا حقیقی حل تبلیغ ہے

سوراج یا حکومت خود اختیاری کے لئے ہندوستان ایک مدت سے بے چین ہے۔ بہت سی عظیم الشان قربانیاں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسے آج تک دینی پڑی ہیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں کو اس پہلو میں غالباً مسلمانوں سے بڑھ کر فخر و ناز ہے۔ کہ سوراج کے عظیم الشان قصر کا خواب سب سے پہلے انہوں نے ہی دیکھا۔ اور مسلمان ان کے ساتھ بعد میں شامل ہوئے۔ لیکن یہ خواب . . . .

آیا فی الواقعہ سوراج کا خواب تھا یا ہندو راج کا ؟ آیا ہندو مذہب اس بات کا اہل ہے کہ اس جمہوری نظام حکومت کو جو "سلف گورنمنٹ" کے الفاظ میں پنہاں ہے کسی طرح پر برداشت کر سکے ؟ اور ہندوستان کی دوسری اقوام کو اس ملک کے نظام حکومت میں شامل کر سکے ؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر اسی وقت غور ہونا ضروری تھا جب مسلمانوں کو ہندو قوم کی طرف سے سوراج کے مطالبہ میں شرکت کی دعوت دی جا رہی تھی۔ لیکن افسوس کسی نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ جس قوم میں جمہوریت کے اس بنیادی اصول ہی کو صحیح نہیں سمجھا جاتا کہ تمام انسان برابر ہیں اور جس نے ذات پات کے بے شمار امتیازات قائم کر کے خود اپنی برادری کے افراد کو جمہوریت سے بہرہ اندوز کرنے کے بجائے ذلت و غلامی کی ابدی لعنت میں گرفتار کیا ہوا ہے وہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر کسی مشترکہ نظام حکومت کو کیونکر چلا سکتی ہے۔

مقامی معاصر "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۴ ستمبر کی اشاعت میں "اصلاحات اور ہندو مذہب" کے عنوان سے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے اور صاف لکھا ہے :-

"ہندوؤں کے قدیم مقنن منو نے قوم کو چار طبقوں میں تقسیم کیا تھا بعد کے ہندو ان میں مزید تقسیموں کا اضافہ کرتے رہے۔ تا آنکہ ساری ہندو سوسائٹی بے شمار گروہوں میں منقسم ہو گئی ہندوؤں کا اصول یہ ہے کہ سوسائٹی کا ہر حصہ ایک دوسرے سے الگ ہے۔ اس لئے یہ امتیازات قائم رہنے چاہئیں اس کے خلاف نظریہ جمہوریت میں قوم کے تمام افراد کو مساوی مانا جاتا ہے۔ اور انہیں متحد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہندو سوسائٹی میں ایک اور چیز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شمار طبقات میں منقسم لوگ اونچی جاتی کے دائرے سے باہر رکھے جاتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسے معاشرتی نظام پر سچی جمہوریت کی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی۔"

معاصر موصوف نے ہندوؤں کی نئی تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"ہندوؤں کے معاشرتی نظام کو جمہوریت کے مقاصد سے مطابق بنانے کے لئے نئی نئی تحریکات کے پیدا ہونے کو خلاف توقع نہیں کہا جا سکتا۔ شاید یہ کہا جائے کہ آریہ سماج اچھوت ادھار اور ذات پات کے اڑا دینے کی حامی ہے لیکن ہنوز زیادہ آزادانہ تحریک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے"

کہ آریہ سماج جیسی نام نہاد جمہوری تحریک کی یہ کتاب "روح اصلاحات" کے قطعاً خلاف ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

"دوسرے مذاہب کی مقدس کتابیں ان کے پیروؤں کے نزدیک کلیتہً واجب الاطاعت ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش کو اس کے پیروؤں کے نزدیک کس حد تک یہ مرتبہ حاصل ہے۔ لیکن یہ کتاب بجائے خود روح اصلاحات سے مطابقت کھاتی نظر نہیں آتی۔ اسلام اور ہندوستان کے دوسرے مذاہب کے متعلق اس کے جو ابواب ہیں ان سے وہ عام توافق مترشح نہیں ہوتا جو ذمہ دار حکومت کے لئے تمام جماعتوں کی مشترکہ جد و جہد کی حالت میں جاری و ساری ہونا چاہیئے۔ نیز اس کتاب کے چھٹے باب میں مقصود منتہا یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایک ہندو بادشاہ ہو جس کے وزیر ویدوں کے عالم ہوں لہٰذا اس نظریہ کے مطابق پارسیوں، مسلمانوں، اور دوسرے غیر ہندو ہندوستانیوں کو اس حکومت میں شامل نہیں کیا جائے گا۔"

یہ تو "ستیارتھ پرکاش" کی تعلیم ہے۔ آریہ سماجیوں کا طریق عمل نظام جمہوریت کے کہاں تک مطابق ہے۔ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اس بارہ میں بھی صاف بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"اگرچہ آریہ جانتے ہیں کہ جمہوری حکومت کی بنیاد افراد پر ہے۔ اور اسی لئے وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اپنی تعداد بڑھانے کی فکر میں ہیں۔ لیکن ذات پات کے اڑا دینے کی خواہش ان میں بھی اتنی زبردست نظر نہیں آتی جتنی کہ ہونی چاہیئے۔ بدقسمتی سے یہ واقعہ ہے کہ شادی کے معاملہ میں آریہ راسخ العقیدہ ہندوؤں یا سکھوں سے رشتہ پیدا کر لے گا لیکن وہ اس محدود دائرے سے باہر نہیں جائے گا جس کے ساتھ ذات پات کے امتیازات نے اسے وابستہ کر رکھا ہے"

یہ وہ حقایق ہیں جن پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم اور اس کی تمام نئی تحریکات اگرچہ سوراج کی بڑی تندرسے حامی اور خواہشمند ہیں۔ اگرچہ حکومت خود اختیاری کے مطالبہ میں ہندو قوم نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ شریک کر کے ہر قسم کی خدمات اور قربانیاں ان سے حاصل کی ہیں۔ اور ابھی ان سے ہر طرح کا کام لینے کی ... پوری کوشش کریں گے۔ کیونکہ وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی امداد کے بغیر سوراج کا مطالبہ کسی طرح بھی بار آور نہیں ہو سکتا۔ تاہم ان کا مطمح نظر سوراج حاصل کرنا نہیں۔ اور نہ ہندو قوم کی ذہنیت جو ان کے مذہبی اصولوں کا نتیجہ ہے اس کی حامی ہے کہ دوسروں کو وہ اپنے ساتھ نظام حکومت میں شریک کریں حکومت کا لائحہ عمل جو سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں ہندو قوم کے سامنے رکھا ہے۔ وہ اس حقیقت کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے ضرورت ہے کہ ہر محب وطن اس کو چشم بصیرت سے مطالعہ کرے اور ایسی تعلیمات کی جو ملک کی آئندہ ترقی کی راہ میں سنگ گراں بنی ہوئی ہیں۔ اصلاح کی پوری کوشش کرے۔ ہمارے خیال میں ہندوستان کے لئے سوراج اس وقت تک مفید اور بابرکت نہیں ہو سکتا جب تک ہندو قوم کو اسلام کی طرف نہ لایا جائے۔ اور تبلیغ اسلام کے ذریعہ سے کم از کم ان کی مایۂ ناز کثرت کو قلت سے تبدیل نہ کر دیا جائے مسلمانوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی کثرت سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں سے وہی سلوک کر سکتے ہیں جس کی انہیں ہندو قوم سے توقع ہے۔ بالکل بے محل ہے۔ کیونکہ جیسا کہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے بھی لکھا ہے :-

"جمہوریت کا خیال مسلمانوں کے لئے تعجب انگیز نہیں اسلام کے قرن اول میں جمہوریت ہی قائم تھی۔ اور مواخات دینی کا طبعی تقاضا بھی یہی تھا اگرچہ بعد میں شخصی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ لیکن جماعت مومنین کے عمومی اثرات طاقتور سے طاقتور بادشاہ کو تجاوز سے روکتے رہے۔ اسلام میں اصلاً تمام لوگ برابر ہیں"

ان حالات میں کیا یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلمان جو ہندوستان میں سوراج کی حکومت دیکھنا چاہتے ہیں سب سے پہلے تبلیغ اسلام کو اپنا ... ہندوؤں کو اسلام میں لانے کی پوری کوشش ہونی چاہیئے۔ جب تک یہ نہ ہوگا اس وقت تک سوراج کا ملنا ہندوستان کے لئے کسی طرح مفید اور بابرکت نہیں ہو سکتا۔ ہم اس بارہ میں خلافت کمیٹی، مسلم لیگ اور مسلمانوں کی دوسری سیاسی جماعتوں کو بالخصوص مخاطب کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اس طرف قدم اٹھائیں اور کم از کم اچھوت اقوام کو مسلمان کرنے پر پورا زور لگائیں۔ تو نہ صرف اس سے کثرت و قلت کا سوال حل ہو سکتا ہے بلکہ یہ درماندہ اقوام اسلام کے ذریعہ سے انسانیت کے مرتبہ پر آ کر ملک کی بہبودی اور سوراج کے مطالبہ کو پوری تقویت دے سکتی ہیں۔

"تنظیم" کا حملہ احمدیوں پر

معاصر تنظیم نے اپنی ۱۲ ستمبر کی اشاعت میں "مسلمانوں کی اسلام سے دشمنی" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں "سماجی اور سنگھٹنی ہندوؤں کی فتنہ پردازی" کو "مسلم" قرار دیتے ہوئے جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"عام طور پر اب تمام مسلمان اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے ہیں کہ ہمارے احمدی بھائی اپنی تحریروں اور تقریروں میں جو غلاظت ویدوں، پرانوں، ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند پر اچھالتے رہے ہیں انہوں نے ہی درحقیقت اس امر کی بنا ڈالی ہے کہ آریہ سماج میں کالی چرن اور راجپال پیدا ہوں"

ہمیں حیرت ہے کہ تنظیم جیسے روشن خیال پرچہ نے جماعت احمدیہ پر یہ خطرناک الزام کیونکر دے دیا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ احمدی اپنی تحریروں اور تقریروں میں ویدوں، پرانوں، ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند پر غلاظت اچھالتے رہے ہیں۔ کیا اس کا کوئی ثبوت ہمارا لائق معاصر احمدیوں کی کسی تقریر و تحریر سے پیش کر سکتا ہے ؟ آریہ اخبارات کے پروپیگنڈا نے گورنمنٹ کی طرح "تنظیم" کے ایڈیٹوریل اسٹاف کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا ہو تو وہ دوسری بات ہے۔ لیکن واقعات اور حقایق کا جہاں تک تعلق ہے ہم محترم ایڈیٹر صاحب "تنظیم" سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ احمدیوں کی کونسی تحریر یا تقریر کی بنا پر آپ نے یہ الزام ان پر عائد کیا ہے۔ راجپال اور کالی چرن تو اب پیدا ہوئے ہیں جو مسلمانوں کی عام بیداری کی وجہ سے نکما ہو کر توجہات کے زیادہ جاذب بن گئے۔ اور آرین پروپیگنڈا نے انہیں احمدیوں کا جواب قرار دیدیا۔ لیکن کیا ہم اپنے قابل معاصر سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کی تصنیف کی بنا کس نے ڈالی تھی۔ اور احمدیوں کی کس تقریر یا تحریر کے جواب میں اس کو لکھا گیا جس وقت "ستیارتھ پرکاش" تصنیف ہوئی تھی اس سے پیشتر جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی تحریر یا تقریر ہوئی تھی۔ جس کا جواب ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کو قرار دیا جا سکے ؟ ہاں اس میں شک نہیں کہ جماعت احمدیہ نے آریوں کے ان منصوبوں کے خلاف جو اسلام کو تباہ اور نیست و نابود کرنے کے لئے انہوں نے کر رکھے ہیں۔ مسلمانوں کو جگانے اور اسلام کی حفاظت کے لئے اٹھانے میں بہت سعی و کوشش سے کام لیا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس کی یہ کوششیں ایک حد تک کامیاب اور بار آور ثابت ہو رہی ہیں اس کو اگر ہمارا لائق معاصر ویدوں اور پرانوں کے خلاف غلاظت اچھالنا سمجھتا ہے تو سوائے اس کے کہ ہم اس پر افسوس کا اظہار کریں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ راجپال اور کالی چرن پیدا ہوئے ہیں تو یہ .... احمدیوں کا قصور نہیں بلکہ سنگھٹنی اور سماجی فطرت کا نتیجہ ہے جن کی فتنہ پردازی کا اقرار ہمارے معاصر کو بھی ہے۔ اس کا علاج یہ نہیں کہ اس فتنہ پروری کو روکنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس کو دبانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس کی جگہ اسلام کی پر امن تعلیم پھیلانی چاہیئے۔ یہی جماعت احمدیہ کا حقیقی مسلک ہے۔

آخر میں ہم اپنے معزز معاصر سے باادب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ "تمام مسلمان"، جو اس کی پیش کردہ نام نہاد "حقیقت" کا اعتراف کرنے لگے ہیں کیا "تنظیم" کے عملہ ادارت ہی تک محدود ہیں یا اس کے علاوہ کہیں اور بھی موجود ہیں۔ موخر الذکر صورت میں ہم ممنون ہوں گے اگر ان میں سے چند ایک کے نام ہمیں گنوا دیئے جائیں۔

تبلیغ کانفرنس کی صدارت اور لارڈ ہیڈلے

محترم معاصر وکیل اس عنوان سے رقمطراز ہے:۔

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کے سکرٹری نے اپنے ایک پیام میں ظاہر کیا ہے کہ آئندہ دسمبر کے آخری ہفتوں میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا جو سالانہ اجلاس منعقد ہونے والا ہے امید ہے کہ اس کی صدارت حاجی لارڈ ہیڈلے صاحب قبول فرمائیں گے۔ اور اس کام کے لئے ہندوستان تشریف لائیں گے لیکن محترم معاصر ہمدم لکھتا ہے:۔

بعض اہل الرائے اصحاب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ سات سمندر پار سے ایک ایسے شخص کو تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے بلانا کچھ زیادہ مفید نہ ہوگا۔ جس کی آمد پر جہاز کے کرایہ میں ہزاروں روپے صرف کئے جائیں۔ اور جو نہ تو اسلام کی شریعت سے پورے طور پر واقفیت رکھتا ہو نہ اس پر عامل ہو اور نہ اس ملک کے حالات واقعات سے واقف ہوں جہاں تبلیغ کانفرنس ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے ان سے کہیں زیادہ موزوں ہو سکتے ہیں۔ اور جن کے مشوروں سے باعتبار حالات موجودہ زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ گو ہم ان حضرات کی رائے سے بادب اختلاف کریں گے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ جس کی قومیت جغرافیائی حدود اور نسل و رنگ کے اثرات سے آزاد ہے بقول لارڈ سٹینلی مرحوم "ایک چینی مسلمان جب صحرائے وسط افریقہ کے کسی حصہ میں وہاں کے عرب وحشی مخلوط النسل مسلمان سے ملتا ہے تو باوجودیکہ ان دونوں میں قد و قامت خط و خال، رنگ، جسمانی ساخت، اور وضع و لباس کے اعتبار سے بہت فرق ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ مگر صحرائے افریقہ کا مسلمان چینی مسلمان کو نماز پڑھتے دیکھ کر اپنا بھائی سمجھ لیتا ہے اور اس کی مہمانداری اپنے اوپر لازم جان کر اپنی سب سے زیادہ فربہ بھیڑ ذبح کر ڈالتا ہے۔ اور کوئی دقیقہ خوراک کو لذیذ و مرغوب بنانے میں اور اپنے مذہبی بھائی کو ہر طرح کی راحت پہنچانے میں اٹھا نہیں رکھتا۔" پس یہی زبردست جذبۂ اخوت اسلام کے لئے مایۂ ناز اور اس کی عالمگیر قوت کا ذریعہ ہے۔ اور اس لحاظ سے لارڈ ہیڈلے کو ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے درمیان ہرگز اجنبی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مسلمانان ہندوستان کمال اشتیاق کے ساتھ اپنے اس عالی خاندان انگریز بھائی کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ اور جس تبلیغ کانفرنس کی وہ صدارت فرمائیں گے۔ اس میں ہزارہا آدمی جوق در جوق مختلف مقامات سے پہنچکر شامل ہوں گے۔ اور اس طرح کانفرنس مذکور کی کامیابی یقینی ہو جائے گی۔ پھر یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ لارڈ ہیڈلے اپنے مشوروں سے کانفرنس کو کچھ زیادہ مدد نہ دے سکیں گے۔ بیشک وہ ہندوستان کے حالات سے کم واقف ہیں۔ مگر انگلستان اور مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے طریقوں کی بابت اپنی مستند معلومات کی مدد سے وہ نہایت بیش بہا مشورے پیش کر سکیں گے۔ اور مغرب میں اسلام کو صحیح رنگ میں پیش کرنے کی جیسی شدید ضرورت ہے اس پر نہ صرف جملہ ہمدردان قوم متفق الرائے ہیں بلکہ لالہ لاجپت رائے بھی اپنے سفر امریکہ سے واپسی پر مسلمانان ہند کو یہ مشورہ دے چکے ہیں کہ یورپ و امریکہ اس وقت اہل اسلام کے متعلق سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور مسلمانان ہندوستان کو اس غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے اپنے چند مبلغین ضرور وہاں بھیجنے چاہئیں۔ اس طرح لارڈ ہیڈلے کی تبلیغ کانفرنس کی صدارت کئی پہلوؤں سے مفید ثابت ہوگی۔ اور ہماری بہت زور سے یہ رائے ہے کہ لارڈ موصوف اگر آئندہ موسم سرما میں ہندوستان تشریف لا سکتے ہیں تو ان کو ضرور بلایا جائے۔ اور تبلیغ کانفرنس کی صدارت ان کو پیش کی جائے۔

مذکورہ بالا سطور میں معزز معاصر وکیل نے جن دلائل و براہین کے ساتھ کھلے الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ہم اس کے ایک ایک حرف کی تائید کرتے ہیں۔ لارڈ ہیڈلے کی آمد کو ایک تقریب خوشی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس قسم کی تقاریب تبلیغ و اشاعت کے کام پر نہایت خوشگوار اثر ڈالتی ہیں۔

ایک حیرت انگیز انکشاف

کسی دوسری جگہ غازی محمود دھرمپال کا ایک مضمون "سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش" کے عنوان سے درج کیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں منجملہ اور باتوں کے غازی صاحب نے سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں سے ذیل کے فقرات نقل کئے ہیں۔

"سب ملکوں اور سب قوموں میں مامور الٰہی ہوتے ہیں یہ نہیں کہ کسی خاص ملک میں ہوں اور دوسرے میں نہ ہوں رشیوں آریوں، ملیچھوں میں مامور الٰہی یقیناً ہوتے ہیں (اصلی ستیارتھ)

حیرت ہے کہ سوامی دیانند کے ان کھلے الفاظ کے ہوتے ہوئے آریہ سماج نے یہ عقیدہ کہاں سے تراش لیا کہ ویدوں کے نزول کے بعد کوئی مامور الٰہی دنیا میں نہیں آیا۔ اور نہ کوئی خدا کا کلام نازل ہوا اور اس وجہ سے جسقدر لوگوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا وہ سب نعوذ باللہ مفتری اور کذاب تھے۔ ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں کہ آریہ سماج کا یہی عقیدہ آج بنائے فساد ہے۔ لیکن سوامی دیانند کے الفاظ اس فساد کی آگ پر ٹھنڈے پانی کا کام دے سکتے ہیں اگر آریہ سماج انہیں ماننے کے لئے تیار ہو اور اس بات پر ایمان لے آئے کہ تمام اقوام اور سب ملکوں میں خدا کے نبی اور مامور آتے رہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم بھی خدا کے نبی اور رسول تھے۔ کیا آریہ سماج سوامی صاحب کے اس عقیدہ کو تسلیم کرے گی؟۔

اعانت لائٹ

(فہرست ۳)

اخبار لائٹ کے موجودہ مصائب میں اس کی اعانت کی غرض سے جو فہرست چندہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل کی بنا پر کھولی گئی ہے۔ اس کی تیسری قسط ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔ ہم افسوس کے ساتھ اس قدر ذکر کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے بیرونی احباب نے اس طرف ابھی تک بہت کم توجہ کی ہے۔ اب تک جو رقوم شائع ہوئی ہیں ان کا زیادہ تر حصہ احباب لاہور نے ادا کیا ہے۔ ہمارے بیرونی دوست اگر اس قدر کوشش کر سکیں کہ "لائٹ" کے لئے روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ وقت دیں اور اس تھوڑے سے وقت میں ان مقامی اصحاب کے پاس پہنچکر جو ہمارے سلسلے کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہوں "لائٹ" کا پرچہ انہیں دکھائیں اور ہندوؤں کے متفقہ طور پر پروپیگنڈا نے جو مصیبت مقدمہ کی صورت میں اس پر نازل کی ہے اس کا ان سے ذکر کریں۔ تو امید ہے کہ اعانت "لائٹ" کے سلسلہ میں وہ بہت کچھ کام کر سکیں گے۔ "لائٹ" کا پہلا ہفتہ وار پرچہ ۸ اکتوبر کو شائع ہو رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی اشاعت کو بڑھانے کی پوری کوشش کی جائے۔ کہ اس ذریعہ سے علی ہذا فنڈ کو جو مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے رفقا کے مقدمہ کو تکمیل تک پہنچانے اور ان کی رہائی کی صورت کرنے کے لئے کھولا گیا ہے بہت زیادہ فائدہ کی امید ہے۔

۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء تک وصول شدہ رقوم

(۱) سید عبدالمجید صاحب جج ریاست کپورتھلہ — ۵
(۲) شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر وزیر آباد — ۱۰۰
(۳) ڈاکٹر غلام احمد صاحب ٹھیوہ — ۲
(۴) میاں محمد یوسف صاحب آئی۔ اے۔ سی لاہور — ۵
(۵) ڈاکٹر غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور — ۵۰
(۶) شیخ محمد حسین صاحب احمدی منیجر کارخانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ — ۱۵
(۷) اہلیہ صاحبہ " " — ۱۰
(۸) ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لاہور — ۳۰
(۹) منشی جمال الدین صاحب کاتب لاہور — ۵
(۱۰) مولانا مولوی صدر الدین صاحب لاہور — ۲۵
(۱۱) نامعلوم الاسم معرفت سکرٹری صاحب — ۲۵
(۱۲) بنت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور — ۵

کل میزان ۲۷۷

خود گئے قید میں یعقوب برائے یوسف

(ایک درد مند دل کا ابال)

ابتلائے غم فرقت میں برائے یوسف — سونگھ لی مصر سے کنعاں میں قبائے یوسف
شان ربی ہے وہاں قید میں یوسف تھے یہاں — آپ یعقوب ہیں زنداں میں بجائے یوسف
یعنی یعقوب محمد جو ہیں "لائٹ" کے مدیر — جنکو اسلام ہے محبوب بجائے یوسف
کرے اسلام ترقی انہیں یوسف ہے یہی — ان کا مقصود نہیں اور سوائے یوسف
اپنے یوسف کے برادر کا رد یہ سمجھا — اس کو پایا ہے تخریب بنائے یوسف
اس کے خطرہ سے مسلمان کو آگاہ کیا — ایسی حالت میں ہو کے خود بھی فدائے یوسف

اپنی آزادی کو اسلام پہ قربان کیا
خود گئے قید میں یعقوب برائے یوسف

راجپال کی دوسری شرانگیز کتاب

گورنمنٹ نوٹس لے

گزشتہ اشاعت میں ہم راجپال کی ایک اور شرانگیز کتاب موسومہ "بلیدان جیترا دلی"، کا ذکر کر چکے ہیں۔ جو ہندوؤں اور سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے حال ہی میں باتصویر شائع کی گئی ہے ہم متعجب ہیں کہ گورنمنٹ نے اب تک اس کتاب کو کیوں قابل ضبطی قرار نہیں دیا۔ اور اس کے مصنف ناشر و طابع کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔ تمام اسلامی اخبارات اس کتاب کی منافرت زا مضامین اور مضامین کے خلاف بیک آواز صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ اب تک ٹس سے مس تک نہیں ہوئی اگر لاہور میں دفعہ ۱۴۴ نافذ نہ ہوتی۔ تو عظیم الشان احتجاجی جلسوں کی صورت میں مسلمان اپنے ہیجان و اضطراب کو اور بھی نمایاں کر سکتے تھے۔ ہم جناب گورنر پنجاب کی توجہ اس شرانگیز کتاب کی طرف بڑے زور سے منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہوگا حکام اس کتاب کے خلاف قانونی کارروائی کر کے مسلمانوں کے صبر و سکون کا سامان مہیا کریں گے۔ ورنہ ایسے ناپاک لٹریچر کی اشاعت ملک کے امن و امان کے [illegible]

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ خیریت سے ہیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ تک ڈلہوزی سے لاہور واپس تشریف لے آئیں گے۔

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہ مری سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

"لائٹ" کے مقدمہ کی مفصل کارروائی کسی دوسری جگہ درج ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے تینوں بھائی جیل کی کال کوٹھڑیوں کے اندر بھی خوش و خرم اور شاداں اور فرحاں ہیں۔ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کا چہرہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جنت مل گئی۔ جب کبھی ان سے ملاقات ہوئی ان کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کے باقی دو رفقا بھی خدا کے فضل سے صابر و شاکر واقع ہوئے ہیں۔ ملک چودھری رحمت خاں صاحب سے ہم نے گزشتہ تاریخ پر عدالت میں کہا کہ آپ کچھ کمزور و نحیف ہو رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے زیادہ خوش ہی کوئی نہیں۔ تاہم قید و بند کے مصائب آخر معمولی چیز نہیں کہ انسان کا جسم ان سے متاثر نہ ہو۔ روح اور قلب کو خوشی بے شک ہو سکتی ہے لیکن جسم پر جو تکالیف وارد ہوں ان کا اثر ضرور نمایاں ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے احباب ان ہر سہ دوستوں کے لئے صدق دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کی صحت کو قائم اور بحال رکھے۔

دعا کریم الدین صاحب لدھیانہ سے مشکلات سے بچنے اور ملازمت میں کامیابی کے لئے دعا کے طالب [illegible]

عملہ لائٹ کی گرفتاری پر جذبات ہیجان و اضطراب کا طوفان

مختلف مقامات پر احتجاجی جلسے

گو امتناعی میں رہتا ہوں میں ہندوؤں کے جلسہ میں جو ۱۸ اگست کو ہوا شامل تھا۔ اس میں ان مضامین کے متعلق بڑا جوش تھا۔ اور ریزولیوشن پاس ہوئے۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں بندے ماترم کے مضامین بیان نہیں لایا۔ مسٹر عزیز احمد کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں اخبار رحمت کش کے حق میں بطور گواہ صفائی اسی عدالت میں پیش ہوا تھا میں نے اس مضمون کی جس پر مقدمہ تھا جوابی کی تھی اس کو عدالت نے قبول نہیں کیا اور مقدمہ ملزم کے خلاف فیصل ہوا۔ میں آریہ سماج کی طرف سے جو مباحثات ہوتے ہیں ان میں کافی سے زیادہ حصہ لیتا ہوں۔

گواہ نمبر ۶ رائے بہادر لالہ رام سرن داس ایم۔ایل اے

چھٹے گواہ رائے بہادر رام سرن داس رئیس لاہور نے بیان کیا کہ چند ہندو اور سکھ میرے پاس آئے اور ایک پبلک جلسہ کرنے کے متعلق مجھ سے مشورہ کیا۔ لیکن میں نے کہا کہ اس سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات اور زیادہ کشیدہ ہو جائیں گے۔ اس لئے پبلک جلسہ کے بجائے پرائیویٹ جلسہ کر کے معاملہ کی طرف حکام کو توجہ دلا دینی چاہیئے۔ یہ ۲۶ اگست کے لائٹ کے متعلق مشورہ ہوا تھا۔ یہ جلسہ ۲۷ اگست کو میری لال کوٹھی میں ہوا۔ میں نے ان مضامین کے اقتباسات پہلے ۲۲ اگست کے ٹریبیون میں دیکھے۔ جن کا عنوان تھا "دی پریچنگ آف وائلینس" اس کے بعد میں نے لائٹ کا پرچہ منگوایا۔ اور اصل مضامین پڑھے۔ میرے خیال میں ان مضامین کے اندر ایک جماعت کو دوسری جماعت کے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو اکسایا گیا تھا کہ ہر ہندو قتل کیا جائے اس پر ۲۷ اگست کو میری لال کوٹھی پر جلسہ ہوا۔ مہاتما ہنس راج صدر جلسہ تھے۔ بہت سے ہندو اور سکھ بھی موجود تھے۔ مضامین زیر بحث پڑھے گئے اور ان نہایت گندے مضامین کے خلاف گورنمنٹ کو توجہ دلانے کی تجویز کی گئی۔ اور یہ بھی تجویز ہوئی کہ ریزولیوشن کی نقول ڈپٹی کمشنر کو بھیجی جائیں جلسہ کی کارروائی شامل مثل کی گئی۔ میں نے مضمون "کنفیشن آف کرائم" بھی پڑھا ہے۔ یہ جو کچھ پہلے مضامین میں کہا گیا اسی کا اعادہ ہے۔ ایک پیراجس نے میرے دل پر خاص اثر کیا یہ ہے۔

میں ۲۷ اگست کی رات کو شملہ چلا گیا۔ ۲۸ کو پہنچ گیا۔ وہاں پہنچکر میں ہندو مہا سبھا کی انتظامیہ مجلس کے جلسہ میں گیا۔ جو اسی تاریخ کو منعقد ہوا تھا۔ میں دیر سے پہنچا تھا۔ اور کمیٹی کا ایجنڈا ختم ہو چکا تھا۔ میری موجودگی میں لائٹ کا معاملہ پیش نہیں ہوا۔

گواہ نمبر ۷ فضل حق مینیجر "لائٹ"

فضل حق مینیجر لائٹ نے بیان کیا کہ مجھے اخبار لائٹ کا منیجر ہوئے سات آٹھ دن ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے میں وہاں بطور کلرک کام کرتا تھا۔ تین مہینے مجھے اس دفتر میں کام کرتے ہو گئے۔ مجھ سے پیشتر مولوی محمد یعقوب خاں صاحب لائٹ کے ایڈیٹر تھے۔ چودھری رحمت خاں ملک مالک پبلشر اور شیخ معراج دین پرنٹر تھے۔ میں منیجر بننے سے پہلے اخبار ڈسپیچ کرتا اور لائٹ کی آمد کا حساب رکھتا تھا۔ مضامین جو اخبار میں چھپتے ہیں ان کے مسودے اخبار چھپنے کے بعد تلف کر دیئے جاتے ہیں۔ مولوی محمد یعقوب خاں پہلے منیجر تھے۔ ان کے گرفتار ہو جانے کی وجہ سے میں نے کوئی باقاعدہ چارج نہیں لیا۔ مضامین زیر بحث ۱۶ اگست اور یکم ستمبر کے مسودے مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

گواہ نمبر ۸ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ بیرسٹرایٹ لا ایم ایل سی

آٹھویں گواہ نے کہا میں نے دونوں مضامین "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" کو پڑھا ہے سب سے پہلے مجھے ان مضامین کا علم ٹریبیون کے مضمون بعنوان "پریچنگ آف وائلینس" سے ہوا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے اصل مضامین پڑھے۔ میں نے اس مضمون کو پسند نہیں کیا۔ میں نے اسے شرارت انگیز سمجھا جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے کشیدہ تعلقات کو اور زیادہ کشیدہ بنانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ۲۰ اگست کو آل انڈیا ہندو مہا سبھا کی ورکنگ کمیٹی کا ایک خاص جلسہ ہوا اور اس میں مضمون "فائٹ ٹو دی فنش" جس کا ٹریبیون میں ذکر تھا پڑھا گیا۔ میں جلسہ میں موجود تھا۔ ٹریبیون کا مضمون وہاں پڑھا گیا اصل "لائٹ" وہاں موجود نہ تھا۔ ٹریبیون کا تمام ایڈیٹوریل پڑھا گیا اور اصل آرٹیکل کے ہر حوالے پر جو ٹریبیون میں دیا گیا ہے۔ اس پر لفت اور افسوس کا اظہار ...

مسلمانان کوہاٹ کا جلسہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

مسلمانان کوہاٹ کا متحدہ جلسہ بروز جمعرات ۵ بجے شام کو زیر صدارت جناب مولانا مولوی احمد گل صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی کوہاٹ انجمن اسلامیہ کے ہال میں منعقد ہوا۔ کارروائی حسب ذیل ہے:۔

جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد جناب مولانا مولوی احمد گل صاحب نے باوجود علالت طبع کے نہایت ہی سبق آموز تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت شور و غوغا اور فریاد سے متاثر ہوتی ہے افسوس کہ ہم باوجود اصولاً اختلاف نہ رکھنے کے مشترکہ کام کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوتے۔ ہندو قوم صرف ایک جانور یعنی گائے کی حرمت کے سوال پر جمع ہو گئی ہے۔ ہم سرور دو جہان جناب رسالتمآب محمد مصطفےٰ صلعم کے نام پر جمع نہیں ہو سکتے۔ ایڈیٹر اخبار لائٹ ایک صلح کل اور امن پسند شخص ہے۔ انگلستان میں دو سال تک تبلیغ اسلام کا کام کیا ہے۔ ہندو قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے اس نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ہر ایک ہندو راجپال ہے اور فی الواقعہ ہے۔ آج دیکھ لو آنحضرت صلعم کے مکذب کے ساتھ ایک مسلمان جھگڑا کرتا ہے اور اس کو خفیف سے زخم بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے ایک خاص دن یوم راجپال منانے کی تجویز ہوتی ہے۔ ہزاروں آدمی قتل ہو جاتے ہیں کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ لیکن اس شخص کو جس نے ہمارے نبی کی تکذیب کی کس قدر توقیر قوم میں ہے۔ تو ایڈیٹر لائٹ نے سچ کہا کہ ہر ایک ہندو راجپال ہے۔ اور ہندو قوم کو متنبہ کیا کہ اگر یہی حالت رہی تو ہر ایک مسلمان عبدالرشید ہو جائیگا۔ یہ تو ایسی بات تھی کہ میں کہہ دوں کہ اگر کوئی چور میرے مکان پر آیا تو میں اپنے بچاؤ کے لئے اسے پکڑ لونگا لیکن اس کا غلط مفہوم سمجھا گیا۔ اور شریف آدمیوں کو پکڑ کر جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ٹھونس دیا گیا۔

اس کے بعد جناب آغا میر مظفر شاہ صاحب کی تقریر ہوئی جس کا موضوع تھا حفاظت مال، تجارت اور اتحاد بین المسلمین۔ آخر میں آپ نے جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کے کارہائے نمایاں کا ذکر کیا۔ جو آپ نے انگلستان اور ہندوستان میں انجام دیئے۔

اس کے بعد جناب محمد شریف صاحب رئیس لاچی نے ریزولیوشن پڑھ کر سنایا اور جناب سید محمد اشرف صاحب وکیل نے حسب ذیل تقریر کے ساتھ اس کی تائید کی۔

آپ نے صاحب صدر کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی ہم میں احساس نہیں ہے۔ راجپال کے مقدمہ کے وقت ہم خاموش رہے۔ ہندو قوم نے شور مچایا۔ جس کا یہ اثر پڑا کہ راجپال جس نے آنحضرت صلعم کو فحش سے فحش اور بازاری زبان میں گالیاں دیں اس کو

(بقیہ کالم اول)

وہاں فیصلہ ہوا کہ اس آرٹیکل کو اعلےٰ حکام کے نوٹس میں لایا جائے اور اگر ضرورت ہو تو وائسرائے کے پاس ڈیپوٹیشن بھی لے جایا جائے اور ان کے سامنے اس مضمون اور مسلم پریس کے اسی قسم کے دوسرے مضامین کو رکھا جائے۔ جن کے ساتھ وہ اشتعال انگیز تقاریر بھی ہوں جو راجپال کے فیصلہ کے بعد ہوئیں۔ لیکن چونکہ دوسرے ہی دن بحالی امن کی کوششیں ہوئیں اور مجلس اتحاد بنائی گئی۔ اس لئے کوئی ڈیپوٹیشن وائسرائے کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اس خیال سے کہ مسلمان لیڈروں اور کام کرنے والوں میں ایک ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جائے گا۔ اور امن قائم ہو جائے گا۔ میں نے ایک اور مضمون "کنفیشن آف کرائم" بھی پڑھا ہے یہ مضمون پہلے مضامین سے بھی زیادہ برا ہے اگر ایسا ہونا ممکن ہو۔

آئندہ تاریخ پیشی

اس کے بعد آج کی کارروائی ... آئندہ تاریخ پیشی ...

اس کو ایک دن بھی جیل کی کوٹھڑی میں بیٹھنا نہ پڑا۔ ادھر قید کا حکم ہوتا ہے ادھر ضمانت کے لئے درخواست دی جاتی ہے۔ جس وقت جناب ایڈیٹر صاحب لائٹ نے مضمون لکھا تو کہتے ہیں کہ بارہ سو تاریں گورنر کے پاس ہندوؤں کی طرف سے پہنچیں جن میں حکومت کو ڈرایا گیا کہ اگر ایک ہفتہ کے اندر کوئی ایکشن نہیں لینگے تو ہم ہندوستان میں سخت ایجی ٹیشن برپا کر دیں گے۔ افسوس کہ ہمارے پاس نہ اس قدر پیسہ ہے کہ ہم اس کے مقابل میں دو ہزار تاریں بھیجدیں اور نہ ہم ہندوؤں کی طرح شور اور فریاد کرنے کے عادی ہیں۔ ہم نے تو اللہ تعالےٰ پر توکل کر کے صبر کرنے کا سبق سیکھا ہے۔ اس کے بعد لائٹ کی خدمات بیان کیں اور جلسہ دعا کے ساتھ بوقت نماز مغرب ختم ہوا۔

چک ۱۸ ضلع سرگودھا کے مسلمانوں کا احتجاج

آج مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۸ء کو جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ اور آپ کے رفقا کے گرفتار ہونے کی خبر پڑھ کر دل کو نہایت صدمہ پہنچا اسی رات کو جلسہ کیا گیا۔ حاضرین کثرت سے تھے۔ بہت سی تقریریں ہوئیں اور یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ ہم باشندگان چک ۱۸ جنوبی ضلع سرگودھا جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری پر نہایت رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ مولانا ممدوح اور ان کے رفقا کو بے گناہ جیل میں ڈالا گیا ہے اور ساتھ ہی گورنمنٹ سے التماس کرتے ہیں کہ یہ تمام آریہ پروپیگنڈا ہے۔ اور یہ مسلمانوں پر نہایت ظلم کیا جا رہا ہے۔

کلکتہ سے ایک آواز

جناب مدیر محترم پیغام صلح، السلام علیکم

مجھے مولوی محمد یعقوب خاں صاحب پر مقدمہ اور لائٹ کے عملہ کی گرفتاری کی خبر سے سخت حیرت اور تعجب ہوا۔ میں اس حرکت کی علت سمجھنے سے قاصر ہوں میں مولوی محمد یعقوب خاں صاحب سابق مبلغ انگلستان کی تحریرات کو ایک مدت سے پڑھتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ان کے مضامین کو انسانیت، شرافت اور اخوت بشری کی تعلیمات کا حامل پایا ہے میں ان کی سنجیدگی، متانت اور وقار علمی سے مسحور ہو گیا ہوں۔ گزشتہ سال کلکتہ کے دورہ میں جب موصوف آئے تھے تو تمام اہل شہر نے بلا تمیز مذہب و رنگ ان کو سر آنکھوں پر لیا تھا۔ متعدد پبلک ہال میں آپ کی تقریریں امن اخوت اور مذہب انسانیت پر ہوئیں۔ اور بڑے بڑے صاحبان فکر و رائے نے ان کے افکار عالیہ پر تحسین و آفرین کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ کلکتہ برہمو سماج کے جلسہ گاہ یعنی راجہ رام موہن رائے لائبریری میں موصوف نے جناب سر پی سی رائے کی صدارت میں ایک جلسہ عام کو خطاب فرمایا۔ تھا موضوع بحث "اخوت مذاہب" تھا۔ آپ کی تقریر ایسی اعلےٰ تعلیمات سے معمور تھی کہ کل ہندو حاضرین نے جن میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ حضرات موجود تھے۔ اس بات کی خواہش کی کہ بنگال کی موجودہ کشیدہ فضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب جیسے حضرات کا دورہ تمام علاقوں میں کرایا جائے کیونکہ آپ کی تقریر فساد کی آگ کے لئے پانی ہے۔ سر پی سی رائے نے فرمایا:

بنگال کو آپ جیسے مبلغین کی ضرورت ہے۔

سر موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں بڑے زور کے ساتھ یہ تجویز کی کہ موصوف کو ڈھاکہ وغیرہ لے جانا چاہیئے جہاں آپ جیسے مبلغین امن اور معلمین انسانیت و اخوت کی ضرورت بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ تمام حاضرین نے اس تجویز کی تائید کی۔ کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ مولانا موصوف عائد کردہ الزام سے بری

سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش

{غازی محمود دھرم پال صاحب کے قلم سے}

آریہ اور ہندو پریس اور آریہ سماج نے صحیفہ زمیندار اور مولانا ظفر علی خاں صاحب کے خلاف ستیارتھ پرکاش کے تیرہویں اور چودھویں ابواب کی بابت صدائے احتجاج بلند کرنے کی بنا پر جو شور محشر برپا کر رکھا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حالانکہ زمیندار کے کالموں میں متواتر یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ وہ سوامی دیانند کی نیت پر کوئی حملہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک سوامی دیانند جیسے عالم کے قلم سے تیرہویں اور چودھویں باب کا نکلنا قرین قیاس نہیں ہے۔ ان ابواب کی عبارت سخت دل آزار، توہین آمیز اور منافرت زا ہے۔ اور ان ابواب میں جس قبیحانہ طریق پر اولوالعزم انبیاء و رسل کو گالیاں دی گئی ہیں۔ وہ سوامی دیانند جیسے محقق اور ہندو قوم کے مصلح کی شان سے کوسوں دور ہے۔ غیور اور مجاہد ملت "زمیندار" نے سوامی دیانند کی شخصیت کا کما حقہ احترام کرتے ہوئے جس خوش اسلوبی کے ساتھ اس ناسور کو چیر دیا ہے وہ قابل داد ہے۔ آریہ اور ہندو پریس اور ہندو پبلک ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند کی شخصیت کو باہم گڈمڈ کر کے جس طریقے پر غلط بحث کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ اس کو صاف کر دیا جائے تاکہ الحاقی ابواب کے حامیوں کو اپنی امن سوز حرکات کے لئے سوامی دیانند کی آڑ میں مزید شوخی اور شرارت اور مولانا ظفر علی خاں صاحب یا زمیندار یا عام مسلمانوں کے برخلاف غلط فہمی پھیلانے کا زیادہ موقع نہ مل سکے۔

آریہ سماج اور سوامی دیانند

سب سے پہلے ہم اس بات پر افسوس کا اظہار کریں گے کہ آریہ سماج کی موجودہ تعلیم اور اس کی موجودہ روش سوامی دیانند کی تعلیم اور سوامی صاحب کے قائم کردہ معیار کے قطعی متضاد ہے۔ سوامی صاحب کا مدعا یہ ہرگز نہیں تھا کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کیا جائے۔ یا آریہ سماج کو ہندوؤں کی ایک شاخ بنا کر اس کو غیر ہندوؤں کے خلاف آلہ کار بنایا جائے سوامی صاحب نے جب ہندوستان میں ایک مصلح کی حیثیت سے ہندوؤں میں اصلاح کا کام شروع کیا تو انہوں نے اپنے عقائد اور لائحہ عمل کو بنارس میں بیٹھ کر قلم بند کیا۔ اور اس کو ستیارتھ پرکاش کے نام سے ۱۸۷۵ء میں شایع کیا۔

ستیارتھ پرکاش کی اشاعت اولین

ستیارتھ پرکاش جس کے معنے ہی اظہار صداقت ہیں سب سے پہلی مرتبہ بنارس میں راجہ جے کشن داس صاحب بہادر سی آئی ای کی سرپرستی میں سٹار پریس محلہ رامپور میں منشی ہربنس لال پرنٹر کے اہتمام سے ایک ہزار کی تعداد میں چھپی اس کے شروع اور آخر میں راجہ جے کشن داس صاحب کی مہر ثبت ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اپنے مضامین کے لحاظ مکمل اور مصدقہ تھی۔ سوامی صاحب نے اس کو لکھا پڑھا اور جہاں جہاں کوئی غلطی معلوم ہوئی اس کی تصحیح کر دی۔ چنانچہ کتاب چھپنے کے چار سال بعد یعنی ۱۸۷۹ء میں سوامی صاحب نے اس کی ایک معمولی سی غلطی کی تصحیح کا باقاعدہ اشتہار بھی دیا۔ اور کتاب کے ساتھ طباعت کی غلطیوں کا صحت نامہ بھی ملحق کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی صاحب کو اس کتاب کے ساتھ خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ جب تک وہ بقید حیات رہے یہی بنارس کا ایڈیشن ان کے پاس موجود رہا۔

اصلی ستیارتھ پرکاش

ہم ستیارتھ پرکاش کی اس مکمل داستان کو ایک الگ کتاب میں "نیار پرکاش" کے نام سے شایع کر چکے ہیں۔ جس میں واقعات کی بنا پر اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ سوامی دیانند کی زندگی میں تیرھواں اور چودھواں باب شایع نہیں ہوئے۔ اور یہ کہ جو کتاب سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے ہاتھ میں ہے۔ بلکہ اس اصلی کتاب میں چودہ کے بجائے صرف بارہ باب ہیں۔ اور یہ کہ سوامی صاحب ممدوح نے جو الفاظ سب سے پہلی مرتبہ اپنی کتاب میں درج کئے تھے۔ اور جو ان کے مرتے دم تک موجود رہے اور موجود ہیں ہم نے ان تمام الفاظ کو الف سے لیکر ی تک بعینہ "نیار پرکاش" میں نقل کر دیا ہے۔ سوامی صاحب کے ان الفاظ کو یا ان کی اصل کتاب کے پڑھنے کے بعد ایک مسلمان بھی ایسا نہ ملے گا جو سوامی صاحب ممدوح کے خلاف کوئی کلمہ بد کہنے کے لئے یا ان کی کتاب کے خلاف لب کشائی کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ سوامی صاحب کی کتاب کا مطالعہ کر لینے کے بعد ہر ایک مسلمان کے دل سے سوامی صاحب کے لئے دعائے خیر نکلے گی۔ چونکہ سوامی صاحب کی اصلی کتاب بلفظہ ہمارے پاس موجود ہے پس ہم نہایت وثوق کے ساتھ مسلمانان ہند کی وکالت کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانان ہند اس اصلی کتاب کی موجودگی میں نہ تو سوامی دیانند کے مخالف ہیں اور نہ ان کی اس کتاب کے۔ اندریں حالات جو آریہ یا ہندو یہ شور مچا رہے ہیں کہ ہم سوامی صاحب یا ان کی اصلی ستیارتھ پرکاش کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ سوامی صاحب کی ذات ستودہ صفات کی طرف جو مروجہ ستیارتھ پرکاش یا اس کے الحاقی ابواب کو منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ آریہ سماج یا اس کے مداحوں کی غلطی ہے۔ اور یہی غلطی ملک میں فتنہ و فساد کی بنیاد ہے۔ آریہ اور ہندو پریس ان الحاقی ابواب کو سوامی دیانند جیسے مصلح کی ذات کے ساتھ وابستہ کر کے ملک میں فتنہ و فساد کے علاوہ سوامی صاحب ممدوح کے نام کو بھی بدنام کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ اب ہم اس بیان کی تائید میں سوامی دیانند اور ان کی اصلی ستیارتھ پرکاش کے متعلق ذرا وضاحت سے لکھیں گے تاکہ پبلک کو معلوم ہو جائے کہ آریہ اور ہندو پریس کا مولانا ظفر علی خاں صاحب یا "زمیندار" کے خلاف شور و شغب برپا کرنا کیسا مضحکہ خیز ہے۔ ہم اس شور و شغب سے مرعوب ہونے یا اپنے مطالبات کو ترک کرنے یا نرم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم دل سے متمنی ہیں کہ آریہ یا ہندو پریس ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ اور اگر ان کی طاقت میں ہو تو وہ الحاقی ابواب کو بچانے کی کوشش کریں۔ مگر آخر میں حق و باطل میں بین فرق نظر آ جائے گا۔ حق ظاہر ہو جائے گا اور باطل معہ اپنے تمام فتنوں کے پاش پاش ہو جائے گا۔

آؤ ذرا سوامی دیانند اور ان کی اصلی کتاب اور آریہ سماج کی موجودہ روش پر ایک مختصر سی نظر ڈال جائیں۔ تاکہ مسلم قوم اور مسلم پریس کو اپنے مطالبہ کی صداقت اور مخالفین کو اپنے بغض و عناد پر مصر ہونے کی بطالت کا پتہ لگ جائے۔ ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ کیا سوامی دیانند صاحب اسلام اور اسلامی عقائد کے مخالف تھے یا موافق؟ آؤ ذرا اسی کی تحقیقات کر لیں۔

توحید اور سوامی دیانند

آریہ سماجیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے نہ روح کو پیدا کیا نہ مادہ کو بلکہ خدا کی طرح جملہ ارواح اور کائنات کا ذرہ ذرہ ازلیت و ابدیت کے لحاظ سے خدا کا شریک و سہیم ہے۔ اسلام کے نزدیک اس قسم کا عقیدہ صریحاً شرک ہے۔ خود سوامی دیانند نے بھی ستیارتھ پرکاش کے اولین ایڈیشن میں اس قسم کے عقیدہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے طباعت اولین کے صفحہ ۲۰۶ سے لے کر صفحہ ۲۰۸ تک اس مسئلہ پر مفصل بحث کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح اور مادہ کا خالق خداوند کریم ہے۔ وہ جب چاہتا ہے کہ کائنات کو پیدا کرے تو آن واحد میں پیدا کر دیتا ہے سوامی صاحب نے پہلے ایڈیشن میں روح کو "پرمیشور کا دشیش پرکاش" یا امر ربی تسلیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "پرمیشور اپنی اننت سامرتھ" یعنی قدرت کاملہ سے کائنات کو پیدا کرتا ہے۔ وہ "اننت سامرتھ" یا قدرت کاملہ کو ایشور کا گن یا صفات ربانی میں سے ایک صفت مانتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ صفت موصوف سے الگ نہیں ہوتی۔ اور وہ موصوف بھی نہیں ہوتی۔ یہ "اننت سامرتھ" یا قدرت کاملہ جس سے پرمیشور کائنات کو پیدا کرتا ہے۔ چونکہ اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے اپنی اس صفت کا اظہار کر دے یعنی کائنات کو پیدا کر دے اور جب چاہے وہ اپنی اس صفت کو بیان کر دے یعنی کائنات کو فنا کر دے۔ وہ سرشٹیکرتا یا قادر مطلق ہے سوامی دیانند کا رب العزۃ کے قادر مطلق ہونے کے متعلق یہ عقیدہ بعینہ وہی ہے جو اسلام کی تعلیم ہے۔ مگر آریہ سماج سوامی دیانند کے اس عقیدہ کی قائل نہیں ہے۔

سوامی دیانند اور رسالت

کہ رب العزت نے ہر ایک امت کی طرف انبیاء و رسل مبعوث کئے یہ نہیں کہ کسی قوم کو محروم رکھا ہو۔ آریہ سماج رسالت کی قائل نہیں ہے مگر سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء میں لکھتے ہیں:۔

"سب ملکوں میں اور سب قوموں میں مامور الٰہی ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مامور الٰہی کسی خاص ملک میں ہوں اور دوسرے میں نہ ہوں، رشیوں، آریوں، ملیچھوں میں مامور الٰہی یقیناً ہوتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء صفحہ ۹۲)

قرآن پاک نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ:- وان من امة الا خلا فيها نذير

مگر افسوس ہے کہ آریہ سماج انبیاء و رسل کی منکر بلکہ ان کی توہین کرتی ہے حالانکہ سوامی دیانند کا عقیدہ آریہ سماج کے موجودہ عقیدہ سے بالکل مختلف تھا۔

سوامی دیانند اور جنت و دوزخ

آریہ سماج بہشت اور دوزخ کی قائل نہیں ہے مگر سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں (اشاعت اولین مطبوعہ بنارس) بہشت اور دوزخ کو تسلیم کیا ہے۔ مفصل دیکھو صفحہ ۲۱۲۔

سوامی دیانند اور گائے بیل بھیڑ بکری وغیرہ کی قربانی!

کون نہیں جانتا کہ آج کل قربانی اور خاص کر گائے بیل کی قربانی کی بدولت آریوں اور ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر کیسی سختی کی جاتی ہے اور کس قدر خون خرابہ ہوتا ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا سوامی دیانند صاحب بھی گائے وغیرہ کی قربانی کے مخالف تھے۔ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ وہ گائے بیل وغیرہ کی قربانی کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ گائے بیل وغیرہ کی قربانی سے دنیا کا بڑا بھلا ہوتا ہے۔ اور وہ تاکید کرتے ہیں کہ گائے کی قربانی کسی صورت میں بند نہیں ہونی چاہئے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قربانی میں کس قسم کے بیل یا کس قسم کی گائے ذبح کی جانی چاہئے۔ چنانچہ اس مضمون پر انہوں نے بنارس کی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں چوتھا سمولاس صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۰ مفصل بحث کی ہے۔ اگر کسی شخص کو اس بات میں شک ہو تو وہ سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء کا بلفظہ اردو ایڈیشن یا ہندی ایڈیشن کا مطالعہ فرمائے اور دیکھے کہ سوامی دیانند صاحب آج کل کے آریوں اور ہندوؤں کی طرح تنگ دل اور تنگ خیال نہیں تھے۔ بلکہ وہ نہایت وسیع خیال تھے۔ اور وہ اسلام اور اسلامی عقائد کے بھی مخالف نہیں تھے۔

سوامی دیانند اور گائے کی پوجا

کون نہیں جانتا کہ گائے کی پوجا سے آج کل کیا مراد لی جاتی ہے اور گائے کی خاطر کس قدر مسلمانوں کو اذیت دی جاتی ہے۔ مگر کیا سوامی دیانند بھی گائے کی پوجا کے قائل تھے؟ سوامی صاحب پہلے ایڈیشن کی ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں:۔

"گائے تو محض حیوان ہے۔ کیا انسان کو حیوان کی پوجا کرنا مناسب ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں گائے کی پوجا تو صرف اتنی ہے کہ گھاس پانی وغیرہ سے اس کی حفاظت کی جائے۔ وہ بھی دودھ وغیرہ کے مطلب کے لئے۔ ورنہ نہیں اور گدھی کی پوجا بھی ایسی ہی ہوتی ہے"

(اولین ایڈیشن چوتھا سمولاس)

افسوس آج آریہ سماجی حضرات آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کی اسپرٹ کو خیرباد کہہ کر کہاں سے کہاں گائے کے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔

سوامی دیانند اور گوشت خوری

آج آریوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی گوشت خوری پر بھی اعتراض ہے گو ہندوؤں کے شاستر گوشت خوری کی تعلیم سے پُر ہیں۔ مگر نہایت عمدہ اور قابل دید وہ بحث ہے۔ جو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے اولین ایڈیشن میں گوشت خوری کے جواز میں کی ہے۔ یہ بحث دو مقامات پر موجود ہے ایک دسویں اور دوسرے بارھویں سمولاس میں ہے۔ قربانی اور گوشت خوری کے حق میں سوامی صاحب نے ایسے عمدہ دلائل دیئے ہیں کہ پڑھنے والا پھڑک جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۴۱

ہمارے تبلیغی مشن

جاوا

عزیز محمد ثابت صاحب معرفت جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب جاوا سے لکھتے ہیں کہ:۔

یہاں واپس آنے پر جن نئی تبدیلیوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اُنکی تفصیل ذیل میں ہے۔

ہماری جاوا سے روانگی کے وقت یہاں کے نو تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان اسلام کی طرف بالکل مائل نہ تھے لیکن آج معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اور اس کی وجہ ہمارا لٹریچر ہے۔ مرزا صاحب کے آنے کے بعد یہاں جتنی کتابیں اسلام پر بزبان ڈچ شایع ہوئی ہیں۔ وہ سب ہماری انگریزی کتابوں کے تراجم ہیں۔ یہاں کے نوجوان مسلمان ڈچ زبان میں ایک ماہوار رسالہ شایع کرتے ہیں جس کے اکثر مضامین ہمارے لٹریچر سے اخذ ہوتے ہیں۔ آجکل اس رسالہ میں حضرت امیر کی تفسیر انگریزی کا ڈچ ترجمہ باقساط شائع ہو رہا ہے۔ اس کا مترجم مسٹر محمد سنگہ ہمارے سلسلہ کا آدمی ہے۔ ترجمہ کا نمونہ آپ کو بھیجا جا چکا ہے حضرت مسیح موعود کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کا ڈچ ترجمہ مکمل ہو چکا ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ چند صفحات بطور نمونہ ارسال خدمت ہیں۔ قرآن کریم کا ملائی زبان میں ترجمہ قریباً پچیس جزو تک ختم ہو چکا ہے جو انجمن اسے شائع کرنا چاہتی ہے۔ عربی بلاکوں کی عدم موجودگی میں جلد شائع کرنے سے معذور ہے۔ اگر ہماری انجمن اپنے عربی بلاک مستعار طور پر دیدے تو یہ ترجمہ جلد چھپ جائیگا۔ اس انجمن کا نام شرکۂ اسلام ہے اس کے پریزیڈنٹ نے اس بارہ میں آپ کو خط لکھا ہے جو امید ہے پہنچ چکا ہوگا۔

ہماری تعلیم کا اثر نہ صرف یہاں کے نوجوان طبقہ پر ہے بلکہ بہت سے ملائی اخبار جو یہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ ہمارے ہی خیالات سے پر ہوتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر انجمن شرکۂ اسلام کا اخبار ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ ہمارے احمدی بھائی منجع سوگیتا کی زیر ادارت پورو کرتا سے ایک ماہوار رسالہ الفلاح [illegible]

محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ تین سال میں یعنی جب سے کہ مرزا ولی احمد بیگ صاحب یہاں آئے ہیں کسی مُلاں کو کھلم کھلا ہماری مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس سے آپ یہ خیال نہ کریں کہ مخالفت نہیں ہے۔ مخالفت تو ضرور ہے لیکن چھپی چھپی ہمارے ارد گرد رہنے والے چند ملاں صرف تنگ دلی اور مُلاپن کی وجہ سے ہماری مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں یہ تعلیم ابن عربی سے لی گئی ہے کبھی کہتے ہیں امام غزالی سے۔ غرض ایسی ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

یہاں پر جن لوگوں کو ہمیں خاص مقابلہ ہے۔ وہ عیسائی تھیاسوفسٹ۔ اور برہمو سماج کے ہم خیال لوگ ہیں۔ چوتھے درجہ پر مُلاں لوگ۔ انشاء اللہ ہم نہایت کامیابی کے ساتھ سب کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور یقین ہے کہ آخر فتح ہماری ہوگی کمی صرف اتنی ہے۔ کہ ہماری انجمن کی طرف سے بھی ایک پندرہ روزہ اخبار یہاں سے نکلنا چاہئے۔ تاکہ ہمارا مرکز مضبوط ہو جائے یہاں کے سب احمدی بھائی [illegible]

بیگ صاحب حضرت مجدد وقت کی خوبصورت اور دل لبھانے والی تعلیم اسلام کو لوگوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھر رہے ہیں جن جن لوگوں کو معلوم ہوجاتا ہے کہ ایسی عمدہ تعلیم اسلامی حضرت مجدد وقت نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے تو وہ حضرت صاحب سے

چندہ کا بھی وعدہ کر چکے ہیں۔ اگر ہماری انجمن چھ ماہ تک اس اخبار کے اخراجات برداشت کرلے تو انشاء اللہ اس کے بعد یہ اپنے اخراجات نکال لے گا۔ مہربانی کرکے یہ معاملہ انجمن کے سامنے پیش کردیں۔

مرزا صاحب اور میں آٹھ ماہ حال کو پورو اکرتا جانے والے ہیں۔ جہاں محمدیہ کانفرنس ہے۔ اور ہمیں مدعو کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ وہاں لکچر بھی ہونگے۔ والسلام۔

خوشخبری

مسجد برلن کی تکمیل

مولوی فضل کریم خان صاحب تازہ خط میں لکھتے ہیں۔ کہ خدا کے فضل و کرم سے مسجد کا کام تعمیر ختم ہو چکا ہے۔ رنگ ہو رہا ہے۔ جو چند یوم تک ختم ہو جائے گا۔ اور مسجد ہر طرح سے مکمل ہو جائے گی۔

خدا کے فضل سے دو جرمنوں نے اس ہفتہ اسلام قبول کیا۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک

محمد منظور الٰہی سکریٹری تبلیغ

ہمارے دوست کسطرح ہماری مدد کر سکتے ہیں

اخبار لائٹ کو ہفتہ وار کرتے ہی ہمیں مقدمہ کے مشکلات کا سامنا ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ہمارے احباب ہماری مدد تین طرح کر سکتے ہیں۔

(۱) ہر ایک دوست اخراجات مقدمہ کے لئے چندہ دے

(۲) ہر انگریزی خواں دوست اخبار لائٹ کا خریدار بنے

(۳) ہر ایک دوست اپنی جگہ کوشش کرکے اخبار لائٹ کے لئے خریدار پیدا کرے۔

اس اخبار نے جسقدر خدمت اسلام تھوڑے سے عرصہ میں کی ہے۔ اس کے تمام قارئین اس کے صدق دل سے معترف ہے۔ مولوی یعقوب خاں کی انگریزی کی قابلیت پر بڑے سے بڑے لوگ مداح ہیں۔ اگر اس ابتلاء میں ہمارے احباب اخبار کے لئے خریدار پیدا کرنے کے لئے پوری کوشش فرمائیں تو امید ہے کہ کم سے کم اخبار اپنے اخراجات کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور یہ بڑی

مذاکرۂ علمیہ

سوالات معہ جوابات

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

سوال ۱ شیخ سعدی کا مشہور مقولہ ہے "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز"۔ اسلام اور قرآن کی تعلیم اس کے متعلق کیا ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ایسی ہی بعض اور حالتیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بعض مستثنیٰ حالتوں کے لئے حکم ہے کیا یہ درست ہے؟

جواب کیا خوب! گویا بیوی کو خوش کرنے کے لئے خدا کو ناخوش کر لو۔ خدا کے ڈر سے بیوی کا ڈر زیادہ ہوگیا۔ مگر شوہر ایسے کرتوت کرے ہی کیوں جن کو بیوی کے سامنے جھوٹ بول بول کر چھپانا پڑے۔ آپ نے مولویوں کا حوالہ دیا کہ مولوی ایسا کہتے ہیں۔ اصل روایت پیش نہیں کی۔ اصل روایت پیش کرتے تو اس پر غور کیا جاتا کہ اس کا اصل مطلب کیا ہے۔ اگر اصل مطلب یہی ہے کہ بعض حالتوں میں جھوٹ بول لیا کرو تو پھر وہ روایت یقیناً غلط ہے۔ کیونکہ یہ قرآن اور مشہور متواتر صحیح حدیثوں کے خلاف ہے قرآن نے تو کوئی استثنا نہیں رکھی اور جھوٹ کو شرک کے برابر رکھا ہے چنانچہ سورۂ حج میں ارشاد ہوتا ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور ہ حنفاء للہ غیر مشرکین بہ یعنی بتوں کی گندگی سے بچتے رہو اور جھوٹ بولنے سے بچو۔ ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔

اس آیت میں صاف طور پر "حنفاء للہ غیر مشرکین بہ" کو دونوں حکموں پر یکساں لگایا ہے۔ بتوں کی گندگی سے بچنے کے لئے بھی اور جھوٹ سے بچنے کے لئے بھی۔ اصل میں جھوٹ بھی ایک بت ہوتا ہے انسان یا تو کسی سے نفع کا متوقع ہوتا ہے تب اس کی خاطر جھوٹ بولتا ہے یا کسی کی ضرر رسانی سے ڈرتا ہے۔ تب اس کے ڈر سے جھوٹ بولتا ہے پس خدا کے سوا کسی کو نفع یا ضرر کا مالک سمجھنا صریح شرک ہے جیسا کہ خود قرآن میں بھی آتا ہے قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا و لا نفعا۔ کہدے کیا تم اللہ کے سوا اُن چیزوں کو معبود بناتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان کی مالک نہیں ہیں۔ گویا وہ اگر نفع اور نقصان کے مالک ہوتے تو پھر تم اُن کو معبود بنانے میں کسی حد تک حق بجانب ہوتے۔ لیکن جب کوئی چیز خدا کے سوا نفع و نقصان کی مالک ہی نہیں تو پھر خدا کے سوا کسی اور کو معبود بنانا بے معنی ہے۔ نتیجہ یہ کہ خدا کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ اس لئے خدا کے سوا کسی غیر سے نفع کے متوقع ہو کر یا اس کے ضرر سے ڈر کر کبھی جھوٹ بولنا نہ چاہئے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ یقیناً غیر اللہ کو اپنا معبود بناتا ہے جو شرک ہے۔ بہت رعایت کرو تو یوں کہہ لو کہ شرک خفی ہے اس آیت قرآنی کی تائید میں اس مشہور متواتر حدیث کو لے لو جس میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا مومن سے فلاں گناہ کا ہو جانا ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر ایک اور گناہ کا ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا مومن سے اس گناہ کا ارتکاب ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ لیکن جب اس نے کہا کہ کیا مومن سے کبھی جھوٹ کا بولا جانا ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ گویا مومن سے مختلف لغزشوں کا ہو جانا ممکن ہے۔ مگر جھوٹ کا بولا جانا ممکن ہی نہیں۔ تو اب فرمائیے ایسی گمنام روایت کو جو جھوٹ کو بعض حالتوں میں جائز رکھتی ہو یا کسی مولوی کی ذہنیت کو ہم لیکر کیا کریں۔ باقی رہا شیخ سعدی کا قول "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" یہ نہ خدا کا قول نہ رسول کا قول۔ نہ ہم پر حجت نہ کسی پر حجت۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں شیخ سعدی کا فقط اتنا مطلب ہے کہ دو بدیوں میں سے ایک بدی دوسری بدی سے کم درجہ پر ہے اس کی تشریح یوں ہے کہ مومن جب بولتا ہے سچ بولتا ہے لیکن بعض دفعہ بولنے سے خاموشی بہتر ہوتی ہے کسی کے پس پشت اس کی برائیاں بیان کرنا جو حقیقتاً درست اور سچی ہوں غیبت کہلاتی ہیں جو سخت گناہ ہے۔ پس غیبت اس لئے جائز نہیں ہو سکتی کہ وہ سچ ہے جس سے معلوم ہوا کہ بے موقع سچ بولنا بعض دفعہ گناہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جھوٹ بولے کیونکہ جھوٹ بولنا تو یقیناً گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ خاموشی [illegible]

فتنہ و فساد قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ جائے۔ اور جتنا آفت ہو چلے ان سب سے بچنے کا ایک ہی علاج ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے سچ بولنے کے یہ معنے تو نہیں کہ موقع بے موقع لوگوں کی غیبت عیب چینی اور چغلخوری کی جائے اور ان کے پردے فاش کر دیئے جائیں۔ اور ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگا کر فتنہ و فساد کو بھڑکایا جائے۔ ایسا کرنا تو سخت گناہ ہے یہی شیخ سعدی صاحب کا مطلب ہے کہ اگرچہ جھوٹ بولنا بھی گناہ ہے لیکن اگر وہ جھوٹ ۔۔ جو مصلحت آمیز ہو تو وہ اس گناہ سے جو راستی فتنہ انگیز سے پیدا ہوتا ہے گناہگاری کے لحاظ سے کم درجہ پر ہے اور اس لئے اس سے بہتر ہے اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ جھوٹ بولنا گناہ نہیں لیکن گناہ گناہ میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی بڑھکر ہوتا ہے اور کوئی اس سے کم درجہ پر۔ لیکن شریعت کا تو حکم ایسے موقع پر یہی ہے کہ خاموشی سے کام لیا جائے سچ بولنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ خواہ مخواہ زبان ہلا کر کسی غریب کو مصیبت میں پھنسا دیا جائے۔ المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ مسلمان ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان امن میں رہیں ہاں خاموش رہنے سے کسی حقدار کا حق تلف ہوتا ہو۔ یا کسی بے گناہ پر ظلم ہوتا ہو یا حق باطل سے ملتبس ہوتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر بولنا ضروری اور خاموش رہنا گناہ ہے۔

سوال ۲ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ نبی اور مجدد کو سوائے اپنی مادری زبان کے اور کسی زبان میں الہام نہیں ہوتا۔ دلیل میں آیت پیش کرتے ہیں و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسری زبانوں میں بھی الہام ہو سکتا ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فارسی میں یہ الہام ہوا "ایں مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم"۔ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات صحیح ہے؟ اور کیا یہ الہام واقعی رسول کو ہوا تھا؟ حوالہ کیا ہے؟

جواب نبی رسول اور مجدد کو سوائے اپنی زبان کے اور زبانوں میں بھی الہام ہو سکتا ہے خدا کسی زبان کا پابند نہیں۔ آیت و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم کے یہ معنے کس طرح ہو گئے . . . .

کہ الہام سوائے اپنی مادری زبان کے اور کسی زبان میں نہیں ہو سکتا کم سے کم اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے یہ معنے ہوں۔ آیت کا لفظی ترجمہ ہے کہ ہم نہیں بھیجتے کسی رسول کو مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ اُن کے لئے کھول کر بیان کر دے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ جس قوم کی طرف تبلیغ کے لئے رسول آتا ہے اس قوم کی زبان اور رسول کی زبان ایک ہونی چاہئے تاکہ وہ ہدایت کو اُن کے لئے کھول کر بیان کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے اور یہ جناب الٰہی کی بڑی غریب نوازی ہے۔ اگر رسول کی کوئی اور زبان ہوتی اور جس قوم کو وہ تبلیغ کرنے آتا ہے اس کی زبان اور ہوتی تو فرمائیے لوگ کیا خاک سمجھتے "لیبین لہم" نے بات کو صاف کر دیا کہ رسول اور قوم کی زبان ایک ہونے کا مقصد یہ ہے کہ تا وحی الٰہی کے ماتحت جو ہدایت انسان کے لئے آتی ہیں انہیں رسول اپنی قوم کو اچھی طرح سمجھا سکے۔ اگر زبان مختلف ہوگی تو نہ رسول ہی سمجھا سکے گا نہ لوگ سمجھ سکیں گے۔

اسی لئے ہر قوم میں جب نبی آیا تو اسی قوم میں سے آیا تا نبی کی اور قوم کی زبان ایک ہو۔ اور وہ اپنی قوم کو کما حقہ سمجھا سکے۔ لیکن جب ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد ڈالی جانے لگی اور تمام دنیا کے لئے ایک ہی رسول مبعوث کیا جانے لگا۔ تاکہ تمام فرقوں کی آپس کی مغائرت و منافرت ختم ہو کر یکجہتی وحدت اور مساوات انسانی کی بنیاد پڑے تو پھر یہ تو ناممکن تھا کہ کوئی ایسا رسول بھیجا جائے جو ہر قوم کی زبان جانے کیونکہ اتنی لمبی عمر رسول کی کہاں ہو سکتی ہے کہ وہ تمام دنیا کی زبانیں کو سیکھکر ہر ایک قوم کو اس کی زبان میں دین سکھا دے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس کی امت ہی اس کی قائم مقام کی حیثیت سے اس کی تبلیغ و ہدایت کو پورا کر سکتی ہے اور اس کے افراد ہر قوم کی زبان سیکھ کر انہیں اُنکی اپنی مادری زبان میں دین سکھا سکتے ہیں۔ اسی بات کو قرآن کریم نے آیت و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم میں بیان کیا ہے کہ ہم نے جو آج تک ہر ایک رسول اپنی قوم کی زبان میں ہی بھیجا تو اس کا مطلب صرف اسی قدر تھا لیبین لہم" یعنی وہ لوگوں کو کما حقہ دین سمجھا سکے اب جو تمام دنیا کے لئے ایک ہی رسول بھیجا ہے تو اگرچہ قاعدہ کے مطابق اس کی زبان بھی وہی ہے جو اس اس قوم کی ہے جسے وہ دنیا کی تبلیغ کے تیار کر رہا ہے لیکن آپ کی امت کو جب خدا نے اس منصب تبلیغ و ہدایت پر کھڑا کیا ہے جو پہلے رسولوں کو [illegible]

اور ہادی ہے اور تم دنیا جہان کے لوگوں کے ہادی اور بشیر و نذیر بنائے گئے ہو تو آپ کی امت کا یہ فرض بھی ہوگا کہ وہ لیبین لہم کے ماتحت تمام دنیا کی قوموں کی زبانیں سیکھے اور ہر قوم کو اس کی اپنی زبان میں تبلیغ کرے تاکہ وہ تمام قوم کما حقہ سمجھ سکے مثلاً یہ امت محمدیہ کا فرض ہے کہ وہ انگریزی میں قرآن کا اور احکام اسلام کا ترجمہ کرکے انگریزوں کو دین سکھائے۔ انگریزوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ عربی پڑھکر قرآن پڑھیں۔ اور اسلام سیکھیں۔ . . . .

. . . اگر دو چار عربی پڑھکر اسلام سیکھ بھی لیں تو ظاہر ہے کہ ساری قوم ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ ہر قوم کی زبان سیکھیں اور اسلام کا پیغام اُنکی زبان میں ان کو پہنچائیں۔ تمام دنیا کے لئے جو نبی آیا یہ ناممکن تھا کہ وہ تمام جہان کی قوموں کی زبان جانتا۔ یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی میں ہر قوم میں جاکر - - - - - - - - اُنکی زبان میں دین سکھاتا۔ اس کا یہی فرض ہو سکتا تھا کہ وہ اُس قوم کو جسے وہ دنیا میں تبلیغ کے لئے تیار کرنے آیا تھا اس کی اپنی زبان میں دین سکھا جائے یہ کام پھر اس جماعت یا قوم یا امت کا تھا کہ اُن میں سے کوئی فارسی سیکھتا کوئی ہندی کوئی چینی سیکھتا تو کوئی ترکی۔ کوئی انگریزی سیکھتا تو کوئی فرانسیسی اور مختلف زبانیں سیکھکر مختلف قوموں کو اُنکی اپنی مادری زبان میں دین سکھاتے۔ چنانچہ صحابہ اور سلف صالحین نے ایسا ہی کیا جس ملک اور قوم میں گئے وہاں کی زبان سیکھی اور اسی زبان میں انہیں دین سکھایا۔ آج بھی ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کریں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کل دنیا کی قوموں تک پہنچائیں کیونکہ یہ فرض ہمارا ہے نہ کہ انکا۔ پس تمام دنیا کے لئے نبی مبعوث کرنے میں جو مشکل درپیش تھی قرآن نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ جب ہر نبی کے اپنی قوم کی زبان میں آنے کا مقصد صرف اسی قدر تھا کہ "لیبین لہم" تاکہ وہ کھول کر دین کو سکھا سکے۔ سو ایسے نبی کے لئے جو تمام دنیا کی قوموں کے لئے مبعوث ہوا ہو یہ قاعدہ اس شکل میں چسپاں ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے اصل مقصد کو لے لیا جائے اور وہ تھا "لیبین لہم" کہ دین کو کھول کر سمجھایا جائے۔ سو اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ رسول اپنی قوم کو دین مفصل طور پر سکھا دے اور پھر اُن میں سے لوگ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے ماتحت داعی الی الخیر بنکر نکلیں جو ہر قوم کی زبان سیکھکر انہیں انکی اپنی زبان میں دین سکھا دیں۔ مطلب تو ہر قوم کو اس کی اپنی زبان میں دین سکھانا تھا اور یہ عالمگیر مذہب کی صورت میں اسی طرح پورا ہو سکتا ہے۔ کہ رسول کے شاگرد مختلف زبانیں سیکھکر رسول کی رسالت کو ہر ایک قوم کی اپنی زبان میں پہنچا دیں۔ امید ہے کہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی ہوگی کہ میں ثابت کرتا پھروں "اگر ایں مشت خاک را نہ بخشم چہ کنم" کا فارسی الہام واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا یا نہیں۔ اگر ہوا تھا تو فبہا۔ اگر نہیں ہوا تھا۔ تو ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اس الہام کا ہونا آیت متنازعہ فیہ کے مخالف نہیں۔ اس آیت سے کوئی حد بندی خدا کے الہام پر نہیں لگتی۔

کثرت کا گھمنڈ

حضرت مسیح موعود کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قادیان میں ایک گروہ پیدا ہو گیا۔ جس کے عقائد حضرت مسیح موعود کے عقائد سے مختلف ہیں۔ تو خدا نے اسلام کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے ایک گروہ کو کھڑا کر دیا جس نے حق و حقیقت کو لیکر اس گروہ کا پورا پورا مقابلہ کیا یہاں تک کہ آہستہ آہستہ یہ گروہ بظاہر اپنے خیالات سے جدا ہوتا نظر آ رہا ہے لیکن ابھی تک وہ اس بات کا رونا رو رہا ہے۔ کہ جماعت لاہور کی تعداد قادیانیوں سے نہایت قلیل ہے (الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۲۶ء) ہمیں معلوم نہیں کہ قادیانیوں کی اصل تعداد کس قدر ہے۔ ان کے کئی ممبر کہا کرتے ہیں۔ پانچ لاکھ ہے اور کئی اس سے دوگنی سناتے ہیں لیکن ہمیں اتنا تو ان کی سرکاری رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی انجمن کا سالانہ بجٹ آمد و خرچ جماعت لاہور کے قریباً برابر ہے اس لئے یہ قلت جس کا رونا قادیانی روتے رہتے ہیں ہمارے لئے قابل فخر ہے نہ باعث ندامت دوسری دلیل ان کی کثرت تعداد کی یہ ہے کہ انہوں نے ایک محضرنامہ گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا ہے جس پر کم از کم پانچ لاکھ مسلمانوں کے دستخط ہونے چاہئیں اگر انکی اپنی جماعت کی تعداد ہی پانچ دس لاکھ ہوتی تو بار بار میعاد بڑھا کر پانچ لاکھ دستخط پورے کرنے میں انہیں دقت پیش نہ آتی جو ۱۰ ستمبر تک ۲۴۷۲۱۹ تک بمشکل پہنچی ہے جس میں یقیناً علاوہ دوسرے مسلمانوں کے انکی اپنی ساری جماعت شامل ہوگی یہ ہے کثرت جماعت کا حال جس پر اتنا فخر اور غرور کیا جاتا ہے

مقدمۂ لائٹ

سات مزید شہادت ہائے استغاثہ

راجہ نریندر ناتھ، لالہ خوشحال چند ایڈیٹر ملاپ، مسٹر چٹرجی ایڈیٹر ہندو ہیرلڈ گواہان استغاثہ

مولانا مولوی یعقوب خان صاحب کا بیان

۸ر اکتوبر کی کارروائی

لاہور ۸ر اکتوبر۔ آج گیارہ بجے مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مولانا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے رفقا کا مقدمہ پیش ہوا۔ کمرۂ عدالت تماشائیوں سے معمور تھا۔ استغاثہ کی طرف سے آج سات مزید گواہ پیش ہوئے جن میں لالہ خوشحال چند خورسند ایڈیٹر ملاپ، اور راجہ نریندر ناتھ بھی شامل تھے مفصل کارروائی حسب ذیل ہے۔

گواہ نمبر ۹ لالہ خوشحال چند خورسند ایڈیٹر ملاپ کی شہادت

میں نے ۱۶ر اگست کے لائٹ میں دو نو مضامین "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" کو پڑھا۔ ان دونوں مضامین کے پڑھنے سے بحیثیت ہندو سوسائٹی کا ممبر ہونے کے میرے اوپر یہ اثر پڑا کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف انگیخت کی گئی ہے۔ اور تشدد کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور نفرت پھیلائی گئی ہے۔ ان دو نو مضامین کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے رائے بہادر لالہ رام سرن داس کی لال کوٹھی میں ہندوؤں اور سکھوں کا ایک نمائندہ جلسہ ہوا۔ وہاں میں بطور سکرٹری کام کرتا تھا۔ ان دونوں مضامین کو وہاں پڑھکر سنایا گیا۔ اردو میں بھی ترجمہ کیا گیا سب کی متفقہ آواز یہی تھی کہ یہ مضامین نفرت انگیز ہیں اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف اکسایا گیا ہے۔ ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اور کاغذات میں نے رائے بہادر لالہ رام سرن داس کے حوالے کر دیئے (ریزولیوشن دیکھکر کہا) ہاں یہی ہے۔ ایک پبلک میٹنگ ان مضامین کے متعلق ہندوؤں اور سکھوں کی گوال منڈی میں ہوئی جس میں میں موجود تھا۔ یہ ۲۸ر اگست کو ہوئی اور اس میں ریزولیوشن بھی پاس ہوا تھا (ریزولیوشن دیکھکر کہا) ہاں یہی ریزولیوشن تھا۔ میں نے لائٹ کا مضمون "کنفیشن آف کرائم" لائٹ یکم ستمبر کے پرچہ میں پڑھا تھا اس کا یہی اثر ہوا کہ یہ پہلے مضامین سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور اس سے زیادہ نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ ان مضامین کا میں نے اپنے اخبار کے ایڈیٹوریل میں ذکر کیا تھا۔

گواہ نمبر ۱۰ راجہ نریندر ناتھ کی شہادت

میں نے لائٹ کے مضامین کا خلاصہ ٹریبیون ۲۶ر اگست میں پڑھا ٹھیک تاریخ مجھے یاد نہیں جہاں تک یاد ہے ۲۶ر اگست کو ہی پڑھا تھا۔ . . . . ہندوؤں اور مسلمانوں موجودہ تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہے۔ . . . . . .

. . . .

ہندو مہاسبھا کی منتظمہ کمیٹی میں اس پر بحث ہوئی اور یہ ضرورت سمجھی گئی کہ اس ایجی ٹیشن کو روکدیا جائے۔ ایک ڈپوٹیشن بھی ویسرائے کے پاس لے جانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ لیکن چونکہ مجلس اتحاد منعقد ہونے والی تھی اس لئے اس تجویز کو ترک کر دیا گیا۔ میں نے خود لائٹ کے اس مضمون کو نہیں پڑھا نہ اس کے اور کسی مضمون کو خود لائٹ کے پرچہ میں دیکھا۔ شملہ کی میٹنگ میں بھی لائٹ نہیں پڑھا گیا صرف اس کا اقتباس پڑھا گیا۔ ڈاکٹر مونجے صدر تھے۔ میں وائس پریزیڈنٹوں میں سے ایک ہوں۔ میں ہندو سبھا کا پریزیڈنٹ گذشتہ سال تھا۔ غالباً راجہ سر رامپال سنگھ بھی وائس پریزیڈنٹ ہیں۔ اور لالہ لاجپت رائے بھی

گواہ نمبر ۱۱ ڈاکٹر سنت رام سکنہ امرتسر

لائٹ ۱۶ر اگست کے دو مضامین "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" میں نے پڑھے۔ جہاں تک ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات کو مدنظر رکھا جائے۔ میرے دل میں ان مضامین

احتجاج بلند کرنے کے لئے ۲۳ر اگست کو باغ اکالیان میں ہندوؤں اور سکھوں کا جلسہ میری زیر صدارت ہوا اس کے اقتباس پڑھے گئے۔ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ گورنمنٹ سے درخواست کی جائے کہ اس کے خلاف ایکشن لے ایک اور مضمون "کنفیشن آف کرائم" بھی یکم ستمبر کے لائٹ میں پڑھا ہے اس کے الفاظ سخت ہیں۔ اور اس کا بھی وہی اثر مجھ پر ہوا جو پہلے مضامین کا تھا۔

مسٹر عزیز احمد کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ میں نے ان مضامین کا اقتباس "پرتاپ" میں پڑھا تھا پہلے" لائٹ میں پڑھا۔ میرے ایک دوست کے پاس جو شاہ دالانگم کمپنی کے مالک ہیں۔ لائٹ آتا ہے ۱۷۔ ۱۸ تاریخ کو میں نے لائٹ پڑھا۔ اس سے پہلے میرے دل میں مسلمانوں کے متعلق نہ کوئی خاص محبت اور نہ نفرت تھی اس کو پڑھکر رہی سہی محبت بھی جاتی رہی اور نفرت پیدا ہوگئی لکھنے والے کے خلاف بھی نفرت پیدا ہو گئی۔ اور اس کے خلاف میں نے جلسہ میں نفرت کا اظہار کیا دوسرے لیکچراروں نے مقدمہ چلانے کی تحریک کی۔

گواہ نمبر ۱۲ ہرنام داس ویدسکنہ لاہور

میں گریجوایٹ ہوں میں نے ۱۶ر اگست کے لائٹ میں مضامین "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" پڑھے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے میرے دل میں مسلمانوں کے متعلق نفرت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور جس صاحب نے مضمون لکھا تھا اس کے متعلق بھی ویسا ہی جذبہ پیدا ہوا۔ میں اس جلسہ میں موجود تھا جو رائے بہادر رام سرن داس کی لال کوٹھی میں ۲۷ر اگست کو ہوا۔ میں نے یکم ستمبر کے لائٹ میں "کنفیشن آف کرائم" کا مضمون بھی پڑھا اس کے متعلق میں یہی سمجھتا ہوں کہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔

گواہ نمبر ۱۳ ہری موہن چٹرجی جرنلسٹ ہندو ہیرلڈ

مجھے جرنلزم میں کام کرتے ہوئے ۲۵ سال ہو گئے ہیں۔ ہندو ہیرلڈ میں ایک سال سے کام کرتا ہوں ۱۶ر اگست کے لائٹ میں مضامین فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اے راجپال" میں نے پڑھے ہندو مسلمانوں کے جو تعلقات ان ایام میں تھے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے میری دل چوٹ لگی اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہوئی میں نے اس کے متعلق ہندو ہیرلڈ ۲۴ر اگست میں نوٹ لکھا۔ ہیڈنگ تھا "فائٹ ٹو دی فنش" پھر میں نے ۲۵ر اگست کے پرچہ میں ایک اور مضمون Through The Window کے عنوان سے لکھا۔ یہ مضمون بھی میں نے ہی لکھا تھا۔ اس کے بعد کنفیشن آف کرائم کا مضمون بھی یکم ستمبر کے لائٹ میں میں نے پڑھا اس کے پڑھنے سے میرے دل میں وہی جذبہ پھر پیدا ہوا۔

مسٹر عزیز احمد بیرسٹر کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ۔ اس اخبار کے مالک کاشی رام کھوسلہ ہیں انکا کام ملیشٹی ہے ہندو سبھا سے کوئی تعلق نہیں ریلوے روڈ کھوسلہ بلڈنگس سے اخبار شایع ہوتا ہے۔

گواہ نمبر ۱۴ نرائن داس ساہوکار

رائے بہادر لالہ رام سرن داس کی لال کوٹھی میں ۲۷ر اگست کو جو جلسہ ہوا تھا اس میں میں موجود تھا۔ وہ جلسہ اخبار لائٹ کے برخلاف تھا۔ لائٹ نے ہندوؤں کے خلاف مضمون لکھے تھے۔ میں انگریزی نہیں جانتا۔ اردو جانتا ہوں۔ لالہ خوشحال چند نے ان مضامین کو

میرے دل میں لکھنے والے اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہوئی ان مضامین کے متعلق وہاں ریزولیوشن پاس ہوئے تھے میں آخر تک بیٹھا رہا تھا۔

گواہ نمبر ۱۵ خانصاحب شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ

اخبار "لائٹ" دسمبر ۱۹۲۱ء سے شایع ہونا شروع ہوا تھا۔ یہ اخبار ہمیشہ میری نظروں سے گذرتا رہا ہے۔ اس اخبار کی پالیسی زیادہ تر مذہبی پروپیگنڈا رہی ہے ۱۶ر اگست کے "لائٹ" میں مضامین فائٹ ٹو دی فنش" اور ایوری ہندو اے راجپال" میں نے پڑھے ان مضامین کو میں نے گورنمنٹ کے پاس بھیجدیا۔ میں نے اس نقطۂ خیال سے انہیں بھیجا کہ یہ مضامین ہندو مسلمانوں کے تعلقات کو خراب کرنے والے ہیں میں نے یکم ستمبر کے "لائٹ" میں کنفیشن آف کرائم" کا مضمون بھی پڑھا اور اس کو بھی اسی نقطۂ خیال سے گورنمنٹ کے پاس بھیجدیا۔

استغاثہ ختم

خان صاحب شیخ عبدالعزیز کی شہادت کے بعد سرکاری وکیل نے کہا کہ دو اور بھی گواہ تھے جن کے سمنوں کی تعمیل نہ ہوسکی۔ لیکن میں ان کو چھوڑتا ہوں اور استغاثہ کو یہیں پر ختم کرتا ہوں

مولوی یعقوب خانصاحب کا بیان

اس کے بعد عدالت مولینا مولوی محمد یعقوب خان صاحب سے مخاطب ہوئی اور خانصاحب موصوف اور عدالت کے مابین حسب ذیل سوال و جواب ہوئے۔

مجسٹریٹ کیا ۱۶ر اگست اور یکم ستمبر ۱۹۲۷ء کے "لائٹ" کے آپ ایڈیٹر تھے؟

جواب ہاں۔

مجسٹریٹ کیا آپ مضمون "فائٹ ٹو دی فنش" کے اس رجحان کے متعلق کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں غیر ہمدردانہ جذبات پیدا کرتا ہے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جواب یہ مضمون ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کوئی غیر ہمدردانہ جذبات پیدا نہیں کرتا میں اپنا مفصل بیان پیش خدمت کرونگا۔

مجسٹریٹ اور مضامین "ایوری ہندو اے راجپال" اور "کنفیشن آف کرائم" کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جواب وہی جو پہلے کہا۔

مجسٹریٹ ان مضامین کو شایع کرنے سے آپ کا مقصد کیا تھا؟

جواب میرا مقصد جیسا کہ میں اپنے تحریری بیان میں اس پر بحث کرونگا ان اسباب کو منکشف کرنا تھا جو اسوقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تشتت و افتراق پیدا کر رہے ہیں اور دونوں جماعتوں کی توجہات کو انکی طرف مبذول کرانا تھا اور مسلمانوں کو اس چیز سے متنبہ کرنا بھی میرے مدنظر تھا جسکو میں ہندو کمیونٹی کی جارحانہ ذہنیت سمجھتا ہوں۔

مجسٹریٹ "ایوری ہندو اے راجپال" کے عنوان سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب میں نے اپنے مطلب کو خود اسی نوٹ میں واضح کر دیا ہے۔ اس کا مطلب صرف اسقدر ہے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو جو کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتا ہے مسلمان کمیونٹی کے خلاف جارحانہ ذہنیت میں رنگا جا چکا ہے؟

مجسٹریٹ کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ راجپال مسلم کمیونٹی کی طرف سے خاص نفرت کا آماجگاہ بنا ہوا ہے؟

جواب ہاں۔

مجسٹریٹ فائٹ ٹو دی فنش سے آپکی کیا مراد ہے۔

جواب میرا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے قومی مفاد کی حفاظت کرنے میں بہت سست اور عام طور پر بہت نرم واقع ہوئے ہیں ان کو ہندوؤں کی جارحانہ ذہنیت سے محفوظ کرنے کے لئے جو ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتی ہے میں نے اپنی قوم سے صرف یہ خواہش کی ہے کہ وہ آرام سے نہ بیٹھیں اور ایسے وسائل اور ذرائع سے کام لیں جن سے ان کے مفاد کی حفاظت جائز طور پر ہو سکے۔

مجسٹریٹ "فنش" سے آپ کی کیا مراد ہے

جواب یہ مضمون مقدمہ ورتمان کے فیصلہ کے بعد لکھا گیا۔ اور یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے متعلق یہ خیال ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے قومی مفاد کا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۱۵ — ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ — نمبر ۴۱

ہمارے اخبارات کی پالیسی

حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے

اخبار بندے ماترم مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء میں ملک محمد امین ایم اے وکیل لاہور کا ایک انٹرویو چھپا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ملک صاحب اخبار لائٹ کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں۔ اور وہ اس کی پالیسی کو تبدیل کر دیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ مولینا محمد یعقوب صاحب کی گرفتاری پر ملک صاحب نے اخبار لائٹ کی ایڈیٹری کے لئے اپنی خدمات پیش کی تھیں مگر اسوقت انہوں نے اس بات کو ظاہر نہیں کیا کہ وہ اخبار کی پالیسی کو تبدیل کر دیں گے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اخبار "پیغام صلح" "لائٹ" دونوں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اخبارات ہیں اور انکی پالیسی درحقیقت انجمن کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایڈیٹر کا فرض ہے کہ وہ قومی پالیسی پر کاربند ہو۔ بلکہ اسوقت ملک صاحب کے سارے رویہ سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ قومی پالیسی پر کاربند رہیں گے اس کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر انجمن ملک صاحب کی خدمات سے فائدہ نہیں اٹھا سکی اور اخبار کی ایڈیٹری کا دوسرا انتظام کیا گیا ہے۔

اس جگہ پر میں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اخبار "پیغام صلح" اور "لائٹ" ہر دو مذہبی اخبارات ہیں۔ اور انکی غرض اشاعت وتبلیغ اسلام ہے جس کے اندر مسلمانوں کی اصلاح کا سوال بھی آ جاتا ہے۔ پالیٹکس سے ہم علی الاعلان شروع سے الگ ہیں اور الگ رہیں گے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم ہندو مسلم اتحاد کو نہیں چاہتے۔ اخبار پیغام صلح کا نام ہی ہندو مسلم اتحاد کے پیغام سے لیا گیا ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ نے ہندوؤں کو دیا تھا کہ جس طرح ہم ان کے بزرگوں کی عزت و احترام کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کریں تو ہم میں اتحاد ہو سکتا ہے اور اس اتحاد کی خاطر ہم مزید قربانیاں بھی کر سکتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ہندو ذہنیت پر آریہ سماج کی تعلیم کا وحشیہ غالب آتا جا رہا ہے جس میں مسلمانوں کے ساتھ تنفر کے جذبات پیدا کرنا مقصود ہے۔ اس لئے وہ اتحاد بھی دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہم چند دنیوی اغراض کے لئے جب تک دلوں میں صفائی نہ ہو کسی اتحاد کے قائل نہیں نہ اپنے قومی وقار کو گرا کر ان سے صلح کرنا چاہتے ہیں ہم ان سے کوئی ایسی بات نہیں چاہتے جو اپنے لئے پسند نہ کرتے ہوں۔ ہم جسطرح اپنی قوم کے حقوق کی حفاظت چاہتے ہیں اسی طرح اس بات پر تیار ہیں کہ ہندو اپنے حقوق کو لیں ہم پہلے ان کے بزرگوں کا عزت و احترام کرتے ہیں تو پھر ان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر کی عزت و احترام کریں۔ اگر کوئی مسلمان ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کو جیسے رام چندر جی یا کرشن جی ہیں برا کہے۔ تو ہم اس بات کی ذمہ داری لینے کو تیار ہیں کہ تمام مسلمان اس پر اظہار تنفر کریں گے۔ لیکن اگر اس کے بالمقابل ہندوؤں کی ذہنیت یہ ہے جس کا نمونہ ہمیں دیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیجاتی ہیں۔ اور وہ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے اس بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اظہار نفرت کریں۔ خاموش رہکر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ دل سے گالیاں دینے والوں کے ساتھ ہیں تو ہماری عزت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ ہم ان کے معاملہ میں خاموش رہیں۔ ہم گالی کا جواب گالی نہیں دیں گے۔ مگر خاموشی کے مقابلہ میں خاموشی اختیار کریں گے سوامی شردھانند کے قتل پر ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے کھلے الفاظ میں اظہار نفرت کیا۔ مگر ایک دو نہیں بیسیوں مطالبات کے باوجود اور [illegible]

پر اظہار نفرت نہ کر سکے۔ پھر جب لاہور میں چند بیگناہ مسلمان ۴ مئی کو مارے گئے تو ہندو لیڈروں نے اس وقت بھی خاموش رہنا ہی پسند کیا۔ اور ہندوؤں کے اس فعل پر اظہار نفرت نہ کیا۔ جب ان کا یہ معاملہ مسلمانوں کے ساتھ ہے تو ہندو مسلم اتحاد کی پہلی شرط ہی مفقود ہے وہ مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے اور ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں ہندو مسلم اتحاد قائم نہیں ہو سکتا جب تک وہ مسلمانوں کو وہی عزت کا مقام نہ دیں جو ایک ہی ملک کی دو ہمسایہ قوموں کو ایک دوسرے کو دینا چاہیئے اتحاد کیونکر ہوگا۔ ہم مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح چاہتے ہیں۔ مگر ہمارے مدنظر ہندوؤں کو نقصان پہنچانا نہیں۔ بلکہ اپنی قوم کی مفلسی دور کرنا ہے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان سود خوار ساہوکاروں کے پنجے سے بچیں تو ہمارا مقصود صرف مسلمانوں کو اس ذلت کی حالت سے باہر نکالنا ہے کہ وہ دوسری قوم ہاتھ میں غلام کی طرح ہو جائیں ہندو قوم کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں مسلمانوں کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ انھوں نے کبھی کسی دوسری قوم کو ذلیل یا برباد کرنا نہیں چاہا۔ اس ملک ہندوستان میں آریہ فاتحین آئے اور انہوں نے یہاں کے اصلی باشندوں کو چوہڑوں اور چماروں کی شکل میں تبدیل کر کے ہمیشہ کے لئے انسانیت کا مرتبہ ان سے چھین لیا۔

اسی ملک ہند میں مسلمان فاتحین بھی آئے اور انہوں نے آریوں کو فتح کرنے کے باوجود ہمیشہ انہیں عزت و احترام کا مقام دیا۔ اور کوئی تجویز ایسی نہیں کی جس سے وہ اس طرح غلام بنائے جاتے جس طرح انہوں نے پہلے لوگوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اگر ہندو لیڈر اس ذہنیت کو کہ مسلمانوں کو غلام بنا کر رکھنا چاہئے آج چھوڑ دیں۔ تو ہندو مسلم اتحاد آج ہو سکتا ہے ہم ہندو مسلم اتحاد چاہتے ہیں۔ مگر کسی قوم کے غلام ہو کر رہنے کے لئے مسلم قلب میں جگہ نہیں ہسپانیہ میں مسلمانوں نے موت کو قبول کر لیا اور جلاوطنی کو قبول کر لیا مگر غلامی کو قبول نہیں کیا۔ اسلام دوسروں کے لئے آزادی کا پیغام لایا ہے تو مسلم غلام ہو کر کیونکر رہ سکتا ہے۔ — محمد علی

چند افسوسناک واقعات

چند دن سے لاہور میں بعض ایسے واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں جو ہندو اور مسلمان ہر دو کے لئے افسوسناک ہیں، سب سے پہلا واقعہ ۲۶ ستمبر کا ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ خدابخش نامی کسی مسلمان نے راجپال کو چاقو سے زخمی کیا جس کی پاداش میں اسے تیسرے ہی دن سات سال قید کی سزا دیدی گئی۔ اگرچہ اس کا اپنا بیان یہ تھا کہ وہ راجپال کی دوکان پر ہیر رانجھا کی کتاب خریدنے آیا۔ راجپال نے اسے کچھ دیر کھڑا کئے رکھا جس پر اس نے جلدی کتاب دینے کے لئے اس سے کہا۔ اس نے جواب میں دو چار گالیاں سنا دیں اس سے بات بڑھ گئی اور فریقین باہم لڑنے لگے۔ راجپال نے چاقو سے حملہ کیا۔ لیکن فریق مقابل یعنی ملزم بچ گیا۔ اور چاقو سے خود راجپال زخمی ہو گیا اس کے بعد دوسرا واقعہ ۹ ستمبر کا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عبدالعزیز نامی غزنی کا ایک مسلمان راجپال کی دوکان پر گیا۔ اور وہاں تین آدمیوں پر اس نے چاقو سے حملہ کیا، ملزم کا اپنا بیان ہے۔ کہ وہ راجپال کی دوکان پر سے گذر رہا تھا اور وہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہے تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ میرے مذہب کی توہین نہ کرو۔ پہلے تو وہ کچھ خاموش ہو گئے لیکن بعد میں بہت سے ہندو وہاں جمع ہو گئے اور انہوں نے ملزم کو اور بھی اشتعال دیا۔ اور اس طرح گالی گلوچ کے بعد ہاتھا پائی کی نوبت آ گئی اسی اثنا میں کسی ہندو نے اس کے سر پر لٹھ رسید کیا جس سے اس کا ماتھا زخمی ہو گیا اور وہ لہولہان ہو گیا عبدالعزیز نے بھی اس کے جواب میں چاقو نکال لیا اور تین ہندوؤں کو زخمی کر دیا اس کے بعد پولیس آ گئی اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔

تیسرا واقعہ ۱۰ ستمبر کو رات کے دس بجے کا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ کسی معمولی حیثیت کے ہندو نوجوان کو جو چھلے یا چوڑیاں بیچا کرتا تھا کسی نامعلوم شخص نے رنگ محل میں قتل کر دیا، قاتل کا ابھی تک پتہ نہیں، نہ وجوہات قتل ہی معلوم ہیں بعض مسلمانوں کو شبہ میں پولیس نے گرفتار کیا ہوا ہے، دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

یہ واقعات اگر ایکطرف بعض مسلمانوں کی اشتعال پذیر طبائع کا پتہ دیتے ہیں تو دوسری طرف ہندو قوم اور بالخصوص آریہ سماجی [illegible]

کی حقیقی طور پر ذمہ دار ہے، ملزم عبدالعزیز کا یہ بیان کہ راجپال کی دوکان پر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے ہو رہے تھے، کہاں تک صحیح ہے، اس کا فیصلہ عدالت ہی کر سکتی ہے، کیونکہ اس کا مقدمہ زیر تفتیش ہے لیکن جہاں تک روزمرہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ آریہ سماجی حضرات اسلام اور بزرگان اسلام کی توہین کرنے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ اور اس لئے ان تمام واقعات کی ذمہ داری حقیقی طور پر انہی پر عائد ہوتی ہے خدابخش اور عبدالعزیز وغیرہم نے کسی اشتعال انگیز بات سے مشتعل ہو کر اگر قانون سے کوئی تجاوز کیا ہے۔ تو اس کو بھی ہم پسند نہیں کرتے۔ لیکن دیکھنا چاہیئے کہ ان افسوسناک حرکات کا اصل موجب کیا ہے، آریہ سماج ان واقعات کو مسلمانوں کی خفیہ سازش کا نتیجہ قرار دیتی ہے اور اسی بات پر زور دینے کے لئے ان کا کوئی وفد بھی کل ڈپٹی کمشنر کے پاس جانے والا تھا تاکہ اس مزعومہ سازش کا پتہ لگایا جا سکے لیکن ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ وہ بیشک اس کی اچھی طرح تحقیقات کرا لیں، ان کا یہ خیال اسی طرح غلط ثابت ہوگا جیسے سوامی شردھانند کے قتل کے پیچھے کسی سازش کا خیال غلط ثابت ہوا۔ فی الحقیقت جو لوگ ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ خود ہی ان کے ذمہ دار ہیں۔ عام مسلمان یا کوئی خاص جماعت ان کے پیچھے نہیں ہاں آریہ سماج کو جس نے توہین اسلام کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا ہے۔ اگر ان واقعات کا حقیقی ذمہ دار قرار دیا جائے تو یہ ایک صحیح بات ہے۔

بلیدان چترا ولی اور "ملاپ"

راجپال کی دوسری شر انگیز کتاب "بلیدان چتراولی" کے متعلق "ملاپ" نے اپنی ۱۴ اکتوبر کی اشاعت میں ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ کتاب آج سے ڈیڑھ سال قبل کلکتہ کے ویدک پریس میں طبع ہوئی تھی"

معزز ہمعصر "زمیندار" نے "ملاپ" کے اس بیان کی تکذیب میں ذیل کے واقعات کو پیش کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قوم کے بڑے بڑے جرائد اپنے شکستنی عیوب کو چھپانے کے لئے علانیہ جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے معاصر "زمیندار" نے لکھا ہے کہ۔

"یہ ہمالیہ سے بھی بڑا جھوٹ ہے کہ "بلیدان چتراولی" ڈیڑھ سال کی شائع شدہ ہے۔ یہ کتاب گوروکل کانگڑی کے سالانہ جلسہ پر تقسیم کرنے کے لئے چھپوائی گئی تھی۔ اخبار "آریہ" کے ۱۰ مارچ ۱۹۲۷ء کے ایڈیشن میں اس کا اشتہار بدیں الفاظ موجود ہے کہ کتاب "بلیدان چتراولی" عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ جس کا مفہوم بالفاظ دیگر یہ ہے کہ مارچ ۱۹۲۷ء تک یہ کتاب اشاعت پذیر نہیں ہوئی تھی، اشتہار بھی راجپال کی طرف سے دیا گیا ہے۔ ماشے "ملاپ" جب بھی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتارنے کو تیار ہوں ہم متذکرہ صدر اشتہار انہیں دکھانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر اپریل ۱۹۲۶ء سے اسوقت تک ڈیڑھ سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے تو یقیناً مدیر "ملاپ" سچے اور ہم جھوٹے ہیں۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو "ملاپ" کے مدیر فاضل خود ہی بتائیں کہ ان کے لئے کیا خطاب تجویز کیا جائے۔

"ملاپ" کے دروغ بے فروغ کی تردید کی ایک اور صورت بھی ہے۔ اور وہ اس سے بھی دلچسپ ہے۔ کتاب زیر بحث میں سوامی شردھانند کی موت کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ حقیقت محتاج تشریح نہیں کہ شردھانند کے قتل کو ابھی ڈیڑھ سال تو کیا ایک سال بھی نہیں ہوا۔ کیا ماشے راجپال جو بقول "ملاپ" "بلیدان چتراولی" کے چرکانک ہیں غیب دان بھی ہیں۔ کہ انہوں نے شردھانند کے قتل سے ایک سال پہلے ہی مستقبل کے آئینہ میں اس واقعہ کا نظارہ کر لیا تھا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ کی ضرب المثل کسی ایسے ہی موقع پر وضع ہوئی ہوگی۔

لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح بھی ہو کہ بلیدان چتراولی کو شائع ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے تو کیا یہ دلیل اس کتاب کی شر انگیزی کو زائل کرنے والی ہے؟ مسلمانوں کو جس وقت اس کتاب کا علم ہوا ہوا۔ اسی وقت انہوں نے آواز بلند کی کیا تعجب ہے سکھوں کا ۱۴ مئی کا حملہ اسی کتاب کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ ہو۔ ہمیں حیرانی ہے کہ گورنمنٹ نے ابھی تک اس کتاب کے مصنف طابع اور ناشر کے خلاف کیوں قانونی کارروائی نہیں کی، کیا سلطنت انگریزی کا قانون ہندو [illegible]

کاش کہ مجھے معلوم ہوتا

راولپنڈی کا معزز ہم قلم "شہاب" رقمطراز ہے کہ ۱۶ ستمبر کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ شیخ محمد امین صاحب نومسلم (سابق ساگر چند) نے اس جلسہ میں تقریر کی۔ آپ کی تقریر سے قبل اور تلاوت قرآن مجید کے بعد جناب علی نواز صاحب متقی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک نظم پڑھی جس کا پہلا مصرعہ "ہر طرف فکر کو دوڑا کر تھکایا ہم نے" تھا۔ ہر شعر کے بعد مرزا محمد نعیم صاحب کے منہ سے بے اختیار اللہ اکبر نکل رہا تھا۔ اور حاضرین جلسہ سے نعرۂ تکبیر بلند کرنے کا ارشاد ہوتا تھا۔ اس کے دوسرے روز کسی نے مولینا صاحب سے فرمایا۔ کہ یہ شعر تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تھے جنہیں آپ کا فر کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "کاش مجھے پہلے معلوم ہوتا" تو میں پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔ نہ تکبیر کے نعرے لگاتا۔

یہ ہے چودھویں صدی کے مولویوں کا نقشہ۔ ہم اس کے جواب میں مولوی محمد نعیم صاحب سے عرض کرنا چاہتے ہیں۔ "موتو ا بغیظکم"۔

آریہ قومیت اور مسلمان طلبا

منجملہ اور باتوں کے جو کہ مسلمانوں کی ہستی کو ملیا میٹ کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہیں ایک تازہ بات خواجہ حسن نظامی نے اپنے اخبار "منادی" میں یہ لکھی ہے کہ پنجاب کے مسلمان طالب علم اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ اپنی قومیت کے خانہ میں اپنے آپ کو آریہ نسل میں لکھیں۔

خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اس کی نسبت پنجاب کے محکمۂ تعلیم کے ایک مسلمان عہدہ دار سے دریافت کیا۔ اور اس نے کہا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ مگر آریہ لفظ کا مطلب آریہ سماج نہیں ہے۔ بلکہ آرین نسل ہے۔ کیونکہ بہت سے ملکوں کی اقوام آریہ نسل میں ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ یہ قاعدہ کس ضرورت کی وجہ سے پنجاب کے محکمۂ تعلیم نے جاری کرنا ضروری سمجھا۔ یورپ کی بھی اکثر اقوام آرین نسل میں سے ہیں۔ لیکن کیا ان کے ہاں کیا یہ دستور ہے کہ مدارس میں ان کے بچے اپنے آپ کو آریہ لکھوائیں۔ کیا ہندوستان کے دیگر صوبوں میں بھی یہ قاعدہ موجود ہے یا پنجاب کو اس بارہ میں کیا خصوصیت حاصل ہے۔ کہ یہاں ایسا قاعدہ جاری کیا گیا ہے۔ اور وہ کونسی مصلحت ہے جو اس قاعدہ کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ قاعدہ ان سنگھٹنی مکاید کا نتیجہ ہے جو پنجاب کے ہندو اور بالخصوص آریہ سماج مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کے لئے کام میں لا رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کو آرین نسل میں سے کہا جاتا ہے کل کو آریہ لفظ سے کوئی اور غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کیجائیگی۔ اس لئے مسلمان اخبارات کو اس کے خلاف متفقہ آواز اٹھانی چاہئے۔ تاکہ محکمۂ تعلیم اس قاعدہ کے منسوخ کرنے پر مجبور ہو

پرکاش کی غلط فہمی

ہم نے ایک گذشتہ افتتاحیہ میں اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ اسلام نے تمام اقوام کے بزرگوں اور پیشواؤں کی صداقت پر ایمان لانے کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس سے بنی نوع انسان میں اتحاد اور محبت، وصلح کی بنیاد رکھدی ہے "پرکاش" کو اس کے غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نے سمجھ لیا کہ ہماری مراد اس شخص سے ہے۔ جو اپنی بعض مخصوص صفات کی وجہ سے کسی قوم میں بزرگی اور بڑائی کے رتبہ پر پہنچ جائے۔ خواہ اس کے حالات کتنے ہی مخدوش کیوں نہ ہوں۔ اسی خیال سے اس نے یہ دریافت کیا ہے۔ کہ اگر یہ صحیح ہے کہ دوسرے پیشوایان مذاہب پر ایمان لانا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ تو "انیسویں صدی کا مہرشی" نامی کتاب کے خلاف احمدیوں نے کیوں آواز نہ اٹھائی۔

"پرکاش" کو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ جن پیشوایان مذاہب پر اسلام نے ہمیں ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جنہیں بانیان مذاہب یا انبیاء کرام کہنا چاہئے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے مامور ہوں۔ سوامی دیانند خود آریہ سماج کے نزدیک ویدک دھرم کے بانی نہیں۔ بلکہ دوسرے سماجی ممبروں کی طرح وہ بھی ایک پیرو ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر نہیں آئے۔ اور نہ آریہ سماجی انہیں رسالت کے مرتبہ پر فائز سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی کئی باتوں کو وہ عملاً اور اعتقاداً ترک کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں سوامی صاحب کی کتاب ستیارتھ پرکاش میں تمام بانیان مذاہب اور نیک لوگوں کو برائی سے یاد کیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے ان کی عزت و وقعت دلوں سے [illegible]

کرشنے۔ تو "انیسویں صدی کا مہرشی" کے خلاف ہم آج آواز اٹھانے کو تیار ہیں۔ لیکن جب تک آریہ سماج خود صلح و محبت کی طرف قدم نہیں اٹھاتی اور تیرھویں اور چودھویں سمولاس کو ستیارتھ پرکاش سے خارج کر کے سوامی صاحب کی عزت کو بحال نہیں کرتی اس وقت تک مسلمانوں سے اس قسم کے مطالبات فضول ہیں۔

ہندوؤں کا بائیکاٹ

"ہندوؤں کا بائیکاٹ" کے عنوان سے "پرکاش" نے ۹ اکتوبر کی اشاعت میں ایک نوٹ لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ مسلمانوں نے احمدیوں کے زیر اثر ہندوؤں کا جو بائیکاٹ شروع کر رکھا ہے۔ وہ مسلمانوں کے لئے مضر ثابت ہوگا اس کے ثبوت میں اس نے ریاست نابھہ کی ایک مثال دی ہے کہ وہاں کسی مقام پر مسلمان بہیڑے ہمیشہ ہندوؤں سے کئی سو روپیہ نقدی اور کپڑے وغیرہ کی صورت میں لے جاتے تھے۔ اس دفعہ بہیڑے آئے تو چوپال میں جمع ہوئی اور یہ فیصلہ ہوا مسلمان بہیڑوں کو دان نہ دیا جائے" "پرکاش" کے اس نوٹ کو پڑھکر ہمیں بڑی ہی مسرت ہوئی کاش اس قسم کی مثالیں ہر روز ہر جگہ پیش آئیں اور ایسے بھک منگوں کا نہ ہندو بلکہ مسلمان بھی بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے بھی بڑھکر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہندو مسلمانوں کو سود پر قرضہ بھی نہ دیں۔ اور یہ تنگ اس قسم کی اذیتیں جسقدر چاہیں مسلمانوں پہنچاتے جائیں ہم انہیں خوشی کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار رہیں۔

مسلمانان چنبہ

ریاست چنبہ کچھ دنوں سے سنگھٹنی مہاشوں کے اسلام کش سنگھ کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے جسکی تمام تر ذمہ داری وہاں کے چیف سیکرٹری لالہ مادھو رام کے سر پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو ذلیل و خوار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ شدھی کا سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے اور بعض مسلمان اشدھ بھی ہو چکے ہیں۔ بالمقابل مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کی قطعاً اجازت نہیں۔ سرکاری دفاتر اور دیگر محکموں میں مسلمانوں کا وجود عدم کے برابر ہے۔ اور جو چند ایک مسلمان وہاں ہیں وہ چیف سیکرٹری کے ڈر سے ان مظالم کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کر سکتے جو آئے دن مسلمانوں پر توڑے جاتے ہیں بلکہ اگر باہر سے کوئی آواز وہاں کے مسلمانوں کی حمایت میں اٹھتی ہے تو وہ اسکی مخالفت کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں اور چیف سیکرٹری صاحب کے کہنے سے یہ اعلان لکھ دیتے ہیں کہ یہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں۔ ان اسلام دشمن لوگوں کے نام ہم فی الحال ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور ان سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن چند پیسوں کے لئے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے اور تمام مسلمانان چنبہ کی مخالفت کو اپنا اصول بنا یا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ان کے کام آنے والی چیز نہیں۔ آخر انہوں نے ایک دن اس دنیا کو چھوڑنا ہے اور ان سب باتوں کے لئے اس احکم الحاکمین کے سامنے جوابدہ ہونا پڑیگا۔ جہاں نہ لالہ مادھو رام کام آسکتے ہیں اور نہ دیگر حکام چنبہ۔ یہ وقت ہے کہ وہ اپنے دستور العمل پر نظر ثانی کریں اور اسباق کو دیکھ لیں کہ جو روش انہوں نے اختیار کر رکھا ہے آیا وہ سنگھٹنی حکام کو خوش کرنے کے علاوہ اسلام سے کچھ تھوڑی سی بھی مطابقت رکھتا ہے؟ اگر نہیں تو خدا کے لئے اسلام کو اپنا دستور العمل بنایئے اور کسی مخالفت اور دکھ اور تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کا ساتھ دیجئے کہ یہی صحابہ کرام اور نیک لوگوں کا دستور العمل رہا ہے اسوقت ضرورت ہے کہ مسلمان تمام فروعی اختلافات کو ایک طرف رکھکر اپنی قومی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے یکزبان ہو جائیں خدا کے فضل سے اسوقت تمام ہندوستان میں اتحاد کی لہر بڑے زور سے پیدا ہو چکی ہے۔ مسلمانان چنبہ کو اسوقت باہم ملکر اسلام کی حفاظت کی کوشش کرنی چاہئے۔

لائٹ ہفتہ وار

احباب کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ اخبار لائٹ ہفتہ وار ہوگیا ہے پہلا پرچہ ۱۶ اکتوبر کو چھپ چکا ہے۔ ہمارے احباب کی [illegible]

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ ۸ اکتوبر کی رات کو معہ عیال واطفال لاہور تشریف لے آئے۔

مقدمہ لائٹ کی کارروائی دوسری جگہ درج ہے خدا کے فضل و کرم سے ہمارے تینوں مجاہدین قید و بند کی مشکلات میں بھی راحت و آرام محسوس کر رہے ہیں۔ اور خدا کے دین کے لئے ہر قسم کی مشکلات کو نہایت صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ چودھری رحمت خاں صاحب کی صحت بھی خدا کے فضل سے اچھی ہے احباب کرام ان تینوں کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

ضمانت کی اپیل نامنظور احباب کرام یہ سنکر تاسف ہونگے کہ مولانا محمد یعقوب خانصاحب اور ان کے دو رفقا کی درخواست ضمانت عدالت ماتحت سے مسترد ہو جانے کے بعد ہائیکورٹ میں اسکے لئے اپیل کی گئی تھی لیکن وہاں بھی نامنظور ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید امیر علی شاہ صاحب کا انتقال یہ سننا ہمارے لئے از حد قلق اور رنج و افسوس کا موجب ہے۔ کہ سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی جو حضرت مسیح موعود کے قدیم خدام میں سے تھے ۱۱ اکتوبر کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شاہ صاحب موصوف نہایت ملنسار اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کی زندگی کے واقعات نہایت دلچسپی کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔

افسوس ہے کہ مرحوم نے اپنے پیچھے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی جو ان کی اہلیہ مکرمہ کے لئے باعث تسکین ہو۔ ہمیں ان کی اہلیہ محترمہ اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب کرام مرحوم جنازہ غائب ضرور پڑھیں۔

جاوا کے دو لڑکے محمد ثابت اور کافی جو یہاں آئے ہوئے تھے گذشتہ سال خطرناک بیماری کی وجہ سے اپنے وطن واپس چلے گئے تھے۔ عزیز محمد ثابت کے خط سے معلوم کرکے ہمیں مسرت ہوئی۔ کہ وہاں ایک ماہ ہسپتال میں رہنے کے بعد وہ اب ہسپتال سے نکل آئے ہیں ان کا زخم اب تھوڑا سا باقی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے روز بروز روبصحت ہے۔ کافی صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی ہمارے مکان کے قریب ہی رہتے ہیں ان کا زخم بھی روبصحت ہے انشاء اللہ چند یوم تک آرام ہو جائیگا احباب سے درخواست دعا ہے۔

حضرت امیر کی اپیل اور اعانت لائٹ ابدولتی سے مولوی محمد یحییٰ خان صاحب لکھتے ہیں کہ گذشتہ جمعہ کو مسجد احمدیہ ابدولتی میں سکول سٹاف اور دیگر اصحاب جماعت کی موجودگی میں جلسہ ہوا چودھری غلام حیدر خانصاحب کی تحریک اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی تائید سے عزیز نصیر احمد طالب علم جماعت دہم نے حضرت امیر کی انگریزی چٹھی کا ترجمہ پڑھکر سنایا۔ ازاں بعد خاکسار نے کسی قدر وضاحت کے ساتھ اخبار لائٹ کی امداد کے لئے تحریک کی جس پر چندہ کی فہرست کھولی گئی جسکی تفصیل عنقریب اخبار میں شائع ہوگی۔

کاشتکاروں کا ہفتہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اس سال "کاشتکاروں کا ہفتہ" لائلپور میں ۱۲ دسمبر سے لیکر ۱۷ دسمبر ۱۹۳۷ء تک منایا جائیگا اس تقریب سے یہ مقصود ہے۔ کہ کاشتکاروں کو ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ لیبوریٹریاں انجینئرنگ ورکشاپ۔ اور فارم وغیرہ دیکھنے کا موقع دیا جائے۔ اس ہفتہ کے دوران میں لیکچر دیئے جائینگے۔ اور تجربات دکھائے جائینگے جو لوگ خود زمین کاشت کرتے ہیں۔ ان کو محکمہ زراعت کے کاموں کو دیکھنے کا موقعہ ملیگا۔ تاکہ وہ محکمہ مذکور کی تحقیقات کے نتائج سے مستفید ہو سکیں۔ اور ان کی عملی طور پر زراعتی کام میں مشکل کر سکیں کاشتکاروں کو موقع ملیگا کہ وہ کپاس گندم اور دیگر فصلوں کے اعلیٰ درجہ کے بیجوں ترقی یافتہ آلات۔ گڑ بنانے کی بھٹیوں کنواں کھودنے کی مشینوں۔ بذریعہ لفٹ پانی دینے کے طریقوں فصلوں کو تباہ کرنے والے کیڑوں اور دیمک اور چوہوں کی وجہ نقصان۔ اور ایسے ہی اور معاملات کے متعلق باہم تبادلہ خیالات کر کے عملا [illegible]

سے کرتے رہیں جب کہ وہ تمام ایجی ٹیشن میں انہوں نے کی۔

مجسٹریٹ کیا آپ کو علم ہے کہ عبدالرشید نے سوامی شردھانند کو قتل کیا تھا۔

جواب ہاں۔

مجسٹریٹ اس بات کے کہنے سے آپ کا مطلب تھا کہ ہر ایک مسلمان کو عبدالرشید بنجانا چاہیئے۔

جواب میں نے کبھی اس قسم کی بات نہیں کہی۔

مجسٹریٹ ان فقرات سے کہ An Abdur Rashid is the logical product of a Rajpal — — — — — and hence every Muslim must be an Abdur Rashid. آپ کی کیا مراد ہے۔

جواب ان فقرات کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے اور ہندو پریس کا شور و غوغا زیادہ تر غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ان فقرات کو توڑ مروڑ کر یہ غلط مطلب بیان کیا گیا ہے کہ ان میں ہر مسلمان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ عبدالرشید بنجائے یہ معانی اصل الفاظ سے اخذ نہیں کئے گئے۔ اس نوٹ میں میں نے ایک نامہ نگار کو جس نے یہ کہا تھا کہ ہر ہندو راجپال نہیں اور نہ ہر مسلمان عبدالرشید ہے جواب دیا ہے یعنی اس کو بتایا ہے کہ اس نے جس نظر سے حالات کا مطالعہ کیا ہے وہ صحیح نہیں اور کہ بدقسمتی سے ہر ہندو اس لحاظ سے راجپال ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جارحانہ ذہنیت اس میں پیدا ہو چکی ہے، اور اس لئے مسلمان کم و بیش عبدالرشید بنگئے ہیں اس لحاظ سے کہ وہ ان وسائل کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں جو اس ذہنیت کا مقابلہ کر سکیں ان الفاظ ..... "Would be" "must be" کے معنوں میں استعمال نہیں ہوئے بلکہ has had to be کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وضاحت میں نے ۹ ستمبر کے "لائٹ" میں An explanation کے عنوان سے کر دی تھی۔

مجسٹریٹ فائٹ نو دی فنش کے تیسرے پیرے میں How to crush the monsters کے الفاظ سے شروع کر کے Cut it clean through تک جو الفاظ لکھے ہیں کیا ان میں تشدد کی تعلیم نہیں؟

جواب نہیں اس تمام مضمون میں میں نے ایک ہندو کو کہیں بھی the monsters (دیو) نہیں کہا میں نے صرف ہندوؤں کی جارحانہ ذہنیت کا ان فقرات میں ذکر کیا ہے اور ایسی ذہنیت کو میں نے دیو کے نام سے پکارا ہے اور ذہنیت کو کبھی تلوار سے قتل نہیں کیا جاتا۔ یہ صرف ایک استعارہ ہے جس کو حقیقی دیو قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس سے صرف اس قدر بتانا مقصود تھا کہ جارحانہ طریق عمل کے مقابلہ میں پورا اترنے کے لئے کافی طاقت کا ہونا ضروری ہے ایسا ہی یہ تمام پیرا آخر تک اس بات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جو مسلمانوں سے کرنے کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ یہ صرف ایک عام رائے کا اظہار ہے، یہ ایک قسم کا جملہ معترضہ ہے اور جب اس اصل بات کا ذکر کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور وہ "طاقت" کہاں ہے اسوقت تلوار کا کہیں بھی ذکر نہیں کرتا میں نے وہی بات کی ہے جس کو ہندو مہا سبھا کے لیڈر پنجاب اور بیرون پنجاب سینکڑوں پلیٹ فارموں سے علی الاعلان کہہ چکے ہیں اور وہ تین چیزیں ہیں (۱) جسمانی طاقت (۲) اقتصادی ترقی (۳) اپنی جماعت کو مضبوط کرنا یعنی اس چیز کو شروع کرنا جسکو ہندو سنگھٹن کے نام سے پکارتے ہیں، بالفاظ دیگر قوم میں اندرونی اتفاق اور اتحاد کو پیدا کرنا اس سے ہر شخص پر یہ عیاں ہو جانا چاہئے کہ میں نے غیر قانونی طور پر طاقت کے استعمال کی تعلیم نہیں دی۔

مجسٹریٹ صفحہ ۴ کے آخری پیرے میں جو یہ لفظ ہیں ... arms day and night, arms of steel, arms of money, arms of organisation کیا آپ یہاں steel کے لفظ کو واضح کریں گے۔

جواب ان الفاظ میں مذکورہ بالا تین باتوں کو ہو بہو بیان کیا گیا ہے steel کے معنے یہاں طاقت ہیں اسی صفحہ ۴ کی پہلی سطروں میں میں نے steel کے لفظ کی وضاحت strength طاقت سے

عملہ لائٹ کی گرفتاری جذبات ہیجان و اضطراب کا طوفان

مختلف مقامات پر احتجاجی جلسے

گذشتہ سے پیوستہ

جامع شملہ میں مسلمانوں کا اجتماع عظیم

مسلمانان شملہ نے قبل نماز جمعہ حسب ذیل تجاویز باتفاق آراء پاس کیں

(اول) مسلمانان شملہ کا یہ عام جلسہ کنڈے گھاٹ علاقہ پٹیالہ کی مسجد کے شہید ہونے پر اظہار افسوس و ناراضگی کرتا ہے۔ اور مہاراجہ صاحب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ بہت جلدی مسجد کی تعمیر کا حکم صادر فرمائیں اور نیز مسجد کے خادم کو فوراً قید سے آزاد فرمادیں۔ اور ماتحت حکام کو اس کے متعلق خاص ہدایات ارسال فرمائیں۔

(دوم) مسلمانان شملہ کا یہ جلسہ مولنا محمد یعقوب ایڈیٹر اخبار لائٹ اور اُن کے رفقاء پر مقدمہ چلانے پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ اور اسوقت تک ان کو ضمانت پر رہا نہ کرنے پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے

(سوئم) مسلمانان شملہ کا یہ جلسہ مولوی نورالحق مالک اخبار مسلم آؤٹ لک کی قید سے واپسی پر ہدیہ تہنیت اور مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے کلمہ حق بلند کرنے میں نہایت صبر کے ساتھ تکالیف برداشت کیں۔

(چہارم) یہ جلسہ راجپال کی تازہ کتاب بلیدان جنرا ولی نامی جو کہ اس نے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں میں فساد ڈلوانے کی غرض سے شایع کی ہے اس کے خلاف کارروائی کرنے پر گورنمنٹ کی توجہ مبذول کراتا ہے۔ تاکہ ایسے مفسدانہ رویہ کا انسداد فوری کیا جائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس جلسہ میں تقریر فرمائی۔

(والسلام محمد حسن پیش امام جامع مسجد شملہ)

مسلم ایسوسی ایشن ملتان کا شاندار اجلاس

بروز جمعہ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۷ء بوقت شام ملتان شہر میں مسلم ایسوسی ایشن ملتان کا ایک شاندار اجلاس منعقد ہوا۔ اور مختلف احباب کی پرزور تحریک و تائید کے بعد مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوا۔

مسلم ایسوسی ایشن ملتان کا یہ متفقہ اجلاس خان صاحب مولوی محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے چودھری رحمت خاں صاحب پدر پبلشر اور شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر اخبار لائٹ کی گرفتاری پر بیحد رنج و افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ان کی گرفتاری میں طبقہ ہنود کی بے جا شورش کو ایک اہم دخل ہے جس پر جتنا بھی افسوس کرے بجا ہوگا حکومت وقت کو چاہئے کہ وہ مذکورہ حضرات کو جلد رہا کر دے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ ہنود جیسے چاہیں اپنی شورش کی بھینٹ چڑھا دیں۔ نیز قرار پایا کہ اس رزولیوشن کی نقلیں تمام اسلامی اخبارات کو بھیجی جاویں۔ خاکسار عبدالعزیز خاں ٹائپسٹ از لوہاری دروازہ ملتان

بھیکو چک میں اسلامی جلسہ

مورخہ ۳۰ ستمبر کو بعد از نماز جمعہ جامع مسجد بھیکو چک ضلع گورداسپور میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوئے۔

(۱) مسلمانان بھیکو چک کا یہ عظیم الشان جلسہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ایڈیٹر "دی لائٹ" چودھری رحمت خاں صاحب پدر پبلشر شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے جو کہ محض ہندو پریس کے پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور تا انفصال مقدمہ انکو ضمانت پر چھوڑنے اور مقدمہ کو واپس لینے کا پرزور مطالبہ کرتا ہے۔

(۲) متذکرہ بالا ریزولیوشن کی نقل جناب وائسرائے۔ گورنر پنجاب ڈپٹی کمشنر لاہور کو بذریعہ رجسٹری "مسلم آؤٹ لک" "دی لائٹ" "زمیندار" "سیاست" "پیغام صلح" "الفضل" اور "انقلاب" کو بھیجی جاویں۔

مجسٹریٹ صفحہ ۳ کے ان فقرات میں جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ let your steel be steeled ... steel in bright سے کیا مراد ہے؟

جواب steel سے میری مراد ہتھیار نہیں بلکہ طاقت مراد ہے یعنے جسمانی، اقتصادی اور تنظیم کی طاقت ہونی چاہئے۔

مجسٹریٹ کیا آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟

جواب جہاں تک میرے ارادہ کا تعلق ہے یہ ظاہر ہے کہ "لائٹ" کی اسی اشاعت میں میں نے صفحہ ۵ پر اس قسم کی باتوں کی تلقین کی ہے کہ ایک خدا اور ایک انسانیت کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ایک شخص جو انسان کی عالمگیر برادری کی تعلیم دیتا ہے، جیسا کہ میں نے تمام محولہ بالا نوٹ میں دی ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنا کبھی پسند نہیں کر سکتا میں صفحہ ٦ کی طرف آپ کی توجہ کو بالخصوص مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "ہندو اگر بھی ہی عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کریں۔ تو ہندو مسلم اتحاد کا رستہ ہم نصف سے زیادہ طے کر لیں۔ پھر کوئی سر پھٹول نہ ہو، مساجد اور مندروں کی کوئی بے حرمتی نہ ہو۔ کوئی راجپال نہ ہوں اور اس لئے کوئی عبدالرشید بھی پیدا نہ ہوں"۔

یہ الفاظ اس حقیقت نفس الامری کو واضح کرتے ہیں کہ میں ہندو مسلم اتحاد کا حامی ہوں۔ اور کہ میں نہ تو راجپال کو پسند کرتا ہوں اور نہ عبدالرشید کو، اس سے زیادہ وضاحت میں اپنے تحریری بیان میں کروں گا جو پیش عدالت ہوگا۔

چودھری رحمت خاں پدر پبلشر "لائٹ" کا بیان

اس کے بعد عدالت چودھری رحمت خاں پدر پبلشر "لائٹ" کی طرف مخاطب ہوئی۔ اور حسب ذیل سوال و جواب ہوئے

مجسٹریٹ کیا تم ... پبلشر

مجسٹریٹ ۱٦ اور یکم ستمبر کے "لائٹ" کے پبلشر ہی تم ہو۔

جواب ہاں

مجسٹریٹ انگریزی آتی ہے؟

جواب نہیں صرف نام انگریزی میں لکھ اور پڑھ سکتا ہوں۔

مجسٹریٹ اور یکم ستمبر کے مضامین کو پڑھا ہے؟

جواب مجھے پتہ ہی نہیں یہ کیا ہے۔

مجسٹریٹ کچھ اور کہنا ہے۔

جواب میں جو کچھ چھپتا ہے۔ اس کو دیکھتا نہیں نہ مجھے معلوم ہے کہ کیا چھپا ہے

مجسٹریٹ کیا تم برائے نام پبلشر ہو؟

جواب ہاں برائے نام ہی ہوں میں "پیغام صلح" کے دفتر میں کلرک کا کام کرتا ہوں پبلشر کا کام نہیں کرتا اور نہ کوئی کام پبلشر کا ہوتا ہے۔

مجسٹریٹ کچھ اور کہنا ہے؟

جواب بیان لکھکر دوں گا۔

شیخ معراج الدین پرنٹر کا بیان

مجسٹریٹ تم کیا کام کرتے ہو؟

جواب میں لائل پرنٹنگ پریس کا مالک ہوں۔

مجسٹریٹ "لائٹ" لائل پرنٹنگ پریس میں چھپتا ہے؟

جواب ہاں

مجسٹریٹ ۱٦ اور یکم ستمبر کا "لائٹ" لائل پرنٹنگ پریس میں چھپا تھا؟

جواب ہاں۔

مجسٹریٹ ان مضامین کے متعلق کچھ کہنا ہے؟

جواب میں انگریزی نہیں پڑھا ہوا۔ اور نہ ان کے متعلق کچھ معلوم ہے میں تحریری بیان دوں گا۔

اس کے بعد مقدمہ ۱۴ اکتوبر پر ملزمین کے تحریری بیانات کے لئے ملتوی ہوا۔ جس کے بعد ۲۲ اکتوبر کو استغاثہ کے گواہوں پر جرح ہوگی فرد ...

سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش

غازی محمود دھرم پال کے قلم سے

سوامی دیانند اور چھوت چھات

سوامی دیانند مسلمانوں اور عیسائیوں کے ساتھ چھوت چھات کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ چھوت چھات کے برخلاف بھی انہوں نے ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن میں خوب بحث کی ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

جو اپنے ہی ملک میں رہتے اور دوسرے ملک میں جانے اور ان سے چھونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ کوتاہ اندیش انسان ہیں مسلمان اور انگریز جو بھلے آدمی ہیں ان تک چھوت ماننا۔ اور فاحشہ عورتوں سے چھوت نہ ماننا۔ یہ محض جہالت کی بات ہے" صفحہ (۲۴۲)

کہاں ہیں وہ آریہ اور ہندو جو مسلمانوں کے ہاتھ کا چھوا ہوا پانی تک پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ ذرا آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ آریہ سماج کے بانی نے مسلمانوں اور انگریزوں کے ساتھ چھوت چھات کرنے کو محض جہالت کی بات قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعریف کی ہے۔

سوامی دیانند اور کھان پان

اپنی اولیں اشاعت میں ایک جگہ سوامی دیانند صاحب فرماتے ہیں:۔

جو لوگ کھانے پینے میں دھرم مانتے ہیں یا دھرم کا ناش مانتے ہیں وہ احمق انسان ہیں یہ تو صحیح ہے کہ صداقت شعاری سے اشیاء کو حاصل کرے اور ان کو کھائے پیئے تو ثواب ہے اور اگر چوری چھل۔ کپٹ کے ذریعہ روٹی حاصل کرے تو ضرور گناہ ہے۔ پس کھانے پینے میں جسقدر تفرقے ہیں وہ باہمی اختلافات۔ دکھ اور جہالت کے باعث ہیں ان بکھیڑوں سے آریہ ورت میں مرد اور عورت علم، لیاقت عقل اور اقبال سے محروم ہو گئے ہیں پاک و صاف اشیاء کے کھانے سے کسی کی عقل اور دھرم نہیں بگڑتے ہاں عقل اور علم کے نہ ہونے سے انسان ان بکھیڑوں میں پڑ کر ہمیشہ دکھی رہتے ہیں۔ اور اگر ایک دوسرے کے نیک صفات کی پیروی کریں تو سکھی ہو جائیں۔ اور دیکھنا چاہئے کہ وقت پر بھوجن نہیں ملتا ہے۔ بیلوں کی طرح کھانا پکانے کے برتنوں کو اٹھائے لادے پھرتے ہیں۔!

(پہلا ایڈیشن ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۸)

سوامی دیانند نے کیسی عمدہ بات بیان فرمائی ہے۔ کاش ہمارے آریہ اور ہندو دوست اس پر عمل کریں۔

سوامی دیانند اور عربی زبان

آریہ اور ہندو دوست مسلمانوں کو بائیکاٹ کرتے کرتے ان کی زبان کے مقاطعہ کی بھی صدا بلند کر رہے ہیں۔ مگر آریہ سماج کا بانی سوامی دیانند اپنی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء میں اس بات پر سخت زور دے رہا ہے۔ کہ عربی زبان پڑھنی چاہئے۔ سوامی جی یہاں تک لکھتے ہیں کہ آج سے پانچ ہزار برس پیشتر مہاراجہ یودھشٹر اور ان کے بھائی یہاں تک کہ راج رشی یدھ مہاراج تک عربی زبان پڑھتے بولتے اور سمجھتے تھے اور سلطنت کے بڑے بڑے صیغہ راز کے امور عربی زبان ہی میں طے کئے جاتے تھے۔ چنانچہ بنارس کے اسی ایڈیشن کے گیارھویں باب میں انہوں نے مہاراجہ یودھشٹر اور ان کے ساتھیوں کی جان بخشی کا ذریعہ عربی زبان ہی کو ثابت کیا ہے۔ یہ کتنی بڑی معرکے کی بات ہے کہ جو سوامی دیانند نے ثابت کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات ہزار سال سے نہیں بلکہ سوامی دیانند کی تحقیقات کے مطابق پانچ ہزار سال سے قائم ہیں۔ آج ان تعلقات کو توڑنے یا کمزور کرنے کی کوشش کرنا آریوں اور ہندوؤں کے لئے باعث ندامت ہے۔ ہم کہاں تک لکھیں۔ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن میں اسلامی عقاید کی تائید اور مسلمانوں کے ساتھ کھانے پینے اور اُن کی زبان سیکھنے کے متعلق حقائق و واقعات کے دریا بہا دیئے ہیں۔ لیکن افسوس صد ہزار افسوس سوامی دیانند کے انتقال کے بعد آریہ سماج نے ان تمام کوششوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور سوامی دیانند کی اس بیش قیمت کتاب کو جو انہوں نے بنارس میں ۱۸۷۵ء میں چھپوائی تھی ایسا مسخ کر دیا۔ کہ آج اس میں سوامی دیانند کے عقائد و خیالات کا نشان تک نظر نہیں آتا۔

ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء کے سرسری مطالعہ سے ہم اس نتیجے پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سوامی دیانند صرف یہی نہیں۔ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یا مخالف نہ تھے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کے ہندو بھی اسلام کے رنگ میں رنگے جائیں یہی وجہ ہے کہ سوامی صاحب ممدوح نے توحید باری تعالیٰ۔ رسالت قربانی بہشت دوزخ۔ اکل و شرب زبان دانی میل ملاپ وغیرہ میں اسلامی عقاید اور اسلامی خیالات کو اختیار کیا۔ اور اپنی کتاب میں برملا ان باتوں کی تعلیم دی۔ زنار یا جنیو تک توڑ ڈالا۔ چٹیا کی بھی صفائی کر دی۔ بت پرستی کے تو وہ سخت مخالف تھے۔ ہندو ان سے نفرت کرتے تھے مگر مسلمان ان سے محبت کرتے تھے۔ لاہور اور امرت سر میں جب کبھی وہ تشریف لائے مسلمانوں کی کوٹھیوں پر ہی فروکش ہوئے اور مسلمانوں نے ان کی نہایت کھلے دل سے مہمانداری کی۔ چنانچہ سوامی دیانند کا سوانح نگار اور اسلام کا بدترین دشمن لیکھرام تک سوامی دیانند کی سوانح عمری میں لکھتا ہے:۔

سوامی دیانند اور مسلمان

اس اثناء میں جس ہندو شخص کے باغ میں سوامی صاحب فروکش ہوئے تھے وہ باوجود ایک رئیس ہونے کے بلالحاظ اس بات کے کہ اس نے خود اپنی رضا و رغبت سے مکان مذکور ان کی سکونت کے لئے عنایت کیا تھا۔ تعصب کا شکار ہو کر سوامی صاحب سے مکان مذکور خالی کرانے کا متقاضی ہوا۔ خیر مکان کی بیان کیا پرواہ تھی۔ سوامی صاحب کے خیر اندیشوں نے فوراً ایک دوسری کوٹھی کا انتظام کر دیا۔ اور سوامی صاحب نے رئیس مذکور کے مکان کو چھوڑ کر اس کوٹھی میں اپنی سکونت اختیار کی یہ کوٹھی شہر کے مشہور ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کی ہے۔ کہ جن کے حسن اخلاق اور سیر چشمی کا زمانہ گواہ ہے۔

ہمارے ناظرین اس امر سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ باوجود مسلمان ہونے کے جب لوگوں نے ان سے کوٹھی کے لئے درخواست کی تو انہوں نے نہایت خوشی کے ساتھ کوٹھی سوامی صاحب کے لئے حوالہ کر دی۔ درحقیقت خاں صاحب کی یہ ایک ایسی عنایت تھی کہ جس کے لئے سوامی صاحب کے ہوا خواہ ہمیشہ ممنون و مشکور رہیں گے۔ یہ کوٹھی خود اس قدر بڑی تھی۔ نیز اس کا صحن اس قدر وسیع تھا کہ علاوہ سوامی صاحب کی سکونت کے ان کے لیکچروں کے لئے بھی نہایت عمدہ اور موزوں سمجھی گئی۔ چنانچہ جب سوامی صاحب اس کوٹھی میں آئے تب سے تب سے برہم منڈے ان کا اپدیش موقوف ہو کر کوٹھی مذکور میں جاری ہو گیا۔ سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۳۰۶

آریہ سماج لاہور کا بنیادی پتھر مسلمانوں کے گھر میں

مذکورہ بالا واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں سوامی دیانند کی کس قدر وقعت تھی۔ لاہور کے ہندوؤں نے سوامی دیانند کو مکان سے جواب دے دیا۔ مگر ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے ان کی مہمانداری اپنے ذمہ لی۔ صرف یہی نہیں بلکہ سوامی دیانند کا یہی سوانح نگار پنڈت لیکھرام لکھتا ہے۔

پہلی دفعہ اپاسنا ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی پر ہوئی۔ اور ہون بھی ہوا۔ اور یہیں آریہ سماج کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اُپاسنا کے بعد بابو ماردا پرشاد بھٹاچارج نے کچھ دیا کھیان دیا جس کے بعد سوامی جی نے یہ کہا کہ اب ہمکو یہ امید ہو گئی ہے کہ آپ ست دھرم کو بھی طرح چلا سکیں گے۔ سوانح عمری صفحہ ۳۱۱۔

مہمان نوازی کا معاوضہ

یہ کس کو معلوم تھا کہ سوامی دیانند جس آریہ سماج لاہور کی بنیاد خان بہادر ڈاکٹر رحیم خاں صاحب جیسے دیندار مسلمان کے گھر میں بیٹھ کر رکھ رہا ہے وہی آریہ سماج لاہور کسی دن مسلمانان پنجاب بلکہ مسلمانان ہندوستان کے دلوں کو پاش پاش کرنے کے لئے نہایت دل آزار لٹریچر شایع کریگی۔ فرزند اسلام خان بہادر ڈاکٹر رحیم خاں نے ایسے وقت سوامی دیانند کی مہمان نوازی کر کے جب کہ سوامی صاحب موصوف کو لاہور میں کوئی ہندو اپنے مکان پر ٹھیرانے کا روادار نہ تھا۔ اسلامی [illegible] کا ثبوت دیا۔ مگر آج اسی سوامی دیانند کے نام لیوا آریہ سماج لاہور کے ممبران کین، مسلمانان لاہور پنجاب ہندوستان کے دلوں پر جو چرکے لگا رہے ہیں وہ ۱۸۷۷ء کی مہمان نوازی کا معاوضہ ہے۔ جو آج پوری نصف صدی کے بعد آریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو مل رہا ہے۔ تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

سوامی دیانند اور نواب رضا علی خانصاحب

ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کے مکان پر سوامی دیانند کا ٹھہرنا اور اس جگہ آریہ سماج لاہور کا قائم کرنا تو دیکھ دیا۔ سوامی دیانند کا یہی سوانح نویس پنڈت لیکھرام دوسری جگہ پھر لکھتا ہے۔

امرت سر وغیرہ سے ہو کر سوامی صاحب دسہرہ سے ایک روز بعد تشریف لائے۔ اور نواب رضا علی خاں کے باغیچہ بیرون مستی دروازہ میں فروکش ہوئے۔ اور اس جگہ لوگ سوامی صاحب سے پرانایام اور اپاسنا سیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے" صفحہ ۳۱۷

اگر سوامی دیانند تیرھویں اور چودھویں باب کے مصنف ہوتے تو کیا مسلمان روسا اور مسلمان نواب اُن کی یوں خاطر مدارات کرتے۔

آریہ سماج امرتسر کا بنیادی پتھر مسلمان کی کوٹھی میں

سوامی دیانند کا سوانح نگار پنڈت لیکھرام لکھتا ہے کہ:۔

سوامی جی ۵ جولائی کو لاہور سے تشریف لا کر کوٹھی میاں محمد جان صاحب رئیس امرت سر بیرون دروازہ رام باغ میں رونق افروز ہوئے۔ ان کی تشریف آوری کا شہرہ سن کر لوگ جوق در جوق درشن کے واسطے آنے شروع ہوئے صفحہ (۳۲۱)

۱۲ اگست ۱۸۷۷ء کو اول اول سوامی جی نے اپاسنا کر کے ست اپدیش دیا پھر بابو شاردا پرشاد جی نے ویاکھیان دیا۔ اور میاں محمد جان صاحب کی کوٹھی میں آریہ سماج قائم ہوئی صفحہ ۳۲۳)

کاش امرت سر کے آریہ سماجیوں کو جو آج سکھوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں اس بات کا علم ہوتا کہ آریہ سماج کے بانی کو امرت سر میں پناہ دینے کے لئے جب کوئی ہندو تیار نہ تھا۔ اس وقت ایک مسلمان رئیس نے اپنی کوٹھی کا دروازہ ان کے لئے کھول دیا۔ اور اسی مسلمان رئیس کی کوٹھی پر آریہ سماج امرتسر کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ کاش امرت سر کے آریوں میں احسان پروری کی روح ہوتی تو آج امرت سر کے مسلمانوں پر وہ زمین کو یوں تنگ کرتا نہ دیکھے جاتے۔ سوامی دیانند کی روح اس نظارہ کو دیکھکر کبھی خوش نہ ہوتی ہوگی۔ اور لاہور اور امرت سر کے ان مسلمانوں نے ان کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ آج انہی مسلمانوں کے بھائی بندوں کو سوامی صاحب کے نام لیوا یوں پریشان کریں۔ بلکہ الٹا یہ کہتے ہیں کہ سوامی دیانند بھی اسلام اور مسلمانوں کو اسی طرح گالیاں دیا کرتے تھے۔ اگر سوامی صاحب آریہ سماجیوں کی طرح سب و شتم کرنے والے ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ معزز مسلمان ان کو اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں پر ٹھہرا لیتے۔ یہ واقعات ۱۸۷۷ء کے ہیں۔ جبکہ اس سے دو سال پیشتر بنارس کے اندر ۱۸۷۵ء میں ستیارتھ پرکاش کا پہلا ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر اس کتاب میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے برخلاف کچھ بھی ہرزہ سرائی کی گئی ہوتی۔ تو مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح اس کا علم ہو گیا ہوتا۔ اور وہ سوامی دیانند صاحب کو اپنے بنگلوں پر ٹھیراتے اور اپنی کوٹھیوں پر آریہ سماجیں قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہ دیتے مگر چونکہ سوامی دیانند صاحب اسلام اور مسلمانوں کے مخالف نہیں تھے۔ اس لئے مسلمان بھی ان کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مروجہ ستیارتھ پرکاش کا تیرھواں اور چودھواں باب سوامی دیانند نے لکھا ہے یا شائع کیا سوامی دیانند کی روح پر ظلم کرنا ہے۔

ان واقعات کی موجودگی میں ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ سوامی دیانند صاحب اسلام یا مسلمانوں کے مخالف یا دشمن نہیں تھے اور انہوں نے اپنی اصلی کتاب ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء میں بھی اسلام یا مسلمانوں کے برخلاف کچھ نہیں لکھا بلکہ جا بجا اسلامی عقائد کا وعظ اور مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوامی صاحب بڑے موحد تھے۔ وہ آج کل کے آریوں کی طرح روح اور مادہ کو ازلی یا غیر مخلوق نہیں مانتے تھے۔ وہ رسالت کے اصول کو بھی تسلیم کرتے تھے بجائے بیل کی قربانی پر تو انہوں نے بہت ہی زور دیا ہے۔ اور بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ گائے کی قربانی کسی صورت میں قید نہیں ہوتی

چاہیئے کیونکہ اس سے سنسار کا بڑا بگاڑ ہوتا ہے۔

یہی دو باب فتنہ و فساد کا سرچشمہ ہیں

ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ اگر آریہ اور ہندو سوامی دیانند کی اصلی ستیارتھ پرکاش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں تو تنہا رہے اور ان کے تقریباً تمام مذہبی اور مجلسی مناقشات آج ہی طے ہو جائیں۔ ملک میں امن و صلح کا دور دورہ ہو جاوے۔ گورنمنٹ کو بھی چین نصیب ہو یہی وجہ ہے کہ ہم سوامی دیانند اور ان کی اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس کے حق میں ہے۔ مگر ہم آریہ سماج کی مروجہ ستیارتھ پرکاش کو جس میں دو الحاقی ابواب ہیں فتنہ و فساد کا منبع سمجھتے ہیں۔

ہم کوشش کر رہے ہیں اور بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ اگر گورنمنٹ یا ہندو قوم ملک میں امن و صلح کی متمنی ہے۔ تو چاہیے کہ برضا و رغبت ورنہ بصورت دیگر بزور قانون ستیارتھ پرکاش کے تیرہویں اور چودھویں ابواب کی نشر و اشاعت کو بند کرا دیں کیونکہ جب تک حکومت تیرہ و ابواب کی نشر و اشاعت کی اجازت دے رکھے گی تب تک ملک میں ہندو مسلم مناقشات کا سدباب ناممکن ہوگا۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم کسی دوسرے مضمون میں اندرونی اور بیرونی شہادتوں کی بنا پر اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں گے کہ یہ الحاقی ابواب سوامی دیانند کی تعلیم منشا اور مقاصد کے بھی سخت مخالف ہیں۔ اور یہ کہ اگر سوامی دیانند زندہ ہوتے تو وہ خود ان ابواب کے خلاف حقارت و نفرت کا اظہار فرماتے۔

پشاور میں ایک ہزار مکان جل گئے

پشاور ۸ اکتوبر محلہ کریم پورہ میں جسکی آبادی بہت گنجان ہے کل رات ۸ بجے آگ لگ گئی اور صبح تک فرو نہیں ہوئی یہ محلہ خالص ہندوؤں کا تھا۔ ایک ہزار مکانات جل گئے۔

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہو کر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھیئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی مجرب اور زود اثر دوا ہم سے صرف ۱ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگائیے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی تجارتی ادبی، در تمدنی معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف اور انگریزی، خوشنما دیسی فونٹین پن پائدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص سیرال ہر قسم کے معزا جزائے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً منگائیے۔ (۵) عاملوں، نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں ہم ان کا بہترین انتظام کر دیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمائیے۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کر لیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں کیوں
اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے!!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں۔ جس میں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیئے جس سے زندگی آسان محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزارہا آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ اور تیس سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سرت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاس میں ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن نمبر ۹۰ ہار نبائی روڈ پوسٹ بکس نمبر ۴۱۸ بمبئی

بہترین قلمی آم کے انبہ و لیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط اور مستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمائیے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و اسٹیشن ماسٹر کا کام سیکھنا ریلوے گورنمنٹ و محکمۂ اخبار کی ملازمت کے لئے چاہتے ہوں کرایہ ریل کالج دے گا۔ قواعد دو آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔

امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

شاہی شہر دہلی کی خاص مجربات نو دافر

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

ہمارا دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات کر رہا ہے موسم سرما کی آمد آمد ہے دہلی کے مشہور و معروف شاہی مجربات ٹانک مقوی اعضائے مفرح اور ہاضم۔ مرد و عورتوں اور بچوں کی تمام بیماریوں کی مجرب کتاب تیار ہیں جو پشاور سے راس کماری تک ملک مشرق سے مغرب تک مشہور ہیں تجربہ کسوٹی ہے۔ ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجئے۔ قیمت بالکل واجبی۔

شاہی حکیم مولوی نذیر محمد دہلوی طبیب خاص ریاست کپورتھلہ

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنوسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے جو ٹسل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگر چھ مہینے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے قیمت اتنی کم کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیئے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنو

جو بال بڑھانے میں درجہ اوّل ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو دماغی خشکی اور کمزوری دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو درد سر نزلہ زکام کو دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو بالوں کو گھونگھر والا اور چمکدار بناتا ہو؟ سندری سہاگ ہے
جو مٹی کے تیل اور نقصان رساں جزو سے پاک ہو؟ سندری سہاگ ہے
جسکے استعمال سے بال چکنے نہیں ہوتے؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے عورت و مرد دونوں خوش رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہے

لہذا جب سندری سہاگ تیل میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کے منگانے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کی جائے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول علاوہ

فرمائش کے وقت اخبار پیام صلح کا حوالہ ضرور دیجئے!!

ملنے کا پتہ — ایس ... کلکتہ

برص کے سفید داغ ایک ہی نسخہ سے آرام

اگر ہماری معجزی جڑی بوٹی کے ایک نسخہ تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ چھیپ کیل مہاسے جھائیاں وغیرہ دور کر کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (۲)

دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے

اگر ریشمی لنگی صافے کی تو مولوی کبیر احمد صاحب برادرز بھاگلپور سٹی سے منگائیے ضرور

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر

مولوی محمد یعقوب خاں صاحب اڈیٹر لائیٹ

(از شتہ جناب مولوی سید عبد المجید صاحب جج کپورتھلہ سٹیٹ)

مولٰینا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب پہلی نظر میں اور اس شخص کو جس نے انہیں پہلی دفعہ دیکھا ہو۔ ایک سیدھے سادھے مسلمان سے بڑھکر معلوم نہیں ہوتے۔ مگر جس نے چند گھنٹے ان کی صحبت میں گزارے ہوں اور ان کی محو جذبات آنکھوں کو دیکھا ہو اور ان کی مختلف معاملات میں خواہ وہ سیاسی ہوں یا مذہبی۔ اخلاقی ہوں یا عمرانی۔ گفتگو کی ہو تو ان کا وہی سادہ اور با تصنع چہرہ بالکل ہی بدل کر نا قابل بیان طریق پر مؤثر بن جاتا ہے۔ ان کی وسیع اور متین پیشانی جسے ان کے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں نے شریف بنا دیا ہے۔ اور جو غور و فکر میں محو رہنے کی وجہ سے محترم بن گئی ہے رچہرہ کی پاکیزگی اور فطرت کی سادگی موٹے حرفوں میں نقش ہے اسپر وقار و تفکر نے دل کی نیکی کے ساتھ ملکر عجیب عظمت پیدا کر دی ہے۔ ان کے پاس بیٹھنے سے انسان اپنے آپ کو ایسے جذبات کی معمور اور احساسات سے لبریز پاتا ہے۔ کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایسی سرزمین میں ہے جہاں نیک جذبات کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔

اس شخصیت کے لئے احترام کا جذبہ اپنے تاثرات براہ راست تمہارے قلب تک پہونچا دیگا۔ اور تم صاف طور پر محسوس کرنے لگوگے کہ گویا تم ایک ایسی راستباز اور بلند عزم اور نیک روح کے ساتھی ہو جہاں قلبی خیالات بھی اس علویت پر پہونچ جاتے ہیں۔ جہاں نیکی اور راستبازی کے سوا اور کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ باایں ہمہ وہ اتنا سادہ ہے کہ اس سے بڑھکر سادہ ہونا ممکن نہیں۔

یہ اس کے پاس بیٹھنے کے اثرات ہیں اب اُسے اس کی تحریرات میں دیکھو۔ اگر تم تنگ خیال کے مذہبی آدمی ہو تو تمہارے دل میں اس کی طرف سے نفرت کے جذبات کا پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ کیونکہ وہ سچی اور صاف باتوں کے کہنے میں پرانی روایات کا پابند نہیں ہے۔ وہ لوگوں کی تحسین اور نفرین سے بالا تر ہے۔ تم اکثر دیکھوگے۔ کہ وہ عقاید۔ ہاں خود ساختہ عقاید و مذہب پر قدم رکھکر اور بعض اوقات انہیں ٹھکرا کر چلتا ہے بعضوں کو اس سے نفرت تھی۔ بعضوں کو اب بھی ہے۔ کیونکہ وہ فلاح پانیوالوں کا دایرہ اتنا وسیع کر دیتا ہے۔ جس میں دنیا بھر کے سارے نیکوکار موحد بلا لحاظ اس کے۔ کہ وہ ہندو ہیں یا یہودی مسلم ہیں یا مسیحی سب آجاتے ہیں اور تو اور خود اس کے قریبی ہم عقیدہ لوگ اس کی بلندیٔ خیال اور وسعت

اتنی تنگ یا ان کی فطرت خود اپنی عقاید میں چھپی ہوئی ہے اتنی پست ہے کہ مولٰینا یعقوب خاں کی وسعت خیال تک نہیں پہونچ سکتی بلکہ وہ انہیں ہی الزام دیں گے۔ اگر یہ جو میں دیکھتا ہوں درست نہیں ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مسٹر سی۔ آر۔ داس۔ مرحوم کو جب انہیں مولٰینا نے نہایت سچا مسلمان (مجھے اصل الفاظ یاد نہیں رہے) لکھا تھا تو نہ صرف دوسرے مسلمانوں نے بلکہ غالباً خود ان کی جماعت نے ان کے اس خیال سے اختلاف کیا کیا وہ شخص لوگوں کی خود پیدا کردہ مذہبی حدود میں رہ سکتا ہے جس کی صلح کل کی حکمت علیوں حکمت علیوں ہی نہیں بلکہ عمل اور دعوت عمل کے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی مداح ہوں؟

افسوس ہے کہ میرے پاس "لایٹ" کے فایل مکمل نہیں ہیں لیکن نمونہ کے طور پر ۱۶۔ اگست ۱۹۲۶ء کا لایٹ ہی دیکھنا کافی ہوگا جس میں ایک صاحب کوئی دھرم رکھشو منصف ہیں وہ مولٰینا کے ۱۶۔ جنوری ۱۹۲۶ء کے مضمون "حقیقی اتحاد" کے متعلق لکھتے ہیں۔ عنوان بالا (حقیقی اتحاد پر ۱۶ جولائی کے پرچہ میں جو مضمون جناب نے لکھا ہے وہ یقیناً نہایت ہی واضح ہے اور صاف ہے اور مبنی بر انصاف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں میں بلکہ ہندوستان کی تمام اقوام میں حقیقی اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور اس کے مطلوبہ نتایج پیدا ہو سکتے ہیں۔

کیا وہ شخص ہندو مسلم اتحاد [illegible] مذہبی اور قومی خیالات میں محدود رہ سکتا ہے۔ جو لایٹ ۱۹۲۵ء میں اپنے دشمن سے محبت رکھو کے عنوان سے کئی نمبروں میں مضمون لکھتا ہے۔ اور جو اپنے اسی مضمون کے دوران میں یہ لکھتا ہے کہ۔ دوسرے کے ساتھ نیکی کر۔ اپنے دشمن سے محبت رکھ۔ یہ خلاصہ اور حاصل کلام ہے۔ ہر ایک اس پیغام الٰہی کا جو اس کے پیغمبروں کی معرفت نازل ہوا۔ خواہ وہ کرشنا تھا۔ یا سانکہ یا مسیح تھا۔ یا محمد۔ ہندوؤں۔ بدھوں۔ مسیحیوں مسلموں کے تمام پیغمبروں کو ایک ہی سطح پر لے آتا ہے۔

مولوی یعقوب خاں صاحب وہ شخص ہیں جس کی نسبت ان کے گذشتہ فروری کے دورہ بنگال میں وہاں کے ہندو تعلیم یافتہ طبقہ نے رائے قائم کی کہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب جیسے حضرات کا دورہ تمام علاقوں میں کرایا جائے کیونکہ آپ کی تقریر فساد کی آگ کے لئے پانی ہے۔ اور جس کی نسبت سرپی سی رائے جیسی ایک محترم ہستی نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ بنگال کو آپ جیسے مبلغین کی ضرورت ہے۔ اور وہ انہیں مبلغین انسانیت و اخوت سمجھتے ہیں۔

یہ مختصر طریق پر چند ایک [illegible]

رائے کا خاتمہ ہے۔ اور وسعت نظر کا دیوالہ نکل چکا۔

مولٰینا میں چند ایک نقص بھی ہیں۔ اور وہ آج بیسویں صدی کی حکمت عملی کے مطابق معمال نہیں ہیں۔۔۔ وہ نقص یہ ہیں کہ وہ ایک برہنہ صداقت صریح راستبازی اور بین سادگی اور واقع اخلاص ہیں اُن کا قلب ان کی زبان پر ہے۔ اور یہی چیزیں ایسی ہیں جن کی آج کساد بازاری ہے۔ کساد بازاری میں نے غلط کہا بلکہ جو حقیقی طور پر مفقود ہے۔ ان کے لکھنے کا اسلوب نہایت ہی بلند بالکل ان کی گفتگو کا طریقہ نہایت با ادب اُن کی متانت اور وقار علمی مسحور کن۔ وہ کوئی مافوق الفطرت شخصیت نہیں ہے۔ نہیں بلکہ وہ انسان ہے مگر وہ انسان نہیں جس کی دنیا نے ایک نئی تعریف وضع کر لی ہے۔ بلکہ وہ انسان جس کی نسبت قرآن شریف اس طرح فرماتا ہے۔ جس نے تابع کیا اپنا منہ خدا کی طرف۔ اور اس نے احسان عام بھی کیا تو اس نے مضبوط دستاویز تھام لی۔ اس کے کاموں کا سرانجام خدا ہی کی طرف ہے ۳۱-۲۱-۳۴ اور جس انسان کی تعریف آج سے ساڑھے تین ہزار برس پہلے متھرا کے شہزادے سری کرشن نے گیتا میں ان الفاظ میں ادا کی ہے۔

"جس کا آتما یوگ یگت ہو گیا ہے۔ اُس کی درشٹی سم ہو جاتی ہے اور اسے ہمیشہ یہی نظر آتا ہے کہ میں سب جانداروں میں ہوں اور سب جاندار مجھ میں ہیں۔ جو مجھ پرمیشور۔ پرماتما کو سب مقامات میں اور سب کو مجھ میں دیکھتا ہے۔ اس سے میں کبھی علیحدہ نہیں ہوتا اور نہ وہی مجھ سے کبھی دور رہتا ہے ۶ : ۲۹ - ۳۰"

لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا آدمی قید و بند کی مصایب میں کیوں رہے؟ اس کا جواب وہی صانع فطرت بہتر دے سکتا ہے جس کی حکمتوں اور نا قابل فہم حکمتوں کے ماتحت یوسف کے نصیب میں مصر کا قید خانہ اور مسیح کی قسمت میں دار کا تختہ اور رسول عربی کے مقدر میں اپنے پیارے وطن سے ہجرت لکھی گئی تھی اور لطف یہ ہے کہ یہ سب کچھ انہیں کے ہاتھوں ہوا جن کی فلاح و بہبود کے لئے وہ پاک شخصیتیں اُٹھی تھیں۔ یہی اس یعقوب کی کیفیت ہے جو دنیا کو ایک مرکز اخوت پر لانے کی تڑپ دل میں رکھتا ہے۔

دنیا غلط فہمیوں اور منتقمانہ جذبات کا شکار ہو سکتی ہے۔ لیکن خدائی فتوے ہمیشہ انسانی فتووں سے بالاتر رہے ہیں اور آیندہ بھی ضرور رہیں گے۔ آفتاب پر خواہ کتنے بادل آجائیں وہ پھر بھی آفتاب ہے۔

مولٰینا اور ان کے رفقا رکار کے لئے ہمدردی اور محبت کے جذبات ان کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے لئے کیونکہ ہمیشہ صرف ہماری [illegible]

کہ مولینا ہیں درحقیقت روح بنی نوع انسان کی) ہمدردی اور دردو کرب کے ادراک تھے۔ جنہوں نے مجھے آج رات کے ساڑھے تین بجے بیدار کر دیا۔ چاند جانب غرب نصف سے زیادہ مسافت طے کر چکا تھا۔ چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی ایک عام سکون طاری تھا تمام جاندار خواب شیریں میں تھے روح پرسرور کیفیتوں۔ اور کیفوں سے وجد میں آ رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ یہ روح دنیا بھر پر چھا جائے۔ کیا کہوں کیا جی چاہتا تھا؟ اسی مسرت خیز کیف میں میں نے وضو کیا اس سے پہلے قرآن شریف بلا ارادہ ایک جگہ سے کھولا چنانچہ سورۃ ابراہیم نکلی۔ اور اس کی یہ آیت سب سے پہلے میری نظر سے گزری۔ وادخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلم ۔ ۱۴ : ۲۳۔
آگے چلکر ۔ تنظر پڑی یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظلمین ۔
۱۴ - ۲۷ - آہ کتنے شاندار الفاظ ہیں جہاں یہ فرمایا ہے۔
وقد مکروا مکرهم وعند اللہ مکرهم وان کان مکرهم لتزول منه الجبال ۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعده رسله ان اللہ عزیز ذو انتقام ۱۴-۴۷
انہوں نے بڑی تدبیریں کیں۔ ان کی تدبیریں خواہ ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ ایسا پھر بھی خیال نہ کرنا کہ خدا نے جو وعدے اپنے پیمبروں سے کئے ہیں اس کے خلاف ہوگا۔

اللہ اکبر کتنا پرزور وعدہ ہے۔ اور اس سے پرزور وعدہ ہو ہی کس کا سکتا ہے؟ سورۃ کو ختم کر کے میں سجدہ میں چلا گیا۔ سجدہ میں رہا۔ رہا۔ حتیٰ کہ میری آنکھیں آنسوؤں سے اور دل اضطراب سے لبریز ہو گیا۔ اور بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ دعا ہی مانگتا رہا۔ مانگتا رہا۔ جانتا تھا کہ گنہگار ہوں۔ لیکن دعا کا استحقاق اور زیادہ پاتا تھا۔ دعا ہی کرتا رہا۔ کرتا رہا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مولینا اور آپ کے رفقائے کار! ہماری روحیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہماری دعائیں آپ کے لئے۔ اُس خدا سے کیا بعید ہے۔ کہ سورۂ ابراہیم کی سنذکرہ بالا تینوں آیتیں حرف بحرف اس معاملہ کے ہی مطابق حال نکلیں! اللہم ربنا آمین (سید عبد المجید۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

فہرست اعانت لائٹ

از ۳ اکتوبر ۱۹۲۷ء لغایت ۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء

پروفیسر محمد شفیع صاحب مشن کالج لاہور	۵
معرفت ڈاکٹر سعید احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن ایبٹ آباد	۵
بابو عبد العزیز صاحب ٹائپسٹ ملتان	۸
معرفت ماسٹر رحیم بخش صاحب منجانب جماعت سیالکوٹ	۵
اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور	۱۰
معرفت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب منجانب جماعت جہلم	۱۲
مفتی فضل احمد صاحب منجانب جماعت جموں	۱۲
معرفت ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند	۵
پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب سکرٹری جماعت لاہور	۵

۵ ڈاکٹر صاحب نے یکصد روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا جسکی یہ پہلی قسط ہے فجزاہ اللہ۔

پیغام صلح معاملہ کی نزاکت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ احباب کرام اس رفتار کو ذرا تیز کریں اور لائٹ کی اعانت میں قابل قدر کام لیں

مراسلات

حکام کشمیر اور جماعت احمدیہ

روزنامہ سیاست مجریہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۷ء میں بعنوان بالا ایک مضمون شایع ہوا ہے جسکو کسی عبد السلام ہمدانی امرتسری نے مولوی میرک شاہ کا حواری بنکر شایع کرایا ہے۔ یہ مضمون بلحاظ اپنی سخافت اور رکاکت کے اس قابل نہ تھا۔ کہ اس پر توجہ کیجاتی لیکن چونکہ مفسد پارٹی نے حکام ریاست پر نہایت سفیہانہ اعتراضات کئے ہیں اور مضمون میں سراپا غلط واقعات درج ہیں جس سے ناواقف طبقہ کو غلطی لگ جانے کا احتمال ہے۔ اس لئے یہ چند سطور قارئین کرام کی اطلاع کے لئے تحریر کرتا ہوں۔

(۱) یہ درست ہے کہ احمدی جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر احمدیوں نے مقدمہ راجپال کے بعد جدید قانون کے مطالبہ کے لئے زور لگایا۔ تو اس کا اصل مدعا یہی تھا۔ کہ شریر لوگوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور دنیا میں امن عامہ کی بنیاد قائم ہو۔ اگر اسی ضمن میں بدزبان ملاؤں کی ایسی دریدہ دہنی بند ہو جائے۔ تو شکایت کا کوئی موقع نہیں۔

(۲) مسلمانان کشمیر کہ افتراق و انشقاق کی لعنت احمدیوں نے ہرگز پیدا نہیں کی یہ محض جھوٹ ہے۔ بلکہ یہ معرض بحث کے تنازع سے پہلے ہی خود علمائے کشمیر کی پیدا کردہ ہے۔ پس مسلمانان کشمیر بعنایت علمائے کرام و واعظین عظام اس لعنت سے کبھی محفوظ نہ تھے۔ اس وقت سرینگر کشمیر میں احمدیوں کا نام و نشان نہ تھا جبکہ چوہدری خوشی محمد صاحب گورنر کشمیر کو کشمیر کی مسجدیں تقسیم کر کے واعظین کو پابند کرنا پڑا۔ وہاں کشمیر میں مقلدین و غیر مقلدین کی باہمی جوت بیزار مولوی حسین شاہ صاحب مرحوم اہلحدیث کے زمانہ سے چلی آتی ہے۔ جبکہ سلسلہ احمدیہ کی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی۔ اس بات کے لئے ہمارے پاس عبد السلام امرتسری کی طرح زبانی جمع خرچ موجود نہیں۔ بلکہ سرکاری ریکارڈ اور ..... بابو بہشتی بل صاحب مکرجی وغیرہ حکام کے فیصلہ جات سے ...... سرکاری ریکارڈ بھرا پڑا ہے۔ البتہ جب سے مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے مکان میں محفوظ طریقے سے درس قرآن شروع کیا جس کا خلاصہ بجز اتحاد و اتفاق اور محبت کے اور کچھ نہیں۔ انکی تبلیغ احمدیت بھی اس اصول پر مبنی ہے کہ بجائے اس کے کہ واعظوں اور ملاؤں کی مختلف دوکانیں باعث افتراق امت ہوں۔ وحدت اسلامیہ قائم ہو اور مسلمان متحد ہو کر علم و دولت حاصل کرنے کی کوشش کریں نہ صرف وحدت اسلامیہ بلکہ مولینا صاحب کا درس قرآن اس غرض کے لئے ہے کہ ہندو مسلم اتحاد قائم ہو کر تعصبات کو مٹایا جائے۔ اس پر علاوہ سامعین درس کے عدالت کے فیصلے اور جوڈیشل تحقیقاتیں موجود ہیں۔ پس یہ کہدینا کہ وکیل صاحب موصوف نے سرینگر میں آکر تفرقہ پیدا کیا۔ اگر صریح خلاف بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ درست ہے کہ خود غرض دوکانداروں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اس درس قرآن سے مسلمان آگاہ ہو جائیں گے اور نذر و نیاز اور صدقہ وغیرہ کی آمدنی میں فرق پڑ جائیگا۔ اس لئے خود غرض اشخاص نے احمدیوں پر جھوٹے اتہامات لگا کر عوام کو بھڑکایا۔ اور احمدیوں کے قتل اور لوٹ مار کے لئے پبلک کو اکسایا اور صدہا فسادات پیدا کئے اور حکام کو بدظن کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کی گئیں۔ اور عرصہ دس بارہ سال سے لگاتار جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل موصوف پر قسم قسم کے الزامات لگائے۔ یہ امر اخباروں میں پہلے بھی شایع ہو چکا ہے۔ کہ مولینا صاحب کے مکان پر دات کے وقت بارہا بلوہ ہوا۔ پتھر مارے گئے، احمدیوں کو پیٹا گیا۔ اور لوٹا گیا۔ سربازار ماریں پڑتی رہیں۔ مگر آفرین ہے جماعت احمدیہ کے افراد پر جنہوں نے کمال صبر کے ساتھ ان تمام مظالم کو برداشت کیا۔ اور اُف تک نہ کی۔ بالآخر خود بخود صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ضرورت محسوس ہوئی کہ سرینگر میں امن قائم ہو۔ لیکن اس امن کے قائم کرنے کے لئے اگرچہ مناسب یہ تھا۔ کہ مفسدین کو پابند ضمانت کیا جاتا۔ الٹا پولیس نے دیگر مسلمانوں کی کثرت کے لحاظ سے مولانا صاحب موصوف اور ایک غریب احمدی لسہ خان پر زیر دفعہ ۱۰۷ مقدمہ دائر کیا اور اسی طرح ایک شخص نبہ شاہ اہلحدیث پر زیر دفعہ ۱۰۷ مقدمہ قائم ہوا۔ کچھ تعجب نہ تھا کہ ناکردہ گناہ ان دو احمدیوں کی ضمانت بھی لیجاتی۔ لیکن مولویوں نے جو گواہ قریباً تیس مسلمان بخلاف مولانا محمد عبد اللہ صاحب عدالت میں پیش کئے۔ وہ شہادت اس قسم کی تھی کہ ایک قابل قدر گواہ کا بیان مسل میں موجود ہے کہ اس نے مولانا کا درس سنا۔ گھر جا کر جب اس نے یہ درس قرآنی اپنے بھائی کو سنایا۔ تو اس نے غیرت دینی سے جوش میں آکر زہر کی پڑیا جیب سے نکال کر کھالی۔ اور مر گیا

اور دفن ہوا (جسکی خبر کسی کو معلوم ہی نہیں پولیس میں اس کی رپورٹ دیگئی) یہی شہادت بیان کرنے کے لئے خود ہی عدالت میں ان گواہوں میں سے بعضوں نے تسلیم کر لیا کہ جھوٹ بولنا دھوکا دینا۔ ہمارے مذہب میں جائز ہے پس جبکہ اس قسم کی شہادت عدالت میں پیش ہوئی۔ تو قارئین کرام خود ہی بتائیں کہ عدالت کے لئے کونسی گنجائش تھی۔ کہ مولنا صاحب سے ضمانت لیجاتی۔ بھلا ایسے صریح مقدمہ میں یہ کہدینا کہ مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل نے خود ہی مقدمہ دائر کرایا۔ اور حکام سے سازش کر کے اپنے آپکو بری کرایا۔ اگر پاگل پنا نہیں۔ تو اور کیا ہے؟

(۳) مقلدوں اور غیر مقلدوں میں مقدمات لڑانے کی بنیاد اگر دریافت کرنی ہو تو محققین تھوڑی سی تکلیف اُٹھا کر مثل عدالت کا معائنہ فرمائیں مفتیان کثیر کا جواب دعویٰ اور میر واعظ احمد اللہ کا بیان اور مولوی عتیق اللہ کے چند سوالات پڑھ لیں تاکہ معلوم ہو کہ مقلدین اور غیر مقلدین کا لڑانے والا کون ہے۔ پس ایسے صریح واقعات سے انکار کر کے امرتسر میں بیٹھکر محض بکواس کرنی کسی شریف آدمی کا کام نہیں۔

(۴) مقدمہ مذکورہ مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل یا کسی احمدی نے مولوی انورشاہ دیوبندی کا ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ نبہ شاہ اہلحدیث نے اپنی شہادت میں عدالت میں ثابت کیا۔ کہ کشمیر میں اس فساد کی تخم ریزی کرنے والا انورشاہ دیوبندی ہے یہ حقیقت تھی کہ مولوی انورشاہ دیوبندی نے جب خانقاہ معلی میں آکر مفسدانہ تقریر کی تھی۔ تو مولینا محمد عبد اللہ صاحب وکیل نے اسی وقت اس کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ مگر تاہم ان واقعات کو عدالت میں بیان کرنے والے احمدی نہ تھے۔ بلکہ وہ معتقدین میر واعظ تھے۔ اسی بنا پر صاحب مجسٹریٹ نے فیصلہ ۲ جیٹھ ۱۹۸۴ء میں یہ نوٹ فرمایا۔ کہ "انورشاہ دیوبندی جیسے مفسد واعظوں کو باہر سے ہی یہاں نہ آنے دیا جائے" پس جبکہ واقعات یہ ہیں۔ تو خوامخواہ عبد السلام امرتسری کا یہ کہنا کہ احمدیوں نے یہ نوٹ کرایا ہے۔ کیسا بیہودہ پن ہے۔

(۵) علمائے اسلام سے مولانا صاحب موصوف یا کسی دوسرے احمدی کو ہرگز عداوت نہیں۔ البتہ یہودی صفت علماء کا نقشہ جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ اسکو ترجمہ کرنا کسی عداوت کی دلیل نہیں۔

(۶) معلوم نہیں کہ کونسا شیخ الاسلام کشمیر میں تقریر کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس قدر ہم جانتے ہیں کہ لمبی داڑھی والا پیر فرتوت خانقاہ معلے میں آیا تھا جس نے کمال غیظ و غضب سے تقریر کی تھی۔ اور احمدیوں کے پیشوا کو ماں بہن کی گالیاں دی تھیں۔ احمدیوں کے نزدیک یا مولینا صاحب موصوف کے نزدیک ایسے مغلوب الغضب آدمی کو جواب دینا ہی فضول تھا۔ پس یہ کیسی جھوٹی بکواس ہے کہ وکیل صاحب نے تین اعتراض کئے۔ اور شیخ الاسلام نے لاجواب کر دیا۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

(۷) یہ درست ہے کہ مولنا مولوی عبد اللہ صاحب وکیل اب بھی ہل من مبارز کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ یہی بات ہے جس سے نہ صرف کشمیریوں بلکہ دیوبندیوں کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ اس کا جواب بجز اس کے کیا ہے کہ

بمیر اے حسود کیں رنج است
کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

جب لالہ ٹھاکر داس صاحب مجسٹریٹ کا فیصلہ صادر ہوا۔ اور کسی قدر امن کی صورت نظر آنے لگی۔ تو مولوی انورشاہ اور مولوی میرک شاہ نے اپنا سکا فی مقام جگر خرمن اس کو از سر نو برباد کرنا چاہا۔ چنانچہ سرینگر کے علاوہ بانڈی پورہ میں بہ بہانہ تبلیغ خرمن برباد کیا گیا۔ تو اگر مولوی میرک شاہ جیسے فتنہ پرداز کو جماعت احمدیہ کے خلاف کہنے سے روکا گیا۔ تو یہ عین قانون اور انصاف تھا کیونکہ مولوی میرک شاہ یا مولوی انورشاہ خلاف جماعت احمدیہ دلائل بیان نہیں کرتے بلکہ عوام کو بھڑکاتے ہیں۔ کہ احمدیوں کو قتل کرو ان کو بائیکاٹ کرو نکاح فسخ کر دو۔ وراثت سے محروم کرو۔ اور ملک سے نکال دو۔ یہ باتیں بلا ثبوت نہیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کے تحریری احکام بدستخط مولوی میرک شاہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ پس اگر حکام ریاست نے ایسی باغیانہ تحریک سے مولوی میرک شاہ کو روک دیا۔ تو کوئی عقلمند اس کو قابل اعتراض قرار نہیں دیگا۔ اس کا نام تبلیغ نہیں بلکہ شرارت اور جہالت ہے پس جہالت کے ساتھ سرکار والا اور حکام ریاست پر طرفداری کا الزام لگانا اور بیہودہ بکواس سے حکام ریاست کو ڈرانا محض جنون ہے۔ ریاست یا ریاست کے حکام ایسے ناواقف نہیں۔ کہ ان بیہودہ باتوں پر توجہ کریں۔ کشمیر میں مسلمانوں کو آزادی حاصل ہے۔ جماعت احمدیہ آریہ سماج کے اعتراضات کا کھنڈن کرتی ہے۔ عیسائی فتنہ کو روکنے کے لئے احمدیوں نے علاقہ گریس (کشمیر) میں (جہاں سب کے سب عیسائی بنائے گئے ہیں) ایک خاص مبلغ مامور کیا ہے۔ اور حکام ریاست کی طرف سے آزادی حاصل ہے ہو دیوبندی اور امرتسری تبلیغ جہاد اور خونریزی اور بغاوت

اور بدزبانی کوئی تبلیغ نہیں۔ بلکہ ایسی ملعون تبلیغ کو روکنا واجبات سے ہے؟

(۸) مجھ راقم الحروف کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ گویا مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں پر نکتہ چینی کرتا ہوں۔ یہ محض افترا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ میں صیغہ تعلیم کا ملازم ہوں۔ لیکن میرا کام محدود ہے جس سے مجھے فرصت ہی نہیں ہوتی کہ میں لوگوں میں پھر کر ناحق اور بے وجہ مذہبی رہنماؤں پر نکتہ چینی کرتا ہوں۔

بس اب میں اس سے زیادہ لکھنا نہیں چاہتا عقلمندوں کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ سیاست کا ایک صفحہ سے زائد اس بے بنیاد مضمون کے لئے ناحق خراب کیا گیا ہے۔

اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین
(خاکسار رفاعی کاشمیری) ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۷ء

ولایتی ڈاک

فرانس

ہمارے نامہ نگار خصوصی فرانس سے رقمطراز ہیں:-

اخبار لائٹ کو اگر ہفتہ وار کر دیا جائے تو بہتر ہوگا - آج تک تو میں مفت خورہ رہا ہوں - اگر ہفتہ وار ہو جائے تو انشاء اللہ باقاعدہ خریدار رہونگا (خدا کے فضل سے لائٹ ۷ر اکتوبر سے ہفتہ وار کر دیا گیا ہے ایڈیٹر) اور قیمت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرونگا - اور وعدہ کرتا ہوں کہ جس روز ہفتہ وار ہونے کی اطلاع ملیگی فوراً قیمت روانہ کر دوں گا - اور اخبار ٹائمز جو میں ہر روز خریدتا ہوں لائٹ کے لئے ہر ہفتہ کے جمع شدہ پرچے بھیجدیا کرونگا۔ تاکہ خانصاحب اور ان کے عملہ ادارت کو فائدہ پہنچے - اور دیگر نوجوان بھی پڑھ لیا کریں - آجتک تو میں پڑھکر پھینکدیا کرتا ہوں گذشتہ ہفتہ اخبار ہمدرد دہلی کو ٹائمز کے پرچے بھیج دیئے - اس دفعہ لائٹ کو بھیجتا ہوں اور آیندہ انشاءاللہ باقاعدہ بھیجتا رہوں گا - اطالی اور فرانسیسی اخبارات بھی بھیجدیا کروں مگر آپ بزرگ شاید وہ نہ سمجھ سکیں۔

ترکی زبان کا سیکھنا چند نوجوانوں کے لئے ضروری ہے جنکو فارسی عربی آتی ہو وہ بہت جلد سیکھ سکتے ہیں - آپ افغانستان سے گرامر منگوا سکتے ہیں وہاں مکتب حبیبیہ کے پرنسپل صاحب کو لکھئے جو چند ایک کاپیاں بھیجدیں گے - یا انگلستان سے ترکی انگریزی گرامر مل جائیگی - میں تو زبانیں سیکھنے میں بہت کند فہم ہوں بہر حال جب کبھی ہندوستان میں آیا تو شاید اطالی - فرانسیسی و ترکی زبانوں کا ترجمہ کرنے میں مفید ہو سکوں -

آپ شاید ناراض ہوں گے کہ میں کیوں کچھ پیغام صلح کے لئے نہیں لکھتا - اس کا جواب سوائے شرم و ندامت کے میرے پاس کچھ نہیں - کیا لکھوں یہی سمجھ میں نہیں آتا - ہمیشہ اور ہر ہفتہ خیال کرتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ لکھا کروں تاکہ میں بھی فن اخبار نویسی کی ٹانگیں توڑنے کے قابل ہو سکوں - مگر پھر کمی استعداد علم مانع ہو جاتی ہے اور بس

بن بن کے بگڑ جاتے ہیں نقشے مرے دل کے

یہاں تک کہ ڈاک کا دن آتا اور گذر جاتا ہے -

جرمنی

ڈاکٹر ولیم پرنس صاحب قصبہ سیل سے لکھتے ہیں - کہ آپ کا بیش بہا تحفہ قرآن مجید انگریزی ہماری سوسائٹی میں موصول ہوا جس کے لئے ہم تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں - میں بذات خود سنسکرت کا عالم ہوں - اور قدرے عربی کا علم بھی رکھتا ہوں - اس لئے ذاتی طور پر رائے دینے سے قاصر ہوں اگرچہ یہ کتاب نہایت قابل قدر ہے لیکن ایام تعطیلات کے بعد میں اپنی سوسائٹی کے عربی دان ممبروں کے مطالعہ کے لئے دوں گا جو یقیناً اس کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے - میں آپ کا اخبار لائٹ کو باقاعدہ بھیجنے کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں میں نے اس کی تمام جلدیں اپنے ایک ممبر کو برلن میں مطالعہ کے لئے بھیجی تھیں جنسے تحقیقات کیلئے ان میں سے بہت سا قیمتی مصالحہ مل گیا - ایک آدھ نمبر گم ہو گیا ہے - وہ بھیجدیں تاکہ ہمارا فائل مکمل ہو جائے۔

آسٹریلیا

ملک محمد بخش صاحب ایک دوست کو جس نے ان سے آسٹریا میں تجارت وغیرہ کرنے کے متعلق حالات دریافت کئے تھے لکھتے ہیں:-

بھائی صاحب میں تو سب کا جو بھی حضرت مرزا صاحب کا مرید ہے غلام ہو چکا ہوں لیکن خاص کر کے چند صاحبان کا جو احمدیہ بلڈنگز میں رہتے ہیں ان کا تو میں زر خرید غلام ہوں اور ان کا ہر ایک حکم ماننے کو تیار ہوں (ہاں وہ حکم شریعت محمدیہ کے برخلاف نہ ہو جو کہ میرا پختہ یقین ہے کہ ہرگز کبھی بھی شریعت محمدی کے برخلاف نہیں ہوتا)

.... اس ملک میں تجارت کے لئے آنے کے بارہ میں عرض ہے - کہ یہاں اس مقصد کے لئے آنے کے خیال کو ترک کریں جسکی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے مختصراً یہ ہے - کہ یہاں کے لوگوں کے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے - کہ اس ملک کو سفید آسٹریلیا بنانا ہے - اور اس مقصد کو روزمرہ کے کاروبار لین دین - آبادی وغیرہ ہر جگہ مدنظر رکھتے ہیں - رات دن انکی یہی کوشش ہے کہ یہ ملک گورہ آبادی کا مرکز بن جائے - ان حالات میں ایشیا کے باشندے یہاں آکر کیا کامیابی حاصل کر سکتے ہیں - آپ شاید ہمارے بار بار آنے جانے پر قیاس کر کے کچھ بھی جو عرصہ سے یہاں کاروبار کر رہے ہیں قانوناً ہر طرح کا کام بند ہے ہم کسی گورے کے مقابل ہو کر کوئی کام نہیں کر سکتے ہمیں ایسی بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ قابل بیان نہیں -

تھوڑا عرصہ ہوا یہاں دو ایک ہندوستانی لیڈر آئے اور رو دیئے پیٹے کہ ہم لوگ تمہاری رعایا ہیں ہم پر اتنی سختی کیوں کرتے ہو کہ کتوں سے بدتر سمجھتے ہو وغیرہ وغیرہ - اس کا اتنا نتیجہ ہوا کہ ہم لوگ جو یہاں کام کر رہے ہیں ان سے ذرا نرم سلوک شروع کر دیا لیکن آنے والوں کے لئے اس ملک کا دروازہ بالکل بند کر دیا مطلب یہ تھا کہ پرانے ہندی آہستہ آہستہ یا تو خود بخود چلے جائیں گے - یا مر جائیں گے تو ان سے ہمیشہ کے لئے خلاصی ہو جائے گی - اب ہندوستان کے لیڈروں اور عوام لوگوں کی آنکھوں میں اس طرح مٹی ڈالنے کی کوشش کی گئی - کہ ہم نے ہندوستانیوں کو ووٹ دینے کا حق دیدیا - جس کا نہ ہمیں کچھ فائدہ ہے اور نہ نقصان - اور ہند کے باشندے سمجھیں گے کہ آسٹریلیا میں گورہ کالا برابر ہے اور بس -

یہاں ہم جسقدر ہندی ہیں انکی عمریں پچاس برس اور اس سے زائد ہیں جب ہم پہلے پہل یہاں آئے تھے تو ہم سے برا سلوک نہ ہوتا تھا - بلکہ انگریزوں کے ساتھ ملکر کام کرتے تھے اور اب بھی بعض پرانے تعلقات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں لیکن یہ شاذ و نادر ہے گذشتہ پندرہ بیس سال یہ قانون عام طور پر شایع ہو چکا ہے کہ کوئی ہندی یہاں نہیں آسکتا - بلکہ جو جہاز والا کسی ہندی کو لائے اس پر ایک پونڈ جرمانہ کیا جاتا ہے - ہم جو پچاس ساٹھ سال سے یہاں کاروبار کر رہے ہیں - اب ہندوستان میں جا کر کونسا کام کر سکتے ہیں - اور نئی جگہ جا کر کام چلا لینا کوئی آسان کام نہیں اس لئے ہم مجبور ہیں کہ یہاں کے کام کو چلاتے رہیں اور بال بچوں کو گھر پر رہتا چھوڑ کر یہاں آجایا کریں

ہمارے دوست کس طرح ہماری مدد کر سکتے ہیں

اخبار لائٹ کو ہفتہ وار کرتے ہی ہمیں مقدمہ کے مشکلات کا سامنا ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ہمارے احباب ہماری مدد تین طرح کر سکتے ہیں

(۱) ہر ایک دوست اخراجات مقدمہ کیلئے چندہ دے۔

(۲) ہر انگریزی خوان دوست اخبار لائٹ کا خریدار بنے۔

(۳) ہر ایک دوست اپنی جگہ کوشش کر کے اخبار لائٹ کے لئے خریدار پیدا کرے۔

اس اخبار نے جسقدر خدمت اسلام تھوڑے سے عرصہ میں کی ہے۔ اس کے تمام قارئین اسکے صدق دل سے معترف ہیں۔ مولوی یعقوب خاں کی انگریزی کی قابلیت پر بڑے سے بڑے لوگ مداح ہیں۔ اگر اس ابتلا میں ہمارے احباب اخبار کے لئے خریدار پیدا کرنے کیلئے پوری کوشش فرمائیں تو امید ہے .... کہ کم از کم اخبار اپنے اخراجات کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور یہ بڑی بھاری کامیابی ہو گی۔

محمد علی

چند واقعات و افکار

چند روز ہوئے پشاور کے ایک محلہ میں آگ لگ گئی - اور ایسی لگی کہ تقریباً دو ہزار مکانات اس کی جھپٹ میں آکر راکھ ہو گئے - خاکسار چار میل کے فاصلہ پر اس غضبناک نظارہ کا موازنہ دن کے وقت اٹھتے ہوئے دھوئیں سے اور رات کے وقت شعلوں سے کر رہا تھا - ایسے ابتلاؤں اور غضب الٰہی کے وقت جہاں خدا پرست لوگوں کے دلوں پر خدائے عزوجل کا رعب طاری ہو جاتا ہے وہاں توہم پرست لوگوں کا ورد زبان ان کے پیر، ولی قبور اور دیوتا ہوتے ہیں جو ہر قسم کی مشکلکشائی کے لئے لوگوں نے بنائے ہوتے ہیں - واپس پشاور آیا مختلف لوگوں کی زبانی حالات سنے لیکن دو سکھوں کے مابین جو مکالمہ ہو رہا تھا - اس نے مجھے حیران کر دیا

کرتار سنگھ : کیوں بھائی سنا ہے مسجد تو آگ سے بچ گئی -

بوٹا سنگھ : ہاں بھائی مسلمانوں نے بڑی جانفشانی سے اسے آگ سے بچایا۔

کرتار سنگھ : ہمارے گوردوارہ کا کیا حال ہے ؟

بوٹا سنگھ : (روکر) بھائی تمہیں معلوم نہیں کہ وہ تمام جل گیا -

کرتار سنگھ : ہمارے مہنت جی تو مذہباً اپنی موت سے پہلے کسی صورت میں گوردوارہ سے باہر نہیں نکل سکتے - وہ تو جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے

بوٹا سنگھ : مہنت جی تو کسی صورت میں نہیں جل سکتے تھے اگر آپکو پولیس جبراً باہر نہ نکالتی - اور گوردوارہ میں بیٹھے رہتے تو گرو کی کرپا سے ایک چنگاری تک بھی گردوارہ میں داخل نہ ہوتی -

یہ خوش اعتقادی کی باتیں سن چکا - تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس مرض سے بچایا اور پھر غور کیا کہ کس طرح مخلوق خدا اپنی کمزوریوں کی وجہ سے راہ ہدایت پا لینے کے بعد پھر اس بت کے آگے جھکنے لگ جاتی ہے جسکو ان کے بزرگوں نے اپنے اعمال و اقوال سے اسے پاش پاش کر دیا ہوتا ہے -

اس پیر پرستی نے ایسا جال اس بدبخت ملک میں بچھا رکھا ہے کہ اللہ نام خدا کے لئے کچھ کسی سے مانگا جائے - تو ایک پیسہ دینے کو تیار نہیں - لیکن پیروں کی نذر و نیاز میں تھیلیاں پیش کی جاتی ہیں - اور لطف یہ کہ پیر دلی چشم ناز بھی ادھر والے سے بے توجہ ہوتی ہے کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اسے غیر کے پیسے کی قدر ہی نہیں

کہتے ہیں ایک پیر صاحب اپنے مریدوں سے کسی خفیف سے معاملہ پر ناراض ہو گئے - اور انکو منہ تک دکھانے کی قسم کھالی - پھر کیا تھا اس روٹھے پیر کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں مرید قطاریں باندھے گھڑیاں گن رہے تھے کہ کب نائب خدا ہمارے قصور کو معاف فرما کر ہمیں آگ جہنم سے رہائی بخشتے ہیں آخر ان کے پرائیوٹ سکرٹری کی سفارش سے پیر صاحب نے باقی جسم تو ظاہر نہ فرمایا - البتہ اپنے دونوں پاؤں کھڑکی سے باہر نکالے - پھر کیا تھا آن واحد میں تمام مرید بادلوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہزاروں روپوں کی تھیلیاں پیش کیں - اور اس مبارک پاؤں و نعلین مبارک کے بوسے لے کر اپنے زعم میں فلک چہارم کی سیر کر آئے

خاکسار جھنگ میں تحصیل چندہ کے لئے گیا - تو ہمارے قادیانی دوستوں نے زبان طعن دراز کی - اور غیر احمدیوں سے اشاعت اسلام کے لئے چندہ مانگنے کو ہماری ذلت کا نشان قرار دیا - اللہ کی شان دو چار روز میں مولینا غلام رسول صاحب راجیکی بھی وہاں تشریف لے آئے اور جناب میاں صاحب کی اپیل دربارہ چندہ پڑھکر سنائی - پھر انہوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ کام کو منظم طریق پر شروع کر دیا - اور میں بھی خوش ہوا کہ میرا بھی اس مصیبت سے چھٹکارا ہوا - جب یہ خود یہی کام کریں گے تو مجھپر اعتراض تو نکریں گے میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ بھائی یہ چندہ ترقی اسلام کا ہے - میں نے کہا بھائی ہم بھی ترقی اسلام کے لئے ہی چندہ مانگتے ہیں نہ اپنی ذات کے لئے - یہ تو وہی بات ہوئی کہ جس چیز کو پیر صاحب حرام کریں وہ حرام جس کو وہ حلال کریں وہ حلال ہو جاتی ہے پیر صاحب نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی تحریریں دربارہ نبوت ۱۹۰۱ء سے پہلی کی منسوخ تو آپ لوگوں نے انکو بلا تبلیغ کسی اعلان حضرت صاحب دربارہ منسوخی کے مطالبہ کے مان لیا کہ ہاں منسوخ پیر صاحب نے فرمایا کہ غیر احمدی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج تو آپ نے بھی آمنا و صدقنا کہہ دیا اور غور و پرداخت سے کام نہ لیا -

---

خاکسار کوہاٹ میں تھا - گرفتاری عملہ لائٹ کے لئے جلسہ کرانے کا انتظام شروع ہوا - ہمارے قادیانی دوست ہماری ہمدردی کے لئے سب سے اگلی لائن میں آگئے - انہوں نے اپنی طرف سے اعلان دربارہ جلسہ لکھکر دیا دستخط کیا لیکن جس وقت جلسہ کا وقت آیا تو جلسہ کے ہال میں غیر حاضر ادھر دیکھا ادھر دیکھا

[illegible] کی طرف سے خط آیا کہ جب تک قادیان سے حضرت خلیفۃ المسیح ہمیں حکم نہ دیں ہم شمولیت جلسہ اختیار نہیں کر سکتے تھے - ہم حیران ہو گئے - کہ انہوں نے خود اعلان اپنی طرف سے جب لکھا ہوگا تو جناب خلیفہ صاحب سے دریافت نہ کر لیا ہوگا - معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ روٹی کھاتے ہیں تو میاں صاحب سے دریافت فرما لیتے ہیں کہ کھائیں یا پانی پیتے ہیں تو پوچھ لیتے ہیں کہ پئیں غرضکہ کوئی کام انکی اجازت کے بغیر نہیں کرتے انہوں نے اعلان تو لکھ دیا لیکن تاہم خواب میں انہوں نے اس کے متعلق کوئی واضح جواب نہیں دیا ہوگا - پھر کیا ہونا تھا سوائے اس کے کہ اس پیر پرستی پر دو آنسو بہاتے جو حضرت مسیح موعود کی زندگی کے بعد شروع ہو گئی اور کچھ نہیں تھا۔

ایک انگریز عالم نے خوب ہی لکھا ہے -

وہ ذرائع اور اسباب جنسے کوئی نیک کام ہوتا ہے - اور وہ جن سے وہ کام تباہ ہوتا ہے ایک ہی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۲

آرین کانگریس

ایک نئے خطرہ کا آغاز

(۱)

آریہ سماجی حضرات نے مسلمانوں کے خلاف ہندو قوم کو ابھارنے اور انکے دلوں میں نفرت و حقارت کے بیج بونے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس میں انکی آئے دن کی کانفرنسوں کو بہت بڑا دخل ہے، یوں تو ان کے اخبارات اور لیفلٹ بھی جو اس زہر آلود پروپاگنڈا کو لئے ہوئے آئے دن شایع ہوتے ہیں۔ کوئی کم اثر نہیں رکھتے، لیکن کانفرنسوں کے ذریعہ سے جو آئے دن ہندوستان کے کسی نہ کسی حصہ میں بڑے وسیع پیمانہ پر اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کی جاتی ہیں۔ وہ اس بارود کو دیا سلائی دکھانے کا کام لیتے ہیں۔ متھرا کی دیا نند شتابدی نے نا تعلیم یافتہ مسلم راجپوتوں کو مرعوب کر کے اشدھی کی زنار باندھنے میں جو اثر دکھایا وہ راجپوتانہ کی آئے دن کی رپورٹوں سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد میلہ کمبھ کے موقعہ گوردکل کا جو عظیم الشان جلسہ ہوا وہ اسبات پر شاہد ناطق ہے، کہ ان جلسوں میں ہندؤوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا اہتمام کس قدر ہوتا ہے، ان کا پارہ عناد و تعصب اس موقعہ پر یہاں تک چڑھا ہوا ہوتا ہے کہ کسی دوسرے مذہب کا کوئی ٹریکٹ یا اشتہار اگر تقسیم ہوتا ہوا دیکھ لیں تو تقسیم کرنے والوں کو حبس بیجا میں رکھا جاتا اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ اور ٹریکٹ وغیرہ چھین کر تلف کر دیئے جاتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ آئے دن مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ وہ اسلام پر نکتہ چینی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن اپنا یہ حال ہے کہ خواہ اُنکے مذہب پر نکتہ چینی نہ بھی کی جائے اور محبت کے ساتھ انہیں صلح اور امن کی طرف بلایا جائے تو اسکو بھی وہ برداشت نہیں کر سکتے، کیونکہ اس موقع پر ان کا مقصد ہندؤوں کو اسلام کے خلاف ابھارنا ہوتا ہے وہ نہیں چاہتے کہ کوئی مخالف تحریر انکی لگائی ہوئی آگ پر ٹھنڈے پانی کا کام دیسکے۔ اور ان کا مقصد پورا نہ ہو۔

اسی قسم کی ایک کانفرنس کا اعلان "پرتاپ"، نے اپنی ۱۱ اکتوبر کی اشاعت میں کیا ہے جو "آرین کانگریس" کے نام سے ۴-۵-۶ نومبر کو دہلی میں منعقد ہونے والی ہے۔ یہ کانگریس کیا ہوگی۔ اور کن اغراض کو اس میں پیش نظر رکھا جائے گا؟ "پرتاپ"، نے اپنے اعلان میں اس کو واضح کر دیا ہے وہ لکھتا ہے۔ کہ

"انسانوں اور سوسائٹیوں کی زندگی میں ایسے موقع آیا کرتے ہیں جبکہ دنیا انکی نسبت فیصلہ کر لیا کرتی ہے کہ وہ زندہ ہیں یا مردہ آریہ سماج کی حالت میں اس قسم کا موقع آگیا ہے، حالات سوسائٹیوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ خالصہ مت کی بنیاد گورو نانک دیو جیسے صلح کل، خدا رسیدہ مہاتما نے رکھی لیکن مسلمانوں کے جور و ستم نے گورو گوبند سنگھ کی ضرورت پیدا کر دی گوروجی ہوئے اور انہوں نے سکھوں جیسی شانت جماعت کو ایک جنگجو فرقہ بنا دیا اس تبدیلی نے سکھ قوم کی ہیئت کو ہی بدل دیا اور اب ان کے ایک ایک فعل اور ایک ایک حرکت سے یہی اپنے تئیں سپاہی سمجھتا ہے اس کی عبادت میں جنگ کی سپرٹ ہے اس کے رہن سہن پر جنگ کا اثر ہے۔

اس کے ساتھ ہی لکھتا ہے۔

پرماتما ہی جانتا ہے کہ آریہ سماج کی زندگی میں بھی ایک نئے دور کا وقت آگیا ہے، اسوقت تک وہ آریہ جاتی کے دماغ کی رکھشا کرتا آیا ہے۔ اب آریہ جاتی اپنے شریر کی رکھشا کا کام اس کے سپرد کرنا چاہتی ہے کیا آریہ سماج اس امانت کو سنبھالنے کے لئے تیار ہے؟ اسکا جواب آرین کانگریس کے موقع پر دیا جائے گا۔

یہ الفاظ آرین کانگریس کے مقاصد کو کافی طور پر واضح کر دیتے ہیں اس کانگریس کا مقصد کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ آریوں اور ہندؤوں کو سکھوں کی طرح ایک جنگجو قوم بنایا جائے اور ان میں گورو گوبند سنگھ جیسے آدمی پیدا کئے جائیں۔ گورو گوبند سنگھ کی عزت و احترام ہماری نظروں میں ہے اور خود گوروجی کو جو عقیدت و احترام اپنے بادشاہ وقت غازی اورنگ زیب علیہ الرحمۃ سے تھا، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ پرتاپ نے ان پر بہت بڑا حملہ کیا ہے کہ مسلمانوں کا مدمقابل انہوں نے ان کو قرار دیا ہے۔ اس بارہ میں اگر وہ سیوا جی کا نام لیتا تو زیادہ موزوں تھا۔ سکھ گوروؤں کا نام لیکر سکھوں کی جنگجویانہ سپرٹ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنا۔ ان قدیم ہندوؤں کی روایات کو تازہ کرنا ہے جنہوں نے گورو صاحبان کے نمکخوار ہو کر ان کے ساتھ غداری سے کام لیا اور انکے عیال و اطفال پر طرح طرح کے مظالم روا رکھے۔

بہرحال "پرتاپ" کا مطلب صاف ہے، وہ آئندہ آرین کانگریس میں مسلمانوں کے خلاف گورو گوبند سنگھ نہیں تو سیوا جی ضرور پیدا کرنا چاہتا ہے، ڈاکٹر مونجے تو پہلے ہی ہندؤوں کو لٹھ بازی کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ اگرچہ مکانوں کی چھتوں سے ہنٹوں کی بارش اور تیزاب کی بوتلیں الٹنے کے سوائے انہوں نے ابھی تک کچھ سیکھا تاہم آرین کانگریس دیکھیں کیا گل کھلاتی ہے اور مسلمانوں کو آئندہ کن نئے نئے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حکومت تو پہلے ہی ہندؤوں کی طرفدار بن چکی ہے، اور وہ نہیں چاہتی کہ اس زہر آلود پروپاغنڈا کا جو مسلمانوں کے برخلاف۔ ایک باقاعدہ اور منظم طریق پر کیا جا رہا ہے سدباب کرے۔ اب دہلی میں آرین کانگریس کا انعقاد اس کے مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک نئے خطرہ کا آغاز ہے جس کی طرف مسلمانوں کو فوری توجہ ہونا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے اثرات کو خاصے باطل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے؟

مسلمان اور سوراج

"بندے ماترم" شاکی ہے کہ ناگپور کے مسلمانوں نے سوراج کی مخالفت کر کے آزادی کے بجائے غلامی کو پسند کیا ہے، اور اس طرح سے اپنی آئندہ نسلوں کو بدیشیوں کے سیاسی اور اقتصادی غلام بنانا چاہا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مسلمان اس بات کو پورے طور پر سمجھ چکے ہیں کہ سوراج کی تحریک دراصل ہندو راج کا پیش خیمہ ہے، اگر آج و بابشیو کے نام ہیں۔ تو کل اگر سوراج مل گیا تو انہیں اپنے دیسی ہموطنوں کی غلامی کا جوا اٹھانا پڑے گا۔ جو بدیشیوں کے جوئے سے سخت تر ہوگا۔ اور انکی ہستی کے لئے تباہ کن جسکے آثار ابھی سے کھلے طور پر نظر آ رہے ہیں۔ اس لئے موجودہ غلامی کو وہ لیسا غنیمت سمجھتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس سے رہائی کی کوئی بہتر صورت پیدا نہ کرے۔

بلیدان چترا ولی اور گورنمنٹ

آخر کار "ملاپ" نے اپنی ۱۱ اکتوبر کی اشاعت میں یہ تسلیم کر لیا کہ یہ غلط ہے کہ بلیدان چترا ولی جیسی شر انگیز کتاب کو چھپے ہوئے ڈیڑھ سال ہو چکا ہے وہ لکھتا ہے کہ :-

اب ہمیں بتایا گیا ہے کہ ..... کتاب کو چھپے ہوئے سات ماہ ہوئے ہیں اور یہ لگاتار ہندوستان میں فروخت ہو رہی ہے"

ہم گورنمنٹ کی توجہ کو "ملاپ" کے خط کشیدہ الفاظ کی طرف بالخصوص منعطف کرانا چاہتے ہیں، بلیدان چترا ولی جیسی کتاب کا ہندوستان میں لگاتار فروخت ہونا موجودہ حالات میں جلتی آگ پر تیل پڑنے کا مترادف ہے، ہندؤوں اور سکھوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف منافرت کے جو جذبات اسوقت پیدا ہو چکے ہیں ہم [illegible] داخل ہے، کے خلاف ابھی تک گورنمنٹ نے کوئی کارروائی نہیں کی جس کے معنے یہ ہیں کہ آریہ سماجی پروپاگنڈا کی پشت پر گورنمنٹ کا اپنا ہاتھ ہے ورنہ قانون کے نفاذ میں ہندو و مسلم کا امتیاز روا نہ رکھا جاتا۔

"ملاپ" کی مفسدہ انگیزی

سنگھٹن کے اندر نے غالباً یہ قسم اٹھا رکھی ہے، کہ دنیا کے کسی حصہ پر قتل و خونریزی اور لوٹ مار کے جو بھی واقعات رونما ہوں انکو کسی نہ کسی طریق سے مسلمانوں ہی کے سر منڈھا جائے خواہ اسبارہ میں انہیں صریح جھوٹ سے بھی کیوں نہ کام لینا پڑے۔

اس قسم کی کوشش "ملاپ" نے اپنی ایک تازہ ترین اشاعت میں کی ہے چیچو کا ملیان کے ریلوے سٹیشن سے کسی عورت کے ریل میں قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ ملاپ نے فوراً نہایت جلی سرخیوں سے یہ اعلان کر دیا۔ کہ "چلتی گاڑی میں ایک معزز ہندو عورت قتل ہوگئی" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مقتولہ مسلمان تھی نہ کہ ہندو۔ جس قوم کے جرائد کذب بیانی اور مفسدہ انگیزی میں اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس کے عوام الناس سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ قوموں کی رائے عامہ آج اخبارات کے تابع ہے جس قسم کا پروپاغنڈا اخبارات میں کیا جائے گا۔ عوام الناس کے خیالات اسی قسم کے ہوں گے تعجب ہے کہ ہندؤں اور مسلمانوں میں منافرت کے بڑھانے کا موجب ہے، ذرا احساس نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ملک کی حالت آج اس درجہ خوفناک ہو چکی ہے۔

یورپ میں عربی نسل کی موجودگی

ڈاکٹر احمد شاہین ایک مصری اہل قلم نے ایک دلچسپ کتاب شایع کی ہے جس میں جغرافیائی اور تاریخی معلومات کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ یورپ کے مختلف مقامات میں اسوقت تک عربی النسل کی آبادیاں موجود ہیں، فرانس کی عربی النسل آبادی کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:- کہ

"ساتویں صدی کے اوائل میں عربوں نے فرانس پر حکمرانی کی تھی۔ کاسوں کے علاقہ پر ان کا پورا قبضہ تھا۔ اور لکو، باروبک، جیود، دان ڈکلے، لورا، اور وادی رون تک انکی فوجیں بڑھتی رہتی تھیں انکا سب سے بڑا حریف ڈیوک ڈاکٹین تھا۔ اور برابر مقابلے کر رہا تھا لیکن جب اس کا ایک نیا دشمن پرنس چارلس مارٹل پیدا ہو گیا۔ تو اس نے عربوں سے صلح کر لی۔ اور اپنی لڑکی عرب سپہ سالار عثمان بن علی سے بیاہ دی اس کے بعد ۷۳۱ھ میں خود عربوں میں پھوٹ پڑ گئی سپہ سالار عثمان نے خلیفہ اندلس سے الگ ہو کر خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج گراں بھیجی۔ اہل یورپ نے یہ حالت دیکھی تو باہم متفق ہو کر عربوں کے مقابلہ پر آگئے اور "پواتیہ" کا تاریخی معرکہ واقعہ ہوا۔ عربوں کو شکست ہوئی اور فرانس میں ہر طرف بھاگ نکلے فرانس کے عام باشندوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی۔ بلکہ مفرورین کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ انکی شرافت نیکی اور اخلاق کی شہرت وہ مدت سے سنتے آئے تھے۔ فرانسیسیوں کا یہ حسن ظن آج تک باقی ہے۔ دیہاتوں میں اب تک عربوں کی شجاعت اور فیاضی کی داستانیں پھیلی ہوئی ہیں جب کاموں سے فارغ ہو کر فرانسیسی کسان رات کے وقت بیٹھتے ہیں تو یہ پرانی کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے ہیں"

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے فرانس کے بعض علاقوں کے لوگوں کی زبان، طرز زندگی، اور رنگ اور جسمانیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے، کہ وہ عربی النسل ہیں، بلکہ ایک فرانسیسی مورخ کے قول کے مطابق انکے نام بھی عربی ہیں، مثلاً شیخ اللہ، عبداللہ، باب اللہ وغیرہ خدا نے اس قوم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ایسی صفات حسنہ پیدا کی تھیں کہ جہاں وہ گئے دنیا انکی مطیع و منقاد ہوتی چلی گئی، لیکن آج وہی قوم ہے، کہ انتہائی پستی کی حالت میں گر چکی ہے، کاش عربوں کے اندر اسلام کی روح پھر تازہ ہو اور اسلامی شوکت کے نظارے، دنیا کو پھر ایک مرتبہ نظر آئیں۔

سوراج یا آریہ راج

ہمارے آریہ معاصرین کے مدنظر حکومت کا جو لائحہ عمل ہے وہ بقول معاصر سول اینڈ ملٹری گزٹ ویدوں کے ماننے والوں کے سوائے دوسروں کے اس ملک میں رہنے کا متحمل نہیں، کیونکہ یہی تعلیم ان کو سنیارتھ پرکاش میں دی گئی ہے معاصر "تیج" نے اپنی ۹ ستمبر کی اشاعت میں اس کو تسلیم کرتے ہوئے صاف طور پر یہ لکھ دیا ہے :- کہ

ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے۔ آریہ سماج ایک مشنری دھرم ہے۔ اس کا ادویش سارے سنسار کو آریہ بنانا ہے۔ اندریں حالات ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ یہ آشا کرنا کیا گناہ ہے کہ ہندوستان میں آریہ راجیہ کی استھاپنا ہو۔ اور اس پر کیونکر کوئی اعتراض کر سکتا ہے،،

ومنیج ،، کے یہ فقرات کسی تشریح کے محتاج نہیں، اس سے آریہ سماج کا مطمح نظر صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے، وہ ہندوستان میں نہ صرف مسلمانوں، بلکہ انگریزوں اور تمام دوسری اقوام کو بھی دیکھنا نہیں چاہتا اور صاف طور پر اس بات کا معترف ہے کہ آریہ سماج ہندوستان میں خالص آریہ حکومت کا متمنی ہے۔ جو غیر آریہ لوگوں کو آریہ بنا کر یا یہاں سے نکال کر حاصل ہو سکتی ہے۔ کیا ان ارادوں کے مالک مسلمانوں اور دیگر اقوام سے صلح اور اتحاد پیدا کر سکتے ہیں؟

دیوبندی اور بریلوی کفرنامے

کہا جاتا ہے مسلمان وقت کی ضرورت کا احساس کر کے باہم متحد ہو چکے ہیں، اور کفر بازی کا مرض اب ان سے نکل چکا ہے، کاش واقعات وحقائق اس دل خوش کن دعوی کی تائید کرتے۔

اس وقت ہمارے سامنے بریلی اور دیوبند کے دو بڑے بڑے اشتہارات ہیں جن میں ایک دوسرے کے بگڑ بولے بڑے شد و مد سے کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ اول الذکر فریق نے جو اشتہار شایع کیا ہے۔ اس کا عنوان ہے "دیوبندی سرگروہوں کو فیصلہ کن دعوت مناظرہ" اور اس میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ اور مولوی خلیل احمد صاحب کو مخاطب کر کے پہلے تو بڑی لمبی چوڑی تمہید میں مسلمانوں کی باہمی تفرقہ پردازی پر حسرت و افسوس کے آنسو بہائے گئے ہیں، اور پھر دیوبندی "فتنہ و فساد" کا ذکر کرتے ہوئے ہر دو اصحاب کو "ایک فیصلہ کن مناظرہ" کی دعوت دی گئی ہے" جس کے بعد ...... آئے دن کے جھگڑے فتنے فسادات روزانہ کے فساد انگیز مناظرے یکقلم موقوف ہو جائیں گے" یہ مناظرہ کس بات پر ہوگا؟ اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ

"جیسے مناظرہ مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد قاسم نانوتوی۔ اور آپ دونوں (مولوی اشرف علی اور مولوی خلیل احمد) کے کفر و اسلام پر ہوگا دوسرے فرعی مسائل اس مناظرے کے موضوع سے خارج ہوں گے (۲) آپ دونوں صاحبان خود اپنا اور گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کا اسلام ثابت کریں گے۔ اور اہل سنت (بریلوی) کے مناظر اس کا ابطال یعنی آپ دونوں اور ان دونوں کا کفر ثابت کریں گے"

انا للہ وانا الیہ راجعون، مسلمان کہلانے والوں کا کفر ثابت کرنا۔ یہ ہے اتحاد کی دعوت اتحاد ہے۔ اس کے بغیر کسی طرح ان کو چین نصیب نہیں ہوتا، معلوم ہوتا ہے کہ بریلی والوں کے پاس اب کوئی شغل سوائے اس کے نہیں کہ ایسے مناظرات جاری رکھیں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ یہ مناظرہ "اس وقت تک جاری رہیگا۔ جب تک ایک فریق عاجز ہو کر اپنی شکست کا اقرار لکھکر سنا کر اپنے مقابل کو دیدے"

اس کے جواب میں دیوبندی حضرات اگر بغیر مناظرہ ہی چپ ہو رہتے تو بہتر تھا۔ لیکن ان کا جوہری آخر کیا پتا کی مٹی سے بنا یا گیا ہے وہ اس کفر سازی کی مشین سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔ چنانچہ مولوی مرتضی حسن نے ایک اشتہار "اہل بدعت کا تبلیغی مناظرہ منظور" کے عنوان سے شایع کیا ہے جس میں مولوی احمد رضا خان بریلوی کو "تمام ہندوستان کے بدعتیوں کے سرگروہ" قرار دیتے ہوئے "ان کو اور ماجد مولوی احمد رضا خان" ... سے تعلق کیا ہے۔

"ارا این شیر خدا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ (یعنی مولوی مرتضی حسن) نے فی فصل بریلوی قبلہ بدعات فاضل احمد رضا خانصاحب کا مرتد کافر دجال ہونا اسکے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر نہیں یا جو مرتد جہنمی ملعون نہ کہے وہ لابھی ویسا ہی مرتد کافر ہے جیسے خانصاحب موصوف علیہ القیاس جو اس کو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی ...... خان صاحب کو کافر اہل دیوبند نے یا کسی اور نے نہیں کہا بلکہ جہنم کے داروغہ نے خود ہی فتوی دیا ہے جس سے ان کا فر مرتد وغیرہ وغیرہ اور ان کی اولاد کا ولد الزنا ہونا اور ان کا اور ان کے تمام گروہ کا دنیا میں آنا کہ خود اپنے ہم عقیدہ لوگوں سے بھی نکاح کا درست نہ ہونا ثابت کیا ہے"

یہ ہے مولویوں کی حالت، حدیث میں آیا ہے ' اپنے موتی کو نیکی سے یاد کیا کرو، لیکن آج یہ حالت ہے ایک فوت شدہ بھائی کو بھی کافر مرتد۔ اور اس کی اولاد کو ولد الزنا قرار دینے سے نہیں ہچکچاتے۔

ایک مجہول الحال ہندو کا

شر انگیز بیان

کیا عبدالعزیز خان کے جرم کا مدار اسی قسم کی شہادتوں پر ہے؟

(سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے قلم سے)

۱۱ اکتوبر ۲۷ء کے ہند و یہ لڈ اور ۱۲ اکتوبر ۲۷ء کے اخبار ملاپ میں ایک بیان ایک شخص مسمی لالہ موہن لال ولد لالہ رام دہن داس عہتہ سکنہ فیروزپور شہر کا شایع ہوا ہے جو اس نے سوامی ستیا نند کے متعلق راجپال کی دوکان پر باداتی رام اور ایک یوروپین افسر کے سامنے لکھوایا تھا اس بیان میں موہن لال نے تین آدمیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ

"میں پرکاش سٹیم پریس کے قریب سے گذر کر اس گلی میں داخل ہوا۔ جو کہ لوہاری دروازہ کے باہر اڈہ لٹنیاں سے انارکلی میں جا ملتی ہے۔ اس گلی میں مجھے تین آدمی ملے جن میں سے ایک شخص ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ قد میانہ مگر نہ موٹا نہ تپلا۔ ڈاڑھی مونچھ کا صفایا اور ادچپلی پہنے ہوئے تھا"

"دوسرے آدمی کی سفید پگڑی تھی۔ اور کلاہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کا رنگ بھی گندمی تھا اس کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی۔ اور وہ بھی ڈاڑھی مونچھ نہیں رکھتا تھا تیسرا آدمی ان میں سے یہ شخص تھا جو کہ اب ملزم ہے۔ اور جس نے سوامی جی پر حملہ کیا تھا جس شخص نے ترکی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے دوسرے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص راجپال کا چھوٹا بھائی ہے اور اکثر اوقات احمدیہ بلڈنگس میں جاتا رہتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں اسکا چھوٹا بھائی نہیں ہوں۔ مگر چونکہ میں بھی آریہ سماجی ہوں اس لحاظ سے میں اسکا چھوٹا بھائی ہوں۔ اس پر ملزم نے کہا کہ چلو پہلے راجپال کی دوکان پر چلیں بعد ازاں ہم ان باتوں کی طرف بھی آ جائیں گے"

یہ بیان اپنی نوعیت کے لحاظ سے جسقدر شر انگیز ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ گواہ نے جن تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق بتایا ہے کہ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ "یہ اکثر اوقات احمدیہ بلڈنگس جاتا رہتا ہے" اس کا کیا مقصد ہے ہم نہیں جانتے ....

....

یہ شخص موہن لال کون ہے؟ اور اس کا یہ بیان کہاں تک قابل اعتبار ہے؟ یہ ذیل کے واقعات سے معلوم ہوگا۔

اپریل ۲۷ء میں ایک شخص جو اپنا نام منوہر لال ولد رام دہن داس عہتہ سکنہ فیروزپور شہر بتاتا تھا۔ ہمارے پاس اس غرض سے آیا کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے ہم نے اس کو حلقہ اسلام میں داخل کر لیا۔ اس سے دریافت کرنے پر اس کی زبانی معلوم ہوا کہ اس نے اس سال انٹرنس کا امتحان دیا ہے چنانچہ اس نے اپنا رول نمبر بھی بتایا وہ کچھ عرصہ (تقریباً ایک یا ڈیڑھ ماہ) ہمارے پاس مہمان نہیں بطور نومسلم رہا ایک جلسہ میں جو کہ موچی دروازہ کے باہر ہوا تھا اور جس میں مختلف لیکچراروں نے لیکچر دئے تھے اس نے بھی اختتام جلسہ پر مختصر چند الفاظ خوبی اسلام کے متعلق کہے۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں اس کے متعلق کچھ شکوک اور شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ معمولی انگریزی بھی نہیں جانتا۔ یہ جائے کہ اس نے انٹرنس کا امتحان دیا ہو۔ چونکہ اس کا ارادہ اور نیت ہمیں مشکوک نظر آئی لہذا ہم نے اس کو باہر ایک دوسرے مقام پر بھیج دیا جہاں کہ وہ تقریباً ۲۰ روز یا ایک ماہ رہا۔ اس عرصہ کے دوران میں امتحان انٹرنس کا نتیجہ نکل آیا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم پاس ہو گئے ہو۔ تو اس نے یہی کہا کہ میں پاس ہو گیا ہوں۔ لہذا اب میں واپس فیروزپور جانے کے واسطے لاہور آنا چاہتا ہوں۔ تاکہ فیروزپور جا کر اپنے والد سے ملکر آئندہ کالج میں داخل ہونے کی کوشش کروں۔ جس پر وہ لاہور آ گیا چونکہ اس کے تمام حالات ہمیں مشکوک نظر آتے تھے لہذا ہم نے اس کے نتیجہ امتحان کے متعلق پھر دریافت کیا [illegible]

تھا۔ جو کہ انہیں دنوں اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو چکا تھا۔ اس واقعہ کے علم سے ہمیں اس کے متعلق اور بھی شکوک پیدا ہوئے۔ اور ہم نے صاف طور پر اس سے کہا کہ دیکھو تم نے جھوٹ بیانات دیئے ہیں اور بالکل غلط باتیں کہی ہیں۔ جس پر اس نے کہا کہ نہیں نہیں میں نے سب کچھ ٹھیک کہا ہے اور اگر تم مجھ نومسلم پر اس قسم کے شک کرتے ہو تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں چنانچہ چند دن بعد احمدیہ بلڈنگس سے چلا گیا۔

یہ شخص جسکا میں نے مختصر سا تذکرہ کیا ہے اپنا نام منوہر لال بتاتا تھا اور اس کے والد کا نام وہی تھا۔ جو کہ اس شخص کا ہے جسکا بیان میں نے اوپر نقل کیا ہے۔ یعنی لالہ رام دہن داس سکنہ فیروزپور شہر

اگر یہ وہی شخص ہے جسکا بیان ہم نے اوپر نقل کیا ہے تو اس کے مندرجہ بالا حالات اور کیرکٹر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں، کہ یہ بیان سراسر کذب و افترا ہے، نہ کوئی تین اشخاص اسے ملے جو احمدیہ بلڈنگس سے کوئی تعلق رکھتے تھے۔ اور نہ انکی کوئی باتیں اس سے ہوئیں۔ یہ ایک ایسی چال ہے جسکو اگر سنگھٹنی مہاشاؤں کی شر انگیز سازش کا نتیجہ قرار دیا جائے تو بیجا نہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں:۔

لائٹ کے مقدمہ کی پیشی آیندہ ۲۲ اکتوبر کے بجائے ۲۴-۲۶-۲۷ اور ۲۸ اکتوبر کو ہوگی۔ ان تاریخوں میں استغاثہ کے گواہوں پر جرح کی جائے گی۔

لودھیانہ سے ہمارے دوست بابو محمد اسمعیل صاحب نے ایک وصیت حاجی محمد حسن صاحب کی بھیجی ہے، حاجی صاحب موصوف سلسلہ کے ایک پرانے ممبر ہیں اور بہت ضعیف العمر ہیں، انہوں نے اپنی وصیت میں مبلغ پانصد روپیہ اشاعت اسلام کے لئے ہماری انجمن کو دینا منظور کیا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء" ہمیں یہ سنکر بہت ہی افسوس ہوا کہ حاجی صاحب کرم کی اہلیہ محترمہ بقضائے الہی اس جہان فانی سے انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون" اللہ تعالی مرحومہ کو جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر عطا کرے۔

دھرمسالہ سے حکیم یسین شاہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن اسلامیہ دھرمسالہ کا نیا انتخاب عمل میں آیا ہے جس میں انہیں سکرٹری، اور مرزا غفور بیگ صاحب کو جائنٹ سکرٹری تجویز کیا گیا ہے۔ پریزیڈنٹ ماسٹر فضل الدین صاحب وائس پریزیڈنٹ اکبر خانصاحب سب انسپکٹر"

قبول اسلام حکیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ گذشتہ کو مسمی میاں سنگھ راجپوت ساکن منڈی ریاست نے بخوشی خود اسلام قبول کیا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔

سامانہ سے خلیفہ محمد اکرم صاحب لکھتے ہیں کہ انکی ہمشیرہ صاحبہ جو احمدی تھیں ۱۰ اکتوبر کو انتقال فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، خلیفہ صاحب کرم سے ہمیں اس صدمہ میں گہری ہمدردی ہے، احباب کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھکر اس کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

بابو محمد صدیق صاحب کلرک ملٹری اکونٹس لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے ایک دوست صوبیدار امتیاز علی خان پنشنر کڑیانوالہ گجرات میں بعارضہ بخار رودہ بیمار ہیں ان کے لئے دعا کیجائے۔

جماعت لدھیانہ کے لئے ایک احمدی امام کی ضرورت ہے جو نماز جمعہ وغیرہ پڑھا سکے۔ کوئی دوست جو اس کی ذمہ داری لے سکتے ہوں۔ بابو محمد اسمعیل صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام محلہ بدنی لدھیانہ سے خط وکتابت کرکے تنخواہ وغیرہ کا فیصلہ کرلیں۔

---

۲۴ مناظرہ تو جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ ان رہبران اسلام کا تقدس تو ابھی سے ظاہر ہو رہا ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

۔ وہ لوگ جو احمدیوں کی جماعت بندی کے شاکی رہتے ہیں (حالانکہ یہ جماعت بندی اسلام کی حفاظت و اشاعت کے سوائے اور کوئی مقصد نہیں رکھتی) کیا وہ مقدسین اسلام کی ان ننگ اسلام کارروائیوں پر متوجہ نہ ہوں گے؟

ریویو

روشن خیال اس نام سے ۵۳ صفحہ کی ایک کتاب [illegible] سائز پر عورتوں اور لڑکیوں کے مطالعہ کے لئے مہتمم کتب خانہ علوی اینڈ کو احمدیہ بلڈنگس لاہور نے شایع کی ہے۔ اس کتاب کو جنابہ اقبال بیگم صاحبہ نے تصنیف کیا ہے اور ایک قصہ کی صورت میں موجودہ زمانہ کی قبیح رسوم اور میاں بیوی کے تعلقات پر بعض [illegible]

عملہ لائٹ کی گرفتاری پر جذبات ہیجان و اضطراب کا طوفان

مختلف مقامات پر احتجاجی جلسے

مسلمانان مرار کا احتجاج

مکرمی اخویم السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ اخبار سے یہ معلوم کرکے کہ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ و رحمت خاں صاحب بدر پبلشر و شیخ معراج الدین خاں صاحب پرنٹر ۱۵۳ الف کے ماتحت پکڑے گئے۔ اور ضمانت درخواست بھی نامنظور ہوئی بہت افسوس ہوا اور ۲۳ ستمبر کو بروز جمعہ کے بعد مسلمانان موضع مرار کا جلسہ ہوا اور میاں احمد علی کی تحریک اور میاں غلام محمد صاحب نمبردار مرار کی تائید اور میاں نور محمد صاحب کی تائید مزید سے یہ قرارداد منظور کی گئی کہ مسلمانان مرار کا یہ جلسہ باتفاق رائے اس امر پر بہت افسوس کرتا ہے کہ محض ہندوؤں کے پروپیگنڈے کی وجہ سے مولوی محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر اخبار لائٹ و رحمت خاں صاحب بدر پبلشر و شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ چلایا گیا ہے مسلمانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ یہ جلسہ حکومت کے اس فعل کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ان سے شریفانہ سلوک کیا جائے جب راجپال جیسے شخص کو جس نے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی تھی اڑھائی سال تک ضمانت پر رہا رکھا گیا تو ایسے شخص کو جس کی شہرت ولایت تک ہے کیوں ضمانت پر نہیں چھوڑا جاتا اس لئے یہ جلسہ دوسرا مطالبہ کرتا ہے کہ عملہ اخبار لائٹ کو ضمانت پر رہا کیا جاوے۔

اور مبلغ پانچ روپے چندہ اعانت لائٹ کے لئے جماعت مرار کی طرف سے ارسال ہے والسلام۔ خاکسار احمد علی از مرار۔

بھلوال سے صدائے احتجاج

۲ ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو بوقت نو بجے رات جامع مسجد بھلوال میں تمام فرقہائے اسلام کا جلسہ ہوا جسمیں میاں فضل کریم صاحب بی اے ایل ایل بی نے قرارداد ذیل پیش کی جو کہ باتفاق رائے پاس ہوئی۔

مسلمانان بھلوال کا یہ عظیم الشان جلسہ مولوی محمد یعقوب صاحب بی۔ اے ایڈیٹر دی لائٹ و چوہدری رحمت خاں صاحب بدر پبلشر و شیخ معراج الدین پرنٹر کی گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے جو کہ محض ہندو پریس کے پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے اور گورنمنٹ کے اس رویہ کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ نقول قرارداد بحضور جناب گورنر صاحب پنجاب و اخبارات بھیجی گئیں۔

مسلمانان شہر انبالہ کی آواز

۲۸ ستمبر کی شب کو مسلمانان شہر انبالہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت جناب مولوی حکیم اختر علیخان نگینوی فاضل دیوبند محلہ شیخ نہتی کے وسیع چوک میں بالمقابل دفتر جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام منعقد ہوا۔ حسب ذیل قراردادیں اتفاق رائے سے پاس ہوئیں۔

قرارداد نمبر ۱۔ مسلمانان انبالہ شہر کا یہ جلسہ مولینا محمد یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی ایڈیٹر دی لائٹ اور ان کے رفقا پر مقدمہ چلایا جانے پر جو ہندوؤں کے معاندانہ پروپاگنڈا کا نتیجہ ہے اظہار افسوس کرتا ہے۔ اور اس وقت تک انکو ضمانت پر رہا نہ کرنے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ حالانکہ راجپال جیسا بدکار کہ جو اصل فساد کی جڑ ہے ۲½ سال تک ضمانت پر رہا کیا گیا۔ یہ جلسہ گورنمنٹ سے پرزور استدعا کرتا ہے کہ وہ ان معزز ہستیوں کو فوراً ضمانت پر رہا کیا جائے۔

محرک شیخ ضیاء الدین احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل
موید۔ شیخ عبد الحکیم گجراتی۔

قرارداد نمبر ۲۔ حال ہی میں راجپال نے بلیدان چتراولی نامی جو کتاب شایع کرکے ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں میں فساد ڈلوانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اس کی طرف گورنمنٹ کی توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ اس کتاب کے مصنف پبلشر اور پرنٹر کو قرار واقعی سزا دے

محرک شیخ عبد الحکیم گجراتی۔ موید منشی امیر الدین صاحب میونسپل کمشنر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر کا احتجاج

آج بعد نماز جمعہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام امرتسر منعقد ہوا۔ اور باتفاق رائے حاضرین حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے۔

(اول) یہ جلسہ اخبار دی لائٹ لاہور کے فاضل ایڈیٹر مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی۔ اور ان کے رفقا پر زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مقدمہ چلایا جانے کی نسبت صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ یہ محض آریہ سماجیوں کے شور بپا کا نتیجہ ہے اور گورنمنٹ عالیہ سے بادب التماس کرتا ہے کہ یہ مقدمہ واپس لیا جاوے۔

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

(دوم) کتاب بلیدان چتراولی جسکا پبلشر راجپال منیجر آریہ پستکالہ لاہور ہے جس نے اس سے پہلے ایک نہایت گندا رسالہ رنگیلا رسول کے نام سے شایع کرکے ملک کے خرمن امن میں آگ لگادی تھی ایک ایسی کتاب ہے کہ جو مسلمانوں کے برخلاف ہندو قوم کے جذبات کو بھڑکا کر فتنہ و فساد پیدا کرنے والی ہے اور جس میں نہایت ہی اشتعال انگیز و دل آزار تصویروں کے ذریعہ سے اپنے ناپاک مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ جلسہ اس کتاب کو نہایت ہی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں التجا کرتا ہے کہ اس کتاب کو ضبط فرماکر اس کے مصنف اور پبلشر و پرنٹر پر مقدمہ چلایا جاوے اور ان کو قرار واقعی سزا دیجاوے۔

(سوم) ان ریزولیوشنوں کی نقول بخدمت عالی ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر صوبہ پنجاب برائے کارروائی مناسب اور نیز اخبارات پیغام صلح۔ زمیندار انقلاب و سیاست۔ لاہور و وکیل امرتسر میں شایع ہونے کے واسطے بھیجی جاویں۔ دستخط پریزیڈنٹ (عزیز بخش) دستخط سکرٹری (ثناء اللہ)

مذاکرہ علمیہ

سوالات معہ جوابات

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

گواہی میں دو عورتیں رکھنے میں حکمت

سوال۔ سورہ بقرہ کے آخر میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ وجہ یہ بیان کی گئی ہے ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخریٰ (اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے) کیا اس میں نسوانی قوت حافظہ کی ہتک نہیں ہے؟

جواب۔ یہ ہتک نہیں رعایت ہے معلوم ہوتا ہے آپ کو کبھی عدالت میں گواہی دینے کا موقع نہیں ملا۔ اگر ملا ہوتا تو یہ اعتراض نہ کرتے۔ کیسا ہی سچا اور صاف گواہ ہو عدالت کے کٹہرہ میں وکیلوں کی جرح میں وہ مٹی پلید ہوتی ہے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ اچھے خاصے سمجھدار آدمیوں کی مت ماری جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے نقیض بیانات دیجاتے ہیں۔ کہنا کچھ چاہتے ہیں منہ سے نکلتا کچھ ہے۔ بڑے بڑے رئیس گھبرا جاتے ہیں یہانتک کہ خود افسران پولیس اور بڑے بڑے عہدیدار جرح کے رگڑوں میں عرق عرق ہو جاتے ہیں۔ پیشانی سے پسینہ پونچھتے جاتے ہیں۔ چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے انہی دکھوں کے مارے لیڈی ڈاکٹروں نے اب ایسی عورتوں کا ملاحظہ کرنا تقریباً چھوڑ ہی دیا جنکی وجہ سے ان کو عدالت میں گھسنا پڑے جنہوں نے گواہی دی ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسے موقعہ پر اپنے وکیل کی طرف کا ایک اشارہ دل کو کس قدر تقویت دیتا ہے جو عقلمند ہیں بقول آپکے اپنی "قوت حافظہ کی ہتک" میں ہی اپنی عزت کو محفوظ سمجھتے ہیں یعنی "مجھے یاد نہیں" کا ایسا نسخہ ہے جو بہت سے متضاد بیانات سے بچا لیتا ہے بہت سی عیب پوشیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ جرح میں جو سوال گھبرا دینے والا آیا کہدیا "مجھے یاد نہیں" حافظہ کی کمزوری اسوقت آڑے آجاتی ہے جس پر نہ عدالت ہی کچھ گرفت کرسکتی ہے نہ مخالف فریق کا وکیل ہی کچھ کہہ سکتا ہے۔ ہم لوگ جب طبی شہادت دیتے ہیں تو اس بات کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ ہمارے حافظہ کی کمزوری کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ نے یہ اجازت دے رکھی ہے۔ کہ ہم اپنی کتابیں اپنا رجسٹر اپنی نوٹ بک ساتھ لیجائیں اور اس میں سے دیکھکر گواہی دیں۔ یہ ہرایک گواہ اپنی بڑی رعایت سمجھتا ہے کہ اسے اپنا پہلا بیان پڑھکر اپنے حافظہ کو تازہ کرلینے کی اجازت ہے میں نے آج تک کبھی کسی گواہ کو شکایت کرتے نہیں سنا کہ اسکو جب عدالت نے کہا کہ اپنا پہلا بیان پڑھ لو تاکہ تمہارا حافظہ تازہ ہو جائے۔ تو اس نے اس میں اپنے حافظہ کی بڑی ہتک محسوس کی ہو پس کیسی خوش قسمت ہیں عورتیں جنہیں گواہی کے موقع پر خدا نے یہ ایسی رعایت دیدی کہ ان میں سے دو اکٹھی ہوکر گواہی دے لیں اگر ایک کا حافظہ خطا کرے تو بیشک دوسری اس کی مدد کرے ایسے موقعہ پر دوسرے کا اپنی تائید میں ایک لفظ جان ڈالدیتا ہے۔ مرد گواہ تو بیچارے اس کے لئے ترستے ہیں ان کمبختوں کو تو ایک دوسرے کی گواہی کے سننے تک کا حکم نہیں۔ کاش کہ گورنمنٹ ہم ڈاکٹروں کے لئے یہ حکم دیدے کہ بیشک دو دو ملکر گواہی دے لیا کرو۔ پھر دیکھو کیا مزہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی طبع نازک کا یہی لحاظ رکھکر کہ یہ بیچاریاں اس موقع پر گھبرا نہ جائیں ان کے ساتھ یہ عظیم الشان رعایت کی ہے کہ بیشک ایک دوسرے کے ساتھ ملکر اکٹھی ہوکر گواہی دیدیں۔ اگر ایک بھولے تو کچھ حرج نہیں دوسری بتا دے۔ مرد بھولے تو جھوٹا کہلائے یا گواہی رد ہو جائے مگر عورت اس رسوائی سے محفوظ کردی گئی۔ اس کی مدد کے لئے دوسری عورت کو ساتھ کردیا گیا۔ اس سے بڑھکر جناب الٰہی کی غریب نوازی اور کیا ہوگی۔ کاش یہ رعایت ہم مردوں کو ملی ہوتی تو ہم اسے عزت سمجھتے۔

اقتباسات

سوراج اور ہندو سنگھٹن

راجہ سید احمد علیخاں نے پراونشل مسلم میرٹھ کے خطبہ صدارت میں فرمایا

آپ سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ہم ایک ہی زقند میں پوری آزادی اور سوراج کے بام پر نہیں پہنچ سکتے۔ ہم چاہے کتنا ہی قربانی اور ایثار کا ثبوت دیں اسوقت تک سوراج نہیں حاصل ہو سکتا جب تک اس ملک کی اکثریت نہ صرف غیر فیاض ہونے پر تلی ہوئی ہے بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں میں اس نے جارحانہ رویہ بھی اختیار کر رکھا ہے اکثریت والوں کی عدم رواداری کا یہ ناقابل تردید ثبوت ہے کہ ان کے امکان میں ہو تو جب تک ہم غیر آریائی تہذیب اور تمدن پر قائم ہیں وہ ہمیں زندہ بھی نہ رہنے دیں اس امر کا اعلان ان کے لیڈروں نے ہماری بصیرت کے لئے کر دیا ہے۔

ہندو سنگھٹن نے پہلے ہی ملک میں آگ سی لگا دی ہے مسٹر کریرا کے اعداد کے مطابق ۲ ہزار زخمی اور ۲۰۰ ہلاک ہو چکے ہیں۔ میرے نزدیک یہ اندازہ بہت کم ہے۔ کانپور۔ ناگپور۔ شولاپور۔ بریلی۔ اور بمبئی میں جو نقصانات ہوئے ہیں۔ ان کو ان میں شامل نہیں کیا۔ ہندو سبھا۔ جس کا جال تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے مسلمانوں کے اطمینان خاطر اور سکون قلب کے لئے قیامت بپا کر رکھی ہے۔ ان سبھا کے اجلاسوں میں جو قرار دادیں منظور کی جاتی ہیں وہ اس قدر زہریلی نہیں ہوتیں جسقدر وہ جذبہ خوفناک ہوتا ہے جو اس کے ماتحت کام کرنے والوں کی فوج ظاہر کرتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم یہ باقاعدہ اور مستند کارکن ہوتے ہیں یا خانہ ساز والنٹیر مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ اور ان کے انتہائی اشتعال انگیز طریقے اور چالبازیاں جو دور دراز اور گمنام دیہاتی علاقوں میں اور چھوٹی بستیوں اور شہروں میں برتے جاتے ہیں ان کی مذمت کسی ذمہ دار ہندو مہاسبھائی نے کبھی نہیں کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان دیہاتیوں کی مصائب روز افزوں ہیں ان کو برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہے اور وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ انکی امداد اور رستگاری کے لئے کوئی تدبیر اختیار کیجائے۔ شدھی کے انقلاب انگیز طریقے اور ان کے ساتھ تقریر و عمل کی جارحیت۔ مساجد کے سامنے عمداً باجا بجانے اور نماز کے اوقات میں غل بپا کرنے سے یہاں تک کہ مسجد کے نمازی صبر و تحمل ہاتھ سے دے بیٹھیں۔ کچھ کم نفرت انگیز اور اشتعال خیز نہیں ہے۔ اس کے بعد ہندو اخبارات نے وہ انگریزی زبان میں نکلتے ہوں یا دیسی زبانوں میں مسلمان کارکنوں مسلمان انجمنوں اور اسلامی روایات پر حملہ کرنے کی سازش کر رکھی ہے۔ اور انہوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ تمام قوم کے مقاصد اور ارادوں کو ہر وقت غلط پیرایہ میں بیان کیا جائے۔ اس سازش اور طرز عمل نے بھی دشمنی اور نفرت کے جذبات کو بھڑکا دیا ہے۔ ان حالات میں آپ کے ہمدردوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک طرف تمہاری حفاظت کیجائے اور دوسری طرف جارحانہ اکثریت کی شرارتوں کو بیکار کیا جائے۔

کیا ہندوؤں کو معلوم نہیں کہ اقلیت دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی جب اس کی زندگی خطرہ میں ہو تو اپنی حفاظت کی تدابیر اختیار کرنے سے غافل نہیں رہ سکتی۔

ہمارے ہندو برادران وطن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقتی سوراج حاصل کرنے کے کچھ زیادہ خواہشمند نہیں۔ اگر وہ ہوتے تو طاقتور مسلمانوں کی قوم کے خلاف معاندانہ رویہ نہ اختیار کرتے یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کے بغیر سوراج حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عظیم الشان احساس حقیقت سامنے نہیں آتا جو زود و دیر ان کے سامنے آنے والا ہے کہ کوئی دہشت انگیز طرز عمل اسلام پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسوقت سوراج کا نعرہ مستانہ بیکار معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اعتماد باہمی۔ احترام باہمی اور پرخلوص برادرانہ تعلقات دونوں قوموں کے مابین دوبارہ قائم ہوئے تو ہم کبھی بھی سوراج کی گتھی کو سلجھا نہیں سکیں گے مسلمان اقلیت میں ہیں اور وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ انکی باعزت زندگی کا جس کی بنیاد انکی مقدس روایات اور پرانی تہذیب پر ہو اس اسکیم میں یقین دلا دیا جائے جو ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ زیر سایہ برطانیہ قائم کرنے کے لئے تیار کی جائے کوئی قوم جس کے دل میں خراب ارادے نہوں اس قسم کے یقین دلانے میں پس و پیش نہیں کر سکتی۔ کوئی قوم جو آپس ہی میں اس طرح بٹی ہوئی اور متفرق ہو جس طرح کہ آج ہم ہیں معقولیت کے ساتھ یہ محسوس نہیں کر سکتی کہ اس کو سوراج حاصل کرنے کے قابل اتحاد اور قوت حاصل ہے

ہندو دنیا

لائلپور میں آریہ خیراتی ہسپتال کی افتتاحی رسم پر مہاتما ہنسراج نے فرمایا:۔

انبالہ کے سیٹھ بنارسی داس جی نے بھی دکھیوں کی امداد کے لئے مفت دواؤں کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اسی طرح راولپنڈی کے ڈاکٹر دینا ناتھ جی نے بھی آریہ سماج کی محبت میں آکر نوکری چھوڑ کر دیانند میڈیکل مشن جاری کیا۔ جس سے اُن کی فیسوں کی آمدنی ہزار روپے ماہوار کے قریب ہوتی ہے۔ جس میں سے وہ صرف دو سو روپے ماہوار اپنے خرچ کے لئے رکھ کر باقی کا روپیہ اپنے ہسپتال کو دیدیتے ہیں ان کی امداد کے لئے شریمتی شکنتلا دیوی جی لیڈی ڈاکٹر جو کہ اسسٹنٹ سرجن ہیں مل گئی ہیں۔ جو کہ نہایت قابل تعریف کام کر رہی ہیں۔ کوہاٹ کے فسادات کے موقعہ پر اس ہسپتال نے ہندوؤں و دیگر بیماروں کی حد سے زیادہ خدمت کی تھی۔ راولپنڈی والے خوش قسمت ہیں کہ جن کے درمیان ایسے نیک دہرماتما سجن کام کر رہے ہیں۔

اسی طرح لاہور میں سرگنگا رام جی نے خیراتی ہسپتال جاری کر رکھا ہے جس سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ فایدہ اٹھاتے ہیں۔ پادری لوگ کس طرح ہمارے ملک میں خلق خدا کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس سے ایک عالم آگاہ ہے۔ ڈاکٹر نیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کس طرح اس نے اپنی اس طبی خدمات کی وجہ سے کشمیر کے علاقہ میں ناموری حاصل کی ہے آپ کے شہر کے ممتاز ترین رؤسا سیٹھ جوالا داس و دیونت لال نے بھی اس مفید عام کام کی طرف توجہ دیکر بنی نوع انسان کے لئے عموماً اور لائلپور نواسیوں کے لئے خصوصاً بڑا بھاری اُپکار کیا ہے۔ اور ان کی خواہش ہے کہ اس کام کو اور بھی بڑھایا جائے اور ضرورت آنے پر ان ڈور بیمار بھی لئے جائیں۔ (ملاپ)

ماڈرن ریویو میں مسٹر نگیندر ناتھ گپتا سابق ایڈیٹر ٹریبیون آریہ سماج پر ایک مضمون لکھا ہے جس کا ذیل کا اقتباس قابل توجہ ناظرین ہے:۔

آریہ سماج کی دو پارٹیاں ہیں۔ یہ ہر دو پارٹیاں اُسی طرح ہیں جس طرح ہندو دہرم کے اندر ویشنو اور شاکت فریق پائے جاتے ہیں تعلیم یافتہ پنجابیوں کی کثرت کالج پارٹی سے تعلق رکھتی ہے۔ دوسرے فریق کے لیڈر لالہ منشی رام وکیل جالندہر تھے۔ جو کہ بعد ازاں سوامی شردہانند کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلی پارٹی کا نام دیانند اینگلو ویدک کالج پارٹی ہے کیونکہ اس پارٹی نے دیانند اینگلو ویدک کالج قایم کیا تھا اس کے سالانہ اجلاس و یانند کالج کے گراؤنڈ میں ہوتے تھے اور ان سالانہ اجلاسوں میں دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور اور سکول کے لئے اپیلیں ہوتی تھیں۔ اور چندہ میں بہت سا نقد اور وعدہ پر روپیہ آتا تھا۔ اور دیویاں تو زیورات تک دان کر دیتی تھیں۔

جیسے مہاتما گاندھی نے اچھوت ادھار اور ودھوا بواہ کے حق میں پرچار کرنا شروع کیا ہے دقیانوسی اور مخالفان ورن آشرم سناتن دھرمی حلقے آہستہ آہستہ اُن کے مخالف ہو رہے ہیں بشری شنکراچاریہ کماکونم کے زیر اہتمام ایک ہفتہ وار اخبار "آریہ دھرم" شایع ہوتا ہے جسکو کئی سناتنی پنڈت ایڈٹ کرتے ہیں سماجک معاملات کے متعلق مہاتما گاندھی جی نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے سلسلہ میں اس اخبار نے مہاتما جی پر سخت حملے کئے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ جب شاستران کی تعلیم کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ تو وہ بھی اپنی رائے کو بدل دیں۔ اس اخبار نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ایک عورت کا جب پتی مر جائے تو اس کو نہ صرف دوسری مرتبہ شادی کرنے سے ہی اجتناب کرنا چاہئے بلکہ اُسے اپنے شریر کو بھی سکھا دینا چاہئے اور صرف پھل پھولوں پر گذارہ کرنا چاہئے۔

دقیانوسی اصولوں کا یہ پرچارک اخبار لکھتا ہے کہ ایک ودھوا کو برہمچریہ زندگی گذارنی چاہئے اور ہمیشہ سر منڈوائے رکھنا چاہئے۔

مہاتما گاندھی نے ایک اپیل شایع کیا تھا کہ لڑکیوں کی عمر شادی ۱۶ سال تک مقرر کر دی جائے اس اپیل کی مخالفت کرتے ہوئے اخبار آریہ دھرم لکھتا ہے۔ کہ یہ ایک ناپاک تجویز ہے۔ اور ایک ہندو کی شان کے شایاں نہیں۔ کہ وہ ایک لڑکی کی شادی سے پہلے اس کی منظوری لے لے اخبار ہذا مہاتما گاندھی کی نیت پر شک کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ یہ ایک صریح دھوکہ ہے۔ اور مغربی خیالات کو ہندو دھرم کے جامہ میں داخل کیا جا رہا ہے۔

اس سناتنی اخبار نے کئی سمرتی کرتاؤں کی کتابوں سے چند ایسے حوالے پیش کئے ہیں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عورتوں پر کسی حالت میں بھی زندگی کے کسی حصہ میں اعتبار نہ کرنا چاہئے اس اخبار نے اختتام پر میسور سے برابر کہا ... کہ وہ مہاتما جی ... [illegible]

مختصر خبریں

لاہور میں حکام نے نانک چند کی واردات کے موقع پر پولیس کی تعزیری چوکی لگانے کا فیصلہ کیا ہے اس تعزیزی پولیس کا خرچ اس حصہ شہر کے مسلمانوں پر ڈالا جائے گا۔

خواجہ عبد الرحمن صاحب غازی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرافعہ کی سماعت ۱۴ اکتوبر کو بعدالت مسٹر جگن ناتھ ریڈیشنل جج ہونے والی تھی مگر بوجہ کثرت مشاغل اسے ۲۱ اکتوبر پر ملتوی کر دیا گیا۔

پنجاب انڈسٹریل بنک کے مقدمہ میں مسٹر جی ایم چینرتھ آڈیٹر نے جنہیں حکومت کی طرف سے بنک مذکور کے حساب کی پڑتال کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ گواہی دی اور اپنی رپورٹ پیش کی اور مسٹر کرم چند کے متعلق ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا جعلی اندراج دکھایا۔

۱۳ اکتوبر کو لاہور میں بابو ممتاز نامی ایک مشہور و معروف شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ پولیس مدت مدید اور عرصہ بعید سے اسے گرفتار کرنے کی فکر میں تھی متعدد دفعہ اس کی خانہ تلاشی بھی ہوئی مگر اس تمام جد و جہد سے اس کی گرفتاری کے لئے کوئی وجہ نہ پیدا ہو سکی پولیس کے خیال میں ممتاز کوکین کی خفیہ تجارت کرنے والوں کا بادشاہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کلکتہ اور بمبئی سے کوکین منگوا کر پنجاب اور صوبہ سرحد کے بڑے بڑے شہروں میں بھجوایا کرتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۱۳ اکتوبر وہ کوکین کی بہت بڑی مقدار شہر کے اندر لانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی ضمانت ملزم نے دلوائی ہے۔

شیخوپورہ میں جو بھنگی یعنی خاکروب مشرف باسلام ہوئے ہیں پولیس انہیں جرائم پیشہ اقوام کے زمرے میں شمار کرنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ اور انکی فہرستیں مرتب ہو رہی ہیں۔ لیکن جو بھنگی عیسائی ہندو یا سکھ ہو جاتے ہیں انہیں کچھ نہیں کہا جاتا تبلیغ اسلام میں سرکار کی طرف سے اس قسم کی رکاوٹ کا پیدا کیا جانا طرح طرح کی بدگمانیوں کا موجب ہو رہا ہے۔ اعلیٰ افسروں کو فوراً متوجہ ہونا چاہئے۔

ناسک کے ایک ہندو وکیل مسٹر بی کے بارکری جینیوں اور ہندوؤں کی طرف سے حکومت کے خلاف دعویٰ دائر کرنے والے ہیں بنائے دعویٰ یہ بیان کی جاتی ہے کہ فوجی ضروریات کے لئے گائیں ذبح کرانے سے حکومت ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے اعلان کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ اور ہندوؤں کے دلوں کو مجروح کر رہی ہے۔ متعدد ہندو اور جین انجمنیں وکیل صاحب کی امداد پر آمادہ ہیں۔ مقدمہ کے لئے روپیہ فراہم ہو رہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سوامی شردھانند کے بیٹے کو دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت بغیر ضمانت وارنٹ کی رو سے گرفتار کرتے وقت پولیس نے ہتھکڑی نہیں لگائی بلکہ انہیں ویسے ہی موٹر پر بٹھلا کر کورٹ انسپکٹر کے پاس پہنچا دیا گیا۔

حیدرآباد سندھ کی انجمن نصرۃ الاسلام کے ایک اشتہار نے یہاں سخت ہیجان و اضطراب پیدا کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر معروف شخص چیتن دیو نے ایک رسالہ شایع کیا ہے جس میں خدا اور رسول (فداہ ابی و امی) کو شرمناک طور پر گالیاں دی گئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں قادیانی فرقہ اور اس کے بانی پر حملہ کیا گیا ہے جس سے یہاں کے مسلمان مشتعل ہو گئے ہیں۔ اور انہیں نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے ہندو جرائد نے اس حملہ پر اظہار نفرت و ملامت کیا ہے اور اشتعال سے نقصان پیدا ہونیکا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔

۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو مسلمانان پشاور کا ایک عام جلسہ اسلامیہ کلب بیرون کابلی دروازہ میں زیر صدارت جناب نواب ارباب دوست محمد خان صاحب رئیس اعظم چیف آف تہکال منعقد ہوا جس میں خانہ سوختگان آتش کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔ اور انکی مالی امداد کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔

فسادات کانپور کے متعلق پنڈت رامیشور دیال مجسٹریٹ درجہ اول نے گیارہ مسلمانوں کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا جنہوں نے ارتھی کے ساتھ باجہ بجانے پر مجمع کو دھمکی دی اور بھاری طاقت استعمال کر کے اسے روکنا اور بلوہ کرنا چاہا۔ فاضل جج نے چھ مسلمانوں کو بری کر دیا اور باقی پانچ کو چالیس روپیہ فی کس جرمانہ کیا نیز ہر ایک کو پچاس روپیہ کی دو ضمانتیں اور ایک سو روپیہ کا اقرار نامہ لکھنے کو کہا۔

پچاس ہزار پونڈ کے سرمایہ سے جدہ میں ایک کمپنی قائم کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ حجاز کے تمام شہروں میں موٹر سروس ... [illegible]

مسٹر جانسن کی صدارت میں بلدیہ دہلی کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ بناسپتی گھی کی ایک کمپنی کے نوٹس پر غور کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ گھی صرف ناریل کا روغن ہے۔ اور اس پر اسی حساب سے محصول چنگی لگنا چاہیئے جدید محصول عائد کرنے سے کمپنی کو نقصان ہوا۔ اور اس کے لئے وہ عدالت میں دعویٰ دائر کریں گے۔ بلدیہ کی مجلس نے فیصلہ کیا۔ کہ چونکہ گھی خواہ وہ ناریل کا روغن ہی کیوں نہ ہو گھی کے طور پر بیچا جاتا ہے۔ اس لئے حسب دستور ڈیڑھ روپیہ فی من محصول عائد کیا جائے۔ مراکز ترقی صحت کے متعلق طویل مباحثہ ہوا اور فیصلہ کیا گیا۔ کہ دہلی میں انکو قطعاً ناکامی ہوئی ہے کیونکہ ایسے مرکزوں پر غربا دودھ اور مٹھائی کے بہانے چلے جاتے ہیں عملاً کچھ فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا بہتر انتظام کیا جانا چاہیئے۔

عاشقان رسول کو خوشخبری

چونکہ حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری کا مرتبہ سب پر فائق ہے حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور جماعت احمدیہ نے صحیح بخاری جو پندرہ سو صفحات کے اندر اندر ختم ہوگی کا ترجمہ معہ تشریحی نوٹ لکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ اور خدا کے فضل و کرم صحیح بخاری کا تیسرا پارہ بھی ہے جو ایک سو صفحہ پر مشتمل ہے چھپ کر تیار ہو گیا ہے جن اصحاب کو خریداری منظور ہو۔ وہ پتہ ذیل پر تحریر فرمائیں قیمت فی پارہ عـہ محصولڈاک ۵ر

نیز خط و کتابت کرتے وقت یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کیا آپ کا نام مستقل خریداروں میں درج کیا جائے۔ یا عارضی۔ ورنہ آپ کا نام مستقل خریداروں میں درج کیا جاویگا۔ اور ہر پارہ شایع ہونے پر بذریعہ وی۔پی ارسال ہوتا رہیگا۔ اس لئے صاف طور پر تحریر فرمائیں۔

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و اسٹیشن ماسٹر کا کام سیکھنا ریلوے گورنمنٹ و محکمۂ اخبار کی ملازمت کے لیے چاہتے ہوں کرایہ ریل کالج دے گا۔ قواعد دو آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔

امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

شاہی شہر دہلی کی خاص مجربات زود اثر

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

ہمارا دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات کر رہا ہے موسم سرما کی آمد آمد ہے دہلی کے مشہور و معروف شاہی مجربات مانک مقوی اعضائے رئیسہ مفرح و ہاضم، مرد و عورتوں اور بچوں کی تمام بیماریوں کی مجرب کتاب تیار ہیں جو ہندوستان کے راس کماری تک کلاسنزی سے مغرب تک مشہور ہیں تجربہ کسوٹی ہے۔ ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجئے۔ فہرست بالکل مفت

شاہی حکیم مولوی نذر محمد دہلوی طبیب خاص ریاست کپورتھلہ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری نفیری جڑی بوٹی کے ایک نیس پتی بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو مکمل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چھیپ کے بدنما داغ مہاسے کیل مہاسے چھائیاں وغیرہ دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (عـہ)

دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے

اگر ریشمی رسٹری صافی کی تو مولوی کبیر احمد خاں

برادرز بھاگلپور سٹی سے منگایئے ضرور

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہوکر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رہے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی مجرب اور زود اثر دوا ہم سے صرف عہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض خصوصی کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگایئے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی تجارتی ادبی اور مذہبی معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف اسٹیشنری، خوشنما دیسی نونٹین پن پائیدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرا اور ہر قسم کے عمدہ اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً منگاؤ۔ (۵) عاملوں، نجومیوں، جفاروں اور رمالوں کے پاس جانے والے برس بھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں ہم ان کا بہترین انتظام کر دیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے۔

نوٹ ایماندار تاجر اپنی ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹس ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنوسی کی ڈبل شوز تیار کی ہیں جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے بال یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگر چھ مہینے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا قطعی نہیں ہے ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے قیمت اتنی کم کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیئے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں کیوں؟!

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے!!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کر سکتے ہیں۔ جس میں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہیے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہو جائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزارہا آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزے والی اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ اور تیس سے تیس روزانہ بنا رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سرمایہ مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگا کر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاس لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن ۳۰۹

ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ۱۴۸ بمبئی

بہترین قلمی آم انبہ و لیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط اور مستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمایئے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

جو بال بڑھانے میں درجہ اوّل ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو دماغ کی خشکی اور کمزوری دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو دردسر نزلہ زکام کو دور کرتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو بالوں کو گھونگھروالا اور چمکدار بناتا ہو؟ سندری سہاگ ہے

جو مٹی کے تیل اور نقصان رساں چیزوں سے پاک ہو؟ سندری سہاگ ہے

جسکے استعمال سے بال چپکتے نہیں ہیں؟ سندری سہاگ ہے

جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہے

جس کے استعمال سے عورت و مرد دونوں خوش رہتے ہوں؟ سندری سہاگ ہے

لہذا جب سندری سہاگ تیل میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کے منگانے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کیجائے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول علاوہ فرمائش کے وقت اخبار پیغام صلح کا حوالہ ضرور دیجئے!!

ملنے کا پتہ — ایس اے بخش اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۱۱۴ کلکتہ

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ مطابق ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۳

خیز و زن برپیکرش گرز عمل

خواجہ غلام نبی مہجور بیدائی پسروری

در دلت پیداست یک شہر ہبل
رشک صد کفرست توحیدت ہنوز

خیز و زن برپیکرش گرز عمل
اے گرفتار یجوز و لایجوز

کوش در راہ طلب مردانہ وار
وا نشود تا بر تو اسرار و رموز

تو زبیدائی مگر بیگانہ
درد تو کردست درجانش رکوز

خط و کتابت کرتے وقت خریداران نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں اور جن جن اصحاب کو ریمانڈر پہنچ چکے ہیں اپنا بقایا پیشگی بھیجکر مشکور فرماویں۔ منیجر

ولایتی ڈاک

فرانس

اٹلی میں اسلامی مسجد

ہمارے ایک دوست فرانس سے لکھتے ہیں :۔ کہ یہ جو روما کی مسجد کا معاملہ ہے محض سیاسی ہے اور ایطالوی قبضہ یمن کی ابتدا ہے۔ آپکو شاید معلوم ہوگا کہ مدت ہوئی میں نے آپ کو لکھا تھا۔ اور وہ خط آپ نے اخبار میں بھی شایع کر دیا تھا۔ کہ ایطالیہ اپنا سرمایہ یمن میں لگا رہا ہے۔ سڑکیں ریلیں وغیرہ بھی بنائے گا۔ سیاسی زبان میں اسے پامن رسوخ واقتدار ملکی کہتے ہیں جس کے بعد جنگی اور ہوائی جہازوں اور دیگر اسلحہ سے باقاعدہ قبضہ ہوتا ہے۔ انگریز اس کو برداشت تو نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کا ہندوستانی راستہ بند ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت وہ روس کے خلاف ہیں اور قریبًا جنگ کی حالت میں ہیں اور میں تو دیکھتا ہوں کہ بہت تھوڑے عرصہ میں یہ جانسوز شعلہ بلند ہونے والا ہے۔ اس لئے موسولینی کو ساتھ رکھنے کے لئے انگریز مزاحم نہیں ہیں۔ اور موسولینی بھی اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ اب آپ ہی غور فرائیں کہ اس مسجد کا کیا فائدہ جو کعبہ کو بیچ کر روما میں بنائی جائیگی۔ البتہ اگر وہ مسجد سرکاری حیثیت نہ رکھے جیسا کہ پیرس کی مسجد کی ہے تو شاید مفید ہو سکے۔ اگر ایطالیہ جانا ہوا تو مفصل حالات معلوم کرنے کی کوشش کرونگا۔

امیر شکیب ارسلان

یہی دوست لکھتے ہیں :۔ امیر شکیب ارسلان صاحب بہت اچھے آدمی ہیں۔ بہت بڑے ادیب اور اہل قلم ہیں۔ مجھے تو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے ہیں خدا کرے کہ امیر موصوف اشاعت اسلام کے کام کو سرانجام دیں اور ایسی انجمن کی بنیاد ڈال سکیں۔ امیر موصوف کو خط لکھونگا۔ اور ممکن ہوا تو خود بھی ملکر زبانی حالات دریافت کرونگا۔ اگر امیر موصوف نے اشاعت اسلام کے متعلق کوشش کی اور کامیابی حاصل کی تو میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکتا ہوں مگر آپ بزرگوں کی اجازت کے بغیر نہیں۔

کل مکرمی امیر شکیب ارسلان صاحب کا ایک خط ملا ہے وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بعض اہم امور میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں اگر ہو سکا تو انکی خدمت میں حاضر ہونگا۔

ہالینڈ

قرآن کریم ڈچ زبان میں

ہیگ (ہالینڈ) سے ایک دوست لکھتے ہیں کہ :۔ قرآن کریم انگریزی کا ترجمہ ڈچ زبان میں ہو رہا ہے گو ذرا آہستہ آہستہ ہے تاہم چونکہ کام شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے مبارک بات ہے سیرۃ خیر البشر کا ڈچ ترجمہ جلدی چھپوانا چاہئے کیونکہ اس سے نہ صرف اسلام کا روشن پہلو ظاہر ہوگا۔ بلکہ بہت سی غلط فہمیاں جو یورپ میں بانی اسلام کے بارے میں ہیں دور ہو جائینگی۔ اور اس طرح اسلام کی ترقی کا راستہ کھل جائے گا۔ یہ ترجمہ ایک مسلمان نے ختم کر لیا ہے۔ اگر آپ یکصد پونڈ اخراجات طبع پر خرچ کر سکیں تو میں بھی کچھ مدد دے سکوں گا۔ اگر آپ یہاں طبع کرائیں۔ تو انگلستان کی نسبت کم خرچ پڑیگا۔ اور یہ خدمت میں انجام دے سکتا ہوں۔

ہمارے دوست کسطرح ہماری مدد کر سکتے ہیں

اخبار لائٹ کو ہفتہ وار کرتے ہی ہمیں مشکلات کا سامنا ہوگا ہے ان حالات میں ہمارے احباب ہماری مدد تین طرح کر سکتے ہیں

۱۔ ہر ایک دوست اخراجات مقدمہ کیلئے چندہ دے
۲۔ ہر انگریزی خواں دوست اخبار لائٹ کا خریدار بنے۔
۳۔ ہر ایک دوست اپنی جگہ کوشش کرکے اخبار لائٹ کے لئے خریدار پیدا کرے۔

اس اخبار نے جس قدر خدمت اسلام تھوڑے سے عرصہ میں کی ہے اس کے تمام قارئین اس کے صدق دل سے معترف ہیں مولوی یعقوب خاں کی انگریزی کی قابلیت پر بڑے بڑے لوگ مداح ہیں۔ اگر اس ابتلا میں ہمارے احباب اخبار کے لئے خریدار پیدا کرنے کے لئے پوری کوشش فرمائیں تو امید ہے کہ کم از کم اخبار اپنے اخراجات کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائیگا اور یہ بڑی بھاری کامیابی ہوگی۔

ہالینڈ
قرآن کریم ڈچ زبان میں

مذاکرہ علمیہ

حکمت تدفین

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

دریائے جہلم کا ایک منظر

دریائے جہلم کو کارخانۂ قدرت نے دلفریبی اور خوش منظری کا حصہ وافر ملا ہے منبع سے نکلتا ہے تو کشمیر کی پیاری وادی میں سے گزرتا ہے اور اپنی روانی آب سے اس کی خوش منظری کو چار چاند لگاتا ہوا اور اس کی طراوت اور سرسبزی میں جان ڈالتا ہوا جب پہاڑوں سے نکلتا ہے تو شہر جہلم کے عین نیچے سے اس قدموں کو چومتا گزر جاتا ہے۔ ریل کے پل سے دیکھو تو عمارتیں اور درخت اس طرح دریا پر جھکے ہوئے نظر آتے ہیں کہ خیال ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کوشش کر رہا ہے۔ کہ دریا میں پہلے کون اترے۔ گرمیوں میں جب یہ دریا اپنی جوانی پر ہوتا ہے کنارے سے کھڑے ہو کر دیکھو تو برفانی پہاڑوں سے ورے نیلی پہاڑیوں کا سلسلہ نظر آتا ہے اس سے ادھر ہرے بھرے جنگلوں کا دلفریب منظر ہے اُن سے ورے دریا کے پانی کی سفید چادر دور تک پھیلی نظر آتی ہے۔ جس کے درمیان میں چھوٹے چھوٹے ہرے ہرے جزیرے اور دوڑتی ہوئی کشتیاں عالم تصویر کی کیفیت پیدا کر دیتی ہیں۔ پانی کو ہاتھ لگاؤ تو برف کی طرح سرد شام کو کشتی پر سیر کے لئے نکل جاؤ تو گرمی کا موسم ذہن سے فراموش ہو جاتا ہے دریا کے ساحل پر بڑے بڑے بڑکے درختوں کا سایہ دوپہر کی تمازت آفتاب سے جلے ہوؤں کے لئے جائے پناہ اور دارالامان کا کام دیتا ہے۔

ایک بھیانک نظارہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے جون کا مہینہ تھا۔ اور دریا اپنے جوبن پر تھا۔ میں کنارہ پر اپنے ایک رفیق کے ساتھ کھڑا عالم آب کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ابر نے گھر کر پانی کی چادر کو سیاہ بنا دیا تھا۔ اور عجیب سہانا سماں تمام دریا پر چھایا ہوا تھا۔ میں اس منظر کے حسن کو دیکھ دیکھ کر مبہوت ہو رہا تھا جو یکایک سامنے کے جزیرے سے نہایت مہیب شعلے اُٹھنے شروع ہوئے پانی میں یہ آگ لگتی دیکھ کر تمام مزہ کرکرا ہو گیا۔ اور جب معلوم ہوا کہ کوئی مردہ ہندوؤں کا جل رہا ہے تو یکایک وہ تمام منظر بھیانک نظر آنے لگا۔ صدمہ ہوا کہ خدا جانے اس قوم کو پانی سے کیا دشمنی ہے پیشاب پاخانہ تک پانی کے کنارے کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کے گھاٹوں کی غلاظت اس پر شاہد و ناطق ہے۔ اچھا خاصہ مرگھٹ شہر سے باہر موجود ہے مگر مردہ ضرور دریا کے بیچ میں جھونکینگے۔

مردہ کا جلانا خلاف انسانیت ہے

میں نے اپنے دوست سے کہا کہ مردہ جلانا بھی کس قدر خلاف انسانیت فعل ہے۔ اپنے ایک پیارے عزیز یا دوست کی یہ گت بنانا کہ اس کے سینے پر لکڑ ڈال ڈال کر اسے آگ میں پھونکنا۔ اور اس کے سر پر ڈنڈا مار کر اس کا مغز نکال دینا کس قدر اس محبت اور عزت کے خلاف ہے جو ہمیں اس عزیز کے ساتھ اس کی زندگانی میں تھی بجائے اس کے عزت کے ساتھ اس عزیز کو سپرد خاک کرکے اس کی یادگار کو قائم کرنا اور کبھی اس یادگار پر جا کر اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا کس قدر انسانی فطرت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے برخلاف اس کے اس عزیز کی نعش کو پھونک کر اس کی راکھ تک کو دریا میں بہا دینا ایسا فعل ہے جس سے فطرت انسانی گھبراتی اور نفرت کرتی ہے گویا مرنے کے ساتھ ہی ہمیں یہ فکر ہو گئی کہ اس کی ہستی کو صحیفۂ قدرت سے ایسا مٹایا جائے کہ خاک تک نہ ملے اور اس کے اس جسم کو جسے ہم کس قدر پیار کرتے تھے بجائے اس کے کہ کسی قبر میں چھپا دیا جائے تا ہم اس کا بگڑنا ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے اُسے نہایت بُری طرح پھونک پھانک کر اور اس کے سر کو توڑ کر اس سے خلاصی حاصل کریں۔ یہ اس اعلیٰ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ جو اپنے اندر شفقت اور ہمدردی کا جوہر رکھتی ہے

سائنس کا فیصلہ

اس پر وہ فرمانے لگے مگر منہ در کہتے ہیں۔ کہ سائنس کے مطابق یہ فعل بہت اچھا ہے۔ میں نے کہا اُن بیچاروں نے سائنس کو ناحق بدنام کیا۔ سائنس کا یہ مطلب نہیں۔ جو وہ بیان کرتے ہیں۔ کسی مردہ چیز کے تعفن سے بچنے کے لئے دو نقصان ہیں ایک تو نعش کے جلنے سے ہوا تمام مکدر اور متعفن اور خراب ہوئی دوم نعش سے جو نفع زمین کو پہنچ سکتا تھا وہ ضایع ہو گیا قدرت بہت کفایت شعار واقع ہوتی ہے وہ اپنی کوئی چیز ضایع نہیں جانے دیتی۔ انسان تنفس کے ذریعہ اگر بہت سا کاربن اپنے اندر سے خارج کرتا ہے تو وہ درختوں کے کام آتا ہے۔ اور درخت اپنے اندر سے آکسیجن نکالتے ہیں۔ تو وہ انسانوں کے کام آتا ہے۔ انسان جو فضلہ پیشاب اور پاخانہ کے رنگ میں خارج کرتا ہے اس سے زمین کی زرخیزی بڑھتی ہے یہاں تک کہ وہی اجزا جو کبھی غلاظت کے رنگ میں پھینک دیئے گئے تھے زمین کی مشترکہ میں شکل بدل کر اناج اور سبزی کے رنگ میں اپنی نفاست سے ہمارے دلوں کو لبھاتے ہیں۔ زمین کی زرخیزی کو بڑھانے والی جو چیزیں پاخانے پیشاب میں ادنیٰ درجہ میں موجود ہوتی ہیں۔ وہ اپنی نہایت اعلیٰ شکل میں جسم انسانی یا حیوانی میں موجود ہیں۔ موت کے بعد جب یہ جسم زمین میں دفن ہوتا ہے تو وہ سڑ گل کر خاک میں مل جاتا ہے۔ اور جسم کے اجزا مٹی میں مل کر اس کی زرخیزی اور قوت نمو کو بڑھاتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ درجہ کے آموں کی جڑوں میں خون دیا جاتا ہے۔ انگوروں کی بیلوں کی جڑوں میں کتے مار کر دفن کر دیتے ہیں۔ کیونکہ انگوروں اور آموں کے لئے جو بہترین پھل ہیں کھاد بھی بہتر سے بہتر تجویز کی جاتی ہے تاکہ وہ خوب نشو و نما پائیں۔ اور یہ کھاد وہی جسم انسانی یا حیوانی ہے۔ اٹلی کے شمال میں لومبارڈی کا علاقہ اپنے انگورستان کے لئے مشہور ہے۔ مگر اس کی یہ زرخیزی ایک عظیم الشان جنگ کی یادگار ہے جسمیں ہزاروں لاکھوں آدمی کٹ گئے اور مر گئے اور وہیں دفن کر دیئے گئے۔ وہاں جو انگورستان لگا۔ وہ اس کھاد کی بدولت بے نظیر ہے غرض ہر ایک جسم جو حیوان یا انسان کا ہے۔ جب اس پر موت طاری ہوتی ہے وہ زمین کی زرخیزی اور قوت نمو کو بڑھاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب جسم جل گیا تو وہ تمام اجزا جو کھاد بن سکتے تھے جل گئے اور سوائے اس کے کہ ہوا میں بہت سا کاربن یا چند اور گیس مل کر فضا کو خراب کر گئیں اور کچھ حاصل نہ ہوا

متعدی بیماری کے جراثیم

شاید یہ کہا جائے کہ جسم میں کسی متعدی بیماری کے جراثیم ہوں گے تو وہ جل جائیں گے۔ یہ درست ہے لیکن جسم انسانی کو اگر ایسا گہرا دبا دیا جائے کہ مٹی اس کے اوپر سے ہٹ نہ سکے تو نعش کے سڑنے سے ہی وہ جراثیم خود بخود ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جراثیم جو نعش کے تعفن کو پیدا کرتے ہیں بیماری کے جراثیم کو کھا جاتے ہیں پس دفن کر دینے کے بعد اُس نعش کے نہ تو جراثیم کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اس کے تعفن سے ہوا خراب ہوتی ہے۔ ہاں زمین کی زرخیزی اور قوت نمو کو امداد ملتی ہے۔ اور قدرت کی کفایت شعاری کا چکر صحیح طور پر چلتا رہتا ہے کہ جو چیزیں مٹی سے ترقی کرکے جسم انسانی بنی تھیں وہ پھر خاک میں مل کر اپنی اصلی جگہ پر آ گئیں۔ اور زمین کی قوت نمو اور زرخیزی کو بڑھا گئیں جسم کو جلا دینا قدرت کے کھاد خزانہ کو ضایع کر دیتا ہے۔

مردہ کی عزت

علاوہ ازیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انسانیت اور اپنے پیاروں اور عزیزوں کی محبت اور عزت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے جسموں کو نہایت صاف طور پر نہلا دھلا کر صاف کپڑوں میں لپیٹ کر زمین میں دفن کرکے نظروں سے اوجھل کر دیں۔ تاکہ اُن کے جسموں کا بگڑنا اور سڑنا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ اور نعش کا تعفن بھی مٹی کے نیچے دب کر ہوا کو خراب نہ کر سکے۔ بلکہ زمین کی زرخیزی اور قوت نمو کو بڑھاوے۔ برخلاف اس کے جلانا نہ صرف ہوا کو خراب کرتا ہے۔ بلکہ مرنے والے کی سخت ذلت اور اس کی آخری یادگار کی سخت توہین ہے۔ یہ کہنا کہ مردہ جسم کی عزت ہی کیا روح تو نکل گئی۔ اب جسم کو خواہ جلا دو یا پھینک دو۔ نہایت غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ کبھی نہ ہوتا کہ جنازہ کو قوم کے مقدس لوگ اُٹھاتے۔ یا اس کے اعزہ واقربا قبرستان یا مرگھٹ تک ساتھ جاتے۔ کیوں نہ کسی کوڑے کو کھد یا جاتا۔ وہ پاخانہ کی طرح اٹھا کر کسی گڑھے میں یا جلتی ہوئی آگ میں پھینک آتا۔ لیکن مرنے والے کی یاد ہر ایک انسان کو اس کا انسانی فرض قرار دیتی ہے کہ اس کی آخری یادگار یعنے اس کے مردہ جسم کو عزت کے ساتھ اپنے سے علحدہ کرے تا بعد میں اس کی یاد محبت و عزت کے ساتھ دماغ میں قائم [illegible]

مٹانا اور بگاڑنا اور جلانا اس مرنے والے کی یاد کو کس قدر بھیانک اور درد انگیز بنا دیتا ہے۔ ہم نے کسی دوست کی کسی وجہ سے بگڑی ہوئی نعش کو دیکھتے ہیں۔ تو کس قدر بُرا اثر دل پر پڑتا ہے۔ اور کیسا درد انگیز خیال دل پر مستولی ہوتا ہے چہ جائیکہ ہم خود اپنے کسی پیارے کی آخری صورت کو اپنے ہاتھوں سے بگاڑیں اور جلائیں۔

بہترین طریق تدفین ہے

پس بہترین طریق یہی یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی آخری صورت کو نہایت عزت کے ساتھ نظروں سے اوجھل کر دیا جائے اور وہ تدفین سے ہی ہو سکتا ہے جس سے نہ صرف عزت کے ساتھ وہ عزیز ہم سے الگ ہو گیا۔ بلکہ اس کا جسم سڑ گل کر قدرت کی کفایت شعاری کے عین مطابق زمین کو قوت نمو اور زرخیزی بھی عطا کر گیا یہی انسانی فطرت اور خالق کونین کے قانون قدرت کے عین مطابق اور صراط مستقیم ہے جس کی طرف مذہب فطرت یعنی اسلام نے رہنمائی کی ہے۔

گورکھپور کے مظلوم دیہاتی

۷۰ ہزار گدیوں پر ہندو راجپوت راجوں کا حملہ

گورکھپور میں فتنۂ ارتداد شروع ہو چکا ہے۔ ۳ ستمبر کو کئی دیہات کے سرکردہ گدیوں نے حسب ذیل عرضی گورکھپور کے مجسٹریٹ کی خدمت میں پیش کی ہے۔

بحضور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورکھپور دام اقبالہٗ

حضور والا گذارش ہے کہ ہم سائلان موضع پرسونی و موضع ڈبنی نجرو موضع لتو اگو ڈیتا کے رہنے والے ہیں۔ جہاں کی ملکیت زمینداران راجہ صاحب سلیم گڈھ و امبکا رائے دستیل سنگھ کی ہے۔ ہم سائلان کے مواضعات کے قریب راجہ صاحب تمکوہی کا علاقہ بھی ہے۔

راجہ صاحب تمکوہی کے تحریک شدھی کے خاص کام کرنے والے بابو کودئی رائے پرائیوٹ سکرٹری۔ شیو مصر بیلد۔ اندرجیت لال خزانچی۔ یکو خانساماں۔ مولن پرشاد۔ کیدار سنگھ جمعدار۔ بلسنکے لال کاشتہ۔ راج نارائن سنگھ پہلوان۔ بابو رگھوناتھ پرشاد جنتری پانڈے۔ رام سندہی رائے راجارائے زمینداران وغیرہ ہیں اور راجہ صاحب سلیم گڈھ کی جانب سے جگدیش رائے تحصیلدار۔ شیو نندن رائے تحصیلدار۔ کیندہ رائے خانساماں پارس ناتھ۔ تو اب لال کدار ناتھ پٹواری رام پرشاد کوٹری سیتارام۔ راج دھاری کلوار ومنی کلوار وغیرہ ہیں۔

شیر سنگھ لکھرار۔ دیو پرشاد سنگھ لکھرار چلک گدی مرتد منجانب راجہ صاحب سلیم گڈھ مقرر ہیں۔

مندرجہ بالا اشخاص ہم سائلان کو طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے ہیں کہ شدھ ہو جاؤ زبردستی ڈاڑھیاں منڈائی جاتی ہیں۔ نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ مسجد ڈھا دینے کا اصرار کیا جاتا ہے۔ مردوں کو دفن کرنے سے روکا جاتا ہے زبردستی پکڑ پکڑ کر سر پر چوٹی رکھائی جاتی ہے گھروں میں جھنڈا گاڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری شدھی ہو گئی۔ شیر سنگھ وغیرہ کئی لکھرار گاؤں گاؤں پھرتے ہیں اور زبردستی مسلم گدیوں کے سر پر چوٹی رکھاتے ہیں اور ڈاڑھی منڈواتے ہیں کہتے ہیں کہ راجہ صاحب تمکوہی راجہ صاحب سلیم گڈھ کا حکم ہے کہ ہندو ہو جاؤ ورنہ اجاڑ دیں گے۔ گھر پھونک دیں گے اب سوراج ہو گیا ہے۔

چنانچہ مجھ سائل مندر گدی ساکن پرسونی پر یہ ظلم کیا کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۳ء یوم منگل کو بہت سے لوگ معہ عمال ریاست تمکوہی و سلیم گڈھ میرے دروازہ آئے اور ہم سائلان مندر گدی و میرے حقیقی بھائی تپشیر گدی و چچا رام غلام گدی کو شیو نندن رائے تحصیلدار و جگدیش رائے و کیدار لال و رام پرشاد جنتری پانڈے نے پکڑ لیا اور ڈونا حجام سے زبردستی ڈاڑھی و سر کے بال منڈوا دیئے اور چوٹی رکھوا دی اور بچوں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا گیا اور اسی طرح سائل بندھو گدی ساکن موضع پرسونی کی داڑھی مونڈ دی گئی جب سر مونڈنے کی باری آئی تو سائل چھوڑ کر بھاگ گیا ہم سائل کو ناگدی ساکن لتو اگو ڈیتا سے رگھوناتھ پرشاد و شیر سنگھ و چلک گدی مرتد وغیرہ مسجد گرا دینے ڈاڑھی منڈوا دینے کے لئے کہتے ہیں۔ اور دھمکی دی کہ بدھ کے دن اگر تمہاری شدھی وغیرہ زبردستی کیجائیگی ہم سائل بھاگ کر خدمت حضور والا میں آئے ہیں۔ غرضیکہ ہر طرح کی ناجائز [illegible]

ہمارے تبلیغی مشن

ہمارے تبلیغی کام ایک عیسائی کی نظر میں

پادری جے علی بخش نے ماہ جولائی کے رسالہ "مسلم ورلڈ" میں احمدیہ کانفرنس کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے - جو گذشتہ دسمبر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوئی تھی جماعت لاہور کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق لکھا ہے ۔

ہندوستانی اور بیرونی مشن

"اسلام آغاز ہی سے ایک تبلیغی مذہب چلا آتا ہے - لیکن اس جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں پہلے لوگوں کی مساعی سے بہت بڑھی ہوئی ہیں، اس چھوٹی سی جماعت کے جوش نے جسے پیدا ہوئے صرف ۲۰ سال کا عرصہ ہوا ہے، اور جو ہندوستانی مسیحی جماعت کے بالمقابل بہت تھوڑی تعداد رکھتی ہے، نہایت حیرت انگیز نتائج پیدا کئے ہیں ہندوستان میں جو کام انہوں نے شروع کر رکھا ہے اس کے علاوہ بیرونجات یعنی انگلستان، امریکہ، جرمنی، جاوا، اور چین میں بھی انہوں نے مشن قائم کر رکھے ہیں، اب وہ اپنے مبلغین کو ایران بھیجنے والے ہیں ۱۹۲۵ء میں ایک لاکھ چھیانوے ہزار روپیہ انہوں نے اکٹھا کیا اور ۱۹۲۶ء میں ایک لاکھ پچاس ہزار

لٹریچر کی مفت تقسیم

کتاب "محمد دی پرافٹ" (انگریزی ترجمہ سیرت خیر البشر) کے بارہ سو نسخے انہوں نے گذشتہ سال یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں مفت ارسال کئے - اور اب اسی طریق سے انگریزی ترجمۃ القرآن کے بھی بہت سے نسخے بھیجنے کی تجویز کی گئی ہے جس وقت اس جماعت کے امیر نے قرآن کی مفت تقسیم اور پنچ اقوام میں کام کرنے کے لئے روپیہ کی اپیل کی تو روپیہ چھاچھم برسنے لگا اور ایک گھنٹہ کے اندر کئی ہزار روپیہ وعدوں کے علاوہ جمع ہوگیا، اس جماعت کی مالی حیثیت یورپ اور امریکہ کی امارت کے ایک فیصدی سے بھی کم ہے، لیکن فراخدلی میں وہ ان سے بہت بڑھکر ہیں

پنچ اقوام میں تبلیغ اسلام

گذشتہ سال انہوں نے دو اضلاع میں کام شروع کیا ایک ضلع مظفر گڈھ کی پنچ اقوام میں جنمیں سے گیارہ سو آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا اور دوسرے فیروزپور میں جہاں ۱۲۶ آدمی مسلمان ہوئے - اب وہ دوسرے اضلاع میں بھی کام کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں -

مبلغین

ہندوؤں مسلمانوں اور عیسائیوں میں کام کرنے کے لئے انہوں نے خاص مبلغین تیار کر رکھے ہیں - جو ہمیشہ دورہ پر رہتے ہیں، اور لوگوں میں وعظ و تلقین کرتے، جلسے منعقد کرتے، اور دوسرے مذاہب اور خیالات کے حامیوں سے مناظرات کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں -

اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح

جرائم پیشہ اقوام کی دو نو آبادیاں اس جماعت کی نگرانی میں دیگئی ہیں - اور ان کے تمام اخراجات کو حکومت برداشت کرتی ہے -

اخبارات

لاہوری جماعت کا ایک اردو ہفتہ وار اخبار نکلتا ہے، اور ایک انگریزی پندرہ روزہ پرچہ (اب وہ بھی ہفتہ وار ہوگیا ہے مترجم) اور ایک ماہوار انگریزی رسالہ ان تمام اخبارات اور رسائل کا مقصد اسلام کی تبلیغ اور عیسائیت کی مخالفت ہے - انگریزی رسالہ غیر مسلموں کو مفت بھیجا جاتا ہے

---

* ترجمۃ القرآن کا ملائی زبان میں ترجمہ کر رہا ہوں تمام دیباچہ کا مکمل ترجمہ ہوچکا ہے جو عنقریب شایع ہوجائے گا - تفسیر کی کئی سورتوں کا ترجمہ ہوگیا ہے لیکن ایک مشکل پیش آرہی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ غریب ہیں اور اگر سارا قرآن ایک ہی جلد میں شایع کر دیا گیا تو قیمت کے لحاظ سے عوام کی پہنچ سے باہر ہوجائے گا - اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پارہ پارہ علحدہ شایع کر دیا جائے اور یہ کام بہت جلد شروع ہوجائے گا -

تعلیم الاسلام مصنفہ حضرت مسیح موعود کا ڈچ زبان میں ترجمہ مکمل ہوگیا ہے - اور عنقریب شایع ہونے والا ہے یقین ہے کہ یہ کتاب اپنی خوبیوں کے لحاظ سے بہت سے غیر مسلموں کی کشش کا باعث ہوگی - اس کے بعد ہم سیرۃ خیر البشر کا ڈچ زبان میں ترجمہ شایع کریں گے جو لوگ ڈچ زبان جانتے ہیں وہ اسلام سے دلچسپی کا اظہار کر رہے

اسلام مشرق و مغرب میں

قرآن کریم کے تراجم چینی زبان میں

"مسلم ورلڈ" کا مسیحی نامہ نگار آئزک میسن رقمطراز ہے، کہ چار جگہ ہیں جہاں قرآن کریم کے چینی زبان میں ترجمہ کرنے پر غور ہو رہا ہے پیکنگ میں محمدن ولیس کے نام سے جو ہفتہ وار اخبار شایع ہوتا ہے، اس کے تحت میں ایک ترجمہ کی تکمیل عمل میں آچکی ہے - جو اب وہاں سے شایع ہونے والا ہے "ساکوما" نامی ایک چینی اخبار کا ایڈیٹر جو جاپانی ہے انگریزی سے چینی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ عربی نہیں جانتا - ایک ترجمہ جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی کرایا جا رہا ہے، لیکن وہ ابھی معرض التوا میں ہے - اب سب سے آخر میں شنگھائی اسلامک لٹریچر سوسائٹی نے جسکے زیر اہتمام حال ہی میں ایک ماہوار رسالہ کا پہلا نمبر شایع ہوا ہے، یہ اعلان کیا ہے، کہ قرآن کریم کا ترجمہ چینی زبان میں ان کے رسالہ میں مسلسل طور پر شایع ہوگا -

نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہ دیکھنے والی بات ہے کہ تراجم میں سے کوئی حقیقت کا جامہ بھی پہنتا ہے یا نہیں - اب تک قرآن کریم کے بعض چھوٹے چھوٹے حصص چینی زبان میں شایع ہوئے ہیں جنکی عربی بھی ہے یہ حرف نماز میں پڑھے جاتے ہیں - ایک چینی عربی لغت پیکنگ کے مطبع سے چھپکر شایع ہوئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ عربی زبان سے ادبی پہلو میں دلچسپی از سر نو پیدا ہوچلی ہے -

یونیٹیرین اور اسلام

ڈاکٹر خالد شیلڈرک جو ایک پرجوش انگریز نومسلم ہیں کلکتہ کے انگریزی ہمعصر "مسلم کرانیکل" میں ایک یونیٹیرین (موحد) پادری کی گفتگو نقل کی ہے، جس کے دوران میں پادری صاحب نے کہا کہ "ہمارے نقطہ نظر سے یہ بہت ہی مشکوک بات ہے کہ آیا مسیح فی الحقیقت اس دنیا میں کوئی ہوا بھی ہے یا نہیں، تاہم کوئی نہ کوئی اچھا نمونہ ہمارے سامنے ہونا ضروری ہے، اور یہ نمونہ مسیح کے رنگ میں ہم نے تجویز کر رکھا ہے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے قرآن کریم سے عیسیٰ بن مریم کا ذکر ان کو سنایا اور عربوں کی تاریخ سے ایسے حوالے بتائے، جہاں مسیح کا تذکرہ موجود ہے، موحد عیسائی نے تسلیم کیا کہ فی الحقیقت یہ شہادت ناقابل تردید ہے، جس پر میں نے انہیں کہا کہ پھر بائیبل جیسی غیر معتبر کتاب کی جگہ ایسی قابل اعتبار کتابوں سے کیوں آپ لوگ کام نہیں لیتے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس صرف سیل کا انگریزی ترجمۃ القرآن ہے - اور اس میں اسلام کا بہت ہی برا نقشہ پیش کیا گیا ہے - انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مغرب سے منوانا ہے، تو ان کی زندگی کے صحیح حالات ایک کتاب میں جمع کرکے تمام اطراف میں کثرت سے پھیلانے چاہئیں، اسلام کے متعلق انہوں نے بتایا کہ میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ تمام کتابیں جو مجھے دستیاب ہوئی ہیں، عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں، پادری صاحب بالکل فراخدل ہوئے ہیں، انہوں نے صاف کہا کہ اگر میں یونیٹیرین مذہب پر اسلام کی فضیلت کا انہیں یقین دلا دوں تو وہ مسلمان ہوجائیں گے - انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ ان چند گھنٹوں میں جو میرے پاس انہوں نے گذارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا ایک بالکل مختلف نقشہ انہیں نظر آیا ہے، اور اس سے زیادہ علم حاصل کرنے کے لئے وہ جتنا زیادہ ممکن ہوگا میرے پاس آتے رہیں گے - ان کو یہ خیال نہیں آیا - کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاریخی انسان ہیں، اور نہ اس بات کا کبھی وہم تک ہوا ہے، کہ اسلام کا فلسفہ اس قدر اعلیٰ ہے، اور ترقی کے بلند معراج پر پہنچا ہوا ہے، مغرب میں اسلامی پروپاگنڈا کے متعلق انہوں نے بیان کیا کہ کلیسائی مسیحیت موت کے دروازہ پر پہنچ چکی ہے اور میرے نقطہ نظر سے اس کی جگہ صرف یونیٹیرین مذہب ہی لے سکتا ہے، لیکن اگر اسلام دنیا کے سامنے کوئی ایسی باتیں رکھ سکتا ہو جو انسانی ترقی اور عروج سے مطابقت رکھتی ہوں تو اس صورت میں وہ مذہب انسانی قلوب پر اپنا سکہ جما لیگا -

اسلامی لٹریچر جاوی زبان میں

برادر جوکر دنٹو صاحب جاوا سے لکھتے ہیں [illegible]

مذاہب غیر کی تبلیغی سرگرمیاں

لوزین کی بین الاقوامی مسیحی کانفرنس

گذشتہ اگست میں تمام دنیا کے مسیحی کلیساؤں کی ایک متحدہ کانفرنس لوزین میں منعقد ہوئی جسمیں تمام کلیساؤں کے ۴۰۰ نمایندے شریک تھے - اس کانفرنس کے جلسے دو ہفتہ تک ہوتے رہے اور ان کے دوران میں سب سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث ہوئی کہ بنیادی مسائل میں تمام عیسائیوں میں اتحاد قائم کیا جائے اور تمام مسائل جن میں انکے درمیان اصولی اختلافات ہیں ان میں غور و خوض کرکے کوئی ایسا درمیانی نقطہ تلاش کیا جائے جس پر سب متفق ہوسکیں دنیا کی تمام مسیحی تبلیغی انجمنوں نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ اختلافات طرق و عقائد انکی راہ میں ایک زبردست روک ہے - اس لئے ان کے زور دینے پر تمام مسیحی کلیسا اس روک کو دور کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے ہیں - اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لوزان کی عالمگیر کانفرنس نے اس مسئلہ پر غور و خوض کرکے قابل عمل تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا ہے جسمیں ارتھوڈکس، ایونجلیکل، لوتھران، پریسبٹیرین متھوڈسٹ، اینگلیکن وغیرہ تمام فرقوں کے تمام نمایندے شامل ہیں سردست ایک متحدہ کلیسا کی تاسیس کے لئے جو اصول موضوعہ آرچ بشپ آف آرماگ نے پیش کئے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے،

۱ - ایک مشترکہ عقیدہ اور دنیا کے لئے ایک مشترک پیغام ہو۔

۲ - ایک کلیسا میں سب کے شامل ہونیکی واحد رسم اصطباغ ہو -

۳ - کلیسا کی مشترکہ زندگی کے اظہار اور اسکی مشترکہ عبادت کا واحد طریقہ عشائے ربانی ہو -

۴ - دنیا بھر کے کلیسا کی وکالت عامہ یا قوت عاملہ ایک ہو -

۵ - وکالت عامہ کے دائرہ اختیار اور دیگر مذہبی امور کے متعلق تاویل کی آزادی ہوگی -

آریہ سماج کی خفیہ پارٹی

آریہ سوراجیہ سبھا لاہور میں حیرت انگیز طریقہ پر کام کر رہی ہے - اس کے ممبر مسجدوں جلسوں مدرسوں اور اشاعت اسلام کے مرکزوں میں چپ چاپ مسلمانوں کے لباس میں اپنا کام کر رہے ہیں سینکڑوں ہندو نوجوان کو ان حضرات نے مسلمان ہونے سے بچایا - اور سینکڑوں نومسلموں کو شدھ کرکے پھر ہندو بنایا - (تیسر پنجاب)

شدھی اور تبلیغ

لاہور کا ایک ہندو روزانہ اخبار ۵ اکتوبر کی اشاعت میں بوقت کی راگنی چھیڑتا ہے - اور پوچھتا ہے، کہ شدھی زبردست ہے، یا تبلیغ - پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ شدھی ہی زبردست ہے، کیونکہ اگر باغیاں پورہ کے اتی بازیگر تبیت ہوئے تو ضلع گورکھپور کے ۵۳۰۰ مسلمان شدھ ہوگئے ہیں، گمان غالب ہے کہ اگر یہی رفتار رہی تو ہندو گھاٹے میں نہیں رہیں گے -

ایک لاکھ ملکانہ راجپوتوں کی شدھی

ایک مسلمان ملکانہ راجپوت کی چٹھی "پرتاپ" میں شایع ہوئی ہے جسمیں یہ ظاہر کیا گیا ہے، کہ اضلاع آگرہ متھرا بلند شہر اور علی گڈھ کے ملکانے راجپوت جو نام کے مسلمان اور در اصل ہندو ہیں - ہندوؤں میں شامل ہونا چاہتے ہیں آریہ سماج نے ۴ سال میں ۵ لاکھ ملکانوں میں سے ایک لاکھ کو شدھ کرلیا ہے اب بہت زیادہ ملکانے شدھ ہونے کے لئے تیار ہیں -

---

بندوق و تلوار و پہلوانان ریاست و زمیندار وغیرہ کے ہمراہ مواضعات پرسانی بہار - مادھو پور رنجاپور - شیو سرپا - ڈبی - نیجر و اسر پسونی ملیا - سیر ھا ملیا وغیرہ وغیرہ مسکن مسلم گدیان پر پہنچکر ہر قسم کے مظالم کرکے زبردستی تبدیل مذہب کراتے ہیں - سختیوں سے تنگ آکر ہم سائلان خدمت حضور والا میں فریاد لیکر آئے ہیں ہم لوگ صرف یہ چاہتے ہیں کہ راجہ صاحب نکوہی در راجہ صاحب سلیم گڈھ و دیگر زمیندار وغیرہ کسی قسم کی سختی تبدیل مذہب کے لئے ہم لوگوں پر نہ کریں - چونکہ راجہ صاحب وغیرہ ذی اقتدار لوگ ہیں ایسی صورت میں ان کے عمال و نیز دیگر کارکنان پر استغاثہ دائر کرنا و ثبوت بہم پہنچانا بہت مشکل ہے، لہذا حضور والا سے درخواست ہے کہ موقع پر پہنچکر مختلف گاؤں کے فریادیوں کی فریاد سنیں اور ہم سائلان کو اس قسم کے ظلم سے نجات دلائیں کیونکہ حضور کے وہاں فریاد لانے سے اب ہم لوگوں کی جان و مال اور کھیتی وغیرہ سخت خطرہ میں ہوگئی ہیں - اس کی بھی حفاظت کا مناسب انتظام فرمایا جائے

عرضے

جلد ۱۵ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۲

لارڈ ہیڈلے اور اسلام

ہندو پریس کا افسوسناک پروپیگنڈا

ہندو پریس کی ذہنیت اسلام اور مسلمانوں کے متعلق دن بدن افسوسناک صورت صورت اختیار کرتی جا رہی ہے، مسلمانوں کی بہبودی کوئی ایسی بات نہیں جو انہیں کسی صورت میں گوارا ہو ہر طرح سے انہیں ذلیل وخوار کرنے اور ان کے بڑے بڑے افراد کے متعلق غلط بیانیاں کرکے ان میں منافرت پھیلانے کی ناپاک کوشش کو وہ ثواب عظیم سمجھتے ہیں ایک اسی قسم کی کوشش لارڈ ہیڈلے کے متعلق حال ہی میں انہوں نے کی ہے میر غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد جمعیۃ "تبلیغ الاسلام" انبالہ نے ایک آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کے انعقاد کا اعلان اخبارات میں کیا اور اس کی صدارت کے لئے لارڈ ہیڈلے انگلستان سے آنے کی بھی امید دلائی، ظاہر ہے کہ یہ خبر مسلمانوں کے لئے حد درجہ خوشی ومسرت کا موجب تھی اور اس سے ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے کام کو بہت تقویت پہنچنے کی امید ہوسکتی ہے، جو سنگھٹنی مہاشاؤں کے لئے ایک پیغام موت ہے۔ اس لئے اس خبر کے پڑھتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی اور عالم مدہوشی میں انہوں نے اس طرح سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے کہ تبلیغ کانفرنس کا تانا بانا بکھیر کر رکھدیں گے اتفاق سے یکم جولائی کا اخبار "لائٹ" انہیں ان کے ہاتھ میں آگیا جسمیں لارڈ ہیڈلے کی چٹھی شایع ہوئی ہے، اس چٹھی میں لارڈ موصوف نے تبلیغ اسلام کو سریع الاثر بنانے اور مغرب میں تدریج کے پہلو کو عمل میں لانے کے لئے مسلمانوں کو چند نصائح کی ہیں جن میں یہ بھی لکھا ہے کہ شراب اور خنزیر کے ترک کرنے پر ابتدا ہی میں زور دینا اسلام کی ترقی کی راہیں روک کا موجب ہوگا، اس فقرہ کا ملنا تھا کہ سنگھٹنی مہاشاؤں کا کام بن گیا، اور انہوں نے لارڈ ہیڈلے کو بدنام کرنے اور اس طرح سے آل انڈیا تبلیغ کانفرنس سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے ان کے خیالات کو بالکل توڑ مروڑ کر یوں بیان کرنا شروع کردیا۔ کہ

"اس مراسلہ میں لکھا گیا ہے کہ قرآن کا یہ مطالبہ کہ خنزیر کا گوشت اور شراب قطعاً حرام ہے اور ترک کردیجائے ناجائز اور غلط مطالبہ ہے،،

اس مراسلہ میں دوسری بات یہ لکھی گئی ہے کہ یورپ کے تجارتی شہروں میں جہاں انسانوں کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے متواتر ہر روز پانچ وقت نماز کے لئے تاکید کرنا ایک احمقانہ اور غیر اقتصادی حکم ہے .... پس اسلام کی نشر واشاعت کے لئے ضروری ہے کہ ہم نماز کے رکن کو اسلام سے مستقل طور پر علیحدہ کردیں۔

ان الفاظ میں لارڈ ہیڈلے کے فقرات اور ان کے مطالب ومفہوم کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنا دینے کی جو شرمناک کوشش کی گئی ہے وہ صرف سنگھٹنی ہندوؤں کا ہی کام ہے افسوس ہے کہ ہمارے بعض اسلامی معاصرین نے بھی ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا کے ارشادات قرآنی کے صریح خلاف ہندو اخبارات کے ان الفاظ کو نقل کرکے غلط فہمی پھیلانے میں حصہ لیا اور تو اور "تنظیم" جیسا روشن خیال اور سمجھ دار پرچہ بھی ہندو معاصرین کی آواز سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور

کے الفاظ کو نقل کردیا، حالانکہ لارڈ موصوف نے یہ کہیں نہیں کہا کہ قرآن کا یہ مطالبہ ناجائز اور غلط ہے،، جو کچھ لارڈ موصوف نے کہا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اسلام میں ایک تو اصولی باتیں ہیں اور ایک فروعی، ایک مبلغ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اصولی باتوں کو پیش کرے چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں،،

میری رائے یہ ہے کہ اپنے دین کی ترقی کے لئے ہم کو ابتدا میں صرف اصول پر زور دینا چاہئے کیونکہ اسلام کی روح یہی اصول ہیں ایک خدائے وحدہٗ پر ایمان مستقیم اس قادر مطلق کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کرنا اس نے جو پیغامات انبیائے مقدسین کے ذریعے سے بھیجے ان پر ایمان لانا اور روئے زمین پر جو ہمارے ہم جنس ہیں ان سب کے ساتھ عملاً بہترین شفقت کا برتاؤ کرنا۔

میری رائے یہ ہے کہ اگر ہمارے مقصد کو نقصان پہنچے اور لوگوں کے اسلام کی طرف سے منہ پھیر لینے کا خطرہ ہو تو لوگوں کو کسی اور عقیدہ کے تسلیم کرنے کے لئے مجبور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اول اول اصل الاصول میں فتح حاصل کرلیجئے۔ اس کے بعد چھوٹی باتیں قدرتی طور پر آجائیں گی۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ لارڈ ہیڈلے صرف تدریج کے اصول پر زور دینا چاہتے ہیں، جیساکہ ابتدائے اسلام میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول سے کام لیا۔ ابتدائے اسلام میں جب ابھی شراب کی حرمت کا حکم نازل نہ ہوا تھا شراب پی کر بھی لوگ نماز پڑھنے آجایا کرتے تھے۔ جس پر جناب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے مت آؤ اس میں قطعی طور پر شراب کا حرام قرار نہیں دیا، اور حرمت کا قطعی حکم بعد میں نازل ہوا لارڈ ہیڈلے نے قرآن کے اس طریق کو آج بھی ان ممالک میں اختیار کرنے پر زور دیا ہے جہاں ابتدا ہی میں شراب اور خنزیر کی حرمت پر زور دینا اسلام کے لئے خطرہ کا موجب ہوسکتا ہے، تعجب ہے اس کو ہندو پریس نے اور ان کی تقلید میں بعض معاصرین نے کیا کچھ بنا لیا یہ بات کہ لارڈ ہیڈلے خود شراب کو جائز سمجھتے ہیں ان کے ان الفاظ سے ثابت نہیں ہوتی جو "لائٹ" میں درج ہے، اس کے خلاف ان کا اپنا ایک اعلان موجود ہے جو فروری ۱۹۲۶ء کے اسلامک ریویو میں انہوں نے کیا تھا، اس اعلان کے آخر میں انہوں نے لکھا تھا:۔ کہ

اس مضمون کو جسکے بعد میں ایک اور مضمون بھی ان دلائل کے جواب میں لکھوں گا جو شراب کے جواز میں پیش کئے جاسکتے ہیں ختم کرتے ہوئے میں شراب سے انقطاع کلی کا اعلان کرتا ہوں اور میں نے نہ صرف خود ہی تمام نشہ آور چیزوں سے کامل انقطاع کرلیا ہے، بلکہ اپنے گھر میں بھی تمام قسم کی مسکر شرابوں کے استعمال کو منع کردیا ہے،،

یہ ہے وہ شخص جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن کے اس مطالبہ کو کہ شراب کو چھوڑ دیا جائے ناجائز اور غلط بتاتا ہے کاش ہندو پریس اس قسم کی غلط بیانیوں سے کام لینا چھوڑ دے، اور مسلمانوں کے جائز حقوق اور قومی حفاظت کے معاملات میں دخل دینا ترک کردے تو منافرت کی خلیج جو اس کی مسلم آزار تحریرات سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے بند ہوکر دونوں قوموں کو ایک سطح پر لے آئے اور یہ آئے دن کے فتنہ وفساد اور کشت وخون رک جائیں۔

ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس

پرکاش کے رشی نمبر میں پنڈت چموپتی ایم اے کا ایک مضمون بعنوان "ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس اور اہل اسلام کا فرض،، شایع ہوا ہے جس میں اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ یہ سملاس بھی خود سوامی دیانند کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے، یہ بتایا گیا ہے، کہ سوامی صاحب کی دل آزار تنقید اسلامی تفاسیر کی بنا پر ہے نہ کہ قرآن کریم کے اصل الفاظ پر چنانچہ سورہ فاتحہ پر دیانند کے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد پنڈت جی لکھتے ہیں کہ،

یہ زبردستی جہانتک سورۂ فاتحہ کا تعلق ہے مفسرین کی ہے قرآن کی نہیں رشی نے ترجموں کی مدد سے قرآن کا مطالعہ [illegible]

زبردستی ہوتی یہ حق صرف اہل اسلام کو حاصل ہے کہ تفاسیر متداولہ کو رد کریں۔ اور قرآن کے معانی قرآن کی اپنی روشنی میں پیش کریں"

اگر تفاسیر کا پردہ اٹھا دیا جائے تو سورہ فاتحہ وید کی ایک پوتر رچا کا ترجمہ ہے،

اس کے بعد ایک وید کی دعا نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ ایسے الفاظ میں کیا ہے جو سورۂ فاتحہ کے بعض مطالب سے کسی قدر ملتے جلتے ہیں الیکن ہمیں اس پر اعتراض نہیں، یہ بالکل ممکن ہے کہ وید کسی وقت اپنی موجودہ شکل وصورت سے بڑھکر ایک آسمانی صحیفہ کے رنگ میں نازل ہوئے ہوں اور موجودہ سے کوئی بات ان میں قرآن سے ملتی جلتی اب تک باقی ہے، گو ہم تحقیقی طور پر اس کا ہمیں علم نہیں،،

لیکن پنڈت جی کا یہ ارشاد کہ سوامی دیانند نے قرآن کے اصل الفاظ کو جو انکے نزدیک بھی قابل اعتراض نہیں نظر انداز کرکے تفاسیر کی بنا پر جو کچھ مطلب سمجھا اس پر تنقید کی، ان اعتراضات کی لغویت کو اور بھی واضح کردیتا ہے، اگر فی الحقیقت قرآن کریم کے اصل الفاظ بلحاظ مطالب کے لحاظ سے قابل اعتراض نہیں، اور جو کچھ لکھا گیا ہے بعض تفاسیر کی بنا پر ہے، تو ایسے اعتراضات کو جسقدر جلد تلف کردیا جائے بہتر ہے کوئی مسلمان تفاسیر کو غلطیوں سے مبرا نہیں سمجھتا، اور نہ کسی مفسر کا کوئی خیال مسلمانوں پر حجت ہے، یہ ایسے ہی بات ہے کہ آریہ سماج ویدوں کے ان تراجم وتفاسیر کو نہیں مانتی جو ہمیشہ سے چلی آئی ہیں، کیا ایک مسلمان شنکر اچارج کی کی ہوئی شرح کی بنا پر ویدوں پر اس قسم کی جرح کرسکتا ہے جیسی کہ سوامی دیانند نے بعض غیر معقول تفاسیر کی بنا پر قرآن کریم کے رد پر کی ہے؟ کیا پنڈت چموپتی اس جرح کو بھی اس طرح سے "معقول تنقید،، کہنے کے لئے تیار ہونگے جیسے کہ سوامی دیانند کے متعلق انہوں نے کہا ہے؟ اگر آریہ سماج ویدوں کی قدیم تفاسیر کی بنا پر کسی اعتراض کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتی، تو ہم ان سے کہنا چاہتے ہیں کہ ہر آنچہ کہ بر خود مپسندی بر دیگراں ہم مپسند کیوں ایک بات کو جو اپنے لئے پسند نہیں دوسروں کے لئے جائز ٹھہرایا جاتا ہے، کیوں ان اعتراضات کو جو قرآن پر فی الحقیقت وارد نہیں ہوتے بلکہ ان کا محل تفاسیر میں اُٹھا نہیں لیا جاتا اور خواہ مخواہ قرآن کو ہدف تمسخر واستہزا بنا کر چالیس کروڑ انسان کے دل دکھائے جاتے ہیں؟ کیا پنڈت چموپتی اس پر غور کریں گے۔

تمام مذاہب کی دل آزاری

صرف قرآن کریم ہی سوامی صاحب کے اعتراضات کا نشانہ نہیں بنا، ستیارتھ پرکاش میں شاید ہی کوئی مذہب ان کے دل آزار حملوں سے بچا ہو، یہ ہم نہیں کہتے، ایک سناتن دھرمی اخبار "جاگرت،، نامی اپنی ۲۸ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ

"جہاں تک ستیارتھ پرکاش کے نفس مضمون سمبندہ ہے، اس میں شک نہیں کہ اس میں نہ صرف عیسائی اسلام بلکہ تمام مذاہب پر بری طرح نکتہ چینی کی گئی ہے۔ گورو نانک کو دھیمی کہا گیا ہے شری وید بیاس کو لال لکھ کر پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں نشٹ ہوجاتے وغیرہ وغیرہ کھرکا بیاں دیکھی ہیں اسمیں شک نہیں کہ اس میں چند ایک باتیں ویدوں کے موافق بھی ہونگی مگر اس کا بہت سا دیگر مذاہب ویانمان مذاہب اور دیگر مذاہب کی مذہبی کتب کو کھلی گالیاں دیکر پرکھا گیا ہے،،

کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ قریباً تمام مذاہب سوامی صاحب کے دلآزار کلمات سے نالاں ہیں، اعتراض یا تنقید کرنا کوئی بری بات نہیں بشرطیکہ معقولیت کے ساتھ دوسروں کے جذبات کو ملحوظ رکھکر کئے جائیں لیکن سوامی صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ پیشوایان مذاہب کے متعلق طرح طرح کے ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں جو تحمل و برداشت کی حد سے باہر ہیں اسی وجہ سے آئے دن اس کتاب کی ضبطی کا سوال اٹھایا جاتا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ ناخوشگوار حالت کی ذمہ داری زیادہ اس کتاب کے اوپر ہے اگر آریہ سماج اس کے دل آزار حصص کو خود ہی تلف کردے تو ہندوستان پر اس کا یہ ایک بہت بڑا احسان ہوگا

مقدس کتاب

پنڈت چموپتی نے ستیارتھ پرکاش کو ضبطی سے بچانے کے لئے اب اسے "مقدس کتاب،، قرار دیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ:۔

"ستیارتھ پرکاش آریہ سماج کی مقدس کتاب ہے اور

حالانکہ اس سے پیشتر ہمیشہ یہ کہا جاتا تھا کہ "رشی دیا نند کی پوزیشن"، آریہ سماج میں وہ نہیں جو مسلمانوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ کی موسائیوں میں حضرت موسیٰ کی اور پارسیوں میں زرتشت کی ہے" (آریہ مسافر دہلی بابت اگست ۲۵ء صفحہ ۲۵) مباحثات میں ہم نے خود بارہا سنا کہ ستیارتھ پرکاش کا کوئی حوالہ آریہ سماج پر حجت نہیں کیونکہ وہ ویدوں کو ماننے والے ہیں، اور عملاً بھی آریہ سماج ستیارتھ پرکاش کی کئی تعلیمات کو ترک کر چکی ہے چنانچہ نکاح بیوگان کا رواج اور ترک نیوگ اس پر شاہد عادل ہیں تاہم اب ہمیں دریافت کرنا ہے کہ آریہ سماج کو آئندہ ویدک دھرمی کہا جائے یا دیانندی؟ یہ بھی دریافت طلب ہے کہ سوامی دیانند نے آیا اپنے مامور من اللہ ہونے کا کبھی دعویٰ کیا اور ستیارتھ پرکاش کو مقدس کتاب یا صحیفہ آسمانی قرار دیا۔ اگر نہیں تو آریہ سماج کا کیا حق ہے کہ اسے مقدس قرار دے اور اگر وہ ایسا سمجھتی ہے تو نیوگ اور اسی قسم کی دوسری تعلیمات کو کیوں اپنے ہاں رائج نہیں کرتی امید ہے پنڈت چموپتی ان سوالات کی طرف متوجہ ہوں گے۔

آریہ سماج کی خفیہ پارٹی

ہمعصر "شیر پنجاب" سے جو سکھوں کا ایک موقر پرچہ ہے رقمطراز ہے کہ آریہ سماج کی ایک خفیہ پارٹی کا حال نقل کیا جا چکا ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ:۔

"آریہ سوراجیہ سبھا لاہور میں حیرت انگیز طریقہ پر کام کر رہی ہے اس کے ممبر مسجدوں جلسوں مدرسوں اور اشاعت اسلام کے مرکزوں میں چپ چاپ مسلمانوں کے لباس میں اپنا کام کر رہے ہیں، سینکڑوں نوجوانوں کو ان حضرات نے مسلمان ہونے سے بچایا، اور سینکڑوں نومسلموں کو شدھ کر کے پھر ہندو بنایا"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آریہ سماجی شدھی کی اشدھی کرنے کے لئے ہر ناجائز وسیلہ سے کام لینے کے لئے تیار رہتے ہیں اور اپنی خفیہ چالوں سے خدا جانے کس قدر مسلمانوں کو گمراہ کر چکے ہیں، ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو ہوشیار ہونا چاہئے بالخصوص جو لوگ مسلمان ہونے کو آتے ہیں ان کو اسلام میں داخل ہونے سے پہلے خوب اچھی طرح سے چھان بین کر لینی چاہئے کیا آریہ سماج کے مدعیان معقولیت بتا سکتے ہیں کہ ان کا یہ طریق معقولیت اور تہذیب سے کہاں تک تعلق رکھتا ہے؟

نامعقولیت کا وقت

مشہور شردھانندی اخبار "تیج" اپنی ۲۹ ستمبر کی اشاعت میں کس قدر معقولیت کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے۔

"وہ معقولیت کا نہیں بلکہ نامعقولیت کا وقت ہے اس لئے ایسے وقت میں معقولیت کی باتیں کرنا بھی نامعقولیت ہے"

تعجب ہے کہ گورنمنٹ ان الفاظ اور اس قسم کی کھلی تحریرات کو پڑھ کر کیوں خاموش ہے کیا قانون کی خاردار لگام صرف مسلمانوں ہی کے لئے ہے اور ہندو اخبارات ایسے کھلے الفاظ میں "نامعقولیت" کی تعلیم لوگوں کو دیکر بھی اس کی زد سے نیچے نہیں آتے دیکھیں یہ گورنمنٹ کی یہ خاموشی مسلمانوں کو شگفتنی "نامعقولیت" کے کیا کچھ کرشمے دکھاتی ہے۔ خدا ان کا حامی اور ناصر ہو۔

تفاوت راہ

قارئین کرام اس خبر کو غالباً پڑھ چکے ہوں گے کہ سوامی شردھانند کے بیٹے پروفیسر اندر پر اخبار "ارجن" میں (جسکے وہ اڈیٹر تھے) تین مضامین لکھنے کی بنا پر اور "تیج" کے سابق ایڈیٹر مسٹر کے ستنام پر گورنمنٹ نے مقدمہ چلایا ہے۔ مضامین میں سے ایک کا عنوان تھا "خون کی ندیاں بہادو" باقی دو مضامین میں بھی اسی قسم کے منافرت خیز تھے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آریہ قوم آج علانیہ خون کی ندیاں بہانے کی تعلیم دینے سے بھی نہیں جھجکتی، بہرحال ان مضامین کی جانچ پڑتال اب عدالت کا کام ہے لیکن ایک بات اس مقدمہ میں ایسی ہے جو گورنمنٹ کی ہندو نوازی اور غیر منصفانہ طریق عمل پر ایک کھلی شہادت پیش کرتی ہے:۔

۱۔ جس وقت ان دونوں ملزموں کو گرفتار کیا گیا تو انہیں ہتھکڑی نہ لگائی گئی بلکہ یونہی موٹر میں پولیس انہیں لے گئی

۲۔ ان کی گرفتاری کے دوسرے ہی دن ضمانت کی درخواست پیش ہوئی پہلے تو عدالت کو ضمانت لینے کا اختیار ہے، تو فوراً ضمانت منظور کر لی گئی۔ اس کے برخلاف مولانا محمد یعقوب خاں لکھا جن کی نہ صرف ضمانت کی۔

ہتھکڑیوں میں جیل سے لایا اور لے جایا جاتا ہے، حالانکہ مولوی صاحب موصوف کی پوزیشن انکی علمی قابلیت اور جماعتی وقار کے لحاظ سے پروفیسر اندر سے کسی طرح کم نہیں کیا اس کھلے ہوئے تفاوت کے باوجود یہ امر غلط ہے کہ گورنمنٹ کا رویہ آج مسلمانوں کے خلاف ہے اور زیادہ تر ہندو نواز پالیسی کو آج وہ اختیار کر چکی ہے؟۔

ہندو راج کے کرشمے

گدیوں کی مسلمان قوم جو ضلع گورکھپور میں کم و بیش سات ہزار کی تعداد میں موجود ہے اور اضلاع چمپارن و سارن میں بھی انکی قوم کے کم و بیش ستر ہزار نفوس پائے جاتے ہیں، آج کل آل انڈیا شدھی سبھا کے مکارانہ چال اور ظالمانہ کارروائیوں کی تختہ مشق بنی ہوئی ہے، یہ بتا دینا ضروری ہے کہ گدی قوم کے لوگ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں مردے دفن کرتے ہیں نکاح کے وقت قاضی کو بلاتے ہیں ڈاڑھی رکھتے ہیں سر پر چوٹی رکھنا برا سمجھتے ہیں، ڈاڑھی کا منڈانا اچھا نہیں جانتے بلکہ ڈاڑھی رکھنا اسلام کی نشانی سمجھتے ہیں حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے ہیں، ان میں ایسے بھی ہیں جو نماز پنجگانہ کے عادی ہیں اور ایسے بھی ہیں جو بپابندی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں تمام اسلامی تہوار مناتے ہیں، غرض ہندوؤں کی کوئی علامت ان میں نہیں، لیکن باوجود ان سب باتوں کے شدھی کا حملہ اس زور سے ان پر ہوا ہے کہ اس کی ہولناک شکل و صورت کا تصور کرتے ہوئے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، شدھی کے پرچارک اگر اپنی کوششوں کو محض وعظ و تبلیغ تک ہی محدود رکھتے تو چنداں قابل اعتراض بات نہ تھی لیکن انہوں نے حسب عادت سیاسی دباؤ سے کام لینا شروع کیا ہے، اور ریاست تمکوہی کے راجہ صاحب کو اپنی کاربرآری کے لئے گانٹھا ہے، جسکا یہ نتیجہ ہے کہ راجہ صاحب نے خود ایک جلسہ کی صدارت کی اور ان لوگوں کو مرتد ہونے کے لئے کہا جسپر ۲۵ زن و مرد مرتد ہو گئے، اس کے بعد یہ عام دستور ہو گیا ہے کہ ریاست کے آدمی کے ذریعہ سے انہیں بلوایا جاتا ہے اور ان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ راجہ صاحب کا حکم ہے کہ تم لوگ ڈاڑھیاں منڈاؤ سروں پر چوٹیاں رکھو، جو مرے اس کو جلاؤ دفن مت کرو کسی مسلمان مولوی کو مت بلاؤ، اگر کوئی آئے تو اسے مت ٹھہراؤ، کسی مسلمان کا چھوا ہوا مت کھاؤ۔ اگر یہ منظور ہو تو ریاست میں رہ سکتے ہو ورنہ نہیں، ان ظالمانہ احکام کی تعمیل اُن سے جبراً کرائی جاتی ہے ان کے گھروں پر مہابیری جھنڈا گاڑ دیا جاتا ہے تاکہ عمال ریاست کو معلوم ہو سکے کہ کون لوگ مرتد ہو چکے ہیں اور کون باقی ہیں ایک مسلمان لڑکا مر گیا تو اسے جلا ہی دیا گیا۔ اور ان کے لواحقین سے کہا گیا کہ کسی سے یہ نہ کہو کہ آریوں نے جلایا ہے، جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ کے مبلغین اس علاقہ میں کام کر رہے ہیں لیکن جہاں حکومت کا دباؤ ہو وہاں وعظ و تبلیغ سے کیا اثر ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ انگریزی حکام کو اس طرف متوجہ کیا جائے۔ ورنہ اگر یہی حالت رہی تو مسلمانوں کو اپنی موت یقینی سمجھنی چاہئے۔

نیچ اقوام عہد اسلامی میں

رسالہ "آدی ہندو"، جو نیچ اقوام کی حمایت و بہبودی کے لئے وقف ہے، مسٹر بی رام چرن وکیل ایم۔ ایل کا ایک مضمون "نیچ اقوام کا مسئلہ" کے عنوان سے شایع ہوا ہے جسمیں لکھا ہے کہ۔

"نیچ اقوام کے ساتھ پہلے درجہ کی نفرت مدراس میں آجتک پائی جاتی ہے، جہاں ایک اچھوت کا کسی برہمن کو نظر آجانا اس کو ناپاک کر دینے کے لئے کافی ہے۔۔۔۔ شودروں کو وہاں کوئی حقوق حاصل نہیں، کوئی جائداد وہ اپنی ملکیت میں نہیں لا سکتے، جو کچھ ان کے پاس تھا وہ آریہ فاتحین کے قبضہ میں چلا گیا۔۔۔۔۔۔ باوجود اس کے کہ دوسری قوموں میں غلامی کا نام و نشان باقی نہیں رہا آریہ لوگ ابھی تک مذہب کے بہانہ سے اس کو جاری رکھے ہوئے ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دوسری قوموں نے غلامی کو اپنے مذہب کا حصہ قرار نہیں دیا لیکن آریوں نے اسے مذہبی معاملہ بنا لیا قدیم اقوام کے لوگ عہد اسلامی تک ایسی ہی حالت میں [illegible] اسلامی حکومت [illegible]

[illegible]

ہیں کہ ہم نیچ اقوام کے مفاد کے محافظ ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ دوستی تو ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جنکا اپنا فائدہ اس میں ہے کہ ہمارا سر نیچا رکھیں، اور وہ فی الحقیقت ہم پر حکمراں ہیں۔"

بابو رام چرن صاحب کی یہ صاف بیانی ہر منصف مزاج انسان کی تائید کی مستحق ہے، ان کا ایک ایک لفظ اس قابل ہے کہ ہندوستان کے سنجیدہ دل و دماغ اس پر غور کریں، اچھوت اور نیچ اقوام کے ساتھ ہندو بیرحمانہ سلوک کرتے رہے ہیں اور آج تک وہ انہیں ذلت کی زندگی سے اٹھنے نہیں دیتے بابو رام چرن نے یہ سچ کہا ہے کہ برہمنوں نے اس بیرحمانہ سلوک کو مذہب کا حصہ بنا رکھا ہے، کیونکہ ہندو مذہب میں جو ذات پات کی تقسیم ہے وہ انکو شودروں کی ذیل میں لے آتی ہے۔ ایسی حالت میں اس قوم کی نجات کا کوئی ذریعہ سوائے اس کے نہیں کہ وہ اسلام قبول کر لیں، بابو رام چرن نے خود تسلیم کیا ہے کہ عہد اسلامی میں نیچ اقوام کی سختیاں کم ہو گئیں تھیں (جو اُن ہندوؤں کا منہ توڑ جواب ہے جو شاہان اسلام کو ظالم و جابر قرار دینے سے نہیں جھجکتا) اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو تمام وہ رکاوٹیں جو آریا قوم نے ان پر عائد کر رکھی ہیں یکلخت دور ہو سکتی ہیں۔

بقیہ صفحہ (مقدمہ لائٹ)

مجھے معلوم نہیں کہ آیا انہوں نے مضامین زیر بحث خود پڑھے یا کسی سے ان کے متعلق سنا تھا۔ میں ایسے مسلمان نہیں بتا سکتا جس نے ان مضامین سے بیزاری ظاہر ہو۔ لیکن جب کبھی میں مسلمانوں سے ملتا ہوں۔ وہ دونو فریق کی تحریرات سے اظہار نفرت کرتے ہیں۔

گواہ نمبر ۲ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ

نے ملک برکت علی صاحب وکیل صفائی کی جرح کے جواب میں کہا کہ میں آریہ سماج کا ممبر ہوں۔ لیکن عہدیدار نہیں۔ میں قریباً چوتھائی صدی سے اس کا ممبر ہوں۔ آریہ سماج مذہبی اور سوشل جماعت ہے۔ سیاسیات سے اسے واسطہ نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس نے ہندو مہاسبھا کے ساتھ اشتراک عمل کیا ہے۔ یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے ہندوؤں میں لیڈر سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ مجھے ایسا سمجھتے ہوں۔ میں ہندو مہاسبھا کی انتظامی کمیٹی کا ممبر ہوں مجھے معلوم نہیں کہ آریہ سماج نے راجپال کی تصنیفات سے بظاہر بیزاری کی ہے یا نہیں۔ البتہ لالہ لاجپت رائے نے جو ایک مشہور و معروف آریہ سماجی ہیں اظہار نفرت کیا ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں ان باتوں کو خاص طور پر بیان کیا گیا جن کو آریہ سماجی مانتے ہیں، لالہ گنگا پرشاد کا ترجمہ میں نے نہیں دیکھا۔ میں اصل حقیقی مذہب کو ترجیح دیتا ہوں۔ ستیارتھ پرکاش کا اصل حقیقی مذہب نہیں مجھے معلوم نہیں۔ کہ اس کتاب میں دوسرے مذاہب کا بھی ذکر ہے

عدالت نے اس موقعہ پر حکم لکھا کہ ستیارتھ پرکاش کو اس غرض سے کہ عدالت ضروری حوالے اس میں سے دیکھ سکے شامل مثل کر لیا گیا ہے۔ میں اجازت نہیں دیتا کہ جرح میں اس کی کسی بات کے متعلق سوال کیا جائے۔

گواہ نے باقی سوالات کے جواب میں کہا کہ مجھے یاد ہے۔ کہ مہاتما گاندھی نے اس کتاب کے بعض حصص کو ناپسند کیا تھا جس سے آریہ سماج نے بہت اظہار ناراضگی کیا تھا۔ میں شدھی۔ اور سنگٹھن کی تحریکات میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ ہندو قوم کے لیڈروں اور ہندو مہاسبھا نے ان تحریکات کی تائید کی ہے۔ ہندو دنگل اور کشتیاں جو لاہور میں ہوتی ہیں ہندو مہاسبھا کی سرپرستی میں نہیں ہوتیں۔ میں کشتیوں میں چندہ دیتا ہوں۔ ان کشتیوں کا مقصد جسمانی ورزش کو ترقی دینا ہے۔ یہ دنگل ایک یا دو سال سے جاری ہیں (باقی آیندہ)

عملہ لائٹ کی گرفتاری پر جذبات ہیجان و اضطراب کا طوفان

مختلف مقامات پر احتجاجی جلسے

اشاعت اسلام بک ایجنسی کلکتہ کا احتجاج

گذشتہ سے پیوستہ

ادارہ مذکور نے جو چند روشن خیال طلبائے کالج، و ذی علم حضرات کی کوشش سے بغرض خدمات دینی و ملی قائم ہوئی ہے ۱۲ اکتوبر کو ایک جلسہ مقدمہ لائٹ پر غور کرنے کے لئے طلب کیا، مسٹر ظہیر الدین احمد کی تحریک و راقم الحروف کی تائید سے مسٹر فضل رسول خاں آفریدی بی۔اے، جلسہ کے صدر قرار پائے، متعدد حضرات نے واقعہ ہائلہ پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ موجودہ حالات میں ہمارے فرائض کیا ہے پھر یکے بعد دیگرے حسب ذیل تحریکات با ضابطہ پیش ہو کر منظور ہوئیں۔

۱۔ مسلمانوں کا یہ جلسہ مولوی محمد یعقوب خان بی اے۔ بی ٹی مدیر لائٹ، و مبلغ انگلستان کی گرفتاری اور ہتھکڑی پہنا کر عدالت میں رسوا کرنے کی حرکت پر اپنا دلی رنج و افسوس ظاہر کرتا ہے اور اس فعل کو محترم مبلغ اسلام کی سخت توہین خیال کرتا ہے کیونکہ انکی شخصیت ایک بین الاقوامی پرچارک کی ہے اور کبھی انکی ذات ستو وہ صفات سے چور، ڈکیت، اور قاتل کے اخلاق برتنے کا اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا۔

۲۔ یہ جلسہ لائٹ کو انکی پامردی ثبات و استقلال رائے پر مبارکباد دیتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ اس ابتلا کو اسلام کی ترقی، اور مسلمانوں کی بیداری کا ذریعہ بنا دے۔

۳۔ جلسہ ہذا کی رائے میں ہند و مسلم لیڈروں نے اتحاد کانفرنس شملہ تک، جماعتی مسائل سلجھانے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ سطحی اور کمزور علاج ہے اس کے خیال میں لائٹ نے جو طریقہ فسادات کے سرچشمہ کو بند کرنے کے لئے بتایا ہے وہ بنیادی اور بہت اہم چارہ جوئی ہے کیونکہ اب ہندو مسلم سوال اس قدر پختہ ہو گیا ہے کہ صرف اظہار افسوس کر دینا یا گاہے ماہے انتہاہی نوٹس تعمیل کرنا کافی نہیں ہے بلکہ وقت آگیا ہے کہ ان مسائل کا ایک عقلی اور بنیادی علاج کیا جائے یعنی لائٹ نے اور شملہ کانفرنس میں جو تجاویز مسلم لیڈروں نے پیش کی تھی انہیں منظور کر لیا جائے اور انکی حفاظت حکومت اسطرح کرے جیسے دیگر قوانین ملکی کی کرتی ہے۔

۴۔ جلسہ ہذا عام مسلمانوں کو علی العموم اور تعلیم یافتہ مسلم جوانوں کو خصوصاً اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور، اسلام کی خادم، اور حامی و ناصر ہے اس لئے انکا فرض ہے کہ وہ اسوقت تمام فریقانہ تعصبات سے بالا ہو کر انکی تائید کریں، انکے جرائد مثل پیغام صلح ہفتہ وار، ورلائٹ ہفتہ وار کو اپنے اور اپنے احباب کے نام پر جاری کرائیں، مقدمہ لائٹ کی پیروی کے لئے زراعانت ارسال کریں، انکی مطبوعات کی اشاعت کریں۔ اور سب سے پہلے یہ کہ ان کو مسلم یقین کریں۔ انکی دل آزاری کو گناہ جانیں انکی باتوں کو غور سے سنیں، اور کبھی انکے مبلغوں کی توہین نہ کریں۔ کیونکہ یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں ہے بلکہ متحد و متفق ہو کر غیر مسلمین میں اشاعت اسلام کرنے کا ہے۔

۵۔ جلسہ ہذا جریدہ تنظیم، مورخہ ۲۱ ستمبر کے عائد کردہ الزامات کو غلط جانتی ہے، اور اخبار مذکور سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ یا تو الزام کو حق ثابت کرے۔ ورنہ اپنے اتہام کی تردید کرے۔ اس جلسہ کے خیال میں تنظیم کا یہ الزام کہ جماعت احمدیہ اپنی تقریروں و تحریروں میں ہندوؤں کے خلاف زہر اگلتی یا غلاظت اچھالتی ہے نہ صرف سراسر بے بنیاد ہے۔ بلکہ جماعت مذکور کے مسلک و عقیدہ عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے سخت حیرت انگیز ہے کیونکہ جماعت احمدیہ ہی اسوقت مسلمانان عالم میں وہ تنہا اسلامی گروہ ہے جس نے چلگندے طریقوں کو چھوڑ کر ایک بلند پاک اور عقلی طریقہ اشاعت مذہب کا اختیار کیا ہے اور ابتک وہ وقار علمی، امتانت دینی اور سنجیدہ شرافت کے مطابق، تبلیغ مذہب کے فرائض، یورپ امریکہ اور کل بلاد عالم میں انجام دیتی رہتی ہے حتی کہ مغرب و مشرق، دوست و دشمن، سبھوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ احمدیوں نے اشاعت اسلام کرنے والے ایکسپرٹ یعنی ماہر پیدا کر دیئے ہیں اور دنیائے اسلام کو اس عہد جدید میں کیونکر اشاعت مذہب کرنا چاہیئے، اس کا راستہ بتایا ہے در اصل احمدیوں کی متانت و سنجیدگی اور تنظیم و ڈسپلن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام مسلمانوں کے لئے دلیل راہ ہے۔

نیازمند

راغب احسن آفندی رکن مجلس اشاعت اسلام بک ایجنسی

مسلمانان راولپنڈی

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح السلام علیکم،

بتاریخ ۱۴ اکتوبر بوقت ۵ بجے شام جامع مسجد صدر بازار راولپنڈی میں مسلمانان صدر شہر کا ایک متحدہ جلسہ زیر صدارت جناب مولوی محمد امین الدین صاحب ممبر آف کامرس تک چھاؤنی راولپنڈی میں مولانا محمد یعقوب خانصاحب مدیر لائٹ اور ان کے رفقا کی گرفتاری کے متعلق صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ جس میں صاحب صدر نے حالات اسلام پر ایک مدلل تقریر فرمائی اور ان کے بعد حضرت آغا میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری نے ضرورت وقت کے لحاظ سے ایک ایسی موثر تقریر فرمائی، جس سے سامعین پر بڑا اثر ہوا اور اس کے بعد حسب ذیل دو ریزولیوشن پاس ہوئے، جنکی اطلاع بذریعہ تار بخدمت جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب و ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع لاہور روانہ کی گئی، ریزولیوشن حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانان راولپنڈی کا یہ متحدہ جلسہ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب مدیر لائٹ اور انکے رفقاء کی بلاوجہ گرفتاری پر اظہار افسوس کرتا ہے اور گورنمنٹ کے اس رویہ کو محض ہندوؤں کے معاندانہ پروپیگنڈا کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اور انکی رہائی اور مقدمہ کو واپس لینے کے متعلق بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے، یا تا انفصال مقدمہ انکی ضمانت پر رہا کرنے کی استدعا کرتا ہے اور اس امر کو زیادتی ظاہر کرتا ہے کہ راجپال جیسے دریدہ دہن اور بدزبان شخص کو ہمیشہ دوران مقدمہ میں برابر ضمانت پر رہا رہا، مگر مولانا صاحب جیسے اور ان کے رفقا کی درخواست ضمانت کو نامنظور کیا گیا۔

۲۔ راجپال مذکور نے ایک کتاب موسومہ بلیدان جترا ادبی ملتا یع کی ہے جس میں اس نے نہایت دل آزار مسلمانوں کے مظالم کی فرضی تصاویر شایع کی ہیں جنہیں انکو خونخوار اداکو اور ہندؤں اور سکھوں پر ظلم کرنے والا بتا کر مسلمانوں سے ایک عام نفرت پھیلا دی ہے جس سے احتمال فتور امن کا ہے، اس لئے یہ جلسہ گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے کہ راجپال کے برخلاف مقدمہ چلایا جائے۔

و حافظ محمد حسین صدر بازار راولپنڈی،

اہالیان پرسارہ کا جلسہ عام

محترم و مکرم جناب مدیر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور السلام علیکم

آپ کے معزز پرچہ سے لائٹ کے عملے کی گرفتاری کے متعلق پڑھکر دل کو نہایت سخت صدمہ ہوا چنانچہ آج بعد نماز جمعہ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو اہالیان پرسارہ نے ایک عام جلسہ کیا جس میں خادم نے اس مجاہد اسلام کی کہ (جنکا اسم گرامی حضرت مولینا محمد یعقوب خاں صاحب ہے) خدمات اسلامیہ پر تقریر کرتے ہوئے عام طور سے تمام پبلک سے استدعا کی کہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ سب نے باتفاق رائے اس امر کا اظہار کیا کہ ہم سب متفقہ طور پر اس امر کا نہایت افسوس کے ساتھ اظہار کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد اسلام مولینا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب بی۔اے بی ٹی۔ ایڈیٹر اخبار لائٹ اور چوہدری رحمت خاں صاحب پبلشر اور شیخ معراج الدین پرنٹر دی لائٹ کو جو زیر دفعہ ۱۵۳ الف کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ [illegible] پروپیگنڈا ہے۔

مولوی یعقوب خانصاحب اور پروفیسر اندر

یہ تفاوت کیوں

اخبار لائٹ کے ایڈیٹر۔ پرنٹر اور پبلشر صاحبان جس دفعہ کے ماتحت گرفتار ہو کر حوالات میں ڈالے گئے۔ اس دفعہ کے ماتحت دہلی کے اخبار ارجن کا سابق ایڈیٹر پروفیسر اندر بن سوامی شردھانند اور نیا ایڈیٹر پنڈت ستیکا جو پروفیسر اندر صاحب کے بھانجے ہیں گرفتار کئے گئے ہیں۔ لیکن جہاں ایڈیٹر صاحب لائٹ اور انکے ساتھیوں کی ضمانت منظور نہ کی گئی۔ اور دوران مقدمہ میں بھی ان کا حوالات میں بند رہنا ضروری سمجھا گیا۔ وہاں ارجن کے دونوں ایڈیٹروں کو ضمانتوں پر رہا کر دیا گیا۔ اس تفاوت کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ایک ہی جرم کے ماتحت مسلمان ملزموں کی درخواست ضمانت مسترد کر کے حوالات میں ڈال دیا جاتا ہے۔ لیکن اسی دفعہ کے تحت آریہ ملزموں کی ضمانتیں لے کر انہیں اپنے گھروں میں آرام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے پوزیشن کے لحاظ سے ایڈیٹر صاحب لائٹ کسی طرح بھی پروفیسر اندر صاحب اور انکے بھانجے سے کم نہیں وہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھنے والوں کے خطیب اور امام صلوٰۃ ہیں تعلیم کے لحاظ سے بھی گریجوایٹ ہیں۔ اگر دو آریہ ضمانت پر رہا ہو کر روپوش نہیں ہو سکتے تو ایڈیٹر صاحب لائٹ بھی کہیں بھاگ نہ جاتے۔ اس تفاوت پر مسلمانوں کو شکایت پیدا ہونا بالکل قدرتی امر ہے بتفصیل

یہ کیوں

شردھانند جی متوفی کے بیٹے پروفیسر اندر بقول الولد سر لابیہ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے والد کے اخبار تیج میں ایسے مضامین لکھتے ہیں جنکی نسبت گورنمنٹ اس بات کی ضرورت سمجھتی ہے کہ اندر صاحب پر اقوام کے مابین عداوت پھیلانے کے جرم کا مقابلہ چلایا جائے چنانچہ جب پروفیسر اندر گرفتار ہوتے ہیں تو ان کے وکیل مسٹر بوس عدالت میں ضمانت پر رہا کرانے کی درخواست دیتے ہیں عدالت پہلے اس عذر پر رہا کرنے میں تامل کرتی ہے۔ لیکن وکیل صاحب کے اس بات پر زور دینے پر کہ عدالت کو ضمانت کا اختیار ہے۔ بالآخر کار عدالت ملزم کو ضمانت پر رہا کر دیتی ہے اس قسم کا ایک مقدمہ لاہور میں مولوی یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر اخبار لائٹ کے خلاف دائر ہے اور اس مقدمہ میں ملزم کو ضمانت پر رہا کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر درخواست منظور نہ ہوئی حالانکہ مولوی یعقوب خاں صاحب پروفیسر اندر کی نسبت ذاتی وجاہت اور اعتبار و لیاقت میں اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہیں اور انکے بھاگ جانے کا مطلق اندیشہ نہیں ہے (پیسہ اخبار)

۴ اور ہم سب بڑے زور کے ساتھ اس پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹ سے استدعا کرتے ہیں کہ تمام ہندوستان میں ہندوؤں کے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے کرنے کو مدنظر رکھکر اس کیس کو واپس لے اور ایسے ایسے قابل اور شرفا، کو جیل خانے میں ڈالنے کے بجائے دیگر موثر پیرایہ سے ملک بھر میں امن قائم کرے جسکے لئے نہ فقط ہم بلکہ تمام اسلامی دنیا دل سے آرزومند ہے۔ والسلام

خاکسار محمد فیروز الدین عفی عنہ از پرسارہ

بے روزگار مسلمانوں کے لئے

محکمہ ریلوے کو کمرشل کلرکوں یعنی بکنگ گڈز کلرکوں وغیرہ کی ضرورت ہے امیدوار انٹرنس پاس اول دوم ڈویژن پاس ہوں عمر ۱۸ سے کم اور کیس سال سے زائد نہو ایک روپیہ قیمت خرچ کر کے فارم درخواست ملازمت بڑے بڑے سٹیشنوں سے خرید کر ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء کو صبح نو بجے معہ اپنے اصل سائیفکٹوں کے دفتر ہائے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور دہلی فیروزپور ملتان راولپنڈی کراچی کوئٹہ حاضر ہو جاویں گذشتہ انتخابات کے موقع پر دہلی، کراچی اور کوئٹہ کو شکایت تھی کہ مسلمان امیدوار کافی نہ تھے حالانکہ ان اضلاع میں مسلمانوں کے لئے کافی گنجائش ہے کم لیاقت یا کم و بیش عمر کے امیدواروں کا جانا لاحاصل ہے مزید معلومات ہم سے دریافت کر لیں۔

سکریٹری انجمن اشاعت اسلام

احمدیہ بلڈنگس لاہور

مقدمہ لائٹ

گواہانِ استغاثہ پر مکرّر جرح

رائے بہادر نرنجن داس اور ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کے خیالات

لاہور ۲۴- اکتوبر- آج ۱۱ بجے - اخبار لائٹ کا مقدمہ مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا مولینا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب اور ان کے دونوں رفقاء کو متھکڑیاں لگا کر عدالت میں لایا گیا - جہاں مجسٹریٹ کے حکم سے ہتھکڑیاں اتار دی گئیں - کمرہ عدالت تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا آج گواہان استغاثہ کی مکرر جرح کے لئے بلائے گئے تھے - چنانچہ سب سے پہلے

رائے بہادر نرنجن داس سکنہ مزنگ

پیش ہوئے - ملک برکت علی صاحب وکیل صفائی کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا -

میں لائٹ کا کبھی خریدار نہیں ہوا - سوائے اس موقع کے جس کا ذکر میں اپنی شہادت میں کر چکا ہوں - کبھی اس سے پہلے میں نے لائٹ کو نہیں پڑھا - اس اخبار کی عام پالیسی کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں - سوائے اس خیال کے جو میں نے اس مضمون کے اخذ کیا - جو میرے پڑھنے میں آیا ہے - اس پرچہ کے دوسرے مضامین جن کا اس مقدمہ سے تعلق نہیں مجھے پڑھ کر نہیں سنائے گئے -

اس جگہ سرکاری وکیل نے اعتراض کیا کہ گواہ سے اخبار کی عام پالیسی کے متعلق جب سے وہ شایع ہونا شروع ہوا ہے سوال نہیں ہونا چاہیئے - اور نہ ہی دوسرے مضامین کے متعلق جو اس پرچہ میں شایع ہوئے ہیں - اس نے کہا کہ اس پرچہ کی پالیسی جو کچھ زمانہ ماضیہ میں رہی ہو - اس کا اسوقت کوئی سوال نہیں - عدالت نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے حکم دیا - کہ ملزم کو اجازت ہے کہ وہ عدالت کی اطلاع کے لئے ایسے سابقہ مضامین پیش کرے جو اس پرچہ میں شایع ہو چکے ہوں - اور جن کو وہ عدالت کے نوٹس میں لانا ضروری سمجھتے ہیں - لیکن گواہ استغاثہ سے سوائے اس ایک مضمون کے جو بنائے استغاثہ ہے - دوسرے مضامین کے متعلق کوئی جرح نہ کیجائے)

ملک برکت علی صاحب نے گواہ سے مضمون نویس کے ارادہ اور مقصد کے متعلق سوال کیا - تو سرکاری وکیل نے اسپر بھی اعتراض کیا - ملک صاحب کے باقی سوالات کے جواب میں گواہ نے کہا -

میرے خیال میں مضمون نگار کا مقصد یہ نہ تھا - کہ نفرت و حقارت کے جذبات کو لازمی طور پر اپنی ذات کے لئے پیدا کرے - میں نہیں جانتا کہ مضمون نگار کا مقصد اپنی قوم کے بارہ میں کیا تھا - لیکن اس بارہ میں کوئی شک و شبہ میرے دل میں نہیں - کہ اس مضمون کا نتیجہ طبعاً یہ ہے - کہ اس کی قوم کے خلاف جذبات - نفرت و حقارت پیدا ہوں - یہ ایک حقیقت ہے - کہ دونوں اقوام کے باہمی تعلقات گزشتہ پانچ سال سے کشیدہ ہو چکے ہیں لیکن گزشتہ چند ماہ سے یہ کشیدگی بہت بڑھ گئی ہے - میں نہیں کہہ سکتا - کہ تعلقات کو کشیدہ ہوئے پانچ سال ہوئے ہیں - یا چھ سال - ہو سکتا ہے - کہ کم عرصہ ہوا ہو - یا زیادہ مضمون خاتمہ ٹوڈی فنکشن کے ان فقرات کا جو

High court judgment and the present Muslim India

سے شروع ہو کر ... پر ختم ہوتے ہیں - میرے خیال میں یہ مطلب ہے کہ دونوں اقوام کے مابین جو کشیدگی پیدا ہو چکی ہے ضروری نہیں کہ مقدمہ ورتمان کا فیصلہ ہائی کورٹ سے ہو جانے کے بعد ختم کر دی جائے - یا چھوڑ دی جائے - [illegible] [illegible] کے الفاظ قتل کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں راجپال کی بریت نے مسلمانان ہندوستان میں بڑی زبردست ایجی ٹیشن پیدا کر دی ہے ...

اس ایجی ٹیشن کو اسلامی حقوق کی حفاظت اور مسلمانوں کو ان حملوں سے جو ان کے مذہب پر کئے جاتے ہیں محفوظ رکھنے کے لئے جاری رکھا جائے ممکن ہے کہ اس فقرہ کا یہی مطلب ہو کہ مسلمان ایجی ٹیشن کو جاری رکھیں - اگر کوئی شخص یہ کہے - کہ اس قسم کے ایجی ٹیشن اسلامی حقوق کی حفاظت کے لئے جاری رکھنی چاہیئے - تو اس کا یہ کہنا بھی نفرت و عداوت کو پیدا کریگا - کیونکہ منافرت و عداوت ایک حد تک ایجی ٹیشن ہی کا نتیجہ ہے - جو خود اس ایجی ٹیشن ہی کو دونو اقوام کے مابین کشیدگی کا موجب قرار دیا گیا ہے - میں نے بذات خود راجپال کی کتاب سے علے الاعلان اظہار بیزاری نہیں کیا کیونکہ عام طور پر میں کسی عام جلسہ میں شامل نہیں ہوتا میرے بہت سے مسلمان دوست ہیں میرے ان دوستوں پر ان مضامین کا کوئی اثر نہیں ہوا - کیونکہ وہ ہر دو اقوام کی ان باتوں کو بری نظروں سے دیکھتے ہیں - دوسرے مسلمانوں سے بھی بلا امتیاز میں ملتا ہوں - یہ ضروری نہیں کہ اس مضمون کے ذریعہ سے مسلمانوں کے ہر ایک فرد کے خلاف نفرت و حقارت پیدا ہوئی - یہ منافرت و حقارت اس قوم کے کسی خاص آدمی کے خلاف پیدا نہیں کیگئی بلکہ عام لوگوں کے خلاف کی گئی ہے - بعض لوگ آریہ سماج کو مخالف اسلام جماعت سمجھتے ہیں مجھے معلوم نہیں - کہ ذمہ دار مسلم لیڈروں نے آریہ سماج کو مخالف اسلام سمجھکر اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے یا نہیں - میں نے ستیارتھ پرکاش کو جس کا ذکر مضمون زیر بحث میں ہے پڑھا نہیں - ایسی کتاب بے شک موجود ہے بذات خود میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی نبی کو کذاب اور شیطان کے نام سے پکارا جائے

میں کسی ایسی تحریک کا موید نہیں - جو اس بات کی خواہاں ہو کہ کسی تصنیف میں سے ایسے فقرات نکال دیئے جائیں جن میں اس قسم کی باتیں عام طرز پر لکھی ہوں - اور بغیر اس کے - کہ پہلے میں تمام تحریر کے اصل الفاظ کو پورے طور پر دیکھ لوں اور بغیر اس کے کہ ایسی تحریر کا مقصد معلوم کر لوں - اور بغیر اس کے کہ اس شخص سے جو ایسی تحریر کا ذمہ دار ہے یا اس کے پیرووں سے اس کی وضاحت کرالوں میں کوئی تائید اس تحریک کی نہیں کر سکتا - مجھے معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے انہی دلآزار الفاظ کی بنا پر ستیارتھ پرکاش پر سختی سے تنقید کی ہے - اس قسم کا بیان کہ کسی کتاب سے کوئی خاص دلآزار فقرات خارج کر دیئے جائیں - میرے دل میں کہنے والے کے خلاف لازماً نفرت و حقارت پیدا نہیں کر دیتا یہ صحیح نہیں -

ڈاکٹر مونجے

کو اس بارہ میں خاص شہرت حاصل ہے - کہ وہ مسلمانوں کے خلاف لاٹھی کے استعمال کی تلقین کرتے ہیں - میں ڈاکٹر مونجے کو ہندوؤں کا نمایندہ سمجھتا ہوں جیسے کہ خود اس مضمون میں اسے ایسا قرار دیا گیا ہے - میں نہیں جانتا کہ مونجے کس قسم کا لیڈر ہے - آیا اچھا ہے - یا برا -

راجپال

راجپال کے لفظ سے میں نے یہی سمجھا کہ اس میں ایسے ہندوؤں کی طرف ہے جنہوں نے مذہب کو گالیاں دی ہیں - اور مسلمانوں کی دلآزاری کی ہے اور اس لئے بہت سے ہندوؤں کی بھی اس مضمون میں ایسے بھٹیت ہندو ...

پیدا کر دی - میں اسوقت اصل مضمون کو پڑھے بغیر یہ نہیں بتا سکتا کہ آیا مضمون نگار نے اچھے ہندوؤں - اور راجپالوں کے مابین امتیاز کیا ہے - یا نہیں - میں نے جس وقت یہ مضمون پڑھوا کر سنا اسوقت مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ آیا اس نے ایسا کیا ہے یا نہیں

فراست مومن کے انوکھے معنے

فراست مومن ،، کے الفاظ جو مضمون زیر بحث میں استعمال ہوئے ہیں ان کے معنے وکیل نے دریافت کئے جس کے جواب میں رائے بہادر نے کہا کہ مضمون کو سامنے رکھے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ "فراست" کے معنے عقل کے ہیں - اور ان الفاظ میں ہندوؤں کی عقل کی طرف اشارہ ہے (پھر کہا کہ) ممکن ہے ہندوؤں کی طرف اشارہ ہو - یا مسلمانوں کی طرف میں نے ایسا ہی سمجھا کہ یہ الفاظ ہندوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہیں - پورے فقرہ کو سننے کے بعد میں اپنے خیال پر قایم ہوں - کہ یہ ہندوؤں کے متعلق ہیں - ممکن ہے میرا خیال غلط ہو -

سٹیل کا مطلب

Steel کا لفظ جو مضمون میں استعمال ہوئے ہیں اس کے متعلق گواہ نے جرح کے جواب میں کہا کہ میں اس بات پر معترض نہیں کہ کوئی شخص اپنی قوم کو جسمانی ورزش کی تعلیم دیتا ہے

Let your steel be bright

کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تلواریں صاف ہونی چاہئیں اور انہیں ایک طرح سے تیار رکھنا چاہیئے - کہ جب ضرورت پڑے مارنے اور قتل کرنے کے کام آ سکیں اس کا بعض مواقع پر یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے - کہ تمہارا کیریکٹر بے داغ ہونا چاہیئے لیکن اس فقرہ میں یقیناً یہ مطلب نہیں - مجھے معلوم نہیں - کہ مضمون میں [illegible] کا ترجمہ کیا گیا ہے

مجھے اس شخص پر کوئی اعتراض نہیں جو اپنی قوم کی حفاظت اور مدافعت کے لئے طاقت پیدا کرنے - اور اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی تعلیم دیتا ہے - بشرطیکہ اس کے پردہ میں کوئی اور مقصد نہ ہو [illegible] کے معنے طاقت پر بھی ہو سکتے ہیں - جیسا کہ اس فقرہ کا مطلب ہے - جس میں مضمون نگار نے اس کے معنے کئے ہیں - وہ فقرات جو اس کے فوراً بعد آتے ہیں جب انہیں باقی مضمون سے علیحدہ کر کے پڑھا جائے - تو وہ بذات خود قابل اعتراض ہیں - In arms day and night کا مطلب یہ ہے - کہ لڑائی کے لئے رات دن تیار رہنا چاہیئے اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی حفاظت کے لئے رات دن مسلح رہنا ضروری ہے - اس فقرہ میں اس کے برے معنے ہیں - یہ فقرہ اس قابل نہیں کہ ایک معمولی انسان جو انسانی جذبات رکھتا ہو اس کا کوئی اچھا مفہوم لے سکے -

راجپال اور عبدالرشید

میں اس بیان کو ہر ایک راجپال کے لئے ایک عبدالرشید کا پیدا ہونا ضروری ہے - حالات حاضرہ میں یقیناً قابل اعتراض سمجھتا ہوں - میری رائے میں اس قسم کی کوئی ایجی ٹیشن جس کی حمایت اس پرچہ میں کی گئی - ملک میں نہیں ہونی چاہیئے -

میں اس بیان پر معترض ہوں کہ راجپال کی طرز کے آدمی ہندو سوسایٹی سے مفقود ہو جانے چاہئیں - کیونکہ یہ بیان منافرت کو پیدا کرنے والا ہے -

دوسرے سوالات کے جواب میں گواہ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں کہ مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہندو بھی ویسے ہی خدا کی مخلوق ہیں جیسے مسلمان کنفیشن آف کرائم کا مضمون جہاں تک مجھے یاد ہے مجھے پڑھکر نہیں سنایا گیا -

عدالت - میں حکم دیتا ہوں - کہ آریہ سماج کی سرگرمیوں کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے -

مجھے معلوم نہیں کہ کسی مسلمان نے مجھ سے یہ کہا ہو کہ میں نے مضامین زیر بحث پڑھے ہیں - اور ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہو - سوائے اس کے خان بہادر چراغ الدین نے مجھ سے ...

اردو ترجمہ فتوحات مکیہ تیس باب کامل

آپ کو خوشخبری ہو کہ اردو ترجمہ فتوحات مکیہ تیس باب کامل شایع ہوگیا ہے۔ جسکے مولف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ساتویں صدی ہجری میں گذرے ہیں جنہوں نے علم تصوف اور اسلامی فلسفہ کو ساتویں صدی میں زندہ کیا تھا۔ اس لئے دنیا میں انکا لقب محی الدین مشہور ہے۔ اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے باریک در باریک اشارات اور نکات اور علوم لدنیہ الہیہ کے اسرار اور علوم تصوف کے راز درج ہیں۔ خالق عالم کی صنعت کے بھید اور اس کی عجیب و غریب مخلوق کے ہر ذرہ سے لیکر انسان اور اس سے نیچے کی ہر مخلوق اور دنیا اور آخری جہان و زمین و آسمان کے ابتدائی و انتہائی پیدائش کے اسرار اور احکام الہیہ کی حکمتیں لکھی ہیں الغرض یہ کتاب جواہرات اور علم الہی کا بحر ذخار اور علم تصوف کی دنیا میں سب سے بڑی انمول مستند کتاب ہے سب امور کی شہادت کے لئے اس کے مولف حضرت شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمۃ کا نام کافی ہے ہر کس کی سہولت خریداری کے لئے موجودہ ترجمہ کی ابتدا سے لیکر باب تیس کے آخر تک دو حصہ کئے ہیں جنکی مجموعی ضخامت سات سو بیس صفحے ہیں۔ حصہ اول قیمت مع محصول تین روپئے اور حصہ دوم قیمت مع محصول چار روپے ہے اور ہر دو حصوں کی قیمت مع محصول سات روپیہ ہے فہرست مضامین آٹھ صفحوں پر چھپی ہوئی ساتھ شامل ہے ایک حصہ کے خریدار کو دوسرا بھی خریدنا ہوگا خواہ اُس کے اور درخواست میں اخبار کا حوالہ لکھیں۔

ملنے کا پتہ مہتمم ترجمہ فتوحات مکیہ ڈاکخانہ چنگا بنگیال۔
تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی پنجاب

ضرورت ہے

امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و سٹیشن ماسٹر کا کام سیکھنا و ریلوے گورنمنٹ و محکمہ اخبار کی ملازمت کے لیے چاہتے ہوں کرایہ ریل کالج دے گا۔ قواعد دو آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔

امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

شاہی شہر دہلی کی خاص مجربات نو ادوار

بسرپرستی ریاست کپورتھلہ

ہمارا دواخانہ ۳۲ سال سے مخلوق خدا کی طبی خدمات کر رہا ہے موسم سرما کی آمد آمد ہے دہلی کے مشہور و معروف شاہی مجربات ٹانک مقوی اعضائے رئیسہ، مفرح اور ہاضم، مرد عورتوں اور بچوں کی تمام بیماریوں کی مجرب کتاب تیار ہیں جو ہمارے راس کماری تک ملک مشرق سے مغرب تک مشہور ہیں تجربہ کسوٹی ہے ایک دفعہ ضرور آزمائش کیجیے۔ قیمت بالکل واجبی۔

شاہی حکیم مولوی نذر محمد دہلوی طبیب خاص ریاست کپورتھلہ

برص کے سفید داغ ایک دن میں جڑ سے آرام

اگر ہماری نفیری جڑی بوٹی کے ایک دن میں تین بار لگانے سے بدن کے سفید داغ نہ جاتے رہیں تو کل قیمت واپس قیمت تین روپیہ۔

فروغ حسن چیچک کے بدنما داغ اور جھائیاں کیل مہاسے وغیرہ دور کرکے مرجھائے ہوئے چہرہ کو شگفتہ گلاب بنا دیتا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ (۲)

دفتر معالج برص نمبر ۱ دربھنگہ بہار

ضرورت ہے اگر ریشمی لنگی صافی کی تو مولوی کبیر احمد خاں برادرز بھاگلپور سٹی سے منگائیے ضرور

یہ ایک سخت غلطی تھی

کہ آپ اب تک جھوٹے اور جعلی اشتہار بازوں سے مرعوب ہوکر مضر اور گراں اشیا خریدتے رہے آئندہ کے لئے یاد رکھئے کہ ہم سے خریدی ہوئی اشیا میں کبھی کوئی نقص نہ نکلے گا۔ اور طرہ یہ کہ بازار سے ارزاں ہوگی۔ (۱) موذی مرض سوزاک کی مجرب اور زود اثر دوا ہم سے صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک بھیجکر طلب کیجئے۔ علاوہ ازیں مقوی دل و دماغ طاقت کی اکسیر دوا اور دیگر امراض مخصوص کی بہترین ادویات اور خوبصورت بننے کی مجرب دوا ہم سے منگائیے تمام خط و کتابت پوشیدہ ہوگی (۲) تاریخی ادبی تجارتی ادبی اور تمدنی معاشرتی کتب ہم سے منگائیں۔ بارعایت رسائل و اخبارات سادہ قرآن شریف (سٹیشنری) خوشنما دیسی نوٹس بک پائدار اور آزمودہ ہم سے طلب کیجئے (۳) خالص دیسی گھی صرف اپنے گھر کے استعمال کے لئے آدھ سیر فی روپیہ علاوہ محصول ایک ہفتہ پہلے آرڈر دے کر ہماری صداقت کی داد دیجئے۔ (۴) خالص ہیرال ہر قسم کے مضر اجزا سے پاک نیز موسم گرما کے ٹھنڈے اور خوشگوار شربت فوراً منگاؤ۔ (۵) طالبوں، نجومیوں، اخباروں اور رسالوں کے پاس جانے والے برس پھل اور دیگر استفسارات کرنے والے اصحاب اپنا روپیہ برباد کرنے سے پہلے ہم سے خط و کتابت کریں ہم ان کا بہترین انتظام کردیں گے۔ (۶) خوبصورت اور پائدار گھڑیاں بہترین عطریات اور دیگر ضروریات زندگی خریدنے سے پہلے ہمیں یاد فرمایئے۔

نوٹ اپنا تاجرانہ ترقی تجارت کے لئے ہم سے خط و کتابت کریں۔ نیز اخباروں میں ارزاں اشتہار چھپوانے کے خواہشمند ہمارا پتہ نوٹ کرلیں۔

مسلم برادرز کمیشن ایجنٹ ڈیلرز باغبانپورہ لاہور

ہندوستان میں نئی ایجاد

میری کمپنی کے منیجر صاحب نے ایک نئی قسم کی کنوسی کی ڈربی شوز تیار کی ہے جو چمڑے سے بالکل مبرا ہے جس کا سول ربڑ کا ہے جو مثل ولایتی کٹ شوز کے بنائی گئی ہے۔ اور بجائے سول چپکانے کے اندر سے سلائی کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے پانی یا تیل یا کسی اور چیز میں بھیگ جانے سے سول اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ سلائی اتنی مضبوط ہے کہ اگرچہ پہننے کے اندر جوتی ٹوٹ جائے تو کمپنی دوسری جوتی مفت روانہ کرے گی ہمارے ہندو بھائیوں کو پوجا پاٹ کرنے میں سخت دقت ہوتی تھی اب وہ اس کو پہن کر پوجا پاٹ کرسکتے ہیں۔ اس جوتی میں چمڑا مطلق نہیں ہے ہلکی اور خوبصورت اتنی کہ دیکھ کر دل اچھل پڑتا ہے قیمت اتنی کم کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یعنی صرف دو روپے علاوہ محصول کیا ایک جوتی بطور نمونہ آپ کو روانہ کی جائے۔ فرمائش میں پیر کا ناپ ضرور ہونا چاہیے۔ ناپسند ہو تو واپس۔

اختر اینڈ کمپنی سنٹر روڈ لکھنؤ

آپ چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر ملازمت کے متلاشی ہیں؟!

اپنے گھر پر روپیہ پیدا کیجئے!!

آپ ایک عمدہ کاروبار خاموشی سے اپنے گھر پر کرسکتے ہیں۔ جہاں تیس اور پچاس روپیہ روزانہ کی آمدنی آسانی سے ہوسکتی ہے۔ زیادہ روپیہ واسطے آسائش و آرام زندگی کے چاہئے جس سے زندگی آسان اور محفوظ ہوجائے۔ سب سے بہتر اور یقینی طریقہ آمدنی بڑھانے کا مشینوں پر ایمانداری سے کام کرنا ہے۔ تجربہ غیر ضروری اور فاصلہ بے معنی ہے خریداروں کو پوری تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ عورتیں لڑکے لڑکیاں ان پر آسانی سے کام کرسکتے ہیں۔ عورتوں کو ضرور کرنا چاہیئے۔ ہزاروں آدمی ہماری ۳۲۵ روپیہ والی موزوں کی اور ۲۶۰۰ روپیہ والی بنیانوں کی مشینوں پر کام کرتے ہیں۔ اور تین سے تیس روزانہ کما رہے ہیں۔ آپ کیوں نہیں کرتے ہم آپ کی آمدنی کی ضمانت کرتے ہیں۔ ملک کے ہر حصہ میں ہم سرعت مہیا کرتے ہیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر درخواست دو۔ بنگال اور آسام کے سول ایجنٹ ایم اے کاڈی اینڈ کمپنی آگاس لین ڈھاکہ

دی ایشیاٹک نیٹنگ کمرشل کارپوریشن ملا ۳۰۹
ہارنبائی روڈ پوسٹ بکس ملا ۱۸۱ بمبئی

بہترین قلمی آم کے انبہ و لیچیاں

اگر جناب والا کو اپنے قیمتی باغات کے لئے مضبوط اور مستند قلموں اور دیگر پودوں کی ضرورت ہو تو فوراً مفصل فہرست طلب فرمائیے۔

سپرنٹنڈنٹ نواب گارڈن نمبر ۱ دربھنگہ بہار

جو بال بڑھانے میں درجہ اوّل ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو دماغ کی خشکی اور کمزوری دور کرتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا کرتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو درد سر نزلہ زکام کو دور کرتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو بالوں کو گھونگھر والا اور چمکدار بناتا ہو؟	سندری سہاگ ہے
جو مٹی کے تیل اور نقصان رساں چیزوں سے پاک ہو؟	سندری سہاگ ہے
جسکے استعمال سے بال چکٹتے نہیں ہیں؟	سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہوں؟	سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے عورت و مرد دونوں خوش رہتے ہوں؟	سندری سہاگ ہے

لہذا جب سندری سہاگ تیل میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کے منگانے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کیجائے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ محصول علاوہ فرمائش کے وقت اخبار پیام صلح کا حوالہ ضرور دیجئے!!

ملنے کا پتہ ایس اے بخش اینڈ کمپنی پوسٹ بکس ۱۱۴ کلکتہ

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۶ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۲ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۴

ڈاکٹر زویمر احمدیہ بلڈنگس میں

حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات
بعض ضروری مسائل پر نہایت دلچسپ گفتگو

مشہور مسیحی معاند ڈاکٹر زویمر ایڈیٹر مسلم ورلڈ آجکل ہندوستان آئے ہوئے ہیں گذشتہ ۲۵- اکتوبر کو آپ پروفیسر سراج الدین بھائی کے ہمراہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوئے ایک اور انگریز مسیحی انکے ہمراہ تھے۔

دوران ملاقات میں ڈاکٹر صاحب نے عرب کے ساتھ اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں میرے دو بچے مدفون ہیں اسوجہ سے مجھے اس مقام اور وہاں کے لوگوں سے محبت ہے نیز ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ کاش میں مسلمان ہوتا میں نے جواب میں اسے کہا کہ مجھے تمام عمر میں ایک ہی ایسا شخص ملا ہے جو حقیقی طور پر کامل مسلمان ہے اور میں اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں یعنی یسوع مسیح کے۔

اس پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان سے کہا کہ یہ غلط ہے کہ صرف ایک یسوع مسیح ہی کامل مسلمان ہے یہیں اگر قرآن اور بائیبل میں اختلاف پیدا ہوجاتا ہے قرآن نے تمام انبیا جیسے ابراہیم داؤد سلیمان موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل مسلمان کہا ہے لیکن آپ لوگ صرف حضرت عیسیٰ کو ہی کامل مسلمان سمجھتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی عالمگیر ربوبیت کے منافی ہے کہ اس نے صرف ایک ہی انسان کو کامل بنایا اور باقی تمام نسل انسانی کو رد کردیا حالانکہ اس کی عالمگیر ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام اور تمام ممالک میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو کامل مسلمان کہلانے کے مستحق ہوں اور مخلوق الٰہی کی ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوں، اور یہی قرآن کی تعلیم ہے،

ڈاکٹر زویمر لیکن صوفیا میں کامل صرف ایک ہی کو مانا جاتا ہے

حضرت امیر یہ صحیح نہیں صوفیا کے نزدیک بھی بہت سے لوگ ہوتے ہیں جنکو کامل مسلمان کہا جاسکتا ہے،

ڈاکٹر زویمر قرآن نے داؤد کے متعلق جو نعجہ کا قصہ بیان زویمر کا اشارہ اس قصہ کی طرف تھا جو بعض لوگوں نے غلطی سے لکھدیا ہے کہ حضرت داؤد نے ننانوے بیویوں کے ہوتے ہوئے اوریا نامی کسی شخص کی بیوی کو زبردستی چھین لیا تھا اور اس کو فرشتوں نے اگر بھیڑوں کے مقدمہ کی صورت میں ان کے سامنے پیش کیا جسپر انہیں ندامت ہوئی - ایڈیٹر)

حضرت امیر یہ بالکل غلط ہے نعجہ کو چھیننے والے حضرت داؤد نہ تھے بلکہ ایک دوسرا شخص تھا، اعلیٰ پایہ کے مفسرین نے اوریا کے قصہ کو رد کیا ہے، اور صاف لکھا ہے کہ یہ اصل ایک مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا تھا ایک شخص نے دوسرے کے متعلق کہا تھی کہ اس کی ننانوے بھیڑیں ہیں باوجود اس کے وہ میری ایک بھیڑ بھی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اس میں حضرت داؤد کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔

حضرت امیر نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن نے انبیا پر جسقدر الزامات تھے ان سب کو رد کیا ہے اس نے الزامات کا ذکر تک نہیں کیا خیال [illegible] اعتراض نہیں اوریا کے قصہ کا ذکر بائیبل میں ہے [illegible] حضرت لوط کے متعلق جو بائیبل میں قصہ ہے [illegible]

ڈاکٹر زویمر (کمی وقت کا عذر کرتے ہوئے) میں پھر نومبر میں لاہور آؤنگا اور اس وقت بعض مسائل میں آپ سے طویل گفتگو کا ارادہ ہے، پروفیسر سراج الدین آپ سے ملاقات کا انتظام کریں گے میں چاہتا ہوں کہ بعض مشترکہ کام آپکے ساتھ ملکر کے جائیں اور آپ سے اشتراک عمل کی صورت پیدا کی جائے مثلاً انسداد مے خواری میں آپ اور ہم ملکر کام کرسکتے ہیں

حضرت امیر لیکن مسیحی پادریوں کو رسوم مذہبی میں شراب کا جو استعمال کرنا پڑتا ہے اس کا آپ کیا علاج کرینگے۔

ڈاکٹر زویمر مسیحی پادری شراب کا قطعاً استعمال نہیں کرتے ہ

حضرت امیر کیا عشائے ربانی پر بھی ؟

ڈاکٹر زویمر اس موقعہ پر بالکل معمولی مقدار میں استعمال ہوتی ہے جو چنداں قابل اعتراض نہیں ؟

حضرت امیر لیکن تھوڑے سے ہی انسان بہت کی طرف چلا جاتا ہے

ڈاکٹر زویمر یہ صحیح نہیں بلکہ انسان زیادہ کے استعمال سے بچا رہتا ہے،

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ مختصری صحبت ان چند پر لطف باتوں پر ختم ہوگئی،

ڈاکٹر زویمر ایک دراز قد اور وجیہ آدمی ہیں، عربی خوب بولتے ہیں [illegible] انکی تمام زندگی کام پر صرف ہوئی ہے، قوم کے لحاظ سے امریکن ہیں لیکن ہیڈکوارٹر انہوں نے قاہرہ (مصر) میں بنا رکھا ہے جہاں رسالہ مسلم ورلڈ کا دفتر بھی ہے،

امرتسر کی ناکامیاب بالمیک کانفرنس

مورخہ ۲۲-۲۳ اکتوبر کو امرتسر میں بالمیک کانفرنس ڈاکٹر مونجے کی صدارت میں ہوئی اس کانفرنس کا اشتہار جس شد و مد کے ساتھ اخبارات میں دیا گیا تھا اس کے لحاظ سے اسے کامیاب کانفرنس کہنا نہایت مشکل ہے کانفرنس کا پنڈال اگرچہ بہت بڑا تھا مگر حاضری بہت کم تھی اور اسپر بھی ہر اجلاس میں گڑبڑ سی دکھلائی دیتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اچھوت لوگ بھی آریوں کے خیالات سے متفق نہیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب دکھانے کی باتیں ہیں اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں - کانفرنس میں جسقدر تقریریں ہوتیں بالعموم اشتعال انگیز اور دل آزار تھیں ڈاکٹر مونجے اور مہاتما ہنسراج لالہ رام پرشاد اور پنڈت نیکی رام تو خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے برخلاف زہر اگل رہے تھے مسلمانان امرتسر نے انکی اشتعال انگیزیوں اور زہر افشانیوں سے تنگ ہوکر بصدارت مولانا محمد اسمعیل صاحب غزنوی قیصری باغ امرتسر میں ایک جلسہ کرکے صدائے احتجاج بلند کی اس جلسہ میں بعض اکالی بھائیوں نے بھی تقریریں کیں اور بتلایا کہ ہمارا آریوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مسلمان ہمارے بھائی ہیں ہمارے ان کے قدیم الایام سے دوستانہ تعلقات چلے آتے ہیں کانفرنس شدھی کے باطل مسئلے کو طاقتور بنانے کے لئے کی گئی ہے اس لئے سکھوں کو اس سے محترز رہنا چاہیئے مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام اور پنڈت قادر بخش صاحب نے بھی اس جلسہ میں نہایت موثر تقریریں کیں۔ اور کانفرنس کی حقیقت پر پوری پوری روشنی ڈالی- اچھوت بھی اس جلسہ میں کثرت کے ساتھ شریک تھے- آخر میں مولانا عصمت اللہ صاحب کی تحریک اور حکیم احمد حسن صاحب کی تائید سے ڈاکٹر مونجے کی اشتعال انگیز تقریروں پر اظہار نفرت کے لئے زور و شور کے ساتھ ایک رزولیوشن بھی پاس ہوا۔ اور جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

چونکہ بالمیک کانفرنس اکالی بھائیوں کے نقطۂ نظر سے ناموزوں تھی اس لئے انہوں نے اسکی مخالفت میں حصہ لیا- اور آخر تک کانفرنس ناموزوں اور فضول رہی ناکامیاب رہی- روپیہ

ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس

اور

پنڈت چموپتی کے خیالات

پنڈت چموپتی ایم۔اے نے پرکاش مورخہ ۲۳ میں ایک مضمون "ستیارتھ پرکاش کا چودھواں سملاس" کے عنوان سے حوالۂ قلم کیا ہے اور اس میں ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے اصلی اور غیر الحاقی ہونے پر بہت بڑا زور دیا ہے انہوں نے اس کے الحاقی ہونے کے صحیح اور سچے واقعہ کو جسکے کثرت کے ساتھ تاریخی شواہد موجود ہیں جھٹلانے کی سعی لاحاصل کی ہے دوران مضمون میں انہوں نے بعض غیر متعلق باتوں کو تحریر کرکے اور اصلی مبحث سے الگ ہو کر پبلک کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی بھی کوشش کی ہے پنڈت جی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی بیکار باتوں سے انکا مطلب پورا نہیں ہو سکتا بلکہ ایسی باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ خود انکے پاس اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل ہی موجود نہیں۔

مصنفین کا عام قاعدہ

ہے کہ جب انکی تصنیف کردہ کتاب کا ایک ایڈیشن ختم ہو جاتا ہے اور کتاب کو ترمیم کرکے نیا اڈیشن نکالنا چاہتے ہیں تو ازسر نو پوری کتاب لکھنے کی زحمت نہیں کرتے بلکہ شایع شدہ کتاب ہی پر نظر ثانی کر لیتے ہیں اور بعض فقرات یا الفاظ کو کاٹ کر انکی جگہ نئے فقرے یا الفاظ کوئی خاص نشان مقرر کرکے حاشیہ پر لکھدیتے ہیں تاکہ خود انکا قیمتی وقت بھی ضایع نہ ہو اور کاتب کو کاپی کرنے کے وقت بھی کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اگر کتاب کا حاشیہ کافی نہ ہو تو چیپیاں لگادی جاتی ہیں اسی طریق پر حذف و اسقاط یا ازدیاد و اضافہ وغیرہ سب کچھ آسانی سے ہو جایا کرتا ہے، مگر پنڈت چموپتی کی تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سوامی جی کا طرز تصنیف اس سے بالکل نرالا تھا وہ نظر ثانی کے وقت کتاب کو ازسر نو نقل کرواکر اس کی اصلاح کیا کرتے تھے کیا یہ کوئی دانشمندانہ طریق ہے؟

ایک شایع شدہ کتاب پہلے ہی موجود تھی اسپر اصلاح کردیتے، اس سے مطلب بھی پورا ہو جاتا اور وقت بھی رایگاں نہ جاتا کاتبوں کو بھی ناحق اجرت نہ دینی پڑتی۔

شایع شدہ نسخہ کی نقل کرانا اور ہو بہو نقل کرواکر پھر اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرنا سوامی دیانند جیسے دانشمند مہرشی کا کام نہیں ہو سکتا یہ تو پنڈت جی کی طبع نکتہ زا ہی کی نکتہ آفرینی معلوم ہوتی ہے، اور بنائی ہوئی بات ہے۔ ہم تو سوامی جی مہاراج کو اس سے بہت ارفع سمجھتے ہیں کہ ایسا فضول اور مسرفانہ کام کریں ہاں یہ امر ممکن ہے کہ انہوں نے پہلے اڈیشن کو اول سے آخر تک غلط قرار دیکر ردی خانہ میں ڈال دیا ہو اور ازسر نو کتاب کو مرتب فرمانے اور تصنیف کرنے کی طرف عنان توجہ کو منعطف فرما دیا ہو مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں

موجودہ ستیارتھ پرکاش کا دیباچہ

جسکے مترجمین میں خود پنڈت جی کا نام بھی موجود ہے اس امر کی بین دلیل ہے کہ موجودہ ستیارتھ پرکاش ازسر نو تصنیف نہیں کی گئی اور طبع اول ہی کی ترمیم کردہ صورت ہے طبع اول کے بعض فقروں اور لفظوں میں کانٹ چھانٹ کرکے چھپوا دی گئی ہے، اور کانٹ چھانٹ بھی اس طریق پر کی گئی ہے کہ طبع اول اور طبع ثانی کے مطالب میں فرق نہیں آنے پایا چنانچہ موجودہ ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں لکھا ہے "وہ اس مرتبہ کہیں کہیں الفاظ فقرات اور عبارت میں فرق ہوا ہے جو مناسب تھا کیونکہ اسکے بدون عبارت کی ترتیب میں درستی مشکل تھی مگر مفہوم میں فرق نہیں آیا البتہ اس کو واضح کردیا گیا ہے،" ستیارتھ پرکاش جدید ایڈیشن صفحہ ۳

اس صریح بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ

ا۔ موجودہ ستیارتھ پرکاش طبع اول ہی کی ترمیم کردہ صورت ہے اور نئی تصنیف نہیں۔

ب۔ طبع اول و ثانی کے مطالب میں کوئی فرق نہیں۔

ج۔ کہیں الفاظ یا فقرات و عبارت میں ترمیم ہوئی ہے اور بس۔

دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آوے گا سوامی جی تو کہتے ہیں مطالب میں فرق نہیں آنے پایا کہیں کہیں الفاظ، فقرات یا عبارت میں ردو بدل ہوا ہے۔ مگر یہاں تو سارا معاملہ ہی برعکس ہے مطالب میں کوئی موافقت ہی نہیں اور الفاظ و فقرات یا عبارت کا یہ حال ہے کہ کسی ایک فقرے کا باہم مطابق ہو جانا محالات سے ہے پس ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ موجودہ ستیارتھ پرکاش اور اس کا قلمی نسخہ موجودہ اجمیر سوامی جی کا مرتب کردہ ہے، تو پنڈت جی ہی کو جرات ہے کہ خم ٹھونک کر ایسی بات منہ سے نکالیں اور

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کا مصداق بنیں پنڈت جی مہاراج کو سوچنا چاہئے تھا کہ ستیارتھ پرکاش کے موجودہ اڈیشن کی اس بے جا حمایت سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا الٹا سوامی جی مہاراج پر کئی اعتراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

اول یہ کہ اگر ستیارتھ پرکاش کے نئے اور پرانے اڈیشن میں عبارت و مفہوم کے لحاظ سے افتراق کلی پیدا ہو گیا تھا تو پھر دیباچہ غلط کیوں لکھدیا۔

دوم یہ کہ اگر دیباچہ صحیح ہے تو پھر لفظی اور معنوی کلی افتراق کیوں ہوا۔

ہماری تحقیق میں سوامی دیانند جی مہاراج پر غلط نویسی کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ پنڈت جی نے محبت کے نشہ میں چور ہو کر انکی پوزیشن کو خطرناک بنا دیا ہے۔ ورنہ وہ اس قسم کی لاطائل باتوں سے بالکل بری تھے

حقیقت الحال

یہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش کا موجودہ اڈیشن سوامی جی کا تصنیف کردہ نہیں۔ انکا تصنیف کردہ اڈیشن وہی ہے جو کہ راجہ جے کشن سی ایس۔ آئی کے اہتمام سے ۱۸۷۵ء میں بمقام بنارس چھپا تھا۔ اسپر کوئی اعتراض بھی نہیں۔ موجودہ ایڈیشن ان کے فوت ہو جانے کے بعد پوری کتر بیونت کرکے اور تیرھواں چودھواں باب اپنی طرف سے لگا کر چھپوایا گیا ہے کیونکہ طبع اول میں یہ دونوں باب موجود نہیں ہیں، اب ہمیں یہ کہنے کا پورا حق حاصل ہے کہ موجودہ ستیارتھ پرکاش اور اس کا قلمی مسودہ موجودہ اجمیر سوامی جی کا مرتب کردہ نہیں۔ اور تیرھواں چودھواں باب قطعاً جعل جاعل ہے، ان کے الحاقی ہونے میں کوئی شک نہیں پنڈت جی مہاراج کو موجودہ ایڈیشن کے اصلی قرار دینے میں غلط فہمی ہوئی ہے، اور اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے اخبار پرکاش میں ایک بے سروپا مضمون لکھ مارا ہے،

تعجب کی بات

ہے کہ تیرھویں چودھویں باب کے الحاق کرنے والے نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اس سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں میں نفرت کے جذبات پیدا ہو جاویں گے اور سوامی جی مہاراج پر ناحق نفرت پیدا کرنے کا الزام آئے گا۔ ورنہ وہ دوستی کے پردے میں ایسی دشمنی نہ کرتا، اور ستیارتھ پرکاش کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دیتا۔

اب ہم پنڈت جی کی مزید تسلی کے لئے تیرھویں چودھویں باب کے الحاقی ہونے کے مزید ثبوت تحریر کرتے ہیں تاکہ ان کا خیالی قلعہ جڑ ہی سے اکھڑ جائے اور انہیں معلوم ہو جاوے کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ستیارتھ پرکاش کا دوسرا اڈیشن

سوامی جی کی زندگی میں شایع نہیں ہوا، وہ اپنی زندگی میں پہلے ایڈیشن ہی کی اشاعت فرماتے اور اسے بیچتے رہے اور شرادھ کے مسئلے کے سوا انہوں نے کوئی اعلان نہیں کیا، کہ یہ اڈیشن غلط اور ناقابل اعتبار ہے جہاں گئے اسی ایڈیشن کو لئے ہوئے اور اسی پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھتے رہے، اس ایڈیشن میں تیرھواں چودھواں باب نہیں ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ سوامی جی کے فوت ہو جانے کے بعد کسی نے ان دو بابوں کا اضافہ کردیا اس لئے دونوں باب سوامی دیانند جیسے فاضل انسان کی تصنیف نہیں قرار دیئے جا سکتے ناقابل اعتبار اور الحاقی ہیں

لالہ لاجپت رائے جی فرماتے ہیں

[illegible] ایس آنند

سے ۱۸۸۰ء میں چھپوائی گئی سوامی جی خود اس بات کا پرچار کرتے اور کراتے رہے، اس کے بیچنے کا جگہ جگہ پر بندوبست کیا گیا، سوامی دیانند کی زندگی میں تو یہی ستیارتھ پرکاش پرچار پاتا رہا،" مہرشی دیانند صفحہ ۱۵۶

علاوہ ازیں سوامی شردھانند جی مہاراج آدم ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں آریوں کو نصیحت اور فہمایش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"یہ ستیارتھ پرکاش انگیکار کرکے پرو تا سر و تھا بھلا دینے میں آریہ پرشوں نے بہت بھول کی" !

ان کھلے کھلے ثبوتوں کے ہوتے ہوئے

کون کہہ سکتا ہے

کہ ستیارتھ پرکاش طبع اول اصلی نہیں اور طبع ثانی مستند ہے جب ہر لحاظ سے ستیارتھ پرکاش طبع اول کا اصلی ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں تیرھواں اور چودھواں باب نظر نہیں آتا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہر دو دل آزار اور اشتعال انگیز بابوں کے ضبط کرنے کا گورنمنٹ عالیہ سے مطالبہ نہ کیا جاوے یہ ایک جائز مطالبہ ہے اور اس سے یہ بھی متصور ہے کہ سوامی جی مہاراج پر جو اسلام کی بیجا مخالفت کا الزام عائد ہوتا ہے وہ دور ہو جائے اور دونوں قوموں میں ازسر نو اتحاد کا رابطہ پیدا ہو۔ اور اب تو سماجی دوستوں نے یہ اشتہار دیکر کہ ستیارتھ پرکاش کو ہر مسلمان کے گھر میں پہنچا دینا چاہئے یہ مطالبہ اور بھی ضروری کر دیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں بابوں کا مطالعہ

مسلمانوں میں ہیجان

پیدا کریگا اور تعلقات آگے سے زیادہ خراب ہو جاویں گے اس نکتہ پر گورنمنٹ کو توجہ دینی چاہئے،

کرم ویر اور ملاپ، ویر تاپ وغیرہ اخبارات میں کئی اشتہار اس مضمون کے شایع ہو چکے ہیں، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس معاملہ کی طرف خاص طور پر توجہ منعطف کرے۔

(بندہ عصمت اللہ مبلغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

چندہ امداد مقدمہ لائٹ

معرفت جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم

نام	رقم
شیخ غلام محی الدین صاحب	صہ
شیخ قمر الدین صاحب	صہ
شیخ عبدالعلی صاحب	عـہ
میاں غلام حسین صاحب ہیڈ ماسٹر	صہ
مولوی محمد فردوس صاحب	عمعہ
چودہری غلام محمد صاحب	عمعہ
خدابخش صاحب ٹیلر ماسٹر	عمعہ
راجہ الٰہی بخش صاحب	سے
ملک ستار محمد صاحب	عـا
شیخ غلام حسن صاحب ہیڈ کلارک چھاؤنی	صہ
مہر رکن الدین صاحب	عمعہ
مستری نبی بخش صاحب	عمعہ
منشی نظام الدین صاحب	صہ
میاں حکم دین صاحب	عـا
اہلیہ میاں حکم دین صاحب	عـا
میاں نصیر احمد صاحب	عمعہ
شیخ عبدالعزیز صاحب سوداگر	۸ر
میاں محمد عالم صاحب	عمعہ
مولاداد صاحب جمعدار رفوگر	عمعہ
ماسٹر کریم بخش	۴ر
مولا داد صاحب	عہ
سیٹھ احمد دین صاحب	صہ
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	۵مہ
مستری عبداللہ صاحب	۴ر
شیخ محمد رمضان صاحب	۴ر
بابو فضل کریم صاحب	عہ

مقدمہ لائٹ

گواہان استغاثہ پر جرح

۲۴ اکتوبر کی بقیہ کارروائی

ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کے بیانات

شدھی اور سنگھٹن

ملک برکت علی صاحب ایم اے ایڈوکیٹ کی جرح کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ throwing out of gunda کے الفاظ سے مضمون نگار کا اشارہ کس بات کی طرف ہے ممکن ہے کہ تحریک شدھی کی طرف اس کا اشارہ ہو مجھے کسی ایسی غیر مناسب بات کا علم نہیں جو شدھی کا کام کرنے والوں کی طرف سے عمل میں آئی ہو، مسلمانوں کی طرف سے بعض اوہر ادہر کی باتیں شدھی کی تحریک کے خلاف سننے میں آئی ہیں لیکن ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی گئی جس کے ان کے برُے اور غیر مناسب رویہ کی شہادت ملتی ہو اس کے برخلاف ہندو عورتوں اور بچوں کے اغوا کی شکایات مسلمانوں کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ابھی اگلے ہی دن مجھے کراچی سے ایک لڑکی کے اغوا کی خبر ملی، جس کا مقدمہ کراچی کی عدالت میں چل رہا ہے، مجھے اس بات کا علم ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے یہ الزام دیا جاتا ہے کہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات کو بگاڑنے کا موجب ہوئی ہیں میں وثوق کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ آیا شملہ کی حال ہی کی اتحاد کانفرنس میں مسلمانوں کی طرف سے ان دونوں تحریکات کو بھی وجوہ نارضی میں شامل کیا گیا تھا یا نہیں میں کانفرنس کا ممبر منتخب ہوا تھا لیکن شامل نہیں ہوا۔

راجپال

کی بریت پر مسلمانوں میں بہت بڑی ایجی ٹیشن برپا ہوئی تھی۔ اس ایجی ٹیشن کے مقاصد میں سے ایک یہ مقصد بھی تھا کہ راجپال کو سزا دیا نے یا آرڈیننس نافذ کیا جائے میں نے سنا تھا کہ مسلمانوں کا ایک ڈیپوٹیشن بھی گورنر کے پاس گیا تھا مجھے یقین ہے کہ اسی ایجی ٹیشن کے نتیجہ میں مقدمہ ورتمان کو آزمائشی مقدمہ کے طور پر ہائی کورٹ میں تبدیل کیا گیا تھا "فائٹ ٹو دی فنش" کے مضمون میں سب سے پہلا فقرہ غالباً ایجی ٹیشن کے متعلق ہے جو راجپال کی بریت کے بعد برپا ہوئی یہی میں نے اس فقرہ کا مطلب سمجھا، اگلے فقرات میں مضمون نگار نے مسلمانوں کو ہوشیار ہونے کی تلقین کی ہے Rajpals کے لفظ سے مراد راجپال جیسے لوگ سمجھتے ہیں، اگر راجپال نے یہ کتاب سمجھ سوچ کر اور اس کے مضامین سے واقفیت ہوئے شایع کی تھی تو اس کی ذہنیت کو شر انگیز کہا جاسکتا ہے اس ذہنیت کو monstrous مہیب کہنا صرف مبالغہ ہے میرے نزدیک یہ بھی کوئی monstrous (ہیبتناک) نہیں کہ اس ذہنیت کو monstrous کہا ۔۔۔ مسلمان

آریہ سماج

کے متعلق دشمنی کے خیالات رکھتے ہیں، مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ شایع شدہ کتابوں میں سے ایسے فقرات جن میں ان انبیا کو گالیاں دی ہیں جنکی وہ عزت کرتے ہیں نکال دیئے جائیں غیر حق بجانب نہیں قرار دیا جاسکتا یہ بات کہ اس مطالبہ سے منافرت پیدا ہوگی یا نہیں صرف اس مطالبہ کے پیش کرنے کے طریق پر منحصر ہے، محض یہ مطالبہ کوئی منافرت پیدا کرنے والا نہیں مجھے معلوم نہیں کہ سناتن دھرم نے ایسے فقرات کو ستیارتھ پرکاش میں سے خارج کردینے کا مطالبہ کیا ہے یا نہیں، مجھے اس بات کا ہے کہ مسلم آؤٹ لک جیسے اسلامی اخبارات

ڈاکٹر مونجے اور ہندو مہاسبھا

کو مسلمانوں کا دشمن قرار دیکر اس پر وقتاً فوقتاً لے دے کرتے رہتے ہیں مسلمان لیڈروں کو میں نے ڈاکٹر مونجے پر لے دے کرتے ہوئے نہیں سنا، سر محمد شفیع نے اس مضمون میں جو میرے نوٹس میں لایا گیا ہے ہندو مہاسبھا کے لیڈروں پر لے دے کی ہے میں ڈاکٹر مونجے کو ایک اعلیٰ

کے خیالات کے متعلق شدید غلط فہمی ہوئی ہے، وہ آج کل ہندو مہاسبھا کے پریزیڈنٹ ہیں، میں پنجاب پراونشل ہندو مہاسبھا کا پریسیڈنٹ ہوں مجھے ڈاکٹر مونجے کی کوئی ایسی تقریر معلوم نہیں جسمیں اس نے مسلمانوں کے خلاف لاٹھی کے استعمال کی حمایت کی ہو، اس نے امن کش لوگوں کے خلاف کچھ کہا ہے خواہ وہ کوئی ہوں مسلمانوں نے اسے اپنے اوپر لگا لیا۔ کیونکہ امن شکنی کا الزام عام طور پر انہی پر دیا جاتا ہے مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا، کہ میں ڈاکٹر مونجے کے اس خیال کی تائید کرتا مجھے اس کے اندر کوئی ایسی قابل اعتراض بات نظر نہیں آئی کہ میں اس سے اظہار ناراضی کرتا

ہندو دنگل اور اکھاڑے

گذشتہ دو تین سالوں میں زیادہ ہر دلعزیز ہو گئے ہیں ہندو مہاسبھا نے ہندوؤں کی جسمانی کمزوری کو محسوس کرکے ہندوؤں سے اپیل کی ہے کہ اپنی جسمانی طاقت کو بڑھائیں ہندو پراونشل سبھا نے کوئی دنگل قائم نہیں کیا ایک اکھاڑے کی افتتاحی رسم کی تقریب لاہور ہی میں منعقد ہوئی تھی راجہ نریندر ناتھ اس موقع پر پریزیڈنٹ تھے ہزار روپیہ کی رقم میری معرفت اس کام کے لئے دیگئی تھی ہندو سبھا کی طرف سے اس مقصد کے لئے کوئی اپیل کبھی شایع ہوئی ہو یہ ۱۹۲۶ء کی بات ہے شدھی کی تحریک آل انڈیا ہندو مہاسبھا نے شروع نہیں کی تحریک سنگھٹن اس نے شروع کی ہے آل انڈیا ہندو مہاسبھا تحریک شدھی کی موید اور ہوا خواہ ہے میں نہیں جانتا کہ

"فراست مومن"

کے الفاظ کا اشارہ کس بات کی طرف ہے میرے خیال میں ان الفاظ کے معنے مومن کی بصیرت ہیں یہ ہندوؤں کے بارہ میں ہے Crush the monster کے فقرہ سے راجپال کی ذہنیت کا کچل دینا بھی مراد ہوسکتا ہے اور اگر اسے مضمون کے دوسرے حصص کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے تو ہندوؤں کو جسمانی رنگ میں مارنا بھی اسکی مراد ہے میرے خیال میں مضمون نگار کے مد نظر قتل و غارت کے لئے مشتعل کرنا تھا، اس نے ملتے جلتے الفاظ لکھ دیئے ہیں جن کے دونوں معنے ہو سکتے ہیں monster کو کچلنے اور steel کو ساتھ کرنے کے فقرات سے میں نے یہی سمجھا کہ وہ تشدد کی تعلیم دیتے ہیں نہ کہ خالصتہ کسی قوم کے لب و لہجہ کو اعلیٰ اخلاقی معیار پر لے جانا چاہتے ہیں مجھے معلوم نہیں مضمون نگار نے

سٹیل کے معنے

بھی کئے ہیں، اب میں نے دیکھا ہے کہ صلا پر مضمون نگار نے steel کے لفظ کو طاقت کے مترادف قرار دیا ہے، لیکن اس نے strength اور steel کے الفاظ علحدہ علحدہ استعمال کئے ہیں اس نے جو وضاحت کی ہے وہ مضمون کے سابقہ فقرات سے مطابق ہے اگرچہ سٹیل کا لفظ بعض وقت طاقت کے معنوں میں بھی استعمال کر لیا گیا ہے میں اس بات کا حامی ہوں کہ ہندو مسلمان ہر دو کے لئے مضبوط ہونا ضروری ہے طاقت کو بڑھانے پر زور دینا کسی کی دل آزاری کا موجب نہیں ہوسکتا اور نہ دلآزاری ہوتی ہے بشرطیکہ مناسب طریق سے ایسا کیا جائے جس سے دوسرے کو کوئی نقصان پہنچانا پیش نظر نہ ہو ان الفاظ کے بعد کے فقرات میں جہاں اس نے سٹیل کے معنے کئے ہیں سٹیل کا لفظ غالباً طاقت ہی کے معنوں میں استعمال کیا ہے

... by the steel کے فقرہ کا مطلب کھڑے ہونے کی تلقین اس میں کی ہو میں اس کو نہیں جانتا اس قسم کا مشورہ جس طرز سے اس فقرہ میں دیا گیا ہے، بہت ہی اچھا مشورہ ہے your ranks - close them up کا مطلب اتحاد بھی ہے اتحاد کی تعلیم نہایت عمدہ ہے بشرطیکہ کسی خاص قوم کو اس کا آماجگاہ نہ بنایا جائے، سٹیل کہ مدینہ کا ذکر معاملہ کو پیچیدہ بنا دیتا ہے اور اس کے ذریعہ سے مضمون نگار نے جنگ کی تعلیم دی ہے کیونکہ پیغمبر اسلام کے وقت میں مدینہ میں اقتصادیات کا کوئی سوال نہ تھا۔ مدینہ وہ جگہ ہے جہاں نبی اسلام نے مجبوراً مکہ چھوڑنے کے بعد پناہ لی تھی اور اپنی افواج کو جمع کیا تھا اور یہی وہ جگہ تھی جہاں سے آپ نے اپنے عساکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تھا، یہ ایک جسمانی لڑائی تھی اور میں اس سے واقف نہیں کہ یہ جارحانہ حملہ تھا، یا مدافعانہ

فائٹ ٹو دی فنش

کا مطلب اقتصادی جنگ بھی ہوسکتا، لیکن اس میں جسمانی لڑائی کے لئے مشتعل کرنا بھی شامل ہے میں نے مقدمہ راجپال کی پیروی ہائی کورٹ میں کی تھی، لیکن اس کا معاوضہ میں نے نہیں لیا، ہاں میں نے اس سے عہد لے لیا، کہ پھر وہ ایسا کام کبھی نہ کریگا ہندو سبھا نے جسکا میں پریزیڈنٹ ہوں اس مضمون کے متعلق نفرت کا ریزولیوشن پاس نہیں کیا مضمون "فائٹ ٹو دی فنش"، کہیں کہیں تھوڑی تھوڑی تعداد کے سوائے تمام ہندوؤں کے خلاف ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ تمام ہندو راجپال ہیں سوائے اس کے کہ کہیں کہیں کوئی کوئی اس سے مستثنیٰ ہیں اس سے میرا اشارہ صلا کالم ایک کے آخری فقرہ کی طرف ہے مضمون نگار نے تمام ہندوؤں کو راجپال قرار دیا ہے، اور راجپال کہکر ان پر حملہ کیا ہے اور ہر مسلمان سے چاہا ہے کہ وہ عبدالرشید بن جائے میں "لائٹ"، کا خریدار نہیں ہوں، میں نے اس کے صرف تین نمبر دیکھے ہیں ان میں سے دو تو عدالت میں ہیں اور ایک میرے خیال میں آخری پرچہ ہے جو میں نے دیکھا ہے، ممکن ہے میں نے ان نمبروں کے دوسرے مضامین پر بھی نظر ڈالی ہو مجھے یاد نہیں کہ اسی اشاعت میں "ایک خدا ایک انسانیت"، کا مضمون بھی دیکھا ہو، جدید ہندو ذہنیت سے مضمون نگار کی مراد

ہندوؤں کی عام بیداری

ہے، راجپال کی ذہنیت لازمًا مراد نہیں، یہ نئی بیداری سنگھٹن اور شدھی وغیرہ کے متعلق ہے، یہ دونوں تحریکات مخالفت اسلام تحریک کی صورت میں نمایاں نہیں ہوئیں سوائے اس کے کہ ان تحریکات کا یہ منشاء ہے کہ ہندو مسلمانوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا آماجگاہ اپنے آپ کو نہ بننے دیں مجھے یقین نہیں کہ لالہ لاجپت رائے نے سنگھٹن کو خلاف اسلام تحریک قرار دیا ہے، اور میں اس کو . . . . نہیں مانتا مجھے یقین نہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات کہی ہو لالہ لاجپت رائے کی رائے جو ۳۰ دسمبر ۱۹۲۴ء اخبار ٹریبیون میں درج ہے اور جو مجھے عدالت میں پڑھکر سنائی گئی ہے، صحیح نہیں، یہ رائے انہوں نے اسوقت دی تھی جب وہ پکے سوراجسٹ تھے اور ہندو سبھا کے مخالف اور مالوی جی کے قطعاً خلاف تھے، کنفشن آف کرائم"، کے مضمون میں مساوات انسانی کا جس فقرہ میں ذکر ہے اس میں

تعلیم اسلام

کی طرف اشارہ ہے، اور میں اس کو قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں لیکن اس فقرہ سے مضمون نویس کی حقیقی ذہنیت اور عملی حالت واضح نہیں ہوتی، وہ اس بات کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن تمام پیرا کا اثر یہ ہے کہ گویا مضمون نویس نے مختصراً یہ کہا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ دوستانہ سلوک کرتے رہے ہیں لیکن تم نے پروا نہیں کی اب ہم دوسرے طریق سے تم سے سلوک کریں گے، اور اس طریق کو اگلے فقرات میں واضح کیا گیا ہے مضمون نویس نے monstrous mentality ہیبتناک ذہنیت سے مضمون کو شروع کیا ہے لیکن تمام

مضمون کا لب و لہجہ

اس بات سے بہت بعید ہے کہ اسے ایک خطبہ امن قرار دیا جائے اس نے سوروں کے آگے موتی پھینکنے کا ذکر کرکے ہندوؤں کو سور قرار دے دیا ہے مضمون نگار نے بجائے اس کے کہ یہی ذہنیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۱۶ ۲ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۴

اسلام اور تلوار

(۱)

ہندو اخبارات کا شرانگیز پروپگنڈا

تیج کا ایک اشتعال انگیز مضمون

ہندو اخبارات نے آجکل باہم سازش کر رکھی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اسلام اور مسلمانوں کو ظالم وحشی اور سفاک ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے دنیا میں کوئی واقعہ قتل و خونریزی کا ہو، ہندو اخبارات نے اسکو مسلمانوں کے سر تھوپنے اور اسلام کی تعلیم کا نتیجہ قرار دینے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، سوامی شردھانند کے قتل کے موقعہ پر باوجودیکہ ہندوستان کی ہر اسلامی انجمن، ہر ایک مسلمان لیڈر اور اسلامی اخبارات نے قاتل کے فعل سے بیزاری کا اعلان کیا تاہم "ورتمان" نے اپنے کالموں میں صاف طور پر لکھدیا کہ یہ واقعہ اسلامی تعلیم کا نتیجہ ہے جس نے کفار کو مارنے پر بہشت کا وعدہ رکھا ہے، اس کے بعد شاید ہی ہندوؤں کا کوئی پرچہ ہو جس نے اسلامی تعلیم کو قتل و خونریزی کا منبع قرار دینے اور مسلمانوں کو ظالم و سفاک ٹھیرانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہو فرضی تاریخی قصوں کو جن میں مسلمانوں کے مظالم بیان کئے گئے ہیں کارٹون اور نصاویر کے ذریعے سے شایع کیا گیا، سکھوں اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی خونچکانیوں اور انکے معصومین پر محض مذہب کیوجہ سے ظلم و ستم کے قصے سنا سنا کر اشتعال دلایا گیا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ فضا بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور حکام نے اس بات کی توجہ لگانے کی ذرا کوشش نہ کی اس بگڑی ہوئی فضا کا سبب اصلی ہندو اخبارات ہی تو نہیں ؟ دفعہ ۱۵۳ الف کا اثر و نفاذ اگر ہوا تو مسلمانوں پر ہندو اخبارات نے اس شرانگیز پروپاگنڈا کی کہ اسلام قتل و غارت کی تعلیم ہے، کوئی پروا نہ کی گئی اس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے حوصلے انتہا بڑھ چکے ہیں اور اسلام کے متعلق جو بھی بری سے بری بات ان کے قلم سے نکل سکتی اس کے اظہار سے دریغ نہیں کیا جاتا اس وقت ہمارے سامنے ۲۰ر اکتوبر کے اخبار تیج کا ایک نہایت شرانگیزی مضمون ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ اخبارات نے حکومت انگریز کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھ لیا ہے اور تہذیب و اخلاق تو ایک طرف رہے قانون کا بھی اب انہیں کوئی خوف نہیں۔ ہم ذیل میں تیج کے اس شورانگیز مضمون کے چند فقرات نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ اسلام کے متعلق کس قدر خطرناک غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے اور حکومت اس سے کس قدر لاپروا ہے۔ ان غلط بیانیوں کا جواب ہمارے پاس سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ واقعات کی شہادت سے یہ ثابت کیا جائے کہ آریوں کے یہ بہتانات مسلمانوں پر سوائے افترا پردازی کے اور کوئی وقعت نہیں رکھتے اور اسلام کی تعلیم اس کے قطعاً خلاف ہے آیندہ نمبروں میں ہم انشاء اللہ مفصل روشنی ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ ان مفتریات کی حقیقت ایک دفعہ الم نشرح ہو جائے اور دنیا دیکھ لے کہ اسلام فی الحقیقت کیا ہے اور اس کے مخالفین کا دستور العمل کس قدر شرمناک اور غیر منصفانہ ہے"

"ہو جب مسلمانوں کی قلیل تعداد فاتح بنکر ہندوستان میں آئی تو ان کے سامنے ہندوؤں کے خلاف اپنی حفاظت کا سوال درپیش ہوا اور اس لیے وہ ان کے خلاف اپنی حفاظت کے لئے خدا کے نام پر ایک ہو جاتے تھے"، اخبار تیج اس کی تردید کرتا ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی خونخواریاں قرآن کریم کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ (معاذ اللہ) چنانچہ لکھتا ہے کہ

"لیکن یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے تواریخ کے مطالعہ کرنے والے اور موجودہ زمانے میں اسلامی جوش و خروش کے نظارے دیکھنے والے یہ کب خیال میں لا سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے جو ظلم و ستم کئے وہ صرف اپنی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے کئے آج ہم اس موضوع پر بحث کریں گے کہ آیا اسلامی خونخواریاں اس حفاظتی اصول کا نتیجہ ہیں یا اس الہامی کتاب قرآن کی تعلیم کا اثر ہی یہ ہے کہ مذہب کے نام پر بندگان خدا کا خون بہایا جائے"

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"اس کے خلاف عرب میں محمدؐ صاحب نے اپنی آواز اٹھائی اور بت پرستی اور شرک کے خلاف جہاد شروع کیا لیکن اس جہاد میں محمدؐ صاحب نے اہنسا کے دھرم اور روحانی ہتھیاروں کے بجائے مادی ہتھیاروں کا استعمال کیا اور اپنے پیرؤں کو رحیم اور پاک پروردگار کے نام پر حیوانوں کی قربانی اور انسانوں کے قتل اور غارتگری کا سبق پڑھایا۔ محمدؐ صاحب کے بعد مسلمانوں میں اندھے اعتقاد نے گھر کر لیا اور قتل و غارتگری کا کھلا راستہ اختیار کیا۔"

خلفائے اربعہ پر اس قسم کے اشتعال انگیز حملے کرتے ہوئے قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے حملے کا ذکر کیا ہے اور پھر لکھتا ہے کہ۔

"اسلامی فاتحوں کا نعرہ جنگ اسلام تھا اور انہوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے ہسپانیہ تک دھاوا مارا مذہب کے نام پر ممالک فتح کئے اور لاکھوں غیر مسلموں کے خون کی ندیاں بہا ڈالیں"

مغل شہنشاہوں کا ذکر کرتے ہوئے ہندوؤں کو مسلمانوں کے برخلاف مشتعل کرنے کے لئے لکھا ہے کہ

"مضمون کو طول نہ دیتے ہوئے ہم دیگر مسلمان بادشاہوں کی خونخواریوں کا ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف ان شاہان ذیشان کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر اسلام کے نام کو روشن کیا"

"آج کاشی میں وشوناتھ کی پوجا جتنی شانتی پوروک ہوتی ہے اتنی ہی اورنگزیب کے وقت میں ہوتی تھی لیکن مندر کی ٹوٹی ہوئی دیواریں آج بھی بتا رہی ہیں کہ بشوناتھ کے مندر میں میگزین نہیں تھی۔ بلکہ مندر کے ٹوٹے سامان سے اور ہندوؤں کے خون سے اورنگزیب کو ایک اسلامی مسجد تعمیر کرانی تھی جو آج اس کی یادگار ہے اور جہاں پہنچکر ہر ایک ہندو کی آنکھوں سے آج بھی آنسو نکلتے ہیں اور کلیجہ تھامنا پڑتا ہے"

اس قسم کے واقعات بیان کر کے لکھتا ہے، کہ

"آیئے ناظرین ذرا موجودہ اسلامی ذہنیت پر بھی نظر ڈالئے اور انصاف سے کہیئے کہ ہمارا دعوےٰ کہ اسلام کی خونخواریاں کسی حفاظتی اصول کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ قرآن کی تعلیم کا اثر ہی ہیں۔ سچ ہے یا نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کو ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کو قرآن کی تعلیم سے جسقدر نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ ناممکن ہے اور اسلام کے نام پر جسقدر بنی نوع انسان کو قتل کیا گیا ہے وہ بے شمار ہیں اسلامی عقائد کے مطابق ہی حشر کے دن وہ بے شمار روحیں دربار الٰہی میں اس خداوا دین کے جرنیلوں کے خونی کارنامے بیان کریں گی اسوقت شاید اسلام کے شیدائیوں کو اپنی غلط کاریوں پر افسوس ہو اور حق ناحق میں تمیز کرنے کی عقل آئے ورنہ تو ار[illegible] اور

میں انسانیت کا جذبہ پیدا ہونا ناممکن ہے ہم اس پرم پرماتما سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ ہمارے ان گمراہ بھائیوں کو نیکی اور انسانیت کے جذبہ سے معمور کرے اور اس امن سوز اور زہریلی تعلیم کو جس نے بنی نوع انسان کی زندگیاں مذہب کے نام پر تلخ بنا رکھی ہیں ان کے دل سے نکال دے"

منقولہ بالا الفاظ کو پڑھکر کون مسلمان ہے جس کا دل رنجیدہ نہو فرضی قصوں اور کہانیوں کو لیکر اسلام اور قرآن کو ان کا ذمہ دار قرار دینا انتہا درجہ کی شرانگیزی اور مفسدہ پردازی ہے ایسے بے بنیاد الزامات جو ہندوؤں کو مسلمانوں سے متنفر کرتے اور اسلام کے خلاف اشتعال دلانے کے لئے لکھے ہیں اگر گورنمنٹ خاموشی اختیار کرے تو سوائے اس کے کہ ہندو گورنمنٹ سمجھا جاتا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دراوڑ قوم کا مطالبہ

برہما دارم (مدراس میں) دراوڑ قوم کی جو ہندوستان کی قدیم اچھوت اقوام میں سے ہے۔ ایک کانفرنس مسٹر راجہ ایم۔ ایل۔ اے کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں اونچی ذات کے ہندوؤں کا دراوڑوں کے ساتھ غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک پر اظہار ناراضی کے رزولیوشن پاس کئے گئے اور گورنمنٹ سے مطالبہ کیا گیا کہ منو دھرم شاستر کو ضبط شدہ قرار دے کیونکہ کانفرنس کی رائے میں اس کا وجود آدی دراوڑ قوم کی ترقی میں ایک رکاوٹ ہے ایک اور رزولیوشن میں کانگریس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اسوقت تک ہندوستان کے لئے سلف گورنمنٹ کا مطالبہ نہ کرے جب تک ذات پات کا طریقہ بالکل اڑا دیا جائے

دراوڑ قوم نے جن حالات سے مجبور ہو کر یہ مطالبات پیش کئے ہیں وہ فی الواقعہ اس قدر افسوسناک ہیں کہ انسانیت کا چہرہ ان کے سامنے شرم و ندامت سے عرق عرق ہو جاتا ہے ذات پات کی لعنت نے ان کو اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے بیرحمانہ اور ذلت آمیز سلوک کا تختہ مشق بنا رکھا ہے اور اس کی جڑ فی الحقیقت منو دھرم شاستر میں ہے لیکن آیا اس کا علاج وہی ہے جو انہوں نے تجویز کیا ہے؟ منو دھرم شاستر کی ضبطی تو ایک ناممکن بات ہے اور جب تک وہ ہندو ہیں اس لعنت سے ان کا باہر نکلنا بھی ناممکنات میں سے ہے وہ اگر مخلصی چاہتے ہیں تو وہ صرف اسلام میں ہے اگر آج وہ قبول اسلام کا اعلان کر دیں تو تمام ذات پات کی بندشیں اور رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں اور وہ اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے بجائے ان سے اونچے بیٹھ سکتے ہیں کاش کوئی شخص ان کو اسلام کی صحیح تعلیم بتانے والا ہو۔

نواب سر عبدالقیوم کی ہمشیرہ محترمہ کا انتقال

قارئین کرام یہ سنکر از حد متاسف ہوں گے کہ علاقہ سرحد کے واجب الاحترام رئیس صاحبزادہ نواب سر عبدالقیوم خانصاحب کی ہمشیرہ محترمہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون،

نواب صاحب موصوف کی یہ اکیلی ہی بہن تھیں جو عمر میں ان سے بڑی تھیں والدہ کی طرح ان سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتی تھیں نواب صاحب کا اصل وطن موضع ٹوپی تحصیل صوابی ضلع پشاور ہے اور مرحومہ موضع بوتہ میں بیاہی ہوئی تھیں جو ٹوپی سے چند میل فاصلہ پر ہے، مرحومہ کے فرزند ارجمند محمد اکبر خاں صاحب بوتہ کے رئیس ہیں اور انکی صاحبزادی ہمارے محترم دوست ڈپٹی دلاور خاں صاحب احمدی کے رشتہ زوجیت میں داخل ہیں، خاتون موصوفہ نہ صرف عمر کے لحاظ سے بلکہ اپنی دانائی نیکی اور تدبیر کی وجہ سے تمام خاندان میں واجب الاحترام سمجھی جاتی تھیں اور اس لئے نواب صاحب کو انکی مفارقت سے جسقدر بھی صدمہ پہنچا ہو ایک فطری بات ہے ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو، اور ان کو اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، آمین،

جن معاونین کو چندوں کے ختم ہونے کی اطلاعات پہنچ چکی ہیں وہ مہربانی فرما کر اپنے بقایا اور آیندہ سال کا پیشگی چندہ بھیجکر مشکور فرمائیں

سازش ہندوؤں کی ہے یا مسلمانوں کی؟

ہندو رہنماؤں اور ہندو اخباروں کی بہتان طرازیاں

فرقہ دارنیابت اور مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح

نمایندہ مسلم آوٹ لک سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکالمہ

مسلم اوٹ لک کے نمایندہ نے ۲ ار اکتوبر کو حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کی اور ان سے موجودہ صورت حالات کے متعلق بعض اہم سوالات پوچھے جن کا مفاد معہ جواب درج ذیل ہے:-

تہمت سازش

نمایندہ نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ ہندو مسلمانوں پر الزام عائد کررہے ہیں کہ انہوں نے قاتلانہ حملوں کے لئے سازش کر رکھی ہے اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا نے جواب دیا کہ یہ سب ہندو پروپگنڈا ہے ایک طرف سازش کا الزام لگایا جائے اور دوسری طرف ذمہ دار مسلم رہنماؤں پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کھلم کھلا تشدد پر آمادہ کرتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی ایسے حملوں کی ذمہ وار ہے، ان سب الزامات کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو مذہب اسلام اور مسلمانوں سے متنفر کیا جائے، سوامی شردھانند کے قتل کے وقت بھی ایسا ہی الزام لگایا گیا تھا اور اگرچہ پولس کو کہیں بھی سازش کا سراغ نہ ملا لیکن ہندو رہنماؤں اور ہندو اخباروں نے اس الزام کو ترک نہیں کیا۔ راجپال پرنٹر کی خبر کے چھپتے ہی پھر یہی شور مچا دیا گیا کہ اس کے پس پردہ کوئی سازش ہے ہندو اخبارات کی یہ عادت بنی ہوئی ہے کہ جب کسی ہندو کو نقصان پہنچتا ہے تو جھٹ سازش کا غوغا برپا کر دیتے ہیں لیکن کسی مسلمان کے قتل کی نسبت ایسی روش اختیار کی جاتی ہے کہ گویا کچھ واقع ہی نہیں ہوا مثلاً کا مسلمان اسٹیشن ماسٹر اگلے ہی دن گولی سے شہید کر ڈالا گیا پھر کیوں نہ کہا جائے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے قتل کے لئے سازش بنا رکھی ہے ہندو جرائد کو تو مسلمان قاتل اور ہندو مقتول کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ حال ہی میں ایک مسلمان عورت ریل میں قتل کر دیگئی ایک مسلمان شبہ میں گرفتار ہوا اس پر ہندو جرائد نے شور مچا دیا کہ مقتولہ ہندو ہے امرت سر میں ایک ہندو (چار) ہندوؤں کے ہاتھوں قتل ہوا لیکن ہندو جرائد نے کہا کہ قاتل مسلمان ہیں۔ اگر لاہور کے مقامی حکام ہندو رہنماؤں کے ساتھ مل کر انتہائی جدوجہد کے باوجود ہندو دماغوں سے باہر سازش کا کوئی نشان نہیں پاتے تو انہیں کم از کم اس شور کو ضرور بند کر دینا چاہئے (یعنی مسلمانوں پر بار بار سازش کا الزام لگانا جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے نفاق کی خلیج کو اور وسیع کر رہا ہے)

اسلام پر حملوں کی منظم سازش

نمایندہ دوسرا سوال یہ کیا تھا کہ آپ کے خیال میں ہندوؤں میں کسی نوع کی منظم سازش موجود ہے؟

مولانا نے جواب دیا صاف ظاہر ہے کہ اسلام پر حملوں کے پس پردہ ایک منظم سازش موجود ہے میری رائے میں ان منظم حملوں کا مقصد یہ ہے کہ ہندوؤں کے دلوں کو اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف زہر آلود کیا جائے، آریہ سماج اس سازش کی پشت پناہ ہے اور ہندو مہا سبھا کے رہنما اس کے زیر ہدایات کام کر رہے ہیں۔

مسلم ملزموں کی حمایت

نمایندہ نے دریافت کیا کہ کیا ان حالات میں مسلمان ملزموں کی قانونی حمایت کرنی چاہئے؟

مولانا نے فرمایا قانونی وسائل سے کام لے کر کسی ملزم کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے قانونی امداد بہم پہنچانا میری رائے میں قطعاً برا نہیں میری رائے میں ملزموں کے لئے قانونی امداد بہم پہنچانی چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ مجسٹریٹ کا بھی فرض تھا کہ وہ ملزموں کو صفائی پیش کرنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتا، جن دو مسلمان ملزموں کو لاہور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے حال ہی میں سزا دی ہے ان کے مقدمات کی کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکے لئے ایسا انتظام نہ ہوا

فرقہ دارنیابت اور جداگانہ حلقے

نمایندہ نے بعد ازاں یہ پوچھا کہ مسلمانوں کو اصلاحات کی کمیٹین کے متعلق کیا روش اختیار کرنی چاہئے اور کیا فرقہ دارنیابت کی عدم موجودگی میں مزید اصلاحات قبول کر لینی چاہئیں؟

مولانا نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں ہندو جرائد اور ہندو رہنما مسلمانوں کے حقوق کے ساتھ ہر بے انصافی کرنے کے لئے مستعد ہیں اس لئے فرقہ دار نیابت اور جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب اسلامی حقوق کی حفاظت کے لئے ناگزیر ہیں اور مسلمانوں کو ان سے کسی حال میں دست بردار نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت جب تک قائم ہے اسوقت تک فرقہ دارنیابت کی عدم موجودگی میں مزید اصلاحات یقینا مسلمانوں کے لئے سخت نقصان رساں ہونگا

اقتصادی اصلاح

نمایندہ نے آخر میں مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کے وسائل کی نسبت سوال کیا نیز پوچھا کہ بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کے ذریعے سے کیا کچھ کیا جا سکتا ہے؟

مولانا نے فرمایا یہ چیزیں مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کے لئے ضروری ہیں سب سے پہلے مسلمانوں کو ملازمتوں میں جائز وواجبی حصہ ملنا چاہئے کیونکہ جب تک ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب کم رہیگا اسوقت تک ان کی اقتصادی اصلاح کی ہر تدبیر ناکامیاب ہونے کا اندیشہ لگا رہیگا دوسرے یہ ضروری ہے کہ مسلمان وسیع پیمانہ پر تجارت میں مصروف ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت بیان کی کہ انسانوں کی شکم پروری کا ۹/۱۰ حصہ تجارت پر مبنی ہے ہر مسلم موضع میں کم از کم ایک دوکاندار ضرور ہونا چاہئے اور شہروں میں بھی مناسب تعداد میں اسلامی دوکانوں کا کھلنا ضروری ہے اس تحریک کی شدید مخالفت ہوگی اس لئے کہ ہندو مسلمانوں پر مالی تسلط قائم رکھنے کے لئے جد وجہد کریں گے تیسرے یہ ضروری ہے کہ انجمن ہائے امداد باہمی اور انجمن ہائے فک الرہن وسیع پیمانے پر قائم کی جائیں تاکہ مسلمان ان ساہوکاروں کی غلامی سے نجات حاصل کر لیں جو انکی زندگی کا خون چوس رہے ہیں۔

مسلمانوں پر جھوٹا الزام

ہندو لیڈروں اور اخبارات کی طرف سے مسلمانوں پر ہندو لیڈروں کے خلاف سازش کا جو جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے اس کے ثبوت میں لالہ لاجپت رائے نے ۳۳ شہیدوں کی ایک فہرست ... ایک شخص ملوتا پہلوان کا بھی ذکر کیا ہے جو اندور میں

جنرل پولس نے شایع کیا ہے''

۵ ار اکتوبر ۱۹۲۸ء کو اندور کی ہندو پبلک نے ہڑتال کی اور ایک شخص ملوتا کا ماتم منایا ہزارہا آدمی اس کی ارتھی کے ساتھ گئے اور اس کو ہیرو بنا لیا، حالانکہ اس دن کی صبح تک ...

بھی تھی ۱۴ ار اکتوبر کو وہ مارا گیا۔ اور الزام قتل میں ایک شخص سردار حسین ہے اس کا عرصہ سے جھگڑا چلا آتا تھا اور اس کے ۹ ساتھی جن میں دو ہندو بھی ہیں گرفتار کر لئے گئے۔ فی الحال یہ کہنا کافی ہے کہ یہ واقعہ کسی طرح بھی خالص فرقہ دارانہ نوعیت کا نہیں ہے (اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس شخص نے جولائی میں جو شہادت دی تھی وہ بھی شاید اس واقعہ کی مزید وجہ بن گئی ہو) لوگوں کو ارباب غرض نے خواہ مخواہ بہکا دیا ہے یا ان جاہل لیڈروں نے جو یہاں تو واقعات سے پوری طرح واقف ... اس کی

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب و بزرگان ... سلسلہ بحمد للہ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔

مقدمہ لائٹ کی ۱۷ اکتوبر کی بقیہ کارروائی کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے ۲۶-۲۷ اکتوبر کو بھی چند گواہوں پر جرح ہوئی جنکے بیانات آیندہ اشاعت میں درج ہوں گے استغاثہ کے گواہوں پر جرح کی آخری تاریخ ۳۱ ر اکتوبر تھی لیکن اسدن مولانا محمد یعقوب خان صاحب اور انکے رفقا نے عدالت میں درخواست دی کہ بعض حالات کی وجہ سے مقدمہ کو دوسرے ضلع میں تبدیل کرانے کے لئے ہائیکورٹ میں ہم درخواست دینا چاہتے ہیں اس لئے کارروائی مقدمہ فی الحال روک دی جائے اس پر عدالت نے دس دن کے لئے مقدمہ ملتوی کر دیا۔

کیمبل پور میں ہمارے ایک بھائی فضل داد خان "لائٹ" کی توسیع اشاعت کے لئے بہت کوشش کر رہے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ پہلے مجھے لائٹ کی طرف قطعاً دھیان نہ تھا اب ہندوؤں کے پروپگنڈا نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا ہے اور میں توسیع اشاعت کی کوشش کر رہا ہوں انہوں نے صحیح لکھا ہے کہ اسلام کا قاعدہ ہے جتنا اس کو دبایا جائے اتنا ابھرتا ہے اس لئے ہندوؤں کا پروپگنڈا ہمارے لئے مضر ہونے کے بجائے مفید ثابت ہوگا۔

لائٹ کی ادارت کے لئے مشہور انگریز نو مسلم مسٹر آیسن کے ساتھ جو مسلم اوٹ لک کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں اور اخبار نویسی کے کام میں بے نظیر قابلیت کے مالک ہیں گفت وشنید ہو رہی ہے۔ بلکہ ایک حد تک بات طے بھی ہو چکی ہے ممکن ہے لائٹ کا آیندہ پرچہ مسٹر آیسن ہی کی ادارت میں شایع ہو

شملہ سے شیخ نور الدین پسر شیخ اسلام الدین لکھتے ہیں کہ انکی والدہ بعارضہ بخار و کھانسی و درد بیمار ہے احباب انکی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

درخواست ہائے دعا خواجہ علی محمد خان صاحب طالب العلم بی اے کلاس سرینگر کشمیر اپنے مدعا میں کامیابی کے لئے۔ شیخ نصیر الحق صاحب سکھر مشکلات سے بچنے اور اپنے مدعا میں کامیابی کے لئے قاضی عبد العزیز صاحب صدیقی ریاست بہاول پور کامیابی کے لئے منشی کرم الدین صاحب لدھیانہ حصول ملازمت کے لئے۔ مولا بخش خان پمپ انجن ڈرائیور اپنے نوزائیدہ بچے کے لئے۔ ڈاکٹر مہدی حسن صاحب سب اسسٹنٹ سرجن اور عبد العزیز خان اور سیر بہاول پور دعا کے خواستگار ہیں۔

ضرورت نکاح چند ایک نوجوان تعلیم یافتہ احمدی لڑکیوں کے نکاح کے لئے ہونہار اور صالح احمدی لڑکوں کی ضرورت ہے جن احباب کو اپنے لڑکوں کے لئے رشتہ کی ضرورت ہو، وہ اسسٹنٹ سکرٹری سے درخواست نکاح طلب فرمائیں۔

ہمارے مبلغین اندرون ہند و بیرون ہند تبلیغ میں مصروف ہیں انکی کامیابی کے لئے خاص طور پر باقاعدہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہر جگہ حالات امید افزا ہیں لیکن روپیہ کی کمی کے باعث ہم کام کو زیادہ وسیع پیمانہ پر نہیں کر سکتے احباب خاص دعاؤں سے بھی کام لیں اور تبلیغ کے فنڈ کے لئے جد وجہد بھی کریں، جہاں دوسری سوسائٹیاں ہزاروں روپیہ خرچ کرکے بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتیں وہاں ہم لوگ چند سیکڑوں سے اعلیٰ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں احمدیت کی حقیقت جد وجہد کرنے میں مضمر ہے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا احمدیت کے منافی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳ مقدمہ لاٹ)

نشان کو جتلا کرنا چاہا ہے ، we are accused of
کے الفاظ سے شروع کر کے ، irresistible تک
۱۲ اگست کے مضمون کا اعادہ ہے پیرا ۱۳ میں ہندوؤں کی بہت بری تصویر پیش کی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کو ان کے خلاف اکسایا اور مشتعل کیا جائے ، اور وہ تشدد جسمانی سے کام لیں ، اس مضمون میں کوئی ایسا فقرہ نہیں جس میں ہندو کے خلاف طاقت جسمانی کو کام میں لانے کی حمایت کی گئی ہو ، یہ بالکل غلط بات ہے کہ ہندو لیڈروں نے ہندوؤں کو غریب مزاج اور قابل اصلاح قرار دیا ہو مجھے ایسی کوئی بات معلوم نہیں جس میں ہندوؤں کو اس غرض سے مضبوط بننے پر آمادہ کیا گیا ہو کہ وہ

مسلمانوں کے خلاف لاٹھی

سے کام لیں بلکہ انہیں ہر شخص کے حملہ سے اپنے آپ کو بچانے کی تلقین کی گئی ہے ، غالباً یہ تلقین ہندوؤں پر مسلمانوں کے حملہ کے بعد شروع ہوئی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ سمجھدار مسلمان مالوی جی کو مخالف اسلام سمجھتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ سر محمد شفیع نے کوئی مضمون لکھا ہے جس میں مونجے اور مالوی جی کا ذکر ہے لیکن یہ مجھے معلوم نہیں کہ اس مضمون میں انہوں نے لکھا کیا ہے مالوی جی آل انڈیا ہندو مہا سبھا کے پریزیڈنٹ رہے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ مسلمان آل انڈیا ہندو مہا سبھا کو ایک بدترین مخالف اسلام نظام سمجھتے ہیں یا نہیں جہاں تک مجھے علم ہے ہندو مہا سبھا نے کانگرس پر کوئی ایسا حملہ نہیں کیا جس میں اسے مسلمانوں کا حمایتی قرار دیا گیا ہو ، ہندوؤں کے تین بڑے لیڈر پنڈت مالویہ ڈاکٹر مونجے اور لالہ لاجپت رائے کانگرس کے آدمی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ پنڈت مالویہ نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے ہندو عورتوں کو ریوالور رکھنے کی تعلیم دی ہو ایسی باتیں نہیں کہی جا سکتیں جب تک ان کی اشد ضرورت پیش نہ آئے مجھے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر مونجے نے یہ کہا ہو کہ ہندوستان صرف ہندوؤں ہی کی سرزمین ہونی چاہیے (عدالت کے سوالات کے جواب میں گواہ نے کہا) میں اس پوزیشن کو جو مضمون میں اختیار کی گئی ہے کہ بہت سی ہندو مجالس اور ہندو لیڈر ہندوؤں اور مسلمانوں کی

موجودہ کشیدگی

کے ذمہ دار ہیں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں دوسری طرف اس سے زیادہ دیرینہ مدت کی مجالس اور لیڈر موجود ہیں ، اخبارات میں اشتعال انگیز تحریرات اور منبروں پر سے اشتعال انگیز تقاریر دونوں اقوام کی موجودہ کشیدگی کی ذمہ دار ہیں بالخصوص مقدمہ راجپال کے متعلق جو ایجی ٹیشن ہوا ہے وہ زیادہ تر اس کشیدگی کا باعث ہے ،

پیارے موہن اسسٹنٹ ایڈیٹر ٹریبیون پر جرح

مسٹر عزیز احمد بیرسٹر ایٹ لا کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا کہ

ٹریبیون کا انتظام

ایک بورڈ آف ٹرسٹیز کے سپرد ہے ، جو فی الحال ہندو ممبروں پر مشتمل ہے لیکن ہمیشہ ہی ایسا نہیں ہوتا آریہ سماج پارٹی کا اس اخبار پر کوئی اثر نہیں میں آریہ سماج یا ہندو مہا سبھا کا ممبر نہیں ہوں کسی اور ہندو فرقہ یا مجلس کا بھی ممبر نہیں ہوں اخبار کی ایک خاص پالیسی ہے اور میں اس پالیسی کے مطابق ہمیشہ لکھتا ہوں ، لالہ لاجپت رائے اس اخبار کے ٹرسٹی ہیں ، آنریبل مسٹر منوہر لال وزیر تعلیم رائے زادہ بھگت رام بیرسٹر ، اور پروفیسر روچی رام ساہنی اس کے ٹرسٹی ہیں

عدالت کا حکم

اس موقعہ پر وکیل نے کچھ سوالات آریہ سماج کے متعلق کرنا چاہے جس پر عدالت نے یہ حکم لکھایا کہ

"وکیل صفائی گواہ سے ایسے سوالات کرنا چاہتا ہے جن سے یہ ثابت ہو کہ آریہ سماجیوں کی ذہنیت اسلام کے مخالف اور جارحانہ ہے ، میں نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ آریہ سماج کی سرگرمیاں موجودہ معاملہ سے مطابقت نہیں رکھتیں اور اس لئے میں اس مقدمہ میں کسی ایسے سوال کی اجازت نہیں دونگا جس میں آریہ سماج کی سرگرمیوں کو معرض بحث میں لایا جا سکے اس لئے وہ مضمون جو ۱۰ جون ۱۹۲۴ء کے ٹریبیون میں چھاپا گیا تھا جس کا لکھا ہوا ہونا بتایا جاتا ہے ، مقدمہ ہذا سے مطابقت کا شرف نہیں پا سکتا ،،

فاضل وکیل نے ٹریبیون کا ایک اور پرچہ پیش کیا جس پر لالہ لاجپت رائے کا ایک مضمون "ہندو مسلم پرابلم" کے عنوان سے تھا ، اس پر وکیل نے گواہ (کے لئے)

ذیل حکم لکھوایا ،

"وکیل نے ، ۲۶ دسمبر ۱۹۲۴ء کے ٹریبیون میں صفحہ ۲ پر لالہ لاجپت رائے کا ایک مضمون بعنوان "ہندو مسلم پرابلم" پیش کیا ہے یہ مضمون زیر بحث مضامین سے بہت پرانا ہے اور مقدمہ ہذا سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا ، اور میں حکم دیتا ہوں کہ دوسرے پرچوں میں کوئی اور اس قسم کی تحریرات اس غرض سے پیش نہ کی جائیں کہ ان سے یہ دکھایا جا سکے کہ موجودہ کشیدگی کس طرح سے تدریجی ترقی کا نتیجہ ہے ،

گواہ نے باقی سوالات کے جواب میں کہا کہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء کے ٹریبیون میں ڈاکٹر مونجے کی ایک تقریر کی جو ڈھاکہ میں اس نے کی تھی برقی رپورٹ ہے جو ایسوسی ایٹڈ پریس کی بھیجی ہوئی ہے عام طور پر ایسوسی ایٹڈ پریس کی رپورٹیں صحیح ہوا کرتی ہیں

عدالت کا ایک اور حکم

عدالت نے پھر اس موقعہ پر مداخلت کی اور ذیل کا حکم لکھایا ۔

"میں حکم دیتا ہوں کہ جب تک اس مضمون کو وہی شخص ثابت نہ کرے جس نے رپورٹ کی ہے یا وہ شخص خود اس کی صحت کا اقرار نہ کرے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے تقریر کی تھی اسوقت تک ان سوالات کے جوابات کو مثل پر نہ لایا جائے ،،

برکت علی صاحب ایم اے ایڈوکیٹ کی جرح

کے جواب میں گواہ نے کہا کہ بعض

اسلامی اخبارات اور لیڈر

ان مضامین کی اشاعت کے وقت آریہ سماج کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور اسے ہندو مسلم اتحاد میں رکاوٹ کا موجب سمجھتے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی اسلامی اخبار یا لیڈر نے آریہ سماج کو غیر مضرت رساں سمجھا ہے یا نہیں ڈاکٹر مونجے کو مسلمان ایک مخالف اسلام لیڈر سمجھتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ پنڈت مالوی کو بھی اس ذیل میں رکھا جاتا ہے یا نہیں ، اسلامی پریس کا ایک حصہ مالوی جی کے متعلق بھی اسی قسم کے مضامین لکھتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ ڈاکٹر مونجے نے یہ کہا ہے یا نہیں کہ

ہندوستان لفظی معنوں میں ہندوستان

ہونا چاہیے نہ کہ اسلامستان یا کرسچنستان ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات گذشتہ چند سالوں میں قریباً ۱۹۲۳ء سے خراب بلکہ بد سے بدتر ہو رہے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اس عرصہ میں ڈاکٹر مونجے نے ہندوؤں کو لاٹھی کے استعمال کی تلقین کی ہے یا نہیں ۔ اگر اس سے اس کی مراد جسمانی طاقت کو بڑھانا ہے تو یہ بالکل جائز ہے مجھے یاد نہیں کہ اس نے کسی طور پر بھی مسلمانوں کے بالمقابل اس کے استعمال کی بالخصوص تلقین کی ہو ۔ میں نے قریباً دس سال ہوئے ستیارتھ پرکاش پڑھی تھی مجھے معلوم نہیں کہ اس کے ابواب ۱۳ اور ۱۴ کس امر کے متعلق ہیں میرے خیال میں آپ کا اشارہ انہی حصص کی طرف ہے جن کا ذکر زمیندار اور دوسرے پرچوں نے بھی کیا ہے ، مجھے علم ہے کہ گورنمنٹ نے زراعت پیشہ لوگوں کے لئے قانون انتقال اراضی پاس کیا تھا ۔

بنیئے کا وجود ایک اقتصادی خطرہ

سمجھا اس پر نکتہ چینی کی جاتی ہے اور اسے اقتصادیات کا قلعہ سمجھا جاتا ہے روپیہ کے لین دین کے متعلق ایک قانون جو ایک مسلمان ممبر نے پیش کیا تھا پنجاب کی مجلس قانون ساز نے پاس کر دیا تھا لیکن گورنر نے اس کو مسترد کر دیا اور گورنمنٹ نے یہ ارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہ خود اس مقصد کے لئے ایک اور قانون تیار کرے گی ٹریبیون میں ہم نے ان مضامین کو جن پر مقدمہ ہے بتمام وکمال نقل نہیں کیا بلکہ صرف ان خیالات کا ذکر کر دیا جو ان میں ظاہر کئے گئے ہیں اور یہ ان خیالات اور ان کے لب و لہجہ سے اظہار ناراضی کے لئے کیا گیا ۔

راجپال کی کتاب

کا ہم نے کبھی نوٹس نہیں لیا نہ ہی گورنمنٹ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کے مؤلف کو گرفتار کرے کبھی کسی موقعہ پر بھی ایسا ہم نے نہیں کیا لیکن ایسی کتب سے اپنے کالموں میں ہم نے بارہا مرتبہ اظہار نفرت کیا ہے مجھے یاد نہیں کہ ٹریبیون نے کبھی ایسا لکھا ہو کہ راجپال وغیرہ کی گرفتاریاں گورنمنٹ کے اپنے مقصد کو ناکام کرنے والی ہیں اور اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہیے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات ہند[illegible]نوں نے موجودہ

نے جو فرقہ وار سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتے ان دونوں تحریکات سے اظہار ناراضی کیا ہے "فائٹ ٹو دی فنش" کے مضمون میں High Court judgment کا جو فقرہ ہے اس کا مطلب میرے خیال میں یہ ہے کہ مقدمہ ورتمان سے جو نیک اثر پیدا ہوا ہے اس کو زائل کر دیا جائے یعنے مسلمان ایجی ٹیشن کو جاری رکھیں یہ ایک حقیقت ہے کہ راجپال کی بریت کے بعد مسلمانوں میں بہت بڑی ایجی ٹیشن برپا ہوئی اور اسی ایجی ٹیشن کا یہ نتیجہ تھا کہ ورتمان کا مقدمہ ہائی کورٹ میں تبدیل ہو کر چلا گیا میرے خیال میں مسلمان اس مطالبہ میں بالکل حق بجانب ہیں کہ کوئی شخص جو ان کے

پیغمبر کو گالی

دیتا ہے اس کو سزا دی جائے اور اگر قانون میں اس کی گنجائش نہیں تو اسے ترمیم کیا جائے مضمون نگار کا اشارہ اس فقرہ میں صرف اس بات کی طرف ہی نہیں کہ اس ایجی ٹیشن کو جاری رکھا جائے بلکہ ugly scenes enacted on the part of Mussalmans کی طرف بھی ہے ان الفاظ کا اشارہ راجپال کی کتاب سے بڑھکر اور کچھ نہیں کی طرف ہے ممکن ہے اس کا اشارہ ہندوؤں کی مسلمانوں کے خلاف مفروضہ جارحانہ ذہنیت کی طرف ہو ، یا جیسا کہ مسلمان اخبارات لکھتے ہیں کہ ،

ہندو راج کے قیام کی کوششیں

کی جاتی ہیں اس بات کی طرف ہو ، میرے خیال میں کسی مسلمان اخبار کا یہ لکھنا کہ ہندو راج کے قیام کی کوششوں کے بالمقابل ایجی ٹیشن کو جاری رکھا جائے غلطی اور شرارت پر مبنی ہے کیونکہ یہ الزام صحیح نہیں ، اگر ایسی کوئی کوشش ہوتی جیسا کہ کہا جاتا ہے تو مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ اس کے خلاف احتجاج کرتے مضمون میں جو Rajpals کا لفظ ہے اس سے ہر ایک وہ ہندو مراد ہے جو راجپال کی خو اور خصلت رکھتا ہے اس لفظ سے اس قسم کا پمفلٹ لکھنے والا مراد نہیں جو راجپال نے شائع کیا ہے میرا یہ خیال ہے کہ یہاں راجپال کا لفظ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے ہر ایک وہ ہندو مراد ہے جو کسی طرح سے مسلمانوں کے لئے موجب اذیت ہوتا ہے As long as سے جو پیرا شروع ہوتا ہے اس میں مسلمانوں کی ان شکایات کو بیان نہیں کیا گیا جو وہ ہندوؤں کے خلاف رکھتے ہیں ۔

"فراست مومن"

کے الفاظ کا مطلب وہ علم ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے کوئی شخص رکھتا ہے میں کشمیری پنڈت ہوں اور اردو میری مادری زبان ہے ایک مسلمان مومن کا لفظ ہندو پر عائد نہیں کر سکتا ، تمام مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نہیں کہہ سکتا کہ The fight is on today سے [illegible] yesterday as well as today میں آئینی ایجی ٹیشن کی طرف اشارہ ہے ۔ today سے مراد ۱۵ اگست نہیں ، ان الفاظ میں بلوؤں اور انفرادی لڑائیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مضمون نگار نے یہ بھی بتایا ہے کہ morality کو

کن طریقوں سے

بچایا جا سکتا ہے ، ان الفاظ سے میں نے یہ ہرگز نہیں سمجھا کہ یہاں mob mentality (بلوائیانہ ذہنیت) مراد ہے جو راجپال سے ظاہر ہوئی ہے وہ فقرہ جس میں یہ الفاظ ہیں کہ Let your arms be strong, let your steel be bright اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار کے دل کے اندر کیا ہے اور وہ کس طریق سے mob کو تباہ کرنا چاہتا ہے let your steel be bright سے چمکتی ہوئی تلوار مراد ہے اگر یہ فقرہ باقی مضمون سے علیحدہ ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ مضمون نگار نے استعارہ سے کام لیا ہے اگر steel سے مراد کیرکٹر ہو اور arms سے جسمانی اعضا تو اسے ستھرا رکھنے اور مضبوط بنانے کی نصیحت فی الواقعہ نہایت عمدہ ہے steel یہ .... strength of steel کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے ، اس کو پڑھنے کے بعد بھی میں اس رائے پر قائم ہوں کہ مضمون نگار نے تلوار کے معنوں میں steel کا لفظ استعمال کیا ہے your arm exercise it کا مطلب یہی ہے کہ ورزش کی جائے

لاٹھی کے کھیل اکھاڑے اور دنگل

کو ہندو سبھا کے زیر سرپرستی اسوقت سے ترویج دی گئی جب سے فرقہ

کے شروع ہونے اور ہندوؤں پر حملے ہونے کے بعد ان کھیلوں کو رائج کیا ہے اکھاڑوں سے بیزاری ظاہر کرنے کے میں خلاف ہوں میں نے بذات خود ہندوؤں یا مسلمانوں کی اس قسم کی سرگرمیوں کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھائی میرے خیال میں ہمارے اخبار نے ایسی آواز اٹھائی ہے Fight to the finish سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ

مضمون نگار کا منشاء

یہ ہے کہ جب تک ہندوؤں کی طاقت کو بالکل کچل نہ دیا جائے اس وقت تک لڑائی جاری رکھی جائے میرے خیال میں ہندوؤں کی جس طاقت کو وہ کچلنا چاہتے ہیں، وہ اقتصادی سیاسی اور مجلسی طاقت ہے میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اس کا یہ منشا ہے کہ ہندو آبادی کو تہس نہس کر دیا جائے وہ فقرہ جو —— As long as Hindus کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے زیادہ دل آزار نہیں اس فقرہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو افسروں کے خلاف ابھارا جائے میں لائٹ کو باقاعدہ نہیں پڑھتا ٹریبیون کے تبادلہ میں وہ نہیں آتا میں اس شخص کا نام نہیں لوں گا جو اس مضمون کو میرے نوٹس میں لایا، کیونکہ یہ میرے اخبار کی پالیسی کے خلاف ہے، وہ اس مقدمہ کے گواہوں میں سے نہیں، یہ صحیح نہیں کہ

ٹریبیون کو مسلمان

تمام صوبہ میں سب سے زیادہ مخالف اسلام پرچہ سمجھتے ہیں اسلامی اخبارات میں کوئی ایسا مضمون میرے دیکھنے میں نہیں آیا جسمیں یہ لکھا گیا ہو کہ گورنمنٹ سے کہا جائے کہ وہ ٹریبیون کو ٹرسٹ کی منشا کے خلاف مخالف اسلام مضامین لکھنے سے روکے ہاں مجھے مسلم اوٹ لک کا ایک مضمون یاد ہے جو دیر ہوئی اس نے لکھا تھا کہ مسلمان اکالیوں کی طرح ایک جتھا بنائیں اور ٹریبیون کے دفتر میں پہنچکر اس پر زبردستی قبضہ جمالیں ہم نے گورنمنٹ کو ڈاکٹر مونجے یا کسی اور لیڈر کی تقاریر کے کسی حصہ کی طرف کبھی توجہ نہیں دلائی صرف ان تقاریر کو نقل کرنے سے پیشتر قابل اعتراض فقرات کو ہم حذف کر دیتے ہیں
۱۰ فروری کے ٹریبیون میں

ڈاکٹر مونجے کی ایک تقریر

کی جو ڈھاکہ میں ہوئی۔ رپورٹ درج ہے اس میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ ہندوؤں کو اپنے مذہب کے لئے مرنا پڑیگا لیکن مرنے سے پہلے انہیں چاہئے کہ اپنے دشمنوں کو ماریں،، یہ رپورٹ میرے ہاتھوں سے نہیں نکلی کیونکہ جہاں کہیں مجھے کوئی شک ہوتا ہے میں وہاں مشکوک فقرات کو حذف کر دینا بہتر سمجھتا ہوں مجھے ڈاکٹر مونجے کی ایسی کوئی تقریر یاد نہیں جسمیں یہ کہا گیا ہو کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہونا چاہئے مجھے ایسے تشدد پر کوئی اعتراض نہیں جو اپنی حفاظت کے لئے اختیار کیا جائے مضمون نگار نے یہ لکھا ہے کہ راشٹر

دفاعی تدابیر

بتائی ہیں لیکن ان تدابیر کو بتاتے ہوئے اسے یہ یقین نہیں کہ وہ قانونی حدود کے اندر ہیں یا نہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ وہ بذات خود اس بات پر مطمئن ہے کہ وہ صرف دفاعی تدابیر بتا رہا ہے، میں نے ۲۰ اگست ۱۹۲۷ء کا تمام پرچہ پڑھا ہے اس قسم کا بیان کہ "راجپال جیسے لوگ لازمی طور پر عبدالرشید جیسے انسان پیدا کرتے ہیں" اور کہ "عبدالرشید جیسے انسانوں کی پیدائش کو روکنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ راجپال جیسے لوگ صفحہ ہستی سے نابود ہو جائیں" میرے دل میں کوئی منافرت اور عداوت پیدا نہیں کرتا مجھے معلوم نہیں کہ کوئی اور ایسے مضامین بھی راجپال نے شایع کئے ہیں۔ ہاں یہ علم ہے کہ

بلیدان جنزاولی

نامی کتاب کو پنجاب گورنمنٹ نے حال ہی میں ضبط کر لیا ہے، یہ تصاویر کا ایک مجموعہ ہے اور راجپال نے اسے شایع نہیں کیا اس کو کلکتہ میں کسی اور راجپال نے شایع کیا ہے میں نے اصل کتاب کو دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ کلکتہ میں شایع ہوئی تھی، ایک مسلمان کا یہ کہنا کہ راجپال کی ذہنیت کو دور کر دیا جائے حق بجانب نہیں جب تک اس قسم کا مشورہ وہ اپنی قوم کو بھی نہ دے، مجھے مضمون زیر بحث میں کوئی ایسا فقرہ نہیں ملا جس میں مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ہو کہ وہ اس قسم کے پمفلٹ شایع کریں جن میں ہندوؤں پر حملے کئے جائیں۔

عدالت کے سوالات کے جواب میں

مذاکرۂ علمیّہ

سوالات معہ جوابات

جہنم کا عذاب دائمی نہیں؟

جناب ڈاکٹر بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

سوال مولینا عبدالحق صاحب اپنی کتاب عقائد الاسلام میں لکھتے ہیں کہ دوزخ ابدی ہے جیسا کہ الفاظ خلدین فیھا اور ابدا سے جو قرآن میں ہے ظاہر ہے بلکہ قرآن میں لن یغفراللہ لھم آگیا ہے یعنی خدا انہیں کبھی بھی معاف نہ کریگا، اس کی تردید قرآن حدیث سے کیجئے،،

جواب پھر وہی مولانا عبدالحق صاحب کی عقائد الاسلام۔ بحث قرآن وحدیث سے ہونی چاہئے نہ کہ عقائد اسلام سے قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ دوزخ کا عذاب غیر منقطع ہے، جیطرح جنت کے لئے صاف طور پر آتا ہے عطاءً غیر مجذوذ کہ وہ ایسی عطا ہے کہ جسکا کبھی انقطاع نہ ہوگا، اسی طرح جہنم کے لئے کہیں نہیں آیا کہ اُسکا عذاب کبھی منقطع نہ ہوگا رہے یہ الفاظ کہ قرآن میں خلدین فیھا اور ابدا کے الفاظ جہنم کے متعلق بھی آگئے ہیں سو اس کے لئے یہ عرض ہے کہ خلدین فیھا کے معنے لغت میں "ایک لمبے عرصہ کے لئے رہ پڑنے کے ہیں،، اور ابدا کے معنے لغت میں "مدۃ طویلہ" ایک لمبی مدت کے ہیں اس کے لئے غیر منقطع ہونا شرط نہیں، اگر ابد سے مراد کوئی ایسا زمانہ ہوتا جسکو کبھی انقطاع نہیں تو عربی زبان میں آباد اس کی جمع کا آنا بالکل بے معنے تھا جب ابد زمانہ غیر منقطع ہے تو اس کے ساتھ ایک سے زیادہ ابد جمع کرنے ایک مہمل بات ہے آباد اس کی جمع کا عربی میں مستعمل ہونا بتاتا ہے کہ اس کے معنے غیر منقطع زمانہ کے ہیں پھر عربی زبان میں اس کی تاکید بھی آتی ہے اَبَدٌ اَبِیْدٌ وابید اگر ابد کے معنے میں ہمیشگی کا مفہوم تھا تو پھر اس کی تاکید بھی نہ آسکتی تھی کیونکہ ہمیشگی سے بڑھکر اور کیا چیز ہو گی جس کے لئے تاکید کا استعمال کیا جائے یہ سچ ہے کہ جنت کے متعلق بھی خلدین فیھا ابدا کے ہی الفاظ آتے ہیں مگر چونکہ اتنے الفاظ ہمیشگی کے لئے کافی نہ تھے اس لئے عطاءً غیر مجذوذ سے بات کو صاف کر دیا کہ وہ ایسی بخشش ہے جسکو کبھی انقطاع نہیں۔ برخلاف اس کے جہنم کے متعلق جو خلدین فیھا ابدا کے الفاظ آتے ہیں اس کے معنے خود ہی دوسری جگہ فرما دیتے ہیں کہ لبثین فیھا احقابا کہ جہنم میں برسوں رہیں گے یہاں حقب کا لفظ قابل غور ہے حضرت موسیٰ کا بھی قول قرآن میں مذکور ہے او امضی حقبا کہ میں برسوں چلتا رہونگا حضرت موسیٰ کا یہ مطلب تو نہ تھا کہ میں ابدالاباد تک چلتا رہونگا اصل میں حقب کے معنے زمانہ کے ہیں خواہ ایک سال کا ہو یا ۸۰ سال کا یا کم وبیش، بہرحال ایک محدود زمانہ کے معنے ہیں اور احقاب جمع قلت ہے جو نو سے زیادہ کے لئے نہیں آتی اس لئے زیادہ سے زیادہ عرصہ احقاب کے مفہوم میں ۸۰ × ۹ = ۷۲۰ سال کا ہوا۔ اگر حقب کے معنے ۸۰ سال پر تہ بھی متعین کئے جائیں۔ تب بھی اسی کے لگ بھگ زمانہ بنے گا۔ کیونکہ حقب کا مفہوم اس سے زیادہ لمبے زمانہ کا نہیں اور احقاب میں جو جمع قلت آگئی ہے اس نے جمع کو محدود کر دیا ہے پس جنت کے لئے عطاءً غیر مجذوذ کا کلمہ استعمال کرنا اور جہنم کے عذاب کی مدت کو احقاب سے محدود کر دینا صاف بتاتا ہے کہ جنت دائمی ہے اور جہنم کا عذاب محدود ہے اور بات بھی یہی سچ ہے خود قرآن نے کہا ہے ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلھا وھم لایظلمون اور جو بدی لیکر آئے گا اسے بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کے مانند اور ان پر ظلم نہ ہو گا یعنی اس بدی سے بڑھکر سزا نہ ہو گی پس جب اعمال محدود ہیں تو کسی عمل کا بدلہ غیر محدود دینا صریح ظلم ہے اور قرآن کہتا ہے کہ بدلہ عمل کے مطابق ہوگا اور ظلم نہ ہوگا جس سے صاف ظاہر ہے کہ سزا بھی عملوں کی طرح محدود ہوگی اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ پھر نیک عمل کا بدلہ بھی محدود ہونا چاہئے لیکن یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ جنت کا دائمی ہونا محض اعمال کے بدلہ پر منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش پر ہے جیسا کہ جنت کے متعلق فرمایا عطاءً غیر مجذوذ کہ وہ بخشش ہوگی جسکا انقطاع نہ ہوگا، اسی طرح سورۃ النبا میں جہاں جہنم کے عذاب کے متعلق فرمایا لبثین فیھا احقابا کہ اس میں چند حقب رہیں گے وہیں یہ بھی فرمایا کہ جزاءً وفاقا یہ بدلہ عملوں کے موافق ہے اور آگے چلکر جب جنت کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں جزاءً من ربک عطاءً حسابا یہ تیرے رب کی طرف سے بدلہ ہے بخشش کے رنگ میں کافی وافی یہاں بدلہ عملوں کے موافق نہیں فرمایا بلکہ بخشش کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ بتایا جائے کہ نعمائے جنت کا دوام بخشش الٰہی پر مبنی ہے اور یہی سچ ہے بدلہ سزا کی صورت میں عمل سے بڑھ جائے تو وہ ظلم ہو جاتا ہے اور نیکی کی صورت میں بدلہ عملوں سے بڑھ جائے تو وہ بخشش ہوتی ہے پس جنت عملوں سے بڑھکر بدلہ ہے جو بخشش کے رنگ میں ہے اس لئے دائمی ہے اور جہنم صرف عملوں کا بدلہ ہے اس لئے وہ محدود ہے کیونکہ اگر وہ عملوں سے بڑھ جاتا تو وہ ظلم ہو جاتا، اب حدیث کو دیکھو تو وہاں بھی معاملہ بالکل صاف ہے مشہور حدیث شفاعت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آخرکار خدا ایک مٹھی بھریگا اور جہنمیوں کو جہنم سے باہر نکالے گا ظاہر ہے کہ خدا کی مٹھی سے کون باہر رہ سکتا ہے یہ انسان کی مٹھی تو نہیں کہ کچھ ہاتھ میں آگئے اور کچھ رہ گئے یہ خدا کی غیر محدود مٹھی ہے جسکی شان ہے بیدہ ملکوت السمٰوٰت والارض تمام آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح حضرت ابن مسعود کا قول ہے لیاتین علی جہنم زمان تخفق ابوابھا لیس فیھا احد وذلک بعد ما یلبثون فیھا احقابا یعنی دوزخ پر ایک وقت آئے گا کہ اس کے دروازے کھٹکھٹائیں گے اور اس میں کوئی نہ ہوگا، اور یہ اس کے بعد ہوگا جو اس میں احقاب تک رہ چکے ہوں گے اس قول سے احقاب کے معنے پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ صحابہ کیا سمجھتے تھے بالکل یہی قول حضرت ابن عمر اور حضرت ابن العاص سے مروی ہے میں طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں خود حضرت عمر کا قول ہے لو لبث اہل النار فی النار کقدر رمل عالج لکان لھم علی ذلک یوم یخرجون فیہ، یعنے اگر اہل دوزخ دوزخ میں اتنی مدت بھی رہیں جیسے ریت کے انبار پر انبار تو ایک دن نیز آئیگا جس میں وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے، حضرت ابوہریرہ کا قول ہے سیاتی علی جہنم زمان لایبقی فیھا احد جہنم پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس میں کوئی باقی نہ رہے گا۔ یہی مذہب حضرت ابن عباس ابن عمر جابر ابی سعید، وغیرہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بہت سے تابعین اور حضرت امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کا ہے جو محدثین کے امام ہیں،

اگر در خانہ کس ہست ہمیں قدر بس است

باقی رہا آپ کا فرمانا کہ قرآن کریم میں ہے لن یغفر اللہ لھم کہ اللہ انہیں مغفرت نہیں کریگا، اسے پڑھکر مجھے صدمہ ہوا قرآن سے چند الفاظ کا ٹکڑا اس کا مفہوم بدلکر کسی امر کی تائید میں پیش کرنا خطرناک غلطی ہے منافقین اسلام کے سخت دشمن تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت مومن منافق سب پر وسیع تھی آپ منافقین کے مرنے پر بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کیا کرتے تھے اس پر جناب باری سے ارشاد ہوا ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم کہ اگر تو ستر بار بھی انکے لئے مغفرت طلب کریگا تو اللہ انہیں معاف نہیں کریگا، اس سے یہ کس طرح نکل آیا کہ عذاب جہنم دائمی ہے اس کا تو یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہیں کریگا، ور سزا ضرور دیگا۔

مسلمانوں اور آریوں کی قلمی جنگ

پرکاش کے رشی نمبر میں سوامی سوتنترانند آچاریہ اپدیشک ودیالیہ کا ایک مضمون عنوان بالا سے شایع ہوا ہے جسمیں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں اور آریوں کی قلمی جنگ میں سبقت مسلمانوں کی طرف سے ہوئی اور آریوں کی پوزیشن صرف دفاعی ہے، اس دعویٰ کے ثبوت میں سوامی صاحب نے مسلمانوں اور آریوں کی بعض تصانیف کی فہرست بھی دی ہے لیکن انکی تاریخ اشاعت درج نہیں کی جس سے یہ معلوم ہو سکتا کہ آیا مسلمانوں نے پہلے آریوں کے خلاف کتابیں لکھی تھیں یا آریوں [illegible]

ہم شمارہ کرتا ہے سوامی شردھانند کے قتل کی ٹھیک تاریخ مجھے یاد نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں دہلی میں یہ واقعہ ہوا تھا میرا خیال ہے کہ راجپال کی کتاب لاہور میں شایع ہوئی تھی عبدالرشید اور راجپال کے مابین کوئی تعلق [illegible]

آشرم یا بردہ فروشی کا بیان کردہ مرکز

بیوہ عورتیں ناجائز حمل لیکر آتی ہیں

پروفیسر اندر پسر شردھانند کا ایک مقدمہ

دہلی ۲۰ اکتوبر آج سوامی بھوانا نند صاحب ایڈیٹر "کچا چٹھا" کے مقدمہ کی سماعت ہوئی جو پروفیسر اندر شردھا نند آنجہانی نے ان پر زیر دفعہ ۵۰۰ بالزام ہتک عزت دائر کر رکھا ہے سوامی بھوانا نند اپنے مقدمہ کی پیروی آپ کر رہے تھے اور پروفیسر اندر کے وکیل مسٹر سورج نرائن تھے۔

نرائن ولد بھورا قوم جاٹ نے باقرار صالح بیان کیا کہ چھماہ پیشتر میں نے لبرام آشرم کو چگھاسی رام کی ایک عورت سے شادی کی جسے حاصل کرنے کے لئے مجھے ۱۵ روپے ادا کرنے پڑے اور ۵۴۹ نمبر کی رسید ملی رسید عدالت میں پیش کی گئی اس کے علاوہ پچاس روپے اور بھی آشرم کی مٹھائی وغیرہ میں صرف کرنا پڑا چرنجی لال بھنڈاری اسسٹنٹ منیجر آشرم نے مجھے کہا کہ تم نے دان کم دیا ہے اس لئے عورت تمہارے پاس نہیں رہے گی چرنجی لال میرے مکان پر آتا جاتا رہا آخر ایک روز عورت چھپ کر آشرم چلی گئی میں پھر لے آیا اور تین ماہ کے بعد وہ زیور لے کر فرار ہو گئی۔ کوتوالی میں رپورٹ کی گئی گواہ نے کہا کہ آشرم والوں کا یہی پیشہ ہے عورتیں شادی کر کے بھاگ آتی ہیں، اور پھر ان کی شادی دوسری جگہ کرا دی جاتی ہے گواہ نے ایسی چند ایک مثالیں بھی بیان کیں۔

مہارانی چندرا دلی قوم برہمن محلہ بید واڑہ سابق منیجر ونتا بسرام آشرم نے کہا کہ بہت سی عورتیں شادی کرا کے چلی جاتی ہیں اور روپیہ اور زیور لیکر پھر آشرم میں واپس آجاتی ہیں، ان کو سبق بھی یہی پڑھایا جاتا ہے کئی عورتوں کو چار چار پانچ پانچ دفعہ بہ تبدیل اسم بیاہا جاتا ہے ناجائز حمل رکھنے والی بیوائیں آشرم میں آکر بچے جنتی ہیں ان سے کثیر رقم وصول ہوتی ہے۔ یہ بچے رات تندرست ہوتے ہیں لیکن صبح مردہ پائے جاتے ہیں مسماۃ چمپا دیوی نے مجھے بتایا تھا کہ آشرم کے کارکن ہم سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کے خواہشمند ہیں آشرم کی عورتیں سوامی شردھانند کے بیٹے پروفیسر اندر اور ڈاکٹر سکھدیو اور دیگر ارکان آشرم کے مکان پر آتی جاتی ہیں۔ میں نے یہی باتیں دیکھ کر ملازمت ترک کر دی تھی

لالہ آسا رام دیش اگروال پیشہ دکانداری محلہ جوگی واڑہ نے بھی کہا کہ میں نے ۲۱ روپیہ فیس اور دو بوری آٹا اور دس سیر دال اور کچھ چاول دیکر آشرم کی ایک عورت سے شادی کی۔

کنہیا لال مختار، فقام لال کپور سالک و ایڈیٹر اخبار ایشیا نے تصدیق کی کہ یہ حالات اخبار ایشیا میں پنڈت راج نرائن ارمان دہلوی نے شائع کئے تھے سات پرچہ مسل میں شامل کئے گئے۔

قاسمی پریس کے منیجر و مالک نے بہ حلف تصدیق کی کہ دو اشتہار میرے مطبع میں چھپے تھے جن کے عنوان یہ تھے۔

"سوامی شردھانند کی اخلاقی لوٹ"، "سوامی جی کیسے کیسے طریقوں سے روپیہ چندا کرتے ہیں" "سوامی جی شردھانند، اندر اور ڈاکٹر سکھدیو ان کے داماد وغیرہ کی شرمناک حرکات"

ان پوسٹروں میں بڑے پوست کندہ حالات درج ہیں کہ کس طرح ایک معزز عورت کا اغوا کیا گیا بعض نیچ ذات کی عورتوں کو اعلیٰ خاندانوں کے ساتھ بیاہا گیا

ازاں بعد گھاسی رام قبالہ نویس کی شہادت ہوئی جو آشرم کی شادیوں کے اشٹام لکھا کرتا تھا۔

اردو ترجمہ فتوحات مکیہ تیس باب کامل

آپ کو خوشخبری ہو کہ اردو ترجمہ فتوحات مکیہ تیس باب کامل شائع ہو گیا ہے جس کے مولف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ ساتویں صدی ہجری میں گذرے ہیں جنہوں نے علم تصوف اور اسلامی فلسفہ کو ساتویں صدی میں زندہ کیا تھا اس لئے دنیا میں ان کا لقب محی الدین مشہور ہے۔ اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے باریک درباریک اشارات اور نکات اور علوم لدنیہ الٰہیہ کے اسرار اور علوم تصوف کے راز درج ہیں خالق عالم کی صنعت کے بھید اور اس کی عجیب و غریب مخلوق کے ہر ذرہ سے لیکر انسان اور اس سے نیچے کی ہر مخلوق اور دنیا اور آخری جہان و زمین و آسمان کے ابتدائی و انتہائی پیدائش کے اسرار و احکام الٰہیہ کی حکمتیں لکھی ہیں الغرض یہ کتاب جواہرات اور علم الٰہی کا بحر ذخار اور علم تصوف کی دنیا میں سب سے بڑی الحول مستند کتاب ہے۔ ان سب امور کی شہادت کے لئے اس کے مولف حضرت شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمۃ کا نام کافی ہے ہر کس کی سہولت خریداری کے لئے موجودہ ترجمہ کی ابتدا سے لیکر تیس باب کے آخر تک دو حصہ کئے ہیں جنکی مجموعی ضخامت سات سو دو صفحے ہے۔

حصہ اول قیمت مع محصول تین روپے اور حصہ دوم قیمت مع محصول چار روپیہ ہے اور ہر دو حصوں کی قیمت مع محصول سات روپیہ ہے فہرست مضامین آٹھ صفحوں پر چھپی ہوئی ساتھ شامل ہے ایک حصہ کے خریدار کو دوسرا بھی خریدنا ہوگا۔ اور درخواست میں اخبار کا حوالہ لکھیں۔

ملنے کا پتہ مہتمم ترجمہ فتوحات مکیہ ڈاکخانہ خنگا بنگال

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۴ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۵

اسلام مشرق اور مغرب میں

مغرب میں اسلام کی تعمیر جدید

(ڈاکٹر خالد شیلڈرک کے قلم سے)

بلاد مغرب میں اسلام کا مستقبل درخشاں معلوم ہوتا ہے۔ دین فطرت کی پیشقدمی برابر جاری ہے نومسلموں کی جمعیت روز افزوں اضافہ پذیر ہے مسلمان اپنے سروں کو اونچا کرکے بریز امید مستقبل کا فردوس منتظر دیکھ رہے ہیں میں نے ۱۹۰۳ء میں اسلام قبول کیا ان دنوں ہماری محب اسلام جماعت بہت مضبوط تھی۔ اگرچہ کلکتہ کے ڈاکٹر عبداللہ المامون سہروردی کی مساعی جمیلہ سے مرحوم میجر جنرل سے۔ پی ڈکسن جیسے جلیل القدر افراد جماعت اسلامیہ کی زینت بن چکے تھے تاہم تعداد کے اعتبار سے ہم بہت تھوڑے تھے۔ آج جب ہم اپنے گرد وپیش کا نظارہ کرتے ہیں تو ہم کو اپنی حالت میں خوشگوار تغیر محسوس ہوتا ہے اسوقت یہ حال ہے کہ لندن پیرس اور برلن میں مساجد تعمیر ہوچکی ہیں۔ اور جنیوا ایتھنز اور بوڈاپیسٹ میں بننے والی ہیں۔ فرانس میں ڈاکٹر پال کر نیر جیسے فاضل اسلام کا جھنڈا بلند کررہے ہیں۔ میں بصد مسرت بیان کرتا ہوں۔ کہ

امریکہ کے بعض برگزیدہ اشخاص

نے "بہترین مذہب" قبول کرلیا ہے۔ اور انہوں نے مجکو یہ اعلانات بھیجدیے ہیں۔ کہ دائرہ مسلمین میں داخل ہوچکے ہیں۔ نیو یارک کیلیفورنیا۔ ڈیٹرائٹ مچیگن اور دوسری ریاست ہائے امریکہ میں مسلمان موجود ہیں اور بڑی مستعدی سے تبلیغ کررہے ہیں

اطالیہ میں

میرا ایک دوست ہے جس نے پیرس میں مجکو مطلع کیا کہ وہ اسلام قبول کرچکا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیتھولک اور فیسٹی جماعتوں کے قلعہ میں بھی پاسبان توحید جا پہنچے ہیں روس میں مسلمانوں کی تعداد علی الحساب ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ہے۔

برطانیہ عظمیٰ

میں ہمکو اچھی خاصی ترقی حاصل ہورہی ہے میں نے حال ہی میں مختلف قصبات میں مسلمانوں کی جماعتوں سے ملاقات کی ہے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام کا مستقبل ازبس درخشاں اور تاباں ہے۔

برلن

قائم خدا کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور لندن اور برلن کی مسجدوں میں جو کام کررہے ہیں انکی کوشش سے تبلیغ کا فریضہ قابل فخر طریق پر انجام پارہا ہے۔

ہنگری میں مسجد

کا کام سرِدست "مقبرہ گل بابا" سے لیا جارہا ہے امید ہے کہ وہاں بھی عنقریب ایک مسجد تیار ہوجائیگی۔ بہت کچھ ہوچکا ہے اور بہت کچھ ابھی باقی ہے۔ لندن میں ایک نمایندہ اسلام مسجد کا وجود نہایت ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ

چھوٹے چھوٹے رسالے

ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے جائیں۔ لازمی ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فنڈ ہو۔ تاکہ لیکچروں کے مصارف ادا کئے جائیں انگلستان کے شمال یا ویلز یا دوسرے حصوں تک سفر کرنا آسان نہیں ہے کرایہ بہت زیادہ ہے۔

ان مختلف مقامات کی اسلامی انجمنوں سے رابطہ قائم رکھنا اور خط وکتابت کرنا نہایت ضروری ہے۔ مزید براں تمام انجمن ہائے اسلامیہ ممالک مغرب کی۔

ایک مرکزی جمعیتہ

کا قیام لازمی ہے ہماری کوششیں تناور درخت کی شکل اختیار کرسکتی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کرکے رہیں گی۔ مگر اس کے لئے تخم ریزی اور ہل چلانے کی قسم کے ابتدائی مراحل طے کرنے ضروری ہیں۔ حال ہی میں امریکہ کا ایک رسالہ لکھتا ہے۔ کہ

آیندہ ایکسو سال کے بعد

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کے تمام مذاہب پر غالب آجائیگا"

ہم تمام مسلمانوں کو اس وقت کو کمتر کرنے کے لئے مقدور بھر کوشش سے کام لینا چاہیئے۔ یہ وقت ایسا مبارک ہوگا کہ مشرق اقصیٰ کے اس کونے سے لیکر مغرب اقصیٰ کے اس کونے تک مومنین قانتین کے کانوں میں اذان کی سامع نواز ربانی صدائیں پہنچیں گی۔ عقائد کی جنگ ختم ہوجائیگی۔ اور تمام بنی نوع انسان ایک خاندان کے افراد بنکر زندگی بسر کرینگے۔

تصحیح پچھلے اخبار پیغام صلح کے پرچہ میں میرے مضمون "جہنم کا عذاب دائمی نہیں" میں ایک کتابت کی غلطی ہے جس کی تصحیح کرنی نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ کاتب صاحب نے جہاں یوں لکھا ہے " آباداً اس کی جمع کا عربی میں مستعمل ہونا بتلاتا ہے کہ اس کے معنے غیر منقطع زمانے کے ہیں " وہاں عبارت یوں ہونی چاہیئے " آباداً اس کی جمع کا [illegible] معنے غیر منقطع

اخبار احمدیہ

خوشخبری احباب یہ معلوم کرکے خوش ہوں گے کہ مشہور مجاہد اسلام جناب مولانا مولوی فضل کریم خاں صاحب درانی بی اے مسلم مشنری برلن (جرمنی) جنہوں نے گزشتہ آٹھ سال میں ممالک ٹرینیڈاڈ شمالی امریکہ اور جرمنی میں نہایت اخلاص اور بے ریائی سے اسلام کی خدمت کی ہے۔ بعد تکمیل مسجد برلن چند ماہ کی مختصر سی رخصت پر واپس تشریف لارہے ہیں اگر مسجد کی افتتاحی تقریب یا اور کوئی موانع پیش نہ آگئے تو افتتاحیہ وہ سالانہ جلسہ تک یہاں پہنچکر احباب کو اپنی زیارت سے مشرف فرمائینگے ان کی اہلیہ صاحبہ جو انگریزی نسل سے ہیں معہ بچوں کے برلن میں رہینگی اور تبلیغی خط وکتابت وغیرہ ڈاکٹر مارکوس صاحب کریں گے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد اسلام اور اس کے اہل وعیال کا حامی وناصر ہو۔ اور انہیں ہر قسم کے ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ (محمد منظور الٰہی سکرٹری تبلیغ)

تکمیل برلن مسجد مولوی فضل کریم خاں صاحب اپنے تازہ خط میں یہ مژدہ جانفزا لکھتے ہیں کہ خدا کے فضل واحسان سے مسجد بالکل مکمل ہوگئی ہے۔ ترکی سفیر اسے دیکھکر عش عش کر اٹھا۔ اور اس کی مصری بیگم شاہزادی امینہ خانم اور اس نے تین ہزار مارک مسجد کی اعانت کے لئے عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ (//)

گذشتہ ہفتہ اور دو جرمن جنٹلمین اسلام میں داخل ہوئے ہیں (//)

وفود جناب مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب۔ مولانا حکیم الہیار صاحب فوقی مولوی محمد عبداللہ صاحب اور چوہدری عبدالمجید صاحب پنجاب علاقہ سرحدی وسندھ کے علاقہ جات کا دورہ کررہے ہیں۔ احباب سلسلہ انکی ہر طرح معاونت فرمادیں۔ اور انکے مشکلات کی کامیابی کے لئے خاص کوشش کریں۔ تاکہ انجمن مالی مشکلات سے نکل جائے (//)

مقدمہ لائٹ کے انتقال کی درخواست ۷ رنومبر ۱۹۲۷ء کو صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع لاہور کی خدمت میں پیش ہوئی اتفاق سے وکلا اس وقت موجود نہ تھے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے وکلا کے انتظار کئے بغیر درخواست کو مسترد کردیا اب اسے دوبارہ پیش کرنے یا ہائی کورٹ میں مرافعہ گذارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

تحفہ سلام برادران البانیا اپنے سرکردہ علما کے ذریعہ سے جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم پہنچاتے ہیں اور ملتجی ہیں کہ انکی سلطنت کی سلامتی کے لئے دعا کی جائے جو سب طرف سے مخالفین اسلام سے گھری ہوئی ہے جو ہر وقت اس کی بربادی

اسلام اور دیگر مذاہب

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدی میں مسیحیت کو خیالات کی ایک بڑی خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس خانہ جنگی کی وجہ بت پرستی تھی بیزنطینی شہنشاہیت میں یہ نزاع آخری حد تک پہنچ گئی تھی۔

ابتدائی عہد کے عیسائی بتوں تصویروں اور نقش و نگار کی تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے کیونکہ یہ بت پرستی تھی وہ یہودیت سے نکلے تھے اور یہودیت خدا کا تجسم ناجائز قرار دیتی ہے، انہیں یورپ میں یونانیوں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا یونانی بت پرستی کے سب سے بڑے شایق تھے اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھنا چاہتے تھے۔

اس زمانہ میں مسیحی دعاۃ بت پرستوں پر ہنستے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ یہ لوگ خود اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو سجدہ کرتے ہیں لیکن بت پرستی سے یہ بیزاری تثلیث اور تجسیم کو روک نہ سکی بلکہ اس کے بحث و جدال ہی نے درحقیقت بت پرستی اور تصویر پرستی مسیحی کنیسا میں پیدا کر دی

بت پرستی کی ابتدا

یہ چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن مذہب عیسائیوں کے ذریعہ آئی تھی وہ بھی حضرت مسیح کے بت یا تصویر کی پرستش نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ بت پرستی نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے اس لئے انہوں نے حضرت مسیح کی تصویروں کی تعظیم و تکریم شروع کر دی ٹھیک اسی طرح جس طرح ارسطو اور فیثاغورس وغیرہ کی تصویروں کی یونانی عزت کیا کرتے تھے ان کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحی علماء نے تساہل برتا اور یہ خیال کر کے کہ یہ لوگ ان چیزوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ صرف تعظیم کرتے ہیں ان پر کوئی تشدد نہیں کیا اس طرح یہ تعظیم بغیر کسی روک کے جاری ہو گئی۔

بتدریج اس تعظیم نے عبادت کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ تیسری صدی میں قسطنطین نے مسیحی کلیسے میں باضابطہ طور پر یہ نئی مسیحی عبادت داخل کر دی مسیحی علماء نے اسوقت بھی کوئی مخالفت نہیں کی انہوں نے خیال کیا کہ بت پرستی کی اب جڑیں تک اکھڑ چکی ہیں اس کے از سر نو ایجاد کا اب کوئی اندیشہ نہیں۔

چنانچہ نئی پرستش کا آغاز ہو گیا سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کی تعظیم سے شروع ہوئی پھر شہیدوں اور ولیوں کی قبور کی تعظیم شروع ہو گئی پھر ان سے منتیں مرادیں مانگی جانے لگیں بالآخر انکی مورتیں ظاہر ہوئیں، لوگوں نے خیال کیا، اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مورتوں میں اور بھی زیادہ بزرگی اور برکت نہو بادشاہوں اور بوڑھے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ہیں کیوں نہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھی بت بنائے جائیں اور ان سے برکت و سعادت حاصل کیجائے حالانکہ وہ بادشاہوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ہیں؟

اس طرح بتدریج بت پرستی مسیحی کنیسے میں داخل ہو گئی شروع شروع میں کنیسا کی دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کی گئی تھیں کہ ان کے معائنہ سے عبرت و موعظت حاصل ہو گی۔ لیکن آگے چلکر انکی حیثیت ایک ناگزیر دینی شعار اور ربانی عبادت کی ہو گئی مخلص عیسائی بتوں اور تصویروں کے لئے اسی طرح نماز پڑھنے لگے جس طرح وہ خدا کے لئے نماز پڑھتے تھے۔

اس بدعت کے ساتھ اور بھی کئی مشرکانہ رسمیں مسیحی کنیسا میں داخل ہو گئیں چنانچہ چراغاں بخور رکوع و سجود وغیرہ رسمیں سب بت پرستوں ہی سے لی گئی ہیں۔ سچے عیسائیوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اعتراض کیا مگر ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی ان مقدس تصاویر اور مورتوں کے ہزاروں معجزے مشہور ہو چکے تھے۔ لوگ ان سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔

شروع شروع روح القدس کی تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائی جاتی تھی لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہا السلام) اور فرشتوں کی تصویریں بالکل صاف اور خالص انسانی قالب میں ہوا کرتی تھیں۔

چھٹی صدی مسیحی

ابھی چھٹی صدی ختم نہیں ہوئی تھیں کہ یہ مشرکانہ عبادت کنیسا کی ایک شرعی عبادت بن چکی تھی تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراستہ تھے حتی کہ خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھی ان سے لبریز ہو چکا تھا، اب یہ حالت تھی کہ مسیحی مومنین تصویروں بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے انہیں عبادت و برکت کے لئے ضروری سمجھنے لگے تھے، وہ تقویٰ اور بزرگی کے نشان خیال کئے جاتے تھے۔

آٹھویں صدی کے اوائل میں تصویر پرستی اور بت پرستی مسیحی عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکی تھی اسی زمانے میں بعض یونانی علماء ظاہر ہوئے اور اسے کنیسا کی بت پرستی قرار دیا۔ اور ان لوگوں نے کہا مشرک قومیں بھی اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتی تھیں بلکہ بعینہ وہی معنے ان کے پیش نظر تھے جو ان تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمہارے پیش نظر ہیں۔ لیکن اس پر بھی خدا کی شریعت نے انہیں مشرک قرار دیا تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ہے

اسلام کا ظہور

صدیوں کی غفلت کے بعد مسیحی علماء میں یہ بیداری صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ دین اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر مصر شام فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطینی کلیسے کے مرکز پر اس کی تیز نظریں پڑ رہی تھی، اسلام کی تعلیمات اس بارہ میں معلوم و مشہور ہیں ابتدائی تصادم کے زمانہ ہی میں مسیحیوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان انہیں بت پرست اور مشرک کہتے ہیں انہوں نے اسلامی مسجدیں بھی دیکھیں تھیں جو ہر قسم کی تصویروں اور مورتوں سے خالی تھیں۔

مسیحیوں کی ایک جماعت اسلامی اثرات سے متاثر ہو گئی اور توراۃ کی تعلیم طرف از سر نو دعوت دینے لگی جو کہ تصویر پرستی اور بت پرستی کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیتی ہے۔

لیون کی اصلاح

اسی زمانہ میں لیون سوم قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اس شہنشاہ نے اشور کے پہاڑوں میں نشو و نما پائی تھی۔ ہر قسم کی تعلیم و تربیت سے محروم تھا تاہم عقل سلیم رکھتا تھا یہودیوں اور عربوں کی صحبت میں بیٹھ چکا تھا اور ان کے اثر سے تصویروں اور بتوں کی تعظیم و عبادت سے متنفر تھا۔

یہ تخت نشین ہوا اور غایت تدبیر سے اپنے ارادہ مخفی رکھے یہاں تک کہ جب پوری طرح اقتدار حاصل ہو گیا تو دینی اصلاح کی طرف قدم اٹھایا اس نے پہلا کام یہ کیا کہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی اور یہ فتویٰ صادر کرایا کہ کنیسوں اور مقدس ہیکلوں سے تصویریں اور مورتیں ہٹا کر کسی ایسی بلند جگہ منتقل کر دی جائیں جہاں مشرکانہ رسمیں انجام نہ دی جا سکیں۔

چند سال بعد اس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کی پرستش اور انکی تعظیم اور کنیسوں میں موجودگی سب ناجائز قرار دیدی اس نے صرف اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قسطنطنیہ کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالی بھی کر دیا۔ چنانچہ حضرت مریم بتول (علیہا السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیئے گئے اور تمام تصویریں محو کر دی گئیں

اس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اس بارے میں اور بھی زیادہ سختی برتی ۷۵۴ء میں اس نے ایک دینی مجلس منعقد کی میں ۳۳۸ پیشوا جمع ہوئے اس لحاظ سے یہ مجلس بہت ہی بڑی مجلس تھی۔ مگر اس میں صرف بیزنطینی کنیسے ہی کے علماء شریک ہوئے تھے۔ روم اسکندریہ بیت المقدس اور انطاکیہ کے نمائندے شامل نہیں تھے۔ بادشاہ نے اس مجلس کے تصویر پرستی کا مسئلہ پیش کیا متفقہ فیصلہ ہوا کہ یہ عبادت مسیحی تعلیمات کی رو سے قطعاً حرام ہے، اور پرستش کی تصویریں مجسمے اور آثار مسیحی عبادت گاہوں سے خارج کر دینے چاہئیں۔ اس مجلس نے صلیب کو بھی اپنے فتویٰ میں مستثنیٰ نہیں کیا اسے بھی تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھیرایا مزید براں خود فن مصوری کو بھی ناجائز بتایا اس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ جو شخص صلیب بنائے یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے اُسے فوراً کنیسے سے خارج کر دیا جائے۔ اگرچہ وہ خود علماء کی جماعت سے کیوں نہو۔

۷۶۵ء میں اس فیصلہ کو اور بھی زیادہ تشدد کے ساتھ جاری کیا گیا، صلیب رکھنا، ولیوں سے نماز پڑھنا تصویروں کی تعظیم کرنا

بلکہ آنکھیں پھوڑنے، زبان کاٹنے اور سولی پر چڑھانے تک کی سزائیں تجویز کی گئیں۔

بت پرستی کا دوسرا دور

لیکن ملکہ ایرانی کے عہد میں پھر انقلاب ہوا یہ ملکہ بت پرستی کی حامی تھی کیونکہ وہ نسلاً یونانی تھی اور عورت تھی یہ اس حیثیت سے تخت نشین ہوئی تھی کہ اپنے نابالغ لڑکے قسطنطین ششم کی ولی اور سرپرست رہے گی اس بر سر اقتدار آتے ہی ایقونی کنیسا (یعنی بت پرستی کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کیا ستمبر ۷۸۷ء میں بمقام نیس ایک دینی مجلس منعقد کی۔ اس میں ۳۵۰ پادری جمع ہوئے تھے، پوپ کے نائب بھی شریک تھے بالاتفاق یہ فتویٰ صادر کیا گیا کہ مقدس تصویروں اور بتوں کی عبادت مسیحیت میں جائز ہے اتنا ہی نہیں بلکہ شرعاً مستحسن ہے دلیل میں اسلاف کی بہت سی جھوٹی روایتیں پیش کی گئی تھیں۔ مزید براں قسطنطنیہ سابق دینی مجلس کی تکفیر بھی کی گئی تھی اس کے فیصلے پر عمل کرنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا گیا۔

دوسری اصلاح

ایک مدت تک اس نئے فیصلے پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ لیو پنجم بیزنطینہ کا بادشاہ ہوا۔ یہ بت پرستی کا دشمن تھا ۸۱۵ء میں اس نے پھر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتویٰ حاصل کیا اور بت پرستی حرام قرار پائی اس نے صرف تصویریں اور بت ہی نہیں مٹائے بلکہ کنیسوں میں مسیحی بزرگوں کے ناموں کے ساتھ "مقدس" کا لفظ بھی مٹا دیا مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دی گئیں بہت سے خلاف ورزی کرنے والے پادریوں کی پیشانیاں آگ سے داغ دی گئیں غرضکہ اس رسم کے خلاف سخت جہاد جاری ہو گیا۔

اسی زمانے میں ایک مسیحی عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوی کے نام سے پکارا ہے) شرقی رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر ہوا۔ یہ شہنشاہ کا استاد تھا اور بت پرستی کا سخت مخالف مگر اس کی طبیعت بہت کمزور تھی اس نے شاہی احکام کی تنفیذ میں تساہل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ علانیہ احکام شاہی کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو گئے، شہنشاہ نے یہ حالت دیکھی تو سخت برہم ہوا پہلے سے بھی زیادہ تشدد پر اتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا۔

بت پرستی کا تیسرا دور

شہنشاہ کے انتقال پر اس کی ملکہ تخت نشین ہوئی۔ یہ اپنے شوہر کے خلاف عقیدہ رکھتی تھی۔ اس نے بت پرستی پھر رائج کرنی چاہی مگر اس کی راہ میں سب سے بڑی روک یہی یوحنا نحوی تھا یہ شخص دونوں جماعتوں کی نظر میں مکروہ تھا بت پرستی کے مخالف اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے حامی دشمن خیال کرتے تھے اس سے بھی بڑھکر یہ کہ یہ طبیعی علوم اور فلسفہ کا عالم تھا یہ چیز اس زمانہ میں تمام دیندار مسیحیوں کی نظر میں کفر و الحاد تھی اس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا چنانچہ اسے معزول کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ اسپر تہمت لگائی گئی کہ جادوگر ہے۔ یہ تہمت اسکی معزولی کیلئے کافی تھی چنانچہ اسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا اور ایک گمنام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا مگر مخالفوں کو اس سے سیری نہیں ہوئی تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسپر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ولی کی تصویر کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں ہیں اس الزام پر اسے سخت سزا ملی، اور توراۃ کے قانون "دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ" کے بموجب اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں۔

اب ملکہ کے لئے میدان صاف تھا اس نے ۸۴۲ء میں ایک اور دینی مجلس قسطنطنیہ میں منعقد کی اور از سر نو بت پرستی مسیحیت کی بنیادی عبادت تسلیم کر لی گئی۔

۱۹ فروری ۸۴۲ء میں کنیسہ ایا صوفیا میں پھر تصویریں اور مورتیں واپس آ گئیں۔ یونانی کنیسا اب تک یہ دن ایک عظیم دینی تہوار کے طور پر مناتا ہے

ڈاکٹر زویمر

کچھ دنوں سے لاہور آئے ہوئے ہیں۔ ان کے کچھ لیکچر بھی وائی ایم اے حال میں ہوئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ حضرت امیر

[illegible]

مقدمہ لائٹ

گواہان استغاثہ پر جرح

۲۶ راکتوبر ۱۹۲۷ء کی کارروائی

لاہور ۲۶ راکتوبر آج بوقت ½ ۱۱ بجے اخبار لائٹ کا مقدمہ مسٹر نکلسن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا کمرۂ عدالت تماشائیوں سے بھرپور تھا مولانا مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر و چودھری رحمت خاں صاحب بدر پبلشر اور شیخ معراج الدین صاحب پرنٹر لائٹ کو ہتھکڑیوں میں کمرہ عدالت کے اندر لایا گیا جہاں پہنچکر ہتھکڑیاں اتار دی گئیں،

استغاثہ کی طرف سے مسٹر احمد حسین بیرسٹر اور ملزمین کی طرف سے ملک برکت علی صاحب، ایم اے۔ ایڈوکیٹ پیروکار تھے سب سے پہلے

مسٹر آر پی چٹرجی

نے ملک صاحب کی جرح کے جواب میں کہا کہ ہندو ہیرلڈ سے پہلے چھ سات سال تک میں نے کسی پرچہ میں کام نہیں کیا اس سے پہلے پنجابی اور آریہ پتر کا میں کام کیا ہے، یہ پرچہ آریہ سماج سے تعلق رکھتا تھا ہندو ہیرلڈ سے پہلے میں کتابیں لکھتا تھا اور دوسرے اخبارات میں مضامین بھیجتا تھا، انڈیا اینڈ وار کتاب لکھی جو کمو سلسلہ پر ادرتھے شایع کی انکی ملازمت میں ۱۹۲۴ء سے ہوں، آریہ سماج کو اچھا نہیں سمجھتا میں نہیں مانتا کہ آریہ سماج بہت جارحانہ اور خلاف اسلام ذہنیت رکھتی ہے، آریہ سماج کو مسلمان بہت خلاف اسلام فرقہ سمجھتے ہیں سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے مصنف ہیں ستیارتھ پرکاش کو میں نے کبھی نہیں پڑھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی اعتراض اسلام کے خلاف ہیں۔ اگر کسی تحریر میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے انبیا کو گالیاں دی جاویں تو میں ایسی تحریرات سے بہت بیزاری ظاہر کروں گا، اگر مسلمان ایسی تحریرات کے نکال دینے کا مطالبہ کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ڈاکٹر مونجے اور مالویہ ہندو کمیونٹی کے دو بڑے اہم لیڈر ہیں، اور ان کا ہندوؤں پر بہت اثر ہے ڈاکٹر مونجے کے متعلق میں نہیں مانتا کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف لاٹھی استعمال کرنے کو کہا اس نے ہندوؤں کو مسلمانوں کو سبق پڑھانے کے لئے جسمانی طاقت بڑھانے کا کبھی حکم نہیں دیا۔ میں ہندو ہیرلڈ کا چیف ایڈیٹر ہوں اور میں نے ڈاکٹر مونجے کی تقاریر کی رپورٹیں درج کی ہیں میں نے ڈاکٹر مونجے کی تقاریر پر کبھی رائے زنی کی ہے یا نہیں مجھے یاد نہیں ٹریبیون ۱۰ رجنوری میں ڈاکٹر مونجے کی تقریر درج ہے اس پر میں نے کوئی رائے زنی نہیں کی ڈاکٹر مونجے کی بعض تقاریر میں نے ایسی دیکھی ہیں جسمیں مسلمانوں کے بوابیں جنگی ذہنیت پائی جاتی ہے، بعض مسلمان اخبار ہندوؤں کے خلاف ذہنیت رکھتے ہیں، ڈاکٹر مونجے ہندو مہا سبھا کا لیڈر ہے ہندو مہا سبھا کا سیاسی عقیدہ وہ نہیں جو کانگرس کا ہے ہندو مہا سبھا ...... کانگرس کے خلاف نہیں مسٹر موتی لال نہرو اور سری نواس آئنگر جو کانگرس لیڈر رہیں وہ ہندو مہا سبھا میں اس وجہ سے شامل نہیں ہوئے کہ وہ کسی فرقی تحریک میں شامل نہیں ہوتے مجھے معلوم ہے کہ پنجابی ہندوں پر ان کے جارحانہ رویہ کی وجہ گورنمنٹ کے اقتصادی نقادوں کی طرف سے بہت نکتہ چینی ہوتی ہے میں نہیں سمجھتا کہ شدھی اور سنگٹھن کا ہندو مہا سبھا سے تعلق نہیں مسلمانوں نے شدھی اور سنگٹھن کے غلط معنے لئے ہوئے ہیں (پیرا اول فائٹ ٹو دی فنش کو دیکھکر کہا) کہ ugly scenes غالباً فیصلہ راجپال کی طرف اشارہ ہے Revolt غالباً اس پروٹسٹ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مسلمانوں نے اس فیصلہ کے خلاف کیا۔ پیرا اول جسٹس دلیپ سنگھ کے خلاف غیر منصفانہ ریمارک ہے، ورنہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں یہ غیر منصفانہ ریمارک ugly scenes ہے یہ لفظ ممکن ہے راجپال کی کتاب کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوں، اگر ایسا ہو تو میرا اعتراض نہیں رہتا۔ پیرا نمبر ۲ میں مضمون نگار نے مسلمانوں سے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی سرگرمی کو جاری رکھیں اور ایجی ٹیشن کو ختم نکریں اگر کوئی ہندو ہندو[illegible]

رکھیں تو مجھے اعتراض نہوگا صفحہ ۴ سطر ۲ سٹیل کے معنے پڑھکر سٹیل طاقت کے معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے صفحہ ۴ سطر ۲ میں مضمون نگار نے سٹیل کے معنے طاقت کئے ہیں صحیح نہیں مونجے جیسے ہندو لیڈر جسمانی طاقت کو بڑھانے کی تعلیم دیتے ہیں ---- your arms میں جسمانی طاقت کو بڑھانے کی تعلیم ہے your purse اقتصادیات کی تعلیم ہے --- your ranks میں اتحاد کی تعلیم ہے ان تینوں باتوں کی تعلیم قابل اعتراض نہیں مجھے گتکا کشتی مکا بازی اور لاٹھی کے کھیل پر اعتراض نہیں مونجے ان سب کی تعلیم دیتا ہے گذشتہ چند سال میں دونوں قوموں کے لیڈر ایک دوسرے کے خلاف اُٹھنے کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور ان سالوں میں کشیدگی بہت بڑھتی رہی ہے مجھے پیغمبر اسلام کی زندگی کے کچھ حالات معلوم ہیں پیغمبر اسلام کو بعض حالات میں مکہ چھوڑنا پڑا میں نے آنحضرت کے حالات زندگی بچپن میں پڑھے اور مجھے وہ حالات یاد نہیں ہیں جنمیں ہجرت کی مکہ اور مدینہ دو بڑے شہر ہیں جو آنحضرت سے تعلق رکھتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت مدینہ میں کن حالات میں رہتے تھے یکم ستمبر کے پرچہ میں ہندو ہیرلڈ کا حوالہ ہے ....

....

میں نے راجپال کی کتاب سے اظہار بیزاری کیا ہے میں اس پرچہ کو عدالت میں بھیج دونگا۔ راجپال کی بریت کے بعد ہندو پوزیشن یہ تھی کہ قانون کا نقطہ نظر جو جسٹس دلیپ سنگھ نے لیا وہ صحیح ہے اور مسلمان کہتے تھے کہ غلط ہے ڈاکٹر مونجے نے جو تقریر گوجرانوالہ میں ۲۰ رجنوری کو سیوا سمتی کانفرنس کے موقعہ پر کی وہ میں نے پڑھی ہے اس کے فقرات کہ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان ہندوستان ہونا چاہئے نہ کہ کرسچستان یا اسلامستان پر میں نے کبھی رائے زنی کی لفظ Rajpals سے ایسے اشخاص مراد ہیں جو راجپال کے مانند ہوں اگر ایسے اشخاص کو monsters ..... کہا جائے تو کوئی اعتراض نہیں ایسی monsters ...... ذہنیت کے آدمی کو ملک میں نہ رہنے چاہئیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ایسی ذہنیت کو کچل دینے کے مطالبہ پر کوئی اعتراض نہیں راجپال کی کتاب کو شایع ہوئے تین چار سال ہوئے۔ سوامی شردھانند شدھی و سنگھٹن کے حامی تھے میں نے دیکھا ہے کہ سر ذوالفقار جیسے مسلم لیڈر چاہتے ہیں کہ ایسے حملے نہ ہونے چاہئیں، ہندو کہتے ہیں راجپال کی کتاب دل آزار نہیں میرا اعتراض اس مضمون پر یہ ہے کہ اس میں ہر ہندو کو راجپال کہا گیا ہے اور سٹیل کے لفظ پر بھی۔ اگر سٹیل کا لفظ تلوار کے معنے نہیں رکھتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں میں لائٹ کا باقاعدہ پڑھنے والا نہیں ہیں۔ نے پہلے اس سے مسلم اوٹ لک ۲۱ راگست میں پڑھا اس میں سارا نقل کیا گیا تھا پھر میں نے لائٹ کا پرچہ منگوایا اس مضمون کی طرف میری توجہ پہلے ٹریبیون کی رائے زنی سے منعطف نہیں ہوئی میں نے صرف فائٹ ٹو دی فنش کا مضمون پڑھا ہے کنفیشن آف کرائم کا مضمون پڑھا ہے یا نہیں مجھے یاد نہیں میں نے لائٹ کے اس پرچہ میں صرف ان دونوں مضامین کو پڑھا جن پر اعتراض ہے، میں ہندو ہیرو نہیں، میں نے اس پرچہ میں one eye one ..... کا مضمون نہیں پڑھا مضمون نگار کا مقصد یہ نہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف اور خود اپنے خلاف نفرت پیدا کی جائے بلکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف مشتعل کرنا مقصد تھا، یہ وہ خیال ہے جو مجھے اس مضمون کے پڑھنے سے پیدا ہوا سٹیل کے لفظ سے ہر ہندو کو راجپال کہنے اور ہر مسلمان کو عبدالرشید بننے کی خواہش [illegible]

should be کا لفظ must be کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یہ لفظ ہمیشہ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ضرور ایسا ہونا چاہئے بعض حالات میں ضرور کے معنے آتے ہیں ہمیشہ نہیں۔

No Rajpals and hence no Abdul R[illegible]

کے معنے ہیں کہ عبدالرشید کی پیدائش راجپال کا منطقی نتیجہ ہے مجھے لائٹ کی عام پالیسی کا کوئی علم نہیں نہ ہی یہ معلوم ہے کہ یہ پولیٹیکل اخبار ہے یا مذہبی

چمن لال صاحب پرم جائنٹ ایڈیٹر بندے ماترم

نے جرح کے جواب میں کہا کہ بندے ماترم لالہ لاجپت رائے کا پرچہ نہیں لمیٹڈ کمپنی کا پرچہ ہے لالہ لاجپت رائے کے حصص ہیں مجھے معلوم نہیں کتنے ہیں شروع میں خود ایڈیٹر رہے ہیں معلوم نہیں کہ پہلے خود یہ پرچہ نکالا تھا اور بعد میں لمیٹڈ کمپنی کے سپرد کر دیا لاجپت رائے اب آریہ سماجی نہیں ہیں نہیں بتا سکتا کہ کیا ہیں مجھے یاد نہیں کہ پہلے لاجپت رائے کانگریس سے تعلق رکھتے تھے اور کسی اور تحریک میں شامل ہونا نہ چاہتے تھے میں تین سال سے بندے ماترم میں کام کرتا ہوں لاجپت رائے ڈاکٹر مونجے ہندو مہا سبھا کے بڑے لیڈر ہیں میں آریہ سماجی ہوں آریہ سماج کے اصول ستیارتھ پرکاش میں ہیں اور اصل ہندی مستند ہے اردو ترجمہ جو پیش کیا گیا وہ کالج پارٹی کا ہے میں نہیں مانتا میں صرف ہندی مانتا ہوں انگریزی ترجمہ جو پیش کیا گیا ہے پڑھا ہے اس ترجمہ کو میں نے ہندی سے ملاکر نہیں دیکھا کہ درست ہے یا نہیں سنگھٹن شدھی کی تحریک سوامی شردھانند نے جاری نہیں کی شدھی کا مقصد یہ نہیں کہ ہندو بچوں کو جو اغوا کرکے مسلمان بنایا گیا ہے ان کو دوبارہ ہندو بنایا جاوے ہر ایک کو ہندو بنانا غرض ہے بندے ماترم ۴ جنوری ۱۹۲۷ء کا مضمون بعنوان شردھانند ڈے میں جو سوامی شردھانند کو ان تحریکات کا بانی قرار دیا گیا ہے غلط ہے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات سے ہندو و مسلمانوں میں نفاق نہیں پڑتا ڈاکٹر مونجے کی اس قسم کی تقریر میں نے کوئی نہیں پڑھی جسمیں مسلمانوں کے خلاف لاٹھی کے استعمال کی تلقین کی ہو مجھے یاد نہیں کہ مونجے نے گوجرانوالہ میں سیوا سمتی میں جو تقریر کی وہ پڑھی ہے یا نہیں ڈاکٹر کی بھی یاد نہیں مسلمانوں کو درست کرنے کے لئے لاٹھی کے استعمال کی تعلیم نہیں دی بلکہ بچاؤ اور حفاظت کے لئے۔ مجھے علم نہیں کہ مسلمان مونجے اور مالوی اور لاجپت رائے اور شردھانند کو دشمن سمجھتے ہیں یا نہیں بندے ماترم میں جو چھپتا ہے وہ کبھی پڑھتا ہوں کبھی نہیں۔ میرا پرچہ اور میں مونجے اور مالوی کے بڑے مداح ہیں ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ مسلمان ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ مضمون لکھنے والے کی رائے ہے میں نے اپنی ذاتی حیثیت میں اس سے اختلاف کسی اخبار میں ظاہر نہیں کیا مہاشہ کرشن نے کبھی بندے ماترم کو ایڈٹ نہیں کیا وہ نہایت اچھے آریہ سماجی لیڈر ہیں مجھے علم نہیں کہ انہوں نے راجپال کی ضمانت دی یا نہیں ۳ فروری ۱۹۲۶ء کے بندے ماترم میں ڈاکٹر مونجے کی تقریر چھپی ہے جو گوجرانوالہ میں ہوئی اس میں کہا ہے کہ سیوا سمتی کا جو ممبر لاٹھی چلانا نہیں جانتا وہ اس کا ممبری کے قابل نہیں لیکن اس میں مسلمانوں کے مظالم کی طرف بھی اشارہ ہے گورو گوبند سنگھ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مظالم سے ہندوؤں کو بچایا گورو گوبند سنگھ کی لڑائیاں دونوں قوموں سے ہوئیں اس مضمون میں لکھا ہے کہ جب مسلمان آئے انہوں نے بادشاہت قائم کی راجپال کو مہاشہ لکھا ہے اور اب بھی ہندو اخبار انہیں مہاشہ لکھتے ہیں میں نے اپنے پرچہ میں راجپال کی کتاب سے دل آزاری ظاہر کی وہ پرچے عدالت میں پیش کروں گا مجھے یاد نہیں کہ ٹائمز آف انڈیا نے گورنمنٹ سے سفارش کی کہ آریہ سماج کو انکی دل آزار اور خبر کی وجہ سے suppress کیا جاوے بندے ماترم ۵ ارمارچ ۱۹۲۶ء میں پنڈت مال کرشن نے راجہ نریندر ناتھ کی صدارت میں جو تقریر کی وہ درج ہے ۵ مئی ۱۹۲۶ء کے بندے ماترم میں آریہ سماج کے خلاف جہاد کے عنوان سے۔ ایک نوٹ ہے جس میں ٹائمز آف انڈیا کا حوالہ ہے کہ آریہ سماج کو بند کر دیا جاوے فائٹ کے لازمی معنے یہ نہیں۔ کہ جسمانی ہتھیاروں سے لڑا جائے۔ بندے ماترم یکم مئی ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر مونجے کا ایک مکالمہ درج ہے (عدالت کا نوٹ۔ یہ آرٹیکل صرف اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ یہ دکھایا جاوے کہ یہ بندے ماترم میں چھپے ہیں۔ نہ اس لئے کہ جو رپورٹیں ان[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۵۴

آرین کانگرس

آریہ سماج کے پنڈال میں اسلام پر ناگوار حملے

سماجی لیڈروں کی "وسیع النظری"

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ہم نے " آرین کانگرس " کے عنوان سے ایک نئے خطرہ کا اعلان کیا تھا۔ تازہ ہند و جرائد نے اس خطرہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اور ہمیں یہ دیکھکر نہایت افسوس ہوا ہے کہ اسلام پر قتل و خونریزی کے الزامات جو کچھ عرصہ سے غیر ذمہ دار آریوں کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں۔ ان کا اعادہ آرین کانگرس کے پلیٹ فارم پر بعض ذمہ دار سماجی لیڈروں کی طرف سے بھی ہوا۔ یہانتک کہ مہاتما ہنسراج نے بھی جو کانگرس کے صدر تھے اپنے خطبۂ صدارت میں ان الزامات کو دہرانے سے دریغ نہیں کیا۔

قبل اس کے کہ ہم ان الزامات کو انہی کے الفاظ میں نقل کرکے ان کے جواب کی طرف متوجہ ہوں جو ہمارے گزشتہ ہفتہ کے افتتاحیۂ "اسلام اور تلوار" کے سلسلہ کی ایک کڑی ہوگی۔ یہاں ہم کانگرس کے حالات عمومی اور ان تاثرات کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو اس کے پنڈال سے باہر ہمیں نظر آئے۔

گزشتہ یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو سکرٹری آرین کانگرس کی خدمت میں ایک چٹھی لکھی گئی کہ اخبار "پیغام صلح" کی طرف سے ایک نمائندہ کانگرس میں شمولیت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ آپ براہ مہربانی پریس رپورٹرز میں ایک جگہ اس کے لئے مخصوص کردیں۔ اسی مضمون کی ایک چٹھی اسی تاریخ کو سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے بھی بھیجی گئی۔ جس میں انہوں نے اخبار پیغام صلح کے نمائندہ کو ہی اپنی انجمن کا بھی نمائندہ قرار دیتے ہوئے اس کو کانگرس کے پریس رپورٹرز میں جگہ دینے کی خواہش کی۔ ان چٹھیوں کے بعد ہم ۳ نومبر کی شام کو لاہور سے روانہ ہو کر ۴ کی صبح کو دہلی پہنچے۔ اور اسی وقت کانگرس کے پنڈال میں اپنی جگہ حاصل کرنے کے لئے گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ہماری ملاقات پروفیسر اندر سے جو سوامی شردھانند کے صاحبزادے ہیں اور کانگرس کے سکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ہوئی۔ وہیں پنڈت رامچندر مشہور آریہ سماجی مناظر بھی مل گئے مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جو "لائٹ" کے نمائندہ کی حیثیت سے پریس ٹکٹ کے طلبگار تھے۔ پنڈت رامچندر کو جونہی ہمارے آنے کا مقصد معلوم ہوا انہوں نے اندرجی سے کچھ کانا پھوسی کی اور پھر ہمیں بتایا کہ افسوس ہے کہ . . . . صرف روزانہ اخبارات کے لئے جگہ رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ بھی ناکافی ہے۔ صرف ۵ روزانہ اخبارات کے نمائندوں کی جگہ ہے۔ اور ابھی اور جگہ کا . . . . مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے ہفتہ وار اخبارات کو جگہ نہیں دی جاسکتی۔ ہم نے اس کے جواب میں بہت اصرار کیا کہ ہمارے اخبارات کو نمائندگی کا حق ملنا چاہئے۔ اور اگر آپ کسی طرح سے پریس رپورٹرز میں جگہ نہیں دے سکتے تو وزیٹرز میں ہی ہمیں بیٹھنے کی اجازت دے دیجے ہم وہیں نوٹ لے لیں گے اس کے جواب میں کہا گیا کہ وزیٹرز میں کسی غیر ہندو کو جگہ نہیں دی جاسکتی ہاں اگر آج کا دن انتظار کیا جائے تو ممکن ہے کل کوئی جگہ مل سکے ناچار ہم وہاں سے نکلے وہیں قریب ہی ہمیں بدایوں کی انجمن اسلامیہ کے سکرٹری مولوی ادریس خان صاحب مل گئے۔ اور ان سے یہ سنکر حیرت ہوئی کہ وہ "ذوالقرنین" کی طرف سے اور کانگرس میں شمولیت کے لئے انہیں داخلہ کا ٹکٹ بھی مل چکا ہے وہیں سے ہم پھر کانگرس کے پنڈال کی طرف لوٹے کہ ارباب کانگرس کے اس متضاد رویہ کو ان کے سامنے رکھیں قریب ہی پنڈت شانتی سروپ سکرٹری استقبالیہ کمیٹی سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے ہمارا شکایت سنتے ہی فوراً ایک رقعہ منتظمین کانگرس کی طرف لکھا کہ "لائٹ" اور "پیغام صلح" کے لئے دو پریس ٹکٹ دے دیئے جائیں۔ اس رقعہ کو ہم لے کر اسی وقت دوبارہ کانگرس کے پنڈال میں گئے اور انکوائری آفس کی معرفت اس رقعہ کو اندر بھیجا۔ لیکن فوراً ہی وہ رقعہ واپس آگیا۔ اور زبانی یہ جواب ملا کہ کوئی جگہ نہیں کل آؤ" دوسرے دن ہم پھر گئے۔ اتفاقاً مہاتما ہنسراج پروفیسر اندر اور پنڈت رامچندر ہمیں پنڈال سے باہر آتے ہوئے مل گئے۔ پنڈت رامچندر نے دیکھتے ہی فوراً کہا کہ اندرجی سے میں نے کہدیا ہے آپکو جگہ مل جائے گی آپ بارہ ساڑھے بارہ بجے کانگرس کا دوسرا اجلاس شروع ہونے پر آئیں۔ آپ کو ٹکٹ مل جائیگا یہ سن کر ہم نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور قریباً ساڑھے بارہ بجے پنڈال کے اندرونی دروازہ پر جہاں ٹکٹیں دیکھی جاتی تھیں جا کھڑے ہوئے۔ وہاں سے ہم نے ایک رقعہ اندرجی کو لکھا جس میں ان کو پنڈت رامچندر جی کا وعدہ اور خود ان کا کل کا وعدہ یاد دلادیا۔ ایک دفعہ رقعہ بھیجا کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری دفعہ پھر بھیجا تو جواب آیا " افسوس جگہ پر ہو چکی ہے " انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پنڈت جی کے اس رویہ پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے تھوڑا ہے۔ کیا یہی وہ آریہ سماجی رواداری ہے جس کے گن "پرکاش" "ملاپ" "پرتاپ" آئے دن گاتے رہتے ہیں۔ کیا بھیشم اور پرتاپ کا دل رکھنے والے یہی لوگ ہیں کہ ہزاروں کے مجمع کے اندر ایک دو غیر احمدی مسلمان اگر چلے جائیں تو ان پر لرزہ طاری ہو جائے اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے انہیں ٹال دیا جائے اس کی وجہ صاف ہے آریہ سماج کو خوب معلوم ہے کہ ان کی اندرونی باتوں اور بدعنوانیوں کا پردہ اگر چاک ہو سکتا ہے اور ان کے ناگوار اور دلخراش حملوں کا دندان شکن جواب اگر مل سکتا ہے تو صرف احمدیہ جماعت کی طرف سے۔ اس جماعت کا ایک ایک فرد سماج کے ہزاروں کے مجمع پر بھاری ہے۔ اور اگرچہ وہاں کوئی مناظرہ یا گفت و شنید کا موقع نہ تھا تاہم کانگرس کی بعض ایسی کارروائیوں کا جو ان کی نظروں میں اخبارات میں آنی مناسب نہ ہوں گی ہمارے ذریعہ سے انکشاف ہو جاتا۔ اس لئے پنڈت رامچندر اور اندرجی کی دانائی اور تدبر نے سماج کو اس ابتلائے عظیم سے بچا لیا۔ اور اب ہمارے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ سماجی اخبارات کی روایات اور ان کی شایع کردہ رپورٹوں ہی کو اپنے تبصرہ کی بنیاد قرار دیں۔

جہانتک کانگرس کے حالات عمومی اور ظاہری شان و شوکت کا تعلق ہے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آریہ سماج کی تاریخ میں غالباً یہ ایک بے نظیر کانگرس ہوئی ہے۔ کانگرس کا پنڈال نہایت وسیع تھا۔ جلسہ گاہ کے خیمہ کے علاوہ سبجیکٹ کمیٹی اور منتظمین کے خیمے الگ الگ تھے۔ ڈیلیگیٹوں کو جو ہندوستان کے مختلف حصص سے آئے تھے۔ کم از کم دو دو روپے کے ٹکٹ خریدنے پڑتے تھے۔ مہاتما ہنسراج صدر کانگرس کے دہلی پہنچنے پر منتظمین کانگرس نے ان کا جلوس نکالنا چاہا لیکن گورنمنٹ نے فضا کی خراب حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے جلوس کو حکماً بند کر دیا۔ جس پر بہت سے آریہ سماجی بگڑے اور انہوں نے سول نافرمانی پر زور دیا۔ منتظمین نے نگر کیرتن کے جلوس کو جو ۵ نومبر کی شام کو نکلنے والا تھا۔ بطور حفظ ما تقدم بند کر دیا۔ کانگرس کی سبجکٹ کمیٹی میں اس پر بہت بحث مباحثہ ہوا اور بعض سماجیوں نے یہانتک کہدیا کہ اگر کانگرس جلوس نہیں نکالتی تو ہم از خود نگر کیرتن کا جلوس نکالیں گے اور گورنمنٹ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے۔ جس پر آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ ۹ تاریخ تک صبر کیا جائے اس کے بعد سوچ بچار کر جو فیصلہ مناسب ہوگا کر لیا جائے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سول نافرمانی صرف زبانی ہی باتیں تھیں اس کی ہمت کسی کو نہیں پڑی۔

پنڈال کے بیرونی احاطہ میں کتابوں کی بہت سی دکانیں لگی ہوئی تھیں جن کو دیکھنے کا ہمیں اکثر موقعہ ملا۔ اور یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ "بلیدان جیترا ولی"

جیسی اشتعال انگیز کتاب جو پنجاب گورنمنٹ کے حکم سے ضبط ہو چکی ہے علی الاعلان فروخت ہو رہی ہے۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں ایک اور تصویر کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس پر سے راجپال کا نام بھی حذف کر دیا گیا ہے ہمیں حیرت ہے کہ دہلی جیسی جگہ میں بھرے [illegible]

سنا ہے کہ اس کتاب کی ایک کاپی کسی مسلمان نے پنڈال کی ایک دکان سے خرید کر انچارج سٹی پولیس کے توسط سے چیف کمشنر کی خدمت میں بھی بھجوائی تھی۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس پر کارروائی کیا ہوئی۔ ہاں دوسرے دن تلاش کرنے پر بھی کسی دکان سے ایک بھی کاپی نہ مل سکی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر کتاب جلسہ میں آئی تھی سب کی سب ایک ہی دن میں فروخت ہو گئی اور یا کسی ذریعہ سے کتب فروشوں کو یہ علم ہو گیا کہ ان کی مجرمانہ حرکت کا علم چیف کمشنر کو ہو گیا ہے۔ اور انہوں نے باقیماندہ نسخوں کو چھپا لیا۔ بہرحال یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب ہندوستان کے تمام آریہ کتب فروشوں کی دکانوں میں اب تک موجود ہے۔ بلکہ لاہور کے بعض کتب فروشوں کے پاس بھی جن کی دکانیں ہمیں نے دیکھی ہے۔ اس لئے جب تک گورنمنٹ ہند اس بارہ میں کوئی سخت نوٹس نہ لے گی اور تمام آریہ کتب فروشوں کی تلاشیوں کے علاوہ کتاب کے مصنف اور ناشر وغیرہ گرفتار نہ کئے جائیں گے اس وقت تک یہ فتنہ ہرگز فرو نہ ہوگا۔ بلکہ ڈر ہے کہ ملک کے مختلف حصص میں اس سے کوئی ناگوار صورت حالات پیدا نہ ہو جائے۔ اس سے پیشتر رنگیلا رسول کے بارہ میں گورنمنٹ کو تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ اس کی ضبطی کے باوجود دہلی اور دوسرے صوبوں میں دوبارہ اسے شایع کیا گیا اب یہ دوسرا تجربہ ہے۔ معلوم نہیں گورنمنٹ ہند کب تک اس بارہ میں خاموش رہے گی اور ان لوگوں کو جو قانون کی اس طرح علی الاعلان خلاف ورزی کرتے ہیں کب تک مہلت دے گی کہ وہ اپنی فتنہ انگیز حرکات سے ملک کے امن و امان کو خطرہ میں ڈالے رکھیں۔

یہ تو کانگرس کے مختصر حالات ہیں جو اس کے بیرونی حصہ کے معائنہ سے ہمیں نظر آئے۔ اس کے اندر جو کچھ کارروائی ہوئی اور جس کی کیفیت خود سماجی اخبارات اور بعض دوسرے عینی شاہدوں سے سننے میں آئی اس پر ہم آئندہ اشاعت میں تبصرہ کریں گے۔ انشاء اللہ

قدیم آریہ اور گائے

شملہ کی اتحاد کانفرنس کی ناکامی کے بعد کلکتہ میں بعض کانگرسی لیڈروں نے ایک اتحاد کانفرنس منعقد کی جس میں انہوں نے ان متنازعہ مسائل کا جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو کسی متحدہ راہ پر نہیں آنے دیتے فیصلہ کرتے ہوئے کافی وسیع النظری سے کام لیا اور جہاں ہندوؤں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ مسجدوں کے سامنے باجا بجاتے ہوئے گزر جایا کریں سوائے نماز کے وقت کے کہ عبادت الٰہی میں خلل انداز ہونا مناسب نہیں۔ وہیں مسلمانوں کو بھی ذبیحۂ گاؤ کی پوری آزادی دے دی۔ مسلمان تو اس فیصلہ سے ایک حد تک مطمئن نظر آتے ہیں لیکن ہندوؤں کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ملک میں صلح و امن کی کوئی صورت کسی طرح پیدا ہو اس لئے وہ اس کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔

دہلی میں اس فیصلہ کا اعلان کرنے اور ہندو مسلمانوں کو اتحاد کی تلقین کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ ۳ نومبر کی شام کو منعقد ہوا جس میں حکیم اجمل خاں صاحب، ڈاکٹر انصاری، مسٹر محمد علی اور مسٹر سرینواس آئینگر نے تقریریں کیں۔ ان تقاریر میں سب سے زیادہ دلچسپ بات جو مسٹر سرینواس آئنگر کے منہ سے سننے میں آئی یہ تھی:۔

" قدیم آریاؤں کے وقت میں گائے ذبح ہوتی رہی ہے اور کبھی انہوں نے اس کو قابل اعتراض نہیں سمجھا "

مسٹر سرینواس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ ہندوؤں نے "جھوٹ" "جھوٹ" کے آوازے بلند کرنے شروع کئے۔ اور قریباً نصف گھنٹہ تک جلسہ میں شور و غل برپا ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں بہت سے لوگ جلسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ پولیس بھی فساد کا اندیشہ سمجھ کر آ پہنچی۔ آخر کار مسٹر سرینواس کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے۔ ورنہ خدا جانے ہندوؤں کا جوش کیا صورت پیدا کر دیتا۔

یہ ہے ہمارے برادران وطن کی ذہنیت، مسلمانوں سے ان کا عناد اور بغض و تعصب آج اس درجہ تک جا پہنچا ہے کہ اپنے خیالات کے خلاف خود اپنے لیڈروں کے منہ سے بھی ایک لفظ تک سننا نہیں چاہتے خواہ وہ واقعات پر ہی مبنی ہو۔ مسٹر سرینواس نے جو کچھ کہا ہے اس کا ثبوت ہندوؤں کی مذہبی کتب سے دیا جا سکتا ہے۔ خود ویدوں کے اندر بھی گائے کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اور قدیم آریہ گائے کے گوشت کو پسند کرتے رہے ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ آج ہندوؤں نے یہ ٹھان لی ہے کہ اتحاد ہندو مسلم کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ گویا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جب تک ان کی یہ ذہنیت [illegible]

مذاکرۂ علمیہ

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے

سوال سورۂ علق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید کو "باسم ربک الذی خلق" سے شروع کرنے کو ارشاد فرمایا ہے۔ الا ہر سورہ شریف کے آغاز میں بجائے "باسم ربی الذی خلق" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے۔

جواب آپ کو یہ غلطی لگی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہر صورت کے شروع میں لوگوں نے خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھدیا ہے ایسا نہیں بلکہ ہر سورۃ کے شروع میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ آیت ہے جس سے ہر سورۃ شروع ہوتی ہے "اقرا باسم ربک الذی خلق" فرما کر تو صرف اتنا تبلایا کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھا کر یہ تو نہیں فرمایا کہ انہی لفظوں کے ساتھ ہر سورۃ کو شروع کیا کر کس طرح اپنے رب کا نام لیکر پڑھتا ہے یہ خود "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" فرما کر تبلا دیا کہ اس طرح اپنے رب کا نام لیکر پڑھا کرو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر تو عجیب و غریب ہے جسکا یہ محل اور موقعہ نہیں۔ مگر میں دو باتیں تبلا دینا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ رحمٰن اور رحیم دونو صفات دراصل صفت رب کی ہی تشریح ہیں۔ رحمٰن اُسے کہتے ہیں جو کسی چیز کی پیدائش اور اس کی پرورش اور تکمیل کے لئے کل سامان بغیر اس چیز کی اپنی سعی اور محنت کے مہیا کر دے۔ اور رحیم اُسے کہتے ہیں کہ جب وہ چیز محنت اور سعی کرے تو اسپر نتائج عالیہ مترتب کر کے اس کو تکمیل تک پہنچا دے۔ انہی دو باتوں کا نام ربوبیت ہے پس جب رحمٰن اور رحیم کہا تو دراصل صفت ربوبیت کی دونوں شاخوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔ اس لئے رب کا نام رحمٰن اور رحیم میں زیادہ وضاحت کے ساتھ آ گیا۔

دوسرا امر یہ کہ بسم اللہ میں جو فصاحت و بلاغت ہے وہ "باسم ربی" میں نہیں بسم اللہ سے پہلے کچھ محذوف ہے جب خدا قرآن نازل فرماتا ہے تو محذوف ہوتا ہے اقرا یعنے ای بندہ تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے اور جب بندہ قرآن پڑھتا ہے تو محذوف ہوتا ہے . . . . اقرا میں پڑھتا ہوں ساتھ نام اللہ کے پس یہ جامعیت باسم ربی میں کہاں۔ اس کے تو معنے صرف ایک ہوں گے۔ میں پڑھتا ہوں اپنے رب کے نام کے ساتھ۔ یہ ہر سورت کے شروع میں لکھا جاتا یہ معنے تھا کیونکہ قرآن خدا کا کلام تھا بندہ کا کلام نہ تھا۔ اگر بندہ کوئی کلام از خود لکھتا تو ایسے فقرہ کا شروع میں لکھنے کا کچھ ہرج نہ تھا۔ لیکن خدا کے کلام میں ہر سورۃ کے شروع میں ایسا فقرہ جسکے معنے ہوں کہ میں اپنے رب کے نام سے شروع کرتا ہوں اس کلام کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ مگر بسم اللہ جامع ہے خدا کی طرف سے حکم ہے۔ کہ تو پڑھ ساتھ نام اللہ کے اور بندہ پڑھتے وقت اس حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اور کہتا ہے میں پڑھتا ہوں ساتھ نام اللہ کے۔ دونوں صورتوں میں ایک ہی فقرہ ایسا ٹھیک بیٹھتا ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں۔

سوال نیز جب "رب" خود اسم ہے تو لفظ اسم اس کے ساتھ ملانے کی کیا حکمت ہے۔

جواب وہی حکمت ہے جو اس فقرہ میں ہے کہ میں کسی کو کہوں کہ "خدا کا نام لیکر یہ کام شروع کرو۔ اگر اسم کا لفظ نہ استعمال کرتے تو فقرہ ہی بے معنی ہوتا اس صورت میں یہ ترجمہ ہوتا کہ اپنے رب کے ساتھ پڑھ یعنی تو اور تیرا رب دونو ملکر پڑھا کرو۔ جو نہایت ہی لغو اور بے معنی ہے خدا کا نام لیکر پڑھنے سے مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک ایسے علم کی کتاب ہے جس پر عمل از بس ضروری ہے پس خدا سے استعانت طلب کرتے ہوئے اس کو پڑھو تا اللہ تعالیٰ اس کتاب کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال دوسرے مقامات پر قرآن مجید کو فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر شروع کرنے کو فرمایا ہے

جواب یہ ٹھیک ہے۔ ایسا فرمایا ہے۔ اس لئے ہمیشہ قرآن مجید پڑھتے وقت لوگ پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کرتے ہیں۔ اس میں کیا اعتراض ہے۔ آپ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا آپ کا منشا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں یا اعوذ باللہ الخ شروع میں پڑھیں میں کہتا ہوں کہ آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو قرآن کی آیت ہے جہاں کہیں قرآن میں لکھی ہو پڑھیں ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوتی ہے وہاں پڑھیں آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کے بعد اگر سورۃ شروع ہو گی تو آپ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنی پڑیگی۔ آپ آیت قرآنی تو قرآن پڑھتے وقت چھوڑ نہیں سکتے۔

سوال سورہ علق مذکورہ مکیہ ہے اور اس میں آیت شریف "اقرا باسم ربک الذی خلق" بالاتفاق سب سے پہلے نازل ہوئی اور سورۂ مائدہ مدنیہ ہے اور اس میں آیت شریف "الیوم اکملت لکم دینکم" متفقا علیہ سب سے آخری اتری اس میں ترتیب کا اختلاف کس حکمت کی بنا پر ہے اور اسی طرح دیگر بہت آیات کا حال ہے

جواب پہلے میں اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ آیت "اکملت لکم دینکم" سب سے آخری وحی نہیں یہ آپ نے کس طرح کہدیا کہ یہ متفق علیہ ہے یہ سچ کہ زمانہ نزول وحی کے آخری حصہ میں اس کا نزول ہوا مگر یہ سب سے آخری آیت نہیں۔ آپ جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہی قرآن کریم جو ہمارے ہاتھ میں ہے یہ اس ترتیب سے جمع نہیں کیا گیا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا یہ سچ ہے مگر اس کی جمع کرنے کی ترتیب بھی خود جناب الٰہی کے حکم کے ماتحت انجام پذیر ہوئی جیسا کہ قرآن کریم میں وہ خود فرماتا ہے ان علینا جمعہ و قرآنہ کہ بیشک ہمارے اوپر ہے اس کا جمع کرنا اور پڑھنا دوسری جگہ فرماتا ہے۔ و لقد وصلنا لہم القول کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن کو جوڑا اور ترتیب دی۔ جسطرح قرآن کا نزول منجانب اللہ تھا اسی طرح اس کی ترتیب بھی منجانب اللہ تھی۔ قرآن اگر کسی خاص قوم اور خاص زمانہ کے لئے کتاب ہوتی تو ضرور تھا کہ اسے اسی طرح جمع کر دیا جاتا جسطرح وہ نازل ہوا تھا۔ لیکن چونکہ وہ دراصل تمام زمانوں اور تمام بعد میں آنے والی قوموں کے لئے دستور العمل تھا اس لئے اس کا جمع کرنا ترتیب نزولی کے مطابق بے معنی تھا۔ ضرور تھا کہ وہ ایسی صورت میں جمع کیا جاتا جو ہر ایک جویائے حق اور طالب کی رہنمائی کے لئے موزوں اور مناسب حال ہوتا۔ موجودہ ترتیب میں کیا کیا خوبیاں اور کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس کا کلی علم تو اللہ کو ہے۔ لیکن جو لوگ راسخ فی العلم ہیں اُن سے قرآن سنو اور پڑھو پھر دیکھو کہ موجودہ ترتیب میں کیا کیا عجائبات اور کیسے رموز اور حکمت ہیں یہ کسی اخبار میں چند سطروں میں نہیں لکھا جا سکتا۔ یہ تو باقاعدہ تعلیم و تعلم کو چاہتا ہے

سوال حروف مقطعات اور آیات متشابہات جب دائرہ ادراک انسانی سے خارج ذکر کئے جاتے ہیں۔ تو اُن کے پھر قرآن مجید میں مسطور ہونے کی کیا حکمت ہے۔

جواب یہ آپ سے کس نے کہدیا کہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات ادراک انسانی کے احاطہ سے خارج ہیں قطعاً نہیں حروف مقطعات کے معنے برابر کئے گئے ہیں۔ آیات متشابہات کے معنے سب کرتے ہیں البتہ آیات متشابہات کے متعلق یہ حکم ہے کہ اس کے ایسے معنے نہ کرو جو محکم آیات کے مخالف ہوں۔ پس اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ متشابہات اور مقطعات ادراک انسانی سے خارج ہیں تو آپ اسی سے پوچھیں کہ پھر قرآن مجید میں انکے لکھنے کا کیا منشا ہے دراصل ایسا کہنے والا خود جاہل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تفسیر بیان القرآن نہیں پڑھی۔ اگر وہ پڑھتے تو ایسے سوالات مولانا سے نہ کرتے تفسیر بیان القرآن میں حروف مقطعات پر نہایت مفصل بحث ہے پڑھ لیں۔

سوال جناب نے اپنے مذاکرہ علمیہ مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء بعنوان جن اور شیطان میں "جن" کے معنے جراثیم و کیڑے کے رقم فرمائے ہیں یہ تاویل دلچسپ تو ضرور ہے مگر جب جن کے معنے کیڑے کے منتہی الارب جیسی معتبر لغت میں جو اس وقت ہمارے پاس موجود تھی تلاش کئے گئے تو۔ اس میں اسکا کہیں پتہ نہیں چلا۔ مہربانی فرما کر جس لغت میں جن کے معنے کیڑے بھی مندرج ہوں اس کا حوالہ دینے کی بھی ذرا تکلیف گوارا فرمائیں۔

جواب۔ جن اور شیطان کا مضمون حضرت مولانا محمد علی صاحب نے نہیں لکھا تھا۔ بلکہ اس خاکسار نے لکھا تھا منتہی الارب تو خیر بہت ہی مختصر لغت کی کتاب ہے؛ وہ بیچارہ جن کے معنوں پر کیا بحث کریگا آپ "جن" کے معنے جراثیم لغت کی اُن کتابوں میں بھی لکھے ہوئے نہیں پائیں گے جو بڑی ضخیم اور مبسوط ہیں مثلاً لسان العرب تاج العروس وغیرہ۔ کیونکہ انکے زمانہ میں جراثیم کی تھیوری ابھی معرض وجود میں ہی نہ آئی تھی۔ وہ بیچارے کس طرح لکھتے حقیقت یہ ہے کہ آپ نے میرے مطلب [illegible] کے

معنے میں ایسی غیر مرئی ہستیاں جنکو انسان اپنے ظاہری حواس سے محسوس نہ کر سکے اس کے یہ معنے مفردات امام راغب میں موجود ہیں اسی لحاظ سے عربی زبان میں امرا کو بھی جن کہا گیا۔ کیونکہ وہ عام لوگوں میں کم نکلتے ہیں پہاڑیوں کو بھی جن کہا گیا کیونکہ وہ پہاڑوں میں غائب رہتے ہیں پس جن بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اس لئے قرآن کریم نے جن اُن غیر مرئی ہستیوں کو بھی کہا جو انسان کے جذبات کو حد سے زیادہ تحریک کرنے کی حالت میں شیطان کہلاتے ہیں اسی طرح حدیث شریف میں اُن غیر مرئی ہستیوں کو بھی جن کہا گیا ہے جو طاعون ہیضہ ملیریا کو پیدا کرتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے جب ان بیماریوں کی پیدا کرنے والی ہستیوں کو خوردبین کے ذریعے دیکھا تو ان کا نام جرم یا جراثیم رکھدیا یعنے جنہیں حدیث شریف میں بوجہ انکے غیر مرئی ہونے کے جن کہا گیا تھا۔ انہی کو موجودہ سائنس نے جراثیم کہا۔ امید ہے اب آپ کو میرا مطلب واضح ہو گیا ہوگا۔

"مجھ پر مت کرو بلکہ خدا پر کرو"

"میں صرف ٹیلیفون کا ڈبہ ہوں"

ڈاکٹر زویمر کا جواب ایک احمدی کو

ہمارے عزیز دوست محمد عبد اللہ صاحب نے جو انجمن کی طرف سے تحصیل چندہ کے کام پر مامور ہیں۔ راولپنڈی سے ذیل کی مراسلت بھیجی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر زویمر کے جنکی حضرت امیر سے ملاقات کا تذکرہ گذشتہ نمبر میں ہو چکا ہے، راولپنڈی میں کچھ لیکچر ہوئے ہیں جن پر ہمارے دوست نے کچھ سوالات کرنے چاہے لیکن انہوں نے جواب دینے سے گریز کیا چنانچہ لکھا ہے

خاکسار پرسوں ایک پادری صاحب کو ملنے کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ اسے اسلامی کتابیں دکھائیں۔ دوران گفتگو میں انہوں نے بتایا کہ کل ڈاکٹر زویمر صاحب چوٹی کے پادری ہیں تبلیغی کام میں مشورہ دینے کے لئے تشریف لائیں گے۔ بازار میں منادی بھی کریں گے۔ خیر پادری صاحب چوروں کی طرح راولپنڈی میں آئے۔ ان کے لیکچر کا کوئی اعلان بھی نہیں کرایا گیا۔ چار بجے شام کو ان کی لائبریری میں گیا ڈاکٹر صاحب لائبریری میں تشریف فرما تھے۔ پادری صاحب نے میرا تعارف ڈاکٹر زویمر سے کرایا ہمارے مشن کے متعلق پوچھا۔ اور دو کتابیں جو عربی میں انکی تصنیف کردہ ہیں انہوں نے عنایت کیں جسے میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا ۱/۲ ۷ بجے شام ان کا لیکچر شروع ہوا جسمیں انہوں نے بتایا کہ مسیح علیہ السلام مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقائد کے مطابق اس دنیا میں ہماری ہدایت کے آئے۔ اور واپس آسمان پر زندہ چلے گئے۔ اور پھر واپس آئیں گے۔ کوئی دوست جو پشاور دیکھ آیا ہے کیا وہ مجھے پشاور نہیں لے جا سکتا۔ دنیا میں کوئی ایسا نبی یا ولی نہیں گذرا جس نے کہا ہو کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور واپس خدا کی طرف جا کر پھر تمہیں آکر لیجاؤں گا۔ اگر میں ایسی وادی سے گذروں جو تاریک ہو اور خطرناک ہو۔ تو اس سے گذرنے کے لئے ایک بچہ کو ساتھ نہیں لوں گا۔ بلکہ ایک مضبوط آدمی کو ساتھ لے جاؤں گا مسیح ہمارا ایسا دوست ہے جو شیطان سے پاک ہے۔ لہذا وہ ہمارا ہی رفیق ہو سکتا ہے۔ اسی طرح آپ نے ایک زندہ ڈاکٹر اور مردہ ڈاکٹر کی مثال دیکر واضح کرنے کی کوشش کی کہ جیسے ہمارے امراض کا علاج زندہ کر سکتا ہے نہ کہ مردہ سے مسیح قرآن اور انجیل کی تعلیم کے مطابق زندہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بغیر دلیل کے ایمان مسیح پر لے آؤ جب تم تجربہ کر لوگے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسا دوست ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند مفروضہ معجزات مسیح کے بیان کئے۔ مثلاً مردوں کا جی اٹھنا۔ کوڑھوں کا زندہ کرنا وغیرہ لیکن آخر میں یہ کہتے ہوئے کہ وہ روحانی مردہ تھے جنکو انہوں نے زندہ کیا۔ ان کے ظاہر معجزات پر جو فخر سے پیش کئے جاتے ہیں پانی پھیر دیا

اختتام جلسہ پر میری درخواست

اگرچہ ان کے اعلان جلسہ نہ ہونے کی وجہ سے ہماری طرف سے کوئی آدمی تیار ہو کر نہ جا سکا لیکن مجھ سے نہ رہا گیا تعارف بھی پہلے ہو چکا تھا اور اسے معلوم بھی ہو گیا تھا۔ کہ میں احمدی جماعت کا رکن ہوں لہذا میں نے درخواست کی کہ مجھے آج یا کل شام کے لیکچر کے بعد سوال کرنے کی اجازت دی جائے۔ [illegible]

تقریر کی رپورٹ درج ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ آل انڈیا ہندو سبھا کب شروع ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نہیں بتا سکتا کہ ایک سال ہوا یا زیادہ لائٹ کے ساتھ ہمارا تبادلہ نہیں لاجپت رائے ہندو مارم کی کمیٹی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے چیئرمین رہے ہیں (پرچہ دیکھکر ۱۹۲۱ء) میں وہ چیئرمین تھے میں ڈاکٹر مونجے کی تقاریر کو قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔

گواہ استغاثہ گیانی رام سنگھ پر جرح

میں نے انگریزی ایف اے پاس کیا ہے۔ پہلے میں نے میٹرکولیشن پاس کیا پھر گیانی کا امتحان پاس کیا پھر انگریزی میں ایف اے پاس کیا مجھے ٹھیک یاد نہیں کہ کب ایف اے پاس کیا غالباً ۱۹۲۰ء میں ایف اے پاس کیا بعد میں ایک دفتر میں سٹینو گرافر کے کام پر ملازم ہو گیا۔ ایک سو روپیہ ماہوار میری تنخواہ ہے۔ میں ساہی وال ضلع شاہپور کا رہنے والا ہوں آٹھ سال سے لاہور میں ہوں میں نے کسی ایسے جلسہ کی صدارت نہیں کی جس میں راجپال سے بیزاری کی گئی ہو میں نے کسی پبلک جلسہ میں اظہار بیزاری نہیں کیا کیونکہ کسی جلسہ میں اس کے لئے مجھے نہیں بلایا گیا گوال منڈی میں جو جلسہ ہوا وہ چار دیہاتیوں کی طرف سے تھا میں سری گورو دت سنگھ سبھا کا سکرٹری ہوں راجپال سے ہماری سوسائٹی نے کبھی بیزاری ظاہر نہیں کی مگر سکھوں کی مذہبی سرگرمیوں سے اس کا تعلق ہے میں راجپال کو جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ راجپال نے پیغمبر اسلام کے خلاف ناپاک کتاب شایع کی میں اس کو پسند نہیں کرتا اگر کوئی شخص آنحضرت کے خلاف ناپاک تقریر شایع کرے اور کوئی [illegible] کرے تو میں اسکو پسند نہیں کرتا اسے عدالت کی طرف رجوع کرنا چاہئے میرا مطلب یہ ہے کہ گالی دینا اچھا نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ let your steel be bright تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خالص سٹیل یعنی تلوار کو چمکایا جاوے اس کا مطلب ۔ ۔ ۔ ۔ strength بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ مضمون کے لب و لہجہ پر منحصر ہے میں جانتا ہوں کہ strength اور physical steel ۔ ۔ ۔ ۔ میں کیا فرق ہے strength کا مطلب جسمانی طاقت ہے سٹیل جسمانی طاقت سے مختلف چیز ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ کوئی شخص جسمانی طاقت بڑھانے کی تعلیم دے exercise your arms کے الفاظ ذو معنے ہیں اسلحہ اور جسمانی طاقت سکول ٹیچر مجھے exercise your arms کے الفاظ مجھے کہا کرتا تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹیچر نے مجھے اسلحہ سے دوسروں کو مارنے کا حکم دیا تھا صفحہ ۴ سطر ۲ میں مضمون نگار نے سٹیل کو strength کے معنوں میں استعمال کیا ہے اس کے بعد کی سطروں میں ان معنوں میں سٹیل کا لفظ نہیں بعد کی سطروں میں ۔ ۔ ۔ ۔ steel کا لفظ صرف ایک دفعہ استعمال ہوا ہے In arms of steel کا مطلب یہ ہے کہ اپنے arms of money کیسہ کو پر کیا جاوے تاکہ force پیدا کرنے کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ organize کیا جا سکے مختلف قسم کی force کا اوپر ذکر ہے forces سے مراد بہت سے نظام ہیں جو مضمون نگار قائم کرنا چاہتا ہے ایک کو cut it clean Through کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ cut it clean Through کا مطلب یہ ہے کہ قتل کر دیا جائے جیسے ایک ناخواندہ پٹھان اندھا دھند قتل کر دیتا ہے لفظ it انسانوں کے لئے نہیں بولا جاتا men monster mentality کا اشارہ دل کی طرف ہے mentality کا مطلب ہے کہ ہر چیز کو ایسی ہو یا ذہنی تباہ کر دیا جاوے مضمون نگار نے ان مضامین میں monster mentality کے لفظ استعمال کئے ہیں ان الفاظ سے اسکی مراد یہ ہے کہ ہر ایک شخص بالخصوص ہندوؤں کو قتل کر دیا جاوے monster mentality کا اشارہ ہندوؤں کی طرف ہے کیونکہ اس سے آگے ہے every Hindu a Rajpal اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤں کی ذہنیت لوگوں کے قتل و غارت کا موجب ہے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس ذہنیت کو cut Through کر دیا جائے سکرٹری اور پریزیڈنٹ سیوک

ترلوک چند آریہ سماجی ہے ریزولیوشن جو پیش ہوا وہ مہاشہ خوشحال چند ایڈیٹر ملاپ نے پیش نہیں کیا لالہ جمنا داس بھی اس میٹنگ میں تھے لالہ جمنا داس نے کہا کہ ستیا رتھ پرکاش کی تحریر توہین آمیز ہے۔ میں روزانہ پرتاپ پڑھتا ہوں پرتاپ ۲۳ اگست میں اس جلسہ کی روئداد صحیح طور پر درج ہے۔ (پھر کہا) کہ مہاشہ خوشحال چند نے تقریر کی تھی پہلے میں نے ترلوک سمجھا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

hoodwink ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کے معنے نہیں جانتا (اصل مضمون میں یہ لفظ دیکھ کر کہا) کہ اس کا مفہوم misled کا ہے glass کے معنے ہیں bright یعنی monster کی بیرونی شکل بڑی خوبصورت اور چمکدار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائیڈرا ایک جانور کا سر جو سانپ کی مانند ہے ہائیڈرا ہیڈڈ کے معنے میں نہیں جانتا جب تک اصل مضمون کو نہ پڑھوں مونجے کو میں جانتا ہوں وہ ہندوؤں کا ایک لیڈر ہے حال ہی میں ہندوؤں میں اس نے شہرت حاصل کی ہے میں نے کبھی نہیں سنا کہ اس نے کسی لاٹھی کے استعمال کی تعلیم دی ہو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ جسمانی ورزشوں کے لئے گتکہ اور لاٹھی کے استعمال کی تعلیم دیتا ہے تاکہ ہندو اپنی جسمانی طاقت بڑھا سکیں ان سینکڑوں جلسوں میں جن میں میں شامل ہوتا رہا ہوں ہندو لیڈر ہندوؤں کو ورزش کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ تاکہ انکی طاقت بڑھے لیڈروں نے کہا کہ مسلمان ہندوؤں کو ہر جگہ مارتے پھرتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو مضبوط بنانا چاہئے مسلمانوں کے ہندوؤں کے مارنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہندوؤں پر حملہ آور ہوتے ہیں کنفیشن آف کرائم میں جہاں تشدد کی تلقین ہے۔ وہ فقرات یہ ہیں گواہ نے اس کے بعد چند فقرات پڑھے ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس پرچہ میں اس نے تشدد کی تعلیم نہیں دی بلکہ پہلے مضمون پر زور دیا ہے صفحہ ۱ کالم ۱ میں یہ کہا گیا ہے کہ ہندو بھی اسی طرح خدا کی مخلوق ہیں جیسے مسلمان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن اگلے ہی پیرے میں تمام ہندوؤں کو راجپال کہا ہے یہ سچ ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف ہیں مسلمان راجپال کو نفرت سے دیکھتے ہیں تمام مسلمان نہیں چند بڑے لیڈر ایسا سمجھتے ہیں میں مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں اس مضمون کو پڑھنے سے میں نے ان سے نفرت شروع نہیں کی

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے یاد ہے کہ مسٹر محمد علی نے پہلے یہ کہا تھا کہ راجپال کو معاف کر دیا جاوے لیکن یہ نہیں جانتا کہ کسی مسلمان لیڈر نے راجپال سے محبت کرنے کی تلقین کی ہو بعد میں محمد علی بھی اسپر قائم نہ رہے میں راجپال جیسے آدمی سے بیزاری ظاہر کروں گا اگر کوئی یہ کہے کہ راجپال کے ساتھ ہمدردی نہ ہونی چاہئے تو اس سے ہندو مسلم اتحاد بڑھے گا۔ راجپال کی ذہنیت سے مراد وہ ذہنیت ہے جو دوسروں کو گالیاں دینے والی ہو ذہنیت کو جسمانی طور پر قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ذہنیت کو مارنے سے مراد یہ ہے کہ وہ باقی نہ رہے مجھے معلوم نہیں کہ مسلمان آریہ سماج کو کیا سمجھتے ہیں۔ میں نے ستیارتھ پرکاش کو نہیں پڑھا hence کا لفظ بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے بعض موقع پر therefore کے معنوں میں بعض مواقع پر ضرور کے معنوں میں hence کا لفظ جہاں استعمال ہوتا ہے وہاں مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک فقرہ دوسرے فقرہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ سرکاری وکیل کے جواب میں کہا میں نے جلسہ کی رپورٹ پرتاپ کو نہیں بھیجی اخبارات کے نمائندے وہاں تھے۔ انہوں نے خود رپورٹ کی میں نے پرتاپ کو ٹیلیفون کی کہ رپورٹ بھیجنا چاہتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہمارے رپورٹر نے بتا دیا ہے میں نے خود جلسہ کی رپورٹ نہیں کی بلکہ سکرٹری کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔

گواہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایڈیٹر ہندو لائٹ پر جرح

ایبٹ آباد رخصت پر گئے ہوئے تھے شیخ معراج الدین صاحب انگریزی کمپوزنگ جانتے ہیں پڑھے ہوئے نہیں رحمت خاں پد ساردو کا کام کرتا ہے انگریزی نہیں جانتا لائٹ ایسے آدمیوں کے پاس جو بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں جاتا ہے مولوی یعقوب خان صاحب ۲ ستمبر ۱۹۲۸ء کو ایبٹ آباد سے واپس آئے تھے۔ لائٹ خالص مذہبی اخبار ہے۔ پنجاب میں اس پرچہ کی اشاعت تین چار سو سے زیادہ نہیں۔ جب سے یہ شورش ہوئی ہے کہ لائٹ نے ایسا لکھا ہے اس وقت سے بک اسٹال میں جانے لگا ہے دفتر میں بھی بکتا ہے۔ گاہے ماہے کوئی لے جاتا ہے بازار میں نہیں بھیجا جاتا

گواہ استغاثہ لالہ خوشحال چند ایڈیٹر ملاپ پر جرح

میں چار سال سے ملاپ کا ایڈیٹر ہوں ۲۶ فروری ۱۹۲۷ء کے ملاپ میں ایک تصویر جو پیش کی گئی موجود ہے اس میں ایک ہندو عورت کے ہاتھ میں خونی تلوار ہے جو مسلمانوں کو مار رہی ہے یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ایک بیوہ پر مغلوں نے حملہ کیا اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ تصویر ایک تاریخی واقعہ کے اظہار کے لئے شایع کی تاریخ کے پڑھنے والے کا جو مقصد ہوتا ہے وہی میرا اس تصویر کے شایع کرنے سے مقصد تھا میرا یہ مقصد نہ تھا کہ ہندو عورتوں کو بھی تلوار لیکر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہئے فائٹ کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۲ جولائی ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف چیلنج دیا گیا ہے کلکتہ کے ہندو مسلم فسادات کا بالخصوص تذکرہ کرتے ہوئے میں نے اس میں لکھا ہے کہ ہندو قوم کو مسلمانوں نے الٹی میٹم دیا ہے میں نے کلکتہ کو ہندوؤں کو مسلمانوں کی طرف سے چیلنج قرار دیا ۲۰ فروری ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں ایک مضمون صفحہ ۴ پر شایع ہوا ہے کہ مسلمان آج جو کانٹے بو رہے ہیں۔ اس کا پھل بھوگنا پڑے گا سوامی ستیہ دیو کی اس تقریر پر میں نے کوئی رائے زنی نہیں کی ہیڈنگ لیکچر میں سے چنکر نکالا گیا ہے یہ میں نے اتفاق یا اختلاف نہیں کیا۔ تقریر کو پڑھکر کہا میرا اس سے اتفاق ہے ملاپ کا ایک پرچہ جس میں ایک تصویر تھی کہ سوامی شردھانند کے خون میں مسلمان ڈوب رہے ہیں ضبط کیا گیا تھا۔ میں جب تک پرچہ نہ دیکھوں نہیں کہہ سکتا کہ اس پرچہ میں کوئی ایسی تصویر تھی جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی تبلیغ رنڈیوں کے روپ سے ہوتی ہے اور رنڈیوں کا یہ روپیہ ہندو راجوں سے آتا ہے میں آریہ سماجی ہوں میں ستیارتھ پرکاش کو مانتا ہوں۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے ٹھیک لکھا ہے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند تھے ۴ ستمبر ۱۹۲۸ء میں نے گورو گوبند سنگھ کی تصویر شایع کی جس کے نیچے لکھا کہ ہندوؤں کے رکھشک سری گورو گوبند سنگھ جن کو احمدیوں کے اخبار لائٹ میں باغی لٹیرا ڈاکو لکھا ہے لائٹ میں Birthday of Hindu کے عنوان سے جو مضمون ہے یہ وہی ہے جسکی تصویر شایع کی گئی ہے ایڈیٹر کا نوٹ نہیں بلکہ سنگاپور سے ایک مراسلت ایڈیٹر کے نام ہے گورو گوبند سنگھ کے متعلق اپنے اخبار میں پہلے کچھ نہیں لکھا میں نے کوئی میٹنگ نہیں کی جس میں اسی کتاب سے بیزاری ظاہر کی گئی ہو رنگیلا رسول چترا ولی جسکا پبلشر راجپال بھی ہے اس کے متعلق میں نے ۴ اکتوبر کے پرچہ میں افتتاحیہ لکھا تھا میں نے ہی یہ مضمون لکھا تھا جبکہ یہ مضامین شروع بھی تب کئے جب مسلمانوں کے اخبار میں اس قسم کے مضامین نکلنے شروع ہوئے مونجے لاجپت رائے مالوی کی طرح کے مسلمانوں میں مولوی ظفر علی مولانا محمد علی مولانا شوکت علی لیڈر ہیں۔

گواہ استغاثہ ڈاکٹر سنت رام پر جرح

میں نے اخبار لائٹ کو پہلے اور پیچھے بھی پڑھا ہے میں خریدار نہیں لیکن جب کوئی دوست لے آئے پڑھ لیتا ہوں پہلے میں نے دو مہینے ہوئے پڑھا تھا ایک ۲۳ اگست کا تھا میں آریہ سماجی ہوں جو جلسہ ہم نے کیا تھا وہ لاہور سے کوئی اطلاع جانے پر نہیں کیا راجپال کی کتاب سے بیزاری ظاہر کرنے کیلئے کوئی جلسہ نہیں کیا کوئی وجہ میں نہیں بتا سکتا کہ کیوں نہیں کیا لالہ ہنسراج نے آریہ سماج کے بڑے بھاری لیڈر ہیں آریہ سماجیوں اور احمدیوں کے جھگڑے ممکن ہے ہوں گے میرے بہت سے مسلمان دوست ہیں ان مضامین کے بعد بھی ان سے میں ملتا ہوں مضمون نگار کی نیت مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانا ہے نہ کسی مسلمان نے مجھے نہیں کہا کہ اس مضمون کے پڑھنے سے میرے دل میں ہندوؤں سے نفرت ہوگئی ہے۔

جن

معاندین کو چندوں کے ختم ہونے کی اطلاعات پہنچ چکی ہیں وہ

حلقۂ ارتداد ضلع گورکھپور

سرکاری تحقیقات

موضع پرسوتی کے دس آدمیوں نے صاحب مجسٹریٹ ضلع کی خدمت میں ایک درخواست گذاری تھی کہ ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جا رہے ہیں اور وہ زبردستی مرتد کئے گئے ہیں۔ اس کا انسداد فرمایا جاوے چنانچہ صاحب بہادر نے ہر دو سب ڈویژنل افسران افسران کے پاس جنیں ایک صاحب مسلمان اور ایک ہندو ہیں حکم بھیجا تھا کہ موقع پر جا کر مشترکہ تحقیقات کریں۔

موضع پرسوتی راجہ صاحب سلیم گڈھ کی زمینداری میں ہے ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۶ء بروز اتوار ۱ بجے دونو ڈپٹی صاحبان موضع پرسوتی بھیجے گئے۔ انسپکٹران پولس بھی ہمراہ تھے صاحبان نے امنت تک موقع پر کھڑے کھڑے تحقیقات کے فرائض انجام دئے گدیوں سے سوال کیا کہ کس نے تم کو زبردستی ہندو بنایا۔ انہوں نے نہایت آزادی اور دلیری سے جواب دیا کہ راجہ صاحب سلیم گڈھ کے تحصیلدار و عملہ اور منڈی والے زبردستی ہم لوگوں کی داڑھی منڈا دیتے ہیں اور سر اس طرح مونڈا دیتے ہیں کہ چوٹیا نکل آتی ہے۔ اور ہمارے گھروں میں مہابیری جھنڈے جن پر گائے کی تصویریں بنی ہوئی ہیں زبردستی گاڑ دیتے ہیں اور اس کو سجدہ کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اور کہدیتے ہیں کہ تم ہندو ہو گئے۔

اس بیان کے سن لینے کے بعد ڈپٹی صاحبان نے راجہ سلیم گڈھ کے تحصیلدار اور دیگر عمال سے دریافت کیا کہ کیوں آپ لوگ ان لوگوں کے ساتھ زبردستی کرتے ہیں جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم لوگ کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کرتے یہ لوگ غلط الزام لگاتے ہیں ثبوت میں ایک گدی کو پیش کیا جس نے بیان کیا کہ میں خوشی کے ساتھ ہندو ہوا ہوں اور میرے ساتھ کسی پر سختی نہیں کی گئی۔ اس پر مظلوم گدیوں نے جواب دیا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ اس کا باپ راجہ کا سپاہی ہے اور جب سے تحقیقات کا معلوم ہوا ہے ریاست کے آدمی موٹروں پر گشت لگا کر لوگوں کو بہ جبر اور لالچ دلا کر تحقیقات کے سامنے صحیح بیان دینے سے روک رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اسی سلسلہ میں ہم لوگوں پر یہ سختی بھی کی جا رہی ہے کہ ہمارے مویشی چراگاہوں میں بالکل جانے نہیں پاتے اور نہ ہم لوگوں کو گھانس چھونے کی اجازت ہے داروغہ جی کے سامنے تحصیلدار ریاست نے یہ حکم دیا ہے کہ پرتی اور چراگاہوں میں اگر ہمارے مویشی پائے جائیں تو فوراً کانجی ہاؤس بھیجدئیے جائیں۔ اور اکثر کھیت جو ہم لوگوں نے ریاست سے بطور شکمی بویا ہے انکی فصلیں منجانب ریاست روکدی گئی ہیں اور عام طور پر ہم کو لوٹ لینے اور ہمارے گھروں کو پھونک دینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں اس کے بعد ڈپٹی صاحب نے ان حجاموں کو طلب کیا جنہوں نے گدیوں کی داڑھی اور سر زبردستی مونڈا تھا ان میں سے ایک حاضر آیا جس نے بیان کیا کہ میں نے انکی خوشی سے بال مونڈے ہیں زبردستی نہیں مونڈے ہیں اس پر گدیوں نے عذر کیا کہ ان حجاموں پر ریاست کا بہت بڑا دباؤ ہے اس لئے یہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے

یہ بیان سن لینے کے بعد ڈپٹی صاحبان حلقہ انسپکٹر کی طرف متوجہ ہوئے تو انسپکٹر صاحب نے کہا کہ زبردستی کا بہت بڑا ثبوت یہ ہے کہ پرسوں ۲۷ گدیوں نے جو ہندو بنائے گئے تھے مجلس دعوت گورکھپور کے ہاتھ پر توبہ کی اور دوبارہ ایمان لائے

جملہ حالات سننے کے بعد ڈپٹی حسن عسکری صاحب نے عمال ریاست کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہبی معاملات میں کسی فریق کو زبردستی سے کام نہ لینا چاہئے ہر شخص خواہ آریہ ہو خواہ مولوی خواہ پادری آزادی سے اپنے جلسے اور تبلیغ کر سکتا ہے ہرگز ہرگز زبردستی نہیں کرنا چاہئے خاصکر زمیندار اور عمال زمیندار کو ایسے جلسوں اور تبلیغ میں شرکت نہ کرنا چاہئے کیونکہ انکی شرکت سے دباؤ پڑنے کا اندیشہ ہے

آخر میں ڈپٹی صاحبان عمال ریاست کی جانب خاص طور پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو چاہئے کہ ہمیشہ ان کاموں سے علٰحدہ رہیں کیونکہ جبر و تشدد سے کسی کا مذہب تبدیل کرنے کی بابت قانون نہایت سخت ہے میں آیندہ ایسی شکایت نہیں سننا چاہتا۔

بوقت روانگی ڈپٹی صاحبان نے مہابیری جھنڈے دیکھنا چاہے جو گدیوں کے گھروں میں نصب کئے گئے تھے چند جھنڈے تو اسی مقام سے نظر آتے تھے مگر اور جھنڈوں کو دیکھنے کے لئے ڈپٹی موٹر تک پہونچے۔

روانگی کے وقت ڈپٹی صاحبان نے منیجر ریاست سلیم گڈھ کو فہمائش کی کہ وہ ہم لوگوں سے تھوڑی دیر میں بمقام تمکوہی ملیں۔

خادم حسین صدیقی ناظم مجلس دعوت گورکھپور

واقعات کی زبانی سازش کا فیصلہ

مسلمانوں کے برخلاف سازش کا عام پروپیگنڈا ہو رہا ہے لیکن معزز مدیر سیاست نے جو واقعات جمع کئے ہیں ان کو سامنے رکھکر فیصلہ کرو کہ سازش درحقیقت کس کی ہے۔ کیا غوغائی برادران وطن ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرینگے۔

شردھانند ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو بقول عدالت عبدالرشد کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اسی روز

مفتی محبوب علی صاحب دہلی کے ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور چار اور مسلمان زخمی ہو کر ہسپتال کو گئے۔

پوناپالیا یا کلکتہ کے نزدیک باریسال بنگالہ میں ۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو مسجد کے قریب ہندوؤں کا جلوس نکلا تھے مسلمانوں نے راستہ روکا سرکار نے ہندوؤں کی حمایت کی اور مسلمانوں پر گولیاں چلائیں ۱۷ مسلمان شہید اور ۴۰ مجروح ہوئے۔

لاہور میں ہولی کے دنوں میں مسلمانوں پر ہندوؤں نے رنگ پھینکا اور اسے اینٹ ماری۔

حویلی کابلی مل لاہور میں ۳ و ۴ مئی ۱۹۲۶ء کی شب کو اچانک ہندوؤں اور سکھوں نے سازش کر کے ۴ مسلمانوں کو شہید کر دیا جو نماز پڑھکر مسجد سے نکل رہے تھے مسلمان شہدا کے جنازے پر سنگباری کی اور اس کی وجہ سے لاہور میں فساد ہوا جسمیں ہندو و مسلمانوں کے جان و مال کا کافی نقصان ہوا اور جسکی وجہ سے ابتک لاہور کی فضا مکدر ہے۔

رتھالہ نزد دہلی میں ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء کو ایک مسلمان دوکاندار پر ہندوؤں نے اچانک حملہ کیا دو مسلمان شہید اور تین زخمی کر دئے گئے صرف تین ہندو قدرے مجروح ہوئے۔

سکندرآباد۔ ریاست حیدرآباد دکن میں مسجد کے سامنے سے ہندوؤں کا جلوس نکلا۔ نماز کا وقت تھا۔ ہندوؤں کو منع کیا گیا، انہوں نے مسجد میں گھس کر دو مسلمان کو زخمی کیا۔ پانچ مسلمان باہر زخمی ہوئے غالباً دو مسلمان بعدہٗ شہید ہو گئے۔ یہ ۱۳ جون ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے۔

دیناپور میں جولائی ۱۹۲۶ء میں ایک مسلمان نے اپنے مکان کے اندر گائے قربان کی ہندوؤں نے اچانک دھاوا بول کر ایک بیگناہ مسلمان عورت اور ۱۲ مردوں کو شہید کر دیا اور مسلمانوں پر جبر و تشدد روا رکھا۔

پالیستن پورہ ضلع ندیا میں ۷ جولائی ۱۹۲۶ء کو ہندوؤں نے حملہ کیا اور مسلمانوں کے ۲۰ گھر جلا دیتے۔

کلکتہ میں ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو محرم کے جلوس پر ہندوؤں نے بلاوجہ خشت باری کی اور دو مسلمانوں کو زخمی کیا۔

لاڑکانہ میں ہندو و مسلمانوں کی ایک ایسی ہندو عورت کی وجہ سے جنگ ہوئی جو مدت سے مسلمان ہو چکی تھی اور ثابت ہوا کہ اس جنگ کے لئے ہندوؤں نے باہر سے آدمی منگوائے تھے

اناؤ میں ہندو مسلم فساد ہوا محرم کے زمانہ کی بات ہے ۱۲۰ اشخاص ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے ابتدا ہندوؤں نے کی

ملتان میں ۱۲ جولائی ۱۹۲۶ء کو محرم میں فساد ہوا۔ ایک نہتے مسلمان کو اس وقت کو اس کہ شہر کے مسلمان تعزیوں کے ساتھ شہر کے مسلمان تعزیوں کے ساتھ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے ہندوؤں نے قتل کر کے فساد کی ابتدا کی شہدا کے جنازوں پر خشت باری کی بعدہٗ فساد بڑھ گیا کئی ہندو مسلمان قتل اور زخمی ہوئے

بریلی میں محرم پر فساد ہوا ہندوؤں نے جلوس تعزیہ پر خشت باری کی اور اس طرح فساد کی ابتدا ہوئی۔

اندور میں ۱۴ فروری کو ہندوؤں نے جلوس نکالا جس کی ضرورت آج تک ثابت نہیں ہو سکی۔ کوئی تہوار وغیرہ نہ تھا۔ انہوں نے مسجد کے سامنے اشتعال دہ طریق پر باجہ بجایا مسلمان مشتعل ہوئے جب محرم کا زمانہ آیا تو جلوس تعزیہ وغیرہ [illegible] پھینکا آیا۔ پولیس کو ساتھ لایا مسلمانوں کی گستاخی دیکھکر اینٹر کو لیاں برسائی گئیں ۴۷ مسلمان شہید ہوئے اور متعدد ابتک مقدمات میں ماخوذ ہیں۔ سزائیں مل رہی ہیں، کچلو آصف علی، جو وکیل بھی جاتا ہے اس کو تنگ کر کے نکال دیا جاتا ہے مسلمانوں پر صفائی کا دروازہ بند ہے۔

سورت میں سیواجی سہ صدسالہ برسی کی جدت، جس کا مقصد محض فساد ہے، فساد کا باعث ہوئی تفصیلات محفوظ نہیں ہیں

دیناپور میں ہندوؤں نے بلاوجہ جولائی کے اواخر میں ستار میاں کے مکان پر حملہ کیا اور کئی مکان لوٹ لئے

ترنتارن ضلع امرتسر کے سکھوں نے ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ء کو ہندوؤں کی انگیخت پر مسلمانوں کے مکانات جلا دئے۔

بتیہ میں اواخر جولائی ۱۹۲۶ء میں دوبارہ فساد ہوا۔ ابتدا ہندوؤں نے کی مسلمان زیادہ تعداد میں مجروح ہوئے۔

باسم شہر میں اوائل اگست میں مسلمان سرکل انسپکٹر کے مکان پر مسلح ہندوؤں نے حملہ کیا۔ ایک مسلمان شہید ہوا اس واقعہ کی وجہ سے فساد ہوا کئی ہندو اور مسلمان زخمی ہوئے۔

کومیلا میں ۲ اگست ۱۹۲۶ء کو ہندوؤں نے مسجد کے سامنے باجہ بجایا اور مسلمانوں نے روکا۔ انہوں نے ایک بکس سالہ مسلمان کو شہید کر دیا اور دو مسلمان سخت زخمی ہوئے ایک ہندو بھی مجروح ہوا۔

ناگپور میں ۴ ستمبر ۱۹۲۶ء کو جلوس نکلا اس پر ہندوؤں نے خشت کی فائر کی ہوگیا۔ اور دو مسلمان دو ہندو ہلاک ہوئے سوا سو زخمی ہوئے جن میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔

شعلہ پور ۱۳ ستمبر ۱۹۲۶ء کو ہندوؤں کی شرانی سے فساد ہوا ہندو اور مسلمان ہلاک اور زخمی ہوئے۔

بریلی میں اواخر اگست ۱۹۲۶ء میں پھر فساد ہوا۔ پولس نے ہندوؤں کی امداد کی اور گولی چلائی، دو مسلمان شہید ہوئے۔ سات مسلمانوں کو ہندوؤں نے جام شہادت پلایا۔ ۶ ہندو مر گئے زخمیوں کی تعداد ہر دو جانب زیادہ رہی۔

کانپور میں ۲۹ اگست ۱۹۲۶ء کی شب کو فساد ہوا مسلمان کچھوان کو کرایہ مانگنے پر ہندوؤں نے پیٹا مسجد کو نقصان پہنچایا ۷ مسلمان زخمی ہوئے دوبارہ بال سے پانی لینے پر ہندو بگڑ گئے اور انہوں نے مسجد کے اندر گھسکر دو مسلمان لڑکوں کو زد و کوب کیا۔

چین پٹیا میں ۳ اگست ۱۹۲۶ء کو ہندوؤں نے اچانک مسلمانوں پر حملہ کیا۔ ۱ مسلمان شہید ہوئے چار زخمی ہوئے مسلمان دوکانداروں کو لوٹ لیا اور ان کا کم و بیش ۵ لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا۔

بتیاہ میں ۴ ستمبر ۱۹۲۶ء کو دوبارہ فساد ہوا۔ ہندوؤں نے حملہ کیا ۲۰ مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہندو ہلاک ہوا مسلمانوں پر انتہا کے مظالم روا رکھے گئے۔

ندیاؤ میں ۴ ستمبر کو ہندوؤں نے مسلمانوں کا مقاطعہ کیا اور اس شدت سے کیا کہ ان پر قوت لایموت کا ذریعہ بھی بند کر دیا۔

دہلی میں نانک چند ریل میں قتل ہوا اس شبہ میں کہ اس کا قاتل کوئی مسلمان ہے ہندوؤں نے مسلمانوں کی دوکانوں پر پتھر پھینکے اور ۴ مسلمان اور ایک ہندو زخمی کیا ایک مسلمان کے چھرا گھونپ دیا۔

پتوا کھلی میں ۵ ستمبر ۱۹۲۶ء کو مولوی عبد الحکیم ڈپٹی مجسٹریٹ پر حملہ ہوا۔

پانی پت کے قریب ۲۶ دسمبر کو جاٹ اور بنئے ہندو حملہ آور ہو کر ایک مسلمان کی شہادت کا باعث ہوئے۔ دو مسلمان زخمی ہوئے۔

ڈیرہ دون دہرہ میں ہندوؤں نے اگست میں سازش کر کے ایک جلوس نکالکر مسجد کے سامنے باجہ بجایا۔ اور مسلمانوں کو اشتعال دلایا دوبارہ جلوس نکالا تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ جلوس ایسے وقت نکالو کہ مغرب کی نماز کے وقت سے پہلے مسجد کے سامنے سے گذر جاؤ۔ ہندوؤں نے عصر کی نماز کے وقت مسجد کے روبرو دانستہ باجہ بجایا اور طویل وقت لیا اور جب اس پر بھی مسلمانوں نے دامن صبر کو ہاتھ سے نہ دیا تو ایک ہندو مسمی الیشر داس نے پتھر پھینکا ہندوؤں نے دانستہ غل مچایا کہ مسلمان سنگباری کر رہے ہیں فساد ہوا ۱۷ مسلمان اور ۱۴۷ ہندو زخمی ہوئے بعدہٗ معلوم ہوا کہ پتھر پھینکنے والا ہندو تھا۔

بقیہ صفحہ ۵

ہونے کے مدعی ہیں۔ اور اسلام جیسے عظیم الشان اور کفر سوز مذہب پر سفاکانہ تنقید کرتے ہیں) اس عاجز کے مقابلہ میں صرف احمدی سمجھ کر جواب دیا اس نے میرے مردہ دل میں بجلی کا اثر پیدا کیا۔ اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ "مامور من اللہ کی پیشین گوئیاں حق" تھیں حضرت مسیح موعود نے حالات مستقبل کو کشفی رنگ میں دیکھ کر فرمایا ہو گا۔

دیں کی نصرت کے لئے اک آسمانپر جوش ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن
کچھ دنوں سے کفر تھا اسلام کو کھاتا رہا
اب یقیں جانو کہ آئے کفر کے کھانیکے دن

اور صحیح فرمایا رسول پاک نے کہ دجال مسیح موعود کے زمانہ میں نمک کی طرح پگھل جائے گا۔ ان پیشگوئیوں کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا جب ڈاکٹر صاحب نے افسردہ خاطر ہو کر جواب دیا کہ میں ٹیلیفون کا ڈبہ ہوں میرا کچھ جواب نہیں دیسکتا۔ سوال خدا پر کرو وہی جواب دیگا۔

مسلمانوں سے درخواست

برادران اسلام آپ نے ڈاکٹر ردلمر کے لیکچر کے اقتباسات پڑھ لئے ہوں گے انہوں نے صرف زندگی مسیح کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ملان حیات مسیح کے دوبا کو مسخر کرنے والی ہیں۔ خدارا ذرا ٹھنڈے دل سے قرآن کریم کو پڑھکر غور کرو۔ اگر اس میں آپ کو صریحًا لکھا ہوا معلوم ہو کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہوا ہے۔ تو بیشک مان لو۔ ورنہ کیوں خواہ مخواہ عیسائیت کی بیخکنی کے بجائے۔ اس کو مضبوط کرتے ہو مسیح کبھی کا فوت ہو چکا۔ اور سرینگر کشمیر محلہ خانیار میں دفن ہوا۔ قرآن کریم کی تیس آیات سے ثابت ہے اپنے علما سے حلفًا ان کے سروں پر قرآن مجید رکھکر مسجد میں کھڑا کرکے پوچھو اور اس بات سے قطع نظر کرو۔ کہ یہ احمدیوں کا عقیدہ ہے اس پوزیشن کو کیوں نہیں صاف کراتے۔ یہی عیسائیت کا آخری سہارا ہے۔ جو آپ نے اور آپ کے علما نے اسے دیا ہوا ہے

احمدی جماعت سے اپیل

آخر میں میری احمدی جماعت سے مودبانہ التماس ہے۔ کہ اب یقینًا کفر کے کھانے کے دن آ گئے ہیں۔ صرف ہماری ہمت کی ضرورت ہے جہاں تک میرا تجربہ ہے ہماری بعض جماعتیں سستی سے کام کر رہی ہیں اگر آپ نصرت الٰہی کے نظارے دیکھنا چاہتے ہو تو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے چندہ ماہوار باقاعدہ بھیجو۔ آپ پر حرام ہے اور قطعًا حرام اس آمدنی کا حصہ خرچ کرنا جو آپ نے اشاعت اسلام کے لئے وقف کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ درس قرآن کریم کا سلسلہ قائم کرو۔ اپنے بچوں کو احمدی بناؤ۔ اور ان میں صحیح سپرٹ پیدا کرو۔ تاکہ اگر آپ اس جہان فانی سے رخصت ہو جائیں تو آپ کا گھر احمدیت سے خالی نہ ہو جاوے خاکسار آپ کی جماعت کا محصل ہے غیر احمدیوں سے بھی چندہ وصول کرتا ہے اور احمدیوں سے بھی۔ لیکن جہاں ہمارے بھائی بقایا صاف نہیں کرتے وہاں غیر احمدیوں سے چندہ وصول نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ تمام بقایوں کو صاف کر دیویں۔ تاکہ میں ان لوگوں کو اس کار خیر میں شامل کروں جو خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں والسلام

خاکسار۔ محمد عبد اللہ بی۔ اے۔ وی محصل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور از راولپنڈی۔

مکتوب مسیح

سود کے متعلق مسلمان تجار کی مشکلات کا حل

ذیل کا خط جو حضرت مسیح موعود نے ۱۸۹۸ء میں اپنے ایک مرید میاں غلام نبی صاحب سیٹھی کو (جو ان دنوں راولپنڈی میں تاجر تھے) اپنے دست مبارک سے لکھا تھا یکم نومبر ۱۹۳۲ء کے اخبار "الفضل" میں جناب مرزا بشیر احمد صاحب نے شائع کیا ہے امید ہے اس کا مطالعہ قارئین کرام کے لئے دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہو گا۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبی عزیزی شیخ غلام نبی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل کی ڈاک میں مجکو آپ کا عنایت نامہ ملا میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کی اس نیک نیتی اور خوف الٰہی پر اللہ تعالیٰ خود کوئی طریق مخلصی پیدا کر دیگا۔ اسوقت تک صبر سے استغفار کرنا چاہئے اور سود کے بارہ میں میرے نزدیک ایک انتظام احسن ہے اور وہ یہ ہے کہ جس قدر سود کا روپیہ آوے آپ اپنے کام میں اسکو خرچ نہ کریں۔ بلکہ اس کو الگ جمع کرتے جاویں اور جب سود دینا پڑے اسی روپیہ میں سے دیدیں اور اگر آپ کے خیال میں کچھ زیادہ روپیہ ہو جائے تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں کہ وہ روپیہ کسی ایسے دینی کام میں خرچ ہو جس میں کسی شخص کا ذاتی خرچ نہ ہو۔ بلکہ صرف اس سے اشاعت دین ہو میں اس سے پہلے یہ فتویٰ اپنی جماعت کے لئے بھی دے چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سود حرام فرمایا ہے وہ انسان کی ذاتیات کے لئے حرام یہ طریق ہے کہ کوئی انسان سود کے روپیہ سے اپنی اور اپنے عیال کی معیشت چلاوے یا خوراک یا پوشاک یا عمارت میں خرچ کرے یا ایسا ہی کسی دوسرے کو اس نیت سے دے کہ وہ اس میں سے کھاوے یا پہنے لیکن اس طرح پر کسی سود کے روپیہ کا خرچ کرنا ہرگز حرام نہیں ہے کہ وہ بغیر اپنے کسی ذرہ ذاتی نفع کے خدا تعالیٰ کی طرف رد کیا جاوے یعنی اشاعت دین پر صرف کیا جاوے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہے جو چیز اسکی طرف آتی ہے۔ وہ پاک ہو جاتی ہے۔ بجز اس کے کہ ایسے مال ہوں کہ انسانوں کی مرضی کے بغیر لئے گئے ہوں جیسے کہ چوری یا رہزنی یا ڈاکہ کہ یہ مال کسی طرح سے بھی خدا کے اور دین کے کاموں میں بھی خرچ کرنے کے لائق نہیں۔ لیکن جو مال رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو وہ خدا تعالیٰ کے دین کی راہ میں خرچ ہو سکتا ہے۔ دیکھنا چاہئے کہ ہم لوگوں کو مخالفوں کے مقابل پر جو ہمارے دین کے رد میں شایع کرتے ہیں کس قدر روپیہ کی ضرورت ہے گویا یہ ایک جنگ ہے جو ہم ان سے کر رہے ہیں اس صورت میں اس جنگ کی امداد کے لئے ایسے مال اگر خرچ کئے جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں یہ فتویٰ ہے جو میں نے دیا ہے۔ اور بیگانہ عورتوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کو خوابیدہ رکھنا اور کھول کر نظر نہ ڈالنا کافی ہے اور پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں یہ شکر کی بات ہے کہ دینی سلسلہ کی تائید میں آپ ہمیشہ اپنے مال سے مدد دیتے رہتے ہیں اس ضرورت کے وقت یہ ایسا کام ہے کہ میرے خیال میں خدا کے راضی کرنے کے لئے نہایت اقرب طریق ہے سو شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دے رکھی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ہمیشہ آپ اس راہ میں سرگرم ہیں ان عملوں کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ جزا دیگا ہاں ماسوا اس کے دعا اور استغفار میں بھی مشغول رہنا چاہئے زیادہ خیریت ہے والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۴ر اپریل ۱۸۹۸ء۔

سود کے اشاعت دین میں صرف کرنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی انسان عمدًا اپنے تئیں اس کام میں ڈالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مجبوری سے جیسا کہ آپ کو پیش ہے یا کسی اتفاق سے کوئی شخص سود کے روپیہ کا وارث ہو جائے تو وہ روپیہ اس طرح پر جیسا کہ میں نے بیان (کیا ہے) خرچ ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ ثواب کا بھی مستحق ہو گا۔ غ۔"

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۴۶ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۴۷

احمدی احباب سے ایک سوال
پوری توجہ سے پڑھنے کے قابل

(جناب سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

میرے دل میں بار بار یہ سوال اٹھا اور پھر دل ہی میں رہ گیا لیکن آخر آج اخویم جناب مولوی عصمت اللہ صاحب کے خطبے جو پیالکوٹ سے آیا ہے مجبور کر دیا کہ میں اپنی زندہ دل قوم (اگر یہ خطاب بیٹھنے کی وہ مستحق ہے) کے آگے یہ سوال یا سوالوں کا سلسلہ پیش کروں۔ سوال یہ ہے کہ اے برادران کیا آپکو خدا پر ایمان ہے کہ وہ زندہ اور حی و قیوم ہے۔ پھر کیا آپ مانتے ہیں کہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور ہمارے ظاہر و باطن کی ہر لحظہ خبر رکھتا ہے۔ پھر کیا آپ مانتے ہیں کہ وہی اکیلا ہمارا رازق ہے۔ پھر کیا آپ کو یقین ہے کہ کبھی ہم اس دنیا میں موجود نہ تھے اور ایک وقت آنے والا ہے کہ ہم یہاں موجود نہ ہونگے اور پھر یہ دنیا کا مال و متاع اور زر و اقارب سب یہیں رہ جائیں گے اور ہمارے کسی کام نہ آ سکیں گے۔ پھر کیا آپ مانتے ہیں کہ ہمارے ان کاموں کا اجر جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں ایک آئندہ لمبی زندگی میں ملنے والا ہے۔ اور اگر ہم شریعت اسلامی پر چلیں تو ہمارے لئے راحت و آرام اور کامیابی خیر مقدم کرنے والی ہیں۔

اگر آپ کا ان سب باتوں پر ایمان ہے اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ آپ ان سب باتوں کو نہ مانتے ہوں کیونکہ آپ نے یہ سب کچھ مان کر ہی ایک مامور من اللہ کے ہاتھ پر اقرار کیا تھا اور قسمیں کھا کر اقرار کیا تھا کہ آپ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ تو پھر سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے عمل سے اس ایمان کو ثابت کر کے کیوں نہیں دکھاتے۔ میں اس جگہ ان احباب اور انجمنوں کو مخاطب کرنا نہیں چاہتا جو خدا کے فضل سے انجمن کے کاموں میں خوب حصہ لیتے ہیں۔ ذاتی طور پر بھی ہر قسم کی مالی قربانی وغیرہ کرتے ہیں اور اگر خدا کی راہ میں گھر گھر پھرنا پڑے تو بھی وہ آگے بڑھتے ہیں بلکہ میرے مخاطب صرف وہی احباب اور انجمنیں ہیں جو جب موقع آ جائے تو انجمن کا ہاتھ نہیں بٹاتے۔ بعض ذاتی طور پر بھی کچھ حصہ نہیں لیتے اور بعض جو لیتے ہیں تو وہ وہیں تک محدود رہتے ہیں اور اس سلسلہ کو اور وسیع نہیں کرتے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں ؎

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
ورنہ خفی ہا بیانی وقت انقضاءِ سینین

[illegible]

میں مشغول ہیں۔ لیکن اب تو وہ شیطانی وسوسہ بھی باقی نہیں رہا بقول حضرت مسیح موعود ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

اب تو ہر طرف سے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے سامان سامنے نظر آ رہے ہیں۔ اور کفر کو آگ لگ چکی ہے۔ اور مسلمان بیچارے غافل اور بے بس ہیں۔ کیا اب یہ عذر قابل عذر ہو سکتا ہے کہ ہمارے اٹھنے اور بستر راحت چھوڑنے کا وقت نہیں آیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ چند نفوس مرکزی جماعت کے اس طوفان عظیم کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جو سب طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے پیدا کیا جا چکا ہے۔ اور کیا اب بھی آپ کے اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ پھر کیا درگاہ باری تعالیٰ میں آپ کا یہ عذر کہ فلاں لوگ ساری جگہ کام کر رہے ہیں قابل شنوا ہو سکتا ہے۔ کیا قرآن کریم کا ارشاد ولا تزر وازرۃ وزر اخری آپکو یاد نہیں۔ کیا زید یا بکر کے کھانے سے آپ کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ کیا آپ کے سامنے آپ کی ہمسایہ قوموں کی انجمنوں کی شاخیں اور افراد آپ ہی کی طرح خاموش بیٹھی مرکز کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ الغرض سوال یہ ہے کہ آیا خدا کے دین کی خدمت کرنا آپ پر بھی اسی طرح فرض نہیں ہے جیسا کہ دوسرے احمدی کارکنوں پر۔ پھر اگر ہے اور آپ اللہ تعالیٰ سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کر کے اپنے کندھوں پر اس بوجھ کو لے چکے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے گھروں میں بستر راحت پر خواب گراں میں پڑے سو رہے ہیں۔ اور چندہ دیکر نفس کو دھوکہ دیتے ہیں کہ آپ مجاہد قوم کے ممبر بن گئے ہیں۔

بس برادران میرے یہ سوال ہیں جو میں ہر ایک چھوٹے اور بڑے احمدی کی خدمت میں باادب پیش کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ مجھے اس کا جواب عمل سے دیں۔ مسلمانوں کے زبانی وعدوں پر مجھے یقین نہیں رہا۔ نیز زمانہ کی قوم کو کچھ کر کے دکھانا چاہیے تھا۔ لیکن ان میں بھی غفلت اور لاپروائی کی حالت دیکھ کر میری امیدیں یاس میں بدل جاتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ بیرونی جماعتوں کے اکثر احباب خود تو کچھ نہیں کرتے۔ سوائے اپنے چندوں کی ادائیگی کے۔ لیکن ہم اگر اپنی قلیل جماعت سے چند آدمیوں کے وفد کو باہر بھجواتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ مل کر باہر کے اصحاب کچھ کام کریں تو بجائے اس کے کہ باہر کے احباب ان کی حوصلہ افزائی کریں ان کی جھوٹی عزت اور بے جا خیالات درمیان میں حائل ہو جاتے ہیں جو انہیں وفد کے ہمراہ باہر کام کرنے کے لئے نکلنے نہیں دیتے اس طرح وفد کی امنگوں کو پست کر دیا جاتا ہے۔ اپنے تھوڑے سے نقصان یا تکلیف سے بچنے کے لئے قوم کو [illegible] دیتے ہیں

[illegible] والی کو جوش میں لا کر ان کے ساتھ ہولیں۔ اور ان کے ساتھ ہو کر اپنے شہر کے لوگوں سے چندہ جمع کر دیں۔ خود بخود کچھ حرکت کرنا یا اپنے آپ کو قوم کی ضروریات پر کام میں لگانا اور اپنا وقت اور روپیہ لگانا تو دوسرا مرحلہ ہے چنانچہ وزیر آباد اور سیالکوٹ میں ہمارے وفد سے یہی سلوک ہوا جس کے لئے مجھے بہت سخت صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح عطا کرے۔ آمین

مجھے یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ عموماً جماعتوں کے زیادہ حصہ کا یہی حال ہے کہ قوت عمل بالکل نہیں رہی اور طبیعتوں میں کوئی ایسا جوش اور ولولہ دکھائی نہیں دیتا کہ انجمن کی تکلیف سے انہیں تکلیف محسوس ہو اور وہ اس کے دور کرنے کے لئے جو بھی وقت نکلے مارے مارے پھرتے ہوں۔ ایک تماشہ ہے جو کہ سلسلہ احمدیہ کو سمجھ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت پر رحم فرمائے مجاہد اور عاشقانہ روح جسے کہتے ہیں وہ موجود معلوم نہیں ہوتی ہاں ظاہری بت موجود ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ حضرت موسے کی قوم میں باوجودیکہ بعض جوشیلے احباب موجود تھے۔ جب کل قوم نے پست ہمتی دکھائی تو کامیابی پیچھے جا پڑی۔ خدارا اپنی قوم کے حال پر رحم کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنے عزیز و اقربا کو عذاب دنیوی و اخروی سے بچانے کے لئے کام شروع کر دو۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر شہر کے احباب اشاعت اسلام کے کام کو منظم طور پر جوش سے شروع کریں۔ اور کل مسلمان بھائیوں کو اس کار خیر میں اور نہیں تو مالی حصہ لینے کے لئے ہی شامل کریں۔ ان کے گھروں اور دکانوں میں فقیروں کی طرح جائیں اور اشاعت اسلام کے فنڈ کو مضبوط کریں اگر آپ اپنے ذمہ یہ کام ہی ڈال لیں تو باقی کام آپ کی مرکزی انجمن انشاء اللہ بخیر و خوبی سرانجام دے سکے گی۔

بالآخر عرض ہے کہ جلسہ سالانہ آ رہا ہے اس میں آپ سب شامل ہوں اس میں خود بھی مالی امداد دیں اور اپنے شہری بھائیوں سے معقول رقوم آنہ آنہ دو دو آنہ کر کے جمع کریں۔ اور فنڈ کو مضبوط بنائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس آواز کو آپ کے دلوں میں قبولیت کے لئے ڈالے۔ آمین۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب

بیمار ہیں۔ ان کے منجھلے بیٹے خواجہ صلاح الدین محمود بھی ولایت سے خطرناک بیماری کی حالت میں واپس تشریف لائے ہیں چند دن سے جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی بعارضہ درد گردہ بیمار

خطبۂ جمعہ:

اسلام کی تعمیرِ جدید

قوم کیونکر زندہ رہ سکتی ہے؟

۱۸ نومبر کے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے سورۂ الزمر کے ساتویں رکوع کی آیت ونفخ فی الصور فصعق من فی السماوات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون پر وعظ فرماتے ہوئے جن دلنشین حقائق کو بیان فرمایا ان کا ایک حصہ قارئین "پیغام صلح" کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے اس خطبہ کا پہلا حصہ نہیں لکھا جا سکا۔ (مکلّیہ)

مصلح کا تخریبی اور تعمیری کام

ایک مصلح کی زندگی میں دو باتیں نظر آتی ہیں۔ کچھ تو وہ تخریب کرتا ہے اور کچھ تعمیر۔ بعض باتوں کو وہ دور کرتا ہے اور اس نظام کو جو اس سے پہلے دنیا میں ہوتا ہے۔ جس کے اندر بدی اور بدکاری کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے تباہ اور برباد کر دیتا ہے۔ قیامت کے پہلے نفخہ میں جو نظام عالم کو تباہ کرنے والا ہے۔ اس تباہی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لیکن یہ تو سب کر سکتے ہیں۔ نرا کسی چیز کو تباہ کر دینا یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ ایک مصلح صرف اسی پر قناعت نہیں کرتا۔ بلکہ بدی کی جگہ وہ نیکی کا سلسلہ قایم کر دیتا ہے۔ فاذا ھم قیام ینظرون میں اس طرف اشارہ ہے جس کا تعلق دوسرے نفخہ سے ہے۔ جس طرح مردے قیامت میں زندہ ہو جائیں گے اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسی کی برکت سے اس دنیا میں روحانی مردے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ مردہ عرب جس پر ہزارہا سال گزر چکے تھے کہ وہ اس مردہ حالت سے نہ اٹھا تھا بیس سال کے عرصہ میں اس پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایسی زبردست زندگی کی لہر پیدا ہو گئی کہ اس کی قوت کا مقابلہ کرنے سے دنیا عاجز رہ گئی۔ یہ وہ قیام یا کھڑا کر دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کے زبردست ہاتھ نے کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ مگر جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ اس کو اس قدر ظاہر کر دیتے ہیں کہ تمام دلوں میں قوت ایمانی پیدا ہو جاتی ہے۔

مجدد وقت کا نفخ روحانی

آج بھی ضرورت ہے مسلمانوں کو کہ کوئی تم کہنے والا ان کے اندر کھڑا ہو تنظیم یا قوت کا جمع کرنا نہیں ہو سکتا جب تک کوئی خدا کی طرف سے آواز دینے والا نہ اٹھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجدد کی حیثیت وہی ہے جو ایک غلام کی بادشاہ یا آقا کے سامنے ہوتی ہے۔ تاہم وہ بھی چونکہ رسول ہی کے چشمے سے پانی پیتے ہیں اس لئے کم و بیش اسی رنگ میں تخریب و تعمیر وہ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس صدی کے مجدد نے ان فاسد عقائد کی تردید کی جو آپ کے آنے سے پیشتر مروج تھے۔ تو ساتھ ہی تعمیر کا بھی زبردست کام کیا اور ایک چھوٹی سی جماعت کو کھڑا کر کے دکھا دیا کہ نفخ روحانی سے کیسی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

جماعت احمدیہ کوئی فرقہ نہیں

بڑی بھاری غلطی لوگوں کو یہ لگتی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں مرزا صاحب نے ایک فرقہ قایم کر دیا۔ فی الحقیقت یہ صحیح نہیں۔ فرقے وہ ہیں جو ایک دوسرے کی تخریب کے درپے ہیں۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو اذا ھم قیام ینظرون کی مصداق ہے جو مسلمانوں کو غفلت سے اٹھا کر کام پر لگانے والی ہے۔ جو اسلام کی خدمت کا کام کرنے والی ہے۔

ہماری جماعت کا کام

میں نے اس سے پیشتر بہت سے خطبوں میں یہ زور دیا ہے کہ کچھ کام کرو کیونکہ اسی سے اب قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ بعض لوگ دریافت کرتے ہیں کہ کیا کام کریں۔ ایک کام میں بتاتا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں اور عام طور پر مسلمان اس کے معترف ہیں۔ کہ اس جماعت نے کس قدر خدمت اسلام کا کام کیا ہے۔ لیکن آپ غور کیجئے کہ جو کام کرنے والا ہمارے سامنے ہے اس کے سامنے تو کچھ بھی نہیں اگر اسی پر مطمئن ہو جائیں تو اس میں شک نہیں کہ اس رنگ میں تو اس قوم کی وقعت ضرور ہو گی کہ ایک قوم تھی پڑی ہوئی تھی اس کو اٹھا کر کام پر لگا دیا۔ لیکن اپنی جگہ پر سوچا جائے تو ابھی کچھ بھی کام نہیں ہوا۔ بلکہ صرف ایک ابتدا ہی ہے۔ اس کی وجہ جماعت کی قلت ہے اگر خدمت اسلام کے اس کام کو ترقی دینا مقصود ہو تو وہ اس کے سوا نہیں کیا ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ اس کام کو بڑھایا جائے ہماری جماعت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہوئے۔ ایک وہ جنہوں نے یہ کہا کہ جو احمدی ہو کر دوسرے مسلمانوں کو اشاعت اسلام کے کام میں شریک کرتے اور ان سے چندہ لیتے ہیں۔ انہوں نے گویا احمدیت ہی چھوڑ دی۔ اور دوسرے وہ لوگ تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ جماعت کی ضرورت ہی نہیں محض دوسروں سے چندے لیکر کام چلایا جا سکتا ہے۔ آج دونوں گروہ اپنے خیالات کی غلطی کو محسوس کر چکے ہیں۔ وہ لوگ جو عام مسلمانوں سے چندہ لینا خلاف شان بلکہ ارتداد کے مترادف سمجھتے تھے وہ اب خود دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کر رہے ہیں۔ اور جن کا خیال تھا کہ محض دوسروں سے چندہ لے کر کام چلا سکتے ہیں ان کو بھی معلوم ہو گیا کہ جماعت کی قوت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ دوسروں سے چندہ لینے کو بے غیرتی یا ذلت کہنا حقیقت سے بے خبری ہے اگر کوئی شخص اپنی ذات کے لئے دوسروں سے مانگتا ہے تو یہ بے شک ذلت ہے۔ لیکن دین اسلام کی ترقی کے لئے مسلمانوں سے مانگنا بے عزتی نہیں۔ بلکہ اسلام کے لئے عین غیرت ہے۔ لیکن جب تک جماعت نہ ہو جو کام کی پورے طور پر ذمہ دار ہو اس وقت تک کام چلنا مشکل ہے۔ وہ جماعت ہی ہے جس پر مصیبت کے وقت حکم چلا سکتے ہیں ہماری مسجد برلن کچھ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ اور دو سال سے ایسی حالت میں پڑی تھی کہ اس کے قایم نہ رہنے کا خطرہ تھا۔ ہم نے اس کے لئے پہلے باہر کے چند متمول لوگوں کو متوجہ کیا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جماعت نے ہمت کی اور دس ہزار روپے کی رقم تھوڑے عرصہ میں فراہم ہو گئی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج خدا کے فضل سے مسجد مکمل ہو گئی ہے اگر جماعت نہ ہوتی تو جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ بھی ضائع جاتا۔ لیکن یہ جماعت تو وہ ہے جو اپنے آپ کو خدا کی راہ میں وقف کر چکی ہے۔ جیسے کسی کو اپنے کام کی پچ ہوتی ہے اور وہ نقصان پر نقصان اٹھا کر بھی اسے نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح جماعت کی حالت ہے۔ کہ دین اسلام کی خدمت کے ہر کام کو اپنا کام سمجھتی ہے اور اس کے لئے اسے پچ ہے کہ کہیں ناتمام رہ کر ہماری بدنامی کا موجب نہ ہو۔ اس لئے میں آپ میں سے ہر ایک کو توجہ دلاتا ہوں کہ جماعت کو مضبوط کریں۔

خدمت اسلام کیلئے جماعت کو بڑھاؤ

میں سمجھتا ہوں کہ آج ہماری اس جماعت کے متعلق جو یہ خیال ہے کہ یہ ایک کام کرنے والی اور اسلام کے لئے مفید جماعت ہے۔ علماء کے متعلق میں نہیں کہتا لیکن کم از کم وہ لوگ جو آنکھیں کھول کر دیکھنا جانتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ضرور ہے۔ لیکن خدمت اسلام کا یہ کام اس کے بالمقابل جو کرنا ہے کچھ بھی نہیں۔ اور ایک ہی صورت ہے کہ یہ کام ترقی کرے اور وہ یہی ہے کہ جماعت کو مضبوط کیا جائے۔ جب تک جماعت کو مضبوط نہیں کیا جاتا اس وقت تک ہمارا اطمینان کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

نوجوانوں سے درخواست

ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اس طرف بالخصوص توجہ کرنی چاہئے نوجوانوں کے اندر ایک نیا خون پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک قوم کے نوجوان ہی آگے بڑھ کر کام کرتے ہیں۔ اگر ہمارے نوجوان ہی غفلت کی نیند سو رہے ہوں تو ہم خدمت اسلام کا کام کس طرح کر سکتے ہیں۔ میں آپ میں سے ہر ایک سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی جماعت کو مضبوط کیجئے۔ جہاں جہاں آپ کا اثر پہنچتا ہے۔ خطوں کے ذریعہ سے رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ سے دوستانہ گفتگو کے ذریعہ سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنے دوستوں اور میل جول رکھنے والوں کو اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دیجئے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کو بھی جماعت میں شامل کرو۔ ہم میں سے بہت ہیں جن کو اس طرف توجہ نہیں حالانکہ عورتوں کو بھی جماعت میں شامل کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح مردوں کو۔

ایک قابل قدر عطیہ

ایک خاتون کی طرف سے جو وفات پا چکی ہیں ان کے ارادہ اور منشا کے مطابق پچاس پونڈ کی رقم اشاعت اسلام کے لئے ہمارے پاس پہنچی ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوار رحمت [illegible] نہایت یاتماء۔

اسلام مشرق و مغرب میں

یورپی ممالک کے مسلمانوں کی حالت

قلت تعداد کے باوجود اعلیٰ تنظیم کے دلکش مناظر!

مشرقی یورپ میں ۳۵ لاکھ مسلمان آباد ہیں اور جمہوریہ روس میں مسلمانوں کی آبادی کم از کم ایک کروڑ اسی لاکھ ہو گی۔ وہ ہر جگہ اقلیت میں ہیں لیکن کسی مقام پر بھی ان کی حالت بری نہیں۔ مثلاً پولینڈ کی ۳ کروڑ اسی لاکھ عیسائی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۸ ہزار ہے۔ بعض دوسری عیسائی سلطنتوں میں بھی ان کی تعداد بہت ہی کم ہے لیکن اس قلت تعداد کے باوجود ان کی مذہبی آزادی محفوظ ہے۔ اور عیسائیوں کے ساتھ ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ پولینڈ کے مسلمان دو زبانیں بولتے ہیں ایک پولینڈ کی ملکی زبان اور دوسری ترکی زبان اور پولینڈ کی زبان کو عربی حروف میں لکھتے ہیں۔ پولینڈ کے مسلمان حنفی المذہب ہیں آسٹریا کی سرحد پر جرمن الاصل لوگوں کی ایک جماعت ہے جو برائے نام روس کیتھولک کہلاتی ہے۔ لیکن ان کے ناموں میں اسلامیت نمایاں ہے۔ مثلاً سلمان علی وغیرہ

رومانیہ

رومانیہ کی آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ ہے یہاں مسلمان زیادہ سے زیادہ دو لاکھ ہوں گے۔ لیکن وہ منظم ہیں۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں۔ کہ رومانیہ کے مسلمانوں کو ترکی کے مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ان کی تمام مساجد کی گھڑیوں میں عربی وقت استعمال ہوتا ہے۔ اور رومانیہ کے بازاروں میں اسی طرح مسواکیں بکتی ہیں جس طرح کہ نجد میں۔ یہ بھی اسلامی آبادی کے خصائص میں سے ایک اہم بات ہے۔

بلغاریہ

بلغاریہ میں مسلم آبادی کا تناسب اٹھارہ فیصدی ہے۔ رومانیہ اور پولینڈ کے مسلمان بھی حنفی المذہب ہیں حکومت ترکیہ نے درویشوں کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔ لیکن بلغاریہ میں اسوقت گلشنی، نقشبندی اور مولویہ سلسلے قایم و موجود ہیں۔ بلغاریہ میں ۱۲۶۴ مدارس ہیں جن میں قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ترکی ترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔ یہاں کی پارلیمنٹ میں ۲۴۰ مندوب ہوتے ہیں۔ ان میں سے دس مندوب مسلمان ہیں۔ اتوار کے دن تمام مدارس بند ہوتے ہیں مگر اسلامی مدارس اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

یورپی ترکی

اسلامی زاویہ نگاہ سے یورپ کا سب سے زیادہ اہم اسلامی ملک ترکی ہے۔ یورپی ترکی کی آبادی ۱۲۷۰۱۰۰ ہے لیکن خاص ترکی النسل مسلمانوں کی تعداد اٹھارہ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ ان میں ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی ہے۔ ترکی میں مذہب اور سیاست کو اس طرح الگ کر دیا گیا ہے کہ شاید دنیا کے کسی ملک میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ یورپی ترکی کا دیوانی قانون سوئٹزرلینڈ کے مطابق ہے۔ اور فوجداری قانون اٹالی کے قانون کے مطابق۔ یہاں مسلمانوں کے بہت زیادہ اخبارات ہیں اور اکثر ترکی زبان میں۔

یونان

یونان میں مسلمانوں کی آبادی ایک لاکھ اسی ہزار ہے۔ جزیرہ قبرص کی مسلم آبادی یونانیوں کے مقابلہ میں انگریزوں کی زیادہ حامی ہے۔

البانیہ

البانیہ میں اس وقت تین مذہب کے لوگ بستے ہیں۔ رومن کیتھولک یونانی کلیسا کے پیرو اور مسلمان۔ یہاں شیعہ بھی آباد ہیں جو اگرچہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں لیکن بڑے خوش حال ہیں۔ البانیہ میں رومن کیتھولک یونانی کلیسا کے پیرو اور شیعہ مل کر سنی مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ البانیہ نے ۱۹۲۸ء میں عربی حروف کو چھوڑ کر لاطینی حروف اختیار کئے تھے۔ یہاں سرکاری کاغذات میں خلیفہ کا نام نہیں آتا۔ مگر قاضیوں اور مفتیوں کو حکومت کی طرف سے تنخواہیں ملتی ہیں۔

البانیہ کے شیعہ حضرات

شیعوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ وہ مسلم و غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہ کریں یہ لوگ عیسائیوں کو بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ عیسائیوں میں اور ان میں صرف ایک پردہ حائل ہے جو پیاز کے چھلکے سے بھی زیادہ باریک ہے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

(۲)

حضرت مرزا صاحب اور امام حسین علیہ السلام

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

اعتراض۔ مرزا صاحب نے "صد حسین است در گریبانم" یا یہ کہ میں حسین سے بڑھ کر ہوں کن معنوں میں کہا؟ آپ کا حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسبت کیا خیال ہے؟

جواب۔ حضرت مرزا صاحب حضرت امام حسین علیہ السلام کی دل سے عزت کرتے تھے بلکہ تمام آل اور اہل بیت کے متعلق جو کچھ خیالات تھے وہ آپ کے اس شعر سے ظاہر ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

اکتوبر ۱۹۰۰ء میں حضرت مرزا صاحب نے

ایک اشتہار

کے ذریعہ جس کا نام تبلیغ الحق تھا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے عقائد کا اظہار ان لفظوں میں کیا تھا:۔

"حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف ..... کرتا ہے۔ اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے۔ یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔"

اس کے بعد ایک انصاف پسند انسان کے قلب میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جو شخص ائمہ اہل بیت کی شان میں کوئی کلمہ استخفاف کا استعمال کرنا موجب سلب ایمان سمجھتا ہے۔ وہ خود ان باتوں کا کس طرح مرتکب ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کی اس قدر عزت کرتا ہے کہ

امام حسین علیہ السلام

کے ساتھ قربانی کو لازم ملزوم گردان دیتا ہے۔ چنانچہ انسان کامل کو خدا تعالیٰ کی راہ میں جو بھی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ خواہ وہ جان و مال کی ہو یا اپنی خواہشات نفس کی، وہ اس قربانی کے وقت اسے حسین کا مقام دیتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ ہر ایک قربانی کے وقت انسان کامل اپنے اندر ایک حسین رکھتا ہے جو خدا کی راہ میں ذبح ہو جاتا ہے۔ پس خدا کی راہ میں جہاں سینکڑوں امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑتا ہے ایک مرد کامل اپنے اندر سینکڑوں حسین ذبح کر کے منزل مقصود کو پہنچتا ہے۔ اسی مطلب کو اس شعر میں بیان فرمایا تھا کہ ؎

کربلا ایست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

کہ مجھے ہر آن امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑتا ہے پس ہر ایک قربانی جو میرا نفس خدا کی راہ میں کرتا ہے۔ اس وقت وہ حسین کے مقام پر ہوتا ہے۔ اور اس طرح سینکڑوں حسین میرے اندر پنہاں ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً اپنا سر کٹوا کر میری ترقی اور قرب الٰہی کا موجب بن رہے ہیں۔ کیونکہ قربانی ہی ذریعۂ قرب الٰہی اور ترقی کا ہوتی ہے۔ خدا کی راہ میں قربان ہو جانے والے نفس کو حسین کہنا یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزت کا اظہار ہے یا نعوذ باللہ توہین کا؟ بات یہ ہے کہ لوگوں نے

شعر کا مطلب

تو سمجھا نہیں یوں سمجھ لیا کہ سو حسین میری جیب میں پڑا ہوا ہے۔ یعنی وہ کوئی چیز ہی نہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ معنے کرنا ظلم ہے شعر کو پڑھو قطعاً قطعاً یہ معنی نہیں۔ حضرت مرزا صاحب اپنے سینہ کے اندر حسین کے پنہاں ہونے کی وجہ خود بتا رہے ہیں کہ ابتلاؤں کی کربلا درپیش ہے اور اس کربلا میں ذبح ہونے کے لئے حسین چاہیئے۔ جو میرے اندر سینکڑوں کی تعداد میں پنہاں ہیں۔ یعنی میرا نفس ہر ابتلا کے موقع پر جو قربانی کرتا ہے اس وقت، وہ گویا حضرت حسینؓ کے مقام پر پہنچتا ہے۔ پس ہر قربانی کے موقع پر ایک نیا حسین قلب میں سے نکلتا ہے۔ اور خدا کی راہ میں قربان ہو جاتا ہے۔ یہ ایک لطیف استعارہ ہے اور یہ استعارہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ آپ نے قربانی کے ساتھ حضرت حسین علیہ السلام کے وجود کو ایسا لازم قرار دیا ہے۔ کہ ہر ایک قربانی کرنے والے نفس کو حسین کا نام دینا پڑا۔ پس یہ حضرت حسین علیہ السلام کی عزت ہے کہ ان کو قربانی کے اس اعلیٰ مقام پر حضرت صاحب نے رکھا۔ البتہ حضرت مرزا صاحب نے یہ ضرور ایک جگہ لکھا ہے کہ انہیں

امام حسین علیہ السلام پر فضیلت

بھی ہے لیکن اس کے یہ معنے تو نہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزت نہ کی جائے جس کے وہ حقیقت میں مستحق ہیں۔ اہل سنت جماعت کے ہاں تو ایسے اقوال بھی موجود ہیں جن میں آنے والے موعود کو ایک رنگ میں حضرت ابوبکر و عمر یا بعض انبیا سے بھی افضل کہہ دیا ہے۔ وہ اقوال صحیح ہوں یا غلط مگر اہل سنت کے ہاں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ درحقیقت بات صرف اس قدر ہے کہ چونکہ اہل تشیع نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں حد درجہ غلو کیا ہے اور لاہور کے ایک شیعہ مجتہد نے تو سوائے حضرت نبی کریم صلعم کے باقی کل انبیا سے انہیں افضل قرار دیدیا۔ اور یہ غلو شرک کی حد تک پہنچ گیا تھا تو ضرور تھا کہ مجدد وقت کو جسے تمام ملل باطلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے واسطے کھڑا کیا تھا۔ خدا تعالیٰ حکم دیتا کہ حضرت حسین علیہ السلام اگرچہ خدا تعالیٰ کے نہایت مقرب اور برگزیدہ بندے تھے مگر بہرحال وہ امت محمدیہ میں سے ایک فرد تھے۔ اور ان سے بڑھ کر امت محمدیہ میں افراد کامل ہو سکتے ہیں۔ اور ہوئے ہیں۔ اور آج بھی ایک موجود ہے جس کے سامنے تبلیغ و اشاعت اسلام کی تکمیل کا ایسا عظیم الشان کام ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے نہ تھا۔ حضرت حسین علیہ السلام کو صرف اسلام کی حریت اور جمہوریت کی خاطر قربانی دینی پڑی تھی۔ لیکن تمام دنیا میں اشاعت اسلام کرنے کی بنیاد ڈالنی اور تمام ادیان باطلہ پر حجج و براہین نیرہ سے اسلام کو غالب کرنا یہ وہ عظیم الشان امور تھے جن کے لئے جو شخص مامور ہوگا ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بڑھ کر علم اور استعداد رکھتا ہو۔ امام حسین علیہ السلام کے اہل بیت ہونے کی فضیلت سے انکار نہیں مگر یہ مان لینا کہ امت محمدیہ میں سے کوئی ان سے کسی رنگ میں بھی بڑھ نہیں سکتا یہ خوش عقیدگی ہے اور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اسلام جو ہدایت لایا ہے اگر وہ سب کے لئے ہے اور تمام قوموں کے لئے یکساں کھلا ہے۔ تو پھر

اہل بیت سے باہر کسی شخص کی ترقی مراتب

سے بگڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر کوئی امتی تقویٰ و علم و عمل میں بڑھ جاتا ہے۔ اور حکمت الٰہی اسے اپنا قرب عطا کرتی ہے تو ہمارا اکڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ہاں ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اس کا دعویٰ واقعات سے تطبیق کھاتا ہے یا نہیں۔ اگر تطبیق کھاتا ہے تو ہم مجبور ہیں کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ جو کچھ اسی زمانہ میں اسلام کے سامنے مشکلات ہیں اور جس طریقہ فلسفہ و دلائل اور طرح طرح کی تحریروں و تقریروں سے اسلام کو مٹایا جا رہا ہے اس کی روک تھام کرنا اور پھر ان ادیان باطلہ پر اسلام کا اسی رنگ میں غلبہ دکھانا جس میں اسلام کو وہ مٹانا چاہتے ہیں ایسے مشکل کام ہیں۔ کہ جو بھی امام موجودہ زمانہ میں کھڑا ہوگا۔ ضرور ہے کہ وہ نہایت عالی مقام رکھتا ہوگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں محض خلافت کی استبدادیت کو توڑنا تھا اور بس۔ پس موجودہ زمانہ کے امام کی فضیلت اس لحاظ سے صاف عیاں ہے اور یہ محض شیعوں پر حجت تمام کرنے کے لئے ایسا کہا گیا۔ ورنہ ہمارے لئے تو دونوں امام یکساں ہیں اور دونوں ہمارے بزرگ ہیں۔

(تیسرے کالم کا بقیہ)

کا شوہر ہمیشہ ایک مغرور اور جابر آقا ہوتا ہے۔ اور اپنی بیوی کو اس وجہ سے خوش قسمت سمجھتا ہے۔ اسے اس کے ساتھ رہنے اور ہمبستری کا شرف حاصل ہے؟

اس مسئلہ پر دور حاضر کے رابندر ناتھ ٹیگور نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں ہندو معترین اور مقالہ نگاروں کے بیانات کے وہی معنے سمجھنے چاہئیں جو ان کے الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ٹیگور کا بیان ہے:۔

"شادی کے لئے خود پیدا ہونے والی محبت پر بھروسہ کرنا درست نہیں ہے۔ محبت کا مناسب طریقہ پر نشو و نما پانا بہترین نتائج پیدا کرتا ہے ...... اور یہ نشو و نما شادی سے قبل شروع ہونی چاہیئے۔ اس لئے ان کی ابتدائی عمر سے ہماری لڑکیوں کے سامنے شوہر کا تخیل پیش کیا جاتا ہے اور اس تخیل کو افسانہ اور شعر رسوم اور عبادات کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاتا ہے جب آخر کار ان کو شوہر مل جاتا ہے تو وہ ان کے لئے ایک فرد نہیں بلکہ ایک اصول ہوتا ہے۔ ... قسم کے

غیر مذاہب

ہندو عورت کا نقشہ

مس میو کی تصریحات مادر ہند میں

مس میو ایک امریکن لیڈی نے ایک کتاب مادر ہند کے نام سے شایع کی ہے جس پر تمام ہندو دنیا اس وقت برافروختہ ہے اس کتاب میں ہندو عورت کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ قارئین کرام کے پڑھنے کے لایق ہے۔ آئندہ اشاعت میں ہم مسٹر داؤد ولسن کے اس مضمون کا جو انہوں نے کتاب پر اخبار "لائٹ" میں لکھا ہے ترجمہ شایع کریں گے۔ اور اس کے بعد حضرت امیرایدہ اللہ کے اس ریویو کا ترجمہ دیا جائیگا جو "لائٹ" کے متعدد نمبروں میں آپ نے لکھا ہے۔ (مدیر)

وہ لڑکی جو اپنی عمر کی نویں یا بارہویں سال میں اور بعض اوقات اس سے بھی کم عمر میں اپنے شوہر کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اسے کتابوں سے معلومات حاصل کرنے کا نہ وقت ملتا ہے نہ موقع۔ لیکن دو باتیں وہ ضرور سیکھ لیتی ہے۔ یعنی اپنے شوہر اور ان دیوتاؤں اور شیاطین کے حقوق جن کا اس سے تعلق ہوتا ہے۔ پدم پران میں عورتوں پر شوہروں کے جو حقوق درج ہیں ان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"عورت کے لئے روئے زمین پر اس کے شوہر کے سوا کوئی دیوتا نہیں ہے۔ وہ بہترین عبادت یہ کر سکتی ہے کہ اپنے شوہر کو کامل اطاعت سے خوش کرے۔ اس کی زندگی کا یہی کامل نصب العین ہونا چاہیئے۔"

"شوہر بدشکل۔ بوڑھا۔ کمزور۔ لنگڑا۔ لولا۔ بوجا۔ نکما ہو۔ یا اس کے عادات اطوار خراب ہوں یا بدمعاش۔ عیاش۔ بداخلاق۔ شرابی۔ جواری ہو چاہے وہ بری شہرت کے مقام پر جاتا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ علی الاعلان گناہ کی حالت میں رہتا ہو۔ اور گھر سے محبت نہ رکھتا ہو۔ دیوانوں کی طرح بیہودہ بکتا ہو۔ بغیر عزت کے زندگی بسر کرتا ہو۔ اندھا۔ بہرہ۔ گونگا یا اپاہج ہو اس کی کمزوریاں خواہ کچھ ہوں۔ اس کی بداطواری خواہ کسی درجہ پر پہنچ گئی ہو۔ بیوی کو ہمیشہ اسے اپنا دیوتا سمجھنا چاہیئے۔ اپنی تمام توجہ اس پر ختم کر دینی چاہیئے۔ اس کے چال چلن کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کسی طرح اسے ناراض نہیں کرنا چاہیئے۔"

"بیوی کو اسی وقت کھانا چاہیئے جب شوہر سیر ہو چکا ہو۔ اگر شوہر فاقہ کشی کرے تو اسے بھی فاقہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ کھانا نہ چھوئے تو اسے بھی نہ چھونا چاہیئے۔ اگر وہ تکلیف میں ہو تو اسے بھی تکلیف میں ہونا چاہیئے۔ ..... جب وہ مر جائے تو اسے بھی اس چتا پر زندہ جلنا چاہیئے تاکہ ہر شخص اس کی نیکی کی تعریف کرے۔ .... اگر وہ گائے تو وہ سرور کی حالت میں ہو۔ اگر وہ ناچے تو یہ بھی خوشی کے ساتھ اسے دیکھے۔ اگر وہ علمی امور کا ذکر کرے تو وہ خوشی اور تحسین کے ساتھ سنے۔ اس کی موجودگی میں اسے ہمیشہ خوش رہنا چاہیئے۔ اور کبھی رنج یا بداطمینانی کی حالت ظاہر نہ کرنی چاہیئے۔"

"اسے چاہیئے کہ اگر اس کے ماں باپ کی وجہ سے یا کسی اور دوسری عورت کے سبب سے جسے اس کا شوہر رکھنا چاہتا ہو یا کسی سخت بات پر جو شوہر نے کہی ہو کسی خانگی بدمزگی کا خطرہ ہو تو وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اس کا موقع نہ آنے دے۔ اگر اس نے ایسے اسباب کی بنا پر گھر چھوڑ دیا تو عام طور پر اس کا مذاق اڑایا جائے گا اور اسے بہت برا کہا جائے گا۔"

"اگر اس کے شوہر کو غصہ آئے۔ اسے دھمکی دے۔ بری طرح گالیاں دے۔ یا بلا سبب مارے پیٹے تو وہ عاجزی سے جواب دے ہاتھوں کو پکڑ کے انہیں بوسہ دے۔ اس سے معافی مانگے۔ اور چیخے چلائے نہیں نہ گھر سے بھاگے ......"

"عورت کے الفاظ و اعمال سے اس کا عام مظاہرہ ہو کہ وہ اپنے شوہر کو اپنا دیوتا سمجھتی ہے اگر وہ ایسا کرے گی تو وہ نیک اور وفادار بیوی مشہور ہو جائیگی اور ہر شخص اس کی عزت کرے گا۔"

انیسویں صدی کے ہندوؤں کا اس وقت بھی یہی دستور العمل تھا جب ایبے ڈوبوئے نے ہندو رسم و رواج کے متعلق اپنی کتاب لکھی اس نے اس معاملہ پر فلسفیانہ بحث کی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"ہندو گھرانوں میں خلوص اور باہمی محبت تو کجا امن و امان کے ساتھ بھی میاں بیوی مشکل ہی سے بسر کرتے ہیں۔ اس ملک کے مرد اور عورتوں کے درمیان اس قدر وسیع خلیج حائل ہے کہ ایک ہندوستانی کی نظر میں عورت محض ایک غیر متحرک چیز کی طرح ہے۔ اسے اپنے شوہر کی مرضی اور خواہش کا کامل مطیع ہونا چاہیئے۔ اسے کبھی ایسا ساتھی نہیں سمجھا جاتا جو اپنے شوہر کے خیالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۴

اسلام اور تلوار

(۲)

مہاتما ہنسراج کے اعتراضات کا جواب

کافر اور مسلمان

اسلام کو ایک وحشیانہ اور خطرناک مذہب ثابت کرنے کے لئے آریہ قوم نے جن اوچھے ہتھیاروں سے کام لینے کی کوشش کی ہے ان میں سے ایک بہت بڑا ہتھیار جس کو وہ اپنے نزدیک ایک کاری حربہ سمجھتے ہیں یہ ہے کہ اسلام نے اپنے نہ ماننے والوں کو "کافر" کے نام سے یاد کیا ہے - جو ایک بہت بڑی گالی ہے۔ آئے دن اس بات کو رسالوں اخباروں اور پبلک پلیٹ فارموں سے دہرا کر ہندوؤں کو اسلام کے خلاف مشتعل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ صرف معمولی آریہ اپدیشک ہی اس غلط بیانی کے مرتکب نہیں بلکہ مہاتما ہنسراج جیسے تعلیم یافتہ اور ذمہ دار سماجی لیڈر بھی اسی وہم میں مبتلا ہیں یا عمداً لوگوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے غیر مسلموں کو "کافر" قرار دے کر ان کی سخت توہین کی ہے - جو ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت و حقارت پیدا کرتی ہے۔ "آرین کانگرس" کے خطبۂ صدارت میں مہاتما جی نے ستیارتھ پرکاش کی غیر مہذب نکتہ چینی کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے صاف لفظوں میں یہ فرمایا کہ :-

> "قرآن شریف میں جگہ جگہ پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے مخالفوں کے لئے جو عام طور پر یہود اور نصاریٰ تھے۔ بہت سخت الفاظ استعمال کئے گئے۔ انہیں کافر، مشرک، لعنتی، دوزخی اور طرح طرح کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے"

"کافر" کے لفظ سے آریہ سماج کی یہ چڑ قابل مبارکباد ہوتی اگر فی الواقعہ اسے کفر و شرک سے اسی قدر نفرت ہوتی جس قدر اس لفظ سے غصہ و نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لیکن اس ستم ظریفی کو دیکھئے کہ باوجود اس کے کہ رات دن اسلام کو "برا" بھلا کہا جاتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ماننے والوں کو محض اس کلمۂ طیبہ کے سبب سے نیست و نابود اور ذلیل و تباہ کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں تاہم احباب سے انہیں رنج ہے کہ کافر کے نام سے انہیں کیوں یاد کیا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر تم اس لفظ کو ایسا ہی برا سمجھتے ہو کہ کسی طرح "کافر" کہلانا پسند نہیں کرتے تو کیوں کھلے طور پر یہ اعلان نہیں کر دیتے کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں سوائے "مسلمان" کے اور کسی نام سے نہ پکارا جائے۔ اگر آج آریہ سماج اس بات کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہو تو "کافر" کا گھناؤنا لقب آج ہی اس سے دور ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف یہ لقب ہی دور ہو جائیگا بلکہ تمام وہ فتنہ و فساد جو ان کی کفر پروری کی بدولت ملک کے اندر اس وقت پیدا ہو رہا ہے، یکقلم موقوف ہو جائے گا۔ جب تک یہ اعلان نہیں ہوتا اس وقت تک ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں "کافر" کے سوا اور کس لقب سے پکارا جائے "کافر" اور مسلمان فی الحقیقت دو اصطلاحی نام ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف معنے رکھتے ہیں "مسلمان" وہ ہے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے۔ اور جو اس کا قائل نہیں اس کو اسلام نے "کافر" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس کے لفظی معنے منکر کے ہیں - اور اصطلاحاً کافر وہ ہے جو اسلام سے منکر ہو - ظاہر ہے کہ اس میں کوئی خلاف واقعہ بات نہیں ہے نہ اس میں کوئی گالی دی گئی ہے - آخر جو لوگ اسلام کے حلقہ سے باہر ہیں جب مسلمانوں کے بالمقابل ان کا ذکر آئے تو کسی نہ کسی نام سے انہیں یاد کیا جائے گا۔ قرآن نے کیا برا کیا کہ "کافر" کا نام ان کے لئے رکھدیا یہ ایسا ہی ہے جیسے اردو میں ہم کسی کو "غیر مسلم" کے لفظ سے پکاریں قرآن نے کوئی "ملیچھ" کا لفظ اس کے لئے استعمال نہیں کیا - جیسے ہندوؤں میں غیر اقوام کے لئے ہے - کوئی یہود و غیر یہود (خدا رسیدہ و غیر خدا رسیدہ) کی اصطلاحیں قایم نہیں کیں کہ اسے گالی قرار دیا جائے - اپنے نہ ماننے والوں کو صرف "کافر" کے لفظ سے پکارا ہے جس کے معنے سوائے منکر کے اور کچھ نہیں۔ اس سے بڑھ کر مہذب الفاظ کسی کتاب کسی لٹریچر اور کسی مذہبی دائرے کے اندر ہمیں دکھا دیئے جائیں - و . . . یکس قدر ظلم اور اسلام پر کتنی بیجا نکتہ چینی ہے کہ اس کے مہذب طرز عمل کو بھی گالی قرار دیا جاتا ہے ؎

ہم نام بھی لیتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

قرآن کی رواداری

ہاں اس نے بعض لوگوں کو "مشرک" کے نام سے بھی پکارا ہے اور بعض کو "لعنتی" اور "جہنمی" بھی قرار دیا ہے لیکن تمام کافروں کے متعلق ایسا نہیں کہا - مشرک صرف وہی لوگ ہیں - جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود ٹھیراتے ہیں - اور لعنتی اور جہنمی وہی ہیں - جو اپنی بدیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستوجب ٹھیر چکے ہیں اس میں "کافر" اور "مسلمان" کی کوئی تخصیص نہیں - اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر بھی شرک کا مرتکب ہوتا ہے - اگر کوئی اسلام کے سایۂ عاطفت کے نیچے آکر بھی اپنے لئے لعنت اور جہنم کو خریدتا ہے تو وہ بھی قرآن کے نزدیک ان ناموں کا مستحق ہے اگرچہ کسی مسلمان کا یہ حق نہیں کہ کسی شخص کو "لعنتی" اور "جہنمی" کے نام سے پکارے - یہ فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے - کہ کون لعنتی اور جہنمی ہے قرآن نے ایک مشرک کے متعلق بھی اس قدر رواداری کی تعلیم دی ہے کہ کسی مذہبی کتاب میں اس کا نمونہ نظر نہیں آتا - لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم - تم ان چیزوں کو بھی گالی نہ دو جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے - کیونکہ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ان کے پرستار دشمنی اور جہالت کے ساتھ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیں گے - کیا اس سے بڑھ کر امن قایم کرنے والی کوئی تعلیم دنیا میں ہو سکتی ہے ؟ نہ دوسرے کو گالی دو نہ اس سے گالی سنو - لیکن اس کا کیا علاج کیا جائے کہ دوسرے خود بخود ہم پر چڑھ کر آئیں اور سب و شتم کا مینہ برسائیں - ہمارے خدا، ہمارے رسول، ہماری پاک کتاب قرآن کریم کو طرح طرح کے ناپاک خرافات اور ناجائز الزامات کا ہدف ٹھیرائیں - جس سے ایک مسلمان ہاں ایک غیور اور مخلص مسلمان کا کلیجہ شق ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی مسلمان ہیں کہ گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے - بلکہ قانون کی امداد اس کی مدافعت کے لئے طلب کرتے ہیں - کیا دنیا کی کوئی تہذیب کوئی ایسا نظام جو قیام امن کے لئے نافذ کیا گیا ہو مسلمانوں کے اس طریق عمل کو ناواجب قرار دے سکتا - اور قرآن کی مندرجہ بالا تعلیم پر سختی کا الزام عائد کر سکتا ہے ؟

کفار سے موالات

لالہ ہنسراج نے قرآنی تعلیم کی سختی کے ثبوت میں جن باتوں کو پیش کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے :-

> "سورہ مائدہ چھٹا سیپارہ آیت ۵۶ میں ہے - اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ کو رفیق"

یہ آیت آج سب سے پہلے لالہ ہنسراج ہی نے پیش نہیں کی اس سے پیشتر آریہ سماجی پلیٹ فارم سے یہ بارہا پیش ہو چکی ہے - اور مسلمانوں کی طرف سے اس کا کئی بار جواب دیا جا چکا ہے - لیکن افسوس ہے کہ لالہ ہنسراج جیسے آدمی بھی بلا سوچے سمجھے انہی باتوں کو پھر دہرا دیتے ہیں - اور اتنی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ اس آیت کے سیاق و سباق کو ہی دیکھ لیں کیونکہ اس سے آگے ہی پانچ چھ آیات کے فاصلہ سے صاف طور پر فرمایا ہے یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزواً ولعباً من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین - اے ایمان والو! ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جو لوگ تمہارے دین کو ہنسی کھیل بناتے ہیں انہیں دوست نہ بناؤ - اور نہ ایسے کافروں کو اور اللہ کا تقویٰ کرو اگر تم مومن ہو -

اس آیۂ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن نے صرف انہی یہود و نصاریٰ یا کسی اور کافر قوم کی دوستی سے منع کیا ہے - جو دین اسلام کو تمسخر اور استہزا میں اڑاتے اور اسے ہنسی اور کھیل بناتے ہیں - دوسری جگہ سورہ ممتحنہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت سے کام لیا ہے - جہاں فرمایا لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین - انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون - اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو دین کے بارہ میں تم سے جنگ نہیں کرتے اور تمہارے گھروں سے تمہیں نہیں نکالتے کہ تم ان سے نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو - اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے - وہ صرف انہی لوگوں سے جو دین کے بارہ میں تم سے جنگ کرتے ہیں اور تمہارے گھروں سے تمہیں نکالتے ہیں اور تمہارے اخراج پر غالب آگئے ہیں - تمہیں منع کرتا ہے - کہ تم ان کو دوست نہ بناؤ اور جو شخص ایسے لوگوں کو دوست بناتا ہے وہی ظالم ہے -

کورانہ تقلید کا نمونہ

قرآن کریم کی ان کھلی تصریحات کے باوجود آریہ قوم کا اور بالخصوص مہاتما ہنسراج جیسی شخصیت کا جو تعلیم جدید سے بہرہ وافر رکھتے ہیں یہی کہتے چلے جانا کہ قرآن نے عام اہل کتاب یا کفار کی دوستی سے منع کیا ہے کس قدر کھلی اور صریح غلط بیانی ہے - ہمارا خیال ہے کہ عام آریہ سماجی اپدیشک تو ایک طرف رہے بڑے بڑے سماجی لیڈروں نے بھی قرآن کریم کو خود کھولکر کبھی نہیں پڑھا - جب کبھی انہیں ضرورت پیش آتی ہے اس سماجی لٹریچر ہی سے کام نکالتے ہیں - جو ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس یا کسی اور مجموعۂ خرافات کی صورت میں پیشتر سے ان کے سامنے آچکا ہے -

ہم مہاتما ہنسراج کو اس طرف بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں - کیا موجودہ زمانہ کے روشن خیال آریہ سماجیوں . . . . . کا طریق یہی ہے کہ اصل چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر یا کم از کم قابل اعتراض بات کے سیاق و سباق پر غور کئے بدون صرف دوسروں سے سنی سنائی باتوں کو بطور اعتراض پیش کر دیا جائے ؟ ہم نہیں جانتے کہ یہ تعلیم جدید کا اثر ہے یا ویدوں کی پیروی کا نتیجہ - کم از کم مہاتما ہنسراج کی پوزیشن اس سے واضح ہونا چاہیئے تھی - لیکن افسوس ہے کہ سر سے پیر تک تمام آریہ سماجی ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں - اور کیوں نہ ہوں ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جس قوم کی مذہبی کتاب (ستیارتھ پرکاش) میں ایسی ہی باتوں کو اس سے زیادہ برے طریق سے پیش کیا گیا ہو وہ اس کی پیروی میں جو کچھ بھی کرے بجا ہے - یہی وجہ ہے کہ مسلمان ستیارتھ پرکاش کے چودھویں سملاس کی ضبطی کے طالب ہیں - کہ نہ ایسی باتیں ان کے سامنے آئیں گی اور نہ ان کے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکلیں گے - قرآن پر اعتراض کرنے کے لئے خود قرآن ہی کو انہیں دیکھنا پڑے گا - اور اگر تعصب اور بغض نے ان کے دلوں کو ہدایت اور روشنی کے اخذ کرنے سے محروم نہ کر دیا ہو تو بہت سی باتوں میں اپنی غلطی کو وہ خود محسوس کر لیں گے -

---

آرین کانگرس

(۳)

دس ہزار رضاکاروں کی بھرتی

قانون کو ہاتھ میں لینے کی خطرناک تجویزیں

گزشتہ اشاعت میں آرین کانگرس کی ان ضمنی کانفرنسوں کا بالتفصیل ذکر کیا جا چکا ہے - جو "نو آریاؤں" کے لئے منعقد کی گئیں - اب خود آرین کانگرس کی کارروائی کو سن لیجئے - تقاریر کو چھوڑ کر صرف ریزولیوشن جو پاس ہوئے ان سب میں یا تو مسلمانوں کا منہ چڑانے کی کوشش کی گئی ہے یا سماجی سورببیروں کو فوجی اسپرٹ میں ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دی گئی ہے - ریزولیوشن یہ ہیں :-

(۱) شردھانند کی موت پر اظہار تاسف کیا گیا -

(۲) راجپال اور ستیہ نند کے بچانے والوں کو مبارکباد دی گئی -

(۳) مسلمانوں کے قاتلانہ حملوں کی مذمت کی گئی اور ان کو غیر محتاط مسلم لیڈروں کی تقریر و تحریر کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ قرار دیا گیا

(۴) حکام وقت کی غفلت پر کہ انہوں نے ہندوؤں کی جان کی حفاظت کے لئے مناسب تدابیر اختیار نہیں کیں غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ اپنی ملازمتوں سے مستعفی ہو جائیں -

(۵) قاضی عبدالرشید کے مقدمہ کے چندہ اور ہندو لیڈروں کے تہدیدی خطوط لکھنے اور مسلم اخبارات کی تحریروں کی بنا پر کہا گیا کہ یہ سب باتیں مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ [illegible]

کونسل وغیرہ سے مطالبہ کیا گیا کہ سرکار اس سازش کا پتہ لگائے اور اس غرض سے غیر مسلم خفیہ پولیس سے کام لیا جائے۔

(۶) آریاؤں کو ضبط و تحمل پر مبارکباد دی گئی۔

(۷) ان مسلمان علماء کے خلاف زبردست قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا جو رسولؐ اللہ کی شان پر حملہ کرنے والے کو واجب القتل قرار دیتے ہیں

(۸) پرشور مباحثے کے بعد ایک مجلس بنائی گئی اور قرار پایا کہ یہ مجلس تمام ملک کا دورہ کر کے دس ہزار رضا کاروں کی بھرتی کرے جو ضرورت کے وقت جانیں قربان کرنے کا عہد کریں۔ مدافعتی کارروائی کے لئے پچاس ہزار روپیہ فراہم کیا جائے۔ صوبہ کی مختلف لیگوں اور آل انڈیا آرین لیگ کے مشورہ سے مناسب وقت اور موقع پر ستیہ گرہ شروع کر دے۔

ان ریزولیوشنوں کا پہلا حصہ سوائے مسلمانوں کا منہ چڑانے کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اس کے جواب میں محض اسی قدر کہہ دینا کافی ہے۔ آخری ریزولیوشن اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ آریہ قوم اس وقت مسلمانوں سے ایک کھلے مقابلہ پر اتر آئی ہے۔ کھلے مقابلہ سے مراد جسمانی مقابلہ ہے وہ اسلام کے بالمقابل کوئی نئے مناظر اور اپدیشک بنانے کی طالب نہیں ہے جیسا کہ اس سے پیشتر اس کا طریق تھا۔ بلکہ دس ہزار رضا کار طلب کرتی ہے جو **ضرورت کے وقت جانیں قربان کرنے کا عہد کریں**

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کی ایک کھلی توہین ہے۔ کیونکہ "ضرورت" سے مراد اگر مدافعت کی ضرورت ہے تو اس کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے پولیس اور فوج موجود ہے جو بوقت ضرورت کام آنے کے لئے ہی رکھی گئی ہے۔ آریہ سماج نے سرکاری پولیس اور افواج کی موجودگی کے باوجود دس ہزار رضا کاروں کی بھرتی ضروری قرار دے کر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی طاقت پر اسے اعتبار نہیں۔ اور اسے کمزور سمجھکر قانون کو آئندہ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کھلے ارادوں کے باوجود گورنمنٹ کیوں خاموش ہے اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے کیا سامان اس نے کیا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمام ہندوستان میں آریہ سماج کی مردم شماری دس ہزار سے اوپر نہیں ایسی حالت میں دس ہزار رضا کاروں کی طلبی سوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتی کہ ہر چھوٹے بڑے مرد عورت کو جو آریہ سماج سے تعلق رکھتی ہے مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب دلائی جائیگی۔ ہندو مہاسبھا کے رضا کار اس کے علاوہ ہیں اور اب یہ سب کے سب ایک باقاعدہ فوج کی شکل میں ہمارے سامنے آنیوالے ہیں جو نہ معلوم ہندوستان کے بدنصیب خطہ میں کیا کیا ستم برپا کریں اور پرستاران توحید کو کن کن راہوں سے اپنی سماجی اور سنگٹھنی کارروائیوں کا تختہ مشق بنائیں۔ ضرورت ہے کہ حکام بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں گڑھ مکتیشر کا تازہ واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ جو ان ریزولیوشنوں کی عملی تفسیر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کس چیز کو گورنمنٹ دیکھنا چاہتی ہے۔ اور پیشتر اس کے کہ آریہ سماجی رضا کاروں کی کوئی باقاعدہ فوج منظم طریق پر بننی شروع ہو اس فتنہ کا سر ابھی سے کچل نہیں دیتی۔ مسلمان علماء نے باوجود اسکے کہ رسول اللہ صلعم کی توہین کرنے والے کو واجب القتل قرار دیا (جس سے ہمیں اختلاف ہے) تاہم انہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا پسند نہیں کیا اور نہ رضا کار بھرتی کئے۔ کہ ان کے خلاف زبردست قانونی کارروائی کی ضرورت ہو۔ یہ آریہ سماج ہی ہے جس نے اپنی الگ فوج بنا کر قانون کو پس پشت ڈال دینا چاہا ہے۔ کیا حکومت ہند اس طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس کے نتائج و عواقب پر غور فرما کر ابھی سے اس کے انسداد کا سامان کرے گی؟

آریہ سماج اور جماعت احمدیہ

معاصر "مشرق" گورکھپور نے ہندو سبھا کے ایک جلسہ پر جو آج سے تین ہفتہ پیشتر آنریبل سر راجہ رام پال سنگھ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت جو جماعت ملک کے امن و اتحاد میں رخنہ ڈال رہی ہے اور جس کی طرف خود آنریبل سر راجہ صاحب نے بھی اپنی صدارتی تقریر میں اشارہ کیا ہے وہ آریہ سماج کے سوا اور کوئی نہیں۔ معاصر موصوف نے اس کے ثبوت میں ستیارتھ پرکاش کے ان دو ابواب کو پیش کیا ہے جو شروع کے زمانہ سے اسلام اور عیسائیت کے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں نفرت و عناد کے بیج بو رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں معاصر موصوف نے اس حقیقت کا اعتراف کھلے لفظوں میں کیا ہے کہ صرف حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کا لٹریچر ہی آریہ سماجی حملوں کی مدافعت کا موجب ہوا ہے۔

"ان کے بعد کے زمانہ میں حضرت مولانا غلام احمد صاحب مرحوم قادیان نے سوامی جی کے متبعین کے لٹریچر کے خلاف جو اسلام پر حملہ آور تھا۔ بہت زبردست بحث کی۔ اور ایسی مکمل بحث فرمائی کہ آج اس کا جواب نہیں۔ اور اب بھی مرحوم مرزا صاحب کے تابعین آریہ سماج پر جس قدر تبصرے کر رہے ہیں وہ بھی لاجواب ہیں"

ہم اس اعتراف حق پر اپنے معزز معاصر کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جو جماعت احمدیہ کے لٹریچر کو آریہ سماج کی گندی اشاعت کا ذمہ دار گردانتے ہیں "مشرق" کی اس صاف بیانی کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ فی الحقیقت جماعت احمدیہ اور اس کے پاک امام نے آریہ سماجی گند کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کو اس کی بڑھتی ہوئی رو سے بچانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ جس کا شکریہ صرف اسی رنگ میں ادا ہو سکتا ہے۔ کہ اس جماعت کے ساتھ شمولیت اختیار کر کے اس کی قوت کو بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ آریہ سماج کا رہا سہا اثر بھی مسلمانوں پر سے جاتا رہے۔ اور ہندوؤں میں تبلیغ حق کر کے انہیں اسلام کے اندر لایا جا سکے۔

لالہ لاجپت رائے اور مالوی آریہ سماج کی معیت میں

آرین کانگرس میں صرف آریہ مقررین ہی نے اپنی اشتعال انگیز تقاریر سے ہندوستان کے رہے سہے خرمن امن کو برباد کرنے کی سعی نہیں کی بلکہ لالہ لاجپت رائے اور پنڈت مدن موہن مالوی نے بھی اس بھڑکتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنے کی کوشش کی۔ اور آریہ سماج سے اپنا شدید تعلق ظاہر کیا لالہ جی کے یہ الفاظ سننے کے قابل ہیں:-

"اگرچہ اس وقت باضابطہ طور پر میرا کسی آریہ سماج سے تعلق نہیں ہے لیکن میرا ہردے اور میری آتما آپ کے ساتھ ہے (تالیاں) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آریہ سماج پر کبھی کوئی مصیبت آئی تو میں سب سے پہلے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں مجھے وشواس نہیں کہ بپتا آئے گی۔ لیکن اگر آئی تو میں اعلان کرتا ہوں کہ میں آریہ سماج میں داخل ہونے کو تیار ہوں"

پنڈت مدن موہن مالوی فرماتے ہیں:-

"اگر ایک آریہ سماجی کے ہردے پر چوٹ پہنچائی گئی ہے تو ہمارے ہردے پر چوٹ پہنچائی ہے۔ آریہ سماجی ہمارے پران کے پران اور ہردے کے ہردے ہیں۔ ان کو ایک ذرا سی چوٹ پہنچانا ہمارے ہردے پر بڑی بھاری چوٹ پہنچانا ہے"

ان واضح اعلانات کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ تمام ہندو اس وقت آریہ سماجی رنگ میں رنگے ہوئے نہیں ہیں جبکہ قوم کے بڑے بڑے لیڈر اپنی ذمہ داری کا احساس کئے بدون اس طرح کھلے بندوں آریہ سماج کی حمایت پر اتر آئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ جانتے ہیں کہ اس جماعت کو مسلمانوں سے شدید دشمنی اور عداوت ہے۔ اور باوجودیکہ خود ان کو آریہ سماج کے اصول سے شدید اختلاف ہے۔ اس کے عوام الناس کا کیا حال ہوگا

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

قومیت متحدہ کا ہندو تصور

قومیت متحدہ جس کی ہندوستان کو مدت سے آرزو رہی ہے ہندوؤں کے نزدیک کیا چیز ہے؟ "ملاپ" اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:-

"ہندو قومیت متحدہ اسے سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں میجارٹی (اکثریت) اور مینارٹی (اقلیت) کی کوئی تمیز نہ ہو ہر ایک مذہب اور فرقہ والا اپنے آپ کو ہندوستانی سمجھے اور خیال کرے کہ وہ ہندوستان میں بطور ہندوستانی رہ رہا ہے نہ کہ بطور مسلمان یا ہندو"

اس وسعت نظر کے کیا کہنے۔ مہاشہ خوشحال چند کا غالباً یہ مقصد ہے کہ ہندو جہاں اور جس طرح چاہیں اپنا تسلط قائم کرتے چلے جائیں اور مسلمان یہ دیکھکر خوش ہو لیا کریں کہ آخر ہماری ہندوستانی قوم ہی کے آدمی ہیں۔ ہندو اگر چاہیں کہ ایک بھی مسلمان سرکاری دفاتر میں نہ ہو۔ اگر وہ انہیں ذبیحہ گاؤ کے حق سے محروم [illegible] روکا جا رہا [illegible] بنا دیں تو مسلمانوں کو اس سے ذرا بھی چیں بجبیں نہ ہونا چاہیے کیونکہ قومیت متحدہ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان کی تمیز باقی نہ رہے۔ صرف ہندوستانی ہونا کافی ہے۔ مذہب بدل گیا تو کیا ہرج ہے۔ مسلمانوں کے بجائے دفاتر کے اندر ہندو بیٹھ گئے تو کیا نقصان ہے۔ ہندوستانی ہی تو ہیں مسلمان ذلیل ہوں، تباہ اور خوار ہیں۔ کوئی نقصان کی بات نہیں۔ ہندو جو خوشحال ہیں وہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو لیا کریں کہ ہماری ہندوستانی قوم کے لوگ کس قدر معزز اور خوشحال ہیں۔ کم از کم اس سے سوراج تو مل جائے گا۔ خواہ روٹی ملے یا نہ ملے اور نہیں تو بھیلوں اور گونڈوں کی طرح ہندوؤں کا پانی بھر کر ہی گزر اوقات کر لیا کریں گے۔

قومیت متحدہ کی اس تفسیر پر جناب "ملاپ" جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ ہم بھی ان کے بیحد ممنون ہیں۔ کہ ہندو قوم کے عندیہ سے انہوں نے اطلاع دیدی لیکن افسوس کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ قومیت متحدہ کی یہ شاندار دیوی مسلمانوں کے پسند خاطر نہیں۔ ان کو اس کے بجائے قومیت منتشرہ ہی قبول ہے۔ جو کم از کم ان کی زندگی کو بحال رکھنے کا موجب ہو سکتی ہے

ہمارا سالانہ اجتماع

اس سال کا جلسہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے احمدی قوم کی تاریخ میں غالباً ایک بے نظیر جلسہ ہوگا۔ جس میں نہ صرف ہماری قوم کے ہر فرد کا شامل ہونا ضروری ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں میں سے جو لوگ ہمارے سلسلہ سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس کی خدمات اسلام کو بنظر استحسان دیکھتے ہوں ان کو بھی ساتھ لانا چاہیئے۔ تاکہ وہ ہمارے قومی اجتماع کو دیکھ کر اور بزرگان سلسلہ کے خیالات کو سن کر جماعت کے ساتھ عملی شمولیت اختیار کر سکیں جلسہ سالانہ جماعت کو ترقی دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ضرورت ہے کہ احباب لاہور میں تعداد کثیر جمع ہو کر اپنی زندگی اور قومی شوکت کا ثبوت دیں۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک ضروری اعلان

۲۲ نومبر ۲۶ء کے "الفضل" میں جناب میاں محمود احمد صاحب کا ایک اہم اعلان شایع ہوا ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"جماعت کو اس نوٹ کے ذریعہ سے جو چند دن ہوئے "الفضل" سے شایع کیا تھا معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ بعض لوگوں نے جو ظاہر میں جماعت میں کہلاتے ہیں لیکن باطن میں بوجہ نفاق ان کو کوئی تعلق نہیں۔ میرے اور نظام سلسلہ کے خلاف شورش برپا کر رکھی ہے۔ میں اب تک اس لئے خاموش تھا کہ دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں شاید ان لوگوں کو ہدایت ہو جائے۔ لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے بعض بیرونی دشمنوں کی شہ پر اپنے اس ناپاک فعل کو ایک شغل سمجھ لیا ہے اور یہ اور ان کے بعض دوست مختلف جماعتوں میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور توبہ کی طرف مائل نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اب ان لوگوں نے سراسر افترا کے طور پر مجھ پر اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ بھی دائر کر دیا ہے اور اس حیلہ کارروائی کا مرتکب کسی صورت میں بھی بیعت میں شامل نہیں رہ سکتا اس لئے میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ مستری فضل کریم صاحب مالک دکان مشین سیویاں قادیان اپنے افعال سے جماعت احمدیہ سے خارج ہو چکے ہیں۔ اس لئے میں انہیں جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کرتا ہوں اب اس وقت تک کہ یہ لوگ توبہ کر کے دوبارہ جماعت میں شامل نہ ہوں ان کا جماعت کے لحاظ سے میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں ان کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور یقیناً زبردست نشانات سے سلسلہ کی حفاظت فرمائے گا۔ علیہ توکلت والیہ انیب اس جگہ میں اس بات کی بھی جماعت کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے علاوہ چند اور لوگ بھی ہیں (قادیان میں بھی اور باہر بھی) جو بظاہر جماعت میں ہیں لیکن فتنہ پیدا کرنے میں ان لوگوں کے ساتھ شامل ہیں۔ اگر ایسے لوگوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ان کے متعلق بھی مناسب اعلان کیا جائے گا۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

مقدمۂ لائٹ

راجہ نریندر ناتھ اور رائے صاحب لالہ رام سرن داس پر جرح

۲۱ رنومبر ۱۹۲۷ء کی کارروائی

لاہور ۲۱ رنومبر ۱۹۲۷ء آج مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر چودھری رحمت خاں صاحب مدیر پبلشر اور شیخ معراج دین صاحب پرنٹر اخبار لائٹ کا مقدمہ ۱۲½ بجے پیش ہوا۔ استغاثہ کی طرف سے شیخ احمد حسن صاحب بیرسٹر پیروکار تھے۔ آج دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل اور رائے صاحب لالہ رام سرن داس گواہان استغاثہ پر جرح ہوئی۔ ملک برکت علی صاحب ایم اے ایڈووکیٹ ہر سہ ملزمین کی طرف سے پیروکار تھے لیکن چونکہ ملک صاحب کسی اور مقدمہ میں مصروفیت کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے اس لیئے ان کے آنے تک مولانا محمد یعقوب خاں صاحب

دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ پر جرح

کرتے رہے۔ خانصاحب کے سوالات کے جواب میں راجہ صاحب نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ہندو مسلم تعلقات گزشتہ چند ماہ سے کشیدہ ہیں یہ بھی صحیح ہے کہ اس کشیدگی کی وجہ سے مسلمانوں کا رویہ ہندوؤں کے بارہ میں کوئی دوستانہ نہیں نہ ہندوؤں کا رویہ مسلمانوں کے متعلق دوستانہ ہے۔ ذہنیت کے لحاظ سے مسلمان ہندوؤں کے خلاف ہیں اور ہندو مسلمانوں کے خلاف۔ یہ بھی سچ ہے کہ صرف چند ایک مسلمان لیڈروں نے سوامی شردھانند کے قتل سے بیزاری ظاہر کی۔ ان چند مسلم لیڈروں کا یہ فعل دوستانہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی مسلمانوں کا رویہ دوستانہ نہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ مسلمانوں کے غالب حصہ نے سوامی شردھانند کے قتل کو برا کہا ہے۔ جن چند لیڈروں نے بیزاری ظاہر کی ان کے متعلق اگر کوئی یہ کہے کہ وہ "عبدالرشید" بننا نہیں چاہتے۔ تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں کے وہ دشمن بننا نہیں چاہتے ان مخصوص معنوں کے لحاظ سے جو "عبدالرشید" کے گئے ہیں۔ اور جو ایسے معنے نہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ لفظ "عبدالرشید" سے ایسا شخص مراد ہوگا جو ہندوؤں کا دشمن ہو"۔ اور "ہندو راجپال" کے مضمون میں جو یہ لفظ ہیں کہ every muslim was not inclined to be an Abdul Rashid اس کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان نے عبدالرشید کے فعل سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اس لئے وہ عبدالرشید بننا نہیں چاہتے اور اس لحاظ سے وہ ہندوؤں کے دشمن نہیں۔ یہ سچ ہے کہ سوامی شردھانند کا قتل اور راجپال کی کتاب ہندو مسلم کشیدگی کے دو اہم ترین سبب ہیں۔ میں نے راجپال کی کتاب نہیں پڑھی۔

اس موقع پر خاں صاحب نے ایک سوال راجہ صاحب پر کیا جس کو راجہ صاحب کے کہنے پر عدالت نے سوال ہی کے رنگ میں لکھا اور اس کے بعد راجہ صاحب کا جواب لکھا جو حسب ذیل ہے۔

سوال۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی ہندوؤں کے خلاف ذہنیت کو "عبدالرشید" کے لفظ سے ظاہر کرے تو کیا میں اس کے بالمقابل ہندوؤں کی ذہنیت کو جو مسلمانوں کے خلاف ہے "راجپال" کے لفظ سے ظاہر کر سکتا ہوں؟

جواب۔ اس کے لئے ایک علیحدہ ڈکشنری آپ کو بنانی چاہیئے

خاں صاحب نے صحیح جواب لینے پر جب اصرار کیا تو راجہ صاحب نے کہا:-

"راقم مضمون نے اپنے نقطۂ نگاہ سے ہندوؤں کی خلاف اسلام ذہنیت کو اگر راجپال کے لفظ سے ظاہر کیا ہے تو اپنے نقطۂ نگاہ سے وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے"

انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ ان مخصوص معنوں کے لحاظ سے ہندوؤں کے غالب حصہ کو راجپال کہا جا سکتا ہے۔

انہی مخصوص معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مضمون کے اندر جو یہ فقرات ہیں کہ such being this neo-Hindu mentality small wonder is it the muslim should get driven to the only position exemplified more or less in Abdul Rashid اس کے معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کے دشمن بن جانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یعنی عبدالرشید کی پوزیشن اختیار کرنے سے مراد ان کا ہندوؤں کا دشمن بن جانا ہے۔ must be کے دونوں معنے ہو سکتے ہیں۔ یہ مجبوری پر بھی استعمال ہوتا ہے اور اختیار پر بھی۔"

خاں صاحب کی جرح یہاں تک ہوئی تھی کہ ان کے وکیل ملک برکت علی صاحب ایم اے ایڈووکیٹ آپہنچے۔ اور پھر انہوں نے جرح کی جس کے جواب میں راجہ صاحب نے فرمایا:-

فائٹ ٹو دی فنش کے مضمون میں پیرا اول میں جو ugly scene کا لفظ ہے۔ اس سے کوئی آنے والے خطرات مراد ہیں یعنی مضمون نگار نے ان فقرات میں یہ ظاہر کیا ہے کہ فیصلہ ورتمان کے ساتھ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اور بھی بعض خطرات ہیں جو ابھی پیش آنے والے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا خطرات ہیں دوسرا ugly scene سے وہ تمام مناظر مراد ہیں۔ راجپال کی کتاب کے بعد دیکھنے میں آئے سے وہ تمام episode مراد ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی گالی گلوچ پر مشتمل ہے۔

مجھے یاد نہیں کہ مسلمان لیڈروں نے فیصلہ ورتمان کے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کیا ہو اور ایجی ٹیشن کو ختم کرنے کی تلقین کی ہو۔ ایک علیحدہ فقرہ کے معنے بعض وقت اس سے مختلف ہوتے ہیں۔ جو مضمون کے اندر اس کو پڑھنے سے اس کا مفہوم ہوتا ہے۔ فائٹ کے معنے لازماً جسمانی لڑائی نہیں اس سے کانسٹی ٹیوشنل جنگ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ مجھے علم ہے کہ مسلمان آریہ سماج سے رنجیدہ ہیں۔ میں آریہ سماج سے بہت گہری ہمدردی رکھتا ہوں لیکن اس کے ممبروں میں میرا نام درج نہیں۔ میں نے دو ماہ ہوئے آریہ سماج شملہ کے جلسہ میں یہ کہا تھا کہ "مجھے حیرت ہے کہ مسلمان اپنی نظریں آریہ سماج پر کیوں ڈال رہے ہیں" مجھے یاد ہے کہ مہاتما گاندھی نے آریہ سماج کو قصوروار ٹھیرایا تھا۔ صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں۔ لیکن اس قدر یاد ہے کہ اس میں آریہ سماج کے اس رویہ کا ذکر تھا جو وہ مسلمانوں کے متعلق رکھتی ہے میں اس کا مخالف نہیں کہ کوئی شخص اپنی قوم کو جسمانی قوت کے بڑھانے کی تعلیم دے۔ مجھے یاد نہیں کہ پنڈت بال کشن نے گوروودت بھون میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا یا نہیں کہ مسلمانوں میں قوت حیوانی بڑھ گئی ہے چونکہ راجہ صاحب کو پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے جلسہ میں شامل ہونا تھا اس لیئے ان پر باقی جرح آئندہ پیشی ۲۹ رنومبر ۱۹۲۷ء پر ملتوی کی گئی اور اس کے بعد

رائے بہادر لالہ رام سرن داس پر جرح

ہوئی جو حسب ذیل ہے

رائے بہادر نے ملک برکت علی صاحب کے سوالات کے جواب میں کہا کہ فائٹ ٹو دی فنش کے مضمون میں جو مانسٹر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے لیڈر مراد ہیں اور مانسٹر کو کچلنے سے لیڈروں کو قتل کرنا مراد ہے یہ صحیح ہے کہ میں نے اپنی زمین ہندو سبھا کو گٹکا اور کشتی وغیرہ کے لئے دی ہو کوئی مسلمان ان کھیلوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ میں اس اکھاڑہ کی افتتاحی رسم میں موجود نہ تھا۔ پنڈت مالویہ نے جب اس اکھاڑہ میں بندہ بہادر کی تصویر کی نقاب کشائی کی میں اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ ۹ رفروری ۱۹۲۷ء کے ٹریبیون میں میری موجودگی کا جو ذکر ہے وہ غلط ہے۔ میں اس اکھاڑہ میں مجمع کے وقت کبھی نہیں گیا۔ افتتاحی رسم سے پہلے گیا۔ مجھے یاد نہیں میں نے اس میں کوئی چندہ دیا ہو۔ میں سناتن دھرم کانفرنس کے موقع پر مجلس استقبالیہ کا پریذیڈنٹ تھا۔ مجھے ... کانفرنس میں ایک ایسا

ریزولیوشن پیش ہوا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ بھگت اور گورونانک کے متعلق ستیارتھ پرکاش کے بعض فقرات ناقابل برداشت ہیں اور وہ اس میں سے خارج ہو جانے چاہئیں۔ اس کے بعد سناتن دھرم اور آریہ سماج کی جنگ ختم ہو جائے گی۔ میں نے راجپال کی کتاب سے بیزاری ظاہر کرنے کے لئے کبھی کوئی جلسہ منعقد نہیں کیا کیونکہ راجپال سناتن دھرمی نہیں بلکہ آریہ سماجی ہے۔ یہ آریہ سماج کا کام تھا کہ اس سے بیزاری ظاہر کرتی سناتن دھرمی ہندو پہلے ہی ایسی باتوں کو برا سمجھتے ہیں وکیل کے سوال کرنے پر کہ کیا مولانا محمد یعقوب خاں صاحب سناتن دھرمی ہیں کہ آپ نے ان مضمون سے اظہار بیزاری کے لئے جلسہ منعقد کیا؟ رائے بہادر نے کہا کہ وہ سناتن دھرمی تو نہیں لیکن تمام ہندوؤں کے خلاف انہوں نے لکھا ہے اس لئے بیزاری کا اظہار کیا۔ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں نے ہندو لیڈروں سے اپیلیں کیں۔ کہ راجپال کی کتاب سے بیزاری کا اظہار کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں نے "لائٹ" کے مضامین کو (جن پر مقدمہ چلایا گیا ہے) کئی دفعہ پڑھا ہے اس جلسہ میں جو میری کوٹھی پر اس کے خلاف ہوا۔ "فائٹ ٹو دی فنش" اور ایک اور مضمون کے اقتباسات پڑھے گئے تھے۔ تمام مضمون نہیں پڑھا گیا ugly scene سے راؤ رنگیلا رسول کی اشاعت ہے revolt against it سے مسلمانوں کا پروٹسٹ مراد ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ revolt میں راجپال کی بریت کے خلاف پروٹسٹ مراد ہے یا نہیں۔ اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ورتمان کے متعلق جو فیصلہ ہوا تھا وہ کچھ چیز نہیں those who are content with a surface view of things کے فقرات میں مضمون نگار نے مسلمانوں کو اکسایا ہے کہ وہ معاملہ کو معمولی اہمیت نہ دیں Rajpals are but visible turnings of the whale underneath کا مطلب یہ ہے کہ راجپال کے پیچھے بہت سے خطرات موجود ہیں جو ظاہر نہیں۔ راجپال ان کا ظاہری نقشہ ہے۔ unless the monster is effectively dealt with میں مانسٹر سے مراد وہ لوگ ہیں جو راجپال کے پیچھے ہیں۔ میں راجپال سے متنفر ہوں اور ایسا ہی تمام سناتن دھرمی ہندو اس سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں سے جو راجپال کے پیچھے ہوں اظہار بیزاری کے کئے جانے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں مجھے علم نہیں کہ راجپال اس مخالف اسلام پروپیگنڈا کی ایک کڑی ہے جو ہندوؤں کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر میں مسلمانوں سے کوئی خطرہ دیکھوں جو ظاہر نہ ہو تو اس سے ہندو قوم کو میں متنبہ کروں گا لیکن اشتعال انگیز طریق پر نہیں As long as Arya Samaj is there as long as spirit of Swami Dayanand sways Hindu mentality کے فقرات کو میں قابل اعتراض نہیں سمجھتا۔ so long as chapters 13-14 of Satyarath Parkash are not expunged میں ستیارتھ پرکاش کے جن دو ابواب ۱۳ و ۱۴ کا ذکر کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم ان میں کیا ہے۔ اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ یہ فقرہ قابل اعتراض ہے یا نہیں۔ as long as moonjes and malviyas are at large to sing their song of pure Hinduism with "down with Islam" for its burden. کو میں قابل اعتراض سمجھتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مسلمان پنڈت مالویہ کو سب سے بڑا مخالف اسلام شخص سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ منجے اور مالوی ہندو مہا سبھا کی دو بڑی شخصیتیں ہیں۔ باوجود اس کے کہ منجے ہندو مہا سبھا کا پریذیڈنٹ ہے پنڈت مالوی ہندو مہا سبھا کے ممبر ہیں۔ اس کی پالیسی کو ڈائرکٹ نہیں کرتے۔ جہاں تک پریس اور پلیٹ فارم کا تعلق ہے مسلمان ہندو دبنیوں سے ناراض ہیں۔ عام دیہاتی آبادی ناراض ہو یا نہیں مجھے معلوم نہیں۔ مجھے علم ہے کہ مسلمان شدھی کی تحریک کو پسند نہیں کرتے۔ ۱۰ اگست ۱۹۲۷ء کے لائٹ میں صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۵ میں to pervert Muslim masses

to loot the muslim masses کامطلب میں نے (مسلمانوں کو لوٹنا) سمجھا۔ تحریک شدھی میں نے اس سے مراد نہیں لی۔

as long as funds and fanatics are pouring out into ignorant countryside

سے بھی شدھی کی تحریک مراد نہیں۔ مانسٹر راجپال اور وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اس کے پیچھے ہیں۔ مضمون نگار نے دو مانسٹروں کا ذکر کیا ہے۔ ایک

Hydra headed monster

اور دوسرا اصلی مانسٹر۔ مانسٹر کی تعریف تو مضمون نگار نے ان مثالوں کے ذریعہ کی ہے جن کا اوپر ذکر ہے مگر ہائیڈرا ہیڈڈ مانسٹر کی تعریف نہیں کی۔ ہائیڈرا ہیڈڈ ایک علیحدہ خود مختار مانسٹر ہے۔ جس کے حکم کے نیچے باقی مانسٹر ہیں۔ اس سے ایک خاص قسم کی ذہنیت مراد نہیں۔ میرے نزدیک اس سے ایک خاص قسم کا کیرکٹر مراد ہے۔

let your arms be strong

میں arms کے معنے میں ہتھیار کرتا ہوں۔ اگر اس فقرہ کو جسمانی طاقت کے بڑھانے پر استعمال کیا جائے تو مجھے اعتراض نہیں

let your steel be bright

میں steel سے مراد تلوار ہے۔ میں سٹیل کے معنے طاقت کے نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں یہ فرض بھی نہیں کر سکتا کہ سٹیل کے معنے طاقت ہو سکتے ہیں۔ سٹیل کے معنے تلوار یا ہتھیار یا خود سٹیل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔ صفحہ ۴ سطر ۲ میں سٹیل کے معنے جو طاقت کے گئے ہیں وہ غلط ہیں۔

where must this steel come from, this strength

میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔ تلوار بھی اور طاقت بھی۔ مضمون نگار نے سٹیل کو طاقت کے معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ سٹیل اور طاقت دونوں چیزوں کو بیان کیا ہے۔

your arm — arm میں exercise it سے ہتھیار مراد ہے۔ اس میں جسمانی طاقت کو بڑھانے کی تلقین نہیں بلکہ اسلحہ کے استعمال کی تلقین ہے۔

your purse — keep it full

یہ کیسوں کو پر رکھنے کی جو تلقین ہے۔ یہ اس جنگی پروپیگنڈا کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہے

your ranks close them up

میں اتحاد کی تعلیم ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ کوئی شخص اپنی قوم کو اتحاد کی تعلیم دے۔ کوئی شخص اپنی قوم کو کفایت شعاری کی تعلیم دے تو اس پر بھی اعتراض نہیں۔

The monster will make a jolly good meal

میں مانسٹر سے وہ مانسٹر مراد ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یعنی ہائیڈرا ہیڈڈ مانسٹر اور اس کے زیر اثر مانسٹر مجھے لاٹھی چلانے اور گتکا وغیرہ کھیلوں پر کوئی اعتراض نہیں۔

it was a highly patriotic and statesmanlike gesture on the part of muslim India

میں مضمون نگار نے مسلمانوں کے اس فعل کی تعریف کی ہے۔ کہ انہوں نے سوامی شردھانند کے قاتل سے بیزاری ظاہر کی۔ میں نے مضمون کنفیشن آف کرائم کو پورے غور سے پڑھا ہے۔ مضمون نگار نے اس میں مانسٹر ذہنیت کا ذکر کیا ہے۔ اس مضمون میں ہندوؤں کے رشیوں کا بھی عزت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ میں ہندو مہاسبھا کی انتظامی کمیٹی کا گزشتہ دو سال سے ممبر ہوں ہندو مہاسبھا کوئی بہت پرانی تحریک نہیں۔ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات ہندو مہاسبھا کے لائحہ عمل میں سے ہیں۔ سنگٹھن کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں

آئندہ پیشی

رائے بہادر لالہ رام سرن داس پر جرح ہو چکنے کے بعد آج کی کارروائی ختم ہوئی۔ آئندہ پیشی ۱۹ نومبر کو ہوگی۔ اس دن دیوان بہادر راجہ نریندر ناتھ پر جرح ہوگی۔ جو آج ناتمام رہ گئی ہے۔

بعض ناظرین کے سالانہ چندے پورے ہو چکے ہیں براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ سالانہ روانہ کر دیجئے۔ تاکہ پیغام صلح برابران کی خدمت میں پہنچتا رہے۔

مراسلات

لاہوری احمدی اور اصحاب قادیان

اصحاب قادیان توجہ فرمائیں

برادران قادیان کی خدمت میں حسب ذیل گزارش ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ولا تنابزوا بالالقاب ۔ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٓئک هم الظالمون (سورہ الحجرات پارہ ۲۶)

اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ ایمان کے بعد برے نام کیا ہی برے ہیں۔ کسی کے ایسے نام رکھنا جس سے اس کو نفرت ہو۔ اور اس کے دل کو اس سے دکھ اور صدمہ پہنچتا ہو۔ جائز نہیں۔" اور جو کوئی ایسے برے نام رکھنے سے باز نہیں آتا۔ اور توبہ کرکے رجوع بحق نہیں ہوتا تو یہ لوگ "سخت حق تلفی اور بداخلت بیجا کرنے والے" ظالم نافرمان ہیں۔

مذہبی رواداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ یعنی غیر مذاہب والوں کے جذبات کا احترام یہاں تک ضروری ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے بھی بدزبانی سے پیش نہ آؤ۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ تم سے کوئی بھی کامل ایماندار نہیں ہے جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات یا معاملات روا نہ رکھے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ پھر فرماتے ہیں "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اچھے نام رکھا کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخاطب کے نام لینے سے اس کا ایک حق از حقوق ادا ہو جائے۔

(۳) حضرت مجدد تیرھویں صدی فرماتے ہیں "لیکن جو علما اس قسم دکافر دجال بے ایمان کہنے والے" کے ہیں۔ ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے۔ (حاشیہ براہین) فرماتے ہیں۔ میں نے کسی پر ابتدا نہیں کی۔ اگر کی ہو تو میرا وہ اشتہار یا تحریر کوئی مخالف پیش کرے۔

(۴) خلیفۃ المسیح ثانی فرماتے ہیں "ہمارے نزدیک یہ بات قطعی طور پر ناجائز ہے کہ ہم اپنے خیالات کا اس رنگ میں اظہار کریں جس سے دوسروں کے جذبات کو صدمہ پہنچے۔ دنیا میں سینکڑوں ایسے آدمی ہوں گے جنھیں ہم صادق نہیں سمجھتے۔ لیکن نہ اسلام اور نہ کوئی قانون ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم بالضرور ایسے آدمیوں کو غیر صادق۔ جھوٹا۔ یا کسی غیر احمدی کو بلا اشد ضرورت کے کافر یہودی اور بے دین کہیں۔ (الفضل نمبر ۱۸ جلد ۱۲)

نیز فرماتے ہیں "دوسری وجہ فسادات کی مذہبی رواداری کا فقدان ہے۔ لوگ برداشت نہیں کر سکتے کہ کسی دوسرے کے مذہب کو اچھا کہہ سکیں۔ (الفضل نمبر ۳ ۔ جلد ۱۴ ۔ $\frac{3}{27}$ ۱۵)

(۵) حسب شرط الوصیت "جس پر سلسلہ کے چالیس آدمی اتفاق کرلیں۔ وہ میرے نام پر میرے لئے لوگوں سے بیعت لے سکتے ہیں"

ہم ایک ایسے جلیل القدر عالیشان مقدس وجود با وجود کے دست مبارک پر مشرف بہ بیعت ہو کر داخل سلسلہ عالیہ احمدیہ ہو چکے ہیں جس کی فضیلت عظمت اور علو مرتبت وشرافت پر مسیح موعود مہدی موعود رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل پیش گوئی تصدیقاً بطور ثبوت ہے۔

"اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے (اہل امریکہ ویورپ) پاس بھیجی جائے۔ میں یہ بات صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسے مجھ سے۔ یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے۔ اور مجھ میں ہی داخل ہے" (ازالہ اوہام)

اس لئے ہم احمدی مسلمان اور مبائع (بیعت شدہ) ہیں اور یہی (احمدی) نام ہمارے مہدی دوراں امام الزمان مسیح موعود مجدد صد چہاردہم نے ہمارے لئے تجویز فرمایا ہے۔ اور اسی نام کے ہم مستحق ہیں۔ کوئی ہم کو اس حق سے محروم وبے دخل کرنے کا شرعاً، رواجاً، اور قانوناً مستحق ومجاز نہیں۔

برادران محترم "آنچہ برخود نہ پسندی بردیگران مپسند" ہمیں غیر مبائع نام سے موسوم کرنا ایک قسم کی دشنام دہی ہے۔ جس سے ہمارے ضمیر سخت رنج الم اور بھاری صدمہ محسوس کرتے ہیں اس لئے آپ کو متوجہ دلانا ضروری ہے کہ آپ صاحبان [illegible]

رکھتے ہوئے آئندہ ہمیں "غیر مبائع" نام سے موسوم نہ فرمائیں۔ اگرچہ آپ حضرات کے نزدیک موجودہ اصطلاح جدید کی رو سے ہر ایک لفظ ذومعنی اور ذو تعریف ہے لیکن فرمان خداوندی لا تقولوا راعنا کو مدنظر رکھتے ہوئے امتیازی نام کے لئے "لاہوری احمدی" کے نام سے ہمیں پکارنا کافی ہے

خاکساران

سید پیر عبدالقدوس شاہ وسید عبدالعظیم شاہ۔ میر اکبر خان۔ کندل خان وغیرہ احمدیان جماعت موضع سفید ڈھیری (شاخ لاہور) کندل بقلم خود۔

ندوۃ العلما کا سالانہ جلسہ

ہندوستان کے جلیل القدر علما کی آمد،

ندوۃ العلما کے سالانہ اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے بہت کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے اکثر جلیل القدر علما اور مقتدر حضرات نے جلسہ کی شمولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں

(۱) نواب صدر یار جنگ صاحب۔ (۲) مولانا حبیب الرحمن صاحب شیروانی صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد دکن۔ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب ریٹائرڈ جج مصنف رحمت للعالمین۔ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری۔ مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔ سر میاں محمد شفیع صاحب۔ سر شیخ عبدالقادر صاحب۔ علامہ سر محمد اقبال صاحب۔ نواب سر ذوالفقار علی صاحب۔ شمس العلما نواب سید محمد علی حسن خان صاحب مولانا ظفر علی خان صاحب مدیر زمیندار۔ منشی احتشام علی صاحب رئیس کاکوری مولانا حاجی سر رحیم بخش صاحب۔ علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور۔ مولانا غلام بھیک صاحب نیرنگ۔ مولانا غلام رسول صاحب مہر ایڈیٹر انقلاب۔ ان کے علاوہ اور اصحاب کی طرف سے بھی روزمرہ دفتر میں اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ قوی امید ہے کہ جلسہ نہایت شاندار ہوگا۔

خاکسار محمد سلیمان فاروقی بی اے۔ ایڈیٹر الفیض سکرٹری مجلس استقبالیہ

(ندوۃ العلما۔ امرتسر)

ندوۃ العلما کے سالانہ اجلاس کے متعلق ضروری اطلاعات

(۱) اجلاس میں شریک ہونے والے حضرات کم از کم چار روز قبل اپنی تشریف آوری کی اطلاع دفتر کو بھیج دیں۔

(۲) ممبروں اور حضرات علما کے قیام وطعام کا انتظام مجلس استقبالیہ کے ذمہ ہوگا۔ ٹکٹ ممبری کی قیمت پانچ روپیہ ہوگی۔

(۳) وزیٹر کے ٹکٹ کی قیمت دو روپے ہوگی۔ وزیٹر صاحبان اگر چاہیں تو تین روپے زائد دے کر بحیثیت ممبر مہمان ہو سکتے ہیں۔

(۴) حضرات علما اور طلبہ کو شمولیت جلسہ کے ٹکٹ مفت دیئے جائیں گے

(خاکسار محمد سلیمان فاروقی بی اے۔ سکرٹری مجلس استقبالیہ)

ایک غلط فہمی کا ازالہ،

گزشتہ چند ماہ میں ریاست چمبہ کے متعلق کچھ مضامین مختلف اخبارات میں نکل چکے ہیں۔ میں سیاسی معاملات میں تو بالکل دخل نہیں دونگا۔ لیکن بحیثیت ریاست کے وفادار ملازم ہونے کے یہ چند سطور پبلک کی نذر کرتا ہوں۔ ان سطور سے میرا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی بدگمانی پبلک کے دل میں ہماری سرکار ہزہائنس راجہ رام سنگھ بہادر کے متعلق پیدا ہوگئی ہو تو وہ دور ہو جائے۔ اور دوسرا مدعا یہ ہے۔ کہ جو بدگمانی حکام ریاست کے دلوں میں میرے متعلق پیدا ہوگئی ہے اور جس کی وجہ سے میں سخت تکلیف اٹھا رہا ہوں۔ وہ بھی دور ہو جائے۔ اس لئے میں آج بلاخوف تردید یہ الفاظ اپنے قلم سے شایع کرتا ہوں کہ وہ مضامین نہ میرے قلم سے نہ ایما سے لکھے گئے۔ اور باوجودیکہ لکھنے والوں کے نام ساتھ ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ طرح طرح کے الزامات میرے سر تھوپنا بعید از عقل ہے۔

(۱) ہزہائنس راجہ رام سنگھ صاحب بہادر ایک شریف النفس راجہ ہیں آپ کا دل مذہبی تعصب اور کینے سے پاک ہے۔ یہ بات میں اپنے ذاتی تجربے سے بیان کر رہا ہوں۔ کیونکہ مجھے خاص طور پر آپ سے مہربانی کا سلوک حاصل کرنے کا فخر حاصل ہے۔ گو میں آپ کا ایک ادنےٰ خادم ہوں۔ آپ کی طرف کسی طرح کا مذہبی تشدد منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ ان تفریقات سے بالاتر ہیں۔

(۲) مساۃ جننی ایک عمر رسیدہ تین چار بچوں والی عورت ہے۔ اس نے پچھلے سال مسلمان ہونے کی اجازت بذریعہ درخواست عدالت عالیہ سے طلب کی [illegible]

رحمدل راجہ ہیں۔ اور ان سے اس قسم کا تشدد کبھی عمل میں نہیں آسکتا۔

(۳) تیسرے بہادر نے ضرور ایک عورت کو دلعوزی نے جاکر مسلمان کیا۔ اور جب واپس ریاست میں آیا تو اسے دو ماہ قید کی سزا ملی۔ اور عورت وارثوں کو واپس دلائی گئی۔ جو ڈیشیل فائل تو میں نے دیکھی نہیں مگر سنا جاتا ہے کہ اس کو اغوا کے جرم میں سزا ہوئی تھی۔

(۴) اللہ رکھا مسلمان نے اپنی زمین میں بذریعہ درخواست مسجد تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تھی اس کو اجازت نہیں دی گئی۔ صرف بات اتنی ہے اور باقی دھمکانا اور گالیاں دینا مبالغہ ہے۔

(۵) پیر نجم الدین صاحب کے ریاست ہی میں کثیر التعداد مسلمان مرید ہیں۔ پچھلے سال جب وہ ریاست چوراہ میں دورہ کر رہے تھے۔ تو ایک مسلمان نے جو مرتد ہو گیا تھا ان کے پاس درخواست کی کہ اس کو توبہ پڑھائی جائے۔ اور پھر مسلمانوں میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رپورٹ ہوئی۔ تفتیش کے لئے ایک ہیڈ کنسٹبل بھیجا گیا۔ سپاہی نے ضرور آپ کو بہت تنگ کیا۔ اور بے عزتی کی۔ مگر آپ کو ہتھکڑی لگا کر شہر میں کبھی نہیں لایا گیا۔ اور نہ حوالات میں رکھا گیا۔ بلکہ آپ علاقہ چوراہ ہی سے کشمیر کو چلے گئے۔

(معصوم بیگ ٹیچر)

دہلی کے سنگٹھنیوں کی لایعنی شور انگیزیاں

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا مدبرانہ جواب

نئی دہلی ۱۷ر نومبر۔ آج سہ پہر کے وقت چند سر دار ہندوؤں کا ایک وفد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گزشتہ دوشنبہ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے فرقہ وارانہ فساد کی وجہ سے جو صورت حالات پیدا ہو گئی ہے۔ اس پر بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ارکان وفد نے کہا کہ پچھلے ہنگامہ کی وجہ سے شہر میں رہنا پرخطر ہو گیا ہے۔ گو گزشتہ سال ہر طرح کا امن و امان رہا اور دہلی کے مقابلہ میں دوسرے شہروں میں زیادہ نقصان ہوا۔ لیکن ۱۴ر ماہ حال کو چاوڑی بازار اور کھاری باولی کے ہندو اپنے کام کاج میں مصروف تھے۔ کہ وہ یکایک مسلمانوں کے نرغے میں آگئے۔ مسلمانوں کے غیض آلودہ ہجوم نے نہایت بے رحمی سے انہیں پیٹا۔ اور انہیں لوٹ لیا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ارکان وفد سے کہا کہ ۱۴ر نومبر کو جو واقعہ ہوا ہے اسے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور اس حرکت سے مسلمانوں نے اپنے مفاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ اردو اخبارات کے تذکرہ پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ فرقہ وار جذبات کے بھڑکانے میں اردو اخبارات نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ لیکن تمام تر ذمہ داری مسلمان اخبارات کے سر چپک دینا درست نہیں۔ ارکان وفد نے کہا کہ ہندو مسلمان اخبارات کے بے پناہ حملوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ہندو اخبارات کا فرض ہے کہ اپنی جماعت کے حقوق کے مفاد کا تحفظ کریں۔ نیز ارکان وفد نے یہ بھی کہا کہ مسلمانان دہلی پر تعزیری ٹیکس لگایا جائے۔ اور جو رقم وصول ہو اس سے ان ہندوؤں کی اعانت کی جائے جنہیں اس ہنگامہ میں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ کیونکہ ۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کی آمد پر بمبئی میں جو فساد ہوا تھا۔ اس وقت بلدیہ بمبئی نے شہر بمبئی کے بعض محلوں پر تعزیری ٹیکس لگایا تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کہا کہ اس پر مزید غور و خوض کیا جائے گا۔ اور قانونی رائیں لی جائیں گی۔ ارکان وفد نے شہر میں تعزیری فوجی چوکیوں کے قائم کرنے پر گفتگو کی لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس طرف توجہ نہ کی۔ آخر میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ارکان وفد سے کہا کہ آئندہ سے شہر میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے خاص تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

مقام عبرت و افسوس!

صد ہزار غور و تامل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب تک مسلمانوں میں ٹرینڈ کارکن موجود نہ ہوں گے انہیں دنیا کے کسی میدان میں بھی عزت و سرخروئی حاصل نہ ہوگی۔ صحیح الخیال پرجوش اور سرگرم کارکنوں کے نہ ملنے کے باعث اس وقت مسلمانوں کی تمام تحریکات صرف رسوائی اور بدنامی کا ذریعہ ہی اور بس۔

ہندوؤں میں اس وقت کتنی جماعتیں ہیں جو اپنے نوجوانوں کو عمل اور خدمت کے لئے تیار کر رہی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ اگر کسی قوم کو دس بیس صحیح خادم بھی مل جائیں تو ان کی مدد سے صدہا بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں یہی باعث ہے کہ ہم تنظیم کی ہر ایک اشاعت میں ائمہ کلاسوں اور تبلیغی سکولوں کے قیام پر اس قدر زور دے رہے ہیں۔

ہندو ہیرلڈ میں ہوشیار پور شدھی کانفرنس کے متعلق حسب ذیل خبر

"لالہ چونی لال ایڈیشنل منڈل کی مساعی جمیلہ کے طفیل ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۶ء کو ایک ہزار دس عیسائیوں اور بیس مسلمانوں کی شدھی کی گئی۔ شدھ ہونے کے لئے ملک میں اسی قسم کے لاکھوں آدمی موجود ہیں ہندوؤں کو ان کے متعلق اپنا فرض محسوس کرنا چاہئے۔ اور شدھ ہونیوالوں کو معاشرتی حقوق دینے میں تمام ممکن سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں۔ تاکہ انہیں ہندوؤں کی سیاسیات جسمانی میں مدغم کیا جائے"

کیا اس واقعہ میں مسلمانوں کے لئے کوئی سبق موجود ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان اپنی قوت ایسے کارکنوں کے پیدا کرنے میں صرف کریں جو دیہات میں پھیل جائیں اور اس قسم کے واقعات کو روک دیں۔

ہندوستان

—— پونہ ۲۰ر نومبر۔ آج اچھوتوں نے ایک جلسہ عام میں اس مضمون کی قرارداد منظور کی ہے۔

شاہی کمیشن کو جو تمام کا تمام انگریزوں پر مشتمل ہے۔ یہ جلسہ نہایت ہی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اپنی جماعت کی طرف سے ڈاکٹر امبیکار اور ڈاکٹر سولانکی کو نمائندہ مقرر کیا ہے۔ کہ کمیشن کے سامنے اپنے بیان دیں۔ لیکن غیر برہمنوں کی جماعت دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہے۔

—— جدید دہلی ۱۲ر نومبر۔ ایک اور ہندو مسمی سری کرشن ساکن پہاڑ گنج (شہر دہلی) جو گزشتہ دوشنبہ کی رات کو فرقہ وارانہ فساد کے سلسلہ میں بری طرح مجروح ہوا تھا زخموں سے جانبر نہ ہو سکا۔

—— جدید دہلی۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ملکہ افغانستان ہندوستانی سرحد کو عبور کر کے ۱۰ر دسمبر کی صبح کو چمن پہنچیں گے۔ اور سپیشل ٹرین کے ذریعے کراچی روانہ ہوں گے اور اگلے روز وہاں پہنچ کر گورنمنٹ ہاؤس میں قیام فرمائیں گے۔

دوسرے روز اعلیٰ حضرت اور ملکہ "منیلا" نامی جہاز پر سوار ہو کر ۱۴ر دسمبر کو بمبئی رونق افروز ہوں گے۔ جہاں آپ کا ورود شاہی حیثیت رکھے گا۔ اعلیٰ حضرت ۱۷ر دسمبر کو بعد دوپہر "راجپوتانہ" نامی جہاز پر سوار ہو کر ہندوستان سے روانہ ہو جائیں گے۔

—— ۲۱ر نومبر ایک قابل اعتراض اشتہار کے مقدمہ کے سلسلہ میں مولانا اختر علی خان مسٹر کنول نین کی عدالت میں پیش ہونے والے تھے لیکن وہ موجود نہ تھے۔ لہذا مقدمہ لالہ چندو لال مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا مولانا کی طرف سے میاں محمد شریف صاحب پیروکار تھے۔ میاں صاحب نے زبردست دلائل سے ثابت کیا کہ اشتہار زیر بحث فحش نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اور عدالت نے مولانا اختر علی خان کو پانسو روپیہ جرمانہ یا تین ماہ قید کا حکم دیا۔ مولانا نے جرمانہ ادا کر دیا۔

—— مدراس ۱۲ر نومبر۔ مسٹر سری نواس آئینگر صدر نیشنل کانگرس نے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے سے اس اسکیم کا ذکر کیا جو نظام سوراج کے مرتب کرنے کے لئے درپیش ہے۔ اور جس کے متعلق صوبوں کی کانگرس کمیٹیوں اور دوسری جماعتوں کو لکھا گیا ہے کہ ۱۵ر دسمبر سے پہلے تیار کر کے میرے پاس بھجوا دیں اس کے علاوہ آپ مرکزی اور صوبجات کی مجالس وضع قوانین کے ارکان سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی تجاویز قلمبند کر کے میرے یا کانگرس کے جنرل سکرٹری کے پاس ۱۵ر دسمبر سے پہلے بھجوا دیں۔

—— کلکتہ ۱۲ر نومبر۔ ایک بنگالی جو جیل میں ملازمین کی حاضری لگانے اور ان کی تنخواہوں کے بل بنانے پر مقرر تھا۔ دو لاکھ روپے کے قریب غبن کر کے بھاگ گیا۔ خفیہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔

—— الہ آباد ۱۲ر نومبر۔ ہائی کورٹ الہ آباد نے آج کاشی رام وغیرہ سات ہندوؤں کی اپیل خارج کر دی۔ مقدمہ فساد فرخ آباد میں ان کو حبس دوام عبور دریائے شور کی سزا ہوئی تھی۔

—— لکھنؤ ۱۲ر نومبر۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے حکومت صوبہ سرحد سے مطالبہ کیا ہے کہ شیعہ پناہ گزینوں کو اپنے علاقہ میں واپس بھجوانے کا انتظام کر دے۔

—— نئی دہلی۔ ۲۱ر نومبر۔ خیبر کے بہت سے اخراج شدہ ہندو اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ قبائل نے ان کو امن و امان کا اطمینان دلا دیا ہے۔ تقریباً تمام وہ ہندو جو پشاور میں پناہ گزین تھے۔ واپس چلے گئے ہیں۔

—— پشاور ۱۲ر نومبر۔ کل شام کو سات بجے لالہ ہری رام نام ایک ہندو کو بازار [illegible] پہنچ گئی۔ اور ایک [illegible]

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۴ رجمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۴

مجاہدوں کی جماعت کیوں بنائی گئی

ہر فرد جماعت کی توجہ کے قابل

(ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب افسر تحصیل کے قلم سے)

جملہ احباب کو یہ معلوم ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے ان خدائی ارادوں کو پورا کرنے کے لئے جن کے واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس زمانہ میں مامور فرمایا تھا۔ اپنے ساتھ ایک جماعت بنائی۔ اور اس جماعت کے کام کا انتظام ایک انجمن کے سپرد فرمایا۔ اور لکھ دیا کہ حضور کی زندگی کے بعد انجمن آپ کی جانشین ہوگی۔ اور جماعت کے تمام افراد کو الوصیت میں تاکید فرمائی کہ وہ سب مل کر کام کریں۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ وہ کامیابی کا وقت لے آئے جس کے لئے آپ کو بھیجا گیا۔ اور آقائے نامدار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جملہ پیشگوئیاں پوری ہوں جو اسلام کے آخری غلبہ کے متعلق ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا کام انجمن کے کر دینے سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور انجمن افراد سے باہر کچھ چیز نہیں ہوتی۔ اس لئے افراد اگر کام کرنے والے اور جان لڑانے والے ہوں تو نتائج اچھے ہوتے ہیں ورنہ برے۔ پھر افراد میں بھی صرف چند خاص لوگ مخصوص نہ سمجھنے چاہئیں۔ یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ آپ میں سے ہر شخص خدا کے فضل سے وہ کام کر سکتا ہے جو زید و بکر کر سکتا ہے۔ سب ملکر تھوڑا تھوڑا بھی کرنے لگیں تو بڑا بھاری کام ہو جاتا ہے۔ لیکن چند آدمی کام کرنے والے ہوں تو یہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لئے جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی ہے یا کوئی کام کرنے والا سامنے آتا ہے تو عام اپیل کے ذریعہ ساری قوم کے افراد کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ اب اگر کل جماعت اور ہر فرد اس پر توجہ دے اور اس آواز کو خدا کے مامور یا اس کے جانشین کی آواز سمجھے تو اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے پورا زور لگائے اور اس طرح اس قوم کے سارے کام پورے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اس پر توجہ نہ دی جائے تو پھر کام ادھورا رہ جاتا ہے۔ جو اس قوم کی بدبختی کا نشان ہے۔ اس لئے ہمیں ان سب امور پر پوری نگاہ رکھنی چاہئے۔ کہ کہیں ہماری غفلت کی وجہ سے کوئی دینی خدمت کا کام نہ رہ جائے۔ اور وقتاً فوقتاً مرکز سے جو کوئی آواز اٹھائی جاتی ہے۔ اس پر پوری توجہ کرکے ساری جماعتوں اور سب افراد کو عمل پیرا ہو جانا چاہئے۔ اسی لئے مختلف جماعتوں کا وجود ہے۔ اور اسی سے ایک مجاہدوں کی جماعت خدا کے مامور نے مسلمانوں کے اندر نمایاں طور پر قائم فرمائی۔ اب اسلام پر اور مسلمانوں پر بڑی مشکلات کے دن آگئے ہیں۔ اس سے ضروری ہے کہ آپ کی قوم آزمائی جائے۔ اس کے لئے آپ کو بڑی قربانیاں دینی ہوں گی۔ اور ہر آواز کا جواب دینا ہوگا۔ لہذا آپ سب کو اب تیار رہنا چاہئے۔ صحابہ کرام کو ساری عمر اسی حالت میں بسر کرنی پڑی کہ آج ایک مہم ہے تو کل دوسری۔ آج ایک جگہ گھروں کو ماں سے صاف کر دینے کی ضرورت ہے تو کل دوسری جگہ۔ لیکن وہ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جو حکم خدا یا اس کے رسول کی طرف سے اسلام کی راہ میں آتا ان کا سر تسلیم خم ہو جاتا۔ وہ ایسی بزرگ ہستیاں تھیں جنھوں نے سارا سارا مال اس راہ میں لگا دیا۔ ماں کیا اپنے عزیز اقربا۔ اپنی تجارتوں۔ اپنے وطنوں تک کو بھی جب چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا اور بالآخر جب دشمن تلوار لے کر حملہ آور ہوا تو اپنے مبارک خونوں تک کو اس راہ میں بہا دیا۔ آج وہ حالات نہیں۔ اور یہ خدا کے فضل کی بات ہے کہ تمہارے سامنے اس قسم کی قربانیوں کے موقع نہیں۔ اگر کچھ ہے تو مال کی قربانی۔ وقت کی قربانی یا کوئی اور چھوٹی موٹی تکلیف ہے پھر کس قدر افسوس کا مقام ہوگا کہ اگر ہم اس میں بھی پورے نہ اتریں۔ یہ ہمارے سوچنے اور غور کرکے کام کرنے کا وقت ہے۔ ورنہ زندگی کا تو کچھ اعتبار نہیں۔ نہ معلوم کس وقت بلاوا آ جائے۔ اور یہیں سب کچھ یہیں چھوڑ چھاڑ کر اللہ کے حضور جانا پڑے۔ پھر ہم کس منہ سے اپنے مولے اس کے پاک حبیب اور اس کے مامور کے روبرو پیش ہوں گے۔ کوئی دوسرا اس دن آپ کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے گا۔ نہ آپ کی جگہ جوابدہ ہوگا۔ اکثر احباب کا یہ خیال جم چکا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ مرکزی انجمن ہی کو کرنا ہے۔ یہ ایک غلط خیال ہے۔ جسکو جتنی جلد دور کیا جائے بھلائی ہے اور ہر شخص کو یہ خیال جانا چاہئے کہ جو کچھ بھی کرنا ہے وہ مجھکو ہی کرنا ہے۔ تب ہم عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ اور تب اتنا بڑا کام پورا ہو سکے گا۔ صرف خیال ہی نہیں بلکہ اس کوشش میں ہر شخص کو لگ جانا چاہئے کہ جس رنگ میں بھی اس سے کوئی خدمت سلسلہ کی ہو سکتی ہے کرے اور اس سلسلہ میں مالی امداد سب سے بڑھکر پیش نظر رکھے۔

الغرض ہر ایک احمدی کا اب فرض ہے کہ جہاں اور جس حالت میں وہ ہے وہ سمجھے کہ (۱) وہ ہی جانشین مشن مسیح موعود علیہ السلام ہے اور اسی کو کسر صلیب اور قتل خنزیر کے فرائض ادا کرنا ہیں۔ گو یا وہ مرکز ان ساری تحریکوں کا ہے جو اس کام کے لئے ضروری ہیں۔ (۲) اور یہ یقین کرتے ہوئے اس کو عملی رنگ میں کچھ کرکے دکھانا ہے۔ اپنا چندہ دینے سے۔ چندہ جمع کرنے سے۔ لوگوں کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے سے

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔
جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی طبیعت ابھی تک ناساز ہے۔ اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے صاحبزادے خواجہ صلاح الدین کے لئے بھی بطور خاص دعا کی جائے۔

"کلائنٹ" کا مقدمہ آج ۲۹ نومبر کو عدالت میں پھر پیش ہوا۔ دیوان بہادر راجہ نرید رونا تھ اور خان صاحب شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ پر جو گواہان استغاثہ میں سے ہیں جرح ہوئی۔ روئداد مقدمہ کی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے۔ آئندہ پیشی ۹-۱۰ دسمبر کو ہوگی۔ اور اس دن ملزمین کی طرف سے صفائی کی شہادتیں ہوں گی۔

مولانا محمد یعقوب خان صاحب اور ان کے ہر دو رفقا چودھری رحمت خان صاحب بدر اور شیخ معراج دین صاحب خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ اور قید و بند کی مشکلات بحمداللہ نہایت صبر و استقامت سے برداشت کر رہے ہیں۔ احباب کرام ان ہر سہ مجاہدین کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد رہائی بخشے۔

ہمارے ایک مرحوم بھائی دین محمد عرف داد خواہ صاحب کی ایک جوان لڑکی گزشتہ سال بغداد میں فوت ہو گئی تھی۔ ایک اور لڑکی جو بلوغت کو پہنچ چکی تھی۔ ایک طویل علالت کے بعد گزشتہ ہفتہ فوت ہو گئی۔ یہ دونوں لڑکیاں اپنے باپ کی وفات کے وقت خورد سال تھیں اور ان کی پرورش کا بوجھ ہمارے بھائی میاں غلام محمد صاحب جلد ساز نے (جو لڑکیوں کے ماموں ہیں) اور ان کی والدہ نے اٹھایا تھا۔ اس لئے ان کی وفات سے طبعاً انہیں بہت بڑا صدمہ ہوا ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ احباب کرام مرحومہ بچی کے لئے جنازہ غائب پڑھ کر ان کی تسکین کا موجب ہوں۔

جلسہ سالانہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے ہو رہی ہیں۔ مسجد کی ضروری مرمت ہو رہی ہے۔ ہمارے عزیز دوست بابو عبدالرحمن صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے مسجد کی چھت کو رنگ و روغن سے مزین کر دیا ہے۔ مستورات کے لئے مسجد کے اندرونی حصہ میں گیلری بھی بنائی جا رہی ہے۔ جو ان کے مستقل نشست و برخاست کے کام آئے گی۔ البتہ زنانہ سواریوں کو ہمراہ لانے والے احباب پہلے سے اطلاع بھیج دیں تاکہ رہائش کا بندوبست کیا جائے۔

خطبہ جمعہ

پیری مریدی کا سلسلہ اسلام میں

پیری مریدی کے خوفناک نتائج

۲۰ نومبر کے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے موجودہ زمانہ کے پیروں کا ذکر کرتے ہوئے ان خوفناک نتائج کو بالتفصیل بیان فرمایا جو پیری مریدی کے سلسلے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور آج اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہو رہے ہیں۔ یہ خطبہ اس قابل ہے کہ پیروں کے مریدوں کو خاص طور پر پڑھوایا جائے۔ تاکہ ان نقائص کا انہیں احساس ہو۔ جن سے حضرت امیر ایدہ اللہ نے متنبہ کیا ہے (مدیر)

وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئا ...... ھو اعلم بمن اتقیٰ۔ (النجم رکوع ۲)

معبودان باطل

سورہ نجم میں جہاں اوپر بتوں کا ذکر کیا جن کو مشرک لوگ پوجتے تھے۔ لات۔ عزیٰ۔ منات۔ اس کے بعد ایک اور قسم کے ان کے معبودین کا بھی ذکر کیا۔ یعنی ملائکہ۔ ان کو وہ خدا کی بیٹیاں کہتے۔ اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ فرمایا کہ ان فرشتوں کی شفاعت بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ اس لئے کہا کہ مشرکوں کا بھروسہ صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ جس کو ہم خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہماری شفاعت کا موجب ہوں گے۔ ایسے لوگ دراصل نیک عمل کرنے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جن کی ہم پوجا کرتے ہیں ان کی شفاعت ہمارے لئے کافی ہے۔ تو خدا فرماتا ہے کہ فرشتوں کی شفاعت بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء و یرضیٰ۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اذن دے۔

جزا و سزا عمل پر ہے

آگے چل کر فرماتا ہے لیجزی الذین اساء وا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ۔ تاکہ جو لوگ برے عمل کرتے ہیں ان کو برا بدلہ دے۔ اور جو اچھے کرتے ہیں انہیں اچھا بدلہ دے۔ یہی خدا کا قانون ہے۔ وہ نیکی کرنے والے کون؟ الذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم وہ ہر ایک قسم کے گناہ سے بچتے ہیں۔ اِن دل میں کچھ خیال گزر جائے جس پر انسان عمل نہیں کرتا تو یہ اور بات ہے۔ ان ربک واسع المغفرۃ۔ تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے۔ ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھٰتکم اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جب تمہیں زمین سے پیدا کیا۔ اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں پوشیدہ تھے۔ فلا تزکوا انفسکم اپنے آپ کو پاک مت ٹھہراؤ۔ لفظ زکی قرآن کریم میں کثرت کے ساتھ آتا ہے ایک جگہ فرمایا قد افلح من زکّٰھا۔ یہاں فرمایا فلا تزکوا انفسکم۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے آپ کو برائیوں سے پاک مت کرو مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ انسان مت کہو یا مت قرار دو۔

اپنے آپ کو پاک قرار دینے والے

یہ اپنے آپ کو پاک کہنے والے کون ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو انسانوں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ ایسے انسان اپنے آپ کو بڑا پاک اور مقدس بنا کر دکھاتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء۔ یہ جو اپنے آپ کو پاکیزہ اور مقدس قرار دیتے ہیں تو نے ان کو دیکھا؟ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔ انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب۔ دیکھ کیا بہتان اللہ پر تراشتے ہیں۔ وکفیٰ بہ اثما مبینا۔ یہی بڑا کھلا گناہ ہے۔ کیونکہ جو اپنے آپ کو پاکیزہ قرار دے لیتا ہے۔ اس کی ترقی رک جاتی ہے۔

باطل مال کھانے والے

قرآن کریم نے امم سابقہ پر بڑی نظر ڈالی ہے۔ یہود اور نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو خدا کے سوا معبود بنا لیا ہے۔ پھر فرماتا ہے یا ایھا الناس ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل لوگوں کے مال باطل طریق سے کھاتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ بہت محفوظ ہیں۔ جوش میں آکر یہ نہیں کہہ دیا کہ تمام عالم اور پیر ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا کثیرا من الاحبار والرھبان۔ بہت سے ایسے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو اس گناہ سے بچے ہوئے ہیں۔ مگر حکم ہمیشہ کثرت پر ہی ہوتا ہے۔

پیروں کی نذریں

کس طرح جھوٹ کے ساتھ کھاتے ہیں؟ علماء کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ روپیہ کے لالچ میں جھوٹے فتوے دیتے ہیں۔ لیکن راہب یا پیر کس طرح کھاتے ہیں؟ وہ بڑی اچھی اور محبوب چیز جس کو نذر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ باطل طریق ہے جس سے پیر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور بیکار بیٹھے ہوئے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بھی پیر تھے۔ حق یہ ہے کہ وہ پیری مریدی کے دشمن تھے۔ میں نے یہ لطیفہ کئی دفعہ آپ سے سنا۔ کہ ایک مرید اپنے پیر سے بھاگا پھرتا تھا۔ اس وجہ سے کہ پیر کو نذر دینے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک دن گلی میں جاتے ہوئے پیر مرید کا آمنا سامنا ہو گیا تو پیر صاحب فوراً بول اٹھے۔ لا مرید نذر۔ اس نے خوب جواب دیا۔ نظر آپ کو دیدی تو میں کس طرح دیکھ سکونگا بالکل سچی بات ہے پیروں کے ساتھ ہو کر لوگ بالکل اندھے ہو جاتے ہیں۔ دماغ اور عقل سے کوئی کام نہیں لیتے۔ اپنی عقلیں کھو دیتے ہیں۔ اور اندھا دھند ان کی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔

امم سابقہ کے علما اور پیر

بعض باتیں ظاہر نظر سے قرآن کریم میں سخت بھی معلوم ہوتی ہیں۔ یہود کے متعلق ایک جگہ فرمایا مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ یہ عام لوگ نہیں ہیں یہ علماء یہود ہیں جن کو گدھوں سے مثال دی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وجعل منھم القردۃ والخنازیر۔ یعنی ان میں سے کچھ لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا۔ ایک طبقہ کو یعنی علما کو تو گدھوں سے مثال دی تھی۔ یہ دوسرا طبقہ ہے جن کو بندروں اور خنزیروں سے مثال دی اور مثال ہی نہیں بلکہ فرمایا کہ بندر اور سور بنا دیا میرا اپنا خیال ہے کہ قرآن نے اہل کتاب کی ان دو مثالوں میں یہود کے دونوں گروہوں کا ذکر کر دیا ہے۔ احبار یعنی علما کا اور رہبان یعنی راہبوں کا۔ احبار کا ذکر تو اوپر کی مثال میں آ چکا یہاں صرف پیروں اور راہبوں کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ بندر اور خنزیر سے زناکاری اور بے حیائی میں زبان عربی میں مثال دی جاتی ہے۔ اور تاریخ کو دیکھئے جس قدر زناکاری راہبوں کے ذریعہ سے پھیلی ہے۔ اور کسی ذریعہ سے اتنی نہیں پھیلی۔ تو احبار یعنی علما کو تو کہا کہ یہ گدھے ہیں۔ جنہوں نے کتابوں کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔ اور رہبان کے متعلق فرمایا کہ وہ بندر اور سور بن گئے۔ عیسائیت کو دیکھ لو کہ رہبانیت کے ذریعہ سے کس قدر زناکاری پھیلی کہ ان واقعات کو پڑھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے۔

امت محمدیہ میں رہبانیت

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع۔ تم ان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلوگے۔ ایسا کہ ان کے قدم پر تمہارا قدم ہوگا۔ اسلام کی تعلیم بھلا کبھی رہبانیت کی متحمل ہو سکتی تھی جس کے متعلق قرآن کریم نے صراحت سے فرمایا رھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم۔ اس کا بھی نقشہ ہمیں دکھا دیا۔ ان موجودہ پیروں نے۔ ورنہ ابتدائی زمانہ کو جا کر دیکھو کیا زمانہ نبوی میں یا خلافت راشدہ کے زمانہ میں پیری کا رنگ نظر آتا ہے۔ ہرگز نہیں اسلام کی تعلیم اور اول المسلمین اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والوں کا دامن اس سے پاک ہے۔

اسلام کے اندر پیری کا سلسلہ

اسلام کے اندر پیری کا سلسلہ رہبانیت سے داخل ہوا۔ اور عام انسانوں اور پیروں میں وہی فرق رکھا گیا جس کا ذکر قرآن کریم میں یزکون انفسھم میں کیا ہے۔ اور جس سے فلا تزکوا انفسکم میں روکا تھا۔ یعنی اپنے آپ کو عام لوگوں سے الگ۔ مقدس اور پاکباز ٹھہرانا۔ اور تقدس اور پاکبازی کو اندر لینے کے بجائے ظاہری شکل و شباہت میں قطع وضع میں نشست برخاست میں گفتار رفتار میں دکھانا گویا تقدس روح کے لئے نہیں بلکہ جسم کی حالت کا نام ہے۔

پیروں کی الگ مخلوق

غور کیجئے پیر اپنے آپ کو الگ ہی مخلوق قرار دیتے ہیں۔ خاص شکل خاص وضع قطع، خاص لباس۔ بلکہ چال بھی دوسروں سے الگ ہی ہوتی ہے جس سے صاف ... جاؤ اور تاریخ ... لیکن ان لوگوں کی نشست بھی الگ ہی ہوتی ہے۔ یہ پیر صاحب خاص طریق سے ایک طرف بیٹھتے ہیں۔ اور مریدان کے سامنے دو زانو ہو کر۔ وہ پیر صاحب کے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں پر نظر رکھتے ہیں کہ کب ہلتے ہیں۔ اور خواہ ان سے کوئی بکواس ہی نکلے۔ سبحان اللہ تو اس پر ضرور کہہ دیتے ہیں۔ اور پھر پیر فی الواقع یہ سمجھتے ہیں یا کم از کم دوسروں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ان عام انسانوں سے کوئی الگ مخلوق ہے۔

ہم نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا نہ ان کی کوئی خاص قسم کی چال تھی نہ ان میں اور کوئی ایسی بات تھی جس کے ذریعہ سے وہ دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز رکھنا چاہتے ہوں۔ کیا ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ دوسروں میں سے الگ پہچانے جا سکتے تھے؟ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ مرزا صاحب بھی بہت بڑے پیر ہوں گے۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب میں کوئی بات۔ پیروں والی نہ تھی نشست میں مرید بعض وقت چارپائی پر ہیں۔ تو مرزا صاحب نیچے بیٹھے ہیں۔ باتوں میں اس طرح بے تکلف ہیں جیسے دو چار دوست بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔

فواحش کا ارتکاب پیروں سے

لیکن پیر اپنے آپ کو اتنا مقدس بنا کر دکھاتے ہیں کہ گویا ان کا کوئی ثانی ہی دنیا میں نہیں۔ سب لوگ ان کے سامنے خاموش ہو کر حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ ظاہری تقدس اختیار کرنے کا الا ماشاء اللہ نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ دل سیاہ اور مسخ ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے فاحش امور کا ارتکاب ان سے ہوتا ہے۔ اور مرید پھر بھی ان کو مقدس ہی سمجھتے ہیں۔ مجھے ایک واقعہ کسی نے سنایا کہ ایک پیر رات کو کنجری کے گھر میں شراب پی کر مر گیا۔ مریدوں نے اتنا خیال نہیں کیا کہ کس حالت میں اس کی موت ہوئی ہے۔ اور صبح وہاں مریدوں کے گروہوں کے گروہ جمع ہو گئے۔ اور خاص عزت و احترام سے اس کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ پیر کے منہ سے شراب لگ جائے تو وہ دودھ بن جاتی ہے۔ پھر شراب ہی نہیں اس سے بھی بدتر امور کا ارتکاب ہوتا ہے پیر کا اپنی مرید عورت کے ساتھ تخلیہ میں ہونا معیوب نہیں۔ بلکہ خدا کے قرب کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ شریعت کا تو حکم تھا کہ لا یخلون رجل بامرأۃ الا مع ذی محرم۔ یعنی کوئی مرد دوسری عورت کے ساتھ تخلیہ میں نہ ہو سوائے اس کے کہ ساتھ ہی اس عورت کا کوئی محرم مرد ہو۔ مگر پیری مریدی کے سلسلہ میں اس حکم شریعت کی کھلی ہوئی ہتک ہو رہی ہے۔ نہ پیر کو پروا ہے نہ بے غیرت مریدوں کو جو اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ وہی بات اگر ایک عام مرد و عورت سے سرزد ہو تو زنا کا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک پیر اور اس کی مریدنی سے ظاہر ہو تو رضائے الٰہی کے حصول کا موجب سمجھا جاتا ہے۔ ایک پیر کا قصہ خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کے کسی مرید کو سنایا کہ وہ تو رات کو فلاں جگہ فلاں عورت کے ہاں ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ مقدس لوگ ہیں ان کی آنکھوں سے تو نور برستا ہے۔ ایک اور پیر کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اس کے ایک مرید نے جس کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ پیر نے کسی فعل شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے یوں اپنے آپ کو تسلی دی کہ یہ لوگ نیکی کا سمندر ہیں اگر سمندر میں ایک پورا غلاظت کا ڈال دیا جائے تو سمندر گندہ نہیں ہو جاتا۔

پیری مریدی کے نقصانات

ایسی باتوں سے دراصل بہت برے نتائج نکلتے ہیں۔ قرآن کریم نے سچ فرمایا رہبانیت کا نتیجہ اکثرھم فاسقون ہے یعنی اکثر اس وجہ سے بدکار ہو جاتے ہیں۔ پیری کا سلسلہ اس بارے میں عیسائیت کی رہبانیت کے سلسلے سے پیچھے نہیں رہا۔ پھر ایک اور نقصان اس سے پہنچتا ہے قوم کے اندر سے صدقات کی روح اور خیراتی کاموں پر صرف کرنے کی قوت نکل جاتی ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ پیروں کے نذر ہو جاتا ہے۔ آج اسلام کی اس قدر تحریکات اسی سلسلہ پیری مریدی کی بدولت ناکام ہو رہی ہیں۔ جتنا مسلمانوں کا خیرات کا روپیہ ہوتا ہے وہ سب ان کے ہاں جاتا ہے۔ حالانکہ بعض وقت یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ فواحش پر خرچ ہوتا ہے۔

پیری مریدی کو جڑ سے اکھاڑنے کی ضرورت

آج اسلام کو سب سے بڑھ کر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس پیری مریدی کے سلسلہ کو بیخ و بن سے اکھاڑا جائے۔ خوب یاد رکھیے جس قوم کے اندر پیری مریدی کا سلسلہ آ گیا وہ تباہ ہو گئی۔ سکھوں نے جب سے مہنتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ کس قدر ترقی کی ہے۔ ہمیشہ خواہ کتنا بڑا آدمی ہو اس کی برائی میں اس کی تائید نہ کرنی چاہیئے۔ مقابلہ کرکے اسے روکنا چاہیئے۔ ممکن ہے مجھ میں بھی بعض نقص ایسے ہوں جن کی اصلاح ضروری ہو۔ یا آپ میں کوئی ایسے نقائص ہوں جو نہ ہونے چاہئیں۔ ان کی وقت پر خبر لینی چاہیئے۔

مسلمانوں کے سب سے بڑے رہنما

سلسلۂ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

(۳)

صحابۂ کرام اور حضرت مسیح موعودؑ

اعتراض۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجۂ روحانی کے متعلق مرزا صاحب کی کیا تعلیم ہے؟ کیا وہ خود کو ان سے افضل قرار دیتے ہیں؟

جواب۔ صحابہ کرام کی عزت جو کچھ مرزا صاحب کے دل میں تھی وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ آپ کی کوئی تحریر و تقریر نہیں جس میں کم و بیش صحابۂ کرام کے مراتب عالیہ کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر نہ ہو۔ بعض کتابوں میں تو صفحوں کے صفحے (ان کے مراتب عالیہ سے بھرے پڑے ہیں)۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہمیں تو صحابہ کرام کے مراتب عالیہ کا بڑی حد تک مرزا صاحب کے بیان ہی سے پتہ لگا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر دو حوالے ذکر کرتا ہوں۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے۔

صحابہؓ کے کمالات

"ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں۔ ان کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے۔"

(ازالۂ اوہام جلد اول)

مدارج شیخین

اخبار الحکم ۲۹ جون ۱۹۰۳ء میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا خط چھپا ہے جو وہ اپنے بعض دوستوں کو لکھتے ہیں:-

"ایک دفعہ ہمارے ایک دوست نے جو حضرت امام (مرزا صاحب) کی محبت میں فنا شدہ ہیں۔ آپ (مرزا صاحب) کی خدمت میں عرض کیا کہ کیوں نہ ہم آپ کو مدارج میں شیخین (حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما) سے افضل سمجھا کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مانیں۔ اللہ اللہ اس بات کو سن کر حضرت اقدس کا رنگ اڑ گیا اور آپ کے سراپا پر عجیب اضطراب اور بے چینی مستولی ہو گئی۔ میں خدائے غیور و قدوس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس گھڑی نے میرا ایمان حضرت اقدس کی نسبت اور زیادہ کر دیا۔ آپ نے چھ گھنٹے کامل تقریر فرمائی اس سارے مضمون میں آپ نے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے محامد و فضائل اور اپنی غلامی اور کفش برداری کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور جناب شیخین علیہما السلام کے فضائل مذکور فرمائے اور فرمایا کہ میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ میں ان لوگوں (صحابہ) کا مداح اور خاک پا ہوں۔ جو جزئی فضیلت خدا تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے وہ قیامت تک کوئی اور شخص نہیں پا سکتا۔ کب دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو ایسی خدمت کا موقع ملے جو جناب شیخین علیہما السلام کو ملا۔"

مولانا عبدالکریم مرحوم جیسے راستباز انسان کا مذکورہ بالا مؤکد بقسم بیان ایک محقق پر یہ بات واضح کر دینے کے لئے کافی سے بھی زیادہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ صحابہ کی نسبت کیا تھا۔

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

(بقیہ کالم ۳) کے نام سے شایع کی ہے۔ اس کے صفحہ ۔۔ پر آپ لکھتے ہیں:-

"آریہ لوگ اپنے قطب شمالی کی جائے رہائش سے اترتے اترتے ہندوستان میں آئے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت ساتولیکر کے نزدیک بھی آریوں کا ابتدائی وطن نہ تبت ہے، نہ ہندوستان اور وسط ایشیا بلکہ ان کا اصلی وطن قطب شمالی تھا جہاں سے ترکہ آریوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ساتھ جنگ کر کے جیسا کہ پنڈت صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے اپنا تسلط قایم کیا۔ پنڈت ساتولیکر صاحب کی تحقیقات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کی تصنیف قطب شمالی سے شروع ہوئی۔ اور ہندوستان میں آکر سدیوں بعد ختم ہوئی۔ علماء وید کا ویدوں کے بارہ میں اس قدر شدت اور اختلاف یہ ثابت کرتا ہے کہ ویدوں کی تعلیم اور اس کے حقیقی مفہوم تک پہنچنے میں انہی ہی جانکاہ مشکلات کا سامنا ہے جتنی صاحب ہندوستان سے قطب شمالی تک پہنچنے میں حائل ہیں۔ کیا ہم ایسی مبہم اور مختصر راہ پر چل کر کبھی منزل

تحقیق مذاہب

وید کہاں تصنیف ہوئے؟

فضلاء سنسکرت میں اختلاف آرا

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

(۱)

سناتن دھرم یا پرانے ہندو پنڈتوں کا خیال یہ ہے کہ وید ہندوستان میں نازل ہوئے تھے چنانچہ زمانہ حال کے ایک بہت بڑے فاضل سنسکرت ڈاکٹر اناش چندر داس ایم اے۔ پی ایچ ڈی آف کلکتہ یونیورسٹی کہ جن کے تبحر علمی کے سامنے نہ صرف سناتنی پنڈتوں کا سر نیاز خم ہے بلکہ آریہ فضلاء بھی اس کو ایک اعلیٰ درجہ کا ویدوں کا ماہر اور سنسکرت کا فاضل اجل تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن کی فضیلت علمی نے ان کو گزشتہ مارچ ۱۹۲۲ء میں آریوں کے سب سے بڑے اجتماع عظیم گورو کل ہردوار میں صدارت کا فخر بخشا۔ انہوں نے خاص اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا ذکر لالہ لاجپت رائے صاحب نے اپنی کتاب تاریخ ہند حصہ اول میں بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جیالوجی (علم طبقات الارض) کی تحقیقات کی بنا پر وید منتروں کو اپنے سامنے رکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ وید اسی ہندوستان کی سرزمین میں بنائے گئے۔

(۲)

مہاتما تلک آنجہانی نہ صرف ایک اعلیٰ درجہ کے سیاسی لیڈر ہی تھے بلکہ ان کی سنسکرت کی قابلیت بھی ہندوستان بھر میں مسلم ہے گیتا کا ترجمہ گیتا رہسیہ ہی آپ کی اعلیٰ فضیلت پر کافی شہادت ہے۔ آپ نے ایک کتاب "ویدوں میں شمالی گھر" کے نام سے لکھی اس میں آپ نے علم سیارگان کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ ویدوں کی تصنیف کا کام قطب شمالی پر ہوا تھا۔ پنڈت اناش چندر داس نے اپنی کتاب انہی کے جواب میں تصنیف کی تھی۔ اور یہ ثابت کیا تھا کہ آریوں کا ابتدائی مسکن ہندوستان تھا نہ قطب شمالی۔

(۳)

سوامی دیانند اور آریہ سماج کا عام خیال یہ ہے کہ ویدوں کا نزول ملک تبت میں ہوا تھا۔ کیونکہ منوسمرتی اور کتب مقدسہ کی تقسیم ممالک کی بنا پر آریہ ورت سے باہر کا ملک ہے۔ ستیارتھ پرکاش میں سوامی دیانند جی نے آریوں کے ابتدائی وطن کا نام سنسکرت میں تروشٹپ بتلایا ہے اور بزعم خود اس کے معنے تبت کئے ہیں۔ لیکن نہ تو کسی مستند کتاب میں ویدوں کے تروشٹپ میں نزول کا ہے اور نہ کسی لغت میں تروشٹپ کے معنے تبت لکھے ہیں۔

(۴)

یوروپین مستشرقین کی تحقیقات میں آریوں کا ابتدائی مسکن وسط ایشیا قرار دیا گیا ہے۔ اور ویدوں کی تصنیف کا مقام وسط ایشیا سے نقل مکان کرتے ہوئے ہندوستان کا رستہ بتلایا ہے۔ لالہ لاجپت رائے صاحب نے آریوں کا ابتدائی وطن وسط ایشیا ہونا تسلیم کر لیا ہے لیکن ویدوں کی تصنیف کا زمانہ آریوں کے ہندوستان میں ورود کے بعد قرار دیا ہے۔ منمتھ دت شاستری ایم اے مترجم رگوید۔ سوامی دویکانند جو بنگال اور مدراس کے اکثر تعلیم یافتہ ہندوؤں کے پیشوا ہیں سوامی ہری پرشاد اور بہت سے آزاد خیال سناتنی پنڈتوں کا یقین ہے کہ وید آریہ ورت اور مہا بھارت کی جنگ کے ارد گرد کے رشیوں کی تصنیف ہیں۔

(۵)

پنڈت اناش چندر داس صاحب ایم اے نے گورو کل ہردوار کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر اپنے پریزیڈنشل ایڈریس میں کہا۔

It should be recalled to our minds that it was on the sacred banks of Sarasvati that many sacrifices were performed in honour of Gods, and most of the vedic mantras were revealed to the Rishis.

"رگوید ۱۲-۱۱/۱۰ کے منتر آواز بازگشت ہیں اس امر کی کہ دریا سرسوتی کے کناروں پر بہت سی قربانیاں دیوتاؤں کے اعزاز میں دی جاتی تھیں اور وید منتروں کا اکثر حصہ رشیوں پر نازل

ہوا تھا۔"

آگے حاشیہ میں صفحہ ۹ پر پنڈت صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

There are internal evidences in this most ancient scripture, that go to show that there was different distribution of land and water in northern India when the vedic mantras were composed by, or revealed to the Rishis etc.

"اس نہایت قدیم صحیفہ رگوید میں بہت سی اس قسم کی اندرونی شہادتیں ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت شمالی ہند میں زمین اور سمندر کی ایک بالکل مختلف تقسیم تھی۔ جب ویدوں کے منتر تالیف کئے گئے یا رشیوں پر الہام کئے گئے سرسوتی اور دریائے ستلج رگوید کے زمانہ میں براہ راست سمندر میں گرتے تھے جو پنجاب کے جنوب میں تھا۔ جہاں اب راجپوتانہ کا ریگستان واقع ہے۔

اس زمانہ میں سرسوتی بہت بڑا دریا تھا۔ جس کی تعریف بہت سے رگوید کے منتروں میں گائی گئی ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۱۱ پر آپ لکھتے ہیں کہ

The Rigveda mantras were composed during three long ages

نہ صرف چاروں وید بلکہ رگوید بھی تین مختلف لمبے زمانوں کی تصنیف ہیں جس کے آخری زمانہ کے منتروں میں ہمیں ذات پات کے جھگڑے نظر آتے ہیں۔

پنڈت صاحب موصوف ویدوں کے زمانہ میں عورت کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں:-

She was the mistress of her own house having complete control over the domestic servants, performed the daily worship of fire and the Devas with her husband, and was honoured and respected by her husband, children, and relations. Ladies could become Rishis, and Ghosha, Lopamudra and Vishvavara composed vedic hymns.

یعنی ویدوں کا تیسرا پیغام عورت اور مرد کی مساوات کا ہے .... عورت اپنے گھر کی مالک۔ گھر کے نوکروں پر حکمران۔ روزانہ آگ اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا اپنے خاوند سے مل کر کرتی تھی۔ اور اپنے خاوند، بچوں اور رشتے داروں سے عزت کی جاتی تھی۔ عورتیں رشی تک ہو سکتی تھیں۔ گھوشا۔ لوپامدرا۔ اور وشواوارا نے تو وید منتروں کو بھی تصنیف کیا۔

ان حوالجات سے یہ ظاہر ہے کہ وید اسی ہندوستان کے بہت سے مردوں اور عورتوں کی تصانیف ہیں چنانچہ جن عورتوں کے نام پنڈت صاحب نے یہاں گنوائے ہیں یہ سب نام رگوید کے اندر موجود ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ آریہ سماج کے جس عظیم الشان جلسہ میں آریوں کے خلاف ان صداقتوں کا اظہار کیا گیا اسی جلسہ میں اس کی تردید کر دی جاتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آریوں نے اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی اور ایک فاضل ویدک پنڈت کے سامنے تمام آریوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۶)

آریہ سماج میں پنڈت ساتولیکر ایک نہایت ہی قابل اور اعلیٰ درجہ کے ویدداں ہیں جو علماء سنسکرت کی ایک جماعت کے ساتھ پونا میں ویدوں کے مضامین پر غور و خوض کر رہے ہیں۔ ویدوں کے متعلق بہت سا مفید لٹریچر ان لوگوں نے شایع کیا ہے۔ حال ہی میں انہوں نے ایک کتاب "بھارت اور اخرت"

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ - ۴ ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ - نمبر ۴۸

"ٹیکنیکل یعنی اصطلاحی کفر"

میاں محمود احمد صاحب کی جدید اصطلاح!!

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

مسئلہ کفر و اسلام اب ایک ایسا فرسودہ مسئلہ ہو چکا ہے کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی - لیکن مجھے ایک بزرگ نے میاں محمود احمد صاحب کا ایک خط پڑھنے کو دیا جو ابھی حال میں انہوں نے اپنے ایک نئے مرید کو جو ایک معزز سرکاری افسر ہیں لکھا ہے اس میں انہوں نے ایک نئی اصطلاح اختیار فرمائی ہے - جو اس سے پہلے ان کی تحریروں میں میری نظر سے نہیں گزری - اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ میں اس پر چند حروف احباب کی اطلاع کے لئے لکھوں - میاں صاحب اس خط میں اپنے مخاطب کو جو مسئلہ کفر میں ان سے متفق نہ تھے لکھتے ہیں :-

"میں خود بار بار کہہ چکا ہوں کہ اگر تشریح کی جائے تو کفر کے مسئلہ میں ہمارا اختلاف ٹیکنیکل رہ جاتا ہے - اس سے زیادہ نہیں عمل میں بہت کچھ اتفاق ہے - سزا کی نوعیت میں قریباً بالکل اتفاق ہے - جس بات میں اختلاف ہے - وہ ایک لفظ کے استعمال میں ہے - وہ موجودہ زمانہ کی مخصوص کیفیت پر لفظ کفر کا اطلاق درست نہیں سمجھتے - اور میں اس کے لئے اس لفظ کا اطلاق جائز سمجھتا ہوں - تشریح میں دونوں نقطہ نگاہ بہت کچھ متحد ہو جاتے ہیں"

میاں صاحب فرماتے ہیں "میں خود بار بار کہہ چکا ہوں" واللہ اعلم یہ "بار بار" کب کہا - جو کچھ اس خط میں ظاہر کیا ہے کہ ہمارا اختلاف "ٹیکنیکل" یعنی اصطلاحی ہے - یہ اس خط سے پہلے نہ کبھی کسی نے پڑھا اور نہ کسی نے سنا - یہ ایک نئی تشریح ہے - ورنہ ابھی کل کی بات ہے کہ میاں صاحب زور سے اعلان کر رہے تھے - کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر کہیں - پچھلے سال ہمارے ہی معزز افسر صاحب ڈلہوزی میں اسی مسئلہ پر میاں صاحب سے لڑ لڑا کر مایوس ہو کر چلے گئے تھے - مگر آج میاں صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات تو میں "بار بار کہہ چکا ہوں" اگر بار بار کہہ چکے ہیں تو معلوم نہیں کہ وہی بات جو کل ہمارے دوست مکتوب الیہ کو تسلی نہ دے سکی آج کس طرح تسلی دے گئی - اور نہ ہمارے دوست نے پوچھا کہ آپ نے پہلے کب یہ "بار بار" کہا تھا -

اب جس چیز کو بار بار کہنے کا دعویٰ ہے وہ یہ ہے کہ "اگر تشریح کی جائے تو کفر کے مسئلہ میں ہمارا اختلاف ٹیکنیکل رہ جاتا ہے اس سے زیادہ نہیں . . . . جس بات میں اختلاف ہے وہ ایک لفظ کے استعمال میں ہے - وہ موجودہ زمانہ کی مخصوص کیفیت پر لفظ کفر کا اطلاق درست نہیں سمجھتے - اور میں اس کے لئے اس لفظ کا اطلاق جائز سمجھتا ہوں" یعنی لاہوری جماعت موجودہ زمانہ کی مخصوص کیفیت پر لفظ کفر کا اطلاق درست نہیں سمجھتی اور میاں صاحب سمجھتے ہیں - اول تو یہ فقرہ مبہم ہے "موجودہ زمانہ کی مخصوص کیفیت" پر لفظ کفر کا اطلاق نہ کبھی کسی نے کیا نہ کوئی کیا کرتا ہے زمانہ نہ کبھی کافر ہوا نہ مسلمان - کفر کا اطلاق تو انسان پر ہوتا ہے - نہ کہ زمانہ پر اور اگر اس سے یہ مراد ہو کہ موجودہ زمانہ میں جو خاص کیفیت مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے - اس پر لفظ کفر کا اطلاق محض ایک اصطلاحی اختلاف ہے تو یہ صحیح نہیں - اصطلاحی یا ٹیکنیکل اختلاف یہ ہے کہ یا دونوں فریق غیر جماعت لوگوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہوں یا دونوں نہ سمجھتے ہوں اور پھر ایک لفظی تنازع کے طور پر ایک فریق ایک لفظ اختیار کرتا ہو دوسرا نہ کرتا ہو - اختلاف لفظی، تو یقیناً غیر جماعت لوگوں کو دائرہ اسلام کے اندر قرار دیتی ہے اور میاں صاحب انہیں ایسے ہی یقین کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں تو یہ اختلاف لفظی نہیں حقیقی ہے -

کیا یہ سچ نہیں کہ میاں صاحب غیر جماعت لوگوں کو ایسا ہی دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جیسا کہ ایک عیسائی کو - چنانچہ ایک غیر جماعت کے بچہ کے جنازہ پر انہوں نے یہی مثال دی تھی کہ کیا تم عیسائی کے بچہ کا جنازہ پڑھ لوگے - ان کے نزدیک جس طرح عیسائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں وہ مسلمان بھی خارج ہیں جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لائے اس لئے کہ میاں صاحب کے نزدیک زمانہ کے نبی وہی ہیں - لاہوری جماعت کا یہ مذہب ہرگز نہیں - بلکہ وہ علی الاعلان ہر کلمہ گو کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھتی ہے - اور وہ حضرت مرزا صاحب کو زمانہ کا نبی نہیں سمجھتی - بلکہ زمانہ کا نبی صرف محمد رسول اللہ صلعم کو سمجھتی ہے - ولا غیر - اس لئے وہ ہر ایسے شخص کو جو زمانہ کے نبی محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے - دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہہ سکتی - اسی لئے اسے کافر بھی نہیں کہہ سکتی - میاں صاحب اسے زمانہ کے نبی حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اس لئے کافر بھی کہتے ہیں بات تو صاف ہے کہ میاں صاحب غیر احمدیوں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں - لاہوری جماعت غیر احمدیوں کو اس لئے کافر نہیں کہتی کہ وہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتی - یہ تو حقیقی - معنوی - اصولی اختلاف ہے - نہ کہ اصطلاحی اور لفظی - اصطلاحی اور لفظی اختلاف تو اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ یا تو لاہوری جماعت بھی یہ عقیدہ رکھے کہ سب غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں - یا میاں صاحب صاف صاف کہہ دیں کہ غیر احمدی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں - تب کہہ سکتے ہیں کہ مسئلہ تکفیر میں دونوں فریق حقیقت میں متحد ہیں - صرف لفظ کفر کے اطلاق کا جھگڑا ہے - لیکن جب دونوں فریق ایک دوسرے سے بالکل متضاد عقائد رکھتے ہوں - ایک کے نزدیک غیر احمدی خارج از اسلام نہیں اس لئے وہ کافر بھی نہیں - دوسرے کے نزدیک خارج از اسلام ہیں - اس لئے وہ کافر ہیں - تو پھر یہ اختلاف اصولی و معنوی ہے - اصطلاحی اور لفظی اسے کہنا جائے تعجب ہے -

رہ گیا ان کا یہ کہنا کہ "عمل میں بہت کچھ اتفاق ہے - سزا کی نوعیت میں قریباً اتفاق ہے" سو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ کسی خطا کار کی سزا کی نوعیت کا انتخاب کرنا ہمارا کام نہیں یہ تو مالک یوم الدین ہی کا کام ہے کہ وہ کسی خطا پر کسی شخص کو کیا سزا دے گا - ہم نے تو کسی کے لئے کبھی کوئی سزا تجویز نہیں کی جس سے جناب میاں صاحب نے یہ خیال کر لیا ہو کہ ان کی تجویز کردہ سزا کے وہ مطابق ہے - اور اگر یہ کہا جائے کہ مجدد کے انکار یا اس کی مخالفت کو ہم قابل مواخذہ سمجھتے ہیں - تو ہمارے نزدیک تو ہر ایک کوتاہی یا خلاف ورزی احکام الٰہی قابل مواخذہ ہے - اور شاید خود میاں صاحب کے نزدیک بھی زناکاری - دھوکہ بازی - جھوٹ سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ برا فعل قابل مواخذہ ہی ہوگا - مگر اسے قابل مواخذہ قرار دینے کی وجہ سے کوئی عقلمند یہ استدلال نہیں کر سکتا کہ ایسے فعل کا مرتکب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے - کیا میاں صاحب کے نزدیک ایک فعل کے ارتکاب سے جو قابل مواخذہ ہو انسان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ؟ یا کیا کوئی شخص کسی فعل کو قابل مواخذہ قرار دے تو ہم اس کی طرف یہ بات منسوب کر سکتے ہیں کہ اس نے اس کے کرنے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے - ہم اور سب مسلمان اسی اصول کو مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو احکام یا اس کے رسول کے جو فرمان ہیں ان پر عمل کرنا انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے - اور ان سے روگردانی قابل مواخذہ ہے - مگر روگردانی کرنیوالے کو کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیتا - یہی میاں صاحب کی اصولی غلطی ہے - جس کی اب وہ یوں پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں - کہ ہم نے ایک فعل کو قابل مواخذہ قرار دے کر گویا ان کی تکفیر مسلمین کی تائید کر دی ہے - ہرگز نہیں - ہم تو مسلمانوں کی تکفیر کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں -

دوسری بات کہ عمل میں ہمارا اور ان کا اتفاق ہے یہ بھی سراسر غلط ہے - مسئلہ نماز میں ہم حضرت مسیح موعود کی آخری تحریر کے مطابق ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں جو مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتا - اور مکفرین کے گروہ سے الگ ہو جاتا ہے - اور تکفیر ہم کسی کی بھی نہیں کرتے مگر جناب میاں صاحب سب مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں [illegible] کا اقرار کرتا ہے - مگر بیعت میں اسے توقف ہے - اور کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے - ہم سب مسلمانوں کا جنازہ جائز سمجھتے ہیں - میاں صاحب ایک معصوم مسلمان بچہ کا بھی جنازہ ناجائز سمجھتے ہیں - ہم مکفر مسلمین کے پیچھے نماز اس لئے نہیں پڑھتے کہ تا ان لوگوں کو اپنی ان کرتوتوں پر ندامت ہو اور مسلمانوں کے اندر سے تکفیر کا مرض دور ہو یہ ایک سزا ہے جو ہمارے نزدیک شریعت نے خود تجویز فرمائی ہے جب یہ فرمایا کہ مسلمان کی تکفیر کرنے والے پر کفر لوٹ کر آتا ہے - گویا دوسرے لفظوں میں اسلامی سوسائٹی کو ایسے مسلمان کو بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو کلمہ گو کو کافر کہتا ہے - تا ایسی خطرناک حرکت کے ارتکاب سے مسلمان بچے رہیں - لیکن میاں صاحب دوسرے مسلمانوں کے پیچھے اگر نماز نہیں پڑھتے تو اس لئے تو نہیں پڑھتے کہ انہیں مسلمان سمجھتے ہوئے صرف بائیکاٹ کر رہے ہیں - بلکہ اس لئے نہیں پڑھتے کہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں - پس اس میں کوئی تعزیر نہیں - مثلاً اگر ایک پادری کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے تو اس میں پادری کو کیا سزا ہے - وہ ہماری سوسائٹی کا ممبر نہیں - ایسی صورت میں ہمارا اسے بائیکاٹ کرنا بے معنی ہوگا - وہ اپنی سوسائٹی میں معزز ہے - ہم اس کے پیچھے نماز اس لئے نہیں پڑھتے کہ خود ہمارا مذہب ہمیں روکتا ہے - پادری کو کوئی سزا نہیں - لیکن ایک ایسے شخص کو بائیکاٹ کرنا جو مسلمان ہے بلکہ ان کی امامت کرتا ہے اسے امامت سے معزول کرنا اور اس سے مسلمانوں کا سا سلوک نہ رکھنا یقیناً ایک سزا ہے سوسائٹی نے اسے ایک سزا دی ہے - وہ اپنی اسلامی برادری میں ذلیل سمجھا گیا ہے - جب تک وہ اپنی کفر گوئی سے باز نہ آئے - پس ہم اپنی سوسائٹی یا برادری سے باہر کسی کو سزا نہیں دے سکتے -

الغرض یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہمارا اور میاں محمود احمد صاحب کا عقیدہ مسئلہ تکفیر مسلمانان میں ایک دوسرے سے متضاد واقع ہوا ہے اور ہمارا عمل بھی ایک نہیں - پس میاں صاحب کا یہ فرمانا کس قدر غلط ہے کہ یہ محض اصطلاحی اختلاف ہے - اور قادیانی اور لاہوری اس کی تشریح میں متحد ہیں -

میں ایک دوست کی غلط فہمی کو بھی رفع کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ انہوں نے ایک مرتبہ مجھے لکھا کہ میاں محمود احمد صاحب دراصل اب اپنے پرانے عقیدے کو چھوڑ رہے ہیں - اور پردہ ہی پردہ میں وہ اب تائب ہو رہے ہیں - تم کچھ نہ کچھ لکھ کر انہیں بھڑکا دیتے ہو - تو وہ پھر رک جاتے ہیں - میں انہیں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میری یہ دلی دعا ہے کہ خدا کرے میاں صاحب اپنے تکفیر کے عقیدے کو چھوڑ دیں - لیکن موجودہ تحریریں جو میاں صاحب کی نکلی ہیں ان سے میرے دوست اپنے نفس کو دھوکہ نہ دیں - وہ ابھی تک ایک انچ اپنے عقیدے سے نہیں سرکے - البتہ ظاہر الفاظ ایسے استعمال کرنے لگے ہیں جن سے مخاطب کو غلطی لگ سکتی ہے مثلاً میاں صاحب جہاں یہ علی الاعلان کہا کرتے تھے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر کہیں - اور جب تک ہم انہیں کافر نہ کہیں گے وہ احمدی کیسے بنیں گے ؟ اب یوں کہتے ہیں کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم اس کے اپنے اختیار کردہ نام سے اسے نہ پکاریں - اس سے سننے والے کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ گویا میاں صاحب اپنے عقیدہ تکفیر سے تائب ہو گئے ہیں - حالانکہ یہ غلط ہے - فرق اتنا ہو گیا ہے کہ پہلے علی الاعلان کافر کہا کرتے تھے - اب "زمانہ کی مخصوص کیفیت" کو دیکھ کر وہی عقیدہ دلوں میں پنہاں ہو گیا ہے - وہ کہتے ہیں جو اپنے تئیں مسلمان کا نام دیتا ہے ہم اسے اسی نام سے پکار لیں گے اس کی مثال یوں ہے کہ فرض کرو کوئی بزدل شخص اپنا نام بہادر رکھ لے تو ہم اسے بہادر کہیں گے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہم اسے حقیقت میں دلیر اور بہادر بھی سمجھتے ہیں - میاں صاحب مسلمان انہیں اس لئے کہہ لیں گے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان نام دیتے ہیں - ورنہ ان کے نزدیک شریعت کے رو سے کافر خارج از اسلام ہیں - چنانچہ اسی خط میں میاں صاحب نے لکھا ہے کہ میں کفر کا لفظ دوسرے مسلمانوں پر استعمال کرنا جائز سمجھتا ہوں اگر میری بیان کردہ تشریح درست نہیں تو میاں محمود احمد صاحب کو حق حاصل ہے - کہ وہ اس لفظ کفر کی خود تشریح کر دیں - کہ کیا وہ اس سے مراد خارج از اسلام لیتے ہیں یا نہیں ؟ اور اس صورت میں جو دوسروں کو مسلمان بھی کہہ لیتے ہیں تو یہ محض ایک بے معنی نام کی طرح ہے یا نہیں جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں ؟ اسی تشریح سے نبوت کا مسئلہ بھی حل ہو جائیگا -

---

رائل کمیشن اور اہل ہند

جس دن سے پارلیمنٹ نے ہندوستان کی آئندہ قسمت کے متعلق غور و خوض کرنے کے لئے ایک آئینی کمیشن کے بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے اسی دن سے ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ایک شور محشر بپا ہے۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب کے سب اس بحث میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ آیا کمیشن کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے یا نہیں۔ ہندو اور بالخصوص کانگرسی ہندو اس بات پر متفق ہیں کہ چونکہ کمیشن میں صرف پارلیمنٹ کے ممبروں کو شامل کیا گیا ہے۔ اور ہندوستانیوں کو نمائندگی کا حق نہیں دیا گیا۔ اس لئے ہندوستانی خود داری کے یہ منافی ہے کہ کمیشن کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کیا جائے۔ مسلمانوں کا بھی ایک حصہ اس بات کا حامی ہے کہ کمیشن کا مقاطعہ کیا جائے۔ ایسے لوگ یا تو کانگرس سے تعلق رکھتے ہیں یا خلافت کمیٹی سے۔ اس کے برخلاف پنجاب مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کمیشن کے ساتھ پورے تعاون سے کام لیا جائے۔ اور کسی قسم کا مقاطعہ کرنا ہندوستانی بالخصوص اسلامی مفاد کے خلاف ہوگا۔ اول الذکر طبقہ میں ڈاکٹر انصاری۔ مولانا محمد علی۔ مولانا ظفر علی خان کی آواز خاص اثر رکھتی ہے۔ اور موخر الذکر طبقہ کی سیادت کا شرف آنریبل سر میاں محمد شفیع کو حاصل ہے۔ جو آل انڈیا مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس لاہور کے صدر بھی تجویز ہوئے ہیں۔

معاصر "انقلاب" نے اس موضوع پر اپنی متعدد اشاعتوں میں اظہار خیالات کیا ہے۔ اس کی رائے ہے کہ کمیشن کے متعلق طریق کار کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہندو اور مسلمان باہم مل کر ایک دوسرے کے حقوق کا فیصلہ کریں۔ پہلے "قومیت متحدہ" کی عمارت کو استوار کریں۔ اور اس کے بعد حکومت سے جو چاہیں منوائیں۔ جب تک حالت یہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اقلیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور کسی قسم کے جائز حقوق نہیں دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس وقت تک نہ تو کمیشن میں ہندوستانی نمائندگی کوئی فائدہ دے سکتی ہے۔ اور نہ جیسا کہ بعض کا خیال ہے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس چنداں سودمند ہو سکتی ہے۔ اور نہ تعاون یا عدم تعاون ہی کچھ کام آسکتا ہے۔ یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو متحد کرو۔ ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانو۔ ایک دوسرے کے خیالات۔ جذبات اور عقائد کی عزت و احترام کرنا سیکھو۔ اس کے بعد جو طریق عمل چاہو اختیار کرو۔ جب تک یہ نہیں۔ اس وقت تک "قومیت" اور "وطنیت" وہ الفاظ ہیں جن کے پیچھے کوئی حقیقت پنہاں نہیں۔

اپنی طاقت پر گھمنڈ

رائل کمیشن کے بائیکاٹ پر زور دیتے ہوئے مولانا ظفر علی خان نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ:۔

"اصل حق تو آزادی ہے جس کو اغیار نے چھین رکھا ہے۔
جب یہ مل جائے گا تو حصہ رسدی اس کے بانٹ لئے جانے
کا وقت بھی آجائے گا۔ اور مسلمان ایسے گئے گزرے نہیں
کہ اپنا حصہ بائیں ہاتھ سے نہ رکھوا لیں۔"

یہی بیجا غرور ہے جس نے مسلمانوں کو اس نوبت تک پہنچایا۔ کہ آج وہ اپنی معقول سے معقول بات بھی ہمسایہ قوم سے منوا نہیں سکتے۔ تعجب ہے ابھی تک مسلمانوں کے دماغ ایسے خیالی قصر بنانے میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ معمولی معمولی باتوں میں بھی ہندوؤں کو قائل نہیں کر سکے۔ ابھی تو ہندوؤں کو ضرورت تھی کہ وہ جس طرح بھی ہو سکتا مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے۔ ان کے مطالبات خواہ وہ کیسے ہی ہوں تسلیم کر کے "قومیت متحدہ" کی بنیاد رکھ دیتے۔ تا کہ سوراج کا خواب خواب پریشاں ثابت نہ ہوتا لیکن ان کا رویہ بتا رہا ہے کہ قومیت متحدہ اور سوراج کے قصر کو خواہ کتنی ہی ضرب پہنچے اور ہندوستان کی قسمت غلامی کی بیڑیوں سے آزاد ہو یا نہ ہو۔ انہیں مسلمانوں کے کسی قسم کے حقوق دینے منظور نہیں اور نہ ان کے مذہبی جذبات و احساسات کی پاسداری انہیں پسند ہے۔ ایسی حالت میں مولانا ظفر علی خان صاحب کا خیالی پلاؤ سوائے اس کے کہ اسی قسم کا بیجا گھمنڈ قرار دیا جائے جس میں آج تک مسلمان مبتلا رہے ہیں اور کس کام آسکتا ہے۔ کیا ہم مولانا ظفر علی خان صاحب سے باادب یہ سوال کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں نے ابتک کتنے ایسے واجب الحصول حقوق بائیں ہاتھ سے رکھوا لیئے ہیں جن کی بنا پر آئندہ بھی مسلمانوں سے یہی توقع کی جا سکے۔ بظاہر تو ایسا نظر آتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے جن حقوق کو دبائے بیٹھے ہیں وہ انہیں اپنا ہی حق سمجھ رہے ہیں۔ اور مسلمان دم نہیں مار سکتے۔

قادیان کا فتنہ

ہمیں کئی جگہ سے خطوط آئے ہیں اور زبانی بھی بعض احباب نے کہا ہے کہ قادیان میں جو کچھ واقعات میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدوں میں ہو رہے ہیں۔ انہیں میاں صاحب کے مرید ہماری طرف منسوب کر رہے ہیں۔ گویا ہم نے ہی محض شرارت کی راہ سے ایک جھوٹ کا طومار بنا کر اور پھر میاں صاحب کے مریدوں سے سازش کر کے ان سے الزام لگوائے۔ اور ہم نے ہی ان پر مقدمہ بنوایا ہے۔ یہ ہم پر ایک ایسا افترا ہے کہ جسے ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ہم چاہتے تھے کہ ان مشکلات میں جن میں اس وقت قادیانی جماعت ہے بالکل خاموشی اختیار کی جائے لیکن افسوس ہے کہ میاں صاحب کے بعض مریدوں نے ان مشکلات کا علاج شاید یہی سمجھا ہے کہ ان باتوں کو لاہور والوں کے ذمہ لگا دو مرید جن کے دلوں کو پہلے اس جماعت کی طرف سے متنفر اور زہر آلود کرایا گیا ہے سب باتوں کو چھوڑ کر فوراً اپنے آپ کو تسلی دے لیں گے کہ یہ سب کام لاہور والوں کا ہے۔ گویا انہوں نے قادیان یا شملہ میں میاں صاحب کے مریدوں پر اس قدر قبضہ حاصل کر لیا کہ ان سے میاں صاحب کے حق میں خطرناک الزام لگوا لیئے۔ اور مقدمات تک نوبت پہنچا دی۔ اور جو کچھ وہ جھوٹ بنا بنا کر میاں صاحب کے مریدوں کو کہتے گئے وہی الزام بنا بنا کر میاں صاحب کے اپنے مرید میاں صاحب پر لگاتے چلے گئے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ منہ سے ایک بات نکالتے وقت اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ کیا یہ بات ممکن بھی ہے۔ جن لوگوں کو قادیان اور لاہور کی جماعت کے اختلاف کے واقعات کا کچھ علم ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے قادیان سے باہر رہنا صرف اس لئے منظور کیا کہ تا کسی جوشیلے مرید کی غلط کاری سے فریقین کی نوبت مقدمہ بازی تک نہ پہنچے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ یہ دونوں جماعتیں اپنے اشاعت اسلام کے اصل کام کو چھوڑ کر ان جھگڑوں میں پڑ جائیں۔ اور اس کے بعد بھی حتی الوسع کوشش کی ہے کہ ہر دو جماعتوں کے تعلقات بہتر ہوں گو ایسی کوششوں کو یہ کہکر رد کر دیا جاتا تھا کہ یہ باغی ہیں ان کے ساتھ ہماری صلح نہیں ہو سکتی۔ اور قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں کو ہماری جماعت سے پورے طور پر متنفر کر دیا گیا۔ اور ہمیں سلسلہ سے خارج اور مرتد قرار دے کر ہر قسم کی میل ملاقات بند کر دی گئی حتی کہ ہماری تحریریں بھی پڑھنے سے انہیں روک دیا گیا۔ اب ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ کیا اس قدر تنفر اور بیزاری ہمارے ساتھ پیدا کرنے کے بعد ہمارا اس قدر اثر قادیان یا شملہ کی میاں صاحب کی جماعت پر ہو سکتا ہے کہ ہمارے کہنے سے وہ میاں صاحب کے سر پر ایک بڑا بھاری بہتان کھڑا کر دے؟ وہ لوگ جو باہر سے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان میں گئے اور وہاں مکانات بنوائے۔ اور پہلے سب تعلقات کو میاں صاحب کی محبت پر قربان کر دیا۔ پھر وہ میاں صاحب کے مرید بھی ہیں اور مرید کو جو تعلق مرشد سے ہوتا ہے اسے کون نہیں جانتا۔ باہر دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مرید مرشد کی کمزوریوں پر بھی پردہ ڈالتے ہیں۔ اور اپنی آنکھوں سے بھی اسے بُرے فعل کا ارتکاب کرتا دیکھ لیں تو حسن ظن سے کام لیتے ہیں یا پردہ پوشی کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب کے ساتھ جو عقیدت ان کے مریدوں کو ہے اسے ہم نے تو دوسرے پیروں کے مریدوں کی عقیدت سے زیادہ ہی پایا ہے۔ کیونکہ یہاں تو مرشد کے علاوہ خلافت کے منصب کا ان میں پایا جانا بھی مانا جاتا ہے۔ تو ایسے مخلص مریدوں پر ان لوگوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جن کو وہ ایسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ اس روئے زمین پر بدترین ہستیاں ہیں جس جماعت سے پہلے ہی کوٹ کوٹ کر تنفر دلوں میں پیدا کر دیا گیا ہو ان کے متعلق کوئی انہونی بات منوا لینی اور پھر مریدوں سے منوا لینی کوئی مشکل امر نہیں۔ لیکن قرآن کریم کی اس وعید سے تو ڈرنا چاہیئے جو لم یرم بہ بریًا والی آیت میں موجود ہے۔

تیسرے کالم کا بقیہ حصہ

امید ہے ہمارے احباب اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے اور اس سال کے جلسہ کو اپنی قومی بہبودی کے لئے خاص طور پر کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت دیں گے۔

ایک انگریز مستشرق احمدیت پر!

انگریز مستشرقین میں سر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کا وجود مغتنمات میں سے ہے اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی اور تاریخی حالات پر انہیں کافی عبور حاصل ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دل میں تعصب کم ہے۔ عام مغربی مستشرقین کے خلاف اسلام کے متعلق ہمیشہ انہوں نے اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس کا ایک نمایاں ثبوت ان کی وہ کتاب ہے جو "پریچنگ آف اسلام" کے نام سے اسلامی دنیا میں مقبولیت کی نظروں سے دیکھی جا چکی ہے۔

ڈیلی ایکسپریس کی ایک قریبی اشاعت میں سر موصوف نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں مسلمانوں کے ایمانیات کو بیان کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"احمدی قوم جس کے بانی نے ۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔
مسلمانوں کے جدید فرقوں میں سے ہے۔ مرزا غلام احمد کو
(جس کے نام پر انہوں نے اپنی جماعت کا نام رکھا ہے)
وہ مسیح موعود سمجھتے ہیں جس کا کام اسلام کی تجدید اور اسے
غلطیوں سے پاک کرنا تھا۔ مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے پیشگوئیاں کرنے اور کرامات دکھلانے کی طاقت بخشی
گئی تھی۔ اس جماعت کی امتیازی خصوصیات میں سے
ایک بات یہ ہے کہ جہاد ان کے نزدیک امن پسندانہ
کوششوں کا نام ہے۔ اور مسیح کے متعلق ان کا یہ خیال ہے
کہ انہیں صلیب پر سے زندہ اتار دیا گیا تھا جس کے بعد
جب ان کے زخم بھر گئے۔ تو وہ ہجرت کر کے کشمیر کی طرف
چلے گئے۔ اور وہیں فوت ہو گئے۔"

سر آرنلڈ کے اس بیان میں دو باتوں کی اصلاح ضروری ہے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کا نام مرزا صاحب کے نام پر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ خود حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کے اسم احمد پر اپنی جماعت کو "مسلمان فرقہ احمدیہ" کے نام سے موسوم کیا۔ دوسری بات جس کو صاف کر دینا ضروری ہے یہ ہے۔ کہ جہاد کا مفہوم ہمارے نزدیک ہر قسم کی کوشش ہے جو ملک اور زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کی جائے۔ خواہ وہ کسی قوم کی سیفی حرکت سے حفاظت کے لئے تلوار کے ساتھ ہو۔ یا کسی ایسی حملہ آور قوت سے مقابلہ نہ ہونے کی صورت میں وعظ و تبلیغ کے رنگ میں ہو۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ اس قسم کی کوئی قوت ہمارے سامنے نہیں جو کھلے طور پر تلوار کے ذریعہ دین اسلام پر حملہ آور ہو اس لئے حضرت مرزا صاحب نے یہ فتوےٰ دیا کہ وجوہ الجہاد معدومۃ فی ہذا الزمن و ہذہ البلاد۔ جہاد بالسیف کی شرائط اس زمانہ اور اس ملک کے اندر مفقود ہیں۔

جلسہ سالانہ

اس دفعہ کا جلسہ سالانہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی شان اور خصوصیات کے لحاظ سے ایک بے نظیر جلسہ ہوگا۔ رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے فاروق الاعظم کی جو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کی صدارت کے لئے آرہے ہیں اور ہمارے جلسہ میں شمولیت کی نظیر پہلے جلسوں میں نہیں ملتی۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے ایام رؤیا میں لندن میں وعظ کرتے ہوئے سفید پرندے پکڑنے کا جو منظر دیکھا تھا۔ لارڈ ہیڈلے کا وجود اس کی عملی تفسیر ہے۔ ضرورت ہے کہ احباب کرام خدا تعالیٰ کے اس زندہ نشان کو بچشم خود آکر دیکھیں اور لارڈ موصوف کے منہ سے صداقت اسلام کا پیغام سن کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔ اور اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی لانے کی کوشش کریں جو ابھی تک جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہوئے۔ تا کہ اس جماعت کی خدمات اسلامی کے عملی نتائج سے بہرہ اندوز ہو کر جماعت کے ساتھ عملی شمولیت اختیار کر سکیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لارڈ ہیڈلے کی آمد کا موقع اب اتفاق سے پیش آگیا ہے۔ پھر یہ موقع زندگی میں شاید ہی کسی کو مل سکے اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ جماعت کی بعض خاص ضروریات اور پیش آمدہ وقتی مسائل کا اقتضا یہی ہے۔ کہ جماعت کا ہر فرد جس طرح بھی ہو سکے جلسہ میں شمولیت اختیار کرے۔ تا کہ قوم کی اجتماعی رائے سے سلسلہ کی ترقی کے وسائل سوچے جائیں۔ اور مسلمانوں کو اس وقت جن مصائب کا سامنا ہے ان کا موثر علاج تجویز کیا جائے۔

بقیہ تیسرے کالم میں

فرائض

ایک نازک دینی جہاد

ہر احمدی توجہ کرے

(جناب ڈاکٹر میر محمد حسین شاہ صاحب کے قلم سے)

دو اپنے ہی سمت میں خوف و خطر درپیش ہو
ہری بھیا دوستوں میں یار کر یاد کرنے کے دن

اس وقت میں اس عریضہ کے ذریعہ اپنے ہر احمدی دوست کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور اس دلی یقین کو لیکر حاضر ہوتا ہوں کہ میری مجاہد قوم کے دوست مجھے بے مراد واپس نہ کریں گے۔ میری درخواست آپ سے یہ ہے کہ آپ تھوڑا بہت چندہ یا اور مالی امداد خود تو دیتے ہی رہتے ہیں اور ہمیشہ دیتے رہیں گے۔ اور اب جبکہ سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے آپ ضرور اس فکر میں ہوں گے کہ انجمن کو اس موقع پر مالی قوت پہنچائیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے اس دینی جہاد میں جسے انجمن کر رہی ہے۔ ہر مسلم بھائی کو متوجہ کرکے شامل کریں۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے آرام کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ کر۔ اپنی ضروریات ذاتی کو ایک وقت کے لئے کم کرکے روزانہ کچھ وقت خدا کے دین کی خدمت کے لئے دیں اور وقت بھی کچھ زیادہ نہیں صرف ایک ماہ جلسہ سالانہ سے پیشتر پیشتر۔ اور ایک ایسی قوت اور جوش کے ساتھ جماعت کا ایک ایک فرد جہاں کہیں بھی وہ ہے ایک بڑے انجن کے پرزوں کی طرح کام میں لگ جائے کہ ان کے اردگرد جس قدر بھی بے حرکت پڑی ہوئی گاڑیاں ہیں وہ بھی چلتی نظر آئیں اور دراصل یہی ایک حقیقت ہے جو آپ میں سے ہر ایک سے ظاہر ہونی چاہیئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی قوم بہت ہی قلیل ہے۔ اور گو باوجود اس قلت کے اس نے بڑے بڑے کام کر دکھائے ہیں۔ لیکن پھر بھی مقابلہ بڑا سخت ہے۔ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے بڑی بڑی زبردست طاقتیں اپنے زبردست سامانوں سے کام کر رہی ہیں جن کے سامنے بحیثیت مجموعی اسلام کی طرف سے اگر کوئی فوج ہے تو وہ آپ کی قوم ہے۔ ایسی نازک حالت میں اگر مسلمان بھائی خواب غفلت میں ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ ہر ایک کے پاس پہنچکر انہیں بیدار کریں۔ ہر احمدی دیوانہ وار اٹھ کھڑا ہو۔ اور گھر گھر۔ کوچہ کوچہ۔ پھرے۔ کوئی دکان نہ چھوڑے۔ اور اس سوال کو لے جائے کہ ہم اسلامی سپاہ کے لئے جو جہاد میں مصروف ہے آپ سے جو اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔ رسد طلب کرتے ہیں۔ آؤ اور اس کا سامان کرو" اپنے گھر سے نکلنے سے پیشتر ہر احمدی یہ تصور کرے کہ وہ خدا کی راہ میں ہر دکھ اٹھانے کے لئے جا رہا ہے۔ کہیں سے ملے نہ ملے۔ کوئی اچھا سمجھے یا برا لیکن اسے بہرحال ہر ایک کے پاس جانا اور اس سوال کو پیش کرنا ہے۔ کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ مومن کے لئے صرف کوشش کرنا ہے۔ لیکن وہ خدا جو حی و قیوم ہے جس نے اپنے مجدد کو اس صدی میں بھیجکر اپنا ارادہ ظاہر فرما دیا۔ کہ وہ اب اسلام کو غالب کرے گا۔ وہ ضرور قوم کی اس مجموعی حرکت کو بابرکت کرے گا اور آسمان سے اپنے فضل کے دروازے کھولے گا۔ اب اسلام پر بڑا نازک وقت آچکا ہے۔ دوسری طرف تمہاری قوم کے پاس اس قدر سامان اس قدر مال نہیں کہ وہ ہر میدان مقابلہ میں نکل سکے بلکہ ان کاموں کے لئے بھی جو وہ اس وقت کر رہی ہے۔ ہر وقت مالی مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ ان حالات میں اگر جماعت کا ہر فرد جلسہ سالانہ تک روزانہ پھرے تو کچھ مشکل نہیں کہ ایک ایک آدمی اس قدر اعانت کا باعث ہو جائے کہ سب کی مجموعی حرکت سے انجمن ساری مشکلات سے نکل آئے۔ یہ کام صرف دو چار آدمیوں کے کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ ہر احمدی کو اس کے لئے اپنے آپ کو متکلف بنانا ضروری ہے۔ پھر دیکھیں گے کہ مشکلات کس طرح خس و خاک کی طرح اڑتی ہیں۔ افسوس ہے تو یہی کہ ہم خود حرکت نہیں کرتے۔ اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے اس کو پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اب ہر شخص اس پر عمل پیرا ہو جائے جہاں جہاں جماعتیں موجود ہیں۔ وہ بھی پورے نظام کے ساتھ ہر فرد کو اس کام میں مصروف کریں۔ اور کسی فرد کو خالی نہ چھوڑا جائے۔ اس وقتی چندے کے لئے جہاں احباب مناسب سمجھتے ہوں اپنے لئے ایک کارڈ لکھکر دفتر سے ہم رشتہ یا صدر والی رسید بکیں منگوا سکتے ہیں۔ لیکن وقت چونکہ تھوڑا ہے اس لئے کام شروع کر دیا جائے کاپیوں کا زیادہ انتظار نہ کیا جائے۔ اگر شہر پر انجمن کو پہنچا ہیں۔ جلسہ سالانہ پر سب سے پہلے ہر احمدی سے میرا یہ سوال ہوگا کہ اس قومی درخواست کے جواب میں آپ نے کیا کیا اور آپ کیا لائے ہیں۔

والسلام

موجودہ فسادات اور ان کے بنیادی علاج

(رانا احسن صاحب ندوی متعلم بی اے پریسیڈنسی کالج کلکتہ کے قلم سے)

ہندوستان کے موجودہ فسادات ہر محب انسانیت کے لئے قابل افسوس ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ اب تک سطحی اندمال زخم کے سوا حکومت اور بہی خواہان ملک نے اخراج مادہ فاسد کے لئے بہت کم کام کیا ہے۔ بلکہ قائدین ملک اور عمال حکومت موجودہ کدر فضا کو محض ایک گزر جانیوالا منظر خیال کر رہے ہیں۔ لیکن بالغ نظر جانتے ہیں کہ امر واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جن اصحاب نے اقوام کی تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا ہے۔ وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کے موجودہ فسادات غیر طبعی اسباب کے غیر طبعی نتائج ہیں۔ اور جب تک وہ اسباب موجود ہیں ہندوستان کی پبلک لائف میں جماعتی فسادات کے خطرات موجود ہیں۔ ایک بے لوث محقق حالات کی تحلیل کرنے کے بعد آسانی سے ان بنیادی اسباب کو دریافت کر سکتا ہے۔ اسباب کو کئی شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:-

(۱) مذہبی اسباب (۲) معاشی اسباب (۳) سیاسی اسباب۔

اس مضمون میں ہم صرف مذہبی اسباب کی تحقیق کریں گے۔ اور ان کے عقلی اور اساسی علاج پیش کریں گے۔ کیونکہ ہندوستان میں مذہب کو سب سے بلند و بالا مقام حاصل ہے۔ اور عوام و خواص کے حسیات اس مسئلہ میں بے حد نازک واقع ہوئے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ احساس کی اسی نزاکت نے اب تک لیڈروں کو جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے سے روکا ہے۔ اور حکومت بھی اسی مذہبی ذکاوت حس سے مرعوب و خائف ہے۔ اور اس دلیری اور معقولیت سے معاملات کو ہاتھ میں نہیں لے رہی ہے جس کی ایک بیسویں صدی کی ترقی یافتہ گورنمنٹ سے توقع ہو سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ہند اس وقت کشمکش و پیچ میں ہے۔ اس کی حالت بالکل غیر منفصل ہے۔ اس کی دماغی بوکھلاہٹ تو صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ اس وقت اس کی بہترین مثال "لائٹ" کے محترم ایڈیٹر مولوی محمد یعقوب خان صاحب بی اے ایل ایل بی اور سوامی شردھانند کے فرزند پنڈت اندر کے مقدمات ہیں۔ دونوں حضرات پر ایک ہی دفعہ اور ایک ہی الزام کی بنا پر مقدمہ دائر ہے لیکن ہر دو حضرات کے ساتھ ...... جو سلوک کیا جا رہا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ کیا یہ حکومت کی دماغی کمزوری کا ثبوت نہیں ہے؟ بہرکیف کمزوری بہت قابل افسوس ہے۔ اور اس سے معاملات کی پیچیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جرأت اور استقلال رائے کو کام میں لائے بغیر حالات کا سدھرنا معلوم۔ حکومت کو معقولیت اور مفاد عامہ کے سوا ہر رسم و دستور سے بالکل بے پروا ہو جانا چاہیئے۔ بہرصورت اس وقت سب سے بڑا مسئلہ مذہب کا مسئلہ ہے۔ اور ہر قوم کی تاریخ اجتماعی میں اس بات کی اہمیت و طاقت مسلم ہے۔ خود یورپ ایک زمانہ میں اسی خارزار مسئلہ کے حل کرنے میں مصروف تھا۔ گو اب وہاں یہ ایک حل شدہ سوال مانا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ابھی روز اول ہی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ سرزمین یورپ مذہبی آزادی اور رواداری سے بالکل ناآشنا تھی۔ جیسا کہ اس وقت ہندوستان ہے۔ یورپ کے ہر ملک اور ہر ریاست میں عوام کو کلیسا کے عقائد ماننے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ لوگ جبر و تشدد سے کام لیتے تھے۔ اور ہر شخص اپنے مذہبی رسوم پر چلنے کے لئے دوسرے کو مجبور کرتا تھا۔ ایک زمانہ تک سرزمین مغرب اس اصول جبر و تشدد فی الدین کے باعث وحشیانہ قتل و غارت کا میدان بنی رہی ہے۔ اور اہل یورپ اس وقت تک علمی اور مادی ترقیوں سے محروم رہے ہیں۔ لیکن بالآخر علم و عقل کی روشنی نے اس تاریک عہد کو ختم کر دیا۔ حکومت مذہب سے آزاد ہو گئی اور لوگوں کو اپنے اپنے مذہبی اعمال و رسوم میں پوری آزادی دے دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اب یورپ میں مذہب کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جو ہندوستان میں ہے۔ گو مذہب فطرت خود ترقی کا حامی ہے لیکن مذہبی رسمیات ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یورپ کی تاریخ ازمنہ مظلمہ اور ہندوستان کی موجودہ حالت اس کی بین دلیل ہے۔ ہمارے خیال میں جو غیر طبعی اسباب یورپ کے مذہبی فسادات کے باعث تھے [illegible] ہی کا رفرما ہیں

تھے کار فرما پایا ہے۔ اسی میں اس بدنصیب ملک کی مذہبی نجات مضمر ہے۔ جو حال یورپ کا تھا۔ وہی ہندوستان کا ہے۔ حسن اتفاق سے اس وقت ملک پر یورپ ہی کی ایک روشن خیال قوم حکمران ہے۔ اور دقیانوسی ہندوستان کو تہذیب جدید کے اسباق سکھا رہی ہے۔ حتیٰ کہ راجوں اور زبردستوں کی پرستش کرنے والے ہندوستانی اب آزادی اور جمہوریت کے طالب ہو رہے ہیں۔ اور حکومت بھی بتدریج ان کے مطالبات کو مانتی جا رہی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حکومت ملک کے مذہبی مسائل کے حل کرنے میں اس روشن خیالی آزادی اور وسعت نظر کو کام میں نہیں لاتی۔ جو دیگر مسائل ہند کے سلجھانے میں استعمال کرتی ہے۔ اور جس کے کام میں لانے کے باعث یورپ اس لعنت سے رہا ہو گیا۔ جس میں ہندوستانی گرفتار ہیں۔ بات یہ ہے کہ حکومت نے مذہب کو ایک ہوا سمجھ رکھا ہے۔ اور وہ سراسر وہم میں مبتلا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہندوستان کی انوکھی تہذیب میں کم و بیش چھتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کا مذہب رائج ہے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو ہر اسفل سے اسفل شئے کو خدا ہونے کا مقدس مقام حاصل ہے۔ بھلا ایسے بھڑ کے چھتے کو کون چھیڑے۔ لیکن اگر حکومت ہند ایک مہذب، روشن خیال اور ترقی خواہ حکومت ہے یا ہونا چاہتی ہے تو اسے بودے پن کو بالائے طاق رکھکر اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس نے اب چل کر قانون اور حکومت کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے۔ ترقی کو مفلوج کر رکھا ہے اور پر امن شہریوں کے مال و جان اور ناموس کو غیر محفوظ بنا دیا ہے۔ اس لئے اب حکومت کا فرض یہ ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع قانون و اصول کو ہندوستان میں رائج کرے۔ جس نے یورپ کو مذہبی آزادی، رواداری اور امنیت و معقولیت بخشی ہے۔ قانون کا سب سے اعلیٰ مقصد اب علم سیاسیات میں معقولیت اور عدالت کے ساتھ مفاد جمہور کو مدنظر رکھتے ہوئے جمہور کے معاملات کو منضبط کرنا مانا جاتا ہے۔ رسمیات و دستورات کا احترام ایک ضعیف عقیدہ ہے۔ اور ہندوستان کے درد کا درماں رسمیات و دستورات کا کلی استیصال ہے۔ نہ کہ ان کا برقرار رکھنا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرے۔ اور سیاسیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ رسم و دستور "حالت جمود" کے عناصر ہیں۔ اور آزادی فکر و عمل "حالت ترقی" کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ اس لئے اب قوانین ملکی کی بنا رسم و دستور پر رکھنا ترقی کے لئے سم قاتل ہے۔ جب تک یورپ نہیں بلکہ ہر ترقی یافتہ ملک اس حالت میں رہا، ترقی سے محروم اور فسادات سے دوچار رہا اور جب حالت دوم کو اختیار کیا تو ترقی کے بام پر آفتاب بن کر چمکا .... کیوں نہ ہندوستان میں اسی اصول علاج کو کام میں لایا جائے۔ میرے خیال میں ہندوستان میں اب تک باوجود ادعائے ترقی و تعلیم وہی دیرینہ طریقہ جبر و اکراہ فی الدین کا رائج ہے جس کی قدیم تاریخی مثال آرین فاتحین ہند کا ہند کے اصلی باشندوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا ہے اور جس کی موجودہ مثال مسلم گدیوں سے بالجبر تبدیل مذہب کرانے اور ہندوستان سے اسلام کو مٹا دینے کی بلند بانگ دھمکیوں سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی ذیل میں گائے کشی کو تا ژتا بندکرانے کے خبط۔ اور رواجاً جہاں جہاں قربانی نہیں ہوتی تھی وہاں ہمیشہ کے لئے ایک شہری کو اس کے مخصوص فریضہ قربانی کی ادائیگی سے بالجبر روکنے کا ذکر بھی ہو جانا چاہیئے۔ اس حرکت پر ایک طالب علم تاریخ کو ذرا بھی حیرت نہیں ہوتی۔ کہ ہندو کس "معقولیت" اور کس اصول "عدالت" کی بنا پر اپنے عقائد مذہب کو مسلمانوں کے سر بالجبر تھوپتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہب رسم و دستور کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو "معقولیت" کو برداشت نہیں کرتا۔ جیسا کہ "تیج" مورخہ ۲۷ دسمبر نے غریب معقولیت کو ذبح کر دیا ہے۔ اور اس لئے بھی ہم کو ہندوؤں پر متعجب ہونے کا حق نہیں ہے کہ مذہبی غیر رواداری اور بالجبر اپنے عقائد کو غیروں پر ڈالنا ان کا مذہبی فریضہ ہے جس کو وہ برابر انجام دیتے رہے ہیں جیسا کہ سرزمین ہند سے پیروان بدھ کے بالجبر استیصال و اخراج کی خونیں تاریخ سے ظاہر ہے۔ ہم کو صرف حکومت ہند پر حیرت ہے۔ کہ وہ کیوں رسم و رواج کے خرخشے کو ہمیشہ کے لئے پاک نہیں کرتی۔ اسکو اپنے عمل اور قانون کو بجائے رسم کے معقولیت کی بنا پر قائم کرنا چاہیئے۔ رسم اور رواج، ترقی، امن اور انصاف کے دشمن ہیں۔ ہندوستان میں رسم و رواج کو اساس قانون و عمل بنانا ایک خطرناک غلطی ہے۔ کیونکہ اس انوکھے ملک میں جو کچھ ہے رسم و رواج ہی ہے اور اس سے باہر کچھ بھی نہیں ہے۔ کیا اب وقت نہیں آگیا ہے کہ حکومت بیدار ہو، وہم سے آزاد ہو اور پوری دلیری اور سرگرمی کے ساتھ تشدد فی الدین کے اصول کو بکلی مٹا دینے کا مصمم ارادہ کرلے۔ اور آزادی مذہب اور آزادی فکر کا اعلان کر دے۔ یعنی جو لوگ دوسروں کو اپنے مخصوص عقائد و افکار ماننے پر مجبور کرتے ہیں یا رسمیات اختیار کرنے کے لئے تشدد کرتے ہیں یا کسی کو ان کے گھر میں اس کے مخصوص فریضہ مثل قربانی گاؤ کو روکتے ہیں ان کے

میں ملنی چاہیئے جیسا کہ انگلستان میں حاصل ہے۔ ہندوؤں کو حق ہے کہ وہ باجا بجائیں بت پوجیں۔ درگا دیوی کو ماتا کہہ کر پکاریں۔ اس کے تقدس اور حرمت کا پرچار کریں۔ اس کی پوجا کریں۔ لیکن مسلمانوں کو یا کسی اور غیر ہندو کو بھی اپنے مخصوص عقائد کو ماننے اور اپنے مخصوص رسوم پر چلنے کے لئے مجبور کرنا انصاف اور عدالت کا خون کرنا ہے۔ اور سخت حیرت ہے کہ اب تک حکومت ہند کس طرح اس عمل کو قانوناً جاری رکھے ہوئے ہے۔ جیسا کہ قربانی گاؤ کی بعض مقامات میں ممانعت سے ثابت ہے۔ اس کو جلد ختم ہونا چاہیئے۔ ورنہ اگر حکومت ہند ہندوؤں کے غلبہ سے ڈرتی رہی تو پھر ہم کو ہمیشہ مذہبی خطرات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

جب ہم ذرا تاریخی تفحص سے کام لیتے ہیں تو ہمیں حسب ذیل مذہبی موسسات اسی قانون جبر و اکراہ فی الدین کے آثار باقیہ میں سے ملتے ہیں۔ یہ تمام آریہ فاتحین کے فاتحانہ جبر و تشدد اور مفتوحین کی مجبورانہ تسلیم و اطاعت کی یادگار رہیں۔ کیونکہ تاریخ کا فیصلہ ناطق ہے۔ شاستروں کے دستورات اس قدر ظالمانہ اور خلاف انسانیت ہیں کہ اس روشنی کے عہد میں کوئی ریاست ان پر عمل پیرا ہونے کا گمان بھی نہیں کر سکتی۔ ہندو راج میں البتہ اکثریت کو قربان کر کے محض چند اونچی ذات کے اشخاص کو سربلند کرنے کے لیئے ان قوانین کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ سنگٹھن اور شدھی کا مقصود اسی ہندو راج کو لوٹانا ہے جبکہ ہند میں برہمنیت کا راج ہوگا۔ اور تمام غیر برہمن عناصر کو شودر اور غلام کے درجہ میں اتار دیا جائے گا۔ بنا بریں حکومت کا فرض ہے کہ بتدریج اب ان آثار ظلم و جبر کو حدود ہند سے خارج کر دے۔ ورنہ ہر قسم کی ترقی اور سیاسی بلوغ و فروغ کے خیال کو دماغ سے نکال دے۔

بچوں کیلئے ایک دلچسپ اور سبق آموز کتاب

مجھے تاریخ اسلام کے پڑھنے کا ہمیشہ سے شوق رہا ہے۔ اور میں نے اس مضمون پر چھوٹی بڑی کتابیں کثرت سے مطالعہ کی ہیں۔ اس دل پسند مطالعہ کے وقت دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں، بڑے بڑے وزیروں بڑے بڑے بہادروں کے حیرت انگیز کارنامے میرے سامنے آئے اور اپنی اولوالعزمیوں کا مرقع دکھا کر رخصت ہو گئے۔ قابل احترام مقدس بانیان مذاہب کے حالات اور ان کے ذی وجاہت جانشینوں کے واقعات، مبلغوں کے تذکرے عالموں کے سوانح حیات میرے لیئے بہت بڑی دلچسپیوں کا ذریعہ بنے۔ مگر روحانیت اور خدا پرستی، نفس کشی اور منکسر المزاجی بہادری اور اولوالعزمی، حریت و صداقت، ہمت و جرأت مہربانی و مروت وغیرہ وغیرہ کے جو زریں کارنامے تاریخ اسلام میں نظر آئے وہ کہیں نہیں دیکھے گئے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ انسان کے لیئے ہر شعبہ زندگی میں سبق آموز واقع ہوا ہے۔ فقیر سے لے کر بادشاہ تک اور ایک ادنے سپاہی سے لیکر ایک بہت بڑے سپہ سالار تک اور ایک جاہل سے لے کر ایک بہت بڑے عالم تک برابر رہنمائی کا کام دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے تاریخ اسلام کے لکھنے کی طرف بڑی توجہ کی اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں اسی موضوع پر لکھ ڈالیں مگر یہ تمام ذخیرہ نو آموز بچوں کی سمجھ سے باہر ہے۔ اور وہ اس کے علل و اسباب کی تہ میں آئے ہوئے نتائج کے موتیوں کو حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لیئے ضرورت تھی اور بہت بڑی ضرورت تھی کہ آسان اور سلیس مگر بامحاورہ عبارت میں بزرگان دین کے خبستہ خبستہ حالات قلمبند کر کے بچوں کے لیئے ایک دلچسپ مگر سبق آموز کتاب تحریر کر دی جائے تاکہ بچے اسے آسانی کے ساتھ پڑھ سکیں اور ان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو۔ کام کرنے کے طریقے آجائیں۔ اور اندر ہی اندر اصلاح اخلاق بھی ہوتی جائے۔ دلوں میں اپنے بزرگان دین کی تعظیم اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا حقیقی جذبہ پیدا ہو۔

مقام مسرت ہے کہ اس بہت بڑی ضرورت کو حاجی امیر علی صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول ملتان نے محسوس کر کے "سلسلہ طلوع اسلام" لکھنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جس کی پہلی کڑی "شاہی تحائف" کے نام سے شایع ہو چکی ہے۔

یہ رسالہ نہایت موزوں تقطیع میں ایک سو ایک صفحات پر ختم ہوا ہے اور اس میں نو باب ہیں جن میں فتوحات عراق کے خبستہ خبستہ حالات تحریر ہیں۔ کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے۔ چھپائی بھی قابل تعریف ہے قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ مگر یہ تمام باتیں ایسی نہیں جو رسالہ کی قدر بڑھا کر دلوں کو اپیل کر سکیں۔ یہ اوصاف تو اور بھی بہت سی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور پھر بھی کسی مصرف کی نہیں۔

"شاہی تحائف" میں جو سب سے بڑا بیش قیمت جوہر ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب روایات میں وسعت نظر سے کام لے کر صحیح، نتیجہ خیز اور سبق آموز حالات کو ایسے طریقہ سے لکھا گیا ہے کہ کتاب کو شروع کرتے ہی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تک ختم نہ ہولے ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگر کہیں ضعیف اور ناقابل اعتبار روایت آ بھی گئی ہے۔ تو اسے ایسے ڈھنگ سے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر خود بخود اس کے ضعف کا نقش بیٹھ جاتا ہے اور کوئی زہریلا اثر پیدا نہیں ہونے پاتا۔ یہ طرز تحریر غالباً جناب مصنف نے دانستہ اختیار کی ہے۔ اور اس لئے اختیار کی ہے۔ کہ مشاہیر اسلام کے متعلق جو بعض بے حقیقت باتیں یونہی مشہور عام ہو گئی ہیں۔ اور بچے انہی باتوں کو سند صحت کا یقین کر لیتے ہیں اور بڑے ہو کر انہی کی وجہ سے مختلف قسم کی بدگمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ انہیں ہوائی باتیں بھی سنا دی جائیں اور ساتھ ہی ان کی بے حقیقتی پر بھی اشارہ کر دیا جائے۔ تاکہ جس خرابی کے بڑے ہو کر پیدا ہونے کا احتمال ہو ابتداء ہی میں اس کا نقش دھل جائے۔ بنا بریں ہمارے خیال میں یہ سلسلہ اس قابل ہے کہ مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہو۔ مسلمان بچوں کے لئے اس کا پڑھنا نہایت ہی مفید ہوگا۔ بڑوں کو چاہیئے کہ اسے چھوٹوں کے لئے مہیا کریں۔ استاد اپنے شاگردوں کو اس کے پڑھنے کا حکم دیں۔ والدین اپنے بچوں کو اس کے مطالعہ کرنے کی تاکید کریں۔ لایعنی افسانے اور بیہودہ ناول جن سے ہمارے قومی نونہالوں کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں اور ان کی اخلاق پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالتے۔ ان سے بدرجہا اس سلسلہ کا زیب المطالعہ ہونا موزونیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں لطیف ادبی چٹخارے بھی مفقود نہیں اور تہذیب اخلاق کا حقیقی سبق بھی موجود ہے۔

یہ رسالہ شیخ محمد نصیر صاحب ہمایوں بی اے کے خاص اہتمام سے چھپا ہے۔ اور قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور سے بقیمت ۸ مل سکتا ہے۔

(محمد عصمت اللہ)

میسور کے ہندو اور مسلمان

آج کل میسور کی فضا بھی شدھی اور سنگٹھن کے اثر سے مکدر ہو چکی ہے قریباً ایک سال سے مختلف مقامات سے خبریں آرہی ہیں کہ فلاں مقام سے ایک یا دو عیسائی شدھ ہوئے۔ فلاں مقام کی نیچ ذات کے ہندو جو ایک مدت دراز ہوئی عیسائی ہو چکے تھے پھر ہندو کر لئے گئے۔ یہ تمام خبریں ہمارے مسلمان بھائی سنتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے شدھی کے نظارے دیکھتے ہیں مگر ہوشیار نہیں ہوتے۔ ہم لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ انہیں بیدار کریں۔ مگر بے سود وَلا حاصل۔

ماہ رواں کی ۲۴ تاریخ کو یہاں ایک جلسہ ٹون ہال میں ہوا جس میں اکثر برہمنوں نے حصہ لیا۔ تمام کے تمام مقررین برہمن تھے۔ یوں تو اکثر مقرروں نے شدھی کے فوائد پر کچھ نہ کچھ کہا۔ مگر آدرش ہند کے ایڈیٹر صاحب نے ہندوؤں سے کہا کہ "بھائیو! سوامی شردھانند نے اپنے خون کے قطرے جس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے گرائے۔ جس شجر کی آپ نے اپنے خون سے آبپاشی کی اس کی تکمیل کرنا ہمارا فرض ہے" بعد میں مسٹر ایس کرشن سوامی راؤ وکیل نے مہا سبھا کی برانچیں کھولنے کی درخواست کی اور حاضرین جلسہ سے اس کی اجازت حاصل کی۔ آج کل یہاں تمام برہمن اپنے اپنے لڑکوں کو فن کشتی اور لٹھ کی مشق کرا رہے ہیں۔ ہندی کو مروج کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ شبینہ مدرسے ہندی کلاس کے کھلے ہوئے ہیں۔

مسلمان

ہم نے ان واقعات کو نام نہاد لیڈروں اور علما کے آگے رکھا مگر کسی بزرگ نے ہماری نہ سنی ان سے مودبانہ عرض کیا کہ شبینہ مدرسے کھولیں اور ہم لوگ آپ کو مدد دیں گے۔ مفت خدمت کرنے کے لئے تیار رہیں یہ تمام سن لینے کے بعد میرے ایک کرم فرما نے جو مشر بھی ہیں اور مولوی بھی کہا کہ اگر مسلمان ہندو یا عیسائی ہو جائیں تو رنج نہیں مگر قادیانی ہونے نہ پائیں۔

ایک مولوی صاحب ہیں جو حضرت اقدس کے قدیم دشمن ہونے کا دعوٰے بڑے فخر سے کیا کرتے ہیں۔ اکثر میرے دوستوں کو سمجھایا کرتے ہیں کہ "ان بے دینوں کی ہمدردی و محبت کے دام میں نہ آؤ۔ در پردہ تمہیں بے دین و بے ایمان کرنے والے ہیں"

یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ احمدی کہلانا اور اپنا سر تمام دنیا کی طعن و تشنیع سے بچا کے رکھنا آسان بات نہیں۔ ہر روز کچھ نہ کچھ نفروضہ غلطی تلاش کی جاتی ہے بس اس کو پکڑ کر پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ مولوی صاحب ہیں کہ جمعہ کے خطبہ میں "قادیانی درندوں" سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں واعظ ہیں کہ میلاد النبی ... حضرت اقدس ... [illegible]

زور و شور سے کام لیتے ہیں۔ اور جو کمی رہ گئی تھی اس کو حال وارد صوفی پیر جماعت علی شاہ نے پورا کر دیا۔ چار دن سے لگاتار وعظ ہو رہے ہیں۔ وہابی کافر اور جو انہیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ کل حضرت اقدس کی باری تھی۔ اخلاق علی پوری ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:-

"میں نے تمام پنجاب کو اشتہار مباہلے کا دیا اور اپنے ہر سوال کے جواب میں دس دس ہزار کا انعام رکھا ہے۔ سو لاکھ روپیہ کی بات ہے۔ جتنے پیغمبر آج تک گزرے ہیں ان کے نام مفرد تھے۔ مثلاً عیسیٰ موسیٰ محمدؐ وغیرہ وغیرہ۔ جس کا نام مرکب ہو وہ کیونکر پیغمبر ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ غلام احمد ہو یا اس کا باپ وہ بھی کافر تھا اور اس کی نانی کا مرد بھی کافر۔ پہلے مجدد پھر مثیل مسیح۔ پھر مہدی۔ پھر کرشن۔ ایسا بے ایمان مسلمان ہو سکتا ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں گزرے ہیں کسی نے جھوٹ نہیں بولا۔ مگر یہ بے ایمان (معاذ اللہ) براہین احمدیہ میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ زندہ ہیں۔ پھر لگے بولنے کہ مر گئے۔ کیوں بھائی لعنت لعنت۔ ارے لعنت کیوں نہیں بھیجتے۔"

حاضرین میں سے کسی نے لعنت نہیں بھیجی۔ صرف ایک خاص حواری جو اکثر دسترخوان پر حاضری دیا کرتے ہیں بول اٹھے لعنت۔ لعنت۔ یہ ہیں اخلاق حمیدہ و اوصاف ستودہ پیر علی پوری۔

میرے ایک دوست نے جو مجھ سے اکثر احمدیت کے متعلق دریافت کیا کرتے ہیں حسب ذیل سوالات کے جواب آپ سے حاصل کرنے کی درخواست کی ہے۔

(۱) کیا مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔ اگر نہ تھے تو کیوں انہوں نے اپنے آپ کو کرشن اور مثیل مسیح کہا؟

(۲) حضرت صاحب نے اپنے آپ کو ابن مریم کہا کیا یہ دھوکا نہ تھا؟

(۳) جہاں تک شعر سے تعلق ہے مرزا صاحب نے محمد عربی کی شان میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر نثر میں تو اپنی پیغمبری کا دعوٰے بڑے زور و شور سے کیا ہے

میں نے ان تمام سوالات کے جوابات حسب استعداد دیئے مگر اس دوست کو قائل نہ کر سکا۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ ان سوالات کے جوابات توضیح سے کسی قریبی اشاعت میں شایع فرما کر ممنون فرمائیں۔

خاکسار (دیانہ محمد۔ میسور)

پیغام صلح۔ ان سوالات کے جوابات کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین ہوں گے۔

آل انڈیا تبلیغ کانفرنس

پہلے اعلان ہو چکا ہے کہ ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتے میں ایک عظیم الشان آل انڈیا تبلیغ کانفرنس بمقام دہلی منعقد ہوگی۔ اس کانفرنس کے صدر انگلستان کے مشہور و معروف خاندانی نواب اور نو مسلم حاجی لارڈ ہیڈلے ہوں گے۔ تواریخ کا اعلان عنقریب کیا جائے گا۔ اس یادگار زمانہ کانفرنس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور نہ صرف تمام ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مسلم اور غیر مسلم نہایت گہری دلچسپی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہندوستان کے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کانفرنس کو کامیاب بنائے۔ ممبری کی فیس پانچ روپے مقرر کی گئی ہے۔

ہندوستان کے ہر خطہ کے ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اس کانفرنس اور تبلیغ کی امداد کی غرض سے اس کا ممبر بن جائے۔ میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ کانفرنس کی امداد کے لیے اپنی فیس ممبری اور عطیہ خواہ وہ چھوٹی رقم ہو یا بڑی رقم میرے پاس روانہ کریں۔

مساجد کے امام، مسلم انجمنوں کے عہدے دار اور کارکن، برادریوں اور جماعتوں کے چودھری اور سرگروہ اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے لوگوں سے ممبری کی فیس عطیات اور چندے جمع کریں اور میرے پاس بھیج دیں تمام ہندوستان کے مسلمان بہت بڑی تعداد میں اس کانفرنس میں شرکت کریں۔ اور تمام مسلم انجمنیں اس کانفرنس میں اپنے نمائندے بھیجیں۔ یہ بھی درخواست ہے کہ جو حضرات اس کانفرنس میں کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں جلد سے جلد اپنی تجویز میرے پاس بھیجدیں۔

سید غلام بھیک نیرنگ ایڈووکیٹ ہائیکورٹ
معتمد عمومی جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر

مقدمہ لائٹ

بقیہ گواہان استغاثہ پر جرح

۲۹ر نومبر ۱۹۳۶ء کی کارروائی،

لاہور ۲۹ر نومبر۔ آج ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر اخبار لائٹ کا مقدمہ مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ سب سے پہلے

راجہ نرنیدرو ناتھ پر جرح

ہوئی جو گزشتہ پیشی پر نامکمل رہ گئی تھی۔ دیوان صاحب راجہ نرنید رونا تھ نے ملک برکت علی ایم اے وکیل کے سوالات کے جواب میں کہا کہ گزشتہ پیشی کے بعد میں نے "فائٹ ٹو دی فنش" اور "ایوری ہندو اسے راجپال" کے مضامین میں نے بالاستیعاب پڑھے۔ میں سیوا سمتی کانفرنس گوجرانوالہ کے جلسہ میں جو کو ہوا موجود تھا۔ ڈاکٹر مونجے اس جلسہ کے صدر تھے۔ خطبۂ صدارت کے وقت میں دیر سے پہنچا اور پورا نہیں سنا۔ "ٹریبیون" میں اس جلسہ کی جو رپورٹ درج ہوئی مجھے اس کا علم نہیں۔ ڈاکٹر مونجے اسی سال

آل انڈیا ہندو مہا سبھا

کے پریزیڈنٹ منتخب ہوئے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ڈاکٹر مونجے اور پنڈت مدن موہن مالوی ہندو مہا سبھا میں دو بڑی زبردست شخصیتیں سمجھی جاتی ہیں۔ یہ دونوں اشخاص مسلمانوں میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔ یہ صحیح ہے کہ ڈاکٹر مونجے نے اپنی ناگپور والی تقریر میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف لاٹھی کے استعمال کی تلقین کی ہے۔ اور اس کو مسلمانوں سے ہندوؤں کی حفاظت کا سب سے بڑا موثر ذریعہ بتایا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مسلمان اس وجہ سے ڈاکٹر مونجے سے ناراض ہوں کہ اس نے ہندوؤں کو لاٹھی کے استعمال کی تلقین کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ سیاسی اعتبار سے ہندوؤں میں ایک سبھائی نقطۂ خیال ہے۔ اور دوسرا کانگرسی۔ سبھائی نقطۂ خیال کو کانگرسی نقطۂ خیال کے متعلق یہ شکایت ہے کہ وہ کانگرس مسلمانوں کے بالمقابل ہندوؤں کے حقوق کی پوری طور پر نگہداشت نہیں کرتی۔ میں پراونشل ہندو سبھا کی انتظامی کمیٹی کا ممبر ہوں۔ یہ مجلس آل انڈیا ہندو مہا سبھا کی شاخ ہے۔ پنجاب ہندو سبھا کے نام سے ایک اور ہندو سبھا بھی ہے جس کا میں پریزیڈنٹ ہوں یہ سبھا ۱۹۰۹ء یا ۱۹۰۸ء میں بنی تھی۔ میں ۱۹۱۷ء سے اس سبھا کا صدر ہوں۔ اس سے پیشتر سر پرتول چند رچٹرجی اور مسٹر جسٹس لال چند اس کے پریزیڈنٹ تھے۔ میں لاٹھی کے استعمال کی تلقین میں ڈاکٹر مونجے سے متفق نہیں۔ میں لاٹھی کے بجائے اس بات کا حامی ہوں کہ ہندو اپنی جسمانی طاقت کو ترقی دیں۔ اور جسمانی طاقت کے لحاظ سے اپنے آپکو زندہ کریں۔ میں نے ڈاکٹر مونجے سے اپنے اختلاف کا اعلان کبھی پبلک طور پر نہیں کیا۔ لاہور میں

ہندو ویام شالا

کا سنگ بنیاد میں نے ہی رکھا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ اس تقریب پر ویام شالا میں پنڈت مدن موہن مالوی نے بندہ بیراگی کے بت کی نقاب کشائی کی تھی۔ بندہ بیراگی کی تاریخی خصوصیات کا مجھے علم نہیں۔ میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ تاریخ میں اسے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کا قاتل کہا جاتا ہے۔ ویام شالہ میں ہندو نوجوانوں کے لئے کشتی وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ میرے ان خیالات کو عمل میں لایا گیا ہے جو میں ہندوؤں کی جسمانی ترقی کے متعلق رکھتا ہوں۔ ان خیالات کا اظہار میں نے ہندو مہا سبھا کے ۱۹۲۸ء کے خطبہ صدارت میں کیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اکھاڑوں وغیرہ کی تحریک ویام شالہ کے قیام سے تین چار سال پیشتر سے جاری تھی۔ ویام شالہ میں میں نے پانچسو روپیہ چندہ دیا۔ وکیل نے برہمو سماج کا اخبار برہم پرچارک مورخہ راجہ صاحب کو دکھایا۔ جسکو دیکھکر انہوں نے کہا کہ جس

مذہبی کانفرنس

کا اس پرچہ میں ذکر ہے وہ میرے صدارت برہمو سماج مندر لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ مولانا یعقوب خاں صاحب نے وہاں کوئی تقریر کی تھی۔ لیکن اگر اس پرچہ میں یہ لکھا ہے تو میں مانتا ہوں کہ انہوں نے وہاں Universality of Brotherhood اور Religion

[illegible] man [illegible]

لائٹ کا دوسرا مضمون بعنوان "کنفیشن آف کرائم" میں نے نہیں پڑھا۔

اسلامی تاریخ

اور نبی اسلام (صلعم) کے حالات زندگی سے میں واقف ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ نبی اسلامؐ نے مکہ والوں سے تنگ آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہاں بھی ان کا تعاقب کیا گیا۔ مدینہ میں (؟) کی [illegible] جہانتک مجھے یاد ہے دفاعی رنگ رکھتی تھیں۔ یہ سچ ہے [illegible] مسلمان حکومت کے مختلف شعبوں کے متعلق بہت سی شکایت کرتے ہیں۔

بنیوں کے متعلق شکایات

مسلمانوں کو تو شاید نہ تھی۔ لیکن حکومت نے مسلمانوں کو ان کے خلاف کھڑا کیا ہے۔ میں نے اس قسم کی شکایات سب سے پہلے مسٹر تھارن کی کتاب میں پڑھیں۔ یہ سچ ہے کہ مسٹر تھارن کی یہ شکایات بالعموم مسلمان زمینداروں کے مفاد کے لئے تھیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مسلمانوں نے حال ہی میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں ساہوکارہ بل پیش کیا تھا۔ جس کی ہندوؤں نے بحیثیت جماعت مخالفت کی تھی۔ اور مسلمان بحیثیت جماعت اس کے موید تھے۔ یہ سچ ہے کہ

شدھی کی تحریک

سے مسلمان بالعموم ناراض ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ "فائٹ ٹو دی فنش" کے پیرا ۲ میں As long as Arya Samaj سے لے کر آخر پیرا تک مضمون نگار نے انہی شکایات کو دہرایا ہے جو مسلمان ہندوؤں کے خلاف رکھتے ہیں to pervert The Muslim masses کے الفاظ جو اس پیرا میں ہیں۔ ان میں تحریک شدھی کی طرف اشارہ hydra-headed monster ہے سے وہ ذہنیت مراد ہے جس کا اوپر ذکر ہے۔ تمام پیرے میں انہی شکایات کو بیان کیا گیا ہے جو مسلمان بالعموم ہندوؤں کے خلاف رکھتے ہیں۔ The wisdom of true believer فراست مومن کے معنے ہیں (یعنی ایک سچے مسلمان کی عقل)

دیگر فقرات کی تشریح

Unless and untill the Hindu has been restored to his normal human mental vision, the word rest must be taboo.

اس فقرہ میں مضمون نگار نے مسلمانوں کو فہمائش کی ہے کہ وہ اپنی ایجی ٹیشن کو جاری رکھیں۔ جب تک کہ ہندوؤں کی ذہنیت درست حالت پر نہ آجائے۔ let your arms let your [؟] be strong physical strength be strong یعنی تمہاری جسمانی طاقت مضبوط ہونی چاہئے۔ اس میں اپنے قدموں پر کھڑے ہونے سے بڑھ کر کسی بات کی تعلیم ہے۔ let your steel be bright کے معنے یہ نہیں ہو سکتے کہ تمہارا کیریکٹر پاکیزہ ہونا چاہئے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ تمہاری طاقت زبردست ہونی چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ صفحہ ۴ پر steel کے معنے "طاقت" کئے گئے ہیں where must this steel come from کے بعد جو باتیں بتائی گئی ہیں اس میں اپنا لائحہ عمل بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے کام کرنا چاہئے۔ your arm— exercise it کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی طاقت کو بڑھانا چاہئے۔ your purse — keep it full کا مطلب ہے کہ فنڈز مضبوط ہونے چاہئیں۔ your ranks — close them up کا مطلب ہے کہ نظام درست ہونا چاہئے۔ اس پروگرام پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

اس کے بعد خان صاحب شیخ عبد العزیز سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ پر جرح ہوئی۔ جس کی تفصیل آئندہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین کرام ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

آئندہ پیشی کے لئے ۹-۱۰ دسمبر تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

(پہلے صفحہ کا بقیہ مضمون)

مگر انہوں نے پیروں کی طرح تقدس کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ جب انہیں بادشاہ بنایا گیا تو صاف کہا ان احسنت فاعینونی۔ وان زلت فقومونی۔ اگر میں سیدھا چلوں تو میری اعانت کرو۔ اور اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کرو۔

پیر اور مسمریزم

آج مسلمان بالکل گر چکے ہیں۔ طرح طرح سے پیروں نے ان کو دبا رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی پیر ہیں۔ جو مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا اثر مریدوں اور مریدنیوں پر جا لیتے ہیں۔ یہ ایک فن ہے ہر شخص اس کو سیکھ کر اپنا اثر دوسرے پر ڈال سکتا ہے۔ اور ایک پیر کے مرید تو پہلے ہی اس کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ وہ تو پہلے ہی اسے مقدس سمجھتے ہیں۔ ان پر اور اثر ڈال لینا کیا مشکل ہے۔

نذر کا روپیہ

جس قدر روپیہ پیروں کی نذر ہوکر برباد ہوتا ہے۔ اگر وہی روپیہ کسی نیک کام پر صرف ہو تو دنوں میں قوم زندہ ہو سکتی ہے۔ مگر دینے والے تو آخر وہی ہیں۔ یا پیروں کی نذر پر روپیہ صرف ہوگا یا وہ خدا کے دین کی ترقی کے لیے خرچ ہوگا۔

ایک حادثہ جانکاہ

مولانا غلام حسین صاحب وزیر داخلہ ریاست بہاولپور کی بہو کے انتقال کی خبر اسلامی حلقوں میں افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ مرحومہ کی بیماری اور وفات کے وقت مولانا موصوف کو یکے بعد دیگرے اس وقت پہنچے جب آپ ندوۃ العلماء کے جلسہ کی صدارت امرتسر میں فرما رہے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو صدارت چھوڑ کر مرحومہ کے جنازے میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔

ہمیں اس صدمہ میں مولانا غلام حسین صاحب اور ان کے فرزند ارجمند اور مرحومہ کے دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک ماہ کے دینی مجاہدہ کے جواب میں

ایک مخلص دوست کا خط

(جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

یہ سب سے پہلا خط ہے جو مجھے میری اپیل کے جواب میں ایک مخلص دوست کی طرف سے پہنچا ہے۔ اور اس نے اس قدر مجھے خوش کیا ہے۔ اور میری امید کو بڑھایا ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں نہایت شکریہ کے ساتھ اس کو اخبار میں شایع کراتا ہوں تاکہ دوسرے احباب کے لئے تحریص و ترغیب کا باعث ہو اور ان کو معلوم ہو کہ ایسے ہی کارکنوں کے کندھوں پر اس سلسلہ کا تمام کاروبار چل رہا ہے جن کے حوصلے اس قدر بڑے اور جن کی ہمت اس قدر بلند ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے فضل خدا سے سینکڑوں اس قسم کے آدمی اس مجاہد جماعت میں موجود ہیں۔ جن کے آگے اس اپیل کا بہترین جواب دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ میں ان سب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ نہایت ہی دردِ دل سے اس کام کو جلسہ سے پیشتر کریں۔ اور انجمن کو اپنی ان کوششوں کے ذریعہ سے اس قابل بنا دیں کہ وہ اپنی مشکلات سے باہر نکل آئے۔ جہاں ان کی قربانیوں کے اور بڑے بڑے کارنامے خدا کے فضل سے آج دنیا پر روشن ہیں۔ یہ بھی ایک زندہ مثال ہوگی۔

اپنے مخلص دوست کی چٹھی کو شایع کرتے ہوئے میں نہایت افسوس سے یہ معذوری ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس سلسلہ میں دیگر دوستوں کے جوابات شایع کرنے کے قابل نہ ہوسکونگا۔ کیونکہ ہفتہ وار اخبار ہے اور مجاہدہ کی میعاد تھوڑی ہے۔ ہاں جلسہ سالانہ کے بعد ان تمام احباب کا مفصل تذکرہ کرسکونگا جو اس کارِ خیر میں حصہ لے کر مجھے اور انجمن کو اپنی امداد سے قوت پہنچائیں گے۔

والسلام

خط

کیمبل پور ۷۸۶ ۲۸ر نومبر ۱۹۲۷ء

مکرمی معظمی جناب سید محمد حسین شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا پیغام مورخہ ۲۵ر نومبر۔ آج مورخہ ۲۸ر نومبر وقت ۸ بجے پڑھکر کوائف سندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ آپ کے مضمون نے عموم اور حضرت صاحب کے شعر نے بالخصوص میرے پر نمایاں اثر کیا واللہ سوئی کا ہار پرو دیا گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس سے پیشتر خاکسار اکیلا ہی یہاں جماعت کا فرد تھا۔ لیکن اللہ کی مہربانی سے ایک اور قادیانی جماعت کا فرد نئی جماعت میں داخل ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت امیر صاحب کی بیعت بھی باقاعدہ کرلی ہے۔ اور دو ماہ سے چندہ ماہوار بھی دے رہا ہے یہ صاحب سرکل جسٹرار صاحب کے کپ کلرک ہیں۔ اور میرے ہی دفتر میں تعینات ہیں۔ اللہ پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب ہم دو ہوگئے ہیں زیادہ کی امید کی جاسکتی ہے۔ خاکسار نے ایک سالانہ رپورٹ ۱۹۲۷ء اپنی طرف سے حضرت امیر کی خدمت میں بھیجدی ہے۔ جو آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس میں میں نے جملہ کارروائی سال زیر رپورٹ عرض کر دی ہے، آج آپ کا راحت نامہ صادر ہوا۔ آپ کا ہم جملہ احمدی صاحبان کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ جنھوں نے ہم تمام کو اپنے قومی امتیاز کی طرف متوجہ کیا۔

محترم شاہ صاحب۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج ۲۸ر نومبر سے ۲۲ر دسمبر تک روزانہ بلا ناغہ کم از کم ایک گھنٹہ چندہ فراہم کرنے کے لئے ہر ایک مسلم کے در دولت پر فقیرانہ صدا دیا کرونگا۔ کہیں سے ملے نہ ملے اور جو کچھ ہوگا اول تو انشاء اللہ ۱۵ر دسمبر تک بذریعہ منی آرڈر بھیج دونگا یا خود سالانہ جلسہ پر حاضر ہوکر رپورٹ کرونگا۔ دیگر میں آپ کو ہفتہ وار یہ بھی رپورٹ کرتا رہونگا کہ اس ہفتہ میں کیا جمع ہوا۔ ہر دکھ اٹھانے کے لئے۔ بُرا بھلا سننے کے لئے۔ گالی گلوچ سہنے کے لئے میں انشاء اللہ ثابت قدم رہونگا۔ لیکن آپ سے ایک التماس ہے کہ دعا سے مدد کرتے رہنا۔ آپ بزرگوں کے حوالے ہے۔ مجھے اپنے مولا کریم ورحیم سے امید واثق ہے کہ وہ مجھے ضرور اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے گا۔ آمین ثم آمین۔

محترم شاہ صاحب۔ میں اپنے جملہ بھائیوں کی توجہ آپ کی اس مذکورہ گشتی چٹھی کی طرف دلاتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک یہ کوشش کرے کہ جب آپ ہم سے سالانہ جلسہ پر سوال کریں۔ (جیسا کہ آپ نے اپنی چٹھی میں وعدہ کیا ہے) تو ہر ایک کا جواب حوصلہ افزا ہو۔ کہیں سے مایوسی کی صدا نہ آئے اور نہ آنی چاہیئے۔ میں سرحد کے کنارہ پر ہوں جہاں کے لوگ جس مزاج کے واقع ہوئے ہیں سب احباب کو معلوم ہے لیکن میں یہ فخریہ کہونگا کہ اگر آدمی دیوانہ وار محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے نکل پڑے تو خار بھی گلزار ہو جاتے ہیں۔ میرا یہ تجربہ ہے۔ میں نے ان حضرات سے تقریباً اسی روپے (۸۰) کی رقم فراہم کی ہے۔ اور اب بھی انہی سے مزید وصولی کی امید کرتا ہوں۔ ان کا کام ہے بُرا بھلا کہنا۔ گالی گلوچ نکالنا۔ ہمارا کام ہے اس کا جواب خوشی سے دینا اور کاسۂ گدائی آگے آگے کرنا۔ اگر ان کو گالی گلوچ سے شرم نہیں آتی تو ہم کو مانگنے سے کبھی شرم نہیں آنی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا مطلب تو پورا ہو جاتا ہے چاہے وہ [illegible] رنگا کہ ہم میں سے

ہر ایک کو ہمت سے دلیری سے اور قوت ایمانی سے کام میں مشغول ہو جانا چاہیئے۔ اور ہر ایک کے لئے نماز پنجگانہ میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کرنا چاہیئے۔ اسلام واقعی خطرہ میں ہے۔ ہمیں اس کی حفاظت کے لئے مال۔ جان۔ آرام۔ فدا کرنا چاہیئے۔ اور نہایت سکوت سے دل جمعی سے اور تسلی سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ لڑائی دنگا کرنا جاہل قوم کا کام ہے

خاکسار

چودہری فضل داد انچارج کلرک

انجمن کی مالی مشکلات

قابل توجہ سکرٹری صاحبان وممبران شاخہائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احباب کو علم ہے کہ انجمن آجکل مالی مشکلات کے اندر ہے یہ اس قسم کی تکلیف ہے کہ سب انسانوں اور کام کرنے والوں پر آتی رہتی ہے۔ لیکن ایسے وقت میں جو قوم ہمت ہار دیتی ہے۔ وہ ابھر نہیں سکتی۔ جماعت کا یہ کام ہے کہ وہ زور لگا کر اس حالت سے نکل آئیں اس لئے ایک طرف جملہ احباب کو انفرادی طور پر اس کام میں مصروف ہونے کی درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں سے خاص چندے فراہم کریں۔ جس کے ساتھ اب دوسری درخواست ہر ایک احمدی دوست کی خدمت میں یہ ہے کہ وہ اپنا اپنا کل بقایا ہر قسم کے چندوں کا اس ماہ میں ضرور ادا فرما دیں۔ جلسے سے پیشتر ہی بھیجدیں تو ان کی مہربانی ہے۔ اور جو بہت دور دراز ہیں اور کسی صورت جلسہ میں شرکت نہیں فرما سکتے تو وہ ضرور ہی جلسے سے پیشتر اپنی رقوم بھیجدیں۔ تاکہ ان کی غیر حاضری کا نقصان اس طرح پورا ہو جائے۔ اور باقی جملہ احباب جلسۂ سالانہ پر یہ انتظام فرما کر آئیں کہ ان کے سب بقائے ادا ہو کر ایسی صفائی ہو کہ ایک شخص بھی اس بقایا کے داغ کے نیچے ابتدائے سال میں دکھائی نہ دے۔ یہ وہ بات ہے جس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے دلہوزی کے قیام میں خاص طور پر جملہ احباب کو توجہ دلائی تھی۔ امید ہے کہ تمام دوست اس بارہ میں پوری توجہ کرکے ایک نمونہ قایم کریں گے۔ اس سلسلہ میں میں حسب ذیل مدات کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔

(۱) چندہ ماہوار (۲) مستقل سالانہ چندہ وعدہ ہائے جرمن مشن۔ (۳) وقتی وعدے۔ برلن مسجد۔ تبلیغ ہند۔ مفت تفہیم قرآن وسیرت خیر البشر

سید محمد حسین فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

میاں محمود احمد صاحب کے خطبہ جمعہ پر ایک شخص کے چند اعتراضات اور ان کا مدلل جواب

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کی قلم سے)

اعتراض - کیا یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت میں بھی منافقین کا ایک مجمع تھا۔ جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب کے خطبۂ جمعہ فرمودہ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۷ء مندرجہ اخبار الفضل مجریہ ۲۴ر نومبر ۱۹۳۷ء سے ظاہر ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں "اب تیرہ سو سال کے بعد خدا تعالیٰ نے سلسلۂ احمدیہ قایم کیا۔ اس وقت جس طرح مومنوں کی جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی۔ منافقوں کی ٹولی بھی پیدا ہو گئی جنھوں نے گندے سے گندے اتہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لگائے جو دیانت اور تقوے کے خلاف تھے جو پاکیزگی اور بزرگی کے خلاف تھے۔ ایسے لوگ بظاہر جماعت میں سے کہلاتے تھے مگر گندے اور ناپاک الزام لگاتے تھے"

منافقت کیونکر پیدا ہوتی ہے

جواب - منافقت ایک شائبہ شرک کا ہے۔ جب غیر اللہ سے کسی نفع کی امید یا نقصان کا ڈر انسان کو ہو تو منافقت پیدا ہوتی ہے مثلاً کسی حاکم کی حکومت یا طاقت کا ڈر ہو تو انسان منہ سے وہ باتیں کہتا یا وہ کام کرنے لگتا ہے۔ جس کے ساتھ اس کا دل شامل نہیں ہوتا یا کسی صاحب سلطنت یا دولت سے کوئی نفع کی امید ہو تو انسان اپنی مرضی کے خلاف بھی اس کی ہاں میں ہاں ملانا اور اس کے حسب منشا کام کرنے لگتا ہے۔ اسی کا نام منافقت ہوتا ہے۔ پس جب تک کسی کے پاس سلطنت و حکومت طاقت و دولت نہ ہو اس کے گرد منافقوں کا جمع ہونا بے معنی ہے۔ ایک کمزور مفلس شخص کی مخالفت ہر ایک کر لیتا ہے اسی کسی پردہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

زمانہ نبوی میں منافق

اسی لیے حضرت نبی کریم صلعم کی کی زندگی میں آپ کی جماعت میں کوئی منافق شامل نہیں ہوا۔ کیونکہ اس وقت آپ کی حالت نہایت بے کسی اور بے بسی کی تھی۔ مخالف نہایت بے باکانہ طور پر آپ کی مخالفت کرتے اور آپ کو دکھ پہنچاتے تھے۔ اپنی بیہودگیوں اور استہزا۔ ایذادہی اور شرارتوں کے لیے وہ کسی پردہ اور منافقت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے کھلم کھلا جو چاہتے تھے کہتے تھے۔ اور جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کو مدینہ میں حکومت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالےٰ نے مخالفوں کی شرارتوں کو رد کرنے کی طاقت بھی بہم پہنچا دی تو کمزور دل مخالفوں نے منافقت اختیار کر لی۔ یعنی ظاہر میں اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے۔ لیکن دربردہ دشمن رہے۔ اور ہر موقع پر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا۔ اور جہاں موقع ملا ہر ایک قسم کی دربردہ نکتہ چینی اور شرارت پر آمادہ ہو جاتے رہے۔

سلسلہ احمدیہ میں منافق نہیں

سلسلہ احمدیہ درحقیقت آنحضرت صلعم کی کی زندگی ہی کا ایک نقشہ ہے۔ حضرت مسیح موعود کی حالت بھی رسول کریم صلعم کی کی زندگی کی طرح ایک بے بسی اور بے کسی کی حالت تھی آپ نہ کوئی حکومت رکھتے تھے۔ نہ مخالفوں کو سزا دینے کے لیے کوئی دنیوی طاقت رکھتے تھے۔ آپ کے مخالف کھلم کھلا آپ کو گالیاں دیتے تھے۔ اور آپ کے سلسلہ کو تباہ کرنے کے لیے کوشش کرتے تھے۔ پس ایسے شخص کے ساتھ منافقوں کا جمع ہونا ایک نہایت بے معنی بات ہے۔ کسی کی شامت آئی تھی یا دماغ پھر گیا تھا جو اچھا خاصا مسلمان کہلاتا کہلاتا کافر کہلانے کے شوق میں احمدی بن جاتا۔ اور تمام اعزا و اقربا کا مورد طعن و تشنیع ہو جاتا۔ کسی کو کیا مرزا صاحب کی حکومت کا خطرہ تھا۔ جو ڈر کر انہیں مسیح موعود مان لیتا۔ یا دربار کوئی سدا برت لگا ہوا تھا کہ روپے کے لالچ سے آپ کے ساتھ جا شامل ہوتا۔ ایک شریف آدمی جو خدا کے فضل سے اچھے سے اچھا کماتا ہو اور قوم میں بھی عزت رکھتا ہو۔ اسے کیا غرض جو اپنی گرہ سے چندہ بھی دے اور ساری دنیا کی بدنامی بھی اپنے ذمہ لے اور گالیاں کھاتا اور کافر کہلاتا پھرے۔ اور شریر آدمیوں کے ہاتھ سے ناحق دکھ اٹھاتا پھرے۔ پس یہ قطعاً غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت میں منافقوں کی بھی ایک جماعت مل گئی تھی۔ اور نہ کسی احمدی جماعت کے فرد نے حضرت مسیح موعود پر کوئی گندہ الزام لگایا۔

جماعت لاہور میں کوئی منافق نہیں

میں بڑے زور و شور سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اس سے ان کا اشارہ لاہوری جماعت کی طرف تو نہیں؟

جواب - لاہوری جماعت کے افراد نے حضرت مسیح موعود کو کوئی روپے یا ملازمت کے لالچ سے یا کسی ڈر سے نہیں مانا تھا۔ جو ان میں منافق پیدا ہوتے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے مقدور بھر سلسلہ کی خدمت ہی کرتے رہے۔ اور آج بھی باوجود قادیان سے الگ ہو جانے کے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود سے اور بھی زیادہ مستحکم ہے۔ اور باوجود لوگوں کے اعتراضات کے اور طرح طرح کی ترغیبوں اور لالچوں کے انہوں نے کبھی پسند نہیں کیا کہ ان کی احمدیت پر کوئی حرف آئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کو اگر مانا تو سچے دل سے اور اخلاص سے مانا اور آج بھی اسی طرح اخلاص سے انہیں مسیح اور مہدی اور مجدد زمانہ مان رہے ہیں۔

میاں صاحب کے مریدین میں منافقت

پس میاں صاحب کا منافق کا خطاب یقیناً ایسے لوگوں کے لیے ہے جو ان کی اپنی بیعت میں شامل ہیں۔ جیسا کہ ان کی تقریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے قادیان کے بعض مریدوں پر اسی خطبہ میں یوں عتاب ہوتا ہے:-

"اتنی مشابہت کو دیکھ کر کہنا کہ ابھی تک ہمیں منافقوں کے متعلق علم نہیں دیا گیا کیسی نادانی ہے۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے اشخاص کے پاس جا کر بیٹھتے ہیں ان کی گھنٹوں صحبت رہتی ہے اور ان کو معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں لیکن جب پوچھا جاتا ہے کہ فلاں شخص تمہارے پاس آکر اس قدر کیوں بیٹھتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یونہی بیٹھتا ہے کوئی منافقت اور فتنہ کی بات تو نہیں کرتا۔ مگر کون عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص اس کی منافقت میں شامل نہیں"

کیا آنحضرت پر ناپاک الزام لگے؟

اعتراض - میاں صاحب نے یہ جو خطبہ جمعہ میں ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم اور خلفا پر فسق و فجور یعنی زنا وغیرہ کا الزام لگتا رہا یہ کہاں تک درست ہے۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ خود نبی کریم صلعم پر یہ الزام کہ نعوذ باللہ آپ زینب کو برہنہ نہاتے دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے تھے۔ یا کسی لونڈی سے تعلق تھا۔ خود نبی کریم صلعم کی زندگی ہی میں لگا۔ اور اس کے لگانے والے منافق تھے۔ اور تمام خلفا پر بھی ایسے ہی الزام لگے۔ یہاں تک کہ خود حضرت مسیح موعود پر گندے سے گندے الزام لگے۔ اور حضرت مولانا نور الدین صاحب پر بھی فسق و فجور اور خیانت کے الزام لگے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ باتیں کہاں تک درست ہیں۔ اس خطبہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فسق و فجور کا الزام لگنا سنت انبیا و خلفا ہے۔

جواب - مجھے تمام نبیوں کا تو پتہ نہیں۔ البتہ قرآن میں حضرت یوسف پر الزام لگنے کا ذکر ہے سو اس کے لیے خدا نے بڑی غیرت دکھائی۔ اور بڑی صفائی سے حضرت یوسف کی بریت کی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی زندگی میں کسی الزام کا لگنا قطعاً غلط ہے۔ کسی لونڈی سے تعلق یا زینب کا ننگے نہانا اور اس پر آپ کا عاشق ہونا یہ کہیں سے ثابت نہیں۔

الزامات کی روایات وضعی ہیں

یہ بعد میں خبیث لوگوں کی اختراع ہے محققین محدثین نے ثابت کیا ہے کہ ایسی روایتیں وضعی ہیں۔ اور ان کے وضع کرنے والے کذاب ہیں۔ جنھوں نے بعض خلفا کی عیش پرستیوں کے جواز کے لیے ایسے ناپاک قصے گھڑے۔ میاں صاحب جو چاہیں کہیں۔ ان کی باتیں ان کے مریدوں کے لیے قرآن و حدیث کا حکم رکھتی ہوں گی۔ کسی محقق یا عقلمند کے لیے نہیں ہو سکتیں۔

کیا واقعات کے صریح خلاف ہم یہ مانیں کہ یہ روایتیں سب صحیح ہیں۔ اور ان کے راوی سب ثقہ ہیں۔ اور پھر بڑی مشکل ہوگی کہ جب ان روایتوں کی آخری کڑی کسی صحابی پر ختم ہوگی۔ تو مانیں کہ وہ صحابی منافق تھا۔ اور پھر یہ کیا ثبوت ہوگا کہ یہ منافقوں کی ایجاد تھی۔ اور کوئی واقعی بات نہ تھی۔ صرف میاں صاحب کا کہہ دینا تو کافی نہیں۔ کہ یہ منافقوں نے پھیلائی تھی۔ کیا میاں صاحب پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ یا اس زمانہ میں موجود تھے۔ کس قدر خطرناک بات ہے۔ کہ وضعی روایتوں کو کہہ دیا جائے کہ وہ سب درست ہیں

ہاں جب رسول اللہ صلعم کے زمانہ تک وہ روایت پہنچ جائے تو پھر خود بخود فرض کر لیں کہ یہ منافقوں نے اڑائی ہوگی۔ حالانکہ اس روایت میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ یہ منافقوں نے اڑائی تھی۔ اور لطف یہ کہ منافقوں نے ایسا گندہ الزام آنحضرت صلعم پر لگایا اور قرآن میں آپ کی بریت کا ایک لفظ نازل نہیں ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی حضرت عائشہ صدیقہؓ پر منافق الزام لگاتے ہیں تو خدا ان کی بریت کے لیے ایک سورت نازل کر دیتا ہے۔ مگر خود محمد رسول اللہ صلعم پر الزام لگتا ہے اور خدا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ ایک آیت بھی تو بریت کی نازل نہیں کرتا اور مزہ یہ کہ زینب کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ وہاں اس اعتراض کا جواب تو موجود ہے کہ متبنے درحقیقت بیٹا نہیں ہوتا۔ اور اس کی مطلقہ بی بی سے نکاح کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ مگر ننگی نہاتی کو دیکھ کر عاشق ہونے کے الزام کا خدا کوئی جواب نہیں دیتا۔ گویا نعوذ باللہ خدا کے پاس بھی اس کا کوئی جواب نہیں۔ ایک دفعہ کسی نے کہا تھا کہ مال غنیمت کی تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ تو حضرت نبی کریم صلعم نے اظہار ناراضگی فرمایا اور بڑے زور سے اپنی صفائی پیش کی اور ساتھ ہی خدا نے بھی ایک آیت نازل کر دی کہ **ما کان لنبی ان یغل** کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔

آنحضرت صلعم کی پاک باطنی

ایک دفعہ رات کو آنحضرت صلعم اپنی ایک بی بی کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک صحابی پاس سے دیکھ کر گزر گیا۔ آپ نے اسے واپس بلایا اور اپنی بی بی کا چہرہ اسے دکھا کر فرمایا کہ دیکھ لو یہ میری اپنی بی بی ہے۔ اس نے عرض کی کہ معاذ اللہ مجھے کبھی ایسی بدگمانی ہو سکتی ہے کہ میں یہ خیال کروں کہ کوئی غیر عورت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ ممکن ہے کہ شیطان تمہارے دل میں کوئی وسوسہ ڈالتا۔ سبحان اللہ کیسی صفائی ہے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ کسی شخص کے دل میں بدگمانی کا موقع بھی پیدا ہو۔ چہ جائیکہ منافق آپ پر ننگی نہاتی کو دیکھ کر عاشق ہونے کا اور لونڈی سے تعلق کا الزام لگائیں۔ اور آپ اپنی بریت میں ایک لفظ نہ فرمائیں اور نہ خدا ہی کوئی آیت اتارے۔

آنحضرت کی زندگی الزامات سے پاک ہے

سو عزیز من! یہ حضرت نبی کریم صلعم کی سخت توہین ہے کہ وضعی روایتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے الزامات قرار دیا جائے۔ جن کا رد نہ خدا نے کیا نہ خود رسول نے کیا۔ ایک شخص کے زمانہ میں۔ اس کی زندگی میں اس پر الزام لگائے جائیں اور وہ ان کی تردید نہ کرے تو وہ الزامات تو خود بخود ثابت ہو گئے۔ پس میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ نبی کریم صلعم پر آپ کی زندگی میں کوئی ایسا الزام نہیں لگا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے بڑے زور اور تحدی سے کفار کے سامنے آپ کی زندگی ہی کو آپ کی صداقت پر بطور دلیل کے پیش کیا۔ کہ **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون**۔ کہ بے شک میں تم میں ایک عمر رہا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ میرے کیرکٹر پر کوئی داغ دکھا کر تو بتاؤ۔ یہ وہ تحدی تھی جس کا نہ کافروں کے پاس جواب تھا نہ منافقوں کے پاس۔

مسیح موعود پر کسی مرید نے الزام نہیں لگایا

اسی طرح حضرت مسیح موعود پر اگر کوئی فسق و فجور کا الزام لگتا تو آپ ضرور اپنی بریت فرماتے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے صحیح حالات سے لاعلمی کی وجہ سے لنگر سے مالیوں کے روٹی کھانے پر سوال کیا تو آپ نے کس زور سے اس کا جواب دیا۔

گورداسپور کے مقدمہ میں جب حکام نے انہیں کرم دین سے راضی نامہ کر لینے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ جب چپ چپاتے راضی نامہ کر لینے سے میرے کیرکٹر پر حرف آتا ہے۔ حکام مجھے عدالتوں میں گھسیٹتے گھسیٹتے تھک جائیں گے۔ اور میں نہیں تھکونگا۔ جب تک میرا کیرکٹر صاف نہ ہو جائے کیونکہ میں ایک جماعت کا امام ہوں میرا کیرکٹر صاف ہونا چاہیے۔ اس پر حضرت یوسفؑ کی مثال سنائی کہ جب انہیں قید خانہ سے نکالنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میری بریت اس الزام سے کر دو جو مصر کی عورتوں نے مجھ پر لگایا ہے۔ چنانچہ جب تک اس الزام سے بریت نہیں ہوئی آپ قید خانہ سے نہیں نکلے۔ وجہ یہی کہ وہ ایک قوم کے پیشوا تھے۔ اگر ان کا کیرکٹر داغی رہ جاتا تو ان کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے حرف باقی رہتا۔ پس مسیح موعود پر ان کی جماعت کے بعض لوگ اگر کوئی الزام لگاتے تو آپ کا کیا فرض نہ تھا کہ اس الزام کی تردید کرتے۔ اور پھر میری سمجھ میں ان مریدوں کا دماغ

سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

(۴۴)

مسیح ابن مریم اور حضرت مسیح موعودؑ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

اعتراض — ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو
اس سے بہتر غلام احمد ہے
اس کا کیا مطلب ہے؟

ابن مریم کی آمد

جواب۔ مطلب یہ ہے کہ غلطی سے لوگ آخر زمانہ میں ابن مریم کی آمد کے منتظر تھے۔ انہیں خدا کی طرح حی قیوم الآن کما کان تمام احتیاج بشری سے پاک زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا مانتے تھے۔ اور آخری زمانہ میں انہیں دنیا میں لا کر آنحضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی ختم نبوت کی مہر کو توڑتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب آنحضرت صلعم کی امت کا بیڑا غرق ہونے لگیگا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روحانی فیض لیا بیکار ہو جائے گا اور معدوم ہو جائے گا کہ اس سے فیض پا کر کوئی آپ کا غلام امت کی اصلاح کے منصب پر فائز ہونے کے قابل پیدا نہ ہو سکے گا تو پھر ابن مریم آکر یہ ڈوبتا ہوا بیڑا پار لگائے گا۔ اور امت محمدیہ کی کامیابی کسی فیضان محمدی کا نتیجہ نہ ہوگی بلکہ مسیحی فیوض انجام تک چلیں گے اور تب وہ ہدایت جس کا تمام دنیا میں پھیلانا رسالت محمدیہ پر فرض تھا ابن مریم کے ذریعہ سے پھیلے گی۔ اور رسالت محمدیہ کے اس تصور اور نقص اور کمی کو ابن مریم آکر پورا کریں گے۔ رسالت محمدیہ کی ہتک میرے خیال میں اس سے بڑھ کر متصور نہیں ہو سکتی۔

فیض محمدی سے مماثلت انبیاء

حضرت مرزا صاحب نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ یہ مرتبہ عالی محض حضرت نبی کریم صلعم کی غلامی کا نتیجہ ہے جیسا کہ ان کا اپنا الہامی شعر ہے کہ:

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اور یہ بھی بتایا کہ رسول اکرم صلعم کا فیض آپ کے غلاموں کو ان مقامات عالیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ جن میں وہ انبیاء کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مطابق وہ کسی نبی کے مثیل ہو جاتے ہیں۔

غیر نبی کو نبی پر فضیلت

بلکہ بعض حالتوں میں اپنے کارناموں کے لحاظ سے وہ کسی گزشتہ نبی پر بھی فضیلت پا جاتے ہیں۔ مگر یہ ایک جزئی فضیلت ہوتی ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر بعض دفعہ ملتی ہے۔ جیسا کہ جزئی فضیلت کے متعلق جو انہیں حضرت عیسٰے پر تھی۔ ریویو مسئلہ ۔۔۔ میں وہ خود فرماتے ہیں۔

کیا ہی مثیل عیسٰے بھی بہت سی باتوں میں عیسٰی سے بڑھکر ہے
اور یہ جزئی فضیلت ہے جس کو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔

نبی متبوع کے کمالات متبع میں

اس قسم کی احمد کے غلاموں کی فضیلت کسی گزشتہ نبی پر ایک حقیقت ہے۔ کیونکہ امتی کامل میں جو انوار و ترقیات روحانی کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ درحقیقت محمد رسول اللہ ہی کے کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔ گویا متبع کا وجود ایک شیشہ صافی ہے۔ جس میں اس کے نبی متبوع کے کمالات منعکس ہوتے ہیں اور اس غلام کا وجود درحقیقت کمالات محمدیہ کا مظہر بنکر امت میں اصلاح کا کام کرتا ہے۔ اس کے کارنامے خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ کمالات محمدیہ ہی ہوتے ہیں جو کارنامے دکھاتے ہیں۔ اس غلام کا اپنا نفس نہیں ہوتا۔ وہ تو ان کمالات کے ظہور کے لئے بمنزلہ ایک آلہ کے اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آفتاب کی شعاعوں کو ہم ایک آتشی شیشے میں جمع کر کے ہم اس سے ایک انبار کو جلا لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کمال آفتاب کی شعاعوں کا ہے نہ کہ شیشے کا۔ شیشہ تو محض ایک آلہ ہے آفتاب کی شعاعوں کے انعکاس کے لیے۔

متبع کی فضیلت متبوع کے کمالات ظاہر کرتی ہے

پس جس قدر نبی متبوع کمالات عالی رکھتا ہوگا اسی قدر امتی کمالات [illegible]

درحقیقت امتی کی فضیلت کسی نبی پر اس امتی کی اپنی فضیلت نہیں۔ بلکہ خود محمد رسول اللہ صلعم کی اپنی فضیلت کا اظہار ہے جن کے کمالات کی وجہ سے امتی کو فضیلت حاصل ہے۔ مثلاً ہندوستان کا وائسرائے بادشاہ تو نہیں صرف شہنشاہ جارج کا نائب اور اس کی رعایا ہے۔ البتہ بوجہ کمال لیاقت اور قابلیت اور استعداد کے اس مقام عالی پر ہے کہ وہ شہنشاہ جارج کی حکومت کا مظہر بنا ہوا ہے۔ اس لئے جو اسے طاقت اور حکومت حاصل ہے وہ بادشاہ افغانستان کو نہیں۔ حالانکہ والی افغانستان بادشاہ ہے اور کسی کی رعیت نہیں۔ جب بادشاہوں کی فہرست بنے گی تو اس میں بادشاہ افغانستان کا نام یقیناً آئے گا۔ اور وائسرائے کا ہرگز نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ رعیت ہے۔ لیکن باایں ہمہ کارنامہ کے لحاظ سے جو کچھ وائسرائے کر سکتا ہے وہ بادشاہ افغانستان باوجود بادشاہ ہونے کے نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ وائسرائے دراصل شاہ جارج کی حکومت کا مظہر ہے۔ اس کی طاقت اور حکومت اور اس میں اس کی بادشاہ افغانستان پر فضیلت اس کی اپنی نہیں بلکہ وہ شہنشاہ جارج کی ہے۔

کمالات محمدیہ کمالات عیسویہ سے بڑھ کر ہیں!!

اسی طرح حضرت عیسٰی اگرچہ نبی ہیں مگر ان کی نبوت ایک خاص قوم سے مختص اور ایک خاص زمانہ کے لئے محدود تھی۔ برخلاف اس کے حضرت نبی کریم صلعم کی نبوت تمام قوموں اور تمام زمانوں کے لئے تھی اس لئے آپ کو جو فضیلت ابن مریم پر ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ پس آپ کا جو غلام اتباع کامل کے اس انتہائی نقطہ پر پہنچے گا جسے فنا فی الرسول کا مقام کہتے ہیں اور تجدید اور اصلاح کے منصب پر کھڑا ہوگا۔ اور کمالات محمدیہ کا مظہر بنے گا ظاہر ہے کہ اس میں جو کمالات محمدیہ جلوہ گر ہوں گے وہ کمالات عیسویہ سے بڑھ چڑھ کر ہوں گے۔ اور جو کارنامے کمالات محمدیہ اپنے غلام کی وساطت سے دکھائیں گے وہ ابن مریم کے کارناموں سے بدرجہا بڑھے چڑھے ہوں گے۔

یہ شعر ختم نبوت کی جان ہے

اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

یعنی ابن مریم کے کیوں منتظر بیٹھے ہو اور اس کی آمد پر کیوں اس قدر اصرار ہے جبکہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بوجہ فیضان محمدیہ کے اس سے بڑھ کر کارنامے کر سکتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا مشکل نظر آتی ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ شعر ختم نبوت کی جان ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی عزت کے لئے کس قدر غیرت کو ظاہر کرتا ہے۔ کاشکہ لوگ تعصب سے ہٹ کر اس شعر کو پڑھتے تو سر دھنتے۔

فیضان محمدی کی تذلیل نہ کرو

ہم کیوں نعوذ باللہ فیضان محمدیہ کو منقطع سمجھ لیں۔ کہ اب اس کے ذریعہ آپ کا کوئی غلام ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جو اصلاح امت و تجدید دین کا کام کر سکے۔ اور ہمیں باہر کے کسی نبی کے فیضان کی ضرورت پڑے یہ تو فیضان محمدی اور رسالت کی سخت تذلیل ہے۔ یہ کہیں مسیحیت کا مخفی اثر تو نہیں کہ نبی کریم صلعم کے لئے غیرت نہیں۔ اور ابن مریم کے لئے غیرت ہے۔

شعبہ تحصیل میں چند مخلص احمدی نوجوانوں کی ضرورت

انجمن کو شعبہ تحصیل میں چند ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو انٹرنس پاس یا فیل ہوں جفاکش ہوں اور سلسلہ سے اس قدر واقفیت رکھتے ہوں کہ ملازمت میں آنے سے پیشتر حضرت مسیح موعود اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی چند کتب کا امتحان دے سکیں جن سے ان کی عام واقفیت سلسلہ سے معلوم ہو سکے۔ انہیں باہر انجمن کی شاخوں اور دیگر شہروں اور دیہات میں پھر کر کام کرنا ہوگا جس میں فراہمی چندہ۔ نظام جماعت کی تکمیل اور دیگر اغراض سلسلہ کے کام شامل ہیں۔ درخواستیں بھیجنے والوں کو دیکھ لینا چاہیے کہ وہ مستقل مزاج ہوں۔ اور اپنے اندر وہ خصوصیات رکھتے ہوں جو اس سلسلہ سے مخصوص ہیں۔ کیونکہ یہ افراد ایک طرح اس انجمن کے نمائندوں کی حیثیت میں کام کریں گے۔ تنخواہ حسب لیاقت اور کام پچیس ۲۵ روپے سے ستر روپے تک دی جائے گی اور سالانہ ترقی کی گنجائش بھی ہوگی۔ ابتدا میں چھ ماہ کے لئے امتحاناً کام کرنا ہوگا جس کی تنخواہ دی جائے گی۔ تمام درخواستیں ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء تک پہنچ جانی چاہئیں جن کے ساتھ عرضداشت، نقول اسناد اور سلسلہ کے احباب کی سفارش [illegible]

محمد [illegible]

غیر مذاہب

ہندو اخلاق و معاشرت پر تبصرہ

ایک امریکن لیڈی کی معرکۃ الآراء تصنیف "مدر انڈیا"

ہندو عورت کا نقشہ جو مس میو کی کتاب "مدر انڈیا" میں پیش کیا گیا ہے اس کا کچھ تھوڑا سا اقتباس گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے "لائٹ" کی متعدد اشاعتوں میں اس کتاب پر بسیط ریویو لکھا تھا۔ جو اس قابل ہے کہ قارئین پیغام صلح اس سے لطف اندوز ہوں اس لئے ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

مدر انڈیا اور ہندو پریس

مدر انڈیا اس کتاب کا نام ہے جو مس کیتھرائن میو ایک امریکن سیاحہ نے تصنیف کی ہے۔ اور اس کی ضخامت ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ گو اس کتاب کی اشاعت اگرچہ ابھی انگلستان ہی میں محدود ہے تاہم ہندوستان میں اس نے ایک سنسنی پیدا کر دی ہے اور جہاں ایک طرف اینگلو انڈین پریس تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی توجہ کو اس کتاب کی طرف منعطف کرا رہا ہے۔ وہاں دوسری طرف ہندوستانی پریس اور ہندوستانی سیاسین نے ہندوستان اور انگلستان ہر دو ممالک میں اس کتاب کے خلاف سخت نفرت کا اظہار کیا ہے۔ اور ہندوستانی قوم کی تذلیل کا موجب اسے قرار دیا ہے۔ مسٹر رنگا سوامی آئنگر نے اس کے خلاف ایک ریزولیوشن کا نوٹس دیا ہے۔ جس میں گورنمنٹ سے اس کتاب کے خلاف اس بنا پر کارروائی کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ کہ جماعتی منافرت کا موجب ہے

مس میو کا غلط طریق استدلال

سب سے پہلا اثر جو اس کتاب کے پڑھنے سے دل پر ہوتا ہے وہ فی الحقیقت یہ ہے کہ مس میو کو ہندوؤں کی عام زندگی کا تاریک نقشہ اس حد تک دکھایا گیا ہے کہ اس نے ان تمام خوبیوں سے جو اس کے اندر پائی جاتی ہیں اپنی آنکھیں بالکل بند کر لی ہیں۔ یہ بھی قابل تسلیم امر ہے کہ اس کے پیش کردہ نتائج ان شہادتوں سے جن سے وہ اخذ کئے گئے ہیں کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ اور بعض باتیں جو عام زندگی کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ ادھر ادھر کی شہادتوں پر جو ہسپتالوں کی رپورٹوں یا اس کے اپنے مشاہدات کا نتیجہ ہیں مبنی ہیں۔

عام لب و لہجہ

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک سچی بات ہے کہ اس کتاب میں ایسے واقعات اور اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں جو ہندو محبان وطن اور قائدین کے غور و توجہ کے قابل ہیں۔ اس کتاب میں عامۃ الناس کے توہمات اور جاہلانہ باتوں سے زیادہ لیڈروں کی غفلت و جمود کا ماتم کیا گیا ہے۔ لیکن مس میو نے حکومت کو بری ٹھیرانے کے شوق میں معاملہ کو حد سے بڑھا دیا ہے۔ اور تمام الزام بعینہ اسی طرح لیڈروں کے سر چڑھ دیا ہے جس طرح لیڈر ہندوستان کی تمام خرابیوں کی ذمہ داری حکومت پر عائد کرنے کے عادی ہیں۔ کتاب کا لب و لہجہ بھی بعض بعض جگہ درشت ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی کتاب اس قابل ہے کہ اسے سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

مس میو اور سوامی دیانند

ممکن ہے مس میو کا مقصد اس کتاب کے لکھنے سے یہ ہو کہ حکومت انگریزی کو ہندوستان میں تقویت دی جائے۔ اگرچہ بذات خود وہ ایک امریکن خاتون ہے تاہم وہ بڑی خرابیاں جن کا اس نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً صغر سنی کی شادی، ازدواجی تعلقات کی طرف وقت سے پہلے راغب ہونا۔ پختگی عمر سے پہلے زن و شوئی کے تعلقات قائم کر لینا۔ عورتوں کے ساتھ بدسلوکی۔ ذات پات کی تقسیم۔ چھوت اور اچھوت کا طرز عمل گندی عادات اور جہالت وغیرہ یہ سب کی سب قریباً وہی باتیں ہیں جن کو ہندوؤں کے مصلح اعظم سوامی دیانند نے آج سے قریباً نصف صدی پیشتر ہندوستان پر بیرونی اقتدار کا موجب قرار دیا تھا۔ سوامی جی نے ہندوؤں کے توہمات اور بری عادات سے جو اظہار بیزاری کیا ہے وہ مس میو کے اظہار بیزاری سے زیادہ سخت ہے اس بارہ میں کوئی شخص اگر تسلی کرنا چاہے تو وہ ستیارتھ پرکاش کے ابواب ۱۱۔ ۱۲۔ پڑھ کر دیکھ لے میں اس میں سے صرف ایک فقرہ نقل کرتا ہوں:

"آریہ ورت میں غیر ملک والوں کے راج ہونے کے باعث آپس میں پھوٹ اختلاف مذہب برہم چریہ نہ رکھنا۔ علم نہ پڑھنا نہ پڑھانا اور بچپن میں "باسوئمبر" (رضامندی) کے شادی ہونا۔ محسوسات میں پھنسنا۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ - ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۴۹

اسلام اور تلوار

(۳)

آریہ سماجی اعتراضات کے جوابات

ستیارتھ پرکاش کے آخری دو ابواب کی ضبطی کے مطالبہ کے جواب میں آریہ پریس سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ قرآن میں بھی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو غیر مسلموں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ اور اس لئے جس بنا پر ستیارتھ پرکاش کی ضبطی کا سوال پیش کیا جاتا ہے اسی بنا پر قرآن کی ضبطی کا سوال آریہ سماج کی طرف سے پیش ہو گا۔

آرین کانگرس کے جلسہ منعقدہ دہلی میں بھی لالہ ہنسراج نے اپنے خطبۂ صدارت میں ستیارتھ پرکاش کی دل آزار تحریرات کی حمایت کرتے ہوئے قرآن کریم کی طرف ایسی ہی باتیں منسوب کیں جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر ستیارتھ پرکاش یا اس کے کسی حصہ کو مسلمان ضبط کرانا چاہتے ہیں تو آریہ سماج اس کے جواب میں قرآن کی ضبطی کا سوال اٹھائے گی۔

آریہ سماج کے اس طریق عمل کے جواب میں ہم قبل ازیں اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ ستیارتھ پرکاش اور قرآن کریم کی حیثیت ایک نہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس میں ایک لفظ۔ ایک حرف۔ ایک شعشہ کا رد و بدل بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی پر مسلمانوں کی شریعت کی بنا ہے۔ اور باقی تمام چیزیں اس کے تابع ہیں۔ اس کے برخلاف آریہ سماج کی بنائے شریعت ستیارتھ پرکاش نہیں بلکہ وید ہیں۔ ستیارتھ پرکاش خدا تعالیٰ کا کوئی الہام نہیں۔ بلکہ ایک انسانی تصنیف ہے۔ جس میں خود آریہ سماج بھی غلطیوں کا امکان تسلیم کرتی ہے۔ اور اس کی بعض غلط تعلیمات کو اس نے ترک کر کے ان کے خلاف عمل شروع کر رکھا ہے۔ جیسے نیوگ کے بجائے شادی بیوگان۔ اس لئے اگر اس میں سے اس قسم کے دل آزار حصص کو نکال دیا جائے جو ملک کے امن و امان کے لئے باعث خطر ہیں۔ تو یہ آریہ سماج کے لئے کوئی نقصان دہ بات نہیں۔

لیکن حیثیت کے اس سوال کو چھوڑ کر قابل غور امر یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں آیا فی الواقعہ کوئی ایسی باتیں موجود ہیں جو آریہ سماج کی دل آزاری کا موجب ہو سکیں۔ اس سوال کے جواب میں ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ قرآن نے کافروں اور مشرکوں کو محض اس وجہ سے کہ وہ کافر اور مشرک ہیں مارنے اور قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور کہ اسلام کی تعلیم ہی یہ ہے کہ غیر مسلموں کو دنیا میں باقی نہ رہنے دیا جائے۔ اس کے ثبوت میں آریہ سماج کی طرف سے بالعموم سورۂ توبہ کا حوالہ دیا جاتا ہے اور لالہ ہنسراج نے آرین کانگرس میں قرآن کریم کی طرف قتل و غارت کی تعلیم کو منسوب کرتے ہوئے سورۂ توبہ کی پانچویں آیت کو پیش کیا جس کے یہ لفظ ہیں۔ **فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم**۔ اس آیت کا ترجمہ لالہ ہنسراج نے یوں کیا ہے۔

> "پھر جب گزر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک پر۔"

معلوم نہیں اس سے اگلے الفاظ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ الخ کا ترجمہ کیوں نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ لالہ صاحب نے اسی قدر الفاظ کہیں سے پڑھ لئے ہیں۔ اور قرآن کریم کو کھول کر انہوں نے [illegible]

کہ اس سے اگلی آیت اس خیال کی کھلے طور پر تردید کر رہی ہے جو الفاظ بالا کو نقل کر کے لالہ صاحب نے پیدا کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے **وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون**۔ اور اگر ان مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا حکم سن لے۔ پھر اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو جانتے نہیں۔

ایک انصاف پسند دل کے لئے یہ آیہ کریمہ کافی سے بڑھ کر جواب ہے۔ اگر قرآن کریم مشرکوں کو بے دریغ قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک ان لوگوں کو جو مشرک اور کافر ہیں زندہ چھوڑنا جائز نہیں جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اگر لالہ ہنسراج کی پیش کردہ آیت کا یہی مطلب ہے کہ کفار کو محض ان کے کفر کے سبب سے قتل کر دینا چاہیے۔ تو اس سے اگلی آیت میں جو ہم نے نقل کی ہے اس نے کیوں کہہ دیا کہ جو مشرک تم سے پناہ مانگے اس کو پناہ دو۔ اور اسے اللہ کا کلام سنا دو۔ اور پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔ مشرکوں کو پناہ دینا کیسا؟ ان کو تو بقول سماجی حضرات قتل کر دینا چاہیے۔ چہ جائیکہ پناہ دینے کے بعد پھر اسے اللہ کا کلام سنایا جائے اور وہ اس کا بھی انکار کر دے تو پھر بھی اسے کچھ کہنے کے بجائے امن کی جگہ پر پہنچا دیا جائے۔ یہ آیت اس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور "اسلام اور تلوار" کا سوال ہباءً منثورا ہو جاتا ہے۔ تعجب ہے سماجی حضرات کو سورۂ توبہ میں اور سب کچھ نظر آ جاتا ہے۔ کافروں اور مشرکوں کو قتل کر دینے کے فقرات ایسے صاف اور روشن انہیں نظر آتے ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی واضح بات دکھائی نہیں دیتی اور جہاں انہی کافروں اور مشرکوں کو آرام دینے انہیں ان کی امن کی جگہوں پر پہنچانے کا ذکر ہو وہاں پہنچ کر ان کی بینائی زائل ہو جاتی ہے۔

خود اس آیت میں جس کو لالہ ہنسراج نے نقل کیا ہے۔ جن مشرکوں کا ذکر ہے وہ کون لوگ ہیں۔ کاش لالہ صاحب خود قرآن کو کھول کر دیکھتے تو اس سے انہیں نظر آ جاتا کہ یہ عام مشرک اور کافر نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ عہد کرتے ہیں اور پھر اس کو توڑ دیتے ہیں اور خود ان پر چڑھ کر آتے۔ یا ان کے دشمنوں کی حمایت پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیات میں ان مشرکوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے جن کے ساتھ مسلمانوں کے عہد ہیں آیت ۴ میں فرماتا ہے **الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم**۔ سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے عہد کیا پھر خلاف امداد دی تو اپنے عہد کو انکی مدت تک پورا کرو۔ اس استثنا سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مشرکوں کے قتل کا قرآن نے حکم نہیں دیا۔ بلکہ صرف انہی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جنھوں نے اپنے عہد توڑ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں۔ اور ان کو تباہ کرنے کے درپے ہو گئے۔ کون ناسمجھ اور غیر منصف مزاج شخص ہے جو قرآن کے اس حکم کو غیر حق بجانب قرار دے۔ دنیا کی مہذب ترین سلطنتیں اس تہذیب کے زمانہ میں بھی سوائے اس کے اور کیا کرتی ہیں۔ کہ جس قوم کے ساتھ ان کی جنگ چھڑ جائے اس کے تمام افراد کو جو اس کے حلقۂ اقتدار کے اندر ہوں اور جن سے انہیں کوئی خطرہ بھی نہ ہو۔ نظر بند کر دیتی ہیں۔ اور جن سے انہیں کوئی خطرہ ہو انہیں نشانۂ بندوق بنا دیا جاتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق قرآن نے ان مشرکوں کے ساتھ جو مسلمانوں سے برسر جنگ ہیں ان کے حالات کے مطابق سلوک کرنے کا حکم دیا جن کی زندگی موجب خطرۂ عظیم ہو ان کے متعلق فرمایا **فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم** ایسے لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ جو ان سے کم خطرناک ہوں ان کے متعلق فرمایا **وخذوھم** ان کو پکڑ لو۔ جو ان سے کم خطرناک ہوں ان کے متعلق **واحصروھم** کا حکم دیا یعنی انہیں روک دو۔ بالفاظ دیگر انہیں نظر بند کر دو۔ اور جو اس سے بھی خطرناک ہوں ان کے متعلق فرمایا **واقعدوا لھم کل مرصد** ان کی تاک میں رہو۔ **فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم**۔ ان لوگوں میں سے اگر کوئی ایسے ہوں جو اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں یعنی مسلمان ہو جائیں تو ان سے یہ تمام پابندیاں اٹھا دی جائیں۔ کیونکہ مسلمان ہو کر اس سے [illegible]

تمام مشرک جب تک مسلمان نہ ہو جائیں ان کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیے۔ بلکہ صرف انہی لوگوں کے متعلق یہ حکم ہے جو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ اور بارہا ان کا تجربہ ہو چکا ہے وہ عہد کرتے ہیں اور توڑتے ہیں۔ اور اندر ہی اندر خفیہ سازشیں کرتے اور مسلمانوں کی تباہی کے سامان مہیا کرتے ہیں ایسے لوگوں کا سوائے اس کے کیا علاج ہے کہ یا تو ان پر وہ پابندیاں ڈالی جائیں جو اوپر مذکور ہیں اور یا وہ سچے دل سے تائب ہو کر اسلام کے اندر آ جائیں۔ یہ اسلام کے اندر ان کا آنا ان قیود کی وجہ سے نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے کسی شخص پر اسلام کی صداقت اپنا اثر کر جائے اور وہ ایمان لے آئے تو ایسے شخص سے شرارت ممکن نہیں۔

ایک اور آیت یہ پیش کی جاتی ہے کہ **قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون**۔ ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ اور نہ اس چیز کو حرام کرتے ہیں جس کو اللہ اور رسول نے حرام کیا اور نہ سچے دین کو اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں۔ اور وہ محکوم ہوں اس آیت میں قتل کرنے کا نہیں بلکہ مقاتلہ یعنی لڑائی کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کی لڑائی قرآن کریم کے مفہوم میں محض اس قانون کے ماتحت ہے جہاں فرمایا **قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا** خدا کے رستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو لیکن افسوس ہے کہ آریہ صاحبان زبان عربی سے نابلد ہونے کی وجہ سے قتل و مقاتلہ میں فرق نہیں کر سکتے اور بے جا اعتراض کرتے رہتے ہیں۔

ترک اور اسلام

ایک مدت سے آریہ سماجی اخبارات یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ کیونکہ اسلامی قوانین موجودہ ترقی یافتہ اصول کے متحمل نہیں۔ پچھلے دنوں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ان حوادث و اعمال کی جو جنگ عظیم کے بعد ترکی میں پیش آئے۔ ایک مستند روداد مرتب کی۔ جو جمہوری موتمر میں کامل ایک ہفتہ تک پڑھی جاتی رہی اس تاریخی خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے ریوٹر نے ایک خبر اکناف عالم میں پھیلائی کہ غازی موصوف کی خدمت میں دوران تقریر میں کسی نے قرآن پیش کیا تو انہوں نے یہ کہکر اسے کمرے کے دوسری طرف پھینک دیا کہ:

> "ترقی کی رفتار کو ان قوانین و ضوابط کی خاطر سے جو پرانے زمانے کے لئے ترتیب دیئے گئے تھے روکا نہیں جا سکتا۔"

اس خبر کا پڑھنا تھا کہ آریہ اخبارات کی باچھیں کھل گئیں۔ اور بڑے بڑے جلی عنوانات کے ساتھ انہوں نے اس خبر کو شایع کیا۔ مسلمانوں کو اس خبر کے سننے سے طبعاً صدمہ ہوا۔

معاصر "مدینہ" کو معلوم ہوا ہے کہ جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کے مسلمانوں نے ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا اور وہاں کے مقامی لیڈر مسٹر احمد اسمٰعیل نے مصطفیٰ کمال پاشا کے نام ایک بحری تار بھیجکر اس خبر کی حقیقت دریافت کی جس کے جواب میں پاشائے موصوف کے سکرٹری توفیق پاشا کا تار موصول ہوا جو حسب ذیل ہے:۔

> "ریوٹر نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے خلاف جو الزام لگایا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید اور اسلام سے بیزاری ظاہر کی تو یہ سرے سے غلط ہے اور مجرمانہ۔ اور جب تقریر کی پوری عبارت آپ کے سامنے آئے گی تو غازی موصوف کے اسلامی جذبات کی گرموشی ان کے معترضین کو مبہوت کر دے گی۔ اس اثنا میں ان الزامات کی تردید کے ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں۔"

کیا ہمارے آریہ معاصرین اس خبر کو بھی اسی قدر جلی عنوانات کے ساتھ شایع کر کے صحافت نگاری کا حق ادا کریں گے؟ اصل میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی کے نظام تمدن میں جو جدید اصلاحات کی ہیں مثلاً علما پر بعض خاص پابندیاں، خانقاہوں اور درویشیوں کے اثر کو زائل کرنا۔ تعدد ازدواج اور طلاق کو حکومت کی اجازت پر منحصر کرنا وغیرہ۔ ان امور کو آریہ معاصرین ترکوں کے ارتداد پر محمول کر لیتے اور ان اصلاحات کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ عین اسلام کے مطابق ہیں اور تعجب ہے کہ جو قوم حقائق اسلام سے قطعاً بے بہرہ ہو وہ ترکوں کے ارتداد و کفر

"بدعت و زندقہ کا معلم"

ڈاکٹر بارنس بشپ آف برمنگھم انگلستان کے ان روشن خیال کلیسائیوں میں سے ہیں جو مسیحی معتقدات کو موجودہ زمانہ کی علمی ترقیوں کے مطابق نہ پاکر ان سے علی الاعلان بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اس قسم کے کئی اعلانات انگلستان کے بڑے بڑے پادریوں کی طرف سے انکے کالموں میں نقل کئے جا چکے ہیں۔ بشپ بارنس نے ایک اسی قسم کا اعلان کچھ عرصہ ہوا ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے کیا تھا جس نے انگلستان کے تمام کلیسائی حلقوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ اس تقریر میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ پیدائش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنی تورات کی کتاب پیدائش کا بیان) قابل ترمیم ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعے تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں۔ یعنی تسلیم کرلیں کہ کتاب پیدائش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے۔

اس کے بعد بشپ موصوف کی ایک تقریر سینٹ پال چرچ میں بھی ہوئی جسکے دوران میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ بشپ موصوف جس وقت تقریر کر رہے تھے ایک طرف سے تیز صدا اٹھی

"یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے"

لوگوں نے اس طرف نظر اٹھائی تو معلوم ہوا کہ پادری کینن ویبسٹر غیظ و غضب سے بے قابو ہوا کھڑا ہے۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ پاکر پادری کینن نے ڈاکٹر بارنس پر لعن طعن کی بوچھاڑ شروع کر دی اور پھر یہ کہہ کر کہ "ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں" اپنی جماعت کے ساتھ گرجا سے رخصت ہوگیا۔

یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ خاص توجہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ دجال خود بخود نمک کی طرح پگھل جائے گا۔ بعینہٖ یہی حالت انگلستان میں ہو رہی ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پادری کینن ویبسٹر کا کوئی بہت بڑا اثر عوام الناس پر ہوگا اس کے برخلاف انگلستان میں عام طور پر لوگ انہی روشن خیال پادریوں کی حمایت میں ہیں۔ جو گرجاؤں کے پلیٹ فارم سے مسیحی اصولوں کی جڑوں پر کلہاڑا مارنے کے عادی ہیں اور جدید علمی ترقیات کے بالمقابل کسی مسیحی عقیدے کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں۔

سازش کا کوئی ثبوت نہیں

ہندو پریس کی اس شورش پر کہ راجپال اور سوامی ستیانند پر جو قاتلانہ حملے ہوئے ہیں وہ مسلمانوں کی کسی باقاعدہ سازش کا نتیجہ ہیں۔ چودھری افضل حق نے پنجاب کونسل میں یہ سوال کیا کہ آیا گورنمنٹ کو ہندوؤں کی اس شورش کا علم ہے؟ اور آیا اس نے کسی ایسی سازش کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے اور پولیس نے ہندو لیڈروں کے بیانات اس بارہ میں لئے ہیں۔ اور سازش کا پتہ لگانے کے لئے ہندو لیڈروں کی امداد حاصل کی ہے۔ اور اس کا کیا نتیجہ ہوا ہے؟ ان سوالات کے جواب میں وزیر مالیات نے اس بات کا اعتراف کیا کہ گورنمنٹ کو ہندوؤں کی شورش کا علم ہے اور اس نے بتایا کہ:-

"مدعویہ سازش کا پتہ لگانے کے لئے گورنمنٹ کی ہدایات کے ماتحت نہایت محتاط طریق سے تحقیقات کی گئی لیکن کوئی ایسی شہادت نہ مل سکی جو سازش کے الزام کی موید ثابت ہوتی۔"

اس سے پیشتر اسی قسم کا ایک اعلان کمشنر پولیس دہلی کی طرف سے سوامی شردھانند کے قتل کے بارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ چاہیے تھا کہ آریہ اخبارات ان سرکاری بیانات کو پڑھ کر اپنی افترا پردازیوں سے باز آجاتے۔ لیکن ابھی تک وہ اسی ایک راگ کو الاپ رہے ہیں اور ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہو سکتا جب تک گورنمنٹ ان کی فرضی سازش کو حقیقی سازش جانکر پرامن مسلمانوں کو گرفتار نہ کرلے افسوس یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ بھی اس من گھڑت سازش کے شور و غوغا سے پورے طور پر متفق نہیں ہے۔ اس لئے آریہ صاحبان کی تمنائے دل کا بر آنا ذرا مشکل سا معلوم ہوتا ہے۔

مسیح اور آنحضرت صلعم

اہل حدیث کے ایک تازہ پرچہ میں کسی شخص نے لکھا ہے کہ ایک احمدی نے عیسائیوں کی طرف سے مسیح کے معجزات کا آنحضرت صلعم کے معجزات سے مقابلہ کرکے دکھایا۔ ان معجزات کے لحاظ سے آنحضرت صلعم مسیح سے کمتر درجہ پر ثابت ہوتے ہیں۔ اس پر مولوی ثناء اللہ نے حضرت مسیح موعود کے بعض اقوال پیش کئے ہیں جن میں آپ نے اپنے نشانات کی تعداد دس لاکھ بتائی ہے۔ اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:-

"اس احمدی کے قول کے مطابق (کہ جسکے معجزات زیادہ ہوں وہ افضل ہے) مرزا صاحب قادیانی کل انبیا علیہم السلام سے افضل ہوں گے۔"

ہم حیران ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو دس لاکھ نشانات دیئے جانے سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ کل انبیا علیہم السلام سے وہ افضل ہیں۔ کیا مولوی فاضل کے نزدیک کل انبیا کے معجزات ملا کر بھی دس لاکھ کی تعداد کو نہیں پہنچتے؟

لیکن مسیح کی فضیلت کا سوال معجزات کی کثرت و قلت پر نہیں بلکہ ان کی کیفیت پر منحصر ہے۔ قرآن کریم صاف اور کھلے لفظوں میں انبیا علیہم السلام کے متعلق فرماتا ہے وماجعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین۔ ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور انسانی تغیرات ان کے جسم پر وارد نہ ہوتے ہوں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسیح کم از کم دو ہزار سال سے اس قرآنی کلیہ سے مستثنیٰ ہے یا نہیں۔ اور کیا اس استثنا کی وجہ سے عیسائی انہیں آنحضرت صلعم سے افضل قرار دے کر خدائی کے مرتبہ تک پہنچانے اور مسلمانوں کے بالمقابل اسے بطور حجت پیش کرنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں۔

ہمارا سالانہ اجتماع

اس سال کا جلسہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے احمدی قوم کی تاریخ میں غالباً ایک بے نظیر جلسہ ہوگا جس میں نہ صرف ہماری قوم کے ہر فرد کا شامل ہونا ضروری ہے بلکہ عام مسلمانوں میں سے جو لوگ ہمارے سلسلے سے دلچسپی رکھتے ہوں اور اس کی خدمات اسلام کو بنظر استحسان دیکھتے ہوں ان کو بھی ساتھ لانا چاہیے۔ تاکہ وہ ہمارے قومی اجتماع کو دیکھ کر اور بزرگان سلسلہ کے خیالات کو سن کر جماعت کے ساتھ عملی شمولیت اختیار کرسکیں۔

جلسۂ سالانہ جماعت کو ترقی دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

آدی ہندو اور سائمن کمیشن

آدی ہندو ہندوستان کی وہ قدیم قوم ہیں جن کو وسط ایشیا کے آریاؤں نے جو اب ہندو کہلاتے ہیں زبردستی اپنے قبضہ اقتدار میں لاکر ذلیل و خوار حالت میں رکھا اور اب وہ ہندوستان کے سات کروڑ اچھوتوں میں شمار ہوتے ہیں۔

بارہا ان لوگوں کی طرف سے اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کی جبر و تعدی کے خلاف آواز بلند ہو چکی ہے۔ اور گورنمنٹ سے یہ مطالبہ بھی کیا جا چکا ہے کہ منو دھرم شاستر کو ضبط قرار دیا جائے کیونکہ اس میں آدی ہندوؤں کے خلاف ناواجب قوانین ہیں۔ بلکہ ایک جلسہ میں منو دھرم شاستر کو آگ میں جلا دیا گیا۔

حال ہی رائل کمیشن کے متعلق ایک اعلان آدی ہندوؤں کے نمائندہ بابو رام چرن وکیل کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے کمیشن کے مقاطعہ کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے صاف طور پر کہا ہے:-

[illegible]

"... ذات کا ہندو ہوتا۔ اور یہ اب مسلمہ امر ہے کہ اونچی ذات کا ہندو اچھوت ذاتوں کے لئے کسی آئینی فلاح کا خیال نہیں کرسکتا۔"

بابو رام چرن کے اس اعلان کے مطابق آدی ہندو انجمن صوبہ متحدہ کی مجلس عاملہ نے کمیشن کا "مخلصانہ خیر مقدم" کرنے اور "ایک ایڈریس" دینے کی قرارداد منظور کی ہے۔ جس میں آدی ہندوؤں کے مطالبات کو پیش کیا جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں آدی ہندوؤں کی آواز نہایت بر محل ہے۔ اونچی ذاتوں کے ہندو کبھی انہیں کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ ان کے دھرم شاستروں کے خلاف ہے۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ وہ یا تو ہندو قوم سے بالکل علیحدگی اختیار کرکے اپنے آپ کو ایک علیحدہ قوم کی حیثیت میں پیش کریں اور ان سے جداگانہ نیابت کے طالب ہوں اور یا تمام حقوق کے لینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں اس کے بغیر انہیں کسی قسم کا فائدہ حاصل ہونا مشکل ہے۔

اولیائے کرام کی توہین شدید

"تیج" کے ۱۹ر نومبر ۱۹۲۸ء کے پرچہ میں ایک مضمون کسی پرمانند سابق انعام الحق نے لکھا ہے۔ جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیائے کرام کے تبلیغی کارناموں کو چال بازی اور مکر و فریب سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان کے مزارات کو تبلیغی اڈے کا نام دیا گیا ہے۔

مضمون نگار کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام میں بعض ایسی باتیں داخل کر دیں جو ہندوؤں کے لئے موجب کشش و جذب تھیں۔ اور اس طریق سے انہوں نے بے شمار ہندوؤں کو مسلمان بنا لیا۔ اور جو مسلمان نہ ہوئے وہ ان کے عقیدتمند ضرور بن گئے۔ اور آج تک ان کے مزارات سے فیض حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس میں مکر و فریب کی کیا بات ہے۔ اور کونسی چالبازی ہے جو نامہ نگار کو نظر آئی۔ خواجہ صاحب نے اسلام کے اصولوں کو نہیں بدلا۔ کلمۂ توحید کے بجائے تثلیث کو یا بتوں کی پوجا کو جائز نہیں ٹھیرایا۔ گیروے کپڑے پہننا لہسن پیاز اور گوشت ترک کرنا۔ ریاضت کے خاص ہندوانہ طریق اختیار کرنا۔ موسیقی میں حصہ لینا اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں۔ مسلمان پیروں یا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوؤں کو اسلام کا پیغام پہنچانے اور اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اگر ان طریقوں کو اختیار کیا تو کوئی برا کام نہیں کیا۔ ہر مذہب کے واعظین کو حق حاصل ہے کہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسے پرامن ذرائع سے کام لے جو اس کے مذہبی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ نے شدھی کے پرچارکوں کی طرح جبر و تعدی سے کام نہیں لیا۔ اور نہ ایسے ناجائز وسائل اختیار کئے جو ان کی حالت کو بد سے بدتر بنا دینے کا موجب ہوں۔ اس لئے ان کی تبلیغی کوششوں کو "شاطرانہ چالیں" قرار دینا اور "پرفریب تبلیغی طریقوں" کے نام سے تعبیر کرنا ان کی سخت ہتک اور توہین ہے۔ جس کے خلاف مسلمانوں کو شدید آواز بلند کرنی چاہیے۔ اور گورنمنٹ سے مناسب کارروائی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

شذرات

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

(۱) جیسا کہ پیشتر اعلان ہو چکا ہے آئندہ اجلاس آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء کو بمقام مدراس منعقد ہوگا۔ اجلاس کے صدر آنریبل شیخ محمد عبد القادر صاحب ممبر ایگزیکیٹو کونسل صوبہ پنجاب منتخب ہوئے ہیں۔

(۲) علاوہ اجلاس کانفرنس امسال حسب ذیل شعبہ جات کے بھی اجلاس ہوں گے۔

(الف) شعبہ اردو کا اجلاس زیر صدارت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔

(ب) شعبہ تعلیم نسواں کا اجلاس زیر صدارت امین الملک میر حمزہ حسین صاحب سابق دیوان ریاست میسور۔

(ج) شعبہ اصلاح تمدن کا اجلاس زیر صدارت آنریبل ڈاکٹر سید شاہ سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد

(۳) مقام اجلاس ونگٹن تھیٹر واقع ماونٹ روڈ تجویز کیا گیا ہے یہ مرکزی مقام ہے یہاں برقی ٹریموے - موٹر بس اور ٹیکسی ہر قسم کی سواریاں دستیاب ہوتی ہیں۔ انگریزی ہوٹل بھی اس کے قریب ہیں۔

(۴) جو صاحب ہوٹل میں قیام فرمانا چاہیں وہ اپنے ارادے سے آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی ۱۵ر دسمبر سے قبل اطلاع دیں ورنہ ان کے لیے مناسب انتظام قیام ہوٹل ناممکن ہوگا۔ ہوٹل میں قیام وطعام کی فیس بارہ روپیہ سے پندرہ روپے تک یومیہ ہوگی۔

(۵) دیگر ممبران اور وزیٹران سے قیام کے متعلق کوئی فیس نہیں لی جائیگی مگر طعام کی فیس ۱۲ ر فی وقت ہوگی۔

(۶) جو حضرات شمالی ہندوستان اور حیدر آباد دکن سے تشریف لائیں گے ان کو ان کے مذاق کے مطابق کھانا دیا جائے گا یعنی ان کے کھانے میں بریانی - زردہ، قورمہ اور نان شامل ہوگی۔ جو حضرات صوبۂ مدراس سے تشریف لائیں گے ان کو ان کے مذاق کے موافق بریانی اور پورانی یا چٹنی اور رسا لچہ یعنی گوشت جس میں دال یا ترکاری پڑی ہو۔ مع ایک میٹھی چیز مثل زردہ وغیرہ کے دیا جائے گا۔ مقام مدراس کے لحاظ سے یہ فیس گراں نہیں ہے۔

(۷) توقع کی جاتی ہے کہ جناب صدر آنریبل شیخ محمد عبد القادر صاحب کے ہمراہ ایک بڑی جماعت زندہ دلان پنجاب کی اور مسٹر جسٹس ڈاکٹر سید سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے ہمراہ ایک جماعت کثیر بزرگان صوبۂ متحدہ اور بہار کی اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ہمراہ ایک بڑی جماعت بزرگان حیدر آباد کی تشریف لائے گی - اور آئندہ اجلاس کانفرنس ہر لحاظ سے نہایت کامیاب اور مسلمانوں کے واسطے مفید ثابت ہوگا۔

(۸) اجلاس کانفرنس کے واسطے دیگر معلومات آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

عبد الحمید حسن آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی اجلاس کانفرنس
(نمبر ۲ - وانشارا سٹریٹ مدراس)

۱۵ر دسمبر ۲۸ء

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں جو ۲۶ ۲۷ و ۲۸ر دسمبر ۲۸ء کو مدراس میں ہونے والی ہے اگر کوئی صاحب مسلمانوں کی اور بالخصوص مدراسی مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ اس کو ۱۵ر دسمبر ۲۸ء تک آنریری سکرٹری کی آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خدمت میں علی گڑھ بھیجدیں - اور اس کی نقل آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی مدراس کو بھی ارسال فرمادیں۔

کانفرنس کے عام اجلاس کے علاوہ اگر اس کے شعبہ جات مثلاً تعلیم نسواں - اصلاح تمدن - ترقی اردو کے اجلاسوں میں بھی کوئی صاحب کوئی ریزولیوشن پیش کرنا چاہیں تو اس کو بھی آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خدمت میں بمقام علی گڑھ بھیجدیا جائے اور اس کی نقل آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی مدراس کو روانہ کی جائے۔

غلطی سے بچنے کی ضرورت

اصلاحات ہند کی تحقیقات کرنے والے رائل کمیشن کے تقرر کے متعلق جیسے سرکاری اعلان شائع ہوا ہے تب سے بعض لیڈروں کی طرف سے کمیشن کے بائیکاٹ کے حق میں اظہار خیال کر رہے ہیں۔ غالباً ان اصحاب نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ جو تحریک ہندو مسلم اتحاد کے زمانہ میں بھی کامیاب نہ ہو سکی وہ زمانہ موجودہ میں جبکہ ہندو مسلم کشیدگی ایک عالمگیر صورت اختیار کئے ہوئے کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ کمیشن کے بائیکاٹ کا کوئی جواز بھی نہیں ہے تو ہمیں بائیکاٹ کے حامیوں کی رائے پر سخت تعجب ہوتا ہے۔ بائیکاٹ کے جواز میں مذکورہ بالا اصحاب کی طرف سے صرف ایک دلیل پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کمیشن میں ایک بھی ہندوستانی ممبر نہیں ہے۔ کیا ہم ان اصحاب سے دریافت کر سکتے ہیں کہ کمیشن میں دو یا زیادہ سے زیادہ تین ہندوستانی شامل بھی کر لیے جاتے تو کیا ہوتا۔ آج کل جبکہ ہندوؤں مسلمانوں سکھوں عیسائیوں پارسیوں وغیرہ کی طرف سے ہر معاملہ میں فرقہ وارانہ نمائندگی پر غیر معمولی زور ڈالا جاتا ہے۔ دو یا تین ہندوستانی ممبروں کے تقرر سے ان کو مطمئن کرنا ممکن نہ تھا۔ پھر اس ضمن میں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جو دو یا تین اصحاب ممبر ہوتے۔ ان کو ہندوستان کی ساری قوموں کا اعتماد حاصل نہ ہوتا۔ اور وہ بیچارے خود بھی ساری قوموں اور سارے صوبوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے۔ ہندوستان عملی طور پر ایک براعظم ہے۔ اور اس کے ایک حصہ کے باشندوں کے جذبات و احساسات دوسرے حصے کے باشندوں کے جذبات و احساسات سے بالکل مختلف ہیں۔ ان حالات میں یہ ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی کہ کوئی بنگالی ممبر پنجابیوں اور پنجابی ممبر بنگالیوں کی ترجمانی کا حق قرار واقعی طور پر ادا کر سکے۔ جہاں تک ہم نے اس سارے معاملہ پر غور کیا ہے۔ وہاں تک ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ کمیشن کے بائیکاٹ کا مشورہ ایک شدید غلطی ہے اور ضرورت ہے کہ برادران وطن اس سے پرہیز کریں۔

کمیشن کے تقرر کے متعلق جو سرکاری اعلان شائع ہوا ہے اس کے ساتھ لارڈ اردن وائسرائے ہند کا ایک نوٹ بھی شامل ہے جس سے ہمدردی و اخلاص کا اظہار ہوتا ہے۔ لارڈ اردن ہندوستان کو شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتے ہوئے دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ سرکاری اعلان میں درج ہے کہ کمیشن کل سات ممبروں پر مشتمل ہوگا۔ اور اگرچہ وہ سال نو کے آغاز میں جلد از جلد ہندوستان آجائے گا۔ لیکن اس کا اصل تحقیقاتی کام ماہ اکتوبر میں شروع ہوگا۔ یہ کمیشن دوران تحقیقات میں مرکزی اور صوبائی مجالس واضع آئین و قوانین کو دعوت دے گا کہ وہ اپنے منتخب نامزد ممبروں میں سے انتخاب کر کے کمیٹیاں بنائیں۔ تاکہ وہ کمیٹیاں اپنے اپنے صوبے کے متعلق تحریری طور پر اپنے خیالات و تجاویز کمیشن کے روبرو رکھیں۔ ان کمیٹیوں میں جیسا کہ ظاہر ہے ہر قوم اور جماعت کے نمائندے ہوں گے۔ اور وہ جو کچھ شہادت کمیشن کے روبرو رکھیں گے وہ ان کے مقامی اور عملی تجربہ کے لحاظ سے بہت باوزن اور قابل قدر ہوگی بالفاظ دیگر اس انتظام کی رو سے ہندوستان کے ہر حصے کے باشندوں کی ترجمانی کا حق پورا پورا ادا ہو جائے گا۔ اور عوام کو بھی ان کی نمائندگی پر اعتماد ہوگا کیونکہ وہ انہیں کے نمائندوں کی حیثیت سے کونسلوں میں گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب کمیشن کی رپورٹ مرتب ہو جائے گی اور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ برطانیہ اس پر غور کر چکیں گی تو گورنمنٹ برطانیہ پارلیمنٹ سے درخواست کرے گی کہ وہ رپورٹ مذکور کو قطعی طور پر منظور کرنے سے پیشتر ہندوستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کی رائے اور تجاویز طلب کر کے زیر غور لائے۔ گویا اس طور پر ہندوستانیوں کو جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے روبرو بھی اپنے خیالات و مطالبات رکھنے کا موقع مل جائے گا۔ جو اور کسی طرح مل ہی نہیں سکتا تھا۔ الغرض موجودہ انتظام بہترین انتظام ہے اور اس کو منظور کر کے ہمیں کمیشن کی تحقیقاتی کوششوں کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں اس کی امداد کرنی چاہیے۔

(نقاد)

سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے آنیوالے احباب

کیا بہاء اللہ نے دعوی الوہیت نہیں کیا؟

"بہاء اللہ ایرانی کا دعوی خدائی" کے عنوان سے اہل حدیث میں میرا ایک مضمون تین نمبروں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں میں نے تین حصے شامل کئے تھے۔ ایک خود بہاء اللہ کے صاف و صریح اقوال۔ دوسرے خاص الخاص قدر اہل بہاء کے اقوال جن میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم بہاء اللہ کی الوہیت کے قائل ہیں۔ تیسرے اہل بہاء اپنی مخلص اور اکابر بہائیوں کا طرز عمل یعنی وہ خاص سلوک جو بندوں کو اپنے رب اور معبود کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مثلاً دعائیں مانگنا مناجاتیں کرنا - مدد طلب کرنا - اس کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ اس کے جواب میں ایک مضمون بقلم صابری بریلوی "حضرت بہاء اللہ کے دعوے پر ایک نظر" کے عنوان سے ۱۲ر اکتوبر کے اہلحدیث میں شائع ہوا ہے مجھے ان مضامین کو پڑھ کر افسوس ہوا کہ میری کسی دلیل کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا اور نہ ان حوالجات کی کوئی تاویل کسی نے کر کے دکھائی جن میں بہاء اللہ نے کھلے لفظوں میں خدا ہونے کا دعوے کیا ہے۔ مثلاً لا الہ الا انا المسجون الفرید۔ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں جو عکا میں قید ہوں صابری بریلوی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ خدا ہونے کا دعوی کیا ہے۔ بلکہ ان کو قرنا میں آواز پھونکنے والے کی آواز سمجھنا چاہیے۔ بہت اچھا جناب۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ خدا کی قرنا خود خدا نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کو یہ حق ہے کہ کہے میں خدا ہوں۔ لیکن بہاء اللہ کہتا ہے کہ میں خود خدا ہوں۔ وہ خدا کی قرنا اپنے آپ کو نہیں کہتا۔

خدا سینا سے آیا۔ خدا شعیر سے طلوع ہوا۔ وغیرہ یہ تو ہم مانتے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جن نبیوں کے متعلق یہ الفاظ بولے گئے ہیں اگر انہوں نے بھی ان الفاظ کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے اور کھلے الفاظ میں بہاء اللہ کی طرح دعوی کیا ہے کہ ہم خدا ہیں تو بے شک ہم مان لیں گے کہ بہاء اللہ کا بھی ان الفاظ سے یہی مطلب ہے۔ خدائی کلام میں پیشگوئی کے طور پر بعض انبیاء علیہم السلام کے متعلق ایسے الفاظ بولے گئے ہیں لیکن ان میں سے کسی نبی نے آج تک ان الفاظ کی بنا پر یہ نہیں کہا کہ میں خدا ہوں۔ میں رحمن ہوں۔ اور میں رب ہوں۔ خالق الاشیاء ہوں۔ وغیرہ۔ خدا تعالے بیشک کسی بندے کیلئے ایسے الفاظ بول سکتا ہے۔ لیکن بندہ خود نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا ہوں۔

صابری صاحب فرماتے ہیں کہ بہاء اللہ نے مسیح موعود بلکہ موعود کل ادیان ہونے کا دعوی کیا ہے۔ لیکن بہاء اللہ یہ نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ کہتا ہے "انی انا المقام الذی الیہ صعد الروح" فردوس صفحہ ۔ حضرت مسیح نے کہا میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ بہاء اللہ کہتا ہے "وہ باپ جس کی طرف مسیح آیا میں ہوں" دوسری جگہ کہتا ہے "وہ باپ (خدا) جس کی طرف مسیح گیا تھا اب آگیا ہے" کتاب مبین۔ صفحہ ۔ ایک اور جگہ کہتا ہے۔ کتاب مبین و کوکب ہند صفحہ جلد پنجم نمبر ہشتم) یہ وہی باپ ہے جس کی خبر اشعیا نے دی اور یہ وہی مددگار ہے جس کے لیے حضرت مسیح نے عہد لیا۔ اے گروہ پادری آنکھیں کھول۔ تاکہ اپنے خداوند کو عزت و جلال کے عرش پر بیٹھا ہوا دیکھو۔ اب دیکھو کتنے صاف الفاظ میں بہاء اللہ کہتا ہے کہ میں تمہارا رب اور وہ باپ ہوں جس کی طرف مسیح گیا۔

اگر کہیں پر بہاء اللہ نے اپنی آمد کو حضرت مسیح کا ظہور بتایا ہے۔ تو مسیح کی الوہیت مزعومہ نصاری کی حیثیت میں بتایا ہے۔ نہ کہ اس مسیح موعود کی حیثیت میں جس کا ذکر قرآن و حدیث میں کیا گیا ہے۔ ہم صابری صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ بہاء اللہ کی کتابوں سے ایک حوالہ ہی ایسا پیش کریں جو بلا تاویل ہو۔ اور اس بات کو واضح الفاظ میں بیان کرتا ہو کہ جس مسیح موعود کی بشارت قرآن و حدیث میں دی گئی ہے وہ میں ہوں

موعود کل ادیان ہونے کا جو ادعا اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کا مآل بھی یہ نہیں کہ وہ مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بہاء اللہ کا منشا دعوی الوہیت ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتابوں میں اپنے آپ کو یوم یقوم الناس لرب العالمین کی آیہ کریمہ کا مصداق ٹھیرایا ہے۔ یعنی موعود کل ادیان کی تفسیر بہاء اللہ نے اس آیت سے کی ہے اور اپنے تئیں لوگوں کا رب قرار دیا ہے دیکھو اس کی کتاب فردوس صفحہ

صابری صاحب نے جو یہ قول لکھا ہے کہ ان الروح ما نطق عن الھوی۔ اور جس کا ترجمہ کیا ہے کہ روح یعنی بہاء اللہ نے خواہش

کا حالہ نہیں دیا تا معلوم ہوتا کہ الروح سے بہاء اللہ مراد ہے یا حضرت مسیح دوسرے الہٰ بہا کا۔ عونی ہے کہ قرآن مجید کی آیۂ کریمہ "یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن الخ" میں جس رحمٰن اور رب کا ذکر ہے اس سے مراد بہاء اللہ ہے۔ جس کی اجازت کے بغیر الروح یا روح القدس کو بھی بولنے کی اجازت نہیں۔ پس اس آیت کا مصداق بہاء اللہ کو قرار دینا ثابت کرتا ہے کہ روح القدس یا الروح کی حیثیت بہاء اللہ کے مقابلہ میں ایسی نہیں کہ وہ بہاء اللہ پر کسی کلام کا القا کرے۔ بلکہ وہ یعنی الروح بہاء اللہ کے حکم کے بغیر ایک لفظ بھی بولنے کی مجاز نہیں۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ روح القدس اس کو القا کرے

تیسرے یہ کہ جس طرح عیسائیوں کے نزدیک مسیح پر روح القدس کا نزول مسیح کی الوہیت کے منافی نہیں۔ اسی طرح بہاء اللہ پر روح القدس کا نزول اگر مان لیا جائے تو یہ اس کی الوہیت کے منافی نہیں۔ اور جو جواب عیسائی دیتے ہیں وہی جواب بہاء اللہ کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔

صابری صاحب کا یہ لکھنا کہ اس نے اپنے آپ کو بعض مقامات پر بندہ کہا ہے۔ سو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ تحریریں ابتدائی زمانہ کی ہیں جو حجت نہیں۔ دوسرا جواب اس کا وہی ہے جو قائلین الوہیت مسیح حضرت مسیح کے ابن آدم ہونے کا دیتے ہیں۔ صابری صاحب کو یہ امر ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ بہاء اللہ کا دعوی الوہیت بالکل اسی رنگ میں ہے جس رنگ میں نصاریٰ حضرت مسیح کی خدائی کے قائل ہیں۔

صابری صاحب فرماتے ہیں کہ احمدیوں نے بہائیوں کے مقابلہ میں اپنے عوام مریدوں کو قابو میں رکھنے کے لئے بہاء اللہ کے دعویٰ الوہیت کی سند تیار کر لی ہے۔ بہت خوب **هل شققت قلبهم**؟ سنیئے جناب احمدیوں سے پہلے علماء مصر نے بھی یہی کہا ہے کہ جو احمدی کہتے ہیں چنانچہ مصر کے مشہور و معروف علامہ سید محمد رشید رضی صاحب جو اخبار المنار کے ایڈیٹر ہیں۔ اپنے اخبار المنار ماہ محرم ۱۳۲۹ھ میں "البابیۃ البہائیۃ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:-

"بہائی مذہب کے لوگ جب عیسائیوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دیتے ہیں تو عیسائیوں سے کہتے ہیں ہم بھی تمہاری طرح عیسائی ہیں اور ہم بھی الوہیت مسیح اور اس کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور ہم تو اے مسلمانوں تمہاری اصلاح چاہتے ہیں۔ بایں طور کہ تم باب و بہا کی پیروی کرو جو مہدی اور مسیح ہیں۔ یہ بہائی اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ دین برہمنی، بدھ اور زردشت کو بھی سچا کہتے ہیں۔ اور جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی تمہارے مذہب کو مانتے ہیں۔ اور تم میں سے ہیں۔ پس ہمارا اور تمہارا رب اور معبود بہاء اللہ ہے جو شہر عکا واقع ملک شام میں مدفون ہے۔ یہ لوگ اپنے عقیدہ کو کسی شخص پر یکدم ظاہر نہیں کرتے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنے عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔"

امید ہے کہ صابری صاحب اپنا اعتراض واپس لے کر اپنی دیانت و شرافت کا ثبوت دیں گے۔ اور اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو کتاب الحراب فی صدر بہاء والباب ملاحظہ فرمائیے۔ جو معزز علماء مصر کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

اگلے نمبر میں یہ ثابت کرونگا کہ بہاء اللہ نے نبی اور امام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انشاء اللہ۔ خاکسار

ابوالبہاء حافظ سلیم احمد احمدی اٹاوی

خریداران پشمینہ!!

کشمیر کے چند مخلص دوست جو پشمینہ کا کام کرتے ہیں وہاں کے نادان مسلمانوں نے بعض ملاؤں کے اکسانے پر تنگ کر رکھا ہے اور ان کے کاروبار کو نقصان پہنچانے پر آمادہ ہیں۔ ہماری جماعت کے جو دوست پنجاب ہندوستان اور بیرونی ممالک میں چادر گرم و پشمینہ کی تجارت کرتے ہیں وہ اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ انشاء اللہ مال عمدہ اور دوسری جگہ سے بالکفایت مل سکے گا۔ خط و کتابت بذریعہ مولانا مولوی نور الدین صاحب قاری۔ واژہ پورہ سرینگر کشمیر ہونی چاہیے۔

چندہ اخبار پیغام صلح

جن احباب کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے یا عنقریب ختم ہونے والا ہے اور جن دوستوں کے ذمہ گزشتہ سالوں کی رقوم چندہ بقایا ہیں ان سب کی خدمت میں دفتر سے چٹھیاں لکھی جا رہی ہیں وہ از راہ کرم جلد توجہ فرما کر مطلوبہ رقوم روانہ کریں۔ سالانہ جلسہ پر تو ضرور یہ رقوم ادا ہو جانی چاہئیں

(بقیہ صفحہ ۲ کالم ۳)

اور وہ مرشد بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ راستباز ہے تو پھر ایسے لوگ جن کا منافق ہونا ظاہر ہو چکا باوجود ان کے بہتان باندھنے کے پھر ان کو اپنا مرید بھی سمجھتا ہے۔ حالانکہ خدا نے ایسے لوگوں کے لیے قرآن میں سخت سزا رکھی ہے۔ کیا کوئی ایسی مثال ہے کہ فلاں احمدی اس خاص وجہ سے مرتد ہو گیا۔ یا حضرت صاحب نے اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔

مسیح موعود کی ہتک نہ کرو

بس خدا کے لئے مسیح موعود کی ہتک نہ کرو۔ آپ کی عفت و عصمت قادیان اور اس کے گرد و نواح میں آخر عمر تک مسلم تھی۔ آپ پر کوئی الزام نہیں لگا ورنہ آپ اپنی برأت ضرور فرماتے۔ دشمنوں کی گو اس کوئی چیز نہیں ہوتی وہ جو جی چاہے بکتے رہیں۔ لیکن اپنے مریدوں کا الزام کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ کہ اس سے اغماض کیا جائے اور منافق کہہ کر ٹال دیا جائے اور شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کیا جائے اور اپنی برأت کا اعلان نہ کیا جائے حضرت صاحب کا تو عرض بصر مشہور تھا۔ قادیان کی گنوار عورتیں کہا کرتی تھیں کہ "مرزے کو کچھ نظر نہیں آتا" تو ایسے شخص پر منہ بھر کے کہہ دینا کہ آپ پر فسق و فجور کا گندے سے گندہ الزام لگا۔ کس قدر آپ کی توہین ہے۔

مولانا نور الدین کی مسلمہ پاکبازی

علی ہذا القیاس مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ پر کسی شخص نے فسق و فجور کا الزام نہیں لگایا۔ دوست دشمن آپ کی صداقت و دیانت اور عفت و عصمت کے قائل تھے۔ کبھی آپ کو ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ اس قسم کے الزامات سے اپنے دامن کو بری کرنے کے لئے کچھ تحریر یا تقریر کریں۔

خلفائے راشدین کا رشد

باقی رہے خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اہل سنت کی کتابوں میں تو ان پر کوئی ایسا گندہ الزام موجود نہیں۔ ہاں ایسے موقع پر میاں صاحب شیعوں کے مطاعن میں سے کچھ تلاش کر کے کوئی بات نکال لیں تو الگ امر ہے۔ لیکن اس کی صداقت بھی ویسی ہوگی جیسی اس لغو روایت کی جس میں ننگی نہاتی عورت پر عاشق ہونے کی بکواس ہے۔

جلسہ سالانہ پر چندہ دہندگان کو ضروری ہدایات

جلسہ سالانہ کے موقع پر عموماً مجمع میں چندوں وغیرہ کی رقمیں وصول ہوتی ہیں اس کے متعلق احباب کو چند ہدایات دینی ضروری معلوم ہوتی ہیں علیہ احباب ان پر عمل کریں۔

اول جس قدر رقوم چندہ ماہوار، جرمن مشن، تبلیغ ہند وغیرہ موعودہ وعدوں کے بقایوں وغیرہ کے متعلق ہوں خواہ انفرادی رنگ میں یا جماعت کے رنگ میں ان کے ہمراہ پوری تفصیل لکھ کر ساتھ دی جایا کرے تاکہ اس کے مطابق وصول درج ہو کر بقایا نہ رہے۔ اور کوئی غلط مطالبہ بھی نہ ہو سکے۔

دوم۔ جہاں جماعت کی طرف سے ایسی موعودہ رقمیں ادا ہونی ہوں۔ وہاں زیادہ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسی رقوم کسی فارغ وقت میں باقاعدہ دفتر میں ادا کر کے رسید حاصل کر لی جائے جو متعلقہ شاخ کے حساب کے ساتھ شامل کی جا سکے۔ اور بعد میں چیک کرنے والوں کے لئے سہولت رہے۔

سوم جہاں تک ممکن ہو سکے حتی الوسع جو احباب کسی قسم کی رقم ادا فرمائیں وہ اس کے ساتھ تفصیل نام و مد کی پرچی ضرور شامل کر دیں۔

چہارم۔ اس بات کا خیال ضرور رہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر کثر وقت صدورات کے لئے [illegible] تحریکات ہوتی ہیں جن کو اٹھانا

ایسی تحریکات میں جو حصہ لیا جائے گا وہ کسی اور حساب میں شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا ان موعودہ رقوم کو خاص احتیاط سے ادا فرما کر بقایوں کو صاف فرما دیں۔

سید محمد حسین شاہ فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا چودھواں سالانہ جلسہ

ہدایات برائے مہمانان

(۱) شریک جلسہ ہونے والے احباب اپنی تشریف آوری کی اطلاع دفتر جلسہ کو ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء تک بھیج دیں۔ اور اس میں اپنے ہمراہیوں کی تعداد جس میں مستورات اور بچوں کی تعداد علیحدہ درج ہو لکھ دیں۔

نوٹ۔ جہاں انجمن ہذا کی مقامی شاخ ہو وہاں کے سکرٹری صاحب کا فرض ہوگا کہ وہ اس قسم کا نقشہ تیار کر کے ۱۵ دسمبر تک یہاں پہنچا دیں۔

(۲) مستورات کی رہائش کا انتظام مسلم ہائی سکول کے بالائی کمروں میں کیا گیا ہے تاکہ ان کو آپس کے میل جول اور ملاقات میں سہولت رہے۔

(۳) سردیوں کا موسم ہے اس لئے مہمان صاحبان کافی بستر ہمراہ لائیں اتنے بڑے مجمع میں یہاں بستروں کا انتظام قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کوئی صاحب کافی بستر بغیر تشریف نہ لائیں۔

(۴) جلسے کے پہلے دن مہمانوں کے استقبال کے لئے ریلوے سٹیشن پر انتظام ہوگا۔ مہمان صاحبان پلیٹ فارم پر متعینہ رضا کاری خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ تو ان کو سہولت رہے گی۔ رضا کاروں کو ہدایت ہوگی کہ وہ مہمانوں کو خود تلاش کریں۔ اور گاڑی آنے پر دو چار منٹ تک غالباً کوئی نہ کوئی رضا کار ہر مہمان کے پاس پہنچ جائے گا۔

(۵) نماز اور کھانے کے اوقات حسب ذیل ہوں گے۔ مہمان صاحبان ان کی پابندی کا خیال رکھیں۔ تاکہ ان کو جلسہ میں شریک ہونے کا کافی موقع مل سکے اور کھانا کھلانے والوں کو آرام رہے۔

(الف) نماز فجر ۶ بجے صبح۔ نماز کے بعد مسجد ہی میں چائے دی جائے گی۔ اس مہمان صاحبان نماز فجر کے بعد وہیں تشریف رکھیں۔ نماز ظہر و عصر ۱/۲ ۲ بجے بعد دوپہر۔ نماز مغرب و عشاء ۷ بجے شام۔

(ب) صبح کا کھانا آٹھ بجے صبح سے ۱/۲ ۹ بجے صبح تک رات کا کھانا ۶ بجے شام سے ۸ بجے شام تک۔

(۶) [illegible] کے موقعوں پر بعض غیر متعلق لوگ آ جاتے ہیں۔ اس لئے کھانے کے نقصان سے بچنے کے لئے ٹکٹوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور کھانا کھلانے والوں کو ہدایت ہوگی کہ وہ بلا ٹکٹ کسی کو کھانا نہ دیں۔ اس لئے مہمان صاحبان سے استدعا ہے کہ اسے برا نہ منائیں اور اپنے ٹکٹ حفاظت سے رکھیں اور کھانے کے کمرے میں داخلہ کے وقت اپنے ٹکٹ خود رضا کار متعینہ کو دکھلا دیں۔

(۷) مہمان صاحبان اپنے اسباب اور نقدی وغیرہ کا عام طور پر اور خصوصاً رات کو سوتے وقت خیال رکھیں۔

(۸) رہائش کے کمروں کو تھوکنے سے خراب نہ کریں۔ سونے سے پہلے بجلی بجھا دیں۔ اور حقہ کے عادی احباب سونے سے قبل چلم خالی کر کے آگ بجھا دیں۔ تاکہ آگ لگ جانے کا احتمال نہ رہے۔

(۹) کوئی شکایت یا ضرورت ہو تو دفتر انچارج جلسہ کو اطلاع دیں فوری تدارک کیا جائے گا۔

(انچارج جلسہ) محمد دین جان ایڈووکیٹ

تاریخ ہائے جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کے انعقاد کی تواریخ یہ ہیں

۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۲۷ء

مقدمہ لائٹ

خانصاحب شیخ عبدالعزیز کی شہادت

۲۹ر نومبر کی بقیہ کارروائی

راجہ ریشہ دونا ہونے کے بعد خاں صاحب شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پریس برانچ پر جرح ہوئی۔ خاں صاحب موصوف نے ملک برکت علی صاحب ایم اے ایڈووکیٹ کے سوالات کے جواب میں کہا کہ "لائٹ" سیاسی اخبار نہیں ایک مذہبی اخبار ہے۔ اور مذہبی پروپیگنڈا اس کی پالیسی ہے۔ فائٹ ٹو دی فنش کے معنے اگر ایجی ٹیشن کا ذکر ہو تو یہی ہوں گے کہ ایجی ٹیشن کو جاری رکھو۔ یہ سچ ہے کہ راجپال کی بریت کے بعد مسلمانوں میں بہت بڑی ایجی ٹیشن ہوئی جس کی وجہ سے ورتمان کا مقدمہ امرتسر سے تبدیل ہو کر لاہور ہائی کورٹ میں آگیا۔ راجپال کی بریت سے یہ سمجھا گیا کہ اس قسم کی تحریرات جیسا کہ راجپال کی کتاب تھی دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت نہیں آتیں۔ ورتمان کے فیصلے سے جو ہائیکورٹ میں ہوا یہ طے ہو گیا کہ ۱۵۳ الف کے ماتحت اس قسم کی تحریرات آتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ورتمان کے فیصلے کے بعد مسلمان لیڈروں نے یہ کہا کہ چونکہ ایجی ٹیشن کا اثر ظاہر ہو گیا ہے اس لئے اب اسے ختم کر دینا چاہیئے۔ فائٹ ٹو دی فنش کے پیرا اول میں revolt revolt against سے against it ugly scene مراد ہے muslims سے راجپال کی بریت اور ہندو مسلم کشیدگی مراد ہے۔ اس پیرا میں مسلمانوں کو فہمائش کی گئی ہے کہ ورتمان کے فیصلہ کی وجہ سے جو ہائیکورٹ نے کیا مسلمانوں کو اپنی ایجی ٹیشن ختم نہ کر دینی چاہیے۔ کیونکہ اور بھی بہت سی شکایات ہیں جن کا دور ہونا ضروری ہے۔ Rajpals are but whale underneath سے جو پیرا شروع ہوتا ہے اس میں ہندوؤں کے معاندانہ رویہ کا ذکر ہے Rajpals سے راجپال کی طرح کے لوگ مراد ہیں راجپال کا لفظ ہندوؤں کے خلاف اسلام رویہ کے اظہار کے لئے استعمال کیا گیا ہے As long as Arya Samaj سے جو فقرہ شروع ہوتا ہے اس میں ان شکایات کا ذکر ہے جو مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف ہیں۔ آریہ سماج کو مخالف اسلام فرقہ سمجھا جاتا ہے آریہ سماج کا بانی سوامی دیانند تھا۔ مسلمانوں کو شکایت ہے کہ انہوں نے ستیارتھ پرکاش میں آنحضرت صلعم کو گالیاں دی ہیں۔ مجھے علم ہے کہ مونجے اور مالوی خلاف اسلام ذہنیت کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی پالیسی ہندو راج کی طرف لے جانے والی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں میں ہندو بنیوں کے خلاف سخت ناراضی پائی جاتی ہے شدھی کی تحریک سے بھی مسلمان ناراض ہیں۔ شدھی اور سنگٹھن کی دو بڑی تحریکات ہندو مہاسبھا نے شروع کی ہیں۔ fight is on to-day سے ہندو مسلمانوں کی کشمکش مراد ہے۔ how to crush the monster کے معنے ہیں کہ خلاف اسلام رویہ کو کیونکر کچلا جائے۔ مجھے علم ہے کہ ڈاکٹر مونجے نے مسلمانوں کے خلاف بالخصوص لاٹھی کے استعمال کی تلقین کی ہے۔ The only way کا مطلب یہ ہے کہ صرف یہی ایک راستہ ہے جس سے شکایات دور ہو سکتی ہیں۔ let your let your arms کے معنے ورزش کے ہیں۔ select the weapons کا مطلب ہے کہ اچھے ہتھیاروں کا انتخاب کیا جائے ضروری نہیں کہ اس سے جسمانی اسلحہ ہی مراد ہوں۔ صفحہ ۴ پر your arm - exercise it کے معنے جسمانی طاقت بڑھانے کے ہیں۔ monster کے لفظ کو "رویہ" کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی پوزیشن مدینہ میں دفاعی پوزیشن تھی۔ in arms day and night کا حکم آپ نے اس حالت میں دیا تھا کہ دشمن کا خطرہ رات دن رہتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ سرکردہ پبلک آدمیوں کی یہ رائے ہے کہ ہندو اور مسلمان ایک حالت جنگ میں ہیں یا پوری ہندو [illegible]

کے خلاف ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کے سوا اور کسی نے اظہار ناراضی نہیں کیا۔ اس مضمون میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر مسلمان عبدالرشید نہیں بلکہ مسلمانوں نے علانیہ عبدالرشید کے خلاف اظہار نفرت کیا ہے۔ اور یہ اظہار نفرت نہایت مدبرانہ اور دانشمندانہ ہے۔ اس مضمون میں یہ بھی ذکر ہے کہ ایک بوڑھے مسلمان کو دہلی میں سوامی شردھانند کے قتل کے معاوضہ میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ یہ بھی بتایا ہے کہ بہت سے عناصر مسلمانوں کے احساسات کے خلاف کام کرنے اور عبدالرشید کی ذہنیت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

Abdur Rashid is a logical product of a Rajpal میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہندو مسلم کشیدگی بہت بڑھی ہوئی ہے اور جب تک ہندوؤں کی ذہنیت یہ ہے اس وقت تک مسلمانوں کی ذہنیت عبدالرشید جیسی ہوگی۔ یہ وہ خیال ہے جس کو میں اس مضمون میں حد سے بڑھا ہوا سمجھتا ہوں۔ یہ سچ ہے کہ آریہ سماج ہندو مسلم کشیدگی کا باعث ہے راجپال کی کتاب بھی اس کشیدگی کا موجب ہوئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ راجپال کی کتاب اس کشیدگی کا زیادہ تر موجب ہے یا نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے اس راجپالی طرز کا بدلنا ضروری ہے۔ "فائٹ ٹو دی فنش" کے پیرا ۱۲ میں مضمون نگار نے ہندو رشیوں کی عزت و تکریم کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ ایک ہندو بھی خدا تعالیٰ کی ویسی ہی مخلوق ہے۔ جیسے مسلمان۔ ہندوؤں کا بھی احترام کیا ہے۔

monster کے لفظ سے جارحانہ ذہنیت مراد ہے صفحہ ۴ پر مضمون نگار نے صاف کر دیا ہے۔ کہ اس نے جو مشورے مسلمانوں کو دیئے ہیں وہ صرف دفاعی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ شکایت ہے کہ ہندوؤں کی ذہنیت عام طور پر مسلمانوں کے خلاف ہے اور کہ راجپال اس کا بد ترین نقشہ ہے۔ ایک شخص ہندو مسلم اتحاد کی خاطر جائز طور پر اس کا ذکر کر سکتا ہے۔ ہندو مہاسبھا کو یہ شکایت ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے حقوق چھین کر دیتی ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ کانگرس ایک ہندو تحریک ہے۔ مونجے اور مالوی جو لاٹھی کے استعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ انہیں ہندوؤں میں جنگی ذہنیت پیدا کرنے والا کہا جا سکتا ہے۔ ہندو مہاسبھا کی ذہنیت مسلمانوں کے خلاف جنگی ذہنیت ہے۔

"کنفیشن آف کرائم" کے مضمون میں نمبر ۱ سے لیکر ۱۳ تک ان شکایات کو گنا گیا ہے جو مسلمانوں کو عام طور پر ہندوؤں سے ہیں۔ fight the monster میں ہندوؤں کے اس جارحانہ رویہ کے مقابلہ کی تلقین کی گئی ہے جو مسلمانوں کو تمام سرکاری و غیر سرکاری کاموں سے خارج کرنے والا ہے میں اس مضمون کے کسی ایسے فقرے یا لفظ پر انگلی نہیں رکھ سکتا جس میں یہ کہا گیا ہو کہ ہندوؤں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر دیا جائے لیکن مضمون کا لب و لہجہ اسی قسم کا ہے۔ کنفیشن آف کرائم میں مضمون نگار نے پہلے مضمون کو دفاعی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کی قابل اعتراض ترکیب کی تشریح کی ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ کوئی شخص کسی ایسے مضمون کی تشریح کرے جسے غلط طور پر سمجھا گیا ہو۔ "لائٹ" پر مقدمہ چلانے سے پہلے کوئی تنبیہ اسے نہیں کی گئی۔ اس سے پہلے ۱۶ر مئی ۱۹۲۷ء کے "لائٹ" میں بھی ایک قابل اعتراض مضمون تھا۔ لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی مضمون نگار مسلمانوں کی شکایات کو بیان کرنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے لیکن جس طریق پر اس نے بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں۔

عدالت کے سوالات

کے جواب میں کہا کہ اس بوڑھے آدمی (مفتی محبوب علی) کے متعلق جس کو سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ہندوؤں نے قتل کیا، اخباروں میں [illegible] لیکن ملزم کو چھوڑ دیا۔

ہندو مسلم کشیدگی راجپال کی کتاب کی اشاعت سے پہلے سے ہے۔ راجپال کی کتاب ہندو مسلم کشیدگی کا نتیجہ بھی ہے۔ اور اس کو بڑھانے والی بھی ہے۔ جو کہا کہ ہندو مسلمان ایک حالت جنگ میں ہیں۔ اس حالت جنگ کی ظاہری شکل بلوے وغیرہ ہیں۔ اس حالت جنگ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جن استعارات سے مضمون نگار نے کام لیا ہے وہ کوئی خوشگوار نہیں "پوری ہندو راجپال" کا فقرہ بھی اچھا نہیں۔ راجپال کی بریت کے بعد مسلمانوں کے مختلف طبقات کا رویہ مختلف تھا۔ عام آدمیوں کے نزدیک آنحضرت صلعم کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ کیونکہ قانون اس کو سزا دینے کے لئے کافی نہیں۔ زیادہ تعلیم یافتہ آدمی چنداں پروا نہیں کرتے تھے۔ کانگرس اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ چار پانچ سال سے اختلاف چلا آتا ہے۔ جب کانگرس مہاتما گاندھی کے قبضہ میں آئی۔ اس وقت ایک قومیت پیدا ہوئی۔ بڑے بڑے مسلمان لیڈروں نے مہاتما گاندھی کا ساتھ دیا۔

لائٹ کو احمدی قوم کے لوگ پڑھتے ہیں۔ ان کے پڑھنے والوں میں تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ اور ایسے بھی جو زیادہ تعلیم یافتہ نہیں۔ لیکن زیادہ احمدی ہی پڑھتے ہیں۔ اور وہ بھی لاہوری پارٹی کے۔ اس کی اشاعت قریباً ایک ہزار ہے۔

خاں صاحب شیخ عبدالعزیز کی شہادت کے بعد استغاثہ ختم ہو گیا مقدمہ کی آئندہ پیشی کی تاریخ ۹-۱۰ر دسمبر ۱۹۲۸ء مقرر ہوئی ہے۔ جبکہ صفائی کی شہادتیں پیش کی جائیں گی۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۸ رجمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۴ ردسمبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۵۰

جلسہ سالانہ پر چندہ دہندگان کو ضروری ہدایات

جلسہ سالانہ پر عموماً مجمع میں چندوں وغیرہ کی رقمیں وصول ہوتی ہیں اس کے متعلق احباب کو چند ہدایات دینی ضروری ہیں۔

اول جس قدر رقوم چندہ ماہوار۔ جرمن مشن۔ تبلیغ ہند وغیرہ وعدوں کے بقایہ کے متعلق ہوں خواہ انفرادی طور پر یا جماعت کے رنگ میں ان کے ہمراہ پوری تفصیل لکھکر ساتھ دیا کرے تاکہ اسی کے مطابق درج رجسٹر کی جائے۔

دوم جہاں جماعت کی طرف سے ایسی موعودہ رقمیں ادا ہونی ہوں وہاں زیادہ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسی رقوم کسی فارغ وقت میں باقاعدہ دفتر میں ادا کرکے رسید حاصل کرلی جائے۔ جو متعلقہ شاخ کے حساب کے ساتھ شامل کی جاسکے اور بعد میں چک کرنیوالوں کے لئے سہولت رہے۔

سوم۔ جہاں تک ممکن ہوسکے احباب کو چاہیے کہ رقم کے ساتھ تفصیل مد اور نام کی پرچی ضرور شامل کردیں۔

چہارم اس بات کا خیال ضرور رہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر وقتی ضروریات کے لئے بھی تحریکات ہوتی ہیں۔ جن کو احباب کے مستقل سابقہ وعدوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی تحریکات میں جو حصہ لیا جائیگا وہ کسی اور حساب میں شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا ان موعودہ رقوم کو خاص احتیاط سے ادا فرماکر بقایوں کو صاف فرمادیں۔

والسلام

محمد منشا۔ [illegible]

انجمن کی مالی مشکلات

قابل توجہ سکرٹری صاحبان وممبران شاخہائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

احباب کو علم ہے کہ انجمن آجکل مالی مشکلات کے اندر ہے یہ اس قسم کی تکلیف ہے کہ سب انسانوں اور کام کرنے والوں پر آتی رہتی ہے لیکن ایسے وقت میں جو قوم ہمت ہار دیتی ہے وہ بھر اٹھ نہیں سکتی جوانمرد کا یہ کام ہے کہ وہ زور لگاکر اس حالت سے باہر نکل آئے۔ اس لئے ایک طرف جملہ احباب کو انفرادی طور پر اس کام میں مصروف ہونے کی درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں سے خاص چندے فراہم کریں۔ جس کے ساتھ اب دوسری درخواست ہر ایک احمدی دوست کی خدمت میں یہ ہے کہ وہ اپنا اپنا کل بقایا ہر قسم کے چندوں کا اس ماہ میں ضرور ادا کردیں۔ اگر جلسہ سے پیشتر ہی بھیجدیں تو عین مہربانی۔ خصوصاً وہ احباب جو بوجہ دور دراز ہونے کے جلسہ کی شرکت سے معذور ہوں وہ ضرور اپنی رقوم جلسے سے پیشتر روانہ کردیں۔ تاکہ ان کی غیر حاضری کا نقصان اس طرح پورا ہوجائے اور باقی جملہ احباب جلسہ سالانہ پر یہ انتظام فرماکر آئیں کہ ان کے سب بقایے ادا ہوکر حسابات صاف ہوجائیں۔ اور ایک شخص بھی ایسا نہ رہے جس کے نام کے ساتھ بقایا دار کا [illegible]

تاریخ ہائے جلسہ سالانہ سنہ ۲۷ء

اس سال کا جلسہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بےنظیر ہوگا۔ اس جلسہ کے صدر لارڈ ہیڈلے بالقابہ ہوں گے جلسہ کی تواریخ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ دسمبر سنہ ۲۷ء مقرر کی گئی ہیں احباب کو چاہیے کہ غیر احمدی دوستوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کریں

خاص طور پر احباب کو توجہ دلائی تھی۔ امید ہے کہ تمام دوست اس بارہ میں پوری توجہ کرکے ایک نمونہ قایم کریں گے۔ اس سلسلہ میں میں حسب ذیل مدات کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔

(۱) چندہ ماہوار۔
(۲) مستقل سالانہ چندہ۔ وعدہ ہائے جرمن مشن۔
(۳) وقتی وعدے برلن مسجد۔ تبلیغ ہند۔ مفت تقسیم قرآن انگریزی وسیرت خیر البشر انگریزی۔

(سید محمد حسین شاہ فنانشل سکرٹری)

لارڈ ہیڈلے کی تشریف آوری

دہلی ۱۰ ردسمبر۔ لارڈ ہیڈلے آئندہ صدر آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی جس کا اجلاس ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ دسمبر کو قرار پایا ہے ۱۶ ردسمبر کو بمبئی پہنچیں گے۔ مسلمانان بمبئی نے آپ کا شاندار خیر مقدم کرنے کی تجویز کی ہے۔ بمبئی سے آپ ۲۲ دسمبر کو بذریعہ پنجاب میل (جی آئی پی) روانہ دہلی ہوں گے۔ اور ۲۴ ردسمبر کو ۸ بجے صبح دہلی پہنچ جائیں گے۔ راستے میں تمام بڑے بڑے شہروں کے مسلمان آپ کی عزت افزائی اور محبت میں خیر مقدم کی تیاریاں کررہے ہیں۔ میں تمام مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ تبلیغ اور کانفرنس کے اخراجات کے لئے روپیہ فراہم کریں ۱۶ ردسمبر کا جمعہ تبلیغ کانفرنس کا یوم قرار پایا ہے اس دن تمام امیر وغریب مسلمانوں سے چندہ جمع کرکے میرے پاس بھجوادیں۔

(سید غلام بھیک نیرنگ)

حاجی لارڈ ہیڈلے کے استقبال کی تیاریاں

بمبئی ۱۰ ردسمبر آج شام کو مسلمانوں نے زیر صدارت قاضی کبیر الدین ایک جلسہ منعقد کیا۔ خان بہادر اسمٰعیل کرنے نے حسب ذیل قرارداد پیش کی جو باتفاق رائے منظور ہوئی حاجی لارڈ ہیڈلے انگریز نومسلم نواب جو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی کی صدارت کے لئے تشریف لارہے ہیں ۱۶ ردسمبر سنہ ۲۷ء کو بمبئی وارد ہوں گے۔ ان کے خیر مقدم کے لئے یہ جلسہ بمفصل ذیل اصحاب کی مجلس استقبالیہ قائم کرتا ہے اور ارکان مجلس کو اختیار دیتا ہے کہ جس قدر چاہیں اور ارکان اپنی مجلس میں داخل کریں۔
سردار سلیمان مٹھا سی آئی ای۔ خان بہادر اسمٰعیل کرنے۔ صالح بھائی بڑودہ والا۔ لو محمد شیخ۔ قاضی کبیر الدین۔ حاجی [illegible] ابراہیم

اتحاد بین المسلمین

(سید عبدالمجید صاحب بیج کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں)

میں آج ایک نہایت ضروری معاملہ کی طرف جناب کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آنجناب اپنے وقت عزیز کا کچھ حصہ اس پر صرف فرما کر مجھے ممنون ہونے کا موقع دیں گے۔

سب سے پہلے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ "اتحاد بین المسلمین" کی جو تجویز میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ فی نفسہٖ جناب کے ذہن میں پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس کے متعلق جناب کو کچھ سکھانا مطلوب نہیں ہے بلکہ جناب کی تائید حاصل کرنا مقصود ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ مسلمانان ہند کا باہمی مذہبی اختلاف خطرناک حد تک پہنچ گیا ہے۔ شیعہ سنی، اہلحدیث، اہل القرآن، نیچری، اعتزالی، رافضی، دیوبندی، رضا خانے مصطفوی اور ہر ایک فرقے میں اندرونی تحتی فرقے جیسے قادیانی احمدی۔ لاہوری احمدی۔ غزنوی اہلحدیث ثنائی اہلحدیث وغیرہ وغیرہ جس نظر سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ لوگ انہیں اسلام کے مختلف فرقے سمجھتے ہوں گے۔ مگر میں انہیں جداگانہ مستقل مذہب سمجھتا ہوں۔ اگر یہ مختلف مذہب نہ ہوتے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ، ایک بہشت دوزخ کو مانتے ہوئے بھی کوئی شخص محض فروعی اختلاف کی وجہ سے اسلام سے خارج و کافر ہو سکے۔ جہانتک مجھے فرقوں کی باہمی تکفیر کی وجوہات پر غور کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں تو انہیں کفر دون کفر یا ذاتیات پر محمول کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقے کو اسلام سے ایسا خارج نہیں سمجھتا جیسا کہ مشرک، ہنود، یہودی اور مسیحی ہیں۔ لیکن باوجود ہمہ باہمی مذہبی تعلقات اور تمدنی معاملات ان فرقوں کے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ایک مسلمان کے ایک غیر مسلم سے ہونے چاہئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سب سے زیادہ ضرورت اس وقت اتحاد بین المسلمین کی ہے اور وہ اس وجہ سے نہیں کہ مسلمان متحد ہو کر مدافعانہ یا جارحانہ کارروائیاں عمل میں لائیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ موجودہ عالم کے لئے برکت و رحمت ثابت ہوں۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے کہ ہم مادر گیتی کے فرزند ہی نہیں۔ اور اگر ہیں تو ناخلف اور بار زمین ہیں۔ فرقان حمید نے یہ فرما کر۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ ۳ : ۱۰۳ یہ ثابت کر دیا کہ اتحاد کا فقدان بمنزلہ نار جہنم کے ہے۔ اور یہ فرما کر ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم یہ ظاہر کر دیا کہ اتحاد ہی ایک ایسی نعمت ہے جو دنیا جہان کے خزانے صرف کرنے پر بھی نہیں مل سکتی۔ جب تک خدا کی مہربانی نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب صاف یہ ہوگا کہ مسلمان آج کل خدا کی مہربانی سے محروم ہیں۔

مسیحی قوم نے حال ہی میں لوزان کی ایک مخلوط کانفرنس میں تمام مسیحی فرقوں میں اتحاد کے لئے جو تڑپ اور ولولہ ظاہر کیا ہے قابل صد ہزار ستائش ہے۔ وہ تمام فرقوں کے جزئی اختلاف کو مٹا کر ایک مشترکہ عقیدہ اور روئے زمین کے لئے ایک مشترک مسیحی پیغام تجویز کرنے کی فکر میں ہیں۔ ادھر ہمارے ہندو برادران نے ابھی آریہ کانگرس کے پلیٹ فارم پر اتحاد کے جو روح پرور مناظر پیش کئے ہیں وہ ہندو مذہب کی تاریخ میں غیر فانی درجہ حاصل کر کے آنے والی نسلوں میں بطور ایک متبرک ورثے کے منتقل ہوتے رہیں گے۔ کیا یہ معجزے سے کچھ کم ہے کہ پنڈت مدن موہن مالوی جیسے پکے سناتن دھرمی جسے ایک آریہ بت پرست سمجھنے پر اصرار کر رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ "آریہ سماجی ہمارے پران ہیں۔ اور ہردے کے ہردے ہیں ان کو ایک ذرا سی تکلیف پہنچانا ہمارے ہردے پر بڑی بھاری چوٹ پہنچانا ہے" مالوی جی کا یہ بیان ایک ایسی ناقابل انکار بات ہے کہ تمام مسلمانوں کو اکٹھے ہو کر دعا مانگنا چاہئے کہ خدا انہیں توفیق دے کہ اس فقرے میں سے آریہ سماجی کا لفظ حذف کر کے وہ تمام بنی نوع انسان کی نسبت یہی کہہ سکیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کے نزدیک رسول عربی صلعم کے ارشاد کے مطابق "تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ جو اس کے کنبے سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کا محبوب ترین بندہ ہے"

مذہب کے متعلق اختلاف رائے ہمیشہ رہے گا۔ اختلاف رائے جب تک بڑھ کر مخاصمت کی حد کو نہ پہنچے ایک رحمت ہے اختلافات رہیں لیکن اسلام کو مختلف مذاہب کی صورت میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونا چاہئے۔ جیسے حنفیوں کا اسلام اور شیعوں کا اسلام۔ ان تمام فرقوں کو ایک مرکز پر لانے کے لئے ایک دنیا سالانہ اجتماع نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے جو ان سب کو ایک اور صرف ایک اسلامی مرکز پر لے آئے۔ فرقہ وارانہ جداگانہ جلسے اسلام کے لئے باعث زحمت ہوں گے۔ جبکہ وہ سب فرقوں کے ایک مشترک مذہب اسلام کی تقویت کے لئے کئے جائیں گے۔ مگر بدنصیبی یہ ہے کہ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی بیخکنی میں اپنی طاقت کا راز پوشیدہ سمجھتا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ اسلام کی بیخکنی کے مترادف ہے۔ جھگڑے کیا ہیں آمین، رفع یدین خلافت بلا فصل، نزول مسیح وغیرہ وغیرہ۔ خطرے کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ در و دیوار پر تباہی و بربادی کے نشانات لکھے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ غرضکہ مسلمان ہر حیثیت سے ایک نہایت نازک حالت پر پہنچ چکے ہیں۔ اگر وہ زندہ رہنا چاہتے ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے مفید اور سودمند بن کر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ دو باتوں کے متعلق ان کے خیالات بالکل صاف ہوں (۱) دشواریاں جن پر ہمیں غالب آنا ہے (۲) قربانیاں جو ہمیں کرنا ہیں۔

میرا خیال ہے کہ مختلف فرقوں کے لئے ایک مشترک پلیٹ فارم پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ جہاں وہ سب ملکر اسلام کی ترقی و استحکام کے متعلق غور کر سکیں۔ یہ غرض "آل انڈیا مسلم کانفرنس" کے سالانہ اجتماع سے پوری ہو سکتی ہے۔ متعدد فرقے اور ان کے تحتانی فرقے صورت موجودہ میں اپنے جلسے جس انداز میں کر رہے ہیں اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے فرقے سے تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ تھوڑے فاصلہ پر اسلام کے دو فرقوں کے جلسے اس انداز سے ہوتے ہیں کہ گویا وہ مسیحی اور آریہ مذہب کے جلسے ہیں میرا مقصد ہے کہ ان تمام فرقہ وارانہ جلسوں کے انعقاد کی تاریخیں اسی طریق پر مقرر کی جائیں کہ ایک فرقے کے پیرو دوسرے فرقے کے جلسوں میں شریک ہو سکیں۔ مثال کے طور پر میں اسے اس طرح واضح کر سکتا ہوں کہ حال ہی میں ندوۃ العلماء کا جلسہ ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ نومبر کو ہوا ہے اور جمعیۃ العلماء کا جلسہ ۲ - ۳ - ۴ دسمبر کو۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے اپریل میں ایسٹر کی تعطیلات میں ہوتے ہیں۔ اب ان کے انعقاد کی تاریخیں ایسی ہیں کہ ہر فرقے اور ہر خیال کا آدمی انہیں خالص اسلامی تحریکیں سمجھ کر شامل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہم اور فرقہ وارانہ اجتماعات کی تاریخیں مقرر کر سکتے ہیں۔ اور بڑے دن کی تعطیلات کے چند ایام "آل انڈیا مسلم کانفرنس" کے لئے مخصوص کر سکتے ہیں۔ جن میں اور کہیں سرکاری جلسہ نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ فرقوں کے درمیان تحتی فرقوں میں بھی یہ اصول مدنظر رہے تو نہایت مفید نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ ان تمام امور پر غور کرنے کے لئے اور آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تجویز کو معرض عمل میں لانے کے لئے بڑے دن کی چھٹیوں میں چند تاریخیں مخصوص کی جا سکتی ہیں جس میں سب فرقوں کے نمائندوں کو شرکت کی دعوت دی جانی چاہئے۔ اگر یہ تجویز غیر موزوں نہیں ہے تو کیا میں توقع رکھ سکتا ہوں کہ لاہوری اور قادیانی جماعت کے احمدی اپنے جلسوں کی تاریخوں میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے۔ اس دفعہ آل انڈیا تبلیغ کانفرنس بھی ہوگی۔ پس ان کے ساتھ خط و کتابت کر کے جو تاریخیں ان کے جلسوں کی ہوں ان کے علاوہ جو تاریخیں ہیں ان میں لاہوری اور قادیانی احمدی اپنے جلسوں کی تاریخیں اس طرح مقرر کریں کہ ایک دوسرے کے جلسوں میں شریک ہو سکیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر تبلیغ کانفرنس کا اجلاس ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ دسمبر کو ہو تو مختلف تحتی فرقے ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ اور ۳۰ - ۳۱ - یکم پر اپنے جلسے تقسیم کر لیں۔ اس طرح ایک ایسے مسلمان کو جو فرقہ وارانہ اختلافات سے بالاتر ہو کر اصل اسلام کو دیکھتا ہے ان سب جلسوں میں یا ان میں سے کسی ایک جلسہ میں ... شامل ہونے کا آسانی سے موقع مل سکے گا۔ بظاہر جلسوں کے یہ ایام کم نظر آتے ہیں مگر کام کرنے والے جانتے ہیں کہ عملی کام کے لئے ایک دن بھی کافی ہے اور خالی ... ناکافی ہیں میرا خیال ہے ... گا

انتقاد

مشیر باغبانی

مولفہ پروفیسر جی ایم۔ ملک۔ بی ایم۔ ایس۔ سی ایگریکلچر امریکہ۔ اس رسالہ میں حسب ذیل امور کے متعلق نہایت مفید معلومات درج ہیں ترکاریوں کا کلنڈر۔ ولایتی اور دیسی ترکاریوں کی کاشت۔ پھولوں طبی بوٹیوں کی غور پرداخت۔ میوہ دار درختوں اور زیبائشی پودوں کی پرورش نگہداشت۔ کیمیاوی کھادیں۔ کیڑوں مکوڑوں اور نباتاتی بیماریوں کی دوائیں۔ جو لوگ فن باغبانی سے دلچسپی رکھتے ہیں انہیں ضرور اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مندرجہ ذیل پتہ سے مفت مل سکتا ہے۔

امریکن سیڈ اینڈ نرسری کمپنی تخم فروشان ذخیرہ فروشان کوٹھی ۱۲ میکلوڈ روڈ لاہور

"فردوس"

نام سے ایک ماہوار رسالہ شیخ غلام مصطفے حیرت کے زیر ادارت لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ اس کا سالنامہ نمبر جو ۱۲۸ صفحات پر خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس نمبر میں قریباً ایک درجن تصاویر ہیں۔ اور ان کے علاوہ علامہ اقبال۔ عبدالمجید خاں صاحب سالک اور مولانا غلام رسول صاحب مہر۔ پنڈت ہری چند اختر ایم اے۔ خواجہ دل محمد صاحب ایم اے۔ اور دیگر مشہور و ممتاز اہل قلم حضرات کے دلکش کلام اور ادبی جواہر ریزوں سے رسالہ کو مزین کیا گیا ہے۔ ہم شیخ غلام مصطفے صاحب کو اس ادبی مجموعہ کی قابلانہ تدوین پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور قارئین کرام سے سفارش کرتے ہیں کہ اس کے مستقل خریدار بن کر قابل مدیر کی ہمت افزائی کریں۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے خاص نمبر کی قیمت ... منگانے کا پتہ

"فردوس"۔ لاہور۔

اسلامی کلنڈر ۱۹۲۸ء

اعوان بکڈپو لاہور نے مختلف ڈیزائن کے تین کلنڈر تیار کرائے ہیں۔ جن میں انگریزی اور چاند کی تاریخیں دونوں درج ہیں۔ سرکاری تعطیلات الگ رنگ میں واضح کی گئی ہیں۔ اور ان کی تفصیل ہر ماہ کے ساتھ ساتھ دی گئی ہے۔ یوں تو تینوں کلنڈر خوبصورت ہیں۔ لیکن ایک کلنڈر جس میں یا اللہ کے الفاظ سنہری ہیں خصوصیت سے جاذب توجہ ہے۔ اس آخر الذکر کلنڈر کی قیمت ۴ روپے اور باقی ہر دو کی چار چار آنے ہے۔ ملنے کا پتہ:۔

منیجر اعوان بکڈپو نولکھا ۵ لاہور

اعلان

احمدیہ کانفرنس بر موقع جلسہ سالانہ امسال ۲۹ ماہ حال کی شب کو منعقد ہوگی۔ لہذا تمام ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں بذریعہ اخبار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر کوئی ممبر اس کانفرنس میں کوئی امور برائے غور قوم کے سامنے پیش کرنا چاہیں تو اس کی اطلاع سکرٹری انجمن ہذا کو ۲۰ ماہ حال سے قبل لکھ کر بھیج دیں۔ خاکسار (محمد عبداللہ سکرٹری)

ضرورت

ہے ایک سب اسسٹنٹ سرجن کی جو اسی روپے ماہوار پر ملازمت کرنے کے لئے تیار ہو احمدی جماعت سے تعلق رکھنے والے صاحب کو ترجیح دی جائے گی۔ درخواستیں مع نقول سند مندرجہ ذیل پتہ پر جلد آنی چاہئیں۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

(۵)

مسیح موعود اور امام ابوحنیفہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کی قلم سے)

اعتراض - حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق جناب مرزا صاحب نے کیا فرمایا ہے۔ ان کی فقہ کو آپ کیا درجہ دیتے ہیں۔

جواب - حضرت مرزا صاحب کا مذہب وہی تھا جو تمام اکابر اہلسنت کا مذہب ہے جیسا کہ میں اسی سلسلہ مضامین کے مضمون ۱ میں ایام الصلح کے حوالے سے لکھ آیا ہوں۔ آپ قرآن کو سب پر مقدم کرتے تھے۔ اس کے بعد حدیث کو مانتے تھے۔ ہر ایک حدیث کو جو قرآن کے خلاف نہ ہو قابل قبول سمجھتے تھے۔ جو مسئلہ قرآن و حدیث سے نہ ملے اس کے لئے فقہ حنفی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کو سب سے بلند درجہ دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ امام ابوحنیفہ اجتہاد کرتے وقت قرآن کو مقدم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ہمارے ملک پنجاب اور ہندوستان میں چونکہ حنفی زیادہ ہیں اس لئے قرآن و حدیث سے اگر کوئی شخص مسئلہ مستنبط نہ کر سکے تو چاہیئے کہ فقہ حنفی پر عمل کرے۔ خود امام ابوحنیفہ صاحب کی نسبت جنھیں امام اعظم بھی کہا جاتا ہے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

"اصل حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت اور عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے۔ اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی۔ اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی۔ اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ اسی وجہ سے اجتہاد اور استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے"

(ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۵۳۰)

امام ابوحنیفہ صاحب کے متعلق جو رائے حضرت مرزا صاحب کی تھی وہ ان کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔ یہاں حضرت امام ابوحنیفہ کو ائمہ ثلاثہ پر فضیلت دی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ باقی ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی، امام مالک، امام حنبل کی ویسی عزت نہ کرتے تھے نہیں بلکہ چاروں اماموں کی یکساں دل سے عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ اپنے اور اپنی جماعت کے احمدی نام رکھانے پر جو کسی نے اعتراض کیا تو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"اگر احمدی نام رکھنے میں ہتک ہے تو پھر شافعی، حنبلی کہلانے میں بھی ہتک ہے مگر یہ نام ان اکابر کے رکھے ہوئے ہیں جن کو آپ صلحا مانتے ہیں۔ وہ شخص بدبخت ہوگا جو ایسے لوگوں پر اعتراض کرے اور ان کو برا کہے۔ صرف امتیاز کے لئے ان لوگوں نے اپنے یہ نام رکھے تھے

یہ **چار امام** (امام اعظم ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام احمد بن حنبل و امام شافعی رحمہم اللہ) اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ جیسا کہ حنبلی و شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے۔ بلکہ احمد کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال ہے۔ اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے" (اخبار بدر ۲۷ جلد ۱ مطبوعہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

اس کے بعد میں چند سطور اس اشتہار سے نقل کرتا ہوں جو حضرت مرزا صاحب نے دہلی میں "ایک عاجز مسافر کا اشتہار" کے عنوان سے شائع کیا۔ فرماتے ہیں :-

"میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں"

ہمارا سالانہ جلسہ

(اہلیہ صاحبہ حضرت امیر کی قلم حقیقت رقم سے)

دنیا کے کام ہوں یا دین کے بغیر قربانی اور استقلال کے ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ پھر دین اور قوم کے لئے جو کام کئے جائیں ان میں تو اور بھی عزم و ایثار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان صفات کو پیدا کرنے یا قایم رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً تحریک کا ہوتے رہنا ضروری امر ہے اسی لئے ہمارے حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ کی بنیاد ڈالی تاکہ بیرونجات کے احمدی بھی اپنے مرکز میں جمع ہو کر خدمت دین کے کاموں میں حصہ لیں۔ اپنی جماعت کے حالات بچشم خود دیکھیں۔ نئی نئی امنگوں اور ولولوں کو لے کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ اور تازہ جوش و ہمت سے کام کریں۔

یہ تو اب تسلیم شدہ امر ہے کہ مستورات کو خدمت دین سے الگ تھلگ اور اپنے سلسلے کے کاموں سے بے خبر رکھنے میں نہ صرف ان بیچاریوں کو اس ثواب سے محروم کرنا ہے بلکہ اپنی نئی پود کو بھی ایک حد تک بیگانہ کر دینا ہے۔

اس لئے اب اکثر بزرگ اپنی مستورات کو بھی جلسہ پر اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ ہمارے سالانہ جلسے میں تقریباً دو ہفتے باقی ہیں۔ میں اپنی سب احمدی بہنوں کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

ہم لوگوں کو وعظ و نصیحت سننے کے موقع بہت کم نصیب ہوتے ہیں ملنے جلنے سے تبادلہ خیالات ہوتا ہے۔ اور اپنی احمدی بہنوں سے محبت و اخوت بڑھتی ہے۔ روح کو خوشی اور دل کو اطمینان ہوتا ہے۔ ایسے سعید موقع کو ہاتھ سے جانے دینا سخت غلطی ہے۔ سردی کی وجہ سے بچوں کے ساتھ تکلیف تو ہوتی ہے لیکن دینی و قومی کاموں میں تکلیف بھی عین راحت ہے۔ ہماری بزرگ بیبیوں نے جن کے نام اب ہمارے لئے باعث فخر ہیں اسلام اور قوم کی خاطر بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ اپنے مردوں کا ساتھ دیا اور ان کا ہاتھ بٹایا ہے ہمیں بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔ اور ہماری اولاد بھی ہمارے نمونہ کی نقل کر کے سچی مسلمان بنے۔ جب تک ہمارے دلوں میں درد نہ پیدا ہوگا ہماری اولاد بھی کبھی دین کے لئے سچا جوش لے کر دنیا میں نہیں نکل سکتی مجھے امید ہے کہ میری معزز بہنیں اپنے سلسلہ کے اس ضروری اور مبارک اجتماع میں شامل ہو کر بزرگان دین کے اقوال سے مستفید ہو سکیں گی۔

لاہور میں رہنے والی بہنوں کو تو بہت ہی آسانی ہے۔ ہر ایک بہن کی خدمت میں عرض ہے کہ سال میں صرف ایک مرتبہ یہ بابرکت دن آتے ہیں۔ روزمرہ کے کام تو ہمیشہ ہی لگے رہتے ہیں۔ چاہیئے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرکے اور اپنے تمام کاموں کو ملتوی کر کے اس دینی کام میں حصہ لیں۔ دنیا کے دھندے تو ہمیشہ ہی رہیں گے۔ مگر ایسے موقعے ہمیشہ نہیں ملتے۔

کارکنان جلسہ نے مستورات کے لئے پردہ کا نہایت عمدہ انتظام کیا ہے۔ جہاں سے وہ نہایت آرام و آسانی سے لکچر وغیرہ سن سکیں گی مستورات کے علیحدہ اپنے جلسے بھی مسلم ہائی سکول کی بالائی منزل میں ہوں گے۔ جن میں ہماری لائق بہنیں تقریریں کریں گی۔ اگر کوئی بہن تقریر کرنا چاہیں تو خاکسار کو مطلع فرمائیں۔

باہر سے تشریف لانے والی بہنیں ۲۰ ردسمبر ۲۶ء تک اپنی تشریف آوری کی اطلاع دیں تاکہ ان کی رہائش کا انتظام کیا جا سکے۔ پتہ یہ ہے :-

سکرٹری انجمن خواتین احمدیہ بلڈنگس لاہور

غیر مذاہب

ہندو اخلاق و معاشرت پر تبصرہ

ایک امیریکن لیڈی کی معرکۃ الآرا تصنیف

(حضرت امیر ایدہ اللہ کا ریویو)

ایک غیر ملکی سیاح جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے، ہندوستانی اور یورپین ذرایع معلومات سے امداد حاصل کر کے اسی نتیجہ پر پہنچتی ہے جس پر ایک وطنی ہندو مصلح پہنچ چکا ہے۔ باوجود اس کے دونوں کے درمیان زمانہ اور ماحول کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو اس حقیقت نفس الامری کے تسلیم کرنے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ کوئی نہ کوئی ایسی غلطیاں فی الحقیقت موجود ہیں جن کی طرف ہندو لیڈروں کو فی الفور توجہ کرنی چاہیئے۔ کتاب کے ریویو کو پڑھ کر خواہ وہ موافق ہو یا مخالف کتاب کو برا کہا جا سکتا ہے، لیکن جب انسان خود اصل کتاب کو اٹھا کر دیکھتا ہے تو ایسے واقعات سے اور اعداد و شمار سے اسے دو چار ہونا پڑتا ہے کہ جو اسے مجبور کر دیتے ہیں کہ تمام تقائص ناقابل تائید مقاصد کے ہوتے ہوئے بھی جو اس کے اندر پائے جاتے ہیں سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور و فکر کیا جائے۔

مس میو نے اپنی کتاب کے شروع میں صغر سنی کی شادیوں کی خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ جو ہندوؤں میں عام ہے۔ اور اس موقع پر اس نے بعض مذہبی افعال و رسوم کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اس کی رائے میں ہندو بچوں کے خیالات کو صغر سنی ہی میں تعلقات زن و شوئی کی طرف مائل کرنے والی ہیں۔ اس بارہ میں اس نے ہندو مذہب کی بعض رسوم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"شیو جی جو بزرگترین ہندو دیوتاؤں میں سے ہے اس کی مورتی کو عام شاہراہوں پر مندروں میں گھر کی چھوٹی مقدس جگہوں پہ یا تعویذوں میں مردانہ عضو مخصوص کی شکل میں نمایاں کیا جاتا ہے اور اس کی اس شکل کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے۔ وشنو کے ماننے والے جو جنوب میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ بچپن ہی سے تولید و تناسل کا نشان اپنی پیشانیوں پر لگاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور مندروں کی دیواروں اور رتھوں۔ محلات کے دروازوں اور بازاروں کی دیواروں پر ایسی تصاویر اور نقش و نگار موجود ہیں جن میں تعلقات زن و شوئی کی ایک ایک بات کو جو وہم اور تصور میں آ سکتی ہے اصلی اور حقیقی رنگ میں نمایاں کیا گیا ہے گھر کی عورتوں کی زبانوں پر ایسے گیت چڑھے ہوئے ہیں جو اس قسم کی باتوں کی طرف راغب کرنے والے ہیں اور مختصراً یوں کہنا چاہیئے کہ اس خیال کی طرف بیشتر سے راغب کرنے کیلئے انسانی دنیا کی ہر اس چیز پر جو ایک بچہ کے ذہن میں آ سکتی ہے۔ اس کو تصرف حاصل ہوتا ہے۔" (صفحہ ۳۱-۳۲)

اب ہندو لیڈر بجائے اس کے کہ ایسی ناپاک چیزوں کو جو مذہب کے نام پر پائی جاتی ہیں دور کرنے کے لئے حکومت کی مدد کرتے انہوں نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۲ کے ساتھ جس کی رو سے تمام ناپاک اور فحش چیزوں اور کتابوں کی فروخت تقسیم یا کرایہ پر دینا جرم ہے ایک استثنا کا اضافہ کر کے ان کی مستقل موجودگی کا سامان پیدا کر دیا۔ وہ استثنا یہ ہے :-

"یہ دفعہ کسی ایسی کتاب، پمفلٹ، تحریر، نقشہ یا تصویر پر حاوی نہیں جو مذہبی اغراض کے لئے رکھی گئی ہو یا استعمال کی جاتی ہو یا کوئی شکل و صورت جو کسی مندر کے اوپر کندہ یا اس کے اندر دیوار پر بنائی گئی ہو یا کھدی ہوئی ہو یا کسی گاڑی کے اوپر جو بتوں کو لے جانے یا مذہبی کاموں کیلئے استعمال کی جاتی ہو"

اب ہندو مذہب کا اس سے بڑھ کر کیا مقابلہ ہو سکتا ہے کہ ملک کے قانونی ضابطہ میں تمام فحش اور گندی چیزوں کی نمائش کو جرم قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن جب مذہب کا نام ان پر آ جائے تو وہ جرم نہیں رہتیں۔ ایک سچی دنیا کا شخص اس مذہب کی کیا عزت کر سکتا ہے جو اس قسم کی فحش باتوں کو جنھیں عام طور پر نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جائز ٹھیراتا ہے؟ اس بارہ میں مس میو کے ان تمام بیانات کی جو ناخوشگوار اور ہتک آمیز سمجھے جا سکتے ہیں کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ جب ان کا مقابلہ اس اثر کے ساتھ کیا جائے جو ہندو لیڈر اپنے مذہب کے متعلق یہ کہکر پیدا کر رہے ہیں کہ ہر فحش بات جرم ہے سوائے اس کے کہ جب اس کا ارتکاب مذہب کے نام پر ہو۔ اور ہر فحش چیز قابل مواخذہ ہو سوائے اس کے کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۵ | ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ | نمبر ۵

ہندو اور مسلم ذہنیت کا فرق

ایک دلچسپ اور حیرت انگیز مقالہ

کہا جاتا ہے کہ مسلمان شورش پسند ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی جوش میں آجاتے ہیں اور مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔ اور دوسروں کی نکتہ چینی یا مخالفت کو ذرا بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں آئے دن فسادات ہوتے ہیں۔ اور ہندو اور مسلمان ایک نقطہ اتحاد پر نہیں آسکتے۔

یہ کہاں تک صحیح ہے؟ جو لوگ واقعات کا مطالعہ حالات کی روشنی میں کرنے کے عادی ہیں وہ ان الزامات کی حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مسلمان اگرچہ اپنے حقوق لینے کے لئے جو برادران وطن نے خواہ مخواہ دبا رکھے ہیں ہر قسم کے جائز وسائل و ذرائع استعمال کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور بعض وقت اس کے لئے انہیں شورش بھی برپا کرنی پڑتی ہے۔ تاہم فسادی وہ نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں فساد پیدا ہونے کا احتمال ہو وہاں اپنے جائز حقوق کو بھی وہ چھوڑ دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سے لے کر جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں سیاسی حقوق پر اختلاف پیدا ہوا۔ آج کے دن تک غور کرکے دیکھ لیا جائے۔ کہ مسلمانوں نے کئی موقعوں پر عین اس وقت جب ہندوؤں کی ضد ہولناک فسادات کا موجب ہوسکتی تھی اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر فسادات کو عملاً روک دیا۔ بہت سے ایسے موقع پیش آئے کہ جب سرکردہ ملکی لیڈروں نے اور خود ہندو لیڈروں نے اتحاد کی بعض تجاویز پیش کیں جن کا مسلمانوں نے دل سے خیر مقدم کیا لیکن ہندوؤں نے ان کو سراپائے استحقار کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

جداگانہ نیابت وہ چیز ہے جس کو مسلمان اپنی سیاسی زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری شے سمجھتے ہیں۔ انگریزی حکومت کے ماتحت ہندوستان کی سیاسی زندگی جس دن سے شروع ہوئی۔ مسلمان اسی دن سے اس ضروری حق کو اپنی ملکیت تصور کرتے ہیں لیکن ہندو کسی طرح بھی اس کو پسند نہیں کرتے اور منجملہ دوسری باتوں کے یہ بھی وجہ عناد بنالی گئی ہے۔ آخر کار بعض مسلمانوں نے دہلی میں ایک سمجھوتہ کیا۔ اور ہندوؤں سے مفاہمت کے سلسلہ میں جداگانہ نیابت کے حق کو بھی ترک کر دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن ہندو سبھا اس پر بھی رضامند نہ ہوئی۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں کانگرس اور مسلم لیگ کے مابین ایک معاہدہ ہوا جس میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے لحاظ سے نیابت کا ملنا ضروری ٹھہرایا گیا۔ لیکن پنجاب اور بنگال میں جہاں ان کی اکثریت ہے صرف پچاس فیصدی کا حق انہیں دیا گیا۔ اس کو بھی مسلمانوں نے صبر اور شکر کے ساتھ قبول کر لیا۔ لیکن یہ معاہدہ ردی کا پرزہ ثابت ہوا۔ اور کبھی برادران وطن نے اسے برملا آمد پسند نہیں کیا۔ مسٹر سی آر داس آنجہانی نے اپنی وفات سے پہلے میثاق بنگال کے نام سے کچھ شرائط باہمی صلح اور اتحاد کی پیش کیں۔ مسلمانوں نے بڑی خوشی سے انہیں قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن برادران وطن نے اس کو بھی کسی طرح پسند نہ کیا۔

دوسری بڑی بات جو آجکل دونوں قوموں کے درمیان وجہ عناد بنی ہوئی ہے اور جا بجا فساد کا موجب ہوئی ہے۔ باجہ اور گائے کا مسئلہ ہے۔ بادی النظر میں دیکھا جائے تو اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ مسئلہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن ہندوؤں نے اس کو اس قدر اہم بنا لیا ہے کہ بظاہر اسی ایک مسئلہ کے حل پر ہندوستان کا امن و امان موقوف ہے۔ ذبح گاؤ مسلمانوں کے ہاں مذہباً جائز ہے۔ اور قربانی کے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے سات مسلمان مل کر ایک گائے ذبح کرسکتے ہیں۔ اور اس طرح سے دوسرے حیوانوں کی نسبت ان کو کم خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ویسے بھی روزمرہ کے کھانے کے لئے گائے کا گوشت نسبتاً سستا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی غریب قوم کی اقتصادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے فائدہ مند بات ہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے ہاں اگر تاریخی مثالوں کو چھوڑ دیا جائے تو بھی یہ کہیں نہیں لکھا کہ ایک گائے کے لئے انسان کو ذبح کر دیا جائے۔ ہندو اگر مذہباً اس کو کھانا یا ذبح کرنا ناجائز سمجھتے ہیں تو کوئی مسلمان انہیں مجبور نہیں کرتا کہ وہ ایسا کریں۔ پھر کسی ہندو کو کیا حق ہے کہ مسلمانوں کو گائے کے احترام پر مجبور کرے۔ اور اس کو اپنے مذہبی جواز سے فائدہ نہ اٹھانے دے۔

مگر ان سیدھی سادی اور معقول باتوں کو چھوڑ کر مسلمانوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ہندو انہیں دوسرے حقوق دینے کے لئے تیار ہوں تو وہ ان کی خاطر اس جواز سے بھی فائدہ اٹھانا ترک کرسکتے ہیں۔ بلکہ تحریک خلافت کے زمانہ میں وہ وقت بھی آیا جب دہلی جیسے شہر میں عید اضحیٰ کے موقع پر ایک گائے بھی ذبح نہ ہوئی۔ مگر افسوس کہ ہندوؤں نے اس سے قطعاً فائدہ نہیں اٹھایا۔ دوسرے حقوق تو ایک طرف رہے مساجد کے سامنے عین نماز کے اوقات میں باجا بجانے پر مصر ہوئے اور اسی ضد پر اڑ کر خونریزیوں تک نوبت پہنچا دی۔ یہ مرض صرف عوام ہندوؤں ہی میں نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے سمجھائی لیڈروں کے دماغوں میں یہاں تک سرایت کرچکا ہے کہ شملہ کی اتحاد کانفرنس کی ناکامی کا موجب یہی ایک مسئلہ تھا۔ اس کے بعد کلکتہ میں کانگرسی لیڈروں نے ایک سمجھوتہ باہم ملکر کیا جہاں ہر اس جگہ پر جہاں میونسپل حدود کے اندر گائے کا ذبح کرنا پہلے سے ممنوع نہیں مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ عام مناظر سے الگ ہو کر گائے ذبح کرلیا کریں۔ اور ہندوؤں کو کھلی اجازت دی گئی کہ مساجد کے سامنے سے باجا بجاتے ہوئے گزر جائیں۔ وہاں ٹھہریں نہیں نہ نمازیوں کے خیالات کو پریشان کریں۔ یہ شرائط مسٹر سرینواس آئنگر جیسے ہندو لیڈر کے زیر قیادت تجویز ہوئیں اور اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ ان میں پورے انصاف کا برتاؤ نہیں کیا گیا کیونکہ جس طرح سے ان کے لئے میونسپل حدود کے اندر ذبیحہ گاؤ کا پہلے سے ممنوع نہ ہونا شرط ٹھہرایا گیا ہے اسی طرح سے باجا کے لئے ایسی مساجد کا استثنا ضروری تھا جہاں پہلے سے باجا بجانا ممنوع ہوچکا ہو۔ جیسے مسجد فتحپوری اور جامع مسجد دہلی۔ تاہم مسلمانوں نے اس کو بھی قبول کر لیا۔ اور محض اتحاد کی خاطر ان تجاویز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن ہندوؤں نے ان کو قطعاً ناپسند کیا۔ اور کھلے طور پر ان کے خلاف آواز بلند کی۔

اب مذہبی پہلو کو لیجیے۔ مسلمانوں کو ایک مدت سے یہ شکایت ہے کہ ہندو ان کے بزرگان دین اور بالخصوص حضرت نبی کریم صلعم کا ذکر بہت برے رنگ میں کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سوامی دیانند اور ان کی تقلید میں پنڈت لیکھرام اور حال ہی میں راجپال نے ایسے ناپاک طریق سے اسلام اور آنحضرت پر نکتہ چینی کی ہے اور ان کا ایسا برا نقشہ کھینچا ہے کہ ایک مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ اور کسی طرح ان کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کسی قسم کا صلح اور اتحاد کا برتاؤ کیا جائے۔ جو ان کے مذہب اور جان سے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرتے ہیں۔ ہندوؤں سے بارہا کہا گیا کہ ایسی دل خراش تحریرات کی اشاعت نہ ہونی چاہئے۔ ستیارتھ پرکاش کے اس حصہ کی اشاعت بند کردی جائے جس میں اسلام اور انبیائے کرام کو مورد سب و شتم ٹھہرایا گیا ہے۔ بارہا ان سے اپیلیں کی گئیں۔ کہ ہم تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں کا نام ادب اور احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور ان پر کسی قسم کا بھی حملہ کرنا مذہباً جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ لوگ من جانب اللہ ہندو قوم کی ہدایت کے لئے آتے رہتے۔ تم بھی اسی طرح سے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آؤ۔ اور ان کا ذکر ادب اور احترام سے کیا کرو۔ تاکہ مسلمانوں کے دل تم سے مکدر نہ ہوں اور ہندوستان کا امن و امان کسی طرح بھی زائل نہ ہو۔ یہاں تک کہا گیا کہ کم از کم ایسی تحریرات پر اظہار افسوس ہی کردیا کرو۔ تاکہ آئندہ ایسی باتیں لکھنے کی کسی کو جرأت نہ ہو۔ لیکن جب راجپال کے مقدمہ کے لئے بے شمار روپیہ اکٹھا کیا گیا۔ ہندو قوم کے بہترین وکلا اس کی قانونی امداد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ہندو اخبارات نے بڑے زور سے اس کی حمایت کی اور نہ صرف اس کی بلکہ ورتمان جیسے رسالہ کی بھی امداد بڑے زور سے کی گئی۔ جس نے باہمی نفاق اور دشمنی کو از حد بڑھا دیا۔

سوامی شردھانند جو اپنی خلاف اسلام ذہنیت اور نفاق انگیز تحریکات کی وجہ سے مسلمانوں میں پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھے جاتے تھے۔ عبدالرشید کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں۔ اسی وقت ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مسلمان چلا اٹھتے ہیں کہ یہ فعل کسی طرح قابل تحسین نہیں۔ بلکہ قابل نفرت ہے۔ مسلمان اخبارات، مسلمان انجمنیں، مسلمان لیڈر، مسلمان علما بیک آواز عبدالرشید سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ لیکن ہندو اس کی پروا بھی نہیں کرتے اور عبدالرشید کے فعل کو آج تک مسلمانوں کی کسی خفیہ سازش کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ بارہا حکام کی طرف سے اس کا انکار کیا گیا۔ اس کے بالمقابل سوامی شردھانند کے قتل کے بعد ہی ایک بڑھا مسلمان مفتی محبوب علی دہلی میں عین سربازار قتل کردیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اور بھی کئی مسلمان زخمی ہوتے ہیں۔ لیکن ایک سطر بھی ہندو پریس سے ایسی نہیں نکلتی جس میں اس بے گناہ کی شہادت پر اظہار افسوس کیا گیا ہو۔ حتےٰ کہ مہاتما گاندھی جیسا انسان بھی یہ کہکر اظہار افسوس سے صاف انکار کر دیتا ہے کہ مفتی محبوب علی کوئی بڑا آدمی نہ تھا۔ اس لئے اظہار افسوس کی ضرورت نہیں۔ افسوس! شاید گاندھی جی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم چھوٹے اور بڑے۔ امیر و غریب شاہ و گدا سب ایک صف میں برابر کاندھے سے کاندھا ملا کر نماز پڑھنے والے لوگ چھوٹائی بڑائی کا صرف ایک معیار رکھتے ہیں اور بس اور وہ اتقا و پرہیزگاری ہے۔ نیکی اور خدا پرستی ہے۔ اور اس معیار پر مفتی محبوب علی شہید شردھانند مقتول سے کہیں زیادہ بلند رتبہ تھا۔ تعجب ہے کہ جس قوم کے بڑے بڑے سرداروں کا یہ حال ہو جو عدم تشدد کو اپنا دین اور ایمان سمجھتے ہوئے ایسے بیدردانہ قتل کے خلاف بھی آواز اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں ان سے اور کس چیز کی توقع ہوسکتی ہے۔

عبدالرشید کا فعل برا سہی لیکن اس کی نیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کا اس کی لاش پر عقیدت کے پھول چڑھانا چنداں قابل شکایت امر نہ تھا۔ جرم کی سزا جو اسے زیادہ سے زیادہ مل سکتی تھی مل چکی۔ اس کے بعد کسی کا حق نہیں کہ اس کو برا بھلا کہے۔ یا مسلمانوں کی فاتحہ خوانی کو جو وہ اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے کرتے ہیں اس بات پر محمول کرے کہ وہ بھی عبدالرشید کی ذہنیت رکھتے ہیں۔ مگر ہندو اخبارات نے ایسا ہی لکھا اور برابر لکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک مرتدہ عورت کی طرف سے جو آج کل شانتی دیوی کے نام سے معروف ہے۔ یہ لکھا گیا کہ عبدالرشید کی لاش کو سنڈاس میں پھینک دینا چاہئے تھا۔ جس کو بڑے جلی عنوانات کے ساتھ ہندو اخبارات نے شائع کیا۔ اور ہرگز اس بات کو نہ سمجھا کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔

اس کے بالمقابل مسلمانوں کا رویہ دیکھیے۔ عبدالرشید کی لاش پر جن لوگوں نے ہجوم کرکے اس کو چھین لیا اور دہلی کے بازاروں میں لئے لئے پھرے اور کہا جاتا ہے کہ کچھ ہندو دکانیں بھی لٹیں اور بعض ہندو زخمی بھی ہوئے جس کا رنج ہے دہلی کے بہت سے شریف مسلمان مقدمات کی مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں ان لوگوں کے متعلق جامع مسجد دہلی میں ایک جلسہ ہوتا ہے اور ان پر مسلمان لیڈروں کی طرف سے لعن طعن کی جاتی ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جن ہندوؤں کا نقصان ہوا ہے ان کی امداد کے لئے تین سو روپیہ چندہ جمع ہوتا ہے۔ دہلی جیسے شہر میں جہاں کی فضا ایک مدت سے بگڑی ہوئی ہے۔ جہاں حال ہی میں آرین کانگرس کے جلسے میں ہندوؤں کی طرف سے جارحانہ ذہنیت اور گدھ مکٹیشر کے میلہ میں جارحانہ پیش قدمی کی بہت بڑی نمائش ہوچکی ہے یہ واقعہ کوئی معمولی بات نہیں۔ ایک مورخ موجودہ زمانہ کے حالات کو جب لکھنے بیٹھے گا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی ذہنیت کا مقابلہ کرنے لگے گا اور اس فضا کو [illegible] کانگرس اور گدھ مکٹیشر کے میلے نے دہلی میں پیدا کردی تھی مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے اس رویہ کو دیکھے گا۔ تو بے اختیار اس کے قلم سے تحسین و آفرین

کے کلمات نکلیں تے رلشرطیکہ وہ غیر جانبدارانہ حیثیت رکھتا ہو لیکن افسوس کہ ہندو اخباروں نے اس کو بھی مسلمانوں کی مطلب پرستی پر محمول کیا اور یہانتک لکھدیا ہے کہ :-

" ہمارا دل گواہی نہیں دیتا کہ وہ بدل گئی ہوں ۔ جو قوم دہلی جیسے مرکزی شہر سے ہزاروں کی تعداد میں ایسے جنون پیدا کرسکتی ہے جو ایک گنہگار اور قاتل کو اٹھا کر آسمان پر پہنچانے کے لئے آمادہ ہوجائیں اور ابھی تک اس کی قبر پر پھول برسا رہے ہوں اگر وہ بےگناہ ہندوؤں کی امداد پر آمادہ ہوجاتی ہے تو سمجھو ملک کی قسمت جاگ رہی ہے ۔ ہم جانتے ہیں اسی دہلی میں حسن نظامی اور اس کی پارٹی ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانے میں جو کچھ کر رہی ہے ۔ اس کی موجودگی میں اگر چند مسلمان مسجد میں جمع ہوکر اظہار افسوس کر دیتے ہیں تو ہندوؤں کو یہ سوچنا ہے کہ وہ ان پر اعتبار کریں یا نہ ۔ ہوسکتا ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو راضی کرکے ۲۴ر نومبر کے فسادات کے مقدمات میں اپنی اغراض پوری کرنا چاہتے ہوں ۔ (پرتاپ ۵ر دسمبر ۱۹۲۸ء)

یہ ہے ہندو اخباروں کی ذہنیت ! ایک قوم اپنے افراد کی ایک غلطی پر اظہار افسوس کرلیتی ہے ۔ اور اس کا عملی تدارک ان ہندوؤں کی امداد کی صورت میں کرتی ہے ۔ جن کو تکلیفیں پہنچیں ۔ اس کے بالمقابل ایک بھی ایسی مثال نہیں کہ کسی ہندو نے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانے کے بعد اس کا معاوضہ دیا ہو یا کم از کم اپنی غلطی ہی کا اعتراف کیا ہو یہانتک کہ گڑھ مکتیشر کے میلے میں مسلمانوں کو دن دہاڑے لوٹا گیا اور لکھوکھا روپیہ کا نقصان کر دیا گیا ۔ لیکن ایک بھی ہندو اخبار اور ایک بھی ہندو لیڈر نے اس پر اظہار افسوس نہیں کیا ۔ اور مسلمان باوجود مظلوم ہونے کے ہر وقت اپنی غلطی کے اعتراف کے لئے آمادہ رہتے ہیں ۔ مگر ہندو ہیں کہ اس پر بھی اعتبار نہیں کرتے اور چند مسلمانوں کا اظہار افسوس قرار دے کر رد کر دیتے ہیں ۔ کیا برادران وطن کا مطلب یہ ہے کہ دہلی کے چند ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی غلطی پر ساری دنیائے اسلام اظہار افسوس کرکے ان سے معافی مانگے ۔ مصطفےٰ کمال پاشا ترکی سے پیغام تعزیت دے اور بادشاہ امان اللہ خاں جہاز پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے ہم مذہبوں کی غلطی کا اعلان و اعتراف ضروری سمجھے ؟ ابن سعود سلطان نجد و حجاز عبد اللہ الفضل کی معرفت اظہار رنج و تاسف کرے اور رضا خاں پہلوی بذریعہ لاسلکی ؛ شاہ فواد مصر سے تار دے اور سلطان پاشا الاطرش شام سے ؟ ہم کہتے ہیں کاش تم میں سے چند ہی لوگ پیدا ہوتے جو راجپال کی ناپاک کتاب پر افسوس کا اظہار کرتے ۔ کاش تم میں سے چند ہی ایسے نفوس ہوتے جو کابل کی حرکت کے بےدردانہ قتل پر مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرلیتے ۔ کاش گڑھ مکتیشر میں صرف مسلمانوں کی دکانیں بلاوجہ اور بےقصور لوٹے جانے پر چند ہی ہندو اظہار افسوس کی ایک سطر لکھ دیتے تو بہت ہولناک واقعات دیکھنے میں نہ آتے ۔ مسلمانوں کی قوم دریا دل واقع ہوئی ہے ۔ مخالف سے مخالف اور دشمن سے دشمن بھی اگر ایک قدم صلح کا اس کی طرف بڑھائے تو وہ سو قدم چلکر اس کی طرف آتی ہے اور خود اس سے گلے ملتی ہے ۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ اپنے آپ قدم اٹھانے کے لئے تیار ہے اور بسا اوقات صلح و اتحاد کی طرف قدم اٹھا چکی ہے ۔ اس کی ذہنیت جارحانہ نہیں ۔ مدافعانہ بھی نہیں بلکہ صلح جویانہ ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندو قوم کی ذہنیت اس کے بالکل برعکس ہے ۔ وہ مسلمانوں پر حملہ آور بھی ہوتے ہیں ۔ اور پھر خود ہی چیختے بھی ہیں ۔ مسلمانوں کی طرف اتحاد یا صلح کا قدم اٹھانا تو ایک طرف ۔ اٹھے ہوئے قدم کو بھی روک دیتے ہیں ۔ مسلمان ان کی طرف باہیں پھیلا کر بغلگیر ہونے کے لئے آتے ہیں اور وہ یہ کہکر منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ تو کوئی داؤ معلوم ہوتا ہے ۔ اور اگر داؤ نہیں تو پھر اس میں تمہارا کچھ مطلب ضرور ہے ۔ اس لئے ہم بغلگیر ہونے کو تیار نہیں ۔ خود ان کی طرف سے اتحاد کی کوئی تجویز ہوتی ہے اور مسلمان اس کو مان لیتے ہیں تو وہ جھٹ اس سے پھر جاتے ہیں ۔ کہ مبادا اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ جائے ۔ اس ذہنیت اور اس رویہ کے ہوتے ہوئے ہندوستان میں امن کیونکر قائم ہو ۔ اس بدنصیب ملک کو راحت و آرام کی زندگی کیونکر نصیب ہو ۔ کیا کوئی سچا محب وطن اس پر غور کرکے کسی اچھے نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریگا ؟

ایک دوست کے استفسار کا جواب

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم (قلمی)

مکرمی اخویم ۔۔۔۔۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ گرامی نامہ شرف صدور لایا ۔ مہربان من ! میں آپ سے اس امر میں بالکل متفق ہوں کہ تمام اعلیٰ مراتب قرب اور منازل سلوک آج امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں ۔ مگر سوال مراتب اور منازل اور فیضان کا نہیں ۔ سوال کفر اور اسلام کا ہے ۔ کیا ایک شخص جو خدا کی توحید کا قائل ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچا مانتا ہے اسے اسلام کے دائرے کے اندر سمجھا جائے یا باہر ؟ میرے دماغ کے اندر یہ بات نہیں گھستی کہ ایک شخص کو جو خدا کی توحید کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہے اس کو میں یا زید یا بکر کس طرح امت محمدیہ یا دوسرے لفظوں میں دائرہ اسلام سے خارج کر سکتے ہیں یا کرسکتے ہیں ۔ جب ایک کافر کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے ۔ تو ایک مسلمان کلمہ پڑھتا ہوا کس طرح دائرہ اسلام سے باہر نکالا جاسکتا ہے آپ اسے امت محمدیہ میں اسفل ترین مقام دیدیں ۔ اور اپنی جماعت کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام دے دیں ۔ **مگر ہیں دونوں امت محمدیہ کے دائرہ کے اندر !** اور جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ کے رسول ہیں ان کے کسی امتی کو اسلام سے خارج نہیں کہا جاسکتا ۔ ہاں اگر محمد صلعم کو گزشتہ رسولوں میں جگہ دے دیں ۔ اور زمانہ کا رسول کسی اور کو قرار دے دیں تو بیشک محمد صلعم کا امتی جو اب نئے رسول کو نہیں مانتا دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا ۔

دوسرا امر غور طلب یہ ہے کہ جو شخص دائرہ اسلام کے اندر ہے اسے ہم مسلمان کہیں گے ۔ اس کے عمل میں کسی نقص یا کسی کوتاہی کی وجہ سے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا ۔ وہ بےشک ترقی نہ کرے ۔ خدا کا مقرب نہ بنے ۔ کسی فیضان خاص سے حصہ نہ لے مگر وہ ہے مسلمان ۔ اس کو مسلمان کہنے میں ایک حقیقت ہے وہ یہ کہ وہ خدا کی توحید اور زمانہ کے رسول محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے ۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب ہر ایسے شخص کو جو حضرت مرزا صاحب کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا کافر خارج از اسلام کہتے ہیں ۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ زمانہ کے رسول حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا ۔ پس اگر یہ سچ ہے کہ حضرت مرزا صاحب زمانہ کے نبی اور رسول ہیں تو پھر یہ فتویٰ ٹھیک ہے ۔ اس لئے کہ جو زمانہ کے رسول کو نہ مانے وہ یقیناً کافر دائرۂ اسلام سے خارج ہے ۔ میاں صاحب کے نزدیک چونکہ زمانہ کے نبی اور رسول حضرت محمد صلعم نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب ہیں ۔ اس لئے ہر اس شخص پر جو حضرت مرزا صاحب کی نبوت و رسالت پر ایمان نہیں لاتا کافر خارج اسلام کا فتوےٰ نہایت معقول ہے ۔ مگر کچھ عرصہ سے میاں صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو جس نام سے پکاریگا ہم بھی اسے اسی نام سے پکاریں گے ۔ محمدی لوگ چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اس لئے ہم بھی انہیں مسلمان کہہ لیں گے ۔ اسی نئی پالیسی سے لوگوں کو کافر لگتا ہے ۔ کیونکہ یہ مسلمان کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائی اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے تو ہم اسکے اپنے رکھے ہوئے نام سے پکارنے کے پابند ہیں ۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ شریعت نے مسلمان کسکو کہا ہے ۔ اس نے مسلمان صرف اسے کہا ہے جو خدا کی توحید کے ساتھ زمانہ کے رسول کو مانتا ہے ۔ میاں صاحب کے نزدیک زمانہ کے رسول اب حضرت مرزا صاحب ہیں تو شریعت کے رو سے ان کے عقیدے کے مطابق مسلمان صرف وہی ہے جو حضرت مرزا صاحب کی رسالت پر ایمان لاتا ہے باقی سب کافر دائرۂ اسلام سے خارج ہیں ۔ ایسے کافروں کو مسلمان کہہ لینا صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو "مسلمان" کہتے ہیں کس قدر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہے میں نے اسی لئے میاں صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بات کو صاف کریں ۔ وہ غیر احمدیوں کو جو مسلمان کہتے ہیں تو محض ایک جامد نام کی طرح جس کے اندر کوئی حقیقت نہیں ہوتی ۔ مسلمان کہہ لیتے ہیں جس طرح میں کسی کو زید یا بکر کے نام سے پکار لوں ۔ اس سے لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے ۔۔۔۔۔ میں نے تو ان کے خاص مریدوں کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم تو کسی کو کافر نہیں کہتے ۔ شریعت کافر کہتی ہے ۔ اگر شریعت کافر کہتی ہے تو پھر ہمارا انہی لوگوں کو مسلمان کہنا کس قدر گناہ اور التباس حق بالباطل ہے ۔ اور اس سے پبلک کو کس قدر مغالطہ لگتا ہے ۔ کیونکہ جنہیں شریعت کافر ٹھہراتی ہے ۔ انہیں ہمارا مسلمان صرف اس وجہ سے کہنا کہ وہ اپنے آپ کو غلطی سے مسلمان سمجھ کر اپنا نام ابھی تک مسلمان رکھے ہوئے ہیں ۔ کس قدر بےمعنی ہے ؟ کیا اس سے پبلک کو دھوکہ نہیں لگتا ؟ پھر میں نے کیا بڑا کیا جو ان سے مطالبہ کیا کہ بات کو صاف کرو جسے شریعت کافر کہے اسے کافر کہو ۔ جسے مسلمان کہے اسے مسلمان کہو "کافر" اور "مسلمان" کی اصطلاحیں شریعت کی مقرر کردہ اصطلاحیں ہیں ۔ ہم ان کے مفہوم سے بالکل الٹ انہیں استعمال نہیں کرسکتے کہ شریعت جسے کافر کہہ رہی ہو ہم اسے مسلمان کے نام سے پکارنے لگیں ۔ اور یہ کس قدر غلط اصول ہے کہ ہم ایک شخص کو جانتے ہیں کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے اور شریعت اس کو اسلام سے خارج کرچکی ہے ۔ مگر ہم اس کو مخاطب یوں کریں کہ اے "برادر اسلام" کیا اس صورت میں یہ تقیہ اور منافقت نہ ہوگی ۔

میں نے مان لیا کہ خواہ مخواہ کسی کو اس کے منہ پر کافر کہنے کی ضرورت نہیں ۔ مگر کافر کو مسلمان بھی تو نہیں کہہ سکتے ۔ کیا ہم عیسائیوں اور یہودیوں کے جلسوں میں جاکر انہیں خوش کرنے کے لئے یوں کہیں کہ "اے برادران اسلام" ایسا کہنا تو صریح غلط ہوگا ۔ کیونکہ شریعت انہیں اب مسلمان نہیں قرار دیتی ۔ گو حضرت محمد صلعم کی رسالت سے پہلے یا حضرت عیسیٰ کی رسالت سے قبل ان کو ایسا کہنا جائز تھا ۔ مگر اب رسول زمانہ کے انکار کی وجہ سے شریعت اسلام نے انہیں اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیا ہے ۔ بیشک ہم انہیں کافر کہہ کر خطاب نہیں کریں گے ۔ مگر برادران اسلام کہہ کر بھی ہرگز خطاب نہیں کرسکتے ۔ کہہ دیں گے "معزز سامعین" یا "اے اہل کتاب" مگر مسلمان نہیں کہہ سکتے ۔ اس لئے کہ شریعت ایسا کہنے سے ہمیں روکتی ہے ۔ پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے والوں کو یا مسلمان کہو یا کافر ۔ اگر وہ رسول زمانہ ہیں تو مسلمان کہو اور اگر وہ رسول زمانہ نہیں رہے تو کافر کہو ۔ اور جب کافر کہتے ہو تو پھر انہیں مسلمان کے نام سے پکارنا نہ صرف ایک بےمعنی فعل ہے بلکہ شریعت کے ساتھ کھیلنا ہے ۔ جو گناہ کبیرہ ہے ۔ اور اس سے پبلک کو دھوکا لگتا ہے ۔

اتحاد بین المسلمین

ہمارے محترم دوست جناب سید عبد المجید صاحب جج کپورتھلہ کی ایک ضروری تجویز اسی عنوان سے کسی دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام ہے ۔ اتحاد بین المسلمین کی ضرورت و اہمیت پر سید صاحب نے جس وضاحت سے روشنی ڈالی ہے اس کی تشریح کی حاجت نہیں ۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تجویز کی ہے ۔ جو بلاشبہ نہایت قابل قدر ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ قابل عمل نہیں ۔ گزشتہ سال احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسے کے موقعہ پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کیا تھا ۔ اور ہر فرقہ اور ہر اسلامی جماعت کے سرکردہ علما کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی ۔ لیکن افسوس ہے کہ سب نے کوئی نہ کوئی معذوری ظاہر کی ۔ ایک مجلس نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ ہمارا تمہارا اصولی اختلاف ہے اس لئے ہم شامل نہیں ہوسکتے ۔ ان حالات میں ایسی تجویز کا بار آور ہونا مشکل ہی نہیں ، ناممکن نظر آتا ہے ۔

رہا یہ امر کہ ہر اسلامی انجمن کو اپنے جلسوں کی تاریخیں ایسی مقرر کرنی چاہئیں جو دوسرے اسلامی جلسوں کی تاریخوں سے متصادم نہ ہوں ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اسی بات کو مدنظر رکھکر امسال اپنے جلسوں کی تاریخیں ۲۸-۲۹-۳۰ مقرر کی ہیں ۔ کیونکہ ۲۵-۲۶-۲۷ کو دہلی میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا جلسہ منعقد ہونیوالا ہے ۔

دعا کی جائے

علی پور ضلع مظفر گڑھ میں میرے ایک دوست ہیں جو کچھ عرصہ سے جائداد کے معاملہ میں چند پیچ در پیچ مشکلات میں مبتلا ہیں امید کہ احباب ضرور درد دل سے دعا کریں گے ۔

خاکسار مرزا مظفر بیگ ساطع مسلم مشنری علی پور ضلع مظفر گڑھ

مراسلات

موجودہ فسادات اور ان کے بنیادی علاج

(از جناب احسن رضا صاحب افندی متعلم بی اے پریسیڈنسی کالج کلکتہ)

(۳)

اب ہم مختصر توضیح کے ساتھ ان موسسات کو درج کرتے ہیں جن کا مٹانا حکومت کا فرض ہے۔ کیونکہ ان کی بنا جبر اور غرور باطل پر ہے جن کے ہوتے ہوئے ایک "متحد" یا "آزاد" یا کم سے کم "پرامن" ملت کی تولید وتخلیق کا خیال، خواب وسراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

(۱) چھوت چھات کی رسم۔ تاریخ شاہد ہے کہ آرین اپنے سوا تمام غیر آریوں کو ملیچھ یعنی ناپاک اور راکشش یعنی دیوتا مانتے تھے اور اسی خیال نے آگے چل کر چھوت چھات کی رسم پیدا کی ہے۔ اس کی بنا اصلاً محض قومی غلبہ اور غرور کے جذبہ ادنیٰ پر تھی۔ لیکن بعد کو یہ مذہب کا جزو بن گیا۔ اس وقت یہ ہندوستان کے لئے سب سے بڑی لعنت ہے۔ کیونکہ یہ رسم، نفاق اور نفرت کے جراثیم پیدا کرتی ہے۔ مدراس میں یہ رسم اپنی اصلی قوت کے ساتھ اب تک زندہ ہے اور کم وبیش ہر جگہ یہ موجود ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ اس کو ناجائز قرار دے۔ اور چونکہ ایک "متحد" اور "پرامن" ہندوستان اس کے ہوتے ہوئے کبھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس کے مٹانے کی روشن خیال انسانی خدمت انجام دے جو اس کا فرض ہے۔

(۲) ذات پات کی رسم۔ اس رسم کی بنا بھی سیاسی تفوق وبالادستی تھی لیکن بعد کو منو نے اس کو داخل مذہب کردیا۔ اور انسانیت کو اپنے زعم میں بے شمار حصوں اور ٹکڑوں میں بانٹ چھانٹ دیا۔ یہی رسم آگے چل کر بے شمار دردناک واقعات کا باعث ہوئی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس ملعون رسم نے ہندوستان کی اکثر آبادی کو انسانیت سے خارج کرکے شودر اور غلام بنا دیا۔ اور اس بیسویں صدی میں بھی اس کا عمل دخل جاری ہے۔ جو ہندوستان کے لئے باعث ننگ وعار ہے۔ یہ بھی ہندوستان کے موجودہ مصائب کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ اور قومی ملاپ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ اس رسم کو بھی ناجائز قرار دے اور اسے تمام ترقیوں کے منافی خیال کرتے ہوئے مٹانے کی سعی کرے۔

(۳) شدھی کی رسم ایک خالص سیاسی تدبیر ہے۔ اس سیاسی حیلہ پر مذہبی رنگ وروغن صرف دنیا کو بے وقوف بنانے کے لئے چڑھایا گیا ہے۔ ہندو عہد میں اس کے سیاسی آثار ظاہر ہوتے ہیں لیکن کوئی نہیں بتا سکتا کہ "اسلامی تبلیغ" اور "عیسائی مشن" کی طرح یہ کوئی مذہبی تعلیم وتلقین کرنے والی تحریک ہے۔ فی الواقعہ "شدھی" آرین فاتحین کی انتہائی خود غرضی اور انانیت کا نتیجہ تھی۔ اس کی بنا دصاف اور صریح طور پر صرف اس خیال پر تھی کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور غیر آریوں کو حقوق مدنیت اور مقام انسانیت حاصل نہیں ہونا چاہیئے۔ یا دوسرے لفظوں میں بجز آرین قوم کے کوئی عنصر آریہ ورت میں آزاد اور مستقل ہوکر نہیں رہ سکتا۔ بنابریں غیر آریوں کو شدھ کرکے اپنے میں جذب کرلینا چاہیئے۔ تاکہ ہندو راج کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ شدھ کئے ہوئے غیر آرین شودر اور غلام کے درجے سے اونچے نہ اٹھ سکیں یہی وہ ظالمانہ رسم تھی جس کے ذریعے سے کروڑوں غیر آریوں کو بالجبر ہندو یا شودر بنایا گیا۔ اس کا کھلا ہوا مقصد ایک مستقل قوم کو فنا کردینا ہے یعنی ایک آزاد قوم کو اپنے میں جذب کرکے غلام بنا دینا اس کا مطمح نظر ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تاریخی حیثیت سے یہ کوئی مذہبی رسم نہیں ہے بلکہ غلام سازی کی ایک زبردست تدبیر ہے۔ جو اسپارٹا کے آئین غلامی سے مشابہ ہے۔ کیونکہ ہندو عہد کا شودر اسپارٹا کے ہیلوٹ سے ذرا بھی اختلاف نہیں رکھتا۔ ہندوستان کی تاریخ ہمارے دعوے کو ثابت کرتی ہے۔ موجودہ تحریک شدھی کا بھی اعلان شدہ مقصود ۷ کروڑ غیر ہندوؤں کو ہندو بنانا ہے۔ سوامی شردھانند بانی تحریک کی زبان میں سات کروڑ کو ہندوؤں میں دوبارہ

نے جو کانگرس کے مسلمہ لیڈر ہیں۔ ابتدائی تحریک شدھی کے موقع پر اخبارات میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ "مسلمان دوسروں کے حق تبلیغ مذہب پر معترض نہیں ہیں۔ مسلمان شدھی کو تبلیغ سے کچھ زیادہ جانتے ہیں۔ اور نہ یہ حضرات نے بوذریعہ اس کو جاری کرنے کے لئے اختیار کئے ہیں اس کو خوف وخطر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ شدھی کا مقصود مسلمانوں کے گروہ در گروہ کو ہندو عنصر میں جذب کرلینا اور ایک قوم کو بحیثیت قوم فنا کردینا ہے۔ جو ظاہر ہے کہ نہایت خطرناک ہے۔ اور ہندوستان کے امن وامان کو غارت کرسکتا ہے۔ اس رائے کی صداقت پر آج ہندوستان کا چپہ چپہ گواہ ہے اور خود حکومت کو بھی معلوم ہوگیا ہے کہ "شدھی" دراصل کیا ہے۔ راجہ صاحب سلیم گڈھ ودیگر ہندو راجوں اور زمینداروں نے تو علانیہ اپنے حلقہ اثر میں "ہندو سوراج" کا اعلان کردیا ہے سوراج کا علم بھی بلند کر رکھا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قوانین ملکی سے اپنے کو مامون سمجھ کر غیر مسلم گدیوں کو لوٹنے اور اجاڑنے کی دھمکی دے دے کر شدھ کرنے کا عزم کرلیا ہے۔ کیا حکومت ہند اب بھی بیدار نہ ہوگی۔ اور شدھی کو اس کے اصلی رنگ اور معنی کے ساتھ مطالعہ نہ کرے گی۔ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت غفلت کی عینک کو اتار پھینکے۔ اور شدھی کو ایک خالص سیاسی تحریک خیال کرتے ہوئے اس کے موجودہ طریقوں کے ساتھ جاری رہنے کو قانوناً ناجائز کردے ورنہ یہ ہندو مسلم اتحاد کی راہ میں ایک خطرناک رکاوٹ ہے اور ہندوستان کا اس پر منحصر ہے کہ دونوں قومیں متحد ہوجائیں

(۴) جیو الراد ی الدین کے رسوم۔ مثلاً

(الف) گئو کشی کو قانوناً بند کرنے کا خبط یا جن مقامات پر گائے ذبح نہیں ہوتی وہاں محض رسم کی بنا پر مسلمانوں کے حق قربانی اور حق مدنیت وآزادی مذہب میں مداخلت کرنا۔ اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے۔ اور ہر شخص کو اس کے گھر میں بلا اشتعال انگیزی کئے ہوئے قانونی طور پر قربانی کی عام اجازت دے دیجائے اور دستور کے جھگڑے کو قطعاً ختم کردیا جائے۔

(ب) اسی اصول کی بنا پر ہندوؤں کو ہر طرح کے مذہبی جلوس کو معہ باجہ کے شارع عام سے گذارنے کا اختیار دیا جائے اور اس کے روکنے کی حرکت کو قانوناً بند کردیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی اہل جلوس کے لئے بھی قانون بننا چاہیئے کہ وہ مساجد وغیرہ پبلک عمارتوں کے آگے عمل نہ چلائیں۔ اور اشتعال انگیزی نہ کریں۔

(ج) اذان کو جبراً روکنے کی واردات کو بھی قانوناً ممنوع ہونا چاہیئے اور مجرمین کو عبرتناک سزا دینی چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حرکات بڑے بڑے فسادات کا باعث ہوتی ہیں۔ جن میں جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

(د) ہولی کی رسوم سے بالجبر مسلمانوں کو نوٹ کرنا۔ رنگ ڈالنا غلاظت ڈالنا۔ گالی دینا وغیرہ قانوناً ممنوع قرار دیا جائے نیز دوسرے ہندو تہواروں کو ہندوؤں تک محدود رہنا چاہیئے۔ اور مسلم رسوم کو صرف مسلمانوں تک محدود رہنا چاہیئے اور کسی کو کسی رسم میں بالجبر شریک کرنے کی کوشش کو جرم قرار دیا جائے۔ تاکہ رسوم کی قوت رفتہ رفتہ ٹوٹ جائے۔ اور ہندوستان میں معقولیت اور عدالت کا راج قائم ہو۔ اور افراد فرسودہ رسوم کی قید وبند سے آزاد ہوں۔

کیا شریعت بہائیہ قابل عمل ہے؟

(از قلم ابو البہا حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی)

اہل بہاء کا رسالہ کوکب ہند لکھتا ہے:-

"جب تک لوگ یہ سمجھتے رہیں گے کہ صرف ہمارا مذہب حق ہے باقی سب باطل تب تک دلوں میں صفائی نہیں پیدا ہوسکتی۔ (یعنی) جب تک ایک قوم دوسری قوم کو نجس اور راندۂ درگاہ سمجھتی رہے گی تب تک محبانہ تعلقات قایم نہیں ہوسکتے"

دوسری جگہ اسلامی احکام کو ناقابل عمل ٹھیراتا ہوا لکھتا ہے:-

"آج جبکہ حالات بدل گئے ہیں ان پر عمل کرنا مشکلات کا باعث ہے"

کیوں مشکلات کا باعث ہے۔ اس کی وجہ لکھتا ہے:-

"جیسے بعض شریعتوں میں (مثلاً اسلامی شریعت میں) اس شریعت کے منکروں کو نجس وناپاک کہا گیا ہے۔ اب ایسی شریعت کے ماننے والوں کے دل میں بنی نوع کی سچی محبت کیسے ہوسکتی ہے۔"

(کوکب ہند جلد پنجم۔ نمبر ہشتم)

اب ہم تحقیق کرتے ہیں کہ شریعت بہائیہ بہاء اللہ کے منکرین کے متعلق کیا فتویٰ دیتی ہے۔ سو بہاء اللہ لکھتا ہے:-

"جو شخص ایک منٹ سے بھی کم اس دین جدید کے ماننے میں توقف کریگا۔ اس کے سب اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ اور وہ خدا کے قہر اور غضب کے مقام (دوزخ) میں جائیگا۔" (مبین صفحہ ۲۹)

کتاب اقدس میں لکھتا ہے: "جو اس دین جدید کے بانی کو قبول کرنے سے رکا ہوا ہے۔ وہ گمراہ ہے اگرچہ تمام نیک اعمال بجا لائے"

پھر کوکب ہند جلد ۲ نمبر ۹ و ۳ صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے کہ صاحب شریعت کے انکار سے انسان کافر ہوتا ہے۔" اس لئے تمام غیر بہائی جو بہاء اللہ کو سچا نہیں سمجھتے کافر ہیں۔

مجموعہ الواح مبارکہ صفحہ ۱۸۷ پر بہاء اللہ لکھتا ہے:-

"اے میرے منکرو تمہارا سوائے دوزخ کے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے"

پھر لکھتا ہے کہ "کتاب بیان کا رتبہ بلند ہوگیا۔ اور جو کچھ اس میں اتارا گیا تھا وہ ثابت ہوگیا۔ اور جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ غفلت اور گمراہی میں ہیں" ایک اور مقام پر لکھتا ہے:- "جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں وہ گھاٹے میں ہیں۔ عنقریب آگ ان کو کھا جائے گی"

ایک جگہ بہاء اللہ کہتا ہے:-

"اے میرے دوستو! اس بڑے قید خانہ سے محبوب قیدی کی آواز سن لو کہ اگر کسی شخص میں تم میرے متعلق اتنا بھی اعراض پاؤ جو شمار میں بھی آنے کے قابل نہیں۔ تو بھی اپنا منہ پھیر کر دوسری طرف کرلو۔ لہذا اس سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ایسے لوگ جو مجھ سے اعراض کرتے ہیں شیطان کے مظہر ہیں۔

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ بہائی شریعت میں اہل بہاء کو تعلیم دی گئی ہے کہ غیر بہائیوں کو دوزخی۔ گمراہ کافر اور شیطان سمجھ کر ان سے اعراض کریں۔ لہذا بہائی شریعت موجودہ زمانہ کے لئے کسی طرح قابل عمل نہیں۔ کیونکہ جب تک بہائی لوگ یہ سمجھتے رہیں گے کہ صرف ہمارا مذہب حق ہے۔ باقی سب باطل تب تک دلوں میں صفائی نہیں پیدا ہوسکتی۔

مقدمہ لائٹ

گواہان صفائی کی شہادت

پرنسپل ولسن گواہان صفائی میں

۹ دسمبر ۲۷ء کی کارروائی

لاہور ۹ دسمبر ۲۷ء - آج اخبار "لائٹ" کا مقدمہ مسٹر لنکن ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا - صفائی کی طرف سے چار گواہوں کی شہادتیں آج ہوئیں - (۱) جناب عبدالمجید صاحب سالک ایڈیٹر انقلاب (۲) مسٹر سر الگزنڈر ولسن پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور (۳) چودہری سردار خاں صاحب منیجر صیغہ اشتہارات اخبار پیغام صلح لاہور (۴) پروفیسر شیخ محمد عبداللہ صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور - موخر الذکر دو گواہ چودھری رحمت خاں صاحب پبلشر کی طرف سے تھے - اور اول الذکر ہر دو مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کی طرف سے - سب سے پہلے گواہ

مولوی عبدالمجید سالک

ایڈیٹر انقلاب نے بیان کیا کہ میں نے بی اے کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا - اخبار انقلاب کا ایڈیٹر اور پروپرائٹر ہوں - دس سال سے اخبار نویسی کا کام کر رہا ہوں - اخبار لائٹ کو میں پڑھا کرتا ہوں یہ ایک مذہبی اخبار ہے - مضامین فائٹ ٹو دی فنش، "ایوری ہندو اے راجپال" اور "کنفیشن آف کرائم" میں نے پڑھے ہیں - ان کے پڑھنے سے میرے دل میں ہندوؤں کی طرف سے کوئی منافرت پیدا نہیں ہوئی - کیونکہ میں ہر روز ایسے مضامین اخبارات میں پڑھتا ہوں - قریبًا ہر اخبار میں یہی شکایات درج ہوتی ہیں جو "لائٹ" کے ان مضامین میں درج ہیں یہ سچ ہے کہ راجپال کی بریت کے بعد مسلمانوں میں ایجی ٹیشن ہوئی تھی - کہ قانون میں جو نقص ہے وہ دور ہونا چاہیئے - یہ بھی صحیح ہے - کہ ورتمان کا مقدمہ امرتسر سے تبدیل ہو کر لاہور ہائیکورٹ میں آیا تھا - تاکہ قانون کا صحیح مفہوم وہاں سے طے ہو جائے -

فائٹ ٹو دی فنش کے پہلے پیرے کا یہی مطلب ہے کہ ورتمان کے فیصلے سے مسلمانوں کو مطمئن نہیں ہونا چاہیئے اور ایجی ٹیشن کو جاری رکھنا چاہیئے - Anytime the sea monster may rise and go down upon the island and its settlers and all.

کا اشارہ ہندوؤں کی جارحانہ ذہنیت کی طرف ہے یہ صحیح ہے کہ مسلمان آریہ سماج کو مخالف اسلام فرقہ سمجھتے ہیں - As long as Arya Samaj is there

کے فقرے سے شروع کر کے آخر پیرا تک جو شکایات درج ہیں - وہ سب صحیح ہیں - اور مسلمانوں کے ہر پلیٹ فارم سے ان کو دہرایا جاتا ہے - fight is on today as yesterday کا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤں سے جو مقابلہ جاری تھا ہے - یہ ابھی ختم نہیں ہوا - اور یہ جاری رہنا چاہیئے جب تک ہندوؤں کی موجودہ ذہنیت بدل نہ جائے - کوئی ایسا فقرہ اس مضمون میں نہیں جس میں ہندوؤں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہو - let your arms be strong میں اسلحہ کا ذکر نہیں بلکہ اپنی جسمانی طاقت بڑھانے کی تلقین کی گئی ہے - let your steel be bright کا مطلب صرف یہ ہے کہ تمہارا کیرکٹر پاکیزہ ہونا چاہیئے - cut it clean through کا مطلب یہ ہے کہ جارحانہ ذہنیت کو کچل دو - مدینہ میں آنحضرت صلعم کی پوزیشن دفاعی تھی - In arms day and night کے معنی صرف یہ ہیں کہ تیار رہو ہوشیار رہو - "ایوری ہندو اے راجپال" کے مضمون سے میں یہ نہیں سمجھا کہ مضمون نگار نے مسلمانوں کو عبدالرشید شہید کا مشورہ دیا ہے - اس کے خلاف اس مضمون میں اس نے عبدالرشید سے اظہار ناراضی کیا ہے - یہ سچ ہے کہ جس دن سوامی شردھانند قتل ہوئے اسی دن ایک اسی برس کا بڈھا مسلمان دہلی کے ایک بازار میں قتل کر دیا گیا - اور کسی ہندو نے اس فعل کے خلاف آواز نہیں اٹھائی - مسلمانوں نے بارہا ہندوؤں سے اپیل کی - کہ اس فعل کے متعلق تمہاری طرف سے اظہار افسوس ہونا چاہیئے - مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے بھی لکھا جس کے جواب میں مہاتما گاندھی نے ان کو خط لکھا کہ مفتی محبوب علی کوئی بڑا آدمی نہ تھا اس لئے اس کے متعلق اظہار افسوس کی ضرورت نہیں - یہ جو اس مضمون میں لکھا گیا کہ راجپال کی امداد کے لئے ہندوؤں میں چندے ہوئے اور بڑے بڑے قابل آدمی اس کی پشت پر کھڑے ہو گئے - یہ بالکل صحیح واقعہ ہے - Abdul Rashid is the logical product of a Rajpal.

کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر راجپال کی طرح کی تحریرات ہندوؤں کی طرف سے شائع ہوتی رہیں تو مسلمانوں میں عبدالرشید جیسے دماغ کے آدمی پیدا ہو سکتے ہیں - یہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بالکل صحیح ہے - [illegible] کے معنے [illegible] کے ہیں - اس میں مسلمانوں کو کوئی مشورہ نہیں دیا گیا - کہ تم میں عبدالرشید پیدا ہونے چاہئیں -

"کنفیشن آف کرائم" کے مضمون میں بھی مانسٹر مینٹلٹی (یعنی مانسٹر ذہنیت) کا استعارہ موجود ہے - ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کو یہ سکھاتے ہیں کہ تم لاٹھیاں اور ڈنڈے لے کر پھرو اور مسلمانوں کے بالمقابل استعمال کرو - پنڈت مدن موہن مالوی ہندو سنگٹھن کے لیڈر ہیں - یہ سنگٹھن مسلمانوں کے خلاف کیا گیا ہے - بندہ بیراگی ایک ہندو تھا جس نے گورو گوبند سنگھ کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر بہت ظلم کیے - اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا - یہ صحیح ہے کہ کونسل میں اس قسم کے سوالات کیے گئے کہ مسلمانوں کے اخبارات کو ضبط اور ان کے ایڈیٹروں کو گرفتار کیا جائے - ایک سوال "چودھویں صدی کا مہارشی" نامی کتاب کے متعلق ہوا اور گورنمنٹ نے جب یہ جواب دیا کہ اس کے خلاف ایجی ٹیشن نہیں ہوا تو "پرتاپ" وغیرہ نے اسی کا حوالہ دے کر "لائٹ" کے خلاف ایجی ٹیشن شروع کر دیا -

پنڈت جوالا پرشاد صاحب وکیل استغاثہ کی جرح کے جواب میں سالک صاحب نے کہا کہ مجھے ان مضامین سے کلی اتفاق ہے راجپال وہی شخص ہے جس نے رنگیلا رسول نامی کتاب لکھی تھی - اور مسلمانوں میں اس کے خلاف بڑی بھاری ایجی ٹیشن ہوئی تھی - یہ سچ ہے کہ اس ایجی ٹیشن کے دوران میں اخبارات اور لیکچروں میں یہ بھی کہا گیا کہ اسلامی شریعت کے مطابق راجپال واجب القتل ہے - بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو - سوامی شردھانند سے وہی شردھانند مراد ہیں جو چند سال سے شدھی اور سنگٹھن کا کام کرتے تھے - اور جن کو عبدالرشید نے قتل کیا - میرے نزدیک وہ اچھا کام نہ کرتے تھے - عبدالرشید کے فعل کو میں اچھا نہیں سمجھتا - مجھے علم نہیں کہ عبدالرشید کے مقدمات کے لئے کوئی چندہ مسلمانوں میں ہوا یا نہیں - ہندو اخبارات میں میں نے چندہ جمع ہونے کا ذکر پڑھا تھا - یہ سچ ہے کہ عبدالرشید ایک معمولی کاتب تھا - ہندو اخبارات کے اس بیان کی کہ عبدالرشید کے لئے چندہ ہوا کوئی تردید میں نے اپنے اخبار میں [illegible]

میں ایسی تردید میں نے دیکھی - عبدالرشید کو میں غازی نہیں سمجھتا - بعض غیر ذمہ دار اخبارات نے اس کو غازی لکھ دیا - غازی کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے - عبدالرشید کا فعل غازیانہ نہ تھا - میں نے کبھی اپنے اخبار میں اس کی تردید نہیں کی - کیونکہ وہ اپنے تئیں حیثیت اخبار رکھتے کہ ان کی تردید کی ضرورت ہی نہ تھی -

یہ سچ ہے کہ ۳ مئی کو حویلی کابلی مل میں ہندوؤں اور سکھوں نے چار مسلمانوں کو قتل کر دیا - اس کے بعد دونوں قوموں کے حملے ایک دوسرے پر ہوتے رہے - اور دونوں قوموں میں سخت کشیدگی پیدا ہو گئی - اگر کسی سانپ کی ذہنیت کو کچلنا ہو تو اس کے دانت نکال دینے چاہئیں - اور اگر خود سانپ کو کچلنا ہو تو اسے مار دینا چاہیئے اگر کوئی میرا جانی دشمن میرے خلاف تدابیر اختیار کرے تو میں اس کی تدابیر کو کامیاب نہ ہونے دونگا - وہ اگر میرے رسول کے خلاف کوئی کتاب لکھے تو میں حکومت کو اس کی طرف متوجہ کرونگا - اسے ضبط کرا دونگا اور اسے سزا دلانے کی کوشش کرونگا - لائٹ کے محولہ بالا مضامین کو مدنظر رکھتے ہوئے عبدالرشید کی پوزیشن میں ہرگز اختیار نہ کرونگا یہ میرے نزدیک بالکل صحیح راہ ہوگی - عبدالرشید کی پوزیشن صحیح نہ تھی جو لوگ شریعت سے ناواقف ہیں وہی اس پوزیشن کو اختیار کر سکتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ بہت تھوڑے مسلمان شریعت اسلامی سے واقف ہیں - بلکہ میرے نزدیک بہت زیادہ اس سے واقفیت رکھتے ہیں - یہ صحیح ہے کہ راجپال پر حملہ ہوا تھا - یہ مجھے علم نہیں کہ "لائٹ" کے مضامین کی اشاعت کے بعد ہوا یا پہلے - مجھے یاد نہیں کہ یہ حملہ راجپال کی کتاب کی بنا پر تھا جہاں تک مجھے علم ہے کسی اور بنا پر تھا - از میں نے اپنے اخبار میں اس پر نوٹ لکھا تھا - کہ فریقین نے ایک دوسرے پر زیادتی کی - As long as Moonjes and Malviyas are at large

کے فقرہ کا مطلب میں نے یہی سمجھا کہ جب تک مونجے اور مالوی وغیرہ اس قسم کی تقاریر کرنے کے لئے آزاد ہیں جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں اور حکومت کی طرف سے ان سے کوئی بازپرس نہیں ہوتی - لفظ at large کا مطلب یہ ہے کہ حکومت انہیں گرفتار نہیں کرتی - یہ مطلب نہیں کہ مسلمان ان کو قتل نہیں کرتے - اس مضمون کا خطاب ہر اس شخص کی طرف ہے جو اسے پڑھتا ہے - ہندوؤں کی طرف بھی، مسلمانوں کی طرف بھی - اور گورنمنٹ کی طرف بھی - اس میں مسلمانوں کو بعض تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے - فائٹ ٹو دی فنش کے دوسرے پیرا سے شروع کر کے when the storm is seemingly over تک حکومت کی طرف خطاب ہے - پہلا فقرہ مسلمانوں کے لئے ہے As long as Arya Samaj is there کا فقرہ مسلمانوں کے لئے ہے The Muslims کے لفظ سے ہندو ذہنیت کا مقابلہ کیا گیا ہے نہ کہ ہندوؤں کا - let us not be hoodwinked کا فقرہ مسلمانوں کے لئے ہے - ان فقرات کو پڑھنے کے بعد بھی میری یہی رائے ہے کہ مضمون نگار نے دونوں مقصد سامنے رکھے ہیں - حکومت کو بھی اطلاع ہو جائے اور مسلمان بھی سمجھیں - مانسٹر کو Kill کرنے سے مراد اسے جسمانی طور پر مارنا نہیں - let your arms be strong let your steel be bright میں arms اور steel دونوں استعارات ہیں اس لئے ان فقرات میں حقیقتاً مار دینے کی تلقین نہیں - دولت خاں پٹھان کا جو ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خالی تقاریر کا نفرنسوں اور ریزولیوشنوں وغیرہ کو بے حقیقت چیز سمجھتا ہے اور کانگرس کا مدعا کہ انگریز ہندوستان سے نکل جائیں - ان چیزوں سے پورا ہوتا ہوا یقین نہیں کرتا - بلکہ وہ کہتا ہے - unless we cut clean the Englishman will never go اس کا یہ مطلب نہیں کہ جسمانی طور پر انگریزوں کو قتل کیا جائے بلکہ اپنی طاقت کو بڑھانا مراد ہے اگر کوئی سانپ میرے سامنے ہو اور اس کے متعلق کہا جائے The only way is to cut it clean through تو اس کا یہی مطلب میں سمجھونگا کہ اس کو مار دیا جائے - اگر راجپال کے متعلق ایسا کہا جائے تو اس کا مطلب اسے قتل کر دینا ہوگا - پٹھان کی [illegible]

کہ جب تک Mohammad more سے انگریزوں کو نہ نکال دیا جائے وہ اپنی کوششوں سے نہیں رکیں گے۔ یہ تو ان کی مثال صورت حالات کو ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور ایوری ہندو اے راجپال" میں مضمون نگار نے مسٹر گاندھی کے نقطہ نظر کی تردید کی ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ ہر ہندو راجپال نہیں اور نہ ہر مسلمان عبد الرشید ہے۔ مضمون نگار نے لکھا کہ مسٹر گاندھی نے صورت حالات کا صحیح مطالعہ نہیں کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مضمون نگار کے نزدیک ہر ہندو راجپال اور ہر مسلمان عبد الرشید ہے۔ سوامی شردھانند کو جو قتل کیا گیا وہ اس کا مستحق تھا۔ میں مضمون نگار سے اس بات میں متفق ہوں کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس کا مستحق تھا۔ لیکن میں ان بہت سے لوگوں میں سے نہیں۔ یہ سچ ہے کہ مضمون نگار نے یہ نہیں لکھا کہ وہ خود ان بہت سے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ اس نے یہ لکھا ہے کہ جس وقت شردھانند قتل ہوا تو مسلمان اس کو پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ ان دونوں فقرات کو اکٹھے پڑھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ اب مسلمان عبد الرشید بننا چاہتے ہیں۔ آگے چل کر مضمون نگار نے بعض ایسی باتیں لکھی ہیں جو حالات کے بدلنے پر دلالت کرتی ہیں۔ راجپال کے معاملہ کو سب سے بڑی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ every Hindu is a Rajpal کا مطلب یہی ہے کہ ہر ہندو راجپال بن گیا ہے۔ every muslim must be an Abdur Rashid کا مطلب ہے obliged to be۔ یہ سچ ہے کہ must کا لفظ حلف کے رنگ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے فقرات کو نہ پڑھے تو محض اس فقرہ کو پڑھ کر جو جی چاہے مطلب سمجھ سکتا ہے۔ A dragon is best met in his own den کے فقرے میں دفاعی حملہ کا ذکر ہے۔ صفحہ ۲ کالم اول میں جو یہ فقرہ ہے for a reviler of the Prophet a muslim can have not the hand of a fellow and a friend but a revolver of an Abdur Rashid اگر مضمون نگار نے Psychologically ایسا کہا ہے تو صحیح ہے۔ Theologically صحیح نہیں۔ مہاتما گاندھی کے اپنے آشرم میں سانپ مارنے کا جو ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے تو مارے بغیر چارہ نہیں ہے۔

وکیل استغاثہ کے بعد ملک برکت علی صاحب ایم اے وکیل صفائی نے چند تین سوالات کئے جن کے جواب میں سالک صاحب نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ عبد الرشید کے فعل کو تمام ہندوستان کے مسلمانوں نے بری نظروں سے دیکھا۔ میں نے کسی اردو اخبار میں ان مضامین کا ترجمہ نہیں دیکھا جن پر مقدمہ چل رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مضمون نگار نے اس مضمون میں ہندوؤں سے بھی اپیل کی ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کی خاطر ایسی باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ ہندو مسلم کشیدگی پانچ چھ سال سے چلی آ رہی ہے۔ صفحہ ۲ پر جو یہ فقرے ہیں۔ Let Hindus show the same reverence to Mohammad and we would have reached Hindu muslim unity more than halfway there would be no more broken heads, no more desecrated mosques and temples, no Rajpals and hence no Abdur Rashids.

ان فقرات میں مضمون نگار نے ہندو مسلم اتحاد کی تلقین کی ہے۔ عدالت کے سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ایوری ہندو اے راجپال کے مضمون کی سپرٹ اس قسم کی ہے کہ میرے نزدیک اس میں مسلمانوں کو بھی خطاب کیا ہے۔ ٹائٹ ٹو دی فنش کے مضمون دلائی گئی ہے۔ ان میں مضمون کی سپرٹ کے لحاظ سے ہندوؤں کو بھی خطاب ہے۔ کنفیشن آف کرائم کے مضمون میں no man is more responsive on our part کے فقرے سے یہ مراد ہے کہ آخر میں ایک ہندوؤں سے اپیل کی ہے۔ مضمون کے آخری حصہ میں ہندوؤں کے سامنے مسلمانوں کی شکایات پیش کی ہیں۔ میرے لکھنے کا طرز علیحدہ ہے۔ ہر شخص کا طرز تحریر جدا ہوتا ہے۔ یہ مضمون اتحاد قائم کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔ عام ہندو ممکن ہے ان مضامین کی بعض باتوں کو برا سمجھیں۔ یہ سچ ہے کہ ایک اشتعال پذیر مسلمان اس مضمون کا وہ مطلب نہیں لے سکتا جو میں لے سکتا ہوں۔ جو شخص اسے سوچ سمجھ کر عقلمندی کے ساتھ پڑھے گا۔ وہ اس کے صحیح معنے لے گا۔ جو شخص انگریزی سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔ وہ اس کے غلط معنے لے سکتا ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اس کے پڑھنے والے کون لوگ ہیں۔ جو شخص چاہے اسے خرید سکتا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس پرچہ میں سوامی شردھانند کے قتل پر اظہار بیزاری کیا گیا تھا یا نہیں۔ ایوری ہندو اے راجپال" کے بعض فقرات سے یہ پایا جاتا ہے کہ مضمون نگار اس قتل کو اچھا نہیں سمجھتا۔ میں نے ان مضامین کے متعلق اپنے اخبار میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

سالک صاحب کے بعد مسٹر ولسن پرنسپل اسلامیہ کالج کی شہادت ہوئی۔ جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

سرکاری اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

قصور میں ۸ رمئی ۱۹۲۸ء کو ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ مئی کے اختتام پر اس وبا نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ ۲۰ رمئی سے لیکر ۱۱ رجون تک ہیضہ کے ۱۳۶ کیس ہوئے۔ پھر بارہ جون سے ۲۰ رجون تک ۷۳ کیس۔ اس وقت اطلاع گورنمنٹ تک پہنچائی گئی۔ اور قانون امراض وبائی مصدرہ ۱۸۹۷ء کے ماتحت ایک اعلان کے ذریعہ متعلقہ ڈپٹی کمشنر اور سب ڈویژنل افسر کو خاص اختیارات تفویض کئے گئے۔ اس کے بعد وبائے ہیضہ پر قابو پا لیا گیا۔ ۲۱ رجون سے لیکر ۲۹ رجون تک کل ۴۳ کیس ہوئے۔ اور ۱۴ رجولائی کو بیماری بالکل مفقود ہو گئی۔ اس اثنا میں وبا کے پھیل جانے سے نہ صرف قصور کی حدود میں کثیر اموات واقع ہوئیں بلکہ گرد و نواح کے اضلاع میں ہیضہ کے زیر اثر صدہا جانیں تلف ہو گئیں۔ محکمہ صحت عامہ کے افسروں کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ وبا کی شدت کا بڑا باعث یہ تھا۔ کہ میونسپل کمیٹی قصور ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر کی نصیحت پر عمل کرنے سے قاصر رہی۔ اور وہ ایسی تدابیر اختیار نہ کر سکی جو وبائے ہیضہ کے اولین مراحل پر اس کے حلقہ اثر کو محدود کر دیتیں۔ میونسپل کمیٹی قصور کی اس ناکامی کے نتائج اس قدر اہم ثابت ہوئے کہ گورنمنٹ پنجاب (وزارت لوکل سلف گورنمنٹ) نے مناسب سمجھا کہ اس بارہ میں سرکاری تحقیقات کے ذریعہ معلوم کیا جائے کہ اگر میونسپل کمیٹی مذکورہ سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے تو کس حد تک ہوا ہے۔ چنانچہ ایک کمیشن مقرر کیا گیا جو کمشنر صاحب لاہور بحیثیت صدر اور سر محمد اقبال ایم ایل سی اور لالہ موہن لال ایم ایل سی بحیثیت ممبران پر مشتمل تھا۔ ارکان کمیشن نے ۱۹ راگست کو قصور میں اجلاس کیا۔ اور شہادت قلمبند کی۔ اس کے بعد اس تاریخ کو لاہور میں ایک اور اجلاس منعقد کیا جس میں میونسپل کمیٹی قصور کے بعض ممبروں نے ضمنی بیانات داخل کئے۔ اور محضر نامے پیش کئے۔ کمیشن کی رپورٹ جو متفقہ تھی ۵ ستمبر کو گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی گئی۔

کمیشن اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگرچہ بعض معاملات میں میونسپل کمیٹی قصور پر الزام عائد نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے وہ خاص تدابیر اختیار نہ کیں جن کی سفارش کی گئی تھی۔ کیونکہ اسے ایسا کرنے کے قانونی اختیارات حاصل نہ تھے لیکن تین امور میں اس نے سخت غفلت سے کام لیا۔

(الف) ۸ رمئی کو ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر ہیلتھ نے سفارش کی کہ میونسپل حدود کے اندر جو کنوئیں واقع ہیں ایک ہفتہ کے اندر ان کی صفائی کی جائے لیکن ایک ہفتہ میں صرف ۱۰ کنوؤں کی صفائی ہو سکی۔ اور جون کے اختتام تک (جبکہ انتظام کمیٹی مذکور کے ہاتھ سے لے لیا گیا تھا) ۷ سو سے زیادہ کنوؤں کو زہریلے اثر سے پاک کیا گیا۔ کمیشن کا خیال ہے کہ صورت حالات کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میونسپل کمیٹی نے ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر کی [illegible]

کہ برف کا کارخانہ بند کر دیا جائے۔ اور سوڈا واٹر فیکٹری یا تو بند کر دی جائے یا وہاں صرف ابلا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔ لیکن برف کا کارخانہ بند نہ کیا گیا۔ کیمیاوی تجزیہ سے یہ ثابت ہوا کہ اس کارخانہ میں کثیف جراثیم سرایت کر گئے تھے۔ اس لئے اس کا بند نہ کرنا کمیشن کی رائے میں ایک بھاری نقص تھا۔

(ج) ۱۰ رمئی کو ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ نے مشورہ دیا کہ وہ کوڑا کرکٹ جو تمام قصبہ میں انباروں کی صورت میں اکٹھا کیا گیا تھا یا تو جلا دیا جائے یا اس پر چونا ڈال دیا جائے۔ میونسپل کمیٹی نے ۳۰ رمئی کو اجلاس کیا اور یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ میڈیکل آفیسر صحت کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔ لیکن کمیٹی نے کوڑا کرکٹ جلانے کے لئے کوئی ہدایات نافذ نہ کیں۔ بلکہ اس کے برعکس یکم جون کو یہ حکم دے دیا کہ کوڑا اٹھا کر پھینک دیا جائے۔ کمیٹی نے ۲ جون کو دوبارہ اجلاس کیا۔ اور دو ممبروں نے اس بات پر زور دیا کہ کوڑا فوراً جلا دیا جائے لیکن اس کے لئے منظوری نہ دی گئی۔ مورخہ ۱۰ رجون کو اس معاملہ پر دوبارہ غور کیا گیا۔ اور کمیٹی نے اس مرتبہ بھی کوڑے کرکٹ کو جلانے سے انکار کر دیا۔ کمیشن کا خیال ہے کہ غالباً یہی کوڑا بیماری کے پھیل جانے کا محرک ہوا۔ اس کو جلا دینے کا جو مشورہ کمیٹی کو دیا گیا تھا جس پر کمیٹی مذکور ہی کے بعض ممبروں نے اس بات پر زور دیا تھا۔ ایسی انسدادی تدبیر نہ تھی جسے نظر انداز کر دینے کا کمیٹی کو حق حاصل تھا اسے نہ جلانے سے کمیٹی نے اپنی آمدنی کا خیال کیا اور اس ذمہ داری کی پروا نہ کی جو انسانی زندگی کی حفاظت کے متعلق اس پر عائد ہوتی تھی لہذا کمیشن کی رائے میں اس نے ادائے فرض میں اہم غفلت کے جرم کا ارتکاب کیا۔

کمیشن نے اپنے فیصلہ میں جن ممبروں کو قصور وار ٹھیرایا ہے ان میں کمیٹی کے پریذیڈنٹ خان صاحب سردار محمد شہباز خان جنہوں نے کمیٹی سے ان تدابیر پر عمل کرنے کی حتی الامکان تحریک کی تھی۔ جن کی سفارش کی گئی تھی۔ اور مسٹر دیو راج جینی۔ مسٹر ہر بھگوان داس اور مسٹر گوکل چند ممبر کو جنہوں نے کوڑا جلانے کے متعلق ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ کی تجاویز کی تائید کی تھی مستثنےٰ قرار دیا ہے۔

گورنمنٹ پنجاب (وزارت لوکل سلف گورنمنٹ) نے کمیشن کا فیصلہ منظور کر لیا ہے۔ اور وہ کمیٹی کے ادائے فرض میں قاصر رہنے کے قصور کو اتنا اہم تصور کرتی ہے کہ اس نے ان ممبروں کی نشستیں خالی کئے جانے کا حکم دے دیا ہے۔ جن کو کمیشن نے بری نہیں کیا۔ اس اثنا میں دوبارہ انتخابات عمل میں آئے ہیں اور پرانی کمیٹی کے مندرجہ ذیل ممبر از سر نو منتخب کئے گئے ہیں۔

ایم رحیم بخش۔ ایم ہدایت اللہ خان۔ ایم سردار علی خان خان شیر نواب خان۔ ایم محمد شفیع۔ ایم خوشی محمد۔ ایم محمد امین گورا لالہ لبھا رام۔

لہذا پنجاب گورنمنٹ (وزارت لوکل سلف گورنمنٹ) نے زیر احکام دفعہ ۲۴ پنجاب میونسپل ایکٹ ۱۹۱۱ء صاحب کمشنر لاہور ڈویژن کے اس حکم کو بحال رکھا ہے جس کے مطابق متذکرہ بالا ممبروں کے مکرر انتخاب کا اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ اس طرح ان اصحاب کا مکرر انتخاب کالعدم ہو جاتا ہے۔ اور ایکٹ مذکور کی دفعہ ۱۶ کی تحتی دفعہ (۲) کے ماتحت دہ انتخاب کے لئے اس وقت تک نااہل رہیں گے جب تک کہ لوکل گورنمنٹ اس کے برعکس ہدایت نہ کرے۔ گورنمنٹ کی رائے ہے کہ وہ اشخاص جنہوں نے اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کے متعلق اس قدر کم احساس کا ثبوت دیا ہے وہ میونسپل کمیٹی کے ممبر رہنے کے لائق نہیں ہیں۔

جلد ۱۵ | مدینۃ المسیح لاہور یوم چہار شنبہ مطبوعہ ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۵۱

احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ

سب احمدی احباب حصہ لیں

جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

احباب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مصائب کے موقع پر برادران کی ذاتی امداد میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اول تو لوگ دوسروں سے مدد لینا عیب سمجھتے ہیں۔ دوسرے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو ایسے مواقع پر ایک بھائی کے حالات سے واقف ہوں۔ اور ان کے دل میں امداد کی تحریک پیدا ہو۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن نے احمدیہ میوچل ریلیف فنڈ قائم کیا تھا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ جب کوئی بھائی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تو اس مصیبت کے وقت کل دوست اس کی امداد کر کے ثواب میں حصہ لے سکیں۔ اس سے صرف ایک بھائی کے بال بچوں کی مصیبت میں امداد ہی نہیں ہو جاتی بلکہ قومی وقار بڑھتا ہے اور قومی بیکسوں اور یتیموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس لئے کل جماعت احمدیہ کا فرض تھا کہ اس کا ہر ایک ممبر اس فنڈ میں حصہ لیتا لیکن احباب کو شاید اس کا علم نہیں ہوا۔ اس لئے بہت سے لوگ ابھی اس ثواب سے محروم ہیں۔ تمام بھائیوں کو چاہیے کہ وہ فوراً اس میں حصہ لیں۔ بڑی بھاری شرط اس میں یہ ہے کہ جب کوئی بھائی انتقال کر جائے تو کل ممبر ایک ایک روپیہ اس کی امداد کے لئے دیں۔ اور پس انداز کرنے کے لئے وہ تھوڑا بہت ماہوار بھی اس فنڈ میں داخل کریں۔ جو بعد از وفات اس کے ورثا کو مع منافع کے واپس کر دیا جائے گا۔ امید ہے کہ احباب اس طرف ضرور توجہ کریں گے۔

سنہ ۲۷ ۱۹ء

۲۸-۲۹-۳۰ دسمبر

کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سالانہ جلسہ زیر صدارت لارڈ ہیڈلے منعقد ہوگا

انجمن کا انتظام کار

جملہ احباب و سکرٹری صاحبان نوٹ کر لیں

انجمن نے سہولت کار کی خاطر آئندہ یہ انتظام کیا ہے کہ دفتر تحصیل (جس میں چندوں کی فراہمی اور اس کا کل متعلقہ حساب وغیرہ شامل ہے) اور دفتر محاسب کو ملا کر ایک ہی افسر یعنی فنانشل سکرٹری کے سپرد کر دیا ہے۔ اس لئے جملہ احباب و محصلین وغیرہ اس امر کو نوٹ کریں اور ان کاموں کے متعلق جملہ خط و کتابت اسی پتہ پر کیا کریں۔

یہ امر بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ انجمن کے ... جملہ منی آرڈر اور وی پی وغیرہ براہ راست دفتر میں وصول ہوتے ہیں۔ مسلم بنک یا کسی اور بنک کی معرفت وصول نہیں کئے جاتے۔ اور منی آرڈروں وغیرہ پر تا اطلاع ثانی اسسٹنٹ محاسب شیخ غلام محمد صاحب کے دستخط ہوا کریں گے۔ اور رسیدات خزانہ پر شیخ غلام محمد صاحب اور امین حافظ فضل احمد صاحب کے اسی طرح بیموں کی وصولی پر سکرٹری یا محاسب یا اسسٹنٹ محاسب کے دستخط ہوں گے جن کی رسید خزانہ اسی وقت تیار کر کے بھیجی جاتی ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھنے سے اس غلطی کا جو بعض اوقات ڈاک خانہ یا اور کسی سبب سے ہو جاتی ہے فوراً ازالہ ہو جائے گا۔

ان امور کے سوا باقی جملہ معاملات کے متعلق خط و کتابت سکرٹری صاحب کے ساتھ کی جایا کرے۔ خواہ اخبارات کے متعلق ہو یا بکڈپو کے متعلق یا تبلیغ کے متعلق یا دیگر انتظامی امور سلسلہ انجمن وغیرہ کے متعلق جن سب کے افسر اعلیٰ وہ مقرر کئے گئے ہیں یعنی پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب ایم ایس سی۔

خاکسار

(سید محمد حسین۔ فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن لاہور)

سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن لاہور

کے سبب سے دفتر پیغام صلح میں ۲۸ دسمبر کو تعطیل رہیگی اور ۴ جنوری کو پرچہ

جلسہ پر چندہ دینے والوں کو ہدایات

جلسہ سالانہ پر عموماً مجمع میں چندوں کی رقمیں وصول ہوتی ہیں اس کے متعلق احباب کو ہدایات دینی ضروری ہیں۔

اول جس قدر رقوم چندہ ماہوار جرمن مشن، تبلیغ ہند وغیرہ وعدوں کے بقایا کے متعلق ہوں خواہ انفرادی طور پر یا جماعت کے رنگ میں ان کے ہمراہ پوری تفصیل لکھ کر ساتھ دی جایا کرے۔ تاکہ اس کے مطابق درج رجسٹر کی جائے۔

دوم جہاں جماعت کی طرف سے ایسی موعودہ رقمیں ادا ہوتی ہوں وہاں زیادہ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسی رقوم کسی فارغ وقت میں باقاعدہ دفتر میں لا کر کے رسید حاصل کر لی جائے جو متعلقہ شاخ کے حساب کے ساتھ شامل کی جا سکے اور بعد میں چیک کرنے والوں کے لئے سہولت رہے۔

سوم جہاں تک ہو سکے احباب کو چاہیے کہ رقم کے ساتھ تفصیل مد اور نام کی پرچی ضرور شامل کر دیں۔

چہارم اس بات کا خیال ضرور رہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر وقتی ضروریات کے لئے بھی تحریکات ہوتی ہیں جن کو احباب کے سابقہ وعدوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی تحریکات میں جو حصہ لیا جائے گا وہ کسی اور حساب میں شمار نہیں ہوگا۔ لہذا ان موعودہ رقوم کو خاص احتیاط سے ادا کر کے بقایوں کو صاف فرما دیں۔

خاکسار

سید محمد حسین شاہ فنانشل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ہماری قومی تعمیر!!

ہمارے اموال کا صحیح مصرف!

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

۔۔ دسمبر ۱۹۴۸ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے سورۃ الشعراء کے پانچویں رکوع کی آیات واتل علیھم نبأ ابراھیم .... الی ...... بقلب سلیم تلاوت فرماکر حضرت ابراہیمؑ کا قلب سلیم پیدا کرنے کی تلقین قوم کو فرمائی۔ اور مسلمانوں کی بہبودی کا واحد ذریعہ یہ بتایا کہ ہمارے اموال فضول رسم و رواج پر صرف ہونے کے بجائے قومی تعمیر پر لگائے جائیں چنانچہ فرمایا:-

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر قرآن کریم میں نمونہ کے طور پر کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ قرآن کریم نے انبیا میں سے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ایک بڑے اعلیٰ درجہ کے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان آیات میں جہاں ان کی اپنی قوم کے ساتھ کچھ بحث کا ذکر ہے۔ وہاں کچھ حضرت ابراہیمؑ کے دلی جذبات کا بھی اظہار ہے۔ بحث تو بت پرستی سے ہے۔ لیکن جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے تعلقات کو واضح کرتے ہیں۔ سب سے پہلے فرمایا الذی خلقنی فھو یھدین وہی خدا ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر پیدائش کی اصل غرض تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ ہدایت کو قرآن کریم نے اور جگہ بھی پیدائش کے ساتھ دکھایا ہے۔ یہ بتانے کو کہ انسان کی پیدائش کی کچھ غرض ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو حاصل کرنے کا رستہ نہ دکھاتا تو اس کی پیدائش بھی عبث ہوتی۔ پھر فرمایا والذی ھو یطعمنی ویسقین۔ میرا خدا وہ ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ کمال درجہ کی توحید ہے۔ گویا جو اپنا نفس ہے اس کو بالکل درمیان سے نکال دیا ہے۔ اور ہے بھی فی الحقیقت صحیح کہ وہی اگر کھلاتا ہے تو انسان کھا سکتا ہے اور وہی پلاتا ہے تو پی سکتا ہے۔ بھلا غور کرو ایک شخص بڑے اعلیٰ درجہ کے مکان میں رہتا ہے ہر قسم کے لذیذ کھانے اس کے لئے موجود ہیں مگر حالت یہ ہے کہ وہ بیمار ہے اور ان کو کھا نہیں سکتا۔ ایک شخص کے بدن پر خارش ہے اس کے سامنے بڑے اچھے ریشمی کپڑے لاکر رکھ دو وہ ان کو پہننے سے بھی معذور ہوتا ہے۔ اور وہ کپڑے اس کے لئے آرام کا موجب نہیں ہو سکتے۔ پھر فرمایا واذا مرضت فھو یشفین۔ جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔ کیسے پاکیزہ جذبات ہیں سب باتوں کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔ کھانے کو دیتا ہے پینے کو دیتا ہے مگر یہ نہیں کہا کہ بیمار کرتا ہے۔ فرمایا جب بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے بیماری کو اپنی طرف منسوب کیا اور شفا کو خدا کی طرف۔ ہمارے طبیبوں کی طرح نہیں کہ اگر اچھا ہو گیا تو کہہ دیا کہ ہمارے نسخہ سے اچھا ہوا ہے اور اگر مر گیا تو کہہ دیا خدا کی مرضی ایسی ہی تھی۔ والذی یمیتنی ثم یحیین اور وہ جو مجھے مارے گا۔ اور پھر زندہ کرے گا۔ والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا۔ اتنے پاک جذبات کا اظہار کر کے اتنا خدا کے ساتھ تعلق جتا کر یہ نہیں کہا کہ میں پاکباز ہوں اور سیدھا جنت میں جاؤنگا۔ بلکہ یہی کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ میری بھول چوک کو بخش دے گا۔ رب ھب لی حکما والحقنی بالصالحین اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما۔ فہم عطا فرما اور نیک لوگوں سے مجھے ملا دے۔ واجعل لی لسان صدق فی الاخرین اور پچھلوں میں میرے لئے سچائی کا ذکر چھوڑ۔ میرے پیچھے میرا ذکر خیر ہو۔ مگر سچا ہو یونہی جھوٹے طور پر میری تعریف نہ ہو۔ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم اور جنت کا وارث مجھے بنائیو۔ واغفر لابی انہ کان من الضالین۔ اور وہ جو اوپر کہا تھا اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون۔ تو اس میرے بزرگ کو بخش کہ وہ گمراہ ہو گیا ہے۔ ولا تخزنی یوم یبعثون اور قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کیجو۔ یوم لا ینفع بقلب سلیم۔ سوا اس کے جو اللہ کی طرف ایک سلیم دل لے کر آتا ہے۔ سلیم کے معنے ہیں سلامتی والا۔ جو تمام عیوب اور آفات سے محفوظ ہو۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیمؑ کی تعریف میں فرمایا جاء ربہ بقلب سلیم اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا۔ یہاں رب کے پاس آنے سے مراد موت کے بعد آنا مراد نہیں بلکہ اسی زندگی میں اس کا دل ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ ہر قسم کی آفات اور شرارتوں سے بچا ہوا ہو۔ یہاں بتایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا دل سلیم تھا۔ پس اگر یہ دیکھنا ہو کہ سلیم دل کیا ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کے واقعات زندگی کو دیکھنا چاہیئے۔ وہ قلب سلیم جو حضرت ابراہیمؑ کو ملا وہ کیا تھا۔ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین جب اس کے رب نے کہا کہ دیکھو ہماری بات کو ماننا ہے تو کہا میں تو فرمانبردار ہوں۔ یہ ہے قلب سلیم اسی کی طرف اسلام لانا چاہتا ہے۔

مذہب انسان کو کیا بنا دیتا ہے کیا انسان کھاتا پیتا نہیں کیا مال اور بیٹوں سے اسے منع کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مذہب کا حقیقی تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ وہ اس کے دل کو درست کرتا ہے۔ اور قلب سلیم عطا فرماتا ہے۔ اگر کوئی اسے لینے والا ہو۔ وہ قلب سلیم کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ اذ قال لہ ربہ اسلم۔ خدا کے حکم کے آگے نافرمانی کرنے والا نہ ہو۔ ایک ہی بات ہے جس سے انسان مسلم بنتا ہے۔ یا مذہبی آدمی بن جاتا ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ انسانیت کے درجہ پر پہنچتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ خدا کے حکم کے آگے انکار کرنے والا نہ ہو اور نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ اس بارہ میں جس کے قلب سلیم کا نمونہ قرآن نے پیش کیا ہے۔ خود وہ بھی یہی کہتا ہے۔ اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دے گا۔ باوجود قلب سلیم رکھنے کے باوجود خدا کے حکموں کو ماننے کے یہ خیال نہ آنا چاہیئے کہ جو حقوق ہم پر عائد کئے گئے تھے ان کو ادا کر دیا ہے۔ اس کے خلاف عام طور پر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ چھوٹا سا کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ کر لیا۔ یہ صحیح طریق نہیں۔ خدا کے احکام کے آگے بلا چون و چرا سر جھکائے جانا یہ قلب سلیم ہے۔ اگر یہ قلب سلیم تمہارے اندر ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی متکبرانہ روش یا غفلت تم میں پیدا ہو سب سے ضروری چیز یہی ہے۔ کہ انسان اپنی قوت اور اپنے مال کو خدا کی راہ میں لگائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مال کما لینا یا جمع کر لینا۔ یا بڑی بھاری جائیداد بنا لینا یہ زندگی کی سب سے بڑی غرض ہے یہ صحیح نہیں بلکہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا زندگی کی اصل غرض ہے۔ مذہب یوں نہیں کہتا کہ مال جمع نہ کرو۔ جائیدادیں نہ بناؤ۔ بلکہ یوں کہتا ہے کہ اسے زندگی کی غرض نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مال کوئی بے فائدہ چیز ہے۔ مال بڑا نفع دیتا ہے اگر انسان اسے خدا کی راہ میں صرف کرے۔ کیا حضرت ابوبکرؓ کو ان کے مال نے نفع نہیں دیا کہ اس کے ذریعہ دین کو قوت پہنچی؟ کیا عمرؓ کے مال نے مسلمانوں اور اسلام کو قوت نہیں پہنچائی؟ کیا حضرت عثمانؓ کا مال مسلمانوں کے لئے کارآمد ثابت نہیں ہوا؟ کون شخص ہے جس کو مال اور بیٹوں نے نفع نہیں پہنچایا؟ فی الحقیقت یہ چیزیں نفع دیتی ہیں مگر اسی کو جو قلب سلیم پیدا کرتا ہے۔ آخرت کی بات تو بعد کی بات ہے اس دنیا میں بھی مال انسان کو نفع دیتا ہے بشرطیکہ وہ دین کی خدمت پر اسے صرف کرے۔ بہترین اور ایک ہی موقع مال کے خرچ کرنے کا ہے۔ وہ ہے مسلم قوم کی تعمیر۔ جتنا مال انسان کماتا ہے اسے اس ایک ہی چیز پر صرف کرے۔ بیوی۔ بھائی بیٹے سب اسی میں آجاتے ہیں۔ اصل غرض یہ ہونی چاہیے کہ جس چیز کو ہم کماتے ہیں وہ قوم کا مال ہے۔ اور قوم کی بہبودی اور تعمیر پر خرچ ہونا چاہیے۔ مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کے اندر سے یہ احساس اٹھ گیا ہے۔ وہ مال کماتے ہیں اور پھر اسے خدا کے حکم کی نافرمانی پر برباد کرتے ہیں۔ ہم نے مال کے خرچ کا موقع قوم کی تعمیر کو نہیں سمجھا۔ بلکہ جس قدر کمائیں یا قرض لے سکیں اس کے برباد کرنے کے لئے تین موقعے رکھے ہوئے ہیں پیدائش شادی۔ موت۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے موقع نکال رکھے ہیں جیسے ختنہ وغیرہ ان سب مواقع پر جس طرح سے مال خرچ کیا جاتا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے بلکہ ابھی پیدا [illegible] وغیرہ [illegible] ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے برادریوں کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ شادی پر تو اس قدر رسمیں ہوتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اور پھر موت پر بھی رسمیں نہیں۔ تعجب ہے موت کا وقت جو غم کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت کھانے پینے کی رسمیں جاری رہتی ہیں۔ اور مال کو بے دریغ خرچ کیا جاتا اور خدا اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف کیا جاتا تھا کہ کم از کم موت تو ہمیں خدا کو یاد دلاتی۔ مگر نہیں اس وقت مسلمانوں کے مال خدا کے حکم کے خلاف ہی برباد ہوتے ہیں اس وقت بھی خدا کے رستہ کی طرف انسان نہیں آتا۔ آج مسلمان قوم ان چیزوں کے سبب سے تباہ ہو چکی ہے۔ اگر کوئی شخص ان چیزوں سے مسلمانوں کو نجات دلا کر سیدھے رستہ پر لگا دے تو اس سے بڑھ کر محسن کوئی نہیں ہو سکتا۔ تمہارے دل میں اس کے لئے ولولہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو خدا کے لئے اپنے آپ کو واعظ بناؤ۔ مسلمانوں کو اس مالی بربادی سے بچانے کے لئے۔ مگر واعظ کون ہو سکتا ہے۔ وہی جو پہلے خود تمام دنیا سے الگ ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کی ناک اس قدر محفوظ ہو جاتی ہے کہ لوگوں کی گالی یا برا کہنے سے اس کی ناک کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ میں آپ کو صحیح طور پر بتاتا ہوں کہ خود ہماری جماعت کے اندر ایسے لوگ ہیں جو ہمارے پاس آتے ہیں کہ ہم مقروض ہو گئے ہیں۔ کیونکہ شادی پر اتنا خرچ ہو گیا فلاں رسم پر اتنا اٹھ گیا۔ اور اب سود کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں کوئی قرضہ کا انتظام کر دو۔ میں کہتا ہوں کیوں تم نے خرچ کیا کیوں تم نے اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو تباہ کیا۔ ہزاروں ہیں جو اسی طرح تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ ہندوؤں کی گرفت میں آچکے ہیں جو اس قدر محکم ہے کہ اس سے نکلنا مشکل ہے۔ کتنے خاندان ہیں جو اسی طرح سے تباہ ہو گئے ہیں۔ ہندو ساہوکار خود روپیہ لے کر آتا ہے کہ چودھری صاحب آپ اسے لیجئے اور اپنا کام چلایئے۔ وہ لے کر کام چلاتا ہے اور ادھر سود در سود بڑھتا ہے۔ اگر وہ دینے کا نام لیتا ہے تو وہ بڑی ہمدردی سے کہتا ہے اتنی جلدی کیا ہے۔ دیکھا جائے گا۔ بس اسی میں مقروض کا سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ یہی حالت عام طور پر مسلمانوں کی ہو رہی ہے۔ دولتمند ہیں تو وہ بھی مقروض ہیں۔ درمیانی درجے کے لوگ ہیں تو وہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ فلاں ضرورت کے بغیر چارہ نہیں اور فلاں چیز کے بغیر کس طرح گزارہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرض اٹھانا پڑتا ہے۔ اور پھر دوستوں کے ساتھ ایسی بداخلاقی سے پیش آتے ہیں کہ سخت افسوس ہوتا ہے۔ ان سے قرض لیتے ہیں اور دبا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں بھی عورتوں کی نقل کرتی ہیں۔ کہ فلاں عورت نے یہ کپڑا پہنا ہے میں بھی ایسا ہی لوں گی۔ پھر بہت لوگ ہیں کہ ان کے گھروں میں زیور پڑے ہیں۔ لیکن باہر قرضے مانگتے پھرتے ہیں۔ گھروں میں زیور رکھ کر قرضے لیتے ہیں اور سودی قرضے لیتے ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نیکی کی توفیق چھنتی جاتی ہے۔ اسلام نے جو بڑا بھاری انقلاب پیدا کیا وہ کیا انقلاب تھا۔ اس نے شراب چھڑائی جوا چھڑایا۔ ہر قسم کی مسرفانہ باتوں اور رسوم سے چھڑایا۔ اور مال کو بربادی سے بچا کر اسے محفوظ رکھنے کا طریق بتایا۔ اور پھر نہیں کہ انہیں مال جمع رکھنے کیلئے کہا ہو بلکہ بتایا کہ اور اپنے مال کو اب اس طرح خدا کے رستے میں خرچ کرو۔ ایک وہ دانہ ہے جس کو زمین میں ڈالنے سے انسان کئی گنا دانے حاصل کرتا ہے ایک وہ ہے جو گل سڑ کر گھر کے اندر ہی تباہ ہو جاتا ہے۔ اسلام تمہارے مالوں کو فائدہ بخش صورت دینا چاہتا ہے۔ تمہارے لئے نقصان کا موجب بنانا نہیں چاہتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست اس غرض کے لئے واعظ بنیں۔ آج تک ہماری توجہ زیادہ تر اشاعت اسلام کی طرف رہی ہے۔ ان باتوں کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی جب تک ان باتوں کی اصلاح نہ کی جائے گی اس وقت تک قوم نہیں بن سکتی۔ قوم کی مثال ایک عمارت کی ہے۔ اگر عمارت ایک طرف سے بن رہی ہو اور دوسری طرف سے گر رہی ہو تو تعمیر کا کام فی الحقیقت کوئی نہیں ہوگا۔ اس لئے اگر ہم ایک طرف قومی مال کو قومی تعمیر پر خرچ کرتے ہیں اور دوسری طرف سے اسے تخریب سے نہ بچائیں تو ہماری تعمیر بے فائدہ ہے کیونکہ یہ کوئی مضبوط بنیاد پر نہیں کہ ایک طرف بنتی ہے اور دوسری طرف برباد ہوتی جاتی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قوم کے بننے کے لئے سب سے بڑی اور ضروری بات یہ ہے کہ تمہارے گھروں سے رسم و رواج دور ہو جائے۔ شادی کے موقع پر دعوت بیشک کرو مگر اپنی توفیق کے مطابق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بادشاہ بھی

سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

(۶)

مسیح موعود کے الہامات میں آیات قرآنیہ

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے)

اعتراض - حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں اکثر آیات قرآنیہ کا اعادہ ہے۔ کیا کسی سابقہ بزرگ امت محمدیہ کے الہامات میں اس طرح آیات قرآنی کا توارد ہے؟

جواب - حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں اگر بعض آیات قرآنیہ بھی آگئیں تو کیا قیامت آگئی۔

آیات قرآنی کا الہام میں آنا ممتنع نہیں

کیا خدا تعالیٰ کو منع ہے کہ وہ کبھی کسی آیت قرآنی کو اپنے کلام میں لائے۔ چونکہ وہ قرآن کی شکل میں ایک دفعہ بول چکا ہے لہذا اب اس کا کوئی حق نہیں کہ ان آیات کو اپنے کلام میں استعمال کرے! آخر کیوں اس امر کو محل اعتراض ٹھیرایا گیا۔ کہ مرزا صاحب کو بعض دفعہ کوئی آیت قرآنی الہام ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہ خدا نے مرزا صاحب کو کسی امر میں ہدایت دینے کے لئے یا کوئی نیا علم دینے کے لئے قرآن کی آیت کو کیوں استعمال کیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کے لئے یہ کیوں ممتنع ہے۔ ایک مولوی کسی شخص کو آیت قرآنی پڑھ کر ہدایت کرے یا کسی موقع محل پر کوئی شخص کسی آیت قرآنی کو چسپاں کرے تو وہ محل تعریف میں شمار ہو۔ اور اس کے علم و فضل اور قرآن کی لیاقت کا اعتراف کیا جائے۔ لیکن جب یہی کام خدا کرے تو اس پر اعتراض کیا جائے۔ **تلك اذا قسمة ضيزى** بڑی بے انصافی ہے مثلاً ایک شخص کسی وقت جماعت سے نماز پڑھنے میں سستی کرے تو ایک مولوی اسے کہے کہ **واركعوا مع الراكعين** کہ نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھو تو اس مولوی کی تعریف ہوگی کہ خوب برمحل آیت قرآنی پڑھ کر اس شخص کو ہدایت کی۔ لیکن اگر اس شخص کو خدا کی طرف سے آواز آئے کہ **واركعوا مع الراكعين** کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو تو اس وقت سر پیٹ لیا جائے کہ آہ! آہ!! خدا کو کیا حق تھا کہ وہ کسی آیت قرآنی کے ساتھ اپنے کسی بندے کو کوئی ہدایت کرتا اور اس بدقسمت شخص کو کافر سمجھ لیا جائے۔ جو یہ کہتا ہے کہ مجھے واركعوا مع الراكعين کا الہام ہوا ہے۔

آیات قرآنی اولیاء اللہ کے الہام میں

قرآن کے الفاظ میں الہام ہونا تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ کو قرآن کی آیات میں الہام ہوئے بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ انہوں نے قرآن یہاں تک پڑھا کہ خود خدا سے قرآن پڑھوا کر سنا۔ حضرت مجدد سرہندی اپنے مکتوبات جلد ۳ صفحہ ۱۹۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعضے عرفا فرمودہ اند ما کلام حق را بے شنویم دبایا را باو تعالیٰ مکالمہ می شود۔ چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت **ما زلت اردد الاية حتى سمعتها من المتكلم بها**

یعنی بعض عارفان الٰہی نے فرمایا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق صاحب سے منقول ہے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے قرآن کی آیت کو اتنی بار لوٹایا کہ خود اس آیت کے متکلم یعنی اللہ تعالیٰ سے میں نے سن لیا"

گویا وہ آیت الہام کے طور پر امام صاحب پر نازل ہوئی۔

مولوی عبد اللہ غزنوی ثم امرتسری مرحوم ایک مسلم بزرگ گزرے ہیں ان کے تقویٰ اور ولایت عالیہ کا ایک زمانہ قائل ہے۔ ان کی سوانح عمری پڑھو جو مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والے اور مولوی عبد الجبار صاحب نے شائع کی ہے۔ ان کو اس قدر کثرت سے آیات قرآنیہ میں الہام ہوئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مثلاً انہیں الہام ہوا:-

(۲) وسوف يعطيك ربك فترضى

(۳) وجزاهم بما صبروا جنة وحريرا

(۴) فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين

اسی طرح بہت سی آیات قرآنی درج ہیں جو بطور الہام ان پر نازل ہوئیں۔

آیات قرآنی کا الہام میں آنا وحی رسالت نہیں

ہاں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ نعوذ باللہ اس بندہ کا درجہ محمد رسول اللہ صلعم کے برابر ہو گیا کہ اس پر قرآن نازل ہونے لگا۔ یہ غلط ہے اس کا نام نزول قرآن نہیں۔ قرآن تو جبرئیل کے ذریعہ آنحضرت صلعم کے قلب مبارک پر نازل ہو چکا۔ اور وہ ایک کامل و مکمل کتاب ہے۔ اور اس کے بعد نزول جبرئیل بپیرایہ وحی رسالت ممتنع ہے اس لئے اس قسم کی آیات کا کسی ولی کے الہام میں آجانا محض ہدایت یا حال کے طور پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حسب حال کلام فرماتا ہے۔ یہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک عالم قرآن کسی بندہ کو قرآنی آیت پڑھ کر اس کی توجہ کو اس آیت کی مندرجہ ہدایت کی طرف مبذول کرتا ہے۔ یا کسی موقع پر حسب حال کسی آیت کو چسپاں کرتا ہے۔ یا اس آیت میں جو وعدہ یا وعید ہوتا ہے اس کی طرف توجہ دلا کر مومن کے دل کو ڈھارس بندھاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی کسی آیت کو اپنے بندے کے حسب حال پا کر اس پر چسپاں کرتا ہے کبھی اس کی مندرجہ ہدایت کی طرف توجہ دلاتا ہے کبھی اس کے وعدے وعید سے اپنے بندہ کے دل کو تسلی بخشتا ہے۔ کیونکہ خدا سے بڑھ کر واقف حال علیم و حکیم ہادی اور تسلی دہندہ کون ہو سکتا ہے؟

---

۴۳ بداخلاق ہو۔ اس سے بڑھ کر اگر وہ غصہ ور ہی نفس پرست ہو برا چال چلن رکھتا ہے۔ شرابی ہے۔ جواباز ہے۔ بری شہرت رکھنے والی جگہوں پر لوٹا جاتا ہے۔ دوسری عورتوں کے ساتھ کھلم کھلا گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ گھر کے ساتھ اسے کوئی محبت نہیں . . . . مختصراً یوں کہنا چاہیے کہ اس کے عیوب خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں اور شرارت میں وہ خواہ کسی حد تک پہنچا ہوا ہو اس کی بیوی کا یہ فرض ہے کہ اسے ہمیشہ اپنا معبود سمجھے اپنی تمام تر توجہ اسی کے آرام و آسائش پر صرف کرے۔ اس کے اطوار و اخلاق کا ذرا بھی خیال نہ کرے۔ اور کوئی ایسی بات اس سے سرزد نہ ہو جو اس کی خاوند کی رنجیدگی کا موجب ہو" (صفحہ ۔۔)

ماں ہونے کی حالت میں عورت کو اپنے مقدس ترین فرض کی ادائیگی کے وقت یعنی جب بچہ پیدا ہونے والا ہو ناپاک سمجھا جاتا ہے۔ ایک تاریک کمرے میں اسے بند کر دیا جاتا ہے۔ اور سوائے اس شخص کے جو دنیا پاک ہو کسی کو اس سے چھونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دائیاں اچھوتوں میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"درد کی حالت میں وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور ہر وہ چیز جس کو وہ چھوتی ہے۔ وہ بھی ناپاک ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اسے تلف کر دیا جائے۔ اس لئے کفایت شعاری کی غرض سے اس کے پاس اور ارد گرد صرف ناپاک اور ناکارہ چیزیں رکھ دی جاتی ہیں۔ خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان" (صفحہ ۹۱)

مس میو نے اس بارہ میں ڈاکٹر واگھن کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ "بڑے بڑے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی عورتیں بھی ان تاریک کمروں میں بند کر دی جاتی ہیں اور گندے چیتھڑوں پر انہیں لٹایا جاتا ہے اور بازار والی دائیاں ان کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ کیونکہ یہی رسم ہے"۔ تعلیم یافتہ خاوند ڈاکٹر سے کہتا ہے کہ "اچھی اور پاکیزہ چیزیں ہم اسے پانچویں دن دیں گے۔ اب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ رسم یہی ہے"۔ ایک اور ڈاکٹر کا بھی مس میو نے حوالہ دیا ہے۔ جس نے لکھا ہے کہ "یہ حالات صرف غریب اور جاہل لوگوں تک ہی محدود نہیں۔ میں راجاؤں کے گھروں میں بھی گیا ہوں اور اس وقت گیا ہوں جب اس قسم کی رسوم ادا کی جا رہی تھیں۔ میں نے جب روشندان وغیرہ کے کھولنے اور حفظان صحت کے دوسرے طریق اختیار کرنے کی ہدایت کی تو سختی کے ساتھ میری مخالفت کی گئی" (صفحہ ۹۹)

لیکن ان تمام حوالوں کے باوجود یہ کہنا بے جا نہیں کہ تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں میں یہ حالات استثنائی صورت رکھتے ہیں۔ قاعدہ کلیہ کا حکم نہیں رکھتے گو یہ عورت کے ناپاک ہونے . . . . اور اپنے

غیر مذاہب

ہندو اخلاق و معاشرت پر تبصرہ

ایک امریکن لیڈی کی معرکۃ الآرا تصنیف "مدر انڈیا"

(حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا ریویو)

(گزشتہ سے پیوستہ)

جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے "مدر انڈیا" میں ہندو قوم کے لیڈروں کو ان کے جمود کی وجہ سے برا بھلا کہا گیا ہے۔ لیجسلیٹو اسمبلی میں کا نمائندہ و اسمبلی ۔ ہال کے اندر نہایت اچھا معلوم ثابت ہوتا ہے لیکن بقول "مدر انڈیا" وہاں تقریر کر چکنے کے بعد وہ لوگوں کے گناہوں سے اپنے ہاتھ دھو لیتا ہے۔ چنانچہ رنگار جاریہ آئینگر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک ممبر اسمبلی نے جو ہندوؤں میں اصلاحات کے مویدتھے یہ سوال کیا کہ۔

"کیا اپنے آنریبل دوست سے میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ اس حال سے ظاہر کس قدر لیکچر انہوں نے اس بارہ میں دیئے ہیں یا ایک آواز بھی نہیں"، کیا کبھی انہوں نے اپنے ہی صوبہ میں کوئی جلسہ منعقد کیا! اور ان اصلاحات کی ضرورت و اہمیت پر لوگوں کو لیکچر دیا ہے"

یہ حالت کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے اندر یہ بات موجود ہے کہ صغر سنی کی شادی کوئی بری بات نہیں۔ اور لیڈر اور ریفارمر بھی اس قدیم رسم کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ مس میو نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔

"ایک خاص عمر ہوتی ہے . . . . . جس میں مرد و عورت کی باہمی کشش اور توجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے اگر شادی کے طریق کو مجلسی اختیارات کے ماتحت منضبط کیا جائے اور متعلقہ افراد کی مرضی پر سے نہ چھوڑا جائے تو ضروری ہے کہ اس عمر تک پہنچنے سے پہلے رشتہ زوجیت کو تکمیل تک پہنچا دیا جائے"

مس میو نے آگے چل کر اس قابل نفرت رسم کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے مندروں میں زناکاری جائز ہو گئی ہے۔ اس بارہ میں انہوں نے دیوداسیوں اور دیوتاؤں کی رنڈیوں کا ذکر کیا ہے۔ ہندوؤں میں رسم ہے کہ دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک لڑکی کا چڑھاوا ان پر چڑھایا جاتا ہے۔ یا کسی ایسی بچی کو جو خاص طور پر محبوب ہو۔ اور اپنے قدرتی ماحول میں ایک زائد چیز سمجھی جاتی ہو۔ مندر کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ یہ امر کہ ایسی لڑکیاں اخلاقی زندگیاں بسر کرتی اور مندروں کی مقدس عمارات کی ناپاکی کا موجب ہوتی ہیں ایک بالکل اغلب بات ہے۔ لیکن یہ امر کہ بقول مس میو پانچ برس کی عمر میں جبکہ وہ نہایت ہی پیاری سمجھی جاتی ہے۔ اسے ایک پجاری کی زندگی میں دے دیا جاتا ہے ۔۔۔ یقین میں آنے والی بات نہیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ یورپ اور امریکہ میں بھی رنڈی بازی کو جائز ٹھیرایا گیا یا کم از کم قانوناً جاری رہنے دیا گیا ہے ایک امریکن کا کیا حق ہے کہ ہندوؤں پر اس کے ساتھ زبان طعن دراز کرے؟ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں مذہب پر اس کو جائز رکھا گیا ہے۔ لیکن عیسائی ممالک میں بھی راہبانہ زندگیاں کا طریق اسی قسم کی برائیوں کے پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں میں امراض مخصوصہ کی زیادتی کا جو ذکر مس موصوفہ نے کیا ہے وہ مبالغہ کی حد تک پہنچا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ امراض مخصوصہ بے شک ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یورپ اور امریکہ ان سے آزاد نہیں۔ اگر اس بارہ میں ہندوستان اور یورپ و امریکہ کے اعداد و شمار حاصل کئے جائیں تو مؤخر الذکر مقامات ہندوستان سے بڑھ کر ناپاک ثابت ہوں گے۔

عورتوں کی قسمت جو ہندو مذہب اور ہندو رسم و رواج نے بنائی ہے۔ اور جس کا اس کتاب میں بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے بہت ہی افسوسناک ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی طرف پورے طور پر توجہ کی جائے۔ ہندوؤں کا یہ خیال کہ عورت کو اس کے خاوند کی طرف سے جسمانی تکلیف کے اندر بھی ڈالا جائے اس کا فرض ہے کہ اسے برداشت کرے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی وجوہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں مس میو نے پدم پران کا حوالہ دیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"۔۔۔ اس کا ۔۔۔ روئے زمین پر اس کے خاوند کے سوائے اور کوئی معبود نہیں۔ . . . . اس کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۵

قادیان کا ناگوار قضیہ

میاں محمود احمد صاحب اور ان کے مریدین کا باہمی تنازعہ

قادیان کے ناگوار قضیہ کے متعلق ہم کچھ کہنا نہ چاہتے تھے مگر پھر اس بارہ میں مجبور کیا گیا ہے۔ ایک طرف میاں صاحب کی جماعت میں نہ صرف یہ بات کہی جاتی ہے کہ فریق لاہور کی انگیخت سے یہ کام ہوا ہے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فریق لاہور کے بعض لوگوں نے قادیان جاکر بیعت کی اور وہی یہ فتنہ و فساد پھیلا رہے ہیں۔ (اس کی ہمارے پاس معتبر شہادت موجود ہے) ادھر الفضل مورخہ ۱۳ دسمبر میں افتتاحیہ نکلا ہے جس میں اسی سے ملتے جلتے شبہات ہماری نسبت ظاہر کئے گئے ہیں اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ قادیان سے آدمی باہر کی جماعتوں میں گئے ہیں جو انہیں اس طرح کی باتیں کہتے ہیں۔ خود جناب میاں صاحب نے بھی اشاروں میں ایسی باتیں اپنی تقریروں یا تحریروں میں کہی ہیں دوسری طرف میاں صاحب کے وہ مرید جنہیں میاں صاحب کی ذات کے متعلق کچھ اعتراضات ہیں ان کے خطوط استفسار رسالہ کے رنگ میں ہمارے پاس آئے ہیں۔ جن میں سے ایک خط کسی دوسری جگہ درج ہے۔ ان سب باتوں نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ اس موقع پر ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور اب مقدمہ میں مستغیث کے بیانات بھی اخبارات میں شایع ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر قادیانی جماعت یا ان کے امام کی طرف کوئی بری بات منسوب ہو تو اس سے ہمیں خوشی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ اس سے جو نقصان پہنچتا ہے اس میں ہم بھی شامل ہوتے ہیں۔ وہ نقصان صرف قادیانی جماعت کو نہیں پہنچتا بلکہ سب احمدیوں کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ احمدی نام میں ہم بھی اس کے شریک ہیں۔ ان چند سالوں میں جن باتوں سے قادیانی جماعت نے عامۃ المسلمین کا سلسلہ کے ساتھ تنفر بڑھایا ہے اس کا اثر ہم پر بھی پڑتا ہے اس لئے کہ عام لوگ اس قسم کی باریک تفریق کے عادی نہیں ہوتے۔ بلکہ مثل مشہور کے مطابق ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

سب لپیٹے جاتے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ آج اگر کوئی مسلمان خواہ وہ اہلسنت میں سے ہو یا اہل تشیع میں سے۔ اہل حدیث ہو یا احمدی، حنفی ہو یا شافعی۔ دیوبندی ہو یا بریلوی۔ کسی فعل شنیع کا ارتکاب کرے تو غیر مسلموں کے نزدیک سب مسلمانوں کی یکساں بدنامی ہوتی ہے۔ اور ہم [illegible] ہیں کوئی عقلمند مسلمان دوسرے مسلمانوں کی تذلیل سے خوش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ سب مسلمانوں کی ذلت ہے۔ اسی طرح ہمیں میاں صاحب کی تذلیل سے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں ہماری اپنی بھی تذلیل ہے۔ اگر قادیانی جماعت کے افراد کے سامنے اس قدر حقیقت بھی ہوتی تو کم از کم وہ یہ جرأت کبھی نہ کرتے کہ ان باتوں کو جو آپس میں انہیں ایک دوسرے سے پیش آ رہی ہیں ہماری طرف منسوب کرتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بوجہ اس تنفر کے جو ہماری طرف سے قادیانی جماعت کے سرگرووں نے اپنی جماعت میں پیدا کر رکھا ہے۔ موجودہ مشکلات کا یہ سہل ترین حل سمجھ لیا گیا ہے ہمیشہ خیال کر لیا گیا ہے کہ اگر ان باتوں کو فریق لاہور کی طرف منسوب اور کوئی شخص آج تک اس طرح کامیاب نہیں ہوا۔ ہم خدا کے فضل سے ایسی کمینہ باتوں سے بری الذمہ ہیں اور نہ ہم ایسے کام کو ایک منٹ بھی جائز سمجھتے ہیں۔ کیا ایک دنیادار جماعت کے لئے بھی حد درجہ کا ذلیل اور کمینہ کام سمجھا جاتا ہے کہ دوسروں کو بدنام کرنے کے لئے ایسی منصوبہ بازی کریں اور جھوٹ بنائیں۔ اور لوگوں کو جھوٹ بولنے کے لئے آمادہ کریں۔ ہم اپنی کوتاہیوں کے معترف ہیں لیکن ایسے ناپاک منصوبے کا وہم تک بھی کبھی ہم میں سے کسی کے دل میں نہیں گزرا۔ اور یہ حیرت اس بات پر ہے کہ قادیانی جماعت کے لوگوں کا خیال اس طرف کس طرح گیا اور کیوں یہ ناپاک بات جس کا کوئی ادنےٰ سا ادنےٰ ثبوت بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ان کے دل میں آئی۔ اور کس طرح یہ جرأت کی گئی کہ بغیر کسی ثبوت یا شہادت کے ان باتوں کو ہماری طرف منسوب کر کے ساری جماعت میں پھیلایا گیا۔ پھر یہی نہیں کہ اس نقصہ کو کہ ہم نے یہ منصوبہ بازی کی کوئی شہادت نہ ہو بلکہ صریح واقعات کے خلاف یہ قصہ بنایا گیا ہے۔ جن تین شخصوں کو جماعت قادیان سے خارج کیا گیا ہے وہ قادیان میں اس وقت ہجرت کر کے آئے۔ جب ہم دو فریق کا باہم جھگڑا ہو کر علیحدگی ہو چکی تھی۔ اور مستری فضل کریم سے ہماری قطعاً کوئی واقفیت نہ تھی۔ نہ کبھی انہیں دیکھا۔ ہم اب تک بھی ان کی شکل سے ناواقف ہیں پھر مستری صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے وطن کو چھوڑ کر قادیان جا کر آباد ہوئے۔ اور وہیں بود و باش اختیار کی مکانات بنوائے کاروبار جاری کیا۔ کیا کوئی خدا کا خوف دل میں رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہماری منصوبہ بازی سے یہ ہو سکتا تھا۔ ان کے فرزند نے جیسا کہ اب معلوم ہوا ہے وہیں تعلیم پائی۔ یعنی مدرسہ احمدیہ میں اور پھر یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ چار سال سے آنریری مبلغ کا کام بھی قادیانی جماعت کی طرف سے کرتے رہے ہیں۔ اگر اس قدر ایثار اور قربانیاں کرنے والے لوگوں کی طرف بھی یہ بات منسوب ہو سکتی ہے۔ کہ وہ کسی سے منصوبہ بازی کر کے محض شرارت کے لئے وہاں بیٹھے ہیں تو پھر اس جماعت کا خدا حافظ ہے۔ بلکہ ہم تو اس بات کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں کہ ایک مرید کیونکر اپنے پیر و مرشد کے خلاف افترا کے طور پر ایک جھوٹ الزام کھڑا کر سکتا ہے۔ پھر "الفضل" کا اپنا افتتاحیہ بتاتا ہے کہ مستری فضل کریم صاحب ابتدا ہی اپنے وطن کو کسی بُرے ارادہ سے چھوڑ کر نہیں آئے۔ ہاں یہ کہا گیا ہے کہ بعض فیصلوں کی وجہ سے جو ان کے خلاف ہوئے وہ میاں صاحب کے خلاف ہو گئے۔ ہمیں قادیان کے اندرونی جھگڑوں سے کوئی تعلق نہیں البتہ یہ ہم ضرور کہیں گے کہ بجائے ان کو تہ ہتھیاروں کے جن پر میاں صاحب کی جماعت اتر آئی ہے۔ اگر معاملہ کو ایسے رنگ میں صاف کیا جائے۔ جس سے دلوں میں اطمینان ہو جائے۔ تو قادیان کی جماعت کی بہتری کے ساتھ ہی سلسلہ کی بہتری کا بھی موجب ہو گا۔ اکثر مرید تو شاید اس بات کو جھٹ پٹ مان لیں گے کہ یہ لاہوری جماعت کا منصوبہ ہے۔ یا ان کی انگیخت ہے کیونکہ لاہوری جماعت کی طرف سے ان کے دلوں میں بہت کافی تنفر پیدا کیا جا چکا ہے لیکن عام پبلک کے نزدیک یہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ بلکہ مزید شبہات پیدا کرنے والی ہے اور ہمارے نزدیک خود جو مقدمہ عدالت میں ہے اس سے بھی اس امر کا کچھ فیصلہ نہیں ہوتا۔ خواہ وہ مقدمہ خارج ہو یا اس کا نتیجہ کچھ اور ہو۔ کیونکہ اول تو ان مقدمات میں یہ امر تنقیح طلب نہیں اور اگر ہوتا بھی تو عدالت بھی غلطی کر سکتی تھی اور عدالت کے ایک طرف یا دوسری طرف فیصلہ کرنے سے عام لوگوں کے قلوب میں اطمینان پیدا نہیں ہو سکتا۔ گواہوں کا مطالبہ بھی اس موقع پر کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہاں کوئی حد کا سوال نہیں جو لگائی جائے بلکہ سوال صرف اطمینان قلب کا ہے۔ اور اطمینان قلب بھی مریدین کا نہیں بلکہ عام لوگوں کا۔ الفضل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب مباہلہ کرنے کو بھی تیار ہیں اور دوسری طرف سے بھی معلوم ہوا ہے کہ مباہلہ ہی کی درخواست ہے۔ پھر کسی فیصلے کا باہم نہ ہو سکنا جائے تعجب ہے۔ اب اختلاف صرف اس قدر ہے کہ الزام لگانے والے یہ چاہتے ہیں کہ ان خاص الزامات کے متعلق مباہلہ ہو۔ یعنی میاں صاحب صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ وہ خاص الزام ان پر محض جھوٹ اور افترا ہے اور الزام لگانے والے یہ کہیں کہ وہ الزام سچا ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ مباہلہ اس بات پر ہو کہ وہ قادیانی جماعت کے خلیفہ برحق ہیں۔ ہماری رائے میں دونوں فریق کے لئے مباہلہ پر ایک ہو جانا کچھ مشکل امر نہیں رہا جب کہ مباہلہ کی ضرورت کو ہر دو تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ یہ ہم ضرور [illegible] کے مطالبہ کے مقابلہ پر الزام لگانے والوں

وہ خاص الزام ہے۔ نہ کہ خلیفہ برحق ہونا یا نہ ہونا۔ جیسا کہ مستغیث کے مطبوعہ بیان سے جو زمیندار مورخہ ۱۲ دسمبر میں شایع ہوا ہے [illegible] کہ الزام چال چلن کے متعلق ہے۔ پھر الزام میں چونکہ ایک معاملہ کی [illegible] کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور جس پر الزام ہے وہ اس کا انکار کرتا ہے [illegible] خلیفہ ہونا یا نہ ہونا صرف ایک امر کے فہم سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک شخص اپنے آپ کو ایک جماعت کا صحیح طور پر پیشوا سمجھتا ہے۔ دوسرا ایسا نہیں سمجھتا تو [illegible] کے معاملہ میں صدق و کذب کا معیار کوئی نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فہم کا قصور ہو۔ یعنی ایک شخص غلطی سے اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتا ہو۔ یا دوسرا غلطی سے اس کے خلیفہ ہونے سے انکار کرتا ہو۔ لیکن لعان بھی مباہلہ اسی بنا پر ہو [illegible] کہ آیا الزام درست ہے یا غلط؟

علاوہ ازیں قرآن کریم میں دو صورتیں مذکور ہیں۔ کسی عورت پر الزام ہو تو ایک صورت یہ ہے کہ چار گواہ پیش کئے جائیں۔ اور دوسری جگہ میاں بیوی میں ایسی صورت پیش آجائے تو لعان ہو یعنی دونوں [illegible] اپنے ادعا کی صداقت اور دوسرے کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر کے ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ اور صورت مباہلہ کے ساتھ ہی صورت لعان ملتی ہے۔ اور لعان ہو یا مباہلہ واقعہ جس کی سچائی یا جھوٹا ہونا بیان کیا جاتا ہے بنا لعان یا مباہلہ وہی واقعہ ہو سکتا ہے۔ [illegible] اندریں حالات جب میاں صاحب خود بھی مباہلہ کی ضرورت [illegible] ہیں۔ اور جو الزام ان پر ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ تو پھر اسی بنا پر مباہلہ کر [illegible] سے صفائی ہو جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ قادیانی جماعت اپنے اس اندرونی جھگڑے کو اسی آسان طریق سے جو دونوں کے نزدیک مسلم ہے طے کرے۔

لاہور تشریف لائیے!

پیغام صلح کا یہ آخری پرچہ ہے جو جلسہ سے پہلے احباب کرام کے [illegible] ہے۔ اس لئے اس پرچہ کے ذریعہ اس عظیم الشان اجتماع میں شمولیت کی آخری دعوت احباب کرام کو پہنچائی جاتی ہے۔ جو آج سے چند روز بعد لاہور میں منعقد ہونے والا ہے۔

جلسہ کی ضرورت و اہمیت پر دلائل دینے کی اب چنداں ضرورت نہیں۔ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی ہے [illegible] صرف اتنا یاد دلا دینا کافی ہے کہ ان کے پاک امام نے اس سالانہ [illegible] کو قومی زندگی کے لئے از بس ضروری قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیے۔"

یہ وہ پیغام ہے جو خدا کے مامور نے اس جماعت کو دیا تھا جس اس کے ہاتھ پر اس کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے [illegible] یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش [illegible] کیونکہ اس میں وہ عظیم الشان فوائد مضمر ہیں جو شاید دوسری طرح میسر نہ آسکیں۔ ایک بہت بڑا فائدہ جو اس سالانہ اجتماع سے ہوتا ہے وہ دعاؤں کا فائدہ ہے۔ آج اسلام پر مصیبت کا [illegible] ہر طرف سے کرب و بلا کے اندر وہ گھرا ہوا ہے۔ اس حالت سے نکالنے کے لئے دوسرے ذرائع کے علاوہ دعا ایک بہت بڑا [illegible] یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو دشمن کی تمام افواج کو تہس نہس کر سکتا ہے۔ اس کا صحیح استعمال [illegible] جس کے لئے حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ کی ضرورت [illegible] [illegible] کر دعائیں کرنا جماعت کی دعا اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کو جلد کھینچتی ہے۔ جماعت کے ساتھ مل کر دعائیں کی جائیں تو [illegible] جو شاید مدۃ العمر میں پگھلے نہ ہوں۔ پانی کی طرح بہ جاتے ہیں [illegible] الٰہی کا جوش میں آنا یقینی ہو جاتا ہے۔ پس آؤ اور اس مصیبت میں جو اسلام کو پیش آچکا ہے۔ اپنی آنکھوں کے چند قطروں [illegible] چند آرزوؤں کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرو۔ تاکہ اس کی نصرت [illegible] بڑھے اور اذا جاء نصر اللہ والفتح کا عملی نقشہ دنیا دیکھ [illegible] صرف دعائیں ہی نہیں جلسہ کے موقعہ پر [illegible] باہم ملکر [illegible]

آریہ ویدوں کی اس تعلیم کو رد کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید الٰہی میں اپنی سعادت اور نجات سمجھتا ہے۔ آریہ جانتا ہے کہ وید نیوگ کا حکم دیتے ہیں اور بیوہ کی شادی کی ممانعت کرتے ہیں۔ کم از کم اس کے ہادی سوامی دیانند نے اسے ایسا ہی بتایا ہے۔ مگر وہ نیوگ کی تعلیم کو گھناؤنا اور قابل نفرت سمجھتا ہے اور نکاح بیوگان جو اسلام کی تعلیم ہے۔ اسے اپنی قوم میں رواج دینے میں اسے بڑا انہماک ہے۔ وید کی اس تعلیم سے انحراف اور اسلام کی تعلیم پر عمل کر وہ بڑے فخر سے اخباروں میں شایع کرتا ہے۔ اور اسے افسوس ہے کہ تیرہ سو سال گزرنے پر بھی اس کی قوم اس قدر گری ہوئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے کی پوری صلاحیت ابھی اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ ان میں ترغیب و تحریص پیدا کرنے کے لیے وہ روپیہ بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ طلاق کے قانون کا تو ذکر ہی کیا۔ روشن دماغ عیسائی اقوام اپنے مذہب کے قانون طلاق کو ناقابل عمل اور غیر مکتفی سمجھ کر رفتہ رفتہ محمد صلعم کے قانون کی طرف آرہی ہیں۔ مگر آریوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اس تعلیم کے حصول اور ویدوں کی تعلیم سے روگردانی کے لیے کبھی کبھی اخباروں میں تو شور مچاتے ہیں مگر ابھی یارائے عمل نہیں۔ شادی کے متعلق بھی ہندو انفرادی طریق پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین پر عمل کرنے اور وید کے قوانین کو بالائے طاق رکھنے لگ گئے ہیں۔ مگر بحیثیت قوم انہیں اختیار کرنے کی ابھی ان میں صلاحیت اور دلیری مفقود ہے۔ اسلام جو قانون فطرت کے عین مطابق ہے۔ زیادہ سے زیادہ دس سال تک آریہ قوم کو یہ قانون اپنے میں رواج دینے کے لیے مجبور کرے گا۔ اور طوعاً و کرہاً انہیں محمد صلعم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ آریوں کی یہی روش اچھوت اقوام کے متعلق ہے۔ وید اور منوسمرتی کے احکام اچھوتوں کے لیے جیتے جی اس دنیا کو جہنم بنا دیتے ہیں۔ اور ان کا صریح منشا ہے کہ اچھوت اقوام کے لوگوں کو ہمیشہ کے لیے ترقی سے روکا اور ذلت کی حالت میں رکھا جائے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدسی انفاس کا اثر ہے کہ آج آریہ وید اور منوسمرتی کو پس پشت پھینک کر محمد صلعم کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اچھوت اقوام کو اٹھانے کے لیے سعی و کوشش کر رہے ہیں۔ خواہ یہ پولیٹکل اغراض کے لیے ہی کیوں نہ ہو مگر یہ تمام باتیں اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ آریہ اگرچہ اپنی . . . . . خصلت کی وجہ سے اس محسن اعظم آدم زادہ اپنی دائی کو برا کہتا ہے مگر اس کا دل ویدوں کے رشیوں کے ساتھ نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ کاش آریہ رسول اکرم کی تعلیم میں سے ایک بات اور لیتا کہ دنیا میں جس قدر مذاہب کے بانی ہوئے ہیں وہ سب پاک اور واجب التعظیم ہیں۔ تو اس کی نیش زنی کی نصف دور ہو جاتی۔ ہم نام نہاد مسلمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لفظی عزت کرتے ہیں مگر آپ کی حقیقی عظمت و شان اس میں مضمر ہے کہ آپ کی بدترین دشمن قوم اپنے مذہب سے بغاوت کر کے آپ کی تعلیم پر عمل کرتی اور مانتی ہے میں سے اس کی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو ایک خاص امتیاز دیتی ہے۔ کاش مسلمان اس راز کو سمجھتے۔ مجھے ان مسلمانوں کے فہم و ادراک پر افسوس ہے جنہوں نے رنگیلا رسول پر ایجی ٹیشن کیا۔ اور گورنمنٹ پر زور ڈالکر بانیان مذاہب کے تحفظ ناموس کا قانون بنوایا۔ اور جو پریس میں اور پلیٹ فارم پر اپنے تئیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا محافظ کہتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا محافظ وہی طاقتور اور قادر مطلق خدا ہے جس نے آپ کو تمام دنیا کی طرف رسول مبعوث کیا۔ نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ قسم ہے قلم اور دوات کی اور جو لکھا جائے۔ رسول اللہ کا کوئی فعل بے نتیجہ نہیں۔ اور جوں جوں علوم ترقی کرتے چلے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خود بخود دنیا میں بڑھتی چلی جائے گی۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ دنیا کے ہر مذہب کے لوگ طوعاً و کرہاً اسلام کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ ان نام نہاد محافظان ناموس رسول کو چاہیے کہ خود اپنی عزت کی فکر کریں۔ اور محمد صلعم کے درخشاں آفتاب سے اکتساب نور کی اہلیت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ اور راجپال اور اس قسم کے لوگوں کو چھوڑ دیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہم لوگوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز ہے۔

مقدمہ لائٹ

مسٹر ولسن پرنسپل اسلامیہ کالج کی شہادت

۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کی بقیہ کارروائی

مولوی عبدالمجید صاحب سالک کے بعد سر الگزنڈر ولسن پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کی شہادت ہوئی۔ وکیل صفائی کے سوالات کے جواب میں انہوں نے کہا کہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا بی اے ہوں آج کل اسلامیہ کالج لاہور میں پرنسپل ہوں۔ مضامین فائٹ ٹو دی فنش اور پاپوری ہندو اے راجپال میرے نوٹس میں لائے گئے۔ اور انہیں پڑھنے کے لیے مجھے کہا گیا۔ "فائٹ ٹو دی فنش" سے جسمانی لڑائی مراد نہیں۔ بلکہ ایجی ٹیشن مراد ہے۔ میرے نزدیک اس مضمون میں جسمانی اسلحہ کے استعمال کی ہدایت نہیں کی گئی۔ بلکہ ذہنی رویہ کے خلاف جنگ پر زور دیا گیا ہے۔

To crush the monster کا مطلب یہ ہے کہ اس ذہنیت کو تبدیل کر دیا جائے۔ Cut it clean

Cut it through کے بجائے میرے نزدیک In arms ہونا چاہیے تھا۔ clean out

Be prepared. عام محاورہ نہیں۔ day & night کے معنوں میں یہ فقرہ استعمال ہوتا ہے۔ must be کا مطلب وہی ہے۔ جیسے کسی نے مجھے ورکنگ میں کہا تھا You must be tired جس کے معنے ہوں گے You are tired آپ تھک گئے ہیں

Every muslim must be an Abdur Rashid میں صرف امر واقعہ کا اظہار ہے۔

One God one humanity کے مضمون کو میں نے پڑھا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے ہندو مسلم اتحاد کی اپیل کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ پیغمبر اسلام کو گالیاں دی جائیں تو اتحاد ناممکن ہے۔ اس تمام مضمون میں کوئی ایسی بات نہیں جس میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہو۔ کنفیشن آف کرائم کا مضمون بھی میں نے پڑھا تھا اس مضمون میں بھی بظاہر کسی جسمانی لڑائی کی تلقین نہیں کی گئی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض ایسے واقعات اس مضمون میں بیان کیے گئے ہیں جو دونوں قوموں میں کشیدگی پیدا کر رہے ہیں اور بتایا ہے کہ ان کے انسداد ہی سے اتحاد ہو سکتا ہے۔

وکیل استغاثہ کے جواب میں مسٹر ولسن نے کہا کہ مجھے اسلامیہ کالج میں پرنسپل کا چارج لیے ہوئے صرف تین ہفتے ہوئے ہیں۔ دو سال سے میں اسی کالج میں پروفیسر ہوں۔ اس دو سال کے عرصہ میں ہندو مسلم کشیدگی کے واقعات میں نے دیکھے ہیں۔ میرے نزدیک یہ کشیدگی دونوں قوموں کے چھوٹے چھوٹے حاسدانہ خیالات کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کو حسد ہے کہ ہندو تجارت میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور مالدار ہیں۔ اور ہندوؤں کو یہ جلن ہے کہ مسلمان جسمانی طاقت میں ان سے قوی ہیں۔ سوامی شردھانند کے قتل کے اسباب میں نے خود کسی جگہ نہیں پڑھے دوسرے لوگوں سے سنا کہ شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات اس کے قتل کا موجب ہوئی ہیں۔ یہ بھی پڑھا ہے کہ عبدالرشید کے مقدمہ کے لیے مسلمانوں میں چندہ ہوا ہے یہ کہیں نہیں پڑھا کہ اس کو غازی کہا گیا ہے۔ یہ بھی کسی کے منہ سے نہیں سنا کہ سوامی شردھانند اس قتل کا مستحق تھا۔ راجپال کی کتاب کا حال مجھے معلوم ہے اور اس کے متعلق جو ایجی ٹیشن ہوئی وہ بھی معلوم ہے۔ فائٹ ٹو دی فنش میں ایجی ٹیشن کو جاری رکھنے کے لیے لکھا گیا ہے ورتمان کے فیصلہ کے بعد بھی ایجی ٹیشن کا جاری رہنا جائز تھا۔ فائٹ ٹو دی فنش کے پہلے فقرہ میں ugly scene سے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ نہیں۔ بلکہ ہندو مسلم فسادات کی طرف اشارہ ہے۔ scene کا لفظ جمع ہونا چاہیے تھا۔ میرے نزدیک اس کا اشارہ مقدمہ ورتمان کی طرف نہیں۔ مونگیر اور مالوی کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا نہ کبھی کچھ سنا ہے۔ [illegible] سے یہاں خنجر یا تلوار یا اس جیسی کوئی اور چیز مراد نہیں۔ اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہو اور سامنے بڑا سانپ ہو اور مجھے کہا جائے [illegible] کا مطلب

اس مضمون میں دی گئی ہے یہ واقعی ایسا فقرہ ہے جسے بد قسمتی پر محمول کرنا چاہیے۔ یہ مثال مجھے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا اس میں تشدد کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اس مثال کو پڑھنے کے بعد میں یہ نہیں سمجھتا کہ مضمون نگار نے واقعتاً تشدد کی تلقین کی ہے۔ "اپوری ہندو اے راجپال" میں مضمون نگار نے مسٹر اسمٰعیل کے خیالات سے اتفاق نہیں کیا۔

Every muslim was not inclined to be an Abdur Rashid کا مطلب یہی ہے کہ اس وقت جب سوامی شردھانند قتل ہوا ہر مسلمان عبدالرشید نہ بننا چاہتا تھا۔

Things are however changed کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اب ہر مسلمان عبدالرشید بننا چاہتا ہے۔ must کا لفظ حکم کے رنگ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

Dragon کو بیشک اس کے غار میں جا کر مارنے کی تلقین کی گئی ہے مگر اس لیے کہ وہ Dragon ہے۔ ریوالور آف عبدالرشید کا لفظ استعارۃً استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا یعقوب خان صاحب نے مسٹر ولسن پر دو ایک سوالات کیے جن میں انہوں نے دولت خان پٹھان کے مقولہ مندرجہ مضمون فائٹ ٹو دی فنش کی تشریح کی جسے سنکر پرنسپل ولسن نے کہا کہ اگر تشریح کو سننے کے بعد جو ایڈیٹر نے کی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس فقرہ میں طاقت کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے۔ Dragon کو اس کے غار میں جا کر مارنے کا جو ذکر ہے وہ To meet the bull کے محاورہ کے کسی قدر مطابق ہے۔* میں عبدالرشید کو ناپسند کیا گیا ہے۔ * No Rajpals hence no Abdur Rashids.

عدالت کے سوالات کے جواب میں کہا کہ مجھے پروفیسر غلام حسین صاحب نے یہ مضامین پڑھنے کے لیے کہا تھا۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ ایڈیٹر گرفتار ہو چکا ہے۔ پروفیسر غلام حسین نے مجھ سے کہا کہ "کیا آپ مہربانی فرما کر ان مضامین کو پڑھیں گے؟" ان مضامین کے متعلق میں نے دو تین دن بعد اپنی رائے دی۔ پہلے میں نے اسکو سرسری طور پر پڑھا پھر غور سے پڑھا تاکہ یہ سمجھا جائے کہ مضمون نگار کا مطلب کیا ہے۔ مضامین کو پڑھنے کے بعد میری رائے وہی ہے جو میں نے لکھائی ہے۔ میں مضمون نگار کو پہلے نہیں جانتا تھا نہ اس اخبار کو کبھی دیکھا ہے۔ تھرڈ ایئر اور فورتھ ایئر کے طالب علم اس کا وہی مطلب لیں گے جو میں نے لیا ہے۔ مگر ایف اے والے جو ابھی نئے آئے ہیں اس کا دوسرا مطلب لیں گے۔ میرے خیال میں یہ مضامین موجودہ حالات میں اچھے لفظوں میں نہیں لکھے گئے۔ جب میں نے ان مضامین کو پڑھا مجھے معلوم تھا کہ عبدالرشید سوامی شردھانند کا قاتل ہے۔ میرے کالج میں صرف مسلمان طالب علم پڑھتے ہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ مسلمانوں نے شریعت کے حکم کے ماتحت راجپال کے قتل کا فتوےٰ دیا تھا۔ پہلی دفعہ جب میں نے ان مضامین کو پڑھا تو میں نے خیال کیا کہ مضمون نگار کا منشا کوئی نقصان پہنچانا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کا اندرونی منشا یقیناً کچھ اور ہے۔ اس لیے دوسری دفعہ اسے پڑھا۔ یہ سچ ہے کہ یہ عام آدمیوں کے پڑھنے کا طریق نہیں۔ عام لوگ اس اخبار کو پڑھنا بھی نہیں چاہتے۔ مضمون نگار نے یہ مضامین فرسٹ ایئر کے طلبہ کے لیے نہیں لکھے۔

چودھری سردار خاں کی شہادت

تیسرے گواہ چودھری سردار خاں صاحب تھے۔ جو چودھری رحمت خاں صاحب ملہار پبلشر لائٹ کی طرف سے صفائی کی شہادت دینے کے لیے پیش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں اخبار پیغام صلح کا ایڈیٹر رہا ہوں آج کل پیغام صلح کے صیغہ اشتہارات کا نگران ہوں۔ چودھری

نہیں جانتے اور یہ مجھے اس طرح معلوم ہے کہ جب کبھی دفتر میں کوئی انگریزی چٹھی آتی تھی تو یہ میرے پاس پڑھوانے کے لئے لاتے تھے۔ انہیں پیغام صلح سے تنخواہ ملتی تھی۔ لائٹ کے پبلشر ہونے سے انہوں نے استعفا دے دیا تھا۔
وکیل استغاثہ کے جواب میں کہا کہ چودھری رحمت کے انگریزی نہ جاننے سے میرا یہی مطلب ہے کہ انگریزی سمجھ نہیں سکتے۔ ویسے پڑھ سکتے ہیں۔

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب کی شہادت

اس کے بعد پروفیسر محمد عبداللہ صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور چودھری رحمت خاں ملزم پبلشر کی طرف سے پیش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں پنجاب یونیورسٹی کا ایم ایس سی ہوں۔ آج کل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں سکرٹری کا کام کرتا ہوں۔ مولوی محمد یعقوب خاں صاحب ۱۶ جولائی سے ۱۵ ستمبر ۱۹۳۵ء تک رخصت پر ایبٹ آباد گئے ہوئے تھے ان کی غیر حاضری میں لائٹ کے پروف مسٹر محمد عبداللہ بنگالی پڑھا کرتے تھے۔ ایبٹ آباد پروف کبھی نہیں بھیجے گئے۔ چودھری رحمت خاں صاحب نے "لائٹ" کے پبلشر ہونے سے جو استعفا دیا تھا وہ انجمن کی مجلس انتظامیہ میں ۵ جون کو پیش ہوا۔ ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء کو انہوں نے استعفا لکھا اس وقت وہ پیغام صلح میں کلرک تھے۔ استعفا دینے کی یہ وجہ تھی کہ ڈاکخانہ سے ایک خط آیا کہ پبلشر کا فرض ہے کہ اخبار کو خود آکر پوسٹ کرے ڈاکخانہ کی چٹھی نمبری $\frac{۲۸۸}{ڈی-بی}$ پیش کی گئی۔ چودھری رحمت خاں کو لائٹ سے پبلشر ہونے کا کوئی الاؤنس نہیں ملتا تھا۔ ان کی درخواست استعفا پیش ہونے پر یہ فیصلہ ہوا کہ سکرٹری صاحب منیجر صاحب کی واپسی پر ان سے مشورہ کر کے کسی آدمی کو تجویز کر دیں۔ میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتا کہ ڈاکخانہ سے اس چٹھی کے آنے کے بعد چودھری رحمت خاں خود اخبار "لائٹ" لے کر ڈاکخانہ جایا کرتے تھے۔ یا نہیں پبلشر کا کوئی کام وہ نہیں کرتے تھے صرف ان کا نام اخبار پر چھپتا تھا۔

نبوت مسیح موعودؑ پر فیصلہ کن بحث

راولپنڈی میں ایک دلچسپ مناظرہ

ذیل کی تحریر راولپنڈی کے بعض غیر احمدی حضرات کے دستخطوں سے ہمیں برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔ جو امید ہے قارئین کرام کے لئے موجب دلچسپی ہوگی۔ (مدیر)

آج مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو ایک مناظرہ برمکان جناب ملک غلام حیدر خاں صاحب پنشنر تحصیلدار مابین حضرت میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری (مبلغ جماعت احمدیہ لاہور) اور مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل (مناظر جماعت احمدیہ قادیان) بوقت دس بجے دن کے شروع ہوا اور تقریباً دو بجے تک رہا جس میں علاوہ ہر دو فریق کے کچھ غیر احمدی بھی جو اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے تھے شریک ہوئے۔ مناظرہ نہایت خوبی سے انجام پذیر ہوا۔ ہر چند کہ ہم دستخط کنندگان احمدی نہیں ہیں۔ تاہم حقیقت بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کا ہمیں یقین واثق ہے۔ کہ جماعت لاہور کے مبلغ میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کا پلہ بھاری رہا۔ اور انہوں نے نہایت شرح و بسط سے مرزا صاحب کی اپنی کتابوں سے ثابت کیا۔ کہ مرزا صاحب محض لغوی، مجازی اور استعارہ کے طور پر نبی ہیں جس کو مرزا صاحب اصطلاح اسلامی کے ماتحت خود محدث کے نام سے پکارتے ہیں۔ لہذا اصطلاح اسلامی کی رو سے وہ صرف محدث ہی ثابت ہوئے نہ کہ نبی اور ہر چند کہ ان کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ لفظ نبی کے معنوں کو پیش کیا جائے۔ مگر مناظر صاحب جماعت قادیانی لفظ نبی تو پیش کرتے تھے مگر معنوں کے لحاظ سے بالکل خاموش رہے۔ آخر کار مجبور ہو کر ان کو یہ کہنا پڑا کہ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کو اپنی غلطی در بارہ منصب معلوم ہوئی اور مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ در بارۂ نبوت تبدیل کیا۔ اس کا جواب میر صاحب مناظر جماعت لاہوری نے لفظ غلطی کے ازالہ ہی سے دیا۔ کہ جن معنوں سے آگے انکار تھا۔ اب بھی اس معنے سے انکار ہے۔ اور جس نبوت کا دعویٰ تھا اب بھی انہی معنوں میں نبی ہوں" اس کے بعد میر صاحب مناظر جماعت لاہوری لفظ نبی کے حقیقی معنے مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کئے۔ کہ اس سے مراد صرف محدث ہے۔ قادیانی مناظر صاحب نے یہ بھی کہا کہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۱ - اور صفحہ ۳۹۰ میں لفظ نبی کی جگہ لفظ محدث لگا کر دکھاؤ۔ اس پر مدثر شاہ صاحب نے مرزا صاحب کی گزرے ہیں۔ تو ان کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے لفظ محدث رکھا جائے۔ کیونکہ ان الفاظ سے میری مراد صرف محدث ہی ہے۔

قریباً تمام غیر احمدی پبلک پر اس کا بڑا خوشگوار اثر ہوا۔ سب ان کو یقین ہوا کہ مرزا صاحب کا دعوے دوسرے لفظوں میں محض محدثیت ہی کا ہے اور مجازی نبی محدث ہی ہوتا ہے۔ جس کا ذکر تتمہ الوحی میں ہے بلکہ حقیقت الوحی کے بعد کے بھی بعض ایسے حوالجات پیش کئے گئے جن میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو محدث قرار دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ قادیانی مناظر صاحب نے ابتداء بحث میں جو حوالجات در بارہ نبوت پیش کئے ان میں انہوں نے سن ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کوئی تمیز نہیں کی۔ مگر جب میر صاحب کے بار بار مطالبات سے تنگ آ گئے اور میر صاحب انہی کتابوں سے لفظ نبی کے معنے محدث پیش کرتے رہے۔ تو انہوں نے فوراً پہلو بدلا۔ اور اپنی تمام ابتدائی بحث پر پانی پھیر دیا۔ اور فرمایا کہ مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ در بارۂ نبوت سن ۱۹۰۱ء میں تبدیل کر دیا۔ گویا اس طرح سے انہوں نے میر صاحب کی سابقہ بحث کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس دوران میں فریق قادیان پر ایک عجیب گھبراہٹ طاری ہوئی۔ اور اس کا نتیجہ خان صاحب منشی فرزند علی صاحب پریذیڈنٹ فریق قادیان کی تقریر میں ظاہر ہوا۔ عام غیر احمدی دوست جو شریک جلسہ تھے۔ کہتے تھے کہ شاباش لاہوریو! تم نے میدان خوب ہی سر کیا ہے اور تمہیں چاہیئے کہ جماعت قادیان کے زہریلے اثرات کو یک قلم مٹانے کے لئے طول و عرض ہند میں اسی طرح کے جلسے کرو۔ تاکہ ایسے غلط عقائد صفحہ ہستی سے مٹ جائیں۔ جو جماعت قادیان پیش کرتی ہے۔ سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ ان کو ثابت کرنا تھا دعویٰ نبوت مرزا صاحب کی تحریرات سے اور پیش کیا یہ کہ رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دعوے کو ابتداء میں نہ سمجھے۔ مگر ان کے زیرک معاملہ فہم اور وقت شناس پریذیڈنٹ خان صاحب منشی فرزند علی صاحب نے اس سے ان کو روک دیا۔ پھر بھی چند حاضرین ایسی گستاخانہ تقریر کو سنتے ہی اٹھ کر چل دیئے۔ خلاصہ یہ کہ جماعت لاہور کو نمایاں فتح اور جماعت قادیان کو شکست فاش ہوئی۔

(۱) ملک شیر محمد وثیقہ نویس مقام نوید (۲) عبدالمجید کلیم راولپنڈی (۳) غلام محمد معلم جنود (۴) قاضی غلام محی الدین (۵) ملک عبدالغنی کلرک ہیڈکوارٹرز ناردرن کمانڈ پنجاب (۶) عبداللہ خان کلرک ڈسٹرکٹ بورڈ (۷) سید لعل حسین شاہ نیا محلہ راولپنڈی (۸) (مستری) شہاب الدین راولپنڈی

پریذیڈنٹ کا ریمارک

اس مناظرہ میں مولوی محمد علی صاحب پنشنر انسپکٹر مدارس جماعت لاہور کی طرف سے صدر تھے۔ انہوں نے ذیل کی تحریر مناظرہ کے بعد لکھ کر دی۔

۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو بوقت دس بجے صبح جو مناظرہ و مکالمہ مابین (قادیانی و لاہوری) جماعت احمدیہ بمکان ملک غلام حیدر خاں صاحب پنشنر تحصیلدار مقیم راولپنڈی ہوا۔ میں اس جلسہ میں ابتداء سے آخر تک شامل رہا۔ میری رائے میں جو فریق مرزا غلام احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو چودھویں صدی کا مجدد و محدث مانتا ہے اس کا پلہ نظر بر تحریر ہر صورت میں اعلےٰ تھا۔ پس میری رائے میں لاہوری فریق کا پلڑہ بھاری رہا۔ اور اسی کا بول بالا ہوا۔
خاکسار محمد علی پنشنر انسپکٹر مدارس (راولپنڈی)

(بقیہ صفحہ تین کالم ۲)

بعض اور بھی مذہبی توہمات ہیں۔ جن میں ان عورتوں پر جو بچہ پیدا ہوتے وقت مر رہی ہوں۔ نہایت سخت تشدد سے کام لیا جاتا ہے چنانچہ لکھا ہے:۔

"وہ عورتیں جو بچہ پیدا ہوتے وقت اس کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہو جائیں ان کی روحیں بدترین دیو سمجھی جاتی ہیں یہ روحیں ان کے نزدیک مرنے کے بعد گھر میں چلتی پھرتی ہیں ایسی حالت میں کہ ان کے پاؤں پچھلی طرف کو مڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کسی عورت کو دیکھا جاتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے قبل ہی وہ مرنے لگی ہے۔ ...... تو دائی کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسی تدابیر اختیار [illegible] جب ہوں سب سے پہلے وہ مرچیں لے کر مرنے والی کی آنکھوں میں ڈال [illegible]

بھرو ہے کی دو کیلیں لے کر غریب مرنے والی کے بازوؤں کو پکڑتی ہے (جن کو وہ ہرگز چھڑانے کی کوشش نہیں کرتی اور یہ جانتے ہوئے کہ کیا کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہے وہ صبر اور شکر کے ساتھ سب کچھ قبول کرتی ہے) ہر بازو میں فرش کے ساتھ ایک ایک کیل گاڑ دیتی ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی روح کو فرش کے ساتھ جکڑ دیا جائے۔ تاکہ وہ وہاں سے اٹھ کر ادھر ادھر پھر سکے اور زندوں کے لئے دکھ اور مصیبت کا موجب نہ ہو۔ اس طرح سے وہ غریب عورت نہایت عاجزی کے ساتھ دیوتاؤں سے ان بدترین گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے فوت ہو جاتی ہے۔ جو گزشتہ زندگی میں اس سے سرزد ہوئے۔ اور جن کی وجہ سے وہ اب دکھ اٹھا رہی ہے" (صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)۔